جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 1

تحریر: علیشے خان

وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے لیٹا اپنے موبائل کو اپنے سینے پہ اچھالتا ہوا سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھر رہا تھا۔ پچھلے دو گھنٹوں سے لگاتار سیگریٹ پیتے ہوئے اسکی سوچوں کا مرکز وہ سنہری آنکھوں والی شاہزادی تھی جو سات سمندر پار تھی۔۔زوریز شاہ نے شدید تھکاوٹ کے احساس سے آنکھیں موندی تھیں۔۔کسی بھی پل چین نہ آتے ہوئے زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا موبائل آن کیا تھا۔۔زوریز شاہ نے اپنی کانٹیکٹ لسٹ اوپن کرتے ہوئے ایک نمبر کھولا تھا جو اس نے "شاہزادی" کے نام سے سیو کیا ہوا تھا۔۔زوریز شاہ ہمیشہ کی طرح اس نمبر پہ کال کرتے کرتے رک چکا تھا، کانوں میں اس ظالم شاہزادی کا جملہ گونجا تھا جو اسے انتظار کی سولی پہ لٹکا کے خود غائب ہو چکی تھی،

"تم مجھ سے تب تک کانٹیکٹ نہیں کرو گے ریز جب تک میں نہیں چاہوں گی۔۔ہمارے فیوچر کے لئے ابھی پوری زندگی پڑی ہے میں جب تک اپنے پیروں پہ کھڑی ہو کے کچھ بن نہیں جاتی ہم ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔۔ میں جا رہی ہوں۔۔ تمہیں میری قسم ہے تم مجھے جانے سے نہیں روکو گے اور نہ ہی مجھ سے خود سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کرو گے۔۔" اس کے ان الفاظ پہ زوریز شاہ کا چہرہ کیسے سفید پڑا تھا وہ آج تک نہیں بھولتا تھا۔۔کیسی ظالم تھی وہ؟ پچھلے چھ سال سے اسے انتظار کی سولی پہ لٹکا کے گئی وہ آج تک واپس نہیں آئی تھی۔۔اس نے اسے ایک فون کال تک نہیں کی تھی کیا زوریز شاہ کو بھلانا اسکے لئے اتنا آسان تھا؟؟ وہ اسے ہجر کی سولی پہ لٹکا کے ایسے غائب ہوئی تھی جیسے اس سے کبھی ملی ہی نہیں تھی، جیسے وہ کسی "ریز" کو جانتی ہی نہیں تھی۔۔ہائے کتنی ظالم تھی وہ سنہری شاہزادی۔۔

"میرے تابوت پہ تم سسکیاں لکھنا
اور لکھنا کہ ہجر میں مر گیا آخر"

زوریز شاہ اپنا فون بیڈ پہ پھینکتا ہوا بیڈ سے کھڑے ہوتے خیالوں میں اس ظالم حسینہ سے مخاطب ہوا تھا جس نے نہ تو اسے سننا تھا اور نہ اسے جواب دینا تھا۔۔ سیگریٹ ختم ہونے پہ زوریز شاہ مزید ایک سیگریٹ سلگاتا اپنے عنابی ہونٹوں

میں دبا چکا تھا۔۔ چھ فٹ دو انچ دراز قد لئے زوریز شاہ ٹھنڈی ہواؤں کی پروا کیے بنا، شرٹ لیس کمرے کے ٹیرس پہ آ چکا تھا۔ ہوا کے دوش سے اڑتے بھورے سلکی بال ماتھے پہ بکھر رہے تھے۔۔۔ دودھیا سفید چہرہ تکلیف کی شدت سے سرخ تھا، ہری آنکھوں میں درد کی ایک شدید لہر تھی، آنکھ کی کمان کا تل جو اسکے مسکرانے پہ خوبصورتی سے رقص کرتا تھا وہ بھی جیسے روٹھتا ہوا اداس سا تھا۔۔ بلاشبہ اسکی حالت اس وقت ترس کھائے جانے کے قابل تھی۔۔

یہ منظر شاہ حویلی کا تھا۔۔ جہاں رات کے دو بجے لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی اٹھارہ سالہ نیلی آنکھوں والی شہزادی موبائل میں ڈرامہ دیکھ کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔۔ ہنس ہنس کے اسکی آنکھوں میں پانی آ چکا تھا۔۔ یہ اسکی روٹین میں شامل تھا وہ ڈراموں اور فلموں کی شوقین لڑکی ہمیشہ رات کو ڈرامے دیکھتی ہوئی اپنے شاہ جی کا انتظار کرتی تھی، وہ اتنا اپنے لالہ کا انتظار نہیں کرتی تھی جتنا وہ کاظم شاہ کا انتظار کرتی تھی۔۔ وہ اس وقت تک نہیں سوتی تھی جب تک کہ وہ رات میں کاظم شاہ کے خوبصورت چہرے کا دیدار نہ کر لیتی۔۔ نیلی شلوار قمیض میں ملبوس وہ لڑکی شانوں پہ دوپٹا لئے ابھی موبائل پہ ڈرامہ دیکھتی ہوئی ہنس ہی رہی تھی جب لمبا چوڑا کاظم شاہ اپنی روعب دار شخصیت کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔۔ سامنے ہمیشہ کی طرح اپنی نیلی آنکھوں والی گڑیا کو اپنے انتظار میں دیکھ کے وہ مسکرا کے سر جھٹکتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ سرخ و سفید رنگت، ہیزل گولڈن آنکھیں، عنابی ہونٹ، گولڈن ڈارک براؤن گھنی بیرڈ مونچھوں کا حامل انتیس سالہ کاظم شاہ اپنی بھاری مردانہ آواز میں سلام کرتا اسکے ساتھ کچھ فاصلے سے صوفے پہ بیٹھا تھا جس پہ اس نیلی آنکھوں والی شہزادی نے موبائل سے اپنی نظریں اٹھاتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

شاہ۔۔۔ جی۔۔۔ یہ دیکھیں۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ وہ اسکی سلام کا جواب دینے کی بجائے ہنستی ہوئی اپنا فون آگے کر گئی، ابھی کاظم شاہ نے اسکے یوں ہنسنے پہ اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکے فون پہ نظریں ڈالی ہی تھیں جب ایزل شاہ ہنسنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتی ہوئی اپنا موبائل فون پیچھے کر گئی۔۔ اسے اچانک سے یاد آیا تھا وہ جس سین پہ وہ ہنس رہی تھی اس سین میں لڑکی نے کافی فٹنگ لباس اور گہرے گلے والی قمیض پہنی ہوئی تھی۔۔ تو بھلا ایزل شاہ کیوں

چاہے گی؟ اسکے شاہ جی اسکے علاوہ کسی کو دیکھیں؟؟ اسی لئے تو وہ تیزی سے اپنا فون پیچھے کر چکی تھی جس پہ کاظم شاہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

دکھاؤ نا اوزی؟؟ کاظم شاہ کو تجسس ہوا تھا، وہ ایسا کیا دیکھانے والی تھی جو وہ اچانک سے دیکھاتے دیکھاتے رک گئی۔۔

کاظم شاہ ایزل شاہ کو پیار سے "اوزی" بولتا تھا۔ اور ایزل شاہ کو اسکا دیا گیا یہ نک نیم بے حد پسند تھا۔

آپ اسے چھوڑیں جو یہ بتا رہی ہے۔۔ میں وہ سب آپ کو لائیو کر کے دیکھاتی ہوں۔۔ آپ صرف مجھے یہ بتائیں پیٹ پھاڑ چائے پئیں گے؟؟ ایزل شاہ اپنا موبائل بند کرتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھ کے چہکتی ہوئی بولی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اپنی ہیزل گولڈن آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے پھر سے ناسمجھی سے دیکھا تھا۔۔ اسکی پیٹ پھاڑ چائے اسکے سر کے اوپر سے گزر چکی تھی۔۔

بتائیں نا شاہ جی پئیں گے؟؟ ایزل شاہ اسکی خاموشی پہ منہ پھولاتے ہوئے بولی تھی جس پہ کاظم شاہ نے بے ساختہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسے مسکرا کے دیکھا تھا۔۔ وہ ایک منٹ میں روٹھ جاتی تھی اور کاظم شاہ فلحال اسکا روٹھنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا ورنہ وہ صبح ڈنڈی مارتی ہوئی کالج سے چھٹی کر لیتی۔۔

چلیں پھر میں ہوں آپ کی شیف اوزی ھارون شاہ اور میرے آج کے گیسٹ ہیں کاظم دریاب شاہ!! کیا آپ میرے ساتھ دو قدم چل کے کچن میں جانا پسند کریں گے شاہ جی؟؟ ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتی ہوئی اپنے ہاتھوں کا مائیک بنا کے اپنے ہونٹوں کے آگے رکھتی اپنی بات کو مکمل کرنے کے بعد یہی مائیک کاظم شاہ کے ہونٹوں کے قریب کر چکی تھی۔۔ اسکی رضامندی لینے کے لئے۔۔

ضرور۔۔۔ آئی ایم سو ایکسائیڈ اوزی میم۔۔۔ کاظم شاہ بچوں سے تاثرات لئے زور زور سے ہاں میں ہلاتے اسکی تائید میں بولا تھا، آخر یہ پیٹ پھاڑ چائے کونسی سکیم تھی کاظم شاہ کو بے حد دلچسپی ہوئی تھی جاننے میں۔۔ کاظم شاہ کو عادت تھی اسکی ایسی حرکتوں میں اسکا ساتھ دینے کی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں تھے۔۔ کاظم شاہ کسی گیسٹ کی طرح کرسی پہ اپنی ٹانگیں لمبی کئے ٹیبل پہ کہنی ٹکائے بیٹھ چکا تھا جب کہ ایزل شاہ سٹوو کے پاس جا کے کسی ماہر شیف کی طرح کھڑی ہو چکی تھی۔۔

اسلام و علیکم ویورز میں ہوں آپ کی شیف اور ہوسٹ اوزی شاہ۔۔

میں آج آپ سب کو سکھاؤں گی بن بلائے مہمانوں کے لئے پیٹ پھاڑ چائے اسپیشل کی ریسپی۔۔ ایزل شاہ نے کیچن سلیب سے کیتلی پکڑتے ہوئے چولہے پہ رکھی۔۔

سب سے پہلے لگائے تھوڑی سی آگ۔۔ ایزل نے لائٹر سے چولہا جلایا۔۔

پھر لیجیئے پانی۔۔۔ ایزل شاہ گومتی ہوئی پانی کا جگر پکڑ کے کیتلی میں انڈھیل گئی۔۔ جیسے جیسے وہ گھوم رہی تھی ویسے ویسے کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھیں گھوم رہی تھیں۔۔۔

پانی لینے کے بعد ہم لینے جائیں گے تھوڑی سی چینی۔۔۔ ایزل شاہ نے اسی طرح پھدکتے ہوئے گھوم کے کیبنٹ کھولنا چاہا لیکن اچانک وہ کیبن کھولتے کھولتے رک سی گئی۔۔

چینی کا بجٹ بڑھ گیا ہے تو ہم نمک سے کام چلالیں گے۔۔۔ ایزل شاہ نے چینی کی بجائے گومتے ہوئے کچن کی سلیب سے نمک کا ڈبہ اٹھاتے ہوئے کھولا۔۔

ن۔ن۔ نمک۔۔۔ ایزل شاہ شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ نمک کو انگلی پہ لگا کے تھوڑا سا زبان کے ساتھ لگاتی اپنی آنکھوں کو میچ کے کھولتی بے حد انرجی سے بولی تھی۔۔ اسکے انداز پہ کاظم شاہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

یہ ہوئی نہ بات۔۔ وہ کیتلی میں نمک ڈال کے ڈبہ بند کرتی ہوئی مستی سے بولی تھی۔۔

ناک کھولنے کے لئے ہم ڈالیں گے تھوڑی سی کالی مرچ۔۔۔ ایزل شاہ ایک بار پھر سے گھوم کے کیبنٹ کھول کے کالی مرچ کا ڈبہ نکالتی مڑ کے کاظم شاہ کو دیکھ کے یوں بولی تھی جیسے وہ واقعی ہی مصالحہ ٹی وی پہ اپنے ویورز کو بے حد ٹیسٹی ریسپی بتا رہی ہو۔۔

ابھی بھی من نہ بھرے تو۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو مزید بڑا کر کے پھیلاتے ہوئے بچوں کی طرح حیران تاثرات کے ساتھ اپنا منہ کھولا تھا۔۔۔

تو پیٹ میں آگ لگانے کے لئے ڈالیے لال مرچ۔۔۔ ایزل شاہ نے یونہی جھوٹی حیرانگی کے ساتھ مڑتے ہوئے کیبنٹ سے لال مرچ کا ڈبہ نکالتے ہوئے تقریباً آدھا ڈبہ کیتلی میں انڈھیلا تھا۔۔ کاظم شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

تھوڑا سا فلیور ایڈ کرنے کے لئے ہم ڈالیں گے ہلدی۔۔۔ ایزل شاہ اپنے منہ میں شہادت والی انگلی ڈال کے اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتی ہوئی اب کی بار ہلدی کا آدھا ڈبہ بھی چائے میں انڈھیل چکی تھی۔۔

دھیمی آنچ ہیں پہ تھوڑی سی ابلنے دیجئیے۔۔۔ ایزل شاہ چولہے پہ رکھی کیتلی کو مٹھی سے پکڑ کے تھوڑا سا ہلاتا ہوا کسی ایکسپیرینس شیف کی طرف بولی تھی۔۔

اور سب سے ضروری دودھ۔۔۔ ایزل شاہ کو جیسے مین چیز تو ابھی یاد آئی تو۔۔ وہ اپنے ہاتھ پہ ہاتھ مارتی تیزی سے فریج کی طرف بڑھی تھی۔۔ ایزل نے فرج سے دودھ کا پیک نکال کے اپنے چھوٹے چھوٹے موتیوں سے سفید دانتوں سے کاٹتے کیتلی میں انڈھیلا تھا۔۔

بن بلائے مہمانوں کے کیلئے۔۔

کانوں سے دھواں۔۔۔

آنکھوں میں پانی۔۔۔

اور پیٹ میں سے آگے نکالنے والی۔۔۔

پیٹ پھاڑ چائے تیار ہے۔۔۔

ایزل شاہ کیتلی کو پھر سے مٹھی سے پکڑتی اپنی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اپنی باریک سی خوبصورت آواز کو بھاری اور ڈراؤنا بناتے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے ہوئے منہ کے زاویے بچوں کی طرح بگاڑتی بولی تھی۔۔۔ اسکے جملوں پہ اور اسکے انداز پہ کاظم شاہ ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے زور سے ہنسا تھا، ہنستے ہنستے اسکی آنکھوں میں پانی اکھٹا ہو چکا تھا۔۔

اوزی۔۔۔ کاظم نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ پھر سے ہنس دیا۔۔

ہاہاہا۔۔۔ تم نے تو زبیدہ آپا کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے اووزی۔۔۔ او گاڈ آئی جسٹ کانٹ۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتے ہوئے ہنوز ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ تو اسکی ہنسی کے صدقے واری جا رہی تھی، وہ اسے ہنسانے کے لئے ہی تو کرتی تھی یہ سب۔۔

جی تو ناظرین جیسا کہ آپ سب نے دیکھا اس پیٹ پھاڑ چائے کی ریسپی سنتے ہوئے ہی ہمارے گیسٹ خوشی سے پاگل ہو چکے ہیں۔۔ اس چائے کو چھکنے کی خواہش اتنی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو امڈ آئے ہیں ابھی کے ہم نے یہاں پہ

ایسی کوئی آنسو گیس نہیں پھیلائی۔۔ تو چلیئے ہم اپنے گیسٹ کو مزید انتظار کروائے بغیر اس چائے کو ٹیسٹ کرنے کا شرف بخشتے ہیں۔۔ ایزل شاہ اب کی بار کسی نیوز رپوٹر کی طرح پھر سے ہاتھوں کا مائیک بنا کے اپنے ہونٹوں کے قریب کرتی بے حد سسپینس کرئیٹ کرنے والے انداز میں بولتے اب اپنی پیٹ پھاڑ چائے کپ میں نکال رہی تھی۔۔

نو۔۔۔ اوزی۔۔۔ نیور۔۔۔ کاظم شاہ جو قہقے لگا رہا تھا اسکے الفاظوں پہ وہ اپنی گولڈن بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلائے جلدی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا ہاتھ اٹھا چکا تھا۔۔ اسے پاگل کتے نے نہیں کاٹا تھا جو وہ یہ پیٹ پھاڑ چائے پی کے بھری جوانی میں اللہ کو پیارا ہو جاتا۔۔

جی تو ناظرین ہمارے گیسٹ کا کہنا ہے وہ ایک چھوٹے سے کپ کی بجائے اس پیٹ پھاڑ چائے کا بڑا سا مگ چاہتے ہیں۔۔ تو اوزی شاہ کے ہوتے ہوئے ان کی یہ خواہش کیسے ادھوری رہ سکتی ہے؟؟

اب ہم لیں گے ایک عدد مگ۔۔ مگ کو ہاتھ میں پکڑنے کے بعد ہم کریں ٹن ٹانن۔۔۔ ایزل شاہ تیزی سے مگ ہاتھ میں لے کے شرارت سے بولتی چائے کو کپ سے مگ میں انڈھیلتی اس میں مزید پیٹ پھاڑ چائے شامل کر چکی تھی۔۔ کاظم شاہ کے اب سہی معنوں میں ہوش اڑے تھے وہ اپنی تیار کردہ چائے کا بڑا سا مگ پکڑتی سج دھج کے قدم اٹھاتی ہوئی اسکی طرف آ رہی تھی۔۔

اوزی نو۔۔۔ میں شو چھوڑ کے بھاگ جاؤں گا۔۔ کاظم شاہ اپنے قدم پیچھے کی طرف لیتا اسے دھمکی دیتے ہوئے بولا تھا جس پہ ایزل شاہ کھکھلا کے ہنسی تھی۔۔

ٹھیک ہے بھاگ کے دیکھائے پھر میں نے بھی اپنی پیٹ پھاڑ چائے پوری کی پوری پیتے ہوئے اپنا معدہ ایکسپائر نہ کیا میرا نام بھی اوزی شاہ نہیں۔۔ وہ بھی اسے جواباً چہک کے دھمکی دیتی بولی تھی، جانتی جو تھی وہ اوزی پہ کبھی کمپرومائز نہیں کرتا تھا۔۔

اوزی۔۔۔ مار کھاؤ گی۔۔۔ کاظم شاہ اسکی بات پہ اسے پیار سے آنکھیں دکھاتا اسکے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے ٹیبل پہ رکھ چکا تھا جس پہ ایزل شاہ نے منہ بناتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ٹھیک ہے گائز۔۔ ہمارا شو ختم ہوا چاہتا ہے۔۔ ہمارے گیسٹ ہماری اس پیٹ پھاڑ چائے میں مزید انٹرسٹڈ نہیں ہیں۔۔ ہونہہ۔۔ وہ چھوٹی سی بمشکل پانچ فٹ دو انچ کی ایزل شاہ منہ بنا کے روٹھتی ہوئی وہاں سے جا ہی رہی تھی جب

کاظم شاہ نے جلدی سے اسکی نرم و ملائم کلائی اپنے مضبوط مردانہ ہاتھ میں تھامی تھی۔۔ایزل شاہ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔۔

تم جتنا مرضی منہ بناتی ہوئی صبح کالج سے چھٹی کرنے کے پلین بنالو اووزی شاہ!! میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں تمہارا ایک پلان بھی کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔۔میلا بچہ۔۔۔کاظم شاہ اسکے پھولے گال اپنے ہاتھوں سے تھپتپاتا اپنی گولڈن آنکھوں کو ٹپٹپاتے ہوئے ہنس کے بولا تھا۔۔ایزل شاہ جو اسکی طرف دھڑکتے دل سے دیکھ رہی تھی اسے اپنے پلین کی جڑ تک پہنچتے دیکھ کے اس نے برا سا منہ بنایا تھا، البتہ اسکے گال تھپتپانے سے اسکے گال دہک کے لال ضرور ہوئے تھے۔۔کاظم شاہ نے اس سرخی کو غصے کی سرخی سمجھا تھا۔۔

اچھا اب اتنا گندا سا منہ نہ بناؤ۔۔ایک گھونٹ لوں گا۔۔وہ بھی صرف اپنی اووزی کی محنت کی لاج رکھتے ہوئے۔۔

کاظم شاہ اسکا پھولتا منہ دیکھ کے اس پیٹ پھاڑ چائے کا مگ پکڑتا تھوک نگلتے ہوئے بولا تھا،

اللہ معاف کرے اووزی۔۔۔یہ تم نے ہمیشہ آخری وقت پہ بلی کا بکرا مجھے کیوں بنانا ہوتا ہے؟؟کاظم شاہ اس بد صورت چائے کو دیکھ کے دانت کچکچا کے بولتا اپنی آنکھوں کو میچتے ہوئے اس چائے کا ایک گھونٹ بھر چکا تھا۔۔

اور اس ایک گھونٹ سے ہی کاظم شاہ کو واقعی ہی اپنے کانوں سے دھواں، آنکھوں سے پانی اور پیٹ میں آگ لگی تھی۔۔

او گاڈ اووزی کی بچی۔۔۔کاظم شاہ بمشکل یہ گھونٹ حلق سے نیچے اتارتا اس مگ کو ٹیبل پہ پٹکتے ہوئے سرخ چہرے کے ساتھ دبی دبی آواز میں اسے ڈپٹنے کی غرض سے غرایا تھا جس پہ ایزل شاہ کا چھت پھاڑ دلکش قہقہہ کچن کی زینت بنا تھا۔۔۔

گلے۔۔۔اٹھ جا۔۔۔ساڑھے آٹھ بج چکے ہیں آج شاہ بی بی نے جلدی بلایا ہے۔۔وہ سو رہی تھی جب زرتاج اماں کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔۔

اٹھ گئی ہوں اماں۔۔۔وہ شاہ بی بی کا نام سنتی سہمتے ہوئے جلدی سے اپنی چارپائی سے اٹھی تھی۔۔شاہ بی بی کی کچھ دن پہلے کی سفاکی اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرائی تھی جب لیٹ جانے پہ انہوں نے اسکے ہاتھ میں پکڑی چائے اسکے

پیروں پہ گرائی تھی۔۔وہ روتے ہوئے کتنا چیخی تھی اس دن لیکن شاہ بی بی نے اس پہ ترس نہیں کیا تھا۔۔ناجانے انہیں کیا مسئلہ تھا اس معصوم سے وجود سے ؟۔۔گلالئ اپنی نم ہوتی کرسٹل گرے آنکھوں کو رگڑتے ہوئے کمرے سے نکلتے انیکسی کے چھوٹے سے باتھ روم کی طرف بڑھی تھی۔۔بیسن میں منہ ہاتھ دھونے کے بعد گلالئ نے اپنی سوجھی ہوئی گلابی کرسٹل گرے آنکھوں کو مسلتے ہوئے ان کی سوجھ کو کم کرنا چاہا تھا تاکہ اماں دیکھ کے پریشان نہ ہو جائیں لیکن ہمیشہ کی طرح سوجھ کم نہیں ہوئی تھی، اسے یقیناً آج بھی اماں کے پریشان سوالوں کا سامنا کرنا پڑتا۔۔۔

سوائے زرتاج اماں کے کس کو تھی اس معصوم سے وجود کی فکر؟

اماں میں جارہی ہوں۔۔آپ آجایئے گا۔۔۔وہ اماں کے سوالوں سے بچنے کی خاطر اپنے پورے وجود پہ اچھے سے چادر اوڑھ کے اپنا چہرہ ڈھکتی معصوم سی آواز میں اماں کو اپنے جانے کی خبر دے رہی تھی۔۔

گلے ناشتہ کرلے آکے۔۔۔پھر دونوں اکھٹے چلیں گے۔۔چھوٹے سے کچن میں زمین پہ بیٹھی زرتاج اماں چولہے پہ روٹیاں ڈالتی بلند آواز میں بولیں تھیں۔۔

ہویلی میں کرلوں گی۔۔۔اگر لیٹ ہوگئ تو شاہ بی بی ناراض ہوں گی۔۔۔گلالئ معصومیت سے بولتی رکی نہیں تھی بلکہ اماں کو اپنا چہرہ دیکھائے بغیر انیکسی سے نکل چکی تھی۔۔

صد شکر وہ پورے وقت پہ ہویلی کے لاونج میں پہنچ چکی تھی۔۔سامنے تخت پہ شاہ بی بی کو نیم دراز دیکھتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھی تھی۔۔معصومیت سے سلام کرتی وہ شاہ بی بی کے قدموں میں بیٹھتی اپنے نرم وملائم ہاتھوں سے ان کے پیر دبانے ہی والی تھی۔۔جب اسکے زرا سا چھونے پہ شاہ بی بی نے اپنا پیر جھٹک کے اسکا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے اسے کینہ طور نظروں سے دیکھا تھا۔۔گلالئ نے حیرانگی سے شاہ بی بی کی آنکھوں میں غصے کی سرخی دیکھی تھی۔۔

پورے پانچ منٹ لیٹ ہو تم! ہویلی میں کتنے کام پڑے ہیں لیکن مہارانی کو اپنی نیند سے فرصت ملے تو وہ اپنی ڈیوٹی پہ آئے نا؟؟بس مفت کی روٹیاں تڑوالو تم لوگوں سے۔۔شاہ بی بی زمین پہ گری گلالئ کو دیکھتی حقارت سے بولی تھیں۔۔

گلالئ کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔۔

اب یہاں بیٹھی میرا منہ کیا دیکھ رہو؟؟اٹھو یہاں سے اور جاؤ جاکے شاہ کو اٹھاؤ۔۔۔اسے ائیرپورٹ جانا ہے۔۔شاہ کے پورے کمرے کی اچھے سے صفائی کرنے کے بعد کچن میں ہر طرح کی ڈش بناؤ۔۔کھانے کا مینو میں زرتاج کو بتا چکی

ہوں۔۔وہ آئے تو اس سے پوچھ لینا۔۔شاہ بی بی غصے سے غراتی ہوئی تخت کے تکیے پہ اپنا بازو ٹکاتی اپنی آنکھیں بند کئے تسبیح کرنے میں مصروف ہو چکی تھیں۔۔اسکی نم آنکھیں ان پہ پہلی کبھی اثر کی تھیں جو آج کر جاتی؟؟گلالئ اپنے نرم و نازک گالوں پہ بہتے آنسو رگڑ کے صاف کرتی زمین سے اٹھی تھی۔۔اب تو اسے اس تذلیل کی عادت ہو چکی تھی لیکن پھر بھی نا جانے یہ آنکھیں ہمیشہ آنسوؤں کا سمندر کیوں بہاتی رہتی تھیں۔۔گلالئ کے بس میں نہیں تھا ان آنسوؤں کو روکنا۔۔وہ پٹھانی نقوش کی حامل لڑکی بے حد نازک تھی۔چھوٹی سے چھوٹی بات اسکے دل پہ لگتی تھی۔۔گلالئ پھرتی سے قدم اٹھاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔۔

وہ اوپر والے پورشن پہ آ کے شاہ کے کمرے کو دروازہ کھٹکھٹانے ہی والی تھی جب اسکے ہاتھ لگانے سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔۔گلالئ نے تذبذب کی کیفیت میں قدم اندر کی طرف بڑھائے تھے۔۔ہویلی کے اندر آتے ہی وہ نقاب اتار دیتی تھی، کیونکہ شاہ بی بی کو اسکا ہویلی میں چہرہ چھپانا بے حد غصہ دلاتا تھا۔۔انہیں لگتا تھا وہ شاید نیک یا حاجن بی بی بننے کے لئے ایسے ڈرامے کرتی ہے۔۔یا شائد اسے سب کی توجہ لینے کا شوق ہے، اسی لئے گلالئ ان کی کڑوی کسیلی باتوں کے پیش نظر ہویلی کے مردوں سے نقاب تو نہیں کرتی تھی لیکن ہاں ہویلی سے نکل کے انیکسی تک جاتے ہوئے وہ تمام ملازموں سے اپنا چہرہ ضرور چھپاتی تھی۔۔

گلالئ نے اس حال نما بڑے سے کمرے میں داخل ہوتے ہی بیڈ پہ اوندھے منہ سوئے وجود پہ اپنی نظریں دوڑائی تھیں جو کندھوں سے کچھ نیچے تک کمبل اوڑھ کے تکیے کو سختی سے اپنے سینے میں بھینچتے سو رہا تھا۔۔بھورے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے جبکہ ہری آنکھوں جن میں ہمہ وقت پیش کی لالی چھائی رہتی تھی، اس وقت بند تھیں۔اسکے برہنہ چوڑے شانے دیکھتے ہوئے گلالئ کے سرخ و سفید گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسکے پاس جا کے اسے کیسے اٹھائے؟ کیونکہ وہ شرٹ لیس سونے کا عادی تھا شاید شرم و جھجھک آڑے آ رہی تھی۔۔گلالئ اسے اٹھانے کا ارادہ ترک کرتی اسکے کمرے کی صفائی میں مشغول ہو چکی تھی۔۔شاہ کا کمرہ تقریباً ہر وقت بکھرا رہتا تھا، ہر آئے دن شاہ کے کمرے کا فرنیچر تبدیل ہوتا تھا۔۔وہ غصے کا بے حد تیز تھا۔۔اپنا کمرہ صاف ستھرا دیکھتے ہوئے تو اسے جیسے اسے تباہ و برباد کرنے کی دنیا جہان کی بے تابی ہوتی تھی۔وہ اپنا تمام تر غصہ انسانوں کے ساتھ ساتھ ان بے جان چیزوں پہ اتارتا ہوا خود کے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا تھا۔۔

گلالئ شاہ کے بکھرے ڈریسنگ ٹیبل کو مصروف انداز میں صاف کرتی ہوئی اسکی ہر چیز کو ترتیب دے رہی تھی۔۔
گلالئ کی چوڑیوں کی کھنک کب سے پورے کمرے میں گونج رہی تھی جو بالآخر شاہ کے آنکھیں کھولنے کا سبب بنی تھی۔۔شاہ کی نیند بہت کچی تھی وہ چھوٹی سی کھٹاک کی آواز سے اٹھ جاتا تھا تو یہ تو پھر اسکی چوڑیوں کی کھنک تھی جو شاہ کو ہمیشہ سے ناگوار گزری تھی۔۔

لڑکی!!! شاہ اپنی نیند اکھڑنے پہ غصے سے اپنا تکیہ اپنی بانہوں سے آزاد کر کے زمین پہ پھینکتے دھاڑا تھا جس پہ اسکے ڈریسنگ مرر کو سیٹ کرتی گلالئ ڈرتے ہوئے اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔ آج اتوار تھا اور شاہ کو سونے کے لئے بمشکل ایک اتوار کا دن نصیب ہوتا تھا، اس میں بھی یہ لڑکی ہمیشہ کسی نہ کسی طرح سے اسکی نیند میں حلل ڈال دیتی تھی جیسے اس نے آج ڈالا تھا۔۔شاہ کی ہری آنکھوں کچھ نیند اور کچھ غصے کے پیش نظر لال انگارہ ہو رہی تھیں۔۔

جی۔۔شاہ۔۔۔سائیں۔۔۔وہ اسکے دھاڑنے پہ اپنا چہرہ اسکی طرف موڑتی بے حد معصومیت سے بولی تھی لیکن پھر اسے غصے سے خود پر سے کمبل ہٹاتے دیکھ کے گلالئ شرم وحیا سے دہکتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟؟ کیوں ہر روز میری نیند برباد کرنے آجاتی ہو؟؟ ہویلی میں اور کام نہیں ہیں جو تمہیں صفائی کے لئے میرا کمرہ ہی ملتا ہے؟؟ شاہ چہرے پہ سخت تاثرات لئے بیڈ سے اٹھ کے اسکے قریب آتا غصے سے پھنکارا تھا۔۔اسکے دھاڑنے پہ گلالئ نے نظریں اٹھاتے ہوئے شاہ کی طرف دیکھا تھا لیکن شاہ کے چوڑے سفید سکس پیکس چٹانی سینے کو دیکھتے وہ اگلے ہی پل جھینپتی ہوئی نظریں جھکا چکی تھی۔۔۔اسکا رنگ تانبے کی مانند سرخ ہوا تھا۔۔ گھنی شفاف پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔

اب کس مراقبے میں جا چکی ہو؟؟ شاہ اسکے سرخ ہوتے چہرے کو قہر برساتی نگاہوں سے دیکھتا صوفے سے اپنی شرٹ اٹھا کے پہنتا ہوا مزید غصے سے دھاڑا تھا۔۔اسے غصہ آیا تھا اس لڑکی پہ جو بنا شرم لحاظ کیے صبح صبح اسکے کمرے میں ٹپک پڑتی تھی، ابھی کے وہ جانتی تھی وہ شرٹ اتار کے سویا ہو گا۔۔اور کبھی کبھی تو دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری نہیں سمجھتی تھی۔۔ لیکن شاہ کو کون سمجھائے کہ وہ خود اپنا دروازہ لاک کر کے نہیں سوتا تھا اس میں اس معصوم کی غلطی نہیں تھی، وہ تھوڑا سا کھلا دروازہ دیکھتے ہوئے اس لئے نہیں کھٹکھٹاتی تھی تاکہ اس کی نیند میں حلل بھی نہ پڑے۔۔

شاہ سائیں۔۔۔مجھے۔۔شاہ۔۔بی بی۔۔۔۔نے۔۔۔بھیجا۔۔۔تھا۔۔میں۔۔۔۔ابھی گلائی اسے مزید تفصیل دیتی جب شاہ نے اسکا بازو اپنی سخت گرفت میں لیتے اسکی کلائیوں کو زور سے اپنی مضبوط ہاتھوں میں دباتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکی کانچ کی چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔۔اسکی چوڑیوں کی چھنکار اسے کب سے اریٹیٹ کر رہی تھی، اب اسکی برداشت کی بس ہوئی تھی۔۔

آہہ۔۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔گلائی اسکے اس ستم پہ چیخی تھی، کانچ اسکی کلائیوں کی جلد میں پیوست ہو چکا تھا۔۔شاہ نے اسکے چیخنے پہ بھی اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کیا تھا، وہ مزید زور سے اسکی کلائیاں دباتا اسکے ہچکیاں بھرنے پہ پیچھے ہوا تھا۔۔ ناجانے اس نے اس نازک وجود پہ کس بات کا اتنا غصہ اتارا تھا۔۔

آئیندہ سے جب بھی میرے کمرے میں آؤ تو ان چوڑیوں کو اتار کے آنا۔۔شدید بری لگتی ہے مجھے تمہاری ان چوڑیوں کی چھنکار۔۔۔وہ اپنی انگلی اٹھا کے اس پہ اپنی طیش کے زیر اثر ہری آنکھیں گاڑتا غرایا تھا۔۔گلائی اسکے ایک بار پھر سے چیخنے پہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی، اسکی کرسٹل گرے آنکھوں سے آنسو پالتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے۔گلابی لب کپکپا رہے تھے۔۔اس نے اپنے گلابی گال رگڑ کے صاف کرتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

گڈ۔۔اب بولو کیا لینے آئی تھی اتنی صبح صبح؟؟شاہ اسکے سر ہلانے پہ اپنے سینے پہ دونوں ہاتھ باندھتا ہوا بیزاری سے بولا تھا۔۔

و۔وہ۔۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔آ۔۔۔

بنا رکے مجھے پوری بات بتاؤ ورنہ دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے!!! شاہ اسکے اٹک اٹک کے بولنے پہ غصے سے غرایا تھا۔۔اسکے پاس اتنا فضول وقت نہیں تھا جو وہ اسکی قسطوں پہ باتیں سنتا۔۔۔

آہہ۔۔۔وہ شاہ سائیں آپ کو شاہ بی بی نے بلایا ہے۔۔ان کا کہنا ہے کہ آپ کو آج ائیر پورٹ پہ جانا تھا۔۔تو میں آپ کو اٹھا دوں۔۔۔وہ اسکے دھاڑنے پہ ہلکا سا چیختی اپنے پٹھانی ایسنٹ میں بے حد معصومیت سے فر فر پوری بات بول گئی۔۔اسکا غصہ ہی تو اس نازک سی جان کے لئے عذاب تھا۔۔اسکے تھوڑا سا غصہ کرنے سے ہی سانس سوکھ جاتے تھے اسکے۔۔

شاہ بی بی کا حکم سنتے ہوئے شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، ائیر پورٹ پہ جانے کا سن کے آنکھوں میں شدید بیزاری در آئی تھی۔۔ جبکہ اپنی کلائیوں سے خون کی بوندیں نمودار ہوتی دیکھ کے گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھوں میں پھر سے لبالب پانی جمع ہوا تھا۔۔

اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو؟؟ نکلو یہاں سے اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر کے جانا۔۔ شاہ اسے ہنوز یہاں جمے دیکھ کے دروازے پہ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے سرد لہجے میں بولا تھا۔ گلالئی سسکتی ہوئی اسکے کمرے سے نکلی تھی۔۔ شاہ اسکی سسکی کو آواز کو سرے سے اگنور کرتا الماری سے اپنی بلیو جینز، وائٹ ٹی شرٹ اور بلیو برینڈڈ جیکٹ نکالتا ہوا واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔

صبح کے نو بج رہے تھے، لیکن وہ نوابوں کی طرح بیڈ پہ اڑھا ترچھا ایسے سویا ہوا تھا جیسے نشا کر کے گرا ہو۔ سرخ و سفید رنگت، ماتھے پہ بکھرے شہد رنگ بال، کھری مغرور ناک، شہد رنگ گھنی بیرڈ مونچھیں۔۔۔ پچیس سال کا وہ نوجوان حسن کا دیوتا تھا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ نے اسے فرصت سے بنایا تھا تو غلط نہیں ہے۔ وہ ابھی سو ہی رہا تھا جب فون کال کی آواز نے پورے کمرے میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔۔ ارزم شاہ نے ڈھیٹ بنتے ہوئے اپنی نیند نہیں توڑی تھی، وہ ہنوز ویسے ہی سویا ہوا تھا۔۔ جس طرح ارزم شاہ ڈھیٹ تھا اسی طرح فون کرنے والا بھی شاید مہا ڈھیٹ تھا یا تھے، اس نے بھی فون کالز کرنا نہیں چھوڑیں تھی۔۔ ارزم شاہ نے اپنی نیند کا خمار لئے شہد رنگ آنکھیں وا کرتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے اپنے فون کو گھور کے دیکھا تھا، جیسے ساری غلطی ہی فون کی ہو۔۔

فون کال کی رنگ ابھی تک جاری تھی، ارزم شاہ نے سائیڈ ٹیبل کی طرف کھسکتے ہوئے فون اٹھا کے کان کو لگایا تھا جب دوسری طرف سے سب دوستوں سے اکھٹی گالیاں سنتے ہوئے اسکی نظریں بے ساختہ گھڑی کی طرف گئی تھی ،

آپ کا ملایا گیا نمبر فلحال نیند میں ہے۔۔ برائے مہربانی اسے تنگ کرنے سے پرہیز کیجئے۔۔۔ ارزم شاہ کانفرنس کال پہ دوستوں کی گالیوں کو سرے سے نظر انداز کرتا پھر سے اپنا سر تکیے پہ پھینک کے آنکھیں موندتا نیند میں ڈوبی آواز میں گویا تھا۔۔

میں تیرا خون پی جاؤں گا شاہ اگر آج تو یونی نہ آیا تو!! تجھے کس کافر نے بولا تھا ٹیسٹ رکھوا کے خود چھٹی کر کے بیٹھ جائے؟؟ حمزہ غصے سے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ کا نیند میں قہقہ بلند ہوا تھا۔۔ اسکے قہقے پہ دوسری طرف موجود اسکے تمام دوست جی بھر کے سلگے تھے۔۔

شاہ تجھے قسم ہے یونی آجا۔۔ قسم خدا کی ایک لفظ نہیں پڑھا اور تیرے بغیر تو پڑھا بھی نہیں جا رہا جاناں۔۔۔ تو نہیں ہو گا تو ہم پاس کیسے ہوں گے؟؟ اب کی بار" ولی" اپنی آواز کو لڑکیوں کی طرح روہانسا بناتے ہوئے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ کے پہلے سے اونچا قہقہ بلند ہوا تھا۔

ہاں تیری تو بتیسی نکلے گی اپنے نمبر تو تو فائنل ایگزام میں ہی پورے کرلے گا۔۔ دوستوں کی فکر نہیں ہے بے فیض سالے کو۔۔ نوفل ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

تو سالے کو کس نے بولا تھا جب میں سر کو ٹیسٹ کا بول رہا تھا تو سب سے پہلے ہاتھ کھڑا کر کے "یس سر ہم کرلیں گے " بولے؟؟ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے بیڈ سے اٹھتا ہوا اسکی نقل اتارتے ہوئے بولا تھا۔۔

شاہ قسم ہے تجھے ہماری ہونے والی بھابھی کی آجا۔۔۔شاہ آجاتینوں اکھیاں اڈیک دیا۔ سجناتینو۔۔۔۔ابھی میکائیل اسے قسم دینے کے بعد اپنی بے سری آواز میں مزید گاتا جب ارزم شاہ بدمزہ ہوتا اپنا فون کان سے دور کر چکا تھا۔۔

آج اقبال کے شاہینوں کا امتحان ہے۔۔تو لہذا امتحان پہ توجہ دو اقبال کی ناک نہ کٹوا دینا ورنہ وہ تم جیسے نالائق شاہینوں کے پر کاٹ دے گا!!۔۔۔ارزم شاہ روعب سے بولتا بنا کسی کے مزید سنے فون کاٹ کے صوفے پہ پھینک چکا تھا، ارزم شاہ اپنے دوستوں کے ساتھ جتنا شوخ تھا، اجنبیوں کے ساتھ وہ اتنا ہی سنجیدہ تھا، اسکے دوستوں کی اگر کسی کے ساتھ لڑائی ہو جاتی تھی تو سب سے پہلے ارزم شاہ کو یاد کیا جاتا تھا کیونکہ اسے سب کو مارنے پیٹنے کا بے حد شوق تھا، ارزم کے غصے سے پوری یونیورسٹی ڈرتی تھی تقریباً یونیورسٹی میں ہر کوئی ہی اسے کسی نہ کسی کو مارتے پیٹتے دیکھ چکا تھا، ارزم شاہ نہ خود غلطی کرتا تھا نا وہ دوسروں کی غلطیاں برداشت کرتا تھا۔۔ارزم شاہ کسی کو آسانی سے معاف نہیں کرتا تھا وہ جب تک اگلے کو اسکی غلطی کی سزا نہیں دیتا تھا اسے چین نہیں آتا تھا۔۔

کل اکاؤنٹنگ کے سر ایک دن میں پورا چیپٹر پڑھا چکے تھے، ارزم شاہ کا جمائیاں لیتے ہوئے نیند سے برا حال تھا، اکاؤنٹنگ کے سر ذرا سخت مزاج کے تھے اسی لئے ارزم کے تمام دوست ایسے لیکچر نوٹ کر رہے تھے جیسے کلاس کے ٹاپر ہوں، ارزم جانتا تھا ان کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا وہ صرف سر کو خوش کرنے کے لئے اپنا سر ہاں میں ہلا رہے ہیں جیسے سر کے ایک ایک لفظ وہ حفظ کر رہے ہوں۔۔ارزم نے انہیں دیکھ کے آئیبرو اچکاتے ہوئے داد دی تھی۔۔ ارزم شاہ جس نے لیکچر کا ایک لفظ نوٹ نہیں کیا تھا لیکچر ختم ہوتے ہی اس نے سنجیدگی سے ٹیسٹ کا شوشا چھوڑا تھا جس پہ سر نے اسکی بھرپور حمایت کی تھی۔۔ارزم نے ٹیسٹ کا بول دیا تو کیا ہوا؟؟ لگے ہاتھ ارزم کے دوستوں نے بھی سر کے آگے اچھا بننے کے لئے "یس سر ہم کر لیں گے" سر اتنا کم؟ لاسٹ چیپٹر بھی ایڈ کر لیں"، "سر سر یہ تو بہت آسان ہے تھوڑا اور پڑھا لیں" جیسے جملے اپنے منہ سے ادا کیے تھے جس پہ ارزم شاہ ان سب کے باری باری بولنے پہ اپنے سر کو خوبصورتی سے خم دیتا اپنی مسکراہٹ روکتا رہا۔۔اس نے کل کلاس کی کرسی پہ بیٹھے ہی پلین بنا لیا تھا

کہ وہ چھٹی کرے گا لیکن ابھی کال پہ اپنے دوستوں کی دہائیاں سنتے ہوئے ارزم شاہ سے رہا نہیں گیا تھا، وہ اپنی بلیک ڈریس پینٹ اور سفید ہی ڈریس شرٹ پکڑتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ ہویلی کے تمام مکین اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔۔ سربراہی کرسی پہ عادل شاہ، ان کے دائیں جانب دریاب شاہ، ھارون شاہ، کاظم شاہ اور ارزم شاہ جبکہ ان کے بائیں جانب شاہ بی بی، زہرہ شاہ اور سب کی لاڈلی ایزل شاہ براجمان تھی۔۔ وہ سب ابھی ناشتے میں مصروف تھے جب چھ فٹ دو انچ کے قد کا حامل شاہ اپنی بلیو جیکٹ پہنتا ہوا تیزی سے سیڑھیوں سے اترتا انہی کی طرف بڑھا تھا۔۔

لالہ یہاں پہ بیٹھ جائیں۔۔ شاہ سب کو سلام کرتا ہوا ابھی ٹیبل کے قریب ہی آیا تھا جب ارزم شاہ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اسے سنجیدگی اور احترام سے پکارا تھا۔۔

نہیں تم بیٹھو۔۔ مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔۔۔ شاہ نے اپنی بھاری رعب دار آواز میں ارزم شاہ کا کندھا تھپتھپا کے اسے جواب دیتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا جو اپنے لالہ کو دیکھتے ہی احتراماً کرسی سے کھڑی ہوئی تھی، شاہ نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چوما تھا، یہ روز کا معمول تھا۔۔

شاہ نے ایزل کو واپس سے کرسی پہ بٹھاتے شاہ بی بی کی طرف دیکھا تھا، جو شاید اسے کے دیکھنے کی منتظر تھیں۔۔

شاہ بی بی!! مجھے کسی ضروری کام سے جانا ہے معذرت میں آپ کی نواسی کو ائیر پورٹ سے نہیں لا سکتا۔۔ شاہ اپنے گھنی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا سنجیدگی سے شاہ بی بی سے مخاطب ہوا تھا جس پہ کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دباتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، وہ جانتا تھا وہ بہانا بنا رہا ہے۔۔

لیکن ہماری نواسی کس کے ساتھ آئے گی؟؟ تم کیا چاہتے ہو وہ ٹیکسی اور رکشوں میں زلیل ہو؟؟ وہ اسلامباد کے راستوں سے ناواقف ہے شاہ۔۔ ہمیں تم سے اس ہٹ دھرمی کی توقع نہ تھی۔۔۔ شاہ بی بی اپنے کھانے سے ہاتھ کھینچتی اسے سخت نگاہوں سے دیکھتی بولی تھیں۔۔ شاہ کو اگر کوئی ڈانٹ سکتا تھا تو وہ صرف شاہ بی بی تھیں، ورنہ وہ کہاں کسی کی ڈانٹ سنتا تھا، شاہ کو صبح صبح ڈانٹ کھاتے دیکھ کے کاظم شاہ اب کی بار اپنی مسکراہٹ پہ قابو نہیں رکھ پایا تھا، وہ اپنی مسکراہٹ روکنے کی غرض سے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔۔ شاہ نے شاہ بی بی کی ڈانٹ پہ اپنا کان کھجاتے ہوئے کاظم شاہ کو گھوریوں سے نوازا تھا۔۔ وہ اسکا مسکراہٹ روکنا محسوس کر چکا تھا۔۔

شاہ بی بی میں واقعی ہی مصروف ہوں ورنہ آپکا حکم سر آنکھوں پہ۔۔۔ آپ۔۔ آپ ایسا کریں۔۔۔ کاظم کو بھیج دیں۔۔ کیوں کاظم؟؟۔۔۔ شاہ اپنا آئیبرو آچکا کے کاظم شاہ کی طرف دیکھتا اپنی بھاری آواز میں اس سے مخاطب ہوا تھا، شاہ اور کاظم شاہ ہم عمر تھے، وہ دونوں بہترین دوست اور ایک دوسرے کے ہم راز تھے، کاظم شاہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا وہ اسکے ذرا سے مسکرانے کی سزا اسے یوں پھنسا کے دے گا۔۔ شاہ بی بی کی نواسی کو ائیر پورٹ سے لانے سے بہتر تھا وہ ہویلی کی چھت سے چھلانگ لگا لے۔۔

میں تو یہ چائے نا جانے کیسے وقت نکال کے پی رہا ہوں۔۔ اور مجھے تو آفس جانے سے پہلے اوزی کو کالج بھی ڈراپ کرنا ہے۔۔ چلو اوزی اٹھو کالج سے لیٹ ہو رہا ہے۔۔ شاہ بی بی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کاظم شاہ تیزی سے اپنے لبوں سے چائے ہٹا کے ٹیبل پہ رکھتا اپنی کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ اس وقت بلیک ٹیکسڈو میں ملبوس اپنے گولڈن بالوں کا اچھے سے ہیئر سٹائل بنائے ہوئے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا، کاظم شاہ، شاہ خاندان کا سب سے خوبصورت

لڑکا تھا، وہ ویسے تو نرم مزاج تھا لیکن جب کاظم شاہ کو غصہ آتا تھا تو کوئی بھی اس کے وحشی روپ سے بچ نہیں سکتا تھا، وہ عموماً جتنا نرم مزاج تھا غصے میں وہ اتنا ہی بدلحاظ تھا، کاظم شاہ کو غصہ کبھی کبھار آتا تھا لیکن جب آتا تھا تو شاہ بھی اسے قابو نہیں کر پاتا تھا۔۔

جی شاہ جی۔۔ بس دو منٹ۔۔۔ نیلی آنکھوں والی ایزل شاہ جوس پینے کے بعد اپنے بیگ میں کتاب ڈال کے زپ بند کرتی معصومیت سے بولی تھی۔۔

جلدی سے آؤ اوزی۔۔۔ میں تب تک گاڑی سٹارٹ کرتا ہوں۔۔ کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کے شاہ کو آنکھ ونک کرتا ہوا باہر پورچ کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسکے چڑانے پہ شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو گھور کے دیکھا تھا۔۔ ناشتہ کرتا ہوا ارزم شاہ ان دونوں کی ایک ایک حرکت نوٹ کرتا ہوا اپنا نچلہ عنابی لب دانتوں میں دباتے اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا، ان دونوں کی ایسی حرکتیں کبھی کبھار ہی دیکھنے کو ملتی تھیں ورنہ وہ دونوں زیادہ تر مصروف رہنے کی وجہ سے کہاں حویلی میں پائے جاتے تھے؟

ہماری نواسی کو آئیر پورٹ سے لانا اتنا مشکل ہے تم سب کے لئے؟؟۔۔۔ شاہ بی بی غصے سے بھڑکی تھیں۔

شاہ بی بی ایسی بات نہیں ہے۔۔ آپ ناراض مت ہوں۔۔ میں آپ کی نواسی کو سہی سلامت حویلی پہنچا کے اپنا کام بعد میں کر لوں گا۔۔ شاہ ان کا ہاتھ تھام کے انہیں ریلیکس کرتا متوازن لہجے میں بولا تھا جس پہ شاہ بی بی نے چہرے پہ مسکراہٹ لیے اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا ان کی ہر بات منٹوں میں مان جانے والا۔۔ لیکن جس بات پہ شاہ ضدی بنتا ہوا اڑ جاتا تھا، اسے اسکے فیصلے سے کوئی بھی ٹس سے مس نہیں کر سکتا تھا چاہے وہ شاہ بی بی ہی کیوں نہ ہوں۔۔

کہاں جارہے ہو برخودار؟ بیٹھو یہاں پہ ہمیں تم سے بات کرنی ہے۔۔شاہ کو باہر جاتے دیکھ کے عادل شاہ نے اسے روعب سے مخاطب کیا تھا جس پہ شاہ نے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے صبر کے گھونٹ پی کے اپنا رخ ان کی طرف موڑا تھا، وہ جانتا تھا ان کا مدعا کیا ہو گا!

داجی میں آپ کو سو دفعہ بتا چکا ہوں میرا الیکشن میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔کیا آپ کو بابا جان اور چاچو جان کے چہرے فلیکس پہ لگے ہوئے بھلے نہیں لگتے؟ جو آپ میری شکل بھی ان اشتہاروں اور پوسٹرز پہ بنوانا چاہتے ہیں؟؟ ۔۔۔شاہ ان کی بات سننے سے پہلے ہی ان کی طرف سنجیدگی سے دیکھتا جواب دے چکا تھا جس پہ داجی کے ساتھ ساتھ ھارون شاہ نے بھی اسے گھور کے دیکھا تھا۔۔اسکا بارہا انکار سنتے ہوئے سب کے کان پک چکے تھے لیکن داجی بھی اپنے نام کے ایک تھے، انہوں نے اس بات کا پیچھا نہیں چھوڑنا تھا اور وہ نہیں چھوڑتے تھے۔۔

ابھی اسے ضروری کام سے جانے دیں بابا جان۔۔یہ باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔۔داجی کو پھر سے اپنے لب وا کرتے دیکھ کے دریاب شاہ چائے کا گھونٹ بھرتے شاہ کی حمایت میں بولے تھے جو بیزار سا چہرہ لئے کھڑا تھا، اسکا چہرہ بتا رہا تھا آج اسکا موڈ بے حد خراب ہے۔۔دریاب شاہ کی بات پہ داجی اپنا سر ہاں میں ہلاتے ہوئے اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔شاہ نے تشکر بھری نظروں سے اپنے چاچو جان کو دیکھا تھا جو اسکی جان خلاصی کروا چکے تھے۔۔

مام میرے آنے تک میرا کمرہ صاف کروا دیں۔۔۔شاہ ایک نظر برتن اٹھاتی ہوئی گلالئی کو دیکھ کے دوسری نظر کرسی پہ بیٹھی زہرہ شاہ پہ ڈال کے سنجیدگی سے بولتا باہر بڑھ چکا تھا۔۔زہرہ شاہ۔کاظم شاہ کی ماں تھیں لیکن شاہ انہیں چچی کہنے کی بجائے مام پکارتا تھا کیونکہ وہ اس سے بے حد پیار کرتی تھیں اور وہی پہ شاہ بھی ان پہ جان چھڑکتا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط2

وہ جہاز میں آنکھیں موند کے بیٹھی چھ سال پیچھے جا چکی تھی۔۔جب وہ سترہ برس کی تھی جبکہ زویز شاہ اکیس سالہ خوبرو نوجوان تھا۔۔

)تم۔تم۔۔مذاق کر رہی ہو ناشاہزادی؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے بے یقینی کی کیفیت میں مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ استفسار کیا تھا۔

میں مذاق نہیں کر رہی ریز۔۔میں واقعی ہی لنڈن جا رہی ہوں۔۔۔تم جانتے ہو نا مجھے ڈاکٹر بننے کا کتنا شوق۔۔۔ابھی مرحا شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تم یہاں بھی تو ڈاکٹر بن سکتی ہو ناشاہزادی؟؟ آئی پرامس میں تمہارے ہر قدم پہ تمہارے ساتھ ہوں گا، پاکستان کی بیسٹ یونیورسٹی میں تمہارا ایڈمیشن کرواؤں گا۔۔پلیز یہ پاکستان سے جانے کی باتیں مت کرو۔۔۔پلیز۔۔۔وہ بے بسی کی انتہا پہ اپنا سر نفی میں ہلا کے بولتا اسکا ہاتھ تھام چکا تھا۔اسکے لئے یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ دونوں جو ایک دوسرے کے بغیر چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں رہتے تھے،وہ اتنی آسانی سے اسے چھوڑ کے جانے کا فیصلہ کیسے کر سکتی ہے؟؟ آخر کیسے؟؟

ریز کم آن!! پاکستان کی پڑھائی ویسی نہیں ہے جیسی میں چاہتی ہوں۔۔میں نے ایف ایس سی میں پورے پاکستان میں ٹاپ اس لئے نہیں کیا کہ میں پاکستان سے ایم بی بی ایس کی تعلیم لے کے ڈاکٹری پہ اتنے سال ضائع کرنے کے بعد بھی ایک قابل ڈاکٹر نہ بن سکوں۔۔اور مجھے لگتا ہے ہم دونوں کو کچھ سال ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے۔۔لائک میں بنا کسی سہارے کے اپنے پیروں پہ کھڑی ہونا چاہتی ہوں ریز،اگر تم ہر وقت میرے ساتھ رہو گے تو میں ہمیشہ یوں ہی ہر کام میں کسی نہ کسی کی محتاج رہوں گی۔۔اسی لئے میرا جانا ضروری ہے۔۔تم سمجھ رہے ہو نا؟؟۔۔۔مرحا شاہ اسکے مضبوط مردانہ ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی لفظ تلاشتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ جب ہم دونوں کو زندگی ساتھ گزارنی ہے تو مجھے کیونکر اس ہجر کے درد سے آشنا کروانا چاہتی ہو مرحاشاہ؟؟ جانتی ہو نا اک پل نہیں رہا جاتا تمہارے بغیر۔۔ بس تم اپنا یہ فیصلہ تبدیل کر۔ رہی ہو اور مجھے اس پہ کوئی بحث نہیں چاہیے۔۔۔ زوریز شاہ بھڑکتے ہوئے حکمیہ لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

میں اپنے فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹوں گی زوریز شاہ!! میں تمہیں اپنی قسم دے چکی ہوں اور تم مجھے نہیں روکو گے۔۔ یہ میرے کیریئر کا سوال ہے!! مرحاشاہ اسکے مضبوط چٹانی سینے پہ اپنا مکا جھڑتی مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔ البتہ دل اسکا بھی اس سے دوری کا سوچتے ہوئے دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا۔۔

تو تم اپنے ریز اور اپنے کیریئر میں سے پہلے ہی کسی ایک کو چن چکی تھی؟؟ اور مجھے اجنبیوں کی طرح آج اس بات سے آگاہ کم اور بے بس زیادہ کرتے ہوئے اپنی قسم دے رہی ہو؟!! زوریز شاہ اپنے سینے سے اسکی کلائی تھام کے اسے اپنے بے حد نزدیک کرتا اسکی کمر کے گرد اپنا حصار باندھتے غصے سے غرایا تھا۔۔

ریز ایسا۔۔۔ مرحاشاہ نے اسکی اتنی نزدیکی پہ پسلیوں سے سر پٹختے دل کے ساتھ اسے نرمی سے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ اسکی بات کاٹ چکا تھا۔۔

ہاں یا نہ؟؟ زوریز شاہ کا ساتھ یا کیریئر؟؟ وہ اپنی سبز آنکھوں میں طیش کی سرخی لئے اسے ایک جست میں دیوار کے ساتھ لگاتا اسکے دائیں بائیں دونوں ہاتھوں کے مکا بنا کے دیوار پہ مارتا شدید غصے سے دھاڑا تھا۔۔

دونوں!! ریز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ!! مرحاشاہ اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کے اسے سمجھانے کے لئے الفاظ تلاش رہی تھی جب وہ پھر سے اسکی بات کاٹ گیا۔۔

فلوقت تمہارے لئے کیا ضروری ہے مرحاشاہ؟؟ زوریز شاہ کا ساتھ یا اپنا کیریئر؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اس کے جبڑے کو اپنی نرم گرفت میں لیتا اپنا چہرہ اسکے بے حد نزدیک گرتا گھمبیر تا میں بولا تھا۔۔ وہ آج سے پہلے اسکے اتنا نزدیک کبھی نہیں آیا تھا، اسکی اتنی نزدیکی پہ مرحاشاہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔ البتہ زوریز شاہ کا پوچھا گیا سوال اسکے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔۔ زوریز شاہ کے دل نے شدت سے دعا کی تھی وہ اسے چن لے۔۔ اگر وہ اسے چن لے گی تو وہ اسکا کیریئر جنت بنا دے گا چاہے اسے اسکے زندگی بھر کے ساتھ کے لئے دس سال ہی کیوں نہ انتظار کرنا پڑے۔۔ لیکن اس سے دوری زوریز شاہ کے بس میں نہیں تھی۔۔۔

آنسرمی (جواب دو مجھے) ڈیم اٹ!! ۔۔۔۔زوریز شاہ اسکی خاموشی پہ حلق کے بل چیخا تھا، اسکی خاموشی سے اسے فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔۔ مرحاشاہ اگر آج اپنی محبت کو چنے گی تو کبھی بھی ایک قابل ڈاکٹر نہیں بن پائے گی۔۔ مرحاشاہ کے مطابق اسے ابھی اپنا کیریئر چننا تھا اور ہر حال میں چننا تھا۔۔

کیر۔۔۔ کیریئر!! ۔۔۔ مرحاشاہ نظریں چراتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں بولی تھی۔۔ اسکے جواب پہ زوریز شاہ کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔۔ زوریز شاہ کی سبز آنکھیں بے یقین تھی وہ اپنی زندگی کے سترہ سال اسکے ساتھ گزارنے کے بعد اسکے اوپر اپنے کیریئر کو فوقیت دے چکی تھی۔۔

میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جواب دو مرحاشاہ!! تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی!! زوریز شاہ اسکے کندھے اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑتا اسے خود کے بے حد قریب کرتے ہوئے بے یقینی کی کیفیت میں چیخا تھا۔۔

کیریئر۔۔۔۔ چند پل خاموشی کے بعد مرحاشاہ اسکی قاتل سبز آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں بمشکل گاڑتی اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولتی زوریز شاہ کی رہی سہی جان بھی نکال چکی تھی۔۔ زوریز شاہ کی نظروں کا مرکز بے ساختہ مرحاشاہ کے گلابی بھرے بھرے لب بنے تھے جن سے مرحاشاہ نے "کیریئر" لفظ ادا کیا تھا۔۔ زوریز شاہ ایک جھٹکے میں اسکے چہرے پہ جھکتا اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لے چکا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ مرحاشاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا اس نے اپنی سنہری آنکھوں میں تحیر اور بے یقینی لئے زوریز شاہ کو دیکھا تھا جو اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے جکڑتا قطرہ قطرہ اسکی ہر آتی جاتی سانس پی رہا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے کندھے پہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مکے مارتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی لیکن وہ بدلے میں اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا اسکی کلائیاں اپنے ایک ہاتھ سے تھام کے اوپر دیوار کے ساتھ لگا چکا تھا۔۔ مرحاشاہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دب رہی تھیں لیکن وہ لمحہ بالمحہ اس کے لبوں پہ اپنی بے رحم شدت دکھاتا ان پہ غصے سے اپنے دانت گاڑ رہا تھا۔۔ کتنے ہی لمحے یوں گزر چکے تھے لیکن زوریز شاہ نے اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرنا بند نہیں کیا تھا۔ اس کی بے حد شدت بھری گرفت پہ مرحاشاہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ مرحاشاہ کو لگا اب اگر وہ سانس نہیں لے گی تو یقیناً مر جائے گی۔۔ وہ آج سے پہلے کبھی یوں بے رحم نہیں بنا تھا، اسکی اتنی بے

رحمی کی عادت نہیں تھی اس نازک سی شاہزادی کو۔۔وہ آج سے پہلے کب اسکے اتنا قریب آیا تھا جو وہ اسکی شدتوں سے واقف ہوتی؟

بالآخر اسکے آنسوؤں اور بری طرح سے کانپتے وجود کے پیش نظر زوریز شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔دونوں کی سانسیں بری طرح سے پھول چکی تھیں، دل کی دھڑکنیں دھونکنی کی مانند ایک ہی لے پہ دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہی تھیں۔۔

اپنے لبوں پہ میرے ہونٹوں کا پہلا شدت بھرا لمس مبارک ہو شاہزادی!!

زوریز شاہ اپنی شدت کے زیر اثر اسکے سرخ قندھاری لبوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہلاتا پھولتی سانسوں کے درمیان بولا تھا۔۔

تم مجھ سے دور جانا چاہتی ہو نا مرحاشاہ؟؟ تم جب جب اپنے ان گلابی ہونٹوں کو دیکھو گی تمہیں زوریز شاہ ہر پل یاد آئے گا۔ تمہیں اپنے ہونٹوں پہ میرا دیا گیا لمس کبھی نہیں بھولے گا۔ زوریز شاہ زخمی لہجے میں بولتا مرحاشاہ کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے شہ رگ پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑتا شدت سے اپنے لب رکھ گیا۔۔

تمہارے گلے میں جب جب گلٹی بھر کے معدوم ہو گی تمہیں اپنی شہ رگ پہ دیا گیا میرا یہ لمس ہر پل یاد آئے گا۔۔

زوریز شاہ اب کچھ مزید نیچے جھکتا اسکے کرتے کا کالر پیچھے کرتا اسکی بیوٹی بون پہ شدت سے اپنے دانت گاڑ چکا تھا۔۔

تمہارے نظریں جب جب اپنی بیوٹی بون پہ اٹھیں گی تمہیں زوریز شاہ یاد آئے گا۔۔

زوریز شاہ اب اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتا اسکے پورے چہرے پہ دیوانا وار اپنے لمس کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔۔

تم جب جب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھو گی تمہیں ریز شاہ یاد آئے گا۔۔جاؤ مرحاشاہ میں قسم کھاتا ہوں تم جتنا مجھ سے دور جاؤ گی میری یادیں میری یہ شدت بھری گستاخیاں اتنا ہی تمہارے قریب رہیں گی، یہ تمہارا پیچھا کبھی نہیں چھوڑیں گی!!۔۔میرا یہ لمس تم ساری زندگی بھول نہیں پاؤ گی مرحاشاہ۔۔زوریز شاہ جنونیت سے بولتا مرحاشاہ کو ساکت کر چکا تھا۔۔وہ کب سے اسکی دیوانگی کو دیکھتی، اسکے پر تپش لمس سے ہل نہیں پا رہی تھی، کہاں دیکھا تھا آج سے پہلے اسکا یہ دیوانہ اور جنونی روپ؟؟ اسکے شدت بھرے بوسے پہ اسے اپنے لبوں پہ بری طرح سے جلن محسوس

ہو رہی تھی۔۔ مرحاشاہ کے منہ سے جیسے الفاظ چھن چکے تھے، وہ اسکی دیوانگی کے آگے بھول چکی تھی اسے کیا جواب دینا تھا! اس نے کون سے الفاظ تلاشے تھے؟

وہ تو ابھی تک اسکی بے باک حرکتوں پہ صدمے میں تھی، وہ اسے کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہاں اسے خود سے ور دھکیلتی جانے ہی والی تھی جب زوریز شاہ اسکی کمر میں اپنے دونوں ہاتھ ڈالتا اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔

مجھے دھتکار کے ایک ظلم کیا تم نے میری روح کو کم دیا تھا جواب میرے لبوں کو تشنہ چھوڑتے ہوئے مجھ پہ ایک اور ظلم ڈھا کے جا رہی ہو؟؟ اگر ان ہجر کی گھڑیوں میں میں مر گیا تو سمجھ جانا، قاتل تمہارے یہ گلابی ہونٹ ہوں گے!!

ایسا نہ ہو یہ عشق میری روح کھینچ لے

ایسا نہ ہو میں ہجر کی دھجیاں بکھیر دوں

زوریز شاہ اسکی کان کی لوں کو دانتوں میں دبا کے زخمی اور بے بس لہجے میں بولتا پھر سے اسکے ہونٹوں پہ قابض ہو چکا تھا۔۔(

ٹھیک ہی تو کہتا تھا وہ!! وہ آج تک اس کی یادوں سے اسکے گستاخ لمس سے چھٹکارا نہیں پا سکی تھی۔۔ وہ ٹھیک کہتا تھا وہ جب جب اپنے ہونٹوں کو دیکھتی تھی اسے زوریز شاہ یاد آیا تھا اور شدت سے یاد آیا تھا، جب جب اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوتی تھی اسے زوریز شاہ یاد آتا تھا، اسکی نظریں جب جب اپنی بیوٹی بون پہ اٹھتی تھی اسے زوریز شاہ یاد آتا تھا۔۔ وہ جب جب راتوں کو جاگ کے پڑھتی تھی اسے ریز شاہ یاد آتا تھا جو اسکے ڈارک سرکلز کی فکر میں اسے کبھی راتوں کو جاگ کے پڑھنے نہیں دیتا تھا۔ اسے ریز شاہ یاد آتا تھا جو ہر کسی کو کھانے کو دوڑتا تھا، ہر وقت ہر کسی کے ساتھ غصے سے ناک پھولائے رکھتا تھا، سوائے اپنی شاہزادی کے جس کا وہ ہر ناز ہر نخرہ اٹھانا خود پہ فرض کر لیتا تھا۔۔

ہیلو احان!! ہاؤ آر یو؟؟ (کیسے ہو تم؟؟) احان ابھی ائیر پورٹ پہنچا ہی تھا جب نا جانے کہاں سے جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس ایک دراز قد خوبصورت سی لڑکی ایک جست میں آ کے اس کے سینے سے لگی تھی۔۔ احان شاہ نے حیرانگی کے عالم میں اپنے ساتھ لپٹی ہوئی لڑکی کو دیکھا تھا، اسکے منہ سے اپنا نام سنتے ہوئے نظریں بے ساختہ اسکے چہرے پہ پڑی

تھیں۔۔وہ اسے پہچان چکا تھا،وہ میر ال شاہ تھی۔۔اس کی ائیر پورٹ پہ سب کے سامنے یوں سر عام بے باکی دیکھتے ہوئے احان شاہ نے تیزی سے اسے خود سے دور کیا تھا۔۔

السلام و علیکم لالہ۔۔۔کیسے ہیں آپ؟؟ابھی احان شاہ اپنے سامنے کھڑی میر ال شاہ کو اس کی بے باک حرکت پہ کھڑی کھڑی سنانے والا تھا جب میر ال کے پیچھے کھڑی مر حا شاہ نے احان شاہ کو پکارتے ہوئے اسے مسکرا کے سلام جھڑا تھا۔۔احان شاہ کی نظروں کا مر کز اب مر حا شاہ بنی تھی جو چھ سال پہلے اسکے بھائی کو ہجر کی سولی پہ لٹکا کے گئی تھی۔وہ پہلے سے کافی میچور اور کانفیڈنٹ نظر آ رہی تھی۔مر حا شاہ اس وقت گلابی کھلے سے کرتے کے ساتھ سفید کیپری میں ملبوس گلے میں مفلر کی طرح سفید سٹالر لئے ہوئے تھی۔۔وہ نہیں جانتا تھا مر حا شاہ بھی آ رہی ہے،اسے شاہ بی بی نے صرف میر ال شاہ کے آنے کی خبر دی تھی۔۔شاہ بی بی کے مطابق مر حا شاہ نے اپنے بابا کے ساتھ کچھ دن بعد آنا تھا۔۔

وعلیکم السلام گڑیا تم کیسی ہو اور ماموں جان کیوں نہیں آئے؟احان شاہ نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے سپاٹ لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا،وہ اپنے جان سے پیارے بھائی کی وہ حالت آج تک نہیں بھولتا تھا جو اس ظالم شاہزادی کے جانے کے بعد اسکی ہوئی تھی۔۔وہ ابھی بھی کہاں ہویلی میں ٹکتا تھا وہ تو جیسے بس ہجر کا مارا بنتے ہوئے اسکی لذت چکھنے میں مگن تھا۔۔زوریز شاہ اس ظالم لڑکی کی وجہ سے خود کو بھلا چکا تھا تو کیا ہویلی والوں کو خاک یاد رکھتا؟۔۔

بابا کی کچھ ایمپورٹینٹ میٹنگز ہیں ان دنوں۔۔کیا تمہیں ہمارا آنا اچھا نہیں لگا؟؟۔۔اسکے سپاٹ تاثرات دیکھتے ہوئے مر حا کی بجائے جواب میر ال شاہ نے دیا تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے۔۔احان شاہ مختصر سا جواب دیتا اپنے گارڈز کو ہاتھ کے اشارے سے پاس بلاتا ان کا سارا سامان اٹھانے کی ہدایت کر رہا تھا۔۔

ایزل شاہ کو کالج لے جانا اور چھوڑ کے آنا کاظم شاہ کے زمہ تھا اور یہ زمہ داری اس نے خود لی تھی۔۔آج بھی ایزل شاہ واپسی پہ کاظم شاہ کے ساتھ ہی آئی تھی۔۔کاظم شاہ کی گاڑی شاہ ہویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھی جب اس کی گاڑی سے اترتی ایزل شاہ اپنے ساتھ ساتھ کاظم شاہ کو بھی گاڑی سے اترتا دیکھ کے ٹھٹکی تھی۔۔وہ اس وقت ہویلی

نہیں جاتا تھا بلکہ اسے ہویلی اتار کے کاظم شاہ کو ہر روز کسی نہ کسی فارن پارٹی کے ساتھ کسی ہوٹل میں لنچ اور میٹنگ کرنا ہوتی تھی۔۔ تو آج وہ جانے کی بجائے ہویلی میں کیوں جانگ والا تھا؟

شاہ جی آپ کی آج کوئی میٹنگ نہیں ہے؟؟ ایزل شاہ نے گاڑی سے اتر کے اپنے شانوں پہ دوپٹا ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

نہیں۔۔ اور دوپٹا سر پہ لو اووزی۔۔ آس پاس ملازم ہیں۔۔ کاظم شاہ نے اسے ننگے سر دیکھتے ہوئے اپنی گاڑی لاک کرتے ہوئے نرمی سے ٹوکا تھا۔۔ شاہ ہویلی میں دوپٹے اور پردے پہ کوئی اتنی خاص سختی نہ تھی۔۔ البتہ کاظم شاہ کو ایزل شاہ کا دوپٹا سر پہ نہ رکھنا شدید ناگوار گزرتا تھا جس پہ وہ اسے ٹوکتا بھی رہتا تھا اور ایزل شاہ اسکے ٹوکنے پہ اپنی شہادت والی انگلی منہ میں ڈال کے اسے کیوٹ انداز میں دوپٹا لیتی سوتی کر لیتی تھی۔۔ اور آج بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔۔

سوری شاہ جی۔۔ اور آج کوئی میٹنگ کیوں نہیں ہے؟؟ ایزل شاہ نے اسے اپنے کیوٹ انداز میں سوری کرتے سر پہ دوپٹا لیتے ہوئے اسکے ساتھ چلتے ہوئے اسے یونہی کریدا تھا۔۔

کیا تمہیں اس وقت میرا ہویلی میں رہنا اچھا نہیں لگ رہا اووزی شاہ؟؟ دراز قد کاظم شاہ نے چھوٹی ہائیٹ والی ایزل شاہ کی طرف جھکتے ہوئے شوخ لہجے میں استفسار کیا تھا۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں شاہ جی! مجھے بھلا کیوں برا لگے گا۔۔ اچھا ہے نا آج ہم کہیں باہر چلیں گے۔۔ ویسے بھی کتنے دن ہو گئے ہیں مجھے پڑھائی کرتے ہوئے۔۔ ایزل شاہ منہ بناتی ہوئی اپنے لہجے میں جھوٹی تھکان شامل کرتی ہوئی بولی تھی، جیسے واقعی ہی بہت پڑھائی کر چکی ہو، ابھی کہ پڑھائی سے اسکی جان جاتی تھی۔۔

آآآآ۔۔۔ میلا بچہ۔۔ میلا آئنسٹائن۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے جھوٹ پہ اپنے عنابی ہونٹوں کو سکتی کی شیپ میں گول کرتے ہوئے اسے طنزیہ انداز میں داد دی تھی جس پہ ایزل شاہ نے پہلے تو اس سے ناراضگی سے منہ بنا کے دیکھا اور پھر خود ہی کھکھلا کے ہنس پڑی۔۔ کاظم شاہ نے اسکا دائیاں گال پیار سے کھینچتے ہوئے اسکے سر پہ چپت لگائی تھی۔۔ ایزل شاہ اس کے انداز پہ سرخ پڑی تھی۔۔ وہ دونوں یوں ہی چھوٹی موٹی باتوں پہ کھکھلاتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے، جب ان کی نظریں سامنے لاؤنج پہ بیٹھی میرال شاہ اور مرحا شاہ پہ پڑی تھیں جو شاہ بی بی اور زہرہ مام سے خوب پیار

بٹورتی ہوئی انہیں تحفے تحائف دے رہی تھیں۔۔ احان شاہ انہیں ہویلی چھوڑتے ہی اپنے ضروری کام نپٹانے جا چکا تھا۔۔

دیدہ!!۔۔۔ ایزل شاہ تو ان دونوں کو اتنے سالوں بعد دیکھتی خوشی سے پاگل ہوتی اپنا بیگ صوفے پہ پٹکتی ہوئی ان کی طرف بھاگتی ان کے درمیان میں بیٹھ کے انہیں گلے لگا چکی تھی، وہ بھی نہیں جانتی تھی کہ میر ال اور مرحا دونوں ہی ساتھ جانے والی ہیں۔۔ میر ال شاہ اور مرحا شاہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتی تھیں۔ اور پھر اپنے گلے سے لٹکتی چھوٹی سی ایزل شاہ کو دیکھتے وہ دونوں کھکھلائی تھیں جو ایک سانس میں ان کا حال احوال اور فلائیٹ کا پوچھنے کے بعد اپنے مین مقصد تحفے تحائف پہ آ چکی تھی۔۔ کہ وہ دونوں کل ملا کے اسکے لئے کتنے تحفے لائی ہیں؟؟

ہے کاظم!! ہاؤ آر یو؟؟(کیسے ہو تم؟؟)۔۔۔ میر ال شاہ سامنے کھڑے خوبصورت سے کاظم شاہ کو دیکھ کے اسے پکارتی ہوئی آئیبرو اچکاتے ہوئے خوش دلی سے اسکا حال پوچھ رہی تھی۔۔ جس پہ کاظم شاہ نے نرمی سے مسکرا کے اسے جواب دیتے ہوئے مرحا شاہ کا حال بھی پوچھا تھا۔۔ کاظم شاہ جو کچھ دیر آرام کرنے اپنے کمرے میں جانے والا تھا، زہرہ شاہ کے اشارے پہ وہ سر کو خم دیتا ہوا کچھ دیر ان دونوں کے پاس بیٹھ چکا تھا۔۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام اذانیں سنتے ہی نماز ادا کرنے جا چکی تھیں۔

میر ال شاہ اور مرحا شاہ سے ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف کاظم شاہ ساتھ ساتھ اپنی ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے اپنی سفید شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول چکا تھا جس سے اسکے سفید مردانہ سینے نے اپنی چھلک دکھلائی تھی۔۔ کاظم شاہ نے یہ سب کسی کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ہرگز نہیں کیا تھا لیکن وہ انجانے میں میر ال شاہ کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کی سفید شرٹ اسکے چوڑے سینے کے ساتھ چپکی ہوئی اسے مزید دلکش بنا ہی تھی۔۔ ایزل شاہ نے میر ال شاہ کی نظریں کاظم شاہ پہ محسوس کرتے ہوئے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا یوں میر ال شاہ کا اپنے شاہ جی کو دیکھنا۔۔

ارے واہ بھئی۔۔ بڑے ڈولے شولے، ہیوی باڈی بنالی ہے ہمارے کاظم شاہ نے تو؟ تم پہلے سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو گئے ویسے؟؟ بھوری آنکھوں والی میر ال شاہ اپنا آئیبرو آچکا کے کاظم شاہ کے باڈی بلڈر وجود کو ستائش بھری نظروں سے دیکھتی اپنا ہاتھ واؤ کے انداز میں اٹھاتی کھلے دل سے اس کی تعریف کر رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کو میر ال شاہ

کے منہ سے کاظم شاہ کی تعریف ایک آنکھ نہیں بھائی تھی اور اس پہ تضاد میرال کی تعریف پہ کاظم شاہ کا اترا کے قہقہہ لگا کے ہنسنا اسے مزید جلتے توے پہ بٹھا چکا تھا۔۔

کریکشن پلیز (تصیح کیجئے برائے مہربانی) میں پہلے ہی خوبصورت تھا۔۔ کاظم شاہ جان بوجھ کے اپنی خوبصورتی پہ اتراتا ہوا اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے گویا ہوا تھا۔۔ میرال شاہ اس سے ایک سال چھوٹی تھی، وہ شروع سے ہی کچھ بے باک اور منہ پھٹ سی تھی۔۔ اسی لئے کاظم شاہ کو اسکی تعریف اوپری نہیں لگی تھی۔۔ اسے سب کے منہ سے اپنی تعریف سننے کی عادت تھی۔۔ وہ اپنے بے حد دودھیا سفید رنگ اور خوبصورت نقوش کی وجہ سے شکل سے ہی سید زادہ لگتا تھا۔۔ کچھ دیر تک کاظم شاہ مکمل طور پہ مرحا شاہ اور میرال شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ان کے گزرے چھ سالوں میں لنڈن کا ایکسپیرینس دریافت کر رہا تھا جس پہ وہ دونوں ایکسائیڈڈ انداز میں اسے سب کچھ بتا رہی تھی، احان شاہ نے ان سے اتنی کوئی خاص بات نہیں کہ تھی، اسی لئے کاظم شاہ کا نرم اور دوستانہ لہجہ پاتے ہی وہ دنوں خوشی سے اسے سب بتا رہی تھیں۔۔ ایزل شاہ ان تینوں کو باتوں میں مصروف دیکھتی خود کو یہاں پہ ان فٹ محسوس کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے ان دونوں سے باتوں میں مصروف اسے ایک دفعہ بھی مخاطب کرنا تو دور ایزل شاہ کی طرف دیکھا بھی تھا اور یہ بات ایزل شاہ کو بری طرح سے چبھی تھی۔ وہ کچھ دیر تک ان تینوں کو دیکھتی رہی اور پھر بنا اپنا کوئی تحفہ اٹھائے وہ بجھے دل کے ساتھ وہاں سے اٹھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی، دل میں ایک موہوم امید سی جاگی تھی کہ اسکے اٹھتے ہی کاظم شاہ اسے مخاطب کرتے ہوئے اسکے یوں جانے کی وجہ پوچھے گا، لیکن اس نے نہیں پوچھی تھی، کیا ان دونوں کے آتے ہی وہ اتنی غیر ضروری ہو گئی تھی اسکے لئے؟؟

شاہ ہویلی میں اس وقت رات کے کھانے کا وقت تھا، کاظم شاہ اور زوریز شاہ کے علاوہ ہویلی کے تمام مکین اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔۔ احان شاہ کے بالکل ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی میرال شاہ نے کھانے کی بجائے گلالئی کو کافی لانے کا حکم دیا تھا جس پہ وہ سر ہلاتی وہاں سے جا چکی تھی۔۔ مرحا شاہ کب سے یہاں وہاں نظریں گھماتی کسی کی تلاش میں تھی جو نا جانے صبح سے کہاں غائب تھا؟

گلالئ آج صبح سے کھانے کے انتظامات دیکھتی کافی تھک چکی تھی، وہ صبح سے لگاتار کام کرتی اب بخار سے دہک رہی تھی۔۔وہ بمشکل اپنے پیروں پہ کھڑی میر ال شاہ کے لئے کافی بنا رہی تھی۔۔کافی بنانے کے بعد وہ مگ ٹرے میں رکھتی کچن سے باہر نکلی تھی۔۔

گلالئ اپنے قدم گھسیٹتی ہوئی ٹیبل کی طرف بڑھی تھی۔۔میر ال شاہ کو کافی پکڑاتے ہی گلالئ کو زور دار چکر آیا تھا جس کی وجہ سے اسکے ہاتھوں سے کافی کا مگ پھسلتا ہوا میر ال شاہ پہ گر چکا تھا۔۔

آہہہہ۔۔۔۔میر ال شاہ جو ہلکا پھلکا سا کھا رہی تھی اپنے ہاتھ پہ گرم گرم کافی گرتے دیکھ کے وہ بے ساختہ زور سے چیخی تھی۔۔گلالئ نے اپنی اتنی بڑی غلطی پہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔میر ال شاہ کے دائیں طرف بیٹھی شاہ بی بی گلالئ کی اتنی غیر زمہ داری پہ اپنی لاڈلی نواسی کو سسکتے دیکھ کے اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی تھیں۔۔اور پھر کسی کے کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے پہلے وہ گلالئ کے خوبصورت چہرے پہ زوردار تھپڑ جھڑ چکی تھیں۔۔اس زوردار تھپڑ پہ گلالئ کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچے تھے۔۔

شاہ بی بی!!!۔۔۔ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے تمام مکینوں نے شاہ بی بی کے گلالئ پہ اس ظلم پہ آواز اٹھائی تھی سوائے احان شاہ اور میر ال شاہ نے۔

چٹاخ کی آواز پہ ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھ کے موبائل میں مصروف احان شاہ نے بے ساختہ اپنی نظریں اٹھائی تھیں۔۔شاہ بی بی کو گلالئ پہ غصے سے چیختے جب کہ اپنے ساتھ بیٹھی میر ال شاہ کو درد سے سسکتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا۔۔

اوو گاڈ۔۔۔میرا ہاتھ۔۔۔میر ال شاہ اپنے جلے ہوئے ہاتھ پہ پھونکیں مارتی بری طرح آنسو بہا رہی تھی۔۔اس نازک سی لڑکی سے کہاں ایک کانٹے جتنی تکلیف بھی برداشت ہوتی تھی؟اب تو پھر اسکا ہاتھ گرم گرم کافی سے بری طرح سے جلا تھا۔۔

بیوقوف لڑکی!! یہ کیا کیا؟؟دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟؟جاؤ کوئی آئینمنٹ لے کے آؤ۔۔۔احان شاہ اپنے ساتھ بیٹھی میر ال شاہ کا جلنے کی وجہ سے سرخ ہوتا ہاتھ تھامتا غصے سے گلالئ کو ڈپٹتے ہوئے گویا ہوا تھا جس پہ ہچکیاں بھرتی اور معافیاں مانگتی گلالئ نے نظریں اٹھاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو روتی ہوئی میر ال شاہ کو ریلیکس کرتے

ہوئے اسکے ہاتھ پہ پھونک مار رہا تھا۔۔ اسے گلالئ کے درد کی کوئی پروا نہیں تھی، اسے اتنی زور سے تھپڑ پڑا تھا لیکن مجال ہے جو اس نے اس پہ ایک بھی ترحم بھری نگاہ ڈالی ہو، البتہ الٹا وہ اسے ڈپٹتے ہوئے میر ال شاہ کی فکر میں گھل رہا تھا؟۔۔ گلالئ زخمی دل سے سوچتی ہوئی فرسٹ ایڈ باکس لینے گئ تھی۔۔۔

وہ دو منٹ تک فرسٹ ایڈ باکس لاتی احان شاہ کی طرف بڑھی تھی جو ہنوز میر ال شاہ کے جلے ہوئے ہاتھ کا جائزہ لے رہا تھا۔۔ ھارون شاہ اور دریاب شاہ کو شاہ بی بی کا گلالئ پہ ہاتھ اٹھانا قطعی اچھا نہیں لگا تھا لیکن میر ال شاہ کے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھتے وہ چپ سادھ گئے تھے ویسے بھی شاہ بی بی کہاں کسی کی سنتی تھیں؟

اسکے ہاتھ سے فرسٹ ایڈ باکس پکڑتے ہوئے احان شاہ کی نظریں بے ساختہ گلالئ کی طرف اٹھی تھی، اسکے ہاتھ پہ شاہ بی بی کے بھاری ہاتھ کے تھپڑ کا نشان پر چکا تھا، اسکا گلابی گال بے حد سرخ ہو تا تھوڑا سا سوجھ چکا تھا۔۔ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں شکووں کی تحریر پڑھتے ہوئے شاہ نے غصے سے اسکے ہاتھ سے فرسٹ ایڈ باکس پکڑا تھا۔۔

گلالئ وہاں سے جانے ہی والی تھی جب نقاہت اور کمزوری کے باعث اسے پھر سے چکر آئے تھے، وہ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے کی وجہ سے گرنے ہی والی تھی جب اس نے بے ساختہ شاہ کے مضبوط کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سہارا لیا تھا۔۔ گلالئ کی اس حرکت پہ احان شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، سب کی نظریں احان شاہ کے تعاقب میں اٹھی تھیں۔۔

معاف کیجئے گا شاہ سائیں۔۔۔ مجھے چکر۔۔ آ گئے تھے۔۔ گلالئ اپنی حرکت پہ تذبزب کا شکار ہوتی احان شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اسے صفائی دے چکی تھی۔۔

یو۔۔ بلڈی فول وومین۔۔۔ گو فرام ہئیر۔۔۔ میر ال شاہ اس کی آواز پہ غصے سے اسکی طرف دیکھتی دھاڑی تھی جس پہ گلالئ بے ساختہ اسکے دھاڑ پہ ہلکی سی چیخ مارتی اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔ ارزم شاہ نے گلالئ پہ ترحم بھری نظریں ڈالی تھیں۔۔ میر ال شاہ کے منہ سے انگریزی میں گالی سنتے ہوئے سب کے چہرے پہ ناگواری کے تاثرات آئے تھے سوائے شاہ بی بی کی جنہیں ان کی لاڈلی نواسی کبھی بھی غلط نہیں لگی تھی۔۔

جی بی بی میں سمجھی نہیں!! اب کیا چاہیئے؟؟ گلالئ اسکی انگریزی پہ معصومیت سے اسکی طرف دیکھ کے پوچھ رہی تھی، اس کی انگریزی گلالئ کے سر کے اوپر سے گزر گئ تھی۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے بے وقوف لڑکی!! جاہل ان پڑھ۔۔۔ احان شاہ کو اسکی معصومیت پہ قطعی ترس نہیں آیا تھا۔۔ وہ دھاڑا تھا اسکی طرف دیکھ کے جو ان کے کھانے کا اچھا خاصا ماحول برباد کر چکی تھی۔۔ اسکے الفاظ پہ گلا لئی اسے زخمی نظروں سے دیکھتی وہاں سے جا چکی تھی، اسکی زخمی نظروں کا احان شاہ پہ رتی برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔

کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح رات کے دو بجے ہویلی میں داخل ہوا تھا۔۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی نظریں سامنے صوفے پہ دوڑائی تھیں جو اس وقت خالی تھا۔ کاظم شاہ خالی صوفہ دیکھتے ہوئے حیران ہوا تھا، وہ آج اسکا انتظار کیوں نہیں کر رہی تھی؟؟ ایسا تو تب ہی ہوتا تھا جب وہ اس سے ناراض ہوتی تھی! تو کیا وہ اس سے ناراض تھی؟؟ لیکن کیوں؟؟ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچنے کی کوشش کی تھی کہ اس نے آج ایسا کون سا غلط کام کیا ہے جو اووزی میڈیم اس سے ناراض تھیں لیکن کاظم شاہ کو دماغ پہ زور ڈالنے سے بھی اپنی کوئی غلطی محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ کے قدم بے ساختہ ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔

کاظم شاہ نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے ناک کرنا ضروری سمجھا تھا۔۔ اس کے دو تین بار ناک کرنے سے بھی کوئی جواب نہیں آیا تھا، لیکن دروازے کے نیچے تھوڑی سی جگہ سے آتی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک سوئی نہیں ہے۔۔ کاظم شاہ نے ایک دو بار دروازہ مزید کھٹکھٹایا تھا لیکن نہ تو دروازہ کھولا گیا تھا اور نہ ہی اسے اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی۔۔ کاظم شاہ کی اب بس ہوئی تھی، اس نے پریشانی سے دروازہ کا ہینڈل گھمایا تھا۔۔ دروازے کھلتے ہی کاظم شاہ کی نظریں ایزل شاہ پہ پڑی تھیں جو بیڈ پہ بیٹھ کے ڈرامے دیکھنے کی بجائے اپنی کتابیں کھول کے چاق و چوبندی سے پڑھ رہی تھی۔۔ اسکے یوں سنجیدگی سے پڑھنے پہ کاظم شاہ کو چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا لگا تھا۔۔ وہ تو اتنا تب بھی نہیں پڑھتی تھی جب اسکے امتحان ہوتے تھے تو پھر آج وہ اس طرح سے کیوں پڑھ رہی تھی؟؟ کاظم شاہ نے اپنی گولڈن آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے حیرانگی سے سوچا تھا۔۔ دروازے کھلنے پہ وہ اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد پھر سے پڑھائی میں ایسے مصروف ہوئی تھی جیسے اس نے کاظم شاہ کو دیکھا ہی نہ ہو، پڑھ وہ ایسے رہی تھی جیسے آج رات ہی آنسٹائن بن جائے گی۔۔ اپنا اگنور ہونا کاظم شاہ کو بے حد ناگوار گزرا تھا، اسکی اگنورینس برداشت نہیں ہوتی تھی اس سے۔۔۔ وہ گیارہ سال کا تھا جب وہ پیدا ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ کو بچپن سے بہن کی خواہش تھی لیکن اللہ نے اسے

بہن کی بجائے اسکا بازو "ارزم شاہ" دیا تھا جس پہ کاظم شاہ اپنی جان چھڑکتا تھا۔۔ارزم کے بعد بھی اسکی بہن کی خواہش ہنوز قائم تھی۔۔اسی لئے جب شاہ کی چھوٹی سی ننھی سی بہن اس دنیا میں آئی تو کاظم شاہ نے سب سے پہلے اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے اس پہ حق جتاتے اسے "اووزی گڑیا" پکارا تھا۔۔شاہ جو اسکے سب سے پہلے اپنی بہن کو اٹھانے پہ جیلس ہو رہا تھا، اس نے بھی فٹافٹ اووزی شاہ سے ملتا جلتا نام "ایزل شاہ" تلاشتے ہوئے اپنی بہن کا نام ایزل رکھنے کی ضد کی تھی جو فورا مان لی گئی تھی۔۔

کاظم شاہ اسے ہنوز اپنی چھوٹی سی ایزل گڑیا سمجھتا تھا وہ اسکے لئے بہنوں کی طرح تھی لیکن ایزل شاہ کی فیلنگز کاظم شاہ کو لے کے بالکل بھی لالہ والی نہیں تھیں۔۔وہ ارزم شاہ کو لالہ پکار لیتی تھی لیکن کاظم شاہ کو لالہ پکارتے ہوئے تو جیسے اس کی زبان دکھتی تھی۔۔اسی لئے وہ اس کا نام پکارنے کی بجائے اسے شاہ جی پکارتی تھی۔۔۔

اووزی؟؟کاظم شاہ نے اسکے بیڈ پہ اس سے ذرا سا فاصلہ رکھ کے بیٹھتے اسے پکارا تھا۔۔

ہمم؟ایزل شاہ نے اپنے کام میں مصروف ہنکارا بھرتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟؟کہ میری اووزی پڑھائی کر رہی ہے؟؟کاظم شاہ حیران تاثرات لئے اس سے استفسار کر رہا تھا۔

ہمم۔۔۔ایزل شاہ نے پھر سے مصروفیت میں ہنکارا بھرا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے پھر سے ہنکارا بھرنے پہ اسکے ہاتھ سے کتابیں پکڑتے ہوئے دور پھینکی تھیں۔۔کاظم شاہ نے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تھا جو اسے کب سے اگنور کر رہی تھی۔۔

مجھے اگنور کیوں کر رہی ہو اووزی شاہ؟؟کاظم شاہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے سختی سے بولا تھا۔۔اور ایسی سختی وہ کبھی کبھار ہی دیکھاتا تھا۔۔

اوو۔۔تو آپ کو میرے اگنور کرنے سے فرق پڑتا ہے؟ایزل شاہ اپنا ئیبرو اچکاتی ہوئی طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔۔

اووزی؟کیا ہوا ہے؟کاظم شاہ اسکی نیلی آنکھوں میں نمی بھانپتا اپنے لہجے کو نرم بناتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔

اپنی نئی کزنز سے فرصت مل گئی ہے آپ کو؟اب کیسے یاد آئی ہوں میں آپکو؟ابھی بھی جا کے انہی کے ساتھ گپیں ہانکیں۔۔۔وہ غصے سے اسکے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑوا کے دبے دبے غصے سے بولتی اپنا رجسٹر پھر سے پکڑ چکی تھی۔۔

اووزی میں تو ابھی ہو یلی آیا ہوں۔۔ قسم لے لو جو میں آتے ہی تمہارے علاوہ کسی اور کے پاس بیٹھا بھی ہوں۔۔ کاظم شاہ اسکے ناراض چہرے کو دیکھتا بے حد معصومیت سے بولا تھا۔۔ وہ اسکی بات سمجھ چکا تھا وہ دوپہر کی وجہ سے ناراض ہو رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اپنی غلطی کا احساس بالکل ابھی ہوا تھا، اس سے اووزی شاہ کی دو منٹ کی اگنورینس برداشت نہیں ہوئی تو اووزی نے اپنی اتنے وقت کی اگنورینس نا جانے کس دل سے برداشت کی تھی۔۔ کاظم شاہ نے خود پہ ملامت کرتے ہوئے سوچا تھا وہ کیسے اپنی اووزی کو اگنور کر سکتا تھا۔۔

(Scene to be countined)

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 3

ایزل شاہ اسکے صفائی دینے پہ کوئی بھی ریکشن دیئے بغیر اپنے رجسٹر پہ جھکی حساب کا غلط سوال لکھتی رہی۔۔

اووزی چائے بنا دو یار۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ہاتھ سے پین پکڑ تا فرمائشی انداز میں بولا تھا۔۔

چائے پینی ہوتی ہے تو اووزی یاد آجاتی ہے۔۔ ہونہہ۔۔۔۔ ایزل شاہ مدھم آواز میں بربراتی ہوئی اپنا دوسرا پین نکالتی پھر سے اپنا کام لکھنے میں بے حد مصروف ہو چکی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی بربراہٹ سنتے ہوئے واؤ کے انداز میں اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اوکے۔۔ تم تو مجھے پڑھائی میں مصروف نظر آرہی ہو، ایسا کرتا ہوں آج اپنی کسی دوسری کزن کے ہاتھ کی چائے کا ذائقہ ٹیسٹ کرتا ہوں۔۔ ویسی بھی تمہاری اس پیٹ پھاڑ چائے کے ایک گھونٹ نے ابھی تک میرا معدہ زخمی کیا ہوا ہے۔۔ کاظم شاہ اسے خاموشی سے کچھ پل یوں کیوٹ سی بربراہٹیں کرتے دیکھتا رہا اور پھر اسکی اگنورینس پہ وہ کندھے اچکا کے اس سے مخاطب ہوتا ایزل شاہ کو اندر تک آگ لگا چکا تھا۔

ٹھیک ہے جو دل میں آئے وہ کریں۔۔ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟؟ ایزل شاہ غصے سے بھڑکتی ہوئی اب تیز تیز اپنا پین چلاتی باقاعدہ چیخ پھاڑ رہی تھی۔۔ وہ غصے میں اپنے بھائیوں پہ تھی، ناراضگی اور غصہ تو جیسے بن بلائے مہمان کی طرح اسکے ناک پہ بیٹھا ہوتا تھا۔۔ اسکے جیلس انداز پہ تضاد اسکی چھوٹی سی ناک کو سرخ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ ضبط کیا تھا۔۔

اووزی۔۔ تم تو ابھی سے میری کزنز سے جیلس ہو رہی ہو، جب میری بیوی آجائے گی تب تمہارا کیا بنے گا ہاہاہاہا۔۔۔ کاظم شاہ اسکی چھوٹی سی ناک اپنی پوروں میں دباتا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکی اس بات پہ ایزل شاہ کا رنگ فق ہوا تھا۔۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے اسکی ہیزل گولڈن آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔

اچھا تو کیا آپ میری شوہر سے جیلس نہیں ہوں گے ؟؟ ایزل شاہ نے کچھ دیر اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد یونہی سوال داغ دیا، ایزل شاہ اپنے آنسوؤں پہ بہت مشکلوں سے بند باندھے ہوئے تھی۔۔

لو بھلا میں کیوں ہوں گا جیلس ؟؟ میں تو دعا کروں گا میری اووزی جہاں رہے جس کے ساتھ بھی رہے ہمیشہ خوش رہے۔۔ کاظم شاہ اسکی بات پہ نفی میں سر ہلاتا تامان بھرے لہجے میں بولا تھا۔۔ اسکے جواب پہ ایزل شاہ نے اسے دھندلی نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔۔

کیا ہوا اووزی ؟؟ اسکی نیلی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے بے ساختہ استفسار کیا تھا۔۔

کچھ۔۔ نہیں۔۔ شاہ جی۔۔ بس۔۔ آپ۔۔۔ سب۔۔۔ سے۔۔۔ دور۔۔ جانے۔۔ کا۔۔۔ سوچتے۔۔۔ ایزل شاہ اپنی تکلیف کو جھوٹ بول کے چھپاتی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی، وہ اس کے جزبات کیوں نہیں سمجھتا تھا؟؟ اسکی آنکھوں میں اپنے لئے محبت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے کیونکر اتنا غافل تھا؟؟ وہ کیوں نہیں جانتا تھا سامنے بیٹھی اسکی اووزی اسکے عشق میں گرفتار ہو چکی ہے ؟ وہ کیوں نہیں سمجھتا تھا وہ اپنے شاہ جی کو کسی کے ساتھ نہیں بانٹ سکتی۔۔ اپنی محبت میں شراکت داری برداشت نہیں ہے اسے !! ایزل شاہ ازیت کی انتہا پہ سوچتی بری طرح سے رو پڑی۔۔

ہے اووزی۔۔۔ سٹاپ کرائینگ (رونا بند کرو!) ایک تو میری اووزی دنیا جہان کی ایموشنل بندی ہے، ؟ ابھی تو تم نے میری شادی کی ہر رسم کرتے ہوئے مجھ سے پیسے وصولنے ہیں۔۔ تمہیں اتنا جلدی کون بیاہ رہا ہے ؟ کاظم شاہ اسے بازو سے پکڑ کے اپنے کندھے سے لگاتا اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا بچوں کی طرح بہلا رہا تھا، یہ جانے بغیر کہ اسکے یہ بہلاتے الفاظ اسکی اووزی شاہ کو تکلیف دے رہے ہیں۔۔

اووزی !! اسے مسلسل روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے ذرا سختی سے اسے پکارا تھا جس پہ ایزل شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے تیزی سے اپنے آنسو صاف کرتے خود پہ ملامت کی تھی۔۔ وہ کیسے اس کمزور لمحے کی ضد میں آکے کاظم شاہ کے

سامنے اپنے جذبات عیاں کرتی یوں رو سکتی تھی؟؟ صد شکر کہ اس نے اسکے سامنے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا، نہیں تو وہ نا جانے اسکے بارے میں کیا سوچتا!!

چلیں آپ کو چائے بنا کے دوں اور خبر دار جو آپ نے آج کے بعد مجھے کبھی یوں اگنور کیا تو!! ایزل شاہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھ کے اسکے کندھے سے اپنا سر اٹھاتی دھمکی سے لبریز لہجے میں بولی تھی۔ جس پہ کاظم شاہ نے فرمانبرداری سے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ ایزل شاہ کو صرف چائے ہی تو بنانی آتی تھی جو اس نے خاص کاظم شاہ کے لئے سیکھی تھی، کیونکہ وہ چائے کا بے حد شوقین تھا۔۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ چکے تھے یہ جانے بغیر کہ بہت سی تکلیفیں، آزمائشیں انکی منتظر ہیں!!

مزید ایک مشن میں کامیابی کی بہت بہت مبارک ہو میجر شاہ!! ایجنسی کے سربراہ نے اپنے سامنے کھڑے لمبے چوڑے وجود کو مبارکباد پیش کی تھی۔۔ جو ہر مشن میں اپنی جان لگاتا تھا۔۔

شکریہ سر۔۔۔۔۔۔ وہ جواباً سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ اسکے فوجی کٹ سلکی بال، اور چہرے کی سنجیدگی اسے بے حد دلکش بنا رہی تھی۔۔

تمہارے اگلے مشن میں تمہارا کام ایک spy (جاسوس) کے طور پہ ہو گا میجر۔۔۔ مجھے امید ہے تم اس میں بھی مجھے مایوس نہیں کرو گے۔۔

سر آپ کو مس انڈر اسٹینڈنگ ہو رہی ہے میرا اگلا مشن "احسن ملک" کو موت دینا ہے!! میجر شاہ ان کی بات سنتے ہی اپنے ماتھے پہ شکنوں کا جال لئے بے حد سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔۔

مجھے کسی قسم کی مس انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہو رہی میجر شاہ!! تم ابھی احسن ملک والے مشن پہ کام نہیں کر سکتے۔۔ ابھی بہت سے رازوں سے پردہ اٹھنا باقی ہے۔۔ اگر ہم جذبات میں آ کے احسن ملک کو قتل کر دیں گے تو وہ راز ساری زندگی کے لئے راز رہ جائیں گے۔۔ میں کچھ دوسرے ایجنٹس کو احسن ملک والا مشن سونپ چکا۔۔۔۔

ویٹ۔۔ ویٹ۔۔۔ سر ہاؤ کین یو ڈو دس ود می (سر آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں!!؟) میں نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اس مشن سے کامیابی حاصل کرتے ہی احسن ملک کو قتل کر کے اس کا کام تمام کروں گا جس نے

ناجانے میرے ملک کی کتنی لڑکیوں کو بے آبرو کی ہے، اتنے لوگوں کے گھروں کو اجاڑتے ان کے سربراہ، نوجوان قتل کر کے وہ آخر کیسے اتنی آسانی سے الیکشن پہ کھڑا ہو تا تمام لوگوں کی محبت سمیٹ سکتا ہے؟؟ میجر شاہ غصے سے اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتے غرایا تھا جس پہ سامنے کھڑے لیفٹیننٹ کمانڈر نے اسے غصے سے گھورا تھا۔۔

ٹھیک ہے میجر شاہ تم فرض کرو میں تمہاری بات مان کے تمہیں اس مشن پہ لگا دیتا ہوں! اور تم صدا کے جزباتی انسان احسن ملک کا قتل بھی کر دیتے ہو! لیکن کس کو پتا چلے گا کہ احسن ملک کا قتل ان جرائم کی پیش نظر کیا گیا ہے؟؟ آخر میں عوام براکس کو بنائے گی؟؟ فوج کو!! جوش کی بجائے ہوش سے کام لو۔۔ جب تک دوسرے ایجنٹ اس مشن کے متعلق ساری معلومات اکھٹی نہیں کر لیتے تم اس مشن کا حصہ نہیں بن سکتے! وہ حتمی انداز میں بولے تھے۔۔

میں اسی مشن پہ کام کروں گا سر کیونکہ میں اپنا مائینڈ بنا چکا ہوں! آپ چاہتے ہیں نا ابھی احسن ملک کو قتل نہ کیا جائے؟؟ تو ٹھیک ہے میں "ابھی" اسکا قتل نہیں کروں گا، وہ میرے علاقے کا شہری ہے۔۔ میں اپنے علاقے میں رہتے ہوئے اس مشن پہ خود حفیہ ایجنٹ کے طور پہ تمام انفارمیشن اکھٹی کرنا چاہتا ہوں اور میں کروں گا۔۔۔ میجر شاہ اپنی آنکھوں میں بے حد سرخی لئے ضدی انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

اور اس پہ یہ ضد سوٹ بھی کرتی تھی۔۔ آخر کو ان کے ادارے کا سب سے قابل میجر تھا وہ!! وہ ناجانے ان سے اجازت لے رہا تھا یا انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر رہا تھا؟۔۔ لیفٹیننٹ کمانڈر نے اسکے سنجیدہ تاثرات سے لبریز خوبصورت مردانہ نقوش کو دیکھتے ہوئے تاصف سے سوچا تھا۔۔

آل رائٹ میجر شاہ!! میں تمہاری بات مانتا ہوں تم اس مشن پہ فلحال ایجنٹ کے طور پہ کام کرو گے لیکن بدلے میں مجھے تم سے ایک وعدہ چاہیئے اور وہ یہ کہ تم اپنی جذباتیت میں آ کے میرے آرڈر کے بغیر احسن ملک کا قتل نہیں کرو گے! بولو منظور ہے؟؟ کمانڈر ڈیل کرنے والے انداز میں اپنے کندھے آچکا کے گویا ہوئے تھے۔۔ ان کی اس ڈیل پہ میجر شاہ ان کی طرف دیکھ کے رہ گیا وہ ہمیشہ کی طرح اسکے دماغ میں گھس کے اسکی سوچ کا پتا لگا چکے تھے۔۔ میجر شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنا نچلہ عنابی لب زور سے دانتوں میں لے کے دبایا تھا۔۔ اگر وہ ان کے آرڈر کا انتظار کرے گا تو یقیناً وہ بوڑھا ہو جائے گا لیکن اسے احسن ملک کو مارنے کا آرڈر نہیں ملے گا۔۔

اگر تمہیں منظور نہیں ہے تو تم یہاں سے جاسکتے ہو میجر شاہ!! کمانڈر اسکے تاثرات پہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے کرخت لہجے میں گویا ہوئے تھے جس پہ میجر شاہ نے ان کی طرف شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا۔۔

سر میں وعدہ کرتا ہوں آپ کے آرڈر کے بغیر اس (کتے) احسن ملک کا قتل نہیں کرو گا!! وہ بیزاری اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے ایک ایک لفظ چباتے گویا ہوا تھا۔۔

ہمم!! گڈ لک میجر شاہ۔۔مجھے تم سے اسی سمجھداری کی امید تھی۔۔اس مشن پہ تمہاری بہت توجہ درکار ہے میجر شاہ۔۔مجھے تم سے بہت سی امیدیں ہیں۔۔۔اور کبھی مسکرا بھی لیا کرو۔۔ مسکرانا صدقہِ جاریہ ہے۔۔ کمانڈر اسکی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح غم کی تحریر دیکھتے ہوئے سنجیدہ و مزاح لہجے میں بولے تھے۔۔

سر میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔۔میجر شاہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتا متوازن لہجے میں بولا تھا۔۔۔

کچھ غصہ اور ضد بھی کم کر لو تو تمہیں یقیناً آج ہی چیف کے عہدے پہ بھی فائز کر دیا جائے میجر شاہ۔۔۔وہ اب کی بار اسکے غصے پہ گہرا طنز کرتے گویا ہوئے تھے۔۔

حیرت کی بات ہے سر!!ایک فوجی ہوتے ہوئے بھی نہ آپ میں اتنا غصہ ہے نہ آپ میں اتنی ضد ہے۔۔پھر آپ پچھلے تین سالوں سے چیف کی بجائے لیفٹیننٹ کمانڈر کے عہدے پہ کیوں فائز ہیں؟؟میجر شاہ نے ان کے طنز پہ اپنا نچلہ لب کاٹتے جوابی کارروائی کرنا ضروری سمجھا تھا۔۔

میجر!! !! کمانڈر اسکے طنز پہ غصے سے ٹیبل پہ اپنے ہاتھ مارتے غرائے تھے جس پہ وہ اپنی آنکھیں ٹپٹپا کے " سوری سر " بولتا انہیں سلیوٹ کر کے یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔۔اس کے جانے کے بعد کمانڈر اپنا سر جھٹکتے ہوئے مسکرائے تھے، انہوں نے آج پہلی بار اسکی بچوں کی طرح آنکھوں کو ٹپٹپاتے والی حرکت دیکھی تھی۔۔اور ایسا کرتے وہ کافی پیارا لگا تھا۔۔

احان شاہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا غائب دماغی سے ایل سی ڈی پہ چلتی ڈاکومنٹری فلم دیکھ رہا تھا۔۔ آنکھوں کے پردوں میں بار بار شکوہ کناں کرسٹل گرے آنکھیں لہرا رہی تھیں۔۔

آخر وہ کیوں مجھ سے شکوہ کرتی ہے؟ وہ ہوتی کون ہے مجھ سے شکوے کرنی والی!! کسی دن اسکی یہی خوبصورت آنکھیں میں اپنی انگلیوں سے نوچ ڈالوں گا۔۔۔ وہ اچانک سے بیڈ سے کھڑا ہوتا سیگریٹ کو غصے سے زمین پہ پھینکتے چیخا تھا۔۔

احان شاہ غصے سے اپنی بلیک ٹی شرٹ اتارتے ہوئے اپنے کمرے کے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا۔ احان شاہ نے ابھی ریلنگ پہ اپنے ہاتھ ٹکائے ہی تھی جب اسکی نظروں کا مرکز انیکسی کا چھت بنا تھا جہاں بظاہر تو کوئی لائٹ نہیں جل رہی تھی لیکن شاہ ہویلی کے پورچ میں لگی بڑی بڑی لائٹس اس چھت تک روشنی پہنچانے کا سبب بن رہی تھیں۔۔ وہ دسمبر کی سردی میں انیکسی کے چھت کی زمین پہ بیٹھی ناجانے کس بات پہ ماتم کدہ تھی۔۔۔ احان شاہ کو یاد آیا تھا جب اس نے اپنے چکراتے سر کی وجہ سے اسکا کندھا اپنے نازک ہاتھوں سے تھاما تھا تو اسکے ہاتھ کافی گرم تھے۔۔ اسے شاید نہیں یقیناً بہت تیز بخار تھا اور اس پہ تضاد شاہ بی بی کا بھاری تھپڑ یقیناً اسکی رہی سہی جان بھی نکال چکا تھا۔۔۔ وہ اپنے گھٹنوں کو سینے سے لگا کے ان پہ اپنا سر ٹکاتے ہوئے زار و قطار آنسو بہا رہی تھی۔۔ انیکسی کے چھت پہ بالکل چھوٹی چھوٹی سی دیواریں تھیں۔۔ وہ اپنے پورے وجود کو چادر سے لپیٹے بار بار اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی اور پھر سے آنسو بہانے لگتی۔۔ وہ جب سے پیدا ہوئی تھی تب سے اسکی ہویلی کی انیکسی میں قیام پذیر تھی۔۔ تقریباً ساڑھے سترہ سال سے!! لیکن احان شاہ نے آج تک اسکے سر اپے کو چادر کے بغیر نہیں دیکھا تھا۔۔ باپ تھا تو وہ بھی بیٹی کے حسن کو چھپائے رکھتا تھا اور بیٹی تھی تو اس سے دو ہاتھ آگے تھی جو ہر وقت پردے میں رہتی تھی لیکن ناجانے انکی ہویلی میں نقاب کیسے اتار لیتی تھی؟؟ احان شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

وہ تقریباً آدھے گھنٹے سے لاشعوری طور پر اسے روتے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اتنے آنسو کہاں سے لا رہی تھی۔۔ احان شاہ بے ساختہ سوچنے پہ مجبور ہوا تھا۔۔ رات کے دو بج رہے تھے۔۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔۔ لیکن اس کی چادر اس کے وجود سے ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔۔ ناجانے کیوں اسکے وجود کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش جاگی تھی احان شاہ کے دل میں۔۔ اور پھر اگلے ہی پل وہ اپنی اس خواہش پہ حیران ہوتا خود پہ لعنت بھیجتا اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔۔

شاہ حویلی میں رات کا کھانا کھایا جارہا تھا۔۔ حویلی کے تمام مکین ڈائینگ ٹیبل پہ موجود تھے، آج کاظم شاہ کا کام بھی جلدی ختم ہو چکا تھا، اس نے اووزی شاہ کو آج کہیں باہر گھمانے لے کے جانا تھا اسی لئے وہ جلدی حویلی آچکا تھا۔۔ آج ٹیبل پہ کھانا گلالئ کی بجائے زرتاج بیگم رکھ رہی تھی۔۔ گلالئ آج صبح سے حویلی نہیں آئی تھی اور اس بات کو مصروف سا احان شاہ بھی نوٹ کر چکا تھا۔۔

وہ سب ابھی کھانے میں ہی مصروف تھے جب کالی شلوار قمیض میں ملبوس زوریز شاہ ڈائینگ روم میں داخل ہو کے سلام کرتا سب کو اپنی اپنی جگہ جگہ حیران کر چکا تھا۔ وہ حویلی کب آیا تھا وہ سب ناواقف تھے! اسکی بھاری گھمبیر آواز پہ مرحا شاہ کی دھڑکنیں ساکت ہوئی تھیں وہ اسکی طرف سے پشت کئے بیٹھی تھی، دل نے بے ساختہ اسکا چہرہ دیکھنے کی تمنا کی تھی۔۔

زوریز!! واٹ آ پلیزینٹ سرپرائز (کیا خوشگوار سرپرائز ہے)!! احان شاہ تیزی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا اپنے لاڈلے بھائی کی طرف بڑھا تھا جس کی شکل وہ آج مہینوں بعد دیکھ رہا تھا۔۔ وہ سب اسے دیکھتے بے حد خوش تھے۔۔ بڑی مشکل سے حویلی آنا ہوا تیرا؟؟ احان کے بعد کاظم شاہ اسکے بغلگیر ہوتا اسکے سلکی بال ماتھے پہ بکھیرتے ہوئے اسے پیار سے ڈپٹ رہا تھا جس پہ وہ اداسی سے مسکرا دیا۔۔

لالہ آپ تو غائب ہی ہو گئے تھے یار!! ناراض ناراض سا ارزم شاہ بھی شکوہ کرتے ہوئے اسکے گلے لگا تھا۔۔ شاہ بی بی تو اپنے پوتے کو مہینوں بعد دیکھتی اس کے صدقے واری جارہی تھیں۔۔ اسکی سوگوار حالت دیکھتے ہوئے وہ آج پرسکون سی تھیں کیونکہ جس کی جدائی کی وجہ سے وہ سوگوار رہتا تھا وہ آج اسی حویلی میں موجود تھی۔۔

لالہ!۔۔۔ ایزل شاہ جو اسے دیکھتی حیران سی اپنی نیلی آنکھیں پھیلا چکی تھی وہ بھرائی آواز میں اسے پکارتی تیزی سے اپنی کرسی سے اٹھتی اسکے سینے سے لگی تھی۔۔

لالہ کی جان!!۔۔ زوریز شاہ نے پیار سے اسکا ماتھا چومتے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

میں آپ سے ناراض ہوں۔۔ آپ نے میرا ایک فون بھی نہیں اٹھایا کتنے فون کیے تھے میں نے آپ کو۔۔ ایزل شاہ ناراضگی سے اس سے دور ہوتی روتے ہوئے بولی تھی۔۔

میرا فون گم گیا تھا لالہ کی جان!! آئی ایم سوری۔۔۔زوریز شاہ اسے پھر سے پیار سے اپنے ساتھ لگاتا نرمی سے اسے منا رہا تھا جس پہ اس نے اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہاں میرے لالہ تو دنیا جہاں کے غریب انسان ہیں نا؟؟جو ایک فون نہیں خرید پائے؟؟۔وہ ہنوز ناراضگی سے منہ پھولاتے بولی تھی۔۔ایزل شاہ کی حاضر جوابی پہ سب نے اپنا قہقہہ دبایا تھا۔۔

سگنل بھی نہیں تھے نار دن ایریاز میں۔۔۔۔وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے ایک اور بہانا گر چکا تھا جس پہ وہ کم آواز میں ناراضگی سے سر جھٹکتی بربرائی تھی۔۔

عادل شاہ بھی پوتے کو دیکھتے کافی خوش نظر آرہے تھے۔۔اگر اسے دیکھ کے کوئی برہم تھا تو وہ ھارون شاہ تھے جبکہ اسکی مخصوص کلون کی تیز خوشبو مرحاشاہ کے حواسوں پہ سوار ہو رہی تھی۔وہ ابھی بھی اسکی پسندیدہ خوشبو لگاتا تھا۔۔مرحاشاہ کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑی تھی جسے چھپانے کی غرض سے اس نے اپنا چہرہ جھکایا تھا۔۔اسکی آواز پہ اسکا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا۔۔

مل گئی فرصت دوستوں سے؟؟یا ابھی بھی گھومنے پھرنے کی کثر باقی رہتی ہے؟؟ھارون شاہ اسکی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے بولے تھے۔۔وہ تقریباً پانچ ماہ بعد ہویلی آیا تھا۔۔

ابھی کثر رہتی ہے! عنقریب رایان خان کی شادی پہ پھر سوات کا چکر لگاؤں گا۔۔۔وہ سنجیدگی سے ان کی طرف بڑھتا انہیں اپنے ایک ہی جملے سے تپا کے رکھ چکا تھا۔۔انہیں زہر لگتا تھا اسکی جوابی کاروائی کا یہ انداز۔۔جبکہ زوریز شاہ کے انداز پہ سب نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

تمہیں تمہارے دوست گود کیوں نہیں لے لیتے؟؟یوں مہینوں بعد اپنی گندی شکل کیوں دیکھانے آجاتے ہو سب کو؟؟ھارون شاہ غصے سے غرائے تھے۔۔

بابا جان میری شکل پہ سوالیہ نشان مت اٹھایئے!! کیونکہ مجھے سب بولتے ہیں میری شکل سیم ٹو سیم میرے باپ سے ملتی ہے۔۔زوریز شاہ گھٹنوں کے بل ان کی کرسی کے پاس بیٹھ کے ان کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کے سنجیدگی سے بولتا پھر سے ان کا میٹر شارٹ کر چکا تھا۔۔اب کی بار کوئی بھی اپنا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔۔

نامراد!! گندی اولاد!! ھارون شاہ اس کے چوڑے شانے پہ مکا جھڑتے غصے سے گویا ہوئے تھے۔۔

نہ مزہ ناسواد۔۔۔کاظم شاہ نے ھارون شاہ کا جملہ سرگوشی میں مکمل کیا تھا، لیکن اسکی سرگوشی تقریباسب سن چکے تھے جس پہ سب کا پھر سے قہقہ گونجا تھا۔۔زوریز شاہ اس بار جوابی کاروائی کرنا بھول چکا تھا۔۔وہ بھول چکا تھا کس بات سے اسکی اپنے باپ کے ساتھ جھڑپ ہو رہی تھی۔۔اگر یاد تھی تو وہ جلترنگ ہنسی کی آواز جو ایک بار نہیں دوبار اسکے کانوں میں پڑی تھی۔۔زوریز شاہ ساکت ہوا تھا اس ہنسی پہ۔۔وہ اس ہنسی کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتا تھا!! وہ مرحا شاہ کی ہنسی تھی۔۔اسکی شاہزادی کی!! زوریز شاہ کی ساکت آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ سب اچانک سے حیران ہوتے خاموش ہوئے تھے۔۔زوریز شاہ کی نظریں بے ساختہ ڈائینگ ٹیبل کی کرسیوں پہ بیٹھے تمام مکینوں پہ پڑی تھیں جس میں ایک وہ ظالم بھی تھی جو اسی کی طرف مسکراتی ہوئی دیکھ رہی تھی !!

آہہہہ۔۔۔۔آخر کار ہجر کی گھڑیاں ختم ہوئی تھیں۔۔زوریز شاہ کو چھ سالوں بعد دیدارِ یار نصیب ہوا تھا۔۔اور وہ یہاں وہاں دیکھنا بھول چکا تھا۔۔وہ مرحا شاہ کے علاوہ یہاں بیٹھے ہر شخص کو فراموش کر چکا تھا۔۔زوریز شاہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے وہ سب اسکے ساکت ہونے کی وجہ جان چکے تھے۔۔مرحا شاہ سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتی تذبزب کا شکار ہوتے اپنے بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔سب نے ان دونوں سے اپنی اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا۔مرحا شاہ اسکی دیوانوں کی طرح مسلسل نظریں خود پہ محسوس کرتی سرخ پڑی تھی وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور روعب دار دکھ رہا تھا، بھوری مونچھیں اور داڑھی جو چھ سال پہلے ہلکی تھیں اب گھنی ہوتی اسکے چہرے کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہی تھیں، وہ کالی شلوار قمیض میں غضب ڈھا رہا تھا۔۔وہ ہنوز ھارون شاہ کے پاس گھٹنوں کے بل جھک کے بیٹھا بے یقینی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

تیرے دیدار پہ اگر میرا اختیار ہوتا

تو یہ روز روز ہوتا یہ بار بار ہوتا

کاظم شاہ کے نامحسوس انداز میں چیچ سے کھٹاک کی آواز نکالنے پہ زوریز شاہ ہوش کی دنیا میں لوٹا تھا۔۔اس نے لعنت بھیجی تھی اپنی بے لگام نظروں پہ جو اس کے لئے بری طرح سے تڑپنے کے بعد اسکا اتنا ظلم سہنے کے بعد آج بھی اس ظالم شاہزادی کا دیوانہ وار دیدار کر رہی تھی۔۔زوریز شاہ اپنے نچلے لب کو بے دردی سے کاٹتا اس پر سے اپنی نظریں

پھیر تا ہوا اپنے جذبات پہ قابو پاتے ہوئے زمین سے کھڑا ہو تا وہاں سے جانے ہی والا تھا جب احان شاہ کی پکار پہ اس نے اپنے قدم روکے تھے۔۔

سب کے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھاؤ زوریز!!۔۔ کم ہئیر فاسٹ (جلدی یہاں آؤ)۔۔۔ اسکی ہر کیفیت سے واقف احان شاہ اپنی روعب دار آواز میں اسے حکم دیتا کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ یہاں سے نکلتے ہی اپنا تمام تر غصہ خود کو تکلیف دیتے ہوئے اتارے گا۔۔ احان شاہ کا لہجہ حتمی تھا جسے محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی غرض سے اپنی مٹھیاں بھینچتا زہرہ مام کے پاس پڑی خالی کرسی پہ بیٹھا تھا۔۔

کھانا کھاؤ بچے۔۔۔ زہرہ مام نے اسکا شانہ پیار سے تھپکتے ہوئے زوریز شاہ کے لئے پلیٹ میں کھانا نکالا تھا۔۔

" کیرئیر " ۔۔۔ لفظ کی گونج زوریز شاہ کے کانوں میں بارہا گونجتی ہوئی اسکے اعصاب چٹخا رہی تھی۔۔ زوریز شاہ کے ہاتھوں کی پھولتی رگیں اسکے بے حد غصے کی گواہی دے رہی تھیں۔۔۔ وہ اسے چھ سال کی بلاوجہ کی سزا دینے کے بعد آخر آج کیا لینے آئی تھی؟؟ کیا وہ یہ دیکھنے آئی تھی کہ اسکے عشق میں گرفتار، اسکے لبوں کا جام پینے کے بعد تشنہ سا زوریز شاہ ابھی تک زندہ ہے یا اپنی سانسیں کھو چکا ہے؟؟ کیا وہ اسکی بے بسی اسکی اس ملگجی سی حالت کا مذاق بنانے آئی تھی؟

میں کھا چکا ہوں۔۔۔ خود پر سے قابو کھوتا زوریز شاہ بمشکل چھوٹے سے دو نوالے لینے کے بعد احان شاہ کو مخاطب کرتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ڈائینگ روم سے نکلتا چلا گیا۔۔ زوریز شاہ کے جانے کے بعد پورے ڈائینگ روم میں خاموشی چھا چکی تھی۔۔ مرحاشاہ اپنی جگہ چور سی بنی تھی۔۔

اگر وہ پھر سے پہلے کی طرح چلا گیا تو؟؟ مرحاشاہ نے لب کاٹتے ہوئے ڈوبتے دل سے سوچا تھا، اسے زہرہ مام اور شاہ بی بی سے پتا چلا تھا وہ کافی مہینوں سے ہویلی سے غائب رہا ہے۔۔ اسی بات کو سوچتے ہوئے مرحاشاہ کھانے سے اپنے ہاتھ کھینچتی ہوئی تیزی سے ڈائینگ روم سے نکلی تھی۔۔ مرحاشاہ اپنی پشت پہ سب کی نظروں کو اگنور کرتی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر زوریز شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔

مرحاشاہ، زوریز شاہ کے کمرے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے ان پچھلے دو دنوں میں کوئی بیسوی بار اسکے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔۔ وہ جب سے ہویلی آئی تھی، زوریز شاہ کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس نے جلے پیر کی بلی کی طرح بارہا

اسکے کمرے کا چکر لگایا تھا جس کا پورا ڈیکور بلیک تھا۔۔بیڈ شیٹ سے لے کے پردے تک، یہاں تک کے کمرے کا سارا انٹیریئر سیاہ تھا۔۔وہ ہر رنگ سے پیار کرنے والا شخص اپنی زندگی سیاہ رنگ میں رنگ چکا تھا۔۔

اسکے کمرے میں داخل ہوتے ہی مرحاشاہ کی نظریں زوریز شاہ کی طرف اٹھی تھی جو اپنے پورے کمرے کی تباہی کرتا غصے سے چیختے ہوئے اپنے بال نوچ رہا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسکی حالت پہ دروازہ بند کرتے ہوئے تیزی سے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔ان دو دنوں میں وہ ہر کسی سے زوریز شاہ کے لئے فکر مند جملے سن چکی تھی۔۔وہ جان چکی تھی زوریز شاہ نے اسکے بغیر یہ چھ سال کس اذیت سے کاٹے ہیں۔۔ہویلی میں ہر کوئی جانتا تھا وہ دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کے صرف بہانے بناتا ہے، اسکا اصل مقصد سب سے الگ تھلگ رہنا تھا اسی لئے تو وہ سکون کی تلاش میں مہینوں ہویلی سے دور رہتا ہجر کی آگ میں جلتا تھا۔۔دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پہ زوریز شاہ کی نظریں بے ساختہ مرحاشاہ کی طرف اٹھی تھیں جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

ریز۔۔۔اسکے دیکھنے پہ مرحاشاہ بھرائی آواز میں اسے پکارتی اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

Who the hell are u?? Go from here!!

زوریز شاہ اسکے منہ سے پورے چھ سالوں بعد خود کے لئے "ریز" سنتا حلق کے بل چیخا تھا، مرحاشاہ اسکی چیخ وپکار، اسکی ناراضگی، اسکے غصے کے لئے خود کو پہلے ہی تیار کر چکی تھی۔۔اسی لئے وہ اس کی دھاڑ کو نظر انداز کرتی بھاگتے ہوئے اسکے چوڑے سینے سے لگی تھی۔۔زوریز شاہ اسکے یوں گلے لگنے پہ سانس لینا بھول چکا تھا۔۔یہی وہ کمرہ تھا جہاں سے وہ اسے دھتکار کے اپنی قسم دے کے بے بس کرتی اس پہ اپنے کیریئر کو فوقیت دیتے ہوئے نکلی تھی، مگر قدرت کی کیسی ستم ظریفی تھی وہ آج بھی اسے بے بس کرنے کے لئے اسکے سینے سے لگتی اسے گرد اپنے بازوؤں کا سختی سے حصار باندھتے آنسو بہا رہی تھی۔۔اس پہ ہجر کا ظلم ڈھا کے آج وہ مظلوم بھی خود ہی بن رہی تھی۔زوریز شاہ نے اپنی پسلیوں سے سر پٹختے دل کے ساتھ سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا لیکن اس نے پیچھے ہونے کی بجائے پیروں پہ اپنے پیر رکھتی اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کے اسے خود پہ جھکایا تھا۔۔اور پھر وہ زوریز شاہ کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکی بھوری گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں کے ساتھ اپنے بھرے بھرے گلابی لب جوڑ گئی۔۔اسکی اس حرکت پہ زوریز شاہ کی آنکھوں کی پتلیاں حیرت سے پھیلی تھیں۔۔وہ اسکے بالوں میں

دھیرے دھیرے سے اپنی انگلیاں چلاتی اسکے ہونٹوں پہ اپنی تمام تر شدت دکھاتی زوریز شاہ کو پیش قدمی کے لئے اپیل کر رہی تھی لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتی تھی سامنے زوریز شاہ تھا جو ان چھ سالوں میں اپنے جوان جزبات پہ قابو پانا اچھے سے سیکھ چکا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اپنے دھڑکتے دل کی پکار اگنور کرتے ہوئے اگر اس کے لبوں کو چھوا نہیں تھا تو اسے خود سے دور بھی اس نے نہیں جھٹکا تھا۔۔ کتنے سالوں بعد اسکے گلاب کی پنکھڑیوں سے ہونٹوں کا جام نصیب ہوا تھا کوئی کافر ہی ہوتا جو اتنا ہجر سہنے کے بعد وصل کی اس گھڑی میں محبوب کی پیش قدمی پہ اسے خود سے دور جھٹکتا۔۔

اسے ہنوز بے حس و حرکت دیکھتے ہوئے مرحاشاہ نے اسکے لبوں پہ اپنے موتیوں سے دانت گاڑتے ہوئے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ اسکا ساتھ دے لیکن زوریز شاہ نے ڈھیٹ ابن ڈھیٹ بنتے ہوئے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی، البتہ اسکی اداؤں پہ اسکا دل سینے سے باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔ کچھ دیر پہلے اسکا وجود جو چھنگاڑیوں کی ضد پہ تھا اسکی ایک حرکت پہ اسکا تمام تر غصہ جیسے جھاگ کی طرح بیٹھتا جا رہا تھا لیکن اسکی ناراضگی ہنوز قائم تھی۔۔ مرحاشاہ نے اسکی ڈھیٹائی پہ غصے سے اسکے بھورے بالوں کو نوچتے ہوئے اسکے نچلے لب پہ بری طرح سے کاٹا تھا جس پہ زوریز شاہ نے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اس میٹھے سے درد کو سہا تھا۔۔ مرحاشاہ کچھ توقف بعد اسکی بے رخی پہ اسے اپنی بھیگی سنہری آنکھوں سے دیکھتی اسکے لبوں کو آزادی بخش گئی، جس پہ زوریز شاہ جی بھر کے بدمزہ ہوا تھا۔۔ چھ سال کی پیاس ان چند منٹوں کے بوسے سے کیسے بجھ سکتی تھی بھلا؟؟

اتنے ظالم نہ بنو کچھ تو مروت سیکھو

تم پہ مرتے ہیں تو کیا مار ہی ڈالو گے

مرحاشاہ اسکے لبوں کو اپنی پوروں کی چٹکی سے مسلتی بھرائی آواز میں بولتی اسکی بے رخی پہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔۔

وہ جانتی تھی زوریز شاہ کو شاعری کتنی پسند ہے ان چھ سالوں میں اس نے لندن میں اپنی ڈاکٹری کی پڑھائی میں مصروف ہوتے ہوئے بھی ساتھ ساتھ شاعری سیکھی تھی، یوں کہ اب وہ کافی اشعار زبانی رٹ چکی تھی۔۔

ادا قاتل، نگاہ قاتل

زباں قاتل، بیاں قاتل

بتا قاتل، کہاں جاؤں، جہاں جاؤں، وہاں قاتل

زوریز شاہ اپنی انکھوں میں درد کی تحریر لئے اسکی طرف دیکھ کے گھمبیر آواز میں گویا ہوتا مر حاشاہ کو لاجواب کر چکا تھا۔۔وہ اسے قاتل سے تشبیہ دے رہا تھا،ہاں وہ اسکے سچے جذبات کی قاتل تھی۔۔۔

ناراض ہو؟؟مر حاشاہ کو سمجھ نہیں آئی تھی وہ کس طرح سے جوابی کارروائی کرے اسی لئے اسکی گھنی بھری داڑھی پہ ہاتھ پھیرتی اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں بولی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔۔ڈاکٹر صاحبہ۔۔غلط مریض کے پاس آچکی ہیں آپ۔۔اسکی دوا آپ کے پاس نہیں ہے۔۔زوریز شاہ اسکے سوال پہ استہزایا انداز میں ہنستا کرب سے بولا تھا۔۔اسکے منہ سے خود کے لئے شاہزادی کی بجائے ڈاکٹر کا لفظ سنتے ہوئے مر حاشاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

اس مریض کی دوا مر حاشاہ کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی۔۔تم اپنا حال دل بیان کرو۔۔۔وہ اسکے گال پہ اپنا نرم و نازک ہونٹ رکھتی بالکل شاعرانہ انداز میں گویا ہوتی بات کو جان بوجھ کے طول دے رہی تھی تاکہ کسی طریقے اسے اس سے باتیں کرنے کا موقع مل جائے جس سے بات کرنے کے لئے اس نے خود کو اتنے سال ترسایا تھا۔

تاکہ تم پھر میری محبت کا مذاق بنا کے مجھے دھتکار کے چلی جاؤ؟؟میری ایک بات اپنے دماغ کے خانے میں فٹ کر لو ڈاکٹر مر حاشاہ!! تمہاری یہ جسارتیں میری دل میں تمہاری محبت دوبارہ کبھی سے نہیں جگا سکتی!! زوریز شاہ کے دل میں تمہارے لئے کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔۔اگر تو تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہارے جانے کے بعد میں تمہاری جدائی میں پاگل ہوتا رہا ہوں تو غلط سمجھتی ہو کیونکہ میں زوریز شاہ تھا لیلی کا مجنوں نہیں!! زوریز شاہ اسکے جبڑے کو یکدم اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتا بے حد غصے سے غرایا تھا۔۔وہ اپنے دھڑکتے دل کی پکار بار بار نظر انداز کرتا جھوٹ بولتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔وہ جھوٹ بولتا تھا اس کے دل میں مر حاشاہ کے لئے کوئی جذبہ نہیں رہا وہ تو ان ہجر کی گھڑیوں میں محبت سے عشق اور عشق کی انتہاؤں تک کا سفر کر چکا تھا۔۔

ریز پلیز ایسے نہیں بولو۔۔ریز میں تم سے عشق کرتی۔۔ابھی مر حاشاہ کا جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا جب زوریز شاہ اسکے جبڑے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتا اسکی بات کاٹ گیا۔۔

عشق اول ہوتا ہے

عشق آخر ہوتا ہے

عشق اشک ہوتا ہے

عشق محبوب ہوتا ہے

عشق نور ہوتا ہے

عشق تمام ہوتا ہے

عشق زندگی کا حاصل ہوتا ہے

)سعد اللہ رحیم(

تم لوگ کتنی آسانی سے عشق کی منزل کا تعین کر لیتے ہو نا؟؟۔ تم لوگوں کے خیال میں بس محبوب کا مٹ جانا ہی عشق کی آخری منزل ہے۔ مرحاشاہ کو جب کیریئر بنانے کے بعد سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے؟ تو اس نے عشق اور عشق کرنے والے کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا؟؟ خدارا مرحاشاہ عشق کو انھی لوگوں کے لیے چھوڑ دو جو اس کا مطلب جانتے ہوں۔ جو اس کی چوٹ سہہ سکتے ہوں۔ جن کو تڑپنا آتا ہو۔ جن کی سانسیں اکھڑی اکھڑی ہوں۔ جن کی باتیں سلجھی سلجھی ہوں۔ جن کی آنکھیں نم سی رہتی ہوں۔ جن کے دل کی دھڑکنیں بکھری بکھری رہتی ہوں۔ عشق کھانا پینا' سونا جاگنا نہیں ہے۔۔ عشق کیریئر بنانا، عشق محبوب کو دھتکار دینا نہیں ہے۔ عشق ایک بہت ممتاز جذبہ ہے۔۔

عشق ایک مقدس جذبہ ہے

عشق ایک مقدس رشتہ ہے

عشق ایک مقدس احساس ہے

عشق ایک مقدس درد ہے

عشق ایک مقدس مقصد ہے

جس سے تم ناواقف ہو ڈاکٹر مرحاشاہ!! زوریز شاہ اپنی سبز آنکھوں میں کرب اور تکلیف کی بے تحاشا سرخی لئے اسکے چہرے پہ اپنا چہرہ جھکاتا شدید غصے سے حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔ اسکے بھورے سلکی بال بے ترتیب ہوئے تھے۔۔ اسکے درد بھرے الفاظ سنتے مرحاشاہ کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ رگوں میں خون کی گردش منجمند ہوئی تھی۔ کالے لباس میں ملبوس اس سوگوار شہزادے کو دیکھتے اسکے دل نے بیٹ مس کی تھی۔۔ اس کا چہرہ خود کے بے حد قریب

دیکھتے ہوئے مرحاشاہ کا دل ہتھیلی پہ دھڑکا تھا۔۔ مرحاشاہ کو اپنی اتنے سالوں کی پڑھائی آج پہلی بار ضائع ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی جب اس کے پاس زوریز شاہ کو جواب دینے کے لئے الفاظ نہیں تھے۔۔ زوریز شاہ کا ایک ایک لفظ اسکے دل پہ لگا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکی آنکھ کی کمان کے اداس تل کو دیکھتے شدت سے اپنے لب اس پہ رکھتے زوریز شاہ کو منانے کی مزید ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی لیکن زوریز شاہ اسے خود سے دور کرتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ وہ اس ظالم لڑکی کی اداؤں کے آگے بے بس ہوتا اپنے جذبات کی رو میں بہہ کے ہرگز اسکے سامنے اپنے سچے جذبات کا اشتہار نہیں لگانا چاہتا تھا۔

بلیک پینٹ اور گرے شرٹ میں ملبوس ارزم شاہ ہمیشہ کی طرح آج بھی لیٹ ابھی اپنی کلاس میں داخل ہی ہوا تھا جب اسکی نظریں سر ثاقب کے ساتھ کھڑی لڑکی ایک لڑکی پہ پڑی تھیں جو خود کو سر تا پیر ڈھکے ہوئے شرعی پردے میں تھی۔۔ ارزم شاہ نے آئیبرہ آچکا کے اپنے دوستوں کی طرف دیکھتے اس سارے سین کی معلومات لینی چاہی تھیں جنہوں نے کندھے اچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کرتے سر ثاقب کو دیکھا تھا جو ان سب مخاطب ہونے کے لئے اپنا گلا کھنکھار رہے تھے۔۔

بی ریڈی گائز سر قائداعظم کے چودہ نکات یا عین ممکن ہے اپنی (بے سری) سریلی آواز میں کوئی گانا سناتے ہوئے اسکی ماں بہن ایک بھی کر سکتے ہیں۔۔ دل تھام کے بیٹھئے۔۔ ارزم شاہ سر کو گلا کھنکھارتے دیکھ کے اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھتا سنجیدگی سے سرگوشی میں بولا تھا جس پہ سب نے اپنا قہقہہ دبایا تھا۔۔

فلحال تو مجھے سر کی توند پہ ترس آرہا ہے جو ان کے ٹائٹ بیلٹ کی وجہ سے اپنی ناقدری پہ رو رہی ہے۔۔ حمزہ نے اپنے رجسٹر پہ اپنے دستخط کرتے مصروف انداز میں اپنے لبوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے سرگوشی کی تھی جس پہ ارزم شاہ سمیت تمام دوستوں کی نظریں سر کی بڑی سی توند پہ اٹھی تھیں جسے پہ سر نے بیلٹ کسا ہوا تھا۔۔

شش!! تمیز سے۔۔۔ سر کی بیلٹ نہیں مل رہی تھی تو کیا ہوا جو انہوں نے عبدالوہاج کی بیلٹ پہن لی ہے؟؟۔۔ اب اسکا یہ مطلب نہیں ہے ہم سر کو ٹانٹ کریں۔۔ (عبدالوہاج سر ثاقب کا بیٹا ہے جس کی خوبیوں کا ذکر اتراتے ہوئے وہ اکثر کلاس میں کرتے رہتے تھے۔۔) نوفل تاصف سے سر ہلا کے اپنا قہقہہ دباتا اپنے تاثرات کو سیریس کرتے ہوئے

طنزیہ انداز میں سر کی حمایت میں بولا تھا۔۔ نوفل کی بات پہ ان سب نے مشترکہ کھانستے ہوئے اپنا قہقہہ دبایا تھا۔۔
کلاس کی تمام لڑکیوں کے دل لمبے چوڑے خوبصورت سے ارزم شاہ کو دیکھتے ہوئے ہتھیلی پہ دھڑک رہے تھے جس کی تیز کلون کی خوشبو پوری کلاس میں پھیلی سب لڑکیوں کو اپنے ہواسوں پہ بھاری محسوس ہو رہی تھی، جس کی شرٹ کے اوپری دو کھلے بٹنوں سے اسکی سفید گردن میں پہنی سلور چین اسکے آگے پیچھے ہونے پہ بار بار شرارت سے اپنی جھلک دکھلاتی ہوئی پھر سے چھپ جاتی۔۔۔
کیپ سائلنس کلاس!! سر ثاقب کی گھورتی نظریں بے ساختہ ارزم شاہ کے گروپ کی طرف اٹھی تھیں جن میں سب کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ تھی سوائے ارزم شاہ کے جو ایک سیکنڈ میں اپنے تاثرات سنجیدہ کر چکا تھا۔۔
ارزم بچے کتنی دفعہ بولا ہے۔۔ ان شیطانوں کے ٹولے کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔۔۔ سر ثاقب اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ارزم شاہ کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بولے تھے جو پڑھائی میں اچھا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سے ان کا فیورٹ رہا تھا۔۔۔
ہاں ارزم بچے۔۔۔ سر کی گود میں بیٹھا کرو اور ان کی توند کو ڈھولک کی طرح بجاتے ہوئے اپنا انگوٹھا چوسا کرو۔۔۔
میکائیل اپنا پین جان بوجھ کے زمین پہ گرا کے اسے اٹھانے کی غرض سے جھکتا ہوا سرگوشی میں بولا تھا۔۔
ڈونٹ ڈو باڈی شیمنگ۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے نامحسوس انداز میں اپنے دوستوں کو گھڑکا تھا۔۔ سر ثاقب کی کیا تمام ٹیچرز کی ارزم شاہ کے دوستوں کے ساتھ عجیب دشمنی رہتی تھی کیونکہ وہ سب پوری کلاس میں اپنی پٹر پٹر چلتی زبان کو بند کرنا تو جیسے توہین سمجھتے تھے۔۔
سوری سر۔۔۔ ارزم شاہ نے مختصر اًجواب دیتے ہوئے فرمانبرداری سے سر جھکایا تھا جیسے غلطی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا ہو جس پہ اسکے تمام دوستوں نے اسے غصے سے گھورا تھا۔۔۔
کلاس بی ایٹینٹو (متوجہ ہوں)۔۔۔ یہ ہماری کلاس کی نیو سٹوڈنٹ ہیں۔۔ ان کا نیم زائشہ ہے۔۔ سو ہمارے اس سٹارٹنگ ویک کے جتنے بھی لیکچرز ہو چکے ہیں۔۔ انہیں سمجھانے کے لئے آپ میں سے کوئی بھی ذائشہ کی ہیلپ کر سکتا ہے۔۔ اور ذائشہ میں آپ کو مشورہ دوں گا آپ ارزم شاہ سے ہیلپ لے لیں اسکا ہر کانسیپٹ اچھے سے کلئیر ہوتا ہے۔۔ ہیو آ سیٹ!! سر ثاقب پوری کلاس کو متوجہ کرنے کے بعد ذائشہ سے مخاطب ہوتے ارزم کی طرف اپنے مار کر سے اشارہ کرتے ہوئے بولے تھے جس پہ ذائشہ نے اپنی ہیزل آنکھیں اٹھاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو

اپنے عنابی لبوں میں پین دبائے اپنی کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ اسکی گرے شرٹ کے کھلے گریبان سے چھلکتے شہد بالوں سے لبریز مردانہ سینے کو دیکھتے زائشہ بے ساختہ سرخ پڑتی نظریں جھکا چکی تھی۔۔ زائشہ کے شرمیلے تاثرات اسکے چہرے پہ نقاب ہونے کی وجہ سے سب سے چھپ چکے تھے البتہ ارزم شاہ اسکے فوراً نظریں جھکانے پہ حیران ضرور ہوا تھا، اسے ہر لڑکی نظر بھر کے دیکھتی تھی پھر نا جانے اس لڑکی نے اسے دیکھتے ہی نظریں کیوں جھکائی تھیں؟؟ شاید پارسا بننے کی ایک کوشش کی گئی تھی اور یہ پردہ بھی صرف کچھ دنوں کے لئے سب کی توجہ حاصل کرنے کی غرض سے ہو گا۔۔ ارزم شاہ نے استہزایا انداز میں سوچتے ہوئے اپنا سر جھٹکا تھا کیونکہ آج تک اسکی یونی میں یہی تو ہوتا آیا تھا ہمیشہ جو لڑکیاں حجاب اور نقاب کر کے یہاں آتی تھیں وہ کچھ ہی دنوں میں جینز اور شرٹ میں ملبوس سارے حجاب نقاب بھول جاتی تھیں۔۔

زائشہ سر کی بات پہ فقط ہاں میں سر ہلاتی کسی لڑکی کے ساتھ جا کے بیٹھ چکی تھی۔۔ یہ لڑکوں اور لڑکیوں کی اکھٹی یونی تھی۔۔ کلاس میں بھی اکثریت کی تعداد میں لڑکیاں لڑکے سر کی پروا کیے بنا ایک دوسرے کے ساتھ چپک کے بیٹھے ہوئے تھے۔۔ ذائشہ کے لئے یہ سارا ماحول نیا تھا۔۔ اس نے بی ایس تک لڑکیوں کی یونیورسٹی میں پڑھا تھا، اسکالرشپ کی وجہ سے اسکا ایڈمیشن اسلامباد کی بڑی یونیورسٹی میں ہوا تھا جہاں پڑھنا اسکا خواب تھا۔۔ اس نے کافی دفعہ سوچتے ہوئے بالآخر یونی کی سکالرشپ لیتے ہوئے ایک ہفتے بعد آج ایم ایس کی کلاسس جوائن کی تھیں۔۔ سر لیکچر دینا شروع کر چکے تھے اور ارزم کے دوست اپنی شرارتوں میں مصروف ہوتے پوری کلاس میں رونق لگا رہے تھے۔۔ ذائشہ کی نظریں لاشعوری طور پہ پھر سے ارزم شاہ کی طرف اٹھی تھی جو اپنے ناک کو رب کرتے اپنے کام کی طرف جھکے حمزہ کی کسی سرگوشی پہ اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔۔ اسکا یہ انداز کافی دلکش تھا!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 4

لمبا سا لیکچر ختم ہوتے ہی تمام سٹوڈنٹس گہری سانس بھرتے ہوئے کلاس روم سے باہر نکلے تھے، ارزم شاہ کے دوست تو باقاعدہ منہ کھول کھول کے جمائیاں لے رہے تھے۔۔

قسم سے سر کی آواز سے زیادہ ٹین ڈبے والے کی آواز میں تاثیر ہو گی۔ ارزم کا دوست ولی اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے تاصف سے سر جھٹکتے بولا تھا۔۔۔

میرا تو نیند سے برا حال ہو رہا ہے۔۔ کتنی بار بولا تھا سالوں کو مارننگ شفٹ نہیں رکھو۔۔ ارزم شاہ اپنے دوستوں کو غصے سے باری باری اپنے پیر مارتا ہوا آگے کی طرف بڑھ چکا تھا، اس نے اپنے دوستوں کو بارہا بولا تھا کہ یونی کے لئے ایوننگ شفٹ رکھیں، صبح اسے سونا ہوتا ہے لیکن اسکے دوست صدا کے ارزم کی نیند کے دشمنوں نے اسکی بات کی نفی کرتے ہوئے اسے دھوکہ دیتے ہوئے مارننگ شفٹ میں ایڈمیشن لیتے ہوئے ارزم کو ایوننگ شفٹ کا بتایا تھا کیونکہ خیر سے ارزم کا ایڈمیشن بھیجنے والے اسکے معصوم دوست ہی تھے۔۔

آووچ۔۔۔ شاہ میرا پیر توڑ دیا۔۔۔ میکائیل اپنا پیر پکڑتے ہوئے چیخا تھا۔

شکر کر منہ نہیں توڑا منہ نے تیرا۔۔۔ بلیو جینز اور وائٹ شرٹ میں ملبوس ارزم شاہ غراتا ہوا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے کینٹین کی طرف بڑھا تھا، وہ آج ناشتہ کیے بغیر یونی آیا تھا۔ زائشہ جو ان کے پیچھے ہی کلاس سے نکل رہی تھی ان کی گفتگو سنتے ہوئے اس نے حیرانگی سے اپنی ہیزل آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔ جبکہ ارزم شاہ کے منہ سے اپنے دوستوں کے لئے گالی سنتے ہوئے وہ سرخ پڑی تھی۔۔ وہ اپنے دل میں ارادہ باندھ چکی تھی وہ کبھی بھی سر کے مشورے پہ عمل کرتے ہوئے اس بے باک بندے کے پاس اپنے لیکچر سمجھنے ہر گز نہیں جائے گی!

شاہ جی بتائیں میں کیسی لگ رہی ہوں؟؟ ابھی کاظم شاہ، ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا جب ایزل شاہ نے گول گول گھومتے ہوئے کاظم شاہ سے استفسار کیا تھا۔۔ ایزل شاہ اس وقت بلیک پیروں کو چھوتی انارکلی فراک میں ملبوس اپنے بھورے بالوں کو پشت پہ پھیلائے، ناک میں چھوٹی سی ہیرے کی نوز پن جبکہ پیروں میں خوبصورت سی بلیک ہی سینڈل پہنے میک سے پاک چہرہ لئے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ کل زوریز شاہ کے ہویلی آنے کی وجہ سے کاظم شاہ اور ایزل شاہ کا باہر جانے کا پلین کینسل ہو چکا تھا، کیونکہ ایسے اچھا نہیں لگتا زوریز اتنے مہینوں بعد ہویلی آیا تھا اور وہ اسے وقت دیئے بنا گھومنے پھرنے چلے جاتے۔۔

ماشاءاللہ۔۔۔میرا بچہ بہت پیارا لگ رہا ہے۔۔کاظم شاہ نے اسکے بالوں پہ ہولے سے اپنے لب رکھتے اسے ستائش بھری نظروں سے دیکھتے اسکی تعریف کی تھی جس پہ ایزل شاہ کھکھلا کے ہنسی تھی۔۔

شکریہ!! شکریہ!۔۔۔اور یہ آپ یہ پینٹ شرٹ کیوں پہن آئے ہیں؟؟ جائیں جا کے کالی شلوار قمیض پہن کے آئیں۔۔میں نے آپ کے ساتھ میچنگ کرنی ہے۔۔۔ایزل شاہ پہلے کھکھلا کے اس کا شکریہ ادا کرتی اسے گرے پینٹ شرٹ میں دیکھتے ہوئے منہ پھلا کے بولی تھی۔۔

کیوں میں اس میں اچھا نہیں لگ رہا؟؟۔۔کاظم شاہ خود کو ڈریسنگ مرر میں دیکھتا اپنے گولڈن بالوں کو انگلیوں سے سیٹ کرتا آنکھوں کو چندھیا کے بولا تھا۔۔

نہیں نا آپ جائیں اور کالی شلوار قمیض پہن کے آئیں بس!! ۔۔ایزل شاہ اسے اب اپنی گولڈن بیرڈ سنوارتے دیکھ کے اسے اپنے دونوں بازوؤں سے دھکا لگانے کی کوشش کرتی پھر سے منہ بنا کے بولی تھی لیکن وہ کاظم شاہ کے دیو ہیکل وجود کو ایک انچ بھی ہلا نہیں سکی تھی۔۔

یار اووزی میں نہیں جا رہا اب۔۔۔ایسے ہی چلتے ہیں نا! صبح پہن لوں گا کالی شلوار قمیض پکا۔۔۔کاظم شاہ اسے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔وہ جان بوجھ کے کالی شلوار قمیض پہن کے نہیں آیا تھا، اگر وہ دونوں یوں میچنگ کر کے باہر جاتے تو یقیناً دوسرے لوگ ان کا رشتہ خراب کرتے ہوئے انہیں گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ ہی بنا دیتے۔۔۔چاہے ایزل شاہ اور کاظم شاہ میں گیارہ سالوں کی عمر کا فرق تھا لیکن لوگ باتیں بناتے ہوئے عمر کہاں دیکھتے تھے۔کاظم شاہ کافی آگے کی سوچ رکھتا تھا لیکن چھوٹی سی ایزل شاہ کا چھوٹا سا دل اسکے انکار پہ ٹوٹ چکا تھا۔۔وہ مزید ضد کیے بغیر اپنے صوفے پہ بیٹھ کے سینڈل اتارنا شروع ہو چکی تھی۔۔

اووزی۔۔۔یہ کیوں اتار رہی ہو؟؟ کاظم شاہ نے اسکا موڈ آف ہوتے دیکھ کے اسکے پاس ہی صوفے پہ بیٹھتے اسکا سینڈل پہ رکھا ہاتھ تھامتے ہوئے چونک کے استفسار کیا تھا۔۔

بس میرا دل نہیں کر رہا جانے کو۔۔ویسے "میری اوزی" "میری اووزی" بولتے رہتے ہیں لیکن اووزی کی ایک بات نہیں مانی جاتی۔۔آپ اپنی نئی کزنوں میں سے کسی کو کے جائیں۔۔۔وہ اسے ایموشنل بلیک میل کرنے کی غرض سے

اپنا سر جھٹک کے بولتی اب اپنے دوسرے پیر کی سینڈل کھولنے والی تھی لیکن کاظم شاہ اسکا دوسرا ہاتھ بھی تھام چکا تھا۔۔

بہت ضدی ہو تم اووزی۔۔ وہ اسے ڈپٹتے ہوئے اسکے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے گویا تھا جس پہ ایزل شاہ نے ہنوز منہ بنائے رکھا۔۔

دو منٹ میں آرہا ہوں میں اور خبر دار اگر جو تم نے اب جانے سے انکار کیا تو!! کاظم شاہ گہری سانس بھر کے اسے نرمی سے ڈپٹنے کے انداز میں وارننگ دیتا اس کے کمرے سے نکلا تھا۔۔ اسکے جاتے ہی ایزل شاہ کے چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ دوڑی تھی۔۔ اس نے اپنے ہاتھوں پہ لب رکھے تھے جنہیں ابھی کچھ دیر پہلے کاظم شاہ نے اپنے مضبوط مردانہ ہاتھ میں تھاما تھا۔۔ ایزل شاہ نے اپنے بالوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ لمحہ یاد کیا تھا جب کاظم شاہ نے اسکے بالوں پہ عقیدت سے اپنے لب رکھے تھے۔۔ وہ جانتی تھی وہ اسکی ضد پوری کرنے گیا ہے۔۔

تقریباً پانچ منٹ بعد کاظم شاہ کالی شلوار قمیض زیب تن کر کے واپس سے ایزل شاہ کے کمرے میں آیا تھا جو صوفے پہ آنکھیں موند کے بیٹھی ہوئی تھی لیکن کاظم شاہ کے کلون کی تیز خوشبو محسوس کرتے ہی وہ اپنی آنکھیں کھول چکی تھی۔۔ اور پھر کاظم شاہ کو اپنے حکم کی تعمیل کرتے کالی شلوار میں ملبوس دیکھ کے ایزل شاہ کا دل پہلو میں زوروں سے دھڑکا تھا۔۔ ایزل شاہ کا اس پر سے نظریں ہٹانا محال ہوا تھا، وہ کم ہی شلوار قمیض پہنتا تھا لیکن جب پہنتا تھا تو غضب ڈھاتا تھا۔۔ وہ آج کافی دنوں بعد اسے شلوار قمیض میں دیکھ رہی تھی اسی لئے تو اسکی آنکھیں بے اختیار ہوتی بنا پلکیں جھپکائے اسکا دیدار کر رہی تھیں۔۔

بس اب خوش؟؟ کاظم شاہ اسکے قریب آکے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے صوفے سے اٹھاتا منہ بنا کے بولا تھا۔۔ اس سے ایزل شاہ کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی تھی۔۔

یس بہت بہت خوش۔۔ ہائے اللہ آپ کتنے پیارے ہیں شاہ جی۔۔ وہ بے خودی میں ایکسائیڈڈ انداز میں بولی تھی۔۔

کل میرال بھی تو یہی بول رہی تھی لیکن اووزی میڈیم تو غصے سے اپنی ناک پھلا چکی تھیں۔۔کاظم شاہ اسکی ناک پوروں سے دباتا پیار سے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ ایزل شاہ کی خود کے لئے پوز سیسونس سے بچپن سے واقف تھا۔۔ یہ سب اسکے لئے نیا نہیں تھا جو وہ حیران ہوتا۔۔

میں۔۔۔کب؟؟ چلیں نا اب دیر ہو رہی ہے۔۔پھر آ کے آپ نے مجھے پڑھانا بھی ہے۔۔ صبح میرا ٹیسٹ ہے اور مجھے ایک لفظ نہیں آتا۔۔ایزل شاہ بات کا رخ بدل کے افراتفری ڈالتے ہوئے بولی تھی۔۔

اووزی اگر تمہارا ٹیسٹ خراب ہوا نا تو مار کھاؤ گی۔۔۔کاظم شاہ جو کمرے سے باہر نکلنے ہی والا تھا اسکے منہ سے ٹیسٹ کا سنتے ہوئے اس نے اسے ڈپٹا تھا، کتنی چالاک تھی وہ اس نے صبح سے اسے اپنے ٹیسٹ کی بھنک بھی نہیں لگنے دی تھی۔۔ایزل شاہ نے اسکی بات پہ معصومیت اور فرمانبرداری سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

ویٹ۔۔ویٹ۔۔کاظم شاہ نے اسے ننگے سر دیکھتے ہوئے اس کا کالا دوپٹا اسکے سر پہ اوڑھایا تھا۔کاظم شاہ اپنے خاندان کی عزتوں کے لئے بے حد پوزیسیو تھا، اسکا بس چلتا تو وہ ان سب کو برقعے کے بنا باہر ہی نہ نکلنے دیتا لیکن وہ کسی پہ بھی حد سے زیادہ پابندی نہیں لگا سکتا تھا، ایزل شاہ جو ابھی جوانی کی دہلیز چڑھی تھی اس کی بے جا پابندیوں سے وہ باغی بھی ہو سکتی تھی۔۔۔یہ کاظم شاہ کا ماننا تھا۔۔

ایزل شاہ نے آنکھوں میں محبت لئے اپنے محافظ کو دیکھا تھا جو مصروف انداز میں اسکے سارے بال چھپاتے ہوئے اسے دوپٹا اوڑھا رہا تھا۔۔دل نے شدت سے خواہش کی تھی یہ شخص اسکے نصیب میں لکھ دیا جائے۔۔نا جانے وہ کون خوش نصیب لڑکی تھی جسے کاظم شاہ شریک حیات کے طور پہ ملنا تھا۔۔ایزل شاہ کے دل نے آنسو بہاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

کاظم شاہ اور ایزل شاہ ابھی گاڑی کی طرف بڑھے ہی تھے جب اپنی گاڑی لاک کرتا احان شاہ ان کی طرف بڑھا تھا۔۔

کہاں؟؟ احان شاہ نے کاظم شاہ کو آئیبرو آچکا کے دیکھتے ہوئے رات کے نو بجے ایزل کے ساتھ باہر جانے کا مقصد پوچھا تھا۔

اووزی گڑیا کے ساتھ اتنے دنوں سے باہر لے جانے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔۔اور آج وقت ملا۔۔بس اسی سلسلے میں۔۔
کاظم شاہ اپنی طرف بڑھتے احان کو مختصراً جواب دیتا اب ایزل کے لئے دروازہ کھول رہا تھا۔۔
ہے ایزل۔۔تم مجھ سے ایسی فرمائشیں کیوں نہیں کرتی؟؟احان شاہ منہ بنا کے کاظم شاہ کو دیکھتا ایزل شاہ کو اپنے سینے سے لگاتے شکوہ کر رہا تھا۔۔جو اس پہ ہمیشہ کاظم شاہ کو فوقیت دیتی تھی۔۔
لالہ ایسی بات نہیں ہے۔آپ مصروف ہوتے ہیں نا اس لئے اور آپ تو ورلڈ بیسٹ لالہ ہیں نا!! میری ہر خواہش بنا کہے پوری کر دیتے ہیں۔۔لیکن شاہ جی کے آگے تو ایڑھیاں رگڑنی پڑھتی ہیں۔۔ایزل شاہ عقیدت سے احان شاہ کا ہاتھ چومتی کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے ناک سکوڑ کے تیکھے چتونوں سے بولی تھی جس پہ احان شاہ نے اترا کے قہقہ لگاتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا۔۔
اچھاااا؟تو پھر میرے ساتھ جانے کی بجائے اسی سٹریل ورلڈ بیسٹ لالہ کے ساتھ جاؤ۔۔میں نہیں جا رہا!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے پارٹی بدلنے پہ منہ بناتے ہوئے ایزل شاہ کے ورلڈ بیسٹ لالہ کے سینے پہ مکا جھڑتے گویا ہوا تھا جو قہقہ لگاتے ہوئے اسکا دل جلا رہا تھا۔۔
اوکے اووزی چلو میں لے چلتا ہوں؟؟احان شاہ چہرے پہ دل جلانے والی مسکراہٹ لیے کاظم شاہ کو آنکھ ونک کرتے گویا ہوا تھا وہ جانتا تھا کاظم شاہ ایسا کبھی نہیں ہونے دے گا۔۔احان شاہ کو کبھی بھی کاظم شاہ کی نظروں میں اپنی بہن کے لئے کوئی گندگی یا ہوس نظر نہیں آئی تھی وہ اسکی بہن کو بالکل ایک ڈول کی طرح ٹریٹ کرتا تھا اور نہ ہی کبھی احان کے دل میں کاظم اور ایزل کو لے کے کوئی شک پیدا ہوا تھا۔۔
ایزل شاہ نے تو ان دونوں کو ایک پل میں لڑتے دیکھ کے معصومیت سے اپنے نقوش ڈھیلے کر کے اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا،اس کی سمجھ سے باہر تھا دونوں میں سے کس کو چنتی۔۔
اپنی گڑیا کو اووزی صرف میں بول سکتا ہوں۔۔اور چھوڑو اسے میں نے اپنا قیمتی وقت نکالا ہے اپنی گڑیا کے لئے۔۔تم فساد برپا نہیں کرو ہم میں۔۔کاظم شاہ اسکے حصار سے ایزل شاہ کو نکال کے اپنی گاڑی میں بٹھاتا ایک جست میں اپنی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کے ہویلی سے اپنی گاڑی پھرتی سے نکال چکا تھا۔۔احان شاہ تو اسکی پھرتی اور جیلسی پہ اسے دیکھ

کے رہ گیا اور پھر وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب زرتاج اماں کی آواز پہ اس نے اپنا رخ ان کی طرف موڑا تھا۔۔

شاہ صاحب۔۔۔گلے کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔نہ آنکھیں کھول رہی ہے نہ سانس لے رہی ہے۔۔خدا کے لئے صاحب جی اسے کسی اسپتال میں لے جائیں۔۔۔زرتاج اماں آنکھوں میں آنسو لیے احان شاہ کی طرف اپنے ہاتھ جوڑتی التجائیہ انداز میں بولی تھی۔۔

یہ کیا کر رہی ہیں آپ! چلیں میں دیکھتا ہوں۔۔۔احان شاہ ان کے ہاتھ تھام کے نیچے کرتا ہوا سنجیدگی سے بولتے انیکسی کی طرف بڑھا تھا۔۔

میجر شاہ اس وقت اسلام آباد کے مشہور کلب (بار) میں موجود بلیک پینٹ اور وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس بلیک جیکٹ پہنے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔میجر شاہ سوفٹ ڈرنک کا گلاس ہاتھ میں تھامے اپنی چیل سی نگاہوں سے آس پاس کا جائزہ لے رہا تھا جب ایک نازک سی لڑکی اسکے قریب آتے ہوئے اسکے گلے کا ہار بنی تھی۔۔

ہائے مسٹر ہینڈسم۔۔۔لیٹس ڈانس!!(چلو ڈانس کریں) وہ بے ہودہ سی ڈریسنگ میں ملبوس لڑکی آئیبرو آچکا کے بولتی اسکی بھوری گھنی بیرڈ پہ ہاتھ رکھنے ہی والی تھی جب میجر شاہ نے اسکا یہی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں جھکڑتے ہوئے اسے گول گول گھماتے ہوئے اچھے خاصے چکر دیئے تھے۔۔اگر یہاں میجر شاہ کے دل کی ملکہ ہوتی تو وہ یقیناً صرف اس لڑکی کا ہی نہیں بلکہ غصے میں میجر شاہ کا خوبصورت چہرہ بھی نوچ ڈالتی جس نے اس لڑکی کا ہاتھ تھاما تھا، میجر شاہ نے مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ دل میں سوچا تھا۔

وہ نازک سی لڑکی میجر شاہ کے اتنے چکروں کو سہنے کی ہمت نہ پاتی اپنا سر تھامتے ہوئے خود بخود اس سے دور ہوئی تھی۔۔میجر شاہ کو اپنے کانوں میں لگے ائیر پیس سے قہقہے کی آواز سنائی دی تھیں۔۔

اتنی پیاری تو تھی وہ شاہ!! اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی کیا ضرورت تھی؟؟۔۔۔خازق خان قہقہہ لگاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

میرے پاس ان فضولیات کے لئے وقت نہیں ہے!! تو آجا تیری نکاح پڑھوادوں اس پیاری لڑکی کے ساتھ۔۔۔میجر شاہ سرد انداز میں بولتا نامحسوس انداز میں بار کے اندرونی کمروں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔اسکے جواب پہ حازق خان کا پہلے سے اونچا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

اگر تجھے قہقے لگانے سے فرصت مل گئی ہو تو کیا کام کی طرف آجائیں؟؟میجر شاہ پھر سے اسکے قہقے کی آواز سنتا اسے سرد انداز میں ڈپٹتا ایک کمرے کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔

سوری شاہ باس۔۔۔حازق خان سنجیدہ بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔جبکہ دوسری طرف موجود میجر شاہ کمرے کا تھوڑا سا دروازے کھلنے پہ ہی احسن ملک کو بیڈ پہ کسی لڑکے ساتھ نازیبا حرکت انجام دیتے دیکھ کے غصے سے دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے سے تھوڑا دور جاتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

خان!! کلب کی بیک سائیڈ کی طرف سے روم نمبر 08 میں بیڈ پہ موجود اس حرام زادے کی تصاویر کلک کر فوراً!! میجر شاہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے تیزی سے بولا تھا، اسے احسن ملک کے ساتھ ساتھ اس لڑکی نے بھی نہیں دیکھا تھا کیونکہ احسن ملک مکمل طور پہ اس لڑکی پہ جھکا ہوا تھا، میجر شاہ نے بالکل خاموشی سے دروازہ کھول کے بند کیا تھا یوں کے پتا ہلنے کی آواز بھی نہیں آئی تھی۔۔

کھڑکی بند ہے میجر شاہ!! حازق خان اسکی معلومات کے مطابق بیک سائیڈ کی طرف پہنچ کے اسے کھڑکی کے بند ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔۔

Make a hole in it sharply and smartly

(اس میں تیزی اور ہوشیاری سے سوراخ کرو)۔۔

میجر شاہ واپس سے ڈانسنگ سٹیج کے قریب آتے ہی بلند آواز میں بولا تھا۔۔تیز میوزک کی آواز کی وجہ سے اسے اونچا بولنا پڑھ رہا تھا۔۔حازق خان نے "اوکے باس" کہتے ہوئے اپنے بیگ سے کچھ اوزار نکالتے کھڑکی میں ہوشیاری سے چھوٹا سا سوراخ کرتے ہوئے اس پہ کیمرہ فٹ کیا تھا۔۔لیکن کیمرے میں نظر آتے منظر پہ حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

آئی ول کل یو شاہ۔۔۔ آ کے خود لے لے تصاویر مجھے شرم آ رہی ہے۔۔ خازق خان کو اتنی سیریس سیچویشن میں بھی مذاق سوجھ رہا تھا، وہ لڑکی کا چہرہ لائے بغیر تصاویر لے چکا تھا لیکن میجر شاہ کو تنگ کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش بھی جاری رکھی تھی۔

اگر ابھی میرے منہ سے کچھ الٹا سیدھا سننا چاہتا ہے تو سیدھے منہ بول دے نابلڈی خان!! میجر شاہ اسکی فضول گوئی پہ زو معنی انداز میں غرایا تھا جس پہ حازق خان کا قہقہ پھر سے بلند ہوا تھا۔۔

اگر تو نے تصاویر نہ لی خان میں تیرے اگلے دانت توڑ دوں گا آئی پرامس جو بار بار کھی کھی کرتے ہوئے باہر نکل رہے ہیں۔۔ میجر شاہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے غرایا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ حازق خان کی کھکھلاتی آواز میں "آل ڈن" کی پکار سنتے ہوئے پر سکون ہوتے ہوئے بار سے باہر نکلا تھا۔۔

جی تو سب سے پہلے کہاں جانا ہے میری اووزی نے؟؟ کاظم شاہ ایک ہاتھ سے اپنی گاڑی کا سٹیرنگ سنبھالتا جب کہ دوسرے ہاتھ سے گئیر بدلتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھتے پیار اور نرمی سے استفسار کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ جس کی نظریں اسکے گئیر پہ رکھے پھولی رگوں والے مضبوط مردانہ ہاتھ پہ تھیں اسکے پوچھنے پہ اس نے ایکسائٹڈ انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

شاپنگ پہ آپ کا کریڈٹ کارڈ خالی کرنے۔۔ اور پھر اس کے بعد ڈھیر سارا اجنک فوڈ کھانے اور پھر آئس کریم، گول گپے کھانے اور پھر پھول لینے۔۔۔ ایزل شاہ اپنی تھوڑی پہ انگلی رکھ کے سوچنے والے انداز میں کیوٹ طریقے سے بولتی کاظم شاہ کو تاصف پہ سر ہلانے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔ وہ اس سے اسی طرح کے جواب کی توقع رکھ رہا تھا۔۔

کچھ ہی دیر بعد وہ مال میں تھے۔ کاظم شاہ اسے شاپنگ کروانے کی غرض سے کچھ برینڈڈ دکانوں میں کے کے گیا تھا۔۔ وہ دونوں اس وقت کھاڈی (Khaadi) کی نیو کلیکشن دیکھ رہے تھے۔ کاظم شاہ، ایزل شاہ کے کہنے پہ اسکے لئے کچھ کپڑے ڈیسائیڈ کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اس وقت ایزل شاہ کے بے حد قریب کھڑا بار بار اسکی کان کی طرف جھکتا اسکی کپڑے خریدنے میں مدد کر رہا تھا۔۔ پوری شاپ کے لوگوں کی نظریں ان دونوں پہ ٹکی ہوئی تھیں۔۔ ان دونوں کا ایج اور ہائیٹ ڈیفرینس (عمر اور قد کا فرق) بہت خوبصورت لگ رہا تھا، کیوٹ سی ایزل اور میچور سا کاظم شاہ۔۔۔ اور

اس پہ تضاد ان کو ایک جیسے رنگ کے لباس میں دیکھ کے سب ناچاہتے ہوئے بھی ان دونوں سے اپنی نظریں ہٹا نہیں پا رہے تھے۔۔

شاہ جی۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔۔بس سب آپ ہی خرید کے دیں۔۔۔مجھے تو سارے ہی کپڑے اچھے لگ رہے ہیں۔۔ایزل شاہ اپنے سامنے کپڑوں کے ڈھیر کو دیکھتی کاظم شاہ کا بازو پکڑ کے منہ بناتی کنفیوز سی بولی تھی۔۔

سارے اچھے لگ رہے ہیں میری اووزی کو تو ہم سارے کپڑے خرید لیتے ہیں ڈونٹ وری۔۔۔کاظم شاہ اسکا سر تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے مسکرا کے بولا تھا۔۔ان کے بالکل قریب کھڑی سیلز گرل جو کب سے ان دونوں کو رشک بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی بالآخر وہ اپنے دل کی بات زبان پہ لا چکی تھی۔۔

Sir and mam, u both are so perfect couple.. and sir your wife is literally so beautiful and cutee..

(سر اینڈ میم۔۔۔آپ دونوں ایک بہت خوبصورت کپل ہیں۔۔اور سر یقین کریں آپ کی بیوی بہت پیاری اور کیوٹ ہے۔۔) وہ سیلز گرل انہیں دیکھ کے مسکراتی ہوئی بولی تھی۔۔اسکے جملوں پہ کاظم شاہ کا رنگ غصے سے سرخ ہوا تھا جبکہ ایزل شاہ کا شرم وحیا سے۔۔

Who said to u, that she is my wife?? Why u guys judge everyone according to your same typical mindset??

(آپ سے کس نے بولا کہ یہ میری بیوی ہیں؟؟آپ سب لوگ ہر کسی کو اپنی ایک جیسی عام ذہنیت سے جج کیوں کرتے ہیں؟؟) کاظم شاہ برہم ہوا تھا،وہ جب بھی اس کے ساتھ کہیں باہر جاتا تھا،اسے یہی جملے سننے کو ملتے تھے جو اسے ناچاہتے ہوئے بھی برہم کر دیتے تھے،وہ اسکے لئے بہنوں کی طرح تھی لیکن لوگ ناجانے ان کے رشتے کو غلط رنگ کیوں تھے؟؟کاظم شاہ غصے سے کپڑے خریدے بغیر ایزل شاہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دوکان سے باہر نکل چکا تھا۔۔

ایزل شاہ نے اسے غصے میں دیکھتے ہوئے تھوک نگلا تھا،کاظم شاہ کا غصہ بہت برا ہوتا تھا۔۔اسکے سیلز گرل کو یوں جواب دینے پہ ایزل شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا،وہ کیوں اسے اپنی بیوی کی جگہ پہ رکھ کے نہیں سوچتا تھا؟؟آخر کیا کمی تھی ایزل شاہ میں؟؟وہ اذیت کی انتہا پہ سوچ رہی تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے شاہ جی اس بیچاری پہ اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟؟ ایزل شاہ نے اسے اس کے سخت رویے کا احساس دلاتے ہوئے اسکا بازو تھاما تھا۔

غصہ کرنے والی بات تھی!! اسی لئے میں بول رہا تھا۔۔ مجھے نہیں کرنی تمہارے ساتھ میچنگ لیکن اووزی میڈیم کی عقل میں کوئی بات پڑے تو پھر ہے نا؟؟ وہ غصے میں اسکا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکتا ہوا دبی دبی آواز میں غرایا تھا جس پہ ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں میں نمی لئے اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا۔ وہ بنا کچھ بولے اس سے کچھ فاصلہ رکھ کے چلنا شروع ہو چکی تھی۔

وہ دونوں بنا کچھ خریدے ابھی گاڑی تک پہنچے ہی تھے جب تیز ہوا کے دوش کی وجہ سے ایزل شاہ کا کالا شفون کا دوپٹا سر سے پھسلتا ہوا اسکے شانوں سے بھی سرک چکا تھا۔۔ ایزل شاہ کے بھورے لمبے بال ہوا سے لہراتے ہوئے اسکے منہ پہ آ رہے تھے۔۔ اسکے دوپٹا پھسلنے کی دیر تھی جب ایک جیپ کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑے چار سے پانچ لڑکوں نے سیٹیاں بجاتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔۔ کاظم شاہ اس سے دو سے تین قدم آگے چل رہا تھا اسی لئے شاید وہ اسے دیکھے بنا ہی ایزل شاہ کو چھیڑنے کی غلطی کر چکے تھے۔۔ سیٹیوں اور ہوٹنگ کی آواز پہ کاظم شاہ کی نگاہوں کا رخ بے ساختہ ان آوازوں کی سمت گیا تھا۔۔ ان تمام لڑکوں کی نظریں اپنے پیچھے محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے تیزی سے رخ موڑتے ہوئے ایزل شاہ کو دیکھا تھا جو ہر براتے ہوئے اپنا دوپٹا اپنے وجود پہ پھیلا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اپنے پورے بدن میں چھنگاڑیاں بھرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔ ان لڑکوں کی اس حرکت پہ کاظم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔ کاظم شاہ کے لہو میں تند و تیز بھانبھڑ جلے تھے۔۔ کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھوں میں غصے کی شدید سرخی لئے ایزل شاہ کو ایک جست میں اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ پٹکتا جارہانہ انداز میں ان لڑکوں کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

کیا پیس ہے یار۔۔۔ مال چیک کر۔۔ وہ تمام لڑکے ایزل شاہ کے بارے میں غلیظ گفتگو کرنے میں مصروف اپنے سر پہ غصے سے بپھرے کاظم شاہ کو دیکھ نہیں پائے تھے جس نے اپنے سامنے کھڑے ان دونوں لڑکوں کے منہ سے یہ بکواس سنتے ہوئے اپنے مضبوط ہاتھوں کے مکے ان کے ہونٹوں پہ جھڑے تھے۔۔ ان دونوں کے منہ سے خون کسی فوارے کی طرح چھوٹا تھا۔۔ کاظم شاہ کے وار کو دیکھتے ہوئے دو لڑکے وہاں سے بھاگنے ہی والے تھے جب کاظم شاہ نے ان میں سے ایک کی پشت اور دوسرے کے سینے پہ جاندار انداز میں ٹانگ مارتے ہوئے انہیں زمین پہ پھینکا تھا۔۔ کاظم شاہ

کو اپنا پورا وجود کسی بھٹی کی مانند سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ لڑکے اسکی ہویلی کی عزت کے بارے میں اتنے گھٹیا الفاظ آخر کیسے اپنے منہ سے نکال سکتے تھے ؟؟

سامنے کھڑے لڑکوں میں سے ایک نے ہمت کرتے ہوئے کاظم شاہ پہ وار کرنا چاہا تھا لیکن۔ وہ اسے ایک ہی پل میں پیٹھ کے بل زمین پہ گراتا اسکے سینے پہ بری طرح سے اپنی کہنی سے وار کر گیا۔۔ کاظم شاہ کے وار ایسے تھے کہ وہ چاروں لڑکے کتنے ہی لمحے اپنی جگہ سے ہل نہیں پائے تھے۔۔

گھر میں ماں بہن نہیں ہے جو ہر لڑکی کو دیکھتے ہی تم کتوں کی رالیں ٹپک پڑتی ہیں۔۔ بلڈ۔۔ ی۔۔ با۔۔ سٹر۔۔ ڈ۔۔۔

کاظم شاہ ان کے اپنے ٹھڈون اور مکوں کی برسات کرتا بے حد غصے سے گر جا تھا، جس پہ انہوں نے کراہتے ہوئے اپنے ہاتھ جوڑتے اس سے معافیاں مانگنی شروع کی تھیں لیکن کاظم شاہ کا انہیں معاف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ آس پاس کے لوگوں کی پروا کیے بغیر انہیں بے حد غصے سے دھنک رہا تھا، کسی نے بھی پاس آ کے ان لڑکوں کو چھڑوانے کی جرآت نہیں کی تھی جبکہ ایزل شاہ سراسیمگی سے آنکھیں پھاڑے کاظم شاہ کا وحشی روپ دیکھ رہی تھی جو آنکھیں میں شرارے لئے انہی لڑکوں میں سے ایک کی بیلٹ نکالے انہیں بری طرح سے پیٹ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کے پورے وجود پہ کپکپاہٹ تاری ہوئی تھی اس نے آج سے پہلے کاظم شاہ کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔۔ ان لڑکوں کو لہولہان اور کاظم شاہ کے وحشی روپ کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ تیزی سے اپنا دوپٹا سر پہ رکھتی اپنی گاڑی سے نکلتی کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی۔۔

شاہ۔۔ جی۔۔ بس۔۔ کریں۔۔ ایزل شاہ نے آنکھوں میں آنسو لیے کاظم شاہ کا پھولی ہوئی رگوں والا مضبوط ہاتھ اپنے پورے زور سے پکڑا تھا جس سے وہ بیلٹ پکڑے ان لڑکوں کی دھلائی کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کے یہاں آنے پہ کاظم شاہ کا میٹر مزید شارٹ ہوا تھا، یہی لڑکے ابھی اسے دیکھتے ہوئے سیٹیاں بجا رہے تھے اور وہ انہی کے سامنے آ کے کھڑی ہو چکی تھی،

آہہہ۔۔ کاظم شاہ کا بس نہیں تھا وہ اس بیوقوف اووزی کو بھی دو چار جھڑ دے۔۔ وہ ان لڑکوں پہ بیلٹ پھینک کے انہیں بری طرح سے ٹانگیں رسید کرتا ایزل شاہ کا بازو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔۔

احان شاہ گزرے کتنے سالوں میں آج شاید دوسری بار انیکسی میں داخل ہوا تھا، انیکسی کافی چھوٹی اور محدود سی تھی، حیرت کی بات تھی اتنی بڑی شاہ ہویلی کی انیکسی بمشکل دو کمروں کے ساتھ، ایک کچن، ایک باتھروم اور چھوٹے سے سخن پہ مشتمل تھی۔۔

کہاں ہے وہ؟؟ احان شاہ نے انیکسی میں داخل ہوتے ہی زرتاج اماں سے گلالئ کے بارے میں سنجیدگی سے دریافت کیا تھا۔۔

شاہ صاحب۔۔ وہاں سامنے والے کمرے میں۔۔ زرتاج اماں اپنی آنکھوں کو پونچھتی تیزی سے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔۔ احان شاہ سر ہلاتے ہوئے اس چھوٹے سے کمرے کی طرف بڑھا تھا، کمرے کے دروازے کی لمبائی کافی کم تھی جس کی وجہ سے دراز قد احان شاہ کو جھکنا پڑا تھا۔۔ وہ جھک کے اندر داخل ہوتا چارپائی کی طرف بڑھا تھا، جہاں زرتاج اماں نے گلالئ کے وجود پہ کمبل اور چادریں لپیٹتے شاید اسے گرمی فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا چارپائی کے بالکل قریب آچکا تھا۔۔ گلالئ کا دودھیا سفید چہرہ اس وقت بخار کی وجہ سے بے حد سرخ ہو رہا تھا، اس کا سر ہنوز چادر سے کور تھا، کرسٹل گرے آنکھیں جو ہر وقت احان شاہ سے شکوے کرتی تھی وہ سختی سے بند تھیں، گلابی لبوں سے بار بار سانس نہ آنے کی وجہ سے ہچکی ہارج ہو رہی تھی، پٹھانی نقوش بے حد معصومیت لئے ہوئے تھے۔۔ نیم بے ہوشی میں بھی گلالئ کا چہرہ بے حد اداس سا تھا۔۔ چہرے پہ شاہ بی بی کے تھپڑ کا نشان ابھی تک مندمل نہیں ہوا تھا، نا جانے اس کے چہرے میں کیا اٹریکشن محسوس ہوئی تھی کہ احان شاہ اسے نظر بھر کے دیکھنے پہ مجبور ہو چکا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنا مضبوط مردانہ ہاتھ اسکے سر پہ رکھتے ہوئے اسکا بخار چیک کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہی احان کو لگا اس نے کسی جلتے توے پہ ہاتھ رکھ لیا ہو، گلالئ کا پورا وجود بخار کی حدت سے دہک رہا تھا، احان شاہ نے اپنی دو انگلیاں اسکی ناک کے پاس رکھتے ہوئے اسکی سانسیں چیک کی تھیں جو بے حد مدھم تھیں۔ اسکے گلابی سوکھے ہونٹ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے نظریں پھیرتے ہوئے زرتاج اماں کی طرف دیکھا تھا جو پریشانی سے انہی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔۔

اکبر (ملازم) کو بولیں گاڑی نکالے۔۔۔۔ احان شاہ اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکال کے زرتاج اماں کی طرف بڑھاتا انہیں سنجیدگی سے حکم دیتے اپنا رخ پھر سے گلالئ کی طرف کر چکا تھا، زرتاج اماں تیزی سے کمرے سے نکلتی انیکسی کے دروازے کی طرف بڑھی تھیں۔۔

زرتاج اماں کے جانے کی دیر تھی جب احان شاہ نے جھکتے ہوئے گلالئ کے گلابی ہونٹوں پہ اپنے عنابی لب رکھے تھے۔۔ احان شاہ نے اپنے لبوں کی مدد سے اسکے لب کھولتے ہوئے ان میں اپنی سانسیں انڈھیلی تھیں۔۔ احان شاہ بے حد شدت سے اپنی سانسیں گلالئ کے ساکت وجود میں انڈھیل رہا تھا۔۔ اسکے گرم نرم ونازک لبوں پہ اپنے لب رکھتے ہی احان شاہ اپنی آنکھیں موندتے اسے اپنی ایک ایک سانس بخش رہا تھا۔۔ نا جانے کیوں؟؟ احان شاہ اس بات سے خود ناواقف تھا وہ اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے آج پہلی بار اتنا بے خود کیوں ہوا تھا؟؟

سانسوں کے کچھ نارمل ہونے پہ گلالئ نے نیم بے ہوشی سے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں اور پھر اپنے لبوں پہ احان شاہ کو جھکے دیکھ کے اسکی ساری بے ہوشی بھک سے اڑی تھی، اس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے شدت سے اسکے ہونٹوں پہ قابض اس کے سینے میں اپنی سانسیں انڈھیل رہا تھا۔۔ گلالئ کو لگا وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں ہو۔۔ وہ جو ہر وقت اس سے چڑتا رہتا تھا اس پہ اپنا غصہ نکالتا رہتا تھا وہ کیسے اسے اپنی قربت بخش سکتا تھا؟؟ کرسٹل گرے آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ احان شاہ اسکی آنکھیں کھولنے کے بابت جان چکا تھا اسی لئے وہ ایک جھٹکے میں اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اس سے دور ہوا تھا۔ اسکے دور ہٹنے کے انداز میں حقارت تھی جسے محسوس کرتے گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھیں نم ہوئی تھی۔۔ وہ بخار کی وجہ سے پھر سے نیم بے ہوشی میں جا چکی تھی۔

لعنت ہے احان شاہ تجھ پہ۔۔۔۔۔ احان شاہ نے اپنی بے خودی پہ خود پہ ڈھیروں لعنت بھیجتے ہوئے گلالئ پہ قہر برساتی نظریں ڈالی تھیں۔

اٹھو لڑکی۔۔۔ بس بہت ہو چکا تمہارا یہ ڈرامہ۔۔۔ احان شاہ بے حسی سے اس پر سے کمبل ہٹاتا غصے سے بولا تھا جس پہ گلالئ نے اپنی بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

کمبل اتارنے کے بعد بھی گلالئ کا وجود اسکی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔۔ اسکے پاس ایک ہی چادر تھی جسے وہ چوبیس گھنٹے اوڑھے رکھتی تھی، ناجانے اسے دھوتی بھی تھی یا نہیں؟؟ احان شاہ نے کراہیت سے سوچا تھا۔۔

صاحب جی۔۔۔ اکبر گاڑی نکال چکا ہے۔۔۔۔ زرتاج اماں تیزی سے اندر داخل ہوتی بیزار سے احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔ گلالئ پھر سے بے ہوشی کی حالت میں جا چکی تھی اسے سخت بخار تھا۔۔

شاہ صاحب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں گلالئ کو خود اکبر کے ساتھ کسی سرکاری اسپتال میں لے جاتی ہوں؟ اپنے کسی ملازم کو بولیں وہ گلالئ کو اٹھانے میں میری مدد کر دے۔۔ میری بوڑھی ہڈیوں میں اتنی جان۔۔۔۔ زرتاج اماں کے الفاظ منہ میں ہی رہ چکے تھے کیونکہ احان شاہ ایک پل میں جھکتا ہوا گلالئ کے پھولوں سے بھی نرم و نازک وجود کو اپنی بانہوں میں اٹھا چکا تھا، زرتاج اماں کی بات پہ اسکا خون کھول اٹھا تھا، چہرہ شدید غصے کے احساس سے سرخ ہوا تھا، وہ اسے کسی ملازم کی مدد لے کے اٹھانے والی تھیں، یعنی کوئی ملازم اسے ہاتھ لگاتا؟؟ آہہ۔۔ احان شاہ نے بہت مشکل سے اپنی زبان کو کچھ سخت بولنے سے روکا تھا۔۔

چلیں میرے ساتھ۔۔ احان شاہ سرد لہجے میں بولتا انیکسی کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

چہرہ ڈھکیں اسکا۔۔۔ انیکسی سے نکلنے سے پہلے ہی احان شاہ کو یاد آیا تھا وہ اپنا چہرہ تمام ملازموں سے چھپا کے رکھتی تھی اور باہر پورچ میں ڈھیروں ملازم تھے اسی لئے احان شاہ نے زرتاج اماں کو اسکا چہرہ ڈھکنے کا حکم دیا تھا، جس پہ زرتاج اماں نے اپنا لب دباتے ہوئے گلالئ کا چہرہ ڈھکا تھا۔۔ احان شاہ ان کے چہرے کی دبی دبی مسکراہٹ نظر انداز کرتے ہوئے انیکسی سے باہر نکلا تھا۔۔ احان شاہ اس کے بے ہوش وجود کو مکمل طور پہ اپنے چوڑے سینے میں چھپاتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا، تمام ملازموں نے دیدے پھاڑتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا لیکن اس کی ایک ہی سرد نگاہ پہ وہ سب اپنی نظریں جھکا چکے تھے۔۔ اپنے کمرے کی کھڑکی پہ تسبیح کے کے کھڑی شاہ بی بی نے حیرانگی سے یہ منظر دیکھا تھا، احان شاہ نے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ گلالئ کو لٹاتے ہوئے زرتاج اماں کو ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔۔ ان کے بیٹھتے ہی احان شاہ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتا اپنی گاڑی شاہ حویلی سے زن سے بھگا چکا تھا۔۔ شاہ بی بی ہنوز حیرانگی سے احان شاہ کی گاڑی کو تیزی سے حویلی سے نکلتے دیکھ رہی تھیں، آخر ایسا کیا جادو کیا تھا اس منحوس لڑکی اور زرتاج بیگم نے احان شاہ پہ؟؟ کہ وہ ملازموں سے چڑ رکھنے والا احان شاہ انہیں اسپیشل اپنی گاڑی تک لا چکا تھا اور وہ

بھی یوں بانہوں میں اٹھا کے ؟؟ اس وقت شاہ بی بی کے ساتھ ساتھ اوپر اپنے ٹیرس پہ کافی پیتی میرال شاہ کا پورا وجود بھی غصے کی وجہ سے آگ کی لپیٹوں کی زد میں تھا۔ وہ بھی یہ سارا منظر دیکھ چکی تھی۔ میرال شاہ نے غصے سے کافی کا مگ زمین پہ پھینکا تھا۔۔

کاظم شاہ نے ایزل شاہ کو گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ دھکا دیتے زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔۔ بے حد غصے کی وجہ سے کاظم شاہ کا پورا وجود پسینے سے بھیگا تھا۔۔ کالا کرتا اسکے باڈی بلڈر وجود سے چپک چکا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی تھی ان حرام زادوں کے سامنے پھر سے جانے کی ؟؟ ایزل شاہ!! کاظم شاہ اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ہی اسکی طرف دیکھتا غصے سے حلق کے بل چیخا تھا جو آنکھیں میں آنسو لیے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

آہہ۔۔۔ اسکے دھاڑنے پہ وہ ہچکی بھرتی گاڑی کے دروازے کے ساتھ لگ چکی تھی۔۔

اگر میں نہیں ہوں گا تو دوپٹا گلے میں لٹکا کے گھوموگی ؟؟ کتنی بار کہاں ہے مجھے تمہارا دوپٹا تمہارے سر سے اترا ہوا نظر نہ آئے!! بکواس لگتی ہیں میری باتیں ؟؟ کاظم شاہ سٹیرنگ پہ زور سے ہاتھ مارتا اپنی بھاری آواز میں بے حد غصے سے دھاڑ رہا تھا، ایزل شاہ لرزتے دل سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، دل نے شدت سے دعا کی تھی اس وائلڈ مین کا غصہ جلدی جلدی اتر جائے۔۔ لیکن کاظم شاہ کا غصہ کبھی اتنی جلدی اترا تھا جو آج اتر جاتا ؟؟

جواب دو مجھے ؟ یہ پٹر پٹر چلتی زبان کیوں بند ہو چکی ہے تمہاری ؟؟ کیوں نکلی تھی تم گاڑی سے باہر ؟ کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ ایزل شاہ پہ قہر برساتی نگاہیں ڈالتا گرج دار آواز میں بولا تھا۔۔ ایزل شاہ کا پورا وجود خوف وڈر سے کپکپا رہا تھا۔۔ اسکی سمجھ سے باہر تھا اسے جواب دے یا نہ دے ؟؟ کہیں وہ اسکے جواب دینے پہ مزید نہ بھڑک جائے۔۔

مجھے۔۔ لگا۔۔ آپ۔۔۔ ان۔۔۔ سب۔۔ کو۔۔۔ جان۔۔۔ سے۔۔۔ مار۔۔۔ دیں۔۔۔ گے۔۔۔ شاہ۔ جی۔۔ وہ بالآخر ہمت کرتی ہوئی لرزتی آواز میں بولتی زار و قطار آنسو بہانا شروع کر چکی تھی۔۔

میں ان حبیسوں کو مار دیتا ان کے چھترے چھترے کر کے فضا میں اڑا دیتا، تم ہوتی کون ہو میری حکم عدولی کر کے گاڑی سے نکلنے والی ایزل ھارون شاہ؟!!! کاظم شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا، وہ بہت تیز رفتار میں گاڑی چلاتے ہوئے دھاڑ تا جا رہا تھا، اسے وہ منظر ابھی تک نہیں بھول رہا تھا جب ان لڑکوں نے اسکی اووزی گڑیا کے وجود پہ اپنی گندی نظریں جماتے ہوئے سیٹیاں بجائی تھیں، اسکے لئے غلیظ الفاظ استعمال کیا تھا، اسکی دھاڑوں پہ ایزل شاہ کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، وہ اسے سانس روکے دیکھ رہی تھی جو وقفے وقفے سے غصے سے سٹیرنگ پہ ہاتھ مارتا اپنا دودھیا ہاتھ سرخ کر چکا تھا۔۔

کچھ ہی دیر میں ہویلی آچکی تھی، گاڑی پورچ میں رکنے کی دیر تھی جب ایزل شاہ اپنے سر پہ ٹھیک سے دوپٹا لیتی کاظم شاہ کی طرف ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر روتے ہوئے گاڑی سے نکلتی اندر کی طرف بھاگی تھی۔۔

اسے یوں ہچکیوں سے روتے ہوئے گاڑی سے نکلتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کی تھی، کاظم شاہ گاڑی سے نکلتا ہوا ایزل شاہ کے پیچھے اسکے کمرے میں جانے کی بجائے اوپری منزل کی طرف بڑھ چکا تھا، اسکا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا تا کہ وہ پہلے شاور لے کے اپنا دماغ ٹھنڈا کر سکے۔۔

عادل شاہ اور شاہ بی بی کے دو بیٹے اور ایک لاڈلی بیٹی تھی۔۔ بڑے بیٹے کا نام ھارون شاہ جبکہ چھوٹے بیٹے دریاب شاہ تھے۔۔ ان کی بیٹی کا نام سائمہ شاہ تھا جن کی شادی ھارون شاہ کی بیوی سلویٰ شاہ کے بھائی زاویار شاہ سے ہوئی تھی۔۔ سلویٰ شاہ کی وفات سات سال پہلے دل کی بیماری کی وجہ سے ہو چکی تھی۔۔

ھارون شاہ اور سلوی شاہ کو اللہ نے تین خوبصورت اولادوں سے نوازا تھا۔۔ سب سے بڑا احان شاہ، اس سے دو سال چھوٹا زوریز شاہ جب کہ ان سے ڈھیروں سال چھوٹی اور لاڈلی سی ایزل شاہ۔۔

دریاب شاہ کی شادی ان کی پسند سے ان کی کزن زہرہ شاہ کے ساتھ کی گئی تھی۔۔ انہیں اللہ نے دو بیٹوں سے نوازا تھا۔۔ بڑا کاظم شاہ جب کہ اس سے چار سال چھوٹا ارزم شاہ۔۔

زاویار شاہ اور سائمہ شاہ کی دو خوبصورت اور نازک سی بیٹیاں تھیں۔۔ اٹھائیس سالہ میر ال شاہ جبکہ تیئیس سالہ مرحا شاہ۔۔ سائمہ شاہ، اپنی چھوٹی بیٹی مرحاشاہ کو جنم دیتے ہی وفات پا چکی تھی وجہ ان کا بے حد ہائی بی پی تھا۔۔

مرحاشاہ بلیک جینز پہ گھٹنوں تک آتا سفید ڈیسنٹ سا کرتا زیب تن کیے گلے میں کالا مفلر لیے زوریز شاہ کے کمرے میں بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی جو صبح کا ہویلی سے نکلا ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔۔

وہ اسکے ڈریسنگ مرر کے پاس کھڑی زوریز شاہ کی پرفیوم اٹھا کے خود پہ چھڑک رہی تھی جب کلک کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔۔ مرحاشاہ نے رخ موڑتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں سے زوریز شاہ اپنے بھورے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتا اندر داخل ہو رہا تھا۔۔ واشروم کی طرف جاتا زوریز شاہ اپنے کمرے میں مرحاشاہ کو دیکھ کے ٹھٹک کے رکا تھا۔۔

تم یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟؟ زوریز شاہ نے غصے سے استفسار کیا تھا۔۔

اپنے منکوح کا انتظار۔۔۔ مرحاشاہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کے اسکی طرف بڑھتی اپنے ہاتھ میں پکڑی پرفیوم اسکے سینے پہ چھڑکتی اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے ایک ادا سے بولی تھی۔۔ اسکی اس ادا پہ زوریز شاہ کا دل پہلو میں زوروں سے دھڑکا تھا۔۔

وہی منکوح جس کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی تم اسے دھتکار کے گئی تھی؟؟ زوریز شاہ استہزایا ہنستے ہوئے جوابا گویا ہوا تھا۔۔

مائینڈ یور لینگویج زوریز شاہ!! مرحاشاہ تمہیں کبھی نہیں دھتکار سکتی تمہیں تو سو دفعہ اپنے نکاح میں قبول کر لوں۔۔۔ مرحاشاہ اسکی جیکٹ اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑ کے اسے خود پہ جھکاتی رومانٹک انداز میں اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔ مرحاشاہ کو یہ بے باکی اپنی بہن سے تحفے میں ملی تھی لیکن وہ سرعام بے باکی کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی جس طرح سے میر ال شاہ کرتی تھی۔۔

)رائیٹر: مرحاشاہ میں آپ ریڈرز کو زریش خان کی جھلک نظر آئے گی(

اپنی بات سے مکر و مت ڈاکٹر مرحاز اویار شاہ تم نے دھتکارا تھا زوریز شاہ کو!! تم اپنی یہ کھوکھلی ادائیں دکھاتی ہوئی مجھے زیر نہیں کر سکتی!۔۔ زوریز شاہ اپنی ہری آنکھوں میں سرخی لیے غرایا تھا۔۔

مرحاز وریز شاہ بولو نا!! مرحا خان اسکے غرانے کی پروا کیے بغیر اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے لب رکھتی فرمائشی انداز میں بولی تھی۔۔

(Scene to be countined)

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ قسط 5

مرحاز وریز شاہ بولو نا!! مرحا شاہ اسکے غرانے کی پروا کیے بغیر اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے لب رکھتی فرمائشی انداز میں بولی تھی جس پہ جواباً زوریز شاہ نے اسے خاموشی سے اپنی غصیلی نگاہوں سے گھورا تھا۔۔

کیا تم ابھی بھی اپنی بات پہ قائم ہو کہ میری یہ کھوکھلی ادائیں تمہیں زیر نہیں کر سکتی؟؟ مرحا شاہ نے اسکی خاموشی پہ اسکے گال پہ انگلیاں پھیرتے ہوئے اس کی کچھ دیر پہلے والی بات دہراتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

ہاں!! تم زوریز ھارون شاہ کو زیر نہیں کر سکتی۔۔۔ ناؤ گو فرام ہیئر (اب جاؤ یہاں سے) زوریز شاہ اسکے ہاتھ اپنی جیکٹ سے ہٹاتا ہوا غرایا تھا۔۔

اوکے لیٹ می ٹرائے (ٹھیک ہے مجھے کوشش کرنے دو)۔۔۔ مرحا شاہ سر کو خم دے کے بولتی ہوئی اپنا کالا مفلر گلے سے نکال چکی تھی۔۔ مرحا شاہ نے مفلر زوریز شاہ کی پشت کے ارد گرد ڈالتے ہوئے پیچھے اپنی کمر کے ساتھ باندھا تھا یوں کہ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد قریب ہو چکے تھے، زوریز شاہ حیرانگی سے اپنی نمونی منکوحہ کو دیکھ رہا تھا جو نا جانے اب کون سی ادائیں دیکھا کے اسکی دل کی دھڑکنوں میں انتشار برپا کرنے والی تھی۔۔ زوریز شاہ کی گرم سانسیں مرحا شاہ کو اپنے خوبصورت چہرے پہ جبکہ مرحا شاہ کی سانسوں کی تپش زوریز شاہ کو اپنے سینے پہ محسوس ہو رہی تھی۔۔ مرحا شاہ نے زوریز شاہ کے پیروں پہ اپنے پیر رکھتے ہوئے اسکی شہہ رگ پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔ اپنی شہہ رگ پہ اسکا لمس محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا، اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوتی دیکھ کے مرحا شاہ نے اسے مسکراتے ہوئے چیلنجنگ انداز میں دیکھا تھا، زوریز شاہ نے اسکی دل جلانے والی

مسکراہٹ پہ اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا لیکن مرحا شاہ اسکی گردن کے گرد ٹائیٹلی اپنے ہاتھ باندھ چکی تھی۔۔ مرحا شاہ نے زوریز شاہ کو خود پہ جھکاتے ہوئے اسکی سفید گردن پہ اپنے نرم گرم لب رکھے تھے، زوریز شاہ کو لگا وہ اسے اپنی اداؤں سے مار ڈالے گی۔۔ وہ جب سے لندن سے آئی تھی اسے اپنی بے باکی دیکھاتی ہوئی یونہی زیر کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی اور اس پہ یہ بے باکی سوٹ بھی کر رہی تھی۔۔ وہ ہنوز اسے خود پہ جھکائے اسکی گردن پہ لو بائٹ بناتی ہوئی زور سے اپنی چھوٹے چھوٹے موتیوں سے دانت گاڑتی زوریز شاہ کو اپیل کر رہی تھی کہ وہ اسے چھوئے۔۔ زوریز شاہ نے اپنے دھڑکتے دل کی پکار کو پھر سے اگنور کرتے ہوئے خود کو اسے چھونے سے بعض کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔

مرحا شاہ!! یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ دو دنوں سے تمہاری یہ حرکتیں برداشت کر رہا ہوں اسکا یہ مطلب نہیں ہے تم اپنی ہر حد سے تجاوز کر جاؤ!! اسکے لب اپنی شرٹ کے اوپر سے سینے پہ محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ اسکے بال اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں جھکڑتا ہوا غصے سے بولا تھا۔۔ مرحا شاہ اسکے غصے کو پھر سے اگنور کرتی اسکی تیز تیز دھڑکنوں کی آواز سنتی ہوئی مسکرائی تھی۔۔ اسے پھر سے مسکراتے دیکھ کے زوریز شاہ جی بھر کے تپا تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اپنے سینے سے اس خون کے لوتھڑے کو نکال پھینکے جو تیزی سے دھڑکتا ہوا مرحا شاہ پہ سارے راز افشا کر رہا تھا۔۔ اسکا دل مرحا شاہ کو بتا رہا تھا کہ اسکی ایک ایک دھڑکن اپنی شاہزادی کا نام لیتی ہوئی اسکے ورد میں مشغول ہے۔۔

مرحا شاہ نے اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔ وہ اسکی سانسیں نہیں کھینچ رہی تھی وہ صرف اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتی ہوئی زوریز شاہ کو آئیبرو آچکا کے دیکھ رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اپنی پاگل شاہزادی کو دیکھ کے رہ گیا جو اسکی جان مشکل میں ڈالے ہوئے تھی، وہ اسے کل کی طرح شدت بھری کس نہیں کر رہی تھی صرف اسکے جوان جزبات جگاتی ہوئی اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملے کا بدلہ لے رہی تھی۔

اب ان کھوکھلی اداؤں کے سامنے زیر نہ ہو کے دیکھاؤ تو تمہیں مانو مائے ہینڈسم ریز شاہ۔۔۔۔ مرحا شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے دل میں سوچا تھا، لب ہنوز اسکے لبوں پہ تھے، وہ جیسے فرصت سے اسکے ساتھ رومینس کر رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اسکے چہرے کے تاثرات سے ہی اسکی سوچ تک پہنچ چکا تھا، زوریز شاہ نے خود پر سے قابو کھوتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا، اگر وہ چاہ رہی تھی کہ وہ اسے خود سے کس کرے تو پھر زوریز شاہ یہ نیک کام کیونکر نہ انجام

دیتا؟؟وہ ابھی زوریز شاہ کی شدتوں سے واقف ہی کہاں ہوئی تھی؟؟زوریز شاہ نے اسکی اور اپنی کمر کے گرد باندھے گئے اس مفلر کی گڑھا کو مزید ٹائیٹ کرتے ہوئے مرحاشاہ کو مکمل طور پہ اپنے چوڑے وجود کا حصہ بناتے ہوئے اسکے نازک لبوں کو بری طرح سے اپنے ہونٹوں میں جھکڑا تھا۔اسکے لمس میں اتنی تپش محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ کے ہوش تواب صحیح معنوں میں اڑے تھے۔۔اسکا لمس اتنی دیوانگی اتنا جنون لیے ہوئے تھا اتنا چھ سال پہلے بھی نہیں تھا۔۔مرحاشاہ کا اپنے پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہوا تھا،مرحاشاہ تھوک نگلتے ہوئے اسکی جیکٹ کندھوں سے تھام گئی۔۔

وہ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں کی قید میں لئے مسلسل اپنی گرفت بڑھائے جارہا تھا۔۔مرحاشاہ نے اچانک سے اپنے ہاتھ اسکے بالوں میں الجھاتے ہوئے اسکا ساتھ دیا تھا،لیکن اسکے لمس کی شدت کا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا،وہ بے رحم بنا اسکی سانسیں چرا تھا۔۔زوریز شاہ نے اسکے مدہوش ہونے پہ اسکے نچلے لب پہ اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے تھے جس پہ مرحاشاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکے کندھے پہ اپنا مکا جھڑا تھا،مرحاشاہ نے بھی اسکے عنابی لبوں پہ دانت گاڑتے ہوئے پل میں اپنا بدلہ لیا تھا جس پہ زوریز شاہ بے ساختہ دل میں مسکرایا تھا۔۔مرحاشاہ کی سانسوں کا تسلط ٹوٹ رہا تھا لیکن زوریز شاہ تو جیسے پیچھے ہٹنا بھول چکا تھا،وہ شدت سے اسکی سانسیں پی رہا تھا۔۔

بالآخر اسکی شدت کی تاب نہ لاتے مرحاشاہ نے اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکے جھڑے تھے وہ تو آج تک اسکا چھ سال پہلے کا دیوانا لمس بھول نہیں پائی تھی تو اسکا آج کا بے رحم لمس کیسے برداشت کرتی؟؟زوریز شاہ نے اسکے مزاحمت کرتے وجود کو دیکھتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنے بے رحم لمس سے آزادی دی تھی۔۔سانسوں کو رہائی ملتے ہی مرحاشاہ نے اس سنکی انسان کو پھولتی ہوئی سانسوں سے غصے سے گھور کے دیکھا تھا۔۔

اگر تو تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہاری اداؤں سے زیر ہو چکا ہوں تو یہ سراسر تمہاری خوش فہمی یا غلط فہمی ہے۔۔میں نے تمہیں جسٹ ایک ڈیپ کس کرنا سیکھائی ہے جس میں تم ابھی کافی ناری (کسی چیز کا کم یا نیا تجربہ) ہو۔۔افسوس چھ سال لنڈن جیسے آزاد ملک میں رہتے ہوئے بھی تم ٹھیک سے ڈیپ کس کرنا نہیں سیکھ پائی۔۔چچ چچ۔۔۔زوریز شاہ اسکے گھورتی ہوئی سنہری آنکھوں کو نظر انداز کرتا کندھے اچکاتے ہوئے ایٹیٹوڈ سے بولا تھا،مرحاشاہ کا دل کیا وہ اس

چالاک انسان کا منہ نوچ لے جو اسکے لبوں کا جام پینے کے بعد یوں انجان بن رہا تھا جیسے اس پہ احسان کرنے کے لئے کس کی ہو۔۔

اچھاااا!! تم سے ڈیپ کس کی کلاس لینے کی فرمائش کس نے کی تھی مسٹر زوریز شاہ؟؟ مرحا شاہ دانت کچکچاتے ہوئے اسکے سینے پہ زور سے چٹکی کاٹتی دبی دبی آواز میں غرایا تھی۔۔

"ڈاکٹر مرحا زاویار شاہ نے "۔۔۔۔وہ سادگی سے بولتا ہوا ایک بار پھر سے جھک کے اسکے لبوں پہ ٹکی خون کی بوندیں شدت سے اپنے لبوں سے چن گیا۔۔

دیکھو تم غلط بیانی کر رہے ہو!! اسکے پیچھے ہٹنے پہ مرحا شاہ اپنی انگلی اٹھاتی ہوئی غصے سے بولی تھی، اسکے انداز پہ زوریز شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔ لیکن وہ کیوں مسکرا رہا تھا؟؟ اس ظالم لڑکی نے اسے چھ سال تھوڑا تنگ کیا تھا؟ تھوڑی سزا دی تھی جو وہ قربت کے ان چند لمحوں میں ہر چیز بھولا رہا تھا؟؟ زوریز شاہ کے دماغ نے اسکے دل پہ لعنت بھیجی تھی، زوریز شاہ کے نقوش جو کچھ دیر پہلے ڈھیلے پڑے ہوئے تھے وہ پھر سے تن چکے تھے زوریز شاہ نے تیزی سے اپنی کمر کے گرد سے یہ مفلر ہٹاتے ہوئے اسکے وجود پہ پھینکا تھا۔۔ مرحا شاہ نے حیرانگی سے اسے پل میں سپاٹ ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

تم جا سکتی ہو یہاں سے!! اور آئندہ رات کے اس پہر میرے کمرے میں آنے کی جرات مت کرنا مرحا شاہ!! ورنہ ایک میاں بیوی کے رشتے کے تقاضے پورے کرنے کے لئے رخصتی کی نوبت لانے نہیں دوں گا۔۔ پھر دیتی رہنا سب کو جواب! زوریز شاہ بے باکی سے بولتا ہوا کمرے کی کھڑکی کے پاس جا کے سیگریٹ سلگا چکا تھا۔ اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مرحا شاہ کے گال شرم اور غصے سے سرخ ہوئے تھے۔۔ وہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ غصے سے بل کھاتی پیر پٹکتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔

اور اگر آج کے بعد تم مجھے اس طرح کے چھوٹے سا مفلر لے کے یہاں وہاں گھومتی نظر آئی تو اسی مفلر سمیت آگ لگا دوں گا تمہیں مرحا زاویار شاہ! میری بات کو ہلکا لینے سے پہلے اپنے ہونٹوں کا حشر دیکھ لینا جو میں نے تمہاری خواہش پہ تمہیں کس کرتے ہوئے ان کا کیا کیا ہے۔۔۔ زوریز شاہ اپنے پہلے جملے سے اس پہ اپنا حق جتاتا جب کہ دوسرے جملے سے جان بوجھ کے اسے سلگتا چھوڑ کے واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

مرحاز اویار شاہ۔۔۔۔!!ہونہہ۔۔۔اسے واشروم میں گھستے دیکھ کے مرحاشاہ واشروم کے دروازے پہ زور سے اپنا پیر مارتے اسکی نقل اتارتے ہوئے غرائی تھی۔۔

مینٹلی کریک ریز شاہ!! مرحاشاہ اسکی خاموشی پہ غصے میں پھر سے دروازے پہ اپنا پیر مار کے چیختی ہوئی باہر کی جانب بڑھ چکی تھی، واشروم میں شاور آن کرتا زوریز شاہ اسکے غرانے پہ بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔

احان شاہ کی تیز رفتار گاڑی اسلامباد کے مشہور و معروف (PIMS) اسپتال کی پارکنگ میں آ کے رکی تھی۔ گاڑی کو بریک لگاتے ہی احان شاہ نے فرنٹ مرر سے گلالئی کے وجود پہ نظر ڈالی تھی، وہ ہنوز بے ہوش تھی، زرتاج اماں آنسو بہاتی ہوئی اسکے ہاتھ پیر رب کر رہی تھیں۔۔احان شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔۔احان شاہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے اندر کی طرف جھکا تھا، اس کے چہرے سے چادر سرکتی دیکھ کے احان شاہ نے اسکی چادر کو درست کرتے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا۔۔

میرے پیچھے آ جائیں۔۔۔احان شاہ اپنی طرف دیکھتی زرتاج اماں کو سنجیدگی سے خود کے پیچھے آنے کا بول کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔

احان شاہ نے اندر جاتے ہی ایک لیڈی ڈاکٹر کا اپائنٹمنٹ لیا تھا، اسپتال میں آس پاس کے لوگ مڑ مڑ کے اس شہزادوں سی آن بان والے نوجوان کو دیکھ رہے تھے جو ایک ملگجی سی حالت کی نازک لڑکی کو اپنی بانہوں میں اٹھائے ہوئے تھے۔۔

احان شاہ سب کی نظریں خود پہ محسوس کر چکا تھا۔۔وہ ان نظروں کو نظر انداز کرتا لیڈی ڈاکٹر کے کیبن کی طرف بڑھا تھا۔۔احان شاہ کے پیچھے ہی زرتاج اماں بھی کیبن میں داخل ہوئی تھیں۔۔

?Ohh is she in unconscious condition

)اوو۔۔کیا یہ بے ہوشی کی حالت میں ہیں؟(

احان شاہ کو سنجیدگی سے ایک نازک سی لڑکی کو پیشنٹ بیڈ پہ لٹاتے دیکھ کے لیڈی ڈاکٹر نے اپنی کرسی سے کھڑے ہوتی بے اختیار پوچھا تھا۔۔

Yess

احان شاہ نے مختصراً جواب دیتے ہوئے اپنے ہاتھ پینٹ کی پاکیٹس میں ڈالے تھے۔۔لیڈی ڈاکٹر نے آگے بڑھتے ہوئے گلالئ کے چہرے سے چادر کھسکائی تھیں۔اسکی چادر ہٹاتے ہی ڈاکٹر کی نظریں بے اختیار اس خوبصورت سی لڑکی کے چہرے کے پٹھانی نقوش پہ ٹکی تھی، جس کی گالوں پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے، چہرے پہ معصومیت ہی معصومیت تھی، ڈاکٹر نے اسکی سانسیں چیک کی تھیں۔۔کچھ دیر تک اسکا پراپر چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے گلالئ کا منہ کھولتے ہوئے اسکی زبان کے نیچے ایک چھوٹی سی گولی رکھی تھی۔۔اسے سکون آوور انجیکشن لگانے کے بعد ڈاکٹر احان شاہ کی طرف مڑی تھی۔۔

کتنا عرصہ ہو چکا آپ دونوں کی شادی اور نیو ریلیشن کو؟ اور کیا ابھی تک کوئی پریگنینسی چیک اپ کروایا آپ کی وائف نے؟ ڈاکٹر نے ایک نظر گلالئ کو دیکھ کے احان شاہ کی طرف اپنا رخ موڑتے ہوئے اپنے پروفیشنل انداز میں استفسار کیا تھا جو اپنے آئی فون میں غرق تھا۔۔ڈاکٹر اپنے اندازے سے ہی انہیں میاں بیوی سمجھ بیٹھی تھی۔۔

لیڈی ڈاکٹر کے سوال پہ احان شاہ نے بے ساختہ نظریں اٹھاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔ڈاکٹر اس کے جواب کی منتظر تھی، جہاں ڈاکٹر کے سوال کو تھوڑا بہت سمجھتی زرتاج اماں سٹپٹائی تھیں وہی پہ احان شاہ کو بے ساختہ کھانسی کا دوڑا پڑا تھا۔احان شاہ نے اپنا لب کاٹتے ہوئے گلالئ پہ اپنی نظریں ڈالی تھیں جس کے گال ڈاکٹر کے سوال پہ سرخ ہو چکے تھے لیکن آنکھیں ہنوز بند تھی۔۔شاید نہیں وہ یقیناً ہوش میں آچکی تھی۔۔

مسٹر شاہ آئی ایم آسکنگ سمتھنگ؟؟(مسٹر شاہ میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟) آپ کی وائف کی طبعیت کافی خراب ہے انہیں ٹھنڈ لگ چکی ہے، جب تک آپ مجھے بتائیں گے نہیں میں ان کو کوئی بھی ہیوی اینٹی بائیوٹک میڈیسن ریکمنڈ نہیں کر سکتی۔۔کیونکہ اگر تو یہ پریگننٹ۔۔۔۔ابھی ڈاکٹر اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

Stop it! Nothing else... U can recommend her any medicine

)بس کریں! ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔آپ اسے کوئی بھی دوا ریکمنڈ کر سکتی ہیں(

احان شاہ نے سنجیدگی سے اسے ڈھکے چھپے لفظوں میں انگریزی میں مختصر سا جواب دیا تھا، احان شاہ کے جواب پہ گلالئ کا چہرہ بے حد سرخ ہوا تھا، دل زوروں سے دھڑکا تھا، نا جانے اس نے انگریزی میں کیا جواب دیا تھا؟؟ وہ اسکی فرفر

انگریزی سمجھنے سے قاصر تھی۔۔گلالئ کو اپنے لبوں پہ ہنوز احان شاہ کا شدت بھرا لمس محسوس ہو رہا تھا، نا جانے وہ اسکا خواب تھا یا حقیقت؟؟گلالئ نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا۔۔

اوکے۔۔پیشنٹ کی ایج؟؟۔۔۔۔ڈاکٹر نے احان کی بات پہ سر ہلاتے ہوئے اپنی کرسی سنبھالتے ایک اور سوال داغا تھا۔۔

Seventeen year six months.....

(سترہ سال چھ ماہ)۔۔۔احان شاہ نے اپنا ائیبرہ مسلتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیتے ہوئے اپنا دھیان پھر سے اپنے موبائل کی طرف مرکوز کیا تھا۔۔ڈاکٹر نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے پرچے پہ کچھ دوائیں لکھی تھیں۔۔

مسٹر شاہ! آپ کی وائف کو کچھ دن کمپلیٹ بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے۔۔ان کی ڈائیٹ کا پر اپر خیال رکھے، یہ شاید پچھلے کافی دن سے بہت ہلکا پھلکا سا کھا رہی ہیں اور یہی ان کی کمزوری کی وجہ ہے۔۔ان کو بری طرح سے ٹھنڈ لگ چکی ہے۔۔اسی لئے ان کا پوری طرح سے خیال رکھیں!! اور یہ دوائیں بھی باقاعدگی سے صبح دوپہر شام دیں۔۔ڈاکٹر نے پرچہ اپنے تختے والی ڈائری سے اتارتے ہوئے احان شاہ کی طرف بڑھاتے اسے ہدایات دی تھیں، احان شاہ نے پرچہ سنجیدگی سے تھامتے ہوئے گلالئ کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے جس کی بند آنکھوں پہ مڑی ہوئی گھنی پلکیں ہولے سے لرز رہی تھیں۔۔گال ہنوز سرخ لال تھے۔۔

ایک سیکنڈ سے پہلے آنکھیں کھول کے مجھے چلتی پھرتی نظر آؤ۔۔میں تمہارا نوکر نہیں جو تمہیں گود میں اٹھا اٹھا کے گھوموں بلکہ تم میری ملازمہ ہو۔۔۔احان شاہ نے اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھ کے اسکے کان کے پاس جھکتے بے حسی سے سرگوشی تھی۔۔اس کی وجہ سے پہلے ہی وہ ڈاکٹر کو باتوں کو سنتا ہوا ہنوز بپھرا ہوا تھا، اس نے آج تک اسکے بے پردہ سراپے کو نہیں دیکھا تھا اور ڈاکٹر بات پریگنینسی تک لے کے جا چکی تھی۔۔آہہہ۔۔۔احان شاہ کا غصے سے برا حال تھا۔۔

احان شاہ کی دھمکی پہ گلالئ نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔۔احان شاہ کی سرگوشی گلالئ کے علاوہ زرتاج اماں اور ڈاکٹر قطعی نہیں سن پائی تھیں۔۔گلالئ نے آنکھیں کھولتے ہی احان شاہ کو شکوہ کناں کرسٹل گرے آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔وہ اسکے جملوں پہ ہمیشہ کی طرح بری طرح سے ہرٹ ہوئی تھی۔۔گلالئ آنکھوں میں نمی لئے اپنی پوری

طاقت آزماتی ہوئی بیڈ سے اٹھی تھی۔۔ نقاہت کے باعث اسکا سر ابھی تک چکرا رہا تھا۔۔ احان شاہ ہمیشہ کی طرح اسکی آنکھوں کا شکوہ نظر انداز کرتا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ گلالئ نے اپنا چہرہ ڈھکتے ہوئے زرتاج اماں کے سہارے سے اسکے پیچھے ہی قدم بڑھائے تھے۔۔

"میں تمہارا نوکر نہیں۔۔۔ بلکہ تم میری ملازمہ ہو۔۔۔" احان شاہ کا جملہ یاد کرتے ہوئے گلالئ اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے کچلتی زرتاج اماں سے بھی اپنا بازو چھڑوا چکی تھی۔۔

گلے میرا سہارا لے کر چل۔۔ ایسے گر جائے گی۔۔ زرتاج اماں نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔۔

چھوڑیں اماں بے سہاروں کو سہارا دینے کے لئے اللہ کی ذات کافی ہے۔۔ اتنا تو گر چکی ہوں تھوڑا سا اور گر جانے دیں۔۔ گلالئ اپنے پٹھانی ایسنٹ میں معصومیت سے لبریز لہجے میں مدھم آواز میں بولتی اداسی کی تصویر لگ رہی تھی۔۔ زرتاج اماں نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔ گلالئ کی بات ان کے سر کے اوپر سے گزری تھی لیکن ان سے تین قدم آگے چلتا احان شاہ اپنے باریک کانوں سے گلالئ کی مدھم آواز با آسانی سن چکا تھا۔۔ گلالئ کی سرگوشی نا جانے کیوں احان شاہ کے دل پہ لگی تھی لیکن وہ ہمیشہ کی طرح اسے نظر انداز کرتا اپنے قدموں کی رفتار بڑھا چکا تھا۔۔

احان شاہ گاڑی میں بیٹھتے ہی اسے سٹارٹ کر چکا تھا۔۔ وہ سٹیرنگ پہ ہاتھ جمائے بیزاری سے گلالئ اور زرتاج اماں کا انتظار کر رہا تھا جو باہر آنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔ احان شاہ راہداری کی طرف ہی دیکھ رہا تھا جب سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے اسکی ہری آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔ منظر کچھ یوں تھا کہ سامنے گلالئ کے نقاہت زدہ وجود کو کوئی درمیانی عمر کا مرد سہارے دینے کے لئے کچھ بولتا ہوا اسکی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہا تھا جب گلالئ ڈرتی ہوئی زرتاج اماں کے ساتھ چپک گئی۔۔ زرتاج اماں نے اس شخص کو دیکھ کے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جانے کا بولا تھا جس پہ اس شخص نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے گلالئ کے چادر سے ڈھکے وجود کو اوپر سے نیچے تک ہوس بھری نظروں سے دیکھا تھا۔۔ اس کے دیکھنے کے انداز پہ احان شاہ کا سفید رنگ غصے سے بے حد سرخ ہوا تھا۔۔ احان شاہ جھٹکے سے اپنی چابی انگیشن سے نکالتا ہوا جارحانہ انداز میں گاڑی سے نکلتا راہداری کی طرف بڑھا تھا۔۔ زرتاج اماں کے ساتھ چپک کے چھوٹے چھوٹے قدم لیتی گلالئ کے قریب پہنچتے ہی احان شاہ نے ایک ہی جست میں اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے مکمل طور

پہ اپنے چوڑے وجود میں چھپایا تھا۔۔اسی مرد کو ہنوز کچھ فاصلے پہ کھڑے اسی طرف دیکھتا پا کے پہلے تو احان شاہ کا دل چاہا اسکے پاس جا کے اسکی غلیظ آنکھیں نوچ ڈالے لیکن پھر گلالئ اور زرتاج اماں کی وجہ سے وہ اس آدمی کو سرد نظروں سے گھورتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا جبکہ گلالئ اس اچانک افتاد پہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلائے ہکا بکا سی احان شاہ کو دیکھ رہی تھی جو اسکے آنکھیں پھیلانے پہ اسکا چہرہ اپنے سینے میں چھپا چکا تھا یوں کہ اب آس پاس سے گزرتا شخص اسکی خوبصورت آنکھیں بھی نہ دیکھ پاتا۔۔زرتاج اماں، احان شاہ کے پل میں تولا پل میں ماشہ روپ کو دیکھتی ناسمجھی سے کندھے اچکاتی اس کے پیچھے چل پڑی۔۔

مجھے۔۔نیچے۔۔۔اتاریں۔۔۔شاہ سائیں۔۔سب دیکھ رہے ہیں۔۔گلالئ اسکی جیکٹ مضبوطی سے اپنی مٹھیوں میں جھکڑتے ہوئے مدھم آواز میں منمنائی تھی۔۔

تمہیں شرمانے کی ضرورت نہیں ہے میں نے کون سا محبت سے تمہیں اپنی بانہوں میں بھرا ہوا ہے؟؟میرے پاس تمہاری ریمپ واک دیکھنے کا فضول وقت نہیں ہے۔۔تمہارے علاوہ بھی بہت ضروری کام ہیں مجھے۔۔احان شاہ اسکے کان میں دبے دبے انداز میں غصے سے غرایا تھا جس پہ گلالئ نے ہربراتے ہوئے اسکی جیکٹ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مزید مضبوط کی تھی۔۔وہ اس وقت اسکے بے حد قریب تھی، اسکے تیز کلون کی خوشبو گلالئ کو اپنے ہواسوں پہ چھاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔گلالئ کی آنکھوں کے پردے میں پھر سے وہ منظر لہرایا تھا جب اسکی بے ہوشی کی حالت میں احان شاہ نے اسے اپنی سانسیں بخشی تھیں۔۔وہ جو ہر طرح سے اسے اذیت دینے کی کوشش کرتا تھا وہ اسے اپنی سانسیں کیسے بخش سکتا تھا؟؟گلالئ کی سمجھ سے باہر تھا، وہ یقیناً اسکا خواب ہی تھا۔

گاڑی تک پہنچتے ہی احان شاہ نے ایک ہاتھ مضبوطی سے گلالئ کی کمر کے گرد جھکڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔۔احان شاہ جو اسے پٹکنے کے انداز میں گاڑی کے پچھلی سیٹ پہ بٹھاتا ہوا پیچھے ہٹنے ہی والا تھا اپنی جیکٹ پہ کھینچ پڑنے کی وجہ سے احان شاہ، گلالئ کے بے حد قریب ہوا تھا۔۔یوں کے اسکے لب گلالئ کے چادر سے ڈھکے نرم گرم لبوں سے ٹکرائے تھے یہ سب انجانے میں ہوا تھا۔۔گلالئ جو ہنوز احان شاہ کے پرفیوم کی خوشبو سونگھنے میں مگن تھی اس اچانک جسارت پہ اس نے کپکپاتے ہوئے احان شاہ کی جیکٹ اپنی مٹھیوں سے آزاد کی تھی۔۔گلالئ کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا۔۔گلالئ اسکی جیکٹ کو کافی مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھی جسکی وجہ سے اتفاقاً

اپنی جیکٹ پہ کھنچاؤ کی وجہ سے احان شاہ کے لب اسکے لبوں سے ٹکرائے تھے۔۔احان شاہ کی چوڑی پشت کی وجہ سے یہ منظر زرتاج اماں نہیں دیکھ پائی تھیں۔۔گلالئی کی جھکی ہوئی نظروں پہ تضاد اسکے بدن کی کپکپاہٹ دیکھتے ہوئے احان شاہ اس پر سے نظریں پھیرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔۔زرتاج اماں کے گاڑی میں بیٹھتے ہی احان شاہ نے اپنی گاڑی تیزی سے سڑک پہ ڈالی تھی۔۔

احان شاہ نے کچھ آگے جاکے ایک بڑے سے میڈیکل سٹور پہ اپنی گاڑی روکی تھی۔۔اس وقت اس کے ساتھ اسکے گارڈ نہیں تھے اسی لئے وہ بیزاری سے خود ہی گاڑی سے نکلتا ہوا میڈیکل سٹور تک گیا تھا۔

کچھ دیر بعد احان شاہ میڈیسن لے کے پھر سے اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا،احان شاہ نے مصروف انداز میں دواؤں کا شاپر پیچھے کی طرف بڑھاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی تھی،احان شاہ کی گاڑی سٹارٹ ہو چکی تھی لیکن اسکے ہاتھ سے ابھی تک شاپر نہیں لیا گیا تھا۔۔احان شاہ نے ان کی سستی پہ آبیبرو اچکاتے ہوئے شیشے میں دیکھا تھا اور پھر احان شاہ شیشے میں کیا دیکھتا ہے کہ گلالئی میڈیم اور زرتاج اماں ایک دوسرے کے سر پہ سر رکھ کے مزے سے سو رہی ہیں۔۔

میں تو پاگل ہوں جو اس کے لئے ذلیل ہو رہا ہوں؟؟اور خود اسے نیند پوری کرنے سے فرصت نہیں مل رہی۔۔۔

احان شاہ نے گلالئی کو پھر سے سوتے دیکھ کے دانت کچکچاتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔۔احان شاہ نے اپنا ہاتھ واپس سے آگے کی طرف کرتے ہوئے پیسنجر سیٹ پہ میڈیسن رکھی تھی اور پھر نا جانے احان شاہ کے دل میں کیا سمائی جو اس نے اپنا ہاتھ ہارن پہ رکھ دیا۔۔احان شاہ ہارن پہ ہاتھ رکھ کے پیچھے کرنا بھول چکا تھا۔۔

اماں۔۔۔اٹھیں۔۔۔اماں۔۔۔پولیس۔۔۔۔اتنے تیز ہارن کی لگاتار آواز پہ گلالئی نے ہربرا کے چیخ مارتے ہوئے اپنی آنکھیں وا کی تھی اور پھر یہاں وہاں دیکھے بغیر اس نے اپنے ساتھ جڑ کے سوئی ہوئی زرتاج اماں کا کندھا زور زور سے ہلایا تھا۔۔وہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے معصومیت سے الفاظ توڑ توڑ کے بولی تھی،اس کے الفاظوں پہ احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے بمشکل اپنا قہقہہ روکا تھا۔۔وہ اسکی گاڑی کے تیز ہارن کو پولیس کا ہارن سمجھتی ہوئی ایسے ڈر رہی تھی جیسے کسی کو لوٹ کے بھاگی ہو اور پولیس اسی کو پکڑنے کے لئے اسکی انیکسی میں چھاپہ مارنے آئی ہو۔۔

گلالئی کی خوفزدہ آواز پہ زرتاج اماں نے تیزی سے آنکھیں کھولتے ہوئے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔
زرتاج اماں کو اٹھتے دیکھ کے احان شاہ اپنا ہاتھ ہارن پر سے اٹھاتا تیز رفتار سے اپنی گاڑی آگے بڑھا گیا۔۔ہارن کی آواز بند ہونے پہ گلالئی نے اپنی آنکھیں یہاں وہاں دوڑائی تھیں اور پھر خود کو چلتی گاڑی میں دیکھتے ہوئے اس نے اپنی دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گہری سانس بھری تھی،
تو بھی نا گلے۔۔کوئی حال نہیں!! ۔۔۔اماں ہولے سے اسے ڈپٹتی پھر سے اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔۔گلالئی نے احان شاہ کی موجودگی پہ اپنی اتنی ڈرپوک حرکت پہ شرمندگی سے اپنا چہرہ جھکایا تھا لیکن احان شاہ اب یوں فوکس سے گاڑی ایسے چلا رہا تھا جیسے اس سب سے انجان ہو۔۔۔احان شاہ نے کن اکھیوں سے شیشے میں دیکھا تھا، گلالئی کو اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے دیکھ کے دل نے بے ساختہ آج بھی اسکے بدن کے نشیب و فراز کو دیکھنے کی خواہش کر ڈالی، نا جانے اسکا بدن کتنا دلکش لگتا ہو گا ان سانسوں کے اتار چڑھاؤ کے عمل کے دوران !!
اور نا جانے احان شاہ کا دل آج کل ایسی کمینی خواہشات کیوں کر رہا تھا۔۔احان شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے دل کو ڈپٹتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ہویلی کے پورچ میں گاڑی رکتے ہی گلالئی نے اپنی طرف کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ آج پہلی بار احان شاہ کی لینڈ کروزر میں بیٹھی تھی، اسے دروازہ کھولنے میں مشکل ہو رہی تھی یا شاید طریقہ نہیں آ رہا تھا۔۔یہ دیکھ کے احان شاہ نے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں، وہ گاڑی سے اتر کے اسکا نوکر بنتے ہوئے اسکا دروازہ کھولنے کا ارادہ قطعی نہیں رکھتا تھا۔زرتاج اماں ہنوز آنکھیں موند کے سو رہی تھیں نہیں تو شاید وہ دروازہ کھول ہی لیتی۔۔
ڈیم اٹ۔۔۔کچھ دیر تک اسے دروازے کے ساتھ یونہی کھیلتے دیکھ کے احان شاہ نے غصے سے سٹیرنگ پہ ہاتھ مارا تھا۔۔گلالئی نے سہمی ہرنی کی طرح احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے غصے سے گھورتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے بیٹھے ہی پیچھے کی طرف جھکا تھا۔۔
جاہل۔۔۔۔احان شاہ نے اسکا ہاتھ دروازے سے ہٹاتے ہوئے ایک جست میں دروازہ کھولتے ہوئے اسے جاہل کا لقب دیا تھا جس پہ گلالئی کا چہرہ متغیر ہوا تھا، آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔لرزتی ہوئی گلالئی سوئی ہوئی اماں کو جگا کے گاڑی

سے باہر نکل چکی تھی۔۔ گلالئ اپنی نم آنکھوں کو پونچھتی ہوئی انیکسی کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسے پکارا تھا۔۔

لڑکی سنو!!۔۔۔ احان شاہ نے گاڑی لاک کرتے ہوئے سرد آواز میں اسے مخاطب کیا تھا، جس پہ گلالئ نے اپنا رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

یہ دوائیں پکڑلو اپنی۔۔۔۔ احان شاہ گاڑی کے بونٹ پہ اسکی دواؤں کا شاپر تقریباً پھینکنے کے انداز میں پٹک کے بولتا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ گلالئ اسکے حقارت بھرے انداز کو دیکھ کے رہ گئ۔ گلالئ اس شاپر کو پکڑے بغیر آنسو بہاتی ہوئی زرتاج اماں کے پیچھے بھاگ گئ جو دروازے تک پہنچ چکی تھیں۔۔ آخر اس انسان کے دل میں اسکے لئے رحم کیوں نہیں آتا تھا؟ وہ کیوں اپنے ہر عمل سے اسے تکلیف پہنچانا کی بھرپور تگ ودو کرتا تھا؟ اس کی ان حقارت میں دی گئ دواؤں کو کھانے سے بہتر تھا وہ مر جاتی۔۔ وہ بے مہر شخص ہمیشہ اسکی عزت نفس مجروح کرتا تھا۔۔

احان شاہ نے لاؤنج کے مین دروازے تک پہنچتے ہوئے یونہی رخ موڑ کے اپنی گاڑی کے بونٹ پہ نگاہیں گھمائی تھیں، اس پہ ہنوز میڈیسن کا شاپر دیکھتے ہوئے احان شاہ نے مٹھیاں بھینچی تھیں، ایک تو وہ اسکے پیچھے اتنا ذلیل ہوا تھا اور وہ میڈیم ایٹیٹوڈ دیکھاتی ہوئی اسے پیٹھ دیکھا کے جا چکی تھی؟؟

ہونہہ۔۔ میری بلا سے دواؤں کی بجائے کھانا بھی نہ کھاؤ۔۔۔ پانی پہ زندہ رہو۔۔ مجھے کیا؟؟۔۔ احان شاہ کندھے آچکا کے خود سے مخاطب ہوتا ہوا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

السلام وعلیکم۔۔۔۔۔ احان شاہ کے علاوہ شاہ ہویلی کے تمام مکین ناشتے میں مصروف تھے جب کالج کے یونیفارم میں ملبوس ایزل شاہ نے ڈائینگ چیئر پہ بیٹھتے ہوئے سب کو سلام جھڑا تھا۔۔ اسکے سلام کرنے پہ چائے پیتے ہوئے کاظم شاہ نے نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ کاظم شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کرتی ہوئی بلیو جینز اور وائٹ شرٹ میں ملبوس زوریز شاہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ اپنے سر پہ گلابی حجاب اوڑھے بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔ حجاب اسکے گول چہرے پہ کافی جچ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کی سوجھی ہوئی نیلی آنکھیں پوری رات رونے کی چغلی کر رہی تھیں۔۔

ماشاءاللہ میرا بچہ تو بہت پیارا لگ رہا ہے۔۔۔زوریز شاہ نے اپنی خوبصورت اور چھوٹی سی بہن کو سینے سے لگاتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی، اشارہ اسکے حجاب کی طرف تھا۔۔ایزل شاہ اسکے تعریف کرنے پہ مسکرائی تھی،

زوریز شاہ اسکی سوجھی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کے پریشان ہوا تھا۔۔

آئیز کو کیا ہوا ہے ایزل؟؟زوریز شاہ نے فکر مندی سے پوچھا۔۔

کچھ نہیں لالہ رات میں نیند نہیں آرہی تھی بس اسی لئے تھوڑی سی سوجھ گئی ہیں۔۔۔ایزل شاہ نے اسے معصومیت سے مسکرا کے جواب دیا تھا۔۔لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ اپنی آواز کو شوخ نہ بنا پائی جیسے وہ ہر وقت چہکتی رہتی تھی۔۔

کیوں نیند کیوں نہیں آرہی تھی؟زوریز شاہ نے اسے کریدا تھا۔وہ خود پہ مرحا شاہ کی نظریں محسوس کرتا ہوا بھی اسے اگنور کیے ہوئے تھا۔۔

ایسے ہی لالہ۔۔۔اور مجھے کالج چھوڑ دیں۔۔آج سے میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔۔۔وہ لاڈ سے بولی تھی۔۔اس دوران ایزل شاہ خود پہ کاظم شاہ کی نظروں کی تپش محسوس کر چکی تھی لیکن اسکا کل کا رویہ یاد کرتے ہوئے اس نے اسکی طرف دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

اوکے۔۔میں اپنے بچے کو کالج چھوڑ دوں گا اور لے بھی آؤں گا! لیکن پہلے ٹھیک سے ناشتہ کرو۔۔وہ بھی جواباً اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں جواب دیتا اسکے لئے پلیٹ میں سینڈوچز رکھ رہا تھا۔۔

میں چھوڑ آتا ہوں تمہیں اووزی۔۔میرے آفس کے راستے میں ہی ہے تمہارا کالج۔۔۔کاظم شاہ بھلا کب اپنا اگنور ہونا برداشت کر سکتا تھا، وہ ان دونوں کا بہن بھائی چارا دیکھ کے اپنی مٹھیاں بھینچتا ہوا جیلس انداز میں بولا تھا جسے یہاں بیٹھے ایک ایک شخص نے محسوس کرتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔وہ سب جان چکے تھے ایزل شاہ اور کاظم شاہ میں کوئی جھڑپ ہوئی ہے اسی لئے تو ایزل شاہ کی "شاہ جی" شاہ جی" کی پکار بند تھی۔۔کاظم شاہ نے اسے منانے کی غرض سے رات کافی دیر تک اسکا دروازہ کھٹکھایا تھا لیکن اسکی ضدی اووزی نے دروازہ نہیں کھولا تھا، کاظم شاہ نے چابی کی مدد سے اسکے دروازے کا لاک کھول کے بھی دیکھ لیا تھا لیکن اووزی میڈیم چالاکی سے اپنے دروازے کی اوپر

سے کنڈھی لگا چکی تھیں جس پہ کاظم شاہ یہ سوچنے پہ مجبور ہوا تھا کہ چھوٹی سی اووزی کا ہاتھ بھلا اتنی اونچی کنڈھی تک کیسے پہنچا ہو گا؟؟شاید اسٹول سے!!

نہیں میرے لالہ اب سیر وسیاحت سے فارغ ہو کے آچکے ہیں۔۔اب میں انہی کے ساتھ جایا کروں گی۔۔ چلیں لالہ۔۔۔ایزل شاہ اسے ٹکا کے سپاٹ لہجے میں جواب دیتی ہوئی اپنی کرسی سے اٹھ چکی تھی۔۔

لالہ آپ آفس کا کام کریں" اپنی اووزی گڑیا" کو کچھ دن چھوڑنے اور لانے کا کام میں کرلوں گا۔۔۔زوریز شاہ اپنی چائے کا آخری گھونٹ پہ کاظم شاہ کو آنکھ دبا کے سلگاتا ہوا اپنی کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا"اپنی اووزی گڑیا" پہ خصوصاً زور دیا تھا، جس پہ کاظم شاہ نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے اپنی چائے کا کپ ٹیبل پہ پٹکا تھا۔۔مرحا شاہ تو زوریز شاہ کی آنکھ دبا کے مسکرانے والی ادا پہ ہی ہمیشہ کی طرح فدا ہو چکی تھی، آج کافی سالوں بعد اس نے اسکی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی آنکھ کی کمان کے تل کا رقص دیکھا تھا۔۔

آج سر محبوب چھٹی پہ تھے، اسی لئے ان کا لیکچر فری تھا جس پہ ارزم شاہ کے سب دوستوں نے اس سے گانا گانے کی فرمائش کر ڈالی تھی، ارزم شاہ جیمنگ میں کافی اچھا تھا۔۔ارزم شاہ جو اپنی کرسی پہ نیم دراز اپنے سامنے بیٹھے حمزہ کی گود میں ٹانگیں رکھے ہوئے تھا اپنے دوستوں کی فرمائش پہ اس نے سر کو خم دیتے ہوئے ایک مخصوص اشارہ دیا تھا جس پہ حمزہ نے تھپڑ مارنے کے انداز میں اسکی ٹانگیں دبانا شروع کی تھی جب کہ ارزم کے باقی دوست اپنی کرسیوں سے اٹھتے ہوئے ڈائز پہ جا کے کھڑے ہو چکے تھے۔۔سب کو اپنی اپنی باتوں میں مصروف دیکھتے ہوئے ارزم کے دوستوں نے اکھٹے ڈائز بجایا تھا جس پہ یکدم کلاس میں خاموشی چھائی تھی، سب کی نظروں کا سامنے کھڑے مرکز شیطانوں کا ٹولا بنا تھا۔۔

گائز!! شاہ کنسرٹ کرنے والی ہے۔۔۔جو جو کنسرٹ اٹینڈ کرنے کا خواہش مند ہے۔۔فی بندہ بیس بیس ہزار کی ٹکٹ۔۔سب یہ رقم اپنی جیب سے نکال کے اپنی اپنی کرسی کے ہینڈل پہ رکھ دے۔۔نوفل سب سے پیسے کلیکٹ کرنے والا ہے۔۔۔میکائیل سب کو خاموش دیکھتے ہوئے باقاعدہ کمینٹری کرتے ہوئے بولا تھا۔۔میکائیل کا۔مدعا سنتے ہوئے کلاس کی تمام لڑکیوں نے ہوٹنگ کی تھی، وہ سب آج کافی دنوں بعد ارزم شاہ کا کنسرٹ سننے والی تھیں تو

آخر وہ کیوں نہ خوشی سے پاگل ہوتی۔۔ذائشہ حیرانگی سے اپنی کلاس کے ان عجوبوں کو دیکھ رہی تھی جنہیں کبھی جو سکون مل جائے۔۔اب وہ جس کے پاس یونی میں کھانے کو بمشکل پیسے ہوتے تھے وہ بھلا اس سستے سے سنگر کے کنسرٹ کے لئے بیس ہزار کہاں سے دیتی؟؟

کلاس کے آدھے لڑکوں نے جبکہ ذائشہ کے علاوہ تقریباً تمام لڑکیوں نے بیس بیس ہزار کی ٹکٹ فروحت کی تھی وہ الگ بات تھی انہیں ٹکٹ کی بجائے ایک پرچے پہ ارزم شاہ کے نہیں بلکہ نوفل کے سائن ملے تھے جس پہ تمام لڑکیاں اپنا سامنہ لے کے رہ گئی۔۔

کتنے ہوئے ہیں؟؟کچھ دیر بعد ولی نے آواز لگاتے ہوئے کنسرٹ کی رقم کے بابت دریافت کیا تھا۔۔

ہالف ملین۔۔۔نوفل نے خوشی سے پیسے لہراتے ہوئے ہانک لگائی تھی جس پہ ارزم شاہ نے جمائی روکتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔ارزم شاہ کو ہمیشہ کی طرح آج بھی بے حد نیند آرہی تھی۔۔

چلیں گائز ٹکٹس ختم ہوچکی ہیں جس نے پیسے جمع نہیں کروائے۔۔وہ عزت سے کنسرٹ ایریا(کلاس) سے نکل کے باہر گراؤنڈ میں تشریف لے جائے۔۔میکائیل نے پھر سے ڈائز بجاتے ہوئے کمینٹری کی تھی جس پہ وہ سب لڑکے تو عزت سے باہر نکل چکے تھے جنہوں نے پیسے نہیں دیئے تھے البتہ ذائشہ کا چہرہ شرمندگی سے سرخ پڑرہا تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ خاموشی سے کلاس میں بیٹھی رہے یا واقعی ہی باہر گراؤنڈ میں تشریف لے جائے۔۔ذائشہ بے عزتی کے ڈر سے یہی پہ کتابیں کھول کے اپنے سامنے رکھ کے بیٹھ چکی تھی۔۔

ہم کنسرٹ کا ضروری سامان لے کے آتے ہیں۔۔تب تک حمزہ تو ہمارے سنگر(ارزم) کی ہیئر سٹائلنگ کر۔۔۔نوفل اور ولی یک زبانی سے کہتے ہوئے کلاس روم سے باہر نکلے تھے۔۔حمزہ نے ان کے کہنے پہ ارزم کے شہد رنگ بالوں کو ابھی چھوا ہی تھا جب ارزم شاہ نے اسکے ہاتھ پہ تھپڑ مار کے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے گھورا تھا مطلب اسکے بالوں کو ہاتھ لگانے کی جرات بھی نہ کرے۔۔

کچھ ہی دیر میں نوفل اور ولی نا جانے کہاں سے ننھی منی رنگ برنگی ایل ای ڈی لائٹس، گیٹار اور مائک کا انتظام کر کے کلاس میں داخل ہوئے تھے۔۔کچھ دوسرے لڑکوں نے ان کی مدد کرتے ہوئے ان تمام ایک ای ڈی لائٹس کو کلاس روم میں سیٹ کرتے ہوئے گیٹار اور مائک ارزم شاہ کو پکڑایا تھا جو اس وقت وائٹ پینٹ کے ساتھ لیمن شرٹ میں

ملبوس ہمیشہ کی طرح شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ گیٹار کے تار سیٹ کرتے ہوئے ارزم شاہ کی نظریں بے اختیار ذائشہ کی طرف اٹھی تھیں جو پہلے دن کی طرح آج بھی مکمل پردے میں خود کو چھپائے کتابیں کھول کے بیٹھی ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے اپنا دھیان پھر سے گیٹار کی طرف مرکوز کیا تھا۔۔

تھری۔۔ٹو۔۔۔ون۔۔۔ آر۔۔۔یو۔۔۔ریڈی۔۔۔ گائز؟؟ حمزہ نے مائیک میں بولتے ہوئے سب کی توجہ چاہی تھی۔۔ میکائیل ایک ہی پل میں کلاس کے دروازہ بند کر چکا تھا۔۔ نوفل نے لائٹس آف کر کے ایل ای ڈی لائٹس آن کی تھیں۔۔ کمرے کا ماحول بالکل خوابناک بن چکا تھا۔۔ زائشہ نے کتاب سے نظریں اٹھاتے ہوئے حیرانگی سے منہ کھولتے ہوئے کلاس روم کو دیکھا تھا جو اس وقت واقعی ہی کلاس کم اور کنسرٹ ایریا زیادہ لگ رہا تھا۔۔

تیرے سامنے آجانے سے

یہ دل میرا دھڑکا ہے۔

یہ غلطی نہیں ہے تیری۔۔

قصور نظر کا ہے۔۔

ابھی زائشہ حیرانگی کی مورت ہی بنی ہوئی تھی جب ارزم شاہ کی سر بکھیرتی آواز سنتے ہوئے اسکا دل دھڑکا تھا۔۔ اسکی آواز اتنی پیاری ہو گی اس نے کہاں سوچا تھا؟ وہ تو یہی سوچ رہی تھی ان سب کے دیئے گئے پیسے ضائع جانے والے ہیں لیکن یہاں تو ارزم شاہ کے منہ سے گانے کے دو بول سنتے ہوئے اسکا دل نا جانے کیوں تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔

جس بات کا تجھ کو ڈر ہے

وہ کر کے دیکھا دو گا۔۔

ارزم شاہ نے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خوبصورتی سے یہ بول ادا کیے تھے۔۔ تمام لڑکیاں اس سے لپٹنے کو جیسے ترس رہی تھیں لیکن ارزم شاہ کے قریب جانے کی جرآت نہیں تھی جس نے آج تک کسی لڑکی سے سیدھے منہ بات نہیں کی تھی، وہ ان سب کے پیسے بھی آخر میں واپس کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، پیسوں کا شوشہ تو اس کے دوستوں نے ہمیشہ کی طرح شغل مستی کے لئے چھوڑا تھا۔۔

ایسے نہ مجھے تم دیکھو

سینے سے لگالوں گا۔

تم کو میں چرالوں گا تم سے۔

دل میں چھپالوں گا۔۔

ارزم شاہ نے اپنی آواز کو گھمبیر بنا کے یہ بول ادا کرتے ہوئے کلاس روم کا ماحول رومانٹک بنایا تھا، جس پہ سب لڑکوں نے جزباتی ہوتے ہوئے اپنی اپنی گرل فرینڈز کو خود کے ساتھ لپٹایا تھا، ذائشہ نے یہ سب دیکھتے ہوئے جلدی سے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے تھے، وہ جو پہلے ہی ارزم شاہ کے بولوں سے شرم وحیا سے نا جانے کیوں سرخ پڑ رہی تھی، ان سب کو رومانٹک موڈ میں آتے دیکھ کے وہ نازک وجود لرز کے رہ گیا۔۔ ابھی اس نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب ارزم شاہ کی نظریں اسکی طرف اٹھی تھیں، اسکی اس حرکت پہ بے اختیار ارزم شاہ کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا جس پہ اس کے دوستوں نے معنی خیزی سے نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔۔ اپنے دوستوں کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ پل میں اپنی نظریں ذائشہ سے پھیرتا ہوا اپنا دھیان پھر سے گیٹار کی طرف متوجہ کر چکا تھا۔۔ وہ جیسے جیسے گیٹار کے تار چھیڑ رہا تھا ویسے ویسے ذائشہ کے دل کی دھڑکنوں میں ہلچل مچ رہی تھی۔۔

تم سے پہلے تم سا کوئی۔

ہم نے نہیں دیکھا۔

تمہیں دیکھتے ہی مر جائیں گئے۔

یہ نہیں تھا سوچا

ارزم شاہ نے یہ جملے بولتے ہوئے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے اپنی نظروں کو ڈپٹا تھا جو پھر سے ذائشہ کی طرف بے اختیاری میں اٹھنے والی تھیں۔۔

بانہوں میں تیری میری۔

یہ رات ٹھہر جائے۔

تجھ میں ہی کہیں پہ میری

صبح بھی گزر جائے۔

ارزم شاہ نے پھر سے ماحول رومانٹک سا بنایا تھا، ذائشہ ہنوز اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی، یونیورسٹی کا ایسا ماحول اس کے لئے بالکل نیا تھا، یہ گانا اس نے پہلے بھی کئی بار سنا تھا لیکن ابھی ارزم شاہ کے منہ سے یہ بول سنتے ہوئے اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور یہ سب اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا؟ وہ خود بھی ناواقف تھی۔۔

گانا ختم ہونے پہ سب نے ارزم شاہ کو داد دینے کے لئے تالیاں بجاتے ہوئے ہوٹنگ کی تھی، اسکی آواز ان سب کا مائینڈ فریش کر چکی تھی، ذائشہ اب اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا چکی تھی۔۔

کلاس بی اٹینٹو۔۔۔ ابھی ارزم اپنے دوست کی فرمائش پہ کوئی دوسرا گانا گانے والا تھا جب مائرہ نے ڈیسک بجاتے ہوئے اونچی آواز میں سب کو مخاطب کیا تھا۔ مائرہ کلاس کی سب سے اسٹائلش اور خوبصورت لڑکی تھی۔ سب مائرہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے جس کے چہرے کا رخ اب ذائشہ کی طرف تھا۔۔

ان حاجن بی بی (ذائشہ) نے کنسرٹ کے لئے پے نہیں کیا تو یہ ابھی تک کلاس میں کیا کر رہی ہیں؟؟ مائرہ نے استہزایا انداز میں بولتے ہوئے کندھے اچکائے تھے، سب کی نظروں کا مرکز اب ذائشہ بنی تھی جو مائرہ کے الفاظ سنتی اہانت سے سرخ پڑ چکی تھی۔۔

(Scene to be countined)

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 6

سب جو اپنے فون کی فلیش لائٹس آن کر کے ارزم شاہ پہ مرکوز کیے ہوئے تھے، مائرہ کے الفاظ پہ سب کی نظروں کا مرکز ذائشہ بنی تھی، سب نے اپنی موبائل کی فلیش لائٹس کا رخ ذائشہ کی طرف کیا تھا جس کا دل اس اچانک صورتحال پہ لرز اٹھا تھا۔

رئیلی؟۔۔۔۔ مائرہ کی بات پہ سب لڑکیوں نے منہ کھولتے ہوئے افسوس بھرے انداز میں ذائشہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

اٹھو میڈیم۔۔۔ نکلو یہاں سے، ورنہ کنسرٹ کے لئے پے کرو۔۔۔ ویسے بھی ہالف پے کرنا تو تم پہ لازم ہے کیونکہ تم شاہ کا ایک گانا سن چکی ہو۔۔ یشل اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتی ہوئی مغرور انداز میں بولی تھی، یشل، مائرہ کی دوست تھی، اتنی تذلیل پہ ذائشہ کی ہیزل آنکھیں نم ہوئی تھیں، اسکے پاس اس وقت بیس ہزار تو دور دس ہزار بھی نہیں تھے جو وہ ان کے منہ پہ مار کے ان کا منہ بند کروا سکتی، مہینے کا آخر چل رہا تھا، اسکی ساری جیب خرچی ختم ہو چکی تھی۔۔

واٹ دا ہیل از گوئینگ آن؟؟ ذائشہ انہیں جواب دیتی ہوئی وہاں سے خاموشی سے جانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ اسکی اچانک پیش آتی صورتحال پہ بے حد غصے سے گیٹار زمین پہ مارتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔

جسٹ شٹ اپ!! مائرہ جو ذائشہ کی طرف دیکھ کے حقارت سے پھر سے کچھ بولنے ہی والی تھی، ارزم شاہ اسکی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے غصے سے گرجا تھا۔۔ جس پہ سب کو سانپ سونگھا تھا، ذائشہ نے اسکی دھاڑوں پہ اپنا تھوک نگلا تھا۔۔ اسے لگا وہ اس پہ بھی یوں ہی غصے سے گرجے گا، اسکا گانا فری میں سننے کی وجہ سے۔۔۔

واپس کرو سب کے پیسے انہیں!! تمیز لحاظ بھول چکا ہے یہاں سب میں۔۔ ارزم شاہ نے غصے سے نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑا مائیک زور سے دیوار پہ مارا تھا، ارزم شاہ کو ایک دم سے اتنے غصے میں آتے دیکھ کے سب کی شکلیں ہونق بنی تھیں، مائرہ اور یشل کا چہرہ اتنی تذلیل پہ سرخ ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ ان سب پہ غصیلی نظریں ڈالتا ہوا، ذائشہ کی نم ہیزل آنکھیں دیکھ کے اسے بری طرح سے گھوریوں سے نوازتا کلاس روم سے باہر جا چکا تھا لیکن راستے میں آئی ہر چیز کی تباہی کرنا بھی وہ نہیں بھولا تھا۔۔

ذائشہ نے ہچکی بھرتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو گھورا تھا، اس بے وقوف کو ابھی تک یہی لگ رہا تھا کہ وہ سب کے ساتھ ساتھ اسکی بھی بے عزتی کر کے گیا ہے، جبکہ باقی سب تو اس خوش قسمت لڑکی کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے، ارزم شاہ نے پہلی دفعہ کسی لڑکی کے لئے اسٹینڈ لیا تھا ورنہ کوئی اجنبی انسان لڑ لڑ کے مرتا مر جائے ارزم شاہ کے کان پہ جوں نہیں رینگتی تھی۔۔ وہ صرف اپنے دوستوں کے ساتھ مخلص تھا، بے حد مخلص۔۔۔ ذائشہ اب سب کو اپنی طرف گھورتا پا کے تذبذب کا شکار ہوتی کلاس روم سے بھاگنے کے انداز میں نکلی تھی، مائرہ اور یشل نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھی جبکہ ارزم شاہ کے دوست معصومیت کے دیوتا بنتے ہوئے سب کو ان کے پیسے واپس کر رہے تھے۔۔ ارزم

شاہ کے دوستوں کا پیسے دیکھ کے دل بے ایمان ہو رہا تھا، بس نہیں تھا ابھی ان پیسوں سے بڑی سی پارٹی کر ڈالیں لیکن ایسا کر کے انہیں ارزم شاہ کے ہاتھوں سے ضائع قطعی نہیں ہونا تھا۔۔

ملی وہ سونے کی چڑیا؟؟۔۔۔۔۔چندہ بائی کے تحت پہ نیم دراز احسن ملک نے غصے سے اس لڑکی کے بارے میں استفسار کیا تھا جس کو ڈھونڈنے کے لئے وہ تقریباً پچھلے چھ سالوں سے پاگل ہو رہا تھا۔۔

نہیں ملک صاحب۔۔۔میرے بندوں نے شہر کا چپا چپا چھان مارا ہے، لیکن وہ نہیں ملی۔۔۔بھاری وجود کی مالک چندہ بائی اپنا ہاتھ لہرا لہرا کے جواب دیتی اپنے سر کو نفی میں ہلاتی ہوئی بولی تھی۔۔۔

کیوں؟؟ آسمان کھا گیا اسے یا زمین نگل گئی اس چھوکڑی کو؟؟ احسن ملک ہمیشہ کی طرح چندہ بائی کا ایک ہی جواب سنتے ہوئے دھاڑا تھا، جس پہ چندہ بائی نے دل میں دل کچکچاتے ہوئے جب کہ بظاہر مظلوموں کی طرح سر جھکاتے ہوئے احسن ملک کو دیکھا تھا، وہ جتنا اس انسان سے تنگ تھیں، وہ منہ سے قطع نہیں بول سکتی تھی کیونکہ احسن ملک کا کافی قرض تھا چندہ بائی پہ۔۔۔

تمہارے پاس صرف پانچ ماہ مزید بچے ہی۔چندہ بائی۔۔مجھے وہ لڑکی ہر حال میں چاہئیے، میں نے تمہاری منہ مانگی رقم سے دگنی رقم تمہارے منہ پہ ماری تھی، لیکن تم نے اگلے دن ہی وہ لڑکی غائب کرواتے ہوئے اچھا نہیں کیا!! پانچ ماہ صرف پانچ ماہ!! ورنہ لکھ کے رکھ لو میں تم سمیت تمہارے اس کھوٹے کو آگ لگا دوں گا!! احسن ملک غصے سے غراتا ہوا اسے وارن کرتے راہداری کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔چندہ بائی نے نہوت سے سر جھٹک کے تحت سنبھالتے ہوئے منہ میں پان دبایا تھا۔۔

پتا کرواس کمینی کا!! ورنہ سر دھر سے الگ کر دوں گی تم سب کا!! چندہ بائی اپنے سامنے سر جھکا کے کھڑے اپنے آدمیوں کو دیکھتی غصے سے غرائی تھیں جس پہ وہ سب سر ہلاتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہوئے تھے۔۔

حازق۔۔۔ویک اپ (اٹھو)۔۔۔سٹیرنگ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھا میجر شاہ جو کب سے چندہ بائی کے کھوٹے کے مین گیٹ پہ نظریں جمائے ہوئے تھا، اس کھوٹھے کی اونچی سیڑھیوں سے اترتے احسن ملک کو دیکھتے ہوئے اس نے پیسنجر سیٹ پہ

سوئے ہوئے حازق خان کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اسے جگایا تھا، جس پہ اس نے ہربراتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں۔۔

ہاں بولو میجر شاہ! کیا ہوا؟؟ حازق خان نے جمائی لیتے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا، جس پہ میجر شاہ نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے اسکی گردن سے کیمرہ نکال کے سامنے سیڑھیوں سے اترتے احسن ملک کی چار پانچ تصاویر لی تھیں، کیونکہ اگر وہ یہ کام حازق خان کو کہتا تو وہ یقیناً اپنے بال سنوارنے، نمایاں لینے میں ہی وقت گزار دیتا اور احسن ملک وہاں سے رفو چکر ہو جاتا۔۔

کاظم شاہ کا آج آفس میں بالکل دل نہیں لگ رہا تھا، ایزل شاہ کی اگنورینس یاد کرتے ہوئے وہ جلتے توے پہ بیٹھا ہوا تھا جیسے۔۔۔

کاظم شاہ نے گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے اپنا فون اٹھایا تھا، گھڑی دوپہر کا ایک بجا رہی تھی، اور ایزل شاہ کی چھٹی میں ابھی گھنٹہ باقی تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنی کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے زوریز شاہ کا نمبر ملایا تھا۔۔ فون دوسری بیل پہ اٹھایا گیا تھا۔۔

جی لالہ۔۔۔ دوسری طرف موجود زوریز شاہ نے اپنی بھاری آواز میں اس کے فون کرنے کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

ہاں میں نے یہ بتانے کے لئے فون کیا تھا کہ میں اپنی اووزی گڑیا کو خود جا کے کالج سے لے آؤں گا۔۔ کاظم شاہ اسے جواب دیتے ہی اپنی گاڑی کی چابی، والٹ اور ہینگر سے اپنا بلیو کوٹ نکالتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

لیکن لالہ اووزی میرے ساتھ آنا۔۔۔ ابھی زوریز شاہ مسکرا کے اسے سلگانے کی خاطر اپنا جملہ مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے تپ کے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

پہلی بات وہ میری اووزی گڑیا ہے۔۔ تم سب اسے کسی دوسرے نیک نیم کے ساتھ پکار سکتے ہو۔۔ اور دوسری بات اگر تمہیں زیادہ ہی پک اینڈ ڈراپ کی سروس دینے کا شوق آ رہا ہے تو اپنی منکوحہ کو دو، جو صبح اپنی مدد آپ کے تحت ہاسپٹل گئی ہے۔۔ کاظم شاہ غرایا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ دوسری طرف موجود زوریز شاہ کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔

اسے پک اینڈ ڈراپ کی سروسز تھوڑی دوں گا لالہ ؟ اسے تو اسپیشل رومینس کی سروس۔۔۔ ابھی زوریز شاہ بے باکی سے بولتا ہوا اپنا جملہ مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے سٹپٹاتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔

بس بس فل اسٹاپ لگاؤ یہاں۔۔ اور کچھ شرم کرو اپنے چھوٹے بھائی سے مخاطب نہیں ہو تم۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے بھائیوں کا رعب جماتے اسے ڈپٹا تھا۔۔

یہی تو مسلئہ ہے۔۔ بابا جان نے ایزل کے بعد چھوٹے بھائی کی ٹرائے ہی نہیں ماری، ورنہ میں آپ سے یہ سب تھوڑی ناڈسکس کرتا لالہ۔۔۔ زوریز شاہ جیسے فرصت سے اپنی بے باکی کے مظاہرے کرتا کاظم شاہ کو سرخ کر رہا تھا۔ ان کی ہویلی میں پہلے نمبر پہ سب سے زیادہ بے باک انسان زوریز شاہ تھا۔۔

یو۔۔ بلڈ۔ی۔۔ زوریز شاہ۔۔ گو ٹو ہیل۔۔ لفٹ میں داخل ہوتا کاظم شاہ اسکی بے حد بے باک بات پہ سرخ چہرے کے ساتھ غرایا تھا جس پہ زوریز شاہ کا دلکش قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

وہ کیا لینے گئی ہے ہاسپٹل ؟؟ زوریز شاہ جانتا تھا کاظم شاہ فون بند کرنے والا ہو گا، اسی لئے اس نے بالآخر اپنے دل کی بات زبان پہ لاتے ہوئے سرد انداز میں مرحا شاہ کے متعلق پوچھا تھا۔۔

چچ چچ۔۔۔ پورے زمانے کی خبر رکھنے والے انسان کو اپنی منکوحہ کی خبر نہیں ہے۔۔ اور میں بھی کس پتھر کے ساتھ سر مار رہا ہوں ؟ جب بیوی اوقات میں رکھے گی تو بیچارا شوہر کیسے جان پائے گا کہ اسکی بیوی کب کیا کر رہی ہے ؟؟ اب اسے سلگانے کی باری کاظم شاہ کی تھی، کاظم شاہ بے حد افسوس کرنے والے انداز میں گھمبیرتا میں گویا ہوا تھا۔۔

مجھے آپ کے لہجے کی گھمبیرتا سے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ ابھی میری ہونے والی بھابھی آپ کی بانہوں میں قید ہے ؟؟ زوریز شاہ نے بھی سلگنے کی بجائے کندھے اچکاتے ہوئے اسکی آواز میں اچانک سے گھمبیرتا محسوس کرتے ہوئے بے باکی سے اس پہ ٹانٹ مارا تھا۔۔ پھر سے اسکی بے باک بات سنتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے اپنی خالی بانہوں کو دیکھا تھا، وہ تو انجانے میں آواز کو گھمبیر بناتے ہوئے اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا اور وہ بے باک انسان خود سلگنے کی بجائے فرصت سے اسے سلگا رہا تھا۔۔

فکر نہ کرو۔۔ میں ایسی سیچویشن میں کبھی بھی غیر ضروری کالز اٹینڈ نہیں کرتا۔۔ کاظم شاہ اترا کے بولتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔

دل کی تسلی کو غالب

یہ خیال بھی اچھا ہے

چچ چچ۔۔۔انتیس سالہ " شدید سنگل کاظم دریاب شاہ" جو کہ آج تک بیوی اور منکوحہ تو دور گرل فرینڈ کے سائے سے بھی محروم رہے ہیں ان کو اپنے منہ سے ایسی بات نکالنا زیب نہیں دیتا۔۔ہاہاہا۔۔زوریز شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا چبا کے بولتا اپنے الفاظوں سے کاظم شاہ کے دل میں آگ لگا چکا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔۔سیکھیں کچھ مجھ سے۔۔منہ میں چوسنی ڈالنے والی عمر میں "قبول ہے" کے دو بول بولتے ہوئے اپنی شاہزادی کو اپنے نام کروایا تھا۔۔ہائے لالہ ویسے کتنی فکر تھی نا مجھے بچپن میں ہی اپنے ہونے والے بچوں کو دنیا میں لانے کی؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے بچپن کے نکاح پہ اتراتا ہوا اسکی غصے سے پھولتی سانسوں کی آواز سنتا اسے مزید سلگانے کی خاطر قہقہہ لگا کے ہنسا تھا، یہ سوچے بغیر کہ ایک وقت آنا تھا جب اس نے کاظم شاہ کے منہ سے بھی یوں بے باکی کے مظاہرے سنتے ہوئے خود بھی غصے سے یونہی سرخ پڑنا تھا۔۔

کاش سکرین کے تھرو(ذریعے) حبیس انسانوں کو چپیریں(تھپڑ) مارنے والا کوئی سافٹ ویئر ایجاد ہوا ہوتا زوریز شاہ تو میں تمہارا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دیتا۔۔کاظم شاہ بظاہر تپے ہوئے انداز میں بولا تھا البتہ اسکی اتنے دنوں بعد کھکھلاتی آواز سنتے ہوئے وہ اندر تک سرشار تھا، ورنہ ہجر نے تو اس مضبوط انسان کا خون نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔۔زوریز شاہ کے دل میں گدگدی سی ہو رہی تھی، کاظم شاہ کو تنگ کرنے کا مزہ ہی اپنا تھا، اسکا دودھیا سفید چہرہ جب غصے سے سرخ ہوتا تھا وہ اس خوبصورت انسان کو مزید دلکش بناتا تھا۔۔

ایزل شاہ کو ابھی چھٹی ہوئی تھی اور بالکل ابھی ہی کاظم شاہ کی لینڈ کروزر اسکے کالج کے گیٹ کے سامنے آ کے رکی تھی۔۔کاظم شاہ نے کالج کے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی گاڑی کا تیز ہارن دیا تھا۔۔

آ گیا تیرے دل کا راجکمار!! کاظم شاہ کی گاڑی کے مخصوص ہارن کی آواز سنتے ہوئے جویریہ اپنے پاس بینچ پہ بیٹھی ایزل شاہ کے کان میں شرارت سے بولی تھی جس پہ ایزل شاہ نے منہ بناتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔۔جویریہ اور ایزل شاہ بیسٹ فرینڈز تھیں۔۔

ارے؟؟؟ یہ تیرا منہ کیوں بنا ہوا ہے صبح سے؟؟ اسے کاظم شاہ کے نام پہ چھیڑنے کے بعد بھی خاموش دیکھتے ہوئے جویریہ نے اسکا گال کھینچتے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا۔۔

ناراض ہوں میں ان سے۔۔۔ وہ کاظم شاہ کے ہارن کی آواز کو سن کے نظر انداز کرتی منہ پھولاتے بولی تھی۔۔

ہاااا!! وہ کیوں؟ جویریہ نے تجسس سے پوچھا تھا جس پہ ابھی ایزل شاہ اسے وجہ بتاتی جب اس کا فون رنگ ہوا تھا، اپنے فون پہ "شاہ جی" کالنگ لکھا دیکھ کے ایزل شاہ نے ایٹیٹوڈ سے فون کاٹنے کا سوچا تھا، لیکن پھر اپنا ارادہ ترک کرتے ہوئے فون یس کر کے کان کو لگایا تھا۔۔

اووزی دو منٹ میں کالج سے باہر نکلو! ورنہ میری سڑک پہ غلط پارکنگ کی وجہ سے کسی سے لڑائی ہو جائے گی۔۔۔

کاظم شاہ افراتفری میں بولتا ہوا فون کاٹ چکا تھا، ایزل شاہ نے ہکا بکا ہوتے ہوئے اپنے فون کو دیکھا تھا، اور پھر وہ جویریہ کے لاکھ وجہ پوچھنے کے باوجود اسے جواب دیئے بغیر کالج کے گیٹ کی طرف بڑھی تھی، وہ اپنے شاہ جی کی لڑائی سڑک پہ قطعی افورڈ نہیں کر سکتی تھی، وہ جانتی تھی وہ جب لڑتا تھا تو پیسہ پھینک کے لڑائی لیتا تھا، اسی لئے وہ کچھ دیر کے لئے اپنی ناراضگی بھولاتی ہوئی پریشانی سے باہر نکلی تھی۔۔

کاظم شاہ نے فون بند کرتے ہی مسکراتے ہوئے گیٹ کی طرف دیکھا تھا، وہ جانتا تھا وہ دو منٹ میں باہر ہو گی اور ایسا ہی ہوا تھا وہ ہر براتی ہوئی گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اسکی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی، اسکا سرخ و سفید چہرہ گلابی حجاب میں بے حد پیارا لگ رہا تھا، وہ اس وقت کاظم شاہ کو بالکل کوئی ڈول لگ رہی تھی۔۔

ایزل شاہ نے گاڑی تک آتے ہی منہ پھولاتے ہوئے پچھلا دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ لاکڈ تھا، کاظم شاہ نے اسکے نروٹھے چہرے کو دیکھ کے مسکراتے ہوئے اسکے لئے فرنٹ ڈور کھولا تھا جس پہ وہ آس پاس کے لوگوں کا خیال کرتی ہوئی ناچاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی۔۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی ایزل شاہ نے ناراضگی اور غصے سے زور سے اسکی گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا جس پہ کاظم شاہ نے تاصف سے سر ہلایا تھا۔۔

السلام و علیکم!!۔۔۔ اسے خاموش دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے سلام لینے میں پہل کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھائی تھی جس پہ ایزل شاہ نے مدھم آواز میں جواب دیتے ہوئے اپنا رخ شیشے کی طرف موڑا تھا۔

کیسا رہا آج کا دن؟؟ کچھ دیر تک اسکی خاموشی برداشت کرنے کے بعد کاظم شاہ نے بات کا آغاز کیا تھا۔۔

کل رات سے کافی اچھا تھا۔۔ ایزل شاہ نے ہنوز رخ موڑے روکھے سوکھے انداز میں جواب دیا تھا۔۔ اشارہ رات میں ہوئی جھڑپ پہ تھا۔

آئی ایم سوری اووزی۔۔ مجھے رات میں اس طرح سے اوور ریکٹ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے رات والے رویے کی دل سے معافی مانگی تھی، ایزل شاہ نے اسے جواب دیئے بغیر غصے سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا۔۔

نہیں بولیں مجھے اووزی۔۔۔ تھوڑا سا اور ڈانٹ لیں کوئی کثر باقی نہ رہ گئی ہو۔۔ وہ اپنی نیلی آنکھوں میں نمی لئے بھرائی آواز میں بولتی کاظم شاہ کو مزید شرمندہ کر گئی۔۔

اووزی وہ لڑکے تمہیں دیکھ کے بہت بری باتیں کر رہے تھے، اسی لئے مجھے غصے آگیا۔۔ کاظم شاہ نے اسکا بازو پکڑ کے اسکا رخ خود کی طرف موڑتے ہوئے مدافعانہ انداز میں صفائی دی تھی۔۔

اچھا اور مجھ پہ کس لئے غصہ آیا تھا؟ آپ کو کیا لگا تھا میں نے ان لڑکوں کو دیکھ کے جان بوجھ کے اپنا دوپٹا۔۔۔ ابھی ایزل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے سختی سے اس کی بات کاٹی تھی۔۔

سٹاپ اٹ اووزی۔۔۔ کیوں خود کے بارے میں اتنا غلط بولتی ہوئی مجھے تکلیف دے رہی ہو؟ آئی سویر میں نے جان کے تم پہ غصہ نہیں کیا تھا وہ سب اچانک سے ہو گیا۔۔ تم جانتی ہو نا مجھے کتنا برا غصہ آتا ہے۔۔۔ بس نیکسٹ ٹائم نہیں ہو گا۔۔۔ کاظم شاہ اسے اپنے کندھے سے لگاتا سنجیدگی اور بے بسی کے ملے جلے تاثرات سے بولا تھا۔۔

مجھ سے میچنگ کرنا اتنا برا لگتا ہے آپ کو؟؟ ابھی تو آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی اور آپ نے مجھ سے بازپرس شروع کر دی ہے۔۔ کیا اتنی بری لگنے لگی ہوں میں آپ کو؟؟ ایزل شاہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی، اسکے یوں رونے پہ کاظم شاہ نے ہربراتے ہوئے اپنی گاڑی سڑک کے کنارے پہ لگائی تھی۔۔

ہے۔۔ اووزی۔۔۔ لسن ٹو می (مجھے غور سے سنو)۔۔ اووزی۔۔۔ رونا بند کرو۔۔۔ کاظم شاہ اسکے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹاتا تا فکر مندی سے بول رہا تھا لیکن ایزل شاہ ہنوز روئے جا رہی تھی۔۔

اووزی۔۔ آئی ایم سو سوری۔۔۔ میں آئیندہ سے اپنا غصہ خود پہ اتار لوں گا لیکن تمہیں ہرٹ نہیں کروں گا، آئی پرامس۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ رب کرتے ہوئے اسکے گالوں پہ ٹکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتے ہوئے

اس سے وعدہ کیا تھا یہ سوچے بغیر کے وہ اپنے وعدے پہ قائم نہیں رہ پائے گا۔۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی سفید سی کٹی اپنی کنچی آنکھوں سے کبھی کاظم شاہ کو گھورتی تو کبھی ایزل شاہ کو، جو ایک دوسرے میں مصروف اس پہ بالکل بھی توجہ نہیں دے رہے تھے۔۔

میاؤں۔۔ میاؤں۔۔ بالآخر اس معصوم لیکن چالاک کٹی نے اپنی معصومیت بھری آواز نکالتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تھا۔۔ گاڑی کے اندر سے میاؤں میاؤں کی آواز سنتے ہوئے ایزل شاہ رونا بھول چکی تھی، اس نے تیزی سے اپنا رخ پچھلی سیٹ پہ موڑا تھا جہاں سے بلی کی آواز آئی تھی، اور پھر اتنی پیاری سی کٹی دیکھتے ہوئے ایزل خوشی سے چیخی تھی، ایزل شاہ کو بلیاں بے حد پسند تھیں۔۔ کاظم شاہ اسکے خوشی سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

شاہ جی!! یہ۔۔ یہ کس کی کٹی ہے؟؟ ایزل شاہ نے اپنی ناراضگی بھولتے ہوئے ایکسائیڈ انداز میں اپنے گالوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

اکورس میری اووزی کے لئے۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے گال پہ ٹکے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے اسے نرمی اور پیار سے مسکرا کے جواب دیا تھا۔۔ ایزل شاہ کی تو خوشی کے مارے انتہا نہیں تھی، وہ اپنی نیلی آنکھوں میں بے حد خوشی لئے پیچھے کو مڑتی ہوئی اس کٹی کو پکڑنا چاہ رہی تھی لیکن ایزل شاہ کا ہاتھ اس تک پہنچنے کے لئے کافی چھوٹا تھا جس پہ اس نے منہ بناتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکی مشکل آسان کرتے ہوئے اپنے ایک ہاتھ سے کٹی پکڑتے ہوئے ایزل شاہ کی گود میں رکھی تھی۔۔ ایزل شاہ نے کھکھلاتے ہوئے اس سفید بڑے بڑے بالوں والی کٹی کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

اب معاف کر دیا میری اووزی نے مجھے؟؟ کاظم شاہ نے اسے کٹی کے ساتھ مگن دیکھتے ہوئے گاڑی کو پھر سے روڈ پہ ڈالتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔

بتاؤ کٹی معاف کر دیں شاہ جی کو؟؟ ایزل شاہ نے اپنی نئی نئی دوست بنی کٹی کو مخاطب کرتے ہوئے آبرو آچکا کے پوچھا تھا جس پہ کٹی نے زور و شور سے "میاؤں" "میاؤں" کی گردان لگائی تھی۔۔ وہ بلی شکل سے بے حد معصوم لگتی تھی لیکن اتنی ہی سمجھدار بھی تھی۔۔

میری کٹی بول رہی ہے کوئی نہیں معاف کرنا گندے شاہ جی کو۔۔۔ایزل شاہ اپنی کٹی کی میاؤں میاؤں کا الٹا مطلب نکالتی ہوئی اپنا ناک سکوڑ کے تیکھے چتونوں سے بولی تھی جس پہ کاظم شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنی چالاک اووزی کو دیکھا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے دیکھنے کے انداز پہ بے ساختہ کھکھلائی تھی جس پہ کاظم شاہ نے اسکے سر پہ ہولے سے چپت لگاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

آئی ایم سو سوری گڑیا۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے حجاب پہ ہولے سے اپنے لب رکھتے ہوئے اسے ہمیشہ کی طرح مان بخشا تھا، لیکن ایزل کو اس کے منہ سے خود کے لئے گڑیا کا لفظ ہمیشہ کی طرح ایک آنکھ نہیں بھایا تھا، اسے یوں لگتا تھا وہ اسے گڑیا کی بجائے اووزی بہن بول رہا ہو۔۔۔

گلے بیٹی۔۔۔شاہ ہویلی میں اس وقت رات کے کھانے کا وقت تھا، وہ سب ہلکی پھلکی باتوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جب عادل شاہ نے ٹیبل پہ کھانا لگاتی گلالئی کو مخاطب کیا تھا۔۔

جی داجی۔۔۔گلالئی جو پھر سے کچن میں جانے والی تھی، اپنا رخ موڑتے ہوئے اس نے معصومیت سے عادل شاہ کو جواب دیا تھا۔۔

شاہ کو بلاؤ۔۔مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔وہ نرمی سے بولتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے، گلالئی سر ہلاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکی تھی، شاہ بی بی اور میر ال شاہ نے غصے سے گلالئی کی پشت کو گھورا تھا۔۔

احان شاہ کے کمرے تک پہنچتے ہی گلالئی نے سب سے پہلے اپنی کلائیوں پہ چوڑیاں چیک کی تھیں جنہیں اس دن اس بے مہر انسان نے بے دردی سے توڑا تھا، صد شکر اس نے چوڑیاں نہیں پہنی ہوئی تھیں۔۔گلالئی نے گہری سانس بھرتے ہوئے احان شاہ کے کمرے کا دروازہ بجایا تھا۔۔

ہمم بولو؟؟کچھ منٹ بعد احان شاہ نے دروازہ کھولتے ہوئے سامنے گلالئی کو کھڑے دیکھ کے اسکے یہاں آنے کا مقصد استفسار کیا تھا۔۔

شاہ سائیں آپ کو داجی بلا رہے ہیں۔۔گلالئی اسے ایک نظر دیکھ کے نظریں جھکا کے جواب دیتی وہاں سے جانے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسے کلائی پکڑتے ہوئے اپنے کمرے میں کھینچا تھا۔۔احان شاہ نے اسے ایک جست میں

دروازے کے ساتھ لگاتے ہوئے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھے تھے۔۔اس اچانک افتاد پہ گلالئ کا سر چکرایا تھا،اس نے بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے بے حد قریب کھڑا تھا،احان شاہ کی گرم سانسوں کی تپش اسکا چہرہ جھلسا رہی تھی۔۔

میرے داجی تمہارے داجی کب سے ہو گئے؟؟احان شاہ کچھ پل خاموشی سے اسکے بھانپ چھوڑتے ہوئے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔گلالئ کو سمجھ نہ آئی وہ اسکے بے تکے سوال کا کیا جواب دے؟وہ نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑورتی رہی،اتنی جرات نہیں تھی کہ اسے خود سے دور کر سکے جو پورے حق سے اسکے ارد گرد ہاتھ جمائے اسکے بے حد قریب کھڑا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے لڑکی؟؟احان شاہ نے اب کی بار غصے سے دروازے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا جس پہ وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔

شاہ۔۔۔سائیں۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔شروع۔۔۔۔سے۔۔۔انہیں۔۔۔داجی۔۔۔ابھی وہ تھوک نگلتی ہوئی اپنی بات مکمل کرتی جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کل رات میں نے تمہیں میڈیسن لے جانے کو بولا تھا۔۔میری حکم عدولی کیوں کی تھی تم نے؟؟فری کے پیسے ہیں میرے پاس جو تم پہ لٹاتا پھروں اور تم ضائع کرتی پھروں؟؟وہ اسکے گلابی بھرے بھرے ہونٹوں پہ اپنی نظریں جمائے کچھ نیچے کو جھکتا غصے سے بولا تھا جس پہ اس نے سہمی ہرنی کی مانند اپنی آنکھیں میچی تھی۔۔اسکے بے حس الفاظ پہ ہمیشہ کی طرح آنسو اسکی آنکھوں سے باہر امڈنے کو بے تاب ہوئے تھے۔۔

آپ۔۔میرا۔۔کل۔۔والا۔۔خرچہ۔۔۔میری۔۔۔تنخواہ۔۔۔میں۔۔۔سے۔۔۔کاٹ۔۔۔لیجئیے۔۔۔گا۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولی تھی،اسکے جواب پہ احان شاہ کتنے لمحے کچھ بول نہ سکا۔۔وہ وہاں سے بھاگ کے جانے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے پھر سے دروازے کے ساتھ لگایا تھا،گلالئ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے اپنے آنسوؤں پہ قابو پایا تھا۔۔

اپنی ان شکوہ کناں آنکھوں سے کیوں دیکھتی ہو مجھے؟؟کیا ثابت کرنا چاہتی ہو مجھ پہ کہ تم پہ ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہوں میں؟؟ایک ظالم،جابر اور بے مہر انسان ہوں میں؟اور تم دنیا کی واحد مظلوم لڑکی؟احان شاہ اسکے لب کو اپنے

انگوٹھے سے اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا_ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے_ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں شکووں کی تحریر دیکھتے ہوئے غرایا تھا۔۔

کیا اپنے محرم کو دیکھنا گناہ ہے؟؟ وہ اپنی عارضوں پہ پھسلتے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی ہوئی معصومیت اور اداسی سے گویا ہوا تھی، اسکے جواب پہ احان شاہ ہل نہ سکا۔۔ احان شاہ کی آنکھوں میں ساڑھے ساتھ سال پہلے کا وہ منظر لہرایا تھا جب وہ اپنی زندگی میں پہلی بار شدید بے بس ہوا تھا اور اسے شدید بے بس کروایا گیا تھا۔۔ احان شاہ کی ہری آنکھیں بے حد غصے سے شدید سرخ ہوئی تھیں۔۔ احان شاہ نے اسکے جبڑے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کی تھی، گلالئ کو لگا اس کا جبڑہ ٹوٹ جائے گا۔۔

خبردار! خبردار جو تم نے مجھ سے اپنا کوئی رشتہ جوڑا گلالئ اسماعیل خان!! تم کبھی بھی احان شاہ کے شایان شان نہیں ہو سکتی!۔۔۔ احان شاہ بولا نہیں بلکہ دھاڑا تھا، اسکے منہ سے آج پہلی بار اپنا نام سنتے ہوئے گلالئ نے دھڑکتے دل سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ جتنا اسکے منہ سے اپنا نام خوبصورت لگا تھا، اسکے باقی کے الفاظ اتنے ہی کسی خنجر کی طرح دل میں پیوست ہوئے تھے۔۔

میں آپ کے شایان شان نہیں ہوں؟ پھر کیوں کل میری انیکسی میں آتے ہوئے مجھ پہ اپنا حق جتایا تھا؟ کیوں مجھے اپنی سانسیں بخشی تھیں؟ وہ اسکے توہین آمیز الفاظ پہ غصے سے بلبلا اٹھی تھی، لہجے میں ہنوز معصومیت تھی۔ وہ آج پہلی بار اسکے سامنے یوں بول رہی تھی ورنہ کہاں اسکے سامنے زبان چلتی تھی؟۔۔ اسکے جواب پہ احان شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں کل انیکسی والا منظر لہرایا تھا جب اس نے اسے اپنی سانسیں دی تھیں۔۔

کیا بکواس کر رہی ہو؟ میں تمہاری ایک ایک سانس پیتے ہوئے تم پہ سانس لینا تو تنگ کر سکتا ہوں، لیکن تمہیں اپنی سانسیں کبھی نہیں بخش سکتا گلالئ خان!! احان شاہ اپنی کل والی حرکت سے صاف مکرتا ہوا بے حد غصے سے دھاڑا تھا، اسکی جوابی کاروائی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی اسے۔۔۔ گلالئ جہاں اس کے بے باک انداز پہ سرخ پڑی تھی وہی پہ اسکے الفاظوں سے اس کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔۔ اسکا دل اسے کل سے فتویٰ دے رہا تھا اسے کل سانسیں بخشنے والا احان شاہ تھا تو وہ کیسے اس بات سے یوں آسانی سے انکار کر سکتا ہے؟؟ گلالئ نے اذیت سے سوچا تھا

-

آپ کے مطابق میں آپ کی ملازمہ ہوں، آپ کے شایان شان نہیں ہوں! آپ نے مجھے اپنی سانسیں نہیں بخشی تو پھر ہو سکتا ہے میں شاہ ہویلی کی عام سی ملازمہ شاہ ہویلی کے گیٹ پہ کھڑے چوکیدار اکبر خان (ملازم) کے شایان شان ہوں، شاید اسی نے مجھے اپنی سانسیں بخشی۔۔۔۔ ابھی گلالئی اسکے بے حس الفاظوں پہ اپنے مفلوج دماغ سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ اسکے ہونٹوں کو اپنی پوروں کی چٹکی میں زور سے مسلتا بے حد غصے سے حلق کے بل چیخا تھا۔۔

You silly girl, shut the fuck up

اس کے الفاظ پہ احان شاہ کو اپنے پورے بدن پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، غصے سے احان شاہ کی ہری آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں۔۔ اسکے یوں چیخنے پہ وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی اس کے ہاتھ سے اپنا جبڑہ چھڑوانے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن وہ اس کے جبڑے پہ اپنی گرفت بے حد مضبوط کرتا جا رہا تھا۔۔ اسکے الفاظ احان شاہ کو ننگی تلوار پہ بٹھا چکے تھے۔۔

تم ایک سید زادے کے نکاح میں ہوتے ہوئے ایسی بکواس اپنی زبان پہ کیسے لا سکتی ہو یو بلڈی گرل!! احان شاہ اسکے چہرے کے اوپر اپنا چہرہ جھکاتا اتنی قوت سے دھاڑا تھا کہ گلالئی کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔ اسکے الفاظوں پہ گلالئی کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہوا تھا، ان ساڑھے سات سالوں میں آج پہلی بار اس نے اپنی زبان سے نکاح کا اعتراف کیا تھا، آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھوں سے عارضوں پہ بہے تھے۔۔ احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ اسکا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دے، اسکے الفاظ ہنوز اسکے دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونجتے ہوئے اسے غصے سے پاگل کر رہے تھے۔۔

جانتے ہیں ہم پٹھانوں میں مرد اپنی عورت کو اپنی غیرت سمجھتے ہیں چاہیں ان کی عورتیں بے غیرت ہی کیوں نہ ہوں! لیکن آپ کا کہنا ہے کہ میں آپ سے کوئی رشتہ نہ جوڑوں؟؟ پھر جب آپ ایک سید زادے ہوتے ہوئے میرے ساتھ نکاح پڑھ کے بھی مجھے اپنی منکوحہ ماننے سے انکار کر سکتے ہیں، مجھے سانسیں بخش کے بھی ماننے سے انکار کر سکتے ہیں، مجھے اپنے شایان شان نہ سمجھتے ہوئے میرے کردار کو میری ہی نظروں میں گرا سکتے ہیں تو میں کیوں ایسی بکواس نہیں کر سکتی؟؟ وہ معصومیت سے گھٹی ہوئی بھرائی آواز میں دھاڑی تھی، گلالئی کو آج نا جانے کیا ہوا تھا جو وہ احان شاہ

کے سامنے تن کے کھڑی سارے حساب بے باک کر رہی تھی، گلالئ کا چھوٹا سا دل پہلو میں دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا لیکن آج وہ اپنے دل کی تمام باتیں زبان پہ لانے سے خود کو روک نہ پائی تھی۔۔

خانزادوں کی عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے ایسے زبان نہیں چلاتی جیسے تم چلا رہی ہو! وہ اپنے شوہروں کے سامنے کسی دوسرے مرد کا ذکر اس طرح سے اپنی زبان پہ نہیں لاتی جس طرح سے کچھ دیر پہلے بکواس کرتے ہوئے تم نے اپنی زبان پہ لایا تھا۔۔ احان شاہ اسکے چادر میں چھپے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتا جھک کے اسکے لبوں پہ شدت سے اپنے دانت گاڑتا لہو رنگ آنکھوں سے غرایا تھا۔۔ اسکے دانتوں کے بے رحم لمس کو اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتی گلالئ کے وجود پہ کپکپاہٹ تاری ہوئی تھی، لبوں سے سسکی آزاد ہوئی تھی جسے احان شاہ شدت سے اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔ احان شاہ اسے سانس لینے کی مہلت دیئے بغیر بری طرح سے اسکے ہونٹوں پہ قابض ہوا تھا، اسکے لمس میں اتنی شدت محسوس کرتے ہوئے گلالئ نے اسکی سفید ٹی شرٹ کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا، گلالئ کے گال تپ کے لال انگارہ ہوئے تھے اسکے لمس پہ۔۔۔ احان شاہ نے اسے کسی بھی طرح کی مزاحمت نہ کرتے دیکھ کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اوپر اٹھایا تھا۔۔ احان شاہ اسکے ہونٹوں پہ جھکا اپنے کہے کے مطابق واقعی ہی اس پہ سانسیں تنگ کر رہا تھا، وہ اسکے بخار سے دہکتے وجود کی پروا کیے بغیر اسکے نازک لبوں پہ غصے سے بارہا دانت گاڑتا اسکی کچھ دیر پہلے کی گئی جوابی کاروائی کا اپنے انداز میں بدلہ لے رہا تھا۔۔ گلالئ کی دھڑکنیں سینے میں شور مچاتی ہوئی پاگل ہو رہی تھیں وہ گلالئ کی ہوش میں آج پہلی باریوں اسکے اتنا نزدیک آیا تھا۔۔ گلالئ کے گال جہاں شرم وحیا سے بھانپ چھوڑ رہے تھے، وہی پہ اسکے بے رحم لمس کی وجہ سے اسکی سسکیاں احان شاہ کے ہونٹوں میں دب رہی تھیں، جو اسکی ایک ایک سانس اپنی سانسوں میں منتقل کر رہا تھا۔۔ گلالئ کا پورا وجود سانسوں کے رکنے پہ کپکپا رہا تھا لیکن اس نے احان شاہ کو خود سے دور نہیں جھٹکا تھا، گلالئ نے بالکل بھی مزاحمت نہیں کی تھی، اس نے احان شاہ کو خود سے ایک انچ بھی دور نہیں کیا تھا، وہ اپنے محرم کے لمس پہ اپنی آنکھیں موند چکی تھی، آنسو اس کی آنکھوں سے گالوں پہ گرتے ہوئے بے مول ہو رہے تھے لیکن احان شاہ سفاکی سے اسکی سانسیں خود میں انڈھیلتا رہا۔۔ گلالئ کے بدن میں حد سے زیادہ کپکپاہٹ محسوس کرتے ہوئے بالآخر احان شاہ نے کتنے ہی منٹوں بعد اس کے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے کچلتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔ ان دونوں کی سانسیں بری طرح سے پھول چکی تھی، گلالئ نے بے

ساختہ اس سفاک انسان کے سینے پہ اپنا سر ٹکاتے ہوئے اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ احان شاہ جو پہلے ہی اسکی نازک کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا، اسکے بخار سے دہکتے لرزتے وجود کو دیکھتے ہوئے اس نے اتنے غصے میں بھی نا جانے کس احساس کے تحت نرمی سے اسکی پیٹھ سہلائی تھی، جس پہ گلائی نے ساکت ہوتے ہوئے اسکے ہاتھ کا نرم لمس اپنی پیٹھ پہ محسوس کیا تھا، گلائی نے اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکاتے ہوئے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا، اسکے بے رحم لمس پہ اسے اپنے ہونٹوں پہ بے حد جلن محسوس ہو رہی تھی، احان شاہ نے اسکی سحر زدہ آنکھوں میں اداسی اور غم کی شدید لہر دیکھتے ہوئے اسے زمین پہ اتارا تھا۔۔

کمرہ صاف کرو میرا۔۔۔ احان شاہ اس کی آنکھوں کی اداسی ہمیشہ کی طرح نظر انداز کرتا اسے ایک منٹ میں اسکی اوقات یاد دلا چکا تھا۔۔ گلائی جو آج صبح سے ہویلی کے کام کرتی ہوئی تھک چکی تھی، اسکے حکم پہ اس نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسکے بکھرے ہوئے بیڈ کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔۔ احان شاہ محسوس کر چکا تھا، اسے بخار ہے، اسے لگا تھا وہ اسے پھر سے پہلے کی طرح جواب دے گی لیکن اس نے جواب نہیں دیا تھا وہ اتنا تھکی ہونے کے باوجود بھی اسکے کام کرنے سے خود کو روک نہیں رہی تھی۔۔

احان شاہ اس پر سے نظریں پھیرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے ہی والا تھا لیکن پھر اپنی گھنی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے رک گیا۔۔ احان شاہ نے اپنا رخ گلائی کی طرف موڑا تھا، وہ ہنوز بری طرح سے کانپ رہی تھی، اسکے قریب پہنچتے ہوئے احان شاہ نے بیڈ شیٹ ٹھیک کرتی ہوئی گلائی کا بازو کھینچتے ہوئے اسے خود کے قریب کیا تھا، احان شاہ کی نظریں بے ساختہ اسکے بھرے بھرے یاقوتی ہونٹوں پہ پڑی تھیں جن پہ وہ غصے سے کٹ لگا کے گہرا زخم دے چکا تھا، احان شاہ نے اسکے ہونٹ پہ ٹکی خون کی بوندوں کو اپنے ہونٹوں سے چننے کی خواہش کو اپنے دل میں دباتے ہوئے اپنے کھردرے انگوٹھے سے ان خون کی بوندوں کو رگڑ کے صاف کیا تھا، اسکی کچھ دیر پہلے والی بے رحم شدت پہ تضاد اسکے انگوٹھے کے کھردرے لمس کی وجہ سے اسکے بے حد نازک ہونٹ سرخ ہوتے ہوئے لہو چھلک رہے تھے۔۔ گلائی نے سانس روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو نا جانے اب کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

میرے کمرے سے جاؤ، میں نہیں چاہتا تم میرے کمرے سے نکلنے کے بعد میری غیر موجودگی میں میرے کمرے سے کچھ چرا لو۔۔۔ احان شاہ کو اسکے بخار کے پیش نظر اسے انیکسی میں بھیجنا تھا، لیکن ہمیشہ کی طرح انا آڑے آ رہی تھی،

اسی لئے وہ ہمیشہ کی طرح اپنے بے رحم لفظوں کا استعمال کرتا ہوا گلالئی کو ہمیشہ کی طرح بے حد اذیت دے چکا تھا، اسکے الفاظ تھے یا کوئی پگھلا ہوا سیسہ جو احان شاہ نے اسکے کانوں میں انڈھیلا تھا۔۔ اسکی بات پہ گلالئی نے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں لئے اسکی طرف بے یقینی سے دیکھا تھا۔۔ وہ اتنا ظالم اور مغرور کیوں تھا؟ وہ صرف سوچ کے رہ گئی۔۔

فکر۔۔نہ۔۔ کریں۔۔۔ آئیندہ۔۔۔ آپکی۔۔۔ موجودگی۔۔۔ میں۔۔۔ بھی

۔۔۔ آپ۔۔۔ کے۔۔۔ کمرے۔۔۔ میں۔۔۔۔ نہیں۔۔ آؤں۔۔۔ گی۔۔۔ گلالئی ہچکیوں سے روتی ہوئی اپنے لبوں سے توڑ توڑ کے الفاظ ادا کرتی اسکے کمرے سے بھاگ چکی تھی، اس کے ہچکیوں سے رونے پہ، اس کے الفاظوں پہ ناجانے کیوں احان شاہ کی سانسیں تھمی تھیں۔۔ اپنے لفظوں کی سفاکی یاد کرتے ہوئے احان شاہ نے غصے سے بیڈ کراؤن پہ اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارا تھا۔۔ وہ سید زادہ تھا ایک نوکر کی بیٹی اسے سوٹ نہیں کرتی تھی۔۔ احان شاہ نے سفاکی سے سوچتے ہوئے اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھائے تھے۔۔

اپنے بڑے سپوت کی حرکتیں دیکھ رہے ہو؟ الیکشن سے بچنے کے لئے وہ ہمارے ساتھ بیٹھنا تک گوارا نہیں کر رہا۔۔۔ اب سے بھیجا ہوا ہے بچی کو اسے بلانے؟ ہمارا کھانا اختتام پہ آچکا ہے لیکن مجال ہے جو اس بگڑی ہوئی اولاد نے کمرے سے باہر قدم نکالا ہو!!۔۔ عادل شاہ کا رخ اب ھارون شاہ کی طرف تھا۔۔ ابھی ھارون شاہ کچھ بولتے جب زوریز شاہ نے ان کی بات میں اپنی ٹانگ اڑائی تھی۔۔

داجی! مجھے لگتا ہے آپ کو الیکشن کی بجائے احان لالہ کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہئے۔۔ آخر کو ان کی بچے پیدا کرنے کی عمر ہے اور آپ کی ان کی اولاد دیکھنے کی۔۔۔ زوریز شاہ نے مصروف انداز میں بولتے ہوئے منہ میں چھوٹا سا نوالہ ڈالا تھا۔۔ زوریز شاہ کی بات پہ جہاں سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے وہی پہ کاظم شاہ کو پانی پیتے ہوئے اچھو لگا تھا۔۔ زوریز شاہ کی بات سنتے ہوئے ڈاینگ روم میں داخل ہوتے ہوئے احان شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

بچے پیدا کرنے کی ؟؟۔۔۔ حبیس انسان سوچ سمجھ کے بولا کر۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ساتھ بیٹھے زوریز شاہ کے کندھے پہ مکا جھڑ تا سرگوشی میں گویا ہوا تھا جس پہ زوریز شاہ نے دانتوں تلے اپنی زبان دیتے ہوئے سب کو دیکھا تھا اور ایسا کرتے وہ مرحا شاہ کو بے حد خوبصورت لگا تھا۔۔

آئی مین ان کی شادی کروانے کی، باپ بننے کی عمر ہے۔۔ تو اسی لئے انہیں الیکشن سے دور ہی رکھیں۔۔۔ زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے اپنے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملے میں ردوبدل کر گیا۔۔ مرحا شاہ کی خود پہ ٹکی نظروں کو وہ معمول کی طرح اگنور کر رہا تھا۔۔

داجی کی اپنی شادی ان کے چھوٹے بھائی سے لیٹ ہوئی تھی نا تو اسی لئے انہوں نے اس بات کو دل پہ لے کے رسم بناتے ہوئے پہلے چاچو جان کی شادی بابا جان سے پہلے کر کے ان کے ساتھ ناانصافی کی اور پوتوں کی دفعہ انہوں نے پھر سے ناانصافی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے بڑے پوتے کو چھوڑ کے بچپن میں ہی میری بجائے تمہارا نکاح پڑھوا دیا ۔۔ فکر نہ کرو ہمارے خاندان میں رواج ہے بڑوں کی شادی لیٹ کرنے کا!! اپنے بھورے بالوں کو ہاتھوں کی انگلیوں سے سنوارتا احان شاہ ڈائیننگ روم میں داخل ہوتا سنجیدگی سے اپنی بھاری آواز میں زوریز شاہ سے مخاطب ہوا تھا، اسکی اتنی لمبی گفتگو کا مقصد داجی کو الیکشن کے ٹاپک سے بعض رکھنا تھا، ایزل شاہ کی گود میں کب سے بیٹھی اسکی سفید کٹی نے احان شاہ کی بات پہ میاؤں میاؤں کی آواز نکالتے ہوئے جیسے اسکی تائید کی تھی۔۔ احان شاہ کے سنجیدہ انداز میں بولے گئے اتنا مزاحیہ جملوں پہ تضاد ایزل شاہ کی کٹی کے احان شاہ کی طرف دیکھ کے یوں میاؤں میاؤں کرنے پہ کاظم شاہ، ارزم شاہ، زوریز شاہ، دریاب شاہ اور میرال شاہ کا مشترکہ قہقہہ گونجا تھا، جبکہ باقی سب خواتین نے بمشکل اپنا قہقہہ دبایا تھا۔۔ داجی اور ھارون شاہ نے گھور کے احان شاہ کو دیکھا تھا۔ ھارون شاہ نے دل میں اپنے دونوں سپوتوں کو صلواتوں سے نوازا تھا جو انہیں ہر جگہ شرمندہ کرواتے تھے۔۔

اگلے ہفتے کی پریس کانفرنس میں ھارون میڈیا کو تمہارے الیکشن میں کھڑے ہونے کے متعلق آگاہ کر دے گا! لہٰذا تم خود کو ہر طرح سے الیکشن کے لئے تیار رکھو۔۔ وہ عادل شاہ ہی کیا جو اپنی بات سے پیچھے ہٹ جائیں ؟؟ وہ اپنے دونوں پوتوں کی باتوں کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتے احان شاہ کو گھورتے ہوئے روعب سے بولے تھے۔۔

ان کاموں کے لئے کاظم سے رابطہ کریں داجی۔۔ میں ان دنوں کافی مصروف ہوں۔۔ احان شاہ نے ہمیشہ کی طرح کاظم شاہ کو پھنساتے ہوئے بیزاری سے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

معذرت!! میں آج کل اور اگلے آنے والے سالوں تک آفس کے سلسلے میں کافی مصروف ہوں۔۔ کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔۔ داجی نے تاصف سے سر ہلاتے ہوئے اپنے ایک سے بڑھ کے ایک گستاخ اور ڈھیٹ ابن ڈھیٹ پوتے کو دیکھا تھا، وہ کاظم شاہ سے الیکشن کی بات پہلے ہی کر چکے تھے لیکن وہ انہیں اپنی کام کے بارے میں مصروفیت کا بتاتا ہوا صاف انکار کر چکا تھا۔۔

داجی میری سمجھ سے باہر ہے! جب چاچو جان اور بابا جان سب ٹھیک سے لے کے چل رہے ہیں تو میری ضرورت کیونکر پیش آرہی ہے آپکو؟؟ احان شاہ جھجھلائے تاثرات سے بولا تھا۔۔

انتیس سال کے ہو چکے ہو تم شاہ!! آخر کبھی نہ کبھی تو یہ سب سنبھالنا ہے تو آج کیوں نہیں جب تمہارے پاس تمہارے مضبوط سہارے موجود ہیں؟؟ کیا میرے مرنے کے بعد یہ سب سنبھالو گے؟؟ وہ اسے ایموشنل بلیک میل کر رہے تھے، وہ چاہتے تھے کم از کم ان کے چاروں نہیں تو دو پوتے ہی سیاست میں تاق ہو جائیں۔۔ وہ جدی پشتی سیاست دان تھے، اسی لئے اپنے پوتوں کی سیاست سے اتنی دوری ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔۔

اچھا فرض کریں میں بابا جان اور چاچو جان کی جگہ الیکشن پہ کھڑا ہو جاتا ہوں تو پھر کیا ہو گا؟؟ لوگ احسن ملک جیسے تجربہ کار سیاست دان کو چھوڑ کے مجھے ووٹ کیوں کریں گے؟؟ داجی آپ کیوں نہیں سوچتے اگر میں نیا نیا سیاست میں قدم رکھوں گا تو ہماری ریپوٹیشن گر جائے گی۔۔۔ احان شاہ انہیں اپنے لفظوں کے جال میں پھنسانے کی ہر طرح سے کوشش کر رہا تھا۔۔

احسن ملک کی جگہ اسکا باپ قبر سے نکل کے الیکشن پہ کھڑا کیوں نہ ہو جائے وہ پھر بھی ہمارے پوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا!! تم صرف ہاں یاناں میں جواب دو۔۔۔ عادل شاہ رعب دار انداز میں بولے تھے، ان کے لہجے میں پوتوں کے لئے فخر ہی فخر تھا۔۔

ٹھیک ہے یار۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ ہم تو آپ کے حکم کے غلام ہیں۔۔۔ احان شاہ ان کے ناراض چہرے کو دیکھتے ہوئے نروٹھے پن سے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے گویا ہوا تھا، اسکے انداز پہ سب کے چہرے پہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑی تھی سوائے زوریز شاہ کے جس کا چہرہ احسن ملک کا نام سنتے ہی غصے سے تن چکا تھا۔۔

ہمیں پہلے ہی اپنے پوتے پہ یقین تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ ہماری بات کبھی نہیں ٹالے گا۔۔۔ عادل شاہ خوشی سے مسکراتے ہوئے بولے تھے، جس پہ سب نے ہونقوں کی طرح انہیں اپنا بیان بدلتے ہوئے دیکھا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ کیسے احان شاہ کو لے کے غصے سے بھرے پڑے تھے۔۔

داجی اتنی جلدی تو گوریاں اپنا بوائے فرینڈ نہیں بدلتی جتنی جلدی آپ نے لالہ کے بارے میں اپنا مؤقف بدلا ہے۔۔۔ ارزم شاہ بے باکی سے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا سنجیدگی سے بولتا سب کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔ داجی نے گھورتے ہوئے اپنے سب سے چھوٹے اور لاڈلے پوتے کو دیکھا تھا جو سب کا باپ تھا۔۔

تمہاری بھی لگامیں کس لیتے ہیں ہم چھوٹے شاہ!! عادل شاہ اسے ڈپٹتے ہوئے گویا ہوئے تھے جس پہ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھوں کو ٹپٹپاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہمیں آپ سب سے مزید ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔ پریس کانفرنس کے اگلے ہی دن ہم نے اور تمہاری شاہ بی بی نے ایزل بیٹی اور ارزم شاہ کا جبکہ شاہ (احان) اور میرال بیٹی کی منگنی یا نکاح کرنے کا سوچا ہے۔۔ اب باقی تم دونوں بتا دو تم دونوں نکاح چاہتے ہو یا منگنی؟ کیونکہ شادی کچھ وقت تک دھوم دھام سے ہو گی جب سب اپنی مصروفیات سے فارغ ہو جائیں گے!! عادل شاہ نے اپنے دونوں پوتوں پہ بم پھوڑتے ہوئے انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا۔۔ داجی کی بات سنتے ہوئے اپنی کٹی میں مصروف ایزل شاہ کا وجود ساکت ہوا تھا، میرال شاہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔۔ احان شاہ، اور ارزم شاہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکے۔۔

To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 7

کیاہوا اتنی خاموشی کیوں ہے؟کسی کو کوئی اعتراض ہے ہمارے فیصلے پہ؟؟ڈائینگ ٹیبل پہ اتنی خاموشی دیکھتے ہوئے عادل شاہ نے اپنی روعب دار آواز میں سب کو مخاطب کیا تھا۔۔میرال شاہ کا دل چاہا اونچی آواز میں اعلان کر دے" جی جان سے قبول ہے آپکا فیصلہ داجی" لیکن مرحاشاہ کے سرگوشی میں سمجھانے پہ وہ جولب وا کرنے والی تھی، منہ بنا کے خاموش ہو گئی۔۔ڈاینگ روم میں برتن اٹھانے کی غرض سے داخل ہوتی گلالئ کا وجود جیسے زلزلوں کی زد میں تھا۔گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھیں لبالب پانیوں سے بھرتی پھیل چکی تھیں، گلالئ کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی، ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اسکے محرم نے اسکی سانسوں پہ قابض ہوتے ہوئے اس پہ اپنا حق جتایا تھا اور اگلے ہی پل اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ کسی اور کا ہونے والا ہے تو اسکی ساڑھے ساتھ سالہ منکوحہ اتنے بڑے صدمے سے مر نہ جائے؟؟گلالئ اپنی ہچکیاں روکنے کی غرض سے اپنے ہونٹوں میں چادر دباتی ہوئی وہاں سے بھاگی تھی۔۔

کاظم تم بتاؤ کیا ہمارا فیصلہ غلط ہے؟؟سب کو ہنوز خاموش دیکھتے ہوئے عادل شاہ کا رخ اب کاظم شاہ کی طرف تھا، کیونکہ ھارون شاہ اور دریاب شاہ سے تو وہ پہلے ہی اس بابت استفسار کر چکے تھے، جس پہ انہوں نے ان کی تائید کرتے ہوئے اپنا رضامندی دی تھی، اب وہ اپنے پوتوں کی رضامندی چاہتے تھے۔

داجی آپکا فیصلہ کیسے غلط ہو سکتا ہے؟؟اچھی بات نہیں ہے اووزی ہمارے چھوٹے شاہ کی ہو جائے گی، ہماری اووزی کو کسی غیر جگہ پہ جانا ہی نہیں پڑے گا، اور احان اور میرال کا بھی کپل اچھا رہے گا۔۔۔کاظم شاہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے پہلے ارزم اور ایزل شاہ کے متعلق اپنا موقف بیان کیا اور پھر احان شاہ کو آنکھ دبا کے سلگاتے ہوئے اسکے اور میرال کے کپل پہ ایک اچھا سا کمینٹ دیا تھا جس پہ میرال شاہ کے چہرے پہ تو زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑی تھی لیکن احان شاہ اسے گھوریوں سے نوازنا نہیں بھولا تھا۔۔ایزل شاہ کا وجود تو ایسے ساکت ہوا تھا، جیسے کاٹو تو مانو لہو میں بدن نہیں۔۔کاظم شاہ کے مؤقف پہ ایزل شاہ نے پتھرائی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں نمی امڈی تھی۔

داجی جب تک کاظم لالہ کی شادی نہیں ہو گی، میں ان کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے کبھی بھی پہلے شادی نہیں کروں گا۔۔۔ارزم شاہ نے عادل شاہ کے اس فیصلے پہ خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے بہانہ گڑھا تھا جس پہ کاظم شاہ نے مسکرا کے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اسکا انتظام بھی ہم کر لیں،، چھوٹے شاہ!! پہلے تم بتاؤ، تمہیں ہمارے فیصلے سے کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟؟ عادل شاہ نے اپنا رخ ارزم شاہ کی طرف موڑتے ہوئے روعب دار آواز میں پوچھا تھا۔۔

داجی میں نے ایزل کے متعلق کبھی ایسا نہیں سوچا! وہ میری چھوٹی بہنوں کی طرح ہے۔۔ میں نہیں چاہتا ہمارا یہ بہن بھائیوں والا رشتہ خراب۔۔۔ اس سے پہلے کے ارزم شاہ مزید توجیہہ پیش کرتا جب عادل شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شادی سے پہلے سب بہنیں ہی ہوتی ہیں۔۔ اگر ابھی نہیں سوچا تو بعد میں سوچ لینا۔۔ اگر اس کے علاوہ کوئی وجہ ہے تو بتاؤ!!۔۔۔ عادل شاہ کندھے اچکا کے سنجیدگی سے گویا ہوئے تھے جس پہ ارزم شاہ نے اپنے لب سختی سے بھینچے تھے، آنکھوں کے سامنے چھم سے ایک پردے میں چھپا ہوا سراپا لہرایا تھا۔ ارزم شاہ کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا، وہ اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا، اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ داجی کو کیا جواب دے؟

داجی میرا ابھی شادی کا کوئی پلین نہیں ہے۔۔۔ کاظم مجھ سے تین دن بڑا ہے، اسی لئے اصولاً اسکی شادی مجھ سے پہلے بنتی ہے۔۔ احان شاہ نے بے تاثر لہجے میں یہاں بھی کاظم شاہ کو پھنسایا تھا جس نے اسے چونک کے دیکھا تھا۔۔ آج پہلی بار اس نے کاظم شاہ کو بڑا بنایا تھا وہ بھی صرف اپنے مطلب کے لئے۔۔ ورنہ وہ ہر وقت کاظم شاہ پہ بھی روعب جھاڑنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔۔

ویٹ۔۔ یہ آپ دونوں میرے کاظم لالہ کو بار بار "سنگل" ہونے کے نت نئے پہیلیوں سے انداز میں طعنے کیوں دے رہے ہیں؟ ویسے ہی انہیں منہ پہ بول دیں نا جو دل میں ہے۔۔ زوریز شاہ اپنے سے کچھ فاصلے پہ بیٹھے احان شاہ اور ارزم شاہ کو دیکھتا بظاہر کاظم شاہ کی حمایت میں بولا تھا لیکن کاظم کو دل جلانے والی مسکراہٹ پاس کرنا بھی وہ نہیں بھولا تھا۔ اسے تو بس بہانا چاہئیے ہوتا تھا کاظم شاہ کے کنوارے ہونے پہ چوٹ کرنے کے لئے۔۔ زوریز شاہ کے مؤقف پہ کاظم شاہ کا ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھتے ہوئے سب نے مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

یہ تو تم دونوں سر اسر چولیں (کنجوسیاں) ہی مار رہے ہو۔۔ میرا نہیں خیال تم دونوں کو ہمارے فیصلے سے کوئی خاص مسئلہ ہے۔۔ اسی لئے منگنی اپنے مقررہ وقت پہ ہو گی۔۔ عادل شاہ ٹیشو سے اپنے لب تھپتپا کے احان اور ارزم کو لتاڑتے کرسی سے کھڑے ہو چکے تھے۔۔

داجی میں سیریس ہوں! مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔جب اپنی مرضی کی کسی لڑکی سے کرنی ہو گی تو بتادوں گا آپ کو۔۔۔احان شاہ سنجیدگی سے بولتا ہوا وہاں رکا نہیں تھا بلکہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈائینگ روم سے نکل چکا تھا۔۔سب نے احان شاہ کے ڈھکے چھپے الفاظوں میں داجی کی بات سے انکار سنتے ہوئے اپنے لب کاٹتے ہوئے اسکی پشت کو دیکھا تھا،

دیکھ رہے ہو اپنی نافرمان اولاد کو۔۔ کبھی جو تمہاری ٹیڑھی اولاد سیدھے طریقے سے میری بات مان لے!! داجی اپنے سامنے بیٹھے نچلے لب کو دانتوں میں دبائے ھارون شاہ کو دیکھ کے غصے سے بولتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکے تھے۔ھارون شاہ نے اپنے بڑے سپوت کی اس حرکت پہ اپنے لب بھینچے تھے۔۔احان شاہ کے منہ سے خود کے لئے ریجیکشن سنتے ہوئے میرال شاہ کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔۔اس نے ضدی انداز میں اپنی بھوری آنکھوں میں بے تحاشہ سرخی لئے شاہ بی بی کی طرف دیکھا تھا، جنہوں نے اسے آنکھوں سے ریلیکس رہنے کا اشارہ دیا تھا، میرال شاہ ایک دم سے اپنے سامنے رکھی پلیٹ پٹکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ارزم شاہ نے اپنے باپ کو التجائیہ نظروں سے دیکھ کے نفی میں سر ہلایا تھا جو داجی کی باتوں سے بالکل متفق نظر آتے اسے گھوریوں سے نوازتے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہے تھے۔پہلے ہی احان انکی بات سے انکار کر کے انہیں غصہ دلا چکا تھا، وہ نہیں چاہتے تھے مزید ارزم شاہ کے انکار پہ داجی کا بی پی شوٹ کر جائے۔۔ایزل شاہ اپنی کٹی کو اٹھاتے ہوئے کاظم شاہ کو زخمی نظروں سے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی، کاظم شاہ حیران ہوا تھا اسکی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی دیکھ کے۔۔چیل سی نظریں رکھنے والا زوریز شاہ اپنی کرسی سے ٹیک لگا کے بیٹھتا ڈاینگ ٹیبل پہ بیٹھے ایک ایک شخص کے تاثرات اچھی طرح سے ازبر کر چکا تھا۔۔

گلالئ داجی کی بات سنتے ہوئے وہاں رکی نہیں تھی وہ اپنے قدم گھسیٹتی ہوئی اپنی انیکسی کی طرف جا چکی تھی، گلالئ کو لگا کوئی اسکے وجود سے روح نکال رہا ہو۔عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن خود پہ سوتن برداشت نہیں کر سکتی، گلالئ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا چاہے اسکے شاہ سائیں نے اسے اپنی شریک حیات کے طور پہ قبول نہیں کیا تھا لیکن گلالئ نے تو اسے پورے دل سے اپنے جسم و جاں کا مالک بنایا تھا۔وہ چھوٹی سی نازک جان کیسے برداشت کرے گی خود

کے ساتھ ان ہویلی والوں کی اس قدر سفاکی اور زیادتی؟؟ کیا ساری زندگی کے لئے احان شاہ جیسے مضبوط سہارے کا ساتھ پانا صرف اس کی تمنا ہی رہ جائے گی؟؟ گلالئی آنسو بہاتی ہوئی اذیت کی انتہا پہ سوچتی اپنے کمرے میں آ کے چارپائی پہ اوندھے منہ گرتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔ صد شکر زرتاج اماں ہنوز ہویلی میں تھی ورنہ گلالئی کی اذیت ناک سسکیاں سنتے ہوئے ان کے ہاتھ پیر پھول جاتے۔۔

زوریز شاہ اپنے کمرے میں داخل ہونے ہی والا تھا، جب مرحا شاہ نا جانے کہاں سے آتی ہوئی اسکے بالکل سامنے آ کے کھڑی ہوئی تھی، وہ بالکل کسی تیز ہوا کے جھونکے کی طرح آئی تھی، زوریز شاہ نے اس اچانک پیش آتی صورتحال پہ بمشکل اپنے تیز قدموں کو بریک لگائی تھی، زوریز شاہ نے بے ساختہ اسکی بل کھاتی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے گرنے سے بچایا تھا ورنہ اس سے ٹکرانے کے بعد مرحا شاہ کا سر بری طرح سے اسکے دروازے کے ساتھ ٹکرا جاتا۔۔ اور چوٹ لگنے پہ زوریز شاہ کی بولڈ لیکن حد سے زیادہ نازک شاہزادہ پوری ہویلی سر پہ اٹھا لیتی۔۔

یہ کیا طریقہ ہے؟؟ کچھ دیر سنبھلنے کے بعد زوریز شاہ اسکی کمر سے ہاتھ نکالتا اسے دیکھ کے غصے سے بولا تھا۔

پہلی بات تو یہ کہ یہ ریز شاہ کی شاہزادی کا طریقہ ہے مائے ہینڈسم ہبی!! اور دوسری بات مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی، اسی لئے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔۔ مرحا شاہ اسکی بلیک جیکٹ اپنی مٹھیوں میں بھینچ کے اسے خود کے قریب کرتی ہوئی آنکھ مار کے ادا سے بولی تھی۔۔ اسکی اس ادا پہ ہمیشہ کی طرح زوریز شاہ کا دل پہلو میں دھڑکا تھا۔۔

پہلی بات تو یہ کے میرا نام زوریز شاہ ہے! دوسری بات تم میری شاہزادی کے عہدے سے اسی دن اتر گئی تھی جس دن تم مجھے دھتکار کے بیرون ملک گئی تھی، اور تیسری اور آخری بات مجھے تمہاری کسی قسم کی کوئی بات نہیں سننی، میرا راستہ چھوڑو۔۔۔ زوریز شاہ اپنے دھڑکتے دل کو ڈپٹتا ہوا اسکے ہاتھ اپنی جیکٹ سے ہٹاتا بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔۔

اگر بیوی منانے میں پہل کر لے اور شوہر جان بوجھ کے ایٹیوڈ دیکھائے تو منہ کی کھانی بھی پڑ سکتی ہے ریز شاہ!! اسی لئے مجھے ایٹیٹوڈ دا تنا ہی یکھاؤ جتنا میرا برداشت کرنے کی ہمت ہو۔۔ نہیں تو وہاں پہ رکھ کے اگنور ماروں گی، ہر کسی سے پوچھتے پھرو گے میں نظر بھی آ رہا ہوں یا نہیں؟؟ مرحا شاہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ غصے سے اسکے باڈی بلڈر سینے پہ مکا جھڑتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی، اسکے الفاظ پہ زوریز شاہ نے اسے داد دینے کے انداز میں آئیبرو آچکا کے دیکھا تھا،

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی ضروری بات سننے کے لئے سینے پہ ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو چکا تھا، جس پہ مرحا شاہ فتح مندی سے مسکرائی تھی۔۔

لنڈن میں آنے سے پہلے ہی میں اسلامباد میں جاب کے لئے دو سے تین ہاسپٹل میں اپلائی کر چکی تھی۔۔لنڈن میں میری جاب کے ایکسپیرینس کی بنیاد پہ مجھے اسلامباد کے PIMS ہاسپٹل میں جاب مل چکی ہے، میں چاہتی ہوں میں پاکستان میں اپنی جاب کا نٹیو کروں۔۔تو تم کیا بولتے ہو؟؟مطلب کیا میں یہ جاب کر لوں یا پھر کہیں اور آپلائی کروں؟ مرحا شاہ کا انداز بالکل ویسا تھا جیسے وہ بچپن میں کوئی کام کرنے سے پہلے اس سے مشورہ لیتی تھی۔۔لیکن وہ یہ مشورہ لیتی ہوئی انجانے میں زوریز شاہ کو جلتے توے پہ بیٹھا چکی تھی۔۔

مجھے نہیں لگتا ہم دونوں ایک دوسرے کو مشورہ دینے اور مشورہ لینے کی پوزیشن میں ہیں؟! ڈاکٹر بننے سے پہلے مجھ سے پوچھا تھا جواب جاب کے وقت اپنا کیریئر بنا کے تمہیں زوریز شاہ یاد آگیا ہے؟؟زوریز شاہ نے اپنا سپاٹ لہجے میں مرحا شاہ کو بھگو بھگو کے طنز مارے تھے، وہ کچھ پل خاموشی سے اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔۔

مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، لیکن

یاد آتا ہے تیرا مجھ سے محبت کرنا

وہ اسکے طنز پہ بھرائی آواز میں اسے شعر کے انداز میں جواب دیتی وہاں سے جانے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے دروازے کے ساتھ لگایا تھا۔

سلگ رہا ہوں کئی دن سے اپنے ہی اندر میں

اب جو لب کھولوں گا تو بہت تماشا ہو گا

زوریز شاہ اسکے بے حد قریب ہوتا اسکے لبوں پہ پھونک مارتے ہوئے بے تاثر لہجے میں گویا ہوا تھا، وہ کتنا سب کر کے بھی مظلوم بن رہی تھی، اسکی دو دن کی اگنورینس برداشت نہیں ہو رہی تھی اور زوریز شاہ کا کیا؟ جس نے اسکی چھ سال کی دھتکار سہی تھی!!

دیکھنا کیسے پگھلتے جاؤ گے

جب میری آغوش میں تم آؤ گے

مرحاشاہ اسکی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتی اتراتے ہوئے گویا ہوئی تھی، وہ پھر سے اپنی پہلی جون میں آچکی تھی، اسے اسکے ساتھ شاعری میں مقابلہ کرنے میں عجیب لطف محسوس ہو رہا تھا۔ اسکے شعر پہ زوریز شاہ کا دل شدت سے دھڑکا تھا، وہ اسے اپنی آغوش میں آنے کی دعوت دے رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ وہ اسکے لبوں کی شدت بھری گستاخیاں اپنی آغوش میں برداشت نہیں کر پائے گی۔۔ زوریز شاہ اپنے ہلچل مچاتے دل کی پکار اگنور کرتا اسکا ہاتھ اپنی بھوری بیرڈ سے ہٹا چکا تھا، جس پہ مرحاشاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

رستہ بدل لیا میں نے اب میری جگہ یہی ہے

تیری جگہ نہیں ہوں میں تیری سزا یہی ہے

زوریز شاہ اپنے انگوٹھے سے اسکا نچلہ لب اسکی دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا اپنے الفاظوں سے ہی اسے اسکی سزا سنا کے الٹے پیر واپس ہوا تھا، مرحاشاہ اسکے الفاظ پہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکی۔۔ مرحاشاہ نے ساکت ہوتے ہوئے اسکی چوٹی پشت کو دیکھا تھا۔۔

تمہیں واپس سے اپنی جگہ پہ آنے کو مجبور نہ کر دیا تو مجھے اپنی شاہزادی نہ کہنا تم "کریک ریز شاہ"!! مرحاشاہ غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ کے بلند آواز میں غرائی تھی، غصے کے باعث مرحاشاہ کے سفید چہرے میں سرخیاں گھلی تھی، سنہری آنکھوں میں غصے کی سرخی چھاتی ہوئی ان آنکھوں کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔۔ آخری سیڑھیوں سے اترتا ہوا زوریز شاہ اسکی غراتی آواز سنتے ہوئے سر جھٹک کے آگے بڑھ چکا تھا۔۔

تم نے مجھے ریجیکٹ کر کے اچھا نہیں کیا احان شاہ!! میرال شاہ اپنے کمرے میں آتے ہی پورے کمرے کا حشر بگاڑتی غصے سے چیخ رہی تھی،

وہ ہوتا کون ہے میرال شاہ کے حسن کو اگنور کرنے والا؟ آخر کیا کمی ہے میرال شاہ میں؟؟ میں نے اتنے سال تمہارے ساتھ کا انتظار کیا ہے احان شاہ، میں تمہیں حاصل کیے بغیر نہیں رہوں گی۔۔ احان شاہ تم میری ضد بن چکے ہو۔۔ اور جو لوگ میری ضد بن جاتے ہیں، جب تک میں انہیں حاصل کر کے اپنی ضد پوری نہ کر لوں تو مجھے میرال شاہ کون کہے گا؟؟ میرال شاہ اپنے سنہری بالوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جھکڑتی ضدی انداز میں چیختی ہوئی زمین پہ بیٹھی

تھی، احان شاہ کی ڈھکے چھپے الفاظوں میں ریجیکشن اسکا دماغ مفلوج کر چکی تھی۔۔ میرال شاہ کا بس نہیں تھا وہ پوری شاہ حویلی کو آگ لگا دے۔۔

ایزل شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی کٹی کو لے کے بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔ آنسو ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں سے پھسلتے ہوئے ٹپ ٹپ عارضوں پہ گر رہے تھے، ایزل شاہ بیڈ پہ گرنے کے انداز میں بیٹھتی اپنی کٹی کو سینے میں بھینچتے ہوئے بری طرح سے پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی، ایزل شاہ کی کٹی اسے یوں روتے دیکھ کے پریشان ہوتی ہوئی "میاؤں" کی آواز نکالتے اسے چپ کروا رہی تھی، لیکن ایزل شاہ نے رونا بند نہیں کیا تھا، وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی اپنے بیڈ پہ اوندھے منہ گرتی ہنوز رو رہی تھی۔۔

میاؤں۔۔۔ میاؤں۔۔۔ ایزل شاہ کی کٹی اسکے گال کے ساتھ اپنا گال جوڑتی معصومیت سے آوازیں نکالتی اسے چپ کروانے کی تگ و دو میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

رات کے نو سے ایک بج چکا تھا لیکن ابھی بھی ایزل شاہ کا رونا جاری تھا، وہ خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔ خاموشی سے روتی ہوئی ایزل شاہ فون کال کی آواز اگنور کیے ہوئے تھی، لیکن فون کرنے والے نے فون کرنا بند نہیں کیا تھا، جب پانچ سے سات منٹوں تک فون بجتا رہا تو ایزل شاہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اپنے قدم صوفے کی طرف بڑھائے تھے۔۔ صوفے سے فون اٹھاتے ہوئے ایزل شاہ نے نمبر دیکھ کے فوراً سے پیس کرتے ہوئے اپنے کان کو لگایا تھا۔۔ فون کال کرنے والی جویریہ تھی اور اس وقت ایزل شاہ کو جویریہ کی بے حد ضرورت تھی۔۔

کہاں دفعہ ہو گئی تھی تو ایزل؟؟ مجھے فزکس کے نوٹس سینڈ کر دے میرے مل نہیں رہے۔۔ فون سے جویریہ کی جھنجھلائی آواز گونجی تھی، جس پہ ایزل شاہ اسے جواب دینے کی بجائے پھر سے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو چکی تھی۔۔

ایزل۔۔۔ میری جان!! کیا ہوا؟؟۔۔ اب کی بار جویریہ کی آواز میں پریشانی اور فکر مندی واضح تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹنا چاہا تھا لیکن وہ اس میں ناکام ٹھہری۔۔

ایزل۔۔۔ بول نا۔۔۔ میری جان نکلے جا رہی ہے۔۔ جویریہ مزید پریشان دکھ رہی تھی۔۔

جویریہ۔۔۔

وہ۔۔۔شاہ۔۔۔۔جی۔۔۔جویریہ۔۔۔میں۔۔۔ان۔۔۔کے۔۔۔بغیر۔۔۔نہیں۔۔۔رہ۔۔۔سکتی۔۔۔وہ۔۔۔

ایزل شاہ اپنے منہ سے توڑ توڑ کے جملے ادا کرتی پھر سے بچوں کی طرح رونا شروع ہو چکی تھی۔۔

کیوں کیا ہوا ہے تیرے راجکمار کو؟ کیا پھر سے جھگڑا ہو گیا تم دونوں کا؟؟ جویریہ نے تیزی سے پوچھا تھا۔۔

میرا۔۔۔میرا۔۔۔رشتہ۔۔۔ان۔۔کے۔۔۔چھوٹے۔۔۔بھائی۔۔۔ارزم۔۔لالہ۔۔۔سے۔۔تہہ۔۔۔ہو۔۔۔گیا

۔۔۔ہے۔۔۔جویریہ۔۔۔تو۔۔۔جانتی۔۔۔ہے۔۔۔نا۔۔۔میں۔۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔سے۔۔۔۔کتنی۔۔۔محبت۔

۔۔کرتی۔۔۔ہوں۔۔۔ان۔۔۔۔سب۔۔۔کو۔۔۔میری۔۔۔آنکھوں۔۔۔میں۔۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔کا۔۔۔

عکس۔۔۔نظر۔۔۔کیوں۔۔۔نہیں۔۔۔آتا؟؟۔۔۔یہ۔۔۔سب۔۔۔کیوں۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔سمجھتے۔۔۔

میں۔۔۔۔مر۔۔جاؤں

۔۔۔گی۔۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔کے۔۔۔بغیر۔۔۔مجھے۔۔۔کفن۔۔۔۔پہننا۔۔۔تو۔۔۔۔منظور۔۔۔ہے۔۔۔لیکن۔

۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔۔کے۔۔۔علاوہ۔۔۔۔کسی۔۔۔دوسرے۔۔۔سے۔۔۔نکاح۔۔۔قبول۔۔۔۔نہیں۔۔۔ہے

۔۔۔۔سسکتی ہوئی ایزل شاہ اذیت کی انتہا پہ جنونی انداز میں چیختی زمین پہ اجڑی ہوئی حالت میں بیٹھی جویریہ کو اپنا حال دل سناتے ہوئے دروازے پہ کھڑے کاظم شاہ کو ساکت کر چکی تھی۔۔کاظم شاہ رات کے اس وقت ہمیشہ کی طرح اسکے ہاتھ کی چائے پینے آیا تھا۔۔کاظم شاہ کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے، اسکی اووزی گڑیا کبھی بھی اپنے منہ سے ایسی بات نکالنا تو دور وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔کاظم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ناک کیے بغیر ایزل شاہ کا ادھ کھلا دروازہ مکمل طور پہ کھولا تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی کاظم شاہ کی نظریں نیچے زمین پہ بیٹھی اپنی اووزی پہ پڑی تھیں جو ہنوز جویریہ کو کاظم شاہ کے متعلق اپنے دل کی تمام فیلینگز بیان کر رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے اپنے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتے ہوئے اسکی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔۔

جویریہ۔۔۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔اتنے۔۔۔۔پیارے۔۔۔لگتے۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔میرا۔۔۔دل۔۔۔۔چاہتا۔۔۔۔ہے۔

۔۔۔میں۔۔۔ان۔۔۔پر۔۔۔۔سے۔۔۔اپنا۔۔۔آپ۔۔۔وار۔۔۔دوں۔۔۔۔میں۔۔۔ایسا۔۔۔کیا۔۔۔کروں

۔۔۔جویریہ۔۔۔۔کہ۔۔۔انہیں۔۔۔بھی۔۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔محبت۔۔۔ہو۔۔۔جائے۔۔۔وہ۔۔۔بھی۔۔۔

میرے۔۔۔ عشق۔۔۔ میں۔۔۔ یوں۔۔۔ ہی۔۔۔ پاگل۔۔۔ ہو۔۔۔ جائیں۔۔۔ جیسے۔۔۔ میں۔۔۔ ان۔۔۔ کے۔۔۔ عشق۔۔۔۔ میں۔۔ ابھی روتی ہوئی ایزل شاہ اپنے آدھے ادھورے جملے کو مکمل کرتی جب کاظم شاہ تیز قدموں سے اسکی طرف بڑھتا_ اسے بازو سے پکڑ کے زمین پہ اٹھاتا_ اسکے ہاتھ سے بے حد غصے سے فون کھینچتا دیوار پہ مارتے ہوئے چکنا چور کر چکا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ اپنا سانس تک روک گئی۔۔۔ اپنے سامنے لہو رنگ گولڈن آنکھوں والے کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔ تو کیا وہ اسکی ساری باتیں سن چکا تھا؟؟ اسکے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھتے ایزل شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا۔۔

یہ کس طرح کی بکواس کر رہی تھی تم ابھی؟؟ کاظم شاہ اسکے بازو پہ اپنے ہاتھ کی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کرتا ہوا بے حد غصے سے گرجا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ ایزل شاہ اسکی گرج پہ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھتی اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔

بول دو اووزی۔۔۔ یہ ساری بکواس جو ابھی تم نے تھوڑی دیر پہلے کی تھی۔۔۔ وہ جھوٹ ہے۔۔۔ کاظم شاہ اسکے سہمنے پہ مدھم آواز میں بولا تھا، لہجہ التجائیہ تھا۔۔ ایزل شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ پتھرائی آنکھوں سے آنسو بہاتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

بولو نا اووزی شاہ۔۔۔ یہ سب تم اپنی دوست کو مذاق میں بتا رہی تھی؟! تم۔۔۔ تم اووزی۔۔۔۔ اووزی تم بولو نا تم نے کبھی بھی ہمارے مقدس رشتے کا غلط مطلب نہیں نکالا۔۔ کاظم شاہ اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ رکھتا مفلوج ہوتے دماغ سے اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا، کچھ بولنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔۔

ایزل شاہ میں تمہاری جان لے لوں گا اگر تم نے ہمارے رشتے کو کوئی غلط مطلب دیتے ہوئے مزید بکواس کی!! تم میرے لئے میری چھوٹی بہنوں کی طرح ہو ایزل!! میں نے بچپن سے لے کے اب تک تمہیں ہمیشہ کسی گڑیا کی طرح رکھا ہے تم جوانی چڑھتے ہی مجھے یوں دھوکا نہیں دے سکتی!! کاظم شاہ اسکا سر نفی میں ہلاتا یکھ کے اس کے بازو کو اسکی کمر پہ مڑورتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، ایزل شاہ نے پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے اسے وحشی روپ میں آتے

دیکھا تھا، بھلے ہی اسے کاظم شاہ کے اس روپ سے ڈر لگتا تھا لیکن وہ یہاں تک آ کے اپنی محبت کی کہانی ادھوری نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔۔

میں۔۔۔ آپ۔۔۔سے۔۔۔ محبت۔۔۔ کرتی۔۔۔ ہوں۔۔۔ شاہ۔۔۔جی۔۔۔۔ پلیز۔۔۔

مجھ۔۔۔سے۔۔۔ نکاح۔۔۔۔ کر۔۔۔لیں۔۔۔ میں۔۔۔ ہویلی۔۔۔سے۔۔۔ بھاگ۔۔۔ جاؤں۔۔ گی۔۔۔۔ لیکن۔۔۔ آپکے۔۔۔ علاوہ۔۔۔ کسی۔۔ دوسرے۔۔۔۔سے۔۔۔ شادی۔۔۔ ایزل شاہ مزید کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی کیونکہ کاظم شاہ کے مضبوط مردانہ ہاتھ کا بھاری تھپڑ ایزل شاہ کی زبان تالو سے چپکا چکا تھا۔۔ چٹاخ کی آواز ایزل شاہ کے کمرے میں گونجی تھی۔۔ اسکے زوردار تھپڑ کی وجہ سے ایزل شاہ کی آنکھوں کے آگے ستارے ناچے تھے۔۔ ایزل شاہ نے اپنے جلتے ہوئے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی سے کاظم شاہ کو دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ نے بے حد غصے سے اسکے بھورے بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑے تھے۔۔۔

میں ساری زندگی کنوارا رہ لوں گا ایزل شاہ لیکن تم جیسی دھوکے باز اور مکار لڑکی کے ساتھ کبھی نکاح نہیں کروں گا۔۔ تم نے ہمارے مقدس رشتے کی دھجیاں اڑائی ہیں ایزل شاہ جس کے لئے میں تمہیں ساری زندگی معاف نہیں کروں گا۔۔۔ کاظم شاہ غصے کی شدت سے سرخ چہرہ لئے دھاڑتا ہوا اسے زمین پہ دھکا دیتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کے الفاظ میں اذیت تھی، غصہ تھا، مان ٹوٹنے کا درد تھا، آنکھوں میں نمی کی لکیر تھی۔۔

ایزل شاہ جو ابھی تک اسکے تھپڑ سے سنبھل نہیں پائی تھی، اسکے الفاظ اور اسکے زوردار دھکے سے وہ بری طرح سے زمین پہ اوندھے منہ گری تھی۔۔ کاظم شاہ کے الفاظ اسکی روح تک چھلنی کر چکے تھے۔۔ وہ اسے بری طرح سے دھتکار کے جا چکا تھا۔۔

زرتاج خیر تو ہے تمہاری بیٹی پچھلے تین دنوں سے کام سے چھٹیاں کر رہی ہے؟۔۔ اس کی لاپرواہی کی وجہ جان سکتی ہوں؟؟ تسبیح پڑھتی شاہ بی بی غصے سے زرتاج سے مخاطب ہوئی تھیں جو لاؤنج کی صفائی کر رہی تھی۔۔

شاہ بی بی وہ پچھلے تین دنوں سے بخار میں پھنک رہی ہے۔۔ اسکے پورے وجود میں درد ہے۔۔ چارپائی سے بھی اٹھ نہیں پا رہی۔۔ اسی لئے وہ تین دنوں سے کام پہ نہیں آئی۔۔۔ زرتاج بی بی چہرہ جھکا کے پریشانی سے بولی تھیں۔۔

اللہ معاف کرے زرتاج، کہیں کینسر تو نہیں ہے تمہاری بیٹی کو؟؟ کیونکہ چارپائی سے لگ کے تو وہی لوگ بیٹھتے ہیں جو بستر مرگ پہ ہوں۔۔۔ شاہ بی بی اسکی بات سنتے ہوئے سفاکی سے گویا ہوئی تھی، انہیں اس لڑکی کا حسن شروع سے چبھتا تھا اور اب تو وہ اس دن سے اسکے اور زیادہ خلاف ہو چکی تھیں جب سے انہوں نے اسے احان شاہ کی بانہوں میں دیکھا تھا۔۔۔

شاہ بی بی۔۔۔ زرتاج نے شاہ بی بی کے بے حس الفاظ سنتے ہوئے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

بکواس بند کرو اور صبح تمہاری بیٹی ہر حال میں حویلی میں کام کے لئے موجود ہو۔۔ آج کل کی نوکرانیاں تو سر پہ چڑھ چکی ہیں۔۔۔ شاہ بی بی غصے سے بولتی اپنی آنکھیں موند چکی تھیں۔۔ لاؤنج میں داخل ہوتا احان شاہ کب سے شاہ بی بی کی سفاک باتیں سنتا ہوا سختی سے اپنے لب بھینچ گیا۔۔ وہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا شاہ بی بی کو سلام کیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے والا تھا جب اسکی نظر خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑی گلالئی پہ پڑی تھی، جو شاہ بی بی کی باتیں سننے کے بعد اپنے آنسوؤں پہ بند باندھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، وہ بمشکل اپنے پیروں پہ کھڑی تھیں۔۔ چہرہ ہمیشہ کی طرح بخار کی شدت سے سرخ تھا، وہ آج کل کافی بیمار رہنے لگی تھی یا پھر شاید احان شاہ نے اسکی طرف دھیان ہی کچھ دن پہلے دیا تھا۔۔

وہ احان شاہ کو خود کی طرف دیکھتا پا کے مزید اسکی طرف ایک بھی نگاہ غلط ڈالے بغیر کچن کی طرف بڑھ چکی تھی، گلالئی زیادہ دیر فارغ نہیں رہ پائی تھی اسی لئے اپنے بخار کا خیال کئے بغیر وہ کام پہ آ گئی۔۔ احان شاہ اسکے یوں ہی خاموشی سے جانے پہ حیران ہوا تھا، آج شاید پہلی بار اس نے اسے اپنی بولتی شکوہ کناں نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنی نچلہ لب کاٹتے ہوئے اسکی تھکی تھکی چال کو دیکھا تھا، اس سے چلنا بے حد مشکل ہو رہا تھا لیکن وہ پھر بھی اپنے وجود کو گھسیٹتی ہوئی کام کر رہی تھی۔۔

میں اس کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟؟ میری بلا سے وہ بخار میں حویلی میں چھوڑ کے پورے اسلامباد میں ملازمت کرے۔۔۔ احان شاہ اپنا دھیان اسکی طرف سے ہٹاتا ہوا کندھے اچکا کے بے حسی سے سوچتا سیڑھیاں چڑھتا اوپر جا رہا تھا جب شاہ بی بی کی پکار نے اسکے قدم روکے تھے۔۔

شاہ!!کیا سلام دعا کار واج کر چکے ہو تم؟؟شاہ بی بی نے اسکے سلام نہ کرنے پہ سنجیدگی سے چوٹ کی تھی جس پہ احان شاہ اپنی زبان دانتوں میں دباتا شاہ بی بی کی طرف بڑھا تھا۔۔

وہ آج تقریباً تین دنوں بعد یونی آیا تھا۔ارزم شاہ جب بھی ڈسٹرب ہوتا تھا وہ اکیلے وقت گزارنا پسند کرتا تھا، اس نے ان تین دنوں میں اپنے دوستوں کی ایک کال نہیں اٹھائی تھی، وہ خود کو دو کشتیوں پہ سوار محسوس کر رہا تھا، ایک طرف داجی کے قائم کئے گئے نئے رشتے نے اسکا دماغ مفلوج کیا ہوا تھا اور دوسری طرف سے ذائشہ بی بی اسکے دل و دماغ پہ قبضہ جما چکی تھیں۔۔وہ پچھلے تین دنوں سے ٹھیک سے نہیں سویا تھا، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے اسکے دماغ کے پردوں میں اسکی ہیزل رنگ آنکھیں لہراتی تھیں۔۔اسکی آنکھیں ہی اتنی پیاری تھی تو نجانے اسکا نقاب میں چھپا چہرہ کتنا حسین ہونا تھا۔۔ارزم شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کے سوچتے ہوئے اپنی کلاس روم میں قدم بڑھائے تھے۔۔ابھی رف سے حلیے میں ملبوس ارزم شاہ کلاس میں داخل ہوا ہی تھا جب اسکے دوستوں کے چہروں پہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑی تھی، وہ سب جلدی سے اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھتے ہوئے اپنے شہزادے کی طرف بڑھے تھے جس میں ان کے پورے گروپ کی جان بستی تھی، بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس ارزم شاہ سنجیدگی سے ان کی طرف بڑھا تھا، اس وقت کلاس میں کوئی ٹیچر نہیں تھا، آج کے پہلے کے دو پیریڈ فری تھے۔۔

کہاں تھا تو؟؟۔۔۔۔

طبیعت ٹھیک تھی؟؟۔۔۔۔

تجھے میری یاد نہیں آئی شاہ؟؟۔۔۔۔

شاہ تجھے کتنے فون کئے۔۔۔۔

تیرا فون بزی کیوں آرہا تھا؟ کہیں پیار ویار تو نہیں ہو گیا؟۔۔

اتنی سڑی ہوئی شکل کیوں بنائی ہوئی ہے؟؟۔۔۔

کتنا ڈھیٹ ہے تو شاہ ایک فون نہیں اٹھایا۔۔۔

وہ سب ایک دائرہ بنا کے اکھٹے ہی اسکے گلے لگتے ہوئے باری باری اپنے شکوے دہرا رہے تھے۔۔اس وقت یہ منظر بالکل اس طرح سے لگ رہا تھا جیسے بچے اپنی بچھڑی ہوئی ماں کو مل رہے ہوں۔۔ذائشہ تو ہمیشہ کی طرح ان نمونوں کو دیکھ کے رہ گئی جو آتے ہی بیچارے ارزم شاہ کے ساتھ کسی محبوبہ کی طرح لپٹتے ہوئے اسے سانس لینے کا موقع بھی نہیں دے رہے تھے۔۔ارزم شاہ کی ہائیٹ اسکے تمام دوستوں میں سب سے لمبی تھی،وہ سب اسکے گرد دائرہ بنا کے کھڑے اسے گھیرے ہوئے تھے لیکن سرخ و سفید رنگت والا ارزم شاہ اپنے دراز قد کی وجہ سے ہنوز ان سب میں نمایاں ہو رہا تھا۔۔ذائشہ نے آج پہلی دفعہ اسکے سفید چٹانی سینے کو ہڈی سے ڈھکے ہوئے دیکھا تھا،ورنہ وہ ہر وقت اپنے گریبان کے اوپری بٹن کھولے رکھتا تھا۔۔وہ اتنے رف حلیے میں بھی ذائشہ سمیت کلاس کی تمام لڑکیوں کے دل بری طرح سے دھڑکا چکا تھا۔۔

ہٹو بھی اب کمینوں۔۔۔حد ہو گئی ہے تم سالوں کی۔۔۔ارزم شاہ تپے ہوئے انداز میں بولا تھا،اس کی اب کی بار بس ہوئی تھی اسکے دوست پاگل بنتے ہوئے اسکے ساتھ کسی گلو کی طرح چپک کے پیچھے ہٹنا بول چکا تھا۔۔

بے وفا۔۔تو نے ہمیں یاد نہیں کیا؟؟وہ سب یک زبانی سے مزید ایک شکوہ کر رہے تھے،پوری کلاس دلچسپی سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔۔

نہیں ٹائم نہیں تھا میرے پاس۔۔ارزم شاہ اس شیطانوں کے ٹولے کو خود سے دور جھٹکتا اپنی کالی ہڈی کو جھاڑتے ہوئے مصروف انداز میں بولا تھا۔۔ارزم شاہ کے انداز پہ زائشہ نے افسوس سے اس بے رحم انسان کو دیکھا تھا جو اپنے اتنے نرم دل اور معصوم دوستوں کو منہ پہ بے عزت کر چکا تھا۔۔ذائشہ کو اسکے دوست اس دن سے ہی اچھے لگنا شروع ہو گئے تھے جب انہوں نے جانتے بوجھتے بھی اسکے کنسرٹ میں پے نہ کرنے پہ اسے کلاس سے نہیں نکالا تھا۔۔

شاہ ویسے۔۔۔!! ارزم کے تمام دوستوں نے چہرے پہ بے حد معصومیت سجاتے ہوئے اسکے چہرے پہ انگلیاں پھیرتے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا تھا،ارزم شاہ نے ان کے ہاتھوں پہ تھپڑ مارتے ہوئے ان کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے آئیبرو اچکایا تھا۔۔وہ ان کے ادھورے جملے کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

ویسے۔۔۔ویسے تو کتنی کتی چیز ہے شاہ!!تجھے عزت راس کیوں نہیں آتی؟؟وہ سب یک زبانی سے معصومیت سے لبریز لہجے میں بولتے ہوئے ارزم شاہ کے ہاتھوں سے پٹنے سے پہلے ہی باہر کی طرف بھاگ چکے تھے۔۔

یو آل بلڈی گائز۔۔۔۔ارزم شاہ کچھ لمحے تو غائب دماغی سے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھتا رہا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ انکی بکواسیات یاد کر تا غصے سے چیختا ہوا ان کے پیچھے بھاگا تھا۔۔ارزم شاہ کے جاتے ہی پوری کلاس ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوئی تھی جن میں ذائشہ بھی شامل تھی،وہ آج کافی سالوں بعد یوں ہنسی تھی یا اگر کہاں جائے کہ وہ اسطرح سے کبھی نہیں ہنسی تھی تو غلط نہیں تھا۔۔

عائشہ پچھلے تین دنوں سے غیر ارادی طور پہ ارزم شاہ کا انتظار کر رہی تھی،ذائشہ نے آج اپنے دل میں پکا ارادہ بنایا تھا کہ وہ اپنے فرسٹ ویک کے مس ہوئے تمام لیکچر ارزم شاہ سے سمجھ کے ہی رہے گی،کیونکہ ایک تو اس دن کے ہوئے واقع کے بعد کسی لڑکی نے اسے لیکچر سمجھانا تو دور اس سے ٹھیک سے بات نہیں کی تھی اور دوسرا وہ ذائشہ کے مطابق آج انسانوں والی ڈریسنگ میں تھا،بے شرموں کا طرح اپنے چٹانی سینے کی نمائش نہیں کر رہا تھا،اور تیسرا وہ اس سے اس دن کے لئے معزرت کرنا چاہتا تھی اور اسکے کنسرٹ کو فری میں سننے کی رقم ادا کرنا چاہتی تھی تا کہ اسکے دل سے بوجھ اتر جائے۔۔

شاہ مجھے امید نہیں تھی تم اپنے داجی کے فیصلے سے یوں انکار کرو گے۔۔۔شاہ بی بی کچھ دیر بعد اپنے پاس بیٹھے ہوئے احان شاہ سے شکوہ کرتی ہوئی مخاطب ہوئی تھیں۔۔

شاہ بی بی میں اس دن بھی بتا چکا تھا،مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔۔۔احان شاہ نے اپنا اس دن والا جواب دہراتے ہوئے اپنے گھنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

تو تمہیں شادی کا کون بول رہا ہے شاہ؟صرف منگنی کر کے میرال کو اپنے نام کر لو۔۔۔پھر جب تم بولو گے تب تمہاری شادی کر دیں گے۔۔۔شاہ بی بی نرمی سے اسکے مضبوط ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔۔

شاہ بی بی۔۔۔مجھے ابھی نہ تو منگنی کے جھنجھٹ میں پڑنا ہے اور نہ ہی شادی کے۔۔میں جب بھی شادی کروں گا اپنی پسند کی لڑکی سے ڈائریکٹ سادہ سا نکاح کروں گا۔۔۔مجھے یہ فضول کی رسومات پسند نہیں ہیں۔۔۔احان شاہ نپے تلے انداز میں بولا تھا۔۔

شاہ تم ہمارے اور اپنے داجی کے فیصلے کی گستاخی کر رہے ہو!! ایسی کیا کمی ہے میری نواسی میں جو تم اسے اپنی شریک حیات کے طور پہ قبول نہیں کر سکتے؟؟ شاہ بی بی سخت لہجے میں بولی تھیں، انہیں بے حد ناگوار گزر رہا تھا بار بار میرال شاہ کا دھتکارتے جانا۔۔ احان شاہ جیسے اپنی زبان سے اقرار کر رہا تھا وہ اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرے گا، اسکا مطلب تو یہی تھا کہ میرال شاہ اسکی پسند پہ پورا نہیں اترتی!

شاہ بی بی ایسی بات نہیں ہے۔۔ میرال ایک اچھی لڑکی ہے، میں اسے ریجیکٹ نہیں کر رہا، میں صرف ابھی ان سب معاملات سے دور رہنا چاہتا ہوں۔۔ احان شاہ پھر سے بات کو گول مول کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

ٹھیک ہے تم ان معاملات سے دور رہنا چاہتے ہو؟؟ جب ہمارا کیا گیا کوئی فیصلہ ہی تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تو پھر ہم سے اور اپنے داجی سے بھی دور رہنا شاہ! تم ہم دونوں کو ان تین دنوں سے اپنے انکار کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچا چکے ہو۔۔ شاہ بی بی اپنی آنکھوں میں نمی لئے اسے بلیک میل کرتی ہوئی اپنا رخ موڑ چکی تھیں۔ احان شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے انکی طرف دیکھا تھا جو ناراض ہو کے بیٹھ چکی تھیں۔۔

آپ جانتی ہیں نا میں سب برداشت کر سکتا ہوں لیکن آپ کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا شاہ بی بی!! مجھ سے منہ مت موڑیں۔۔ احان شاہ نے ان کی گود میں اپنا سر رکھتے ہوئے انکے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگایا تھا، وہ جانتا تھا وہ اپنے تمام پوتوں میں سب سے زیادہ اس سے پیار کرتی ہیں، وہ بچپن سے ہی ان کے بے حد قریب تھا اسی لئے ان کی ناراضگی برداشت نہیں ہو رہی تھی احان شاہ سے۔۔

شاہ بی بی نے ہنوز نروٹھے بچوں کی طرح رخ موڑے رکھا۔۔

یار یہ آپ نے اور داجی نے مجھے بلیک میل کرنی کی پلیننگ کر رکھی ہے کیا؟؟ احان شاہ تاصف سے بول رہا تھا، کچھ دن پہلے داجی نے ناراض ہوتے ہوئے الیکشن کے بابت منالیا اور آج شاہ بی بی ناراض ہو کے بیٹھ چکی تھیں۔۔

کوئی تم پہ دباؤ نہیں ڈال رہا۔۔ ظاہر ہے اب جوان ہو چکے ہو اب کہاں دادی کی کوئی بات اچھی لگے گی تمہیں۔۔۔ شاہ بیبی اسے ایموشنل بلیک میل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔۔

ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟ آپ کی کوئی بات آپ کے شاہ کو کیسے بری لگ سکتی ہے؟ مجھے آپکا کیا گیا ہر فیصلہ منظور ہے۔۔ احان شاہ محبت سے ان کا ہاتھ چومتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

میرا بچہ!! ہمیشہ خوش رہو میری نواسی کے ساتھ۔۔۔خوب جمے کی تم دونوں گی۔۔دونوں کا غصہ اور ضد ایک جیسی ہے۔۔بس اب منگنی کے لئے تیار رہو۔۔۔شاہ بی بی مزید ناراض نہ رہ سکیں۔۔جب احان شاہ ان کی بات ان کے دو ایموشنل جملوں کے بعد مان چکا تھا تو وہ بھلا کیوں مزید ناراض ہوتیں؟

احان شاہ صبر کے گھونٹ پیتا ہوا میرال شاہ کے ساتھ منگنی کی خامی بھر چکا تھا۔۔ان کے لئے چائے لاتی گلالئی شاہ بی بی کے ان آخری جملوں کو سنتی ہوئی بمشکل اپنے پاؤں پہ کھڑی تھے، وہ اپنے نچلے لب پہ اپنے دانتوں سے ظلم ڈھاتی ان کی طرف بڑھی تھی، اذیت کے احساس سے گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھیں سرخی اور نمی سے بھرپور تھیں۔۔

مل گئی تمہیں فرصت کام پہ آنے کی؟؟گلالئی کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتی شاہ بی بی اسکی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بولی تھیں۔احان شاہ ان کی گود سے اٹھنا ہوا سیدھا ہو کے صوفے پہ بیٹھا گلالئی کو اپنے نچلے لب پہ ظلم ڈھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

معاف کیجئے۔۔۔گا۔۔۔شاہ۔بی بی۔۔۔آئیندہ۔۔۔سے۔۔۔چھٹی۔۔۔نہیں۔۔کروں۔۔گی۔۔گلالئی نے منمنا کے معافی مانگتے ہوئے احان شاہ کی طرف چائے بڑھائی تھی، لیکن اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے وہ گرم آگ چائے تھوڑی سی مقدار میں اپنے ہاتھ پہ گرا چکی تھی۔۔

سس۔۔۔گلالئی نے سسکی بھرتے ہوئے اپنے جلے ہوئے انگوٹھے اور دو انگلیوں کو دیکھا تھا جو بے حد سرخ ہو چکی تھیں۔۔احان شاہ کی نظریں اسکے سسکی بھرنے پہ اسکے یاقوتی ہونٹوں سے ہوتی ہوئی اسکے ہاتھ پہ پڑی تھیں۔۔

ہو گئی اس کی ڈرامے بازیاں شروع۔۔۔شاہ بی بی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے نہوت سے سر جھٹکا تھا۔۔شاہ بی بی کے الفاظ پہ گلالئی کا چہرہ متغیر ہوا تھا، وہ احان شاہ سے نظریں ملائے بغیر اسے جلدی سے چائے پکڑاتی ہوئی وہاں سے بھاگ چکی تھی۔۔احان شاہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسکی پشت کو گھورا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 8

ذائشہ کب سے گراؤنڈ میں بینچ پہ بیٹھی کن اکھیوں سے ارزم شاہ کو دیکھ رہی تھی جس کے دوست مجال ہے جو اسے کچھ دیر کے لئے اکیلا چھوڑ دیں! وہ یونی کے بڑے سے گراؤنڈ میں میکائیل کی گود میں سر رکھ کے لیٹا سنجیدگی سے اپنا فون

استعمال کرتا ساتھ ساتھ اپنے دوستوں کی شرارتوں کے جواب دے رہا تھا، ارزم شاہ اگر کوئی شرارت بھی کرتا تو اتنے سنجیدہ انداز میں کرتا کہ اگلا بندہ اسے دیکھ کے رہ جاتا۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے فون میں مگن اپنی انسٹا پہ آئی گئی ریکویسٹ چیک کر رہا تھا جب نوفل کے اونچے قہقہے پہ اس نے چونک کے اسکی طرف دیکھتے اپنا آئبرو اچکایا تھا۔۔

مطلب سہی ہے یار اگر اتنا ہی شوق چڑھا ہوا تھا اسے کچھا (شارٹس) پہن کے تصویر کھنچوانے کا! تو کسی اور رنگ کا پہن کے اپنا شوق پورا کر لیتا یہ پنک کلر کا کچھا پہن کے فیس بک پہ تصویر لگانے کی کون سی آگ لگی ہوئی تھی اس کے دل میں ؟! ۔۔۔نوفل اپنے موبائل کو دیکھ کے ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

کون ہے یہ ؟؟ ارزم کے علاوہ سب نے تیزی سے نوفل سے استفسار کیا تھا جبکہ ارزم پوچھنے میں وقت ضائع کئے بغیر اسکے ہاتھ سے فون کھینچتے ہوئے اس نمونے کا دیدار کر رہا تھا، جس نے ایسی حرکت کی تھی۔۔نوفل کے فون میں اپنے کلاس فیلو "رمیس" کو پنک کچھا پہننے کے ساتھ ڈارک گولڈن بالوں کی ویگ لگاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے اپنی ہنسی پہ قابو پایا تھا، ارزم کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے اسکے دوستوں نے بے تابی سے اسکے ہاتھ سے فون لیا تھا، جب کہ میکائیل جو ارزم کے ساتھ ہی رمیس کی تصویر دیکھ چکا تھا، وہ نوفل کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنس ہنس کے پاگل ہو رہا تھا۔۔

خبردار جو تم لوگوں نے کسی کا مذاق اڑایا!! ارزم شاہ انہیں ڈپٹ کے پھر سے اپنے فون میں مگن ہونے ہی والا تھا جب اسکی نظریں سامنے بینچ پہ بیٹھی ہوئی ذائشہ کی طرف اٹھی تھیں جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔اسکے دیکھنے کی دیر تھی جب ذائشہ نے جلدی سے اپنی نظریں رجسٹر پہ مرکوز کی تھیں۔ارزم شاہ اسکی اس حرکت پہ زیر لب مسکراتا ہوا میکائیل کی گود سے اٹھا تھا، وہ کافی دیر سے اسکی نظروں کی تپش خود پہ محسوس کر رہا تھا۔۔اپنے دوستوں کو رمیس کی انسٹا پوسٹ پہ ہنوز ہنسنے میں مصروف پاتے ہوئے ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ذائشہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

ہیلو میڈیم! کیا کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ مجھ سے ؟؟ ارزم شاہ بینچ پہ ذائشہ سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتا اسکی طرف دیکھ کے آئیبرو اچکاتا ہوا اپنا بھاری آواز میں اس سے مخاطب ہوا تھا جس پہ ذائشہ نے چونکتے ہوئے اپنے رجسٹر سے نظریں اٹھائی تھیں۔ اپنے بینچ پہ ارزم شاہ کو بیٹھے دیکھ کے اسکی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

آپ۔۔م۔میں۔۔ب۔بلا۔۔آ۔آپ۔۔۔سے۔۔کچھ۔۔کیوں۔۔۔کہ۔کہنا۔۔چا۔چاہوں۔۔گی۔۔؟۔۔ذائشہ اسکی بات پہ بھوکھلاتے ہوئے بولی تھی۔۔

تو کیا آپ کو ہر کسی کو یوں تارنے کا شوق ہے جیسے آپ ابھی کچھ دیر پہلے مجھے تار رہی تھیں ؟؟۔۔ارزم شاہ اسکی بھوکھلاہٹ پہ اپنی مسکراہٹ دباتا پھر سے آئیبرو آچکا کے گویا ہوا تھا جس پہ ذائشہ نے منہ کھولتے ہوئے اس بے باک انسان کو دیکھا تھا، اس سے اتنی صاف گوئی کی امید نہیں تھی ذائشہ کو۔۔وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے شرمندہ ہوئی تھی، وہ واقعی ہی اسے کافی دیر سے دیکھ رہی تھی۔۔

یوں جان لیوا انداز میں دیکھیں گی تو کوئی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا!! ارزم شاہ اسکی خوبصورت ہیزل رنگ آنکھوں کو مزید پھیلتا دیکھ کے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا اسکی طرف جھکتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، ذائشہ اسکی یوں اچانک نزدیکی پہ گھبراتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔

د۔دیکھیں۔۔می۔۔میں۔۔ا۔ایسی۔۔و۔ویسی۔۔لڑ۔لڑکی۔۔۔نہی۔۔نہیں۔۔ہوں۔۔آ۔آپ۔۔۔مجھ۔۔۔سے ۔۔۔فلرٹ۔۔۔نہیں۔۔کر۔۔سکتے۔۔۔وہ نظریں جھکاتے ہوئے گھبرائے انداز میں بولی تھی جس پہ ارزم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے رومانٹک جملے کی ایسی کی تیسی کر چکی تھی۔۔

میں بھی آپکو یہی سمجھا رہا تھا میں ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں ذائشہ بی بی! اسلیئے جس انداز سے آپ مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھی۔۔ آپ کو بھی مجھ سے یوں نظروں ہی نظروں میں فلرٹ نہیں کرنا چاہیئے تھا!۔۔ارزم شاہ اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتا سنجیدگی سے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا حساب بے باک کر چکا تھا جس پہ ذائشہ کی ہیزل رنگ آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

میں آپ کے ساتھ فلرٹ نہیں کر رہی تھی۔۔مجھے تو پتا بھی نہیں ہے آنکھوں سے فلرٹ کیسے کرتے ہیں۔۔میں تو۔۔۔میں تو صرف آپ۔۔۔ذائشہ مدھم لہجے میں بولتی اچانک سے رونا شروع ہو چکی تھی جس پہ اب بھوکھلانے کی باری ارزم شاہ کی تھی۔۔

ارے۔۔ارے۔۔رونا تو بند کریں! مس ذائشہ سب دیکھ رہے ہیں۔۔پلیز رونا بند کریں اور مجھے پوری بات بتائیں۔۔۔ارزم شاہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا نرمی سے بولا تھا جس پہ ذائشہ نے سوں سوں کرتے ہوئے اپنی ہیزل آنکھوں کو رگڑ کے صاف کیا تھا، ارزم شاہ کو اسکا اپنی خوبصورت آنکھوں سے یوں سختی برتنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔

میں تو صرف آپ سے اپنے شروع کے لیکچر سمجھنا" چاہ رہی تھی"، اس دن آپ کافری میں گانا سننے کے لئے سوری کہنا" چاہ رہی تھی"، آپ کو آپ کے کنسرٹ کے لئے پے کرنا" چاہ رہی تھی"۔۔وہ دھیمے لہجے میں ہچکی بھرتے ہوئے بولی تھی۔۔

آپ اتنا کچھ چاہ رہی تھیں مس ذائشہ یہ سب تو مجھے اب پتا چل چکا ہے۔۔لیکن آپ مزید کیوں رونا چاہ رہی ہیں یہ میں سمجھنا چاہ رہا ہوں، پلیز مجھے سمجھائیں۔۔ارزم شاہ دانت کچکچاتے ہوئے نرمی سے بولا تھا، اس نے آج تک کسی لڑکی سے اتنی نرمی سے بات نہیں کی تھی، لیکن اسکے معصوم انداز کو دیکھتے ہوئے وہ مجبور ہو چکا تھا اس سے اس انداز میں بات کرنے کو۔۔

نہی

۔نہیں۔۔۔م۔میں۔۔تو۔۔۔نہیں۔۔رو۔۔رہی۔۔یہ۔۔۔آپ۔۔اپنے۔۔پیسے۔۔۔لے۔۔۔لیں۔۔۔تا کہ۔۔

۔میرا۔۔آپ۔۔۔پہ۔۔۔سارا۔۔

قرض۔۔اتر۔۔۔جائے۔۔۔ذائشہ نفی میں سر ہلا کے جلدی سے اپنے بیگ کی زپ سے دس ہزار اسکی طرف بڑھا چکی تھی۔۔

میں۔۔۔نے۔۔صرف۔۔آپکا۔۔آدھا۔۔گانا۔۔غور۔۔۔سے۔۔۔سنا۔۔۔تھا۔۔اسی۔۔لئے۔۔۔یہ۔۔دس۔۔ہزار ۔۔ہیں۔۔۔ذائشہ معصومیت سے بولی تھی جس پہ ارزم شاہ نے حیرانگی سے ایک نظر اس کے پیسوں کو دیکھا تھا اور

ایک نظر اس لڑکی کی طرف۔۔وہ کیا چیز تھی؟؟ارزم شاہ سوچ کے رہ گیا۔۔وہ اتنی معصومیت سے اسے اسکے آدھے گانے کو سننے کے پیسے واپس کر رہی تھی،ارزم شاہ کچھ بول نہ سکا۔۔

میں۔۔سب۔۔کو۔۔۔ان۔۔کے۔۔پیسے۔۔واپس۔۔کر۔۔چکا۔۔ہوں۔۔۔اسی۔۔۔لئے۔۔آپ۔۔بھی۔۔۔ا ن۔۔کا۔۔۔اچار۔۔خرید۔۔۔لیں۔۔ذائشہ۔۔بی بی۔۔۔کچھ دیر بعد ارزم شاہ اسکی عقل پہ ماتم کرتا ہوا اسی کے انداز میں اٹکتے ہوئے دانت پیس کے بولا تھا۔

لیکن۔۔۔میں۔۔اتنا۔۔مہنگا۔۔اچار۔۔۔لے۔۔کے۔۔۔اسکا۔۔۔کیا۔۔۔۔کروں۔۔۔گی؟؟اس نے جواباً ارزم شاہ کی عقل پہ ماتم کیا تھا جو اسے اتنے زیادہ پیسوں کا اچار خریدنے کا مشورہ دے رہا تھا جو اس نے اتنی محنت سے آن لائن جاب کرتے ہوئے کمائے تھے۔۔اسکے جواب پہ ارزم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا،وہ اتنی بیوقوف دیکھتی تو نہیں تھی جتنی وہ بن رہی تھی یا پھر وہ حقیقتاً بے وقوف تھی۔۔

آپ اچار کو چھوڑیں یہ میں آپکی عقل مندی کا(تمہاری بے وقوفی کا) صدقہ نکال رہا ہوں۔۔باہر فقیر کو دے دیجئیے گا۔۔۔ارزم شاہ اس کے ہاتھ سے دس ہزار تھام کے اس کے سر سے وارتا پھر سے اسکے ہاتھ میں پیسے تھما چکا تھا جس پہ ذائشہ نے پھر سے اپنی ہیزل آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا،یہ سب ارزم شاہ نے ایک پل میں کیا تھا اور وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

میں جانتی ہوں میں عقل مند ہوں لیکن میں اپنی عقل کا اتنا زیادہ صدقہ کیسے کسی کو دے سکتی ہوں؟ فقیر مجھے مشقوق نظروں سے دیکھیں گے۔۔یہ آپ اپنے کسی جاننے والے فقیر کو دے دیجئیے گا۔۔ایسے میں آپکے کنسرٹ کا قرض اتار دوں گی اور آپ میری عقل کا صدقہ بھی دے دیں گے۔۔وہ منٹوں میں چٹکی بجا کے سارے مسئلے کا حل نکالتی دس ہزار پھر سے ارزم شاہ کے ہاتھ میں تھما چکی تھی لیکن یوں کہ اسکا بلیک گلوز میں چھپا ہاتھ بالکل بھی ارزم کے دودھیا سفید ہاتھ سے ٹچ نہیں ہوا تھا۔۔ارزم شاہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا تو وہ کیا سمجھ رہی تھی اسکا اٹھنا بیٹھنا فقیروں میں ہے جنہیں وہ اسکی بے وقوفی کے صدقے دیتا پھرے گا؟لیکن پھر اس نے اسکی بات پہ غور کرتے ہوئے اسکے ہاتھ سے پیسے تھام لئے" وہ واقعی ہی صحیح بول رہی تھی اتنے زیادہ پیسے دینے پہ فقیر اسے مشقوق

نظروں سے دیکھتے اور ارزم شاہ کو کہاں گوارا تھا کوئی اسے آنکھ آٹھا کے بھی دیکھے ؟" ارزم شاہ نے پوز سیسو انداز میں سوچا تھا اور پھر اپنی شدت پسندی پہ وہ خود ہی حیران ہوا تھا۔۔

اب پلیز مجھے میرے مسڈ لیکچر سمجھا دیں! کچھ دنوں بعد ان سب کا ٹیسٹ ہے۔۔ ذائشہ اسکے پیسے پکڑنے پہ مطمئن ہوتی اب اپنا رجسٹر اسکی طرف بڑھا رہی تھی، ذائشہ کو اسکی آنکھوں میں حیا نظر آئی تھی چاہے ارزم کی آدھی باتیں اسکے سر کے اوپر سے گزری تھیں لیکن وہ اتنا بد تمیز نہیں تھا جتنا اس نے اسے شروع شروع کے دنوں میں سمجھا تھا۔۔ مطلب تھوڑا ہی بد تمیز تھا اپنی بے باکی کی وجہ سے۔۔

اسکی میں علیحدہ سے فیس لوں گا۔۔۔ ارزم شاہ نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے اسکے ہاتھ سے رجسٹر تھاما تھا جس پہ ذائشہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا اپنی ہیزل آنکھوں میں معصومیت لئے۔۔

ہاہاہا۔۔ مذاق کر رہا ہوں۔۔۔ کیا سمجھنا ہے ؟۔۔۔ ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں معصومیت اور بیک وقت اداسی دیکھتے ہوئے ہولے سے ہنستا گویا ہوا تھا جس پہ ذائشہ نے مطمئن ہوتے ہوئے اسے پہلے چیپٹر نکال کے دیئے تھے۔۔

ارزم شاہ سنجیدگی سے کتنی ہی دیر ذائشہ کو بے حد آسان طریقے سے سمجھاتا رہا، وہ جیسے جیسے ذائشہ کو سمجھا رہا تھا ذائشہ کو لگ رہا تھا اسکے سمجھایا ایک ایک پوائنٹ اسکا دماغ خفظ کرتا جا رہا ہے، ارزم کا سمجھانے کا طریقہ کافی اچھا تھا، اسے آج تک ایسا لیکچر لینے کا کسی ٹیچر سے بھی مزہ نہیں آیا تھا، ارزم شاہ اب اپنا نچلہ گلابی لب دانتوں میں دبائے آخری سوال دیکھتا رجسٹر پہ اپنی خوبصورت رائیٹنگ میں حل کر رہا تھا، ذائشہ کی نظریں اسکے خوبصورت سرخ و سفید چہرے سے ہوتی ہوئی اسکی مردانہ چوڑی کلائی پہ بندھی برینڈڈ گھڑی پہ پڑی تھیں جو اسکی کلائی پہ کافی جچ رہی تھی۔۔ اور پھر ارزم کے خود کو دیکھنے سے پہلے ہی وہ اپنی بے اختیار ہوتی نظریں اس پر سے ہٹاتی رجسٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔

دور گراؤنڈ میں بیٹھے ارزم شاہ کے دوست حیرانگی سے کبھی ارزم اور کبھی ذائشہ کو دیکھ رہے تھے، انہیں دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا یا پھر پوری دال ہی کالی لگ رہی تھی۔۔

آہہہ۔۔ اماں مجھے بچالیں!!۔۔۔ دیکھو۔۔ میرے۔۔۔ قریب۔۔۔ مت۔۔۔ آو۔۔۔ آہہہ۔۔۔ گلالئ کچن کی سلیب کے ساتھ کمر ٹکاتی معصومیت سے چھری اٹھاتی ہوئی چیخی تھی، وہ جو آج تک ہویلی کے اتنے بڑے جن "احان شاہ" سے نہیں ڈری تھی، آج ایزل شاہ کی معصوم سی کٹی کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے اسکے طوطے آڑے تھے۔۔

میاؤں۔۔۔ کٹی ہنوز معصومیت بھری آوازیں نکالتی اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

اماں!!! کٹی کو اپنے اتنے نزدیک آتے دیکھ کے گلالئ آنسو بہاتی ہوئی اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔ اس نے چیختے ہوئے زرتاج اماں کو آواز دی تھی جو نجانے کہاں تھیں، اس وقت کچن میں کوئی دوسری ملازمہ بھی نہیں تھی جو اس بلی کو اس سے دور کر سکتی۔۔

دیکہ، زہ نہ تہ ورستہ نہ شم، زہ وژاندی کا°م! زہ، °ہ ومومی!

)دیکھو میرے قریب مت آنا میں مر جاؤں گی(!

گلالئ کو لگا شاید بلی کو اردو سمجھ نہیں آرہی اسی لیے اس نے اب کی بار پشتو میں ایک اور کوشش کی۔ لیکن بلی ہنوز "میاؤں میاؤں" کرتی اس کی طرف بڑھتی جارہی تھی بلی نے تو اس کی پکار نہیں سنی لیکن شاہ بی بی کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد سیڑھیوں کی طرف جاتا احان شاہ گلالئ کی آواز میں اتنے خوبصورت انداز میں "پشتو" سنتا اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا، اسے اسکی پشتو کی بالکل سمجھ نہیں آئی تھی لیکن اسکا پختون زبان بولنے کا انداز اتنا معصوم تھا کہ احان شاہ کے دل نے بے ساختہ اسکے گلابی ہونٹوں کی حرکت دیکھنے کی خواہش کر ڈالی۔ احان شاہ نے اپنا رخ موڑتے ہوئے لاؤنج پہ ایک نظر ڈالی تھی، شاہ بی بی وہاں نہیں تھیں، وہ شاید نماز ادا کرنے گئی تھیں، احان شاہ کے قدم خود بخود کچن کی طرف بڑھے تھے، اسکی بھرائی آواز اور وقفے وقفے سے چیخ مارنے سے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی مشکل میں ہو۔۔

ہشش۔۔۔ گو (جاؤ)۔۔۔ یہاں سے۔۔۔۔ گلالئ اس وقت انگلش اور اردو کو مکس کرتی ہوئی اس بلی کو اپنے قریب آنے سے روک رہی تھی جو اس سے صرف چند قدم دور تھی۔۔ اس نے کافی دفعہ احان شاہ کے منہ سے انگریزی کے یہ تین الفاظ "گو فرام ہئیر" ملازموں کو اپنے پاس سے بھگانے کے لئے سنے تھے، جس میں سے ابھی صرف 'گو' ہی یاد تھا، اسی لئے اس نے مزید ایک زبان کا اپنے طریقے سے استعمال کرتے ہوئے کٹی کو اپنے قریب آنے سے روکا تھا، احان شاہ جو کچن میں داخل ہو چکا تھا، اسے چھری پکڑ کے زمین کی طرف دیکھ کے معصومیت سے آنسو بہا کے_

انگریزی کا بیر اغرق کرتے دیکھ کے احان شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ روکا تھا، وہ اس چھوٹی سی کیوٹ سی سفید کٹی سے ڈر رہی تھی؟؟ یہ بات احان شاہ کے ماننے میں نہیں آرہی تھی۔ اسکے گلابی ہونٹوں سے یہ انگریزی کا ٹوٹا پھوٹا لفظ اتنا کیوٹ لگا تھا کہ احان شاہ بے اختیار ہوتا ہوا اپنے قدم اس کی طرف بڑھا چکا تھا، اسکی کرسٹل گرے آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

آہہہہ۔۔۔۔"مورے ماوژ غورہ"(اماں مجھے بچالیں)

اب بلی مزے سے گلالئی کے دودھیا سفید پیر چاٹتی اسے پھوٹ پھوٹ کے رونے پہ مجبور کر رہی تھی، گلالئی اپنے چھری تھامے ہاتھوں کو منہ پہ رکھتی بچوں کی طرح رو رہی تھی، وہ نرم دل لڑکی اس بلی کو اپنے پیر سے جھٹک بھی نہیں رہی تھی کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے، لیکن بلی کی کھردری زبان اپنے پیر پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی کو لگا، اسکی ٹانگوں سے جان نکل جائے گی، آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بے حد قریب کھڑے احان شاہ کو دیکھ نہیں پائی تھی حتیٰ کہ وہ آج ڈر کی وجہ سے احان شاہ کے تیز کلون کی خوشبو بھی پہچان نہیں پائی تھی، احان شاہ نے سلیب پہ اسکے ارد گرد ہاتھ جماتے ہوئے اسکے خوبصورت چہرے پہ پھونک ماری تھی، اپنے چہرے پہ کسی کی گرم سانسوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے گلالئی نے ڈرتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولیں تھی، اپنے سامنے احان شاہ کو دیکھتے ہوئے وہ بے ساختہ اس کے ساتھ لپٹتی ہوئی زار و قطار رونا شروع ہو چکی تھی، احان شاہ اس نرم و ملائم وجود کو خود کے ساتھ یوں لپٹتے دیکھ کے ساکت ہوا تھا۔۔

شاہ سائیں۔۔مجھے اس بلی سے بچالیں۔۔۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے۔۔۔ یہ مجھے اتنی زور زور سے کاٹ رہی ہے۔۔مجھے لگ رہا ہے یہ میرا پیر ضائع کر چکی ہے۔۔ اب میں چل نہیں پاؤں گی۔۔۔ اور اگر میں چل نہیں پاؤں گی تو میں کام کیسے کروں گی؟؟۔۔۔ اور۔۔۔ اور اگر میں کام نہیں کروں گی تو مجھے شاہ بی بی سے کون بچائے گا۔۔۔ اور اگر۔۔۔ ابھی وہ اکھڑی ہوئی سانسوں کے درمیان معصومیت اور خوف سے روتی ہوئی اپنے پیر کی طرف اشارہ کر کے مزید بولتی جب احان شاہ نے اپنے پیر کی مدد سے اس بلی کو گلالئی سے دور کرتے ہوئے اسکے ہلتے گلابی لبوں کو دیکھ کے خود پر سے آج ایک بار پھر خود پر سے اختیار کھویا تھا، وہ جھکتے ہوئے اپنے لبوں سے اسکی بولتی بند کر چکا تھا۔ کچن میں اس کی اس حرکت پہ گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں تھیں، گلالئی رونا بھول چکی تھی، احان شاہ کے اس

قدر شدت بھرے لمس پہ گلالئ نے اسکی نیلی قمیض سینے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑی تھی۔۔ وہ ظالم بنتا ہوا اسکے گلابی لبوں پہ بارہا دانت گاڑتا اسکے ہاتھ سے چھڑی تھامتے ہوئے سلیب پہ پٹک چکا تھا، گلالئ نے آج بھی اسے خود سے دور نہیں جھٹکا تھا، اسے خود پہ غصہ آیا تھا جو وہ اس بلی سے بچاؤ کے لئے احان شاہ کے سینے سے لگی تھی، وہ کیسے اس بے مہر انسان کے سینے سے لگ سکتی تھی جو اپنی منکوحہ کے ہوتے ہوئے بھی کسی اور سے شادی اور منگنی کرنے کی خامی بھر چکا تھا؟ وہ کیسے اسے مدد کے لئے پکار سکتی تھی جس نے اس دن اسے چوری کے ڈر سے اپنے کمرے سے نکالا تھا؟ احان شاہ پیاسا بنا بے رحمی سے اسکی سانسیں پی رہا تھا۔۔ بلی اب احان شاہ کے پیر سے کک کھانے کے بعد اپنے تلوے چاٹتی ہوئی اس رومانٹک فلم کو مزے سے دیکھ رہی تھی۔۔ احان شاہ کو اچانک سے خیال آیا تھا وہ کچن میں ہے اور کچن میں کسی بھی وقت کوئی بھی آسکتا تھا، احان شاہ نے اپنی حرکت پہ دل میں خود کو دو سو صلواتوں سے نوازتے ہوئے اسکے نچلے گلابی لب کو اپنے دانتوں میں دباتے ہوئے آزادی بخشی تھی، اپنے لبوں پہ اسکی اتنی بے رحمی دیکھتے ہوئے گلالئ نے سسکتے ہوئے اپنے نازک لبوں پہ ہاتھ رکھا تھا، وہ اب اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو ہموار کرنے کے لئے اسکے سینے سے نہیں لگی تھی،

یہ میرے سینے سے لگ کے مجھ سے مدد مانگنے کی سزا تھی۔۔۔ آئیندہ مجھ سے دور رہنا لڑکی!! اور لڑکیوں کے یہ بلی سے ڈرنے والے ڈرامے صرف ڈراموں میں ہی اچھے لگتے ہیں، اسی لئے آئیندہ اپنی ان بھیانک چیخوں کی مدد سے ایسی ایکٹنگ کرنے سے گریز کرنا ورنہ اسی چھری کی مدد سے تمہارے ہونٹ کاٹ دوں گا جن سے چیخیں مارتے ہوئے تم نے پوری ہویلی سر پہ اٹھائی ہوئی تھی۔۔ احان شاہ اسکے زخمی لبوں پہ نظریں جماتا اپنی کچھ دیر پہلے والی بے اختیاری کو اپنے غصے اور بے حس الفاظوں کے ذریعے چھپا رہا تھا۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کے پاس چھری کیے غصے سے غرایا تھا جس پہ گلالئ نے دہلتے ہوئے اپنی آنکھیں زور سے میچی تھیں، وہ جو اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی تگ و دو میں ہلکان ہو رہی تھی، احان شاہ کے بے حس روپ پہ وہ اپنا سانس تک روک گئی، وہ بری طرح سے ڈر چکی تھی۔۔ اسے ڈر سے کانپتے دیکھ کے احان شاہ نے سلیب پہ چھری پٹکتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، وہ ہنوز آنکھیں میچے ہوئے تھی، احان شاہ کی نظروں کا مرکز اس کا دودھیا ہاتھ بنا تھا جو کچھ دیر پہلے جلنے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ اسی دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ پہ چھالے بن چکے تھے۔۔

میاؤں۔۔۔۔ کٹی نے اس رومانٹک فلم کو بند ہوتے دیکھ کے معصومیت سے اپنی پیٹھ اٹھاتے ہوئے انگرائی لی تھی، کٹی کی آواز پہ گلالئی نے احان شاہ کے بے حس الفاظوں پہ صبر کے گھونٹ پیتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں، وہ اسکی طرف دیکھے بغیر اپنا رخ موڑ کے سبزیاں کاٹنے میں مصروف ہو چکی تھی، یہ صبح سے دوسری بار تھا جو اس نے احان شاہ کی طرف دیکھنے سے گریز برتا تھا اور اسکی یہی حرکت احان شاہ کو ناگوار گزری تھی، اس نے اسکے ہونٹوں کو بری طرح سے زخمی کر دیا تھا لیکن پھر بھی اس نے اسے شکوہ کناں نظروں سے نہیں دیکھا تھا، جیسے وہ ہمیشہ سے دیکھتی تھی!

کیا وہ اس سے کوئی ناراضگی جتا رہی تھی یوں نظریں پھیر کے؟؟ احان شاہ نے لب کاٹتے ہوئے سوچا تھا۔۔

جتاتی ہے تو جتاتی رہے میں کب اس سے محبت کے دم بھر رہا ہوں۔۔ ہونہہ۔۔۔ احان شاہ بے حسی سے سوچتا ہوا اپنا سر جھٹکتے ہوئے کچن سے باہر نکلا تھا۔۔ گلالئی نے اپنا رخ موڑ کے نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے جب لائٹ براؤن شلوار قمیض میں ملبوس زوریز شاہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔۔ وہ سب کو منہ سے سلام کرتا ہوا لاؤنج کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب سامنے صوفے پہ اپنے بابا جان کے ساتھ "زاویار شاہ" کو آج سالوں بعد دیکھتے ہوئے وہ اپنے پیروں کا رخ سیڑھیوں کی طرف موڑ چکا تھا۔۔ سب جو زوریز شاہ کے سلام پہ اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے، اسے زاویار شاہ سے ملنے کی بجائے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے ان سب کی نظریں زاویار شاہ پہ ٹکی تھی جو اسے ملنے کے لئے اپنے صوفے سے اٹھتے اٹھتے متغیر چہرے سے واپس بیٹھ چکے تھے، کیونکہ وہ ان سے رخ موڑ چکا تھا۔۔

زوریز!!۔۔۔ ھارون شاہ نے زاویار شاہ کا چہرہ سرخ پڑتا دیکھ کے زوریز شاہ کو سخت لہجے میں پکارا تھا جو ان کی پکار پہ اپنے قدم تو روک چکا تھا لیکن اس نے اپنا چہرہ موڑتے ہوئے انکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

واپس آؤ۔۔۔ ھارون شاہ نے ہنوز اسے سخت لہجے میں حکم دیا تھا۔۔

بابا جان کل خان (رایان) کی شادی ہے مجھے اسی سلسلے میں ابھی سوات کے لئے نکلنا ہے۔۔ میں لیٹ ہو رہا ہوں۔۔ زوریز شاہ سنجیدگی سے بولتا ہوا اپنا رخ موڑے بغیر پھر سے اپنے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھا چکا تھا۔۔

زوریز شاہ میں نے بولا واپس آؤ یہاں!! بڑے چھوٹے کی تمیز بھول چکے ہو تم؟؟ آ کے زاویار ماموں کو سلام کرو۔۔ سبز آنکھوں والے ھارون شاہ اب بولے نہیں بلکہ دھاڑے تھے۔۔ انکی اولاد انہیں ہمیشہ شرمندہ کرواتی تھی۔۔

میں سلام کر چکا ہوں بابا جان!! اور تمیز سے کر چکا ہوں!! مجھے بدتمیزی کرنے پہ مجبور مت کریں!! زوریز شاہ اپنا چہرہ انکی طرف موڑتا ہوا بے حد غصے سے دھاڑا تھا، زوریز شاہ کی دھاڑ پہ شاہ بی بی نے دہلتے ہوئے ان باپ بیٹے کی طرف دیکھا تھا۔۔

چھوڑو ھارون! وہ سلام کر چکا ہے۔۔ کیوں ڈانٹ رہے ہو بچے کو؟ زاویار شاہ نے نرمی سے ھارون شاہ کا شانہ تھپتھپایا تھا جو غصے سے لال پیلے ہو رہے تھے۔۔

جب کوئی سالوں بعد ملے تو یوں روکھا پھیکا سلام نہیں کیا جاتا!! زوریز شاہ یہاں آ کے ٹھیک طریقے سے سلام کرو۔۔۔ ھارون شاہ ہنوز اپنی بات پہ اڑے ہوئے سختی سے بولے تھے۔۔

ڈیم اٹ!! کیا چاہتے ہیں اپ؟؟ میں زاویار شاہ کے گلے لگوں؟؟ اس زاویار شاہ کو اپنے سینے سے لگاؤں! جسے یاد کرتے ہوئے میری ماں سسک سسک کے مری تھی؟؟ جو میری ماں اور اپنی سگی اکلوتی بہن کے جنازے پہ نہیں آیا تھا؟ میں اس زاویار شاہ کو اپنی ہویلی میں ویلکم کروں جس نے میری ماں کے مرنے کے ایک سال بعد ہویلی آتے ہوئے مجھ سے میری منکوحہ تک چھین لی تھی؟؟ اس زاویار شاہ کو احترام اور عزت سے بلاؤں جو میری محبت پہ ترس کھائے بغیر اپنی خود غرض بیٹی کے کیریئر کے پیشِ نظر اسکا ساتھ دیتے ہوئے اسے بیرون ملک لے کے جا چکا تھا؟ کیا اتنا ارزاں تھا میری ماں کا وجود جو آپ جیسے بزنس مین کے پاس میری ماں سے ملنے کے لئے ارے ملنا تو دور فون پہ بات کرنے کے لئے دو گھڑی وقت نہیں تھا؟؟ کیا اتنی ارزاں تھی میری محبت جو اس انسان نے جانتے بوجھتے ہوئے اپنی بیٹی کو مجھ سے دور کیا، زاویار شاہ جانتا تھا زوریز شاہ مر جائے گا مر حا شاہ کے بغیر!! لیکن اس نے مجھے جانتے بوجھتے زندہ لاش بننے پہ مجبور کیا، اس نے مجھے جیتے جی مرنے پہ مجبور کیا، مر حا شاہ کو مجھ سے دور لے جاتے ہوئے اس نے میرے وجود سے روح کھینچ لی۔۔ پورے چھ سال!! چھ سال میں نے مر حا شاہ کا انتظار کیا، اس مر حا شاہ کا جو اپنے باپ کی طرح خود غرضی کی مثال آپ ہے! کیا قصور تھا سلویٰ شاہ اور زوریز شاہ کا؟ یہی کہ انہوں نے خود غرض لوگوں

سے محبت کی! ایک نے بھائی سے اور دوسرے نے بیوی سے!! بولیں؟؟ اتنا سلام کافی ہے یا سلیوٹ بھی کر کے دکھاؤں؟؟ زوریز شاہ بے حد غصے سے گرجتا ہوا پورے لاؤنج کی تباہی کر رہا تھا، اسکی گرج دار آواز پوری ہویلی میں گونج رہی تھی، زوریز شاہ کے لہجے میں کیا کچھ نہیں تھا؟ کرب، اذیت، بے بسی، ماں کے لئے بے حد محبت، دکھ، اپنی محبت سے بچھڑنے کا دکھ، ہجر کی تکلیف۔۔

وہ اپنے اذیت بھرے الفاظوں سے سب کا منہ بند کروا چکا تھا، مرحا شاہ اور زاویار شاہ کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا تھا زوریز شاہ کے الفاظ پہ! لاؤنج میں اس وقت احان شاہ، کاظم شاہ اور میرال شاہ نہیں تھے، ارزم شاہ تیزی سے صوفے سے اٹھتا ہوا زوریز شاہ کی طرف بڑھا تھا جو سامنے لگی ایل۔ سی۔ ڈی پہ اپنا ہاتھ بار بار مار کے زخمی کر رہا تھا۔۔ مرحا شاہ نے آنکھوں میں نمی لئے اسکے لہولہان ہاتھ کی طرف دیکھا تھا۔۔ ھارون شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا اپنے جوان بیٹے کی حالت دیکھتے ہوئے، وہ تو صرف یہ چاہ رہے تھے کہ ماموں بھانجے میں ساری رنجشیں ختم ہو جائیں لیکن ان کے بیٹے کا دل اس قدر چیرا ہوا تھا یہ انہیں اسکے الفاظ سے آج پتا چلا تھا، وہ اپنی اداسی کو ان کے سامنے ہمیشہ اپنی بے باکی کے ذریعے چھپاتا تھا، اس نے آج پہلی بار ہویلی والوں کے سامنے اپنی چھ سال کی چپ توڑتے ہوئے سب کے رونگھٹے کھڑے کیے تھے۔۔ ارزم شاہ بمشکل غصے سے بھرے زوریز شاہ کو قابو کرتا ہوا یہاں سے لے کے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

کس نے بولا تھا جوان بیٹے پہ اتنا غصہ کرنے کو؟؟ اپنے ہاتھ کا حشر بگاڑ لیا میرے پوتے نے!! گرم خون تھا اس نے جوش تو مارنا تھا، تم ہی کچھ تحمل سے کام لے لیتے۔۔۔ عادل شاہ نے پوتے کے جاتے ہی ھارون شاہ کو غصے سے لتاڑا تھا جنہوں نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا نچلہ لب کاٹا تھا۔۔

اور تمہیں اپنے بیٹے کی کچھ ہوش ہے؟ کہاں ہے وہ؟ میرا بڑا پوتا تین دنوں سے ہویلی سے کیونکر غائب ہے؟!۔۔

عادل شاہ کا رخ اب دریاں شاہ کی طرف تھا جن کا بڑا سپوت کاظم شاہ پچھلے تین دنوں سے ہویلی سے غائب تھا۔۔

میری بات ہوئی ہے اس سے صبح تک آجائے گا! وہ ضروری کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔۔ دریاب شاہ نے انہیں دھیمے لہجے میں جواب دیتے ہوئے مطمئن کیا تھا، سب عادل شاہ سے ان کی پوتوں سے محبت کے بارے میں اچھی طرح سے واقف تھے۔۔

کاظم شاہ جس نے اپنی زندگی میں آج تک کبھی سیگریٹ کو منہ نہیں لگایا تھا، وہ پچھلے تین دنوں سے سیگریٹ پہ سیگریٹ پھونکتا نا جانے کتنی سیگریٹ کی ڈبیاں ختم کر چکا تھا، وہ پچھلے تین دن سے اپنے فارم ہاؤس میں تھا، اس نے آفس تو دور ہویلی جا کے نہیں دیکھا تھا، وہ ابھی بھی گہرے گہرے کش بھر تا سیگریٹ پھونک رہا تھا جب اسکے نمبر پہ احان شاہ کا فون آیا تھا، وہ اسے پچھلے تین دنوں سے فون کر رہ تھا لیکن کاظم شاہ نے کسی کی کال نہیں اٹھائی تھی سوائے دریاب شاہ سے دو منٹ بات کر تا وہ اپنا فون بند کر چکا تھا۔۔

کاظم شاہ نے گہرا سانس بھرتے ہوئے احان شاہ کی کال یا کرتے ہوئے کان کو لگائی تھی۔۔

کہاں ہے تو تین دنوں سے ؟ اور فون کیوں نہیں اٹھا رہا؟ احان شاہ نے فون چھوڑتے ہی غصے سے استفسار کیا تھا۔

جب جانتا ہے کہ میں کہاں ہوں تو کیوں پوچھ رہا ہے ؟ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے پھر سے سیگریٹ کا گہرہ کش بھرا تھا۔ وہ جانتا تھا احان شاہ اسکی لوکیشن ٹریس کر چکا ہو گا۔۔

کسی پراجیکٹ میں لاس ہوا ہے ؟ احان شاہ نے اسکی بات نظر انداز کرتے ہوئے اگلا سوال داغا تھا، وہ پریشان ہوا تھا اسکے لئے۔۔

ہمم! اپنی زندگی کے سب سے بڑے پراجیکٹ پہ! جس پہ میں نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی لیکن اگلی پارٹی نے دھوکا دے دیا۔۔ کاظم شاہ کرب سے بولتا ہوا سیگریٹ سے اپنے ہاتھ کی انگلیاں جلا چکا تھا، آنکھوں کے سامنے ایزل شاہ کے ساتھ گزرا ہر ایک پل گھوما تھا، اس نے کتنا مان بخشا تھا اسے لیکن اس نے کیا کیا؟ دھوکا دیتے ہوئے اسکا سارا مان سارا پیار مٹی میں ملا دیا؟؟

کیا بکواس کرے جا رہا ہے تو؟ میں بس فارم ہاؤس کے راستے میں ہوں وہاں پہ آ کے تیری چھترول کرتا ہوں!! احان شاہ اسکے اداس لہجے پہ فکر مندی اور غصے سے بولتا ہوا فون کاٹ چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کبھی اتنا اداس نہیں ہوتا تھا جتنا وہ احان شاہ کو آج اداس لگ رہا تھا، وہ اسکے لئے بے حد فکر مند ہو رہا تھا۔۔ لیکن کون جانے آنے والے دنوں میں یا شاید کل سے ہی ان دونوں کی ایک دوسرے کے لئے اس فکر مندی نے کہیں دور جا سونا تھا۔۔

کاظم شاہ کی آنکھوں کے پردے میں وہ منظر لہرایا تھا جب اس نے اپنی لاڈلی اووزی کے چہرے پہ بے دردی سے تھپڑ جھڑتے ہوئے اسے زمین پہ دھکا دیا تھا، دل میں ایک ٹھیس سی اٹھی تھی، وہ جسے آج تک پھول سے بھی تکلیف نہیں دی تھی، اسے کاظم شاہ نے اپنے ہاتھوں سے تکلیف دی تھی۔۔

میں اسے سمجھاؤں گا! وہ بچی ہے ابھی! میری بات سمجھ جائے گی۔۔۔ کاظم شاہ نے دل میں بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکایا تھا، سیگریٹ ہنوز اسکے سفید دودھیا ہاتھ کی پوریں جلا رہا تھا لیکن کاظم شاہ کو اس سے بالکل بھی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔۔

پتا چلا اسماعیل خان کی بیٹی کا کچھ ؟؟ وہ درمیانی عمر کا شخص راکنگ چیئر پہ جھولتا غصے سے اپنے آدمیوں کو دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔۔

نہیں صاحب۔۔۔ ہمیں صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ مر چکی ہے۔۔ اسکے دونوں آدمی سر جھکاتے ہوئے منمنا کے بولے تھے۔۔

یہ بکواس تم دونوں مجھے پچھلے کتنے سالوں سے سنا رہے ہو حرام خوروں!! وہ مری نہیں ہے، مجھے پورا یقین ہے اس غدار اسماعیل خان کی بیٹی زندہ ہے۔۔ تم دونوں کے پاس یہ آخری چانس ہے ورنہ اپنے دوسرے ساتھیوں کی لاشیں تو یقیناً تم دونوں نے اپنے ہاتھوں سے ہی مٹی بھی دبائی تھیں؟؟ وہ بے حسی سے غراتا ہوا ان کے پیروں میں فائر کر چکا تھا جس پہ وہ دونوں دہلتے ہوئے اپنی جگہ سے اچھلے تھے۔۔

زوریز شاہ کے علاوہ شاہ ہویلی کے تمام مکین ناشتے میں مصروف تھے، زوریز شاہ رات سے سوات کے لئے نکل چکا تھا، اور احان شاہ ہر طرح سے کاظم شاہ سے اسکی اداسی کی وجہ پوچھ چکا تھا لیکن کاظم شاہ نے اپنے دانت سے دانت نہیں اٹھایا تھا، وہ ڈھیٹ بنا سیگریٹ پھونکتا رہا جس پہ احان شاہ کے مکے تھے اور کاظم شاہ کا چہرہ، کندھا اور سینا۔۔ وہ زبردستی رات میں اسے ہویلی لے کے آیا تھا۔۔

ایزل شاہ ایک نظر بے حد سنجیدہ نظر آتے کاظم شاہ کو دیکھ کے سر جھکائے بالکل خاموشی سے ناشتہ کرتی اپنے آنسوؤں پہ قابو پا رہی تھی۔۔وہ پچھلے دو دنوں سے کالج زوریز شاہ کے ساتھ گئی تھی، آج اسکا کالج سے چھٹی کرنے کا پلین تھا۔۔ ایزل شاہ ہر وقت سب کے سامنے اپنی کٹی میں مصروف اپنی پچھلے دنوں کی اداسی چھپانے کی بھرپور تگ و دو کر رہی تھی۔۔

ایزل کالج کیوں نہیں جا رہا میرا بچہ ؟؟۔۔۔ایزل کو آج بغیر یونیفارم کے ناشتہ کرتے دیکھ کے احان شاہ نے اسے پیار سے مخاطب کیا تھا۔۔

لالہ آج تمام پیریڈ فری ہیں۔۔جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہونا تھا۔۔ایزل شاہ نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے احان شاہ کو جواب دیا تھا۔کاظم اور ایزل کے لہجے کی اداسی احان شاہ کی سمجھ سے باہر تھی۔۔احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے ایزل شاہ کی بات پہ سر ہاں میں ہلایا تھا، البتہ اسکا دل نا جانے کیوں بے سکون تھا۔۔کاظم شاہ نے ایک بے تاثر نظر ایزل شاہ کے کملائے چہرے پہ ڈالتے ہوئے اپنی نظریں پھیریں تھیں، اسکے نظریں پھیرنے پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔

ارزم شاہ یونیورسٹی جا چکا تھا، مرحا شاہ ہاسپٹل جبکہ میرال شاہ اپنی پرانی پاکستانی دوستوں سے ملنے کی غرض سے ان کے ساتھ ناشتے پہ جا چکی تھی، رات میں اس نے احان شاہ کے ساتھ جا کے اپنی منگنی کی شاپنگ کرنے کا پلین بنایا تھا جو تین سے چار دنوں تک تھی۔۔احان شاہ ناشتے کے بعد ہی اپنے کسی کام کے سلسلے میں حویلی سے نکلا تھا۔۔باقی ایزل کے علاوہ حویلی کے تمام مکین لاؤنج میں بیٹھے دوپہر کی چائے پی رہے تھے، اس وقت ایک بج رہا تھا، کاظم شاہ آج بھی آفس نہیں گیا تھا، وہ تمام کام اپنے مینجر کے زمہ لگا چکا تھا، وہ جانتا تھا وہ اپنی غائب دماغی کی وجہ سے اپنے آفس کا کام خراب نہیں کرنا چاہتا تھا،

تمہیں اپنی محبت کو پانے کے لئے اب یہ کرنا ہو گا ایزل! ورنہ ساری زندگی ون سائیڈڈ لو کی ماری رہتے ہوئے تم کبھی بھی اپنی محبت اور اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ وفا نہیں نبھا سکو گی! چاہے یہ طریقہ تھوڑا غلط ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا! ۔۔۔جویریہ کے الفاظ ایزل شاہ کے کانوں میں ہنوز گونجتے ہوئے اسکا دل دھڑکا

رہے تھے، اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ کیا کرے؟ کنارہ کر لے، اپنی محبت کی دھتکارے جانے کا ماتم کرے یا پھر وہ جو جویریہ نے مشورہ دیا تھا؟؟

اسکے دونوں غصیلے لالہ اس وقت ہویلی نہیں تھے اور تین دن بعد اس کی ارزم شاہ کے ساتھ منگنی تھی، شاید جویریہ کے مشورے پہ عمل کرنے کا یہی صحیح وقت تھا۔۔

ایزل شاہ نے اپنا نیا فون اٹھاتے ہوئے کاظم شاہ کا نمبر ملایا تھا جو باہر لاونج میں سب کے ساتھ بیٹھ کے چائے پی رہا تھا۔۔

ایزل شاہ کا پچھلا فون کاظم شاہ بہت بری طرح سے توڑ چکا تھا جس کی وجہ سے ایزل نے نئے فون کے ساتھ ساتھ نئی سیم بھی یونہی خریدی تھی۔ اب وہ اسے اپنی نئی سیم سے ہی فون کر رہی تھی۔

اپنے فون پہ ان ناؤن نمبر سے کال آتے دیکھ کے کاظم شاہ نے یس کرتے ہوئے فون کان کو لگایا تھا۔۔

یس۔۔ کاظم دریاب شاہ سپیکنگ!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے سنجیدگی سے اپنا تعارف کروایا تھا۔

شاہ۔۔ جی۔۔۔ میرے کمرے میں آئیں مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔ آپکو چاچو جان (دریاب شاہ) کی قسم ہے انکار مت کیجیئے گا۔۔ فون سے ایزل شاہ کی روتی ہوئی آواز سنتے ہوئے کاظم شاہ نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔۔ وہ اسے اسکے بابا جان کی قسم دے چکی تھی جس پہ نا جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔ کاظم شاہ سب کو باتوں میں مصروف دیکھ کے اپنا کپ ٹیبل پہ رکھتا ہوا ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

تقریباً تین منٹ پچاس سیکنڈ تک کاظم شاہ اپنے غصے پہ ضبط کرتا ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ شاید وہ اس سے معافی مانگنی چاہتی تھی، اگر وہ اس سے معافی مانگے گی تو کاظم شاہ بھی اسے معاف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ایزل شاہ کو سامنے بیڈ پہ نظریں جھکا کے بیٹھے دیکھ کے وہ اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

ہاں بولو کیوں بلایا۔۔۔۔ ابھی کاظم شاہ اسکے بیڈ کے پاس پہنچتے ہوئے سنجیدگی سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب زمین پہ کچھ چکنا سا محسوس کرتے ہوئے اسکا پیر بری طرح سے پھسلا تھا، کاظم شاہ نے اپنے لڑکھڑاتے پیر کو سنبھالنا چاہا تھا جب ایزل شاہ اپنی پوری قوت سے اسکا بازو جھکڑتی ہوئی اسے خود پہ گرا چکی تھی۔۔ کاظم شاہ جو پیر پھسلنے کی وجہ سے پہلے ہی لڑکھڑا چکا تھا، ایزل شاہ کے کھینچنے پہ وہ بے دھیانی میں اس پہ گر چکا تھا یا اسے جان بوجھ کے خود پہ گرایا گیا تھا۔۔

بابا جان!! چاچو جان۔۔لالہ۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے اپنے لبوں پہ لگی سرخی کو اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے تیزی سے ارد گرد پھیلاتے ہوئے تیز آواز میں رو رو کے سب کو پکارنا شروع کیا تھا۔۔یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا، کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھوں کو پھیلائے تحیر سے ایزل شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔۔

بابا جان۔۔مجھے بچالیں۔۔۔بابا۔۔۔۔۔ڈر و خوف سے کانپتی ایزل شاہ نے کاظم شاہ کی سفید قمیض کو سینے سے تھام کے مزید خود پہ جھکاتے ہوئے بھرائی آواز میں چیختے ھارون شاہ کو پھر سے آواز دی تھی۔۔

احان شاہ جو ابھی ابھی اپنا کام نپٹا کے ہویلی میں داخل ہوا تھا، ایزل شاہ کے کمرے سے روتی، بلکتی آوازیں سنتا ہوا وہ بھاگنے کے انداز میں ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا، وہی پہ لاؤنج میں بھی سب تک ایزل شاہ کی چیخ و پکار کی آوازیں آچکی تھی، وہ سب ہر براتے ہوئے احان شاہ کے پیچھے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔

یا اللہ خیر۔۔۔شاہ بی بی اور زہرہ مام تو اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی پریشانی سے ان سب کے پیچھے بڑھی تھیں۔۔

ایزل شاہ کا کمرہ لاکڈ نہیں تھا۔۔احان شاہ نے زور سے اپنا ہاتھ مارتے ہوئے ایزل شاہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا، وہ بہن کی سسکیاں، چیخ و پکار سنتا دروازہ ناک کرنا بھول چکا تھا، اور پھر جو منظر احان شاہ اور ہویلی کے مکینوں نے دیکھا تھا وہ ان سب پہ ہویلی کی چھت گرانے کے لئے کافی تھی۔۔

کاظم شاہ!!!!!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرج دار آواز میں دھاڑتا ہوا شاہ ہویلی کے در و دیوار ہلا چکا تھا۔۔

To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 9

کاظم شاہ!!!!!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرج دار آواز میں دھاڑتا ہوا شاہ ہویلی کے در و دیوار ہلا چکا تھا۔۔کاظم شاہ جو بے یقینی کی تصویر بنا روتی اور کانپتی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھ رہا تھا، احان شاہ کی گرج دار آواز پہ اس نے رخ موڑتے ہوئے کمرے کے دروازے پہ کھڑے تحیر زدہ ہویلی کے مکینوں کو دیکھا تھا، احان شاہ کی دھاڑ سنتے ہوئے ایزل شاہ کا دل لرز اٹھا تھا، اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا کہ اس کے دونوں لالہ میں سے اس وقت کوئی ایک بھی ہویلی

میں موجود ہو۔۔ احان شاہ کو تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ کی سانسیں اٹکی تھیں، اگر وہ بھی کاظم شاہ کی طرف نیچے زمین پہ گرے آئل کی وجہ سے پھسل جاتا تو یقیناً آج ان حویلی والوں کے ہاتھوں ایزل شاہ کا آخری دن ہونا تھا، احان شاہ کو اس حال نما کمرے کے بیڈ کی طرف بڑھتا دیکھ کے کاظم شاہ ایک جست میں ایزل شاہ کے اوپر سے اٹھا تھا، کاظم شاہ اس وقت کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، ایزل شاہ نے وار ہی ایسا کیا تھا کہ کاظم شاہ کی زبان تالو سے چپک چکی تھی، گولڈن آنکھوں میں حیرانگی ہی حیرانگی تھی۔۔ کاظم شاہ جیسے مضبوط انسان کو اس وقت اپنی ٹانگیں مفلوج لگیں۔ شاک، غصہ، غم، بے یقینی، وہ اپنے احساسات کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا، احان شاہ کو بیڈ سے چار سے پانچ قدموں کے فاصلے پہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ تیزی سے نیچے گری چکنائی پہ اب کی بار اپنے پیر مضبوطی سے جماتا خود ہی اسکی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

تیری ہمت کیسے ہوئی میری بہن پہ اپنی گندی ہوس بھری نظریں ڈالنے کی کاظم دریاب شاہ!!؟ احان شاہ اپنی طرف آتے کاظم شاہ کو گریبان سے پکڑ کے خود کی طرف گھسیٹتا_ اسکے چہرے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتے ہوئے دھاڑا تھا۔ احان شاہ کے لفظوں کی کرواہٹ کاظم شاہ نے اپنے دل میں اترتی محسوس کی تھی۔۔

ایسا نہیں ہے شاہ! میری۔۔۔۔ ابھی کاظم شاہ اسے بے حد غصے میں دیکھ کے الفاظ تلاشتا ہوا اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا جب احان شاہ نے اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسکے عنابی ہونٹوں پہ مکا جڑا تھا، کاظم شاہ کے منہ سے خون کسی فوارے کی طرح چھوٹا تھا۔ اپنے بڑے سمجھدار بیٹے کی اس حرکت پہ دریاب شاہ کے لئے مرنے کا مقام تھا، ھارون شاہ ابھی تک کسی صدمے کی زد میں تھے، ان کی بیٹی کی عزت ان کی اپنی حویلی میں ہی محفوظ نہیں تھی؟؟ کاظم شاہ نے احان شاہ کو یوں کسی چیز کی تصدیق کیے بنا خود پہ وار کرتے دیکھ کے خود پر سے قابو کھویا تھا، وہ ایک ساتھ احان شاہ کے چہرے پہ دو مکے جھڑ چکا تھا، ان دونوں کو یوں لڑتے دیکھ کے شاہ بی بی اور زہرہ مام کی چیخیں پوری حویلی میں گونج رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ کی ڈھیٹائی پہ احان شاہ نے اسکے پیٹ میں اپنی ٹانگ رسید کی تھی، کاظم شاہ کے قدم لڑکھڑائے تھے! لیکن وہ خود کو زمین پہ گرنے سے بچا چکا تھا۔

روتی اور کانپتی ہوئی ایزل شاہ کے ہونٹوں کی پھیلی لپ اسٹک دیکھتے ہوئے حویلی کے تمام مردوں نے اس پر سے اپنی نگاہیں پھیری تھیں، وہ اس وقت لائٹ پیچ فراک میں ملبوس لائٹ سا میک اپ کیے ہوئے تھے، ابھی باہر سب کے

سامنے ہی تو وہ اپنے بابا جان سے اپنی دوستوں کے ساتھ باہر جانے کی اجازت لے کے آئی تھی، اس نے اپنے بابا جان کو بتایا تھا، آج کالج میں فری پیریڈ کی وجہ سے اسکی پوری کلاس نے چھٹی کر کے باہر جانے کا پلین بنایا ہے، جس پہ ھارون شاہ نے اپنی لاڈلی بیٹی کے ضد کرنے سے پہلے ہی اسے باہر جانے کی اجازت دی تھی، ایزل شاہ نے باہر سب کے سامنے اجازت ہی اس لئے لی تھی تا کہ بعد میں ایسی صورتحال پیش آنے پہ سب کو یہی لگے کہ کاظم شاہ اسکے حسن میں بہکتا ہوا یہ قدم اٹھانے والا تھا۔۔ ایزل شاہ یہ سب کر تو چکی تھی لیکن اب اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا، احان شاہ اور کاظم شاہ کو مدمقابل دیکھتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی، زہرہ مام اور شاہ بی بی نے جلدی سے آگے بھرتے ہوئے ایزل شاہ کو سنبھالا تھا جو اس وقت ڈر و خوف کی وجہ سے بری طرح سے کانپ رہی تھی۔۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام، ایزل شاہ کے پاس بیڈ کی دوسری طرف سے گئی تھیں کیونکہ اس طرف احان شاہ اور کاظم شاہ بری طرح سے لڑتے ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے۔۔

شاہ! چھوڑو اسے۔۔ بیٹھ کے بات کرو جو کرنی ہے۔۔۔ عادل شاہ نے پوتوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنتے دیکھ کے روعب دار آواز میں حکم دیا تھا، لیکن احان شاہ اسکی وقت ان کی بات سننے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

کلمہ پڑھ لے کاظم دریاب شاہ! کیونکہ آج احان ھارون شاہ تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔ احان شاہ نے اپنی پوری قوت سے ایک بار پھر سے اپنی ٹانگ کاظم شاہ کے گھٹنے پہ ماری تھی جس پہ کاظم شاہ جس نے پہلے ہی اسکے وار پہ بمشکل خود کو نیچے گرنے سے سنبھالا تھا، اب کی بار وہ خود کو سنبھال نہیں پایا تھا، احان شاہ کے اس وار پہ دراز قد کاظم شاہ بری طرح سے زمین بوس ہوا تھا، احان شاہ تیزی سے ایزل شاہ کے کمرے سے نکالتا ہوا تقریباً بھاگنے کے انداز میں سیڑھیوں سے چڑھتا ہوا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، احان شاہ کی دھاڑ اور اسکے یوں اوپر جانے پہ سب کا دل کسی انہونی کے احساس سے شدت سے دھڑکا تھا۔۔

جاؤ یہاں سے مر جاؤ گے اس کے ہاتھوں، وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔ ھارون شاہ دھاڑے تھے، انہوں نے بالآخر اپنی چپ توڑی تھی، ایک طرف لاڈلا بھتیجا تھا تو دوسری طرف بیٹا، وہ نہیں چاہتے تھے احان شاہ بڑی جوانی میں اپنے ہاتھ خون سے رنگتا ہوا ہویلی کے سب سے بڑے سپوت کا قتل کر ڈالے جس میں ان کی پوری ہویلی کی جان بستی

تھی۔۔ اگر کاظم شاہ مر جاتا تو ہویلی والوں نے تو جو مرنا تھا اسے قتل کرنے والے احان شاہ نے خود بھی مر جانا تھا جو اپنے سگے بھائی زوریز شاہ سے زیادہ پیار کاظم شاہ سے کرتا تھا۔۔

میں مرنا چاہتا ہوں۔۔۔ کاظم شاہ زخمی لہجے میں دھاڑتا ہوا ایک نظر روتی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھ کے ایک جست میں زمین سے کھڑا ہوا تھا۔۔ اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں خود کے لئے بے یقینی، غصہ اور کراہیت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا بس نہیں تھا وہ خود کو خود قتل کر لے۔۔ کیا اس کے ماں باپ کو بھی اس پہ یقین نہیں تھا؟ کیا وہ نہیں جانتے تھے کاظم دریاب شاہ کا کردار کیسا ہے؟ وہ جس نے انتیس سال خود کو ہر حرام کام سے دور رکھا، ہویلی کی کسی کنیز تک پہ آج تک گندی نظر نہیں ڈالی، وہ خود اپنی عزت کا لٹیرہ کیسے بن سکتا تھا؟؟ کاظم شاہ نے بے حد اذیت سے سوچا تھا۔۔

احان شاہ اپنے راستے میں آتی ہر چیز زمین بوس کرتا اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا، الماری سے اپنی گن نکالتے ہوئے احان شاہ یونہی تیزی سے الٹے پیر واپس ہوا تھا، احان شاہ کے سر پہ اس وقت خون سوار تھا، کوئی احان شاہ کی بہن پہ گندی نظریں ڈالے اور احان شاہ اسے زندہ سلامت چھوڑ دے ایسا کیسے ممکن تھا؟؟

گلالئ جو پہلے ہی کچن کے دروازے پہ کھڑی ہویلی میں پیش آتی اس صورتحال کو لرزتے ہوئے دیکھ رہی تھی، احان شاہ کو ہاتھ میں مضبوطی سے گن تھامے تیزی سے سیڑھیاں اترتے دیکھ کے اسکے منہ سے چیخ برآمد ہوئی تھی، احان شاہ ہر چیخ ہر آواز نظر انداز کرتا ہوا پھر سے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

شاہ!! نہیں تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔ عادل شاہ نے پوتے کے ہاتھ میں گن دیکھتے ہوئے اسکا کندھا تھاما تھا لیکن وہ ان سے اپنا کندھا چھڑواتا ہوا آگے بڑھ چکا تھا، دریاب شاہ اور ایزل شاہ کے علاوہ کاظم شاہ کے کتنے ترلے ڈالے تھے سب نے کہ ہویلی سے نکل جائے لیکن وہ اپنی ہٹ کا پکا اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلا تھا، وہ اس سب کے بعد واقعی ہی مرنا چاہتا تھا۔۔ اس میں جینے کی تمنا باقی نہیں رہی تھی۔۔

مام ہٹ جائیں۔۔۔ کاظم شاہ کے ساتھ لپٹ کے روتی ہوئی زہرہ شاہ کو دیکھتے ہوئے احان شاہ حلق کے بل چیخا تھا، اسے کاظم شاہ پہ گن تانے دیکھ کے دریاب شاہ کو اپنا دل کم ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا، ایزل شاہ، شاہ بی بی اور زہرہ مام کی چیخیں آسمانوں کو چھو رہی تھیں۔۔

لالہ۔۔ نہیں۔۔ ایزل شاہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی ہوئی روتے ہوئے چیخی تھی لیکن احان شاہ سب کی چیخوں کو ایک بار پھر سے نظر انداز کر چکا تھا، کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھیں احان شاہ کی سبز آنکھوں میں گاڑے بے خوفی سے کھڑا تھا، زہرہ شاہ کو ہنوز کاظم شاہ کے سینے سے لگ کے روتے، چیختے دیکھ کے وہ کاظم شاہ کی شہہ رگ کا نشانہ لے کے ٹریگر پہ انگلی دبا چکا تھا، لیکن گولی کاظم شاہ کو لگنے کی بجائے اوپر کمرے کے چھت میں پیوست ہو چکی تھی کیونکہ ھارون شاہ بروقت احان شاہ کا ہاتھ اپنی پوری قوت سے اوپر دیوار کی طرف کر چکے تھے۔۔ گولی کی آواز سنتے ہوئے سب نے اپنے لرزتے دلوں پہ ہاتھ رکھے تھے، دریاب شاہ اپنی آنکھیں میچ چکے تھے، وہ اپنی آنکھوں کے سامنے جوان بیٹے کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی احان شاہ کو روک سکتے تھے کیونکہ وہ انہیں حق بجانب لگ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ ہنوز بنا پلکیں جھپکائے احان شاہ کو دیکھ رہا تھا، اس نے ایک بار بھی اپنی پلکیں نہیں جھپکائیں تھی، ایک گولی کو چھت کی طرف جاتا دیکھ کے وہ زہرہ شاہ کو اپنے سینے سے پیچھے ہٹا چکا تھا۔۔

چلاؤ احان شاہ گولی! میں تمہارے ہاتھوں سے مرنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے، اور مرنے سے پہلے میں تم سب پاکباز حویلی والوں سے ایک ہی چیز چاہتا ہوں، تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ہوس پرست کاظم شاہ کے جنازے میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔۔ کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھوں میں طیش اور غصے کی شدید لالی لئے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، اس کی حویلی کے مکینوں نے اسے موت سے بچنے کے لئے حویلی سے نکل جانے کا راستہ تو دیکھایا تھا لیکن کسی ایک نے بھی اس پہ اپنا اعتبار ظاہر نہیں کیا تھا، ان سب کی بے اعتباری پہ کاظم شاہ کو لگا کوئی اسکا دل تیز دھار آڑی سے چیر رہا ہو۔۔

باباجان چھوڑیں مجھے!! میں اس گند کو اپنی حویلی سے ختم کرنا چاہتا ہوں، آج میری بہن اسکی ہوس پرستی کا نشانہ بننے والی تھی کل کو یہ میری بیوی کو اپنی گندی نگاہوں سے دیکھے گا، اس سے بہتر نہیں ہے کاظم دریاب شاہ آج ہی مر جائے۔۔ احان شاہ خود کو ھارون شاہ سے چھڑواتا ہوا غصے سے گرجا تھا، احان شاہ کے الفاظوں پہ کاظم شاہ کے جسم میں غصے سے شرارے پھوٹنے لگے۔۔ رگوں میں خون کی جگہ جیسے بھڑکتا لاوا گردش کرنے لگا۔۔ لیکن اس نے اپنے کردار کی صفائی نہیں دی تھی۔ اس بپھرے ہوئے شیر کو سنبھالنا صرف ھارون شاہ کے بس کی بات نہیں تھی، وہ ان سے تین انچ لمبا اور طاقت میں کئی گناہ زیادہ تھا، شاکڈ کیفیت میں کھڑے زاویار شاہ نے بھی ھارون شاہ کا ساتھ دیا تھا

لیکن احان شاہ ان کے قابو میں نہیں آرہا تھا، ارزم شاہ جو آج یونیورسٹی سے جلدی آچکا تھا، حویلی میں کاظم شاہ اور احان شاہ کی گرجدار دھاڑیں سنتا ہوا وہ دھڑکتے دل سے تیزی سے لاؤنج میں داخل ہوا تھا، آوازیں ایزل شاہ کے کمرے سے آرہی تھیں، ارزم شاہ اپنا بیگ صوفے پہ پھینکتا ہوا تیزی سے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا اور سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، ارزم شاہ کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لے پائے گا، سامنے کا منظر کچھ یوں تھا احان شاہ خود کو ہارون شاہ اور زاویار شاہ سے چھڑواتا ہوا اپنی گن کا رخ کاظم شاہ کی طرف کر چکا تھا۔۔

شاہ!! رک جاؤ کیوں ہمیں بڑھاپے میں ذلیل کروانے پہ تلے ہوئے تم دونوں!!۔۔۔شاہ بی بی اپنے ہاتھ احان شاہ کی طرف جوڑتی ہوئی دھاڑی تھی، لیکن وہ ان کے جڑے ہوئے ہاتھ، زہرہ شاہ کی منتیں، عادل شاہ کا حکم، ہارون شاہ کا سمجھانا، وہ سب نظر انداز کرتا ہوا پھر سے ٹریگر دبا چکا تھا لیکن اپنے سامنے کاظم کی بجائے ارزم شاہ کو آتے دیکھ کے اس کے ہاتھ لڑکھڑائے تھے، وہ جو کاظم شاہ کے سینے کا نشانہ لیتے ہوئے ٹریگر دبا چکا تھا، کاظم شاہ کے سامنے ڈھال بن کے کھڑے ہوتے اپنے چھوٹے شاہ کو دیکھ کے اس نے جلدی سے اپنی گن کا رخ موڑا تھا لیکن گولی ارزم شاہ کے کندھے کو چھو کے گزر چکی تھی،

چھوٹے شاہ!!!۔۔۔۔۔احان شاہ سمیت سب ارزم شاہ کی اس حرکت پہ یک زبان ہوتے ہوئے دھاڑے تھے، جو احان شاہ کو روکنے میں وقت ضائع کئے بنا کاظم شاہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، کاظم شاہ خود حیرانگی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ کس حال سے یہاں تک پہنچا تھا یہ ارزم شاہ اور اسکے خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تھا، ارزم شاہ کمرے کی صورتحال اور روتی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھ کے آدھی ادھوری بات سمجھ چکا تھا، وہ احان شاہ کو باقی سب کی طرح چیخ چیخ کے روکنے میں وقت ضائع کئے بنا ہی اسکے سامنے آچکا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا احان شاہ اس پہ جان چھڑکتا ہے وہ کبھی بھی اپنے چھوٹے شاہ پہ گولی نہیں چلائے گا لیکن وہ ٹریگر پہلے ہی دبا چکا تھا، کاظم شاہ کو بھی تو یہی لگتا تھا پوری حویلی اس پہ جان چھڑکتی ہے لیکن مشکل وقت میں کیا ہوا؟ کس نے اس کی پارسائی کی گواہی تھی؟ کس نے اس کے صاف ستھرے کردار کا پاس رکھا؟ جیت تو باکردار انسان کو چھوڑ کے مکار لڑکی کی ہو چکی تھی، جیت تو کاظم شاہ کی پاکباز نگاہوں کی بجائے ایزل شاہ کے آنسوؤں کی ہو چکی تھی۔۔

کاظم شاہ نے تیزی سے ارزم شاہ کا کندھا تھاما تھا لیکن دریاب شاہ تیزی سے ارزم شاہ کی طرف بڑھتے ہوئے کاظم کا ہاتھ اپنے چھوٹے شاہ کے کندھے سے ہٹا چکے تھے جس کے کندھے سے خون نچڑتا ہوا زمین پہ سنگ مرمر کے پتھر پہ گر رہا تھا، ارزم شاہ کی سفید شرٹ کندھے سے خون سے رنگ چکی تھی، کاظم شاہ نے ایک بار پھر اپنی زخمی نظریں باپ پہ ڈالی تھیں جنہوں نے اس کی دفعہ دانت سے دانت نہیں اٹھایا تھا لیکن ارزم کی دفعہ وہ کیسے بھاگتے ہوئے اسکی طرف آئے تھے، احان شاہ اپنی گن پھینکتا ہوا ارزم شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے سب، ہاتھ مت لگائیں مجھے!! آپ سب کی ہمت کیسے ہوئی میرے لالہ کو یوں کٹہرے میں کھڑا کرنے کی؟ ارزم شاہ سب کو خود سے دور جھٹکتا ہوا حلق کے بل چیخا تھا، غصہ تو ان سب کا ہی الامان تھا۔۔

اگر تم نے اپنے لالہ کی حرکتیں دیکھ لی ہوتی تو تم یہاں کھڑے ہم سے یہ سوال کبھی نہ کرتے چھوٹے شاہ! بلکہ وہ تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا۔۔ احان شاہ اس سے دور ہوتا ہوا غصے سے غرایا تھا۔۔

کیوں ایسا کیا کیا ہے میرے لالہ نے؟؟ بتائیں مجھے؟ ایسی کون سی پراپرٹی بیچ دی ہے حویلی والوں کی جو سب کو آگ لگی ہوئی ہے اور سب دانت پہ دانت جما کے کھڑے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے؟؟ ارزم شاہ بھی غصے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں میں طیش لئے سب کو ایک نظر دیکھ کے غصے سے گھورتا ہوا دھاڑا تھا۔۔

بکواس بند کرو اپنی ارزم شاہ!! تمہارے لالہ نے میری جوان بہن کی عزت۔۔۔ احان شاہ کی زبان نے مزید بولنے میں اسکا ساتھ نہیں دیا تھا، اپنا جملہ مکمل کئے بغیر بے حد غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔ یہ سوچ ہی اذیت ناک تھی کہ اسکی حویلی کا مرد ہی اسکی بہن کی عزت کا محافظ نہیں بلکہ لٹیرا بننے کی پلیننگ کر رہا تھا اور وہ اس بات سے ناواقف تھا۔۔

آپ بھی سوچ سمجھ کے بات کریں لالہ!! میں کبھی نہیں چاہتا تھا میں آپ کے ساتھ بدلحاظی سے پیش آؤں، میں نے ہمیشہ سے یہی چاہا ہے میں آپ سب کا چھوٹا شاہ بن کے آپ سب کا عزت اور احترام یوں ہی کروں جیسے چھوٹے کرتے ہیں، لیکن آپ سب بڑوں کی چھوٹی سوچ نے آج مجھے بدلحاظ بننے پہ مجبور کیا ہے! کاظم دریاب شاہ کو اگر آپ کی عزت پہ نظر رکھنی ہوتی تو وہ انتیس سال کبھی انتظار نہ کرتا، کاظم دریاب شاہ کو اگر آپ کی بہن کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کرنا ہوتا تو وہ صبح کی روشنی اور حویلی میں سب کی موجودگی میں یہ سب کرنے کی بجائے رات کے اندھیرے

میں اپنے فارم ہاؤس پہ کرتا، کاظم دریاب شاہ کو اگر حرام کام کرنے کا اتنا شوق ہوتا تو وہ آج بزنس ٹائیکون ہونے کی بجائے ہویلی کا عیاش اور آوارہ لڑکا ہوتا۔۔ارے سزا سنانے سے پہلے تو عدالت بھی ثبوت مانگتی ہے آپ لوگ ہوتے کون ہیں میرے لالہ کے کردار پہ شک کرنے والے؟وہ ارزم شاہ جو اپنا بچپن، اپنی جوانی اور یہاں تک کے اپنا بڑھاپا بھی اپنے کاظم لالہ پہ وار دے لیکن ان پہ کوئی آنچ نہ آنے دے، انہیں کوئی گرم ہوا نہ لگنے دے، آپ سب نے اسے اتنا ہی چھوٹا بچہ سمجھ رکھا ہے جو اپنے لالہ کے کردار پہ بات برداشت کر جائے گا!!! میں اپنے خدا کو حاضر ناصر جان کے کہتا ہوں میرے لالہ پاکباز ہیں، پاکباز ہیں اور پاکباز ہے، اور کتنی قسمیں، کتنے وعدے اور کتنی گواہیاں چاہتے ہیں آپ؟؟ارزم شاہ سب دینے کو تیار ہے لیکن اب اپنے لالہ کے کردار پہ اٹھی ایک انگلی اور ایک بات برداشت نہیں ہے مجھے۔۔۔ارزم شاہ اپنے بازو سے نکلتے خون کی پروا کیے بغیر سب کی آنکھیں، ناک اور کان کھولتا ہوا کاظم شاہ کو معتبر کر چکا تھا، ارزم شاہ کی گرجدار آواز احان شاہ کی بھاری آواز سے کئی گناہ اونچی تھی، وہ کاظم شاہ جس کی سب کی بے اعتباری کی وجہ سے کچھ دیر پہلے ٹانگیں مفلوج ہو چکی تھی، وجود ساکت ہو رہا تھا، ارزم شاہ کے الفاظ پہ اسے لگا اسے نئی زندگی مل گئی ہو، کہاں سوچا تھا اسکا چھوٹا شاہ اتنی پکی باتیں کر گزرے گا!! ارزم شاہ کی باتوں پہ ایزل شاہ کا رنگ سفید ہوا تھا، سب کو اپنی طرف متوجہ پا کے ایزل شاہ کے سینے میں سانس اٹکی تھی، آنکھوں سے آنسو مزید تیزی سے جاری ہوئے تھے، وہ ایسی سیچویشن آج پہلی بار دیکھ رہی تھی، اس نے آج پہلی بار اپنی ہویلی میں مردوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنتے ہوئے دیکھا تھا، اس نے آج پہلی بار ارزم شاہ کو احان شاہ سے اتنی اونچی آواز میں بات کرتے دیکھا تھا، آج پہلی بار اسے ڈر و خوف سے اپنی رگوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

وکالت اچھی کر لیتے ہو تم ارزم شاہ! تمہیں اکاؤنٹنگ کی بجائے لاء پڑھنا چاہئیے تھا، لیکن کون جانے کاظم شاہ کی نیت میری خوبصورت اور جوان بہن پہ آج ہی خراب ہوئی ہے؟تم کیا کاظم شاہ کے دل و دماغ میں گھسے ہوئے تھے؟مرد کو وحشی بننے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے؟اور تم اپنی باتوں سے ثابت کیا کرنا چاہ رہے ہو کہ میری بہن جھوٹ بول رہی ہے؟ ہم سب ہویلی والوں نے اپنی آنکھوں سے جو منظر دیکھا ہے وہ جھوٹ تھا اور تم دو جماعتیں پڑھ کے ہم سب بڑوں سے زیادہ عقل رکھتے ہو؟؟احان شاہ کا بہن پہ اعتبار ابھی تک نہیں ٹوٹا تھا، وہ بہن کے آنسوؤں پہ پگھلتا ہوا اپنی انتیس سالوں کی دوستی مٹی میں ملا رہا تھا۔۔

بہن کی محبت میں اندھے ہو کے میرے لالہ کے دل کو اس قدر مت توڑیں کہ آپ دونوں کل کو ایک دوسرے سے بات کرنے کے لائق نہ رہیں!! جھوٹی ہے آپکی بہن!! اپنی۔۔۔ارزم شاہ ابھی مزید اپنی دھاڑتی آواز میں اپنا جملہ مکمل کرتا جب احان شاہ کا ہاتھ اٹھا تھا لیکن ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں میں بے یقینی اترتی دیکھ کے وہ بہت ضبط سے اپنا ہاتھ ہوا میں روک چکا تھا۔۔ورنہ اسکا ایزل شاہ کو جھوٹا کہنا اس کے دل میں آگ لگا چکا تھا لیکن وہ قد میں اپنے جتنے ارزم شاہ کو تھپڑ نہیں جھڑ سکا تھا۔۔

چلیں لالہ یہاں سے! ۔۔۔ارزم شاہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑتا ہوئے احان شاہ سے رخ موڑتا کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے بولا تھا۔۔

تم کاظم شاہ کو یہاں سے زندہ لے کے نہیں جاسکتے لیکن ہاں اسکی لاش اٹھانے کی مہلت میں تمہیں دے دوں گا۔۔

احان شاہ بے حد غصے سے ارزم شاہ کو کاظم سے پیچھے کرتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔

اگر کاظم لالہ یہاں سے زندہ نہیں جائیں گے تو ارزم شاہ بھی یہاں سے زندہ نہیں جائے گا لالہ! ! اگر کاظم شاہ کی لاش آپ زمین پہ بچھائیں گے تو بدلیں میں ارزم شاہ کی لاش آپ اپنے کندھوں پہ اٹھائیں گے۔۔خدا کی قسم لالہ اب آپ نے جتنی تکلیف کاظم لالہ کو دی اس سے دگنی تکلیف میں خود کو دوں گا۔۔ارزم شاہ اپنی باتوں سے سب کے دلوں کی دھڑکنیں بڑھا چکا تھا، اسکے لہجے کی مضبوطی، اور شہد رنگ آنکھوں کی سرخی اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ وہ یہ سب کر گزرے گا!! احان شاہ نے اپنی ہری آنکھیں پھیلاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو آج اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ اسکی خود کے بارے میں کمزوری جانتے ہوئے اسے دھمکیاں لگا رہا تھا، کاظم شاہ کے کچھ بولنے کی کثر ہی نہیں رہتی تھی، کاظم شاہ جو الفاظ تلاش کرنے میں وقت ضائع کر رہا تھا، ارزم شاہ اپنی باتوں سے سب کی زبانیں بند کروا چکا تھا۔۔

عادل شاہ نے اپنے پوتوں کی دل دہلا دینے والی دھاڑیں سنتے ہوئے زمین پہ پڑی ہوئی گن کو اٹھا کے اپنے سر پہ رکھی تھی۔۔

تم جیسے گستاخ اور نافرمان پوتوں کے مرنے سے پہلے ہم خود کو خود ہی ختم کرلیں گے۔۔ پھر قتل کرتے رہنا ایک دوسرے گا۔۔ عادل شاہ اپنی آنکھوں میں نمی لئے غصے سے بولے تھے جس پہ سب کی نظروں کا رخ داجی بنے تھے، ان کی حرکت پہ سب کی سانسیں تھمی تھی۔۔

داجی گن چھوڑیں!!! کاظم شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ ان کے اس ایکٹ پہ یک زبان ہوتے ہوئے ہزیانی انداز میں چیخے تھے۔۔

بابا!! بچے ہیں سمجھ جائیں گے۔۔ آپ پلیز یہ گن چھوڑیں۔۔۔ ھارون شاہ اور دریاب شاہ تنے ہوئے تاثرات سے ان کی طرف بڑھے تھے۔۔

دور ہٹو سب!! عادل شاہ غصے سے گرجے تھے۔۔ داجی کو ٹریگر پہ انگلی رکھتے دیکھ کے سب کی ٹانگوں سے جان نکلی تھی۔۔ آنکھیں خطرناک حد تک پھیلی تھیں۔

داجی آپ جیسا بولیں گے! ہم ویسا کریں۔۔ پلیز یہ پسٹل چھوڑیں۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے انہیں ٹھہراؤ سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

کاش کاظم شاہ تم پیدا ہوتے ہی مر جاتے تو ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا!! ۔۔ عادل شاہ اپنی آنکھوں میں نمی کئے ازیت سے بولے تھے، ان کی بات کسی نشتر کی طرح کاظم شاہ کے دل میں چبھی تھی، اس کے داجی نے ہمیشہ اس سے ایک ہی جملہ بولا تھا "کاظم تم ہمارا غرور ہو" آج کوئی کاظم شاہ سے پوچھتا کہ ان کے منہ سے اتنا سفاک جملہ سنتے ہوئے وہ کیسا محسوس کر رہا ہے تو کاظم شاہ لکھ دیتا اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے، داجی کی بات پہ ارزم شاہ کے تاثرات خطرناک حد تک سخت ہو چکے تھے، ارزم شاہ کی اتنی لمبی تقریر بھی ان سب کے دلوں میں کاظم شاہ کو بے گناہ ثابت نہیں کر پائی تھی، کیونکہ وہ آنکھوں دیکھا جھٹلا نہیں پا رہے تھے، ایزل شاہ کو اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ شرمندگی سے ڈوب مر رہی تھی، لیکن زبان سے کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں تھی، اگر وہ سچ بتاتی تو وہ سب نا جانے اسکے ساتھ کیا کر ڈالے؟ اگر اسے ہویلی سے نکال باہر کرتے تو وہ اتنی بڑی دنیا میں کہاں ذلیل ہوتی؟ لیکن اگر کاظم شاہ یا داجی کو کچھ ہو گیا تو؟ ایزل شاہ کے دل کے کہیں اندر سے آواز آئی تھی، ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں

کسی سمندر کی طرح پانی برساتی ہوئی اسکے عارضوں کو بھگو رہی تھیں۔۔ داجی یہ کیا بچپنا ہے؟ گن چھوڑیں!!۔۔۔ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے داجی سے پسٹل پکڑنی چاہی تھی لیکن وہ ان سب کی پہنچ سے دور ہو چکے تھے۔۔

جب تک کاظم شاہ اور ایزل شاہ کا نکاح نہیں ہو گا ہم یہ گن اپنی کنپٹی سے نہیں ہٹائیں گے! عادل شاہ نے اپنے جملے سے سب کو ساکت کیا تھا۔۔

داجی آپ ہوش میں تو ہیں؟؟ میری بہن لاوارث نہیں ہے! ناہی وہ کوئی بھیڑ بکری ہے جسے میں اس ح۔ر۔ا۔م۔ز۔ا۔د۔ے۔ کے ساتھ باندھ دوں!! اپنے اس درندے پوتے کے لئے کسی اور لڑکی کا انتظام کریں لیکن میں اپنی بہن کو بلی کا بکرا ہر گز بننے نہیں دوں گا!! احان شاہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ چیخا تھا، احان شاہ کو داجی کے فیصلے پہ اپنے تن بدن میں آگ لگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ اپنی بہن کو ان سب سے چھپا کے کہیں دور کے جائے۔۔

ٹھیک ہے پھر ہم مرے یا جیئے تم میں سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے! عادل شاہ تکلیف سے آنسو بہاتے ہوئے ٹریگر پہ انگلی دبانے ہی والی تھے جب ھارون شاہ دھاڑے تھے۔۔

بابا جان میں وعدہ کرتا ہوں جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہو گا۔۔ آپ یہ گن ہٹائیں۔۔۔ ھارون شاہ اپنی سبز لہو رنگ آنکھوں میں سرخی لئے بلند آواز میں گویا ہوئے تھے۔۔ احان شاہ نے بے یقینی سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا جو داجی کی بات ماننے کی خامی بھر چکے تھے۔۔ کاظم شاہ نے ابھی تک اپنے دانت سے دانت نہیں اٹھایا تھا، وہ ان سب کی بے اعتباری کا اینڈ دیکھنا چاہتا تھا۔۔ اس نے ایزل کے ساتھ نکاح کے لئے اگر خامی نہیں بھری تھی تو اس نے انکار بھی نہیں کیا تھا، وہ ایزل شاہ کو وحشت اور درندگی کے معانی سمجھانے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا اور اسکا آدھا کام تو عادل شاہ ہی اپنی بات منوا کے کر چکے تھے، اب ایزل شاہ نے کاظم شاہ کا وہ روپ دیکھنا تھا جو اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا، کاظم شاہ اگر چاہتا تو وہ سنگ مرمر پہ گرے آئل پہ سب کو متوجہ کر کے اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا کیونکہ اسے بھیک میں مانگی ہوئی بے گناہی نہیں چاہیے تھی! ان ہویلی والوں نے اسکے کردار کو شاید مذاق سمجھا ہوا تھا، انہوں نے نرم دل کاظم شاہ کو بہت ہلکے میں لیا ہوا جس نے بربریت اور وحشت کی مثال قائم کرنے کا عزم بنایا تھا!

باباجان آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟؟ آپ میری بہن کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتے! میں اپنی بہن کو کبھی بھی کاظم شاہ جیسے وحشی اور گھٹیا انسان کے نکاح میں نہیں دوں گا! احان شاہ اپنے بھورے بالوں کو ہاتھوں کی مٹھیوں میں جھکڑتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔

باباجان ایزل میری بھی بیٹی ہے میں کبھی نہیں چاہوں گا اس کے نصیب میں میں ایک عزت کا لٹیرا لکھا جائے جو ہویلی بدر ہونے کے لائق ہے میں ایزل شاہ کے لئے اپنا بیٹا ارزم شاہ پیش کرتا ہوں۔۔۔ دریاب شاہ جو کب سے خاموش تھے وہ کاظم شاہ سے نظریں پھیرتے ہوئے سفاکی سے بولتے کاظم شاہ کو مزید توڑ چکے تھے۔۔ ایسے وقت میں انسان کو اسکے ماں باپ کے اعتماد کی اب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے جو اسے اسکے ماں باپ سے نہیں ملا تھا، زہرہ مام نے بھی صرف رودھو کے اسے قتل ہونے سے بچانے کی بھیک مانگی تھی لیکن اس کے کردار کی گواہی نہیں دی تھی، انہیں بھی شاید یہی لگ رہا تھا کہ وہ ایزل شاہ کے حسن کو دیکھ کے بہک گیا تھا۔۔

آپ مجھے بھی ہویلی بدر کر دیں باباجان کیونکہ میں آپ کی جھوٹی بھتیجی سے نکاح کرنے سے پہلے اپنا سر قلم کروانا پسند کروں گا۔۔ ارزم شاہ بغیر کسی لگی لپٹی کے سنجیدگی سے بولا تھا، اسے اپنے بازو میں شدید درد ہو رہا تھا لیکن وہ کسی کو اپنے بازو کو ہاتھ لگانے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا، ارزم شاہ کے جملے پہ ایزل شاہ نے بے حد شرمندگی سے اپنا سر جھکایا تھا، کاظم شاہ نے استہزایا انداز میں اسکے جھکے سر کو دیکھا تھا۔۔ دریاب شاہ اور احان شاہ نے سالم نگاہوں سے ارزم شاہ کو دیکھا تھا جو آج ہر طرح کا لحاظ بھول چکا تھا۔۔ احان شاہ نے کافی مشکل سے خود کو ارزم شاہ کو دھنکنے سے روکا تھا جو بارہا اسکی بہن کو جھوٹی بول کے اسکے تن بدن میں آگ لگا چکا تھا، لیکن مسئلہ پھر وہی تھا ارزم شاہ اسکی کمزوری تھا، اسکے لئے چھوٹے بھائیوں کی طرح یا اگر کہا جائے بیٹے کی طرح تھا تو غلط نہیں تھا! جس کے ساتھ وہ چاہ کے بھی سختی نہیں کر پاتا تھا۔۔

داجی میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں، کاظم اور ایزل کا نکاح آپکے فیصلے کے مطابق ہو گا اور آج ہی ہو گا۔۔ آپ یہ گن مجھے پکڑائیں۔۔۔ ھارون شاہ ان سب کی باتیں نظر انداز کرتے ہوئے ہنوز داجی سے مخاطب تھے جن کا چہرہ ان سب کی باتوں پہ غصے سے مزید سرخ پڑ رہا تھا، داجی ھارون شاہ کے مضبوط اور سچے لہجے پہ گن اپنی کنپٹی سے ہٹا چکے تھے لیکن انہوں نے گن ابھی بھی اپنے ہاتھ میں رکھی تھی۔۔

مولوی کو بلاؤ۔۔ اور ایزل بیٹی کو تیار کرو۔۔۔ ایزل بیٹی مجھے معاف کر دو۔۔ میں یہ سب کرنے کے لئے مجبور ہوں!۔۔۔ عادل شاہ اپنا رخ ایزل شاہ کی طرف کرتے ہوئے بولے تھے جو تھر تھر کانپتی بری طرح سے رو رہی تھی۔

کیوں؟ میری بہن کو کیوں تیار کروا رہے ہیں آپ؟ اس حبیس اور ہوس پرست انسان کی وحشت کا شکار بنانے کے لئے؟ آپ سب نے ہمیشہ ہم پہ اپنی مرضی تھوپی ہے چاہے وہ سیاست کا معاملہ ہو، ہویلی کا، منگنی کا یا پھر شادی کا! لیکن میں اپنی بہن کے لیے ابھی زندہ ہوں، میں ایزل شاہ کو آپ سب کی ناانصافی کی بھینٹ کبھی نہیں چڑھنے دوں گا!

ارے اگر کاظم شاہ کی آگ نہیں بجھ رہی تو کسی طوائف کے پہلوؤں میں جا کے رات گزار لے۔۔۔ احان شاہ اپنی بھرپور تگ و دو کرتا ہوا اپنی بہن کے لئے ڈھال بن کے کھڑا تھا جو اپنے لالہ کا خود پہ اتنا اعتماد دیکھتی ہوئی خون کے آنسو رو رہی تھی جس اعتماد کی وہ بری طرح سے دھجیاں اڑا چکی تھی، اگر احان شاہ کو ساری حقیقت معلوم ہو گئی تو وہ نا جانے کیا کر بیٹھے۔۔

جو رات گزارنے کا مزہ تمہاری بہن کے پہلوؤں میں آئے گا یقین مانو کسی طوائف کے ساتھ بالکل نہیں آئے گا۔۔۔ یہ پہلا مکمل جملہ تھا جو کاظم شاہ نے احان شاہ کی کڑوی باتوں کے عوض بولا تھا، اور اسکے بے باک جملے نے ایسا وار کیا تھا، احان شاہ کو اپنے پورے وجود میں چھنگاڑیاں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، کاظم شاہ کے سنجیدہ لہجے میں اتنے بے باک جملے کو سنتے ہوئے سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے، ھارون شاہ نے اسے لہو رنگ آنکھوں سے گھورا تھا جو اپنی استہزایا نظریں انکی بیٹی پہ جمائے ہوئے تھا۔۔

کاظم شاہ بکواس بند کر اپنی!! تو مرد بھی ہے یا نہیں؟؟ تیری۔۔۔۔ ابھی احان شاہ غصے سے اسکی طرف بڑھتا ہوا اپنا جملہ مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔

میں کتنا جوان اور مضبوط مرد ہوں اسکا اندازہ تمہاری بہن کو ایک رات میں ہی کروا دوں گا مائے نیو انیمی (میرے نئے دشمن)۔۔۔ اپنی مردانگی کی ایسی اعلیٰ مثال قائم کروں گا کہ۔۔۔ دریاب شاہ نے کاظم شاہ کو اس کا بے باک جملہ مکمل نہیں کرنے دیا تھا انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے زوردار تھپڑ خود سے اونچے کاظم شاہ کے سفید گال پہ جھڑا تھا جو بے شرمی اور ڈھیٹائی کی اعلیٰ مثال قائم کر رہا تھا۔۔

بابا۔۔۔ ارزم شاہ دریاب شاہ کے اس ایکٹ پہ دھاڑا تھا۔۔

دریاب شاہ کی اس حرکت پہ ماحول میں سکوت چھایا تھا، کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اپنے نچلے لب کو بے دردی سے اپنے دانتوں تلے کچلا تھا، یہ اسکی زندگی کا پہلا تھپڑ تھا۔ دریاب شاہ کے اس وار پہ کاظم شاہ کی روح بلبلا اٹھی تھی لیکن وہ خاموش رہا کیونکہ اسکا بدلہ وہ اس نازک جان سے لینے کا ارادہ رکھتا تھا جس نے اتنی شاندار پلیننگ کرتے ہوئے اسے پانے کی کوشش کی تھی۔

مجھے نکاح کے ساتھ رخصتی بھی آج ہی چاہیئے۔۔ ورنہ باخدا میں اپنی ہر حد سے گزر جاؤں گا! کاظم شاہ نے باپ سے تھپڑ کھانے کے بعد بھی خوب دیدہ دلیری سے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے ان سب کو دیکھ کے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بھاری سنجیدہ الفاظ میں بولے گئے جملے پہ ایزل شاہ کا دل سکڑ رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو ایزل بیٹی۔۔ میں نہیں جانتی میرے کاظم نے یہ قدم کیسے اٹھالیا وہ تو کبھی بھی ایسا نہیں تھا! اپنی زہرہ مام کو معاف کر دینا۔۔ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر پائی۔۔ سب کے ایزل کے کمرے سے جانے کے بعد زہرہ شاہ اسے گلے سے لگاتی روتے ہوئے معافی مانگ رہی تھی، سلوی شاہ کے بعد زہرہ شاہ نے ایزل کو اپنی بیٹیوں کی طرح پالا تھا۔۔

پلیز مام۔۔ آپ یوں مت روئیں۔۔۔ ایزل شاہ نے شرمندگی سے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں چپ کروایا تھا، کچھ دیر بعد اسکا نکاح تھا۔۔ زہرہ مام نے اپنے کمرے سے لاتے ہوئے ایک خوبصورت سا جوڑا ایزل شاہ کو پہننے کو بولا تھا جو انہوں نے بہت پہلے سے اپنی بہو کے لئے خرید رکھا تھا، جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں ایزل شاہ کی کوئی غلطی نہیں تھی، وہ ایزل شاہ کے ارمان نہیں توڑنا چاہتی تھی، ظاہر تھا وہ بھی ایک جوان لڑکی تھی اس نے اپنی شادی کے بارے میں کتنے ہی ارمان سوچے ہوں گے ؟، اسی لئے وہ اسکے لاکھ منع کرنے اور رونے کے باوجود بھی اسے لہنگا پہننے کا بول چکی تھی، ایزل شاہ نے بجھتے دل سے وہ لہنگا زیب تن کیا تھا، کاظم شاہ کے مطابق وہ رخصتی بھی آج ہی چاہتا تھا، وہ کیسے نظریں ملائے گی کاظم شاہ سے ؟؟ یہ سوچ سوچ کے ایزل شاہ کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا، ضمیر الگ ملامت کر رہا تھا۔۔

"ایزل تمہاری بہن سے پہلے میری بیٹی ہے! میرا خون ہے وہ۔۔ میں تم سب سے زیادہ اس پہ حق رکھتا ہوں۔۔ اگر تو تم نکاح میں شامل ہونا چاہتے ہو تو انسانوں کی طرح شامل ہو کے اپنی بہن کو دعاؤں میں رخصت کر سکتے ہو، ورنہ وہ رہا

ہویلی کا دروازہ! کیونکہ تم اپنا پورا زور لگاتے ہوئے بھی مجھے میرا وعدہ توڑنے پہ مجبور نہیں کر سکتے احان شاہ! میں تمہارا باپ ہوں تم میرے باپ نہ بنو"!!

احان شاہ نے آخری وقت تک اس نکاح کو رکوانے کی بھرپور تگ و دو کی تھی، لیکن ھارون شاہ کے غصے میں بولے گئے ان جملوں پہ وہ ہر چیز کی تباہی کرتا ہوا ہویلی سے نکل چکا تھا، وہ ان سفاک ہویلی والوں کی زبردستی اور ناانصافی مزید اپنی بہن کے ساتھ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا، احان شاہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ ہویلی کے لاونج سے نکل ہی رہا تھا جب اچانک سے ایک نازک وجود اسکے سینے سے ٹکرایا تھا۔۔ احان شاہ جو پہلے ہی غصے سے پاگل ہو رہا تھا اپنے سینے سے ٹکراتی گلالئ کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کا غصہ انتہاؤں کو چھوا تھا۔۔

اندھی ہو یا شوق ہے تمہیں بار بار مجھ سے ٹکرانے کا؟؟ کیا چاہتی ہو تمہارے اس نازک وجود کو اپنے لبوں سے چھو لوں ؟؟ تمہاری روح میں اترتا ہوا تمہیں اپنے وجود کا حصہ بنالوں؟؟ بولو؟ جواب دو اب خاموش کیوں ہو؟ احان شاہ اپنی سرخی چھائی ہری آنکھوں میں طیش و اشتعال لئے اسکی کہنی زور سے اسکی کمر کی طرف موڑتا ہوا دبے دبے انداز میں غصے سے غرایا تھا، گلالئ نے آنکھوں میں حیرانگی سے اسکے الفاظوں کو سنا تھا، اسکے بے باک الفاظوں پہ گلالئ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ وہ تو اس سے غلطی سے ٹکرا چکی تھی اور وہ نا جانے کس بات کا غصہ اس نازک جان پہ نکال رہا تھا، وہ بغیر کسی وجہ کے اپنی بے باکی کا مظاہرہ کرتے اسکے دھڑکنیں منتشر کر چکا تھا۔۔

میں ایسا کیوں چاہوں گی شاہ سائیں؟ ویسے بھی اب تو آپ کی ایک نئ منظورِ نظر بننے والی ہے۔ آپکو آپکی ہونے والی منگ مبارک ہو۔۔ گلالئ اسکی آنکھوں میں اپنی کرسٹل گرے آنکھیں ڈالتی اپنے معصوم لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔۔ اسکی جرات پہ احان شاہ نے اسکا جبڑا اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں دبوچا تھا۔۔

ہاں میری منظورِ نظر ایک شاہ گرانے سے تعلق رکھنے والی میرے سٹینڈرڈ کی لڑکی بننے والی ہے، تم کہیں سے بھی میرے سٹینڈرڈ پہ پورا نہیں اترتی۔۔ اور تم ہمیشہ اپنی اوقات کیوں بھول جاتی ہو کہ تم " غدار" اسماعیل خان کی بیٹی ہو، اس غدار کا خون ہو۔۔ ایک نوکر کی بیٹی ہو۔۔ آئیندہ آنکھیں اور آواز نیچے رکھ کے مجھ سے بات کرنا، ورنہ تمہیں نابینا اور گونگا کرنے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا۔۔ احان شاہ اسکے جبڑے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت بے حد مضبوط کرتا بے حسی سے گلالئ کے کانوں میں صور پھونکا رہا تھا۔

آپ میرا ایک حوالہ دینا تو بھول ہی گئے! میں ایک سید زادے کے نکاح میں بھی تو ہوں نا؟ اب بتائیں کیا اوقات ہے میری؟ یہی کہ اسکا شوہر اسکی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا؟ وہ اپنے نام پہ بیٹھی منکوحہ کو اپنانے کی بجائے ایک نئی منظورِ نظر چاہتا ہے؟ گلالئی اس کے ہاتھ اپنے جبڑے سے ہٹانے کی تگ و دو کرتی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں لئے مدھم آواز میں بولتی احان شاہ کو لاجواب کر چکی تھی، گلالئی کا لہجہ اب کی بار بے حد اداسی لئے ہوئے تھا۔۔

جانتی ہو مرد سب سے پہلے عورت کی خوبصورتی سے اٹریکٹ ہوتا لیکن تم میں ایسا کیا ہے جو میں تمہیں اپنے شایان شان سمجھوں؟ ایک خوبصورت وجود تک نہیں ہے تمہارے پاس جس سے میں اٹریکٹ ہو سکوں! کہاں سے دیکھنا پسند کروں تمہیں؟؟ کچھ بھی تو نہیں ہے تمہارے پاس؟ بتاؤ کیا خاص ہے تمہارے جسم میں جس پہ میں بلا فضول میں اپنا وقت ضائع کرتا ہوا اپنی شدتیں لٹاتا پھروں؟؟ احان شاہ اسکی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتا ایک نظر اسکے چادر میں چھپے وجود کو دیکھتے ہوئے بے حد غصے اور ذو معنی انداز سے نیچی آواز میں غرایا تھا۔۔ احان شاہ کے الفاظ تھے یا کوئی صور جو وہ گلالئی کے کانوں میں پھونک رہا تھا، وہ بے حسی سے اسکے وجود سمیت اسے دھتکار چکا تھا۔ کیا عورت سے محبت کرنے سے پہلے، بیوی کو اسکا حق دینے سے پہلے تمام مرد اسکے وجود کا جائزہ لیتے ہیں؟ جیسے وہ لے رہا تھا؟ کیا مردوں کی محبت کی زبان صرف جسم پہ منحصر ہے؟؟ گلالئی اذیت سے سوچتی ہوئی اپنی پوری قوت لگاتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی، اسکے الفاظ پہ گلالئی لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اپنے آنسو روک نہیں پائی تھی۔۔

(بہت جلد آپکو آپکے ان جملوں کا جواب دوں گی احان ھارون شاہ) گلالئی اپنے دل میں ایک عزم بناتی اسے بنا کوئی جواب دیئے وہاں سے بھاگ چکی تھی۔۔ احان شاہ کچھ دیر اس راستے کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بھاگی تھی پھر غصے سے پاس پڑے واس کو زمین بوس کرتا وہ باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

کاظم شاہ ولد دریاب شاہ کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں ایزل شاہ ولد ھارون شاہ کو بیس لاکھ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟ سفید شکن زدہ شلوار قمیض میں ملبوس کاظم شاہ نے اپنے نچلے عنابی لب پہ دانتوں سے ظلم ڈھاتے ہوئے اس ظالم، مکار اور دھوکے باز لڑکی کو تین بار اپنے نکاح میں قبول کیا تھا، احان شاہ کے حویلی سے جانے کے ایک سے ڈیڑھ گھنٹے بعد کاظم شاہ اور ایزل شاہ کا نکاح ہو چکا تھا۔۔

ایزل شاہ کا نکاح ہو چکا تھا، سوائے ھارون شاہ کے سب نے ایزل شاہ کو اپنے سینے سے لگایا تھا، ارزم شاہ تو ایزل شاہ کے نکاح میں شامل بھی نہیں ہوا تھا، اسے اس جھوٹی لڑکی پہ بے حد غصہ تھا جس نے اسکے لالہ کی عزت ان کے کردار کی دھجیاں اڑائی تھیں، اپنا بابا جان کو خود سے دور دور دیکھتے ہوئے ایزل شاہ نے آنکھوں میں حیرانگی لئے ان کی طرف دیکھا تھا جو اسکے دیکھنے پہ اس سے نگاہیں پھیر چکے تھے۔۔ان کے نگاہیں پھیرنے پہ ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا۔۔ اسے کاظم کے کمرے میں بٹھا دیں بھابھی!۔۔۔ایزل کے نکاح کے بعد ھارون شاہ سنجیدگی سے زہرہ شاہ کو حکم دیتے ہوئے اسکے کمرے سے نکل چکے تھے۔۔ان کے اکھڑے انداز پہ ایزل شاہ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا اور اس پہ تضاد ان کے حکم پہ ایزل شاہ کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے، کہاں وہ چھوٹی سی ایزل اور کہاں وہ لمبا چوڑا دیو کاظم شاہ! وہ تو اسکی حرکت پہ یقیناً آج اسے اکیلے کمرے میں چیونٹی کی طرح مسل کے رکھ دے گا۔۔۔کانپتی ہوئی ایزل شاہ نے آنسو بہاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

وہ زرک کے بھاری کام والے بلڈ ریڈ کلر کے لہنگے چولی میں ملبوس سر پہ گھونگھٹ لیے پورے حق سے کاظم شاہ کے بیڈ پہ نظریں جھکا کے بیٹھی اپنی چھوٹی سی سفید کٹی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔۔ایزل شاہ اپنے دل کو ہلکا کرنے کے لئے خود کو اپنی کٹی کے ساتھ مصروف کر رہی تھی تاکہ اپنی گھبراہٹ پہ قابو پا سکے! دلہن بنی روایتی زیوارت سے سجی ڈارک براؤن بالوں کا خوبصورت سا ہیئر سٹائل، اونچا جوڑہ کر کے دوپٹے کو اچھے سے سیٹ کئے بالوں کی دونوں لٹیں چہرے کے اطراف میں نکالے، سرخ چھوٹی سی ناک میں بھاری نتھ پہنے، جبکہ میک اپ کے نام پہ لبوں پہ صرف ڈیپ ریڈ لپ اسٹک لگائے ہوئے تھی جو اسے زہرہ شاہ نے زبردستی لگائی تھی، انہوں نے اس سے اپنے بیٹے کی غلطی کی بارہا معافی مانگتے ہوئے اسے اپنی بیٹیوں کی طرح اپنا سارا زیور پہنایا تھا، وہ تقریباً چھ بجے سے یونہی کاظم شاہ کے کمرے میں اسکے بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے لیکن کاظم شاہ ابھی تک کمرے میں داخل نہیں ہوا تھا۔۔

کٹی میرا دل دھک دھک کر رہا ہے۔۔۔ایزل شاہ کے کانوں میں کاظم شاہ کی وہ تمام بے باک باتیں گونج رہی تھی جو اس نے سب کے سامنے احان شاہ سے کی تھیں، ایزل اپنی سفید بلی کے کا سر سہلاتی شرم و حیا سے لبریز لہجے میں گویا

ہوئی تھی جس پہ اسکی بلی نے میاؤں میاؤں کی آواز نکالتے اس کا ہاتھ چاٹا تھا۔۔وہ شاید اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

کٹی مجھے بتاؤ جب شاہ جی آئیں تو میں کیا بولوں؟ کیسے ان سے اظہارِ ندامت کروں؟ وہ پریشانی سے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتی اپنی سفید بلی سے مخاطب تھی جو اسے پورے غور سے سن رہی تھی۔۔ایزل شاہ شاید ابھی بھی کاظم شاہ سے رحم کی امید رکھے ہوئے تھی!! وہ صبح سے بے حد آنسو بہا چکی تھی، اب تو اسکے آنسو بھی سوکھ چکے تھے اسی لئے وہ اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے خود ہی تانے بانے بنانا شروع کر چکی تھی۔۔

اچھا میں کچھ بھی نہ بولوں؟؟ شاہ جی ہی آ کے بولیں گے؟؟ وہ اپنی کٹی کی خاموشی پہ اپنا آبیبر واچکاتی ہوئی اپنی معصوم سی آواز میں گویا ہوئی تھی۔۔جس پہ اسکی بلی نے زور زور سے میاؤں کی آواز نکالتے پھر سے اسکا ہاتھ چاٹا تھا۔۔ابھی وہ اپنی بلی کو اپنی مزید کیفیات سناتی جب دراز قد کاظم شاہ کمرے کا دروازہ دھاڑ کے ساتھ کھولتا اندر داخل ہوا تھا۔۔ بیڈ پہ بیٹھے وجود نے اسکے یوں دروازہ کھولنے پہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی نیلی گہری آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔ کاظم شاہ اپنے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔اپنے بیڈ پہ اسے اپنی کٹی کے ساتھ براجمان دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے خون میں ابال اٹھے تھے۔۔ہیزل گولڈن آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں تھیں۔۔کاظم شاہ نے اسکی طرف بڑھتے اسکی کٹی کو گدی سے پکڑ کے بیڈ سے اٹھاتے ہوئے بے دردی سے زمین پہ پھینکا تھا جس پہ بلی نے اچھلتے ہوئے میاؤں کی زور زور سے آوازیں نکالی تھیں۔۔

کٹی۔۔۔اسکی اتنی سفاکی پہ بیڈ پہ بیٹھی ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھیں۔۔اس نے تڑپتے ہوئے اپنی بلی کو پکارا تھا۔۔

کاظم شاہ نے اس بلی کی آوازیں نظر انداز کرتے ہوئے اس نازک سے وجود کو کہنی سے پکڑتے ہوئے اپنے بیڈ سے اٹھاتے زور سے اپنی طرف کھینچا تھا۔۔وہ لہراتی ہوئی اسکے سینے سے ٹکرائی تھی۔

شاہ جی۔مجھے درد۔۔اسکے ہاتھوں کی سفاک گرفت اپنی کمر پہ محسوس کرتے اس نے اپنی نیلی آنکھوں میں آنسو لئے اسے اذیت سے پکارا تھا۔۔

بکواس بند کرو۔۔۔ خبر دار جو تم نے اپنی گندی زبان سے میرا نام بھی لیا تو!! اور یہ درد تو اس درد کے آگے کچھ بھی نہیں ہے جو میں آج رات تمہیں دوں گا مسز کاظم شاہ۔۔۔ بہت شوق تھا نا تمہیں میری پناہوں میں آنے کا؟؟ آج میں تمہارے پور پور پہ اپنی وحشت کی ایسی چھاپ لگاؤں گا کہ تم اپنے وجود کو پہچاننے سے انکار کرو گی۔۔ کاظم شاہ جو اسے اپنا نام لینے کے لئے منع کر رہا تھا وہ خود ہی انجانے میں اسے مسز کاظم شاہ کا لقب دیتا بے حد غصے سے دھاڑا تھا۔۔ اسکی دھاڑ پہ ایزل شاہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔۔ کاظم شاہ اسے بے دردی سے پیچھے بیڈ پہ پھینک کے اس پہ سایہ فگن ہوتا ایک جست میں اسکا گھونگھٹ پلٹ چکا تھا۔۔ اسکا گھونگھٹ پلٹتے ہی کاظم شاہ ساکت ہوا تھا۔۔ وہ نیلی آنکھوں والی چھوٹی سی شہزادی اپنے حسن سے اسکے ہوش اڑا چکی تھی۔۔ وہ اپنی نیلی سوجھی ہوئی آنکھوں سے آنسو برساتی ہلکا ہلکا سا کپکپا رہی تھی۔۔ وہ جو ہر وقت اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتا تھا آج کل اسکا اتنا سفاک روپ دیکھتے ہوئے وہ یوں ہی اپنی آنکھوں سے آنسو کی ٹینکیاں بہاتی تھی۔۔ کہاں برداشت ہوتا تھا اس دیو کا غصہ اس نازک سی جان سے۔۔ اور آج تو وہ ویسے ہی اسکی حرکت کی وجہ سے بے حد غصے میں تھا۔۔ نا جانے وہ کیا کر ڈالے گا ایزل شاہ کے ساتھ!

ش۔شاہ۔۔۔ جی۔۔ میرا۔۔ سانس۔۔۔ بند۔۔۔ ہو۔۔۔ جائے۔۔۔ گا۔۔۔ پلیز۔۔ مجھ۔۔۔ پر۔۔۔ سے۔۔۔ اٹھ۔۔۔ جائیں۔۔۔ وہ نازک سی جان اسکے دیو جیسے باڈی بلڈر وجود کی تاب نہ لاتے ہوئے ہچکیوں سے روتی ہوئی بولی تھی۔۔

کاظم شاہ کا دل آج پہلی بار اسکی برستی ہوئی نیلی آنکھوں میں ڈوب کے ابھرا تھا لیکن اس کی حرکت یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ نے بے حد بے رحم بنتے ہوئے اپنا مزید وزن اس نازک سی جان پہ ڈالتے اسکے بالوں کو گدی سے اپنی مٹھی میں جکڑا تھا۔۔

تمہارا یہ سانس اس وقت بند کیوں نہیں ہوا تھا جب تم نے بے شرمی سے مجھے خود کے اوپر اپنے ان غلیظ ہاتھوں کی مدد سے کھینچا تھا ایزل ھارون شاہ؟

تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ایزل شاہ۔۔۔ تم میرا اعتبار ہر رشتے سے اٹھا چکی ہو۔۔ تم نے ہمیشہ میری نرمی کا ناجائز فایدہ اٹھایا ہے۔۔۔ میری نرمی کا غلط مطلب نکالا ہے تم نے۔۔ جس کی سزا آج کی رات تمہارا یہ نازک وجود میری شدتوں کو برداشت کرتا ہوا جھیلے گا۔۔ میں نے تمہارے پور پور پہ اپنی وحشت کی چھاپ نہ چھوڑ دی تو مجھے کاظم دریاب شاہ نہ کہنا!! وہ اسکے آنسوؤں کو سرے سے نظر انداز کرتا اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتا

شدید غصے سے غراتے ہوئے اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ بے رحمی سے جھک چکا تھا۔۔ ایزل شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں اسکے بے رحم لمس پہ۔۔۔ آج پہلی بار اسکے لبوں کو کسی نے چھوا تھا اور اتنی بے رحمی سے چھوا تھا کہ وہ نازک سی شہزادی کسی زخمی پرندے کی طرح اسکے حصار میں پھر پھرا اٹھی۔۔۔ البتہ اسکی کٹی کی میاؤں میاؤں کی آوازیں ہنوز جاری تھیں، اسکی کٹی کاظم شاہ کے بیڈ پہ چڑھ کے اسکے دو دھیا پیروں پہ زور زور سے اپنے دانت گاڑتی ایزل شاہ کو آزاد کروانے کی بھرپور تگ و دو کر رہی تھی لیکن کاظم شاہ اسکے لبوں پہ بے رحمی سے اپنے دانت گاڑتا اپنے پیر کو جھٹکتا ہوا اس کٹی کو پھر سے دور پھینک چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کے بے رحم لمس پہ ایزل شاہ کی سانسوں کا تسلط ٹوٹ رہا تھا۔ اسے اپنے پورے وزن سمیت خود پہ لیٹتے اور یوں بے رحمی سے اپنی سانسوں کو پیتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اسکی سفید قمیض کو کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا لیکن کاظم شاہ اسکے ہاتھ اپنے کندھوں سے جھٹکتا ہوا اسکی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی مدد سے بیڈ کراؤن سے لگاتا اپنے لمس میں مزید شدت پیدا کر چکا تھا۔۔ وہ کتنی ہی دیر سفاک بنا اسکی سانسیں پیتا رہا۔۔ بالآخر اپنے حلق میں خون کا ذائقہ محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے نازک ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

شا۔شاہ۔۔جی۔۔مجھے۔۔۔میرے۔۔۔ہونٹوں۔۔پہ۔۔۔درد۔۔۔ہو۔۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔۔۔ایزل شاہ جو اپنی ہر تکلیف اسے بتانے کی عادی تھی، وہ اپنے لبوں پہ بے حد جلن محسوس کرتی زار و قطار روتے ہوئے اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھ کے معصومیت سے بولی تھی، لیکن کاظم شاہ کو اسکی یہ معصومیت بھی جھوٹ لگی تھی وہ اس پہ ترس کھائے بغیر ایک بار پھر سے اسکے زخمی ہونٹوں پہ بے رحمی سے جھکتا ہوا اسکی سانسوں کا گلا گھونٹ گیا، اپنے ہونٹوں پہ اسکے آگ کی طرح دہکتے لمس پہ ایزل شاہ کی آنکھیں باہر ابلنے کو تھی۔۔

اب آوازیں دو سب کو!! اب پکارو ناسب کو ایزل شاہ! اور دکھاؤ اپنے ہونٹوں پہ میری وحشت کے یہ ثبوت۔۔ خاموش کیوں ہو؟؟ چلاؤ!!!!! کاظم شاہ اس کا پنز سے سیٹ کیا گیا دوپٹا بے دردی سے اسکے وجود سے اتار کے دور پھینکتا اسکے لبوں کو اپنی پوروں کی چٹکی میں زور سے مسلتا حلق کے بل چیخا تھا، اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ نے اپنی آنسو بہاتی ہوئی نیلی آنکھوں کو خوف سے میچا تھا، اسکے یوں کھینچ کے دوپٹا اتارنے پہ اسے اپنے بالوں میں بے حد تکلیف محسوس ہوئی تھی۔۔

کیوں پہنا ہے تم نے یہ زیور؟؟ تمہیں کیا لگتا تھا میں کمرے میں آتے ہی تمہارے حسن میں بہکتا نرمی اور پیار سے تمہارا یہ زیور اتارتا تمہارا کندھا تھپکتے ہوئے تمہیں شاباشی دوں گا؟؟ بولو؟ کیوں تیار ہوئی ہو؟ کیا مقصد تھا تمہارا یوں تیار ہونے کے پیچھے؟ کیا تم مجھے اپنے اس حسن کے جال میں پھنسانا چاہتی تھی؟ کہاں سے سیکھیں ہیں تم نے یہ سازشیں؟؟ بکواس کیوں بند ہے اب؟؟ کاظم شاہ اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑ کے جھٹکا دیتا اسکے کان میں بے حد غصے سے دھاڑا تھا۔۔ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ اسکی ناک میں پہنی نتھ بے دردی سے کھینچ کے اتار چکا تھا۔۔ ایزل شاہ کا چھوٹی سی ناک بری طرح سے زخمی ہوئی تھی۔۔

آہہہ۔۔۔۔ اسکی اتنی سفاکی پہ ایزل شاہ کے لبوں سے دل دہلاتی چیخ بر آمد ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی چیخوں کی پروا کیے بغیر اسکی گردن میں پہنا تمام زیور تقریباً نوچنے کے انداز میں اتارا تھا۔۔ اسکا زیور اتارتے ہی کاظم شاہ نے اسکی گردن میں اپنا منہ دیا تھا، اسکی گردن پہ بے رحمی سے جگہ جگہ اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے تھوڑا سا بیڈ سے اٹھایا تھا، کاظم شاہ نے اسکے لہنگے کے بلاؤز کے ٹسلز ایک جھٹکے میں توڑتے ایزل شاہ کے اوسان خطا کیے تھے۔۔ اسکے دانتوں کا شدت بھرا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتے ایزل شاہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مزاحمت شروع کی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی مزاحمت پہ پھر سے اسکی کلائیاں اپنے ہاتھ کی گرفت میں جھکڑتے ہوئے اسکے بلاؤز کو ایک جھٹکے میں اسکے تن سے جدا کیا تھا۔۔

شاہ۔۔۔ جی۔۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھوں میں بے یقینی لئے کاظم شاہ کو دیکھ کے نفی میں اپنا سر ہلایا تھا، اسکے دودھیا سفید بدن کو گہرائیوں کو دیکھتے کاظم شاہ کی گولڈن آنکھوں میں شدید سرخی چھائی تھی، اسکی گہری نظروں کو اپنے وجود پہ محسوس کرتے ایزل شاہ کے گال دہک کے لال انگارہ ہوئے تھے، کاظم شاہ نے اسکے دل کے مقام پہ جھکتے ہوئے بے رحمی سے اپنا لمس چھوڑتے اسکی کمر کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھرا تھا،

شا۔۔ شاہ۔۔۔ جی۔۔۔ میں۔۔۔ مر۔۔۔ جاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ اسکے ہونٹوں اور دانتوں کے بے رحم لمس کو اپنے بدن کے نشیب و فراز پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ گھٹی گھٹی آواز میں چیخی تھی۔۔ کاظم شاہ نے تھوڑا سا اوپر اٹھتے ہوئے اپنی سفید قمیض ایک جست میں اتارتے اسکے ہونٹوں کو غصے سے ایک بار پھر سے اپنی گرفت میں لیتے ریموٹ

سے کمرے کی لائٹس آف کی تھی۔۔ایزل شاہ نے ڈرتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو پکڑا تھا لیکن کاظم شاہ اسکے ہاتھ جھٹکتا ہوا اسکے جسم کو ہر پردے سے آزاد کر رہا تھا۔۔

شا۔۔شاہ۔۔جی۔۔۔مجھے۔۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔اپنی۔۔۔اووزی۔۔۔کے۔۔۔ساتھ۔۔۔ایسا۔۔۔مت ۔۔۔کریں۔۔۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔پلیز۔۔۔۔اسکے ہاتھوں کے کھردرے لمس کو اپنے وجود کی گہرائیوں پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ روتے ہوئے چیخی تھی۔۔کاظم شاہ نے اس کی ہر معافی، ہر پکار نظر انداز کرتے ہوئے اسکی کلائیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے جکڑا تھا۔۔

نہیں

۔۔۔شاہ۔۔جی۔۔۔نہیں۔۔۔اووزی۔۔۔مر۔۔۔جائے۔۔۔گی۔۔۔آپ۔۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔ایسا۔۔۔نہیں۔ ۔۔کر۔۔۔سکتے۔۔۔اسکے اگلے عمل کو سوچ کے ایزل شاہ روتے ہوئے اپنی اکھڑی سانسوں کے درمیان التجائیہ انداز میں بولی تھی، اسکی التجاؤں پہ کاظم شاہ کے دماغ میں وہ سارا منظر لہرایا تھا جب اسکی ایک حرکت کی وجہ سے اسکی اور احان شاہ کی سالوں کی دوستی پل میں ٹوٹی تھی، اسکے باپ دریاب شاہ نے پہلی بار اسے تھپڑ جھڑا تھا، اسکے داجی نے اس کے پیدا ہونے پہ افسوس کیا تھا، اسکی ہویلی والوں نے اسکے کردار کی گواہی دینے کی بجائے اسے کٹہرے میں کھڑا کیا تھا، اگر ارزم شاہ بھی اسکے کردار کی گواہی دیتے ہوئے سب کے منہ بند نہ کرواتا تو کیا کاظم شاہ اب تک زندہ رہتا؟؟

یہ تمام مناظر یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ ایک جھٹکے میں جھکتا ہوا ایزل شاہ کی روح میں اترتا اسے خود میں سما گیا۔۔

اسکے شدت بھرے بے رحم لمس پہ ایزل شاہ کی چیخیں آسمانوں کو چھو رہی تھی، کاظم شاہ نے اسکے زخمی لبوں پہ ایک بار پھر سے جھکتے ہوئے اسکی چیخوں کا گلا گھونٹا تھا، ایزل شاہ ہچکیوں سے رو رہی تھی، اسکی نیلی آنکھوں سے آنسو برستے ہوئے تکیے کو بھگو رہے تھے۔۔

شاہ۔۔جی۔۔مجھے۔۔۔درد۔۔۔ہو۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔۔ایزل شاہ بے حد تکلیف سے بچوں کی طرح روتے ہوئے بولی تھی، وہ نازک وجود کہاں کاظم شاہ کی اتنی شدتیں برداشت کرنے کی طاقت رکھتا تھا؟

مجھے بھی ایسے ہی درد ہوا تھا دل میں جب تم نے میرے انتیس سالہ صاف کردار کو ایک پل میں گندگی کی نظر کیا تھا۔۔کاظم شاہ اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا طیش سے غرایا تھا لیکن اچانک سے اللہ نے اسکے دل میں رحم ڈالا تھا جو وہ

اپنی اووزی کی ہچکیوں کی تاب نہ لیتا اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چوم گیا، ایزل شاہ اسکا نرم لمس پاتے ہوئے بچوں کی طرح اسکے گلے میں بانہیں ڈالتی سسک اٹھی تھی۔۔ ابھی تو آدھا گھنٹا بھی نہیں گزرا تھا اور اس سے کاظم شاہ کی شدتیں برداشت کرنا محال ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکی آنسو بہاتی نیلی آنکھوں کو چومتے ہوئے اپنی شدت میں کمی کی تھی، وہ اسکی تمام تر شدتیں اور غصہ سہتی واقعی ہی مر جاتی، وہ ایزل شاہ کو اس طرح سے توڑ نہیں پا رہا تھا جس طرح سے اس نے کاظم شاہ کو توڑا تھا، کاظم شاہ اسے تکلیف بھی جیسے سوچ سوچ کے دے رہا تھا، اس نے اپنے دل میں کتنے عزم بنائے تھے اس پہ اپنی وحشت لٹانے کے ! لیکن وہ سب ارادے پاش پاش ہوئے تھے۔۔

شاہ جی۔۔۔ اسکے لمس میں نرمی محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ نے اسکے گلے کے گرد اپنا حصار مضبوط کرتے ہوئے اسے معصومیت سے کسی بچے کی طرح پکارا تھا۔۔

ہمم۔۔۔ کاظم شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی متوازن لہجے میں ہنکارا بھرا تھا۔۔

درد۔۔۔ ہو۔۔ رہا۔۔۔ ہے۔۔۔ ایزل شاہ لمبی لمبی ہچکیاں لیتی ہوئی بالکل کسی بچے کی طرح بولی تھی۔۔ کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

کہاں ؟۔۔۔ کاظم شاہ نے سختی سے پوچھا تھا، ایزل شاہ نے اسکے سخت لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اپنی سانسیں تک روک لیں۔۔ اسکے سوال پہ اسکے گال دہک کے لال ہوئے تھا وہ اسے کیا بتاتی اسے کہاں کہاں درد ہو رہا ہے۔۔

ہونٹوں پہ۔۔۔ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے بتایا تو کاظم شاہ نے نرمی سے اپنے ہاتھ کا انگوٹھا اسکے لبوں پہ پھیرتے آنہیں سہلایا تھا۔۔ ایزل شاہ نے آپ ے ہونٹوں پہ جلن محسوس کرتے ہوئے اسکی بھری تھی۔۔

اور کہاں ؟؟ کاظم شاہ کچھ پل کے لئے اسکی سازشیں بھولتا ہوا نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔

سب جگہ۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکے ہاتھوں کے نرم لمس پہ ایک لمبی سی ہچکی لیتی اسے سوں سوں کرتے ہوئے بتایا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکے جواب پہ کچھ پل اسے دیکھتا رہا، وہ اب بے آواز آنسو بہاتی اسکے سینے کے بالوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں دبوچتی اسکی شدتیں برداشت کر رہی تھی۔۔

ڈیم اٹ۔۔۔!! آئی ہیٹ یو ایزل ھارون شاہ (میں تم سے نفرت کرتا ہوں ایزل ھارون شاہ!)۔۔۔ کاظم شاہ اسکے خاموشی سے آنسو بہانے پہ ایک جھٹکے سے اس پر سے اٹھ کے بیڈ کی دوسری طرف لیٹتے ہوئے بے حد غصے سے چیخا تھا،

وہ اسے مزید تکلیف نہیں دے پایا تھا، کاظم شاہ کو اپنی رحم دلی پہ غصہ آرہا تھا وہ کیونکر اس مکار لڑکی پہ رحم کھا چکا تھا؟؟

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 10

شش۔۔۔!! آج رایان خان کی مہندی تھی، کالی شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد کالی ہی مردانہ شال لٹکائے سرخ و سفید رنگت، باڈی بلڈر وجود کا مالک دراز قد زوریز شاہ بالکل ابھی لال ہویلی کے مردان خانے میں داخل ہی ہوا تھا جب داخلہ دروازے سے کچھ فاصلے پہ کھڑے داور خان کو اپنی طرف خوشدلی سے دیکھتا پا کے اس نے اپنے عنابی ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے کچھ بھی بولنے سے منع کیا تھا، جس پہ داور خان نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے رایان خان کی طرف دیکھا تھا جو اسکے گلے لگتا ہوا اسے درام خان کے بابت بتاتا ہوا خوبصورتی سے ہنس رہا تھا۔

زوریز اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا چپکے سے رایان خان کے بالکل پیچھے جا کے کھڑا ہوا تھا، زوریز شاہ نے خود کو اسکی گالیوں کے لئے تیار کرتے ہوئے بچوں کی طرح اسکی دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، زوریز شاہ کی اس حرکت پہ تمام خانزادوں نے مسکراہٹ دبائی تھی۔ رایان خان نے اسکے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے ہوئے ایک جھٹکے میں داور خان سے پیچھے ہوتے زوریز شاہ کے مضبوط ہاتھوں کو تھامتے ہوئے اپنی پوری قوت سے موڑا تھا، وہ اسکے ہاتھ کے لمس سے ہی زوریز شاہ کو پہچان چکا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ افف۔۔۔۔ زوریز شاہ نے چیختے ہوئے اس سے اپنے ہاتھ آزاد کروانے چاہے تھے لیکن رایان خان اسکے کراہنے کی پرواکئے بغیر اپنا رخ اسکی طرف موڑتا ہوا اسکے سینے پہ زوردار مکا جھڑ چکا تھا جو اسکے نکاح کے بعد آج اس سے مل رہا تھا۔۔ اس نے زوریز شاہ کو بارہا فون کال پہ ہدایت دی تھی کہ وہ اس کی شادی سے دس دن پہلے اسکی ہویلی میں موجود ہو لیکن وہ مہمانوں اور نوابوں کی طرح عین مہندی والے دن پہ خاضر ہوا تھا۔۔

ابھی بھی کیوں آیا ہے؟ ابھی بھی مجنوں بنا اسی کی یادوں۔۔۔ ابھی رایان خان غصے سے غراتا ہوا اپنا جملہ مکمل کرتا جب زوریز شاہ نے تیزی سے اسکے منہ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے آس پاس کھڑے تمام خانزادوں کو دیکھا تھا جو انہی کی طرف متوجہ تھے اور رایان خان ان سب کی موجودگی میں اسکے پول کھولنے پہ تلا ہوا تھا۔۔

لالہ اسے گیٹ سے اندر کس نے آنے دیا؟؟ میں نے کمینے داد بخش (ملازم) کو سمجھایا بھی تھا ایسی گندی شکل کا انسان جہاں بھی نظر آئے اسے گولی سے اڑا دے۔۔ رایان خان کا رخ اب کی بار فارس خان کی طرف تھا، وہ مصنوعی غصے سے فارس خان سے استفسار کر رہا تھا جو مسکرا کے کندھے اچکا چکا تھا۔ یہاں پہ کھڑے سب خانزادے زوریز شاہ اور رایان خان کی دوستی سے اچھے سے واقف تھے۔۔

اتنا غصہ نہیں کرتے میری جان! ضروری کام تھے ورنہ کون کافر یہاں مہینہ پہلے آ کے تیرا خرچہ نہ کرواتا؟؟ زوریز شاہ اسکے اپٹن سے رنگت گالوں کو دیکھ کے اپنی مسکراہٹ دباتا اسے منانے کی غرض سے بے اختیاری میں پیار سے اسکا ماتھا چومتا اسے زور اسے گلے سے لگا چکا تھا، زوریز شاہ اسکے گالوں پہ لگی اپٹن کو دیکھ کے بہت کچھ سمجھ چکا تھا۔ وہ اس سے مہینوں بعد مل رہا تھا اور زوریز شاہ کو اس وقت خوشی سے دھمکتا اپنا جگر اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ وہ بے ساختہ اسکا ماتھا چومنے پہ مجبور ہوا تھا، زوریز شاہ نے اسے دل میں ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں تھیں جسے اتنی بری آزمائش کے بعد بالآخر اسکی محبت اسکا عشق ملنے والا تھا۔۔ زوریز شاہ اور رایان خان ایک دوسرے کی زندگی کے تمام پہلوؤں تمام رازوں سے واقف تھے۔۔ رایان خان نے اسکے کام کی نوعیت سمجھتے ہوئے منہ پھولاتے ہوئے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار بنایا تھا۔۔ وہ دونوں کتنی دیر ایک دوسرے کو گلے سے لگائے سرگوشیوں میں ایک دوسرے کے کان میں گلے شکوے کرتے سب کو پورے دل سے مسکرانے پہ مجبور کر رہے تھے، داور خان کے پاس کھڑا عالیان شاہ بھی ان دونوں کو دیکھ کے مدھم سا مسکراتا ہوا درام خان میں مصروف تھا۔۔

استغفر اللہ!! ایک بیوی (زوریز) کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو ایک اور بیوی چاہئیے لالہ؟ کچھ خدا کا خوف کر کے یہ جھپیاں پپیاں بند کریں!! سعد خان ان دونوں کے یوں سرعام پیار جتانے پہ اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتا مصنوعی حیرانگی سے رایان خان سے مخاطب ہوا تھا جس پہ زوریز شاہ اور رایان خان اپنی بے خودی پہ سٹپٹا کے سعد خان کو گھورتے ہوئے ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے۔۔ وہ دونوں باقی سب کو تو فراموش ہی کر چکے تھے، زوریز شاہ اس سے الگ ہوتا ہوا اب باقی سب خانزادوں سے مل رہا تھا۔۔

جی تو بھئی مجھے چاچو بنانے کا پراسیس کہاں تک پہنچا ہے آپ دونوں کا؟؟ زوریز شاہ ایک ساتھ ساحر اور فارس کے گلے لگتا ان کے کانوں میں بے باک مدھم سرگوشی کرتا ان کے چہرے سرخ کر چکا تھا، ساحر خان کی آنکھوں کے پردوں

میں گزری خوبصورت رات کے تمام مناظر لہرائے تھے، زرلاشتہ خان کا شرمانا، اسکی سسکیاں یاد کرتے ہوئے اس نے اپنا نچلہ لب دبا کے اپنا قہقہ ضبط کیا تھا، اب زوریز شاہ کو کیا بتاتا کہ اسکی بیوی کی آئے دن طبیعت خرابی نے اسکے اس نیک کام میں اتنا حلل ڈالا ہے کہ اس بیچارے نے اپنی گولڈن نائٹ ہی کل رات منائی ہے؟؟۔۔ وہی پہ فارس خان جو پہلے ہی اپنی بیوی سے ناراضگی کی وجہ سے تپا ہوا تھا، زوریز شاہ کی اس بات نے تو مانو اس پہ جلتی پہ تیل کا کام کیا تھا، فارس خان نے زوریز شاہ کو مکا جھڑتے ہوئے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔

?Ehm... Something something

)اہمم۔۔۔ کچھ کچھ ہے؟(

زوریز شاہ مزید بے باک ہوتا اپنی آنکھ کا کونا دباتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔

Processing۔۔۔۔

ساحر خان اور فارس خان کے منہ بسور کے یک زبانی سے جواب دینے پہ زوریز شاہ کا دلکش قہقہ مردان ہونے کی زینت بنا تھا۔۔

ریز چاچو۔۔۔ آئی مسڈ یو سو مچ۔۔۔ درام خان کو گود میں اٹھاتا زوریز شاہ اسکے جملے پہ اسے زور سے خود میں بھینچتا پیار سے اسکا چہرہ چوم رہا تھا۔۔ اسکے ریز پکارنے پہ آنکھوں کے پردوں میں اپنی ظالم منکوحہ کا عکس لہرایا تھا جس نے آخری بار اسے اپنی سنہری آنکھوں میں لبالب پانی لئے دیکھا تھا لیکن زوریز شاہ لاؤنج میں بیٹھے ہر فرد کو اگنور کرتا ہوا سوات کے لئے نکل آیا تھا۔۔

رایان خان کی شادی پہ اسکا ایک ایک دوست آیا تھا، زوریز شاہ آج کافی وقت بعد اپنی یونیورسٹی کے پرانے دوستوں سے مل رہا تھا۔ تمام دوستوں نے خانزادوں کے سامنے زوریز شاہ کی اچھی شاعری کا بتاتے ہوئے اسکی جان مشکل میں ڈالی تھی کیونکہ ابھی کچھ ہی منٹوں میں خانزادوں کے اصرار پہ اسکا اور سجاول خان کا مشاعرہ (شاعری کا مقابلہ) ہونے والا تھا تاکہ محفل کا مزہ دوبالا کیا جاسکے۔ خانزادوں کی طرف سے اگر کسی کی شاعری اچھی تھی تو وہ سجاول خان تھا۔۔

لالہ! اپنے معصوم لیکن چالاک ٹڈے کو اسکی "کشمالہ" نہیں میرا مطلب اسکی مورے کے پروں کے نیچے چھپا آئیں!! ایسے ہی میری شاعری کے مزے لیتے ہوئے خراب ہو گیا تو مجھ سے گلہ مت کیجیئے گا! زوریز شاہ نے داور خان کے کان میں گھستے ہوئے اسے پہلے ہی وارننگ سگنل دیا تھا جس پہ داور خان اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اپنے روٹھے ہوئے بیٹے کو دیکھا تھا جو رایان خان کی گود میں بیٹھا اسکی بیرڈ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔

کچھ دیر بعد رایان خان اپنی گود میں بیٹھے درام خان کو طریقے سے حیدر خان کے پاس چھوڑ کے آیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا زوریز شاہ اپنی شاعری میں "بے باکی کے چھپ" نے ڈالے! ایسا کہاں ممکن تھا؟

چلو بھئی کروسٹارٹ!! رایان خان زوریز شاہ کے پاس بیٹھتا ہوا اسے اور سجاول خان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا، اس وقت آس پاس ان سب خانزادوں کے دوست جمع تھے۔۔ ساحر خان نے اپنی جیب سے سکا ٹٹولتے ہوئے ان کا ٹاس کروایا تھا، یہ سکے اس نے اسپیشل اپنی معصوم تاشو کو تنگ کرنے کے لئے اپنی جیب میں رکھے ہوتے تھے تاکہ وہ جب بھی اس سے پیسے یا چاکلیٹ مانگے تو وہ اسے بڑے بڑے نوٹ پکڑانے کی بجائے کنجوسوں کی طرح یہ سکے پکڑانے کے بعد اس کے منہ سے خود کے لئے "کنجوس خان" سن کے اسکے لبوں کو چوم سکے، کیونکہ اسکے منہ سے معصومیت بھرے شکوے سے "کنجوس خان" سننے ہمیشہ ساحر خان کے دل کو بھا جاتا تھا۔۔

ٹاس زوریز شاہ جیتا تھا جو اس وقت شیشے کا گلاس منہ کو لگائے ریلیکس انداز پانی پیتا ان سب کے جزبات جگانے کے لئے اپنے دماغ میں کوئی رومانٹک سا شعر کار ہا تھا۔۔

"چسکا لگا ہے جب سے تیرے ہونٹوں کا
مٹتی نہیں ہے پیاس اب پانی سے"

زوریز شاہ نے اچانک سے کچھ فاصلے پہ پڑے ڈسٹ بن میں کلی کے انداز میں پانی پھینک کے بے حد افسوس کے انداز میں پانی کا گلاس ٹیبل پہ پٹکتے ہوئے اچانک سے یہ بے باک شعر سنجیدگی سے بولتے ہوئے اپنا قہقہ ضبط کیا تھا۔ سب خانزادے اور ان کے دوست زوریز شاہ سے پہلے ہی رومانٹک شعر کی توقع ہرگز نہیں کر رہے تھے اسی لئے تو ان سب کے منہ حیرت سے کھلے تھے، سب سٹپٹاتے تھے اسکی کھلم کھلی بے باکی پہ، لیکن رایان خان اسکی رگ رگ سے واقف تھا جس نے اسکے شعر پہ قہقہ لگاتے ہوئے اسے داد دی تھی، آنکھوں کے پردوں میں کچھ دیر پہلے اپنی وشہ کے ساتھ

گزرے لمحات کے مناظر لہرائے تھے جب اس نے رف کس کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں کا حشر بگاڑا تھا۔۔ سجاول خان نے لب دباتے ہوئے کمینے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے اسے آنکھ دباتے ہوئے اپنی باری دینے کا اشارہ کیا تھا۔۔ ان کا مشاعرہ شعر کے آخری آخری لفظ کے آخری ہجے پہ منحصر نہیں تھا، وہ یوں ہی شغل مستی کے لئے یہ مشاعرہ کروا رہے تھے تو جس نوعیت کا شعر ایک شاعر نے بولنا تھا اگلے نے بھی اسی نوعیت کا شعر تلاشنا تھا۔۔

)رائٹر: یعنی یہ نہیں تھا کہ ایک رومانٹک شعر بولے تو دوسرا دکھی! ایسے مزہ خراب ہو سکتا تھا۔۔ یہ میرا مشاعرہ کروانے کا سٹائل ہے! کس کس کو پسند آیا؟؟(

"شہد کی مٹھاس اپنی جگہ

مگر ہائے اس کے ہونٹ"

سجاول خان کل اپنی خانم کے ساتھ ہوئی ملاقات یاد کرتے ہوئے ایک نظر ضرار خان کو دیکھ کے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتا گھمبیر آواز میں ٹھنڈی آہہ بھرتے ہوئے بولا تھا، اسکے شعر پہ ضرار خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا جو صوفے پہ بیٹھے فارس خان کی گود میں نیم دراز اپنے موبائل میں غرق تھا۔۔

ہائے ےےےے۔۔۔ محفل میں بہت سے لڑکوں نے سجاول خان کی ٹھنڈی آہہ میں اسکا ساتھ دیا تھا۔۔

"زخمی ہوئے جو ہونٹ تو محسوس ہوا یہ

چوما تھا کسی پھول کو دیوانگی کے ساتھ"

زوریز شاہ اب گلا کھنکھارتے ہوئے شیشے کے ٹیبل سے پھول اٹھا کے رایان خان کے چہرے پہ مارتا بے باکی سے گویا ہوا تھا جس نے پھر سے بے باک قہقہ لگاتے ہوئے اسے داد دی تھی۔۔

"ان کے ہونٹوں کی رنگت تھی گلابوں جیسی

اور ہمیں بچپن سے ہی پسند تھا گلابوں کو چومنا"

سجاول خان ایک بار پھر سے ضرار خان کو کن اکھیوں سے دیکھ کے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا جو نا جانے کس ضبط کا مظاہرہ کرتا سرخ پڑتے ہوئے ہنوز اسطرح سے موبائل استعمال کر رہا تھا جیسے اپنے کمینے بہنوئی کے اشعار سن ہی نہ رہا ہو۔۔

ہم ان کے ہونٹوں کو چوم کے پیاس بجھانا چاہتے تھے

چومے ہونٹ ان کے تو وہ بھی برسوں کے پیاسے نکلے

یہ شعر بولتے ہوئے زوریز شاہ کو وہ منظر یاد آیا تھا جب اس نے چھ سال بعد مرحا شاہ کے ہونٹوں کو شدت سے چومتے ہوئے اسے پاگل کیا تھا۔۔

"میرے محبوب تیرے ہونٹ چوم لوں

پھر جو لطف آئے گا آدھا تیرا آدھا میرا"

سجاول خان اپنا نچلہ گلابی لب دانتوں میں دباتا اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔ ہونٹوں سے آگے بھی بڑھ جاؤ کمینوں۔۔۔۔ ضرار خان کو کانوں کی لوں تک سرخ پڑھتے دیکھ کے فارس خان نے اپنا قہقہ دباتے ہوئے ان دونوں کو ڈپٹتے ہوئے کچھ بے باکی کم کرنے کا اشارہ دیا تھا(کیونکہ کوئی بعید نہیں تھی اب ضرار خان اٹھ کے سجاول خان کو دھنکنا شروع کر دیتا،) لیکن زوریز شاہ نے تو اس کے اشارے کو اپنے مطلب کا رنگ دینا تھا اور اس نے دیا بھی تھا۔۔

"اسکی کمزوری سے واقف ہوں میں

گردن کا بوسا لیتے ہی اسکی جان جاتی ہے"

لالہ اتنا آگے کافی ہے یا مزید؟؟۔۔۔۔ زوریز شاہ پھر سے اپنا قہقہ ضبط کرتا اپنا بے باک شعر بول کے سنجیدگی سے فارس شاہ سے مخاطب ہوتے بولا تھا جس نے سرخ چہرہ لئے اسکی طرف صفے پہ پڑا کشن پھینکا تھا، رایان خان نے ہنستے ہوئے اس کشن کو کیچ کرتے اپنے سر کے نیچے رکھا تھا۔۔

(تیرے سالے تو نہیں ہیں کمینے لیکن میرا سالا میرے سر پہ بیٹھا ہوا ہے۔۔) سجاول خان نے زوریز شاہ کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے اپنی گھنی بیئرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اسکے تاثرات کا مطلب سمجھتے ہوئے کندھے اچکاتے تھے جیسے اس پہ کوئی خاص فرق نہ پڑا ہو۔۔

"میسر ہو اگر تیری گردن

میں تجھ میں خون کا قطرہ نہ چھوڑوں"

سجاول خان نے بھی جواباً کم بے باکی نہیں دیکھائی تھی، ساحر خان نے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھا تھا۔۔

"تم پاس آؤ اور ہٹاؤ گردن سے بال اپنے
پھر گردن بھی میری اور مرضی بھی میری"

زوریز شاہ اپنی کالی شال جھٹکتا ہوا بے حد ضدی اور رومانٹک انداز میں بولتا یہاں کھڑے سب خانزادوں کے جوان جزبات جگا چکا تھا، زوریز شاہ کی آنکھوں کے سامنے مرحا شاہ کی صاف شفاف گردن لہراتی اسکی خود کی حالت خراب کر رہی تھی۔۔ زوریز شاہ کے شعر پہ محفل ایک بار پھر داد دینے والے انداز میں گونج اٹھی تھی۔۔

"میرے بوسوں کو کیا سہو گی تم
مجھے عادت ہے کاٹ کھانے کی"

اب کی بار شعر سجاول خان کی طرف سے نہیں بلکہ مصروف انداز میں "ساحر خان" کی طرف سے آیا تھا جو شعر بولنے کے بعد سب کی داد بٹورتا ہوا فارس اور رایان شاہ کے سرخ ہوتے چہرہ کو دیکھتا اپنا قہقہ ضبط کر رہا تھا۔ ساحر خان کے شعر پہ محفل زعفران بنی تھی۔۔

شعر و شاعری کے نام پہ اپنی بغیرتیاں بند کرو سب!!۔۔۔ فارس خان اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا جس پہ سب کا مشترکہ قہقہ گونجا تھا، ضرار خان نے فارس خان کی تائید میں زور زور سے اپنا سر ہاں میں ہلاتے ہوئے سجاول خان کو قہر برساتی نظروں سے گھورا تھا جو اسے دیکھ کے قہقہ لگاتا ہوا اپنا ایک کان پکڑ چکا تھا۔۔

اچھا لالہ بس لاسٹ۔۔۔۔ زوریز شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے فارس خان سے اجازت چاہی تھی جو اسے نروٹھے پن سے دیکھ رہا تھا کیونکہ بے غیرتی اور بے شرمی کی شروعات زوریز شاہ کی طرف سے ہی تو ہوئی تھی۔۔

"یہ سردی آپ ہی سے ختم ہو گی
رضائی مسئلے کا حل نہیں ہے"

زوریز شاہ انتہائی مؤدبانہ انداز میں فارس خان کو ایک نظر دیکھ کے سر جھکا کے قہقہ لگا کے بے باکی بولتا سب کے دلوں میں آگ لگا کے انکی دھڑکنیں منتشر کر چکا تھا۔۔

ہماری بیویاں تو سمجھ لے دو قدموں کے فاصلے پہ ہیں، ہم تو مسئلہ حل کر لیں گے تو کیسے کرے گا جگڑ؟؟ رایان خان اسکے کان میں اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تھا۔۔

میری جان میرے ہوتے ہوئے تجھے ان دو قدموں کا فاصلہ عبور کون کرنے دے گا؟؟ زوریز شاہ آئیبرو آچکا کے ایٹیٹوڈ سے بولتا رایان خان کے جملے پہ سلگنے کی بجائے اسے اچھا خاصا سلگا کے رکھ چکا تھا۔۔ زوریز شاہ کے دل کی ایک ایک دھڑکن اس وقت مرحا شاہ کے نام کی مالا جھپنے میں مشغول تھی۔۔ وہ زوریز شاہ کی شاہزادی تھی۔ جو ایک ظالم اور خود غرض لڑکی تھی۔

ایزل شاہ ہنوز بیڈ پہ لیٹی خود پہ کمبل لپیٹے سسک رہی تھی، کاظم شاہ نے اس سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے بعد ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا، وہ اسکی سسکیاں، اسکا رونا، اسکی معافیاں، ہر چیز نظر انداز کرتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ کب سے ٹھنڈے پانی سے شاور لیتا اپنی دہکتی کنپٹیوں کو دبا رہا تھا، اس نے خود کو اس نازک وجود پہ درندگی دیکھانے سے کس حال سے روکا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا، ورنہ اس مکار اور خود غرض لڑکی کو دیکھ کے کاظم شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے محسوس ہو رہے تھے۔۔

میں کیسے اسکے ظالم لبوں کو نرمی سے چوم سکتا ہوں جن سے اس نے مجھ پہ الزام لگایا تھا؟ میں کیسے اس دھوکے باز لڑکی کی آنکھیں نرمی سے چوم سکتا ہوں جن سے جھوٹے آنسو بہاتے ہوئے اس نے سب کو مجھ پہ بے اعتباری دیکھانے پہ مجبور کیا تھا؟؟ کیوں کاظم شاہ کیوں؟ کیوں تم نے اپنی شدتوں میں ناچاہتے ہوئے بھی نرمی دیکھائی؟ کیوں تم نے اسکے پور پور پہ اپنی وحشت نہیں دیکھائی؟ کیوں مکرے تم اپنے الفاظوں سے؟ کیوں تم نے اس لڑکی پہ اپنی درندگی نہیں دیکھائی؟ کیوں احان شاہ کی بہن کے پہلوؤں میں اپنی آگ بجھاتے ہوئے اسے ہوس پرستی کا مطلب نہیں سمجھایا؟ کیوں رحم آیا تمہیں اس سفاک لڑکی پہ؟ آخر کیوں؟؟ کاظم شاہ ٹھنڈے پانی سے بھیگتا ہوا اذیت کی انتہا پہ دھاڑتا دیوار پہ زور زور سے اپنے ہاتھوں کے مکے مارتا خود کو تکلیف دیکھ رہا تھا۔۔ اسکی دھاڑوں پہ کمرے کے بیڈ پہ بکھری حالت میں لیٹی ایزل شاہ نے اپنی ہچکیاں دبانے کی غرض سے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

کاظم شاہ نے تو اسے ابھی اپنی سفاکی کی ایک جھلک بھی پوری نہیں دکھائی تھی اور ایزل شاہ سے بیڈ سے اٹھنا محال ہو رہا تھا، وہ ابھی صرف اٹھارہ سال کی ہوئی تھی، اگر کاظم شاہ بدلے کی آگ میں اس کا کسی ریپسٹ کی طرح برا حال کر دیتا تو ایزل شاہ یقیناً اسی وقت اپنی سانسیں کھو دیتی، لیکن کاظم شاہ نے ایسا نہیں کیا تھا اس نے اسکی اتنی خود غرضی، مکاری اور دھوکے بازی پہ بھی اپنی شدتوں میں نرمی دیکھائی تھی! کیا تھا وہ انسان؟ وہ کیسے اپنے شاہ جی کے ساتھ یہ سب کر سکتی تھی؟ وہ تو اس سے عشق کرنے کے دعوے کرتی تھی! کیا عشق میں کوئی اپنے محبوب کو یوں رسوا کرتا ہے جیسے میں نے کیا ہے؟؟ ایزل شاہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی ازیت سے سوچ رہی تھی۔۔ اسکے پاس تو کاظم شاہ سے معافی مانگنے کے لئے الفاظ بھی نہیں بچے تھے۔۔

بالآخر ایک سے ڈیڑھ گھنٹے بعد کاظم شاہ ٹھنڈے پانی کا شاور بند کرتا بلیک ٹراؤزر زیب تن کیے واشروم سے نکلا تھا، کاظم شاہ کو اپنے سر میں شدید درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا، ٹھنڈے پانی نے بھی اسکے گرم خون پہ پھوار نہیں برسائی تھی۔۔ کاظم شاہ بیڈ پہ لیٹی ایزل شاہ کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا الماری سے اپنی بلیک ٹی شرٹ نکال کے پہنتا اپنا فون ،لائٹر اور سیگریٹ کی ڈبی اٹھاتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔۔ ایزل شاہ نے روتے ہوئے کاظم شاہ کو پکارا تھا جو دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ چکا تھا، ایزل شاہ کی روتی آواز پہ کاظم شاہ کے چہرے کے خوبصورت نقوش تن چکے تھے، ہیزل گولڈن آنکھوں میں غضب کی سرخی چھائی تھی، وہ سب کچھ کر کے بھی کیسے مظلوم بنتی ہوئی رو رہی تھی جیسے اس پہ ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے ہوں۔۔ اور کاظم شاہ کا کیا؟ جس پہ اس نے بیٹھے بیٹھے ہویلی کی چھت گرائی تھی؟

میں نے منع کیا تھا نہ تمہیں!! آئیندہ کے بعد اپنی گھٹیا زبان سے مجھے "شاہ جی" نہیں پکارنا؟؟ زہر لگتی ہے مجھے تمہارے ہونٹوں سے اپنے لئے یہ پکار۔۔ اگر آج کے بعد تم نے مجھے یوں پکارا تو آج تو جو وحشت میں نے تمہاری ہونٹوں پہ ڈھائی ہے اگلی بار اس سے ڈبل وحشت اور بربریت دکھاؤں گا۔۔ کاظم شاہ الٹے پیر ہوتا تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھتا اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا_ اسکے زخمی ہونٹوں کو اپنی پوروں سے مسلتے ہوئے_ اپنی بھاری آواز میں بے حد غصے سے غرایا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسے پھر سے غصے میں دیکھتے ہوئے اپنی نیلی آنکھیں زور سے میچی تھیں وہ اپنا پورا وجود کمبل میں چھپائے ہوئے تھی۔ اس کے نرمی برتنے کے بعد تو اسے لگا تھا شاید وہ پھر سے اسکے پرانے شاہ جی بن جائیں گے

لیکن وہ تو پھر سے اپنے غصیلے روپ میں آتا اسکے وجود سے جان نکال چکا تھا، ایزل شاہ نے اسکی پوروں کا کھردرا لمس اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتے بمشکل اپنی سسکی روکی تھی، اس بات میں کوئی شک نہیں تھا بے وقوف ایزل شاہ بے حد نازک تھی، اس سے کسی کی تھوڑی سی بھی سختی برداشت نہیں ہوتی تھی۔۔

اسکے یوں سہم کے آنکھیں میچنے پہ کاظم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔وہ معصوم نہیں تھی وہ مظلوم بھی نہیں تھی پھر کیوں بار بار معصوموں اور مظلوموں کی طرح ایکٹ کرتی اسے مزید غصے سے پاگل کر رہی تھی؟ کاظم شاہ کو لگا اگر وہ مزید دو منٹ بھی اس مکار لڑکی کے پاس رکا تو وہ غصے میں اپنے ہوش کھوتا ہوا بہت کچھ غلط کر جائے گا۔۔وہ تیزی سے اس سے دور ہوتا ہوا اپنا رخ موڑ چکا تھا، پھر یاد آیا تھا وہ اٹھارہ سالہ نوخیز کلی تھی، وہ بے حد نازک اور چھوٹی تھی، کچھ دیر پہلے وہ کاظم شاہ کے نیچے بالکل دب چکی تھی، اس جیسی تو دو تین بھی ایک وقت میں آسانی سے کاظم شاہ کے چوڑے سینے میں سما جائیں، اس نے یقیناً اپنی زندگی میں آج پہلی بار اتنا درد برداشت کیا تھا، لیکن وہ یہ سب ڈیزرو کرتی تھی، کوئی شک نہیں تھا وہ اس سے بھی زیادہ ڈیزرو کرتی تھی لیکن کاظم شاہ اپنے دل کو کیسے سمجھاتا جو اسے کمبل میں لرزتے اور درد سے سسکتے دیکھ کے ہی اس کی فکر میں پاگل ہو رہا تھا۔۔کاظم شاہ کا بس نہیں تھا وہ اپنا سر دیوار میں مار لے، لڑکیاں سب کچھ کر کے بھی کیسے مظلوم بن جاتی ہیں؟؟ کاظم شاہ غصے سے سوچتا ہوا الماری کی طرف بڑھا تھا، زہرہ مام ایزل شاہ کے کچھ کپڑے اسکی الماری میں سیٹ کروا چکی تھی جنہیں ابھی کاظم شاہ نے اپنی شرٹ نکالتے ہوئے دیکھا تھا، کاظم شاہ اپنی الماری سے اسکی ایک سادہ سی شلوار قمیض نکالتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا، ایزل شاہ ہنوز آنکھیں میچے آنسو بہا رہی تھی۔۔

یہ مظلومیت کا ڈھونگ رچانا بند کرو ایزل شاہ! مجھے نفرت ہو رہی ہے تم سے، تمہارے ان آنسوؤں سے جو ندامت کے احساس سے نہیں بلکہ درد کے احساس سے تمہاری عارضوں پہ گر رہے ہیں۔۔اٹھ کے بیٹھو فورا!!! کاظم شاہ اسکے رونے دھونے سے تنگ آتا اسکی شلوار قمیض بیڈ پہ پٹکتا ہوا بلند آواز میں گرجا تھا، اس کی گرج دار آواز پہ ایزل شاہ نے اپنی سانسیں اور ہچکیاں روکتے ہوئے اسے دیکھا تھا، وہ ڈر کی وجہ سے اٹھ بھی نہیں پا رہی تھی، کاظم شاہ کی بیس منٹ کی قربت اسکے پورے وجود میں بری طرح سے درد پیدا کر چکی تھی، ایزل شاہ نے اپنی آنسوؤں سے لبریز نیلی آنکھیں کھولتے ہوئے بچوں کی طرح اپنی چھوٹی چھوٹی بانہیں کاظم شاہ کی طرف پھیلائی تھی۔

مجھ۔۔۔سے۔۔۔اٹھا۔۔۔نہیں۔۔۔جا۔۔۔رہا۔۔۔مجھے۔۔سچی۔۔۔میں۔۔۔درد۔۔۔ہو۔۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔۔وہ اپنا نچلہ ہونٹ مڑوڑتی لمبی سی ہچکی لے کے بولی تھی۔

ایک منٹ سے پہلے اٹھو ایزل شاہ!!!!! تمہارے یہ نخرے دیکھنے والا کاظم شاہ مر چکا ہے۔ تم نے کاظم شاہ کو کاٹھ کا الو سمجھ رکھا ہے جو تم سے منہ کی کھانے کے بعد بھی تم سے نرمی برتے گا؟ تمہارے نخرے اٹھائے گا؟ اب تم تو کیا شاہ ہویلی کے تمام مکین ترسو گے کاظم شاہ کا نرم روپ دیکھنے کے لئے!! تمہاری مکاری، تمہارے دھوکے بازی نے ایک نئے کاظم شاہ کو جنم دیا ہے جس پہ تمہاری اس جھوٹی معصومیت کا بالکل اثر نہیں ہونے والا۔۔ کاظم شاہ اسکی بچوں سی حرکتوں کو نظر انداز کرتا اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیوار پہ مارتے اذیت سے چیخا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی آنکھوں میں طیش کی شدید لالی کے ساتھ ساتھ اسکے خطرناک حد تک تنے تاثرات کو دیکھتی اپنی پھیلی بانہوں کو سمیٹتی تیزی سے کہنیوں کے بل بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو ہنوز جاری تھے۔۔

اس طرح سے تو وہ لڑکیاں بھی ایکٹ نہیں کرتیں جن کے خدانخواستہ ریپ ہو جاتے ہیں!! کاظم شاہ اسے یوں ڈر ڈر کے اٹھتے دیکھ کے استہزایا انداز میں بولتا اسے کہنی سے پکڑ کے ایک جست میں ٹھیک سے بیڈ پہ بٹھا چکا تھا، کاظم شاہ کے یوں بٹھانے پہ ایزل شاہ کے وجود سے کمبل سرکا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ ایزل شاہ نے اپنی نظریں جھکاتے ہوئے اپنے بہتے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کیا تھا اپنے وجود سے کمبل سرکتا دیکھ کے اسکے گال تپ اٹھے تھے، اسے لگ رہا تھا شاید وہ ڈرامے کر رہی ہے لیکن ایزل شاہ کو واقعی ہی اپنی طبیعت خراب ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

کاظم شاہ نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اس پر سے کمبل اتارتے اسے ایک جھٹکے میں اپنی گود میں بٹھایا تھا، ایزل شاہ نے کمرے میں لائٹس کی روشنی میں اپنے برہنہ وجود کو دیکھتے ہوئے خود کو کاظم شاہ کے سینے میں چھپایا تھا جو اسکی قمیض پکڑتا ہوا اسے پہنانے والا تھا۔ اس نرم و ملائم روئی سے وجود کو اپنے چوڑے مضبوط سینے میں گھستے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے بالوں کو گدی سے پکڑتے ہوئے اسے خود سے دور کیا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکے بہتے آنسوؤں کو سرے سے نظر انداز کرتے اس کے گلے میں قمیض ڈالی تھی، لیکن اسے قمیض پہناتے وقت کاظم شاہ کی نظریں اسکی گردن اور گردن سے نیچے نظر آتی گہرائیوں پہ اپنی شدتوں کے نشانات پہ پڑی تھی، اسکی پوری گردن اور گردن سے نیچے والی جگہ پہ سرخ دھبے بن چکے تھے، اسکی گردن اور سینے پہ کاظم شاہ کے دانتوں کے نشان پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے، کاظم

شاہ نے اسے قمیض پہناتے ہوئے نامحسوس انداز میں اسکے نرم سینے کو اپنی پوروں سے نرمی سے سہلایا تھا، اسکے نرم لمس کو محسوس کرتی ایزل شاہ ایک منٹ میں ہچکیوں سے روتی کسی بچے کی طرح پھر سے اس سے لپٹتے اسکے باڈی بلڈر سینے پہ ٹھوری ٹکا کے اپنی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی اور شکوہ لئے اسے دیکھ رہی تھی، کاظم شاہ نے اسکے شکوے کو پڑھتے ہوئے اسکے سینے پہ جھکتے ہوئے اپنے دیئے گئے سرخ نشانوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ ثبت کئے تھے، اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکیں لرزی تھی، دودھیا سفید گال دہک کے لال ہوئے تھے، ایزل شاہ نے اسکے نرم لیکن آگ کی طرح دہکتے لمس پہ اسکی بلیک ٹی شرٹ کندھوں سے مضبوطی سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں بھینچی تھی جس پہ کاظم شاہ نے ہوش کی دنیا میں لوٹتے ہوئے اپنے لب اسکے سینے سے ہٹاتے اسے جلدی سے کپڑے پہنائے تھے، کاظم شاہ کو اپنی نرمی پہ ایک بار پھر سے جی بھر کے غصہ آیا تھا، اسے کپڑے پہنانے کے بعد کاظم شاہ اسے غصے سے اپنی گود سے بیڈ پہ دھکیلتے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔۔ اسکے یوں دھکیلنے پہ ایزل شاہ اوندھے منہ بیڈ پہ گری تھی، کاظم شاہ اس پہ ایک بھی غلط نگاہ ڈالے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا، لیکن زور سے دروازہ بند کرنا وہ نہیں بھولا تھا۔

چاکلیٹ براؤن پینٹ کے ساتھ سکن شرٹ میں ملبوس ارزم شاہ ہمیشہ کی طرح اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے ہوئے تھا، کل ہویلی میں ہوئے واقعے کی وجہ سے ارزم شاہ کے تاثرات ہنوز تنے ہوئے تھے، ارزم شاہ اپنے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی لئے تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا، سامنے ڈائیننگ روم میں کاظم شاہ کے علاوہ سب کو ناشتہ کرتے دیکھ کے ارزم شاہ نے استہزایا انداز میں سر جھٹکا تھا، گلابی نفیس سے کرتے میں ملبوس ایزل شاہ کو ناشتے کے ٹیبل پہ دیکھ کے ارزم شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچی تھیں، یہ لڑکی اسکے لالہ کے کردار کو مشقوق بنا کے کیسے سکون سے ناشتہ کر سکتی تھی؟؟ ارزم شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔ ارزم کی شہد رنگ آنکھوں میں رت جگے کی سرخی تھی وہ رات میں ہی اپنے کمرے کی کھڑکی سے ہی کاظم شاہ کو سیگریٹ پھونکتے ہوئے پورچ سے اپنی گاڑی ہویلی سے نکالتے دیکھ چکا تھا، جب کاظم شاہ پوری رات نہیں سویا تھا تو ارزم شاہ کیسے سو سکتا تھا؟ ارزم شاہ ان سب کو سلام کیے بغیر غصے سے تن فن کرتا راہداری کی طرف بڑھ چکا تھا، احان شاہ نے اپنا نچلہ عنابی لب دباتے ہوئے ارزم شاہ کی چوڑی پشت کو گھورا تھا جو

ہمیشہ احتراماً اسے اپنی کرسی سے اٹھ کے بیٹھنے کے لئے جگہ دیتا تھا لیکن آج سلام تو دور وہ اسے باقاعدہ دیکھ کے نگاہیں پھیرتا ہوا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ایزل شاہ اپنے لبوں پہ ہلکی سی لپ اسٹک لگا کے اپنے زخمی ہونٹوں کو چھپا چکی تھی، اپنی گردن پہ کاظم شاہ کی دی گئی شدتوں کے نشان اس نے دوپٹے سے چھپائے تھے، اپنی گیلی ذلفیں وہ سکھا کے نیچے آئی تھی، اپنے لالہ کے سینے سے لگنے کے بعد ان کے پریشان اور ندامت بھرت تاثرات دیکھتے اس نے اپنے لالہ کو زبردستی مسکرا کے دیکھتے ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی، ایزل شاہ کے چہرے پہ اگر خوشی کے تاثرات نہیں تھے تو اسکے چہرہ دکھی بھی نہیں تھا، وہ نارمل طریقے سے ایکٹ کرتی آج پہلے سے کچھ میچور لگ رہی تھی، مرحا شاہ اور میرال شاہ کل لیٹ ہویلی میں داخل ہوئی تھیں، انہیں شاہ بی بی اور زہرہ مام سے ڈھکے چھپے الفاظوں میں پوری بات پتا چل چکی تھی، جس پہ وہ ہنوز شاکڈ تھیں۔۔ انہوں نے اپنے کتنے سال کاظم شاہ کے ساتھ گزارے تھے لیکن اس نے آج تک ان پہ ایک بھی غلط نگاہ نہیں ڈالی تھی، انہیں جتنی عزت اور پاکیزگی کاظم شاہ کی نگاہوں میں محسوس ہوتی تھی وہ شاید ہی آج تک کسی کی نگاہوں سے محسوس ہوئی تھی، انہوں نے اس پورے واقعے کو سننے کے بعد بھی کسی قسم کے رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن ہاں ایزل شاہ سے ہمدردی ضرور محسوس ہوئی تھی۔۔ شاہ بی بی نے انہیں یہ بات زوریز شاہ کو بتانے سے منع کی تھی جس پہ مرحا شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا، بھلا اس چیل سی نظر رکھنے والے انسان سے آج تک کوئی بات چھپ سکی تھی؟

شاہ مجھے رات میں تمہارے ساتھ اپنی انگیجمنٹ کی شاپنگ پہ جانا ہے۔۔ میرال شاہ جس کا کل بھی شاپنگ پہ جانے کا پلین کینسل ہو چکا تھا سب کو کل والا واقع بھولا کے نارمل ایکٹ کرتے دیکھ کے اس نے سرعام احان شاہ کو مخاطب کیا تھا جس نے چونک کے ایک نظر میرال کو دیکھتے ہوئے کن اکھیوں سے برتن سمیٹتی گلالئ کو دیکھا تھا، جس کے میرال شاہ کی بات کو سن کے ایک پل کو ہاتھ رکے تھے لیکن اگلے ہی پل وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

ہاں بیٹا ٹھیک کہہ رہی ہے میرال بیٹی۔۔ پرسوں تم دونوں کی منگنی ہے یہ سب تیاریاں تو بہت پہلے کرنے والی ہوتی ہیں۔۔ شاہ بی بی نے میرال کی بات کی تائید کرتے ہوئے نرمی سے احان شاہ کو مخاطب کیا تھا۔(احان شاہ کی بول چال

ھارون شاہ اور داجی سے بند تھی، جس میں زیادہ تر ہاتھ احان شاہ کا خود کا تھا، وہ خود ہی ان سے مخاطب نہیں ہوا تھا جنہوں نے اسکی بہن کے ساتھ انصافی کی تھی۔)

ہمم ٹھیک ہے تم تیار رہنا، میں رات میں آفس سے آ کے لے جاؤں گا۔۔ احان شاہ جسے ہویلی کے ان نازک حالات میں میرال شاہ کی شاپنگ والی بات ایک آنکھ نہیں بھائی تھی، لیکن گلالئ کو یوں خود سے فراموش دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے میرال کو انکار کرنے کی بجائے اسکی بات کی خامی بھرتا پھر سے کن اکھیوں سے گلالئ کو دیکھ رہا تھا، جس نے اسکے جواب پہ اسے زخمی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنے قدم کچن کی طرف بڑھائے تھے۔۔ اس نے آج کافی دنوں بعد اسے اپنی ان شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا۔۔ احان شاہ کے جواب پہ میرال شاہ کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑی تھی لیکن احان شاہ کو اس کی مسکراہٹ سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔۔ اپنا ناشتہ ختم کر کے مرحا شاہ سب کو خدا حافظ کہتی ہوئی ہاسپٹل کے لئے نکل چکی تھی۔۔

کاظم شاہ رات کا ہویلی سے نکلا ابھی ہویلی لوٹا تھا ایک نظر ڈائیننگ روم میں سب کے ساتھ بیٹھی ایزل شاہ کو دیکھتے ہوئے اسکے لہو میں ابال اٹھے تھے، احان شاہ کو اطمینان سے ناشتہ کرتے دیکھ کے ردحلیے میں ملبوس کاظم شاہ نے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے کی بجائے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے قدم ڈائینگ روم کی طرف بڑھائے تھے، وہ مکار لڑکی اور اسکا سفاک بھائی اسکا اطمینان غرق کر کے خود سکون سے ناشتہ کیسے کر سکتے تھے؟؟ کاظم شاہ نے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پہ بیٹھنے کی بجائے بنا کسی کو سلام کیے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اسکی کرسی سے اٹھاتے احان شاہ پہ اپنی نظریں جمائی تھی جو اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

تم روم سے باہر کیا کر رہی ہو سویٹ ہارٹ؟؟ میری ہوس ابھی پوری نہیں ہوئی تھی ڈارلنگ!! کاظم شاہ نے ایزل شاہ کی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی بے حد سخت گرفت جماتے بنا کسی کا لحاظ کئے بے باکی سے ایزل شاہ سے استفسار کیا تھا، ھارون شاہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہاں سے اٹھ کے باہر کی طرف بڑھ چکے تھے، دریاب شاہ نے سالم نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا تھا جس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ تھا، گولڈن آنکھیں سرخ ڈھوروں سے بھری پڑی تھیں۔۔

میری بہن کو چھوڑ کاظم شاہ!! احان شاہ اسکی سرعام بے باکی پہ غصے سے سرخ ہوتا دھاڑا تھا۔۔

جانتے ہو تمہاری بہن بھی ساری رات مجھے یہی بولتی رہی ہے" شاہ جی مجھے چھوڑ دیں" ۔۔ لیکن جب میں نے اسکی بات سنے بغیر فجر تک اسے اپنی مردانگی کا اعلیٰ ثبوت دیا ہے!!تو تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں تمہاری بات کو کسی خاطر میں لاؤں گا احان شاہ؟ کاظم شاہ اپنا آئیبرو آچکا کے بے حد بے باکی سے اپنی بات میں جھوٹ شامل کر کے بولتا سب کا چہرہ سرخ کر چکا تھا۔۔ وہ ایزل شاہ کو ایک جست میں اپنے مضبوط کندھے پہ اٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

یو بلڈی کاظم شاہ!!مر جاؤ تم!۔۔۔ احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکے پیروں میں شیشے کا باؤل چلنا چور کیا تھا۔۔ تمہاری بہن کو اپنی درندگی اور وحشت سے اچھی طرح سے روشناس کروانے کے بعد ہی مروں گا بلڈی مین۔۔۔ کاظم شاہ بھی جوابا بلند آواز میں غراتا ہوا ریلیکس انداز میں سرخ پڑتی ایزل شاہ کے گرد اپنی بانہوں کا حصار مضبوط کرتا سپاٹ تاثرات کے ساتھ ہنوز سیڑھیاں چڑھتا رہا، احان شاہ نے اسکے جواب پہ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے اب کی بار شیشے کا گلاس اٹھاتے ہوئے اسکے گھٹنے کا نشانہ لیا تھا لیکن گلاس ریلنگ کو لگ کے چکنا چور ہوتے ہوئے زمین پہ گرا تھا، احان شاہ اسے مارنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسکی بہن اسکے نکاح میں آچکی تھی اور وہ جانتا تھا ان کی ہویلی کے مرد اپنی عورتوں کے بارے میں کتنے پوزیسیو تھے، اپنے لالہ کے سامنے کاظم شاہ کی ان حرکتوں پہ ایزل شاہ کا شرم سے برا حال تھا، اسکے ہاتھوں کی اتنی سخت گرفت کو اپنے پہلوؤں میں محسوس کرتے ایزل شاہ کو لگا اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گہ، کاظم شاہ کے سرخ چہرے کے تنے تاثرات دیکھتے ہوئے اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوتی محسوس ہوئی تھی، دریاب شاہ نے شدت سے دعا مانگی تھی، احان شاہ یہ باؤل ان کے بے باک بیٹے کے پیروں میں مارنے کی بجائے اسکے دماغ میں مارتا ہوا اسکا سر توڑ دیتا جس نے داجی کا لحاظ بھی نہیں کیا تھا۔۔ میرال شاہ تو تھوک نگلتے ہوئے کاظم شاہ کی چوڑی پشت کو دیکھ رہی تھی، کہاں دیکھا تھا کاظم شاہ کا یہ روپ؟؟ زہرہ مام اور شاہ بی بی پریشانی سے احان شاہ اور کاظم شاہ کو زبانی لڑائی لڑتے دیکھ رہی تھیں۔۔

ارزم شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی کلاس میں داخل ہوا تھا، ارزم شاہ کے چہرے پہ شدید غصہ دیکھتے ہوئے اسکے دوستوں نے کوئی خاص شرارت نہیں کی تھی، جب بھی ارزم شاہ غصے میں ہوتا تھا، اسکے دوست شرارتوں سے پرہیز

ہی کرتے تھے، تاکہ ارزم شاہ کا خطرناک غصہ ان پہ نہ اتر جائے۔۔ نیکسٹ پیریڈ میں ان کا ٹیسٹ تھا، ارزم شاہ کے دوست آج شرافت سے خود ہی پڑھنے میں مصروف تھے کیونکہ وہ جانتے تھے ارزم شاہ غصے میں کسی کو اپنا ٹیسٹ نہیں دیکھاتا بلکہ وہ اپنا ٹیسٹ ختم کر کے سر کو پکڑاتے ہی کلاس سے نکل جاتا تھا، دوستوں کے بارہا پوچھنے پہ بھی ارزم شاہ نے انہیں اپنے غصے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔۔

ذائشہ جو کب سے اپنے ٹیسٹ کی تیاری میں بے حال ہو رہی تھی، ارزم شاہ کو ایک نظر پھر سے دیکھتے اس نے بالآخر اس کے پاس جانے کا سوچا تھا تاکہ اس سے یہ چیپٹر سمجھ سکے، اس نے پہلے ارزم شاہ سے یہ چیپٹر نہیں سمجھا تھا، آج بھی وہ کب سے اسکے پاس جا کے یہ چیپٹر سمجھنا چاہ رہی تھی لیکن اسکے کھلے گریبان کو دیکھتے ہوئے وہ شرم و حیا سے سرخ پڑتی بار بار اسکے پاس جانے کا ارادہ کینسل کر دیتی۔۔ اب ٹیسٹ کے لئے وہ ہمت کرتی ہوئی ارزم شاہ کی طرف بڑھی تھی جو سب سے آخری ڈیسک کی کرسی پہ تقریباً نیم دراز ٹیسٹ کی تیاری کرنے کی بجائے سنجیدگی سے اپنے فون میں مگن تھا۔۔

To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 11

کیوں چھپایا تھا میری درندگی کے ان نشانوں کو؟ کیوں پوری ہویلی والوں کو چیخ چیخ کے نہیں بتایا کہ کاظم شاہ کتنا ہوس پرست ہے؟ کیوں؟ اب کیوں زبان نہیں کھلی تھی تمہاری سب کے سامنے؟؟ ایک دفعہ میری بے رحمی کا ثبوت دیتے ہوئے ان نشانات کا کا نظارہ تو کرواتی سب کو!! اب تو تمہیں سب کی ہمدردیاں بھی مل سکتی تھی ایزل شاہ!! اور اپنے لالہ کو میری مردانگی کا ثبوت تو دیتی یار، اسکو بتاتی کہ میرا شوہر نامرد نہیں ہے، اس نے منٹوں میں مجھے بیڈ پہ پٹکتے ہوئے اپنے جوان مرد ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے میرے پہلوؤں میں اپنی آگ بجھائی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکے وجود سے دوپٹا اتار کے دور پھینکتا اسے زور سے اپنے بیڈ پہ پٹک کے بے باکی سے شیروں کی طرح دھاڑتا ایک جست میں اس کے اوپر سایہ فگن ہوا تھا۔ ایزل شاہ نے سہمتی نگاہوں سے اس بپھرے شیر کو دیکھا تھا جس کی گولڈن آنکھوں میں طیش کی شدید لالی تھی۔۔ اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کا چہرہ متغیر ہوا تھا۔۔

میں نے رات کو تقریباً بیس سے پچیس منٹ تمہیں اپنی قربت بخشی تھی! ایسا ہی ہے نا ایزل شاہ؟؟ کاظم شاہ اچانک سے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے ہوئے دھاڑا تھا، وہ نا جانے اس سے استفسار کر رہا تھا یا اسے بتا رہا تھا۔۔

جواب دو ایسا ہی ہے نا؟؟ کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ اسکے کان میں بلند آواز میں پھنکارا تھا۔۔

ج۔جی۔جی۔۔۔ ایزل شاہ نے سوکھتے سانسوں کے ساتھ اسکی تائید میں سر ہلاتے بمشکل اپنے لبوں سے جواب دیا تھا۔۔

اور ان پچیس منٹوں میں تمہارے ہونٹوں پہ کیا الفاظ تھے؟؟ کاظم شاہ نے اسکے لبوں سے لائٹ پنک لپ اسٹک مسلتے ہوئے ہنوز سخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ اسکے سوال پہ ایزل شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کن الفاظوں کو سننا چاہ رہا ہے، رات میں تو اس نے کتنے ہی الفاظوں سے اس سے رحم کی بھیک مانگی تھی، وہ نا جانے کن الفاظوں کی بات کر رہا تھا۔۔

جواب دو مجھے مکار عورت!!!۔۔۔ کاظم شاہ اسکے بال مٹھی میں جھکڑتا اپنی پوری قوت سے غرایا تھا۔۔

مجھے۔۔۔ سمجھ۔۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔۔ رہی۔۔۔ آپ۔۔۔ کیا۔۔۔ پوچھ۔۔۔ رہے۔۔۔ ہیں۔۔۔ وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی سہم کے بولی تھی، وہ اسکے حکم کے مطابق اسے شاہ جی بولنے سے گریز کر رہی تھی، وہ اسکی رات والی دھمکی بھولی نہیں تھی۔۔

چچ چچ!! اپنی نام نہاد محبت کو رسوا کرنے والی ایزل شاہ اتنی معصوم ہے کہ وہ میری سادہ زبان نہیں سمجھ پا رہی؟؟ کیا تم نے رات میں پورے پچیس منٹ لگاتار مجھ سے معافی نہیں مانگی تھی بلڈی اسٹوپڈ گرل!!! کاظم شاہ اپنا سارا وزن اس کے نازک وجود پہ ڈالتا اسکے ارد گرد ہاتھ مارتے ہوئے حلق کے بل چیخا تھا۔۔

مانگی۔۔۔ تھی!!۔۔۔ میں۔۔۔ پھر۔۔۔ سے۔۔۔ مانگ۔۔۔ لیتی۔۔ ہوں۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھے۔۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دیں۔۔ مجھے۔۔۔ نہیں۔۔۔ پتا۔۔ تھا۔۔۔ ابھی ایزل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے جھکتے ہوئے اپنی پوری شدت سے اسکے ہونٹوں پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جھکڑا تھا۔ ایزل شاہ کی سسکیوں پہ کمرے کے میٹرس پہ سوئی اسکی کٹی نے الرٹ ہوتے اپنی آنکھیں کھولی تھیں جو

رات میں اپنی پوری جان لگاتے ہوئے ایزل شاہ کو کاظم شاہ سے بچانے کی کوشش میں ناکام ہوتی کاظم شاہ کے کمرے سے جانے کے بعد سوئی تھی۔۔ کٹی نے پھر سے کاظم شاہ کو اپنی مالکن پہ ظلم ڈھاتے دیکھ کے اپنے چھوٹے چھوٹے پنجوں کے لمبے ناخن باہر نکالے تھے۔۔

میاؤں۔۔۔ میاؤں ں۔۔۔۔ کٹی ایک جست میں میٹرس سے چھلانگ لگا کے کاظم شاہ کی کمر پہ چڑھ کے اپنے ناخنوں سے اسکی پشت زخمی کر چکی تھی، کاظم شاہ اتنی سردی میں بھی بالکل پتلی سی بلیک ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا، وہ اس وقت کسی بھی جیکٹ یا سویٹر کے بغیر تھا اسی لئے بلی کے تیز ناخن اسے اپنی پشت میں دھنستے ہوئے محسوس ہوئے تھے جس کا بدلہ کاظم شاہ نے ایزل شاہ کے ہونٹوں پہ اتارا تھا، وہ کٹی کے وار نظر انداز کر چکا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکی اتنی بے رحمی پہ کاظم شاہ کی شرٹ گریبان سے تھامتے ہوئے اسے جھنجھوڑا تھا جس پہ کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں کو اگلے ہی پل میں چھوڑتے ہوئے اسکے انہی ہاتھوں کو زور سے مڑوڑا تھا۔۔ اس کے گریبان پکڑنے سے کاظم شاہ کو وہ منظر یاد آیا تھا جب احان شاہ نے اپنی بہن کے جھوٹ پہ یقین کرتے ہوئے اسکا گریبان تھامتے اسے مکے جھڑے تھے۔۔

آئیندہ اپنے ہاتھ کبھی بھی میرے گریبان تک لانے کی کوشش مت کرنا ایزل شاہ!! ورنہ انہیں ہاتھوں کو کاٹ پھینکو گا!! کاظم شاہ اس کے ہاتھوں کو مڑوڑتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں سے غرایا تھا۔۔ ایزل شاہ کو اپنے ہاتھ اسکی گرفت میں ٹوٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔

مجھے۔۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔ دیں۔۔۔ ایزل شاہ نے پھر سے معصومیت سے معافی مانگتے ہوئے کراہ بھری تھی جس پہ کاظم شاہ نے اسکی کلائیاں آزاد کرتے ہوئے پھر سے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ میں جکڑا تھا۔۔

جب الزام بھری محفل میں لگائے جائیں تو بند کمرے میں معافیاں نہیں ملتی ایزل شاہ!! یہ کیسی معافی ہے تمہاری جس کا نہ سر ہے نہ پیر ہے؟؟ یہ معافی تم صرف خود کو میری نظروں کے سامنے معصوم اور مظلوم بننے کے لئے مانگ رہی ہو یا پھر ہو سکتا ہے اپنے گلٹ کو کچھ کم کرنے کے لئے۔۔۔ لیکن یہ معافی کے ذمرے میں نہیں آتا ایزل شاہ یہ صرف تمہاری فار میلٹی ہے۔۔ بارھویں جماعت میں ہو تم یقیناً تمہیں معافی اور فار میلٹی میں فرق تو معلوم ہو گا؟؟ یا وہ بھی میں بتاؤں تمہیں؟؟۔۔۔ کاظم شاہ اب کی بار اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑتا اسکے کرتے کو گلے سے اپنے ہاتھ

کی مٹھیوں میں دبوچتا اذیت کی انتہا پہ چلایا تھا۔۔نیچے ناشتے کے ٹیبل پہ سب کی بے اعتبار نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے کاظم کو کیسا محسوس ہوا تھا، کوئی اسکے دل سے پوچھ کے تو دیکھتا!!

کاظم شاہ کے الفاظوں پہ ایزل شاہ لاجواب ہوئی تھی، اپنی بے بسی اور خود غرضی پہ رونا آرہا تھا، وہ سو فیصد درست تھا۔۔وہ کاظم شاہ کی وحشت سے بھی بچنا چاہتی تھی اور حویلی والوں کی نظروں میں گرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔

رونا بند کرو!! زہر لگ رہے مجھے تمہارے آنسو، تمہارا یہ چہرہ اور تمہارا یہ وجود!!۔۔ایزل شاہ تم میرے اندر اتنی آگ بھڑکا چکی ہو کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی میں خود کو ختم کر ڈالو یا تمہارے اس وجود کا نام و نشان مٹاتے ہوئے تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں۔۔کیوں کیا تم نے ایسا؟؟ یہ تمہاری کیسی محبت تھی ایزل شاہ جس نے کاظم دریاب شاہ کو کہیں کا نہ چھوڑا؟!۔۔ارے اتنا کاری وار کرتے ہوئے میری کسی ایک نیکی کو ہی یاد کر لیتی۔۔کیا اتنا گناہگار تھا میں تمہاری نظروں میں جو پچھلے گیارہ سالوں میں کی گئی میری ایک نیکی بھی تمہارے دل میں میرے لئے رحم پیدا نہیں کر سکی؟؟

کاظم شاہ اسکے گلابی کرتے کو کندھے سے ایک جھٹکے میں چیرتا ہوا جگہ جگہ دانت گاڑتے غصے سے غرا رہا تھا، کل سے چیخ چیخ کے اس کا حلق خشک ہو چکا تھا، بھاری آواز مزید بھاری بن کے خوبصورت ہو چکی تھی، وہ اپنی زندگی میں شاید پہلی بار لگاتار دو دن چیخا تھا، ورنہ وہ کبھی بھی اتنا چیخنے کا عادی نہیں رہا تھا۔۔اسکے ازیت بھرے الفاظوں پہ ایزل شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا۔بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا ایزل شاہ کے پاس،!! وہ تو اپنی چند باتوں سے اسکی ایسی کی تیسی کر کے رکھ چکا تھا۔۔وہ دونوں بھائی کیا تھے؟ ان کی باتیں سیدھی دل پہ کیوں لگتی تھیں؟؟ ایزل شاہ نے کاظم شاہ اور کل کی ارزم شاہ کی دھاڑوں کو یاد کرتے ہوئے اپنے دل سے پوچھا تھا۔۔"کیونکہ وہ چھ سو مختلف زبانوں میں بندے کے منہ پہ سچ مارتے ہوئے اگلے کو اسکی اوقات یاد دلاتے تھے"۔۔ایزل شاہ کے کہیں اندر سے آواز آتی اسکا چہرہ اہانت سے سرخ کر چکی تھی۔۔

ایزل شاہ اپنی گردن اور کندھوں پہ اسے اپنے دانتوں سے ظلم ڈھاتے دیکھ کے سسکی تھی جس پہ کاظم شاہ کی شدت میں قطعی کمی نہیں آئی تھی البتہ کاظم شاہ کی کمر پہ بیٹھی اسکی کٹی کے ناخنوں میں شدت ضرور آئی تھی، کاظم شاہ نے اپنی پشت پہ بے حد جلن محسوس کرتے ہوئے اپنے ایک ہاتھ کو پیچھے لے جاتے اس کٹی کو گدی سے پکڑتے ہوئے زمین پہ پھینکا تھا، جس پہ روتی ہوئی ایزل شاہ نے فکر مندی سے اپنی کٹی کی طرف دیکھا تھا جو کاظم شاہ کو گھور کے اونچی

اونچی آوازیں نکالتی اس سے عورتوں کی طرح جھگڑ رہی تھی لیکن کاظم شاہ اسکی کٹی کی طرف متوجہ نہیں تھا وہ اسکے کرتے کو گلے سے پھاڑتا ہوا پھر اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ جھکنے ہی والا تھا جب وہاں پہ پہلے سے ہی اپنی بے رحمی کے نشان دیکھتے کاظم شاہ نے اپنا ارادہ ترک کرتے ہوئے ایزل شاہ کے گالوں پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

مجھے۔۔۔ درد۔۔۔ ہو۔۔ رہا۔۔۔۔ ہے۔۔۔ اور۔۔۔ سانس۔۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔۔ رہی۔۔۔ پلیز۔۔۔ کچھ۔۔۔ دیر۔۔۔ کے۔۔۔ لئے۔۔۔ مجھ۔۔۔ پر۔۔۔ سے۔۔۔ اٹھ۔۔۔ جائیں۔۔۔ اسے اپنے لبوں پہ پھر سے جھکتے دیکھ کے ایزل شاہ نے سوں سوں کرتے ہوئے اسے روکنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔۔

تمہاری یہ سانسیں ہمیشہ کے لئے بند کیوں نہیں ہو جاتی ایزل شاہ؟ مرتی کیوں نہیں ہو تم؟ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی اتنے کانفیڈنس سے زندہ کیسے ہو؟؟ ایزل شاہ بیڈ کراؤن پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا مارتے ہوئے دھاڑا تھا، وہ پوری رات سب کی بے اعتباری پہ سیگریٹ پھونک پھونک کے خود کو اذیت دیتا جتنا سلگا چکا تھا وہ اسے بے حس بنانے کے لئے کافی تھی، رات وہ جو تھوڑا بہت نرم پڑ رہا تھا، اب اس کے لمس اور اسکے الفاظوں کی ساری نرمی نہ جانے کہاں دور جا سوئی تھی۔۔ اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کے دل کو ٹھیس سی پہنچی تھی، وہ اپنی "اووزی" کو مر جانے کے لئے کہہ رہا تھا؟ یہ بات ایزل شاہ کسی صورت قبول نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

مر۔۔ جاؤ۔۔۔ گی۔۔۔ تو۔۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دیں۔۔۔ گے؟؟ ایزل شاہ نے لمبی سی ہچکی بھر کے اسکے ہاتھ کو تھام کے لبوں سے لگاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ اسکے سوال پہ کاظم شاہ نے خاموشی سے اسکی طرف دیکھا تھا، اور پھر وہ اسے جواب دینے کے بجائے جھٹک کے اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتا اسکے اوپر سے اٹھ چکا تھا۔۔

روز محشر تک نہیں کروں گا!! کاظم شاہ جھک کے اسکے زخمی لبوں پہ ایک بار پھر سے دانت گاڑ کے بے تاثر لہجے میں بولتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

کیا میرا گناہ اتنا بڑا ہے؟؟ اتنی بری کیوں ہو تم ایزل شاہ؟ کیوں اتنی گر چکی تھی تم؟؟ ایزل شاہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے خود سے سوالات کر ڈالے جس کا جواب اس کے خود کے پاس بھی نہیں تھا۔۔

بھابھی آرہی ہیں گائز۔۔۔پردے میں چھپی ذائشہ کو ارزم شاہ کی طرف بڑھتے دیکھ کے بالآخر نوفل کی زبان پہ کھجلی ہوئی تھی، وہ رازدارانہ انداز میں بولا تھا جس پہ ارزم شاہ کے دوستوں کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑی تھی، ارزم شاہ نے نوفل کی بات سنتے ہوئے اپنے فون سے نظریں ہٹا کے سامنے کی طرف دیکھا تھا، ارزم شاہ نے نوفل کی بات پہ سخت نظروں سے اپنے دوستوں کو گھور کے دیکھا تھا جو اسکے چہرہ پہ غصہ دیکھتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبا کے پھر سے پڑھائی میں مصروف ہو چکے تھے۔۔ارزم شاہ جس کا کل تک ذائشہ کو دیکھ کے دل دھڑک رہا تھا، آج اس کے دل کی دھڑکنیں ساکت تھیں یا شاید وہ خود ہی اپنے دل کی دھڑکنوں پہ قابو پائے ہوئے تھا، جب اسکے گھر کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی ایزل شاہ نے اسکے لالہ کے اتنے سالوں کے صاف کردار کو مٹی میں ملایا تھا تو یہ کل کی آئی لڑکی کیا ارزم شاہ کے ساتھ مخلص ہو سکتی تھی؟؟ کون جانے وہ پردہ بھی شاید دکھاوے کے لئے کرتی تھی، اور جتنی وہ بے وقوف بنتی تھی اتنی بیوقوفی کا مظاہرہ تو شاید کوئی دس سال کا بچہ بھی نہ کرتا ہو۔۔ارزم شاہ کل والے واقعے کے بعد لڑکیوں کو لے کے بے حد بدگمان ہو چکا تھا، اسے لڑکیوں سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جو سب کچھ کر کے بھی اپنی معصومیت دیکھا کے سب کو موم کر دیتی تھی، وہ کاظم شاہ تھا جس نے ایزل شاہ کو بخشا تھا اگر کاظم شاہ کی جگہ کوئی ارزم شاہ کے ساتھ ایسا کرتا تو وہ اسے ایک رات میں ادھیڑ کے رکھ دیتا، کیونکہ ارزم شاہ غلطی معاف نہیں کرتا تھا، غلطی کی سزا دینا ارزم شاہ کے پسندیدہ کاموں میں سے ایک تھا، ارزم شاہ اپنی طرف بڑھتی ذائشہ کو دیکھتے ہوئے اپنی شہد رنگ آنکھوں میں غصے کی سرخی لئے سوچ رہا تھا۔

ایکسکوزمی۔۔ش۔شاہ!! ذائشہ نے اسکی کرسی سے دو قدم کے فاصلے پہ کھڑے ہوتے اسے جھجھک کے پکارا تھا، پوری کلاس اسے "شاہ" ہی پکارتی تھی، اسی لئے ذائشہ نے بھی اسکا نام پکارنے کی بجائے اسے "شاہ" ہی پکارا تھا، اسکے یوں پکارنے پہ ارزم شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا، ارزم شاہ نے اپنی تیز چلتی دھڑکنوں کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اپنا آئیبرو اچکاتے اسکی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

مجھے۔۔یہ۔۔چیپٹر۔۔

سمجھا۔۔دیں۔۔پلیز۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔سٹارٹنگ۔۔کی۔۔۔یہ۔۔کلاس۔۔نہیں۔۔۔لی۔۔تھی۔ذائشہ سر جھکائے معصومیت سے جھجھک کے بول رہی تھی، وہ اسکے کھلے گریبان سے نظر آتے سفید چٹانی سینے کو دیکھنے سے گریز برت

رہی تھی، تقریباً کلاس کی تمام لڑکیوں کی حسد بھری نظریں ذائشہ پہ ٹکی ہوئی تھیں جو اس وقت یونیورسٹی کے سب سے ہینڈسم اور خوبصورت لڑکے سے مخاطب تھی،

تو میں کیا کروں اگر تم نے سٹارٹنگ کی کلاسس نہیں لیں؟؟ میں نے نہیں بولا تھا لیٹ ایڈمیشن لینے کو۔۔۔ ارزم شاہ سرد مہری سے بولتا ہوا اپنی نظریں پھر سے فون کی طرف مرکوز کر چکا تھا، ذائشہ کو اسکا لہجہ عجیب لگا تھا، اس دن تو وہ اتنا نرم بن رہا تھا، یہ آج اچانک سے اسے کیا ہوا تھا؟ ذائشہ نے حیرت سے سوچا تھا لیکن پھر اپنی غلط فہمی سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرتے ہوئے اسے ایک بار پھر سے پکارا تھا۔۔

نہیں۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔۔ نہیں۔۔ بولا۔۔ تھا۔۔ میرا۔۔ خود۔۔ کا۔۔ دل۔۔ ہی۔۔۔ لیٹ۔۔۔ مانا۔۔ تھا۔۔۔ لیکن اب تو میں ایڈمیشن لے چکی ہوں نا پلیز مجھے یہ چیپٹر سمجھا دیں، ٹیسٹ میں صرف آدھا گھنٹہ بچا ہے۔ ذائشہ ہنوز نظریں نیچے کئے معصومیت سے منمنائی تھی، ذائشہ کی معصوم باتوں پہ ارزم شاہ کے دوستوں نے مسکراتے ہوئے ارزم شاہ کو دیکھا تھا!! وہ جو پہلے ہی تپا بیٹھا تھا، اب اپنے دوستوں کو بلا فضول میں معنی خیزی سے مسکراتے دیکھ کے اسکا میٹر شارٹ ہوا تھا۔

ایڈمیشن لے چکی ہو تو مجھ پہ کوئی احسان نہیں کیا تم نے ایڈمیشن لے کے۔۔ تمہیں پوری کلاس میں صرف میں ہی نظر آرہا ہوں چیپٹر سمجھنے کے لئے؟ کیا ایک باپردہ لڑکی کو کسی لڑکے سے گفتگو کرنا زیب دیتا ہے؟؟ ہماری کلاس میں آل موسٹ 45 گرلز ہیں، تم ان سے مدد مانگنے سے پہلے ڈائریکٹ میرے پاس کیوں آئی ہو؟؟ ارزم شاہ اسکی طرف دیکھتا ہوا دبی دبی آواز میں غرایا تھا، جس پہ ذائشہ کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا تھا، اس نے بھی سب کی طرح اسکے پردے پہ سوال اٹھایا تھا، ذائشہ نے ایک نظر پوری کلاس پہ ڈالی تھی جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی اور زیادہ تر کلاس ارزم کی باتوں پہ متفق نظر آرہی تھی، لڑکیوں کے چہرے پہ دل جلانے والی مسکراہٹ تھی، جیسے اس کا مذاق بنا رہی ہوں۔۔

شاہ!! ولی نے ذذائشہ کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا کندھا سہلاتے اسے ریلکس کیا تھا جو بلا فضول میں اس بیچاری لڑکی پہ بھڑک رہا تھا۔ ارزم شاہ نے غصے سے ولی کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکتے مزید کچھ بولنے کے لئے اپنے لب وا کئے تھے جب اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی ذائشہ بول پڑی۔۔

آئی۔۔ایم۔۔آئی ایم سوری۔۔۔میں نے شاید آپ کو ڈسٹرب کر دیا۔۔ذائشہ اپنی پلکیں جھپک جھپک کے اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی اسے تیزی سے سوری کہتے ہوئے اپنی جگہ کی طرف بڑھ چکی تھی۔ارزم شاہ نے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک نظر ذائشہ کی پشت کو اور دوسری نظر پوری کلاس کو دیکھ کے پھر سے اپنا دھیان فون کی طرف مرکوز کیا تھا۔۔

ذائشہ نے اپنی جگہ پہ بیٹھنے کے بعد کسی سے مدد نہیں مانگی تھی،وہ اپنے رجسٹر پہ جھک کے سوال حل کرتی بے آواز رو رہی تھی،ذائشہ کے آنسو اسکا نقاب اور رجسٹر گیلا کر چکے تھے،وہ دوسری لائن میں بیٹھی ہوئی تھی اور ارزم شاہ سب سے لاسٹ لائن پہ۔۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک ذائشہ روتے ہوئے اپنا سر کھپا کے ٹیسٹ کی تیاری کرتی رہی تھی،لیکن اس کے پلے کچھ بھی نہیں پر رہا تھا،ذائشہ کو اتنی زور کا رونا آرہا تھا،اسکا بس نہیں تھا وہ ہوسٹل میں جا کے اپنے بستر میں گھس کے زوروں سے روئے،لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس ٹیسٹ کے مارکس اس کے پیپرز کے مارکس میں ایڈ (جمع) ہونے تھے۔

سر کلاس میں آچکے تھے،ٹیسٹ سٹارٹ ہو چکا تھا،سب بچے کھلی کھلی لائنز بنا کے بیٹھ چکے تھے،یوں کے کوئی بچہ آسانی سے چیٹنگ نہیں کر سکتا تھا سوائے ارزم شاہ کے دوستوں کے جنہوں نے چیپٹر کا ایک ایک حصہ بانٹ بانٹ کے پڑا تھا،وہ لوگ تو اس وقت بھی شیٹ آسانی سے ایکسچینج کر سکتے تھے،اگر سر ان کے سر کے اوپر کھڑے ہوں!! ذائشہ کو ٹیسٹ کافی مشکل لگ رہا تھا،اسے بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی وہ ٹیسٹ میں کیا لکھے،سب بچے تیزی سے ٹیسٹ حل کر رہے تھے جسے دیکھتے ہوئے ذائشہ کو مزید رونا ارہا تھا،اسے لگا شاید وہ کلاس میں اکیلی نالائق لڑکی ہے جس کو ٹیسٹ نہیں آتا،ذائشہ نے ابھی تک اپنے ٹیسٹ کی شیٹ پہ اپنا نام،رولنمبر اور سوال ہی لکھے تھے،جواب اسے آتے نہیں تھے تو اس نے خود سے غلط لکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی،ذائشہ کو ٹینشن کی وجہ سے اپنی طبیعت خراب ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی،وہ پڑھائی میں کافی اچھی رہی تھی لیکن اس یونیورسٹی میں آکے اسے اپنے ستارے گردش میں ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔۔وہ اپنی پڑھائی کو لے کے کافی حساس تھی،بالآخر دس منٹ تک کسی کو بھی اٹھتے نہ دیکھ

کے ذائشہ اپنی بھیگی ہیزل آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی، اسکے اتنی جلدی ٹیسٹ کرنے پہ سر سمیت سب نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا تھا، حتی کہ ارزم شاہ نے بھی!

سر۔۔میرا ہو گیا۔۔۔ذائشہ نے اپنا ٹیسٹ سر کی طرف بڑھاتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تھا۔ سر نے حیرانگی سے اسکا ٹیسٹ دیکھا تھا جس پہ ایک بھی سوال حل نہیں تھا۔۔

آپ نے ٹیسٹ کو مذاق لیا ہوا ہے ذائشہ ؟؟ یا آپ نے پڑھائی کو ہی مذاق سمجھ رکھا ہے؟ یونی آ گئے کلاس لی، دوستوں سے گپیں لگائی، کھایا پیا اور گھر چلے گئے۔۔بس یہی زندگی ہے آج کل کے سٹوڈنٹس کی! کیا فایدہ یونی کی اتنی فیس دینے کا، ماں باپ کے پیسے خرچ کروانے کا، جب ٹیسٹ اور پیپرز میں آپ لوگوں نے کچھ کرنا کی نہیں ہے ؟؟ سر بھی شاید آج اپنی بیوی سے جھگڑ کے آئے تھے، جو ذائشہ کو اور پوری کلاس کو ایک نظر دیکھ کے غصے سے بھڑکنا شروع کر چکے تھے۔۔

سر۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔سٹارٹنگ۔۔۔ابھی ذائشہ آنسو بہاتی ہوئی سر کو کوئی صفائی دیتی، جب حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکنے کی وجہ سے اس کا جملہ ادھورا رہ چکا تھا۔۔

لو جی ٹیسٹ خالی دے ایک احسان تو آپ پہلے ہی مجھ پہ کر چکی ہیں، اب رو دھو کے ایک احسان مزید کر دیں، رونے دھونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے بیٹا، اگلی بار اچھی تیاری کیجیئے گا، یہ سب میں آپ کے فائدے کے لئے ہی سمجھا رہا ہوں۔ سر بھی ذائشہ کی جی بھر کے بے عزتی کرنے کے بعد آخر میں نرم پڑے تھے۔۔ذائشہ سر کی بات پہ ہاں میں سر ہلاتی اپنی چیئر سے بیگ اٹھا رہی تھی جب اسکی نظریں بے ساختہ آخری کرسی پہ بیٹھے اس "بے رحم شاہ" پہ پڑی تھیں جس نے آج اسے پوری کلاس میں ذلیل کرنے کے بعد سر سے بھی ذلیل کروایا تھا، ارزم شاہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا، اسکی بھیگی ہیزل آنکھوں کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، اسے سر پہ اس وقت اتنا غصہ تھا اس کا بس نہیں تھا وہ کوئی کرسی اٹھا کے سر کے گنجے سر پہ مار دیں جنہوں نے اتنی سی بات پہ اس بیچاری کی اتنی انسلٹ کر دی تھی، اور وہ ایسا کر بھی گزرتا اگر سامنے اسکے استاد کی جگہ کوئی اور ہوتا۔۔ارزم شاہ شاید بھول چکا تھا اس سب کی وجہ وہی ہے۔۔ذائشہ، ارزم شاہ کو اپنی شکوہ کناں ہیزل آنکھوں سے دیکھتی اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی ہوئی تیزی سے کلاس سے باہر جا چکی تھی۔۔اسکی سوجھی ہیزل آنکھیں بھیگ کے اور خوبصورت ہو چکی تھی، اس کی آنکھیں تو ارزم شاہ

کے دل پہ پہلے دن سے ہی وار کر چکی تھیں لیکن آج اسکی آنکھوں میں شکوے کے ساتھ ساتھ آنسو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ سے اپنا دل سنبھالنا مشکل ہوا تھا۔۔

ارزم جلدی سے اپنی کرسی سے اٹھ کے سر کو اپنا آدھا ادھورا ٹیسٹ پکڑاتا بے ساختہ ذائشہ کے پیچھے گیا تھا جو نا جانے باہر نکلتے ہی کہاں غائب ہو چکی تھی۔۔

یہ کیا ہو چکا ہے میری کلاس کو؟؟ کیا ٹیسٹ اتنا ہی مشکل تھا؟؟۔۔۔ سر جو ارزم شاہ کا آدھا ادھورا ٹیسٹ دیکھ کے حیرانگی کی مورت بنے ہوئے تھے، ارزم کے کلاس سے نکلتے ہی سر پوری کلاس کے اوپر گرجے تھے، سر کے ماننے میں بات نہیں آ رہی تھی ان کی کلاس کے سب سے ہونہار بچے نے اپنا ٹیسٹ ادھورا چھوڑا تھا، اور ایسا ارزم شاہ نے آج تک نہیں کیا تھا!

ارزم شاہ نے ذائشہ کو پوری یونیورسٹی میں دیکھ لیا تھا لیکن وہ اسے کہیں بھی نہیں ملی تھی۔ وہ خود پہ حیران بھی تھا، اس نے کل کے ہوئے واقعے کے بعد اپنے دل میں عہد کیا تھا وہ کبھی بھی کسی لڑکی کو "پرنسس ٹریٹمنٹ" نہیں دے گا! لیکن پھر نا جانے کیوں دل اسکی فکر میں پاگل ہو رہا تھا۔۔

ذائشہ یونیورسٹی کے ہوسٹل میں آتے ہی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی، اس کے کمرے میں اسکے ساتھ دو روم میٹس بھی تھیں جو اس وقت یونی میں تھی، ذائشہ کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی اپنے بیگ کو صوفے پہ پھینکتے روتی ہوئی اپنا نقاب اتار رہی تھی۔۔ سرخ و سفید رنگت، خوبصورت معصوم نقوش، رونے کی وجہ سے سرخ ہوتی چھوٹی سی ناک ، مومی گلابیاں بکھیرتے گال۔۔ وہ بلاشبہ بے حد حسین تھی۔۔ ذائشہ اپنا نقاب اور برقعہ اتارتے ہی اپنے بیڈ پہ اوندھے منہ گرتی پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو چکی تھی، لائٹ براؤن لمبے سلکی بال کیچر سے آزاد ہوتے ہوئے اسکی پشت اور چہرے پہ بکھرتے روتی ہوئی ذائشہ کی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

گلے۔۔۔ زرا میرے ساتھ بازار تو چل، سارا راشن ختم ہو چکا ہے، اور ٹھنڈ بھی تو بڑھ رہی ہے نا، تیرے لئے کوئی دو چار جرسیاں ہی خرید لیں گے۔۔ زرتاج اماں اور گلالئی عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے انیکسی میں آئیں تھیں۔۔ نماز پڑھنے کے بعد گلالئی کو سردی میں بنا جرسی کے اپنے کپڑے دھوتے دیکھ کے انہوں نے گلالئی کو مخاطب کیا تھا۔

زرتاج اماں کی بات پہ گلالئی کو وہ منظر یاد آیا تھا جب احان شاہ نے میرال کے ساتھ منگنی کی شاپنگ پہ جانے کے لئے حامی بھری تھی۔۔

اتنی جرسیاں تو ہیں میرے پاس اماں! چھوڑیں، میرا دل نہیں چاہ رہا۔۔ گلالئی اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی کپڑے نچوڑ کے تار پہ ڈالتے ہوئے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں معصومیت سے بولی تھی۔۔

ارے کہاں ہیں۔۔ وہ پچھلے سیال کی دو جرسیاں ہیں۔۔ چل نا میری شہزادی، ماں کی بات نہیں مانے گی؟۔۔ زرتاج اماں اسکے پاس آ کے محبت سے اسکا ماتھا چومتی بولی تھی، ان کی محبت پہ گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھوں میں ڈھیروں آنسو جمع ہوئے تھے، ایک وہی تو تھیں جو اس کے ناز نخرے اٹھاتی ہوئی اس پہ پیار جتاتی تھیں، وہ الگ بات گلالئی نے انہیں کبھی اتنے نخرے نہیں دیکھائے تھے، زرتاج اماں خود ہی اسکی ہر ضرورت پوری کرتی تھیں۔

اچھا اماں چلتی ہوں! لیکن مغرب سے پہلے ہی واپس آ جائیں گے، آپ جانتی ہیں نا رات کے اندھیرے میں مجھے ہویلی سے باہر ڈر لگتا ہے۔۔۔ گلالئی بھرائی آواز میں بولتی ان سے دور ہوئی تھی جس پہ اماں نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی بات کی تائید کی تھی، اماں کو چادر لے کے تیار دیکھتے ہوئے گلالئی نے ایک نظر اپنی دونوں چادروں کو دیکھا تھا جو ابھی ہلکی ہلکی سی گیلی تھیں، اس کے پاس یہی دو چادریں تھی، جنہیں اس نے کچھ دیر پہلے ہی دھو کے دھوپ میں ڈالا تھا، باقی چھوٹے دوپٹے اس کے پاس تھے، لیکن وہ باہر اتنے چھوٹے پلوں اوڑھ کے نہیں جاتی تھی، اور اماں کے پاس تو تھی ہی ایک چادر جو انہوں نے خود اوڑھ رکھی تھی، گلالئی نے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے چھوٹی سی لکڑی کی الماری سے اپنا کوئی بڑا سا دوپٹا ڈھونڈا تھا، لیکن اس کے سارے دوپٹے فینسی کپڑوں کے تھے، جو اماں اسے کسی فنکشن پہ یا عید کے عید دلاتی تھیں، وہ سب دوپٹے بازار میں لے جانے کے لئے بالکل نامناسب تھے، لائٹ بھی گئی ہوئی تھی ورنہ وہ اپنی گیلی چادر استری کر کے ہی سکھا لیتی۔۔

بھی جا گلے پھر مغرب ہو جائے گی۔۔۔۔ باہر سے زرتاج اماں کی آواز سنتے ہوئے گلالئی نے انہیں اپنی چادر کا مسئلہ بتاتے ہوئے پریشان نہیں کیا تھا ورنہ وہ بازار جا کے اسے آدھے پیسوں کی تو چادریں ہی خرید دیتی۔۔ اسی لئے گلالئی نے الماری بند کرتے ہوئے پھر سے صحن میں آتے اپنی گیلی کالی چادر اپنے پورے وجود پہ اوڑھتے اپنا چہرہ ڈھکا تھا، اماں تو اسے صحن میں آتے دیکھ کے ہی انیکسی سے باہر بڑھ چکی تھیں، انہوں نے اسے گیلی چادر لیتے ہوئے نہیں دیکھا

تھاورنہ اتنی سردی میں اس کے بیمار ہونے کے ڈر سے اسے ٹوکتی ضرور، گلالئ نے اس گیلی چادر میں ان کمفرٹیبل ہوتے انیکسی کے دروازے کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے، وہ ابھی دو قدم ہی چلی تھی جب اپنی گاڑی سے نکلتے احان شاہ کی نظریں انیکسی کا دروازہ بند کرتی گلالئ کی پشت پہ پڑی تھیں، اسکی وجود کے ساتھ چپکی ہوئی چادر دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنی گاڑی کا دروازہ اپنی پوری قوت سے بند کرتے ہوئے اپنے قدم انیکسی کی طرف بڑھائے تھے، احان شاہ کی سبز آنکھیں غصے کے احساس سے شدید سرخ ہوئی تھی، احان شاہ نے انیکسی کی طرف جاتے ہوئے آس پاس کھڑے ملازموں کو دیکھا تھا جو نظریں جھکائے ہوئے تھے، صد شکر ان میں سے کسی کا رخ بھی انیکسی کی طرف نہیں تھاورنہ احان شاہ ان کی آنکھوں میں تیزاب پھینک دیتا۔۔

زرتاج اماں نے لمبے چوڑے احان شاہ کو غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اپنی طرف آتے دیکھ کے تھوک نگلا تھا، ناجانے وہ کیوں اتنے خونخوار تاثرات لئے ان کی طرف آرہا تھا۔

کہاں جارہی ہیں آپ دونوں؟؟ احان شاہ ان کے قریب آتے زرتاج اماں کے ہاتھ میں چھوٹا سا پرس دیکھتے غصے دبی دبی آواز میں غرایا تھا، یقیناً وہ پرس پکڑ کے ہویلی کے اندر تو جا نہیں رہی تھیں۔۔ احان شاہ کی غراہٹ پہ دروازے کو کنڈھی لگاتی گلالئ کے ہاتھ لرزے تھے۔۔

شاہ صاحب! یہ بس بازار تک ہی جارہے ہیں، پھر ہویلی آکے رات کا کھانا ہی تیار کرنے والے تھے۔۔ زرتاج اماں نے مدھم لہجے میں جواب دیا تھا، انہیں لگا شاید وہ بھی شاہ بی بی کی طرح انہیں چوبیس گھنٹے ہویلی میں کام کرتے دیکھنا چاہتا ہے، اسی لئے یوں بھڑک رہا ہے۔۔ زرتاج اماں کے منہ سے بازار کا سنتے ہوئے احان شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی، یعنی وہ اس حلیے میں بازار جانے والی تھی؟؟ غصے سے سوچتے ہوئے احان شاہ کے لہو میں بھانبھڑ جلے تھے۔۔ وہ اپنے چوڑا وجود لئے بالکل گلالئ کے پشت پہ کھڑا تھا، تاکہ کوئی ملازم غلطی سے بھی اسکے گلالئ پہ نظر نہ ڈال سکے جس کے وجود کے ساتھ چادر چپکی ہوئی تھی۔ احان شاہ نے دو قدموں کا فاصلہ ختم کرتے ہوئے ایک ہاتھ گلالئ کی بل کھاتی کمر میں ڈالتے دوسرے ہاتھ سے انیکسی کا دروازے دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھولتے اسے اندر کی طرف دھکیلا تھا، گلالئ جو اس اچانک افتاد پہ گرنے والی تھی، احان شاہ نے شدید غصے سے اسکی کلائی جکڑتے ہوئے اسے زور سے اپنی طرف کھینچتے گرنے سے بچایا تھا، وہ کسی کٹی ڈال کی طرح لہراتی ہوئی اس کے سینے سے لگی تھی، زرتاج اماں تو

حیرانگی سے احان شاہ کو دیکھ رہی تھی جو گلالئ کو کھینچتا ہوا اندر کمرے کی طرف بھر رہا تھا، احان شاہ نے اپنے قدم گلالئ کے کمرے کی طرف بڑھائے تھے۔۔

چھوڑیں مجھے شاہ سائیں!! گلالئ نے غصے سے اس کے مضبوط ہاتھ سے اپنی کلائی آزاد کروانے کی تگ ودو کی تھی، احان شاہ نے اسکی اونچی آواز سنتے ہوئے اسکی کمر کو مضبوطی سے جکڑتے ہوئے اسکے چہرے سے چادر ہٹائی تھی، چادر ہٹاتے ہی احان شاہ غصے سے پاگل ہوتے اسکے گلابی ہونٹوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا ہوا اسے لئے اپنا سر جھکاتے اسکے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا تھا وہ قطعی نہیں جانتا تھا زرتاج اماں انیکسی کے دروازے پہ کھڑی حیرانگی سے احان شاہ کے رد عمل کو دیکھ رہی ہیں، ورنہ شاید وہ یہ حرکت ان کے سامنے کرنے کی بجائے کمرے میں جا کے کرتا۔۔ زرتاج اماں نے احان شاہ کی جسارت پہ سرخ پڑتے ہوئے باہر سے انیکسی کا دروازہ بند کیا تھا، (وہ احان شاہ اور گلالئ کے نکاح کے رشتے کے بارے میں واقف تھیں۔۔)۔ احان شاہ نے اسے کمرے میں لاتے ہی اپنے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتے ہوئے اسکے ساتھ پٹکا تھا۔۔ گلالئ کا اس اچانک افتاد پہ سر چکرا رہا تھا، وہ نہیں جانتی تھی، احان شاہ ایسے ایکٹ کیوں کر رہا ہے۔۔

یہ گیلی چادر لے کے بازار جانے والی تھی تم؟؟ احان شاہ نے اس کے دائیں بائیں اس لکڑی کے دروازے کے ہاتھ مارتے اپنی پوری قوت سے دھاڑتے استفسار کیا تھا۔ گلالئ نے اسکے اس اچانک عمل پہ زور سے اپنی آنکھیں میچی تھیں، اسکی دھاڑ پہ اسے اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

آنکھیں کھولو اور جواب دو مجھے!! احان شاہ ایک بار پھر دروازے پہ اپنے ہاتھ مارتا اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیتے ہوئے دھاڑا تھا۔ گلالئ نے اسکی دھاڑ پہ اپنے وجود کی کپکپاہٹ پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں اسکی سبز آنکھوں میں گاڑھی تھیں۔۔

ہاں!! اسی گیلی چادر سمیت جانے والی تھی۔۔ گلالئ نے مظبوطی لہجے میں تھا، لیکن جسم ہنوز لرز رہا تھا۔

کیوں گلالئ اسماعیل خان!! کیوں؟؟ احان شاہ اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑتے ہوئے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے غرایا تھا۔

بال چھوڑیں میرے!! آپ کو آج گلالئ کے لباس کی اتنی پروا کیوں ہو رہی ہے؟ کتنی چادریں اور کتنے جوڑیں لے کے دیئے ہیں آپ نے مجھے ان ساڑھے ساتھ سالوں میں ؟؟ گلالئ اسکے ہاتھوں سے اپنے بال چھڑوانے کی تگ و دو کرتی اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی چلائی تھی۔

تمہیں اپنے نکاح میں لے چکا تھا یہی کافی نہیں ہے تمہارے لئے ؟! اور تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی گیلی چادر اوڑھ کے بازار میں جانے کا سوچنے کی بھی؟ جانتی ہو پورچ میں کتنے مرد۔۔۔ ابھی احان شاہ دھاڑتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

جانتی ہوں میں سب!! مرد سب سے پہلے عورت کی خوبصورتی دیکھتا ہے لیکن مجھ میں ایسا کیا ہے جو کوئی مرد مجھے اپنے شایان شان سمجھے گا؟؟ ایک خوبصورت وجود تک تو ہے نہیں میرے پاس! بتائیں نا کوئی مرد مجھے کہاں سے دیکھنا پسند کرے گا؟؟ کچھ بھی تو نہیں ہے میرے پاس؟ بتائیں نا کیا ایسا خاص ہے میرے جسم میں جس پہ کوئی مرد بلا فضول میں اپنا وقت ضائع کرتا ہوا اپنی شدتیں۔۔۔ ابھی گلالئ ہزیانی انداز میں چلاتی ہوئی اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو ہمیشہ کی طرح اپنے ہاتھ کی چٹکی میں مسلتے اسکی زبان روکی تھی۔۔

بکواس بند کرو اپنی " گلالئ احان شاہ "!!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجا تھا۔ اس نے آج پہلی بار اسکے نام کے ساتھ اسماعیل خان کی بجائے اپنا نام لگایا تھا، اسکے پکارنے کے انداز پہ گلالئ کی سانسیں تھمی تھی، اسکے منہ سے گلالئ احان شاہ سنتے ہوئے اسکا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا زکر سٹل گرے آنکھیں خطرناک حد تک پھیلی تھیں۔۔ اس کی باتوں سے احان شاہ کو اپنے لہو میں ابال اٹھتے محسوس ہو رہے تھے، طیش و اشتعال کے مارے احان شاہ کا سفید رنگ خطرناک حد تک سرخ پڑ چکا تھا، کہاں سوچا تھا یہ معصوم نظر آنے والی پٹھانی اتنی چالاکی سے اسکے الفاظ اسکے منہ پہ مارے گی؟۔۔ احان شاہ کی نظروں کا مرکز بے ساختہ اسکا گیلی چادر سے ڈھکا وجود بنا تھا، جو احان شاہ کے مطابق بالکل بھی ڈھکا ہوا نہیں تھا،

میں آج تمہارے بدن کا اچھی طرح سے نظارہ کر کے تمہیں بتاتا ہوں!! کہ کیا ہے تمہارے وجود میں، اور کہاں کہاں سے چھونا پسند کروں گا تمہیں میں!!!۔۔ اس گیلی چادر میں اسکے رعنایاں چھلکتے وجود کو دیکھتے احان شاہ نے بلند آواز میں غراتے ہوئے ایک جھٹکے میں یہ گیلی چادر اسکے بدن سے جدا کی تھی، اس کے اچانک سے چادر کھینچنے پہ گلالئ کی

ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔ یہاں سے گلالئی کی چادر نے زمین پہ پلٹی کھائی تھی اور وہاں پہ احان شاہ کے دل کی دنیا نے پلٹی کھائی تھی۔ احان شاہ کی ہری آنکھیں اسکے کندن سے تراشے مرمریں سراپے سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھی، وہ اتنا کچھ اپنی اس چادر میں چھپائے ہوئے تھی، احان شاہ اس بات سے بے علم تھا، اسکی گیلی سفید قمیض سے اسکے بدن کے نمایاں ہوتے نشیب و فراز کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے احان شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، احان شاہ نے بڑا بڑا حسن دیکھا تھا، لیکن اسکے دل نے اقرار کیا تھا ایسا حسن اس نے آج سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا، نیم برہنہ لباس میں ملبوس خوبصورت خوبصورت لڑکیاں ہر وقت اسکے گلے کا ہار بننے کے لئے اسکے ایک اشارے کے انتظار میں ہوتی تھیں، لیکن ان کی خوبصورتی نے آج تک احان شاہ کو اٹریکٹ نہیں کیا تھا، احان شاہ کبھی کسی لڑکی کے بدن کو چھونے کے لئے بے تاب نہیں ہوا تھا لیکن گلالئی کے دلکش سراپے کو دیکھتے ہی وہ اسے چھونے کو بے تاب ہوا تھا۔۔ اسکی گہری نظروں کو اپنے وجود کا جائزہ لیتے دیکھ کے لرزتی ہوئی گلالئی نے زمین پہ جھکتے ہوئے اپنی چادر اٹھانی چاہیے تھی لیکن احان شاہ اسکی کوشش کو ناکام بناتا اسے بازو سے کھینچتے ہوئے اپنے بے حد قریب کر چکا تھا، احان شاہ کی نظریں پھر سے پیاسوں کی طرح اسکے وجود کا طواف کرنے میں مگن ہو چکی تھی، گلالئی نے اسکی بے باک نظروں کو اپنے وجود میں گڑھتے محسوس کر کے دہکتے گالوں سے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے خود کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔۔ اسکی گہری نظروں کی تپش کی وجہ سے گلالئی کا چہرہ تپ کے انگارہ بن چکا تھا۔۔

گلالئی کے یوں خود کو چھپانے پہ احان شاہ نے اپنی آنکھوں میں شدید سرخی لئے اسے گھورتے ہوئے اسکے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں نرمی سے تھامتے ہوئے اسکی کمر پہ باندھی تھیں۔ اب وہ پھر سے اپنی تمام تر خوبصورتی سمیت اسکی آنکھوں کے سامنے تھی، احان شاہ کے دل میں ملکیت کا احساس انگڑائی لے کے بیدار ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے خود پر سے قابو کھوتے ہوئے جھک کے اسکی سراحی دار گردن پہ اپنے لب شدت سے رکھے تھے۔۔ احان شاہ پاگلوں کی طرح اسکی گردن کو سک کرتا اسکی کمر پہ اپنی گرفت خطرناک حد تک مظبوط کر چکا تھا۔۔ اسکے شدت بھرے لمس پہ گلالئی نے اسکی بلیو چیک شرٹ کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں زور سے بھینچا تھا، اس نے آج سے پہلے اسکے لبوں کے لمس پہ کوئی مزاحمت دیکھائی تھی جو آج دیکھاتی؟؟۔۔

احان شاہ کے لب اب حدود توڑتے ہوئے اسکی گردن سے نیچے کی طرف تجاوز کر رہے تھے، احان شاہ اپنی پوری شدت سمیت اسکی قمیض کے گہرے گلے پہ جھکا اسکے وجود کو بے باکی سے چھو رہا تھا۔ اسکے لمس میں نرمی کے ساتھ ساتھ آگ سی تپش محسوس کرتے ہوئے گلالئ کا دل باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا، گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے خود کو اسکی ہر طرح کی شدت برداشت کرنے کے لئے تیار کیا تھا، وہ اسکے گہرے گلے سے مزید نیچے جھکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قمیض کو رکاوٹ بنتے دیکھ کے بے تاب سے احان شاہ نے اسکے گلے پہ اپنے دانت گاڑتے اسے سسکی بھرنے پہ مجبور کیا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکی قمیض کندھوں سے سرکاتے وہاں بھی اپنی شدتوں کے سرخ نشان چھوڑے تھے۔۔ احان شاہ نے اسے کسی بھی طرح کی مزاحمت نہ کرتے دیکھ کے مدہوش ہوتے ہوئے اپنا چہرہ اسکی گردن سے اٹھاتے ہوئے اسکے بھرے بھرے یاقوتی لبوں کو اپنے عنابی ہونٹوں کی گرفت میں لیا تھا، احان شاہ نے آج اس کے ہونٹوں پہ اپنے دانتوں کی بے رحمی دیکھائے بغیر انہیں شدت سے چوما تھا۔۔ احان شاہ اسکے لبوں کی نرماہٹ محسوس کرتے ہوئے اسکے نشیب و فراز بے باکی سے چھو رہا تھا۔۔ اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بے باک جسارتیں محسوس کرتے گلالئ کا رنگ تانبے کی مانند سرخ ہوا تھا۔۔ گھنی شفاف پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔ احان شاہ نے قطرہ قطرہ اسکی سانسیں شدت سے پیتے ہوئے کتنی ہی دیر ان کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا۔ گلالئ کی سانسوں کا تسلط ٹوٹ رہا تھا لیکن وہ اسے دور جھٹکے بغیر اپنی آنکھیں موند چکی تھی، احان شاہ نے اسکے آنکھیں موندنے والی ادا پہ مزید شدت سے اسکے بالائی لب کو چوما تھا، احان شاہ جو اسکے لبوں کے ناز کی محسوس کرتے کسی اور جہان میں پہنچ چکا تھا، ہوش اسے اپنے بجتے فون کی آواز سے آیا تھا۔ فون کی آواز سنتے ہی احان شاہ کی ساری مدہوشی بھک سے اڑی تھی، احان شاہ نے اسکے لبوں کو یکدم آزادی بخشی تھی، گلالئ نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے ایک شرمیلی سے مسکراہٹ کے ساتھ اپنی قمیض کی بے ترتیبی کو دیکھتے ہوئے ایک نظر احان شاہ کو دیکھا تھا جو اسے اجنبی نظروں سے دیکھتا ہوا نا جانے کس سوچ میں گم ہو چکا تھا۔۔ گلالئ کو اسکی ساری پرانی باتیں یاد تھیں، اس نے کیسے اسے اپنے شایان شان سمجھنے سے انکار کیا تھا، اس نے کیسے اسے باور کروایا تھا کہ وہ اس کے سٹینڈرڈ کی نہیں ہے، اسکا وجود اس لائق نہیں ہے جس پہ وہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرے، اسے یہ سب حرف باحرف یاد تھا لیکن اسکے محرم نے آج پہلی بار اسکے سراپے کو چھوا تھا، اور اتنی شدت سے

چھوا تھا وہ اسے ایک طعنہ نہ دے سکی۔ اس نے جیسے احان شاہ کو چانس دیا تھا، یہ سوچے بغیر کے اسکا چانس اسکے اوپر بھاری پڑنے والا ہے۔۔۔۔

احان شاہ نے اس کے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگوں سے نظریں چڑاتے ہوئے اسکی کمر کو چھوڑتے اپنی جیب سے فون نکالا تھا۔۔ فون پہ ھارون شاہ کی کال دیکھتے ہوئے احان شاہ کال کاٹ چکا تھا، ھارون شاہ اسے پریس کانفرنس میں شرکت کے لئے فون کر رہے تھے جو کل کے بجائے آج پہ شفٹ ہو چکی تھی، کال کاٹنے کے بعد احان شاہ نے ایک نظر اسکے شرمیلے تاثرات دیکھے تھے، اپنی شدت کے زیر اثر اسکے سرخ ہوتے بھیگے لبوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کی نظریں نیچے کی طرف سرکی تھیں، اسکی گردن، کندھوں اور گہرے گلے پہ اپنے دیئے گئے نشانوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنا نچلہ لب بے حد غصے سے اپنے دانتوں تلے کچلا تھا، وہ مضبوط اعصاب کا مالک کیسے بہک سکتا تھا؟ اور اگر بہکنا بھی تھا تو اس غدار نوکر کی بیٹی کے سامنے ہی کیوں بہکنا تھا؟ جس کا وجود ساڑھے سات سال پہلے شاہوں کی پارٹی کی شکست کی وجہ بنا تھا!! اسی کے وجود کی رعنائیوں میں ہی کیوں کھونا تھا تم نے احان شاہ!! احان شاہ نے خود پہ لعنت بھیجتے ہوئے خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کیا تھا، احان شاہ کا سٹینڈرڈ یہ لڑکی نہیں تھی، وہ سفاکی سے سوچتا ہوا آج بھی اپنی بات پہ قائم تھا یہ سوچے بغیر کہ وہ اپنے تعمیر کئے گئے سٹینڈرڈ سے اسی روز گر چکا تھا جس دن اس نے اپنے سامنے کھڑے وجود کو چھوا تھا۔۔

تمہارے وجود کا نظارہ کرتے ہی میں نے جان لیا تھا، واقعی ہی تمہارے بدن میں کچھ بھی خاص نہیں ہے لیکن پھر بھی اپنی اس بات کو اپنی غلط فہمی سمجھتے ہوئے میں نے تمہیں اپنے لبوں سے چھک کے بھی دیکھ لیا ہے، لیکن میں ہنوز اپنی بات پہ قائم ہوں تم میں کچھ خاص نہیں ہے گلالئی اسماعیل خان، میں نے تم پہ یہ دو گھڑی اپنی شدتیں لٹاتے ہوئے اپنا قیمتی وقت برباد کیا ہے۔۔۔۔ احان شاہ نے بے رحمی سے اپنے الفاظوں سے گلالئی کے وجود سے جان نکالی تھی، وہ جو اس کے لئے کچھ دیر پہلے "گلالئی احان شاہ" پکار رہا تھا وہ پھر سے اسے "گلالئی اسماعیل خان" بنا چکا تھا، گلالئی جو پہلے گلابیاں بکھیرتی ہوئی شرم سے نظریں جھکائے ہوئے تھی، احان شاہ کی باتوں پہ اس نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ جہاں گلالئی کو آج معلوم ہوا تھا زندہ لاش بننا کسے کہتے ہیں؟ وہی پہ اسکا سفید پڑتا رنگ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے آج جانا تھا رنگ سفید پڑنا کسے کہتے ہیں!!

شا۔شاہ۔۔سا۔۔۔سائیں۔۔آ۔آپ۔۔۔ایسا۔۔۔کیسے۔۔۔کر۔۔۔سکتے۔۔۔ہیں؟گلالئی نے ہچکیاں بھرتے ہوئے اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کیے تھے۔اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں بے انتہا تکلیف اور اداسی دیکھتے ہوئے احان شاہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا۔۔

کیوں ایسا کیا کر دیا ہے میں نے تمہارے ساتھ؟کیا تمہاری کھوکھ میں میرا خون پل رہا ہے جسے اپنا نام دینے سے میں انکاری ہوں؟؟بتاؤ مجھے یوں مظلوم بنی مجھ سے کس بات کے شکوے کر رہی ہو تم؟ابھی تک شوہروں کی طرح چھوا ہی کہاں ہے میں نے تمہیں؟میں نے تمہیں حقیقت بتائی ہے۔۔۔تم۔۔تم۔۔تم میں واقعی ہی کچھ خاص نہیں ہے۔۔ احان شاہ نے اس پہ پھر سے اپنے بے رحم الفاظوں کے نشتر چلائے تھے لیکن آخری جملہ بولتے ہوئے اسکی زبان خود بخود لڑکھڑائی تھی۔۔

اگر شوہر اس طرح سے نہیں چھوتے تو کیا اس طرح سے نامحرم چھوتے ہیں؟اگر ہاں تو شکریہ مجھے بتانے کے لئے آئیندہ سے اگر مجھے کبھی کسی کا لمس محسوس کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اپنے "محرم سیدزادے" کے پاس جانے سے پہلے میں کسی" نامحرم مر۔۔۔۔۔ابھی گلالئی اپنی کندھوں، گردن اور گردن سے نیچے نظر آتی گہرائیوں پہ۔ اسکی شدتوں کے نشانات پہ اپنی انگلی سے اشارہ کرتی مزید حلق کے بل چلاتی جب احان شاہ کے ہاتھ کے بھاری تھپڑ سے اسکا سر چکرایا تھا، چٹاخ کی آواز گلالئی کے پورے کمرے میں گونجی تھی، اسکے بھاری تھپڑ پہ گلالئی کو اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔اسکے الفاظوں کو سنتے ہوئے احان شاہ کو اپنے پورے بدن پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔۔جسم میں غصے سے شرارے پھوٹنے لگے۔۔رگوں میں خون کی جگہ جیسے بھڑکتا لاوا گردش کرنے لگا۔۔احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ مزید تھپڑ اسکے مومی گالوں پہ جھڑتے ہوئے اسکی زبان حلق سے کھینچ نکالے جس سے اس نے یہ گھٹیا بات کہی تھی، احان شاہ کی شوہروں والی بات سے مطلب زومعنی اور بے باک سا تھا لیکن گلالئی نے احان شاہ کی اس بات کو الٹ انداز میں لیتے ہوئے اسکے تن بدن میں آگ بھڑکائی تھی۔۔

خدا کی قسم اگر اس وقت مجھے ضروری پریس کانفرنس میں نا جانا ہوتا گلالئی احان شاہ تو میں تمہارے وجود کو ہر پردے سے آزاد کر کے تم میں اترتا ہوا اور تمہیں خود میں اتارتا ہوا تمہارے الفاظ کے بہت اچھے مطلب سمجھاتا۔۔۔اور اس انداز میں سمجھاتا کہ تم میں ساری زندگی کسی لمس کو محسوس کرنے کی چاہ نہ رہتی!! شکرانے کے نفل پڑھ لینا اپنی

اس جان بخشی پہ!! احان شاہ اس کے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کے جھٹکا دیتا اسکی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی سبز آنکھیں گاڑتا بے حد بے باکی اور غصے سے دھاڑا تھا۔

اگلی بار یہاں سے نہیں بلکہ یہاں سے چھوؤں گا۔۔ اور اس قدر شدت سے چھوؤں گا۔۔ پاگل ہو جاؤ گی تم اپنے "محرم سید زادے" کے لمس پہ۔۔۔ احان شاہ نے اسکی گردن پہ اپنی سوگات کے دیئے گئے نشانات پہ اپنی انگلی پھیر کے ایک پل میں اسکے دل کے مقام پہ انگلی رکھ کے دائرہ بناتے ہوئے جس قدر بے باکی سے غراتے ہوئے یہ جملے ادا کیے تھے، گلالئی کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ سانسیں باقاعدہ خشک ہو رہی تھیں۔۔ اس نے دھندلی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔۔ ایک بار پھر اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملے یاد کرتے ہوئے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔۔ احان شاہ نے اسکے بھیگے عارضوں کو دیکھتے ہوئے اپنے دیئے گئے تھپڑ کے نشان پہ بے ساختہ جھک کے بے حد شدت سے اپنے نرم گرم لب رکھتے اسکے گال کو اپنے لبوں میں دباتے اس کے سراپے پہ مزید ایک بھی نظر ڈالے بغیر اسے دروازے سے پیچھے کرتے ہوئے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے تھے۔ اسکے جاتے ہی گلالئی دیوار کے ساتھ لگ کے نیچے بیٹھتی دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی، انیکسی کے داخلی دروازے تک پہ پہنچتے احان شاہ نے اسکی سسکیاں اور دھاڑیں سنتے ہوئے اپنے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے زور سے لوہے کے دروازے پہ مارا تھا جس سے آج پہلی بار اس نے کسی صنف نازک پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ احان شاہ اس کی مزید دردناک سسکیاں سننے کے لئے وہاں رکا نہیں تھا بلکہ وہ انیکسی کے دروازے کو دھاڑ سے بند کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا پورچ کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 12

"تمہارے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھ کر
ظلم کرنے کو جی چاہتا ہے میری جان"

زوریز شاہ لال ہویلی کے مردان خانے میں کمرے کے بیڈ پہ لیٹا مرحا شاہ کی تصاویر دیکھتا ہر بار کبھی اس کے ہونٹ، کبھی گردن تو کبھی سراپا زوم کرتے ہوئے اسکی تصویر سے مخاطب ہوتے یونہی پاگلوں کی طرح شاعری کر رہا تھا جیسے

وہ اسکے سامنے ہو۔۔اس نے کافی مشکل سے رایان خان کو زنان خانے کی طرف جانے دیئے تھا، اگر رایان خان اسے اس کی محبوبہ کی قسم نہ دیتا تو کوئی بعید نہیں تھی وہ صبح تک اسے اسکی بیوی کے پاس جانے نہ دیتا۔۔

وہ کل رایان خان کا ولیمہ اٹینڈ کر کے رات میں ہی اسلامباد کے لئے نکلنا چاہتا تھا، تاکہ اس سے اگلے دن احان شاہ کی منگنی اٹینڈ کر سکے جس میں بڑے پیمانے پہ لوگوں کو دعوت دی گئی تھی۔۔زوریز شاہ کل سے کاظم شاہ کی خیر خبر لینے کے لئے اسے فون کر رہا تھا لیکن اس نے اسکا فون نہیں اٹھایا تھا۔۔زوریز شاہ اسلامباد پہنچ کے اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، آخر وہ اپنے لاڈلے کی کال کیسے اگنور کر سکتا تھا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

السلام علیکم، پیارے دوستوں اور میڈیا کے حوالے سے موجود سبھی لوگوں کو۔ شکریہ آپ سب کا آج کی پریس کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے۔

آج میں اپنے بیٹے کو سیاست کی دنیا میں پیش کرنے کا خوشی سے اظہار کرتا ہوں۔

میرے بیٹے "احان ھارون شاہ" نے اپنی محنت کے ذریعے اپنے تجربے کو حاصل کیا ہے۔ انکا ارادہ ہے کہ وہ اپنے ملک اور عوام کے لئے خدمت کریں، انکی آواز بنیں اور انکی مسائل کا حل ڈھونڈیں۔

میں اپنے بیٹے کی قابلیت، ذمہ داری اور اچھی سوچ کو پہچانتا۔۔۔۔

اس وقت "نیشنل پریس کلب" اسلامباد میں ھارون شاہ اپنی عوام سے مخاطب تھے۔۔وہ آج کی پریس کانفرنس میں میڈیا کے ذریعے اپنے بڑے بیٹے "احان ھارون شاہ" کا ایک سیاست دان کے طور پہ تعارف کروا رہے تھے۔۔

ھارون شاہ کے ایک طرف دریاب شاہ جبکہ دوسری طرف احان شاہ اپنی دلکش پرسینلٹی کے ساتھ سنجیدگی سے بیٹھا باپ کو سن رہا تھا جو اس کی قابلیت پہ پورا مضمون یاد کر کے آئے تھے، کبھی کبھی تو ان کے منہ سے خود کے لئے اتنے ستائش بھرے الفاظ سن کے وہ اپنی گھنی بھری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا ہوا ان کو آئیبرو آچکا کے چڑاتا کہ آیا وہ اسی کی تعریف کر رہے ہیں یا کسی اور کے بیٹے کی؟ اس کے ایکسپریشنز پہ ھارون شاہ نے لوگوں اور میڈیا کے سامنے کافی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا تھا جس کے چہرے پہ دنیا جہان کی بیزاری تھی، داجی کے ساتھ ان کی پارٹی کے کچھ دوسرے

ممبرز بھی اس پریس کانفرنس میں شامل تھے، احان شاہ اس وقت کرکراتے کلف لگے سفید قمیض شلوار میں ملبوس اپنے بھورے بالوں کو سلیقے سے سیٹ کئے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔ وہ قمیض شلوار کے اوپر سفید برانڈینڈ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔۔ اپنی چوڑی کلائی پہ برانڈینڈ قیمتی گھڑی اور پیروں میں چمچماتے بلیک شوز پہنے وہ اپنے ایک شوز کو زمین پہ کھروچتا بار بار اسٹیج کے بالکل سامنے کرسیوں کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے کسی کے انتظار میں ہو۔۔

ھارون شاہ کی تقریر اپنے ختمی مراحل پہ تھی جب سامنے کرسیوں پہ نظریں جمائے احان شاہ کا انتظار ختم ہوا تھا۔ سامنے کرسی پہ بیٹھتے "ارزم شاہ" کو دیکھ کے احان کی آنکھوں میں تحیر قطعی نہیں تھی، وہ جانتا تھا وہ آج ضرور آئے گا، وہ چاروں کزنز ایسے ہی تھے، ایک دوسرے کے بے حد قریب، وہ ہر قدم پہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے تھے۔۔ ارزم شاہ کے یہاں آنے کا مقصد بھی احان شاہ کو سپورٹ کرنا تھا۔ وہ ابھی تک صبح والی چاکلیٹ براؤن پینٹ کے ساتھ اپنی سکن شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے ہوئے تھا، البتہ شہد رنگ بار بار بے ترتیب ہوتے ہوئے ماتھے پہ بکھر رہے تھے، بظاہر وہ کرسی پہ بیٹھتے ہی اپنے آئی فون میں مصروف ہو چکا تھا، لیکن اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان بنا احان شاہ کو سننے کے لئے تیار تھا، زوریز شاہ ہنوز سوات میں تھا، اسی لئے وہ پریس کانفرنس میں شامل نہ ہو سکا۔۔ اور کاظم شاہ اور احان شاہ کے خوشگوار تعلقات دشمنی میں بدل چکے تھے اسی لئے کاظم شاہ نے یہاں آ کے نہیں دیکھا تھا بلکہ وہ تو صبح ہی ایزل شاہ پہ اپنا غصہ اتارنے کے بعد سے آفس میں تھا۔۔

بالآخر ھارون شاہ کی تقریر ختم ہونے پہ احان شاہ نے گہری سانس بھری تھی، وہ صرف اس انتظار میں تھا کب یہ پریس کانفرنس ختم ہو اور اس کی میڈیا سے اور ان کیمروں سے جان چھوٹے۔۔ لیکن جان تو تب اٹکی تھی جب ھارون شاہ نے اسے عوام سے مخاطب ہونے کو بولا تھا، احان شاہ کو لگا ھارون شاہ ہی سب بول دیں گے، اسے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، لیکن یہ سیاست کا ڈھول اسکے داجی نے اسکے گلے میں ڈال دیا تھا جو اسے کسی نہ کسی طرح بجانا ہی تھا، احان شاہ نے باپ کو نروٹھے پن سے دیکھتے ہوئے مائک اپنی طرف سیٹ کیا تھا، ہر کوئی احان شاہ کی آواز سننے کو بے تاب نظر آ رہا تھا،

اسلام و علیکم!! احان شاہ نے اپنی خوبصورت آواز میں سب کو سنجیدگی اور تمیز سے سلام کرتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، سب کے مشترکہ سلام کے جواب دینے کے بعد احان شاہ نے خود کو مزید کچھ بولنے کے لئے

تیار کیا تھا۔ ارزم شاہ بھی اب اپنے فون سے نظریں اٹھائے سنجیدگی سے احان شاہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ داجی کافی خوشی سے اپنے پوتے کو سننے کے لئے بے تاب تھے۔۔

جیسے کہ آپ سب نے میرے باباجان کی تقریر میں آج ایک بات بارہا سنی ہے کہ ان کا بڑا بیٹا "احان ھارون شاہ" ایک قابل اور زمہ دار انسان ہے تو آپ سب کو ان کے ان الفاظوں سے امپریس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات میں بھی اپنی زندگی کے انتیس سالوں میں ان کے منہ سے آج پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔۔۔ احان شاہ کے سنجیدگی سے سر کو خم دے کے بولنے کی دیر تھی کہ پریس کلب میں سب کے قہقے چھوٹے تھے سوائے ھارون شاہ اور داجی کے جنہوں نے اسے شدید گھوریوں سے نوازا تھا، ارزم شاہ اور دریاب شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔ ارزم شاہ بظاہر اپنے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی سجائے ہوئے تھا۔۔

اگر تو آپ سب مجھ سے کسی لمبی چوڑی تقریر کی امید رکھتے ہیں تو معذرت کے ساتھ میں کوئی تقریر یاد کر کے نہیں آیا کیونکہ مجھے لگا باباجان کے فل فارم میں ہونے کے بعد آپ سب کو میرے الفاظوں کی ضرورت نہیں پڑے گی لیکن چونکہ باباجان کے مطابق ان کا نام روشن کرنا ان کے قابل اور ہونہار بیٹے "احان ھارون شاہ" پہ فرض ہے جس کہ لئے میرا کچھ بولنا ضروری ہے تو۔۔۔ ابھی احان شاہ پھر سے سر کو خم دے کے ایک نظر ھارون شاہ کو دیکھ کے سنجیدگی سے اپنی بات برقرار رکھتا جب اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی سب کے ایک بار پھر سے قہقے چھوٹے تھے، احان شاہ نے قابل اور ہونہار بیٹے پہ کافی زور دیا تھا جس کا زکر ھارون شاہ نے کافی بار اپنی تقریر میں کیا تھا، احان شاہ اس وقت اپنے غصے سے سرخ پڑتے باباجان کو ایک نظر دیکھتے ہوئے بمشکل اپنا قہقہ ضبط کر رہا تھا۔۔

"جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں" میں ان پانچ الفاظوں پہ مکمل طور پہ یقین رکھتا ہوں! میں آپ سب کے ساتھ لاکھوں وعدے نہیں کروں گا! صرف اتنا کہوں گا مجھے دیا گیا آپکا ووٹ ضائع نہیں جائے گا! شکریہ۔۔۔ احان شاہ کی سنجیدگی ہنوز برقرار تھی، وہ ان چند جملوں کو بولنے کے بعد اپنا مائیک آف کر چکا تھا، احان ھارون شاہ کی بات کا اختتام ہوتے ہی حال میں تالیاں گونجی تھی، احان شاہ نے سامنے کرسی پہ بیٹھے سنجیدہ اور ناراض ناراض سے ارزم شاہ کو ہولے سے تالیاں بجاتے دیکھ کے آئیبرو اچکایا تھا جو اس کے دیکھنے پہ اپنا تالیاں روک کے پھر سے فون میں مشغول ہو چکا تھا، وہ اس سے بے حد ناراض تھا، سب کی ستائش بھری نظریں احان شاہ پہ ٹکی تھی، سب اس سے کافی امیدوار نظر آرہے

تھے۔ھارون شاہ جو بظاہر بیٹے کی باتوں پہ برہم نظر آرہے تھے، انہوں نے بھی بیٹے کے جملوں پہ کافی مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

پریس کانفرنس کے ختم ہوتے ہی تمام رپورٹرز شاہ فیملی کا راستہ روکتے ان پہ سوالوں کو بوچھاڑ کر رہے تھے، جس میں زیادہ تر احان ھارون شاہ کے لیٹ سیاست جوائن کرنے کی وجہ پوچھ رہے تھے، احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ ان سب رپورٹرز کو اٹھا اٹھا کے پٹک دے جن کی جان کو سکون نہیں تھا، ابھی ھارون شاہ اور دریاب شاہ کچھ رپورٹرز کو مختلف جوابات دے ہی رہے تھے جب احان شاہ کا ہاتھ میں پکڑا فون رنگ ہوا تھا، زوریز شاہ کا نمبر دیکھتے ہی احان شاہ نے فون یس کر کے کان کو لگاتے ہوئے اپنے باڈی گارڈز کو اشارہ کیا تھا کہ اسکے اور ارزم شاہ کے گزرنے کے لئے جگہ بنائے، جنہوں نے اسکے اشارے پہ فوری عمل کرتے ہوئے اس کے لئے اور چھوٹے شاہ کے لئے جگہ بنائی تھی۔۔

یہ ان تمام لڑکیوں کے ساتھ ناانصافی ہے جن کے ٹی-وی پہ آپ کو دیکھ کے دل دھڑک رہے ہیں۔۔۔" زوریز شاہ کا یہ جملہ سنتے ہی احان شاہ نے اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے اس کے مزید بولنے کا انتظار کیا تھا۔۔

کم از کم آپ کو اپنی پریس کانفرنس میں یہ ایکسپوز کرنا چاہیئے تھا یار کہ آپ ڈبل بکڈ ہیں۔۔۔یعنی ایک منکوحہ کے ہوتے ہوئے بھی ایک منگنی مزید۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ ہولے سے ہنستے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

آئی تھنک اتنی بکواس کافی ہے زوریز شاہ!! احان شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبا کے اپنی گاڑی کی پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے لتاڑا تھا جسے سوات میں بیٹھ کے بھی سکون نہیں تھا۔۔ارزم شاہ جو احان شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کرتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے والا تھا، احان شاہ نے اسکا مظبوط بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے اسے اپنی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ دکھیلا تھا، ارزم شاہ نے اس اچانک افتاد پہ اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے احان شاہ کو دیکھا تھا جو ہنوز زوریز شاہ سے باتیں کرتے ہوئے اسکی طرف کا دروازہ بند کرتے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا تھا، ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہی احان شاہ نے زوریز شاہ کو الوداعی کلمات کے ساتھ اپنا خیال رکھنے کا کہتے ہوئے اپنا فون بند کیا تھا، شیشے کی طرف منہ موڑ کے بیٹھے ارزم شاہ کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکے ہاتھ سے اسکی گاڑی کی چابی پکڑتے ہوئے اپنی طرف کا شیشہ نیچے کیا تھا، اکبر خان کو چابی کیچ کرواتے ہی اس نے اسے ارزم شاہ کی گاڑی ہویلی لے جانے

کا اشارہ کرتے پھر سے اپنا رخ ارزم شاہ کی طرف کیا تھا جو اپنا نچلہ لب بے دردی سے کاٹتا ہوا ہنوز شیشے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

شرٹ اتارو چھوٹے شاہ۔۔۔ احان شاہ نے اسے حکم دیتے ہی اپنا ڈیش بورڈ کھولا تھا، ارزم شاہ نے احان شاہ کے جملے پہ چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

ایسے مت دیکھو مجھے، تمہاری عزت نہیں لوٹنے والا میں!! شرٹ اتارو!! اسکی شہد رنگ آنکھوں میں تحیر دیکھتے ہوئے احان شاہ نے سنجیدگی سے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔۔

جی میں جانتا ہوں آپ کسی کی عزت اسے بے لباس کئے بغیر بھی لوٹنے کا فن رکھتے ہیں! ارزم شاہ شرٹ اتارے بغیر ایک نظر اس کی طرف دیکھ کے چبا چبا کے بولا تھا، اشارہ اسکی کاظم شاہ پہ اعتباری کی طرف تھا۔۔

مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا چھوٹے شاہ تمہارے اپنے جتنے قد کاٹھ پہ تمہیں پیٹنا!! اسی لئے یہ سب باتیں بھول کے اپنا رویہ درست کرو اور شرٹ اتارو۔۔۔ احان شاہ نے اسے سختی سے ڈپٹتے ہوئے ڈیش بورڈ سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا تھا۔۔

ہاتھ مت لگائیں مجھے!! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لالہ!! آپ کو اپنے چھوٹے شاہ کی فکر اس وقت کیوں نہیں ہوئی تھی جب آپ نے کاظم لالہ کے سینے پہ اپنی بندوق کا نشانہ لیا تھا؟؟ آپ کو تب اپنے چھوٹے شاہ کا خیال کیوں نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے اتنے بڑے نقصان پہ خود کو آگ لگا دے گا یا اس سفاک دنیا والوں کو!! آپ کو تب اپنے چھوٹے شاہ پہ ترس کیوں نہیں آیا تھا کہ کاظم شاہ کے بغیر وہ معذور ہو جائے گا، اسکا ایک بازو اسکے دھڑ سے الگ ہو جائے گا! کل آپ نے کاظم لالہ کے کردار کو۔۔۔ ابھی ارزم شاہ اسکا ہاتھ اپنے زخمی کندھے سے ہٹاتا ہوا مزید دھاڑ تا جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تم تو کیا تمہاری کبھی نہ آنے والی بیوی بھی مجھے تمہیں ہاتھ لگانے سے روک نہیں پائے گی ارزم شاہ! اور اب اگر تم نے میرے بینڈیج کرنے تک مزید بکواس کی تو باخدا میں تمہارے کان کے پیچھے رکھ کے دو لگاؤں گا۔۔ احان شاہ نے غصے سے بولتے ہوئے اسکی اسکن شرٹ کندھے سے چیرتے ہوئے اسکا زخم کو ٹٹولا تھا، جہاں سے کل گولی چھو کے گزری تھی، زخم اچھا خاصا تھا، پریس کلب سے نکلتے ہوئے رش کی وجہ سے ارزم شاہ کا کندھا کافی لوگوں سے ٹکرایا تھا

جس کی وجہ سے اسکے کندھے سے بلیڈنگ سٹارٹ ہو چکی تھی، جس پہ ارزم شاہ کا دھیان تو نہیں گیا تھا البتہ احان شاہ کا ضرور گیا تھا، اسی لئے وہ ھارون شاہ سے پہلے ہی پریس کانفرنس سے نکل آیا تھا۔۔

احان شاہ اب مصروف انداز میں اس کا زخم نرمی سے صاف کرتا ہوا اسکے دائیں بازو کے پھولے مسلز پہ بینڈیج کر رہا تھا، ارزم شاہ اسکے لہجے میں سختی دیکھتے خاموش ہو چکا تھا، وہ خاموشی سے اسے اپنی بینڈیج کرتے دیکھ رہا تھا۔

میں جیلس ہو رہا ہوں۔۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تمہارا کاظم شاہ (حرامی) کو مجھ سے زیادہ امپورٹینس دینا!! اور جو سلوک میں نے اس کے ساتھ کیا تھا میں اس پہ بالکل بھی شرمندہ نہیں ہوں وہ اس سے زیادہ کا حقدار تھا۔۔ احان شاہ نے اسکی بینڈیج کرنے کے بعد اپنا ہاتھ ٹیشو سے صاف کرتے ہوئے اسے مدھم لہجے میں جواب دیا تھا جس پہ ارزم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔ یہ انسان ہر ایک پہ اپنی مرضی کیوں تھوپتا تھا؟؟ احان شاہ نے اس کے تاثرات کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے اپنا کوٹ اتار کے اسکی گود میں رکھا تھا، مطلب صاف تھا وہ اسکا کوٹ پہن لے کیونکہ اس کی شرٹ پھاڑنے کا کام تو وہ پہلے ہی اپنے ہاتھوں سے انجام دے چکا تھا۔۔ ارزم شاہ نے سلگتے ہوئے اسکا کوٹ پہنا تھا، وہ ابھی بھی اس سے شدید ناراض تھا۔۔

تمہاری کوئی بہن نہیں ہے اسی لئے تم وہ محسوس نہیں کر سکتے جو کل میں نے کاظم شاہ کو اپنی بہن کے ساتھ بند کمرے میں نازیبا حالت میں دیکھتے ہوئے محسوس کیا تھا۔۔ کاظم شاہ از ناٹ انوسینٹ ایٹ آل (کاظم شاہ بالکل بھی معصوم نہیں ہے)۔۔ احان شاہ نے سفاکی سے بولتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

ایک وقت آئے گا آپ کو کاظم لالہ کی معصومیت پہ یقین آئے گا، لیکن تب بہت دیر ہو چکی ہو گی لالہ!! ارزم شاہ نے اذیت سے بولتے ہوئے اپنا رخ پھر سے شیشے کی طرف موڑا تھا، اسکے جملوں پہ احان شاہ نے اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھائی تھی۔۔ کہیں کچھ غلط تھا جسے احان شاہ سمجھ نہیں پا رہا تھا، وہ کل سے دل اور دماغ کی جنگ میں پاگل ہو رہا تھا۔۔

کاظم شاہ اس وقت اپنے آفس میں کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھا ایل-سی-ڈی پہ چلتے نیوز چینل پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا، جہاں بار بار پریس کانفرنس میں احان شاہ کی گفتگو کے کلپس دیکھائے جا رہے تھے اور وہ ناچاہتے

ہوئے بھی انہیں بار بار دیکھ رہا تھا۔ شاید اگر حالات مختلف ہوتے تو وہ اس کی حاضر جوابی کو کافی داد دیتا لیکن ابھی احان شاہ کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو بے حد غصہ آ رہا تھا، کاظم شاہ نے غصے سے پیپر ویٹ اٹھا کے ایل-سی-ڈی پہ مارتے ہوئے اپنی دہکتی کنپٹیوں کو اپنی انگلیوں سے دبایا تھا۔۔

آئی ول نیور فارگیو یو فار یور ڈس کریڈٹنگ احان ھارون شاہ (میں تمہیں تمہاری بے اعتباری کے لئے کبھی معاف نہیں کروں گا احان ھارون شاہ)

کاظم شاہ اپنے ٹیبل سے لیپ ٹاپ اٹھا کے زمین پہ پٹکتے ہوئے بلند آواز میں دھاڑا تھا، اتنی اسے اپنے ماں باپ کی بے اعتباری پہ اذیت نہیں ہوئی تھی جتنی اسے احان شاہ کی بے اعتباری پہ ہوئی تھی، اس نے اسکے ساتھ اپنی انتیس سالہ زندگی کا ایک ایک پل گزارا تھا، سکول سے کالج تک ساتھ اور پھر کالج سے یونیورسٹی، یہاں تک کے انہوں نے اپنا بزنس بھی اکھٹے سٹارٹ کیا تھا، وہ کیسے اسکے ساتھ گزارے گئے ہر پل کو فراموش کرتے ہوئے اسے ہوس پرست، درندہ، اور وحشی بول سکتا ہے؟؟

ہونہہ اب یہ کل کا آیا چھوکرا احسن ملک کے مقابلے میں آئے گا؟؟ احسن ملک نیوز چینل پہ چلتی پریس کانفرنس کو دیکھ کے استہزایا ہنس رہا تھا۔۔

اس بار جیت شاہوں کی نہیں بلکہ صرف احسن ملک کی ہو گی!! ہاہاہا۔۔۔

رات کا ایک بج رہا تھا لیکن کاظم شاہ ابھی تک ہویلی نہیں آیا تھا، اپنی کٹی کو سلانے کے بعد اور سب کے اپنے اپنے کمروں میں جا کے سو جانے کے بعد ایزل شاہ لائٹ گرین کرتا کیپری میں ملبوس سفید دوپٹا شانوں پہ لئے لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی اداسی سے اس کا انتظار کر رہی تھی، جیسے وہ شادی سے پہلے کرتی تھی فرق صرف اتنا تھا تب وہ ڈرامے دیکھ دیکھ کے قہقے لگاتے ہوئے اسکا انتظار کرتی تھی اور آج وہ اپنی ڈرامہ یاد کرتی ہوئی اپنی اس گری ہوئی حرکت پہ لعنت بھیجتی ہوئی اسکا انتظار کر رہی تھی، وہ اور کاظم شاہ کب اتنا ناراض رہتے تھے؟ کاظم شاہ ہمیشہ اسے مناتا تھا چاہے

غلطی ایزل شاہ کی ہی کیوں نہ ہو، لیکن اس دفعہ اس نے غلطی نہیں گناہ کیا تھا جس کی معافی اتنی جلدی ممکن نہیں تھی۔۔

ایک سے ڈیڑھ بج رہا تھا لیکن کاظم شاہ نے ابھی تک ہویلی میں قدم نہیں رکھا تھا، شاید وہ آج کی رات بھی فارم ہاؤس میں گزارنا چاہتا تھا؟ ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے سوچا تھا، اپنے نچلے لب میں درد محسوس کرتے ہوئے اس نے سسکی بھری تھی، اسکی مزید شدتوں کو سہنے سے ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن اس کا ناراض رہنا بھی قبول نہیں تھا، آج کتنی کوشش کی تھی ایزل شاہ نے سب کو سچ بتانے کی! لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا تھا، دل کی دھڑکنیں دو سو کی سپیڈ پہ پہنچ چکی تھیں۔۔ ابھی ایزل شاہ انہی سب باتوں کو سوچنے میں مصروف تھی جب لاؤنج میں داخل ہوتے کاظم شاہ کو دیکھ کے وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔۔ وہ اس وقت وائٹ پینٹ پہ بلیو ڈریس شرٹ پہنے اپنے بازوؤں کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا، گولڈن بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے، جب کہ چہرہ صبح کی طرح سرخ تھا، نقوش ویسے ہی تنے ہوئے تھے۔۔ کاظم شاہ اسے ایک نظر دیکھ کے نظر انداز کرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب ایزل شاہ بھاگتی ہوئی اسکے راستے میں آتی اس کے چٹانی سینے سے لگی تھی۔۔ کاظم شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا، وہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار مضبوط کرتا بالکل اسکے چوڑے سینے میں مکمل سما چکی تھی۔۔

اب مجھ پہ کون سا نیا الزام لگانے کی سازش کر رکھی ہے تم نے! جو تمہیں میرے سینے سے لگنے کے لئے یہ کھلا لاؤنج ہی ملا ہے؟؟ کاظم شاہ اسکے ڈارک براؤن بالوں کی بندھی چوٹی کو مٹھی میں جکڑتا ناگواری سے غرایا تھا، ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اپنے بالوں پہ ہاتھ رکھتے نفی میں سر ہلایا تھا، اسکی سختی پہ نیلی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھی۔۔

می۔۔ میں۔۔ تو۔۔۔ آپ۔۔۔ کے لئے۔۔۔ چائے۔۔۔ بنانے۔۔۔ کیلئے۔۔۔ جاگ۔۔۔ رہی۔۔۔ تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسوؤں کو عارضوں پہ پھسلنے سے روکتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا تھا۔۔

اووو۔۔۔ تو مطلب تمہارے ہاں گناہ کر کے بھول جانے کا رواج ہے؟؟۔۔۔ چلو شاباش ہمیشہ تم میرے لئے چائے بناتی تھی نا؟ جس کا بدلہ تم نے مجھے پوری ہویلی میں ریپسٹ ظاہر کروا کے لیا ہے؟ آؤ آج میں تمہیں تمہاری سکھائی

گئی چائے بنا کے پلاتا ہوں، آخر کو میری بیوی کل سے ہویلی والوں کے سامنے مظلوم بننے کی ایکٹنگ کر کر کے تھک گئی ہو گی نا؟ کاظم شاہ اس کا مدعا سنتے ہی غصے سے پاگل ہوتے دبی دبی آواز میں اسکے کان میں غراتا_ اسکی کہنی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں جکڑتے ہوئے کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔ ایزل شاہ سہمتے ہوئے کسی کٹی شاخ کی طرح اسکے ساتھ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے کچن میں آتے ہی اسے سلیب کے ساتھ پٹکا تھا۔

سس۔۔۔ ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اپنی کمر میں ہاتھ رکھا تھا۔۔

کاظم شاہ نے اسکی سسکی کو اگنور کرتے ہوئے چولہے پہ آگ جلائی تھی، چولہے پہ پٹکنے کے انداز دیکھی رکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اس میں پانی انڈھیلا تھا، پانی میں نمک، مرچ، ہلدی، لونگ اور ہر وہ چیز ڈالی تھی جو اس دن ایزل شاہ نے اسکے لئے پیٹ پھاڑ چائے تیار کرتے ہوئے ڈالی تھی، ایزل شاہ حیرانگی سے اپنی نیلی آنکھیں پھیلائے کاظم شاہ کو تھوک نگلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔

مم۔۔۔ مجھے۔۔۔ چائے۔۔۔ نہیں۔۔ پینی۔۔۔ میں۔۔۔ ڈنر۔۔۔ کر۔۔۔ چکی۔۔۔ ہوں۔۔۔۔ پلیز۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنی ہچکیاں روکتے ہوئے کاظم شاہ کے بازو پہ ہاتھ رکھتے اسے چائے بنانے سے روکے تھا، کاظم شاہ جو چائے میں دودھ ڈال رہا تھا، ایزل شاہ کے انکار پہ اس نے قہر برساتی نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھ جو اس سے سند کا پوچھنے کی بجائے اسے اپنی ڈنر کرنے کی کہانی سنا رہی تھی۔۔ جیسے جیسے چائے کو ابالے آ رہے تھے، ایزل شاہ کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی، کاظم شاہ اس وقت بے حد غصے میں لگ رہا تھا، وہ واقعی ہی اس کی جان بخشی نہیں کرنے والا تھا، ایزل شاہ نے خود کو کوسا تھا جو کب سے اس جلاد انسان کا انتظار کر رہی تھی یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ غصے میں کسی کی کہاں سنتا ہے۔۔

کاظم شاہ نے پھرتی سے چائے بڑے سے مگ میں انڈھیلی تھی، بھانپ اڑتی چائے کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کو اپنے رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔۔

نہیں۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھے۔۔۔ نہیں۔۔۔ پینی۔۔۔ میں۔۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی تھی، لیکن کاظم شاہ نے اس کی التجاء نظر انداز کرتے ہوئے فریج سے آئس کیوبز نکالتے اس گرم آگ چائے میں ڈالے تھے۔۔

چلو شاباش۔۔۔ فٹافٹ سے یہ اسٹرانگ چائے پی کے اپنی تھکاوٹ اتارو تاکہ پھر میں اپنی آج کی ساری تھکاوٹ تمہارے وجود پہ اتار سکوں۔۔ کاظم شاہ اس نیم گرم چائے کا مگ اس کے ہونٹوں سے لگاتا اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے بے باکی سے بولا تھا۔۔ وہ اسکی ایک بھی التجاء سننے کو تیار نہیں تھا، اس نے کل کی پوری رات ہویلی سے باہر گزاری تھی، وہ صبح سے آفس جانے کے بعد ابھی رات کے ایک بجے ہویلی آیا تھا، لیکن اسکے باپ نے اسکی فکر مندی میں ایک جملہ تک اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا بلکہ وہ احان شاہ کے ساتھ اسکی پریس کانفرنس میں بیٹھے اسکی باتوں پہ مسکرا مسکرا کے کیمرے میں دیکھ رہے تھے جسے دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے خون میں ابال اٹھ رہے تھے۔۔

آپ۔۔۔نے۔۔۔اس۔۔۔میں۔۔۔اتنی۔۔۔مرچ۔۔۔اور۔۔۔نمک۔۔۔ڈالا۔۔میں۔۔۔کیسے۔۔۔

پیو۔۔۔میں۔۔۔مر۔۔۔۔جاؤں۔۔۔گی۔۔۔ایزل شاہ بالکل سلیب کے ساتھ لگتی روتے ہوئے نفی میں سر ہلا کے بولتی کاظم شاہ کا میٹر مزید شارٹ کر چکی تھی۔۔

تو مر جاؤ۔۔۔ لیکن میں تمہیں یہ چائے پلائے بغیر یہاں سے ہلنے نہیں دوں گا ایزل شاہ!!!۔۔۔کاظم شاہ نے دھاڑتے ہوئے پھر سے اس کے لبوں کے ساتھ مگ لگایا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکے دھاڑنے پہ تیزی سے چائے کا گھونٹ بھرا تھا۔۔ چائے کا گھونٹ بھرنے کی دیر تھی، ایزل شاہ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ایزل شاہ نے کھانستے ہوئے چائے کے مگ کو اپنے لبوں سے ہٹاتے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کے نقوش ہنوز تنے ہوئے تھے۔۔

تمہارے پاس دو منٹ ہیں یہ چائے ختم کرنے کے لئے ایزل شاہ! ورنہ میں تمہارے سفید دودھیا ہاتھ اس چولہے پہ رکھ کے جلا دوں گا۔۔ کاظم شاہ اسکے آنسوؤں کی پروا کئے بغیر چولہے سے کیتلی اتارتے ہوئے غرایا تھا۔۔ اس کی اتنی سفاک بات پہ ایزل شاہ نے بے یقینی سے اپنے شاہ جی کو دیکھا تھا۔۔ وہ ایسا تو نہیں تھا۔۔ ایزل شاہ نے اذیت سے سوچتے زور آنکھیں میچتے ہوئے گٹا گٹ یہ زہریلی چائے پی تھی، وہ کب سے چائے کے گھونٹ بھرے جا رہی تھی لیکن ابھی تک آدھا مگ بھی خالی نہیں ہوا تھا، ایزل شاہ کی آنکھوں سے زار و قطار پانی نکلتا ہوا اسکے عارضوں کو بھگو رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کی نظریں چولہے پہ جلتی آگ پہ دیکھتے ہوئے بری طرح سے کھانستی ایزل نے پھر سے مگ اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔۔ وہ آدھے مگ سے زیادہ کسی صورت نہیں پی پا رہی تھی، ایزل شاہ کو اپنے ہونٹ اور اپنی زبان بری طرح

سے جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔ایزل شاہ نے ایک نظر مگ میں آدھی چائے کو دیکھتے ہوئے اسے سلیب پہ رکھا تھا، اور پھر وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے بری طرح سے رو پڑی۔۔وہ روتے ہوئے بھی بار بار کبھی کھانستی تو کبھی دوپٹے سے اپنی ناک پونچھتی۔۔۔دو منٹ گزرتے ہی کاظم شاہ نے اپنی نظریں آگ سے ہٹاتے ہوئے ایزل شاہ کو دیکھا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ رکھے ہاتھوں کو مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔ایزل شاہ کو لگا وہ اگلے ہی پل اس کے ہاتھ اس چولہے پہ جلتی آگ پہ رکھ دے گا۔ایزل شاہ نے زور زور سے نفی میں سر ہلاتے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔پلیز۔۔۔میرے۔۔۔ہاتھوں۔۔۔کو۔۔۔مت۔۔۔جلایئے۔۔۔گا۔۔۔۔آپ۔۔جانتے۔۔ہیں۔۔۔نا۔۔۔۔ایک۔۔۔دفعہ۔۔۔میرا۔۔۔انگوٹھا۔۔۔جل۔۔۔گیا۔۔۔تھا۔۔

اور۔۔۔میں۔۔۔جلن۔۔۔کی۔۔۔وجہ۔۔۔سے۔۔۔کتنے۔۔۔دن۔۔۔روتی۔۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔۔پلیز۔۔۔میں۔۔۔آدھی۔۔۔چائے۔۔کل۔۔۔پی۔۔۔لوں۔۔۔گی۔۔۔میرے۔۔ہاتھ۔۔مت۔۔۔۔ایزل شاہ جو ازیت کی انتہا پہ روتی اس سے منتیں کر رہی تھی، کاظم شاہ کے نرم گرم ہونٹوں کا لمس اپنے لبوں پہ محسوس کرتے اس کے دل پہ جیسے کسی نے ٹھنڈی پھوار ڈالی تھی۔۔ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں سے آنسو کسی سمندر کی طرح اسکے عارضوں پہ گرتے ہوئے کاظم شاہ کے چہرے کو بھی گیلا کر رہے تھے۔۔کاظم شاہ نے بے حد نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں اٹھایا تھا۔۔اس کے نرم لمس پہ ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی۔۔اسکے نرمی سے ہونٹ چومنے پہ آہستہ آہستہ اسکے آنسو تھمتے جا رہے تھے۔۔اسکا رنگ تانبے کی مانند سرخ ہو رہا تھا۔۔گھنی شفاف پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔کاظم شاہ یونہی اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے کچن سے نکلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا، اسکے لمس میں ایکدم سے شدت محسوس کرتے ایزل شاہ نے اسکی شرٹ کو کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں دبوچا تھا، کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ اپنی شرٹ پہ محسوس کرتے ہوش میں آتے ہوئے جھٹکے سے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

ہاتھ مت لگایا کرو مجھے ایزل شاہ!! نفرت ہے مجھے تمہارے ہاتھ کے لمس سے۔۔کاظم شاہ اسکے ہاتھوں کو اپنی شرٹ سے دور کرتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں سے غرایا تھا۔۔ناجانے کیوں اسکے ہاتھوں کا لمس اپنے وجود پہ برداشت نہیں

ہوتا تھا اس سے۔۔ وہ جب جب اسے ہاتھ لگاتی تھی اسے وہی منظر یاد آتا تھا جب اس نے اسے خود پہ کھینچتے ہوئے اس پہ حیرتوں کے پہاڑ توڑے تھے۔

ایزل شاہ نے اسکے یوں غرانے پہ اسے ہاتھ لگائے بغیر ڈرتے ہوئے اسکے کشادہ سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

آپ۔۔ کے۔۔ غصے۔۔ سے۔۔ جان۔۔۔ جاتی۔۔۔ ہے۔۔۔ میری۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھے۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دیں۔

۔۔ ایزل شاہ نے ہچکیاں بھرتے ہوئے اس سے التجاء کی تھی، اسکی التجاء پہ سیڑھیوں پہ چڑھتے کاظم شاہ کے قدم تھمے تھے۔۔

وہ کاظم شاہ جس سے آج تک کسی نے کسی بات کی صفائی نہیں مانگی تھی، وہ کاظم شاہ جس کے منہ سے نکلی ہوئی بات سب کے لئے حرف آخر ہوتی تھی، وہ کاظم شاہ جس پہ سب اپنی جان چھڑکتے تھے۔۔ یقین کرو سب کی بے اعتبار نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے اس کاظم شاہ کی بھی جان جاتی ہے۔۔ کاظم شاہ اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑتا اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالتے ہوئے اسکے چہرے پہ غصے سے پھنکارا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی بھاری آواز کی غراہٹ پہ اپنی آنکھیں زور سے میچ چکی تھی، چائے کا گند اٹیسٹ پھر سے اس کے منہ میں آنا شروع ہو چکا تھا، زبان اور ہونٹ پھر سے پہلے کی طرح جل رہے تھے۔۔ ایزل شاہ کو لمبی سی ہچکی بھرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے بالوں کو آزادی دیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔

کل تو میں تمہیں بخش چکا تھا، آج کسی صورت نہیں بخشو گا ایزل شاہ۔۔ اور اگر تم نے میری شدتوں کو سہتے ہوئے "درد" "درد" کی رٹ لگائی تو۔۔۔۔

I will ensure that you won't be able to walk for a number of days

کاظم شاہ نے کمرے میں آتے ہی اسے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے اسکے کان میں غصے اور بے باکی سے غرانا شروع کیا تھا، اسکا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ اپنی آدھی زو معنی اور بے باک بات اپنے خوبصورت انگریزی ایسنٹ میں کہہ چکا تھا، اس خیال سے کہ شاید اس طرح سے اس کی بیوی کو اتنی شرم محسوس نہ ہوتی جس طرح سے اسکے اردو میں بولنے سے ہوتی۔۔ اسکے الفاظ سنتے ہوئے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، ایزل شاہ کے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے، چہرہ لال سرخ جبکہ گھنی مڑی ہوئی پلکیں جھک چکی تھی۔۔ ایزل شاہ نے مزید بے باک باتوں کی تاب نہ

لاتے ہوئے اپنا رخ موڑ کے تکیے میں چھپایا تھا۔ کاظم شاہ نے اسے بلا فضول میں شرماتے دیکھ کے استہزایا انداز میں اپنا سر جھٹکا تھا۔۔ کاظم شاہ نے ایک جھٹکے میں اپنی شرٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتے ہوئے ایزل شاہ کا بازو پکڑتے ہوئے اسے سیدھا کیا تھا۔۔

شرماتو ایسے رہی ہو جیسے میں تمہاری خوبصورتی کے قصیدہ پر رہا ہوں۔۔ یا پھر خوشی خوشی تمہیں اپنی قربت بخش رہا ہوں؟ یہ قربت صرف تمہاری سزا ہے ایزل شاہ! بہت شوق تھا نا تمہیں کاظم شاہ کو حاصل کرنے کا اب بھگتو مجھے۔۔۔ کاظم شاہ اسکے کندھوں پہ اپنے مضبوط ہاتھوں کا زور ڈالتے ہوئے کرخت آواز میں بولا تھا، اسکے ہاتھوں کا وزن اپنے نازک کندھوں پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کو لگا اس کے کندھے ٹوٹ جائیں گے اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا تھا۔۔ اسے تکلیف سے آنکھیں میچتے دیکھ کے کاظم شاہ ایک جست میں اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔ اسکے خود کے اوپر پھر سے وزن ڈال کے لیٹنے پہ ایزل شاہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اسکے چوڑے باڈی بلڈر سینے اور سکس پیکس کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی سی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ کل اپنے رونے دھونے کی وجہ سے اسے غور سے شرٹ لیس دیکھ نہیں پائی تھی، ویسے بھی وہ کل بلیک ویسٹ پہنے ہوئے تھا، اپنی زندگی کے اٹھارہ سالوں میں اسے آج پہلی بار شرٹ لیس دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کے چہرے پہ قوس قزح کے رنگ پھیلے تھے۔۔

وہ ابھی شرما ہی رہی تھی جب کاظم شاہ نے لائٹس آف کرتے ہوئے تیزی سے اسے ہر طرح کے پردے سے آزاد کیا تھا، وہ اسے کسی بھی طرح کا بوس و کنار کئے بغیر اسکی کلائیوں کو اپنے ہاتھ کی گرفتار میں لیتے ہوئے اس پہ ہاوی ہو چکا تھا، کاظم شاہ کو اپنی پوری شدتوں سمیت خود میں سماتے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گرے تھے، اس نے اسے ایک دفعہ بھی چوم کے ریلیکس کرنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ جیسے بے رحم بنا ہوا بس اسے اپنی نفرت بھری قربت سے روشناس کروانا چاہتا تھا، ایزل شاہ تکلیف کی شدت سے اگر جو اسے بازو یا کندھوں سے تھام لیتی تو وہ اس کے ہاتھ بری طرح سے جھٹک دیتا۔۔ کل وہ اسکی گردن اور کندھوں پہ چاہے بوسا دینے کے بجائے دانت گاڑ رہا تھا، ایزل شاہ کا دھیان بٹ گیا تھا لیکن آج اسے صرف بے رحمی سے خود پہ اپنی شدتیں لٹاتے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو اس کے گالوں پہ بہتے ہوئے اسکی گردن میں جذب ہو رہے تھے۔۔ وہ

اگر جو ذرا سی بھی مزاحمت کر لیتی تو وہ اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے ہوئے اسے بھوکھلا کے رکھ دیتا۔ وہ صرف اپنے مطلب کی ضرورت پوری کر رہا تھا، اسے جیسے ایزل شاہ سے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی اتنی بے رخی پہ سسک کے بری طرح سے رو پڑی۔۔

آپ۔۔۔ بہت۔۔۔ بے۔۔ رحم۔۔۔ ہیں۔۔۔ آپ۔۔۔ سے۔۔۔ معافی۔۔۔ ملنے۔۔۔ کے۔۔۔ بعد۔۔۔ میں۔۔۔ بھی۔۔ آپکو۔۔۔ اس۔۔۔ سب۔۔۔ کے۔۔۔ لیے۔۔۔ معاف۔۔۔ نہیں۔۔۔ کروں۔۔۔ گا۔۔۔ ایزل شاہ سسکتے ہوئے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ بے حد معصومیت سے بولی تھی، اسکی معصومیت میں بولے گئے الفاظوں پہ بے ساختہ کاظم شاہ کے ہونٹوں پہ مبہم سی مسکراہٹ پھیل کے معدوم ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ جانتا تھا وہ کیوں رو رہی ہے، ایک عورت کو جب شوہر کی شدتیں سہتے ہوئے اس سے بوس و کنار نہ ملے اسکا یوں ہی دل دکھتا ہے، کاظم شاہ نے اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسکی آنکھوں پہ اپنے لب رکھتے اسکے ہونٹوں پہ اپنے لب رکھے تھے، اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسا لینے کے بعد وہ اسکا دھیان اپنی شدتوں سے بٹانے کے لئے اسکی گردن پہ جھکا تھا۔۔

تم سے معافی کون مانگے گا؟؟ کاظم شاہ نے اسکی گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑتے ہوئے اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے الفاظوں کا جواب دیا تھا، ایزل شاہ نے اسکے یوں برہمی سے جواب دینے پہ اپنی سانسیں تک روک لی تھیں۔۔ اسے سانسیں روکتے دیکھ کے کاظم شاہ کے لب اسکی گردن سے سرکتے ہوئے اسکے دل کے مقام تک آ کے رکے تھے۔۔ کل تو وہ اسے جلدی آزادی بخش چکا تھا، لیکن آج کاظم شاہ کا اسے بخشنے کو ہوئی ارادہ نہیں تھا، وہ کبھی اپنی شدتوں میں کمی کرتے ہوئے اسے کچھ دیر کے لئے مہلت دیتا تو کبھی اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے ہوئے اسے بے حال کر دیتا۔۔ ایزل شاہ اسکا پل میں تو لا پل میں ماشہ رویہ دیکھتے ہوئے بس صبح تک اپنے زندہ بچنے کی دعائیں کر رہی تھی۔۔

میں۔۔۔ تھک۔۔۔ گئی۔۔۔ ہوں۔۔ شاہ۔۔ جی۔۔۔ اتنی سردی میں بھی ایزل شاہ کو اسکی شدتیں سہتے ہوئے پسینہ آ رہا تھا، اسے خود میں مکمل طور پہ گم دیکھتے ہوئے اس نے بالآخر دو سے تین گھنٹے گزرنے کے بعد اسے پکارا تھا۔۔ آج ایزل شاہ نے اسکی وارننگ پہ اپنی "درد" کی رٹ نہیں لگائی تھی۔۔

لیکن ابھی میری تھکاوٹ مکمل طور پہ نہیں اتری۔۔اور میں تمہیں آج آخری بار بول رہا ہوں مجھے شاہ جی نہیں پکارا کرو۔۔۔کاظم شاہ برہمی سے کہتا ہوا بے رحمی سے اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔۔

رات کے تین بج رہے تھے لیکن نیند احان شاہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی،وہ جب بھی سونے کے لئے آنکھیں بند کر رہا تھا،گلالئ کا خوبصورت سراپا اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہراتا اسکی نیند چُرا رہا تھا۔۔احان شاہ کو یاد آیا تھا اس نے جس دن اس پہ چوری کرنے کا خدشہ ظاہر کیا تھا،وہ واقعی ہی اپنی ہٹ کی پکی اس دن کے بعد اسکے کمرے میں نہیں آئی تھی نا اسکی موجودگی میں اور نہ ہی اسکی غیر موجودگی میں۔۔۔

اور آج تو وہ رات کا کھانا بنانے بھی نہیں آئی تھی،ناجانے وہ اسکے جانے کے بعد جب تک روتی رہی ہو گی۔۔احان شاہ کو آج شاید پہلی بار اسکی فکر ہوئی تھی۔

روتی ہے تو روتی رہے۔۔وہ رونے کے ہی لائق ہے۔۔روندو۔۔۔احان شاہ نے غصے سے سوچتے ہوئے اپنی بانہوں سے تکیہ آزاد کرتے ہوئے زمین پہ پھینکا تھا،دل بار بار اسے بانہوں میں بھرنے کی تمنا کر رہا تھا لیکن دماغ اسے ڈپٹتے ہوئے اسکی بات کی نفی کر رہا تھا۔۔

احان شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے غصے سے سائیڈ لیمپ پہ اپنا ہاتھ مارا تھا،ایک بار پھر اپنے ہاتھ اٹھانے پہ غصہ آیا تھا،چاہے جو بھی تھا احان شاہ تمہیں اس پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے تھا!

("بال چھوڑیں میرے!! آپ کو آج گلالئ کے لباس کی اتنی پروا کیوں ہو رہی ہے؟ کتنی چادریں اور کتنے جوڑیں لے کے دیئے ہیں آپ نے مجھے ان ساڑھے ساتھ سالوں میں؟؟") پھر سے آنکھیں بند کرنے پہ گلالئ کا یہ جملہ کسی تازیانے کی طرح اسکے کانوں میں گونج رہا تھا۔۔

تم چادروں اور جوڑوں کی بات کرتی ہو،تمہیں ایسی ایسی چیزیں لے کے دوں گا گلالئ احان شاہ،بھوکلا کے رہ جاؤ گی تم!!۔۔۔احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا کے سوچوں میں اس سے مخاطب ہوتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔وہ نا چاہتے ہوئے بھی پھر سے اسے سوچ رہے تھا! "اپنے تعمیر کیے گئے سٹینڈرڈ سے گر کے "

تقریباً فجر کے وقت جا کے کاظم شاہ نے اسے اپنے حصار سے رہائی دی تھی۔۔وہ اس وقت شاور لے رہا تھا جبکہ ایزل شاہ خود کو کمبل میں چھپائے تھکاوٹ کی وجہ سے سو چکی تھی۔۔

کتنی دیر گرم پانی سے شاور لینے کے بعد بلیو ٹراؤزر میں ملبوس کاظم شاہ واشروم سے باہر نکلا تھا، واشروم سے نکلتے ہی نظریں سامنے کمبل میں دبک کے سوئی ایزل شاہ پہ پڑی تھیں، کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹاتے ہوئے اپنے قدم الماری کی طرف بڑھائے تھے، الماری سے آف وائٹ ہڈی نکالتے ہوئے کاظم شاہ بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے گہری نیند میں سوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا نیا خریدا گیا فون اٹھاتے ہوئے دراز سے اپنا سیگریٹ کیس اور لائٹر نکالتے ہوئے دراز زور سے بند کیا تھا، تاکہ وہ اٹھ کے شاور لے کے نماز پڑھ سکے کیونکہ اذانیں کب کی ہو چکی تھیں۔۔اسے ہنوز سوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنے آئی فون پہ ایک منٹ کا الارم سیٹ کرتے ہوئے اسکے کان کے پاس رکھا تھا۔۔

کب میری شادی ہو گی اور اس پڑھائی سے میری جان چھوٹے گی! نہیں جانا مجھے آج کالج!!تم تو اپنا منحوس رونا بند کرو!۔۔۔ایک منٹ گزرنے کی دیر تھی جب الارم کی آواز پہ ایزل شاہ نے منہ بسورتے ہوئے ہمیشہ کی طرح الارم کو باتیں سناتے ہوئے خود پہ اچھی طرح سے کمبل اوڑھا تھا۔۔وہ اس وقت کافی گہری نیند میں تھی، اسی لئے بے دھیانی میں الٹا سیدھا بول چکی تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکی اونچی بربراہٹ پہ اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکے اوپر سے کمبل کھینچا تھا، اسکے یوں کمبل کھینچنے پہ ایزل شاہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں، اپنے سامنے غصے سے کھڑے کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے اسکی سانس سینے میں اٹکی تھی۔۔

تمہیں ابھی بھی کوئی ثبوت دینے کی ضرورت ہے کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے؟؟کاظم شاہ نے اسکے وجود پہ اپنی گہری نظریں گاڑتے ہوئے زو معنی انداز میں آئیبرو آچکا کے اس سے استفسار کیا تھا جس پہ ایزل شاہ نے پہلے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا اور پھر اپنی نیند میں کی گئی سرگوشی کو یاد کرتے ہوئے وہ سرخ پڑتے خود پہ جلدی سے کمبل اوڑھ چکی تھی۔۔

تمہیں پڑھائی سے جان چھڑوانے اور الزام لگا کے شادی کرنے کے لئے صرف میں ہی ملا تھا؟کاظم شاہ اس کے پاس سے اپنا فون اٹھاتے ہوئے لگے ہاتھ اس پہ طنز کرنا نہیں بھولا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی بات پہ ڈبڈباتی آنکھوں سے اس

کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسکی نیلی آنکھوں میں آئی نمی کو دیکھ کے اگنور کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ یقیناً فارم ہاؤس جا کے سکون کی نیند لینا چاہتا تھا یا پھر سکون سے سیگریٹ پھونکنا چاہتا تھا۔۔

کہاں۔۔۔ جا۔۔۔ رہے۔۔۔ ہیں۔۔۔ آپ؟۔۔۔۔ ایزل شاہ نا چاہتے ہوئے اسکے یوں فجر کے وقت باہر جانے پہ اس سے پوچھ بیٹھی تھی۔۔

تمہارے پہلوؤں میں آگ بجھا چکا ہوں، اب تمہارے لالہ کے مشورے پہ عمل کرنے جا رہا ہوں کسی طوائف کے پہلوؤں میں آگ بجھانے، چلو گی ساتھ؟؟۔۔۔ کاظم شاہ ایک ایک لفظ چبا چبا کے کرخت لہجے میں بولا تھا، اسکی بات پہ ایزل شاہ نے تیزی سے اٹھ کے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بے یقین نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ کاظم شاہ نے اسکا رنگ سفید پڑتے ہوئے بغور دیکھا تھا لیکن وہ اسے اگنور کرتا ہوا اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے سے نکل چکا تھا، زور سے دروازے کے بند ہونے پہ ایزل شاہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔۔ کیا وہ واقعی ہی کسی طوائف کے پہلوؤں۔۔۔۔ اس سے آگے ایزل شاہ سے سوچنا محال ہوا تھا۔۔ وہ اپنا چہرہ تکیے میں چھپاتی ہچکیوں سے رونا شروع ہو چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 13

ایزل! تمہارے پیپرز قریب ہیں بچے۔۔۔ کالج کیوں نہیں جا رہی تم؟۔۔۔۔ سب کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کرتے احان شاہ نے ایزل شاہ کو مخاطب کیا تھا، جو سر جھکائے خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھی۔۔

لالہ۔۔۔ ابھی۔۔۔۔ ابھی ایزل شاہ کوئی جواب دیتی جب ھارون شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کوئی ضرورت نہیں ہے مزید پڑھنے کی! اتنی پڑھائی کافی ہے۔۔۔ ھارون شاہ سخت لہجے میں بولتے پھر سے اپنے ناشتے میں مصروف ہو چکے تھے۔ ان کی دو دنوں سے ایزل شاہ سے بات چیت بند تھی، ایزل شاہ نے کافی دفعہ ان سے بات چیت کرنے کی اور ان کے قریب جانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ اسے اپنے قریب آتے دیکھ کے اپنا راستہ ہی بدل لیتے، جس پہ ایزل شاہ حیرانی سے انہیں دیکھ کے رہ جاتی۔۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا جان! کیوں ضرورت نہیں ہے پڑھنے کی؟؟ احان شاہ نے ان کی بات سن کے چھری اور کانٹا اپنی پلیٹ میں پٹکتے ہوئے ھارون شاہ سے استفسار کیا تھا۔۔

شادی ہو چکی ہے اسکی، اب ان پڑھائی کے چونچلوں میں پڑھنے کی کوئی تک نہیں بنتی۔۔ ہم نے کون سا اس سے کوئی نوکری کروانی ہے۔۔۔ ھارون شاہ اسکے بھڑکنے کا اثر لئے بغیر مصروف انداز میں بول رہے تھے، باقی سب خاموشی سے باپ، بیٹے کی گفتگو سن رہے تھے۔۔

میرا نہیں خیال کہ انسان صرف نوکریاں حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے بابا جان! پڑھائی انسان کو شعور اور عقل دیتی ہے، اسے دوسروں سے۔۔۔ ابھی احان سپاٹ لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا جب ھارون شاہ نے پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔

جتنا شعور اس نے حاصل کرنا تھا، وہ کر چکی ہے اور رہی بات اسکی پڑھائی کی تو تمہاری بہن پہ اب تم سے زیادہ حق اسکے شوہر کا ہے، اگر وہ چاہے گا تو ایزل شاہ آگے پڑھ سکتی ہے، ورنہ نہیں۔۔۔ ھارون شاہ حتمی لہجے میں بولتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھ کے جا چکے تھے۔

شوہر مائے فٹ!! میں دیکھتا ہوں کون میری بہن پہ پابندیاں لگاتا ہے۔۔۔ احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجتا ہوا پلیٹ اٹھا کے زمین پہ پھینکتا سب کو سانس روکنے پہ مجبور کر چکا تھا۔ ھارون شاہ اسکی گرجدار آواز سن کے بھی اگنور کرتے ہوئے وہاں سے جا چکے تھے۔۔ ایزل شاہ لرزتی ہوئی ھارون شاہ کی پشت دیکھ رہی تھی، اسکا دل نہ جانے کیوں خدشوں کا شکار ہو رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کو پرسوں سے جویریہ کی ڈھیروں فون کالز آ رہی تھیں، لیکن اس نے اسکا ایک بھی فون اٹھانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

شاہ تحمل سے کام لو کوئی بھی ایزل بیٹی کو پڑھنے سے نہیں روکے گا۔۔ شاہ بی بی نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے شانت کیا تھا، جس پہ احان شاہ نے بنا کوئی جواب دیئے وہاں سے اٹھنا چاہا تھا لیکن شاہ بی بی اسکا ہاتھ تھام کے اسے پھر سے مخاطب کر چکی تھیں۔۔

آج رات تمہاری اور میرال کی منگنی ہے، تم کل بھی اپنے کاموں کی وجہ سے میرال بیٹی کو شاپنگ پہ نہیں لے کے گئے، اب وہ رات میں کیا پہنے گی؟ تم ایسا کرو آج آفس جانے کی بجائے میرال کو شاپنگ پہ لے کے جاؤ۔۔۔ شاہ بی بی

نے ایک نظر میرال کا پھولا منہ دیکھتے ہوئے احان شاہ کو یاد کروایا تھا کہ اسکی رات میں منگنی ہے، جسے وہ بھولا بیٹھا ہے۔۔شاہ بی بی کی بات پہ احان شاہ نے اپنی نظریں یہاں وہاں گھمائی تھیں، وہ آج بھی یہاں موجود نہیں تھی، آج بھی ناشتہ زرتاج اماں اور حلیمہ (ملازم) نے رکھا تھا۔۔ناجانے وہ کہاں غائب تھی۔۔احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے گلالئی کے بارے میں سوچا تھا۔

مجھے آج آفس میں کافی ضروری کام ہیں شاہ بی بی اور ضروری تو نہیں تھا، شاپنگ میرے ساتھ ہی کی جاتی۔۔۔احان شاہ بیزاری سے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔شاہ بی بی نے اسے جواب دینے کی بجائے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹالیا۔۔

میرال تم زہرہ کو ساتھ لے جاؤ۔۔۔۔وہ احان شاہ کی طرف دیکھے بغیر سنجیدگی سے میرال سے بولی تھی، احان شاہ نے ان کا ناراض چہرہ دیکھتے ہوئے گہری سانس بھری تھی، آج کل ناجانے سب اسی سے کیوں ناراض ہو رہے تھے۔۔میں آفس سے جلدی آ کے لے جاؤ گا۔۔۔احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے جھک کے شاہ بی بی کے ماتھے پہ بھوسا دیتا وہاں سے جا چکا تھا، شاہ بی بی نے اسکی حرکت پہ مسکراتے ہوئے میرال کو دیکھ کے اترا کے آئیبرو اچکایا تھا جس نے انہیں بدلے میں فلائنگ کس کرتے ہوئے سرخ کیا تھا۔۔

چھوٹے شاہ!!۔۔۔داجی نے اپنی روعب دار آواز میں اپنے سب سے چھوٹے پوتے کو پکارا تھا، جو پچھلے دو دنوں سے ان سے بول چال بند کئے ہوئے تھا، ابھی بھی وہ یونی کے لئے تیار سیڑھیوں سے تیزی سے اترتا باہر کی طرف بڑھ رہا تھا جب داجی نے اسے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں مخاطب کیا تھا، ارزم شاہ نے ان کی پکار پہ اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے انکی طرف دیکھا تھا۔۔دریاب شاہ نے بیٹے کے اٹیٹیوڈ پہ اسے گھور کے دیکھا تھا، ان کے چھوٹے سپوت نے ان دو دنوں میں سب کو ایسے اگنور کیا تھا جیسے وہ اسکے آس پاس موجود ہی نہ ہوں۔۔

ہمارے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کرو۔۔۔داجی نے اسکے آئیبرو اچکانے پہ دانت پیستے ہوئے اسے حکم دیا تھا۔۔

آپ احان لالہ کے ساتھ ناشتہ کر چکے ہیں داجی میں نہیں چاہتا میرے ساتھ بیٹھ کے پھر سے ناشتہ کرنے پہ آپکی صحت خراب ہو جائے۔۔اسی لئے میں ناشتہ یونی سے کر لوں، اور آپ کو اپنے سب سے بڑے (کاظم) اور سب سے چھوٹے پوتے کی فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ایسے ہی گناہ ملے گا آپکو یار!!! ارزم شاہ سنجیدگی سے انہیں دوٹوک لہجے

میں جواب دیتا_ اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔ اسکے جواب میں طنزوں کی بھرپور ملاوٹ تھی جس پہ دریاب شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے داجی کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا تھا۔

نافرمان اولاد!! داجی سلگتے ہوئے اپنا ہمیشہ والا ڈائیلاگ بولتے اپنی کرسی سے اٹھ کے کمرے کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔

آج جمعہ تھا، اور ارزم شاہ ہمیشہ جمعے والے دن شلوار قمیض پہنتا تھا، کیونکہ اسے یونی سے سیدھا مسجد میں جا کے جمعہ ادا کرنا ہوتا تھا، ارزم شاہ نمازوں کا اتنا پابند نہیں تھا جتنا وہ جمعے کا پابند تھا۔ ارزم شاہ اس وقت سفید کلف لگی شلوار قمیض میں ملبوس پیروں پہ کالی پشاوری چپل پہنے ہوئے تھا، اسکی سفید قمیض اسکے چوڑے مضبوط سینے اور بازوؤں کے پھولے مسلز کے ساتھ چپکی ہوئی اسکے باڈی بلڈر وجود کی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھی، شلوار قمیض میں اسکا دراز قد نمایاں ہو رہا تھا، اس نے یونی آ کے ناشتہ بھی دو لمبی لمبی کلاسز لینے کے بعد کیا تھا، یہ پیریڈ فری تھا، اسی لئے وہ اس وقت کینٹین سے ناشتہ کرنے کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ گراؤنڈ کی طرف بڑھ ہی رہا تھا، جب نظریں سامنے بینچ پہ بیٹھی ذائشہ کی طرف اٹھی تھیں جو اپنے مخصوص بنچ پہ بیٹھی اپنے رجسٹر پہ جھکی ہمیشہ کی طرح پڑھ رہی تھی، وہ شاید ابھی ہی یونی آئی تھی کیونکہ ارزم شاہ نے اسے آج ایک بھی کلاس لیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، اس نے شاید ٹیسٹ واپس ملنے کے ڈر سے کلاسز نہیں لی تھی، کیونکہ آج کی دونوں کلاسز کل والے سر نے ہی لینی تھیں، لیکن آج سر نے ٹیسٹ واپس نہیں کئے تھے، آج انہوں نے دو امپورٹنٹ لیکچر دیئے تھے جسے ذائشہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے مس کر چکی تھی۔ ارزم شاہ اپنی نظروں پہ لگام ڈالتا پھر سے اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کرتا ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف ساتھ ساتھ اپنی پشاوری چپل زمین پہ کھروچ رہا تھا، لیکن نظریں بار بار بھٹکتے ہوئی ذائشہ کی طرف اٹھ رہی تھیں، ارزم شاہ پھر سے اس پر سے نظریں ہٹانے ہی والا تھا جب ذائشہ کے ساتھ بیٹھتے "عاشر لکھانی" کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں میں شدید سرخی چھائی تھی۔۔

ہیلو ذائشہ ! ہاؤ آر یو؟۔۔۔۔ذائشہ اپنی کتاب پہ جھکی ہوئی تھی جب عاشر (کلاس فیلو) نے اسے مخاطب کیا تھا، ذائشہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس سے ایک بالشت کے فاصلے پہ تھا، ذائشہ نے جلدی سے اس سے فاصلہ بنایا تھا جسے عاشر نے بغور نوٹ کیا تھا۔۔وہ اسے جواب دیئے بنا پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔وہ اب کسی لڑکے سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی، ارزم شاہ سے بات کرنا ہی اسے بہت مہنگا پڑ چکا تھا، وہ اپنی کل والی بے عزتی ابھی تک نہیں بھولی تھی۔

آئی گیس آج آپ کلاس میں نہیں تھیں! رائٹ؟۔۔۔عاشر نے اسکے جواب نہ دینے پہ پھر سے بات کا آغاز کیا تھا۔" عاشر لکھانی "سیاہ آنکھوں والا ہینڈسم لڑکا تھا، وہ صاف رنگت اور خوبصورت نقوش کا مالک تھا۔۔

جی۔۔۔ذائشہ سنجیدگی سے مختصراً جواب دیتی پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

مجھے "شاہ" کا آپکے ساتھ کل والا رویہ بالکل اچھا نہیں لگا۔۔چاہے جو بھی تھا اسے آپ کے پردے پہ بات نہیں کرنی چاہئے تھی، یہ آپ کا اپنا پرسنل میٹر ہے۔میرے یہاں آنے کا مقصد صرف آپکو یہ کہنا ہے کہ آپ جب چاہے بلا جھجک مجھ سے ہیلپ لے سکتی۔۔۔عاشر ابھی اپنا جملہ مکمل کرتے ہوئے فل سٹاپ لگا تا جب ذائشہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

نہیں مجھے کسی کی ہیلپ کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں خود کر سکتی ہوں سب۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولتی اب اپنی کتابوں کو بیگ میں ڈال رہی تھی، شاید وہ یہاں سے اٹھنے کے پر تول رہی تھی۔

سر نے آج کافی امپورٹنٹ دو لیکچر دیئے ہیں جس کا نیکسٹ ویک پھر سے ٹیسٹ ہے، اگر آپ چاہے تو میں آپکو سمجھا سکتا ہوں۔۔عاشر نے اسکی ہیزل آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے اسے جلدی سے آفر کی تھی۔

عاشر کے منہ سے ٹیسٹ کا سنتے ہوئے ذائشہ کے بیگ میں کتاب ڈالتے ہاتھ رکے تھے، اس نے آنکھوں میں آنسو لئے عاشر کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہے۔۔پلیز ڈونٹ کرائے کیوٹ گرل۔۔آئی ول ہیلپ یو (برائے مہربانی روئے مت کیوٹ لڑکی۔۔میں آپکی مدد کروں گا) ۔۔عاشر نے نرمی سے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ سے رجسٹر اور پین تھاما تھا، ذائشہ نے اسکی بے تکلفی پہ جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا تھا۔۔ارزم شاہ جو کب سے خود کو لاپرواہ بنانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، عاشر لکھانی کی

اس حرکت پہ اسکی بس ہوئی تھی، وہ غصے سے لمبے لمبے ڈگ بڑھتا ہوا ایک جست میں ذائشہ کے بنچ تک پہنچا تھا، ارزم شاہ کے دوست اسکی پھرتی پہ اسے دیکھ کے رہ گئے۔۔

ہائے ذائشہ! تم کل مجھ سے کیا سمجھنا چاہ رہی تھی؟ ارزم شاہ نے ان تک پہنچتے ہوئے بمشکل اپنے غصے پہ قابو پاتے ہوئے ذائشہ کو نرمی سے پکارا تھا، جو چونک کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اسکی بھیگی خوبصورت ہیزل آنکھوں کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا بس نہیں تھا وہ اسکے پردے میں اسکی ان ہیزل آنکھوں کو بھی چھپا دے جنہیں ابھی کچھ دیر پہلے عاشر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔۔ ذائشہ نے ارزم شاہ کی جواب طلب نظروں کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اسے تمہاری ہیلپ کی کل ضرورت تھی شاہ جو تم نے کرنے سے انکار کر دیا تھا! اب میں ذائشہ کو آج والے لیکچر سمجھا کے اس کی ہیلپ کرنے والا ہوں، ہمیں ڈسٹرب نہیں کرو! عاشر لکھانی کندھے اچکا کے بولتا ہوا پھر سے ذائشہ کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو آنکھوں میں حیرانگی لئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ارزم شاہ نے عاشر کی بات پہ غصے سے سرخ پڑتے ہوئے عاشر کے ہاتھ سے اسکا رجسٹر اور پین تھامتے ہوئے زور سے بنچ پہ پٹکا تھا۔۔

اٹھو یہاں سے۔۔۔ ارزم شاہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے سنجیدگی سے عاشر لکھانی سے مخاطب ہوا تھا، جو غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

کیوں؟ اور یہ کیا بدتمیزی ہے؟۔۔۔ عاشر لکھانی نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکے رجسٹر اور پین پھینکنے پہ اشارہ دیا تھا۔ اسکی اور ارزم شاہ کی کم ہی بنتی تھی۔۔

ابھی تو میں تمیز کے دائرے میں ہوں، بدتمیزی تو تب ہو گی نہ جب میں اگلے دو منٹ میں تمہارے یہاں سے نہ اٹھنے پہ تمہیں اٹھا کے اس گراؤنڈ سے باہر پھینکوں گا!! اور میری بدتمیزی سے یقیناً یہ پوری یونیورسٹی واقف ہے! سو سٹینڈ اپ رائٹ ناؤ(اسی لئے یہاں سے ابھی کے ابھی اٹھو) ۔۔۔ ارزم شاہ بے حد غصے سے دھاڑا تھا، ارزم شاہ کے دوستوں نے تیزی سے اپنے قدم اسکی طرف بڑھائے تھے جو عاشر لکھانی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

کیوں یہ جگہ تیرے باپ نے خریدی ہوئی ہے؟ ویسے خرید بھی سکتا ہے کوئی شک نہیں۔۔ آخر کو ملک کو لوٹنے والوں ۔۔۔ ابھی عاشر آئیبرو آچکا کے اسے بدتمیزی سے جواب دیتا جب ارزم شاہ کے مضبوط ہاتھ کے مکے نے اسکی زبان بند کروائی تھی، ارزم شاہ کی اس حرکت پہ ذائشہ ڈرتے ہوئے چیخی تھی۔۔

بکواس بند کر اپنی! خبر دار جو تو نے میرے باپ کے بارے میں مزید ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالا تو۔۔ زبان حلق سے کھینچ نکالوں گا!! ارزم شاہ اسکے منہ پہ ایک ساتھ دو مکے جھڑ کے اسکا گریبان تھامتے ہوئے اسے زمین پہ پٹکتا شدید غصے سے گر جا تھا۔۔ ذائشہ نے حیران پریشان ہوتے ہوئے ارزم شاہ کو دیکھا تھا، اسکے غصے سے تنے نقوش دیکھتے ہوئے ذائشہ کو اپنی سانسیں خشک ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، عاشر لمبا تھا لیکن ارزم شاہ سے طاقت میں کہیں کم تھا، اگر وہ اپنی زبان مزید ارزم شاہ کے آگے چلاتا تو یقیناً ارزم شاہ نے اسکا کچومر بنا دینا تھا، ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا۔۔

تم سب سالے سیاست دان قوم کا پیسا اپنے بنک میں رکھ کے خود کو سمجھتے کیا ہو۔۔ اور وہ تیرا باپ سال۔۔۔۔ ابھی عاشر لکھانی، ذائشہ کو دیکھ کے مزید ہیرو گیری کرتے ہوئے ارزم شاہ کے باباجان کو کوئی گالی بکتا جب ارزم شاہ نے اپنی پشاوری چپل میں مقید اپنا دودھیا سفید پیر اسکے ہونٹوں پہ مارا تھا، ارزم شاہ کی اتنی بے رحمی پہ ذائشہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ وہ حیرانگی سے شاکڈ کیفیت میں انہیں یوں لڑتے دیکھ رہی تھی ،لرائی کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی۔۔

شاہ!! ۔۔۔ ارزم شاہ کے دوستوں نے اسے تھامتے ہوئے شانت کرنا چاہا تھا لیکن ارزم شاہ بے حد غصے سے انہیں خود سے دور جھٹک کے گھٹنوں کے بل نیچے زمین پہ بیٹھتا عاشر لکھانی کے بال اپنی مٹھی میں جھکڑتا ہوا اسکا سر بار ہا زمین پہ مارتا ہوا اسے بلند آواز میں چیخنے پہ مجبور کر رہا تھا، ارزم شاہ کا ابھی بھی دل نہ بھرا تو اس نے غصے سے اسکا سر اس لوہے کے بینچ پہ مارنا چاہا تھا جب ذائشہ نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔

شاہ!!! پلیز ز۔۔۔ شاہ!!۔۔۔ نو۔۔۔ ذائشہ اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتی روتے ہوئے چیخی تھی، اسے لگا یہ ساری لڑائی اسی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔۔

ارزم شاہ نے اسکے رونے پہ تضاد اسے عاشر کو بچانے کے لئے منتیں کرتے دیکھ کے شدید غصے سے عاشر لکھانی کا سر بینچ پہ مارنے کی بجائے اس کی شرٹ پہ تھوکا تھا۔۔ پوری یونیورسٹی گراؤنڈ میں کھڑی ارزم شاہ کو آج پھر کسی کو پیٹتے دیکھ رہی تھی۔۔

سالے۔۔۔ح۔ر۔ا۔م۔ذ۔ادے۔۔اب میری ایک بات کان کھول کے سن! تیری یہ شرٹ تجھے ہمیشہ تیری اوقات یاد دلائے گی۔ اور میں تجھے گارنٹی دیتا ہوں اگر جو ابھی اسی وقت بولی لگائی جائے تو میری تھوکی گئی شرٹ کی بولی تیری شکل سے زیادہ لگائی جائے گی، کیونکہ اس پہ دریاب شاہ کے بیٹے ارزم دریاب شاہ نے تھوکا ہے۔ جس کا تھوک بھی تجھ سے مہنگا بھکتا ہے۔۔ اور رہی سیاست کی بات تو تیری کیوں پھٹ رہی ہے۔۔ تو بھی اپنی۔۔۔ ابھی ارزم شاہ اپنی بات جاری رکھتا جب عاشر لکھانی کو تکلیف سے بے ہوش ہوتے دیکھ کے وہ ایک بار پھر اسکا سر نیچے زمین سے مارتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوا تھا۔ عاشر لکھانی کو بے ہوش دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے دوستوں نے اسے گھور کے دیکھا تھا جو اپنی صحت سے زیادہ پنگا کے چکا تھا۔۔ ابھی ارزم شاہ نے اپنا رخ ذائشہ کی طرف موڑا ہی تھا، جب اسکے چہرے پہ شدید غصے کی سرخی دیکھتے ہوئے ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے اپنے کندھے پہ اپنا بیگ پہنا تھا۔۔

پلیز۔۔۔ مجھے۔۔۔ مت۔۔۔ مارنا۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ سچی۔۔۔ میں۔۔۔ تمہارے۔۔۔ بابا۔۔۔ کو۔۔۔ کچھ۔۔ نہیں۔۔ بولا۔۔۔ تھا۔۔۔ اسے اپنی طرف قدم اٹھاتے دیکھ کے ذائشہ بھرائی آواز میں بولتی الٹے پیروں یہاں سے بھاگ چکی تھی، وہ ارزم شاہ سے کافی سے زیادہ ڈر چکی تھی، ارزم شاہ اسکی اتنی بیوقوفی پہ اسے دیکھ کے رہ گیا، اس کی اس حرکت پہ ارزم شاہ کا سارا غصہ جاگ کی طرف بیٹھا تھا، لبوں پہ مبہم سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔

انسانیت کے ناطے نوفل اور حمزہ، عاشر کو اپنے کندھوں کا سہارا دے کے اٹھاتے ہوئے میڈیکل روم کی طرف بڑھے تھے۔۔

گلالئی کو اپنی طبیعت کچھ بہتر محسوس ہوئی تو وہ خود پہ اچھے سے چادر اوڑھتی ہوئی اماں کی مدد کروانے کی غرض سے ہویلی آچکی تھی۔۔

بہت پیار اڈریس ہے۔۔ شاہ بی بی اپنی لاڈلی نواسی کی منگنی کا ڈریس دیکھتی ہوئی پیار سے بولی تھی۔۔

شاہ کی چوائس ہے، اچھی تو ہوگی۔۔۔ میرال شاہ نے خوشی سے مسکرا کے ایک نظر احان شاہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا، جو صوفے پہ بیٹھا لاپرواہی سے موبائل استعمال کر رہا تھا، وہ یہاں صرف شاہ بی بی کے کہنے پہ بیٹھا تھا، ورنہ اس کا اس وقت ان عورتوں کی شاپنگ دیکھنے کا کوئی موڈ نہیں تھا، وہ شاہ بی بی کے کہنے پہ میرال کو اپنے ساتھ مال لے کے تو جا

چکا تھا، لیکن اس نے اسکی شاپنگ کروانے میں بالکل بھی مدد نہیں کی تھی۔۔ میر ال شاہ کا پہلا سوٹ پکڑتے ہی اس نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے یہی خریدنے کو بولا تھا تا کہ اسکی شاپنگ سے جان چھوٹے، وہ تو اپنی شاپنگ بھی مشکل سے کرتا تھا، کہاں اسے شاپنگ کرواتا پھرتا، احان شاہ کی زیادہ تر شاپنگ کاظم شاہ کرتا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اسکے ہاں میں سر ہلانے پہ خوشی سے مسکراتے ہوئے وہی سوٹ خریدا تھا، احان شاہ سے منگنی کا سوچتے ہوئے اسکے تو پیر زمین پہ نہیں لگ رہے تھے۔۔

ماشاءاللہ۔۔۔ اللہ میری بچی کو پہننا نصیب کرے۔۔۔ اور تم دونوں کو ساتھ یوں ہی ہنستا مسکراتا رکھے۔۔ شاہ بی بی نے میر ال کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ان دونوں کو مشترکہ دعا دی تھی جس پہ احان شاہ نے زبردستی مسکرا کے شاہ بی بی کو دیکھا تھا۔۔ گلالئ جو لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ان کی آوازوں کو سنتی اپنے قدم روک چکی تھی، شاہ بی بی کی دعا پہ احان شاہ کو مسکراتے دیکھ کے اسکی کرسٹل گرے میں نمی امڈی تھی اور اسی وقت احان شاہ کی نظریں گلالئ کی طرف اٹھی تھیں، وہ احان شاہ کو خود کی طرف دیکھتا پا کے اس کا کل والا رویہ یاد کرتے ہوئے خود پہ لاپرواہی کا خول چڑھاتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

لڑکی میرا کمرہ صاف کرو پانچ منٹ کے اندر اندر۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے اسکے خود سے لاپرواہی برتنے پہ اسے مصروف انداز میں حکم دیا تھا۔۔ شاہ بی بی جو آج میر ال اور شاہ کی منگنی کی وجہ سے بے تحاشہ خوش تھیں، انہوں نے گلالئ کے لیٹ آنے پہ بھی نوٹس نہیں لیا تھا، البتہ میر ال شاہ کو گلالئ کو دیکھتے ہی اس دن کا منظر یاد آیا تھا، جب احان شاہ نے اسے اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ لٹایا تھا، میر ال شاہ کو اس دن سے اس لڑکی پہ بے حد غصہ تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اسے اپنے پیروں میں گراتے ہوئے اسکی اوقات یاد دلائے۔۔ احان شاہ کبھی بھی اپنی حد سے آگے بڑھنے والا انسان نہیں تھا، میر ال شاہ نے آج گاڑی میں اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ کھنا چاہا تھا لیکن احان شاہ غیر محسوس انداز میں اپنے دونوں ہاتھ سٹیرنگ پہ جما چکا تھا، احان شاہ نے کبھی میر ال کا ہاتھ نہیں تھاما تھا تو وہ اس نوکرانی کی اپنی بانہوں میں کیسے اٹھا سکتا تھا؟ میر ال شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔

جی اچھا۔۔۔ گلالئ سر جھکا کے مدھم آواز میں جواب دیتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ احان شاہ جو پہلے ہی اسکے خود سے نظریں پھیرنے پہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا، اسے اوپر سیڑھیوں کی بجائے کچن میں جاتے دیکھ کے وہ سیخ پا

ہوا تھا۔۔اور پھر اس سے بھی زیادہ غصہ تو اس وقت آیا تھا جب اسکی بجائے حلیمہ کو اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھا تھا، اسکے اوپر جانے کی وجہ پوچھنے پہ حلیمہ نے بتایا تھا وہ اسکے کمرے کی صفائی کرنے جا رہی ہے، احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ گلا لئی کے منہ پہ رکھ کے دو تھپڑ لگائے، جس نے اسکی حکم عدولی کی تھی، وہ جانتا تھا وہ اسکی اس دن والی بات کے پیشِ نظر اور اسکے کل والے رویے کی وجہ سے اوپر اسکے کمرے میں نہیں گئی۔ احان شاہ اس وقت کچن میں جا کے اسکا دماغ ٹھکانے لگانے پہ بھی کوئی گریز نہ کرتا لیکن اس وقت شاہ بی بی اور میرال کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کے وہ صبر کے گھونٹ پی کے رہ گیا، اب ان کے سامنے تو وہ کچن میں جانے سے رہا۔۔

اوشٹ۔۔۔۔ گاڑی کو اچانک سے رکتے دیکھ کے مرحاشاہ نے پریشانی سے آہہ بھری تھی۔۔ مرحاشاہ نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اپنی گاڑی سے نکلی تھی، گاڑی کا انجن چیک کرنے کے بعد وہ مزید پریشان ہو چکی تھیں کیونکہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی، اسکی اچھی بھلی چلتی گاڑی کو ایسی کیا موت پڑی ہے جو وہ اچانک سے رک چکی ہے۔ وہ ابھی ہاسپٹل سے فارغ ہو کے ہویلی کی طرف ہی جا رہی تھی، آج میرال کی منگنی تھی اور اسے کافی تیاریاں کرنی تھیں۔۔ اس وقت رات کا وقت تھا، سردیوں کی وجہ سے اندھیرا ابھی جلدی چھا جاتا تھا، اور وہ اس وقت کسی بھی مدد بھی نہیں لے سکتی تھی کیونکہ وہ ابھی ایک سنسان سے روڈ پہ تھی، اور آس پاس اکا دکا گاڑیاں تھیں، جو تیز رفتار میں کسی ہوائی جہاز کی طرح آگے بڑھ جاتی۔۔

مرحاشاہ نے اپنے لرزتے دل پہ قابو پاتے ہوئے اپنی بلیک جیکٹ سے فون نکالا تھا۔۔ وہ اس وقت بلیک پینٹ کے اوپر گھٹنوں تک آتی سفید فراک میں ملبوس گلے میں سیاہ دوپٹا مفلر کی طرح فولڈ کر کے ڈالے ہوئے تھے۔۔ وہ سنہری بالوں کا میسی جوڑا بنائے پیروں پہ فلیٹ جوتا پہنے ہوئے تھی، مرحاشاہ کو زیادہ تر فلیٹ جوتے ہی پسند تھے کیونکہ وہ پہلے ہی دراز قد تھی، اسی لئے اسے ہیلز پہننے کی ضرورت کم ہی پیش آتی تھی۔۔

مرحاشاہ نے مدد کے لئے ہویلی فون کرنا چاہا تھا لیکن اس کے فون کی بیٹری ڈیڈ تھی، مرحاشاہ جو کب سے خود کو حوصلہ دے رہی تھی، فون کو بند دیکھتے ہوئے اسکا دل خوف سے لرز رہا تھا، مرحاشاہ نے یہاں وہاں اندھیرا ہی اندھیرا دیکھتے ہوئے ایک بار پھر سے انجن کھول کے دیکھا تھا۔۔ وہ ابھی انجن پہ ہی جھکی ہوئی تھی جب کسی کا مضبوط ہاتھ اپنے

کندھے پہ محسوس کرتے ہوئے اسکی جان لبوں پہ آئی تھی، مرحاشاہ نے چیخ مارنے کے لئے اپنا منہ کھولنا چاہا تھا لیکن ڈر وخوف کی وجہ سے چیخ بھی حلق سے نکلنے کو انکاری ہوئی تھی۔۔ اپنے کندھے پہ کسی کے ہاتھ کی مضبوط ہوتی گرفت کو محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ کو لگا اسکے کندھے ٹوٹ جائیں گے۔ مرحاشاہ نے درد کی وجہ سے بے ساختہ سسکی بھری تھی۔۔ خوف کی وجہ سے اسے اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

رات کے اس وقت کیا کر رہی ہو تم یہاں؟ وہ جو ابھی خوف سے کانپ ہی رہی تھی زوریز شاہ کی بھاری اور غصیلی آواز سنتے ہوئے مرحاشاہ نے تشکر کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی تھیں، اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا وہ یہاں آ جائے گا۔ وہ تیزی سے مڑتی ہوئی زور سے اسکے سینے سے لگ چکی تھی، وہ جو کچھ دیر پہلے ڈر وخوف سے پاگل ہو رہی تھی، زوریز شاہ کے سینے سے لگتے ہی اسے تحفظ کا احساس شدت سے ہوا تھا۔

کچھ پوچھ رہا میں تم سے! کیا کر رہی ہو تم یہاں ڈاکٹر مرحاشاہ؟!!!۔۔۔ زوریز شاہ اسکا دوپٹا اسکے گلے میں دیکھتا ہوا اسکے بال اپنی مٹھی میں جھکڑ تا غصے سے دھاڑا تھا، اس سنسان سڑک پہ زوریز شاہ کی دھاڑ ہر طرف گونجی تھی، مرحا شاہ نے اسے سوات سے آتے ہی خود پہ غصہ کرتے دیکھ کے اپنی سنہری آنکھوں میں لبالب پانی لئے اسے دیکھا تھا، وہ جب یہاں سے گیا تھا تب بھی تو کتنی باتیں سنا کے گیا تھا، وہ اپنی شاہزادی کو خود غرض بول کے اسے جلتے توے پہ بٹھا کے خود سوات روانہ ہو چکا تھا، اسکے جانے کے بعد مرحاشاہ نے بند کمرے میں رو رو کے اپنا برا حال کیا تھا۔ وہ کبھی بھی آسانی سے نہیں روتی تھی لیکن اگر اس دنیا میں اسے کوئی آسانی سے رلا اور ہنسا سکتا تھا تو وہ اسکا ریز شاہ تھا۔۔

ہاسپٹل سے واپسی کے راستے پہ۔۔ میری گاڑی۔۔ ہو چکی تھی ریز۔۔ اور۔۔ اور۔۔ میرے۔۔۔ فون۔۔۔ میں۔۔ بیٹری۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔ تھی۔۔ میں۔۔۔ بہت۔۔۔ ڈر۔۔۔ چکی۔۔۔ تھی۔۔۔ تھینک۔۔ گاڈ۔۔۔ تم۔۔ آ۔ گئے۔۔۔ مرحاشاہ اسکی چاکلیٹ براؤن قمیض سینے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جھکڑتی بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔ اسکی بھرائی آواز پہ تضاد اسکی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اسکے بالوں پہ اپنی گرفت ڈھیلی کی تھی۔ اسے خوف سے کانپتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں کچلتے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پہ قابو پایا تھا۔۔

اس سنسان راستے سے کیوں جا رہی تھی تم؟۔۔۔ زوریز شاہ نے سخت لہجے میں پوچھتے ہوئے اسے خود سے دور کرتے اسکی گاڑی سے چابی نکالی تھی۔۔

اس راستے سے ہویلی جلدی آجاتی ہے، تو بس اس لئے۔۔۔اسکے خود کو یوں دور دھکیلنے پہ مرحاشاہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے مدھم آواز میں اسے جواب دے رہی تھی۔۔

ہویلی جلدی آجاتی ہے مائے فٹ! جانتی ہو کتنی وارداتیں ہوتی ہیں اس راستے سے!! ابھی اگر یہاں میری جگہ کوئی اور آجاتا تو تم اکیلی یہاں پہ کیا کر لیتی مرحاشاہ؟؟ تم اتنی سمجھدار کیوں بنتی ہو جب کہ عقل تم میں ذرا نہیں ہے۔۔

زوریزشاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکے بازو کو اپنی گرفت میں لیتے اپنے قدم اپنی گاڑی کی طرف بڑھائے تھے۔۔

تم مجھے انسلٹ نہیں کر سکتے۔۔۔بے وقوف نہیں ہوں میں۔۔مرحاشاہ کو اسکا خود کو یوں بے وقوف کہنا بالکل پسند نہیں آیا تھا، وہ جتنی دوسروں کے سامنے میچور بنتی تھی، زوریزشاہ کے سامنے اتنی ہی ضدی اور ہٹ دھرم بھی تھی۔۔

رائٹ! بے وقوف تو تم واقعی ہی نہیں ہو!

U ARE a good planner

)تم ایک اچھی منصوبہ ساز ہو۔(

وہ استہزایا انداز میں کہتا ہوا اسے اپنی پیسنجر سیٹ پہ دھکیل چکا تھا۔۔اسکے اس جملے پہ مرحاشاہ کو اندر تک آگ لگی تھی۔

اتنے شوخے کیوں ہو رہے تم؟ سوات کی پٹھانیاں کچھ زیادہ پسند آگئی ہیں تمہیں!! اسکے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھنے کی دیر تھی جب مرحاشاہ اسکے مضبوط چٹانی سینے پہ مکا جھڑتی غصے سے غرائی تھی، زوریزشاہ نے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے سینے سے ہٹایا تھا۔۔

ہاں!۔۔۔زوریزشاہ نے اسے ایک لفظی جواب دے کے اسے مزید آگ لگاتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

آئی ہیٹ یو زوریزشاہ! تم نے اس ایک ہفتے میں جتنا مجھے ہرٹ کیا ہے اتنا میں اپنی زندگی میں کبھی ہرٹ نہیں ہوئی۔۔

مرحاشاہ اسکے جواب پہ ہچکیوں سے رو کے چیخ کے بولتی ہوئی اپنا رخ شیشے کی طرف موڑ چکی تھی۔۔اسکے جواب پہ زوریزشاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔زوریزشاہ نے اپنی چلتی گاڑی کو بار یک لگاتے ہوئے اسے کہنی سے تھامتے ہوئے اپنے قریب کیا تھا۔۔

آئی ہیٹ یو ایون مور مرحاز اویار شاہ! کیونکہ ان گزرے چھ سالوں میں تم نے مجھے جتنا ہرٹ کیا ہے، اسکے بعد سے تم میرے پیار کے تو دور نفرت کے بھی لائق نہیں ہو۔۔ میں تم پہ اب اپنے مزید جذبے لٹاتے ہوئے اپنی انا کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔۔ سو شٹ یور ماؤتھ (لہذا اپنی زبان بند رکھو)۔ زوریز شاہ اسکی کہنی پہ اپنے ہاتھ کی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کرتا شدید غصے سے حلق کے بل چیخا تھا۔ مرحا شاہ نے اس کی دھاڑ کو سنتے ہوئے اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دباتے اس سے اپنی کہنی چھڑوائی تھی، وہ اپنی سنہری آنکھوں میں شکوہ لئے اسے ایک نظر دیکھ کے بنا کوئی جواب دیئے اپنا رخ شیشے کی طرف موڑ چکی تھی، اسکی آنکھوں میں شکوہ دیکھتے ہوئے زوریز شاہ غصے سے پاگل ہوا تھا، وہ کس بات کے شکوے کر رہی تھی اس سے؟ ابھی کہ شکوہ کرنا تو زوریز شاہ کا حق تھا! اسکے رخ موڑنے پہ زوریز شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے غصے سے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے روڈ پہ ڈالی تھی، وہ اس وقت اپنی گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھاتا ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔ مرحا شاہ خاموشی سے شیشے کی طرف دیکھتی بے آواز روتے ہوئے بار بار اپنی سنہری آنکھوں سے عارضوں پہ پھسلتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھی۔۔ اسکی اتنی خاموشی پہ زوریز شاہ نے بے ساختہ اس پہ اپنی نظریں دوڑائی تھیں، وہ اپنے نچلے لب پہ دانتوں سے ظلم ڈھاتی ہوئی اسے اچھا خاصہ قندھاری کر رہی تھی، وہ بار بار اپنی دائیں کہنی کو اپنے بائیں ہاتھ سے دبا رہی تھی جسے ابھی کچھ دیر پہلے زوریز شاہ نے جنگلوں کی طرح دبوچا تھا۔۔ زوریز شاہ نے تو سوچا تھا اسکی واپسی پہ اسکی شاہزادی اسکے لبوں کو شدت سے چومتے ہوئے اسے "آئی مس یو" جیسی تحریر بولے گی، لیکن اسکے منہ سے خود کے لئے "آئی ہیٹ یو" سنتے ہوئے وہ غصے سے پاگل ہوا تھا، اسکی باتوں سے اپنے پرانے زخم تازہ ہونے پہ وہ اسکی نازکی کی پروا کئے بغیر اسکی کہنی زور سے مڑوڑتا ہوا اس پہ دھاڑا تھا، پہلے اگر اسکا بولنا نہیں برداشت ہو رہا تھا تو اب اسکی خاموشی بھی زوریز شاہ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

تمہیں یہ چھوٹے چھوٹے مفلر لینے سے منع کیا تھا نا میں نے؟ پھر کیوں تمہارا دوپٹا سر کی بجائے گلے میں لٹکا ہوا ہے؟؟ زوریز شاہ نے اپنے انگوٹھے سے اسکے نچلے ہونٹ کو اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتے ہوئے سخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

جب تم میرے لئے کوئی بھی جذبہ رکھ کے اپنی انا کو ٹھیس نہیں پہچانا چاہتے تو پھر کیونکر مجھے لے کے ابھی تک پوزیسیو ہوتے ہو؟ مرحاشاہ نے اپنی سرخ ہوتی بھیگی سنہری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ اسکے جواب نے زوریز شاہ کو لاجواب کیا تھا۔۔

وجہ تمہارے نام کے ساتھ جڑا میر انام ہے مرحاشاہ! ورنہ زوریز شاہ تمہاری طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔۔ زوریز شاہ نے اپنے دل میں ہلچل مچاتی دھڑکنوں کے ردم کو نظر انداز کرتے اسے بے رخی سے جواب دیا تھا، اسکے جواب پہ مرحاشاہ نے غصے سے اسکے کندھے اور سینے پہ اپنے نازک ہاتھوں کے مکوں کی برسات کی تھی، زوریز شاہ نے اس اچانک افتاد پہ بمشکل اپنے ہاتھ سے چھوٹتے سٹیرنگ کو سنبھالا تھا۔۔

اب پٹھانیوں کا جائزہ لے آئے ہو گے تم اپنی چیل جیسی آنکھوں سے، اب کیوں تم اپنی منکوحہ کی طرف دیکھنا پسند کرو گے۔۔ وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی اذیت کی انتہا پہ چلائی تھی، وہ ہرٹ ہو رہی تھی اسکے رویے سے۔۔۔ تین دنوں پہلے وہ جو اس کے سامنے بے باک بنی پھر رہی تھی، اب وہ ساری بے باکی جیسے کہیں دو جا سوئی تھی، اب اسکی ناراضگی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

اسکے چلانے پہ زوریز شاہ کے خوبصورت چہرے پہ ناگواری کے تاثرات آئے تھے لیکن اسے یوں بچوں کی طرح روتے اور خالص بیویوں والے انداز میں شک کرتے دیکھ کے زوریز شاہ نے بے ساختہ اسے کلائی سے کھینچتے ہوئے اپنی گود میں بٹھایا تھا، اس اچانک افتاد پہ روتی ہوئی مرحاشاہ نے سرخ پڑتے اسکی طرف دیکھا تھا، زوریز شاہ نے اسکے سنہری بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو سٹیرنگ پہ مضبوط کیا تھا، زوریز شاہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اسکے نچلے لب کو اپنے انگوٹھے اور دو انگلیوں میں بھرتے ہوئے بارہا اس پہ جھک کے اپنے دانت گاڑے تھے، مرحاشاہ نے اسکے انداز پہ سسکی بھرتے اسکی ڈارک براؤن قمیض کے کالر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا، وہ اسکی پیش قدمی پہ حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ مرحاشاہ نے ابھی نوٹس کیا تھا وہ ڈارک براؤن شلوار میں ملبوس اپنے بھورے بالوں کو اچھے سے سیٹ کئے وجاہت کا شاہکار لگ رہا تھا۔۔

وہ پٹھانیاں خود کو پردے میں چھپا کے رکھتی ہیں، تمہاری طرح دوپٹے کو گلے کا ہار پہنا کے نہیں گھومتی۔۔۔زوریز شاہ نے بات کو گول کرتے ہوئے اسکا شک دور کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس نے کسی بھی پٹھانی کو نہیں دیکھا کیونکہ وہ پردے میں رہتی ہیں لیکن اسکے جواب پہ مرحاشاہ ریلیکس ہونے کی بجائے مزید بھڑکی تھی۔۔

اتنی ہی پسند آگئی تھیں تمہیں ان کی عادتیں؟ کہیں اپنے دوست کے ساتھ اپنا دوسرا نکاح بھی تو نہیں پڑھوا آئے تم؟؟ مرحاشاہ اسکے سینے پہ اپنے ناخن گاڑتی ہوئی ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔۔

بکواس بند کرو اپنی، کب سے تمہاری باتیں برداشت کر رہا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں ہے! تم حد سے بڑھ جاؤ ڈاکٹر مرحاشاہ!! زوریز شاہ اسکے یوں اپنے کان میں چلانے پہ ناگواری سے اسے اسکی سیٹ پہ پٹکتا غصے سے دھاڑا تھا، اسکے یوں پٹکنے پہ مرحاشاہ کا سر شیشے کے ساتھ زور سے ٹکرایا تھا۔۔

سس۔۔۔مرحاشاہ نے سسکی بھرتے ہوئے بے ساختہ اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔زوریز شاہ جو غصے سے تیز رفتار گاڑی چلاتا اپنا دھیان ونڈ سکرین پہ مرکوز کر چکا تھا، اسکی سسکی پہ اس نے تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ اپنے ماتھے سے ہاتھ ہٹا کے اسے آنکھوں کے سامنے کرتی بری طرح سے رونا شروع کر چکی تھی، کیونکہ اسکے ہاتھ کی انگلیاں خون سے رنگ چکی تھیں، اور مرحاشاہ سب برداشت کر لیتی تھی لیکن اپنی نازکی کی وجہ سے وہ زرا سی چوٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکے ماتھے پہ چوٹ دیکھتے ہوئے جلدی سے اپنی گاڑی کو بریک لگائی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے نزدیک کرتے ہوئے اسکے ماتھے پہ پھونک ماری تھی، اسکے ماتھے پہ شیشے سے ٹکرانے کی وجہ سے ہلکا سا زخم آیا تھا، اتنا زخم نہیں آیا تھا جتنا وہ اسے چلا چلا کے روکے دیکھا رہی تھی۔۔

چھوڑو مجھے۔۔زخم دینے والے ان پہ مرحم رکھتے ہوئے اچھے نہیں لگتے زوریز شاہ! آئی ہیٹ یو۔۔مرحاشاہ اسے فرسٹ ایڈ باکس نکالتے دیکھ کے روتے ہوئے چیخی تھی۔۔اسکے پھر سے آئی ہیٹ یو بولنے پہ زوریز شاہ نے اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فرسٹ ایڈ باکس میں سے کاٹن اور پاوڈین نکالی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکے زخم پہ ابھی کاٹن رکھی ہی تھی جب مرحاشاہ نے شدید مزاحمت کرتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو خود سے دور جھٹکا تھا، زوریز شاہ نے اسکی اس حرکت پہ غصے سے پاگل ہوتے اپنے مضبوط ہاتھوں میں اسکی جیکٹ کو اسکے پہلو سے تھام کے خود کے بے

حد نزدیک کرتے ہوئے اسکے یاقوتی بھرے بھرے ہونٹوں پہ اپنے لبوں کی گرفت جمائی تھی۔ اسکے انداز پہ مرحاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ جب بھی کوئی جسارت کرتا تھا اتنے رومانٹک انداز میں کرتا تھا کہ مرحاشاہ کو اسکی بے باکیوں سے اپنا دل باہر آتا ہوا محسوس ہوتا تھا، ابھی بھی وہ کبھی اسکے بالائی لب کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتا تو کبھی اسکے نچلے لب پہ اپنی شدتیں بکھیرتا ہوا مرحاشاہ کو خود میں سمٹنے پہ مجبور کر رہا تھا، مرحاشاہ نے اسکی شدت بھرے لمس پہ اسکی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں بھینچا تھا، وہ اپنے زخم کا درد اپنی تکلیف بھولتے ہوئے اسکے شدت بھرے لمس میں اسکا ساتھ دے رہی تھی جس پہ زوریز شاہ نے اسے ایک جست میں خود پہ گراتے ہوئے اسے سختی سے خود میں بھینچتے اسکے لبوں پہ اپنی گرفت مزید بڑھائی تھی، اسے پیاسوں کی طرح اپنی سانسیں پیتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اسکے کالر کو جھنجھوڑتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی جو اپنی کس کا دورانیہ بڑھاتا جا رہا تھا۔۔ اسکی سانسوں کو اکھڑتے ہوئے محسوس کر کے زوریز شاہ نے ناچاہتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے اسکے بالائی لب پہ اپنے دانت گاڑے تھے، پھر پیچھے ہٹنے کو دل نہ کیا تو وہ ایک بار پھر اسکے لبوں پہ بری طرح سے قابض ہو گیا۔۔ مرحا شاہ نے اسے پاگل بن کے اپنے ہونٹوں سے لپٹتے دیکھ کے اپنی سنہری آنکھیں پھیلائی تھیں، زوریز شاہ اپنے ہاتھوں کو اسکی جیکٹ کے اندر لے جاتا اسکے جسم کو بے باکی سے چھوتا ہوا مرحاشاہ کے جسم میں ارتعاش پیدا کر چکا تھا۔۔

ر۔یز۔۔۔ مرحاشاہ نے اپنی سانسوں کے بند ہونے پہ اس سے اپنے ہونٹ جدا کرنے کی تگ و دو کرتے اسے اکھڑی سانسوں کے درمیان پکارا تھا لیکن وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے اسکا سر پیچھے سٹیرنگ پہ لگا کے اس پہ مزید جھکتا ہوا اپنے لبوں کی شدت میں مزید اضافہ کرتا جیسے اسے مارنے کے درپہ تھا، اسکے ہاتھوں کو اپنے پیٹ سے اوپر کی طرف بڑھتے دیکھ کے مرحاشاہ نے شرم و حیا سے سرخ پڑتے اسکے مضبوط ہاتھوں پہ ہولے سے تھپڑ مارے تھے، جس پہ زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکے لبوں پہ ہولے سے دانت گاڑتے بالآخر انہیں آزادی بخشی تھی۔۔ دونوں کی سانسیں بری طرح سے پھول چکی تھیں۔۔

"مجھ سے کوئی گناہ کروائیں گے

اف تیرے یہ ہونٹ مجھے مروائیں گے"

زوریز شاہ نے اسکے بھیگے لبوں کو دیکھتے ہوئے اپنے دل میں یہ شعر کہتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

آئیندہ سے مجھے خود سے دور جھٹکنے کی کوشش مت کرنا مر حاشاہ ورنہ تمہارے ہونٹوں کا اس سے بھی برا حال کروں گا۔۔ زوریز شاہ اسکے ہونٹوں پہ ٹکی خون کو بوندوں کو اپنے لبوں سے چنتا خمار آلود آواز میں وارننگ دیتے ہوئے بولا تھا، مر حاشاہ نے اسکی وارننگ پہ اپنی نظریں جھکائی تھیں، زوریز شاہ نے اسکے نظریں جھکانے پہ اسے آئیبرو آچکا کے دیکھا تھا، زوریز شاہ نے اسکے ماتھے کے زخم کو دیکھ کے اپنی لاپرواہی پہ خود کو ملامت کرتے ہوئے نرمی سے اسکا زخم صاف کرتے ہوئے اس پہ بالکل چھوٹی سی بینڈیج کر کے ٹیپ لگائی تھی، اس دوران مر حاشاہ بنا پلکیں جھپکائے سکی طرف دیکھ رہی تھی جس نے کافی احتیاط سے اسکے چھوٹے سے زخم کو چھوا تھا۔ زوریز شاہ خود پہ مر حاشاہ کی نظروں کی تپش محسوس کرتا فرسٹ ایڈ باکس بند کر ہی رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔ ھارون شاہ کا نمبر دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے فون پس کر کے کان کو لگاتے ہوئے مر حاشاہ کو احتیاط سے اسکی جگہ پہ بٹھایا تھا۔۔

جی بابا راستے میں ہوں۔۔ بس پانچ منٹ تک ہویلی پہنچ رہا ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے ھارون شاہ نے شاید اسکی واپسی کے بارے میں پوچھا تھا جس پہ زوریز شاہ نے مختصر سا جواب دے کے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون رکھا تھا۔۔

گلے سے دوپٹا نکال کے سر پہ اوڑھو۔۔۔ زوریز شاہ نے ایک نظر مر حاشاہ کو دیکھ کے حکمیہ لہجے میں کہتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔ مر حاشاہ نے اسکے لہجے میں پھر سے پہلے والی بے رخی کا عنصر دیکھ کے تھوک نگلتے ہوئے اپنے گلے سے دوپٹا نکالتے سر پہ اوڑھا تھا۔۔

چھ سال پہلے میرے جانے کی وجہ۔۔۔۔۔ ابھی مر حاشاہ ہمت کر کے اپنے دہکے گالوں سمیت کچھ بولنے کی کوشش کر ہی رہی تھی جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بھار میں گئے وہ چھ سال! خبر دار اب جو مجھے تمہاری آواز بھی آئی تو مر حاشاہ! ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں، لالہ کی منگنی سٹارٹ ہونے والی ہے۔۔ زوریز شاہ سخت اور بے تاثر لہجے میں بولتا اپنا دھیان پھر سے ڈرائیونگ کی طرف لگا چکا تھا، وہ ان چھ سالوں کا زکر کر کے پھر سے اپنے زخم ہرے نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ مر حاشاہ نے اسکے دھوپ چھاؤں والے رویے پہ ٹھنڈی آہہ بھرتے ہوئے اپنا سر سیٹ پہ ٹکاتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔۔

احان شاہ کی منگنی کی رسم شروع ہونے والی تھی۔۔ احان شاہ کی منگنی کا فنکشن بڑے پیمانے پر مشتمل تھا، جس میں میڈیا کو بھی انوائیٹ کیا گیا تھا۔۔

کالی شلوار قمیض میں ملبوس کالی ہی شال گلے کے گرد لٹکائے احان ھارون شاہ اسٹیج پہ میر ال شاہ کے ساتھ بیٹھا سنجیدگی سے اپنی زہرہ مام کی کسی بات پہ سر ہلاتا ان کے ہاتھ سے انگوٹھی کی ڈبی پکڑ چکا تھا۔۔ یہاں اس نے ڈبی سے انگوٹھی نکالی تھی اور وہاں عورتوں کے درمیان میں کھڑے وجود کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑی تھی۔۔ دودھیا سرخ و سفید رنگت شدید بخار کی وجہ سے بے حد سرخ تھیں۔۔ بڑی بڑی کرسٹل گرے آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔۔ گلابی بھرے بھرے لب بری طرح سے کپکپا رہے تھے۔۔ چہرے پہ معصومیت ہی معصومیت ہی تھی۔۔ اسکا قیامت نو خیز سراپا اس سرخ میکسی میں قیامت ڈھا رہا تھا۔۔ اس نے آج پہلی بار اپنے سر سے دوپٹا اتارتے ہوئے گلے میں لیا تھا۔۔ سرخ میکسی فیٹنگ میں ہونے کی وجہ سے اسکے بدن کے خوبصورت نشیب فراز بے حد نمایاں کر رہی تھی۔۔ بھورے بال کھول کے پشت پہ پھینکے گئے تھے۔۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار آج اتنا تیار ہوئی تھی، اور جس کو اپنی خوبصورتی دیکھانے کے لئے تیار ہوئی تھی اسکے پاس اسے دیکھنے کے لئے شاید فرصت ہی نہیں تھی، وہ تو ڈبی سے انگوٹھی نکال کے میر ال شال کا نرم و ملائم ہاتھ تھام چکا تھا۔۔ فوٹو گرافر کے متوجہ کروانے پہ شاہ نے اپنی ہری آنکھیں اٹھاتے ہوئے سامنے کی طرف دیکھا تھا اور پھر وہ یہاں وہاں دیکھنا بھول چکا تھا، وہ بھول چکا تھا اسکے ہاتھ میں ایک خوبصورت سی ڈائمنڈ رنگ ہے، وہ بھول چکا تھا اسے منگنی کی یہ ڈائمنڈ رنگ اپنے ساتھ بیٹھی میر ال شاہ کو پہنانی ہے۔۔ نہیں یہ وہ نہیں تھی۔۔۔ یہ وہ کیسے ہو سکتی تھی؟؟ اس کا چہرہ تو آج تک حویلی کے ملازموں تک نے نہ دیکھا تھا تو وہ یوں سر عام مردوں اور عورتیں کے اکھٹے فنکشن میں ننگے سر اتنی فٹنگ والی میکسی کیسے زیب تن کر سکتی تھی؟؟ احان شاہ نے تحیر سے سوچا تھا، ہری آنکھوں کے کرسٹل گرے آنکھوں سے ٹکرانے کی دیر تھی، جب کرسٹل گرے آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کے سرخ پھولے گلابی گالوں پہ گرتے ہوئے بے مول ہوئے تھے۔۔ کرسٹل گرے آنکھوں میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں تھیں۔۔ شاہ نے اسے یوں بغیر پردے کے ننگے سر دیکھتے ہوئے پھولوں سے سجے خوبصورت سے لان کے ارد گرد اپنی نظریں دوڑاتے ہوئے تمام مردوں پہ نظریں ڈالی تھیں، آدھے سے زیادہ مردوں کی نظریں اس پٹھانی پہ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، منگنی میں تمام لوگ ایلیٹ کلاس سے

انوائیڈڈ تھے، اسے لئے مردوں اور عورتوں کے درمیان پردے پہ اتنا دھیان نہیں دیا گیا تھا۔۔ ہری آنکھوں میں طیش کی لالی جبکہ خوبصورت مردانہ نقوش غصے سے تن چکے تھے۔۔ احان شاہ نے کرسٹل گرے آنکھوں میں التجا دیکھتے ہوئے اپنے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔ احان شاہ کے ساتھ بیٹھی میرال شاہ کی نظریں جب اسکی کی نظروں کے تعاقب میں اٹھیں تو اسکا پورا وجود کسی بھٹی کی مانند سلگا تھا۔۔ وہ نوکرانی اسکی دی گئی سرخ میکسی میں قیامت ڈھا رہی تھی، میرال شاہ نے تو اسے اپنی اتنی پرانی میکسی حقارت سے دی تھی لیکن وہ تو اس میں بھی اپنی معصومیت سے بنا میک اپ کے غضب ڈھا رہی تھی، میرال شاہ نے اسے اپنی یہ پرانی میکسی صرف دلی تسکین کے لئے دی تھی، اسے کیا معلوم تھا وہ یہ میکسی اسکی منگنی میں ہی ذیب تن کر لے گی، وہ اس وقت سرخ میکسی میں سرخ گلاب لگ رہی تھی۔۔ میرال شاہ کا دل کیا وہ اس لڑکی کے معصوم نقوشوں کو اپنے ناخنوں سے کھرونچ ڈالے جو احان شاہ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔۔ میرال شاہ اس وقت پستہ بھاری کامدار میکسی میں ملبوس نیوڈ میک اپ کئے پیروں پہ لمبی سلور ہیل پہنے دوپٹے کو صرف نام کے طور پہ پیچھے کی طرف پن اپ کئے ہوئے تھے، میرال شاہ اس وقت بے حد خوبصورت لگ رہی تھی لیکن اسے اپنا یہ حسن اس وقت بنا میک اپ کے کھڑی اس پٹھانی کے مقابلے میں بے حد کم محسوس ہو رہا تھا۔۔

ایزل شاہ اس وقت سکائے بلیو پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس شانوں پہ دوپٹا لئے احان شاہ کی کرسی کے پیچھے کھڑی احان اور میرال کی طرف ہی دیکھ رہی تھی، جبکہ مرحاشاہ پنج پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس چہرے پہ سوفٹ سا میک اپ کئے جبکہ بالوں کو لوز کرل کئے ہوئے تھے، وہ شانوں پہ دوپٹا لئے مسکرا کے میرال کے کان میں کچھ بول رہی تھی، وہ ابھی میرال شاہ کے کان میں گھسی سرگوشی کر ہی رہی تھی جبکہ اپنی کمر پہ کسی کی انگلیوں کی سرسراہٹ محسوس کرتے مرحاشاہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے، وہ اسکے لمس سے اسے پہچان چکی تھی، مرحاشاہ تھوک نگلتے ہوئے میرال شاہ سے پیچھے ہوئی تھا، مرحاشاہ نے رخ موڑتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں میں غصے کی سرخی لئے اسے گھور کے دیکھ رہا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے بلا فضول میں یوں گھورنے پہ اسے ناسمجھی سے دیکھا تھا۔۔

سر پہ دوپٹا اوڑھو، ورنہ اسی کیمرے کے سامنے تمہاری سانسیں روک دوں گا۔۔ اپنے طریقے سے!! زوریز شاہ نے اسکے کان میں دبے دبے انداز میں غراتے ہوئے مرحاشاہ کو پل میں سرخ کیا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکی بے باک

سرگوشی پہ ایک نظر شرارت سے مسکراتی ایزل شاہ کو دیکھتے اپنے سر پہ دوپٹا رکھا تھا، شاید نہیں وہ یقیناً زوریز شاہ کی بے باک سرگوشی سن چکی تھی۔۔

کاظم شاہ جو آج آفس سے جلدی ہویلی آچکا تھا، ہویلی کے لاونج میں احان شاہ کی منگنی کی تقریب دیکھتے ہوئے وہ سب کو اگنور کرتا سر جھٹک کے اندر کی طرف بڑھنے والا تھا جب اسٹیج پہ کھڑی مسکراتی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھتے کاظم شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی، کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھوں میں شدید سرخی لئے لان کی طرف بڑھا تھا۔۔ اسکا لان میں جانے کا اس وقت بالکل کوئی موڈ نہیں تھا لیکن اپنی بیوی کو ان کیمروں کے سامنے دیکھتے ہوئے اسے اپنے پورے وجود پہ جیسے چونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔ کاظم شاہ جیسا پوزیسیو انسان اسے کہاں بغیر سر پہ دوپٹے کے ان کیمروں اور میڈیا کے سامنے برداشت کر سکتا تھا۔۔

کاظم شاہ اس وقت بلیک ڈریس پینٹ پہ بلیک ہی ڈریس شرٹ پہنے اپنے بازوؤں کے سلیوز کو ہمیشہ کی طرح کہنیوں تک مورے اپنی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنے بکھرے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسٹیج کی طرف بڑھ ہی رہا تھا جب تمام کیمروں نے اپنا رخ اسکی طرف کیا تھا، رپورٹرز نے اسکی بجائے احان کے سیاست میں آنے کی وجہ پوچھتے ہوئے اس پہ سوالوں کی بوچھاڑ کی تھی کیونکہ سب جانتے تھے کاظم شاہ ہویلی کا بڑا سپوت ہے! رپورٹرز کے سوالات پہ کاظم شاہ "نو کمینٹس" بولتا ہوا میڈیا کے جھرمٹ کو توڑتا اسٹیج کی طرف بڑھ چکا تھا، احان شاہ نے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہی اپنی نظریں پھیرتے ہوئے پھر سے کرسٹل گرے شکوہ کناں آنکھوں میں دیکھنا شروع کیا تھا۔۔ دریاب شاہ نے غصے سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کیمروں کے سامنے کسی سے بھی رسما سلام دعا کئے بغیر بنا کسی لحاظ کے ایزل شاہ کو کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔۔ زوریز شاہ جو مرحا شاہ کے بعد ایزل شاہ کو دوپٹا سر پہ رکھنے کا بولنے ہی والا تھا، کاظم شاہ کی اس حرکت پہ اس نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو بنا کسی لحاظ کے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے غصے سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، زوریز شاہ نے آج تک کاظم شاہ کو ایزل شاہ کے ساتھ یوں بے باکیوں پہ اترتے نہیں دیکھا تھا، زوریز شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، اس نے ایزل شاہ کو کہنی سے پکڑ کے کاظم شاہ سے الگ کیا تھا، کیونکہ کیمروں کی کافی لائٹس اس وقت ایزل شاہ اور کاظم شاہ پہ ٹکی ہوئی تھیں۔۔

کیسے ہیں لالہ آپ؟؟زوریز شاہ نے اپنے غصے پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے کاظم شاہ کو گلے سے لگایا تھا، کیونکہ کاظم شاہ نے خود تو اسے دیکھ کے بھی اس سے ملنا گوارا نہیں کیا تھا، ورنہ زوریز شاہ چاہے ایک دن کے لئے ہی ہویلی سے باہر کیوں نہ رہے، کاظم شاہ ہمیشہ اس سے خوشدلی سے ملتا تھا۔ زوریز شاہ ابھی تک کاظم شاہ کے اس ایٹیوڈ کی وجہ سمجھ نہیں پایا تھا، ابھی تک اسکی کچھ دیر پہلے والی ایزل شاہ کے ساتھ بے حد نزدیکی یاد کرتے ہوئے زوریز شاہ کو اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

ٹھیک ہوں۔۔۔کاظم شاہ نے روکھے سوکھے لہجے میں جواب دے کے زوریز شاہ کو خود سے الگ کرتے ہوئے پھر سے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے خود کے نزدیک کیا تھا جو کسی کٹی ڈال کی طرح اس کے سینے سے لگی تھی، کاظم شاہ کو کچھ دیر پہلے کی زوریز شاہ کی حرکت بالکل اچھی نہیں لگی تھی جب اس نے ایزل شاہ کو اس سے دور کیا تھا۔۔

لالہ یہ کیا طریقہ۔۔۔ابھی زوریز شاہ اسکی ایزل شاہ کے ساتھ اس بے باک حرکت پہ سرخ پڑتے ہوئے اس پہ بھڑکتا جب کاظم شاہ اسے اور یہاں بیٹھے ایک ایک شخص کو اگنور کرتا ہوا ایزل شاہ کی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کئے لان کی پچھلی طرف بڑھ چکا تھا، وہ لان کی پچھلی طرف سے ہویلی کے اندر جانے کا ارادہ رکھتا تھا، کیونکہ وہ پھر سے رپورٹرز کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسکے ساتھ ایزل شاہ تھی، اپنی کمر پہ کاظم شاہ کی اتنی سخت گرفت پہ ایزل شاہ کو اپنی کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔زوریز شاہ نے کاظم شاہ کی اس حرکت پہ اپنے پاس پڑی کرسی کو غصے سے ٹھوکر مارتے ہوئے اسکے پیچھے جانا چاہا تھا جب ھارون شاہ نے تیزی سے اسکا بازو پکڑ کے اسکے کان میں ہولے سے کوئی سرگوشی کرتے ہوئے اسے ساکت کیا تھا، زوریز شاہ نے اپنے باپ کی سرگوشی پہ بنا پلکیں جھپکائے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

یہ سب احان شاہ کے صوفے کے پیچھے ہوا تھا جسے احان شاہ دیکھ تو نہیں پایا تھا، البتہ زوریز شاہ کا غصہ سے لال پیلا ہو کے کرسی کو پٹکنا اور دبی دبی آواز میں غرانا اسے بہت کچھ سمجھا چکا تھا، جس پہ وہ ان کیمروں کے سامنے کاظم شاہ کو پٹکنے سے تو رہا، اسی لئے صبر کے گھونٹ پیتا وہ ہنوز سرخ میکسی میں ملبوس اس خوبصورت پٹھانی پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔

شاہ۔۔۔سب ہماری رنگ سرمنی کا انتظار کر رہے ہیں۔۔کم آن۔۔جلدی کرو۔۔۔میر ال شاہ نے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ کے اپنے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بے حد ضبط سے مسکرا کے احان شاہ کو مخاطب کیا تھا۔۔

میر ال شاہ کی سرگوشی پہ کرسٹل گرے آنکھوں کی التجا میں کھوئے ہوئے احان شاہ نے جلدی سے اس جادوگرنی سے اپنی نظریں پھیرتے ہوئے میر ال شاہ کی طرف دیکھتے اپنے سر کو خم دیا تھا۔۔

شاہ کے میر ال شاہ کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنانے کی دیر تھی جب ہر طرف تالیوں کا شور گونجا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اپنا ہاتھ اٹھا کے سب کو اپنی رنگ دیکھاتے ہوئے مسکراتے ہوئے ہوٹنگ کی تھی۔۔ میر ال شاہ نے کرسٹل گرے آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے اسکی طرف استہزایا مسکراہٹ پاس کی تھی جس پہ اس معصوم سی پٹھانی نے اپنا نچلہ لب بے دردی سے دانتوں میں لے کے کچلا تھا، میر ال شاہ اسکی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھ کے اتنا تو سمجھ چکی تھی کہ وہ احان شاہ کو پسند کرتی ہے، اور ویسے بھی اس میں کوئی انوکھی بات نہیں تھی، احان شاہ کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ ہر لڑکی اس سے عشق کرنے پہ مجبور ہو جائے۔۔ میر ال شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اس بات کو ہوا میں اڑایا تھا۔۔ اب میر ال شاہ، احان شاہ کے بائیں مضبوط مردانہ ہاتھ کو تھام کے مسکراتی ہوئی اس میں انگوٹھی پہنا رہی تھی۔۔ شاہ کی نظریں بھٹکتی ہوئی پھر سے ساحرانہ جادوگرنی پہ گئی تھیں جو اپنے نچلے لب پہ بے دردی سے ظلم ڈھاتی ہوئی اپنے پھولے گالوں سے آنسو رگڑ کے صاف کر رہی تھی۔۔ احان شاہ کو اسکی یہ حرکت بے انتہا ناگوار گزری تھی، اس نے غصے سے اپنی کنپٹی مسلتے ہوئے گلالئی کو دیکھا تھا جو اس رش کو چیر کے لان سے بھاگتی ہوئی انیکسی کی جانب بڑھی تھی۔۔ اسکی بل کھاتی کمر پہ بکھرے ان لمبے بھورے بالوں کو دیکھتے ہوئے شاہ کے پورے بدن میں چھنگاڑیاں سی بھری تھیں، کتنے مردوں نے مڑ مڑ کے اس کی بل کھاتی کمر پہ اپنی ہوس بھری نظریں گاڑی تھیں۔۔ شاہ بی بی اپنے پوتے اور نواسی میں مصروف اپنی خوشی کی وجہ سے گلالئی کو سرخ میکسی میں دیکھ نہیں پائی تھیں، ورنہ اگر دیکھ لیتی تو کوئی بعید نہیں تھی وہ اسکی اتنی تیاری پہ اسکا کچومر بنا کے رکھ دیتی۔۔

احان شاہ کی نظریں پھر سے انیکسی کی طرف دیکھتے ہوئے میر ال شاہ کی بھوری آنکھوں میں بے حد سرخی چھائی تھی۔۔ وہ غصے سے لال پیلی ہوتی ہوئی منٹوں میں ایک پلین تیار کر چکی تھی۔

میرے سامنے تمہاری معافیوں کے ڈرامے ختم نہیں ہوتے اور وہاں اسٹیج پہ کھڑے تمہاری مسکراہٹ بند نہیں ہو رہی تھی؟ تم مجھے سب کے سامنے بدکردار ثابت کر کے خود اتنی خوش کیسے رہ سکتی ہو؟ تمہارے کتنے روپ ہیں ایزل شاہ؟ تم کیا ہو؟؟ اخر تم کیوں ہو اتنی مکار؟ لاؤنج کے اندرونی حصے میں آتے ہی کاظم شاہ اسے سیڑھیوں کی ریلینگ کے ساتھ زور سے لگاتا بے حد غصے سے بلند آواز میں چیخا تھا۔ اسکے یوں ریلینگ کے ساتھ زور سے لگانے سے ایزل شاہ کو اپنی کمر میں شدید درد اٹھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس کی بلند آواز پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔ اسکے الفاظ اسکے دل میں کسی نشتر کی طرح چبھے تھے۔۔

وہ۔۔ میں۔۔۔ مرحا۔۔۔ دیدہ۔۔۔ کی۔۔۔ بات۔۔۔ پہ۔۔۔ مسکرا۔۔۔ ایزل شاہ ابھی اپنی نیلی آنکھوں میں آنسو اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیا تھا۔۔

بہانوں کی تو تمہارے پاس بنی بنائی لسٹ ہے، لیکن میرے سامنے تمہارے مزید بہانے نہیں چل سکتے ایزل شاہ! اور مجھے رو رو کے دیکھانا بند کرو۔۔ نفرت ہو رہی ہے مجھے تم سے اور تمہارے ان آنسوؤں سے دھوکے باز فریبی عورت!! کاظم شاہ اسے آنسو بہاتے دیکھ کے اسکے چہرے کے پاس اپنا چہرہ لاتا حلق کے بل چیخا تھا۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے گہرے گہرے سانس بھرتے اپنے آنسوؤں پہ قابو پانے کی کوشش کی تھی۔۔ اسکے یوں گہرے سانس بھرنے پہ کاظم شاہ کی نظریں اسکے نیوڈلپ اسٹک سے سجے ہونٹوں سے ہوتی ہوئی اسکے جسم کے نشیب و فراز پہ ٹکی تھی، اسکے گہرے گہرے سانس بھرنے پہ اسکا سراپا ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا، وہ اس وقت سکائے بلیو ڈیسنٹ سی فراک میں ملبوس چہرے پہ میک اپ کے نام پہ صرف نیوڈلپ اسٹک لگائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، باریک نیٹ کا شانوں پہ اوڑھا دوپٹا اسکی خوبصورتی چھپانے کے لئے ناکافی تھا، بھورے لمبے سٹریٹ اور سلکی بال پشت پہ بکھرے ہوئے تھے، نازک سفید پیر سلور بلاک ہیل میں مقید تھے۔۔ وہ اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی، لیکن اس وقت کاظم شاہ کو اس کی یہ خوبصورتی اتنی بری لگ رہی تھی، اس کا بس نہیں تھا وہ اسکے بدن کو جلا ڈالے جس پہ وہ ایک باریک سا دوپٹا لئے تمام کیمروں کے سامنے کھڑی تھی۔۔

تمہیں شرم نہیں آئی تھی یہ نیٹ کا دوپٹا اوڑھ کے میڈیا کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے؟ یہ دوپٹا کہاں سے چھپا رہا ہے تمہارے وجود کو ایزل شاہ؟ کیوں ہر جگہ " سید کاظم شاہ " کو ذلیل کروانے پہ تلی ہوئی ہو؟ بولو جواب دو مجھے!

کاظم شاہ اسکے نیٹ کے دوپٹے کو اتار کے زمین پہ پھینکتا اپنی بھاری آواز میں گرجا تھا۔۔کاظم شاہ کے الفاظ پہ ایزل شاہ کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑا تھا۔۔

چھوڑو میں بھی کس بے شرم لڑکی سے شرم کی توقع کر رہا ہوں! جو لڑکی اپنی ہویلی کے مرد پہ زناکاری کا الزام لگاتے ہوئے اسکا کردار مشقوق بنا سکتی ہے وہ تو اپنے مطلب کے لئے برہنہ بھی گھوم سکتی ہے!!مجھے تو لگتا ہے اس دن ان لڑکوں کے سامنے بھی تم نے جان بوجھ کے اپنے وجود کے نظارے کروانے کے لئے اپنے جسم سے دوپٹا اتارا تھا، تاکہ لڑکوں کو اپنے آگے پیچھے گھما سکو!! کاظم شاہ اسکے کھلے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑ کے جھٹکا دیتا سفاکی سے اسکے کان میں صور پھونکا رہا تھا، گلائی جو اپنی آنکھیں میچے ہوئے تھے، کاظم شاہ کی باتوں پہ اسکی روح بلبلا اٹھی تھی۔۔

ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی لئے بنا پلکیں جھپکائے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے الفاظوں سے اسکے کردار پہ کاری وار کر چکا تھا۔۔

آپ۔۔آپ۔۔۔میرے۔۔۔کردار۔۔۔پہ الزام۔۔۔۔ایزل شاہ ابھی کاظم شاہ کی شرٹ کا گریبان تھامتی ہوئی مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ چیختی جب کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے تھام کے اسی دن کی طرح مڑورے تھے، لیکن آج وہ کچھ زیادہ بے رحمی سے اسکے ہاتھ موڑ کے اسکی کمر کے ساتھ باندھ چکا تھا۔

میں نے تمہیں اس دن بھی منع کیا تھا کبھی میرے گریبان تک پہنچنے کی جرات مت کرنا ایزل شاہ! اور رہی بات کردار کی! تو بتاؤ کیا ہے تمہارا کردار یو بلڈی گرل !

?Explain me your ugly character

)مجھے اپنے بدصورت کردار کی وضاحت دو؟(

What's so good in your damn bloody

character

کاظم شاہ اسکے نرم و نازک ہاتھوں پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا لہو رنگ آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتا اس سے کرخت اور استہزایا لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔اسکے سوالات پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں بے یقینی چھائی تھی، اسکے شاہ جی اسکے کردار کی صفائی مانگ رہے تھے؟؟ویسے وہ ٹھیک ہی تو بول رہے ہیں کیا ہے ایسا میرے کردار

میں ؟میں واقعی ہی ایک بے شرم اور گری ہوئی لڑکی ہوں! ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبائے اذیت سے سوچا تھا۔۔کاظم شاہ کی سخت گرفت پہ اسے اپنے ہاتھ ٹوٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔

میں واقعی ہی آپکی جوڑ نہیں ہوں۔۔میرا کردار بہت برا ہے۔۔ایزل شاہ نے اپنی پلکوں کو جھپک جھپک کے اپنے آنسوؤں کو گالوں سے بہنے سے روکتے ہوئے یہ دو جملے اپنے منہ سے کافی ازیت سے نکالے تھے، آج پتا چل رہا تھا جب کردار پہ بات آتی ہے تو دل پہ کیسے وار ہوتا ہے! وہ تو پھر اکیلے میں اسکے کردار پہ بات کر رہا تھا لیکن ایزل شاہ نے اس وقت خود غرضی کی انتہا کرتے ہوئے ہر کسی کے سامنے اسکے کردار کی دھجیاں بکھیری تھیں! صرف اسے پانے کے لئے۔۔لیکن وہ اس کا ہو کے بھی اسکا نہیں تھا۔۔

اسکے جواب پہ کاظم شاہ کتنے لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا وہ تو اس سے پھر سے چیخنے کی توقع کر رہا تھا، لیکن وہ چیخے بغیر آنسو بہاتے ہوئے مدھم لہجے میں جواب دیتی اب زمین سے اپنا دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھ رہی تھی۔۔

جانتی ہو ایزل شاہ منافق شخص ہر بھیڑیے کے ساتھ مل کر شکار کرتا ہے اور پھر ہر چرواہے کے ساتھ بیٹھ کے آنسو بھی بہاتا ہے۔۔اور میری ایک بات لکھ کے رکھ لو تم ایک منافق لڑکی ہو! کاظم شاہ اسکے آنسوؤں پہ نرم پڑے بغیر استہزایا انداز میں سر جھٹک کے اسے جواب دیتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔ایزل شاہ نے اسکے الفاظوں پہ اذیت سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولیں تھیں۔۔

کھانا لاؤں آپ کے لئے ؟اسے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اسکی چوڑی پشت کو دھندلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

تم شاید بھول رہی ہو، میں طوائفوں کے پاس اپنی آگ بجھانے گیا تھا!تو کیا اتنے حسن کو دیکھنے اور چھونے کے بعد مجھے ابھی بھی کسی کھانے کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے ؟کاظم شاہ نے اپنا رخ اسکی طرف موڑتے ہوئے اپنا آئیبرو آچکا کے زومعنی انداز میں پوچھا تھا، وہ اسے اپنے ہاتھوں کی بجائے لفظوں سے تکلیف دینا چاہتا تھا جو وہ اسے دے رہا تھا، کیو کہ وہ جانتا تھا وہ تو اسکے مرحا اور میرال کے پاس بیٹھنے سے اتنا جیلس ہوتی تھی یقیناً اسکے منہ سے طوائفوں کا ذکر سنتے ہوئے اسکا دل پھٹ رہا ہو گا۔۔کاظم شاہ کے جواب پہ ایزل شاہ کا چہرہ صبح کی طرح سفید پڑا تھا، وجود پہ کپکپاہٹ تاری ہوئی تھی۔۔

روم میں آؤاب مجبوری میں تمہیں اپنی نفرت بھری قربت بخشتے ہوئے تمہارے ساتھ بھی آگ بجھانے پڑے گی!
تاکہ تمہیں تمہاری اوقات میں رکھا جاسکے۔۔کاظم شاہ اسکے سفید پڑتے چہرے کو ایک نظر دیکھ کے حکمیہ لہجے میں بولتا ہوا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، ایزل شاہ نے ہچکی بھرتے ہوئے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتے ہوئے اسکے پیچھے اپنے قدم بڑھائے تھے، کیونکہ اسکے پاس کوئی بھی راہ فرار نہیں تھا، وہ جو ابھی سب کے سامنے اسے دیدہ دلیری سے کھینچ کے لے کے آیا تھا اگر وہ اسکی شدتوں کے ڈر سے پھر سے لان میں جا کے چھپ جاتی تو وہ نا جانے مزید کتنی بے باکی کا مظاہرہ کرتا! اس نے جس طرح سے کچھ دیر پہلے اسے ریلینگ کے ساتھ پٹکا تھا، ایزل شاہ کو اپنی کمر میں شدید درد اٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

کاظم شاہ کمرے میں آتے ہی ایک ہاتھ سے اپنی بلیک شرٹ کے بٹن کھولتا دوسری ہاتھ سے اپنے فون پہ آئی کال ریسیو کرتا کان پہ لگا چکا تھا۔۔ایزل شاہ جو اس کے کچھ دیر بعد بالکل ابھی ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی، ایک نظر کاظم شاہ کے گولڈن بالوں سے لبریز سفید کسرتی سینے کو دیکھ کے وہ شرم سے نظریں جھکاتی صوفے کی طرف بڑھ چکی تھی تاکہ اپنی ہیل اتار سکے۔۔اس نے کاظم شاہ سے بمشکل نظریں پھیرتے ابھی دو قدم ہی اٹھائے تھے جب اسکی فراک بری طرح سے اسکی ہیل میں الجھی تھی۔۔ایزل شاہ بری طرح سے لڑکھڑاتے ہوئے زمین پہ گری تھی، کاظم شاہ نے اسے لڑکھڑاتے دیکھ کے بھی گرنے سے نہیں بچایا تھا، ابھی کہ اگر وہ چاہتا تو اپنا لمبا ہاتھ کسی سانپ کی مانند اسکی کمر کے گرد لپیٹ کے اسے بچا سکتا تھا لیکن اس نے نہیں بچایا کیونکہ اسے اس لڑکی کی ہر حرکت اب کوئی ڈرامہ یا سازش سے زیادہ کچھ نہیں لگتی تھی، وہ ایسے ہی فون کال پہ مصروف تھا جیسے وہ پہلے تھا۔۔

گرنے کی وجہ سے ایزل شاہ کے پیر پہ بری طرح سے موچ آئی تھی، وہ منہ کے بل زمین پہ گری تھی، اس نے کافی مشکل سے اپنے ماتھے کو زمین پہ لگنے سے روکا تھا، کاظم شاہ کی اتنی بے رخی پہ اسکی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ایزل شاہ نے اپنی کہنیوں پہ وزن ڈالتے ہوئے زمین سے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنی کمر اور اپنے پیر پہ شدید درد محسوس کرتے ہوئے وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی ،ابھی اگر اسکی کٹی اسکے پاس ہوتی تو وہ اپنی پوری تگ و دو کرتے ہوئے زمین سے اٹھنے میں مدد دیتی لیکن وہ تو نیچے لان میں اپنی پونچھ کو ہلا ہلا کے ہر کیمرہ مین سے اپنا فوٹو شوٹ کروا رہی تھی۔۔کاظم شاہ جو اسکے گرنے کے بعد اپنا دھیان

بمشکل فون کی طرف مرکوز کئے ہوئے تھا اسکے یوں رونے پہ اس نے جلدی سے اپنا فون بند کیا تھا، کاظم شاہ اپنی بلیک پینٹ کو گھٹنوں سے تھوڑا اوپر اٹھاتا ہوا اسکے قریب بیٹھا تھا، اسے بری طرح سے روتے دیکھ کے اس نے اسکے چہرے سے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے ہاتھ میں تھامے تھے۔

کس نے بولا تھا تمہیں ہیل پہننے کو؟؟ کیا ہیل پہن کے تم ایفل ٹاور جتنی لمبی ہو چکی ہو؟ ہو تو ابھی بھی ویسے ہی ٹڈی کی ٹڈی۔۔۔ کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا ہوا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوا تھا۔۔

میں ٹڈی نہیں ہوں!!!۔۔۔۔ ایزل شاہ جو پہلے ہی اسکی بے رخی پہ سسک رہی تھی اسکے منہ سے اپنے لئے ٹڈی کا لفظ سنتے ہوئے وہ چیخ پڑی تھی۔۔ وہ کبھی بھی اپنے چھوٹے قد پہ کسی کی بھی بات برداشت نہیں کرتی تھی۔

حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، تم ٹڈی ہو تو ہو! نا جانے تمہیں کیا سوجھی تھی خود سے مضبوط اور لمبے چوڑے شخص کے حصار میں پناہ لینے کی! کاظم شاہ اسے سیدھا کھڑا کر کے کندھے اچکا کے زومعنی اور استہزایا انداز میں بول کے اس سے دور ہوتا اب اپنی شرٹ کے تمام بٹنز کھول رہا تھا۔۔

میں چھوٹی نہیں ہوں! ۔۔۔ ایزل شاہ اب اپنے منہ پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے تھپڑوں سے خود کو پیٹ کے بولتی ہوئی پھر سے سسک کے روتی زمین پہ بیٹھ چکی تھی۔ اسکی اس حرکت پہ کاظم شاہ نے اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں میں دباتے ہوئے اپنا رخ موڑتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی، وہ اپنے قد کو لے کے پوزیسیو تھی لیکن اس حد تک تھی کہ وہ خود کو پیٹنے پہ آ چکی تھی، اس بات سے کاظم شاہ آج واقف ہوا تھا، لیکن جو بھی تھا کاظم شاہ کو اب اسے اپنے لفظوں سے تکلیف دینے کے لئے ایک اور موضوع مل چکا تھا۔ جب وہ اپنے قد کی وجہ سے چڑتی تھی تو کاظم شاہ اسے تکلیف دینے کے لئے بھلا کیوں نہ چڑائے؟

رونا بند کرو اپنا!! کسی کی فوتگی پہ نہیں آئی ہوئی تم۔۔ کل میری سیگریٹ کی ڈبی زمین پہ گرتے ہوئے بیڈ کے نیچے جا چکی تھی، تم جیری (چوہا) کی طرح ٹڈی ہو اسی لئے تم آسانی سے بیڈ کے نیچے سے میرا سیگریٹ نکال سکتی ہو۔۔ مجھے ایک منٹ سے پہلے میرا سیگریٹ بیڈ کے نیچے سے نکال کے دو۔۔ ہری اپ (جلدی)۔۔۔ کاظم شاہ اپنی شرٹ اتار کے بیڈ پہ پھینکتا سخت لہجے میں بولا تھا۔۔

میں جیری ہوں تو آپ پنک پانتھر (Pink panther)۔۔وہ اسکی بات پہ عمل کرنے کی بجائے روتے ہوئے جوابا غرائی تھی، اسے اس وقت صرف یہی لمبا ساکارٹون یاد آیا تھا۔۔اسکے منہ سے اب خود کے لئے ٹڈی کے ساتھ ساتھ جیری کا لفظ سنتے ہوئے ایزل شاہ کے رونے میں مزید اضافہ ہوا تھا، وہ اپنے پیر کے درد کی پروا کئے بغیر بچوں کی طرح زمین پہ ایڑھیاں رگڑتے ہوئے اونچی اونچی رونا شروع ہو چکی تھی۔۔اسکے منہ سے خود کے لئے پنک پانتھر سنتے ہوئے کاظم شاہ کا منہ کھلا تھا، کہاں وہ خاندان کا سب سے خوبصورت لڑکا اور کہاں وہ گندا سا کارٹون پنک پانتھر!! کاظم شاہ تو بچپن میں وہ چینل ہی ٹیوننگ کے ذریعے ختم کر دیتا تھا جہاں پہ گندے سے پنک پانتھر والے کارٹون لگتے تھے، اور اب خود کے لئے اس کے منہ سے اس عظیم کارٹون کا لقب سنتے ہوئے کاظم شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اپنا رخ اسکی طرف کیا تھا جو زمین پہ بیٹھی بلاوجہ دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی، اتنے آنسو تو وہ اسکی شدت بھری قربت پہ بھی نہیں بہاتی تھی، جتنے خود کے چھوٹے ہونے پہ بہا رہی تھی۔

شٹ یور ماؤتھ!! کب سے تمہارا رونا برداشت کر رہا ہوں تم تو اوقات سے باہر ہو گئی ہو! اٹھو فورا زمین سے اور کپڑے نکالو میرے الماری سے! کاظم شاہ غصے سے دھاڑا تھا، اس نے محسوس کیا تھا وہ اسکی ذرا سی ڈھیل پہ دو منٹ میں پہلے جیسی اووزی شاہ بن چکی تھی، لیکن کاظم شاہ ابھی تک اسکا گیا وار نہیں بھولا تھا جو آسانی سے اسکی باتوں پہ ہنستا ہوا اسے داد دیتا۔۔کاظم شاہ کی دھاڑ پہ ایزل شاہ کا چہرہ متغیر ہوا تھا، وہ سبکی کے احساس سے اپنے آنسو تیزی سے صاف کرتی ہوئی زمین سے کھڑی ہوئی تھی، کمر اور پیر میں درد کی وجہ سے اسکا پورا وجود کپکپا رہا تھا، لیکن وہ اپنے دائیں موچ والے پیر کی بجائے بائیں پیر پہ وزن ڈالتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے الماری کی طرف بڑھی تھی، اس دوران اس نے کافی مشکل سے اپنے آنسوؤں کا گلا گھونٹا تھا۔۔

ک۔کون۔۔س۔سے۔۔ک۔کپڑے۔۔ن۔نکا۔۔نکالو۔۔ایزل شاہ نے بھرائی آواز میں پوچھا تھا، کاظم شاہ جو اسکے سرخ پڑتے دائیں سوجھے پیر پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا، اسکے مخاطب کرنے پہ اس نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے اپنے نچلے لب پہ دانتوں سے ظلم کرتے دیکھا تھا۔اسکے لبوں پہ لپ اسٹک دیکھتے ہوئے پھر سے وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ اسٹیج پہ کھڑی مسکرا رہی تھی، نا جانے کتنے کیمرہ مین نے اسکے لبوں کی خوبصورت ہنسی کو اپنے کیمرے میں قید کیا ہو گا۔کاظم شاہ سلگ کے سوچتا ہوا اسے جواب دینے کی بجائے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا اسکی طرف

بڑھا تھا۔ اس تک پہنچتے ہی کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہی تیزی سے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا، اسکے لبوں کو اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا وہ اسی تیزی سے کافی نیچے کو جھکتا اسکے لبوں پہ بری طرح سے قابض ہوا تھا، کاظم شاہ اسکے نچلے لب کو اپنے دانتوں تلے کچلتا ہوا اپنے طریقے سے سرخ قندھاری کر رہا تھا، اسکے بالائی لب پہ اپنا شدت بھرا لمس چھوڑتا وہ منٹوں میں اسکی لپ اسٹک چنتا ہوا اسکے لبوں کو اپنی شدت سے سرخ کر چکا تھا۔۔

آئیندہ کبھی بھی اپنے ہونٹوں پہ لپ اسٹک لگاتے ہوئے میرے دیئے گئے نشانات چھپانے کی جرات مت کرنا ایزل شاہ، میری سوغات کے دیئے گئے نشانات کو دیکھ کے ہویلی والوں کو بھی تو معلوم ہونا چاہئے نا کہ کاظم شاہ کس لیول کا درندہ اور وحشی انسان ہے۔۔۔ کاظم شاہ اسے گہرے سانس بھرتے دیکھ کے ایک بار پھر سے جھک کے اسکے لبوں سے خون کی بوندوں کو شدت سے اپنے لبوں سے چنتا بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

اسکے طنز کی بوچھاڑ پہ ایزل شاہ نے خاموشی سے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن پھر اسکے شرٹ لیس چوڑے سینے کو دیکھتی وہ خود بخود سرخ پڑتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی، وہ کافی مشکل سے اپنے پیروں پہ کھڑی تھی، تکلیف کی شدت سے اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

کاظم شاہ نے اسکی آنکھوں میں تکلیف کی سرخی دیکھ کے اپنے لب بھینچتے ہوئے اپنے ایک ہی بازو کی مدد سے اسکے نازک وجود کو اوپر کی طرف اٹھایا تھا، ایزل شاہ نے اس اچانک افتاد پہ بے ساختہ اسکے شانے پہ ہاتھ رکھا تھا لیکن کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح اسکا ہاتھ بری طرح سے جھٹک چکا تھا، ایزل شاہ نے اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں الجھایا تھا، وہ جانتی تھی وہ اس وقت اسے بیڈ پہ کیوں لے کے جا رہا ہے۔۔

ایزل شاہ آج کافی تھک چکی تھی، اس میں اسکی شدتیں برداشت کرنے کی بالکل بھی ہمت نہیں تھی، لیکن اسے انکار کر کے وہ پھر سے اسکے طنز نہیں سننا چاہتی تھی۔ کاظم شاہ نے اسے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے ایک بار پھر سے اسکے سوجھے ہوئے پیر کی طرف دیکھا تھا۔ کاظم شاہ نے اسے تھوڑا سا آگے کھسکاتے ہوئے خود کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی تھی، کاظم شاہ نے اسکے پاس بیٹھتے ہی اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے چھوٹے سے پیر کو پکڑتے ہوئے ایک جھٹکے میں اس کی موچ نکالی تھی، اس اچانک جھٹکے کے لئے ایزل شاہ بالکل تیار نہیں تھی، اسے لگا اسکی روح پرواز ہو رہی ہو۔۔ ایزل شاہ نے روتے ہوئے بلند چیخ ماری تھی، کاظم شاہ نے اسکے پیر سے موچ نکال کے آگے کی طرف ہو کے

اس پہ جھکتے ہوئے اسکی چیخ اپنے لبوں میں دبائی تھی، وہ ڈبڈباتی آنکھوں سے خود پہ جھکے کاظم شاہ کو دیکھ رہی تھی، اسے لگا کاظم شاہ نے جان بوجھ کے اسے تکلیف دینے کے لئے اس کا پیر زور سے مڑورا ہے لیکن اصل میں کاظم شاہ نے اسکی موچ ختم کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔

کاظم شاہ نے اسکی نیلی آنکھوں میں اذیت دیکھتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چوما تھا، وہ اسکے ہونٹوں کو بارہا نرمی سے چھوتا ہوا گھونٹ گھونٹ بھر کے اس کے لبوں کا جام پی رہا تھا، ایزل شاہ کو محسوس ہوا تھا اسکے موچ نکالنے کے کچھ دیر بعد اسکے پیر سے درد بالکل ختم ہو چکا تھا، وہ جو پہلے کاظم شاہ کو ڈبڈباتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اسکے ہونٹوں کے نرم لمس پہ اس نے دہکے گالوں کے ساتھ بیڈ شیٹ کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑا تھا، کیونکہ اگر وہ غلطی سے بھی اسے تھام لیتی تو یقیناً وہ اسکے ہونٹوں کو بری طرح سے زخمی کرتا۔۔

کاظم شاہ جو اسکی سانسیں پی رہا تھا، اس کی نظروں کے سامنے اچانک سے وہ منظر گھوما تھا جب زوریز شاہ اسکے گلے لگا تھا، کاظم شاہ نے تکلیف سے آنکھیں موندتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنے دانتوں کا دباؤ ڈالتے انہیں اچھا خاصا زخمی کیا تھا۔ ناجانے زوریز شاہ سب کی باتیں سننے کے بعد کاظم شاہ پہ بھروسہ کرے گا بھی یا نہیں؟ یا وہ بھی بدتمیزی کی ہر حد پار کر دے گا جیسے احان شاہ نے کی تھی؟ سوچ سوچ کے کاظم شاہ کا برا حال ہوا تو اسکے لبوں کے ساتھ ساتھ اسکی گردن پہ بھی اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوا وہ اذیت سے پیچھے ہوا تھا۔ ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ اور گولڈن آنکھوں غصے کی وجہ سے بے حد سرخ تھیں۔

اگر سید زوریز شاہ کا اور میرا رشتہ تمہاری وجہ سے خراب ہوا ایزل شاہ تو میں وعدہ کرتا ہوا تمہیں اتنی بری سزا دوں گا کہ تمہاری روح کانپ جائے گی! کاظم شاہ شدید غصے سے اپنے گولڈن بالوں کو اپنی مٹھیوں میں جھکڑتے دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ کا دل بری طرح سے لرزا تھا، ایزل شاہ نے شدت سے دعا کی تھی زوریز شاہ کو اسکے اور کاظم شاہ کے نکاح کی وجہ کبھی زندگی معلوم نہ ہو لیکن یہ سب ناممکن تھا ہویلی کا ایک ایک مکین جانتا تھا زوریز شاہ سے آج تک کوئی بات نہیں چھپ سکی تھی، وہ ہمیشہ سے بات کی تہہ تک پہنچنے کا عادی تھا۔۔

مجھے۔۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دیں۔۔ شاہ

۔۔۔ جی۔۔۔ آپ۔۔۔ سب۔۔۔ کو۔۔۔ ساری۔۔۔ حقیقت۔۔۔ خود۔۔۔ بتا۔۔۔ دیں۔۔۔ میں۔۔۔ جب۔۔۔

بھی۔۔۔سب۔۔۔کو۔۔۔حقیقت۔۔بتانا۔۔چاہتی۔۔ہوں۔۔میری۔۔ہمت۔۔۔ہی۔۔۔نہیں۔۔۔پڑتی۔۔

ایزل شاہ سسکتے ہوئے اسکے بازو کو پکڑ کے بولی تھی۔۔

بکواس بند کرو اپنی تب تم میں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی جب تم نے سید کاظم شاہ کو پوری ہویلی کے سامنے رسوا کیا تھا؟؟تمہاری یہ جھوٹی معافیاں مجھے اتنا غصہ دلاتی ہیں ایزل شاہ۔۔یقین مانو میرا دل چاہتا ہے میں تمہیں ایک رات میں ادھیڑ کے رکھ دوں کہ تم اگلی صبح خود کو اور اپنے جسم کو پہچاننے سے انکار کر دو۔۔۔کاظم شاہ اسکا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹک کے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے بے حد غصے سے پھنکارا تھا۔۔

میں۔۔۔اپکی۔۔۔دی۔۔۔گئی۔۔۔ہر۔۔۔تکلیف۔۔۔برداشت۔۔۔کر۔۔۔لوں۔۔گی۔۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔پلیز۔۔۔بس۔۔۔ایک۔۔۔دفعہ۔۔۔اپنی۔۔۔اووزی۔۔۔کو۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔۔ایزل شاہ اپنے ہونٹوں کو مڑوڑ کے ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔

مر گئی ہے میری اووزی! خبردار! خبردار جو تم نے کبھی خود کو میری اووزی پکارا! تم ایک مکار اور دھوکے باز لڑکی ہو، اور یہی تمہاری حقیقت ہے۔۔ جھوٹے آنسو بہانا بند کرو۔۔کاظم شاہ اسکے کانوں کی لوں کو زور سے اپنے دانتوں میں دباتا اسکا رخ ایک جھٹکے میں موڑتا اسکی فراک کی زپ کھسکا چکا تھا۔۔کاظم شاہ نے غصے سے جھکتے ہوئے اسکی دودھیا شفاف کمر پہ پوری آب و تاب سے چمکتے سیاہ موٹے تل پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے تھے، ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جھکڑا تھا، کاظم شاہ اسکے سسکنے کی پروا کئے بغیر اسکے تل پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھاتا جا رہا تھا۔۔اسکی اتنی شدت پہ ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار نکلتے ہوئے تکیے میں جذب ہو رہے تھے، وہ کوئی مزاحمت نہیں کر رہی تھی لیکن اپنی سسکیوں کو روکنے کا اس پہ قابو نہیں تھا۔۔

کاظم شاہ نے اپنی منمنانی کرنے کے بعد اسکی کمر کے تل کو اپنے دانتوں کی قید سے رہائی بخشی تھی۔۔اسکے تل کے آس پاس والی جگہ کو سرخ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے کچلا تھا، وہ اپنا سارا غصہ اس تل پہ نکال چکا تھا، جس سے اسے شدید رقابت محسوس ہوتی تھی۔اور رقابت کیوں محسوس ہوتی تھی وہ اس بات سے انجان تھا۔کاظم شاہ کی نظریں اسکے تل سے ہوتی ہوئی اچانک سے اسکی کمر پہ پڑے سرخ نشان پہ پڑی تھی، وہ جیسے کوئی تازہ سی چوٹ لگ رہی تھی، کاظم شاہ نے حیران ہوتے ہوئے اس نشان پہ اپنی انگلیاں پھیری تھیں، اسکی

سرسراتی انگلیوں کے لمس کو اپنی کمر پہ محسوس کرتے ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا، دماغ پہ زور ڈالنے سے کاظم شاہ کو یاد آیا تھا اس نے اسے نیچے کافی زور سے لوہے کی ریلینگ کے ساتھ پٹکا تھا، اسے یہ چوٹ شاید اسی وقت لگی تھی، کاظم شاہ نے اس پہ بغیر اپنا وزن ڈالے اسکے وجود پہ سایہ فگن ہوتے اسکی نازک کمر پہ اپنے لبوں کی بوچھاڑ کی تھی، کاظم شاہ کے ہاتھ بے باکی سے اسکے بدن کو چھو رہے تھے، کاظم شاہ کو نا جانے کیوں آج اس پہ ترس آرہا تھا، وہ کانپتے بدن سے بغیر کسی مزاحمت کے اسکے حصار میں کافی ڈری اور سہمی ہوئی کانچ کی گڑیا لگ رہی تھی۔ کاظم شاہ نے اسکے پیٹ کے گرد اپنا ہاتھ لپیٹ کے اسے سیدھا کرتے ہوئے اسکی فراک کو کندھوں سے کھسکایا تھی، کاظم شاہ نے اسکے لرزتے بدن کو دیکھتے ہوئے اسکے نشیب و فراز پہ اپنی نظریں جمائی تھی، اسے آنکھیں میچ کے گہرے سانس بھرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے جھک کے اسکے دل کے مقام پہ اپنے دانت گاڑتے ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کی تھی، اسکے لائٹس آف کرنے پہ تضاد اسکے لمس پہ ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا، کاظم شاہ نے اپنے لبوں پہ اسکی تیز تیز دھڑکنوں کے ردم کو سنتے ہوئے مزید آگے بڑھنے کی بجائے اسکے سینے پہ اپنا سر رکھا تھا، وہ پچھلی تین راتوں سے نہیں سویا تھا، اور بے بسی اتنی تھی اسی ظالم اور مکار لڑکی کے سینے پہ سر رکھتے ہی اسکی نیند سے سرخ پڑتی گولڈن آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہو رہی تھیں، وہ آج خود بھی کافی تھکا ہوا تھا اسی لئے چاہ کے بھی اس پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ نہ کر پایا۔۔ اسے اپنا پورا وزن ڈال کے خود پہ ریلیکس انداز میں سوتے دیکھ کے ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ شرٹ لیس اسکے سینے پہ سر رکھ کے سوتے ہوئے اسے ایک نئے امتحان میں ڈال چکا تھا، کاظم شاہ کی گہری سانسیں اپنے دل کے مقام پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کا دل زوروں سے دھڑکتا ہوا باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا، ایزل شاہ نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں اسکے گولڈن بالوں میں الجھائی تھیں، وہ دھیرے دھیرے سے اسکے بالوں کو سہلاتی ہوئی خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی، وہ اس زندہ دل انسان کو کیسے اس قدر توڑ سکتی تھی؟ کیا وہ کبھی اسکے پہلے والے شاہ جی بنیں گے؟؟ ایزل شاہ نے اذیت سے سوچتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں، کاظم شاہ شاید نہیں یقیناً کچھ ہی دیر میں گہری نیند میں سو چکا تھا، ورنہ وہ اپنے بالوں میں الجھا ہوا اسکا ہاتھ بری طرح سے جھٹک دیتا!

منگنی اپنے اختتامی مراحل پہ پہنچ رہی تھی، مہمان تقریباً آب اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے، احان شاہ اور میر ال شاہ کی منگنی کی تقریب ہر نیوز چینل پہ لائیو دیکھائی گئی تھی، بہت سے کیمروں نے کاظم شاہ اور ایزل شاہ کی نزدیکی کا منظر کیپچر کرتے ہوئے اس پہ بھی بہت سے سوالات اٹھائے تھے، جس پہ دریاب شاہ اور ھارون شاہ نے بات کو کور کرتے ہوئے زوریز شاہ اور مرحا شاہ کے بچپن کے نکاح کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ اور ایزل شاہ کے نکاح کو بھی بچپن کے نکاح کا نام دیتے ہوئے ریویل کیا تھا، تمام نیوز چینلز کو جیسے ایک ہیڈ لائٹ مل چکی تھی، ان دونوں کے کپلز کو کافی پسند کیا جا رہا تھا۔۔ جبکہ احان شاہ اور میر ال شاہ کی منگنی کے بارے میں بھی کچھ لوگوں نے رشک بھرے تو کچھ نے حسد بھرے کمینٹس کئے تھے۔۔

تمام مہمانوں کے جانے کی دیر تھی جب زوریز شاہ بے حد غصے سے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے داجی اور ھارون شاہ کے پیچھے ہی اندرونی لاؤنج کی طرف بڑھا تھا، ارزم شاہ نے تو سرے سے احان شاہ کی منگنی اٹینڈ کرنا ہی ضروری نہیں سمجھی تھی کیونکہ اس کے مطابق احان شاہ اپنی پہلی منکوحہ کے ساتھ سراسر ناانصافی کر رہا تھا جو اس نے اسے زبان سے تو نہیں بولا تھا لیکن منگنی اٹینڈ نہ کر کے وہ اس پہ یہ بات ظاہر کر چکا تھا۔ تمام مہمانوں کے جانے پہ احان شاہ نے شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے گہری سانس بھری تھی، اپنے ہاتھ میں میر ال شاہ کی پہنائی گئی انگوٹھی کو اتار کے احان شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے گھاس پہ پھینکتے اپنے قدم انیکسی کی طرف بڑھائے تھے۔۔ اس وقت لان اور پورچ میں ملازموں کے سوا کوئی بھی موجود نہیں تھا جو احان شاہ کو انیکسی کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا۔۔

انیکسی کا دروازہ بند دیکھتے ہوئے احان شاہ نے غصے سے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، احان شاہ نے نا جانے اتنے وقت سے خود پہ کس طرح سے ضبط کیا تھا ورنہ اسے سب کے سامنے سرخ میکسی میں دیکھتے ہوئے اسکے تن بدن میں جتنی آگ لگی تھی وہ ناقابلِ بیان تھی۔ احان شاہ نے بنا کسی لحاظ کے زور سے انیکسی کا دروازہ کھٹکایا تھا۔۔

گلالئی جو اپنی چارپائی کے ساتھ سر ٹکائے اپنی ہچکیوں کو بمشکل دباتے ہوئے بری طرح سے رو رہی تھی، رات کے اس وقت دروازے پہ تیز دستک دیکھتے ہوئے وہ پہلے تو کافی سہمی تھی لیکن پھر یاد آیا تھا آج زرتاج اماں حویلی میں تقریب کی وجہ سے ابھی تک وہی پہ تھیں تاکہ تمام انتظامات دیکھ سکیں، شاید دروازے پہ وہی تھیں، گلالئی نے اپنے آنسوؤں

کور گڑ کے صاف کرتے ہوئے خود پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھتے اپنے قدم سحن کی طرف بڑھائے تھے، وہ ابھی تک اسی سرخ میکسی میں ملبوس تھی، رونے میں مصروف اسے میکسی تبدیل کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔۔

دروازے نہ کھلنے پہ احان شاہ نے اب کی بار غصے سے پیر کی ٹھوکر مارتے ہوئے مزید زور سے دروازہ کھٹکھایا تھا، گلالئ جو تقریباً دروازہ کھول چکی تھی، کسی کے اتنی زور سے دروازہ کھٹکھانے پہ اس نے سہم کے پھر سے کنڈھی لگانی چاہیے تھی لیکن احان شاہ نے تیزی سے دروازے پہ اپنا ہاتھ مارتے اسے یہ کرنے سے روکا تھا، دروازہ کھل چکا تھا، اپنی آنکھوں کے سامنے کالی شلوار قمیض میں ملبوس اپنے سید زادے کو دیکھتے ہوئے گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلی تھیں! وہ رات کے اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا؟

اسے ہنوز اسی میکسی میں دیکھتے ہوئے احان شاہ نے تیزی سے انیکسی میں داخل ہوتے اپنے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا تھا۔۔ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسی کی طرف بڑھ رہا تھا، گلالئ نے اپنا دوپٹا اچھے سے اپنے وجود پہ پھیلایا تھا اور اسکی اسی حرکت سے احان شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی، احان شاہ نے ایک جست میں اس تک پہنچتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے خود کے بے حد نزدیک کیا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی تھی سب کے سامنے اتنی ٹائٹ میکسی پہن کے باہر بے پردہ جانے کی؟؟ احان شاہ نے اسکی کمر کو اپنے ہاتھ کی بے حد سخت گرفت میں جھکڑتے ہوئے غصے سے دھاڑا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے! آپ مجھے بتائیں آپکی ہمت کیسے ہوئی رات کے اس وقت میری انیکسی میں داخل ہونے کی؟؟ گلالئ اسکی سبز آنکھوں میں اپنی کرسٹل گرے آنکھیں گاڑتی غصے سے غرائی تھی، لیکن لہجہ معصومیت سے لبریز تھا، کرسٹل گرے آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں، چھوٹی سی ناک اور گال رونے کی وجہ سے بے حد سرخ تھے۔

تم انیکسی میں آنے کی بات کرتی ہو گلالئ احان شاہ؟؟ میں رات کے اس وقت تو کیا صبح کی روشنی میں بھی تمہارے وجود کی گہرائیوں میں اترنے کا حق رکھتا ہوں!! اسی لئے اپنی بکواس بند کرو اور مجھے سیدھے طریقے سے بتاؤ، تمہاری جرآت کیسے ہوئی! میرے نکاح میں ہوتے ہوئے بے پردہ ان تمام مردوں کے سامنے جانے کی! احان شاہ اب کی بار حلق کے بل چیختا ہوا اسکے آگ کی طرح دہکتے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لے چکا تھا۔ اسکی بے حد بے باک بات پہ گلالئ کا چہرہ ناچاہتے ہوئے بھی سرخ ہوا تھا۔۔

جب آپکی منظورِ نظر پورے پاکستان کے سامنے آپکے پہلو میں اتنے گھٹیا لباس میں بیٹھ سکتی ہے تو میں آپکی کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بے پردہ کیوں نہیں گھوم سکتی؟؟ چھوڑیں مجھے گھن آرہی ہے مجھے آپکے لمس سے۔۔۔ گلالئ ہزیانی انداز میں چیختی ہوئی اپنی پوری تگ و دو کرتے ہوئے اس سے دور ہونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، احان شاہ نے اسکے جملوں پہ غصے سے پاگل ہوتے ہوئے اسے اپنے لمس ایک بر پھر سے آشنا کروانے کی غرض سے جھکتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لینا چاہا تھا لیکن گلالئ جلدی سے اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتی اپنی آنکھوں میں نفرت اور غصہ لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ یہ پہلی مزاحمت تھی جو گلالئ نے احان شاہ کے لمس پہ کی تھی، احان شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی مزاحمت کے ساتھ ساتھ اسکی آنکھوں میں خود کے لئے نفرت اور غصے کا جذبہ دیکھا تھا۔

...To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 15

آپ سب کی ہمت کیسے ہوئی میرے بغیر میری بہن کا نکاح پڑھوانے کی؟؟ زوریز شاہ لاؤنج میں آتے ہی ھارون شاہ، اور داجی کی طرف دیکھتے ہوئے بے حد غصے سے دھاڑا تھا۔۔

تصیح کر لو، نکاح کے ساتھ ساتھ اسکی رخصتی بھی ہو چکی ہے۔۔۔ ھارون شاہ نے اسکے دھاڑنے کا اثر لئے بغیر صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اسے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔ داجی نے اپنے کانپتے دل کے ساتھ اپنے سب سے تیز پوتے کو دیکھا تھا جس سے آج تک کچھ بھی نہیں چھپ سکا تھا۔۔

بابا جان!! ایزل ابھی اٹھارہ سال کی ہوئی ہے۔۔ آپ اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ اور ایسی کیا جلدی پیش آئی تھی آپ سب کو اسکا نکاح پڑھوانے کی؟؟ اور ایزل کا نکاح تو چھوٹے شاہ سے تہہ پایا گیا تھا پھر یوں اچانک کاظم لالہ سے کیوں؟؟ زوریز شاہ ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے نا سمجھی سے غصے سے غرا رہا تھا، کچھ دیر پہلے اسٹیج پہ ھارون شاہ نے اسکے کان میں یہ سرگوشی کرتے ہوئے اسے ساکت کیا تھا کہ ایزل اور کاظم شاہ کا نکاح ہو چکا ہے، ابھی وہ اس جھٹکے سے سنبھلا نہیں تھا کہ اسے لاؤنج میں آتے ہی اسکے بابا جان رخصتی کا بول کے اسے مزید ایک جھٹکا دے چکے تھے، مرحا شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے غصے سے سرخ پڑتے زوریز شاہ کو دیکھا تھا۔۔

کیوں کیا کاظم شاہ تمہاری بہن کے لئے ایک ٹھیک آپشن نہیں ہے؟ ھارون شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے ریلیکس انداز میں استفسار کیا تھا۔۔

بابا جان میں جانتا ہوں کاظم لالہ اور ایزل کا پرفیکٹ میچ ہے کیونکہ ان دونوں کی کیمسٹری خاندان میں سب سے اچھی ہے۔۔ انفیکٹ میں سوات سے آ کے آپ سے بھی یہی بات کرنے والا تھا لیکن اتنی جلدی یہ سب؟؟ یہ سب میری سمجھ سے باہر ہے۔۔ مجھے اس سب کی وجہ جاننی ہے۔۔ زوریز شاہ ناسمجھی سے استفسار کرتا اب کی بار مدھم لہجے میں ان سے مخاطب ہوا تھا۔۔

وجہ یہی تھی کہ احان کی منگنی پہ کاظم اور ایزل کے رشتے کو بھی دنیا کے سامنے ظاہر کر دیا جائے۔۔ اور اب بس اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں ہو گی۔۔ جو مجھے اور داجی کو صحیح لگا، ہم کر چکے ہیں۔۔ ھارون شاہ نپے تلے انداز میں بولتے ہوئے وہاں سے اٹھ کے جانے ہی والے تھے جب زوریز شاہ تیزی سے ان کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔۔

آپ نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے جو میں آپکی اس بنی بنائی کہانی پہ یقین کر گزروں گا؟؟ میرا حق ہے میری بہن پہ!! مجھے بتائیں آپکی ہمت کیسے ہوئی میرے بغیر میری بہن کو اتنی جلدی رخصت کرنے کی اور احان لالہ کہاں تھے کیا انہوں نے آپکو یہ سب کرنے سے نہیں روکا؟؟ زوریز شاہ لہو رنگ آنکھوں سے حلق کے بل چیخا تھا۔

بکواس بند کرو اپنی زوریز شاہ!! تم دن بدن بہت بدتمیز ہوتے جا رہے ہو۔۔ ایزل میری بیٹی ہے جو مجھے اس کے لئے ٹھیک لگا میں کر چکا ہوں، تم دونوں بھائی اپنا یہ حق سنبھال کے رکھو کل کو اپنی بیٹی پہ جتانا۔۔ ھارون شاہ سختی سے بولے تھے۔ ان کے آخری جملے پہ مرحا شاہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔

کاظم شاہ جو سکون سے ایزل شاہ کے سینے پہ سر رکھ کے سو رہا تھا، اس کے کان میں کب سے زوریز شاہ کی آوازیں پڑتی ہوئی اسکی نیند ڈسٹرب کر رہی تھیں، کاظم شاہ نے چونکتے ہوئے اپنی آنکھیں کھول کے دروازے کی طرف دیکھا تھا، اسکے روم کا دروازہ تو ساؤنڈ پروف تھا پھر زوریز شاہ کی آوازیں اسکے کمرے تک کیوں آ رہی تھیں؟ اور وہ کیوں اتنا چیخ رہا تھا؟ کاظم شاہ غائب دماغی سے سوچتے ہوئے ایزل شاہ کے اوپر سے اٹھا تھا، ایزل شاہ کے بے ترتیب لباس کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی فراک گلے اور کندھے سے ٹھیک کرتے ہوئے احتیاط سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسکی زپ بند کی تھی، وہ کافی گہری نیند میں سونے کی عادی تھی، ایک نظر سوئی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی الماری کی

طرف بڑی تھی، اپنی وائٹ ٹی شرٹ ذیب تن کرتے ہوئے وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا، اسکے کمرے کا دروازہ کچھ کھلا رہ چکا تھا، اسی لئے زوریز شاہ کی آوازیں اسکے کمرے تک آ رہی تھیں۔۔

ہاں ہوں میں بد تمیز!! مجھے جب تک میری بہن کے اچانک نکاح اور رخصتی کی وجہ معلوم نہیں ہو گی میں آپ میں سے کسی کو بھی یہاں سے ہلنے نہیں دوں گا!! ایزل آپکی ہی بیٹی نہیں ہے وہ میری بھی بیٹی ہے، ہم نے اپنی بہن کو اتنے نازوں سے اسلئے نہیں پالا تھا کہ آپ اس پہ اٹھارہ سال کی عمر میں ہی اتنے بڑے رشتے کی ذمہ داری ڈال دیں! زوریز شاہ ضدی انداز میں اپنی پوری قوت سے گرجا تھا، اسکی گرجدار آواز پہ سب خواتین اپنی اپنی جگہ سے اچھلی تھیں اور سب کی اصل جان تو تب نکلی تھی جب سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا جو زوریز شاہ کی طرف ہی بڑھ رہا تھا۔۔

بتائیں نا اسے میں نے آپکی بیٹی کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تھی! خاموش کیوں ہیں سب؟؟ زوریز شاہ کو بتائیں کہ کیسے اس کے سوات جاتے ہی کاظم شاہ نے اسکی بہن کی عزت پہ ہاتھ۔۔۔ ابھی کاظم شاہ اپنی گولڈن آنکھوں میں بے حد سرخی لئے سنجیدگی سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لالہ!!!!!!! زوریز شاہ سینٹرل ٹیبل کو ٹھوکر ماری کے گراتا ہوا بے حد غصے سے گرجتا کاظم شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ!! ایسا کچھ نہیں ہے یہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔ ھارون شاہ نے تیزی سے زوریز شاہ کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی جس کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔۔

یہ سب سچ ہے زوریز شاہ!! میں یہی پہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوں جاؤ تم بھی اپنی بندوق لے کے آؤ اور چلاؤ میرے سینے پہ گولی کیونکہ تمہارے لالہ کا کچا نشانہ تو چونک چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کندھے اچکا کے بولتا ہوا ریلیکس انداز میں صوفے پہ بیٹھتا سب پہ کپکپاہٹ تاری کر چکا تھا، دریاب شاہ نے حیرانگی سے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جو تین دنوں میں بالکل بدل چکا تھا، وہ پہلے والا کاظم شاہ کہیں سے نہیں لگ رہا تھا..

Plzz don't liee .. I know u can't do this.. I'm with u lala plzz don't liee...

پلیز جھوٹ نہیں بولیں۔۔ میں جانتا ہوں آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔ پلیز جھوٹ نہیں) (بولیں۔۔

زوریز شاہ کاظم شاہ کے گھٹنوں میں بیٹھ کے اسکے ہاتھ تھامتا ہوا التجائیہ انداز میں گویا ہوا تھا، کاظم شاہ کے منہ سے یہ سننا ہی سوہان روح تھا کہ احان شاہ نے اسکے سینے کا نشانہ لیا تھا۔۔

یہ سچ ہے زوریز شاہ!! ایک ہی دفعہ قتل کر ڈالو اس وحشی انسان کا!! تاکہ روز روز کے تماشوں سے جان چھوٹے ہم سب کی!! اس دفعہ جواب کاظم شاہ کی طرف سے نہیں بلکہ دریاب شاہ کی طرف سے آیا تھا جن کی آنکھوں میں آج بھی بے اعتباری تھی جو کاظم شاہ کا دل چیر چکی تھی۔۔ زہرہ مام آنسو بہاتے ہوئے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا چکی تھیں۔۔

He is right..

(وہ ٹھیک بول رہے ہیں۔۔)

کاظم شاہ اپنے ہاتھ زوریز شاہ کے ہاتھوں سے چھڑواتا اسکی ہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔۔

If all of this is true.. then I swear to God I will kill myself in front of you

(اگر یہ سب سچ ہوا تو میں خدا کی قسم کھاتا ہوں میں آپ کے سامنے خود کا قتل کر ڈالوں گا۔۔) زوریز شاہ کو کاظم شاہ کی بات پہ کسی صورت یقین نہیں آ رہا تھا، وہ کاظم شاہ اور دریاب شاہ کے الفاظ پہ تضاد باقی سب کی خاموشی پہ غصے سے پاگل ہوتا کاظم شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے مضبوط لہجے میں بولتا راہداری کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ خود کا قتل تو کر سکتا تھا لیکن اتنے برے گناہ پہ بھی وہ کاظم شاہ کا قتل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس میں زوریز شاہ کی جان بستی تھی، اگر وہ دو منٹ بھی کاظم شاہ کے پاس مزید رکتا تو یقیناً وہ جوان مرد بری طرح سے رو دیتا۔۔ سب کی خاموشی کاظم شاہ اور دریاب شاہ کی بات پہ مہر لگا رہی تھی، لیکن اس کا دل تو کچھ اور ہی فتویٰ دے رہا تھا۔۔ زوریز شاہ کے جاتے ہی کاظم شاہ نے ایک نظر سب پہ ڈالی تھی جو اسکے دیکھنے پہ ہی اپنی نظریں پھیرتے ہوئے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ چکے تھے صرف ایک مرحا شاہ اور میرال شاہ تھیں جو ہمدردی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھیں، نا جانے کیوں انہیں آج تک اس بات پہ یقین نہیں آیا تھا کاظم شاہ ایسا کر سکتا ہے۔۔ کاظم شاہ کچھ دیر تک زخمی نگاہوں سے سب کو باری باری جاتے دیکھتا رہا اور پھر خود پہ میرال اور مرحا شاہ کی ہمدرد نظروں کو محسوس کرتے وہ تیزی سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا، زوریز شاہ اپنی گاڑی کب سے تیز رفتار میں نکال کے حویلی سے نکل چکا تھا، کاظم شاہ کا رخ اب اوپر جانے کی بجائے

اب اپنے فارم ہاؤس کی طرف تھا کیونکہ اگر وہ اپنے کمرے میں جاتا تو واقعی ہی وحشی بنتے ہوئے ایزل شاہ کو روندھ ڈالتا جس نے اسے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا! وہ نیچے آتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے آیا تھا شاید اسی وجہ سے ایزل شاہ تک یہ ساری آوازیں نہیں پہنچی تھی۔۔

گھن آرہی ہے تمہیں میرے لمس سے؟؟ اپنے محرم سید زادے کے لمس سے گھن آرہی ہے تمہیں؟؟ احان شاہ نے شدید غصے سے دھاڑتے ہوئے اسکے لبوں سے اسکے نازک ہاتھ ہٹاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ اسکی آنکھوں میں خود کے لئے نفرت ناقابلِ برداشت تھی، وہ تو ہمیشہ سے اسکی آنکھوں میں اپنی محبت کے دیپ جلے دیکھنا چاہتا تھا، اسے تڑپانا چاہتا تھا لیکن وہ تھی کہ اسے ہی خود سے دور جھٹک رہی تھی؟ اسے اپنے محرم کے لمس سے گھن ارہی تھی؟ ہاں گھن آرہی ہے۔ گھن بھی ایک چھوٹا لفظ ہے میرا دل چاہتا جہاں جہاں سے آپ نے مجھے کل چھوا تھا میں اپنے جسم کے اس حصے پہ تیزاب چھڑک کے اسے جلا ڈالوں۔۔۔ گلالئ تکلیف سے آنسو بہاتی اذیت کی انتہا پہ چلا رہی تھی لیکن احان شاہ نے اسکے جملوں پہ شدید غصے سے بے قابو ہوتے اسکے بھرے بھرے نازک لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں جکڑا تھا۔۔ وہ پاگل ہوا تھا اسکے الفاظ پہ۔۔۔ وہ اس کے لمس کو کیسے دھتکار سکتی تھی؟؟ گلالئ اسکے لمس پہ شدید مزاحمت کر رہی تھی لیکن احان شاہ اپنی پوری شدت سمیت اسکے لبوں پہ قابض اسے اپنے لمس سے روشناس کروا رہا تھا، آج احان شاہ کے لمس میں پہلے سے کئی گنا زیادہ آگ سی تپش تھی، وہ شدید غصے میں اسکے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت بڑھاتا جا رہا تھا، وہ جیسے جیسے مزاحمت کر رہی تھی ویسے ویسے احان شاہ کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔ گلالئ نے اسکی شدت کی تاب نہ لاتے بالآخر اپنی مزاحمت ترک کی تھی، اپنی سانسوں کے بند ہونے پہ گلالئ نے بے ساختہ اسکی کالی اجرک کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے خود کو گرنے سے بچایا تھا، احان شاہ نے اسکے کانپتے وجود کو محسوس کرتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتے اسکے بالائی لب کو چھوڑ کے نچلے لب پہ اپنی شدتیں بکھیرنا شروع کی تھیں، وہ قطرہ قطرہ کر کے اسکی سانسیں پیتا ہوا گلالئ کو آنسو بہانے پہ مجبور کر رہا تھا، گلالئ کے وجود کو ساکت ہوتے دیکھ کے احان شاہ نے بالآخر اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی، اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنا دیا گیا زخم دیکھتے ہوئے احان شاہ روح تک سرشار ہوا تھا۔۔

لو چھوا ہے میں نے تمہارے ان ہونٹوں کو! اب مجھے ان پہ تیزاب چھڑک کے دیکھاؤ، پھر دیکھو احان شاہ کیسے تمہاری روح پہ قابض ہوتا ہے۔۔۔ احان شاہ اسکے ہونٹوں پہ اپنا انگوٹھا رگڑتے ہوئے پھولی سانسوں کے درمیان گھمبیر آواز میں بولا تھا۔ گلالئ نے اسکی گھمبیر آواز میں بولے گئے جملے پہ سرخ پڑنے کی بجائے زور زور سے اپنے ہونٹوں کو رگڑتے ہوئے اسکا لمس مٹانے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنے زخمی ہونٹوں کو زور زور سے رگڑتی ہوئی انہیں مزید زخمی کر رہی تھی، اسکی اس حرکت پہ احان شاہ کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا،

تمہاری تو۔۔۔ احان شاہ اسکی دونوں کلائیوں کو پیچھے اسکی کمر پہ باندھ کے غراتا ہوا ایک بار پھر اپنی پوری شدت سے اسکے لبوں پہ قابض ہوا تھا۔۔ احان شاہ کے انداز میں استحقاق تھا! گلالئ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی شدت بھری گرفت میں بن پانی کی مچھلی کی طرح جھٹپٹائی تھی جس پہ احان شاہ نے اپنا ایک ہاتھ اسکے لمبے بھورے بالوں میں سلجھاتے اپنی شدت میں مزید اضافہ کیا تھا۔۔ احان اس وقت ہر چیز فراموش کیے گلالئ کو بے حد سختی سے خود میں بھینچے اسکی سانسوں کو قطرہ قطرہ خود میں انڈھیلنے میں مصروف تھا جب منہ میں خون کا گھلتا ذائقہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی، اب اسکی نرم و نازک پنکھڑیاں اسکی شدت کی وجہ سے لہو چھلک رہی تھیں۔۔

میرے لمس کو مٹاؤ گی تو یقین کرو اس قدر شدت سے تم پہ اپنا لمس بکھیروں گا تم میرا لمس مٹانے کی بجائے مجھ پہ مر مٹو گی گلالئ احان شاہ!! احان شاہ اسکے بھیگے لبوں پہ اپنی بھوری مونچھیں رگڑتا شدت پسند لہجے میں بولا تھا، اسکی سرگوشی پہ تضاد اسکی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئ کے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔۔

آپ پہ مر مٹنے سے پہلے میں اپنی جھولی پھیلا کے خدا سے دعا کرتی ہوں مجھے موت آجائے لیکن آپ جیسے ظالم انسان پہ گلالئ کا دل نہ آئے۔۔ بخار میں دہکتی گلالئ شدت سے روتی ہوئی اسکے سینے پہ مکے جھڑتی اسے خود سے دور کر رہی تھی۔۔

دل تو تمہارا مجھ پہ کب سے آچکا ہے، اور اس بات کی گواہ تمہاری یہ خوبصورت آنکھیں ہیں جو ہمیشہ ہر وقت مجھ پہ ٹکی رہتی ہیں! احان شاہ دور ہٹنے کی بجائے اسکے مزید نزدیک ہوتا اسکی کرسٹل گرے آنکھوں کو چومتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا تھا۔۔

دور ہٹیں مجھ سے۔۔ کیوں ہر دفعہ ہر نئے طریقے سے اذیت دینے آجاتے ہیں مجھے!! گلالئ اپنی کمر سے اسکے مضبوط ہاتھوں کو ہٹانے کی غرض سے ان پہ اپنے ناخن گاڑتی غصے سے بولی تھی، گلالئ کا بس نہیں تھا اپنی آنکھیں نوچ ڈالیں جو اس کی محبت کا راز ہر وقت اس ظالم انسان پہ افشا کرتی رہتی تھیں۔۔

بیوی ہو تم " سید احان شاہ" کی! دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے دور نہیں کر سکتی گلالئ احان شاہ! احان شاہ اسے کب سے مزاحمت کرتے دیکھ اپنی پوری قوت سے اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑتے دھاڑا تھا۔۔

اچانک سے سید احان شاہ کو اپنی ساڑھے ساتھ سال پرانی بیوی کیوں یاد آچکی ہے جسے وہ بارہا اپنانے سے انکار کر چکا ہے؟؟ کیا آپ کا سٹینڈرڈ اتنا گر چکا ہے کہ آپ ایک ملازمہ کو اپنی بیوی کا درجہ دے رہے ہیں؟؟ گلالئ اسکی دھاڑ نے کی پرواکئے بغیر اپنی پوری تگ و دو سے اسے خود سے دور جھٹکتی چیخی تھی۔۔ اسکے جواب پہ احان شاہ ہل نہ سکا، اس نے آج پہلی بار اسے اسکے پورے نام سے پکارا تھا ورنہ وہ اسے شاہ سائیں پکارتی تھی! وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی لاجواب ہوا تھا، وہ جب بھی اسے جواب دیتی تھی اسکی باتیں اسکے منہ پہ مارتے ہوئے اسے یوں ہی ٹکا کے دیتی تھی ورنہ زیادہ تر وہ خاموشی کی مورت بنی رہتی تھی۔۔

جب ملازمہ بد قسمتی سے ایک سید زادے کے نکاح میں ہو تو اپنا سٹینڈرڈ تھوڑا سا گرا کے اسے اپنی بیوی کا درجہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں!! احان شاہ نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ اسکی کمر سے ہٹاتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے بنا سر و پیر کے توجیہہ پیش کی تھی۔۔

آپ اپنا سٹینڈرڈ گرانے کی بجائے اسے قائم و دائم رکھتے ہوئے مجھے طلاق کیوں نہیں دے دیتے شاہ سائیں؟؟ گلالئ اپنے قدم پیچھے کو لیتی اپنے بھورے بالوں کو نوچتی ہوئی روتے ہوئے بلند آواز میں چیخی تھی، وہ تنگ آچکی تھی اسکی اذیت بھری باتوں سے۔۔

گلالئی احان شاہ!!!!!! احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے صحن میں پڑی چارپائی اپنے پیر کی ٹھوکر سے زمین پہ الٹائی تھی، اسکے جواب نے احان شاہ کی ہستی ہلائی تھی، سفید چہرہ بے حد غصے سے سرخ ہوا تھا، اس کے منہ سے طلاق کا لفظ کسی تیر کی طرح اس کے دل میں چھبا تھا، احان شاہ کے مضبوط ہاتھوں کی نیلی رگیں بے حد واضح ہوتی اس کے شدید غصے کا پتا دے رہی تھیں۔۔

اس دن تم مجھے خانزادہ خاندان کی مثالیں دے رہی تھی! کیا تم خود ایک خانزادی ہوتے ہوئے یہ بھول چکی ہو کہ پٹھانیاں مرتی مر جاتی ہیں لیکن انہیں ان کے شوہر کبھی بھی اپنے نام سے آزادی نہیں بخشتے!! تمہاری ہمت کیسے ہوئی اپنے منہ سے طلاق کا لفظ نکالنے کی!! احان شاہ اپنے گلے سے کالی اجرک نکال کے زمین پہ پھینکتے ہوئے اپنی پوری قوت سے گرجا تھا، اسکی گرجدار آواز انیکسی کے ساتھ ساتھ پورچ تک گونج رہی تھی، ارزم شاہ جو ابھی اپنی مرسیڈیز سے نکلتا ہوا پورچ سے اندر کی طرف بڑھنے والا تھا اسے احان شاہ کی گرجدار آواز میں کہے گئے جملے واضح طور پہ سنائی دیئے تھے، ارزم شاہ نے آس پاس ملازموں کو دیکھتے ہوئے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا، ملازموں کے چہرے بے تاثر تھے یقیناً وہ سب سن کے بھی اپنے کام سے کام رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ شاہ حویلی کا ایک پکا اصول تھا کہ کوئی بھی ملازم یہاں کی بات وہاں نہیں کرتا تھا، نا ہی ملازموں کو اتنی اجازت دی گئی تھی کہ وہ حویلی کے مکینوں میں دلچسپی لیتے ہوئے ان کی باتوں سے چسکے لیتے ہوئے ایک دوسرے سے ڈسکس کریں۔۔ ارزم شاہ اندر جانے کا ارادہ کینسل کرتے ہوئے وہی پہ اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑا ہوتا اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا، وہ شاید احان شاہ کے انیکسی سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

وہ خانزادے ہوتے ہیں اور غیرت مند ہوتے ہیں اسی لئے وہ اپنی بیویوں کو آزادی۔۔۔ گلالئی ابھی اپنے لرزتے دل سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تم مجھے ان ڈائریکٹ گالی دیتے ہوئے بے غیرت بول رہی ہو؟؟ اگر خانزادے اپنی بیویوں کو کبھی آزادی نہیں بخشتے تو میری ایک بات کان کھول کے سن لو گلالئی احان شاہ!! سیدزادے بھی اپنی الٹے دماغ کی بیویوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں لیکن ان پر سے کبھی اپنا حق ختم کرتے ہوئے انہیں آزادی نہیں بخشتے اور جانتی ہو تمہارے سیدزادے کا اس وقت دل شدت سے کیا کرنے کو چاہ رہا ہے؟؟ سید احان شاہ کا دل چاہ رہا ہے وہ تمہاری زبان اور تمہارے ہونٹ

کاٹ ڈالے جہاں سے ابھی طلاق کا لفظ بر آمد ہوا ہے!! احان شاہ اسکے ہونٹوں پہ جھک کے غصے سے اپنے دانت گاڑتا اسکے کان میں اتنی قوت سے غرایا تھا کہ گلالئ کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، وہ اس کے حصار میں لرز رہی تھی، شدید بخار کی وجہ سے اس کی ہمت جواب دے رہی تھی، اس طاقتور دیو کا مزید مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔۔

آپ کو آپکی خوبصورت منکوحہ کا خوبصورت جسم مبارک ہو جس پہ آپکی لٹائی گئی شدتیں یقیناً ضائع نہیں جائیں گی۔۔ آپ مجھ پر سے اپنا حق سی وقت کھو چکے تھے جب آپ نے اپنے سٹینڈرڈ کی منظورِ نظر خود کے لئے چنی تھی! جب آپ نے میرے جسم کو بدصورت بولتے ہوئے مجھے دھتکارا تھا!! گلالئ جو اسکی باتوں سے اندر تک لرز چکی تھی، اسکا خود پہ حق جتانے والا انداز اسے بری طرح سے چبھا تھا، اسی لئے وہ ہنوز خود میں ہمت پیدا کرتی ہوئی اسکا مقابلہ کر رہی تھی۔۔ احان شاہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا شاید وہ اسکے دل کی ہر بات سننا چاہتا تھا۔۔

جس طرح سے آپ نے مجھے اور میرے جسم کو دھتکارا تھا، ارے اس طرح تو وہ مرد بھی اپنی عورتوں کو نہیں دھتکارتے جو کسی کی ہوس کا نشانہ۔۔۔۔ ابھی گلالئ اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ نے بے دردی سے اسکے لبوں کو اپنی انگلیوں کی چٹکی سے مسلتے اسکی ان بند کروائی تھی۔۔

تمہیں پیار بھی تو اتنا کیا تھا وہ یاد نہیں ہے تمہیں؟؟ احان شاہ نے جھک کے اسکے بہتے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چنتے ہوئے بے حد ضبط سے نرمی کا مظاہرہ کیا تھا، ورنہ اسکی بات پہ اسکے پورے وجود میں غصے سے چنگاڑیاں سی بھری تھیں۔۔

پیار نہیں اسے اپنی ہوس بولیں!! اپنی ہوس لٹا کے ذلیل بھی تو کیا تھا؟ دھتکارا بھی تو تھا؟ یہ یاد نہیں آپکو؟؟ گلالئ اسکے ریلیکس انداز پہ اپنے آنسوؤں کو مزید بہنے سے ڈپٹتے ہوئے دھاڑی تھی۔۔

بکواس بند کرو اپنی گلالئ شاہ!! کون سی ہوس لٹائی تھی میں تم پہ؟؟ دیکھاؤ مجھے میری درندگی، میری ہوس پرستی کے نشان!!؟؟ احان شاہ اسکی بات پہ غصے سے پاگل ہوتا اسکے بالوں کے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑتے ہوئے کرخت لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔۔

اتنی جلدی اپنی ہوس پرستی بھول گئے آپ؟ اتنی یاداشت کمزور ہے آپکی؟؟ یہ دیکھیں اپنی وحشت کے نشان!! کیا یہ لمس آپکا نہیں ہے؟؟ کیا یہ درندگی آپ نے نہیں دیکھائی تھی؟ گلالئی اپنے بدن کو دوپٹے کے بوجھ سے آزاد کرتی اپنی گردن اور گلے کے نشانات پہ انگلی سے اشارہ کرتی پھر سے غرائی تھی۔۔ ناجانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آ چکی تھی جو وہ آج پھر اسکے سامنے تن کے کھڑی ہو چکی تھی۔۔

احان شاہ کی نظریں اسکی انگلی کے تعاقب میں اس کی گردن اور گلے پہ اٹھی تھیں جہاں اسکی شدتوں کے سرخ نشان تھے، وہ اسکی شدتوں کو ہوس اور درندگی کا نام دے رہی تھی؟ آہہ۔۔ احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ اسکی زبان کاٹ ڈالے جو آج اتنی بک بک کر رہی ہے۔۔

احان شاہ کی نظریں اسکے گہرے گلے سے ہوتی اسکے سراپے میں الجھی تھی، سرخ میکسی میں اسکے رعنایاں چھلکتے وجود دیکھتے ہوئے احان شاہ کی نظروں میں پھر سے وہ منظر گھوما تھا جب تمام مردوں کی نظریں اس پٹھانی پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

احان شاہ کی ہری آنکھوں میں غصے کی شدید سرخی تھی۔ کنپٹی کی رگیں اُبھری ہوئی تھی۔ احان شاہ نے بے ساختہ اسکی گردن پہ جھکنا چاہا تھا لیکن گلالئی نے اس کی اس حرکت کو ناکام بناتے ہوئے اس سے کئی قدموں کی دوری اختیار کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔ اسے بار بار مزاحمت کرتے دیکھ کے احان شاہ نے غصے سے انیکسی کے صحن میں موجود ہر چیز کی تباہی کی تھی، وہ ہر چیز کو الٹتا پلٹتا ان پہ اپنا غصہ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا سامنے کھڑا وجود بخار میں دہک رہا ہے وہ اس کا مزید غصہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، گلالئی خود پہ پھر سے دوپٹا اوڑھتی سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کیا چاہتی ہو؟؟ احان شاہ نے بالآخر ہر چیز الٹنے کے بعد اپنے بھورے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر کے اسکی طرف اپنا رخ موڑتے ہوئے بے تاثر لہجے میں استفسار کیا تھا، اشارہ اسکی آج کی مزاحمت اور اسکے مقابلے میں آنے پہ تھا۔ اس کے سوال پہ گلالئی نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اگر وہ آج خود کے لئے نہ بولتی تو یقیناً آج کے بعد کبھی بھی نہ بول پاتی۔۔

یا تو مجھے سب کے سامنے اپنا نام دے دیں یا پھر مجھے اکیلے میں اپنے نام سے آزاد کر دیں۔۔ گلالئی نے اپنے تیز تیز دھڑکتے دل سے یہ دو جملے جس جرات سے ادا کئے تھے یہ صرف وہ یا اسکا خدا جانتا تھا۔۔ احان شاہ اسکے ان دو جملوں

کو سننے کے بعد کتنے پل خاموش رہا، احان شاہ کچھ بول نہ سکا، اس نے کہاں سوچا تھا وہ ان دو جملوں سے اسکے منہ سے تمام الفاظ چھین کے گی۔۔

ارزم شاہ جو کب سے اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑا فون میں مصروف احان شاہ کی شاید رکھوالی کر رہا تھا، زرتاج اماں کو پورچ سے انیکسی کی طرف جاتے دیکھ اس نے جلدی سے اپنی گاڑی سے ٹیک ہٹائی تھی۔۔ انیکسی سے اب کوئی آواز باہر نہیں آ رہی تھی۔

آنٹی میرے سر میں درد ہے! معذرت میں رات کے اس وقت آپ کو ڈسٹرب کر رہا ہوں۔۔ پلیز مجھے ایک کپ کافی بنا دیں۔۔۔ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے زرتاج اماں کو مخاطب کرتا مؤدب انداز میں بولا تھا، مقصد انہیں انیکسی میں جانے سے روکنے کا تھا، وہ زرتاج اماں کے چہرے کے تاثرات سے ہی جان چکا تھا وہ احان شاہ کی منگنی سے کافی دکھی ہوں، اور اب نا جانے وہ رات کے اس وقت احان شاہ کو وہاں دیکھ کے کیا سمجھتی!!

معذرت بول کے مجھے شرمندہ مت کریں چھوٹے شاہ! میں بنا دیتی ہوں۔۔۔ تھکی ہوئی زرتاج اماں مسکرا کے بولتی ہوئی پھر سے ہویلی کے لاؤنج کی طرف جا چکی تھیں، زرتاج اماں کے جاتے ہی ارزم شاہ نے گہری سانس بھری تھی، یہ نہیں تھا وہ زرتاج اماں کے انیکسی میں جانے سے ڈر رہا تھا وہ صرف یہ نہیں چاہتا تھا گلالئی اور احان شاہ کو اس وقت کوئی ڈسٹرب کرے، کیونکہ احان شاہ کی بلند دھاڑوں سے وہ اتنا تو جان چکا تھا آج اس کے لالہ کی پٹھانی گرم ہوئی پڑی ہے، اس میں خانوں کا خون جوش مار رہا ہے، وہ چاہتا تھا وہ احان شاہ کو مزید سناتے ہوئے اسکا دماغ ٹھکانے پہ لائے، پورچ تک گلالئی کی باریک آواز قطعی نہیں آ رہی تھی لیکن احان شاہ کی بلند گرجدار آوازوں کے جوابات سنتا وہ بہت کچھ سمجھ چکا تھا کہ ان میں کیا بات چل رہی ہے۔۔ ارزم شاہ ایک نظر پورچ سے زوریز شاہ اور کاظم شاہ کی گاڑیاں غائب دیکھتے ہوئے کچھ حیران بھی ہوا تھا کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے تو اس نے احان شاہ کی منگنی کی لائیو نشریات میں ان دونوں کے مناظر دیکھے تھے تو اب وہ دونوں اتنی جلدی کہاں غائب ہو چکے تھے؟ ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ٹھیک ہے میں وقت آنے پہ تمہیں اپنا نام دے دوں گا!! لیکن میری ایک بات کان کھول کے سن لو اگر میں نے تمہیں سب کے سامنے اپنا نام دے بھی دیا تو پھر بھی میری خاندانی بیوی لانے کے لئے میری دوسری شادی شاہ

خاندان میں میرال کے ساتھ ہی ہو گی! کیونکہ ہم خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے!! احان شاہ نے ایک گہری سانس بھر کے خود پہ قابو پاتے ہوئے اسے بے تاثر لہجے میں جواب دیا تھا، وہ اسے اپنے دو سے تین جملوں میں ساری حقیقت بیان کر چکا تھا یہ جانے بغیر کہ اسکے جملوں کو سنتے ہی اسکا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔۔

آپ بھی میری ایک بات کان کھول کے سن لیں!! ہم بھی خانزادوں کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرتے!! اگر میرے لالہ نے مجھے تلاش کر لیا تو وہ بھی مجھے آپ سے آزادی دلواتے ہوئے میرا نکاح کسی خان کے ساتھ پڑھوا دیں گے!! گلالئ نے بھی جواباً سنجیدگی سے بولتے ہوئے احان شاہ کو آگ لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔ احان شاہ اس کے جملے پہ جلتے توے پہ بیٹھا تھا، احان شاہ ایک جست میں اسکے قریب پہنچتا اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑ چکا تھا۔۔

آزادی مائے فٹ!! تمہارا گم شدہ لالہ تو دور دنیا کی کوئی ایسی عدالت اور کوئی ایسا جج آج تک پیدا نہیں ہوا جو تمہیں مجھ سے آزادی دلوا سکے!! تم گلالئ احان شاہ تھی، تم گلالئ احان شاہ ہو اور تم گلالئ احان شاہ مرتے دم تک رہو گی!! اور رہی کسی خان کے ساتھ نکاح پڑھنے کی بات؟؟ تو میں نکاح تک کی نوبت لانے سے پہلے ہی تم پہ اور تمہارے لالہ پہ فاتحہ پڑھ دوں گا!! احان شاہ اسکے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دھاڑتا اسکی شفاف گردن پہ جھک چکا تھا، اسکی گردن پہ اپنا شدت بھرا لمس چھوڑنے کے بعد وہ اسکی لاکھ مزاحمت کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے گود میں اٹھاتا ہوا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسے اندر کی طرف بڑھتے دیکھ کے گلالئ نے کسی سہمی ہرنی کی مانند اس کی طرف دیکھا تھا، وہ نا جانے اسکے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا؟ احان شاہ نے اسے اسکی چارپائی پہ پٹکتے ہوئے اسکے سر اپے سے دوپٹا کھینچ کے اتارا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکی الماری کی طرف بڑھتے ہوئے اسکی سادہ سی شلوار قمیض نکالی تھی۔۔ گلالئ تھوک نگلتے ہوئے اسکی پشت کو دیکھتی چارپائی سے اٹھنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسکے کمرے کی لائٹ آف کرتے ہوئے اپنے قدم اسکی چارپائی کی طرف بڑھائے تھے۔۔ اس وقت کمرے میں صحن کے بلب کی بالکل ہلکی سی روشنی آ رہی تھی، کمرے میں نیم روشنی تھی، صرف اپنے پاس بیٹھے وجود کو محسوس کیا جا سکتا تھا، دیکھنا مشکل تھا۔۔

شا۔۔شاہ۔۔سا۔۔سائیں۔۔۔احان شاہ کے ہاتھ اپنی میکسی کی زپ پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی نے بھوکھلاتے ہوئے بے یقینی سے اسے پکارا تھا، احان شاہ اسکی پکار کو نظر انداز کرتا ایک جھٹکے میں اسکی زپ کھسکا چکا تھا، گلالئی نے اسکے حصار میں شدید مزاحمت شروع کی تھی، احان شاہ نے اسکی میکسی اتارتے ہی اپنی اس دن کی کہہ گئی بات کے مطابق اسکے دل کے مقام پہ شدت سے اپنا لمس چھوڑا تھا، اسکے لمس پہ گلالئی کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں، گلالئی نے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی منمنانی کرتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا، اسکی بے باک جسارت پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، زبان جو کچھ دیر پہلے پٹر پٹر چل رہی تھی وہ جیسے اب تالو سے چپک چکی تھی۔۔

چ۔چھو۔۔چھوڑیں۔۔مج۔۔مجھے۔۔۔گلالئی نے ہمت کرتے ہوئے اپنی پوری قوت لگاتے ہوئے اسے خود سے دور جھٹکنا چاہا تھا لیکن احان شاہ اسکی مزاحمت نظر انداز کرتا اسکا لباس تبدیل کروا چکا تھا۔۔اسے لباس تبدیل کروانے کے بعد احان شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کمرے کی لائٹس آن کی تھیں۔۔اسکے لائٹس آن کرنے پہ گلالئی سرخ پڑتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی، گھنی پلکیں شرم کے بوجھ تلے سجدہ ریز ہوئی تھیں۔۔احان شاہ نے ایک نظر اسکے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کے اپنی جیب سے لائٹر نکالتے ہوئے اسکی میکسی زمین پہ پھینکی تھی، وہ اسکی میکسی کے پورے جوڑے کو ایک منٹ کے اندر اندر اپنے لائٹر سے جلا چکا تھا، گلالئی جو احان شاہ کی اس حرکت پہ شرم سے نظریں جھکائے اپنی گود میں رکھی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی آگ کے بھڑکنے پہ اس نے دہلتے ہوئے اپنی نظریں اٹھائی تھیں۔۔احان شاہ کو اپنی میکسی جلاتے دیکھ کے اسکی سانسیں اٹکی تھیں، وہ اسکے بار بار بدلتے موڈ کو سمجھنے سے قاصر تھی، وہ تو اپنی کچھ دیر پہلے چلائی گئی زبان پہ پچھتا رہی تھی، نا جانے وہ سفاک انسان کیا سلوک کرے گا اس کے ساتھ!! یہ سوچ سوچ کے گلالئی کا چھوٹا سا دل شدت سے دھڑک رہا تھا، ماتھے پہ ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔۔

اس بار تو اس میکسی کو جلایا ہے جسے ذیب تن کرنے کی وجہ سے تمہارا وجود کتنے مردوں کی نظروں کا مرکز بنا تھا، اگلی بار تمہاری ایسی کسی بھی حرکت پہ تمہیں تمہارے لباس سمیت جلا کے راکھ کر دوں گا گلالئی احان شاہ!! تمہارا ایک ناخن بھی کیسی غیر مرد کو نظر نہیں آنا چاہئے!! احان شاہ اپنی پشاوری چپل سے اسکی جلی ہوئی میکسی کی آگ بجھاتا ہوا اسکے قریب اپنا چہرہ کرتا شدید غصے سے غرایا تھا، ابھی گلالئی اس کے غرانے پہ پھر سے ہمت کر کے اسے ٹکا کے کوئی

جواب دیتی جب احان شاہ کا فون رنگ ہوا تھا، احان شاہ نے اسے سالم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالا تھا، چھوٹے شاہ کا نمبر دیکھتے ہوئے وہ حیران ہوا تھا، وہ تو پچھلے تین دن سے اس سے بات چیت مکمل بند کئے ہوئے تھا پھر وہ آج یوں اسے فون کیوں کر رہا تھا؟ وہ تو کبھی بھی ناراضگی میں اپنی غلطی پہ بھی اسے منانے کی زحمت نہیں کرتا تھا کیونکہ ارزم شاہ کے مطابق احان شاہ کا اپنے چھوٹے شاہ کو منانا فرض تھا اور چھوٹے شاہ کا حق!! احان شاہ نے آئیبرو اچکا کے سوچتے ہوئے فون پہلی ہی بیل پہ یس کرتے کان کو لگایا تھا۔۔۔

اگر تو آپکا انیکسی میں ہی اپنی گولڈن نائٹ منانے کا پلین ہے تو کیا زرتاج اماں کو کسی دوسرے کوارٹر میں سونے کے لئے بھیج دوں؟؟ ابھی احان شاہ کچھ بولتا جب فون سے آتی ارزم شاہ کی سنجیدہ آواز میں بے باک جملے کو سنتے ہوئے احان شاہ نے اپنے نچلے لب کا کونا دانتوں میں دباتے گلالئ کی طرف دیکھا تھا جو منہ کھولے اپنی جلی ہوئی میکسی کو دیکھ رہی تھی۔۔

تمہیں شرم نہیں آتی بڑوں کی نگرانی کرتے ہوئے؟ احان شاہ نے اسے ڈپٹتے ہوئے جھک کے گلالئ کے کھلے منہ کو اپنے ہونٹوں سے بند کیا تھا۔۔ گلالئ نے اس اچانک افتاد پہ اسکی کالی قمیض کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔ بڑوں کو شرم نہیں آتی اپنی چھوٹی سی منکوحہ کا دل دکھا کے اپنی منگنی رچاتے ہوئے؟؟ ارزم شاہ بھی کون سا کم تھا، وہ سنجیدگی سے کندھے اچکاتے ہوئے اس پہ گہرا طنز کر چکا تھا، اسکے طنز کرنے پہ احان شاہ نے گلالئ کے ہونٹوں کو بے حد پیار سے کچھ زور سے چومتے ہوئے گلالئ کو بھوکلانے پہ مجبور کیا تھا، احان شاہ کے چومنے کی آواز اتنی ضرور تھی کہ فون کی دوسری طرف موجود ارزم شاہ آسانی سے سن سکتا۔

اب ٹھیک ہے؟؟ احان شاہ نے گلالئ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار تو ارزم شاہ سے کیا تھا لیکن دیکھ وہ ہنوز گلالئ کی طرف رہا تھا، گلالئ نے اسکے سوالیہ انداز پہ معصومیت سے بھوکلاتے ہوئے اس سے فاصلہ بنایا تھا، وہ انسان کیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے اسکے دل کو توڑتا ہوا ہر چیز الٹ پلٹ رہا تھا اور اب نرمی سے اس پہ اپنے لمس بکھیر کے گستاخیاں کرتا اسے سرخ گلاب بننے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ احان شاہ کی حرکت کو محسوس کرتے اور اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ارزم شاہ نے سٹپٹاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ اتنی بے باکی کی توقع نہیں تھی اسے احان شاہ سے۔۔ ارزم شاہ تو ہمیشہ سے صرف زوریز شاہ کو اور خود کو ہی بے شرم سمجھتا تھا لیکن احان شاہ کی اس حرکت پہ اسے

یقین ہو اچلا تھا، ہویلی کے چاروں سپوت ہی بے شرم ہیں کیونکہ ایزل شاہ اور کاظم شاہ کا وائرل کلپ بھی وہ ابھی کچھ دیر پہلے اپنے فون پہ دیکھ چکا تھا۔۔

نہیں ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے۔۔ اب باپ کے عہدے پہ فائز ہونے کے بعد ہی وہاں سے نکلیے گا!! ارزم شاہ اپنا قہقہ ضبط کرتے ہوئے بے حد بے باکی سے بولتا اب اپنے سفید برینڈڈ سنیکرز پتھر پہ کھروچ رہا تھا۔۔ دراز قد ارزم شاہ اس وقت رف سے بلیو ٹریک سوٹ میں ملبوس اپنے شہد رنگ بالوں کو انگلیوں سے سیٹ کرتا بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

شٹ اپ!!! احان شاہ اسکی بے باک بات کو سنتا اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے اسے پیار سے ڈپٹ کے فون رکھ چکا تھا۔۔ آج تو تمہاری اونچی آواز برداشت کر چکا ہوں، اگلی بار نہیں کروں گا، یاد رکھنا میری بات! ورنہ نتائج کی زمہ دار تم خود ہو گی!! احان شاہ گلالئ کے کندھے سے نظر آتی سٹیریپ میں اپنی انگلیاں الجھا کے سنجیدگی سے مدھم لہجے میں بولتا اسے حیران پریشان چھوڑتے ہوئے اسکے کمرے سے نکلا تھا۔ گلالئ نے سرخ پڑتے ہوئے اپنی قمیض کی بے ترتیبی ٹھیک کرتے اپنے تکیے کے پاس پڑی اپنی چادر خود پہ اوڑھی تھی۔ وہ ناسمجھی سے اسکی چوڑی پشت کو دیکھ رہی تھی، وہ انسان ایک پہیلی تھا جیسے۔۔۔ وہ اسے کبھی سمجھ نہیں پائی تھی!

احان شاہ کے دروازہ زور سے بند کر کے جانے کے بعد وہ تیزی سے باہر صحن کی طرف بڑھی تھی، احان شاہ کی زمین پہ پڑی کالی اجرک کو دیکھتی ہوئے اس نے جھک کے اس کی اجرک کو اٹھا کے اپنے لبوں سے لگایا تھا جو کچھ دیر پہلے احان شاہ نے شدید غصے میں پھینکی تھی، وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ جب بھی شلوار قمیض پہ اجرک لیتا تھا تو اسکا دل بری طرح سے دھڑکا دیتا تھا، گلالئ نے آنسو بہاتے ہوئے اسکی اجرک دیوانوں کی طرح چومتے خود سے لگائی تھی۔۔ نا جانے وہ اس بے مہر انسان سے نفرت کیوں نہیں کر پاتی تھی!!

سر ایک گڈ نیوز ہے!!۔۔۔ حارث خوشی سے لبریز لہجے میں اپنے باس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا جس نے آئبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ حارث نے اب کی بار منہ سے جواب دینے کی بجائے اسکے سامنے اپنا موبائل رکھا تھا۔۔

ی۔یہ۔۔۔خوبصورت حسینہ کون ہے؟؟باس اپنی آنکھوں میں حباثت لئے موبائل پہ چلتے منظر کو روک کے سرخ میکسی میں ملبوس اس خوبصورت لڑکی کو چھونے کی کوشش کرتا بے تابی سے پوچھ رہا تھا۔۔

گلالئی اسماعیل خان!!۔۔۔حارث کے مختصر سے جواب پہ باس کا وجود سے زلزلوں کی زد میں آیا تھا،اس نے حیرانگی سے حارث کی طرف دیکھا تھا۔۔

تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟؟باس نے ٹیبل پہ ہاتھ جما کے آگے کو جھکتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا تھا جس پہ حارث نے اب کی بار ایک دس سالہ بچی کی تصویر نکالتے ہوئے باس کے ہاتھ میں تھمائی تھی۔۔

یہ اسماعیل خان ہے اور یہ اس کی بیٹی گلالئی خان!! یہ تب کی تصویر ہے جب وہ دس سال کی تھی اور اب وہ تقریباً ساڑھے سترہ سال کی ہے اور عادل شاہ کی ہویلی میں قیام پذیر ہے جہاں اسماعیل نے پینتیس سے چالیس سال ملازمت کی تھی،یہ احان شاہ کی منگنی کی لائیو نشریات سے لیا گیا کلپ ہے۔۔وہ مری نہیں ہے باس وہ زندہ ہے۔۔۔حارث پورے یقین سے بولا تھا۔۔

گریٹ ورک حارث خان!! (بہت اچھے حارث خان)۔۔باس نے حباثت سے بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے حارث کو داد دی تھی جس پہ حارث نے بھی اسکا ساتھ دیتے ہوئے قہقہہ لگایا تھا۔۔حارث باس کا خاص بندہ تھا،وہ اس کے لئے کافی سالوں سے کام کر رہا تھا،باس کو یقین تھا گلالئی اسماعیل خان کا پتا حارث کے علاوہ اسکا کوئی آدمی نہیں لگا سکتا کیونکہ وہ اس کے قابل بندوں میں سے ایک تھا!

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط16

رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے جب زوریز شاہ نے ہویلی میں قدم رکھا تھا،وہ پوری رات سڑکوں کی خاک چھانتا خود کو تسلی دینے کے لئے تانے بانے بناتا رہا تھا لیکن دماغ ہنوز بری طرح سے الجھنوں کا شکار تھا۔زوریز شاہ ہنوز ڈارک براؤن شلوار قمیض میں ملبوس تھا جو اب شکن زدہ ہو چکی تھی،بھورے بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے،ہری آنکھیں میں بے حد سرخی تھی۔کاظم شاہ کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے زوریز شاہ کو کسی صورت سکون نہیں مل رہا تھا،زوریز شاہ جو اس وقت مرحا شاہ کے کمرے میں جا کے اس سب کے بارے میں تفتیش کرنے کا ارادہ

رکھتا تھا، گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ارادہ کینسل کیا تھا، وہ اس وقت سو رہی ہو گی اور صبح اسے ہاسپٹل بھی جانا تھا، اگر وہ اسے اٹھا دیتا تو یقیناً نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اسکا پورا دن سر درد ہوتا رہتا، جیسے ہمیشہ سے ہوتا تھا۔

زوریز شاہ نے اپنے بھورے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے اپنا دماغ لڑانے کی کوشش کی تھی، وہ ایسا کیا کرے جو اسے منٹوں میں ساری حقیقت معلوم ہو جائے، زوریز شاہ ابھی دیواروں کو دیکھتا ہوا کچھ سوچ ہی رہا تھا، جب اسکی نظر بلبوں میں فٹ کیمروں کی طرف اٹھی تھیں جو اسی نے دو سے تین سال پہلے لگوائے تھے، وہ کیمرے آڈیو اور ویڈیو دونوں چیزوں کو ریکارڈ کرتے تھے، وہ جب بھی ہویلی والوں سے دور ہوتا تھا، وہ ان کیمروں کی مدد سے کچھ دنوں بعد دور رہ کے بھی ہویلی والوں کو دیکھ کے سکون حاصل کر لیا کرتا تھا۔ زوریز شاہ کے دماغ نے تیزی سے کام کیا تھا، زوریز شاہ ایک جست میں لاؤنج کے صوفے سے اٹھتا ہوا اوپر اپنے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔۔ زوریز شاہ نے کمرے میں آتے ہی اپنی ہر چیز الٹتے پلٹتے ہوئے اپنی الماری سے لیپ ٹاپ نکالا تھا، لیپ نکالتے ہی زوریز شاہ نے تین دن پرانی ہویلی کے لاؤنج کی ریکارڈنگ نکالی تھی۔۔ زوریز شاہ دھڑکتے دل سے خود کو یہ ریکارڈنگ دیکھنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔۔ ریکارڈنگ آن ہو چکی تھی، لاؤنج کے کیمرے میں تھوڑا سا ڈائینگ روم کا منظر نظر آ رہا تھا، ناشتے کے بعد سب اپنے اپنے کام پہ جا چکے تھے، صرف کاظم شاہ تھا جو لاؤنج میں سب بڑوں کے ساتھ سنجیدگی سے بیٹھ کے چائے پی رہا تھا، اسی دوران ایزل شاہ ہارون شاہ سے اپنی دوستوں کے ساتھ باہر جانے کی مدد بھی مانگ کے گئی تھی، ایزل کے جانے کے بعد دفعتاً کچھ دیر بعد کاظم شاہ کا فون رنگ ہوا تھا، فون سنتے ہی کاظم شاہ کے چہرے کے تاثرات سخت ہوئے تھے، فون بند ہوتے ہی کاظم شاہ نے اپنی چائے کا کپ ٹیبل پہ پٹکتے ہوئے ایک نظر سب کو دیکھا تھا، پھر وہ سب کو باتوں میں مصروف دیکھتے ہوئے کچھ بھی بولے بغیر ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، آج پہلی بار اسے ایزل شاہ کے کمرے میں جاتے دیکھ کے زوریز شاہ کی جان نکلی تھی۔۔

نو۔۔۔ ایسا۔۔ نہیں۔۔۔ ہو۔۔ سکتا!! زوریز شاہ نے لفظ توڑ توڑ کے ادا کرتے ہوئے خود کو تسلی دی تھی۔ زوریز شاہ نے گہرے سانس بھر کے خود کو کمپوز کرتے ہوئے پھر سے اپنی نظریں ریکارڈنگ پہ جمائی تھیں۔۔ ریکارڈنگ میں اب صرف لاؤنج کا منظر نظر آ رہا تھا، ایزل کا کمرہ لاؤنج کی پچھلی سائیڈ پہ تھا اسی لئے اس کے کمرے کی تھوڑی سی جھلک بھی کیمرے میں واضح نہیں ہو سکتی تھی، زوریز شاہ نے اپنا لب کچلتے ہوئے اس کیمرے کو آف کرتے ہوئے

لاؤنج کی دوسرے طرف نسب کیمرے کی ریکارڈنگ آن کی تھی جو ھارون شاہ کے کمرے کے بالکل اوپر فٹ تھا، وہاں سے ایزل شاہ کے کمرے کا منظر صاف دکھ سکتا تھا بشرطیکہ دروازہ کھلا ہو!

کاظم شاہ ایزل شاہ کے کمرے میں جا چکا تھا، دروازہ بند تھا لیکن شاید لاکڈ نہیں تھا۔۔ ابھی کاظم شاہ کو اندر گئے چند منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب اندر سے ایزل شاہ کی چیختی آوازیں بلند ہوئی تھیں، زوریز شاہ کو اپنا دل کم ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا، زوریز شاہ نے ایک بار پھر سے ریکارڈنگ روکتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا پلیٹ سے ڈھکا پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے منہ کو لگایا تھا، زوریز شاہ ایک سانس میں سارا پانی گھٹا گھٹ پی چکا تھا۔ زوریز شاہ نے گلاس ہاتھ میں تھامے پھر سے ریکارڈنگ آن کی تھی، جیسے جیسے ایزل شاہ کی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ویسے ویسے زوریز شاہ کے ماتھے پہ اتنی سردی میں بھی ٹھنڈے پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔۔ زوریز شاہ نے ریکارڈنگ میں احان شاہ کو تیزی سے بھاگنے کے انداز میں کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھا تھا، احان شاہ کے دروازہ کھولنے پہ زوریز شاہ نے جو منظر دیکھا تھا اسے لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا! زوریز شاہ کو اپنی سانسیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، ایزل شاہ کا بیڈ دروازے کے بالکل سامنے تھا جس کی وجہ سے کیمرے میں وہ منظر صاف دیکھائی دے رہا تھا جب کاظم شاہ ایزل شاہ پہ سایہ فگن تھا۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے گلاس پہ اپنی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کی تھی، گلاس چھنال سے ٹوٹتے ہوئے زوریز شاہ کا ہاتھ زخمی کر چکا تھا لیکن وہ تو اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا، اس کا سارا دھیان تو کیمرے سے نظر آتے منظر کی طرف تھا۔

آہہہ۔۔ کاظم شاہ اور احان شاہ کی دھاڑوں کی آوازیں سنتے ہوئے زوریز شاہ مفلوج ہوتے دماغ سے اپنے بھورے بالوں کو اپنی مٹھی میں نوچتا بے حد غصے سے چیخا تھا۔

لیپ ٹاپ میں اب وہ منظر صاف نظر آ رہا تھا جب احان شاہ کمرے سے نکلتا ہوا تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا، پھر کیمرے نے وہی منظر ریکارڈ کیا تھا جب احان شاہ اپنے ہاتھ میں گن تھامے تیزی سے ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

اسے کاظم شاہ پہ گن تانتے دیکھ کے زوریز شاہ کی ہری آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکی بھوری بیئرڈ میں جذب ہوئے تھے، اگر ھارون شاہ اسکی گن کو اوپر کی طرف نہ کرتے تو یقیناً کاظم شاہ آج ان سب کے درمیان نہ ہوتا بلکہ

زوریز شاہ کو خیر خبر دیئے بغیر اسکا جنازہ بھی یوں ہی پڑھوا دیا جاتا جیسے ایزل شاہ اور کاظم شاہ کا نکاح پڑھوایا گیا تھا۔ زوریز شاہ نے اذیت سے سوچا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہاں ارزم شاہ داخل ہوا تھا جس کے بازو سے گولی چھو کے گزری تھی لیکن گولی لگنے جتنا درد زوریز شاہ کو اپنے کندھے میں اٹھتا ہوا محسوس ہوا تھا، وہ سب ایک جان تھے، اگر کسی کو بھی کوئی آنچ آتی تھی تو درد دوسرے کو اس سے زیادہ ہوتا تھا، ارزم شاہ کی باتیں سنتے ہوئے زوریز شاہ کو اپنے رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے، کاظم شاہ کی استہزایا نظریں ایزل شاہ پہ ٹکی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھیں۔ ایزل شاہ کی جھکی ہوئی نظروں میں شرمندگی زوریز شاہ صاف بھانپ چکا تھا لیکن اس شرمندگی کی وجہ کیا تھی؟ زوریز شاہ شاید سمجھا نہیں پایا تھا یا سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔۔ اس سب شور شرابے کے بعد عادل شاہ کے فیصلے پہ نتیجہ نکاح کا نکلا تھا، کاظم شاہ کی بے باک باتیں سنتے ہوئے زوریز شاہ کا چہرہ بالکل اسی طرح سرخ ہوا تھا جس طرح ریکارڈنگ میں احان شاہ کا سرخ چہرہ نظر آ رہا تھا۔۔ اس آدھے گھنٹے کی ریکارڈنگ نے زوریز شاہ کی ہستی ہلا کے رکھ دی تھی، وہ احان شاہ جس نے سولہ سال کی عمر میں کاظم شاہ کی خاطر اسکے کلاس فیلو حارث خان پہ گن تانی تھی اسی احان شاہ نے اپنی انتیس سالہ زندگی میں کاظم شاہ پہ گن تانی تھی؟ اور ایک بار نہیں بار بار؟؟ یہ بات زوریز شاہ کے ماننے میں نہیں آ رہی تھی۔۔

کاظم شاہ اور احان شاہ میٹرک میں تھے جب اسکول میں کاظم شاہ اور اسکے کلاس فیلو احان شاہ کی کسی بات پہ جھڑپ ہوئی تھی، اس دن احان شاہ چھٹی پہ تھا، کاظم شاہ سکول میں حارث خان کو اچھا خاصا پیٹ کے آیا تھا جس کی وجہ سے حارث خان سکول کی واپسی میں اپنا بدلہ لینے کی غرض سے اپنے کچھ دوستوں کو جمع کر کے کاظم شاہ کے پیچھے ہی نکلا تھا، کاظم شاہ کب سے سکول سے واپس حویلی پہنچ چکا تھا، ایزل شاہ کے ضد کرنے پہ وہ پاس ہی اسٹور سے اس کے لئے آئس کریم لینے کے لئے حویلی سے نکلا ہی تھا جب اپنے سامنے ایک ساتھ اتنے لڑکوں کو دیکھتے وہ چونک کے رکا تھا، وہ اب حویلی سے کچھ فاصلے پہ کھڑا تھا جس کی وجہ سے حویلی کے باہر کھڑے گارڈ کا اسکی طرف دھیان نہیں گیا تھا، صبح سے آرام کرتا احان شاہ جو سردی کی وجہ سے بخار میں پھنک رہا تھا، وہ خود کو کچھ تازہ دم کرنے کے لئے اپنی شرٹ اتارتے ہوئے اپنے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا، لیکن ٹیرس سے نظر آتے حویلی کے باہر کے منظر کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، ماتھے پہ بے شمار بل لئے وہ تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا، احان شاہ نے اسی

تیزی سے اپنی شرٹ پہنتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے، احان شاہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں سیڑھیوں سے اترتا ہوا لاؤنج سے راہداری کی طرف بڑھا تھا، لاؤنج میں بیٹھے ھارون شاہ اپنے بیٹی کی تیزی کو دیکھ کے رہ گئے وہ تو رات سے بخار میں پھنکتا تمام ہویلی کے مکینوں کی جان لبوں پہ لایا ہوا تھا تو اب یوں اسے بھاگتے دیکھ کے ھارون شاہ کو جیسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا، احان شاہ نے پورچ سے نکلتے ہی مین گیٹ کی طرف آتے گیٹ پہ کھڑے اسماعیل خان کے یونیفارم کی پینٹ پہ ٹکی گن کو ایک جھٹکے میں اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتا ہویلی سے نکلا تھا، اسماعیل خان جو اس وقت ہویلی کے خاص ملازم تھے، احان شاہ کی اسکی حرکت پہ ہکا بکا اسے دیکھ کے رہ گئے۔

چچ چچ!! سکول میں مجھ سے مار کھا کے تمہیں سکون نہیں ملا تھا جو اب اپنے دوستوں کو بھی مجھ سے پٹوانے لے آؤ ہو؟؟ کاظم شاہ اپنے سامنے کھڑے حارث خان کی طرف دیکھتے ہوئے افسوس سے پوچھ رہا تھا جو اپنے پانچ سے چھ دوست اکھٹے کر کے لایا تھا جن کے ہاتھوں میں ہاکیاں اور بلے تھے۔۔۔ کاظم شاہ کے اس جملے پہ حارث خان غصے سے لال پیلا ہوتا اسکی طرف بڑھا تھا، ابھی حارث خان نے اچانک سے کاظم شاہ کی کلائی کی تھامی ہی تھی جب ان کی طرف بڑھتے احان شاہ نے اسکے پیروں میں فائر کیا تھا، فائر کی آواز پہ حارث خان اچھلتا ہوا کاظم شاہ سے دور ہوا تھا، کاظم شاہ نے خود بھی فائر کی آواز پہ چونکتے ہوئے پیچھے مڑ کے دیکھا تھا، احان شاہ کے ہاتھ میں گن دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے چہرے پہ حیرت در حیرت تھی۔۔

شاہ!!! کاظم شاہ نے بلند آواز میں اسے پکارا تھا، آواز میں صاف تنبیہ تھی لیکن احان شاہ اس کی ہر بات نظر انداز کرتا ہوا اسکے آگے ڈھال بن کے کھڑا ہو چکا تھا۔۔

ح۔ر۔ا۔م۔ز۔ا۔د۔و۔۔ تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میری ہویلی کے ایریا میں آ کے میرے ہی بھائی کو ہراس کرنے کی!! میں تم لوگوں کی جان لے لوں گا!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجتا ہوا ان پہ پھر سے گن تان چکا تھا، گیٹ پہ کھڑے ھارون شاہ جو کب سے سٹل ہوتے ہوئے اپنے بڑے سر پھرے سپوت کو دیکھ رہے تھے اسے پھر سے بدمعاشی پہ اترتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھے تھے، ہکا بکا سا اسماعیل خان بھی ہوش میں آتا ہوا جلدی سے ان کے ساتھ ہی احان شاہ اور کاظم شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ!! اتنی بڑی بات نہیں ہے!! ٹیک آف دس گن (اس بندوق کو نیچے کرو) کاظم شاہ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے نرمی سے شانت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ احان شاہ ہی کیا جو غصے میں کسی کی بات سن لے!! احان شاہ کی گرجدار آواز پہ تضاد اسکے ہاتھ میں گن دیکھتے ہوئے حارث خان کے تمام دوست اپنی ہاکیاں اور بلے وہی پہ پٹکتے ہوئے الٹے پیروں واپس بھاگے تھے، حارث خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

تم بھی یوں ہی الٹے پیر واپس جاؤ گے یا اپنی پینٹ لیک ہونے کا انتظار کر رہے ہو؟؟ احان شاہ اپنا آبیبرو آچکا کے حارث خان کی طرف دیکھتا استہزایا لہجے میں بولا تھا، حادث خان کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا تھا۔۔ اسکے بے باک جملے پہ کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ ان کے قریب آتے ھارون شاہ اور اسماعیل کا چہرہ بھی سرخ ہوا تھا۔

دیکھ لوں گا میں تم دونوں کو!! حارث خان ہمت کر کے اپنی انگلی اٹھا کے انہیں وارن کرتا ہوا وہاں سے تیزی سے نکلا تھا۔۔

ابے سالے رک!! خانوں کے نام دھبا ہے تو بزدل انسان!! اب پیٹھ دیکھا کے کیوں بھاگ رہا ہے؟؟ احان شاہ ایک ساتھ تین قدم آگے بڑھتا بلند آواز میں دھاڑا تھا لیکن حارث خان اپنے قدموں کی رفتار مزید بڑھاتا تقریباً وہاں سے بھاگا تھا، ابھی احان شاہ نے مڑ کے کاظم شاہ کی طرف دیکھا ہی تھا جب کاظم شاہ کی نظریں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے احان شاہ کی ساری ہوا تو ابھی لیک ہوئی تھی، سامنے اپنے غصے سے سرخ بابا جان کو دیکھتے ہوئے۔۔ لیکن یہ صرف ایک پل کے لئے ہوا تھا باپ کا ڈر تھا یا حیا! احان شاہ سمجھنے سے قاصر تھا، اسی لئے وہ سمجھے بغیر لاپرواہی سے کندھے اچکاتا گن واپس سے اسماعیل خان کے ہاتھ میں تھماتا انہیں تھینک یو بول رہا تھا جیسے اسماعیل خان نے ہی اسے گن تھما کے اس جنگ کے لیے بھیجا ہو۔

تم دونوں میں عقل کب آئے گی؟؟ کیوں ہمیں ذلیل کرواتے ہو ہر جگہ؟؟ ھارون شاہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑے تھے، جو اپنا کان کھجاتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، لیکن اگلے ہی پل احان شاہ ایک زوردار مکا کاظم شاہ کے گال پہ رسید کر چکا تھا۔۔

تو سکول میں ان سے جھگڑ کے آیا تھا نا؟؟ تو نے مجھے آتے ہی کیوں نہیں بتایا تھا؟ احان شاہ باپ کی دھاڑ نظر انداز کرتا ہوا کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑا تھا جس نے بھی جواباً زوردار مکا اسکے گال پہ جھڑا تھا۔۔

کیونکہ میں انہیں پیٹ کے آچکا تھا!! تجھے بندوق پکڑ کے ہیرو بننے کی کیا ضرورت تھی؟؟ کاظم شاہ بھی جوابا بلند آواز میں غرایا تھا۔۔ یہ ان دونوں کا ھارون شاہ کی ڈانٹ سے بچنے کے لئے پلین تھا، وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتے تھے جب بھی ان دونوں کو ڈانٹ پڑنے لگتی تھی وہ دونوں آپس میں لڑنا شروع کر دیتے تھے یوں کہ اگلا بندہ منہ کھول کے انہیں دیکھ کے رہ جاتا!

بکواس بند کرو دونوں!! لعنت ہے تم دونوں کے اتنے اونچے قد کاٹھ پہ!!! ھارون شاہ دھاڑتے ہوئے ان دونوں کی طرف بڑھتے ان کا سر تھام کے ایک دوسرے سے ٹکرا چکے تھے، اب اتنے لمبے چوڑے بیٹوں کو تھپڑ جھڑنے سے تو وہ رہے، وہ دونوں میٹرک میں ہی اچھا خاصا قد کاٹھ نکال کے باڈی بلڈنگ کے شوق میں جم بھی اسی عمر میں جوائن کر چکے تھے۔

سس۔۔۔ او تیری!!! وہ دونوں کراہتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہوتے اب اپنے ماتھے مسل رہے تھے۔۔

تم دونوں کا کل تک ہویلی آنا بند ہے! میں دیکھتا ہوں کیسے داخل ہوتے ہو تم دونوں ہویلی!! ھارون شاہ دھاڑتے ہوئے انہیں سالم نظروں سے گھورتے ہوئے ہویلی کی طرف بڑھ چکے تھے، ہویلی کے مین گیٹ پہ کھڑے چودہ سالہ زوریز شاہ اور بارہ سالہ ارزم شاہ قہقہے لگاتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھتے انہیں مزید سیخ پا کر رہے تھے، وہ دونوں بھی ابھی تک سکول یونیفارم میں ملبوس تھے، کاظم شاہ اور احان شاہ نے ان دونوں کے قہقہوں پہ انہیں قہر برساتی نظروں سے گھور کے دیکھا تھا جو ان کے گھورنے پہ معصومیت کی تصویر بنے انہیں محضوض اشارہ کرتے ھارون شاہ کے ساتھ فرمانبرداری سے اندر کی طرف بڑھ چکے تھے، کاظم شاہ اور احان شاہ ان دونوں کا اشارہ سمجھ کے سکھ کے سانس لیتے ہوئے ہویلی کے پچھلے گیٹ کی طرف بڑھ چکے تھے، کیونکہ اب ہویلی کا پچھلا گیٹ ارزم شاہ اور زوریز شاہ (نے کھولنا تھا اور احان اور کاظم نے ہویلی میں داخل ہونا تھا۔۔

یہ سارا منظر یاد کرتے ہوئے زوریز شاہ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو گرتے ہوئے اسکے گال بھگو رہے تھے، زوریز شاہ نے اپنے سامنے پڑا لیپ ٹاپ اٹھا کے سامنے دیوار پہ مارا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اپنے ہاتھ میں چبھتی ٹوٹے گلاس کی کرچیوں کو بے دردی سے نکالتے ہوئے زمین پہ پھینکا تھا، زوریز شاہ کے ہاتھ سے خون ابل ابل کے گرتا اسکی سفید بیڈ شیٹ کو اچھا خاصا گندا کر رہا تھا۔۔

No.. this all can't be true... Oh no... I will die

(نہیں۔۔۔یہ سب سچ نہیں ہو سکتا۔۔۔اوو نہیں۔۔۔میں مر جاؤں گا!!) زوریز شاہ ازیت کی انتہا پہ چلاتا ہوا اپنے چہرے کو تکیے میں چھپا چکا تھا یوں کے اس کے آنسو یہ دیواریں بھی نہ دیکھ سکیں!! زوریز شاہ اپنی زندگی میں آج دوسری بار یوں رویا تھا، وہ پہلی بار یوں مرحا شاہ سے جدائی پہ رویا تھا۔۔

اچانک سے بچوں کی طرح روتے ہوئے زوریز شاہ کے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا، اس ساری صورتحال سے پہلے کاظم شاہ کے نمبر پہ فون آیا تھا، وہ فون کس نے کیا تھا؟؟ اس فون کال کو سننے کے بعد ہی کاظم شاہ تنے تاثرات سے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا! زوریز شاہ کے تیز دماغ نے تیزی سے تانے بانے بنانے شروع کئے تھے۔۔ڈائینگ ٹیبل پہ ایزل شاہ کا بار بار کاظم شاہ کو دیکھنا، کاظم شاہ کا سنجیدہ رہنا، لاؤنج میں بیٹھ کے کاظم شاہ کا فون اٹھانا، کاظم شاہ کے چہرے کا غصے سے سرخ ہونا، کاظم شاہ کا ایزل کے کمرے میں جانا، احان کے دروازہ کھولنے پہ کاظم شاہ کی شاکڈ شکل، ارزم شاہ کی رونگھٹے کھڑے کرنے والی باتیں، کاظم شاہ کا استہزایا نظروں سے ایزل شاہ کی طرف دیکھنا، ایزل شاہ کا شرمندگی سے نظریں جھکانا، کاظم شاہ کی دیدہ دلیری، نکاح کے دوران ھارون شاہ کا ایزل کو سینے سے نہ لگانا!! زوریز شاہ کڑی سے کڑی جوڑتا ہوا تیزی سے اپنے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا، آنکھوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔۔

No Aizal! U are my innocent daughter.. u can't do this... U can't be this much selfish for your lovee

(نہیں۔۔ایزل! تم میری معصوم بیٹی ہو۔۔۔تم یہ نہیں کر سکتی۔۔تم اپنے پیار کے لئے اتنی خود غرض نہیں ہو سکتی۔) زوریز شاہ اپنے بالوں کو نوچ کے حلق کے بل چیخا تھا۔۔زوریز شاہ نے اپنا فون اٹھاتے ہوئے تیزی سے کسی کا نمبر ملایا تھا، فون پہلی بیل پہ اٹھایا گیا تھا، دوسری طرف کسی کی نیند میں ڈوبی آواز میں ہائے کی بجائے بائے کی آواز سنائی دی تھی۔۔

Stand up from your bed right now!!!

(!!ابھی اور اسی وقت اپنے بستر سے کھڑے ہو جاؤ)

زوریز شاہ بے حد غصے سے دھاڑا تھا جس پہ فون پہ دوسری طرف موجود وجود آنکھیں مسلتے ہوئے تیزی سے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔

ہاں بول۔۔۔وہ منہ بناتے ہوئے زوریز شاہ کے اس وقت فون کرنے کا مقصد جاننا چاہ رہا تھا۔۔

کاظم لالہ کا نمبر بھیج رہا ہوں! مجھے پانچ منٹ کے اندر اندر ان کی تین دن پہلے کی کالز کی تمام ڈیٹیلز چاہیئے۔زوریز شاہ بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔

اوکے باس!! اس نے اسکی سنجیدگی کو کسی خاطر میں نہ لاتے جان بوجھ کے اونچی آواز میں جمائی لیتے اسے جواب دیتے ہوئے فون رکھا تھا۔۔

زوریز شاہ کو یہ پانچ منٹ پانچ صدیوں کے برابر لگ رہے تھے،وہ اپنے کمرے میں چکر کاٹتا ہوا یہ سب سوچتے ہوئے پاگل ہو رہا تھا، آنکھ کی کمان کا تل بے حد اداس نظر آ رہا تھا،وہ دل میں نا جانے کیوں شدت سے دعا کر رہا تھا تین دن پہلے ایزل شاہ کی طرف سے کاظم شاہ کے نمبر پہ ایک بھی کال نہ کی گئی ہو۔۔اسکی بہن معصوم تھی،وہ اسے ہمیشہ معصوم دیکھنا چاہتا تھا،اسکی ایک غلطی اسے زوریز شاہ اور حویلی کی نظروں میں بری طرح سے گرا سکتی تھی۔۔ لیکن کاظم شاہ کا کیا؟؟ اسکا اس سب میں کیا قصور تھا؟؟ اسے کس بات کی سزا سنائی گئی؟؟ زوریز شاہ کے اندر سے کوئی آواز آئی تھی جس پہ وہ جتنی دیر ہل نہ سکا۔۔دماغ میں ایک پل کے لئے خیال آیا تھا کہ شاید کاظم شاہ بہک گیا ہو! لیکن اگلے ہی پل دل نے اسکے دماغ پہ لعنت بھیجی تھی،کاظم شاہ حویلی کا سب سے سمجھدار اور میچور لڑکا تھا اور ایزل شاہ سب سے بے وقوف اور جلد باز! اور ضدی بھی!! ایزل شاہ یہ سب تو کر سکتی تھی لیکن کاظم شاہ مر کے بھی نہیں۔۔زوریز شاہ کے دل نے فتویٰ دیا تھا۔۔اسے ہوش فون کی چھنگاڑتی آواز سے آیا تھا۔۔نمبر دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے تیزی سے فون اٹھایا تھا۔۔

لالہ کی تمام ڈیٹیلز میل کر چکا ہوں! اب بڑھائے مہربانی میری نیند کو ڈسٹرب نہ کیا جائے ورنہ میں تمہیں بنا کسی لحاظ کے بلاک لسٹ میں ڈال دوں گا۔۔دوسری طرف موجود وجود دانت کچکچا کے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں اردو بولتا ہوا فون رکھ چکا تھا۔۔وہ اسے ڈیٹیلز بھیج چکا تھا لیکن زوریز شاہ میں اپنی میلز چیک کرنے کی جیسے ہمت ختم ہوتی جا رہی تھی۔۔زوریز شاہ نے اپنے منہ میں دعائیں پڑتے ہوئے اپنی میلز کھولیں تھیں،مطلوبہ میل کو کھولتے ہوئے زوریز

شاہ، کاظم شاہ کی تین دن پہلے کی تمام میلز چیک کر رہا تھا۔۔ تین دن پہلے کاظم شاہ کے فون پہ بے شمار کالز آئی تھیں جن میں سے صرف دو سے تین کالز ریسیو کی گئی تھیں، زوریز شاہ نے تیزی سے ریسویڈ کالز کے نمبروں پہ نظریں دوڑائی تھیں۔۔ تین نمبروں میں سے کوئی ایک نمبر بھی ایزل شاہ کا نہیں تھا، یہ دیکھتے ہوئے زوریز شاہ کی رکی ہوئی (SIM) سانسیں بحال ہوئی تھیں لیکن اصل سانسیں سینے میں تو تب اٹکی تھیں، جب ریسیوڈ کالز کے ساتھ سم اونر (Owner) کا نام پڑا تھا، وہ نام ایزل ھارون شاہ کا تھا، یہ نام پڑھتے ہوئے زوریز شاہ کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، کال کا ٹائم ایگزیکٹ وہی تھا جس وقت حویلی میں سارا تماشا لگایا گیا تھا، یہ سم ایزل شاہ نے کب خریدی تھی؟ یہ نمبر ایزل شاہ کا نہیں تھا!!

Oh No!!

چھ فٹ دو انچ زوریز شاہ ان تمام تفصیلات کو پڑھتے ہوئے اپنے پورے قد سمیت زمین بوس ہوا تھا، زوریز شاہ کی ہری آنکھوں میں بے حد بے یقینی تھی، وہ اپنی ہری آنکھوں کو پھیلائے اپنے دماغ کو اندھیرے میں جانے سے روک رہا تھا۔۔ اسے اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ زوریز شاہ کو لگا جیسے ملک الموت اسکے وجود سے جان نکال رہے ہوں، جسم سے جان نکلنا کسے کہتے ہیں یہ زوریز شاہ کو آج پتا چلا تھا۔ یہ رات زوریز شاہ کی ستائیس سالہ گزاری گئی زندگی کے ہر دن اور ہر رات پہ بھاری پڑی تھی۔۔

یا اللہ خیر!!!!۔۔۔ مرحا شاہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی ہوئی تیز تیز سانس لیتی بیڈ سے اٹھی تھی، اس نے اپنے خواب میں زوریز شاہ کو خود پہ گن تانے دیکھا تھا، وہ ٹریگر پہ ہاتھ دبا چکا تھا جب مرحا شاہ نے اپنی پوری قوت سے آنکھیں کھولی تھیں۔ وہ ہنوز میرال شاہ کے منگنی والے ڈریس میں ملبوس تھی کیونکہ وہ زوریز شاہ کے غصے سے حویلی سے جانے کے بعد اسی کا انتظار کرتے کرتے بے چینی سے اسی لباس میں سو چکی تھی، اور اب اسکے بارے میں ایسا خواب دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے بیڈ پہ اٹھتی خود پہ دوپٹا اوڑھ رہی تھی، اسے اپنے کپڑے تبدیل کرنے کا ہوش بھی نہیں رہا تھا۔ اپنے کمرے سے نکلتی ہوئی تیزی سے اوپر سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی، زوریز شاہ کے کمرے تک آتے ہی اس نے دیوانہ وار انداز میں زور سے اس کا دروازہ کھولا تھا، صد شکر دروازہ لاکڈ نہیں تھا، مرحا شاہ نے کمرے میں آتے ہی زوریز

شاہ کو تلاش کرنا چاہا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا، پورا کمرہ بکھری ہوئی حالت میں تھا لیکن وہ نا جانے کہاں تھا، مرحا شاہ ابھی اسی شش و پنج میں تھی جب نظریں بیڈ کی دوسری طرف سے نظر آتے دودھیا سفید پیروں پہ گئی تھیں۔۔ مرحا شاہ پہچانتی تھی وہ لمبے اور بھاری پیر زوریز شاہ کے تھے۔ مرحا شاہ اس سے آگے کچھ سوچ نہ سکی، مرحا شاہ کو لگا اسکی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہو۔۔ مرحا شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے اس کے عارضوں پہ گر رہے تھے، وہ بھاگ کے زوریز شاہ کے پاس جانا چاہتی تھی لیکن اس کے قدم چلنے سے انکاری تھے۔ مرحا شاہ کو اپنا خواب سچ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا!!۔۔ مرحا شاہ نے بولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بول نہ سکی! صرف لبوں نے حرکت کی تھی۔۔ مرحا شاہ نے اپنے پوری قوت سے اپنے کانپتے پیروں کو اٹھاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم لئے تھے۔۔ ریز۔۔۔!!! مرحا شاہ بری طرح سے روتے ہوئے زوریز شاہ کو پکارتی بھاگنے کے انداز میں اس کی طرف بڑھی تھی۔ اسکا ہاتھ لہولہان تھا۔۔

مائے ایزل از انوسینٹ (میری ایزل معصوم ہے۔۔) وہ زمین بوس لمبا چوڑا انسان بند آنکھوں سے مدھم آواز سے صرف ایک ہی جملے کا ورد کر رہا تھا۔ مرحا شاہ کے چیخنے پہ بھی اس نے اپنی آنکھوں نہیں کھولی تھیں۔۔

ریز!! پلیز اوپن یور آئز (پلیز اپنی آنکھیں کھولو!)۔۔ مرحا شاہ زمین پہ اسکے پاس بیٹھتی اسکے سر کو اپنی گود میں رکھتے_ اسکے گالوں کو آرام شاہ تھپکتی ہوئی بچوں کی طرح روتے ہوئے اسے اٹھا رہی تھی لیکن زوریز شاہ اپنی پوری قوت لگا کے بھی اپنی آنکھیں کھول نہیں پا رہا تھا، مرحا شاہ ایک ڈاکٹر تھی وہ اس کی حالت دیکھتے ہی پہچان چکی تھی اسے کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہے۔۔ مرحا شاہ نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اسکے زخم کا جائزہ لیا تھا، صد شکر اس نے اپنی کلائی پہ کٹ نہیں لگایا تھا، زوریز شاہ کی ہتھیلی پہ کتنے ہی کٹ تھے جن سے بل بل خون رس رہا تھا۔ مرحا شاہ نے اپنی برینڈڈ اور قیمتی فراک کا دوپٹا ایک جھٹکے میں پھاڑتے ہوئے زوریز شاہ کا خون مزید بہنے سے روکنے کے لئے اسکے ہاتھ پہ باندھا تھا۔

ریز!!!! آنکھیں کھولو! ۔۔۔۔۔ مرحا شاہ اسکے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے پھر سے اسکے گال تھپتپاتی آنسو بہاتے ہوئے بول رہی تھی، لیکن زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں تھیں۔ مرحا شاہ نے اسکے ناک کے پاس ہاتھ رکھتے ہوئے اسکی سانسوں کی رفتار چیک کی تھی، اسکی سانسیں بہت مدھم تھیں، مرحا شاہ اپنی پوری طاقت لگا کے بھی زوریز شاہ

جیسے باڈی بلڈر انسان کو نیچے سے نہیں اٹھا سکتی تھی۔۔ مرحاشاہ بنا سوچے سمجھے دیوانوں کی طرح اسکے ہونٹوں پہ جھک کی ضرورت تھی۔۔ مرحاشاہ نے (Mouth to mouth resuscitation) چکی تھی، زوریز شاہ کو اس وقت اسکے گالوں پہ ہاتھ جماتے ہوئے اپنی ایک ایک سانس اس کے سینے میں اتاری تھی، وہ بالکل دیوانی بنی اپنے ریز کو ہوش میں لانے کے لئے اسے اپنی ایک ایک سانس بخش رہی تھی۔ وہ کچھ منٹ تک یوں ہی اس میں اپنی سانسیں انڈھیلتی رہی، سانسوں کے نارمل ہونے پہ زوریز شاہ نے اپنے ہونٹوں پہ نرم و ملائم سا لمس محسوس کرتے ہوئے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں، زوریز شاہ نے غائب دماغی سے خود پہ جھکی مرحاشاہ کو دیکھا تھا۔۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کے مرحاشاہ نے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسکی سانسوں میں ایک گہری سانس بھرتے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔ مرحاشاہ کی سانسیں بری طرح سے پھول چکی تھیں، زوریز شاہ حیرانگی سے اپنی منکوحہ کو دیکھ رہا تھا جو اسکے چہرے کو دیوانوں کی طرح چومتی ہوئی اسے زور سے خود میں بھینچ رہی تھی۔۔

اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتی ریز شاہ!! مرحاشاہ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتی بے تحاشہ روتے ہوئے بولی تھی، زوریز شاہ کا دماغ جو کچھ دیر پہلے بالکل تاریکی میں جا چکا تھا آہستہ آہستہ دماغ پہ زور ڈالتے اسے سب یاد آ رہا تھا۔۔

My Aizal is innocent

زوریز شاہ اپنی ہری آنکھوں میں نمی لئے پھر سے بڑبڑایا تھا، اسکی بربراہٹ سنتے ہوئے مرحاشاہ نے بغور اسکی آنکھوں میں ٹھہری نمی دیکھی تھی۔ زوریز شاہ کا سفید چہرہ اس وقت بے حد سرخ تھا۔۔ سرخ گال، سرخ ناک، سرخ سوجھی ہوئی آنکھیں، بھیگے عنابی ہونٹ۔۔ آنکھ کی کمان کا اداس تل۔۔ وہ اس وقت ایک سوگوار حسن معلوم ہو رہا تھا، رونے کی وجہ سے اسکے چہرے پہ ایک عجیب سا گلو محسوس ہو رہا تھا، مرحاشاہ اتنی سیریس صورتحال میں بھی اسکے خوبصورت نقوش دیکھتی رہی جو رونے کی وجہ سے مزید خوبصورت دکھ رہے تھے، اسے آج پتا چلا تھا لڑکے بھی رونے کے بعد پیارے لگتے تھے۔ وہ بھول چکی تھی اسکے ریز کا ہاتھ زخمی ہے، وہ کسی صدمے کی کیفیت میں بڑبڑا رہا ہے، اگر وہ اس وقت کچھ دیکھنا چاہتی تھی تو وہ اس خوبصورت انسان کا خوبصورت چہرہ تھا۔۔

Why u are not saying with me! That my Aizal is innocent

(تم میرے ساتھ کیوں نہیں بول رہی کہ میری ایزل معصوم ہے)۔۔۔اسے خاموشی سے خود کی طرف دیکھتا پا کے زوریز شاہ وکب سے بڑبڑا رہا تھا وہ اب کی بار غصے سے چیخا تھا جس پہ مرحاشاہ ہوش میں آئی تھی۔۔

Yes! U r right, your Aizal is innocent

(ہاں! تم ٹھیک بول رہے ہو، تمہاری ایزل معصوم ہے)۔۔۔مرحاشاہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولی تھی، وہ ابھی تک زوریز شاہ کی اس حالت کی وجہ ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔مرحاشاہ اب اسکے ہاتھ رب کرتے ہوئے اسکی براؤن قمیض کے بٹن کھول رہی تھی تاکہ زوریز شاہ کی گھٹن دور کی جاسکے، اسکی اس حرکت پہ زوریز شاہ اصل ہوش میں تو اب آیا تھا، وہ اسکے گرم سینے پہ اپنے ٹھنڈے ہاتھوں سے رب کرتی زوریز شاہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر چکی تھی، زوریز شاہ نے اس کی اداؤں پہ واری جاتے ہوئے اسکی گردن میں ہاتھ ڈال کے اسے خود پہ جھکایا تھا، اور پھر وہ اسے بنا کوئی مہلت دیئے اسکے بھرے بھرے یاقوتی لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کر چکا تھا۔۔اس اچانک افتاد پہ مرحاشاہ کا اسکے سینے کو رب کرتا ہاتھ ساکت ہوا تھا، اس نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی آغوش میں سر رکھے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو شدت سے اسکی سانسیں پی رہا تھا۔مرحاشاہ نے اسکی شدت پہ اسکی قمیض کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔مرحاشاہ کی سانسوں کے اکھڑنے پہ زوریز شاہ نے سود سمیت اسے اسکی سانسیں لٹائی تھیں، وہ اسے کچھ دیر پہلے اپنی سانسیں بخش کے زوریز شاہ کا دل بڑی طرح سے دھڑکا چکی تھی، زوریز شاہ اب اسے اپنی ایک ایک سانس بخشتا ہوا اسکی پھولی ہوئی سانسوں کو نارمل کر رہا تھا۔۔اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسا لیتے ہوئے زوریز شاہ نے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے اسکے پہلو میں اپنا چہرہ چھپایا تھا! بالکل کسی بچے کی طرح۔۔وہ اب اپنی حرکتوں سے مرحاشاہ کا دل ہتھیلی پہ دھڑکا رہا تھا۔۔

کیا ہوا ہے؟۔۔۔مرحاشاہ نے اسکے بھرے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے بالوں پہ ہولے سے لب رکھتے اس سے استفسار کیا تھا۔۔

تم سب نے ہمیشہ مجھے دھوکا دیا ہے۔۔تم سب فراڈیے ہو۔۔۔زوریز شاہ نے اسکی فراک کے اوپر سے ہی اسکے پیٹ پہ دانت گاڑ کے غراتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔مرحاشاہ کو نا جانے آج اس کے غصے پہ بھی اتنا پیار کیوں آرہا تھا،

اسکے منہ سے سلگتے ہوئے لہجے میں "فراڈیے" کا لفظ سنتے ہوئے اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلائی تھیں، اگر وہ زوریز شاہ کے دل کا حال جان لیتی تو یقیناً مسکرانا بول جاتی۔۔

تم نے خود کو زخمی کیوں کیا تھا؟ اسکے ہاتھ کو تھامتے ہوئے مرحا شاہ نے پریشانی سے استفسار کیا تھا۔

یہ تو صرف ظاہری زخم ہیں۔۔ کبھی میرے دل میں آ کے تو دیکھو میں کتنا زخمی ہوں، کبھی میری روح میں اتر کے تو دیکھو، تمہیں معلوم ہو گا مضبوط دکھنے والا زوریز شاہ اندر سے کتنا زخمی ہے، تم سب نے ہمیشہ مجھے ہر بات سے انجان رکھا ہے، ہمیشہ دھوکے میں رکھا ہے، ہویلی میں کیا ہوتا ہے زوریز شاہ کو ہمیشہ خود پتا لگانا ہوتا ہے، آئی ہیٹ ایوری ون (میں سب سے نفرت کرتا ہوں)۔۔ زوریز شاہ پھر سے دھاڑتے ہوئے اسکے پہلو میں دانت گاڑ چکا تھا۔ اسکی باتوں اور جسارتوں پہ مرحا شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

بٹ ایوری ون لوز یو (لیکن سب تم سے محبت کرتے ہیں) اسی لئے سب تمہیں ہر پریشانی سے دور رکھنے کے لئے انجان رکھتے ہیں۔۔ مرحا شاہ نے اسکے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے ہوئے پھر سے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

نہیں سب کو لگتا میں بد تمیز ہو، بد لحاظ۔۔۔ ابھی وہ پھر سے غراتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتا جب مرحا شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھا تھا۔

تم بد تمیز نہیں ہو ریز شاہ!! بالکل بھی نہیں ہو! ہاں صرف غصے کے تیز ہو، ہر وقت اپنی ناک پہ غصہ رکھتے ہو۔۔ مرحا شاہ نے اسکے ناک کو اپنی پوروں سے پیار سے دباتے ہوئے اسکی ہری آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑی تھیں۔۔ میری بات کو مکمل سننا، بیچ میں کاٹنا مت۔۔ اگر آج میں نہیں بولی تو کبھی نہیں بول پاؤں گی۔۔ جانتے ہو جس دن تم نے مجھے بولا تھا، عشق ایک بہت ممتاز جذبہ ہے، عشق ایک مقدس جذبہ ہے، عشق ایک مقدس رشتہ ہے، عشق ایک مقدس احساس ہے، عشق ایک مقدس درد ہے، عشق ایک مقدس مقصد ہے۔۔ جس سے میں ناواقف ہوں، تو زوریز شاہ جانتے مجھے لگا میں واقعی ہی تم سے عشق نہیں کر پائی لیکن تم خود سوچو ریز وہ لڑکی جس نے اپنے بچپن کا ہر ہر پل اپنے محرم کے ساتھ گزارا تھا، اسکا محرم اسکی ہر چھوٹی بڑی خواہش، ہر ضد پوری کرتا تھا اس لڑکی کو بھلا کیونکر اس خوبصورت انسان سے عشق نہیں ہو گا؟؟ جانتے ہو مجھے تم تب سے اچھے لگتے تھے جب میں مام کے پیٹ میں تھی جب

تم میری مام سے اپنی توتلی زبان میں پوچھتے تھے شاہزری (شاہزادی) کب آئے گی؟ پھر جب میری مام کی بجائے مجھے تمہاری چھوٹی چھوٹی بانہوں نے اٹھایا تھا مجھے تم سے اسی وقت محبت ہو گئی تھی، تمہاری چھوٹی چھوٹی بانہوں میں مجھے اتنے تحفظ کا احساس ہوتا تھا ریز شاہ میں تمہیں بتا نہیں سکتی! پھر جیسے جیسے میں بڑی ہوتی گئی میری محبت تمہارے لئے بھرتی گئی۔۔ جب جب ہویلی میں کوئی مجھے تمہاری منکوحہ بولتا تھا، میں سب کو باقاعدہ شرما کے دیکھاتی تھی، میرے پیٹ میں جیسے تتلیاں پھڑکتی رہتی تھیں۔۔۔ میں میٹرک میں تھی جب میں نے اپنی پوری کلاس میں اعلان کیا تھا میں سید زوریز شاہ کی منکوحہ ہوں۔۔ نا جانے کیوں میں نے ایسی حرکت کی تھی لیکن اس کے بعد سب لڑکیوں کا مجھے تمہارے نام سے چھیڑنا میرے دل میں تمہارے لئے محبت کے نئے پھول اگاتا گیا۔۔ پھر میں نے میٹرک کر لیا میں ایف ایس سی میں آ گئی، میں جب بھی صبح صبح کلاس میں داخل ہوتی تھی میں سب لڑکیوں کو اعلانیہ بتاتی تھی میں ریز شاہ کی شاہزادی ہوں خبردار جو کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا۔۔ ابھی کہ مجھے کوئی بھی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔۔ مرحا شاہ نم آنکھوں سے ہنسی۔۔

پھر کالج میں بھی سب نے مجھے ریز شاہ کی شاہزادی کے نام سے جاننا شروع کر دیا یہاں تک میری ٹیچرز نے بھی۔۔ جب جب کوئی میرے نام کے ساتھ تمہارا حوالہ دیتا تھا میں پوری ریڈ ہو جاتی تھی۔۔ میرا دل اتنی تیزی سے دھڑکتا تھا مجھے ایسا لگتا تھا جیسے ابھی باہر آ جائے گا۔۔ حیرت کی بات ہے نا میں ایف اس سی تک تمہارے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکی تھی لیکن پھر بھی میں ہر کلاس میں ٹاپ کرتی تھی! اور جانتے میں یہ بھی جانتی ہوں میں نالائق سی لڑکی ہر کلاس میں ٹاپ کیوں کرتی تھی؟ کیونکہ ریز شاہ میرے رزلٹ سے پورے ایک ماہ پہلے اپنی نیند کو بھاڑ میں جھونک کے باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھ کے اپنی شاہزادی کے ٹاپ کرنے کی دعائیں مانگتا تھا، کیونکہ تم جانتے تھے اگر تمہاری شاہزادی نے نہ پڑھ کے بھی ٹاپ نہ کیا تو وہ سب سے روٹھ کے بیٹھ جائے گی حتیٰ کہ اپنے ریز شاہ سے بھی!! اور ریز شاہ سب برداشت کر سکتا تھا لیکن اپنی شاہزادی کی ناراضگی نہیں

پھر میں نے تمہاری دعاؤں کے عوض ایف ایس سی میں ٹاپ کیا۔۔ میں نے سترہ سال کی عمر میں ایف۔ ایس۔ سی۔ کی تھی ریز شاہ!! جانتے ہو اس عمر میں لڑکیوں کو شادی کا شوق چڑھ جاتا ہے اور میں بھی خیر سے ایک لڑکی تھی، مجھے تم سے شادی کا اتنا شوق چڑھ گیا ریز شاہ کہ مجھے اپنی دیوانگی سے خوف محسوس ہونے لگا، تم تب بائیس سال کے تھے ریز

شاہ اور میں سترہ سال کی! ہم دونوں نے ہی ابھی اپنا کیریئر سٹارٹ نہیں کیا تھا تم یونی میں تھے اور میرا خواب ڈاکٹر بننا تھا۔۔ فرض کرو ریز شاہ میں تمہارے کہنے پہ پاکستان میں ایم بی بی ایس کے لئے ایڈمیشن لے لیتی، مجھے بتاؤ میں تمہاری دیوانی، تمہارے عشق میں ڈوبی لڑکی تمہارے ہوتے ہوئے اتنی مشکل پڑھائی کیسے کرتی؟ تم جب جب میرے قریب بیٹھتے تھے ریز شاہ میں ہر چیز کو فراموش کر کے تمہیں دیکھتی تھی، تم مجھے بولتے ہو میں خود غرض ہوں، جس ٹیگ سے بچنے کے لئے میں نے تم سے دوری اختیار کی تم نے میری ساری محنت ضائع کرتے ہوئے میرے منہ پہ مار دی۔۔ ریز شاہ خود غرض تو میں تب ہوتی جب میں اپنے عشق کی خاطر تمہارا کیریئر تباہ کرتے ہوئے تم پہ شادی کی ذمہ داری ڈال دیتی، صرف اس لئے کہ میں تم سے عشق کرتی ہو۔۔ ٹھیک ہے تم میری محبت میں میرے کہنے پہ مجھ سے شادی کر لیتے، پھر کیا ہوتا؟ تم مجھ میں مصروف ہوتے ہوئے کیریئر بھول جاتے! ہماری شادی تو کامیاب ہو جاتی لیکن ہمارا کیریئر تباہ ہو جاتا! بچے ہوتے؟ ہم بچوں میں مصروف ہو جاتے!! بچے بڑے ہوتے تو انہیں شعور کون سکھاتا؟ وہ ماں باپ جن کا اپنا کیریئر آدھا ادھورا تھا؟ ہم اپنے بچوں کو کیا سکھاتے کہ عشق ہو جائے تو پڑھنا لکھنا چھوڑ کے شادی کر لو؟؟ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو تم اس وقت مجھے کسی آکسیجن کی طرح محسوس ہوتے تھے، ریز شاہ میں پندرہ سال کی عمر میں انگلش موویز دیکھتی تھی، تمہیں دیکھتے ہی میرا دل کرتی تھا میں تم سے شادی کرتے ہوئے یہ سب کروں جو فلمز میں ہو رہا ہے، آئی ڈونٹ نو یہ صرف میرے ساتھ ہی ہوتا تھا یا سب لڑکیوں کے ساتھ! پھر ایک رات میں نے خود کو ٹائم دیتے ہوئے تمہارے اور خود کے بارے میں سوچا تو نتیجہ یہ نکلا مجھے تم سے دوری اختیار کر لینی چاہیے تاکہ تمہارا کیریئر بچ جائے، قسم خدا کی ریز شاہ!! مجھ سے جس مرضی چیز کی قسم لے لو اس رات بھی مرحا شاہ نے صرف تمہارے بارے میں سوچا تھا! میں خود غرض نہیں ہوئی تھی، صرف تمہارا کیریئر سوچا تھا، مجھ میں ڈاکٹر بننے کا اتنا سا بھی شوق باقی نہیں رہا تھا، مرحا شاہ نے آنسو بہاتے ہوئے اپنے ہاتھ کی چٹکی بنائی۔۔

مجھے۔۔ مجھے تم سے شرم آتی تھی میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں اس قدر بولڈ ہوں، تمہیں پانے کی تمنا اتنی ہے، میرے جزبات اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ میں انہیں کنٹرول نہیں کر پا رہی؟ تم کیا سوچتے میرے بارے میں ریز شاہ؟ تم یہی سوچتے نا کہ تمہاری منکوحہ دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں ہے، اس میں تو شرم حیا ہی نہیں ہے، اور ایک لڑکی تو شرم حیا کے بغیر ادھوری ہوتی ہے، اگر کسی مرد کی بیوی میں شرم نہ ہو تو مرد تو اس بیوی کو پسند ہی نہیں

کرتا۔۔اور اگر تم مجھے میری بے شرمی اور بولڈ نیس کے ساتھ مجھے پسند نہ کرتے ریز شاہ میں تو جیتے جی مر جاتی!! اسے لئے میں نے تمہیں اپنے جزبات بتائے بغیر تم سے دوری اختیار کرلی، تاکہ تم اپنا کیریئر بھی بنالو اور تمہیں اپنی شاہزادی سے ناپسندیدگی بھی محسوس نا ہو! جانتی ہوں میں نادانی کر چکی تھی لیکن اس وقت مجھے یہی سب ٹھیک لگ رہا تھا، میرے پاس میری ماں نہیں تھی ریز شاہ، اب تم بولو گے زہرہ مام تو تھیں نا؟ لیکن میں تمہیں کیسے بتاؤں میں ان کو اپنی فیلنگز نہیں بتا پارہی تھی یہاں تک کہ میں نے اپنے جذبات اپنی سگی بہن کو بھی نہیں بتائے تھے ریز شاہ!! مجھے اپنی سوچ سے نفرت محسوس ہوتی تھی کہ میں ایسی کیوں ہوں؟ مطلب اتنی بولڈ کیوں؟؟ تم واقعی ہی ٹھیک بولتے ہو میں جتنی سمجھدار بنتی ہوں میں اتنی ہی بے وقوف ہوں میں لندن میں بیٹھ کے یہی سوچتی تھی کہ میں نے کتنی سمجھداری دیکھاتے ہوئے تمہیں تمہارا کیریئر بنانے کا موقع دیا ہے لیکن اتنی بے وقوف تھی یہ آج تک نہیں سوچا تھا وہ ریز شاہ جو میرے لئے تہجد پڑھ کے دعائیں مانگتا تھا وہ میرے بغیر کیسے رہتا ہو گا؟ یہ نہیں ہے کہ مجھے تم پہ شک تھا تم دوسری لڑکیوں کے ساتھ مصروف ہو چکے ہو گے مجھے صرف ایک احساس کمتری سی تھی کہ مجھ میں ایسا کیا ہے جو تم میرا اتنا انتظار کرو گے؟ ہاں تمہاری آخری ملاقات کی باتوں پہ مجھے محسوس ہوا تم مجھے یاد کرو گے ایک دن، ایک ہفتہ یا چلو ایک مہینہ لگالو! لیکن مجھ میں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے کہ ریز شاہ مجھے پورے چھ سال یاد کرے۔۔ لیکن تم نے مجھے چھ سال یاد کرتے ہوئے میرا عشق میرے منہ پہ دے مارا اور مجھے بتایا کہ عشق کرنا اسے کہتے ہیں کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کیریئر۔۔۔۔۔ ابھی مرحاشاہ روتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتی جب آنسو بہاتے ہوئے زوریز شاہ نے اسکی باتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسکی گردن میں ایک بار پھر سے ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے خود پہ جھکایا تھا۔ زوریز شاہ نے بے حد نرمی سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا، یہ آج پہلی بار تھا جو اس نے اسکے ہونٹوں کو اپنی نرم قید میں لیا تھا ورنہ وہ ہمیشہ ان پہ اپنا غصہ، اپنا جنون اتارتا تھا، زوریز شاہ اپنی ہری آنکھیں موندتے ہوئے اسے مزید خود پہ جھکاتے اسکے گالوں پہ دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا، وہ اسکے ہونٹوں کو ایسے چھو رہا تھا جیسے کسی گلاب کی پنکھڑیوں کو چھو رہا ہو، وہ بھول چکا تھا وہ ایزل شاہ کی وجہ سے صدمے میں تھا، مرحاشاہ کا موقف سننے کے بعد وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ اپنی بیوقوف شاہزادی کی وجہ سے پورے چھ سال ہجر کاٹتا رہا ہے یاد تھا تو صرف اتنا کہ اسکی پاگل شاہزادی نے اپنی کچی عمر میں اس سے عشق کیا تھا تو وہ ان چھ سالوں میں کتنا تڑپی ہو گی؟ یقیناً

ریز شاہ سے بہت زیادہ۔۔۔ اسکے ہونٹوں کا نرمی سے شدت بھرا بوسا لینے کے بعد زوریز شاہ نے شدت سے اسکی سنہری آنکھوں سے پھسلتے آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چنا تھا۔۔

تم بہت بے وقوف ہو۔۔۔ زوریز شاہ اسکے گالوں پہ اپنے دانت گاڑتا بھرائی آواز میں بولا تھا۔۔

تم مجھے انسلٹ نہیں کر سکتے۔۔۔ مرحا شاہ روتے ہوئے ہمیشہ والا جواب دیتے غرائی تھی۔۔

میں کبھی بھی تم پہ اپنی بولڈنیس ظاہر نہ کرتی، لیکن تم نے مجھ سے بے رخی برتتے ہوئے مجھے بولڈ بننے پہ مجبور کیا تھا۔۔

ابھی وہ اسے مزید صفائی دیتی جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

مجھے تمہاری بے شرمی اور بولڈنیس بے حد پسند ہے، مجھے پسند ہے جب تم میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے مجھے محسوس کرتی ہو۔۔۔ زوریز شاہ اسکی سرخ ہوتی ناک کو چومتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا تھا۔۔

مجھے پسند ہے جب میرے سامنے رونے کی وجہ سے تمہارا چہرہ یوں گلو کرتا ہے۔۔ وہ سوں سوں کرتے ہوئے جواباً گویا ہوا تھی۔۔

ہاہا۔۔ مجھے پسند ہے جب تم ہر چیز کو فراموش کرتے ہوئے مجھ پہ اپنی نظریں جماتی ہو۔۔ وہ مزید بولا تھا۔۔

مجھے بالکل پسند نہیں ہے جب تم سوات جاتے ہوئے پٹھانیوں کو اپنی چیل جیسی آنکھوں سے تارتے ہو۔۔ مرحا شاہ اسکی آنکھوں پہ ہولے سے تھپڑ مارتی منہ بنا کے بولی تھی، آنکھوں میں ہنوز آنسو تھے۔۔

تمہیں تارنے سے فرصت ملے گی تو کسی اور کو دیکھوں گا نا؟؟ زوریز شاہ اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بے باک جسارتوں پہ مرحا شاہ نے اس دفعہ جواب دیئے بنا لرزتے ہوئے اپنی پلکیں جھکائی تھی۔۔

آئی ایم سوری۔۔ میں نے تمہیں اس ہفتے کافی ہرٹ کر دیا نا؟ زوریز شاہ اسکی ٹھوری پیار سے چومتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

نو آئی ایم سوری میں نے تمہیں ان چھ سالوں میں کافی ہرٹ کر دیا نا؟؟ وہ بھی جواباً اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے لب رکھتی شرمندگی سے بولی تھی۔۔

تمہاری آغوش میں آتے ہی سارے غم بھول چکا ہوں۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار مضبوط کرتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں جواب دیا تھا۔۔

میں نے بولا تھا نا؟۔۔۔وہ اسے اتراتے ہوئے اپنا کچھ دن پہلے والے شعر کا حوالہ دے رہی تھی، جس پہ زوریز شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے لبوں پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسکے جام کے گھونٹ بھرے تھے۔۔

اسکے پیچھے ہونے پہ مرحاشاہ نے اپنے ماتھے پہ اپنی شہادت والی انگلی رکھتے ہوئے ااسکے لبوں کے پاس کرتے منہ پھولاتے ہوئے اسے دیکھا تھا جس پہ ریز شاہ بے حد عقیدت سے اسکے ماتھے کو چوما تھا، اور ایک بار نہیں بارہا چوما تھا۔۔

گلابی لب، غزل آنکھیں، جبیں روشن

، گھنی زلفیں

میری نیت بگھڑنے کے سبھی اسباب

تو پورے ہیں۔۔

زوریز شاہ اسکی سنہری زلفیں اپنے چہرے پہ بکھیرتا_ اسکے لب_ اسکی آنکھیں چھوتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکا دل بری طرح سے دھڑکا چکا تھا۔۔ مرحاشاہ نے شرماتے ہوئے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا، لیکن پھر اچانک سے اسے یاد آیا تھا زوریز شاہ نے اپنا ہاتھ زخمی کیا تھا، وہ تیزی سے اسکے سینے سے اپنا سر اٹھاتا اسکا ہاتھ تھام چکی تھی۔۔

خود پہ غصہ اتارنے والی تمہاری عادت ابھی تک نہیں گئی؟؟ وہ منہ پھولاتے ہوئے اسکے زخمی ہاتھ پہ اپنے لب رکھتی بولی تھی۔۔

کچھ دن تمہارے لبوں پہ اتارا تو تھا غصہ!! تم خود ہی سسکیاں بھر بھر کے میرے جزبات جگاتی تھی!! زوریز شاہ اسکے لبوں پہ انگوٹھا پھیرتے ہوئے گھمبیر آواز میں زو معنی سے بولا تھا، جسے سمجھتے ہوئے مرحاشاہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا، ایزل شاہ اور کاظم شاہ کے متعلق سوچتے ہوئے اسکا دل پھر سے اداس ہو چکا تھا لیکن وہ اس وقت مرحاشاہ پہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

کب سے ٹھنڈی زمین پہ بیٹھی ہوئی ہو!! جلدی اٹھو۔۔۔زوریز شاہ کو اچانک سے یاد آیا تھا وہ کب سے ٹھنڈی زمین پہ بیٹھی اسکا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے ہے، اسی لئے وہ تیزی سے اسکی گود سے اپنا سر ہٹاتا زمین سے اٹھا تھا۔۔ مرحاشاہ اٹھنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اچانک سے جھک کے اسے اپنی گود میں بڑھتے اپنے بیڈ پہ بٹھایا تھا۔۔

اہمم۔۔۔پہلے فرسٹ ایڈ باکس لے کے آؤ۔۔۔زوریز شاہ بیڈ پہ بیٹھنے ہی والا تھا، جب مرحاشاہ اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے تیزی سے بولی تھی، زوریز شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا، الماری سے فرسٹ ایڈ باکس نکالتے ہی وہ پھر سے بیڈ کی طرف بڑھا تھا، مرحاشاہ کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس پکڑاتے ہی وہ پھر سے اسکی گود میں سر رکھ کے لیٹ چکا تھا۔ اسکی آغوش میں لیٹتے ہی ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا زوریز شاہ کو۔۔ ان چھ سالوں کے بعد آج پہلی بار اتنی راحت محسوس ہو رہی تھی۔۔ مرحاشاہ نے اسکے ہاتھ سے اپنا دوپٹا اتارتے ہوئے سلیقے سے اسکے ہاتھ پہ بینڈیج کی تھی۔ اسکے ہاتھ پہ بینڈیج کرتے ہی مرحاشاہ نے اس پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

میری شاہزادی!!! زوریز شاہ اسکی اداؤں پہ اپنا دل ایک بار پھر سے ہارتا ہوئے اسے سختی سے خود میں بھینچتے پیار سے اسکے کان میں سرگوشی کرتا مرحاشاہ کو ساکت کر چکا تھا، آج چھ سالوں بعد اس نے اسکے لبوں سے اپنے لئے شاہزادی کی پکار سنی تھی، مرحاشاہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے سینے میں جزب ہو رہے تھے۔۔ زوریز شاہ جانتا تھا وہ کیوں رو رہی ہے، زوریز شاہ نے اسکی کمر سہلاتے ہوئے اسکی کان کی لو پہ نرمی سے لب رکھتے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

ریز آئندہ سے کبھی بھی مجھ سے یوں ناراض مت ہونا۔۔ تمہاری ناراضگی بہت بری لگتی ہے مجھے۔۔ وہ اسکے سینے پہ اپنے لب رکھتی بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔ زوریز شاہ ہنکارا بھرتے ہوئے اسے مزید سختی سے خود میں بھینچتا اسے بیڈ پہ لٹا چکا تھا۔۔

رات کافی ہو چکی ہے، اب تمہیں سو جانا چاہیے۔۔۔ مرحاشاہ کو اچانک سے وقت کا احساس ہوا تھا، وہ بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ اسے کلائی سے پکڑ کے خود پہ گراتا ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کر چکا تھا۔۔

ر۔ریز۔۔۔ اسکے ہاتھ سختی سے اپنی کمر پہ محسوس کرتے مرحاشاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔

شش۔۔۔۔مجھے نیند آرہی ہے۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں سرگوشی کے انداز میں بولتا اسکے کان کی لوں دانتوں میں دباتے اسے مزید سختی سے خود کے ساتھ لپٹا چکا تھا، اسکے انداز میں شدت تھی، مرحاشاہ کو لگا اسکی گرفت میں اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔۔وہ تھوک نگلتے ہوئے اپنی مزاحمت ترک کرتی اسکے سینے پہ اپنا سر رکھ چکی تھی، جس پہ زوریز شاہ فتح مندی سے مسکرایا تھا۔۔بالآخر چھ سال کے انتظار کے بعد سب ٹھیک ہو چکا تھا، وہ دونوں یہ سوچتے ہوئے کافی خوش دکھائی دے رہے تھے۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ سکون سے اسکے سینے پہ سر رکھتے سو چکی تھی، زوریز شاہ کے دماغ میں اس وقت بہت سی سوچیں چل رہی تھیں، اسکی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، وہ مرحاشاہ کے نقوش دیوانا وار چومتا اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتے آنکھیں موند چکا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 17

رات کے آدھے پہر سردی کی وجہ سے ایزل شاہ کی آنکھ کھلی تھی، وہ سردی سے کانپتی ہوئی کمبل میں مزید دبک رہی تھی لیکن زیادہ سردی لگنے کی وجہ سے اسکے پورے وجود میں کپکپاہٹ تاری ہوئی تھی۔۔ایزل شاہ اپنی آنکھیں مسلتی ہوئی تکیے سے اپنا سر اٹھاتی بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھی تھی، سائیڈ ٹیبل پہ پڑے ریموٹ سے لائٹس آن کرتے ہوئے ایزل شاہ نے اپنے بھورے بال سمیٹتے ہوئے یہاں وہاں نظریں دوڑائی تھیں۔۔پچھلی تین راتوں کی طرح کاظم شاہ آج رات بھی کمرے میں نہیں تھا۔کمرے کو خالی دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔کاظم شاہ کی تمام باتیں اس کے دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونج رہی تھی۔۔اسکا بار بار طوائفوں سے اپنی پیاس بجھانے کا ذکر یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کے دل میں بھر بھر بھانبھڑ جلے تھے، اسکا خود کے کردار پہ وار یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کے آنسو اب باقاعدہ اسکے عارضوں پہ گرتے ہوئے بے مول ہو رہے تھے۔۔وہ رات میں ہی تو اس کے سینے پہ سر رکھ کے سویا تھا تو وہ کس حویلی سے نکلا تھا؟ اور نکلا بھی تھا تو کیا وہ ان طوائفوں کے پاس اپنے کہے کے مطابق اپنی آگ بجھانے گیا تھا؟؟ایزل شاہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے یہی سب سوچ کے پاگل ہو رہی تھی جب اسے اپنی کٹی کا خیال آیا تھا، وہ تو نیچے لان میں ہی رہ گئی تھی، نا جانے اتنی ٹھنڈ میں وہ کہاں سوئی ہو گی۔۔ایزل شاہ رونا بولتے ہوئے

اپنی کٹی کی فکر میں جلدی سے اپنے بیڈ سے اٹھی تھی، ایزل شاہ اپنی کمر پہ ہاتھ لے جاتی اپنی فراک کی زپ بند کرنے ہی والی تھی جب زپ کو پہلے سے ہی بند محسوس کرتے ہوئے اس نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے شیشے میں اپنا عکس دیکھا تھا، زخمی سرخ ہونٹ، رونے کی وجہ سے سرخ سوجھی ہوئی آنکھیں، کاظم شاہ کے شدت بھرے لمس کے زیر اثر سرخ گردن۔۔۔ اپنا عکس دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں پھر سے آنسو جمع ہوئے تھے، اگر یہ قربت وہ اسے اپنے پیار میں بخشتا تو وہ یقیناً اسکی ہر طرح کی شدت برداشت کرتی ہر وقت سرخ گلاب بنی رہتی، لیکن اس نے صاف طور پہ اس پہ واضح کیا تھا، وہ یہ قربت اسے صرف مجبوری میں اپنی نفرت کے عوض بخشتا ہے، یہ سب سوچتے ہوئے ایزل شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا۔۔ وہ بے دردی سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی خود پہ دوپٹا اوڑھتے ہوئے بیڈ سے اتری تھی، ابھی ایزل شاہ نے دروازہ کھولا ہی تھا جب نیچے زمین پہ اپنی سوئی ہوئی کٹی کو دیکھتے ہوئے اسے اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا، وہ دو ہفتوں میں اس کے ساتھ اتنی اٹیچ ہو چکی تھی، وہ اتنا بھی جانتی اب اسکی مالکن اپنے کمرے میں نہیں بلکہ اوپر کاظم شاہ کے کمرے میں سوتی ہے۔۔ وہ کٹی جس کا خیال ایزل شاہ نے صرف دو ہفتے رکھا تھا وہ اس سے اتنی وفا نبھا رہی تھی، اور وہ ایزل شاہ جس کا خیال کاظم شاہ نے پورے اٹھارہ سال پر پل ہر لمحے رکھا تھا وہ اس سے وفا نہ نبھا سکی!! اپنی کٹی کی وفاداری اور خود کی بے وفائی پہ ایزل شاہ اداسی سے مسکراتی اسے اپنی گود میں اٹھا چکی تھی جو کسمساتی ہوئی اسکے سینے میں پناہ لینے کی کوشش کر رہی تھی۔

آئی ہیٹ یو ایزل شاہ!! آئی جسٹ ہیٹ یو (میں تم سے نفرت کرتا ہوں ایزل شاہ۔۔۔ اور صرف نفرت کرتا ہوں)۔۔۔ کاظم شاہ اپنے فارم ہاؤس کے لاؤنج کے بیچ و بیچ کھڑا اپنا پوری قوت سے دھاڑتا ہوا غصے سے سیگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔ باپ کی بے اعتباری، نفرت، اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔۔ زوریز شاہ کا مان بھرا انداز یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ سیگریٹ کو اپنی ہتھیلی میں دباتا خود کو تکلیف دے رہا تھا جس نے آج زندگی میں پہلی بار زوریز شاہ سے اتنا روڈ لہجہ اپنایا تھا، وجہ ایزل شاہ تھی۔۔ اسے لگا وہ بھی احان کی طرح اسکے سینے پہ بندوق رکھے گا لیکن وہ تو الٹا اسے خود کو مارنے کی دھمکی دیتے ہوئے حویلی سے نکلا تھا۔۔ نا جانے وہ کہاں گیا ہو گا؟ کاظم شاہ نے پتا لگانے کی

کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے موبائل میں لگایا گیا ٹریکر شاید اتار کے پھینک چکا تھا جو کاظم شاہ نے ہی لگوایا تھا۔ کاظم شاہ جانتا تھا وہ اس آدھی ادھوری بات کو جان کے خود ہی غصے سے پاگل ہوتا ہوا خود کو نقصان پہنچائے گا۔۔

آہہہ۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ہاتھ سے سیگریٹ زمین پہ پھینکتا صوفے پہ لیٹنے کے انداز میں نیم دراز ہوتا اپنے گولڈن بال مٹھیوں میں جھکڑتا ہوا چیخا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا وہ عنقریب پاگل ہو جائے گا۔۔

چھوڑو مجھے ریز۔۔۔ صبح ہو چکی ہے۔۔ ابھی کچھ دیر میں سب ڈائینگ روم میں موجود ہوں گے، ایسے میں اگر ہم صبح کے اس وقت ایک ساتھ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نیچے جائیں گے تو نا جانے سب کیا سوچیں گے۔۔۔ مرحا شاہ اپنے ساتھ لپٹ کے سوئے ہوئے زوریز شاہ کے سینے پہ اپنی ہاتھوں سے انگلیوں کے ڈیزائن بناتی جھنجھلائے لہجے میں بول رہی تھی جو لحہ بالحہ اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتا جا رہا تھا۔۔

یہی سوچیں گے کہ زوریز شاہ کا اب بیوی کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔۔ ان دونوں کی رخصتی کر دینی چاہیئے۔۔۔ زوریز شاہ نیند میں ڈوبی آواز سے گویا ہوا تھا۔ اسکی بات پہ مرحا شاہ سٹپٹاتے ہوئے اس پر سے اٹھنے ہی والی تھی جب زوریز ایک جھٹکے میں کروٹ بدل کے اسکے اوپر آتا اسکے ناک کے ساتھ اپنی ناک اور لبوں کے ساتھ اپنے لب ملا کے آنکھیں موند چکا تھا، مرحا شاہ نے حیرت سے اس بے باک بندے کو دیکھا تھا جس کا صبح صبح رومانٹک موڈ آن ہو چکا تھا۔

ر۔۔ریز۔۔۔ مرحا شاہ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں نکالتے اسے پکارا تھا، جس پہ زوریز شاہ نے اسکی آنکھوں پہ اپنے لب رکھتے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا تھا۔۔

آج میں تمہیں ہاسپٹل چھوڑ دوں گا۔۔ مجھے پانچ منٹ سو لینے دو بس!!۔۔ زوریز شاہ اس پر سے ہٹ کے تکیے میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے بولا تھا۔ مرحا شاہ کے چہرے پہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑی تھی۔۔

او کے پانچ منٹ مطلب پانچ منٹ!! جلدی سے شاور لے کے نیچے آجانا۔۔۔ مرحا شاہ اسے پھر سے نیند میں جاتے دیکھ کے اپنا دوپٹا خود پہ اوڑھتی منہ پھولا کے بولی تھی۔۔

چلو نا اکھٹے شاور لے لیتے ہیں۔۔۔وقت کم لگے گا!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بے حد بے باکی سے بولا تھا، اسکے جملے پہ مرحاشاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے تکیہ اٹھا کے اس کی پشت پہ مارا تھا، زوریز شاہ اس کی اس حرکت پہ بدلہ لینے کے لئے ابھی بیڈ سے اٹھا ہی تھا جب مرحاشاہ اپنی زبان نکال کے اسے چڑاتی ہوئی جلدی سے اس کے کمرے سے بھاگ چکی تھی، زوریز شاہ نے اسکے یوں بھاگنے پہ مسکراتے ہوئے اسکی پشت کو دیکھا تھا لیکن اگلے ہی پل اپنے کمرے کی تباہی پہ نظر پڑھتے ہی رات کا ایک ایک منظر اسکی آنکھوں کے پردے میں لہرایا تھا، کاظم شاہ اور ایزل شاہ کے بارے میں سوچتے ہوئے زوریز شاہ کی مسکراہٹ یوں غائب ہوئی تھی، جیسے کبھی مسکرایا ہی نہ ہو۔۔ رات میں مرحاشاہ نے کافی بار اس سے اس سب کی وجہ پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن زوریز شاہ اسے کچھ بتا نہ سکا۔۔ آخر کس منہ سے اپنی بہن کی اتنی گھناؤنی حرکت کا ذکر اپنی زبان پہ لاتا؟؟ ایک طرف جان سے پیاری بہن تھی تو دوسری طرف جان سے پیارا بھائی جیسا کزن۔۔۔زوریز شاہ کرے تو کیا کرے؟؟

زوریز شاہ نے اپنے دل میں عہد کیا تھا وہ اس سارے معاملے کی تھوڑی بہت مزید تفتیش کرتے ہوئے ہویلی میں کاظم شاہ کی بے گناہی ثابت کر دے گا، چاہے اس کے لئے اسے اپنی لاڈلی بہن کی یہ حرکت پوری ہویلی والوں کے سامنے ہی کیوں نہ لانی پڑے وہ گریز نہیں کرے گا۔۔

میرال شاہ اور کاظم شاہ کے علاوہ شاہ ہویلی کے تمام مکین اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے ناشتے سے انصاف فرما رہے تھے حتیٰ کہ ارزم شاہ بھی جسے آج احان شاہ نے گھسیٹ کے ڈائینگ ٹیبل پہ بٹھاتے ہوئے سب سے ناراضگی ختم کرنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔۔ احان شاہ کی نظریں اس وقت زوریز شاہ کی سوجھی اور سرخ آنکھوں پہ جمی تھیں جو سب سے بے نیاز سنجیدگی سے ناشتہ کرتا مرحاشاہ کے ساتھ براجمان تھا، زوریز شاہ کی آنکھوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ کافی دیر روتا رہا ہے۔۔ زوریز شاہ نے آج ایزل شاہ کو سینے سے لگانا تو دور یہاں بیٹھے کسی فرد سے سلام تک نہیں کیا تھا۔ وہ کبھی کبھار مسکرا کے مرحاشاہ کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے پھر سے یا تو اپنی منکوحہ کو دیکھنے میں مصروف ہو جاتا یا ناشتے میں۔۔ وہ خود پہ احان شاہ کی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے بھی اسے نظر انداز کر رہا تھا جس نے اسے اسکی بہن کے نکاح اور رخصتی کا بتانا تک گوارا نہیں کیا تھا اور بغیر کسی تصدیق کے

کاظم شاہ پہ گن تانی تھی۔۔زوریز شاہ اور مرحا شاہ کو ساتھ مسکراتے دیکھ کے ہویلی کے سب مکین کافی خوش تھے،وہ سب دل میں انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نواز رہے تھے،شاہ بی بی تو ان کا باقاعدہ صدقہ نکال چکی تھیں۔۔

نانو!!! نانو جان۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سب ابھی ناشتے میں مصروف تھے جب پنک ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس میرال شاہ روتی ہوئی ڈائینگ روم میں داخل ہوتے شاہ بی بی کے پاس آئی تھی۔

کیا ہوا میری جان؟؟۔۔شاہ بی بی نے جلدی سے اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے میرال شاہ کو گلے سے لگاتے پریشانی سے استفسار تھا۔۔اس وقت سب کی نظروں کا مرکز میرال شاہ تھی،زاویار شاہ حیرانگی سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ رہے تھے جو بری طرح سے رو رہی تھی۔۔ناجانے کیوں؟

نانو۔۔۔میری منگنی کی ساری گولڈ اور ڈائمنڈ جیولری میرے روم سے غائب ہے جو آپ نے مجھے اتنے پیار سے دی تھی۔۔میرال شاہ زور زور سے روتے ہوئے انہیں بتا رہی تھی،اسکی ساری جیولری لاکھوں کروڑوں کی مالیت تھی جو میرال شاہ کے مطابق اس کے کمرے سے غائب ہو چکی تھی۔۔

یااللہ خیر۔۔۔شاہ بی بی اور زہرہ مام نے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا،وہ شاہ بی بی کا خاندانی زیور تھا جو انہوں نے آدھے سے زیادہ اپنی لاڈلی نواسی کو دیا تھا۔۔

لیکن کیسے میرال؟؟ہویلی میں کون چوری کر سکتا ہے؟؟شاہ بی بی جیسے صدمے کی کیفیت میں بولی تھیں۔۔مرحا شاہ پریشانی سے کھانے سے اپنے ہاتھ کھینچتی میرال شاہ کا مدعا سن رہی تھی۔۔

وہ چورنی!! اسی نے چوری کیا ہے میرا سارا زیور۔۔۔میرال شاہ ڈائینگ روم میں داخل ہوتی گلالئی کی طرف اشارہ کرتی ہزیانی انداز میں چیخی تھی،میرال شاہ کی انگلی کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے سب کی نظریں گلالئی کی طرف اٹھی تھیں جو ہکا بکا سی سب کو اپنی طرف دیکھتی میرال شاہ کے منہ سے خود کے لئے چورنی کا لفظ سن رہی تھی۔۔احان شاہ نے ایک نظر گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے دوسری نظر میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

لیکن بیٹا یہ بچی کافی سال سے ہماری ہویلی میں ملازمت کر رہی ہے،اس نے آج تک ایسا کوئی کام نہیں کیا،وہ بالکل ہماری بیٹیوں کی طرح ہے۔۔۔ھارون شاہ نے ناگواری سے میرال کو ٹوکا تھا۔۔ان کے منہ سے "ملازمت" کا لفظ

ناجانے کیوں احان شاہ کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا، وہ اپنا نچلہ لب کاٹتے اپنی پلیٹ پیچھے کو کھسکا چکا تھا، ارزم شاہ اپنے ٹیبل پہ کہنی ٹکا کے اس پہ اپنی ٹھوری جماتا آبیبرو اچکاتے ہوئے سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

نانو۔۔۔ اسے میں نے کل رات اپنے روم کی صفائی کرنے کے لئے کہا تھا، اور اس وقت میری ساری جیولری میرے ڈریسنگ مرر پہ پڑی تھی، اس کے صفائی کر کے جانے کے بعد سے میرے روم میں کوئی بھی نہیں آیا تھا تو اس کا مطلب تو یہی ہوا نا اسی نے چڑائی ہے میری ساری جیولری!! میرال شاہ آنسو بہاتے ہوئے ھارون شاہ کی بات کو ان سنا کرتے پھر سے شاہ بی بی کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔

بیٹا تم نے اپنے کمرے میں ٹھیک سے چیک کرنا تھا؟ ہو سکتا ہے کہیں رکھ کے بھول گئی ہو۔۔ اب کی بار زہرہ مام پریشانی سے گویا ہوئی تھی۔۔

کہیں بھی نہیں ہے۔۔ میں اپنے روم کی ایک ایک چیز دیکھ چکی ہوں، اسی چورنی نے چرائی ہے میری ساری جیولری ۔۔۔ میرال شاہ اپنا سر نفی میں ہلاتی پھر سے گلالئ کی طرف اشارہ کرتی روتے ہوئے چیخی تھی، گلالئ جو یہاں برتن اٹھانے آئی تھی، میرال شاہ کے منہ سے بار بار خود کے لئے چورنی کا لقب سنتے اسکے ہوا اس گم ہو رہے تھے۔۔ اسے اس وقت سب کی نظروں میں خود کے لئے بے یقینی محسوس ہو رہی تھی، کیا وہ ان ساڑھے سترہ سالوں میں بھی ان ہویلی والوں کا اعتماد نہیں جیت پائی تھی؟ کیا وہ ان سب کو ایک غلام، ایک کنیز، ایک چور لگتی تھی؟ پہلے احان شاہ نے اس پہ چوری کا خدشہ ظاہر کیا تھا اور اب میرال؟؟ گلالئ ساکت سی ان سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

میری نواسی کا زیور نکالو فورا!! ورنہ ابھی اور اسی وقت پولیس کو فون کر دوں گی!!۔۔۔ شاہ بی بی اپنے ساتھ چپکی میرال کو کرسی پہ بٹھاتا غصے سے گلالئ کی طرف بڑھی تھیں۔۔

ش۔شاہ۔۔بی۔۔بی

بی۔۔می۔۔میں۔۔مجھے۔۔۔ نہیں۔۔۔پتا۔۔۔می۔۔میں۔۔۔۔نے۔۔۔کچھ۔۔۔ نہیں۔۔ چرایا۔۔۔۔ گلالئ اپنے قدم پیچھے کی طرف لیتی آنسو بہاتے ہوئے بولی تھی۔

شاہ پولیس کو فون کرو۔۔۔ یہ ایسے نہیں اگلے گی۔۔ پولیس کے دو ہاتھ پڑیں گے۔۔ خود ہی سارا سچ اگل دے گی۔۔ شاہ بی بی اپنا رخ احان شاہ کی طرف موڑتی سفاکی سے بولی تھیں۔۔

شاہ بی بی میں نے کچھ بھی نہیں چرایا۔۔۔ میں تو کبھی ان کے کمرے میں گئی بھی نہیں ہوں۔۔ یہ جھوٹ۔۔ ابھی گلالئ ہمت کرتے ہوئے مضبوطی سے کچھ بولتی جب شاہ بی بی پھر سے غصے سے اس کی طرف بڑھی تھیں، ابھی وہ اسے زوردار تھپڑ جھڑنے ہی والی تھیں جب احان شاہ تیزی سے گلالئ اور شاہ بی بی کے درمیان حائل ہوا تھا۔۔ شاہ بی بی چونکتے ہوئے جبکہ ارزم شاہ اب دلچسپی سے احان شاہ کو دیکھ رہا تھا۔۔

شاہ بی بی مجھے لگتا ہمیں پہلے چوری کی اور چور کی تصدیق کر لینی چاہئیے۔۔۔ احان شاہ سب کی نظروں کو خود پہ محسوس کرتے ہوئے شاہ بی بی کا ہوا میں اٹھا ہاتھ تھامتے ہوئے انہیں ریلیکس کرنے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

جب میری نواسی سب بتا چکی ہے تو اب کس چیز کی تصدیق باقی رہتی ہے شاہ؟؟ شاہ بی بی بلند آواز میں دھاڑی تھیں، ان کی دھاڑ پہ گلالئ اپنی جگہ سے اچھلی تھی، وہ احان شاہ کی چوڑی پشت کے آگے بالکل چھپ چکی تھی۔۔ میر ال شاہ نے غصے سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

زیور آپکی نواسی نے باہر سامنے سجا کے رکھا تھا، اسی لئے اس لحاظ سے سب سے پہلی غلطی تو میر ال کی ہوئی اور دوسری بات یہ (گلالئ) کل رات ہویلی میں نہیں آئی تھی، پھر میر ال کس طرح سے یہ کہہ سکتی ہے اس نے اسی (گلالئ) سے اپنے کمرے کی صفائی کروائی تھی؟ احان شاہ آبیبر واچکا کے میر ال شاہ کی طرف دیکھتے گویا ہوا تھا۔۔ احان شاہ کی بات میں دم تھا اسی لئے اب سب کی نظروں کا مرکز میر ال شاہ بنی تھی، گلالئ تو حیرانگی سے احان شاہ کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ رہی تھی۔۔ ابھی میر ال شاہ کچھ بولنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی جب ارزم شاہ گلا کھنکھارتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

ویسے لالہ! آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں گلالئ (بھابھی) کل رات ہویلی میں موجود نہیں تھیں؟؟ ارزم شاہ کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے سنجیدگی سے احان شاہ سے استفسار کر رہا تھا۔۔ زوریز شاہ لب دباتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کے شوشے پہ احان شاہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور کے دیکھا تھا۔۔

ہاں تم تو کل خود رات میں ہویلی میں نہیں تھے جب میں نے اس سے اپنا روم صاف کروایا تھا تو تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟؟ میرال شاہ کو ارزم شاہ کی بات سے کچھ ڈھارس ملی تھی، اسی لئے وہ تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھتے مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

میں منگنی کے بعد سے کل ساری رات لان میں موجود تھا، میں نے زرتاج اماں کے سوا کسی کو بھی ہویلی سے باہر نکلتے اور داخل ہوتے نہیں دیکھا۔ احان شاہ غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔

خیر تھی لالہ؟؟ اتنی خوشی تھی آپ کو منگنی کی کہ ساری رات سو نہیں سکے؟؟ ارزم شاہ کسی وکیل کی طرح سنجیدگی سے اس سے مزید سوال کرتا اسے مزید سیخ پا کر رہا تھا، اسکی باتوں سے احان شاہ کو لگا سب اسے مشقوق نظروں سے دیکھ رہے ہوں۔۔

رات میں میری فارن پارٹی کے ساتھ آن لائن میٹنگ تھی جو میں نے لان میں اٹینڈ کی تھی۔۔ احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ اس نے آج تک اتنی صفائی کسی کو نہیں دی تھی جتنی اسے ارزم شاہ کی وجہ سے دینی پڑ رہی تھی۔

پکا آپ کی میٹنگ فارن پارٹی کے ساتھ ہی تھی یا پھر۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ٹیبل پہ ہاتھ رکھ کے کچھ آگے کو جھک کے بولتا اپنا جملہ ادھورا چھوڑتے سب کو پہیلیاں بجھوا رہا تھا، اور اسکی پہیلی سب سے پہلے زوریز شاہ سمجھا تھا جو انسان کے تاثرات دیکھ کے ہی اسے اندر تک پہچاننے کا فن رکھتا تھا۔۔ احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ ارزم شاہ کو اٹھا کے ہویلی سے باہر پھینک دے جو اس سیریس سیچویشن میں اسے سلگاتا ہوا مزے لے رہا تھا، اسے خود پہ پچھتاوا ہو رہا تھا جس نے اسے زبردستی ناشتے کے لئے بٹھایا تھا۔۔

میری نواسی کا اتنا مہنگا زیور گم گیا ہے اور تم دونوں کو میٹنگ کی پڑی ہوئی ہے؟؟ ارے میں کہتی ابھی تک پولیس کیوں نہیں بلوا رہے تم لوگ۔۔۔ شاہ بی بی جو کب سے ان کی شکلیں دیکھ رہی تھیں بالآخر وہ پھر سے غصے سے پھٹ پڑی۔۔

شاہ بی بی کیا آپ کو مجھ سے زیادہ اپنی نواسی پہ یقین ہے؟؟ جب میں بول رہا ہوں میں نے رات کے وقت اسے انیکسی سے نکلتے اور داخل ہوتے نہیں دیکھا تو کیا ابھی بھی کوئی تصدیق باقی رہتی ہے؟؟ احان شاہ نے بھڑکتے ہوئے استفسار

کیا تھا۔۔ احان شاہ کا یوں میر ال کی بجائے گلالئ کی سائیڈ لینا سب نے نوٹس کیا تھا لیکن ارزم شاہ اور زوریز شاہ کے علاوہ سب وجہ سے انجان تھے۔۔

لیکن شاہ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ تمہارا دھیان نہ گیا ہو، ویسے بھی چوروں کو بہت سے طریقے ہوتے ہیں چوریاں کرنے کے اور یہ تو شکل سے ہی چورنی لگتی ہے، میں نے کل اسے اپنی میکسی کیا دے دی وہ تو میری ہر چیز کو اپنا ہی سمجھ بیٹھی ہے۔۔ تم ایسا کرو ایک دفعہ میرے کہنے پہ اسکی پوری انیکسی چیک کرواؤ۔۔ تا کہ میری تسلی ہو جائے۔۔ اب کی بار شاہ بی بی کی بجائے میر ال شاہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔ تو کیا وہ گھٹیا میکسی اسکی منکوحہ کو میر ال شاہ نے دی تھی؟؟ کیوں؟؟ احان شاہ نے کل کا منظر یاد کرتے ہوئے بے حد غصے سے سوچا تھا۔۔

آپ انیکسی کی تلاشی لے سکتی ہیں بیگم صاحبہ! اگر انیکسی کے اندر سے میر ال بی بی کا زیور ملا تو میں مرتے دم تک بنا کوئی پیسا لئے آپ کی ملازمت کروں گی۔۔ لیکن اگر آپ کو انیکسی سے زیور نہ ملا تو میں آج ہی یہ ملازمت چھوڑ کے اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ کسی دوسری جگہ لے جاؤں گی۔۔۔ اس بار جواب زرتاج اماں نے دیا تھا جو کب سے ڈائینگ روم کے باہر سے سب کی آوازیں سنتے بمشکل اپنے آنسو ضبط کر رہی تھیں، اپنی بیٹی پہ الزام برداشت نہیں ہوا تھا ان سے۔۔ اسی لئے وہ بنا کسی لحاظ کے مضبوطی سے بولی تھیں، ان کے جملوں پہ احان شاہ کے نقوش تنے تھے۔۔ وہ ہوتی کون تھیں کسی بھی حال میں اس کی منکوحہ کو کسی دوسرے جگہ لے جا کے ملازمت کرنے والی؟ احان شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔

اگر تمہاری انیکسی سے زیور مل بھی گیا تو بھول جاؤ زرتاج تم آج کے بعد یہاں ملازمت کرو گی۔۔ میں تمہیں اور تمہاری بیٹی کو پولیس مین دے دوں گی!! شاہ بی بی دھاڑی تھیں، ان کی دھاڑ پہ گلالئ نے روتے ہوئے زرتاج اماں کے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔ اسکی سسکیاں سنتے ہوئے احان شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔

ھارون، دریاب مجھے اگلے پانچ منٹوں میں اس کی انیکسی کی تلاشی چاہیے۔۔۔ شاہ بی بی اب کی بار پوتوں کی بجائے اپنا رخ بیٹوں کی طرف موڑ چکی تھیں۔۔

لیکن شاہ بی بی۔۔۔ ابھی وہ دونوں کچھ بولتے جب شاہ بی بی نے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

ٹھیک ہے میں کسی ملازم کو خود ہی بول دیتی ہوں۔۔۔شاہ بی بی ان کے ڈھیلے تاثرات دیکھتی باہر کی جانب بڑھ چکی تھیں۔ھارون شاہ اور دریاب شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔۔وہ ایک دفعہ انیکسی کی تلاشی کروا کے شاہ بی بی کو شانت کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے انیکسی سے کچھ نہیں نکلے گا۔۔احان شاہ نے شدید غصے سے ڈایننگ ٹیبل کی کرسی اٹھاتے ہوئے اپنی پوری قوت سے زمین پہ پٹکی تھی۔۔

کوئی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھائے گا!!! احان شاہ کی بھاری گرجدار آواز پوری شاہ حویلی میں گونجی تھی۔۔احان شاہ کی گرج پہ سب اپنی اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوئے تھے،شاہ بی بی نے اپنے قدم روکتے ہوئے پوتے کی طرف دیکھا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 17(پارٹ 2)

کیا آپ سب بھول چکے ہیں؟زرتاج اماں نے پورے چالیس سال ہماری حویلی میں ملازمت کی ہے!! ؟کیا ہم اس بات کا احسان رکھتے ہوئے اس سارے تماشے کو بند نہیں کر سکتے؟؟احان شاہ ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑا تھا جس پہ ارزم شاہ نے استہزایا انداز میں اپنا سر جھٹکا تھا۔۔گلالئی جو اس کے منہ سے کچھ اور سننے کی تمنا کر رہی تھی،اسکے منہ سے اپنے نام کے ساتھ اسکا حوالہ سننے کی خواہشمند تھی!! اسے بات پلٹتے دیکھ کے اسکا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔

کس بات کا احسان؟فری میں نہیں کی ہے اس نے ملازمت! میں کسی صورت اسے اور اسکی بیٹی کو اپنی نواسی کا کروڑوں کا زیور ہڑپنے نہیں دوں گی۔۔شاہ بی بی اب سرد لہجے میں لیکن پہلے سے مدھم آواز میں بولی تھیں۔۔

میں آپکی نواسی کو بلینک چیک دے دوں گا! بس یہ سب یہاں ختم کریں۔۔احان شاہ کرخت لہجے میں بولا تھا۔سب کو یہی لگ رہا تھا احان شاہ اس وقت زرتاج اماں کے احترام میں ان کی سائیڈ لے رہا ہے لیکن اندر کی وجہ سے ارزم شاہ اور زوریز شاہ ہی واقف تھے۔۔میرال شاہ نے ناگواری سے احان شاہ کو ان ملازمہ کی سائیڈ لیتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

ہونہہ۔۔۔بیوی کی دفعہ تصدیق یاد آگئی؟؟میرے لالہ کی دفعہ کہاں تھا آپکا یہ اصول؟؟۔۔ارزم شاہ،احان شاہ کے قریب ہوتے ہوئے بالکل سرگوشی نما آواز میں استہزایا انداز میں بولتا وہاں سے تیزی سے نکل چکا تھا،وہ مزید یہاں

رک نہ سکا، اپنے لالہ کے ساتھ ناانصافی کا ایک ایک منظر اسکی آنکھوں کے پردے میں لہرایا تھا، ارزم شاہ کی سرگوشی کی آواز کافی سے کم تھی، احان شاہ نے بمشکل ارزم شاہ کی سرگوشی سنی تھی، احان شاہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے ارزم شاہ کی چوڑی پشت کو گھورا تھا جو کسی حال میں اس سے خوش نہیں ہوتا تھا، اگر جو وہ بیوی کی سائیڈ نہیں لیتا تھا تو وہ ہر وقت اسے ایک اچھے شوہر کے حقوق یاد کرواتا رہتا تھا اور اب جو اس نے بیوی کی سائیڈ لینے کی غلطی کر ہی لی تھی تو پھر بھی وہ طنز کی بوچھاڑ کرنا نہیں بھولا تھا۔۔ آخر چاہتا کیا تھا یہ مینٹل انسان اس سے ؟؟ احان شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے سوچا تھا۔

شاہ ٹھیک بول رہا ہے۔۔ اس سارے معاملے پہ مٹی ڈالو۔۔۔ زیور اور بن جائے گا۔۔ ہمارے لئے دونوں بیٹیاں ایک جیسی ہیں۔۔ عادل شاہ نے اس سارے معاملے میں پہلی بار لب کشائی کی تھی لیکن ان کی بات گلالئ کو بالکل آدھی ادھوری سی لگی تھی، ان کا آدھا ادھورا سا جملہ گلالئ کو اپنے کردار پہ جیسے کسی داغ کی مانند لگا تھا، کیا وہ بھی اسے چور سمجھ رہے تھے ؟ جو وہ بات گول کر چکے تھے ؟

نہیں

۔۔ آپ۔۔۔ ہماری۔۔۔ انیکسی۔۔۔ کی۔۔ تلاشی۔۔۔ لے۔۔۔ لیں۔۔۔ ہمیں۔۔۔ کوئی۔۔۔ اعتراض۔۔۔ نہیں ۔۔۔ ہے۔۔۔ گلالئ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں بے تحاشہ آنسو لئے ہچکیوں کے درمیان بمشکل بولی تھی۔ اسکی ہچکیوں کو سنتے ہوئے احان شاہ کا دل کیا وہ ابھی اسکے ہونٹوں پہ جھکتا ہوا اسکی سانسیں بند کر دے۔۔ اسکی ہچکیاں اسکا دل چیر رہی تھیں۔۔ ناجانے کیوں!

تمہارے اعتراض کی پرواکسے ہے نمک حرام لڑکی !! شاہ تمہیں میری قسم ہے مجھے انیکسی کی تلاشی ہر صورت چاہیئے ۔۔۔۔ شاہ بی بی ایک نظر گلالئ کو استہزایا نظروں سے دیکھتی ہوئی دوسری نظر احان شاہ کی طرف دیکھتی اسے بے بس کر چکی تھی۔۔ شاہ بی بی کے قسم دینے پہ ساڑھے ساتھ سال پہلے کا منظر احان شاہ کی آنکھوں کے آگے لہرایا تھا ، احان شاہ کی سانسیں غصے کی وجہ سے بری طرح سے پھول چکی تھیں، آج اسے پہلی بار شاہ بی بی پہ غصہ آرہا تھا، وہ تیزی سے ڈائینگ روم سے نکلا تھا تاکہ اس سے کوئی گستاخی نہ ہو جائے، احان شاہ کے پیچھے ہی شاہ بی بی اور باقی سب آہستگی سے نکلے تھے۔۔

احان شاہ کے علاوہ حویلی کا کوئی مرد انیکسی کی طرف نہیں گیا تھا، حویلی کی خواتین، دو چار ملازمہ، زرتاج اور گلالئ اس وقت انیکسی میں تھے۔۔ شاہ بی بی تمام ملازمہ کو حکم کرتی ایک ایک چیز چھان مارنے کا بول رہی تھیں۔ اگر شاہ بی بی ، احان شاہ کو اپنی قسم نہ دیتی تو وہ یقیناً کبھی بھی انہیں انیکسی کی تلاشی نہ لینے دیتا۔۔ گلالئ ایک سائیڈ پہ کھڑی زرتاج اماں کے سینے میں اپنا چہرہ چھپائے بری طرح سے رو رہی تھی۔ زرتاج اماں اسے چپ کروانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔۔ احان شاہ غصے سے اس روندو کو دیکھ رہا تھا، نہ وہ ان سب کو اپنی انیکسی دیکھنے کی دعوت دیتی اور نہ شاہ بی بی اسے قسم دیتی۔۔ وہ کسی نہ کسی طریقے یہ سب سنبھال ہی لیتا۔۔

شاہ بی بی یہ دیکھیں جی۔۔۔۔۔۔۔۔ شبانہ (ملازمہ) گلالئ کی الماری کے اندر پڑے چھوٹے سے ٹرنک سے زیورات کے بڑے بڑے ڈبے باری باری نکال کے زمین پہ رکھتی ہوئی انہیں مخاطب کر رہی تھی، شبانہ کی آواز پہ سب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے، میرال شاہ نے جلدی سے ان ڈبوں کو کھولا تھا۔۔

او گاڈ۔۔۔ میں نے بولا تھا نانا نو یہی ہے چور۔۔ اسی نے میری ساری جیولری چوری کی ہے۔۔ لیکن کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا تھا۔۔ میرال شاہ اس ایک ایک ڈبے کو کھولتی کسی صدمے کی کیفیت میں چیخ رہی تھی، اس کے چیخنے پہ گلالئ نے نفی میں سر ہلاتے زرتاج اماں کی رف دیکھا تھا جو ساکت ہوتی اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں، احان شاہ حیرانگی سے کبھی گلالئ کی الماری سے نکلے زیور کو دیکھتا تو کبھی شاکڈ کیفیت میں کھڑی گلالئ کو۔۔ وہ ابھی تک اسی لباس میں ملبوس تھی جو احان شاہ نے اسے رات میں پہنایا تھا، یہ زیور کس وقت گلالئ کی الماری میں آیا تھا؟ کس وقت میرال کے مطابق گلالئ اس کے کمرے کی صفائی کرنے گئی تھی؟ احان شاہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔

زرتاج اماں نے ناسمجھی کی صورت حال میں زوردار تھپڑ گلالئ کے سفید گال پہ جھڑا تھا، اس اچانک افتاد پہ احان شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، اس نے ناگواری سے زرتاج اماں کی طرف دیکھا تھا جو بے یقینی سے گلالئ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔۔ ان کے تھپڑ پہ گلالئ کا گلابی گال خطرناک حد تک سرخ پڑ چکا تھا، گال پہ انگلیوں کے نشان چھپ چکے تھے۔۔

شاہ فون کرو پولیس کو۔۔۔ یہ ان دونوں کی ملی بھگت ہے۔۔ اگر میں زور دیتے ہوئے انیکسی کی تلاشی نہ کرواتی یہ چور نیاں تو رات تک سارا زیور ہتھیا کے بھاگ جاتی۔۔ شاہ بی بی روعب دار انداز میں زرتاج اماں اور گلالئ کی طرف دیکھتے ہوئے گرجی تھیں، ان کا بس نہیں تھا وہ انہیں شوٹ کر دیں۔۔

بیگم صاحبہ! خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں، میں اپنی بیٹی کی طرف سے آپ سے معافی مانگتی ہوں، آپ کو اللہ کا واسطہ ہے پولیس کو نہیں بلوایئے گا! میں اس عمر میں اپنی بیٹی کو لے کے کہاں کورٹ کچہریوں کے چکر لگاتی پھروں گی۔۔۔ زرتاج اماں ہاتھ جوڑتے ہوئے شاہ بی بی کے پیروں میں بیٹھتی ان سے منتیں کر رہی تھیں۔۔ گلالئ نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے کچلتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتے ایک نظر احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، جو اسی کی طرف دیکھ رہا تھا، ہری آنکھیں بے تاثر تھیں تو کرسٹل گرے آنکھوں میں لاتعداد شکوے۔۔

یہ تمہاری بیٹی کو چوری کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا! کون جانے تم بھی اس کی سازش میں ملی ہوئی تھی، آخر کو اتنا سارا زیور کوئی ایک اکیلا بندہ کیسے چوری کرے گا؟ شاہ بی بی سفاکی سے بولی تھیں، زرتاج اماں نے ان کی اتنی سفاکی پہ بے یقینی سے ان کی طرف دیکھا تھا، کیا وہ چالیس سال ملازمت کر کے بھی ان کا اعتماد نہیں جیت پائی تھی؟

اٹھیں آپ!! احان شاہ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے زرتاج اماں کی طرف بڑھتا انہیں زمین سے اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔۔

بس کوئی پولیس نہیں آئے گی، آپ سب کو زیور سے غرض تھا، جو مل چکا ہے، اسی لئے یہ سارا تماشا یہی پہ ختم کریں ۔۔ احان شاہ ان کی سب کی طرف دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا تھا۔ گلالئ نے اداس نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا، جب اسے پالنے پوسنے والی ماں نے ہی اسکا یقین نہیں کیا تھا وہ کسی اور سے کیا گلا کرتی؟ یہاں تو اسکی دی جانے والی صفائیاں بھی کام نہیں آنی تھیں، میر ال شاہ کی دل جلانے والی مسکراہٹ سے وہ بہت کچھ سمجھ چکی تھی یقیناً اس پہ چوری کا اتنا گھٹیا الزام لگانے والی وہی تھی شاید اس نے اس دن اپنے ہاتھ پہ گرنے والی چائے کا بدلہ لیا تھا، گلالئ کا چھوٹا سا دماغ یہی تک پہنچ سکا تھا۔۔

ایسے کیسے شاہ!! ابھی میر ال شاہ مزید بھڑکتے ہوئے کچھ بولتی جب احان شاہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔۔

میری ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی؟؟شاہ حویلی میں کوئی پولیس نہیں آئے گی،لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے، کوئی بھی پولیس کے یہاں آنے کا مدعا ٹھیک سے نہیں سمجھے گا!، یہ ساری نیوز میڈیا تک پہنچ جائے گی جو ہر نیوز چینل کی ہیڈلائٹ بنے گی،لوگ اس خبر کو طرح طرح سے اپنے نیوز چینل پہ ڈالتے ہوئے شاہوں کی ریپوٹیشن خراب کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔۔۔ہماری پارٹی کی ساری ریپوٹیشن گر جائے گی۔۔احان شاہ بلند آواز میں سرد لہجے میں بولا تھا،شاہ بی بی اس کے بات سے اب تھوڑی بہت متفق نظر آرہی تھیں۔۔

تو کیا اسے اس کی پروا نہیں تھی؟وہ تب سے پولیس کو اس لئے نہیں بلا رہا تھا تاکہ اسکی پارٹی کی ریپوٹیشن خراب نہ ہو؟؟گلالئی نے استہزایا انداز میں سوچا تھا۔۔مرحا شاہ اور ایزل شاہ حیرانگی سے اس معصوم دکھنے والی پٹھانی کو دیکھ رہی تھیں۔۔

اپنا بوریا بستر اباندھو دونوں۔۔تم دونوں کل سے مجھے یہاں نظر نہیں آنی چاہیے۔۔۔شاہ بی بی بے حد غصے سے بولتی وہاں سے نکلی تھیں،کچھ دیر بعد سب انیکسی سے جا چکے تھے۔۔

شاہ بی بی ابھی غصے میں ہیں اسی لئے وہ ایسا بول کے جا چکی ہیں۔۔آپ جب تک چاہے یہاں رہ سکتی ہیں۔۔یہ انیکسی آپ کی ہی ہے۔۔سب کے جانے کے بعد احان شاہ روتی ہوئی زرتاج اماں سے مخاطب ہوا تھا،جس پہ وہ اسکی کافی شکر گزار نظر آرہی تھیں۔گلالئی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑورتی اپنی آنکھوں میں آنسو لئے احان شاہ سے نظریں پھیر چکی تھی،احان شاہ نے کافی ضبط سے اسکا یوں نظریں پھیرنا برداشت کیا تھا،اس کا اس وقت حویلی کے اندر جانا ضروری تھا تاکہ وہ سارا معاملہ سنبھال سکے اور میرال شاہ کا شور شرابہ بند کروا سکے۔۔اسی لئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔گلالئی نے آنکھوں میں آنسو لئے اسکی چوری پشت کو دیکھا تھا۔۔

تو نے مجھے ذلیل کروا دیا گلے۔۔۔تو نے میرے سر پہ خاک ڈالتے ہوئے میری زندگی کی کمائی گئی ساری عزت کو پامال کر دیا ہے۔۔وہ کون سا دن تھا جس دن میں نے تیری کفالت کا زمہ لیا تھا!! زرتاج اماں اپنے سر کو پیٹتی ہوئی زمین پہ بیٹھتی چلی گئی،ان کے باتوں سے گلالئی کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا،دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔

اماں قسم لے میں نے۔۔۔ابھی گلالئی روتے ہوئے زرتاج اماں کے پاس بیٹھتی اپنی بات مکمل کرنے ہی والی تھی جب زرتاج اماں نے اسکے جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے پیٹنا شروع کیا تھا،انہوں نے آج زندگی میں پہلی دفعہ گلالئی پہ

ہاتھ اٹھایا تھا، وہ روتے ہوئے اسکے بال کھینچتی اسے تھپڑ جھڑتے ہوئے اپنا سارا غصہ اتارتی اب خود کو پیٹ رہی تھیں۔۔ گلالئ کے پورے چہرے پہ ان کے تھپڑوں کے نشان پر چکے تھے، بالوں میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔۔ بخار کی وجہ سے اسکا پورا جسم دہک رہا تھا، وہ بمشکل خود کو زمین سے اٹھاتی ہوئی اپنے کمرے تک پہنچتے_ اپنی چارپائی پہ اوندھے منہ گرتی زار و قطار روئی تھی۔۔

لالہ! مجھے یہاں سے لے جائیں۔۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ گلالئ تکیے میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے زار و قطار روتی ایک ہی جملہ بار بار دہراتی جا رہی تھی، وہ اپنے اس لالہ کو پکار رہی تھی جسے اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا سوائے اسکی بچپن کی ایک دو تصویر کے۔۔

احان شاہ حویلی کا سارا معاملہ رفع دفع کروا کے اپنے آفس کو نکل چکا تھا، عادل شاہ، ھارون شاہ اور دریاب شاہ کے ماننے میں نہیں آ رہا تھا کہ زیور گلالئ نے چرایا ہے۔ زوریز شاہ ایک نظر میرال شاہ کے جھوٹے آنسوؤں کو دیکھ کے سر جھٹکتا ہوا مرحا شاہ کو لے کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا، تاکہ اسے باہر سے ناشتہ کروا کے ہاسپٹل چھوڑ دے۔۔ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، ایزل شاہ نے کمرے میں آتے ہی اپنے ہونٹوں سے پنک لپ اسٹک پونچھی تھی، وہ کاظم شاہ کے منع کرنے کے باوجود اپنے ہونٹوں پہ دے گئے اس کے زخم آج بھی لپ اسٹک سے چھپائے ہوئے تھی، اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی، احان شاہ نے آفس جاتے ہوئے اسے کالج کے لئے تیار ہونے کا بولا تھا لیکن وہ سر درد کا بہانہ کرتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف آ چکی تھی، وہ کچھ دن اکیلے گزارنا چاہتی تھی، وہ کالج جا کے جویریہ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی جس نے اس سے اسکی معصومیت چھینی تھی۔۔

لیکن جویریہ نے تو تمہیں صرف ایک مشورہ دیا تھا، اس پہ عمل تو تم نے کیا تھا نا؟ جویریہ نے نہیں بلکہ تم نے خود اپنی معصومیت گنوائی تھی۔ ایزل شاہ کے کہیں اندر سے جواب آیا تھا۔۔ وہ اپنی آنکھ سے پھسلتا آنسو زور سے رگڑتی ہوئی اپنی کٹی کی طرف بڑھی تھی جو بالکل ابھی جاگتے ہوئے زور سے انگڑائیاں لیتی اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ ایزل شاہ نے جھکتے ہوئے اپنی بلی کو گود میں اٹھایا تھا اور اسی وقت کاظم شاہ دروازہ کھولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ وہ اس وقت اتنی سردی میں بلیک ٹراؤزر پہ وائٹ پتلی سی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا جو اسکے باڈی بلڈر وجود کے ساتھ چپکی

ہوئی تھی۔ گولڈن بال بے ترتیبی سے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے، آنکھیں سرخ انگارہ تھیں، اسکی گولڈن آنکھوں میں بے تحاشہ سرخ ڈھوروں کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ نے جھرجھری سی لی تھی، وہ اسے ایک نظر دیکھ کے اپنی کٹی میں مصروف ہوتی اسے کیٹ فوڈ کھلا رہی تھی، اس نے سوچا تھا اب وہ کاظم شاہ کے سامنے خاموش رہا کرے گی تاکہ اسے کم سے کم اس کے غصے کا سامنا کرنا پڑے۔۔

کاظم شاہ پیر کی ٹھوکر سے دروازہ زور سے بند کرتا اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا، وہ ایزل شاہ کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا آفس جانے کے لئے اپنا کوئی فارمل ڈریس نکال رہا تھا۔ اس نے ابھی اپنا بلیک فورپیس نکالا ہی تھا جب نظریں خود بخود ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس کی کٹی کبھی اسکے ہاتھ تو کبھی گال چاٹتی ہوئی اس پہ اپنا پیار جتا رہی تھی، اسکی کٹی کی اس حرکت کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، کاظم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا فورپیس غصے سے صوفے پہ پھینکتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا، کاظم شاہ نے ہمیشہ کی طرح اسکی بلی کو گدی سے پکڑتے ہوئے میٹرس پہ پھینکا تھا جس پہ بلی نے میاؤں میاؤں کرتے ہوئے دہائی دی تھی، ایزل شاہ اس اچانک افتاد پہ بھوکلاتی ہوئی اپنی بلی کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھاتے ہوئے اسکے چہرے پہ گرایا تھا، کاظم شاہ مصروف انداز میں رگڑ کے اسکا گال صاف کرتے ہوئے جیسے اس بلی کے لمس کو مٹانے کی بھرپور تگ و دو کر رہا تھا۔۔

اس بلی کا یوں ایزل شاہ کو چاٹنا اسے بے حد ناگوار گزرا تھا، ایزل شاہ جو خود پہ یوں اچانک پانی گرنے کی وجہ سے اپنی آنکھیں میچ چکی تھی، کاظم شاہ کے ہاتھوں کو کھردرا لمس اپنے گال پہ محسوس کرتے ہوئے اس نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ ہنوز اس پہ پانی کا چھڑکاؤ کرتا اسکا گال اور اسکے ہاتھ اچھے سے صاف کر رہا تھا، اتنی سردی میں کاظم شاہ کا یوں پانی گرانا اسکے کپڑوں کو اچھا خاصا گیلا کر چکا تھا، کپکپاتی ہوئی ایزل شاہ ہکا بکا سی اسکی طرف دیکھے جا رہی تھی جس کا صبح صبح دماغ آوٹ ہو چکا تھا۔ ایزل شاہ نے کسمساتے ہوئے اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن وہ جھک کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے بیڈ سے اٹھاتے خود میں مکمل طور میں سماتا اسکے اچھے سے دھلے ہوئے گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا اپنا لمس چھوڑ رہا تھا، کہاں گوارا تھا اپنی ملکیت پہ کسی دوسرے کا حق؟ اگر کاظم شاہ پوز سیسو تھا تو اسی کی لائی ہوئی بلی اس سے زیادہ پوز سیسو تھی وہ کاظم شاہ کے یوں ایزل شاہ کے ساتھ چپکنے پہ اسکے چپل میں مقید دودھیا سفید پیر پہ زور سے دانت گاڑتی میاؤں میاؤں کی گردان لگائے ہوئے

تھی۔۔ایزل شاہ کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہیں تھی وہ کبھی اپنی کٹی کو دیکھتی تو کبھی کاظم شاہ کو جواب اسکی کٹی کو ہولے سے پیر مارتا خود سے دور کرتا ہنوز اسکے گال پہ جھکا ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی سفید ٹی شرٹ کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جھکڑا تھا لیکن اسکے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح اسے خود سے دور جھٹک چکا تھا، ایزل شاہ نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا تھا۔۔

ہاتھ مت لگایا کرو مجھے۔۔۔ کتنی دفعہ بتانا پڑے گا تمہیں؟؟ کاظم شاہ اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑتا سرد لہجے میں پھنکارا تھا، ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آئی۔۔ایم۔۔۔سوری۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی۔اگر اس کے ہاتھوں کا لمس اسے اچھا نہیں لگتا تھا تو پھر وہ خود کیوں اسے ہاتھ لگاتا تھا؟ کیوں اسے اپنے لبوں سے چھوتا تھا؟ کیوں اس پہ اور اسکے نازک وجود پہ اپنی شدتیں بکھیرتا تھا! ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے سوچا تھا۔۔

It's easy to say sorry, but u can't change the story

کاظم شاہ اسکے سسکنے پہ رات والا واقعہ یاد کرتا استہزایا انداز میں بولا تھا، وہ زوریز شاہ کو دیکھنے کی غرض سے ہویلی جلدی آیا تھا لیکن اکبر خان سے اسے معلوم ہوا تھا وہ ابھی کچھ دیر پہلے گاڑی لے کے اپنی منکوحہ کے ساتھ نکلا ہے۔۔

ایزل شاہ نے اسکے انگریزی میں بولے گئے جملے کو سنتے ہوئے اداسی سے اسکی طرف دیکھا تھا، جیسے اپنے شاہ جی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو جو نا جانے کہاں غائب ہو چکے تھے۔۔اپنے گیلے کپڑوں کی وجہ سے اسے بے حد سردی محسوس ہو رہی تھی، کمرے میں ہیٹر کا ٹمپریچر بھی کافی کم تھا، وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی، اسکے کانپنے پہ کاظم شاہ نے اس کا سفید دوپٹا اتارتے ہوئے بے باکی سے اسکے وجود کا جائزہ لیا تھا، اسکی گہری نظروں کی تپش پہ ایزل شاہ کا گال قدرتی طور پہ دہک کے لال ہوئے تھے وہ ایسے سرخ پڑ رہی تھی جیسے وہ اسے محبت سے دیکھ رہا ہو۔وہ اس وقت رائل بلیو شلوار قمیض میں ملبوس تھی، قمیض کے گلے پہ کافی ڈیسنٹ اور خوبصورتی سے کام کیا گیا تھا، اسکی گیلی قمیض اسکے بدن کے ساتھ چپکتی اسکے جسم کے خدوخال نمایاں کر رہی تھی۔۔اسکے رعنایاں چھلکتے نازک اور چھوٹے سے وجود کو دیکھتے کاظم شاہ کو اچانک سے اس کی شدید طلب محسوس ہوئی تھی لیکن اسے اس وقت آفس جانا تھا، اسکی امپورٹنٹ میٹنگ تھی، اسکے ہونٹوں پہ اپنے دیئے گئے زخم دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے جھک کے شدت سے انہیں اپنے لمس سے

بھیگویا تھا، اسی کی سانسوں کے ساتھ اچھی طرح سے کھلواڑ کرتے کاظم شاہ نے اسکے نچلے لب کو ہولے سے دانتوں میں لے کے کھینچتے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی، ایزل شاہ اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو ہموار کرنے کی غرض سے گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی، جانتی تھی اگر اسکے سینے سے لگی تو وہ بری طرح سے دور جھٹک دے گا۔۔

اسکی سانسوں کے زیر و بم کو دیکھتے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے اپنے جزبات پہ قابو پانے کی کوشش کی تھی لیکن اسکے دعوت کے نظارے پیش کرتے وجود کو دیکھتے اسکے جوان جذبات انگڑائی لے کے بیدار ہوئے تھے، اسکے نشیب و فراز پہ اپنی نظریں جمائے کاظم شاہ نے اپنا ہاتھ اسکی کمر تک لے جاتے اسکی قمیض کی زپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے اسے نیچے کھسکانا چاہا تھا لیکن پھر اگلے ہی پل وہ خود کی بے تابی پہ لعنت بھیجتا اس سے دور ہوا تھا، آخر آج اسے نفرت کی بجائے کیوں اسکی اتنی طلب محسوس ہو رہی تھی؟ کاظم شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔ اسکا یوں جھٹکے سے پیچھے ہٹنا ایزل شاہ نے بغور محسوس کیا تھا۔ وہ اس طرح سے اس سے دور ہٹا تھا جیسے کسی اچھوت کو چھو لیا ہو۔ ایزل شاہ نے اسکے دور ہٹنے پہ بیڈ سے اپنا دوپٹا اٹھاتے ہوئے اپنے وجود پہ اوڑھتے اپنے قدم الماری کی طرف بڑھائے تھے، تاکہ اپنا گیلا لباس تبدیل کر سکے۔۔ کاظم شاہ نے گھورتے ہوئے اسکی پشت کو دیکھا تھا وہ آج کچھ ایکسٹرا خاموش نظر آ رہی تھی, ورنہ وہ بلا فضول روتی تھی یا اس سے ہر پل معافی مانگتی رہتی لیکن آج اس کی زبان بند تھی، آنسو بھی وہ سوچ سوچ کے بہا رہی تھی، وہ اس طرح سے ریکٹ کر رہی تھی جیسے وہ مظلوم ہو اور کاظم شاہ کوئی ظالم بادشاہ۔۔ کاظم شاہ کو اسکے مظلوم تاثرات پہ بری طرح سے غصہ آ رہا تھا، ایک بار پھر سے گزری رات کی سب کی بے اعتبار نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے اسکے پورے وجود میں چھنگاڑیاں بھری تھیں۔۔ وہ جب بھی صبح حویلی میں داخل ہوتا تھا، سب اسے یوں نظر انداز کرتے تھے جیسے وہ حویلی کا فرد ہی نہ ہو، دادا جان جو اس کے دو دن سے زیادہ حویلی سے باہر رہنے پہ پریشان ہوتے ہوئے پوری حویلی سر پہ اٹھا لیتے تھے، وہ تو جیسے بھول ہی چکے تھے کہ ان کا بڑا پوتا مرا نہیں ہے ابھی زندہ ہے۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں غصے سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اضطراب سے سوچا تھا۔۔ اسے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ ایک جست میں اس تک پہنچتا اسکے ہاتھ سے اسکا لباس پکڑتے ہوئے زمین پہ پھینک چکا تھا، ایزل شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو الماری سے اپنی تہہ شدہ ڈھیروں شلوار قمیض نکالتے اسکے ہاتھ میں تھما رہا تھا، اسکی کتنی شلوار قمیض تو بالکل نئی تھیں جو پیک تھیں، وہ نا جانے

کیوں ڈھیروں کی تعداد میں اپنے کپڑے الماری سے نکالتے اس پہ پھینکنے کے انداز میں اسے تھما رہا تھا۔۔ اسکی چھوٹی چھوٹی بانہوں کو بمشکل اپنے اتنے سارے کپڑے سنبھالتے دیکھ کے بالآخر کاظم شاہ نے الماری بند کی تھی۔۔

ان سب کو استری کرو۔۔۔ کاظم شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

یہ۔۔ یہ۔۔ سب؟؟۔۔۔ گیلے لباس کی وجہ سے کانپتی ایزل شاہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں یہ سب!! ابھی فورا۔۔۔۔ مجھے آفس جانا ہے۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے سرد لہجے میں بولا تھا۔۔

ایزل شاہ نے اسکے حکمیہ انداز میں ان ڈھیروں کپڑوں کو دیکھتے تھوک نگلا تھا۔۔

لیکن۔۔ آپکی۔۔ الماری۔۔ میں۔۔ آپکے۔۔ کتنے۔۔ کپڑے۔۔ استری۔۔ پڑے۔۔ ہیں۔۔۔ ایزل شاہ روہانسی ہوتی منمنا کے بولی تھی، اس نے کبھی اپنے کپڑے استری نہیں کئے تو اسکے ان لاتعداد کپڑوں کو کس طرح سے استری کرتی؟ اس نے اپنی زندگی میں شوقیا طور پہ صرف ایک بار اپنے باپ کا سوٹ استری کیا تھا، جسے گھنٹوں لگا کے استری کرتی وہ بالآخر آخری لمحے میں اپنا ہاتھ اور باپ کا سوٹ دونوں جلا چکی تھی، اور بس پھر اس دن کے بعد ایزل شاہ کی توبہ جو وہ استری کے پاس پھٹکی بھی ہو۔۔

تم سے کسی نے مشورہ مانگا ہے؟؟ ان سب کو استری کروا بھی!! جو میرا دل کرے گا میں وہ پہن کے جاؤں گا۔۔ اور جلائے بغیر استری کرنا ورنہ تمہارا ہاتھ استری پہ رکھ کے جلا دوں گا!! کاظم شاہ بھڑکتے ہوئے کرخت لہجے میں بولا تھا، وہ شاید نہیں یقیناً اسکا پہلی بار کپڑے استری کرنے والا واقعہ یاد رکھے ہوئے تھا، رکھتا بھی کیسے نا اس کے بعد ایزل شاہ کے روتے ہوئے اسپیکر کو اسی نے تو بند کروایا تھا اسے ہویلی سے باہر لے جا کے۔۔

نہیں۔۔ م۔ میں۔۔ کب۔۔ مشورہ۔۔۔ دے۔۔ رہی۔۔ م۔ میں۔۔ ابھی۔۔ کر۔۔ دیتی۔۔ ہوں۔۔۔ ایزل شاہ اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتی ہوئی اسکے کپڑوں کو لئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتے انہیں استری اسٹینڈ پہ رکھ کے آئرن آن کر رہی تھی۔۔ اسے اپنے گیلے لباس کی وجہ سے اب کافی سے زیادہ سردی لگ رہی تھی، ایزل شاہ نے استری کی سپیڈ کم کرتے ہوئے اپنے قدم پھر سے کمرے کی طرف بڑھائے تھے، ایک نظر سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتے کاظم شاہ کو دیکھ کے وہ جھکتی ہوئی زمین سے اپنا لباس اٹھا رہی تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے کاظم شاہ نے ہی زمین بوس کیا تھا۔۔ اسکے جھکنے پہ اسکی قمیض کے گہرے گلے کی وجہ سے اسکے بدن کی گہرائیاں واضح نظر آ رہی تھیں۔۔

تم ابھی تک یہاں کیا کر رہی ہو؟؟ کاظم شاہ اسکے بدن کی گہرائیوں پہ اپنی بے باک نظریں جمائے اسے زمین سے اپنا لباس اٹھاتے دیکھ کے غرایا تھا۔۔

و۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔ سردی۔۔لگ۔۔۔رہی۔۔ہے۔۔میں۔۔اپنا۔۔گیلا۔۔ڈریس۔۔چینج۔۔کر۔۔کے۔۔آپ۔۔کے۔۔۔کپڑے۔۔۔استری۔۔۔کر۔۔۔دیتی۔۔ہوں۔۔ایزل شاہ اسکے یوں غرانے پہ سہم کے اسے جواب دیتی سیدھی کھڑی ہوئی تھی، اسکا مدعا سنتے ہوئے کاظم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا، وہ بھی تو اسی وجود کی وجہ سے پچھلی چار راتوں سے سردی میں ٹھٹھر تا رہا تھا کیا اس نے کوئی رونا دھونا مچایا تھا جو وہ تھوڑے سے گیلے لباس کی وجہ سے اسکی حکم عدولی کرتی ہوئی اپنی فکر میں پاگل ہو رہی تھی؟؟ کاظم شاہ غصے سے سوچتا اسکی طرف بڑھا تھا، اسکے ہاتھ سے کھینچنے کے انداز میں اسکا لباس پکڑتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی پہنچ سے دور کرتے اسے پھر سے ڈریسنگ روم میں دھکیلا تھا۔

اگر اگلے آدھے گھنٹے تک تم نے یہ سارے کپڑے استری نہ کئے ایزل شاہ! میں تمہارا وہ حال کروں گا تم ساری زندگی یاد رکھو گی۔۔ہری اپ!! کاظم شاہ دھاڑا تھا، جس پہ ایزل شاہ نے اچھلتے ہوئے اسکی سفید شلوار قمیض کو استری اسٹینڈ پہ رکھتے استری کی اسپیڈ بڑھائی تھی، اپنے سر پہ کھڑے کاظم شاہ کو دیکھتی وہ تھوک نگلتے ہوئے کانپتے ہاتھوں سے اسکا لباس استری کر رہی تھی، کاظم شاہ کے سارے کپڑے سلیقے سے تہہ کئے گئے تھے ان پہ اتنی شکنیں نہیں تھیں جتنا وہ انہیں استری کرتے ہوئے وقت لے رہی تھی۔۔

تیز ہاتھ چلاؤ!! تمہارے پاس صرف بیس منٹ بچے ہیں۔۔اگر میرے شاور لینے تک یہ سب استری نہ ہوئے تو تمہیں پنکھے سے لٹکا دوں گا جیری!!۔۔۔کاظم شاہ اسے ہنوز اپنی سفید شلوار قمیض استرے کرتے دیکھ کے لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑتا ہوا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

پنک پانتھر!!! اسکے جانے کے بعد ایزل شاہ روتے ہوئے دبی دبی آواز میں غراتی زور سے اسکے کپڑوں پہ استری پھیر رہی تھی۔۔اسکے منہ سے خود کے جیری کا لفظ آج بھی ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔ایزل شاہ نے ابھی تک بمشکل دو لباس استری کئے تھے، ایک نیلی اور ایک سفید شلوار قمیض۔۔وہ اب اپنی پسندیدہ کالی شلوار قمیض استری کر رہی تھی، اسکی کالی شلوار قمیض استری کرتے ہوئے ایزل شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں اس دن والا منظر لہرایا تھا جب اس نے زبردستی ضد کرتے ہوئے اسے یہ پہننے پہ مجبور کیا تھا، وہ ابھی کھوئے ہوئے انداز میں اس دن کا ایک ایک لمحہ یاد کرتی

غائب دماغی سے اسکی شلوار قمیض استری کر رہی تھی، جب استری ٹھیک سے نہ کھڑی کرنے کی وجہ سے الٹتے ہوئے اسکے ہاتھ پہ گری تھی۔۔

سس۔۔۔ آہہہہ۔۔۔ اپنے ہاتھ کو استری کے نیچے دبے ہوئے دیکھ کے ایزل شاہ کی فلگ شفاف چیخ بلند ہوئی تھی، ایزل شاہ نے بری طرح سے روتے ہوئے جلدی سے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس استری کو اپنے ہاتھ سے ہٹایا تھا، اسکا دائیاں ہاتھ بری طرح سے جل چکا تھا۔۔

کاظم شاہ جو شاور لینے کے بعد ٹیپ بند کر رہا تھا، ایزل شاہ کی اتنی بلند چیخ سنتے ہوئے اسکا دل تیزی سے دھڑکا تھا، وہ جلدی سے اپنی کمر پہ ٹاول باندھتے ہوئے واشروم سے باہر نکلا تھا۔۔ کاظم شاہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں ڈریسنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ ایزل شاہ کو پھوٹ پھوٹ کے روتے دیکھ کے وہ ایک جست میں اس تک پہنچا تھا، کپکپاتی ہوئی ایزل شاہ کا جلنے کی وجہ سے سرخ ہاتھ بری طرح سے کپکپا رہا تھا۔۔ وہ اذیت سے روتی ہوئی اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کو دیکھ کے وہ ڈرتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوئی تھی، گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے اس نے استری اسٹینڈ پہ دیکھا تھا، استری کاظم شاہ کی کالی قمیض کو بری طرح سے جلا چکی تھی۔۔

"!!جلائے بغیر استری کرنا ورنہ تمہارا ہاتھ استری پہ رکھ کے جلا دوں گا"

اگر اگلے آدھے گھنٹے تک تم نے یہ سارے کپڑے استری نہ کئے ایزل شاہ! میں تمہارا وہ حال کروں گا تم ساری "!!زندگی یاد رکھو گی۔۔ ہری اپ

کاظم شاہ کے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملوں کی بازگشت اسکے کانوں میں گونجی تھی۔۔

ابھی

۔۔پانچ۔۔ منٹ۔۔۔ باقی۔۔ ہیں۔۔ م۔ میں۔۔ آپکے۔۔۔ کپڑے۔۔۔ استری۔۔۔ کر۔۔ دیتی۔۔ ہوں۔۔ پلیز۔۔ ۔مجھے۔۔ معاف۔۔۔ کر دیں۔۔۔ م۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ جان۔۔۔ کے۔۔ آپکے۔۔ کپڑے۔۔ نہیں۔۔ جلائے۔۔۔ ایز ل شاہ اپنی ہچکیوں کو روکنے کی ناکام کوشش کرتی تھوک نگلتے ہوئے بولی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اسکے ہاتھ کی بے حد فکر محسوس ہوئی تھی، تکلیف کی وجہ سے اسکا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا، گلابی آنکھوں میں جہاں تکلیف کی سرخی تھیں وہی پہ کاظم شاہ کا ڈر و خوف بھی تھا۔۔ کاظم شاہ استری کا سوئچ نکالتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

پلیز

۔۔مجھے۔۔معاف۔۔۔کر۔۔دیں۔۔شاہ۔۔جی۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔جان۔۔کے۔۔۔نہیں۔۔جلائے۔۔اسے خود کی طرف بڑھتا دیکھ کے وہ مزید پیچھے کو کھسکتی اپنا سر نفی میں ہلاتے روتی ہوئی اسے اپنی صفائی دے رہی تھی۔۔

اپنی ہویلی میں آئے دن کسی نہ کسی تماشے کی وجہ سے ارزم شاہ کا دل لڑکیوں سے جیسے اٹھتا جا رہا تھا، پہلے ایزل شاہ اور اب میر ال شاہ! وہ خود رات میں پورچ میں ہی احان شاہ کا انتظار کر رہا تھا، اس نے بھی گلالئ کو انیکسی سے نکلتے نہیں دیکھا تھا، ارزم شاہ کو یقین تھا یہ سب میر ال شاہ کا کیا دھرا ہے، اس نے یہ سب کیوں کیا ہے اس بات سے ارزم شاہ نا واقف تھا۔۔

ذائشہ اپنی کلاس میں آچکی تھی، اس نے اپنا رجسٹر نکالنے کے لئے ابھی بیگ کھولا ہی تھا جب بیگ سے رجسٹر کو غائب دیکھتے ہوئے اسکے طوطے اڑے تھے، اسی رجسٹر پہ وہ اپنے تمام لیکچرز نوٹ کرتی تھی اور وہی اس کے بیگ سے غائب تھا؟ وہ ابھی پریشانی سے رونے ہی والے تھی جب اس کے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا، وہ صبح ہوسٹل سے جلدی نکلتی ہوئی یونی آکے بینچ پہ بیٹھ کے پڑھ رہی تھی، شاید اس کا رجسٹر وہی رہ چکا تھا، کلاس شروع ہونے میں صرف پانچ منٹ تھے، اور گراونڈ ڈیپارٹمنٹ سے کافی دور تھا۔ ذائشہ پریشانی سے وقت دیکھتی جلدی سے اپنی کلاس سے نکلی تھی۔

آج ارزم شاہ جلدی یونیورسٹی پہنچ چکا تھا، وہ اپنی مرسیڈیز پارک کرتا ہوا اپنے ہاتھ میں چابی اچھالتے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہا تھا جب کوئی نازک روئی سا وجود زور سے اس کے سینے سے ٹکرایا تھا۔۔ارزم شاہ نے اس اچانک افتاد پہ تیزی سے اس صنف نازک کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا تھا۔ ذائشہ نے گرنے کے ڈر سے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے خود کو بچانے والے کی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچی تھی۔۔ارزم شاہ صبح صبح اس حسین اتفاق پہ اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے اپنے ساتھ چپک کے کھڑی ذائشہ بی بی کی طرف دیکھ رہا تھا، اس کے بلیک گلوز میں مقید نازک ہاتھ اپنے سینے پہ دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ اسے زور سے اپنی آنکھیں میچتے دیکھ کے ارزم شاہ کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا تھا لیکن اگلے ہی پل یہ سوچتے ہوئے اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی اگر وہ اسکی بجائے کسی اور سے ٹکرا جاتی تو؟ ارزم شاہ نے اسکی گھنی مڑی ہوئی پلکوں کو دیکھتے ہوئے ان پہ

پھونک مارتے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی جو ابھی تک گرنے کے ڈر سے اسکی شرٹ کو دبوچ کے آنکھیں میچے ہوئے تھی۔۔ اپنے نقاب سے ڈھکے چہرے پہ کسی کی گرم سانسوں کی تپش کو محسوس کرتے ہوئے ذائشہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔ ارزم شاہ کو اپنے اتنے قریب دیکھتے ہوئے اسکے گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔

ارزم شاہ اس وقت وائٹ پینٹ کے ساتھ بلیو اور وائٹ چیک شرٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح اوپری دو بٹن کھولے ہوئے تھا۔۔ ذائشہ نے جلدی سے اپنے ہاتھ اسکے کھلے گریبان سے پیچھے کو کھینچے تھے، اسکے سفید چٹانی سینے پہ شہد رنگ بال اور آنکھ مچولی کھیلتی اسکی سلور چین کو دیکھتے ہوئے ذائشہ تھوک نگلتی ہوئی اپنی نظریں جھکا چکی تھی، اسکی آنکھوں میں شرم و حیا دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

کیا اس انسان کو ٹھنڈ نہیں لگتی تھی؟ نہ وہ سویٹر پہنتا تھا، نہ وہ جیکٹ پہنتا تھا اور اس پہ تضاد سردی میں شرٹ کے بٹن بھی کھلے رکھتا تھا۔ ذائشہ نے نا سمجھی سے سوچا تھا لیکن پھر اچانک سے یاد آیا تھا اس کی کلاس شروع ہونے والی ہے اور اسے اپنا رجسٹر لینے گراؤنڈ تک پہنچنا ہے۔۔

آئی ایم سوری۔۔ میں جلدی میں تھی۔۔ اسی لئے آپ سے ٹکرا گئی۔۔۔ ذائشہ خود کو زبردستی اسکے مضبوط بازوؤں کی گرفت سے آزاد کرواتی_ سنجیدگی سے اس سے معذرت کرتی_ وہاں سے گزرنے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی نازک کلائی تھامتے ہوئے اسے پھر سے پیچھے کی طرف کھینچا تھا۔ ذائشہ نے اسکی اس حرکت پہ حیرانگی سے ارزم شاہ کو دیکھتے ایک نظر یہاں وہاں گھمائی تھی، صد شکر آس پاس اکا دکا ہی سٹوڈنٹس تھے جو اپنی اپنی کلاسس کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔

تم مجھ سے معذرت کئے بغیر بھی سو دفعہ میرے سینے سے ٹکرا سکتی ہو، لیکن آئندہ تمہارا وجود تو دور تمہارا برقعہ بھی کسی دوسرے شخص کے ساتھ ٹچ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ مائینڈ اٹ!!! ارزم شاہ اس کی کلائی کو جھٹکا دے کے اسے پھر سے اپنی طرف کھینچتا شدت پسند انداز میں بولا تھا، ذائشہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو اس سے ٹکرانے سے روکا تھا، اسکے انداز اور اسکے جملوں پہ ذائشہ نے اپنی آنکھوں میں ڈھیروں حیرانگی اور نا سمجھی لئے اسکی طرف دیکھا تھا

--

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط18

یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔وہ اس کے حصار میں کانپتی ہوئی بے حد سنجیدگی سے بولی تھی، ارزم شاہ کی یہ حرکت اسے انتہائی ناگواری گزری تھی، اسکی آنکھوں میں اب کی بار شرم وحیا کی بجائے ناگوار تاثرات دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے اس کی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ سے آزاد کرتے ہوئے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔وہ اپنی کلائی کے آزاد ہونے پہ اسے غصے سے گھورتی ہوئی آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔اسکی خود کے ساتھ اتنی لاتعلقی اور سنجیدگی ارزم شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی وہ تو اس کی اس دن والی بیوقوفیوں پہ اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔۔ناراض ہو؟؟۔۔۔ارزم شاہ کلاس میں جانے کی بجائے اسکے ساتھ ساتھ چلتا اسکی طرف زرا سا جھک کے ہولے سے بولا تھا۔اسکے یوں جھکنے پہ ذائشہ بھوکلاتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔وہ اس سے ناراضگی کا ایسے پوچھ رہا تھا جیسے دونوں میں کوئی گہرا رشتہ ہو۔۔

میں آپ سے کیوں ناراض ہوں گی مسٹر شاہ؟ آپ میرے کیا لگتے ہیں جن سے میں ناراض ہوتی پھروں گی؟؟ وہ آج کچھ سمجھداری والی باتیں کر رہی تھی، لیکن اسکی سمجھدار باتیں ارزم شاہ کو تپا رہی تھیں۔۔

کیا مطلب؟ کیا ایک سٹوڈنٹ اپنے استاد سے ناراض نہیں ہو سکتی! کیا استاد اور طلبہ کا رشتہ انمول نہیں ہے؟ کیا میں آپ کا استاد نہیں ہو ذائشہ بی بی؟ ارزم شاہ اسکے ساتھ اسی کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم کے کے چلتا ہوا چہرے پہ حیران کن تاثرات سجاتے ہوئے بولا تھا، وہ آپ سے تم پہ اور تم سے آپ پہ آسانی سے آجاتا تھا۔اسکے ایک ساتھ اتنے سوالات پہ ذائشہ نے اپنی ہیزل آنکھیں پھیلاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا، اسکی ہیزل آنکھوں میں ارزم شاہ کا دل ڈوب کے ابھرا تھا۔۔

آپ تو سب کے استاد ہیں تو کیا پوری یونی آپ سے یونہی ناراض ہوتی ہے اور آپ ان سے یونہی ان کی ناراضگیوں کے بارے استفسار کرتے رہتے ہیں؟ وہ پھر اسکے کھلے گریبان سے نظریں چراتی ناک کی سیدھ میں چلتی استہزایا انداز میں بولی تھی۔۔

کیا مطلب؟ اللہ معاف کرے تم نے مجھے کس کلاس میں لیکچر دیتے دیکھ لیا ہے؟ ارزم شاہ نا سمجھی کی کیفیت یں بولا تھا۔۔

ارے کلاس؟ کلاس تو آپ کے مریدوں کے لئے بہت چھوٹی پر جاتی ہو گی نا آپ کو تو اپنی بد معاشی کے لیکچر دینے کے لئے یونی کا بڑا اور کھلا سا گراؤنڈ درکار ہوتا ہے، تو۔۔۔ ابھی ذائشہ مزے سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب اسکا مدعا سنتے ہوئے ارزم شاہ کا دلکش قہقہ ہوا میں گونجا تھا۔۔

ویٹ۔۔ تم مجھے بد معاش بول رہی ہو؟۔۔ ارزم شاہ ہنستے ہوئے اسے آنکھیں نکال کے دیکھتے ہوئے بولا تھا، زائشہ جو اسکی خوبصورت ہنسی میں کھو چکی تھی، اسکے یوں استفسار کرنے پہ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں ہاں میں سر ہلا چکی تھی جس پہ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کتنی بد معاشی سیکھ چکی ہو مجھ سے ابھی تک؟؟ ایکسپلین می؟۔۔۔ ارزم شاہ ایک دم سے اس کے آگے کھڑا ہوتا گھمبیر آواز میں بولتا ذائشہ کا دل دھڑکا چکا تھا، ذائشہ نے بمشکل خود کو اس کے سینے سے ٹکرانے سے روکا تھا، اگر وہ مزید ایک قدم بھی لے لیتی تو یقیناً بری طرح سے اسکے سینے سے ٹکراتی۔۔ اسکے کھلے گریبان کو دیکھتے ہوئے پھر سے اسکی پلکیں لرزتی ہوئی عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں، اسکی جھکی ہوئی نظروں کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا دل بے ساختہ اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھنے کی خواہش کر گیا۔۔

تیری ہی بانہوں میں، تیری پناہوں میں

رہنا مجھے ہر دم صدا، ہر دم صدا

تیری جھکی نظر تیری ہر ادا

مجھے کہہ رہی ہے یہ داستاں

اسکی جھکی نظریں دیکھتے ہوئے ارزم شاہ بے ساختہ اپنی خوبصورت آواز میں گنگنا تا ذائشہ کو پھر سے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔

ہاہاہا!! ڈونٹ بلش (شرماؤ مت)۔۔ یہ تو صرف میں تمہیں کھلم کھلی بد معاشی کا ایک چھوٹا سا لیکچر دے رہا تھا۔۔ اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کندھے اچکاتے ہوئے ہلکا سا ہنس کے یوں بولا تھا جیسے دونوں میں گہری دوستی ہو

۔زائشہ توحیرانگی سے اس انسان کو دیکھ رہی تھی جس کے ناجانے کتنے روپ تھے، ابھی کچھ دن پہلے اس نے ذائشہ کی کلاس میں انسلٹ کی تھی، کل اس نے عاشر لکھانی کو پیٹا تھا اور آج وہ اس کے سامنے کھڑا اسے بد معاشی کے لیکچر دے رہا تھا؟ ذائشہ اپنے گھومتے دماغ سے سوچ کے رہ گئی۔۔

م۔میں۔۔ک۔کیوں۔۔شر۔۔شرماؤ۔۔گی۔۔م۔میرا۔۔۔راستہ۔۔۔چھوڑیں۔۔ذائشہ یوں بولی تھی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔۔

Okay! Apart from joke.. I'm sorry for that day

(اوکے۔۔مذاق کے علاوہ! مجھے اس دن کے لئے معاف کر دو)

ایکچولی اس دن میں کسی وجہ سے کافی غصے میں تھا، میں نہیں جانتا مجھے اس وقت تم پہ یوں اچانک سے غصہ کیوں آ گیا اور میں نے اتنے ہارش ورڈز کیوں یوز کئے۔۔آئی ایم جسٹ فیلنگ سو سوری۔۔۔ارزم شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا اسکی طرف جھکتا مدھم لہجے میں نرمی سے بولا تھا، اسکی ہر ادا ہی دل دھڑکا دینے والی تھی۔۔وہ حیرانگی سے اسے خود سے معافی مانگتے دیکھ رہی تھی، اسے ہر کسی سے سننے کو یہی ملتا تھا، ارزم شاہ کو صرف ہر کسی پہ حکمرانی کرنی آتی تھی، معافی مانگنا اسکی ڈکشنری میں نہیں تھا۔تو پھر وہ آج اس سے کیوں معافی مانگ رہا تھا؟ اور اتنی نرمی سے؟ ۔۔۔ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا۔اپنی بے عزتی کا منظر یاد کرتے ہوئے ذائشہ کی ہیزل آنکھوں میں ہلکی سی نمی امڈی تھی۔۔

میری کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔مجھے گراؤنڈ سے اپنا رجسٹر لینے جانا ہے۔۔میرا راستہ چھوڑیں پلیز۔۔ذائشہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

I think , I apologized

(میرے خیال سے میں نے معافی مانگی ہے؟)

ارزم شاہ اپنی بات کے اگنور ہونے پہ کافی ضبط سے بولا تھا، وہ شاید نہیں یقیناً پہلی باری کسی سے معافی مانگ رہا تھا، کیوں مانگ رہا تھا! اس بات سے وہ ناواقف تھا۔

It's okay

اس کے ضدی انداز پہ ذائشہ بھی کچھ ایٹیوڈ سے بولی تھی۔۔اسکے لہجے میں بھرم بازی محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی خاطر اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا۔۔

چلو میں گراؤنڈ تک تمہارے ساتھ چلتا ہوں، پھر رجسٹر لے کے دونوں اکھٹے کلاس میں جائیں گے۔۔ارزم شاہ اسے آفر کرتے ہوئے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا انہیں اپنی انگلیوں سے سیٹ کر رہا تھا۔۔

نہیں۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔مجھے راستہ آتا ہے۔۔ذائشہ تیزی سے بولی تھی، ارزم شاہ اپنی پر سنیلٹی سے چپکو تو نہیں لگتا تھا لیکن نا جانے کیوں اسکے ساتھ اتنا چپک رہا تھا۔۔

لیکن مجھے نہیں آتا۔۔کیا تم مجھے گراؤنڈ تک لے چلو گی پلیز مجھے کسی کو پیٹنا ہے۔۔ارزم شاہ اسکے انکار پہ ریلیکس انداز میں اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے بچوں سے انداز میں بولا تھا۔۔اسکے مدعے پہ ذائشہ نے ایک بار پھر سے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس سنکی انسان کو دیکھا تھا! کیا تھا وہ انسان ؟۔۔ذائشہ اسے بنا کوئی جواب دیئے اپنے لیکچر کا خیال کرتی تیزی سے آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

یوں نظریں نہ پھیرو تم

میرے ہو میرے تم

کہہ دو نا کہہ دو نا

اسکے یوں نظریں پھیر کے جانے پہ ارزم شاہ پھر سے کوئی گانا ہولے سے گنگناتا اسکے پیچھے ہو لیا۔۔اسکے گانے کے بولوں پہ نا جانے کیوں ذائشہ کا دل ہمیشہ سے بری طرح سے دھڑکتا تھا اور ابھی بھی دھڑک رہا تھا۔

آپ کو ذیب نہیں دیتا آپ کسی پردہ دار لڑکی سے یوں مخاطب ہوں۔۔۔ذائشہ نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف ایک نظر دیکھ کے اسے اس کے اس دن والے الفاظ لٹائے تھے۔۔

او کے اگلی بار تعوذ اور تسمیہ پڑھ کے آپ سے مخاطب ہوں گا ذائشہ بی بی۔۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے بالکل ریلیکس انداز میں جواب دیتا ذائشہ کو تپا چکا تھا، وہ جو اس سے ایک بار پھر سے معافی کی توقع کر رہی تھی، اس کے جواب پہ وہ اچھی خاصی سلگی تھی۔۔وہ اب بنا کچھ بولے آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ارزم شاہ اسکے ساتھ چلتے ہوئے اسے

زبردستی اپنے ساتھ ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف کئے ہوئے تھا، نا جانے کیوں وہ اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا، وہ دونوں یونہی گراؤنڈ میں آ چکے تھے، ذائشہ کار جسٹر لیتے ہی وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کے راستے میں تھے۔۔

کل سے سپورٹس ویک سٹارٹ ہے۔۔ میں کرکٹ اور بیڈمنٹن میں ایکسپرٹ ہوں۔۔ میں ہمیشہ سے سپورٹس میں حصہ لیتا ہوں کیا تم کل مجھے سپورٹ کرنے کے لئے گراؤنڈ میں آؤ گی؟ اسے مست ماحول میں چلتے دیکھ کے ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اس سے استفسار کیا تھا، اسکی بات پہ ذائشہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، کیا اسے اس کی سپورٹ کی ضرورت تھی؟ کیا اسکی سپورٹ کے بغیر وہ نہیں کھیل سکتا تھا؟ آج کسی نے پہلی بار اس سے سپورٹ کی توقع کی تھی۔۔

بولو آؤ گی نا؟۔۔۔ ارزم شاہ اسکی پھیلتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک امید سے بولا تھا، لہجہ گھمبیر تھا۔۔ اسکے پھر سے پوچھنے پہ ذائشہ بے ساختہ ہولے سے مسکراتی ہاں میں سر ہلا چکی تھی، وہ کچھ ہی پل میں کسی کو اپنی طرف راغب کر سکتا تھا۔۔ وہ اپنے چند جملوں سے کسی کو عرش سے فرش پہ اور فرش سے عرش پہ پہنچانے کا فن رکھتا تھا۔۔

آئی ول ویٹ فار یو (میں تمہارا انتظار کروں گا)۔۔۔ ارزم شاہ پھر سے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کی تھوڑا سا اسکی طرف جھکتا مسکرا کے بولا تھا، اسکا یہ انداز کافی دلفریب تھا۔۔ ذائشہ نے دل میں اقرار کرتے ہوئے اس سے کچھ فاصلہ بنایا تھا۔۔

ویسے میں تمہیں کبھی دوستی کی آفر نہیں کروں گا، جس دن تم پہ دل کے آئے گا اسی دن اٹھا کے لے جاؤں گا!!۔۔۔ کلاس تک پہنچتے ہی ارزم شاہ اسکی طرف دیکھے بنا خود سے بولتا ہوا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا، اسکے جملوں پہ ایک پل کے لئے ذائشہ کا دل سینے سے باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔ کیا وہ یہ سب اسے بول کے گیا تھا؟ ذائشہ نے خود سے استفسار کیا تھا۔۔

نہیں وہ امیر کبیر شاہ بھلا مجھے خود کے قابل کیوں سمجھے گا؟ ذائشہ کے اندر سے آواز آئی تھی، لیکن یہاں اس کے اور ارزم کے علاوہ کوئی نہیں تھا، پھر اس نے یہ جملہ کس کو سنانے کے لئے بولا تھا؟ شش و پنج کی شکار ذائشہ اپنے دھڑکتے دل کی پکار اگنور کرتی کلاس میں داخل ہو چکی تھی۔۔

اسکی آنکھوں میں خود کا بے حد خوف دیکھتے ہوئے کاظم شاہ ایک ساتھ لمبے لمبے دو قدم اٹھاتا اس تک پہنچتے اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچ چکا تھا۔ اسکے جلے ہوئے کانپتے ہاتھ کو دیکھتے کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا، ایزل شاہ کا سفید ہاتھ بری طرح سے سرخ پڑ رہا تھا، پورے ہاتھ پہ چھالے سے بن چکے تھے، وہ اسکے سر سے اپنی سسکیاں تک دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اس کے کانپتے وجود کو محسوس کرتے کاظم شاہ نے اسے ایک جست میں اپنی گود میں اٹھایا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ ابھی کلائی سے تھاما ہی تھا جب ایزل شاہ نے اونچی اونچی رونا شروع کیا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ اس کے ہاتھ کو سزا دے گا کیونکہ اس نے اس کے کپڑے جلائے ہیں۔۔

شش۔۔۔ کچھ نہیں کر رہا۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ پہ نرمی سے اپنے لب رکھتے مدھم آواز میں اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنا سانس روکتے ہوئے اپنی نیلی آنکھوں میں بے تحاشہ نمی لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے آنسوؤں کو نرمی سے اپنے لبوں سے چنتے ہوئے اپنے قدم بیڈ کی طرف بڑھائے تھے۔۔ کاظم شاہ نے اسے نرمی سے بیڈ کی طرف بڑھایا تھا، ایزل شاہ بیڈ پہ بیٹھتے ہی سہمتے ہوئے پیچھے کی طرف کھسک رہی تھی، کاظم شاہ اسکے سہمنے پہ سر جھٹکتا ہوا الماری کی طرف بڑھا تھا، الماری میں پڑے فرسٹ ایڈ باکس سے ائینٹمینٹ نکالتے وہ پھر سے بیڈ کی طرف بڑھا تھا، بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے کاظم شاہ نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے خود کے قریب کرنا چاہا تھا لیکن وہ لمبی لمبی ہچکیاں بھرتی اسکی پہنچ سے بہت دور ہو چکی تھی۔۔ اسکے بار بار یوں دور کھسکنے پہ کاظم شاہ نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔ کاظم شاہ نے پھر سے اپنا لمبا سا ہاتھ آگے کی طرف بڑھاتے اسکی نازک کمر کو تھامنا چاہا تھا لیکن وہ پھڑکتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی، سوں سوں ہنوز جاری تھی۔۔

رونا بند!!! ایک منٹ سے پہلے یہاں آ کے بیٹھو!۔۔۔ کاظم شاہ اسے سالم نگاہوں سے گھور کے سختی سے بولتا انگلی سے اسے اپنی تھائی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا وہ اسکے نرم لہجے پہ مزید نخرے دکھاتی ہوئی رونا مچائے گی۔۔ اسکے یوں اپنی تھائی پہ اشارہ کرنے پہ ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔ اس نے ابھی نوٹس کیا تھا وہ صرف ٹاول میں ملبوس تھا، گولڈن بالوں سے پانی کی ننھی ننھی بوندیں پھسلتی ہوئی کاظم شاہ کے خوبصورت چہرے پہ گرتی اسکی گولڈن گھنی بیرڈ میں جذب ہو رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ کا سخت لہجہ اور اسکے تنے نقوش دیکھتے وہ تھوک نگلتی ہوئی اس

کے قریب آئی تھی لیکن اسکی تھائی پہ نہیں بیٹھی تھی، شرم وحیا آرے آرہی تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی تھائی پہ بٹھایا تھا، وہ اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اپنی سسکیاں تک روک چکی تھی، ایزل شاہ کو کاظم شاہ سے بے حد خوف محسوس ہو رہا تھا، وہ اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا، وہ جانتا تھا اس کی اووزی کی کپڑے استری کرنے سے جان جاتی ہے اور اس نے جان بوجھ کے اسے تکلیف دینے کی غرض سے اس سے یہی کام کروایا تھا۔ایزل شاہ نے بھرائی دل سے سوچا تھا۔

کاظم شاہ اسکا خوف زدہ ہونا محسوس کر چکا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ نرمی سے پکڑتے ہوئے اس پہ دھیرے سے ائینمنٹ لگانا شروع کی تھی، ایزل شاہ کے چہرے پہ تکلیف کے تاثرات واضح تھے، لیکن وہ آنسو نہیں بہا رہی تھی، وہ خاموشی سے نظریں جھکائے اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دباتی اپنی سسکیاں دبا رہی تھی، اسکے یوں خاموش ہونے پہ کاظم شاہ نے ائینمنٹ لگاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا اور پھر اسے اپنے نچلے لب پہ ظلم ڈھاتے دیکھ کے کاظم شاہ نے غصے سے اپنے انگوٹھے کی مدد سے اسکا نچلہ لب آزاد کروایا تھا۔۔

کیا ان پہ رات کے دیئے گئے زخم کم لگ رہے ہیں جو انہیں مزید زخمی کر رہی ہو؟۔۔کاظم ائینمنٹ لگانے کے بعد اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا آئیبرو اچکاتے ہوئے استفسار کر رہا تھا، وہ محسوس کر رہا تھا وہ اپنا سانس تک روکے ہوئے ہے، اس نے کاظم شاہ کے سوال پہ بھی صرف ایک نظر اسے دیکھا تھا، جواب کوئی نہیں دیا تھا۔۔

تمہارا گناہ قابلِ معافی نہیں ہے۔۔ آج تو تمہاری غلطی پہ نرمی برت چکا ہوں، اگلی بار تمہاری غلطی پہ تمہیں ڈبل سزا دوں گا۔۔کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ اسکے نچلے قندھاری لب پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑتا بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی وارننگ پہ دہلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

گاٹ اٹ؟؟۔۔۔۔اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی تائید چاہی تھی جس پہ ایزل شاہ نے تیزی سے ہاں میں سر ہلاتے اپنا چہرہ جھکایا تھا۔۔ہاتھ میں بے حد تکلیف کی وجہ سے اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کی جان لیوا نزدیکی اسکا دل بری طرح سے دھڑکا رہی تھی۔۔

دھیان کہاں تھا تمہارا کپڑے استری کرتے ہوئے؟ اسکے چہرے پہ اذیت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے سخت اور سرد لہجے میں استفسار کیا تھا۔

کہی۔۔ کہیں۔۔پ۔پہ۔۔۔ب۔ بھی۔۔ن۔ نہیں۔۔۔ ایزل شاہ لمبی سے ہچکی بھرتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اسے یقین دلانے والے انداز میں بولی تھی۔۔ کاظم شاہ نے ایک دم سے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے اسکی ہچکی اپنے ہونٹوں میں دبائی تھی، کاظم شاہ اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لیتے ہوئے اسکے جوڑے میں مقید بھورے بال کھولتے ہوئے پشت پہ بکھیر چکا تھا۔۔

کیا اپنا ہاتھ جلانا بھی تمہاری کوئی سازش تھی میرے قریب آنے کی؟؟ کاظم شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو اسکے ہونٹوں کو چھوڑتے ہوئے اس نے تیز لہجے میں اس سے استفسار کیا تھا، اسکے سوال پہ ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی لئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اس پر سے اس حد تک اعتبار کھو چکا تھا کہا سے اسکی تکلیف بھی ایک ڈرامے سے کم نہیں لگ رہی تھی؟ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے سوچا تھا۔۔

نہیں۔۔۔ میرا۔۔۔ یقین۔۔۔ کریں۔۔ ایسا۔۔۔ نہیں۔۔۔ہے۔۔ ایزل شاہ اپنے گالوں کو رگڑ کے صاف کرتی نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔

مجھے تمہاری اس جھوٹی معصومیت سے نفرت ہے ایزل شاہ! حیرت کی بات ہے نا تمہاری یہ معصومیت اس وقت کہاں غائب ہوئی تھی جب تم نے مجھ پہ بہتان لگایا تھا؟ کیا کبھی تمہیں یہ محسوس نہیں ہوا تم نے کاظم شاہ کو برباد کر دیا ہے؟؟ کیا کبھی تھوڑی سی شرم محسوس ہوئی کہ تم نے حویلی کے سب سے بڑے سپوت کو اس کے اپنوں سے بکھیر دیا ہے؟ کیا تمہارے مرے ہوئے ضمیر نے کبھی یہ بات قبول کی ہے کہ اصل معصوم تم نہیں ہو بلکہ کاظم شاہ ہے جسے تم نے استعمال کیا ہے، اور مجھے اتنے اچھے طریقے سے استعمال کرنے کے بعد بھی تم اتنی معصوم کیسے بن لیتی ہو ایزل شاہ! یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔۔ کاظم شاہ اسکے یوں معصومیت سے گویا ہونے پہ زہر خند لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

مجھے

۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔ دیں۔۔ میں۔۔ بہت۔۔ جلد۔۔۔ سب۔۔۔ کو۔۔۔ آپ۔۔ کی۔۔۔ بے۔ گناہی۔۔ کا۔۔ ثبو ت۔۔۔ دے۔۔ دوں۔۔ گی۔۔ پلیز۔۔ مجھے۔۔ معاف۔۔ کر۔۔ دیں۔۔ ایزل شاہ اسکے برہنہ کندھے پہ اپنا سر ٹکاتی روتے ہوئے بولی تھی۔۔ اس کے خود کے ساتھ لگتے دیکھ کے کاظم شاہ اسے اپنی گود سے جھٹکتے ہوئے دور کر چکا تھا۔۔ کیا مطلب لڑکی تھی تو وہ کچھ بھی کرے گی اور بعد میں مظلوم بن کے سب کی ہمدردیاں بٹورے گی؟ کیا لڑکوں

کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟ ان کی غلطی کیا ہے کہ وہ رو رو کے واویلا کرتے ہوئے سب کی ہمدردیاں نہیں سمیٹتے صرف خاموشی سے سہہ جاتے ہیں؟

تم ہویلی کو چھوڑ کے پورے پاکستان میں بھی میری بے گناہی کا اعلان کر دوں گی نا ایزل شاہ! میں پھر بھی تمہیں معاف نہیں کروں گا، کیونکہ تم وہ لمحہ واپس نہیں لا سکتی، تم میری وہ تکلیف کبھی محسوس نہیں کر سکتی جب تم نے سید کاظم شاہ کو رسوا کیا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لئے بے حد غصے سے دھاڑتا ہوا اپنا بلیک فور پیس پکڑتے واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسے خود پہ غصہ آ رہا تھا جسے کچھ دیر پہلے اس دوغلی لڑکی کے وجود کی طلب ہو رہی تھی، یہ اٹنٹمینٹ وہ خود بھی لگا سکتی تھی، ہاتھ نہیں ٹوٹے ہوئے تھے اس کے۔۔ جب اپنا ہاتھ جلا سکتی تھی تو اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو ٹھیک بھی کر سکتی تھی، آخر اسے نرمی برتنے کی کیا ضرورت تھی؟ کاظم شاہ نے خود پہ لعنت بھیجتے ہوئے سوچا تھا۔۔ اسکے یوں جھٹکنے پہ ایزل شاہ اوندھے منہ بیڈ پہ گری تھی، اسکا ہاتھ بری طرح سے دکھا تھا، ایزل شاہ نے بمشکل اپنی سسکیاں روکی تھیں، اسکا کہا گیا ایک ایک لفظ سچ تھا، کاظم شاہ کے تکلیف دہ الفاظ اسے اپنے دل میں چبھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے، اگر کاظم شاہ اس پہ زناکاری کا الزام لگاتا تو یقیناً وہ اسے کبھی بھی اپنے قریب برداشت نہ کرتی نا جانے وہ کیسے اسے اپنے کمرے میں برداشت کئے ہوئے تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 19

میجر شاہ اس وقت حازق خانزادہ کے ساتھ مل ان تمام ثبوتوں کو فائل کر رہا تھا جو انہوں نے اتنی بھاگ دور کر کے احسن ملک کے خلاف اکھٹے کئے تھے۔۔

یہ سب ثبوت بہت کم ہیں۔۔ ان سب کو دیکھنے کے بعد اگر عدالت احسن ملک کو سزا سنا بھی دے گی تو وہ پیسا دے کے کچھ دنوں تک رہا ہو جائے گا! مجھے اس پہ ایسی دفعات لگانی ہیں خان! کہ اسے ڈائریکٹ پھانسی ہو۔۔۔ کیونکہ اگر ہم کمانڈر کے آرڈر پہ رہے تو احسن ملک کو سزا دینے والا کام لمبا ہوتا جائے گا اور نا جانے ملک کے کتنے گھر مزید تباہی کی نظر ہوں گے۔۔۔۔ میجر شاہ اپنا ماتھے مسلتے ہوئے میجر حازق خان سے مخاطب تھا۔۔ ان دونوں کا ایک ہی مشن تھا "احسن ملک کی تباہی"۔۔۔

رائٹ! پچھلے تین دنوں سے فحش ویب سائٹس پہ کتنی ہی مسلم حجابی لڑکیوں کو بے لباس کر کے ان کی نیوڈ ویڈیوز اپلوڈ کی جا رہی ہیں۔۔ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے کا چہرہ نمایاں نہیں ہے لیکن لڑکیوں کا چہرہ بالکل واضح ہے، اور حیران کن بات تو یہ ہے ان ویڈیوز کو دیکھنے والوں کی تعداد ملین سے زیادہ تھی۔۔۔حازق خان اس کے سامنے اپنا لیپ ٹاپ رکھتے ہوئے اس کے سامنے کچھ فحش ویب سائٹس کھولتا تیزی سے سکرول کرتے اپنی بات مکمل کرنے ہی والا تھا جب میجر شاہ نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے ہوئے اس کی بات کاٹی تھی۔۔

ان کا سورس؟؟ میجر شاہ نے سرخ چہرے سے پوچھا تھا، آخر یہ سب اس کے ملک میں کب تک ہوتا رہے گا؟

میں کل ایسی کتنی ہی ویب سائٹس ہیک کر کے اڑا چکا ہوں شاہ! لیکن اس کو ہیک کرنے سے بھی اس کا سورس معلوم نہیں ہو سکا۔۔ لیکن اگر تم اس ویڈیو میں اس ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھو جو ان لڑکیوں کے ساتھ زبردستی کر رہا ہے اور ایک طرف تو احسن ملک کی تصویر دیکھے تو بہت ممکن ہے یہ احسن ملک ہی ہو اور ہمیں اس کے خلاف مزید ایک پاور فل ثبوت مل سکتا ہے، یہ ایک بڑا سائبر کرائم ہے۔۔حازق خان تھکے ہوئے انداز میں کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتا سنجیدگی سے بول رہا تھا۔۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا تو اس ویڈیو والے شخص کے چہرے کو واضح کر سکے۔۔ آئی مین کچھ ایپس یا سافٹ ویئرز کو یوز کر کے۔۔ میجر شاہ پریشانی سے بولا تھا، اسکے ملک کی لڑکیوں کی عزتیں پامال کی جا رہی تھیں، یہ چھوٹی بات نہیں تھی۔۔

چہرہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ویڈیو میں آتا تو میں یہ کام تمہارے کہنے سے پہلے ہی کر دیتا۔۔ لیکن (blur) اگر اسکا بلر اسکا چہرہ تو ویڈیو میں ہے ہی نہیں۔۔ اگر تم غور کرو تو اس انسان کی صرف پشت واضح ہو رہی ہے۔۔ اسی لئے میں ان ویب سائٹس کو ہیک کر کے اڑانے کے سوا فلحال کچھ نہیں کر سکتا۔۔ میجر خان افسوس سے بولا تھا جس پہ میجر شاہ نے اپنے بھورے بالوں کو مٹھی میں بھرتے ہوئے دبوچا تھا۔۔ حازق خان اب سنجیدگی سے ان ویب سائٹس کا ڈیٹا ڈیلیٹ کر رہا تھا، اسکی ایکسٹرا خاموشی محسوس کرتے ہوئے میجر شاہ نے اپنا رخ اسکی طرف موڑا تھا، ٹھیک ہے وہ کام کے دوران سنجیدہ ہوتا تھا لیکن اس حد تک نہیں ہوتا جتنا وہ اس وقت تھا، وہ چاہے جتنا بھی سیریس کام کرتا تھا لیکن میجر شاہ کو تپانا اس پہ فرض ہوتا تھا۔۔

تیری طبیعت ٹھیک ہے؟ آج تو اتنا خاموش کیوں ہے؟۔۔۔ میجر شاہ نے آبیبرو اچکاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

مجھے کیا ہونا؟۔۔۔میجر خان کندھے اچکا کے سنجیدگی سے بولتا اب اپنا لیپ ٹاپ آف کر رہا تھا کیونکہ وہ اپنا آج کا تقریباً سارا کام ختم کر چکا تھا۔۔

دانت چڑیا لے گئی ہے؟جو آج کھی کھی اتنی بند ہے؟؟میجر شاہ نے اسے مزید کھریدتے ہوئے اسکی ہر وقت مسکرانے اور ہنسنے پہ چوٹ کی تھی۔۔حازق خان اسے بنا کوئی جواب دیئے اسٹڈی سے نکلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، اسکا کمرہ کافی بڑا اور جدید انٹیریئر سے خوبصورتی سے ڈیزائن کیا گیا تھا۔۔میجر شاہ تو اسکی اگنورینس پہ اسکی چوڑی پشت کو گھور کے رہ گیا، وہ ٹیبل پر سے اپنا فون اٹھانے ہی والا تھا جب نظر ٹیبل پہ پڑے کیلنڈر پہ پڑی تھی۔۔کیلنڈر پہ 29 فروری کی تاریخ دیکھتے ہوئے میجر شاہ نے اپنا نچلہ عنابی لب دانتوں میں دبایا تھا، 29 فروری حازق خان کی سالگرہ کا دن تھا، اس کی سالگرہ ہمیشہ چار سالوں بعد آتی تھی، حازق خان پورے چار سال اپنی سالگرہ کا انتظار کرتا تھا، وہ ایسا ہی تھا چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوشیاں ڈھونڈنے والا، اپنے غم سب سے چھپانے والا!

آج حازق خان کی سالگرہ تھی، جو ابھی دو گھنٹوں تک بارہ بجتے ہی ختم ہونے والی تھی لیکن میجر شاہ نے اسے ابھی تک وش نہیں کیا تھا، وہ اسے وش تو کیا ایک بڑی سی پارٹی بھی دے دیتا اگر اسے حازق خان کی سالگرہ ذرا سی بھی یاد ہوتی۔۔لیکن وہ اپنے کام کے چکروں میں اپنے دوست کو بھول ہی چکا تھا جو پچھلے دو مہینوں سے اپنے جنم دن کے لئے کسی بچے کی طرح ایکسائیڈڈ تھا، لیکن جنم دن والے دن اپنے خاص دوست سے وش نہ ملنے پہ بچوں کی طرح روٹھتا ہوا اس سے منہ موڑ کے جا چکا تھا۔۔میجر شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو ڈپٹتا ہوا حازق خان کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

اوئے۔۔۔تو بچہ ہے؟؟بچے بھی یوں نہیں روٹھتے جتنی گندی شکل اس وقت تو نے بنائی ہوئی ہے۔۔۔میجر شاہ اسکی گردن کو اپنے شکنجے میں لیتا دانت کچکچاتے ہوئے اسکے پٹھانی نقوش پہ اپنی نظریں جماتے ہوئے بولا تھا۔۔میجر خان نے اسے بنا کوئی جواب دیئے اپنی پوری قوت سے خود سے دور دھکیلا تھا، وہ اسے ایک نظر غصے سے دیکھتا پھر سے اپنے فون میں غرق ہو چکا تھا۔۔

اگر تو تو اس وقت چاہ رہا ہے میں تیری سالگرہ کی خوشی میں نورا فتحی کی طرح کسی آئٹم سانگ پہ تجھے ڈانس کر کے دیکھاؤ تو یہ تیری بھول ہے لیکن۔۔۔ابھی میجر شاہ اپنی بات مکمل کرتا جب حازق خان نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لیکن اگر تیری بیوی تجھے مرغا بھی بنائے گی تو تو خوشی خوشی بن جائے گا!! یہ بات میں جانتا ہوں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ حازق خان نروٹھے پن سے اپنا سر جھٹکتا اپنی نیلی آنکھوں میں بے حد ناراضگی لئے غصے سے دھاڑا تھا۔۔

زیادہ بکواس نہیں آرہی؟ چل کہیں باہر چلتے ہیں!!۔۔ میجر شاہ اپنی پوری قوت سے اس کے لمبے چوڑے وجود کو بیڈ سے اٹھاتا اسے پیار سے ڈپٹتے ہوئے بولا تھا۔

نہیں جانا مجھے!! جس ماں کے ساتھ تو نے اپنا یہ پورا دن گزارا ہے اسی کے ساتھ جا ابھی بھی باہر!!۔۔۔ حازق خان نے غصے سے اسے خود سے الگ کیا تھا۔۔

استغفار!! کیوں میرا نکاح تروانے پہ تلا ہوا ہے؟۔۔۔ میجر شاہ نے اسکی "ماں" والی بات دہلتے ہوئے اسکے چٹانی سینے پہ مکا جھڑا تھا۔۔ حازق خان کے معصومیت سے لبریز پٹھانی نقوش پہ ناراضگی دیکھتے ہوئے میجر شاہ کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا، میجر شاہ اسے پھر سے منہ موڑتے دیکھ کے قہقہ لگا کے ہنسا تھا۔۔

کیا ہے ے ے ے؟؟؟۔۔۔ حازق خان اسکے قہقے پہ غصے سے چیخا تھا، یہ انسان ہمیشہ اسکا دل جلا کے یوں ہی ہنستا تھا۔۔

قسم سے جھوٹ نہیں بول رہا!! بالکل بچہ لگ رہا ہے۔۔ اگر شادی کے بعد بیوی سے یوں روٹھے گا تو وہ بچوں کا پلین کینسل کرتے ہوئے تجھے کتنے سال اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دے گی۔۔۔ میجر شاہ خوبصورتی سے قہقہ لگاتا ہوا اسے زومعنی سے چڑا رہا تھا، اسکی بے باک بات پہ حازق خان کے سرخ و سفید گال مزید سرخ ہوئے تھے۔۔ وہ کشمیر سے تھا ۔۔ دودھیا سفید رنگت، سردی کی وجہ سے ہمیشہ سرخ رہنے والی کھری مغرور ناک، اوشن بلیو (نیلی) خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں، سرخ سیبی کشمیری گال، ڈارک براؤن گھنی بَیرڈ، صبیح پیشانی، معصوم نقوش۔۔۔ وہ خوبصورتی اور وجاہت کا اعلیٰ شاہکار تھا، اسکے چہرے کی معصومیت اسے سب لڑکوں سے منفرد بناتی تھی، وہ جتنا معصوم دکھتا تھا، میجر شاہ کے ساتھ رہ رہ کے وہ اتنا ہی بے باک بھی ہو چکا تھا، لیکن میجر شاہ یا کسی کے بھی منہ سے بے شرمی والی بات سنتے ہوئے اسکے گال خود بخود سرخ ہو جاتے تھے، جس پہ میجر شاہ ہمیشہ اسکا مذاق اڑاتے ہوئے اسے چڑاتا تھا۔۔

My god!! my darling is blushing

اسکے سرخ گال دیکھتے ہوئے میجر شاہ اسکے پھولے گال زور سے کھینچتا پھر سے قہقہ لگا کے بولا تھا، حازق خان نے ہنوز ناراضگی سے اسکا ہاتھ اپنے گال سے جھٹکا تھا، حازق خان کی ناراضگی اور غصہ بہت برا تھا، وہ کبھی بھی آسانی سے نہیں مانتا تھا۔۔

I'm sorry! Happy birthday to u my love

میجر شاہ اسے مزید چڑا کے ناراض کرنے کی بجائے زور سے گلے سے لگاتے اسکے کان میں پیار سے بولا تھا۔۔ حازق خان نے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار نہیں باندھا تھا، وہ یوں ہی خاموش رہا۔۔

اب زیادہ فری نہ ہو! اتنے رومانٹک انداز میں میں نے کبھی تیری بھابھی کو بھی سالگرہ وش نہیں کی! میجر شاہ اسکی چوڑی پشت پہ زور سے مکا جھڑتا اسے منانے کی مزید ایک کوشش ایک کر رہا تھا۔۔

اتنے نہیں "اتنے سے" بول!! حازق خان اس جھوٹے بے باک انسان کی تصحیح کرتے ہوئے غصے سے بولا تھا۔۔

آاااا!! تو میری ڈارلنگ کو بھی کسی چاہیے؟ پہلے بول دیتا۔۔۔ میجر شاہ اچانک سے اسکے سرخ گال پہ شرارت سے لب رکھتا اپنا قہقہ دباتے ہوئے بولا تھا، حازق خان نے اسکی اس اچانک حرکت پہ سرخ پڑتے ہوئے اسے خود سے دور دھکیلتے اپنا گال پونچھا تھا، ایسا کرتے وہ میجر شاہ کو کافی کیوٹ لگا تھا۔۔

بیوی کو پہلی رات ایسے شرما کے دیکھائے گانا تو بس پھر اپنی سہاگ رات بھول جا!! میجر شاہ اسکے سرخ ہونے پہ پھر سے قہقہ لگاتے ہوئے بے باکی سے بولا تھا۔ میجر شاہ کے یہ سارے قہقے کام کے دوران یوں غائب ہوتے تھے جیسے کبھی ہنسا ہی نہ ہو۔۔

شاہ!!!!! حازق خان نے اسکی بات پہ غصے سے اسکے گھٹنے پہ اپنی ٹانگ ماری تھی۔۔

نہیں وہ یہ حساب نہ ہو جائے! تو کہے پہلے آپ، وہ کہے نہیں پہلے آپ۔۔۔

And golden night will be crying in the corner

میجر شاہ اسکے شانے سے اپنا شانہ ٹکراتے ہوئے اسے مزید بے باکی سے تنگ کر رہا تھا جس پہ حازق خان اسے غصے سے بلند آواز میں پشتو میں گالیاں بک رہا تھا، کچھ تو میجر شاہ سمجھ چکا تھا اور کچھ اسکے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی، میجر شاہ کچھ کچھ پشتو سمجھ جایا کرتا تھا کیونکہ اسکے کافی سے زیادہ دوست خانزادے تھے۔۔

احان شاہ کب سے اپنے کمرے کے ٹیرس پہ کھڑا انیکسی کے چھت پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔وہ ہر رات چھت پہ آتی تھی اور وہ ہر رات ناچاہتے ہوئے بھی اسے اپنی نظروں کے حصار میں رکھتا تھا، لیکن وہ آج نہیں آئی تھی، احان شاہ جانتا تھا وہ کیوں نہیں آئی تھی، اس نے کتنی بار انیکسی کی طرف جانا چاہا تھا لیکن جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی!

وہ صبح سے یونہی اپنی چارپائی پہ اوندھے منہ گری روئے جارہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی، اسے روتے ہوئے کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں، صبح سے شام ہو چکی ہے، وہ تو صرف اپنی قسمت پہ رو رہی تھی۔ ہمیشہ اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا تھا؟ ہمیشہ ہر کوئی اس کا دل ہی کیوں توڑتا تھا؟ کیا وہ انسان نہیں تھی؟ اسکا دل نہیں تھا جو سب اسے کسی بے جان چیز کی طرح توڑ مڑوڑ کے پھینک دیتے تھے؟؟ وہ صبح سے ہچکیوں سے رو رہی تھی لیکن اس کی اتنی پرواکرنے والی زرتاج اماں نے اس کے کمرے میں آکے نہیں دیکھا تھا، وہ صبح سے بھوکی پیاسی اب رو رو کے نڈھال ہو چکی تھی، اب تو آنسو بھی جیسے خشک ہو رہے تھے، اسے صبح سے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، نا جانے وہ اتنے بڑے صدمے کے بعد ابھی تک زندہ کیسے تھی؟

م۔مجھے۔۔ی۔یہاں۔۔نہی۔۔نہیں۔۔رہن۔رہنا۔۔۔م۔میں۔۔ی۔یہاں۔۔۔سے۔۔چلی۔۔جاؤں ۔۔۔گی۔۔۔گلا لئی اچانک سے اپنے دل میں عہد کرتی ہوئی اپنی چارپائی سے اٹھی تھی۔۔خود پہ چادر اوڑھتے ہوئے وہ مفلوج ہوتے دماغ سے اپنے کمرے سے نکلی تھی، زرتاج اماں اپنے کمرے میں سو رہی تھیں، وہ ایک نظر اپنی کرسٹل گرے میں آنکھوں میں آنسو لئے انکی طرف دیکھتی اپنے چہرے کو چادر سے ڈھکتے ہوئے انیکسی کے گیٹ کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔وہ اپنی آنکھوں کو بے دردی سے صاف کرتی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے شاہ ہویلی کے گیٹ تک آچکی تھی، وہ اس وقت یہ بھول چکی تھی، اسے مغرب کے بعد باہر جانے سے ڈر لگتا ہے۔۔اسے چوکیدار نے باہر جانے سے نہیں روکا تھا، کیونکہ چوکیدار شاہ ہویلی کے مکینوں کے ملازم تھے، انیکسی میں رہائش پزیر لوگوں کے نہیں۔۔ان کی بلا سے وہ آدھی رات کو باہر سے گھوم پھر کے آئیں۔۔گلا لئی آسانی سے شاہ ہویلی کا گیٹ پار کر چکی تھی، احان شاہ جو کب سے اپنی نظریں انیکسی کی چھت پہ ٹکائے ہوئے تھا، اچانک سے اسکی نظریں ہویلی کے دروازے پہ پڑی

تھیں۔۔وہ اسے اسکی چادر سے پہچان چکا تھا،وہ گلالئی تھی،اسکی منکوحہ !! وہ رات کے ایک بجے کیسے حویلی سے نکل سکتی تھی؟وہ بھی اکیلی؟وہ کبھی کبھی احان شاہ کو بری طرح سے حیران کرتی تھی! احان شاہ کے پاس اتناوقت نہیں تھا وہ اکبر خان کو فون کرتے ہوئے اسے حویلی سے نکلنے سے روکے،احان شاہ خود ہی تیزی سے اپنے کمرے سے نکلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑا تھا،وہ دھڑکتے دل کے ساتھ تیزی سے پھلانگنے کے انداز میں سیڑھیوں سے اتر رہا تھا،لاؤنج میں اس وقت کوئی نہیں تھی،سب اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے،احان شاہ یوں ہی تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا تھا۔۔

گیٹ کھولو اکبر خان!! احان شاہ نے اپنی گاڑی کا لاک کھولتے_ دھاڑتے ہوئے شدید غصے سے اکبر خان کو مخاطب کیا تھا،وہ جانتا تھا وہ زیادہ دور نہیں گئی ہو گی،صرف کچھ قدم ہی چلی ہو گی وہ اسے پیدل جا کے بھی حویلی میں واپس لا سکتا تھا! لیکن اپنی گاڑی کو کسی مقصد کے لئے حویلی سے نکال رہا تھا۔اسکی دھاڑ پہ اکبر خان نے اپنی جگہ سے اچھلتے ہوئے جلدی سے گیٹ کھولا تھا۔۔احان شاہ نے برق رفتاری سے اپنی گاڑی ریورس کرتے ہوئے حویلی سے نکالی تھی،اسکے ہاتھ کی گرفت سٹیرنگ پہ بے حد مضبوط تھی! مضبوط ہاتھوں کی رگیں پھولتی ہوئی اسکے شدید غصے کا پتا دے رہی تھیں۔۔احان شاہ نے حویلی سے گاڑی نکالتے ہوئے اپنی نظریں یہاں وہاں دوڑائی تھیں،وہ کہیں بھی نہیں تھی، ناجانے وہ دو منٹوں میں کہاں غائب ہوئی تھی؟احان شاہ نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا۔۔احان شاہ نے اپنی کنپٹی مسلتے ہوئے اپنی گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک تیز کرتے ہوئے اپنی حویلی کے ارد گرد ہر ایریا میں دیکھ لیا تھا وہ کہیں بھی نہیں تھی! احان شاہ کے اب سہی معنوں میں ہوش اڑے تھے۔۔وہ ان دو منٹوں میں آخر کتنی دور جا سکتی تھی؟؟ احان شاہ نے شدید پریشانی سے سوچا تھا،وہ ابھی یہی سب سوچ رہا تھا جب اسکے کان میں کتے کے بھونکنے،اور کسی صنف نازک کے بھرائی آواز میں چیخنے کی اونچی اونچی آوازیں سنائی دی تھیں،احان شاہ کی جیسے جان میں جان آئی تھی،وہ اسکی آواز سے پہچان چکا تھا وہ وہی تھی! اسکی پٹھانی !

احان شاہ ایک دم سے بریک لگاتا ہوا تیزی سے گاڑی سے نکلا تھا،کتے کے بھونکنے کی آواز بائیں سمت سے آ رہی تھی، احان شاہ تیز تیز قدم اٹھاتا بائیں جانب والے روڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔سامنے ہی وہ نازک جان اپنے آس پاس دو بھونکتے کتوں کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہی تھی،احان شاہ اسکی چادر میں چھپی پشت کو سالم نگاہوں سے گھورتا ہوا اس

کی طرف بڑھا تھا، وہ کتوں کے ڈر سے سہمتی ہوئی پیچھے کی طرف قدم اٹھاتی جا رہی تھی، احان شاہ اب اس سے دو قدم کے فاصلے پہ تھی، کتوں نے اچانک سے تیز آواز میں بھونکنا شروع کیا تھا، گلالئ ان کے بھونکنے پہ تیزی سے دو قدم پیچھے کی طرف لیتی روتے ہوئے چیخی تھی، اس نے ابھی دو قدم ہی پیچھے کی طرف اٹھائے ہی تھے جب اسکی پشت کسی چٹانی وجود کے ساتھ زور سے ٹکرائی تھی۔۔ گلالئ نے ڈرتے ہوئے چیخنا چاہا تھا لیکن وہ چیخ نہ سکی! گلالئ کی سانسیں تھمی تھیں، اسکے اوپر ڈر اس قدر ہاوی ہو چکا تھا کہ وہ احان شاہ کو اسکی خوشبو سے بھی پہچان نہیں پائی تھی۔۔ اسکے لرزتے وجود کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے ایک جھٹکے میں اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا، گلالئ نے اس اچانک افتاد پہ اپنی سانس روکتے ہوئے اس حرکت کو انجام دینے والے شخص کی طرف دیکھا تھا۔۔ اور پھر اپنے سامنے احان شاہ کو دیکھتے ہوئے وہ پہلے تو چونکی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں نفرت لئے اسکے حصار میں جھٹپٹائی تھی۔۔۔ احان شاہ نے اسکے جھٹپٹانے کا اثر لئے بغیر شدید غصے سے اسکی نازک کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا۔۔

چھوڑیں۔۔ مجھے۔۔۔۔ گلالئ اسکے اسکے حصار میں ہزیانی انداز میں چلائی تھی، اسکے چلانے پہ احان شاہ نے آس پاس ڈھیروں گھروں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل اسکے چادر سے ڈھکے ہونٹوں پہ غصے سے اپنی گرفت جمائی تھی، وہ اب چیخ بھی نہیں پا رہی تھی، وہ کسی زخمی پرندے کی طرح اسکے حصار میں پھر پھرا رہی تھی لیکن احان شاہ نے اسکی تمام تر مزاحمت نظر انداز کرتے اسکے ہونٹوں کو ہنوز اپنے لبوں میں دبائے_ اپنی گاڑی تک آتے ہوئے اپنی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا، احان شاہ نے اسے اس کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسے گود میں لئے اپنی گاڑی میں بیٹھنا چاہا تھا لیکن وہ بچوں کی طرح ایڑھیاں رگڑتی ہوئی پھر سے چیخنا چلانا شروع کر چکی تھی، احان شاہ بمشکل اسے اپنی بانہوں میں سماتے ہوئے اپنی گود میں لئے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔

مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ گلالئ اسکے سینے پہ زور زور سے اپنے نازک ہاتھوں کے مکے مارتی اذیت سے روتے ہوئے چیخ رہی تھی، اسے معصومیت سے خود پہ اپنے نازک ہاتھوں سے ظلم کرتے دیکھ کے احان شاہ نے ریلکس انداز میں اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ایک ہاتھ سے اسکی کمر دبوچتے اسے خود کے بے حد نزدیک کیا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی رات کے اس وقت یوں اکیلے ہویلی سے نکلنے کی؟؟ احان شاہ اسکے کان میں اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ اسکی دھاڑ پہ گلالئ کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

نہیں رہنا مجھے تمہاری ہویلی میں!! چھوڑو مجھے!! گلالئ بھی آپ سے تم پہ آتی ہوئی بے حد غصے سے غرائی تھی۔۔

آواز نیچی کرو ورنہ ابھی زبان کاٹ کے کتوں کے آگے ڈال دوں گا!! احان شاہ اب کی بار پہلے سے اونچی آواز میں حلق کے بل چلاتا ہوا اپنی گاڑی کی رفتار بے حد تیز کر چکا تھا۔

کیوں؟؟ کیوں کروں میں آواز نیچی؟ صرف اس لئے کہ میں لڑکی ہوں؟؟ اور تم شوہر ہوتے ہوئے کچھ بھی کرتے پھرو!! گلالئ کے سر پہ آج جیسے جنون سوار تھا، وہ اسکے چلانے کا اثر لئے بغیر ہنوز پہلے کی طرح چیخ رہی تھی، وہ بھول چکی تھی وہ اسکی گود میں بیٹھتے ہوئے اسی کے سامنے زبان چلا رہی ہے۔۔

ایسا کیا کر دیا ہے میں نے!! جو تم خود کے لئے انصاف مانگتے ہوئے رات کے اس پہر اتنے اندھیرے میں خالی سڑک پہ نکلی آئی تھی؟؟ احان شاہ اسکے منہ سے خود کے لئے آپ کی بجائے تم سنتا ہوا بے حد کرخت لہجے میں بولا تھا، اس کی بدتمیزی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس سے!!

تم بزدل ہو اور یہی تمہاری سب سے بڑی غلطی ہے تم ایک خانزادی کے لائق نہیں ہو!! بزدل ہو تم احان شاہ!!۔۔۔ گلالئ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اپنی پوری قوت سے دھاڑ رہی تھی، وہ جو صبح سے اپنا غصہ ضبط کئے ہوئے تھی، اس بے مہر انسان کو خود کے سامنے پاتی آخر وہ پھر پڑی تھی، اسکے الفاظ پہ اور اسکی اتنی جرات پہ احان شاہ کی ہری آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ وہ آج سے پہلے کبھی بھی اس سے اس قدر بدتمیزی سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔۔ اسکی اتنی بدتمیزی پہ احان شاہ کے خون میں غصے سے شرارے پھوٹے تھے، احان شاہ نے ایک جھٹکے میں گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے اسکے چہرے سے پردہ ہٹایا تھا۔۔ وہ جو بے رحمی سے اسکے لبوں پہ جھکنے والا تھا، اسکے پورے چہرے پہ تھپڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے احان شاہ غصے سے پاگل ہوا تھا۔۔ سڑکوں پہ روشنی کی وجہ سے اپنی گاڑی میں آتی ہلکی ہلکی روشنی کی وجہ سے وہ اسکا چہرہ آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔۔ احان شاہ کو لگا یہ اسکا وہم ہے، اس پہ اتنا ظلم کون کر سکتا تھا؟ احان شاہ نے اپنا وہم جانتے ہوئے تیزی سے ڈیش بورڈ سے اپنا فون پکڑتے موبائل کی ٹارچ آن کرتے اسکے چہرے کی طرف کی

تھی۔۔ٹارچ کی روشنی آنکھوں میں پڑتے ہی گلالئ نے بے ساختہ اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔اسکے یوں آنکھیں میچنے پہ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

سرخ و سفید چہرے پہ ہر جگہ انگلیوں کے چھپے نشان تھے، آنکھوں اور ہونٹوں کے گرد نیل پڑ چکے تھے، گال بے حد سرخ تھے، احان شاہ نے اسکی طرف پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسکے سر اور وجود سے چادر اتاری تھی، بکھرے اور الجھے ہوئے بھورے بال، گردن پہ بھی چہرے کی طرح ہی انگلیوں کے چھپے نشان تھے۔۔۔احان شاہ بھول چکا تھا اسے اسکی بدتمیزی کا سبق سکھانا ہے، وہ بھول چکا تھا وہ اپنی گود میں بیٹھی صنف نازک سے نفرت کا دعوے دار ہے، وہ بھول چکا تھا اسکی گود میں بیٹھا وجود اس کے لئے صرف ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتا ہے!!، یاد تھا تو صرف اتنا وہ گلالئ احان شاہ ہے! وہ اسکے نکاح میں ہے، وہ اسکی پٹھانی ہے اور وہ اس کا محرم سید زادہ ی۔یہ۔۔کس۔۔یہ کس نے کیا ہے؟؟ احان شاہ نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا تھا۔احان شاہ کی ہری آنکھوں میں حیرانگی واضح تھی۔۔وہ خاموشی سے بند آنکھوں سے آنسو بہاتی رہی۔۔

گلالئ احان شاہ آنکھیں کھولو!!! اور مجھے بتاؤ کس کی جرآت ہوئی ہے تم پہ اتنا ظلم ڈھانے کی؟؟ احان شاہ اپنا فون پیسنجر سیٹ پہ پٹکتا ہوا اسکے کندھوں کو تھام کے اسے خود کے نزدیک کرتا اپنی بھاری آواز میں دھاڑا تھا۔۔

گلالئ اسماعیل خان ہوں میں!! میرے نام کے ساتھ اپنے نام کا حوالہ مت دیا کرو۔۔گھن آتی ہے مجھے اپنے نام کے ساتھ جڑے تمہارے نام سے!! گلالئ اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی غرائی تھی، وہ غراتے ہوئے اپنی پوری تگ و دو سے اسکے حصار سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، اسکا حصار بے حد مضبوط تھا، وہ چاہ کے بھی اس سے آزاد نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

کس نے کیا ہے تمہارے خوبصورت چہرے پہ یہ ظلم؟؟ احان شاہا سکی کڑوی کسیلی باتیں نظر انداز کرتا اسکے چہرے پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اب کی بار مدھم لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

چوروں کا اس سے بھی برا حال کرنا چاہیے!! میں تو بدصورت ہو اور چور بھی تو ہوں تمہاری منظورِ نظر کا زیور چرایا تھا میں نے!! تم بھی ما۔۔۔۔ابھی گلالئ مزید چیختے جب احان شاہ نے اسکے زخمی لبوں کو اپنی چٹکی سے مسلنے کی بجائے اسکے نازک ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ جمایا تھا۔۔

وہ سارا زیور میں تمہارے سر سے وار دوں گلالئ احان شاہ! احان شاہ اسکے ہونٹوں پر سے اپنا ہاتھ ہٹاتا ان پہ نرمی سے اپنے عنابی لب رکھتا سرگوشی نما آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ اسکی سرگوشی پہ ایک پل کے لئے گلالئ ساکت ہوئی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ اسے خود سے دور جھٹک چکی تھی۔

بزدلوں کی طرح رات کے اندھیرے میں مجھے اپنے نام کے ساتھ پکارنا چھوڑ دوں!! گلالئ غرائی تھی، احان شاہ نے اسکے منہ سے خود کے لئے بزدل کا لفظ سنتے ہوئے اسے بے حد سختی سے خود کے ساتھ لپٹایا تھا، اسکی سخت گرفت پہ گلالئ کو لگا اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔۔

تمہیں لگتا ہے احان شاہ بزدل ہے! وہ ہویلی والوں سے ڈرتا ہے؟؟ احان شاہ نے اسکے کان کی لو دانتوں میں دباتے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا۔۔ گلالئ نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ صرف اسکے حصار سے کسی بھی طریقے سے نکلنا چاہتی تھی۔۔

اپنی بہادری کا مظاہرہ کرواؤ تمہیں؟؟ احان شاہ نے اسکے بدن کو بے باکی سے چھوتے ہوئے سرد لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

بزدل لوگ کبھی بہادر اور دلیر نہیں بن سکتے!! مجھے نہیں رہنا تمہارے نکاح میں! میں تم سے بہت دور چلی جاؤں گی۔۔۔ گلالئ کی آواز رو رو کے بیٹھ چکی تھی لیکن اس نے چیخنا بند نہیں کیا تھا۔۔ اسکے دور جانے کا سنتے ہوئے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

میرے حصار سے تم سے نکلا نہیں جا رہا!! مجھ سے دور جاؤ گی تم گلالئ احان شاہ؟ احان شاہ سے دور جاؤ گی تم؟ جواب دو مجھے؟ احان شاہ اسکا جبرہ دبوچتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے بے حد قریب کرتا شدید غصے سے گرجا تھا۔۔

ہاں میں سب سے دور چلی جاؤں گی۔۔ تم سب بہت ظالم ہو۔۔۔ وہ ازیت سے بولی تھی۔۔ احان شاہ اسکی پھر سے خود سے دور جانے والی رٹ سنتے ہوئے شدت سے اسکے لبوں پہ جھک چکا تھا، گلالئ نے اسکے حصار میں مچلتے ہوئے اسکے کندھوں اور سینے پہ مکے جھڑے تھے، احان شاہ نے اسکے لبوں کا گھونٹ گھونٹ بھر کے جام پیتے ہوئے شدت سے اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں دبوچا تھا۔۔ اسکی حد سے زیادہ مزاحمت کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنا ہاتھ اسکی قمیض میں ڈالتے ہوئے اسکی کمر اور پیٹ کو بے باکی سے چھوا تھا، اسکے یوں چھونے پہ گلالئ کے پورے بدن

میں سپارک ہوا تھا، وہ مزاحمت کرنا بھول چکی تھی۔۔ اسکا دھیان اسکے ہاتھ کی جسارتوں کی طرف لگ چکا تھا، احان شاہ اسکی کمر سے اپنا ہاتھ اوپر کی طرف لے جاتے مزید بے باکیوں پہ اترتا اسکے لبوں کا شدت سے جام پینے میں مصروف گلالئ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اسکا ہاتھ اپنی سٹریپ میں الجھتے محسوس کر کے گلالئ کے پورے بدن میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے ہاتھ خود سے دور کرنے کی بھرپور تگ و دو کر رہی تھی لیکن احان شاہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے چکا تھا، دوسرا ہاتھ ہنوز اسکی کمر پہ بے باکی سے گردش کر رہا تھا۔۔ وہ اپنا سارا غصہ اسکے ہونٹوں پہ نکال چکا تھا۔۔

تم مجھ سے سب کے سامنے اپنا نام چاہتی ہو؟ جانتی ہو میرا نام دینا تمہیں کتنا مہنگا پڑے گا؟ اپنے لبوں پہ تم سے میری شدتیں برداشت نہیں ہوتی اپنے وجود پہ میری شدتیں کیسے برداشت کرو گی؟؟ یقین کرو داجی مجھے تب تک اپنے کمرے سے نکلنے نہیں دیں گے جب تک تمہاری کھوکھ میں ہویلی کا وارث جنم نہیں لے گا!! شاہ بی بی اپنی نواسی کی اتنی حق تلفی پہ تمہیں مروانا پسند کریں گی لیکن میرے کمرے میں تو دور وہ تمہیں میرے نکاح میں بھی برداشت نہیں کریں گی!! احان شاہ اسکی قمیض سے ہاتھ نکال کے اسکی گردن میں اپنا ہاتھ ڈالتا_ اسے خود پہ جھکاتے ہوئے بے حد بے باکی سے مدھم لہجے میں گویا ہوا تھا، اور وہ اسے حقیقت بتا رہا تھا۔ گلالئ نے اسے یوں اچانک سے مدھم پڑتے دیکھ کے حیران ہوئی تھی۔۔

اٹھارہ کی بھی پوری نہیں ہوئی تم میری پٹھانی!! مر جاؤ گی میری شدتوں سے!! احان شاہ اسکی گردن پہ جھکتا ہوا دلفریب انداز میں بولا تھا، اسکے منہ سے خود کے لئے "میری پٹھانی" سنتے ہوئے گلالئ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔۔ وہ اسے اپنا بول رہا تھا؟؟ نہیں! شاید اسے سننے میں کوئی غلطی محسوس ہوئی تھی۔۔

بتاؤ برداشت کر لو گی میری شدتیں؟؟ اگر ہاں! تو خدا کی قسم تمہیں ابھی ہویلی لے جا کے سب کو ہمارے نکاح کا بتاتے ہوئے تمہیں اپنے کمرے میں لے جاؤں گا!۔۔۔ احان شاہ اس کے سوجھے گال پہ بے حد پیار سے اپنے لب رکھتے بولا تھا۔۔ گلالئ اسکی نرمی پہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

تا کہ کمرے میں لے جا کے مجھ سے اپنی ہوس پوری کرتے ہوئے کسی گند کی طرح پھینک دیں؟؟ گلالئ استہزایا انداز میں دھاڑی تھی، اسکی اتنی نرمی اسے کچھ ہضم نہیں ہو رہی تھی، اسکے الفاظوں پہ احان شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ احان شاہ اپنی پوری قوت سے سٹیرنگ پہ ہاتھ مارتے ہوئے خود کو کچھ سخت بولنے سے روکا تھا۔۔

تم سے ہوس تو میں اس بند گاڑی میں بھی پوری کر سکتا ہوں گلالئ احان شاہ! اس کے لئے مجھے تمہاری یا کسی اور کی قطعی ضرورت نہیں ہے! اسے لئے میری نرمی کی ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔۔ احان شاہ اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتا ہوا سرد لہجے میں بولا تھا۔۔ اسکے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جو گلالئ کی کب سے چلتی زبان کو بریک لگی تھی۔۔

کس نے تمہارا یہ حال کیا ہے؟؟۔۔۔۔۔ احان شاہ کچھ پل اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد اسے نرمی سے گلے سے لگاتے اسکے چہرے پہ اشارہ کرتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ تھپڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے اسے کب سے اپنے پورے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ گلالئ کی پھولی سانسوں اور لرزتے وجود سے وہ محسوس کر چکا تھا، آج اسکی پٹھانی کافی سے زیادہ غصے میں ہے اسی لئے وہ اس سے نرمی برتتا اسے شانت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

اماں نے!!! وہ بھی مجھے پال کے پچھتا رہی ہیں جیسے آپ مجھ سے نکاح کر کے پچھتاتے ہیں۔۔۔ گلالئ اسکے سینے پہ مکے مارتی ہوئی اسے خود سے دور کر رہی تھی جو اسکے ساتھ نرمی برتتے ہوئے اسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ وہ اب اپنے دل میں اس مہربان انسان کے لئے مزید کوئی جذبہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

تو زرتاج اماں نے اسکی بیوی کا یہ حال کیا تھا؟؟ احان شاہ نے شدید غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

شش۔۔۔ اتنا غصہ نہیں کرتے۔۔ جانتی ہو شوہر پہ ہاتھ اٹھانا کتنا سخت گناہ ہے اور تم کب سے خود کو گناہگار کر رہی ہو۔۔۔ احان شاہ نرمی سے اسکی کمر پہ اپنا ہاتھ پھیرتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتے ہوئے اسے پتے کی بات بتا رہا تھا، اشارہ بار بار اسکے چلتے ہاتھوں کی طرف تھا، آج تو وہ پہلے والی گلالئ لگ ہی نہیں رہی تھی۔۔

بیوی پہ ہاتھ اٹھانا بھی تو گناہ ہے! آپ نے بھی مجھے اس دن اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا، اور روزانہ مجھے اپنی باتوں سے تھپڑ بھی تو مارتے ہیں نا آپ؟ کیا آپ کے فرشتے آپ کے گناہوں کو بھی آپکی نیکیوں میں لکھتے ہیں؟ وہ اس کے نرم پڑنے پہ مضبوط لہجے میں دھاڑی تھی۔۔

آج بھی تم کام تھپڑ کھانے والے کر رہی ہو میری پٹھانی۔۔۔ بڑوں سے بد تمیزی نہیں کرتے۔۔۔ احان شاہ اسکے گال پہ اپنی بھوری بیئر ڈر گڑتا اسے پیار سے ڈپٹتے ہوئے اپنے بڑے ہونے کا رعب جھاڑ رہا تھا۔۔

آپ بھی تو بد تمیزی کرتے ہیں نا؟؟ میں کیوں نہ کروں؟ میں بھی آج سے بد تمیز ہوں۔۔ گلالئ ضدی لہجے میں بولی تھی۔۔ وہ اپنی ضد اور غصے کی اتنی بری تھی، یہ احان شاہ کو آج معلوم ہوا تھا! وہ اسے کب سے نرمی سے ڈھیل کر رہا تھا لیکن اس پہ گھنٹہ فرق نہیں پڑ رہا تھا، وہ غصے میں تھی تو اسے غصے میں ہی رہنا تھا۔۔ احان شاہ کو اس کا یہ روپ نا جانے کیوں اتنا دلکش لگ رہا تھا۔۔

کیوں چاہتی ہوں تمہیں ابھی بھوکھلا کے رکھ دوں؟ احان شاہ ڈیش بورڈ فرسٹ ایڈ باکس نکالتے_ اس میں کریم نکالتے ہوئے نرمی سے اسکے گالوں پہ لگاتا زو معنی انداز میں بولا تھا۔۔ گلالئ نے اسکے ہاتھوں کا نرم لمس اپنے گالوں پہ محسوس کرتے ہوئے اسکی بات کو ان سنا کرتے اسکے ہاتھ جھٹکتے اسے بے حد غصے سے دیکھا تھا۔۔

غصہ تھوک دو۔۔۔ اللہ کی قسم صبح ہوتے ہی پوری ہویلی والوں کے سامنے تمہیں اپنا لوں گا!! اپنا نام دیتے ہوئے سب کے سامنے تمہیں اپنے سینے میں چھپا لوں گا۔۔۔ احان شاہ اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ رکھتا آج پہلی بار اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اسے خود میں بھینچتے ہوئے بے حد پیار سے بولا تھا، وہ اسکے دور جانے کا سن کے ڈر چکا تھا، نا جانے کیوں وہ اسکے ساتھ اتنا نرم پڑ رہا تھا، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا، لیکن اس نازک جان پہ بلاوجہ مزید ظلم وہ نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسکے لب آج پہلی بار اپنے ماتھے پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئ پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی۔۔

آپ۔۔ آپ۔۔۔ صبح۔۔۔ کی۔۔۔ روشنی۔۔۔ میں۔۔۔ بدل۔۔۔ جاتے۔۔۔ ہیں۔۔۔ خدا۔۔۔ کے۔۔۔ لئے۔۔۔ مجھ۔۔۔ پہ۔۔۔ رحم۔۔۔ کریں۔۔۔ میں۔۔ آپ۔۔۔ کے۔۔۔ اس۔۔۔ دھوپ۔۔۔ چھاؤں۔۔۔ والے۔۔۔ رویے۔۔۔۔ سے۔۔۔ تھک۔۔۔ چکی۔۔۔ ہوں۔۔۔ گلالئ اس کے سینے پہ اپنا سر رکھتے ہوئے ازیت سے روتی ہوئی ہچکیوں سے بولی تھی۔۔ اسکے اتنے نرم لہجے کے آگے وہ خود کو ہارتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔۔

شش۔۔۔ ایسے گندے بچوں کی طرح نہیں روتے۔۔ صبح ہوتے ہی تمہیں سب کے سامنے نہ اپنایا تو مجھے احان ھارون شاہ نہ کہنا! احان شاہ اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے پیار سے ڈپٹتے مضبوط لہجے میں بولا تھا، وہ آج پہلی بار کسی صنف نازک سے اتنی نرمی سے پیش آ رہا تھا۔۔

لیکن میں تو چور ہوں نا! مجھے نام دینے سے تو آپکی رپورٹ (ریپوٹیشن) خراب ہو جائے گی۔۔۔گلالئی سوں سوں کرتے ہوئے انگریزی کے اچھے خاصے لفظ کی ٹانگ کھینچ چکی تھی۔۔احان شاہ نے اسکی معصومیت پہ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔ابھی وہ اسکے سینے اور کندھوں پہ مکے جھڑتی اسے اپنا دبنگ روپ دیکھا رہی تھی اور اسکی کچھ ہی نرمی دیکھانے پہ وہ جو بدتمیز بن رہی تھی کچھ منٹوں میں پھر سے تمیز دار بن چکی تھی۔۔

نہیں میری پٹھانی چور تھوڑی ہے۔۔۔وہ تو میرا ڈکیٹ بچہ ہے۔۔جو ڈنکے کی چوٹ پہ ہر آئے دن میری تصویر میرے سائیڈ ٹیبل سے غائب کرتے ہوئے اپنی چادر میں چھپا کے میرے کمرے سے رفو چکر ہو جاتی ہے۔۔احان شاہ اپنا قہقہہ دباتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چومتے ہوئے اسکا راز فاش کر رہا تھا، اسکے یوں راز فاش کرنے پہ گلالئی کے گلے میں گلٹی سی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اس نے معصومیت سے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔وہ سچ بول رہا تھا وہ ایسے ہی کرتی تھی، وہ جب بھی اسکے کمرے میں صفائی کرنے کی غرض سے جاتی تھی وہ احان شاہ کی موجودگی اور غیر موجودگی کی پرواکئے بغیر اسکی تصویر طریقے سے اپنی چادر میں چھپا کے غائب ہو جاتی تھی، اسکی بھلا سے اسے احان شاہ دیکھتے یا نہ دیکھے، ایک یہی کام وہ کچھ دیدہ دلیری سے کرتی تھی جس پہ احان شاہ اسے دیکھ کے رہ جاتا، اس نے اس معاملے میں اسے آج تک نہیں ٹوکا تھا، بلکہ وہ ہر روز اسکے تصویر چوری کرنے کے بعد باقاعدگی سے اپنے فریم میں تصویر لگاتا تھا یہ جانتے بوجھتے کہ اگلے دن وہ تصویر اس فریم سے غائب ہو گی۔۔

میری کتنی تصاویر لوٹ چکی ہوں اب تک؟؟ احان شاہ نے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ بے باک سی شرارت کرتے ہوئے اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔گلالئی نے سرخ پڑتے ہوئے خود کو مزید اسکے سینے میں چھپایا تھا، وہ صبح سے رو رو کے سب نڈھال ہو چکی تھی۔۔اسکے ہاتھ اپنے پورے وجود پہ محسوس کرتے گلالئی کا چہرہ بھانپ چھوڑ رہا تھا، اسکے لبوں کی بے باک جسارتوں کے ساتھ ساتھ اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنی بیوٹی بون اور گہرے گلے پہ محسوس کرتے گلالئی کی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔وہ آج پھر اس انسان پہ بھروسہ کر چکی تھی جو ہمیشہ اسکے دل کو کرچیوں میں توڑتا تھا۔۔اس نے آج اللہ کو خوش کرنے کی خاطر اپنے شوہر کی پیش قدمی پہ اسے مزید ایک موقع دیا تھا، اسے مضبوط سہارے کی ضرورت تھی جو اسے احان شاہ کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتا تھا اس بات کا اندازہ اسے یوں رات کے اس وقت ہویلی سے نکلنے سے ہو چکا تھا، وہ اکیلی لڑکی کہیں بھی محفوظ نہیں رہ سکتی تھی

سوائے اپنے محرم کے حصار کے۔۔ تو جب وہ قسم کھاتے ہوئے اسے اپنی پناہوں میں لینے کا بول رہا تھا تو وہ کیونکر پیچھے ہٹتی؟ اسے اور کیا چاہیے تھا؟ یہی سب سوچتے ہوئے گلالئ اپنے چکراتے سر سے اسکے حصار میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔۔ احان شاہ جو اسکی بیوٹی بون پہ اپنی شدتیں بکھیر رہا تھا، گلالئ کے ڈھیلے پڑتے وجود کو اپنے سینے پہ گرد دیکھ کے اس نے پریشان ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

گل!!!! احان شاہ نے اسکا چہرہ تھپاتے ہوئے اسے پریشانی سے پکارا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط20

کاظم شاہ رات کے دو بجے ہویلی داخل ہوا تھا، وہ صبح کا گیا یونہی رات میں ہویلی لوٹتا تھا، وہ اپنی بلیک ٹائی کو ڈھیلا کرتے ہوئے اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولتے_ اپنے گھنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

لالہ!! ۔۔۔ کاظم شاہ جو اپنے کمرے کی طرف بڑھنے والا تھا، زوریز شاہ کی آواز سنتے ہوئے اس نے حیرانگی سے اپنا رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پہ بلیک ویسٹ پہنے پسینے سے شرابور تھا، بھورے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے، وہ شاید نہیں یقیناً اس وقت جم کرتے ہوئے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔

ہمم۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے ہنکارا بھرا تھا۔۔ زوریز شاہ اپنے چھوٹے سے ٹاول سے اپنے چہرے اور گردن کا پسینا صاف کرتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔

کیسے ہیں آپ؟ اور کہاں مصروف ہیں آجکل؟ زوریز شاہ نے اسکے قریب آتے ہوئے سنجیدگی سے بات کا آغاز کیا تھا۔۔

زندہ ہوں!! صبح آفس میں اور رات میں تمہاری بہن کے ساتھ کچھ مصروف ہوتا ہوں! اور کچھ؟؟ کاظم شاہ اسکے لہجے میں خود کے لئے فکر محسوس کرتا اپنی حیرانگی کو چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے بولتا اپنے سینے پہ ہاتھ باندھ چکا تھا، اس کا انداز زو معنی تھا جسے سمجھتے ہوئے زوریز شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

اچھا تو میرے لئے وقت نہیں ہے آپکے پاس؟؟ زوریز شاہ ہنوز سرخ چہرہ لئے شکوہ کر رہا تھا۔۔

کیا تم میں سے کسی کے پاس میرے لئے وقت ہے؟ کاظم شاہ اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں میں تکلیف کی سرخی لئے بولا تھا۔۔

You know I'm everytime available to u... Don't lie

(آپ جانتے ہیں میں آپ کے لئے ہر وقت دستیاب ہوں! جھوٹ مت بولیں) زوریز شاہ اسکے جملے کو سنتے ہوئے منہ بنا کے بولا تھا۔۔ کاظم شاہ نے جواب میں بنا کچھ بولے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، کاظم شاہ کی آنکھوں میں تکلیف واضح تھی، وہ اس وقت ہر چیز سے جیسے تھکا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

I trust u lala!! And I really really do

(لالہ میں آپ پہ اعتماد کرتا ہوں۔۔ اور حقیقتاً کرتا ہوں)

اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ اسکی تکلیف بھانپتے ہوئے زور سے اسکے گلے لگتا اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

How?? It means u don't trust on your sister

(کیسے؟ اسکا مطلب تم اپنی بہن پہ اعتماد نہیں کرتے؟)

کاظم شاہ جو اسکے جملے سے ساکت ہوا تھا، اسکے اتنے اعتماد پہ خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے زوریز شاہ سے بے حد مشکل سوال کر ڈالا۔۔

I don't know! I just trust u and I'm with u always, and let's fix everything! I think our beautiful bond will be ruin soon if we don't discuss the things!

(مجھے نہیں پتہ! میں صرف آپ پر بھروسہ کرتا ہوں اور میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں اور ہم سب کچھ ٹھیک کرتے ہیں! میرے خیال سے اگر ہم بات نہیں کریں گے تو ہمارا خوبصورت تعلق جلد خراب ہو جائے گا!)

زوریز شاہ نے اسکے گرد اپنا حصار بے حد مضبوط کرتے ہوئے اپنے خوبصورت انگلش ایسنٹ میں اس پہ اپنے دل کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔۔ وہ دونوں جب بھی ایک دوسرے سے ناراض ہوتے تھے یا کسی بات کو لے کے اکورڈ فیل کرتے تھے، وہ زیادہ تر ایک دوسرے سے انگریزی میں بات کرتے تھے، بالکل یوں جیسے کسی فارن پارٹی کے ساتھ میٹنگ کر رہے ہوں!

Our bond will never ruin

(ہمارا تعلق کبھی بھی خراب نہیں ہو گا)

کاظم شاہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار قائم کرتا گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا، اگر احان شاہ نے اسکا دل بری طرح سے توڑا تھا تو زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے اس پہ مرحم رکھی تھی۔۔ زوریز شاہ کے الفاظ پہ وہ کچھ پل کے لئے روح تک سرشار ہوتا پر سکون ہو چکا تھا۔۔ زوریز شاہ بھی اسکی سرگوشی پہ پر سکون ہوتا اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔

کچھ دیر بعد کاظم شاہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا، کمرے کا دروازہ پیر کی ٹھوکر سے بند کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے قدم صوفے کی طرف بڑھائے تھے، ہاتھ میں پکڑا کوٹ صوفے پہ پھینکتے ہوئے کاظم شاہ نے جھٹکے سے اپنی ٹائی اتار کے یونہی پھینکتے اپنی شرٹ کے بٹن کھولے تھے۔۔ شرٹ کے بٹنز کھولتے ہوئے اس کی نظروں کا مرکز وہ نازک وجود بنا تھا جو خود پہ چہرے تک کمبل لئے سو رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اسکے سونے پہ شدید تپ چڑھی تھی، وہ ہمیشہ رات میں اس کا انتظار کرتی تھی، آج اسے یوں سکون سے سوتے دیکھ کے ایک عجیب سا غصہ در آیا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے قدم بیڈ کی طرف بڑھائے تھے۔۔

ایک منٹ سے پہلے اٹھو!!! اس پر سے کمبل اتارتے ہوئے کاظم شاہ چٹکی بجاتے ہوئے غصے سے دھاڑا تھا، ایزل شاہ جو نیند کی کافی پکی تھی، کاظم شاہ کی دھاڑ پہ وہ پٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھی تھی۔۔

ج۔جی۔۔۔ وہ سہمتے ہوئے تیزی سے بولی تھی۔۔ اسکے چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے، نیلی آنکھیں سرخ سوجھی ہوئی تھیں۔۔ بھورے بال آج چوٹی میں مقید تھے جس سے آوارہ لٹیں نکلتی ہوئی اسکے چہرے کے گرد احاطہ کئے ہوئے تھی۔۔ وہ اس وقت ڈری سہمی سی کوئی سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔۔

چائے بنا کے لاؤ۔۔۔ کاظم شاہ اسکے چہرے پہ آنسوؤں نشانات کے ساتھ ساتھ تھکاوٹ کے تاثرات نظر انداز کرتا سرد لہجے میں بولا تھا، مقصد صرف اسکی نیند برباد کرنا تھا۔۔ وہ شاید بھول چکا تھا، آج صبح ہی اسکا ہاتھ بری طرح سے جلا ہے۔۔

جی۔۔۔وہ اسے انکار کرنے کی بجائے اسکی سفید شرٹ سے نظر آتے اسکے دودھیا سفید مردانہ سینے سے نظریں چراتی سر جھکا کے مختصر سا جواب دیتی بیڈ سے اٹھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے پیچھے کی طرف کھینچا تھا، ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

دوپٹا لے کے جاؤ!! اور آج میں آخری بار تمہیں دوپٹا لینے کے لئے بول رہا ہوں۔۔۔اگر اگلی بار میں نے کمرے سے باہر تمہارے دوپٹے کو ذرا سا بھی کھسکتے دیکھا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ایزل شاہ!! کاظم شاہ اسکے بازو کو کمر کی طرف موڑتا کرخت لہجے میں گویا ہوا تھا۔

وہ۔۔میں۔۔۔بھول۔۔۔گئی۔۔۔تھی۔۔۔ایزل شاہ اس کے سرد انداز پہ ایک نظر بیڈ پہ پڑے اپنے سفید دوپٹے کو دیکھ کے لرزتے ہوئے بولی تھی، وہ رات کے اس وقت دوپٹا لینا واقعی ہی بھول چکی تھی، اسکے لرزنے پہ کاظم شاہ کی نظروں کا مرکز اسکا خوبصورت سراپا بنا تھا، وہ ابھی تک صبح والے رائل بلیو لباس میں ملبوس تھی جس پہ کاظم شاہ نے پانی کا پورا جگ گرایا تھا، تو کیا اس نے اسکے ڈر سے اسکے جانے کے بعد بھی وہ گیلا لباس تبدیل نہیں کیا تھا؟ کاظم شاہ نے دل میں سوچتے ہوئے اسکے سراپے سے اپنی نگاہیں ہٹاتے بنا کوئی جواب دیئے اسکے بازو کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کیا تھا۔۔ایزل شاہ کو اپنے بازو میں بے حد تکلیف محسوس ہو رہی تھی، کاظم شاہ نے کافی زور سے اسکا بازو تھاما تھا اور اسی ہاتھ کا تھاما تھا جسے وہ صبح جلا چکی تھی۔۔وہ اپنی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے خود پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھتی باہر کی جانب بڑھ چکی تھی۔۔اسکے چہرے پہ چھائی مظلومیت ترس کھائے جانے کے قابل تھی لیکن کاظم شاہ کسی صورت اس پہ ترس کھانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، ایزل شاہ کے جانے کے بعد کاظم شاہ نے اپنے بیڈ کے تکیے پہ مزے سے آرام فرماتی ایزل شاہ کی کٹی کو گدی سے پکڑ کے صوفے پہ لٹایا تھا، جو گہری نیند میں ذرا سا کسمسانے کے بعد پھر سے سو چکی تھی۔۔کاظم شاہ اس دن کو کوستا تھا جس دن اس نے یہ چپکو بلی خریدی تھی، جو کچھ دیر پہلے اسکی بیوی کے ساتھ چپک کے کسی بچے کی طرح سو رہی تھی۔۔

کاظم شاہ اس بلی کو قہر برساتی نظروں سے گھورتا ہوا اپنی الماری کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔الماری کھولتے ہی کاظم شاہ کی گولڈن آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں۔۔اسکی الماری میں اسکی ایک ایک شلوار قمیض استری کر کے ہینگ کر دی گئی

تھی، کاظم شاہ کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہیں تھی، اسکے ہر سوٹ کو اچھی طرح سے استری کیا گیا تھا، وہ جانتا تھا یہ تمام لباس گھر استری کرنا کافی مشکل تھا، اسکا ہر لباس پریسنگ سینٹر سے استری ہو کے آتا تھا، لیکن نا جانے اسے آج کیا سوجھی تھی جو وہ ایزل شاہ کو نئے سرے سے تکلیف دینے کے لئے اسے اپنے کپڑوں کو استری کرنے کا حکم دے چکا تھا، اور وہ اتنی پاگل تھی، دائیاں ہاتھ جلانے کے بعد بھی اسکے ڈر سے اسکے تمام کپڑے استری کر چکی تھی، کاظم شاہ حیران در حیران تھا، وہ لڑکی جو اٹھ کے ایک گلاس پانی تک مشکل سے پیتی تھی وہ ایک دن میں اتنا کام کیسے کر سکتی تھی؟

شاہد کسی ملازمہ سے کروالیا ہو۔۔۔ کاظم شاہ نے کندھے آچکا کے لاپرواہی سے سوچا تھا لیکن اگلے ہی پل اسکے چہرے کے مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان، اسکی تھکاوٹ یاد آئی تھی۔۔ دل نے فتویٰ دیا تھا، اسکے تمام لباس اسکی بیوقوف اور مکار بیوی نے ہی استری کئے ہیں۔۔ کاظم شاہ لباس تبدیل کرنے کی بجائے الماری بند کرتے ہوئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھ چکا تھا، اسے دل میں ایزل شاہ کے ہاتھ کی ٹینشن ہو رہی تھی، لیکن وہ اسکی بالکل بھی فکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنی ہر سوچ کو جھٹلاتے ہوئے لائٹر سے سیگریٹ جلاتے اپنے عنابی ہونٹوں میں دبایا تھا۔۔ وہ ابھی سیگریٹ کے گہرے گہرے کش لینے میں مشغول تھا جب ایزل شاہ اپنے پیر سے دروازہ کھولتے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ میں چائے کا مگ تھامے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

آ۔۔ آپکی۔۔ چا۔۔ چائے۔۔۔ ایزل شاہ سائیڈ ٹیبل پہ چائے کا مگ رکھتی منمنا کے بولتی ہوئی بیڈ کی دوسری طرف بڑھ چکی تھی، وہ اسکی سائیڈ پہ نیم دراز تھا، اسی لئے وہ بنا کچھ بولے ایک نظر صوفے پہ اپنی سوئی ہوئی بلی کو دیکھتے بیڈ کی دوسری سائیڈ بڑھ چکی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکی ہر حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا، وہ جو اپنی چھوٹی سی تکلیف پہ پوری ہویلی سر پہ اٹھا لیتی، وہ اپنے اتنے زیادہ جلے ہوئے ہاتھ کے بعد بھی اتنے کام کیسے کر سکتی تھی؟ اور وہ ابھی تک خاموش کیسے تھی؟ کاظم شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

میرے کپڑے کس "ملازمہ" نے استری کئے ہیں؟؟۔۔۔ کاظم شاہ اپنے انگلیوں میں ڈبے سیگریٹ کو زمین پہ پھینکتا اسے اپنے شوز تلے مسلتا سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

کی۔۔کیوں۔۔۔صح۔۔صحیح۔۔۔سے۔۔۔نہی۔۔نہیں۔۔۔ہو۔ہوئے؟۔۔۔ایزل شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا تھا اسے لگ رہا تھا اسے شاید اسکے استری کئے گئے کپڑے پسند نہیں آئے۔۔

میں نے تم سے سوال کیا ہے!! تمہیں سوال کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟؟کاظم شاہ اسکے سوال پہ اسکی طرف لہو رنگ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے غرایا تھا۔۔ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کے وہ چائے کا مگ بھی اپنے ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔۔

م۔میں۔۔نے۔۔۔کئے۔۔۔تھے۔۔استری۔۔۔میں۔۔۔اگلی۔۔۔بار۔۔

ٹھیک۔۔۔سے۔۔۔کر۔۔دوں۔۔۔ابھی۔۔میرے۔۔۔ہاتھ۔۔میں۔۔۔درد۔۔۔تھا۔۔۔اسلیئے۔۔

وہ۔۔۔ٹھیک۔۔۔سے۔۔۔استری۔۔۔نہیں۔۔۔ہو۔۔۔سکے۔۔۔پلیز۔۔۔مجھے۔۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔

۔ایزل شاہ بھرائی آواز میں بولی تھی لیکن کاظم شاہ اسکی طرف متوجہ تھوڑی تھا وہ تو اسکی چائے کی طرف متوجہ تھا، کتنے دنوں بعد وہ اسکے ہاتھ کی چائے پی رہا تھا۔۔آہہہ۔۔اسکی چائے کا گھونٹ بھرتے ہی ہر وہ پل اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا جب اسکی معصوم سی اووزی ہر رات اسکے لیے چائے بنانے کی غرض سے جاگتی تھی، اسکی ساری شرارتیں، ہر وہ ضد جو وہ اسکے ساتھ کرتی تھی، یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ سے اس چائے کا دوسرا گھونٹ بھرنا محال ہوا تھا، وہ قطعی معصوم نہیں تھی وہ ایک دوغلی عورت تھی جس نے اسکے کردار کو داغدار کیا تھا، اپنے کردار پہ اسکا کیچر اچھالنا یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ کو لگا وہ کوئی تیزاب اپنے حلق میں انڈھیل رہا ہو، کاظم شاہ نے اپنی پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا چائے مگ زمین پہ دے مارا۔۔

آہہہ۔۔۔ایزل شاہ اس اچانک افتاد پہ اپنی چیخ روکنے کے چکروں میں اپنے لبوں پہ دونوں ہاتھ جما چکی تھی۔۔

یہ چائے بنائی ہے تم نے؟؟نہ تمہیں کپڑے استری کرنے آتے نہ تمہیں چائے بنانی آتی ہے تو ایسی کون سی آگ لگی ہوئی تھی تمہارے اندر اتنے بچپنے میں ایک میچور انسان سے شادی کرنے کی؟؟کاظم شاہ ہاتھ بڑھا کے اسے کہنی سے تھامتا خود کے بے حد قریب کرتا حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔اسکے یوں دھاڑنے پہ ایزل شاہ نے زور سے اپنی آنکھیں میچی تھیں جن سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے عارضوں پہ گرے تھے، اسکے الفاظ سے بے حد تکلیف پہنچی تھی اسے، وہ صبح سے اپنے جلے ہوئے ہاتھ کے ساتھ اسکے کپڑے استری کر رہی تھی، ابھی اسکے لئے چائے بھی اس نے اپنی تھکاوٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے پورے دل سے بنائی تھی لیکن کیا فائدہ جب اسے اسکا غصہ ہی سہنا تھا۔۔

چپ بالکل چپ!! تمہارے رونے کی آواز نہ آئے مجھے۔۔یہ مگرمچھ کے جھوٹے آنسو بہانا بند کرو۔۔کاظم شاہ اسکے ہچکیوں سے رونے پہ اسکا جبرہ زور سے اپنی آہنی گرفت میں دبوچتے دھاڑا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے ڈر سے اپنا سانس تک روک چکی تھی،وہ اپنے جلے ہوئے ہاتھ سے اپنے آنسو بے دردی سے صاف کرتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی۔۔کاظم شاہ کی نظریں اسکے لرزتے وجود سے ہوتی ہوئی اسکے کانپتے ہاتھ پہ پڑی تھیں۔۔اسکے جلے ہوئے ہاتھ کا زخم کافی گل چکا تھا،کاظم شاہ نے بے ساختہ اسکی کلائی کو نرمی سے پکڑتے ہوئے اسکے ہاتھ پہ پھونک ماری تھی،وہ صبح سے اسکے کپڑے استری کرتی اپنے زخم کا بیر اغرق کر چکی تھی۔۔اسکے یوں پھونک مارنے پہ ایزل شاہ نے اپنی بھیگی نیلی آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا،جو پل میں نرم اور پل میں وحشی بننے میں وقت نہیں لگاتا تھا۔۔

می۔۔میں۔۔آپ۔۔۔کے۔۔لئے۔۔۔پھر۔۔۔سے۔۔۔چائے۔۔۔بنا۔۔۔کے۔۔۔ابھی ایزل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے اسکے ٹھنڈے ہونٹوں پہ اپنے دہکتے ہوئے نرم گرم ہونٹ رکھے تھے۔کاظم شاہ نے ایک جھٹکے میں اسکی نازک کمر میں اپنا ہاتھ ڈال کے اسے اپنی گود میں بیٹھاتے ہوئے نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چوما تھا،کاظم شاہ کے لمس میں آگ سی تپش تھی،اپنے لبوں پہ اسکے ہونٹوں کی شدتیں برداشت کرتے ہوئے ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں موندی تھیں،ایک دم سے اسکے نرم لمس میں بے حد شدت محسوس کرتے وہ اسکی شرٹ تھامنے کی بجائے اپنی قمیض کا دامن تھام چکی تھی۔۔کاظم شاہ اسکے لبوں پہ جھکے ہوئے بھی اسکی یہ حرکت نوٹس کر چکا تھا،کاظم شاہ نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے خود کو نیچے کیا تھا،اور پھر وہ اسکا دوپٹا اسکے گلے سے نکال کے دور پھینکتا پہلے سے بھی زیادہ شدت اور جنون سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں دبوچ چکا تھا۔۔وہ قطرہ قطرہ اسکی سانسیں پیتا ہوا اسے بے حال کر رہا تھا،کاظم شاہ پہ اچانک سے نا جانے کون سا جنون سوار ہوا تھا جو وہ ہر چیز فراموش کرتا ہوا اسکے ایک گال پہ اپنا ہاتھ جمائے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں جھکڑتا اپنی تمام تر شدت سے اسکے ہونٹوں پہ جھکا اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا،آج اس کے لمس میں ہر گزرے دن سے زیادہ شدت محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے،اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن کاظم شاہ تو جیسے پیچھے ہٹنا بھول چکا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے بالوں کو چھوڑ کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے بیڈ سے تھوڑا سا اٹھاتے اسکے بالائی لب کو چھوڑتے ہوئے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنی قید میں لیا تھا،وہ ایک جھٹکے میں اسکی زپ کمر سے

کھسکاتا ہوا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا۔۔ ایزل شاہ جو کب سے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی، کاظم شاہ کے پیچھے ہٹنے پہ اس نے گہری گہری سانسیں بھرتے ہوئے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔ اسکی جھکی نظروں پہ تضاد اسکے ادھم مچاتی دھڑکنوں کے رقص کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اس کے اوپر سے اٹھتے ہوئے ایک ہی جست میں اپنی وائٹ شرٹ اتارتے صوفے پہ پھینکی تھی، کاظم شاہ اسکے ہاتھوں سے بیڈ شیٹ آزاد کرواتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ایک بار پھر سے اسکے ہونٹوں پہ جھک چکا تھا۔۔ اسکے مضبوط ہاتھ کو اپنے جلے ہوئے ہاتھ پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کی جان نکلی تھی، اسے اپنے جلے ہوئے ہاتھ پہ بے حد تکلیف محسوس ہو رہی تھی، کیونکہ کاظم شاہ کے مضبوط ہاتھ کی گرفت اسکے ہاتھوں پہ کافی سخت تھی، ایزل شاہ نے آنسو بہاتے ہوئے اس سے اپنے ہاتھ اور ہونٹ آزاد کروانے چاہے تھے لیکن وہ اس کی مزاحمت پہ غصے سے اسکے آنسوؤں کو دیکھتا اپنی شدت میں اضافہ کرتا اسے اسکی مزاحمت کی سزا دے رہا تھا، اب اپنے لبوں پہ اسکے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکے دانتوں کا دباؤ بھی محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کے آنسوؤں میں مزید تیزی آئی تھی، اپنے ہاتھ کی تکلیف اسے اپنے پورے وجود میں سرائیت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔۔

ڈیم اٹ!!! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟؟؟۔۔۔ اسکے رونے پہ کاظم شاہ اسکے ہونٹوں پہ دانت گاڑ کے انہیں آزادی بخشتا ہوا شدید غصے سے اسکے کان میں غرایا تھا۔۔

م۔ می۔۔ میر۔۔ میرا۔۔۔ ہا۔۔ ہاتھ۔۔۔۔ ایزل شاہ اسکے غرانے پہ اپنی آنکھیں میچتی ہوئی بمشکل بولی تھی، اسکی سرگوشی سے بھی کم آواز کو سنتے ہوئے کاظم شاہ کی نظریں اپنے ہاتھوں میں مقید اسکے ہاتھوں پہ پڑی تھی، اسکے جلے ہوئے ہاتھ کو اپنی سخت گرفت میں دیکھتے ہوئے اس نے تیزی سے اسکا ہاتھ چھوڑا تھا، اس نے جان بوجھ کے اسے تکلیف دینے کے لئے قطعی اسکا ہاتھ نہیں تھاما تھا، یہ سب اس سے انجانے میں ہوا تھا، اسکے حد سے زیادہ سرخ ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اس پر سے اٹھا تھا، وہ چھوٹا سا وجود اسکے باڈی بلڈر وجود کے وزن کی وجہ سے سانس بھی بمشکل لے رہا تھا۔۔ اسکے چھالوں سے رستے ہوئے پانی کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی کلائی تھامتے ہوئے اسکے زخم کا جائزہ لیا تھا۔۔

کس نے بولا تھا تمہیں اچھا بننے کے لئے میرے سارے کپڑے استری کرنے کو؟۔۔۔کاظم شاہ سائیڈ ٹیبل کے دراز سے کریم نکالتا ہوا سر جھٹک کے سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا، اسکے سوال پہ ایزل شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں، آنسو ہنوز پلکوں کی بار توڑتے ہوئے اسکے عارضوں پہ خود بخود بہہ رہے تھے، وہ نہیں جانتی تھی وہ اس سے کیسا جواب چاہتا ہے، کیونکہ اگر وہ اسے اسکی مرضی کے علاوہ کوئی جواب دے گی تو اسے یقیناً پسند نہیں آنا تھا، اور اسکا غصہ اس نازک جان کو سہن کرنا پڑنا تھا۔۔

میں تمہارے رونے دھونے سے اکتا چکا ہوں۔۔۔روز روز تمہارے ڈرامے کی ایک ہی ریپیٹ ایپسوڈ سے کافی بوریت ہو رہی ہے مجھے۔۔اگلی ایپسوڈ کب چلاؤ گی! اور ہاں ایپسوڈ ایسی چلانا جو پوری ہویلی کے مکینوں میں تو کیا جائے بالکل اسی دن کی طرح۔۔۔کاظم شاہ اسکے ہاتھ پہ نرمی سے کریم لگاتا مصروف اور (hit) ملازموں تک ہٹ سرد انداز میں اسے اسی دن کا حوالہ پھر سے دیتے ہوئے بھگو بھگو کے طنز مار رہا تھا۔وہ ایسے ایکٹ کر رہا تھا جیسے اسکے رونے سے اسے گھنٹہ فرق نہ پڑ رہا ہو۔۔ایزل شاہ نے جواب میں پھر سے خاموشی اختیار کی تھی، اب وہ اپنے آنسو بھی کنٹرول کر چکی تھی، الفاظ ہی نہیں تھے پاس، وہ طنز مارنے میں اتنا ایکسپرٹ تھا وہ آخر اسے کیا جواب دیتی؟ منہ میں زبان نہیں ہے تمہارے؟؟جواب دو کب چلاؤ گی نئی ایپسوڈ؟؟۔۔۔کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ تپتا ہوا کریم دور پھینک کے_ اسکے اوپر جھکتا اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا۔۔

م۔میں۔۔ا۔اپنے۔۔کمر۔کمرے۔۔۔میں۔۔۔جاؤ

؟۔۔آپ۔۔۔تھک۔۔۔گئے۔۔۔ہیں۔۔نا۔۔۔آپ۔۔۔سو۔۔۔جائیں۔۔ایزل شاہ اسکے یوں بار بار غصہ ہونے پہ نظریں جھکاتے ہوئے منمنائی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ جب تک اسکی شکل دیکھے گا، اپنے غصے میں خود کو اور اسے یوں ہی جلاتا رہے گا، تو اس سے بہتر یہی تھا کہ وہ ہی منظر عام سے غائب ہو جائے۔۔وہ اس کے نیچے سے کھسک کے دور ہونے ہی والی تھی جب کاظم شاہ اسکے جملے پہ غصے سے پاگل ہوتا اپنا سارا بوجھ کے اسکے نازک وجود پہ ڈال چکا تھا۔۔

میری تھکاوٹ تو تمہارا یہ ٹڈہ (ننھا) سا وجود ہی اتار سکتا ہے!! تمہارے ڈرامے کی ایپسوڈ تو لیٹ ہو چکی ہے! ایسا کرتا ہوں میں ہی فلم چلا لیتا ہوں "دل بہلانے کے لئے"۔۔۔کاظم شاہ اسکا جبرہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچتا اسکے پاؤٹ بنے ہونٹوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا استہزایا انداز میں بولتا ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کر چکا تھا۔۔

اسکے استہزایا الفاظ و انداز پہ ایزل شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا، تو کیا وہ اسکے لئے ایک دل بہلانے کا سامان تھی؟، اس نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے کچلتے ہوئے خود کو اسکی ہر طرح کی شدت سہنے کے لئے تیار کیا تھا، اسکے منہ سے خود کے چھوٹے قد پہ ٹانٹ آج بھی اسکا دل بری طرح سے دکھا گیا تھا، کاظم شاہ نے اسکی قمیض کو کندھے سے کھسکاتے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکے تن سے الگ کرتے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ شدت سے اپنا لمس بکھیرنا شروع کیا تھا۔۔ کاظم شاہ اب احتیاط برتتے ہوئے اسکے ہاتھ کی بجائے اسکے بازوؤں کو اپنی گرفت میں لیتا اس پہ مکمل طور پہ حاوی ہوا تھا۔۔ آج کاظم شاہ کی شدتوں میں ایک الگ قسم کا جنون تھا، وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنا شدت بھرا لمس چھوڑنے کے بعد اسکے پور پور پہ جنونی انداز میں اپنی چھاپ چھوڑ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکے بدن کو ہر پردے سے آزاد کئے اسے مکمل طور پہ خود میں سما چکا تھا۔۔ اسکی سسکیاں اور اسکے لرزتے بدن کو محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنی گولڈن آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے اسکے ہونٹوں کو اپنی قید میں لئے اپنی شدتوں میں بے حد اضافہ کرتے ایزل شاہ کو پاگل کیا تھا، وہ تھوک نگلتے ہوئے اسکے پہاڑ جیسے وجود کو خود پہ برداشت کرتی اپنی آنکھوں موند چکی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکی گردن پہ جھکتا جگہ جگہ اپنے دانت گاڑتا نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا، اسکے جسم کی گہرائیوں پہ اپنی گہری چھاپ چھوڑتے ہوئے وہ اسکے پیٹ پہ جھک چکا تھا، اسکے ہر عمل میں بے حد شدت اور جنون کا عنصر تھا۔۔ ش۔شاہ۔۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکی اتنی شدت پہ اسے سسکتے ہوئے پکارا تھا تاکہ وہ اسے کچھ مہلت دے سکے۔۔ کاظم شاہ نے اسکے کندھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں دبوچتے ایک بار پھر سے اسکی سسکیوں کو اپنی ہونٹوں میں قید کرتے اسے بقیا ساری رات کے لئے اپنی پناہوں میں جنونی انداز میں قید کیا تھا۔۔

گل!!!! احان شاہ نے اسکا چہرہ تھپاتے ہوئے اسے پریشانی سے پکارا تھا۔۔ اسکے ہوش و حواس سے بیگانہ ہونے پہ احان شاہ اسے پریشانی سے اپنے سینے میں بھینچتا اپنی گاڑی کا رخ ہاسپٹل کی طرف موڑ چکا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے کے بعد اسے پتا چلا تھا کہ پچھلے دن سے بخار کی میڈیسن نہ لینے کی وجہ سے اس کا بخار بگڑ چکا ہے، اور شاید وہ ڈیلی ٹھنڈے پانی سے شاور بھی لیتی ہے، اسے لئے اسے اچھی خاصی ٹھنڈ لگ چکی تھی، ڈاکٹر اسے سکون آور انجیکشن لگا کے احان شاہ کو اسکی میڈیسن کی پرچہ تھما چکی تھی۔۔ گلالئ جسے ابھی کچھ دیر پہلے کچھ ہوش آیا تھا، انجیکشن کی وجہ

سے وہ پھر سے غنودگی میں جا چکی تھی، اس وقت رات کے اڑھائی بج رہے تھے، اسے گہری سانسیں بھرتے دیکھ کے احان شاہ جان چکا تھا، وہ اتنی آسانی سے نہیں اٹھے گی، شاید اس نے اب صبح تک یوں ہی سونا تھا، ڈاکٹر کے پوچھنے پہ احان شاہ نے اسے صاف بتایا تھا وہ اسکی بیوی ہے جس پہ گلالئ کے چہرے پہ تشدد کے نشان دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے احان شاہ کو سخت نظروں سے گھورا تھا، لیکن باتیں نہیں سنائی تھی وہ جانتی تھی اسکے باپ دادا کا سیاست میں کافی نام ہے۔۔ لیڈی ڈاکٹر کی سخت نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ کو زرتاج اماں پہ بے حد غصہ آیا تھا جس پہ وہ صرف لب بھینچ کے رہ گیا۔۔ گلالئ کو سکون سے کسی معصوم بچے کی طرح سوتے دیکھ کے احان شاہ نے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے اسکے نقش نقش کو نرمی سے چوما تھا۔۔ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے ہی وہ اسے اپنی بانہوں میں احتیاط سے اٹھاتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

وہ گلالئ کو ہویلی لے جانے کی بجائے اپنی گاڑی کا رخ اپنے فارم ہاؤس کی طرف موڑ چکا تھا۔۔ وہ ہفتے میں کئی بار اپنے فارم ہاؤس کا چکر لگاتا رہتا تھا، ملازم یہاں بھی ہر وقت ڈیوٹی پہ رہتے تھے، رات کے اس وقت احان شاہ کو یہاں دیکھتے ہوئے اسکے چوکیداروں نے برق رفتاری سے گیٹ کھولا تھا، احان شاہ کے ساتھ اس وقت کوئی اور بھی تھا یا نہیں، ملازموں میں سے کوئی بھی جان نہیں پایا تھا کیونکہ وہ اپنی گاڑی کے بلیک شیشے اوپر کو چڑھائے ہوئے تھا۔۔ فارم ہاؤس کے پورچ میں گاڑی روکتے ہی احان شاہ کی نظریں اپنی پٹھانی کی طرف اٹھی تھی، جو ہنوز گہری سانسیں بھرتے اسکے سینے پہ سر ٹکائے سو رہی تھی، اسکی چھوٹی چھوٹی سانسوں کی تپش اپنے سینے پہ محسوس کرتے احان شاہ کا دل زوروں سے دھڑک تھا، کیوں دھڑک رہا تھا وہ قطعی نہیں جانتا تھا، اسکا دماغ اس وقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا، وہ بالکل بلینک انداز میں اسکے معصوم نقوش پہ نرمی سے اپنی انگلی پھیرتا جھک کے اسکے زخمی ہونٹوں پہ پیار سے اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔ انہیں نرمی سے اپنے لمس سے بھگانے کے بعد وہ اسکی چادر درست کرتا اسے گود میں لئے اپنی گاڑی سے نکلا تھا، وہ ملازموں کی نظریں خود پہ محسوس کر کے نظر انداز کرتا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا، اپنے کمرے میں آتے ہی احان شاہ کو بے حد سردی محسوس ہوئی تھی، کمرہ ٹھنڈا تھا، احان شاہ نے تیز سپیڈ میں ہیٹر آن کرتے ہوئے گلالئ کو اپنے بیڈ پہ نرمی سے لٹایا تھا، کہاں سوچا تھا جسے وہ ہمیشہ اپنے سٹینڈرڈ سے کم تر سمجھتا تھا، آج اپنے اسی سٹینڈرڈ کو گراتے ہوئے اسے اپنے بستر پہ لٹائے گا! اسکے وجود سے چادر اتارتے ہوئے احان شاہ نے اسکے لمبے

بھورے بالوں کو سمیٹ کے تکیے پہ ڈالا تھا، اسکے رعنائیاں چھلکتے وجود سے نظریں چراتا ہوا احان شاہ اس پہ اچھے سے کمبل دیتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا، اس وقت اپنی ملکیت کو خود کے اتنے قریب دیکھتے ہوئے اس کا انگ انگ اس پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرنے کی تمنا کر رہا تھا، خود کے جذبات کو اس وقت لگامیں ڈالنا کتنا مشکل تھا، یہ اس وقت کوئی احان شاہ سے پوچھتا! احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اپنی الماری سے بلیو ٹراؤزر نکالتے واشروم کی طرف بڑھا تھا، وہ کتنی دیر شاور لیتا ہوا کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ کچھ بھی سوچ نہیں پا رہا تھا، احان شاہ کافی دیر تک گرم پانی سے شاور لیتا ہوا خود کو مینٹلی ریلیکس کر رہا تھا، شاور لینے کے بعد وہ بلیو ٹراؤزر میں ملبوس اپنے بالوں کو اچھے سے تولیے سے سکھاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا، ایک نظر بیڈ پہ ڈالنے کے بعد وہ ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ ہنوز سو رہی تھی، احان شاہ نے مرر تک آتے ہی اپنے بالوں کو ہیئر ڈرائیر سے سکھاتے ہوئے اپنے قدم صوفے کی طرف بڑھائے تھے، سینٹرل ٹیبل پہ اپنی ٹانگیں لمبی کرنے کے بعد وہ آج ہوئے ہر واقعے کو سوچ رہا تھا، ایک ہی دن میں کیا سے کیا ہو چکا تھا، وہ جس لڑکی کو اپنے سٹینڈرڈ سے کم تر سمجھتا تھا اسی کو سب کے سامنے اپنا نام دینے کی قسم کھا چکا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنی دکھتی کنپٹی کو انگلی سے مسلتے ہوئے اپنا سر پیچھے کو گرایا تھا۔۔ کسی بھی پل چین نہ آتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا، کمرے کی لائٹس اور سائیڈ لیمپ آف کرتے ہوئے وہ گلالئی کو اپنے مضبوط حصار میں لئے اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے آنکھیں موند چکا تھا، احان شاہ کو اتنا سکون شاید ہی کبھی میسر ہوا تھا جتنا اسے اس وقت محسوس ہو رہا تھا، وہ اس وقت اسکی دھڑکنوں کے بے حد قریب تھی، وہ جو اسکے لئے صرف ایک نوکرانی کی حیثیت رکھتی تھی!

کھڑکی سے آتی سورج کی کرنوں کی وجہ سے گلالئی کی آنکھیں کھلی تھی جو نا جانے پچھلے کتنے گھنٹوں سے اس نرم بستر پہ سکون سے سو رہی تھی، اس نے کسمساتے ہوئے ابھی اپنی آنکھیں کھولی ہی تھیں جب خود کو کسی عالیشان کمرے میں دیکھتے ہوئے اسکی نیند بھک سے اڑی تھی، اور اس سے بھی زیادہ حیرت تو تب ہوئی تھی جب شدت لیس احان شاہ کو اپنی بھاری ٹانگوں کا وزن اپنی نازک ٹانگوں پہ ڈالتے_ جبکہ چہرہ اپنی گردن چھپاتے دیکھا تھا، اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اپنی جگہ پہ سٹل ہو چکی

تھی، رات کا ایک ایک منظر آہستہ آہستہ اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرا رہا تھا۔۔ اسے یاد تھا رات میں احان شاہ نے قسم کھائی تھی وہ پوری ہویلی والوں کے سامنے اسے اپنا نام دے گا لیکن یہ اسکا کمرہ تو نہیں تھا! وہ اسے اپنی باتوں میں الجھاتے ہوئے آخر کہاں لا چکا تھا؟ گلالئی نے سانس روکتے ہوئے سوچا تھا، اسکی بے ایمانی پہ اور اپنی بات سے پھرنے پہ وہ اپنی پوری قوت سے احان شاہ کا چہرہ اپنی گردن سے دور جھٹک چکی تھی، اسکے یوں جھٹکنے پہ احان شاہ نے پٹ سے اپنی ہری آنکھیں کھولتے ہوئے اسے سالم نگاہوں سے گھورا تھا، احان شاہ کی آنکھوں میں غصے کی سرخی واضح تھی، اسکا یوں جھٹکنا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔ ابھی وہ اسے غصے سے جھٹکتا جب اسکے چہرے کے ناگوار تاثرات دیکھتے ہوئے گلالئی نے اپنے چہرے پہ بھی ضدی انداز میں ناگوار تاثرات سجائے تھے۔۔ اسکے ننھے سے ماتھے پہ اتنے بل دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، اس میں اس وقت بھی رات والی ضدی پٹھانی کی جھلک واضح تھی۔۔

آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے؟ آپ جھوٹی قسم کھا کے مجھے دھوکا دے کے آخر کہاں لا چکے ہیں؟ کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ گلالئی اسکی بھاری ٹانگ اپنی نازک ٹانگ سے ہٹانے کی تگ و دو کرتی ہوئی دھاڑی تھی۔۔

تم سے تم کو چاہتا ہوں!! احان شاہ نے اسے مختصراً جواب دیتے ہوئے اس پہ جھک کے اس کے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے اسکے چھوٹے سے ناک سے اپنی ناک ملاتے ہوئے اسکے گلابی لبوں پہ شدت سے اپنے عنابی لب جمائے تھے۔۔

ارزم شاہ کی یونیورسٹی میں سپورٹس ویک سٹارٹ ہو چکا تھا۔۔ ان کے ڈیپارٹمنٹ کے چار ہاؤس تھے۔۔ ریڈ، بلیو، گرین، ییلو۔۔۔ ان چاروں ہاؤس کے لئے ایک ایک ہاؤس کیپٹن درکار تھا۔۔ ہر سیکشن کے طلبہ کی ڈیمانڈ پہ ہر کلاس کے دو سے تین لڑکوں کو امیدواروں کے طور پہ سیلیکٹ کرتے ہوئے ان میں ووٹنگ کروائی جانی تھی، جسے زیادہ ووٹ ملنے تھے، ہاؤس کیپٹن اسی کو ڈیکلیئر کیا جانا تھا۔۔

ارزم شاہ کے سیکشن سے ہاؤس کیپٹن کے لئے عاشر لکھانی، داؤد آفندی اور ارزم شاہ کو امیدوار کے طور پہ سیلکٹ کیا گیا تھا۔۔ ارزم شاہ کو ہاؤس کیپٹن بننے میں اتنا سا بھی انٹرسٹ نہیں تھا لیکن اس کے دوست پوری کلاس میں ہلا بولتے ہوئے "شاہ" "شاہ" کے نعرے لگا رہے تھے جس پہ وہ ان کی طرف بیزاری سے دیکھتا ہوا کلاس میں کسی کے آنے کا

انتظار کر رہا تھا جو آج لیٹ ہو چکی تھی۔۔ آج کے دن صرف ہاؤس کیپٹن کی ووٹنگ اور تھوڑی بہت ریہرسل ہونی تھی، سپورٹس ویک کی اصل اوپننگ سرمنی کل سے شروع ہونی تھی۔۔

اس دن ارزم شاہ سے مار کھانے کے بعد عاشر لکھانی نے آج ہی سب کو اپنا منہ دیکھایا تھا اور ڈھیٹوں کی طرح وہ سب کو رشوت کے طور پہ ناشتہ کروا کے اپنی سیلکشن خود ہی کرواتا امیدوار کے طور پہ کھڑا ہو چکا تھا۔۔ وہ کب سے ارزم شاہ کو قہر برساتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اسے سلگانے کی خاطر اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے دلفریب انداز میں اسے آنکھ ونک کرتے سائیڈ پہ تھوکا تھا، اسکی یہ حرکت جہاں عاشر لکھانی کے تن بدن میں آگ لگا چکی تھی وہی پہ اسکے دوست قہقے لگاتے ہوئے ایک دوسرے پہ ڈھیر ہو چکے تھے، ارزم شاہ کی اس حرکت کو کلاس میں داخل ہوتی ذائشہ نے بھی نوٹ کیا تھا جس پہ وہ جھرجھری سی لے کے رہ گئی، اس بندے کا مقابلہ کرنا ان کی کلاس میں تو دور اسے لگتا تھا اس پوری یونیورسٹی کے بس کی بات نہیں ہے۔۔ ناجانے کیوں ذائشہ کو اسکے تھوکنے کا انداز بھی پسند آیا تھا اس نے جس ایٹیوڈ سے یہ حرکت کی تھی، ذائشہ نے بمشکل اس پر سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں، وہ آج بلیک ٹراوزر پہ پتلی سی وی گلے کی وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس تھا جو اسکے باڈی بلڈر سینے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی، سلور چین آج بھی ہر روز کی طرح آنکھ مچولی کرتی ہر کسی کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی، وہ بالکل رف حلیے میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا، ذائشہ ہمیشہ کی طرح بلیک عبایئے اور نقاب میں اپنی نگاہوں میں شرم وحیا لئے اس سے اپنی نظریں ہٹاتی ہوئی اپنی سیٹ پہ جا کے بیٹھ چکی تھی، اسے لگ رہا تھا آج معمول کے مطابق لیکچرز ہوں گے، لیکن جس طرح سے آج اسکی کلاس ہلا گلا کر رہی تھی اس کو یہ اپنی غلط فہمی ہی لگ رہی تھی، اس کی کلاس کے تینوں امیدواروں کے دوستوں نے کلاس میں ہلا مچایا ہوا تھا۔۔ وہ کلاس میں بیٹھتے ہی اتنا تو جان چکی تھی کہ امیدوار "ارزم شاہ" عاشر لکھانی" اور " داؤد آفندی" ہیں، جن میں ووٹنگ جاری تھی۔۔ اندھے کو بھی نظر آ رہا تھا آدھی سے زیادہ کلاس ارزم شاہ کی طرف ہے۔۔

ارزم شاہ جو کب سے بنا پلکیں جھپکائے فرصت سے ذائشہ کی طرف دیکھ رہا تھا، عاشر لکھانی کو ہاتھ میں چاکلیٹس کا بڑا سا ڈبہ پکڑے ذائشہ کے پاس جاتے دیکھ کے ارزم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔ ارزم شاہ سیکنڈ سے پہلے اسکی اس حرکت کا مدعا سمجھتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 21

چلو ہو یلی چلتے ہیں۔۔۔۔احان شاہ نے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکے بال کان سے پیچھے کرتے اسے اپنے چھوٹے سے جملے سے ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی۔۔گلالئ جو گہری گہری سانسیں بھرتی اپنی سانسوں کو ہموار کر رہی تھی، احان شاہ کی بات پہ اس نے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔کیا وہ سچ بول رہا تھا؟ کیا وہ واقعی ہی اسے ہو یلی لے جا کے اپنا نام دینے والا تھا؟ گلالئ نے لرزتے دل سے سوچا تھا۔۔

احان شاہ اسکے تاثرات پڑھتا ہوا بیڈ سے اٹھتے ہوئے باہر کی طرف بڑھا تھا، گلالئ نے چونکتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو کمرے سے غائب ہوتے دیکھا تھا، لیکن وہ زیادہ دیر کے لئے غائب نہیں ہوا تھا، وہ کچھ ہی منٹوں میں پھر سے کمرے میں داخل ہوا تھا، فرق صرف اتنا تھا اب اسکے ہاتھ میں ڈھیروں کی تعداد میں شاپنگ بیگز تھے۔۔

میں تمہیں فارم ہاؤس پہ اکیلے چھوڑ کے مال نہیں جا سکتا تھا، اسی لئے یہ سب میں نے آن لائن آرڈر کیا ہے۔۔ مجھے عورتوں کی شاپنگ کا اتنا خاص کوئی ایکسپیرینس نہیں ہے۔۔ تمہیں ان میں سے جو اچھا لگے وہ پہن لو باقی کسی ملازمہ کو دے دینا۔۔احان شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے تکیے سے اٹھاتا اسکے آگے ڈھیروں شاپنگ بیگز رکھتا نرمی سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔گلالئ حیرانگی سے اسے خود کے ساتھ اتنا نرم پڑتے دیکھ رہی تھی، ایسا تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔۔وہ ایک رات میں کیسے بدل سکتا ہے؟ گلالئ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

جھوٹ کیوں بول رہے ہیں آپ؟ اپنی منگنی پہ اپنی منظورِ نظر کا لباس بھی تو آپ نے اپنے اکسپریس (ایکسپیرینس) سے خریدا تھا نا۔۔اور ہوں تو میں بھی ملازمہ ہی۔۔ آپ کو کیا ضرورت تھی ایک نوکرانی پہ اتنی عنایات کرنے کی؟؟ گلالئ مضبوط لہجے میں بولتی اپنے پورے وجود پہ چادر اوڑھ رہی تھی۔۔ چہرہ بے حد سنجیدہ تھا لیکن اسکے پہلے جملے میں جیلسی کا عنصر تھا جسے احان شاہ بھی محسوس کر چکا تھا، اسے آج پھر انگریزی کی ٹانگ کھینچتے دیکھ کے جہاں احان شاہ نے اپنی کھری مغرور ناک انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی وہی پہ اسکا باقی کا جملہ سنتے ہوئے احان شاہ کی مسکراہٹ خود بخود غائب ہوئی تھی۔۔

تم آج سے احان ھارون شاہ کی بیوی کے طور پہ جانی جاؤ گی! اسی لئے تمام خدشوں اور شکووں کو اپنے دل سے نکالتے ہوئے اٹھو اور ان میں سے کوئی بھی ایک لباس پہن کے تیار ہو جاؤ۔۔۔ ہم کچھ دیر میں ہو یلی چلیں گے۔۔ میں جانتا ہوں تمہیں مجھ سے بہت شکوے ہوں گی جو میں فرصت میں بیٹھ کے تمہیں اپنے سینے میں بھینچ کے سنوں گا اور "عملاً" مداوا بھی کروں گا!! سوہری اپ!!!۔۔۔ احان شاہ اس کے پاس خود کے لیے جگہ بنا کے بیٹھتا اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگاتا ہوا مدھم آواز میں زو معنی لہجے میں مخاطب ہوا تھا، گلالئ کو اسکے اتنے مدھم لہجے اور نرم انداز کی عادت نہیں تھی، جہاں وہ اسکے نرم انداز کی اسیر ہوتی اپنے لبوں پہ مچلنے والی مسکراہٹ چھپا رہی تھی، احان شاہ کے یوں اچانک سے خود کو اپنی طرف کھینچنے پہ وہ سٹپٹائی تھی، وہ ابھی تک شرٹ لیس گھوم رہا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔۔ س۔سچ۔۔۔ بو۔۔ بول۔۔۔ ر۔رہے۔۔۔ ہیں۔۔ نا؟۔۔۔ ہو یلی۔۔ جا۔۔ کے۔۔ بدل۔۔ تو۔۔۔ نہیں ۔۔۔ جائیں۔۔ گے ؟؟ گلالئ اس کے بھورے بالوں سے لبریز سفید چٹانی سینے سے اپنی نظریں ہٹاتی اپنا چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھتی آس بھرے لہجے میں بولی تھی، وہ ابھی بھی خدشوں کا شکار تھی۔۔

نہیں یہ شاپنگ میں نے جھک مارنے کے لئے کی ہے۔۔۔ احان شاہ اب کی بار تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا، کیسی بیوی تھی اسکی؟ جب وہ غصہ ہوتا تھا تو اسکی جان جاتی تھی اور اب جب جو وہ ذرا سا مدھم پڑا تھا تو میڈیم جیسے اس سے ڈرنا دبنا ہی بھول چکی تھیں۔ احان شاہ کے سلگتے ہوئے لہجے کو محسوس کر کے گلالئ نے اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑی تھی۔۔۔ احان شاہ نے جھٹ سے اسکی ناک چومتے ہوئے اسکے ماتھے پہ اپنے لب شدت سے رکھے تھے۔۔

ش۔شرٹ۔۔ پہن۔۔ لیں۔۔۔۔ احان شاہ کا تنگ ہوتا حصار اپنے گرد محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی نظریں جھکاتے شرم وحیا سے سرخ پڑتے بولی تھی۔۔

شکر کرو اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی شرٹ لیس نہیں کیا میں نے!! ورنہ رات میں جتنا تنگ تم نے مجھے کیا ہے نا! کوئی بعید نہیں تھی میں تمہیں ہر پردے سے آزاد کرتا ہوا بھوکلا کے رکھ دیتا۔۔۔ احان شاہ اسکے گرد اپنا حصار مزید مضبوط کرتا بے حد بے باکی سے بوجھل گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا، اسکی اتنی بے باک بات پہ گلالئ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا تھا، وجود پہ کپکپاہٹ طاری ہوئی تھی۔۔

اسکے کانپتے وجود کی خاطر احان شاہ نے اسے اپنے حصار سے آزادی بخشتے ہوئے ان شاپنگ بیگز کو کھولا تھا۔۔ کچھ دیر پہلے گلالئ کا خود کو یوں چادر میں چھپانا احان شاہ کو ناگوار گزرا تھا لیکن اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھتے ہوئے وہ محسوس کر چکا تھا وہ اس سے شرما رہی ہے۔۔۔

کون سا والا پہنو گی ؟۔۔۔ احان شاہ نے آدھے سے زیادہ شاپنگ بیگز کو خالی کرتے ہوئے اس کے آگے کپڑوں کا ڈھیر لگاتے نرمی سے استفسار کیا تھا، گلالئ تو ان برینڈڈ اور قیمتی ڈریس کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی، احان شاہ کے سوال پہ اس نے روہانسے ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

مج۔مجھے۔۔۔ کچھ۔۔ سمجھ نہیں آ رہی شاہ سائیں!! میں ایسے ہی جاؤں گی چادر میں!! گلالئ معصومیت سے اپنی چادر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی، وہ اسے بتانا چاہ رہی تھی وہ چادر کے بغیر کمفرٹیبل نہیں ہو گی اور احان شاہ اسکی بات بنا کہے ہی سمجھ چکا تھا۔۔

اسکا حل بھی ہے میرے پاس!! ہمارے خاندان میں بیویاں اپنے شوہروں کی اجرک لیتی ہے! تم ایسا کرو یہ بلیک فراک پہن لو اور اس پہ میری بلیک اجرک لے لینا۔۔ احان شاہ اسکے پھولے گلابی گال کھینچتا ہوا اسکے مسئلے کا حل نکال چکا تھا۔۔ احان شاہ کی بات پہ گلالئ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، اس نے نظریں جھکاتے ہوئے معصومیت سے اپنی انگلیاں مڑوری تھیں۔ احان شاہ نے اسکے جھکے سر کو دیکھ کے اسکی گود میں بلیک ڈریس رکھتے باقی تمام کپڑوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے شرارت سے ایک چھوٹا سا شاپنگ بیگ اسکی طرف بڑھایا تھا۔۔ گلالئ، احان شاہ کی مسکراہٹ دیکھے بغیر یونہی اس بیگ کو کھولنے کی غلطی کر بیٹھی تھی اور پھر اگلے ہی پل وہ لال بھبھوکا چہرہ لئے اس شاپر کو خود سے دور پھینک چکی تھی۔۔

شاہ سائیں!!! وہ شرم و حیا سے لال پڑتی اسکے برہنہ سینے میں اپنا چہرہ چھپا چکی تھی جس پہ احان شاہ کا دلکش قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔

اس میں شرمانے والی کیا بات ہے ؟ تمہیں ہی مجھ سے شکایت ہوتی تھی کہ ان ساڑھے سات سالوں میں میں نے تمہیں خرید کے ہی کیا دیا ہے ؟ اب دیکھو تو تمہارے کپڑوں کے ساتھ ساتھ ہر رنگ میں تمہاری پرائیویٹ۔۔۔۔

ابھی احان شاہ اسکی گال پہ اپنی بیبرڈر گڑتا مزید بے باک ہوتا جب گلالئ نے تیزی سے اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ جمایا تھا، اسے بے شک انگلش ٹھیک سے بولنی نہیں آتی تھی لیکن وہ کتنے الفاظوں کے معنی سمجھ جایا کرتی تھی۔۔

پہن کے بتانا ضرور۔۔ سائز کیسا ہے!! احان شاہ اسکے سرخ لال چہرے کو دیکھتا اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دباتا سنجیدگی سے اتنی بے باک بات کہہ چکا تھا، گلالئ اسکی بے باکیوں پہ مزید اسکے سینے میں گھستی جا رہی تھی، احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

اگر یوں ہی شرماتی رہو گی تو ہو یلی جانے کی بجائے اپنے بچوں کو دنیا میں لانے کی پلیننگ کر ڈالوں گا۔۔۔ احان شاہ اسے ایک جست میں اپنی گود میں اٹھاتا اپنی مزید بے باک باتوں سے اسکے طوطے اڑاتا_ اسکا لباس پکڑتے ہوئے اسے لئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

شاہ!! مجھے نیچے اتاریں۔۔۔ گلالئ اس اچانک افتاد پہ اسکے برہنہ کندھوں پہ ہاتھ جماتی معصومیت سے چیخی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے گلابی لبوں کو اپنے عنابی ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اسے ڈریسنگ روم کے پاس کھڑا کیا تھا۔۔

چینج کر لو جا کے۔۔۔ احان شاہ اسکی طرف اسکے کپڑے بڑھاتا نرمی سے بولا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔ پہلے۔۔۔ نہاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ احان شاہ کے ہاتھوں سے اپنے کپڑے اور سرخ پڑتے ہوئے اس چھوٹے سے شاپنگ بیگ کو تھامتی گلالئ نظریں جھکائے بولی تھی، اسے ڈیلی صبح شاور لینے کی عادت تھی۔۔

اہمم۔۔۔ پہلے ہی طبیعت خراب ہے تمہاری اور ویسے بھی رات میں ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں ہوا جس کے لئے تمہیں شاور لینے کی ضرورت پڑے۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے ڈریسنگ روم میں دھکیلتا اپنا لب دباتے ہوئے بے حد بے باکی سے گویا ہوا تھا۔۔ گلالئ کی توبہ اب جو وہ اس بے باک بندے کے سامنے بنا کچھ سوچے سمجھے بولے، وہ اسکی بے باکیوں کی مزید تاب نہ لاتی کافی زور سے دروازہ بند کرتی اسکے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ چکی تھی۔۔ اپنی تیز تیز دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے گلالئ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپایا تھا، یہ تصور ہی ناممکن تھا کہ اس کا سیدزادہ مکمل طور پہ اسکا ہونے جا رہا ہے۔۔۔

احان شاہ نے مسکرا کے ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اپنے قدم واشروم کی طرف بڑھائے تھے۔۔
ان دونوں کو اس وقت اپنی زندگی جتنی حسین نظر آرہی تھی وہ اس بات سے انجان تھے، یہ زندگی اتنی ہی آزمائشوں بھری ہونے والی تھی۔۔۔

ہے ذائشہ!! کیسی ہیں آپ؟؟۔۔۔عاشر لکھانی اپنی وائٹ ڈریس پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتا مسکراتے ہوئے نرمی سے ذائشہ سے اسکا حال استفسار کر رہا تھا۔
ٹھن۔ ٹھیک۔۔ ذائشہ جو اپنی کتاب پہ جھکی ہوئی تھی، عاشر لکھانی کی آواز پہ اس نے چونکتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

Take and eat this! And do vote for me

(یہ لو اور کھاؤ اور مجھے ووٹ کرو۔۔)

عاشر لکھانی اسکی طرف چاکلیٹ کا ڈبہ بڑھاتا نرمی سے مسکراتے ہوئے بول رہا تھا، اسکے چہرے پہ کچھ دن والے واقعے سے متعلق کوئی بھی تاثرات نہیں تھے، اسکا چاکلیٹ اپنی طرف بڑھانا ذائشہ کو برا نہیں لگا تھا کیونکہ تقریباً پوری کلاس میں یوں ہی چیزیں بانٹیں جاری تھیں، ڈانس کیا جا رہا تھا، نعرے لگائے جا رہے تھے، اور زور زور سے ڈائز بجانا بھی جاری تھا۔۔
اسکے لہجے میں نرمی اور اپنائیت محسوس کرتے ہوئے ابھی ذائشہ اسکا دل رکھنے کے لئے مسکراتی ہوئی چاکلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے بنا کسی کا لحاظ کئے اسکی گلوز میں مقید نازک کلائی کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں جکڑا تھا۔۔ ذائشہ نے حیرانگی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو عاشر لکھانی کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔۔
ش۔شاہ! لیومائے ہینڈ (میرا ہاتھ چھوڑو)۔۔۔ ذائشہ اسکے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑوانے کی تگ و دو کرتی ٹھنڈے لہجے میں بولی تھی۔ اسکی یہ حرکت اسے آج بھی ناگوار گزری تھی، پوری کلاس کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے ہوئے ذائشہ کے ماتھے پہ ننھی ننھی پسینے کی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔

Go from here! She already gave me her vote

(جاؤ یہاں سے! وہ پہلے ہی مجھے اپنا ووٹ دے چکی ہے)

ارزم شاہ اپنا ہاتھ ذائشہ کی کلائی سے ہٹائے بغیر عاشر لکھانی کو سالم نگاہوں سے دیکھتا غرایا تھا۔۔ اسکی شیر سی غراہٹ پہ ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، عاشر لکھانی کا بس نہیں تھا وہ ارزم شاہ سے دو دو ہاتھ کرے لیکن اسکا بس ہی تو نہیں چلتا تھا۔۔ ارزم شاہ خود پہ اور زائشہ پہ سب کی نظریں محسوس کر چکا تھا، اپنے دوستوں کی دبی دبی مسکراہٹ بھی وہ کن اکھیوں سے دیکھ چکا تھا۔ ارزم شاہ سب کو نظر انداز کرتا ذائشہ کو کلائی سے کھینچ کے اسکی کرسی سے اٹھاتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا، ذائشہ اپنی پوری قوت سے بھی اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے آزاد نہیں کروا پا رہی تھی

۔

ارزم شاہ کو یوں ذائشہ کو کھینچ کے لے جاتے دیکھ کے پوری کلاس کے منہ کھلے تھے، تمام لڑکیاں جی بھر کے جیلس ہوئی تھیں، عاشر لکھانی ہکا بکا سا ارزم شاہ کی چوڑی پشت کو گھور رہا تھا جو اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر ذائشہ کو لے کے وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔۔

شاہ! لیو می (چھوڑو مجھے)۔۔۔۔ ذائشہ اپنے پورے زور سے اپنا ہاتھ اس سے چھڑوانا چاہا رہی تھی لیکن ارزم شاہ کی گرفت مضبوط تھی، وہ کچھ فاصلے پہ ایک کلاس خالی دیکھتے ہوئے ذائشہ کی کلائی چھوڑ کے اسے بازو سے پکڑتا اس کلاس میں بڑھ چکا تھا۔۔

شاہ!!!!!۔۔۔۔ اس خالی کلاس کو دیکھتے ہوئے ذائشہ نے بے حد خوف سے ارزم شاہ کو پکارا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس گھٹیا انسان سے بات کرنے کی!! ارزم شاہ اسے دیوار کے ساتھ لگاتا اچانک سے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ پہ تضاد اسکی اتنی نزدیکی پہ ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکی ہیزل آنکھوں میں بے حد خوف تھا۔

جواب دو مجھے!! ڈیم اٹ۔۔۔ ارزم شاہ اپنے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے زور سے دیوار پہ مارتا پہلے سے ڈبل آواز میں دھاڑا تھا۔۔

میں۔۔۔نے۔۔۔تو۔۔۔اس۔۔۔سے۔۔۔بات۔۔۔نہیں۔۔۔کی۔۔۔تھی۔۔۔ذائشہ اپنی ہیزل آنکھوں میں نمی لئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔

جھوٹ نہیں بولو! میں نے خود دیکھا تھا تمہاری ان آنکھوں کو اسکی بات کے جواب میں مسکراتے ہوئے۔۔۔تم کیوں مسکرائی تھی اسکی بات پہ؟؟ ایسا کون سا لطیفہ سنایا تھا اس نے تمہیں جو تم اپنی مسکراہٹ نہ روک پائی؟؟ ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا حلق کے بل چیخا تھا، وہ کیسے اس کے علاوہ کسی دوسرے کو مسکرا کے دیکھا سکتی تھی؟ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اسکی ہیزل آنکھیں مسکراتے ہوئے مزید خوبصورت دکھتی ہیں۔

می۔۔میں۔۔آئیندہ۔۔۔سے۔۔۔نہیں۔۔۔مسکراؤ۔۔۔

گی۔۔۔خوب۔۔۔سارا۔۔۔رویا۔۔۔کروں۔۔گی۔۔۔شاہ۔۔۔پلیز۔۔۔دور۔۔۔ہو۔۔۔جائیں۔۔۔۔ذائشہ اپنے ہاتھ اٹھاتی ہوئی ٹپ ٹپ آنسو بہاتے ہوئے بولی تھی۔۔اسکے اچانک سے یوں رونے پہ ارزم شاہ نے جلدی سے اس سے دو قدم کا فاصلہ بنایا تھا۔۔

تم کسی کے سامنے نہیں رو گی سوائے ارزم دریاب شاہ کے!! میں نہیں چاہتا میرے علاوہ تمہاری بھیگی آنکھوں پہ کسی کی بھی نظر پڑے۔۔۔ارزم شاہ بے حد شدت پسندی سے بولتا ہوا ہاتھ بڑھا کے اسکی ہیزل آنکھوں سے ٹپکتے آنسو اپنی پوروں سے چن رہا تھا۔۔ذائشہ نے سینے سے سر پٹکتے دل سے ارزم شاہ کا جملہ سنا تھا، وہ اسکی سائیکی پہ حیران در حیران تھی، نہ اسے اسکا کسی کے سامنے مسکرانا پسند آرہا تھا نہ رونا! اور وہ کیا پاگل تھی جو اس مینٹل شاہ کے سامنے بلا فضول میں ہنستی اور روتی رہتی؟؟ ذائشہ نے اپنے چھوٹے سے دماغ سے سلگتے ہوئے سوچا تھا، اسکے ہاتھ اپنی آنکھوں پہ محسوس کرتے ہوئے وہ تیزی سے اسکا ہاتھ جھٹک چکی تھی۔۔اسکے یوں اپنا ہاتھ جھٹکنے پہ ارزم شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

دیکھو۔۔مجھے۔۔یوں۔۔۔مت۔۔گھورو۔۔مجھے۔۔۔ڈر۔۔۔لگ۔۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔پلیز۔۔۔۔ذائشہ سوں سوں کرتی ہوئی پیچھے دیوار میں مزید گھسنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

اوکے۔۔۔آئی ایم سوری۔۔۔۔ارزم شاہ اس بے وقوف لڑکی کے رونے پہ پل میں نرم پڑتا اسے ریلیکس کر رہا تھا جو اپنی ہیزل آنکھوں میں خوف اور پانی لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔اسکے نرم پڑنے پہ اب غصہ دیکھانے کی باری

زائشہ کی تھی، وہ اب اپنی آنکھوں میں خوف کی بجائے بے حد غصہ لئے اس سے نظریں پھیرتی اس کلاس سے نکلنے ہی والی تھی جب اسکی کلائی پھر سے ارزم شاہ کے ہاتھ میں آچکی تھی۔۔

مجھے یوں مت گھورو مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے پلیز۔۔۔ ارزم شاہ اسکے گھورنے پہ چوٹ کرتا اسے اسی کے الفاظ لٹاتا مصنوعی معصومیت سے بولا تھا، وہ محسوس کر چکا تھا وہ اس پہ ضرورت سے زیادہ غصہ کر چکا ہے۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔ آپ کو مجھ سے یوں بدتمیزی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔۔ پوری کلاس ہمارے بارے میں پتا نہیں کیا سوچ رہی ہو گی۔۔۔ ذائشہ غصے سے بولی تھی۔

پوری کلاس کو چھوڑ کے پوری یونیورسٹی ہمارے بارے میں سوچے مجھے گھنٹہ فرق نہیں پڑتا!! تم مجھے آج کے بعد کسی بھی لڑکے کے ساتھ بات کرتی نظر نہ آؤ۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی سرد ہو چکا تھا۔۔

میں بھی تو یہی چاہتی ہوں میں کسی لڑکے سے بات نہ کروں لیکن ہمیشہ آپ میرے راستے میں ٹپک پڑتے ہیں۔۔ آخر چاہتے کیا ہیں آپ مجھ سے؟؟ اس دن آپ سے ایک فری لیکچر کیا لے لیا ہے آپ تو فری ہی ہو گئے ہیں۔۔ پوری کلاس کی لڑکیاں مجھے اتنی ندیدی نظروں سے گھور رہی تھیں جیسے ابھی سالم نگل جائیں گی۔۔ اگر آپ کی وجہ سے کسی ۔۔۔۔ ابھی ذائشہ ایک دم سے غصے میں آتی اپنی بات مکمل کرتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

اوکے!! پوری فیس لے کے آنا! جانتی ہو میں ایک لیکچر دینے کی کتنی فیس لیتا ہوں؟؟ ارزم شاہ اسکی کلائی چھوڑ کے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتا ایٹیوڈ سے بولا تھا جو اسکی ذات کا خاصا تھا۔۔ اسکے یوں استفسار کرنے پہ ذائشہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ بھڑکیں مارنے کے لئے اسے فیس کا بول تو چکی تھی لیکن یہ بھول چکی تھی سامنے کھڑا انسان بدمعاشی کی مثال آپ ہے، وہ اسے قطعی فیس معاف کرنے کی آفر نہیں کرے گا۔۔

دس منٹ کی 100 ڈالرز۔۔۔ بیس منٹ کی 200 ڈالرز۔۔۔۔ تیس منٹ کی 300 ڈالرز۔۔۔ چالیس منٹ کی 400 (criteria) ڈالرز۔۔۔ پچاس منٹ کی 500 ڈالرز اور ساٹھ منٹ کی 600 ڈالرز۔۔۔۔ یہ میری فیس کا کرائٹیریا ہے۔۔ اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے تمہیں ایک گھنٹہ دس منٹ کا لیکچر دیا تھا اس حساب سے کل ملا کے تمہاری فیس ہو گئی 700 ڈالر۔۔۔ کل یاد سے میری فیس لے آنا!! ارزم شاہ کندھے آچکا کے بولتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

لی۔۔ لیکن۔۔۔ ایسا۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہو۔۔۔ سکتا۔۔۔ یہ۔۔۔۔ بے۔۔ ایمانی۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔ ذائشہ جیسے کسی صدمے کی کیفیت میں بولی تھی، اتنی فیس تو اس نے سکول، کالج اور یونیورسٹی والوں کو کل ملا کے نہیں دی ہونی جتنی ارزم شاہ نے اپنے ایک لیکچر کی اس سے مانگ لی تھی۔۔ اسکے یوں صدمے میں آنے پہ ارزم شاہ کا بس نہیں تھا وہ پیٹ پکڑ کے قہقے لگائے، ابھی کیسے فیس پے کرنے کے بھرم دیکھا رہی تھی، اور وہ دو منٹ میں اسکی ہوا نکال چکا تھا۔۔

یہ بے ایمانی قطعی نہیں ہے البتہ اگر کل تم نے بے ایمانی کرتے ہوئے یونی سے چھٹی کی تو نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔۔۔ ارزم شاہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔۔ ذائشہ کے بے وقوف سے دماغ میں اچانک سے جھماکا ہوا تھا۔

Go from here! She already gave me her vote

ارزم شاہ کا کچھ دیر پہلے کا بولا گیا جملہ اسکی سماعتوں میں گونجا تھا۔۔۔

آپ نے کلاس میں جھوٹ کیوں بولا تھا کہ میں آپ کو ووٹ دے چکی ہوں حالانکہ میرا ووٹ اتنا مہنگا ہے۔۔۔ ذائشہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتی لرزتے دل سے بولی تھی۔۔ اسکی اتنی سمجھداری پہ ارزم شاہ نے آئیبرو آچکا کے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

کیونکہ میں جانتا ہوں تم اپنا ووٹ مجھے ہی دو گی۔۔۔ ویسے کتنے کا ہے تمہارا ایک ووٹ؟ ارزم شاہ نے دلچسپی سے پوچھا

۔۔۔

ڈالرز۔۔۔۔۔۔ ذائشہ اترا کے اپنی ہیزل آنکھوں کو گھماتے ہوئے بولی تھی، اچھی کے دل میں اسے لگ رہا 1000 تھا اس نے کچھ زیادہ ہی چھوڑ دی ہے، ارزم شاہ ابھی اسکا مذاق اڑانا شروع کر دے گا۔۔

اتنا سستا ووٹ؟؟ کم آن۔۔۔ ارزم شاہ اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے اسکی طرف دیکھتا ہوا افسوس بولا تھا، البتہ دل میں وہ اسکے اتنے مہنگے ووٹ پہ واقعی ہی قہقے لگا رہا تھا۔۔ ذائشہ اس کے اطمینان پہ حیران در حیران تھی لیکن پھر اسے یاد آیا تھا وہ تو امیر کبیر " شاہ" ہے، وہ تو ہزار ڈالرز منٹوں میں اڑا دیتا ہو گا۔۔

ہاں۔۔۔ جی۔۔۔ یہ۔۔۔ غریبوں۔۔ کے لئے اسپیشل آفر ہے۔۔۔ ذائشہ کا کانفیڈنس ہنوز قائم تھا، ارزم شاہ نے ایک نظر اپنے برینڈڈ کپڑے جوتوں کو دیکھتے ہوئے دوسری نظر ذائشہ کو دیکھتے اسے داد دیتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

بہت مہربانی آپکی ذائشہ بی بی۔۔ اگر آپ مجھے اتنی رعایت نہ دیتی تو میں یقیناً فٹ پاتھ پہ بیٹھ کے بھیک مانگ رہا ہوتا۔۔ بائے داوے آپ چیک لینا پسند فرمائیں گی یا" قائد اعظم (نوٹ)"۔۔۔ ارزم شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا اس کی طرف جھکتا اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔

دیکھیں مجھے نہیں پتا آپ کیا بول رہے ہیں۔۔۔ میں کلاس میں جا کے آپکو ووٹ دے دوں گی جس کی فیس ہزار ڈالرز ہے، ان ہزار ڈالرز میں سے آپ 700 ڈالرز اپنے لیکچر کی فیس کا کاٹ لیجئیے گا اور 300 ڈالرز اسی فقیر کو دے دیجئیے گا، جسے آپ نے پچھلی بار میری عقل مندی کا صدقہ دیا تھا۔۔ ذائشہ ڈیل کرنے والے انداز میں بے حد سمجھداری سے گویا ہوئی تھی، اسے اسکے بقیا 300 ڈالرز میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا، اسکا مقصد تو صرف اپنی اتنی مہنگی فیس معاف کروانا تھا جو کہ وہ عقل مندی سے معاف کروا چکی تھی اور آج تو اسکا دل خود بھی اپنی عقل مندی کا صدقہ دینے کو چاہ رہا تھا۔۔ ارزم شاہ جس لڑکی کو اتنا بیوقوف سمجھتا تھا وہ اتنی عقل مند نکلے گی یہ تو اس نے بھی نہیں سوچا تھا، البتہ اسکی کیوٹ باتیں سنتے ہوئے اسکا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا، وہ اسکی بات سنتے ہوئے مسلسل اپنے سر کو خم دیتا اسکی ہیزل آنکھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔۔

تھینک یو فار یور ووٹ ذائشہ بی بی!! اور مجھے امید ہے آپ آئندہ سے میرے علاوہ کسی لڑکے سے بات نہیں کریں گی ورنہ مجھے ہڈی پسلی بہت اچھے سے توڑنی آتی ہے۔۔ ارزم شاہ اسکا حجاب میں ڈھکا سر کنپٹی سے تھپتپا کے بولتا یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔۔ ذائشہ اسکی دھمکی پہ منہ کھولتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو گھور کے رہ گئی، اسکی کچھ دیر پہلے والی نزدیکی یاد کرتے ہوئے اسکے گال دہک کے لال ہو رہے تھے جبکہ غصہ یاد کرتے ہوئے وہ صرف جھرجھری لے کے رہ گئی۔

ناجانے کیوں اس انسان کا حق جتانا انداز اسکے دل پہ لگ رہا تھا، آج سے پہلے کسی نے بھی اس پہ یوں حق نہیں جتایا تھا جس طرح سے وہ جتا رہا تھا۔۔

گلالئی اس وقت بلیک پیروں کو چھوتی شفون کی ہلکی سی کامدار فراک میں ملبوس شانوں پہ دوپٹا لئے معصومیت سے احان شاہ کے حصار میں کھڑی تھی، جو اسکے پیٹ کے گرد اپنا ہاتھ سانپ کی طرح لپیٹے اسکی پشت اپنے سینے سے لگائے ہوئے

تھا، احان شاہ شیشے میں خود کا اور گلالئی کا عکس دیکھتا_ ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی پرفیوم اٹھاتے ہوئے خود پہ اور گلالئی پہ چھڑکتا_ اسکی پچھلی گردن کو اپنے سلگتے لبوں کے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔

میری خوبصورت پٹھانی!!۔۔۔وہ بوجھل بھاری آواز میں بولتا اسکے کان کی لوں کو دانتوں سے کاٹ گیا۔۔وہ اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس اپنے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے پیروں پہ بلیک ہی پشاوری چپل پہنے ہوئے تھا، بھورے گھنے بال جیل سے سیٹ کئے گئے تھے۔۔وہ دونوں اس وقت بے حد خوبصورت کپل دکھائی دے رہے تھے۔۔

شاہ سائیں!! مجھے۔۔۔مجھے بہت۔۔۔ڈر۔۔۔لگ۔۔۔رہا۔۔ہے۔۔۔گلالئی اس کے حصار میں اپنا رخ موڑتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی تھی، یہ سچ تھا، شاہ بی بی اور حویلی والوں کے ریکشن سے اسکا دل لرزتا ہوا پہلو میں زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔

سب ٹھیک ہو جائے گا!! ریلیکس۔۔۔احان شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسکے لمبے بھورے بالوں کو سمیٹتا ہوا اسکے سر پہ دوپٹا دے رہا تھا۔۔اس نے گلالئی کے لئے کافی چوریاں بھی آرڈر کی تھی، لیکن وہ اسے چوریاں پہنا کے اسکے پرانے زخم ہرے نہیں کرنا چاہتا تھا جب وہ بے دردی سے اسکی کلائیوں کو زخمی کرتا اسکی چوڑیاں توڑ دیا کرتا تھا۔۔

اس نے گلالئی کے لئے کافی جیولری اس کے آگے بڑھائی تھی جس میں سے اس نے صرف چھوٹے سے ٹاپس ہی اٹھائے تھے، اسے اتنا زیور پہننے کی عادت نہیں تھی۔۔

آپ۔۔بدل۔۔۔تو۔۔۔نہیں۔۔۔جائیں۔۔۔گے؟؟وہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں آنسو لئے اسکی کالی قمیض کو سینے سے مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے پھر سے اپنے دل میں آئے خدشہ کا اظہار کر رہی تھی۔۔

اتنا تو بدل دیا ہے تم نے مجھے ایک رات میں! کیا اتنا کافی نہیں ہے؟ احان شاہ اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں جھانک کے بولتا اسکے لبوں پہ اپنی پوری شدت سے جھک چکا تھا۔۔گلالئی نے اسکے کالر کو تھامتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھی، وہ اب رات کی طرح اسکے لمس پہ مزاحمت نہیں کر رہی تھی، احان شاہ نے اسکے آنکھیں موندنے پہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے زمین سے اٹھاتے ڈریسنگ مرر پہ بٹھایا تھا اور پھر وہ اسکی کمر اور پیٹ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا اسکے لبوں پہ اپنی شدت بڑھاتا چلا گیا۔۔

آج کاظم شاہ رات میں فارم ہاؤس نہیں گیا تھا بلکہ وہ تقریباً فجر کے وقت ایزل شاہ کو اپنی شدتوں سے رہائی دیتا اسی کے سینے پہ سر رکھ کے گہری نیند میں جا چکا تھا، وہ کافی تھک چکا تھا، رات میں اسکا ایزل شاہ کو اپنی قربت بخشنے کا کوئی خاص ارادہ نہیں تھا لیکن اسکے منہ سے کمرے سے جانے کا سن کے وہ خود پر سے قابو کھو چکا تھا، وہ اپنے جنونی انداز کی وجہ سے رات میں ناچاہتے ہوئے ایزل کو ہرٹ کر چکا تھا، ایزل شاہ رات سے اس کی دیو ہیکل وجود خود پہ محسوس کرتی اب جیسے مرنے والی ہو چکی تھی، وہ اس پہ مکمل طور پہ پھیل کے سویا ہوا تھا، ایزل شاہ کا ناتواں وجود اسکے نیچے بلکل دب چکا تھا، وہ جو کب سے نیند میں کسمسا رہی تھی بالآخر پھر سے کروٹ بدلنے میں ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے اسے نے اپنی نیند کا خمار لئے نیلی آنکھیں بیزاری سے کھولی تھیں، لیکن آنکھیں کھولتے ہی خود پہ کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھوں کی بیزاری کی جگہ حیرانگی نے لی تھی، تو کیا وہ آج رات طوائفوں کے پاس نہیں گیا تھا؟ ایزل شاہ نے اپنا چھوٹا سا دماغ لڑاتے ہوئے سوچا!

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی جب رات کا ایک ایک منظر اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا، وہ ساری رات اسکا جنون سہتی رہی تھی، اپنی کمر کے تل پہ اسے شدید جلن محسوس ہو رہی تھی جس پہ کاظم شاہ نے کتنی ہی دیر اپنے دانت جمائے تھے۔۔ اسکے بار بار کسمسانے پہ کاظم شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔۔ اسے خود کی طرف دیکھتا پا کے ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھوں میں شکوہ لئے اپنی نظریں پھیر چکی تھی، کاظم شاہ نے اسکا شکوہ سمجھتے ہوئے جھک کے اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑتے پھر سے آنکھیں موندی تھیں۔۔ صبح کے دو بج رہے تھے لیکن کاظم شاہ کی نیند ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔

سس۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکے دانت اچانک سے اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے سسکی بھری تھی۔۔ اسکے سسکی بھرنے پہ کاظم شاہ نے اسکی گردن سے اپنے دانت ہٹائے تھے، اپنی پشت پہ کٹی کو آرام دہ انداز میں ناخن مارتے دیکھ کے کاظم شاہ نے غصے سے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف بڑھاتے اسے خود پر سے ہٹا کے نیچے زمین پہ پھینکتے گھور کے دیکھا تھا جو معصومیت سے ایزل شاہ کو دیکھ رہی تھی، لیکن ایزل شاہ اس دیو کی قید میں ابھی اپنی معصوم سی کٹی کے پاس جانا تو دور اسکی گرفت میں ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔

گزری رات کے بعد سے کاظم شاہ اپنے جنون سے ڈر چکا تھا، وہ نازک سی لڑکی اسکی اتنی شدتیں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی، کاظم شاہ کو خود پہ غصہ بھی آیا تھا جس نے اس دوغلی اور مکار لڑکی پہ اپنی جنونی شدتیں نچھاوڑ کی تھیں، وہ اس کی جنونیت کے لائق نہیں تھی، کاظم شاہ کی جنونیت کے لائق صرف اسکی من چاہی بیوی ہو سکتی تھی، اور ایزل شاہ من چاہی نہیں تھی وہ تو اسکے گلے میں ایک طوق تھی، وہ کاظم شاہ کا جنون کبھی نہیں ہو سکتی تھی، وہ تو صرف اسکی طلب پوری کرنے کے لئے اسکے دل بہلانے کا سامان تھی، وہ کیسے اس پہ اپنی جنون خیزیاں لٹا سکتا تھا؟ وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا جب ایزل شاہ کی روہانسی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔وا۔واشروم۔۔جا۔جانا۔۔۔ہے۔۔۔وہ اس سے کہنا چاہتا تھی اس کا سانس بند ہو رہا ہے، اسکے پورے وجود میں بے تحاشہ درد ہے، وہ اسے مزید ایک منٹ بھی خود پہ برداشت نہیں کر سکتی، لیکن وہ اپنی زبان پہ شکوہ لائے بغیر مدھم لہجے میں بات پلٹ چکی تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکی بھرائی آواز محسوس کرتے ہوئے اسکے جسم پہ نرمی سے اپنا ہاتھ پھیرا تھا، اسکے ہاتھ اپنے بدن پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، لیکن اسکے ہاتھوں کی نرمی محسوس کرتے درد سے ٹوٹتے بدن کو راحت بھی اتنی ہی ملی تھی۔۔کاظم شاہ کچھ دیر تک یونہی خاموشی سے آنکھیں موندے اسکے بدن کے خدوخال پہ نرمی سے اپنی انگلیاں سہلاتا رہا، پھر اسکے واشروم میں جانے کا خیال کرتے ہوئے وہ اپنے گولڈن بالوں کو انگلیوں سے سہلاتا اس پر سے اٹھتے ہوئے سائیڈ پہ نیم دراز ہو چکا تھا، وہ بالکل خاموش تھا۔۔اسکے اٹھنے پہ ایزل شاہ کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔۔وہ گہری سانس بھرتی خود پر سے کمبل ہٹانے ہی والی تھی جب اپنی حالت دیکھتے ہوئے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی خود پہ پھر سے کمبل درست کر چکی تھی۔۔ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے کاظم شاہ کے پیچھے پڑے اپنے لباس کو دیکھا تھا، کاظم شاہ جو آنکھیں موندے ہوئے بھی اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، تکیے پہ پڑی اپنی وائٹ شرٹ اٹھا کے ایزل شاہ پہ پھینکتا وہ اپنا رخ موڑتے ہوئے چہرہ تکیے میں چھپا چکا تھا، وہ جانتا تھا وہ اس سے جھجھک محسوس کرتی ہوئی یونہی کمبل میں دبکی رہے گی لیکن اسے اپنا لباس پکڑانے کو نہیں بولے گی۔۔ایزل شاہ نے کاظم شاہ کے رخ موڑنے پہ تھوک نگلتے ہوئے اسکی وائٹ شرٹ پہنتے ہوئے سارے بٹن بند کئے تھے، کاظم شاہ کی شرٹ اسکے گھٹنوں سے نیچے تک آ رہی تھی، اسکے

چھوٹے سے بازو اسکی شرٹ کی آستینوں میں بالکل چھپ چکے تھے، ایزل شاہ کو اسکی شرٹ پہنتے ہوئے محسوس ہوا تھا وہ بار بار اسکے قد پہ ٹانٹ کیوں مارتا ہے، وہ واقعی ہی اس سے کافی لمبا اور چوڑا تھا۔۔

پنک پانتھر تو پتلا اور کیوٹ سا ہے یہ تو اتنے موٹے اور جلاد ہیں، ایسے تو پنک پانتھر کے ساتھ زیادتی ہو جائے گی! انہیں کوئی اور نام دینا پڑے گا۔۔۔ ایزل شاہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو دیکھتے ہوئے بالکل ہلکی آواز میں خود سے بربرائی تھی، اسے یوں ہی بربرانے کی عادت تھی، لیکن اسکی ہلکی سی سرگوشی کاظم شاہ اپنے تیز کانوں سے باآسانی سن چکا تھا۔۔

ویسے تو جیری کا سائز بھی تم سے بڑا ہے۔۔۔ ایسے تو تمہیں جیری بولنے سے اسکے ساتھ بھی زیادتی ہو جائے گی۔۔۔ کاظم شاہ جو طنز مارنے میں ایکسپرٹ تھا، اس کی بربراہٹ سننے کے بعد وہ خود کو طنز مارنے سے روک نہیں پایا تھا، لہجہ بے حد سنجیدہ اور سرد تھا۔۔ ایزل شاہ جو بربرانے کے بعد اسکی شرٹ کو گھٹنوں سے مزید نیچے تک کھینچتی واشروم کی طرف بڑھ رہی تھی، کاظم شاہ کی بھاری آواز میں کئے گئے طنز پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی، تو کیا وہ اسکی بربراہٹ سن چکا تھا؟۔۔ اس کے خود کو جیری بولنے سے پھر سے آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔

بھی تم سے لمبی ہو گی!! ہونہہ۔۔۔۔ تکیے میں چہرہ چھپائے کاظم شاہ استہزایا انداز میں اس پہ مزید (bubbles) بلز ایک طنز کا تیر پھینکتا منہ تک کمبل اوڑھ چکا تھا، دل نے کتنا اپیل کیا تھا اسے ایک نظر اپنی شرٹ میں دیکھ لے لیکن وہ بے حسی سے دل کی بات رد کرتا آنکھیں موند چکا تھا۔۔

ایییییی۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے بلز کے نام پہ گندا سا منہ بنایا تھا جیسے بریانی کھاتے ہوئے منہ میں الائچی آ گئی ہو، ایزل شاہ کے لحاظ سے وہ بلز تو جیری سے بھی چھوٹی تھی، اسے ہمیشہ سے کارٹون (the Powerpuff girls) ناپسند رہے تھے اور وہ اسکی ان سے چڑ جانتے بوجھتے اسے بلز بنا چکا تھا؟ ایزل شاہ کا بس نہیں تھا وہ زمین پہ بیٹھ کے دھاڑیں مار مار کے روئیں۔۔

ہونہہ۔۔۔۔۔ وہ اسکے لمبے چوڑے چٹانی وجود کے لحاظ سے اسے اپنے (Dragon ball Z) ڈریگن بال ذی ناپسندیدہ کارٹون کا نام دیتی اس بار بلند آواز میں بربراتی_ پیر پٹکتے ہوئے واشروم میں داخل ہو چکی تھی۔۔ کاظم شاہ کو یہ نام خود کے لئے کچھ قابلِ قبول لگا تھا، کیونکہ بچپن میں ڈریگن بال ذی کارٹون اس کے فیورٹ رہے تھے اور یقیناً

ایزل شاہ اس بات سے انجان تھی۔ ورنہ اسکے خود کو بلز بنانے کے بعد وہ کبھی بھی اسے اسکے من پسند کریکٹر کا نام نہ دیتی۔۔

کچھ دیر بعد ایزل شاہ شاور لے کے لائٹ پستہ فراک میں ملبوس شانوں پہ جالی دار دوپٹا لئے واشروم سے نکلی تھی، وہ ایک نظر بیڈ پہ نیم دراز سیگریٹ نوشی کرتے کاظم شاہ کو دیکھ کے ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھ چکی تھی، اپنے لمبے گیلے بالوں کو ٹاول سے سکھاتی وہ برش سے انہیں سلجھا رہی تھی لیکن اسکا نیٹ کا دوپٹا بار بار اسکے ساتھ الجھ رہا تھا، ایزل شاہ نے جھنجھلا کے دوپٹا ٹیبل پہ رکھتے ہوئے مصروف انداز میں پھر سے برش کرنا شروع کیا تھا۔۔ کاظم شاہ جو شیشے میں اسی کا عکس دیکھ رہا تھا، اسکی گردن اور گہرے گلے سے نظر آتے اپنی شدتوں کے نشان دیکھتے ہوئے اس نے اپنا نچلہ لب دباتے سیگریٹ ایش ٹرے میں رکھا تھا، وہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسکے بدن سے آتی خوشبو کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا الماری کی طرف بڑھ چکا تھا، الماری سے وائٹ جینز اور بلیک چیک شرٹ نکالتے اس نے سنجیدگی سے الماری بند کی تھی۔۔ وہ جو اسے ہر طرح سے نظر انداز کرتا واشروم کی طرف بڑھنے والا تھا، اسکی گیلی پشت کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔۔

اگر تم یوں گیلی کمر سمیت اس جالی دار دوپٹے کو لے کے کمرے سے نکلی تو تمہاری نازک کمر کو ایک جھٹکے میں توڑنے، مڑورنے کے ساتھ ساتھ میں تمہیں ٹانگوں سے بھی معذور کر دوں گا ایزل شاہ!! اور اپنی کمر کے تل پہ میری وحشت (شدتوں) کے نشان تو تم یقیناً ابھی تک نہیں بھولی ہو گی!! کاظم شاہ اسے کرخت لہجے میں وارننگ دیتا واشروم میں گھستے ہوئے دروازہ زور سے بند کر چکا تھا، ایزل شاہ جو اسکے سخت لہجے پہ ہمیشہ کی طرح اپنی سانسیں روک چکی تھی، اسکے یوں زور سے دروازہ بند کرنے پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلی تھی، اپنا رخ موڑ کے شیشے میں دیکھتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، لمبے گیلے بالوں سے ٹپکتا پانی اسکی کمر کو اچھا خاصا گیلا کر چکا تھا، ایزل شاہ نے سرخ گالوں کے ساتھ اپنے بال برش کئے تھے، بالوں کو سمیٹنے کے بعد وہ الماری سے اپنی گرم وائٹ کیپ شال نکالتی کندھوں پہ اوڑھتے ہوئے سر پہ چھوٹا سا سٹال لئے کمرے سے باہر نکلی تھی، اسکی وارننگ کو وہ کسی طریقے سے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔۔

یس مائے لو۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے_فون کان سے لگائے_مسکرا کے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تھا، دوسری طرف سے شاید اسے پیار سے پکارا گیا تھا!

آئی ایم کمنگ (میں آرہا ہوں)۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے سلکی بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا مزید تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا، وہ اس وقت بلیک پینٹ، وائٹ ٹی شرٹ پہ ملبوس بلیک جیکٹ جبکہ پاؤں میں وائٹ برینڈڈ شوز پہنے بے حد پیارا لگ رہا تھا، فون پہ بات کرتے ہوئے اسکے چہرے پہ جو مسکراہٹ تھی سامنے لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھ کے چائے پیتی ایزل شاہ کو دیکھتے وہ یکدم غائب ہوئی تھی۔۔زوریز شاہ فون بند کرتے ہوئے لاؤنج کی طرف بڑھا تھا، اسے لاؤنج کی طرف آتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی اسکے سینے سے لگی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے اپنے دونوں لالہ کے سینے سے لگتی تھی، زوریز شاہ نے اسے اپنے بازو کے ہالے میں لینے کے بجائے خود سے جھٹکے سے دور کیا تھا، ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ غصے سے بے حد سرخ تھا، زوریز شاہ کی یہ حرکت لاؤنج میں بیٹھے ہر فرد نے محسوس کی تھی، حتیٰ کہ یونیورسٹی سے آتے ہوئے ارزم شاہ اور سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کاظم شاہ نے بھی، زوریز شاہ کے تنے نقوش کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔۔کاظم شاہ لیٹ اٹھنے کی وجہ سے آج لیٹ آفس جا رہا تھا، اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے۔۔

لالہ۔۔کیا۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ اپنے سامنے کھڑے زوریز شاہ سے اسکی بے رخی کے بارے استفسار کرتی جب سب احان شاہ کے بھاری آواز میں سلام کرنے پہ اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔۔

السلام وعلیکم۔۔۔احان شاہ نے گلالئ کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے لاؤنج میں بیٹھے حویلی کے تمام مکینوں کو سلام جھاڑا تھا، اس وقت حویلی میں تقریباً مرحا شاہ کے علاوہ سب موجود تھے۔۔کالے لباس میں ملبوس احان شاہ کے ساتھ کالی ہی فراک میں ملبوس گلالئ کو دیکھتے ہوئے سب اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے تھے، گلالئ کے وجود پہ احان شاہ کی کالی اجرک دیکھتے ہوئے شاہ بی بی کو اپنے سینے پہ سانپ لوٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، میر ال شاہ سے سانس لینا دشوار ہوا تھا، کاظم شاہ نیچے جانے کی بجائے اوپر ہی سیڑھیوں سے پیچھے کی طرف ہوتا ریلینگ پہ جھک کے نیچے کا سارا منظر دیکھ رہا تھا۔۔زرتاج اماں جو صبح سے حویلی آ کے گلالئ کی گمشدگی پہ رو رہی تھیں، ھارون شاہ اور

دریاب شاہ کے تسلی دینے پہ انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے کچن میں کام شروع کیا تھا، احان شاہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو اتنے قیمتی اور خوبصورت لباس میں دیکھتے ان کا منہ کھلا تھا، گلالئ بے شک احان شاہ کی اجرک خود پہ اوڑھے ہوئے تھی لیکن اس کی خوبصورتی فراک پیروں تک تھی، جو اپنی قیمت خود بتا رہی تھی۔۔

شاہ!! یہ۔۔۔ یہ تمہارے۔۔۔ ساتھ۔۔۔ کیا۔۔۔ کر۔۔ رہی۔۔۔ ہے؟؟ شاہ بی بی نے دہلتے ہوئے کانپتے دل سے پوچھا تھا۔۔ زوریز شاہ، کاظم شاہ اور ارزم شاہ اپنی اپنی جگہ پہ سٹل احان شاہ کے جواب کا انتظار کر رہے تھے، ان تینوں کے دلوں نے شدت سے دعا کی تھی آج وہ اس معصوم سی گڑیا کا دل توڑے بغیر سب کو حقیقت سے آگاہ کر دے۔۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 22

آپ سب بیٹھیں!! بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔۔ احان شاہ ایک نظر سب کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔

شاہ!! میں نے پوچھا یہ چورنی تمہارے ساتھ کیا کر رہی ہے؟؟!! شاہ بی بی دھاڑی تھیں۔۔ ان کی دھاڑ پہ گلالئ نے لرزتے ہوئے احان شاہ کا مضبوط بازو تھاما تھا۔۔

دور ہٹو میرے شاہ سے!! تم کس دھڑلے سے اس کے ساتھ چپک کے کھڑی ہے!! تمہیں شرم نہیں آ رہی؟؟ میرال ہر کسی کو فراموش کرتی گلالئ تک پہنچتے ہوئے اسکے بازو کو احان شاہ سے الگ کرتے ہوئے شدید غصے سے ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔۔

میرال ل!!! احان شاہ کے لہجے میں واضح تنبیہہ تھی۔۔ احان شاہ گلالئ کو بازو سے تھام کے اپنے سینے سے لگا چکا تھا جو اسکے سامنے رات سے ضدی پٹھانی بنی ہوئی تھی اور یہاں آتے ہی وہ روندو پٹھانی بن چکی تھی۔۔

شاہ یہ سب کیا ہے؟؟ ابھی میرال شاہ یا کوئی مزید کچھ بولتا جب ھارون شاہ نے سخت لہجے میں استفسار کیا تھا، گلالئ اور احان شاہ کا ایک دوسرے کے اتنے نزدیک کھڑے ہونا انہیں کچھ اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔

بابا گلالئ۔۔۔۔۔ ابھی احان شاہ کچھ بولتا جب گلالئ کو احان شاہ کے سینے سے لگے آنسو بہاتے دیکھ کے شاہ بی بی نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شاہ اسے خود سے دور کرو۔۔۔۔ میں اس کی جان لے لوں گی۔۔ شاہ بی بی غرائی تھیں۔۔ عادل شاہ حیرانگی سے پوتے کو دیکھ رہے تھے۔۔

لالہ!! اسلام میں کسی نامحرم کو چھونا منع فرمایا گیا ہے!! ارزم شاہ نے بھی سب جانتے بوجھتے لگے ہاتھ سنجیدگی سے تیلی لگانا اپنا فرض سمجھا تھا، وہ اس کی اور گلالئی کی نزدیکی پہ بڑے ریلیکس انداز سے چوٹ کر چکا تھا۔۔ آج اسے احان شاہ کے چہرے کی پختگی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔۔

واہ رے ارزم شاہ تیرا "اسلام"!! یہ اسلام اس وقت کہاں غائب ہوتا ہے جب ارزم شاہ ایک پردہ در لڑکی کے آگے پیچھے گھومتا ہے، اسکی کلائی چھوتا ہے، اسکی خاطر یونی میں غنڈی گردی کرتا ہے؟؟ زوریز شاہ نے ارزم شاہ کو داد دیتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوچا تھا، وہ سب سمجھتے تھے زوریز شاہ اگر ہویلی میں انٹرسٹ نہیں لے رہا تو وہ ان سب سے غافل ہے! اور یہی ان کی بھول تھی۔۔ ارزم شاہ خود پہ زوریز شاہ کی گہری نظروں کا ارتقاء محسوس کرتے ہوئے گڑبڑایا تھا۔۔ اسکی چیل سی نگاہیں خود پہ محسوس کرتے وہ تذبذب کا شکار ہوا تھا۔۔ آخر زوریز لالہ اسے یوں کیوں گھور رہے تھے؟ کیا اس نے ان کی بھینس بھگائی تھی؟ ارزم شاہ نے منہ بناتے ہوئے سوچا تھا۔۔

چھوٹا شاہ ٹھیک بول رہا ہے!! بچی تمہارے لئے نامحرم ہے، تمہاری منگ میرال ہے!! اس کو خود سے دور کرو اور ایسے ہی اپنی بات مکمل کرو۔۔ عادل شاہ کے لہجے میں ناگواری تھی۔ گلالئی نے احان شاہ سے دور ہونا چاہا تھا لیکن احان شاہ اسکے گرد اپنے بازو کی گرفت مزید مضبوط کر گیا۔۔

نامحرم مائے فٹ!!! میں اسے خود سے دور کیوں کروں گا؟؟ بیوی ہے یہ میری!۔۔۔۔ ارزم شاہ کی بات پہ تضاد داجی کی بات نے ایسا جلتی پہ تیل کا کام کیا تھا کہ احان شاہ خود پر سے قابو کھوتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، اور اسکی اسی دھاڑ پہ جہاں اسکے مضبوط حصار میں کھڑی گلالئی کا دل زوروں سے دھڑکا تھا وہی پہ ارزم، زوریز اور کاظم شاہ نے اسکے سب کو سچ بتانے پہ گہری سانس بھرتے ہوئے دل میں شکر ادا کیا تھا۔ باقی ہویلی کے مکین تو یوں تھے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔ وہ سب بے یقینی سے احان شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ حیرت سے پھٹی آنکھوں سے۔۔

شاہ!! تم۔۔۔ جھوٹ۔۔ بول۔۔ رہے۔۔ ہو۔۔ نا؟؟۔۔۔۔ میرال شاہ کسی صدمے کی کیفیت میں چیخی تھی۔۔

شاہ مجھے تم پہ یقین ہے، تم۔۔۔ تم ایسا نہیں کر سکتے!! شاہ بی بی کسی صدمے کی کیفیت میں بولی تھی۔۔ ان کا ذرد پرتا چہرہ دیکھتے ہوئے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

شاہ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ پورے میڈیا کے سامنے تم نے میری بیٹی کو اپنی منگ بنایا تھا۔۔ تم میری بیٹی کے ساتھ ایسی نا انصافی کیسے کر سکتے ہو؟؟ زاویار شاہ خود پر سے قابو کھوتے ہوئے بلند آواز میں غصے سے بولے تھے۔۔

آپکی بیٹی کو تو صرف میڈیا کی گواہی میں منگ بنایا تھا ماموں جان! اسے تو میں نے ساڑھے ساتھ سال پہلے خدا کو خاضر ناضر جانتے ہوئے_ اپنے اللہ اور اسکے رسول کو گواہ بناتے ہوئے تین بار گلالئی اسماعیل خان کو اپنے نکاح میں قبول کرتے ہوئے گلالئی احان شاہ کے عہدے پہ فائز کیا تھا، مجھے خود بتائیں میں اپنے خدا کے ساتھ بے ایمانی کرتے ہوئے اپنی منکوحہ کے ساتھ نا انصافی کیسے کر سکتا ہوں؟؟ آخر کب تک اسے اپنے نام سے محروم رکھ سکتا ہوں؟؟ احان شاہ بولا نہیں بلکہ دھاڑا تھا، اسکا دماغ اسے بار ہا بول رہا تھا اپنی ہویلی والوں کا دل نہ دکھاؤ، لیکن دل دھڑکتا ہوا فتویٰ دے رہا تھا اگر اس وقت وہ اپنی پٹھانی کو توڑے گا تو اسکا خدا اسکی محرم کو اسکی شریک حیات کو اس سے چھین لے گا۔۔ احان شاہ اپنے دل کی بات کسی صورت نظر انداز نہ کر سکا۔۔ گلالئی تو احان شاہ کے اس انداز کی اسیر ہوتی ہوئی اپنی نظریں جھکائے آنسو بہانے میں مصروف تھی، بالآخر اس نے اپنی قسم پوری کی تھی۔۔ ایک بوجھ اگر گلالئی کے دل سے اتر چکا تھا تو ہویلی والوں کی قہر برساتی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ایک بوجھ اسے پھر سے اپنے دل پہ پڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

یہ سب تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا!! تم میری بیٹی کا دل یوں نہیں توڑ سکتے۔۔۔ زاویار شاہ اپنی بیٹی کی بھوری آنکھوں میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے بے حد غصے سے بولے تھے۔۔

سوری ٹو سے!! لیکن میں نے منگنی سے پہلے بار ہا انکار کیا تھا، داجی کی بلیک میلنگ نے مجھے وہ منگنی کرنے پہ مجبور کیا تھا۔۔ احان شاہ، گلالئی کے لرزتے بازو کو نا محسوس انداز میں سہلاتا ہوا سپاٹ لہجے سے بولا تھا۔۔

تم نے صرف انکار کیا تھا احان شاہ!! اپنے اس اعلیٰ کارنامے کا ذکر نہیں کیا تھا!! ھارون شاہ اپنی پوری قوت سے دھاڑے تھے، انکی اولاد انہیں ہر جگہ ذلیل کرواتی تھی۔۔

مجھے وہ وقت مناسب نہیں لگا تھا۔۔ احان شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے ریلکس انداز میں جواب دیا تھا۔۔

شاہ!! تم ایک نوکر کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیسے کر سکتے ہو؟ آخر کیسے ؟؟؟؟ شاہ بی بی کی گرج دار آواز پوری ہویلی میں گونجی تھی، گلالئی نے اپنی جگہ سے اچھلتے ہوئے انہیں نم آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔

مجھے لڑکی کے باپ کے ساتھ نہیں بلکہ ایک مسلمان اور پاکباز لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا تھا شاہ بی بی جو کہ میں کر چکا ہوں۔۔ اور میرا نہیں خیال اس میں اتنے کوئی اعتراض کی بات ہے۔۔ احان شاہ نے اپنے الفاظ سے گلالئی کو معتبر کیا تھا جو سرشاری کے عالم میں اپنی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں سے اسکی طرف دیکھے جا رہی تھی۔۔ کہاں سوچا تھا وہ اپنی قسم پہ اس حد تک ڈٹ جائے گا۔۔

یہ کہاں سے پاکباز لگتی ہے تمہیں شاہ؟؟ جس کا باپ پیسے کی خاطر خود کو بیچ چکا تھا یہ بھی اسی غدار کا خون ہے، غداری اسکے خون میں ہے، جب اسکے باپ نے چالیس سال ہماری ہویلی میں ملازمت کرتے ہوئے ہمارے ساتھ وفا نہیں نبھائی تو اس کی بیٹی ان چند سالوں کے نکاح کے عوض تمہارے ساتھ کیا خاک وفا نبھائے گی؟؟ ارے ہمیں کیا پتا انیکسی میں یہ کس کس ملازم کو بلوا کے اپنا منہ کالا۔۔۔۔

بس شاہ بی بی!! ایک لفظ مزید مت بولیے گا ورنہ خدا کی قسم میں کوئی گستاخی کر جاؤں گا!! احان شاہ سینٹرل ٹیبل پہ پڑے شیشے کے واس کو اٹھا کے دیوار پہ مارتا ہوا سرخ چہرہ لئے حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔ احان شاہ کے نقوش تن چکے تھے، کشادہ ماتھے پہ ڈھیروں بل تھے۔

کہاں سے پاکباز نہیں لگتی یہ آپ کو؟؟ پورے ساڑھے سات سال میرے نکاح میں رہتے ہوئے اس نے ملازموں سے تو دور اپنے محرم کے سامنے بھی خود کے وجود کو چادر سے ڈھکا ہے۔۔ میرے کمرے میں ہر روز صفائی کرنے کے باوجود وہ کبھی میرے نزدیک نہیں آئی، کبھی اپنی زبان پہ کوئی شکوہ نہیں لایا، ارے جسے اپنے حق کے لئے لڑنا تک نہیں آتا وہ خاک کسی دوسرے مرد۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اپنی بھاری آواز میں چیختے ہوئے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ چکا تھا، اس میں جملہ مکمل کرنے کی سکت نہیں تھی۔ شاہ بی بی کی بات اسکے دل کو کچوکے لگا رہی تھی، احان شاہ کو لگ رہا تھا کوئی اس کے پیٹ میں گھونسے مار رہا ہو، اسے اپنے پیٹ میں گرہیں لگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، آخر شاہ بی بی اسکی پاکباز بیوی کے لئے اتنے غلیظ الفاظ کیسے استعمال کر سکتی تھیں؟ احان شاہ کی باتوں پہ گلالئی کو وہ منظر یاد آیا تھا جب اس نے اسکی منگنی پہ سلگتے دل سے وہ سرخ میکسی پہننے کی حماقت کی تھی، وہ شرمندگی سے اپنی نظریں جھکا چکی تھی جبکہ شاہ

بی بی کی سفاک باتوں پہ اسکا دل لرز اٹھا تھا، اسے لگ رہا تھا احان شاہ ان کی باتوں میں آ جائے گا، لیکن وہ نہیں آیا تھا، اس نے اسے یہاں بھی معتبر کیا تھا۔۔۔

احان شاہ کی آواز آج پہلی بار شاہ بی بی کے سامنے اس قدر بلند ہوئی تھی، ورنہ وہ ہمیشہ ان کی عزت اور احترام کرتا تھا، ایک وہی تو تھیں جو اسے کسی بھی بات کے لئے منا سکتی تھیں، لیکن آج انہیں محسوس ہو رہا تھا احان شاہ کسی ریت کی طرح ان کے ہاتھوں سے پھسل چکا ہے، اب اس پہ حق جتانے والی کوئی اور آ چکی ہے۔ یہ سوچ سوچ کے شاہ بی بی کو اپنا دماغ مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

لو جی یہ تو سٹار پلس کے سیریل والا حساب ہو گیا ہے۔۔۔ احان شاہ کے جملوں پہ سب کو ایک ہی جگہ سٹل دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے جمائی لیتے ہوئے سوچا تھا، اسے اس سیریس سیچویشن سے بالکل بھی ڈر نہیں لگ رہا تھا، اسکے مطابق احان لالہ آج پوری فارم میں تھے، یقیناً وہ کچھ بھی غلط نہیں کریں گے۔۔

تم اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیسے کر سکتے ہو شاہ؟ کیا باپ مر چکا تھا تمہارا؟ ھارون شاہ نے بلند آواز میں دھاڑتے ہوئے اسے کچھ شرم دلانی چاہی تھی۔۔

اسلام میں ولی کی اجازت کے بغیر لڑکے کا نکاح جائز ہے بابا!! میں نے کاظم دریاب شاہ، ارزم دریاب شاہ اور زوریز ھارون شاہ کو فارمیلٹی کے طور پہ گواہ بناتے ہوئے اسے اپنے نکاح میں قبول کیا تھا کیونکہ اگر اس وقت میں آپ کو اپنے نکاح میں شامل ہونے کو کہتا تو آپ کبھی نہ مانتے کیونکہ اس وقت حالات ایسے نہیں تھے کہ آپ میرا نکاح کسی صورت اسماعیل خان کی بیٹی سے نہ ہونے دیتے، گلالئی کا باپ اس وقت زندہ تھا، اسکا نکاح اسکے ولی کی اجازت سے کیا گیا تھا۔ احان شاہ نے گویا سب پہ بم پھوڑتے ہوئے اپنے ساتھ ساتھ کاظم، ارزم اور زوریز کو بھی پھنسایا تھا، اخر وہ یہ راز اپنے پیٹ میں کب تک رکھ سکتا تھا کہ اسکا بھائی اور اسکے کزن بھی اس کے اس اعلیٰ کارنامے کے گواہ تھے؟ جب بات باپ سے بے عزتی پہ آتی تھی تو اپنے ساتھ ساتھ سب کو پھنسانا احان ھارون شاہ پہ فرض ہوتا تھا، یہ بچپن سے اسکا سٹائل تھا جسے جانتے بوجھتے بھی کاظم، زوریز اور ارزم اسکی باتوں میں آتے ہوئے ہمیشہ اسکا ساتھ دیتے تھے۔۔

احان شاہ کے یوں راز فاش کرنے پہ ارزم شاہ کی جمائی اسکے حلق میں پھنسی تھی، زوریز شاہ جو کب سے اپنی مسکراہٹ دباتا احان شاہ کو اپنی بیوی کے لئے اسٹینڈ لیتے دیکھ رہا تھا، اسکی مسکراہٹ سیکنڈز میں سمٹی تھی اوپر ریلینگ پہ کھڑے

ہو کے نیچے کا سارا تماشا دیکھتے اپنا نام احان شاہ کے منہ سے سنتے ہوئے کاظم شاہ کا چہرہ ہنوز بے تاثر تھا، آنکھوں کے سامنے ساڑھے سات سال پہلے کا منظر لہرایا تھا۔۔

:سات سال قبل

نیلی شلوار قمیض میں ملبوس بائیس سالہ کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں احان شاہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ صبح کے سوا ایک بجے بھی احان شاہ کو بیڈ توڑتے دیکھ کے کاظم شاہ نے ایک جھٹکے سے اس پر سے کمبل اتارا تھا۔۔

کیا مصیبت ہے صبح صبح تجھے ؟ابھی یونی جانے میں پورے پنتالیس منٹ ہیں!!۔۔۔ بلیک ٹراؤزر میں ملبوس شرٹ لیس احان شاہ اپنی ہری آنکھوں میں نیند کی سرخی لئے غرایا تھا، کاظم شاہ ہمیشہ یوں ہی ہر روز اسکی نیند خراب کرتے ہوئے اسے گھسیٹ کے یونی لے کے جاتا تھا، سیکنڈ ٹائم کی شفٹ ہونے کے باوجود احان شاہ کی نیند پوری نہیں ہوتی تھی۔۔

اسماعیل خان کو کافی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے، اس کی حالت بہت نازک ہے، وہ آئی سی یو میں ہے، ہاسپٹل سے مجیب (فارم ہاؤس کا ملازم) کا فون آیا ہے، اسماعیل خان اپنی بیٹی سے ملنا چاہتا ہے۔۔ کاظم شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنی پوری قوت سے اٹھاتے ہوئے اسکی سماعتوں میں گویا بم پھوڑا تھا۔۔ کاظم شاہ اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔۔

کیا؟؟ کیسے ؟؟ احان شاہ کی نیند بھک سے اڑی تھی، وہ تیزی سے اپنے تکیے سے سر اٹھاتا ہوا بیڈ پہ بیٹھا تھا۔۔

تین دن پہلے اسماعیل خان کے ساتھ یہ حملہ پیش آیا تھا لیکن مجیب نے پتا لیٹ لگایا ہے، اسے تایا جان اور بابا جان کا آرڈر ملا ہے وہ جہاں بھی اسماعیل خان کو دیکھیں اسکے سینے میں گولی مارتے ہوئے اسکا نام و نشان اس صفائے ہستی سے مٹا ڈالیں، لیکن میں پہلے ہی اسے یہ سب کرنے سے روک چکا تھا، وہ پہلے ہی مرنے والا ہے میں نہیں چاہتا اسکے قتل کا گناہ بابا جان اور تایا جان پہ آئے۔۔ کاظم شاہ پریشانی سے بولا تھا۔۔

اوشٹ!! کہیں اس پہ یہ حملہ بابا جان اور چاچو جان نے تو۔۔۔ احان شاہ کی بات ادھوری رہ چکی تھی کیونکہ کاظم شاہ اسکی بات کاٹ چکا تھا۔۔

نو!! اس پہ یہ حملہ احسن ملک نے کروایا ہے، اسماعیل خان نے پیسوں کے لالچ میں آتے ہوئے احسن ملک اور ہماری پارٹی کے تمام راز تھرڈ پارٹی کی نظر کئے ہیں، احسن ملک نے اپنی ہار کے غم میں پاگل ہوتے ہوئے اسماعیل خان کو مروانے کا پورا پلین بنایا تھا۔۔ کاظم شاہ بے تاثر لہجے سے بولا تھا۔۔

آئی تھنک اسماعیل خان کو مر جانا چاہیئے!! آخر کو اس نے بابا جان اور چاچو جان کی اتنی محنت کو مٹی میں ملاتے ہوئے تھرڈ پارٹی کا ساتھ دیا ہے، اسماعیل خان سے زیادہ تو ایک پالتو کتا وفادار نکل آئے۔۔ آخر کہاں لے کے جا رہا ہے وہ نمک حرام اتنا پیسا؟؟ پیر تو اس کے ابھی بھی قبر میں ہیں۔۔۔ احان شاہ کندھے اچکاتا ہوا نفرت سے بولا تھا، اسکی آنکھوں کے سامنے کچھ دن پہلے اپنے باپ دادا کی ہار کے منظر لہرا رہے تھے، وہ سب اسماعیل خان کی اس حرکت پہ کتنے مایوس ہوئے تھے۔۔

ایک مرتے ہوئے انسان کی آخری خواہش پوری کرنا ایک نیک عمل ہے شاہ!! اس سے ہماری آخرت سنور سکتی ہے۔۔ ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے اور غلطیاں بھی تو انسانوں سے ہوتی ہیں کیا ہو گیا جو اسماعیل خان سے ایک بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے؟ مجھے لگتا ہے ہمیں اپنے دل سے ہر طرح کا بغض نکال کے اسماعیل خان کو اس کی بیٹی سے ملوا دینا چاہیے۔۔۔ کاظم شاہ کی نرم طبیعت عود آئی تھی، اس نے بے حد سمجھداری سے احان شاہ کو ریلیکس کیا تھا جو بدلے کا بہت برا تھا۔۔

سوری ٹو سے! میرا اتنا بڑا دل نہیں ہے کہ میں اپنے دشمن سے جا کے ہاتھ ملاتا پھروں اور اسے شاباشی دوں کہ ہاں یار تو نے بہت اچھے طریقے سے ہمیں ہار کا مزہ چکھوایا ہے اگلی بار زرا مسالہ تیز رکھیں!! ہونہہ۔۔۔ احان شاہ استہزایا انداز میں بولتا پھر سے اپنے تکیے پہ گر چکا تھا، اسکے تاثرات ایسے تھے جیسے اسماعیل خان جیے یا مرے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔

شاہ اسکا برا فعل اس کے ساتھ ہے اس نے ہمارے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے باپ، دادا کے ساتھ دغا کیا ہے! تو کیسے بھول سکتا ہے وہ ہمیشہ ہر قدم پہ ہمارے ساتھ ہوتا تھا، وہ ہم سے دل سے پیار کرتا تھا یار مجھے اس کے لئے بہت برا فیل ہو رہا ہے۔۔۔ کاظم شاہ اپنی ہلکی گولڈن بیئرڈ پہ ہاتھ پھیرتا گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔۔

ایک یہ مدر ٹریسا میری ہویلی میں ہی پیدا ہونی تھی!!! احان شاہ اپنا پیر کاظم شاہ کے پیٹ میں مارتا غصے سے اسکی نرم مزاجی پہ چوٹ کرتا ہوا غرایا تھا۔۔

شٹ اپ!! ٹھیک ہے تو سوتا رہ۔۔ میں خود ہی گلالئ کو اس کے باپ سے ملوانے لے جاتا ہوں، مجھے منہ نہ لگائی اب۔۔۔ کاظم شاہ اسکا وہی پیر پکڑ کے مڑورتا ہوا اسکے بیڈ سے اٹھتے ہوئے غرایا تھا۔۔

ہونہہ۔۔ گلالئ یہ کیسا نام ہوا بلا؟ اس کے باپ کو اسے دینے کے لئے کوئی اور نام نہیں ملا تھا کیا؟؟ احان شاہ کو جب کاظم شاہ ناراضی کے ڈر سے نیند نہ آئی تو وہ چھلانگ لگا کے بیڈ سے اٹھتا ہوا اپنی الماری کی طرف بڑھتے لاپرواہی سے بولا تھا۔۔ اسے بیڈ سے اٹھتے دیکھ کے کاظم شاہ فتح مندی سے مسکرایا تھا وہ جانتا تھا وہ اسکی ناراضی کے ڈر سے اٹھا ہے۔۔

اچھا خاصا تو ہے۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں کو چندھیا کر کے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کندھے اچکاتے اسے جواب دیا تھا۔

No!! Her name should be Gull!! I meant rose

(!نہیں! اس کا نام گل ہونا چاہیئے تھا۔۔ مطلب گلاب)

احان شاہ اپنے تصور میں گلالئ کا خوبصورت پٹھانی نقوش والا چہرہ لاتا اپنی الماری سے سفید شلوار نکالتے ہوئے یونہی خود سے بولتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا، کاظم شاہ نے اسکی بربراہٹ سنتے ہوئے ناسمجھی سے اسکی پشت کی طرف دیکھا تھا۔

میں گاڑی نکالتا ہوں، تم گلالئ کو انیکسی سے لے کے آؤ۔۔۔ کاظم شاہ اپنی مرسیڈیز کی طرف بڑھتا بیزار سے احان شاہ کی طرف دیکھ کے بولا تھا۔

میں نہیں جا رہا۔۔ تو خود چلا جا۔۔ عجیب میرے سے ملازموں کے اتنے چونچلے نہیں اٹھائے جاتے۔۔ احان شاہ اسکے ہاتھ سے گاڑی کی چابی کھینچ کے بیزاری سے بولتا اسکی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا، کاظم شاہ اسے گھور کے دیکھتا ہوا انیکسی کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

کاظم شاہ انیکسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔۔زرتاج اماں کے ساتھ بیٹھی معصوم سی گلالئ کو ہاتھوں میں چہرہ گرائے دیکھ کے وہ اداسی سے مسکراتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا،وہ یقیناً اپنے باپ کا انتظار کر رہی تھی،کاظم شاہ اسے کس دل سے اس کے باپ کی حالت بتاتا؟

ہے ڈول!! کیا ہوا؟کاظم شاہ سائیڈ پہ پڑی کرسی کو گلالئ کے پاس رکھ کے اس پہ بیٹھتا_ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے نرمی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

لالہ!! بابا ابھی تک نہیں آئے۔۔مجھے بابا کے پاس جانا ہے۔۔۔گلالئ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں آنسو لئے سوں سوں کرتی ہوئی بولی تھی۔۔

اوکے ڈول رونا بند کرو۔۔۔ہم بابا کے پاس چل رہے ہیں۔۔۔ شش۔۔۔کاظم شاہ نرمی سے اسکا چادر سے ڈھکا سر تھپتھپاتے ہوئے پیار سے بولا تھا۔۔

سچ ؟۔۔۔۔گلالئ اسکی بات پہ اپنی آنکھوں میں چمک لئے خوشی سے بولی تھی،وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ پیار اپنے باپ سے کرتی تھی۔۔

مچ!!! کاظم شاہ زبردستی مسکراتے ہوئے اسکی چھوٹی سی ناک دبا رہا تھا،وہ اسکے لئے بالکل ایزل جیسی تھی۔۔

چلیں؟؟کاظم شاہ نے گلالئ کے خوشی سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے پیار سے استفسار کیا تھا جس پہ اس دس سالہ گلالئ نے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا،وہ تیزی سے چارپائی سے نیچے اتری تھی۔۔

زرتاج آنٹی! میں اور شاہ اسے اسماعیل خان کے پاس لے کے جا رہے ہیں،یہ بات حویلی میں کسی کو بھی پتا نہیں چلنی چاہئے۔۔آپ ان کی انیکسی کو لاک لگا کے اپنے کوارٹر میں چلی جائیں۔۔۔کاظم شاہ مسکراتی ہوئی زرتاج اماں کو دیکھ کے نرمی سے بولتا ہوا ان کے سر ہلانے پہ گلالئ کا چھوٹا سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

لالہ! ایک منٹ میرا ہاتھ چھوڑیں۔۔دروازے تک آتے ہی گلالئ نے معصومیت سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے اسے مخاطب کیا تھا،کاظم شاہ نے نا سمجھی سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا،اسکے ہاتھ چھوڑنے پہ چھوٹی سی گلالئ نے اپنے چہرے کو چادر سے ڈھکتے ہوئے پھر سے کاظم شاہ کا ہاتھ تھاما تھا،وہ ایک کاظم شاہ سے ہی تو بات کرتی تھی جو حویلی کا

سب سے نرم مزاج لڑکا تھا، باقی سب تو جیسے ہر وقت غصے سے ایک دوسرے کو ٹکریں مارنے پہ تلے ہوتے تھے۔۔
کاظم شاہ نے گلالئی کی حرکت پہ مسکراتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام کے پورچ کی طرف اپنا رخ کیا تھا۔۔
کالج سے آتے ہی کہاں جا رہے ہو تم دونوں؟؟ احان شاہ جو گاڑی کے سٹیرنگ پہ انگلیاں بجاتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ سے سیگریٹ تھام کے لبوں سے لگائے ہوئے تھا، زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو ایک ساتھ لینڈ کروزر کی طرف بڑھتے دیکھ کے اس نے ہارن بجاتے ہوئے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔
ہاسپٹل! اسماعیل خان سے ملنے۔۔۔ جواب سترہ سالہ ارزم شاہ کی طرف سے سنجیدگی سے آیا تھا جو اس وقت بلیک ٹراؤزر اور ہڈی میں ملبوس چونگم چبا رہا تھا۔۔
کیوں تم نے بہن دی ہوئی ہے وہاں!!؟؟۔۔۔۔ احان شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے استفسار کیا تھا، جانتا جو تھا ارزم کی کوئی بہن نہیں ہے اسی لئے اسے اسکی یہ بات نہیں چھبے گی۔۔ وہ ان دونوں کی ان حرکتوں سے تنگ آ چکا تھا جو وہ ہر وقت سایہ بنتے ہوئے اس کے اور کاظم شاہ کے ساتھ چپکے رہتے تھے۔۔
ہاہاہاہا۔۔۔ زوریز شاہ نے احان شاہ کی بات پہ قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔
نہیں بھائی پیش کروں گا نا آپکی صورت میں!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے یونہی بول چکا تھا یہ سوچے بغیر کہ اسکی بات واقعی ہی کچھ دیر تک سچ ہونے والی ہے۔۔ احان شاہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ جی بھر کے سلگا تھا۔۔
چھوٹے شاہ!! مار کھاؤ گے تم! تم دونوں ہاسپٹل نہیں جا رہے، سن لی میری بات؟؟ احان شاہ بڑے ہونے کا رعب جما رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا ان کی جاسوسی زوریز شاہ نے کی ہو گی، اور پھر جب اسے پتا چلا ہو گا وہ دونوں ہاسپٹل جا رہے ہیں تو لگے ہاتھ اس نے ارزم شاہ کو بھی اپنی ٹیم میں شامل کرتے ہوئے تیار کیا تھا، مقصد صرف ہر وقت اپنے لالہ کی چوکیداری کرنے کا تھا۔۔ وہ ان دونوں کو ہر صورت اکیلے کہیں بھی جانے نہیں دیتے تھے۔۔
ارزم بول رہا ہے اگر آپ نے ہم دونوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تو وہ اس سب کے بارے میں بابا جان کو صاف صاف بتا دے گا اور آپ اور کاظم لالہ جس طرح سے چھپ کے جا رہے ہیں، مجھے لگ رہا ہے یہ سیکریٹ ہے اور ارزم کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔۔ لیکن ارزم ابھی بہت غصے میں ہے مجھے لگ رہا ہے وہ یہ کر جائے گا۔۔ بیس سالہ زوریز شاہ نے خواہ مخواہ کا سسپینس پھیلاتے ہوئے ایک نظر ارزم شاہ اور دوسری نظر احان شاہ کی طرف دیکھتے

ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی۔۔ جس پہ احان شاہ نے اب کی بار دانت کچکچاتے ہوئے اپنے سگے بھائی کو دیکھا تھا جو آگ لگانے میں ماہر تھا۔۔ کالی شلوار قمیض میں ملبوس زوریز شاہ اس وقت اپنا قہقہہ روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

لالہ ٹھیک بول رہے ہیں۔۔ میں اس سب کے ساتھ ساتھ پوری ہویلی میں آپ کے سیگریٹ پینے کا اعلان بھی کر دوں گا!! اور آپ تو جانتے ہیں نا تایا جان کو سیگریٹ سخت ناپسند ہے۔۔ ارزم شاہ پھر سے اپنی آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا زوریز شاہ کی گاڑی کی پیسنجر سیٹ میں بیٹھتے اسے آنکھ ونک کر چکا تھا۔۔

میری طرف سے پورے اسلامباد کو بتاؤ۔۔۔ ڈرتا نہیں ہوں میں کسی کے باپ سے بھی!! احان شاہ اسکے جملوں پہ سلگتا ہوا طیش کے عالم میں غراتا سیگریٹ کے مزید بڑے بڑے کش لے رہا تھا۔۔

ارے تایا جان آپ؟؟؟ کاظم شاہ جو گلالئ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بٹھاتا کب سے ان کی بھکڑ بکواس سن رہا تھا، احان شاہ کی اتنی دیدہ دلیری پہ وہ عش عش کرتا اچانک سے بلند آواز میں احتراماً بولا تھا جس پہ احان شاہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ، سیگرٹ کو جلدی سے اپنے عنابی لبوں سے نکالتا وہ برق رفتاری سے اسے اپنے جوتے کے نیچے رکھ کے مسل چکا تھا۔۔

احان شاہ کی اس حرکت پہ کاظم شاہ سمیت ارزم اور زوریز شاہ کا بلند قہقہہ گونجا تھا۔۔

میری گاڑی کا میٹ خراب کر دیا۔۔۔ نفاست پسند کاظم شاہ نے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتے احان شاہ کو غصے سے لتاڑا تھا جو اسے ایک نظر گھور کے دیکھتا تیز رفتار میں اپنی گاڑی ریورس کرتے ہوئے ہویلی سے نکال چکا تھا، اسے یوں تیز تیز گاڑی گھماتے دیکھ کے نازک دل کی گلالئ نے معصومیت سے چھوٹی سی چیخ ماری تھی۔ اسکی چیخ پہ احان شاہ نے اپنی ہری آنکھوں میں غصہ لئے بیک ویو مرر میں دیکھا تھا، اس پدی سی پٹھانی کو نقاب میں دیکھتے ہوئے پہلے تو وہ حیران ہوا تھا لیکن اگلے ہی پل اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں خوف دیکھتا ہوا وہ اپنی گاڑی کی رفتار خود بخود کم کر چکا تھا۔۔

بابا!!!!!۔۔۔۔ گلالئ جسے ابھی اسکے باپ سے ملوانے کے لئے اسماعیل خان کے پاس لایا گیا تھا، وہ اپنے باپ کو پٹیوں میں جکڑے اور چہرے پہ آکسیجن ماسک لگے دیکھ کے معصومیت سے بلند آواز میں چیختی اپنے باپ کی طرف بڑھی تھی۔۔ بیٹی کی آواز سنتے ہی اسماعیل خان نے اپنی پوری قوت سے آنکھیں کھولی تھیں۔۔

بابا!! آپ۔۔۔اٹھیں۔۔نا۔۔ آپ کو کیا ہوا ہے؟؟گلالئ اپنے باپ کا جھریوں زدا ہاتھ تھامتے پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی،اس وقت روم میں ان دونوں کے علاوہ صرف ایک نرس موجود تھی۔۔

کچھ۔۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہوا۔۔۔ بیٹی۔۔۔۔!! کیسی۔۔۔۔ہے۔۔۔ میری۔۔۔گلے؟۔۔۔۔۔اسماعیل خان جو بیٹی سے بات کرنے کے لئے بے تاب تھے، آکسیجن ماسک اتارتے ہوئے وہ گہرے گہرے سانس بھرتے گویا ہوئے تھے۔۔

بابا۔۔۔ آپ۔۔۔ ٹھیک نہیں ہیں نا؟؟لالہ!! میں لالہ کو بلاتی ہوں!! چھوٹی سی گلالئ تڑپ کے روتی ہوئی باہر کی جانب بڑھنے والی تھی جب اسماعیل خان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔۔۔

احان بابا کو بلاؤ۔۔۔۔اسماعیل خان اپنے سامنے کھڑی نرس کو دیکھ کے ہمت کرتے بولے تھے۔۔نرس سر ہلاتی تیزی سے باہر کی جانب بڑی تھی۔۔

مسٹر احان کو اندر پیشنٹ بلا رہے ہیں۔۔کون ہیں وہ؟؟جلدی چلیں میرے ساتھ!۔۔۔نرس باہر کھڑے ان لمبے چوڑے چاروں نوجوانوں کی طرف دیکھتی ہانپتے ہوئے بولی تھی۔۔احان شاہ نے اپنے نام پہ چونکتے ہوئے نرس کی طرف دیکھا تھا۔۔کاظم شاہ کے اشارہ کرنے پہ وہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

روم میں آتے ہی روتی ہوئی گلالئ اور گہرے گہرے سانس بھرتے اسماعیل خان کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔وہ کافی ہمت سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان کی طرف بڑھا تھا۔۔گلالئ کا نقاب رونے کی وجہ سے اب چہرے سے ہٹ چکا تھا،وہ آج پہلی بار گلالئ کا چہرہ نہیں دیکھ رہا تھا،اس نے پہلے بھی کئی بار اسے دیکھا تھا لیکن اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ نا جانے کیوں اس پر سے بمشکل ہی اپنی نگاہیں ہٹا پایا۔۔

کیسے ہیں آپ؟؟احان شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ اسماعیل خان سے کیا پوچھے،اسے لئے وہ ان کے بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے ان کی طرف دیکھتا مدھم لہجے میں ان کا حال دریافت کر رہا تھا،یہ جانتے بوجھتے بھی کہ اسکی دھڑکنوں کی لائن جلد ہی سیدھی ہونے والی ہے۔۔

می۔۔میں۔۔۔مر۔۔مرنے۔۔۔والا۔۔۔ہوں۔۔۔میں۔۔۔جانتا۔۔۔ہوں۔۔۔۔میں۔۔۔مر۔۔۔۔جاؤں۔۔۔گا۔۔۔ابھی اسماعیل خان اپنی بات جاری رکھتے جب گلالئ روتے ہوئے چیخی تھی۔۔۔

بابا۔۔۔یہ آپ کیا بول رہے ہیں؟؟ بابا میں مر جاؤں گی۔۔گلالئی اذیت سے چیخی تھی۔۔احان شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

احان بابا۔۔۔مجھے۔۔معاف۔۔۔کر دیں۔۔۔وہ

۔۔۔سب۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔اپنی۔۔۔بیٹی۔۔۔کا۔۔۔اچھا۔۔۔مستقبل۔۔۔۔بنانے۔۔۔اور۔۔۔اپنے۔۔۔ بیٹے۔۔۔کو۔۔۔حاصل۔۔۔کرنے۔۔۔۔کی۔۔۔خاطر۔۔۔کیا۔۔تھا۔۔لیکن۔۔۔آپ۔۔۔سب۔۔۔سے۔۔۔ بے وفائی۔۔۔کر۔۔۔کے۔۔۔میں۔۔۔کچھ۔۔۔بھی۔۔۔حاصل۔۔۔نہ۔۔۔کر۔۔۔پایا۔۔۔۔خدا۔۔۔کے۔۔ ۔لئے۔۔۔مجھے۔۔۔مرنے۔۔۔سے۔۔۔پہلے۔۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔۔تا۔۔کہ۔۔۔میں۔۔۔سکون۔۔ ۔سے۔۔۔مر۔۔۔سکوں۔۔۔اسماعیل خان آنسو بہاتے ہوئے اپنی بند ہوتی آنکھوں سے بمشکل بول رہے تھے، ان کی بگڑتی حالت دیکھ کے احان شاہ نے جلدی سے انہیں آکسیجن ماسک لگایا تھا۔۔

آپ کو کچھ نہیں ہو گا! آپ ہمت مت ہاریں۔۔۔ آپ نے آج تک میرے ساتھ ایسا کچھ بھی برا نہیں کیا جس کے لئے آپ مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں، میں آپ کا پیغام بابا جان اور چاچو جان تک پہنچا دوں گا، وہ آپ کو یقیناً معاف کر دیں گے، آپ پریشان مت ہوں۔۔۔احان شاہ نے جھجکتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی، وہ ابھی کچھ دیر پہلے کاظم شاہ کو مدر ٹریسا کا لقب دے رہا تھا کہاں جانتا تھا اسماعیل خان کی حالت دیکھنے کے بعد اس میں بھی مدر ٹریسا کی روح خود بخود آجائے گی۔۔

میری۔۔۔ایک۔۔۔خواہش۔۔۔پوری۔۔۔کریں۔۔۔گے۔۔۔احان

بابا؟۔۔۔جانتا۔۔۔ہوں۔۔۔اپنی۔۔۔اوقات۔۔۔سے۔۔۔بڑھ۔۔۔کے۔۔۔مانگنے۔۔۔والا۔۔۔ہوں۔۔۔ لیکن۔۔۔ابھی اسماعیل خان پھر سے اپنا آکسیجن ماکس اتارتے ہوئے اپنی بات مکمل کرتے جب احان شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

جی آپ بولیں میں سن رہا ہوں۔۔۔احان شاہ ایک نظر روتی ہوئی گلالئی پہ ڈالتا دوسری نظر اسماعیل خان کو دیکھتے ہوئے تیزی سے بولا تھا۔۔

آپ۔۔۔میری۔۔۔بیٹی۔۔۔سے۔۔۔نکاح۔۔۔کر۔۔۔لیں۔۔۔یہ۔۔۔ایک۔۔بستر مرگ ۔۔۔پہ۔۔۔موجود۔۔۔انسان۔۔کی۔۔۔آخری۔۔۔خواہش۔۔۔ہے۔۔آپ۔۔۔سے۔۔۔۔اسماعیل خان اپنی آنکھوں میں التجا لئے امید سے بولا تھا، اسکا مدعا سنتے ہی احان شاہ کی ہری آنکھیں پھیلی تھیں، وہ ایک نظر دس سالہ گلالئی کو دیکھتے ہوئے تیزی سے اسماعیل خان سے دور ہوا تھا۔۔

یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم اسماعیل خان؟؟ احان شاہ غصے سے بولا تھا، ساری تمیز دور جا سوئی تھی۔۔۔ کہاں وہ بائیس سالہ لمبا چوڑا احان شاہ جو سونے کا چمچ منہ میں لے کے پیدا ہوا تھا اور کہاں وہ ایک غدار ملازم کی دس سالہ چھوٹی سی بیٹی۔۔۔

آپ۔۔۔کو۔۔۔۔شاہ۔۔۔بی

بی۔۔۔کی۔۔۔قسم۔۔۔ہے۔۔۔احان۔۔بابا۔۔۔جس۔۔۔طرح۔۔۔سے۔۔۔آپ۔۔۔نے۔۔۔۔

میری۔۔۔بیٹی۔۔۔کو۔۔۔ان۔۔۔درندوں۔۔۔۔سے۔۔۔۔بچایا۔۔۔تھا۔۔۔۔

میں۔۔جانتا۔۔۔ہوں۔۔۔آپ۔۔۔سے۔۔۔مضبوط۔۔۔سہارا۔۔میری۔۔۔بیٹی۔۔۔کو۔۔۔کوئی۔۔۔نہیں۔۔ ۔مل۔۔۔پائے۔۔۔گا۔۔۔اسماعیل خان اسکے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے گویا ہوا تھا، وہ اسے شاہ بی بی کی قسم دیتا شدید بے بس کر چکا تھا۔۔

اسماعیل خان!!!!!! احان شاہ اس کے منہ سے اپنی دادی کی قسم سنتے ہوئے اپنی پوری قوت سے گر جا تھا۔۔ اسکی گرج پہ گلالئی نے اپنی جگہ سے اچھلتے ہوئے نا سمجھی سے احان شاہ اور اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا، وہ کب سے روتے ہوئے نا سمجھی سے اپنے باپ کی باتیں سن رہی تھی، بالکل غائب دماغی کے عالم میں۔۔۔

دیکھیں مسٹر شاہ!! آپ یوں چیخ چلا کے پیشنٹ کو مینٹلی ٹارچر نہیں کر۔۔۔ابھی نرس اسماعیل خان کو آکسیجن ماسک لگاتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ اسکا جملہ سنے بغیر تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا روم سے باہر نکلا تھا۔۔ کیا ہوا؟؟ کاریڈور میں آتے ہوئے احان شاہ کا چہرہ بے حد غصے سے سرخ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکا کندھا تھامتے ہوئے چونک کے پوچھا تھا۔۔

وہ سالا چاہتا ہے میں اس کی بیٹی سے نکاح کر لوں!! پاگل سمجھ رکھا ہے اس نے احان ھارون شاہ کو جو اس کے ان ڈراموں میں آتا ہوا اسکی بیٹی کو اپنائے گا؟؟ احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کاریڈور میں پڑی کرسیاں الٹائی تھیں۔۔ احان شاہ کی بات پہ ان تینوں نے حیرانگی سے اپنی آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔

شاہ ریلیکس!!! کاظم شاہ نے خود کی حیرانگی پہ قابو پاتے ہوئے احان شاہ کا کندھا تھاما تھا جس کے غصے کی وجہ سے آس پاس کے لوگ اسکی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔

یوں غصے میں آنے کی کوئی تک نہیں بنتی، اس نے ایک بیٹی کا باپ ہوتے ہوئے اگر تجھ سے یہ خواہش کی ہے تو میرا نہیں خیال اس میں کچھ غلط ہے، وہ مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو سیکور کرنا چاہتا ہے۔۔ اور اگر تو اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتا تو نا کر، کون زبردستی کر رہا ہے تیرے ساتھ جو تو یوں آپے سے باہر ہو رہا ہے؟؟!! کاظم شاہ نے اسے کرسی پہ بٹھا کے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے اسے نرمی سے سمجھایا تھا۔

وہ غدار انسان مجھے شاہ بی بی کی قسم دے چکا ہے۔۔۔ احان شاہ نے غراتے ہوئے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا تھا، سب جانتے تھے احان شاہ شاہ بی بی اور اپنے باپ سے بے حد پیار کرتا ہے، وہ ان پہ آنچ بھی برداشت نہیں کر سکتا، احان شاہ اپنی شاہ بی بی کو لے کے بے حد سینسیٹو تھا، اسی لئے تو اسماعیل خان نے اسے قسم دیتے ہوئے بے بس کیا تھا۔

احان شاہ کی بات سنتے ہوئے ان تینوں نے لب کاٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

ویٹ۔۔۔ میں اندر جا کے دیکھتا ہوں، تو پریشان مت ہو۔۔۔ کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا، روم میں آتے ہی اسماعیل خان اور روتی ہوئی گلالئی کی حالت دیکھتے ہوئے اسے بھی بے حد افسوس ہوا تھا۔۔

کاینڈلی سر! پیشنٹ پہ چلایئے گا مت، اگر انہیں تھوڑی سی بھی ٹینشن دی گئی تو وہ اسی وقت اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتے ہیں۔۔ نرس نے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسے تنبیہہ لہجے میں ہدایت کی تھی، کاظم شاہ ہاں میں سر ہلاتا ہوا اسماعیل خان کے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔

اسماعیل خان نے اس سے بھی وہی مدعا دہراتے ہوئے گزارش کی تھی کہ احان کو منائے یا زوریز اور ارزم میں سے کوئی بھی اسے اپنے نکاح میں لے لے کیونکہ اسماعیل خان بھی جانتا تھا کاظم شاہ ہمیشہ سے گلالئی کے لئے بھائیوں کی

طرح تھا، وہ ایزل کی طرح ہی گلالئی کی ہر خواہش پوری کرنے کی بھرپور کوشش کرتا تھا، اسماعیل خان اس سے یہ گزارش جھجھکتے ہوئے نہیں کر سکا تھا، البتہ اسکے دل میں سب سے پہلے نرم مزاج سے کاظم شاہ کا خیال ہی آیا تھا جس نے یقیناً اپنی نرم طبیعت کے باعث اسکی بیٹی کو کسی پھول کی طرح سینچ سینچ کے رکھنا تھا۔۔۔ اسماعیل خان کی بات سنتے ہوئے کاظم شاہ نے افسوس سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ کاظم شاہ کچھ سوچتے ہوئے روتی ہوئی گلالئی کو تسلی دیتا اسکے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ارزم اور گلالئی کا ایج ڈفرنس کم ہے، ان دونوں میں صرف ساڑھے سات سال کا فرق ہے۔۔ اگر تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتے تو میں اپنے چھوٹے بھائی کا نکاح اس سے کروادوں گا۔۔۔ کاظم شاہ جو کب سے باہر ان تینوں کے پاس بیٹھا بولنے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا، بالآخر اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے اپنا مدعا بیان کر کے ان تینوں پہ ہاسپٹل کی چھت گرائی تھی، ارزم شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنے لالہ کی بات سنی تھی، اس کی ابھی کھیلنے کودنے کی عمر تھی اور اس کے لالہ اسے کن چکروں میں پھنسانا چاہ رہے تھے آخر؟؟ احان شاہ جو کب سے غصے سے اپنے بال نوچ رہا تھا کاظم شاہ کی بات سنتے ہوئے اس نے ہاتھ گھما کے زوردار مکا کاظم شاہ کے گال پہ جھڑا تھا۔۔

بکواس بند کر اپنی!! میں چھوٹے شاہ کو کبھی بھی اس دلدل میں پھنسنے نہیں دوں گا جس سے چھٹکارا ناممکن ہے، احسن ملک اپنی ہار سے پاگل ہوتا ہوا کبھی بھی اسماعیل خان کی اولاد کی جان نہیں چھوڑے گا۔۔۔ احان شاہ نے غراتے ہوئے اسے حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔۔

ٹھیک ہے پھر زوریز۔۔۔۔ ابھی کاظم شاہ مزید کچھ بولتا جب احان شاہ نے پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بس!!! مولوی کو بلوا۔۔۔۔ احان شاہ اپنی گردن پہ ہاتھ پھیرتا ہوا غصے سے بولتے کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔

پھر یوں ہی کچھ دیر بعد مولوی کو بلوایا گیا تھا، کاظم شاہ نے گلالئی کو بھائیوں والا مان بخشتے ہوئے اسے سمجھایا تھا کہ اس نے کس وقت قبول ہے بولنا ہے، گلالئی کو لالچ دیا گیا تھا اگر وہ تین بار قبول ہے بولے گی تو اس کے بابا جان ٹھیک ہو جائیں گے، لیکن جب تین بار احان شاہ کو اپنے نکاح میں قبول کرتے ہوئے اس کے بابا کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں بے جان ہو گیا تو گلالئی پاگل ہوتے ہوئے چیخی تھی۔۔۔

بابا۔۔۔ ہم گھر چل رہے تھے نا؟؟ بابا آپ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہے۔۔۔ بابا اپنی گلے کی طرف دیکھیں۔۔۔
بابا!!!!!! گلالئ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اپنے باپ کے چہرے کو تھپتپاتی ہوئی زار و قطار روتے ہوئے چیخ رہی تھی، احان شاہ جو نکاح پڑھتے ہی غصے سے دروازے کی طرف بڑھنے والا تھا، گلالئ کے اتنی تکلیف سے رونے پہ اس کے قدم اپنے آپ رک چکے تھے، اس نے ناچاہتے ہوئے اپنا رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسماعیل خان کی دھڑکنوں کی لائن سیدھی ہوتے دیکھ کے احان شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، کاظم شاہ کو نیچے پنجوں کے بل بیٹھ کے گلالئ کو تسلی دیتے دیکھ کے احان شاہ کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔۔ ناجانے کیوں؟؟

احان شاہ تیز تیز قدم بڑھاتا گلالئ کی طرف بڑھا تھا۔۔

کفن کا انتظام کرو تم۔۔۔۔ احان شاہ اپنا ہاتھ بڑھا کے گلالئ کی کلائی کاظم شاہ کے ہاتھ سے چھڑواتا بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکے تاثرات کی طرف دیکھے بغیر ہاں میں سر ہلاتا باہر کی جانب بڑھ چکا تھا، زوریز شاہ اور ارزم شاہ بھی اداسی سے اسماعیل خان کی طرف دیکھتے ہوئے احان شاہ کے اشارہ کرنے پہ باہر کی طرف بڑھے تھے۔۔ احان شاہ نے روتی بلکتی گلالئ کو زمین پہ بیٹھتے دیکھ کے اسکے پاس پنجوں کے بل بیٹھتے نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا، وہ جسے ابھی کچھ دیر پہلے اس لڑکی سے اور اسکے باپ سے بے انتہا نفرت محسوس ہو رہی تھی، اسے یوں روتے دیکھ کے وہ اسے اپنے سینے سے لگانے سے روک نہیں پائی تھی، گلالئ غائب دماغی سے اسکے کشادہ سینے سے لگے چیخ چیخ کے رو رہی تھی۔۔ وہ احان شاہ سے کافی سے زیادہ چھوٹی تھی، وہ اس کے سامنے بالکل ایک بچی معلوم ہو رہی تھی۔۔ احان شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے چپ کیسے کروائے؟؟

شش۔۔۔۔ گل!!! سٹاپ کرائینگ۔۔۔ احان شاہ نے اسکے سر پہ چادر ٹھیک کرتے ہوئے اسے کافی بار یہی لائن دہراتے خاموش کروانا چاہا تھا لیکن وہ صدمے سے پاگل ہوتی اسکی بانہوں میں اپنے ہوش و حواس گنوا بیٹھی تھی۔۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گلالئ بڑی ہوتی گئی، باپ کا غم بھولنا آسان نہیں تھا لیکن زرتاج اماں نے اسکی کفالت کا زمہ خود لیتے ہوئے اسے نازوں سے پالا تھا، نکاح کے دن کے بعد سے احان شاہ گلالئ کے پاس نہیں جاتا تھا، وہ اس کے پاس جانے سے کتراتا تھا وجہ اسماعیل خان کی غداری، اور عین آخری وقت پہ اسکا اسے شاہ بی بی کی قسم دے کے بے بس کرنا تھا۔۔ اور کچھ وہ شروع سے ہی اپنے سٹینڈرڈ کو لے کے کافی انسکیور تھا۔۔

:حال

کیا تم دونوں بھی اس نکاح سے واقف تھے ؟؟۔۔۔ھارون شاہ نے احان شاہ کی بات پہ اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے سامنے کھڑے زوریز شاہ اور ارزم شاہ سے دھاڑتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ارزم شاہ اور زوریز شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کو گھور کے دیکھا تھا جو کندھے اچکاتا ہوا اپنی کانپتی بیوی کا بازو مسلتا اسے مدھم آواز میں کچھ بولتا ریلیکس کر رہا تھا۔۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم دونوں سے !! ھارون شاہ غرائے تھے۔۔

جی بابا۔۔۔جی تایا جان۔۔۔زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے منہ لٹکاتے ہوئے انہیں سچ بتایا تھا۔۔عادل شاہ کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہیں تھی، ان کے چاروں پوتے ہی ایک سے بھر کے ایک نافرمان تھے۔۔

اور کون کون سے راز ہیں جن سے ہم سب ابھی تک ناواقف ہیں!! سارے ہرٹ اٹیک آج ہی دے دو ہمیں!! عادل شاہ دھاڑے تھے۔۔دریاب شاہ نے اپنے بابا جان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں شانت کیا تھا۔۔

فلحال کے لئے اتنا ہی ہے۔۔۔مجھے امید ہے آپ سب گلالئی کو میری بیوی سمجھتے ہوئے اتنی ہی عزت بخشیں گے جتنی اس ہویلی میں احان ھارون شاہ کی ہے۔۔احان شاہ سپاٹ انداز میں کندھے اچکاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

احان تم!! تم یہ نہیں کر سکتے۔۔۔پلیز اسے طلاق دو۔۔۔تم میرے ہو۔۔۔میرال شاہ آنسو بہاتے ہوئے اپنے لبوں سے جملے توڑ توڑ کے ادا کرتی ہوئی بولی تھی۔۔

شٹ اپ میرال شاہ!!! احان شاہ اسکی بات سنتے ہوئے جلتے توے پہ بیٹھتا غرایا تھا۔۔شاہ بی بی کو فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی، میرال شاہ کو بچوں کی طرح روتے دیکھ کے انہیں اپنا دل کم ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

شاہ یہ نوکرانی میری بہو کبھی نہیں بن سکتی!! تم۔۔۔تم۔۔میرے۔۔۔بیٹے۔۔۔ہو۔۔۔میں نے۔۔۔صرف میں نے پالا ہے تمہیں۔۔۔میں جانتی۔۔۔ہوں۔۔۔تم۔۔میری

بات۔۔۔کبھی۔۔رد۔۔نہیں۔۔۔کرو۔۔۔گے۔۔۔طلاق دو اس چورنی کو شاہ!!!!۔۔۔۔۔شاہ بی بی اپنا سینا مسلتے ہوئے اکھڑتے سانس کے ساتھ لہو رنگ آنکھوں سے کسی شیرنی کی طرح غرا رہی تھیں۔۔اس عمر میں بھی انکی آواز

کی گرج قائم تھی۔۔شاہ بی بی کو اپنا سینا مسلتے اور ان کا زرد سے سفید پڑتا چہرہ دیکھ کے احان شاہ نے گلالئ کا بازو چھوڑا تھا۔۔۔

شاہ بی بی۔۔۔۔احان شاہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ ابھی اور اسی وقت طلاق دے کے میری نواسی سے نکاح کرو۔۔۔۔۔شاہ بی بی اب کی بار اپنی آنکھوں میں آنسو لیتی چیخی تھیں۔۔وہ ہنوز اپنا سینا مسلتی گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔۔احان شاہ کی آنکھوں میں تحیر واضح تھا، شاہ بی بی کا ضدی انداز دیکھتے احان شاہ نے اپنا ماتھا مسلا تھا، احان شاہ کی کنپٹی کی رگیں ابھرتی ہوئی جیسے پھٹنے کے درپہ تھیں۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 23

شاہ بی بی کی بات پہ گلالئ کا دل زوروں سے دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا، اس نے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، ابھی تو سب ٹھیک ہونے جا رہا تھا، کیا سب پھر سے خراب ہو جائے گا؟

احان شاہ اسکی بجائے میر ال شاہ کا ہو جائے گا؟ احان شاہ نے شاہ بی بی کے پاس جاتے ہوئے انہیں تھامنا چاہا تھا لیکن وہ اسکی پہنچ سے دور ہو چکی تھیں۔۔

شاہ بی بی ریلیکس!! آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچ۔۔۔۔ابھی احان شاہ اپنی بات مکمل کرتے ہوئے انہیں شانت کرتا جب شاہ بی بی نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شاہ طلاق دو اسے!! شاہ بی بی ایک بار پھر سے گلالئ کو قہر برساتی نظروں سے گھورتی غرائی تھیں۔۔وہ گہرے سانس بھرتی خود کو نارمل کر چکی تھیں، ان کا بی پی شوٹ کر چکا تھا جس کا ثبوت ان کا سرخ پڑتا چہرہ دے رہا تھا۔۔

میری بیوی میری ملکیت ہے شاہ بی بی!! اور شاہ اپنی ملکیت سے اپنا حق کبھی ختم نہیں کرتے تو میں کیونکر اپنی بیوی سے اپنا حق ختم کروں گا؟؟ احان شاہ ایک بار پھر سے دھاڑا تھا، ان کی طلاق والی بات اسے شدید ناگوار گزر رہی تھی۔۔

گلالئ کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔۔

لاحول ولا قوۃ! یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ ہمارے خاندان میں پہلے کیا طلاقیں ہوتی رہی ہیں جو ہمارا پوتا اپنی بیوی کو طلاق دے گا؟ شاہ بی بی کے بار بار ایک ہی مدعے پہ عادل شاہ بھی ناگواری سے بولے تھے۔ لہجے میں احان شاہ سے ناراضی کا عنصر بھی شامل تھا۔۔

زرتاج اماں جو شاہ بی بی کی طبیعت کے پیشِ نظر پانی کا گلاس لے کے لاونج میں داخل ہوئی تھیں، احان شاہ نے اپنی کنپٹی کو انگلی سے مسلتے ہوئے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے زرتاج اماں سے پانی کا گلاس پکڑتے ہوئے شاہ بی بی کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے_ زبردستی ان کے ہونٹوں سے لگانا چاہا تھا لیکن وہ اسکا ہاتھ جھٹک کے پانی کا گلاس زمین پہ پھینکتی شدید غصے اور ناراضی سے اسے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھیں۔۔ احان شاہ نے ان کے پیچھے جانا چاہا تھا لیکن ھارون شاہ کی بات پہ وہ اپنے قدم روک چکا تھا۔۔

انہیں ان کے حال پہ چھوڑ دو، تم پہلے ہی انہیں بہت دیر دھوکے میں رکھ کے ان کا دل دکھا چکے ہو۔۔۔ اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں لے کے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ شاہ بی بی کے سامنے کم ہی آیا کرے، اگر شاہ بی بی کو تمہاری وجہ سے کچھ بھی ہوا نا شاہ! میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔ ھارون شاہ غصے سے دھاڑتے ہوئے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔ زاویار شاہ اپنی روتی ہوئی ضدی بیٹی کو اپنے سینے سے لگاتے احان شاہ کو تاصف اور غصے سے دیکھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکے تھے، احان شاہ نے غصے سے صوفوں کے پاس پڑی بڑی سی شاندار کرسی کو اپنے پیر کی ٹھوکر سے زمین پہ گرایا تھا، اسکے غصے پہ گلالئی کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

زہرہ مام اور دریاب شاہ نے آگے بھرتے ہوئے احان شاہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی جس پہ اوپر کھڑے کاظم شاہ نے بے دردی سے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا۔ اسکے ماں باپ کا پیار، اعتبار اسکی دفعہ کہاں جا سویا تھا؟۔ کاظم شاہ زور سے ریلینگ پہ اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارتا ہوا تیزی سے سیڑھیوں سے اترتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا، دریاب شاہ نے کن اکھیوں سے اسکی چوڑی پشت کو دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ کو سب سے لاتعلق دیکھتے ہوئے زوریز شاہ اپنی بہن کو شدید غصے سے گھورتا باہر کی جانب بڑھ چکا تھا، ایزل شاہ اپنے لالہ کے رویے پہ ہکا بکا سی اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔

میں آئیندہ سے کسی معاملے میں آپکا ساتھ نہیں دوں گا۔۔ آپ۔۔ آپ نے دیکھا بابا کیسے مجھے سالم نگاہوں سے گھور رہے تھے جیسے ساری زندگی مجھے کنوارہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں!! ارزم شاہ غصے سے احان شاہ کی طرف دیکھ کے دانت پیستے ہوئے بولا تھا جس نے اپنے ساتھ ساتھ سب کو مروایا تھا۔۔ اسکا باپ اسے اچھی خاصی گھوریوں سے نوازتا یہاں سے گیا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اپنے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجائی تھی۔

کوئی بات نہیں ساری زندگی نامحرموں کو چھو کے گناہ اکھٹے کرتے رہنا۔۔ کیونکہ تم اسی لائق ہو۔۔۔ احان شاہ جو غصے سے بھرا پڑا تھا، ارزم شاہ کے الفاظوں پہ اس نے بھی چہرے پہ دل جلانے والی مسکراہٹ سجاتے ہوئے اسکے کچھ دیر پہلے والے الفاظ اسے اپنے طریقے سے واپس کئے تھے جس پہ وہ اسے گھور کے دیکھتا پیر پٹکتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ایزل بچے!! سب کے جانے کے بعد احان شاہ نے ایزل کو پکارا تھا جو نا جانے کس سوچ میں گم تھی۔۔۔

ج۔جی۔۔۔ لالہ؟ ایزل شاہ بھوکلاتی ہوئی اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

کیا تم بھی مجھ سے ناراض ہو؟ احان شاہ نے سب کے جانے کے بعد اسکی لاتعلقی اور خاموشی کو مدنظر رکھتے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

نہی۔۔ نہیں تو لالہ۔۔۔ مجھے تو گلالئی شروع دن سے بہت اچھی لگتی تھی اور یہ میری دوست بھی تو ہے نا!! لیکن اس نے مجھ سے اپنا نکاح چھپایا اس کے لئے میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔ ایزل شاہ لاڈ سے اپنے لالہ کے سینے سے لگتی گلالئی کی طرف دیکھ کے اپنی ناک سکوڑتے ہوئے بولی تھی، گلالئی نے سرخ پڑتے ہوئے معصومیت سے اپنی نظریں جھکائی تھیں، احان شاہ نے ایک نظر گلالئی کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کے بمشکل اپنی نظریں اس پر سے ہٹائی تھیں۔۔

مجھے کسی کام سے جانا ہے، تم اپنی دوست کو لے کے اوپر میرے روم میں چلی جاؤ اور اس سے خوب سارا ناراض رہو۔۔۔ احان شاہ ایزل شاہ کے ماتھے پہ پیار سے لب رکھتا پھر سے ایک نظر گلالئی کی طرف دیکھ کے بولتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ اس وقت خود کو بہت ڈسٹرب فیل کر رہا تھا، وہ کچھ وقت اکیلے گزارنا چاہتا تھا۔۔۔ ایزل شاہ مسکرا کے گلالئی کا ہاتھ تھامتی اسے اوپر لے جانے والی تھی جب گلالئی نے زرتاج اماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے

انہیں گلے سے لگایا تھا، چاہے وہ کل اس پہ اپنے ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ہاتھ اٹھا چکی تھیں لیکن یہ بھی سچ تھا انہوں نے اس پہ آج تک ہاتھ نہیں اٹھایا تھا، اگر اسے ذرا سا بخار ہوتا تو وہ اسے کے لئے راتوں کو جاگ جاگ کے اسے پٹیاں کرتی تھیں، اب وہ یوں احان شاہ کی بیوی کے عہدے پہ آنے کے بعد انہیں بھول نہیں سکتی تھی، ایزل نے مسکرا کے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

زرتاج اماں تو سو دفعہ اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں، وہ آج صبح سے ہی گلالئ سے اپنے رویے سے کافی شرمندہ تھیں، صبح چڑھتے ہی انہوں نے گلالئ سے معافی مانگنے کا سوچا تھا لیکن وہ تو انیکسی میں تھی ہی نہیں، ابھی اسکے احان شاہ کے ساتھ یوں ہویلی آنے پہ وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں، بالآخر اتنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے بعد ان کی بیٹی کو اسکا عہدہ مل چکا تھا، زرتاج اماں بے اولادی کی وجہ سے اپنا تمام تر پیار گلالئ پہ نچھاوڑ کرتی تھیں، وہ چاہے ان کی سگی بیٹی نہیں تھی لیکن وہ اس سے دل سے پیار کرتی تھیں۔۔ لیکن افسوس وہ کل اس پہ بے اعتباری دکھاتی ہوئی اسے توڑ چکی تھیں! وہ گلالئ کے خود سے گلے لگنے پہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی اسکا چہرہ چوم کے اسکی تعریف کر رہی تھیں۔۔ جس پہ گلالئ نے سوں سوں کرتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے آنسو صاف کرنے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔

زوریز شاہ ہاسپٹل کی پارکنگ میں اپنی گاڑی کھڑی کرتا تیزی سے راہداری کی طرف بڑھا تھا، کاونٹر سے ڈاکٹر مرحا شاہ کے کیبن کی تفصیل لیتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اوپری منزل کی طرف بڑھا تھا، لفٹ پہلے ہی یوز میں تھی اسی لئے زوریز شاہ سیڑھیوں سے جا رہا تھا، سیڑھیوں پہ چڑھتے ہوئے اسکے سلکی بھورے بال اچھلتے ہوئے اسکے ماتھے پہ بکھر رہے تھے، وہ آس پاس کے بہت سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا، اس کی پرسنیلٹی ہی ایسی تھی کہ لوگ اسے یک ٹک دیکھنے پہ مجبور ہو جایا کرتے تھے۔۔ زوریز شاہ سب کی نظروں کو اگنور کرتا ہوا بالآخر مرحا شاہ کے کیبن کی طرف بڑھا تھا، جو کب سے آ کے نہیں دے رہا تھا۔۔ اسکے کیبن کے باہر "ڈاکٹر مرحا شاہ" کی تختی پڑھتے ہوئے زوریز شاہ کا سر فخر سے بلند ہوا تھا، وہ جسے ان گزرے چھ سالوں میں ڈاکٹری پیشے سے نفرت ہو چکی تھی، مرحا شاہ کے منہ سے

اسکی ساری کوششیں، عشق سے دوری، اسکے عشق کی تڑپ کا سنتے ہوئے وہ ساری نفرت جیسے کہیں دور جا سوئی تھی۔۔وہ اس تختی پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا کیبن کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔۔

مے آئی کم ان میم (کیا میں اندر آسکتا ہوا میم؟)۔۔۔۔زوریز شاہ شرارت سے بولا تھا، مرحاشاہ جو اس وقت کسی لڑکی کا چیک اپ کرنے میں مصروف تھی، زوریز شاہ کی آواز پہ وہ ناراضی سے منہ موڑتی پھر سے اپنی پیشنٹ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔۔اسکے پھولے منہ کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ گہری سانس بھر کے ڈھیٹوں کی طرح خود ہی اسکے کیبن میں داخل ہو چکا تھا، جانتا جو تھا وہ ناراض ہے، اور ناراضی میں اسے منہ بھی نہیں لگائے گی۔زوریز شاہ قدم بڑھاتا ہوا اسکے ٹیبل کی طرف بڑھ چکا تھا، اس نے اسکے قریب آتے ہوئے اسے قطعی سلام نہیں جھاڑا تھا، سامنے بیٹھی لڑکی کے سامنے اپنی بے عزتی کروانے کا فلحال زوریز شاہ کا کوئی موڈ نہیں تھا، اسی لئے وہ چپ چاپ اسکی کرسی کے پاس جا کے کھڑا ہو چکا تھا، زوریز شاہ اپنے شوز زمین پہ کھروچتا ہوا اپنا سارا دھیان مرحاشاہ کے سفید ہاتھوں پہ مرکوز کئے ہوئے تھا، جن سے وہ ڈاکٹروں کی لکھائی میں ایک فائل پہ کچھ الفاظ گھسیٹتی ہوئی پھر سے اپنی پیشنٹ کو چیک کرنے لگتی۔۔

مرحاشاہ ہنوز اپنی پیشنٹ کو چیک کرتی رہی جس کی ساری توجہ اب اسکے بندے پہ جا چکی تھی، اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو زوریز شاہ کو تارتے دیکھ کے مرحاشاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔۔

آپ کوشش کریں رات کا کھانا جلدی کھالیا کریں، اس سے رات میں آپکا دل۔۔۔ابھی مرحاشاہ دانت کچکچا کے بولتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب اس لڑکی کو اپنی بجائے زوریز شاہ میں محو دیکھتے ہوئے مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں غصے سے سرخ ہوئی تھیں، مرحاشاہ نے تیرسی تیزی سے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ٹکٹکی باندھے اپنی منکوحہ کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہا تھا، مرحاشاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے زوریز شاہ نے آنکھوں میں محبت لئے اسے مسکرا کے دیکھا تھا، جس پہ وہ اتراتی ہوئی پھر سے اپنی پیشنٹ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔

ہونہہ کیسے ندیدوں کی طرح گھورے جا رہی ہے میرے بندے کو بس رالیں ٹپکانے کی کسر رہتی ہے۔۔مرحاشاہ نے) (اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے سلگتے دل سے سوچا تھا۔۔

:اس دفعہ مرحاشاہ نے کچھ بھی بولنے کی بجائے پرچے پہ کچھ یوں الفاظ گھسیٹے تھے

"I checked,You gotta a starting problem"

Medicine: close your eyes whenever you see handsome boys and especially"Wife

"Boys

آپ باہر سے جا کے اپنی فیس واپس لے سکتی ہیں!! مر حاشاہ دواؤں والا پرچا اس لڑکی کی طرف بڑھاتی اسے متوجہ کرنے کے لئے اپنا ٹیبل بجاتی دانت پیستے ہوئے بولی تھی، زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے ایک نظر پرچے پہ اور دوسری نظر مر حاشاہ کو دیکھتے تاصف سے سر ہلایا تھا، وہ خود کافی دیر سے سامنے بیٹھی لڑکی کی نظریں خود پہ محسوس کر رہا تھا لیکن وہ نظر انداز کر تا مر حاشاہ کی طرف متوجہ رہا، اسے ان سب نظروں کی عادت تھی۔۔

وہ لڑکی ٹیبل بجنے کی آواز پہ چونک کے مر حاشاہ سے پرچہ پکڑ رہی تھی، مر حاشاہ کے فیس واپس کرنے والی بات پہ وہ ایک پل کے لئے حیران ضرور ہوئی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ غائب دماغی سے پرچے پہ لکھی تحریر کو پڑھتی شرمندہ ہوئی تھی، اس نے ایک شرمندہ نظر مر حاشاہ پہ ڈالی تھی جو اسے اچھی خاصی گھوریوں سے نواز رہی تھی، مر حاشاہ کی گھوریوں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ لڑکی جلدی سے وہاں سے رفو چکر ہوئی تھی۔۔ اس لڑکی کے یوں بھاگنے کے انداز سے جانے پہ زوریز شاہ ہولے سے ہنستا ہوا مر حاشاہ کی کرسی اپنی طرف گھما چکا تھا، لیکن وہ اسے نظر انداز کرتی پھر سے فون اپنے کان لگاتی "نیکسٹ پیشنٹ پلیز" بولتی زوریز شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر چکی تھی۔۔

اب کوئی نیکسٹ پیشنٹ نہیں آرہا! بس ہم لنچ پہ چل رہے ہیں، اٹھو۔۔۔ زوریز شاہ نے اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے اس پہ روعب جھاڑو تھا۔۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔ مر حاشاہ سپاٹ انداز میں کہتی اپنی کرسی سیدھی کرنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسکی کرسی کے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا اسکے چہرے پہ اپنا چہرہ جھکایا تھا۔۔

کیا مطلب بھوک نہیں ہے؟ میں اپنا کام چھوڑ کے تمہیں لنچ پہ لے جانے کے لئے آیا ہوں اور میڈیم کو۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اسے پیار سے ڈپٹتا اپنی بات جاری رکھتا جب مر حاشاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لنچ کا ٹائم گزر چکا ہے! جہاں پہ پچھلے اڑھائی گھنٹوں سے تھے وہی پہ جا کے اپنا باقی کا کام بھی پورا کر لو، تمہیں کوئی فورس نہیں کر رہا۔۔۔ مر حاشاہ سپاٹ آواز میں بولتی اپنا چہرہ موڑ چکی تھی۔۔ اسکے رخ موڑنے پہ زوریز شاہ نے ناگواری سے اسکا چہرہ اپنے ہاتھ میں نرمی سے دبوچتے ہوئے اپنی طرف کیا تھا، ابھی وہ کوئی شدت بھری جسارت کر ڈالتا جب دروازہ بجنے کی آواز پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس سے دور ہوا تھا۔۔

دروازہ بجنے کی آواز پہ مر حاشاہ اپنی کرسی تیزی سے سیدھی کرتی "کم ان" بولتے ہوئے اپنی پیشنٹ کی طرف مسکرا کے دیکھ رہی تھی لیکن یہ مسکراہٹ اگلے ہی پل سمٹی تھی جب خیر سے اس لڑکی کو بھی اپنے بندے کی طرف ٹکٹکی باندھ کے دیکھتا پایا۔۔ زوریز شاہ نے بغور اپنی منکوحہ کے تاثرات نوٹ کئے تھے جس پہ وہ کندھے اچکاتا ہوا اب اسکے ٹیبل پہ موجود چیزوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرتا خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا، کیونکہ سامنے ایک نظر بھی کسی لڑکی کی طرف دیکھ کے اسے اپنی پوزیسیو وبیوی کی مزید ناراضی مول نہیں لینی تھی، وہ پہلے ہی اسکا اڑھائی گھنٹے سے انتظار کرتی اس سے شدید ناراض تھی، زوریز شاہ نے اسے کال پہ بولا تھا وہ ہاسپٹل سے لنچ قطعی نہیں کرے گی، بلکہ وہ دونوں آج ساتھ لنچ کریں گے لیکن ہویلی میں ہوئے آج کے واقعے کی وجہ سے وہ ناچاہتے ہوئے بھی لیٹ ہی چکا تھا۔۔

آپ وہاں کرٹن (پردے) کے پیچھے بیڈ پہ جا کے کچھ دیر آرام کر لیں نا، پھر چلیں گے لانگ ڈرائیو پہ!! مر حاشاہ ایک دم سے زوریز شاہ کا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کے زور سے دباتی چہرے پہ شرمائے تاثرات سجاتی ہوئی بولی تھی۔ زوریز شاہ اس اچانک افتاد پہ اپنی بیوی کو دیکھ کے رہ گیا جو ابھی کچھ دیر پہلے اس سے ناراضی سے منہ موڑ رہی تھی اور اب اس سے جھوٹا شرماتی ہوئی وہ اسکے ضبط کا امتحان لے رہی تھی اور اس پہ تضاد اس کے منہ سے خود کے لئے آپ سنتے ہوئے زوریز شاہ کا دل چاہا وہ ابھی اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں دبوچتے ہوئے چوم ڈالے ۔۔ دوپہر کے پانچ بجے اسکے منہ سے لانگ ڈرائیو کا سنتے ہوئے زوریز شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ ضبط کیا تھا۔۔

نو بے بی آئی ایم کمفرٹیبل ہئیر۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنے ہاتھ کی پوروں سے ہولے سے اسکا سرخ وسفید گال چھوتا پیار سے بولا تھا، لیکن اپنے اس جملے سے وہ مر حاشاہ کو اندر تک جلا کے رکھ چکا تھا، مر حاشاہ نے غصے سے اپنا چہرہ اس سے دور کرتے ہوئے اپنا دھیان اپنی پیشنٹ کی طرف کیا تھا، مطلب وہ ان لڑکیوں کی گندی نظریں خود پہ محسوس کرتا ہوا

کمفرٹیبل تھا؟؟ آہہہ۔۔ مرحاشاہ کا دل کیا وہ اپنے ٹیبل سے پیپر ویٹ اٹھا کے اپنے خوبصورت بندے کے سر پہ مار کے اس کے دو پیس کر دے۔۔ اس نے جلدی سے اس پیشنٹ کا چیک اپ کرتے ہوئے اسے بھی یوں ہی رفو چکر کیا تھا جس طرح سے اس سے پہلی لڑکی کو یہاں سے بھگایا تھا۔۔ اس لڑکی کے جانے کے بعد وہ غصے سے اپنا فون پکڑتی خود کے لئے کسی کنوینس کا انتظام کرنے لگی کیونکہ اپنے شوخے بندے کے ساتھ وہ ہرگز نہیں جانے والی تھی، اسے اوبر منگواتے دیکھ کے زوریز شاہ نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے اسکا فون تھامتے ہوئے اپنی بلیک پینٹ کی جیب (Uber) میں رکھا تھا۔۔

میرا فون واپس کرو زوریز شاہ!!۔۔۔ مرحاشاہ اپنے ٹیبل پہ ہاتھ مارتی غرائی تھی۔۔

کم ڈاؤن شاہزادی!! ہویلی میں ایک ایمر۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اپنی بات مکمل کرتا جب مرحاشاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

میرا فون واپس کرو مجھے۔۔۔ اور جاؤ انہی لڑکیوں کے ساتھ جا کے لنچ کرو جن کی نظروں سے ابھی کچھ دیر پہلے تم کمفرٹیبل فیل کر رہے تھے۔۔۔ وہ بے حد جیلس انداز میں شرباری لہجے میں بولی تھی، اسکی چھوٹی سی ناک کو غصے سے سرخ دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اسکی باتوں پہ بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

لیکن میں تو صرف اپنی شاہزادی کے ساتھ کمفرٹیبل فیل کرتا ہوں۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکی کرسی ایک بار سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے_ اسکی سرخ ناک پہ اپنے لب رکھے تھے۔ مرحاشاہ نے غصے سے اسے خود سے دور جھٹکا تھا، اس نے صبح سے صرف ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا تھا، اور لنچ بھی اس نے زوریز شاہ کے نہ آنے پہ غصے سے نہیں کیا تھا، اس نے اسے ڈھیروں فون کر ڈالے تھے لیکن زوریز شاہ کا فون بزی یا بند جا رہا تھا، اور بس پھر جب زوریز شاہ نے اسے کالز بیک کی تھیں اس نے بھی اسکا ایک فون نہیں اٹھایا تھا۔۔

آئندہ سے مجھے خود سے دور مت جھٹکنا ورنہ میں بہت برے طریقے سے پیش آؤں گا مرحاشاہ!!! اسکے دور جھٹکنے پہ زوریز شاہ اسکے ٹیبل پہ زور سے ہاتھ مارتے ہوئے دھاڑا تھا، اسکے دھاڑنے پہ نازک سی مرحاشاہ نے اپنی سنہری آنکھوں میں ناراضی کے ساتھ ساتھ نمی لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اٹھو فورا!! اور میرے ساتھ چلو۔۔۔زوریز شاہ جان بوجھ کے غصے سے بولا تھا کیونکہ جانتا تھا اسکی ضدی بیوی اسکے نرم لہجے پہ رات تک بھوکی تو بیٹھی رہے گی لیکن نخرے دیکھانا بند نہیں کرے گی۔۔

نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ!! میرا فون واپس کرو مجھے۔۔۔مرحاشاہ اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کو دھکیلتی بدتمیزی سے بولی تھی، اسکی بدتمیزی پہ زوریز شاہ کو اب حقیقتاً غصہ آیا تھا، وہ اتنی سی بات پہ اس سے ٹیپکل بیویوں کی طرح جھگڑ رہی تھی؟ زوریز شاہ نے ایکدم سے جھکتے ہوئے اسکے گلابی ہونٹوں کو غصے سے اپنی دسترس میں لیا تھا۔ اسکی شدت بھری گرفت مرحاشاہ کے لئے ناقابلِ برداشت تھی، اس کے لمس میں آگ سی تپش محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ نے اسکی بلیک جیکٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچی تھی۔ وہ اسکی ایک ایک سانس خود میں انڈھیلتا ہوا اسکے ہونٹوں پہ گہرا زخم دیتے پیچھے ہٹا تھا۔۔مرحاشاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جسکی ناک پہ چوبیس گھنٹے غصہ بیٹھا ہوتا تھا۔۔اسے صرف اپنے غصے کی پروا تھی، اپنی منکوحہ کی ناراضی کی کوئی پروا نہیں تھی؟؟ مرحاشاہ نے گہرے سانس بھرتے ہوئے بھرائے دل سے سوچا تھا۔۔

راستے میں ٹریفک تھی، اسلیئے لیٹ ہو گیا تھا۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے ہونٹوں سے خون کی ننھی سی بوند چنتے ہوئے اسے نرمی سے جواب دیا تھا۔۔مرحاشاہ بنا کچھ بولے اپنا بیگ اٹھا کے اوور آل بازو پہ ڈالتی ہوئی باہر کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسکا بازو پکڑتے ہوئے اسے دیوار کے ساتھ لگایا تھا۔۔

موڈ ٹھیک کرو۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے اسکا گال پیار سے چھوتے ہوئے بولا تھا۔۔

پہلے غصہ اتار لیتے ہو پھر پیار کرنا یاد آجاتا ہے؟؟ مرحاشاہ اسکے چٹانی سینے پہ مکا جھڑتی غصے سے بولی تھی۔

تم جب جب ضد اور بدتمیزی کے درمیان فرق بھولو گی یوں ہی میرے غصے کا سامنا کرو گی۔۔اسی لئے اگر اپنے ہونٹوں کی خیر چاہتی ہو تو آئیندہ سے مجھ سے بدتمیزی والا لہجہ مت اپنانا مائے پریٹی لیڈی!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے یاقوتی لب اپنے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے وارننگ دے رہا تھا، اسکا لہجہ بوجھل اور گھمبیر تھا۔۔وہ جیسے وارننگ نہیں کوئی رومانٹک بات بول رہا ہو۔۔اسکی بات سنتے ہوئے مرحاشاہ کو اپنی کچھ دیر پہلے والی بدتمیزی کو احساس ہوا تھا لیکن وہ اسکے سامنے ہار ماننے والی نہیں تھی، وہ ہنوز ناراضی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

رکھ کے تیرے لب پہ لب"

"سب شکائتیں مٹادیں گے

زوریز شاہ نے اپنی آواز کو مزید بوجھل اور گھمبیر بنا کے یہ شعر بولتے ہوئے اسکے لبوں پہ نرمی سے اپنے لب رکھے تھے، مرحا شاہ نے اس بار اسے خود سے دور نہیں جھٹکا تھا، کچھ دیر پہلے اسے جھٹک کے وہ اس کا غصہ سہہ چکی تھی، البتہ گال اسکے نرم انداز پہ خود بخود سرخ پڑے تھے۔۔ اسکے ساتھ نہ دینے پہ وہ سمجھ چکا تھا اسکی کھسکی ہوئی بیوی ابھی تک غصے میں ہے۔۔ اسکی سنہری آنکھوں میں ناراضی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ اسکے بے حد قریب ہوا تھا، یوں کہ اب ان میں ہوا کے گزرنے کا فاصلہ تک نہیں تھا۔۔

!نزاکت کے کر آنکھوں میں ان کا وہ دیکھنا توبہ "

"الہیٰ! ہم انہیں دیکھیں یا ان کا دیکھنا دیکھیں

زوریز شاہ بے حد پیار سے اسکی سنہری آنکھوں کو چومتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ اسکے ان الفاظوں پہ مرحا شاہ کا غصہ جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ کچھ زیادہ ہی اوور ریکٹ کر رہی ہے، اگر راستے میں ٹریفک تھی تو اس میں زوریز شاہ کا واقعی ہی کوئی قصور نہیں تھا۔۔

وہ کھڑوس مجھے اتنا پیار لگتا ہے کہ "

"جب مجھے بھوک لگتی ہے تو اسے کھانے لگ جاتی ہوں

مرحا شاہ اپنی چھوٹی سی ناک کو سکوڑ کے معصومیت سے اپنا ایجاد کیا گیا شعر بولتی_ اسکے پیروں پہ اپنے پیر رکھتی_ اسکی ٹی شرٹ سے نظر آتی سفید چھلکتی گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑ چکی تھی۔۔ زوریز شاہ نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے بالوں کو چومتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں، وہ کتنی ہی دیر اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑتی اپنا غصہ اتار رہی تھی یا ناجانے واقعی ہی اپنی بھوک مٹا رہی تھی۔۔

لو بائٹ بن گئی تو لوگ مشتاق نظروں سے گھوریں گے ہمیں۔۔۔ زوریز شاہ نے شرارت سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔۔

حق حلال کے شوہر ہوں میرے۔۔۔ڈرتی نہیں ہوں کسی سے۔۔۔۔وہ اسکی گردن سے اپنے دانت ہٹا کے اترا کے بولتی اب اپنے دیئے گئے نشان پہ انگلی پھیر رہی تھی۔اسکے گال سرخ تھے، آنکھیں شرم سے عارضوں پہ سجدہ ریز تھیں لیکن وہ مرحاہی کیا جو زوریز شاہ کے سامنے بے باکی کے مظاہرے نہ کرے۔۔

سانسیں نہ رک جائیں کسی روز محترمہ"

" ہونٹوں سے ایسے ہمیں چھوا نہ کیجئیے

زوریز شاہ اسکے گلابی لبوں پہ اپنے عنابی لب رگڑتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا، مرحاشاہ نے اسکے شعر پہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنی بنائی گئی لو بائٹ کو اسکی جیکٹ کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے چھپایا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اپنے ہونٹوں پہ دھرے اسکے لبوں کو یونہی شرارت سے چھوتے ہوئے اسکے شعر کی نفی کی تھی کہ چاہے وہ کچھ بھی کرلے وہ اسے ہمیشہ یوں ہی پورے حق سے چھوئے گی لیکن زوریز شاہ نے بھی اپنے شعر کو سچ کرتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لے کے اسکی سانسوں کو روکتے ہوئے اسے آنکھ ونک تھی۔۔وہ اسکی ایک ایک سانس پیتا ہوا شرارت سے اسکے لبوں کو اپنے دانتوں میں لے کے کاٹتا اسے بھوکلا رہا تھا، سانسوں کے بند ہونے پہ مرحاشاہ نے اسے اپنی سنہری آنکھوں سے گھور کے دیکھا تھا، اسکی اس ادا پہ زوریز شاہ نے اسکی کمر پہ بے باکی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی شدت میں اضافہ کیا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکی جیکٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے اسے جھٹکا دیا تھا، اسکی شدت کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا تھا مرحاشاہ کے لئے۔۔وہ پیاسوں کی طرح اسکے لبوں سے اپنی تشنگی مٹاتا ہوا انہیں ہمیشہ ناچاہتے ہوئے بھی زخمی کر جاتا تھا۔۔بالآخر وہ اپنی منمنانی کرتا ہوا اپنی من مرضی سے پیچھے ہوا تھا

--

میں بھی ضدی وہ بھی ضدی"

"ہمارے بچے بھی ڈھیٹ ہی ہوں گے

زوریز شاہ اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتا بے باکی سے بولتا اسے آنکھ مار چکا تھا، مرحاشاہ نے بالآخر شرماتے ہوئے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا، لیکن اس شرماہٹ میں بھی وہ اسکے سینے پہ کاٹنا نہیں بھولی تھی۔۔

میری جنگلی بلو کو اتنی بھوک لگ رہی ہے ؟۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے دانت اپنے سینے پہ محسوس کرتے ہوئے دھڑکتے دل سے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا تھا۔۔وہ اپنی اداؤں سے اسکی دھڑکنیں دوسو کی سپیڈ سے دوڑاتی تھی۔۔

ہمم۔۔۔میں نے غصے سے لنچ بھی نہیں کیا تھا ریز۔۔۔وہ اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکا کے اسکی طرف لاڈ سے دیکھتی بول رہی تھی۔اپنے حق حلال کے شوہر کو نخرے دیکھانے کا بھی اپنا ہی مزہ اور انداز تھا مر حاشاہ کا!۔۔

حد ہے!! اگر آئیندہ سے میں لیٹ ہو جاؤ تو ایسی حماقت مت کرنا جان ریز۔۔۔میں جان کے لیٹ نہیں ہوا تھا پرامس۔۔چلو کچھ کھانے چلتے ہیں۔۔۔زوریز شاہ اسکے ماتھے کو پیار سے چوم کے اسکے سر پہ دوپٹا اوڑھاتے اسے پیار سے ڈپٹ رہا تھا اور وہ اپنی ناک سکوڑتی جان بوجھ کے بچوں کی طرح سر ہلا ہلا کے اسکا دیا گیا دوپٹا اتارتی اسے کھڑوس بننے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔کیونکہ وہ اسے اچھا لگتا تھا جب وہ کھڑوس بنتے ہوئے اسے اپنی چیل جیسی بڑی بڑی آنکھیں دکھاتا تھا۔۔

رات کے آٹھ بج چکے تھے لیکن احان شاہ ابھی تک اپنے کمرے میں نہیں آیا تھا،شاید وہ دوپہر کا ہویلی سے نکلا ابھی تک ہویلی میں ہی داخل نہیں ہوا تھا،ایزل شاہ نے گلالئ کے لئے رات کا کھانا اسکے کمرے میں ہی پہنچا دیا تھا کیونکہ گلالئ نے ھارون شاہ کی باتیں یاد کرتے ہوئے نیچے جانے سے انکار کر دیا تھا،گلالئ کو اتنے پروٹوکول کی عادت نہیں تھی،اسی لئے اس نے زہر مار کے دو نوالے لئے تھے،وہ لاشعوری طور پہ احان شاہ کا انتظار کر رہی تھی،وہ ابھی تک صبح والی فراک اور احان شاہ کی چادر میں ملبوس تھی کیونکہ ایزل اسے کپڑے چینج کرنے کے لئے دوسرا لباس دینا بھول چکی تھی اور گلالئ نے بھی جھجکتے ہوئے اس سے دوسرا لباس نہیں مانگا تھا۔۔احان شاہ کی کہ گئی ساری شاپنگ اسی کی گاڑی میں رہ چکی تھی۔۔

گلالئ احان شاہ کے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھتے ہوئے بار بار جگہ بدل بدل کے معصومیت سے کبھی صوفے بیٹھتی، کبھی بیڈ پہ تو کبھی نیچے زمین پہ پڑے موٹے سے خوبصورت کالین پہ۔۔اسے ابھی تک یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا، وہ مسکرا کے کمرے میں لگے احان شاہ کے بڑے سے پورٹریٹ کو دیکھ رہی تھی جس میں وہ ارزم شاہ کی گردن دبوچتے ہوئے اسے مصنوعی گھوریوں سے نواز رہا تھا اور ارزم شاہ معصومیت سے اپنا نچلہ لب پھیلا کے اپنا کان پکڑے ہوئے

تھے، وہ دونوں ہی اس تصویر میں نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہے تھے وہ ان دونوں کی چڑھتی جوانی کی تصویر لگ رہی تھی، اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ خوبصورت انسان اسکا ہو چکا ہے، اسکا تصویر میں مکمل فوکس اپنے خوبصورت شوہر کی طرف تھا، گلالئ کو آج اس پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا۔۔ یہ پورٹریٹ شاید احان شاہ نے کچھ دن پہلے ہی چینج کروائی تھی کیونکہ پچھلے کئ سالوں سے وہ یہاں احان شاہ اور کاظم شاہ کی تصویر دیکھتی آئی تھی لیکن چونکہ آج کل کاظم شاہ اور احان شاہ کے تعلق میں کافی دراڑیں اچکی تھیں اسی لئے وہ اسکی تصویر تک اپنے کمرے میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔

احان شاہ کی تصویر کو دیکھتے دیکھتے اب اسے نیند آنے لگی تھی لیکن اسے ابھی اس کے کمرے کے ساتھ مزید چھیڑ خانی کرنی تھی وہ سامنے دیوار پہ لگی ایل سی ڈی کو دیکھتی اس کا ریموٹ تلاش رہی تھی جو ایل سی ڈی کے بالکل نیچے ٹیبل پہ پڑا ہوا تھا، گلالئ نے بڑی خوشی سے ریموٹ پکڑا تھا لیکن اس پہ اتنے سارے بٹن دیکھتے ہوئے اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ کون سا بٹن دبائے گی تو یہ آن ہو گی۔۔ گلالئ اس خوفناک سے ریموٹ کو معصومیت سے گھور کے صوفے پہ بیٹھ چکی تھی، اسے پھر کچھ دیر بعد سردی محسوس ہوئی تو وہ بیڈ کی طرف بڑھ گئ، بیڈ پہ بیٹھتے ہی اس نے جلدی سے خود کو کمبل چھپایا تھا، چہرے پہ کمبل لینے سے احان شاہ کی مخصوص خوشبو محسوس ہوئی تو اسکے گال خود بخود سرخ ہونے لگے،

گزری رات کا ایک ایک منظر اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرا رہا تھا، وہ کیسے اسکے غصے پہ اسے پیار سے ڈیل کر رہا تھا، وہ سب یاد کرتے ہوئے گلالئ تکیے سے سر اٹھا کے آلتی پالتی مار کے بیڈ پہ بیٹھتی اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا چکی تھی، ادھر رات کے منظر یاد کرتے ہوئے گلالئ کا دل دھڑک رہا تھا تو وہاں آفس میں بلاوجہ بیٹھ کے اپنے کمرے کی فوٹیج دیکھتے احان شاہ کا دل اپنی نازک بیوی کی اداؤں پہ دھڑکتا باہر نکلنے کو بے تاب تھا، وہ کب سے خود کو ہویلی جانے سے روکے ہوئے تھا، وہ بلاوجہ رات کے اس وقت آفس میں بیٹھا خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا شاہ بی بی کو منانے کے بارے میں مسلسل سوچ رہا تھا، لیکن وہ جس طرح سے آج اس سے ناراض ہوئی تھیں، ممکن نہیں تھا وہ جلدی مانیں گی۔ خیر احان شاہ اپنے زہن میں آئی ہر سوچ کو جھٹلاتا ہوا لیپ ٹاپ کو بند کرتے اپنی ضروری چیزیں ٹیبل سے اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔

زوریز شاہ اور مرحا شاہ مسکراتے ہوئے ہویلی کے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے، زوریز شاہ اسکی ناک دباتا ہوا اسکے کان میں کوئی سرگوشی کر رہا تھا جب سامنے سے آتی ایزل شاہ کو دیکھتے ہوئے مرحا شاہ نے جلدی سے زوریز شاہ کو خود سے تھوڑا سا دور کیا تھا، کیونکہ وہ اسکے کافی نزدیک کھڑا تھا، مرحا شاہ کے دور کرنے پہ زوریز شاہ نے اپنی ہری آنکھوں میں سرخی لئے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن پھر اسکے ایزل کی طرف توجہ دلانے پہ وہ سمجھ چکا تھا اس نے اسے شرم دلانے کے لئے خود سے دور کیا ہے۔۔ زوریز شاہ نے مرحا شاہ کو ابھی تک ہویلی میں ہوئے آج کے واقعے کے بارے میں نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ گھر کی پریشانیوں کی وجہ سے اپنا اور اسکا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ شاید نہیں یقیناً اپنی بہن کے ساتھ ہوئی اس زیادتی کو سن کے بری طرح سے پریشان ہو جاتی۔۔ اس میں اور میرال شاہ میں کافی پیار تھا لیکن مرحا شاہ کو اپنی تکلیفیں خود تک رکھنے کی عادت تھی وہ کبھی بھی کسی کو اپنی تکلیف نہیں بتاتی تھی سوائے زوریز شاہ کے۔۔ اور میرال تو اپنی ہر تکلیف کا واویلا مچاتے ہوئے اپنے ڈیڈ اور بہن کو بتاتی تھی، وہ چھوٹی سی بھی تکلیف میں یوں واویلا مچاتی تھی جیسے کوئی مر گیا ہو۔۔۔

کسی ہو ایزل؟؟ آج کل تو ہماری ملاقات ہی نہیں ہو رہی۔۔۔ مرحا شاہ آگے بھر کے ایزل کو اپنے ساتھ لگاتی پیار سے بولی تھی۔۔

ٹھیک ہوں دیدہ۔۔ آپ ہی اپنے ہاسپٹل میں بزی ہوتی ہیں۔۔ ایزل شاہ بھی جواباً اسے مسکرا کے جواب دیتی اسکے ساتھ لگی تھی، زوریز شاہ کا مسکراتا چہرہ ایزل کو دیکھتے ہی سپاٹ ہو چکا تھا، وہ سنجیدگی سے اوپر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب ایزل کی آواز پہ اسکے قدم رکے تھے۔۔

لالہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔۔ ایزل شاہ اسے اوپر جاتے دیکھ کے تیزی سے بولی تھی۔۔

اوپر آجاؤ۔۔۔ زوریز شاہ روکھے سوکھے لہجے میں بولتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، وہ خود بھی ایزل شاہ سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔ مرحا شاہ پہلے تو زوریز شاہ کے ایزل سے یوں روڈ لہجے پہ چونکی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ اپنا وہم سمجھتی ہوئی سر جھٹک گئی۔۔۔

تم اپنے لالہ سے بات کر لو، میں ذرا آپی سے مل لوں۔۔۔ مرحا شاہ ہاتھ بڑھا کے ایزل کا گال تھپتھپا کے بولتی میرال کے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی، ایزل شاہ گہری سانس بھرتی ہوئی زوریز شاہ کے پیچھے گئی تھی۔۔

زوریز شاہ کمرے میں آتے ہی اپنی بلیک جیکٹ اتار کے صوفے پہ پھینک چکا تھا، وہ صوفے پہ بیٹھ کے نیچے کو جھکتا ہوا اپنے شوز کے لیسس کھول رہا تھا جب ایزل شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

بولو کیا بات کرنی ہے؟؟ زوریز شاہ ہنوز اپنے شوزوں کو اتارنے میں مصروف اسکی طرف دیکھے بنا سرد لہجے میں بولا تھا۔۔

لالہ۔۔ آپ مجھ سے ناراض ہیں؟؟ ایزل شاہ اپنے ہاتھ مڑورتی ہوئی مدھم لہجے میں بولی تھی۔۔۔ وہ اسکے رویے سے کافی پریشان تھی۔۔

تمہارا نکاح زبردستی کیا گیا ہے نا ایزل؟ ایم آئی رائٹ؟؟۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے آئیبرو اچکاتے ہوئے استفسار کیا تھا، ایزل شاہ نے اسکے سوال پہ ناسمجھی سے ہاں میں سر ہلایا تھا، اسکے پاس اور کوئی جواب نہیں تھا۔۔

اوووائو۔۔۔ پوری ہویلی کے مطابق کاظم لالہ ایک وحشی اور ہوس پرست انسان ہیں!! اگر وہ اتنے ہی وحشی درندے ہوتے ایزل شاہ تو تم یوں پوری ہویلی میں گھومنے کی بجائے اپنے کمرے میں بیٹھ کے اپنے ساتھ ہوئی اس زبردستی کی شادی کے ظلم پہ آنسو بہا رہی ہوتی!! لیکن مجھے تو کہیں سے نہیں لگ رہا کہ میری بہن کے ساتھ اس نکاح کے لئے کوئی زبردستی کی گئی تھی؟؟ زوریز شاہ اپنی ہری آنکھوں میں بلا کی سرخی لئے بلند آواز میں غرایا تھا، اسکے جملوں پہ ایزل شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوئی تھی، زوریز شاہ نے آج تک اس کے ساتھ اس لہجے میں بات نہیں کی تھی جس طرح سے وہ آج کر رہا تھا۔

لالہ۔۔۔ ابھی ایزل ٹرانس کی کیفیت میں کچھ بولتی جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ڈونٹ کال می لالہ!! مجھے صرف ایک بات کا جواب دو ایزل شاہ کیا تمہیں اپنے بھائی پہ یقین نہیں تھا؟؟ زوریز شاہ صوفے سے اٹھتا ہوا جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ اسکے سوال پہ ایزل شاہ کا دل زوروں سے دھڑک تھا۔۔

لالہ مجھے کچھ سمجھ۔۔۔۔

ڈونٹ جسٹ کال می لالہ ڈیم اٹ ایزل شاہ!! ہماری محبت میں ایسی کون سی کمی رہ گئی تھی جو تم نے پوری ہویلی والوں کو دھوکا دیتے ہوئے کاظم لالہ کے کردار پہ کیچڑ اچھالا تھا؟ انہیں اس طرح سے بدنام کیا کہ وہ خود سے نفرت کرنے لگے ہیں؟ مجھے تمہارے ساتھ ایسی بات کرتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے، مجھے سمجھ نہیں آرہا میری معصوم نازوں پلی بہن اتنی نیچ حرکت کیسے انجام دے سکتی ہے؟؟ زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں کو نوچتے ہوئے حلق کے بل چلایا تھا، صد شکر اسکے کمرے کا ساؤنڈ پروف ڈور بند تھا، اسی لئے اسکے چلانے کی آوازیں باہر تک نہیں جارہی تھیں۔۔ زوریز شاہ کی دھاڑ اور اسکے جملے سنتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ بالکل سفید پڑ چکا تھا۔۔ اسکا پورا وجود زلزلوں کی زد میں آچکا تھا تو کیا اس کے لالہ اسکے گناہ سے واقف ہو چکے تھے؟؟ ایزل شاہ نے لرزتے دل سے سوچا تھا، اس میں کچھ بھی بولنے کی سکت جیسے ختم ہوئی تھی۔۔

لالہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ معاف۔۔۔ کر۔۔ دیں۔۔۔ ایزل شاہ نے بنا کوئی بہانہ بنائے اپنے ہاتھ جوڑے تھے، وہ بری طرح سے روتی ہوئی اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کرتی اس سے معافی مانگ رہی تھی۔۔

مجھ سے نہیں کاظم لالہ سے معافی مانگو ایزل شاہ!! پوری ہویلی والوں سے معافی مانگو۔۔ جب تک کاظم لالہ تمہیں معاف نہیں کریں گے تم بھول جاؤ کہ تمہارا زوریز شاہ نامی کوئی بھائی بھی ہے۔۔ تم سمجھو میں مر چکا ہوں تمہارے لئے ۔۔۔ زوریز شاہ اس کی معافی پہ مزید غصے سے چیخا تھا، ایزل شاہ ہچکیوں سے روتی ہوئی اپنی نیلی آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

لالہ پلیز مجھ سے یوں خفا مت ہوں، مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔۔۔

میں۔۔۔ مجھے۔۔۔ سمجھ۔۔۔ نہیں۔۔۔ آتا۔۔۔ میں۔۔۔ کیسے۔۔۔ معافی۔۔۔ مانگوں۔۔۔ یہ۔۔۔ سب۔۔۔ مجھ۔۔ ۔۔سے۔۔۔ پتا۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیسے۔۔۔۔ ہو۔۔۔ گیا۔۔ ایزل شاہ اسکے غصے پہ اور اپنا راز کھلنے پہ کپکپاتی ہوئی لڑکھڑاتے لہجے میں اسے اپنے دل کا حال سنا رہی تھی۔۔ وہ نہیں جانتی تھی اس کے لالہ کو یہ سب کہاں سے پتا چلا ہے۔۔

تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے ایزل شاہ، تم نے کاظم لالہ کے دل کو اتنے ٹکڑوں میں توڑ دیا ہے جس پہ ہم سب مل کے اگر ساری زندگی مرحم بھی رکھتے رہیں تو وہ پھر بھی خود پہ لگے اس بہتان کو بھول نہ پائے۔۔ اور ان کا ضبط دیکھو انہوں

نے سب جانتے بوجھتے بھی تمہیں بچایا جانتی ہو اس دن کی ساری ریکارڈنگ دیکھتے ہوئے میرا پورا جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا، میری آنکھوں میں بے یقینی تھی، مجھے اتنی سردی میں بھی ٹھنڈے پسینے آرہے تھے ایزل شاہ، اور تم خود سوچو کاظم لالہ کا اس وقت کیا حال ہو گا جن پہ بیٹھے بیٹھے تم نے حویلی کی چھت گرائی تھی؟ اور اس بندے نے پھر بھی تمہیں بچایا ، کاظم لالہ نے اپنے دانت سے دانت نہ اٹھایا، انہوں نے پوری حویلی کے سامنے بدلے میں تمہارے کردار کو داغدار نہیں کیا، اگر وہ چاہتے تو اپنے فون پہ آئی تمہاری کال سب کو دیکھا کے خود بری الزمہ ہو سکتے تھے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا ایزل جانتی ہو کیوں؟؟ کیونکہ وہ ایک وفادار انسان ہیں انہوں نے وہاں بھی تم سے وفا نبھائی لیکن تم نے۔۔۔ تم نے کیا کیا ایزل اپنی چند دنوں کی محبت کے لئے تم نے اپنی ہی محبت کو توڑ ڈالا؟؟ ایزل ہاؤ؟؟؟؟ زوریز شاہ اذیت کی انتہا پہ چلایا تھا۔۔ ایزل شاہ کے پاس بولنے کو کچھ نہیں تھا، آج بھی اپنا گناہ آنکھوں کے سامنے آیا تو خود پہ پٹرول چھڑکنے کو دل چاہا۔۔ وہ لرزتی ہوئی زوریز شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو اسے نفرت سے دیکھتا چلا رہا تھا۔۔

تمہارے پاس ایک ہفتہ ہے ایزل شاہ!! اگر تم نے ان سات دنوں کے اندر اندر اپنی زبان سے کاظم لالہ کی بے گناہی پوری حویلی کے سامنے ثابت نہ کی تو خدا کی قسم میں آٹھویں دن کی صبح چڑھتے ہی کاظم لالہ کی بے گناہی ثابت کرتے ہوئے ان کے کردار پہ لگا کیچڑ دھو ڈالوں گا۔۔ لیکن میرا طریقہ تمہیں پسند نہیں آئے گی اسی لئے کوشش کرو ان سات دنوں میں مجھے اپنی شکل بالکل نہ دکھاؤ اور کاظم لالہ کو ان کا پہلے والا مقام لٹاو۔۔۔ ناؤ گو فرام ہئیر۔۔۔ زوریز شاہ سرد و سپاٹ انداز میں بولتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اس نے عام بھائیوں کی طرح اپنی بہن کا گناہ چھپایا نہیں تھا، بلکہ وہ حق اور سچ کے ساتھ کھڑا ہوتا اپنی لاڈلی بہن کو کٹہرے میں کھڑے ہونے کا حکم دیتا وہاں سے جا چکا تھا، اس نے اسے صاف الفاظوں میں بتایا تھا، وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔۔ ایزل شاہ لرزتی ہوئی اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے اس کے کمرے سے نکلی تھی، ایزل شاہ میں کچھ بھی بولنے اور منت سماجت کرنے کی سکت نہیں بچی تھی، وہ خود کو کسی گندی نالی کا کیڑا محسوس کر رہی تھی۔۔

بالآخر رات کے نو بجے احان شاہ کی گاڑی حویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھی، احان شاہ نے گاڑی سے اترتے ہوئے ڈکی کھولی تھی، ڈکی سے گلالئی کی آن لائن شاپنگ کے تمام شاپر پکڑتا ہوا وہ اندر کی طرف بڑھا تھا، وہ کیمرے کی فوٹیج

سے دیکھ چکا تھا کہ اسکی بیوی اس فراک میں اب اچھی خاصی تھک چکی ہے۔۔لاؤنج میں آتے ہی احان شاہ کی نظر سب سے پہلے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف اٹھی تھی، لیکن ان کے کمرے کا دروازہ بند تھا،وہ گہری سانس بھرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔اپنے کمرے تک آتے کی اس نے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ کھولا تھا کیونکہ اسکے ہاتھ میں ڈھیروں کی تعداد میں شاپر تھے،زور سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ گلالئ نے سہمتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا لیکن احان شاہ کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے کھل چکا تھا۔۔احان شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے پھر سے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے تھے،گلالئ کو سمجھ نہیں آرہی تھی،وہ اس کے کمرے میں آنے پہ کیا کرے، کیونکہ احان شاہ نے اسے سلام نہیں کیا تھا۔

السلام وعلیکم!! گلالئ نے خود ہی سلام کرنے میں پہل کی تھی کیونکہ وہ شاید سلام کرنا بھول چکا تھا۔۔

وعلیکم السلام!! احان شاہ نے مسکرا کے اسے سوال کا جواب دیتے ہوئے شاپر زبیڈ پہ رکھتے اسکی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔۔اسکے یوں اپنی طرف آنے پہ گلالئ کا چھوٹا سا دل دھڑکا تھا،احان شاہ نے اسکے پاس آتے ہی اسے اپنے حصار میں لیا تھا،اسے اپنے حصار میں لیتے ہی اسکی تیز تیز دھڑکنیں احان شاہ کو اپنے دل پہ محسوس ہو رہی تھیں۔۔احان شاہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے اچانک سے جھک کے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ بے باک گستاخی کر ڈالی جس پہ گلالئ نے اچانک سے چیختے ہوئے اسکے حصار سے نکلنا چاہا لیکن احان شاہ اسے مزید خود میں بھینچ چکا تھا۔۔

می۔۔میں۔۔آپ۔۔کے لئے کھانا لاتی ہوں۔۔۔گلالئ نے منمناتے ہوئے اچھی بیویوں کی طرح آتے ہی اس سے کھانے کا پوچھا تھا۔۔

اہمم۔۔۔مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔احان شاہ نے اسے جواب دیتے ہی اسکے وجود سے چادر اتاری تھی۔۔گلالئ نے شرماتے ہوئے اپنی نظریں جھکائی تھیں،اسکا کندن سا سراپا اس بلیک فراک میں بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔۔اسکے رعنایاں چھلکتے وجود کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

جاؤ چینج کر لو۔۔وہ رہے تمہارے ڈریسس۔۔۔۔احان شاہ نے اسکے سراپے سے کافی مشکل سے اپنی نظریں چراتے ہوئے اسکے کپڑے چینج کرنے کو بولا تھا،نہیں تو کوئی بعید نہیں تھی اگر وہ اس کے سامنے اس کالی فراک میں رہتی تو وہ اپنی خوبصورت پٹھانی کو اسکے حسن کا اچھا خاصہ خراج پیش کرتا۔۔۔

لیکن۔۔ آپ تھکے آئے ہیں میں آپ کے لئے پانی لاؤں؟؟۔۔۔ گلالئ اپنا کالا دوپٹا خود پہ ٹھیک سے اوڑھتی معصومیت سے بولی تھی، اسے اپنے شوہر کی فکر ہوئی تھی جو اس کے مطابق صبح سے کام پہ نکلا اچھا خاصہ تھک چکا تھا۔۔ کیا چاہتی ہو؟ تمہارے اس وجود پہ اپنی تھکاوٹ اتارتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے تارے نچا کے رکھ دوں؟؟ احان شاہ اسے کمر سے تھام کے اچانک سے خود پہ گراتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکے گال پہ اپنے لب رکھ چکا تھا، گلالئ نے اسکی بے باک بات پہ سٹپٹاتے ہوئے اسکی کالی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔

می۔۔ میں۔۔ تو۔۔ بس۔۔ ایسے۔۔۔ ہی۔۔۔ وہ بھوکھلاتے ہوئے اسے اپنی بات کی صفائی دے رہی تھی جس پہ احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے تھے۔ وہ اسکے لبوں کو بارہا شدت سے چھوتا ہوا گلالئ کے دل میں ہلچل مچا رہا تھا۔۔ گلالئ نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اسکی کالی قمیض کو سینے سے مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے کتنی ہی دیر شدت سے ان کا جام پیا تھا۔۔ وہ اسے پیچھے کی طرف تکیے پہ لٹائے اس پہ مکمل طور پہ جھکا کبھی شرارت سے اسکے بالائی لب پہ اپنے دانت گاڑتا تو کبھی اسکے نچلے لب کو شدت سے چومتا۔۔

شاہ۔۔۔ سائیں۔۔۔ گلالئ نے اسکی شدت پہ ہلکی سی سسکی بھرتے ہوئے اسے پکارا تھا جس پہ احان شاہ نے مزے سے اسکے بھرے بھرے لبوں پہ پھر سے نرمی سے دانت گاڑتے ان پہ اپنی بھوری گھنی مونچھیں رگڑتے ہوئے گلالئ کو پاگل کیا تھا، گلالئ کو اس سے کھانا اور پانی پوچھنا بہت مہنگا پڑ چکا تھا، وہ شرم وحیا سے سرخ پڑتی اپنے بندے کی طرف دیکھ رہی تھی جو آفس سے آتے ہی بے باکیوں پہ اتر آیا تھا۔۔

تم نے کھانا کھایا؟۔۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں کو بالآخر آزادی بخشتے ہوئے اسکی بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی پہ گھماتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

جی۔۔۔۔ گلالئ نے نظریں جھکاتے ہوئے زور زور سے سر ہلایا تھا۔۔

لیکن مجھے تو کوئی نمکین ٹیسٹ نہیں آیا! میں کیسے مان لوں تم نے کچھ کھایا ہے؟ احان شاہ نے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے اپنے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے آبیبر واچکاتے بے باکی سے پوچھا تھا، گلالئ اسکی بات کا مطلب سمجھتی ہوئی کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے وجود پہ اوڑھا ہوا شفون کا کالا دوپٹا اتارتے اسکے دھمکتے وجود پہ اپنی

گہری نظریں ڈالی تھیں، وہ بلا کی خوبصورت تھی، لیکن احان شاہ کی شدتوں کو برداشت کرنے کے لئے یہ نازک سی کلی ابھی بہت چھوٹی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے چہرے پہ قوس قزح کے رنگ دیکھتے ہوئے اسکی شفاف گردن پہ اپنے لب رکھے تھے، احان شاہ اسکی کمر کے نیچے ہاتھ ڈال کے اسے بیڈ سے تھوڑا سا اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی گردن شدت سے چوم رہا تھا۔۔ اسکے سلگتے لبوں کے لمس کو اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئ کی جان ہوا ہو رہی تھی، احان شاہ مدہوش ہوتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑ کے اسے بے تابی سے چومتا نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا، اسکی جسارتوں پہ گلالئ کا دل مانو کانوں میں دھڑک رہا تھا، احان شاہ کو اپنی گردن سے نیچے کی طرف بدن کی گہرائیوں پہ جھکتے دیکھ کے گلالئ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے معصومیت سے اسکی طرف دیکھا تھا جو نجانے کیوں اس پہ رحم کھائے بغیر اسے اپنی قربت کا مزہ چکھا رہا تھا۔۔

شاہ۔۔ سائیں۔۔۔۔۔ گلالئ نے اپنے گلے پہ اچانک سے اسکی بے باک جسارت محسوس کرتے ہوئے اسے شرم وحیا سے انگارہ بنتے ہوئے پکارا تھا، جو اسکی آواز پہ اپنی خمار آلود ہری آنکھیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھتا ایک بار پھر سے اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں کے گیا۔۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں کو اپنی جنونی گرفت میں لیتے ہوئے اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھے تھے، وہ اسکی ایک ایک سانس خود میں اتارتا بے حد جنونیت سے اسکے لبوں کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔ اسکے جنون کی تاب نہ لاتے ہوئے گلالئ کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کے عارضوں پہ گرے تھے، وہ اسکے ہونٹوں پہ کافی سے زیادہ شدت دیکھاتا انہیں اپنے لبوں میں دبوچے ہوئے تھا، گلالئ اس کی جنون خیز گستاخیوں سے سہم چکی تھی۔۔ اسے لگ رہا تھا، وہ اسکے ہونٹوں کو کھا جائے گا۔۔۔ وہ معصومیت سے سوں سوں کرتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اسکے روہانسے تاثرات دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنی شدت میں کمی لاتے اسکی کمر کو نرمی سے سہلاتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی، گلالئ نے گہری گہری سانسیں بھرتے اسکی طرف منہ پھولا کے دیکھا تھا، احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکی چھوٹی سی ناک کو چومتے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں پہ اپنے لب رکھے تھے، عارضوں پہ گرے اسکے دو آنسوؤں کو شدت سے اپنے لبوں سے چنتا احان شاہ اس کے اوپر سے اٹھا تھا، وہ جان چکا تھا، اسکی ڈرپوک بیوی اس سے زیادہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسکے خود سے اٹھنے پہ گلالئ نے شکر کا سانس بھرا تھا۔۔

کھانا لے کے آؤ ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گا!!۔۔۔ احان شاہ جان بوجھ کے اس پہ یکدم سے جھکتا اسکے تکیے پہ دائیں بائیں اپنے ہاتھ رکھتا اسے ڈراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

نہ۔ نہیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ مت۔۔ کھایئے۔۔ گا۔۔۔ شاہ سائیں۔۔۔ میں۔۔ بس۔۔۔ دو۔۔۔ منٹ۔۔۔ میں۔۔۔ کھانا۔۔۔ لے۔۔۔ کے۔۔۔ آئی۔۔۔ گلالئ اپنا تھوک نگل کے بولتی بھوکھلاتے ہوئے بولی تھی، وہ اسکے انداز پہ واقعی ہی ڈر چکی تھی، اسکے معصوم سے چہرے پہ ڈر کی تحریر دیکھتے ہوئے احان شاہ نے تاصف سے سر ہلا کے ہنستے ہوئے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

آرام سے ڈریس چینج کر کے جاؤ۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے بیڈ سے اٹھاتا اسکے لمبے بھورے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتارتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

کیا۔۔ کیا۔۔۔ پہنو؟۔۔۔ گلالئ نے اتنے سارے کپڑوں کے دیکھ کے اپنی صبح والی غلطی دہراتے اس سے پھر سے پہننے کے لئے مشورہ لیا تھا، جس پہ احان شاہ نے جھٹ سے ایک بیگ اٹھا کے اسکی گود میں رکھا تھا، وہ اپنی گھڑی اتارتے ہوئے اسکے ریکشن کا انتظار کر رہا تھا۔۔ گلالئ جو مصروف انداز میں اس بیگ کو کھول رہی تھی، اندر سے ایک بیہودہ سی نائٹی کو برآمد ہوتے دیکھ کے اسکی کرسٹل گرے آنکھون پھیلی تھیں، چہرہ شرم سے تپ اٹھا تھا، اس نے اتنا بیہودہ لباس اپنی زندگی میں آج تک نہیں دیکھا تھا۔۔

یہ پہن لو بے بی۔۔۔ پھر تمہیں کھانا لانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی کیونکہ پھر میرا ہاٹ کیک تو تم ہو گی نا جسے میں مزے سے "یم" "یم" کرتے ہوئے کھا جاؤں گا۔۔۔ احان شاہ اس کا سرخ اناری چہرہ دیکھ کے اپنا قہقہ ضبط کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔ یم یم کرتے اس نے باقاعدہ اپنی سرخ زبان نکالتے ہوئے گلالئ کو دکھائی تھی جو روہانسی ہوتی ہوئی اس شاپر کو خود سے کتنا دور پھینک چکی تھی۔۔ گلالئ نے اس بار اس سے پوچھنے کی غلطی نہیں کی تھی، وہ خود ہی ان شاپنگ بیگز کو پکڑ کے خود کے لئے کوئی سادہ سا لباس تلاش کر رہی تھی، لیکن اس کی آدھی سے زیادہ بیہودہ شاپنگ کو دیکھتے ہوئے گلالئ کو محسوس ہو رہا تھا اسے آج اسی فراک میں سونا پڑے گا۔۔ اپنی روندو بیوی کے روہانسے تاثرات دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اس کی مشکل حل کرتے ہوئے ایک سادہ سی لائٹ گرے شلوار قمیض اسکی طرف بڑھائی تھی۔۔ گلالئ نے ڈرتے ڈرتے اسکے ہاتھ سے یہ شلوار قمیض تھامی تھی گویا وہ یہ سوچ رہی تھی اسکے اندر سے بھی کوئی

بیہودہ چیز نہ نکل آئے۔۔۔احان شاہ نے اسکے تاثرات پہ بالآخر فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے جھک کے زور سے اس کے دائیں گال کو اپنے لبوں میں دبایا تھا، گلالئی کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، اس نے خود کو پیچھے کی طرف گرنے سے بچاتے ہوئے اسکے مضبوط ہاتھ کو زور سے اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔۔

میری یہ تصویر چوری کیوں نہیں کی تھی تم نے؟؟۔۔۔۔احان شاہ نے اسکے گال سے پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے فریم کی طرف اشارہ کرتے استفسار کیا تھا۔۔گلالئی نے بے ساختہ اسکی تصویر پہ متوجہ ہوتے ہوئے اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دباتے نظریں جھکائی تھیں، آنکھوں کے آگے ایک ہفتے پہلے والا منظر لہرایا تھا جب وہ اس کے کمرے کی صفائی کرنے کے بعد اسکی تصویر چوری کرنے ہی والی تھی لیکن اس تصویر میں اسے شرٹ لیس دیکھتے ہوئے وہ بھوکلا کے شرم سے سرخ پڑتے بھاگنے کے انداز میں اسکے کمرے سے نکلی تھی، اس کے جانے کے بعد سونے کی ایکٹنگ کرتا ہوا احان شاہ کتنی ہی دیر ہنستا رہا تھا، اس نے جان بوجھ کے اپنی شرٹ لیس تصویر کو فریم میں لگایا تھا۔

یوں شرماؤ گی تو معاملہ خراب ہو جائے گا!! احان شاہ اسکے نازک پھولوں سے وجود کو اپنی گود میں اٹھا کے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا شرارت سے بولا تھا۔۔ساتھ ہی وہ جھک کے اسکے نچلے لب پہ دانت گاڑتا اسے آنکھوں کے اشارے سے منع کر چکا تھا کہ اپنے ان خوبصورت لبوں پہ ظلم ڈھانے کی غلطی قطعی مت کرے۔۔۔

خود چینج کر لو گی یا میں ہیلپ کر دوں؟۔۔۔اسے اپنے سینے میں چھپتے دیکھ کے احان شاہ نے ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے اسکے کان کی لو کو دانتوں میں دباتے شوخ لہجے میں پوچھا تھا۔۔

می۔۔میں۔۔۔خود۔۔۔کر۔۔۔لوں۔۔گی۔۔۔آپ۔۔۔نہیں۔۔۔وہ بھوکلا کے تیزی سے اسکے بازوؤں سے نیچے اترنے کی کوشش کرتی نفی میں سر ہلاتے بولی تھی، احان شاہ خود کو داد پیش کر رہا تھا جو اپنی رات والی ضدی اور غصیلی پٹھانی کو منٹوں میں اپنی گستاخیوں سے واپس سے معصوم سی پٹھانی میں تبدیل کر چکا تھا۔۔

میں نہانے جا رہا ہوں شاور لو گی ساتھ میں؟؟۔۔۔احان شاہ نے اسے اپنی گود سے اتارتے ہوئے مزید تنگ کرنے کی غرض سے آنکھ مار کے استفسار کیا تھا۔۔

استغفار!!! گلالئ اپنی آنکھوں کو پھیلا کے معصومیت سے استغفار بولتی اسکے منہ پہ ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کر چکی تھی، احان شاہ جو اسکے لبوں سے اتنے معصوم انداز میں استغفار سنتا کھو چکا تھا، اسکے یوں اچانک سے دروازہ بند کرنے پہ وہ ہربراتا ہوا دروازے کو گھور کے اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔

اپنی الماری سے وائٹ ٹراؤزر نکالتے ہی وہ واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ گلالئ نے اپنا لباس تبدیل کرنے کے بعد ڈرپوک انداز میں زرا سا دروازہ کھولتے ہوئے ایک آنکھ سے باہر کی طرف جھانکا تھا، صد شکر اسکا سر پھرا سید زادہ کمرے میں نہیں تھا، وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ڈریسنگ روم سے نکلی تھی، سر پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھنے کے بعد وہ بیڈ پہ پڑی احان شاہ کی کالی چادر اٹھا کے پھر سے اپنے وجود پہ اوڑھتی دروازے کی طرف بڑھی تھی تاکہ اپنے بھوکے شوہر کے لئے کچھ کھانے کا انتظام کر سکے، نہیں تو واقعی ہی اس نے اسے کھا جانا تھا۔۔

آپی!! کیا ہوا؟ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اور یہ کمرے کی کیا حالت بنائی ہوئی آپ نے؟ میرال شاہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی مرحا شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے پریشانی سے اس سے استفسار کیا تھا، جو اپنے کمرے کی ایک ایک چیز تباہ کرتی اوندھے منہ بیڈ پہ گری ہوئی تھی۔۔

مرحا!! میں مر جاؤں گی۔۔۔ میرال شاہ اپنی بہن کی آواز سنتے ہی تکیے سے اٹھتی ہوئی روتے ہوئے بولی تھی، مرحا شاہ فکرمندی سے بھاگنے کے انداز میں اس کی طرف بڑھی تھی۔۔

کیا ہوا آپی؟ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟؟۔۔۔ مرحا شاہ نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا، میرال شاہ روتے ہوئے آج کا ہوا سارا واقعہ اسکے گوش گزار کر رہی تھی، جسے سنتے ہوئے مرحا شاہ کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔۔

مرحا! ہی از مائن (وہ میرا ہے)۔۔۔ میں اسے کسی اور کا ہونے نہیں دوں گی!!!۔۔۔ میرال شاہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتی ضدی انداز میں روتے ہوئے چیخی تھی۔۔

سٹاپ کرائینگ آپی ہم تقدیر کے ساتھ لڑ نہیں سکتے۔۔ صرف دعا کر سکتے ہیں۔۔۔ پلیز خود کو سنبھالیں۔۔۔ مرحا شاہ اسکی کمر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتی اسے حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

میں میرال زاویار شاہ ہوں!! میں اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹوں گی وہ میرا ہے اسے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینی ہو گی، ورنہ میں خود کو ختم کرلوں گی۔۔۔ میرال شاہ اس سے پیچھے ہٹتی اپنے بالوں کو نوچتی ہوئی ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔۔

اسے سنبھالنا مرحاشاہ کے لئے مشکل ہو رہا تھا، اس نے زبردستی اسے نیند کی میڈیسن دیے کے پانی پلاتے ہوئے سلانے کی کوشش کی تھی، وہ جانتی تھی اسکی بہن ضد کی بہت بری ہے، اسکا دل جس چیز پہ آجاتا تھا وہ اسے چھین کے ہی سکون کا سانس لیتی تھی، وہ بچپن میں مرحاشاہ کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتی تھی اسے مرحا کی جو چیز پسند آتی تھی وہ اس کے ساتھ گفٹ گفٹ کھیلتے ہوئے جب تک اس سے وہ چیز لوٹ نہیں لیتی تھی اسے چین نہیں آتا تھا۔۔ مرحاشاہ اداسی سے مسکراتی ہوئی اپنے اور میرال شاہ کے بچپن کے گزرے پل یاد کر رہی تھی، وہ اس سے بڑی تھی لیکن اسکی بے بی سٹر مرحاشاہ تھی، وہ اس سے کئی زیادہ عقل مند اور سمجھدار تھی لیکن زوریز شاہ کے معاملے میں مرحاشاہ بھی صدا کی بیوقوف تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 24

ایزل شاہ اپنے قدموں کو گھسیٹتی ہوئی کاظم شاہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھی، وہ کمرے میں آتے ہی زار و قطار روتی ہوئی زمین پہ بیٹھ چکی تھی، وہ بچوں کی طرح بلک بلک کے روتی اپنے بال نوچ رہی تھی۔۔ کتنی دیر رونے کے بعد اسے محسوس ہوا اس نے ابھی تک عشاء کی نماز ادا نہیں کی ہے، وہ نماز پڑھنے کی نیت سے زمین سے اٹھتی ہوئی واشروم کی طرف بڑھی تھی، وضو کرتے ہوئے بھی اس کی نیلی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہوئے اس کے عارض بھگو رہے تھے، اسے خود سے بے حد گھن محسوس ہو رہی تھی، وہ خود کو اس وقت دنیا کی گناہگار لڑکی سمجھ رہی تھی۔۔

ایزل شاہ اپنی عارضوں کو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی ہوئی واشروم سے نکلی تھی، ڈریسنگ روم سے جائے نماز لاتے ہوئے وہ عشاء کی نماز پڑھنے میں مشغول ہو چکی تھی، پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے باوجود اس دن کا سارا واقعہ اسکی آنکھوں کے آگے لہراتا ہوا اسے بے چین کر رہا تھا، نماز سے اپنی توجہ ہٹنے پہ ایزل شاہ ازیت سے روتی ہوئی بار بار ہر لفظ پہ دباؤ ڈال کے پڑھتی ہوئی اپنا پورا دھیان نماز پہ لگا رہی تھی، بار بار اسی طرح کوشش کرنے پہ وہ نماز کی طرف متوجہ ہونے پہ بالآخر کامیاب ہو چکی تھی۔۔

کاظم شاہ جب کمرے میں داخل ہوا تو نظریں سیدھا جائے نماز پہ بیٹھ کے نماز پڑھتی ہوئی ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں، آفس میں غائب دماغی سے کام کرنے کی وجہ سے اسے کوئی فائدہ محسوس نہ ہوا تو وہ جلدی ہویلی آگیا۔۔وہ سفید دوپٹے کو چہرے کے گرد حجاب کی صورت میں لپیٹ کے نماز ادا کرتی کوئی حور پری معلوم ہو رہی تھی، سفید حجاب اس پہ کافی جچتا ہوا اسکے چہرے کو نورانی ظاہر کر رہا تھا، لیکن یہ تو صرف کاظم شاہ پہ جانتا تھا کہ یہ چہرہ اصل میں نورانی نہیں بلکہ گھناؤنا ہے۔۔اسکی عارضوں پہ ٹکے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے وہ اسے نفرت سے دیکھتا دروازے کو بند کرتے صوفے کی طرف بڑھ چکا تھا، صوفے پہ بیٹھتے ہی کاظم شاہ نے اپنا سر پیچھے کی طرف پھینکتے ہوئے اپنے پیر سینٹرل ٹیبل پہ رکھے تھے، ایزل شاہ کو نماز پڑھتے دیکھ کے اسے احساس ہوا تھا، اس نے اس پورے ہفتے میں ایک بھی نماز نہیں پڑی تھی، وہ نمازیں باقاعدگی سے پڑھتا تھا لیکن اس ایک ہفتے میں وہ جیسے ہر چیز سے روٹھ چکا تھا، وہ دعائیں مانگنا چھوڑ چکا تھا کیونکہ کاظم شاہ ہمیشہ سے ایک یہ دعا ضرور مانگا کرتا تھا کہ " اے اللہ مجھے ہمیشہ رسوائی کی زندگی سے بچانا" جب اس کی اتنی نمازوں پہ اس کی ایک یہ دعا ہی قبول نہیں ہو سکی تھی تو کیا فائدہ اسکی اتنی نمازیں پڑھنے کا؟؟ کاظم شاہ نے ٹوٹے ہوئے دل سے سوچا تھا۔۔(ڈیئر ریڈرز یاد رکھیں اللہ سے شکوہ اور مایوسی گناہ ہے۔۔)

ایزل شاہ آرام و سکون سے نماز مکمل کرنے کے بعد اب دعا مانگتے ہوئے ہچکیوں سے روتی ہوئی اپنے گناہ کی معافی مانگ رہی تھی، وہ بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی اپنی ہچکیوں کو روک نہیں پا رہی تھی، دعا کے مانگنے کے بعد بھی جب جائے نماز سے اٹھنے کو دل نہ کیا تو وہ پھر سے سجدے میں گرتی بچوں کی طرح روتی بار بار ایک ہی تحریر دہرا رہی تھی "یا اللہ مجھے معاف کر دیں، میں بہت گناہگار ہوں، تو تو اپنے ہر بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے نا تو بس مجھے ایک بار معاف کر دیں اللہ جی! "۔۔وہ بلند آواز میں بلک بلک کے روتی اللہ سے معافی مانگ رہی تھی، وہ اس بات سے بالکل انجان تھی کہ کاظم شاہ اسکے پیچھے ہی صوفے پہ بیٹھا اسکے لرزتے وجود پہ نظریں جمائے ہوئے ہے۔۔۔

اگر تمہیں اپنے گناہ کا اتنا ہی پچھتاوا ہوتا ایزل شاہ تو تم اب تک یوں خاموشی اختیار کر کے بیٹھی نہ رہتی۔۔ہونہہ یہ صرف تمہارا اگلٹ ہے جو کچھ دیر تک ختم ہو جائے گا"۔۔۔کاظم شاہ نے استہزایا انداز میں سوچتے ہوئے اپنے شوز اتارے تھے، وہ اپنی بیلٹ نکال کے ٹیبل پہ رکھتا اب اپنی لیمن شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا، کمرے میں کھٹکاک کی آواز سنتے ہوئے ایزل شاہ نے بے ساختہ ارد گرد اپنی نظریں گھمائی تھیں، اپنے پیچھے صوفے پہ بیٹھے کاظم شاہ کو اپنی شرٹ

اتارتے دیکھ کے وہ جلدی سے جائے نماز سے اٹھتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کر رہی تھی، کاظم شاہ کو وائٹ ویسٹ میں دیکھتے ہوئے اسکی بھیگی پلکیں لرزی تھیں، اس وائٹ ویسٹ میں اسکا دودھیا سفید باڈی بلڈر وجود مزید دلکش لگ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کو خود پہ غصہ آرہا تھا جو وہ بنا کاظم شاہ کی موجودگی کا لحاظ کئے اونچا اونچا رو رہی تھی، نا جانے وہ اس کی عبادت کو بھی ڈرامہ سمجھ رہا ہو؟۔۔

مجھ سے نہیں کاظم لالہ سے معافی مانگو ایزل شاہ!! پوری ہویلی والوں سے معافی مانگو" وہ جائے نماز واپس سے " ڈریسنگ روم میں رکھ رہی تھی جب زوریز شاہ کا جملہ اسکے کانوں میں گونجا تھا، وہ گہری سانس بھرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی جو اپنے سر کے نیچے کشن رکھے آرام دہ انداز میں سینٹرل ٹیبل پہ اپنے پیر ٹکائے موبائل استعمال کر رہا تھا، ایزل شاہ صوفے کے بالکل اینڈ والے کونے پہ بیٹھی ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد اپنی انگلیوں مڑور رہی تھی، اسے لگ رہا تھا شاید وہ اسے مخاطب کرے گا لیکن اس کے کتنی ہی دیر بیٹھنے پہ بھی اس نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا، وہ موبائل میں یوں مصروف تھا جیسے ایزل شاہ کا وجود اس کے لئے کوئی اہمیت ہی نہ رکھتا ہو، یا وہ کمرے کی فضول سی چیز ہو۔ وہ اسے شاہ جی بولنے سے بھی کتراتی تھی کیونکہ اسکے شاہ جی بولنے پہ وہ اسکے ہونٹوں کو سخت سزا دیتا ان پہ زخم چھوڑ جاتا تھا۔۔۔

م۔ مجھے۔۔۔ آپ۔۔۔ کے۔۔۔ سینے۔۔۔ سے۔۔۔ لگنا۔۔۔ ہے۔۔۔ ایزل شاہ اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھاتی بھرائی آواز میں تکلیف سے بولی تھی، وہ اسکے سینے سے لگ کے ڈھیر سارا روتے ہوئے اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی، ایزل شاہ کے الفاظ پہ کاظم شاہ کے فون چلاتے ہوئے ہاتھ تھمے تھے، کاظم شاہ کتنے لمحے ہل نہ سکا، اسکے لہجے کی اذیت دیکھتے ہوئے دل نے فوراً اپیل کی تھی کہ اسے بانہوں میں بھر لیا جائے لیکن دماغ ایزل شاہ کے خلاف دلیلیں دے رہا تھا، کاظم شاہ اسکی بات کو اگنور کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھے بنا پھر سے اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا۔۔

مم۔ میں۔۔۔ کچھ۔۔۔ دیر۔۔۔ کے۔۔ لئے۔۔۔ آپکے۔۔۔ سینے۔۔۔ پہ۔۔۔ سر۔۔۔ رکھ۔۔ لوں؟؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ بے آواز روتی ہوئی اپنی قمیض پہ انگلیوں سے ڈیزائن بناتی اس سے اجازت مانگ رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اگر وہ بغیر اجازت کے اسکے ساتھ لگے گی تو وہ اسے بری طرح سے جھٹک دے گا۔۔

وہ رہا تکیہ اس پہ جا کے سر رکھو، میرا سینا تم جیسی مکار اور فریبی عورت کے لئے میسر نہیں ہے!! کاظم شاہ اسکی مظلومیت پہ جلے دل سے دھاڑا تھا، اسکی معصومیت اور مظلومیت سے چڑ ہونے لگی تھی اسے! ایزل شاہ کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی وہ رات میں اسی مکار اور فریبی عورت کے سینے پہ سر رکھ کے ہی تو سویا تھا! تو اب اتنا سفاک کیسے بن سکتا تھا؟؟ ایزل شاہ نے اپنی بھیگی نیلی آنکھیں اس پہ ٹکاتے ہوئے تکلیف سے سوچا تھا۔۔ کاظم شاہ کی دھاڑ پہ بیڈ پہ سوئی ہوئی ایزل شاہ کی کٹی نے اپنی آنکھیں کھولتی ہوئی ان کی طرف دیکھا تھا، اپنی مالکن کو روتے دیکھ وہ کٹی تیزی سے بیڈ سے اترتی اپنی پونچھ کو ہلاتے ہوئے معصومیت سے ایزل شاہ کے پیروں میں بیٹھتی اپنا چہرہ بار بار اسکی ٹانگوں پہ رگڑتی ہوئی اسے خود کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔ بالآخر کٹی کی کتنی کوششوں پہ ایزل شاہ نے موبائل میں مصروف کاظم شاہ سے نظریں ہٹاتے ہوئے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تھا، اپنی کٹی کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ دیر اسی امید سے صوفے پہ بیٹھی رہی کہ شاید کاظم شاہ اس پہ رحم یا ترس کھاتا ہوا اسے سینے سے لگائے گا لیکن اس نے ہمیشہ کی طرح ثابت کیا تھا غصے میں اس سے زیادہ بے رحم کوئی نہیں ہوتا تھا، کاظم شاہ اب اپنے فون کو سامنے ٹیبل پہ رکھتا الماری کی طرف بڑھ چکا تھا، سبکی اور اہانت کے احساس سے ایزل شاہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا، اس کے واشروم میں بند ہونے پہ ایزل شاہ نے اپنے پیروں میں پری کٹی کو اٹھا کے اپنی گود میں بٹھایا تھا، وہ اپنے نچلہ لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتی کب سے اپنے آنسو روکنے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن بالآخر وہ خود پر سے ضبط کھوتی ہوئی اپنی کٹی کے سر پہ اپنا چہرہ چھپاتی ہوئی پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی، اسکے جلے ہوئے ہاتھ میں ہنوز بے حد تکلیف تھی، وہ بے رحم بنی کل سے اپنے ہاتھ کی تکلیف کو نظر انداز کر رہی تھی، لیکن ابھی اسے اپنے ہاتھ سے کئی زیادہ تکلیف اپنے دل میں محسوس ہو رہی تھی ۔۔ کاظم شاہ واشروم میں آتے ہی اپنی لہو رنگ ہیزل گولڈن آنکھوں میں پانی کے چھینٹے مارتا سامنے لگے شیشے پہ زور سے اپنا ہاتھ مارتا اسے بے دردی سے زخمی کر چکا تھا۔۔

I hate u Aizal Shah!!You broke me once , I'd be damn fool to let u do it again

میں تم سے نفرت کرتا ہوں ایزل شاہ!! تم نے مجھے ایک بار توڑا تھا، میں سب سے بڑا بیوقوف ہوں گا جو تمہیں "دوبارہ ایسا کرنے دوں گا")

کاظم شاہ اپنے ہاتھ کو بے دردی سے سلیب پہ زور زور سے مارتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا، وہ لاپرواہی سے ٹھنڈے پانی سے شاور لیتا اپنے گرم دماغ کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

"مم۔میں۔۔۔کچھ۔۔۔دیر۔۔۔کے۔۔لئے۔۔۔آپکے۔۔۔سینے۔۔۔پہ۔۔۔سر۔۔۔رکھ۔۔لوں؟؟"

ایزل شاہ کا یہ جملہ کاظم شاہ کے دماغ میں بارہا گونجتا ہوا اسے بے چین کر رہا تھا اور کاظم شاہ کو اپنی بے چینی پہ بے حد غصہ آرہا تھا وہ بار بار اپنے ہاتھ کو بے دردی سے دیوار پہ مارتا خود کے دل پہ لعنت بھیج رہا تھا۔۔وہ خود سے پکا عزم بنا کے واشروم سے باہر نکلا تھا کہ وہ آج اسے سینے سے لگانا تو دور وہ اسے اپنی قربت بھی نہیں بخشے گا، وہ تڑپے پوری رات کاظم شاہ کے حصار میں آنے کے لئے بالکل اسی طرح جس طرح سے وہ ان دنوں میں اپنے اپنوں کے لئے تڑپا ہے!!، ان کی بے اعتباری پہ سلگا ہے

وہ واشروم سے نکلا تو بلیک گرم ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا، وہ اپنے گیلے گولڈن بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا ایک نظر اپنی کٹی کے سر میں چہرہ چھپائے لرزتی ہوئی ایزل شاہ کو دیکھتا ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا، اپنے بالوں کو ٹاول سے اچھے سے صاف کرنے کے بعد وہ انہیں برش کرتا اپنی گولڈن داڑھی مونچھوں پہ ہاتھ پھیرتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اس کا فون تو صوفے پہ پڑا ہے، وہ الٹے پیر واپس ہوتا صوفے تک آیا تھا، وہ جھک کے اپنا موبائل اٹھا ہی رہا تھا جب نظریں ایزل شاہ اور اسکی کٹی کی طرف اٹھی تھیں، ایزل شاہ کی کٹی اپنی مالکن کے ہاتھ پہ بار بار اپنا چہرہ رگڑتی میاؤں میاؤں کرتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ کر رہی تھی جو خاموشی کی مورت بنی اپنا چہرہ اس کٹی میں چھپائے ہوئے تھی، کاظم شاہ اپنے نرم جذباتوں کو لگامیں ڈالتا ہوا اپنا فون اٹھا کے بیڈ کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

اگر تو تمہیں یہ لگ رہا تھا مجھ سے شادی کے بعد تم پڑھائی سے اپنی جان چھڑوا کو گی تو یہ بھول ہے تمہاری!! صبح میرے اٹھنے سے پہلے تم کالج پہنچی ہو، چاہے اپنے چہیتے لالہ (احان شاہ) کے ساتھ یا پھر کسی ڈرائیور کے ساتھ۔۔اگر تم نے اپنے کالج سے ایک روز کا ناغہ بھی کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ صبح مجھے ہویلی میں تمہاری شکل کسی صورت نظر نہیں آنی چاہیے۔۔۔اسے کتنی دیر سے بلی میں چہرہ چھپاتے دیکھ کے بالآخر کاظم شاہ غصے سے دھاڑا تھا، وہ ہر وہ کام کرنا چاہتا تھا جس سے اسکی جان جاتی ہے اور سب سے زیادہ جان تو اس کی اس پڑھائی سے ہی جاتی تھی۔۔

کاظم شاہ کی دھاڑ پہ ایزل شاہ نے لرزتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسے یاد آیا تھا اسکے تین یونیفارم تھے اور تینوں ہی دھونے والے تھے، اس نے ملازمہ کو دے کے دھلوانے کی زحمت نہیں کی تھی، جس طرح سے کاظم شاہ نے اسے کالج جانے کا حکم دیا تھا، وہ اسکا حکم ٹال کے اپنے لئے کوئی سزا نہیں چننا چاہتی تھی، اور ویسے بھی احان شاہ بھی تو کافی دنوں سے اسکی پڑھائی پہ زور دے رہا تھا۔۔

لی۔ لیکن۔۔ میر۔۔ میرا۔۔۔ کو۔۔ کوئی۔۔ یونیفارم۔۔۔ دھویا۔۔۔ ہوا۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہے۔۔۔ ایزل شاہ منمناتے ہوئے بولی تھی۔۔

تو ہاتھ کس لئے ہیں تمہارے؟؟ اٹھو اور ابھی جا کے اپنا یونیفارم دھو۔۔ بلی کے ساتھ یہ چونچلے بعد میں کر لینا۔۔۔ کاظم شاہ زہر خند لہجے میں بولتا پھنکارا تھا۔۔

می۔۔ میں؟۔۔۔۔ ایزل شاہ خود سے مخاطب ہوئی تھی، اس نے آج تک اپنا یونیفارم نہیں دھویا تھا تو اب یوں اتنی سردی میں وہ کیسے اپنا یونیفارم دھوتی پھرتی؟ اور رات میں اسکا یونیفارم سوکھے گا کیسے؟؟ ایزل شاہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔۔

ہاں تم۔۔۔ کوئین الزبتھ تو ہو نہیں تم جس پہ کام کرنا حرام ہو۔۔۔ کاظم شاہ استہزایا انداز میں بولا تھا۔۔ وہ اسکی خود سے کی گئی بربراہٹ سن چکا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکے طنز پہ انداز پہ گہری سانس بھرتی ہوئی اپنی بلی کو خود سے دور کرتے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔

یہ کہاں جا رہی ہے اب؟؟ اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے موبائل میں مصروف کاظم شاہ نے دل میں سوچا تھا۔۔

کہاں جا رہی ہو تم؟؟ اسے دروازہ کھولتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

ا۔ اپنے۔۔ کمرے۔۔۔ سے۔۔۔ یونیفارم۔۔۔ لینے۔۔۔ ایزل شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف ایک نظر دیکھ کے جواب دیا تھا۔۔

میری طرف سے کہیں بھی جاؤ، لیکن پہلے مجھے سامنے سے ریموٹ پکڑاو۔۔۔ کاظم شاہ لاپرواہی اور روعب سے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے ایل سی ڈی کی طرف جاتے اسکا ریموٹ اٹھایا تھا، چھوٹے چھوٹے قدم

اٹھاتی ہوئی وہ کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی، وہ کاظم شاہ کو ریموٹ پکڑا ہی رہی تھی جب اللہ جانے اسکا پیر کاظم شاہ کی لمبی ٹانگوں میں کیسے الجھا اور وہ کیسے لہرا کے کاظم شاہ کے کشادہ سینے پہ زور سے گری۔۔ اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ کے نرم و نازک لب کاظم شاہ کی شرٹ کے اوپر اسکے دل کے مقام پہ ٹچ ہوئے تھے۔۔ اسکے لب اپنے سینے پہ محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ کا دل دھڑکا تھا، ایزل شاہ کو تو جیسے اسکے سینے پہ گرتے ہی رونے کا بہانہ ملا تھا، وہ قطعی جان کے اس کے سینے پہ نہیں گری تھی، وہ کب سے اسکے سینے پہ سر رکھنا چاہ رہی اور اسکی خواہش کیسی پوری ہوئی تھی یا جان بوجھ کے پوری کروائی گئی تھی کہ وہ خود پر سے ضبط کھوتی ہوئی اسکی گردن کے گرد اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا حصار باندھتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے کچلا تھا۔۔

وہ اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن اسکے طنزوں سے ڈرتی ہوئی وہ کچھ بھی بولے بغیر اسکی ہڈی کو اپنے آنسوؤں سے گیلا کرتی جا رہی تھی، اسکے رونے میں بے حد اذیت اور تکلیف تھی، کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ اسکے گرد پھیلانے کے لیے کچھ آگے کی طرف بڑھائے ہی تھے لیکن وہ اپنے زخمی ہاتھ کی زور سے مٹھی بناتا خود کو اسکے گرد حصار باندھنے سے روک چکا تھا۔۔

یہ کیا ڈرامہ ہے؟؟ اٹھو اور جا کے اپنا یونیفارم دھو۔۔۔ کاظم شاہ اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے سرد لہجے میں بولا تھا، اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو اپنی گردن کے گرد سے وہ کب سے جھٹک چکا تھا۔۔

مجھے معاف کر دیں پلیز میں سب ٹھیک کر دوں گی شاہ جی۔۔۔ ہم پھر سے پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔۔ ایزل شاہ اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے بولتی خود میں بھرپور ہمت پیدا کرتی نرمی سے اسکے عنابی لبوں پہ اپنے گلابی لب رکھتی زور سے اپنی آنکھیں میچ چکی تھی، وہ اسے منانے کی ایک چھوٹی سی کوشش کرتی کانوں کی لوں تک سرخ پڑ چکی تھی، کاظم شاہ جو اس کی حرکت پہ حیرانگی سے اپنی ہیزل گولڈن آنکھیں پھیلا چکا تھا، اس دن اسکے ہونٹوں کے گرد اسکی پھیلائی گئی لپ اسٹک کا منظر یاد کر کے وہ اگلے ہی پل اسے جلدی سے خود سے دور جھٹکتا اسکے بالوں پہ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ چکا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ساتھ اتنی گھٹیا حرکت انجام دینے کی؟؟ اور تمہیں کیا لگتا ہے تمہاری ان بے باک حرکتوں سے میں اپنا دل نکال کے تمہارے ہاتھ پہ رکھ دوں گا اور ہم دونوں پھر سے پہلے کی طرح ہو جائیں گے؟؟

کہاں سے سیکھی ہیں تم نے اتنی سی عمر میں اتنی چالبازیاں اور یہ گھٹیاں بے باک حرکتیں ایزل شاہ؟؟ آئی ایم سرپرائزڈ (میں حیران ہوں)۔۔۔ کاظم شاہ بے حد سفاکی سے دھاڑا تھا۔ اسکے اتنے خطرناک اور توہین آمیز ریکشن پہ ایزل شاہ کا دل کرچیوں میں ٹوٹا تھا، اس نے آج پہلی بار اتنی بے باک حرکت بے حد ہمت سے انجام دی تھی لیکن کاظم شاہ کا ریکشن اسے بری طرح سے ڈرا چکا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ بہت گندی حرکت کر چکی ہے، ایزل شاہ کا چہرہ شرمندگی اور اہانت سے سرخ پڑ چکا تھا، نیلی آنکھوں میں لبالب آنسو جمع ہو چکے تھے، پورے جسم پہ کپکپاہٹ تاری تھی۔۔

آئی۔۔ ایم۔۔ سوری۔۔۔۔ ایزل شاہ ایک جست میں اس پر سے اٹھتی لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں بولتی کاظم شاہ کے کمرے سے بھاگ چکی تھی۔۔ اسکے یوں روتے ہوئے بھاگ کے جانے پہ کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، اسے احساس ہوا تھا، اس نے ضرورت سے زیادہ ہارش ریکشن دیا ہے، اسکا سرخ چہرہ بتا رہا تھا اس نے کافی ہمت سے وہ حرکت انجام دی تھی، لیکن کاظم شاہ کے ریکشن پہ وہ شرمندگی سے جھرجھری لیتی اسکی طرف مجرموں کی طرح دیکھ رہی تھی جیسے اس نے کوئی گناہ کر دیا ہو۔۔۔

آئی کانٹ لیو ہئیر آئی مور ادر وائز آئی ول بی میڈ سون!!(میں یہاں مزید نہیں رہ سکتا ورنہ میں جلد ہی پاگل ہو جاؤں گا!) کاظم شاہ اپنے سائیڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھا کے زور سے زمین پہ مارتے ہوئے دھاڑا تھا، وہ اپنے لبوں پہ اسکا نرم ملائم لمس ابھی تک محسوس کو رہا تھا، اسکا نزاکت سے بڑا لمس اسے جیسے پاگل کر چکا تھا، کاظم شاہ کو اس وقت شدید پیاس محسوس ہوئی تھی، حلق میں جیسے کانٹے آگ آئے تھے، کاظم شاہ نے بے ساختہ اپنی زبان کو اپنے ہونٹوں میں دباتے اسکے لمس کا ذائقہ چھکنے کی کوشش کی تھی، وہ اس وقت ہویلی سے نکلنا چاہتا تھا، وہ اپنے گولڈن بالوں میں اپنا زخمی ہوتے پھیرتا ہوا باہر کی طرف بڑھنے والا تھا جب نظریں صوفے پہ سکون سے سوئی ہوئی کٹی کی طرف اٹھی تھیں جو اس کے کچھ دیر پہلے واس پھینکنے پہ کچھ سیکنڈ کے لئے اپنی آنکھیں کھول کے اسے منہ بنا کے دیکھتی پھر سے اپنی آنکھیں موند چکی تھی، یہی کٹی کچھ دیر پہلے اسکی بیوی کے ساتھ رومینس کرتی ہوئی بار بار اپنا چہرہ اسکے چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ رگڑ رہی تھی، کاظم شاہ جارحانہ انداز میں صوفے کی طرف بڑھا تھا، پہلی تو دل کیا اس کٹی کو اٹھا کے دیوار پہ مار کے اس کا کام ہی تمام کر دے لیکن اگلے ہی پل اپنا اتنا خطرناک ارادہ کینسل کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اس کی بڑی بڑی مونچھوں کو اپنی پوروں سے زور سے کھینچتے ہوئے پیچھے صوفے پہ دھکا دیتے اس میسنی کی نیند خراب کی تھی جو

ہمیشہ آگ لگا کے سکون سے سو جایا کرتی تھی۔۔ اپنی مونچھوں کے مڑورے جانے پہ کٹی نے زور زور سے میاؤں کرتے ہوئے اسکے زخمی ہاتھ پہ دانت گاڑے تھے۔۔۔

آووچ۔۔۔ کاظم شاہ کو اتنی درد اپنا ہاتھ شیشے پہ مارنے سے نہیں ہوئی تھی جتنی اس بلی کے دانت گاڑنے پہ ہوئی تھی۔۔

یو بلڈی کیٹ!!! کاظم شاہ نے غراتے ہوئے اسکے لمبے لمبے بال کھینچتے اسے نڈھال کیا تھا، جو اچھل اچھل کے اسے کاٹنے کو دور رہی تھی۔۔

مر جاؤ فتنی!!! کاظم شاہ اسے صوفے سے اٹھا کے زمین پہ پھینک کے غراتا خود صوفے پہ لیٹ چکا تھا، وہ نا جانے کیوں ہویلی سے جانے والا پلین کینسل کر چکا تھا۔۔ کٹی زمین سے اٹھتے ہوئے برق رفتاری سے کاظم شاہ پہ چڑھ کے اسکے سینے پہ اپنے پنجے اور دانت گاڑتی اسی تیزی سے اسکے کمرے سے بھاگتی نیچے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی، کاظم شاہ اس اچانک افتاد پہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔ اپنے سینے پہ کچھ دیر پہلے جہاں ایزل شاہ کے نرم لبوں کے لمس پہ دل دھڑکا تھا اس بلی کے دانت گاڑنے پہ اسکا موڈ بری طرح سے خراب ہوا تھا۔۔

ایزل شاہ کو کمرے سے گئے پورا گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آئی تھی، کاظم شاہ ایل سی ڈی پہ مووی لگاتے ہوئے خود کو مصروف اور لاپرواظاہر کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن دھیان نا چاہتے ہوئے بھی بار بار ایزل شاہ کی طرف بھٹک رہا تھا۔۔

یہ یونیفارم دھونے گئی ہے یا سلائی کرنے گئی ہے؟؟ کاظم شاہ نے سلگتے دل سے سوچا تھا، کچھ دیر بعد بھی اسے کمرے میں آتے نا دیکھ کے کاظم شاہ ریموٹ بیڈ پہ پھینکتا ہوا باہر کی طرف بڑھا تھا، اس نے ابھی کمرے کا دروازہ کھولا ہی تھا جب اسکی ٹکر ایزل شاہ سے ہوئی تھی، ایزل شاہ پیچھے کی طرف گرنے والی تھی جب کاظم شاہ نے بے ساختہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا تھا۔۔

سوری۔۔۔ مجھے پتا نہیں چلا۔۔۔ ایزل شاہ اس سے نظریں ملائے بغیر کسمسا کے دور ہوتی اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود معافی مانگ چکی تھی، اسکے سوری بولنے پہ کاظم شاہ کی نظریں اسکے چہرے پہ ٹکی تھیں، اسکی سوجھی ہوئی نیلی آنکھوں

کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ جان چکا تھا وہ اچھا خاصہ رو دھو کے آئی ہے، اسکے ہاتھ میں اسکا سفید یونیفارم تھا، جو ہلکا ہلکا سا گیلا محسوس ہو رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کو دروازے کے آگے کھڑا دیکھ کے وہ سائیڈ سے تھوڑی سی جگہ سے گزرتی کمرے میں داخل ہو چکی تھی، ایزل کہ کٹی بھی پوری شان سے اپنی پونچھ ہلاتی اسکے پیچھے ہی اندر داخل ہوئی تھی، ایزل کا نظریں چرانا کاظم شاہ نے بغور نوٹس کیا تھا، وہ بیوقوف اپنی کچھ دیر پہلے والی جسارت پہ ہنوز شرمندہ تھی؟؟ اس سے جتنی بھی نفرت سہی لیکن کاظم شاہ کو خود پہ غصہ آیا تھا جس نے کچھ دیر پہلے واقعی ہی اسکے ساتھ زیادتی کی تھی، خود چاہے وہ اس کے ہونٹ زخمی کرتا رہے، اسے اپنی شدتوں سے روشناس کرواتا پھرے وہ افف تک نہیں کرتی تھی لیکن اسکی پہلی پیش قدمی پہ اسے یوں دھتکار کے کاظم شاہ کی نرم طبیعت عود آ رہی تھی، اسے اپنی حرکت پہ گلٹ محسوس ہو رہا تھا، لیکن انا آرے آ رہی تھی، وہ اس کے آگے جھکنا نہیں چاہتا تھا، کاظم شاہ دروازہ بند کر کے واپس سے کمرے میں آ چکا تھا، وہ اب کمرے کے ڈریسنگ روم میں تھی۔۔ کاظم شاہ پھر سے بیڈ پہ بیٹھ کے اپنا دھیان ایل سی ڈی کی طرف کر چکا تھا۔۔ اسے پچھلے آدھے گھنٹے سے ڈریسنگ روم میں دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے غصے سے سلگتے ہوئے اپنی بلیک ہڈی اتار کے صوفے پہ سوتی ہوئی بلی پہ پھینکی تھی جو کمرے میں آتے ہی سو چکی تھی، نا جانے اسے اپنا غصہ اس بلی پہ اتارنے سے کونسا سکون ملتا تھا، بلی بھی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ کی مثال قائم کرتی اس کی ہڈی میں ریلیکس انداز میں لیٹتی آنکھیں موند چکی تھی جس پہ کاظم شاہ کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے، کاظم شاہ ابھی سلگ ہی رہا تھا، جب ایزل شاہ اپنے استری یونیفارم کو ہینگ کئے الماری کی طرف بڑھی تھی، اسکے ہاتھ میں یونیفارم دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو اب سمجھ آئی تھی وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اپنا یونیفارم استری کرتے ہوئے سکھا رہی تھی، لیکن اسکا ہاتھ تو ابھی کل ہی جلا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے سوچا تھا۔۔ وہ ہنوز سفید حجاب میں تھی۔۔ ایزل شاہ اسے ایک نظر بیڈ پہ آڑھا ترچھا شرٹ لیس نیم دراز دیکھ کے پھر سے نظریں چراتی ہوئی صوفے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

ایل سی ڈی بند کرو۔۔۔ اسے صوفے کی طرف بڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے غصے سے حکم دیا تھا، جس پہ ایزل شاہ نے اگلے ہی پل عمل کرتے ہوئے صوفے پہ بیٹھنے کی بجائے ایل سی ڈی آف کی تھی۔۔۔

کھانا لے کے آؤ۔۔۔۔اسے پھر سے صوفے پہ جاتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سپاٹ انداز میں مزید ایک حکم دیا تھا۔۔ اس نے اس گزرے ہفتے میں آج پہلی بار اس سے کھانا مانگا تھا، ورنہ وہ تو جیسے ہویلی کا کھانا کھانا بھول ہی گیا تھا۔۔ ایزل شاہ سر ہلاتی ہوئی کمرے سے نکل چکی تھی۔۔

ہونہہ۔۔ گونگی جیری۔۔۔کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ اسکے جانے کے بعد ریموٹ دیوار پہ مارتے ہوئے غرایا تھا۔۔

ایزل شاہ کچن میں داخل ہوئی تو وہاں موجود پہلے سے کھڑی گلالئ کو کھانا گرم کرتے دیکھ کے وہ چونکی تھی۔۔ تمہیں بھوک لگ رہی تھی تو مجھے بتا دیتی۔۔۔ایزل شاہ اسکے پاس آتی ہوئی مسکرا کے بولی تھی، اسکی مسکراہٹ اب پہلے جیسے نہیں رہی تھی۔۔

نہیں۔۔مجھے۔۔۔کب۔۔۔وہ۔۔۔تو۔۔آپکے۔۔۔لالہ۔۔کو۔۔۔بھوک۔۔۔لگ۔۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔گلالئ اسکے یوں اچانک سے مخاطب کرنے پہ منمناتی ہوئی بولی تھی۔۔ ایزل شاہ نے اسکی بات پہ شرارت سے مسکراتے ہوئے اسکے چہرے پہ بکھرے رنگوں کو دیکھا تھا، وہ اسکے لالہ کا ذکر کرتے ہی سرخ پڑ رہی تھی، اسے اپنے لالہ کی اجرک میں دیکھ کے وہ حسرت سے مسکرائی تھی، دل میں وہ ماشاءاللہ بولتی گلالئ سے نظریں ہٹا چکی تھی کہ کہیں اسکے چمکتے چہرے اور اسکی خوشیوں کو اسکی گندی نظر نہ لگ جائے۔۔ گلالئ کے شدت سے سرخ پڑتے لبوں پہ چھوٹے سے زخم کا نشان دیکھتی وہ بہت کچھ سمجھ چکی تھی، کاظم شاہ کی بے رخی یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ اس کے قریب ہونے پہ جو غصہ ہوا سو ہوا آج تو وہ غصے میں بھی اسکے قریب نہیں آیا تھا، ورنہ وہ جب بھی کمرے میں ہوتا تھا غصے میں ہی سہی اسے اپنی قربت ضرور بخشتا تھا۔۔۔شاید ان کا کسی طوائف پہ دل آگیا ہو۔۔۔اسکی طوائفوں والی باتیں یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کے چھوٹے سے بے وقوف دماغ نے تانے بانے بننا شروع کئے تھے۔۔

گلالئ نے جو کھانا احان شاہ کے لئے گرم کیا تھا وہ ایزل کو پکڑاتی اسے کاظم کے لئے لے جانے کا بول چکی تھی، ایزل شاہ نے اسے کافی منع کیا تھا کہ وہ خود کر لے گی وہ اسکے لالہ کے لئے لے جائے لیکن گلالئ نے اسکی ایک نہ سنتے ہوئے

اسکے ہاتھ میں ٹرے تھمائی تھی، ایزل شاہ مسکرا کے اسے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دیتی باہر کی جانب بڑھ چکی تھی۔۔
ایزل شاہ کے جاتے ہی گلائی پھر سے کھانا نکالتی اب احان شاہ کے لئے گرم کر رہی تھی۔۔

ایزل شاہ کمرے کا دروازہ پیر سے کھولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی، دروازے کو پیر سے بند کرتی وہ دونوں ہاتھوں میں ٹرے تھامتی کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی۔۔بیڈ تک آتے ہی ایزل شاہ اسکے آگے کھانے کی ٹرے رکھتی واپس مڑ چکی تھی۔۔

یہ کیا ڈرامہ لگا رہا ہے؟؟انسانوں کی طرح یہی پہ لیٹو۔۔۔تم کسی بھی طرح سے میری نفرت بھری قربت سے رہائی نہیں پا سکتی ایزل شاہ!!! اسے پھر سے صوفے کی طرف بڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ تپے ہوئے لہجے میں دھاڑا تھا، ایزل شاہ اس سنکی انسان کو دیکھ کے رہ گئی جس کا آج نا جانے کیوں اتنا میٹر شارٹ ہو رہا تھا۔۔وہ اسکے الفاظوں کو صبر کے گھونٹ کی طرح پیتی ہوئی بیڈ کی دوسری طرف چل چاپ بیٹھ چکی تھی۔۔دونوالے کھاتے ہی کاظم شاہ کو اپنی بھوک ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی، وہ آج کل کافی سے کم کھا رہا تھا۔۔اسے بھوک ہی نہیں لگتی تھی۔۔کاظم شاہ نے پانی پیتے ہوئے اچانک سے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے خود کے بے حد قریب کھینچا تھا، ایزل شاہ جو آنکھیں موندے ہوئے تھی اسکے یوں اچانک سے قریب کرنے پہ اس نے پٹ سے اپنی نیلی آنکھیں کھولی تھیں، اسکی سرخی چھائی نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے ایک دم سے اسکے یاقوتی لبوں پہ گلاس سے تھوڑا سا پانی انڈھیل کے انہیں بھیگاتے ہوئے اپنی شدت بھری گرفت میں لیتے ان پانی کی بوندوں کو چنا تھا۔۔اسے اپنی سانسیں چراتے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے، اس کا کچھ دیر پہلے والا ریکشن یاد آیا تھا جب اس نے اسکے ذرا سے چھونے پہ اسکی اتنی انسلٹ کی تھی۔۔جب اسکا چھونا پسند نہیں آیا تھا تو پھر خود کیوں اسے چھو رہا تھا؟ ایزل شاہ نے بھرائے دل سے سوچا تھا، کاظم شاہ اسکے تاثرات سے ہی سمجھ چکا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے، کاظم شاہ نے گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کے اسکا سفید حجاب اتارتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنی گرفت مزید سخت کی تھی۔۔اسکا حجاب اتارتے ہی کاظم شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اسکی گردن پہ جھک چکا تھا، ایزل شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اسے ذرا سا خود سے دور کیا تھا جو اپنا پورا وزن اسکے اوپر ڈالے اسکی گردن پہ اپنی شدت دیکھا رہا تھا، وہ اسکے کچھ دیر پہلے والے ریکشن پہ نا جانے

ناراض تھی یا غصہ تھی، اسے آج پہلی بار اسکی قربت پہ غصہ آرہا تھا۔۔ اسکے خود سے دور کرنے پہ کاظم شاہ نے اپنی پوری قوت سے اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑے تھے، ایزل شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی، کاظم شاہ کا غصہ پھر بھی نہ اترا تو اسے ایک دم سے اوندھے منہ کرتے ہوئے وہ اسکی قمیض کمر سے ہٹاتا اسکے تل پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا اسے

سرخ کر رہا تھا، جو اسکا پسندیدہ کام تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکے غصے میں آنے پہ کوئی مزاحمت نہیں کی تھی، اسکا چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا، اگر کچھ دیر پہلے اسکی بے رخی اچھی نہیں لگ رہی تھی تو اب اسکا پاس آنا بھی اسے اچھا نہیں لگا تھا۔۔ اسکے سپاٹ تاثرات دیکھتے ہوئے کاظم شاہ ایک جست میں اس سے دور ہوا تھا، وہ تو اسکی قربت میں ہر حال میں کانوں سے لے کے گردن تک سرخ پڑتی رہتی تھی، تو ابھی اسے کیا موت پر رہی تھی؟؟ کاظم شاہ نے سلگتے ہوئے سوچا تھا، اسکی میچی آنکھوں کو دیکھ کے وہ اسکے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کے اسکی گردن پیچھے کی طرف کرتا اس پہ شدت سے اپنے دانت گاڑ چکا تھا، اسے ہنوز سپاٹ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے اسکی قمیض کندھوں سے کھسکاتے اسکی دھڑکنوں کو کتنی ہی دیر اپنے لمس سے مہکایا تھا، اسکے لمس کی شدت اپنے دل کے مقام پہ محسوس کرتی ایزل شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا، گال خود بخود سرخ لال ہوئے تھے، اسکے وجود میں ارتعاش پیدا ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنے لب اسکے نشیب و فراز سے ہٹائے تھے۔۔ وہ استہزایا انداز اور فتح مندی کے ملے جلے تاثرات سے اسکی طرف دیکھتا الماری سے اپنی شرٹ پکڑتے ہوئے کمرے سے نکل چکا تھا لیکن زور سے دروازہ بند کرنا وہ نہیں بھولا تھا، وہ مزید اسکے پاس رک کے اس پہ اپنے جزبات نچھاوڑ نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ تو اس کمرے میں رہنا بھی نہیں چاہتا تھا لیکن نا جانے کس ضد سے رکا ہوا تھا۔۔ اسکے جانے پہ ایزل شاہ اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو زور سے اپنے بائیں ہاتھ میں دباتی اپنی قمیض کو درست کرتے پھر سے آنسو بہانے میں مصروف ہو چکی تھی۔ وہ نا جانے کس کس بات پہ آنسو بہاتی کمبل میں دبک چکی تھی۔۔

اپنے ہاؤس کا ہاؤس کیپٹن ارزم شاہ سیلکٹ ہوا تھا، آج ان کے سپورٹس ویک کی اوپننگ سرمنی تھی، اس وقت تمام سٹوڈنٹس یونیورسٹی کے بڑے سے گراؤنڈ میں آچکے تھے۔۔ اوپننگ سرمنی سٹارٹ ہوتے ہی لڑکیاں اور لڑکے بہت

فخر سے ناچ رہے تھے جس پہ ارزم شاہ ان سب کو ناگواری سے دیکھتا ہوا ذائشہ کا انتظار کر رہا تھا، جو ابھی تک گراؤنڈ میں نہیں آئی تھی، ابھی وہ یہاں وہاں ہی دیکھ رہا تھا جب مائک میں اپنے نام کی پکار سنتے ہوئے ارزم شاہ چونکا تھا۔۔

Hey guys stop dancing for a while

اس طرح کی اوپننگ سرمنی تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے مجھے لگتا ہے اس بار کچھ ڈفرنٹ ہونا چاہیئے۔۔ میں شاہ کو چیلنج کرتا کا کمپیٹشن کرے۔۔ عاشر (Breath hold diving) ہوں وہ یہاں آئے اور میرے ساتھ بریتھ ہولڈ ڈاؤننگ لکھانی اپنے ہونٹوں کے قریب مائک رکھتا ہوا کسی سلیبرٹی کی طرح بولا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اس کے انداز پہ اپنا آبیبرو اچکاتے ہوئے اپنی زبان کو گول گول منہ کے اندر گھمایا تھا۔۔ عاشر لکھانی کے مدعے پہ سب نے ہوٹنگ کیا تھا جس میں زیادہ تر لڑکیوں کی آوازیں اور تالیاں شامل تھیں جو ارزم شاہ کو شرٹ لیس دیکھنے کے لئے بے تاب نظر آرہی تھیں۔ ارزم شاہ کا جواب سننے کے لئے مائک اس تک پہنچایا گیا تھا۔۔

ویسے تو تم میرے لیول پہ پورا نہیں اترتے لیکن میں پھر بھی تمہارے ساتھ کمپیٹشن کرنے کو تیار ہوں صرف ایک شرط پہ!! کہ ہارنے کی صورت میں تمہیں اگلا پورا ہفتہ کینٹین میں "کاکا" کے حصے پہ ڈیوٹی کرنا ہو گی!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنے ازلی اٹیٹوڈ سے بولتا تمام سٹوڈنٹس کو قہقہے لگانے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔ "کاکا" ان کی کینٹین میں چائے کی سروس پیش کرتے تھے۔۔

آل رائٹ اور اگر میں جیت گیا تو یہی کام تمہیں کرنا ہو گا۔۔۔ عاشر لکھانی تمام سٹوڈنٹس کے قہقہوں پہ غصے سے پاگل ہوتا اپنے لب بھینچ کے جوابا بولا تھا۔۔ جس پہ ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے مائک ایمپائر کی طرف پھینکا تھا۔۔ عاشر لکھانی اور ارزم شاہ میں ڈائیونگ کمپیٹشن کچھ ہی سیکنڈز میں شروع ہونے والا تھا، عاشر لکھانی سوئمنگ کا چیمپین تھا جبکہ ارزم شاہ کبھی کبھار شوقیا سوئمنگ کر لیا کرتا تھا لیکن اس کا اس سے زیادہ انٹرسٹ کرکٹ اور بیڈمنٹن میں تھا، مقابلہ کچھ یوں تھا کہ ان دونوں نے سوئمنگ کرتے ہوئے پانی میں اپنا سر ڈبو کے سانس روکے رکھنا تھا، جو زیادہ دیر تک اپنی سانس روک سکتا تھا، جیت کا ٹائٹل اسے سونپا جانا تھا اور کاکا کی نوکری ہارنے والے کو۔۔

تھری۔۔ ٹو۔۔۔ گراونڈ ایمپائر کی کاؤنٹ ڈاؤن سٹارٹ ہوتے ہی تمام سٹوڈنٹس ہوٹنگ کرتے ہوئے اپنے اپنے کیمرے نکال چکے تھے۔۔

ون۔۔۔ایمپائر کے ون بولتے ہی عاشر لکھانی اور ارزم شاہ نے اپنی شرٹ اتارتے ہوئے پانی میں ڈبکی لگائی تھی اور اسی وقت ذائشہ گراؤنڈ میں داخل ہوئی تھی، ارزم شاہ اور عاشر لکھانی کو اتنی سردی میں پول کے ٹھنڈے پانی میں ڈبکی لگاتے دیکھ کے ذائشہ کی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ ارزم شاہ کے شرٹ اتارنے پہ ہی تمام لڑکیوں کی ندیدی نظریں اسکے چوڑے سینے پہ محسوس کر چکی تھیں، تمام لڑکیاں لڑکے تیز آوازوں میں ہوٹنگ کرتے سیٹیاں بجاتے ان دونوں کو سپورٹ کر رہے تھے، کیمرے ہنوز سب کے آن تھے، ذائشہ کو ارزم شاہ کی یہ حرکت شدید ناگوار گزری تھی۔۔اسے اسکا یوں سب کے سامنے شرٹ لیس ہونا ذائشہ کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا، وہ کل کیسے اس پہ حق جتاتا ہوا اسے لڑکوں سے نہ بات کرنے کی دھمکی دے رہا تھا اور خود آج کیسے یونی کی تمام لڑکیوں کے سامنے وہ اپنے باڈی بلڈر وجود کی نمائش کرتا پول میں گر چکا تھا۔۔ذائشہ کو اتنا غصہ آج تک نہیں آیا تھا جتنا اسے اس وقت آرہا تھا۔۔

وہ دونوں پچھلے سات منٹوں سے پانی میں اپنا سانس روکے ہوئے تھے، آٹھویں ہی منٹ عاشر لکھانی کو پانی میں گھٹن محسوس ہوئی تھی، وہ پانی سے سر باہر نکالنا چاہتا تھا لیکن ارزم شاہ کے استہزایا الفاظ یاد کرتے ہوئے اس نے خود کو یہ کرنے سے روکا تھا، نو سے دس منٹ گزر چکے تھے لیکن ارزم شاہ کو ہنوز پانی میں سانس روکے دیکھ کے عاشر لکھانی کو اب سہی معنوں میں پریشانی نے آگھیرا تھا، اسکی چھٹی حس کہہ رہی تھی اس نے ارزم شاہ کو چیلنج کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔۔۔عاشر لکھانی نے اپنے سازشی دماغ سے بے ایمانی کرتے ہوئے پانی کے اندر سوئمنگ کرتے ارزم شاہ کے گھٹنے پہ ٹانگ مار کے اسے اچھلنے پہ مجبور کرنا چاہا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ خود اچھلنے پہ مجبور ہو چکا تھا کیونکہ ارزم شاہ نے اسے گھٹنے پہ ٹانگ مارنے کی بجائے اسکے پیٹ میں ٹانگ کھڑی تھی، عاشر لکھانی کی چیخ بے ساختہ تھی جس پہ اسے کافی بری طرح سے غوطہ لگا تھا۔۔پانی میں ہلچل محسوس کرتے ہوئے گراؤنڈ میں کھڑے تمام سٹوڈنٹس بے تاب ہوئے تھے۔۔

اگر ایک بار مزید تو نے میرے ساتھ ایسی حرکت کرنے کی کوشش کی تو تیری لاش ہی پول پہ تیرے گی بیٹا وہ بھی پینٹ کے بغیر!! مائینڈاٹ۔۔۔ارزم شاہ پانی میں سوئمنگ کرتا ہوا بے باکی سے غرایا تھا۔۔اسکے الفاظوں پہ عاشر لکھانی کا چہرہ سرخ ہوا تھا، لیکن بری طرح سے غوطہ لگنے کی وجہ سے وہ تیزی سے اپنا سر پول سے باہر نکال چکا تھا۔۔

عاشر لکھانی کے کویٹ کرتے ساتھ ہی ایمپائر نے سیٹی بجائی تھی، گیم ختم ہو چکی تھی ارزم شاہ جیت چکا تھا، سیٹی بجتے ہی ارزم شاہ نے اپنا چہرہ پانی سے نکالتے ہوئے عاشر لکھانی کو دل جلانے والی مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے پول سے نکلتے سائیڈ پہ تھوکا تھا۔۔ اسکے تھوکنے والی حرکت پہ عاشر لکھانی کا چہرہ توہین کے احساس سے سرخ پڑا تھا۔۔ پورا گراؤنڈ "شاہ" شاہ" کے نعرے لگاتا ہوا ارزم شاہ کو داد پیش کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کے دوستوں کی خوشی کی تو کوئی انتہا نہیں تھی۔۔

Congratulations to be our canteen's new Kaka

ارزم شاہ کو جب مائیک ملا تو اس نے عاشر لکھانی کو دیکھ مختصر سا جملہ بولتے ہوئے تمام طلبہ کو ایک بار پھر ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہونے پہ مجبور کیا تھا، عاشر لکھانی اور ارزم شاہ کا کمپیٹشن کافی اساتذہ نے بھی دیکھا تھا جس پہ ارزم شاہ کے جملے پہ انہوں نے بھی کافی مشکل سے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔ ارزم شاہ کے چوڑے سینے پہ شہد رنگ بالوں پہ ٹکی بوندیں تمام لڑکیوں کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھیں، ارزم شاہ کے شہد رنگ بالوں سے پانی نچڑتا ہوا اسکے سرخ و سفید چہرے کو بھگوتا اسے مزید حسین بنا رہا تھا، وہ حسن کا دیوتا معلوم ہو رہا تھا، اتنی سردی میں پول کے ٹھنڈے پانی میں مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔ تمام سٹوڈنٹس کو ہنستے دیکھ کے ارزم شاہ نے عاشر لکھانی کے سڑے ہوئے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے یہاں وہاں دیکھا تھا، سامنے ہی پردے میں ملبوس زائشہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے اسکے لب اپنے آپ مسکرائے تھے، لیکن زائشہ اگلے ہی پل اس سے اپنی نگاہیں موڑ چکی تھی۔۔ اسکی نگاہوں میں ارزم شاہ کو دور سے ہی نا جانے کیوں ناراضگی اور نمی کی رمک محسوس ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ نے فکر مندی سے اپنے لب کاٹے تھے۔۔۔

چل اب شرٹ پہن لے میری جان!! بیمار پڑ جائے گا۔۔۔ بہت سردی ہے۔۔۔ میکائیل نے اس کے پاس آتے ہوئے اسے اسکی شرٹ پکڑاتے فکر مندی سے مخاطب کیا تھا، ارزم شاہ نے اپنے دوست کی فکر مندی پہ مبہم سا مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ سے شرٹ پکڑ کے پہنی تھی، اسکے دوستوں نے اسے اتنی سردی میں کمپیٹشن کرنے سے کافی منع کیا تھا لیکن وہ ارزم شاہ ہی کیا جو کسی کی سن لے؟

یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس ارزم شاہ کا کلپ ہر سائٹ پہ چڑھاتے دو منٹوں میں وائرل کروا چکے تھے جس میں وہ عاشر لکھانی کو کاکا بننے کی مبارکباد دے رہا تھا۔۔

خیریت ہے نا آج کل تیری نظریں کسی کا اتنا طواف کیوں کر رہی ہیں؟؟ حمزہ نے اس کے نزدیک آتے ہوئے شرارت سے اسکے بار بار ذائشہ کی طرف دیکھنے پہ چوٹ کی تھی۔۔

تم لوگوں کی شکلوں سے بور ہو گیا ہوں نا!! نئی شکلیں انسٹال کرواؤ۔۔۔ ارزم شاہ ایٹیوڈ سے آنکھیں گھماتا ہوا بولا تھا۔۔

یار یہ نئے والے کاکا سے ایک چائے تو لگوا دے۔۔۔ ابھی حمزہ مزید کچھ بولتا جب نوفل ہنستے ہوئے ارزم شاہ کے پھولے مسلز پہ ہولے سے پنچ مار کے بولا تھا، جس پہ ارزم شاہ کا فلگ شفاف قہقہ ہوا کی زینت بنا تھا۔۔۔ ارزم شاہ نے اسے داد دیتے ہوئے مائیک پکڑا تھا، ارزم شاہ کے مائیک پکڑنے پہ سب کے کیمرے پھر سے آن ہوئے تھے۔۔ کاکا دو چائے۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے مضبوط ہاتھ کی دو انگلیاں اوپر اٹھا کے عاشر لکھانی کی طرف دیکھ کے آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا جس پہ ایک بار پھر سے گراؤنڈ میں مختلف ہنسیوں کا شور اٹھا تھا۔۔

عاشر لکھانی جو کب سے اپنی سانسیں درست کر رہا تھا، ارزم شاہ کے جملے پہ اس نے اسکی طرف قہر برساتی نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے لب بھینچے تھے۔۔ ارزم شاہ کو دیکھا دیکھی پوری گراؤنڈ کے تمام طلبہ عاشر لکھانی کو "کاکا ایک چائے" "کاکا دو چائے پلیز" بولتے ہوئے اچھا خاصہ تنگ کر رہے تھے۔۔۔ عاشر لکھانی کا بس نہیں تھا وہ خود کو کوئی چیز مار لے یا اس شاہ کو، وہ اس گھڑی کو کوس رہا تھا جب اس نے اوور کانفیڈنٹ ہوتے ہوئے شاہ کو چیلنج کیا تھا۔۔ ذائشہ پھر سے ارزم شاہ سے نگاہیں پھیرتے ہی وہاں سے جانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ مائیک ایمپائر کی طرف پھینکتا گراؤنڈ سے باہر کی طرف نکلا تھا، ابھی اوپننگ سرمنی باقی تھی، ان کی اصل گیمز کل سے شروع ہونی تھیں، یہ پورا ہفتہ سپورٹس کی نظر ہونا تھا جس میں سٹوڈنٹس نے کافی انجوائے کرنا تھا۔۔

ارزم شاہ اور عاشر لکھانی کا ڈائیونگ کمپیٹشن کچھ ہی منٹوں میں پورے سوشل میڈیا پہ ٹرینڈنگ پہ آچکا تھا۔۔۔عاشر لکھانی کو اگر جو کاکا والی ڈیوٹی ملی تھی تو اسے ہر حال میں پوری کرنی تھی، ورنہ یونی کے سٹوڈنٹس نے اسے اٹھا کے یونی سے باہر پٹکنا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 25

گلالئی کو صبح سویرے اٹھنے کی عادت تھی، آج تو سونے کے چکروں میں اسکی فجر کی نماز بھی مس ہو چکی تھی، احان شاہ کی بانہوں میں اسے بے حد سکون محسوس ہوا تھا، وہ پوری رات پر سکون نیند سوئی تھی، گلالئی کے دل نے اقرار کیا تھا اسے اتنی سکون کی نیند آج تک نہیں آئی تھی، وہ رات میں خود کھانا کھانے کی بجائے اسے اپنے طریقے سے کھلاتا بانہوں میں بھرے کتنی ہی دیر گستاخیاں کرتا رہا تھا، گلالئی اسکے لبوں کی جسارتوں پہ بار بار اسکے سینے میں پناہ لیتی ہوئی چھپتی پھر رہی تھی، اسکی بے باک باتوں کو یاد کرتے ہوئے وہ ہنوز کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی، اسکا کہنا تھا وہ جب تک اسکی شدتیں سہنے کے لائق نہیں ہو جاتی وہ تب تک اس سے اپنا جسمانی تعلق قائم نہیں کرے گا لیکن گلالئی دل میں کہیں نہ کہیں چاہتی تھی وہ اس سے تعلق قائم کر کے اسکا اور اپنا رشتہ مضبوط کر لے تاکہ کوئی بھی انہیں جدا نہ کر سکے، لیکن یہ بات زبان سے بولنے سے پہلے وہ مر نہ جاتی، اس نے کل سے کوئی ہزاروں دعائیں مانگ ڈالیں تھی کہ اللہ ان دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے، اسکی یہ دعا نہ جانے عرش تک پہنچی بھی تھی یا نہیں؟ وہ اسکا خوبصورت چہرہ دیکھتی مسلسل اسی سوچ میں گم تھی، وہ پچھلے دو گھنٹوں سے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی لیکن وہ گہری نیند میں تھا، وہ سوتے ہوئے بے حد معصوم لگ رہا تھا، آج اسکے چہرے پہ سوتے ہوئے مبہم سی مسکراہٹ تھی جو گلالئی نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، جس طرح سے وہ ابھی اپنے ساتھ لپٹ کے سوئے احان شاہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھی اسی طرح سے احان شاہ فجر تک اسکے چہرے کا بلاوجہ طواف کرتا رہا تھا، وہ اسے نماز کے لئے جگانا چاہتا تھا لیکن اذانوں سے کچھ منٹ پہلے ہی اسکی آنکھ لگ چکی تھی۔ احان شاہ نے اچانک سے اسکی کمر کے گرد اپنا حصار مضبوط کرتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے تھے، اس اچانک افتاد پہ گلالئی ہکا بکا ہوتی اسے دیکھ کے رہ گئی جس کی آنکھیں ہنوز بند تھیں، لیکن لب اسکے لبوں پہ شدت بھری گستاخی کر رہے تھے، وہ اسے دیکھ کے رہ گئی، کرسٹل گرے آنکھیں پھیل کے

مزید بڑی بڑی ہو چکی تھیں۔۔ اسے ریلیکس انداز میں سوتے سوتے ہی اپنے لبوں پہ شدت بڑھاتے دیکھ کے معصوم سی گلالئ کو جھٹکا لگا تھا وہ سوتے ہوئے اتنی بے باک حرکت کیسے انجام دے سکتا ہے؟؟ وہ یقیناً جاگ رہا تھا۔۔ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا، اپنی سانسوں کے اکھڑنے پہ گلالئ نے اسکے مضبوط کندھوں پہ اپنے ہاتھ رکھے تھے لیکن پھر اس کے شرٹ لیس سینے کو دیکھتی وہ لال انگارہ ہوئی تھی، احان شاہ فرصت سے اسکی سانسیں پیتا جیسے کسی اور جہان کی سیر کر رہا تھا، گلالئ کے کپکپاتے وجود کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے بالآخر اسے آزادی بخشتے اسکی گردن میں اپنا چہرہ گھسیرا تھا۔۔ اب وہ اسکی سفید شفاف گردن پہ اپنی شدتوں کا جاندار لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

مجھے پشتو سناؤ!!۔۔۔ اسے شرم وحیا سے کسمساتے دیکھ کے احان شاہ اچانک سے اسکی گردن سے اپنا چہرہ باہر نکال کے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں جھانکتا فرمائشی انداز میں بولا تھا، گلالئ نے اسکی فرمائش پہ منہ کھولتے ہوئے اسے دیکھا وہ پشتو سننے کی فرمائش ایسے کر رہا تھا جیسے پشتو ایک زبان نہیں بلکہ کوئی نظم یا کہانی ہو۔۔ اسکے کھلے ہونٹوں کو دیکھ کے احان شاہ نے انہیں اپنی دو انگلیوں میں پکڑ کے شرارت سے اسکے چہرے پہ جھک کے ان پہ دانت گاڑے تھا، اسکے انداز پہ گلالئ کا چہرہ بھانپ چھوڑ رہا تھا، گھنی مڑی ہوئی پلکیں سرخ عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں، احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اسکے گلابی پھوٹتے گالوں پہ شدت سے اپنے لب رکھے تھے۔۔

سناؤ ورنہ میرے لبوں کی گستاخیوں میں یوں ہی اضافہ ہوتا رہے گا میری ڈکیٹ پٹھانی!! احان شاہ نے اسکے ماتھے پہ اپنے سلگتے لب رکھتے ہوئے پھر سے اپنی پچھلی بات پہ زور دیا تھا، اسکے منہ سے خود کے لئے پٹھانی کے ساتھ ساتھ ڈکیٹ کا لفظ سنتے ہوئے گلالئ کی چھوٹی سی ناک پھولی تھی، وہ اس وقت کو رو رہی تھی جب اس نے اسے اپنی تصاویر چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ اسکی غصے سے پھولتی سرخ ناک دیکھتے ہوئے احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اس پہ اپنے لب رکھے تھے، وہ اب اسکے پورے چہرے پہ اپنی گھنی مونچھوں اور بیرڈ کو سہلاتا اسکے ناک سے اپنی ناک ملا رہا تھا۔۔ گلالئ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

م۔میں۔۔پش۔پشتو۔۔۔ کیس۔کیسے۔۔۔ سناؤ۔۔۔ گلالئ اسکے لبوں کی جسارتوں کو روکنے کی غرض سے منمناتے ہوئے بولی تھی، اسے واقعی ہی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس سے پشتو میں کیا سننا چاہ رہا ہے۔۔

زبان سے۔۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں سے چھوٹی سی سرخ زبان کھینچ کے تھوڑی سی باہر نکالتے اسے پتے کی بات بتائی تھی، گلالئ نے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا جو نا جانے کب کیا کر جائے پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ اسکی پوروں کا کھردرا لمس اپنی زبان پہ محسوس کرتے گلالئ نے معصومیت سے اپنی زبان واپس سے اندر کو کھینچی تھی لیکن ڈھیٹ احان شاہ نے ہنوز اسکی سرخ زبان سے اپنی انگلیاں نہیں ہٹائی تھیں، وہ اپنی دو انگلیاں اسکے منہ میں رکھتا شاید اسکے دانت گاڑنے کے انتظار میں تھا لیکن گلالئ جیسی چھوئی موئی پٹھانی یہ حرکت انجام دے کے بھلا کیسے اپنے باڈی بلڈر سیدزادے کو جھیل سکتی تھی؟ گلالئ نے معصومیت سے احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا، احان شاہ کو بھی جیسے اس پہ رحم آ چکا تھا۔۔

مجھے پشتو میں بتاؤ کہ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟۔۔۔ احان شاہ اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھوں کا مضبوط حصار باندھ کے خمار آلود آواز میں بولتا اسکے بھورے گھنے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا چکا تھا جنہیں وہ رات سے بارہا الجھا چکا تھا۔۔

کی۔ کیا۔۔ آپ۔۔ کو۔۔۔ پشتو۔۔۔ آتی۔۔۔ ہے۔۔۔ گلالئ نے اپنی ناک سکوڑتے ہوئے پہلے کنفرم کرنا چاہا تھا۔۔

نہیں آئی سوئیر بالکل بھی نہیں آتی، صرف ایک بار تمہارے ان خوبصورت ہونٹوں سے پشتو کے کچھ الفاظ سنے تھے جو مجھے کافی اچھے لگے تھے۔۔۔ (اور ابھی تک یاد بھی ہیں)۔۔۔ احان شاہ جانتا تھا وہ اس سے اسلیئے کنفرم کر رہی ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ آیا وہ اسکی باتوں کے مطلب تو نہیں سمجھے گا؟ احان شاہ نے اسے یہ تو بتا دیا تھا کہ اسے اس کے لبوں سے پشتو کے الفاظ اچھے لگتے ہیں لیکن اس نے اسے اپنے آئی کیو کا نہیں بتایا تھا، وہ جو چیز ایک دفعہ سن لیتا تھا وہ اسکے دماغ کے تہہ خانوں میں بیٹھ جاتی تھی۔۔

یہ۔۔ یہ۔۔ آئی۔۔ سور (سوئیر)۔۔ کا۔۔۔ کیا۔۔ مطلب۔۔۔ ہے؟؟ گلالئ نے معصومیت سے لیکن مشقوق اس انداز سے پوچھا تھا۔۔ اسکے پٹھانی ایسنٹ میں انگریزی کا بیر اغرق ہوتے دیکھ کے احان شاہ کا دل کیا وہ چھت پھاڑ قہقہ لگائے لیکن پھر وہ لب دباتا اسکی کان کی لو پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔۔

آئی سوئیر کو قسم بولتے ہیں میری پٹھانی۔۔ اب تو تمہیں یقین آ گیا ہے نا کہ مجھے پشتو بالکل بھی نہیں آتی؟؟ احان شاہ اسکے کان میں گھمبیر تا میں بولا تھا، اسکے بوجھل لہجے پہ جہاں گلالئ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، وہی پہ اسکے الفاظوں پہ وہ کچھ مطمئن ہوتے الفاظ تلاش کر رہی تھی، اس نے اس سے آج پہلی بار کوئی فرمائش کی تھی وہ اسکی فرمائش پوری کر

کے اسے دل سے بتانا چاہتی تھی وہ اسے کیسا لگتا ہے۔۔ گلالئ نے شرم سے لب کاٹتے ہوئے خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کیا تھا، صد شکر وہ اس وقت اسکی طرف نہیں دیکھ رہا تھا، وہ اسکے بالوں کے ساتھ مصروف تھا۔۔

تہ °°رویا° یٔ°خوزماویا° سیدزادہ خو°°°ي (آپ بہت مغرور ہیں لیکن مجھے اپنا مغرور سیدزادہ اچھا لگتا ہے۔) گلالئ ہمت کر کے اپنی آنکھیں میچ کے بولی تھی۔۔

خدای تاتہ داسہ°°کلا°ستر °°نہ دي درکا°°چ°پہ غوسہ یٔ°وخورئ،تہ بایدلہ ھغو°خہ °ہ °°ہ پورتہ کا°ي او خپل ملا°ري تہ دژوندہ °وا° سرہ مخامخ شہ°(آپکو خدا نے اتنی پیاری آنکھیں غصے سے گھورنے کے لئے قطعی نہیں دی، آپکو چاہیئے ان کا اچھا استعمال کرتے ہوئے اپنی پٹھانی کو جان وارنے والے انداز میں دیکھتے رہیں۔) گلالئ اسکی خاموشی پہ پرسکون ہوتی اسکی آنکھوں کو اپنے تصور میں لاتی دہکے گالوں سے بولی تھی۔۔

مینہ،ستاغ°خو° اودرانہ دی،خو دا ا°ینہ نہ دہ چ°ھر وخت دزمري پہ °یروژا°ي(مانا آپکی آواز پیاری اور بھاری ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ ہر وقت بپھرے شیر کی طرح دھاڑتے رہنا چاہیئے) گلالئ بند آنکھوں سے منہ پھولائے بولی تھی، احان شاہ کب سے اسکے بالوں سے اپنا چہرہ نکالے اسکے تاثرات کو بنا پلکیں جھپکائے دیکھ رہا تھا۔۔

ھو،ستاسو پوزہ کا°ہ او مغرور دہ،،°ردا ا°ینہ نہ دہ چ°دور °لورو°شت ساعتہ دغوسہ نظریہ وساتئ(مانا آپکی ناک کھری اور مغرور ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے چوبیس گھنٹے اس پہ غصے کی تیوری چڑھا کے رکھی جائے) گلالئ ناک سکوڑتے ہوئے بولی تھی، آنکھیں ابھی بھی بند تھیں، احان شاہ نے جھک کے اسکے ناک پہ لب رکھنے چاہے تھے لیکن نہیں رکھے تھے وہ اسکے بولنے پہ حلل نہیں ڈالنا چاہتا تھا، وہ اسکی مزید پشتو سننے کا خواہش مند تھا، ابھی کہ اسے سمجھ ایک لفظ کی نہیں آرہی تھی، لیکن وہ اسکے تمام الفاظ حفظ کر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اس کے الفاظوں کا مطلب کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے۔۔

اوکہ داو منل شي چ°سر موسپیرملی دی، نولازنہ نہ دہ چ°شپہ°سوہ بلونہ پر°واچول شي(اور یہ بھی مان لیا کہ آپ کا ماتھا کشادہ ہے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر وقت اس پہ چھ سو بل ڈالنے ضروری ہوں) گلالئ اپنے ماتھے پہ چھوٹے سے بل ڈالتی معصومیت سے بولی تھی۔۔

اوباورو°ه، اللہ جل جلالہ تہ شونہ°°درکا°°، خو دا ا°ینہ نہ دہ چہ°°ول وخت یو°دخپلا°معصوم°نجلا°ژوند پہ غیر°ا°ونیسو (اور مانا آپکو اللہ نے ہونٹ دیئے ہیں، لیکن ضروری تو نہیں ہے ہر وقت ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی معصوم سی پٹھانی کی جان حلق میں اٹکائی جائے) گلالئ شرم وحیا سے لال پیلی ہوتی اسکے لبوں کی جسارتوں کو یاد کرتے ہوئے اپنی آنکھیں مزید میچ چکی تھی، احان شاہ اسکے شرمانے پہ چونکتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا، اب تو اس نے کوئی گستاخی بھی نہیں کی تھی لیکن وہ نا جانے کیوں سرخ پڑ رہی تھی؟

یا اللہ زہ نہ پوھ°°م چہ°زہ°یہ خبر°کوم، شکر دی چہ°تہ پہ یو°تونہ پوھ°°°، کہ نہ نو تہ بہ د خپل یو°انی یوہ کیمہ جو°ہ°°وای (ہائے اللہ میں نا جانے کیا کیا بولتی جا رہی ہوں، شکر ہے آپکو پشتو نہیں آتی ورنہ آپ نے اپنی پٹھانی کا قیمہ بنا دینا تھا) گلالئ چہک کے اپنا لب دباتی ہوئی بولی تھی۔۔ وہ جیسے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے اپنے دل کا حال سنا رہی تھی۔

ماتہ پہ اردو°معصوم او پہ یو°تو°چالاک یو°انی ویل کیر°ي، خو ترھغہ وختہ چہ°پوہ شوئ خا مخا بہ°یر ناوختہ وي (مجھے اردو میں معصوم اور پشتو میں چالاک پٹھانی کہتے ہیں، لیکن جب تک آپکو یہ پتا چلے گا تب تک یقیناً بہت دیر ہو جائے گی) گلالئ چالاک بچوں کی طرح رازداری سے یونہی بول چکی تھی لیکن وہ کیا جانے اسکی بات آنے والے وقت میں سچ ثابت ہونے والی تھی۔۔ اسکے لبوں کی جنبش دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بمشکل اپنے لبوں کو کنٹرول میں رکھا تھا، وہ جیسے رات تک اسکی معصوم آواز میں اسکی خوبصورت پختون زبان سننا چاہتا تھا۔۔

تہ زما دستر°و°کلا یو°(آپ میری آنکھوں کی خوبصورتی ہیں)

تہ زما دستر°و°ہ یو°(آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)

تا سوز°ہ مات شوی یاست (دل کے چین ہیں آپ)

تا سو دز°ہ ارمان یاست (دل کے ارمان ہیں آپ)

تہ د یو°انی ژوندي (آپ پٹھانی کی زندگی ہیں) گلالئ کے لہجے میں اب محبت تھی جسے احان شاہ نے بھی محسوس کیا تھا ۔۔گلالئ بند آنکھوں میں نمی لئے بولی تھی، اسکا سچا لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔۔

کہ تا سو ما پریږ°دئ، تا سو ممکن تنفس بند کا°ئ (اگر آپ نے مجھے چھوڑا تو شاید آپکی پٹھانی کی سانسیں رک جائیں) گلالئ اب باقاعدہ ایموشنل ہوتی بھرائی آواز میں بولی تھی، بند آنکھوں سے آنسو خود بخود نکلتے عارضوں پہ گرے

تھے۔۔احان شاہ تو اس کے بدلے تاثرات پہ منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا، اسکی معصوم پٹھانی پہلے بلاوجہ ناک منہ پھیلاتی اپنے ماتھے پہ بل ڈال رہی تھی، پھر وہ بلاوجہ شرما رہی تھی، چہک رہی تھی اور اب اسے یوں ایموشنل ہوتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنی حیرانگی پہ قابو پاتے جھک کے اسکے آنسوؤں کو شدت سے چنا تھا، جس پہ گلالئ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے معصومیت سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، جو اسکے پورے چہرے کو دیوانوں کی طرح چومتا اب اسکے ہونٹوں کو پیار سے چوم رہا تھا۔۔احان شاہ اسکے ہونٹوں کو بارہا محبت سے چومتا اسے اپنے لمس سے مہکا رہا تھا، وہ اسکی خوشبودار سانسوں کو خود میں اتارتا نرمی سے اپنی سانسیں اسکے سینے پہ انڈھیلتا گلالئ کو گلابیاں بکھیرنے پہ مجبور کر رہا تھا، گلالئ آنسو بہانا بھول چکی تھی وہ بس اسکے نرم لمس پہ اسے محبت سے دیکھ رہی تھی، اسکی نظروں کو دیوانا وار خود پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکے بالائی لب پہ ہولے سے دانت گاڑتے انہیں آزادی بخشی تھی۔گلالئ نے شرماتے ہوئے اسکے برہنہ سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

اب ان خوبصورت الفاظوں کے مطلب بھی بتا دو پٹھانی!! میں جانتا ہوں یہ الفاظ بھی تمہاری طرح بہت خوبصورت ہوں گے۔۔۔احان شاہ اسے سختی سے خود سے لپٹا کے اسکے بدن کی نازکی محسوس کرتا اسکے کان کی لو کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے گھمبیرتا میں بولا تھا۔۔

اہمم۔۔۔ کبھی نہیں!! گلالئ اپنا سر نفی میں ہلا کے چہکتے ہوئے بولی تھی۔۔

تمہاری تو۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے لہجے میں شرارت محسوس کرتا اسکے بھورے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں نرمی سے بھرتا ایک بار پھر سے اسکے لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتا اسے دن میں تارے دکھا رہا تھا۔۔

اس وقت شاہ حویلی میں ناشتہ کیا جا رہا تھا جب احان شاہ اور گلالئ ڈائیننگ روم میں داخل ہوئے تھے۔۔احان شاہ اور گلالئ کو ایک ساتھ دیکھتے ہوئے شاہ بی بی کی آنکھوں میں چھنگاڑیاں پھوٹی تھیں، اپنے خوبصورت اور لمبے چوڑے پوتے کے ساتھ یہ جاہل اجڈ نوکرانی اس وقت انہیں زہر لگ رہی تھی۔۔براؤن شلوار قمیض میں ملبوس احان شاہ سب کو سلام کرتا ہوا گلالئ کو اشارے سے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا، گلالئ نے کنفیوز ہوتے ہوئے ایک نظر سب کو دیکھا تھا، اسکے روہانسے تاثرات پہ احان شاہ نے اپنے دانت پیسے تھے، وہ اسے کتنا سمجھا کے نیچے لایا تھا کہ وہ اس کی

بیوی ہے اور اسے احان شاہ کی بیوی بن کے ہی رہنا ہے، کوئی روعب و دبدبہ رکھنا ہے جیسے احان شاہ کا پوری ہویلی میں ہے لیکن اس کی پٹھانی کی شکل اس وقت ایسے ہو رہی تھی جیسے کسی بچے کا سکول میں پہلا دن ہو۔۔

یہ چورنی یہاں کیا کر رہی ہے؟ میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی!! شاہ بی بی غرائی تھیں، اس وقت ڈایننگ ٹیبل پہ میر ال شاہ اور کاظم شاہ کے علاوہ تقریباً تمام افراد موجود تھے۔۔ احان شاہ جو گلالئ کے لئے نامحسوس انداز میں کرسی گھسیٹ رہا تھا شاہ بی بی کی غراہٹ پہ اسکے چہرے پہ ناگواری چھائی تھی۔۔

مجھے نہیں لگتا مجھے کل والی باتیں دہرانے کی ضرورت ہے؟؟ احان شاہ بے حد ضبط سے بولتا گلالئ کو بازو سے پکڑ کے کرسی پہ بٹھا چکا تھا۔۔

اس نے میری نواسی کے حق پہ ڈاکہ ڈال ہے، اس چورنی نے پہلے اس سے اسکا زیور چھینا اور پھر بس نہ چلا تو اس کا منگیتر۔۔۔ ابھی شاہ بی بی اپنی بات جاری رکھتی جب زوریز شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

شاہ بی بی!! بھابھی ہماری ہویلی کی بہو ہیں، وہ احان لالہ کی بیوی ہیں، میں اتنے دن سے اگر خاموش ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بغیر کسی تصدیق کے ان پہ بار بار بہتان لگاتے ایک ہی بات دہراتی جائیں!! آپ سب مجھے جانتے ہیں کہ میں کتنا بدتمیز ہوں، اور جب بات میری ہویلی کے مکینوں پہ آتی ہے تو میں بدتمیزی کی ہر حد پار کر جاتا ہوں، اور خیر سے بھابھی بھی اب سے ہماری ہویلی کی مکین ہیں، ایک خاص فرد ہیں!! میں چاہتا ہوں ہویلی میں سلوک اتفاق رہے، اور سب ایک دوسرے کی عزت کریں!! اور سب یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے دو منٹ نہیں لگیں گے پوری ہویلی میں ثابت کرنے کو کہ چوری کی گئی تھی یا کروائی گئی تھی۔ اگر میں کسی وجہ سے چپ ہوں تو مجھے چپ رہنے دیا جائے۔۔۔ زوریز شاہ جب بولنے پہ آتا تو بڑے بڑوں کی بولتی بند کروا دیتا تھا۔۔ زوریز شاہ کے لہجہ کا روعب اور غصہ دیکھتے ہوئے سب کی زبان تالو سے چپکی تھی، سفید کالج یونیفارم میں ملبوس ایزل شاہ شرمندگی سے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی، ھارون شاہ نے غصے سے اپنے دونوں سپوتوں کو گھورا تھا ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔۔ زوریز شاہ کے لہجے کی پختگی دیکھتے ہوئے سب شش و پنج میں مبتلا ہوئے تھے، یقیناً وہ زیور کی چوری کے متعلق کچھ نا کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ جانتا تھا۔۔۔ اتنا تو سب بچپن سے جانتے تھے کہ زوریز شاہ سے کوئی بھی بات زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ سکتی تھی، وہ اپنے سے جڑے ہر رشتے کا مقام، اسکی عزت کبھی بھی گرانے کے حق میں نہیں تھا، وہ سب کو برابر لے کے چلتا تھا

۔۔زوریز شاہ اپنی بات کہتے ہوئے وہاں پہ رکا نہیں تھا۔بلکہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ چکی تھی، مرحا شاہ جو اپنی بہن کے ساتھ ہوئی زیادتی کی وجہ سے ناچاہتے ہوئے بھی گلالئ کے دل میں ذرا سا بغض پیدا کر چکی تھی، زوریز شاہ کی باتوں پہ وہ خود بخود اپنے دل میں آئی اس سوچ سے شرمندہ ہوئی تھی، وہ بھی ناشتہ کئے بنا زوریز شاہ کے پیچھے جا چکی تھی، کیونکہ اسے ہاسپٹل وہی چھوڑتا تھا۔۔

زوریز شاہ کے لہجے میں خود کے لئے اتنی عزت اور اعتبار محسوس کرتے ہوئے گلالئ کی آنکھیں نم ہوئی تھی، جبکہ اسکے لفظ "بھابھی" پہ اسکے گال دہکے تھے، وہ اس سے تقریباً دس سال بڑا تھا لیکن رشتے میں وہ اس سے چھوٹا تھا، اسے لئے وہ اسکا نام لینے کی بجائے اسے بھابھی بول رہا تھا۔شاہ بی بی تو پکا بکا زوریز شاہ کی پشت کو گھور کے رہ گئی جو ان کی بجائے گلالئ کو معتبر کرتا ہوا وہاں سے یہ جا وہ جا ہوا تھا، شاہ بی بی احان شاہ کو نم نگاہوں سے دیکھتی بنا ناشتہ کئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھیں۔۔احان شاہ نے لب کاٹتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، اسے مزید کچھ بولنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی کیونکہ زوریز شاہ کا دورٹوک لہجہ ہی سب کو دن میں تارے دیکھا چکا تھا، احان شاہ گلالئ کو ناشتے کا بول کے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھا تھا لیکن ان کا دروازہ لاکڈ تھا، احان شاہ نے تین سے چار بار ان کا دروازہ ناک کرتے ہوئے انہیں پکارا تھا لیکن وہ اسے غصے سے "جاؤ یہاں سے" بولی نہیں بلکہ غرائی تھیں۔۔احان شاہ کا موڈ صبح صبح بری طرح سے خراب ہو چکا تھا لیکن وہ جانتا تھا سب چیزوں نے ٹھیک ہونے میں وقت لینا تھا اسی لئے وہ شاہ بی بی کو کچھ دیر کے لئے وقت دیتا ہوا واپس سے ڈائینگ روم میں آ چکا تھا۔۔

ایزل بچے!! میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔ناشتہ کر کے آجاؤ، میں آفس جاتے ہوئے تمہیں کالج چھوڑ دوں گا!۔۔۔۔احان شاہ ایک نظر گلالئ کے جھکے سر کو دیکھ کے ایزل شاہ سے مخاطب ہوتا باہر کی جانب بڑھ چکا تھا، گلالئ اب سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتی تذبزب کا شکار تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ان سب کے سامنے اکیلی بیٹھ کے ناشتہ کیسے کرے؟ احان شاہ نے بولا تھا وہ اسکے ساتھ ہی بیٹھ کے ناشتہ کرے گا اسے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ تو جا چکا تھا۔۔گلالئ نے بھرائے دل سے سوچا تھا، وہ بنا کچھ کھائے وہاں سے اٹھ کے جا چکی تھی، اس کے جانے کے بعد ھارون شاہ نے حلیمہ کو بولتے ہوئے اسکے کمرے میں ناشتہ پہنچانے کا حکم دیا تھا، انہیں اپنی نازک سی بہو کی ناچاہتے ہوئے بھی فکر ہوئی تھی۔۔

احان شاہ جو بگڑے موڈ کے ساتھ پورچ کی طرف بڑھتا اپنے فون پہ آئی کوئی کال ریسیو کر رہا تھا، اسکی زوردار ٹکر کسی لمبے چوڑے وجود کے ساتھ ہوئی تھی، دونوں نے ہی بمشکل اپنے لڑکھڑاتے وجود کو گرنے سے بچایا تھا، ٹکر کافی زوردار تھی، اپنے سامنے کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کا بگڑا موڈ مزید خراب ہوا تھا، اور یہی حال کاظم شاہ کا تھا، احان شاہ کو خود سے ٹکرانا اسے بری طرح سے غصہ دلا چکا تھا، وہ دونوں ہی فون میں مصروف چل رہے تھے، غلطی دونوں کی تھی، وہ دونوں ایک جتنا دراز قد اور چوڑا وجود لئے ایک دوسرے کو شرربار نظروں سے گھور رہے تھے، ان دونوں کی ہائیٹ ایک جتنی تھی لیکن پھر نا جانے کیوں کاظم شاہ اسکے ساتھ کھڑا ہمیشہ آدھا انچ لمبا لگتا تھا یا شاید ایسا احان شاہ کو ہی لگتا تھا۔۔

ایزل!! کم فاسٹ (جلدی آؤ)۔۔۔ احان شاہ اپنی نگاہیں کاظم شاہ کے خوبصورت چہرے سے ہٹاتا مڑ کے اونچی آواز لگاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب کاظم شاہ کی آواز پہ اس کے قدم رکے تھے۔۔

کیسا محسوس ہوتا ہے جب ایک وحشی انسان ہر رات تمہاری بہن سے اپنی آگ بجھاتا ہے اور تم اپنی پوری قوت لگا کے بھی اسے روک نہیں سکتے۔۔ چچ چچ۔۔۔ کاظم شاہ کا اس سے الجھنے کا ارادہ تو نہیں تھا لیکن اسکی اس دن کی کڑوی کسیلی باتیں یاد کرتے ہوئے اس نے اسے آگ لگانا ضروری سمجھا تھا۔۔ اسکی بے باک بات پہ احان شاہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔ احان شاہ جو اپنے قدم آگے کی طرف بڑھا چکا تھا، اسکے الفاظوں پہ وہ ایک جست میں اپنا رخ اسکی طرف موڑ چکا تھا، احان شاہ نے اپنی پوری قوت سے اسکے چہرے پہ مکا جھڑنے چاہا تھا لیکن کاظم شاہ اسکے مضبوط ہاتھ کے وار کو اپنی کلائی سے روکتا_ اسکے ہاتھ کو سختی سے موڑ چکا تھا۔۔

سالے بہنوئی پہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے اچھے نہیں لگتے ورنہ بہنوئی وہی ہاتھ توڑ کے دوسرے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں سالو کو!! سو نیکسٹ ٹائم بی کیئر فل (لہذا اگلی بار محتاط رہنا)!! کاظم شاہ سپاٹ انداز میں بولتا اسکا ہاتھ جھٹک کے چھوڑ چکا تھا لیکن اگلے ہی پل احان شاہ کا زوردار مکا اسکے سفید گال کی زینت بنا تھا۔۔

اتنی کیئر ٹھیک ہے یا نیکسٹ ٹائم نیڈ مور؟ (یا اگلی دفعہ مزید ضرورت ہے؟)۔۔۔ احان شاہ تو مانو اسکے جملے پہ جلتے توے پہ بیٹھتا غصے سے غرایا تھا، کاظم شاہ نے آج تک اسکے خود کی طرف بڑھے ہوئے ہاتھ کو یوں نہیں جھٹکا تھا جس طرح

سے اس نے اسے آج جھٹکا تھا، چاہے اسکے ساتھ جتنی مرضی ناراضگی اور غصہ سہی لیکن احان شاہ کو اسکی یہ حرکت جلا کے راکھ کر چکی تھی، وہ ہوتا کون تھا اسکا ہاتھ جھٹکنے والا؟

ان فار چیونیٹلی (بد قسمتی سے) اسکا بدلہ میرا بیوی کے نازک وجود کو جھیلنا پڑے گا۔۔ چچ چچ۔۔۔ کیونکہ جب سالے ڈھیٹ ہوں تو سر پھرے بہنوئی یہی راستہ اپنایا کرتے ہیں۔۔ کاظم شاہ اسکا یہی ہاتھ پکڑ کے بے حد غصے سے اپنی پوری قوت سے موڑتا بے باکی سے غراتا اندر کی طرف بڑھ چکا تھا، احان شاہ نے سلگتے ہوئے غصے سے سائیڈ پہ پڑے گلدان کو اپنی پوری قوت سے ٹھوکر ماری تھی، اسکا رواں رواں سلگ اٹھا تھا اسکی جوابی کاروائی پہ۔۔ اپنے سفید ہاتھ کو سرخ دیکھتے ہوئے وہ اسے غصے سے گالیاں بکتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔۔

ذائشہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گراؤنڈ سے نکلتے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی، اسکے پیچھے ہولے سے چلتا ارزم شاہ ایک دم سے اسکے آگے آ کے کھڑا ہوا تھا، اسکے یوں کھڑے ہونے پہ ذائشہ کا سر غلطی سے اسکے کسرتی سینے سے ٹکرایا تھا، ذائشہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

آہہ۔۔۔ ذائشہ اپنا ماتھا مسلتی ہوئی تیزی سے خود سے ٹکرانے والے سے دور ہوئی تھی۔۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ ارزم شاہ سے ٹکرائی ہے، اپنے سامنے ارزم شاہ کو دیکھتے ہوئے ذائشہ کا چہرہ آج شرم کی بجائے غصے سے سرخ ہوا تھا، اسکی ہیزل آنکھوں میں غصے کی سرخی واضح تھی۔۔۔

ہے ذائشہ؟؟ ارزم مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

راستہ چھوڑیں میرا!! ذائشہ غصے سے غرائی۔۔

واٹ ہیپنڈ؟ آر یو کے؟ (کیا ہوا کیا تم ٹھیک ہو؟) ارزم شاہ نے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔۔ ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں غصے کی سرخی دیکھتے ہوئے حیران ہوا تھا۔۔

آئی ایم او کے! ہٹیں پیچھے مجھے عاشر سے لیکچر سمجھنے جانا ہے۔۔۔ ذائشہ نے اطمینان سے اسے سلگایا تھا جس طرح سے اسکی حرکت پہ کچھ دیر پہلے وہ سلگی تھی۔۔ اسکے مدعے پہ ارزم شاہ کا چہرہ غصے سے لال انگارہ ہوا تھا۔۔

کیا سمجھنا ہے؟ میں سمجھا دیتا ہوں۔۔۔ ارزم شاہ بے حد ضبط سے بولا تھا ورنہ اسکے منہ سے عاشر کا نام سنتے ہوئے اسکا پورا ہوا تھا جس کا ثبوت اسکا سرخ ہوتا چہرہ دے رہا تھا۔۔

نہیں شکریہ اسکی ضرورت نہیں ہے! ذائشہ سپاٹ انداز میں بولتی سائیڈ سے جانے ہی والی تھی، جب ارزم شاہ نے اسکی کلائی کو اپنے مضبوط ہاتھ کی سخت گرفت میں لیا تھا۔۔

کیا تکلیف ہے؟؟ میری کل والی بات تمہاری عقل میں نہیں پڑی تھی؟؟ ارزم شاہ اسے کلائی سے کھینچ کے خود کی طرف کرتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی؟؟ آپکے یوں حق جتانے کا میں کیا مطلب سمجھوں مسٹر شاہ؟؟ لیو مائے ہینڈ۔۔۔ ذائشہ اپنی لڑکھڑاتی زبان پہ قابو پاتی مضبوط لہجے میں غصے سے غرایا تھی، اسکے غصے میں آنے پہ ارزم شاہ نے اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے اسکی کلائی آزاد کی تھی۔۔

سپورٹس ویک ہے۔۔۔ پڑھائی تو ہوتی رہے گی، تمہیں انجوائے کرنا چاہئیے۔۔۔ ارزم شاہ بات بدل کے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔

مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔۔ ذائشہ کے لہجے میں ہنوز غصہ تھا، ارزم شاہ اب صحیح معنوں میں اسکے غصے پہ فکر مند ہوا تھا، وہ آج سے پہلے کبھی بھی اتنے غصے میں نہیں آئی تھی، بلکہ اسکا تو غصہ بھی اتنا کیوٹ ہوتا تھا کہ ارزم شاہ کو اپنا غصہ جاگ کی طرح بیٹھتا محسوس ہوتا تھا، لیکن آج وہ اپنے غصے میں اس سے بدتمیزی کر رہی تھی جو ارزم شاہ جیسے ایٹیوڈ بوائے سے قطعاً برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

لیکن مجھے تمہیں مشورے دینے کا شوق ہے، چلو گراؤنڈ میں چلیں۔۔۔ وہ اپنی بات پہ ڈٹا رہا۔۔ اسے بلاوجہ ضد کرتے دیکھ کے ذائشہ کی ہیزل آنکھیں پھیلی تھیں، وہ آخر اس سے چاہتا کیا تھا؟؟

مجھے گراؤنڈ میں جا کے ناچ گانا دیکھنے کا شوق نہیں ہے، آپ جائیے کافی لڑکیاں آپ کو پھر سے شرٹ لیس دیکھنے کو بے تاب ہو رہی ہوں گی!! جائیے ان تمام لڑکیوں کے دل لبھائیے!!۔۔۔ ذائشہ اسکا کچھ دیر پہلے شرٹ اتارنے والا منظر یاد کرتی دل کی بات آخر زبان پہ لا چکا تھی، سوال گندم جواب چنا پہ ارزم شاہ نے اپنا آئبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، ذائشہ کے لہجے کی جیلسی محسوس کرنا ارزم شاہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا، اسے اب سمجھ آئی تھی وہ غصے

میں کیوں تھیں اور کیوں گراؤنڈ سے نکلی تھی۔۔ تو کیا اسے ارزم شاہ کا شرٹ لیس ہونا باقی لڑکیوں کی طرح اچھا نہیں لگا تھا؟ ارزم شاہ نے دل میں مسکراتے ہوئے سوچا تھا۔۔

کیا تم جیلس ہو رہی ہو؟؟ ارزم شاہ نے ڈائریکٹ پوچھا تھا، وہ اپنا نچلہ لب مسلسل کاٹتا اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا، ارزم شاہ کی بات پہ ذائشہ نے اپنا کچھ دیر پہلے بولا گیا جملہ دماغ میں دہرایا تھا، اور پھر ذائشہ کا دل کیا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔۔ وہ کانوں کی لوں تک سرخ ہوئی تھی، سارا غصہ اڑن چھو ہوا تھا۔۔

م۔می۔میں۔۔کیو۔۔کیوں۔۔۔ہو۔ہونے۔۔لگی۔۔جی۔جیلس؟؟ ذائشہ مضبوط لہجے میں بولنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

ہا۔ہاں۔۔ت۔تم۔۔بلا۔۔۔کیو۔۔کیوں۔۔۔ہو۔۔۔گی۔۔جیلس؟؟ ارزم شاہ بھی اسکی نقل اتار کے اٹکتے ہوئے بولا تھا، ذائشہ نے شرمندگی سے اپنی نظریں جھکائی تھی۔۔

اچھا یہ دیکھو۔۔۔ ارزم شاہ نے اسے نظریں جھکاتے دیکھ کے چٹکی بجاتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ کیا تھا، ذائشہ کی نظریں بے ساختہ اسکی طرف اٹھی تھیں، ارزم شاہ نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے اپنے اوپری دو کھلے بٹن بند کرتے ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی، ذائشہ اسکی حرکت پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔ ذائشہ کو چھپنے کے لئے کوئی جگہ چاہیے تھی، یہ انسان کیسا تھا ہر بات پٹک پٹک کر کے منہ پہ مار دیتا تھا۔۔ ذائشہ نے روہانسے ہوتے ہوئے سوچا تھا۔ خیر جو بھی تھا اسکی شرٹ کے تمام بٹن بند دیکھتے ہوئے ذائشہ کو دلی سکون ہوا تھا، اب وہ اسے انسان کا بچہ لگ رہا تھا۔۔۔

اب ٹھیک ہے؟ ارزم شاہ نے شرارت سے پوچھتے ہوئے اسے کچھ بولنے پہ مجبور کیا تھا، لیکن وہ کچھ بھی بولنے کی بجائے نظریں جھکا چکی تھی۔۔ اسکے نظریں جھکانے والی ادا مقابل کو اسیر کر چکی تھی۔

ایسے تو نہیں ہوتا! ابھی کچھ دیر پہلے تمہاری ٹون بالکل بیویوں والی تھی، اب تم میرے جواں جذبات جگا کے یوں خاموش نہیں رہ سکتی!! ارزم شاہ اسکی طرف جھک کے بے باکی سے بولا تھا، وہ اسکی جھکی ہیزل آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا، ذائشہ اسکی بے باک بات پہ تضاد اسکے قریب ہونے پہ سٹپٹاتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔

آ۔ آپ۔۔۔ میرے۔۔ ساتھ۔۔۔ فلرٹ۔۔۔ نہیں۔۔۔ کریں۔۔۔ وہ نروٹھے پن سے بولی تھی، وہ خود نہیں جانتی تھی وہ کیسے اس پہ غصہ کر سکتی تھی؟ کیسے روٹھ سکتی تھی اور سب سے بڑی بات وہ اس سے بات بھی کیسے کر لیتی تھی؟ وہ تو ہمیشہ مردوں سے کتراتی تھی، لیکن اس انسان کی بات الگ تھی وہ چاہے بے باک باتیں کرتا تھا لیکن اسکی آنکھوں میں حیا تھی۔۔

میں نہیں کروں گا تو اتنا نیک کام اور کون کرے گا؟ ارزم شاہ شوخ لہجے میں بولا تھا۔۔

کوئی بھی کر لے گا۔۔۔ وہ بھی اپنا نچلہ لب دبا کے اسے سلگانے کی خاطر بولی تھی یہ جانے بغیر کہ اگلا جو پہلے ہی اسکے منہ سے عاشر کا نام سن کے تپ چکا تھا، اسکی اس بات پہ اا سکا غصہ آسمانوں کو چھو رہا تھا۔۔

زندہ زمین میں گاڑ دوں گا ایسی حرکت انجام دینے والے کو!! مائینڈ اٹ۔۔۔۔ ارزم شاہ لہو رنگ آنکھوں سے اسکے کان کے پاس دھاڑا تھا، اسکے دھاڑنے پہ وہ جھرجھری لیتی نروٹھے پن سے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھنے والی تھی جب ارزم شاہ نے پھر سے اسکی کلائی تھامی تھی۔۔

بندہ بشر کو غصہ جلدی آجاتا ہے۔۔ ہر بات پہ منہ بنانا ضروری نہیں ہوتا۔۔۔ ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں ناراضی دیکھتا نرم پڑا تھا جس پہ اس نے منہ بناتے ہوئے اس سے اپنی کلائی چھڑوائی تھی۔۔ ارزم شاہ مسکرایا۔۔

ڈیمارٹمنٹ خالی ہے، سب سٹوڈنٹس گراؤنڈ میں ہیں۔۔۔ اب عجیب اتفاق دیکھو نا تم گراؤنڈ میں جان چاہتی ہو نہ میں گراؤنڈ میں جانا چاہتا ہوں۔۔ کیا کہتی ہو میرج بیورو چلیں؟؟ ارزم شاہ سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا، ذائشہ اسکی بات پہ منہ کھول کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، ہیزل آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ ارزم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

آ۔ آپ۔۔ پا۔ پاگل۔۔ ہیں۔۔؟ ذائشہ نے جا کے اس سے یہ سوال نہیں پوچھا تھا بلکہ ارزم شاہ نے اسے مجبور کیا تھا یہ سوال پوچھنے کو۔۔ اسکے شاکڈ انداز میں سوال پوچھنے پہ ارزم شاہ کا دلکش قہقہہ ہوا میں گونجا تھا۔۔

ہوں تو نہیں لیکن تمہیں خود کو بولنے کی اجازت دے سکتا ہوں! تم دل کے بہت قریب ہوتی جا رہی ہو۔۔۔ ارزم شاہ اسکے کان کے پاس جھکتا گھمبیر تا میں بولا تھا، اسکی بات پہ ذائشہ کا دل دھڑک دھڑک کے باہر نکلنے کو بے تاب ہوئی تھی، وہ اس کے سحر میں جیسے جکڑتی جا رہی تھی، وہ اسکی باتوں کی مزید تاب نہ کا فی وہاں سے بھاگنے والے انداز میں

غائب ہوئی تھی، وہ اب ڈیپارٹمنٹ میں نہیں جا رہی تھی، گراؤنڈ میں بھی نہیں جا رہی تھی، اس کا رخ یونی کے اندر نسب ہوسٹل گیٹ کی طرف تھا۔۔

اوو۔۔۔ تو یہ کیوٹ محترمہ ہوسٹل میں رہتی ہیں؟۔۔۔ ارزم شاہ جو اسکی سپیڈ پہ قہقہ لگا رہا تھا اسے ہوسٹل گیٹ کی طرف جاتے دیکھ کے وہ خود سے مخاطب ہوا تھا، وہ جو ہویلی کے علاوہ ہر جگہ سوچ سوچ کے مسکراتا تھا اسکی کچھ دیر پہلے والی جیلسی اور غصہ یاد کرتے ہوئے اسکے لب خود بخود مسکراتے میں ڈھلتے جا رہے تھے۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 26

کیا ناشتہ کرنا ہے؟؟۔۔۔ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے زوریز شاہ نے سنجیدگی سے مرحا شاہ سے استفسار کیا تھا، صبح شاہ بی بی سے ہوئی جھڑپ کی وجہ سے اسکا موڈ اچھا نہیں تھا۔۔

تمہیں نہیں لگتا! میری آپی کو دکھ پہنچا کے ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے؟ مرحا شاہ نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے اپنا سوال داغا تھا۔۔

نہیں!۔۔۔ زوریز شاہ نے یک لفظی جواب دیا تھا، لہجہ ہنوز سنجیدہ تھا۔

رئیلی ریز؟ مرحا شاہ نے حیرانگی سے استفسار کیا تھا!

میں تم سے اس سوال کی توقع ہرگز نہیں کر رہا تھا شاہزادی!! کیا تمہیں نہیں لگتا بھابھی کے ساتھ ان گزرے ساڑھے سات سالوں میں کافی زیادتی ہوئی ہے؟ زوریز شاہ تاصف سے بولا تو مرحا شاہ خاموش رہی، وہ اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

اگر کوئی لڑکی مجھے دیکھے بھی تو تمہارے دل پہ سانپ لوٹتے ہیں، تم جیلس ہوتی ہو آئی نو!! اور یہ بیویوں کی فطرت ہے، تو کیا بھابھی ایک لڑکی نہیں ہے؟ وہ ایک بیوی نہیں ہیں؟ کبھی محسوس کیا ہے ان کے دل پہ کیا گزری ہو گی جب لالہ نے پورے میڈیا کے سامنے اپنی منگنی رچاتے ہوئے میرال آپی کو اپنی منگ بنایا تھا؟ اپنے نکاح میں رکھتے ہوئے بھی اپنے نام سے محروم رکھا!۔۔۔ زوریز شاہ بھڑکتے ہوئے بول رہا تھا۔۔

میں مانتی ہوں! بات تو پھر وہی پہ آگئی ناریز اس سب کے قصوروار تمہارے لالہ ہیں، انہوں نے دو دو لڑکیوں کا دل توڑنے کے بعد ایک کو اپنالیا تو دوسری کا ہاتھ چھوڑ دیا۔۔۔ آئی ایم رئیلی ڈس اپوائینٹڈ۔۔۔ مرحا کے لہجے میں دبا دبا غصہ تھا۔۔

دیکھا جائے تو حالات ایسے تھے، ان کا قصور نہیں تھا! اور یہ میں تمہیں سچ بات بتا رہا ہوں، وہ شاہ بی بی اور بابا جان سے ٹوٹ کے پیار کرتے ہیں، اور ان دونوں کو ہی اسماعیل خان سے نفرت تھی، وہ دونوں چاہ کے بھی بھابھی کو ہویلی کی بہو کے روپ میں تسلیم نہ کرتے، اور رہی میرال آپی سے منگنی کی بات تو لالہ نے انکار کیا تھا، لیکن آپی کی ضد کی وجہ سے شاہ بی بی نے لالہ کو مجبور کرتے ہوئے اس منگنی کے لئے منایا تھا۔۔ زوریز شاہ کندھے آچکا کے بولتا ایک نظر مرحا شاہ کو دیکھ کے پھر سے اپنا دھیان ونڈ سکرین کی طرف کر چکا تھا۔ مرحا شاہ اسکے جواب پہ گہری سانس بھرتی ہوئی شیشے سے باہر دیکھنا شروع کر چکی تھی۔۔

کم آن؟! خاموش کیوں ہو؟؟ اسے کتنی دیر خاموش دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے خود کے قریب کیا تھا۔۔

کیا ہوا؟ میری کوئی بات بری لگی ہے؟ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ فکر مند ہوا تھا۔۔

مجھ سے آپی کی حالت دیکھی نہیں جا رہی، ان سب میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے نا!! محبت کرنا ہمارے ہاتھ میں تو نہیں ہوتا وہ تو خود بخود ہو جاتی ہے جیسے انہیں لالہ سے ہوئی۔۔ مرحا شاہ بھرائی آواز میں بولی تھی، لہجے میں بہن کے لئے محبت ہی محبت تھی، بہت آنسو کنٹرول کرنے کے باوجود بھی دو آنسو عارضوں کا حصہ بنے تھے۔۔

ہیے میری شاہزادی!! شش۔۔۔ رونا بند کرو۔۔۔ زوریز شاہ نے گاڑی سڑک کے کنارے لگاتے ہوئے اسے کمر سے تھام کے اپنے سینے سے لگایا تھا، وہ اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتا محبت سے بولا تھا۔۔

پریشان نہیں ہو میری زندگی!! اللہ نے سب کے لئے کچھ نہ کچھ اچھا پلین کیا ہوتا ہے لیکن ہمیں صحیح وقت آنے پہ پتا چلتا ہے اسی لئے ہمیں چاہیے آنسو بہانے کی بجائے اچھے کے لئے دعا کریں۔۔ اور پریشان مت ہو میرال آپی میچور ہیں وہ ٹین ایجر نہیں ہیں جو اتنے سے غم کو دل پہ لگا کے بیٹھ جائیں گی!۔۔۔ زوریز شاہ اسکی چھوٹی سی ناک اپنی پوروں سے دباتا اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ مرحا شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

آج ہاسپٹل نہیں جاؤ، کسی ہوٹل میں جا کے گولڈن مارننگ منا لیتے ہیں۔۔۔زوریز شاہ بات کو بدلنے کی غرض سے اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دباتا بے باکی سے گھمبیر تا میں گویا ہوا تھا، مرحا شاہ نے سرخ پڑتے ہوئے اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن زوریز شاہ اسے مزید خود میں بھینچتا جھک کے اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اسکا نرم و ملائم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا اپنی بیرڈ کے ساتھ رگڑ رہا تھا۔۔

میں ہاسپٹل سے لیٹ ہو رہی ہوں۔۔ مرحا شاہ نے اسکی وائٹ برینڈڈ جیکٹ کی زپ کو اوپر نیچے کرتے ہوئے اسے ہوش دلائی تھی جو اسکے ہاتھوں کے ساتھ چمٹ چکا تھا۔

او کے پہلے ناشتہ کرنے چلتے ہیں۔۔۔زوریز شاہ اسکے لبوں کو دھیرے سے چومتا اسے اپنے ساتھ لگائے پھر سے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔ مرحا شاہ اسکے پھولی رگوں والے مردانہ ہاتھ پہ اپنے نازک ہاتھ کی مخروطی انگلیوں سے ڈیزائن بناتی مدھم لہجے میں بولی تھی۔۔

کیوں؟؟ کیا تکلیف ہے؟۔۔۔زوریز شاہ آئبرو اچکاتے ہوئے روعب سے بولا تھا۔۔

میرا دل نہیں چاہ رہا۔۔۔وہ لاڈ سے بولی۔۔

میرے شدت سے سانسیں چھیننے کی دیر ہے، خود بخود ساری بھوک لگ جائے گی تمہیں اور پھر اپنی بھوک مٹانے کے لئے مجھے کیٹو کی طرح کاٹتی پھرو گی۔۔زوریز شاہ اپنے نچلے لب کا کنارہ دباتے ہوئے اسکی کمر پہ بے باکی سے ہاتھ پھیرتا روعب سے بولا تھا، اسکا ناشتہ نہ کرنے کا سن کے اسے غصہ سا آیا تھا، وہ اپنے ہاسپٹل کے چکروں میں ہمیشہ کھانا پینا فراموش کر جاتی تھی۔ اسکے الفاظوں پہ مرحا شاہ نے شرمیلا سا مسکراتے ہوئے اسکے سینے پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

۔۔۔زوریز شاہ نے اسکی جسارت پہ ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے گال پہ جھک کے اپنے (Cato) میری بھوکی کیٹو دانت گاڑے تھے، جس پہ مرحا شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے اسکے سینے پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھاتے مزید ظلم ڈھایا تھا! زوریز شاہ تاصف سے سر ہلاتا ہوا اپنی گاڑی کسی ریسٹورنٹ کی طرف بڑھا چکا تھا تاکہ اپنی بھوکی منکوحہ کو ناشتہ کروا سکے۔۔

احان شاہ سے الجھنے کے بعد کاظم شاہ غصے سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔۔وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب نظریں ڈائینگ روم سے نکلتی ایزل شاہ پہ پڑی تھیں، کاظم شاہ نے اوپر جانے کی بجائے وہی پہ رک گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا تھا، وہ سفید یونیفارم میں ملبوس چھوٹی سی پنک پٹی شولڈرز میں ڈالے سر پہ چھوٹا سا سفید حجاب لئے ہوئے تھی، تو احان شاہ اسے اسی لئے آواز دے رہا تھا تاکہ کالج چھوڑ سکے؟؟ لیکن کیا وہ اس چھوٹی سی پٹی اور اس چھوٹے سے سٹالر میں کالج جانے والی تھی؟؟ وہ تو اسے شادی سے پہلے دوپٹا سر پہ لئے بغیر گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا اور اب تو وہ پھر اسکے نکاح میں تھی، اسکی ملکیت تھی وہ کیسے چادر کے بغیر حویلی سے نکل سکتی تھی؟؟ کاظم شاہ نے اپنی گولڈن آنکھوں میں طیش کی لالی لئے سوچا تھا۔۔وہ اسے ایک نظر دیکھ کے نظریں جھکاتی ہوئی سنجیدگی سے باہر کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن کاظم شاہ کو کہاں گوارا تھا اسکی بیوی چادر کے بغیر حویلی سے نکلے؟؟ کاظم شاہ دو لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہی اسکا بازو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں دبوچ چکا تھا۔۔ایزل شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی لہو رنگ آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔

کتنی دفعہ تمہیں اپنے وجود کو ٹھیک سے ڈانپنے کا لیکچر دینا پڑے گا؟ اتنی ڈھیٹ کیوں ہو تم ایزل شاہ؟ کاظم شاہ اسکا بازو پیچھے کی طرف موڑ کے اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں دبوچتا اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا۔۔اس کے صبح صبح یوں غصہ کرنے پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں پانی بھرا تھا، وہ ٹھیک سے دوپٹا تو لئے ہوئے تھی اور کیا کمبل لے کے یونی جاتی؟ ایزل شاہ نے روہانسے ہوتے سوچا تھا۔۔

دوپٹا لیا تو ہوا ہے میں نے۔۔۔وہ اپنے بازو میں اٹھتا درد برداشت کرتی نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔

تو احسان نہیں کیا مجھ پہ! پورے پاکستان کو معلوم ہے کہ تم سید کاظم شاہ کی بیوی ہو "بدقسمتی سے"، تمہیں یوں بغیر چادر کے حویلی سے نکلنا زیب نہیں دیتا۔۔کیوں ہر جگہ مجھے بدنام کروانے پہ تلی ہوئی ہو تم؟؟ کاظم شاہ اسکے بازو پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا دبے دبے انداز میں غرایا تھا۔۔ایزل شاہ نے اپنے لبوں کو میچتے ہوئے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے بازو میں شدید درد ہو رہا تھا لیکن وہ اپنی گرفت مضبوط کرتا جا رہا تھا۔۔

چادر لو جا کے !! آئندہ سے اگر تم بغیر چادر کے اپنے وجود کی نمائش کرتی ہوئی ہویلی سے نکلی تو تمہارا وجود سید کاظم شاہ کے رحم و کرم پہ ہو گا! یاد رکھنا میری بات۔۔۔ کاظم شاہ اسکے آنسوؤں کو دیکھ کے اسکا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتا_ غصے سے غراتا ہوا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا، ایزل شاہ اپنے بازو کو رب کرتی ہوئی راہداری کی طرف بڑی تھی، پورچ میں آتے ہی اس نے گاڑی کے پاس کھڑے احان شاہ کو پکارا تھا جس پہ اس نے مڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا، بہن کو دیکھتے ہی وہ بگڑے موڈ میں بھی مسکرایا تھا۔۔

لالہ میں چادر لے کے آتی ہوں، پانچ منٹ ویٹ کیجئیے گا پلیز۔۔۔ ایزل شاہ جھجھکتے ہوئے بولی تھی جس پہ احان شاہ پہلے تو اسکے منہ سے چادر کا سنتے ہوئے چونکا لیکن پھر اس نے سر کو خم دیتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا تھا، وہ جیسے جان چکا تھا اسکی بہن کو چادر لینے کا حکم کس نے دیا ہے، ان کے باپ دادا تو پوز سیسوو نہیں تھے لیکن نہ جانے ان چاروں لڑکوں میں اتنے پوز سیسوونس کے جراثیم کہاں سے آئے تھے؟ وہ چاروں کبھی کبھی سوچتے ضرور تھے۔۔

کاظم شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی ہڈی اتار کے صوفے پہ پھینکتا بیڈ پہ اوندھے منہ گر چکا تھا، ارادہ اس کا آفس جانے کا تھا لیکن پوری رات جاگ کے گزارنے کی وجہ سے اس وقت اسکی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں، فارم ہاؤس میں وہ سوتا ہی کب تھا؟ پوری رات تو اسکی سیگرٹ پھونکتے گزر جاتی تھی۔۔

ایزل شاہ کمرے میں آتے ہی الماری کی طرف بڑھی تھی، اس کے پاس کوئی چادر نہیں تھی، وہ سوچ رہی تھی وہ ایسا کیا لے جس سے اسکا وجود ڈھک جائے؟ آج سردی اتنی کوئی خاص نہیں تھی اسی لئے اس نے سویٹر نہیں پہنا تھا، وہ اپنے یونیفارم کے نیچے گرم شرٹ پہنے ہوئے تھی، اسے ویسے بھی یونیفارم کے اوپر سویٹر پہننا کبھی بھی اتنا پسند نہیں رہا تھا۔ ایزل شاہ ابھی الماری میں دیکھ ہی رہی تھی جب اس کی نظر کاظم شاہ کی ہینگ کی گئی شالز پہ پڑی تھی، اسکے پاس کافی تعداد میں اجرک تھیں، کالی شال کو دیکھتے ہوئے اسکے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا، رات میں گلالئی بھی تو اسکے لالہ کی یعنی کے اپنے شوہر کی شال لئے ہوئے تھی؟ کیا وہ اسکی شال لے سکتی تھی؟ ہاں بالکل لے سکتی تھی، جب وہ اسے اپنی بیوی اپنی ملکیت کہہ سکتا تھا تو وہ اسکی شال بھلا کیوں نہیں لگ سکتی تھی؟ ایزل شاہ نے خود سے تانے بانے بناتے ہوئے اسکی کالی شال ہینگر سے نکالی تھی، اس شال کو کھولتے ہی اسے محسوس ہوا تھا وہ کچھ زیادہ ہی بڑی ہے لیکن اس شال سے اسکا پورا جسم آسانی سے کور ہو سکتا تھا، وہ ابھی خود پہ اسکی شال اوڑھ ہی رہی تھی جب کھٹ پٹ سے کاظم

شاہ کی آنکھ کھلی تھی، اسے استحقاق سے اپنی شال اوڑھتے دیکھ کے پہلے تو کاظم شاہ حیران ہوا تھا لیکن اگلی ہی پل وہ غصے سے بیڈ سے اٹھ چکا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری چیزوں کو استعمال کرنے کی ایزل شاہ؟ ہمارے خاندان میں شوہر اپنی اجرک اپنی من پسند اور خاندانی بیویوں کو اوڑھاتے ہیں لیکن افسوس تم خاندانی تو ہو من چاہی نہیں ہو۔۔ اسی لئے ایک منٹ سے پہلے میری شال اتارو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ تم کاظم شاہ کو تو دور اسکی چیزوں کو بھی ڈیزرو نہیں کرتی۔۔ کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے وجود سے کھینچ کے اپنی اجرک اتارتا غصے سے دھاڑا تھا، ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے الفاظ اسکی روح کو چھلنی کر چکے تھے۔۔

م۔ میرے۔۔ پا۔۔ پاس۔۔ شا۔۔ شال۔۔ نہیں۔۔ تھی۔۔ تو۔۔ اسلئیے۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ یہ۔۔۔ لے۔۔ لی۔۔۔ میں۔۔ گلا لئی۔۔۔ سے۔۔۔ لے۔۔ لیتی۔۔۔ ہوں۔۔۔ ایزل شاہ اپنی پلکیں جھپکا کے اپنے آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیلتی اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کرتی ہوئی کمرے سے بھاگی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسکے یوں بھاگ کے جانے پہ اپنی اجرک زمین پہ پھینکتے ہوئے غصے سے الماری پہ ہاتھ مارا تھا۔۔ اسے دیکھتے ہی اسے اپنے دماغ پہ غصہ سوار ہوتا محسوس ہوتا تھا، اسکے بس میں نہیں تھا اسی مکار اور دوغلی لڑکی کو دیکھ کے اپنے غصے پہ قابو پانا۔۔

کاظم شاہ صبح سے نیند کی گولی کھا کے اپنے کمرے میں سویا ابھی تک نہیں جاگا تھا، وہ اپنے آفس کی اتنی امپورٹنٹ میٹنگ چھوڑ کے اپنی نیند پوری کر رہا تھا کیونکہ اسکا سر کل رات سے درد سے پھٹ رہا تھا، وہ اتنی اذیت میں تھا لیکن کسی کو بتا نہیں سکتا تھا، اسکے اپنوں نے اسے توڑ کے رکھ دیا تھا، اسکی جنم دینے والی ماں اسے صرف دور دور سے دیکھتی تھی، اس واقعے کے بعد انہوں نے اسے خود سے ایک بار بھی مخاطب نہیں کیا تھا، اسکا جان چھڑکنے والا باپ اس سے ایسے دور ہو چکا تھا جیسے وہ ان کا بیٹا ہی نہ ہو، وہ شاید کاظم شاہ کی معافی کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ ابھی کاظم شاہ کو جانتے نہیں تھے وہ کبھی بھی غلط بات پہ معافی نہیں مانگا کرتا تھا، اور کاظم شاہ کو منانا ارزم شاہ سے بھی زیادہ مشکل کام تھا، جب کاظم ناراض ہوتا تھا تو اگلے کو ناکوں چنے چبواتا ہوا اگلی بار کے لئے ہدایت دیتا تھا کہ وہ ایسا کام کرنے کی سوچ بھی کبھی اپنے دماغ میں نہ لائے، یہ الگ بات تھی وہ ناراض بہت کم ہوتا تھا۔۔

داجی جو اتنے دنوں سے اپنے بڑے پوتے سے بے رخی برت رہے تھے، وہ جانتے تھے وہ صبح سے اپنے کمرے میں بند ہے، اور اس واقعے کے بعد یہ پہلا دن تھا جو اس نے پورا کا پورا حویلی میں گزارا تھا، وہ صبح سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا، داجی پریشان ہوئے تھے، انہوں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ایزل شاہ کو اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھا تھا، حلیمہ سے معلوم کروانے کے بعد انہیں خبر ہوئی تھی، اس وقت اوپر والے پورشن میں صرف وہ اکیلا ہے باقی سب اپنے اپنے کمروں میں بند تھے یا نیچے تھے۔۔

داجی اپنی چھڑی کا سہارا لیتے کافی مشکلوں سے آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔ کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن لاکڈ نہیں تھا، داجی کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر کی طرف بڑھے تھے، وہ اس سے زیادہ اپنے بڑے پوتے سے ناراض نہیں رہ سکتے تھے، کاظم شاہ ان کا پہلا ہوتا تھا جسے انہوں نے اپنی گود میں کھلایا تھا، وہ ان کے ساتھ کھیلتا ان کے سینے پہ سو جایا کرتا تھا، ان کی بانہوں میں قلقاریاں مارتا وہ نا جانے کیسے اتنا جوان مرد بن چکا تھا۔۔

اسے اوندھے منہ آڑھا ترچھا بیڈ پہ اس وقت سوتے دیکھ کے وہ اب حقیقتاً پریشان ہوئے تھے وہ کبھی بھی مغرب کے وقت نہیں سوتا تھا، پھر کیوں اس وقت سو رہا تھا؟ وہ بغیر ہیٹر اور کمبل کے شرٹ لیس سو رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنی چھڑی پہ وزن ڈالتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکی طرف بڑھے تھے۔۔

شاہ!!! اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہی داجی کی ساری ناراضگی جیسے ہوا ہوئی تھی، اسکا دودھیا سفید چہرہ اس وقت شدید سرخ دیکھتے ہوئے انہوں نے پریشانی سے اسے پکارا تھا، لیکن اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں، وہ تو اتنی کچی نیند کا مالک تھا کہ پتا ہلنے کی آواز پہ اٹھ جایا کرتا تھا، اب اسے اتنے انہماک سے سوتے دیکھ وہ حقیقتاً فکر مند ہوئے تھے۔۔

شاہ!!! داجی نے اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے اسے پکارا تھا۔۔ اسکے ماتھے کو چھوتے ہی داجی کو محسوس ہوا جیسے انہوں نے جلتے توے کو چھو لیا ہو۔۔ داجی نے بے ساختہ اسکے گال اور گردن اپنے ہاتھ سے چھوتے ہوئے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا جو سخت بخار میں پھنک رہا تھا۔۔

ایزل!!! داجی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے سیڑھیوں پہ کھڑے ہوتے ایزل کو بلند آواز میں پکارا تھا۔۔

جی داجی۔۔۔ایزل جو اوپر کچھ دیر کے لئے گلالئی کے پاس ہی آرہی تھی، داجی کی اتنی بلند اور پریشان آواز پہ اس نے انہیں چونک کے جواب دیا تھا۔۔وہ اوپر سیڑھیاں چڑھ کے کیسے گئے تھے؟؟

تمہارا شوہر بخار میں پھنک رہا ہے، تم یہاں نیچے کیا کر رہی ہو؟ جلدی سے ٹھنڈا پانی اور پٹیاں لے کے اوپر آو۔۔۔۔

داجی روعب اور دبے دبے غصے سے بولتے واپس سے فکر مندی سے کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ چکے تھے۔

ایزل شاہ ان کے رویے پہ ہکا بکا ان کو دیکھ کے رہ گئی جو پچھلے پورے ہفتے سے اسکے ساتھ نرم مزاجی اور کاظم شاہ کے ساتھ ناراضگی کی مثال قائم کر رہے تھے، اب انہیں آخر کیا چیز اوپر کھینچ لائی تھی؟ اور کیا اسکے شاہ جی کو زیادہ ہی تیز بخار تھا جو داجی یوں بھڑک رہے تھے؟ ایزل شاہ پریشانی سے سوچتی ہوئی کچن سے ٹھنڈا پانی اور پٹیاں لئے اوپر کی طرف بھاگی تھی، کاظم شاہ کے کمرے میں آتے ہی اسکی نظروں کا مرکز داجی بنے تھے جو بیڈ پہ کاظم شاہ کے پاس بیٹھے اس پہ دم درود پڑھ رہے تھے، کاظم شاہ کو شرٹ لیس سوتے دیکھ کے ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے، وہ داجی کے سامنے بھلا اس کے شرٹ لیس وجود کے پاس کیسے جا سکتی تھی؟ ایزل شاہ ابھی روہانسی ہوتی یہ سوچ ہی رہی تھی جب داجی کی نظر اس پہ پڑی تھی۔۔

ایزل بیٹی جلدی آؤ ناوہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟؟ کاظم شاہ پہ پھونک مارنے کے بعد وہ بے صبری سے ایزل شاہ سے مخاطب ہوئے تھے، ایزل شاہ ان کے پکارنے پہ نظریں جھکاتی ہوئی ان کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ کاظم شاہ کی طرف دیکھے بغیر سائیڈ ٹیبل پہ پٹیاں اور پانی کا باؤل رکھتی اس پہ کمبل دے رہی تھی جو داجی نے دینے کی زحمت نہیں کی تھی، اسے گردن تک کمبل میں چھپاتی ایزل شاہ نے گہری سانس بھری تھی، اسے کمبل دیتے ہی اسکا ہاتھ اسکے سینے سے ٹچ ہوا تھا، وہ محسوس کر چکی تھی اسے کافی تیز بخار ہے، اور اسکی قصوروار وہ ہی تھی اور وہ خود کو ہی سمجھ رہی تھی، اسے بخار میں پھنکارتے دیکھ کے ایزل شاہ کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔

بیٹی یہاں پہ بیٹھو اور میرے بیٹے کو جلدی سے پٹیاں کرو، نا جانے کس کی نظر لگ گئی ہے میرے پوتوں کو۔۔۔داجی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے فکر مندی اور بے بسی سے بولتے بیڈ سے کچھ دور پڑی کرسی پہ بیٹھے تھے، داجی نے ایزل شاہ کو جہاں بیٹھنے کو بولا تھا وہ جگہ کاظم شاہ کے کافی قریب تھی، ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتی باؤل سے پٹی گیلی کر کے نچوڑنے کے بعد اسکے ماتھے پہ رکھتی اسکے دلکش چہرے کی طرف

دیکھ رہی تھی جس کی چمک مانند پڑی ہوئی تھی۔۔ داجی کا پورا دھیان اپنے پوتے کی طرف تھا جو ایزل شاہ کے تین سے چار بار پٹیاں کرنے پہ بھی نہیں اٹھا تھا۔۔

ایزل بیٹی شاہ کو کافی تیز بخار ہے تم یوں کرو نیچے سے مرحا بیٹی کو بلا کے لاؤ وہ اسے چیک کر۔۔۔ اور داجی کے الفاظ ان کے منہ میں رہ چکے تھے کیونکہ ہوش و حواس سے بیگانہ کاظم شاہ اپنے ماتھے پہ دھڑا ایزل شاہ کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے خود پہ گرا چکا تھا، اس اچانک افتاد پہ داجی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں، انہوں نے صدمے سی کیفیت میں اپنے پوتے کی طرف دیکھا تھا جو بند آنکھوں سے کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ ان کا سب سے فرمانبردار پوتا تھا یقیناً یہ حرکت اس سے بے ہوشی ہوئی تھی ورنہ وہ اتنی بے باک حرکت اپنے داجی کے سامنے کیسے کر سکتا تھا؟ داجی نے "لاحول ولا قوۃ" بولتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔ داجی شاید نہیں یقیناً کاظم شاہ کی اس دن والی بے باک باتیں بھول چکے تھے۔ کاظم شاہ نے بند آنکھوں سے ایزل شاہ کو کچھ مزید نزدیک کیا تھا جس پہ داجی ہربراتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھے تھے، وہ یہاں مزید بیٹھ نہیں پائے تھے جبکہ ایزل شاہ تو یوں تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، اسکا پورا چہرہ داجی کی موجودگی میں لال انگارہ ہو چکا تھا، گال تپ چکے تھے۔۔

ایزل بیٹی تم اسے کچھ دیر پٹیاں کر لو۔۔۔ میں کچھ دیر بعد آجاؤں گا۔۔۔ اسکا خیال رکھو اور اگر اسکی طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو چھوٹے شاہ کو لازمی اطلاع دینا۔۔ داجی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ چکے تھے، لیکن دروازہ بند کرنا وہ قطعاً نہیں بھولے تھے، ان کے جانے کے دیر تھی جب کاظم شاہ نے اپنی لہو رنگ گولڈن آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے ماتھے پہ پڑی گیلی پٹی کو غصے سے زمین پہ پھینکا تھا، تکیے سے اپنا سر اٹھا کے بیڈ پہ بیٹھتے پہ وہ ایزل شاہ کو پل میں خود سے دور جھٹک چکا تھا جو اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی اسی لئے وہ زور سے بیڈ سے نیچے گری تھی، ایزل شاہ کو تو جیسے جھٹکے پہ جھٹکا مل رہا تھا، اس نے اپنے ساتھ ہوئے اس اچانک حملے پہ چونکتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا جو سائیڈ ٹیبل پہ پڑا پانی سے بھرا شیشے کا باؤل اٹھا کے دیوار پہ مارتا غصے سے چیخا تھا۔۔ وہ داجی کی ایک پکار پہ اٹھ چکا تھا لیکن اس نے جان بوجھ کے آنکھیں نہیں کھولی تھیں، وہ جانتا تھا وہ اسے منانے آئے ہوں گے لیکن وہ ہر صورت ماننا نہیں چاہتا تھا، وہ ان کے، وہ ان کے سفاک الفاظ ابھی تک نہیں بھولا تھا، اگر وہ ان کے سامنے اپنی آنکھیں کھول لیتا تو یقیناً وہ اس کے سامنے آنسو بہا کے اسے نرم پڑنے پہ مجبور کر دیتے جو وہ کسی صورت نہیں پڑنا چاہتا تھا!

ہویلی والے کیا اسے کاٹھ کا الو سمجھتے تھے جو اسکا دل کبھی بھی توڑ کے دو جملے بول کے جوڑ سکتے تھے؟ ان کے سامنے ایزل شاہ کو خود پہ گرانے والی بے باک حرکت بھی اس نے مجبوراً کی تھی کیونکہ وہ مرحا شاہ کو اسکے کمرے میں بلا کے چیک اپ کروانے والے تھے وہ جانتا تھا وہ بخار میں دہک رہا ہے لیکن وہ اپنی وجہ سے کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، مرحا کے چیک اپ کرنے کے بعد اسکے تیز بخار اور ٹھنڈ لگنے کا پوری ہویلی میں معلوم ہو جاتا اور پھر کیا ہوتا سب کچھ دیر اسکے لئے فکر مند ہوتے اور پھر اپنے برے رویے سے اسکا دل توڑ دیتے؟؟ آخر کیوں؟ کیا کاظم شاہ اتنا ارزاں تھا ان کے لئے؟؟ کاظم شاہ غصے سے سوچتا ہوا سائیڈ لیمپ اٹھا کے زمین پہ مارنے والا تھا جب نظریں نیچے زمین پہ گری ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھی، جو آنکھوں میں آنسو لئے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی، اسکے گھٹنوں اور کہنیوں پہ کافی زور سے لگی تھی کیونکہ وہ کالین پہ نہیں بلکہ زمین پہ لگے سنگ مرمر کے پتھر پہ گری تھی۔۔ اسے ایک نظر دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنے لب بھینچتے ہوئے لیمپ کو واپس سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، اس نے اسے جان کے زمین پہ نہیں گرایا تھا، یہ سب اس سے غصے میں ہوا تھا۔۔

اٹھو بھی زمین سے یا کوئی کرین منگواو تمہیں اٹھوانے کے لئے۔۔۔ اسے کتنی دیر زمین پہ بیٹھے دیکھ کے کاظم شاہ بالآخر غرایا تھا جس پہ ایزل شاہ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی اپنے گھٹنوں کا درد نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے زمین سے اٹھی تھی، لیکن اسکا چہرہ اسکی تکلیف عیاں کر رہا تھا۔۔

یہ کیا ڈرامہ لگایا ہوا تھا ابھی تم نے اور داجی نے؟؟ آخر وحشی اور درندے کاظم شاہ کی اتنی فکر کیوں تھی تم دونوں کو؟؟ اسکے زمین سے اٹھتے ہی کاظم شاہ دھاڑا تھا، جس پہ ایزل شاہ نے لرزتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، جس کا بی پی اس وقت کافی ہائی لگ رہا تھا اور اسکا ثبوت اسکا سرخ چہرہ دے رہا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔ کو۔۔۔ بخار۔۔۔ تھا۔۔ تو۔۔۔ داجی۔۔۔۔ نے۔۔۔ پٹیاں۔۔۔ کرنے۔۔۔ ابھی وہ منمناتے ہوئے مزید کچھ بولتی جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

مجھے ہرٹ اٹیک ہو جائے، مر جاؤں میں، لیکن آج کے بعد تم میں سے کوئی بھی میری فکر۔۔۔ ابھی کاظم شاہ اپنا جملہ مکمل کرتا جب ایزل شاہ نے اسکے مرنے والی بات پہ دہلتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتے اسے اذیت سے دیکھا تھا، کاظم شاہ جو اسکا ہاتھ اپنے لبوں پہ محسوس کرتے ہی خاموش ہو چکا تھا، اسے اپنے قریب کھڑے دیکھ کے وہ اگلے ہی پل

اسکا یہی ہاتھ پکڑ کے اسے اپنی طرف کھینچ کے اپنی گود میں بٹھاتا شدت سے اسکے لبوں پہ قابض ہوا تھا۔۔ اسکی بخار سے دہکتی سانسوں کو اپنی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنی بانہوں کی بے حد سخت گرفت میں لیتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی اچھی خاصی شدت دیکھا رہا تھا، وہ ایک ہی منٹ میں اسکی سانسیں بکھیر کے رکھ چکا تھا، قطرہ قطرہ اسکی خوشبودار سانسیں خود میں انڈھیلتا وہ اسے تکیے پہ گراتے اس پہ جھکتا پھر سے اسکے لبوں پہ قابض ہوا تھا، ایزل شاہ اپنی آنکھوں میں حیرانگی لئے اسے دیکھ رہی تھی، جس کی آنکھیں بے حد سرخ تھیں، وہ اپنا سارا وزن اس پہ ڈالتا اپنے دہکتے ہونٹوں سے اسکے ٹھنڈے ہونٹ دبوچتا ان پہ اپنی جنون خیزیاں بکھیر رہا تھا، گولڈن بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرتے ہوئے اسکی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا رہے تھے۔۔ اس وقت کٹی کمرے میں نہیں تھی اسی لئے تو کاظم شاہ اسکے پنجوں اور دانتوں سے بچا ہوا تھا۔۔

اسکی اکھڑتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے اپنے گرم ہونٹ اسکی گردن پہ رکھے تھے، وہ شاید نہیں یقیناً بے حد غصے اور اذیت میں تھا جس کا بدلہ وہ اسکی گردن پہ اتارتا ہوا ایک ہی جگہ پہ اپنے دانت شدت سے گاڑ رہا تھا، ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی گردن سے اپنے دانت ہٹا کے اسکی سسکی اپنے ہونٹوں سے دبا گیا۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لئے اسکی گلابی فراک کی زپ ایک جھٹکے میں نیچے کی طرف کھسکا چکا تھا، ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے غصے سے کافی ڈر چکی تھی، وہ اس کا اس دن والا جنونی روپ ابھی تک نہیں بھولی تھی۔ کاظم شاہ اسکی آنکھوں میں چھپا خوف بھانپ چکا تھا۔۔ داجی نے تمہیں میرا خیال رکھنے کو بولا تھا چلو اب رکھو میرا خیال جیسے ایک بیوی اپنے بیمار شوہر کا رکھتی ہے۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا انہیں اپنی پوروں میں مسلتے ہوئے آبیبرو آچکا کے بولا تھا، اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔ وہ لرزتی پلکوں سے اپنی نظریں جھکا چکی تھی، کاظم شاہ اس وقت اسے اپنے مکمل ہوش و حواس میں نہیں لگ رہا تھا، اس وقت اسکے لہجے میں غصہ نہیں بلکہ گھمبیر پن تھا، اسکا لہجہ خمار آلود اور بوجھل تھا جو آج سے پہلے اسکی قربت میں کبھی نہیں ہوا تھا، اس نے تو اسے اپنی قربت بخشتے ہوئے کبھی آج تک اسکے کان میں پیار بھری سرگوشی تک نہ کی تھی وہ ہمیشہ اسکے کان میں غراتا اور پھنکارتا رہتا تھا، شاید اسکا بخار

اسکے دماغ کو چڑھ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ نے کپکپاتے ہوئے سوچا تھا، اسکے بھیگے کپکپاتے ہونٹ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ انہیں اپنے دانتوں میں کچلتا ہوا اسکے اوپر سے اٹھا تھا، وہ بخار میں بھی محسوس کر چکا تھا کہ وہ کچھ دیر پہلے مدہوش ہوا تھا اور اسے اپنی یہ مدہوشی اتنی بری لگی تھی اسکا بس نہیں تھا وہ خود کو یا خود کے نیچے دبے اس چھوٹے سے وجود کو جلا کے راکھ کر دے۔۔ وہ بھی جانتا تھا وہ اب جب بھی اسے اپنی قربت بخشنے گا تو نرمی کسی صورت نہیں دیکھائے گا، کاظم شاہ کا غصہ ان دنوں میں اسکے کنٹرول میں نہیں تھا، اسکا غصہ انتہاؤں کو چھو رہا تھا، وہ اسے جسمانی طور پہ ہرٹ کرنے کی بجائے مینٹلی ہرٹ کرنا چاہتا تھا، جو اس سے جتنا ہو تا تھا وہ ہر صورت کرتا تھا۔۔

تم سے ٹیسٹی ہونٹ تو اس کے تھے (کاظم شاہ نے جان بوجھ کے اسے سلگایا تھا)۔۔۔ مزہ نہیں آتا تمہیں کس کرنے کا لیکن پھر بھی ان ٹیسٹ لیس ہونٹوں کو زخمی کرنے کے لئے مجھے مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑتا ہے۔۔۔ کاظم شاہ کندھے اچکاتا ہوا استہزایا انداز میں بولا تھا، اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑا تھا۔ اس نے آخر کس لڑکی کے ہونٹوں کو ٹیسٹی کہا تھا؟؟ آخر کون تھی وہ؟؟ ایزل شاہ نے سلگتے ہوئے سوچا تھا، کاظم شاہ کی بات پہ جہاں اسے سبکی کا احساس ہوا تھا وہی پہ اسکا غصے سے برا حال بھی ہوا تھا، وہ کاظم شاہ کو جواب دینے کی بجائے شدید غصے سے آنسو بہاتی اپنا چہرہ تکیے میں چھپا چکی تھی، اسکے کروٹ بدلنے پہ اسکی سفید شفاف کمر کاظم شاہ کے سامنے تھے، اسکی کمر پہ چمکتے سیاہ موٹے تل کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے کچلا تھا، اس تل سے آج بھی شدید رقابت محسوس ہوئی تو جھک کے اس پہ زور سے اپنے دانت گاڑتے ایزل شاہ کو اچھلنے پہ مجبور کیا۔۔ ایزل شاہ بھول چکی تھی اسکی زپ کچھ دیر پہلے کاظم شاہ نے کھسکائی تھی، اگر اسے یاد ہوتا تو وہ اسکی موجودگی میں تو کیا غیر موجودگی میں بھی شاید کروٹ نہ بدلتی۔۔ کاظم شاہ کے دانتوں کی گرفت اپنی کمر کے تل پہ بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے بیڈ شیٹ کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔

اٹھو یہاں سے اور صوفے پہ جا کے لیٹو!! ورنہ میں تمہارا وہ حشر کروں گا ایزل شاہ تم ساری زندگی یاد رکھو گی۔۔ نفرت ہے مجھے تم سے یہ بات کبھی بھی اپنے دل و دماغ سے نکلنے مت دینا ایزل ھارون شاہ!! اسکی سسکیوں پہ کاظم شاہ اسکے تل کو سرخ کرتے ہوئے اپنے دانت ہٹا کے غصے سے دھاڑا تھا۔۔ اسکی دھاڑ پہ ایزل شاہ اسے نم نگاہوں سے دیکھتی تیزی سے بیڈ سے اٹھی تھی، ہاتھ پیچھے لے جا کے اپنی کمر کی زپ بند کرتے ہوئے وہ تیزی سے صوفے کی طرف بڑھ

چکی تھی، ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے کاظم شاہ پھر سے اوندھے منہ بیڈ پہ گرتا اپنے سلگتے دماغ کو ریلیکس کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جو کہ شاید آج کی رات بھی ناممکن تھا، اسے داجی کی فکرمندی پہ پیار نہیں بلکہ غصہ آیا تھا، اسکے سب سے پیار کرنے والے داجی کو اس کا خیال اتنے دنوں کے بعد آج آیا تھا؟؟

جلدی خیال نہیں آگیا آپ کو؟؟ جب مر جاتا پھر شریک ہوتے میرے جنازے پہ۔۔ کاظم شاہ خیالوں میں اپنے داجی سے مخاطب ہوتا ازیت سے اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔

رات ہو چکی تھی اور میرال شاہ ان اڑتالیس گھنٹوں میں سو سو کے اور رو رو کے تھک چکی تھی، اسی لیے وہ انگرائی لے کے بیدار ہوتی اپنے بستر سے اٹھی تھی، اپنے الجھے ہوئے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے اس نے ایک نظر گھڑی پہ دوڑائی تھی، اس وقت رات کے دس بج رہے تھے، اپنے کمرے کا حشر دیکھتے ہوئے وہ سپاٹ انداز سے اپنی الماری کی طرف بڑھی تھی، الماری سے وائٹ سکنی جینز کے ساتھ ریڈ سٹائلش سا ٹاپ نکالتی وہ واشروم کی طرف بڑھی تھی۔ گرم پانی سے اچھی طرح سے شاور لینے کے بعد اپنا ویسٹرن لباس زیب تن کرتی وہ واشروم سے نکلی تھی، ڈریسنگ مرر سے اپنا فون اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی دوستوں کو گروپ میسج کرتے اپنا فون ٹیبل پہ پٹکا تھا، گیلے بالوں کو ڈرائیر سے سکھانے کے بعد وہ اپنے باب کٹ سنہری سٹریٹ بالوں میں برش کرتے ہوئے اس نے اپنے کٹاو دار یاقوتی لبوں کو سرخ لپ اسٹک سے رنگا تھا۔۔ پیروں میں سرخ ہائی ہیلز جبکہ ہاتھوں میں خوبصورت سا سٹائلش بیگ تھامے وہ اپنے آئی فون کو کان سے لگاتی اپنے کمرے سے نکلی تھی۔۔

احان شاہ رات کے دس بجے اپنے کمرے داخل ہوا تھا، زہرہ مام سے اسے معلوم ہو چکا تھا اسکی بیوی نے صبح سے کچھ نہیں کھایا، اسے جتنی دفعہ کھانا بھیجا گیا تھا، حلیمہ اسی طرح واپس لے کے آئی تھی وہ اپنی ضد کی اتنی پکی تھی اس نے ایک نوالہ نہیں توڑا تھا، زرتاج اماں کے کہنے پہ بھی نہیں۔۔۔ احان شاہ یہ سننے کے بعد اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا پریشانی سے کمرے کی طرف بڑھا تھا، کمرے کا دروازہ کھولتے ہی نظر سامنے اسکی الماری صاف کرتی ہوئی اپنی پٹھانی پہ پڑی تھی، جو اپنے وجود پہ اسکی وہی کالی اجرک لیے سلیقے سے اسکی تہس نہس کی گئی وارڈروب صاف کر رہی

تھی، ناجانے اسے اسکی یہ اجرک کتنی پسند آچکی تھی جو وہ اسے اتار نہیں رہی تھی، احان شاہ تاصف سے مسکرا کے سوچتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

To be countined!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 27

اس کے یوں غصے سے بیڈ سے اٹھانے پہ وہ صوفے پہ جا کے بیٹھ چکی تھی، اسے صوفے پہ نیند تو آنے سے رہی اسے لئے وہ اپنے گھٹنوں پہ سر رکھتی اداسی سے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی، جہاں سے چاند کی ہلکی سی روشنی ان کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

"تم سے ٹیسٹی ہونٹ تو اس کے تھے۔۔ مزہ نہیں آتا تمہیں کس کرنے کا لیکن پھر بھی ان ٹیسٹ لیس ہونٹوں کو زخمی کرنے کے لئے مجھے مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑتا ہے۔"

کاظم شاہ کے کچھ دیر پہلے بولے گئے الفاظ وہ کسی صورت بھول نہیں پا رہی تھی۔۔ وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی جب ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا تھا جیسے کسی بچے نے کھٹکھٹایا ہو، ایزل شاہ پہچانتی تھی دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے۔۔ وہ اپنی عارضوں سے آنسو رگڑ کے صاف کرتی دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھی تھی، دروازہ کھولتے ہی نظریں نیچے زمین پہ بیٹھی اپنی کٹی پہ پڑی تھی، جو اپنی دم ہلاتی ہوئی معصومیت سے اپنا چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، ایزل شاہ نے جھک کے اپنی کٹی کو بازوؤں میں اٹھایا تھا اور پھر وہ اس کے کمرے میں رکی نہیں تھی بلکہ دروازہ دھیرے سے بند کر کے وہ اپنی کٹی کو لئے نیچے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی، وہ اپنی موجودگی میں اسے مزید غصہ نہیں دلانا چاہتی تھی۔۔ اس کے یوں کمرے سے جانے پہ کاظم شاہ نے اپنی بانہوں سے تکیہ آزاد کرتے ہوئے زور سے نیچے زمین پہ پھینکا تھا۔۔ وہ اگر اسے اپنے قریب برداشت نہیں ہو رہی تھی تو اسکی یوں اسکے کمرے سے جانے والی حرکت بھی اسے بری طرح سے سلگا چکی تھی اور اس پہ تضاد اسکا بلی کو یوں اپنی بانہوں میں اٹھانا اور اس بدمعاش بلی کا اسکی بیوی کے چہرے کے ساتھ اپنا چہرہ رگڑنا یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ نے بے حد ضبط سے اپنی لہو رنگ گولڈن آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

جیری!!! جاتی ہے تو جائے۔۔۔ اچھا ہے میری اسکے رونے دھونے سے جان چھوٹی ہے۔۔ کاظم لاپرواہی سے بولتا خود پہ چہرے تک کمبل لے چکا تھا، یہ جانتے بوجھتے کہ اب وہ کچھ بھی کر لے اسے نیند نہیں آئے گی۔۔

السلام وعلیکم۔۔۔۔ احان شاہ نے اسکے پیچھے کھڑے ہوتے اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر آواز میں سلام کیا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔ چھوٹے سے دل کی گلالئ اچانک سے کسی مرد کی آواز اپنے کانوں میں سنتی اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے چیختی ہوئی مڑی تھی، وہ اپنے کام میں مصروف اس کی آواز پہ توجہ نہیں دے پائی تھی لیکن اب اپنے سامنے احان شاہ کو دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس بھری تھی۔۔

ڈر گیا میرا ڈکیٹ بچہ ؟؟۔۔۔۔ احان شاہ نے اسکے تاثرات کو دیکھ کے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے استفسار کیا تھا، گلالئ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔

تم اتنا ڈرتی کیوں ہو؟؟ میرے علاوہ کوئی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتا بے بی!! اسے خاموش دیکھتے ہوئے احان شاہ سمجھا تھا وہ ڈر چکی ہے اسی لئے اسکی کمر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے ریلیکس کیا تھا، گلالئ ہنوز چپ رہی۔۔

صبح سے کچھ کھایا کیوں نہیں ہے؟؟ احان شاہ نے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے ہوئے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے دریافت کیا تھا، گلالئ ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے اپنی نگاہیں پھیر چکی تھی، اسکا نگاہیں پھیرنا احان شاہ کے دل میں آگ لگا چکا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟؟ احان شاہ کا لہجہ اب کچھ سخت ہوا تھا۔۔

کھا لیا تھا۔۔ چائے لاؤں آپ کے لئے؟ اسکے سخت لہجے پہ اسے ناچاہتے ہوئے بھی جواب دینا پڑا۔۔

مام تو بتا رہی تھیں تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔۔ احان شاہ اسکے جھوٹ بولنے پہ اسکا بازو تھام کے اسے خود کے قریب کھینچتا مدھم لہجے میں بولا تھا کیونکہ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں نمی وہ محسوس کر چکا تھا۔۔

الماری ٹھیک کرنی ہے مجھے۔۔۔ وہ اپنا بازو اسکے ہاتھ کی گرفت سے چھڑوانے کی تگ و دو کرتی معصومیت سے بات بدل چکی تھی۔۔

لیکن اس سے پہلے مجھے تمہیں ٹھیک کرنا ہے!! منہ کیوں پھولایا ہوا ہے؟ احان شاہ اسے اپنے گلے سے لگاتا اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دبا کے پوچھتا اسے پیار سے ڈپٹ رہا تھا، اسکے انداز پہ گلالئ کے گال سرخ پڑے تھے، اسکے ہاتھ اسکی چادر کے نیچے سے اسکے وجود کی نازکی محسوس کر رہے تھے، اپنے وجود پہ اسکے ہاتھوں کی گردش محسوس کرتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔

جواب دو؟؟ جب تک مجھے کچھ بتاؤ گی نہیں تو مجھے پتا کیسے چلے گا کہ میری پٹھانی کو مجھ سے کیا مسئلہ پیش آیا ہوا ہے؟

احان شاہ اب اسکی گردن پہ جھک کے نرمی سے اپنے دانت گاڑتا استفسار کر رہا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔نے

۔۔بولا۔۔ تھا۔۔ آپ۔۔۔نیچے۔۔۔ میرے۔۔۔ ساتھ۔۔۔ بیٹھ۔۔۔کے۔۔۔ناشتہ۔۔ کریں۔۔گے۔۔۔ لیکن۔ ۔ آپ۔۔۔چلے۔۔۔گئے۔۔۔ وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی تھی، اس نے اپنی گردن کے گرد سے اسکے مضبوط بازو ہٹانے چاہے تھے لیکن اسکا معصوم سا شکوہ سنتے ہوئے احان شاہ اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اسکے ہونٹوں کو زور سے چومتا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکا چکا تھا۔۔

کیا میرے جانے کے بعد کسی نے تمہیں کچھ کہا؟؟ احان شاہ ہنوز جھک کے اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتے سوال کر رہا تھا جس پہ گلالئ نے معصومیت سے ناں میں سر ہلایا تھا۔۔

تو پھر کھانا کیوں نہیں کھایا؟؟ وہ اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلاتے دانت پیس کے پوچھ رہا تھا جس پہ گلالئ نے اسکے ایک ہی سوال سے تنگ آتے ہوئے اپنا چہرہ جھکا کے آنسو بہانے شروع کئے تھے وہ خود اسکی بات کیوں نہیں سمجھ رہا تھا کہ اس میں اسی کی غلطی ہے، اس نے اسی کے جانے کی وجہ سے کھانا نہیں کھایا تھا۔

اررررے۔۔۔ رونا تو بند کرو یار۔۔۔ اچھا ادھر دیکھو۔۔۔ ارے۔۔۔ دیکھو تو۔۔۔ اسے ہنوز سر جھکا کے روتے دیکھ کے احان شاہ لاڈ سے اسکا چہرہ اٹھا رہا تھا لیکن وہ بار بار ضدی بچوں کی طرح اپنا چہرہ نیچے جھکاتی سوں سوں کر رہی تھی۔۔ احان شاہ نے اپنی ضدی بیوی کو دیکھتے ہوئے ایک ہی جست میں اسکے وجود پہ اوڑھی گئی اپنی اجرک اتارتے ہوئے صوفے پہ پھینکی تھی، جانتا جو تھا اب وہ سیکنڈ سے پہلے شرماتے ہوئے اسکی طرف دیکھے گے اور ایسا ہی

ہوا تھا، وہ اس اچانک افتاد پہ دہکے گالوں کے ساتھ اسکی ہری آنکھوں میں ایک نظر دیکھتی اپنی نظریں جھکا چکی تھی

--

میرا صبح موڈ خراب ہو گیا تھا، اسی لئے میں چاہ کے بھی ناشتہ نہیں کر سکا تھا۔۔ آئیندہ سے اپنی ڈکیٹ پٹھانی کو چھوڑ کے نہیں جاؤں گا پکا۔۔ احان شاہ اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے زمین سے کچھ اوپر کو اٹھاتا_ اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ اتنی جلدی اس کے ساتھ اٹیچ ہو جائے گی۔۔

مجھے۔۔ ڈر۔۔ لگ۔۔ رہا۔۔ تھا۔۔ نیچے۔۔ سب۔۔ کے ساتھ۔۔۔ وہ اسکے سینے میں چھپتی اسے اپنے دل کا حال سنا رہی تھی۔۔

اور میرے ساتھ ڈر نہیں لگتا؟؟ احان شاہ اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے گال کو اپنے دانتوں میں دباتا شوخ لہجے میں استفسار کر رہا تھا، گلالئ نے اسکے سوال پہ شرماتے ہوئے اسکے سینے پہ مزید گھسنا چاہا تھا۔۔

کچھ کھانے چلیں؟۔۔۔۔ احان شاہ اب اسے باقاعدہ بچوں کی طرح اپنے بازوؤں میں اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔

کہاں؟؟ گلالئ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

کہیں باہر۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں پہ نرمی سے دانت گاڑ کے اسے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے اس پہ جھکا تھا، شرم و حیا کے احساس سے اسکی جسارت پہ گلالئ کی پلکیں لرزی تھیں۔

بازار؟۔۔۔ گلالئ نے نظریں جھکاتے ہوئے تجسس سے پوچھا تھا۔۔ اسے دلچسپی ہو رہی تھی وہ آخر اسے کہاں لے کے جانا چاہتا تھا؟

جہاں تم کہو گی۔۔۔ احان شاہ اسکے لہجے میں حسرت محسوس کرتا پیار سے اسکے گالوں پہ اپنے لب رکھتے جواباً گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔۔

چادر لینے؟؟ وہ معصومیت اور ایکسائیٹمنٹ کے ملے جلے تاثرات سے پوچھ رہی تھی۔۔

میری کتنی ساری اجرک ہیں تو سہی۔۔ کیا تمہیں میری اجرک لینا پسند نہیں؟ احان شاہ اسکی گردن پہ اپنی ناک سہلاتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا۔ گلالئ کے چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔

پھر کہاں چلیں گے ہم ؟۔۔۔وہ اسکی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتی ابھی بھی ایکسائیڈ انداز سے پوچھ رہی تھی۔۔
مجھے پتا چلا ہے میری ضدی پٹھانی صبح سے منہ لٹکا کے اپنے کمرے میں بند ہے تو میں سوچ رہا ہوں کیوں نا ہم آج کا ڈنر باہر کریں؟ احان شاہ اسکی گردن پہ اپنی انگلیاں سہلاتے ہوئے نرمی سے اسکی چھوٹی سی سرخ پڑتی ناک پہ لب رکھتے بولا تھا۔۔

ایسے تو آپ کے کتنے پیسے لگ جائیں گے ہیں نا؟۔۔۔ معصوم سی گلالئ کو اپنے شوہر کے پیسوں کی فکر ہوئی تھی۔ احان شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔

واقعی !! میں تو لٹ جاؤں گا!! احان شاہ اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں میں دباتا اسکی تائید میں بولا تھا۔۔
لیکن آپ تو اتنے سارے پیسے کماتے ہیں۔۔۔ گلالئ کو شاید اسکا جواب پسند نہیں آیا تھا، اسی لئے وہ منہ بنا کے بولی تھی۔۔۔

بالکل۔۔۔ احان شاہ پھر سے اسکی تائید کرتا اسکے ماتھے سے اپنی انگلی ٹریس کرتا اسکی ناک، ناک سے لبوں تک اور پھر لبوں کو انگلی اور انگوٹھے سے سہلاتے وہ اپنی انگلی ٹھوری تک ٹریس کر رہا تھا۔۔

پھر آپ اتنے پیسے کہاں لے کے جائیں گے ؟ گلالئ نے تیکھے چتونوں سے پوچھا تھا، لہجے میں وہی معصومیت۔۔۔
اپنے بچوں کی شادی کے لئے جوڑ رہا ہوں، مہنگائی بہت ہو گئی ہے نا!!!۔۔ احان شاہ اپنا قہقہ دباتے ہوئے اسکی قمیض کندھوں سے کھسکاتا وہاں پہ اپنے دانت گاڑتے ہوئے بولا تھا، وہ نا جانے کیوں اسے اسطرح کے جواب دے رہا تھا۔۔
ہائے اللہ ! شاہ سائیں۔۔ ہم ہویلی کا کھانا ہی کھا لیتے ہیں۔۔ واقعی مہنگائی تو بہت ہو گئی ہے ایسے ہمارے بچے۔۔۔۔ اور گلالئ مزید بولنے کے قابل نہیں رہی تھی، اپنے جملے پہ غور کرتے ہوئے وہ اپنے لبوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتی احان شاہ کو دیکھ رہی تھی جو ہنستا ہوا اسکے پورے چہرے پہ اپنی بھوری بیئرڈ رگڑ رہا تھا، گلالئ شرم سے پانی پانی ہو چکی تھی۔۔
میرے لئے تو ابھی تم ہی میرا ڈکیٹ بچہ ہو اور مجھے لگتا ہے مجھے تمہیں پالتے پالتے ہی دس سال لگ جائیں گے پھر بچوں کا سوچا جا سکتا ہے۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں سے ہاتھ ہٹا کے اپنے لب اسکے بے حد قریب رکھ کے بولتا_ اپنی بات مکمل کرتے ہی انہیں اپنی سخت گرفت میں لے چکا تھا، اسکی بات پہ گلالئ جو اسے منہ پھلا کے دیکھ رہی تھی، اسکے یوں

اچانک شدت بھری جسارت کرنے پہ وہ اسکی براؤن قمیض کا کالر اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لیتے ہوئے انہیں آزادی بخشی تھی۔۔

چلو اٹھو۔۔۔ صبح سے بھوکی بیٹھی ہوئی ہو اگر اب تم نے کچھ نہیں کھایا نہ تو میں تمہیں کھا جاؤں گا۔۔۔ احان شاہ اس پر سے اٹھ کے اسے اپنی گود میں اٹھاتا اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا، وہ جس طرح سے اسکے لاڈ اٹھا رہا تھا گلالئ کو یقین نہیں آرہا تھا، زندگی اتنی حسین بھی ہو سکتی ہے، جس شخص کی اتنی تمنا کی تھی وہ اسکا ہو چکا تھا۔۔

مجھے۔۔ شرم۔۔۔ آتی۔۔۔ ہے۔۔۔ باہر۔۔۔۔۔ اسے الماری سے اپنے کپڑے نکالتے دیکھ کے گلالئ سر جھکا کے اپنی انگلیاں مڑورتی ہوئی بولی تھی۔۔

تو تمہیں شرمانے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے؟ احان شاہ نے ہنستے ہوئے الماری سے اسکا گرے سٹائلش سا فراک نکالا تھا جو پیروں تک تھا۔۔ گلالئ اسکے کندھے پہ اپنا سر ٹکاتی اسکی خوبصورت ہنسی میں کھو چکی تھی، یہ وہی انسان تھا جس کے چہرے پہ اس نے کبھی ہنسی نہیں دیکھی تھی اور وہی شخص اسکے لاڈ اٹھاتا ہوا ہنس رہا تھا۔۔ کیا اس سے خوبصورت احساس کوئی اور ہو سکتا تھا؟؟ گلالئ نے تشکر سے سوچا تھا۔۔

صفائی کرنی، کپڑے دھونا، کپڑے سکھانا، کھانا پکانا، چائے بنانا، جوس بنانا، کافی بنانا، کمرہ صاف کرنا، جاڑو لگانا، پوچا لگانا۔۔ سب آتا تو ہے مجھے۔۔۔ وہ چالاکی سے اسے اپنی انگلیوں پہ گنتی اسے اپنے چھوٹے بڑے کام گنوا رہی تھی جس پہ احان شاہ بار بار سر کو خم دیتا الماری کو بند کرتے ہوئے ڈریسنگ روم تک پہنچ چکا تھا۔۔

ارے ایک کام گنوانا تو تم بھول ہی گئی۔۔۔ اسکے خاموش ہونے پہ احان شاہ سنجیدگی سے سسپنس پھیلانے والے انداز میں بولا تھا، جس پہ گلالئ نے تجسس سے اپنی آنکھیں پھیلاتے اسے جواب طلب نگاہوں سے دیکھا تھا۔

میری تصویریں چوری کرنا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ احان شاہ قہقہہ لگا کے بولتا ہوا اسے لے کے ڈریسنگ روم میں بند ہوا تھا۔۔

ہاااااااا۔۔۔ گلالئ اسکی بات پہ منہ پھولاتی ہوئی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی، اسکی چھوٹی چھوٹی گرم سانسوں کی تپش اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں بھرتے اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لیا تھا، وہ گھونٹ گھونٹ بھر کے اسکے لبوں کا جام پیتا گلالئ کو شرمانے لجھانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ احان شاہ یوں ہی اسکے لبوں کے ساتھ لپٹتا اسے لئے صوفے کی طرف بڑھا تھا، اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لئے وہ اسے صوفے

پہ بٹھا چکا تھا۔۔ ابھی گلالئ اپنی سانسیں درست کر رہی تھی جب وہ ڈریسنگ روم کی لائٹس آف کر گیا، کمرے میں پورا اندھیرا ہو چکا تھا، ڈر و خوف کی وجہ سے گلالئ کی سانسیں سینے میں اٹکی تھیں۔۔

ش۔شاہ۔۔ سا۔سائیں۔۔۔ کہا۔کہاں۔۔ہیں۔۔ آپ۔۔۔ گلالئ نے سہمتے ہوئے اسے پکارا تھا جو شاید اسے اس کمرے میں بند کر کے جا چکا تھا۔۔

میں یہاں ہوں میری ضدی پٹھانی۔۔۔ احان شاہ نا جانے کہاں سے ٹپکتا اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ شدت سے اپنے لب رکھتا_ انہیں سرپٹ دوڑاتے ہوئے گھمبیر اور بوجھل آواز میں گویا ہوا تھا، گلالئ کی زبان تالو سے چپکی تھی، اسکے جسارت پہ وہ سر تا پاؤں سرخ پڑی تھی، اسکے ہاتھ اپنی قمیض کی ڈوریوں پہ محسوس کرتے ہوئے اسکی جان ہوا ہوئی تھی۔۔

شش۔۔ ریلیکس۔۔۔ صرف چینج کروا رہا ہوں اور کون سا پہلی دفعہ کروا رہا ہوں؟؟۔۔۔ اسکے کپکپاتے بدن کو محسوس کرتے ہوئے احان شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنی گود میں بٹھاتا اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دباتا ہوا اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

نہ۔ نہیں۔م۔میں۔۔ کر۔لوں۔۔ گی۔۔۔ وہ بھوکلاتی ہوئی تیزی سے بولی تھی۔۔

ارے بولانا میں کروا دوں گا۔۔۔ وہ شرارت سے اسکے لبوں پہ اپنی گھنی بھوری مونچھیں رگڑ کے خمار آلود آواز میں بولتا اسکی قمیض اسکے تن سے جدا کر چکا تھا، گلالئ نے تیزی سے اسکی براؤن قمیض کو سینے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔ وہ شرم و حیا سے اپنی آنکھیں زور سے میچ چکی تھی۔۔ احان شاہ اپنے جوان جذبات پہ قابو پاتا چند ہی منٹوں میں اسکا لباس تبدیل کروا چکا تھا، اسے گود میں اٹھا کے صوفے سے اٹھتا ہوا وہ لائٹ آن کرتے ہوئے اب اسکی طرف دیکھ رہا تھا، جو بنا میک اپ کے ہی سرخ لال پڑتی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی، اس گرے فراک میں اسکا سراپا دھمکتا ہوا احان شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا چکا تھا اور اس پہ تضاد گلالئ کا پھر سے خود میں چھپ جانا اسکی جان اور عذاب میں ڈال رہا تھا، لیکن فلحال اسکی بیوی بھوکی تھی، اسے اپنی بیوی کو کچھ کھلانا تھا باقی کی بعد میں دیکھی جائے گی، احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر کے سوچتا ہوا ڈریسنگ روم سے باہر نکلا تھا، ڈریسنگ ٹیبل تک آتے ہی وہ اسے چھوٹی سی کرسی پہ بیٹھا چکا تھا۔۔ وہ ہنوز اسی طرح سے نظریں جھکائے شرماتی جا رہی

تھی جیسے وہ ابھی اسکے ساتھ اپنی گولڈن منا کے آیا ہو یا منانے والا ہو۔۔احان شاہ نے اپنی شرمیلی پٹھانی کو دیکھتے ہوئے تاصف سے سر ہلایا تھا۔۔ہیئر برش پکڑ کے اسکے بھورے سلکی بالوں میں برش کرتا وہ مسلسل اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

تمہارا اور میرے بالوں کا رنگ ایک جیسا ہے۔۔۔احان شاہ جھک کے اسکے بالوں کی خوشبو خود کے اندر اتارتا بات کا آغاز کر رہا تھا جس پہ گلالئی شرما سے ہاں میں سر ہلاتی پھر سے اپنی انگلیاں مڑورتی انہیں سرخ کر رہی تھی۔۔

شرما تو ایسے رہی ہو جیسے ہمیں بنا کچھ کئے ڈاکٹر سے گڈ نیوز مل گئی ہو۔۔۔احان شاہ جھک کے کچھ آگے کی طرف ہوتا اسکے نچلے لب پہ نرمی سے دانت گاڑتا بے حد بے باکی سے گویا ہوتا اسے آنکھ ونک کر چکا تھا، گلالئی کی دھڑکنیں سر پٹ دوڑی تھیں۔۔وہ مزید سرخ پڑتی روہانسی ہوتی نظریں جھکا چکی تھی۔۔احان شاہ نے ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے ماتھے کو پیار سے چوما تھا۔اسکے بالوں کو کھلا چھوڑے وہ اسکے کان میں چھوٹے سے ڈائمنڈ کے ٹاپس پہنا رہا تھا۔۔

دیکھو اچھے ہیں نا؟؟احان شاہ اسکی متوجہ اپنے نئے لائے گئے ٹاپس کی طرف کروا رہا تھا جنہیں وہ آج ہی اسکے لئے خرید کے لایا تھا۔۔گلالئی نے بے ساختہ شیشے کی طرف نظریں اٹھاتے ہوئے اپنا اور احان شاہ کا عکس دیکھا تھا، اپنے کانوں میں خوبصورتی سے چمکتے ہوئے ٹاپس کو دیکھتے اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

م۔میرے۔۔۔لئے۔۔لائے۔۔ہیں۔۔آپ۔۔۔اپنے۔۔۔پیسوں۔۔سے؟؟وہ ایموشنل ہوتی پھر سے سوں سوں کرتی ہوئی بے حد معصومیت سے بولی تھی۔۔

ارے نہیں میں تو ادھار لایا تھا صرف تمہیں دیکھانے کے لئے۔۔۔اتنے پیسے تھوڑی خرچ کر سکتا ہوں میں؟؟احان شاہ اسکی پنچ پہ دانت کچکچاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

کیا مطلب یہ آپ دکان والے کو واپس کر دیں گے؟؟گلالئی کو کچھ غصہ آیا، اسکا شوہر پہلی دفعہ اسکے لئے کوئی تحفہ لایا تھا اور وہ بھی ادھار؟؟

پہلے تو تم یہ ڈیسائیڈ کر لو تمہیں میرے پیسوں کی فکر ہے یا اپنے تحفے کی، باقی کی بات بعد میں دیکھی جائے گی۔۔۔احان شاہ اپنا سر اسکے سر کے ساتھ ہولے سے ٹکرا کے بولتا ہوا الماری سے اپنی گرے اجرک نکال رہا تھا۔۔اس تک آتے ہوئے وہ اب اسکے وجود پہ اور سر پہ اپنی اجرک اوڑھا رہا تھا۔۔گلالئی جو اپنے تحفے اور احان شاہ کے پیسوں میں سے

ایک چیز ڈیسائیڈ کر رہی تھی، اسے خود پہ چادر دیتے دیکھ کے وہ نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ احان شاہ کو اپنا اور اسکا عکس اس وقت شیشے میں اتنا پیارا لگا کہ وہ بے ساختہ اپنا آئی فون نکالتے ہوئے اس کی اور اپنی مرر سیلفی لے گیا۔۔ احان شاہ اب ایک دم سے اسے کرسی سے اٹھا کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے خود کے نزدیک کرتا اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا ہوا مزید ایک سیلفی لے چکا تھا، گلائی قطعی نہیں جانتی تھی وہ سیلفی لے رہا ہے وہ تو حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو کب سے یونہی بار بار اسکے لبوں کے ساتھ لپٹ رہا تھا۔۔ اسکے لبوں پہ شدت بھرا بوسا دیتے ہوئے احان شاہ نے اسے شرارت سے یہ دونوں تصاویر دیکھائی تھیں جو اس نے ابھی ابھی لیں تھیں۔۔

استغفار!! یہ تصاویر آپ نے کس طرح سے لیں شاہ سائیں؟؟ وہ منہ کھولتے ہوئے ہکا بکا سی پوچھ رہی تھی۔۔

ہے تاکہ تم ہماری پرسنل تصاویر چوری کر کے انہیں چھپا نہ دو۔۔ احان شاہ اسے ستاتا ہوا (trick) یہ میری ٹرک اپنی خوبصورت پٹھانی کے نین و نقش اپنی آنکھوں سے چوم رہا تھا، جب کہ اسکے منہ سے استغفار سنتا وہ خود پر سے قابو کھوتے ہوئے ایک بار پھر سے اسکے یاقوتی کٹاو دار لب چوم گیا۔۔ گلائی اسکی بات پہ تضاد اسکی جسارت پہ پھر سے کسی بچے کی طرح اسکے سینے میں گھس چکی تھی، وہ جب سے آیا تھا اسے یونہی شرمانے پہ مجبور کر رہا تھا، گلائی کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی اس نے شیشے کے اندر سے اسکی اور اپنی تصویر کس طرح سے لی تھی، وہ اپنے ننھے سے دماغ سے کب سے یہی سمجھنے کی کوششوں میں ہلکان ہو رہی تھی۔ احان شاہ اسکے تاثرات سے ہی اسکی پریشانی کی وجہ جانتا اپنی ہنسی بمشکل دبا رہا تھا۔۔

اپنا چہرہ ڈھکو۔۔۔ ہم چل رہے ہیں۔۔۔ احان شاہ نے ایک نظر وقت دیکھتے ہوئے اسے جلدی سے حکم دیا تھا۔۔ کیونکہ وہ کافی وقت سے بھوکی تھی لیکن اسے تو جیسے اپنے بھوکے ہونے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا شاید اسے بھوکا رہ رہ کے پریکٹس ہو چکی تھی وہ پہلے بھی کھانے میں یونہی ناغے کرتی ہو گی، احان شاہ نے اندازہ لگاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے کہے کے مطابق کچھ ہی سیکنڈز میں اپنا چہرہ ڈھک چکی تھی۔

میں نہیں چاہتا میری خوبصورت پٹھانی کو میرے علاوہ کوئی دیکھے۔۔۔ احان شاہ پوزیسیو انداز میں بولتا اسے بازو کے گھیرے میں لئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا، گلائی اسکی بات پہ پھر سے گلابیاں بکھیرتی اپنی نظریں

جھکائے جھجک کے اسکے حصار میں چل رہی تھی، اسے شاہ بی بی سے ڈر و خوف محسوس ہو رہا تھا لیکن صد شکر اس وقت سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔۔ گلالئ اب کچھ ریلکس ہوتی گہری سانس بھر رہی تھی۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ پورچ میں تھے، احان شاہ نے اسے گاڑی کی فرنٹ پیسنجر سیٹ پہ بٹھاتے ہوئے اپنی گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا، ارزم شاہ جو ابھی اسی وقت حویلی میں داخل ہوا تھا احان شاہ کو اپنی بیوی کے لئے دروازہ بند کرتے دیکھ کے وہ داد دینے والے انداز میں آئیبرو اچکاتا ہوا اپنی گاڑی سے نکلا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا یہ اسی کے لالہ ہیں۔۔

میری پہلی محبت ہے

میری پہلی یہ چاہت ہے

اسکے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آنے پہ ارزم شاہ تیزی سے اسکی طرف بڑھتا اپنے ہاتھ سے احان شاہ کی طرف سر سے پیر تک اشارہ کرتا افسوس سے سر ہلائے اپنی خوبصورت آواز میں گنگنا رہا تھا، اسے نوٹنکیاں کرتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنا آئیبرو اچکایا تھا۔۔

میری اتنی سی حسرت ہے

گلے لگ جانہ جا

ارزم شاہ یہ دوبول بولتا اچانک سے اسکے گلے لگا تھا، احان شاہ نے اس اچانک افتاد پہ اسے گھور کے دیکھا تھا جس کی بغیرتی ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔۔

تیری بانہوں میں راحت ہے

تیری زلفوں میں جنت ہے

ارزم شاہ اسکے بھورے بالوں میں اپنا چہرہ چھپاتا بے حد رومانٹک اور گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا، احان شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں میں دباتے ہوئے اسے خود سے دور دھکیلا تھا۔۔

میری اتنی سی حسرت ہے

گلے لگ جانہ جا

ارزم شاہ پھر سے یہ بول بولتا ہوا اسکے ساتھ لپٹا تھا۔ احان شاہ جانتا تھا وہ اسے چڑا رہا ہے۔۔

خیریت ہے؟؟ کون سا سستا نشہ کر کے آیا ہے؟ احان شاہ دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔

نشہ تو نہیں کیا تھا لیکن آپ کو دیکھتے ہی ایک الگ قسم کی مدہوشی میرے سر پہ سوا ہوتی ہے جاناں!! میں بڑا ہو کے آپ سے بھی بڑا زن مرید بنوں گا!! انشاءاللہ!! ہاہاہا۔۔ ارزم شاہ جس نے پہلا جملہ اتنی تمیز سے رومانٹک انداز میں بولا تھا وہ آخری جملہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا تیزی سے اندر کی طرف بھاگا تھا، کوئی بعید نہیں تھی وہ اسے یہی پہ دھنکنا شروع کر دے۔۔

کمینے!! بلڈی باسٹرڈ۔۔۔ احان شاہ چڑتے ہوئے اسے گالیاں بک رہا تھا جو دو منٹ میں اسکے ساتھ پیار جتا کے اسے آگ لگا کے یہ جا وہ جا ہوا تھا۔۔

میرال شاہ اس وقت اپنا دھیان بٹانے کے لئے بار آ چکی تھی جہاں وہ پہلے بھی اپنی دوستوں کے ساتھ آتی جاتی رہتی تھی۔۔ اسکی کافی دوستیں مختلف لڑکوں کی بانہوں میں بانہیں ڈالیں ڈانس کر رہی تھیں، لیکن وہ کافی لڑکوں کی آفر ریجکٹ کرتی ہوئی سافٹ ڈرنک اپنے لبوں سے لگائے اپنے ساتھ بیٹھی کچھ دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف اپنی اداسی ختم کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی جو کہ اسے ایک ناممکن کام لگ رہا تھا، وہ نا جانے کس سوچ میں مصروف تھی جب غلطی سے سافٹ ڈرنک کا گلاس اسکے ہاتھ سے پھسلتا ہوا اسکے لباس پہ گرا تھا، اسکی سرخ ٹاپ جو بمشکل اسکے پیٹ کو ڈھانپ رہی تھی وہ سافٹ ڈرنک سے اچھی خاصی گندی ہو چکی تھی اور اس پہ تضاد سافٹ ڈرنک اسکی تھائی اور گھٹنے پہ گرتے اسکی سفید پینٹ بھی اچھی خاصی داغدار کر چکی تھی۔۔

اوشٹ مین۔۔۔۔ میرال شاہ اپنے داغدار کپڑوں کو دیکھ کے تیزی سے اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی افسوس سے غرائی تھی، اسکی دوستوں نے اسے کول کرنے کی کوشش کی تھی جو اپنی غلطی پہ خود ہی غصے سے سرخ ہو چکی تھی، اسے غصہ کافی جلدی آتا تھا، ابھی بھی اپنے نئے برینڈڈ لباس کا حشر دیکھتے ہوئے وہ غصے سے پاگل ہوتی واشروم سائیڈ پہ بڑھی تھی۔۔

اس سالے کا نام بتاؤ جس نے تمہیں یہ سب کرنے پہ مجبور کا تھا؟؟ میجر خان اس کی گردن دبوچ کے اس کا سر اپنی پوری قوت سے زمین پہ مارتا غرایا تھا لیکن وہ شخص اسے اپنے باس کا نام بتانے کی بجائے طریقے سے اپنے گلے میں دھاگے سے بندھی ذہر کی ڈبی نکال کے منہ کو لگا چکا تھا، یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا۔۔

تم اتنی آسانی سے نہیں مر سکتے!! میں تمہاری لاش کا برا حال کر دوں گا۔ آنکھیں کھولو اپنی ڈیم اٹ۔۔۔ اسکی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے میجر خان اپنی پوری قوت سے غرایا تھا، اسے کتنی مشکل سے باس کا کوئی خاص بندہ ملا تھا لیکن وہ اسکے ہاتھوں میں اپنی جان دے چکا تھا، میجر خان کا بس نہیں تھا وہ خود کو کچھ کر ڈالے۔۔ وہ ابھی اسکی لاش پہ اپنے مکے ٹھڈے برساتا اس پہ اپنی سلنسر لگی گن سے فائر کر رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔

یس میجر خان سپیکنگ!!!۔۔۔ میجر خان اپنی غصیلی آواز کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اتنا سا جملہ بول کے ابھی مڑا ہی تھا جب اپنے سامنے ریڈ ٹاپ اور وائٹ پینٹ میں ملبوس لڑکی کو شاکڈ صورتحال میں کھڑا دیکھتے ہوئے وہ سٹل ہوا تھا، وہ لڑکی وہاں سے بھاگنے ہی والی تھی جب میجر خان نے اپنا فون بند کرتے ہوئے تیزی سے اسکا بازو دبوچتے ہوئے اسے واشروم کے دروازے کے ساتھ لگایا تھا، اس لڑکی کا سفید پڑتا چہرہ یہ راز عیاں کر رہا تھا کہ وہ یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہے۔۔

چھ۔ چھوڑو۔۔ مجھے۔۔۔ وہ میر ال شاہ جو بڑے بڑوں کی بولی بند کروا دیتی تھی، اس وحشی انسان کی سخت گرفت اپنے بازوؤں پہ محسوس کرتی وہ لڑکھڑاتی زبان سے بولی تھی۔۔

کتنا کچھ دیکھ چکی ہو تم یہاں پہ؟؟ اور کب سے کھڑی تھی تم یہاں؟؟ میجر خان اسکی بھوری آنکھوں میں جھکا نکتا اپنی پوری قوت سے اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔۔ وہ جلدی میں واشروم کو لاک لگانا بھول چکا تھا، غلطی اسکی اپنی تھی لیکن ناجانے اسے غصہ سامنے کھڑی صنف نازک پہ کیوں آ رہا تھا۔۔

ت۔ تم۔۔۔ فوجیوں۔۔ کا۔۔ نام۔۔۔ استعمال۔۔۔ کر۔۔۔ کے۔۔۔ یہاں۔۔۔ بندے۔۔۔ مارتے۔۔۔ پھر۔۔۔ ر ہے۔۔۔ ہو؟؟ ایک تو۔۔۔ چوری۔۔۔ اور۔۔۔ اوپر۔۔۔ سے۔۔۔ سینہ زوری۔۔۔ چھوڑو۔۔ مجھے۔۔۔ میں ۔۔۔ یہاں۔۔۔ سب۔۔۔ کو۔۔۔ تمہاری۔۔۔ کرتوت۔۔۔ بتاؤں۔۔۔ گی۔۔ میر ال شاہ اسکے ہاتھ میں کبھی گن کو تو کبھی میجر خان کے خوبصورت چہرے کو دیکھتی بظاہر تو ہمت کر کے بول رہی تھی لیکن اندر سے اسکا دل لرز رہا تھا،

اگر اس نقلی میجر نے اسے بھی گولی سے اڑا دیا تو پھر؟؟ وہ اسکا کچھ دیر پہلے فون پہ اپنا تعارف کروانا سن چکی تھی لیکن اسے اس کے تعارف پہ ذرا برابر یقین نہیں آیا تھا، وہ کہاں سے میجر لگ رہا تھا؟ میجر تو کوئی فوجی ہی ہو سکتا تھا اور فوجی تو آرمی یونیفارم پہنتے تھے لیکن وہ اس وقت کسی فوجی کی بجائے مافیہ کا بندہ لگ رہا تھا، وہ اس وقت بلیک پینٹ کے ساتھ بلیک شرٹ اور اوپر ہی بلیک ہی جیکٹ پہنے پیروں میں بلیک بھاری بوٹ جبکہ سر پہ بلیک پی کیپ پہنے اپنی آنکھوں تک کئے ہوئے تھا۔۔ اسے دیکھتے ہوئے میر ال شاہ کا دل خوف سے لرز رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ اس قتل کو دیکھنے کے جرم میں اسکی آنکھیں نکال دے گا یا اسے زندہ دفن کر دے گا جیسے اس نے معافیہ موویز میں دیکھا تھا۔ اسکی بات سنتے ہوئے میجر خان کا دماغ بھک سے اڑا تھا، اسے کیا ضرورت تھی فوجیوں کا جھوٹا نام استعمال کرنے کی؟؟ اگر تم نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نکالا تو جان کے لوں گا میں تمہاری۔۔۔ میجر خان اسکی دھمکی پہ اسکا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں دبوچتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑا تھا، میر ال شاہ نے اپنا سارا ڈر و خوف دور کرتے ہوئے شدید غصے سے اسکے سفید ہاتھ پہ اپنے تیز دانت گاڑے تھے، وہ آخر کب تک اسکی غنڈہ گردی پہ اپنا غصہ برداشت کر سکتی تھی۔۔ اووچ۔۔۔ میجر خان اپنے ہاتھ سے اسکا جبڑا آزاد کرتا تحیر سے کرایا تھا، اسے اس لڑکی سے ایسی حرکت کی امید نہیں تھی۔

بیٹا جب اتنی سی تھی نا میں!! تب میں نے ایک دن میں ساٹھ قتل کیے تھے (چونٹیوں کے) ۔۔ تو تم کیا سمجھے میں تم جیسے نقلی میجر سے ڈر جاؤں گی؟؟ میر ال شاہ اپنے ہاتھوں اپنے گھٹنوں سے نیچے کی طرف اشارہ کر کے اسے اپنے چھوٹے ہونے کا سائز بتاتی ایٹیٹوڈ سے دھاڑی تھی، میجر خان تو اس کی بھڑکیں سنتا ہوا آئیبرو اچکاتے ہوئے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھ رہا تھا، اتنے بندے تو میجر خان نے اپنی پوری اٹھائیس سالہ زندگی میں بمشکل مارے ہوں جتنی یہ لڑکی ہوائیں چھوڑ رہی تھی، وہ جیسے اسکے تاثرات سے ہی اسے اندر تک پرکھ چکا تھا۔ اسکے منہ سے خود کے لئے نقلی میجر سنتے ہوئے میجر خان نے اپنے عنابی لب بھینچتے ہوئے اسے غصے سے گھورا تھا۔

جب اتنا سا تھا نا میں تب سے فوج میں بھرتی ہو چکا تھا، اسی لئے اب اگر جو تم نے کچھ اول فول بکا تو یہی گولی تمہارے دماغ میں مار دوں گا اور جانتی تو ہو فوجی غصے کے کتنے پاگل ہوتے ہیں؟؟ میجر خان اسکے دماغ پہ اپنی بندوق کی نال رکھتا اسی کے انداز میں بولا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ہٹاؤ اسے۔۔۔بابا!!! بابا جان!! ڈیڈ۔۔۔۔اسکی گن اپنے ماتھے پہ دیکھتی میر ال شاہ اپنی بھوری آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اپنے باپ کو آوازیں لگا رہی تھی جن کا یہاں نام و نشان نہیں تھا، اسکے یوں باپ کو آوازیں لگانے پہ میجر خان استہزایا انداز میں مسکرایا تھا۔۔

آآاا۔۔۔پاپا کی پری از ہئیر؟؟۔۔۔میجر خان اسکی ڈیڈ ڈیڈ کی گردان سنتا استہزایا انداز میں ہنستے ہوئے بولا تھا جس پہ میر ال شاہ نے اسے زہر اگلتی نگاہوں سے دیکھا تھا لیکن آنکھوں میں ہنوز آنسو تھے۔۔

م۔میرے۔۔ماموں۔۔۔سیاست۔۔۔میں۔۔۔ہیں۔۔۔وہ۔۔۔تمہیں۔۔۔

چھوڑیں۔۔۔۔گے۔۔۔نہیں۔۔۔اگر۔۔۔تم۔۔۔نے

۔۔۔مجھے۔۔۔ایک۔۔۔کھروچ۔۔۔بھی۔۔۔دی۔۔۔تو۔۔۔میر ال شاہ اپنی انگلی اٹھا کے اسے بچوں کی طرح دھمکی دے رہی تھی، اسکے بچوں کی طرح ہونٹ لٹکانے پہ میجر خان کی نظروں کا مرکز اسکے خوبصورت بھرے بھرے ہونٹ بنے تھے جو اس وقت سرخ لپ اسٹک میں رنگے ہوئے تھے، میجر خان اگلے ہی پل اپنی نظروں پہ قابو پاتا ہوا اس سے دور ہوا تھا۔۔

ایک ڈیل کرتے ہیں!! نا تم یہ سب باہر جا کے کسی کو بتاؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں کوئی کھروچ دوں گا!! پرامس کر کے ڈیل ڈن کرو۔۔۔۔میجر خان اپنی پی کیپ ٹھیک کرتا اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے اب اپنے ہاتھ میں پہنا بلیک گلوز ٹھیک کرتے ہوئے اسے اپنی ڈیل بتا رہا تھا، اس لڑکی کی بیہودہ ویسٹرن ڈریسنگ اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی، اسکی ڈیل میر ال شاہ کو قابلِ قبول لگی تھی، اسکی بلا سے پوری دنیا مر کھپ جائے، صرف میر ال شاہ پہ کوئی آنچ نہیں آنی چاہیے۔۔اس نے اس میجر کی طرف دیکھتے ہوئے الگ کے سوچا تھا۔۔

اوکے۔۔نقلی میجر ڈیل ڈن۔۔۔۔میر ال شاہ اپنی تیکھی ناک چڑھا کے اپنے باب کٹ بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتی ہوئی بولی تھی، آنسو پل میں غائب ہوئے تھے۔۔اسکے منہ سے خود کے لئے نقلی میجر کا لفظ سن کے وہ ایک بار پھر غصے سے پاگل ہوا تھا لیکن اس بار وہ اپنا غصہ دبا گیا، کیونکہ اسے ابھی اور بھی بہت سے کام تھے جس کے لئے اسکا یہاں سے نکلنا ضروری تھا۔۔

پرامس؟؟ میجر خان نے آئیبرو اچکاتے ہوئے وعدے پہ زور دیا تھا۔۔

پرامس(پاگل جنگلی پٹھان)!! میرال شاہ دانت پیس کے بولی تھی وہ اسکے پٹھانی ایسنٹ اور اسکے سرخ وسفید نقوش سے پہچان چکی تھی یہ پٹھان ہے لیکن اسے سرعام پاگل جنگلی پٹھان بول کے وہ اسکی گن سے اپنا قتل ہرگز نہیں کروانا چاہتی تھی۔۔

اوکے میک اپ کی دکان۔۔۔ناؤیو کین گو(اب تم جاسکتی ہو)!! میجر خان بے حد ضبط سے بولا تھا،اسکے منہ سے خود کے لئے میک اپ کی دکان سنتے ہوئے میرال شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں،وہ ابھی اسے اچھی خاصی سنانے ہی والی تھی جب میجر خان نے اسکا بازو پکڑ کے اسے واشروم سے باہر کی طرف ہوکے سے دھکا دیتے دروازہ زور سے بند کیا تھا،میرال شاہ منہ کھولے واشروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی،یہ سنکی نقلی میجر اسکی سمجھ سے باہر تھی،یہ ہی واشروم کا مین دروازہ تھا جو وہ لاک کر چکا تھا،اب وہ کہاں جا کے اپنا داغدار لباس واش کرے؟؟

میجر خان نے تیزی سے اس بندے کی لاش واشروم میں چھپاتے ہوئے وہاں سے اپنا ہر ثبوت مٹایا تھا،اور پھر وہ جس طرح سے یہاں داخل ہوا بالکل اسی طرح سے شان سے چلتا واشروم کے بیک ڈور سے تیزی سے نکل چکا تھا،اسکا رخ اب بار سے باہر کی طرف تھا کیونکہ بار میں آج کے لئے جتنا کام تھا،وہ کر چکا تھا،اس مشن میں میجر خان کے ساتھ کوئی دوسرا بندہ انوالو نہیں تھا۔۔

احان شاہ اسے لئے اسلامباد کے مشہور ریسٹورنٹ میں آیا تھا جسے دیکھتے ہی گلالئ کی آنکھوں تحیر سے پھیلی تھیں اس نے اتنا خوبصورت ریستوران اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا،وہ لوگوں سے گھبراتی ہوئی اسکا ہاتھ زور سے تھام چکی تھی،احان شاہ نے اسکے یوں ہاتھ تھامنے پہ اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیا تھا،وہ اسے لئے ایک کونے والے ٹیبل پہ آیا تھا،ہوٹل مینجر نے اسے کینڈل لائٹ ڈنر کرنے کے لئے ایک رومانٹک سا ٹیبل دیکھایا تھا جو ہوٹل کے بالکل درمیان میں تھا لیکن احان شاہ اسے رد کرتے ہوئے اپنی بیوی کو لے کے کونے میں بیٹھا تھا تاکہ کسی کی نظر اس کی بیوی پہ نہ پڑ سکے اور وہ سکون سے کھانا بھی کھا سکے،اگر وہ درمیان والا ٹیبل بک کر لیتا تو اسکی بیوی بہت سے لوگوں کی نظروں کا مرکز بن سکتی تھی،گلالئ تمام لوگوں سے پیٹھ کئے بیٹھی ہوئی تھی،احان شاہ ایک ہی دفعہ کھانا آرڈر کر چکا تھا،ویٹر کے کھانا لانے کے بعد اس نے اسے سختی سے منع کیا تھا،وہ جب تک اسے نہیں بلائے گا وہ یہاں نہیں آئے وہ کچھ دیر کے

لئے پرائیویسی چاہتا ہے جس پہ ویٹر تو بنا جھجکے جا چکا تھا لیکن گلالئ اسکی بات پہ اچھی خاصی سرخ پڑی تھی۔۔ احان شاہ نے سارا کھانا خود ہی آرڈر کیا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی بیوی کے لئے یہ جان جوکھوں کا کام تھا۔۔

کھاؤ نا!!۔۔۔ اسے کھانے کو صرف دیکھتے ہوئے کانٹے اور بھری سے کباب کھاتا احان شاہ چونک کے بولا تھا، وہ صرف معصومیت سے کبھی کھانے کو تو کبھی احان شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔

ک۔۔ کیسے ؟؟ گلالئ نے معصومیت سے سوال کیا تھا کیونکہ سامنے پڑی ہر ڈش ہی تقریباً چھری اور کانٹے سے کھائی جانی تھی اور اسے تو چھری اور کانٹا ایک ساتھ پکڑ کے کھانا ہی نہیں آتا تھا تو وہ بلا کیسے کھائے ؟؟

بے بی پبلک پلیس میں ایسی باتیں نہیں کرو ورنہ تمہارے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھ کے بتاؤ گا کہ کیسے کھاتے ہیں۔۔۔ احان شاہ اسکے نزدیک ہوتے ہوئے اسکے کان میں بے باکی سے بولا تھا، گلالئ نے روہانسے ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا جو ہر وقت اپنی بے باک باتوں سے اسے سرخ کرتا رہتا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ قوس قزح کے ان خوبصورت رنگوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بمشکل اپنے لبوں کو کنٹرول کیا تھا۔۔

م۔ میں۔ میرا۔۔ مط۔ مطلب۔۔۔ ہے۔۔۔ می۔۔ میں۔۔ کیسے۔۔۔ کھاؤ۔۔ مجھے۔۔۔ تو۔۔ یہ۔۔۔ چھری۔۔ اور۔۔۔ کانٹے۔۔۔ جیسی۔۔ بلا۔۔ ایک۔۔۔ ساتھ۔۔ پکڑ۔۔۔ کے۔۔۔ یوں۔۔۔ کھانا۔۔۔ نہیں۔۔ آتا۔۔۔ جیسے۔۔۔ آپ۔۔۔ کھائے۔۔۔ جا۔۔۔ رہے۔۔۔ وہ مدھم آواز میں معصومیت سے آنسو بہاتے بول رہی تھی، اسکی بات پہ احان شاہ کا کھانا کھاتا ہاتھ رکا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اپنی بیوی کی بات پہ قہقہ لگائے یا اسے بانہوں میں بھر کے اسکے خوبصورت لب چوم ڈالے جنہیں وہ بار بار مڑوڑتے ہوئے کیوٹ طریقے سے بولتی تھی۔۔ میرا ڈکیٹ بچہ یہ سب مجھے روئے بغیر بھی بتا سکتا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتے ہوئے اسے پیار سے ڈپٹا تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رونے کی تیاری پکڑ لیتی تھی۔

مجھے۔۔ بھوک۔۔ لگ۔۔۔ رہی۔۔۔ ہے۔۔۔ میں۔۔ کیسے۔۔۔۔ ابھی گلالئ مزید منمناتی جب احان شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا کانٹا اسکے لبوں کے پاس کرتے اسے کھانا کا اشارہ کیا تھا، گلالئ سرخ پڑتی یہاں وہاں دیکھ کے تسلی کرتی اسکے ہاتھ سے نوالہ کے چکی تھی، صد شکر آس پاس کوئی نہیں تھا۔۔

مجھے یہ کھانا ہے لیکن یہ تو اتنا بڑا ہے میرے منہ میں کیسے آئے گا؟؟ گلالئ زنگر برگر کی طرف اشارہ کرتی بے حد معصومیت سے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں ٹپٹپا کے بولی تھی، وہ اسے بتا رہی تھی اسے کباب نہیں بلکہ برگر کھانے میں انٹرسٹ ہے۔۔ احان شاہ اسکی بات پہ اب کی بار اپنی ہنسی روک نہیں پایا تھا وہ جھک کے اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتا کھکھلا کے ہنسا تھا۔۔ گلالئ ایک بار پھر سے اسکی خوبصورت ہنسی کی طرف متوجہ ہوئی تھی لیکن پھر اسے لگا وہ اسکا مذاق اڑا رہا ہے اسی لئے وہ منہ بنا کے بیٹھ گئی۔۔

ارے ے ے۔۔ اچھا سوری۔۔۔ ادھر دیکھو۔۔ احان شاہ اپنی ہنسی کو بریک لگاتا پیار سے اسکا چہرہ ٹھوری سے پکڑ کے اسکا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا تھا، گلالئ نے ناک چڑھا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔ احان شاہ نے برگر کے چھری سے چار پیس کرتے ہوئے پلیٹ اسکے سامنے رکھی تھی۔۔ ایک پیس اسکے ہاتھ میں پکڑاتے وہ دوسرا پیس اپنے ہاتھ میں پکڑتا اسے کھانے کا اشارہ کر رہا تھا، گلالئ اب جیسے کچھ ریلکس ہوئی تھی وہ اسی کی طرح برگر کا ایک پیس پکڑ کے اپنے لبوں کے قریب لا چکی تھی لیکن ابھی بھی برگر کا پیس گلالئ کے چھوٹے سے منہ سے بہت بڑا تھا، وہ پھر سے سوں سوں کرتی یہ پیس پلیٹ میں پٹک چکی تھی، اب اسے حقیقتاً رونا آ رہا تھا، ان سب مزیدار چیزوں کو دیکھتے ہوئے اسے اتنی بھوک لگ رہی تھی لیکن اسے کھانا کچھ نہیں آ رہا تھا۔۔

ہیے بے بی!! ششش۔۔۔ اسے سوں سوں کرتے دیکھ کے احان شاہ نے پریشانی سے اسکے آنسو صاف کرتے اوپر کی طرف کوئی کیمرہ تلاش کرنا چاہا تھا لیکن یہاں اس ٹیبل کے ارد گرد کوئی بھی کیمرہ نہیں تھا، احان شاہ نے گلالئ کا چہرہ اسکی چادر سے ڈھکتے ہوئے ویٹر کو بلایا تھا، ویٹر کو بلوا کے اس نے اپنے چاروں اوڑھ کرٹن سٹینڈ لگوائے تھے، کچھ ہی منٹوں میں اس کا ٹیبل ارد گرد سے بالکل چھپ چکا تھا، ویٹر جا چکا تھا، اور احان شاہ نے اپنی بیوی کے وجود سے یہ گرے شال سرکاتے ہوئے اسے خود کے بے حد قریب کرتے اپنے چوڑے چٹانی سینے میں بینچھا تھا، گلالئ رونا بھول کے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی, جو چند منٹوں میں ماحول اور صورتحال بدل چکا تھا۔۔

یہ دیکھو کپلز ایسے کھاتے ہیں۔۔۔ احان شاہ اسے خود کی طرف متوجہ کر کے آئیبرو آچکا کے بولتا برگر کی بائٹ لے چکا تھا اور گلالئ جو اسکے لبوں کی طرف متوجہ ہوتی اسے پھر سے برگر کھاتی دیکھ رہی تھی وہ اگلے ہی پل بری طرح سے بھوکلائی تھی کیونکہ احان شاہ تیزی سے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتا اب اسے اپنے طریقے سے برگر کھلا رہا تھا، اگر

اسکی بیوی برگر ہی کھانا چاہتی تھی تو وہ اسے اپنے طریقے سے کھلا رہا تھا بنا رلائے۔۔۔ گلالئی نے جھینپتے ہوئے اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن جب تک اس نے اسے اپنے طریقے سے پورا برگر نہیں کھلایا تھا وہ پیچھے نہیں ہٹا تھا، گلالئی تو اس وقت کو پچھتا رہی تھی جب اس نے اس سے برگر کھانے کی فرمائش کی تھی، اسے برگر کھلانے کے چکروں میں وہ اپنی بے تابی کی وجہ سے اسکے ہونٹوں کا برا حشر کر چکا تھا، وہ اسے سانس لینے کا موقع دیئے بغیر اسے برگر کھلاتا جا رہا تھا جس پہ گلالئی روہانسی ہو کے اپنے سر پھرے سید زادے کو دیکھ کے رہ گئی۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 28

فجر ہو چکی تھی لیکن وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی۔۔ کب سے سیگریٹ پھونکتا ہوا کاظم شاہ ایک نظر گھڑی کو دیکھ کے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا، بیڈ سے کھڑے ہوتے ہی اسے کمزوری سی محسوس ہوئی تھی، وہ سخت بخار میں پھنک رہا تھا لیکن وہ بے حس بنا اس بخار کو اگنور کرتا ہوا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا، ٹھنڈے پانی سے شاور لئے وہ بیلو ٹریک سوٹ میں ملبوس ڈریسنگ مرر کے سامنے جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔ اپنے بالوں میں برش کرتا وہ سنجیدگی سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا، اسے ہویلی میں سکون نہیں مل رہا تھا، اسی لئے وہ سکون کی تلاش میں سڑکوں پہ خوار ہونے کے لئے نکل پڑا تھا۔۔

شش پلیز ڈونٹ کرائے۔۔۔ کیا آپ کی لو میرج تھی؟۔۔۔ مرحا شاہ فکرمندی سے نرم لہجے میں استفسار کر رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنی کسی پیشنٹ کے روم میں کھڑی اسے چیک کر رہی تھی جو پچھلے پورے ہفتے سے صدمے میں تھی اور آج اس نے بولنا شروع کی تھا، وہ کوئی بتیس سالہ خاتون تھی جو آنکھیں کھولتے ہی چیختی چلاتی اپنے شوہر کو پکار رہی تھی، نرس نے جلدی سے مرحا شاہ کو انفارم کیا تو مرحا جو زوریز شاہ کے ساتھ چھوٹی موٹی باتیں کرتی اپنے کیبن کی طرف بڑھ رہی تھی، نرس کی ہربراتی آواز پہ وہ زوریز شاہ کو ایمرجنسی کا بتاتی ہوئی جلدی سے وہاں سے نکلی تھی، مرحا شاہ نے آتے ہی کافی مشکل سے اس پیشنٹ کو ریلکس کیا تھا، زوریز شاہ اسکی مجبوری سمجھتا ہوا سر کو خم دیتا اس کے کیبن

کی طرف بڑھ چکا تھا، اسے آج صبح کے وقت کوئی خاص کام نہیں تھا تو اس نے سوچا کیوں نہ تھوڑا وقت ہاسپٹل میں اپنی منکوحہ کے ساتھ گزارا جاسکے لیکن وقت نے شاید اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔۔

ہمم۔۔۔ وہ فوجی تھے اور مجھے بچپن سے ہی فوجی بہت پسند تھے، وہ ایک بار یوں ہی ہمارے علاقے میں کوئی ہیڈ کوارٹر تعمیر کروانے کی غرض سے اپنے چیف کے ساتھ آئے تھے، میں اپنی یونی سے گھر جارہی تھی جب راستے میں انہیں اپنی گاڑی سے تیزی سے اترتے ہوئے دیکھا، ناجانے کیوں میں اس وقت سٹل ہو گئی میں نے اپنے ڈرائیور سے گاڑی رکوالی، میں ان کو تب تک دیکھتی رہی جب تک وہ وہ وہاں کھڑے ہر چیز کا جائزہ لیتے اپنے ساتھیوں سے باتوں میں مشغول رہے۔۔ پھر یوں ان کا وہاں باقاعدگی سے آنا جانا چلتا رہا، کچھ ہی دنوں میں ہماری بات شروع ہو گئی، میں نے انہیں اپنی پسند کا بتایا تو وہ کچھ پل تو مجھے دیکھتے رہے پھر انہوں نے خاموشی سے بولا "تم اب کبھی بھی مجھے یوں بیچ راہ میں رک نہیں دیکھو گی" ان کے اس جملے نے جیسے میری روح کھینچ لی تھی، میرے پورے وجود سے جان نکل گئی تھی، لیکن ان کے اگلے الفاظ نے مجھے جیسے نئی زندگی بخشی تھی۔۔ وہ خاتون نم آنکھوں سے بولتی مرحاشاہ کو اپنی کہانی سنا رہی تھی اور وہ کافی انہماک سے سن رہی تھی۔

انہوں نے بولا" ہمیشہ تم مجھے دیکھتی ہو اس بار میری باری، رشتہ میں کے کے آؤں گا تم صرف ہاں کر دینا" وہ خاتون نم آنکھوں سے مسکرائی۔۔

ہماری شادی ہو گئی۔۔ لیکن دو سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی، میرے شوہر نے آج تک مجھ سے اولاد کا شکوہ نہ کیا۔۔ ہمیشہ مجھے کسی پھول کی طرح رکھا۔۔ ایک دن وہ چھٹیوں پہ آئے تھے کہ انہیں اپنے کسی مشن کے لئے فون آ گیا۔۔ میرا دل گھبرانے لگا میں روتے ہوئے انہیں جانے سے روک رہی تھی لیکن وہ مجھے ریلیکس کرتے ہوئے مجھ سے جلدی ملنے کا وعدہ کرتے ہوئے چلے گئے کیونکہ وہ ایک اچھے محب وطن تھے۔ وہ خاتون اب باقاعدہ رو رہی تھی، اس خاتون کی کہانی سنتے ہوئے مرحاشاہ کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے، ناجانے کیوں مرحاشاہ کی آنکھیں خود بھی نم ہونے لگیں جیسے وہ آگے کی کہانی جان چکی ہو۔۔

پھر۔۔۔ پھر۔۔ پورا ہفتہ گزر گیا مجھے ان کا فون نہیں آیا میں انہیں فون کرتی رہی لیکن میرا فون اٹھایا نہ گیا۔۔ میں پورا دن فون کے پاس بیٹھی رہتی یہاں تک کہ میں نماز اور قرآن بھی جلدی سے مکمل کرتی تھی کہ کہیں میرے شوہر کا

فون نہ آجائے اور پھر پورے نو دنوں بعد مجھے ایک فون موصول ہوا جس نے مجھے زندہ لاش بنادیا۔۔ صرف ایک جملے نے میری زبان تالو سے چپکادی، مجھے اپنا بدن مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہوا اور جانتی ہیں وہ جملہ کیا تھا؟؟ وہ خاتون پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی اپنے لبوں سے الفاظ توڑ توڑ کے ادا کر رہی تھی، مرحاشاہ نے آنسو بہاتی ہوئے نفی میں سر ہلایا وہ کیسے جان سکتی تھی کہ وہ کیا جملہ تھا۔۔

میں بتاتی ہوں مجھے۔۔۔ مجھے۔۔۔ کہا۔۔ گیا۔۔ کہ۔۔۔ "میجر کفیل آفندی نے خود کو قربان کرتے ہوئے اپنے ملک کے لئے بہت بڑی قربانی دی ہے"۔۔۔ میں نہیں جانتی مجھے اس کے بعد کیا کیا جملے بولے گئے، صرف یہی ایک جملہ مجھے ساکت اور مفلوج کرنے کے لئے کافی تھا، یہ جملہ تھا یا کوئی پگلا ہوا سیسہ۔۔ میں آج تک نہ سمجھ پائی۔۔ وہ خاتون بری طرح سے روتی ہوئی اپنا سر نفی میں ہلا رہی تھی، مرحاشاہ نے اسے نرمی سے گلے سے لگاتے ہوئے کتنی ہی دیر ریلیکس کیا تھا، مرحاشاہ اسے اپنی عقل کے مطابق سمجھاتی ہوئی اسکے بالوں کو نرمی سے سلجھاتی نیند کا

سکون آور انجیکشن دے کے اپنے کیبن کی طرف بڑھی تھی۔۔ وہ جو کب سے اپنے آنسو روک رہی تھی نا جانے کیوں اسے اس عورت کا غم اب تک اپنے دل کو چیرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ اپنے کیبن کا دروازہ بند کرتے ہی اسکے ساتھ ٹیک لگاتی پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی، دوسروں کے کچھ غم ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اپنے سے لگتے ہیں یہی حال اس وقت مرحاشاہ کا تھا نا جانے اسے کیوں اتنا رونا آرہا تھا وہ خود انجان تھی۔۔ زوریز شاہ جو اسکی کرسی پہ بیٹھا کب سے یہاں وہاں گھومتا اپنے موبائل فون میں مصروف تھا، مرحاشاہ کو یوں روتے دیکھ کے پریشانی سے اٹھتا ہوا ایک جست میں اسکے قریب پہنچا تھا۔۔

شاہزادی!! میری جان!! کیا ہوا؟؟ زوریز شاہ نے اسکے چہرے سے اسکے ہاتھ ہٹا کے اسے جلدی سے خود کے ساتھ لگاتے ہوئے پریشانی سے استفسار کیا تھا، وہ یوں نہیں رویا کرتی تھی جیسے وہ ابھی اس وقت رو رہی تھی۔۔ وہ زوریز شاہ کو یہاں ہوتی اسکے سینے سے لپٹتے ہوئے دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی۔۔ زوریز شاہ حقیقتاً پریشان ہو رہا تھا۔۔

مرحا میری جان!! لک ایٹ کی (میری طرف دیکھو)۔۔۔ مجھے بتاؤ تو کیا ہوا ہے؟؟۔۔ کسی نے کچھ بولا ہے؟۔۔۔ کہیں چوٹ آئی ہے؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اسے اپنے سینے میں زور سے بھینچتا یوں پوچھ رہا تھا جیسے کسی بچے کو چپ کروا رہا ہو، وہ جواب دینا چاہتی تھی لیکن اس سے بولا نہیں جا رہا تھا، وہ یونہی آنسو بہاتی رہی۔۔

ہیے میری شاہزادی۔۔۔ ایسے گندے بچوں کی طرح رونا بند کرو پلیز میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔۔ زوریز شاہ اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرتا اسکے آنسو اپنی پوروں سے چن رہا تھا۔۔ اسے پریشان دیکھتے ہوئے مرحا شاہ نے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی، وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لئے وہ اپنے لبوں سے توڑ توڑ کے الفاظ ادا کرتی اسے اس خاتون کی پوری کہانی سنا رہی تھی جسے سنتے ہوئے زوریز شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ مرحا کی فوجیوں سے بدظنی بچپن سے جانتا تھا، اسے لاکھ سمجھانے بجھانے کے باوجود اسے فوجیوں سے ہمیشہ ایک الگ قسم کی چڑ رہی تھی۔۔ زوریز شاہ نے اسے کافی بار سمجھایا تھا ان سے اچھا باپ، بیٹا، اولاد اور محب وطن کوئی نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ مرحا ہی کیا جو کسی کی بات سن سمجھ لے۔۔۔

شاہزادی تم نہیں سمجھو گی! ایک اچھے اور ذمہ دار فوجی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے اپنے وطن کی محبت میں موت آئے یعنی اپنے ملک کو سکیور کرتے ہوئے وہ اپنی جان کی بازی لگا دے۔۔۔ اگر اس کے پاس ایک جان تو کیا ہزاروں جانیں بھی ہوں تو وہ اپنے ملک کے لئے قربان کرنے پہ دریغ نہ کرے۔۔ وہ ایک اچھا محب وطن، اچھا بیٹا اور شوہر تھا جاناں!! اسکی بیوی ابھی صدمے سے پاگل ہو رہی ہے جب وہ کچھ دن تک سنبھلے گی تو تم یقین مانو وہ اپنے شوہر پہ فخر کرے گی۔۔۔ زوریز شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اٹھاتا کرٹن کے پیچھے بیڈ پہ لٹا چکا تھا، اسکا ہاتھ رب کرتے ہوئے وہ اسکا ذہن مسلسل فوجیوں کے بارے میں صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھا۔۔

تم ہمیشہ جھوٹ بولتے ہو ایک فوجی صرف ایک اچھا محب وطن ہو سکتا ہے، وہ ایک اچھا باپ، شوہر اور اولاد نہیں ہو سکتا۔۔ کیا فائدہ ایسے شوہر، باپ اور بیٹے کا جو اپنی زندگی ہر وقت داؤ پہ لگا کے رکھے اور اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کو پریشان کرتا رہے، وہ ہر وقت اسی ڈر میں رہیں کہ ان کا باپ بیٹا اور شوہر مشن سے زندہ واپس آئے گا یا مردہ۔۔۔

ابھی مرحا مزید کچھ بولتی جب اسکا لفظ مردہ سنتے ہوئے زوریز شاہ نے اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ جمایا تھا۔۔

سٹاپ اٹ مرحا!! ایک فوجی جب اپنے وطن کے لئے اپنی جان قربان کرتا ہے تو اسے مردہ نہیں شہید بولا جاتا ہے، کیا تم شہیدوں کا درجہ نہیں جانتی؟؟ کیا تم نہیں جانتی شہیدوں کی روحیں اللہ سبحان وتعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں ، قبروں میں نہیں۔۔ کیا تم نے کبھی سورہ البقرہ کی آیت 154 کا ترجمہ نہیں پڑا؟؟ کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ :

اور اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے شہدہ کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے" (سورہ البقرہ آیت 154)"

کیا تم نے سورہ آل عمران کی آیت 169 کا ترجمہ نہیں پڑھا؟

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہر گز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔" (سورہ آل عمران آیت 169)"

پلیز پلیز کلئیر یور مائینز سیٹ اباوٹ پاک آرمی (برائے مہربانی پاک فوج کے لئے اپنا دماغ صاف کرو۔۔) زوریز شاہ اسکے بہتے آنسوؤں کو پیار سے صاف کرتا اسے نرمی اور بے بسی سے سمجھا رہا تھا لیکن وہ نا جانے سمجھی تھی یا اس نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی، وہ اپنی آنکھیں موند چکی تھی، بند آنکھوں سے آنسو ہنوز پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے، اسے یوں روتے دیکھ کے زوریز شاہ کا دل دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا! وہ کسی دوسرے فوجی کی بیوی کی کہانی سن کے ہی یوں رو رہی تھی تو جب۔۔۔۔ زوریز شاہ مزید سوچ نہ سکا!! اس نے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے اسکے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے شدت سے چنا تھا۔۔

مجھے۔۔ مجھے۔۔ گھٹن۔۔ محسوس۔۔۔ ہو۔۔۔ رہی۔۔ ہے۔۔۔ ریز۔۔۔ ایسے۔۔۔ لگ۔۔۔ رہا۔۔۔ ہے۔۔۔ کچھ۔۔ ۔برا۔۔۔ ہو۔۔۔ جائے۔۔ گا۔۔۔ مطلب۔۔۔ مجھے۔۔۔ کچھ۔۔۔ سمجھ۔۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔ رہا۔۔۔ میں کیوں۔۔۔ رو۔۔۔ رہی۔۔۔ ہوں۔۔۔ لیکن۔۔ مجھے۔۔۔ ابھی۔۔ مزید۔۔۔ رونا۔۔۔ ہے۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں۔۔۔ جانتی۔۔۔ کیوں۔۔

مجھے۔۔۔ تو۔۔۔ ابھی۔۔۔ ماما۔۔ کی۔۔۔ یاد۔۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔۔ رہی۔۔۔ لیکن۔۔ پھر۔۔۔ بھی۔۔ خود۔۔ ۔۔ہی۔۔۔ رونا۔۔۔ آئے۔۔۔ جا۔۔۔ رہا۔۔۔!! اسکے لب اپنے چہرے پہ محسوس کرتے ہوئے وہ اسے اپنے دل کا حال سنا رہی تھی، زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسکے لبوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لیا تھا، وہ

نرمی سے اپنی سانسیں اسکے سینے میں انڈھیلتا اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا، مرحاشاہ نے آج اپنے لبوں سے کوئی بے باک حرکت نہیں کی تھی، وہ اسکی نرم گرفت پہ اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔۔ اسے اتنا سینٹی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ کے گلے میں بار بار گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی، وہ اسکے لبوں کا جام پیتا مدہوش ہو رہا تھا لیکن وہ ابھی مدہوش نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ مدہوشی میں اس کے لبوں کو زخمی کر جایا کرتا تھا لیکن اس وقت اسے اپنی بیوی کو شانت کرنا تھا، وہ اسکے لبوں کو نرمی سے آزادی بخشتا اسے بیڈ سے اٹھا چکا تھا۔۔

ہم کچھ دیر باہر چلتے ہیں، بعد میں آ کے پیشنٹس چیک کر لینا، ویسے بھی ابھی صبح کا وقت ہے۔۔ ابھی اتنے پیشنٹ نہیں آئیں گے۔۔ اور اگر تم اپنے ہر پیشنٹ کی کہانی یوں دماغ پہ سوار کرو گی تو پاگل ہو جاؤ گی اور اپنے رونے کی وجہ سے مجھے بھی پاگل کر دو گی۔۔ زوریز شاہ اسکے سر پہ دوپٹا ٹھیک کرتا نرمی سے بول رہا تھا، وہ بنا کچھ بولے اسکے سینے پہ سر ٹکا چکی تھی، اسکے سینے سے لگتے ہی مرحاشاہ کو خود کے اندر سکون سراعت کرتا محسوس ہوتا تھا، وہ اس وقت پر سکون ہونا چاہتی تھی۔۔

سانس نہیں لینے دوں گا تمہیں اگر آج کے بعد کسی دوسرے کی سٹوری سن کے یوں روئی تو۔۔۔ زوریز شاہ اپنے سینے سے لگی مرحاشاہ کے چہرے کی طرف جھک کے اسکے لبوں پہ اپنے دانت گاڑتا زومعنی انداز میں سختی سے بولا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اپنی ناک چڑھاتے ہوئے اسکی وائٹ شرٹ کے اوپر سے اسکے سینے پہ اپنے دانت گاڑتے اپنا بدلہ اتارا تھا

۔۔

حسین ہوتے ہیں وہ لمحات

جو گزرتے ہیں تمہارے ساتھ

اسکی اس ادا پہ زوریز شاہ مدھم آواز میں بولتا اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں لے کے اسکی گردن پیچھے کی طرف کرتا شدت سے اسکی گردن پہ اپنا لمس چھوڑ رہا تھا، اسکا رومانٹک موڈ آن ہوتے دیکھ کے مرحاشاہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ مارا تھا لیکن وہ بدلے میں بے باک گستاخی کرتا اسے کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔۔

احان شاہ کو کوئی ضروری کام تھا اسی لئے وہ ایزل شاہ کو کالج تو چھوڑ چکا تھا لیکن واپسی پہ وہ ڈرائیور کے ساتھ آئی تھی، وہ ابھی ہویلی میں داخل ہی ہوئی جب نظریں سامنے لاؤنج میں بیٹھے "مظہر شاہ" کی طرف اٹھی تھیں، وہ زہرہ مام کا بانجھا تھا، وہ ہمیشہ کچھ سالوں بعد شاہ ہویلی کا چکر لگایا کرتا تھا۔۔ آج بھی وہ کافی سالوں بعد شاہ ہویلی میں آیا تھا، مظہر شاہ ایک اچھی شکل وصورت کا مالک دراز قد ستائیس سالہ نوجوان تھا، وہ زوریز شاہ کا ہم عمر تھا وہ الگ بات تھی زوریز شاہ اسے منہ نہیں لگاتا تھا، ناجانے اسے مظہر شاہ اور اسکی نظریں اچھی نہیں لگتی تھیں، زوریز شاہ کے ایک دوبار باتوں باتوں میں منع کرنے کے باوجود ایزل شاہ اس سے بات کرتی تھی اور یہاں تک کے زوریز شاہ یونہی طنز کے تیر مارتا کافی بار مظہر شاہ کو بھی یہاں آنے سے روک چکا تھا لیکن وہ ڈھیٹ بنتا ہمیشہ کچھ سالوں بعد آتا زوریز شاہ کو دانت کچکچاتے پہ مجبور کرتا تھا۔۔

لالہ۔۔۔۔ ایزل شاہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں مظہر شاہ کی طرف بڑھی تھی، وہ اسے دیکھ کے کافی خوش ہوئی تھی کیونکہ مظہر شاہ کی بانڈنگ ہمیشہ سے اسکے ساتھ اچھی رہی تھی۔۔ وہ جو اس سے پیار لینے کے لئے اپنا سر اسکی طرف کر رہی تھی مظہر شاہ نے ایکسائیڈ انداز مین مسکراتے ہوئے اسے پیار دینے کے بجائے اپنے ساتھ لگالیا، ایزل شاہ پہلے تو ذرا سا جھجکی لیکن جب باقی سب کو اپنی طرف دیکھ کے مسکراتا پایا تو اسے برا نہیں لگا، وہ کافی وقت بعد آیا تھا اسی لئے سب نے مظہر شاہ کی اس حرکت کو اسکا بھائیوں والا مان سمجھا تھا لیکن لاؤنج میں داخل ہوتے کاظم شاہ نے کچھ اور ہی سمجھا تھا، اسکی آنکھوں کی ہوس وہ دور سے ہی پہچان چکا تھا، مظہر شاہ کی یہ حرکت دیکھتے ہوئے اسکی گولڈن آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں۔۔ ایزل شاہ کو اسکے حصار میں مسکراتے دیکھ کے اس کے دل میں بھر بھر بھانبھڑ جلے تھے۔

ایزل!!! کاظم شاہ نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بنا کسی سے سلام دعا کئے ایزل شاہ کو سختی سے پکارا تھا۔۔

ج۔جی۔۔۔ وہ جو مظہر شاہ سے دور ہو رہی تھی، کاظم شاہ کی سرد پکار پہ اس نے سہمتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

السلام وعلیکم لالہ! کیسے ہیں آپ؟؟ ابھی کاظم شاہ کچھ بولتا جب مظہر شاہ اسکی طرف بڑھتا اسکے گلے سے لگا تھا، کاظم شاہ کا جی کیا وہ مظہر شاہ کو اٹھا کے اس شیشے کے میز پہ پٹک دے لیکن وہ اس کی ہویلی میں آیا مہمان تھا اسی لئے وہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

ٹھیک ہوں۔۔وہ سرد انداز میں بولتا اسے خود سے دور کرتا پھر سے ایزل شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اسکے روڈ رویے کو مظہر شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی نوٹس کیا تھا۔۔

کاظم بیٹے بیٹھو نا مظہر کے پاس!! باقی سب مرد تو حویلی سے غائب ہیں تم ہی کچھ کمپنی دو۔۔شاہ بی بی مظہر کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کے ضبط سے کاظم شاہ کی طرف دیکھتی بولی تھی، کاظم کے رویے پہ زہرہ مام کے تاثرات بھی سخت ہوئے تھے۔۔

بیٹھتا!! ضرور بیٹھتا یقین مانیں لیکن وہ کیا ہے نا کہ اس وقت مجھے اپنی بیوی کی کمپنی کی اشد ضرورت ہے! ایکسکوزمی ۔۔۔کاظم شاہ بے باکی سے بولتا ہوا ایزل شاہ کے بازو کو اپنی گرفت میں کے کے خود کی طرف کھینچتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ چکا تھا۔۔اسکا لہجہ بے حد سنجیدہ اور روڈ تھا، کاظم شاہ کی بے باک بات پہ سب کے چہرے سرخ پڑے تھے، ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، مظہر شاہ تو ابھی تک کاظم شاہ کے منہ سے ایزل کے لئے بیوی کا لفظ سن کے حیران پریشان تھا۔۔

خالہ!! یہ ایزل اور لالہ کی شادی کب ہوئی ہے؟؟۔۔۔مظہر شاہ شاکڈ انداز میں زہرہ مام سے پوچھ رہا تھا، جس پہ شاہ بی بی نے بات کو گول مول کرتے ہوئے اسے گیسٹ روم میں بھیجا تھا تاکہ وہ لمبی فلائٹ سے آنے کی وجہ سے اپنی تھکاوٹ اتار لے۔۔

اپنے کمرے میں آتے ہی کاظم شاہ نے ایزل شاہ کو بیڈ پہ زور سے پٹکا تھا، وہ فجر کے وقت کا حویلی سے نکلا اپنے شدید غصے کو دباتا ہوا ابھی واپس آیا تھا لیکن حویلی میں داخل ہوتے ہی اسکا اور مظہر کا منظر دیکھتے ہوئے اسے پھر سے اپنے خون میں غصے سے ابال اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔اسکے یوں بیڈ پہ پٹکنے پہ گلالئی نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا لگتا ہے مظہر شاہ تمہارا؟؟ کیوں! آخر کیوں اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی تم!!!! کاظم شاہ اس پہ سایہ فگن ہوتا بے حد غصے سے بولا نہیں بلکہ دھاڑا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکے سوال پہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ آخر کیا بولنا چاہ رہا تھا؟

جواب دو مجھے ایزل کاظم شاہ!!! تمہاری جرآت بھی کیسے ہوئی کسی غیر مرد کے سینے سے لگی کی؟ کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیتا اپنی پوری قوت سے گر جا تھا۔۔ اسکے منہ سے خود کے لئے آج پہلی بار "ایزل کاظم شاہ" سنتے ہوئے ایزل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، اپنے جبڑے پہ اسکے ہاتھ کی بڑھتی گرفت سے اسے لگا اسکا جبڑہ ٹوٹ جائے گا۔۔

و۔وہ۔۔لا۔۔لالہ۔۔ہیں۔۔می۔میرے۔۔تو۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ مزید بولتی جب کاظم شاہ نے اسکے پاؤٹ بنے گئے گلابی ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے جھک کے زور سے اسکے لبوں پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ وہ اس کمینے مظہر شاہ کو اپنا لالہ بول رہی تھی؟ جس کی آنکھوں میں اسکے لئے ہوس ہی ہوس تھی، وہ جس طرح سے اسکے بغیر چادر کے وجود کو اپنی گندی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کاظم شاہ نے یاد کرتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنے دانتوں کی گرفت بڑھائی تھی، ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اسکی ہیلو ہڈی کو اپنی مٹھیوں میں دبوچا تھا، کاظم شاہ نے اسی وقت اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنی ہڈی سے زور سے جھٹکے تھے، آج پہ اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ ایزل شاہ کا دل زخمی ہوا تھا۔۔۔

تمہاری ماں نے پیدا کیا تھا مظہر شاہ کو؟؟ بولو جواب دو مجھے؟؟ کیا وہ تمہارا سگا بھائی ہے جو اسکے گلے لگی ہوئی تھی تم!!

آخر کیوں تمہیں اس کے آنے کی اتنی ایکسائیٹمنٹ ہو رہی تھی؟ اسی لئے کہ مظہر تو ہے ہی بیوقوف وہ تو ویسے ہی تمہارے ایک اشارے پہ تمہاری انگلیوں پہ ناچنا شروع کر دے گا؟ جب تم سید کاظم شاہ جیسے انسان کو رسوا کر سکتی ہو تو مظہر کو رسوا کرنا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا ہے نا؟ اسی لئے اتنا خوش ہو رہی تھی تم؟؟ کاظم شاہ سفاکی سے اسکے کان میں غرایا تھا، اسکے الفاظ ایزل شاہ کو کسی کوڑے کی مانند محسوس ہوئے تھے، وہ بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھتی رہی۔۔۔ اسکے سفاک اور بے حس الفاظوں کے مطلب سمجھتی ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار اسکے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ وہ اسے خود سے دور کرنے کی بھرپور تگ و دو کرتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی، وہ اپنی پوری قوت لگا کے بھی کاظم شاہ کو خود سے دور نہیں کر پا رہی تھی۔۔ اسکے یوں اذیت سے رونے پہ کاظم شاہ جو غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اسے ابھی اپنے الفاظوں کی سفاکی کا احساس ہوا تھا، وہ ایسا بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن ایزل شاہ کو مظہر شاہ کے حصار میں کھڑے دیکھ کے جو اس کے دل پہ گزری تھی وہ ناقابلِ بیان اور ناقابلِ فراموش تھی۔۔ کاظم شاہ کو ابھی تک اپنے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

دور ہٹیں مجھ پر سے۔۔۔۔ایزل شاہ غصے سے بھرائی آواز میں بولتی اسے پھر سے خود سے دور کر رہی تھی وہ بدلے میں اپنا پورا وزن اسکے ناتواں وجود پہ ڈال چکا تھا۔۔

نہیں ہٹوں گا تو پھر؟؟ کیا کر لو گی؟ کاظم شاہ اسکے ہچکیاں پہ بھرنے پہ اسکے زخمی لبوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتا ایٹیٹوڈ سے بولا تھا۔۔ایزل شاہ نے جواب دیئے بغیر بھرپور مزاحمت شروع کی تھی، وہ اس وقت سکول یونیفارم میں ملبوس پنک پٹی شولڈرز میں ڈالے سر پہ سفید حجاب لئے ہوئے تھی، اپنی نیلی آنکھوں سے آنسو بہاتی وہ اس وقت کوئی معصوم سی ٹوٹے کانچ کی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔۔

چادر کہاں تھی تمہاری؟ منع کیا تھا نہ تمہیں بنا چادر کے ہویلی سے نہیں نکلو گی تم!۔۔۔کاظم شاہ اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال کو گہری نظروں سے دیکھتا ایک بار پھر سے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے غرایا تھا، مظہر شاہ کی غلیظ نظریں وہ ابھی تک نہیں بھول پایا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے اسکی بیوی کے وجود پہ ٹکی ہوئی تھیں۔۔وہ جانتا تھا وہ گلالئی کی چادر لے کے ہویلی سے نکلی تھی اور ہویلی میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی چادر اتار دی تھی کیونکہ کاظم شاہ نے صرف باہر لینے کا حکم ہی دیا تھا لیکن پھر بھی وہ اس سے استفسار کر رہا تھا کیوں کہ اسکا خاموشی سے رونا ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا اسے، وہ اس سے نظریں پھیرتی ہوئی کمرے کی دیوار پہ نظریں ٹکائے اذیت سے بے آواز رو رہی تھی۔۔اسکے ہاتھ کی سخت گرفت اپنے جبڑے پہ محسوس کرتے ہوئے بھی اس نے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔اسکا نخرے دیکھا کے یوں نظریں پھیرنا مقابل کو آگ لگا رہا تھا۔۔

جواب دو مجھے۔۔۔کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے گونگی جیری!! کاظم شاہ اسکے کان کے پاس اپنے لب کرتا بے حد بلند آواز میں دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ پہ ایزل شاہ کو اپنے کان کا پردہ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

اگر میں خود پہ چادر اوڑھوں گی تو پھر مرد کیسے میری انگلیوں پہ ناچیں گے؟ مردوں کو لبھانے کے لئے مجھ جیسے کردار کی لڑکی۔۔۔۔

شٹ اپ ایزل شاہ!!!! یو بلڈی گرل جسٹ شٹ اپ!! کاظم شاہ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ دھڑتا گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط28(پارٹ2)

شٹ اپ ایزل شاہ!!!! یو بلڈی گرل جسٹ شٹ اپ!! کاظم شاہ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ دھڑ تا گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے دھاڑنے پہ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی بالکل خاموش ہو چکی تھی،وہ اسکی باتوں سے کافی ہرٹ ہوئی تھی۔۔

کہاں سے سیکھی ہیں تم نے اتنی گھٹیاں باتیں؟؟۔۔۔وہ اسکا حجاب اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ تا حلق کے بل چیخا تھا۔۔ اسکے یوں چیخنے پہ ایزل کی سوئی ہوئی کٹی الرٹ ہوئی تھی، کٹی نے اپنی نظریں گھماتے ہوئے یہاں وہاں دیکھا تھا،بیڈ کا منظر دیکھ کے کٹی تقریباً بھاگنے کے انداز اس طرف بڑھی تھی، چھلانگ لگا کے کاظم شاہ کی پشت پہ چڑھتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح اسے زور زور سے اپنے پنجے مار رہی تھی جس پہ کاظم شاہ نے بے حد ضبط سے لب بھینچے تھے۔۔

گھٹیا لوگوں کو گھٹیا باتیں سیکھائی نہیں جاتی اور خیر سے میں بھی گھٹیا ہی ہوں۔۔۔ایزل شاہ سپاٹ انداز میں بولی تھی۔۔

ایزل شاہ کے الفاظوں پہ کاظم شاہ غصے سے پاگل ہوا تھا،وہ خود کے لئے کیسے اتنی بے حس ہو سکتی تھی؟؟وہ اپنے جواب سے کاظم شاہ کو لاجواب کر چکی تھی۔۔

تمہاری زبان زیادہ نہیں چل رہی جیری؟؟کاظم شاہ اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا اسکے لبوں کو اپنے ہاتھ کی چٹکی میں مسلتے ہوئے کرخت لہجے میں بولا تھا۔۔ایزل شاہ اب کی بار خاموش رہی۔۔وہ اسے سمجھ نہیں پاتی تھی۔۔ وہ انسان نہ اسکی خاموشی برداشت کرتا تھا اور نہ ہی اس سے اسکا بولنا برداشت ہوتا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکی برستی نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے ایک جست میں اس کا حجاب اتارتے ہوئے سائیڈ پہ پھینکا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی۔۔

یو بد معاش کٹی۔۔۔گو ٹو ہیل(جہنم میں جاؤ) اپنی پشت پہ کٹی کے ناخنوں کے ساتھ اسکے دانتوں کا دباؤ بھی محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے غصے سے غراتے ہوئے اسے گدی سے پکڑ کے کسی ہوائی جہاز کی فلائٹ کی طرح صوفے پہ پھینکا تھا،اس نے اس کام میں نرمی دیکھائی تھی کیونکہ وہ جانتی تھا بہت سے جانور چھوٹے دل کے مالک ہوتے ہیں۔۔

اس کے منہ سے اپنی کٹی کے لئے بد معاش لفظ سن کے ایزل شاہ نے اپنے دانت پہ دانت جمائے تھے۔۔

تم میری باتوں کے جواب دیئے بنایوں کبوتری کی طرح آنکھیں بند نہیں کر سکتی ایزل شاہ!! کاظم شاہ اسکی بند آنکھوں اور سپاٹ چہرے کو دیکھتا اسکے کان کی لوں دانتوں میں دباتا غصے سے بولا تھا۔

میرے اوپر سے ہٹیں پلیز۔۔۔مجھے چینج کرنا ہے۔۔وہ بند آنکھوں سے سپاٹ انداز میں بولی تھی، اسکی مزاحمت پہ کاظم شاہ نے اسکی کلائیاں اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے غصے سے اسکی سٹول کھینچ کے نکالی تھی، ایزل شاہ اس سب کے لئے تیار نہیں تھی، اسکے یوں سٹول کھینچ کے نکالنے پہ اس نے بے ساختہ سسکی بھرتے ہوئے ہلکی سی چیخ ماری تھی کیونکہ اسکی سیفٹی پن اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ بری طرح سے چبھی تھی۔۔وہ ہمیشہ اپنی سٹول کو شرٹ کے گلے کے ساتھ سیفٹی پن سے اٹیچ کرتی تھی، کاظم شاہ بھی اسکی سیفٹی پن دیکھ نہیں پایا تھا اسی لئے وہ غصے سے پاگل ہوتا اس سٹول جیسی رکاوٹ کو کھینچ کے اتار چکا تھا۔۔اسکی چیخ اور سسکی پہ کاظم شاہ کی نظریں بے ساختہ اسکی طرف اٹھی تھیں، جس کی آنکھوں میں تکلیف کی رمک تھی، ایزل شاہ کا ہاتھ اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ دیکھتے ہوئے اسکی نظریں بھٹک کے اسکے نشیب و فراز پہ ٹکی تھیں۔۔سفید یونیفارم پہ ہلکی سی خون کی بوند دیکھتے کاظم شاہ پریشان ہوا تھا۔۔

یہ کیا ہوا؟؟ کاظم شاہ نے بے ساختہ اس خون کی بوند پہ اپنی انگلی رکھتے ہوئے ایزل شاہ سے نرمی سے پوچھا تھا، وہ قطعی نہیں جانتا تھا اسے یہاں زور سے سیفٹی پن لگی ہے۔۔ایزل شاہ نے بنا کوئی جواب دیئے اپنی آنکھوں میں شکوہ لئے اسکا ہاتھ اپنی شرٹ سے دور کیا تھا۔۔اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ کاظم شاہ نے اپنی گولڈن آنکھوں میں غصہ لئے اسکی طرف دیکھا تھا، اور پھر وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکی یونیفارم کی قمیض کے بٹن کھول چکا تھا، ایزل شاہ نے اس اچانک افتاد پہ منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اس نے اسکا ہاتھ تھام کے اسے روکنا چاہا تھا لیکن کاظم شاہ غصے سے اسکا ہاتھ دور کرتا اسکا زخم ٹٹول رہا تھا، وہاں پہ کوئی بھی زخم نہیں تھا صرف ایک چھوٹی سی کھروچ تھی جس سے خون کی ننھی ننھی بوندیں رس رہی تھیں۔۔کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں میں دباتے ہوئے اسکی سٹول چیک کی تھی، وہ جیسے اس زخم کی وجہ تلاشنا چاہ رہا تھا، اسکی سٹول پہ آدھ کھلی سیفٹی پن دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو اب کی بار خود پہ غصہ آیا تھا، جو اپنے غصے میں ہمیشہ اپنی من مرضی کرتا ہر چیز فراموش کر دیتا تھا۔

یہاں پہ سیفٹی پن کون لگاتا ہے۔۔کاظم شاہ اپنی غلطی ماننے کی بجائے اسکے چھوٹے سے زخم پہ نرمی سے اپنی انگلی پھیرتے سرد انداز میں بولا تھا، ایزل شاہ کے گال اسکے ہاتھ کی جسارت پہ تپ کے انگارہ ہو چکے تھے لیکن اسکا چہرہ ہنوز سپاٹ تھا، وہ اپنی سسکیاں تک روک چکی تھی، وہ اسے شکوے سے دیکھ رہی تھی، اسکی آنکھوں کا شکوہ پڑھتے ہوئے کاظم شاہ نے جھک کے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ اپنے نرم گرم لب رکھتے ہوئے ان کی خون کی بوندوں کو اپنے ہونٹوں سے چنا تھا، ایزل شاہ کی جان صحیح معنوں میں تواب ہوا ہوئی تھی، اس نے بے ساختہ لمبی سی سانس چھوڑتے ہوئے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا، اسکی سانسوں کے زیر بم کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے لبوں کی شدت میں اضافہ کیا تھا، وہ اسکی دھڑکنوں کی تیز رفتار اپنے لبوں پہ آسانی سے محسوس کر سکتا تھا۔۔

پلیز۔۔۔۔وہ سسکی بھرتے ہوئے شرم وحیا سے لال سرخ ہوتی نظریں جھکا کے بولی تھی، اسکا نرم لمس ایزل شاہ کی جان لے رہا تھا، وہ اسکے نرم لمس کی عادی نہیں تھی۔۔اسکے کپکپاتے وجود کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے لب ہٹائے تھے۔کاظم شاہ کی گولڈن آنکھیں خمار آلود ہوئی تھیں، لیکن وہ بنا کچھ کہے تیزی سے اسکے بٹن بند کرتا اس کے اوپر سے اٹھا تھا۔اپنی ذرا سی نرمی پہ آج اسے غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ وہ اپنے الفاظوں کے ساتھ اسے پہلے ہی کافی تکلیف پہنچا چکا تھا، وہ اسے جسمانی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا اسی لئے اس نے اپنے غصے میں دیئے گئے زخم پہ مرحم رکھنے کی چھوٹی سی کوشش کی تھی۔۔اسے اس سیفٹی پن پہ بے حد غصہ آرہا تھا، اگر یہ سیفٹی پن کوئی انسان ہوتی تو وہ یقیناً اسکا قتل عام کر دیتا۔۔کاظم شاہ غصے سے سوچتا ہوا کھڑکی کی طرف بڑھا تھا، اپنی جیب سے سیگریٹ نکالتا ہوا وہ اپنے عنابی لبوں میں دباتا گہرے گہرے کش بھر رہا تھا۔۔

اسکے دور ہونے پہ ایزل شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتی اپنی سٹول اور سٹالر پکڑتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔۔ اسکی غائب ہوتی پشت کو ایک نظر دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے سیگریٹ کا لمبا سا کش لیا تھا۔۔

وہ کچھ ہی دیر میں اپنا لباس تبدیل کرتی ہوئی ڈریسنگ روم سے نکلی تھی۔۔کلک سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ کاظم شاہ کی نظریں بے اختیار اسکی طرف اٹھی تھیں، وہ اس وقت لائٹ پرپل شارٹ فراک کے نیچے سفید کیپری پہنے ہوئے تھی، بڑا سا وائٹ اور پرپل کے امتزاج کا دوپٹا شانوں پہ لیا تھا، پرپل کلر اسکی سرخ وسفید رنگت پہ کافی جچ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسے ایک نظر دیکھ کے سرعت سے اپنی نظریں پھیری تھیں، سیگریٹ کے ختم ہونے پہ وہ دوسرا

سیگریٹ جلا چکا تھا۔۔ ایزل کو دیکھتے ہی کٹی اسکے پیروں سے چمٹی تھی، ایزل شاہ نے جھک کے اپنی کٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھاتے ڈریسنگ ٹیبل پہ بٹھایا تھا۔۔ ایزل شاہ اپنے بھورے لمبے بالوں کا میسی جوڑا بناتی اپنی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کر رہی تھی، وہ اتنی سمپل سی ڈریسنگ میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ کٹی نے ایک نظر کاظم شاہ کی پشت کو گھور کے دیکھتے ہوئے ڈریسنگ مرر پہ پڑا کاظم شاہ کا فیورٹ پرفیوم بڑی شان سے نیچے گرایا تھا، وہ کاظم شاہ کو ہر روز یہ پرفیوم خود پہ چھڑکتے دیکھتی تھی۔۔ جیسے وہ کٹی بھی جان چکی تھی کہ یہ کاظم شاہ کا فیورٹ پرفیوم ہے اور اسے توڑنے سے اسکے دل کو سکون جبکہ کاظم شاہ کے دل میں بھانبھڑ جلے گے۔۔ پرفیوم کی شیشی چھن سے ٹوٹی تھی۔۔ کچھ ٹوٹنے کی آواز پہ کاظم شاہ اور ایزل شاہ کی نظریں بے ساختہ کٹی کی طرف اٹھی تھی۔۔

ہاا۔۔۔ کٹی۔۔۔ کاظم شاہ کی اتنی مہنگی پرفیوم کو زمین پہ سلامی دیتے دیکھ کے ایزل شاہ نے کسی صدمے کی کیفیت میں کٹی کو پکارا تھا جو اسکے پکارنے پہ معصومیت کی تصویر بنتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی، کنچی آنکھوں والی کٹی اپنے نقوش ڈھیلے چھوڑتی اپنے چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجا چکی تھی۔۔ کاظم شاہ اپنا سیگریٹ کھڑکی سے باہر پھینک کے تیزی سے اس کٹی کی طرف بڑھا تھا۔۔

تمہارے باپ نے خرید کے دی تھی مجھے یہ پرفیوم؟؟ آخر تم میرے کمرے میں لینے ہی کیا آتی ہو یو بلڈی کیٹ!!

کاظم شاہ اس کٹی کا معصوم چہرہ اپنے ہاتھ میں دبوچتا غصے سے دھاڑا تھا۔۔ کیٹ کے جبڑے پہ اسکی گرفت نرم تھی لیکن اسکا لہجہ سخت تھا، کٹی نے میاؤں میاؤں کی گردان لگاتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ ایزل شاہ جو پورے کمرے میں پھیلتی کاظم شاہ کی مخصوص خوشبو کے حصار میں جکڑتی جا رہی تھی، اپنی کٹی کی معصوم سے آواز پہ اس نے منہ کھولتے ہوئے کاظم شاہ ہاتھ اسکے چھوٹے سے چہرے سے دور ہٹانا چاہا تھا۔۔

پلیز۔۔ کٹی۔۔ کو۔۔ چھوڑیں۔۔ میں نے اسے یہاں پہ بٹھایا تھا آپ مجھے سزا دے لیں۔۔۔ ایزل شاہ کو لگا اسکی کٹی پہ کافی ظلم ہو رہا ہے اسی لئے وہ سوں سوں کرتی ہوئی کاظم شاہ کے مضبوط دودھیا سفید ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرتی معصومیت سے اسکی سفارش کر رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کی سفارش پہ کاظم شاہ نے ائیبرو اچکا کے کٹی کا جبڑہ چھوڑتے ہوئے ایک دم سے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔۔ ایزل شاہ کا دوپٹا سرکتا ہوا اسکے شانوں سے پھسلا تھا،

اس شارٹ اور فٹ سی فراک میں اسکے کندن سے سراپے کے چاندی کی طرح دھمکتے نشیب و فراز کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دبایا تھا۔۔

میرا دل کر رہا ہے جیری میں تمہیں اور تمہاری بدمعاش کٹی کو اس الماری میں بند کر دوں تاکہ میری جان چھوٹے تم دونوں سے۔۔۔ تم دونوں میرے گلے میں کسی طوق سے کم نہیں ہو۔۔ کاظم شاہ اب کی بار ایزل شاہ کا جبڑہ دبوچتا غصے سے اپنی الماری کی طرف اشارہ کرتا غرایا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکے الفاظ پہ اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔

میں کٹی کو اپنے کمرے میں کے جاتی ہوں۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ وہ اپنے لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔

ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری اگر تم نے میری موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کمرے سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو۔۔ اور وہ مظہر شاہ مجھے تمہارے آس پاس بھی دکھتا ہوا نظر آیا تو اس پہ فاتحہ پڑھ کے اسکے مرنے پہ بریانی کی جگہ میٹھے چاولوں کی ہزار دیگیں چڑھاتے ہوئے ایک اعلیٰ مثال قائم کروں گا۔۔ کاظم شاہ تو مانو اسکے جملے پہ پاگل ہوا تھا، وہ اسکا سرکتا ہوا دوپٹا اسکے وجود سے اتار کے زمین پہ پھینکتا کرخت لہجے میں بولا تھا، اسکی صراحی دار شفاف گردن کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے جھک کے اس پہ زور سے اپنے دانت گاڑے تھے، کٹی ابھی فلحال معصومیت سے چہرہ جھکائے ہوئے تھی کیونکہ وہ ایزل شاہ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ خود سے کچھ بھی خراب نہیں کرتی یہ سب تو خود ہی ہو جاتا ہے۔۔ کٹی محسوس کر چکی تھی اسکی مالکن اسکے پرفیوم گرانے پہ زیادہ خوش نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان شارٹ اسکی مالکن شاید اس سے ناراض تھی۔۔ ایزل شاہ نے کاظم شاہ کی باتوں پہ غصے سے اسکا چہرہ خود سے دور جھٹکا تھا اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ اسے اور مظہر شاہ کو لے کے اس کے کردار پہ شک کر رہا ہو۔ کاظم شاہ کا پارا ہوئی ہوا تھا۔۔

میرا اور مظہر لالہ کا کوئی چکر چل نہیں رہا جو آپ بار بار مجھے۔۔۔ ابھی ایزل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے اس کے سر کے پیچھے اپنا ہاتھ جماتے ہوئے تیزی سے اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لیا تھا۔۔ وہ اسے مکمل طور پہ خود میں سختی سے سماتا اسکے لبوں پہ اپنی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کر چکا تھا، اسکی آتی جاتی ہر سانس کو پیتے ہوئے وہ اسکے بدن پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔ سانسوں کے بند ہونے پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں، اسکے

دانتوں کا بڑھتا دباؤ اپنے نچلے لب پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، کاظم شاہ اسکی سسکی بھی اپنے لبوں میں قید کر چکا تھا، اسکے زمین بوس ہوتے وجود کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی کمر پہ سختی سے ہاتھ جماتے اسے سالم نگاہوں سے گھورتے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

آج تو تمہارے ہونٹوں کو بخش چکا ہوں، اگلی بار تمہاری ایسی فضول گوئی پہ انہیں سوئی کے ساتھ سلائی کر دوں گا ایزل شاہ!! یاد رکھنا میری بات۔۔۔ کاظم شاہ اسکے بھیگے ہونٹوں کو اپنی دو انگلیوں میں بھر کے ان پہ سختی سے دانت گاڑتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ سفاک باتوں کا آغاز خود کرتا تھا لیکن اسکی ذرا سی سفاکی پہ وہ غصے سے پاگل ہوتا تھا۔۔ آخر کیا تھا یہ شخص؟؟

مجھے مظہر شاہ پہ یقین نہیں ہے۔۔۔ اسکی نظروں میں ہوس اور درندگی صاف دکھتی ہے مجھے۔۔ تم میرے نکاح میں ہو اور اگر تمہارے وجود پہ اسکی ذرا سی بھی نظر پڑی نا ایزل شاہ وہ گھڑی تمہارے لئے قیامت ہو گی۔۔۔ خود کو اس کمرے میں چھپا کے رکھو نہیں تو تمہیں اور تمہاری کٹی کو فریج میں لاک کر کے چابی خود کے پاس رکھ لوں گا تاکہ دونوں اس سرد خانے میں میں ہی اللہ کو پیاری ہو جاؤ اور جان چھوٹے میری تم دونوں سے۔۔۔ کاظم شاہ جانتا تھا وہ اسکی کچھ دیر پہلے غصے میں بولی گئی بات کو الٹا مطلب دے رہی ہے اسی لئے وہ اپنے جملے سے سارا قصور مظہر شاہ پہ ڈالتا اسے کمرے میں رہنے کی تلقین کر رہا تھا، کاظم شاہ نہیں چاہتا تھا وہ اس جیری کو اپنی ہوس بھری نظروں سے دیکھے۔۔

ایزل شاہ اسکے پہلے جملے پہ غور کرنے کی بجائے اسکے آخری سفاک جملے کو سنتی اپنی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی لئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ تو کیا وہ واقعی ہی چاہتا تھا ایزل شاہ اور اسکی کٹی اللہ کو پیاری ہو جائیں؟؟ ایزل شاہ نے بے حد ایموشنل ہوتے ہوئے سوچا تھا۔۔ ابھی کاظم شاہ مزید کچھ بولتا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ نے ایزل شاہ کو اپنے مضبوط حصار سے آزادی دیتے ہوئے اپنی جیب سے اپنا فون نکالا تھا، مینجر کا نمبر دیکھتے ہوئے وہ سمجھ چکا تھا، اسکی امپورٹنٹ میٹنگ کے ریمائینڈر کے لئے اسے فون کیا جا رہا ہے۔۔ کاظم شاہ فون کال کاٹتا ہوا ایک نظر ایزل پہ ڈال کے دوسرے نظر کٹی پہ ڈالتا اپنا فون ڈریسنگ مرر پہ رکھ چکا تھا۔۔

جب تمہارا شوہر آئے گا نا اس کے ایسے نقصان کرنا تا کہ وہ تمہیں کچا چبا جائے۔۔ ابھی تمہاری شادی نہیں ہوئی ہے جو میرے کمرے کو اپنا میکہ سمجھ کے اپنی دم ہلا ہلا کے میرے سر پہ چڑھ کے یوں ناچتی پھرتی ہو۔۔ کاظم شاہ اس کٹی کی جھوٹی معصومیت پہ اسکے کان نرمی سے مڑورتا اپنی لہو رنگ آنکھوں سے غراتا ہوا اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔ باپ کا پیسا سمجھا ہوا ہے۔۔۔ کاظم شاہ اپنا سر جھٹک کے اس کٹی کو گھور کے بولتا اپنا لباس پکڑتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکی چوری پشت کو غصے اور سنجیدگی سے گھورتے ہوئے اپنا دوپٹا پھر سے شانوں پہ پھیلایا تھا، بال جو کیچر سے نکل چکے تھے، وہ غصے سے اپنے بالوں کا پھر سے میسی جوڑا بنا رہی تھی۔۔ کٹی نے تقریباً رونے والی آواز میں میاؤں میاؤں کرتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

آاااا۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ ایزل شاہ اسے پیار سے اپنے بازوؤں میں اٹھاتی اسکا معصوم سا چہرہ چوم رہی تھی۔۔ صد شکر یہ منظر کاظم شاہ نے نہیں دیکھا تھا ورنہ اس نے اس کٹی کو ہویلی سے کک آوٹ کرنے میں ایک پل نہیں لگانا تھا۔۔

اس وقت رات کے چھ بج رہے تھے جب ذائشہ نے ہوسٹل وارڈن سے ہاسٹل سے باہر جانے کی اجازت مانگی تھی، اسے اپنے لئے کچھ چیزیں خریدنی تھیں، اس نے آج پہلی دفعہ باہر جانے کی اجازت مانگی تھی۔۔ ہوسٹل وارڈن نے اسے 8 بجے سے پہلے واپس آنے کا حکم دیا تھا جس پہ وہ ان کا شکریہ کہتی ہوئی ہوسٹل سے نکلی تھی، ہوسٹل سے نکلتے ہوئے اسے آس پاس کے لوگوں کے ہجوم سے ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا تھا۔۔ وہ اکیلی تھی، ہاسٹل میں بھی اس نے کوئی دوست نہیں بنائی تھی کیونکہ تمام لڑکیاں ایلیٹ کلاس سے تھی، اس کی روم میٹ تو شیشہ بھی پیتی تھی اور بھی نا جانے کیسے کیسے کام انجام دیتی تھیں وہ، ذائشہ تو ان سب سے ڈری سہمی اور دور دور رہتی تھی۔۔ اس وقت وہ کسی رکشہ اور ٹیکسی میں بیٹھنے کی بجائے پیدل سفر کر رہی تھی، کیونکہ اسے ہمیشہ بند گاڑیوں میں بیٹھنے سے ڈر محسوس ہوتا تھا، وہ کسی چاند گاڑی کی تلاش میں تھی۔۔ دو سے تین چاند گاڑیاں اس کے قریب سے گزری تھیں لیکن وہ تینوں ہی اپنے گھر کو روانہ تھیں کیونکہ مغرب ہو رہی تھی۔۔ وہ چلتے چلتے تھک چکی تھی جب کچھ آگے جا کے بالآخر اسے ایک چاند گاڑی ملی تھی۔۔ وہ ڈرتے ہوئے اس چاند گاڑی پہ سوار ہوئی تھی، اسکا رخ مال کی طرف تھا، اس نے آن لائن

جاب کے ذریعے کافی پیسے کمائے تھے، اسی لئے وہ اپنے لئے کچھ کپڑے اور کچھ ناولز خریدنا چاہتی تھی۔۔مال آچکا تھا، چاند گاڑی والے کو کرایا دے کے وہ تیزی سے قدم اٹھاتی مال میں داخل ہوئی تھی۔۔

بس اتنی شاپنگ بہت ہے ابھی صرف شادی ہے تیری! ہنی مون پہ نہیں جارہا تو۔۔۔ارزم شاہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا تھا، وہ سب دوست اس وقت مال کی سب سے بڑی برینڈڈ شاپ پہ کھڑے میکائیل کے لئے اسکی شادی کی شاپنگ کروا رہے تھے، میکائیل کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی، وہ خوشی خوشی جو لباس پہن کے چیک کر رہا تھا، اسی کو ڈن کر کے خریدتا جارہا تھا۔۔ارزم شاہ پچھلے دو سے تین گھنٹوں سے ان کے لئے خوار ہو رہا تھا، سب نے اپنی اپنی شاپنگ ارزم شاہ کی پسند کی تھی لیکن میکائیل شوخا بنتا ہوا ارزم کے ساتھ ساتھ اپنی چوائس کی بھی گھٹیا ترین چیزیں خرید رہا تھا۔۔

نہیں ہنی مون کی بھی ابھی کر لیتا ہوں نا پھر مجھے وقت کہاں ملے گا۔۔۔ سمجھا کرو۔۔میکائیل شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کر رہا تھا جس پہ ارزم شاہ نے دانت کچکچائے تھے۔۔

جارہا ہوں تم سب اسکے ساتھ اچھی طرح (KFC) میری بھوک سے جان نکل رہی ہے کمینوں۔۔میں کے ایف سی سے ذلیل ہو کے وہی پہ آجانا۔۔ارزم شاہ ان سب کو گھور کے دیکھتا ہوا دانت پیس کے بولتے وہاں سے نکلا تھا، اسے واقعی میں بہت بھوک لگ رہی تھی، اس نے صبح سے صرف دو نوالے ناشتے میں لئے تھے، اسکے بعد یونی میں سپورٹس کھیلنے کے بعد وہ ہویلی جانے کی بجائے سیدھا ان سب کے ساتھ مال میں آیا تھا۔۔

ارزم شاہ سر جھٹکتا ہوا لفٹ میں داخل ہوا تھا، نچلے فلور میں آتے ہی وہ باہر کی طرف بڑھنے والا تھا جب اسکی نظروں کو مرکز لیفٹ سائیڈ پہ بڑی سی سٹیشنری شاپ بنی تھی۔۔ارزم شاہ نے ایک نظر سامنے عبایئے اور نقاب میں ملبوس لڑکی کو دیکھتے ہوئے اپنی چوڑی کلائی میں پہنی برینڈڈ گھڑی پہ وقت دیکھا تھا، رات کے ساڑھے چھ بج رہے تھے تو وہ اس وقت یہاں مال میں کیا کر رہی تھی؟ اسے ہاسٹل وارڈن نے آنے کیسے دیا؟؟ ارزم شاہ نے بے ساختہ سوچا تھا، وہ ابھی یہی سب سوچ رہا تھا جب سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا پورا وجود کسی بھٹی کی مانند سلگا تھا، سامنے کوئی ادھیڑ عمر کا شخص ذائشہ کو ناول بک پکڑاتا بار بار اسکی ہیزل آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔۔اس شخص کا جیسے بس نہیں چل رہا تھا وہ اسے ابھی بے نقاب کرتے ہوئے اسکا چہرہ دیکھ لے۔۔ذائشہ اس وقت قدرے کارنر والی جگہ پہ تھی۔۔ارزم شاہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اسٹیشنری شاپ کی طرف بڑھا تھا۔۔

اپنے خوبصورت مکھرے کا دیدار تو کرواؤ حسینہ۔۔۔۔ آس پاس کسی کو بھی ناپا کے وہ ادھیڑ عمر سیلز مین ذائشہ کے نقاب کی طرف ہاتھ لے جاتا خباثت سے بولا تھا، ذائشہ جو کتاب کھول کے دیکھ رہی تھی اس کی جیسے جان ہوا ہوئی تھی، وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن چیخ نہیں پا رہی تھی، وہ اس شخص کا ہاتھ اپنے نقاب سے دور کرنا سہتی تھی لیکن اسکا ہاتھ حرکت نہیں کر رہا تھا، وہ جیسے اپنی جگہ پہ جم چکی تھی، ابھی اس شخص نے اسکے نقاب پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب پیچھے سے آتے ارزم شاہ نے اپنے مضبوط ہاتھ میں اس شخص کا ہاتھ تھام کے اسے پیچھے کمر کی طرف موڑ چکا تھا، اس آدمی کی چیخ بے ساختہ تھی، ذائشہ جس کی ابھی کچھ دیر پہلے جان نکل چکی تھی، اپنے سامنے ارزم شاہ کو دیکھ کے جیسے اسے نئی زندگی ملی تھی۔۔ اسکی ہیزل آنکھوں سے آنسو پھسل کے عارضوں پہ گرتے اسکا نقاب گیلا کر رہے تھے۔۔

کو۔ کون۔۔ ہو۔۔ تم۔۔۔ چھوڑو۔۔ مجھ۔۔ مجھے۔۔۔ وہ شخص اپنے ہاتھ پہ کسی کی مضبوط ہوتی گرفت کو محسوس کرتا گھٹی گھٹی آواز میں غرایا تھا، ارزم شاہ نے اسکا رخ اپنے طرف موڑتے ہوئے اپنی پوری قوت سے اسکے منہ پہ مکا جھڑا تھا، وہ اپنا سر زور سے اسکے سر کے ساتھ مارتا اسے زمین پہ گرا چکا تھا۔۔

تیری جرآت بھی کیسے ہوئی اتنی گھٹیا حرکت انجام دینے کی!! ارزم شاہ اسکا ہاتھ کو زور سے موڑ کے چیخ کی آواز سے اسکی ہڈی توڑتا اب اسکا سر پکڑ کے زمین پہ مار رہا تھا۔۔ وہ آدمی زور زور سے چیختا ہوا اپنی پوری قوت سے ارزم شاہ کی گرفت سے جان چھڑوانا چاہ رہا تھا، لیکن یہ اسے کوئی ناممکن سا کام لگ رہا تھا۔۔ چیخنے کی آوازوں پہ تمام لوگ یہاں اکھٹے ہوئے تھے، سامنے دیوانوں کی طرح ارزم شاہ کو ایک شخص کو پیٹتے دیکھ کے ان سب کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں، ان میں سے زیادہ تر لوگ ارزم شاہ کا سرخ و سفید چہرہ دیکھتے ہی اسے پہچان چکے تھے کہ وہ دریاب شاہ کا بیٹا ہے۔۔

شا۔شاہ!! ذائشہ نے ایک نظر سب کو دیکھتے ہوئے کپکپاتے لبوں سے اسے پکارا تھا لیکن وہ اسکی پکار نظر انداز کرتا سائیڈ پہ پڑی سیڑھی اٹھا کے اس شخص کی ٹانگوں پہ زور سے گرا چکا تھا، ارزم شاہ کا غصہ اس وقت انتہاؤں کو چھو رہا تھا، بہت سے لوگوں نے آگے بڑھ کے اس شخص کو بچانے کی کوشش کی تھی لیکن ارزم شاہ انہیں بھی کوئی چیز اٹھا کے مار دیتا۔۔ اب لوگ ڈرتے ہوئے آگے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے، بہت سے لوگ ارزم شاہ کی ویڈیو بھی ریکارڈ کر رہے تھے، جس سے ارزم شاہ واقف تھا لیکن اسے بالکل بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا، اگر اسے اس وقت کسی چیز سے فرق

پڑ رہا تھا تو وہ یہ کہ اس حبیس انسان کی جرآت بھی کیسے ہوئی تھی اسکی محبت کا چہرہ دیکھنے کی کوشش بھی کرنے کی؟؟ وہ جس نے آج تک خود اپنی محبت کا چہرہ نہیں دیکھا تھا کوئی دوسرا شخص کیسے ایسی حرکت انجام دے سکتا تھا اور کیا ارزم شاہ کو ایسی حرکت انجام دینے والے کو زندہ چھوڑنا چاہیئے تھا؟؟ بالکل نہیں۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنی سوچ پہ استہزایا مسکراتے ہوئے اسکے اسی دائیں ہاتھ کو ایک بار پھر سے مڑورا تھا جس سے وہ ذائشہ کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔۔ وہ ادھیڑ عمر شخص اس سے معافیاں مانگتا ہوا ذائشہ کو اپنی بہن اور بیٹی تک بول چکا تھا لیکن ارزم شاہ کو اس پہ ترس نہیں آ رہا تھا۔۔

پلیز۔۔۔ شاہ۔۔ سب۔۔ دیکھ۔۔۔ رہے۔۔۔ ہیں۔۔ لوگ۔۔۔ یہ۔۔۔ سب۔۔۔ ریکارڈ۔۔۔ بھی۔۔۔ کر۔۔۔ رہے ۔۔۔ ہیں۔۔۔ پلیز۔۔ رک۔۔۔ جائیں۔۔۔ ارزم شاہ کا وحشی اور غصیلا روپ دیکھتے ہوئے روتی ہوئی ذائشہ ہچکیوں سے بولی تھی، ذائشہ کی بات سنتے ہوئے ارزم شاہ اب اس شخص کو چھوڑ کے ان تمام لوگوں کی طرف بڑھا تھا، ان سب کے ہاتھوں سے ایک جست میں ان کے فون پکڑتا وہ اپنی پوری قوت سے سامنے دیوار پہ مارتا کرچی کرچی کر چکا تھا، کچھ لوگوں نے تو وہاں سے بھاگنا بھی چاہا تھا لیکن ارزم شاہ ان کے آگے اپنی ٹانگ لمبی کرتا انہیں منہ کے بل زمین پہ گراتے ان کا فون ان کے ہاتھ سمیت اپنے بھاری بوٹوں تلے توڑ چکا تھا۔۔ ذائشہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔ وہ دو منٹ میں اس سٹیشنری شاپ کا نقشہ بدل کے اپنی جیب سے بلینک چیک نکالتا شاکڈ کیفیت میں کھڑے اس دکان کے مالک کے ہاتھ میں پکڑا چکا تھا تاکہ وہ اس کی ریپیئرنگ کروا سکے۔۔

اسے کوئی ہاسپٹل لے کے نہیں جائے گا!! یہ اسکی سزا ہے یہ خود کیکڑے کی طرح رینگتا ہوا ہاسپٹل جائے گا مجھے امید ہے اب یہ کیکڑا راستے میں کسی چیونٹی کو بھی چھیڑنے کی جرآت نہیں کرے گا۔۔ ارزم شاہ ان سب کی طرف دیکھتا ہوا بے حد غصے سے دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ پہ سب نے اپنی سانس روکتے ہوئے سر ہلایا تھا۔۔

قسم خدا کی میرا دل کر رہا ہے میں تجھے ابھی زندہ زمین میں دفن کر دوں۔۔ اگر قتل کرنا جائز ہوتا تو میں کب کا یہ کر چکا ہوتا۔۔۔ مائینڈاٹ۔۔۔ ارزم شاہ ایک بار پھر سے جھک کے اسکا جبڑہ اپنی آہنی گرفت میں لے کے اسکا زور سے زمین پہ مارتا اپنی پوری قوت سے گر جا تھا۔۔ وہ انسان نیم بے ہوشی میں جا رہا تھا، اب تو اس میں چیخنے کی ہمت بھی باقی نہیں رہی تھی، ذایشہ تھر تھر کانپتی ارزم شاہ کو دیکھ رہی تھی جو اب غصے سے اسی کی طرف بڑھا تھا، اسکے غصے سے ڈرتی

ذائشہ نے لمبی سی ہچکی بھرتے ہوئے پیچھے ہونا چاہا تھا، لیکن ارزم شاہ اسے اپنی لہو رنگ آنکھوں سے گھور کے دیکھتا اسکے ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا باہر کہ جانب بڑھا تھا۔۔ ارزم شاہ کے جاتے ہی ان تمام لوگوں نے اپنی سانس بحال کی تھی، اسٹیشنری شاپ کے مالک نے چمکتی نظروں سے بلینک چیک کو ایک نظر دیکھتے ہوئے دوسری قہر برساتی نظر زمین پہ پڑے اپنے سیلز مین پہ ڈالی تھی جس کا ٹھرک ادھیڑ عمر میں بھی ختم نہیں ہوا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 29

ارزم شاہ اسے تقریباً گھسیٹنے والے انداز میں کھینچتا ہوا اپنی گاڑی تک لے کے آیا تھا، اس کے غصے سے بے حد سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے ذائشہ کی ہمت نہیں تھی، وہ کچھ بول سکے، اس نے اپنے دل میں اعتراف کیا تھا وہ اگر کسی کے غصے سے سب سے زیادہ ڈرتی تھی تو وہ ارزم شاہ کا غصہ تھا کیونکہ اسے صرف غصہ نہیں غصے سے بھی اوپر کی چیز آتی تھی۔۔ تھر تھر کانپتی ذائشہ نے آنسو بہاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ارزم شاہ اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کے اسے پیسنجر سیٹ پہ دھکیلتا ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کے بیٹھا تھا، گاڑی میں بیٹھتے ہی ارزم شاہ نے تیزی سے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے سڑک پہ دوڑائی تھی۔۔ ذائشہ کو ہمیشہ اوور سپیڈ گاڑیوں سے ڈر لگتا تھا، اسے گاڑی ہوائی جہاز کی طرح اڑاتے دیکھ کے اسکا سانس حلق میں اٹکا تھا۔۔

ش۔شاہ۔۔۔ ذائشہ نے روتے ہوئے اسے پکارا تھا تاکہ وہ سپیڈ کم کر لے۔۔

شٹ اپ!!! وہ اسکی پکار پہ پگھلنے کی بجائے حلق کے بل دھاڑا تھا۔ وہ چاہ کے بھی اپنا غصہ کنٹرول نہیں کر پا رہا تھا۔ اسکے دھاڑنے پہ ذائشہ سہمتی ہوئی گاڑی کے دروازے کے ساتھ چپکی تھی۔ ارزم شاہ اپنا ایک ہاتھ سے سٹیرنگ اور گئیر کو کنٹرول کرتا جبکہ دوسرے ہاتھ سے بار بار اپنی کنپٹی مسلتا ہوا اپنے غصے پہ قابو پانے کی تگ و دو میں ہلکان ہو رہا تھا ۔۔وہ منظر یاد کرتے ہوئے اسے ابھی تک اپنے بدن پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

پل۔پلیز۔۔مجھے۔۔۔یہی۔۔۔پہ۔۔۔اتار۔۔دیں۔۔۔می۔۔میں۔۔۔چلی۔۔جاؤں۔۔۔گی۔۔۔وہ سہمتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔ اسکا مدعا سنتے ہوئے ارزم شاہ کا پارا مزید ہائی ہوا تھا۔۔

یہی پہ اتار دوں تا کہ رات کے اس وقت کوئی پھر سے تمہیں بے نقاب کرنے کی کوشش کرے؟؟تمہاری ہمت کیسے ہوئی رات کے اس وقت ہاسٹل سے اکیلا نکلنے کی؟؟ارزم شاہ بولا نہیں دھاڑا تھا،ذائشہ نے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ نہیں جانتی تھی اس بپھرے شیر کو شانت کیسے کرنا ہے۔۔

م۔میری۔۔مر۔مر ضی۔۔۔وہ ذرا ہمت کر کے بولی تھی۔وہ اسے بتا رہی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے اپنے ہاسٹل سے نکل سکتی ہے اسے اسکی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔۔

ایسی کی تیسی تمہاری اور تمہاری مرضی کی بھی!! ارزم شاہ ایک دم اپنی گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے غرایا تھا،اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اس نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے خود کے نزدیک کیا تھا۔۔

کیوں نکلی تھی تم رات کے اس وقت ہوسٹل سے؟۔۔۔ارزم شاہ اسکی بھیگی ہیزل آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا تھا۔۔

ا۔ابھی۔۔ت۔تو۔۔صر۔صرف۔۔سات۔۔بجے۔۔۔ہیں۔۔نا!!۔۔وہ اسکے بازو پکڑنے پہ لڑکھڑاتی آواز میں گویا ہوئی تھی۔۔لہجے میں معصومیت تھی۔۔اسکے کیوٹ انداز پہ ارزم شاہ کے دل نے بے ساختہ اسکے ہونٹوں کے بگڑتے زاویوں کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔۔

آہہہ۔۔۔ارزم شاہ اسکا بازو چھوڑتا ہوا زور سے سٹیرنگ پہ اپنا ہاتھ مارتا بلند آواز میں چیخا تھا۔۔ذائشہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جس میں کب سے شاید کسی جن کی روح آئی ہوئی تھی۔۔اسکے غصے کے ڈر کی وجہ سے وہ بے آواز آنسو بہاتی آیت الکرسی پڑھنا شروع کر چکی تھی جیسے اس سے شیطان کو دور کرنا چاہ رہی ہو۔وہ سرگوشی نما آواز میں آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی لیکن ارزم شاہ اپنے تیز کانوں سے اسکی سرگوشی تک سن چکا تھا۔۔ارزم شاہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی اب ڈر کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔۔اس کے یوں سہمنے پہ ارزم شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس پہ غصہ کرے یا اسے ریلکس کرے۔۔وہ ہمیشہ اپنی کیوٹ حرکتوں سے اسکا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا دیتی تھی اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا ارزم شاہ کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔۔ارزم شاہ نے اسکی طرف جھکتے ہوئے اسکی گھنی مڑی ہوئی پلکوں پہ ہولے سے پھونک ماری ے تھی،ارزم شاہ کی خوشبو خود کے اتنے نزدیک محسوس کرتے ہوئے ذائشہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔خود پہ جھکے ہوئے ارزم شاہ کو دیکھ کے اسکی ہیزل آنکھوں میں خوف چھایا تھا جسے ارزم شاہ نے بھی نوٹ کیا تھا۔۔

وہ ہمیشہ سے نوٹ کرتا تھا جب بھی کوئی لڑکا اسکے زیادہ قریب سے گزرتا تھا، وہ اپنا سانس روک جایا کرتی تھی، اسکی آنکھوں میں یوں ہی خوف در آتا تھا۔۔ ایسا کیوں ہوتا تھا ارزم شاہ اس وجہ سے واقف نہیں تھا۔۔

د۔دور۔۔ر۔رہیں۔۔م۔مجھ۔۔سے۔۔۔ذائشہ لڑکھڑاتے ہوئے بولی تھی، ارزم شاہ اسکے خوفزدہ ہونے پہ دور ہو چکا تھا، کیونکہ اسکا مقصد اسے خوف میں مبتلا کرنا نہیں تھا۔۔

ہوسٹل میں کوئی دوست نہیں ہے تمہاری؟۔۔۔ارزم شاہ نے اب کی بار لہجے کو نرم بناتے ہوئے پوچھا تھا۔۔ اسکے نرم لہجے پہ ذائشہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے جواب دیا تھا، مطلب اسکی کوئی بھی دوست نہیں ہے۔۔

دماغ میں عقل بھی نہیں ہے؟ ارزم شاہ نے نرم لہجے پہ طنز کا تیر پھینکا تھا، وہ اسکی بات پہ غور کئے بنا پھر سے معصومیت سے سر نفی میں ہلا چکی تھی۔ اسکے یوں نہ میں سر ہلانے پہ ارزم شاہ کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا، جس پہ وہ اپنے انگوٹھے سے اپنی کھری مغرور ناک کو رگڑتا اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔۔

واقعی نہیں ہے؟؟۔۔ارزم شاہ نے اب مصروف انداز میں گاڑی کو سڑک کنارے لگاتے ہوئے استفسار کیا تھا، اسکے لہجے میں اب نرمی کے ساتھ ساتھ کچھ شوخی کا عنصر تھا جسے محسوس کرتے ہوئے ذائشہ نے اسکے پہلے جملے کو اپنے دماغ میں دہرایا تھا، اور پھر اسکے جملے پہ اپنا ردعمل یاد کرتے ہوئے اس نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو پھر سے گاڑی کو بریک لگا کے اب اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

ہ۔ہے۔۔ب۔بہت۔۔زیادہ۔۔۔ہے۔۔۔وہ اب اترانے کی کوشش کرتے ہوئے کچھ شرمندہ سی بول رہی تھی۔۔

کیا لینے آئی تھی تم مال میں؟۔۔۔ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کرتے ہوئے سامنے سے ٹشو اٹھا کے اسے پکڑایا تھا تاکہ وہ اپنے آنسو صاف کرلے۔۔۔

کپڑے۔۔۔وہ ٹشو سے اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی سوں سوں کرتے اسے جواب دے رہی تھی۔۔

اور؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے دانت پیستے ہوئے پوچھا تھا، اگر وہ کپڑے ہی لینے آئی تھی تو سٹیشنری شاپ میں کیا کر رہی تھی؟

جوتے۔۔۔ذائشہ اب اس ٹشو کو اپنی گود میں پھینک کے سامنے ڈیش بورڈ سے دوسرا ٹشو پکڑ چکی تھی، وہ دوسرے ٹشو سے اپنے دو مزید آنسو صاف کرتی معصومیت سے بولی تھی۔۔

اور؟؟ ارزم شاہ اسکے بار بار خاموش ہونے پہ ضبط سے اپنا سوال دہرا رہا تھا۔۔

بیگ۔۔۔۔وہ مزید ایک اور ٹشو اٹھا کے اپنے سمندر کی طرح بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے بھرائی آواز میں بول رہی تھی۔۔

اور؟؟۔۔۔ارزم شاہ اب ٹشو کا ڈبہ اٹھا کے اسکی میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ اسے یوں ٹشو ضائع کرتی ہوئی نا جانے کیوں اتنی کیوٹ لگ رہی تھی،وہ ہر ٹشو سے بمشکل ایک سے دو آنسو صاف کر کے ان کا ڈھیر اپنی گود میں لگا رہی تھی۔۔

اور۔۔۔اور۔۔کتابیں۔۔۔۔ذائشہ جو مزید ایک ٹشو اٹھا چکی تھی،سٹیشنری شاپ کا منظر یاد کرتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی،اسکے یوں زور زور سے رونے پہ ارزم شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا

۔۔

ہیے۔۔سٹاپ اٹ ذائشہ۔۔رونا بند کرو۔۔ارزم شاہ چار پانچ ٹشو اکھٹے نکال کے اسکے ہاتھ میں پکڑاتا فکر مندی سے بولا تھا،ذائشہ ان ٹشوز کے ساتھ اپنے آنسو صاف کرتی اسکی طرف معصومیت سے دیکھ رہی تھی۔۔

آپ۔۔آپ۔۔بہت۔۔۔خطرناک۔۔۔ہیں۔۔مجھے۔۔آپ۔۔۔کے۔۔۔ساتھ۔۔بیٹھ۔۔کے۔۔ڈر۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے۔۔۔ذائشہ لمبی سی ہچکی لے کے سہمتے ہوئے بولی تھی،اسکا سٹیشنری شاپ والا روپ وہ چاہ کے بھی نہیں بھول پا رہی تھی۔اسکے مدعے پہ ارزم شاہ نے آئبیرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

تمہیں ڈرنا بھی چاہیئے۔۔۔بائے داوے اگر تمہیں میرا اتنا ڈر ہوتا تو تم رات کے اس وقت ہوسٹل سے یوں نہ نکلتی!! کیا تمہاری عقل فوت ہو چکی ہے ذائشہ؟تم سٹیشنری شاپ میں اس کونے کی طرف کھڑی تھی جہاں اس گھٹیا انسان کے علاوہ کوئی نہیں تھا،اگر وہ کچھ غلط کر دیتا تو کس سے مدد مانگتی تم؟؟وہ تمہارا نقاب اتار کے تمہارا چہرہ دیکھنے والا تھا لیکن تم بت بنی کھڑی تھی،کیا تم بھول چکی تھی اگر وہ تمہارا چہرہ دیکھ لیتا تو ارزم شاہ اسکے ساتھ ساتھ تمہاری بھی کھال ادھیڑ دیتا!!۔۔۔ارزم شاہ کا مدھم لہجہ اچانک سے غصے میں تبدیل ہوا تھا،وہ منظر یاد کرتے ہوئے غصہ پھر سے عود آیا تھا،ارزم شاہ کے یوں اچانک سے دھاڑنے پہ ذائشہ پھر سے شیشے کے ساتھ لگتی اسے سہم کے دیکھ رہی تھی،جیسے کوئی سہمی ہوئی ہرنی بپھرے شیر کو دیکھ رہی ہو۔۔

م۔میں۔۔و۔وہاں۔۔اکیلی۔۔نہیں۔۔تھی۔۔پرامس۔۔پہلے۔۔کتنے۔۔سارے۔۔لوگ۔۔۔تھے۔۔وہاں۔۔
میں۔۔نہیں۔۔جانتی۔۔وہ۔۔سب۔۔یوں۔۔۔اچانک۔۔کہاں۔۔چلے۔۔۔گئے۔۔۔ذائشہ روتے ہوئے اسے
اپنی صفائی دے رہی تھی، اس انسان کا کیا بھروسہ تھا واقعی ہی اپنے کہے کے مطابق اسکی کھال ادھیڑ دیتا۔۔وہ اس
وقت اسکا حق جتاتا انداز نوٹس نہیں کر پائی تھی۔۔

رونا بند کرو۔۔ایک آنسو مزید نہ گرے تمہارا!! ورنہ ان آنسوؤں کو اپنے۔۔۔ارزم شاہ اسکے آنسوؤں سے چڑتا ہوا
اپنا بے باک جملہ مکمل نہ کر سکا، کیونکہ اسکا جملہ سنتے ہوئے سامنے بیٹھی سہمی ہوئی ہرنی فوت نہیں تو بے ہوش ضرور ہو
جاتی۔۔اسکے پھر سے غرانے پہ ذائشہ نے اگلے ہی منٹ رونا بند کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے آدھے
ادھورے جملے کا مطلب نہیں سمجھی تھی، وہ جب اچانک سے اپنی ہیزل آنکھوں سے ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں
میں جھانکتی تھی واللہ ارزم شاہ کو لے ڈوبتی تھی۔۔ارزم شاہ جو اسکی آنکھوں میں ڈوب چکا تھا، اسے اچانک سے یاد آیا
تھا وہ کافی دیر سے روتی ہوئی ہچکیاں بھر رہی تھی، اب اسے مزید نہیں رلانا چاہیئے۔۔ارزم شاہ نے پیچھے پڑی چھوٹی سی
پانی کی بوتل کی سیل کھولتے ہوئے اسکی طرف بڑھائی تھی۔۔ذائشہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف
دیکھا تھا، اس نے ابھی تک اسکے ہاتھ سے پانی کی بوتل نہیں تھامی تھی۔۔

سیل پیک ہے۔۔میں نے کچھ دیر پہلے پانی پینے کے لئے خریدی تھی لیکن پیا نہیں تھا۔۔اسے کسی نے بھی منہ نہیں لگایا
تم پی سکتی ہو۔۔۔ارزم شاہ نے اسے تفصیل دیتے ہوئے اسکے ہاتھ میں بوتل تھمائی تھی، وہ سمجھ رہا تھا وہ شاید اس پانی
کو جھوٹا سمجھ کے نہیں پی رہی تھی۔۔ذائشہ اب ہاتھ میں بوتل تھامتی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو اپنے فون
میں مصروف ہو چکا تھا۔۔تقریباً تین منٹ بعد ارزم شاہ نے اسکی طرف دیکھا تھا جو ہنوز پانی کی بوتل پکڑ کے ویسے ہی
بیٹھی ہوئی تھی۔۔

نہیں پینا پانی؟ ویٹ۔۔۔کہیں تمہیں یہ تو نہیں لگ رہا کہ میں نے اس پانی میں ڈرگز ملائے ہیں؟؟ ارزم شاہ اب اپنا
آئی فون ڈیش بورڈ پہ پٹختا ہوا آئبرو آچکا کے تفتیشی انداز میں بولا تھا۔۔اسکی بات پہ زائشہ نے منہ کھولتے ہوئے
اسکی طرف دیکھا تھا، اس نے تو ایسا دور دور تک نہیں سوچا تھا۔۔

پینا۔۔ہے۔۔لیکن۔۔آپ۔۔منہ۔۔وہاں۔۔پہ۔۔کریں۔۔۔وہ جھجھکتے ہوئے نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔ارزم شاہ نے اسکی بات پہ اسکی عقل پہ افسوس کیا تھا، وہ ابھی فون کیوں یوز کر رہا تھا؟ اسی لئے نا کہ وہ نقاب اتار کے پانی پی لے، اور ارزم شاہ اسے دیکھ نہ پائے لیکن نہیں اس چھوٹی سی عقل والی ذائشہ بی بی کو یہ بات کون سمجھائے؟؟ ارزم شاہ دانت پیس کے سوچتا ہوا اپنا منہ دوسری طرف کرنے کی بجائے گاڑی سے باہر نکل چکا تھا۔۔

میڈیم یوں مخاطب ہوتی میرے جزبات جگا رہی ہیں جیسے خدانخواستہ کپڑے تبدیل کرنے ہوں۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے بربراتا ہوا گاڑی کے دروازے کو زور سے بند کرتا اسکے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا۔۔ذائشہ نے اسکی بے باک سرگوشی نہیں سنی تھی، البتہ اسکے یوں زور سے دروازہ بند کرنے پہ اس نے اپنی بھیگی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے اسکی چوری پشت کو گھور کے دیکھا تھا۔۔وہ اپنا نقاب نیچے کو سرکاتی پانی کی بوتل اپنے کٹاوداز گلابی ہونٹوں سے لگا چکی تھی، پانی پیتے ہی اسے اتنی پیاس محسوس ہوئی کہ وہ آدھی بوتل گٹا گٹ پی گئی۔۔بوتل کا ڈھکن بند کرنے کے بعد اس نے پھر سے اپنا سرخ و سفید خوبصورت چہرہ نقاب سے ڈھکا تھا۔ہرنی پانی پی چکی تھی، اب اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اس بپھرے شیر کو کیسے بلائے جو باہر دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے اپنے لبوں کے ساتھ سیگریٹ لگاتا گہرے گہرے کش بھر رہا تھا۔۔ذائشہ کو سیگریٹ کی بو سے انتہائی نفرت تھی، سیگریٹ کی بو محسوس کرتے ہی اسے دردناک سے منظر یاد آتے تھے لیکن اسے سیگریٹ پیتے دیکھ کے وہ جیسے اس کے سحر میں جھکڑتی جارہی تھی، کوئی سیگریٹ پیتے ہوئے اتنا پیارا کیسے لگ سکتا تھا؟ اور سارے کا سارا کیسے لگ سکتا تھا؟ ذائشہ نے مبہوت ہوتے ہوئے سوچا تھا۔۔وہ اس وقت براؤن پینٹ پہ آف وائٹ شرٹ پہنے سیگریٹ کے لمبے لمبے کش بھرتا اپنے شہد رنگ بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوار رہا تھا۔۔شرٹ کے تمام بٹنز بند تھے، سلور چین نے بھی ابھی تک اپنی جھلک نہیں دکھلائی تھی۔۔

ہاا!! ذائشہ لعنت ہے تجھ پہ کسی کو یوں نہیں دیکھتے یہ تیرے فیوچر شریک حیات کے ساتھ زیادتی ہو گی۔۔ذائشہ نے اچانک سے اپنی بے لگام نظروں کو لگام ڈالتے ہوئے خود کو ڈپٹا تھا۔ذائشہ نے اپنا دماغ لڑا کے گاڑی کا ہارن بجاتے ہوئے اسے سائن دیا تھا کہ وہ پانی پی چکی ہے، اب وہ اندر آسکتا ہے۔۔ہارن کی آواز پہ ارزم شاہ نے اپنی مغرور ناک چڑھا کے سیگریٹ زمین پہ پھینکتے اسے اپنے بھاری بوٹوں تلے بجھایا تھا۔اسے اتنی سردی میں بھی اپنی شرٹ کے اوپری بٹن بند کرنے سے گھٹن محسوس ہوتی تھی لیکن وہ صرف ذائشہ کی اس لمحے کی جیلسی کو یاد کرتا ہوا انہیں کھولنے کی

غلطی نہیں کرتا تھا۔۔وہ اپنی گھنی شہد رنگ بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوا تھا۔۔
اسکی طرف دیکھے بنا ہی وہ اسکے ہاتھ سے پانی کی بوتل پکڑ کے پچھلی سیٹ پہ پھینک چکا تھا۔۔
نکاح سے پہلے اگر تم خود بھی اپنا نقاب اتار کے میرے سامنے آؤ گی نا تو یقین مانو آنکھیں میچ لوں گا اپنی لیکن تمہیں دیکھنے کی گستاخی نہیں کروں گا۔۔۔ ارزم شاہ اس کے کان کے پاس جھکتا گھمبیر لہجے میں سرگوشی سے بولا تھا، اسکے الفاظوں پہ زائشہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، اسکے منہ سے لفظ نکاح سنتے ہوئے اس نے چونک کے اسکی شہد رنگ آنکھوں میں جھانکا تھا۔۔
تمہارا چہرہ دیکھنے کی تمنا نہیں ہے مجھے۔۔۔ صرف تمہاری آنکھیں اچھی لگتی ہیں مجھے۔۔۔ یہ مجھے کسی دن لے ڈوبے گی (یا لے ڈوب چکی ہیں!!)۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکی ہیزل آنکھوں کو اپنی شہد رنگ آنکھوں سے چومتا بوجھل آواز میں بولا تھا، ذائشہ اسکے نزدیک ہونے پہ گھبراتی ہوئی کچھ پیچھے ہوئی تھی، اسکے الفاظوں پہ اسکے دل کی ایک ایک دھڑکن ادھم مچا رہی تھی۔۔ اسکی لرزتی پلکوں کا رقص دیکھتے ہوئے ارزم شاہ مبہوت ہوا تھا۔۔۔
ی۔یہ۔۔ آ۔آپ۔۔ ک۔کیسی۔۔ با۔۔باتیں۔۔ ک۔کر۔۔رہے۔۔ہیں۔۔۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے سنبھل کے بولی تھی۔۔
جو تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔۔۔ ارزم شاہ اسکے اس جواب پہ منہ بنا کے بولتا اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے کر چکا تھا، اس نے اپنے اتنے رومانٹک سے جملے پہ اتنا بونگا جواب ایکسپیٹ نہیں کیا تھا، ذائشہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، جو دو منٹ میں اس کی دھڑکنوں کو نچوا کے اب لاتعلقی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ارزم شاہ اسکی نظریں خود پہ محسوس کر چکا تھا جس پہ اس نے اپنا نچلا لب دباتے ہوئے شرارت سے اسے چھیڑنے کے لئے ہوئی گانا گنگنانے کا سوچا تھا۔۔

ہے تمنا ہمیں، تمہیں دلہن بنائیں
تیرے ہاتھوں پہ مہندی اپنے نام کی سجائیں
تیری لے لیں بلائیں، تیرے صدقے اتاریں
ہیں تمنا ہمیں تمہیں اپنا بنائیں

ارزم شاہ اپنی گاڑی کی رفتار دھیمی کرتا ہوا اپنی خوبصورت آواز کے سر بکھیرتا ذائشہ کو شرم وحیا سے کپکپانے پہ مجبور کر رہا تھا، ذایشہ تو اسکے گانے کے بولوں پہ بس کہیں چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہی تھی، جو ہمیشہ کی طرح اسے نہیں مل رہی تھی، وہ اپنی نظریں جھکا کے اپنی انگلیاں مڑورتی خود کو یہ تسلی دے رہی تھی کہ وہ صرف شوقیا گانا گنگنا رہا ہے اسپیشل !اسکے لئے نہیں

نہیں مشکل وفا، ذرا دیکھو یہاں

ارزم شاہ نے اسکی جھکی ہوئی نظروں کو دیکھتے ہوئے اسکی طرف جھک کے یہ بول گنگنایا تھا، ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے بے ساختہ اسکی طرف اپنی نظریں اٹھائی تھیں۔

تیری آنکھوں میں بستا ہے میرا جہاں

کبھی سن تو ذرا جو میں کہہ نہ سکا

میری دنیا تم ہی ہو تم ہی آسرا

ارزم شاہ نے اسکی ہیزل رنگ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے حد محبت سے یہ بول بولے تھے۔۔ ذائشہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اس سے نظریں ہٹا کے اب لرزتے دل سے ونڈ سکرین کی طرف دیکھ رہی تھی، اسے لگ رہا تھا یہ انسان آج اسکی لاش ہی ہوسٹل پہنچائے گا جو اپنا تمام تر دھیان اسکی طرف مرکوز کئے سڑک پہ اپنی گاڑی چلا رہا تھا، اچانک سے ایک گاڑی ان کے نزدیک آئی تھی جس پہ ذائشہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، اسے لگ رہا تھا اب تو وہ واقعی ہی پہنچی اللہ میاں کے پاس۔۔ لیکن اسکی یہ غلط فہمی ہوا ہوئی تھی، کیونکہ ارزم شاہ اس کی طرف دیکھ کے بھی آسانی سے گاڑی کٹ کر چکا تھا، ذائشہ حیران ہوئی تھی، کیا اس انسان کی دو کی بجائے چار آنکھیں تھیں یا آٹھ جو وہ اتنی آسانی سے اپنی گاڑی سنبھال چکا تھا؟ ذائشہ نے اپنی چھوٹی سی ناک چڑھاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

آپ۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ یوں۔۔۔ شریف۔۔ لڑکیوں۔۔۔ کے۔۔ سامنے۔۔۔ ایسے۔۔۔ گانے۔۔۔ نہیں۔۔ گنگنانے۔۔ چاہئیے۔۔۔ وہ اسے سنجیدگی سے ہدایت دے رہی تھی۔۔

یہ شریف لڑکی مجھے اپنے گھر کا ایڈریس تو بتائے صبح ہی اپنے ماں باپ کو لے اپنے ہونے والے سسر جی کے سامنے تمہارے لئے یہ گانا گاتے ہوئے تمہیں اپنے نام نہ کروایا تو نام بدل دینا میرا۔۔۔ ارزم شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بولتا

اب اس سے دور ہوتا اپنا پورا دھیان گاڑی کی طرف لگا چکا تھا۔۔ اسکے منہ سے اتنی سیدھی بات سنتے ہوئے ذائشہ کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں، وہ اتنی جلدی اس سے یہ بات ایکسپیٹ نہیں کر رہی تھی۔۔ وہ اسے کیا ایڈریس بتاتی؟ کن ماں باپ کا حوالہ دیتی؟ ذائشہ نے اپنے لہولہو ہوتے دل سے سوچا تھا۔۔ ہیزل آنکھیں ایک بار پھر پانیوں سے بھر چکی تھیں۔۔ اپنی ہچکیوں کو قابو کرنے کے لئے اس نے اپنے لبوں پہ ہاتھ دھرا تھا، لیکن وہ انہیں دبا نہ پائی، وہ خود پر سے قابو کھوتی ایک بار پھر سے زور و شور سے رونا شروع کر چکی تھی۔۔

ذائشہ!! ہیے۔۔ سٹاپ کرائینگ۔۔ کیا ہوا؟؟ ارزم شاہ کی گاڑی اب ہوسٹل کے قریب تھی، وہ اپنی گاڑی سائیڈ پہ پارک کرتا بے حد پریشانی سے استفسار کر رہا تھا لیکن وہ ہنوز رونے کا شغل فرما رہی تھی۔۔

کیا میری کوئی بات بری لگی ہے؟ اپارٹ فرام جوک زائشہ اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں تمہارے ساتھ فلرٹ کر رہا ہوں تو اس فضول سوچ کو اپنے دماغ سے نکال دو۔۔ میں بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ جیسے حرام تعلق کی بجائے تم سے نکاح کا رشتہ جوڑنا چاہتا ہوں۔۔ میں نہیں جانتا مجھے تم سے محبت ہے یا نہیں۔۔ صرف اتنا جانتا ہوں تمہاری ان آنکھوں سے عشق ہو چکا ہے مجھے۔۔ اپنائیت محسوس ہوتی ہے مجھے، یہ مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہیں، دل کرتا ہے ان کو بار بار دیکھنے کا، چومنے کا۔۔ لیکن اس سب کے لئے نکاح کا پرمٹ ضروری ہے تاکہ تمہیں اپنا بنا کے تمہاری عبادت کرتا رہوں، تمہیں بنا کسی گناہ کے ڈر سے دیکھو، پورے حق سے تمہاری آنکھوں پہ لب رکھوں۔۔ میں تمہیں دیکھ کے خود پہ قابو پانا بھول جاتا ہوں، تمہیں دیکھتے ہی میری نظریں بے لگام ہو جاتی ہیں، دھڑکنیں منتشر جبکہ زبان خود بخود پھسلتی بے باکیوں پہ اتر آتی ہے! تم خود بتاؤ اب میں تمہارے ساتھ نکاح نہ کروں تو کیا کروں؟ تمہیں اپنا بنانا اب ضروری ہو چکا ہے ذائشہ!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکی آنکھیں اس دن کی طرح اپنی پوروں سے صاف کرنے کی بجائے ٹشو سے صاف کرتا اسے بے بسی سے اپنی فیلنگز بتا رہا تھا، ذائشہ سانس روکے اسے سن رہی تھی، اسکی باتوں پہ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل سینے سے باہر آ رہا ہو۔۔ اس انسان کی باتوں نے اسے اپنے سحر میں اس طرح سے جکڑا تھا کہ وہ کتنی دیر ہل نہ سکی۔۔ اسکی باتوں میں اسکے لہجے میں ایک الگ تاثیر اور محبت تھی۔۔ اسکے دل کے جذبات سنتے ہوئے اسے لگ رہا تھا وہ اسکے دل کا حال بیان کر رہا ہو، اسے دیکھنے کے بعد ذائشہ کا دل بھی تو یوں ہی دھڑکتا تھا جیسے اسکی دھڑکنیں منتشر ہوتی تھیں، اسکی نظریں بھی تو یونہی بے لگام ہوتی تھیں جیسے اسکی ہوتی تھیں۔ اس نے جس

طرح سے اس کے سامنے اپنی پاکیزہ محبت بیان کی تھی، وہ اسے یہی پہ روکنا چاہتی تھی، وہ اسکے لائق نہیں تھا، وہ محلوں میں پلا بڑھا شہزادہ تھا تو وہ غلیظ جگہ کی پیداوار۔۔ وہ پاک تھا اور وہ خود کو ناپاک سمجھتی تھی۔۔ اسکی آنکھوں میں پاکیزگی تھی، اسکی محبت پاکیزہ تھی، وہ اس پاک شہزادے کے لئے نہیں تھی، وہ اس سے بہتر لڑکی ڈیزرو کرتا تھا۔۔ ذائشہ اذیت سے آنسو بہا کے سوچتی تیزی سے اسکی گاڑی سے نکلی تھی۔۔ ارزم شاہ ہکا بکا اسے گاڑی سے نکلتے ہوئے دیکھ رہا تھا، کیا وہ اسکی محبت کو ٹھکرا کے گئی تھی؟ کیا اس نے ارزم دریاب شاہ کو دھتکارا تھا؟؟ نہیں۔۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔ اس نے خود اسکی آنکھوں میں خود کے لئے محبت دیکھی تھی وہ کبھی بھی ارزم شاہ کو دھتکار نہیں سکتی تھی۔۔ ارزم شاہ بے حد غصے سے سوچتا ہوا گاڑی سے نکلا تھا۔۔ اسے ہوسٹل کی طرف تیز قدموں سے جاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں جھکڑتے ہوئے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔۔

کیا تم میری محبت کی انسلٹ کر رہی ہو؟؟ کیا میرے الفاظ تمہارے لئے اتنے ارزاں ہیں کہ تم ان کا جواب دیئے بنا مجھے انتظار کی سولی پہ لٹکائے یوں بھاگ رہی ہو؟؟ کیا ارزم شاہ تمہارے لئے ایک اچھا آپشن نہیں ہے جو اب دو؟؟ ارزم شاہ نے سپاٹ انداز سے پوچھا تھا۔۔

چھوڑیں۔۔۔ ہاتھ بھی مت لگائیں مجھے۔۔ مجھے لفٹ دے کے آپکو کیا لگا کہ میں آپکی ان جھوٹی دو محبت بھری باتوں پہ یقین کرتی ہوئی آپکو اپنا آپ سونپ دوں گی؟ آپ نے مجھے ابھی جانا ہی کتنا ہے جو آپ مجھ سے محبت کے دعوے کر رہے ہیں؟ آئندہ میرے راستے میں آنے کی جرات بھی مت کیجیئے گا۔۔ ذائشہ اپنی پوری قوت سے اس سے اپنا بازو چھڑوا کے دبی دبی آواز میں غراتی ہوئی وہاں سے بھاگ چکی تھی۔۔ ارزم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا حیرت سے پھٹی آنکھوں سے۔۔ کیا یہ معصوم سی ذائشہ تھی؟ کیا وہ کیوٹ سی باتیں کرنے والی ذائشہ اسکی محبت کو جھوٹ قرار دے کے اسے بے مول کر کے گئی تھی؟ ارزم شاہ نے حیرانگی سے سوچا تھا۔۔ ارزم شاہ کتنی دیر غائب دماغی سے ہوسٹل کے دروازے کو دیکھتا رہا۔۔۔ دیکھتا رہا۔۔ وہ بھول چکا تھا، اسے واپس ہویلی جانا ہے۔۔۔

اپنے ہوسٹل کے کمرے میں آتے ہی ذائشہ پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی، وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنا سر نفی میں ہلائے زور و شور سے رو رہی تھی جب نظریں اپنی ہوسٹل میٹ پہ اٹھی تھیں وہ اسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھتی شیشہ پی رہی تھی۔۔

پیو گی؟؟اس انعم نامی لڑکی نے اسے شیشہ پینے کی آفر کی تھی،ذائشہ اسکی آفر پہ رونا بھول کے اسے ناگواری سے دیکھتی واشروم کی طرف بڑھی تھی۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لاؤنج میں فون یوز کرتے مظہر شاہ سے سنجیدگی سے ملنے کے بعد احان شاہ کا رخ اب شاہ بی بی کے کمرے کی طرف تھا ۔۔وہ دروازہ ناک کرتے ہوئے شاہ بی بی کے کمرے میں داخل ہوا تھا جو اپنی آنکھیں موندیں تسبیح میں مشغول تھیں۔۔

السلام وعلیکم!! کیسی ہیں آپ؟؟۔۔۔احان شاہ نے ان کی ٹانگوں کے پاس بیٹھتے ہوئے انہیں نرمی سے سلام کیا تھا۔۔

وعلیکم السلام۔۔۔احان شاہ کی آواز پہ وہ آنکھیں کھول کے اسے روکھا پھیکا سا جواب دیتی پھر سے آنکھیں موند چکی تھیں۔۔

ناراض ہیں؟۔۔۔احان شاہ نے ان کا جھڑیوں زدہ ہاتھ تھامتے ہوئے ہنوز نرمی سے پوچھا تھا،وہ جواب دیئے بنا آنکھیں موندے رہیں۔۔

کیا آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی؟۔۔۔احان شاہ نے ان کے ہاتھ پہ لب رکھتے ہوئے انہیں ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

کیا آپ میری چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے مجھ سے پیار کرنا چھوڑ چکی ہیں شاہ بی بی؟احان شاہ نے اپنے سوالات جاری رکھے لیکن جواب ندارد۔۔

چھوٹی سی غلطی؟؟شاہ بی بی نے زہر خند انداز میں سوچا تھا۔۔

کیا آپ چاہتی ہیں میں یہاں سے چلا جاؤں؟؟۔۔۔۔وہ ان کی خاموشی پہ انہیں مزید بلیک میل کرنے لگا۔۔اسکے ان الفاظوں پہ شاہ بی بی نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں،وہ کب چاہتی تھی وہ اپنے کمرے میں اس چورنی کے پاس جائے؟اسکے ساتھ جا کے رات گزارے؟شاہ بی بی نے اپنے دماغ میں ایک پلین بناتے ہوئے احان شاہ سے ساری ناراضگی دور کرنے کا سوچا تھا۔۔

میں کیوں چاہوں گی کہ میرا لاڈلا پوتا میرے کمرے سے جائے؟ہاں تمہاری غلطی کی وجہ سے دکھ پہنچا ہے۔۔بہت پہنچا ہے۔۔۔تمہارے رویے کو یاد کرتے ہوئے میرا دل ابھی تک چیرا جا رہا ہے شاہ!! تم۔۔۔تم اس طرح سے بات تو کبھی نہیں کرتے تھے مجھ سے۔۔۔شاہ بی بی اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتی مدھم لہجے میں تکلیف سے بول رہی تھیں۔۔ان کی تکلیف محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے ان کا ہاتھ کئی بار چومتے اپنی آنکھوں سے لگایا تھا۔۔

مجھے معاف کر دیں شاہ بی بی میری ہر اس حرکت کے لئے جس سے آپکو تکلیف پہنچی ہے۔۔میں وعدہ کرتا ہوں آئیندہ آپکو کبھی بھی اپنے رویے سے تکلیف نہیں دوں گا۔۔آپ احان شاہ کی زندگی کا سب سے اہم کردار ہیں۔۔۔احان شاہ ان کے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتا شرمندگی سے معذرت کر رہا تھا جس پہ شاہ بی بی کے اسکا ہاتھ تھاما تھا۔۔

میرے پاس سو جاؤ۔۔جیسے بچپن میں سوتے تھے بالکل کسی معصوم بچے کی طرح۔۔وہ مزید آنسو بہاتی پیار سے بولی تھیں جس پہ احان شاہ مسکرا دیا۔۔

اچھا تھوڑی لگے گا شاہ بی بی اور میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں میں معصوم کبھی بھی نہیں تھا۔۔۔احان شاہ ہولے سے ہنس کے بولتا ان کے آنسو پھر سے صاف کر رہا تھا،وہ اتنی جلدی مان گئی تھیں،احان شاہ کے لئے یہی کافی تھا۔۔

اچھا کیوں نہیں لگے گا؟میرے لئے تو ہمیشہ سے میرے معصوم سے بچے ہی رہو گے۔۔۔کیا تم نہیں سو گے میرے پاس؟؟وہ اپنے لہجے میں آس لئے بولی تھیں۔۔

کیوں نہیں سوؤں گا شاہ بی بی؟کیا آپ نے کھانا کھایا؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنا کوٹ اتار کے سائیڈ پہ رکھتے ہوئے نرمی سے پوچھ رہا تھا۔۔

نہیں!! نہ تمہاری بیوی نے مجھ سے کھانے پینے کا پوچھا اور نہ ہی میں نے کھایا۔۔۔وہ شکوہ کر رہی تھیں۔۔ان کے شکوے پہ احان شاہ نے اپنا نچلا لب دباتے ہوئے اپنی ڈرپوک پٹھانی کے بارے میں سوچا تھا،جو نا جانے اس وقت کیا کر رہی ہو گی۔۔؟

وہ ڈرتی ہے آپ سے۔۔۔کچھ دنوں تک سب ٹھیک ہو جائے گا آپ پریشان مت ہوں،ہم دونوں مل کے ڈنر کریں گے میں بس چینج کر کے آتا ہوں۔۔وہ ان کے شکوے پہ مسکرا کے انہیں تسلی دیتا اپنا کوٹ تھامتے ہوئے ان کے کمرے سے نکلا تھا،شاہ بی بی جو جواباً ضبط سے مسکرا کے اسکی تائید میں سر ہلا رہی تھیں،اسکے جاتے ہی انہوں نے

نفرت سے اپنا سر جھٹکتے ہوئے اپنے جھوٹے آنسو پونچھے تھے۔۔وہ اس لڑکی کو کبھی بھی معاف نہیں کرنے والی تھی جو ان کا ہیرے سا پوتا ہر پ چکی تھی جو ان کی نواسی کا نصیب تھا۔۔

گلالئ آج بھی صبح سے اپنے کمرے میں بند تھی، زہرہ مام نے اس کا کھانا اوپر ہی بھجوایا تھا، وہ دوپہر میں کافی وقت اسکے پاس بیٹھی تھیں جس میں انہوں نے اپنے بانجھے کی آمد کا ذکر بھی کیا تھا، گلالئ جو شاید ایزل کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے لئے ایک دو چکر باہر کا لگا ہی لیتی ان کے بھانجے کا سن کے وہ ایک قدم بھی باہر نہ نکال پائی کیونکہ ان کا بھانجا غیر تھا اور وہ تقریباً ساڑھے تین سال پہلے شاہ ہویلی میں آیا تھا، گلالئ چھوٹی سی عمر میں ہی اسکی گندی نظریں ایزل شاہ کے وجود پہ محسوس کر چکی تھی، اسی لئے وہ جتنے دن شاہ ہویلی رہا تھا وہ اسکی گندی نظروں سے خائف ہوتی شاہ ہویلی میں داخل نہیں ہوئی تھی، مظہر شاہ نے اسے آج تک بنا پردے کے نہیں دیکھا تھا اور گلالئ چاہتی بھی نہیں تھی اسکے شوہر کے علاوہ کوئی اسکی طرف دیکھے۔۔

السلام وعلیکم۔۔۔احان شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی گلالئ کو سلام کیا تھا جو گلابی فراک میں ملبوس خود پہ احان شاہ کی سفید چادر اوڑھے ہوئے تھی۔۔

وعلیکم السلام۔۔۔گلائی اسے چہک کے سلام کا جواب دیتی اسکے قریب آئی تھی۔۔وہ اس وقت اپنے بھورے بال کھولے ہوئے تھی، احان شاہ کے آنے سے پہلے ہی اس نے نہا کے اپنا لباس تبدیل کرتے اپنے بال سکھانے کے لئے کھولے تھے، وہ چاہتی تھی اپنے اتنے پیارے شوہر کا اچھا سا استقبال کر سکے، تاکہ اپنی بیوی کو صاف ستھرا دیکھتے ہی اسکی ساری تھکاوٹ اتر جائے۔۔یہ ٹپ اسے زرتاج اماں نے دی تھی جس پہ اس نے شرماتے ہوئے عمل کیا تھا۔۔ احان شاہ نے اس کے بنا میک اپ کے معصومیت سے لبریز چہرے کی خوبصورت مسکراہٹ سے نظریں چرائی تھیں، اسکے خوشبوؤں میں بسے وجود کو وہ بمشکل نظر انداز کرتا الماری کی طرف بڑھا تھا، آج اس نے آتے ہی اسے اپنے ساتھ نہیں لگایا تھا کیونکہ اگر وہ اسے اپنے سینے سے لگا کے اسکی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں سے چن لیتا تو یقیناً شاہ بی بی کا کھانا وہی کا وہی رہ جاتا اور وہ اس سے پھر سے ناراض ہو کے سو جاتی۔۔اسکی نظر اندازی پہ گلالئ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی تھی۔۔

کھانا لاؤں آپ کے لئے ؟؟۔۔۔گلالئی نے مدھم لہجے میں معصومیت سے پوچھا تھا۔۔

نہیں۔۔ آج شاہ بی بی کے ساتھ کھاؤں گا۔۔ تم کھا لینا یاد سے۔۔۔ احان شاہ اسے مسکرا کے جواب دیتا اپنا نیلا ٹریک سوٹ پکڑے واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا، گلالئی کچھ حیران ہوئی تھی، ابھی کچھ دیر پہلے تو زرتاج اماں نے اسکو بتایا تھا کہ وہ شاہ بی بی کو رات کا کھانا دے کے اب انیکسی کی طرف جا رہی ہیں۔۔ تو کیا وہ پھر سے احان شاہ کے ساتھ کھانے والی تھیں؟

ہاا۔۔ میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔۔ میں بلا کیوں ان کے کھانے کو نظر لگا رہی ہوں۔۔۔ گلالئی نے معصومیت سے اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے خود کو ڈپٹا تھا، احان شاہ کا آتے ہی اسے نظر انداز کر کے شاہ بی بی کے پاس جانا اسے تکلیف دے رہا تھا لیکن وہ اپنی تکلیف کو نظر انداز کرتی اس سب کو نارمل لے رہی تھی۔۔ وہ اسکی دادی تھیں ان کا حق تھا اپنے پوتے پہ۔۔۔

احان شاہ واشروم سے نکلتے ہی اپنی نظروں کو قابو کرتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا، دل اپیل کر رہا تھا کچھ دیر اپنی پٹھانی کو اپنی بانہوں میں بھر لے لیکن وہ اپنے شدت بھرے انداز کو جانتا تھا، اگر وہ اسے بانہوں میں بھر لیتا تو اس نے اسے آسانی سے نہیں بخشنا تھا اور شاہ بی بی نے الٹا پھر سے ناراض ہو جانا تھا۔۔

آپ۔۔۔ جا۔۔ رہے۔۔۔ ہیں؟۔۔۔ یہ۔۔۔ دیکھیں۔۔ میں۔۔۔۔ نے۔۔۔

آپکے۔۔۔ کہنے۔۔ پہ۔۔ یہ۔۔ فراک۔۔۔ پہنی۔۔۔ ہے۔۔۔ گلالئی اسے اتنی جلدی میں جاتے دیکھ کے اسکے قریب آتی اسے معصومیت سے اپنی گلابی فراک دیکھا رہی تھی جو پیٹ اور گھٹنوں سے نظر آ رہی تھی، وہ اسکی شال کندھوں کے گرد کئے ہوئے تھی۔۔

ارے۔۔۔ ہاں میں نے دیکھا تھا پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ تم یاد سے کھانا کھا کے سو جانا۔۔۔ احان شاہ اسے ایک نظر دیکھ کے اسکی تعریف کرتا دروازہ کھول چکا تھا، گلالئی اسکی اتنی پھیکی سی تعریف پہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔ وہ ابھی رات میں اسے ریسٹورنٹ سے کھانا کھلانے کے بعد حویلی لایا تھا اور پھر پوری رات اسے اپنی بانہوں میں بھرے وہ پیار بھری سرگوشیاں کرتا چھوٹی موٹی گستاخیاں کرتا رہا تھا، اسکی آنکھوں میں پوری رات خمار کی سرخی واضح تھی لیکن اس نے اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کیا تھا۔۔ اسکی رات کی پیار بھری سرگوشیاں یاد کرتے ہوئے گلالئی جو کب سے

شرم سے سرخ پڑ رہی تھی، اسکی اتنی نظر اندازی پہ اس کا چہرہ اب تکلیف سے سرخ پڑا تھا، وہ اسے کیسے بتاتی وہ اسکی توجہ کی عادی ہو چکی تھی، گلالئ کی آنکھوں سے آنسو خود بخود گالوں پہ پھسلے تھے، اسے اپنے آنسوؤں پہ غصہ آرہا تھا جو بلاوجہ بہہ رہے تھے۔۔

انہوں نے تعریف کی تو ہے میری۔۔۔ اور میرے کھانے اور سونے کے لئے فکر بھی تو دیکھائی ہے نا؟ تو میں بھلا کیوں الٹا سوچ رہی ہوں؟ گلالئ پھر سے خود کو ڈپٹ کے صوفے پہ بیٹھ چکی تھی۔۔

انتظار کر لیتی ہوں، کچھ دیر تک آجائیں گے اور پھر میں بھی اپنی نیند کا بہانا کروں گی بچو۔۔۔ گلالئ اپنے معصوم سے دماغ میں معصوم سا پلین بناتی اب اپنے بالوں کو انگلیوں میں لپیٹ رہی تھی۔۔ وہ بنا کھانا کھائے پوری دلجمعی سے اسکا انتظار کر رہی تھی یہ جانے بغیر کے اس کا انتظار پوری رات کے لئے انتظار ہی رہنا تھا۔۔

حلیمہ ابھی کچن میں ہی تھی، وہ رات کے برتن دھو رہی تھی جب احان شاہ نے اسے شاہ بی بی کے کمرے میں ان کا اور اپنا کھانا لانے کا حکم دیا تھا، احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اپنے نچلے لب کو مسلسل کاٹتا احان شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

آپ۔۔۔ جا۔۔ رہے۔۔۔ ہیں؟۔۔۔ یہ۔۔۔ دیکھیں۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔"

"آپکے۔۔۔ کہنے۔۔ پہ۔۔ یہ۔۔ فراک۔۔۔ پہنی۔۔۔ ہے۔۔

اپنی پٹھانی کے معصوم سے الفاظ بار بار اسکے دماغ میں گونج رہے تھے، وہ جانتا تھا وہ اپنی تعریف سننا چاہتی تھی لیکن اسکی ضدی اور ڈکیٹ پٹھانی کو کون بتاتا کہ اسکا سر پھرا سیدزادہ منہ سے نہیں بلکہ صرف عملاً تعریف کرنا جانتا ہے۔۔

احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے شاہ بی بی کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔۔ شاہ بی بی جو کب سے اسی کے انتظار میں تھیں، اسے اپنے کمرے میں آتے دیکھ کے وہ دل میں فتح مندی سے مسکرائی تھیں۔۔ کچھ دیر تک حلیمہ کھانا لے کے آچکی تھی، احان شاہ نے شاہ بی بی کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا تھا خود اس نے صرف چند نوالے ہی لئے تھے، گلالئ کے بغیر اسے بھوک نہیں لگ رہی تھی۔۔

اوپر گل کو بھی کھانا دے آؤ۔۔۔۔ حلیمہ جو ان کے برتن اٹھا رہی تھی، احان شاہ نے اسے سنجیدگی سے حکم دیتے ہوئے اپنی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا، حلیمہ ہاں میں سر ہلا کے وہاں سے جا چکی تھی جبکہ شاہ بی بی تو اس کے منہ سے گلالئی کے لئے "گل" کا لفظ سن ہے جل بھن کے کباب بنی تھیں اور اس پہ تضاد اسکی اپنی بیوی کے لئے اتنی فکر دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنے لب بھینچے تھے۔۔

اگر تم اپنی بیوی کے پاس جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔۔ میں خود سو جاؤں گی، تم سے فرمائش کر کے شاید میں تمہیں امتحان میں ڈال چکی ہوں۔۔ شاہ بی بی طنزیہ انداز میں بولی تھیں، احان شاہ نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے نفی میں اپنا سر جھٹکا تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے شاہ بی بی!! میرا خود بھی آپ کے پاس سونے کو دل چاہ رہا ہے۔ تاکہ پرانی یادیں تازہ ہو سکیں۔۔۔ احان شاہ نے خود کو اور شاہ بی بی کو تسلی دیتے ہوئے یہ جملہ اپنے لبوں سے ادا کیا تھا۔۔ وہ اپنا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا شاہ بی بی کے پاس بیٹھ کے ان کا سر اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔

کیسی بات ہے نا پہلے تم میرے سینے میں چھپ کے سوتے تھے، اور اب میرا پوتا ماشاءاللہ سے اتنا جوان ہو گیا ہے کہ میں اس کے فراخ سینے میں چھپ رہی ہوں۔۔۔ شاہ بی بی اب کی بار دل سے بولتی اسکا ماتھا پیار سے چوم رہی تھیں۔۔

دادا جان کہاں سوئیں گے؟ احان شاہ نے شرارت سے پوچھا تھا۔۔

چل ہٹ بدمعاش۔۔۔ وہ جھینپتے ہوئے بولی تھی اور اسی وقت کمرے میں عادل شاہ کی اینٹری ہوئی تھی۔۔ احان شاہ کو رات کے اس وقت اپنے بیڈ پہ دیکھ کے وہ حیران ہوئے تھے جس پہ احان شاہ نے انہیں آنکھ ماری تھی۔۔ عادل شاہ نے ہربراتے ہوئے اپنے گستاخ پوتے کی طرف دیکھا تھا۔۔

دادا جان آج میری دادو جان کو میرے ساتھ سونا ہے آپ باہر صوفے پہ نہیں میرا مطلب گیسٹ روم میں مظہر کے ساتھ جا کے سو جائیں۔۔ احان شاہ اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپا کے انہیں سلگانے والے انداز میں بولا تھا، عادل شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، شاہ بی بی نے اپنے پوتے کے بچپن والے انداز پہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔۔

تمہیں بیوی اس لئے لا کے دی ہے کہ تم دوسروں کی بیویوں پہ اپنی نظر رکھو؟؟ عادل شاہ رعب سے بولے تھے جس پہ احان شاہ نے اپنا آبیبر واچکاتے ہوئے دل جلانے والا قہقہ لگایا تھا۔۔

تصیح کیجئے دادا جان!! آپ نے نہیں لا کے دی میں نے خود اپنی ٹیرھی پسلی سے بنی عورت ڈھونڈی ہے۔۔ اگر آپ کے بھروسے پہ رہتا تو یقیناً میں نے کنوارے ہی مرنا تھا۔۔۔ احان شاہ اتراتے ہوئے بولا تھا۔۔

انتہائی درجے کی نافرمان اور گستاخ اولاد ہے آپکی۔۔۔ عادل شاہ اپنی بیگم کی طرف دیکھ کے غصے سے بولتے ہوئے کمرے سے نکل چکے تھے جس پہ احان شاہ کا قہقہہ مزید بلند ہوا تھا، شاہ بی بی کی مسکراہٹ اسکی بیوی کے ذکر پہ ہی سمٹ چکی تھی، لیکن وہ پھر بھی بظاہر مسکرا رہی تھیں۔۔

کچھ دیر تک بچپن کی پرانی باتیں یاد کرتے ہوئے شاہ بی بی تو سو چکی تھیں لیکن احان شاہ کو نیند نہیں آ رہی تھی، ایک تو وہ شرٹ لیس سوتا تھا اور دوسرا اپنی پٹھانی کو بانہوں میں بھرے بغیر نیند کا آنا ناممکن سی بات لگ رہی تھی۔۔

احان شاہ نے خود کو مصروف کرنے کے لئے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا ہی تھا جب اسکے کھسکنے پہ شاہ بی بی نے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ کچھ نیند کی مالک تھیں۔۔

سوئے نہیں؟؟۔۔۔ انہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔

سو رہا ہوں۔۔ آپ سو جائیں۔۔ وہ ان کے ماتھے پہ لب رکھ کے نرمی سے بولتا انہیں سلا کے اپنا فون آن کر چکا تھا۔۔

احان شاہ بیزاری سے اپنا فون سکرال کر رہا تھا جب ایک ویڈیو اسکی نظروں کے سامنے سے گزری تھی جہاں ارزم شاہ اتنی سردی میں اپنی یونی کے سوئمنگ پول میں بریتھ ہولڈ ڈائیونگ کر رہا تھا۔ احان شاہ نے اسکی حرکتوں پہ غصے سے دانت کچکچاتے تھے، اسے مائیک میں دل جلاتی مسکراہٹ سے کچھ بولتے دیکھ کے اس نے فون کی ذرا سی آواز کھول کے اسے اپنے کان کے قریب کیا تھا تاکہ شاہ بی بی نہ اٹھ جائیں، اسکا نئے کاکا کو مبارکباد دینے کے بعد دو چائے مانگنا احان شاہ کو لوٹ پوٹ ہونے پہ مجبور کر رہا تھا لیکن اس وقت اسکے پاس شاہ بی بی تھیں وہ ہنس بھی نہیں سکتا تھا۔۔

احان شاہ نے آج دو دنوں بعد سوشل میڈیا ایپس اوپن کی تھیں جس پہ ارزم شاہ کی یہ ویڈیو ٹرینڈنگ پہ تھی۔۔

زیادہ جوانی چڑھی ہوئی ہے؟؟ احان شاہ نے یہ ویڈیو سیو کر کے ارزم شاہ کو سینڈ کرتے ہوئے غصے سے دبی دبی آواز میں وائس نوٹ کیا تھا، لیکن وہ اس وقت آف لائن تھا۔ اسے آف لائن دیکھ کے احان شاہ نے منہ چڑھایا تھا، ویسے تو ہر وقت وہ موبائل میں مصروف ہوتا تھا، اسے بھی ابھی ہی آف لائن ہونا تھا جب احان شاہ کا اس سے باتیں کرنے کو یا اسکی کلاس لینے کو دل تھا۔۔

ارزم شاہ اس وقت ہویلی جانے کی بجائے غصے سے خالی سڑکوں پہ اپنی گاڑی دوڑا رہا تھا، ذائشہ کی باتیں یاد کرتے ہوئے اسے کسی صورت چین نہیں مل رہا تھا۔۔ وہ غصے سے اپنا سٹیرنگ ہاتھ پہ مار مار کے سرخ کر چکا تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اپنی گاڑی کسی دیوار پہ ٹھوک دے۔۔ اپنی غصے سے پھولی سانسوں کو محسوس کرتا وہ بیچ راہ میں گاڑی روک چکا تھا، ہاتھ پیچھے لے جا کے گاڑی کی پچھلی سیٹ سے پانی کی بوتل اٹھائی تھی جس سے ابھی کچھ دیر پہلے ذائشہ نے پانی پیا تھا۔۔ ارزم شاہ اپنی لہو رنگ آنکھوں کو میچتا ہوا اس پانی کی آدھی بوتل کو منہ لگا کے کسی کام کی طرح پی رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ قسط 30

صبح کے چھ بج چکے تھے۔۔ وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔۔ کھانا ٹیبل پہ ہنوز ویسے ہی پڑا تھا۔۔ گلالئ اپنے گھٹنوں پہ سر رکھے پچھلے کتنے ہی گھنٹوں سے زار و قطار آنسو بہا رہی تھی، نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی، اس نے کتنے شوق سے اسکے لئے یہ گلابی فراک پہنی تھی، وہ اپنے لمبے بال بہت کم کھولا کرتی تھی لیکن اس نے اسکے لئے اپنے بال کھولے تھے جس نے انہیں دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا، کتنے دل سے اس کی شال اپنے کندھوں کے گرد اوڑھی تھی اسے یہ محسوس کروانے کے لئے کہ اسکی اجرک لے کے اسے بے حد تحفظ محسوس ہوتا ہے لیکن اس نے تو شاید اس پہ بھی نوٹس نہیں کیا تھا، اسکی ابے اعتنائی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس سے۔۔ گلالئ کو خود پہ غصہ آ رہا تھا جس نے اسکے جانے سے پہلے اسے روک کے اسکی توجہ اپنی فراک پہ دلوائی تھی۔۔ وہ رات سے جاگ رہی تھی، لیکن اب اسکی آنکھیں خود بخود بند ہو رہی تھیں۔۔ وہ ہچکیوں سے روتی اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔۔

احان شاہ پوری رات نہیں سویا تھا، وہ بار بار گھڑی کو دیکھتا وقت گزرنے کی دعائیں مانگ رہا تھا، لیپ ٹاپ بھی اسکا کمرے میں تھا، ورنہ وہ پوری رات اپنی پٹھانی کو دیکھ کے ہی گزار لیتا، اور فون اس نے اسے لے کے نہیں دیا تھا جو وہ اس سے کال پہ بات کر لیتا۔۔ احان شاہ نے اس پوری رات اپنے دل میں عہد کیا تھا، کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوتے ہی جلد از جلد اپنی پٹھانی کے لئے فون خریدے گا، یہ پوری رات اس نے جس طرح سے کانٹوں پہ گزاری تھی، صرف وہی جانتا تھا۔۔ شاہ بی بی صبح فجر کی نماز پڑھ کے ایک گھنٹے کے لئے پھر سے سو گئی تھیں، انہوں نے احان شاہ کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانے کو بولا تھا لیکن وہ سستی سے انہیں دیکھ کے رہ گیا، ان کی ہویلی میں لڑکوں میں سے

صرف کاظم شاہ اور زوریز شاہ ہی نمازوں کے پابند تھے، باقی دو تو صرف جمعہ کی نماز ادا کر کے ایک ہی دن میں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی معافیاں مانگ لیا کرتے تھے۔ احان شاہ نے مسجد جانے کی بجائے شاہ بی بی کو اپنی امامت میں نماز پڑھائی تھی جس پہ وہ کافی خوش نظر آ رہی تھیں۔۔

تقریباً سات بجے شاہ بی بی نیند سے بیدار ہوئی تھیں، احان شاہ کے آفس کا خیال کر کے وہ اسے ضبط سے اس کے کمرے میں بھیج چکی تھیں، اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی احان شاہ کی نظروں کا مرکز اسکی پٹھانی بنی تھی جو اپنا سر گھٹنوں میں دیئے صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی، کمرے کا ہیٹر بھی بند تھا اور یہاں تک کہ اس نے کمبل لینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا تیزی سے اسکے قریب آیا تھا، کھانا ویسے کا ویسے پڑا تھا، ایک نوالہ بھی نہیں توڑا گیا تھا، احان شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے کچلتے ہوئے اسکے چاند سے چہرے پہ اپنی نظریں دوڑائی تھیں، اسکے چہرے پہ آنسوؤں کے نشان دیکھتے ہوئے احان شاہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا، وہ وقفے وقفے سے نیند میں لمبی سی ہچکی لے رہی تھی جو اسکے کافی دیر تک رونے کا ثبوت دے رہی تھیں۔۔ وہ کیوں روتی رہی تھی؟ اس نے کھانا کیوں نہیں کھایا تھا؟ وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں سمجھ چکا تھا۔۔ تو کیا وہ اسکا انتظار کرتی رہی تھی؟ احان شاہ نے اضطرابی کیفیت میں اپنی گھنی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے اسکے ساتھ اپنی جگہ بنائی تھی، وہ اسکے بے حد قریب بیٹھا اسکے چہرے پہ آئی آوارہ لٹوں کو نرمی سے کان کے پیچھے کر رہا تھا جب گلالئی نے پٹ سے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ گلالئی کی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں۔۔

یہاں کیوں سو رہی ہو؟ اور آنکھیں کیوں سوجھی ہوئی ہیں؟ احان شاہ نے جانتے بوجھتے بھی پیار سے اسکی آنکھوں کو اپنی پوروں سے سہلاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے گلالئی نے دوسری نظر گھڑی پہ دوڑائی تھی، صبح کے سات بج رہے تھے اور وہ ابھی کمرے میں آیا تھا۔۔ گلالئی اسے زخمی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی سرعت سے اس سے دور ہوئی تھی، اس نے اسکا ہاتھ نہیں جھٹکا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی وہ ہاتھ جھٹکنے پہ پاگل ہو جایا کرتا تھا لیکن اس وقت اسکا پاگل پن دیکھنے کا موڈ نہیں تھا گلالئی کا۔۔۔ وہ اس سے اسی طرح فاصلے پہ رہنا چاہتی تھی جس طرح سے پوری رات اس نے اسے انتظار کی سولی پہ لٹکایا تھا۔۔ اسکے یوں دور ہونے پہ احان شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔

کھانا کیوں نہیں کھایا؟ احان شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے سینے پہ گراتا گھمبیر آواز میں پوچھ رہا تھا، لیکن ضدی پٹھانی نے جواب نہیں دیا تھا، وہ بنا کچھ بولے اس سے دور ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن احان شاہ اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کرتا اسے مزید اپنے سینے کا حصہ بنا گیا۔۔

خاموش کیوں ہو؟ احان شاہ نے اسکے گلابی گال کو اپنی پوروں سے سہلاتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا، وہ اب مزاحمت ترک کرتی اس سے اپنی نگاہیں پھیر چکی تھی، جانتی جو تھی اپنی پوری قوت لگا کے بھی اسکے حصار سے آزاد نہیں ہو سکتی تھی۔۔

یہاں میری طرف دیکھو۔۔ احان شاہ سختی سے بولا تھا، اسکا نگاہیں پھیرنا ہمیشہ کی طرح آگ لگا چکا تھا، وہ ایک پل کے لئے اسکے سخت لہجے پہ لرزی ضرور تھی، لیکن اسکی طرف دیکھا ابھی بھی نہیں تھا۔ وہ کچھ معاملوں میں بہت ضدی تھی اور خصوصاً احان شاہ کے معاملے میں تو کچھ زیادہ ہی ضدی تھی۔۔ احان شاہ نے تاصف سے سوچا تھا۔۔

سنا نہیں تم نے؟؟ یہاں میری طرف دیکھو۔۔۔ اسکی خاموشی پہ احان شاہ اس کے وجود سے اپنی آف وائٹ اجرک اتار کے دور پھینکتا سرد انداز میں بولا تھا، اسکی بے اعتنائی کے بعد اس کے اس سرد انداز پہ اس نے اپنی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، البتہ اسکے یوں چادر اتارنے پہ اسکے گال سرخ ہوئے تھے، وہ اسکی گہری نظروں کا ارتکاز اپنے سراپے پہ محسوس کر چکی تھی۔۔

میں نے تمہیں بولا تھا نا کھانا کھا لینا؟ پھر کیوں نہیں کھایا؟۔۔۔ وہ ٹیبل پہ پڑے کھانے کی طرف اشارہ کرتا سختی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

مجھے (زرتاج) اماں نے بلایا ہے۔۔ وہ آج میرے ساتھ ناشتہ کرنا چاہتی ہیں۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ پھر وہ حویلی میں ناشتہ بنانے آجائیں گی تو وقت نہیں بچے گا۔۔ وہ اسکا جواب دینے کی بجائے معصومیت سے اپنے ہاتھ کی انگلیاں موڑتی سنجیدہ لہجے میں بولی تھی، احان شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔

تو کیا اب تم مجھ سے یوں سائلنٹ بدلے لو گی میری ضدی پٹھانی؟؟۔۔۔ احان شاہ اسکے بدن پہ بے باکی سے اپنے ہاتھ پھیرتا آبیرو آچکا کے بوجھل لہجے میں بولا تھا، اسکے ہاتھوں کی گستاخیوں پہ اسکا چہرہ لہو چھلک رہا تھا، جبکہ اسکی بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔

انتظار کیوں کیا میرا؟ میں نے بولا تھا نا سو جانا؟۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں کو کچھ سیکنڈ کے لئے زور سے چومتا لاڈ اٹھانے والے انداز میں بول رہا تھا۔ گلالئی سرخ پڑتی اس سے دور ہونا چاہا رہی تھی لیکن وہ لمحہ بالمحہ اپنی گرفت مضبوط کر رہا تھا۔۔

می۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ نہیں۔۔ کیا۔۔ انتظار۔۔ مجھے۔۔ اماں۔۔ کے۔۔۔ پاس۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔

چھوڑیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ وہ روتے ہوئے ضدی انداز میں بولی تھی، وہ اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز پہ یوں ہی ضدی بنتی تھی۔۔

لیکن مجھے تمہارے پاس رہنا ہے۔۔ کہیں باہر ناشتہ کرنے چلیں؟۔۔۔ احان شاہ اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتا اسکے گالوں پہ بارہا پیار سے لب رکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔ وہ اس سے پرسو والا ریکشن ایکسپکٹ کر رہا تھا جب وہ معصومیت سے خوش ہوتی اسکے ساتھ باہر جانے کو تیار ہوئی تھی۔

نہ۔ نہیں۔۔ مجھے اماں کے پاس جانا ہے۔۔ آپ اکیلے چلے جائیں۔۔۔ وہ اپنی بات پہ قائم اب اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوئی تھی، وہ اسکے یوں پیار جتانے پہ چاہ کے بھی پگھلنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ رات والا وقت واپس نہیں لا سکتا تھا، جب وہ سردی میں بنا کسی گرم چیز کے بھوکی رہ کے اسکا انتظار کرتی رہی تھی۔۔

کیا تکلیف ہے کیوں صبح صبح ضد کر رہی ہو؟؟ احان شاہ کو اسکا یوں دور ہونا بے حد برا لگا تھا، وہ تیزی سے صوفے سے اٹھ کے اس کا بازو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لئے غرایا تھا۔۔ اسکے یوں غرانے پہ گلالئی نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

میں ضد نہیں کر رہی مجھے بس اماں کے پاس کچھ دیر وقت گزارنا ہے۔۔۔ وہ اپنی پلکیں جھپک کے اپنے آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیلتی سپاٹ انداز میں بولی تھی۔۔

تم ضد کر رہی ہو، تم مجھے شاہ بی بی کے ساتھ کچھ دیر وقت گزارنے کی سزا دے رہی ہو؟؟ کیا میں اپنی دادی کے ساتھ کچھ دیر وقت نہیں گزار سکتا؟؟۔۔۔ احان شاہ غصے سے بولا تھا، اسکے خود سے دور ہونے پہ اسکے خون میں ابھی تک ابال اٹھ رہے تھے۔۔

کیا میں اپنی اماں کے ساتھ کچھ دیر وقت نہیں گزار سکتی؟۔۔۔وہ سچ بول رہا تھا، لیکن اس کا سچ گلالئی کو کڑوا سا لگا تھا، اسی لئے وہ بھی اسی کے انداز میں غصے سے بولتی اسے لاجواب کر چکی تھی۔۔ اسکے لہجے میں اگر معصومیت ہوتی تھی تو غصہ وہ بھی اپنا پورا اتارتی تھی لیکن احان شاہ کے ذرا سے غصہ کرنے پہ رونا یوں مچاتی تھی جیسے اس نے اسے گولی مار دی ہو۔۔ احان شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ٹھیک ہے جاؤ۔۔۔ اور وہی پہ رہنا اب۔۔۔ احان شاہ دانت پیس کے بولتا ہوا الماری کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ احان شاہ نے یہ الفاظ ضدی انداز میں اپنی ہی ضدی بیوی کو بولے تھے، جس کا دل اسکے ان الفاظوں پہ کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔ تو کیا وہ اس سے تنگ آ چکا تھا جو وہ اسے وہی پہ رہنے کو بول رہا تھا؟؟ گلالئی نے اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اسکی چوڑی پشت کو گھورتے ہوئے سوچا تھا۔۔ اسے اب الماری میں مصروف دیکھ کے وہ آنسو بہاتی ہوئی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ گلالئی نے غصے سے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔۔ احان شاہ نے چونکتے ہوئے اسے اپنا غصہ دروازے پہ اتارتے ہوئے دیکھا تھا، کیا یہ وہی معصوم سی پٹھانی تھی جو اسکی موجودگی پہ تھر تھر کانپتی تھی؟ وہ منہ کھولے صرف سوچ کے رہ گیا، ابھی اسکے کمرے میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے تھے اور وہ اس پہ اپنا رعب ڈالنا شروع کر چکی تھی؟؟ ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا جب وہ بھیگی آنکھوں والی پٹھانی ڈریسنگ روم سے سادہ سی نیلی شلوار قمیض لئے واشروم کی طرف بڑھی تھی، واشروم کا دروازہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے بند کیا گیا تھا، احان شاہ اپنی ہری آنکھوں کو مزید پھیلاتا ہر برا کے واشروم کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔۔

آئی بڑی جون سینا کی بہن۔۔ ابھی تو تم کر لو اپنی اماں کے ساتھ ناشتہ۔۔ پھر تم دیکھو میں آفس سے آ کے کیسے تمہارے ڈیلے سکرو (پیچ) ٹائٹ کرتا ہوں۔۔۔ احان شاہ واشروم کے دروازے کو دیکھ کے بلند آواز میں بڑبڑاتا صوفے پہ بیٹھ چکا تھا کیونکہ واشروم تو جانے سے رہا، اسکی بیوی اس سے ضد لگا کے پہلے ہی واشروم میں گھس چکی تھی، خود کو مصروف کرنے کے لئے اپنا فون اٹھایا تھا لیکن پوری رات استعمال کرنے کی وجہ سے اسکی بیٹری ڈیڈ تھی۔۔ احان شاہ نے لب بھینچتے ہوئے اپنا پاور بنک تلاشتے ہوئے ریلکس انداز میں اپنا فون استعمال کرنا شروع کیا تھا۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد گلالئی واشروم سے نکلتے ہی اسکی طرف دیکھے بنا الماری کی طرف بڑھ چکی تھی، اسکی اجرک نکالنے کی بجائے اس نے اپنی پرانی کالی شال نکالتے ہوئے اپنے وجود پہ اوڑھی تھی۔۔ احان شاہ جو بظاہر اپنے موبائل

میں مصروف تھا وہ اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، اسکی آنکھیں مزید سوجھ چکی تھیں، وہ شاید اتنا ٹائم اسی لئے لگا کے آئی تھی کیونکہ میڈیم اپنے ضروری کام یعنی "رونے" پہ کسی صورت کمپرومائز کرتے ہوئے ناغہ نہیں ڈال سکتی تھی، وہ یقیناً زور و شور سے رو کے آئی تھی۔ اسے اپنی اجرک کی بجائے وہی پرانی چادر لیتے دیکھ کے احان شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔ وہ احان شاہ کو اگنور کر رہی تھی؟ وہ ہوتی کون تھی اسے نظر انداز کرنے والی؟ کیا وہ نظر انداز کئے جانے کے لائق تھا؟؟ انا پرست احان شاہ نے ضدی انداز میں سوچا تھا۔۔ وہ دونوں ہی ایک سے بڑھ کے ضدی تھے۔۔ احان شاہ کو اپنی اونچی ناک پیاری تھی تو اس میڈیم کو اپنا غصہ اور اپنی ضد۔۔۔ جو معصومیت کی دیوی بنی پھرتی تھی۔۔

بال سکھا کے جاؤ۔۔۔ اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے احان شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے حکم دیا تھا، وہ اسے جواب دیئے بنا مصروف انداز میں دروازے کی طرف بڑھتی رہی۔۔

ایک منٹ سے پہلے واپس مڑو اور میرا فون چارجنگ پہ لگا کے جاؤ جہاں جانا ہے!!۔۔۔ احان شاہ کی بلند آواز میں وارننگ تھی جسے اس دفعہ گلالئی نظر انداز نہیں کر سکی تھی، وہ واپس مڑ کے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکی طرف بڑھی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے چہرے کو اپنی گہری نظروں کے حصار میں لئے اسکی طرف اپنا فون بڑھایا تھا۔۔ وہ فون پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی جب احان شاہ نے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے اپنی گود میں گرایا تھا، اس اچانک افتاد پہ گلالئی کی آنکھیں پھیلی تھیں، وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے سر کے پیچھے اپنا ہاتھ رکھتا اسکے یاقوتی بھرے بھرے لبوں پہ قابض ہوا تھا، اسکی شدت بھری گرفت پہ گلالئی اسکا کچھ دیر پہلے والا جملہ یاد کرتی غصے سے بن پانی کی مچھلی کی طرح مچلی تھی، احان شاہ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں مکمل طور پہ لاک کرتا ایک جست میں اسکی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد لپیٹ چکا تھا، اسکی مزاحمت پہ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے اسکے ہونٹوں کو چوم رہا تھا۔۔ گلالئی نے شرم و حیا سے سرخ پڑتے اسکے چوڑے سینے پہ غصے سے مکے برسائے تھے۔۔ وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں شکوہ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکے بالائی لب کو آزادی بخشتے ہوئے اسکے نچلے لب پہ اپنی شدت دیکھائی تھی، اسکے لبوں کو اچھی طرح سے سرخ قندھاری کرنے کے بعد اس نے بالآخر اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔ اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہی وہ اسکے گلابی گالوں پہ

اپنے دانت گاڑتا اسکی گردن پہ جھکا تھا، کتنی دیر اسکی گردن کو اپنے لمس سے مہکانے کے بعد وہ اسے ایک جست میں اپنی گود میں اٹھاتا ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا۔۔ گلالئی نے سرخ پڑتے ہوئے اسکی گود سے نیچے اترنا چاہا تھا لیکن وہ اسکے لبوں کو ایک بار پھر سے قابو کئے اسے ڈریسنگ مرر پہ بیٹھا چکا تھا، اسکی سانسوں کے ساتھ اچھی طرح سے کھلواڑ کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹا تھا۔۔

بولا تھا نا بال سکھا کے جاؤ؟ لیکن نہیں تم شاید زرتاج اماں کو ان کے نواسے کی پلیننگ کا جھوٹا اشارہ دینا چاہتی تھی، لیکن یہ ایک اشارہ بہت کم تھا!! اب دیکھو ذرا خود کو شیشے میں۔۔ اپنے بھیگے قندھاری ہونٹ، اپنے سرخ گالوں پہ میرے دانتوں کے نشان، میری شدتوں سے لبریز اپنی سرخ گردن، اور اپنے بھیگے بال۔۔۔ میرے خیال سے اتنے اشارے کافی ہیں باقی زرتاج اماں خود ہی سمجھ جائیں گی۔۔۔ احان شاہ اب اسکا رخ پیچھے شیشے کی طرف اسکے ایک ایک نقوش پہ انگلی پھیر کے بولتا اسے آنکھ ونک کر چکا تھا۔۔ اسکے بے باک جملوں پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، اس نے کب ایسا سوچا تھا؟ کیا تھا یہ انسان؟ وہ کیوں ہر بات کو اپنے بے باک معنی دیتا تھا؟ گلالئی نے روہانسے ہوتے سوچا تھا۔۔ اسکا روہانسا چہرہ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکی کمر سے اپنے ہاتھ ہٹائے تھے کجا وہ پھر سے رونا نہ شروع کر دے۔۔ اگر اس ضدی پٹھانی نے بولا تھا وہ ناشتہ زرتاج اماں کے ساتھ کرے گی تو اس نے وہی پہ کرنا تھا ورنہ اس نے پورا دن کچھ نہیں کھانا تھا، احان شاہ تاصف سے سوچتا ہوا اسے ڈریسنگ مرر سے اتار چکا تھا۔۔ اسکے ڈریسنگ مرر سے اتارنے کی دیر تھی جب وہ اسے شکوے سے دیکھتی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔

میں اسے جتنا مرضی پیار کر لوں۔۔ لیکن اسکی ان شکوہ کناں نظروں نے کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑنا۔۔۔ احان شاہ نے منہ بنا کے سوچتے ہوئے اسکی پشت کو گھورا تھا۔۔ وہ خود پہ اچھے سے چادر اوڑھتی کمرے کا دروازہ کھول چکی تھی۔۔

چہرہ ڈھک کے جاؤ نیچے میرا کزن مظہر شاہ آیا ہوا ہے۔۔۔ احان شاہ سنجیدگی سے بولتا واشروم کی طرف چکا تھا، گلالئی اپنا چہرہ ڈھک کے کمرے سے جا چکی تھی، اسکا رخ اب اپنی انیکسی کی طرف تھا۔۔

کاظم شاہ کی وارننگ کی وجہ سے ایزل شاہ کل پورا دن اپنے کمرے میں رہی تھی۔۔رات کا ہلکا پھلکا کھانا بھی اس نے اپنے کمرے میں ہی کھایا تھا،وہ کل دوپہر میں ہویلی سے جانے کے بعد کل کی پوری رات کمرے میں نہیں آیا تھا،اسے کالج جانا تھا،کالج کا وقت ہونے والا تھا لیکن کاظم شاہ کی کل کی وارننگ ہنوز اسکے دماغ میں گونج رہی تھی،وہ مظہر لالہ کی نظروں کو ہوس کا نام دے رہا تھا لیکن ایزل شاہ کو کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا تھا۔۔ہاں ان کا کل اسے اپنے ساتھ لگانا اسے اچھا نہیں لگا تھا لیکن وہ ان کے اس رویے کو منفی انداز میں نہیں سوچ رہی تھی۔۔وہ اپنا یونیفارم پہن کے اپنی سوئی ہوئی کٹی کے بال سہلا رہی تھی جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔وہ اس وقت گرے پینٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ میں ملبوس بازوؤں کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں میں رت جگے کی سرخی لئے ہوئے تھا، اسکا لباس شکن زدہ تھا۔۔کاظم شاہ ایک ہی نظر میں خود کو دیکھتی ایزل شاہ کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا،ابھی آفس جانے میں تین گھنٹے باقی تھے۔۔اسی لئے وہ کچھ دیر سونے کی غرض سے اپنی وائٹ شرٹ اتار کے گول مول کرتا اسکی کٹی کو زور سے مارتا اوندھے منہ بیڈ پہ گر گیا۔۔اپنے چہرے پہ کچھ لگنے کی وجہ سے کٹی ہربراتی ہوئی نیند سے اٹھی تھی،اپنے جانی دشمن کی شرٹ اپنے منہ پہ دیکھ کے وہ تقریباً چیخنے والے انداز میں "میاؤں،میاؤں" کرتی اسکی شرٹ کو اپنے دانتوں سے چیڑ رہی تھی،ایزل شاہ نے حیرانگی سے ان دونوں پہ ایک ایک نظر ڈالتے ہوئے اپنی کٹی سے کاظم شاہ کی شرٹ چھڑوانی چاہی تھی،لیکن وہ اپنی مالکن کی ایک بھی سنے بنا اپنی نیند خراب ہونے کا بدلہ اسکی شرٹ سے لے رہی تھی۔۔کاظم شاہ اسکی بلی کو قہر برساتی نظروں سے دیکھتا اپنی آنکھیں موند چکا تھا،اسکی ابھی فلحال اس سے ریسلنگ کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا،وہ کچھ دیر کے لئے اچھی نیند لینا چاہتا تھا۔۔

مجھے۔۔کالج۔۔جانا۔۔۔ہے۔۔۔ایزل شاہ نے اپنی کٹی کی پیٹھ سہلا کے اسے شانت کرتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے اسے مخاطب کیا تھا۔کاظم شاہ نے اسکے مدعے پہ اپنی آنکھیں وا کرتے ہوئے اپنی پینٹ کی جیب سے اپنا فون نکالا تھا۔۔زوریز شاہ کو فون ملا کے وہ اپنے کان سے لگا چکا تھا۔۔

ارے!! تمہیں کبھی کوئی گھر ٹک کے بیٹھنے والی بیماری نہیں لگی؟میرا مطلب کیسے ہو تم "ذہر" آئی مین مظہر۔۔۔۔زوریز شاہ جس کا سامنا ابھی ڈائینگ ٹیبل پہ ہی مظہر شاہ سے ہوا تھا،شاہ بی بی کے آنکھ سے اشارہ کرنے پہ اس نے مظہر شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسکا حال دریافت کیا تھا،انداز میں طنز سب نے محسوس کیا تھا،مرحا شاہ نے اسکے منہ سے

مظہر کے لئے "ذہر" کا لفظ سنتے ہوئے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔۔ھارون شاہ نے گلا کھنکھارتے ہوئے اپنے سپوت کو وارن کیا تھا۔۔

ٹھیک ہوں تم سب سے ملنے کو دل چاہا تو میں آ گیا۔۔۔مظہر شاہ نے بڑے ضبط سے اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے اسے جواب دیا تھا،وہ ہمیشہ سے زوریز شاہ کی خوبصورتی سے جیلس ہوتا آیا تھا اور ابھی بھی وہ اسکے سرخ و سفید چہرے پہ تضاد اسکے لمبے چوڑے باڈی بلڈر وجود کو دیکھ کے بری طرح سے جیلس ہوا تھا،اسکے طنز اس نے صبر کا گھونٹ سمجھ کے پی ہی لئے تھے۔۔

اوپسس سوری ٹو سے لیکن یہاں تو کسی کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا تم سے ملنے کو ان فیکٹ میں تو بھول ہی چکا تھا کہ ہمارا کوئی مظہر شاہ نامی کزن اس دینا میں ایگزیسٹ بھی کرتا ہے۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے اسکا ہاتھ زور سے دبا کے چھوڑا تھا،اسکے الفاظوں پہ مظہر شاہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔۔

ارے میری بات کا غلط مطلب مت لینا۔۔آئی مین کافی دیر بعد آئے ہو نا تم اسی لئے بھول گیا تھا تمہیں۔۔باپ کی گھوریوں پہ زوریز شاہ اپنا نچلہ لب کاٹ کے بولتا ہوا اب اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

ہاں اس دفعہ کافی وقت بعد آیا ہوں کیونکہ۔۔۔ابھی مظہر شاہ اسکے جملے سے کچھ مطمئن ہوتا اپنی مصروفیات کا ذکر کرتا جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ارے یہ جملہ میں نے مذاق میں بولا تھا وہ کیا ہے نا کہ ناشتے سے پہلے مجھے مذاق کرنے کی عادت ہے۔۔زوریز شاہ خود کو مزید ایک طنز کرنے سے روک نہیں پایا تھا،وہ اسے بتا رہا تھا کہ اس نے اس سے مذاق کیا ہے وہ کافی وقت بعد آیا ہے البتہ وہ تو وقت سے پہلے آ چکا تھا۔۔

زوریز!!! ھارون شاہ ابھی دانت کچکچاتے ہوئے زوریز شاہ کو لتاڑنے ہی والے تھے جب زوریز شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔

بابا جان میں ذرا کال لے لوں۔۔۔زوریز شاہ آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا انہیں اپنا فون دیکھا کے ڈاینگ روم سے باہر جا چکا تھا،اور جاتے جاتے مرحا شاہ کو بھی وہاں سے باہر آنے کا اشارہ کرنا وہ نہیں بھولا تھا۔۔مرحا شاہ اسکے جاتے ہی سب کو اللہ حافظ بولتی اپنا بیگ اور اوور آل اٹھا کے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔زوریز شاہ کے الفاظ یاد کرتے ہوئے مظہر شاہ

نے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔عادل شاہ کی تاصف بھری نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ھارون شاہ نے خود کو ناشتے میں مصروف کیا تھا۔۔

جی لالہ بولیں ؟ڈائننگ روم سے نکلتے ہی زوریز شاہ نے کاظم شاہ کا فون کان سے لگایا تھا، اپنے پیچھے چلتی مرحا شاہ کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اسے کہنی سے پکڑتے ہوئے خود کے نزدیک کیا تھا، لاؤنج میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا جو انہیں اتنے قریب دیکھ سکتا۔۔

اپنی بہن کو کالج چھوڑ کے آ!!اور ناشتہ باہر سے کروالینا، ڈائینگ ٹیبل پہ وہ سالا مظہر شاہ چوڑا ہو کے بیٹھا ہوا ہے۔۔۔

کاظم شاہ اپنا چہرہ تکیے میں چھپاتا دھیمی آواز میں بولا تھا، ایزل شاہ چاہ کے بھی اسکی آواز نہیں سن پائی تھی۔۔

جی ٹھیک۔۔۔۔زوریز شاہ جو کونے میں ہوتا ہوا دھیرے سے جھک کے مرحا شاہ کے لب شرارت سے چوم رہا تھا، کاظم شاہ کے منہ سے ایزل شاہ کا ذکر سنتے ہوئے اس نے اسکے ہونٹ چھوڑتے ہوئے اپنے لب بھینچ کے مختصراً جواب دیا تھا، اسکا دل نہیں تھا اسے کالج چھوڑنے کو۔۔ لیکن کاظم شاہ کی بات وہ ٹال نہیں سکتا تھا۔۔

یاد رہے مظہر شاہ کی ذرا سی بھی گندی نظر میری بیوی پہ نہیں پڑنی چاہیئے ورنہ تمہاری بیوی کو واپس امریکہ بھیجنے میں پل نہیں لگاؤں گا میں۔۔۔کاظم شاہ خود پہ منہ تک کمبل لیتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرا کے فون بند کر چکا تھا، زوریز شاہ نے منہ بناتے ہوئے فون کو دیکھ کے ایک نظر مرحا شاہ کو دیکھا تھا جو آیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

اگر جو کبھی تم نے دوبارہ سے مجھ سے دور جانے کا سوچا بھی تو شوٹ کر دوں گا تمہیں مرحا زوریز شاہ!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے لبوں پہ پھر سے جھکنے ہی والا تھا جب سیڑھیوں سے اترتے احان شاہ کے گلا کھنکھارنے پہ وہ سیکنڈ میں اس سے دور ہوا تھا، مرحا شاہ جو اسکی سرگوشی سن کے اسے چونک کے دیکھ رہی تھی، احان شاہ کی آمد پہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

تم کھلے عام جتنی مرضی بے شرمی دیکھالو رخصتی پھر بھی تمہاری میرے بچوں کے پیدا ہونے کے بعد ہی ہونی ہے۔۔۔

احان شاہ اسکے قریب آ کے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے جلا کے راکھ کرتا ڈائینگ روم کی طرف بڑھا تھا۔۔زوریز شاہ اسکی بات پہ پیر پٹکتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔۔

میں ایزل کو لے کے آتا ہوں۔۔۔وہ مرحا شاہ کو ویٹ کرنے کا بولتا اوپر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔
جاؤ باہر۔۔زوریز آرہا ہے۔۔۔۔کاظم شاہ کمبل سے اپنا چہرہ نکال کے ایزل شاہ کو دیکھ کے سنجیدگی سے بولا تھا جو اپنی بلی کے ساتھ مصروف تھی، کاظم شاہ کی آواز پہ اس نے چونک کے اسکی طرف دیکھتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔اسے تو لگ رہا تھا وہ اسے اگنور کر کے سو چکا ہے لیکن نہیں اسے یاد تھا وہ کالج جانے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے۔۔
کمرے سے ہی چادر اوڑھ کے جانا۔۔۔کاظم شاہ حکمیہ لہجے میں بولتا اسکے چہرے سے نظریں پھیر کے کمبل پھر سے منہ تک اوڑھ چکا تھا۔۔ایزل شاہ گہری سانس بھر کے خود پہ چادر اوڑھتی ہوئی اپنی کٹی کو بائے کر کے ہولے سے چومتی دروازے کی طرف بڑھ چکی تھی، اسکی کٹی معصومیت سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی، ایزل شاہ کے کمرے سے نکلنے کی دیر تھی جب اسکی کٹی کسی شیرنی کی طرح دوڑتی ہوئی بیڈ پہ لیٹے کاظم شاہ کے کمبل میں گھس کے اسکے سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑ چکی تھی۔۔یہ سب اس نے ایک پل میں کرتے ہوئے کاظم شاہ کا دماغ گھمایا تھا، اس اچانک افتاد پہ کاظم شاہ نے کراہتے ہوئے خود سے کمبل دور پھینکا تھا، کٹی جو یہاں سے بھاگنے والی تھی کاظم شاہ نے اسکی دم پکڑتے ہوئے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔۔
اتنی نازیبا حرکت وہ بھی سید کاظم شاہ کے ساتھ؟؟تجھے شرم نہیں آئی بے شرم کٹی۔۔۔کاظم شاہ اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبوچتا گے حد غصے سے غرایا تھا، اسے اپنے سینے پہ بری طرح سے جلن محسوس ہو رہی تھی۔۔کٹی نے شیر کے چنگل میں پھنستے ہی خود کو کوسا تھا جو اپنی مالکن کے سہارے کے بغیر اس سے لڑائی لے چکی تھی۔وہ اب معصومیت کی تصویر بنی کاظم شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔
نکل جا میرے کمرے سے ورنہ کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا!!!۔۔۔اسکے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اسکا جبڑہ چھوڑ کے غرایا تھا، اسکے یوں گھور کے غرانے پہ کٹی معصومیت سے اسکی اپنی طرف اٹھی انگلی پہ کاٹتی بھاگنے کے انداز سے تھوڑے سے کھلے دروازے سے غائب ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ نے کراہتے ہوئے اب کی بار اپنی انگلی کی طرف دیکھا تھا جو بے حد سرخ ہو چکی تھی، لوگوں پہ ان کی بیویاں تشدد کرتی تھیں، لیکن وہ انوکھا تھا جس کی بیوی کی کٹی اسے اپنے ظلم کی بھینٹ چڑھاتی تھی۔۔

وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے تجھے خریدا تھا یو بلڈی کیٹ۔۔۔کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح خود کو کوستا ہوا اب اپنا چٹانی سینا رب کر رہا تھا جس پہ وہ بے شرم کٹی کسی محبوبہ کی طرح لو بائٹ بنا کے گئی تھی۔۔

مرحا شاہ کو ہاسپٹل چھوڑنے کے بعد زوریز شاہ کا رخ اب ایزل کے کالج کی طرف تھا، وہ ان دونوں کو راستے سے ہی ناشتہ کروا چکا تھا۔۔کالج آتے ہی ایزل شاہ گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکلنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ کے جملے پہ وہ اپنا سانس تک روک گئی۔۔۔

آج کا دن نکال کے تمہارے پاس صرف دو دن مزید بچے ہیں ایزل ھارون شاہ! ورنہ تم جانتی ہو تیسرے ہی دن میں کیا کروں گا۔۔۔زوریز شاہ نے اسے پھر وارن کرنا ضروری سمجھا تھا جو شاید اسکی وارننگ بھوک چکی تھی۔۔

جی مجھے یاد ہے لالہ!! اللہ حافظ۔۔۔ایزل شاہ گہری سانس بھر کے مدھم لہجے میں جواب دیتی گاڑی سے نکل چکی تھی، اسکی آنکھوں میں آنسو تھے جنہیں وہ بار بار پیچھے دھکیلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 31

وہ رات سے گھر نہیں آیا اور تم مجھے ابھی بتا رہے ہو؟؟ احان شاہ غصے سے دھاڑا تھا، اکبر خان نے شرمندگی سے اپنی غیر ذمہ داری پہ نظریں جھکائی تھیں، سب جانتے تھے احان شاہ، چھوٹے شاہ کے لئے کس قدر حساس تھا، اس نے تمام ملازموں کو ہر وقت باڈی گارڈ کی طرح ارزم شاہ کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا، وہ الگ بات تھی ارزم شاہ ان گارڈز سے بیزار ہوتا ہوا انہیں جھانسا دے گے ایک پل میں اپنا راستہ تبدیل کر جایا کرتا تھا، یوں کہ گارڈز ایک دوسرے کی شکل دیکھ کے رہ جاتے۔۔

ارزم شاہ پوری رات سے ہویلی نہیں گیا تھا، اور اس بات کا علم احان شاہ کو اکبر خان سے بالکل ابھی ہوا تھا، اکبر خان کی بات سنتے ہوئے احان شاہ جو آفس جانے والا تھا، جیب سے فون نکالتے ہوئے چھوٹے شاہ کا نمبر ملایا تھا، بیل جا رہی تھی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔احان شاہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسے فون کرنا جاری رکھا۔۔وہ گاڑی سٹارٹ کرتا اسے برق رفتاری سے ہویلی سے نکال چکا تھا۔۔کوئی دسویں کال پہ فون اٹھایا گیا تھا۔۔

کہاں ہو تم اور فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے ؟؟ کب سے پاگلوں کی طرح فون کر رہا ہوں میں۔۔۔ فون چھوٹتے ہی احان شاہ غصے سے بولتا ہوا اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔۔

میرا فون سائلنٹ پہ تھا۔۔۔ ارزم شاہ نے سیگریٹ کا گہرہ کش لیتے ہوئے مدھم آواز میں جھوٹ بولا تھا۔۔

کہاں ہو تم ؟ احان شاہ نے اپنا دوسرا سوال پھر سے دہرایا تھا جس کا اس نے جواب نہیں دیا تھا۔۔

یونی۔۔۔ ارزم شاہ نے سیگریٹ کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے مزید ایک جھوٹ بولا تھا۔۔

رات سے کہاں تھے ؟ احان شاہ نے سپاٹ انداز میں مزید ایک سوال داغا تھا۔۔

ہویلی۔۔۔ ارزم شاہ اپنا شوز نیچے زمین پہ رگڑتا پھر سے جھوٹ بول رہا تھا۔۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اب اگر جو تم نے مزید ایک جھوٹ بھی بولا تو۔۔ احان شاہ غصے سے غرایا تھا، وہ جان چکا تھا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔ ارزم شاہ اس بار جواباً خاموش رہا۔۔۔

کسی دوست سے لڑائی ہوئی ہے ؟ احان شاہ نے اسے کریدا تھا، کیونکہ اسکا لہجہ اسے پہلے جیسا بالکل نہیں لگ رہا تھا، اسکا لہجہ بہت بجھا سا تھا۔۔

نہیں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں ؟ ارزم شاہ اپنے لہجے کو نارمل بناتا گاڑی کے بونٹ پہ نیم دراز ہوا تھا، وہ اس وقت کسی سبزہ زار جگہ میں موجود خود کو ریلیکس کرنے آیا تھا، لیکن اسکا دل ہنوز ویران تھا۔۔

تم اگر اگلے دس منٹ میں میرے آفس میں موجود نہ ہوئے ارزم شاہ تو تمہاری خیر نہیں ہے !! اسکے بار بار جواب گول مول کرنے پہ احان شاہ حکمیہ لہجے میں غصے سے بولتا فون کاٹ چکا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا، اسے ہوا کیا ہے ؟ وہ اتنا اداس کیوں ہے ؟ اسکے حکمیہ انداز پہ ارزم شاہ ناچاہتے ہوئے بھی الرٹ ہوا تھا، اسکا اس پر سکون جگہ سے جانے کا دل تو نہیں تھا لیکن جانتا تھا اگر نہ گیا تو احان شاہ نے خود اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں ٹپک پڑنا ہے۔۔ ذائشہ کے تمام خیالات اپنے دماغ سے جھٹکتے ہوئے ارزم شاہ بونٹ سے اترا تھا۔۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوا تھا۔۔ اسکا رخ اب احان شاہ کے آفس کی طرف تھا۔

آج یونی میں دوسرا کوالیفائیر تھا، ارزم شاہ کی ٹیم سیمی فائینل کے لئے کوالیفائی کر چکی تھی، آج دوسری دو ٹیموں میں مقابلہ تھا، ان دونوں میں سے جس کی جیت ہونی تھی، پر سو اسکا ارزم شاہ کی ٹیم کے ساتھ سیمی فائینل ہونا تھا۔۔ ذائشہ کب سے گراؤنڈ کے بنچ پہ بیٹھی یہاں وہاں دیکھ رہی تھی، وہ لاشعوری طور پہ ارزم شاہ کا انتظار کر رہی تھی جو ابھی تک یونی نہیں آیا تھا۔۔ اس کے دوست بھی شاید اسی کی انتظار میں وقفے وقفے سے اسے فون ملا رہے تھے، لیکن شاید اس نے آج یونی نہیں آنا تھا، ذائشہ اپنے رات والے رویے کے لئے کافی شرمندہ تھی، وہ اسے مناسب الفاظ میں بھی منع کر سکتی تھی، ضروری تو نہیں تھا اسکی محبت کی یوں توہین کی جائے۔۔

کیا وہ اس شہزادے کی محبت کے لائق تھی؟ ذائشہ نے اداسی سے سوچتے ہوئے بنچ پہ اپنا سر ٹکا کے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔

ایزل۔۔۔ ایزل رکو پلیز۔۔۔۔ کلاس ختم ہوتے ہی جویریہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں ایزل کے پیچھے لپکی تھی لیکن وہ اس کی ایک بھی سنے بنا تیز تیز قدم اٹھاتی کالج کے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

ایزل پلیز لسن ٹو می (میری بات غور سے سنو)۔۔۔ جویریہ دوڑ کے اسکا بازو زور سے پکڑتی اسکی منت کر رہی تھی۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔ لالہ آ چکے ہیں مجھے لینے۔۔۔ ایزل سپاٹ انداز میں اس سے اپنا بازو چھڑوا رہی تھی۔۔

میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔۔ لیکن پلیز پہلے مجھے یہ تو بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟؟ تم اتنے دنوں سے مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی؟۔۔۔ جویریہ ہانپتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔ ایزل شاہ اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی تگ و دو کرتی چیخی تھی۔۔ اسکے چیخنے پہ جویریہ کی گرفت اسکے بازو پہ بے ساختہ ڈھیلی پڑی تھی، ایزل شاہ روتے ہوئے اس سے اپنا بازو چھڑوا کے اپنے سر پہ اوڑھی چادر کو درست کرتی باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔ جویریہ کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔

ایزل شاہ کو واپسی پہ بھی زوریز شاہ ہی لینے آیا تھا۔۔ وہ اسے سلام کرتی خاموشی سے پچھلی سیٹ پہ بیٹھ چکی تھی۔۔

سپاٹ انداز سے اسکی سلام کا جواب دیتے زوریز شاہ نے شیشے سے ایک نظر اسکی گلابی ہوتی نیلی آنکھوں کو دیکھ کے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔ گاڑی میں یوں خاموشی تھی جیسے کوئی اندر بیٹھا ہی نہ ہو۔۔ ایزل شاہ سیٹ کی پشت سے

اپنا سر ٹکائے اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھی تو زوریز شاہ گاڑی چلاتے ہوئے وقفے وقفے سے لاڈلی بہن کی سو جھی ہوئی بند آنکھیں کے دیکھ اپنی نظریں پھیر جاتا۔۔

ایزل کو ہویلی اتارتے ہی زوریز شاہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے نکل چکا تھا، لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ایزل شاہ سب کو مشترکہ سلام کرتی اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ ہی رہی تھی جب مظہر شاہ نے اسے مخاطب کیا تھا۔۔

ارے ایزل یہاں آؤنا ہم سب کے ساتھ بیٹھو۔۔ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟؟۔۔ مظہر شاہ نرمی سے بولا۔۔ ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے اسکی طرف اپنا چہرہ موڑا تھا۔۔

نہیں لالہ میں کیوں آپ سے ناراض ہوں گی۔۔ وہ جلدی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔۔ اس وقت لاؤنج میں زہرہ شاہ، شاہ بی بی اور مظہر شاہ ہی بیٹھے تھے، میرال صبح سے اپنی دوستوں کے ساتھ باہر ناشتے کے لئے نکلی ہوئی تھی، میرال ہویلی میں اپنی بول چال تقریباً سب سے بند کئے ہوئے تھی سوائے مرحا شاہ کے۔۔

جب سے میں آیا ہوں تم تب سے اپنے کمرے میں بند ہو۔۔ مجھے لگا شاید تم مجھ سے کسی بات پہ خفا ہو۔۔۔ مظہر شاہ ہنوز مسکراتے ہوئے لہجے میں مٹھاس لئے بولا تھا۔۔

نہیں۔۔ لالہ۔۔ وہ۔۔ میرا۔۔ کالج۔۔ کا۔۔ کام۔۔۔ تھا۔۔ تو۔۔ بس۔۔۔ اسلیئے۔۔۔ ایزل شاہ منمناتے ہوئے جواب دے رہی تھی، اسے مظہر شاہ کو اگنور کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا، لیکن کاظم شاہ کی وارننگ کو بھی وہ نظر انداز کسی صورت نہیں کر سکتی تھی۔۔

اوا چھا! تو کیا آج فری ہو تم؟ کہیں باہر چلیں؟۔۔۔ مظہر شاہ اب صوفے سے اٹھ کے اسکے قریب کھڑا ہو تا پیار سے بول رہا تھا، شاہ بی بی اور زہرہ مام مسکرا کے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتی تھیں، مظہر کی ہوئی بہن نہیں ہے اسی لئے وہ جب بھی آتا تھا یونہی ایزل کے لاڈ اٹھاتا اس سے کھیلنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا وہ الگ بات تھی کاظم شاہ اپنی موجودگی میں اسے ایزل کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتا تھا۔۔

باہر۔۔۔اچھا۔۔میں۔۔میرا مطلب میں شاہ جی سے پوچھ کے بتاؤں گی۔۔ایزل شاہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسکے اس اچانک سوال کا کیا جواب دے اسی لئے اس نے جواب گول مول کر دیا، اسکے منہ سے شاہ جی کا ذکر سنتے ہوئے مظہر شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، لیکن وہ بظاہر اسے نروٹھے پن سے دیکھتا اپنا سر ہاں میں ہلا گیا۔۔

میں۔۔چینج۔۔۔کر۔۔لوں۔۔پھر نیچے آتی ہوں۔۔۔وہ مظہر شاہ کے چہرے پہ خفگی دیکھتی کاظم شاہ کی وارننگ کو اگنور کرتے ہوئے اسے نیچے آنے کا بول چکی تھی، تاکہ اپنے اتنے سالوں بعد آئے مظہر لالہ کے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔۔مظہر شاہ کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑی، وہ اسکا گال نرمی سے کھینچتا مسکرا کے سر کو خم دے رہا تھا۔ایزل شاہ کو اسکے یوں ٹچ کرنے سے کچھ اکورڈ سا فیل ہوا تھا، اسی لئے وہ تیزی سے کچھ فاصلے پہ ہوتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکی تھی، مظہر شاہ نے اسکی بل کھاتی نازک سی کمر کو دیکھنے کی ناکام تگ و دو کی تھی جو اس وقت چادر میں چھپی ہوئی تھی۔۔

وہ ابھی سیڑھیاں چڑھ کے اوپر آئی ہی تھی، جب ریلینگ پہ جھکے کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنا تھوک نگلا تھا، ابھی دو بج رہے تھے، وہ ابھی تک آفس نہیں گیا تھا، آجکل تو اسکا پتا ہی نہیں چلتا تھا وہ کب ہویلی آتا تھا اور کب آفس جاتا تھا۔۔

تو کیا وہ کب سے نیچے اسکی اور مظہر شاہ کی باتیں سن رہا تھا؟ کیا وہ واقعی ہی اسکے کردار کو لے کے شکی ہو رہا تھا؟ ایزل شاہ نے الٹا سیدھا سوچا تھا، لیکن پھر اسکا غصے سے سرخ ہوتا چہرے دیکھ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ ابھی مظہر کو واپس نیچے آنے کا بول کے آئی تھی، ابھی کہ کاظم شاہ نے اسے مظہر شاہ سے دور رہنے کا سختی سے حکم دیا تھا۔۔ایزل شاہ اپنی نظریں جھکاتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی، جب کاظم شاہ نے سرعت سے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے اسے ریلینگ کے ساتھ لگایا تھا۔وہ ابھی سنبھلی بھی نہیں تھی جب کاظم شاہ نے اسکی چادر کا کونا پکڑتے ہوئے غصے سے اسکا وہ گال رگڑ کے صاف کیا تھا جسے ابھی کچھ دیر پہلے مظہر شاہ نے ٹچ کیا تھا۔۔اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ کا بیگ کندھے سے پھسل کے نیچے زمین پہ گرا تھا۔۔جب مظہر شاہ نے اسے ٹچ کیا تھا کاظم شاہ دھاڑنے ہی والا تھا لیکن ایزل شاہ کا ریکشن دیکھنے کے لئے اس نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا۔۔

اسکی جرات کیسے ہوئی تمہیں چھونے کی؟؟ کاظم شاہ اسکے کان میں غصے سے غراتا ہوا اسکے گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑ چکا تھا۔ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو بے دردی سے اسکے گال پہ جھکا شدت سے

دانت گاڑ رہا تھا۔۔ وہ ایزل کو پوری طرح سے پیچھے کی طرف جھکائے اسکی سسکی اگنور کرتا ہوا اسکے گال کو اپنے لمس سے مہکاتا رہا۔۔ ایزل شاہ نے زمین بوس ہونے کے ڈر سے کاظم شاہ کی بلیک ویسٹ کو سینے سے دبوچنا چاہا تھا لیکن اسے یاد آیا تھا اسے اسکا چھونا پسند نہیں ہے اسی لئے وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے ہوئے اپنے پہلو میں گرا گئی۔۔

مظہر شاہ نہیں جانتا تھا، کاظم شاہ اس وقت تک اوپر ہو گا وہ تو یہی سوچ رہا تھا وہ آفس میں ہے، اسی لئے اس نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اپنا کچھ وقت ایزل کے ساتھ گزارنے کا سوچا تھا کیونکہ سوائے زہرہ مام اور شاہ بی بی کے اسے کوئی منہ تو لگا نہیں رہا تھا۔۔ ابھی وہ اوپری منزل پہ آیا ہی تھا جب کاظم شاہ کو ایزل شاہ پہ جھکے دیکھ اسکی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ دراز قد کاظم شاہ کو ایزل شاہ کے چھوٹے قد کی وجہ سے اس پہ کافی زیادہ جھکنا پڑتا تھا، وہ اسکے گال پہ اپنا لمس بکھیر رہا تھا لیکن دیکھنے والے کو یوں گمان ہوتا جیسے وہ اسے لپ کس کر رہا ہو، اور یہی گمان اس وقت مظہر شاہ کو ہوا تھا، ایزل شاہ کے ساتھ کاظم شاہ کو یوں سر عام رومینس کرتے دیکھ کے مظہر شاہ کا غصے سے برا حال ہوا تھا، مظہر شاہ ایک دل پھینک انسان تھا، اسے ہر لڑکی دیکھتے ہی پسند آجاتی تھی اور ایزل شاہ تو اسے ہمیشہ سے پسند رہی تھی، اسکے وہم گمان میں بھی نہیں تھا جب وہ شاہ ہویلی میں اپنے اور ایزل کے رشتے کی بات کرے گا، اس وقت تک وہ پہلے ہی کسی کی ہو چکی ہو گی۔۔

میں کب سے مس کر رہا تھا بے بی کو، لیٹ کیوں ہو گئی؟ کاظم شاہ اچانک سے ایزل شاہ کے بے حد قریب ہوتا اب اپنی کھری مغرور ناک اسکی چھوٹی سی ناک کے ساتھ سہلاتا استفسار کر رہا تھا، کاظم شاہ کا یوں اچانک تبدیل لہجہ دیکھتے ہوئے ایزل شاہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی اور اس پہ تضاد اسکی ناک سے ناک ملانے والی جسارت پہ اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی تھی، وہ یہ جسارت بہت نرمی سے کر رہا تھا یوں کہ اسکی گھنی بیئرڈ کی میٹھی سی چبھن اسے اپنے پورے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی، کاظم شاہ نے پہلے کبھی یوں اسکے ناک کے ساتھ اپنی ناک نہیں رگڑی تھی جس طرح سے وہ اب اتنے رومانٹک انداز میں اس پہ جھکا ہوا تھا۔۔ کیا اس نے واقعی ہی مس کیا تھا ایزل شاہ کو؟۔۔۔ ایزل شاہ خوش فہم ہوئی تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے کنفیوز ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب اپنی بیئرڈ اسکے گالوں پہ رگڑتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔۔ مظہر شاہ ہنوز غصے اور بے شرمی سے کاظم شاہ کا رومینس دیکھ رہا تھا۔۔

صبح تم اتنی جلدی چلی گئی، میں تم سے اپنی مارننگ کس بھی نہیں لے سکا لیکن اب تمہیں اپنی اس غلطی کا حرجانہ بھرنا پڑے گا۔۔۔

Because you know I won't just kiss you for your this mistake... I will eat your lips baby

(کیونکہ تم جانتی ہو میں تمہاری اس غلطی پہ تمہیں صرف بوسہ نہیں دوں گا۔۔ میں تمہارے ہونٹ کھا جاؤ گا بے بی۔۔۔) کاظم شاہ اسکے لبوں کو نرمی سے اپنی انگلیوں سے سہلاتا اسے آنکھ مارتے ہوئے بھاری گھمبیر آواز میں بولا تھا، اس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ کچھ سیڑھیوں کے فاصلے پہ کھڑا مظہر شاہ آسانی سے سن سکتا۔۔ کاظم شاہ شدت سے اسکے ہونٹوں پہ جھکنے ہی والا تھا جب مظہر شاہ بے حد غصے سے اپنا رخ موڑ تا نیچے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ مظہر شاہ کے خون میں ابال اٹھ رہے تھے، غصے میں غلطی سے اسکا فون اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا جس پہ ایزل شاہ جو کاظم شاہ کے نرم رویے پہ ہکا بکا سی اسے دیکھ رہی تھی کچھ گرنے کی آواز پہ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا، ایزل شاہ نے فوراً سے مڑ کے سیڑھیوں پہ دیکھا تھا۔۔ مظہر شاہ کو زمین سے فون اٹھاتے ہوئے تقریباً بھاگنے کے انداز میں جاتے دیکھ کے اسکا چہرہ شرم وحیا سے سرخ ہوا تھا، وہ یقیناً کاظم شاہ کا بے باک انداز دیکھ کے ہی وہاں سے رفو چکر ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ جو تقریباً اسکے لبوں پہ جھکنے والا تھا اس کے یوں مڑ کے مظہر شاہ کو دیکھنے پہ وہ غصے سے پاگل ہوا تھا، کاظم شاہ نے اسکی کمر پہ اپنے ایک ہاتھ سے اسکی کمر پہ اپنی گرفت بڑھاتے جبکہ دوسرے ہاتھ کو اسکے سر کے پیچھے رکھ کے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے لبوں کو شدت سے جکڑا تھا۔۔ وہ اس کے ہونٹوں پہ اپنی جنونی گرفت جمائے اسے اچھی طرح سے اپنے کچھ دیر پہلے بولے گئے انگریزی کے جملے کا مطلب سمجھا رہا تھا۔ اسے اپنے ہونٹوں کا گھونٹ گھونٹ بھر کے جام پیتے دیکھ کے ایزل شاہ کی پلکیں حیا کے احساس سے لرزتی ہوئی اسکے عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔۔ وہ تو ابھی اسکا کچھ دیر پہلے والا نرم انداز نہیں بھول پائی تھی اور اس پہ تضاد اسکا شدت بھرا بوسا اپنے لبوں پہ محسوس کرتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑھ رہی تھی، وہ جس طرح سے اسکی سانسیں تیزی سے انہیل کرتا اسکے لبوں کو چوم رہا تھا وہ خوش فہم ہوتی اسکی بلیک ویسٹ کوسینے سے اپنی دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گئی، یہ اس کے کچھ دیر پہلے والے نرم مزاج کا ہی اثر تھا جو وہ اسکی وارننگ کو نظر انداز کرتی اس کے منع کرنے کے

باوجود اپنے ہاتھوں کی پیش قدمی کر چکی تھی لیکن یہ صرف اسکی خوش فہمی تھی کہ وہ اسکے پرانے شاہ جی واپس آ گئے ہیں، انہوں نے واقعی ہی اسے مس کیا ہے کیونکہ اگلے ہی پل وہ اسکے ہاتھ بری طرح سے اپنے سینے سے جھٹکتا اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔۔ اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ ایزل شاہ کو جھٹکا سا لگا تھا، اس نے اپنے سفید پڑتے رنگ سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

کیا کر رہی تھی تم نیچے اسکے ساتھ؟؟ کاظم شاہ اسکے دائیں بائیں ریلینگ پہ زور سے ہاتھ مارتا اسکے کان میں غرایا تھا، ایزل شاہ اسے دیکھ کے رہ گئی جو ابھی کچھ دیر پہلے اس سے نرمی برت رہا تھا، اب اسے یوں دو ہی منٹ میں کیا ہوا تھا جو وہ پھر سے اپنے پہلے روپ میں آ چکا تھا؟ ایزل شاہ اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھوں کو دیکھتی اذیت سے سوچ رہی تھی۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے!! کیا کر رہی تھی تم نیچے اس کے ساتھ؟ کیا تم میری وارننگ بھول چکی تھی ایزل شاہ؟؟ کاظم شاہ اسے کندھوں سے جھنجھوڑ کے خود کے قریب کرتا اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا۔ ایزل شاہ کو اپنے کندھے ٹوٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، آنسو ناچاہتے ہوئے بھی آنکھوں سے گالوں پہ پھسلے تھے۔۔

میں آپکی بات نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ میں نے ایسا کیا کیا ہے جو آپ شکی اور روایتی مردوں کی طرح مجھ سے یہ سوال کر رہے ہیں؟ ایزل شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی تھی، کاظم شاہ کی بات نے کسی تیر کی طرح اسکے دل پہ نشتر چلایا تھا۔۔

بکواس بند کرو اپنی مجھے صرف میری بات کا جواب چاہئیے تم نیچے اسکی بات سننے کے لئے کیوں رکی تھی ایزل شاہ؟ کیا تمہاری ان آنکھوں کی بینائی جا چکی ہے؟ کیا تم اپنی ان آنکھوں سے اس ہوس پرست انسان کی گندی نظروں کو خود میں اپنے وجود میں گھڑتا محسوس نہیں کرتی؟ کیا تم اندھی ہو؟ کاظم شاہ اسکے جواب پہ غصے سے پاگل ہوتا دبی دبی آواز سے اسکے کان میں غرایا تھا۔۔ اسکے غرانے پہ ایزل شاہ نے کانپتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

غلطیاں اور گناہ کرنے کی عادت ہو چکی ہے۔۔ مجھے پتا نہیں چلا اور میں آپکے منع کرنے کے باوجود ان کی بات سننے کے لئے وہاں رک گئی۔۔ آئندہ سے ایسے نہیں کروں گی۔۔ کاظم شاہ کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت کو اپنے کندھوں پہ شدت اختیار کرتے دیکھ کے وہ بے حد تکلیف اور اذیت سے بولتی اپنی غلطی مان چکی تھی، اب وہ اپنی غلطی آسانی سے

مان جایا کرتی تھی۔۔اسکے چہرے پہ تکلیف اور اسکے کپکپاتے وجود کے پیش نظر کاظم شاہ اسکے کندھوں پہ اپنی گرفت ڈھیلی کر گیا۔۔

ک۔کیا۔۔آپ۔۔۔نے۔مجھے۔۔مس۔۔کیا۔۔۔تھا۔۔واقعی؟۔۔۔ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھوں میں لبالب پانی لئے کسی امید کے تحت پوچھ رہی تھی۔۔

اتنے برے دن نہیں آئے میرے!! میں نہیں چاہتا ہمارے بیچ جو بھی چل رہا ہے وہ کسی غیر انسان کو معلوم ہو اور مظہر بھی میرے لئے ایک غیر اور اجنبی انسان سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا اسی لئے مجھے مجبوری کے تحت اسکے سامنے ایسے الف۔۔۔ابھی کاظم شاہ سفاکی سے سر جھٹکتا ہوا اپنی بات مکمل کرتا جب ایزل شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

اواچھاااا!! لیکن میں آپکو بہت مس کرتی ہوں۔۔۔ایزل شاہ کو یہ سچ کڑوا لگ رہا تھا، اسکا پورا جملہ سننے کی تمنا نہیں رہی تھی اسے !تو وہ صرف دیکھاوے کے لئے نرم بنا تھا؟؟ دکھ سے سوچتی ایزل شاہ اسکی بات کاٹتے_ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی روتے ہوئے ہنس کے بولی۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا۔۔وہ بول کے رکی نہیں تھی، بلکہ اس کی بے حد ڈھیلی پڑتی گرفت سے اپنے کندھے آزاد کرواتی کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔کاظم شاہ کو خود پہ غصہ آیا تھا جس کا دل اسکی بات پہ مٹھی میں جھکڑا گیا تھا۔وہ ان دو اذیت بھرے جملوں سے اسکی تکلیف کا ازالہ نہیں کر سکتی تھی!! کبھی نہیں!! کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جھکڑتے ہوئے غصے سے سوچا تھا ۔۔ابھی فلحال اسے جتنا غصہ مظہر شاہ پہ تھا شاید ہی کسی پہ ہو گا، وہ سالا اسکی بیوی کے پھولے گلابی گال کو ٹچ کیسے کر سکتا تھا؟؟

ہاؤ ڈئیر ہی (اسکی جرات کیسے ہوئی) کاظم شاہ بے حد غصے سے غراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، وہ مظہر شاہ کو فرصت میں سبق سیکھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔کاظم شاہ کے پیچھے ہی ایزل شاہ کی کٹی سیڑھیاں چڑتی ہوئی ہمیشہ کی طرح پوری شان سے کسی شہزادی کی طرح اسکے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جسے کاظم شاہ نے صبح سے کمرے سے نکال باہر کیا ہوا تھا، اب اسکی مالکن آچکی تھی اب کون مائی کا لال تھا جو اسے اس کمرے سے نکال کے دیکھا سکتا۔۔کٹی اپنے

چالاک دماغ میں تانے بانے بناتی کاظم شاہ کے دروازہ بند کرنے سے پہلے ہی اندر داخل ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتی ہوئے بڑے ضبط سے اس کٹی کو دیکھا تھا جو صبح اسے اچھا خاصہ زخمی کر کے گئی تھی۔۔

ایزل شاہ اپنی چادر اتار کے صوفے پہ رکھتی ڈریسنگ روم میں داخل ہونے ہی والی تھی جب اسکی کٹی لاڈ سے اسکے پیروں کے پاس اچھلتی اس پہ چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

آاااامیرا بچہ!!۔۔۔ایزل شاہ جو صبح سے اداس تھی، اپنی کٹی کے پیار جتانے پہ وہ مسکرا کے اسے لاڈ سے پکارتی اپنی بانہوں میں اٹھا گئی۔۔اسکے یوں "میرا بچہ" بولنے پہ کاظم شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا!

تمہارے اور بلی کے سائز میں فرق ہی کتنا ہے؟ دونوں ہی جیری جتنے تو ہو!! اور یہ لاڈیاں باہر جا کے کرو دونوں۔۔ ورنہ اٹھا کے باہر پھینکو گا دونوں کو۔۔اس کٹی کو ایزل شاہ کے ہاتھ چاٹتے دیکھ کے وہ غصے سے طنزیہ انداز میں گویا ہوا تھا، اشارہ اسکے "میرا بچہ" بولنے پہ تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکے فضول میں بھڑکنے پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، ابھی کل ہی تو اس نے اسے کمرے سے نہ نکلنے کی وارننگ دی تھی، اور باہر بھی تو وہ اسی بات پہ بھڑک رہا تھا، پھر ابھی کیوں اسے باہر جانے کو بول رہا تھا؟؟ ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے سوچا تھا۔وہ اس سے مزید بحث کئے بنا اپنی کٹی کو لئے ڈریسنگ روم میں داخل ہو گئی۔۔وہ ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے ایک جست میں اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسکی بانہوں سے یہ کٹی آزاد کرواتے نیچے زمین پہ پھینکی تھی، کاظم شاہ بے حد غصے سے ایزل شاہ کی کلائی اپنی گرفت میں لیتا ڈریسنگ روم کے دروازے کو زور سے بند کرتے ہوئے اسکے ساتھ پن کر گیا، باہر کمرے میں موجود کٹی ہر برا کے بند دروازے کو دیکھ کے رہ گئی، اسے اپنی مالکن کے ساتھ اندر بند ہوتے دیکھ کے کٹی اپنی پوری قوت سے دروازہ کھٹکھٹاتی اسے توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

کیا تم اس بلڈی کیٹ کے سامنے چینج کرنے والی تھی؟؟ کاظم شاہ اسکا جبڑہ اپنی آہنی گرفت میں دبوچتا کرخت لہجے میں استفسار کر رہا تھا، وہ جس طرح سے اپنی کٹی کو اس روم میں لے کے آ رہی تھی، اس سے تو صاف ظاہر تھا وہ اس بلی کے سامنے ہی چینج کرنے والی تھی لیکن کاظم شاہ کو یہ کہاں گوارا تھا بھلا؟ اسکی بنا سر پاؤں کی بات پہ ایزل شاہ نے اپنے نچلہ لب دانتوں میں دبائے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکی بات پہ وہ سرخ ہونے کی بجائے اور کچھ نہ کر پائی۔۔آخر کیا جواب دیتی وہ اسے؟

بولو کیا تم اس بد معاش کٹی کے سامنے اپنا ڈریس چینج کرنے والی تھی ایزل شاہ؟؟ کاظم شاہ اسے سالم نگاہوں سے گھورتے ہوئے پھر سے غرایا تھا۔۔

نہی۔۔ نہیں۔۔ تو۔۔۔ میری۔۔ کیٹ۔۔۔۔ بے۔۔ شرم۔۔۔

نہیں۔۔۔ ہے۔۔۔ وہ۔۔۔ اپنا۔۔ چہرہ۔۔۔ دوسری۔۔ طرف۔۔۔ کر۔۔ لیتی۔۔۔ ہے۔۔۔ ایزل شاہ نے سرخ پڑتے ہوئے سنجیدگی سے اپنی کٹی کی حمایت میں جواب دیا تھا اور وہ سچ بول رہی تھی، اسکی کٹی اسکے "شیم شیم" بولنے پہ واقعی ہی اپنا چہرہ موڑ کیا کرتی تھی۔۔

تمہاری کٹی کتنی کتی چیز ہے یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا"۔۔۔ کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔۔

کیا پتا وہ چیٹنگ کر کے تمہارا برہنہ وجود دیکھ لیتی ہو چچ چچ آخر کیا بھروسہ اس بد معاش بلی کا؟ کاظم شاہ نے اسکی سٹول اتارتے اپنا آبیبر واچکاتے ہوئے اسے ڈرایا تھا لیکن وہ ڈرنے کی بجائے الٹا مزید سرخ پڑی تھی۔۔ اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے نزدیک ہوتے جھک کے اپنے دانتوں سے اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھولے تھے، ایزل شاہ نے اپنا سانس روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے یوں دانتوں سے بٹن کھولنے پہ وہ اسکے لبوں کا لمس اپنے گلے پہ محسوس کرتی اپنے نچلے لب پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھا گئی۔۔

یہ۔۔ آپ۔۔۔ کیا۔۔ کر۔۔ رہے۔۔ ہیں۔۔۔ ایزل شاہ پیچھے ہوتی دروازے میں گھسنے کی تگ و دو کرتے ہوئے لرزتی آواز میں بولی تھی۔۔

دیکھ رہا ہوں کچھ!! وہ بوجھل گھبیر آواز میں جواب دیتا اسکے بٹنز کھول چکا تھا۔۔

پل۔ پلیز۔۔ آپ۔۔ دروازہ کھول۔۔۔ دیں۔۔ کٹی۔۔۔۔ ابھی وہ کٹی کے بار بار دروازہ کھٹکھٹانے پہ اپنی لرزتی آواز میں کچھ بولتی جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کٹی کے ساتھ زبردستی نکاح نہیں کروایا تھا تم نے!! بلکہ مجھ سے نکاح کرنے کے لئے ہی پوری ہویلی کے سامنے وہ ڈرامہ رچایا تھا، اور اب جب تم زبردستی میرے نکاح میں آ ہی چکی ہو تو یہ شرمانے لجھانے کے اوور اس فضول مزاحمت کے ڈرامے کیوں؟؟ اسکی مزاحمت پہ وہ بے حسی سے اسکے کان میں غرایا تھا۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکے بے

حس الفاظ پہ نفی میں سر ہلاتے اسکی طرف دیکھا تھا، آنکھوں میں پل میں آنسو جمع ہوئے تھے جنہوں وہ بے دردی سے رگڑ گئی۔۔ کاظم شاہ اسکے آنسوؤں کو نظر انداز کرتا اب اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ کل والا زخم دیکھ رہا تھا جو آج مکمل طور پہ غائب تھا، صرف ناخن جتنا نشان بچا تھا، کاظم شاہ نے اس پہ انگلی پھیرتے ہوئے ایک نظر ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا، جس کا چہرہ اب بالکل سپاٹ تھا۔۔ کچھ دیر پہلے والی شرم وحیا غائب تھی، وہ اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دبائے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ میں موڑتی انہیں الجھا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی شرٹ کا گلا اپنے ہاتھ میں دبوچتے ہوئے اسے ایک دم سے اپنے سینے کا حصہ بنایا تھا وہ ہنوز نظریں جھکائے رہی، اس نے ذرا سی مزاحمت نہیں کی تھی، البتہ دل اسکے پل پل بدلتے موڈ پہ پہلو میں زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔

کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے نچلے لب کو اپنے دانتوں کی گرفت میں لیا تھا جسے وہ کب سے اپنے دانتوں میں دباتی سرخ قندھاری کر رہی تھی، اسکا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کی انگلیاں اب اسکے گلے کے اندر کی طرف جا رہی تھیں۔ وہ اسکے نشیب و فراز پہ اپنی انگلیاں سہلاتا اسکے چہرے پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا، لیکن وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی ہاتھوں کی طرف دیکھتی رہی۔۔ کاظم شاہ اپنی اس بے حد بے باک جسارت پہ اسکا اتنا سپاٹ ریکشن دیکھتے ہوئے حیران ہوا تھا۔۔

To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 32

کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے نچلے لب کو اپنے دانتوں کی گرفت میں لیا تھا جسے وہ کب سے اپنے دانتوں میں دباتی سرخ قندھاری کر رہی تھی، ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے اسکی شدت اپنے نچلے لب پہ برداشت کی تھی۔۔ وہ اسکی شدت بھری گرفت پہ پہلے کی طرح مچل نہیں رہی تھی، وہ اسے اپنی نیلی آنکھوں میں پانی لے کے بھی نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ خاموشی سے کھڑی آنکھیں میچے ہوئے تھی۔۔ اسکی اتنی خاموشی پہ کاظم شاہ نے اسکے بالائی لب کو مزید شدت سے اپنی گرفت میں دبوچا تھا، وہ اسکی سانسیں شدت سے پیتا ہوا اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کرتا جا رہا تھا۔۔ اسکا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے غصے سے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔

اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھنے کے بعد اس کی انگلیاں اب اسکے گلے کے اندر کی طرف جا رہی تھیں۔وہ اسکے بدن کے دلکش نشیب و فراز پہ اپنی انگلیاں سہلاتا اسکے چہرے پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا، لیکن وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی ہاتھوں کی طرف دیکھتی رہی۔۔کاظم شاہ اپنی اس بے حد بے باک جسارت پہ بھی اسکا اتنا سپاٹ ریکشن دیکھتے حیران ہوا تھا۔۔وہ اسکے ٹچ پہ مچل کیوں نہیں رہی تھی جیسے پہلے بن آب مچھلی کی طرح مچلتی تھی؟کاظم شاہ نے اسے سالم نگاہوں سے گھورتے ہوئے سوچا تھے لیکن پھر اپنے کچھ دیر پہلے بولے گئے الفاظ اپنے ہی کانوں میں گونجے تھے جس سے وہ سمجھ چکا تھا وہ کیوں اپنی شرم وحیا پہ قابو پائے ہوئے ہے۔۔اسکے دائیں گال پہ اپنے دانتوں کے نشان دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو پھر سے وہ لمحہ یاد آیا تھا جب مظہر شاہ نے اسے ٹچ کیا تھا۔۔

تم جانتی ہو میں مظہر کو تمہیں ٹچ کرنے کی کیا سزا دوں گا؟کاظم شاہ اپنے دانتوں کے دیئے گئے نشانات پہ اپنی انگلیاں پھیرتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، ایزل شاہ نے اسکی بات پہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، نیلی آنکھوں میں سوال تھا، وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

میں مظہر شاہ کی شہادت والی انگلی کے ساتھ ساتھ اسکا انگوٹھا ایک تیز دھار آلے سے کاٹ ڈالوں گا جن کی مدد سے اس نے تمہارے گال کو ٹچ کیا تھا، اور پھر اس کی کٹی ہوئی انگلیوں کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بناتے ہوئے تمہاری کٹی کو ڈال دوں گا، یہ اچھا رہے گا نا؟کاظم شاہ اسکے پھولے گلابی گال میں اپنی انگلیاں دھنساتا اسے اپنے خطرناک خیالات سے آگاہ کر رہا تھا۔۔ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

اور یہ مت سمجھنا تم میری سزا سے بچ جاؤ گی کیونکہ تمہارے اس گال کو بھی میں نہیں بخشوں گا ایزل شاہ۔۔

I will suck your right cheek so passionately that u won't be able to resist it.

کاظم شاہ اسکے گال پہ اپنے ہاتھ کا کھردرا لمس بکھیرتا ہوا بے حد غصے سے دھاڑا تھا، اس کی اچانک دھاڑ پہ ایزل شاہ نے دہلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے بے باک الفاظوں پہ اسکے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔۔کاظم شاہ ایک جست میں اسے اپنی گود میں اٹھاتا ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول چکا تھا، کٹی جو اب غصے سے اپنے پنجے چاٹ رہی تھی کاظم شاہ کی بانہوں میں چھپی اپنی مالکن کو دیکھتے ہوئے وہ اسکی طرف بڑھنے ہی والی تھی لیکن وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا واشروم میں داخل ہو چکا تھا، کو کاظم شاہ اپنے پیر کی ٹھوکر سے واشروم کا دروازہ بند کرتا اسے لئے روف شاور کے نیچے

جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ حیران پریشان کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو اسے اپنے ساتھ واشروم میں لا کے اسکے طوطے اڑا چکا تھا، کاظم شاہ اسکی حیرانگی کی ذرا برابر بھی پروانہ کرتا روف شاور آن کر چکا تھا۔۔ ٹھنڈے پانی کا ایک فوارہ سا پھوٹا تھا جو کاظم شاہ اور ایزل شاہ کے وجود کو مکمل طور پہ بھگو چکا تھا، کاظم شاہ اب اسے اپنی گود سے نیچے اتارتا اسکے دائیں گال کو زور زور سے دھوتا ہوا مظہر شاہ کا لمس مٹا رہا تھا، مظہر شاہ اور ایزل شاہ کا وہ منظر یاد کرتے ہوئے اسے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا، وہ بے چینی میں شاید یہ بھی بھول چکا تھا، وہ اسی گال پہ کچھ دیر پہلے اپنا شدت بھرا لمس بکھیر چکا ہے، اگر اسے یاد ہوتا تو شاید وہ یوں رگڑ رگڑ کے اپنا دیا گیا لمس نہ مٹاتا۔۔ ایزل شاہ کو لگ رہا تھا اس پہ پانی کی بجائے برف گر رہی ہو، شاور کا پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ ایزل شاہ کا اپنا وجود برف میں جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ کانپتی ہوئی اسکے حصار میں کھڑی تھی جو اب اپنی پوری شدتوں سمیت اسکے گال پہ جھکا اپنا لمس بکھیر رہا تھا، وہ اپنے لبوں اور دانتوں کی مدد سے بری طرح سے اسکا گال سک کرتا سرخ لال کر چکا تھا، ایزل شاہ نے بھیگی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، لیکن اسکے خود پہ مکمل طور پہ جھکنے کی وجہ سے وہ اسکے بھیگے گولڈن بالوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھ پائی تھی۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔مجھے۔۔۔ سردی۔۔لگ۔۔رہی۔۔ہے۔۔ ایزل شاہ نے بھرائی آواز میں اسے پکارا تھا جس پہ کاظم شاہ اسکے گال کو چھوڑتا اسکے بولتے ہونٹوں پہ قابض ہوا تھا، کاظم شاہ بہکتا ہوا اسکے لبوں سے پانی کی ایک ایک بوند اپنے عنابی ہونٹوں سے چن رہا تھا، ایزل شاہ نہیں جانتی تھی، اسے یوں اچانک سے کیا ہوا ہے؟ وہ کیوں اس قدر شدت پسند ہو رہا ہے؟ اسکے لبوں کو اچھی طرح سے اپنے لمس سے مہکاتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ اسکے چوٹی میں گندھے بھورے سلکی بال تیزی سے کھول گیا۔۔ اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں بھرتا وہ اسکے ہونٹوں پہ اب اپنی گولڈن گھنی مونچھیں رگڑتا ہوا اسے پاگل کر رہا تھا، ایزل شاہ جو پہلے ہی سردی کی وجہ سے کانپ رہی تھی، اسکی ان شدت بھری جسارتوں پہ اسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

مجھے کس کرو۔۔۔۔ اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا کاظم شاہ خمار آلود آواز میں بولا تھا، اسکی فرمائش پہ ایزل شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا، ایزل شاہ کو وہ دن یاد آیا تھا جب اس نے اسکے ہونٹوں پہ ذرا سے ہونٹ رکھے تھے

اور وہ کیسے بھڑک اٹھا تھا، وہ کبھی بھی اب اپنی وہ حرکت نہیں دہرانے والی تھی، کاظم شاہ کی بات پہ اسکا اس دن والا رویہ سوچتے ہوئے اسکے تاثرات سخت ہوئے تھے۔۔

کس کرو مجھے جیسے اس دن کی تھی۔۔۔ کاظم شاہ اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت بے حد مضبوط کرتا بہکے بہکے لہجے میں بولا تھا، اسکے بہکے انداز کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ نفی میں میں سر ہلاتی اس سے دور ہونا چاہا رہی تھی جب کاظم شاہ نے اسکے بالوں پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنے دانتوں میں کچلا تھا، اسکا انکار اسے پسند نہیں آیا تھا، ایزل شاہ کی سسکی اس نے اپنے ہونٹوں میں شدت سے دبائی تھی، اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسہ لینے کے بعد انہیں اپنے لمس سے سرخ قندھاری کرتا وہ نیچے کی طرف جھکا تھا، ایزل شاہ کے بالوں پہ اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے وہ اسکا سر پیچھے کی طرف کرتا اسکی سفید شفاف گردن پہ جھکا تھا، وہ نرمی سے اسکی صراحی دار گردن پہ اپنے لب رکھتا ان سفید بوندوں کو چن رہا تھا، اسکے یوں اپنا سر پیچھے کی طرف کرنے پہ شاور کا پانی ایزل شاہ کے چہرے پہ گرتا اسکی نیلی آنکھوں میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا، ایزل شاہ نے زور سے اپنی خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں کو میچا تھا، کاظم شاہ کی اتنی نرمی اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے اسے گدگدی سی محسوس ہوئی تھی، کاظم شاہ اسکی گردن پہ اپنی بیرڈ رگڑنے کے بعد اب اپنی ناک سہلا رہا تھا۔۔

مجھے۔۔۔ سردی۔۔ لگ۔۔۔ رہی۔۔۔ ہے۔۔۔ اسکے لمس میں نرمی محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ سسکتے ہوئے پھر سے بولی تھی، اسے کبھی بھی اتنے ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت نہیں تھی، اسی لئے وہ اس ٹھنڈے پانی کے نیچے بھیگتی اتنا مچل رہی تھی جبکہ کاظم شاہ کو تو اب عادت کو چکی تھی دن میں دو سے تین دفعہ ٹھنڈے پانی سے شاور لینے کی۔۔ اس کی سرگوشی پہ کاظم شاہ نے اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے ایک جست میں اپنی بلیک ویسٹ اتار کے زمین پہ پھینکی تھی، وہ ایزل شاہ کے ناتواں وجود کو اپنے چوڑے سینے میں سماتا اب جھک کے اسکی گردن سے نیچے اسکے بدن کی گہرائیوں پہ شدت سے اپنے لب رکھ رہا تھا، اسکی شرٹ کے کھلے بٹنوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کی گولڈن آنکھیں مزید خمار آلود ہوتی سرخ ہوئی تھی، اسے خود سے کچھ فاصلے پہ کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے پورے سراپے کا بے باکی سے جائزہ لیا تھا۔۔ سفید یونیفارم میں اسکا پورا بدن عیاں تھا۔۔ اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ زور سے دانتوں میں دباتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس ٹھنڈے پانی

کے نیچے سردی سے ٹھٹھرتی ہوئی آنسو بہار ہی تھی۔۔اسکی بیوٹی بون کے نیچے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ اپنی کچھ دیر پہلے والی شدت کے زیر اثر سرخ نشان دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا سیروں خون بڑا تھا۔۔

سردی لگ رہی ہے؟کاظم شاہ نے اسے بازو سے تھام کے اپنے کشادہ سینے سے لگاتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا، ایزل شاہ نے روتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا،وہ سردی کی وجہ سے نہیں رو رہی تھی،وہ تو صرف اسکے نرم انداز پہ اپنے پرانے شاہ جی یاد کرتی اپنے سارے آنسو آج ہی بہالینا چاہتی تھی۔۔کاظم شاہ نے روف شاور بند کرتے ہوئے باتھ ٹب کا لیور لیفٹ سائیڈ پہ گھماتے ہوئے اس میں گرم پانی کھولا تھا۔۔ایزل شاہ کے بدن سے چپکے یونیفارم کو دیکھتے ہوئے وہ اس پردے کو تیزی سے اسکے بدن سے جدا کر گیا،ایزل شاہ سر تا پاؤں سرخ پڑتی اسے دیکھ کے رہ گئی جس نے یہ کام بے حد تیزی سے کرتے ہوئے اسکے یونیفارم کا ستیاناس کیا تھا۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔اپنے نیم برہنہ وجود کو دیکھتے ہوئے وہ شرم وحیا سے لال ہوتی_روہانسے لہجے میں بولتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔کاظم شاہ کے کلیجے میں اصل ٹھنڈ تو اب پڑی تھی،وہ کب سے اسکے لمس پہ اپنا چہرہ سپاٹ بناتی اپنے شرمیلے تاثرات چھپا رہی تھی، آخر وہ اسے اپنی بے باکیوں سے شرمانے پہ مجبور کر چکا تھا،کاظم شاہ نے اتراتے ہوئے سوچا تھا،کیسی بات تھی وہ اس سے نفرت کا دعویٰ کرتا تھا لیکن اپنے لمس پہ اسکا سپاٹ ریکشن بھی قبول نہیں ہوتا تھا، وہ اگر اسکے شرمانے لجھانے کو ڈرامے کا نام دیتا ہوا اسے تکلیف دیتا تھا تو اپنے لمس پہ اسے ڈھیٹ بن کے خاموشی اختیار کرتے دیکھ کے خود کو بھی کہیں نہ کہیں تکلیف ہوتی تھی کاظم شاہ کو۔۔

اب جیری کو بالکل بھی سردی نہیں لگے گی،کیونکہ میں لگنے ہی نہیں دوں گا۔۔۔کاظم شاہ زومعنی انداز میں اسکے کان میں بوجھل آواز میں بولتا اسکے کان کی لوں کو اپنے دانتوں میں دبا گیا،کاظم شاہ نے ایک جست میں اسکے نیم برہنہ وجود کو اٹھاتے ہوئے باتھ ٹب میں احتیاط سے لٹایا تھا،باتھ ٹب کا نیم گرم پانی اگر ایزل شاہ کے وجود کو راحت پہنچانے کا کام کر رہا تھا تو وہ اپنی حالت دیکھتی ہوئی سرخ بھی پڑ رہی تھی،کاظم شاہ اپنی بلیک پینٹ کا بیلٹ اتار کے ایزل شاہ کے یونیفارم پہ پھینکتا باتھ ٹب میں اپنا ایک گھٹنا رکھتے اس پہ جھکا تھا،ایزل شاہ نے اپنا منہ کھول کے اسکی طرف دیکھتے ہوئے باتھ ٹب سے اٹھنا چاہا تھا جب کاظم شاہ اسکے کندھے پہ ٹکی پنک سٹریپ میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھنساتا اسکے وجود پہ مکمل طور پہ سایہ فگن ہوا تھا،ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا باڈی بلڈر وجود ہمیشہ کی طرح اسکے

چھوٹے سے وجود کو دبا چکا تھا، کاظم شاہ کی لمبی ٹانگیں آدھی ٹب سے باہر تھیں، کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ذرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے اسکی بیک پہ اپنی انگلیاں گھمائی تھیں، اپنی انگلیوں کو زرا سی حرکت دینے کی دیر تھی جب وہ اسکے وجود کو اس آخری پردے سے بھی جدا کرتا اپنی ہر حد پار کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ گہرے گہرے سانس بھرتی شرما کے اپنی آنکھیں میچ چکی تھی۔۔ اسکی ڈریسنگ روم والی کڑوی باتیں یاد کرتے ہوئے وہ شرمانا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اس وقت اسے فطری شرم وحیا نے آن گھیرا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ اپنی قربت کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ ایک بار پھر سے اسکے گال پہ جھکا تھا، اسکے گال پہ اپنی منمنایاں کرنے کے بعد وہ اسکے لبوں کو اپنی نرم گرفت میں لے گیا، کاظم شاہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ نرمی برت رہا تھا، وہ اسکے ساتھ نرمی نہیں برتنا چاہتا تھا لیکن ناجانے اس کے دل و دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا جو وہ اس سے نرمی برتتا ہوا اسکے ہونٹوں پہ فرنچ کس کرتا اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا، ایزل شاہ کا پورا وجود اس وقت بری طرح سے کپکپا رہا تھا، اسکا دل زوروں سے دھڑکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا، اسکے چھوٹے سے وجود کو کپکپاتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اچانک سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا، ان پہ اپنا شدت بھرا لمس بکھیرتا وہ اسکے پیٹ کی طرف بڑھا تھا، اسے آنکھیں میچتے دیکھ کے اس نے شرارت سے اسکی ناف میں اپنی انگلی گھمائی تھی، ایزل شاہ ہولے سے چیخ مارتی اچھلی تھی، اسکے یوں اچھلنے پہ کاظم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی، اسکا بے حد سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے کاظم شاہ اسکے پیٹ پہ اپنے لب رکھتا اسکے پور پور کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا، وہ اسکے جسم پہ ہر جگہ اپنے لبوں کی چھاپ چھوڑتا اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھا چکا تھا، ایزل شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے آنسوؤں پہ قابو پایا تھا، اسکا یہ عمل ہمیشہ سے اسکے لئے تکلیف دے ہوتا تھا ابھی کے کاظم شاہ نے اس معاملے میں کبھی بھی اس سے اتنی سختی نہیں بھرتی تھی، اسکی نیلی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ذرا سا اوپر اٹھایا تھا۔۔

ش۔شاہ۔۔جی۔۔۔۔میں۔۔مجھے۔۔مام(زہرہ شاہ)۔۔۔بلا۔۔۔رہ۔۔۔ابھی وہ اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کر پائی تھی جب کاظم شاہ نرمی سے اسکے گال سہلاتا اسکی روح کی گہرائیوں میں اترا تھا، ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی چیخ دبائی تھی، کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ اسکے ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے نرمی سے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا، ایزل شاہ جو اسکے غصے میں آنے کا سوچ سوچ کے آنسو بہا رہی تھی، اسے نرمی سے کافی دیر سے اپنے

لب چومتے دیکھ کے وہ حیران در حیران تھی، وہ اگر کبھی اسکے وجود پہ حد سے زیادہ سختی نہیں دکھاتا تھا تو اس نے اتنی نرمی بھی کبھی نہیں دیکھائی تھی جتنی وہ آج دیکھا رہا تھا، وہ پیار سے اسکے لب چومتا اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں سہلا رہا تھا، اسکی نرمی پہ ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔ وہ اس سے اس وقت معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن وہ جانتی تھی اسکی معافی کی رٹ سے اسکا موڈ کس طرح سے سخت ہو جایا کرتا ہے، اسی لئے وہ ابھی کے لئے صرف آنسو بہاتی ہوئی اسے دیکھتی رہی، شرم وحیا سے اسکی پلکیں بوجھل ہوتی اسکے عارضوں پہ بار بار سایہ فگن ہو جاتی لیکن وہ پھر سے اپنی مڑی ہوئی پلکوں کو اٹھاتی اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے پیاسا کنوئیں کو دیکھ رہا ہو، وہ اس کی اتنی نرمی کے بعد اسکا ہارش ریکشن کسی صورت نہیں برداشت کر سکتی تھی، اگر وہ پھر سے پہلے جیسا بن گیا تو؟ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے سوچا تھا، کاظم شاہ کے ہر عمل سے صاف محسوس ہو رہا تھا وہ صرف بہک رہا ہے، یقیناً اس نے اس سب کے بعد پھر سے پہلے جیسا ہو جانا تھا، ایزل شاہ اپنے چھوٹے سے دماغ میں ہمیشہ کی طرح تانے بانے بنا رہی تھی۔۔ وہ اسکی نظریں کافی دیر سے خود پہ محسوس کر رہا تھا، کاظم شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے اپنے عمل میں شدت لاتے ہوئے اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی ہیزل گولڈن آنکھیں گھاڑی تھیں، ہیزل گولڈن آنکھوں میں خمار کی سرخی تھی تو نیلی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں۔ کاظم شاہ اسے کڑوے الفاظ بولنا چاہتا تھا لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی، وہ کچھ بھی بولنے کی بجائے جھک کے اسکی آنکھوں کو نرمی سے چوم گیا، ایزل شاہ نے اسکی اس جسارت پہ سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ اسکے ماتھے پہ بھی بوسا دے گا لیکن اس نے نہیں دیا تھا۔۔ وہ کتنی ہی دیر اس پہ اپنی شدتیں بکھیرتا اسے بار بار سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا، وہ سسکیاں بھرتی ہوئی باتھ ٹب کو اپنے اطراف سے زور سے مٹھیوں میں بھینچ لیتی تھی لیکن کاظم شاہ کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی کیونکہ اس نے اسے بارہا صاف الفاظوں میں بتایا تھا، ایزل شاہ کے ہاتھوں کے لمس سے نفرت ہے اسے۔۔۔ اسی لئے وہ احتیاط برت رہی تھی۔۔

ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟۔۔۔ انہیں باتھ ٹب میں کافی وقت گزر چکا تھا، ایزل شاہ کو کب سے مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اسکی ناک کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے اپنا آبیبرو آچکا کے نرمی سے سوال داغا تھا۔۔ ایزل

شاہ جواب دینے کی بجائے نفی میں سر ہلاتی اپنی آنکھیں میچ گئی، آنسو ہنوز پلکوں کی بار توڑتے ہوئے اسکی عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

پھر سے دیکھو مجھے۔۔۔کاظم شاہ اسکے کان میں بوجھل گھمبیر لہجے میں بولا تھا، اس کو اسکا یوں آنکھیں میچ جانا پسند نہیں آیا تھا بلکہ اسے اسکی کچھ دیر پہلے والی نظریں اچھی لگ رہی تھیں خود پہ! ایزل شاہ نے اسکی بوجھل سر گوشی پہ اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، آنکھوں میں نمی واضح تھی۔

کیوں اتنی مظلوم بنتی ہو تم؟ کیا تمہیں کاظم شاہ کبھی مظلوم نہیں لگا؟ کیا تمہیں کبھی اپنا آپ ظالم نہیں لگا ایزل شاہ؟ کاظم شاہ اسکے آنسوؤں کو نرمی سے اپنی پوروں سے چنتا سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا، وہ جو مکمل طور پہ بہک چکا تھا، اب آہستہ آہستہ ہوش کی دنیا میں لوٹتا خود کو کوس رہا تھا جس نے اس دوغلی لڑکی کے ساتھ اتنی نرمی برتی تھی، اور بے بسی اتنی تھی کہ وہ اسکی آنکھوں کی تکلیف دیکھتا ابھی بھی اس سے نرمی برت رہا تھا۔۔

ہر انسان کی ایک اچھی اور ایک بری سائیڈ ہوتی ہے شاہ جی!! میں نہیں جانتی تھی میری بری سائیڈ اتنی بری نکلے گی اور میں آپ کو اس طرح سے ہرٹ کر دوں گی۔۔ پلیز اپنی اووزی کو معاف کر دیں نا!! میں آپ کی پر بات۔۔۔ابھی وہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب اسکے منہ سے اووزی سنتے کاظم شاہ نے اسے اوندھے منہ کرتے ہوئے اسکی کمر پہ جھک کے اس ،موٹے سیاہ تل پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے تھے

ش۔شا۔۔شاہ۔۔ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔اسکے سسکنے پہ وہ اسکے تل کو سرخ کرتا اب اسکی نازک بل کھاتی کمر پہ شدت سے اپنے لب رکھ رہا تھا، وہ اسکی شفاف کمر پہ اپنی انگلیاں سہلاتا جگہ جگہ اپنے لب رکھ رہا تھا، ایزل شاہ نے لرزتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، کاظم شاہ اسکی پچھلی گردن کو اچھی طرح سے اپنے لمس سے بھگونے کے بعد اسکا رخ اپنی طرف کر چکا تھا۔۔

اپنی یہ فلسفیانہ باتیں اپنے پاس رکھو ایزل شاہ! کیونکہ تمہاری یہ باتیں میرے کردار پہ لگا داغ صاف نہیں کر سکتی۔۔ کاظم شاہ اسکی کچھ دیر پہلے والی باتوں کا جواب دیتا باتھ ٹب میں باتھ شیمپو ڈال رہا تھا۔۔ایزل شاہ نے پھر سے کچھ بولنا چاہا تھا جب وہ اسکے لبوں کو نرمی سے اپنی انگلیوں میں مسلتا نفی میں سر ہلا گیا۔

اگر تو تم میرا سفاک روپ نہیں دیکھنا چاہتی تو اپنی زبان کچھ وقت کے لئے بند رکھو ایزل شاہ!! کاظم شاہ اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلاتا سرد انداز میں بولا تھا، ایزل شاہ اسکے پھر سے بدلتے رویے پہ اپنی سانسیں تک روک گئی۔۔وہ جانتی تھی وہ اسکی سفاکی کی تاب نہیں لا سکتی اسی لئے خاموشی اختیار کر گئی۔۔کاظم شاہ اب باتھ ٹب میں شیمو سے بلز بناتا اسکے پورے وجود پہ اپنے ہاتھ پھیر رہا تھا، ایزل شاہ سرخ گالوں سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی، وہ کب سے شرماتی ہوئی بار بار اسکے سینے میں پناہ لے رہی تھی لیکن اسے ہاتھ لگانے سے گریز برت رہی تھی، اسکے شرمانے پہ کاظم شاہ نے اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنساتے تھوڑی سی سفید جھاگ اپنے ہاتھ میں لے کے اسکے گالوں پہ لگائی تھی جو کب سے سرخ گلاب ہوتے اسے بری طرح سے اٹریکٹ کر رہے تھے، ایزل شاہ نے نظریں جھکائے تھوک نگلا تھا، کاظم شاہ تھوڑی سی مزید جھاگ پکڑ تا اسکی ناک پہ لگا گیا، وہ آہستہ آہستہ سے یونہی اسکا پورا چہرہ جھاگ سے ڈھک چکا تھا، وہ اسے اس وقت کوئی پینگوئن معلوم ہو رہی تھی، کاظم شاہ نے اسکے کیوٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، وہ اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلاتی روہانسے انداز میں کاظم شاہ کو ایسی حرکتیں کرتے دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا، کاظم شاہ نے اچانک سے ہیڈ شاور آن کیا تھا جس سے ٹھنڈا پانی ایزل شاہ کے چہرے پہ گرا تھا۔۔

آہہہ۔۔پانی تھندا (ٹھنڈا) ایزل شاہ اچانک سے اپنے چہرے پہ پانی کا ٹھنڈا فوارہ پڑتے دیکھ کے بچوں کی طرح دہائی دے رہی تھی، جس پہ انجانے میں وہ تھوڑا سا تو تلا بول چکی تھی جیسے وہ شادی سے پہلی بچی بنتی ہوئی سب کو ہنسانے کے لئے کبھی کبھی تو تلا بول کے دیکھاتی تھی لیکن اس وقت اس نے کاظم شاہ کو ہنسانے کے لئے نہیں بولا تھا بلکہ یہ اتفاقاً ہوا تھا، اسکے بچوں والے ریکشن پہ کاظم شاہ محضوض ہوا تھا، اس نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے جلدی سے نوذل کو لیفٹ سائیڈ پہ گھماتے گرم پانی آن کیا تھا، کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اپنے ہاتھ کی مدد سے اسکے چہرے سے یہ جھاگ صاف کی تھی۔۔اور پھر ہیڈ شاور بند کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھاگ لگانے والی یہ حرکت ایک بار نہیں بلکہ بار بار کی تھی، وہ بار بار اسکے چہرے پہ مزے سے جھاگ لگاتا صرف اسکی آنکھیں اور ہونٹ چھوڑ جایا کرتا، کیونکہ اس کے گلابی ہونٹوں پہ وہ اپنے لبوں کے لمس کے علاوہ کوئی لمس برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے پاگل پن پہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی جو بار بار اسے پینگوئن بنا کے اسکا چہرہ دھو رہا تھا، وہ فرصت سے یہ کام کر رہا

تھا جیسے اسکام کے لئے علاوہ دنیا کی ہر چیز بیکار ہو۔۔ ایزل شاہ کو اب اس گرم پانی میں بھی سردی محسوس ہو رہی تھی، وہ کافی دیر سے اس باتھ ٹب میں تھے، اسکے بری طرح سے کپکپاتے وجود اور کپکپاتے ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے باتھ ٹب کا پمپ آف کیا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکے لرزتے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیے اسکا چھوٹا سا وجود اپنی مضبوط بانہوں میں سموئے ٹب سے باہر نکلا تھا۔۔

کچھ وقت بعد وائٹ باتھ روب میں ملبوس کاظم شاہ پنک باتھ روب میں چھپی ایزل شاہ کو اپنی بانہوں میں اٹھائے واشروم سے باہر نکلا تھا، ایزل شاہ کو سنجیدگی سے بیڈ پہ بٹھانے کے بعد وہ اپنا میرون اور تھوڑے سے آف وائٹ کے امتزاج کا ٹریک سوٹ پکڑے ڈریسنگ روم میں داخل ہوا تھا، ایزل شاہ جو سرخ پڑتی اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھا رہی تھی، اسے ڈریسنگ روم میں جاتے دیکھ کے اس نے گہری سانس بھری تھی، یہ بندہ کب سے اسے اپنی شدتوں سے بھوکھلائے ہوئے تھا، وہ اسکے پل میں تولا پل میں ماشہ روپ کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھی جب وہ نکھرا نکھرا سا اپنے گولڈن گیلے بالوں کو انگلیوں سے الجھاتا مرر کی طرف بڑھا تھا، میرون رنگ اسکی دودھیا سفید رنگت پہ کافی جچ رہا تھا، اور اس پہ تضاد اسکے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی اور اسکی بڑھی ہوئی شیو اسکی پرسینلٹی کو مزید روعب دار بنا رہی تھی۔۔ اسے ہنوز بیڈ پہ بیٹھے دیکھ کے وہ الماری کی طرف بڑھا تھا، اسکے لئے کالی سادہ سی شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹا اور اسکی کچھ ضروری چیزیں لئے وہ اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ جو خود پہ سینے تک کمبل اوڑھے ہوئے تھی، کاظم شاہ نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے ایک جست پہ اس سے کمبل دور کیا تھا۔۔ اسکا ہاتھ اپنے باتھ گاؤن کی ڈوری میں الجھتا دیکھ کے ایزل شاہ نے سٹپٹاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا اور اس سے زیادہ تو وہ اس وقت سٹپٹائی تھی جب کاظم شاہ کے ہاتھ میں اپنا پرائیویٹ سامان دیکھا تھا، وہ اسکے سٹپٹانے کی پرواکئے بنا اسکی باتھ گاؤن ایک جست میں اتار چکا تھا۔۔

بندہ پوچھے اگر یہ اتارنا ہی تھا تو پہنانے کا فائدہ؟ ایزل شاہ نے روہانسے ہوتے سوچا تھا۔۔

م۔ میں۔۔ چ۔ چینج۔۔ ک۔ کر۔۔ لی۔۔ لیتی۔۔ ہو۔۔ ہوں۔۔۔ وہ نظریں جھکائے منمنا رہی تھی جس پہ کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی نازک کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے ایک جھٹکے میں اپنے سینے پہ گرایا تھا، ایزل شاہ نے اس

اچانک افتاد پہ اسکی ہڈی اپنی مٹھیوں میں دبوچی تھی لیکن پھر اسکے ہاتھ جھٹکنے کے ڈر سے وہ جلدی سے اپنے ہاتھ خود ہی ہٹاتی اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھا گئی۔۔کاظم شاہ نے بغور اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اگر تم نے خود چینج کرنا ہوتا تو یہاں بیٹھ کے میرا انتظار کبھی نہ کرتی! خیر میرے پاس وقت نہیں ہے مجھے آفس جانا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی اور بیزاری کے ملے جلے تاثرات سے سے بولتا اسے کچھ ہی منٹوں میں یہ کالی شلوار قمیض پہنا چکا تھا، اگر ان دونوں کو معلوم ہوتا اس کالے رنگ نے ان میں دوریاں بڑھاتے ہوئے ان کی زندگی کو مزید سیاہ کرنا تھا تو شاید کاظم شاہ اسے یہ کالا رنگ آج کبھی نہ پہناتا اور نہ ہی ایزل شاہ یہ رنگ ذیب تن کرتی! اسے لباس تبدیل کروانے کے بعد وہ اسکی نروٹھی کٹی پہ ایک نظر ڈالتا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

اگر تم نے کمرے سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو مجھ سے برا آج واقعی ہی کوئی نہیں ہو گا ایزل شاہ!! وہ جاتے جاتے اسے پھر سے یہ وارننگ دینا نہیں بھولا تھا، اسکی شدتیں برداشت کرنے کے بعد اسے شدید بھوک کی وجہ سے اب رونا آرہا تھا، وہ اسے کمرے سے باہر جانے کے لئے منع کر کے جا چکا تھا، اب وہ اپنی بھوک کیا کرتی؟

وہ وقت بھی تو لے سکتی تھی نالالہ! اس نے میری محبت کو جھوٹا بولتے ہوئے میرے جذبات کی توہین کی ہے!! آخر کیوں؟؟ ارزم شاہ غصے سے چیخا تھا، لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کرچیوں سی تکلیف تھی، وہ کب سے اس کے سینے سے لگا اسے اپنے دل کا حال سنا رہا تھا جس پہ احان شاہ کا دل جیسے کوئی مٹھی میں جکڑ رہا تھا، احان شاہ کو اس لڑکی پہ شدید غصہ آ رہا تھا جس نے اسکے چھوٹے شاہ کا دل توڑا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ جب پیار کرتا تھا تو ٹوٹ کے کرتا تھا اور جب ارزم شاہ نفرت کرنے پہ آتا تھا تو اگلے بندے کو جب تک ن۔ف۔ر۔ت۔۔کا اچھے سے مطلب سمجھا نہیں لیتا تھا وہ پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔۔

اسکا مطلب تم اب چھوٹے شاہ نہیں رہے تم پر سے اب اس ٹیگ کو ہٹانا پڑے گا کیونکہ خیر سے تمہیں اب محبت کی بیماری لگ چکی ہے۔۔۔اسکا سارا مدعا سننے کے بعد احان شاہ نے خود کے گلے لگے ارزم شاہ کی کمر میں مکہ جھڑتے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسے تنگ کیا تھا جو آج پہلی دفعہ اتنا سینٹی ہو رہا تھا۔۔

اگر مجھے پتا ہوتا محبت اتنا ذلیل کرواتی ہے تو میں کبھی محبت کے آس پاس بھی نہ بھٹکتا۔۔وہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے بے حد تکلیف سے بولا تھا۔

تم یوں ہمت ہار کے مجھے تکلیف دے رہے ہو چھوٹے شاہ! یہ زندگی ہے اس میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے، اسکا یہ مطلب نہیں ہے ہم ایک ٹھوکر لگنے پہ اسی کا صدمہ لے لے کے مر جائیں، زندگی رک جانے کا نہیں بلکہ آگے بڑھ جانے کا نام ہے، میں جانتا ہوں ابھی تمہیں آگے بڑھنا مشکل لگ رہا ہو گا، اسی لئے تم میری مانو تو کسی مناسب وقت میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس لڑکی سے ایک دفعہ پھر سے بات کرنا، مجھے امید ہے یقیناً کوئی نا کوئی بات ہو گی ورنہ کوئی بھی میرے شہزادے کو ٹھکرا نہیں سکتا۔۔میرے جگر کا ٹکڑا اتنا پیارا ہے کہ ہر ہوئی اس سے خود ہی محبت کرنے پہ مجبور ہو جائے۔۔تم دیکھنا ایک دن وہی لڑکی اپنی زبان سے خود تم سے محبت کا اقرار کرے گا بشرطیکہ تم اپنی محبت پہ ثابت قدم رہو۔۔۔احان شاہ اسکے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا جیسے وہ جذباتی سے ارزم شاہ کو ہمیشہ سے سمجھاتا تھا۔۔

یہ صبر اور شکر کی جو باتیں آپ مجھے سمجھاتے ہیں میں نے خود تو آپکو کبھی بھی ان پہ عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔۔وہ احان شاہ کے کندھے پہ سر ٹکاتا چڑتے ہوئے بول رہا تھا، اسکے یوں اچانک سے شکوہ کرنے پہ احان شاہ کا دلکش قہقہہ اسکے آفس کی زینت بنا تھا۔۔

میں یہ سب ماں کے پیٹ سے سیکھ کے آیا تھا بیٹا!! احان شاہ اتراتے ہوئے بولا۔۔

کہیں محبت وحبت تو نہیں ہو گیا مارا، ہمارا پٹھانی بھابھی سے؟ ارزم شاہ نے اس سے الگ ہوتے ہوئے آئیبرو آچکا کے جان بوجھ کے پٹھانی ایسنٹ بناتا استفسار کیا تھا، اسے احان شاہ کے تیور بدلے بدلے سے لگ رہے تھے۔۔اسکا یہ انداز کافی کیوٹ تھا، احان شاہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے اسے گھور کے دیکھا تھا۔۔

استاد کبھی بھی اپنی پرسنل لائف ڈسکس نہیں کرتے میرا بچہ!!۔۔۔احان شاہ سر جھٹکتے ہوئے پھر سے اترا کے بولتا اب اپنا فون اور گاڑی کی چابی ٹیبل سے اٹھا رہا تھا۔۔

اچھا!!؟ میں بھی کچھ نہیں بتاؤں گا اب! ارزم شاہ نے بھی جواباً دھمکی دیتے ہوئے اسے نروٹھے پن سے دیکھا تھا۔۔

خبردار!! احان شاہ نے اسے آنکھیں دیکھائی۔۔۔

ویسے کافی ناراض ہے وہ۔۔۔احان شاہ اچانک سے اپنا کان کجھا کے بولتا اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا گیا جس پہ اب کی بار ارزم شاہ کا فلگ شفاف قہقہ گونجا تھا، اسے ہنستے دیکھ کے احان شاہ کچھ پر سکون ہوا تھا۔۔

استاد صاحب منانے کے لیے اپنے طالب سے مشورہ لے سکتے ہیں۔۔کافی رومانٹک آئیڈیاذ ہیں میرے پاس! ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ظاہر ہے تم جیسے بے شرم اور کمینے طالب نے ساری زندگی ان ولگر موویز کو دیکھنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا ہے۔۔احان شاہ جو اباً طنزیہ انداز میں بولتا اسکے پیچھے ہی اپنے آفس روم سے نکلا تھا۔۔

اپنے استاد سے ہی سیکھا تھا یہ کام! ورنہ قسم خدا کی کون کافر تھا جیسے ٹی وی کا ریموٹ بھی چلانا آتا تھا۔۔ارزم شاہ اسکے بری الزمہ ہونے پہ تیزی سے اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے حقیقت بتا رہا تھا کہ یہ کام اس نے اسی سے سیکھا ہے، وہ اس وقت آفس کی تمام لڑکیوں کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا، ارزم شاہ نے کافی وقت بعد آج احان شاہ کے آفس میں چکر لگایا تھا، اسکے یوں آنکھیں پھیلانے پہ کتنی لڑکیوں کا دل ان میں ڈوب کے ابھرا تھا۔۔

بکواس نہ کرو۔۔۔اسکے اتنے سچ پہ احان شاہ اس پہ بڑے ہونے کا رعب جھاڑ کے اسے ڈپٹتا ہوا سر جھٹک گیا جس پہ ارزم شاہ نے بھی ایٹیٹوڈ سے اپنے کندھے آچکا دیئے۔۔

گلالئی صبح اپنی اماں کے پاس بیٹھ کے ناشتہ کرنے کے بعد ان کے ساتھ ڈھیروں باتیں کر چکی تھی۔۔زرتاج اماں حویلی میں سب کو ناشتہ دینے کے بعد جلدی سے دوپہر کا لنچ بناتی پھر سے اپنی بیٹی کے پاس آ کے بیٹھ چکی تھی جو ان کے ذرا سی زو معنی بات سمجھانے پہ شرماتی ہوئی بار بار نظریں جھکا جاتی۔۔انہیں اپنی بیٹی پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا۔۔اس نے انہیں نہیں بتایا تھا کہ وہ اپنے سید زادے سے ناراض ہو کے آئی ہے ورنہ وہ نا جانے اسے کیا کیا سمجھاتی، ان کی باتیں سنتے ہوئے گلالئی کے تو پہلے ہی کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔

تقریباً دوپہر کے چار بجے ارزم شاہ اور احان شاہ کی گاڑی اکھٹے شاہ حویلی کے پورچ میں داخل ہوئی تھی۔۔وہ دونوں اپنی گاڑی لاک کرتے ہوئے لاؤنج کی طرف بڑھے تھے، وہ دونوں ابھی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے جب کاظم شاہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا باہر کی طرف ہی بڑھ رہا تھا لیکن ارزم شاہ کو دیکھتے ہوئے وہ رک گیا۔۔

السلام وعلیکم لالہ!۔۔۔ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے سلام جھاڑا تھا۔۔

وعلیکم السلام! ہوگئی آوارہ گردی؟ کہاں تھے رات سے؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے بنا کسی لگی لپٹی کے اپنی بھاری روعب دار آواز میں استفسار کیا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے منہ پھولایا تھا، کبھی جو یہ تینوں اس سے ذرا سا بھی فراموش ہو جائیں، کہاں سوچا تھا کاظم شاہ جس کا ہویلی میں آج کل زیرو انٹرسٹ تھا وہ بھی اس کی ایک رات کی غیر موجودگی سے واقف ہو گا۔۔ سنجیدہ سا احان شاہ کن اکھیوں سے ایک نظر کاظم شاہ کو دیکھتا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

وہ۔۔لالہ۔۔بس۔۔میں۔۔۔تو۔۔یہی۔۔ہویلی۔۔میں۔۔تھا۔۔ارزم شاہ نے اپنے ہاتھ سے آس پاس اشارہ کرتے ہوئے اسے بڑے کانفیڈنس سے جواب دینا چاہا تھا لیکن اسکے سامنے جھوٹ بولتے ہوئے زبان خود بخود لڑکھڑا گئی۔۔

ہاں تو رات کو کلب میں تمہاری روح سیر کر رہی تھی؟ مجھے بس آج کی میٹنگ سے فارغ ہو لینے دو پھر کرتا ہوں تمہارا علاج۔۔کاظم شاہ اسکا کان کھینچتے ہوئے اسے پیار اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے ڈپٹ رہا تھا۔۔

آہہ۔۔ چھوڑیں یار بہرہ کریں گے کیا؟ اپنی بیوی کی پیار بھری سرگوشیاں کیسے سنوں گا میں۔۔۔افف لالہ۔۔ چھوڑ دیں۔۔۔سوری۔۔۔اب نہیں رہتا باہر۔۔۔ارزم شاہ معصومیت سے دہائی دیتا اس سے اپنا کان چھڑوا رہا تھا، جو اسکے شوشوں پہ اپنا سر جھٹکتا ہوا اسکا کان چھوڑ گیا۔۔

روز رات کو فارم ہاؤس میں آپکی روح سیر کرتی رہتی ہے نا؟ مجھے بھی بس ذرا سی نیند سے فارغ ہو لینے دیں! پھر کرتا ہوں آپ کا علاج۔۔کان چھڑوانے کی دیر تھی، جب ارزم شاہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہو کے اسی کے انداز میں روعب سے بولتا تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگا تھا۔۔

تمہاری تو۔۔۔رکو تم۔۔۔کاظم شاہ نے غراتے ہوئے اسکا بازو تھام کے اسکی طبیعت درست کرنی چاہی تھی لیکن وہ اسے چکمادے کے آنکھ ونک کرتا ہوا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔کاظم شاہ زیر لب مسکرا کے اپنی آنکھوں پہ براؤن چشمہ چڑھاتا راہداری کی طرف بڑھ چکا تھا، دادا جان جو کب سے اپنے پوتوں کی نوک جھوک دیکھتے اپنے دروازے پہ ہی رک چکے تھے، کاظم شاہ کے جانے پہ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے لاؤنج کے صوفے پہ جا کے بیٹھے تھے۔۔

ارزم شاہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنا چہرہ سپاٹ بنا چکا تھا، تکلیف میں ہوتے ہوئے بھی ہنسنا کتنی مشکل تھا، اسکا اندازہ اسے آج ہوا تھا، وہ شرٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتا اپنے بیڈ پہ اوندھے منہ گرتا اپنا سارا غصہ ان تکیوں پہ اتارتا انہیں بیڈ سے نیچے دور دور پٹک رہا تھا۔۔

احان شاہ جو اپنی ناراض پٹھانی کو منانے کی غرض سے اپنے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا، کمرے میں گلالئی کو نہ پاتے ہوئے اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی، وہ آج آفس میں مصروف ہونے کی وجہ سے اسے اپنے لیپ ٹاپ پہ بھی دیکھ نہیں پایا تھا، ابھی اس وقت وہ صرف اسے دیکھنا چاہتا تھا، لیکن وہ شاید ابھی تک انیکسی میں تھی۔۔ احان شاہ دانت پیس کے سوچتا ہوا الٹے پیر واپس ہوا تھا، اسکا رخ اب انیکسی کی طرف تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 33

احان شاہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتا انیکسی کی طرف بڑھ رہا تھا جب اپنی گاڑی سے نکلتی میرال شاہ نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لب بھینچے تھے۔۔ وہ شہزادوں سی آن بان رکھنے والا شخص اس وقت اس بوسیدہ سی انیکسی کا دروازہ کیوں کھٹکھٹا رہا تھا، وہ جان چکی تھی!!

وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی رگڑ کے صاف کرتی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی، اسکی دوستیں اس سے تقریباً روزانہ پوچھتی تھیں کہ اس کی شادی کی ڈیٹ کب فکس ہونی ہے، وہ انہیں کیا جواب دیتی؟ وہ اس پوری دنیا کو کیا جواب دے گی جب انہیں پتا چلے گا اسکا منگیتر پہلے سے شادی شدہ ہے؟ یہ سوچ سوچ کے میرال شاہ کو ہمیشہ کی طرح اپنے دماغ کی نسیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔ جینز اور شارٹ سی شرٹ میں ملبوس میرال شاہ پیر پٹکتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوتی زور سے دروازہ بند کر چکی تھی، اپنا غم و غصہ اتارنے کے لئے اسے ہمیشہ کی طرح صرف کمرے کی چیزیں ہی ملیں تھیں، جنہیں وہ الٹتی پلٹتی غصے سے چیخ رہی تھی۔۔

ارے نہیں تو بیٹھ میں دیکھتی ہوں۔۔۔زرتاج اماں جو اپنی بیٹی کا سر گود میں رکھے اسکے ساتھ باتوں میں مشغول تھیں۔۔انیکسی کے دروازہ بجنے کی آواز پہ گلالئی اٹھ کے دروازے پہ جانے ہی والی تھی جب زرتاج اماں اسے پیار سے وہی بیٹھنے کا بولتی دروازے کی طرف بڑھی تھیں،وہ دونوں اس وقت نماز پڑھنے کے بعد صحن کی چارپائی پہ بیٹھی ہوئی تھیں۔۔احان شاہ کو کبھی بھی انتظار کرنے کی عادت نہیں تھی،اسی لئے وہ دروازہ یونہی کھٹکھٹائے جارہا تھا جیسے اسکے بار بار کھٹکھٹانے سے خود ہی دروازہ کھل جائے گا۔۔

ارے آگئی۔۔کون ہے جس میں صبر نہیں ہے۔۔۔زرتاج اماں کو لگا شاید کوئی ملازم حویلی کے کام کے متعلق کوئی پیغام لے کے آیا ہو گا،اسی لئے وہ بلند آواز میں چڑتی ہوئی بولی تھیں،لیکن دروازہ کھولتے ہی ان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی کیونکہ سامنے ہی سید احان شاہ اپنے دراز قد اور چوڑے وجود کے ساتھ بیزاری اور بے تابی کے ملے جلے تاثرات لئے کھڑا تھا۔۔

ارے شاہ صاحب آپ!! مجھے لگا کہ کوئی ملازم۔۔۔زرتاج اماں شرمندہ سی کچھ بولنا چاہ رہی تھیں لیکن احان شاہ ان کی بات کاٹ گیا۔۔

گل کہاں ہے؟۔۔۔احان شاہ دروازے سے یہاں وہاں جھانکتا مصروف انداز میں استفسار کر رہا تھا۔۔اسکے منہ سے اپنی بیٹی کے لئے اتنی نرمی اور پیار سے گل سنتے ہوئے زرتاج اماں کا چہرہ خوشی سے چمکا تھا،تو وہ ان کی بیٹی کے لئے بے تاب ہوتا یہاں تک آیا تھا؟

وہ اندر رہی ہے۔۔۔آپ آئیں نا!! زرتاج اماں خوشی سے بولتی دروازے سے پیچھے ہوئی تھی جب سامنے ہی اس ظالم پٹھانی کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹا تھا۔۔احان شاہ کو یہاں دیکھتے ہوئے پہلے تو گلالئی کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے لیکن اگلے ہی پل وہ اپنی حیرانگی پہ قابو پاتی اپنی نظروں کا رخ پھیر گئی۔۔

اماں۔۔کہاں۔۔۔جا۔۔۔رہی ہیں آپ؟زرتاج اماں کو انیکسی کے دروازے سے نکلتے دیکھ کے گلالئی نے ہربراتے ہوئے استفسار کیا تھا،وہ بھلا کیوں اسے اس پاگل سید زادے کے پاس اکیلا چھوڑ کے جارہی تھیں! جس سے وہ بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

مجھے شاہ بی بی نے بلایا ہے گلے۔۔ میں کچھ دیر تک آؤں گی۔۔۔ زرتاج اماں اپنی مسکراہٹ دبا کے بولتی وہاں سے رفو چکر ہوئی تھیں، وہ ان دونوں کی ملاقات میں کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتی تھی۔۔ زرتاج اماں کے جاتے ہی احان شاہ فتح مندی سے مسکراتا اب گلالئ کے چہرے کے اڑتے رنگ دیکھ رہا تھا، گلالئ اس سے نظریں پھیرتی اپنے کمرے میں بھاگی تھی، احان شاہ آئیبرو آچکاتا ہوا چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسے اپنے کمرے میں بھاگتے دیکھ رہا تھا، ابھی وہ اپنے کمرے کا لکڑی کا دروازہ بند کرنے ہی والی تھی جب احان شاہ ایک جست میں اس تک پہنچتا اسکی کلائی کو اپنی گرفت پہ لے چکا تھا، گلالئ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ تو اس سے اتنا دور کھڑا تھا پھر یوں اچانک کس شکتی سے اسکے پاس آچکا تھا؟ گلالئ نے حیرانگی سے سوچا تھا، لیکن وہ اسکی حیرانگی کی پرواکئے بنا اپنا سر جھکاتے ہوئے اس کے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

چھو۔ چھوڑیں۔۔ مجھے۔۔۔ گلالئ اسکے ہاتھ سے اپنی کلائی آزاد کروانے کی تگ و دو کرتی معصومیت سے بولی تھی۔۔

ابھی تک ناشتہ مکمل نہیں ہوا تمہارا اپنی اماں کے ساتھ؟؟ احان شاہ اپنی معصوم لیکن چالاک پٹھانی کی مزاحمت کو نظر انداز کرتا اسے اپنے کشادہ سینے میں بینچھتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔ گلالئ اسے جواب دینے کی بجائے اپنا پورا زور لگاتی اس سے دور ہونا چاہ رہی تھی لیکن احان شاہ اسے مزید مضبوطی سے خود میں بھینچتا اسکے بدن کی نرم و ناز کی اچھے سے محسوس کرتا اسے سرخ ہونے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

ابھی تک انیکسی میں کیوں ہو؟ میں آفس سے آتے ہی تمہیں اپنے کمرے میں دیکھنا چاہتا تھا میری ڈکیٹ پٹھانی!!

احان شاہ اسکے وجود سے ایک جست میں چادر کھینچ کے اتارتا اس کے نازک پھولوں سے وجود کو اپنے سینے میں سماتا گھمبیرتا میں بولا تھا۔۔

آپ۔۔۔ نے۔۔ خود ہی مجھے اپنے کمرے سے نکالا تھا۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ گلالئ آنسو بہاتی شکوے سے بولی تھی۔۔

اسکے شکوے پہ احان شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اپنے روبرو کیا تھا۔۔

میں نے کب نکالا تھا تمہیں؟ یو لائر (تم جھوٹی)۔۔۔۔ احان شاہ اپنی ہری آنکھیں پھیلاتا حیرانگی سے استفسار کر رہا تھا، وہ صبح خود ہی تو ضد کر کے یہاں آئی تھی اور اب وہ کتنی آسانی سے اس پہ الزام لگا رہی تھی۔۔

آپ مجھے انگریزی میں گالیاں نکال رہے ہیں؟ آپ جانتے ہیں مجھے انگریزی نہیں آتی اسی لئے ہمیشہ کچھ نہ کچھ انگریزی میں بولتے ہوئے مجھے برا بھلا کہتے ہیں نا؟ گلالئی اسکے لائر بولنے پہ سوں سوں کرتی معصومیت اور غصیلے تاثرات سے بولی تھی۔۔

توبہ کرو مجھے تو پتا بھی نہیں ہے گالی ہوتی کیا ہے۔۔۔ احان شاہ پہلے تو اسکے نئے شوشے پہ حیران پریشان ہوا تھا لیکن پھر اسکے انداز پہ وہ اپنی مسکراہٹ دباتا ہنوز اپنی آنکھیں پھیلائے گویا ہوا تھا جیسے اسکی عقل پہ افسوس کر رہا ہو۔ گلالئی نے اب کی بار اسے جواب دینے کی بجائے پھر سے مزاحمت شروع کی تھی، وہ اسکے صبح والے الفاظ نہیں بولی تھی "ٹھیک ہے جاؤ۔۔۔ اور وہی پہ رہنا اب۔۔

اچھا مجھے بتاؤ تو میں نے تمہیں کب کمرے سے نکالا تھا؟ کمرے سے نکالنا تو دور میں تو تمہیں اپنی بانہوں سے بھی نہیں نکالنا چاہ رہا تھا لیکن تم ایک ضدی پٹھانی ہو جو اپنی منمنانی کرتی یہاں چلی آئی۔۔ احان شاہ اب اسے اٹھا کے چارپائی پہ لٹا کے اس پہ سایہ فگن ہوتا دانت پیس کے بولا تھا، اس دوران گلالئی نے بار بار اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن۔ وہ ہمیشہ کی طرح اسکی کمر پہ اپنی گرفت پہلے سے زیادہ کر جاتا۔۔

آپ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ مجھے۔۔ بولا۔۔ تھا۔۔۔ جاؤ۔۔۔ وہی۔۔ پہ۔۔ رہنا۔۔ اب۔۔ گلالئی اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں آنسو لئے بھرائی آواز بولی تھی۔۔ احان شاہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے، وہ اسکے جملے کو سیریس لے چکی تھی ابھی کہ اس نے یہ جملہ صرف اس سے مقابلہ بازی کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

میں اپنے ڈکیٹ بچے کو کیوں کمرے سے نکالوں گا؟ شش۔۔۔ رونا بند کرو۔۔۔ احان شاہ اسے بچوں کی طرح روتے دیکھ کے اسکے آنسو اپنے لبوں سے چنتا بے حد پیار سے بولا تھا، وہ اسکے نرم مزاج کو پاتی مزید سسک اٹھی، اب اس سے لاڈ اٹھوانے کی عادت ہو چکی تھی اسے۔۔

میں نے پوری رات آپکا انتظار کیا۔۔۔ وہ سسکتے ہوئے اس سے مزید شکوے کر رہی تھی احان شاہ نے بے حد پیار سے اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے ایک دم سے کروٹ بدلتے اسے اپنے سینے پہ لٹایا تھا۔۔ وہ اسے مزید سننا چاہتا تھا۔۔

م۔ میں۔۔۔نے آپ کے کہنے پہ وہ گلابی فراک پہنی۔۔۔۔ گلالئی اپنے آنسو رگڑ کے بے دردی سے صاف کرتی معصومیت سے چیخی تھی، اسکے یوں بچوں کی طرح چیخنے پہ احان شاہ کو وہ ہوئی ضدی سی بچی معلوم ہوئی تھی۔۔

لیکن آپ۔۔ آپ۔۔۔نے مجھے نظر انداز کیا۔۔۔ میں۔۔ میں نے آپ کی اجرک لی آپ نے مجھے پھر بھی نہیں دیکھا۔۔ میں نے۔۔۔ وہ پھر سے سسکتے ہوئے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ چکی تھی۔۔

کیوں میرے دل میں آگ لگا رہی ہو میری پٹھانی؟ کیوں چاہتی ہو میں ابھی اور اسی وقت اپنی ہر حد پار کر تا تمہیں چوم چوم کے پاگل کر دوں! تمہیں خود میں سماتا ہوا تمہارے لئے مشکل کھڑی کر دوں؟ احان شاہ اسے بے سختی سے خود میں بھینچتا شدت پسندی سے بولا تھا، اسکی اتنی سخت گرفت پہ گلالئ کو لگا اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔۔

جانتی ہو میں نے تمہیں کتنے غور سے دیکھا تھا؟ احان شاہ اسکا شکوہ دور کرنے کی غرض سے اسکے گال کو اپنے لبوں میں دبائے آہیبرو آچکا کے بولا تھا، گلالئ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔

میں نے تمہارے اس خوبصورت وجود کو اتنی باریکی سے دیکھا تھا کہ میں تمہیں اتنا بھی بتا سکتا ہوں تم نے اس گلابی فراک کے نیچے کیا کیا پہنا تھا۔۔ احان شاہ اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے لبوں میں دبائے بے حد بے باکی سے گویا ہوا تھا۔۔

گلالئ سٹپٹاتی ہوئی اس کے اوپر سے اٹھنا چاہا رہی تھی لیکن وہ اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتا اسے مزید خود کے قریب کر گیا۔۔

میں تمہیں بتاتا ہوں تمہیں رونا اس بات کا ہے کہ میں نے تمہاری تعریف نہیں کی! ہے نا؟؟ احان شاہ اسکا گال اپنی بیرڈ سے سہلاتا اب خود ہی سوال کر تا خود ہی جواب دے رہا تھا، گلالئ نفی میں سر ہلاتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔

تم جانتی ہو میں تمہیں گل کیوں بولتا ہوں؟ کیونکہ "گل" پھول کو کہتے ہیں۔۔ اور تم مجھے بالکل کسی گلاب کی طرح لگتی ہو، رات میں تم اس گلابی فراک میں جتنے لشکارے مار رہی تھی نا گلالئ احان شاہ۔۔ کوئی بعید نہیں تھی میں تمہارے جسم کو اپنی روح میں شامل کر تا تمہیں پاگل کر دیتا۔۔۔ احان شاہ اسکے کان میں گھمبیر تا میں بولتا اسکے لبوں کو پھر سے زور سے چوم گیا، اسکے الفاظوں پہ گلالئ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے جبکہ دل زوروں سے دھڑکتا پاگل ہوا تھا۔۔

میں تمہارے لئے کچھ لایا ہوں۔۔۔ گیس کرو؟۔۔۔ احان شاہ اسکی ٹھوری چومتے ہوئے اپنے دونوں آئیبرو اٹھا کے گویا ہوا تھا۔۔

کیا؟۔۔۔اسکے منہ سے اپنی تعریف سننے کے بعد گلالئی اب نیم راضی ہو چکی تھی،اسی لئے اسکے منہ سے خود کے لئے تحفے کا سنتی وہ بے تاب ہوئی تھی، کہاں دیئے تھے اسے احان شاہ سے پہلے کسی نے تحفے سوائے اسکے باپ کے ؟ خود گیس کرو۔۔۔احان شاہ اسے ستاتے ہوئے اب اسکی کرسٹل گرے آنکھیں شدت سے چومتا ان پہ ٹکے آنسوؤں پی رہا تھا۔۔

بتا۔بتائیں۔۔نا۔۔۔وہ بے تاب ہوئی تھی۔البتہ اسکے لبوں اور ہاتھوں کی بے باک جسارتوں پہ اسکا پورا وجود ہولے سے لرز رہا تھا۔احان شاہ نے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ کینسل کرتے ہوئے اپنی سفید قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالتے دو سرخ گجرے نکالے تھے۔۔

ی۔یہ۔۔می۔میرے۔۔لئے ؟؟گلالئی بے حد ایکسائیٹمنٹ سے تقریباً چیختے ہوئے بولی تھی، اسے ہمیشہ سے گجرے بہت پسند تھے،وہ الگ بات تھی اسے کوئی لا کے نہیں دیتا تھا۔۔

نہیں ساتھ والی پڑوسن نئی نئی سہیلی بنی ہے نا میری!! تو بس اسی کے لئے لایا تھا۔۔اسکے بے تکے سوال پہ احان شاہ دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا،گلالئی نے اسکی بات پہ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں آنسو لئے اپنا منہ کھولا تھا،کیا وہ واقعی ہی پڑوسن کو اپنی سہیلی بنا چکا تھا؟کیا یہ گجرے وہ واقعی ہی اس کے لئے لایا تھا؟گلالئی نے بے حد جیلس ہوتے آنسو بہاتے ہوئے سوچا تھا۔۔وہ روتے ہوئے اسکے سینے پہ زور زور سے مکے برساتی اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوئی تھی لیکن احان شاہ اگلے ہی پل قہقہہ لگاتے ہوئے اسے سختی سے اپنی بانہوں میں بھر چکا تھا،وہ اسکا جیلس ریکشن بھانپ چکا تھا۔۔

مزاق کر رہا ہوں بے بی!! یہ تو میں اپنے ڈکیٹ بچے کے لئے لایا ہوں۔۔میری پٹھانی ناراض تھی نا مجھ سے ؟احان شاہ پیار سے بولتا اسکے آنسوؤں پہ اپنے لب رکھتا اس کے ہاتھ تھام چکا تھا۔۔

سچ ؟گلالئی نے سوں سوں کرتے ہوئے شکی انداز میں پوچھا تھا۔۔

مچ۔۔احان شاہ اسکے ہونٹوں پہ شدت بھرا بوسہ دیتے ہوئے بولا تھا،وہ اب نرمی سے اسکے سفید ہاتھوں میں گجرے پہنا رہا تھا،اسکی سفید کلائیوں میں یہ سرخ گجرے اتنے جچ رہے تھے کہ احان شاہ بے ساختہ ان پہ اپنے لب رکھتا اسکا ماتھا عقیدت سے چوم گیا۔۔گلالئی کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

آپ۔۔ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے نا؟ بدلیں گے تو نہیں ؟؟گلالئ نے معصومیت سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا جو سفید شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد براؤن چادر لٹکائے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

ہاں میں ہمیشہ ایسے ہی پیارا رہوں گا!!۔۔۔احان شاہ نے شرارت سے اسکی بات کا الٹ جواب دیا تھا، وہ اپنی پٹھانی کی خود پہ نظریں محسوس کر چکا تھا، وہ جب بھی اسے دیکھتی تھی یوں ہی نظر بھر کے اسکا جائزہ لیا کرتی تھی۔۔گلالئ نے اسکے جواب پہ سٹپٹاتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے پھر سے ان گجروں کو دیکھا تھا۔۔

آئیندہ سے اگر تم نے ڈرامے کرتے ہوئے میری اجرک کی بجائے اپنی یہ گھسی پٹی چادر لی نا تو پھر دیکھنا کیا حشر کروں گا تمہارا!! احان شاہ اسکے چہرے پہ دیوانوں کی طرح زور سے بارہا اپنے لب رکھتے اسے پیار بھری دھمکی دے رہا تھا جس پہ وہ کھکھلاتے ہوئے اپنی دونوں کلائیاں گھماتی ان سے خود پہ گرتی پھولوں کی پتیاں دیکھتی بے حد خوش ہو رہی تھی۔۔احان شاہ جو بے حد پیار سے اسکی معصوم حرکتوں کو دیکھ رہا تھا اسکے ہونٹوں پہ گرتی پھولوں کو پتیوں کو دیکھ کے اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اگلے ہی پل اسکے اوپر آتا شدت سے ان گلاب کی پنکھڑیوں پہ جھکتا اسکی کھکھلاہٹ اپنے ہونٹوں سے چن گیا، ان گلاب سی پنکھڑیوں کا رس پیتے ہوئے وہ گلالئ کو کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔۔

آج رات کہیں باہر ڈنر کریں؟۔۔۔۔۔مرحاشاہ چہکتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے بولی تھی جو کب سے سنجیدگی سے بار بار کسی کو فون ملاتا اپنے ایک ہاتھ سے گاڑی سنبھالے ہوئے تھا۔۔مرحاشاہ آج ہاسپٹل سے جلدی فارغ ہو گئی تھی، اب رات کے کھانے کا وقت ہو رہا تھا، اسی لئے اس نے سوچا تھا آج وہ لوگ باہر سے ڈنر کریں گے۔۔

نہیں۔۔۔زوریز شاہ نے یک لفظی جواب دیتے اب اپنے فون پہ کچھ ٹائپ کرتے ہوئے کسی کو سینڈ کیا تھا، اور شاید نہیں یقیناً اس نے کسی کو گالیاں ہی سینڈ کی تھیں جو بیل جانے کے باوجود اسکا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔

ہاا!! کتنے ان رومانٹک ہو تم۔۔۔پتا نہیں وہ کون شوہر ہوتے ہیں جو ہر آئے روز اپنی بیویوں کو کینڈل لائٹ ڈنرز پہ لے کے جاتے ہیں۔۔۔مرحاشاہ اپنی ناک چڑھاتے ہوئے اپنے سنہری بال کندھے سے جھٹکتی شکوے سے بولے تھی لیکن زوریز شاہ اسے جواب دینے کی بجائے اپنے فون پہ آئی کال ریسیو کرتا کان کو لگا چکا تھا۔۔

فو تگی تو نہیں ہو گئی تھی تیری؟؟زوریز شاہ غصے سے دھاڑتا فون پہ دوسری طرف موجود انسان سے مخاطب ہوا تھا۔۔

مرحاشاہ نے چونکتے ہوئے اسے دیکھا تھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا،وہ نا جانے آج اتنا سنجیدہ کیوں تھا؟مرحاشاہ نے منہ پھولاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ہاں ہو گئی تھی نا بس شادی کروانے کے لئے وائلڈ کارڈ اینٹری پہ آیا ہوں۔۔۔دوسری طرف موجود انسان دانت کچکچاتے ہوئے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں بولا تھا۔۔

شٹ اپ!! بکواس نہ کر اور مجھے بتا ان سے بات ہوئی؟زوریز شاہ فکر مندی سے بولتا اپنی گاڑی کی رفتار مزید بڑھا چکا تھا،اسے جلد از جلد مرحاشاہ کو ہویلی اتار کے اپنے کام کے سلسلے میں کہیں جانا تھا۔۔

لوگ مرتے ہوں گے حسن پہ"

"ہم نے کسی کھڑوس پہ دل ہارا ہے

مرحاشاہ اسکے چہرے کے سخت تاثرات دیکھتی اسکا بئیر ڈڈہ گال اپنے ہاتھ کی مخروطی انگلیوں سے کھینچتی ہوئی اپنی تیکھی ناک چڑھا کے پیار سے بولی تھی،زوریز شاہ نے اس کے اچانک سے رومانٹک ہونے پہ بمشکل اپنے سٹیرنگ کو سنبھالا تھا۔۔اسکی آواز مدھم تھی لیکن زوریز شاہ کے ساتھ ساتھ فون کی دوسری طرف موجود وجود آسانی سے اپنے تیز کانوں سے اسکی آواز سن چکا تھا جس پہ وہ قہقہ لگاتے ہوئے زوریز شاہ کو چڑاتا معنی خیزی سے کھانسی کر رہا تھا۔۔

زیادہ خوش فہم نہ ہو میری جان! بھابھی کے کہنے کا مطلب ہے تیرے پاس زیرو حسن ہے اور تجھ جیسے کھڑوس انسان نے ان کا دل جیتنے کی بجائے ہارا ہے!! وہ زوریز شاہ کے کچھ دیر پہلے فکر مندی سے پوچھے گئے سوال کا جواب دینے کی بجائے ہنستا ہوا زوریز شاہ کو مزید تنگ کر رہا تھا۔۔زوریز شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنے فون کو گھور کے مرحاشاہ کو سالم نگاہوں سے گھورا تھا جس کا رومانٹک موڈ ہمیشہ اس وقت پہ آن ہوتا تھا جب زوریز شاہ بے حد سنجیدہ ہوتا تھا۔۔

آنکھیں نیچی!! ۔۔۔اسکی گھوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مرحاشاہ نے اسکی کھری مغرور ناک کو زور سے دباتے ہوئے اسے ایٹیٹوڈ سے آنکھیں نیچی کرنے کو بولا تھا۔ مرحاشاہ شاید بھول چکی تھی کہ زوریز شاہ ابھی تک کال پہ موجود ہے اسی لئے وہ لاڈ سے اترا کے بولی تھی لیکن کال پہ موجود انسان تو اب باقاعدہ ہنس ہنس کے پاگل ہوتا اپنا پیٹ پکڑ چکا تھا۔۔

بہت ہو گئی ہے تیری شاہ!! قسم سے!! وہ" سید زوریز شاہ" جس کے روعب و دبدبے سے دشمن تھر تھر کانپتے ہیں اسکی اپنے ہی گھر میں ذرا سی بھی عزت نہیں ہے؟ اب تو تو شرمندگی سے نگاہیں جھکا ہی لے۔۔۔وہ اپنا پیٹ پکڑ کے ہنستے ہوئے اب اپنا سر تکیے پہ گرا چکا تھا۔۔

کال لے رہا ہوں میں۔۔۔زوریز شاہ نے اسکا ہاتھ اپنے ناک سے ہٹاتے ہوئے اسکے کان میں تپے ہوئے انداز میں سرگوشی تھی، مرحاشاہ نے اپنا ہاتھ اپنی گود میں رکھتے ہوئے اپنا نچلہ لب مڑورتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو اب دوسری طرف کال پہ موجود شخص کو ڈانٹ رہا تھا، مرحاشاہ اسکے خود کے ساتھ اتنے سپاٹ ریکشن پہ کب سے جھنجھلا رہی تھی لیکن اب اسکے یوں ہاتھ پیچھے کرنے پہ وہ ہرٹ ہوئی تھی جو بنا اسکی ناراضگی کی پروا کئے ہنوز فون میں مصروف تھا۔۔

میں تیرا منہ توڑ دوں گا خان اب اگر جو تو نے سیدھے سے جواب نہ دیا تو!۔۔۔مجھے بتا تیرا رابطہ ہوا ان سے؟ کیا وہ سب ٹھیک ہیں؟ اور تو کیوں نہیں گیا وہاں۔۔۔زوریز شاہ ایک سانس میں کتنے سارے سوال کر رہا تھا۔۔ مرحاشاہ نا سمجھی سے اسکی باتیں سن رہی تھی، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کال پہ موجود شخص سے کن لوگوں کے بارے میں استفسار کر رہا ہے، خیر وہ اسے اگنور کرتی اب اپنے فون میں بزی ہو چکی تھی۔۔

ہاں سب کچھ سیکیور ہے۔۔ فکر مندی والی بات نہیں ہے اور میرا جانا ابھی اتنا ضروری نہیں تھا۔۔۔خان نے اب کی بار اسکے لہجے میں بے انتہا فکر مندی محسوس کرتے ہوئے اسے ریلکس انداز میں جواب دیا تھا جس پہ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے دو چار گالیاں بکی تھیں جو اسے کب سے تپاتا ہوا مین بات کی بجائے ہر فضول بات بتا رہا تھا۔۔چند منٹ بعد زوریز شاہ الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون رکھ چکا تھا۔۔

زوریز شاہ نے اپنا فون ڈیش بورڈ پہ رکھتے ہی ایک گہری نظر مرحاشاہ پہ ڈالی تھی جو اب فون میں مگن سنجیدگی سے سکرالنگ کر رہی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکا دائیاں ہاتھ پکڑنا چاہا تھا لیکن وہ اپنا ہاتھ اس سے دور کرتی ہنوز اپنے فون

میں مگن تھی، زوریز شاہ نے دانت پیستے ہوئے ایک نظر اسے دیکھ کے دوسری نظر اسکے فون پہ ڈالی تھی اور اگلے پل زوریز شاہ کو اپنا پورا بدن انگاروں پہ لوٹتا محسوس ہوا تھا کیونکہ اس کی انوکھی بیوی اس وقت انسٹاگرام پہ کسی ہینڈسم سے ہالیووڈ ایکٹر کی پروفائل کھولے اسے سٹاک کر رہی تھی، وہ اسکی ہر تصویر کو زوم کر کر کے دیکھتی زوریز شاہ کو جلتے توے پہ بیٹھا چکی تھی۔۔

یہ کون بدصورت انسان ہے؟ زوریز شاہ نے جیلس انداز میں غراتے ہوئے اسکے ہاتھ سے اسکا فون کھینچا تھا۔۔

میرا فون دو۔۔۔ مرحاشاہ تپے ہوئے لہجے میں بولتی اسکے ہاتھ سے فون چھین رہی تھی جب زوریز شاہ نے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے ہوئے گاڑی سڑک کنارے لگائی تھی۔۔

کون ہے یہ گھٹیا انسان جو شکل سے ٹھرکی لگ رہا ہے۔۔ اسے کیوں تار رہی تھی تم؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکا فون کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پوری قوت سے غرایا تھا۔۔

چیخو مت۔۔ تم سے تو پیارا ہے وہ۔۔۔ مرحاشاہ نے اسے مزید بھڑکانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

شٹ اپ!! میرا بائیسیپ اس سے کئی گنا زیادہ بڑا ہے ایون میرا احسن بھی اس سے کئی زیادہ ہے۔۔ تمہیں شرم نہیں آرہی شوہر کے سامنے بیٹھ کے ٹھرکیوں کی طرح اس ٹھرکی انسان کو دیکھتے ہوئے۔۔۔ زوریز شاہ دانت پیس کے بولتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود کے نزدیک کھینچ چکا تھا۔۔

نہیں آرہی! اور تم اس سے پیارے نہیں ہو ایون یہ تو میرا کرش ہے!۔۔۔ مرحاشاہ نے اسکی گرفت میں جھٹپٹاتے ہوئے اسے غصے سے جواب دیا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ کیسے اسے اگنور کر رہا تھا، اب اسے یوں جلتے توے پہ بیٹھے دیکھ کے مرحاشاہ کے دل پہ جیسے کوئی ٹھنڈی پھوار پڑ رہی تھی البتہ اسکے منہ سے خود کے لئے ٹھرکی کا لفظ سنتے ہوئے اسکا دل کیا وہ زور زور سے ہنسے لیکن وہ اسے ابھی مزید تپانا چاہتی تھی۔۔

جبکہ اسکے منہ سے کرش کا لفظ سنتے ہوئے زوریز شاہ اسکا فون ڈیش بورڈ پہ زور سے پھینکتا اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے ہونٹوں پہ قابض ہوا تھا، مرحاشاہ نے جان بوجھ کے اسے مزید تپانے کے لئے مصنوعی مزاحمت شروع کی تھی جس پہ زوریز شاہ نے اسے آنکھیں دیکھا کے اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے ہوئے اپنی ڈرائیونگ سیٹ کچھ پیچھے کی تھی اور پھر وہ مرحاشاہ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکے خود کے قریب

کھینچتا_ اسکا سر اپنی گود میں رکھتا جھک کے اپنی پوری شدت سے اسکی سانسیں روک چکا تھا، اب مرحاشاہ کسی بھی طرح کی مزاحمت نہیں کر پا رہی تھی سوائے پیسنجر سیٹ کی طرف والے دروازے پہ اپنی ایڑھیاں رگڑنے کے۔۔۔

زوریز شاہ اسکے منہ سے اس ٹھرکی انسان کے لئے کرش کا لفظ سنتے ہوئے جتنا جل بھن کے کباب ہوا تھا وہ اتنا ہی اپنا غصہ اسکے نازک ہونٹوں پہ اتارتا انہیں اپنے دہکتے ہونٹوں کی تپش سے جلا رہا تھا، مرحاشاہ نے اسے مکمل طور پہ خود پہ جھکے دیکھ کے اسکے کسرتی سینے پہ اپنے مکے برسائے تھے، زوریز شاہ اسکی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے ہونٹوں پہ مزید شدت دیکھانے لگا، سانسوں کے رکنے پہ مرحاشاہ نے اسکے نچلے ہونٹ پہ زور سے اپنے دانت گاڑتے اپنا بدلہ اتارا تھا جس پہ زوریز شاہ بالآخر اسکی پیش قدمی پہ فتح مندی سے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا۔۔

لاڈ بھی اٹھاؤں گا، کینڈل لائٹ ڈنر بھی کرواؤں گا

میرے علاوہ کسی اور کا سوچا بھی تو جان بھی نکالو گا

زوریز شاہ اسکے بھیگے سرخ پڑتے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا، وہ اسکی کلائیوں کو اپنے ہاتھوں سے آزادی دے چکا تھا جس پہ مرحاشاہ نے غصے سے اسکی سفید گردن پہ زور سے اپنے ناخن گاڑے تھے

--

اٹھا ہی نہ لو تم میرے لاڈ۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کھڑوس بن کے مجھے تمہاری روح ڈانٹ رہی تھی!! ہے نا؟؟ مرحا شاہ اسکی گردن کو اپنے ناخنوں سے اچھا خاصہ زخمی کرتی غرائی تھی۔۔

فون پہ میرا دوست تھا جو تمہاری اتنی شاندار اور روعب دار گفتگو سنتا مجھے چھیڑ رہا تھا، تم خود مجھے کھڑوس بننے پہ مجبور کرتی ہو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔ وہ اسکی چھوٹی سی ناک اپنے دانتوں میں ہولے سے دباتے بری الزمہ ہوا تھا۔۔

تمہارے لئے مجھ سے زیادہ تمہارا دوست ضروری تھا؟ تم فون بند بھی تو کر سکتے تھے نا؟ مرحاشاہ اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتی غرائی تھی، زوریز شاہ نے مصنوعی کراہتے ہوئے اپنے سینے کو اسی کے ہاتھ سے رب کیا تھا، اسکا مکا کافی شدید تھا وہ الگ بات تھی زوریز شاہ کو ذرا برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔

تم میرے دل کا ٹوٹا ہو اور میں تمہیں سچ بات بتا رہا ہوں اگر آج کے بعد تم نے مجھے جیلس کرنے کے لئے کسی بھی لڑکے کو تصویر میں بھی دیکھا تو اپنی اپنے دل کے ٹوٹے کے مزید ٹوٹے ٹوٹے کرنے میں پل نہیں لگاؤں گا!! زوریز شاہ جھک کے اسکے لبوں پہ ایک بار سے شدت بھری گستاخی کرتا گھمبیر بوجھل لہجے میں اسے وارننگ دے چکا تھا۔۔ تم نے ابھی کچھ دیر پہلے میرا ہاتھ جھٹکا تھا ریز۔۔ مرحاشاہ نے بھی بھرائی آواز میں بولتے ہوئے خود پہ جھکے زوریز شاہ کے سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

آئی ایم سوری جان ریز۔۔۔ میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا بالکل نہیں تھا شاہزادی۔۔۔ زوریز شاہ اپنی غلطی مانتا اسکا دائیاں ہاتھ بار بار چومتا اسے سوری کر رہا تھا، وہ واقعی انجانے میں اسکا ہاتھ جھٹک کے اسے ہرٹ کر چکا تھا، اگر یہی حرکت مرحاشاہ کرتی تو وہ اس پہ ہمیشہ کی طرح سانسیں تنگ کر دیتا۔۔

ابھی تم نے بولا تھا کینڈل لائٹ ڈنر کرواؤ گے۔۔۔۔ مرحاشاہ نے منہ پھولاتے ہوئے اسکا کچھ دیر پہلے والا جملہ یاد کروایا تھا۔۔

پکا پرامس۔۔۔ لیکن آج نہیں کل کیونکہ کل ہم صرف کینڈل لائٹ ڈنر نہیں بلکہ کل کا پورا دن ساتھ گزاریں گے۔۔۔ زوریز شاہ پیار سے اسکا گال سہلاتا اسکے ماتھے کو اپنے ہونٹوں سے چھوتا اسے آنکھ ونک کرتے گویا ہوا تھا، اسکے زومعنی انداز پہ مرحاشاہ سرخ پڑتی جلدی سے اپنا سر اسکی گود سے ہٹاتی اپنی سیٹ پہ ٹھیک سے بیٹھی تھی، زوریز شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنا پرحدے لمس بکھیرتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔ وہ چاہتا تو اسے آج بھی کینڈل لائٹ ڈنر کروا سکتا تھا، لیکن اس کا دل اس سے بار بار حویلی جانے کی اپیل کر رہا تھا، اسی لئے وہ اپنی گاڑی ریسٹورنٹ کی طرف موڑتے موڑتے اپنے دل کی سنتا پھر سے حویلی کی طرف ٹرن لے چکا تھا۔۔

اب تو دوپہر سے رات ہو رہی تھی لیکن ایزل شاہ نے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا کیونکہ وہ کاظم شاہ کی دھمکی کی وجہ سے اب تک کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی اور شاید زہرہ مام بھی اس کے کمرے میں کھانا پہنچانا بھول چکی تھیں۔۔ ایزل شاہ جو کب سے سرخ پڑتی خود کو کمبل میں چھپائے کاظم شاہ کا نرم اور بے حد رومانٹک موڈ یاد کرتی اپنا دھیان بھوک سے ہٹا رہی تھی، اب اسکی بس ہوئی تھی، صبح اس نے بس ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا تھا اور کالج سے آنے کے بعد کاظم شاہ کی

شدتیں سہتے سہتے اسکا دوپہر کا کھانا بھی مس ہو چکا تھا، اب کچھ ہی دیر میں رات کا کھانا لگنے والا تھا، ایزل شاہ سے جب مزید بھوک برداشت نہ ہوئی تو وہ اپنے سر پہ اچھے سے کالا دوپٹا اوڑھتی کمرے سے باہر کی طرف بڑھی تھی، ویسے بھی کاظم شاہ نے کون سا اتنی جلدی ہویلی آجانا تھا؟ وہ تو رات دیر سے آتا تھا اور کبھی کبھی تو آتا ہی نہیں تھا۔۔

رکو! میری بات سن کے جاؤ۔۔۔۔رات کے تقریباً سات بجے کاظم شاہ رف سے حلیے میں ملبوس ہویلی میں داخل ہی ہوا تھا جب دریاب شاہ نے اسے سرد انداز میں مخاطب کیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے وہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتا دو ہی منٹ میں سیڑھیاں چڑھتا اوپر اپنے کمرے میں چلا جائے گا اور ان کی بات وہی پہ رہ جائے گی، اس دن کے بعد یہ پہلی بار تھا جو انہوں نے اسے خود مخاطب کیا تھا، کاظم شاہ پہلے تو ان کے خود کو یوں مخاطب کرنے پہ چونکا تھا لیکن پھر آئیبرو اچکاتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوا تھا، اسکے لاؤنج میں آنے پہ دریاب شاہ سٹڈی روم کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔کاظم شاہ سپاٹ انداز میں اان کے پیچھے ہی سٹڈی میں داخل ہوا تھا، اسے لگ رہا تھا شاید وہ آفس کے کسی پروجیکٹ کو ڈسکس کرنے کے لئے اسے مخاطب کرنے پہ مجبور ہوئے تھے، لیکن وجہ کچھ اور تھی!

جی بولیں آج کیسے یاد کیا آپ نے اپنے بڑے بیٹے کو؟؟۔۔۔سٹڈی میں آتے ہی کاظم شاہ استہزایا انداز میں بولا تھا، لہجے میں تکلیف کی رمک بھی شامل تھی، دریاب شاہ نے جواب دینے کی بجائے اسکے سامنے دو فائلز رکھی تھیں۔۔ پڑھو انہیں۔۔۔وہ سنجیدگی سے فائلز ٹیبل پہ پٹک کے اپنی کرسی پہ بیٹھ چکے تھے، ان کا چہرے بے حد سپاٹ تھا، کاظم شاہ نے اچنبھے سے ان دونوں فائلز کو دیکھا تھا، کاظم شاہ نے پہلی فائل کھولتے ہوئے اپنے آگے رکھی تھی، فائلز کو پڑھتے ہوئے کاظم شاہ کبھی دریاب شاہ کو دیکھتا تو کبھی ان کاغذات کو۔۔۔وہ ہکا بکا سا اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا، کاظم شاہ اس فائل کے بعد دوسری کھولنا بھول چکا تھا، وہ صرف بے یقینی سے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا، کاظم شاہ کو ساکت دیکھتے ہوئے دریاب شاہ نے دوسری فائل خود کھول کے اسکے سامنے رکھی تھی، کاظم شاہ نے ٹرانس کی کیفیت میں اس فائل پہ بھی اپنی نظریں دوڑائی تھیں، ان فائلز کو پڑھ کے کاظم شاہ کو اپنے ارد گرد آکسیجن کی شدید کمی محسوس ہوئی تھی، کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھیں آخری حد تک پھیل چکی تھی، وہ سوالیہ نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

اس فائل پہ تمہارے دستخط درکار ہیں۔۔۔ دستخط کرو۔۔۔ دریاب شاہ اسکی حیرانگی کو کسی خاطر میں نالاتے ایک خوبصورت سا قلم اسکی طرف بڑھا چکے تھے۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط34

ایزل شاہ کچن میں داخل ہوئی تو کچن میں کوئی بھی نہیں تھا، زرتاج اماں بھی نہیں۔۔ حلیمہ کی بیٹی کی کچھ دنوں تک شادی تھی اسی لئے وہ چھٹی پہ تھیں اور زرتاج اماں شاید اپنی انیکسی یا شاہ بی بی کے کمرے میں۔۔ ایزل شاہ بھوک سے لوٹ پوٹ ہوتی کھانے کی تلاش میں سٹوو تک گئی تھی۔۔ وہ تیزی سے بڑے بڑے برتنوں سے ڈھکن ہٹا رہی تھی، بریانی کو دیکھتے ہی اسکے پیٹ میں چوہوں نے زور زور سے اچھل کود شروع کی تھی، بریانی گرم تھی اسکا مطلب یہ ڈش رات کے کھانے کے لئے بنائی گئی لیکن مزید ایک گھنٹے تک انتظار کون کرے بھلا؟ ایزل شاہ ہر چیز کو فراموش کرتی اپنا سر جھٹکتے ہوئے پلیٹ میں اپنے چاول نکالنے ہی والی تھی جب اسے اپنے پیچھے سے مظہر شاہ کی آواز سنائی دی تھی۔۔

ہیے کیوٹ ایزل!! مظہر شاہ اسکے بالوں کو بگاڑتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، اسکے یوں اچانک سے نزدیک آنے پہ ایزل شاہ گھبرائی تھی، ایزل شاہ کے ہاتھ سے شیشے کی پلیٹ چھوٹ کے زمین پہ گرتی کرچیوں میں ٹوٹی تھی۔۔ اس نے جلدی سے اپنے سر پہ کالا دوپٹا اوڑھتے ہوئے اس سے فاصلہ بنایا تھا۔

لالہ۔۔۔ آپ؟۔۔۔ ایزل شاہ کو اسکی بال بگاڑنے والی حرکت بالکل اچھی نہیں لگی تھی، لیکن وہ پھر بھی زبردستی مسکراتے ہوئے فارمیلٹی کے طور پہ اسے جواب دے چکی تھی۔

ہاں کیوں میں یہاں نہیں آسکتا؟ اور کیا تم ڈر گئی تھی؟۔۔۔ مظہر ایک نظر اسے دیکھ کے دوسری نظر ٹوٹی ہوئی پلیٹ پہ ڈالتا ہمدردی سے بولا تھا۔۔

نہی۔۔ نہیں۔۔ تو میرا یہ مطلب تو نہیں ہے آپکا ہی کچن ہے جب مرضی آئیں۔۔ ایزل شاہ اپنی بیزاری چھپاتے ہوئے خوشدلی سے بولی تھی۔۔ اس نے اسکے ڈر والے جملے کا جواب نہیں دیا تھا۔۔

ہاں نا صحیح بولا میرا کچن اور میری ہی ایزل۔۔۔ مظہر شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے شوخ لہجے میں بولا تھا۔۔

ک۔ کیا۔۔ مطلب؟۔۔ ایزل شاہ نے اسکی بے تکی بات پہ ناسمجھی سے استفسار کیا۔۔

میرا مطلب ہے کہ تم بہت پیاری ہو۔۔۔ مظہر شاہ بے اختیاری میں اسکے بے حد قریب ہوتا اسکے گال کو اپنی پوروں سے چھوتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔ وہ کالی شلوار قمیض پہ کالا دوپٹا لئے پیاری ہی اتنی لگ رہی تھی کہ مظہر شاہ خود پہ قابو پانا بھول چکا تھا، کالا رنگ اسکی دودھیا سفید رنگت پہ بے حد جچ رہا تھا، اسکے گلابی نرم و نازک گال دیکھتے ہوئے وہ انہیں چھونے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔۔

لالہ!! یہ۔۔ آپ۔۔ کیا۔۔۔ کر۔۔ رہے۔۔ ہیں۔۔ پلیز۔۔۔ دور ہٹیں۔۔ ایزل شاہ گھبراتی ہوئی سلیب کے ساتھ لگی تھی۔۔

کاظم لالہ تمہارے ساتھ سوٹ نہیں کرتے ایزل۔۔ تم نے کیا سوچ کے ان کے ساتھ شادی کی تھی؟۔۔۔ مظہر خان اسکے قریب ہوتا سلیب پہ دائیں بائیں ہاتھ رکھتا افسوس کرتے ہوئے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ تو حیران در حیران اسکو دیکھ اور سن رہی تھی جو بے دھڑک اسکے اتنا قریب کھڑا فضول بولے جا رہا تھا۔۔

جب تم اپنی ان جھیل سی نیلی آنکھوں کو پھیلاتی ہو یقین مانو بہت پیاری لگتی ہو۔۔۔ مظہر شاہ اسکی کمر پہ اپنا ہاتھ رکھے اسے خود کی طرف کھینچتا اسکی نیلی آنکھوں کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے چھوتا بوجھل لہجے میں بولتا ایزل شاہ کو ڈر سے کانپنے پہ مجبور کر چکا تھا، وہ بھول چکا تھا وہ اس وقت کاظم شاہ کی امانت کو چھونے کی غلطی کر رہا ہے۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ ایزل شاہ لرزتے دل سے چیختی ہوئی اسکے ہاتھ اپنی آنکھوں سے جھٹکتی اب اپنی کمر سے ہٹانے کی تگ و دو کر رہی تھی۔

یہ کالا رنگ تم پہ بہت جچ رہا ہے ایزل۔۔ ایسا لگ رہا ہے یہ بنا ہی تمہارے لئے ہو۔۔ مظہر شاہ اپنی آنکھوں میں ہوس لئے اسکے سراپے کو دیکھتا سرگوشی میں بولا تھا۔۔

چھوڑو مجھے۔۔۔ یہ کیا حرکت ہے؟ ایزل شاہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتی غرائی تھی، لیکن وہ اسکی کمر پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کر گیا۔۔

اس فائل پہ تمہارے دستخط درکار ہیں۔۔۔ دستخط کرو۔۔۔ دریاب شاہ اسکی حیرانگی کو کسی خاطر میں نا لاتے ایک خوبصورت سا قلم اسکی طرف بڑھا چکے تھے۔

یہ کیا ہے؟ اور اس سب کا مقصد؟۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے حیرانگی سے استفسار کیا۔۔اس کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

ان پڑھ تو تم ہو نہیں جو تم سامنے پڑے پراپرٹی کے پیپرز اور اپنے ڈاکومنٹس نہ پڑھ سکو۔۔۔دریاب شاہ سنجیدگی سے بولتے ان فائلز کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔۔

آپ نے شاید میرا سوال ٹھیک سے سنا نہیں ہے بابا جان! میں ان پیپرز کا مقصد جاننا چاہ رہا ہوں۔۔کاظم شاہ ان فائلز کو زور سے ٹیبل پہ پٹکتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

مقصد صاف ہے، تم نے جب اپنا بزنس سٹارٹ کیا تھا اس میں کل ملا کے تمہارے شیئرز صرف 40٪ تھے جبکہ میرے 60٪۔۔۔میں تمہیں 40٪ کے حساب سے امپائر میں تمہارا حصہ کیش کی صورت میں دیتے ہوئے تمہیں اپنے بزنس ایمپائر سے آوٹ کر رہا ہوں کیونکہ میں تمہارے ساتھ مزید کام نہیں کر سکتا۔۔باقی رہی پراپرٹی کی بات تو اس کا ایک حصہ تمہارے نام کر دیا گیا ہے، تین حصے میں ارزم شاہ کے نام کر چکا ہوں اور کچھ حصہ میرا اور تمہاری ماں کا ہے کیونکہ تم سے امیدیں لگانا ہم نے چھوڑ دی ہیں اگر تم پورے خاندان میں ہمیں رسوا کروا سکتے ہو تو بڑھاپے میں ہمیں سڑک پہ بھی لا سکتے ہو۔۔دستخط کروان پہ۔۔دریاب شاہ سفاکی سے غرائے تھے۔۔ان کے الفاظوں پہ کاظم شاہ کو اپنے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، کاظم شاہ کو لگا کوئی اس کے پیٹ میں گھونسے مار رہو۔۔تو کیا وہ اس سے اس حد تک نفرت کرتے تھے کہ اسے اپنے بزنس سے ہی آوٹ کر چکے تھے؟ کیا اسے اپنی گیارہ سے بارہ سال کی محنت کا یہ صلہ ملا تھا کہ اسے آخری وقت پہ بزنس سے آوٹ کرتے ہوئے جائیداد سے بھی تقریباً بے دخل کیا جا رہا تھا؟؟ کاظم شاہ کی حیرت کی انتہاء نہیں تھی۔۔

آپ نے مجھے جائیداد کا ایک حصہ دینے کی بھی زحمت کیوں کی ہے؟ میں جاننا چاہتا ہوں؟۔۔۔کاظم شاہ کے لہجے میں تکلیف ہی تکلیف تھی۔۔

ان پراپرٹی پیپرز کے ساتھ دوسری فائل میں تمہارے آسٹریلیا جانے کے تمام ڈاکومنٹس موجود ہیں۔تم آج رات دو بجے کی فلائٹ سے آسٹریلیا جا رہے ہو اور اپنے جائیداد کے حصے کے پیسوں سے جا کے اپنا نیا بزنس شروع کر سکتے ہو۔۔۔دریاب شاہ اپنے سامنے پڑی فائلز کو یونہی کھولتے ہوئے مصروف انداز میں بولے تھے۔۔انکی بات نے کاظم

شاہ کے پیروں سے زمین کھینچی تھی، تو وہ اسے اس ہویلی میں بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے؟ وہ اپنی اولاد کے ساتھ اتنے سفاک کیسے بن سکتے تھے؟ کاظم شاہ نے حیرت سے سوچا تھا۔۔

کیا کاظم شاہ آپکا ہی بیٹا ہے یا کسی یتیم خانے سے اڈاپٹ کیا تھا اسے؟ ان کی اتنی سفاکی پہ کاظم شاہ ان کے ٹیبل پہ جھکتا سپاٹ انداز میں استفسار کر رہا تھا۔۔

بد قسمتی سے میں تم جیسی درندہ صفت اولاد کا بد قسمت باپ ہوں۔۔ میں نے پیدا ہوتے ہی تمہارا گلا کیوں نہیں گھونٹ دیا ظم شاہ ا، اس بات کا دکھ مجھے ساری زندگی رہے گا۔۔ لعنت ہے کاظم شاہ تم پہ اور تمہاری گھٹیا سوچ پہ جس نے اپنے ہی گھر کی عزت کو پامال کرنے کا سوچا۔۔ دریاب شاہ جو ابا غراتے ہوئے اپنی کرسی سے کھڑے ہوئے تھے۔۔ ان کے الفاظ سنتے ہوئے کاظم شاہ کو لگا اس کا دل کوئی تیز دھاڑ آری سے چیڑ رہا ہو۔۔ کاظم شاہ نے بے حد ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے خود کو کوئی گستاخی کرنے سے روکا تھا۔ اس کا سب سے پیار کرنے والا باپ اس پہ لعنت بھیج رہا تھا اور قصوروار کون تھی؟ صرف وہ!! صرف ایزل شاہ تھی اس سب کی قصوروار۔۔۔

آپ مجھے اپنے بزنس ایمپائر سے آوٹ کرنا چاہتے ہیں؟ ٹھیک ہے میں کاظم دریاب شاہ آپکو زبان دیتا ہوں آج کے بعد کاظم شاہ آپکی کسی میٹنگ، کسی پروجیکٹ کا حصہ نہیں بنے گا، کاظم شاہ آپکے اس بڑے سے ایمپائر کی طرف دیکھے گا بھی نہیں، اور رہی بات جہاں تک میرے شئیرز کی بات تو وہ تمام شئیرز میں آپکے لاڈلے بیٹے اور اپنے لاڈلے بھائی ارزم شاہ کے نام کرنا چاہوں گا کیونکہ آپکی تمام امیدیں تو اسی سے جڑی ہیں؟ کاظم شاہ تو ایک بیکار اور درندہ انسان ہے وہ اس دنیا میں جھک مارنے اور اپنی درندگی پھیلانے ہی تو آیا تھا؟ اور جہاں تک رہی آپکی جائیداد کی بات جس پہ آپ نے مجھے اپنے خزانے میں سے ایک حصہ دینے کی اتنی قربانی دی ہے، تو سنیں میری بات!! میں آپکی جائیداد سے خود ہی دستبردار ہوتا ہوں، میں کاظم شاہ آج سے آپکا بیٹا نہیں ہوں، کیونکہ آپ جیسا نیک باپ ایک وحشی اولاد کو ڈیزرو نہیں کرتا ہے، آپکو چاہیئے تھا مجھے اس پراپرٹی میں حصہ دینے کی بجائے رات کے کھانے میں زہر ملا کے دے دیتے تاکہ مر جاتا کاظم شاہ اور جان چھوٹ جاتی اس کی اس سفاک اور ظالم دنیا سے!! آپ نے کاظم شاہ کے پور پور کو زخمی کیا ہے۔۔ آپ کے الفاظوں نے میرے جسم کا میری روح کا کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑا جسے زخمی نہ کیا ہو، آپکے الفاظوں نے میری روح چھلنی کی ہے۔۔ کوئی ایک باپ اپنی اولاد پہ اتنی بے اعتباری کیسے دیکھا سکتی ہے؟؟ کوئی باپ

آپ جیسا سفاک کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے مجھے گستاخ بننے پہ مجبور کیا ہے، جانتے ہیں اس وقت میرا دل کر رہا ہے اپنے وجود سے اس خون کے اس لوتھڑے کو چیڑ کے پیروں تلے کچل ڈالوں جس نے اپنی انتیس سالہ زندگی میں اپنے رشتوں کو ٹوٹ کے چاہا ہے۔۔ کاظم شاہ اپنے دل پہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے مارتا اذیت سے غرا رہا تھا۔۔

لیکن مجھے آپ سب سے کیا ملا؟ صرف بے اعتباری!! آپ چاہتے ہیں میں آسٹریلیا چلا جاؤں؟ وہاں جا کے آپ کے ان پیسوں سے بزنس سٹارٹ کروں تو کاظم شاہ بھوکا مر جائے گا لیکن آپ کی مزید ایک پائی بھی خود پہ خرچ نہیں کرے گا!! آپ چاہتے ہیں میں دو بجے آپ کی اس ہویلی کو چھوڑتے ہوئے آسٹریلیا کی فلائٹ پکڑوں؟؟ اگر میں اگلے دو گھنٹوں میں پاکستان سے آوٹ نہ ہوا تو مجھے کاظم دریاب شاہ نہیں کہیئے گا!! آپ نے کاظم شاہ کو اس کے ناکردہ گناہ کی بہت بڑی سزا دی ہے اور اب جو سزا اس سفاک ہویلی کے مکینوں کو کاظم دریاب شاہ دے گا دنیا دیکھے گی!!

آپ سب نے کاظم شاہ کو اپنی دعاؤں میں آنسو بہاتے ہوئے یاد نہ کیا تو میرا نام بدل دیجئیے گا!! کوئی جو آپ سے پوچھے نا کہ بڑا بیٹا نظر نہیں آتا آجکل؟ تو کہیئے گا ابھی اسی کا جنازہ پڑھ کے آیا ہوں لیکن اس کے مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہے!! کاظم شاہ اذیت کی انتہا پہ دھاڑتا تو ان کی سٹڈی کی ایک ایک چیز الٹ چکا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ دریاب شاہ کو اپنے رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے تھے، پہلے اگر کاظم شاہ کو ان کے الفاظ پہ اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں تو اب دریاب شاہ کا حال بھی اس سے کچھ کم نہیں تھا، کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھوں کی اذیت جان لے رہی تھی ان کی۔۔ کاظم شاہ جو ان کی سٹڈی کی ہر چیز کو اٹھا اٹھا کے غصے سے دیوار پہ مارتا اپنا ہاتھ زخمی کر چکا تھا، ان کی کچھ دیر پہلے والی دستخط والی بات یاد کرتے ہوئے اس نے ان فائلز میں پڑے کاغذات کو پکڑتے ہوئے کتنے ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا۔۔

اپنی جائیداد اپنے پاس سنبھال کے رکھیں، کاظم دریاب شاہ کو آپ کے پیسوں سے اپنے لئے سفید کفن بھی منظور نہیں ہے۔ کاظم شاہ حلق کے بل بلند آواز میں چیختا ہوا بے حد غصے سے ان کی سٹڈی سے نکلا تھا، دریاب شاہ کے دل سے آواز آئی تھی اسے روک لیا جائے لیکن وہ اپنے الفاظوں سے انہیں ساکت کرتا ان کے پیسوں پہ تقریباً لعنت بھیجتا وہاں سے جا چکا تھا، کچھ بھی سمجھ نا آنے پہ دریاب شاہ اپنا سر پکڑتے ہوئے اپنی کرسی پہ بیٹھے تھے۔۔

ایزل تم لالہ سے طلاق لے کے مجھ سے شادی کر لو۔۔ مجھے تم بہت پسند ہو۔۔ میں تمہیں ہمیشہ اپنے پاس اور خود کے بہت قریب رکھوں گا۔۔۔ مظہر شاہ اسکے سر سے دوپٹا ہٹاتے ہوئے اپنے لہجے کو مزید گھمبیر بناتا خباثت سے بولا تھا، ایزل شاہ کی تو حیرت کی انتہا نہیں تھی، وہ تھر تھر کانپتی چیختے ہوئے اسکے حصار سے نکلنے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن وہ اسکی کلائیوں کو جکڑتا اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔ کاظم شاہ جو اپنے باپ کی سٹڈی سے بے حد غصے سے نکلتا ہوا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا، ایزل شاہ کی چیخوں کی دبی دبی آواز سنتے ہوئے اس نے اپنے قدم بے ساختہ کچن کی طرف بڑھائے تھے، کاظم شاہ کا میٹر غصے سے شارٹ ہوا تھا تو کیا وہ اسے منع کرنے کے باوجود کمرے سے نکل آئی تھی؟ کاظم شاہ نے دانت پیستے ہوئے سوچا تھا، ابھی وہ یہی سب سوچتا کچن کے دروازے تک پہنچا تھا جب مظہر شاہ کی بات سنتے ہوئے اسے اپنے خون میں ابال اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، کاظم شاہ کو اپنے پورے وجود میں چھنگاڑیاں پھوٹتے ہوئی محسوس ہوئی تھیں، اسکے ہاتھ اپنی عزت اپنی بیوی کے دوپٹے پہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو لگا کوئی اس کے وجود پہ گرم آگ پانی انڈھیل رہا ہو، اسکے ہاتھ ایزل شاہ کی نازک کمر پہ دیکھتے کاظم شاہ کے ماتھے کی کنپٹیاں سلگتے ہوئے بے حد پھول چکی تھیں۔۔ اس نے ابھی صرف ایزل شاہ کے سر سے دوپٹا ہٹایا تھا، وہ اس کے وجود سے دوپٹا ہٹا ہی رہا تھا جب کاظم شاہ ایک جست میں مظہر شاہ تک پہنچتا اسکا وہی ہاتھ پکڑ کے پیچھے کمر کی طرف زور سے موڑ چکا تھا۔۔ مظہر شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی، اسکے ہاتھ کی گرفت ایزل شاہ کی کمر پہ بے ساختہ ڈھیلی پڑی تھی، کاظم شاہ اتنی شدت سے اسکا بازو پیچھے کی طرف موڑے ہوئے تھا کہ مظہر شاہ کو لگا اسکا بازو ٹوٹ کے اسکے دھڑ سے الگ ہو جائے گا، اپنے سامنے کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھی، آنکھوں سے آنسو لڑھکتے ہوئے اسکے پھولے گالوں کی زینت بن رہے تھے، وہ ہنوز بری طرح سے کانپتی بے یقینی سے مظہر شاہ کو دیکھ رہی تھی جس نے آج اسکا اعتبار توڑا تھا، اسکے ہاتھوں کا گند المس اسے ہنوز اپنی کمر اور اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ مظہر شاہ نے کراہتے ہوئے اپنا بازو چھڑوانا چاہا تھا لیکن کاظم شاہ اب اسکے ایک کی بجائے دونوں بازو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتا اپنی پوری قوت سے اسے پیٹھ کے بل زمین پہ گرا چکا تھا، مظہر شاہ کو لگا وہ بازوؤں سے مفلوج ہو چکا ہے، اپنی کمر کے نیچے اپنے بازو محسوس کرتے ہوئے اسے لگا اسکی رخ پرواز کر چکی ہو۔۔ اسے زمین پہ

کراہتے دیکھ کے کاظم شاہ جارحانہ انداز میں ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا، اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ جو کب سے ساکت اور بے یقین تھی بھاگتی ہوئی اسکے چوڑے مضبوط سینے سے لپٹی تھی۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔اس نے سسکتے ہوئے اسے پکارا تھا لیکن کاظم شاہ بے حد غصے سے اسے خود سے دور کرتا اسکا سیاہ دوپٹا اسکے سر پہ دیتا اسکے پورے وجود پہ پھیلا چکا تھا۔۔اگر اسے معلوم ہوتا یہ غلیظ انسان اسکی بیوی کو اس کالے رنگ میں دیکھے گا اور اتنی خباثت سے دیکھتا چھوئے گا تو وہ شاید نہیں یقیناً ایزل شاہ کو کالا جوڑہ پہنانے سے پہلے ہی اسکے تمام سیاہ لباس جلا کے راکھ کر دیتا۔۔

تم سے حساب تو میں کمرے میں جا کے چکتا کروں گا ایزل کاظم شاہ!! کاظم شاہ غصے سے بے حد سرخ چہرہ لئے اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیتا اسکے کان میں دبے دبے انداز میں غراتا اسکے ہونٹوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑ چکا تھا۔۔اسکی سرد سرگوشی پہ ایزل شاہ کو اپنی ہڈیوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔وہ کاظم شاہ کے لمبے چوڑے وجود کے سامنے بالکل چھپ چکی تھی، مظہر شاہ چاہ کے بھی اسے دیکھ نہ پاتا۔۔

ل۔لیکن۔۔می۔۔میں۔۔۔نے۔۔تو۔۔کچھ۔۔۔ابھی ایزل شاہ اسکا بازو پکڑتے ہوئے اسے اپنی کوئی صفائی دیتی جب وہ اسکا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا کے اسے خود سے دور دھکیلتا زمین پہ گرے مظہر شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔کاظم شاہ نے مظہر شاہ کو بازو سے پکڑ کے زمین سے اٹھاتے ہوئے اسے کچن کے ڈائینگ ٹیبل پہ کسی فٹ بال کی طرح ہٹ کیا تھا، مظہر شاہ کو اپنی آنکھوں کے آگے تارے ناچتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

لالہ۔۔میں۔۔۔ابھی مظہر شاہ اپنے گھومتے دماغ سے اپنی صفائی میں کچھ بولتا جب کاظم شاہ نے ٹیبل پہ پڑے چمچوں کے سٹینڈ سے کانٹے والا چمچ اٹھاتے ہوئے اسکے لبوں میں پیوست کیا تھا۔۔

تیری جرآت کیسے ہوئی میری بیوی کو طلاق کا مشورہ دیتے ہوئے اس سے اتنی غلیظ باتیں کرنے کی؟؟میں تیری زبان کاٹ ڈالوں گا مظہر شاہ!! کاظم شاہ دھاڑا تھا۔۔

ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اپنی دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے خود کو اس منظر کو دیکھنے سے روکا تھا۔۔مظہر شاہ کی چیخیں آسمان کو چھو رہی تھی، مظہر شاہ نے کاظم شاہ کو تھوک نگل کے دیکھتے ہوئے اپنے ہونٹوں سے اس کانٹے کو کھینچ کے نکالا تھا، مظہر شاہ کے ہونٹوں سے خون ابل ابل کے گرتا اسکی گردن اور کپڑے گندے کر رہا تھا، مظہر شاہ چیخنا چاہتا

تھا لیکن اسکے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکی زبان بھی جیسے کانپ رہی تھی۔۔وہ مدد مانگنے کے لئے تیزی سے کچن سے نکلا تھا، کاظم شاہ جو اب اپنا ہاتھ چھری کی طرف بڑھا چکا تھا، اسے کچن سے بھاگتے دیکھ کے وہ چھری پکڑنے کی بجائے تیزی سے کچن سے باہر نکلا تھا۔۔ایزل شاہ بھی اپنے قدم گھسیٹتی ہوئی اسکے پیچھے ہولی تھی، اسکا دل ہنوز بری طرح سے لرز رہا تھا۔۔

رک سالے!! آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا تو نے ان دو دنوں میں میرے صبر کا امتحان لیا ہے مظہر شاہ!! تیری موت کاظم شاہ کے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے حلق کے بل چیختا مظہر شاہ کی گردن اپنے ہاتھوں میں دبوچ چکا تھا۔۔کاظم شاہ کی دھاڑوں کی آواز سنتے ہوئے ہر کوئی اپنے کمروں سے نکلتا ہوا لاؤنج میں آیا تھا، احان شاہ جو ابھی ابھی گلالئی کے ساتھ ہویلی کے لاؤنج میں داخل ہوا تھا سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں، گلالئی جو اس وقت احان شاہ کی براؤن چادر خود پہ اوڑھے ہوئے تھی، لاؤنج میں مظہر شاہ کو دیکھتے ہی وہ جلدی سے اپنا چہرہ ڈھک چکی تھی، مظہر شاہ کی گردن اس وقت کاظم شاہ کے ہاتھوں کی آہنی گرفت میں تھی۔۔

چھوڑو اسے!! یہ کیا جہالت ہے!!۔۔۔مظہر شاہ کو لہولہان دیکھتے ہوئے احان شاہ تیزی سے آگے بڑھتا کاظم شاہ کو اس سے دور کرنے کی تگ و دو کرتے ہوئے غرایا تھا۔۔

دور ہٹ!! آج جو بھی میرے اور مظہر شاہ کے راستے میں آئے گا وہ میرے ہاتھوں قتل ہو گا!! کاظم شاہ پہلے سے بھی زیادہ قوت سے دھاڑتا احان شاہ کا ہاتھ خود سے دور کر چکا تھا۔۔

شاہ!! یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ تم کس طرح سے پیش آ رہے ہو گھر آئے مہمان کے ساتھ؟ عادل شاہ اپنی روعب دار آواز میں دھاڑے تھے، باقی سب حیرت سے کاظم شاہ کا غصے سے سرخ چہرے دیکھ رہے تھے، وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہے تھے ان دونوں میں ایسا کیا ہوا ہے کہ کاظم شاہ اسکی جان لینے کو آ چکا ہے۔۔

تیری جرآت کیسے ہوئی تھی میری بیوی کو چھونے کی؟؟۔۔کاظم شاہ داجی کی بات اگنور کرتا مظہر شاہ کو غصے سے لاؤنج کے سینٹرل ٹیبل پہ پٹکتا بلند آواز میں گرجا تھا۔۔مظہر شاہ کی چیخیں بے ساختہ تھی، اسے اپنے وجود کا ایک ایک حصہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، ایزل شاہ تو کاظم شاہ کے اس وحشی روپ کو دیکھتی نفی میں سر ہلائے اپنی چیخوں کو روکنے کی

غرض سے اپنے منہ پہ دونوں ہاتھ رکھ چکی تھی، احان شاہ کو کاظم شاہ کے جملے سے دھچکا سا لگا تھا نظریں بے ساختہ اپنی بہن کی طرف اٹھی تھی جو بری طرح سے روتی سہم کے کاظم شاہ کو دیکھ رہی تھی، ارزم شاہ جس کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی، کاظم شاہ کی گرج دار آوازیں سنتا وہ تیزی سے اپنی شرٹ پہنتے ہوئے اپنے کمرے سے نکلتا نیچے کی طرف بڑھا تھا۔۔

ایزل۔۔۔نے۔۔مجھے۔۔خود۔۔۔کچن میں بلایا تھا لالہ!!۔۔۔۔مظہر شاہ اپنی جان کو آئے کاظم شاہ کو دیکھتا سارا مدعا ایزل شاہ کے سر ڈال چکا تھا، جو اسکی بات پہ حیرانگی سے منہ کھولتی نفی میں سر ہلا رہی تھی، سب کی نظروں کا مرکز اس وقت ایزل شاہ تھی جو بری طرح سے روتی نفی میں سر ہلائے جا رہی تھی، آج پتا چلا تھا جب کوئی کردار پہ الزام لگائے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔۔کیسے وجود سے جان نکلتی ہے۔۔مظہر شاہ کی بات سنتے ہوئے کاظم شاہ نے بے حد غصے سے پاگل ہوتے اسکے ہونٹوں پہ یکے بعد دیگرے جنونی انداز میں مکے جھڑے تھے۔۔زوریز شاہ جو ابھی مرحا شاہ کے ساتھ ہویلی میں داخل ہوا تھا، وہ شاکڈ کیفیت میں مظہر کی بات سنتا اپنی بہن کی طرف دیکھ رہا تھا، نہیں وہ اتنا نہیں گر سکتی تھی، زوریز شاہ نے دھڑکتے دل سے مظہر شاہ کی بات کی نفی کی تھی۔۔احان شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، وہ اپنی پاک دامن بہن کو جانتا تھا وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی، مظہر شاہ کی بات سنتے ہوئے اسکا غصے سے برا حال ہوا تھا۔۔

بکواس بند کر اپنی!! وہ تجھے اپنے پاس بلانے سے پہلے مرنا پسند کرتی کمینے، حبیس مظہر شاہ!! تو جتنے غلیظ الفاظ استعمال کرے گا، کاظم شاہ تجھے اس سے دگنی سفاک سزا دے گا۔۔کاظم شاہ اسے ٹیبل سے اٹھا کے اسکا سر زمین پہ مارتا اسکے سینے پہ زور سے کہنی جھڑتا غصے سے پھولی سانسوں کے درمیان غراتا اپنی جیب سے چاقو نکال چکا تھا۔۔شاہ بی بی اور زہرہ مام کی چیخ بے ساختہ تھی۔اسکے پہلے جملے کو سنتے ہوئے ایزل شاہ کو اپنے دل میں جیسے سکون اترتا محسوس ہوا تھا، وہ اس پہ بھروسہ کر رہا تھا؟ وہ اس ایزل شاہ پہ بھروسہ کر رہا تھا جس نے اسکا کردار پوری ہویلی کے سامنے داغدار کیا تھا؟ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اس انسان کو بھیگی نگاہوں سے دیکھا تھا، کیا تھا وہ شخص؟ وہ آج تک نہیں سمجھ پائی تھی، وہ ایک پہیلی تھا، اسے اکیلے میں اذیت دینے والا تو سب کے سامنے اسے معتبر کرنے والا۔۔

لالہ۔۔ میرا۔۔ یقین۔۔ کریں۔۔۔ مجھے۔۔ ایزل۔۔۔نے۔۔ بلایا۔۔ ابھی مظہر شاہ اپنا جملہ مکمل کر تا جب احان شاہ نے اپنی پشاوری چپل میں مقید پیر اسکے چہرے پہ زور سے مارا تھا۔۔ زہرہ مام اور شاہ بی بی دہلتے ہوئے پھر سے چیخی تھیں۔۔ گلالئی نے کانپتے ہوئے اپنے سید زادے کی طرف دیکھا تھا۔۔ اب کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ احان شاہ کو مظہر شاہ کی جان کا دشمن بنتے دیکھ کے سب کے دل لرز اٹھے تھے، ان دونوں بپھرے شیروں کے غصے سے سرخ چہرے دیکھتے ہوئے سب کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑ رہی تھیں، سب جانتے تھے ہویلی کے چاروں سپوتوں کا غصہ ایک سے بڑھ کے ایک تھا۔۔

تیری جرآت کیسے ہوئی میری بہن پہ اتنا گھٹیا الزام لگانے کی۔۔ میں تیری بوٹی بوٹی کر دوں گا مظہر شاہ۔۔ احان شاہ بے حد غصے سے دھاڑتا کاظم شاہ کے ہاتھ میں پکڑا در میانے سائز کا چاقو کھینچ کے مظہر شاہ کی شہہ رگ پہ رکھ چکا تھا۔۔ ارزم شاہ اور زوریز شاہ تیزی سے ان دونوں کی طرف بڑھے تھے، وہ دونوں تو پہلے اس لئے خاموش تھے کہ احان شاہ خود ہی غصے سے پاگل ہوتے کاظم شاہ کو سنبھال لے گا، لیکن وہ تو اس وقت خود مظہر شاہ کو قتل کرنے پہ آچکا تھا۔۔

لالہ چھوڑیں اسے ہم اس پہ ہر اسنگ کیس کریں گے، آپ دونوں کیوں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔۔ زوریز شاہ اپنی پوری قوت سے احان شاہ کے مضبوط ہاتھ سے چاقو کھینچتا بلند آواز میں بولا تھا، جی تو اسکا بھی کر رہا تھا مظہر شاہ کو ادھیڑ ڈالے لیکن اس وقت اس سیچویشن کو سنبھالنا زیادہ ضروری تھا، کیونکہ وہ دونوں دریاب شاہ اور ھارون شاہ کے قابو میں نہیں آرہے تھے۔۔

قانون مائے فٹ! اس نے میری بیوی کے کردار پہ الزام لگایا ہے، اسے چھونے کی کوشش کی ہے۔۔ میں اسے کفن پہنائے بغیر اس ہویلی سے نکلنے نہیں دوں گا!!۔۔ کاظم شاہ لہو رنگ آنکھوں سے گرجتا مظہر شاہ کے پیٹ میں زور زور سے ٹانگیں مار رہا تھا۔۔

اور تم جانتے ہو مظہر شاہ میں تمہیں کفن پہنانے کی نوبت بھی لانے نہیں دوں گا، کیونکہ میں تمہاری لاش کے ٹکرے ہی اتنے کروں گا، کہ کفن خریدنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔۔ احان شاہ نے اپنا ہاتھ زوریز شاہ سے چھڑواتے ہوئے بے حد غصے سے دھاڑتے مظہر شاہ کی آنکھوں اور ہونٹوں پہ مکے جھڑے تھے۔۔ احان شاہ اور کاظم

شاہ کی گرج دار آوازیں آج پھر حویلی کے در و دیوار ہلا رہی تھیں، ایک بیوی کے لئے پاگل ہو رہا تھا تو دوسرا بہن کے لئے۔۔

تو نے کاظم شاہ کی بیوی کی چادر اتارنے کی جرآت کی ہے مظہر شاہ تو جانتا ہے میں اس پہ کسی غیر مرد کی نظر برداشت نہ کروں اور تو نے اسکے سر کو ننگا کیا ہے، میں اسے دیکھنے والی آنکھ نوچ ڈالوں تو سوچ کاظم دریاب شاہ تیرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔۔ کاظم شاہ جنونیت سے دھاڑتا اسکے پیٹ میں مزید ایک ٹانگ رسید کر چکا تھا۔۔ سب کو لگ رہا تھا وہ دونوں آج مظہر شاہ کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔۔ میرال شاہ دلچسپی سے مظہر شاہ کی درگت بنتے دیکھ رہی تھی، اسے یہ سب کسی ایڈونچر سے کم نہیں لگ رہا تھا، اس نے ایسی لڑائیاں صرف موویز میں دیکھی تھیں، اب جب اسے یہ سب لائیو فری دیکھنے کا۔ موقع مل رہا تھا تو وہ بھلا کیونکر نہ انجوائے کرتی؟۔ ارزم شاہ جو پہلے کاظم شاہ اور احان شاہ کو روکنے کا سوچ رہا تھا وہ مظہر شاہ کی اتنی غلیظ حرکتوں کو سنتا پیچھے ہٹ چکا تھا کیونکہ ارزم شاہ کی نظر میں غلطی کی کوئی معافی نہیں تھی، اس نے تو پھر گناہ کرتے ہوئے ان کی ہی حویلی کی عزت اسکے بھائی کے نکاح میں موجود اسکی بیوی کو ہراس کرنے کی کوشش کی تھی تو یقیناً موت کی سزا بھی اسکے لئے کم تھی۔۔ ارزم شاہ نے ریلکس انداز میں کندھے اچکاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

اسکی چادر کھینچنے کی شروعات بھی تم نے ہی کی تھی کاظم شاہ!! چھوڑوا سے جب تم اتنی گھٹیا حرکت انجام دینے کے بعد اس حویلی میں زندہ کھڑے ہو تو مظہر شاہ کو قتل کرنے والے تم ہوتے کون ہو؟؟ دریاب شاہ کو جب کاظم شاہ کو روکنے کا کوئی راستہ نہ ملا تو انہوں نے اسے سفاکی اور بے حسی سے آئینہ دکھایا تھا، ان کے الفاظ کاظم شاہ کے لئے کوڑوں سے کم نہیں تھے، وہ جو چیختا ہوا مظہر شاہ کے پیٹ میں ٹانگیں جھڑ رہا تھا، اس نے اپنے نچلے لب کو زور سے اپنے دانتوں تلے کچلتے ہوئے دریاب شاہ کی طرف دیکھا تھا جنہوں نے آج اسے بے حد ہرٹ کیا تھا، اسکا دل بری طرح سے کرچیوں میں توڑا تھا۔۔ ایزل شاہ نے دریاب شاہ کی بات پہ اذیت کی انتہا پہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

مظہر شاہ میں مزید تشدد برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی، وہ اپنے لہولہان وجود کے ساتھ ہوش و ہواس سے بیگانہ ہو چکا تھا، ہارون شاہ نے اب کی بار غصے سے احان شاہ کا کندھا دور کرتے ہوئے اسے مظہر شاہ سے دور کیا تھا جو پھر سے اسکے بے ہوش وجود کو پیٹنے والا تھا۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑا چاقو ٹیبل پہ رکھا تھا

اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی، زوریز شاہ اپنے شدید غصے کو ضبط کرتے اسکی سانسیں چیک کی تھیں، وہ زندہ تھا۔۔

میں۔۔۔نے۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بولا۔۔۔ تھا۔۔۔ ایزل شاہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بلند آواز میں آنسو بہاتے ہوئے بولی تھی، ایزل شاہ کے آدھے ادھورے جملے پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے، زوریز شاہ جو مظہر شاہ کی سانسیں چیک کر رہا تھا اس نے تیزی سے مڑ کے ایزل شاہ کی طرف اپنی نظریں گھمائی تھیں۔۔

ایزل بچے۔۔ڈرو نہیں یہاں آؤ میرے پاس۔۔۔ کاظم شاہ تو میرے ہاتھوں بچ گیا تھا لیکن تمہارا لالہ اس بار کسی کی نہیں سنے گا! میں مظہر کو کتے کی موت ماروں گی جس نے تم پہ اپنی گندی نظریں ڈالنے کی جرات کی تھی۔۔۔ احان شاہ کو لگا وہ کسی صدمے کی کیفیت میں ہے اسی لئے وہ اسکی طرف قدم لیتا اسے پیار سے پچکارتا اپنا آخری جملہ بے حد غصے سے بولا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکے الفاظوں پہ اپنے نچلے لب کو مزید بے دردی سے کچلا تھا، وہ قطعی نہیں جانتا تھا ایزل شاہ کیا بولنے والی ہے۔۔

لالہ۔۔ میں۔۔۔نے۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بولا۔۔۔ تھا۔۔۔ شاہ۔۔۔جی۔۔۔ ایسے۔۔۔ نہیں۔۔۔تھے۔۔۔وہ۔۔۔ بھلا ۔۔۔کیسے۔۔۔ اپنی۔۔ اووزی۔۔۔کے۔۔ ساتھ۔۔۔ ایسا۔۔۔ کر۔۔۔سکتے۔۔۔تھے۔۔۔ ایزل شاہ اپنے آنسو زور سے رگڑ کے صاف کرتی نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا پھر اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تو وہ تیزی سے ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا لیکن احان شاہ اسے اپنے راستے سے دور کرتا خود ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

ایزل تم کیا بول رہی ہو میری جان مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔۔ ریلیکس سب ٹھیک ہے۔۔۔ گل پانی لے کے آؤ۔۔۔ احان شاہ ایزل کو اپنے سینے سے لگاتے کانپتی ہوئی گلالئی کو دیکھ کے نرمی سے بولا تھا، وہ بھاگتی ہوئی کچن کی طرف گئی تھی۔۔

چھوڑو میری بیوی کو۔۔۔ ایزل میری بات سنو۔۔ تم کچھ بھی نہیں بولو گی۔۔۔ تم میرے ساتھ اوپر چل رہی ہو۔۔۔۔ کاظم شاہ نے دھڑکتے دل سے ایزل شاہ کو خاموش رہنے کا بولتے_ اسے احان شاہ کے سینے سے کھینچنا چاہا تھا لیکن احان شاہ کی گرفت مضبوط تھی، ایزل شاہ آج کاظم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا چکی تھی، وہ جیسے آج سب کہہ دینا چاہتی

تھی لیکن کاظم شاہ ایسا نہیں چاہتا تھا وہ بھلا کیوں چاہے گا، سب اسکی بیوی کے کردار کو گندی نظروں سے دیکھیں؟ باقی سب ناسمجھی سے ان کی طرف دیکھتے بات کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔۔

لالہ میں آپکا اتنا پیار ڈیزرو نہیں کرتی، میں بہت بری ہوں۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ ایزل شاہ بری طرح سے روتی احان شاہ سے دور ہوئی تھی۔۔

ایزل پلیز سٹاپ کرائینگ مائے پرنسس۔۔۔ شش چپ۔۔۔ احان شاہ اسے یوں روتے دیکھ کے تڑپا تھا، وہ اسکی بے ربط باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا، زوریز شاہ کا دل جیسے کوئی مٹھی میں جھکڑ رہا تھا کیونکہ وہ ایزل شاہ کی تمام باتیں سمجھ رہا تھا۔۔

ایزل تم نے سنا نہیں میرے پاس آؤ۔۔ ہم اوپر چل رہے ہیں۔۔ کاظم شاہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسکے قریب ہوتا اسکی کلائی پکڑنے ہی والا تھا کہ وہ تیزی سے دور ہوتی تھوڑا سا بھاگتے ہوئے ٹیبل سے پڑا چاقو پکڑ کے اپنی کلائی پہ رکھ چکی تھی، یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا۔۔

ایزل!!!!۔۔۔ اسے اپنی نبض پہ چاقو رکھتے دیکھ کے سب یک زبانی سے چیخے تھے۔۔ چل سی میر ال شاہ بھی فکر مندی ہوئی تھی۔۔

کوئی بھی میری طرف نہیں بڑھے گا ورنہ میں اپنی کلائی کاٹ لوں گی۔۔۔ ان سب کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ مضبوط لہجے میں بولتی اپنے قدم پیچھے کی طرف لے چکی تھی، اسکے مضبوط لہجے پہ سب اپنی اپنی جگہوں پہ سٹاپ ہوئے تھے، کاظم شاہ کا دل سینے کی دیواروں سے پٹکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔

ایزل یہ کیا ہے بچے! تم۔ ایسے ریکٹ کیوں کر رہی ہو۔۔ کیوں میری جان نکال رہی ہو۔۔۔ احان شاہ اپنی لاڈوں میں پلی بہن کو ناسمجھی سے دیکھتا تڑپ کے بولا تھا۔۔

لالہ۔۔ آپ۔۔ جانتے۔۔۔ ہیں۔۔ میرے شاہ جی ایسے نہیں تھے، کبھی بھی نہیں تھے، وہ سب میں نے جھوٹ بولا تھا۔۔ لالہ مجھے معاف کر دیں۔۔۔ لالہ میں نے شاہ جی کے کردار۔۔۔

ایزل!!!! کاظم شاہ اسکی بات بیچ میں کاٹتا چیختے ہوئے نفی میں سر ہلاتا اسکی طرف بڑھ چکا تھا لیکن وہ اپنی کلائی پہ چاقو کا زور بڑھاتی اپنے قدم مزید پیچھے کو لے چکی تھی۔۔ اسکی کلائی سے ننھی ننھی خون کی دو بوندیں ابھرتے دیکھ کے کاظم

شاہ بے بسی سے اپنے قدم وہی پہ روک چکا تھا، وہ جانتا تھا اگر جو اس نے ایک قدم بھی مزید بڑھایا تو وہ اپنی جان لے لے گی، کیونکہ ایزل شاہ کا چہرہ اس وقت سب کچھ کر گزرنے کا پتا دے رہا تھا۔۔ سب سانس روکے ایزل شاہ کو دیکھ اور سن رہے تھے۔۔

لالہ مجھے لگتا تھا مجھے شاہ جی سے عشق ہے لیکن مجھے ان سے عشق نہیں تھا، مجھے ان سے صرف اٹریکشن تھی یا شاید میں انہیں اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی، گزرتے دنوں کے ساتھ میں اپنی اٹریکشن کو محبت کا نام دینے لگی اور پھر محبت سے عشق کا۔۔ آپ جانتے ہیں میں نے اپنی دو دن کی محبت کو عشق کا نام دیتے ہوئے اپنی ہی محبت کو رسوا کر دیا لالہ۔۔

ایزل بکواس بند کرو اپنی میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اگر تم نے مزید ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالا۔۔۔ کاظم شاہ دھاڑا تھا، وہ سب کو سچ بتانے والی تھی لیکن کاظم شاہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔۔

مجھے مت روکیں شاہ جی۔۔ آپکو خدا کا واسطہ ہے مجھے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے دیں ورنہ میں مر جاؤں گی۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی۔۔

لالہ اس دن میں نے جھوٹ بولتے ہوئے بابا جان سے اپنی دوستوں کے ساتھ باہر جانے کی اجازت مانگی، شاہ جی اس دن تین دنوں بعد حویلی آئے تھے وہ تین دن پہلے مجھ سے بری طرح سے ناراض ہوتے حویلی سے نکلے تھے کیونکہ وہ میری اس دو دن کی محبت کی داستان اپنے کانوں سے سن چکے تھے جب میں اپنی دوست کو چیخ چیخ کے اپنی نادان سی محبت کو عشق کا نام دیتے ہوئے اپنے یک طرفہ عشق کا قصہ سنا رہی تھی۔ یہ اس دن بہت خفا ہوئے۔۔۔ مجھے ڈانٹا کہ میں کیسے ان کے اتنے سالوں کے مان کو توڑ سکتی ہوں؟۔۔ کیسے ان سے عشق کا دعویٰ کر سکتی ہوں؟ کیسے ان کے ساتھ شادی کے خواب دے سکتی ہوں؟ ان کے خفا ہونے کے بعد میں بہت پریشان ہوئی اسکا ذکر دوست سے کیا تو اس نے میرے سامنے ایک راہ اپنی محبت سے دستبردار ہونے کی رکھی تو دوسری راہ شاید میرے نفس کا امتحان لینے کے لئے مجھے دیکھائی۔۔۔ لالہ دیکھیں ایزل شاہ اتنی بری اور اتنی سفاک تھی اس نے اپنی عزت نفس بیچ دی، لالہ وہ اپنے کردار کے ساتھ ساتھ اپنے پاک دامن شاہ جی کے کردار کو بھی فراموش کر گئی۔۔ لالہ میں کتنی سفاک تھی نا؟ میں جانتی تھی اس دن زوریز لالہ سوات ہیں، اور احان لالہ تو کام سے جا چکے ہیں، اب میں پیچھے سب کو آسانی سے بیوقوف

بنا سکتی ہوں، میں نے کیا کیا!! سنیں۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی اور اب دم سادھے اسے سنتے جا رہے تھے۔۔

ایزل جھوٹ نہیں بولو! میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن میں کبھی نہیں چاہوں گا تم میرے گناہ کو یوں اپنے سر پہ لو۔۔۔ کاظم شاہ اسکی طرف بڑھ نہیں سکتا تھا تو بات پلٹ تو سکتا تھا نا؟ کاظم شاہ بلند آواز میں کرخت لہجے میں بولتا پھر سے نفی میں سر ہلاتا اسے منع کر رہا تھا۔۔

میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں شاہ جی جھوٹ بول رہے ہیں یہ آج بھی مجھ جیسی مکار لڑکی کو آپ سب سے یونہی بچا رہے ہیں جیسے اس دن بچایا تھا۔۔ ایزل شاہ اسے مزید بولنے کا۔ موقع دیئے بغیر قسم کھاتی سب کو اس کی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی۔۔

میں نے بابا جان سے اجازت لے کے اپنے کمرے کی طرف رخ کیا۔۔ میں کمرے میں جاتے ہی ہلکا پھلکا سا تیار ہوئی صرف ایک گری حرکت انجام دینے کے لئے۔۔۔ میں نے اپنی کچھ دن پہلے خریدی گئی دوسری سم اپنے فون مین ڈالی تاکہ آگر میں پکڑی بھی گئی تو الزام سارا شاہ جی پہ آئے۔۔۔ میں نے شاہ جی کو فون ملاتے ہوئے انہیں بہانے سے قسم دیتے ہوئے اپنے کمرے میں بلایا۔۔ میں ان کے آنے سے پہلے ہی اپنے بیڈ کے پاس آئل گرا چکی تھی۔۔ وہ صرف میری بات سننے کی غرض سے میرے بیڈ کے قریب آ رہے تھے، وہ تو جانتے بھی نہیں تھے ان کی اووزی نے اتنی گھٹیا سازش رچائی ہوئی ہے۔۔ شاہ جی کا پیر پھسل گیا، پھسلنا تو تھا ہی کیونکہ میں نے اچھا خاصہ آئل جو گرایا تھا۔۔ وہ پھسلے تو میں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔۔ صرف اسلیئے کہ کسی طریقے میں انہیں حاصل کر لوں، سب اکھٹے ہوں گے، تو یہ منظر دیکھتے ہوئے میری ان سے شادی کروا دیں گے کیونکہ میں نے ڈراموں میں دیکھا تھا وہاں بھی ہیروئین۔۔۔

ابھی ایزل شاہ روتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ نے اسکی نبض پہ دھڑے چاقو کی پروا کئے بغیر اسکے مزید سچ کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک جست میں اس تک پہنچتے زوردار تھپڑ ایزل شاہ کے گلابی گال پہ جھڑا تھا، اسکے بھاری تھپڑ پہ ایزل شاہ کو اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہوا تھا، وہ اس ریکشن کے لئے تیار تھی، اسے یہ تھپڑ برا نہیں لگا تھا، بلکہ اس تھپڑ نے اسکے ضمیر پہ پڑا بوجھ جیسے کچھ ہلکا کیا تھا، سب نے دہلتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے آج پہلی بار اپنی لاڈلی بہن پہ ہاتھ اٹھایا تھا، گلالئ جو کب سے پانی کا گلاس پکڑتے حیرانگی سے ایزل شاہ کو سن رہی تھی، چٹاخ کی

آواز سنتے ہوئے شیشے کا گلاس اسکے ہاتھ سے گر تا زمین پہ چکنا چور ہوا تھا۔۔ارزم شاہ نے نفرت سے ایزل شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے دوسری شکوہ بھری نظر اپنے ماں باپ پہ ڈالی تھی جو ساکت اور بالکل خاموش تھے۔۔

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي

" اے میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔"

ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے دل میں اپنے اللہ کو مخاطب کیا تھا،وہ جانتی تھی وہ معافی کے لائق نہیں ہے اسے کوئی بھی معاف نہیں کرے گا اور شاید اس کے رب نے بھی ابھی تک اسے معاف نہیں کیا تھا۔۔

احان شاہ!!! کاظم شاہ چیخا تھا۔۔۔

لالہ۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے خطرناک ریکشن پہ بلند آواز میں اسے پکارتے اسکی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے ۔۔احان شاہ جو اپنی ہری آنکھوں میں لہو لئے انکی پکار اگنور کرتا مزید ایک اور تھپڑ ایزل شاہ کے گال پہ جھڑنے والا تھا کاظم شاہ نے اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسکے مضبوط ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں جھکڑتے اسکے گال پہ زوردار مکا جھڑا تھا۔۔

تیری جرآت کیسے ہوئی میری بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کی!! ۔۔کاظم شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے اسے دور دھکیلتا اپنی ہیزل رنگ آنکھوں میں شدید سرخی لئے غرایا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔میگا قسط 35

تیری جرآت کیسے ہوئی میری بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کی!! ۔۔کاظم شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے اسے دور دھکیلتا اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں میں شدید سرخی لئے غرایا تھا۔۔احان شاہ نے جواباً اسے مکا نہیں جھڑا تھا وہ صرف اس انسان کو دیکھے جا رہا تھا! کیا تھا یہ شخص؟اس دن کی ساری باتیں احان شاہ کے دماغ میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔۔اپنے کہے گئے جملے کسی تازیانے کی طرح اسکے دماغ میں گونج رہے تھے۔۔

("تیری ہمت کیسے ہوئی میری بہن پہ اپنی گندی ہوس بھری نظریں ڈالنے کی کاظم دریاب شاہ!!؟")

("کلمہ پڑھ لے کاظم دریاب شاہ! کیونکہ آج احان ھارون شاہ تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔")

("چلاؤ احان شاہ گولی! میں تمہارے ہاتھوں سے مرنا چاہتا ہوں تا کہ تمہیں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے، اور مرنے سے پہلے میں تم سب پاکباز ہویلی والوں سے ایک ہی چیز چاہتا ہوں، تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ہوس پرست کاظم شاہ کے جنازے میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔۔") کاظم کے کہے گئے الفاظ اسکی روح جھنجھوڑ رہے تھے، کاظم شاہ کے پاک کردار کے سامنے احان شاہ کو اپنا کردار کھوکھلا سا لگا تھا۔۔

بابا جان چھوڑیں مجھے !! میں اس گند کو اپنی ہویلی سے ختم کرنا چاہتا ہوں، آج میری بہن اسکی ہوس پرستی کا نشانہ") بننے والی تھی کل کو یہ میری بیوی کو اپنی گندی نگاہوں سے دیکھے گا، اس سے بہتر نہیں ہے کاظم دریاب شاہ آج ہی مر جائے۔۔ ("

آہہہ کتنا سفاک اور بے حس ہے تو احان شاہ! ۔۔۔ احان شاہ نے بے ساختہ سوچا، وہ کاظم شاہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا جو چیختے چلاتے اسے ایزل پہ ہاتھ اٹھانے کے لئے باتیں سنا رہا تھا۔۔

میرا دل کر رہا ہے میں تیرا ہاتھ جڑ سے اکھیڑ دوں احان ھارون شاہ جس سے تو نے ایزل کاظم شاہ پہ ہاتھ اٹھایا ہے۔۔ کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے دھاڑ تا اسکا مضبوط ہاتھ بری طرح سے موڑ چکا تھا۔ وہ اس کے سامنے اسکی بیوی پہ ہاتھ اٹھا چکا تھا؟ کاظم شاہ کو اپنا پورا وجود آگ میں جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا، احان شاہ اسکے یوں اپنا ہاتھ موڑنے پہ چیخا نہیں تھا، نہ ہی وہ کراہا تھا، وہ یک ٹک کاظم شاہ کو دیکھتا اس دن کا سارا منظر اپنے دماغ میں چلا رہا تھا۔ ن

میں اپنے خدا کو حاضر ناضر جان کے کہتا ہوں میرے لالہ پاکباز ہیں، پاکباز ہیں اور پاکباز ہے، اور کتنی قسمیں، کتنے") وعدے اور کتنی گواہیاں چاہتے ہیں آپ؟؟ ارزم شاہ سب دینے کو تیار ہے لیکن اب اپنے لالہ کے کردار پہ اٹھی ایک انگلی اور ایک بات برداشت نہیں ہے مجھے۔۔۔ ("

وکالت اچھی کر لیتے ہو تم ارزم شاہ! تمہیں اکاؤنٹنگ کی بجائے لاء پڑھنا چاہئیے تھا، لیکن کون جانے کاظم شاہ کی نیت") میری خوبصورت اور جوان بہن پہ آج ہی خراب ہوئی ہے؟ تم کیا کاظم شاہ کے دل و دماغ میں گھسے ہوئے تھے؟ مرد کو وحشی بننے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے؟ ("

احان شاہ تو ایک بار ارزم شاہ کی طرح سوچ کے تو دیکھتا! یہ انسان تیرے قدموں میں اپنا دل نکال کے رکھ دیتا۔۔ وہ جو اپنے رشتوں پہ جان چھڑکتا تھا اسی کے رشتوں نے اسکے دل کو کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا تھا۔۔ احان شاہ کو آج پہلی بار

اپنے مضبوط ہاتھ کانپتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، انہی ہاتھوں سے اس نے اس دن اپنے جگر پہ اپنے بھائیوں جیسے کزن، دوست پہ گن تانی تھی! آخر احان شاہ اتنا سفاک کیسے ہو سکتا تھا؟

("بہن کی محبت میں اندھے ہو کے میرے لالہ کے دل کو اس قدر مت توڑیں کہ آپ دونوں کل کو ایک دوسرے سے بات کرنے کے لائق نہ رہیں!! جھوٹی ہے آپکی بہن!!"۔۔۔) ارزم شاہ کا جملہ یاد کرتے ہوئے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، آج پہلی بار یہ احساس ہوا تھا وہ کاظم شاہ کو کھو چکا ہے۔۔

تم کاظم شاہ کو یہاں سے زندہ لے کے نہیں جا سکتے لیکن ہاں اسکی لاش اٹھانے کی مہلت میں تمہیں دے دوں گا۔۔")

("احان شاہ بے حد غصے سے ارزم شاہ کو کاظم سے پیچھے کرتے ہوئے دھاڑا تھا۔

I will kill u Aizal Shah

(میں تمہارا قتل کر دوں گا ایزل شاہ!)۔۔۔ احان شاہ ہنوز بے یقین تھا، وہ ایزل شاہ کی طرف دیکھتا اپنی پوری قوت سے گرجتا کاظم شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا، جو اتنا کچھ کر کے بھی زندہ تھی؟ آخر وہ زندہ کیسے تھی؟ اتنا سب کچھ کر کے، ان کے رشتوں میں دڑاریں ڈال کے وہ زندہ کیسے تھی؟؟ ایزل شاہ نے سہتے ہوئے کاظم شاہ کا بازو زور سے اپنے ہاتھوں میں دبوچا تھا، اسے لگ رہا تھا کاظم شاہ اسکا ہاتھ جھٹک دے گا لیکن وہ جو کمرے میں اس کا ہاتھ ہمیشہ جھٹک دیا کرتا تھا، اس بڑی محفل میں اس نے اسکے ہاتھ نہیں جھٹکے تھے، بلکہ وہ احان شاہ کے الفاظوں پہ اسے قہر برساتی نظروں سے گھور رہا تھا۔۔

خبردار جو تو نے میری بیوی کی طرف ایک قدم بھی بڑھایا احان شاہ!! زبان سنبھال کے بات کر میری بیوی سے۔۔

کاظم شاہ اسے پھر سے ایزل شاہ کی طرف بڑھتے دیکھ کے اسکے گھٹنے پہ زور سے ٹانگ رسید کرتا اس سے دور کر چکا تھا۔۔

لالہ۔۔۔ کاظم شاہ کے وار پہ ایزل شاہ روتی ہوئی احان شاہ کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے پھر سے اپنی پشت کے پیچھے کیا تھا، وہ سب کی بے یقین اور لہو رنگ نظریں ایزل شاہ پہ محسوس کر چکا تھا، سب جیسے ایزل شاہ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔۔

کاظم شاہ کے وار پہ احان شاہ نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا تھا، اس نے اب بھی کاظم شاہ کو کچھ نہیں کہا تھا، اسے اسکے وار سے بالکل تکلیف نہیں ہو رہی تھی، اگر اس وقت اسے تکلیف تھی تو ایزل شاہ کے دھوکے اور اسکی مکاری کی تھی، اگر اسے اس وقت کسی چیز کی تکلیف تھی تو وہ اسکے اپنے الفاظوں کی تھی جو اس نے کاظم شاہ کے لئے استعمال کیے تھے۔

داجی آپ ہوش میں تو ہیں؟؟ میری بہن لاوارث نہیں ہے! نا ہی وہ کوئی بھیڑ بکری ہے جسے میں اس")
ح۔ر۔ا۔م۔ز۔ا۔د۔ے۔ کے ساتھ باندھ دوں!! اپنے اس درندے پوتے کے لئے کسی اور لڑکی کا انتظام کریں
("لیکن میں اپنی بہن کو بلی کا بکرا ہر گز بننے نہیں دوں گا

بابا جان آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟؟ آپ میری بہن کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتے! میں اپنی بہن کو کبھی بھی کاظم")
("!شاہ جیسے وحشی اور گھٹیا انسان کے نکاح میں نہیں دوں گا

("کیوں؟ میری بہن کو کیوں تیار کروا رہے ہیں آپ؟ اس حبیس اور ہوس پرست انسان کی وحشت کا شکار بنانے کے لئے؟ آپ سب نے ہمیشہ ہم پہ اپنی مرضی تھوپی ہے چاہے وہ سیاست کا معاملہ ہو، ہویلی کا، منگنی کا یا پھر شادی کا! لیکن میں اپنی بہن کے لیے ابھی زندہ ہوں، میں ایزل شاہ کو آپ سب کی ناانصافی کی بھینٹ کبھی نہیں چڑھنے دوں گا! ارے اگر کاظم شاہ کی آگ نہیں بجھ رہی تو کسی طوائف کے پہلوؤں میں جا کے رات گزار لے۔") اپنے جملے یاد کرتے ہوئے احان شاہ کا دل لرز اٹھا تھا، اس نے اس کاظم شاہ کو اتنے گھٹیا الفاظوں کی مار ماری تھی جس نے آج تک کوئی حرام کام کرنا تو دور اسکی سوچ بھی اپنے دماغ میں نہیں لائی تھی۔۔۔

آہہہ۔۔۔ احان شاہ اپنے مفلوج ہوتے دماغ سے اپنے بھورے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑتا چیخا تھا۔۔ کتنا سمجھایا تھا اسکے باپ نے کہ کاظم شاہ ایسا نہیں کر سکتا، انہیں اس پہ بھروسہ ہے جبکہ ایزل شاہ نادان ہے وہ نادانی اور ضد میں ایسا کر بھی سکتی ہے۔۔ لیکن احان شاہ نے ھارون شاہ کی بات ماننے کی بجائے انہیں بنا لحاظ کئے کھڑی کھڑی سنائی تھیں۔۔

احان شاہ کا دل کیا وہ خود کو یا ایزل شاہ کو گولی مار لے۔۔ ھارون شاہ کو اسی دن ایزل شاہ پہ شک ہو چکا تھا، وہ جس طرح سے کاظم شاہ کی استہزایا نظروں سے اپنی نگاہیں چڑا رہی تھی، انہیں جیسے الہام ہو چکا تھا یہ سب انہی کی بیٹی کا کیا دھرا ہے، کیونکہ کاظم شاہ نے انہی کے پاس بیٹھ کے ایزل شاہ کا فون سنا تھا، ایزل شاہ کی آواز اتنی ضرور تھی کہ اسکے پاس

بیٹھے ھارون شاہ آسانی سے سن سکتے۔۔ لیکن بیٹی کے لئے وہ خود غرض ہو چکے تھے، انہوں نے خاموشی سادھ لی تا کہ ان کی بیٹی کے کردار کو گندا نہ کیا جائے۔۔ لیکن آخر راز کبھی چھپے بھی رہے ہیں بھلا؟ انہیں تو ایک نہ ایک دن کھلنا ہی ہوتا ہے۔۔ ھارون شاہ کا سر جو ہمیشہ اپنی باپ کی بلندیوں اور ترقیوں پہ فخر سے بلند رہتا تھا، آج ان کا سر شرمندگی سے جھک چکا تھا، کاظم شاہ کے یوں اس صورتحال میں بھی ایزل شاہ کو سپورٹ کرنے پہ ھارون شاہ کسی سے نظریں ملانے کے لائق نہیں رہے تھے، زوریز شاہ اپنا نچلہ لب بے دردی سے کاٹتا کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنی تکلیفیں، اپنے زخم چھپائے آج بھی ایزل شاہ کا مان رکھ گیا تھا، دریاب شاہ اور زہرہ شاہ تو جیسے ہنوز کسی صدمے کی کیفیت میں مبتلا تھے، ایزل شاہ کے منہ سے ساری سچائی سننے کے بعد انہیں اپنے کان سائیں سائیں ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ عادل شاہ اور شاہ بی بی کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔ احان شاہ کے اونچی آواز میں چیخنے پہ ان کو ہوش آیا تھا۔۔ زہرہ شاہ کے آنسو ان کا پورا چہرہ گیلا کر چکے تھے، وہ روتی ہوئی جارحانہ انداز میں ایزل شاہ کی طرف بڑھی تھیں جس نے ان سے ان کا بیٹا چھینا تھا۔۔

تم مر جاؤ ایزل!! برباد ہو جاؤ تم۔۔ خدا کا قہر نازل ہو تم پہ۔۔۔ زہرہ شاہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ایزل شاہ کا بازو زور سے اپنے ہاتھ میں تھامتی اسے تھپڑ جھڑنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے ان کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

جو غلطی آپ کے شوہر نے مجھ پہ ہاتھ اٹھا کے کی تھی آج میں وہ غلطی آپ کو اپنی بیوی کے ساتھ دہرانے نہیں دوں گا مام! آپ لوگ میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟ اگر آپ میں سے کسی نے میری بیوی کو مزید ایک خراش بھی دی تو میں اس ہویلی میں قیامت برپا کر دوں گا!! آپ کے شوہر مجھے بیٹے کے عہدے سے بے دخل کر چکے ہیں، وہ مجھے اس ہویلی سے بے دخل کرتے ہوئے اپنی جائیداد اور اپنے بزنس سے آؤٹ کر چکے ہیں۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے دریاب شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ساکت سے کاظم شاہ اور ایزل شاہ کو دیکھ رہے تھے۔۔

میری سگی ماں نے اس دن کے بعد سے مجھ سے ایسے منہ موڑا ہے جیسے میں آپ کی اولاد ہی نہیں ہوں، جیسے مجھے آپ نے جنم ہی نہیں دیا۔۔ آپ کیسے اپنے وجود کے حصے سے اتنی بے رخی برت سکتی ہیں؟ جب میں آپ دونوں بیٹا

ہی نہیں رہا، آپ دونوں کی نظروں میں ایک وحشی، ایک درندہ اور ایک ریپسٹ ہوں تو آپ کس حق سے میری ہمدردی میں میری ہی بیوی پہ ہاتھ اٹھا رہی ہیں؟؟ آپ کی یہ ہمدردی تب کہاں تھی جب مجھے آپکی، آپکے اعتبار کی، آپکی گود میں سر رکھ کے لیٹنے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی؟ آپ کو تب کاظم شاہ یاد کیوں نہیں آیا تھا؟ کاظم شاہ ان کا ہاتھ نرمی سے چھوڑتا طیش و اشتعال کے عالم میں غرا رہا تھا۔۔ اسکی بات پہ زہرہ شاہ نے بے بسی اور لاچارگی سے اپنے چاند سے بیٹے کی طرف دیکھا تھا، جس کے ساتھ وہ بے حد زیادتی کر چکی تھیں، کاظم شاہ کا ٹوٹا ہوا لہجہ سنتے ہوئے ان کے آنسوؤں میں تیزی آئی تھی، ماں کے آنسو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کی زبان کو خود بخود بریک لگی تھی، وہ مزید بولنا چاہتا تھا، لیکن وہ ان کی گستاخی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

مجھے معاف کر دو شاہ! میں ایک ماں ہوتے ہوئے بھی اپنے بیٹے کو سمجھ نہیں سکی، مجھے معاف کر دو۔۔۔ زہرہ مام روتے ہوئے اسکے مضبوط شانے پہ اپنا سر ٹکاتی دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھیں۔۔

مجھ سے معافی مانگ کے میرے صبر کا امتحان مت لیں مام! جانتی ہیں سب نے مجھے اتنا سفاک بنا دیا ہے کہ مجھ پہ کسی کی معافی کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔۔ لیکن آپ کے یوں معافی مانگنے سے دل کو کچھ ہو رہا ہے یار۔۔۔ جس طرح آپکی بے اعتباری نے مجھے تکلیف پہنچائی تھی اس سے کئی گناہ زیادہ تکلیف مجھے آپکے رونے سے ہو رہی ہے۔۔ آپ نے مجھے نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھا، دو سال میری رضاعت کا زمہ اٹھایا۔۔ آپ کو تو کاظم شاہ کا خون بھی معاف ہے۔۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں میں نے آج پہلی بار آپ سے اتنی بلند آواز میں بات کی۔۔ کاظم شاہ گہری سانس بھر کے بولتا ہوا اپنی ماں کو سینے سے لگاتا ان کا ماتھا چومتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا تھا، لیکن اسکا لہجہ زخمی تھا جسے یہاں کھڑے ایک ایک انسان نے محسوس کیا تھا۔۔ اس کی باتیں سننے کے بعد کوئی خود کو اس سے معافی مانگنے کے لائق بھی نہیں سمجھ رہا تھا۔۔ وہ ان جیسا نہیں تھا وہ جیسے کسی الگ دنیا کا انسان تھا، اتنی تکلیف سہنے کے بعد بھی وہ خود کو سب کے سامنے بکھرنے نہیں دے رہا تھا، وہ کسی پہ اپنا دکھ اپنی تکلیف ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے الفاظ خود بول رہے تھے۔۔ زہرہ شاہ اسکے چوڑے سینے سے لگی ازیت کی انتہا پہ روتی ایزل شاہ کو برا بھلا بول رہی تھیں جس نے اتنی سفاک سازش رچاتے ہوئے حویلی کے تمام مکینوں کو منہ کے بل گرایا تھا۔۔

ہم تمہارے ساتھ انجانے میں بہت زیادتی کر چکے ہیں شاہ! ہمیں معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے۔۔ تم ہمارا غرور ہو کاظم اور ہمیشہ رہو گے۔۔۔ ہم جانتے ہیں ہمارے خاندانوں میں طلاقیں نہیں ہوا کرتی لیکن ہم تمہارے ساتھ مزید ناانصافی نہیں کر سکتے، ارے ہمیں تو اسے اپنی پوتی کہتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے۔۔۔ ہم تمہیں اس ان چاہے رشتے کے بندھن سے آزاد ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔۔ تم ایزل شاہ کو طلاق دو، یہ تمہارے نکاح میں رہنے کے لائق نہیں ہے۔۔ ہم اسکی شادی کہیں دور پار کر کے اسے خود سے بہت دور بھیج دیں گے۔۔۔ عادل شاہ اپنی آنکھوں مین نمی کئے روعب دار لہجے میں دھاڑے تھے۔۔ ان کی باتوں پہ سب کو سانپ سونگھا تھا۔۔ ایزل شاہ کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔ اس نے نفی میں سر ہلا کے داجی کی طرف دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا۔۔

داداجان!!!!!!۔۔۔ ان کی باتوں کو سنتا ہوا کاظم شاہ اتنی قوت سے گر جا تھا کہ سب کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے تھے۔۔

آپ نے مجھے الو کا پٹھا سمجھا ہوا ہے؟ جب چاہا نکاح کے لئے مجبور کر دیا تو جب چاہا اپنی مرضی تھوپتے ہوئے مجھے طلاق کا حکم دے دیا؟؟ کاظم شاہ آپ کی نظروں میں کیا ہے؟ کیا آپ کو انتیس سالہ کاظم شاہ ایک کھٹ پتلی کی طرح لگتا ہے جو آپ کے اشاروں پہ خوشی خوشی ناچتا پھرے گا؟؟ میں اس ایزل شاہ کو طلاق دوں جسے کوئی چھونا تو دور دیکھے بھی تو میں اسے زندہ نہ چھوڑو۔۔ آپ سب کو کیا لگتا ہے؟ مظہر شاہ میرے ہاتھوں سے بچ چکا ہے؟؟ کیا آپ لوگوں کو کاظم شاہ کی وحشت سے ڈر محسوس نہیں ہوتا؟؟ کیا آپ لوگوں نے کاظم شاہ کو اتنا ایزی لیا ہوا ہے جو اس حبیس اور غلیظ انسان کا خون معاف کرے گا؟؟ آپ چاہتے ہیں میں اس ایزل شاہ کو طلاق دوں جس کے پور پور پہ میری شدتوں کی چھاپ رقم ہے؟ کاظم شاہ اپنی پوری طاقت لگا کے چیختا ہوا لاؤنج میں پڑے سینٹرل ٹیبل کو زمین کی زینت بنا چکا تھا، کاظم شاہ کے بے باک جملے پہ سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے، احان شاہ اور زوریز شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا زور بڑھاتے ہوئے ایک نظر ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو آنسو بہاتی سہمتے ہوئے سب سے دور کھڑی تھی، وہ کسی سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی، زوریز شاہ کو اس پہ ترس آرہا تھا جس نے اپنی اٹھارہ سالہ زندگی میں خود کے لئے بے حد مشکلات کھڑی کی تھیں جبکہ احان شاہ کو اپنی ہی بہن سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔۔ سینٹرل ٹیبل کے ٹوٹنے پہ شیشے کی کچھ کرچیاں بے ہوش مظہر شاہ کی ٹانگوں میں پیوست ہوئی تھیں، مظہر شاہ بے ہوشی میں کراہا تھا۔۔

آپ چاہتے ہیں میں اس ایزل شاہ کو طلاق دوں جس کے سر سے سرکتا دوپٹا برداشت نہیں ہے مجھے۔۔ آپ۔۔ آپکی ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو کسی دوسرے کی بیوی بنانے کے بارے سوچنے کی بھی؟؟ کیا کاظم شاہ اتنا بیغیرت ہے جو اپنی ذاتی بیوی کو دوسروں کے آگے پیش کرے گا؟؟ آہہہ۔۔۔ آپ لوگ کیوں میرے ضبط کی طناطوں کو توڑنا چاہتے ہیں؟ کیوں چاہتے ہیں کاظم شاہ آج کوئی بڑا نقصان کرتے ہوئے اس ہویلی کی اینٹ سے اینٹ بجادے؟؟ ایزل شاہ میرے نکاح ہے۔۔ میری بیوی ہے یہ!! میں اسکے پور پور پہ حق رکھتا ہوں، ایزل شاہ کے جسم و جاں کا مالک صرف کاظم شاہ ہے، میری ملکیت ہے یہ اور ہمیشہ رہے گی!!۔۔۔ کاظم شاہ غصے سے بے حد سرخ چہرہ لئے اپنی بھاری آواز میں دھاڑ تا سب کو کانپنے کے مجبور کر رہا تھا، مرحا شاہ اور میرال شاہ تو اسے آج پہلی بار اتنا چیختے ہوئے دیکھ رہی تھی، اسکی خوفناک دھاڑیں ان کا دل لرزا چکی تھیں، انہیں ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا ان کی سب سے انوسینٹ چھوٹی سی کزن اتنا گھناؤنا فعل انجام دے سکتی ہے۔۔

میں اس ہویلی میں رہوں یا نہ رہوں، آپ میں سے کسی نے بھی ایزل شاہ کو اس ہویلی سے دور بھیجنے کی کوشش کی قسم خدا کی میں ہر لحاظ اور ہر مروت بھولتا ہوا بہت کچھ غلط کر جاؤں گا!! کاظم شاہ ایک جست میں ایزل شاہ کو بازو سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا سب کو وارننگ دینے والے انداز میں غرایا تھا۔۔ کاظم شاہ کی اس بات پہ سب نے دھڑکتے دل سے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکی یہ بات سب کے دل میں کسی تیر کی طرح چبھی تھی خاص طور پہ دریاب شاہ کے؟ تو کیا وہ اس ہویلی سے جا رہا تھا؟ نہیں۔۔۔ سب نے اپنے دل کی بات کی نفی کرتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا جس کا چہرہ بے حد سپاٹ تھا، سفید چہرے پہ بے حد سرخی چھائی تھی، ہیزل گولڈن آنکھیں لہو لہو تھیں۔۔ کاظم شاہ کے اتنے جنونی جملوں کو سننے کے بعد عادل شاہ کی زبان تالو سے چپک چکی تھی، ان کے پاس اسے دینے کے لئے کوئی جواب ہی نہیں تھا!

اسے میرے فارم ہاؤس پہ چھوڑ دو تم دونوں! اور اگر مظہر شاہ فارم ہاؤس پہنچنے سے پہلے ہی غائب کروایا گیا تو میں زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو اس دنیا سے غائب کروانے میں وقت نہیں لگاؤں گا!! کاظم شاہ ایک نظر نا سمجھی سے کھڑے ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو دیکھ کے سپاٹ انداز سے دھمکی بھرے لہجے میں بولتا روتی ہوئی ایزل شاہ کو کھینچ کے لے جاتا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

سالہ۔۔۔ح۔ر۔ا۔م۔زادہ۔۔۔کاظم شاہ کے جاتے ہی ارزم شاہ غصے سے ایک ٹھوکر مظہر شاہ کے پیٹ میں مارتا دھاڑا تھا، وہ جو مار پیٹ کا اتنا شوقین تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ بے ہوش مظہر شاہ کو پیٹنا شروع کر دے لیکن زوریز شاہ اسے بازو سے تھامتا نفی میں سر ہلاتے مظہر شاہ سے دور کر چکا تھا۔۔

احان شاہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا بے چینی سے یہاں وہاں چکر کاٹ رہا تھا، اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ کیا کرے؟ کیسے ریکٹ کرے؟ اسکی سمجھ بوجھ جیسے ختم ہو رہی تھی، احان شاہ کو اس وقت اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی اپنے دماغ پہ غصے سے بار بار مرتا وقفے وقفے سے چیختا ہوا چیزیں الٹ رہا تھا۔۔ احان شاہ اس وقت خود کو بے سکون محسوس کر رہا تھا، اسکا دل جیسے خالی ہو چکا تھا، وہ اس وقت شدید بے چینی کا شکار جیسے ہر چیز فنا کر دینا چاہتا تھا، دریاب شاہ بھیگی آنکھوں سے کاظم شاہ کی چوڑی پشت پہ نظریں جمائے ہوئے تھے جو اب معدوم ہو چکی تھی۔۔

کاظم شاہ تقریباً گھسیٹنے کے انداز میں ایزل شاہ کو کھینچتا ہوا اپنے کمرے میں لایا تھا، جو کسی بے جان چیز کی طرح اسکے ساتھ چلی آ رہی تھی، نیچے سب کی نفرت بھری بے یقین نظریں خود پہ محسوس کرنے کے بعد ایزل شاہ کو کیسا محسوس ہو رہا تھا، یہ اسکے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔۔ ایزل شاہ کو اپنا آپ زمین میں گھڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، آنسو بہا بہا کے اسکی نیلی آنکھیں سوجھتی ہوئی سرخ ہو چکی تھیں۔۔

تمہیں کون سی زبان سمجھ میں آتی ہے ایزل شاہ؟ میں نے بکواس کی تھی کہ اب تم اس کمرے سے نہیں نکلو گی؟؟ بولو؟ منع کیا تھا نا میں نے! کہ اس کمرے سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالو گی تم؟؟ بولو جواب دو مجھے!! کمرے میں آتے ہی کاظم شاہ اسے اپنے بیڈ پہ پٹکتا اپنا ایک گھٹنا اسکے پیٹ کے پاس بیڈ پہ رکھ کے_ اس پہ جھکتا ہوا جنونی انداز میں دھاڑا تھا۔۔ ایزل شاہ اسے جواب دینے کی بجائے اوپر کو اٹھتی اسکے گلے میں اپنی بانہوں کا ہار پہنائے زوروں سے رونا شروع کر چکی تھی جس نے نیچے سب سے لڑ جھگڑ کے اسے ہر کسی سے بچایا تھا، کاظم شاہ اس اچانک افتاد پہ لڑکھڑاتا ہوا اس پہ گرا تھا۔۔ اسکا باڈی بلڈر لمبا چوڑا وجود خود پہ گرتے دیکھ کے ایزل شاہ بے ساختہ ہولے سے چیخی تھی۔ کاظم شاہ نے طیش کے عالم میں گھورتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے خود ہی گلے لگا کے اب اپنی غلطی پہ یوں چیخ رہی تھی جیسے سارا قصور کاظم شاہ کا ہو!

یہ کیابد تمیزی ہے؟ میں کچھ پوچھ رہاہوں تم سے!! میں اپنے سوالوں کے جواب میں ہمیشہ کی طرح تمہارا یہ رونا سن سن کے تنگ آچکاہوں ایزل شاہ!! تم کیوں نکلی تھی اس کمرے سے باہر؟؟ مجھے جواب چاہیے۔۔۔کاظم شاہ اسکے بازو اپنے گلے کے گرد سے جھٹکتا_ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیتے دھاڑا تھا، ایزل شاہ نے سراسیمگی کے عالم میں اسکی طرف دیکھا تھا جو کمرے میں آتے ہی پھر سے اپنے پہلے والے روپ میں واپس آچکا تھا۔۔کاظم شاہ کے دھاڑنے پہ اسکے بیڈ کے نیچے سوئی ہوئی کٹی الرٹ ہوتی اپنی آنکھیں کھول چکی تھی۔۔ کٹی اپنی آنکھیں یہاں وہاں گھماتی تیزی سے بیڈ سے باہر نکلی تھی، بیڈ پہ ایزل شاہ کے اوپر کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے کٹی کو شدت سے اپنی مالکن کی فکر ہوئی تھی، وہ ہمیشہ کی طرح چھلانگ لگا کے کاظم شاہ کی چوڑی پشت پہ چڑتی اسے زخمی کرنے کا کام انجام دے رہی تھی، کٹی کے اس اچانک حملے پہ کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے غصے سے کھولی تھی، اس کٹی نے اسکا کوئی ایسا نیا ڈریس نہیں چھوڑا تھا جسے اپنے پنجوں اور دانتوں سے خراب نہ کیا ہو۔۔

مجھے۔۔

بھوک۔۔لگ۔۔رہی۔۔ تھی۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔دوپہر۔۔۔سے۔۔۔کچھ۔۔ نہیں۔۔۔کھایا۔۔تھا۔۔تو۔۔۔ایزل شاہ اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھوں کو تیزی سے پیچھے کرتی ادھوے ادھورے جملے میں بولتی نظریں جھکا چکی تھی۔۔

کیوں دوپہر کو کھانا کیوں نہیں کھایا تھا تم نے؟؟ کہاں مصروف تھی تم؟؟ اور کیا تمہارے پاس ایک فون نہیں تھا جو تم نیچے مام کو کر کے اپنا کھانا منگوا لیتی؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے جبڑے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتا اپنا آئیبرو آچکا کے کرخت لہجے میں بولا۔وہ غصے میں یہ تک بھول چکا تھا کہ دوپہر میں وہی اس پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرتا اسے ہر چیز سے فراموش کرنے پہ مجبور کر چکا تھا۔اس کے سخت ہاتھوں کا لمس اپنے جبڑے پہ محسوس کرتے ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکے تھے، اسے اپنا دائیاں گال ابھی تک احان شاہ کے تھپڑ کی شدت کی وجہ سے جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس پہ تضاد اسکی ہاتھوں کی انگلیوں کا کھردرا لمس اسے مزید تکلیف دے رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی، وہ اسکے سوال کا کیا جواب دے، اسی لئے وہ خاموش رہی۔۔

بکواس کر رہا ہوں میں جس کا جواب دینا تم ضروری نہیں سمجھ رہی ایزل شاہ؟ اسکی خاموشی پہ وہ سلگتے ہوئے اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔۔ وہ جتنی شدت سے غرایا تھا اتنی ہی شدت سے کٹی نے اسکی پشت پہ اپنے دانت گاڑتے ہوئے زور زور سے "میاؤں" میاؤں" کی گردان لگائی تھی لیکن کاظم شاہ کی جوتی کو بھی اسکی پروا نہیں تھی۔۔

وہ۔۔ وہ۔۔ می۔ میں۔۔ شا۔ شاور۔۔ ل۔ لے۔۔ رہی۔۔ تھی۔۔ اسکے یوں غرانے پہ وہ لرزتے ہوئے بس یہی بول پائی تھی۔۔ کاظم شاہ جو پھر سے کچھ بولنے والا تھا اسکے منہ سے شاور کا سنتے ہوئے اسے دوپہر کا منظر یاد آیا تھا۔۔ باتھ روم میں گزرا ایک ایک پل اسکی آنکھوں کے پردے میں لہرایا تھا۔۔ وہ اس پہ اپنی جنونی شدتیں نچھاوڑ کرتا یہ تک بھول چکا تھا کہ وہ ابھی ہی تو کالج سے آئی تھی۔۔ اس نے کتنی دیر اسے اپنے حصار میں قید رکھا تھا تو وہ بھلا کیسے اور کس وقت کھانا کھاتی؟ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا کے سوچتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے جبڑے پہ اپنی گرفت ہلکی کی تھی۔۔ نظریں بھٹک کے اسکے خوبصورت سراپے پہ ٹکی تھیں، کاظم شاہ نے اگلے ہی پل اسکے وجود کو اس کالے دوپٹے سے آزاد کیا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کاظم شاہ نے اسکے وجود سے تھوڑا سا اوپر کی طرف اٹھتے اسکی بل کھاتی کمر پہ اپنی نظریں دوڑائی تھیں جہاں سے مظہر شاہ نے اسے خباثت سے چھوا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اپنے جسم میں غصے سے شرارے پھوٹتے محسوس ہو رہے تھے۔۔ رگوں میں خون کی جگہ جیسے بھڑ کتا لاوا گردش کر رہا تھا۔۔

اتنی ہی بھوک لگ رہی تھی تمہیں تو خود پہ چادر اوڑھ کے جاتی!! اس باریک سے دوپٹے میں کمرے سے باہر قدم بھی کیسے نکالا تم نے؟!!۔۔ کاظم شاہ اسکی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں دبوچتا اسکے چہرے کے پاس اپنا چہرہ کرتے پھنکارا۔۔ ایزل شاہ نے سہمتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی۔۔ اسکے یوں سہمنے پہ کاظم شاہ کی نظریں اسکے دائیں گال پہ پڑی تھیں جس پہ احان شاہ کی انگلیوں کے نشان چھپے ہوئے تھے۔۔ اسکا گلابی پھولا گال اس وقت بے حد سرخ اور سوجھا ہوا تھا۔۔

عزت دینے اور عزت چھیننے والے مرد چادروں اور دوپٹوں میں فرق نہیں دیکھتے، جس نے مان اور عزت دینی ہو وہ کسی نامحرم کو بغیر دوپٹے کے دیکھ کے بھی نظر جھکا لیتا ہے جس طرح سے آپ اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا کرتے تھے، اور جس نے عزت چھیننی ہو وہ پردے والیوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔۔۔ ایزل شاہ اپنی بند آنکھوں سے بھرائی آواز

میں حسرت سے بولی تھی، وہ ایسا ہی تو تھا، جب اس پہ کوئی حق نہیں رکھتا تھا تو اسکے سر پہ دوپٹا اوڑھاتا تھا، اسے بغیر دوپٹے کے دیکھتے ہی اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا کرتا تھا۔۔ اس کے جواب پہ کاظم شاہ نے گہری نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اگر عورت ہر وقت رونے دھونے کی بجائے ایک مضبوط اور رعب دار کردار کی مالک ہو تو کیا مجال ہے کوئی غیر مرد اسے آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ لے؟ کاظم شاہ استہزایا انداز میں اسکے رونے دھونے پہ چوٹ کر رہا تھا لیکن ایزل شاہ نے تو کچھ اور ہی سمجھا تھا۔۔

جی درست فرمایا آپ نے! میں کوشش کروں گی اپنے برے کردار۔۔۔ ابھی وہ اپنے بھرائے لہجے کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتی کچھ بولتی جب کاظم شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسکے باقی کے الفاظ اپنے ہونٹوں سے چنے تھے۔۔ کاظم شاہ اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنے عنابی لبوں میں شدت سے جکڑتا اسکی سانسوں کا گلا گھونٹ چکا تھا، اسکی کم عقل اور بے وقوف بیوی کبھی جو اسکی باتوں کے مطلب ٹھیک سے سمجھ جائے!! کاظم شاہ کو اسکے منہ سے اسکا اپنے کردار کو برا بولنا اس قدر برا لگا تھا کہ اس کا بس نہیں تھا وہ ان لبوں کو کاٹ ڈالے۔۔ وہ خود اسے چاہے کچھ بھی بول لے لیکن اسکی زبان سے نکلا خود کے لئے ہر برا لفظ کاظم شاہ کو کسی تیر کی طرح لگتا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکی سانسیں شدت سے چراتے ہوئے اسکی نازک بل کھاتی کمر کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھرا تھا۔۔ اسکے اس انداز پہ ایزل شاہ کی پلکیں لرزی تھیں، ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو پیاسوں کی طرح اسکی آتی جاتی سانسیں خود میں انڈھیل رہا تھا۔۔ کاظم شاہ جو اسکی سانسوں کو پیتا کسی اور جہان میں پہنچا تھا اچانک سے اپنا کچھ دیر پہلے سٹڈی میں بولا گیا جملہ اسکے اپنے کانوں میں گونجا تھا۔۔

(آپ چاہتے ہیں میں دو بجے آپ کی اس ہویلی کو چھوڑتے ہوئے آسٹریلیا کی فلائٹ پکڑوں؟؟ اگر میں اگلے دو گھنٹوں میں پاکستان سے آوٹ نہ ہوا تو مجھے کاظم دریاب شاہ نہیں کہیئے گا!) کاظم شاہ نے تیزی سے اسکے ہونٹوں چھوڑتے ہوئے اپنی نظریں وال کلاک پہ گھمائی تھیں۔۔ اس نے اپنے باپ کو زبان دی تھی وہ دو گھنٹوں میں پاکستان سے باہر ہو گا، پنتالیس منٹ گزر چکے تھے اب کاظم شاہ کے پاس صرف پچھتر منٹ باقی تھے۔۔ کاظم شاہ ہر چیز فراموش کرتا کٹی کو اپنی پشت سے پکڑ کے میٹرس پہ پھینکتا تیزی سے ایزل شاہ کے اوپر سے اٹھا تھا۔۔

دو منٹ سے پہلے میری پیکنگ کرو۔۔۔کاظم شاہ غرا کے بولتا اپنی ٹراؤزر کی جیب سے فون نکال چکا تھا۔۔

میری بات سنو!!اگلے پانچ منٹ میں میری آسٹریلیا کی ارجنٹ فلائٹ بک کرواؤ بلال، چاہے وہ برنس کلاس ہو یا اکانومی کلاس ڈزنٹ میٹر!۔۔کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے غرا کے بولتا فون کاٹ چکا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا بلال اس کے دیئے گئے وقت میں مطابق اسکا کام کر دے گا۔۔ایزل شاہ ہکا بکا اسکی اتنی جلدی کو دیکھ رہی تھی۔۔

ہم۔۔ہم۔۔کہیں۔۔۔جا۔۔رہے۔۔ہیں؟ایزل شاہ نے دھڑکتے دل سے استفسار کیا تھا، اسکا دل کسی انہونی کے احساس سے شدت سے دھڑک رہا تھا۔۔

ہم نہیں صرف میں جا رہا ہوں۔۔۔اور باتیں بند کرو میرے ڈریس چینج کرنے تک میری پیکنگ ہر صورت مکمل ہونی چاہئیے۔۔۔کاظم شاہ مصروف انداز میں اسے جواب دیتا اپنی بلیک پینٹ اور وائٹ شرٹ پکڑتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ایزل شاہ نے نا سمجھی سے ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔۔وہ یوں اچانک کہاں جا رہا تھا؟ایزل شاہ نے پریشانی سے سوچا تھا۔۔وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب کاظم شاہ اپنا ڈریس چینج کرتے ہوئے ڈریسنگ روم سے نکلا تھا۔۔

تم ابھی تک یہی پہ کھڑی ہو؟؟میری آواز نہیں آئی تھی تمہیں؟کیا بکواس کر کے گیا تھا میں؟۔۔۔کاظم شاہ اسے ہنوز وہی پہ کھڑا دیکھ کے دانت کچکچاتے ہوئے غصے سے بولا تھا۔۔

آئی۔۔تھی۔۔لیکن آپ یوں اچانک کیوں جا رہے ہیں شاہ جی؟ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں سے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے ہمت سے استفسار کیا تھا۔۔

جہنم میں جا رہا ہوں میں تاکہ تم سب سے جان چھوٹے میری!! کاظم شاہ غصے سے اسے جواب دیتا خود ہی اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔کاظم شاہ نے اپنی ہینڈ کیری میں بے ترتیبی سے اپنے تمام کپڑے تیزی سے پھینکنا شروع کئے تھے۔۔

شاہ۔۔جی۔۔۔میرے۔۔دل۔۔کو۔۔پتا۔۔۔نہیں۔۔۔کیا۔۔ہو۔۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔پلیز مجھے بتا دیں نا آپ یوں اچانک کیوں جا رہے ہیں؟؟ایزل شاہ اسکے غصے کی پروا کیے بغیر روتی ہوئی اسکے آگے آ کے کھڑی ہوئی تھی، کاظم شاہ

جو اپنی الماری سے مزید کپڑے نک جیال رہا تھا، ایزل شاہ کو اپنے پہلو میں کھڑے دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ رکے تھے، اسکے جملوں پہ اس نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو سسکتی ہوئی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

سنو پھر! میرا باپ مجھے اس ہویلی میں نہیں دیکھنا چاہتا ان کا کہنا ہے کہ وہ مجھ جیسے وحشی بیٹے کے بدقسمت باپ ہیں۔۔ ان کے وحشی بیٹے کو مزید اس ہویلی میں نہیں رہنا چاہئیے، وہ چاہتے ہیں میں ہمیشہ کے لئے ان کی نظروں سے دور بیرون ملک چلا جاؤں تاکہ وہ مجھے جیسے درندہ انسان کی شکل بھی نہ دیکھ سکیں۔۔ اور جانتی ہو ان سب کی وجہ تم ہو ایزل شاہ! صرف تم۔۔

میں یہاں سے ساری زندگی کے لئے بیرون ملک شفٹ ہو رہا ہوں تاکہ تم سب ترسو کاظم شاہ کے لئے!! تم سب پل پل مروں گے کاظم شاہ کو دیکھنے کے لئے لیکن وہ تم لوگوں کے پاس نہیں آئے گا۔۔ وہ نفرت کرتا ہے اپنے ہر رشتے سے سوائے اپنی ماں کے جس نے اسے جنم دیتے ہوئے کتنی تکلیفیں سہی تھیں۔۔ آئی ہیٹ ایوری ون۔۔ اسپیشلی آئی ہیٹ ایزل ھارون شاہ!!۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کپڑے زمین پہ پھینکتا حلق کے بل چلایا۔۔ اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کو لگا وہ اگلی سانس نہیں لے پائے گی۔۔ ایزل شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

شا۔شاہ۔۔جی۔۔ نہیں۔۔ ایسے۔۔ نہیں۔۔ بولیں!!۔۔ انہوں۔۔۔نے۔۔غصے۔۔۔سے۔۔بول۔۔دیا۔۔ہو۔۔گا۔۔ وہ۔۔و۔۔پہلے۔۔۔کی۔۔۔بات۔۔۔ہے۔۔نا۔۔اب۔۔تو۔۔میں۔۔۔اپنا۔۔گناہ۔۔قبول۔۔کر۔۔چکی۔۔۔ابھی ایزل شاہ روتے ہوئے مزید کچھ سکتی جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تم نے اپنا گناہ قبول کر کے میرے سر پہ کوئی احسان نہیں کیا ایزل شاہ۔۔ تم نے صرف اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کیا ہے جو تمہارے دل کو کچوکے لگا رہا تھا۔۔ میرے باپ نے مجھ پہ لعنت بھیجی ایزل شاہ صرف تمہاری وجہ سے!! میرے باپ کی باتیں میرے دل پہ لکھی جا چکی ہیں۔۔ میں چاہ کے بھی تم سب کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر پا رہا۔۔۔ مجھے تم سب سے دور جانا ہے بہت دور۔۔ تم سب کاظم شاہ کی محبت کے لائق نہیں ہو۔۔ تم سب مجھے نہیں سمجھ سکتے۔۔ کیونکہ تم لوگ میری جگہ پہ نہیں ہو۔۔ تم لوگ کاظم شاہ کے دل کا حال نہیں جان سکتے ہیں کیونکہ تم میں سے کسی کو

اپنے دل میں گھسنے کی اجازت ہی نہیں دینا چاہتا۔۔ تم سب ان احساسات کو محسوس نہیں کر سکتے جب میں۔۔۔ ابھی کاظم شاہ اپنی بات مکمل کرتی جب ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اسکے مضبوط ہاتھوں پہ اپنے نازک ہاتھ رکھے تھے۔۔

شاہ۔۔جی۔۔ یہ۔۔۔ دیکھیں۔۔ میرے۔۔ ہاتھ۔۔۔ ٹھنڈے۔۔ پڑ۔۔ رہے۔۔۔ ہیں۔۔ مجھے۔۔ مجھے۔۔ ایسا۔۔۔ لگ۔۔۔ رہا۔۔۔ ہے۔۔۔ میری۔۔۔ سانسیں۔۔۔ رک۔۔۔ رہی۔۔۔ ہوں۔۔۔ آپ۔۔۔ اپنی۔۔ اووزی۔۔ کو۔۔۔ چھوڑ۔۔ کے۔۔ نہیں۔۔۔ جا۔۔۔ سکتے۔۔ شاہ۔۔ جی۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ خدا۔۔ کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔ ہے۔۔۔ ایسے۔۔۔ مت۔۔ بولیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ سزا۔۔۔ دے۔۔۔ لیں۔۔۔ میرا۔۔ گلا۔۔ گھونٹ۔۔۔ دیں۔۔۔ لیکن۔۔ یہاں۔۔۔ سے۔۔۔ نہیں۔۔۔ جائیں۔۔ شاہ۔۔۔ جی۔۔۔ میں۔۔۔ مر۔۔۔ جاؤں۔۔ گی۔۔۔ ایزل شاہ اذیت کی انتہا پہ روتی اسکے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے اپنے چھوٹے سے ہاتھوں میں تھامتی ان کی پشت پہ اپنے لب رکھتے چلا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے محسوس کیا تھا اس کے ہاتھ واقعی ہی ٹھنڈے پڑ رہے تھے، اسکی سانسیں واقعی ہی اکھڑ رہی تھیں۔۔ وہ یوں پھوٹ پھوٹ کے روتی اپنے الفاظوں سے کاظم شاہ کو پگھلا رہی تھی لیکن وہ پگھلنا نہیں چاہتا تھا۔۔ کیونکہ وہ پتھر بن چکا تھا۔ سب کی بے اعتباری اسے پتھر بنا چکی تھی۔۔

میرے ہاتھ چھوڑو میں لیٹ ہو رہا ہوں۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ہاتھ جھٹکنا چاہتا تھا لیکن ہمت ہی نہیں پڑی۔۔ وہ اب کی بار مدھم آواز میں سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ نفی میں سر ہلاتے اسکی بانہوں کو کھولتی سختی سے اسکے سینے سے لگ چکی تھی۔۔ وہ اسکی کمر کے گرد مضبوط حصار قائم کرتی اسکے چوڑے سینے پہ سر رکھتی روتے ہوئے اس سے یہاں سے نہ جانے کی التجائیں کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

مجھے ڈر لگے گا آپ کے بغیر۔۔۔ اگر میں ڈر کے مر گئی تو؟۔۔۔ ایزل شاہ اسکی وائٹ شرٹ کے بٹنوں پہ اپنی انگلی پھیرتی اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکاتی اپنی نیلی آنکھوں سے سمندر کی طرح آنسو بہا کے بولتی کاظم شاہ کے دل میں ہلچل مچا رہی تھی۔۔

جب میں اپنے ماں باپ کی بے اعتباری کی وجہ سے نہیں مرا تو تم ڈر سے کیسے مر سکتی ہو؟؟ ویسے بھی تمہارے تو کافی رشتے ہوں گے تمہارے پاس۔۔ کوئی بھی تمہیں ڈر لگنے نہیں دے گا۔۔۔ کاظم شاہ سپاٹ لہجے میں بولتا اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھے اسے نرمی سے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کر رہا تھا لیکن وہ مزید اس کے ساتھ چمٹ رہی تھی۔۔

آپ۔۔ تو اکیلے پڑ جائیں گے نا؟ آپ کو ڈر نہیں لگے گا کیا؟ ایزل شاہ نے بے تکا سا سوال کرتے ہوئے ہچکی بھری تھی۔۔

کس نے بولا میں اکیلا پڑ جاؤں گا؟ آسٹریلیا میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔۔ میں وہاں پہ جاتے ہی ایک سمجھدار اور کانفیڈنٹ لڑکی سے شادی کر لوں گا۔۔ فیملی بناؤں گا۔۔۔ اور انہیں پالوں گا۔۔ پھر جب وہ بڑے ہو جائیں گے اور میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو وہ مجھے پالیں گے!!۔۔ بلکہ نہیں وہ مجھے نہیں پالیں گے کیونکہ میں اب کسی رشتہ پہ کبھی بھروسہ نہیں کروں گا!! میں اپنے بچوں کے جوان ہوتے ہی انہیں الگ کر دوں گا۔۔ تاکہ میں اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزاروں اور میرے بچے اپنی بیویوں کے ساتھ!۔۔ بات ختم۔۔۔ کاظم شاہ کندھے آچکا کے ریلکس انداز میں بولتا ایزل شاہ کو بے یقین کر چکا تھا۔۔ ایزل شاہ جو اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکائے آنسو بہا رہی تھی، کاظم شاہ کی ان باتوں پہ اسے اپنا بدن جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ وہ ہچکیوں سے روتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو اتنے سفاک اور بے حس جملے بولتا اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔

اچھاااا؟؟۔۔ تو۔۔ میں۔۔ کس۔۔ کے۔۔ ساتھ۔۔ اپنی۔۔۔ زندگی۔۔۔ گزاروں۔۔ گی؟ ایزل شاہ اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی تکلیف سے استفسار کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکے سوال پہ ہل نہ سکا۔۔

اپنی کٹی کے ساتھ۔۔ اور دور ہٹو۔۔ تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔۔۔ کچھ دیر کے بعد کاظم شاہ اسکے پیروں میں لوٹتی اسکی کٹی کی طرف اشارہ کرتا غصے سے غراتا اسے خود سے دور کرتا اب اپنی ہینڈ کیری کی زپ بند کر رہا تھا۔۔

آپ جھوٹ بولتے تھے آپ طوائفوں کے پاس نہیں جاتے تھے لیکن آپ مجھے تکلیف دینے کے لئے ایسا بولتے تھے۔۔ میں جانتی ہوں آپ کبھی کسی حرام کام کو ترجیح نہیں دے سکتے۔۔ اور آپ آج بھی اسی طرح جھوٹ بول رہے ہیں۔۔ آپ کبھی دوسری شادی نہیں کریں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں آپکی اووزی مر جائے گی آپ کی اتنی سفاکی پہ!!۔۔۔ ایزل شاہ دھاڑیں مار مار کے روتی ہزیانی انداز مین چلائی تھی، کاظم شاہ کے ذپ بند کرتے ہاتھ تھمے تھے۔۔

تمہاری یہ غلط فہمی بھی جلد دور ہو جائے گی جب تمہیں میری دوسری شادی کی تصاویر موصول ہو گی۔۔کاظم شاہ اپنے لہجے کو زبردستی استہزایا بناتا اب اپنی ہینڈ کیری زمین پہ اتار رہا تھا۔۔کٹی حیرت سے کبھی کاظم شاہ کو دیکھتی تو کبھی ایزل شاہ کو۔۔

شاہ جی آپ ایسا نہیں کریں گے۔۔آپ نے نیچے بولا تھا آپ میرے جسم و جان کے مالک ہیں، آپ مجھ پہ کسی کی نظر برداشت نہیں کر سکتے۔۔آپ مجھے دیکھنے والی ہر آنکھ کو نوچ ڈالیں گے۔۔پھر خود سوچیں میں۔۔میں کیسے آپکو کسی دوسری لڑکی کے ساتھ برداشت کروں گی؟؟کیا میرا آپ پہ کوئی حق نہیں ہے؟ایزل شاہ پھر سے اسکا بازو اپنے ہاتھ میں جکڑتی بری طرح سے رو رہی تھی۔۔

نہیں۔۔۔کاظم شاہ نے یک لفظی جواب دیتے ہوئے اسکی بھیگی نیلی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

اس کے جواب پہ ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

پھر مجھے نیچے سب سے کیوں بچایا تھا؟مجھے کیوں نہیں مرنے دیا نیچے؟۔۔۔ایزل شاہ اسکا بازو چھوڑتی اپنے بھورے بالوں کو نوچتے ہوئے چیخی۔۔کٹی نے میاؤں میاؤں کرتے ہوئے ایزل شاہ کے پیر چاٹتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ کیا لیکن وہ اس وقت کاظم شاہ کی طرف متوجہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

کیونکہ تم میرے نکاح میں ہو، اگر تمہاری جگہ کوئی راہ چلتی فقیرنی بھی میرے نکاح میں ہوتی تو میں اس کو بھی سب کے سامنے اسی طرح سے ڈیفنڈ کرتا۔۔اتنی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی ایزل شاہ!! کاظم شاہ غراتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھا کے اسکے نچلے لب کو اس کے دانتوں سے آزاد کروا گیا۔۔

("مجھے کس کرو"۔۔۔ایزل شاہ کے دماغ میں اسکے باتھ روم میں بولے گئے الفاظ گونجے تھے)۔۔وہ بنا سوچے سمجھے اسکے پیروں پہ اپنے پیر رکھتی اسکی سفید شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں کرتے اسکے گھنی گولڈن مونچھوں تلے عنابی لبوں پہ اپنے گلابی ہونٹ رکھتی کاظم شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گئی۔۔کاظم شاہ کو اس دن کی طرح آج بھی ایک جھٹکا سا لگا تھا اسکی حرکت پہ۔۔وہ اسے کس کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسے طریقہ نہیں آ رہا تھا، وہ اپنی آنکھیں میچے بے حد سرخ پڑتی اسکے ہونٹوں کو چوم رہی تھی، ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو عارضوں پہ گرتے بے مول ہو رہے تھے۔کاظم شاہ نے اسے خود سے دور نہیں کیا تھا۔وہ اسے دور کر ہی نہ سکا جو اتنی نرمی سے اسکے لبوں پہ لب

رکھے ہوئے تھے جیسے اسکی ذرا سی سختی پہ کاظم شاہ کے ہونٹ دکھ جائیں گے۔۔کاظم شاہ کا دل سینے کی دیواروں کو پٹکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔۔ایزل شاہ کو لگا تھا وہ یا تو اسے جھٹک دے گا یا اسکا ساتھ دے گا لیکن اس نے جب کچھ نہ کیا تو وہ اپنی نیلی آنکھیں کھول کے اسے شکوے سے دیکھتی پیچھے ہونے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے پیروں سے اوپر کی طرف اٹھایا تھا اور پھر وہ اپنی تمام تر شدت سے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں لاک کر گیا۔۔کاظم شاہ اسکے بالائی لب کو شدت سے چومتا ایزل شاہ کی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔۔کاظم شاہ اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتا کبھی اسکے بالائی لب کو اپنی جنونی گرفت میں لیتا تو کبھی نچلے لب کو۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں کو بے تابی سے اپنے عنابی لبوں میں جکڑے اسکی سانسیں پی رہا تھا۔۔ایزل شاہ نے اپنی دونوں آنکھیں زور سے میچتے ہوئے اسکی سفید شرٹ کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔کاظم شاہ نے ایک ہاتھ اسکی کمر پہ بے باکی سے پھیرتے جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے گلابی گال پہ رکھتے اپنے لبوں کی شدت میں اضافہ کیا تھا۔۔ایزل شاہ نڈھال ہو چکی تھی لیکن اس نے بالکل بھی مزاحمت نہیں کی تھی،وہ اسکے حصار میں رضامندی سے کھڑی بس اسے کسی طریقے سے بیرون ملک جانے سے روکنا چاہتی تھی۔۔کاظم شاہ جو پاگل بنتا اسکے لبوں پہ اب اپنے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ ہولے سے دانتوں کا دباؤ بڑھا رہا تھا اسے ہوش اپنے فون کی آواز پہ آیا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالتے کان کو لگایا تھا۔۔ایزل شاہ نے اپنی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے کی غرض سے اپنا سر کاظم شاہ کے سینے پہ ٹکایا تھا۔۔کاظم شاہ کی اتنی شدت پہ اسے اپنے ہونٹ جلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔اس نے جس ہمت سے آج اسکے ہونٹوں کو چھوا تھا وہ صرف یہی جانتی تھی۔۔اس نے اپنی شرم وحیا کو دور کرتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ کرنے کے لئے یہ حرکت انجام دی تھی تاکہ مدہوش ہوتا بیرون ملک جانا بھول جائے۔۔۔اسکے لرزتے اور کانپتے وجود کو محسوس کرتے کاظم شاہ نے کال کرنے والے کو مختصراً "اوکے" کا جواب دیتے ایزل شاہ کی نازک کمر کو اپنے ہاتھ سے سہلاتے فون بند کیا تھا،ایزل شاہ نے چونکتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے نرمی سے خود سے الگ کرتا پھر سے اپنی ہینڈ کیری تھام گیا۔۔

جا رہے ہیں؟۔۔۔اسے دو قدم اٹھاتے دیکھ کے وہ جانتے بوجھتے بھی ایک امید سے پوچھ رہی تھی۔۔

ہمم۔۔کاظم شاہ نے ہنکارا بھرتے ہوئے مزید ایک قدم اٹھایا تھا،اس نے مڑ کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

دو منٹ رکیں گے ؟ ایزل شاہ بے آواز روتی التجائیہ انداز میں استفسار کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے قدم روکے تھے۔۔

ہمم بولو؟ کاظم شاہ ہنوز بنا مڑے مصروف انداز میں بولتا اب یونہی اپنا موبائل کھول رہا تھا۔۔

بولنا نہیں ہے کچھ ! آپ کونسا سنیں گے ؟ صرف دو منٹ خود کو دیکھنے دیں! ایزل شاہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکے بالکل سامنے آ کے کھڑی ہوئی تھی، وہ بے حد ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی تھی، کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ نے بنا کوئی جواب دیئے اسکے آنسوؤں سے بھیگے چہرے سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔۔ کٹی اب اپنی مالکن کو اداسی دیکھ کے خود بھی اداس ہوتی کاظم شاہ کے پیروں پہ اپنا سر رگڑ رہی تھی، کاظم شاہ نے کٹی کو اپنے پیر سے نہیں جھٹکا تھا۔۔

کتنے سیکنڈ رہ گئے دو منٹ گزرنے میں ؟ ساٹھ سیکنڈ گزر گئے تو ایزل شاہ نے یونہی کاظم شاہ سے پوچھا جو ہنوز فون میں مصروف تھا۔۔۔

ساٹھ۔۔ کاظم شاہ نے اسکی طرف دیکھے بنا جواب دیا۔۔

اتنے کم ؟ دو منٹ مزید دیں گے اسکے بعد ؟ ایزل شاہ اسے کسی دیوانی کی طرح دیکھتی معصومیت سے روتے افسوس سے بولی۔۔ اسکے جملے پہ کاظم شاہ نے نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی بھیگی آنکھوں میں دیکھا۔۔

نہیں دیں گے کیا؟ اسے خاموش دیکھ کے وہ پھر سے سوں سوں کرتی بولی۔۔ کاظم شاہ نے منہ سے جواب دینے کی بجائے سنجیدگی سے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس وقت اسے کس طریقے کے جواب دے ؟؟

سینے سے لگ جاؤں ؟ ایزل شاہ نے دھڑکتے دل سے مزید ایک اجازت مانگی۔۔ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں کچلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔۔ کاظم شاہ نے اب کی بار جواب نہ دیا تو وہ خود ہی اسکے سینے سے لگ گئی بغیر جھٹکے جانے کے ڈر سے۔۔ کاظم شاہ نے نامحسوس انداز میں اسکے بالوں پہ ہولے سے اپنے ہونٹ رکھے تھے، یوں کے ایزل شاہ کے فرشتوں کو بھی بھنک نہ لگے۔۔

اب کتنے سیکنڈ رہ گئے ؟ دو منٹ گزرے تو ایزل شاہ نے اسکے سینے پہ اپنا ہاتھ پھیرتے پھر سے پوچھا۔۔

ساٹھ۔۔۔کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب مزید زور سے دباتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے جواب دیا تھا۔۔وہ چاہے کچھ بھی کر لیتی، وہ اپنی بات سے ہٹنے والا نہیں تھا۔۔

ابھی تو تین منٹ پڑے تھے۔۔ مجھ سے جان چھڑوانے کے لئے اب یوں جھوٹ بولیں گے کیا؟ ایزل شاہ اسکے سینے پہ اپنے لب رکھتی بے آواز رو رہی تھی۔۔اپنے سینے پہ اسکے نازک لب محسوس کرتے کاظم شاہ نے خود پر سے قابو کھوتے ہوئے جھک کے اسکے ہونٹوں کو زور سے چوما تھا۔۔اس نے یہ حرکت ایک بار نہیں کی تھی وہ پورے ساٹھ سیکنڈ یونہی اسکے ہونٹوں کو چوم کے چھوڑتا پھر سے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے انہیں چوم ڈالتا۔۔ساٹھ سیکنڈ گزرے تو کاظم شاہ نے اپنے جذبات کو زنجیریں ڈالتے ہوئے اس سے فاصلہ بنایا تھا۔۔

پانچ منٹ اور دے دیں بس! پکا اسکے بعد آپکا قیمتی وقت نہیں مانگو گی۔۔ایزل شاہ اسکے فاصلہ بنانے پہ پھر سے اسکے قریب ہوتی سسکتے ہوئے بولی۔۔

یہ پانچ منٹ تمہیں بہت مہنگے پڑے گے ایزل کاظم شاہ!!۔۔کاظم شاہ اب کی بار غراتا ہوا اسکے بازوؤں کو نرمی سے اپنی گرفت میں جکڑتا دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔اس کے ریکشن پہ ایزل شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکی کالی قمیض کی زپ کھسکائی تھی۔۔چڑرر کی آواز سے آپ کھلتی ایزل شاہ کو سرخ ہونے پہ مجبور کر گئی۔۔کاظم شاہ نے اسکے کندھوں سے قمیض کھسکاتے ہوئے اسکے شانوں پہ جگہ جگہ اپنے دانت گاڑے تھے، وہ اسکے کندھوں اسکی گردن کی طرف بڑھتا شدت سے اپنا لمس بکھیر رہا تھا، ایزل شاہ نے کانپتے ہوئے اسکی وائٹ شرٹ اپنی مٹھیوں میں جکڑی۔۔کاظم شاہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے اسکی گردن سک کرتا رہا۔۔ایزل شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکی شہہ رگ پہ اپنے سلگتے لب رکھتے ہوئے پھر سے اسکی گردن میں اپنا چہرہ گھسیرا تھا۔۔وہ اسکی بیوٹی بون پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑتا اسکی قمیض کو سینے سے نیچے کی طرف کھسکاتا اسکے بدن کی گہرائیوں پہ جھکا تھا، ایزل شاہ نے شرم وحیا سے سرخ پڑتے کچھ فاصلہ قائم کرنا چاہا تو وہ اسکی اس کوشش کو ناکام بناتا اس پہ مکمل طور پہ حاوی ہوتے اسکے نشیب و فراز پہ اپنی شدتیں بکھیر رہا تھا۔۔وہ اسکے خوبصورت وجود کو اپنی شدتوں سے داغدار کرتا مدہوشی میں اسکی قمیض مزید نیچے کھسکا رہا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ اپنے دانتوں گاڑے تو وہ مچل اٹھی۔۔اسکی سانسوں کے بے ترتیب زیر بم کو دیکھتے کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن

آنکھیں خمار آلود ہوئی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی قمیض مزید نیچے کھسکائی تو وہ لوز ہونے کی وجہ سے اگلے ہی پل اسکے پیروں میں گر گئی۔۔ ایزل شاہ نے شرم سے کانپتے خود کو کاظم شاہ کے حصار میں چھپایا۔۔ اسے یوں چھپتے دیکھ کے کاظم شاہ نے ایک جھٹکے میں اسکا رخ موڑ کے دیوار کے ساتھ لگایا تھا، اور پھر وہ نیچے کو جھکتا ہوا اسکی سفید شفاف کمر پہ اپنی شدتیں بکھیرتا گیا جس پہ پہلے ہی اسکی دی گئی سوغاتوں کے نشان پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔۔ کاظم شاہ نے اسکی سٹریپ کو اپنی انگلیوں میں الجھاتے تے اسکی کمر کے موٹے کالے تل پہ جھکنا چاہا تو اسے محسوس ہوا اسکی بیوی کچھ زیادہ ہی چھوٹی ہے، کاظم شاہ نے اسکے پیٹ کے گرد اپنا ہاتھ کسی سانپ کی طرح لپیٹتے ہوئے اسے زمین سے اٹھایا تھا، ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اپنی دونوں آنکھیں زور سے میچ چکی تھی، اسے کاظم شاہ کی قربت میں بے حد سکون محسوس ہو رہا تھا۔۔

کاظم شاہ نے اسکی کمر کے تل پہ بری طرح سے دانت گاڑتے ایزل شاہ کو سسکیاں بھرنے پہ مجبور کیا تھا، اسکی سسکیوں پہ کاظم شاہ کے جذبات بے لگام ہوئے تھے، وہ اسکے تل کو اپنے دانتوں کی قید سے آزاد کرتا اسکا رخ پھر سے اپنی طرف موڑ گیا، اسکے چہرے کے ساتھ ساتھ اسکے سرخ ہوتے سراپے کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، کاظم شاہ نے کندھے سے اسکی ریڈ سٹریپ میں اپنی انگلیاں الجھاتے ہوئے اسے سرکانا چاہا تو وہ اسکی شدتوں کی مزید تاب نہ لاتی کانپتے ہوئے اس میں چھپ گئی۔۔

بس اتنی ہی ہمت تھی تم میں ؟۔۔ اسکے بار بار شرمانے پہ کاظم شاہ استہزایا انداز میں آئیبرو آچکا کے گویا ہوا تو وہ اسکے استہزایا انداز پہ غور کرتی اسکے سینے سے اپنا چہرہ باہر نکال کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں جانتی ہوں آپ مجھے جان کے ان آخری لمحات میں اپنی قربت بخش رہے ہیں تاکہ میں ساری زندگی انہی پلوں کو یاد کرتی سسکتی رہوں، تکلیف میں رہوں، آپکو رسوا کرنے کی سزا بھگتتی رہوں۔ کیا آپکو مجھے پہ ترس نہیں آرہا شاہ جی ؟ اگر میں اتنی تکلیف سہتی اللہ کو پیاری ہو گئی تو؟ خیر میں بھی کیا بول رہی ہوں کسی کو کون سا فرق پڑنا ہے۔۔ میں جانتی ہوں سب میرے مرنے پہ فاتحہ کی بجائے شکر الحمدللہ پڑھے گے۔۔ ایزل شاہ روتے روتے اذیت سے کھوکھلا سا ہنستی کاظم شاہ کو سانس روکنے پہ مجبور کر گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط36

ایک ہفتے بعد:

وہ اس وقت غائب دماغی سے لیکچر نوٹ کرتی اسی ایک شخص کے بارے میں سوچ رہی تھی جس نے پچھلے پورے ہفتے سے یونی میں قدم نہیں رکھا تھا، اس رات کے بعد اسکی ارزم شاہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ قبول کر چکی تھی کہ وہ اس دن اسکے ساتھ زیادتی کر چکی ہے، اسے یوں اسکی انسلٹ نہیں کرنی چاہئے تھی۔۔ ذائشہ نے اس پورے ہفتے میں جتنا انتظار ارزم شاہ کے یونیورسٹی آنے کا کیا تھا، شاید ہی کسی کا کیا ہو گا! وہ سپورٹس ڈے کے فائنل والے روز بھی شدت سے اسکا انتظار کرتی رہی تھی، وہ جانتی تھی سپورٹس اسکا جنون ہیں وہ ہر چیز کو پس پشت ڈال کے فائنل تو ضرور کھیلے گا، لیکن وہ نہیں آیا تھا، یہ الگ بات تھی فائنل پھر بھی ارزم شاہ کی ٹیم ہی جیتی تھی انہوں نے اسکی ناک کٹنے نہیں دی تھی۔۔

ذائشہ! سٹینڈ اپ۔۔۔۔ سر جو کب سے ذائشہ کی غائب دماغی نوٹس کر رہے تھے، بالآخر وہ اپنا مار کر ٹیبل پہ پھینکتے کرخت آواز میں بولے تھے، اپنے نام کی پکار پہ زائشہ ہربراتی ہوئی اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی تھی، اسکے یوں کھڑے ہونے سے اسکی گود میں پڑا بیگ زمین کی زینت بنا تھا، ابھی ذائشہ سہمتے ہوئے سر کی طرف دیکھ ہی رہی تھی جب اپنے عنابی ہونٹوں میں سیگریٹ دبائے ارزم شاہ کلاس میں داخل ہوا تھا، دروازہ کھلنے کی آواز پہ سب کی نظروں کا مرکز نیوی بلیو اوور سائز ٹریک سوٹ میں ملبوس ارزم شاہ بنا تھا، سر جو ذائشہ سے لیکچر کے بارے میں استفسار کرنے والے تھے ان کی نظروں کا مرکز بھی اس وقت ارزم شاہ تھا، ارزم شاہ جو ہر چیز فراموش کرتا سیگریٹ کے گہرے کش بھرتا اندر داخل ہوا تھا، کلاس میں سر کو دیکھتے ہوئے اس نے بے ساختہ اپنی چوڑی کلائی پہ وقت دیکھتے ہوئے آئیبرو اچکایا تھا، اس وقت بارہ بج رہے تھے، اور ان کے ٹائم ٹیبل کے مطابق اس وقت یہ فری پیریڈ تھا! لیکن یہ سر نا جانے کلاس میں کیا کر رہے تھے؟ کیا انہیں پڑھائے بغیر سکون نہیں ہے؟ ارزم شاہ نے بیزاری سے سوچتے ہوئے سیگریٹ زمین پہ پھینکا تھا، وہ مصروف انداز میں اسے اپنے سفید بھاری بوٹوں تلے دباتے ہوئے بجھاتا اپنے ماتھے پہ دو انگلیاں ٹکا کے سر کو سلام جھاڑتا اپنے دوستوں کے پاس جا کے بیٹھا تھا۔۔ ذائشہ کو اس کا یہ انداز بھی ہمیشہ کی طرح بری طرح سے

اٹریکٹ کر گیا، وہ اس دشمن جان کو آج ایک ہفتے بعد دیکھ رہی تھی، وہ اسے یوں یک ٹک دیکھے جا رہی تھی جیسے آج ہی سارا دیکھ لینا چاہتی ہو، لیکن اس نے ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

شاہ! یہ کونسا وقت ہے کلاس اٹینڈ کرنے کا؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ہمیشہ کلاس میں لیٹ آتا تھا، وہ چاہے کلاس کا ٹاپر تھا لیکن رولز سب کے لئے ایک برابر تھے، سر نے کافی دفعہ اسکے لیٹ آنے کو اگنور کیا تھا لیکن آج وہ خود کو ارزم کو ٹوکنے سے روک نہیں پائے تھے۔۔ ارزم شاہ جو اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہونے ہی والا تھا سر کی آواز نے اس نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

Sir it's 12:05pm

ارزم شاہ نے اپنی گھڑی سے وقت دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے انہیں ٹائم بتایا تھا۔۔ اسکا انداز بے حد مؤدب تھا۔۔ پوری کلاس نے بمشکل اسکے انداز پہ اپنی ہنسی روکی تھی۔۔

میں تمہارے لیٹ آنے کی وجہ پوچھنا چاہ رہا ہوں شاہ! آخر تم کس دن سے وقت پہ آنا شروع کرو گے؟۔۔۔ سر تاصف سے بولا تھا، لہجہ متوازن تھا، ناسخت تو نہ زیادہ نرم۔۔۔

" سر یہ شادی شدہ ہے، رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح اسکی آنکھ لیٹ کھلتی ہے"۔۔۔ جواب ارزم شاہ کی بجائے حمزہ نے بے باکی سے دیا تھا، جس کا مطلب سمجھتے ہوئے کلاس میں چھت پھاڑ قہقہے گونجے تھے، پوری کلاس نے ارزم شاہ کے دوست کی بات کو ہمیشہ کی طرح مذاق میں لیا تھا سوائے ذائشہ کے، جس کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرایا تھا، اس نے اسکی بات کی بے باکی پہ غور نہیں دیا تھا وہ تو صرف ارزم شاہ کے لئے "شادی شدہ" کا لفظ سنتے ہی پتھر کی بن چکی تھی۔۔ تو کیا اس کا دوست واقعی ہی سچ بول رہا تھا؟

حمزہ کے جواب پہ جہاں ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا، وہی پہ سر اسکی بات کا مطلب سمجھتے بری طرح سے سٹپٹائے تھے۔۔

تھک جو جاتا ہے بیچارا۔۔۔ اب کی بار ولی نے بھی زو معنی سے ٹکرا لگایا تھا، اسکی سرگوشی جتنی آواز صرف اسکے دوستوں نے ہی سنی تھی جس پہ ارزم شاہ نے اسے سالم نگاہوں سے دیکھا تھا، جو اس کے آتے ہی فری ہونا شروع ہو

چکے تھے، اگر اس ہفتے میں وہ یونی نہیں آیا تھا تو اس ایک ہفتے میں بھی اسکے دوستوں نے اسکی جان نہیں چھوڑی تھی، وہ کبھی شاہ ہویلی پہنچ جاتے تو کبھی اسے باہر بلا لیتے۔۔ وہ دو دن سے زیادہ اس سے ملے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔۔ جی سر اسے تو اتنا بھی پتا ہے لپ اسٹک میٹھی ہوتی ہے یا نمکین۔۔۔ اور رہے ہم صدا کے سنگل۔۔۔ اب کی بار نوفل نے بے حد بے باکی کا مظاہرہ کرتے دہائی دی تھی، جس پہ ایک بار پھر سے ماحول زعفران بنا تھا، سر کی بھی شاید اس عمر تک شادی نہیں ہوئی تھی، اسی لئے نوفل نے اپنے ساتھ ساتھ انہیں بھی سنگل کا لقب دیا تھا۔۔۔ نوفل کی بات پہ جہاں لڑکیاں سرخ پڑی تھیں وہی پہ ان کے بوائے فرینڈز انہیں زو معنی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، جبکہ سر کو جب اس کلاس میں اپنا آپ شدید سنگل محسوس ہوا تو وہ انہیں بلند آواز میں۔ "اسٹوپڈ اسٹونٹس" کا لقب دیتے ہوئے کلاس سے نکل گئے، ان کا رخ شاید پرنسپل روم کی طرف تھا تاکہ ان بدتمیز اسٹونٹس کی شکایت لگا سکیں۔۔ سر کے جاتے ہی کلاس میں قہقہوں کا شور گونجا تھا جبکہ ذائشہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اپنا چہرہ تھوڑا سا موڑ کے ارزم شاہ کو دیکھ رہی تھی، جو پھر سے سیگریٹ سلگا کے اپنے لبوں میں دباتا اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موند چکا تھا، وہ جب جب سیگریٹ پیتا تھا، زائشہ کو نئے انداز میں اپنا دیوانہ بنا جاتا تھا، لیکن اب شاید اس پہ ذائشہ کا حق نہیں رہا تھا، وہ کسی اور کا ہو چکا تھا، اسی لئے تو اس نے ایک دفعہ بھی ذائشہ کی طرف نہیں دیکھا تھا، جس طرح سے پہلے دیکھا کرتا تھا، ذائشہ اپنے چھوٹے سے دماغ سے سوچتی نیچے زمین سے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے کلاس روم سے باہر نکلی تھی، آنسو تیزی سے اسکی آنکھوں سے پھسلتے ہوئے اسکا نقاب بھگو رہے تھے۔۔ اسکے کلاس سے جاتے ہی ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے دوستوں کو پنچ مارنے شروع کیے تھے جنہوں نے اسکے آتے ہی کلاس میں نیا شوشا چھوڑا تھا۔ وہ جب سے کلاس میں داخل ہوا تھا، تب سے ذائشہ اسے اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھی، اور وہ مسلسل اسے اگنور کرتا اسے دیکھنے کی بجائے ہر کسی کی طرف اپنی نظریں دوڑا چکا تھا، اسکی یہی اگنورینس ذائشہ کو بری طرح سے چبھی تھی، اسی لئے وہ اپنے آنسو سب سے چھپانے کی غرض سے کلاس سے باہر نکل چکی تھی۔۔

ذائشہ کب سے گراؤنڈ کے بنچ پہ بیٹھی اداسی سے یہاں وہاں نظریں دوڑا رہی تھی، وہ آج یہاں بھی نہیں آیا تھا، ورنہ وہ ہمیشہ نامحسوس انداز میں اسکا پیچھے کرتے ہوئے گراؤنڈ تک آجایا کرتا تھا، ذائشہ نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا تھا، اسی

لئے وہ غائب دماغی سے اٹھتی ہوئی کیفے کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ بہت کم یونی کے کیفے سے کھاتی تھی، کیونکہ کیفے میں لڑکیوں اور لڑکوں کا بے حد رش ہوتا تھا، اور اسے ہمیشہ زیادہ رش والی جگہ سے گھبراہٹ ہوتی تھی، لیکن اس وقت اس سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی تھی، اسی لئے وہ یہاں چلی آئی۔۔

"کاکا" انکل! چائے اور سینڈوچ۔۔۔۔ذائشہ اپنی خوبصورت آواز میں معصومیت سے "کاکا" انکل کو آواز لگا رہی تھی جو اسکی طرف متوجہ ہو کے نہیں دے رہے تھے۔۔وہ کاکا کو اتنی تمیز سے بلاتی اپنے آس پاس کھڑے سٹوڈنٹس کو ہنسنے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔ان کے ہنسنے پہ ذائشہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔

ارزم شاہ کب سے کیفے کے ٹیبل پہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا جو وہ صبح ہویلی سے نہیں کر کے آیا تھا، کیفے میں کافی رش آور شور تھا، اور ارزم شاہ کو یہ دونوں چیزوں ہی ناپسند تھیں، اتنے شور پہ ارزم شاہ نے چڑتے ہوئے بیزاری سے کیفے میں اپنی نظریں دوڑائی تھیں جب اسکی نظروں کا مرکز ذائشہ بنی تھی جسے وہ آج پہلی بار یہاں دیکھ رہا تھا، وہ اپنے برقعے اور نقاب کی وجہ سے سب سے منفرد دکھتی آسانی سے پہچانی جا سکتی تھی۔۔ارزم شاہ اب اپنا ناشتہ چھوڑ کے فرصت سے اپنی ظالم محبوبہ کو دیکھ رہا تھا جو اس رات اسکے سامنے کس طرح بے حسی سے غراتی اسے ریجیکٹ کرتے ہوئے وہاں سے غائب ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ بالکل کسی معصوم سی بچی کی طرح محسوس ہو رہی تھی جو اپنا بلیک دستانے میں مقید ہاتھ ہلا ہلا کے کاکا کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔ارزم شاہ آج تک کیفے سے اٹھ کے کاؤنٹر تک نہیں گیا تھا، یہ خواری والے صرف اسکے دوست کرتے تھے، ارزم شاہ کو صرف سکون سے بیٹھ کے کھانا پسند تھا لیکن اپنی محبوبہ کی وجہ سے وہ مجبور ہوتا ہوا اپنی کرسی سے کھڑا ہوا تھا، اسکے اتنی جلدی ناشتے سے فارغ ہونے پہ اسکے دوستوں نے چونک کے اس کی طرف دیکھا تھا جو ان کی نظروں کو سرے سے اگنور کرتا ذائشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

"کاکا انکل" بس چائے ہی دے دیں۔۔بے شک سینڈوچ نہ دیں۔۔ذائشہ اب روہانسی آواز میں کاکا کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی جو اسکی کم آواز کی وجہ سے اسے سن نہیں پا رہا تھا لیکن ارزم شاہ جو اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا وہ اسکی آواز سنتے ہوئے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں میں دبا گیا۔۔ارزم شاہ کو یہاں دیکھتے ہوئے سب لڑکیوں نے اسے جگہ دیتے ہوئے جیسے اپنی جگہ پہ آنے کی آفر کی تھی تاکہ وہ کسی طرح تو ان سے بات کرنے کی شروعات کرے۔۔

کاکا!!! ارزم شاہ نے اپنی بھاری روعب دار آواز میں کاکا کو مخاطب کیا تھا، ارزم شاہ کی آواز پہ کاکا کے ساتھ ساتھ ذائشہ بھی اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی، اسے اپنے بالکل پیچھے کھڑے دیکھ کے اسکی دھڑکنوں کی رفتار نے سپیڈ پکڑی تھی، وہ قدرے کونے میں لڑکیوں کے آس پاس ہی کھڑی تھی، لڑکوں میں صرف ارزم شاہ ہی تھا جو اتنی دیدہ دلیری سے اسکی پشت پہ ذرا سے فاصلے پہ کھڑا تھا۔۔

جی بیٹے! کاکا نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے ارزم شاہ کو جواب دیا تھا۔۔

ناشتے کے ہر آئٹم کی ایک ٹرے تیار کروادیں یار! اور ذرا" ارجنٹ "!! ارزم شاہ اپنی شہد رنگ گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا سنجیدگی سے بولا جس پہ کاکا نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے خود ہی جلدی سے ناشتے کی ٹرے تیار کی تھی، ارزم شاہ کو وہ سالوں سے جانتے تھے وہ ہمیشہ ان کی عزت کرتا تھا، ان کے برے وقت میں اسی نے انہیں پیسے دیتے ہوئے اپنی یونی میں کیفے کی ملازمت پہ لگوایا تھا۔۔

یہ لو بیٹے۔۔۔۔کاکا نے ٹرے تیار کرتے ہی ارزم شاہ کی طرف بڑھائی تھی، جس پہ ارزم شاہ نے ان سے ٹرے پکڑتے ہی ان کی طرف پانچ ہزار کا نوٹ اس طرح بڑھایا تھا کہ کوئی محسوس ہی نہ کر پائے، کاکا نے پانچ ہزار کا نوٹ پکڑتے ہی اسے ایک تشکر بھری مسکراہٹ پاس کی تھی، ناشتے کی ٹرے میں "نان، شامی" ہر طرح کا "سینڈوچ" آلو والا پراٹھا" سادہ پراٹھا" چائے "کافی" ترتیب سے ٹشو میں اوور لیپ کرتے ہوئے رکھی گئی تھیں، ذائشہ کب سے منہ کھولے ارزم شاہ کو دیکھے جا رہی تھی جو سب سے لیٹ آنے پہ بھی سب سے جلدی چیز لے چکا تھا۔۔ذائشہ اس قدر افسوس پہ اب صرف رونے ہی والی تھی، جب ارزم شاہ نے سنجیدگی سے یہ ٹرے اسکی طرف بڑھائی تھی، ذائشہ نے چونک کے اس کی طرف دیکھا تھا، وہ اتنا سب ہونے کے بعد بھی اسکی طرف ناشتے کی ٹرے بڑھا رہا تھا تو ذائشہ بھلا حیران کیونکر نہ ہوتی؟

نہیں لینا؟ کسی اور لڑکی کو دے دوں؟ اسکی حیرانگی پہ ارزم شاہ نے اِٹیٹوڈ سے آبرو اچکاتے ہوئے استفسار کیا تھا جس پہ ذائشہ نے اپنی تیکھی ناک چڑھاتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا، اسکی بھلا سے وہ جسے مرضی یہ ناشتے کی ٹرے دے، اسے کیا؟ البتہ ناشتے کی اتنی ساری آئٹمز کو دیکھتے ہی اسکے منہ میں پانی آچکا تھا۔۔

اوکے! تمہیں ویسے بھی ہر چیز ریجکٹ کرنے کی عادت ہے۔۔۔ارزم شاہ استہزایا انداز میں سر جھٹکتے ہوئے بولا تھا، اسکے طنز پہ ذائشہ نے اپنی نظریں چرائی تھیں، وہ جان چکی تھی اس نے اس روز کی باتوں پہ ٹانٹ کیا ہے۔۔

Guys!! Anybody can take this..

ذائشہ کو کتنی دیر خاموش کھڑا پا کے ارزم شاہ ایک خالی ٹیبل پہ یہ ٹرے پٹکتا ہوا غصے سے بولا تھا، اس نے کتنے دل سے اس کے لئے ناشتہ کیا تھا لیکن اسے تو جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا، ارزم شاہ کو صرف اسکا نفی میں سر ہلانا یاد تھا، وہ شاید اپنا ایٹیٹوڈ بھول چکا تھا، اس نے اسے ناشتہ لینے پہ فورس نہیں کیا تھا، صرف ایک دفعہ اسکی طرف بڑھایا تھا تو وہ کیسے اسکے ایک دفعہ ہی کہنے پہ لے لیتی؟ ارزم شاہ کے غصے پہ ذائشہ کی ہیزل آنکھوں میں آنسو چمکے تھے، وہ اسکی طرف دیکھے بنا پھر سے اپنے ٹیبل کی طرف بڑھ چکا تھا، ارزم شاہ کی رکھی گئی ٹرے پہ بہت سے سٹوڈنٹس بھلا جھجھک ٹوٹ پڑے تھے۔۔ذائشہ نے حسرت سے اس ٹرے کی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا وہ یہ ناشتہ کرنے کے لئے اسکی منت نہیں کر سکتا تھا؟ ذائشہ نے بھرائے دل سے سوچا تھا، وہ ایک نظر ناشتے میں مصروف ارزم شاہ کو دیکھتی پھر سے کاکا کی طرف متوجہ ہو چکی تھی، وہ کافی لڑکیوں کی حسد بھری نظریں خود پہ محسوس کرتی پھر سے تذبذب کا شکار ہوئی تھی، بالآخر کوئی پانچ سے سات منٹ بعد جا کے کاکا نے اسکی آواز سنی تھی، ذائشہ نے ان کے ہاتھ سے سینڈوچ اور چائے پکڑتے انہیں پیسے پکرائے تھے، وہ گہری سانس بھرتی کاؤنٹر سے پیچھے ہوتی باہر کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب انجانے میں اسے بیچ میں پڑی ایک خالی کرسی سے ٹھوکر لگی تھی، گرم گرم چائے چھلکتی ہوئی ذائشہ کے ہاتھ پہ گری تھی، ذائشہ کی سسکی بے ساختہ تھی، ذائشہ کے ہاتھ سے کپ چھوٹتا ہوا زمین پہ گرا تھا، ذائشہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں شدید جلن محسوس ہو رہی تھی، اس کا ہاتھ بہت باریک سے بلیک دستانے میں چھپا ہوا تھا، لیکن اتنی گرم چائے گرنے پہ وہ محسوس کر چکی تھی، اسکی جلد بری طرح سے جلی ہے۔۔

ہیے ذائشہ آر یو اوکے؟ ذائشہ کے کافی کلاس فیلوز نے اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ہوتے فکر مندی سے استفسار کیا تھا، ارزم شاہ جسے اب اسکے دوست زومعنی سے چھیڑ رہے تھے، وہ ان کے چھیڑنے کو کسی خاطر میں نالاتا تیزی سے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے ذائشہ کی طرف بڑھا تھا، اسکے ہاتھ پہ چائے گرنے پہ اسکا دل جیسے اچھل کے حلق میں آیا

تھا، لیکن وہ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کے اسے اپنی بھیگی ہیزل رنگ آنکھوں سے دیکھتی کیفے سے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔

دیکھ تو ایسے رہی ہے جیسے میں نے میڈیم کا ہاتھ جان کے جلایا ہو۔۔۔ ارزم شاہ سلگ کے سوچتا ہوا کیفے سے باہر نکلا تھا، وہ اب کچھ قدم ہی چلی تھی جب ارزم شاہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسکے برابر آ کے کھڑا ہوا تھا، ارزم شاہ ایک جست میں اسکی کلائی پکڑتے ہوئے ناک کی سیدھ میں چلا تھا، وہ کسی خالی کلاس کو تلاش کر رہا تھا جو کچھ فاصلے پہ اسے مل چکی تھی، ذائشہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا لیکن اسکی کلائی پہ گرفت اتنی ہی نرم تھی۔۔

میرا ہاتھ چھوڑیں۔۔۔ ذائشہ کو جب اسکا کیفے والا ایٹیٹوڈ یاد آیا تو وہ سسکتے ہوئے بولی۔۔

بکواس بند!! بالکل بند!۔۔۔۔ ارزم شاہ نیچی آواز میں غرایا، اسکی قاتل بھیگی آنکھوں میں اس نے اب تک نہیں دیکھا تھا جو اسے ہمیشہ نرم پڑنے پہ مجبور کرتی تھی، اسکے غرانے پہ وہ اپنا سانس روکتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی، ایک خالی کلاس ملتے ہی ارزم شاہ نے اسے کرسی پہ پٹکا تھا، ذائشہ نے ہچکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب اسکے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھتا اسکے ہاتھ سے بلیک دستانہ اتارنے والا تھا، لیکن پھر ارزم شاہ نا جانے کیوں اسے اتارنے سے خود کو روک گیا!

شرعی پردہ کرتی ہو؟۔۔۔ ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔۔ ذائشہ نے چونکتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا، وہ تو نماز بھی کبھی کبھار ادا کرتی تھی پھر وہ بھلا کیوں شرعی پردہ کرنے لگی؟ ارزم شاہ اسکا نہ میں جواب سنتے ہوئے حیران ضرور ہوا تھا لیکن وہ جلد ہی اپنی حیرانگی پہ قابو پا گیا۔۔

کیا میں تمہارے ہاتھ سے یہ دستانہ اتار لوں؟ مجھے تمہارا جلا ہوا ہاتھ دیکھنا ہے!۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ اجنبی تھا لیکن شہد رنگ آنکھوں میں بے حد فکر تھی۔ اسکے اجازت مانگنے کے انداز پہ ذائشہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس شہزادے کی طرف دیکھا تھا جو پوری یونی کو اپنے جوتے کی نوک پہ رکھتا تھا لیکن اس وقت وہ اسکے گھٹنوں میں بیٹھا اسکا ہاتھ دیکھنے کی اجازت مانگ رہا تھا، وہ اسے آج اپنا مزید دیوانہ بنا گیا تھا، ارزم شاہ کی سوالیہ نگاہوں پہ وہ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی بے ساختہ ہاں میں سر ہلا گئی۔۔ اسکے ہاں میں سر ہلانے کی دیر تھی جب ارزم شاہ نے اسکے ہاتھ سے دستانہ اتارا تھا، اسکا نرم و ملائم دودھیا ہاتھ دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے زور سے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا، ارزم

شاہ نے جھجکتے ہوئے اسکی ہتھیلی پکڑنے کی بجائے اسکی کلائی تھامی تھی، وہ اسکی کلائی الٹتے پلٹتے اسکے جلے ہوئے ہاتھ کا معائنہ کر رہا تھا، چائے کافی گرم تھی، اسی لئے اس کا ہاتھ بری طرح سے جل چکا تھا، اسکی دودھیا سفید سکن جھلس کے بے حد سرخ ہو چکی تھی۔۔ اپنا ہاتھ دیکھتے ہوئے ذائشہ پھر سے سسکی تھی۔۔

یہ سب آپکی وجہ سے ہوا ہے۔۔ بہت ایٹیٹوڈ ہے نا آپ میں؟ اللہ کرے آپکا ایٹیٹوڈ اتنی سردی میں بیمار پڑ جائے۔۔ آپ کے ایٹیٹوڈ کے دانت ٹوٹ جائیں، ناک پھوٹ جائے، اندھا ہو جائے آپکا ایٹیٹوڈ۔۔ ذائشہ اپنی فضول بک بک کرتی ہوئی ارزم شاہ کو بے حد حیران کر چکی تھی۔۔ ارزم شاہ نے اپنا آئیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھتی اسکے ایٹیٹوڈ کو بد دعائیں دے رہی تھی۔۔۔

اگر تمہاری یہ بد دعائیں میرے ایٹیٹوڈ کی بجائے مجھے لگ گئی تو؟ ارزم شاہ نے مدھم آواز میں استفسار کرتے ہوئے اسکے نازک ہاتھ پہ پھونک ماری تھی۔۔

اللہ نہ کرے۔۔۔ اسکی بات پہ ذائشہ دہلتے ہوئے بے ساختہ بولی تھی، لیکن اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنے ہاتھ پہ محسوس کرتے ہوئے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، اسکے دہل کے یوں بولنے پہ ارزم شاہ نے ایک نظر اسے دیکھ کے پھر سے اسکے ہاتھ پہ پھونک ماری تھی، اسکے پھونک مارنے پہ اسے اپنے جلے ہوئے ہاتھ کی تکلیف غائب ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، اسکی چھوٹی چھوٹی پھونکیں جیسے اسکے لئے مرحم ثابت ہو رہی تھیں۔۔۔

اٹھو میڈیکل روم میں چلیں! تمہارا ہاتھ کافی جل چکا ہے۔۔۔ ارزم شاہ سیدھا کھڑا ہو تا سپاٹ انداز میں بولا تھا۔۔

نہیں مجھے اب درد نہیں ہو رہا۔۔ ذائشہ اسکے اتنے سنجیدہ انداز پہ اداسی سے بولی تھی، وہ تو جب بھی اسکے پاس آتا تھا کوئی نہ کوئی گانا گنگناتا رہتا تھا، آج اسکی اتنی سنجیدگی برداشت نہیں ہو رہی تھی ذائشہ سے۔۔ ابھی ذائشہ اسکے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھ ہی رہی تھی جب اسے حمزہ کی کلاس میں بولی گئی بات یاد آئی تھی جب اس نے ارزم شاہ کے لئے شادی شدہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔۔

شادی مبارک ہو آپکو!۔۔۔ ذائشہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ کے اسکی شادی کی مبارک دیتی اپنے ہاتھ پہ پھر سے بے حسی سے دستانہ چڑھائے باہر کی طرف بھاگ چکی تھی، اسکی مبارکباد پہ ارزم شاہ نے ہکا بکا ہوتے اسکی طرف

دیکھا تھا جو بے حد ایموشنل ہیروئن کی طرح یہاں سے بھاگی تھی۔۔ ارزم شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ اسکی مبارکباد پہ ہنسے یا روئے؟؟؟

آہہہ۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنے پاس پڑی کرسی کو ٹھوکر مارتے ہوئے اپنے دوستوں کو گالیاں بکیں تھی جو بنا سوچے سمجھے کچھ بھی بول جایا کرتے تھے۔۔

ارزم شاہ کو اسکے ہاتھ کی فکر محسوس ہوئی تھی جس پہ وہ بے حسی سے دستانہ چڑھا کے گئی تھی۔۔ اسکا دودھیا ہاتھ یاد کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنے جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکالتے اسے سلگایا تھا۔۔ وہ اپنے عنابی ہونٹوں میں سیگریٹ دبائے سنجیدگی سے کلاس سے باہر نکلتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا لیکن وہ جا چکی تھی۔۔۔

گلے چل نا! اتنے دل سے حلیمہ نے تجھے اپنی بیٹی کی شادی پہ بلایا ہے۔۔۔ زرتاج اماں کب سے اسے حلیمہ کی بیٹی کی شادی پہ جانے کے لیے رضامند کر رہی تھیں، لیکن وہ ہنوز صوفے پہ بیٹھی اپنے گھٹنوں پہ سر ٹکائے ہوئے تھے، زرتاج اماں سے اسکی یہ بجھی بجھی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی، وہ پچھلے دنوں ابھی جتنی خوش تھی، اسکے چہرے سے ہی خوشی جھلکتی تھی، لیکن ان سات دنوں سے تو وہ جیسے ہنسنا اور مسکرانا ہی چھوڑ چکی تھی، وہ پھر سے پہلے والی گلالئی بن چکی تھی جو ہر وقت اداسی کی مورت بنی رہتی تھی۔۔

اماں! نہیں نا! دل نہیں چاہ رہا۔۔۔ گلالئی اپنا سر گھٹنوں سے اٹھاتی کمرے میں لگی احان شاہ کی تصویر پہ اپنی نظریں گاڑے مدھم آواز میں بولی تھی۔۔

چل لے! دل کچھ کا کچھ اور ہو جائے گا۔۔ وہ اسکے چہرے پہ ہاتھ رکھے نرمی سے بولیں۔۔

ان (احان شاہ) سے اجازت لئے بغیر کیسے جاؤں؟۔۔۔ وہ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی زرتاج اماں کو لاجواب کر گئی۔۔ وہ پچھلے سات دنوں سے حویلی نہیں آیا تھا، وہ جیسے بھول چکا تھا اسکی کوئی بیوی بھی ہے جو اسکے کمرے میں بیٹھی ہر وقت اسکے انتظار میں رہتی تھی، ہمیشہ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اسے لگتا، وہ آیا ہو گا، لیکن وہ نہیں ہوتا تھا۔۔ وہ شاید اس سے پیار نہیں کرتا تھا اسی لئے تو کسی کے کئے کی سزا حویلی سے دور رہتے ہوئے اپنی پٹھانی کو دے رہا تھا۔۔ وہ

سب تو ایزل سے غلطی سے ہوا تھا نا؟ اس میں گلالئ کا تو کوئی قصور نہیں تھا، پھر وہ کیوں اسے اپنی عادت ڈال کے اتنے دنوں سے غائب تھا؟

شاہ بی بی سے یا ھارون لالہ سے اجازت لے لے۔۔۔ زرتاج اماں نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے اسے سمجھایا تھا، وہ جانتی تھیں وہ حلیمہ کی بیٹی کی شادی پہ جانے کے لئے کتنا خوش تھی، اور اب ان سے اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔ حلیمہ کی بیٹی کی گلالئ سے کافی اچھی دوستی تھی، اس نے گلالئ کی منتیں کرتے ہوئے اسے شادی پہ بلایا تھا جس پہ وہ راضی بھی ہو گئی تھی لیکن اب اصل مسئلہ احان شاہ سے اجازت لینے کا تھا۔۔

میں کیسے لے آؤں؟ مجھے تو ان سے بات کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔۔ گلالئ گہری سانس بھرتے ہوئے سنجیدگی سے بولی تھی، اسکا اس وقت بالکل دل نہیں تھا حلیمہ کی بیٹی کی شادی میں جانے کو۔۔ وہ اس وقت صرف احان شاہ کو یاد کرنا چاہتی تھی۔۔۔

بس گلے اٹھ جا اب، میں کچھ نہیں سننے والی اب!! تو تیار ہو اور میں ھارون لالہ سے تجھے لے جانے کی اجازت لے کے آتی ہوں۔۔ زرتاج اماں اب کی بار اسے پیار سے ڈپٹتی صوفے سے اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ چکی تھیں، ان کا لہجہ حتمی تھا جس پہ گلالئ اپنی عارضوں پہ پھسلے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی سستی سے صوفے سے اٹھی تھی۔۔۔

زرتاج اماں اسے شادی پہ لے جانے کی اجازت ھارون شاہ سے لے چکی تھیں، جنہوں نے سپاٹ انداز میں انہیں اجازت دیتے ہوئے خصوصاً ڈرائیور اور گارڈز کے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا، وہ احان شاہ کی بیوی اور ھارون شاہ کی بہو تھی جن کے اس وقت سیاست کی دنیا میں کافی دشمن تھے، کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا، اسی لئے وہ اپنی بہو پہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے۔۔

زرتاج اماں نے جب اسکے کمرے میں آتے ہوئے اسے خوشی سے اجازت مل جانے کا بتایا تو وہ بے دلی سے سرخ لمبی گھیر دار پٹھانی فراک پکڑتے واشروم کی طرف بڑھی تھی، شاور لینے کے بعد وہ اسی سرخ فراک کو زیب تن کرتی واشروم سے باہر نکلی تھی، سرخ فراک پہ خوبصورت سا جالی دار دوپٹا تھا جس کے کناروں پہ گوٹے کا باریک سا کام

تھا۔۔ فراک زیادہ فینسی نہیں تو زیادہ سادہ بھی نہیں تھی، وہ بارات کا فنکشن اٹینڈ کرنے کے لئے ایک بہترین چوائس تھی۔۔

ماشاءاللہ!!۔۔۔ اپنی خوبصورت بیٹی کو دیکھتے زرتاج اماں اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسکی بلائیں لے رہی تھی جو اتنی سادگی میں بھی اپنے حسن کی وجہ سے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ گلالئ نے مسکراتے ہوئے انکی طرف دیکھا تھا جو اسکی سگی ماں نہ ہوتے ہوئے بھی اس سے بے لاس محبت کرتی تھیں، میک اپ گلالئ کو آتا نہیں تھا، اسی لئے اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے صرف سرخ لپ اسٹک اٹھاتے ہوئے اپنے بھرے بھرے یاقوتی لبوں پہ لگائی تھی، ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑے اپنے ہر میک اپ کے سامان ہو دیکھتے ہوئے اسے بے ساختہ وہ یاد آیا تھا جس نے اس دن اسے گجرے پہنانے کے بعد کتنی خوشدلی سے اسے شاپنگ کرواتے اسکی ایک ایک چیز کی خریداری کی تھی، لیکن اس کے بعد جیسے خوشیاں ان دونوں سے روٹھ چکی تھیں، وہ اس دن کے بعد اس کے پاس آنا تو دور حویلی میں بھی نہیں آیا تھا۔۔ وہ اپنے آنسو پھر سے پیچھے کو دھکیلتی اپنے گیلے بالوں میں برش کیے انہیں کھلا چھوڑتی اپنی الماری کی طرف بڑھی تھی، الماری سے اسکی اجرک نکالنے کی بجائے اس نے اپنی پرانی چادر نکالی تھی، وہ جب بھی اس سے ناراض ہوتی تھی، اسکی اجرک کی بجائے اپنی پرانی چادر لیا کرتی تھی، وہ اس وقت بھی اس سے ناراض تھی جسے اسکی ناراضگی کی شاید کوئی پروا نہیں تھی، اسی لئے تو اس نے اسے اتنے دنوں سے اپنا دیدار نہیں کروایا تھا۔۔ گلالئ بھرائے دل سے سوچتی اپنی میرون چادر اپنے پورے وجود پہ اوڑھتی کمرے سے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

وہ ابھی زرتاج اماں کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتر ہی رہی تھی جب لاؤنج میں بیٹھی شاہ بی بی کی نظریں اس پہ پڑی تھیں، وہ کافی دنوں بعد اپنے کمرے سے نکلی تھی، اور وہ اپنے حسن سے اس قدر خوبصورت لگتی شاہ بی بی کو جلنے کڑھنے پہ مجبور کر چکی تھی، وہ جس فراک میں ملبوس تھی، وہ اپنی قیمت آپ بتا رہی تھی، وہ انکی نواسی کا نصیب چھین کے اسکی جگہ کیسے لے سکتی تھی؟ شاہ بی بی نے بے حد غصے سے سوچتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو ان کی طرف بڑھ کے سلام لینے کی بجائے زرتاج اماں کے ساتھ باہر راہداری کی طرف بڑھ چکی تھی، اسکے سلام نہ کرنے ان کا چہرہ غصے سے سرخ پڑا تھا، کیا وہ تمیز لحاظ بھول چکی تھی؟ جو اس نے شاہ بی بی کو سلام تک کرنا گوارا نہیں کیا تھا؟ شاہ بی بی غصے سے پاگل ہوتے سوچ رہی تھیں، وہ جانتی تھی وہ کہاں جا رہی ہے، زرتاج اماں نے ھارون شاہ سے اجازت ان کے سامنے

ہی لی تھی، جس پہ شاہ بی بی نے بربراتے ہوئے نخوت سے سر جھٹکا تھا، اسکے سلام نہ کرنا شاہ بی بی کو اس قدر غصہ دلا چکا تھا کہ ان کا بس نہیں تھا ابھی ان کا پوتا ان کے سامنے ہو اور وہ اسے اسکی چورنی بیوی کی بد تمیزی مرچ مسالے لگا لگا کے سنائیں۔۔ھارون شاہ کے حکم کے مطابق گلالئ کو پوری حفاظت سے حلیمہ کے گھر کی طرف بھیجا گیا تھا۔۔

تقریباً رات کے ساڑھے آٹھ بجے احان شاہ نے شاہ ہویلی میں اپنا قدم رکھا تھا، وہ اس وقت رف سی حالت میں حالت میں شکن زدہ لباس میں ملبوس تھا، اس نے نا جانے کتنے دنوں سے یہ لباس تبدیل نہیں کیا تھا، اس وقت لاؤنج میں صرف ھارون شاہ تھے، وہ بھی شاید اپنے کمرے کی طرف بڑھنے والے تھے جب اپنے بڑے بیٹے کی حالت دیکھتے وہ وہی پہ رک گئے۔۔بڑھی ہوئی شیو جبکہ ہری سرخی چھائی آنکھوں کے ساتھ بے تاثر چہرہ لئے احان شاہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس اپنے بے ترتیب بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا انہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

السلام وعلیکم بابا جان! ۔۔۔احان شاہ دھیمے لہجے میں انہیں سلام کرتا ان کے گلے سے لگا تھا، ھارون شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسکے گرد اپنا حصار باندھا تھا، اسکی یہ ٹوٹی بکھری حالت ان سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔

کہاں تھے تم؟۔۔۔ھارون شاہ نے اپنا لہجہ سخت بناتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

پتا نہیں۔۔۔احان شاہ نے ٹوٹے بکھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے ان کے گرد اپنا حصار مضبوط کیا تھا، انہیں دینے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا اس کے پاس۔۔وہ صرف کچھ دیر سکون لینے کی غرض سے خاموشی سے ان کے سینے سے لگے رہنا چاہتا تھا۔۔ھارون شاہ نے بھی اسکے مختصر جواب کے بعد اس سے کوئی سوال نہیں داغا تھا۔۔

میں شاہ بی بی سے ملنے جا رہا ہوں۔۔۔کچھ دیر بعد وہ ان سے الگ ہوتا اپنے لہجے کو نارمل بناتے ہوئے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، ھارون شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو تب تک دیکھتے رہے جب تک وہ شاہ بی بی کے کمرے میں داخل نہ ہوا۔۔

احان شاہ اس وقت بے حد غصے میں لمبے لمبے ڈگ بڑھتا پورچ کی طرف بڑھا تھا، گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے وہ پھرتی سے ریورس لیتا ہویلی سے باہر نکلا تھا،

"تم نے بولا تھا تمہاری بیوی مجھ سے ڈرتی ہے اور میں نے مان بھی لیا تھا لیکن آج وہ جس روعب سے مجھے سلام کئے بغیر ڈنکے کی چوٹ سے اس ہویلی سے نکلی ہے مجھے لگتا ہے مجھے تمہاری بیوی سے ڈرنا چاہیے۔۔"

"مجھ سے اجازت لینا تو دور اس نے مجھے سلام تک کرنا ضروری نہیں سمجھا"

"ان سات دنوں میں میں نے کتنی ہی بار تمہاری بیوی کے کمرے میں پیغام پہنچایا تھا کہ کچھ دیر میرے پاس آ کے بیٹھے۔۔ لیکن مجال ہے جو تمہاری بیوی کے سر پہ جوں تک رینگی ہو"

"میں نا جانے کس ضبط سے اسکی بدتمیزی برداشت کرتی رہی ہوں، شاید صرف اس وجہ سے کے وہ میرے لاڈلے پوتے کی بیوی ہے۔۔"

شاہ بی بی کی باتیں یاد کرتے ہوئے اسے نئے سرے سے گلالئ پہ غصہ آ رہا تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اڑ کے حلیمہ کے گھر پہنچ جائے لیکن اس کا گھر اسلامباد سے ایک گھنٹہ تیس منٹ کے فاصلے پہ تھا۔۔ وہ اسلامباد سے کچھ آگے " بسہ " گاؤں میں رہتی تھی۔۔ وہ اسکی اجازت کے بغیر اتنی دور کیسے جا سکتی تھی؟ یہ سوچ سوچ کے احان شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔ احان شاہ اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھاتا اپنے سٹیرنگ پہ بار بار زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مار رہا تھا۔۔

وہ پچھلے پانچ سے چار سے پانچ گھنٹوں سے ہویلی سے غائب تھی اور وہ اس بات سے انجان تھا؟ آخر احان شاہ اپنی بیوی سے اتنا انجان کیسے رہ سکتا تھا؟ احان شاہ غصے سے چیختا ہوا اپنی گاڑی کی رفتار مزید بڑھا چکا تھا، اس کی گاڑی اس وقت اسلامباد ہائی وے پہ تیزی سے کسی جہاز کی طرح دوڑ رہی تھی۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 37 (پارٹ 1)

گلالئ اس وقت روشنی (حلیمہ کی بیٹی) کی شادی میں آ کے پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی، روشنی اسے دیکھ کے کافی خوش ہوئی تھی۔۔ اس وقت روشنی کی رخصتی کا وقت ہو رہا تھا، روشنی سے زیادہ اگر یہاں کوئی رو رہا تھا تو وہ گلالئ تھی،

وہ اس وقت بے حد ایمو شنل ہوتی خود کو رونے سے روک نہیں پا رہی تھی، زر تاج اماں کے لئے اسے چپ کروانا مشکل ہو رہا تھا، رونے کی وجہ انجانے میں اسکے چہرے سے پردہ اتر چکا تھا، گلالئی کے پردہ اترنے کی دیر تھی جب کوئی اسکے خوبصورت چہرے کی تصویر اپنے فون مین کلک کر تا فتح مندی سے مسکرایا تھا۔۔

احان شاہ نے اس ڈیڑھ گھنٹے کا سفر پچاس منٹوں میں تہہ کیا تھا، احان شاہ کا پورا وجود اس وقت چھنگاڑیوں کی زد میں تھا، احان شاہ کا سرخ چہرہ اس وقت اسکے شدید طیش و اشتعال کا پتا دے رہا تھا۔۔ حلیمہ کے چھوٹے سے گھر کے پاس پہنچتے ہی اس نے اپنی گاڑی کو زور سے بریک لگایا تھا، گاڑی سے نکلتے ہی اس کی نظریں اپنے گارڈز اور ڈرائیور کی گاڑی پہ پڑی تھی، شاہ بی بی نے اسے بتایا تھا کہ آخری وقت پہ انہوں نے ہی اسے بخاظت گارڈز کے ہمراہ بھجوایا تھا۔۔

"کیا ہوا جو تمہاری بیوی نے مجھ سے بد تمیزی کی! تھی تو وہ میرے پوتے کی بیوی ہی نا۔۔ اسے باعزت اور باخفاظت یہاں سے بھیجنا مجھ پہ فرض تھا۔۔"

شاہ بی بی کی باتیں یاد کر تا وہ اپنے بھورے بالوں پہ ہاتھ پھیر تا حلیمہ کے گھر کی طرف بڑھا تھا، اسے دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی، کیونکہ دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا، اس وقت رخصتی ہو رہی تھی جب احان شاہ نے حلیمہ کے گھر میں قدم رکھا تھا۔۔ احان شاہ کو اپنی بیٹی کی شادی میں دیکھتے ہوئے حلیمہ رونا بھول چکی تھی، وہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے احان شاہ کو اپنے غریب خانے میں قدم رکھتے دیکھ رہی تھی۔

شاہ صاحب آپ؟!! آیئے نا یہاں کرسی پہ بیٹھیے۔۔۔ حلیمہ احان شاہ کے پاس آتی بے حد خوشدلی سے بولی تھی جس پہ احان شاہ نے نہ میں سر ہلاتے ہوئے زبردستی مسکرا کے روشنی کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا، اسے اس وقت سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے اسی لئے اس نے اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکال کے روشنی اور اسکے شوہر کو نامحسوس انداز میں پکڑائے تھے، روشنی کے شوہر سے بغلگیر ہوتے اسکی نظریں کچھ فاصلے پہ کھڑی اپنی بیوی پہ پڑی تھیں، جو زر تاج اماں کے کندھے سے سر ٹکائے آنکھیں موند کے یوں تو رہی تھی جیسے اسکی رخصتی ہونے والی ہو۔ اپنی خوبصورت اور نازک بیوی کو دیکھتے ہی احان شاہ کا دل پہلو میں زوروں سے دھڑکا تھا۔۔۔ اسکے چہرے سے پردہ ہٹا ہوا تھا جسے دیکھتے ہوئے احان شاہ کا غصے سے بڑا حال ہوا تھا، اسکے ہونٹوں پہ سرخ لپ اسٹک دیکھتے ہوئے احان شاہ کا غصہ نئے سرے

سے عود آیا۔۔وہ اس وقت سرخ فراک میں ملبوس سر پہ میرون چادر لئے اپنا چہرہ چھپائے بغیر یہاں کھڑی تھی جہاں ایک طرف عورتوں کا تو دوسری طرف مردوں کا ہجوم تھا۔۔

جہاں گاؤں کی تمام لڑکیوں اور عورتوں کی نظروں کا مرکز یہ شہزادوں سی آن بان والا شخص بنا ہوا تھا وہی پہ احان شاہ کی نظروں کا مرکز اس وقت اسکی پٹھانی بنی ہوئی تھی، احان شاہ حلیمہ کو اسکی بیٹی کی شادی کی مبارکباد دیتا لمبے لمبے ڈگ بھرتے گلالئی کے بالکل قریب آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔احان شاہ کی خوشبو اپنے بے حد قریب محسوس کرتے ہوئے گلالئی نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں، اپنے سامنے احان شاہ کو دیکھتے ہوئے اسے لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو، وہ جو پچھلے پورے ہفتے سے حویلی نہیں آیا تھا، اب وہ یوں اچانک یہاں کیسے آ سکتا تھا؟ ناممکن۔۔۔۔گلالئی نے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے احان شاہ کو دیکھ کے سوچا تھا، وہی پہ زرتاج اماں کی حیرت کی بھی کوئی انتہا نہیں تھی، وہ بھی احان شاہ کے یہاں آ کے اپنے سر پہ کھڑے ہونے پہ شاکڈ سی تھیں۔۔احان شاہ نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے غصے سے گلالئی کا خوبصورت چہرہ اسکی چادر سے ڈھکا تھا، احان شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے خود کی طرف کھینچا تھا، اسکے یوں کھینچنے پہ وہ کسی کٹی ڈال کی طرح اسکے سینے کا حصہ بنی تھی، ان کی اتنی نزدیکی پہ حلیمہ کی شادی میں انوائیٹڈ گاؤں کی تمام خواتین نے شرماتے ہوئے اپنے منہ میں دوپٹے کے پلو دیئے تھے۔۔زرتاج اماں اپنی نظروں کا زاویہ بدلتی ان سے کچھ فاصلے پہ جا چکی تھیں۔۔گلالئی جو کب سے احان شاہ کو اپنا خواب تصور کر رہا تھا، اسکے سینے سے لگتے ہی اسکا خواب چھن سے ٹوٹا تھا، اس ظالم سید زادے کی پرفیوم کی مخصوص خوشبو محسوس کرتے ہوئے گلالئی کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے، وہ اسکی سیاہ قمیض کو سینے سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچتی اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

کیا کر رہی ہو تم یہاں؟ احان شاہ غصے سے اسکے کان کے پاس دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔اس کے غرانے پہ گلالئی نے سہمتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔وہ اسکے غصے سے ڈرتی اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی جب احان شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے تھے۔۔وہ سب کی نظریں خود پہ محسوس کر چکا تھا، اور وہ سب کے سامنے اپنی نازک پٹھانی کو یہاں آنے کی وہ سزا نہیں دے سکتا تھا جو اسے پرائیویسی میں دینی چاہئے تھی۔۔احان شاہ اپنے چہرے پہ بمشکل نرم تاثرات سجائے گلالئی کے بازو کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لئے حلیمہ

کے گھر سے نکلا تھا، گلالئ نے سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے کافی بار اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی گرفت مزید مضبوط کر جاتا۔۔ احان شاہ اپنے گارڈز کو حکم دے چکا تھا کہ رخصتی ہوتے ہی وہ زرتاج اماں کو بحفاظت ہویلی لے کے آئے۔۔

گلالئ کو اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ پٹکتے ہوئے احان شاہ تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے گلالئ کے چہرے سے اسکی میرون چادر ہٹائی تھی، چادر ہٹانے کی دیر تھی جب احان شاہ نے اسکے نچلے لب کو اپنی دو انگلیوں میں بھرتے اس پہ اتنی شدت سے اپنے دانت گاڑے تھے کہ گلالئ سسک کے رہ گئی۔۔ اسکے ہونٹوں پہ اتنا تیز رنگ دیکھتے ہوئے احان شاہ کا دل کیا وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے دانتوں سے آج بے دردی سے کاٹ ہی ڈالے، وہ کتنی دیدہ دلیری سے اپنا پردہ ہٹائے وہاں کھڑی تھی جہاں عورتوں اور مردوں کا الگ انتظام کرنے کی جگہ ہی نہیں تھی، عورتوں کے سامنے ہی مردوں کی تعداد دائروں کی صورت میں ٹیبل کے ارد گرد بیٹھی ہوئی تھی۔۔ ناجانے گاؤں کے کتنے جاہل گوار مردوں نے اسکے خوبصورت چہرے کو اپنی غلیظ نظروں سے دیکھا ہو گا، یہ سوچ سوچ کے احان شاہ کا میٹر مزید شارٹ ہو رہا تھا، وہ غصے سے اسکے نچلے لب پہ اپنے دانتوں کا دباؤ مزید بڑھا گیا، گلالئ نے سسکتے ہوئے اسکی سیاہ قمیض کے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔ احان شاہ کو جب اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھلتا محسوس ہوا تو اس نے گلالئ کے نچلے لب کو آزادی بخشی تھی۔۔ گلالئ نے سہمتی نظروں سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، وہ اس سے اتنا ہارش ریکشن ایکسپیٹ نہیں کر رہی تھی۔۔

میری اجازت کے بغیر کیسے نکلی تم ہویلی سے باہر؟؟ احان شاہ اسکی چادر اسکے وجود سے ہٹاتا ہوا بے حد غصے سے دھاڑا تھا۔۔ گلالئ نے بنا جواب دیئے اسکی طرف دیکھا تھا جو سات دن باہر گزار کے آج اس پہ اپنا غصہ نکالنے آیا تھا شاید؟ کچھ پوچھ رہا ہوں میں گلالئ احان شاہ!! اور نقاب کیوں اترا تھا تمہارا؟؟۔۔۔ احان شاہ کی دھاڑ پہلے سے بلند ہوئی تھی، اسکے دھاڑنے پہ گلالئ اسکی قمیض کا کالر چھوڑتے ہوئے پیچھے شیشے کے ساتھ لگی تھی۔۔

غلطی۔۔۔ سے۔۔۔ اتر۔۔ گیا۔۔۔ گلالئ نے اپنے آنسو پیتے ہوئے اپنے لبوں سے لفظ توڑ توڑ کے ادا کیے تھے، وہ آج اسے پہلے والے احان شاہ کے روپ میں لگ رہا تھا جو بے حد سفاک تھا۔۔

کیوں؟ غلطی سے کیوں؟؟ تم ایک سید زادے کے نکاح میں ہو تمہیں یہ غلطیاں کرنا زیب نہیں دیتا گلالئی احان شاہ!! احان شاہ بولا نہیں بلکہ اونچی آواز میں دھاڑتا ہوا گلالئی کو زور سے آنکھیں میچنے پہ مجبور کر گیا۔۔ اس کے آنکھیں میچنے پہ احان شاہ نے اسکے بازو کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت کی لے کے اپنے قریب کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔

زبان کیوں بند ہے اب تمہاری؟ جواب دو مجھے؟؟ اور اس شادی میں آنا اتنا ضروری تھا تمہارا! جو تم نے میرے ہویلی میں آنے کا انتظار تک نہیں کیا؟ احان شاہ اپنی گاڑی کو ان اونچے نیچے راستوں سے بھگاتا ہوا گلالئی کے کان میں اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ اسکے لفظ "انتظار" پہ گلالئی نے اپنی شکوہ کناں نظریں اس پہ ڈالی تھیں۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 37 (پارٹ 2)

حلیمہ۔۔ اماں۔۔۔نے۔۔۔مجھے۔۔۔زبردستی۔۔۔بلایا۔۔تھا۔۔ وہ معصومیت سے اب کی بار اپنی نظریں جھکاتے ہوئے بولی تھی۔۔

کوئی بھی تمہیں زبردستی کہیں بھی بلائے گا! تو میری اجازت لئے بغیر ہویلی سے نکل جاؤ گی تم گلالئی شاہ؟؟ احان شاہ اپنے سٹیرنگ پہ زور سے ہاتھ مارتا طیش کے عالم میں دھاڑا تھا، گلالئی نے ڈرتے ہوئے اسکے سینے میں پناہ لینی چاہی تھی لیکن وہ غصے سے اسے خود سے دور کر گیا۔۔ اسکے یوں دور جھٹکنے پہ گلالئی نے بے یقینی سے اپنی بھیگی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، جو اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔

میری بیوی کے عہدے پہ آتے ہوئے اتنی اکڑ اور اتنی انا آگئی ہے تم میں؟ کہ تم نے شاہ بی بی سے اجازت لینا تو دور انہیں سلام تک کرنا ضروری نہیں سمجھا؟ انہیں یہ تک بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ کہاں جا رہی ہو تم؟؟ احان شاہ اسکی خاموشی پہ پھر سے برہم ہوا تھا، اسکے کڑوے الفاظوں پہ گلالئی کی آنکھوں میں مزید بے یقینی اتری تھی، یہ وہ احان شاہ نہیں تھا جسے اس نے سات دن پہلے دیکھا تھا یہ تو پرانے والا بے حس شاہ تھا جو اسے اپنے الفاظوں کی مار مارتا تھا۔۔

اماں۔۔نے۔۔اجازت۔۔۔لی۔۔۔ تھی۔۔۔وہ اپنی عارضوں کو بھگوتے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتی سپاٹ انداز میں بولی تھی لیکن اسکے غصے کے سامنے لہجہ خود بخود لڑکھڑا رہا تھا، گلالئ کو اپنے ہونٹوں پہ شدید جلن محسوس ہو رہی تھی جس پہ اس نے سفاکی سے کچھ دیر پہلے پورے استحقاق سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

تمہاری اماں بہو نہیں ہے ان کی! ان کی بہو تم ہو گلالئ احان شاہ!! تمہاری ہمت کیسے ہوئی ان کی گستاخی کرنے کی؟؟

احان شاہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں دبوچتے ہوئے اسکے کان کے پاس غرایا تھا، گاڑی وہ کچھ سائیڈ پہ بڑے بڑے درختوں کے نیچے کھڑی کر چکا تھا، یہ جگہ قدرے خوبصورت اور پر سکون تھی۔۔اسکے منہ سے گستاخی کا لفظ سنتے ہوئے گلالئ کی آنکھوں میں مزید حیرت نمودار ہوئی تھی۔۔وہ کس گستاخی کی بات کر رہا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی، وہ تو کتنے ہفتوں سے ان سے مخاطب بھی نہیں ہوئی تھی پھر وہ کیسے ان کی گستاخی کر سکتی تھی؟

میں نے ان کی کوئی گستاخی نہیں کی۔۔۔گلالئ اپنے لہجے کو مضبوط بناتی گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی کیونکہ احان شاہ کے مضبوط ہاتھ کی گرفت اسکے جبڑے پہ کافی سخت تھی۔۔

جھوٹ مت بولو!! مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے اور جھوٹ بولنے والوں کی زبان کو میں سلامت نہیں چھوڑتا!

۔۔۔اسکے جھوٹ بولنے پہ وہ لہو رنگ آنکھوں سے گرجا تھا۔۔اسکی گرجدار آواز پہ وہ پھر سے اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔ وہ اب اسے جھوٹی بھی لگ رہی تھی؟ گلالئ نے بھرائے دل سے سوچا تھا۔۔گلالئ نے اب کی بار بنا کوئی صفائی دیئے اس کے ہاتھ سے اپنا جبڑہ چھڑوانے کی تگ و دو کی تھی لیکن احان شاہ اسکے نازک ہاتھوں کو پیچھے ہٹاتے اسکے جبڑے اپنی گرفت مزید سخت کرتا اسکا چہرہ اپنے چہرہ کے نزدیک کر گیا۔۔

کیا تمہاری نظر میں کسی بڑے کو بنا سلام کئے اور ان کی اجازت لئے بنا ہویلی سے نکلنا ایک گستاخی نہیں ہے؟ کیا کسی بڑے کے حکم کو رد کرنا تمہاری نظر میں کوئی گستاخی نہیں ہے گلالئ شاہ؟ احان شاہ اسکے کان کی لوں کو اپنے دانتوں میں زور سے دباتا غرایا۔۔۔

ہاں!! میں کسی ایسے بڑے کو سلام نہیں کر سکتی جن سے مجھے امید ہو کہ مجھے ان سے سلام کا جواب ملنے کی بجائے زہر خند جملے سننے پڑے گے۔۔اور کس حکم کو رد کیا ہے میں نے؟ گلالئ اپنی پوری قوت سے اس سے اپنا چہرہ چھڑواتی

غرائی تھی۔۔اسکی اونچی آواز پہ تضاد اسکے جواب پہ احان شاہ کو اپنے دماغ کی رگیں غصے سے پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ اس کا منہ توڑ دے جو اسکے سامنے بیٹھ کے اسکی شاہ بی بی کی گستاخی کر رہی تھی۔۔

کیا تم اپنی اوقات بھول چکی ہو؟ جواب دو مجھے؟ کیا تم بھول چکی ہو تم ایک نوکر کی بیٹی تھی!! ۔۔احان شاہ اسکے بازوؤں کو اپنے ہاتھ کی وحشی گرفت میں لیتا اس قدر قوت سے دھاڑا تھا کہ گلالئ کو لگا آج اسکے کان کے پردے ایکسپائر ضرور ہو جائیں گے۔۔اسکے الفاظوں پہ اسکا دل چیر اجا رہا تھا، وہ اس پہ اتنا پیار جتانے کے بعد اتنا سفاک کیسے ہو سکتا تھا؟؟ گلالئ نے بے یقینی سے سوچا تھا۔۔

کیا نوکر کی بیٹی ہونا ایک جرم ہے؟ کیا میں دنیا کی واحد لڑکی ہوں جس کا باپ نوکر تھا؟ کیا آپ لوگ جدی پشتی امیر تھے؟ کیا آپ اپنی اوقات بھول چکے ہیں کہ آپ کے باپ دادا ہم جیسی عوام کا پیسا کھا کے ہی اس قدر امیر بنتے ہیں اور پھر حرام کما کے ہم پہ ہی روعب جھاڑتے ہوئے ہمیں ہماری اوقات یاد۔۔۔ابھی گلالئ بدتمیزی سے اسی کے انداز میں دھاڑتی جب احان شاہ نے اس پہ ہاتھ اٹھانے کی بجائے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتے اسکے لبوں پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتے اسکی زبان کو بریک لگائی تھی۔۔دماغ نے بہت زور دیا کہ اسکے بدتمیز الفاظوں پہ اسکا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دے لیکن دل نے اپنی پوری کوشش کرتے ہوئے اسے سمجھایا تھا کہ اس نازک پٹھانی پہ اگر ہاتھ اٹھایا گیا تو وہ یقیناً اسکے تھپڑ کی تاب نہ لاتے ہوئے اسکی بانہوں میں بے ہوش ہو جائے گی۔۔وہ جانتا تھا وہ اس سے پہلی بار تھپڑ کھانے کے بعد کتنے دن بیمار رہی تھی، اسی لئے وہ خود کو یہ غلطی دوبارہ دہرانے سے بعض کر گیا۔۔اسکے ہونٹوں کی تپش زدہ شدت اپنے لبوں پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئ اپنی پوری تگ و دو سے اسکی گرفت سے آزاد ہونا چاہ رہی تھی لیکن احان شاہ اسکے لبوں کے ساتھ ساتھ اسکی کمر پہ بھی اپنی گرفت بڑھاتا گلالئ کو بے بس کر رہا تھا۔اسکے لمس کی شدت پہ گلالئ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، احان شاہ جو آج کتنے دنوں بعد اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا، وہ اسکے کھلے بھورے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ پھنسا کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتا اسکے ہونٹوں کو مزید اپنے لبوں میں پیوست کر رہا تھا، گلالئ جب مزاحمت کرتے کرتے تھک گئی تو اس نے غصے سے احان شاہ کی سفید گردن پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ناخن گاڑے تھے۔۔احان شاہ نے اپنے ایک ہاتھ سے اسکی دونوں کلائیوں کو اپنی گرفت میں جکڑتے اپنی شدت میں اس قدر اضافہ کیا تھا کہ گلالئ سسک کے رہ

گئی۔۔گلالئی کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دب رہی تھیں لیکن احان شاہ نے اسکے لبوں پہ اپنی جنون خیزیاں دیکھانا بند نہیں کی تھیں۔۔گلالئی اب اسکے حصار میں ساکت ہوتی اسے شکوے سے دیکھ رہی تھی۔۔اسکی آنکھوں کا شکوہ پڑھتے ہوئے احان شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ان پہ اپنی بھوری مونچھیں رگڑی تھیں۔۔گلالئی غصے سے اس سے دور ہوئی، احان شاہ سے دور ہونے پہ گلالئی کو اپنے بالوں میں کھینچ پڑتی محسوس ہو رہی تھی، کیونکہ احان شاہ کا ہاتھ اسکے بالوں میں پھنسا ہوا تھا، گلالئی نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا پورا فوکس اسکے بھیگے لبوں پہ تھا جن کا وہ حشر بگاڑ چکا تھا۔۔

میری ایک بات کان کھول کے سنو!! مجھے دوسرے سیاست دانوں کا نہیں پتا وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں! لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں میرے باپ دادا نے نہ کبھی حرام کمایا ہے اور نہ ہی ہمیں کبھی حرام کھلایا ہے، انہوں نے تم سے کانٹریکٹ پہ دستخط کروا کے یا پوری دنیا میں اعلان کروا کے غریبوں کی مدد نہیں کرنی تو تم کس حق سے میرے باپ دادا کے حلال پیسے کو حرام کا نام دے رہی ہو گلالئی اسماعیل خان؟؟ اور اس ایک ہفتے میں تم نے اتنی بدتمیزی کہاں سے سیکھی ہے؟ میں جاننا چاہوں گا!!۔۔احان شاہ اسکے کندھوں کو اپنی پوری قوت سے جھنجھوڑتا اپنی ہری آنکھوں میں طیش کی لالی لئے غرایا تھا۔۔گلالئی نے اسکی باتوں پہ اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ صرف خاموشی سے اپنی خالی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی رہی۔۔اسے اس وقت اپنے ہونٹوں پہ بے حد جلن محسوس ہو رہی تھی، یہاں تک کے اسکا کچھ بولنے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا۔۔اسکی خاموشی پہ تضاد اسکی بے تاثر نگاہوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں میں دباتے اسکے کندھوں پہ اپنی گرفت ڈھیلی کی تھی۔۔

تمہیں مجھ سے پوچھے بغیر ہویلی سے نہیں نکلنا چاہیے تھا! یہ تمہاری لاسٹ وارننگ تھی جو میں تمہاری اتنی بدتمیزی پہ تمہیں زندہ سلامت چھوڑ رہا ہوں، اگلی بار مجھ سے کسی نرمی کی امید مت رکھنا اور شاہ بی بی سے اپنے تعلقات درست کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا!!۔۔۔احان شاہ بے حد غصے سے بولتا اسکے کندھے چھوڑ چکا تھا، گلالئی نے اسکی بات پہ مکمل خاموشی اختیار کی تھی، احان شاہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اب اپنی مکمل توجہ کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا، پاس بیٹھے وجود کے پور پور پہ اسکا حق تھا، اسکا دو آتشہ روپ احان شاہ کے دل میں تہلکہ مچا چکا تھا۔احان شاہ کے دل میں اس وقت بری طرح سے ہلچل ہو رہی تھی، وہ اس سرخ پٹھانی فراک میں اسے اتنی خوبصورت لگ رہی تھی

کہ احان شاہ کا دل کیا آج ہی اسکی روح کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرتا اسے اپنا بنالے، لیکن اسکی بدتمیزی اور بدلحاظی یاد کرتے ہوئے وہ اپنے لب سختی سے بھینچ گیا۔۔ گلالئی سپاٹ انداز میں اپنے آنسوؤں کو غصے سے رگڑ کے صاف کرتی خود پہ اچھے سے اپنی میرون چادر اوڑھ چکی تھی۔۔ احان شاہ اسے ابھی تک ٹھیک سے جان ہی نہیں سکا تھا، اس بات سے گلالئی کو بے حد اذیت محسوس ہوئی تھی، گلالئی کو جب بھی کسی کا پیار ملتا تھا تو وہ اسکے دور جانے پہ یوں ہی چڑچڑی اور ضدی بن جایا کرتی تھی، صرف اس لئے کہ اگلا اسکے لاڈ اٹھائے، اسکے نخرے اٹھاتے ہوئے اسے اپنی سر آنکھوں پہ بٹھائے، لیکن احان شاہ کے انداز، اسکے الفاظوں نے اسے بے حد تکلیف پہنچائی تھی، اسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ ایک نوکر کی بیٹی تھی؟ کیا وہ اتنا بھول چکا تھا کہ وہ ساڑھے دس سال کی عمر میں اسکے نکاح میں دی گئی تھی؟ گلالئی اپنی پلکوں کو جھپکتے ہوئے اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی سوچ رہی تھی۔۔ احان شاہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھی اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، خود کے سامنے اسکا مکمل طور پہ خود کو چادر سے ڈھکا احان شاہ کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا، احان شاہ کبھی بھی پردے پہ اتنی پابندی نہیں کرتا تھا لیکن گلالئی کا۔ بغیر پردے کے حلیمہ کے گھر میں کھڑے ہونا احان شاہ کو ابھی تک شدید طیش دلا رہا تھا، اسی طرح اس نے احان شاہ کی منگنی پہ اسے سرخ میکسی پہن کے غصے دلایا تھا اور رہی سہی کسر وہ آج یہاں سرخ رنگ پہن کے نکال چکی تھی، احان شاہ کو جیسے اسکا سب کے سامنے سرخ رنگ پہن کے جانا بھی منظور نہیں تھا۔

سرخی تو ایسے لگائی ہوئی تھی جیسے باپ کی دوسری شادی ہو۔۔۔ احان شاہ سر جھٹک کے بلند آواز میں غصے سے بولتا اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتا جا رہا تھا، اسکے الفاظوں پہ گلالئی نے ایک نظر اسے دیکھ کے اپنی نظریں شیشے کی طرف موڑ لیں۔۔ وہ اب احان شاہ کو فراموش کرتی اپنے باپ کے ساتھ گزارے گئے وہ حسین لمحے یاد کر رہی تھی جو سب کے لئے ایک غدار تھا لیکن گلالئی کے لئے تو وہ جیسے اسکا سب کچھ تھا جو اسے ساڑھے دس سال کی عمر میں ہی ان سفاک لوگوں کے درمیان چھوڑتا اسے ایک سفاک شہزادے کے حوالے کر کے جا چکا تھا۔۔

بندہ پوچھے! شادی تیسرے کے گھر میں ہو رہی ہے اور میڈیم کو بیگانے کی شادی میں دیوانے عبداللہ کی کمی پوری کرنے کی فکر پڑی ہوئی تھی۔۔ احان شاہ گئیر بدلتے ہوئے مصروف انداز میں برہمی سے بولا تھا، اس کے طنز عروج پہ تھے، وہ اپنے جلتے دل کی آگ بار بار اس پہ طنز کے تیر جلا کے بجھا رہا تھا لیکن وہ خاموش رہی جیسے اسے اسکے ان

الفاظوں سے کوئی فرق ہی محسوس نہ ہو رہا ہو۔۔ وہ اسے کچھ دیر پہلے وہاں سیاہ شلوار قمیض میں جتنا پیارا لگ رہا تھا، اس وقت اس کی کڑوی باتیں سنتے ہوئے وہ جیسے گلالئ کے نزدیک اپنی خوبصورتی کھو رہا تھا۔۔ گلالئ اس وقت اپنی طبیعت میں جتنا ضدی پن اور چڑچڑا پن محسوس کر رہی تھی، اس حساب سے وہ کافی ضبط سے خود کو کچھ غلط اور اکھڑ بولنے سے روکے ہوئے تھی۔۔ اسکی اتنی خاموشی پہ احان شاہ نے اسے قہر برساتی نظروں سے گھور کے اپنا دھیان پھر سے ونڈ سکرین کی طرف کیا تھا، اگر اسکی کچھ دیر پہلے والی بدتمیزی ہضم نہیں ہو رہی تھی تو اب اسکی خاموشی پہ اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔

ابھی تو میں نے جھوٹ بولنے پہ تمہیں زبان سے محروم کیا بھی نہیں ہے اور تم پہلے ہی گونگی بن کے بیٹھ گئی ہو۔۔ احان شاہ کو جب سکون نہ آیا تو مزید ایک طنز کا تیر چلایا گیا۔۔ گلالئ ہنوز خاموشی سے اپنے باپ کی یادوں میں کھوئی آنسو بہانے میں مصروف رہی۔۔ اسے جیسے یقین ہو اچلا تھا کہ اس کے باپ اور زرتاج اماں کے علاوہ کوئی نہیں تھا جو اس سے سچی اور کھری محبت کرتا تھا، احان شاہ کو بھی اس سے محبت نہیں تھی، اگر اس سے محبت ہوتی تو وہ اپنے الفاظوں سے اسے اسکی اوقات یاد نہ کرواتا بلکہ وہ اتنے دن بعد اسکے قریب آنے پہ اسے زور سے گلے سے لگاتا جس کی اس وقت گلالئ کو ضرورت تھی، اس نے ان سات دنوں میں خود کو کتنا اکیلا محسوس کیا تھا، یہ صرف وہی جانتی تھی، زرتاج اماں کے ہوتے ہوئے بھی اسے خود میں ایک خالی پن سا محسوس ہوتا تھا۔۔ گلالئ اب سسکتے ہوئے اسکے کڑوے الفاظوں کو سوچ رہی تھی، وہ چاہ کے بھی اپنی سسکیاں دبا نہیں پا رہی تھی، اسکی سسکیوں کی آواز پہ احان شاہ بے چین ہوا تھا، دل کو جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں جکڑا تھا، احان شاہ نے ایک بار پھر سے اپنی پٹھانی کی طرف دیکھا تھا جو اس کی طرف سے مکمل طور پہ اپنا رخ موڑ کے بیٹھی اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی سسکیاں دبا رہی تھی۔۔ احان شاہ سے اسکی سسکیاں برداشت نہ ہوئی تو ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکے بازو کو اپنی گرفت میں لیا تھا، گلالئ نے غصے اور ضدی پن سے اپنا بازو دور کرنے کی کوشش کی تو احان شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دباتے ہوئے اسکے بازو پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتے_ اسے نرمی سے خود کی طرف کھینچا تھا، وہ لہراتی ہوئی اسکے مضبوط شانے سے ٹکرائی تھی، اسکے مضبوط شانے سے ٹکرانے کی دیر تھی جب گلالئ کو کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا تھا جب اس نے اسے اپنے سینے سے دور جھٹکا تھا۔۔ گلالئ اپنے نازک ہاتھوں کی پوری طاقت لگاتی اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی

تھی لیکن احان شاہ اپنا ہاتھ اسکے پیٹ کے گرد کسی سانپ کی مانند لپیٹتا اسے اپنے مزید نزدیک کرتا اب مکمل خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، وہ اسے آگ لگا کے اب اتنے سکون سے ڈرائیونگ کیسے کر سکتا تھا؟ گلالئ کو حیرت کے ساتھ ساتھ اب غصہ بھی آ رہا تھا، گلالئ نے معصومیت سے اپنا چہرہ اسکے شانے میں چھپاتے ہوئے اس قدر غصے سے اپنے دانت احان شاہ کے شانے پہ گاڑے تھے کہ احان شاہ بے ساختہ کراہتا ہوا سٹیرنگ پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا ورنہ جس شدت سے گلالئ نے اپنے موتیوں جیسے دانت اسکے شانے پہ گاڑے تھے، شاید نہیں یقیناً سٹیرنگ اسکے ہاتھ سے چھوٹ جاتا اور گاڑی ڈسبیلنس ہو جاتی۔۔ احان شاہ نے غصے سے اپنے شانے میں چھپی اپنی پٹھانی کو دیکھا تھا، وہ جس قدر معصومیت سے اس میں چھپی اتنی ظالمانہ حرکت کر رہی تھی، احان شاہ کو اس پہ غصے کے ساتھ بیک وقت پیار بھی آ رہا تھا، وہ اس کے شانے پہ دانت گاڑنے کے بعد جیسے اپنے دانت ہٹانا بھول چکی تھی، نا جانے وہ اپنا کون کون سا غصہ اس وقت احان شاہ پہ اتار رہی تھی۔۔۔

گل۔۔۔ احان شاہ نے اپنے شانے میں اٹھتی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے پیار سے پکارا تھا جو کسی جونک کی طرح اسکا خون چوس رہی تھی لیکن گلالئ نے جواب دینے کی بجائے اپنے دانتوں میں مزید شدت دیکھائی تھی۔۔

احان شاہ اپنی معصوم پٹھانی کے اس ایکٹ پہ حیران در حیران تھا، وہ اس قدر ظالم ثابت ہو گی، احان شاہ نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔ احان شاہ کو اب اسکے دانتوں کے لمس کے ساتھ ساتھ اسکے آنسو بھی اپنے کندھے پہ محسوس ہو رہے تھے جس پہ احان شاہ نے اپنی گاڑی کو جلدی سے بریک لگاتے ہوئے اسکا چہرہ اٹھانے کے کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے دانتوں کا دباؤ مزید بڑھا گئی۔۔

میری ضدی پٹھانی!! ۔۔۔ احان شاہ نے اسکی کنپٹی کو پیار سے اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اسکے کان میں نرمی سے سرگوشی کی تھی، وہ اپنے لہجے کو نرم بنانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا، اس کے منہ سے اپنے لئے پٹھانی سنتے ہوئے گلالئ کے آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہوا تھا۔۔ وہ کتنے دنوں بعد اسکے منہ سے خود کے لئے پٹھانی کا لفظ سن رہی تھی، گلالئ کی دھڑکنیں بڑھی تھی لیکن اسکے الفاظوں کا دکھ ہنوز تھا۔۔

یہاں میری طرف دیکھو۔۔۔ اس کی سسکیاں سنتے ہوئے احان شاہ پھر سے اسکے کان میں پیار سے سرگوشی کرتے ہوئے اسکی کان کی لو چوم گیا۔۔

آہہہ۔۔۔ ظالم۔۔۔ احان شاہ اب کی بار مصنوعی کراہا تھا اسکے دانتوں کے بھرتے دباؤ پہ۔۔

لو بائٹ بن گئی نا تو یقین مانو ایسی جگہ پہ لو بائٹ دوں گا سسک کے رہ جاؤ گی! احان شاہ اب اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے نزدیک کرتا بے باکی سے بولا تھا، اسکے زو معنی انداز پہ گلالئی نے بے ساختہ اپنے دانت اسکے شانے سے ہٹائے تھے، احان شاہ اسکی معصوم سی حرکت پہ لب دباتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔ گلالئی نے ابھی تک اپنا چہرہ اسکے شانے سے نہیں ہٹایا تھا۔۔ احان شاہ نے نرمی سے اسکی چادر اسکے سر سے ہٹاتے ہوئے اسکے بھورے لمبے بالوں کو نرمی سے اپنے ہاتھ میں لیا تھا، احان شاہ اسے نرمی سے بالوں سے پکڑتا ہوا اسکا چہرہ اپنے شانے سے ہٹاتا اپنے چہرے کے بالکل قریب کر گیا۔۔ اسکی بھیگی سرخ ہوتی کرسٹل گرے آنکھوں کو دیکھتے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، اسکی چھوٹی سی ناک رونے کی وجہ سے بے حد سرخ تھے، گلابی لب اسکی بے دردی کی وجہ سے زخمی تھے، گال کچھ سردی کی وجہ سے تو کچھ بار بار اسکے آنسو رگڑ کے صاف کرنے کی وجہ سے گلابی سے سرخ پڑ رہے تھے۔۔ اسے سرخ رنگ میں گلاب کی طرح سرخ پڑتے دیکھ کے احان شاہ کی آنکھیں خمار آلود ہوئی تھی، وہ اس وقت خوبصورتی کا مجسمہ لگ رہی تھی لیکن بے حد اداس! اسے لمبی لمبی ہچکیاں بھرتے دیکھ کے احان شاہ نے اسے نرمی سے اپنے گلے سے لگایا تھا جو اس وقت ضدی بچوں کی طرح اس سے دور ہوتی اب اونچی آواز میں رو رہی تھی۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔۔ مجھے اپنی اوقات یاد ہے میں ایک نوکر کی بیٹی ہوں۔۔ آپ کو ایک نوکر کی بیٹی کو گلے لگانا ذیب نہیں دیتا۔۔۔ گلالئی اونچا اونچا روتے اپنی ایڑھیاں میٹ پہ رگڑتی چیخ رہی تھی لیکن لہجے میں بے حد معصومیت تھی۔۔

شش۔۔ خاموش۔۔۔ احان شاہ اسکے ماتھے پہ پیار سے لب رکھتا اب اسے نرمی سے ڈیل کر رہا تھا کیونکہ اگر وہ اس پہ مزید غصہ کرتا تو وہ یقیناً مزید ہرٹ ہوتی۔۔

کیوں اگر خاموش نہ ہوئی تو آپ مجھے اس بات پہ بھی زبان سے محروم کر دیں گے؟؟ وہ اسکے ساتھ اچھی طرح سے مقابلہ بازی کرتی غصے سے بولی تھی، مسئلہ صرف اسکے آنسوؤں کا تھا جو خود بخود گالوں پہ بہتے تھے۔۔

نہیں تو! میں بس تمہارے ہونٹوں پہ پہلے سے زیادہ شدت دیکھا تا تمہاری زبان کو اپنے طریقے سے لگام ڈالوں گا جو آج کچھ زیادہ ہی چل رہی ہے۔۔ احان شاہ اپنی کھری ناک کی نوک اسکی چھوٹی سے ناک سے رگڑتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، اسکے الفاظوں پہ گلالئی کو اسکا کچھ دیر پہلے والا شدت بھرا انداز یاد آیا تھا، اس نے جس طرح سے اسکی سانسیں

روکی تھیں، وہ ابھی تک نہیں بھولی تھی، گلالئ کو لگا رہا تھا آج وہ اسکی سانسیں چھینتا ہوا اسکی جان لے لے گا۔۔ گلالئ نے اسکے سینے پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتے اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا تھا لیکن احان شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے مزید خود میں بھینچا تھا، احان شاہ اسکے سرخ گالوں کو اپنے لبوں میں دباتا ساتھ ساتھ اسکے چہرے پہ اپنی بیئرڈ رگڑ رہا تھا، گلالئ ہکا بکا ہوتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو کچھ دیر پہلے ایک ظالم شوہر تھا جسے اپنی بیوی کے علاوہ اپنے ہر رشتے کی فکر تھی لیکن اس وقت وہ جس طرح سے نرم پڑا تھا وہ پھر سے اپنا اپنا سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں پہ پیار سے اپنے عنابی لب رکھتے جیسے اپنے کچھ دیر پہلے دیئے گئے زخم پہ مرحم لگایا تھا، احان شاہ اسکی ٹھوری کو چومنے کے بعد اب اسکا ماتھا پیار سے چوم رہا تھا، اسکے ماتھا چومنے پہ گلالئ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے تھے وہ آفس سے آنے کے بعد اسے یوں ہی خود کے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چومتا تھا وہ اسے کس طرح سے بتاتی کہ گلالئ نے اسکی اس جسارت کو ان سات دنوں میں کتنا یاد کیا ہے؟ احان شاہ اسکی دونوں آنکھوں کو پیار سے چومتا اسکے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے پیتا اس سے ذرا سے فاصلے پہ ہوا تھا۔۔ گلالئ نے بھی نظریں جھکاتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کیا تھا، اسکے فاصلہ بنانے پہ احان شاہ نے اپنا آبیبر واچ کاتے ہوئے اپنی سیاہ قمیض کے بٹن کھولے تھے، احان شاہ نے اپنی قمیض کندھے سے کھسکاتے ہوئے اپنے فون کی ٹارچ آن کی تھی، اپنے شانے پہ گلالئ کے دانتوں کے نشان دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنی آنکھیں چندھیا کر کے اس پٹھانی پہ نظریں دوڑائی تھی جو ناک سکوڑتے ہوئے اپنی نظریں جھکائے بیٹھی تھی، احان شاہ نے اسکا چہرہ نرمی سے اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے اپنے شانے کے نزدیک کیا تھا۔۔

دیکھ رہی ہو اپنی حرکتیں؟؟ اس طرح سے ٹوکلاس کے بچے بھی نہیں کرتے! احان شاہ اپنے دودھیا سفید کندھے پہ ٹارچ کا رخ کرتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا، گلالئ کی نظریں بے ساختہ اسکے کندھے کی طرف اٹھی تھی جس ہ اسکے دانتوں کے نشان پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے، جہاں جہاں اسکے دانتوں کا نشان تھا وہاں سے اسکی سفید جلد نیلی پڑھ رہی تھی، گلالئ کو اپنے اتنے ظالم رویے پہ جہاں افسوس ہوا تھا وہی پہ اپنی اس حرکت پہ اسکا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا، وہ تو معصوم سی پٹھانی تھی وہ بھلا اتنی ظالم بنتی بھلا کیسے اپنے شاہ سائیں کو تکلیف دے سکتی تھی؟؟۔۔ رحم دل گلالئ نے خود پہ افسوس کرتے ہوئے سوچا تھا۔۔

اب یہاں پہ اپنے نازک ہونٹ رکھو ورنہ میں اپنی کچھ دیر پہلے والی بات پہ بہت اچھے سے عمل کروں گا بے بی!۔۔۔

احان شاہ اب کی بار اسکے سرخ پڑتے چہرے پہ ٹارچ گھماتا گھمبیر تا میں بولا تھا، گلالئ کی نظریں اسکے شانے سے ہوتی ہوئی اسکے کسرتی سینے پہ پڑی تھیں، اسکے سینے کی کٹ لائن پہ نظریں پڑتے ہی گلالئ نے اپنی نظریں جھکائی تھی، احان شاہ کو دیکھتے ہی اسکی آنکھیں اسکا ایکسرا کرنے پہ مجبور ہو جاتی تھیں، لیکن پھر وہ خود کو یہ سمجھاتی اپنی نظریں جھکا جایا کرتی تھی کہ وہ ایک بے شرم پٹھانی نہیں ہے بلکہ معصوم پٹھانی ہے۔۔ احان شاہ اسکی نظروں کی ایک ایک حرکت کو محسوس کرتا اپنی مسکراہٹ روک رہا تھا۔۔

مجھے لگ رہا ہے تم چاہتی ہو کہ میں اپنی کچھ دیر پہلے والی بات پہ بلا جھجھک عمل کر جاؤں۔۔۔ احان شاہ اب کی بار اسے ستانے کی غرض سے مصنوعی برہمی سے بولا تھا لیکن ضدی گلالئ کو اسکی برہمی پہ گھنٹہ فرق نہیں پڑ رہا تھا، وہ اس وقت شاید مزید ضد دیکھانے کے موڈ میں تھی۔۔

رکھ رہی ہو ہونٹ یا لگاؤں تمہارے ہوش ٹھکانے ؟۔۔۔ احان شاہ خمار آلود آواز میں بولا تھا، اسکے لہجے پہ گلالئ کو اپنے پیٹ میں تتلیاں اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، لیکن وہ ڈھیٹ بنتی اس سے اپنا رخ موڑ گئی، وہ اسے پیٹھ دیکھاتی احان شاہ کو حیران کر رہی تھی، وہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ حیران تھا، اور وہ جب جب اسکا ایٹیٹوڈ دیکھتا تھا وہ یوں ہی حیران ہوتا تھا اگر وہ معصوم تھی تو انا پرست بھی اتنی ہی تھی۔۔

احان شاہ نے اپنا فون ڈیش بورڈ پہ پٹکتے ہوئے اسکی کمر کو اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچتے پھر سے اپنے قریب کیا تھا، احان شاہ اسے ایک جھٹکے میں اپنی گود میں بیٹھاتا اسکے وجود سے اسکی میرون چادر اتارتا اس سے دور کر گیا۔ گلالئ نے اسے حیرانگی سے دیکھا تھا جو اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں ضدی انداز سے اپنی ہری آنکھیں گاڑتا اسکی سرخ فراک کی زپ کھسکا رہا تھا۔۔

ایک ایسی ہی لو بائٹ میرے سینے پہ بنا دو گی تو قسم خدا کی مجھ سے بچ جاؤ گی ورنہ نڈھال کر کے رکھ دوں گا لیکن اپنی منمنانی کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا!۔۔۔ احان شاہ اپنے کندھے کی طرف اشارہ کرتا اسکے چہرے کے پاس اپنا چہرہ کئے ضدی انداز میں بولا تھا، اسکے ضدی انداز پہ گلالئ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اتنا تو بھول ہی چکی تھی

کہ وہ ایک ضدی انسان کو ضد دکھا رہی ہے، اب اسکی دھمکیاں سنتے ہوئے وہ تھوک نگلتی اسکے کندھے پہ ہولے سے اپنے لب رکھتی جلدی سے پیچھے ہوئے تھی، احان شاہ نے داد دینے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

نانانا!! ایسے تو نہیں بولا تھا میں نے۔۔۔ جس قدر شدت سے یہ لو بائٹ بنائی ہے اسی شدت سے تمہارے لبوں کا لمس چاہیے تھا مجھے۔۔ لیکن خیر تم اپنا موقع ضائع کر چکی ہو، اب دوسرا آپشن صرف یہی ہے کہ تم میرے سینے پہ بالکل سیم یہی لو بائٹ بناتی میری دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر دوں ورنہ میں تمہاری دھڑکنوں میں ہلچل مچا دوں گا میری معصوم اور ضدی پٹھانی!۔۔ احان شاہ اپنی مسکراہٹ روکتے اب اسکے کندھوں سے اسکی فراک کھسکا رہا تھا جس پہ گلالئی نے مزاحمت کرتے ہوئے غصے سے اسے دیکھا تھا۔۔

آپ اتنی جھوٹی، گستاخ اور انا پرست لڑکی کے قریب کیسے آسکتے ہیں؟ وہی لڑکی جس نے آپ کی شاہ بی بی کو سلام نہ کر کے ان کی گستاخی کی تھی؟ اور اس پہ تضاد آپ سے جھوٹ بول کے مزید ایک گستاخی کی تھی! آپ کس طرح سے اس سے اتنی نرمی برت رہے ہیں؟ ابھی تک آپ نے میری زبان کیوں نہیں کاٹی؟ کیوں مجھ سے اتنی نرمی برت رہے ہیں؟ گلالئی سپاٹ انداز میں اس سے استفسار کر رہی تھی۔۔ اسکے جملوں پہ احان شاہ کے اسکی فراک کو کھسکاتے ہاتھ رکے تھے۔۔ احان شاہ نے اسکے سپاٹ اور سنجیدہ انداز پہ اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے نرمی سے رگڑا تھا۔۔

یہ سب باتیں ہم حویلی جا کے کریں مجھے ابھی تمہارے ہوش ٹھکانے لگانے ہیں بے بی! ۔۔۔ احان شاہ اسے متوازن لہجے میں جواب دیتا اسکی فراک کندھوں سے کھسکا چکا تھا۔۔

جب جواب آپ حویلی جا کے دیں گے تو قریب بھی میرے حویلی جاے ہی آیئے گا!! کیونکہ مجھے اپنے اور بھی بہت سے سوالوں کے جواب جاننے ہیں۔۔۔ گلالئی اسکے مضبوط ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتی سنجیدگی سے بولی تھی۔۔ احان شاہ اسکے اتنے مضبوط لہجے پہ حیران در حیران ہو رہا تھا، وہ اسے جواب تو شروع سے ہی ٹکا کے دیتی تھی لیکن اسکا کانفیڈنس دیکھتے ہوئے احان شاہ کا حیران ہونا بنتا تھا۔۔

تم اپنی پوری قوت لگا کے بھی مجھے خود کے قریب آنے سے نہیں روک سکتی میری پٹھانی! لیکن میں پھر بھی جاننا چاہوں گا آخر ایسے کون سے سوالات ہیں جن کے جوابات میرے ڈکیٹ بچے کو چاہیئے؟؟ احان شاہ اسکے لبوں کو زور

سے چومتا گھمبیر تا میں گویا تھا، اسکا شیرنیوں والا انداز اسے ہمیشہ کی طرح اٹریکٹ کر رہا تھا۔۔ گلالئ جواباً خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

چلو تم تب تک سوچ لو کہ تمہیں کن سوالات کے جواب چاہئیے تب تک میں زرا تمہاری دھڑکنوں کی آوازیں سن لوں ۔۔۔ڈونٹ ڈسٹرب می (مجھے تنگ مت کرنا) ۔۔۔ احان شاہ کندھے آچکا کے ریلکس انداز میں بولتا اسکی فراک کو اب گلے سے نیچے کھسکا رہا تھا جس پہ گلالئ نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اسکی قمیض اپنی مٹھیوں میں دبوچی تھی، احان شاہ اسکے کندن سے سراپے کے خوبصورت نشیب و فراز کو دیکھتا اپنی پوری شدتوں سے اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا۔۔ گلالئ نے شرم و حیا سے لال پڑتے زور سے اپنی آنکھیں میچی تھیں، وہ جس انداز میں اس دھڑکنوں پہ اپنے دانت گاڑتا تا اپنی کچھ دیر پہلے والی دھمکی کو سچ ثابت کر رہا تھا، گلالئ کا دل سینے کی دیواریں پٹختا ہوا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔۔ وہ اپنے دانتوں کا نرم دباؤ رکھے ہوئے تھا لیکن اسکے لمس اور اسکی گرم سانسوں کی تپش پہ گلالئ کو اپنا پورا وجود بے حد گرم ہوتا محسوس ہو رہا تھا، احان شاہ اپنے لبوں پہ اسکی تیز تیز چلتی دھڑکنوں کی آواز با آسانی سنتا فتح مندی سے مسکرا رہا تھا۔۔ احان شاہ اب اوپر کی طرف بڑھتا اسکی بیوٹی بون پہ شدت سے اپنے لب رکھتا گلالئ کو پاگل کر رہا تھا، گلالئ اپنی آنکھیں میچتی اسکے حصار میں بری طرح سے کپکپا رہی تھی، احان شاہ اسکے کپکپانے کی پرواکئے بغیر اسکی شہہ رگ پیار سے چوم رہا تھا جہاں سے بار بار گلٹی بھر کے معدوم ہوتی تھی۔۔ گلالئ کو اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے پھر سے مزاحمت کرتے دیکھ کے احان شاہ نے بے حد ضبط سے اسکی کلائیاں اپنے ہاتھوں میں دبوچتے اس کی گردن پہ شدت سے اپنے دانت گاڑے تھے، گلالئ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ احان شاہ اسکی سسکی کو نظر انداز کرتا اب ضدی انداز میں اسکی گردن پہ اپنا لمس بکھیرتا جگہ جگہ لو بائٹ بنا رہا تھا، اسکی شدت پہ گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھوں نے پھر سے آنسو بہانے شروع کئے تھے جس پہ احان شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اس کی جان خلاصی کی تھی۔۔

ہاں تو بولو کن سوالات کے جواب چاہئیے میری پٹھانی کو؟؟ احان شاہ اسکی گردن اور اسکے دل کے مقام پہ اپنی شدتوں کے سرخ نشانات دیکھتا خمار آلود لہجے میں آئیبرو آچکا کے اس سے استفسار کر رہا تھا، وہ اسکی شہہ رگ کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتا اب اسکی گردن اور اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ اپنی انگلیاں سہلا رہا تھا جس پہ گلالئ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔۔

ک۔کی۔کیا۔۔آپ۔۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔محبت۔۔۔کرتے۔۔۔ہیں؟۔۔۔گلالئی نے اپنی شرم وحیا کو کچھ دیر کے لئے پڑے کرتے ہوئے نظریں جھکا کے اپنا سوال پوچھا تھا، لہجہ لڑکھڑا چکا تھا۔۔احان شاہ جو اسکے خوبصورت دعوت کے نظارے پیش کرتے سراپے پہ اپنی نظریں گاڑے ہوئے تھا، گلالئی کے سوال پہ اس نے چونکتے ہوئے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی ہری خمار آلود آنکھیں گاڑی تھیں۔۔

میرال شاہ اس وقت ڈیسنٹ سی ڈارک جامنی سلک کی ساڑھی میں ملبوس مسکراتے ہوئے اپنے سامنے پڑے کیک پہ چھڑی پھیرنے ہی والی تھی جب اچانک سے اسکا کیک اسکی نظروں کے سامنے اوندھے میں زمین پہ گرا تھا، وہ جس ٹیبل کے پاس کھڑی کیک کاٹ رہی تھی وہ دو پل میں تباہ و برباد ہو چکی تھی، جو ٹیبل کچھ دیر پہلے اسکی دوستوں نے اسکی سالگرہ کے لئے خصوصاً بک کروایا تھا جس پہ خوبصورت سی ڈیکوریشن کی گئی، وہ ایک منٹ میں دھڑم بھرم ہو چکا تھا، میرال شاہ حیرانگی سے اپنی آنکھیں پھیلائے اپنی برتھ ڈے کو برباد ہوتے دیکھ رہی تھی، اسکی نظریں بالکل اسی طرح سے گول گول گھوم رہی تھیں جس طرح سے میجر خان اور اسکے آگے گول گول چکر میں بھاگتا آدمی اسکے ٹیبل کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔میگا قسط 38

ایک ہفتہ پہلے:

کاظم شاہ اسکے اذیت سے سرخ ہوتے چہرے سے نظریں ہٹا چکا تھا۔اسکی نیچے گری قمیض کو دیکھتا وہ ڈریسنگ ٹیبل تک جاتے اپنا لائٹر اٹھاتا پھر سے اسکی طرف بڑھا تھا، کاظم شاہ نے نیچے جھک کے اسکی قمیض اٹھائی تھی جس پہ مظہر شاہ کے ہاتھوں کا غلیظ لمس تھا، کاظم شاہ نے اپنے ایک ہاتھ میں اسکی کالی قمیض پکڑتے دوسرے ہاتھ سے لائٹر جلایا تھا اور پھر وہ اگلے ہی پل اسکی سیاہ قمیض جلا کے راکھ کر چکا تھا۔۔ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔

بقول تمہارے تمہیں تو مجھ سے محبت نہیں تھی؟ تمہیں تو صرف اٹریکشن تھی کاظم شاہ سے؟ تم تو مجھے صرف اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی؟ تو پھر تم کیوں مجھے یاد کرتے ہوئے تکلیف میں رہو گی؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے نا کہ تمہاری

کاظم شاہ سے، اسکی جنونی قربت سے جان چھوٹ جائے گی! ۔۔۔کاظم شاہ استہزایا انداز میں اسکی باتوں کا جواب دیتا الماری کی طرف بڑھا تھا، اسکی نیچے کہی گئی یہ بات اسے اب تک چھب رہی تھی جب اس نے کاظم شاہ سے کی گئی محبت کو نادانی کا نام دیا تھا، وہ تو اس سے عشق کے دعوے کرتی تھی! پھر کیسے سب کے سامنے اپنے عشق سے مکرتی ہوئی اسے اپنی نادان محبت یا محض ایک اٹریکشن کا نام دیتی کاظم شاہ کو غصے سے پاگل کر گئی تھی، الماری میں اسکے تمام کپڑوں پہ نظریں دوڑاتے کاظم شاہ نے اسکے لئے ایک سادہ سا کالا کرتا چنا تھا، اس کالے کرتے پہ بالکل باریک اور نفیس سی بلیک ہی کڑھائی تھی، کاظم شاہ اس کرتے کو ہینگر سے نکالتا پھر سے ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا وہ اسکے سفید دودھیا وجود سے بمشکل ظریں چراتا اسے اسکی قمیض ذیب تن کروا رہا تھا ورنہ دل بار بار ایک ہی اپیل کر رہا تھا ہر چیز بھار میں جھونک کے ایک دفعہ پھر سے اسکے وجود پہ قابض ہو جائے لیکن وہ کاظم شاہ تھا۔۔اپنے عہد سے مکرنا اس نے سیکھا نہیں تھا، اگر اس نے اپنے باپ کو زبان دی تھی کہ وہ دو گھنٹوں میں پاکستان سے باہر ہو گا تو اسے ہر صورت ایسا کرنا تھا، وہ کسی بھی طرح سے ایموشنل بلیک میل ہوتے ہوئے اپنی بات سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی استہزایا باتوں میں کھوئی کسی لمبے سے جواب کو اپنے دماغ میں ترتیب دے رہی تھی تاکہ وہ اسے زیادہ وقت کے لئے یہاں روک پائے۔۔کاظم شاہ کے ہاتھوں کا لمس اپنے سراپے پہ محسوس کرتے ہوئے وہ سر تا پاؤں سرخ پڑی تھی۔۔ کاظم شاہ جواب اسکے کرتے کی زپ بند کرتا اسکی بھیگی نیلی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، ایزل شاہ کی آنکھوں کی التجا دیکھتے ہوئے وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا اب الماری سے اپنی ضروری چیزیں نکال رہا تھا جن میں سے ایک پاسپورٹ بھی تھا جو وہ پہلے لینا بھول چکا تھا۔۔ایزل شاہ اسے پاسپورٹ نکالتے دیکھ کے پھر سے اسکے لمبے چوڑے وجود کے آگے آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ جو پاسپورٹ نکال کے الماری میں بنا چھوٹا سا دراز بند کرنے والا تھا، ایزل شاہ کو پھر سے اپنے مقابل آتے دیکھ کے اس نے اپنے لب سختی سے بھینچے تھے۔۔

مجھے محبت کرنی آتی ہی نہیں ہے، مجھے پتا ہی نہیں ہے محبت کسے کہتے ہیں؟ کہنے کو تو میں خود کو تخلیق دینے والی ذات سے بھی محبت کرتی ہوں لیکن میرا نہیں خیال میں نے کبھی بنا ضرورت یا بنا کسی مقصد کے اسکی عبادت کی ہو۔۔میں ہمیشہ اسکے حضور تب ہی جھکتی ہوں جب مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے یا تب جب دل پہ کوئی بوجھ سا آ جائے، میں کتنی منافق ہوں نا؟ جب میں اتنی گناہگار ہوتے ہوئے اپنے خدا سے ٹھیک سے محبت نہیں کر سکتی تو میں کسی انسان سے

بھلا کیسے محبت کر سکتی ہوں؟ آپ سے بھی محبت نہیں ہے شاید۔۔۔ بھلا ایک خود غرض لڑکی خود کے علاوہ کس سے محبت کر سکتی ہے؟۔۔۔ آپ صرف پیارے لگتے ہیں۔۔ اچھے لگتے ہیں۔۔ مجھے پر لمحہ آپکے ساتھ کی ضرورت ہے۔۔ میں کتنی خود غرض ہوں نا یہاں بھی صرف اپنا ہی سوچ رہی ہوں کہ آپکے بغیر میرا کیا ہو گا۔۔ لیکن میں کیا کروں مجھے سب نے ایسا بنا دیا ہے۔۔ اگر ہویلی میں سب مجھے جوتی کی نوک پہ رکھتے تو شاید اووزی اتنی خود غرض اور منافق کبھی نہ بنتی۔۔ مجھے خود غرض بننے کی عادت ہو چکی ہے اور آپکو ایک خود غرض لڑکی قبول نہیں ہے۔۔ آپ مجھے پیارے لگتے ہیں لیکن میں آپکو پیاری نہیں لگتی۔۔۔ آپ مجھ سے دور جانا چاہتے ہیں لیکن میں ایک پل کے لئے بھی آپ کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتی۔۔ آپکو ایک کانفیڈنٹ لڑکی چاہئے لیکن مجھے تو ساری زندگی کے لئے صرف اپنے شاہ جی کا ساتھ چاہئیے۔۔ دیکھیں میں سب کچھ جانتے بوجھتے بھی خود غرض بنتی آپ کو یہاں سے جانے سے روک رہی ہوں، حالانکہ میں جانتی ہوں آپکو تباہ کرنے والی بھی میں ہی ہوں، آپکا ہر رشتے سے اعتماد اٹھانے والی بھی صرف میں ہی ہوں لیکن پھر بھی مجھے صرف اپنا کمفرٹ چاہئے، کیونکہ شاید خود غرضی اور مکاری مجھ میں رچ بس چکی ہے۔۔۔ میں کیا کروں؟۔۔۔ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھتی آنسو بہاتے ہوئے کسی ٹرانس کی کیفیت میں نا جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی، وہ اتنی بے ربط باتیں کرتی کاظم شاہ کو حیران ہونے پہ مجبور کر رہی تھی، وہ جھوٹ بول رہی تھی کہ وہ صرف خود سے پیار کرتی ہے، اگر وہ صرف خود سے پیار کرتی تو خود کو خود غرض، اور منافق جیسے الفاظ کیوں بولتی؟ وہ کیوں اس کے لئے اتنا تڑپتی؟ کاظم شاہ نے ساکت ہوتے سوچا تھا۔۔

تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔۔ ایک گھنٹے تک میری فلائٹ ہے، مجھے جلد از جلد ائیر پورٹ پہنچنا ہے۔۔۔ کاظم شاہ اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے بات بدلتا سختی سے بولا تھا۔۔

ابھی تو ساٹھ منٹ پڑے ہیں دو گھڑی میرے ساتھ گزار لیں گے تو کون سی قیامت آ جانی ہے؟ ایزل شاہ روتے روتے کھوکھلا سا ہنس پڑی۔۔ کاظم شاہ خاموش رہا، وہ اب اسے اگنور کرتے ہوئے دراز سے اپنے کچھ ضروری ڈاکومنٹس نکال رہا تھا۔۔

ویسے ہماری ہویلی سے ائیر پورٹ کا راستہ کتنے منٹوں کو ہے؟۔۔۔ اسے خود سے بیگانہ دیکھتا پا کے ایزل شاہ نے پھر سے اسے مخاطب کیا تھا۔۔

تیس منٹ۔۔۔کاظم شاہ نے مصروف انداز میں جواب دیا تھا۔۔وہ اب اسکی طرف بالکل نہیں دیکھ رہا تھا جو بار بار اپنی بھیگی نیلی آنکھوں میں التجا لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

پیچھے رہ گئے تیس منٹ؟ اور گاڑی تو آپ اتنی تیز چلا ہی لیتے ہیں کہ تیس منٹ کا فاصلہ دس سے پندرہ منٹ میں تہہ کر لیں۔۔اب کتنے ہو گئے؟پنتالیس منٹ؟پنتالیس منٹ پہلے ائیر پورٹ جا کے کیا کریں گے؟کیا یہ آخری پنتالیس منٹ میرے ساتھ نہیں گزار سکتے؟جانتی ہوں یہاں بھی خود غرضی دیکھاتے ہوئے آپ کو گاڑی تیز چلانے کا مشورہ دے رہی ہوں لیکن کیا کروں؟میری ہر بات میں خود غرضی کا عنصر خود ہی شامل ہو جاتا ہے! میں چاہ کے بھی خود کو خود غرض بننے سے روک نہیں پا رہی شاہ جی۔۔۔ایزل شاہ اپنے آنسوؤں کو اسکی سفید شرٹ کے کہنیوں تک فولڈ سلیوز سے رگڑ کے صاف کرتی التجائیہ انداز میں بولی تھی۔۔ایزل کی کٹی جو کب سے باری باری اداسی سے ان دونوں کے پیروں پہ اپنے سر رگڑ رہی تھی،ایزل کی التجا پہ وہ اداسی سے میاؤں میاؤں کی گردان لگاتی انہیں اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی جو ایک دوسرے کی باتوں میں اسے بالکل بھول چکے تھے۔۔

مجھے اور بھی بہت ضروری کام ہیں۔۔تمہارے ساتھ جتنا وقت گزارنا تھا گزار چکا ہوں۔۔۔وہ بے حد سنجیدگی سے بولتا اپنے تیز تیز دھڑکتے دل کی پکار کو نظر انداز کر رہا تھا۔۔

تیس منٹ ہی رک جائیں پھر؟۔۔۔ایزل شاہ جو اسے کچھ دیر پہلے "پکا پانچ منٹ" بول رہی تھی وہ اپنی بات سے مکرتی اس سے پھر سے پنتالیس نہیں تو تیس منٹ مانگ رہی تھی۔۔اسکی التجائیں کاظم شاہ کے دل پہ بری طرح سے وار کر رہی تھی۔۔

کیوں مجھے روکنے کے لئے ایسا کون سا تیر مار لو گی ان تیس منٹوں میں؟کاظم شاہ اسے اپنے بازوؤں سے پیچھے کرتا اب اپنی الماری بند کرتے مصروف انداز میں بولا تھا۔۔لہجہ ہنوز سپاٹ تھا۔۔

پتا نہیں۔۔۔وہ اسے خالی نگاہوں سے دیکھتی اذیت سے بولی تھی،حلق میں بار بار آنسوؤں کا گولہ اٹک رہا تھا۔۔

جب تم کچھ جانتی ہی نہیں ہو تو کیوں اپنے ساتھ ساتھ میرا بھی وقت برباد کر رہی ہو؟کاظم شاہ جان بوجھ کے اپنا لہجہ سخت بنا رہا تھا تاکہ وہ اس سے مزید التجائیں کرتی اسکی جان مزید مشکل میں نہ ڈالے۔۔

اچھا۔۔۔اب نہیں کرتی۔۔۔ناراض ہو کے مت جایئے گا۔۔۔۔وہ دھندلی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتے بے حد ضبط سے بولی تھی، ورنہ دل تو ہچکیوں سے رونے کا کر رہا تھا۔۔

انتیس منٹ ہیں تمہارے پاس! اب اگر جو تم اس کے بعد اپنی زبان سے مکری تو جان نکال دوں گا تمہاری!!۔۔۔۔

اسکے لرزتے وجود کے پیش نظر کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا، وہ اسکے الفاظوں پہ خوشی سے دھمکتا چہرہ لئے اسکی طرف دیکھتی رہی، تو کیا وہ اسکی التجاء مان گیا تھا؟ ایزل شاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔۔وہ بے حد خوش ہو رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ اسے ان منٹوں کی مہلت کے بعد پھر سے پھوٹ پھوٹ کے رونا ہے۔۔

نہیں مکروں گی پکا وعدہ۔۔۔۔وہ اسکے پھولی رگوں والے مضبوط مردانہ ہاتھ پہ اپنے نازک ہاتھ رکھتی چہک کے بولی تھی لیکن آنکھیں ہنوز بھیگی ہوئی تھیں۔۔

بیڈ پہ بیٹھیں۔۔میں آپکو باتیں سناتی ہوں۔۔۔ایزل شاہ بیڈ کی طرف اشارہ کرتی معصوم سی خوشی سے بولی تھی۔۔

اس وقت بیڈ پہ بیٹھ کے باتیں کون کافر کرے گا؟! جگہ بدل لو کیونکہ بیڈ پہ صرف ہماری سانسیں شور کریں گی جیری!!۔۔۔کاظم شاہ گھمبیر تا میں زو معنی سے بولتا ایزل شاہ کو کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔۔

صو۔۔صوفے۔۔۔پہ۔۔۔وہ کچھ سیکنڈز کی خاموشی کے بعد نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔

وہاں پہ تو تم میرے نیچے دب کے مر جاؤ گی! یقین کرو ملنے بھی نہیں دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے نازک وجود کو اپنی گہری نظروں کے حصار میں لیتا اپنا آئیبرو آچکا کے سرنفی میں ہلاتا ایک عزم سے بولا تھا۔۔اسکے لہجے کی مضبوطی پہ تضاد اسکی گولڈن آنکھوں میں سرخی دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

ز۔زمین۔۔۔پہ۔۔۔بیٹھ۔۔۔کے۔۔باتیں۔۔۔کر۔۔۔لیتے۔۔۔ہیں۔۔پھر۔۔ایزل شاہ اب کی بار روہانسی ہوتی بولی تھی، اسکے اتنے کیوٹ انداز پہ کاظم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، ایزل شاہ ان تیس منٹوں میں نان سٹاپ بولنا چاہتی تھی لیکن وہ تو اپنی بے باک باتوں سے بار بار اسکی زبان تالو سے چپکا رہا تھا۔۔

زمین پہ تمہاری فسادن کٹی مجھے تنگ کرتے ہوئے مجھ سے مار کھائے گی! ۔۔۔کاظم شاہ ایک نظر اداس سی کٹی کو اپنی طرف دیکھتا پا کے اپنی آنکھیں گھما کے بولا تھا جس پہ کٹی نے اپنی پونچھ ہلاتے ہوئے پھر سے میاؤں کی آواز نکالی

تھی۔۔ ایزل شاہ اب کی بار خاموش رہی کیونکہ اب تو صرف ڈریسنگ ٹیبل، سینٹرل ٹیبل، دیوان اور سائیڈ ٹیبل ہی بچے تھے۔۔ ایزل شاہ اس حال نما کمرے میں نظریں دوڑاتی اپنی انگلیاں مڑورتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔

باتھ روم کیسا رہے گا؟ میں ان چھبیس سے ستائیس منٹوں کے ہر سیکنڈ پہ سسکیاں بھرنے پہ تمہیں مجبور کروں گا! اور تم مجھے اپنی سسکیاں سنانا!!۔۔۔ کاظم شاہ اپنے کندھے آچکا کے بے باکی سے استفسار کر رہا تھا، اسکا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔ اسکی بے حد بے باک بات پہ ایزل شاہ کی نظروں کے سامنے دوپہر کا ایک ایک پل گھوما تھا، وہ سرخ پڑتی تھوک نگلتے ہوئے پھر سے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

چھبیس منٹ تیس سیکنڈ بچے ہیں! اگر یوں ہی خاموش رہو گی تو وقت ختم ہونے سے پہلے چلا جاؤں گا! ۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ دھمکی دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔ اسکی دھمکی پہ ایزل شاہ کی آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکے تھے۔۔

ایک بات مانیں گے؟ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھ کے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔

نہیں۔۔۔۔ کاظم شاہ نے صاف انکار کیا تھا، وہ کب سے رو رو کے ہر بات منوائے تو جا رہی تھی اب کیا دل نکال کے اسکی ہتھیلی پہ رکھ دیتا؟

وہاں جا کے روز فون پہ بات کریں گے؟ وہ اسکی "نہیں" کی پروا کئے بغیر ایک امید سے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں!! اگر وہاں جا کے بھی تمہاری ہی باتیں سننی ہیں تو فائدہ وہاں جانے کا؟ کاظم شاہ سر جھٹکتا ہوا بے حد سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ اس کے جواب پہ ایزل شاہ نے اپنی آنکھوں میں تکلیف کی سرخی لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اچھا! ۔۔۔۔ آپکی اجرک لے کے دیکھاؤ! گلا لئی لیتی ہے لالہ کی! اور اتنی پیاری لگتی ہے وہ۔۔۔ پھر شاید میں بھی آپکو پیاری لگ جاؤں! وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی اپنی آستین سے ناک صاف کر رہی تھی، اسکے جملوں پہ جہاں کاظم شاہ کی دھڑکنیں بڑھی تھیں، وہی پہ اسکی یوں ناک صاف کرنے والی حرکت پہ نفاست پسند کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

نہیں۔۔۔ کاظم شاہ نے پھر سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے نہ میں جواب دیا تھا۔۔

اچھا! تو جو میں نے اس دن آپکے لئے کپڑے استری کئے تھے وہ ساتھ لے جائیں۔۔۔روز پہنیں گے تو دو منٹ کے لئے ہی سہی لیکن مجھے یاد کرنے کے لئے وقت مل جائے گا!۔۔۔ایزل شاہ اپنی آنکھوں کو زور سے رگڑ کے صاف کرتی اسے مشورے سے نواز رہی تھی، وہ اسے ان کپڑوں کا حوالہ دے رہی تھی، جنہیں استری کرتے ہوئے وہ اپنا ہاتھ بری طرح سے جلا بیٹھی تھی۔۔

نہیں! میں پاگل نہیں ہیں آسٹریلیا کی سڑکوں پہ شلوار قمیض پہن کے گھوموں۔۔۔کاظم شاہ اپنے دھڑکتے دل کی پکار ایک بار پھر سے نظر انداز کرتا جان بوجھ کے استہزایا انداز میں بولا تھا۔۔(وہ شلوار قمیض کو برا نہیں بول رہا تھا، وہ یہ الفاظ صرف ایزل شاہ کی بات کی نفی کرنے کے لئے استعمال کر رہا تھا)۔

لو بھلا کیا آسٹریلیا میں شلوار قمیض پہننا حرام ہے؟۔۔۔وہ روتے روتے ہنس پڑی۔۔

کوئی اور بات کرو۔۔کاظم شاہ اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے گویا ہوا۔۔۔

اووو اچھا!! تو جمعے والے روز پہن لیجیئے گا شلوار قمیض!۔۔۔ایزل شاہ اسکی شرٹ کے بٹنوں کو اپنی انگلیوں سے چھیڑتی نم آنکھوں سے اداسی سے مسکرا کے بول رہی تھی۔۔

وہاں سے خرید لوں گا! لیکن تمہاری استری کی گئی نہیں لے کے جاؤں گا! بلکہ پاکستان کی کوئی بھی یاد پاس نہیں رکھوں گا! اس ہینڈ کیری کو صرف شو آف کرنے کے لئے لے جا رہا ہوں۔۔۔وہاں جاتے ہی جلا دوں گا۔۔کاظم شاہ اپنی ہینڈ کیری کی طرف آنکھوں سے اشارہ کرتا زخمی لہجے میں بولا تھا۔۔وہ چاہتا تو اپنے دل کا حال بیان کرتا اسکے سامنے رو سکتا تھا لیکن وہ کاظم شاہ تھا جس نے کسی کے آگے رونا نہیں بلکہ ہر کسی کو رلانا ضرور سیکھا تھا۔۔

سہی! تو پھر میں آپ کے کپڑے رات کو پہن کے سو جایا کروں؟۔۔۔وہ بھرائی آواز میں اب اجازت مانگ رہی تھی۔۔

مرضی تمہاری! منہ کے بل تم نے ہی گرنا ہے جیری!۔۔۔کاظم شاہ کندھے آچکا کے ریلکس انداز میں اسکے چھوٹے قد پہ ٹانٹ مار رہا تھا۔۔

اچھا! ویسے وہاں جا کے کس رنگ کی شلوار قمیض خریدیں گے؟۔۔۔ایزل شاہ اسکی وائٹ شرٹ کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی اداسی سے استفسار کر رہی تھی۔۔وہ کپڑوں سے آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔

سیاہ اور سفید رنگ کے علاوہ سب!!۔۔۔جواب فٹافٹ آیا تھا۔۔

وہ کیوں بھلا؟ ایزل شاہ نے اسکے سینے پہ سر رکھتے ہوئے وجہ پوچھی تھی۔۔اسکا سر اپنے کسرتی سینے پہ محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں کو ڈپٹتے ہوئے چپ کروانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ یونہی تیزی سے دھڑکتی شور کرتی رہی۔۔

کیونکہ تم ہمیشہ مجھ سے سیاہ شلوار قمیض پہننے کی ضد کرتی تھی اور سفید شلوار قمیض میں نے اس دن پہن رکھی تھی جب سب نے مجھ پہ بے اعتباری دیکھاتے ہوئے میرا نکاح تم سے پڑھوایا تھا۔۔۔یقین مانو اس دن سے سیاہ اور سفید شلوار قمیض کی طرف دیکھنے کا بھی دل نہیں کرتا۔۔۔کاظم شاہ اپنے نکاح کے دن کا ایک ایک منظر یاد کرتا کھوئے ہوئے انداز میں بولا تھا، اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا، وہ اسکے سینے سے سر ہٹاتی اب اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

پھر تو میری طرف بھی دیکھنے کا دل نہیں کرتا ہو گا؟ کیونکہ زبردستی نکاح میں آنے والی بھی تو میں ہی تھی نا؟۔۔۔ایزل شاہ اب کھوکھلے انداز مین ہنستی استفسار کر رہی تھی۔۔

ہمم۔۔۔کاظم شاہ نے جواب میں صرف ہنکارا بھرا تھا، وہ اندر سے جتنا زخمی اور تکلیف میں تھا اس کے مطابق وہ سامنے کھڑے وجود کو دس فیصد کی تکلیف بھی نہیں دے رہا تھا۔۔

سہی ہے!! ایک بات بتاؤں؟۔۔۔ایزل شاہ کے آنسو اب پھسلتے ہوئے اسکی عارضوں پہ گرے تھے۔۔

ہمم؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے پھر سے ہنکارا بھرا۔۔

ایک ڈرامہ دیکھا تھا میں نے! اس میں جو ہیرو ہوتا ہے نا وہ بھی آپکی ہی طرح اپنی ہیروئین کو چھوڑ کے پردیس جا رہا ہوتا ہے ہیروئین کو سزا دینے کے لئے۔۔۔اسکے جاتے وقت ہیروئین روتے ہوئے ہیرو کے سینے پہ اپنے لب رکھتی ہے تو وہ اسے گلے لگا کے اپنا بریف کیس دور پھینک دیتا ہے۔۔ہیرو اسے اپنے سینے سے لگا کے یقین دلاتا ہے وہ آج کے بعد اسے چھوڑ کے کبھی کہیں نہیں جائے گا۔۔۔میں نے ٹائم نوٹ کیا تھا اس نے ہیرو کے سینے پہ تیس سیکنڈ لب رکھے تھے۔۔میں آپکے سینے پہ پورے دو منٹ لب رکھوں گی! تو کیا آپ بھی مجھ سے یونہی وعدہ کریں گے؟۔۔۔ایزل شاہ بری طرح سے اسے ہچکیوں کے درمیان روتی_ اسے کسی ڈرامے کی سٹوری سناتے ہوئے ڈیل آفر کر رہی

تھی۔۔کاظم شاہ حیرانگی سے اس جیری کو دیکھ رہا تھا جو اپنے الفاظوں کے جال بچھاتی اپنی پوری تگ ودو سے اسے بلیک میل کر رہی تھی۔۔

ہیرو شرٹ لیس تھا؟۔۔۔کاظم شاہ نے پوچھا بھی تھا تو کیا؟ ایزل شاہ اسکے سوال پہ پہلے حیران ہوئی اور پھر بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔۔

ہیروئین خود اسکے سینے سے بٹن کھولتی ہے۔۔وہ سوں سوں کرتے ہوئے سچ بول رہی تھی۔۔

مطلب وہ بعد میں شرٹ لیس ہوتا ہے؟۔۔۔کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے برہمی سے پوچھا تھا۔۔

ہ۔ہاں۔۔۔ایزل شاہ نے سرخ پڑتے ہوئے پھر سے سچ بولا تھا۔۔

میرے سر کی قسم کھاؤ۔۔۔آج کے بعد کارٹون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھوں گا!!۔۔اگر جو کسی بھی فلم یا ڈرامے کے ہیرو کو تم نے نظر بھر کے دیکھا تو آنکھیں نکال کے تمہاری کٹی کو کھلا دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا_ اسکا چھوٹا سا ہاتھ تھام کے اپنے سر پہ رکھتے ہوئے دبی دبی آواز میں پوز سیسو انداز میں غرایا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے انداز پہ چونکتے ہوئی اسکی سرخی چھائی گولڈن آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔

قسم سے نہیں دیکھوں گی! ۔۔۔وہ اسکی بات بڑی آسانی سے مان چکی تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکے جواب پہ پر سکون ہوتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے سر سے ہٹایا تھا۔۔

میرے سر کی قسم کھائیں۔۔وہاں جا کے کبھی شادی نہیں کریں گے ؟۔۔۔ایزل شاہ نے بھی لگے ہاتھ اسکا مضبوط ہاتھ اپنے چھوٹے سے ہاتھ میں تھامتے ہوئے اپنے سر پہ رکھتے ہوئے اسے قسم کھانے کو بولا تھا، جس پہ کاظم شاہ پہلے تو اس چھوٹی سی جیری کی اس حرکت پہ حیران ہوا لیکن پھر وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتا جلدی سے اپنا ہاتھ اسکے سر سے ہٹا گیا۔

میں قسم نہیں کھاتا۔۔۔قسم کھانے سے گناہ ملتا ہے۔۔۔وہ کندھے آچکا کے بولتا اب اسے زمین پہ کھڑا کر چکا تھا۔۔ اسکے جواب پہ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھ کے رہ گئی۔۔نیلی آنکھوں میں پھر سے آنسو بھر آئے جنہیں دیکھ کے ہیزل گولڈن آنکھوں میں تکلیف ابھری تھی۔۔

تم دعا کرنا مجھے کوئی اچھی لڑکی نہ ملے۔۔۔ پھر نہیں کروں گا شادی!۔۔۔ وہ اسے تسلی دینے کے لئے صرف اتنا ہی بول سکا۔۔

اگر میری دعا قبول نہ ہوئی تو؟۔۔۔ وہ سسکتے ہوئے بولی۔۔

تمہارے پاس صرف بیس منٹ بچے ہیں۔۔۔ کاظم شاہ بات پلٹ گیا۔۔

اچھا!! روز وہاں جا کے مجھے اپنی تصویر بھیجیں گے؟ وہ التجائیہ انداز میں بولتی اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہی تھی۔۔

نہیں! کاظم شاہ اسکے ہاتھ اپنی شرٹ کے بٹنوں پہ محسوس کرتا دھڑکتے دل سے اسکی بات کی پھر سے نفی کر گیا۔۔

ایزل شاہ نے اب کی بار شکوے سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی ہر بات پہ نفی کرتا اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔

انسٹاگرام یا فیس بک پہ لگا دوں گا کبھی کبھار۔۔ وہ اسکی آنکھوں کا شکوہ پڑتا مدھم لہجے میں بولا تھا البتہ اس کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے گرم سینے پہ محسوس کرتے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں میں دبایا تھا۔۔

اچھا! آپ کے لیپ ٹاپ سے دیکھ لیا کروں گی پھر۔۔۔ وہ اسکے سفید مردانہ سینے کے گولڈن بالوں میں اپنی انگلیاں الجھاتی مصروف انداز میں بولی تھی۔۔

خبردار جو میرے لیپ ٹاپ کو ہاتھ لگایا تم نے!! کاظم شاہ غرایا تھا، وہ اب زیادہ فری ہو رہی تھی۔۔

اچھا پھر لالہ کے موبائل سے چپکے سے دیکھ لیا کروں گی۔۔۔ وہ بنا ضد کئے اسکی بات مانتی اپنی ایڑھیاں زمین سے اٹھا کے اسکے سینے پہ اپنے نرم و نازک لب رکھ گئی۔۔ اسکے نرم لمس پہ کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔۔ وہ اپنے کہے کے مطابق پورے دو منٹ سے اسکے سینے پہ اپنے لب رکھتی اسکے دل دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر رہی تھی۔۔

ان آخری پندرہ منٹوں میں تم نے اپنی جان خود مشکل میں ڈال کے خود کے لئے اچھا نہیں کیا جیری!! ۔۔ کاظم شاہ اسکے بھورے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں نرمی سے جکڑتا اسکا سر اوپر کی طرف اٹھاتے اسکے لبوں پہ بری طرح سے قابض ہوا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے شرم و حیا سے لال پڑتے اسکا ساتھ دینے کی کوشش کی تھی لیکن کاظم شاہ کا لمس بے حد جنونیت لئے ہوئے تھا، وہ چاہ کے بھی اسکی جنونیت کا مقابلہ نہ کر سکی تو اپنے لبوں کی حرکت روکتی اپنی نظریں جھکا گئی، کاظم شاہ نے اسکی پچھلی گردن پہ اپنا ہاتھ

رکھتے اسکے نچلے ہونٹ کو بری طرح سے سک کرتے اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا۔۔ ایزل شاہ نے کپکپاتے ہوئے اسکی شرٹ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کی تھی۔۔

کاظم شاہ نے اب اسکے لبوں کو چھوڑتے ہوئے مزید جھک کے اسکی ٹھوری کو شدت سے چوما۔۔ کاظم شاہ نے اسکی ٹانگوں کے گرد اپنا ہاتھ لپیٹتے ہوئے اسے مکمل طور پہ اوپر کی طرف اٹھایا تھا۔۔ اور پھر وہ اسکے بھیگے لبوں کو دیکھتا ایک بار سے اپنی پوری شدت سے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں کی دسترس میں کے گیا۔۔ کاظم شاہ اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لپیٹتا اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتا_ اسے سختی سے خود میں بھینچتا اسکے لبوں کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔۔ کٹی چاہے کاظم شاہ کے جانے سے اداس تھی لیکن اسکی اس حرکت پہ وہ ہمیشہ کی طرح خود پہ قابو نہ پاتے ہوئے ایک جست میں میاؤں میاؤں کرتی اسکے کندھوں پہ چڑھی تھی جس پہ کاظم شاہ نے چڑتے ہوئے ایزل شاہ کی گردن پہ شدت سے اپنے دانت گاڑے تھے اور ساتھ کٹی کو اپنے کندھوں سے ہٹا کے نیچے میٹرس پہ پھینکا۔۔

کاظم شاہ اسکی گردن کی سائیڈ پہ لو بائٹ بناتا ایزل شاہ کو اسکی بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا جہاں پہلے سے اسکی شدتوں کے سرخ اور ہلکے نیلے نشان تھا۔۔ اسکی سسکیوں پہ کاظم شاہ نے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر سے اسکے ہونٹوں کو اپنی سخت قید میں لیا تھا، ایزل شاہ اپنی آنکھیں زور سے میچتی اسکے لبوں اور دانتوں کی شدتیں برداشت کر رہی تھی، وہ جب زیادہ جنونی ہو جاتا تو اپنے لبوں کے ساتھ ساتھ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے اپنے ساتھ اسے بھی پاگل کر دیتا۔۔ اسے ڈیپ کس کرتے ہوئے کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھیں اسکی ایک ایک حرکت کو سکین کر رہی تھیں۔۔ اسکے نڈھال ہوتے وجود کو دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ بند آنکھیں، بکھری ہوئی سانسیں، بھیگے سرخ ہونٹ، گردن پہ اپنی لو بائٹ کے نشان، اور اس پہ تضاد اسکے نشیب و فراز پہ سانسوں کا چلتا زیر بم دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کی گولڈن آنکھیں خمار آلود ہوئی تھیں۔۔ وہ یوں سرخ پڑتی اسے پاگل رر ہی تھی۔۔۔

صرف دس منٹ بچے ہیں۔۔۔۔۔ کاظم شاہ پھولی سانسوں کے درمیان اسکے کان میں مدھم سرگوشی سے بولا تھا، اسکی سرگوشی پہ ایزل شاہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

واقعی چلے جائیں گے ؟اس ہیرو کی طرح رکے گے نہیں ؟۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں پھر سے آنسو لئے بھرائی آواز میں بولتی کاظم شاہ کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑا گئی۔۔

میں کاظم شاہ ہوں کسی دوسرے کی کاپی کرنا میں نے خود پہ حرام کیا ہوا ہے !لیکن ہاں میں تمہاری اتنی ہمت پہ تمہیں اپنے طریقے سے خراج ضرور پیش کر سکتا ہوں۔۔کاظم شاہ گھمبیر تا میں بولتا اسکے بلیک کرتے کے اوپر سے بالکل اسی مقام پہ اپنے لب شدت سے رکھ گیا جس مقام پہ ایزل شاہ نے اسکے سینے پہ رکھے تھے۔۔۔ایزل شاہ کی سسکی پھر سے بے ساختہ تھی وہ سختی سے اپنی آنکھیں میچتی اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ گئی کیونکہ کاظم شاہ اب اسکے کرتے کے بٹن کھولتا اسکے گہرے گلے پہ جھک چکا تھا،وہ اسکے نشیب و فراز پہ اپنی ناک اور بئیرڈ سہلاتا اسکی کمر پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا،ایزل شاہ جو بار بار اپنی ٹانگیں اسکی کمر سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی اس نے ایک بار پھر سے اپنی کوشش دہرائی تھی لیکن کاظم شاہ اسکی اس کوشش کو پہلے کی طرح ناکام بناتا اسکی ٹانگیں کو مزید سختی سے اپنی پشت کے گرد لپیٹتا اپنا چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔۔وہ اب اپنی آنکھوں کو بند کئے اپنی آہوں کی آواز کو اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتے روک رہی تھی۔۔

پانچ منٹ۔۔۔کاظم شاہ نے اسے پھر سے ہوش دلاتے ہوش کی دنیا میں پٹکا تھا۔۔وہ اپنے جزبات کو لگام ڈالتا ایک ہاتھ سے اسکی کمر کو دبوچے دوسرے ہاتھ سے اسکے کرتے کے بٹن بند کرنے لگا۔۔

آپ کے جانے کے بعد سارے ماریں گے مجھے۔۔۔ایزل شاہ اسکی شرٹ کو کندھوں سے دبوچتی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے بولی تھی،لہجے میں ڈر واضح تھا۔۔وہ اسکے کالر کو نہیں پکڑتی تھی کیونکہ کاظم شاہ نے اسے ہمیشہ سے اپنے گریبان تک پہنچنے سے منع کیا تھا۔۔

فکر نہ کرو پاگل خانے نہیں چھوڑ کے جا رہا تمہیں!!۔۔کاظم شاہ اپنے لہجے کو لاپرواہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

کیا میری قربت آپ کو پگھلا نہیں سکی؟ سسکتے ہوئے پوچھا گیا۔۔

نہیں! میں ایک پتھر ہوں۔۔۔لاپرواہی سے جواب آیا تھا۔۔

نہ جائیں نا! ڈرامے میں تو ہیروئین اتنا رو رو کے بے ہوش ہو جاتی ہے اور دیکھیں میں کتنی ڈھیٹ ہوں دوپہر سے بھوکا رہ کے بھی مجھ پہ بے ہوشی تاری نہیں ہو رہی۔۔ میں جانتی ہوں میرے بے ہوش ہونے پہ آپ رک جاتے۔۔۔ ہیں نا؟۔۔۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے اسکے کندھے پہ اپنا سر ٹکائے بول رہی تھی۔۔

تم نے وعدہ کیا تھا ان تیس منٹوں کے بعد اپنی بات سے نہیں مکروں گی۔۔ کاظم شاہ نے اسکے گرد اپنا مضبوط حصار باندھتے ہوئے اسے اس کا وعدہ یاد کروایا تھا۔۔

غلطی سے ٹوٹ گیا منافق ہوں نا!!۔۔ سچے دل سے توبہ کر لوں گی اور تین روزے بھی رکھ لوں گی۔۔۔ آپ نا جائیں نا؟۔۔ وہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتی دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی۔۔

کھانا کھا لینا! اور کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا کیونکہ تم کاظم شاہ کی بیوی ہو اور ہمیشہ رہو گی۔۔۔ کاظم شاہ اس کا چہرہ زبردستی اپنی گردن سے باہر نکالتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا نرمی سے بولا تھا۔۔ نکاح کے بعد (اپنی ہوش میں) یہ اسکے ماتھے پہ کاظم شاہ کے ہونٹوں کی پہلی مہر تھی جس پہ ایزل شاہ کے رونے میں مزید سختی آئی تھی وہ اسکی گردن کے گرد زور سے اپنے بازو لپیٹتی بار بار نفی میں سر ہلائے اسے جانے سے منع کر رہی تھی۔۔

میرا یہاں سے چلے جانا بہتر اور ضروری ہے ورنہ عنقریب میں خود کو کوئی نقصان پہنچا لوں گا! سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ کاظم شاہ اسکے گال پہ اپنے ہونٹ رکھتا نرمی سے بولا تھا، وہ اپنی پشت کے گرد سے اسکی ٹانگیں ہٹا رہا تھا لیکن وہ مزید سختی سے اسکے ساتھ لپٹ گئی بالکل کسی معصوم بچی کی طرح۔۔۔

اگر آپ کے جانے کے بعد میں نے خود کو نقصان پہنچا لیا! اور میں خودکشی کر کے مر گئی تو؟۔۔۔ وہ سسکتے ہوئے اسے دھمکی لگا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکی دھمکی پہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا۔۔

تو اپنی ماں کو چھوڑ کے شاہ حویلی کے ایک ایک مکین کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا جن کی موجودگی میں تم خودکشی کرو اور وہ تمہیں بچا بھی نہ پائیں؟ تو ایسی کی تیسی ان سب کی!۔۔۔ کاظم شاہ اسکی دھمکی پہ اسکے کان کی لو کو دانتوں میں کے کے دباتا غرایا تھا۔۔

میرے پیار میں قتل کریں گے؟۔۔۔ وہ اسکے غرانے کی پروا کئے بغیر اسے کرید رہی تھی، سسکیاں ہنوز جاری تھیں۔۔

نہیں تو!! رنڈوا ہونے کے دکھ میں!!۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا اسکی سرخ پڑتی چھوٹی سی ناک اپنے لبوں میں دبا گیا۔۔

اچھا!!۔۔۔بس پانچ منٹ اور رک جائیں۔۔۔وہ اسکی گولڈن بیئر ڈپہ اپنے ہونٹ رکھتی بلند آواز میں روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

تم اپنا وقت لے چکی ہو۔۔۔مجھے ابھی مظہر شاہ کو سبق سکھانا ہے میری فلائٹ میں صرف تیس منٹ باقی ہیں!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے تفصیل سے جواب دیتا زبردستی اپنی گود سے اتارتا بیڈ پہ بٹھا گیا۔۔

شاہ جی!! آپ۔۔۔کو۔۔مجھ۔۔۔پہ۔۔ترس۔۔۔کیوں۔۔نہیں۔۔آ۔۔رہا؟؟وہ ہچکیوں سے روتی ہزیانی انداز میں چلائی۔۔

کسی نے مجھ پہ ترس کھایا تھا؟۔۔۔وہ زخمی لہجے میں جواب دیتا اپنی ہینڈ کیری کو گھسیٹتا ہوا بنا مڑے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ایزل شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھ کے بھاگتی ہوئی اسکی طرف بڑھی تھی،وہ اسکی پشت پہ سر رکھتی زور سے اسکے پیٹ کے گرد ہاتھ باندھ گئی۔۔

دور ہٹو!! مجھے سختی کرنے پہ مجبور مت کرو!!۔۔۔کاظم شاہ اب کی بار دھاڑا تھا۔۔وہ اسکی دھاڑ پہ لرزتی ہوئی اسکی پشت میں مزید اپنا سر گھسیر گئی۔۔

تمہارے آنسو میری شرٹ گندی کر رہے ہیں۔۔۔کاظم شاہ نے جان بوجھ کے لہجے کو سفاک بنایا تھا،ایزل شاہ کو اسکے اس جملے سے اس قدر تکلیف پہنچی کہ وہ خود بخود اسکی پشت سے اپنا سر ہٹاتی اس سے فاصلہ بنا گئی۔۔

ناپاک ہیں میرے آنسو؟!!۔۔۔وہ اپنے ہونٹ مڑور کے روتے ہوئے چلائی تھی،اسکے اس جملے نے بے حد اذیت پہنچائی تھی۔۔

بکواس نہیں کرو!۔۔۔تم کاظم شاہ کی پاک بیوی ہو۔۔۔تمہارا کردار پاک ہے!! تمہارے آنسو اس قدر پاک ہیں کہ میں انہیں ابھی شدت سے اپنے لبوں سے چننے کی تمنا رکھتا ہوں۔۔۔کاظم شاہ اسکے جملے پہ ایک جھٹکے سے مڑ کے اسکے دونوں بازوؤں کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے دھاڑا تھا،اپنا جملہ مکمل کرتے ہی وہ اسکے چہرے پہ جھکتا شدت سے اسکے آنسو پی گیا۔۔ایزل شاہ نے اس سے دور ہونے کی تگ و دو کی تھی لیکن وہ اسکے جسم کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے

چھوتا اسکی آنکھوں کو اپنے لبوں سے اچھی طرح سے خشک کرتا پیچھے ہوا تھا۔۔کاظم شاہ اسکے بازوؤں کو چھوڑ کے اپنی الماری کی طرف بڑھ تھا، الماری سے اپنی کالی اجرک نکالتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا پھر سے اس کے پاس آ کے کھڑا ہو تھا جو اسے حسرت سے دیکھتی جا رہی تھی۔۔

آیت الکرسی پڑھو اور اچھی بیویوں کی طرح اپنے شوہر کو کبھی واپس نہ آنے کے لئے رخصت کرو۔۔۔کاظم شاہ اسکے سر پہ اپنی اجرک اوڑھاتا سپاٹ انداز میں بولا تھا، ایزل شاہ جہاں اسکی اجرک اپنے سر پہ دیکھتی حیرانگی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی اسکے الفاظوں پہ وہ سسکتی ہوئی اپنا سر اسکے سینے پہ رکھ گئی۔۔۔

(میں جانتی ہوں آپ آئیں گے۔۔لیکن جب آپ آئیں گے تب تک یہ ایزل شاہ بہت بدل جائے گی۔)۔۔۔وہ سسکتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ،

ایزل شاہ نے اسکے سینے پہ اپنا سر رکھے درمیانی آواز میں روتے ہوئے آیت الکرسی پڑھی تھی، کاظم شاہ اپنی آنکھیں موند کے اسکے سر پہ اپنا سر ٹکاتا اسکی آیت الکرسی کی تلاوت سن رہا تھا جس میں وہ بار بار ہچکیوں کی وجہ سے اٹک رہی تھی۔۔

وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ۔

ایزل شاہ نے پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے آیت الکرسی کے آخری الفاظ بولتے ہوئے اسے مکمل کیا تھا۔کاظم شاہ نے دو گہرے سانس ہوا میں بھرتے اسکے بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھتے اپنا چہرہ اس سے دور کیا تھا۔۔

چلو اب پھونک مارو مجھے پہ۔۔۔وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے سپاٹ انداز سے بولا تھا، ایزل شاہ جو اب باقاعدہ رونے کی وجہ سے غوطے کھا رہی تھی اسکی بات سنتے ہی اس نے اسکے سر سے لے کے سینے تک پھونک مارتے اسکی شرٹ کے اوپری بٹن بند کئے تھے جو اس نے خود کھولے تھے۔۔جب وہ سارے بٹن بند کر چکی تو کاظم شاہ نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے بازوؤں سے نیچے اتارا تھا۔۔

میری بیوی کا خیال نہ رکھانا تم نے!! تو تمہاری دم کاٹ دوں گا جسے ہلا ہلا کے ناچتی پھرتی ہو۔۔۔کاظم شاہ اپنے پیروں میں بیٹھی اداس بلی کو دیکھ کے نیچے جھکا تھا، وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کے اس سفید کٹی کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اسکے کان میں سرگوشی کرتا اسے دھمکی دے رہا تھا جس پہ وہ شاید اسکی بات سمجھتی میاؤں میاؤں کرنے لگی۔۔

خبردار جو اس کے ساتھ رومانس کرنے کی کوشش بھی کی تو! ساری زندگی میکے بیٹھی رہو گی! تمہاری شادی نہیں کرواؤں گا! کنواری مر جاؤ گی پھر۔۔۔کاظم شاہ اسکی کٹی کا کان ہولے سے مڑورتے اسے سرگوشی نما آواز میں مزید دھمکیاں لگا رہا تھا، جس پہ وہ کبھی اداسی سے میاؤں میاؤں کرتی تو کبھی غصے سے۔۔۔

ہاں شادی کے نام پہ کیسے آگ لگی ہے میری بدمعاش، فسادن سوتن کو! مر جاؤ تم!۔۔۔کٹی کے غصے میں آنے پہ کاظم شاہ اسے مزید چڑانے کے لئے اسکے کان میں غصے بھری سرگوشی کرتا پھر سے میٹرس پہ بٹھا گیا۔۔کاظم شاہ کی سرگوشی کی آواز بہت کم تھی جو صرف کٹی ہی سن سکتی تھی۔۔

اچھی (پیاری) لگ رہی ہو میری اجرک میں!۔۔۔کاظم شاہ زمین سے کھڑا ہوتا ایزل شاہ کے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے نرمی سے گلے سے لگا گیا، ایزل شاہ نے اب کی بار اسکے گرد ہاتھ نہیں باندھے تھت۔۔اگر وہ اسے اچھی لگ رہی تھی تو کیوں جا رہا تھا وہ؟ وہ سمندر کی طرح اپنی نیلی آنکھوں سے آنسو بہاتی سوچ رہی تھی۔۔

بہت لیٹ کروا چکی ہو مجھے۔۔۔ابھی تو مجھے اصل شیروں (زوریز شاہ اور ارزم شاہ) سے نپٹنا تھا۔۔وہ گہری سانس بھر کے بولتا اسے خود سے الگ کر گیا۔۔

فی امان اللہ!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے ہاتھ بڑھا کے اس کے آنسو صاف کرتا اسکے لبوں کو زور سے چوم کے اسے فی امان اللہ بولتا رکا بالکل نہیں تھا، وہ تیزی سے اپنے کمرے سے نکلتا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکے جاتے ہی ایزل شاہ ساکت ہوتی زمین پہ بیٹھی تھی۔۔کٹی نے اسکی گود میں بیٹھتے ہوئے اسکے ہاتھوں پہ اپنا چہرہ رگڑتے اسے ہوش دلانی چاہی تھی جو دروازے کو خاموشی سے دیکھے جا رہی تھی، اب تو اسکے آنسو بھی خشک ہو چکے تھے۔۔

میاؤں۔۔۔کٹی اسکے ہاتھ چاٹتی بلند آوازیں نکال رہی تھی جس پہ ایزل شاہ ہوش میں آتی اپنی کٹی کو اپنے بازوؤں میں بھرتی بچوں کی طرح ایڑھیاں رگڑتے ہوئے دھاڑیں مار مار کے رونا شروع کر چکی تھی۔۔

حال:

ایزل شاہ رات کے اس پہر کاظم شاہ کی اسی روز والی کالی اجرک سے خود کو ڈھانپے_ ٹیرس پہ کھڑی_ بے آواز روتے ہوئے اس دن کا ایک ایک پل یاد کر رہی تھی، کتنا روکا تھا اس نے اسے! لیکن وہ نہیں رکا تھا کیونکہ اسے نہیں رکنا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 39

محبت؟۔۔۔احان شاہ نے اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے لفظ محبت دہرایا۔۔گلالئ صرف ہاں میں سر ہلاتی اسکا جواب سننے کو بے تاب تھی۔۔

ہاں محبت ہے تم سے!۔۔مطلب تم میری شریکِ حیات ہو اور مجھے اچھی لگتی ہو۔۔۔۔احان شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اسے ریلکس انداز میں جواب دیا تھا۔۔

صرف اچھے لگنے میں اور محبت میں بہت فرق ہوتا ہے! آپ کو کیسی محبت ہے مجھ سے؟۔۔اسکی ڈھیلی پڑتی گرفت پہ وہ اس سے اپنا آپ چھڑوا کے پیسنجر سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے اس سے استفسار کر رہی تھی، ساتھ ہی ہاتھ پیچھے لے جا کے اپنی سرخ میکسی کی زپ بند کی تھی۔۔احان شاہ نے بے حد ضبط سے اسے خود سے دور ہوتے دیکھا تھا، اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا اسکا خود سے یوں دور ہونا۔۔۔!

تمہیں کیسی محبت ہے مجھ سے؟ احان شاہ نے الٹا اس سوال کر ڈالا۔۔

پہلے سوال میں نے پوچھا ہے آپ سے! وہ مضبوط لہجے میں بولی۔۔

مجھے ایسی ہی محبت ہے جیسی ہر شوہر کو اسکی بیوی سے ہوتی ہے! کیا تمہیں میرے ہر انداز میں محبت محسوس نہیں ہوتی؟ احان شاہ جیسے سوچ سوچ کے بول رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔اسے کس طرح سے جواب دے ۔۔۔احان شاہ کے مطابق ایسی محبت اور الفت والی باتیں صرف زوریز شاہ ہی کر سکتا تھا۔۔احان شاہ کہنے کو تو بہت موویز دیکھتا تھا لیکن اسے آج تک اپنی فیلنگز کا اظہار کرنا ٹھیک سے نہیں آیا تھا۔۔

نہیں! مجھے آپ کے ہر انداز سے صرف یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو میرے علاوہ باقی سب سے محبت ہے۔۔۔وہ اسکی ہری آنکھوں میں اپنی کرسٹل گرے آنکھیں گاڑتی سنجیدگی سے بول رہی تھی۔۔

ایسا نہیں ہے گل! تم میرے لئے بہت خاص ہو۔۔۔احان شاہ نے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھامتے اسے صفائی دی تھی۔

اچھا؟اتنی خاص ہوں آپ کے لئے؟؟اسی لئے پورا ہفتہ آپ نے ہویلی سے باہر گزارا ہے؟اتنی محبت تھی آپکو مجھ سے! کہ کسی اور کی غلطی کی سزا آپ اپنی شریک حیات سے دور رہ کے اپنی ہی محبت کو دے رہے تھے؟اور محبت تو اتنی تھی کہ آتے ہی ماتھا چومنے کی بجائے اپنا غصہ اتارنا زیادہ ضروری لگا؟اپنی محبت کو اسکی اوقات دلانا زیادہ ضروری لگا؟اپنی محبت کو جھوٹی کا لقب دینا زیادہ ضروری لگا؟۔۔۔کیا یہ ہے آپکی محبت؟کیا اتنی خاص ہوں میں آپ کے لئے؟۔۔۔گلالئی اپنی آنکھوں میں آنسو لئے بھرائی آواز میں غرائی تھی!۔۔احان شاہ اسکی باتوں پہ لاجواب ہوتا اپنی ہری آنکھوں کو پھیلائے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔وہ اپنے غصے کی وجہ سے گلالئی کو بہت ہرٹ کر چکا تھا،اسکا اندازہ اسے اسکی باتوں سے ہو رہا تھا۔

گل! میری بات سنو۔۔پہلی بات میں ان سات دن تم سے دور اس لئے رہا کیونکہ مجھے اپنی بہن پہ بے شمار غصہ تھا۔۔یعنی اتنا غصہ جس کی کوئی حد نہ ہو۔۔اور شاید تم ابھی میرے غصے کو ٹھیک سے جانتی نہیں ہو۔۔مجھے غصہ کسی اور پہ ہوتا ہے لیکن نکل کسی دوسرے پہ جاتا ہے۔۔اب تم خود سوچو اگر میں اپنا شدید غصہ تم پہ اتار دیتا تو تم کتنا ہرٹ ہو جاتی؟آئی پرامس صرف یہی وجہ تھی تم سے دوری بنانے کی،ورنہ قسم سے ان سات دنوں میں مجھے جتنی یاد تمہاری آئی ہے شاید ہی کسی کی آئی ہو! دوسری بات۔۔تمہارا ماتھا کیوں نہیں چوما؟تو خود سوچو اگر میں اپنی شرٹ اتار کے لڑکیوں کے ہجوم میں جاؤں گا؟تو کیا تم مجھے داد دینے کے لئے میرے سینے سے آ کے لگو گی؟نہیں نا؟؟بالکل اسی طرح تمہیں بے پردہ دیکھ کے میرا خون ہول اٹھا تھا کوئی تمہیں دیکھے تو دیکھے بھی کیوں؟تم سید احان شاہ کی بیوی ہو کسی ایرے غیرے کی نہیں!۔۔تیسری اور آخری بات؟آتے ہی تمہیں تمہاری اوقات یاد دلائی؟تو میری جان اپنا جواب یاد ہے؟کیا تم نے میرا پورا پورا مقابلہ نہیں کیا؟مانتا ہوں میں غصے میں بہت کچھ غلط بول چکا ہوں کیونکہ غصہ بھی تو اپنے خاص لوگوں پہ اتارا جاتا ہے نا؟تمہیں اپنا سمجھ کے تم پہ غصہ اتار لیا! تم میرے لئے بہت خاص ہو گل۔۔

پلیز ان سب فضول باتوں کو اپنے دماغ سے نکال دو۔۔ احان شاہ اسکے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھتا اسے بے حد نرمی سے سمجھا رہا تھا۔۔

آپ نے کتنی آسانی سے بول دیا غصہ اپنے خاص لوگوں پہ اتارا جاتا ہے! اور میں آپ کے لئے خاص ہوں اسی لئے آپ نے مجھ پہ اپنا غصہ اتار دیا؟ غصے اور بیزاری میں فرق ہوتا ہے۔۔ آپ کے وہ الفاظ ہنوز میرے دل و دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونج رہے ہیں میں چاہ کے بھی ان سے نجات نہیں حاصل کر پا رہی۔۔۔ گلالئ اسکے مضبوط ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑواتی روتے ہوئے بولی تھی۔۔

کیا تمہیں میری باتوں پہ یقین نہیں آ رہا؟ بتاؤ مجھے کیا چاہتی ہو؟ کس طرح سے تمہیں اپنی محبت کا یقین دلاؤں؟ احان شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے قریب کھینچتا دھاڑا تھا۔۔ اس کا بلا فضول کا رونا دھونا غصہ دلا رہا تھا احان کو۔۔

آپ کو مجھ سے محبت کب ہوئی تھی؟ وہ اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے اس سے نیا سوال کر بیٹھی۔۔

جب میں نے تمہارے وجود سے چادر اتاری تھی شاید!!۔۔۔ احان شاہ نے نا سمجھی سے جواب دیا تھا۔۔ اور وہ سچ بول رہا تھا۔۔ اسکے جواب پہ گلالئ کرنٹ کھا کے اس سے دور ہوئی تھی، اس نے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں حیرانگی لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکے یوں دور ہونے پہ احان شاہ نے بے حد ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔

مطلب آپکو مجھ سے نہیں میرے جسم سے محبت ہوئی تھی؟۔۔۔ گلالئ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں تحیر کئے گویا ہوئی۔۔

ہاں! تو اس میں اتنی حیرانگی والی کیا بات ہے؟ جسم بھی تو تمہارا ہی تھا نا اور تم میرے نکاح میں تھی! تو کیوں نہ ہوتی مجھے تمہارے جسم سے محبت؟۔۔۔ وہ نارمل انداز میں یوں بولا جیسے اسکی عقل پہ افسوس کر رہا ہو۔۔

آپ۔۔۔ نہیں۔۔۔ کچھ۔۔ نہیں۔۔ مجھے۔۔۔ ہویلی۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔ گلالئ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے کیا جواب دے اسی لئے وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط کر کے بولتی اس سے اپنا رخ موڑ چکی تھی۔۔

تم اس طرح سے کیوں ریکٹ کر رہی ہو؟ میں تمہیں سمجھ نہیں پا رہا۔۔ احان شاہ پھر سے اسکا بازو تھام کے اسے اپنے قریب کرتا نا سمجھی سے استفسار کر رہا تھا۔ اس کا خود سے یوں دور ہونے کا غصہ اپنا جگہ لیکن اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں آنسو دیکھ کے تکلیف ہو رہی تھی اسے۔۔

آپ کیوں ہمیشہ میرا دل توڑتے ہیں؟ محبت تو روح سے ہوتی ہے لیکن آپ نے مجھے تکلیف دینے کے لئے میری روح کی بجائے میرے جسم سے محبت کی! جانتے ہیں جسم سے محبت کرنے والے کو ہوس پرست۔۔۔ ابھی گلالئ چیختے ہوئے اپنی بات مکمل کرتی جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شٹ اپ!!! بکواس بند کرو وپنی۔۔ کب سے تمہیں نرمی سے ٹریٹ کر رہا ہوں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کچھ بھی بکواس کرتی جاؤ تم!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجا تھا، گلالئ اسکی گرجدار آواز پہ لرزتے دل سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

مجھے محبت کی تعریف نہیں آتی! میں نے آج تک محبت پہ کوئی آرٹیکل نہیں پڑھا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تمہارے جسم سے محبت ہے!! میری محبت کی ابتدا تمہارے جسم سے ہوئی تھی تو اب انتہا بھی تمہارے جسم پہ ہو گی گلالئ احان شاہ۔۔ احان شاہ اسکے کان کے پاس اپنے لب رکھتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔

میں نے اپنی زندگی میں ہزاروں فلمیں دیکھی ہیں لیکن آج تک کوئی ایسی فلم نہیں دیکھی جس میں شوہر صرف بیوی کی روح سے محبت کی مالا جھپتا رہے اور جسم کو دور دور سے دیکھ کے صبر شکر کرے۔۔۔ تقریباً ہر فلم میں ہر میاں بیوی اپنی سہاگ رات یعنی گولڈن نائٹ مناتا ہے اپنی بیوی کی روح میں اترنے کے لئے! اور روح کہاں پہ ہوتی ہے؟؟ بولو جواب دو مجھے!! احان شاہ اسکے بازوؤں کو جھنجھوڑتے ہوئے حلق کے بل چیخا تھا لیکن گلالئ جواباً خاموش رہی۔۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ کیسا جواب سننا چاہ رہا ہے!

بولو روح کہاں پہ ہوتی ہے؟ چلو اس بات کو بھی چھوڑو مجھے یہ بتاؤ پہلی نظر کا پیار کسی کہتے ہیں؟؟ احان شاہ نے سپاٹ انداز میں برہمی سے استفسار کیا۔۔ گلالئ ہنوز خاموش رہی۔۔

دنیا میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن لوگوں کو پہلی نظر کی محبت ہوتی ہے۔۔ اب پہلی نظر میں کیا دیکھا جا سکتا ہے۔ چہرہ، چہرے میں آنکھ، کان، ناک، ہونٹ، گال یا پھر بال اور اتنا کچھ ایک ہی لمحے میں شرافت کی نظر یا وہ جسے جائز کہا گیا دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایک وہ نظر ہے جو چپکنے کی اتنی صلاحیت رکھتی ہے کہ ایلفی اپنی کم زوری پہ شرمندہ ہونے لگتی ہے۔ یہ وہ نظر ہے جو چہرہ نہیں چہرے کی بناوٹ، ہونٹوں کی گلابیت اور ان میں موجود رس کی مقدار، آنکھوں کی رنگت اور ان میں موجود پانی کی گہرائی، گردن کی گولائی، بالوں میں ناچتی راتوں اور ان کی سلکیت، جسم کی

اترایاں اور چڑھایاں چڑھتی سانسوں، ذہن میں اندازے لگاتی سوچوں، غرضیکہ یہ نظر تب تک اپنی محبت کے معیار کی کان کنی کرتی رہتی ہے کہ جب تک کپڑوں کی اندرونی تہہ اس کا راستہ نہ روک لے۔ تو یہاں سے ہوتی ہے محبت کی ابتدا کہ جس میں اتنا وقت اور محنت صرف کرنے کے باوجود روح سے ملاقات ہی نصیب نہیں ہوتی۔۔ اب اس کے بعد کیا ہوتا ہے جانتی ہو؟

اس کے بعد سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ شارٹ کٹ کر کے بتاؤں تو فون پہ بات اور اس کے بعد نکاح !

اب کچھ روح سے محبت کے دیوانے سادہ ہوتے ہیں، یہ صبر کرتے ہیں کہ دو گواہ اور دو بول پڑھانے والا باقاعدہ اجازت نامے کے ساتھ اسے محبت کا حق دیں۔ انھیں لگتا ہے کہ شاید یہ دو گواہوں والا کاغذ اسے روح تک پہنچنے میں مدد دے گا لیکن اس کی یہ غلط فہمی شادی کی پہلی رات یعنی سہاگ رات دور کر دیتی ہے۔ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ روح تک کا یہ سفر جسم کی گھاٹیاں، ڈھلوانیں، کھائیوں، تنگ و تاریک راہوں کی کٹھنائیوں سے اٹا پڑا ہے۔ روح تک پہنچنے کے لیے اسے پہلے جسم کے دشوار گزار جنگل بیلوں اور دلدلوں کو کامیابی سے پار کرنا پڑے گا۔۔

جسم کی خواہش میں روح کی ملاوٹ کر کے ہم منافقت کیوں کرتے ہیں۔ ہمیں وقتی غرض کے لیے محبت نام کی سیڑھی کیوں استعمال کرنا پڑتی ہے۔ ہم یہ مان کیوں نہیں لیتے کہ یہ انسان کی ضرورت ہے۔ اسے مختلف نام دے دینے سے یہ حقیقت یہ ضرورت نہیں بدلتی۔ ہم اسے پیار، انس، لگاؤ، عادت محبت کچھ بھی کہیں آخر ہماری تان جسم پہ ہی آ کے ٹوٹتی ہے۔ ایک ہی ضرورت کی تکمیل کے مختلف نام ہیں۔

لوگ ان سے بھی محبت کرتے کہ جنھیں ان کی جسمانی کم زوریوں نے معاشرے سے کاٹ کے انھیں گلی گلی ناچنے اور بھیک مانگنے پہ مجبور کیا، وہ جو عورت یا مرد پیدا ہوئے مگر چند قدرتی ناچاریوں نے نہ انھیں مکمل عورت رہنے دیا نہ مرد بلکہ معاشرے نے انہیں بڑے فخر سے "تیسری مخلوق" کہہ کر ان کی جنس کی تضحیک کی اور اگر کئی کئی سال کے رشتے آخر اس ایک ضرورت کی تکمیل نہ ہونے کے باعث ٹوٹتے ہیں تو تم مانتی کیوں نہیں ہو کہ جسم ہی حقیقت ہے۔ محبت جسم کی ضرورت کی تکمیل کا رستہ ہے۔ جس سے پوری ہو وہی محبوب ہے۔ اگر روح کا کوئی دخل اس میں ہوتا تو محبت کے کسی بھی مرحلے میں ہماری روح سے ملاقات ضرور ہوتی۔ پہلی نظر کی ابتدا سے آخری نظر کے انجام تک سب جسم ہی تو ہے۔ محبت کیا نکلی؟ ابتدائے جسم سے انتہائے جسم تک۔۔۔ اب بولو؟ بتاؤ مجھے روح کہاں ہوتی ہے؟؟ احان

شاہ کب سے حلق کے بل چیختا ہوا ایک ایک لفظ پہ زور دے کے بولتا گلالئ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اسکے منہ سے نکلا "ہوس پرست" کا لفظ احان شاہ کے دل میں آگ لگا چکا تھا۔۔ احان شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے محسوس ہو رہا تھا، اسکا پورا وجود اس وقت چھنگاڑیوں کی زد میں تھا۔۔

)رائٹر: احان شاہ نے محبت کے لئے جو جملے استعمال کئے ہیں! وہ تمام الفاظ میرے نہیں ہیں۔۔ میں نے اپنے الفاظوں میں ایک مصنف کے الفاظوں کی ملاوٹ کی ہے۔۔۔ بہت سالوں پہلے میں نے ایک کتاب سے کچھ صفحے پڑے تھے جن میں سے کچھ لائنز میں نے اپنی ڈائری پہ نوٹ کی تھی۔۔ یہ لائنز کسی مصنف کی تھی لیکن مجھے ان کا نام یاد نہیں آرہا، اس لئے یہاں مینشن نہیں کیا!!(:

وہ اپنی باتوں سے گلالئ کو لاجواب کر چکا تھا۔۔ اسے احان شاہ سے اس قدر تفصیلی جواب کی توقع نہیں تھی۔۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے احان شاہ کی سرخی چھائی ہری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔ وہ بھول چکی تھی وہ اس سے کوئی سوال کر رہا ہے۔۔ وہ تو صرف اسکے الفاظوں کے سحر میں جکڑتی اسے دیکھے جا رہی تھی۔۔

مجھے جواب دو گلالئ شاہ روح کہاں پہ ہوتی ہے؟؟ اور کیا جسم سے محبت کرنے والے کو ہوس پرست کہا جاتا ہے؟؟

احان شاہ اس قدر قوت سے چیخا تھا کہ گلالئ بے ساختہ سہمتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

جسم۔۔۔ میں۔۔۔ ہوتی۔۔۔ ہے۔۔۔ روح۔۔۔ وہ سرخ پڑتی نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔

اب بتاؤ کہ احان شاہ نے تمہارے جسم سے محبت کر کے ایسا کیا گناہ کیا ہے جس پہ تم اتنا رونا دھونا ڈالتی اسے ہوس پرست کا نام دے رہی تھی؟؟ ہوس پرست تو احان شاہ اس وقت ہوتا جب دن رات تمہیں کمرے میں بند کر کے تمہاری ایک بھی سنے بغیر تمہارے جسم سے کھیلتا رہتا۔۔ تمہاری تکلیف اور درد کا خیال کئے بغیر تمہارے وجود کو ادھیڑ کے رکھ دیتا۔۔ تب ہوتا احان شاہ ہوس پرست۔۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی سید احان شاہ کے لئے ہوس پرست کا لفظ استعمال بھی کرنے کی؟؟ آخر تم کب سمجھو گی سید احان شاہ؟؟؟ احان شاہ اسکے بازوؤں کو اسکی کمر کی طرف موڑ کے دھاڑتا ہوا اسکی گردن پہ اپنی پوری شدت سے جھکا تھا۔۔ وہ اب غصے میں اسکی تکلیف کی پروا کئے بغیر اسے ایک ہوس پرست انسان کی ذرا سی جھلک دیکھا رہا تھا، بالکل ذرا سی!! وہ اسکی شفاف گردن پہ اس قدر زور سے اپنے دانت گاڑے ہوئے تھا کہ گلالئ اسکے حصار میں مچل کے رہ گئی۔۔ گلالئ نے روتے ہوئے احان شاہ کی سیاہ قمیض

کو کندھوں سے دبوچا تھا۔۔ احان شاہ جو غصے سے اسکی گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑے ہوئے تھا اسکی سسکیوں اور آہوں پہ وہ تیزی سے اس سے دور ہوا تھا۔۔

ابھی تو تمہیں اپنی ہوس پرستی کی ذرا سی جھلک بھی نہیں دیکھائی اور تمہاری سسکیاں عروج پہ ہیں۔۔ اگر جو احان شاہ تمہیں اصل ہوس پرستی کا مطلب سمجھائے گا تو تمہارا کیا بنے گا بیوقوف پٹھانی؟ احان شاہ اسکی گردن پہ بنے اپنے دانتوں کے نشان پہ نرمی سے انگلی پھیرتا گھمبیر تا میں بولا تھا۔۔ گلالئ نے ہچکی بھرتے ہوئے شکوہ کناں نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

جانتی ہو ناسید احان شاہ کتنا انا پرست ہے؟ اگر میں چاہتا تو تمہاری باتوں کو اپنی انا کا مسئلہ بناتے ہوئے تم پہ ٹوٹ پڑتا بالکل کسی ریپسٹ کی طرح۔۔۔ لیکن تم بیوی ہو! میرا وکٹم نہیں ہو۔۔۔ تم سید احان شاہ کی شریک حیات ہو تم انت الحیات ہو۔۔۔ تمہارا مقام بہت اونچا ہے۔۔ سید احان شاہ تو تمہیں سختی سے چھونے سے بھی ڈرتا ہے اور تم ہوس پرستی کی بات کرتی ہو یار؟؟ جانتی ہو ابھی تمہاری گردن پہ تکلیف دیتے ہوئے مجھے تم سے زیادہ تکلیف محسوس ہوئی ہے۔۔۔ غصے کا تیز ہوں ہوس پرست نہیں ہوں۔۔۔ احان شاہ اسکی گردن کے زخم پہ اب مرحم کے طور پہ نرمی سے اپنے لب رکھتا ایک ایک لفظ بے حد جنونی انداز میں بول رہا تھا۔۔ گلالئ کو اسکی اتنی جنونی باتوں سے ڈر لگ رہا تھا۔۔ وہ اپنے جملوں سے ہر کسی کی زبان بند کروانے کا فن رکھتا تھا۔۔ گلالئ جو کچھ دیر پہلے محبت کی ٹیچر بنی ہوئی تھی اس کے جملوں کو سننے کے بعد وہ اسے اگلا سبق پڑھانا تو جیسے بھول ہی چکی تھی۔۔

مجھے لگ رہا ہے اب تمہاری روح میں اترنا ضروری ہو چکا ہے!! کیونکہ میں جانتا ہوں میرا بیوی کو مجھ سے مزید دوری برداشت نہیں ہے۔۔۔ احان شاہ اسکی آنکھوں کا ڈر پڑھتا اب اپنے لہجے کو شوخ بناتے ہوئے اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا گیا۔۔ وہ اسکے نرم حصار کو محسوس کرتی اسکے سینے پہ زور زور سے مکے برساتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔ وہ اسے اپنی باتوں سے ڈرانے کے بعد اب کیسے یوں ریلکس انداز میں چھیڑ رہا تھا۔۔ وہ ایسے ہی کرتا تھا پہلے غصہ اتار کے بعد میں نرمی برتتا تھا!

اچھا غصہ نہیں کرو یار!! میں اپنے جملے کو درست کر لیتا ہوں۔۔۔ تمہاری روح میں اترنا اب اس لئے ضروری ہو چکا ہے کیونکہ سید احان شاہ کو اب اپنی پٹھانی سے مزید دوری برداشت نہیں ہے۔۔ کچھ بیوقوف ہو تم لیکن میں تمہیں

ایک رات میں سیدھا کر دوں گا جاناں!!۔۔۔ احان شاہ اسکے چہرے پہ اپنی گھنی بیرڈ رگڑتا خمار آلود آواز میں بولا تھا۔۔ گلالئ سرخ پڑتی مزید اس میں چھپی تھی۔۔ وہ اب اسے مکے مارنے کی بجائے معصومیت سے اسکی قمیض کو سینے سے مٹھیوں میں جکڑتی اسکے کھلے گریبان میں اپنا چہرہ چھپا رہی تھی جس پہ احان شاہ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔۔

احان شاہ بہت جلد تمہارے جسم پہ اپنی محبت کی انتہاء کرے گی!!۔۔۔ اور اس قدر کرے گا کہ گلالئ احان شاہ اسکی محبت کی بارش میں بھیگتی کسی اور جہان میں پہنچ جائے گی۔۔ سید احان شاہ تمہاری روپ سے ملاپ کرتا اپنے ہر عمل سے تمہیں بتائے گا کہ کتنی محبت ہے اسے تم سے!! احان شاہ اسکے کان میں پیار بھری سرگوشیاں کرتا اس کے جبڑے کو نرمی سے اپنی گرفت میں لیتا اسکے ہونٹوں پہ اپنے نرم گرم لب رکھ چکا تھا۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو بے حد پیار اور نرمی سے چومتا اسے سرخ گلاب بننے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ قوس قزح کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اچانک سے اسکے ہونٹوں کو اپنی پوری قوت سے اپنی گرفت میں لیا تھا۔۔ وہ اسکے نازک ہونٹوں کو اپنے عنابی لبوں میں جکڑتا اب تقریباً انہیں کھا رہا تھا جس پہ وہ شرم سے اپنی آنکھیں میچتی جا رہی تھی۔۔

باقی کا رومانس ہویلی جا کے یہی سے کانٹیو کریں گے بے بی! تاکہ تمہارا کوئی گلا شکوہ اور میری تشنگی باقی نہ رہ جائے۔۔۔

اسکے لبوں کو آزادی بخشنے کے بعد احان شاہ بارہا اسکے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوتا گھمبیر آواز میں بولتا اسے آنکھ ونک کر چکا تھا۔۔ وہ شرم سے دوہری پڑتی پھر سے اسکے سینے میں چھپی تھی۔۔ وہ شیرنی سے معصوم پٹھانی کے روپ میں واپس آ چکی تھی۔۔ ساری ضد جیسے کہیں دور جا سوئی تھی۔۔ احان شاہ نے مسکرا کے اسکے گرد اپنا حصار بناتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تھی۔۔

میں ناراض ہوں آپ سے۔۔۔ گلالئ اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتی مدھم آواز میں شکوے سے بول رہی تھی جس پہ احان شاہ نے اپنا آبیبرو اچکا کے گاڑی کی رفتار بڑھاتے اسکی کمر پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیرا تھا۔۔

سید احان شاہ تمہیں مایوس کئے بغیر بہت اچھے طریقے سے منائے گا بے بی!! احان شاہ جھک کے اسکے ہونٹوں کا ایک بار پھر سے شدت بھرا بوسا لیتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ سڑک اس وقت بالکل خالی تھی، اسی لئے وہ بنا کسی ایکسیڈنٹ کے ڈر سے اپنی ہمسفر کے ساتھ رومانس بھی جاری رکھے ہوئے تھا۔۔ گلالئ نے اسکی بے باک بات سے بے

حد سرخ پڑتے اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن وہ اسے مزید خود میں بھینچتا وقفے وقفے سے جھک کے اس کے کان میں سرگوشیاں کرتا رہتا۔۔

بیچ راستے میں آ کے احان شاہ کو جیسے محسوس ہوا تھا کہ ایک گاڑی کافی دیر سے اسکی گاڑی کا پیچھا کر رہی تھی۔ احان شاہ نے ایک نظر اپنے سینے پہ سر رکھ کے سوئی گلالئی کو دیکھتے ہوئے ڈیش بورڈ پہ پڑا اپنا فون اٹھایا تھا۔۔

اکبر خان! مجھے ہویلی پہنچنے تک اپنے پیچھے چلتی سفید بی ایم ڈبلیو کا نمبر اور اس میں بیٹھے ہر شخص کا مکمل بائیوڈیٹا چاہیئے۔۔

احان شاہ سپاٹ انداز میں اسے حکم دیتا فون بند کر کے پھر سے ڈیش بورڈ پہ پھینک چکا تھا۔۔ اکبر خان اور اسکے تمام گارڈز کی گاڑیاں اس سے کچھ ہی فاصلے پہ تھیں۔۔ ڈرائیورز دتاج اماں کو پوری حفاظت سے دوسری گاڑی میں لا رہے تھے۔۔

احان شاہ نے اپنی گاڑی کی رفتار کچھ کم کرتے جھک کے اپنی سیٹ کے نیچے سے بندوق نکالی تھی۔۔ بندوق سے میگزین نکالتے ہوئے احان شاہ نے اس میں گولیاں چیک کی تھیں۔۔ میگزین میں دو گولیاں کم تھیں۔۔ احان شاہ نے واپس سے میگزین کو بندوق میں ڈالتے ہوئے اپنی گاڑی کی رفتار پھر سے بڑھائی تھی۔۔ وہ خفا ظتی طور پہ اپنی بندوق نکال کے سامنے ڈیش بورڈ پہ رکھتا وقفے وقفے سے اپنی پٹھانی کی طرف بھی متوجہ ہو رہا تھا جو شاید نہیں یقیناً اس لمبے سفر سے کافی تھک چکی تھی۔۔ اسی لئے معصومیت سے اسکے سینے میں چھپ کے سوتی احان شاہ کے صبر کا امتحان کے رہی تھی۔۔ اسکی چھوٹی چھوٹی سانسیں اپنے کھلے گریبان پہ محسوس کرتا وہ خود کے جذبات پہ کافی مشکل سے لگام ڈالے ہوئے تھا۔۔

یونقلی میجر!!!!!!!!! میرال شاہ مافیہ سے تعلق رکھنے والے اس پٹھان کو پہچانتی ہوئی اپنی پوری قوت سے غصے سے غرائی تھی۔۔ میجر خان جو اس وقت اپنی جان توڑ کوششوں کے بعد بالآخر باس کے خاص بندے کی گردن دبوچنے والا تھا، میرال شاہ کی بلند آواز پہ وہ بے ساختہ اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔ اسکے میرال کی طرف متوجہ ہونے کی دیر تھی جب اسکی ڈھیلی پڑتی گرفت کی وجہ سے وہ خاص بندہ اس سے اپنا آپ چھڑوا کے پھرتی سے اس ریسٹورنٹ سے بھاگا تھا۔۔ میجر خان سٹل ہوتے ہوئے میرال شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ بھول چکا تھا وہ یہاں کسی کو پکڑنے آیا تھا، اور وہ

خاص بندہ اسکی گرفت سے آزاد ہو کے بھاگ چکا ہے، میجر خان کو اس وقت میر ال شاہ کے علاوہ جیسے کسی کا ہوش نہیں رہا تھا، میر ال شاہ اسے غصے سے نجانے کون کون سے القابات سے نواز رہی تھی لیکن مجال ہے جو میجر خان کے کان پہ جوں تک رینگی ہو۔۔ میجر خان اس وقت پہلی بار کسی لڑکی کو یوں محو ہو کے دیکھ رہا تھا، وہ میکسی میں لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی کہ وہ اسے یوں دیکھنے پہ خود بخود مجبور ہوا تھا۔۔ میجر خان اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے دنیا کی پہلی اور آخری لڑکی دیکھ رہا ہو۔۔

Are u crazy, U stupid Pathan!!

میر ال شاہ اسکے قریب آتی اپنے ہاتھ میں پکڑی چھری کو اسکی جیکٹ پہ رکھتی اپنی پوری قوت سے چیخی تھی۔ میجر خان کو ہوش اسکے چیخنے پہ آیا تھا۔۔

لعنت پہ خان! داور ° هم راته؟

(لعنت ہے خان تجھ پہ! یہ بھی دن آنا تھا؟) میجر خان نے پشتو میں بربراتے ہوئے خود پہ لعنت بھیجی تھی جسکی نظروں نے آج پہلی بار کسی لڑکی کا ایکسرے کیا تھا!۔۔

ایک تو تم نے میرا کیک گرا دیا! اوپر سے مجھ پہ لعنت بھیجتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آ رہی؟ تم۔۔ تم۔۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرا برتھڈے خراب کرنے کی نقلی میجر!!!۔۔۔ میر ال شاہ اسکی بربراہٹ کا الٹا سیدھا مطلب نکالتی اسکے باڈی بلڈر سینے پہ چھری کا دباؤ بڑھاتی ہوئی پھر سے چیخی تھی، میجر خان اسکے ریکشن پہ اپنی نیلی آنکھوں میں حیرانگی لئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، ارد گرد کے بہت سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔۔ میجر خان اسی دن والی فل بلیک ڈریسنگ میں ملبوس تھا فرق صرف اتنا تھا آج وہ اپنے چہرے کو بلیک ماسک سے چھپائے ہوئے تھا، لیکن پھر بھی میر ال شاہ اسے پہچان چکی تھی۔۔

ہیے میک اپ کی دکان! ہٹو میرے راستے سے!۔۔۔ میجر خان اسکے ہاتھ میں پکڑی چھری کا دباؤ اپنے سینے پہ محسوس کرتا میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ وہ کیسے دیدہ دلیری سے اسے اس چھری سے ڈرانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی؟ اسکی اسی بیوقوفی کی وجہ وہ بندہ اسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا جسے وہ کتنے دنوں سے پکڑنے کی کوششوں میں ہلکان ہو رہا تھا۔۔

کیوں ہٹو؟ تم نے میری برتھڈے کا کیک برباد کیا ہے نا؟ اب میں تمہارے سینے پہ اس چھری کو پھیرتے ہوئے اپنی برتھڈے سیلبریٹ کروں گی بالکل الگ انداز میں! کیونکہ تم نے میر ال شاہ سے ٹکر لے کے اچھا نہیں کیا! میر ال شاہ اسکے منہ سے خود کے لئے میک اپ کی دکان جیسا لفظ سنتی جلتے دل سے دھاڑی تھی۔۔ میر ال کی ساری دوستیں اسے کام ڈاؤن کرنے کی کوشش کر رہی تھیں، لیکن وہ تو اس نقلی میجر کو دیکھ کے اپنے آپے سے باہر ہو رہی تھی۔۔۔

")اوووتو میڈیم کو میر ال شاہ کہتے ہیں؟"۔۔ میجر خان نے اپنا آئی تو اچکاتے ہوئے دل میں سوچا(

اچھا! چلو پھیرو چھری۔۔۔۔ اسکی فضول بھڑکوں پہ میجر خان اپنی پی کیپ کو درست کر کے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا اچانک سے چہک کے بولا تھا جیسے اسکا مذاق اڑا رہا ہو۔۔

می۔۔ میں۔۔ سچ۔۔۔ میں۔۔۔ تمہارا۔۔۔ سینہ کاٹ ڈالوں گی۔۔۔ میر ال شاہ اسکے اتنے کانفیڈنس پہ پہلے تو حیرانگی کی کیفیت میں بول رہی تھی لیکن پھر اسے ڈرانے کے لئے وہ اچانک سے اپنا لہجہ سخت بناتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں پھیرو نا چھری! آئی ایم ویٹنگ۔۔۔ ویسے اتنا پسند آگیا ہے میرا سینہ اس کٹے ہوئے بالوں والی کبوتری کو؟۔۔۔ میجر خان اسکے باب کٹ بالوں کا مذاق اڑاتا استہزایا مسکرا کے بولا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ میر ال شاہ کا پارہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا۔۔ میر ال شاہ نے چھری کی نوک کا دباؤ اسکے سینے پہ مزید بڑھایا تھا۔۔

یو پاگل جنگلی پٹھان۔۔۔ آئی ول کل یو رائٹ ناؤ۔۔۔!!۔۔ میر ال شاہ غصے سے پاگل ہوتی غرائی۔۔

اس وقت تو پاگل بھی تم ہی لگ رہی ہو اور جنگلی بھی خیر سے " پاپا کی پری" ہی لگ رہی ہے۔۔۔ ویسے اس دن کیسا دیا تھا میں نے؟ میجر خان اسے آنکھ ونک کرتا اس دن کا حوالہ دیتے ہوئے اب جان بوجھ کے ستا رہا تھا۔۔ اسکا جلا کڑھا انداز نا جانے کیوں اسکے دل کو بھا رہا تھا۔۔

تم ہو گے پاپا کے پرے!! تمہارا پورا خاندان پاپا کا پرا!! تم نقلی میجر تمہارا خاندان نقلی، جنگلی، اور وحشی!!۔۔۔۔

میر ال شاہ بدتمیزی سے غرائی تھی۔۔ میجر خان جو کب سے اسکی باتوں کو مذاق کے طور پہ انجوائے کر رہا تھا اسکے منہ سے اپنے خاندان کے لئے اتنے فضول القابات سنتے ہوئے اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔

بکواس بند کرو اپنی اور راستہ چھوڑو میرا!!۔۔۔ میجر خان بے حد ضبط سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

تمہیں لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے؟ تمہاری ماں نے کیسی گھٹیا تربیت کی۔۔۔ ابھی میر ال شاہ غصے سے چیختی اپنے الفاظ مکمل کرتی جب میجر خان کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ میر ال شاہ کے گلابی گال کی زینت بنا تھا۔۔ میر ال شاہ جو اس وقت ہائی ہیلز پہنے ہوئے تھی، میجر خان کے تھپڑ کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ بے ساختہ لڑکھڑاتی ہوئی زمین پہ گری تھی۔۔

مائینڈ یور لینگویج!! خبردار جو تم نے میری ماں کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان سے مزید نکالا تو! زبان حلق سے کھینچ کے تمہاری گردن کے گرد لپیٹ دوں گا!!۔۔ میجر خان اس پہ ذرا سا جھک کے اپنی پوری قوت سے حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔ ریسٹورنٹ کا ماحول اچانک سے گرم ہوا تھا۔۔ بارہ سے اوپر کا وقت تھا۔۔ اس وقت ریسٹورنٹ میں اکا دکا ہی لوگ تھے جو حیرانگی سے آنکھیں پھاڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ میر ال شاہ کی دوستیں جو کب سے میر ال کو خاموش کروانے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں اسے زمین پہ گرتے دیکھ کے انہوں نے جلدی سے اسے زمین سے اٹھایا تھا۔۔ میر ال شاہ سہمتے ہوئے میجر خان کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ میر ال شاہ کی بھوری آنکھوں سے بے ساختہ موٹے موٹے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ اسکے گلابی گال پہ میجر خان کے ہاتھ کی انگلیوں کا چھپا نشان بالکل واضح تھا۔۔ میر ال شاہ کا گال اس وقت بے حد سرخ ہو چکا تھا۔۔ وہ اپنی آنکھوں سے آنسو رگڑ کے صاف کرتی ٹیبل سے گاڑی کی چابی اور اپنا بیگ پکڑتے ہوئے تیزی سے ریسٹورنٹ سے نکلی تھی۔۔ میجر خان جو اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو دیکھ کے اپنا ہاتھ اٹھانے والی حرکت پہ خود کو کوس رہا تھا، اسے یوں باہر کی طرف بھاگنے والے انداز میں جاتے دیکھ کے اس نے اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے دبایا تھا۔۔ میجر خان یہاں کھڑے ہر شخص کو اگنور کرتا اپنی پی کیپ درست کرتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ میر ال شاہ کی دوستیں ہکا بکا ہوتی ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میجر خان ابھی باہر آیا ہی تھا جب میر ال شاہ کی گاڑی فراٹے مارتی ہوئی اسکے بالکل قریب سے گزری تھی۔۔ میجر خان نوٹ کر چکا تھا وہ گاڑی چلاتے ہوئے کافی زور سے رو رہی تھی۔۔

افف۔۔۔یہ کیا کیا میں نے؟؟میجر خان اپنی گاڑی کے بونٹ پہ زور سے اپنا ہاتھ مارتا غصے سے خود سے مخاطب ہوا تھا۔۔اس نے کبھی کسی عورت پہ ہاتھ اٹھانا تو دور ذرا سی بد تمیزی بھی نہیں کی تھی، لیکن میر ال شاہ کے الفاظ اسے ہاتھ اٹھانے پہ مجبور کر چکے تھے۔۔وہ حد سے زیادہ بد تمیز تھی۔۔

اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا جب زوریز شاہ حویلی میں داخل ہوا تھا۔وہ اس وقت سفید شکن زدہ شلوار قمیض میں ملبوس اپنی ہری آنکھوں میں بلا کی سنجیدگی لئے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جب کچن سے آتی کھٹ پٹ کی آوازوں پہ اس کے قدم رکے تھے۔۔زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔کچن میں داخل ہوتے ہی اسکی نظروں کا مرکز اسکی شاہزادی بنی تھی جو رات کے اس وقت اپنے نائٹ سوٹ میں ملبوس بغیر جوتی اور گرم شال کے کھڑی اپنی کافی بنانے میں مصروف تھی۔۔۔زوریز شاہ جو پچھلے ہفتے سے بے حد سنجیدہ اور کچھ اداس سا تھا، رات کے اس پہر اپنی منکوحہ کو دیکھ کے اسے جیسے ہوش ہی آج آئی تھی۔۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ اپنے کام میں کافی مصروف رہا تھا جس کی وجہ سے مرحا کو اکثر اوقات تو ڈرائیور کے ساتھ ہاسپٹل جانا پڑا تھا، اس ہفتے میں ایک دو دن جو وہ زوریز شاہ کے ساتھ گئی بھی تھی تو وہ زیادہ تر فون کال پہ مصروف دھیمی آواز میں نا جانے کیا کیا باتیں کرتا رہتا تھا، وہ زیادہ تر کوڈورڈز میں بات کرتا تھا جو مرحا شاہ کے سر کے اوپر سے گزرتی تھیں، جب وہ اتنے دن اس سے فراموش رہا تھا تو مرحا شاہ نے بھی اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ صرف اسکا اینڈ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کتنی دیر اپنی شاہزادی سے فراموش رہ سکتا ہے؟۔۔زوریز شاہ جانتا تھا وہ اپنی نظر اندازی پہ شاید نہیں یقیناً اس سے ناراض تھی۔۔زوریز شاہ دبے پاؤں چلتا ہوا اسکے بالکل پیچھے آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔وہ اس محضوض خوشبو محسوس کر چکی تھی، لیکن وہ ہنوز مڑے بغیر اپنی کافی پھینٹنے میں مصروف رہی۔۔اسکے سنہری بالوں کے میسی جوڑے کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دبایا تھا، زوریز شاہ اگلے ہی پل اسکے سنہری بالوں کو کیچر سے آزاد کرواتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے پیروں پہ کھڑا کر چکا تھا کیونکہ وہ ننگے پاؤں تھی اور زمین کافی ٹھنڈی تھی یقیناً۔۔مرحا شاہ نے اسکی طرف مڑے بنا شدید مزاحمت شروع کی تھی لیکن وہ اسکی مزاحمت کا اثر لئے بنا اسکے پیٹ پہ اپنے دونوں ہاتھ باندھتا اس کے سنہری بالوں پہ اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔

اس وقت اتنے بے پروا لباس میں یہاں کیوں کھڑی ہو؟۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے نائٹ سوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سختی سے استفسار کیا تھا۔۔اسکے نائٹ سوٹ کی شرٹ کافی شارٹ تھی۔۔وہ اسے جواب دیئے بنا خاموش کھڑی رہی۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟اور اتنی سردی میں بنا چپل کے اس ٹھنڈی زمین پہ کیوں کھڑی ہو؟زوریز شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار مضبوط کرتا اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دباتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔لہجے میں بے حد فکر مندی تھی۔۔

Scene to be countined

مجھے لکھتے لکھتے کافی وقت ہو چکا ہے۔۔اسی لئے ان کے آدھے سین پہ اینڈ کر رہی ہوں۔۔اگلی قسط یہی سے شروع کی جائے گی! شکریہ۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط40

میری مرضی۔۔۔مرحاشاہ مصروف انداز میں جواب دیتی پھر سے اس سے دور ہونا چاہ رہی تھی لیکن زوریز شاہ اچانک سے اسکی شارٹ شرٹ کے اندر ہاتھ ڈالتا اسکے پیٹ کو بے باکی سے چھوتا مرحاشاہ کو سانس روکنے پہ مجبور کر گیا۔۔

وجہ پوچھی ہے یہاں کھڑے ہونے کی!۔۔۔زوریز شاہ نے گھمبیر آواز میں اپنی بات پہ زور دیا تھا۔۔

نظر نہیں آرہا کافی بنا رہی ہوں؟۔۔۔وہ جواباً دبی دبی آواز میں غرائی۔۔

نہیں تمہارے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا۔۔زوریز شاہ بوجھل گھمبیر آواز میں بولتا اب اپنے ہاتھ اسکے پیٹ سے اوپر کی طرف لے جا رہا تھا جب مرحاشاہ نے ہولے سے اسکے ہاتھ پہ چیت لگائی تھی۔وہ سرخ پڑھ رہی تھی اسکے ہاتھوں کی بے باک حرکتوں پہ۔۔۔

میں تجھ کو بوسا بھی دوں گا تو گردن پہ

میری جان میں تیری کمزوریوں سے کھیلوں گا

زوریز شاہ اچانک سے اسے اپنی طرف گھما کے بوجھل خمار آلود آواز میں بولتا اسکی گردن پہ شدت سے جھکا تھا۔۔ اسکے یوں اچانک سے اپنی طرف موڑنے پہ وہ زور سے اسکے کسرتی سینے سے ٹکرائی تھی۔۔ وہ اسکے پیروں سے اترنے کی شدید مزاحمت کرتی اسکے چوڑے سینے پہ اپنے مکے جڑ رہی تھی لیکن زوریز شاہ اسکی مزاحمت کو کسی خاطر میں نہ لاتا اسکی گردن پہ اپنے دانتوں کا ہلکا سا دباؤ ڈالتا_ اپنے ہاتھ اسکی کمر سے اوپر کی طرف بڑھاتی اسکی کمر پہ موجود سٹریپ میں الجھا چکا تھا۔۔ مرحاشاہ اسکی اتنی بے باک حرکت پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکی سفید قمیض کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں بھینچ چکی تھی جس پہ زوریز شاہ فتح مندی سے مسکراتا اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھا کے اسکی سنہری آنکھوں میں دیکھنے لگا۔۔۔

ناراض ہو؟۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکے سنہری بالوں کی لٹ میں اپنی انگلی سلجھاتے پیار سے استفسار کیا تھا۔۔ ایک ہاتھ ہنوز اسکی سٹریپ میں الجھا ہوا تھا۔۔۔

تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟۔۔۔ وہ شکوے سے بولتی پھر سے اس سے دور ہونا چاہ رہی تھی لیکن زوریز شاہ کے انگریزی کے اگلے بے باک الفاظوں کو سنتے اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔

Try this once more than I swear your inner will be no more on your beautiful body

زوریز شاہ اسے بار بار مزاحمت کرتے دیکھ کے دھمکی دینے والے انداز میں بولتا اسکی سٹریپ میں اب باقاعدہ اپنی انگلیوں کو بری طرح سے الجھا رہا تھا جس پہ مرحاشاہ اسکے انتہائی بے باک انداز پہ چھپنے کے لئے کوئی جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔۔ اسکے الفاظوں پہ اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ اس کی دھمکی پہ اپنی مزاحمت بالکل ترک کر چکی تھی۔۔

تمہاری ناراضگی سے فرق پڑھتا ہے تو اسی لئے تمہیں منانے کے لئے یہاں ہوں۔۔ یقین مانو مجھے جتنا غصہ تمہارے یوں اس طرح کچن میں بے پروا لباس میں کھڑے ہونے پہ آرہا تھا، اس سارے غصے پہ میری محبت غالب آچکی ہے۔۔۔ زوریز شاہ اسکے سراپے پہ اپنی گہری نظریں گاڑتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ اسے واقعی ہی اسکا کچن میں اتنے شارٹ سے نائٹ سوٹ میں کھڑے ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔۔

رات کے اس وقت سب اپنے اپنے کمروں میں ہیں اسی لئے میں ایسے ہی یہاں آ گئی۔۔۔وہ نروٹھے پن سے اپنا منہ موڑتے ہوئے اسے جواب دے رہی تھی۔۔

سب کمرے میں ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے وہ کمرے سے نہیں نکل سکتے! آئیندہ خیال رکھنا ڈارلنگ! اور آج کے بعد تمہیں یوں ننگے پاؤں نہ دیکھوں۔۔اگر سردی لگ گئی تو؟احان شاہ اسے اٹھا کے سلیب پہ بٹھاتا نرمی سے بولا تھا۔۔وہ اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھے اسکے سرخ پڑتے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔۔

تو کیا ہو گا؟زیادہ سے زیادہ بیمار پر جاؤں گی؟۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھ کے ناراضی سے بولی تھی۔۔

ہاں اور اس کے بعد جانتی ہو زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا؟میں تمہیں اپنے طریقے سے ٹھیک کروں گا بے بی! ڈاکٹر ہو اتنا تو جانتی ہو گی کہ اگر کسی کی بیوی کو سردی لگ جائے تو شوہر کیسے گرم آئی مین ٹھیک۔۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ اپنی ہنسی دباتا مزید بے باک ہوتا اس کے ہوش اڑاتا جب مرحا شاہ نے جلدی سے اسکے عنابی ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔

آئی ایم سوری میں اس ایک ہفتے میں تمہیں وقت نہیں دے پایا! کیونکہ میں لالہ کے جانے کی وجہ سے بہت ڈسٹرب تھا اور کچھ کام کی مصروفیت تھی۔۔۔زوریز شاہ اسکے کندھوں پہ اپنی کہنیاں ٹکا کے اسکے کان میں سرگوشی کرتا بے حد پیار سے اس سے معذرت کر رہا تھا۔۔

ہاں تمہارے لئے میرے علاوہ تمام رشتے اور تمام کام ضروری ہیں!! یہ میں جانتی ہوں بتانے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔وہ اپنی سنہری آنکھوں میں نمی لئے شکوے سے بولی۔۔

زیادہ ڈرامہ کوئین بننے کی ضرورت نہیں ہے! اور میری ایک بات سنو صبح کوئی ہاسپٹل نہیں جا رہی تم! ہم کل کا پورا دن ساتھ گزاریں گے۔۔۔زوریز شاہ اسکی آنکھوں پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا اسے پیار سے ڈپٹ رہا تھا۔۔

یہ وعدہ تم نے ایک ہفتہ پہلے کیا تھا! وہ سوں سوں کرتی اسے اسکا پرانا وعدہ یاد کروا رہی تھی۔۔

تم جانتی ہو ہویلی کے حالات ہی ایسے ہو گئے تھے میری شاہزادی۔۔سوری بول تو رہا ہوں آئیندہ سے ایسا نہیں ہو گا پرامس!۔۔۔زوریز شاہ اسکے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا اسے یقین دکا رہا تھا وہ آئیندہ سے اسے نظر انداز نہیں کرے گا۔۔

آخری دفعہ معاف کر رہی ہوں۔۔۔وہ نروٹھے پن سے اپنی انگلی اٹھا کے اسے وارننگ دے رہی تھی۔۔

اچھاااااا؟؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسکی انگلی کو پیار سے اپنے دانتوں میں دباتا اچھا کو لمبا کرتے ہوئے گویا ہوا۔۔۔

ہاں ں ں ں س!!! وہ بھی اسی کے انداز میں ہاں کو لمبا کرتے ہوئے بولی۔۔

کھانا کھایا؟۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوتے پیار سے استفسار کیا تھا۔۔

تم نے اتنے دنوں سے مجھے کس نہیں کیا تھا۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکے لب اپنے ماتھے پہ محسوس کرتی شکوے سے بولی تھی۔۔کتنا مس کیا تھا اس نے اسکی اس جسارت کو۔۔

ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا!! ۔۔۔زوریز شاہ اسکی بات کا کوئی اور ہی مطلب نکالتا شوخ لہجے میں بولتا اسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اپنی پوری شدت سے اسکے لبوں پہ جھکتا مرحاشاہ کو ایک پل میں بھوکھلا کے رکھ چکا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسکا ساتھ دیا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے گلے کے گرد بازوؤں کا ہار پہنائے_ نرمی سے ایک دوسرے کے لبوں کو چھوتے کسی اور جہان میں پہنچتے_ اپنی آنکھیں موند چکے تھے۔۔دونوں آج کتنے دنوں بعد ایک دوسرے کی قربت پا کے بے حد سکون محسوس کر رہے تھے یہ سوچے بغیر کہ کل ایک نیا طوفان ان کی زندگی کو بے سکون کرنے کے لئے ان کا منتظر ہے!

میجر خان اس وقت اپنے بڑے سے حال نما کمرے کے ڈریسنگ مرر کے سامنے موجود تھا۔۔وہ اس وقت شرٹ لیس کھڑا اپنے دودھیا سفید سینے کی کٹ لائن پہ انگلی پھیر رہا تھا جس پہ میرال شاہ نے اس ڈرانے کے لئے چھری رکھی تھی۔۔وہ انجانے میں اسکے سینے پہ چھری کا دباؤ بڑھاتی اسے زخم دے چکی تھی جس پہ میجر خان نے اس وقت لب بھینچتے ہوئے اپنے درد پہ قابو پایا تھا۔۔وہ اس وقت بلیک جیکٹ کے نیچے بلیک ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا اسی لئے خون کی ننھی ننھی بوندیں اسکی سیاہ شرٹ پہ واضح نہیں ہوئی تھیں۔۔میجر خان جب سے گھر آیا تھا وہ لاشعوری طور پہ اسے سوچ رہا تھا۔وہ اسکی سالگرہ والے روز اس پہ ہاتھ اٹھا چکا تھا؟ میجر خان کو یاد تھا جب وہ کیک کاٹ رہی تھی تو اسکے چہرے پہ ایک بڑی سی مسکراہٹ تھی، پھر جب اسکا کیک دھڑم بھرم ہوا تو اسکی جگہ حیرانگی نے لے لی، پھر میجر خان سے الجھتے وقت اسکے خوبصورت چہرے پہ غصے کے تاثرات تھے اور پھر جب میجر خان کے بھاری ہاتھ نے اسکے گال پہ اپنی چھاپ چھوڑی تو اس کی بھوری آنکھوں میں ڈھیروں آنسو جمع ہو گئے تھے۔۔اسکے آنسو یاد کرتے ہوئے میجر

خان نے اپنے سینے کے چھوٹے سے زخم پہ زور سے اپنی انگلی کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔ اسکی انگلی کے دباؤ کی وجہ سے اسکے زخم سے اب باقاعدہ خون رس رہا تھا۔۔

پہ بھار کۀ ھغہ د میک اپ پلور ;ې ته لا°ه، ھغه دیو°ن ه بلکۀ دوه وھلو مستحقه وه. زه وا°د د°په ا°ه خپل وخت ضایع کوم؟)بھار میں جائے وہ میک اپ کی دکان، وہ ایک نہیں دو تھپڑوں کے لائق تھی۔۔ میں بھلا اسے سوچ کے اپنا وقت کیوں برباد کر رہا ہوں؟(

میجر خان بلند آواز میں خود سے مخاطب ہوتا لاپرواہی سے اپنے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ بیڈ پہ تقریباً چھلانگ لگانے والے انداز میں اوندھے منہ گرا تھا۔۔ آج کافی دنوں بعد اسے سونے کے لئے بیڈ نصیب ہوا تھا لیکن وہ کٹے بالوں والی کبوتری بار بار اسکے خیالوں میں آتی اسے بے حد بے چین کر رہی تھی۔۔ وہ اپنی آنکھیں بند کرتا تو ساڑھی میں ملبوس میرال شاہ اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اسکی نظروں کے سامنے آ کے کھڑی ہو جاتی! میجر خان اس وقت خود کو کسی مجرم سے کم نہیں سمجھ رہا تھا۔۔

ھو، ;ې ر وېته منل شو°ده! اوس °ه غوا°°؟ °ن°ه کولای شوچی خپل °ان ته یو کرچ واخلي؟

)ہاں مان لیا ہو گئی غلطی! اب کیا چاہتے ہو؟ ہتھکڑی لگالوں خود کو؟(

میجر خان اپنے دل کے مقام پہ زور سے مکا مارتا اپنے دل کو ڈپٹ رہا تھا جو بار بار میرال شاہ کی سائیڈ لیتا اسے بے چین کر رہا تھا۔۔ میجر خان کا انداز بالکل کسی بچے کی طرح کیوٹ سا تھا، جیسے کوئی بچہ غلطی کر کے خود کو ملامت کر رہا ہو۔۔

گل!! ۔۔۔ حویلی پہنچتے ہی احان شاہ نے اپنے سینے میں چھپ کے سوتی گلالئی کا گال ہولے سے تھپک کے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کافی گہری نیند میں سو رہی تھی۔۔ احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اسکے پھولے گال کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے سہلایا تھا۔۔ اس نے راستے میں اسے بتایا تھا وہ اس سے ناراض ہے لیکن جب شوہر کے منانے کی باری آئی تو میڈیم ہر چیز بھار میں جھونک کے سکون سے اسکے سینے سے لپٹی سو رہی تھی۔۔ احان شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے جھک کے اسکے گال پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

آئی ایم سوری فار ایوری سنگل ورڈ ٹو ہرٹ مائے پٹھانی (مجھے ہر اس لفظ کے لئے معاف کر دو جس سے میری پٹھانی کو تکلیف ہوئی)۔۔۔ احان شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے کان کی لوں نرمی سے چوم گیا۔ وہ انجانے میں اسے اپنے الفاظوں سے تکلیف دے جاتا تھا اور پھر بعد میں جی بھر کے پچھتاتا تھا۔۔ آج وہ اس سرخ فراک میں جتنی حسین لگ رہی تھی احان شاہ کے ارادے تو کچھ اور ہی تھے لیکن اسکی پٹھانی اسکے ارادوں پہ پانی پھیر کے سکون سے اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔۔ احان شاہ نے ہاتھ بڑھا کے اسکی میرون چادر اٹھاتے ہوئے اسکے سر پہ اوڑھی تھی۔۔

منع کیا تھا نا تمہیں یہ پرانی گھسی پٹی چادریں لینے سے؟ لیکن نہیں تم تو ڈھیٹ احان شاہ کی ڈھیٹ پٹھانی ہو! احان شاہ اسے گھور کے دیکھتا سلگتے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

رب نے بنائی جوڑی۔۔۔۔ اک پاگل سید زادہ تے اک ڈکیٹ پٹھانی!!

احان شاہ نا جانے کس مشہور ڈائیلاگ کی ٹانگ کھینچتا گہری سانس بھر کے بولتا اب اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک رگڑ رہا تھا۔۔

تم پٹھان لوگ اتنے پیارے کیوں ہوتے ہو؟۔۔۔ احان شاہ اسکے لب ہولے سے چوم کے سرگوشی نما آواز میں استفسار کرتا ساتھ ہی گلالئ کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا اور ٹھاکی آواز سے گاڑی کا دروازہ بند کیا جس پہ گلالئ ہلکا سا کسمسائی لیکن پھر سے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا کے گہری نیند میں چلی گئی۔۔۔ گلالئ کی نیند اتنی پکی نہیں تھی، اسے اتنے سکون سے گہری نیند میں سوتے دیکھ کے احان شاہ حیران ضرور ہوا تھا لیکن پھر کندھے اچکا کے اپنی سیاہ قمیض کے کھلے بٹن بند کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔

احان شاہ لاؤنج میں داخل ہوتا اب سیڑھیوں کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب نیچے کی طرف آتے ارزم شاہ کو دیکھ کے اس نے اپنا نچلہ لب دبایا تھا، وہ اسکے کسی ٹانٹ کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس نے اس پہ کوئی ٹانٹ نہیں مارا تھا وہ اسے ایک نظر دیکھ کے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا بے حد سنجیدگی سے اس کے پاس سے گزرتا اب باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ احان شاہ اسکی اتنی خاموشی پہ حیران ہوا تھا، احان شاہ پورے ہفتے بعد حویلی آیا تھا لیکن وہ اس سے سلام دعا کئے

بغیر اسے نظر انداز کرتا آگے کی طرف بڑھ چکا تھا اور اس پہ تضاد اسکی بانہوں میں گلالئی کو دیکھ کے بھی اس نے اس دن کی طرح اسکی رن مریدی پہ کوئی ٹانٹ نہیں مارا تھا؟

چھوٹے شاہ!!۔۔۔ احان شاہ نے اسے بلند آواز میں پکارا تھا جو اپنے فون میں مصروف سنجیدگی سے ناک کی سیدھ میں چل رہا تھا۔۔ اسکی پکار پہ ارزم شاہ نے صرف اپنے قدم روکے تھے، مڑ کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

کہاں جا رہے ہو اس وقت؟۔۔۔ احان شاہ نے سختی سے پوچھا تھا کیونکہ رات کافی ہو چکی تھی۔۔

لالہ کے فارم ہاؤس!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے کافی ضبط سے جواب دیا تھا، ورنہ اس وقت اسکا احان شاہ سے بات کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔۔ ارزم شاہ کے جواب پہ احان شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں میں دبایا تھا۔۔

کیوں جا رہے ہو؟ احان شاہ نے وجہ پوچھی۔۔

سکون حاصل کرنے!۔۔۔۔ ارزم شاہ اسے جواب دے کے وہاں بالکل نہیں رکا تھا بلکہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔۔ ارزم شاہ تو چلا گیا تھا لیکن احان شاہ سٹل وہی پہ کھڑا کسی ٹرانس کی کیفیت میں لاؤنج کے دروازے کی طرف دیکھتا گہری سوچ میں ڈوب چکا تھا۔۔

ایک ہفتہ پہلے!!

کاظم شاہ اپنے مضبوط ہاتھ سے ہینڈ کیری تھامے تیزی سے سیڑھیاں اترتا لاؤنج میں بیٹھے ہر شخص کو نظر انداز کرتا باہر کی طرف بڑھ ہی رہا تھا جب عادل شاہ کی آواز پہ اسے قدم رکے تھے۔۔

شاہ! ت۔ تم۔۔ کہا۔ کہاں۔۔ جا۔۔ رہے۔۔ ہو؟ عادل شاہ نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں استفسار کیا تھا۔۔ کاظم شاہ کے ہاتھ میں ہینڈ کیری دیکھ کے تمام ہویلی کے مکین اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔۔ ارزم شاہ اور زوریز شاہ کے علاوہ لاؤنج میں ابھی بھی ہویلی کے تمام مکین موجود تھے۔۔

جہاں بہت پہلے چلے جانا چاہئے تھا!۔۔۔ کاظم شاہ سنجیدگی سے جواب دیتا اپنی ماں کی طرف بڑھا تھا جو اپنی جگہ پہ سٹل کھڑی کاظم شاہ کو دیکھ رہی تھی۔

کیا مطلب؟؟۔۔۔اب کی بار کسی کے بولنے سے پہلے احان شاہ نے بلند آواز میں سوال کیا تھا لیکن کاظم شاہ اسے جواب دینے کی بجائے اپنی ماں کے ماتھے کو چومتا ان کی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرنے میں مصروف تھا۔۔

کہاں جا رہے ہو تم؟ کیوں مجھے اس عمر میں اپنی جدائی کی سزا دینا چاہتے ہو؟۔۔۔زہرہ شاہ جیسے جان چکی تھیں وہ ان سب کو اپنی جدائی کی مار مارنے والا ہے۔۔اسی لئے وہ اسکے سینے سے لگی روتے ہوئے بولی تھیں۔۔

اپنے شوہر سے پوچھیں! انہیں لگا تھا یہ مجھے پراپرٹی اور بنک بیلنس سے آوٹ کریں گے تو کاظم شاہ سڑک پہ آجائے گا! لیکن آپکی انفارمیشن کے لئے عرض ہے کہ آپکی چنی گئی جگہ پہ اپنے پیسوں کی ٹکٹ کروا کے جا رہا ہوں۔۔کسی بڑے ملک میں بھی جا سکتا ہوں بلکہ وہاں جا کے ایک اچھا بنگلہ، گاڑی بھی خرید سکتا ہوں۔۔لیکن چونکہ یہ جگہ میرے باپ نے مجھے ہویلی سے آوٹ کرنے کے لئے چنی تھی تو میں کیونکر آپکی نافرمانی کروں!! رائٹ؟ وہاں جا کے اپنے پیسوں کا بنگلہ خریدوں گا، گاڑی بھی خرید لوں گا اور سب سے بڑی بات آپکے کہے کے مطابق بزنس سٹارٹ کرنا نہیں بھولوں گا کیونکہ کاظم شاہ کے بنک اکاونٹس میں اپنا کمایا گیا اتنا پیسا ضرور ہے کہ وہ تو کیا اسکی سات نسلیں بھی بیٹھ کے سکون سے کھا سکیں!! آپ کو آپکا پیسا مبارک ہو مسٹر دریاب عادل شاہ!!۔۔کاظم شاہ اپنے باپ کی طرف دیکھ کے ایک ایک لفظ چبا کے بولا تھا۔۔کاظم شاہ کے الفاظوں پہ سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔وہ کہاں جا رہا تھا؟ اور کیا دریاب شاہ کے کہنے پہ جا رہا تھا؟ لیکن کیوں؟ دریاب شاہ کے علاوہ ان جوابات سے سب ناواقف تھے۔۔۔سب کو اپنی طرف متوجہ ہو کے دریاب شاہ نے نظریں چرائی تھیں۔۔

تم یہاں سے کہیں نہیں جا رہے!!۔۔احان شاہ اسکے بیگ کو اپنی پوری قوت سے ٹانگ مارتا دھاڑا تھا۔۔کاظم شاہ کے جانے کا سن کے اسکا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔

تمہاری اجازت کون مانگ رہا ہے؟۔۔۔کاظم شاہ نے ریلکس انداز میں اپنا آئیبرو آچکا کے استفسار کیا تھا۔۔

دیکھ! میری بات سن! اس دن جو کچھ بھی ہوا۔۔۔ابھی احان شاہ اسکے بازو کو اپنی گرفت میں لے کے اپنے مقابل کرتا اپنی بات مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے دھاڑتے ہوئے اس سے اپنا بازو چھڑوایا تھا۔۔

اس دن جو بھی ہوا تھا بالکل ٹھیک ہوا تھا! مجھے میرے اپنوں نے اپنا اصل روپ دیکھایا تھا جو میں چاہ کے بھی نہیں بھول سکتا! ہاتھ مت لگا مجھے۔۔۔کاظم شاہ اپنی لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑتا اس سے فاصلے پہ کھڑا ہوا تھا۔۔

کاظم ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن! دیکھ تو جانتا ہے نا مجھے غصہ جلدی آجاتا ہے۔۔ کتنا کمینا غصہ ہے میرا۔۔ تو تو میری ہر عادت سے واقف ہے کہ میں غصے میں کتنی بکواس کرتا ہوں۔۔ مجھ سے قسم لے لے اس دن جو بھی ہمارے درمیان ہوا میں اسکے بعد ایک دن بھی سکون سے نہیں رہ پایا۔۔ میں اس دن سے اتنا الجھا ہوا ہوں کہ چاہ کے بھی کچھ نہیں سلجھا پا رہا۔۔ ایک طرف تو تھا تو دوسری طرف میری سگی اٹھارہ سالہ بہن تھی یار۔۔ نہیں کر!!۔۔۔ احان شاہ اسکے گلے کے گرد اپنے ہاتھوں کا مضبوط حصار باندھتا اسے اپنی صفائیاں دے رہا تھا جس پہ کاظم شاہ ہنوز بے حس بنا اپنی سیاہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔۔

اب چھوڑ کے جا رہا ہوں نا تیرے پاس تیری اٹھارہ سالہ بہن اور کاظم دریاب شاہ کی بیوی! تو رکھو سب مل کے اس کا خیال مجھے کسی بھی شکایت کا موقع نہیں چاہیئے۔۔ دور ہٹ مجھ سے۔۔۔ کاظم شاہ اپنی جیب سے ہاتھ نکال کے اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرتا غرایا تھا لیکن احان شاہ ڈھیٹوں کی طرح اسکے گرد اپنا حصار مضبوط کرتا اسکے کندھے میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔

آئی ایم سوری!! اینڈ رئیلی ویری سوری۔۔۔ احان شاہ اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پاتا بھاری آواز میں اس سے معافی مانگ رہا تھا۔۔

"And I hate this fu**ing word "sorry

کاظم شاہ اسکی معافی کو کسی خاطر میں نا لاتا حلق کے بل چیخا تھا۔۔ ساتھ ہی اسے پھر سے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن احان شاہ کی گرفت اس کے گرد بے حد مضبوط تھی۔۔ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔

جو بولے گا وہ کروں گا پکا! ! تجھے میری سپورٹس کار پسند ہے نا؟ وہ تیری!! اور تجھے میری وہ بلیک ریسٹ واچ بھی کتنی پسند تھی جو میں نے تجھے چڑانے کی خاطر نہیں دی تھی، وہ بھی تیری! اور تجھے میری سفید بالوں والی گھوڑی بھی پسند تھی نا جسے میں نے تجھے کبھی ہاتھ نہیں لگانے دیا وہ بھی تیری!! اور تجھے۔۔۔ ابھی احان شاہ اسے بچوں کی طرح اپنی چیزوں کا مزید لالچ دیتا جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

میں ان سب چیزوں سے بہت آگے نکل آیا ہوں۔۔ تم لوگوں نے کاظم شاہ سے اسکی نرم مزاجی اسکی معصومیت چھینی ہے۔۔ مجھ پہ تمہارے جملوں کا ایک پرسنٹ بھی اثر نہیں ہو رہا ہو۔۔ تم میرے سامنے اپنی ناگ بھی زمین پہ رگڑ لو گے میں پھر بھی اس ہویلی میں نہیں رکوں گا!! میں ہمیشہ کے لئے تم سب کے پاس اپنا سرمایہ (ایزل شاہ) چھوڑ کے جا رہا ہوں جس پہ ایک خراش برداشت نہیں ہے مجھے! ۔۔۔تجھے کیا لگتا ہے کہ میں تمہارے جیسی سپورٹس کار نہیں خرید سکتا تھا؟ میں تیرے جیسی وہ بلیک ریسٹ واچ نہیں خرید سکتا تھا؟ کیا میں وہ سفید گھوڑی نہیں خرید سکتا تھا؟؟

ہاہاہا!! کاظم شاہ استہزایا انداز میں ہنسا۔۔ احان شاہ خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔۔

وہ صرف ہمارے رشتے کی خوبصورتی تھی جسے میں ہلکی پھلکی نوک جھوک سے ہمیشہ کے لئے سلامت رکھنا چاہتا تھا لیکن افسوس تم ایک کمزور لمحے کی زد میں آ کے ہمارے رشتے کی مضبوطی کو کمزوری میں جبکہ ساری خوبصورتی کو بدصورتی میں بدل چکے ہو۔۔۔ اتنا دکھ تو شاید مجھے اپنے ماں باپ کی بے اعتباری پہ نہیں ہوا تھا جتنا احان شاہ تمہاری بے اعتباری سے ہوا تھا! پہلے تم میرے گلے لگتے تھے تو میرا دل نہیں کرتا تھا یہ حصار توڑنے کو! لیکن یقین کرو ابھی تمہارے گلے لگنے سے میرے دل میں کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو رہا سوائے بیزاری کے۔۔۔ میری فلائٹ کا وقت نکل رہا ہے دور ہٹو مجھ سے۔۔۔! کاظم شاہ غرایا تھا۔۔ اسکے منہ سے لفظ بیزاری سنتے ہوئے احان شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا اور اپنا حصار اسکے گرد اس قدر تنگ کیا تھا کہ اسکے یوں سب کے سامنے اس طرح اپنے ساتھ چمٹنے پہ کاظم شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کسی محبوبہ کی طرح چمٹا ہوا بالکل ایزل شاہ کی کاپی لگ رہا تھا۔۔ اسی طرح سے تو وہ اسے بے بس کر رہی تھی لیکن جب سید کاظم شاہ اپنی بیوی کے سامنے اپنی بات سے نہیں مکرا تھا تو احان شاہ کے سامنے کیسے مکر جاتا؟

میں تب تک تجھ سے دور نہیں ہٹو گا جب تک تو اپنے جانے کا ارادہ کینسل نہیں کرے گا! احان شاہ اسکی چوڑی پشت پہ مکا جڑتا غرایا تھا۔۔

جب تمہاری بہن اپنی تمام تر ادائیں دیکھا کے مجھے روک نہیں پائی تو تم کس کھیت کی مولی ہو احان شاہ؟ کاظم شاہ اسکے کان میں بے باکی سے سرگوشی کرتا اپنی قوت سے اسے خود سے دور کر چکا تھا۔۔ احان شاہ کا جہاں اسکی سرگوشی پہ چہرہ سرخ ہوا تھا وہاں پہ اسکے دور جھٹکنے سے اس نے بمشکل خود کے لڑکھڑاتے وجود کو گرنے سے بچایا تھا۔۔

میں اپنی بیٹی کی طرف سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔۔ ہم ایزل کو ہوسٹل بھیج دیں گے لیکن تم یہاں سے نہیں جاسکتے! تم اس ہویلی کے سب سے بڑے سپوت۔۔۔۔ ابھی ھارون شاہ اسکی طرف بڑھتے اپنا جملہ مکمل کرتے جب کاظم شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔

میں آپ لوگوں کو سو دفعہ بول چکا ہوں ایزل شاہ میری بیوی ہے! وہ اس ہویلی سے کہیں نہیں جائے گی، اگر آپ لوگوں نے ایزل شاہ پہ کسی بھی چیز کا ذرا سا بھی دباؤ ڈالا تو اس ہویلی کو آگ لگادوں گا میں!! مجھے ایزل شاہ سے زیادہ مسئلہ اس ہویلی سے ہے۔۔ میں اگر یہاں مزید رکوں گا تو جان سے جاؤں گا!! مجھے اس ہویلی میں گھٹن محسوس ہوتی ہے جس میں رہ کر میں ش نے اپنی زندگی کے انتیس سال برباد کئے ہیں!! کاظم شاہ اپنا بیگ زمین سے اٹھاتا طیش کے عالم میں دھاڑا۔۔ ایزل شاہ جو ہوش میں آتی اپنی کٹی کو خود سے دور کرتی اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی کاظم شاہ کی دھاڑ سنتے ہوئے اسکا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔ وہ ابھی تک ہویلی میں تھا؟ ایزل شاہ نے روتے ہوئے سوچا تھا۔ وہ ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی سڑھیوں سے اتر رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کی بلند ہچکیوں پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔

لالہ! انہیں روک لیں نا! دادا جان، بابا جان پلیز انہیں روک لیں۔۔ میں آپ سب سے ہر روز معافی مانگوں گی! بس انہیں روک لیں! ایزل شاہ لاؤنج میں آتی اپنے ہاتھ جوڑ کے بولی تھی۔۔ کاظم شاہ نے بے حد ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں، ابھی وہ کتنی مشکلوں سے اس سے نپٹ کے آیا تھا اور وہ تھی کہ پھر سے اس کا امتحان لیتی سیاہ لباس پہ اسکی سیاہ اجرک لئے اس کے سامنے آکے کھڑی ہو چکی تھی۔۔

بچی سے غلطی ہو گئی! اب اس کی جان لو گے کیا شاہ؟ کیوں ہم سے دور جا کے ہمیں اتنی بڑی سزا دے رہے ہو؟ شاہ بی بی آنسو بہاتے ہوئے بولی تھیں۔۔ چاہے احان شاہ ان کا لاڈلا پوتا تھا لیکن کاظم شاہ بھی ان کے لئے کسی سے کم نہ تھا۔۔ وہ اسے تکلیف میں دیکھ کے خون کے آنسو رو رہی تھیں۔

تمہارے ہاتھ توڑ دوں گا اب اگر تم نے کسی کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑے! کتنی دفعہ میں ایک ہی جملہ دہراؤ کہ تم سید کاظم شاہ کی بیوی ہو تم کسی سے معافی نہیں مانگو گی کیونکہ تم کسی کی گناہگار نہیں ہو۔۔۔ سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کے اپنے سٹینڈرڈ کو مت گراؤ۔۔ شاہ بی بی کو پکار کو نظر انداز کرتا کاظم شاہ اپنے سامنے کھڑی ایزل شاہ کو دیکھتے ہوئے

غرایا تھا۔ہاتھ بڑھا کے اسکے جڑے ہوئے ہاتھوں کو غصے سے کھولا تھا۔۔ ایزل شاہ نے ترسی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کاظم! مجھے معاف۔۔۔ ابھی دریاب شاہ شرمندگی سے نظریں جھکائے کچھ بولنے ہی والے تھے کاظم شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

بس بابا جان!! آپ سب کیوں میرا مذاق بنا رہے ہیں؟ جب چاہے بے اعتباری دیکھالی، حویلی بدر کر دیا اور جب چاہا معافی مانگ کے پھر سے سب کچھ پہلے جیسا کر دیا؟؟ کیا کاظم شاہ ایک مذاق ہے جس کے ساتھ کھیلتے پھر رہے ہیں سب؟؟ نہیں رکنا مجھے یہاں پہ! ایسے دوغلے لوگوں کے درمیان مجھے ایک منٹ مزید نہیں رکنا!! اگر مجھے اب کسی نے بھی روکنے کی کوشش کی تو قسم خدا کی میں خود کو کوئی نقصان پہنچالوں گا!!ان سب کی معافی کی رٹ سنتا کاظم شاہ اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے اپنی گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ ختمی تھی، جس پہ سب کی زبان کو تالا لگا تھا۔وہ قسم کھا چکا تھا وہ خود کو کوئی نقصان پہنچالے گا تو وہ واقعی ہی ایسا کر بیٹھتا۔۔ احان شاہ کی ہری آنکھوں میں نمی کی لکیر تھی۔اسکی قسم پہ وہ گہرے سانس بھرتا اپنا چہرہ ان سب سے موڑ چکا تھا۔۔ بہت ضبط کرنے کے باوجود بھی ایک آنسو پھسل کے احان شاہ کی بھوری گھنی بیئرڈ میں جذب ہوا تھا۔ خاموش کھڑی گلالئ ٹکر ٹکر اپنے سیدزادے کو دیکھ رہی تھی جو اس وقت بے حد تکلیف میں تھا۔۔ لیکن یہ بھی سچ تھا کاظم شاہ کی حالت اس وقت قابلِ رحم تھی۔۔ کاظم شاہ کی قسم پہ ایزل شاہ اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو اپنی ماں اور شاہ بی بی کو سینے سے لگاتا اب اپنا بیگ گھسیٹتا اسکے بالکل پاس سے گزرا تھا۔۔ وہ ایزل شاہ سے دوبارہ نہیں ملا تھا۔ ایزل شاہ اس وقت کوئی سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اب چاہ کے بھی اسے روک نہیں سکی تھی کیونکہ کاظم شاہ کی دھمکی کام آچکی تھی۔۔ سب اداسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے، کسی میں ہمت نہیں بچی تھی اسے روکنے کی۔۔ احان شاہ نے اپنے آنسو اپنے اندر اتارنے کی غرض سے گہرے گہرے سانس ہوا میں بھرے تھے، پھر بھی آنسوؤں پہ بند نہ باندھا گیا تو لاؤنج کی ہر چیز الٹتے پلٹتے ہوئے اس نے اپنے آنسوؤں کو غصے کے لبادے میں چھپایا تھا۔۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام روتے ہوئے صوفے پہ ڈھے چکی تھیں جنہیں میرال شاہ اور مرحا شاہ بمشکل سنبھال رہی تھیں۔۔ گلالئ، ایزل کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب ایزل شاہ سب کو ایک نظر دیکھ کے باہر راہداری کی طرف بھاگی تھی۔۔

حال:

احان شاہ اس دن کا ہر منظر یاد کرتا گہری سانس بھرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ کمرے میں آتے ہی گلالئ کو احتیاط سے بیڈ پہ لٹانے کے بعد وہ واشروم کی طرف بڑھ گیا۔۔

شاہ جی!!۔۔۔ ایزل شاہ نے بھرائی آواز میں اسے پکارا تھا جو اب اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ اکبر خان اسکا سامان پکڑ کے اسکی گاڑی کی ڈھکی میں رکھ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کی پکار پہ کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسکی طرف اپنا رخ موڑا تھا۔۔

جاؤ اکبر خان یہاں سے!! کاظم شاہ نے سرخ انداز مین اکبر خان کو یہاں سے جانے کا بولا تھا جو اپنے دھیان اسکی گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کے حکم پہ اکبر خان پھرتی سے وہاں سے بھاگا تھا۔۔

مجھ سے تو ملے ہی نہیں آپ۔۔۔ بیوی کو الوداع کر کے نہیں جائیں گے؟؟۔۔۔ وہ اداسی سے مسکرا کے بولتی کاظم شاہ کی دھڑکنیں پھر سے منتشر کر رہی تھی۔۔

اوپر جھک مار کے آیا ہوں میں؟ ہر جگہ سے چوم تو چکا ہوں تمہیں! اب کیا چاہتی ہو؟۔۔۔ کاظم شاہ اسکی طرف بڑھتا آبیبرو آچکا کے دھیمی آواز میں بولا تھا۔۔

ایک دفعہ اور سینے سے لگا لیں گے تو کون سا بل آئے گا آپکو؟۔۔۔ وہ نروٹھے پن سے بولی۔۔۔ نیلی آنکھوں میں آنسو ہنوز چمک رہے تھے۔۔

آج اپنے لالہ (احان شاہ) کی طرح اتنی ڈھیٹ کیوں بن رہی ہو؟۔۔۔ کاظم شاہ اسکے بے حد قریب کھڑا ہو تا سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔۔

اچھا اب نہیں ڈھیٹ بنتی! ۔۔۔ نہ لگائیں سینے سے! سید کاظم شاہ کی بیوی ہوں اب منت کر کے اپنا سٹینڈرڈ نہیں گراؤ گی۔۔۔ وہ کندھے آچکا کے بھرائی آواز میں بولتی کچھ نخرے سے کہتی وہاں سے بھاگنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے پلر کے ساتھ لگایا تھا۔۔۔

میری بلی مجھے ہی میاؤں ؟۔۔۔کاظم شاہ کندھے آچکا کے بولتا شدت سے اسکے ہونٹوں پہ جھکا تھا۔کاظم شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھاتے بے حد پیار اور نرمی سے اسکے لبوں کو چوما تھا۔۔وہ اپنا سر دائیں طرف کو گھما کے اس پہ مکمل طور پہ جھکا اسکے ہونٹوں کو بے حد رومانٹک انداز میں چوم رہا تھا۔۔وہ بے دردی سے اسکی سانسیں چھیننے کی بجائے اس میں اپنی سانسیں انڈھیلتا اسکے نچلے لب کو اپنے لبوں میں دباتا پیچھے ہٹا تھا۔۔پلر بالکل کونے میں تھا ، یہاں سے گزرنے والا کوئی بھی شخص چاہ کے بھی انہیں دیکھ نہ پاتا۔۔

بہت ہوشیار ہو تم! تقریباً پینتالیس منٹ لے کے ہی چھوڑیں ہیں میرے!۔۔۔کاظم شاہ اس کے ہونٹوں پہ گہری سانس چھوڑتا اسے آخری بار نرمی سے سینے سے لگانے کے بعد اسکا ماتھا چومتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

ہاں سو تو ہے! ویسے خدا حافظ کہنا کتنا مشکل ہوتا ہے نا؟۔۔۔وہ اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتی اپنا چہرہ اسکے سینے سے اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔۔

بالکل بھی نہیں!۔۔۔۔کاظم شاہ نفی میں سر ہلا کے صاف جھوٹ بولتا اسے تیزی سے خود سے دور کرتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

فیس بک پہ میسج کروں گی روزانہ! باہر سے میرے لئے شاپنگ کر کے ضرور بھیجیئے گا!۔۔۔یہ روتی ہوئی ایزل شاہ کا آخری جملہ تھا جو گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے کاظم شاہ کے کانوں میں پڑا تھا۔۔

کاظم شاہ اس وقت گلاس وال کے پاس کھڑا سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا ایک ہفتہ پہلے کا منظر یاد کر رہا تھا۔۔

اس روز کو سوچنا جیسے اسکی ہر روز کی عادت بن چکا تھا۔۔وہ سہی کہتی تھی خدا حافظ کرنا واقعی ہی بہت مشکل کام تھا۔۔کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالا تھا۔۔فیس بک میسنجر کھولتے ہی وہ اووزی شاہ کی آئی ڈی پروفائل پہ گیا تھا۔۔وہ اسے پچھلے ایک ہفتہ سے تقریباً ہر روز ایک منٹ کا وائس نوٹ کرتی تھی۔۔کاظم شاہ جانتا تھا وہ اسے میسج کرتی ہے لیکن وہ یاں تو سین ہی نہیں کرتا تھا اور اگر جو سین کر لیتا تو خود پہ ضبط کرتا ہوا فون آف کر دیتا بغیر اسکا وائس نوٹ سنے۔۔

ہفتہ گزر چکا تھا۔۔ان باکس میں اووزی شاہ کے سات وائس نوٹ جمع ہو چکے تھے لیکن کاظم شاہ نے نہیں سنے تھے کیونکہ انہیں سن کے وہ یقیناً اپنا ضبط کھو دیتا۔۔

آئی ہیٹ ایوری ون (مجھے سب سے نفرت ہے)۔۔وہ غصے سے اپنا آئی فون دیوار پہ مارتا گلاس وال پہ اپنی پوری قوت سے مکا مارتے چیخا تھا!

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ میگا قسط 41

وہ اس وقت وائٹ بورڈ کے پاس کھڑا بے حد سنجیدگی سے اپنی پریزنٹیشن دے رہا تھا۔وہ جو تقریباً ہر روز خود کو سنوار کے یونی آتا تھا پریزنٹیشن والے دن وہ ہمیشہ رف حلیے میں یونی آتا تھا کیونکہ بقول ارزم شاہ کے پریزنٹیشن والے دن اسکا ولیمہ نہیں ہوتا تھا جو وہ باقی سب کی طرح اسپیشل پینٹ کوٹ پہن کے آئے۔۔ارزم شاہ کو پریزنٹیشن دینا کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا، اگر پریزنٹیشن کے نمبر نہ ہوتے تو وہ یقیناً اپنی زندگی میں کبھی پریزنٹیشن نہ دیتا۔۔وہ اس وقت لائٹ گرے ٹریک سوٹ میں ملبوس بورڈ پہ مارکر سے انگریزی کے الفاظ گھسیٹتا پورے کانفیڈنس سے اپنی پریزنٹیشن دے رہا تھا۔پروجیکٹر کا روح اس وقت وائٹ بورڈ والی پوری دیوار کی طرف تھا۔۔ارزم شاہ کی سافٹ فارم میں پریزینٹیشن کی سلائیڈز اس وقت بورڈ پہ آہستگی سے چل رہی تھی۔۔ذائشہ دھڑکتے دل سے اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔۔ارزم شاہ کے بعد اسی کی پریزنٹیشن دینے کی باری تھی جس پہ ذائشہ کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا۔۔وہ بے حد کنفیوز ہو رہی تھی۔۔ارزم شاہ کا کانفیڈنس دیکھ کے وہ خود کو کانفیڈنٹ بنانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن سارا کانفیڈنس کچھ ہی دیر میں ہوا ہو جاتا جب سر ارزم شاہ کو بیچ میں ٹوک کے اس سے کوئی سوال کرتے اور وہ انہیں کچھ الفاظوں میں دو ٹوک جواب دیتا اپنی پریزنٹیشن پھر سے سٹارٹ کر لیتا۔۔۔ارزم شاہ کے دوست اسے تنگ کرنے کی غرض سے جان بوجھ کے بار بار کوئی نا کوئی عجیب و غریب حرکت کرتے جس پہ وہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا انہیں گھور کے رہ جاتا۔۔حمزہ نے شرارت سے اپنے فون میں اس دن کی رمیس کے پنک کچھے والی تصویر کھول کے اوپر کو لہرائی تھی تاکہ اسے ہنسانے میں کامیاب ہو سکے جو کب سے بے حد سیریس انداز میں لمبا سا لیکچر دے رہا تھا۔۔سر کا دھیان اس وقت حمزہ کی طرف نہیں تھا وہ پورے غور سے ارزم شاہ کو سن رہے تھے۔۔ارزم شاہ جس کا دھیان لاشعوری طور پہ حمزہ کی طرف گیا تھا، اسکے ہاتھ میں اس دن والی رمیس کی لہراتی تصویر دیکھ کے اس نے بمشکل اپنی

ہنسی دبائی تھی۔۔وہ بظاہر اسے گھور کے دیکھتا اپنا رخ بورڈ کی طرف موڑتا اپنی ہنسی دبانے کی غرض سے پھر سے بورڈ پہ لکھنا سٹارٹ کر چکا تھا۔۔

تھینک یو!! دیٹس آل فرام مائے سائیڈ!!۔۔۔کچھ منٹوں تک ارزم شاہ اپنی پریزنٹیشن ختم کرتے ہوئے بورڈ مارکر ٹیبل پہ رکھ کے سنجیدگی سے بولتا اپنی کرسی کی طرف بڑھا تھا۔۔

ویری ویلڈن شاہ!!۔۔۔سر نے متاثر کن انداز میں بولتی ہاتھ پہ ہولے سے تالی مارتے اسے داد دی تھی۔۔سر کے تالی بجانے پہ پوری کلاس نے ارزم شاہ کے لئے تالیاں بجائیں تھیں۔۔اور ان میں سب سے بلند آواز ارزم شاہ کے دوستوں کی تالیوں کی تھی جن نمونوں کو ارزم شاہ بے حد ضبط سے برداشت کر رہا تھا۔۔اسکے کرسی پہ بیٹھتے ہی نوفل باقاعدہ اسکے ساتھ چپک کے اسکے گال پہ کس دے کے اسے داد دینے والا تھا جب ارزم شاہ نے جلدی سے سامنے پڑی کتاب اٹھا کے اسکے ہونٹوں پہ رکھی تھی۔۔

خبردار جو میرے ساتھ رومانس کرنے کی کوشش بھی کی تو!۔۔کتابی رومانس کر! جس کی تجھے سخت ضرورت ہے!۔۔ ارزم شاہ اسے سلگانے کی خاطر مدھم آواز میں بولا تھا۔۔نوفل نے منہ بسورتے ہوئے اپنا سر جھٹکا تھا۔۔ارزم شاہ کی نظروں کا مرکز اب ذائشہ تھی جو بورڈ کے بالکل پاس کنفیوز انداز میں کھڑی اپنا لیپ ٹاپ سیٹ کر رہی تھی لیکن بار بار اسکی کوئی نا کوئی چیز گر رہی تھی۔۔ارزم شاہ نے اپنے شہد رنگ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔وہ اپنی پریزنٹیشن کے دوران اسکی نظریں خود پہ محسوس کرتا رہا تھا۔ارزم شاہ کو آج بھی اسکے ہاتھ کی فکر ہو رہی تھی جو کل بری طرح سے جلا تھا۔شاید اسی لیے اسکا ہاتھ بار بار لڑکھڑا رہا تھا۔۔

ذائشہ ڈو فاسٹ (جلدی کرو) بیٹے!!۔۔۔اسے اتنا ٹائم لگاتے دیکھ کے سر اسد نرمی سے بولے۔۔۔

ی۔یس۔۔س۔سر۔۔۔وہ تھوک نگل کے بولتی جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی جس پہ اب کی بار اسکا لیپ ٹاپ گرتے گرتے بچا تھا، ذائشہ کو آج ویسے بھی اپنی طبیعت کچھ خراب سی محسوس ہو رہی تھی، اسے بار بار چکر آ رہے تھے، کمر میں شدید درد ہو رہی تھی لیکن وہ پھر بھی اپنی ہر تکلیف کو نظر انداز کرتی خود کو پریزنٹیشن دینے کے لئے تیار کر رہی تھی۔۔وہ آج بلیک کی بجائے وائٹ برقعے اور وائٹ کی سکارف میں ملبوس تھی۔۔وائٹ حجاب سے ڈیسنٹ سا نقاب کئے وہ پوری کلاس سے الگ تھلگ لگ رہی تھی۔۔

?Sir may I help her

عائشہ کو بار بار چیزیں گراتے دیکھ کے عاشر لکھانی نے لگے ہاتھ اچھا بننے کے لئے سر سے اسکی مدد کرنے کی اجازت مانگی تھی۔۔ارزم شاہ جو زائشہ کو نظر انداز کرنے کی خاطر اپنے رجسٹر پہ اڑھی ترچھی لکیریں گھسیٹ رہا تھا، عاشر لکھانی کی بات سنتے ہوئے اس نے بے ساختہ اپنا سر اٹھا کے قہر برساتی نظروں سے اسے گھورا تھا۔۔ابھی سر اسد، عاشر لکھانی کو کوئی جواب دیتے جب ارزم شاہ ایک جست میں اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا زائشہ تک پہنچا تھا۔۔سر کا جواب منہ میں ہی رہ چکا تھا۔۔سب آنکھیں پھاڑے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے جو جھک کے زائشہ کے لیپ ٹاپ کا چارجر اٹھاتا سوئچ میں لگا رہا تھا۔۔

Enter your password

ارزم شاہ سنجیدگی سے زائشہ کی طرف دیکھ کے بولا تھا جو خود حیرانگی سے ارزم شاہ کو اپنا لیپ ٹاپ اوپن کرتے دیکھ رہی تھی۔۔اسکے کہنے پہ زائشہ نے جلدی سے ایک سے اٹھ تک ہندسے لکھ کے پاسورڈ ڈالا تھا۔۔وہ اپنی ہیزل آنکھوں میں معصومیت لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو اسے پاور پوائنٹ (سافٹ ویئر) کھولنے کا بول کے اسکا لیپ ٹاپ پروجیکٹر کے ساتھ کنیکٹ کر رہا تھا۔۔ارزم شاہ یہ کام بے حد پھرتی سے کر رہا تھا جس پہ کلاس کی تمام لڑکیوں کے ساتھ ساتھ عاشر لکھانی بھی جل کے راکھ ہو رہا تھا۔۔البتہ سر اور ارزم شاہ کے دوست بمشکل اپنی مسکراہٹ روک رہے تھے۔۔سر اسد اپنی آدھی سے زیادہ زندگی گزار چکے تھے۔۔عاشر لکھانی کے اجازت مانگنے پہ وہ ارزم شاہ کے چہرے پہ جیلسی صاف نوٹ کر چکے تھے۔۔وہ سمجھ چکے تھے "دال میں کچھ کالا ضرور ہے"۔۔

Start your presentation

اسے ہنوز خاموش کھڑے دیکھ کے ارزم شاہ اپنا آئیبرو آچکا کے بولتا ڈائز سے بورڈ مارکر پکڑ چکا تھا۔زائشہ نے اپنی ہیزل آنکھیں پھیلا کے اسے بورڈ پہ اپنا ٹاپک لکھتے دیکھا تھا۔اگر پریزنٹیشن اسکی تھی تو بورڈ پہ بھلا وہ کیونکر لکھ رہا تھا؟ زائشہ کے ساتھ ساتھ سب کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا۔۔

Sir!! Yesterday, tea fell on her hand in the canteen due to which her hand was badly burnt. So she will just speak and I will write all the main points on the board

)سر!! کل کینٹین میں اسکے ہاتھ پہ چائے گر گئی تھی جس کی وجہ سے اسکا ہاتھ بری طرح سے جل گیا تھا۔۔اسی لئے یہ صرف بولے گی اور میں بورڈ پہ سارے مین پوائنٹس لکھ دوں گا۔۔(

ارزم شاہ اپنا رخ سر کی طرف موڑ کے سنجیدگی سے بولا انہیں آگاہ کر رہا تھا جس پہ انہوں نے مطمئن ہوتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا ورنہ وہ خود بھی ارزم شاہ کو حیرانگی سے بورڈ پہ لکھتے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ ذائشہ اسکی اتنی فکر مندی پہ اپنا اس دن والا رویہ یاد کرتی آج پھر سے شرمندہ ہو رہی تھی۔۔ سر کے پھر سے متوجہ کروانے پہ اس نے سر ہلا کے جلدی سے اپنی پریزنٹیشن کا آغاز کیا تھا۔

Asslamoalikum! My name is zaisha and my Roll No: is _____ , & my presentation topic

is Artificial Neural Network (ANN)

ذائشہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی پریزنٹیشن سٹارٹ کی تھی۔۔ جس پہ سر کے ساتھ ساتھ بہت سے سٹوڈنٹس اسکی طرف متوجہ تھے جبکہ کافی تعد میں لڑکیاں صرف ارزم شاہ کی طرف متوجہ تھیں جو اپنی خوبصورت رائیٹنگ میں بولٹس بناتا ہوا مین پوائنٹس لکھ رہا تھا۔۔ ذائشہ کافی کنفیوز انداز میں اپنی پریزنٹیشن دے رہی تھی، وہ درمیان میں کافی بار اٹکی بھی تھی جس پہ ارزم شاہ اسکی طرف اپنا چہرہ موڑ کے ہاں میں سر ہلاتا اسے آگے بولنے کی ہمت دیتا رہا۔۔ اگر وہ بیچ میں کچھ بھول کے خاموش اختیار کر جاتی تو ارزم شاہ مصروف انداز میں بورڈ پہ کوئی ڈائیگرام بنا کے یا کچھ الفاظ لکھ کے اسے اسکا بھولا ہوا جملہ یاد کروا دیتا جس پہ ذائشہ کن اکھیوں سے تھوڑی سی چیٹنگ کرتی فر فر بولنا شروع کر دیتی۔۔ ایسے کرتی وہ کافی کیوٹ لگ رہی تھی۔۔ سر کافی گہری نظروں سے ارزم شاہ کی ایک ایک حرکت نوٹ کرتے اپنی بار بار آمڈ آنے والی مسکراہٹ ضبط کر رہے تھے۔۔ آج سے پہلے اس کھری مغرور ناک والے شاہ کو کہاں کسی لڑکی کو یوں سپورٹ کرتے دیکھا تھا انہوں نے؟؟۔۔

Sir! Shah is helping her in constant chatting

)سر!! شاہ اسکی مسلسل چیٹنگ میں مدد کر رہا ہے۔۔(

عاشر لکھانی جلتے کڑھتے انداز میں سر کی طرف دیکھ کے بولا تھا جس پہ ذائشہ کے سانس سوکھے تھے۔۔اس نے روہانسے انداز میں نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

Don't u dare to disturb in between

سر کے بولنے سے پہلے ہی ارزم شاہ ایک جھٹکے میں اپنا رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھتا ہوا غرایا تھا، جس پہ کلاس کے ماحول میں تناؤ سا محسوس ہوا تھا۔۔سوائے سر کے کلاس میں کسی بھی سٹوڈنٹ کو پریز نٹیشن کے درمیان میں بولنے کی اجازت نہیں تھی۔۔

...I'm stating facts, u are helpi

ابھی عاشر لکھانی اپنا جملہ مکمل کرتا جب ذائشہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

سر میں نے چیٹنگ نہیں کی! آپ بے شک مجھ سے شروع سے سن لیں!!۔۔ذائشہ اب تقریباً رونے والے انداز میں بولی تھی جس پہ کلاس میں سب کا بے ساختہ چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔۔وہ بولی ہی بالکل بچوں کی طرح کیوٹ انداز میں تھی کہ سب قہقہ لگانے پہ مجبور ہو چکے تھے۔۔سر نے بھی بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔ارزم شاہ اپنی کھری ناک کو انگوٹھے سے رگڑتا اپنا چہرہ بورڈ کی طرف موڑ چکا تھا۔۔اسکے اتنے کانفیڈنس سے جھوٹ بولنے پہ شاید نہیں یقیناً وہ بھی اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔۔

I know bachay, countinue

سر نرمی سے مسکرا کے بولے تھے جس پہ ذائشہ نے اپنی ہیزل آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے پھر سے اپنی رکی ہوئی پریز نٹیشن شروع کی تھی۔۔ارزم شاہ اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کرتا دھڑکتے دل سے وقفے وقفے سے اس پہ ایک نظر ڈال لیتا۔۔جواب کچھ کانفیڈنس سے اپنی پریز نٹیشن کا اختتام کر رہی تھی۔۔عاشر لکھانی کا بس نہیں تھا وہ ارزم شاہ کو یا سر اسد کو اٹھا کے کلاس سے باہر پھینک دے لیکن ہمیشہ کی طرح اسکا بس ہی تو نہیں چلتا تھا!! ارزم شاہ کا لمبا چوڑا

وجود دیکھ کے ہی وہ تھوک نگلنے پہ مجبور ہو جایا کرتا تھا لیکن چونکہ پنگے لینے کی اسے عادت تھی اسی لئے ہمیشہ زبان پہ کھجلی ہوتی رہتی تھی۔۔

Thanku that's all

پریزنٹیشن ختم ہوتے ہی ذائشہ ایک نظر سب کو دیکھنے کے بعد سر کو دیکھ کے انہیں بتا رہی تھی کہ اسکی پریزنٹیشن ختم ہو چکی ہے جس پہ انہوں نے ہولے سے تالی بجاتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی تاکہ اگلی بار کے لئے اسکا حوصلہ مزید بڑھ سکے۔۔وہ سر کی اتنی سی تعریف پہ بے حد خوش ہو چکی تھی جس پہ اسکی ہیزل آنکھیں الگ طریقے سے چمک رہی تھیں۔ارزم شاہ نے ایک نظر اسکی آنکھوں کو دیکھ کے اپنی نظروں کا زاویہ پھر سے بدلتے اسکا لیپ ٹاپ پروجیکٹر سے اتار کے اسکے ہاتھ کی طرف بڑھایا تھا۔۔

تھینک یو۔۔ش۔شاہ!۔۔وہ مدھم آواز میں اسکا شکریہ ادا کر رہی تھی جس نے اسکی اتنی مدد کی تھی۔۔ارزم شاہ اسے جواب دینے کی بجائے صرف ایک شکوے بھری نظر ڈالتا ہوا اپنی جگہ پہ جا کے بیٹھ چکا تھا۔۔ذائشہ اسکی آنکھوں کا شکوہ پڑھتی اپنا نچلہ لب دباتی اپنی کرسی کی طرف بڑھی تھی۔۔

ابھی کلاس اینڈ ہی ہوئی تھی جب سارے سٹوڈنٹس کلاس سے یوں باہر کی طرف بھاگ رہے تھے جیسے جیل سے آزاد ہوئے ہوں۔۔

آج عاشر "کاکا" کی خیر نہیں ہے ہمارے ہاتھوں۔۔۔میکائیل تیزی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا ارزم شاہ کو دیکھ کے باقاعدہ قہقہ لگا کے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے شیروں کی طرف دیکھا تھا جو اپنے ہاتھ میں نکلی سانپ اور کیکڑے پکڑے عاشر لکھانی کو تنگ کرنے کے لئے پورا پلین بنائے ہوئے تھے۔۔

کوئی حال نہیں ہے تم سب کا! ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

تیرا فیوچر بچا رہے ہیں میری جان! ورنہ عاشر کاکا کی نیت ہمیں اچھی نہیں لگ رہی۔۔نوفل اسے آنکھ دبا کے زومعنی سے چھیڑتا کلاس سے باہر کی طرف بھاگا تھا۔۔نوفل کے ساتھ ہی ارزم شاہ کے تمام دوست ہلا بولتے ہوئے اسکے پیچھے کو بھاگے تھے۔۔وہ کہنے کو تو پچیس سے چھبیس سال کے تھے لیکن حرکتیں بالکل بچوں والی تھی۔۔ارزم شاہ ہولے سے

مسکراتا ان کے پیچھے جانے ہی والا تھا جب ذائشہ کو اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے دیکھ کے اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ تیر سی تیزی سے یہاں وہاں دیکھنے کے بعد ذائشہ کے سر پہ جا پہنچا تھا۔۔ صد شکر اس وقت کلاس میں کوئی لڑکا نہیں تھا صرف ایک سے دو لڑکیاں تھیں جو اپنے فون میں مصروف اپنے دھیان باہر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔۔

Stop here!! U dumb girl

اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکی کہنی اپنے ہاتھ میں دبوچتا ہوا دبی دبی آواز میں اس کے کان کے پاس غرایا تھا۔۔ ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا سفید چہرہ اس وقت بے حد سرخ تھا۔۔

ک۔ کیا۔۔ہ۔ ہوا۔۔۔ ذائشہ نے اسے غصے میں دیکھ کے معصومیت سے استفسار کیا تھا۔ ارزم شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے نرمی سے اسے کرسی پہ بٹھایا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ ذائشہ کو کن الفاظ میں اس کے ساتھ ہوئی ایمرجنسی کا بتائے۔ اس وقت کلاس پوری خالی ہو چکی تھی، کلاس میں صرف وہی دونوں موجود تھے۔۔

تم نہیں جانتی! کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ ؟۔۔۔ وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔

کی۔۔ کیا۔۔ ہوا؟؟ مجھے آپ کی بات کی سمجھ نہیں آرہی۔۔۔ ذائشہ نا سمجھی سے بول رہی تھی۔۔

تم اتنی بیوقوف کیوں ہو ذائشہ ؟۔۔۔ ارزم شاہ اسکی کرسی پہ اپنا ہاتھ مارتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔ اگر وہ یونہی کلاس سے باہر چلی جاتی تو نا جانے ارزم شاہ کون سی قیامت ڈھاتا۔۔ کتنے ہی نان سینس لڑکے ذائشہ کا مذاق اڑاتے۔۔ یہ سوچ سوچ کے ارزم شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے محسوس ہو رہے تھے۔۔

س۔ سوری۔۔ میری۔۔ چیزیں۔۔۔

خود۔۔۔ ہی۔۔ گر۔۔۔ رہی۔۔۔ تھیں۔۔ میں۔۔۔ جان۔۔۔ کے۔۔۔ نہیں۔۔۔ گرا۔۔۔ رہی۔۔۔ تھی۔۔۔ وعدہ۔۔۔ ذائشہ اپنی ہیزل آنکھوں میں آنسو لئے اسے اپنی صفائی دے رہی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی کچھ دیر پہلے پریزنٹیشن کے دوران مدد کر کے اسی لئے اس پہ روعب جا رہا ہے۔۔

شٹ اپ! تمہیں کیا ضرورت پڑی تھی آج یہ سفید عبائیہ پہننے کی؟؟ ارزم شاہ پہلے سے اونچی آواز میں دھاڑا تھا۔ اسکی دھاڑ پہ ذائشہ کی آنکھوں سے آنسو پھسل کے اسکا نقاب بھگو رہے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ اس پہ یوں غصہ کیوں کر رہا ہے۔۔۔

بلیک عبائیہ دھونے والا تھا تو میں نے یہ پہن لیا۔۔ آپ مجھ پہ یوں غصہ کیوں کر رہے ہیں؟۔۔ مانا آپ نے میری پریز نٹیشن کے دوران مدد کی تھی اسکا یہ مطلب نہیں ہے آپ مجھ پہ یوں غصہ کریں۔۔ وہ سوں سوں کرتے ہوئے نظریں جھکا کے اسے کچھ ہدایت دے رہی تھی۔ اسکے رونے پہ ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے خود کو ریلکس کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔ ذائشہ کے تاثرات سے یہی لگ رہا تھا وہ بالکل نہیں جانتی اسکے ساتھ کیا ایمرجنسی ہوئی ہے۔۔ ارزم شاہ نے لفظ تلاشتے ہوئے خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کیا تھا۔۔ وہ ارزم شاہ جو بے حد بے باک تھا اس سیچویشن میں اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ کن الفاظ کا چناؤ کرے۔۔

ہیے ذائشہ سٹاپ کرائینگ! لسن ٹو می!۔۔۔ ارزم شاہ آج پھر سے گھٹنوں کے بل اسکے قدموں میں بیٹھا تھا۔ وہ نرمی سے اسکی کرسی پہ ہاتھ مارتا اسے خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا جو روئے جا رہی تھی۔۔

پہلے رلا لیتے ہیں اور بعد میں سٹاپ کرائینگ بولنا یاد آ جاتا ہے؟۔۔ وہ کچھ غصے سے بولتی اپنی کرسی سے اٹھ کے جانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی کلائی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے اسے پھر سے کرسی پہ بٹھایا تھا۔۔

شش!! آئی ایم سوری۔۔ میری بات سنو۔۔۔ ارزم شاہ اسکے گلوز میں مقید ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں دباتا نرمی سے اسے شانت کر رہا تھا۔۔ ذائشہ اب اپنی بھیگی ہیزل رنگ آنکھیں اٹھا کے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو کب سے اس سے نا جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔۔

(U have menstruated)

ارزم شاہ اسکے کان کی طرف جھکتا اپنی آنکھیں میچ کے مدھم آواز میں بولا تھا۔۔ اسکی سرگوشی پہ ذائشہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔ اس نے اپنی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کی کان کی لوئیں سرخ

تھیں۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی کرنے کے بعد زمین سے اٹھ کے کھڑا ہوتا اپنا چہرہ موڑ چکا تھا۔۔وہ ایسی سیچویشن کا پہلی بار سامنا کر رہا تھا۔۔

آپ۔۔مذاق۔۔۔کر۔۔رہے۔۔۔ہیں۔۔نا؟۔۔۔ذائشہ کتنی دیر خاموش رہنے کے بعد بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔

تمہیں لگتا ہے میں ایسا گھٹیا مذاق کر سکتا ہوں؟؟۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات پہ اپنا چہرہ پھر سے اسکی طرف موڑتا دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔اسکے جواب پہ ذائشہ بے ساختہ اپنی نظریں جھکا گئی۔اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔اس صورتحال پہ ذائشہ اب باقاعدہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔

پلیز چپ کرو ذائشہ! میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔پریشان مت ہو۔۔۔اسکے یوں رونے پہ ارزم شاہ پریشان ہوتا اسکے پاس ایک کرسی گھسیٹ کے اس پہ بیٹھتا اسے خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا جو بچوں کی طرح روتی اسے پریشان کر رہی تھی۔۔

آپ۔۔۔کیسے۔۔۔ٹھیک۔۔۔کریں۔۔۔گے۔۔۔سب!! آپ۔۔۔پلیز۔۔۔یہاں۔۔۔سے۔۔۔جائیں۔۔۔وہ روتی ہوئی ہنوز اس سے نظریں ملائے بغیر بولی تھی۔

Zaisha stop reacting like a child, it's a natural thing

ارزم شاہ اسکے یوں نظریں چرانے پہ غصے سے بولا تھا، جس پہ ذائشہ کے رونے میں تیزی آئی تھی۔۔وہ پتا نہیں کیوں اس وقت اتنی سینسیٹو ہو رہی تھی۔۔

Do u have any backup

ارزم شاہ کو اردو میں یہ سب پوچھنا اکورڈ لگ رہا تھا اسی لئے وہ مسلسل اس سے انگریزی میں مخاطب ہو رہا تھا۔ذائشہ نے شرم سے سرخ پڑتے ناں میں سر ہلایا تھا۔۔رونے میں مزید تیزی آئی تھی۔۔

Okayy I can manage everything for u, plz don't cry

ارزم شاہ اپنی پوروں سے نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتا اسے ریلکس کر رہا تھا جو اس وقت بری طرح سے شرمندہ ہو رہی تھی۔۔ارزم شاہ کی نرم انگلیوں کو اپنی آنکھوں پہ محسوس کرتی وہ بے ساختہ اپنا چہرہ پیچھے کی طرف کر گئی۔۔ارزم

شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی گرے ہڈی اتاری تھی۔۔وہ اب بلیک ویسٹ میں تھا جو اسکے چوڑے سینے اور سکس پیکس باڈی بلڈر وجود کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔۔ارزم شاہ نے اپنی گرے ہڈی اسکی طرف بڑھائی تھی۔۔ذائشہ اپنی آنکھیں پھیلاتی اس شہزادے کی طرف دیکھ رہی تھی جو اس سیچویشن میں اسکا لڑکیوں سے بھی زیادہ ساتھ دے رہا تھا۔۔

یہ پہنو! یہ کافی اوور سائز ہے تمہارے گھٹنوں تک آئے گی!!۔۔ارزم شاہ اپنا نچلہ لب چباتے ہوئے سنجیدگی سے بول رہا تھا۔۔ذائشہ ہنوز نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھے جا رہی تھی۔۔

ایسے نہ دیکھو! پیار ہو جائے گا مجھ سے! ارزم شاہ اسکا ہاتھ تھام کے اسے گرے ہڈی پہناتا پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ذائشہ نے سرخ پڑتے ہوئے بے ساختہ نظریں جھکائی تھی۔۔

Stay here! I am going to buy sanitary products for u, plz don't go panic

ارزم شاہ اسکی ہیزل آنکھوں میں آنسو دیکھ کے نرمی سے بولتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب ذائشہ کی بھرائی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔۔

ن۔نہیں۔۔م۔میں۔۔ہو۔۔ہوسٹل۔۔۔چلی۔۔۔جاؤں۔۔۔گی۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتی جلدی سے بولی تھی۔۔

آر یو شیور؟۔۔۔ارزم شاہ ہنوز نرمی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

ج۔جی۔۔وہ اپنی انگلیوں کو مڑورتے ہوئے بولی تھی۔وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی کیونکہ اسے شرٹ کے بغیر صرف بلیک ویسٹ میں دیکھ کے وہ خود بخود سرخ پڑ رہی تھی۔۔اسکے سرخ و سفید بازوؤں کے پھولے مسلز پہ تضاد اسکے سینے کے شہد رنگ بالوں کو دیکھتی وہ بار بار شرم سے دوہری ہوتی اپنی نظروں کا زاویہ بدل رہی تھی ،اسکی ہڈی ہنوز اسکے ہاتھ میں تھی، اسکے سامنے پہننے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔

تو ایسے ہی جاؤ گی؟ ہڈی پہنو!!۔۔۔ارزم شاہ اب سلگتے ہوئے بولا تھا جسے رونے اور شرمانے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں آتا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔۔وہ۔۔وہاں۔۔پہ۔۔۔دیکھیں!!۔۔۔وہ معصومیت سے بھرائی آواز میں بولی۔۔اسکی پھر سے اسی دن والی گزارش کو سنتے ہوئے ارزم شاہ کا دل کیا یا تو اپنی یا پھر اپنے سامنے بیٹھی اس نازک لڑکی کی کھوپڑی اڑا دے جو ہمیشہ انجانے میں اس کے جذبات جگا جایا کرتی تھی۔۔ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھوں کو گھماتے ہوئے اپنا رخ موڑا تھا۔اسکے رخ موڑتے ہی وہ ٹماٹر کی طرح سرخ ہوتی اسکی خوشبوؤں میں بسی ہڈی اپنے وائٹ عبائے کے اوپر پہن رہی تھی۔۔جب وہ ہڈی پہن چکی تو کنفیوز ہوتے ہوئے ارزم شاہ کی چوڑی پشت کی طرف دیکھا تھا،وہ ہنوز دوسری طرف اپنا رخ موڑے اپنے گرے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔۔

کوئی گرین سگنل دو گی؟ یا رات تک ایسے ہی سٹیچو بنا رہوں؟۔۔۔اسکی اتنی دیر خاموشی پہ ارزم شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔وہ تقریباً پچھلے پانچ منٹوں سے ہڈی پہن رہی تھی۔۔

پ۔پہن۔۔ل۔لی۔۔ہے۔۔۔وہ شرمندہ ہوتے ہوئے اسے جواب دے رہی تھی۔۔

تھینک گاڈ۔۔۔وہ گہری سانس بھر کے بولتا اسکی طرف مڑا تھا۔۔

اب تم ہوسٹل تک کیسے جاؤ گی؟ وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔۔

چلی جاؤ گی! اگین تھینک یو۔۔میں واقعی ہی بہت بیوقوف ہوں۔۔۔ذائشہ ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے رو پڑی۔۔

ہیے ذائشہ! پلیز ایسے مت رو۔۔تم ایسے سوچو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے یا پھر ایسے سوچو یہ سارا واقع تم اپنی ڈائری میں لکھ کے اسے لاک لگا چکی ہو جسے تمہارے علاوہ کوئی بھی نہیں کھول سکتا! اٹس جسٹ آ نیچرل تھنگ! تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف آئندہ سے خیال رکھنا اور اپنے پاس بیک اپ لازمی رکھنا! اور ایک اور بات میں عام آوارہ لڑکوں کی طرح نہیں ہوں جو تمہارے اس راز کا ذکر جا کے اپنے دوستوں کے درمیان کرتا قہقے لگاؤں گا! میرے لئے یہ تمام چیزیں کوئی معنی نہیں رکھتی! تم بہت خاص ہو بالکل ایک ڈائمنڈ کی طرح! یا شاید تمہارے سامنے ایک ڈائمنڈ بھی اپنی ناقدری پہ روئے۔۔احساس کمتری کا شکار مت ہوا کرو پلیز مائے لیڈی!۔۔۔

ارزم شاہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا بے حد نرمی سے اسے ڈیل کر رہا تھا۔۔ذائشہ رشک سے انسان کو دیکھ رہی تھی ۔۔وہ اس شہزادے کی سوچ سے بے حد امپریس ہو رہی تھی۔۔کاش! دنیا کے سارے لڑکے اسی کے جیسے ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا؟۔۔ذائشہ نے اسکی طرف دیکھ کے بے ساختہ سوچا تھا۔۔اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی وہ اسے ایک ہیرے

سے تشبیہ دے رہا تھا وہ اسے مائے لیڈی بول رہا تھا؟ شاید اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ کس کچرے کے ڈھیر میں پلی بڑھی ہے تو وہ اسکے لئے ہیرے کا لفظ استعمال کرنے سے پہلے سو بار سوچتا! ذائشہ اپنی آنکھوں سے آنسو رگڑ کے صاف کرتی سوچ رہی تھی۔۔

ش۔شاہ!! اس۔۔۔دن۔۔کے۔۔۔لئے۔۔۔سور۔۔۔۔ابھی ذائشہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ نے سنجیدگی سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

میرے دوست مجھے ڈھونڈتے ہوئے کلاس میں آجائیں گے! مجھے لگتا ہے اب تمہیں ہوسٹل جانا چاہئیے! ارزم شاہ اس دن کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا، اسی لئے اسے سنجیدگی سے وقت کا احساس دلایا۔۔ذائشہ اسکے بات بدلنے پہ مایوسی سے کرسی سے کھڑی ہوئی تھی وہ جھجھکتے ہوئے ااس کی ہڈی کو مزید نیچے کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو پہلے سے اسکے گھٹنوں تک آرہی تھی۔۔

اٹس آل رائٹ! اپنا سکارف باہر نکال کے خود کو ٹھیک سے کور کرو۔۔۔۔ارزم شاہ اپنا بیگ پکڑتے ہوئے مصروف انداز میں بولا تھا جس پہ ذائشہ نے اپنی کم عقلی پہ اپنی زبان دانتوں تلے دباتے جلدی سے اپنا سٹالر ہڈی سے باہر نکالتے ہوئے اپنے سینے پہ اچھے سے پھیلایا تھا۔۔

تم باہر جا کے بیک سائیڈ کی طرف جاؤ۔۔میں اپنی گاڑی لے کے آتا ہوں۔۔پھر تمہیں گاڑی میں ہوسٹل تک چھوڑ دوں گا! اوکے ؟۔۔ارزم شاہ نرمی سے استفسار کر رہا تھا جس پہ اس نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

نہیں۔۔پلیز! ۔۔ایسے سب پتا نہیں کیا سوچیں گے۔۔پلیز۔۔نہیں۔۔وہ روتے ہوئے بولی۔۔

اوکے شش ریلیکس!!!نارمل انداز میں چلنا جیسے پہلے چل رہی تھی۔۔میں تمہارے پیچھے ہی ہوں کسی کو بھی کچھ فیل نہیں ہو گا! ہم ویسے بھی بیک سائیڈ سے جائیں گے۔۔اوکے ؟۔۔ارزم شاہ اسکے قریب کھڑے ہوتا اسکی خوبصورت آنکھوں میں چمکتے آنسوؤں کو پھر سے صاف کرتا اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا جس پہ وہ اپنا سر ہلا کے پھر سے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔یہ انسان اپنی باتوں سے اسے رونے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔۔وہ اس جیسا شہزادہ لڑکا اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی جو اسے اتنا مان دیتا ہوا اپنی میچور باتوں سے رلانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔وہ کہیں سے بھی فلرٹی یا ٹھرکی نہیں لگتا تھا۔۔ذائشہ سوں سوں کرتے ہوئے ارزم شاہ کی اچھائیوں کے بارے میں سوچتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی

تھی۔۔اسے ایک نظر دیکھ کے ارزم شاہ اس سے کچھ فاصلے پہ چلتا اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا۔۔صد شکر یہ مسلئہ ٹھیک سے مینج ہو چکا تھا ورنہ ارزم شاہ کافی پریشان ہو چکا تھا۔۔

وہ دونوں بیک سائیڈ کی طرف سے جا رہے تھے، یہاں اتنے سٹوڈنٹس نہیں تھے۔۔ارزم شاہ کچھ دیر پہلے اسے سائیڈ پہ کھڑا کر کے حمزہ سے اسکی بلیک جیکٹ لے کے آیا تھا تاکہ وہ بلیک ویسٹ میں عجیب نہ لگے اور سب اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے ناگھوریں۔۔کیونکہ ظاہر سی بات تھی اگر سٹوڈنٹس اسے گھور کے دیکھتے تو اسکے آگے چلتی ذائشہ کو بھی انہی نظروں سے دیکھتے جو اسکی ہڈی پہنے ہوئے تھی۔۔بیک سائیڈ والے راستے پہ اس وقت بہت کم سٹوڈنٹس موجود تھے جن میں زیادہ تر کپلز ہی تھی جو ایک دوسرے کے ساتھ چپک کے بیٹھے ایک دوسرے کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔۔ذائشہ کو اب یونی میں یہ سب دیکھنے کی عادت ہو چکی تھی، اسی لئے وہ ان سب کو نظر انداز کرتی نظریں جھکا کے چلتی رہی۔۔اپنے پیچھے ارزم شاہ کو چلتے دیکھ کے اسے بے حد تحفظ محسوس ہو رہا تھا۔۔اسے آج سے پہلے ایسا تحفظ ایسا مان کسی نے نہیں دیا تھا جتنا یہ شہزادہ دے رہا تھا۔۔ہوسٹل تک پہنچتے ہی ذائشہ نے مڑ کے خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ارزم شاہ کو دیکھا تھا جو اپنا فون اپنی جیب میں رکھ رہا تھا۔۔

تھینک یو سو مچ شاہ!!! ذائشہ اسکے قریب آتی بے ساختہ روتے ہوئے اسکے سینے سے لگی تھی، ارزم شاہ اس اچانک افتاد پہ سٹل ہوا تھا، اسکے ہاتھ سے اسکا فون گرتے گرتے بچا تھا جسے وہ اپنی جیب میں ڈال رہا تھا۔۔وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں کو پھیلائے ذائشہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اسکے سینے پہ اپنا سر رکھتی اسے تھینک یو بول رہی تھی۔۔

اٹس اوکے۔۔۔تم پلیز مجھ سے دور ہو جاؤ!!۔۔۔ارزم شاہ کنفیوز انداز میں بولا تھا، اسکے اپنے سینے سے لگنے سے جتنا دل کو سکون محسوس ہوا تھا اتنا ہی شیطان اسے چھونے کی اپیل کر رہا تھا۔۔لیکن وہ ارزم شاہ تھا جس کا اپنے اعصاب پہ بے حد کنٹرول تھا۔۔وہ اسکے سینے سے لگی اسکے جوان جذبات میں آگ بھڑکا رہی تھی۔۔ارزم شاہ کی بات پہ ذائشہ جلدی سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔

آئی۔۔ایم۔۔۔سوری۔۔۔میں۔۔۔ایسی۔۔۔ویسی۔۔۔لڑکی۔۔۔نہیں۔۔ہو۔۔۔پتا۔۔۔نہیں ۔۔۔کیسے۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔یہ۔۔۔حرکت۔۔۔کر۔۔۔دی۔۔۔آئی۔۔۔ایم۔۔۔رئیلی۔۔۔ویری۔۔۔ سوری۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔آپکی۔۔۔وائف۔۔۔کے۔۔۔حق۔۔۔پہ۔۔۔ڈاکہ۔۔۔ڈالنے۔۔کی۔۔۔

کوشش۔۔۔ نہیں۔۔۔ کی۔۔ پرامس۔۔۔ یہ۔۔ خود۔۔ ہی۔۔۔ ہو۔۔۔ گیا!!۔۔۔ ذائشہ اپنی حرکت پہ خود کو ملامت کرتی روتے ہوئے ارزم شاہ کو اپنی صفائی دے رہی تھی۔۔ وہ نا جانے اسکے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا؟ وہ بے حد کیوٹ انداز میں اسے اپنی صفائی دے رہی تھی۔۔ اسکے منہ سے اپنی نا ہونے والی وائف کا ذکر سن کے ارزم شاہ نے اپنے لب سختی سے بھینچے تھے یونہی وہ کل اسے شادی کی مبارک دے کے آگ لگا کے گئی تھی اور آج کی اسکی خیالی وائف کا ذکر کر کے وہ اسے پھر سے جلتے توے پہ بٹھا چکی تھی۔۔ وہ ابھی تک اسکے دوستوں کے کل والے مذاق کو سیریس لئے ہوئے تھی؟

کیا میں تمہیں شادی شدہ لگتا ہوں ڈمب گرل!! اس پہ ہم پھر کسی دن بات کریں گے۔۔ ابھی جاؤ یہاں سے اور میں جانتا ہوں تم ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو۔۔ تم سو دفعہ میرے سینے سے لگ سکتی ہو بشرطیکہ ہم نکاح میں ہوں۔۔ کیونکہ حلال قربت کا اپنا ہی مزہ ہے۔۔ ارزم شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بولتا ذائشہ کو شرم وحیا سے سرخ ہونے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔ وہ اپنی آنکھوں کو پھیلاتی اسکی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

تم اپنے روم میں جاؤ گی پلیز؟ تم سے زیادہ فکر مجھے تمہاری ہو رہی ہے!۔۔۔ اسے ہنوز یہی پہ کھڑے دیکھ کے وہ بالآخر اسے گھور کے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔ وہ واقعی ہی اسکے لئے فکر مند ہو رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کی ڈھکی چھپی بات پہ وہ تیزی سے اپنا رخ موڑتی اندر کی طرف بھاگی تھی۔۔

آرام سے جاؤ!۔۔۔ ارزم شاہ کو اسکا یوں دور لگا کے جانا بھی پسند نہیں آیا تھا وہ اسکی بے حد کیئر کر رہا تھا۔ اسکے مطابق یہ لڑکیوں کے لئے کافی مشکل مرحلہ ہوتا تھا۔۔ اسی لئے اسکے ہر انداز میں فکر مندی تھی۔۔ اسکی فکر مند آواز کو پھر سے اپنے پیچھے سے سنتے ہوئے ذائشہ اپنا منہ کھولتی ہوئی اپنی سپیڈ میں کمی کر چکی تھی۔۔ اسے اتنی شرم محسوس ہو رہی تھی کہ بس نہیں تھا ابھی جا کے اپنے بیڈ کے نیچے چھپ جائے۔۔ اسے ہوسٹل میں اینٹر ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ گہری سانس بھرتا یونیورسٹی سائیڈ کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

وہ نیلے خوبصورت سے کرتے اور کیپری میں ملبوس شانوں پہ سفید دوپٹا لیے بڑے حق سے زوریز شاہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی واشروم سے آتی تیز تیز پانی گرنے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی

تھی۔۔وہ شاید نہیں یقیناً شاور لے رہا تھا۔۔وہ واشروم کے دروازے کو ایک نظر دیکھ کے مسکراتی ہوئی اسکے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔۔مرحاشاہ سائیڈ ٹیبل پہ اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں بجاتی دوسرے ہاتھ کی انگلی پہ اپنی بالوں کی لٹ لپیٹتی اس پہ پھونک مارتے اسکا انتظار کرنے لگی۔۔جب پانچ منٹ مزید گزر گئے تو وہ جھنجھلاتی ہوئی بیڈ سے اٹھتے واشروم کے دروازے کی طرف بڑھی تھی، کیونکہ مرحاشاہ کو انتظار کرنا بالکل پسند نہیں تھا۔۔

ریز۔۔۔۔۔اس نے دروازے پہ اپنی انگلیاں بجاتے ہوئے اسے جھنجھلاہٹ بھری آواز میں پکارا تھا، اس وقت صبح دوپہر کے دو بج رہے تھے اور وہ اسکے ساتھ پورا دن گزارنے کا وعدہ کر کے خود ابھی تک شاور لے رہا تھا۔۔

آرہا ہوں جانِ ریز۔۔۔بس دو منٹ۔۔۔زوریز شاہ اسکی آواز سنتا ہوا جواباً مسکراتے ہوئے اپنی بھاری مردانہ آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

جلدی آؤ۔۔ورنہ میں اپنی فرینڈز کے ساتھ لنچ کا ارجنٹ پلین بنالوں گی، تم پہلے ہی میری ہاسپٹل سے فضول کی چھٹی کروا چکے ہو۔۔مرحاشاہ اپنی سنہری آنکھوں کو چندھیا کے دروازے کو گھورتی نروٹھے پن سے بولتی پھر سے اسکے بیڈ کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

تم مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے سمپلی اندر بھی آسکتی ہو۔۔۔وہ بے باکی سے بولتا شاور کی ٹیپ بند کر چکا تھا۔۔۔اسکی بے باک بات پہ مرحاشاہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔

شٹ اپ ریز۔۔۔۔آئی ول کل یو۔۔۔۔وہ اپنی شرم وحیا کو جان بوجھ کے غصے میں چھپاتی بلند آواز میں غرائی تھا جس پہ واشروم میں کھڑے زوریز شاہ کا بے باک قہقہ بلند ہوا تھا۔۔ابھی وہ اسکے بے باک قہقے پہ اسے مزید کھڑی کھڑی سناتی جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑے زوریز شاہ کے فون کو بجتا دیکھ کے اس نے فون اٹھاتے ہوئے اپنے کان کو لگایا تھا۔۔

شاہ!! ہمیں ہر چیز کو بھار میں جھونک کے ابھی اور اسی وقت سیکریٹ مشن پہ نکلنا ہے! بلوجستان میں بڑی تعداد میں ڈرگ ڈیلنگز اور لڑکیوں اسمگلنگ کی جارہی ہیں جنہیں روکنے کے لئے ہمارا سب کے ساتھ جانا بے حد ضروری ہے! کمانڈر تجھے کب سے فون کر رہے ہیں لیکن تو نا جانے کہاں مصروف تھا!! !۔اپنی پیکنگ مکمل کر کیونکہ ایک بار پھر سے تیرا سید زوریز شاہ سے میجر شاہ بننے کا وقت آچکا ہے۔۔۔میجر خان بے حد فکر مندی سے بلند آواز میں بولتا اسکا جواب سننے بغیر ہی فون کاٹ چکا تھا۔۔ابھی مرحاشاہ فون کچھ بولنے ہی والی تھی جب دوسری طرف کا مدعا سنتے ہوئے مرحا

شاہ کی سنہری بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیلی تھیں۔۔وہ میجر خان کی باتوں کو سمجھ رہی تھی لیکن شاید وہ سمجھنا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔۔

اس نے بے یقینی سے فون کی طرف دیکھتے ہوئے ایک نظر واشروم کے دروازے کو دیکھا تھا جہاں سے سیاہ ٹراؤزر میں ملبوس زوریز اسکی طرف دیکھ کے مسکراتا ہوا ابھی ہی باہر نکلا تھا، اسکی مسکراہٹ بے حد پیاری تھی اسکے مسکرانے پہ جس طرح سے اسکی آنکھ کی کمان کا تل رقص کرتا تھا اسی طرح سے اسکے سامنے کھڑی شاہزادی کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی تھیں لیکن آج اسکے تل کے اس رقص پہ سامنے کھڑی شاہزادی کی دھڑکنیں ساکت تھیں۔۔زوریز شاہ اپنے چٹانی دودھیا سفید سینے کو ٹاول سے رگڑتا ہوا اسکی طرف بڑھ ہی رہا تھا جب اسکے چہرے کو سفید پڑتا دیکھ کے وہ ٹھٹھک کے رکا تھا۔۔اسکے ہاتھ میں اپنا فون دیکھتے ہی زوریز کی مسکراہٹ سمٹی تھی، اسکی شکوہ کناں سنہری آنکھوں میں بے یقینی دیکھتے ریز کا دل بے ساختہ دل کسی انہونی کے خیال سے شدت سے دھڑکا تھا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ابھی زوریز اسے مخاطب کرتا جب وہ اسکا فون اسکی آنکھوں کے آگے لہراتی اسے سوالیہ اور بے یقین نگاہوں سے دیکھے گئی، فون پہ میجر خان کی اینڈ کال کا نمبر دیکھتے ہوئے ریز کے الفاظ اسکے حلق میں اٹکے تھے، دل شدتوں سے دھڑکتا ہوا سینے کی دیواریں پٹکنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔۔

کیا یہ سچ ہے ریز؟؟ کیا واقعی ہی تم کسی آپریشن کے لئے نکل رہے ہو؟ کیا تمہارا تعلق آرمی سے ہے؟؟ وہ اپنی سنہری آنکھوں میں لبالب پانی لئے اسکے چٹانی سینے پہ مکے برساتی ہوئی غرائی تھی۔۔

میری بات غور سے۔۔۔۔ابھی زوریز اپنی بات مکمل کرتا جب مرحا شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

مجھے ہاں یا نہ میں جواب چاہیے زوریز شاہ!! کیا تم میجر شاہ ہو یا نہیں؟؟!! وہ اسکی ہری آنکھوں میں اپنی بھیگی سنہری آنکھیں گاڑتی غصے سے چیخی تھی۔۔

لیٹ می ایکسپلین (مجھے وضاحت دینے دو!) میں تمہیں سب۔۔۔

ہاں یا نہ زوریز شاہ؟؟؟ وہ اسکی بات پھر سے بیچ میں کاٹتی شدید غصے سے اسکا فون سامنے دیوار پہ مارتی اسکے ٹکرے ٹکرے کر چکی تھی۔۔

ہاں یہ سچ ہے لیکن م۔۔۔زوریز شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے حصار میں لیتا بے بسی سے اسے پکارنے ہی والا تھا لیکن وہ اپنی ہچکیوں پہ قابو پاتی پھر سے چیخ اٹھی تھی۔۔

خبر دار۔۔ خبر دار جو تم نے میرا نام بھی اپنی زبان سے ادا کیا زوریز شاہ!! جسٹ سٹاپ اٹ۔۔ تم مجھ سے بچپن سے کیا ہوا وعدہ یوں آسانی سے کیسے توڑ سکتے ہو؟؟ کیا تم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہوئے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اپنی زندگی میں کبھی بھی آرمی جوائن نہیں کرو گے۔۔ پھر کیسے؟؟ آخر کیسے کر سکتے ہو تم؟؟ کیا مجھ سے کیا ہوا وعدہ تمہارے لئے اتنا ارزاں تھا؟؟ وہ دھڑکتے دل سے اسکے سینے پہ مکے مارتی چلائی تھی۔۔ اس انکشاف پہ اسکا دل زوروں سے دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا۔۔ اسے کھونے کا ڈر شدت سے اسکے وجود میں پیوستا ہوا اسکا دماغ مفلوج کر رہا تھا۔۔ وہ زوریز شاہ کو بولنے کا بالکل بھی موقع نہیں دے رہی تھی۔۔ زوریز شاہ نے اپنی ہری آنکھوں میں بے تحاشہ بے بسی لیتے اسکی طرف دیکھا تھا جو چیختی ہوئی اپنی سنہری آنکھوں سے آنسو برسا رہی تھی۔۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ کبھی یوں پھوٹ پھوٹ کے نہیں روتی تھی، وہ اپنے جزبات پہ قابو رکھنے والی لڑکی تھی، وہ بری طرح سے ہرٹ ہوئی تھی اسی لئے تو اسکی سنہری آنکھوں سے آنسو کسی پانی کی طرح گالوں پہ بہہ رہے تھے۔۔

میں نے جان کے یہ وعدہ نہیں توڑا میری جا۔۔۔۔۔ وہ اسکے گالوں پہ بہتے آنسوؤں پہ اپنے نرم گرم لب رکھتا ابھی مزید گویا ہوتا لیکن وہ ہزیانی انداز میں چیختی پھر سے اسکی بات کاٹ چکی تھی۔۔

شٹ اپ زوریز شاہ!!! تم آج سے مجھ پہ کوئی حق نہیں رکھتے۔۔ تم یہ وعدہ توڑ کے مجھ سے اپنا ہر تعلق توڑ چکے ہو۔۔ آئی ہیٹ یو۔۔۔ وہ اسکا چہرہ اپنے چہرے سے دور کرتی بے حد غصے سے چیخی تھی۔۔ وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح جلد بازی سے ہر فیصلہ کر رہی تھی جو اسکی فطرت میں شامل تھا۔۔ زوریز شاہ اسکی باتوں پہ غصے سے پاگل ہوا تھا وہ اسے سننے کو تیار نہیں تھی۔۔ وہ کیسے اسکے ساتھ ہر تعلق توڑنے کی بات اپنی زبان پہ لا سکتی تھی؟؟ زوریز شاہ نے انگلی سے اپنی کنپٹی مسلتے ہوئے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔

آج سے میرے اور تمہارے راستے جدا ہو چکے ہیں زوریز شاہ۔۔۔ ڈونٹ یو ڈیئر ٹو ٹاک ود می اگین (مجھے سے دوبارہ کبھی بات کرنے کی جرات بھی مت کرنا)۔۔ تم ہمیشہ مجھے ہرٹ کرتے ہو۔۔ وہ اسے خود سے دور جھٹکتی باہر کی طرف بھاگنے ہی والی تھی لیکن زوریز شاہ ایک جست میں اسے بازو سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا اسکے لبوں پہ شدت سے

جھک چکا تھا۔۔شاہزادی نے اس اچانک افتاد پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا،سنہری آنکھیں تحیر زدہ تھی،وہ اس سیریس سیچویشن میں اسکے لبوں پہ جھکتا اپنی پیاس بجھا رہا تھا؟کیا اسے اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی؟اسکا کوئی حق نہیں ہے مرحاشاہ پہ؟۔۔وہ بری طرح سے مزاحمت کرتی اس سے دور ہونے کی تگ ودو کی سر توڑ کوششیں کر رہی تھی لیکن زوریز شاہ اسکے لبوں کو بے حد شدت سے اپنے ہونٹوں میں جکڑتا اسکی ہر آتی جاتی سانس کو پی رہا تھا۔۔زوریز شاہ اسکی کمر پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیرتا اسکے جبڑے کو اپنے مضبوط ہاتھ کی سخت گرفت میں لئے ہوئے تھا۔وہ اسکے نچلے لب پہ اپنے دانت گاڑتا اسے اپنے دہکتے لبوں کی شدت بھری گرفت میں لے چکا تھا۔اسکے الفاظوں پہ اسکا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا۔وہ اس سے جدا ہونے کی بات بھی اپنی زبان پہ کیسے لا سکتی تھی؟کیا چھ سالوں کا ہجر کم تھا جو وہ پھر سے اس سے جدا ہونا چاہتی تھی؟؟زوریز شاہ بے حد غصے سے سوچتا اب اسکے ہونٹوں کو زخمی کر رہا تھا اسے سانس لینے کی مہلت دیئے بغیر!!!۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط42

"آپ سے بولا تھا۔۔نہیں کروں گی آپ کا لیپ ٹاپ استعمال لیکن یقین کریں مجبوری تھی میری،اسی لئے کچھ دن آپکا لیپ ٹاپ استعمال کر بیٹھی۔۔جانتے ہیں میں بار بار آپکے لیپ ٹاپ کو بند کر کے آن کرتی رہی صرف اس لیے کیونکہ اس پہ بار بار "اووزی شاہ" کا پاسورڈ ڈالنے کا مزہ آ رہا تھا۔۔ویسے بولتے تھے نفرت کرتا ہوں تم سے لیکن پاسورڈ تو آج بھی میرے نام کا ہے! جھوٹے!

لالہ(زوریز شاہ) نے رات میں ہی فون لا کے دیا تھا مجھے۔۔وہ کچھ مصروف تھے اسی لئے دیر سے لے کے دیا۔۔میرے سیکنڈ ائیر کے بورڈ کے پیپر آنے والے ہیں اور مجھے ہمیشہ کی طرح ایک لفظ نہیں آتا!۔۔پتا نہیں آپ کب آن لائن آئیں گے اور مجھے پڑھائیں گے جیسے ہمیشہ سے پڑھاتے ہیں۔۔آپ جانتے ہیں آپکو یہاں سے گئے سات دن، اٹھارہ گھنٹے اور چوبیس منٹ ہو چکے ہیں،مجھے ایک ایک سیکنڈ آپکی یاد آئی ہے! ابھی بھی مجھے آپ کی یاد آ رہی ہے! میں کیا کروں؟۔۔میں اپنے دل کو سمجھاتی ہوں کہ آپکو یاد نہ کرے لیکن وہ پھر بھی ڈھیٹ بن کے آپکو یاد کرتا ہے۔۔کٹی بھی آپ کے بنا اداس ہے۔خاموش خاموش رہتی ہے۔۔مجھے لگتا ہے آپکی ڈانٹ کو مس کر رہی ہے۔۔میری

طبیعت پچھلے تین دن سے خراب ہے، کمر میں اتنی درد رہتی ہے اور دل بھی وزنی سا ہو رہا ہے، رات کو سوئے ہوئے سانس پھول جاتی ہے، آج صبح تو حد ہی ہو گئی، کوئی تین دفعہ وامٹنگ کر چکی ہوں، وامٹنگ کرتے ہوئے آنکھوں سے خود ہی آنسو آئے جا رہے تھے ایسے لگ رہا تھا دل باہر آجائے گا! آپکی اووزی کے پاس کوئی بھی نہیں تھا! بالکل اکیلی تھی کمرے میں! کٹی بیچاری بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔" ایزل شاہ روتے ہوئے کاظم شاہ کو آج بھی فیس بک پہ وائس نوٹ کر رہی تھی یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ نہیں سنے گا!۔۔وہ وائس نوٹ کرتی ہوئی کبھی کبھی بیچ میں کھوکھلا سا ہنس دیتی بالکل ٹوٹے ہوئے انداز میں! لہجہ تکلیف سے بھرپور تھا لیکن کوئی سننے والا نہیں تھا!۔۔

زوریز شاہ اور ایزل شاہ کا تعلق پھر سے بہتر ہو چکا تھا، زوریز شاہ اب ہر روز اسکے کمرے میں آکے اسکے ساتھ کچھ وقت گزارتا تھا، کبھی کبھی مرحا، میرال اور گلالئ بھی چکر لگا لیتی لیکن ایزل شاہ زیادہ تر خاموش رہتی تھی، اسکا کچھ بولنے کو دل ہی نہیں کرتا تھا! کھانا اس کا کمرے میں آجاتا تھا، زہرہ شاہ جو بچپن سے اس سے بے حد پیار کرتی آئی تھیں، انہوں نے ایک دفعہ بھی اسکے کمرے میں آکے نہیں دیکھا تھا۔ آتی بھی کیسے؟ ان کا بیٹا جو ان سے چھینا تھا ایزل شاہ نے! ایزل شاہ پورا پورا دن کاظم شاہ کو یاد کرتی اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی پہ آنسو بہاتی رہتی!

السلام وعلیکم! ۔۔۔احان شاہ نے ڈائینگ ٹیبل میں داخل ہوتے سب کو مشترکہ سلام کیا تھا۔۔اس کو آج آفس اتنا کام نہیں تھا اسی لئے وہ آفس سے جلدی واپس آچکا تھا۔

وعلیکم السلام! کہاں تھے تم اتنے دنوں سے برخودار؟۔۔۔عادل شاہ نے اسکی سلام کا جواب دیتے اسکی ہویلی سے ایک ہفتہ دور رہنے کی وجہ کے بارے استفسار کیا تھا۔!

مصروف تھا!۔۔۔احان شاہ سنجیدگی سے جواب دیتا ہوا اپنی ٹائی ڈھیلی کر رہا تھا۔۔

ہاں تم تو جو مصروف تھے!!تمہاری بیوی تم سے زیادہ مصروف ہے جسے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی فرصت نہیں ہے!۔۔۔عادل شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی شاہ بی بی طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔شاہ بی بی کی بات پہ احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دبایا تھا۔۔وہ صبح گلالئ کو بول کے بھی گیا تھا کہ شاہ بی بی کے ساتھ کچھ وقت گزارے لیکن کبھی جو اسکی ڈھیٹ پٹھانی اسکی کسی بات پہ عمل کرلے!

وہ ڈرتی ہے آپ۔۔۔ ابھی احان شاہ ہمیشہ والا ڈائیلاگ بولتے ہوئے اپنی بیوی کی حمایت کرتا جب شاہ بی بی نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ارے بس کر دو شاہ! کوئی ڈون نہیں ہیں ہم جو وہ ڈرتی پھرتی ہے! یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔۔ سچ تو یہ ہے تمہاری بیوی کی اکڑ نہیں پائی جا رہی!۔۔ شاہ بی بی نخوت سے بولی تھی، ان کے منہ سے ڈون کا لفظ سنتے ہوئے جہاں احان شاہ اپنی ہنسی دبا رہا تھا وہی پہ انہیں گلا لئی پہ طنز کے تیر چلاتے دیکھ کے اس نے اپنے لب بھینچے تھے۔۔ باقی سب بھی جیسے شاہ بی بی کی باتوں سے متفق نظر آ رہے تھے، اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ تمام بڑوں اور احان شاہ کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔ ارزم شاہ ابھی تک یونی سے نہیں آیا تھا، اور باقی سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔۔

حلیمہ !!! احان شاہ نے بلند آواز میں حلیمہ کو پکارا تھا جو اس کی رعبدار آواز پہ تیزی سے ڈائیونگ روم میں داخل ہوئی تھی۔۔

جی شاہ صاحب!۔۔۔ حلیمہ سر جھکا کے بولی۔۔

گل کو میرا پیغام دیں کہ وہ اگلے پانچ منٹ میں ہر حال میں ڈائینگ روم میں موجود ہو!۔ احان شاہ حکمیہ لہجے میں بولتا شاہ بی بی کے پاس والی کرسی پہ بیٹھا تھا۔۔ حلیمہ اسکے حکم پہ سر ہلاتی ہوئی تیزی سے اوپر سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔۔

میرال شاہ نے رات کو اپنے کمرے میں آتی ہی تباہی مچائی تھی، اسے خود پہ غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیسے اس نقلی میجر سے تھپڑ کھانے کے بعد یوں آسانی سے آنسو بہا کے وہاں سے آ سکتی ہے؟ کیا میرال شاہ اتنی کمزور تھی کہ اس گھٹیا میجر کو جواباً تھپڑ مارنے کے بجائے وہ میدان چھوڑ کے آ گئی؟ میرال شاہ پوری رات چیختے ہوئے خود پہ اپنا غصہ اتارتی رہی تھی، یہ اسکی زندگی کی پہلا بر تھڈے تھا جو اتنا خراب گزرا تھا۔۔ میرال شاہ کا دل کر رہا تھا ابھی میجر خان اسکے سامنے ہو اور وہ اسکا قتل کر دے! وہ غصے کی وجہ سے صبح ڈائینگ ٹیبل پہ ناشتہ کرنے بھی نہیں گئی تھی، زاویار شاہ نے بھی اسے کمرے میں آ کے ہی بر تھڈے وش کی تھی، اسکے کمرے کی حالت دیکھ کے وہ پریشان ہوتے ہوئے اسکے غصے کی وجہ استفسار کر رہے تھے جس پہ اس نے دوست سے لڑائی کا بہانہ بناتے ہوئے انہیں ٹال دیا!! شاہ بی بی سے وہ اس دن سے ناراض تھی جس دن سے انہوں نے احان شاہ سے بات چیت شروع کی تھی لیکن ابھی شاہ بی بی نے حلیمہ کے

ہاتھ سخت حکم بھجوایا تھا کہ وہ سب کے ساتھ کھانے کے ٹیبل پہ موجود ہو جس پہ وہ بیزاری سے اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ وہ اس وقت بلیو جینز پہ فر والا گرم وائٹ سویٹر پہنے ہوئے تھی، باب کٹ بال ہلکے گیلے تھے کیونکہ اس نے کچھ دیر پہلے ہی شاور لیا تھا۔۔

گڈ آفٹر نون!!۔۔۔۔ میر ال شاہ سپاٹ انداز میں سب کو سلام کی بجائے گڈ آفٹر نون بولتی ڈائینگ روم میں داخل ہوئی تھی، جس پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔

یہاں آؤ میرا بچہ!۔۔۔۔ شاہ بی بی نے نواسی کو دیکھتے پیار سے اپنے پاس بلایا تھا، میر ال جو ان سے اتنے دنوں سے ناراض گھوم رہی تھی، ان کی پکار میں بے حد محبت محسوس کرتی وہ خود کو ان کے پاس جانے سے روک نہیں پائی تھی۔۔ میر ال شاہ گہری سانس بھرتی ہوئی شاہ بی بی کی طرف بڑھی جو اسپیشل اپنی کرسی سے اسکے لئے کھڑی تھیں۔ میر ال ابھی شاہ بی بی کی طرف بڑھتا جب غلطی سے اسکا پیر احان شاہ کی کرسی سے ٹکرایا تھا، میر ال شاہ کو بری طرح سے ٹھوکر لگی تھی وہ خود کو چاہ کے بھی احان شاہ پہ گرنے سے روک نہیں پائی تھی، احان شاہ جو مصروف انداز میں چھوٹے چھوٹے نوالے لے رہا تھا، میر ال شاہ کو اپنی گود میں گرے دیکھ کے اسکی ہری آنکھیں پھیلی تھی، چہرہ غصے سے بے حد سرخ ہوا تھا۔۔ اب سب کی نظروں کا مرکز احان شاہ اور میر ال شاہ تھے حتی کہ ڈائینگ روم میں داخل ہوتی گلالئ احان شاہ کا بھی! اس منظر کو دیکھتے ہوئے گلالئ کو اپنے پورے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔۔ وہ اسکے سیدزادے کا کوٹ اپنے ہاتھوں میں جکڑے اسکی گود میں بیٹھی ہوئی تھی؟ وہ اتنی بے باک حرکت سب کے سامنے انجام دے رہی تھی اور وہ خاموش تھا؟ گلالئ کی حیرانگی کی انتہا نہیں تھی۔۔

واٹ دا ہیل؟؟۔۔۔۔ احان شاہ جلدی سے میر ال شاہ کو خود سے دور کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ احان شاہ ے ابھی تک گلالئ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ سب گلالئ کی موجودگی سے انجان تھے۔

آئی ایم سوری۔۔ غلطی سے میرا پیر مڑ گیا۔۔ میر ال شاہ سنجیدگی سے بولتی شاہ بی بی کی طرف بڑھی تھی۔۔ احان شاہ نے سختی سے لب بھینچے تھے، اسے یہ سب بالکل اچھا نہیں لگا تھا چاہے یہ سب غلطی سے ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

ارے کوئی بات نہیں، یہاں آؤ میرے پاس! لگی تو نہیں میری بیٹی کو؟۔۔۔ احان شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی شاہ بی بی اسکی طرف بڑھتی پیار سے استفسار کر رہی تھی جس پہ میر ال شاہ نے نفی میں سر ہلاتی ان کے قریب گئی تھی۔۔

سالگرہ مبارک ہو میری بچی!! اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔۔ تمہارے نصیب اچھے کرے!۔۔۔ شاہ بی بی اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے پیار سے دعائیں دے رہی تھی۔۔ ان کی نصیب والی دعا پہ میر ال شاہ کی نظریں بے ساختہ احان شاہ کی طرف اٹھی تھیں، وہ شاہ بی بی سے دعائیں لینے کے بعد سپاٹ انداز میں ان سے الگ ہوئی تھی۔۔ شاہ بی بی کے بعد احان شاہ کے علاوہ ڈایننگ ٹیبل پہ موجود سب بڑوں سے میر ال کو اسکی سالگرہ وش کی تھی جس پہ وہ زبردستی مسکرا کے کرسی گھسیٹتے ہوئے بیٹھی تھی۔۔ خود پہ نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اچانک سے نظریں اٹھا کے سامنے کی طرف دیکھا تھا، ڈارک گرین پٹھانی فراک میں ملبوس گلالئی کو اپنی طرف غصے سے گھورتا پا کے وہ حیران ہوا تھا، احان شاہ ابھی حیران ہوتے اسکی طرف دیکھ ہی رہا تھا جب وہ نروٹھے پن سے اپنی نظریں پھیر گئی۔۔ احان شاہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے ھارون شاہ کی نظریں بے ساختہ گلالئی کی طرف اٹھی تھیں۔۔

آؤ بیٹا! وہاں پہ کیوں کھڑی ہو؟۔۔۔۔ ہویلی میں احان شاہ کی بیوی کے طور پہ متعارف ہونے کے بعد یہ پہلی بار تھا جو ھارون شاہ خود گلالئی سے مخاطب ہوئے تھے، سب نے چونکتے ہوئے گلالئی کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت بنا میک اپ کے بھی حسن کی دیوی معلوم ہو رہی تھی، ڈارک گرین پٹھانی فراک پہ ہم رنگ دوپٹا سر پہ اوڑھے وہ کندھوں پہ احان شاہ کی سکن اجرک لئے ہوئے تھی۔۔ ھارون شاہ کی پکار پہ وہ احان شاہ سے نظریں ہٹاتی جلدی سے آگے کی طرف بڑھی تھی بالکل معصومیت سے۔۔۔

السلام۔۔ السلام و علیکم!۔۔۔ گلالئی نے جھجکتے ہوئے سب کو سلام کیا تھا۔۔

وعلیکم السلام! یہاں آؤ میرے پاس!۔۔۔ سب سے پہلے جواب شاہ بی بی نے نرمی سے دیا تھا جس پہ سب کی آنکھیں تحیر زدہ ہوئی تھی۔ ان کے نرم لہجے میں کہی گئی بات پہ گلالئی کو لگا، اس نے کچھ غلط سن لیا ہو!

م۔ میں؟ گلالئی اپنی انگلی خود کی طرف موڑتی معصومیت سے بولی تھی جس پہ شاہ بی بی دل میں تو غصے سے بل کھا رہی تھی لیکن بظاہر زبردستی کا مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا، سب حیرانگی سے شاہ بی بی کا گلالئی کے ساتھ اتنا نرم رویہ دیکھ رہے تھے، میر ال کی بھوری آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔۔ احان شاہ کے اشارے پہ گلالئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی شاہ بی بی کے پاس آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔

مجھ سے ڈرا مت کرو! تم میرے پوتے کی بیوی ہو اور مجھے اسی طرح سے پیاری ہو جس طرح سے شاہ مجھے پیارا ہے!۔۔۔ شاہ بی بی بڑے ضبط سے اسے خود کے ساتھ لگاتی نرمی سے گویا ہوئی تھی، ان کی بے حد نرمی پہ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ان دونوں کے دیکھ کے مسکرا رہا تھا۔۔ میرال شاہ کی برداشت صرف یہی تک تھی! وہ اپنے پاس پڑی پلیٹ کو پٹکتی ہوئی ڈائینگ روم سے نکلی تھی۔۔ اسکی پیاری نانی اسکی دشمن کو گلے لگا کے کھڑے محبت بھرے الفاظ بول رہی تھی؟؟ میرال شاہ بے حد حیرت سے سوچتی پورچ کی طرف بھاگی تھی ،وہ اس ہویلی میں رہ کے اپنی سالگرہ کو مزید خراب نہیں کرنا چاہتی تھی! آج کا دن ہی منحوس تھا!! میرال شاہ غراتے ہوئے اپنی گاڑی میں بیٹھتی پھرتی سے ریورس کرتی ہویلی سے نکلی تھی۔۔

گلالئ نے آج سب کے ساتھ بیٹھ کے دوپہر کا کھانا کھایا تھا، کاظم شاہ کے جانے کے بعد ہویلی کا ماحول جیسے افسردہ سا تھا! لیکن آج اس افسردگی کو کم کرنے کے لئے سب نے گلالئ کو اپنے ساتھ ہلکی پھلکی باتوں میں شامل کیا تھا جس پہ وہ جھجھکتی ہوئی جواب دینے کے بجائے صرف مسکرا کے اپنی نظریں جھکا جاتی! اس دوران وہ اپنے ساتھ بیٹھے احان شاہ کو بالکل اگنور مار رہی تھی جو مسلسل اسکی طرف دیکھ رہا تھا بنا کسی شرم اور لحاظ کے!

خیریت ہے؟ منہ کیوں بنا ہوا ہے؟ ابھی صبح تو ٹھیک چھوڑ کے گیا تھا میں!۔۔۔ اسکے پھولے منہ کو دیکھتے ہوئے احان شاہ اسکے کان میں مدھم سرگوشی کرتا استفسار کر رہا تھا جس پہ وہ پہلے تو اسکے یوں مخاطب کرنے پہ چونکی تھی لیکن پھر سے اگنور مارتی ہوئی چھوٹے چھوٹے نوالے منہ میں ڈالتی رہی۔۔ احان شاہ اسکے اتنے اٹیٹیوڈ پہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔

تم کمرے میں چلو ذرا! پھر دیکھو تمہیں کیسے سیدھا کرتا ہوں میں!۔۔ اسکی اتنی نظر اندازی پہ وہ اسے ڈرانے کی غرض سے اسکے کان کے پاس پھر سے جھکتا رعب سے بولا تھا، اب کی بار آواز بے ساختہ سرگوشی سے کچھ اونچی ہوئی تھی جس پہ سب نے آئیبرو اچکاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتا جلدی سے گلالئ سے فاصلہ بنا گیا، احان شاہ کی سرگوشی پہ تضاد سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے گلالئ کے گال سرخ ہوئے تھے جنہیں اس وقت اپنے لبوں میں دبانے کی تمنا احان شاہ کے دل نے شدت سے کی تھی لیکن ہائے یہ ظالم سماج!! شاہ بی بی اندر سے جلتی کڑھتی ہوئی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی لیکن بظاہر چہرے پہ بڑی سی مسکراہٹ تھی!۔

لنچ کرنے کے بعد گلالئ نے زرتاج اماں کے ساتھ برتن اٹھا کے کچن میں رکھے تھے، احان شاہ اپنے کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے کمرے میں جا چکا تھا لیکن گلالئ جان بوجھ کے کمرے میں جانے کی بجائے زرتاج اماں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔

گلے باقی کی باتیں کل کریں گے ! ابھی کمرے میں جا شاہ صاحب تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔زرتاج اماں اپنی خوبصورت بیٹی کا ماتھا چومتی پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں جو انہیں کب سے شاہ بی بی جے نرم رویے کی داستان بے حد معصومیت سے سنا رہی تھی۔۔

بعد میں چلی جاؤں گی نا اماں!۔۔۔وہ ناک سکوڑتے ہوئے بولی۔۔

کوئی بعد میں نہیں!! ابھی نکل یہاں سے۔۔شوہر تھکا ہارا گھر آیا ہے اور تجھے باتوں کی پڑی ہوئی!۔۔۔زرتاج اماں اب اسے پیار سے ڈپٹتی اسکے ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑا رہی تھی۔۔گلالئ معصومیت سے منہ کھولتی اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جو ہمیشہ اسکے شوہر کی سائیڈ لیتی تھی۔۔

جا یہ چائے لے کے جا شاہ صاحب کے لئے ! یہی چھوٹی چھوٹی باتیں شوہر کو خوش کر دیتی ہیں!! وہ اسکے گال پہ پیار سے ہاتھ رکھتی اسے مزید سمجھا رہی تھیں جس پہ وہ چائے کا مگ تھامتی پیر پٹکتے ہوئے کچن سے نکلی تھی۔۔زرتاج اماں نوٹس کر رہی تھی گلالئ میں اب کافی نخرہ آ چکا تھا! اور یہ شاید نہیں یقیناً احان شاہ کے لاڈ پیار کا نتیجہ تھا، ورنہ وہ پہلے کہاں اتنی ضد اور نخرہ دیکھاتی تھی؟

گلالئ سنجیدگی سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ہاتھ میں پکڑا مگ احان شاہ کو دینے کی بجائے وہ صوفے کی طرف بڑھی تھی، بیڈ پہ بیٹھ کے موبائل یوز کرتے احان شاہ کو وہ پھر سے مکمل طور پہ نظر انداز کرتی صوفے پہ بیٹھ کے چائے کے سوٹے لگا رہی تھی۔زرتاج اماں نے یہ چائے اسے اپنے شوہر کو دینے کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ اپنی ضد کی پکی تھی، اسے احان شاہ کو نہیں بلانا تھا اور وہ نہیں بلا رہی تھی۔۔ابھی وہ صبح ہی اسے ہویلی سے ایک ہفتہ دور رہنے والی بات پہ منا کے گیا تھا، لیکن اب ڈائیننگ روم میں اسکی اور میر ال شاہ کی اتنی نزدیکی یاد کرتے ہوئے وہ کب سے جلتے توے پہ

بیٹھی اس سے پھر سے ناراض ہو چکی تھی۔۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی اب اس سے ناراض ہو جایا کرتی تھی۔۔احان شاہ اپنی پٹھانی کو ایک نظر دیکھ کے سر کو خم دیتا موبائل کو پاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے گلالئ کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں لیکن وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئی کیونکہ وہ اس وقت صرف بلیک پینٹ میں تھا! شرٹ اور کوٹ بے ترتیبی سے بیڈ پہ پڑے تھے۔۔احان شاہ نے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا کے اسکا ماتھا پیار سے چوما تھا جیسے وہ ہمیشہ آفس سے آنے کے بعد چومتا تھا لیکن نیچے سب کے سامنے وہ خود پہ قابو پا گیا۔۔گلالئ جو پورے کانفیڈنس سے چائے پینے کی کوشش کر رہی تھی، اس اچانک افتاد پہ اس نے مگ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کی تھی۔۔آنکھوں کے سامنے پھر سے وہ پل لہرایا تھا جب میر ال شاہ اسکے کوٹ کو جکڑے اسکی گود میں بیٹھی اسکے چوڑے سینے سے چپکی ہوئی تھی۔۔گلالئ اگلے ہی پل غصے سے اپنی پوری قوت لگاتی احان شاہ سے دور ہوئی تھی، اسکے یوں زبردستی دور ہونے پہ احان شاہ اپنی آنکھوں میں غصے کی سرخی لئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو اب سینٹرل ٹیبل پہ مصروف انداز میں مگ رہی تھی۔۔

تمہاری بدتمیزی کی وجہ جان سکتا ہوں؟؟۔۔۔احان شاہ نے اسے کہنی سے پکڑتے ہوئے غصے سے اپنی طرف کھینچا تھا، اسے اپنے سینے میں سختی سے بھینچتا وہ اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔وہ کب سے اسے نظر انداز کرتی پاگل کر رہی تھی۔۔

میں نے آپ کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی! چھوڑیں مجھے!۔۔۔گلالئ لہجے کو مضبوط بنا کے بولی تھی، چہرہ معصوم تھا لیکن لہجہ مضبوط!

یہ تمہیں ہر دو منٹ بعد ہو کیا جاتا ہے؟! کیوں منہ پھولایا ہوتا ہے چوبیس گھنٹے؟؟۔۔احان شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لیتا مصنوعی روعب سے بولا تھا۔۔گلالئ ہنوز اسکی طرف دیکھنے سے گریزبرت تھی لیکن وہ جس طرح سے اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرتا اسے اپنے برہنہ چوڑے سینے میں بھینچتا جا رہا تھا گلالئ ہے گال تپ کے انگارہ ہو رہے تھے۔۔وہ اس کے سینے پہ اپنی کہنیاں ٹکاتی اس سے دور ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن احان شاہ کے حصار سے آزاد ہونا اتنا آسان نہیں تھا۔۔

می۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔کب۔۔۔پھولایا۔۔۔چھوڑیں۔۔۔مجھے۔۔۔وہ نظریں جھکائے سپاٹ انداز میں بولا تھا۔۔لہجہ خود بخود اسکی اتنی نزدیکی پہ لڑکھڑا رہا تھا۔۔

توسیدھے منہ بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟۔۔۔احان شاہ اسکے وجود سے اپنی اجرک اتارنے کے بعد اسکا ڈارک گرین دوپٹا اسکے سر سے اتار کے سائیڈ پہ رکھتا مصروف انداز میں بولا تھا، نظریں اسکے سراپے کا طواف کر رہی تھی جو سبز پٹھانی فراک میں غضب ڈھا رہا تھا، فراک کی فٹنگ کی وجہ سے گلالئی کا انگ انگ نمایاں ہو رہا تھا، گلہ بے حد گہرا تھا جس کی وجہ سے اسکے خوبصورت بدن کی گہرائیاں نمایاں ہو رہی تھیں جس پہ احان شاہ بے باکی سے اپنی نظریں گاڑے ہوئے تھا، گلالئی اسکی نظروں کا مرکز اپنی گہرائیوں پہ محسوس کرتی شرم وحیا سے بے حد سرخ پڑی تھی لیکن غصہ ہنوز اپنی جگہ تھا۔۔

آپکے پاس آپکی منظورِ نظر ہے نا باتیں کرنے کے لئے! میری کیا ضرورت ہے آپکو؟ چھوڑیں مجھے۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولتی اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوتے دبی دبی آواز میں چیخی تھی۔۔اسکے جملے پہ احان شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ اسکے منہ سے منظورِ نظر کا لفظ سنتا سمجھ چکا تھا وہ کس کی بات کر رہی ہے!

رکھ کے لگاؤں گا منہ پہ!اب اگر جو تم ایک انچ بھی مجھ سے دور ہوئی تو!!! احان شاہ اپنا ہاتھ الٹا کر کے اسکے گال کے نزدیک کرتا غصے سے دھاڑا تھا۔۔اسکے یوں ہاتھ اٹھانے پہ گلالئی نے سہمتے ہوئے زور سے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ احان شاہ کا مقصد اپنے ہاتھ سے صرف اسے ڈرانے کا تھا، وہ اسے مارنے کا قطعی ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن اسے یوں سانس روکے دیکھ کے احان شاہ کو اپنی غلطی کو احساس ہوا تھا، وہ جلدی سے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے اپنے پہلو میں گراتا پھر سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے نزدیک کر گیا۔۔گلالئی نے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں پانی لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔احان شاہ نے اسکی آنکھوں میں پانی دیکھتے ہوئے اسکے سرخ گالوں کو اپنے لبوں میں پیار سے دبایا تھا جس کی تمنا وہ نیچے ڈائینگ ٹیبل پہ کر رہا تھا، گلالئی نے پھر سے ضدی انداز میں مزاحمت شروع کی تھی۔۔ وہ پہلے جتنی کم مزاحمت کرتی تھی اسکے کمرے میں شفٹ ہونے کے بعد وہ یونہی اس پہ بھاری پڑتی تھی اور احان شاہ کو اسکی اسی مزاحمت سے چڑ تھی جو وہ ضد کرتے ہوئے اس سے دور ہوتی تھی۔۔احان شاہ نے اسے کنٹرول کرنے کے لئے اسکے گلے کی گہرائیوں پہ اپنا مضبوط ہاتھ سہلایا تھا، اسکی پوروں کا کھردرا لمس یہاں پہ محسوس کرتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔

بے بی! مجھے سے پنگا کیوں لے رہی ہو جب جانتی ہو تم اس پاگل سید زادے کی قید سے آزادی حاصل نہیں کر سکتی!۔۔۔احان شاہ اب کی بار اسکی بدن کی گہرائیوں میں اپنا چہرہ چھپاتا گھمبیر تا میں سرگوشی کرتے ہوئے گلالئ کو کپکپانے پہ مجبور کر گیا، احان شاہ کے لب اپنے گلے سے نیچے کی طرف سرکتے محسوس کر کے گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔

اب بتاؤ میں نے اپنی کس منظورِ نظر سے باتیں کی ہیں جو تم اپنا منہ لٹکا کے بیٹھی ہوئی ہو؟۔۔۔احان شاہ اسکے بدن کی خوشبو اچھی طرح سے محسوس کرنے کے بعد اسکے کان کو لوں کو اپنے دانتوں میں دباتے ہوئے گویا ہوا! گلالئ سے نظریں اٹھانا محال ہو رہا تھا، وہ اپنی اتنی سی قربت سے اسکے ہوش اڑا جایا کرتا تھا اور جب اس نے گلالئ کو پوری طرح سے اپنا بنانا تھا پھر یقیناً گلالئ کی روح ہی پرواز ہونی تھی۔۔گلالئ کو خود پہ بے حد رحم آرہا تھا۔۔

ماریں نہ مجھے! جیسے پہلے مارنے والے تھے! رک کیوں گئے؟ گلالئ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بھرائی آواز میں شکوے سے بولی تھی۔۔لہجے میں اذیت تھی۔

کب مارا؟ احان شاہ پیار سے اسکے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کرتا اسکے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکراتے ہوئے پیار سے بولا۔۔

ابھی مارا۔۔۔وہ سوں سوں کرتے ہوئے صاف جھوٹ بول رہی تھی۔۔احان شاہ نے اسے ڈرانے کے لئے ہاتھ اوپر تو کیا تھا لیکن اسے چانٹا نہیں مارا تھا۔۔وہ غلط بیانی کر رہی تھی۔۔

کب؟؟۔۔۔وہ اسکے لبوں کو پیار سے چوم کے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا آئیبرو آچکا کے بنا رکے بولا۔۔۔

ابھی مارا تو۔۔۔وہ سرخ پڑتی اب نظریں جھکا کے معصومیت سے بولی۔۔۔

ابھی کب؟۔۔۔احان شاہ اسکی گردن پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھتا اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز بول رہا تھا۔۔

ابھی مارا۔۔۔وہ ہنوز آنسو بہاتے ہوئے ایک ہی گردان لگا رہی تھی۔۔

کب؟۔۔۔احان شاہ اب اسے چڑا رہا تھا۔۔

ابھی یییییی!!!!۔۔۔وہ اب غصے سے اپنی ناک سکوڑتے بے حد کیوٹ طریقے سے بولی تھی، چہرے پہ غصیلے تاثرات تھے۔

وہی تو! ابھی کب؟؟؟۔۔۔احان شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی غرض اسکی شہہ رگ پہ شدت سے اپنے لب رکھتا پھر سے وہی الفاظ دہرا رہا تھا۔۔وہ اب کی بار خاموش رہی کیونکہ اسے جواب دینے کا کوئی فایدہ نہیں تھا، البتہ اسکے لب اپنی شہہ رگ پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔

اس فراک کی فیٹنگ کافی اچھی ہے! روز یہی پہنو گی تو یقین مانو اپنی ہر منظورِ نظر کو بھار میں جھونکتا ہوا تمہارا طواف کرتا رہوں گا!۔۔احان شاہ اسکی خاموشی پہ اسے آنکھ ونک کرکے بولتا اسکی فراک کے گہرے گلے کو اپنے دانتوں میں دبا کے کھینچتا گلالئی کو لال ٹماٹر بننے پہ مجبور کر گیا۔۔اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ پہ وہ بے قابو ہوتا اب اپنے دانتوں سے اسکی فراک کا گلہ چیڑنے کی کوشش کر رہا تھا جس پہ گلالئی نے جلدی سے اسکے لبوں پہ ہاتھ رکھا تھا جو کچھ منٹوں میں واقعی ہی اپنے کہے کے مطابق اسے سیدھا کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔۔احان شاہ نے اسکی انگلی کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے اسکی فراک کندھوں سے کھسکائی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 43

میں ہمیشہ تمہیں ہرٹ کرتا ہوں! یاں تم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے ہمیشہ مجھے ہرٹ کرتی ہو؟؟!۔۔۔زوریز شاہ کافی دیر بعد اس کے لبوں کو آزادی بخشتا پھولی سانسوں کے درمیان غرایا تھا۔۔مرحا شاہ نے نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکی اتنی شدت پہ اسکے لب جل رہے تھے جیسے۔۔

تم نے میرا اعتبار توڑا ہے زوریز شاہ! تمہیں بچپن سے آرمی میں جانے کا شوق تھا اور تم نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ توڑ کے اپنے شوق کو ترجیح دی!! کیا تمہیں وہ وعدہ یاد نہیں ہے جب ہم بچپن میں اکھٹے بیٹھ کے مووی دیکھ رہے تھے جس میں ہیرو آرمی میں ہوتا ہے لیکن اینڈ پہ ہیرو شہید ہو جاتا ہے، اور تم جانتے ہو نا جب وہ ہیرو شہید ہوا تھا، اسکا تابوت اسکے گھر والوں کے حوالے کیا گیا تھا۔۔یہ سین دیکھتے ہی تم نے مجھے بولا تھا تم بھی ایک دن آرمی میں جاؤ گے لیکن جب میں تمہاری بات پہ زور زور سے رونے لگی تو تم نے مجھ سے میرے رونے کی وجہ پوچھی۔تم کتنے پریشان ہوئے تھے میرے یوں رونے پہ!! وجہ پوچھنے پہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں تمہیں کبھی کھو نہیں سکتی۔۔تم میرے لئے بہت ضروری ہو۔۔میں کبھی نہیں چاہوں گی جو کچھ اس مووی میں ہوا ہے وہ کبھی میرے ریز کے ساتھ ہو۔۔تم میری

بات پہ مسکرائے، شاید تمہیں میری فکر اچھی لگی تھی!۔۔ تمہارے مسکرانے پہ میں نے لگے ہاتھ تم سے پکا وعدہ لیا تھا کہ تم کبھی بھی آرمی میں نہیں جاؤ گے ورنہ تمہاری شاہزادی تم سے کبھی بات نہیں کرے گی! اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے کبھی اپنی شاہزادی کی بات نہیں ٹالو گے! اگر تمہاری شاہزادی بولے گی کہ اسے آرمی پسند نہیں ہے تو زوریز شاہ آئیندہ سے کبھی کوئی آرمی والی موو ی بھی نہیں دیکھے گا! لیکن تم نے جھوٹ بولا تھا! تم نے ثابت کیا کہ تمہیں ایک اچھا ہمسفر، ایک اچھا دوست، ایک اچھا شوہر نہیں بلکہ ایک اچھا محب وطن بننا تھا!! اور تم وہ بن گئے!! ویری ویلڈن میجر زوریز شاہ!!! تمہیں تمہارا عہدہ مبارک ہو۔۔۔!! مرحا شاہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی زوریز شاہ کے سینے پہ مکے برساتی ہزیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔۔ مرحا شاہ کی باتوں پہ زوریز شاہ کی دماغ میں وہ سارا منظر چل رہا تھا جب اس نے اسکے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہوئے اس سے وہ وعدہ کیا تھا۔۔ وہ یہ وعدہ یقیناً تب بچپنے میں اپنی نادانی کی وجہ سے کر چکا تھا جس کا خمیازہ اسے اب بھگتنا پڑ نا تھا۔۔

میری بات غور سے سنو پلیز میری شاہزادی!! یہاں بیٹھو!۔۔۔ زوریز شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسکے بازوؤں کو اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لیتا صوفے پہ بٹھانے ہی والا تھا جب وہ زور آزمائی کرتی ہوئی جلدی سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔

کیوں سنو میں تمہاری بات؟؟ کیا تم نے میرے وعدے کی لاج رکھی ہے؟ تم اپنا کیا گیا وعدہ تو بھول سکتے ہو لیکن میں اپنی کہی گئی بات نہیں بھول سکتی! میں نے بولا تھا جس دن تم اپنا یہ وعدہ توڑو گے میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی! اور میں تم سے واقعی ہی کبھی بات نہیں کروں گی زوریز شاہ!! مارک مائے ورڈز (میرے الفاظ لکھ کے رکھ لو)۔۔۔ مرحا شاہ اپنی سنہری آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی اسے خود سے دور دھکیلتے ہوئے دھاڑی تھی۔۔ زوریز شاہ کا چہرہ غصے سے بے حد سرخ ہوا تھا۔۔ وہ جو غصے میں نا چاہتے ہوئے بھی اپنے باپ کے ساتھ بدتمیزی کر جاتا تھا نا جانے اس وقت وہ اپنا غصہ کس ضبط سے قابو کر رہا تھا۔۔

مرحا ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔ میں تمہیں سب تفصیل سے بتاتا ہوں میری جان! صرف کچھ دیر کے لئے مجھے سن لو!! شش!!۔۔ زوریز شاہ اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگاتا اسکے گال پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا اسے ریلکس کر رہا تھا جو اس وقت غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔۔

کیا تم نے سنا نہیں میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی زوریز شاہ!! جسٹ لیو می!!!۔۔۔ مرحا شاہ پھر سے اپنی پوری طاقت لگاتی اسے خود سے دور کر رہی تھی۔۔

تم مجھ سے بات نہیں کرو گی؟ رائٹ؟ تو اب اپنی بات پہ قائم رہنا اور مجھ سے بہت نہیں کرنا!! کیونکہ میں تم جیسی بیوقوف لڑکی کے ساتھ اپنا سر نہیں کھپا سکتا!! تم بہت خود غرض بن کے سوچ رہی ہو! کبھی سامنے کھڑے انسان کی بھی سن لینی چاہیئے۔۔ وہ اسکی بار بار ایک ہی رٹ سنتا ہوا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ وہ اسے کب سے نرمی سے ڈیل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مرحا شاہ کے لئے جیسے صرف اپنی باتیں ضروری تھیں، وہ زوریز شاہ کو سننے کے لئے کسی بھی قیمت پہ تیار نہیں تھی۔۔

ہمم! میں واقعی بہت خود غرض ہوں! اچھا لگتا ہے تمہارے منہ سے ہمیشہ خود کے لئے خود غرض کا لفظ سن کے۔۔۔! مرحا شاہ کی آنکھوں سے ناچاہتے ہوئے بھی آنسو پھر سے بہتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے، وہ آج بھی اسے خود غرض کہہ چکا تھا۔۔ آخر وہ کب سمجھے گا کہ وہ اسکے لئے بے حد پوزیسیو ہے؟۔۔ وہ اسکی بات کے جواب میں بھرائی آواز میں بولتی وہاں سے بھاگنے کے انداز میں نکلی تھی۔ زوریز شاہ نے اپنا ماتھے مسلتے ہوئے اسے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔۔

آہہہہ۔۔۔۔ وہ اپنے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا لیمپ اٹھا کے زمین پہ مارتا غصے سے چیخا تھا۔ آخر اسکی زندگی میں کبھی سکون کیوں نہیں آتا تھا؟ زوریز شاہ کو اس وقت میجر خان پہ بے حد غصہ آیا تھا جس نے اسے غلط وقت پہ فون کیا تھا۔۔ اپنے آئی فون کو زمین پہ کرچیوں کی صورت میں گرے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنے لب بھینچے تھے۔۔ وہ اسکی طرح اسکا فون بھی توڑ کے جا چکی تھی لیکن اس وقت زوریز شاہ کا یہ جاننا بے حد ضروری تھا کہ اسے میجر خان نے فون کیوں کیا تھا؟ زوریز شاہ نے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے اپنا نوکیا کا چھوٹا سا فون نکالتے ہوئے میجر خان کو ملایا تھا جو پہلی ہی بیل پہ اٹھا لیا گیا تھا۔۔

کیوں اگر یہ نہیں پہنوں گی تو میری طرف نہیں دیکھیں گے؟؟ گلالئی کو جیسے اسکی بات پسند نہیں آئی تھی، اسی لئے وہ اپنی شرم وحیا کو کچھ دیر کے لئے پرے کرتی سنجیدگی سے استفسار کر رہی تھی۔۔

احان شاہ جو مدہوشی سے اسکے کندھوں پہ اپنا لمس بکھیر رہا تھا، گلالئ کی سپاٹ آواز پہ اس نے اپنی خمار آلود بھری آنکھوں کو اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ اسکے سوال پہ شرارت سے مسکرایا تھا۔

تمہاری طرف نہیں دیکھوں گا تو کس کی طرف دیکھوں گا میری ڈکیٹ پٹھانی؟ میرے کہنے کا مطلب ہے اگر تم ہر روز یہ فراک پہنو گی تو زیادہ غور سے دیکھوں گا!! وہ اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنساتا اسکے ہونٹوں کو اپنی پوری شدت سے چومتا آئیبرو آچکا کے بولا۔۔ گلالئ نے سرخ پڑتے ہوئے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔

وہ غلطی سے مجھ سے ٹکرائی تھی۔۔ اپنے دماغ سے ہر فضول سوچ نکال دو بے بی! میں صرف تمہارا ہوں۔۔۔ احان شاہ اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا اسے سمجھانے والے انداز میں بولا جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتی اسکے کندھے پہ اپنا سر ٹکا گئ۔۔ احان شاہ کو اس کے چہرے پہ اداسی واضح نظر آئی تھی۔۔

کیا ہوا؟۔۔۔ احان شاہ نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسکی اداسی کی وجہ جاننی چاہی۔۔

آپ تو کتنے بڑے آدمی ہیں نا شاہ جی!! تو کیا آپ میرے لالہ کو نہیں ڈھونڈ سکتے؟ میں نے انہیں حقیقت میں کبھی دیکھا نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ مجھے ہمیشہ یاد آتے ہیں۔۔۔ گلالئ اسکے برہنہ کندھے میں اپنا چہرہ چھپاتی روتے ہوئے بولی۔۔ اسکے مدعے کو سنتے ہوئے احان شاہ پہلے تو تحیر زدہ ہوا اور پھر اسے پھوٹ پھوٹ کے روتے دیکھ کے وہ صوفے پہ نیم دراز ہوتا گلالئ کو اپنے چٹانی سینے پہ گرا چکا تھا۔۔

ہیے میری ضدی پٹھانی! سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ پلیز رونا بند کرو۔۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا!!۔۔۔ احان شاہ اسے بے حد سختی سے خود میں بھینچتا اسکے کان میں بوجھل لہجے میں بولا تھا۔۔ وہ ہچکیاں بھرتے ہوئے اپنی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

آپ کیسے ڈھونڈیں گے انہیں؟ آپ نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں ہے۔۔۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

جب تم یہ مانتی ہو تمہارا شوہر ایک بڑا آدمی ہے تو پھر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کیوں؟ میں سب سنبھال لوں گا!۔۔۔ احان شاہ اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتا اسے ایک جست میں خود کے نیچے کرتا اسکے اوپر آیا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ گلالئ کا دماغ گھوما تھا، اسے یاد آیا تھا وہ ہنوز اسکے سامنے دوپٹے کے بغیر ہے جس پہ اسکے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔۔

اٹھارہ کی کب ہو گی تم؟ تم سے اب مزید دوری برداشت نہیں ہے مجھے۔۔۔ احان شاہ اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتا جھنجھلاتے ہوئے بول رہا تھا۔۔ اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، دل کی دھڑکن بے حد تیز ہوئی۔۔ وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے اٹھارہ کے ہونے کا انتظار نہ کرے لیکن اسکے سامنے زبان ساتھ نہیں دیتی تھی۔۔ وہ ہمیشہ اسکی ان بے باک باتوں پہ اپنا سر جھکا جاتی۔۔ ابھی کہ دل ہمیشہ اسی انہونی سے دھڑکتا تھا اگر وہ ان کے رشتے کی اس دوری کی وجہ سے اس سے دور ہو گیا تو؟؟

آپ مجھے چھوڑیں گے تو نہیں؟۔۔۔۔ اپنے وہموں کو سوچتی گلالئ ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔۔ وہی پرانا سوال جو وہ احان شاہ سے نا جانے کتنی دفعہ کر چکی تھی۔۔

کیا تمہیں میری اتنی مضبوط گرفت پہ بھی لگ رہا ہے کہ میں تمہیں چھوڑوں گا؟؟ اب مجھ سے آزاد ہو کے دیکھاؤ تم!!۔۔۔ احان شاہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بے حد مضبوط کرتا دانت کچکچا کے بولا تھا ساتھ ہی وہ بڑی شدت سے اسکے بھرے بھرے یاقوتی لبوں پہ جھکا تھا۔۔ گلالئ نے شرم وحیا سے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسکی گردن کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھا تھا۔

میرال کو جب بھی زیادہ غصہ آتا تھا وہ زیادہ کھانا شروع کر دیتی تھی۔۔ ابھی بھی وہ بے حد غصے کی وجہ سے اپنا رخ ایک مشہور و معروف بیکری کی طرف موڑ چکی تھی کیونکہ آج اسکی سالگرہ تھی اور اسے میٹھے کی بے حد کریونگ ہو رہی تھی۔۔ میرال شاہ اپنی گاڑی کو پارک کرتی لمبے لمبے ڈگ بڑھتے ہوئے بیکری میں داخل ہوئی تھی۔۔ اسکا رخ آئس کریم اور چاکلیٹ کارنر کی طرف تھا۔۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا اسی لئے بیکری مین اتنا خاص کوئی رش نہیں تھا اور چاکلیٹ کارنر کی طرف تو بس اکا دکا ہی لوگ تھے۔۔ وہ اپنی ٹرالی کو گھسیٹتے ہوئے مصروف انداز میں اپنے لئے بڑی بڑی چاکلیٹ اٹھا کے ٹرالی میں پٹکے جا رہی تھی جیسے آج ہی اپنا سارا پیسا برباد کرنے کا ارادہ رکھتی ہو، تقریباً اسکی آدھی ٹرالی اس وقت ہر طرح کی چاکلیٹ سے بھری جا چکی تھی۔۔ میجر خان جو اس وقت فون پہ زوریز شاہ کی گالیاں سنتا ہوا ساتھ ساتھ کچھ کھانے کو تلاش کر رہا تھا اسکی پشت اچانک سے کسی نازک وجود سے ٹکرائی تھی۔۔ میجر خان نے بے ساختہ اپنے قدم روکتے ہوئے تیزی سے اپنا رخ موڑتے ہوئے خود سے ٹکرانے والے وجود کو دیکھنا چاہا تھا۔۔

وہ ابھی مڑا ہی تھا جب اپنے سامنے میر ال شاہ جو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں جس سے اس کی ملاقات ابھی رات میں ہی ہوئی تھی، اور اسکے بعد سے وہ سو نہیں پایا تھا۔۔

تم۔۔۔۔!!!! وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ بلند آواز میں بولے تھے، حازق خان کی نیلی آنکھوں میں حیرانگی جبکہ میر ال شاہ کی بھوری آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی غصے کی بے حد سرخی چھائی تھی۔۔ حازق خان کو زوریز شاہ کے ساتھ ابھی کچھ ہی منٹوں میں اسلامباد سے نکلنا تھا، حازق خان گھر سے ناشتہ کر کے نہیں آیا تھا اسے راستے میں بھوک لگی تو بیکری کے پاس رک کے کچھ کھانے کا سوچا، لیکن وہ قطعی نہیں جانتا تھا، اسکی ملاقات یہاں پہ اس میک اپ کی دکان سے ہو جائے گی، اسے دیکھتے ہی وہ زوریز شاہ کی کال کاٹتا ابھی پوری طرح سے اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔

تم منہوس نقلی میجر! تمہیں میں چھوڑوں گی نہیں!! میر ال شاہ کا غصہ اس وقت جیسے آسمانوں کو چھو رہا تھا۔ وہ غراتی ہوئی اپنی ٹرالی سے بڑی سی چاکلیٹ نکال کے میجر خان کے پھولے مسلز والے بازو پہ مارتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔ اسکی اتنی جرات پہ حازق خان کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

تم دنیا کے سب سے بڑے منہوس انسان ہو! جب سے میں نے تمہارا چہرہ دیکھا ہے میری بر تھڈے کو چار چاند لگنے کی بجائے ذنگ لگ گیا ہے!! میر ال شاہ غراتی ہوئی اب اسے اپنی دوسری چاکلیٹس اٹھا اٹھا کے مار رہی تھی، چاکلیٹ کافی بڑی تھیں جنہیں وہ بار بار میجر خان کے کندھے اور سینے پہ مارتی ہوئی غصے سے غراتی۔۔ میجر خان کی خیرت کی انتہا نہیں تھی! ایک فوجی پہ اس صبح کے اجالے میں تشدد کیا جا رہا تھا۔ میجر خان کا حیران ہونا تو بنتا تھا۔۔

یو میک اپ کی دکان۔۔ سٹاپ اٹ!!۔۔۔ میجر خان سلگتے ہوئے مدھم آواز میں غرایا۔۔

تمہاری اتنی جرات تم میر ال شاہ کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارو؟ میں تمہارا نام اس صفائے ہستی سے نہ مٹا ڈالو یو جنگلی پٹھان!!!! میر ال شاہ اسکے مضبوط شانوں پہ زور زور سے مکے جھڑتی اپنی پوری قوت سے دھاڑی تھی۔۔ حازق خان حیرانگی کے عالم میں یک ٹک اسکا غصے سے سرخ ہوتی چہرہ دیکھ رہا تھا، وہ اس وقت بنا کسی میک اپ آرائش کے تھی، غصے کی وجہ سے اسکی تیکھی ناک بے حد سرخ تھی۔۔ وہ جو اسے دیکھتے ہوئے آج پھر سے سٹل ہوا تھا ہوش تو تب آیا تھا جب اپنے سینے پہ کوئی ٹھنڈی برف چیز گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، میجر خان اس وقت بلیک پینٹ پہ صرف بلیک

ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا، بلیک جیکٹ وہ خود گاڑی میں اتار کے آیا تھا کیونکہ اسے موسم میں گرمی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔ آج کل موسم تبدیل ہو رہا تھا۔۔

آہہ۔۔۔۔ میجر خان کی نظریں بے ساختہ اپنے سینے کی طرف جھکی تھی اپنی بلیک ٹی شرٹ کو آئس کریم سے داغ و داغ دیکھتے ہوئے حازق خان کبھی غصے سے پاگل ہوتی میر ال شاہ کو دیکھتا تو کبھی اپنی بلیک برینڈڈ ٹی شرٹ کو۔۔ ! تمہاری ہمت کیسے ہوئی تھی میر ال زاویار شاہ پہ ہاتھ اٹھانے کی؟؟۔۔ میر ال شاہ مست ماحول میں غراتی ہوئی اب فریج میں سے مزید آئس کریم نکال کے انکے ریپر اتار رہی تھی، ریپر اتارتے ہی وہ سیدھا میجر شاہ کے سینے یا بازو کا نشانہ لیتی۔۔۔ اب کی بار اسکا نشانہ میجر خان کا خوبصورت سرخ و سفید چہرہ تھا جس پہ آج ماسک نہیں تھا۔۔ اپنے منہ کی طرف اڑ کے آتی ہوئی آئس کریم کو دیکھ کے میجر خان تیزی سے جھکا تھا جس کی وجہ سے آئس کریم حازق خان کی بجائے پیچھے کھڑے سیلز مین کو جا کے لگی تھی۔۔ بیکری مین موجود تمام لوگ ہکا بکا ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ یو میک اپ کی دکان! جاہل عورت یہ کیا کیا تم نے؟؟ حازق خان اب مکمل طرح سے ہوش میں آتا اسکے بازوؤں کو جھنجھوڑتے ہوئے نیچی آواز میں غرایا تھا۔۔

آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی!! ۔۔ تم نے میر ال شاہ پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ آج میں نے تمہارا کچومر نہ بنایا تو میر ا نام بھی میر ال زاویار شاہ نہیں!! میر ال شاہ اسکے غرانے کی پروا کئے بغیر چیختی ہوئی اب اسکے ڈارک براؤن بال کھینچنے ہی والی تھی جب حازق خان نے جلدی سے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تھا۔۔ میر ال شاہ اپنے ہاتھ کی چھڑوانے کی تگ و دو میں جب ناکام ہوئی تو دوسرے ہاتھ میں پکڑی (کھلی ہوئی) آئس کریم اب کی بار میجر خان کے گال پہ دے ماری۔۔ اسی کھینچی تانی میں میر ال شاہ کا پیر ٹرالی کے ساتھ الجھا تھا، میر ال شاہ پیچھے کو گرنے ہی والی تھی جب حازق خان نے جلدی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا تھا لیکن میر ال شاہ جو غصے سے مزاحمت کر رہی تھی، اسکی اسی مزاحمت کی وجہ سے وہ خود تو جو فرش پہ گری تھی، حازق خان بھی ان بیلنس ہوتا ہوا اسکے اوپر گرا تھا۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہی بیکری میں موجود تمام لوگوں کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔ کئی لوگ تو شرم سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل چکے تھے جبکہ کچھ لوگ شرمیلا سا مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میر ال شاہ اور میجر خان منہ کھولے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ نیلی آنکھیں بھوری آنکھوں سے چار ہوئی

تھیں۔۔ میر ال شاہ نے آج پہلی بار اتنی نزدیکی سے حازق خان کے چہرے کے معصوم نقوش دیکھے تھے۔۔ اسکے گال پہ آئس کریم دیکھتے ہوئے میر ال شاہ کی ناچاہتے ہوئے بھی ہنسی چھوٹی تھی، وہ اس وقت بے حد کیوٹ لگ رہا تھا، حازق خان کو ہوش اسکی خوبصورت ہنسی کی آواز پہ آیا تھا، وہ حیران ہوا تھا اسکے ہنسے پہ۔۔ اپنی اور اسکی پوزیشن دیکھتے ہوئے حازق خان کے کشمیری سیبی گال بے حد سرخ ہوئے تھے۔۔ وہ جلدی سے اس پر سے اٹھتا ہوا غصے سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو زمین پہ گری پاگلوں کی طرح ہنسی جا رہی تھی۔۔

ہاہاہا!! کارٹون لگ رہے ہو پورے!! کارٹون پٹھان!! ہاہاہا۔۔۔ میجر خان کی آئس کریم سے داغدار شرٹ پہ تضاد اسکے سرخ ہوتے چہرے پہ لگی آئس کریم کو دیکھ کے بے ساختہ ہنسے جا رہی تھی۔۔ وہ لنڈن کے ماحول میں پلی بڑھی تھی، میجر خان کو خود پہ گرے دیکھ کے وہ اکورڈ ضرور ہوئی تھی، لیکن میر ال خان نے شرمانا تو جیسے سیکھا ہی نہیں تھا، اسی لئے اپنی اکورڈ فیلنگز کو وہ ہنستے ہوئے چھپا رہی تھی کیونکہ شرمانے والا کام تو خازق خان کر رہا تھا، حازق خان چاہے لڑکیوں کی طرح شرما نہیں رہا تھا لیکن اسکے اتنے سرخ گال دیکھتے ہوئے میر ال شاہ اپنی ہنسی کنٹرول نہیں کر پا رہی تھی جس پہ حازق خان اسے سلگتی نگاہوں سے گھورتا ہوا اپنی ٹی شرٹ سے اپنا چہرہ صاف کر رہا تھا، وہ اپنے پیٹ سے ٹی شرٹ اٹھا کے اپنا چہرہ صاف کر رہا تھا جس کے باعث میر ال شاہ کی نظریں اسکے سکس پیکس پہ پڑی تھیں۔۔ اسکے دودھیا سفید باڈی بلڈر وجود کے سکس پیکس دیکھتے ہوئے میر ال شاہ نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا، وہ ستائش سے اپنا آئیبرو اچکاتی یک ٹک اسکی طرف دیکھے جا رہی تھی، اسکی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے حازق خان نے منہ کھولتے ہوئے جلدی سے اپنی شرٹ ٹھیک کی تھی۔۔ اسے اپنے وجود کی نمائش کرنے کی بالکل عادت نہیں تھی! وہ تو زیادہ لڑکوں میں جم بھی شرٹ پہن کے کرتا تھا، وہ اپنے کمرے کے علاوہ کہیں بھی شرٹ لیس رہنا پسند نہیں کرتا تھا ۔۔ ابھی بھی وہ انجانے میں اپنی شرٹ پیٹ سے اٹھا چکا تھا اور یہ کیسی بے باک لڑکی تھی جو فرصت سے زمین پہ لیٹی اسے ٹھرکیوں کی طرح تار رہی تھی؟

میں تم پہ دفعہ 302 لگوا کے اپنی ایک فون کال سے تمہیں اندر کروا دوں گا! تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے! میجر خازق خانزادہ کو؟؟ خازق خان نے غراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کے اسے زمین سے اٹھایا تھا جو کچھ دیر پہلے اسے قتل کرنے کی دھجیاں لگا رہی تھی۔

شٹ اپ یو نقلی میجر!! میں بھی تم پہ فزیکل وائلنس کی دفعہ لگواتے ہوئے تمہیں اندر کرواؤ گی! تم نے میرال زاویار شاہ پہ ہاتھ اٹھایا ہے اور تم یوں سینہ تان کے آزاد نہیں گھوم سکتے!!۔۔۔وہ اسکا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کے مڑوڑتی زمین سے اٹھتے ہوئے غرائی تھی۔۔

اچھا ذرا مجھے اس دفعہ کا نام بتاؤ؟؟۔۔۔وہ اب اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتا ہوا استہزایا انداز میں بول رہا تھا۔۔وہ لڑکی اس پہ فزیکل وائلنس کی دفعہ لگوانے کی بات کر رہی تھی جو شاید نہیں یقیناً قانون کی اے بی سی بھی نہیں جانتی تھی۔۔ 1002۔۔۔میرال شاہ بے حد کانفیڈنس سے بولی تھی۔۔اسکے اتنے کانفیڈنس سے غلط دفعہ بتانے پہ میجر خان کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے اسکے جواب پہ بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

ایکسکوزمی میم / سر:۔۔۔۔۔ان دونوں کو ہنوز لڑتے دیکھ کے بالآخر بیکری کا مینجر ان کے قریب آتا دانت کچکچاتے ہوئے انہیں پکار رہا تھا جو ساری چاکلیٹس اور آئس کریم کی تباہی کر چکے تھے۔۔مینجر کے پکارنے پہ میجر خان اور میرال شاہ کی زبان کو تالا لگا تھا، دونوں کی نظریں مینجر سے ہوتی ہوئی باقی لوگوں کی طرف اٹھی تھیں جو آنکھیں پھاڑے انہی کو دیکھ رہے تھے، ان سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے حازق خان کی آنکھوں کے سامنے کچھ دیر پہلے والا منظر دہرایا تھا جب وہ غلطی سے میرال شاہ کے اوپر گرا تھا، حازق خان کا چہرہ سنجیدہ جبکہ گال ناچاہتے ہوئے پھر سے سرخ ہوئے تھے، یہ لوگ پتا نہیں انہیں کب سے کھڑے یہاں دیکھ رہے تھے۔۔

یس!!۔۔۔میرال شاہ نے آبیبرو اچکاتے ہوئے مینجر کی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

Mam please pay the bill as soon as possible! Bcz u have done a lot of danger to our bakery

مینجر سپاٹ لہجے میں بولا تھا جس پہ میرال شاہ اور میجر خان نے لب دباتے ہوئے یہاں وہاں دیکھا تھا، ہر جگہ چاکلیٹس اور آئس کریم بکھری پڑی تھیں، میرال شاہ ان دس منٹوں میں اس جگہ کا حشر بیگار کے رکھ چکی تھی۔۔

جی جی آپ ضرور بل لیں! میں تو بولتا ہوں اگر یہ بل نہ دینے تو ان پہ سخت قانونی کاروائی کی جائے!! یہ سب ان کا کیا۔۔۔ابھی حازق خان اپنے سامنے کھڑے مینجر کو سختی سے کوئی مشورہ دیتا جب میرال شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

آپ بھی نا!! اب بس چھوڑ دیں نا راضگی!! آپ نے مجھے تھپڑ مارا اور میں نے بدلے میں پیار سے آپکی تھوڑی سی چھانٹی کیا کرلی! آپ تو الٹا ناراض ہی ہو گئے ہیں سر تاج!! میر ال شاہ معصومیت کی تصویر بنتی حازق خان کا ہاتھ تھام کے نظریں جھکاتے ہوئے بولی تھی۔۔ حازق خان کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو، یہ لڑکی جو ابھی اسکی جان کی دشمن بنی ہوئی تھی جس میں ابھی کچھ دیر پہلے ڈائینوسار کی روح آئی ہوئی تھی وہ اتنی معصوم کیسے ہو سکتی ہے؟؟ اس کے لفظ سر تاج پہ حازق خان بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

یہ کیا بدتمی۔۔۔ ابھی حازق خان دبے دبے غصے سے بولتا ہوا اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتا جب میر ال شاہ نے اسکے ہاتھ کی بجائے اسکا بازو تھامتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔ مینجر کبھی روہانسے ہوتے ہوئے میر ال شاہ کو دیکھتا تو کبھی حازق خان کو!

وہ کیا ہے نا کہ ہم دونوں کی رات میں تھوڑی لڑائی ہو گئی تھی۔۔ بس اسی لئے تھوڑا سا غصہ کر رہے ہیں، آپ فکر نہ کریں میرے سر تاج آپ کا بل دیئے بغیر یہاں سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالیں گے۔۔۔ میر ال شاہ اپنی بھوری آنکھیں ٹپٹپا کے بولتی ایک جست میں حازق خان کی بلیک پینٹ کی جیب سے اسکا والٹ نکالتی معصومیت سے بول رہی تھی۔۔ حازق خان ابھی کچھ سمجھنے کی کوشش کرتا جب میر ال شاہ نے کھلے دل سے حازق خان کے والٹ سے اسکا اے ٹی ایم کارڈ نکال کے مینجر کو پیش کیا تھا۔۔

واٹ دا ہیل۔۔ میرا کارڈ واپس کرو۔۔۔ حازق خان غرایا۔۔

آپ بھی نا!! ایسے بچوں کی طرح جھگڑتے ہیں دل کر رہا ہے لگاؤں آپ کے دونوں گالوں پہ پیار (بے حد غصے) سے دو تھپڑ۔۔۔ میر ال شاہ اسکے سرخ گال کے گرد اپنے ہاتھ رکھتی اچانک سے اسکے دونوں گال زور سے تھپتھپاتی دانت پیس کے بولی تھی۔ حازق خان نے اپنی نیلی آنکھوں میں طیش لئے اسکی طرف دیکھا تھا جسے اسکے غصے سے گھنٹہ فرق نہیں پڑ رہا تھا۔۔ مینجر کارڈ کے کے جا چکا تھا۔۔ اب یہاں پہ صرف حازق خان اور میر ال شاہ تھے۔۔ حازق خان نے اسکے یہی ہاتھ پکڑ کے پیچھے کو موڑنے چاہے تھے جب وہ اپنی پوری قوت سے اس سے اپنے ہاتھ چھڑواتی کاونٹر ہی طرف بڑھی تھی۔۔

مجھے اور میرے ہبی کو اچھا نہیں لگ رہا! ہماری کیوٹ (جنگلی) سی لڑائی کی وجہ سے آپکی بیکری کا اتنا نقصان ہو گیا۔۔ اسی لئے میں سوچ رہی ہوں آپ اپنے سارے نقصان کا بل کاٹنے کے ساتھ ساتھ ہمارا ایک بڑا سا آرڈر تیار کر دیں۔۔ کیونکہ آج میرا برتھڈے ہے نا اور ہبی مجھے سرپرائز نہ دیں۔۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔۔ مجھے پتا ہے یہ اس بیکری میں میرے لئے سرپرائز ہی خریدنے آئے تھے لیکن میں یہاں آ کے ان کا سرپرائز سپوائل (خراب) کر چکی ہوں، اسی لئے تو غصہ ہو گئے مجھ پہ۔۔ میرے پیارے سرتاج!!۔۔ میرال شاہ کاؤنٹر کے پاس آتے حازق خان کے بازو کو پھر سے تھام کے اسکے ساتھ لٹکتی ہوئی اپنی آنکھیں ٹپٹپا کے اس قدر لاڈ سے بولی تھی کہ میجر خان کے اب گال ہی نہیں بلکہ پورا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ یہ لڑکی اب حد سے بڑھ رہی تھی۔

پیارے (بدصورت) ہیں نا؟؟۔۔۔ میرال شاہ اب سیلز مین اور مینجر کی تائید لینا چاہ رہی تھی جیسے۔ جس پہ سب نے خوبصورتی کے شاہکار حازق خان کو دیکھ کے بے ساختہ ہاں میں سر ہلایا تھا البتہ اسکی آئس کریم سے بھری شرٹ کو دیکھ کے سب نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

Thanku mam, kindly tell us your order

مینجر مؤدب انداز میں بولا تھا۔۔ جس پہ میرال شاہ نے تقریباً آدھی بیکری کا سامان لکھواتے ہوئے اپنا بڑھا سا آرڈر تیار کروایا تھا۔۔ حازق خان بے حد صدمے سے اپنے ہاتھ میں پکڑی بل کی پرچہ دیکھ رہا تھا جو بے حد لمبی ہونے کی وجہ سے باقاعدہ زمین پہ جھول رہی تھی، میرال شاہ سے اپنی ہنسی دبانا مشکل ہو رہا تھا۔۔ وہ اپنی گاڑی کی چابی سیل مین کے حوالے کر چکی تھی۔۔ سیلز مین ٹوکریاں اٹھا اٹھا کے میرال شاہ کی گاڑی کی طرف لے کے جا رہے تھے، میرال شاہ کی پوری گاڑی اس سارے سامان سے تقریباً فل ہو چکی تھی۔۔

THANKU FOR THIS MUCH MAM! ITS AN HOUNER FOR US

مینجر خوشدلی سے میرال شاہ کو مکھن لگاتے ہوئے بولا تھا جس نے آج صبح صبح اتنی کمائی کروائی تھی۔۔

ارے کوئی بات نہیں!! چلیے سرتاج۔۔۔ میرال شاہ بھی خوشدلی سے جواب دینے کے بعد حازق خان کی طرف دیکھ کے اسے آنکھ ونک کرتی ون سائیڈڈ مسکراہٹ پاس کرتے ہوئے بولی تھی۔۔ حازق خان اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے لاجواب تھا، اسکے پاس الفاظ نہیں تھے جو وہ میرال شاہ کے لئے استعمال کرتا۔۔ اسے آنکھ مارتے دیکھ کے وہ سٹپٹایا تھا۔

وہ چاہے زوریز شاہ کی بے باکیوں کا جواب بے باکی سے دے لیتا تھا لیکن یہ لڑکی آج اس کے چودہ طبق روشن کر چکی تھی، اگر جو حازق خان کو معلوم ہوتا کہ اسے بیکری میں قدم رکھنے کا اتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو وہ مر کے بھی یہاں قدم نہ رکھتا۔۔

چلیے نا بیگم !!۔۔۔۔ اب کی بار حازق دانت کچکچا کے بالآخر کچھ بولتا اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچتا بیکری سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ بیکری سے باہر نکلنے کی دیر تھی جب حازق خان نے اسے اپنی گاڑی کے ساتھ لگایا تھا۔۔

یہ کیا تھا؟؟ یہ کیا بکواس کر رہی تھی تم وہاں؟؟ سائیکو عورت !!!۔۔۔ حازق خان اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا غصے سے دبی دبی آواز میں دھاڑا تھا۔۔

یہ میرال شاہ کا سٹائل تھا۔۔ کارٹون پٹھان !! ہاہاہا۔۔ نیکسٹ ٹائم بی کیئر فل نقلی میجر۔۔۔ میرال شاہ ایک جست میں اسکے بازوؤں کے نیچے سے نکلتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بلند آواز میں بولی تھی، ساتھ ہی وہ ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔۔ وہ اپنے ماتھے پہ دو انگلیاں ٹکا کے حازق خان کو آنکھ ونک کرتی اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی۔۔ وہ پھرتی سے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتی حازق خان کی نظروں کے سامنے سے یہ جا وہ جا ہوئی تھی۔۔ یہ سب اس نے کچھ پلوں میں کیا تھا۔۔ حازق خان اس چڑیل کو دیکھ کے رہ گیا، جس کی گاڑی یہاں سے دھول اڑاتی ہوئی گئی تھی۔۔ وہ رات کو جتنا روتے ہوئے اپنی گاڑی ڈرائیو کر کے گئی تھی، اس وقت اسکے چہرے پہ اتنی ہی ہنسی تھی۔۔ اسے ہنستے دیکھ کے حازق خان کو دلی سکون پہنچا تھا۔۔

لالہ۔۔ میں آپکے بغیر یہاں کیا کروں گی؟ آپ سب مجھے چھوڑ کے کیوں جا رہے ہیں؟ کیا اتنی بری ہوں میں؟۔۔۔ زوریز شاہ کے جانے پہ ایزل شاہ اسکے سینے سے لگی روتے ہوئے بولی تھی۔۔ زوریز شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے خدا حافظ کہنے اسکے کمرے میں آیا تھا جس پہ وہ کب سے روتی ہوئی اسکے سینے سے لگے بے ربط باتیں کرتی زوریز شاہ کو تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی، اسکی ہر بات میں کاظم شاہ کا ذکر تھا۔۔

شش۔۔ ایزل میرا بچہ ! ایسا نہیں ہے دوستوں نے اچانک سے ٹرپ پلین کر لیا اسی لئے جانا پڑ رہا ہے ورنہ میں تمہیں چھوڑ کے کیوں جاتا؟ کچھ ہی دنوں تک واپس آ جاؤں گا میں۔۔۔ زوریز شاہ اسکے آنسو نرمی سے اپنی پوروں سے صاف

کرتا اسکے ماتھے پہ کب رکھتے گویا ہوا تھا۔۔ اگر کاظم شاہ یہاں ہوتا تو یقیناً اس وقت زوریز شاہ سے بے حد جیلس ہوتا۔۔

ہمم۔۔۔ اپنا خیال رکھیئے گا۔۔ میں انتظار کروں گی آپکا۔۔ اب انتظار کرنے میں بھی لطف ملتا ہے۔۔۔ وہ کھوکھلا سا ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔ لہجہ بے حد زخمی تھا جس پہ زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی۔۔ وہ اسے پیار سے پچکارتا اسکا دھیان کاظم شاہ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا لیکن وہ کاظم شاہ کو بھولتی ہی نہیں تھی۔۔

ابھی پچھلے ماہ تو تم گھوم پھر کے واپس آئے ہو!! تمہاری ایسی کون سی سیر و سیاحت ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی؟؟۔۔۔ ھارون شاہ اپنے سامنے کھڑے زوریز شاہ کو دیکھ کے غصے سے بولے تھے جو آج پھر اپنا بیگ تیار کئے ان سب سے مل رہا تھا۔۔ بہانہ وہی پرانا کہ وہ دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے جا رہا ہے۔۔

جب رخصتی نہیں کروائے گے تو اپنا ڈپریشن ختم کرنے کے لئے گھومنا پھرنا تو پڑے گا۔۔ زوریز شاہ ان کے گلے سے لگتا بے حد بے باکی سے بولا تھا، نظریں بے ساختہ زہرہ مام کے پاس بیٹھی مرحا شاہ کی طرف اٹھی تھی جو اس کی بے باک بات پہ بھی اپنے فون میں مصروف رہی۔۔ ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ زوریز شاہ کی بے باکی پہ جہاں سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی وہی پہ ھارون شاہ نے غصے سے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا جس پہ زوریز شاہ ہنستا ہوا ان سے دور ہوا تھا۔۔

دادا بننے کی عمر ہے آپکی! لیکن انڈر ٹیکر (مشہور ریسلر) بننے سے ابھی بھی بعض نہیں آتے آپ۔۔ زوریز شاہ اپنا کندھا مسلتا ہوا منہ پھولا کے بولا۔۔ اب کی بار احان شاہ اور ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

سدھر جاؤ تم!!۔۔۔ ھارون شاہ مصنوعی غرائے تھے جس پہ وہ اپنی کھری ناک چڑھاتا ہوا عادل شاہ اور شاہ بی بی سے ملا تھا۔۔

خدا حافظ بھابھی جی!!۔۔۔۔ زوریز شاہ اب احان شاہ کے پاس کھڑی گلالئی کو دیکھ کے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا جھکتا مسکرا کے بولا تھا۔۔ ایسا کرتے وہ کافی پیارا لگا تھا لیکن آج اسکے مسکرانے پہ اسکی آنکھ کی کمان کا تل

اداس تھا۔۔وہ گلالئی کو ہمیشہ سے ایسے ہی عزت دیتا تھا، بلکہ صرف وہی نہیں ارزم شاہ بھی جہاں گلالئی کو دیکھ لیتا تو مسکرا کے ایک دو بات ضرور کرتا تا کہ وہ خود کو کم تر نہ سمجھے۔۔

خدا حافظ لالہ۔۔۔اپنا خیال رکھئے گا۔۔۔گلالئی بھی جواباً مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔

سب سے ملنے کے بعد زوریز شاہ جی نظریں ایک بار پھر سے مرحاشاہ کی طرف اٹھی تھی جو بے حس بنی نظریں جھکا کے بیٹھی ہوئی تھی۔۔وہ جانتی تھی وہ مشن پہ جا رہا ہے لیکن اس نے دوپہر والے واقعے کے بعد اس سے کلام کرنا تو دور دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔۔

اللہ خافظ !!۔۔۔زوریز شاہ خود ہی اپنے قدم مرحاشاہ کی طرف بڑھاتا اسکا ماتھا چوم کے اسے اپنے ساتھ لگاتا متوازن لہجے میں بولا تھا، مرحاشاہ جو اپنے فون میں مصروف تھی، سب کے سامنے زوریز شاہ کی اس حرکت پہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔باقی سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، زاویار شاہ نے نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔۔

مرحاشاہ اسے جواباً کچھ بھی بولے بغیر دور ہونا چاہ رہی تھی جب زوریز شاہ نرمی سے اس سے الگ ہوتا اپنا بیگ اٹھا کے باہر راہداری کی طرف بڑھا تھا۔۔مرحاشاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔

اللہ تمہاری ہر منزل آسان کرے۔۔۔پورچ میں آتے ہوئے احان شاہ زور سے زوریز شاہ کو اپنے سینے میں بھینچتا گہری سانس بھر کے بولا تھا، جتنا مشکل تھا اپنے بازو کو خود سے الگ کرنا یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ ایک خطرناک مشن کا حصہ بننے والا ہے۔۔

آمین۔۔۔زوریز شاہ دل میں آمین بولتا ارزم شاہ کے گلے سے لگا تھا جو بے حد اداسی سے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے اسے سختی سے اپنا خیال رکھنے کو بول رہا تھا۔۔

اچھا بس! اتنی فکر تو میری بیوی کو میری نہیں ہو گی جتنی تجھے ہو رہی ہے!!۔۔زوریز شاہ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا بے باکی سے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نروٹھے پن سے اس سے دور ہوا تھا۔۔احان شاہ مسکرا کے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

ایزل کا خیال رکھیے گا پلیز! جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔وہ ان دنوں میں کافی ڈل ہو چکی ہے۔۔زوریز شاہ ان دونوں کو دیکھ کے فکر مندی سے بولا تھا جس پہ احان شاہ اور ارزم۔شاہ کے نقوش تنے تھے۔۔ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب

زوریز شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔ دل میں ایک موہوم سی امید کافی تھی کہ شاید شاہزادی کا فون ہو لیکن نہیں فون پہ میجر خان تھا جو کب سے ہویلی سے باہر کھڑا اسکا انتظار کر رہا تھا۔۔

بس ہو گیا شروع!! دو منٹ انتظار نہیں ہوتا اس سے۔۔۔ جیلس انسان کسی کا پیار ہضم نہیں ہوتا اس سے!۔۔۔ زوریز شاہ ان دونوں کو میجر خان کی کال دیکھاتا سلگتے ہوئے بولا تھا۔۔

اندر بلا لیتے نا اسے۔۔۔ احان شاہ ہمیشہ کی طرح فکر مندی سے ایک ہی جملہ بول رہا تھا یہ جانتے بوجھتے بھی کہ جواب ایک ہی ملنا ہے۔۔۔

پٹھان ہے لالہ وہ! اسے اچھا نہیں لگتا کسی کے بھی گھر میں جانا۔۔۔ اور ان پٹھانوں میں تو الگ الگ زنان خانے، مہمان خانے اور مردان خانے ہوتے ہیں اب سوری ٹو سے میں اس کے ویلکم کے لئے اپنی ہویلی کا اتنا بٹوارہ نہیں کر سکتا۔۔ وہ منہ پھلا کے بولتا ان دونوں کو ایک آخری بار گلے سے لگاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ ہمیشہ کی طرح احان شاہ اور ارزم شاہ کے لئے کافی مشکل تھا اسے مشن پہ بھیجنا۔۔ اگر یہاں کاظم شاہ ہوتا تو وہ یقیناً اپنی جان توڑ کوشش کرتے ہوئے زوریز شاہ کو اس خطرناک مشن پہ جانے نہ دیتا۔۔ وہ ہمیشہ اس معاملے میں خود غرض ہو جایا کرتا تھا۔۔ اسے فخر تو تھا زوریز شاہ کے آرمی میں ہونے پہ لیکن وہ اس پہ کوئی بھی خطرہ برداشت نہیں کرتا تھا۔۔ وہ اسکے مشن میں جانے سے پہلے ہمیشہ جان بوجھ کے یہی بولتا تھا" کتنے فوجی تو ہو گے وہاں! تو نے کون سا تیر مار لینا ہے جس کے۔۔۔" اسکے اس جملے پہ زوریز شاہ ہمیشہ اسے مسکرا کے دیکھا دیتا۔۔ ہویلی میں صرف احان، کاظم اور ارزم شاہ ہی زوریز شاہ کے فوج میں ہونے کا جانتے تھے اور اب ان میں ایک فرد شامل ہو چکا تھا جو ریز شاہ کی شاہزادی تھی اور بے حد ظالم تھی۔۔

زوریز شاہ کے جانے کے بعد ارزم شاہ اپنے پاس کھڑے احان شاہ کو کن اکھیوں سے دیکھتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔ جب سے کاظم شاہ اس ہویلی سے گیا تھا، اسکا تقریباً زوریز شاہ کے علاوہ سب سے کلام بند تھا۔۔ احان شاہ نے گھور کے اسکی چوڑی پشت کو دیکھتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

کیوں آج چھٹی تھی؟۔۔۔وہ اسکی بات کا مطلب سمجھنے کی بجائے الٹا اس سے سوال کر رہی تھی جس پہ ارزم شاہ کا دل کیا ٹکا کے بے باک سا جواب دے دے! لیکن جانتا تھا سامنے بیٹھا نازک وجود اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اسکی بے باک بات کا مطلب ہی الٹ کر دے گی۔۔

نہیں!! یہ ناشتہ اٹھاؤ اور ہوسٹل واپس جاؤ!! ۔۔۔ارزم شاہ دوٹوک انداز میں بولا۔اسکے منہ سے ہوسٹل کا سنتے ہوئے ذائشہ کو کل کا سارا واقعہ یاد آیا تھا جب وہ اسے تحفظ سے ہوسٹل تک چھوڑ کے آیا تھا۔۔ذائشہ کے گال سرخ ہوئے تھے،ہوسٹل جا کے اس نے عبائیہ اتارنے کے بعد ارزم شاہ کی لمبی سی ہڈی پھر سے ذیب تن کی تھی حتیٰ کہ وہ سوئی بھی اسکی گرے ہڈی پہن کے تھی۔۔وہ پوری رات اپنے ناک کے نتھنوں کو اسکی ہڈی کے قریب لاتی اسکی پرفیوم کی مخضوض خوشبو سونگھتی رہی تھی۔۔

م۔میں۔۔۔کلاسز۔۔لینے۔۔۔آئی۔۔ہوں۔۔۔وہ نظریں جھکا کے بولی۔۔اب اسکے سامنے شرم سے آنکھیں بھی نہیں اٹھائی جا رہی تھیں۔۔

کوئی نہیں لینی کلاسز! سنا نہیں یہ ناشتہ اٹھاؤ اور ہوسٹل کی طرف بھاگو۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا غصے سے بولا۔۔اسکی شہد رنگ آنکھوں میں غصے کی سرخی دیکھ کے ذائشہ نے تھوک نگلا تھا۔۔

م۔میں۔۔پڑھنے۔۔آئی۔۔ہوں۔۔آپکو۔۔کیا؟۔۔اور میں کیوں لوں آپکا ناشتہ؟۔وہ ناک چڑھا کے کیوٹ انداز میں بولی۔۔

اور کیوں نہیں لو گی تم میرا ناشتہ؟۔۔ارزم شاہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ اپنا آئیبرو آچکا کے دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔۔

میں کیوں لوں؟ جا کے انہی سٹوڈنٹس کو دیں نا! جنہیں اس روز دیا تھا۔۔ذائشہ کا زبان پھسلتی پھسلتی اس روز کا شکوہ کر گئی جب ارزم شاہ نے اس کے لئے لیا گیا ناشتہ دوسرے سٹوڈنٹس کو دیا تھا۔۔اسکے شکوے پہ ارزم شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس دن ناشتہ پکڑنے کی بجائے اسے بھرم دیکھا رہی تھی اور اب کیسے مزے سے بیٹھی شکوہ کر رہی تھی؟اس کے انداز پہ ارزم شاہ کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا جسے وہ نامحسوس انداز میں چھپا گیا۔۔

تو تم یہاں سے نہیں جاؤ گی؟اور یہ ناشتہ بھی نہیں لو گی؟۔۔۔ارزم شاہ نے جیسے کنفرم کرنا چاہا تھا۔۔

ناں۔۔۔ذائشہ بڑے مزے سے نہ میں سر ہلاتی انکار کر گئی۔۔وہ اس وقت یہ بھی بھول چکی تھی کہ کل اسی انسان کے سامنے وہ شرم سے پاگل ہوتی بار بار نظریں چرا رہی تھی اور آج اسی انسان کے سامنے بیٹھ کے اسکی شہد رنگ آنکھوں میں اپنی ہیزل آنکھیں گاڑتی مقابلے بازی پہ اتر آئی تھی! ۔۔

تو مطلب تم چاہ رہی ہو میں تمہیں پوری یونیورسٹی کے سامنے اپنی بانہوں میں اٹھا کے ہوسٹل تک چھوڑ کے آؤ ؟؟۔۔۔ارزم شاہ ایک دم سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے کان میں سرگوشی سے بولا تھا۔۔لہجہ اور چہرہ بظاہر سپاٹ تھا جب کہ دل میں وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔۔اسکی بے باک بات پہ ذائشہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ سرخ پڑتی جلدی سے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔ذائشہ نے بے ساختہ اس سے فاصلہ قائم کیا تھا جس پہ وہ خوبصورتی سے ون سائیڈڈ مسکراتا ہوا اس سے دور ہوا تھا۔۔

آپ ایسا کبھی نہیں کریں گے میں جانتی ہوں!۔۔۔وہ نظریں جھکائے پر اعتماد انداز میں بولی تھی، اسکا خود پہ اتنا اعتماد ارزم شاہ کو پسند آیا تھا۔۔

تم ابھی مجھے جانتی نہیں ہو! مجھے میرے لالہ (احان شاہ) کے علاوہ آج تک کوئی جان ہی نہیں سکا!۔۔۔ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اترا کے بولا تھا۔اور وہ ٹھیک بولتا تھا صرف احان شاہ ہی جان سکتا تھا کہ ارزم شاہ کتنا بے باک ہے۔۔

آپ کے لالہ بھی ہیں؟۔۔۔ذائشہ نے حسرت سے پوچھا تھا۔۔اسکے یوں پوچھنے پہ ارزم شاہ نے حیران ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اتنا نارمل سوال اتنی حسرت سے کیوں پوچھ رہی تھی؟

ہمم!! اور ایک نہیں تین تین ہیں الحمدللہ!!۔۔۔ارزم شاہ کے لہجے میں اپنے بھائیوں کے لئے محبت ہی محبت تھی۔۔

ماشاءاللہ!!۔۔۔۔ذائشہ نے بے اختیار ماشاءاللہ کہا۔۔

آپ پٹھان ہیں؟۔۔۔ذائشہ نے مزید ایک سوال کیا جس پہ ارزم شاہ نے اسے پہلے سے بھی زیادہ حیرت سے دیکھا۔۔

کیا تمہیں پٹھان لگتا ہوں؟ ارزم شاہ نے اپنے دونوں آئیبرو اٹھا کے پوچھا۔۔

ہاں شکل صورت سے تو لگتے ہیں! ۔۔۔وہ اب نارمل انداز میں اسکے ساتھ بات کر رہی تھی۔۔

اچھا واقعی کیا میں اتنا پیارا ہوں؟۔۔۔ ارزم شاہ اپنی گھنی شہد رنگ بیئرڈ پہ ہاتھ پھیرتا خود پہ رشک کرنے والے انداز میں بولا تھا۔۔ اسکے انداز پہ ذائشہ مسکرائی تھی وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ اسے دنیا کے تمام مردوں سے پیارا لگتا ہے۔۔ اسکی مسکراتی ہیزل رنگ آنکھوں کو دیکھ کے ارزم شاہ سنجیدہ ہوا تھا۔۔

آپ اپنے بھائیوں کو لالہ بھی تو بول رہے تھے! اور لالہ تو اکثر پٹھان ہی اپنے بھائیوں کو بولتے ہیں! اسی لئے پوچھا۔۔ اسکی سنجیدگی ذائشہ محسوس کر چکی تھی اسی لئے جلدی سے اسے اپنا مدعا بتایا۔۔

اہمم!! اسکے پیچھے ایک سٹوری ہے۔۔ میں سٹارٹنگ سے لالہ کو لالہ نہیں بلکہ بھائی بولتا تھا ایون ہم سب ہی!! لیکن میری بھابھی جو کہ احان لالہ کی منکوحہ تھیں وہ پٹھان ہیں اور بچپن سے ہماری حویلی میں رہتی تھیں وہ ہمیشہ کاظم لالہ کو لالہ پکارتی تھیں جس پہ ایزل بھی احان لالہ کو لالہ بولنے لگی اور دیکھا دیکھی ریز لالہ اور میں بھی احان اور کاظم لالہ کو لالہ بولنے لگے!! مطلب لالہ بولنا اچھا لگتا تھا اور کیوٹ بھی!! ویسے میں سیدزادہ ہوں! "سید ارزم شاہ"۔۔۔۔۔

ارزم شاہ بچپن کے لمحات کو یاد کر کے مسکراتا ہوا ذائشہ کو ایک کیوٹ سی سٹوری سنا رہا تھا۔۔ ذائشہ بڑے غور سے اسکی ایک ایک بات اسکا ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔۔ اسکے پاس کتنے سارے رشتے تھے؟ اور ذائشہ کے پاس کوئی ایک بھی نہیں! وہ سیدزادہ تھا اور وہ خود کو کچرہ سمجھتی تھی۔۔ وہ خود کو ارزم شاہ کی جوڑ نہیں سمجھتی تھی۔۔ وہ اسکی جوڑ کی تھی ہی نہیں۔۔ سیدوں کا مقام کتنا اونچا تھا وہ سب جانتی تھی!

ایزل کون ہے؟۔۔۔ ذائشہ نے اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتے ہوئے سب سے پہلی اس لڑکی کا پوچھا تھا جس کا نام ارزم شاہ نے بے حد عقیدت سے لیا تھا۔۔ اسے جیسے ایزل شاہ سے جیلسی محسوس ہوئی تھی۔۔

ایزل میری کزن ہے! !۔۔۔ ایزل کے نام پہ اب کی بار ارزم شاہ کے نقوش تنے تھے اسی لئے سرد لہجے میں جواب دیا۔۔

اوو!! اور آپ کی بیوی کا کیا نام ہے؟۔۔۔ ذائشہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔ اسکے سوال پہ ارزم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس بیوقوف کی طرف دیکھا تھا۔۔

تمہیں آج بھی لگ رہا ہے میں شادی شدہ ہوں؟ لائک سیریسلی؟؟ اگر میں شادی شدہ ہوتا تو میری بیوی مجھے کمرے سے باہر نکلنے دیتی؟ وہ اتنے حسن کو آخر کیوں ہی اتنی لڑکیوں میں تیار شیار کر کے بھیجتی؟؟۔۔۔ ارزم شاہ بے حد

حیرانگی سے بولتا ہوا خود کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہا تھا۔ ارزم شاہ کے الفاظوں پہ ذائشہ نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس وقت بلیو پینٹ پہ وائٹ اور لائٹ بلیو کے امتزاج کی خوبصورت سی شرٹ پہننے بے حد پرکشش لگ رہا تھا، شرٹ کے تمام بٹنز بند تھے، سفید سلور چین کالر سے اپنی جھلک دکھلا رہی تھی۔۔ شہد رنگ بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے جنہیں وہ بار بار اپنی انگلیوں سے سنوار رہا تھا۔۔

کیا مطلب؟ آپکی شادی ہونے والی ہے؟ اور مطلب آپکی ہونے والی بیوی آپ سے اتنا پیار کرتی ہے؟ اور آپ کے لئے اتنی پوزیسیو ہے کہ وہ آپ کو کمرے سے بھی نہیں نکالے گی؟؟۔۔۔ وہ اپنی ہیزل رنگ آنکھوں میں آنسو لئے بے حد کیوٹ انداز میں بولی تھی۔۔ ارزم شاہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔۔ وہ کیوں بار بار شادی کی رٹ لگاتی اسکے جواں جزبات میں آگ بھڑکا رہی تھی۔۔

کہیں آپکی شادی اسی ایزل کے ساتھ تو نہیں ہو رہی؟!!۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ کچھ بولتا جب ذائشہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔۔۔

شٹ اپ!!! جسٹ شٹ اپ!! وہ میرے لالہ کی بیوی ہے ان کی عزت ہے اور میری بہنوں کی طرح ہے!! حد ہے بیوقوفی کی!۔۔۔ ارزم شاہ اسکی اتنی احمق بات پہ غصے سے غرایا تھا۔۔ اسکے یوں اچانک غرانے پہ ذائشہ بے ساختہ سہمتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔۔ وہ تو بس یونہی بول بیٹھی تھی اسے کیا پتا تھا وہ اتنا غصے کرے گا اور یہ ایزل اسکی بھابھی نکل آئے گی؟

سو۔۔ سوری۔۔۔۔ وہ اپنی پلکیں جھپک کے اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی مدھم آواز میں بولی تھی۔۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کے وہاں سے جانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے جلدی سے اسکی کلائی پکڑتے ہوئے اسے پیچھے کی طرف کھینچا تھا۔۔ ذائشہ نے اپنی بھیگی ہیزل آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا۔۔

آئی ایم سوری!! مجھے غصہ جلدی آجاتا ہے! آئی مین مجھے ایزل پسند نہیں ہے۔۔ اسے لئے مجھے اسکے ذکر پہ غصہ آ گیا۔۔۔ ارزم شاہ اسے نرمی سے بنچ پہ بٹھاتا اپنے نچلے کو لب دانتوں میں دباتے ہوئے بولا۔۔

اسے ایزل کیوں نہیں پسند تھی؟ آخر ایسی کیا وجہ تھی ناپسندیدگی کی؟۔۔ اسکے جواب پہ ذائشہ نے بے اختیار سوچا لیکن اب کی بار اس نے اس سے کوئی سوال نہیں پوچھا تھا۔۔ وہ پھر سے یونہی بھڑک جاتا۔۔

اٹس اوکے۔۔۔وہ سنجیدگی سے بول کے وہاں سے اٹھنے کی کر رہی تھی لیکن ارزم شاہ اسکے گلوز میں مقید ہاتھ پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

کہاں جا رہی ہو؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے اپنی کھڑی مغرور ناک چڑھا کے پوچھا تھا۔۔

کلاسز۔۔۔لینے۔۔۔ذائشہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ارزم شاہ نے اسکی سنجیدگی بغور نوٹ کی تھی جبکہ اسکے جواب پہ اس نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

کلاسز آج فورتھ فلور پہ ہیں! تم نہیں جاؤ گی اور تم جانتی ہو کہ تم کیوں نہیں جاؤ گی! اسی لئے میرا منہ نہیں کھلواو اور یہ پین کلر اور ناشتہ پکڑو اور ہوسٹل جاؤ!!۔۔۔ارزم شاہ سختی سے بولے ہوا اسکے ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے کے ساتھ ساتھ پین کلر کی ٹیبلٹ پکڑا رہا تھا۔ذائشہ اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتی سرخ پڑی تھی،اسکی اتنی کیئر پہ اسکی گھنی مڑی ہوئی پلکیں لرزی تھیں۔۔

لیکن۔۔۔یہ۔۔۔کلاسز۔۔۔امپورٹنٹ۔۔۔ابھی ذائشہ کچھ بولتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کوئی امپورٹنٹ نہیں ہیں! میں تمہیں سب سمجھا دوں گا اور نوٹس بھی دے دوں گا! اگر تم اگلے دو منٹ میں یہاں سے نہ اٹھی تو میرا وہ روپ دیکھو گی جو تم نے آج تک نہیں دیکھا! میرے غصے سے ابھی تک تم۔واقف ہی کہاں ہو؟؟!!۔۔۔ارزم شاہ روعب سے بولتا ہوا اسے ڈرا رہا تھا۔۔اسکی دھمکی پہ ذائشہ نے اپنا منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔بھلا اس سے زیادہ ارزم شاہ کے غصے کو کون جان سکتا تھا؟اس نے اسکے سامنے ہی تو عاشر لکھانی اور اس سٹیشنری شاپ والے آدمی کو پیٹا تھا!!کیا ابھی بھی اسکا جنونی غصہ دیکھنا باقی رہتا تھا ذائشہ کے لئے؟ذائشہ اپنی ہیزل آنکھیں پھیلا کے سوچتی ہوئی جلدی سے بینچ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

نہ۔۔نہیں۔۔مجھ۔۔۔پہ۔۔۔غصہ۔۔۔نہیں۔۔کریئے۔۔

گا۔۔۔ورنہ۔۔۔میں۔۔۔آپ۔۔۔سے۔۔۔بات۔۔۔نہیں۔۔۔کروں۔۔۔گی!! ذائشہ بھی جواباً اسے دھمکی دے کے بولتی اسکے ہاتھ سے ناشتے کی ٹرے تھام گئی۔۔ارزم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پین کلر بھی ٹرے کے کونے پہ رکھ چکا تھا جسے دیکھ کے وہ ایک بار پھر سے سرخ پڑی تھی۔۔وہ جان چکی تھی وہ اسے پین کلر کیوں دے رہا ہے! اسکی دھمکی پہ ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ روکنے کی غرض سے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

گڈ! اب اچھے بچوں کی طرح اپنے کمرے میں جا کے آرام کرو! اور بھولو مت تم نے سید ارزم شاہ کو ریجکٹ کیا تھا!۔۔۔ارزم شاہ بنچ سے کھڑا ہوتا اپنی بلیو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔اسکے الفاظوں پہ ذائشہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آئی۔۔ایم۔۔سو۔۔۔ذائشہ کچھ بولنے ہی والی تھی جب وہ پھر سے اسکی بات کاٹ گیا۔۔

میرے دیئے گئے دو منٹ ختم ہونے والے ہیں ذائشہ بی بی!!۔۔۔وہ اسے لہو رنگ آنکھوں سے گھورتا ہوا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے بولا تھا جس پہ ذائشہ اپنا بیگ کندھے پہ درست کرتی وہاں سے تقریباً دوڑ لگانے والے انداز میں غائب ہوئی تھی۔۔وہ اسکا غصہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔اسکے انداز پہ ارزم شاہ کا بے ساختہ قہقہہ چھوٹا تھا جسے ذائشہ دور ہونے کی وجہ سے سن نہیں پائی تھی۔۔ارزم شاہ نے اسکی ہیزل آنکھوں میں محبت کا ایک جہاں دیکھا تھا خود کے لئے۔۔وہ جیسے جان چکا تھا اسکی اس دن کی باتوں کے پیچھے ضرور کوئی نا کوئی بات تھی جو وہ اس سے چھپا رہی تھی۔۔

آج پورے ہفتے بعد جا کے کاظم شاہ نے آسٹریلیا میں اپنا بزنس سٹارٹ کیا تھا۔وہ کوئی پہلی بار آسٹریلیا نہیں آیا تھا، دنیا کا ایسا کون سا کونا تھا جو کاظم شاہ نے نہیں دیکھا تھا؟ جہاں لوگ کاظم شاہ کو نہیں جانتے تھے؟ وہ ہر جگہ بزنس ٹائیکون "کاظم دریاب شاہ" کے نام کے ساتھ جانا جاتا تھا۔ آج اس نے آسٹریلیا میں "کاظم شاہ انٹرپرائزز" کی بنیاد رکھی تھی۔اس نے اپنی انٹرپرائز کا افتتاح کرتے ہوئے کافی سنجیدگی سے ربن کٹ کرتے بہت سے دوسرے بزنس مین کے ساتھ ہاتھ ملایا تھا۔

("اچھا!! روز وہاں جا کے مجھے اپنی تصویر بھیجیں گے؟") وہ اس وقت سیگریٹ پھونکتا ہوا افتتاح کی تصاویر ہی دیکھ رہا تھا جب ایزل شاہ کا التجائیہ جملہ اسکے کان میں گونجا تھا۔۔

("انسٹاگرام یا فیس بک پہ لگا دوں گا کبھی کبھار۔") اب کی بار اپنا دیا گیا جواب بھی کانوں میں گونجا تھا۔۔کاظم شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو اپنی افتتاح والی ایک تصویر اپنے فیس بک اکاؤنٹ پہ لگا دی۔۔اس کے فیس بک پہ ملینز کی تعداد میں فالوورز تھے جو اس کی ایک ایک پوسٹ کا کتنا انتظار کرتے تھے۔۔لیکن وہ بہت کم پوسٹ کرتا تھا بہت

زیادہ کم!! صرف کسی ایونٹ وغیرہ پہ وہ بھی احان، زوریز اور ارزم کے ساتھ ایک اکھٹی فوٹو!۔۔ ورنہ اسکا فرینڈ سرکل اتنا نہیں تھا۔۔ ان سب میں اگر کسی کے سب سے زیادہ دوست تھے تو وہ ارزم شاہ تھا جس کے دوستوں کی لسٹ ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔۔ باپ دادا کے سیاست میں ہونے کی وجہ سے وہ سب ہی کافی فیمس تھے۔۔ اور مزے کی بات یہ تھی کہ انہیں تمام لوگ پیار ہی دیتے تھے بہت کم لوگ تھے جو کبھی کوئی ہیٹ کمنٹ کر دیتے اور ان سے بھی ان کے فینز لڑنا شروع کر دیتے۔۔۔

ایزل شاہ جو رات کے تین بجے کاظم شاہ کا ان باکس کھول کے بیٹھی اسکے ریپلائے کا انتظار کر رہی تھی جب اچانک سے اسے آن لائن دیکھ کے اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔۔ ایزل شاہ نے اسے ایک منٹ میں ڈھیروں کی تعداد میں میسج کر ڈالے جن میں سے ایک بھی سین نہیں کیا گیا تھا۔۔ ایزل شاہ کی آنکھوں سے بے انتہا آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ بہہ رہے تھے لیکن وہ پھر بھی پاگلوں کی طرح اسے میسج کر رہی تھی۔۔ ایزل شاہ اسے کال کرنے ہی والی تھی جب اسکا ہاتھ کاظم شاہ کی پروفائل پہ گیا تھا۔ پروفائل پہ کلک کرتے ہی کاظم شاہ کی تصاویر اسکے سامنے تھیں۔۔ وہ جس دن سے گیا تھا وہ اسکی پرانی تصاویر دیوانوں کی طرح دیکھتی رہی تھی لیکن پھر اسکے کمینٹس میں لڑکیوں کی زیادہ تعداد کو دیکھ کے جیلس بھی ہوتی تھی۔۔ اب اچانک سے اسکی تصاویر میں مزید ایک کا اضافہ دیکھ کے اس نے جلدی سے اسکی فوٹوز کھولی تھیں۔۔ اس نے اپنی ایک نئی تصویر لگائی تھی؟ ایزل شاہ کی حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی! اس نے جلدی سے اسکی ابھی اپلوڈ کی گئی تصویر پہ کلک کیا تھا۔۔ اسکی تصویر دیکھ کے ایزل شاہ نے روتے ہوئے اسے شدت سے چوما تھا۔۔ وہ کتنی دیر تک اسکی تصویر کو چومتی رہی تھی۔ وہ جھوٹ بولتا تھا وہ جا کے کبھی بھی سیاہ اور سفید شلوار قمیض نہیں پہنے گا، اس نے تو اپنے بزنس کا افتتاح ہی کالی شلوار قمیض زیب تن کر کے کیا تھا۔۔ وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس اپنے گولڈن بالوں کو اچھے سے سیٹ کئے ہاتھ میں ربن سے بندھی چھوٹی سی قینچی کو تھامے ایک لمبا سا ریڈ ربن کاٹ رہا تھا۔ دودھیا سفید چہرے میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ کاظم شاہ کا خوبصورت چہرہ تصویر میں بالکل سپاٹ تھا البتہ اسکے بزنس سرکل کے لوگ جو اسکے ارد گرد کھڑے تالیاں بجا رہے تھے ان سب کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔۔ ہیزل گولڈن آنکھوں پہ سیاہ چشمہ تھا اسی لئے وہ اسکی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی نہیں دیکھ پائی تھی۔۔ پیروں پہ پشاوری چپل تھی، سیاہ شلوار قمیض میں وہ سب سے منفرد اور الگ لگ رہا تھا کیونکہ باقی سب

فارمل پینٹ کوٹ میں ملبوس تھے۔۔اسکی بارعب پر سنیلٹی جیسے پورے ماحول پہ چھا رہی تھی،سیاہ شلوار قمیض میں اسکا دراز قد نمایاں ہو رہا تھا،وہ اتنے انگریزوں کے درمیان کھڑا اپنے دودھیا سفید رنگ سے خود بھی ایک انگریز ہی لگ رہا تھا جیسے۔۔لیکن اسکے نقوش میں ایک ایشین لک تھی جو اسکی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کر رہی تھی۔۔وہ اس وقت اتنا دلکش لگ رہا تھا کہ ایزل شاہ کا بس نہیں تھا وہ اسے تصویر سے نکال کے شدت سے چوم ڈالے۔۔لیکن افسوس وہ سات سمندروں پار تھا۔۔ایزل شاہ جو روتی ہوئی اسکی تصویر چوم رہی تھی اچانک سے کٹی کی آواز پہ اسے ہوش آئی تھی،اس نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے جلدی سے اپنے موبائل کی سکرین صاف کی تھی جو اسکے آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ چکی تھی۔۔ایزل شاہ نے اپنی سکرین صاف کرتے ہی اسکی تصویر کو لائک کیا تھا جس پہ کچھ ہی منٹوں میں ڈھیروں لائکس اور کمینٹس آ چکے تھے۔۔لائک کرتے ہی ایزل شاہ نے کمینٹ سیکشن کھولا تھا،لڑکیوں کے کمینٹس دیکھ وہ ہمیشہ کی طرح بری طرح سے جلی تھی،لیکن روز اسکا دیدار کرنے کے لئے یہ جلن اسکے لئے اتنی معنی نہیں رکھتی تھی۔۔ایزل شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی تعریف کرنے کی بجائے صرف ایک لفظی کمینٹ کیا تھا۔۔"waiting" ۔۔۔۔

کاظم شاہ جو فیس بک استعمال کرتا بے دلی سے اپنے کمینٹس دیکھ رہا تھا اچانک سے اووزی شاہ کی پروفائل سے "waiting" کا کمینٹ پڑھتے ہوئے اسکا دل جیسے دھڑکنا بھول چکا تھا۔اس کمینٹ میں کتنی درد اور تکلیف تھی وہ بخوبی جانتا تھا۔۔کاظم شاہ کو اسکا درد اور تکلیف جیسے اپنے پورے وجود میں سراعت کرتا محسوس ہو رہا تھا۔۔کاظم شاہ کی نظریں اچانک سے وال کلاک کی طرف اٹھی تھی،اس وقت آسٹریلیا میں رات کے نو بج رہے تھے یعنی پاکستان میں اس وقت آدھی رات تھی۔۔پاکستان میں اس وقت تہجد کا وقت تھا! وہ ہنوز جاگ رہی تھی؟ کیوں؟؟کاظم شاہ نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا۔۔اس نے فیس بک کے تمام میسجز کے نوٹیفکیشن بند کئے ہوئے تھے اسی لئے اسے اس وقت ایزل شاہ کے میسجز کا نوٹیفکیشن موصول نہیں ہو رہا تھا۔۔

کاظم شاہ سکرالنگ کرنا بھول چکا تھا،وہ صرف اووزی شاہ کے کمینٹ پہ اپنی نظریں گاڑے ہوئے وہ تمام پرانے لمحے سوچ رہا تھا جب وہ اسکی بانہوں میں ٹوٹ کے بکھرتی تھی۔۔اچانک سے وہ پل کاظم شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا(جب اس ظالم اووزی شاہ کے سینے پہ سر رکھتے ہی اسکی نیند سے بوجھل آنکھیں بند ہوئی تھیں(احان شاہ کی

منگنی والے روز)۔۔وہ کیسے اسکے بالوں میں نرمی سے اپنی انگلیاں الجھاتی رہی تھی۔۔وہ سمجھ رہی تھی شاید سید کاظم شاہ کی نیند اتنی کچی ہے کہ وہ اسکی انگلیوں کی سرسراہٹ اپنے بالوں میں محسوس کرنے کی بجائے گہری نیند میں جاچکا ہے لیکن وہ غلط تھی وہ گہری نیند میں بھی اسکی نرم انگلیوں کی نرم سی مساج اپنے گھنے بالوں میں محسوس کرتا رہا تھا، احان شاہ کی منگنی پہ اسے تمام کیمروں کے سامنے ننگے سر دیکھنے کے بعد وہ جتنا غصے میں تھا، دل کیا اسکا ہاتھ بری طرح سے جھٹک دے لیکن پھر بھی خود پہ ضبط کئے اسکی انگلیوں کے نرم لمس کو محسوس کرتا رہا۔۔وہ اسے سکون سے سلانے کے چکروں میں خود بھی گہری نیند میں جاچکی تھی لیکن انگلیاں ہنوز اسکے بالوں میں تھیں۔۔اسکے سوتے ہی کاظم شاہ نے اپنی نیند کا خمار لئے ہیزل گولڈن آنکھیں وا کی تھیں جن میں نیند کی بے حد سرخی تھی۔۔

یقین مانو تم بہت خوبصورت ہو لیکن تم جیسی دوغلی اور مکار لڑکی کاظم شاہ کے لائق نہیں ہے! میں بھی کتنا ڈھیٹ ہوں مجھے چاہیئے تمہارے لگائے گئے اتنے گھٹیا الزام پہ کبھی تمہیں اپنی شکل نہ دیکھاؤں، تم سے قطع تعلق ہو جاؤں، تم سے اور تمہارے وجود سے دستبرداری حاصل کرلوں لیکن میں نہیں جانتا یہ سب نکاح کے دو بولوں کا اثر ہے یا کیا؟ جو مجھے بار بار تمہاری طرف کھینچ کے لے آتا ہے۔۔میں جب جب تمہارے پاس ہوتا ہوں دل کرتا ہے تمہارے پور پور کو اپنی شدتوں کی سرخی سے رنگ دوں! اس طرح سے تمہارے انگ انگ کو رنگوں کہ تم چاہ کے بھی میری قربت کے نشانات کو مٹا نہ ڈالوں۔۔۔تمہارے ہونٹوں پہ لگی لپ اسٹک سے اتنی رقابت محسوس ہوتی ہے، جی کرتا ہے تمہارے لپ اسٹک سے سجے ہونٹ کچل ڈالوں جو میری شدت کے زیر اثر تمہارے زخمی ہونٹوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔تم سے دستبردار ہونے کی سوچ اگر دل میں دماغ میں آئے تو خود پہ سو بار لعنت بھیجتا ہوں۔۔تم میری عزت ہو! چاہے دوغلی اور مکار ہو لیکن ہو تو میری نا؟ اور سید کاظم شاہ جو اپنی چیزوں سے دستبردار نہیں ہوتا بھلا وہ کیونکر تم سے اور تمہارے وجود سے دستبردار ہو گا جس پہ تم سے زیادہ حق سید کاظم شاہ کا ہے؟ میرے جیری بولنے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو صبح سے کامپلین (complan) پینا شروع کردو، پھر شاید کوئی ایک آدھ انچ لمبی ہو جاؤ اور میں تمہارا نام جیری سے راج کماری اندومتی (چھوٹا بھیم کارٹون کے ایک کردار کا نام) رکھ دوں جو جیری سے کچھ انچ لمبی ہے!! وہ اسکے خوبصورت چہرے پہ نظریں جمائے سوئی ہوئی ایزل شاہ سے باتیں کر رہا تھا۔۔گہری نیند کی وجہ سے اسکی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے چھوا تھا جن پہ اس نے کچھ

دیر پہلے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ اسکی سانسوں کے زیر بم کو دیکھتے کاظم شاہ کی آنکھوں میں نیند کی سرخی کی جگہ خمار نے لی تھی۔ وہ اسکی نیلی فراک کو مزید کھسکاتا اسکے خوبصورت وجود کا بے باکی سے جائزہ لے رہا تھا، کمرے میں روشنی بالکل مدھم تھی، صرف زیرو بلب روشن تھا۔۔ وہ اسکے صندل سے مہکتی خوشبو سے معطر سراپے کو باریکی سے دیکھتا جا رہا تھا۔۔ اس نے آج سے پہلے اتنا خوبصورت وجود کسی کا نہیں دیکھا تھا نہ ہی وہ دیکھنے کی تمنا رکھتا تھا۔۔ اسکی گردن پہ اپنے دانتوں کے بے رحم نشان دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے جھکتے ہوئے اسکی بیوٹی بون پہ نرمی سے اپنے لب رکھے تھے۔۔ اسے اپنے اتنے قریب دیکھتے ہوئے حق ملکیت کا احساس ہوا تو دل کیا سوئی ہوئی ایزل شاہ پہ اپنی جنونی شدتوں کی چھاپ چھوڑنا شروع کر دے لیکن اتنی ناراضی میں بھی وہ اسکی تھکن اچھے سے محسوس کر چکا تھا، اسی لئے اپنی ضرورت، اپنی خواہش کو دباتا وہ اسکے دل کے مقام پہ پھر سے اپنے ہونٹوں کی مہر ثبت کرتا اس میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔(

کاظم شاہ ابھی وہ تمام لمحات یاد کرنے میں مصروف تھا جب اسکے ہاتھ میں پکڑے فون پہ رنگ ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ نے خیالات کی دنیا سے واپس آتے ہوئے اپنے فون پہ نظریں دوڑائی تھی۔ اسے کوئی کال کر رہا تھا اور کال کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اووزی شاہ تھی! کاظم شاہ حیران ہوا تھا اسکے پاس تو کاظم شاہ کا نیا نمبر بھی نہیں تھا پھر وہ اسے کیسے کال کر سکتی تھی؟ لیکن غور سے دیکھنے پہ اسے معلوم ہوا تھا وہ فیس بک کی کال ہے۔۔ کیا ہوا جو اسکے پاس اسکا نمبر نہیں تھا فیس بک کی آئی ڈی تو تھی نا؟؟ اسکی کال دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا دل پہلو میں زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ دل کر رہا تھا کال اٹھا لے تو دماغ بول رہا تھا نہیں کال کاٹ کے فون آف کر دے! لیکن دل اور دماغ کی اس جنگ میں دل جیت گیا! کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے سیگریٹ کا لمبا کش لیا تھا۔۔ کال ہنوز آ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے سیگریٹ کا کش بھرتے ہی کال پس کر کے کان کو لگائی تھی۔۔

ایزل شاہ کب سے آنسو بہاتے ہوئے اسے کال کر رہی تھی لیکن کال اٹھائی نہیں جا رہی تھی۔۔ ایزل شاہ بھی ڈھیٹ بنتی ہوئی اپنی عزت نفس کو تھپک تھپک کے سلاتی اسے کال کرتی رہی۔۔ بالآخر چھوتی بیل پہ جا کے کال اٹھائی گئی تھی۔ وہ اسکی کال اٹھا چکا تھا؟ کیا وہ واقعی ہی ایزل شاہ کی کال اٹھا چکا تھا؟ ایزل شاہ اپنی بھیگی نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے حیرانگی سے سوچ رہی تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے جلدی سے فون کان کو لگایا تھا۔۔

شاہ۔۔جی!!!!۔۔۔۔۔وہ کپکپاتے لبوں سے اسے پکار رہی تھی، رات کے تین بجے!! اسکی پکار پہ کاظم شاہ نے سانس لینے کی کوشش کی تھی لیکن اسکی سسکیاں سنتے ہوئے وہ سانس نہ لے سکا! کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے سیگریٹ کو بے دردی سے اپنی مٹھی میں بند کرتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔۔

شاہ جی!! آپ مجھے سن رہے ہیں؟؟۔۔۔۔

شاہ جی! بس ایک دفعہ مجھے سن لیں!۔۔۔۔۔

شاہ جی کیا آپکو میری آواز آرہی ہے؟؟۔۔۔۔۔

شاہ جی میں آپکی اووزی!! آپکی اووزی شاہ!۔۔۔

وہ روتے ہوئے اسے بچوں کی طرح پکار رہی تھی لیکن وہ اسے جواب نہیں دے رہا تھا، وہ اپنی آنکھیں موندے اسے سنتا جارہا تھا، کاظم شاہ کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ایزل شاہ اب بلند آواز میں پاگلوں کی طرح روتی اسے پکارتی جارہی تھی۔۔

شاہ جی! میں آپکی اووزی ہوں! پلیز کچھ بولیں نا۔۔ پلیز کال نہیں کاٹیے گا!! شاہ جی میں آپکو بہت یاد کرتی ہوں بہت زیادہ!! میں آپکو اتنا یاد کرتی ہوں کہ میری نیند آپ سے جیلس ہوتی ہوئی مجھ سے روٹھ چکی ہے۔ میں سونے کی کوشش کرتی ہوں لیکن مجھے نیند نہیں آتی۔۔ آپ کی یادیں مجھے سونے نہیں دیتی! وہ ایک ایک لفظ بے حد اذیت اور تیزی سے بولتی سات سمندر پار بیٹھے کاظم شاہ کی سانسیں روک رہی تھی۔۔

کیوں کال کی ہے؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے لہجے کو سرد بناتے ہوئے استفسار کیا البتہ دل دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا۔۔

میں تو روز کرتی ہوں! آپ نے ہی آج اٹھائی ہے۔۔۔ بالآخر اسکے جواب دینے پہ وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے بول رہی تھی، اپنی ہچکیوں کو دبانے کی غرض سے اس نے اپنے منہ میں کاظم شاہ کی کالی اجرک دبائی تھی لیکن ہچکیاں تھمتے نہیں تھم رہی تھیں۔۔ وہ اس انسان کے لئے تڑپ رہی تھی جو اس کی تڑپ میں تڑپنے کی بجائے اس سے کال کرنے کا مقصد پوچھ رہا تھا؟ وہ بھی غصے سے؟

کاظم شاہ نے اب کی بار کوئی جواب نہیں دیا تھا، سیگریٹ اسکی ہتھیلی کو بے دردی سے جلا چکا تھا لیکن اسے اپنے ہاتھ کی پروا نہیں تھی۔۔

کبھی بندہ پیار سے بھی بات کر لیتا ہے! سید کاظم شاہ کی بیوی ہوں اگر سید کاظم شاہ کے غصے پہ برا مان گئی پھر؟۔۔۔۔

اسکی خاموشی پہ ایزل شاہ نے اپنا دوپٹا منہ سے نکالتے ہوئے پھر سے باتوں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔۔ اسکے یوں حوالہ دینے پہ کاظم شاہ کو اسکی اور اپنی ملاقات کے آخری لمحات یاد آئے تھے۔۔

)"اچھا اب نہیں ڈھیٹ بنتی! ۔۔۔نہ لگائیں سینے سے! سید کاظم شاہ کی بیوی ہوں اب منت کر کے اپنا سٹینڈرڈ نہیں گراؤ گی۔۔("

اور پھر اس کے بعد جس طرح سے کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اپنی تشنگی مٹانے کی ناکام کوشش کی تھی، کاظم شاہ آج بھی بھول نہیں پایا تھا!!

وہ ہمیشہ اپنی اس آخری کس پہ پچھتاتا تھا جس نے اسکی تشنگی کو مٹانے کی بجائے اس میں مزید آگ بھڑکائی تھی۔۔

"پھر تمہاری کمر کے تل کی خیر نہیں ہو گی"۔۔۔کاظم شاہ اسکی بات پہ جوابا اپنے دل میں بولا تھا، منہ سے جواب پھر نہیں دیا تھا۔ وہ اسے کیسے بتاتا وہ جب بھی اسکے منہ سے "سید کاظم شاہ کی بیوی" کا حوالہ سنتا تھا تو اسکے گلابی ہونٹوں کو شدت سے چومنے کا جی چاہتا تھا۔۔

شاہ جی! میرے میسج کیوں نہیں سنتے آپ؟ میں پورا پورا دن آپ کے ریپلائے کا انتظار کرتی ہوں۔۔ مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا میں آپ سے فون پہ بات کر رہی ہو۔۔ کتنی پاگل ہے نا اووزی شاہ آپ کے پیچھے؟۔۔۔بظاہر وہ خفگی سے بول رہی تھی لیکن ایزل شاہ کے لہجے میں درد ہی درد تھا۔۔ نیلی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔۔ اسکی سسکیوں کی آوازیں سنتا کاظم شاہ ہنوز خاموش تھا۔ گھٹن کے احساس پہ کاظم شاہ نے اپنے کمرے کی کھڑکیاں کھولتے ہوئے ٹھنڈی ہوا میں گہری سانس بھری تھی۔۔ وہ ابھی بھی سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا جو اب شکن زدہ تھی۔۔

میرے سیکنڈ ائیر کے پیپر ہیں دو دنوں تک! اور دیکھیں میں کتنی وفادار ہوں آپکے ساتھ! اپنی سال کی محنت کو چھوڑ کے پیپر یاد کرنے کی بجائے آپ کو یاد کر رہی ہوں۔ ایزل شاہ اپنی آنکھوں کو اذیت سے میچتے ہوئے بولی، اسکی بات پہ کاظم شاہ کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔ اسکے دو دنوں تک پیپر تھے اور وہ فضول میں اپنا وقت ضائع کر رہی تھی؟؟

آخر کیوں؟؟کاظم شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو کچھ تلخ بولنے کے لئے تیار کیا تھا۔۔

مجھے تمہاری وفاداری کی ضرورت نہیں ہے!!اپنی پڑھائی پہ دھیان دو۔۔۔وہ غصے سے غرایا۔۔اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کا دل ٹکروں میں تقسیم ہوا تھا۔۔

اچھا! ! وہ روتے ہوئے صرف اتنا ہی بھول پائی۔۔وہ ہمیشہ جب اس کی بات ماننے کے بعد یوں اذیت سے "اچھا" بولتی تھی باخدا کاظم شاہ کے دل پہ وار کرتی تھی۔۔دونوں میں کافی دیر تک خاموشی قائم رہی، اتنے منٹوں بعد بھی جب کال نہ کاٹی گئی تو ایزل شاہ کا حوصلہ بڑھا تھا۔

آج بھی آپکی اسی کالی اجرک کو خود پہ اوڑھ کے بیٹھی ہوں۔۔آپکے پہنائے گئے کالے کرتے میں ملبوس ہوں۔۔ اتارنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔۔۔وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر سے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا، کاظم شاہ سے بہتر کون جا سکتا تھا وہ اسکی کالی اجرک میں کتنی حسین لگ رہی تھی؟اس سے بہتر کون جان سکتا تھا وہ اس کے پہنائے گئے کالے کرتے میں اسکی شدتوں کو سہتی_ شرم وحیا سے لال پڑتی کتنی خوبصورت لگ رہی تھی؟؟کاظم شاہ نے اپنی آنکھوں کو میچتے ہوئے اپنے ہاتھ کی بند مٹھی کو کھولا تھا جس میں اس نے کچھ دیر پہلے جلتا ہوا سیگریٹ بجھایا تھا۔۔سیگریٹ اسکے دودھیا سفید ہاتھ کی ہتھیلی کو داغدار کر چکا تھا۔۔

ایک ہفتے سے اوپر ہو گیا ہے! لگاتار اتنے استعمال پہ میری کالی اجرک سے بدبو آ رہی ہو گی پھر تو؟؟۔۔۔۔وہ جان بوجھ کے تلخ الفاظوں کا استعمال کر رہا تھا۔۔اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔۔وہ اس سے دور پار بیٹھا بھی اسے اپنے الفاظوں سے تکلیف دے رہا تھا۔۔

ہمم!! اب اتار دی ہے۔۔ صبح دھو کے ویسے ہی ہینگر میں لٹکا دوں گی۔۔۔وہ برا مانتے ہوئے اسکی اجرک کو خود پر سے اتارتے سائیڈ پہ رکھ گئی۔۔اپنے گالوں پہ پھسلتے آنسوؤں کو زور سے رگڑ کے صاف کیا تھا۔۔اسکا جواب کاظم شاہ کو قطعاً پسند نہیں آیا تھا لیکن پھر بھی اپنے دل پہ پہرے بٹھاتے ہوئے ایک اور سیگریٹ جلا کے اپنے عنابی ہونٹوں میں دبایا۔۔

پھر سے لے لو!۔۔۔کاظم شاہ سیگریٹ کا گہرا کش بھرتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولا۔۔

جھوٹ بولتے تھے وہاں جا کے سیاہ شلوار قمیض نہیں پہنیں گے ؟!۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے لمبی سی ہچکی بھر کے بات بدل گئی۔۔ اسکا بات بدلنا کاظم شاہ نے بخوبی محسوس کیا تھا، وہ یقیناً اسکی کچھ دیر پہلے والی بات سے ہرٹ ہوئی تھی۔۔

میری اجرک لے لو پھر سے !!۔۔۔وہ بھی اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنی پہلے والی بات پہ زور ڈال رہا تھا جسے اس نے نظر انداز کیا تھا۔۔

واپس کب آئیں گے ؟۔۔۔ایزل شاہ نے اوندھے منہ لیٹ کے اپنا چہرہ تکیے میں چھپاتے گھٹی گھٹی آواز میں استفسار کیا تھا۔۔وہ اپنی سسکیاں چاہ کے بھی روک نہیں پا رہی تھی۔۔

کبھی نہیں! اور میری بات سنو! تم آج کے بعد مجھے کوئی فون اور میسج نہیں کرو گی!! مجھے میری زندگی میں موو آن کرنے دو۔۔ میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔۔مجھے تم میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے اور ایک ایسی بیوی کی تو بالکل نہیں جو پڑھائی سے دور بھاگتی ہو۔۔۔ میں مصروف ہوتا ہوں، تمہارے فون اور میسج مجھے ڈسٹرب کرتے ہیں۔۔ کاظم شاہ اپنا نچلہ لب مسلسل اپنے دانتوں تلے کچلتا ہوا تلخی سے بول رہا تھا۔۔ لہجہ سخت تھا۔۔ اسکے الفاظ ایزل شاہ کو کسی چابک کی طرح محسوس ہو رہے تھے۔ اسکے الفاظ ایزل شاہ کی روح چھلنی کر چکے تھے۔۔

اچھا! ابھی کال نہیں کاٹیے گا!!! پلیز بس دو منٹ مزید اپنی سانسوں کی آواز سننے دیں۔۔ آپکے الفاظوں سے زیادہ آپکی سانسوں کی آواز سکون دے رہی ہے۔۔ آپکے الفاظ بہت ظالم ہیں بالکل آپکی طرح۔۔۔وہ روتے ہوئے بولی، اذیت کی انتہا پہ! کاظم شاہ اپنی دیوانی کے ان الفاظوں پہ سٹل ہوا تھا، وہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا!

سنا نہیں تم نے! میں مصروف ہوں! مجھے ڈسٹرب نہیں کرو!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے جذبات پہ قابو پاتا تلخی سے بولتے ہوئے پھر سے فون کاٹنے ہی والا تھا جب ایزل شاہ کے الفاظوں پہ اس کا دل سینے سے پٹکتا ہوا باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔

اپنا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھیئے گا کہ آپ ایزل شاہ کی جانِ تمنا ہیں، آپکی شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے جو مجھے آپ سے محبت کرنے سے روک نہیں پا رہی۔۔۔ایزل شاہ آج ایک بار پھر اس بے حس انسان کے سامنے

ٹوٹ کے بکھر رہی تھی جو اس کے الفاظوں سے نا جانے کیوں نہیں پگھل رہا تھا؟ آج ایک بار پھر سے اسکے اظہارِ محبت پہ کاظم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

پتا نہیں مصروف لوگ اتنے ظالم کیوں ہوتے ہیں؟ ویسے اچھے لگ رہے تھے آپ سیاہ شلوار قمیض میں۔۔۔ آج کے بعد فون نہیں کروں گی! کوئی میسج بھی نہیں کروں گی۔۔ اپکی اجرک بھی نہیں لوں گی تا کہ میرے گندے پسینے کی بدبو نہ آئے اس میں سے!!۔۔۔ آپکا پہنایا گیا کالا کرتا بھی ابھی اتار دوں گی!۔۔ کرلیں موو آن لیکن ایک بات یاد رکھیئے گا! کوئی دیوانی نہیں ملے گی اووزی شاہ جیسی!!!۔۔۔ ایزل شاہ بلند آواز میں ہچکیوں سے روکے بولتی فون کاٹ گئی۔۔۔

اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ کا دل بند ہوا تھا۔۔ دل جو کچھ دیر پہلے دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا ایزل شاہ کے آخری الفاظ سننے کے بعد وہ جیسے ساکت ہو چکا تھا۔۔ ہیزل گولڈن آنکھیں پھیل چکی تھیں۔۔ اس نے آخری جملہ جس قدر اذیت سے بولا تھا اب وہی اذیت اور تکلیف کاظم شاہ کو اپنے پور پور میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔۔ اسکی دیوانی جو اتنے دنوں سے اسے پاگلوں کی طرح میسج اور فون کر رہی تھی وہ اس سے بری طرح سے خفا ہوئی تھی! اتنی خفا ہوئی تھی کہ خود میں کاظم شاہ کی بیوی کے لیول کا ایٹیٹیوڈ لاتی کاظم شاہ کا ہی فون کاٹ گئی؟ کاظم شاہ نے غم و غصے کی حالت میں اپنا فون زور سے دیوار پہ مارا تھا۔۔ فون تڑخ کے کتنے حصوں میں بٹ تا زمین پہ گرا تھا۔۔ وہ اسے ظالم بول رہی تھی؟ اسکے الفاظوں کو بھی ظالم بول رہی تھی! وہ کیوں نہیں سمجھی تھی کہ یہ الفاظ کاظم شاہ نے دل سے نہیں بولے تھے۔۔ اسکی دیوانی ہوتے ہوئے بھی وہ یہ کیوں نہیں سمجھی تھی کہ ان ظالم الفاظوں کو اپنے منہ سے نکالتے ہوئے کاظم شاہ کی زبان کانپ رہی تھی؟ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ اسکا انتظار نہ کرے، اپنا وقت برباد کرتی ہوئی اسے فون اور میسج کرنے کی بجائے اپنی پڑھائی پہ دھیان دے۔۔ اسے سوچ سوچ کے بیمار نہ پڑے۔۔ اپنی طبیعت نہ بگاڑ لے۔۔ اسی لئے وہ تلخ ہو رہا تھا تا کہ وہ اسے یاد کرنا چھوڑ دے کیونکہ سید کاظم شاہ نے لوٹ کے واپس نہیں آنا تھا! وہ کیسے اس سے خفا ہو سکتی تھی؟ کیسے اسے بول سکتی تھی کہ وہ آج کے بعد اسے فون اور میسج نہیں کرے گی؟؟ کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں کو اپنے ہاتھوں سے نوچتا غصے اور اضطراب کی کیفیت میں سوچ رہا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ کاظم شاہ اپنا جلا ہوا ہاتھ دردی سے دیوار پہ مارتا ہوا چیخا تھا۔

اس نے بولا تھا وہ اسے میسج نہیں کرے گی؟ کاظم شاہ جو اتنے دنوں سے اسکے وائس میسج نہیں سن رہا تھا اس کے ایک جملے پہ دل کیا اس کے سارے میسج آج ہی سن ڈالے! لیکن وہ اپنا فون توڑ چکا تھا، نیا خرید ا گیا لیپ ٹاپ بھی آفس میں تھا تو پھر کس طرح سے اسکے میسج سنتا؟ کس طرح سے اووزی شاہ کی خوبصورت آواز سنتا؟ اسکے شکوے سنتا؟

فون بند کرتے ہی ایزل شاہ دھاڑیں مار مار کے روتی اپنا فیس بک اکاؤنٹ لاگ آؤٹ کر گئی۔۔ اس نے اپنے دل میں عہد کیا تھا وہ آج کے بعد فیس بک کا یہ اکاؤنٹ لاگ ان نہیں کرے گی۔۔ اپنے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی وہ اپنی الماری کی طرف بڑھی تھی، الماری سے سفید شلوار قمیض اور سفید بڑا سا دوپٹا نکال کے وہ واشروم کی طرف بڑھی تھی، کٹی پریشانی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو واشروم کا دروازہ زور سے بند کرتی غائب ہوئی تھی۔۔ ایزل شاہ کے آنسو ہنوز گالوں پہ بہہ رہے تھے لیکن وہ بے حس بنتی اب ٹھنڈے برف پانی سے شاور لے رہی تھی۔۔ شاور لینے کے بعد وضو کیا۔۔۔ تہجد پڑھی۔۔ دعا مانگے بغیر اٹھتی ہوئی وہ اپنی سیکنڈ ائیر کی کتابیں کھول کے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔

کیا ہے؟! نہیں رونا مجھے۔۔۔۔ ایزل شاہ غصے سے اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی انہیں ڈپٹ رہی تھی جو بار بار اسکا چہرہ اور اسکی کتاب بھگو رہے تھے۔۔ ایزل شاہ نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا اب رو رو کے اسکی ساری انرجی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔۔

کچھ دیر بعد ایزل شاہ اچانک سے روتے روتے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی اپنی کتابوں پہ گری تھی۔۔ کٹی پریشان ہوتی میاؤں میاؤں کرتے ہوئے اسکے گال اور ہاتھ چاٹ رہی تھی لیکن اسکی آنکھیں ہنوز بند تھیں!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 45

میں یہی تو چاہتا تھا وہ مجھے میسج اور فون نہ کرے! تو اب جب وہ مجھے کوئی فون اور میسج نہیں کرے گی تو مجھے کیوں اتنی آگ لگ رہی ہے؟ کیوں میرے دل پہ ضربیں لگ رہی ہیں؟؟۔۔۔ کاظم شاہ اپنی سیاہ قمیض کو ایک جست میں گلے سے چیر کے اپنے وجود سے اتار کے زمین پہ پھینکتا اپنی پوری قوت سے غرایا تھا۔۔ اس نے جب سے کاظم شاہ کا فون کاٹا

تھاوہ یوں ہی انگاروں پہ جل رہا تھا، اسے اپنے جلے ہوئے ہاتھ کی ذرا بھی پروا نہیں تھی، وہ اسی ہاتھ کا مکا بنا کے بارہا دیوار پہ مارتا اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

وہ مجھے ظالم بول رہی تھی؟ اس سید کاظم شاہ کو جو اس سے چاہ کے بھی کبھی حد سے زیادہ سختی نہیں بھرت پایا! جو اس پہ غصہ کر کے ناچاہتے ہوئے بھی پچھتاتا ہے! اس کاظم شاہ کو جسے اس نے سب کے سامنے رسوا کر کے منہ کے بل زمین پہ گرایا تھا؟ وہ اتنی ظالم بن کے مجھے میرے بھائیوں جیسے دوست کے مقابل کھڑا کر کے آخر خود اتنی آسانی سے مظلوم کیسے بن سکتی ہے؟؟ کیا وہ بھول گئی! کہ وہ سید احان شاہ جو سید کاظم شاہ پہ اپنی جان وارتا تھا اسی نے ایزل شاہ کی وجہ سے اس پہ اپنی پسٹل تانی تھی؟ اس نے ہی مجھ پہ بے اعتباری کی شروعات کرتے ہوئے مجھے بری طرح سے توڑا تھا۔۔؟ میں کیسے بھولوں وہ لمحات جو مجھے آج بھی سونے نہیں دیتے؟ کوئی میری حالت کیوں نہیں سمجھتا! سب کو لڑکیاں ہی بے قصور کیوں لگتی ہیں؟؟ میرے کمینے دل کو وہ اووزی شاہ کو مظلوم لگتی ہے جس نے میری راتوں کی نیندیں چرائی ہیں! مجھے میرے اپنوں سے دور کیا ہے! ؟ میں کسی کو معاف نہیں کروں گا! کسی ایک بندے کو بھی نہیں! تم سب پل پل مرو گے جیسے میں تم سب کے لئے مرا ہوں!! آئی ہیٹ ایوری ون !!

اچھا ہے نہ کرو مجھے میسج! نہ کرو مجھے فون!!! سب دور رہو مجھ سے! میں تم سب کو بلاک کر دوں گا!! میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ سب! اور تمہارے میسج بھی نہیں سنوں گا۔۔ تمہاری باتیں میرے دل پہ وار کرتی ہیں! اگر تمہاری باتوں پہ سینٹی ہو کے میں نے پاکستان کی ٹکٹ کروالی پھر؟؟۔۔۔ کاظم شاہ اپنے خیالوں میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوتا حلق کے بل چیخ رہا تھا۔۔ وہ مان چکا تھا ایزل شاہ کی ایموشنل باتیں اسے اپنے سحر میں بری طرح سے جکڑتی تھیں۔۔ وہ کاظم شاہ کی حالت کچھ منٹوں میں بگاڑ کے رکھ چکی تھی۔۔ کاظم شاہ غصے سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ اس وقت ٹھنڈے پانی سے شاور لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ البتہ ایزل شاہ کی باتیں یاد کرتے ہوئے دل ابھی بھی کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

گلالئی اس وقت میرون پٹھانی فراک میں ملبوس ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی اپنے بھورے بالوں کو سلجھاتی احان شاہ کی بے باک نظروں پہ بار بار سرخ پڑتے ہوئے اپنا سرکتا دوپٹا کندھوں پہ ٹھیک کر رہی تھی۔ وہ جب سے یہ میرون

فراک پہن کے واشروم سے باہر نکلی تھی وہ تب سے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا جارہا تھا۔۔احان شاہ نے اچانک سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا،اسکے سر اپے پہ ٹکا میرون دوپٹا اتار کے دور پھینکا۔۔اور اسکے گیلے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ الجھاتے ہوئے اسے اپنے بے حد قریب کیا۔۔

کیا چاہتی ہو تمہاری اتنی تیاری پہ پریس کانفرنس اٹینڈ کرنے کی بجائے تمہارے اس نازک اور خوبصورت وجود پہ اپنی شدت کی مہریں ثبت کرنا شروع کر دوں؟۔۔۔احان شاہ اسکے لائٹ پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ نرمی سے اپنا پھیر تا خمار آلود آواز میں بولتا گلالئی کو شرم وحیا سے سرخ لال کر گیا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔۔کب۔۔کی!۔۔۔شاہ۔۔۔بی بی۔۔۔نے۔۔بولا۔۔۔تھا!۔۔۔گلالئی معصومیت سے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کے لڑکھڑاتے لہجے میں بولی تھی۔۔اسے کل ہی شاہ بی بی نے بولا تھا کہ وہ ایک اچھی اور خاندانی بہو کی طرح تیار شیار ہو کے ان کے ساتھ تھوڑا وقت گزارا کرے جس پہ گلالئی کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی،وہ شاہ بی بی کی اتنی سی بات پہ پگھلتی اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی بھول چکی تھی۔۔الیکشن سر پہ تھے جس کے متعلق احان شاہ کی دوسری پارٹیز کے ساتھ کانفرنس تھی،وہ اس وقت ڈارک براؤن شلوار قمیض پہ اسکن اجرک گلے کے گرد لٹکائے اپنے دودھیا سفید پیروں پہ براؤن ہی پشاوری چپل پہنے کوئی جاگیر دار معلوم ہو رہا تھا۔۔سرخ وسفید رنگت،تراشیدہ گھنی مونچھوں تلے عنابی لب،گھنی بھوری بیرڈ،ہری بڑی بڑی آنکھیں،لمبا چوڑا باڈی بلڈر وجود۔۔وہ واقعی مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔۔گلالئی ایک ہی نظر میں اپنے اتنے خوبصورت بندے کا جائزہ لیتی اس کے صدقے واری جارہی تھی۔۔

لگتا ہے شاہ بی بی اور داجی کو ہویلی میں مزید خاموشی منظور نہیں ہے! وہ چاہتے ہیں ہم دونوں کے ننکے ننکے بچے اب اس ہویلی میں رونقیں لگائیں!۔۔۔احان شاہ جھک کے اسکے لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنے عنابی ہونٹ رکھتا دلفریب انداز میں بولتا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔اسکی بے باک بات پہ گلالئی نے سرخ پڑتے نظریں جھکائی تھیں۔اسکی مونچھوں کی چبھن اپنے لبوں پہ محسوس کرتے ہوئے وہ زور سے اسکی براؤن قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔

میں نے تمہارے لئے کچھ خریدا تھا!۔۔۔ احان شاہ اسکے ہونٹوں کو شدت سے چومتا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتے بے حد پیار سے بولا۔ جانتا جو تھا اب وہ جواب ہر حال میں دے گی! احان شاہ کے چھوٹے چھوٹے تحفوں پہ وہ یوں ہی خوش ہوا کرتی تھی۔۔

ک۔ کیا؟؟۔۔۔ گلالئ نے فوراً خوشی سے استفسار کیا۔۔

تمہاری فیورٹ چیز ہے! لیکن تمہیں صرف اس صورت میں ملے گی! جب تم اس دن جیسی لوبائٹ میرے کندھے کی بجائے میرے سینے پہ بناؤ گی! ۔۔۔ احان شاہ اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھولتا ہوا اسے پھر سے آنکھ ونک کرتا بے باکی سے بولا تھا۔۔ صبح صبح اسکی اتنی بے باک باتوں پہ گلالئ کے ہوش اڑ رہے تھے۔۔

مجھے۔۔ نہیں۔۔۔ پتا۔۔ آپ۔۔۔ انگریزی۔۔۔ میں۔۔ کیا۔۔ کیا۔۔ بولے۔۔ جا۔۔ رہے۔۔۔ ہیں۔۔۔ گلالئ اسکے کسرتی سینے سے نظریں چراتی منمناتے ہوئے بولی! وہ اتنی بھی بچی نہیں تھی کہ اسکی لوبائٹ کا مطلب نہ سمجھے لیکن کوئی نا کوئی بہانہ بنا کے اس کے حصار سے رہائی بھی تو پانی تھی اسی لئے معصوم سا بہانا کر ڈالا!

آاااامیری معصوم پٹھانی! میں تمہیں اسکی اردو ٹرانسلیشن سمجھا دیتا ہوں! لوبائٹ کو اردو میں "پیار کی کاٹی" بولتے ہیں۔۔ کاٹی سے مراد سمجھتی ہو؟ کاٹنا۔۔ پیار سے کاٹنا۔۔ پیار سے درد دینا۔۔۔ پیار سے دانت گاڑنا۔۔۔ پیار سے۔۔ ابھی احان شاہ اسے بے شرمی سے مزید تفصیل سمجھاتا جب گلالئ نے اسکی بے باک باتوں کو سن کے اپنا منہ کھولتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنا نازک ہاتھ جمایا تھا۔۔ وہ اسکی مزید بے باک باتیں سننے کی ہمت نہیں رکھتی تھیں۔۔ احان شاہ نے اسکے انداز پہ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی !

یہ۔۔ آپ۔۔۔ صبح۔۔ صبح۔۔ کیسی۔۔۔ گندی۔۔ باتیں۔۔ کر۔۔۔ رہے۔۔ ہیں؟!!۔۔۔ وہ روہانسی ہوتی بے حد معصومیت سے بولی تھی۔۔

"مرد اپنی پسندیدہ عورت سے کبھی بھی گندی باتیں نہیں کرتا!"۔۔۔ اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔ احان شاہ اسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کے اسے مزید خود میں بھینچتا بڑے مزے سے اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑا رہا تھا۔۔ اپنے الفاظوں پہ اسکے چہرے پہ بکھرتے قوس قزح کے رنگ اسے بے حد سکون دے رہے

تھے۔۔گلالئی نے اب کی بار کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے معصومیت سے اسکے کھلے گریبان میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔
احان شاہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے ماتھے پہ محبت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔
لو بائٹ بناؤ گی یا اب کی بار میں ہو جاؤں ناراض؟ اپنی باری پہ تو بڑی جلدی منہ بناتی ہو۔۔۔احان شاہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے گویا ہوا۔۔
مجھے۔۔۔آپ۔۔۔سے۔۔۔شرم۔۔آتی۔۔۔ہے۔۔۔اسکی سنجیدگی پہ گلالئی بے حد معصومیت سے اس میں مزید گھسنے کی کوشش کرتی روہانسے انداز میں بولی۔۔
ٹھیک ہے! شرماتی رہو۔۔اب بات نہیں کرنا مجھ سے!۔۔احان شاہ سنجیدگی سے بولتا اب ڈریسنگ مرر پہ پڑی اپنی پرفیوم اٹھا کے خود پہ چھڑک رہا تھا۔۔
آپ۔۔۔نے۔۔۔میرے۔۔۔لئے۔۔۔کیا۔۔خریدا۔۔۔تھا؟۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے گلالئی اسکے سینے پہ اپنی انگلی پھیرتی خود ہی بات کا آغاز کر رہی تھی۔۔وہ اسے ناراض ناراض اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔
میں کیوں خریدوں گا تمہارے لئے کچھ؟ دور ہٹو مجھ سے! میں لیٹ ہو رہا ہوں!۔۔احان شاہ سپاٹ انداز میں بولتا اب پرفیوم واپس سے ڈریسنگ مرر پہ رکھ رہا تھا۔۔اسے اب حقیقتاً اس پہ غصہ ارہا تھا جسے صرف اپنے تحفے کی پڑی ہوئی تھی لیکن شوہر کی فرمائش کا ذرا جو خیال ہو۔۔گلالئی کی انگلی جو اس کے سینے پہ حرکت کر رہی تھی،وہ احان شاہ کے الفاظوں پہ تھمی تھی۔وہ اسے خود سے دور ہٹنے کو بول رہا تھا؟گلالئی اسے بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں سے دیکھتے اگلے ہی منٹ اس سے فاصلہ قائم کر گیا۔۔اپنا زمین پہ گرا دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھتی وہ اب اپنے بھورے لمبے سلکی بالوں کا جوڑا بنا رہی تھی۔۔انداز میں نخرہ تھا جسے دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنا آئیبرو اچکایا تھا۔۔احان شاہ نے آج اسکا نخرہ اٹھانے کی بجائے ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے ہوئے سکرین آن کی تھی،وہ ہمیشہ اسے منا لیتا تھا لیکن وہ جان بوجھ کے اسے نخرے دیکھایا کرتی تھی،جانتی جو تھی یہ کھڑوس شاہ اب اسکے سارے نخرے اٹھانے لگا ہے!۔۔
گلالئی اسکی نظر اندازی پہ بے آواز آنسو بہاتی ایک نظر مصروف سے احان شاہ پہ ڈال کے خود پہ اچھے سے اپنا بڑا سا میرون دوپٹا پھیلاتی دروازے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے پیچھے کی طرف کھینچا تھا۔گلالئی نے اس اچانک افتاد پہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔۔

اگر یوں رو کے دیکھاؤ گی تو کانفرنس میں دل کیسے لگے گا میرا؟۔۔۔احان شاہ اسے اپنے چوڑے سینے میں بھینچتا اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا آج پھر سے اسے مان بخش رہا تھا۔۔اسے اب عادت ہو چکی تھی اسکے نخرے اٹھا کے اسے مان بخشنے کی!! وہ اپنی انہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے اتنی جلدی گلالئ کے دل میں بہت اونچا مقام حاصل کر چکا تھا۔۔

وہاں پہ کتنی ساری منظورِ نظر ہوں گی نا آپکی!لگ جائے گا خود ہی دل!! ویسے بھی ارزم لالہ بتا رہے تھے پچھلی کانفرنس پہ آپکو کتنی لڑکیوں نے پھول دیئے تھے جن کا آپ نے گلدستہ بنا کے خاص توڑ پہ اپنی گاڑی کے سٹیرنگ کے پاس رکھا ہے تاکہ ہر روز ان پھولوں کی خوشبو سونگھ کے آپ کو وہ چڑیلیں یاد آتی رہیں!!۔۔۔گلالئ ہچکیوں سے روتی ہوئی بول رہی تھی، ساتھ ساتھ مزاحمت کرتے ہوئے اس سے دور ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی جس پہ احان شاہ اسے مزید خود میں سماتا ہوا اپنی معصوم پٹھانی کی خطرناک باتوں پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

یہ سب تمہیں چھوٹے شاہ نے بتایا ہے؟؟۔۔۔احان شاہ حیرت سے پھٹی آنکھوں سے استفسار کر رہا تھا۔۔

ہاں اور وہ یہ بھی بتا رہے تھے اگر آپکو یہ سب پتا چلے گا تو آپ جھوٹ بول کے صاف انکار کریں گے!!۔۔۔وہ پھر سے روتے ہوئے بولتی اپنی پوری طاقت آزماتی اس سے دور ہو رہی تھی لیکن احان شاہ کی گرفت بے حد مضبوط تھی۔۔

گلالئ کے الفاظوں پہ احان شاہ نے ارزم شاہ کو اپنے خیالوں میں مارتے پیٹتے ہوئے دانت کچکچاتے تھے جو اس سے منہ پہ پھولا کے پھر رہا تھا اور اسکی بیوی کو اسکے خلاف نجانے کب کب بھڑکاتا رہا تھا جس سے احان شاہ انجان تھا؟ہاں یہ سچ تھا اسے بہت سی لڑکیوں کے پھول موصول ہوتے رہتے تھے لیکن وہ کبھی بھی انہیں اپنی گاڑی میں سجانے کی غلطی نہیں کرتا تھا۔۔

میری پٹھانی وہ تو صدا کا جھوٹا انسان ہے اور اس ہویلی میں میرا سب سے بڑا دشمن ہے! یقین کرو یہ سب جھوٹ ہے!!۔۔۔احان شاہ اسے زمین سے کچھ اوپر اٹھ کے اپنی بانہوں میں قید کرتا پیار سے اپنی صفائی دے رہا تھا۔۔اسے گلالئ کا یہ روپ بے حد پسند تھا جب وہ جیلس ہوتے ہوئے اسے معصوم معصوم شکوے کرتی تھی لیکن اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو پسند نہیں تھے اسے۔۔

تو کیا آپکو لڑکیوں نے پھول نہیں دیئے تھے؟۔۔۔وہ اب کی بار اسکے کالر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچتی کچھ غصے سے بولی تھی۔۔وہ غصیلی پٹھانی والے روپ میں آچکی تھی۔۔

دیئے تھے لیکن وہ تمہاری ان گلاب کی پنکھڑیوں سے خوبصورت نہیں تھے جاناں!!!۔۔۔احان شاہ بڑے پیارے انداز میں مسکراتا ہوا اسکے نرم و نازک ہونٹوں کو اپنی انگلیوں سے سہلاتے ہوئے بولا۔۔اسکے بے باک جواب پہ گلالئ کی ہوا ٹائٹ ہوئی تھی،وہ جلدی سے اسکے گریبان سے اپنے ہاتھ ہٹاتی نظریں جھکا گئ۔۔۔احان شاہ نے اسکے ہاتھ پھر سے اپنے گریبان پہ رکھتے اسکی ٹھوری کو اپنے انگوٹھے سے تھام کے اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔۔

اب یوں شک کرو گی اپنے سید زادے پہ؟؟۔۔۔احان شاہ آبیبرو اٹھا کے استفسار کرتا بنا اسکے جواب کا انتظار کئے اسکے ہونٹوں پہ اس قدر شدت سے جھکا تھا کہ گلالئ کو ایک دم سے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔گلالئ نے اپنی آنکھیں میچتے اسکے کالر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت بے حد مضبوط کی تھی۔۔احان شاہ اسکی ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ کھلواڑ کرتا انہیں پوری طرح سے خود میں انڈھیل رہا تھا۔وہ گھونٹ گھونٹ بھر کے اسکی ایک ایک سانس پیتا اور کچھ اپنی سانسیں اس میں انڈھیلتا ہوا اس کے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا۔گلالئ نے روہانسے انداز میں اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

جب لو بائٹ نہیں کرو گی تو یوں ہی مجھے جھیلنا پڑے گا بے بی!! احان شاہ اسکے بھورے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بھر کے اسکا چہرہ ایک بار سے خود کے نزدیک کرتا اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا بے حد رومانٹک انداز میں بولا تھا۔۔

گلالئ جو معصومیت سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی احان شاہ کو پھر سے اپنی سانسوں کا دشمن بنتے دیکھ کے اس نے اسکے سینے پہ اپنے ناخن گاڑے تھے۔۔احان شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بدلے میں اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں میں لے کے کھینچا تھا جس پہ وہ سر تا پاؤں سرخ پڑی تھی۔۔

تم نے مجھے لو بائٹ نہیں دی! اسی لئے یہ تمہاری سزا ہے کہ تمہیں گفٹ بھی رات کو ملے گا! ۔۔احان شاہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کے اسکی گردن پہ جھک کے اپنا لمس بکھیرتا بوجھل آواز میں بولا۔۔اسکی سرگوشی پہ گلالئ نے منہ بناتے ہوئے اسکے بھورے گھنے بالوں کو دیکھا تھا۔۔وہ خوامخواہ کا سسپنس پھیلا کے اب اسکی گردن اور گلے پہ اپنی شدتیں بکھیرتا اسے سرخ کر رہا تھا۔۔

اس وقت ہویلی کے تمام مکین ناشتے میں مصروف تھے جب احان شاہ اور اسکے حصار میں چھپی گلالئ ڈائینگ روم میں داخل ہوئی تھی۔۔وہ دونوں سب کو سلام کرتے ہوئے ایک ساتھ کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔۔میرال شاہ ایک نظر ان دونوں کو دیکھ کے نفرت سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل چکی تھی۔۔کچھ ہی دیر تک سب ناشتے میں مصروف ہو چکے تھے،سب کو ناشتے میں مصروف دیکھ کے احان وقفے وقفے سے گلالئ کے کان میں کوئی معنی خیز سرگوشی کرتا اسے بار بار سٹپٹانے پہ مجبور کر دیتا۔۔ارزم شاہ بظاہر مصروف انداز میں سنجیدگی سے ناشتہ کر رہا تھا لیکن وہ احان شاہ کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔

برخودار تمہاری شادی کو کافی وقت ہو چکا ہے! کب ہمیں پوتوں کی خوشخبری سنا رہے ہو؟۔۔۔اب تو کان ترس گئے ہیں بچوں کی آوازیں سننے کے لئے۔۔۔داجی اچانک سے احان شاہ سے بے حد سنجیدگی سے مخاطب ہوئے تھے،داجی کی بات پہ احان شاہ کو پانی پیتے پیتے اچھو لگا تھا۔۔گلالئ کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا تھا۔۔جبکہ ارزم شاہ کا بے باک قہقہہ ڈائینگ روم کی زینت بنا تھا۔۔جس دن سے کاظم شاہ ہویلی سے گیا تھا یہ پہلی بار تھا جو ارزم شاہ ان سب کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کرتا ہوا قہقہہ لگا رہا تھا کیونکہ رات میں اس کے باپ نے کافی جان توڑ کوششیں کرتے ہوئے اسے منایا تھا اور کچھ اسے بھی اپنے بوڑھے باپ کے آنسوؤں پہ ترس آ گیا جس پہ وہ گہری سانس بھرتا نیم راضی ہو گیا لیکن کاظم شاہ کے لئے اسکی تڑپ ہنوز برقرار تھی۔۔

داجی تصیح کریں!! پرپوتے!! ۔۔اب اس عمر میں باباجان اور تایاجان تو باپ بننے سے رہے!!۔۔۔ارزم شاہ خوبصورتی سے ہنستا ہوا اپنے شہدنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے بولتا سب کا چہرہ سرخ کر چکا تھا۔۔ھارون شاہ اور دریاب شاہ نے اسے سخت نظروں سے گھورا تھا جس کا ارزم شاہ کو گھنٹہ فرق نہیں پڑا تھا۔

لاحول ولا قوۃ!! شرم لحاظ سب ختم ہو چکا ہے تم میں چھوٹے شاہ؟۔۔۔داجی اسکی بات پہ سرخ چہرے لئے روعب سے بولے تھے۔۔

چھوڑیں داجی! شرم پروف ہے یہ کمینا!! ۔۔۔احان شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا،اسے تو پہلے ہی ارزم شاہ پہ بری طرح سے تپ چڑھی ہوئی جو اس نے اسکی بیوی کو اسکے خلاف کیا تھا اور اب صبح صبح اپنی بے باک باتوں پہ وہ اسے مزید چڑا رہا تھا۔۔

بجا فرمایا آپ نے لیکن پہلے آپ داجی کے سوال کا جواب دیجئیے اور انہیں بتایئے کہ کب سنیں گے ان کے کان آپکے بچوں کی آوازیں!!۔۔۔ارزم شاہ دیدہ دلیری سے احان شاہ کی ہری آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا بے باکی سے بولا تھا جس پہ احان شاہ کا دل کیا اسکا سر توڑ ڈالے!!۔۔شاہ بی بی اور میرال شاہ کے علاوہ باقی سب اب مدھم سی مسکراہٹ سے ان کی نوک جھوک انجوائے کر رہے تھے جبکہ گلالئ کو تو صرف چھپنے کے لئے کوئی جگہ چاہیے تھی!۔۔

ابھی احان شاہ جواباً کچھ بولتا جب کٹی بلند آواز میں "میاؤں میاؤں" کرتی سب کو اپنی طرف متوجہ کر گئی۔۔کٹی کی آواز اس وقت نارمل بالکل نہیں تھی۔۔وہ بھاری آواز میں میاؤں میاؤں کرتی ڈائیٹنگ ٹیبل پہ چڑھ کے سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔

آہہہ۔۔۔شاہ سائیں۔۔گلالئ اس کٹی سے ڈرتی ہوئی احان شاہ کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپا گئی جس پہ شاہ بی بی جو کچھ دیر پہلے زبردستی اسکی تعریف کر رہی تھی، اب قہر برساتی نظروں سے اسے گھور کے دیکھ رہی تھیں۔۔

ہے کیٹو!! یہاں آؤ۔۔۔ارزم شاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا اس سفید بلی کو پیار سے اٹھانے ہی والا تھا جب وہ پہلے سے بھی اونچی آواز میں میاؤں میاؤں کرتی ڈائیٹنگ ٹیبل پہ پڑی پلیٹ کو اپنے ہاتھوں، پیروں سے پٹکنے لگی! کٹی کے ہر انداز میں ایک تڑپ تھی جو یہاں بیٹھی میرال شاہ بہت جلدی سے محسوس کر گئی کیونکہ لندن میں اس کے پاس کافی پالتو جانور تھے۔۔وہ ہر جانور کا ایک ایک ایکشن ان کی ایک ایک حرکت بیت جلد سمجھ جایا کرتی تھی۔۔

ارزم!! مجھے لگ رہا ہے اسے کہیں چوٹ لگی ہے۔۔اسی لئے یہ کٹی اتنی پینک ہو رہی ہے۔۔میرال شاہ جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی کٹی کو پکڑنا چاہ رہی تھی لیکن وہ ہنوز اپنی بلند آواز سے جیسے انہیں کچھ سمجھانا چاہ رہی تھی۔۔

نہیں آپی! اسے کوئی چوٹ نہیں آئی!۔۔۔ارزم شاہ زبردستی اس کٹی کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتا فکرمندی سے اسکا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔۔میرال شاہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتی اس کے پاس آئی تھی۔۔کٹی کو اس کے بازوؤں سے لیتے ہوئے اس نے اسکا سر نرمی سے سہلایا تھا جس پہ وہ میرال شاہ کو دیکھ کے اداسی سے میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔۔میرال شاہ کے ساتھ ساتھ بے ساختہ سب کو کٹی کی اتنی اداسی پہ ترس سا آیا تھا۔۔وہ نہیں جانتے تھے یہ کٹی ایسے بیہو کیوں کر رہی ہے؟

گل!! سب دیکھ رہے ہیں۔۔۔احان شاہ اپنے کندھے میں چھپی گلالئی کے کان کے پاس جھکتا نرمی سے بولا تھا جو بری طرح سے اس بلی سے ڈر چکی تھی۔۔

مجھے۔۔ڈر۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے۔۔اس۔۔سے۔۔۔وہ کانپتے ہوئے بولی۔۔اسے کیٹ فوبیا تھا۔۔

کچھ نہیں کہے گی وہ!! میری پٹھانی سے زیادہ غصہ نہیں ہے اس میں۔۔۔احان شاہ اب کی بار شوخ لہجے میں بولتا اسکی کمر پہ نامحسوس انداز میں اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔گلالئی اسکی جسارت پہ سرخ پڑتی منہ بناتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔ کٹی کو دیکھ کے وہ ہنوز ڈر رہی تھی لیکن سب کے سامنے احان شاہ کے مزید نزدیک رہ کے وہ اسکی بے باکیاں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔

بلیاں اور کتے ایسے اسی وقت ریکٹ کرتے ہیں جب انہیں یا ان کے کسی بہت قریبی دوست کو چوٹ آئی ہو۔۔یا کسی بہت اپنے کو!!۔۔۔کٹی کو کوئی چوٹ نہیں آئی ہے! اور کٹی کا اس ہویلی میں کوئی دوست یا اس کے بہت قریب ہے تو وہ ایزل ہے۔۔ کہیں ایزل کو کوئی چوٹ۔۔۔۔میر ال شاہ الجھ کے بولتی ہوئی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔۔ساتھ ساتھ وہ بلی کے بال سہلاتی اسے نارمل کر رہی تھی۔۔میر ال شاہ کے آدھے ادھورے جملے پہ سب کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔احان شاہ جلدی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا اوپر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔میر ال شاہ کی ایزل والی بات پہ اسکا دل زور سے دھڑکا تھا جس پہ بے ساختہ اپنی لاڈلی بہن کی فکر ہوئی تھی۔۔احان شاہ کمرے کے دروازے کے پاس پہنچتا ناک کرنے ہی والا تھا لیکن دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔۔ایزل شاہ مکمل طور پہ اپنی کتابوں پہ گری ہوئی تھی۔۔احان شاہ دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ایزل تک پہنچتے ہی احان شاہ نے ہاتھ بڑھا کے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے اٹھانا چاہا تھا لیکن وہ پھر سے ڈھیلے پڑتے جسم کے ساتھ بیڈ پہ اوندھے منہ گر گئی۔۔

ایزل!!۔۔۔احان شاہ نے اسے سیدھا کر کے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے اسکے چہرے کو ہولے سے تھپتپاتے ہوئے اسے پکارا تھا لیکن اسکی آنکھیں بند تھیں۔۔چہرے پہ مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان تھے۔۔دوپٹا، سفید حجاب کی صورت میں لیا گیا تھا۔۔

ایزل میرا بچہ !!!۔۔۔احان شاہ نے تڑپتے ہوئے اسے پکارا تھا جو آنکھیں نا کھولتے ہوئے اسکی جان لبوں پہ لے آئی تھی۔۔ احان شاہ کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو یہ پہ اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے جلدی سے اس کے کمرے سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں کی ریلینگ پہ جھکا۔۔

مرحا!!!!۔۔۔احان شاہ نے بلند آواز میں مرحا شاہ کو پکارا تھا۔۔ احان شاہ کی فکر مند آواز پہ سب جلدی سے ڈائینگ روم سے نکلے تھے۔

جی لالہ؟؟۔۔۔مرحا نے نا سمجھی سے اسکی پکار کا مقصد پوچھا تھا۔۔

ایزل کو ہوش نہیں آرہا۔۔ جلدی سے اوپر آ کے اسے چیک کرو! ود ان منٹس!!!۔۔۔احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ریلینگ پہ زور سے ہاتھ مارتے ہوئے بولا تھا۔۔ لہجے میں بے حد تڑپ تھی۔۔

کیا ہوا میری بیٹی کو؟؟ ھارون شاہ جلدی سے اوپر کی طرف بڑھے تھے۔۔ احان شاہ کی بات ان کے ساتھ ساتھ باقی سب کا بھی دل چیر گئی تھی۔۔ ایزل شاہ اس پوری ہویلی کی لاڈلی تھی، سب کا تڑپنا تو بنتا تھا۔۔

یا اللہ خیر۔۔۔شاہ بی بی نے پریشانی سے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

مرحا شاہ اپنے کمرے سے اپنا میڈیکل باکس اٹھاتی جلدی سے اوپر کی طرف بھاگی!! مرحا شاہ کے پیچھے ہی سب اوپر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔۔ مرحا شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ایزل شاہ کی نبض چیک کی تھی۔۔ اسکے سر کے گرد سے حجاب لوز کرتے ہوئے اس نے اس پہ پانی چھڑکا تھا۔۔ دو تین بار پانی چھڑکنے پہ ایزل شاہ کو ہوش تو آیا تھا لیکن وہ پھر سے نڈھال ہوتی اپنی آنکھیں موند گئی۔۔

ایزل نے کل کچھ کھایا تھا؟؟۔۔۔مرحا شاہ نے فکر مندی سے سب کی طرف دیکھ کے استفسار کیا تھا۔۔ مرحا شاہ کے سوال پہ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ مرحا کے سوال پہ گلالئی نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔۔ گلالئی اپنی اتنی غیر ذمہ داری پہ نظریں جھکا گئی۔۔ وہ ایزل شاہ کو کھانا دینا کیسے بھول سکتی تھی؟ اس نے پورا ہفتہ ایزل شاہ کا بے حد خیال رکھا تھا لیکن کل وہ نا جانے اسے دوپہر اور رات کا کھانا دینا کیسے بھول گئی تھی۔۔

ایزل نے کل کیا کھایا تھا؟؟۔۔۔سب کی خاموشی پہ احان شاہ نے غصے سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔
زہرہ مام اور شاہ بی بی اپنی نظریں چراتی شرمندہ سی ہو رہی تھیں وہ کیسے اپنی لاڈلی پوتی اور بہو سے اتنی لاپرواہی برت سکتی تھیں؟

میں نے تم سے بولا تھا نا تم ایزل کا خیال رکھو گی؟؟ تو بتاؤ مجھے کیا کھایا تھا اس نے کل؟؟ احان شاہ غصے سے چیختا ہوا گلالئ کا بازو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لے گیا۔۔اچانک سے ماحول میں تناؤ سا پیدا ہوا تھا۔

می۔۔میں۔۔بھول۔۔گئی۔۔تھی۔۔شاہ۔۔۔سائیں۔۔وہ اسکے یوں چیخنے پہ منمناتے ہوئے نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔

ڈیم اٹ!! ایک چھوٹی سی ذمہ داری نہیں سنبھالی گئی تم سے؟؟ کیوں کہاں تھا تمہارا دھیان؟؟۔۔احان شاہ پہلے سے بھی اونچی آواز میں دھاڑا تھا۔۔ایزل شاہ کی حالت دیکھ کے احان شاہ اس وقت بے حد ٹینشن میں تھا۔۔اسی لئے وہ بنا سوچے سمجھے روایتی مردوں کی طرح گلالئ پہ چیخ رہا تھا۔۔

لالہ!!!۔۔۔ارزم شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے شانت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن احان شاہ اس وقت کسی کی کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے!!۔۔۔احان شاہ اسکے بازو پیچھے کمر کی طرف موڑتا دھاڑا تھا۔۔وہ اپنے غصے میں یہ تک بھول چکا تھا کہ کل آفس سے آنے کے بعد اس نے ہی گلالئ کو اپنی بانہوں کے حصار سے آزاد نہیں کیا تھا۔۔

نہیں۔۔رہا۔۔یاد۔۔۔۔گلالئ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتی اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے کچلتے ہوئے بولی۔۔

چھوڑو بچی کو!! یہ کیا طریقہ ہے؟؟۔۔۔۔ہارون شاہ جو کب سے اسکی شکل دیکھ رہے تھے اسے پھر سے کچھ بولنے کے لئے لب وا کرتے دیکھ کے انہوں نے زبردستی گلالئ کو اس سے چھڑواتے ہوئے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔گلالئ ان کے حصار میں آتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے روتی ان کے سینے پہ اپنا سر رکھ گئی۔۔ہارون شاہ کا حصار اس وقت اسے اپنے بابا جان کی طرح لگ رہا تھا۔۔ارزم شاہ نے غصے سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے اتنی سی بات پہ سب کے سامنے اپنی بیوی کو انسلٹ کیا تھا۔۔

بچی نہیں ہے یہ!! بڑی بہو ہے آپکی!! پہلے بھی تو یہ سب کرتی تھی نا تو اب ایسی کون سی نئی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اس پہ! جو اس سے اٹھائی نہیں جا رہی!!۔۔ احان شاہ غصے سے غراتا ہوا اپنے بھورے بالوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گیا۔۔ گلا لئی اسکے غرانے پہ اپنی آنکھیں میچتی خوف سے آنسو بہا رہی تھی۔۔ وہ مان رہی تھی اس سے غلطی ہوئی ہے لیکن احان شاہ کا یہ ریکشن اسے بری طرح سے ہرٹ کر چکا تھا۔۔

آئی ایم سوری! لیکن آپ سب پلیز باہر جائیں مجھے ایزل کا چیک اپ کرنا ہے! ایسے وہ ڈسٹرب ہو رہی ہے!!۔۔۔ مرحا شاہ سب کو ایک نظر دیکھ کے نرمی سے بولتی پھر سے ایزل شاہ کی طرف متوجہ ہوتی اسکے گال تھپک رہی تھی۔۔۔

میری ایزل ٹھیک تو ہے نا؟۔۔ مرحا کیا یہ ٹھیک ہو جائے گی نا؟۔۔۔ احان شاہ کے لہجے میں بہن کے لئے فکر ہی فکر تھی۔۔

جی لالہ! انشاءاللہ۔۔ آپ پریشان مت ہوں اور پلیز سب کو باہر لے جائیں۔۔۔ مرحا شاہ اسے احترام سے جواب دیتی التجائیہ انداز میں بولی تھی جس پہ احان شاہ سب کو اپنی آنکھوں سے باہر جانے کا اشارہ کرتا خود بھی باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

مرحا شاہ نے ایزل شاہ کے ہاتھ پیر رب کرتے ہوئے اسے بالآخر دو سے تین منٹوں تک ہوش دلائی تھی۔۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کے اس نے پیار سے ایزل شاہ کا ماتھا چومتے ہوئے اسے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے اسے کاظم شاہ کی اور اپنی آدھی ادھوری گفتگو سنا رہی تھی وہ ابھی بھی مکمل طور پہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔۔ اسکی بے ربط باتیں سنتے ہوئے مرحا شاہ نے اسے تڑپ کے اسے دیکھتے کافی مشکل سے نارمل کیا تھا۔۔ مرحا شاہ نے اس سے دریافت کیا تھا کہ اس کی کتنے دن سے یوں طبیعیت خراب ہے جس پہ ایزل شاہ نے آنسو بہاتے ہوئے اسے خود میں محسوس ہوتی تبدیلیوں کا معصومیت سے بتایا تھا۔۔ بالکل اسی معصومیت سے جس طرح سے وہ کاظم کو اپنی کمر درد، سانس پھولنے اور واٹنگ کا بتا رہی تھی۔۔ مرحا شاہ نے اس سے مزید ایک دو سوال کرتے ہوئے اسکا پریگنینسی چیک اپ کیا تھا۔۔ پریگنینسی ٹیسٹ پازیٹیو تھا جس کے متعلق مرحا شاہ اسکی طبیعت خرابی کی علامات سن کے پہلے سے ہی شیور ہو چکی تھی!

پریگنینسی ٹیسٹ کے پازیٹیو آنے پہ مرحاشاہ نے پورے دل سے مسکراتے ہوئے ایزل شاہ کو اپنے سینے میں بھینچا تھا۔۔

Congratulations meri Jan! U are going to be a cute little mom

مرحاشاہ خوشی سے بولتی ہوئی بار بار ایزل شاہ کا ماتھا چوم رہی تھی۔۔ مرحاشاہ کی بات پہ ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ مذاق کر رہی ہیں نا آپی ؟۔۔۔ ایزل شاہ نے پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے پوچھا۔۔

میری جان میں کیوں مذاق کروں گی ؟ اور رونا بند کرو اولاد اللہ کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے تم یوں آنسو بہا کے اس کی ناقدری کیوں کر رہی ہو ؟۔۔۔ مرحاشاہ نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے نرمی سے سمجھایا تھا۔۔

آپی میں ناشکری نہیں کر رہی۔۔۔ مجھے بس یقین نہیں آ رہا۔۔ اللہ مجھ جیسی گناہگار لڑکی کو اتنا کیسے نواز سکتا ہے ؟؟۔۔۔ وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے روتی بے یقینی سے بول رہی تھی۔۔ اسکے الفاظوں پہ مرحاشاہ نے اداسی سے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ چومے تھے۔۔

شش! رونا بند کرو ایسے بے بی پہ برا اثر پڑے گا! اگر مام یوں گندے بچوں کی طرح روئے گی تو بے بی کس کی طرح روئے گا ؟۔۔۔ مرحاشاہ اسے بچوں کی طرح پچکارتی ہوئی نرمی سے اسکے بال سہلا رہی تھی۔۔

"نا آئیں واپس! میں آپکو اپنے بچے کی ایک جھلک بھی دیکھنے نہیں دوں گی!"۔۔۔ ایزل شاہ اپنے خیالوں میں کاظم شاہ سے مخاطب ہوتی ہنوز روئے جا رہی تھی۔۔ اسے جیسے جینے کے لئے ایک نئی زندگی ملی تھی۔۔ یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ اتنی سی عمر میں ایک بچے کی ماں بننے والی ہے۔۔ یہ احساس ہی اتنا خاشگوار تھا کہ ایزل شاہ کی آنکھوں سے خود بخود آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

سب تمہارے لئے کافی پریشان ہیں! مجھے سب کو یہ گڈ نیوز دینے دو۔۔ پھر دیکھنا سب جو اتنے دنوں سے منہ لٹکا کے پھر رہے تھے !کیسے خوش ہو جائیں گے !!۔۔ مرحاشاہ اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتی خوشی سے چہک کے بولی تھی۔۔ اسکی بات پہ ایزل شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ کون تھا جو اس کے لئے پریشان ہو رہا تھا؟

کون۔۔پریشان ہے؟؟۔۔۔ایزل شاہ نے حیرانگی سے استفسار کیا تھا۔۔اسے تو گلالئی،زوریز،مرحا اور میرال کے علاوہ کوئی منہ بھی نہیں لگا رہا تھا۔۔پھر کون تھا جو اس کے لئے اتنی فکر دیکھا رہا تھا؟

ابھی بتاتی ہوں!!۔۔مرحا شاہ اسکے کان میں سرگوشی سے بولتی مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔

ایزل شاہ ہنوز ناسمجھی سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

ایزل کیسی ہے اب؟۔۔۔۔مرحا کے دروازہ کھولنے پہ سب یک زبانی سے بولے تھے۔۔سب کے چہرے پہ بے حد فکرمندی تھی۔۔مرحا شاہ نے چیک اپ پہ کافی ٹائم لگایا تھا اسی لئے سب پریشان تھے۔۔گلالئی ہنوز ھارون شاہ کے سینے میں چھپی ہوئی تھی۔۔وہ احان شاہ کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔۔

پہلے میرا منہ میٹھا کروائیں پھر بتاتی ہوں!!۔۔۔مرحا شاہ بھرم دیکھاتے ہوئے بولی تھی جس پہ سب نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا۔۔ایزل کی حالت خراب تھی اور اسے مٹھائی کی پڑی ہوئی تھی؟۔۔

کیا مطلب؟مرحا بچے کیسی ہے وہ۔۔پلیز جلدی بتاؤ!!؟۔۔یہ مذاق کا وقت نہیں ہے میں واقعی ہی بہت پریشان ہوں!!۔۔۔احان شاہ فکرمندی سے ایک سانس میں کتنا کچھ بول گیا۔۔

ریلکس بے بی کے ماموں!! بے بی کی مام ٹھیک ہیں!!۔۔۔۔مرحا شاہ اپنی سنہری آنکھیں ٹپٹپا کے بولتی سب کے ہوش اڑا چکی تھی۔۔مرحا شاہ کی بات سمجھنا اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔۔

واٹ؟؟۔۔۔احان شاہ سے پہلے ارزم شاہ خوشی سے چیخا تھا۔۔

یس!! ہماری ہویلی میں کاظم لالہ کی پہلی اولاد آنے والی ہے!!۔۔۔۔مرحا شاہ اپنی آنکھوں میں نمی لے کے بولتی شاہ بی بی کے ساتھ لگی تھی۔۔وہ سب کاظم کے یہاں سے جانے پہ بے حد دکھی تھے۔۔مرحا شاہ کے یوں بولنے پہ سب کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔

او گاڈ!! آئی کانٹ بیلیو(مجھے یقین نہیں آرہا)۔۔۔ارزم شاہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھا۔وہ خوشی سے بولتا ہوا احان شاہ کے گلے سے لگے تھا جو ابھی تک شاک کی کیفیت میں مبتلا تھا۔۔

ایزل شاہ کے ماں بننے کی خوشی پہ ہویلی کا ایک ایک مکین، ایک ایک نوکر بے حد خوش تھا۔ سب جو اتنے دنوں سے ایزل شاہ سے قطع تعلق کئے ہوئے تھے اس وقت ایزل شاہ کے سرہانے بیٹھے اسکے سر سے باری باری پیسے وار رہے تھے۔۔ ارزم شاہ تو خوشی سے چہکتا ہوا یہ خبر سنتے ہی مٹھائی اور کیک لینے کی غرض سے ہویلی سے نکل چکا تھا۔۔ احان شاہ جہاں اس خوشخبری پہ سب کی طرح بے حد خوش تھا وہی پہ اپنی اٹھارہ سالہ بہن پہ چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی زمہ داری کی وجہ سے کچھ پریشان بھی تھا۔۔ وہ اور ھارون شاہ ایزل کی بے ہوشی کی وجہ سے کافی ڈر چکے تھے۔۔ مرحا شاہ نے سب کو صاف الفاظوں میں بتایا تھا، ایزل کافی ویک ہے اسے سب کی توجہ کی بے حد ضرورت ہے۔۔ اگر کوئی اسے ذرا سی بھی ٹینشن دے گا تو اسکے گے بی پہ برا اثر پڑے گا جس پہ سب ہی اس سے خوشدلی سے بات کر رہے تھے۔۔ زہرہ مام اور شاہ بی بی تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔۔ گلالئ ان سب کو ایک دوسرے میں مصروف دیکھتی ایک کونے میں کھڑی تھی۔۔ ھارون شاہ اس وقت ایزل شاہ کے پاس کرسی رکھ کے بیٹھے اسکا ماتھا چوم رہے تھے۔۔ وہ آج کتنے وقت بعد اپنی بیٹی کی ماتھا چوم رہے تھے۔۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو خود ہی پھسلے تھے۔۔

آئی ایم سوری بابا جان!! مجھے معاف کر دیں!! ۔۔۔ ایزل شاہ ان کے سینے سے لگتی روتے ہوئے ان سے معافی مانگ رہی تھی۔۔

شش!! بابا کی جان!! میری پرنسس!!۔۔۔ ھارون شاہ اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسکا ماتھا پھر سے چومتے اسے خود کے ساتھ لگا رہے تھے۔ وہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ اس پہ آنچ بھی برداشت نہیں کرتے تھے، نا جانے وہ اتنے دن ایزل شاہ سے ناراض کیسے رہ گئے؟ وہ خود انجان تھے۔۔ احان شاہ کچھ فاصلے پہ کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا، اسے اس وقت کاظم شاہ شدت سے یاد آ رہا تھا، وہ چاہ کے بھی اب ایزل شاہ کے قریب نہ جا پایا۔۔ اس کے بے ہوش ہونے پہ وہ جتنا تڑپ رہا تھا اسے ہوش میں آتے دیکھ کے وہ تڑپ کچھ کم ہوئی تھی۔۔ وہ اسے معاف کر کے کاظم شاہ کے ساتھ نا انصافی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ احان شاہ اس وقت بے حد ڈسٹرب فیل کر رہا تھا۔۔ اس نے اپنا سر پیچھے کی طرف گراتے ہوئے گہری سانس بھری تھی۔۔ ایزل شاہ اور ھارون شاہ کو دیکھتے ہوئے گلالئ کو اس وقت اپنے بابا شدت سے یاد آ رہے تھے جس پہ وہ اپنے آنسوؤں کو عارضوں سے پھسلنے سے روکتی ہوئی جلدی سے ایزل کے کمرے سے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔ وہ مزید اپنی ہچکیوں کو قابو نہیں کر سکتی تھی۔۔ اسے باہر جاتے دیکھ کے احان شاہ تیزی سے اس

کے پیچھے گیا تھا۔۔وہ کچھ دیر پہلے سپاٹ انداز میں ایزل شاہ کو خود کے ساتھ لگا کے اسکا ماتھا چوم چکا تھا، جھجھک کے مارے اسے ماں بننے کی مبارکباد نہیں دی تھی۔ جس پہ وہ روتے ہوئے اس سے معافی مانگ رہی تھی لیکن احان شاہ بنا جواب دیئے اس سے دور ہوتا ھارون شاہ کو اسکے پاس آنے کا اشارہ کر گیا۔۔

شاہ بی بی اس وقت ایزل شاہ کے ساتھ مصروف تھیں اسی لئے احان شاہ کو گلالئی کے پیچھے جاتے دیکھ نہ سکیں ورنہ یقیناً جل بھن کے کوئلہ ہو جاتی۔۔ کٹی کب سے کسی بچے کی طرح خاموشی سے ایزل شاہ کی گود میں بیٹھی اسکا پیار وصول رہی تھی جو اسے کل رات سے نہیں ملا تھا۔۔ دریاب شاہ اداسی سے اپنے بڑے بیٹے کو یاد کر رہے تھے جو سفاکی کی حد کرتا ان سب سے دور جاتا انہیں کڑی سزا دے رہا تھا اور یہ سزا دینے پہ انہوں نے خود ہی اسے مجبور کیا تھا۔۔

)زوریز شاہ اور ارزم شاہ کب سے مظہر شاہ کو فارم ہاؤس لا کے سیکریٹ روم میں پٹک چکے تھے۔۔ مظہر شاہ اس وقت بے سدھ تھا لیکن ارزم شاہ بار بار خود پر سے قابو کھوتا ہوا اسکے بے ہوش وجود پہ مکے برسانا شروع کر دیتا جس پہ زوریز شاہ نے اسے کافی بار ڈپٹ کے روکا تھا۔۔۔

کمینا! ۔۔۔ حبیس۔۔۔ سالا۔۔ کیسی لعنت برس رہی ہے چہرے پہ!!۔۔۔ ارزم شاہ غصے سے غراتا ہوا اسکے گال پہ پیر کی ٹھوکر مارتا اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہا تھا، وہ غصے میں یہ تک بھول چکا تھا کہ مظہر شاہ اس سے دو سال بڑا ہے۔۔ زوریز شاہ نے اب کی بار غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکی روکاٹوکی کو کسی خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔۔ ابھی زوریز شاہ اسے پھر سے شانت کرتا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔ فون پہ کاظم شاہ کا نمبر دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے کال پیس کر کے کان کو لگائی تھی۔۔

فون سپیکر پہ کرو۔۔۔۔ زوریز کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کاظم شاہ اپنی روعب دار آواز میں گویا ہوا تھا۔ زوریز شاہ نے نا سمجھی سے اسپیکر آن کیا تھا۔۔

چھوٹے شاہ میری بات سنو!! مظہر شاہ تمہارے پاس میرا مجرم ہے یعنی میری امانت!! تم مظہر شاہ کا حال اس قدر بھیانک کرو گے کہ اسے موت کے وقت ایک قطرہ پانی بھی نصیب نہیں ہونا چاہیئے۔۔ تم اسے ان غلیظ ہاتھوں سے معذور کرو گے جن سے اس نے سید کاظم شاہ کی بیوی کو چھوا تھا! تم اسکے پیر کاٹ ڈالو گے جن قدموں سے وہ سید کاظم

شاہ کی بیوی کی طرف بڑھا تھا۔۔مجھے اس فوجی (زوریز شاہ) سے کوئی اچھی امید نہیں ہے کیونکہ وہ قانون جان کے ہم پہ احسان کر چکا ہے۔۔میں جانتا ہوں وہ اسے قانون کے حوالے کرے گا لیکن تم میرا عکس ہو، میری پرچھائی ہو! تم کاظم شاہ کے مجرم کو بالکل وہی وحشی سزا دو گے جیسے کاظم شاہ اپنے مجرموں کو دیتا آیا ہے!! گاٹ اٹ؟؟۔۔۔کاظم شاہ تیز رفتار میں اپنی گاڑی سڑک پہ دوڑاتا غرایا تھا، وہ اس وقت مظہر شاہ کو اپنے کہے کے مطابق خود عبرت ناک سزا دینا چاہتا تھا لیکن اس کے پاس وقت کم تھا۔۔زوریز شاہ اور ارزم شاہ شاکڈ کیفیت میں کاظم شاہ کے الفاظ سن رہے تھے۔۔انہیں جیسے کہیں کچھ غلط لگ رہا تھا۔۔

وہ تو ٹھیک ہے لالہ! لیکن آپ اسے خود سزا کیوں نہیں دیں گے؟۔۔۔ارزم شاہ نے ناسمجھی سے استفسار کیا تھا۔۔

میری۔۔میری آسٹریلیا کی فلائٹ ہے!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا کے بولتا ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو حیران ہونے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔

کیا مطلب؟۔۔۔فلائٹ اور وہ بھی رات کے اس وقت؟

کیسی فلائٹ اور کیوں؟۔۔۔۔آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟؟

زوریز شاہ اور ارزم شاہ ایک ساتھ تیزی سے بولے تھے۔۔

میں ڈرائیونگ کر رہا ہوں! ابھی لمبی بات نہیں کر سکتا! مظہر کا جو حشر میں نے سمجھایا ہے اگر وہ نہ ہوا تو تم دونوں کو ساری عمر مجھ سے ڈیجیٹل تھپیڑے (تھپڑ) پڑنے ہیں!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی آنکھوں کو میچ کے کھولتا دھمکی دینے والا انداز میں بولا تھا لیکن اب کی بار لہجہ مدھم تھا!۔۔

لالہ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔اسکی باتوں کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ دونوں اب کی بار غرائے تھے۔۔وہ دونوں اسکی کی ڈھکی چھپی باتیں سمجھ چکے تھے لیکن سمجھنا نہیں چاہ رہے تھے۔۔

اگر میں فارم ہاؤس آ کے تم دونوں سے ملوں گا تو میری فلائٹ لیٹ ہو جائے گی! پندرہ منٹ تک مجھے ہر حال میں ائیر پورٹ پہنچنا ہے!! فی امان اللہ!!۔۔۔کاظم شاہ ان کی بات کا جواب دیئے بغیر اپنی بات کہتا فون رکھ چکا تھا۔۔ایک آنسو آنکھ سے لڑھکتا ہوا کاظم شاہ کی گولڈن بیرڈ میں جذب ہوا تھا۔۔وہ کاظم شاہ جو خود رونے کی بجائے اگلے کو رلاتا تھا، آج اپنے اپنوں کی جدائی پہ اسکی آنکھیں خود برس رہی تھیں۔۔

واٹ دا ہیل از گوئینگ ودمائے آئیز؟

(what the hell is going with my eyes)!!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی گلابی پڑتی آنکھوں کو ٹشو سے رگڑ کے صاف کرتا_ سٹیرنگ پہ زور سے ہاتھ مارتے ہوئے غرایا تھا۔۔

زوریز شاہ اور ارزم شاہ ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ کے حیرانگی سے فون کی طرف دیکھ رہے تھے اور پھر وہ دونوں ہی کاظم شاہ کا مدعا سمجھتے ہوئے جلدی سے باہر پورچ کی طرف بھاگے تھے۔۔زوریز شاہ نے جلدی سے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے اسے سٹارٹ کیا تھا۔ارزم شاہ بھاگنے کے انداز میں اسکی گاڑی تک پہنچتا پیسنجر سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔دونوں کے دل تیزی سے کانوں میں دھڑک رہے تھے۔۔کاظم شاہ کا حویلی میں بولا گیا جملہ ان کے دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونج رہا تھا۔۔

")میں اس حویلی میں رہوں یا نہ رہوں، آپ میں سے کسی نے بھی ایزل شاہ کو اس حویلی سے دور بھیجنے کی کوشش کی قسم خدا کی میں ہر لحاظ اور ہر مروت بھولتا ہوا بہت کچھ غلط کر جاؤں گا" !!

"میں اس حویلی میں رہوں یا نہ رہوں۔۔۔۔"

"میں اس حویلی میں رہوں یا نہ رہوں۔۔۔۔("

کاظم شاہ کی باتوں کو سوچتے ہوئے زوریز شاہ کے ہاتھوں سے بار بار سٹیرنگ چھوٹ رہا تھا۔۔گاڑی دو بار ڈس بیلنس ہوتے ہوتے بچی تھی۔۔ارزم شاہ مسلسل اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے کاٹتا دل میں ایزل شاہ سے بے حد نفرت کا دعوے دار تھا جس کی وجہ سے اسکے لالہ اس قدم کو اٹھانے پہ مجبور ہوئے تھے! کاظم شاہ کی آواز میں اداسی کا کتنا عنصر تھا وہ دونوں چاہ کے بھی بھول نہیں پا رہے تھے۔

ائیر پورٹ کا راستہ کافی زیادہ تھا۔۔زوریز شاہ اس وقت ہر قانون کو توڑتا ہوا گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک تیز کرتا ہوا کسی بھی صورت کاظم شاہ تک پہنچنا چاہتا تھا جس نے عجیب سے انداز میں "فی امان اللہ" بول کے ان کے دلوں کو تیزی سے دھڑکایا تھا۔۔

لالہ!!!!!۔۔۔۔ائیر پورٹ تک پہنچتے ہی ارزم شاہ اور زوریز شاہ خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑے کاظم شاہ کو اسکی چوڑی پشت سے پہچانتے ہوئے یک زبان ہوتے چلائے تھے۔۔کاظم شاہ جو مصروف انداز میں فون پہ کسی سے بات کرتا اپنے مینجر کے ساتھ کھڑا تھا،ان دونوں کی بلند آواز پہ اس نے بے ساختہ حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا تھا جو تقریباً بھاگنے کے انداز میں اس کی طرف آرہے تھے۔۔

تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟۔۔۔کاظم شاہ اپنا فون بند کر کے ان دونوں کی طرف بڑھتا ہنوز حیرانگی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

یہ تو ہمیں آپ سے پوچھنا چاہئے!! کہ آپ یہاں پہ کیا کر رہے ہیں؟؟۔۔۔زوریز شاہ غرایا تھا۔۔اسکے غرانے پہ آس پاس کے کتنے ہی لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔زوریز شاہ ان بارہ منٹوں میں ائیر پورٹ کس طرح سے ڈرائیو کر کے پہنچا تھا۔۔یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔

میں نے تم لوگوں کو بتایا تھا میری فلائٹ ہے! میں پہلے بھی تو بزنس کے سلسلے میں بیرون ملک سفر کرتا رہتا ہوں پھر آج تم دونوں یوں اس طرح سے ریکٹ کیوں کر رہے ہو؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے لہجے کو نارمل بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کندھے آچکا کے بولا۔۔

آپ جانتے ہیں ہم اس طرح سے ریکٹ کیوں کر رہے ہیں! آپ بیرون ملک جاتے ہیں لیکن یوں نہیں جاتے!! آپ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے ارجنٹ فلائٹ کبھی نہیں پکڑتے!! کیا آپ ہمیں دودھ پیتا بچہ سمجھتے ہیں؟؟۔۔۔ ارزم شاہ زور سے اسکے گلے لگتا دھاڑا تھا۔۔وہ بالکل کسی بچے کی طرح اسکے سینے سے لگا تھا جیسے وہ ابھی اس سے دور ہوا تو کاظم شاہ اسکے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔۔

بچہ تو نہیں سمجھتا لیکن اس وقت تم دونوں مجھے کسی ضدی بچے سے کم نہیں لگ رہے۔۔کاظم شاہ متوازن لہجے میں گویا ہوا تھا،ساتھ ساتھ وہ زوریز شاہ کی چیل سی نظروں سے آج پہلی بار نظریں چرا رہا تھا جو اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ارزم شاہ کو کچھ بولتے دیکھ کے زوریز شاہ نے مینجر کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا،وہ اپنی ہویلی کے مسائل کسی ایرے غیرے کے سامنے ڈسکس نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

بابا نے آپ سے جو بھی کہا تھا باخدا لالہ میں اس ایک بات سے بھی واقف نہیں تھا اور نہ ہوں! مجھے ابھی تک آپکی باتوں سے صرف اتنی ہی سمجھ آئی ہے کہ آپکی بابا کے ساتھ کوئی جھڑپ ہوئی ہے اور آپ سب کی بے اعتباری کی وجہ سے ہویلی سے دور جا رہے ہیں۔۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے؟ آپ مجھ سے دور کیوں جا رہے ہیں؟ میں نے تو آپ پہ اعتبار کیا تھا! سب کے سامنے آپکی پاکبازی کی گواہی دی تھی جو آج سچی ثابت ہو چکی ہے۔۔ میری کوئی قسم، میری کوئی گواہی رائگاں نہیں گئی پھر سب کے ساتھ ساتھ مجھے سزا کیوں دے رہے ہیں۔۔ ارزم شاہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتا ہوا بھاری آواز میں شکوے سے بولا تھا۔۔

چھوٹے شاہ! بچوں کی طرح ریکٹ کیوں کر رہے ہو؟ یہ سب ضروری ہے۔۔ میں سب سے کچھ دیر کے لئے سپیس چاہتا ہوں۔۔ میں اس وقت بہت زیادہ مینٹلی ڈسٹرب ہوں۔۔ پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھ کے اسکا ماتھا چومتا بے بسی سے بولا تھا۔۔

میں بھی آپکے ساتھ جاؤں گا!! مجھے یہاں نہیں رہنا!!۔۔۔ ارزم شاہ ضدی انداز میں بولا۔۔ زوریز شاہ ان دونوں کی بات میں بالکل نہیں بول رہا تھا وہ صرف خاموشی سے کاظم شاہ کے بے بس چہرے کو دیکھ رہا تھا، اور اسکی اس بے بسی کی وجہ اسکی اپنی بہن تھی! زوریز شاہ نے تلخی سے سوچتے ہوئے گہری سانس ہوا میں بھری تھی۔۔ اسے اس کھلی ہوا میں بھی شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔۔

میں واپس نہیں آؤں گا! اور میں نہیں چاہتا تم میری وجہ سے ان تمام رشتوں سے دور رہو۔۔ تم دونوں کو قسم ہے تم دونوں میرے پیچھے نہیں آؤ گے!!۔۔۔ کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا ارزم شاہ کو خود سے الگ کر چکا تھا، وہ دونوں اسکے کبھی واپس نہ آنے والی بات پہ بے یقین ہوئے تھے۔۔ اسکے قسم دینے پہ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بال ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے چیخا تھا۔

تو یہاں سے جانا آپکا آخری فیصلہ ہے؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکے مقابل آتا سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

ہاں!!۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنا نچلا لب دباتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا۔۔

او گریٹ!! آپ جانتے ہیں میں آپکو یہاں پہ روک کے آپکے ساتھ زیادتی نہیں کروں گا کیونکہ اس سب کی قصوروار میری بہن۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اپنی بات مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شٹ اپ زوریز شاہ!! اس سب کی ذمہ دار صرف میری بیوی نہیں ہے!! اس سب کے زمہ دار ہویلی کے مکین ہیں جنہوں نے کاظم شاہ کو عرش سے فرش پہ پٹکا تھا۔۔ کاظم شاہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ وہ اپنی بیوی پہ اسکے لالہ کے منہ سے بھی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

تم دونوں مجھ سے تب تک کانٹیکٹ نہیں کرو گے جب تک میں نہیں چاہوں گا! کیونکہ میں وہاں جاتے ہی اپنا نمبر چینج کرلوں گا اور میں جانتا ہوں اس فوجی کے لئے میرا نمبر ڈھونڈھنا مشکل نہیں گا! لیکن میں یہ بات تم دونوں پہ ابھی سے کلئیر کر رہا ہوں میں کسی کا فون نہیں اٹھاؤں گا! اسی لئے مجھے کال کر کے اپنا وقت برباد مت کرنا!۔۔ کاظم شاہ دو ٹوک انداز میں بولتا اب زوریز شاہ کے گلے لگا تھا لیکن زوریز شاہ اسکی باتوں کو سنتا ہوا ایک جست میں اس دور ہو چکا تھا۔۔

کیوں!! آپ ہم سے کانٹیکٹ کیوں ختم کریں گے؟ آخر ہمیں کس چیز کی سزا دے رہے ہیں آپ؟ کیوں اپنی عادت ڈال لے کے یوں چھوڑ رہے ہیں؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اپنی پوری قوت سے غرایا تھا، اسے اس وقت آس پاس کی پروا نہیں تھی۔۔

آہستہ آواز میں بات کرو! سب دیکھ رہے ہیں! یوں دکھی ہیروئینز کی طرح ریکٹ نہیں کرو!! ۔۔ جو میں نے بولا ہے تم دونوں اس بات پہ عمل کرو گے! اور مظہر شاہ کو اگر میرے کہے کے مطابق سزا نہ دی گئی ریز شاہ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں!!۔۔۔ کاظم شاہ ان دونوں کی طرف دیکھ کے بے حد سنجیدگی سے بولتا آخر میں زوریز شاہ کو دھمکا رہا تھا۔۔

آپ ہم سے کانٹیکٹ کیوں ختم کر رہے ہیں؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکی بات کا جواب دیئے بنا ہنوز اپنے سوال کے ایک ایک لفظ پہ دباؤ ڈالتا غرایا۔۔

کیونکہ۔۔۔ کیونکہ میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔۔ میں چاہتا ہوں تم سب مجھ سے دور رہو اور مجھے بھول جاؤ۔۔۔ اگر میں تم دونوں سے بات کرو گا تو تم دونوں کی باتوں سے اٹومیٹکلی مجھ میں باقی سب سے بات کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہو گا! جو کہ میں نہیں چاہتا! میں وہاں جا کے اپنا بزنس سیٹ کرنا چاہتا ہوں۔۔ مجھے سب سے الگ تھلگ رہنا ہے!!۔۔ میں امید کرتا ہوں تم دونوں مجھے سمجھو گے!!۔۔۔ کاظم شاہ سپاٹ انداز میں بولتا زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو بری طرح سے

ہرٹ کر رہا تھا، وہ دونوں بے یقینی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے جو ان کے بغیر ایک دن مشکل سے گزارتا تھا اور آج انہی کو خود سے دور رہنے کا بول رہا تھا؟ ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب سید کاظم دریاب شاہ کے نام کی آواز لگائی گئی تھی۔۔ کاظم شاہ کا مینجر اب اسی کی طرف آرہا تھا کیونکہ کاظم شاہ کی فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا، اب اسے جہاز میں بیٹھنا تھا۔۔

اپنے ساتھ ساتھ مام اور میری بیوی کا بھی خیال رکھنا!!۔۔۔ کاظم شاہ ساکت کھڑے ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو ایک ساتھ گلے سے لگاتا سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔۔

لالہ آپ نہیں جائیں گے!! پلیز!! ۔۔۔ ارزم شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھ کا مضبوط حصار باندھتا بے حد ضبط سے بولا تھا۔۔

اگر میں نے نہیں جانا ہوتا تو اتنا ڈرامہ کیوں کریئٹ کرتا؟۔۔۔ کاظم شاہ مدھم آواز میں جواب دیتا ارزم شاہ کا ماتھا چوم کے_ خاموش کھڑے زوریز شاہ کا ماتھا چومنے ہی والا تھا لیکن وہ اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوتا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔۔ ان تینوں کے دل اس وقت ایک دوسرے کو کھونے کے ڈر سے بری طرح سے دھڑک رہے تھے لیکن ہوا پھر وہی تھا جو تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔ اگلے ہی منٹ کاظم شاہ ان دونوں سے اپنی نظریں چراتا وہاں سے جا چکا تھا۔۔ وہ دونوں خالی خالی نگاہوں سے اسے جہاز میں بیٹھے دیکھتے رہے۔۔۔ دیکھتے رہے۔۔۔ جہاز اڑان بھر چکا تھا لیکن وہ دونوں ہنوز ائیر پورٹ پہ کھڑے اسی جگہ پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے جہاں سے کاظم شاہ گزر کے گیا تھا۔۔(ارزم شاہ جو چاچو بننے کی خوشی میں اس وقت بیکری سے ڈھیروں کی تعداد میں کیک اور مٹھائیاں خریدتا ہوا اپنی گاڑی میں آکے بیٹھا تھا۔۔ اپنی اور کاظم شاہ کی آخری ملاقات یاد کرتے ہوئے اسکی شہد رنگ آنکھیں نمی کے احساس سے گلابی پڑی تھیں۔۔ اس خبر کو لے کے اگر ارزم شاہ اتنا خوش تھا تو کاظم شاہ نے کس حد تک خوش ہونا تھا؟ ارزم شاہ کے پاس کاظم شاہ کا نیا نمبر نہیں تھا اسی لئے اپنی جیب سے فون نکالتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اسکے پرانے نمبر پہ کال کی تھی لیکن کاظم شاہ کا فون بند تھا، وہ اسے کب سے فیس بک، انسٹا اور ہر جگہ سے اپروچ کر رہا تھا لیکن ارزم شاہ کی ایک کال، ایک میسج کا جواب نہیں دیا گیا تھا۔۔

I will never forgive you

ارزم شاہ اپنے خیالوں میں کاظم شاہ سے غصے سے مخاطب ہوتا اپنی گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔ وہ اپنے نچلے عنابی لب کو غصے سے دانتوں تلے کچلتا ہوا اپنی گاڑی ہویلی کی طرف بڑھا چکا تھا۔۔

گل!!!۔۔۔ اسے سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے احان شاہ نے بلند آواز میں اسے پکارتے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے لیکن وہ اسکی آواز نظر انداز کرتی ہچکیاں بھرتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ احان شاہ اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھتا ہوا ایک ساتھ تین تین سیڑھیاں اترتا اس تک پہنچا تھا۔۔

گل! میری پٹھانی!!۔۔۔ احان شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکا رخ خود کی طرف کرتے اسے پیار سے پکارا تھا لیکن وہ اپنی پوری تگ و دو سے اس سے دور ہوئی تھی۔

مجھے ایزل کے لئے سوپ تیار کرنا ہے۔۔۔ وہ نظریں جھکا کے سنجیدگی سے بولتی کچن کی طرف بڑھنے والی تھی لیکن احان شاہ پھر سے اسکے سامنے آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔ اسے اپنے سامنے کھڑے ہوتے دیکھ کے گلالئی دائیں طرف سے جانے والی تھی لیکن احان شاہ اسے نرمی سے کندھوں سے پکڑتا ہوا خود کے قریب کرتا سختی سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔

مجھے غصہ آ گیا تھا!۔۔۔ وہ نرمی سے اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اپنی کچھ دیر پہلے والی بدتمیزی کا ازالہ کر رہا تھا جیسے۔۔۔ یہ کون سی نئی بات ہے! ۔۔۔ مجھے ایزل کے لئے سوپ بنانا ہے۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ وہ چڑچڑے انداز میں بولتی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی اپنی پوری طاقت سے اس سے دور ہو رہی تھی لیکن احان شاہ کی اسکے گرد گرفت مضبوط تھی۔۔ اسکی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے جھک کے ان پہ اپنے لب رکھنے چاہے تھے لیکن وہ ضدی انداز میں اپنا چہرہ اس سے دور کر گئی۔۔

چھوڑیں مجھے!!!!۔۔۔ وہ دبی دبی آواز میں معصومیت سے غرائی۔۔

مجھے اپنے لبوں سے تمہاری ان گلاب کی پنکھڑیوں کا رس نچوڑنا ہے!! روم میں چلو۔۔۔ سوپ اماں بنا لیں گی۔۔ احان شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے بے حد بے باکی سے بولتا اسکے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے کی مدد سے سہلا رہا تھا۔۔ ساتھ

ساتھ وہ اپنے دوسرے ہاتھ کی گرفت اسکی کمر پہ مضبوط کرتا جا رہا تھا۔۔ لاؤنج کے بیچوں بیچ اسے بے باکیوں پہ اترتے دیکھ کے گلالئی بے ساختہ سرخ پڑی تھی لیکن وہ اپنی کچھ دیر پہلے والی انسلٹ نہیں بھولی تھی۔۔

آپ کو کانفرنس میں جانا تھا۔۔ آپ لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔ ایزل نے کل سے کچھ نہیں کھا۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیلتی ابھی سنجیدگی سے مزید کچھ بولتی جب احان شاہ اسکی بولتی بند کرنے کی غرض سے اسکے چہرے پہ جھکا تھا، ابھی وہ کوئی بے باک جسارت کرتا جب لاؤنج میں آتے ارزم شاہ نے زور زور سے کھانسی کرتے ہوئے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔۔ ارزم شاہ کی کھانسی کی آواز پہ احان شاہ اور گلالئی جلدی سے ایک دوسرے سے دور ہوئے تھے۔۔ گلالئی بری طرح سے سٹپٹاتی ہوئی پیچھے مڑ کے دیکھے بنا کچن کی طرف بڑھ گئی۔ گلالئی کے ہاتھ سے نکلنے پہ احان شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

مجھے کھا جانے والی نظروں سے کیوں گھور رہے ہیں؟ اپنے غصے پہ قابو پانا سیکھ جائیں گے تو یوں خالی ہاتھ نہیں رہنا پڑے گا!!۔۔۔ ارزم شاہ ناک چڑھا کے معنی خیزی سے بولتا صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔ ہاتھ میں پکڑے کیک اور مٹھائیوں کے ڈھیروں کی تعداد میں شاپر وہ سینٹرل ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔۔

تمہیں ابھی ہی یہاں ٹپکنا تھا؟؟۔۔۔ احان شاہ غصے سے بولا۔۔

آپ کو لاؤنج میں ہی شروع ہونا تھا؟۔۔۔۔ ارزم شاہ کون سا کم تھا؟ وہ مٹھائی کا ڈبہ کھول کے گلاب جامن اپنے منہ میں ڈالتا آئیبرو اچکاتے ہوئے بے باکی سے بولا۔۔

شٹ اپ!! احان شاہ مصنوعی غصے سے غرایا۔۔

میں تو شٹ اپ ہو جاؤں گا! داجی کو کیسے خاموش کروائیں گے جو آپ کے بچوں کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں؟ دیکھ لیں یہاں بھی میرے لالہ (کاظم شاہ) بازی لے گئے۔۔۔ ارزم شاہ اب کی بار بے باکی اور اداسی کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوتا احان شاہ کا چہرہ سرخ کر گیا۔۔

تمہاری زبان زیادہ نہیں چل رہی؟ کہیں تم جیسی شکل سے شادی کے لئے مان تو نہیں گئی تمہاری محبوبہ؟۔۔ احان شاہ اسکے چہرے پہ اداسی کے تاثرات دیکھتا اسکے قریب آتا اسے پیار سے ڈپٹ رہا تھا ساتھ ہی وہ شوخ لہجے میں ذائشہ کے

بارے بھی استفسار بھی کر رہا تھا۔۔وہ جانتا تھا وہ کاظم شاہ کو یاد کر کے اداس ہو رہا ہے اسی لئے اسکا دھیان اسکی طرف سے ہٹانے کی چھوٹی سی کوشش کی۔۔

اب کی بار نہیں مانے گی تو کڈنیپ کر لوں گا! یا اسے اٹھا کے ڈائیریکٹ میرج بیورو لے جاؤں گا!!۔۔۔ارزم شاہ نارمل انداز میں کندھے آچکا کے بولتا اب احان شاہ کے منہ میں زبردستی پورا گلاب جامن ڈال چکا تھا۔۔

میں ڈائٹ پہ ہوں۔۔۔احان شاہ نے اسے آنکھیں دیکھا کے بولتے ہوئے آرام آرام سے گلاب جامن نگلا۔۔

ڈائیٹنگ چھوڑیں! بے بی پلیننگ پہ دھیان دیں۔۔۔ارزم شاہ اسکے شانے سے اپنا شانہ ٹکرا کے بے باکی سے بولتا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔

چھوٹے شاہ!!!۔۔۔احان شاہ نے سرخ چہرے لئے غصے سے غراتے ہوئے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا۔۔

سس۔۔۔۔ارزم شاہ مصنوعی سسکی بھرتا ایک عدد چاکلیٹ کیک اٹھا کے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

کہاں جا رہا ہے اب؟ ادھر آنا میں تجھے اپنی ساری پلیننگ سناؤ!!۔۔۔اسے اوپر کی طرف بھرتے دیکھ کے احان شاہ غرایا۔۔

میں ایزل کو اسکا فیورٹ کیک دینے جا رہا ہوں!۔۔اور سنی سنائی پلیننگ پہ میں یقین نہیں کرتا! عملاً کچھ کر کے دیکھائیں تو میں مانوں آپکو استاد جی!! ۔۔۔ارزم شاہ بے حد بے باکی سے بولتا قہقہ لگاتے ہوئے تقریباً بھاگنے کے انداز میں اوپر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔احان شاہ اسکی اتنی بے باکی پہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے کچن کی طرف بڑھا تھا لیکن اسکی بیوی سوپ بناتے ہوئے ساتھ ساتھ زرتاج اماں کے ساتھ ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھی۔۔احان شاہ گہری سانس بھرتا ہوا اب راہداری کی طرف بڑھ گیا، کیونکہ جانتا تھا اسکی ضدی پٹھانی نے جان بوجھ کے کچن سے تب تک نہیں نکلنا تھا جب تک احان شاہ نے حویلی سے نہیں جانا تھا۔۔احان شاہ اپنی سکن اجرک جھٹکتا ہوا پورچ کی طرف بڑھا۔۔گاڑی سٹارٹ کرتے ہی وہ تیزی سے ریورس لیتا حویلی سے نکل گیا۔اس کا رخ پریس کلب کی طرف تھا۔۔

ہیے مرحا!! ایزل کو کیک کھلانے سے بے بی پہ کوئی سائیڈ ایفیکٹ تو نہیں ہو گا نا؟۔۔۔ارزم شاہ مدھم آواز میں مرحا سے فکر مندی سے استفسار کرتا اسے چاکلیٹ کیک دیکھا رہا تھا جو وہ اسپیشل ایزل کے لئے لے کے آیا تھا۔۔کیک پہ "موم ٹوبی" کی تحریر کی آئسنگ کروائی گئی تھی۔ارزم شاہ کی اتنی فکر مندی پہ مرحاشاہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

ہاں کھلا سکتے ہیں! لیکن روز روز نہیں! ۔۔۔۔مرحاشاہ نے مسکراتے ہوئے اسے مدھم آواز میں جواب دیا تھا جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتا ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا جو ھارون شاہ کے ساتھ لگی آنسو بہا رہی تھی۔۔

ہیے ایزل! سٹاپ کرائینگ لائک آ چائلڈ (بچوں کی طرح رونا بند کرو)!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی گود میں کیک رکھتا اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتا مسکرا کے بولا تھا جس پہ ایزل شاہ نے حیرانگی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکی طرف دیکھنا تک چھوڑ چکا تھا اور اب اسکے ساتھ مسکرا کے بات کرتا اسے کیک کٹ کرنے اشارہ کر رہا تھا؟ھارون شاہ اور دریاب شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی پورے دل سے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ایزل شاہ شروع سے سب کی لاڈلی تھی۔۔وہ ہر کسی سے اپنے لاڈ اٹھواتی تھی چاہے وہ ارزم شاہ ہی کیوں نا ہو۔۔لیکن اس سیاہ دن کے بعد سے ارزم شاہ اس سے مخاطب ہونا چھوڑ چکا تھا آج بھی وہ صرف مرحاشاہ کی باتوں کی وجہ سے اسکی یہ خوشی سیلبریٹ کر رہا تھا، مرحاشاہ نے بولا تھا کہ ایزل شاہ کو اس وقت سب کے پازیٹیو رویے کی ضرورت ہے اگر کوئی اس سے تھوڑا سا بھی نیگیٹو ہو گا تو وہ ٹینشن لیتے ہوئے خود کو اور بے بی کو نقصان پہنچا دے گی جس پہ ارزم شاہ کافی ڈر چکا تھا۔۔چاچو بننے کی خوشی ہی الگ تھی وہ کبھی نہیں چاہتا تھا اسکے آنے والے بھتیجے یا بھتیجی کو کوئی نقصان پہنچے اور کچھ وہ ایزل شاہ کی وجہ سے بھی کافی فکر مند تھا۔۔چاہے جو بھی تھا وہ ہمیشہ سے اسکی بہنوں کی طرح رہی تھی وہ اسے مزید دکھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

تھینک یو لالہ!! آئی ایم سوری لالہ!!۔۔۔۔ایزل شاہ کیک پہ لکھی خوبصورت سی تحریر پڑھ کے نم آنکھوں سے مسکراتی ارزم شاہ کو دیکھ کے التجائیہ انداز میں بولی تھی۔۔

شش!! ۔۔۔۔ارزم شاہ اسکا سر نرمی سے تھپتپاتا مسکرا کے اسے خاموش ہونے کا اشارہ کر رہا تھا جس پہ ایزل شاہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرا کے کیک کاٹا تھا۔۔ سب نے کلیپنگ کرتے ہوئے ایزل شاہ کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا۔ اس سب کے دوران بھی ایزل شاہ ایک پل کے لئے کاظم شاہ سے بے فکر نہیں ہوئی تھی۔۔

کچھ دیر بعد ہویلی کی اتنی بڑی خوشی پہ کافی بکروں کا صدقہ دیا گیا تھا۔۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام بار بار ایزل شاہ کی نظر اتارتی اسے آنسو بہانے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔

زوریز شاہ کو مشن پہ گئے آج ہفتہ ہونے کو آیا تھا، وہ کچھ دنوں کا بول کے گیا تھا لیکن اسکی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی، نا ہی اسکا کسی سے کوئی رابطہ ہوا تھا۔۔ احان شاہ اور ارزم شاہ اسکے لئے کافی فکر مند تھے وہ ہر طرح سے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اسکا فون آف جا رہا تھا۔۔ مرحا شاہ بھی ان دنوں میں بالکل خاموش ہو چکی تھی۔ نہ ہاسپٹل دل لگتا تھا تو نہ ہویلی! وہ جہاں جہاں بیٹھتی تھی اسے اپنے اور زوریز شاہ کے ایک ساتھ گزارے گئے لمحات یاد آتے! وہ جب جب زوریز شاہ کو سوچتی دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکتا پاگل ہوتا رہتا۔۔ وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ ہویلی میں کوئی بھی زوریز شاہ کے آرمی میں ہونے سے واقف نہیں ہے ورنہ وہ کیونکر دوستوں کے ساتھ سیر و سیاحت کا بہانہ لگا کے ہویلی سے جاتا؟ اسی بات کو سوچتے ہوئے مرحا شاہ نے اس سب کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔۔ وہ ہاسپٹل سے آتے ہی اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔۔ نماز قرآن پڑھ کے اسکے حفظ و امان کی دعائیں مانگتی آنسو بہاتی رہتی۔ وہ اپنی فیلنگز کسی کے ساتھ بھی شئیر نہیں کر سکتی تھی نہ ہی اسے عادت تھی۔۔

وہ ابھی بھی اشک بہاتی قرآن پاک پڑھ رہی تھی جب بار بار بجتے فون کی وجہ سے وہ کچھ ڈسٹرب ہو رہی تھی۔۔ مرحا شاہ نے رکوع مکمل کرتے ہوئے قرآن کو اپنے سینے سے لگاتے اسکی محفوظ جگہ پہ رکھا تھا۔۔ اپنا حجاب کھول کے سائیڈ ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے فون پکڑا تو اس پہ ہاسپٹل کا نمبر جگمگا رہا تھا۔۔ رات کے اس وقت ہاسپٹل سے آتی کال پہ اس نے حیران ہوتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔۔

یس ڈاکٹر مرحا زوریز شاہ اسپیکنگ!!۔۔۔۔ مرحا شاہ نے پروفیشنل انداز میں اپنا تعارف کروایا تھا جب دوسری طرف سے ملتی خبر پہ اس نے تکلیف سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 47

رات کے اس وقت کہاں جا رہی ہو بیٹی ؟۔۔۔۔۔۔بیگ تھام کے سیڑھیوں سے اترتی مرحا شاہ کو دیکھ کے شاہ بی بی نے بے ساختہ فکر مندی سے پوچھا تھا، وہ رات کے اس وقت ٹریولنگ بیگ تھامے ہوئے تھی، سب کا حیران ہونا تو بنتا تھا۔۔

نانو! بلوچستان کے شہر خضدار میں ایک بڑی ایمرجنسی ہو گئی۔ کافی لڑکیوں کو وکٹم بنا کے ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے، جس کی وجہ سے ہاسپٹل کے تمام سینیر ڈاکٹرز کو ابھی اور اسی وقت خضدار کے لئے نکلنا ہے تاکہ انہیں جلد از جلد ٹریٹ کیا جا سکے، میں بھی انہی کے ساتھ خضدار کے لئے نکل رہی ہوں۔۔ مرحا شاہ تیزی سے قدم اٹھاتی شاہ بی بی کی طرف بڑھتی بھرائی آواز میں بول رہی تھی، وہ اس خبر کو سن کے کافی اپ سیٹ ہو چکی تھی۔۔ وہ اتنی اپنی زندگی کی ٹینشن نہیں لیتی تھی جتنی اسے اپنے پیشنٹس کی ٹینشن ہوتی تھی۔ وہ اپنے تمام پیشنٹس کے لئے کافی حساس ہو کے سوچتی تھی۔۔

اللہ تمہیں کامیاب کرے میری بچی! ۔۔۔شاہ بی بی اسے اپنے ساتھ لگا کے اسکا ماتھا چومتی اسے پیار سے دعا دے رہی تھی۔۔ لاؤنج میں اس وقت گلالئی اور ایزل شاہ کے علاوہ تقریباً سب موجود تھے۔۔ سب یہ دردناک خبر سن کے کافی دکھی ہوئے تھے۔۔۔

کس کے ساتھ جاؤ گی مرحا؟۔۔۔۔ احان شاہ نے فکر مندی سے استفسار کیا تھا جو بالکل ابھی آفس سے آیا تھا۔۔

لالہ ہاسپٹل کے سب ڈاکٹرز ایک ساتھ جائیں گے میں بھی انہی کے ساتھ جاؤ گی!۔۔۔ مرحا شاہ نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔ وہ اب اپنے ڈیڈ سے مل رہی تھی جو اسکے لئے کافی فکر مند نظر آ رہے تھے۔

اوکے بیسٹ آف لک! ارزم تمہیں ہاسپٹل تک بحفاظت چھوڑ آئے گا! سب کے ساتھ کانٹیکٹ میں رہنا۔۔ اوکے ؟۔۔۔۔ احان شاہ نے اسکے قریب آ کے اسکا سر تھپتھپاتے ہوئے اسے نرمی سے ہدایت دی تھی جس پہ مرحا نے تائید میں سر ہلاتے اسے مسکرا کے دیکھا تھا۔۔

میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی مرحا! میں تمہیں اتنی دور اکیلے جانے نہیں دوں گی!۔۔۔میرال شاہ کو بہن کی فکر ہوئی تو جھٹ سے اسکے قریب آتی ہمدردی سے بولی۔

نہیں آپی وہاں پہ صرف ڈاکٹرز۔۔۔۔ابھی مرحا اپنی بات مکمل کرتی جب میرال شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

میں بول رہی ہوں نا میں ساتھ جاؤں گی! کیا ہوا جو میں ڈاکٹر نہیں ہوں؟ ایک ڈاکٹر کی بہن تو ہوں نا!!۔۔۔میرال شاہ اترا کے بولی تھی، لہجے میں کچھ مصنوعی سا رعب تھا جس پہ سب نے اتنے سنجیدہ ماحول پہ بھی اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔۔

اوکے آپی!!۔۔۔مرحا شاہ نے اپنی ضدی بہن کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔۔

نہیں کہیں نہیں جاؤ گی تم میرال! میں اپنی ایک نواسی کو نا جانے کیسے بھیج رہی ہوں اور تم ہو کے اب میری جان نکالنے پہ تلی ہوئی ہو! ۔۔۔۔شاہ بی بی اپنی لاڈلی نواسی میرال شاہ کو دیکھ کے فکر مندی سے بولی تھیں۔۔

میں جاؤں گی نانو! ۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ بچوں سی ضد کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

لیکن میں اپنی دونوں بیٹیوں کے بغیر کیسے رہوں گا؟۔۔۔زاویار شاہ بے حد فکر مندی سے بولے تھے۔۔

ہم جلدی آجائیں گے ڈیڈ! ۔۔۔۔مرحا شاہ نے جلدی سے ان کے ساتھ لگتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی کیونکہ میرال شاہ کے چہرے پہ سب کے انکار کی وجہ سے اب غصہ سا آرہا تھا۔۔ آخر سارے اسے اندر اسٹیمیٹ کیوں کر رہے تھے؟؟ پھر بالآخر شاہ بی بی اور زاویار شاہ کو مرحا کے ساتھ ساتھ میرال کے لئے بھی خضدار جانے کے لئے منایا گیا تھا۔۔سب سے ملنے کے بعد وہ دونوں ارزم شاہ کے ساتھ ہاسپٹل کے لئے نکل چکی تھی۔۔سب کو مرحا شاہ پہ فخر تھا جو ایک ڈرپوک لڑکی نہیں تھی بلکہ اس کے حوصلے بلند تھے، وہ ہر کام کرنے کا فن رکھتی تھی۔۔

مرحا شاہ اپنے ساتھ کافی ڈاکٹرز کے ساتھ خضدار کے اس خفیہ علاقے میں پہنچی تھی جہاں آرمی اپنے کافی سارے کیمپس لگائے ہوئے تھی!۔۔اس وقت صبح کا وقت تھا، میرال شاہ اسکے ساتھ ہی تھی، وہ الگ بات تھی کہ وہ نیند نہ پوری ہونے پہ بے حد غصے سے اپنا منہ لٹکائے مرحا اور ان تمام ڈاکٹرز کے ساتھ چل رہی تھی جن کا رخ کیمپس کی طرف تھا۔۔وہ لوگ رات میں ہی خضدار آچکے تھے، جس پہ مرحا نے پوری رات ہاسپٹل میں ڈیوٹی کی تھی، ابھی بھی

وہ صبح ہی ڈاکٹرز کے ساتھ اس جگہ پہ آچکی تھی کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ ایک مشن کے دوران کافی فوجی زخمی ہوئے ہیں، انہیں طبی امداد کی کافی ضرورت ہے! اسی لئے کافی ایکسپرٹ ڈاکٹرز کو یہاں بلایا گیا تھا جس میں مرحاشاہ کا نام بھی شامل تھا!۔۔ مرحا فوج کا مشن سننے کے بعد ایک بار ٹھٹکی تو ضرور تھی لیکن پھر اپنے وہم کو اپنے دماغ سے نکالتی ڈاکٹرز کے ساتھ چل پڑی!

وہ تمام ڈاکٹرز ابھی ایک بڑے سے کیمپ میں داخل ہی ہوئے تھے جب ان کی نظریں کراہتے ہوئے فوجیوں پہ پڑی تھی، کچھ جنہیں سیریس انجریز ہوئی تھیں وہ چاہ کے بھی اپنی کراہ روک نہیں پا رہے تھے اور کچھ صبر سے اپنا نچلہ لب دبائے اپنی تکلیف برداشت کر رہے تھے۔۔ کیمپ میں آتے ہی ڈاکٹرز تیزی سے حرکت میں آئے تھے، سب جلدی سے ان کی طرف بڑھتے اپنے اپنے پیشنٹ کو پکڑ رہے تھے، ان فوجیوں کی کراہیں سنتے ہوئے میرال شاہ کی نیند بھک سے اڑی تھی، وہ اب افسوس اور ہمدردی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی جبکہ مرحاشاہ تو اپنی جگہ پہ یک ٹک کھڑی اپنے بالکل سامنے نیچے گدے پہ لیٹے زوریز شاہ کو دیکھے جا رہی تھی جو اس وقت بلیک ویسٹ میں ملبوس اپنے بازو کے زخم پہ زور سے اپنی شرٹ باندھے ہوئے تھا، اپنا خون روکنے کی غرض سے۔۔۔ مرحاشاہ کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے میرال شاہ نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا، اسکی نظروں کے تعاقب میں زوریز شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے میرال شاہ کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں۔۔

ز۔زو۔زوریز۔۔۔۔۔ میرال شاہ حیرانگی کی کیفیت میں خود سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ وہ بھلا یہاں ان فوجیوں کے درمیان کیا کر رہا تھا؟ زوریز شاہ نے ابھی تک ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ مرحاشاہ کو ہوش میرال شاہ کی آواز پہ آیا تھا، جس پہ وہ بھاگتی ہوئی زوریز شاہ تک پہنچی تھی۔۔ اپنے اردگرد مرحاشاہ کی مخصوص خوشبو محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ نے بے ساختہ اپنی نظریں اٹھائی تھی، اپنے بالکل قریب بیٹھی مرحاشاہ کو دیکھ کے زوریز شاہ کو لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو! وہ یہاں کیا کر رہی تھی؟ زوریز شاہ نے حیرانگی سے سوچا تھا۔۔

زوریز تم یہاں پہ کیا کر رہے ہو؟ اور یہ تمہارے بازو پہ کیا ہوا ہے؟ تمہاری شرٹ پہ یہ خون کیسے آیا۔۔۔ میرال شاہ بھاگ کے زوریز شاہ کے قریب آتی بے حد فکرمندی سے یکے بعد دیگرے سوال پوچھ رہی تھی۔۔ میرال شاہ کی آواز کچھ اونچی تھی جس پہ آس پاس کے تمام فوجی بے ساختہ اسکی طرف متوجہ ہو رہے تھے جو بلیک تنگ جینز پہ

شارٹ سی براؤن سٹائلش سی شرٹ پہنے ہوئے تھے۔۔زوریز شاہ جو اس وقت اپنی شاہزادی میں کھویا ہوا تھا، اصل ہوش تو اسکے میر ال کی آواز سنتے ہوئے اڑے تھے۔۔وہ بھی اس وقت یہی سوچ رہا تھا کہ میر ال اور مرحا یہاں اکھٹی کیا کر رہی ہیں؟ پھر اسکی نظر باقی سب ڈاکٹرز کی طرف اٹھی تھیں جنہیں دیکھ کے وہ پوری سیچویشن سمجھ چکا تھا۔۔

زوریز تم کچھ بول کیوں نہیں رہے؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟۔۔۔میر ال شاہ اب کی بار مزید فکر مندی سے بولتی زوریز شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جس کے پاس اسے دینے کو کوئی جواب نہیں تھا۔۔اسے اس وقت مرحا شاہ پہ شدید غصہ آ رہا تھا جو اپنے ساتھ میر ال کو یہاں لے کے آئی تھی، کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے اپنے مشن کے لئے بلوچستان ہی نکلنا ہے؟ ابھی وہ دونوں کچھ بولتے جب جانی پہچانی آواز پہ میر ال شاہ نے فوراً سے اپنا چہرہ موڑا تھا۔۔

یہ لے تیرا جوس!! جلدی سے اٹھ اور۔۔۔۔۔۔۔حازق خان مزید کچھ بولنے ہی والا تھا جب نظریں اس سائیکو عورت پہ پڑی تھیں جس نے اس دن اسکا بنک بیلنس خالی کیا تھا۔۔

تم!!!!۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے بالکل اسی دن کی طرح ایک ساتھ حیرانگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بلند آواز میں بولے تھے، اب تقریباً سب کی نظروں کا مرکز میجر خان اور میر ال شاہ تھے جو ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔۔

شاہ بی بی اس وقت اپنے بیڈ پہ آرام فرماتی احان شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف زوریز شاہ کی واپسی کے متعلق پوچھ رہی تھیں جس پہ اس نے انہیں ایک ہفتہ کہہ کے ٹالا تھا۔۔زوریز شاہ کے ساتھ کانٹیکٹ نہ ہونے پہ سب کافی پریشان تھے جس پہ احان اور ارزم شاہ نے بہانوں کی لسٹ تیار کر رکھی تھی۔۔احان شاہ کا دھیان اس وقت شاہ بی بی کی باتوں کی طرف کم جبکہ اپنی پٹھانی کی طرف زیادہ تھا جو بے حد سنجیدگی سے شاہ بی بی کو ان کی دوا دیتے پانی کا گلاس تھما رہی تھی۔پورا ایک ہفتہ ہو چکا تھا وہ احان شاہ سے اپنی بول چال پوری طرح سے بند کئے ہوئے تھی، احان شاہ اگر ذرا جو اسے منانے کی کوشش کرتا تو وہ بے حد بدتمیزی پہ اتر آتی جس پہ انا پرست احان شاہ اسے منانے کی بجائے غصے سے گھورتا ہوا اسکے حال پہ چھوڑ دیتا، لیکن اگلے دن جب پھر اسکی ناراضگی کی فکر ہوتی تو پھر اسے منانے کی کوشش کرتا لیکن وہ اس سے مزید بدتمیزی سے پیش آتی۔۔

وہ پتا نہیں اس ایک ہفتے میں اتنی بد تمیز کیوں ہو چکی تھی؟ احان شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ وہ اسکی کسی بھی بات کو سننے کو تیار نہیں تھی ہر بات پہ غصے اور ضدی پن سے اسے جواب دیتی اس سے دور ہونے کی مزاحمت کرتی رہتی۔۔ وہ ایک ہفتے سے اسکے کمرے میں بھی نہیں سو رہی تھی، وہ اپنا پورا دن ایزل اور شاہ بی بی کے ساتھ گزارتی تھی۔۔ رات میں اسکے آفس سے آنے سے پہلے ہی وہ ایزل کے کمرے میں بند ہو جاتی جس پہ احان شاہ اپنے دانت پیس کے رہ جاتا، آج تو احان شاہ کو کوئی معجزہ ہی لگ رہا تھا جو وہ اس کے آنے سے پہلے ایزل کے کمرے میں بند نہیں ہوئی تھی۔۔ وہ اس وقت کالی پٹھانی فراک میں ملبوس خود پہ اپنی پرانی کالی شال اچھے سے اوڑھے ہوئے تھے، اس نے پورے ایک ہفتے سے اس کی اجرک نہیں لی تھی، اسکی طرف دیکھنا بھی جیسے چھوڑ دیا تھا، اسے اسکی پرانی شال میں دیکھ کے احان شاہ نے اپنے لب بھینچتے خود کو آج پھر سے کوسا تھا، آخر کیا ضرورت پڑی تھی اسے اپنی پٹھانی کو سب کے سامنے انسلٹ کرنے کی؟ شاہ بی بی دوا کھاتے ہوئے بھی احان شاہ کی نظریں گلالئی پہ محسوس کر چکی تھیں جس پہ انہوں نے کافی مشکل سے خود پہ ضبط کیا تھا۔۔

جاؤ شاہ لباس تبدیل کر کے کچھ دیر آرام کرو! ابھی آفس سے آئے تھے تھک گئے ہو گے!!۔۔۔ شاہ بی بی اپنی ناگواری چھپاتی مصنوعی مسکراہٹ سے بولی تھیں جس پہ احان شاہ نے اپنی بے لگام نظروں پہ قابو پاتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

شاہ بی بی کو میڈیسن دے کے میرے لئے کھانا لے کے روم میں آؤ!!۔۔۔ احان شاہ بیڈ سے کھڑا ہو تا گلالئی کے کچھ قریب ہوتے حکمیہ انداز میں بولا تھا جس پہ وہ ایک نظر اسے دیکھ کے دوسری نظر شاہ بی بی کی طرف دیکھنا شروع کر چکی تھی۔۔ اس نے احان شاہ کی بات کا کوئی جواب نہ دے کے اسے پھر سے تپ چڑھائی تھی۔۔

اگر تم پانچ منٹ میں روم میں نہ آئی تو چھٹے ہی منٹ پہ میں یہاں پھر سے آتا ہوا تمہیں شاہ بی بی کے سامنے کس کر لوں گا!!!۔۔۔ احان شاہ اسکے کان میں بالکل مدھم سرگوشی کرتا اسکے چودہ طبق روشن کرتے ہوئے وہاں سے نکل چکا تھا۔ شاہ بی بی نے اسکی سرگوشی نہیں سنی تھی لیکن احان شاہ کی گلالئی سے اتنی نزدیکی پہ تضاد گلالئی کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ استہزایا مسکرائی تھیں۔۔

گلے۔۔۔۔گلالئ شاہ بی بی کو میڈیسن دے کے ان کے کمرے سے جانے ہی والی تھی جب شاہ بی بی نے اپنے لہجے میں مٹھاس لئے گلالئ کو پیار سے بلایا تھا۔۔

جی شاہ بی بی۔۔۔گلالئ نے فوراً سے مڑ کے ان کی پکار کا مقصد پوچھا تھا۔۔

کہاں جا رہی ہو کچھ دیر میرے پاس بیٹھو نا!!۔۔۔شاہ بی بی بے حد ضبط سے اپنے چہرے پہ مسکراہٹ سجاتی نرمی سے بولی۔۔

وہ۔۔شا۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔کو۔۔کھانا۔۔۔ابھی گلالئ مزید کچھ بولتی جب شاہ بی بی نے اسکی بات کاٹی تھی۔

شاہ کو کھانا تو کوئی بھی ملازمہ دے سکتی ہے گلے! لیکن مجھے ایک بات بتاؤ اگر تم اسے کھانا دینے جاؤ گی تو کیا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گا؟ تمہیں چاہئیے اس سے فاصلہ بنا کے رکھو وہ میرا پوتا ہے میں اسے جانتی ہوں((کہ وہ کتنا انا پرست اور ضدی ہے، ایک دن وہ تمہاری اس بدتمیزی پہ تم سے تنگ آ جائے گا))وہ تمہارے لئے خود تڑپتا ہوا اپنی غلطی قبول کرے گا! اس سے جتنا ہو سکے فاصلے پہ رہو تا کہ وہ اگلی بار تمہاری بے عزتی کرنے سے پہلے سو بار سوچے!!۔۔۔شاہ بی بی اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتی نرمی سے اسکی برین واشنگ کر رہی تھیں جیسے پچھلے ہفتے سے کر رہی تھی۔۔

وہ اس پورے ہفتے میں نرمی سے گلالئ سے باتوں باتوں میں ان کے ازدواجی تعلقات کے بارے میں پوچھ چکی تھیں جس پہ گلالئ نے سرخ پڑتے ہوئے انہیں بتایا تھا کہ ان میں ابھی ایسا کچھ نہیں ہے اور یہی اسکی سب سے بڑی بیوقوفی تھی کہ اس نے اپنی اتنی پرائیویٹ بات کسی تیسرے سے شیئر کی تھی، وہ شاہ بی بی کی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے گول مول بھی کر سکتی تھی لیکن نہیں گلالئ کو تو بیوقوفی ہی کرنی تھی۔۔شاہ بی بی کو جب سے پتا چلا تھا وہ ابھی تک ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں کر پائے انہوں نے اسی دن سے اپنے دماغ میں پلین بناتے ہوئے گلالئ سے بے حد نرم رویہ اختیار کیا تھا اور اسے سمجھایا تھا کہ وہ اس سے دور دور رہے، اسکی بات کا جواب بھی ٹھیک سے نہ دے تا کہ اسے احساس ہو کہ اس نے تمہاری انسلٹ کی ہے۔۔گلالئ بھی لکیر کی فقیر کی طرح ان کی ایک ایک بات پہ عمل کرتی احان شاہ کے ساتھ بدتمیزی کر جایا کرتی۔۔۔اس نے اس کے متعلق زرتاج اماں کو بھی نہیں بتایا تھا، وہ آج کل شاہ بی بی کی لاڈلی بہو(کٹھ پتلی) بنی ہوئی تھی۔۔

جی شاہ بی بی! میں ایزل کے کمرے میں چلی جاؤں ؟؟۔۔۔گلالئی نے معصومیت سے ان کی بات پہ عمل کرتے ہوئے ان سے اجازت لی تھی جس پہ انہوں نے نرمی سے مسکرا کے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

میں بھی دیکھتے ہوں تم جیسی نوکرانی کیسے میرے خاندان کو وارث دیتی ہے۔۔۔ہونہہ۔۔گلالئی کے جاتے ہی شاہ بی بی استہزایا انداز میں سر جھٹکتی خود سے مخاطب ہوئی تھیں۔۔

احان شاہ ابھی اپنے کپڑے تبدیل کر کے کالی شلوار قمیض پہنتا ہوا ڈریسنگ روم سے نکلا ہی تھا جب اسکے کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا، دروازہ کھٹکنے کی آواز پہ احان شاہ نے مبہم سا مسکراتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔وہ جیسے جان چکا تھا دروازے پہ اسکی ڈرپوک پٹھانی ہے جو اسکی دھمکی پہ سٹپٹاتی ہوئی اس کے لئے کھانا لائی ہو گی لیکن دروازہ کھولتے ہی احان شاہ کی ساری خوش فہمی بھک سے اڑی تھی کیونکہ دروازے پہ گلالئی کی بجائے نئی ملازمہ تھی جو ابھی کچھ دن پہلے ہی ایزل کی دیکھ بال کے لئے رکھی گئی تھی۔۔وہ کھانے کی ٹرے پکڑے احان شاہ کی طرف بڑھا ہی رہی تھی جب احان شاہ نے شدید غصے سے اسکے ہاتھ میں پکڑی ٹرے زمین پہ گرائی تھی۔۔

گل کہاں ہے ؟؟۔۔۔احان شاہ غصے سے غرایا تھا وہ اس وقت یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ ایک ملازمہ پہ بلاوجہ چیخ رہا ہے۔۔

وہ۔۔۔ابھی ملازمہ کانپتی ہوئی کچھ بولتی جب احان شاہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اپنے کمرے سے نکلتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا، وہ غصے سے سیڑھیاں اتر ہی رہا تھا جب اس کی نظر کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتی لرزتی ہوئی گلالئی پہ پڑی تھیں۔۔احان شاہ سیڑھیوں کی طرف جانے کی بجائے تیر سی تیزی سے گلالئی تک پہنچا تھا۔۔اسے ایزل کے کمرے کا دروازہ کھولتے دیکھ کے احان شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کے خود کی طرف کھینچا تھا۔۔

خود کھانا لے کے کیوں نہیں آئی تھی تم ؟۔۔۔احان شاہ اسکے کان کے پاس دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

میری مرضی! چھوڑیں مجھے۔۔آپ کو صرف کھانے سے مطلب تھا جو میں آپکے کمرے میں بھیج چکی تھی۔۔۔وہ تنک کے بولی! لہجے میں پچھلے دنوں سے کئی زیادہ بدتمیزی تھی جس پہ احان شاہ کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا۔۔

جاؤ یہاں سے!!!۔۔۔احان شاہ جو غصے سے پاگل ہوتے گلالئ کے ہلتے یاقوتی ہونٹوں پہ قابض ہونے والا تھا اسے اچانک سے یاد آیا تھا اسکے کمرے کے دروازے کے پاس ایک عدد ملازمہ کھڑی ہے جس پہ وہ اپنا چہرہ موڑ کے اس ملازمہ کی طرف دیکھتا طیش سے دھاڑا تھا،وہ ملازمہ جوان دونوں کی اتنی نزدیکی پہ شرماتی ہوئی احان شاہ جیسے روعب دار انسان کو غصے میں رومینس کرتی دیکھ رہی تھی،احان شاہ کی دھاڑ پہ وہ جلدی سے زمین سے ٹوٹے ہوئے برتن اٹھاتی وہاں سے بھاگی تھی۔۔اسکے جاتے ہی احان شاہ اپنی بدتمیز پٹھانی کو کاظم شاہ کے کمرے کے بند دروازے کے ساتھ لگاتا اسکے لبوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکا تھا۔۔کاظم شاہ کے روم کا دروازہ ساؤنڈ پروف تھا اسی لئے احان شاہ کے غرانے کی آواز کمرے میں اپنے آخری پیپر کہ تیاری کرتی ایزل شاہ تک نہیں گئ تھی،ایزل شاہ کی کافی منتوں کے بعد سب اسکے پیپرز دینے پہ راضی ہوئے تھے ورنہ وہ نہیں چاہتے تھے ایزل شاہ اس حالت میں اپنی پڑھائی کانٹیو کرے لیکن ایزل شاہ نے بھی ضد سے ایک وقت کا کھانا چھوڑا تو سب کو ہار ماننی پڑی۔۔انہوں نے ایزل کو کبھی بھی پڑھائی کے لئے اتنا جنونی ہوتے نہیں دیکھا تھا جتنا وہ ان کچھ دنوں میں ہو رہی تھی۔۔

احان شاہ کو اپنی ایک ایک سانس پہ حکمرانی کرتے دیکھ کے گلالئ نے غصے سے اس سے دور ہونے کی بھرپور تگ و دو کی تھی لیکن احان شاہ اسکی دونوں کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے کے پیچھے دروازے کے ساتھ لگاتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت پہلے سے کئ گنا بڑھا چکا تھا۔۔گلالئ اب اسکے مضبوط حصار میں ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔احان شاہ پہ اس وقت اسکی بدتمیزی اور حکم عدولی کا غصہ اس قدر سوار تھا کہ وہ اسکے نازک ہونٹوں کی ذرا بھی پروا کئے بغیر ان پہ غصے سے اپنے دانت گاڑتا انہیں زخمی کر رہا تھا،اسکے اتنے ظلم پہ آنسو ٹوٹ کے گلالئ کی عارضوں پہ گر رہے تھے،اسکے آنسو اپنے چہرے پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے ہوش میں آتے جلدی سے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

اتنی بدتمیز کیوں بن رہی ہو آج کل؟احان شاہ اسکے زخمی لبوں پہ کو نرمی سے اپنے انگوٹھے سے سہلاتا اسکے کان کے پاس جھکتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔

آپ۔۔۔سے۔۔تو کم ہی ہوں!!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹاتی نڈر انداز میں غصے سے بولی تھی،اپنی آنکھوں سے پھسلتے آنسو رگڑ کے صاف کئے۔۔احان شاہ اسکے اتنے نڈر انداز پہ غصے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچ کے رہ

گیا۔۔ کہاں وہ اس کے حصار میں ڈر اور شرم سے نظریں نہیں اٹھاتی تھی اور اب کیسے تنک کے اسکے سامنے کھڑی اسکی ہری آنکھوں میں اپنی کرسٹل گرے آنکھیں گاڑتی اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔ کانپ تو وہ آج بھی اسکے حصار میں رہی تھی لیکن اس پہ یوں ظاہر کر رہی تھی جیسے وہ اس سے نہیں بلکہ احان شاہ اس چھوئی موئی پٹھانی سے ڈرتا ہو۔۔

رکھ کے لگانی ہے میں نے الٹے ہاتھ کی! اب اگر جو تمہاری آواز ذرا سی بھی اونچی ہوئی!!۔۔۔ احان شاہ روعب سے بولا تھا، اس سے کبھی بھی کسی کی بدتمیزی برداشت نہیں ہوتی تھی اور وہ اسکی بیوی ہوتے ہوئے اس سے پورے ہفتے سے بدتمیزی کر رہی تھی وہ کیسے برداشت کرتا؟ وہ سیدزادہ جو اپنے غصے میں ہاتھ اور پسٹل میں فرق بھول جاتا تھا وہ کیسے اپنی معصوم سی پٹھانی کا اتنا چڑچڑا اور روڈ رویہ برداشت کر سکتا تھا؟

لگائیں نا! اور صرف الٹے ہاتھ کی کیوں دونوں ہاتھوں سے ماریں مجھے!! اٹھائیں ہاتھ روایتی مردوں کی طرح جو آپکی ذات کا خاصہ ہے!! گلالئ اسکی آنکھوں میں دیکھتی پہلے سے بھی اونچی آواز میں دھاڑی تھی، احان شاہ نے بے حد ضبط سے اپنے ہاتھ کو اٹھنے سے روکا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے اسکے بالائی لب کو زور سے اپنے دانتوں میں لے کے کاٹا تھا، وہ اگر اسکے خوبصورت چہرے پہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا تو اسکے وجود پہ استحقاق جتاتا تا اسکی زبان کو لگام تو ڈال سکتا تھا نا؟

تم مجھے سختی پہ مجبور کر رہی ہو گلالئ احان شاہ! ورنہ یقین کرو کون کافر تمہاری ان نازک گلاب کی پنکھڑیوں پہ ظلم ڈھانا چاہتا ہے؟۔۔۔ احان شاہ اسکے پھر سے آنسو بہانے پہ اسکے بالائی لب کو اپنے دانتوں کی قید سے آزاد کرتا ان پہ اپنے مونچھیں رگڑتے ہوئے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

دور رہٹے مجھ سے!! میں اب آپکی ان بے باک باتوں پہ بیوقوفوں کی طرح سر نہیں جھکاؤں گی! بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپ آج بھی مجھے اپنی بیوی سمجھنے کی بجائے اپنی نوکرانی سمجھتے ہیں!!۔۔۔ گلالئ روتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔

تم اتنی خطرناک تو نہیں تھی میری پٹھانی! اور اتنی بدتمیز بھی نہیں تھی! تمہیں کیا ہو گیا ہے ان کچھ دنوں میں؟۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگتا اسکے کان کی لوں کو چومتے ہوئے گویا ہوا۔۔

میں بولتی ہوں چھوڑیں مجھے! گلالئ روتے ہوئے اسکے کسرتی سینے پہ اپنے مکے جھڑتی غرائی تھی، اسکا یہ انداز کافی معصوم تھی، احان شاہ کو کافی دنوں بعد اس میں اپنی معصوم سی پٹھانی والی جھلک دکھی تھی۔۔ احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا کے اسے خود کے مزید نزدیک کرتے اسکے بدن کی نازکی اچھے سے محسوس کی تھی۔۔

میں بولتا ہوں اتنی بدتمیزی سیکھی کہاں سے ہے؟۔۔۔ احان شاہ اب کی بار جان بوجھ کے اپنے لہجے کو سخت بناتا اسی کے انداز میں اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔۔

آپ سے ہی سیکھی ہے یہ بدتمیزی! آپ بہت بدتمیز ہیں!۔۔۔ گلالئ اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہونے کی ناکام کوشش کرتی الٹا اسے ہی بدتمیز بول رہی تھی۔ احان شاہ نے اپنی پٹھانی کے نت نئے انداز پہ اپنے نچلے لب کا کونا دانتوں میں دبایا تھا۔

تمہاری آج رات خیر نہیں ہے میری پٹھانی! تمہیں ایسی بدتمیزی سکھاؤں گا کہ ہر چیز کو بھولتی ہوئی صرف اپنے سیدزادے میں گم ہو جاؤ گی!!۔۔۔ احان شاہ اس کے گال پہ اپنی بھوری بیئرڈ رگڑتا بے باکی سے بولا تھا۔۔ گلالئ اس کا بات کا مطلب سمجھتی ہوئی اب کی بار اپنی بھرپور زور آزمائی سے اس سے دور ہوئی تھی، اسکی اتنی زور آزمائی پہ احان شاہ نے حیران ہوتے ہوئے خود ہی اسے اپنے حصار سے آزاد کیا تھا۔۔

آپ آخر سمجھتے کیا ہیں مجھے؟ پہلے سب کے سامنے ذلیل کر لیا، بے عزت کر لیا اور اکیلے میں پیار کے دو بول بول کے اپنی بے باک حرکتوں سے مجھے لیول کر لیا؟ آپ ہمیشہ مجھے اپنی ایسی باتوں سے کچھ دیر کے لئے شرمانے پہ مجبور کروا کے بعد میں مجھے بھول جاتے ہیں! کیونکہ آپ نہیں چاہتے آپکی اولاد ایک نوکرانی سے ہو! آپ نہیں چاہتے کہ آپکے وارث کو ایک نوکرانی جنم دے!!۔۔۔ گلالئ ہزیانی انداز میں چلائی تھی، اسکے یوں چلانے پہ احان شاہ ہکا بکا ہوتے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، اسکے الفاظوں پہ اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہیں تھی! احان شاہ بے یقینی سے اس پٹھانی کی طرف دیکھ رہا تھا جو کبھی صدا کی معصوم تھی، اسی کھینچا تانی میں گلالئ کی چادر اسکے سر سے پھسلتی اب کندھوں سے سرک رہی تھی، وہ زور زور سے روتی ہوئی اسے غصے سے باتیں سنائے جا رہے تھی، اسکی باتوں پہ احان شاہ کا غصہ ضبط کی انتہاؤں کو چھو رہا تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اپنے سامنے کھڑی اس پٹھانی کی زبان کاٹ ڈالے!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ میگا ایپسوڈ 48

احان شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے گلالئ کے بولتے ہونٹوں کو اپنی پوروں کی چٹکی میں مسلتے اسے مزید بولنے سے روکا تھا جو آج جاہلوں کی طرح ریکٹ کرتی نا جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی۔۔ اپنے لبوں پہ احان شاہ کی انگلیوں کا کھردرا لمس محسوس ہوتے ہوئے گلالئ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ احان شاہ نے اسکی سسکی کی پروا کئے بنا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے ایک جست میں اپنے کندھے پہ ڈالا تھا۔۔ وہ بے حد غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا جس پہ گلالئ نے غصے سے بلند آواز میں روتے ہوئے اس کے کندھے سے اترنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن احان شاہ ہر چیز کو فراموش کرتا پیر کی ٹھوکر سے اپنے کمرہ کا دروازہ زور سے بند کرتا اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ احان شاہ غصے سے اسے بیڈ پہ پٹختا ہوا اسکے اوپر سایہ فگن ہوا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے !! مجھے ایزل کے پاس جانا ہے !!۔۔۔ وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے اونچی آواز میں ضدی لہجے میں بولی تھی۔۔

بکواس بند کرو !! آواز نیچی کر کے بات کرو !! احان شاہ اسکی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا !! اسکے یوں دھاڑنے پہ گلالئ کی زبان کو بریک لگا تھا۔۔ اس نے ہچکی بھرتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کی ہری آنکھوں میں اس وقت طیش کی بے حد لالی نمایاں تھی۔۔

مجھے اپنی باہر کی جانے والی بد تمیزی کی وضاحت دو گلالئ احان شاہ ؟۔۔۔ احان شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں جکڑتا غرایا جس پہ گلالئ نے بنا جواب دیئے اپنے ہونٹ مڑورتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں !!! میری بکواس کا جواب دو !!!۔۔۔ احان شاہ کی گرجدار آواز اب کی بار اس ہال نما کمرے کے در و دیوار سے ٹکرائی تھی۔۔ اسکی گرج پہ گلالئ نے اپنی سانسیں روکتے ہوئے کسی سہمی ہرنی کی مانند اسکی طرف دیکھا تھا۔

م۔ معا۔۔ معاف۔۔۔ ک۔ کر۔۔۔ دیں۔۔۔ وہ روتے ہوئے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی تھی۔۔

میں تمہاری باتوں کا مقصد جاننا چاہ رہا ہوں گلالئ احان شاہ ! یہ تمام باتیں یہ بد تمیزی کہاں سے سیکھی ہے تم نے ؟ کیا یہ سب اس نئ نوکرانی کی وجہ سے ہو رہا ہے ؟ کیا تم اس کی صحبت میں رہ کے اتنی بد تمیزی سیکھی چکی ہو ؟ کیا مجھے اس

نوکرانی کا نکال دینا چاہیے ؟؟۔۔۔ احان شاہ نے یکے بعد دیگرے کتنے ہی سوال کر ڈالے !!۔۔۔ لہجے میں بے حد غصہ تھا۔۔ چہرہ طیش کی وجہ سے سرخیاں چھلک رہا تھا۔۔

نہی۔۔ نہیں۔۔۔ شا۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔ اس۔۔ بیچاری۔۔۔ نے۔۔۔ کچھ۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔ کیا۔۔۔ رحم دل گلالئی نے جلدی سے بے قصور ملازمہ کی صفائی دی تھی۔۔ وہ روتے ہوئے ہچکیاں بھرتی احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو پورے ہفتے میں اس کے ساتھ بے حد نرمی برتتا آج اس پہ یوں چلاتا اسکے کان کے پردے پھاڑ رہا تھا۔۔

اگر یہ سب اس ملازمہ کی وجہ سے نہیں ہوا تو یہ الفاظ بھی تمہارے نہیں تھے گلالئی احان شاہ! میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں تم بد تمیز نہیں ہو تمہیں بد تمیز کیا گیا ہے! اور مجھے اس انسان کا نام چاہیئے جس نے تمہیں بد تمیز بننے پہ مجبور کیا ہے !!۔۔۔ احان شاہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا ہوا اسکی گردن میں ہاتھ ڈال کے اسکا چہرہ اوپر کی طرف کرتا اپنی پوری قوت سے چلایا تھا۔۔ گلالئی نے سہمتے ہوئے احان شاہ کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔ وہ اس وقت ایک ضدی انسان کے چنگل میں پھنس چکی تھی۔۔ جس کا ہر سوال اسکی بد تمیزی کی طرف تھا۔۔ وہ خود نہیں جانتی تھی وہ اتنی بد تمیز کیسے بن گئی تھی؟ اس میں اتنی ہمت کیسے آئی تھی کہ وہ خود سے لمبے چوڑے بندے سے اتنا بڑا پنگا لے لے؟ بندہ بھی وہ جو بنا ہاتھ اور بندوق کے بات ہی نہیں کرتا تھا۔۔

اگر۔۔ نام۔۔ بتاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ تو۔۔۔ کیا۔۔۔ کریں۔۔۔ گے۔۔ اس۔۔ کے۔۔ ساتھ؟ گلالئی ہنوز اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے معصومیت سے روتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔۔

فاتحہ پڑھوں گا اس پہ!! نام بتاؤ جلدی جس نے میری پٹھانی کو چند دنوں میں اتنا بد تمیز کر دیا ہے!! احان شاہ غصے اور سنجیدگی کے ملے جلے تاثرات لئے برہمی سے بولا تھا۔۔ گلالئی نے اسکی خطرناک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے تھوک نگلا تھا۔۔

میرے۔۔ دل۔۔۔ نے۔۔ بولا۔۔۔ اپنے۔۔۔ مغرور اور شوخے۔۔۔ سید زادے۔۔۔ کے۔۔۔ ساتھ۔۔ بد تمیزی۔۔۔ کرو۔۔۔ تو۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ کر۔۔ دی۔۔۔

اب۔۔ میرے۔۔۔ دل۔۔۔ پہ۔۔۔ فاتحہ۔۔۔ پڑھیں۔۔۔ گے۔۔ کیا؟۔۔۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان اٹکتی ہوئی بولی تھی۔۔ اسکے ٹکے سے جواب پہ احان شاہ کا سارا غصہ جیسے جھاگ کی مانند بیٹھا تھا۔

یہی پٹھانی ابھی کچھ دیر پہلے بد تمیزی کی مثال قائم کر رہی تھی جواب اسکے حصار میں کانپتی ہوئی اسے اپنی معصومیت سے زیر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

فاتحہ نہیں پڑھوں گا جاناں کیونکہ اس دل میں میں بستا ہوں! تمہارا مغرور سید زادہ!! تمہارے اس دل پہ اپنی شدت کی گہری چھاپ چھوڑوں گا!! تمہارے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے اس قدر زور سے مسلوں گا کہ میری اس جسارت پہ تمہاری جان خود ہی لبوں پہ آجائے گی! ! تمہارے جسم پہ اپنے جسم کو رکھتے ہوئے تمہیں اس قدر شدت سے پیار کروں گا کہ میری شدت سے تمہاری آنکھوں سے موتی چھلکتے ہوئے تمہارے عارضوں پہ گرے گے جنہیں احان شاہ اپنے ہونٹوں سے چنتا تمہیں سختی سے خود کے ساتھ لپٹا لے گا!! تم تن اور من سے سید احان شاہ کی ہو جاؤ گی! اور پھر یوں ہی میری شدتیں سہتے ہوئے صبح ہو جائے گی! صبح میں تم سے جب رات کے عالم کے بارے میں استفسار کروں گا تو تم شرما کے میرے سینے میں چھپ جاؤ گی میری معصوم بد تمیز پٹھانی!! احان شاہ اسکے دل کے مقام پہ اپنی انگلی کے ساتھ گول دائرہ بناتا ایک ایک لفظ بے حد بے باکی سے بولا تھا۔۔ احان شاہ نے ایک جست میں اسکے وجود سے چادر اتارتے ہوئے دور پھینکی تھی، احان شاہ کی خمار آلود آواز پہ تضاد اسکی خمار آلود ہری سرخی چھائی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گلالئ تھوک نگلتے ہوئے اسکے سینے میں چھپی تھی۔۔ اسکی بے باک باتوں کی تاب لانا اسکے بس کی بات نہیں تھی!۔۔ گلالئ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے ابھی سے اپنے سینے میں چھپتے دیکھ کے احان شاہ کے لبوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ بکھری تھی۔

پہلے تمہارے دل کے علاج سے شروع کرتا ہوں جس نے تمہیں اپنے سید زادے کے ساتھ بد تمیزی کرنے کا اتنا غلط مشورہ دیا تھا!!۔۔۔ احان شاہ اسکا سر تکیے پہ گراتا اسکی کالی فراک کے بٹن دھیرے سے کھولتا ہوا اسے آنکھ ونک کر کے بولا تھا۔۔

ن۔ نہی۔۔ نہیں۔۔۔ گلالئ نے شرم وحیا سے سرخ پڑتے احان شاہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔ آج احان شاہ کی آنکھوں کی سرخی کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔۔

یہ تمہیں اپنے دل کا مشورہ ماننے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا بے بی!! اب تمہارے اس دل کی خیر نہیں ہے جس نے میرے ڈکیٹ بچے کو اتنا خطرناک بنا ڈالا ہے!!۔۔۔ احان شاہ نفی میں سر ہلا کے بے باکی سے بولتا اسکی شرٹ کے

بٹنوں کو کھولتے ہی اسکے دل کے مقام پہ بے حد شدت سے جھکا تھا۔۔ گلالئ نے کپکپاتے ہوئے احان شاہ کی کالی قمیض کو اسکے کندھوں سے جکڑتے ہوئے اپنی آنکھیں زور سے میچی تھیں۔۔ کہاں سوچا تھا وہ اسکی باتوں کو سننے کے بعد یوں اسکے ہوش ٹھکانے لگائے گا؟

ش۔شاہ۔۔۔سا۔۔سائیں۔۔۔ اسکے لبوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ گلالئ نے لرزتی ہوئی آواز میں اسے پکارا تھا جو اچانک سے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے دانت گاڑ کے اپنا چہرہ اٹھاتا اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔ وہ اپنے کہے کے مطابق اب اسکے لبوں پہ اپنے لب بری طرح سے مسل رہا تھا جس پہ گلالئ کی ننھی سی جان واقعی ہی لبوں پہ آچکی تھی۔۔ گلالئ کے ہاتھوں کی گرفت اسکے کندھوں پہ بے حد مضبوط ہوئی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے۔ اس سے تھوڑا سا اوپر اٹھتے اپنی کالی قمیض ایک جھٹکے میں اتار کے بیڈ کی دوسری طرف پھینکی تھی۔۔

میں آج رات تمہارے سارے خدشے اپنے طریقے سے دور کرنے کی تمنا رکھتا ہوں جان تمنا!! میں نہیں جانتا تھا تم اپنے جسم سے میری اس دوری کا اتنا غلط مطلب نکالو گی! میں نے تمہیں بتایا تھا مجھے تمہارے جسم سے محبت ہے میں آج بھی اپنی اس بات پہ قائم ہوں مجھے تمہارے جسم سے بے حد محبت ہے! میں اسے بے حد نرمی سے چھوتا ہوا تمہیں خود پہ نازاں بناؤں گا! تمہارے خوبصورت جسم کو اتنی پاکیزگی سے چھوؤں گا کہ تمہارے سارے خدشے تمہاری ساری غلط فہمیاں پانی میں ریت کی طرح بہہ جائیں گی جاناں!! کیا کہتی ہو پھر؟؟۔۔۔ احان شاہ اسکے جبڑے کو نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا ان گلابی ہونٹوں کو بے حد پیار سے دو سیکنڈ کے لئے چومتا گھمبیر اور بوجھل لہجے میں بولا تھا۔ اسکی بے باک باتوں پہ گلالئ کی پیشانی پہ ننھے ننھے قطرے نمودار ہوئے تھے۔۔

می۔۔میں۔۔جانتی۔۔ہوں۔۔۔ آپ۔۔۔میری۔۔۔بدتمیزی۔۔کی۔۔۔وجہ۔۔۔سے۔۔۔غصے۔۔میں۔۔۔ہیں۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔مجھے۔۔

معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔نا۔۔میں۔۔۔ آئندہ۔۔۔ایسا۔۔۔ نہیں۔۔۔کروں۔۔۔گی!!۔۔۔گلالئ اسکی پیار بھری باتوں کو سمجھنے کی بجائے اپنے ہونٹ مڑوڑ کے معصومیت سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔

میں تمہارا کیا کروں جان تمنا؟ تم اتنی بیوقوف پٹھانی کیوں ہو؟ تمہیں معصوم کہوں بدتمیز کیوں یا پھر بیوقوف کہوں؟؟ احان شاہ اپنا سر نفی میں ہلا کے اسکی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں پہ شدت سے اپنے لب رکھتا ہولے سے ہنستے ہوئے

بولا تھا۔۔اسکے نرم لہجے پہ تضاد اسکے یوں ہنسنے پہ گلالئی نے الجھتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، جہاں وہ اسکے لفظ جان تمنا پہ سرخ پڑی تھی وہی پہ اسکے لفظ بیوقوف اور بدتمیز پہ وہ اپنا منہ پھولا چکی تھی۔۔

آج کی رات ہم دونوں مل کے یادگار بنائیں گے میری پٹھانی! میں تمہیں جی بھر کے پیار کروں گا اور تم جی بھر کے سسکیاں بھرتی ہوئی مجھ سے پیار بھرے معصومانہ شکوے کرنا!! مجھے تمہاری بدتمیزی پہ اب بالکل بھی غصہ نہیں ہے بلکہ میں تو تمہاری اس بدتمیزی کا شکر گزار ہوں جس نے میری آنکھیں کھولتے ہوئے مجھ سے میری بیوی کے دل کی بات کہی ہے! مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ بیوی چاہے جتنی بھی معصوم اور ڈکیٹ ہو شوہر کی دوری وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی!(لفظ ڈکیٹ بولتے ہوئے احان شاہ کے لب مسکرائے) جس طرح سے میں تم پہ اپنا حق جتاتا ہوں تمہیں بھی حق ہے مجھ پہ اپنا حق جتانے کا! اس دن میں ایزل کو بے ہوش دیکھ کے اپنے ہوش کھو رہا تھا اسی لئے تمہیں غصے میں ڈانٹ دیا! اسکا یہ مطلب نہیں ہے تم ابھی بھی میرے لئے اپنی پرانی حیثیت رکھتی ہو! تم میرے کمرے میں میرے بیڈ پہ میرے حصار میں موجود ہو گلالئی احان شاہ اس بات کا ایک ہی مطلب ہے کہ تم احان شاہ کے لئے بے حد ضروری ہو! تم لازم و ملزوم ہو! تم خاص ہو کیونکہ اگر تم عام ہوتی تو تم کبھی بھی میرے کمرے میں میرے حصار میں موجود نہ ہوتی میری پٹھانی!! احان شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بوجھل لہجے میں بولتا اسکے چہرے پہ اپنے لبوں کی بوچھاڑ شروع کر گیا! اسکے الفاظوں پہ گلالئی نے شرم سے لال انگارہ بنتے ہوئے اپنی آنکھیں مزید زور سے میچی تھیں۔۔دل میں جیسے کوئی سکون سا اترا تھا۔۔

مجھ سے وعدہ کرو آئندہ سے کبھی بھی خود کو نوکرانی بولتے ہوئے میرا دل نہیں دکھاؤ گی؟۔۔۔احان شاہ اسکے گالوں پہ ہاتھ دھرتا اسکے ہونٹوں کا شدت سے بھرپور بوسا لیتے ہوئے کچھ شکوے سے بولا تھا۔۔گلالئی نے اسکے لہجے میں خود کے لئے بے حد محبت محسوس کرتے ہوئے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کھول کے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

وعدہ کرو تم کبھی بھی احان شاہ کی بیوی کا لیول ڈاؤن کرتے ہوئے اسے نوکرانی کا درجہ نہیں دو گی! ۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے پیار سے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔

آپ نے بھی تو مجھے نوکرانی کا طعنہ دیا تھا؟ آپ نے بولا تھا یہ سب تو میری پہلے سے ڈیوٹی۔۔۔۔ابھی گلالئی آنسو بہاتے ہوئے اسے اسکی بات یاد کرواتی جب احان شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ ایک بار پھر سے نرمی سے اپنے لب رکھتے

انہیں اپنے لمس سے بھگویا تھا! وہ اسکی خوشبو دار سانسوں میں اپنی سانسیں شامل کرتا گلالئی کی کمر پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔۔

ساری پرانی باتیں بھول جاؤ پٹھانی! مانتا ہوں غصے میں بہت غلط بول جاتا لیکن دل کا برا ابھی نہیں ہے تمہارا سید زادہ!! کیونکہ اس دل میں تم بستی ہو! تم سے پورا ہفتہ اپنے غصے کی وجہ سے معافی مانگی ہے لیکن تم نے ایک دفعہ بھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی جاناں! خود کو خوش قسمت سمجھو کے سید احان شاہ کبھی بھی تم سے حد سے زیادہ سختی نہیں برتتا! ورنہ میرے غصے سے تو واقف ہو نا؟ پتا نہیں کیوں یہ دل ہمیشہ تمہارے معاملے میں دغا دے جاتا ہے یار؟ میں نے اپنے دل کو سمجھایا تھا تم بد تمیز ہو چکی ہے اب کی بار میں نہیں بلکہ تم مجھے مناؤ گی لیکن یہ دل ڈھیٹ پھر سے تمہاری تمنا کر بیٹھا! احان شاہ اسکے گالوں کو اپنی انگلیوں سے سہلاتا اسکے ماتھے کو پیار سے چومتا خفگی سے بول رہا تھا۔ اسکی خفگی پہ گلالئی نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

وعدہ کریں آئیندہ یوں سب کے سامنے غصہ نہیں کریں گے؟ گلالئی معصومیت سے وعدے کے لئے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھاتی منہ بنا کے بولی تھی۔۔

وعدہ کرو آئیندہ کمرے سے باہر بد تمیزی نہیں کرو گی؟ یوں نہیں چلاؤ گی جیسے ابھی کچھ دیر پہلے حلق پھاڑ کے چیخ رہی تھی؟ احان شاہ اسکے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتا جوابا اسی کے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

نہیں کروں گی! شاہ سائیں مجھے معاف کر دیں مجھے واقعی ہی پتا نہیں چلا مین کیسے آپ کے ساتھ اتنی بد تمیزی کر گئی! گلالئی اب شرمندگی سے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے بے حد معصومیت سے اپنی غلطی مان رہی تھی۔۔

میرا ڈکیٹ بچہ! میرے دل کی دھڑکن! میری زندگی!! وعدہ کرتا ہوں آئیندہ سب کے سامنے یوں نہیں ڈانٹوں گا! اگر جو کبھی زیادہ بی پی شوٹ کر گیا تو تمہیں کس کر لوں گا! اوکے؟۔۔۔ احان شاہ بے حد پیار سے اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں آخر پہ شوخ لہجے میں بولا تھا۔ گلالئی نے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا، وہ اب بلیک قمیض کی بجائے بلیک ویسٹ میں ملبوس تھا!۔

اجازت دو کہ ہم آج کی رات کو رنگین اور یادگار بنالیں میری خطرناک پٹھانی!! احان شاہ اسکے چہرے کو اپنے سینے سے نکالتا اسکے چہرے پہ پیار سے اپنی بیئرڈ رگڑتا اس سے اجازت طلب کر رہا تھا۔ گلالئی سمجھ چکی تھی وہ کس چیز کی

اجازت طلب کر رہا تھا۔ گلالئ کو اس وقت ایک فطری شرم وحیا اور ڈر سا محسوس ہو رہا تھا! لیکن پھر اس نے سوچا وہ خود بھی تو یہی چاہتی تھی نا کہ وہ جلد از جلد ازدواجی رشتے میں بند جائیں؟ پھر مزاحمت کیسی؟؟۔۔۔ گلالئ نے اپنے دماغ میں تانے بناتے ہوئے معصومیت سے سوچا تھا۔۔

رات گزر رہی ہے! اجازت دینے میں جتنی دیر کرو گی اتنا ہی وقت سود سمیت بڑھاؤ گا! ۔۔۔ احان شاہ اسے شرارت سے آنکھ ونک کرتا اسکی فراک کے کھلے بٹنوں پہ اپنی انگلیاں سہلاتے ہوئے بولا تھا۔ گلالئ نے اسکی بات پہ ہربراتے ہوئے جلدی سے اسکی گردن میں اپنی بانہوں کا ہار پہناتے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔ اسکی رضامندی کے معصوم سے انداز پہ احان شاہ نے دل کھول کے مسکراتے ہوئے اس کانچ کی گڑیا کو اپنی بانہوں میں بھرتے ریموٹ سے کمرے کی تمام لائٹس آف کی تھیں۔۔

ش۔شاہ۔۔۔ سائیں۔۔۔ لائٹس آف ہونے پہ گلالئ تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کے ہاتھوں کی بے باک حرکتوں پہ ہاتھ رکھتی التجائیہ انداز میں جیسے کچھ بولنا چاہ رہی تھی۔

پوری کوشش کرو گا نرمی دیکھانے کی جاناں!! احان شاہ نے اسکی پکار کا مطلب سمجھتے ہوئے اسکے ماتھے کو پیار سے چومتے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے رب کیا تھا۔۔ کچھ دیر تک اسے نارمل کرنے کے بعد احان شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالا تھا۔۔ اسے اوپر کی طرف اٹھاتے احان شاہ نے اسکی فراک کی زپ کھسکائی تھی۔۔ گلالئ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے دھڑکتے دل کی پکار سنتے ہوئے اسکی فراک کو کندھوں سے کھسکاتے اسکی گردن کو اپنے لبوں سے سک کیا تھا۔۔ وہ اسکی گردن پہ جگہ جگہ اپنے ہونٹوں کی شدت دیکھاتا اب اسکے کندھوں کی طرف آ رہا تھا۔۔ گلالئ اسکی بلیک ویسٹ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت بے حد مضبوط کرتی اپنی آنکھیں زور سے بند کر چکی تھی۔

احان شاہ نے اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے اپنی بلیک ویسٹ بھی اتار کے دور پھینکی تھی۔۔ گلالئ نے بند لائٹس میں نروٹھے پن سے اسکی طرف دیکھا تھا اب وہ اسے کیسے تھامتی؟ اس کے برہنہ سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ایک عجیب سی شرم نے آن گھیرا تھا ہمیشہ کی طرح!!

میرے سینے کے بالوں میں اپنی انگلیاں الجھاؤ گی تو اچھا لگے گا مجھے! کچھ درد میں تمہیں دیتا ہوں اور کچھ درد تم مجھے دے کے اپنا بدلہ اتار لینا پٹھانی! چاہے لو بائٹس بھی بنا لینا! منع نہیں کروں گا اپنی پٹھانی کو!!۔۔۔ احان شاہ ہولے

سے ہنس کے اسکے کان میں بولتا ایک دفعہ پھر سے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ جھکا تھا۔۔ گلالئ نے اسکی بے باک باتوں پہ اپنے کپکپاتے ہاتھ اسکے برہنہ کندھوں پہ دھرتے شرم سے آنکھیں موندی تھیں۔۔

احان شاہ نے اسکے ہاتھ تھام کے اپنے سینے پہ رکھتے ہوئے اسکے وجود کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کرتے اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیا تھا۔۔ احان شاہ اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتا بے حد نرمی سے اپنی پٹھانی کی روح میں اترا تھا۔۔ گلالئ کی آنکھوں سے ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ پھسلے تھے۔۔ احان شاہ نے اس کے لبوں کو پیار سے چومتے اسکے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے صاف کیا تھا۔۔ اسکے ہر عمل میں بے حد نرمی تھی۔۔ گلالئ نے سسکیاں بھرتے ہوئے اسکے سینے کے بالوں کو نوچا تھا جس پہ احان شاہ نے اپنا قہقہ ضبط کرتے ہوئے اپنی شدت میں کچھ اضافہ کیا تھا۔۔

شا۔۔ شاہ۔۔۔۔ گلالئ نے اسکی بڑھتی شدت پہ آنسو بہاتے ہوئے اسے سسکیوں کے درمیان پکارا تھا۔۔

جاناں!! ریلیکس!!۔۔۔۔ احان شاہ اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کے نرمی سے گھمبیر آواز میں بولتا اسکے لبوں کو ایک بار پھر سے چوم کے اسکی شہہ رگ کی طرف بڑھا تھا۔۔ احان شاہ کے لب اب اسکی شہہ رگ سے گردن، گردن سے دھڑکنوں تک تو دھڑکنوں سے پیٹ تک سفر کر رہے تھے۔۔ وہ اسکے انگ انگ پہ اپنی شدتوں کی گہری چھاپ رقم کرتا گلالئ کے ڈھیلے پیچ آج واقعی ہی کس رہا تھا۔۔ اسکی شدت برداشت کرنا گلالئ جیسی نازک نوخیز کلی کے بس کی بات نہیں تھی۔۔ کوئی شک نہیں تھا احان شاہ اسکے ساتھ ہر طرح کی نرمی برت رہا تھا لیکن گلالئ کے لئے یہ سب نیا تھا۔۔ اسی لئے وہ معصومیت سے اسکے ساتھ شکوے کرتی اسکے سینے کے بال نوچ رہی تھی۔۔

میں۔۔ بدتمیزی۔۔۔ بھی۔۔۔ کروں۔۔۔ گی۔۔۔ خطرناک۔۔۔ بھی۔۔۔ بن۔۔۔ جاؤں

۔۔۔ گی۔۔ کیونکہ۔۔۔ آپ۔۔۔ بہت۔۔۔ برے۔۔۔ ہیں۔۔۔ وہ معصومیت سے ناک چڑھا کے بھرائے لہجے میں بولتی احان شاہ کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔ احان شاہ جو اسکے وجود میں گم ہوتا کسی اور جہان پہ پہنچا ہوا تھا۔ گلالئ کے شکوے پہ قہقہ لگاتے ہوئے اسکی بھیگی پلکوں پہ ٹکے آنسوؤں کو عقیدت سے اپنے لبوں میں دبایا تھا۔۔ وہ گلالئ کو پوری طرح سے اپنے حصار میں قید کرتا اس پہ اپنے پیار کی بارش کرتے ہوئے خود پہ اور گلالئ پہ اچھے سے کمبل دے چکا تھا۔ وہ اب اسکے کانوں میں معنی خیز سرگوشیاں کرتا گلالئ کو بار بار اپنے سینے میں چھپنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ احان شاہ کے

لب اور ہاتھ بے باک گستاخیاں کرتے اسکے پور پور پہ اپنا لمس چھوڑ رہے تھے۔۔وہ اسے پوری رات کے لئے اپنے حصار میں لے چکا تھا، گلائی بھی اب کچھ نارمل ہوتی اسکی ٹھوری پہ نامحسوس انداز میں اپنے لب رکھتی شرم سے آنکھیں موند گئی۔۔اس کے نازک لبوں کا لمس اپنی ٹھوری پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔یہ اسکی اب تک کی پہلی جسارت تھی شاید۔۔۔احان شاہ کو اپنی معصوم پٹھانی کی اس جسارت پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔۔وہ اسکے ہونٹوں کو پھر سے اپنی نرم گرفت میں لیتا اسکی برہنہ کمر میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ٹریس کرتا گلالئی کو ایک بار پھر سے کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔۔گزرتی رات کے ساتھ احان شاہ کی شدتوں میں بے حد اضافہ ہو رہا تھا جس پہ گلالئی نڈھال ہوتی ہوئی اسی کی بانہوں میں ٹوٹ کے بکھر رہی تھی، احان شاہ اسے بے حد نرمی سے اپنے سینے میں سمیٹتا بوس و کنار جاری رکھے ہوئے تھا!

(ایک ریسرچ کے مطابق بچے پلیننگ سے کم ناراض بیوی کو منانے سے زیادہ ہوتے ہیں!) اسکے لبوں کو چومتے ہوئے احان شاہ کے دماغ میں ارزم شاہ کا کل کا بولا گیا جملہ گونجا تھا، ابھی وہ کل ہی تو اسکی گود میں سر رکھ کے لیٹا اسے انسٹا کی ایک ریل (reel) اونچی آواز میں شرارت سے پڑھ کے سنا رہا تھا یہ سوچے بغیر کے اگلی ہی رات احان شاہ اس ریل کو شدت سے بھرپور انداز میں ریکریئیٹ (recreate) کر بیٹھے گا!۔

مرحا اور زوریز شاہ جو ایک دوسرے کی آنکھوں میں پھر سے کھو چکے تھے انہیں ہوش میرال اور میجر خان کی آوازوں پہ آیا تھا۔۔

ہاں میں! کیسا دیا تھا پھر اس دن؟؟۔۔۔میرال شاہ میجر خان کی طرف دیکھ کے اچانک سے اپنے غصے پہ قابو پاتی_ اسے سلگانے کی خاطر ایک ادا سے اپنے باب کٹ بال جھٹکتی ہوئی آبیبرو آچکا کے بولی تھی، اس پٹھان کو تنگ کرنے کا مزہ ہی الگ تھا جو غصے میں بے حد سرخ پڑ جاتا تھا، اسکے گال بالکل سٹرابیری کی طرح لال ہو جاتے تھے!۔۔میجر خان سمجھ چکا تھا وہ اسے کس دن کا حوالہ دے رہی ہے! ایک بار پھر اپنے پیسے اجڑنے کا دکھ شدت سے میجر خان کو ہوا تھا، وہ بھول چکا تھا وہ اپنے ہاتھ میں پکڑا جوس زخمی میجر شاہ کو پکڑانے آیا ہے، اس وقت وہ دونوں ہر چیز کو فراموش کر کے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، بھوری آنکھیں چیلنجنگ تھیں تو نیلی آنکھیں غصے کی حدت سے سرخ!!

اوو! مجھے یہاں تمہاری موجودگی کا اصل مقصد اب سمجھ میں آیا ہے! آل رائٹ! یعنی تم ان ڈاکٹرز کی ہیلپر ہو؟ ان کے اوور آل اور بیگ اٹھانے میں ان کی مدد کرنے کی تنخواہ لیتی ہو! نائس! آئی لائک اٹ!!۔۔۔میجر خان بھی اچانک سے اپنے غصے پہ قابو پاتے میر ال شاہ کے ہاتھ میں پکڑے مرحا شاہ کے اوور آل کی طرف اشارہ کرتا ہو لے سے تالی بجاتے ہوئے بولا تھا، یوں تالی بجانے سے تھوڑا سا جوس چھلک کے میجر خان کے دودھیا سفید ہاتھ پہ گرا تھا لیکن وہ پھر بھی ارد گرد سے سب کو فراموش کئے اسکے ساتھ مقابلے پہ اترا ہوا تھا۔وہ تین ہی ملاقاتوں میں جان چکا تھا کہ مقابل کتنی گھمنڈی اور مغرور ہے، اسے لئے اس پہ گہرا طنز کر ڈالا!!

ہیلپر مائے فٹ!!! اس وقت تو مجھے تم کسی نوکر سے کم نہیں لگ رہے! یو نو باڈی گارڈ!!

The way u are serving this juice is just

looking like a wow

میر ال شاہ اسکی بات پہ دل میں جی بھر کے سلگی تھی لیکن بظاہر وہ قہقہ لگاتے ہوئے اسکے ہاتھ میں پکڑے گئے جوس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتی استہزایا انداز میں بولی تھی (میجر خان اس وقت ہمیشہ کی طرح بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس بلیک ہی جیکٹ پہنے ہوئے تھا، اپنا آرمی یونیفارم اس نے کچھ دیر پہلے ہی چینج کیا تھا!)۔۔میر ال شاہ کی بات پہ کیمپ میں دبی دبی سی ہنسی کی آواز گونجی تھی حتی کہ سیریس سے نیوی ڈاکٹرز کی بھی ہنسی چھوٹ چکی تھی جو ابھی مرحا لوگوں سے کچھ وقت پہلے ہی یہاں آئے تھے۔۔ہنسی کی آوازوں پہ میجر خان نے سب کو ایک نظر روعب سے سالم نگاہوں سے گھورا تھا، میجر خان کی ایک گھوری پہ اگلے ہی پل تمام فوجی اپنے چہرے سے مسکراہٹ کا اثر زائل کرتے پہلے کی طرح سیریس ہو چکے تھے، میجر خان کا ان سب پہ کافی روعب تھا، وہ صرف میجر شاہ کے ساتھ فرینک تھا باقی سب تو اسکی غصے کے ڈر سے تھر تھر کانپتے تھے۔۔وہ پٹھان تھا اسے جب بھی غصہ آتا تھا وہ اگلے ہی چمڑی ادھیڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

تم مجھے باہر ملو سائیکو عورت! پھر دیکھو تمہارا دماغ میں کیسے درست کرتا ہوں! جسٹ لکنگ لائک آواؤ!۔۔۔میجر خان اب دبی دبی آواز میں غراتا ہوا اسے دھمکی دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

ہاااا! پٹھان ایسی دھمکیاں بھی دیتا اے؟ ایک عورت سے باہر ملنے کا بول رہا تم ام کو؟ کیا تمارا غیرت مر چکا اے ماڑا؟۔۔۔ میر ال شاہ اسکی دھمکی کو ہوا میں اڑاتی اسکی ہی طرح پٹھانی ایسنٹ میں بولنے کی کوشش کرتی قہقہ لگا کے ہنسی تھی۔۔ میر ال شاہ کی بات پہ حازق خان کا چہرہ بے حد غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ اس نے یہ جملہ کسی دوسری سینس میں بولا تھا لیکن وہ اپنے جملے پہ ان ڈائریکٹ اسکی غیرت پہ وار کر چکی تھی؟!

یو شٹ اپ!! جسٹ شٹ یور ماوتھ لیڈی!! میجر خان اب کی بار اپنے ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس زمین پہ غصے سے پھینکتا طیش کے عالم میں دھاڑا تھا۔ ہر پٹھان کی طرح غیرت پہ کیا گیا وار میجر خان کو بھی بلبلانے کا سبب بنا تھا۔۔ اسکے یوں دھاڑنے پہ ماحول میں تناؤ سا پیدا ہوا تھا۔ میر ال شاہ بے ساختہ سہمتی ہوئی اس سے کچھ قدم دور ہوئی تھی، اس نے میجر خان سے اتنا ہارش ریکشن ایکسپیٹ نہیں کیا تھا۔ زوریز شاہ جو کب سے ان دونوں کی شکل دیکھتا بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، میجر خان کی دھاڑ پہ میر ال شاہ کا سبکی سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے اس نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے، وہ چاہے میر ال شاہ سے اس دن سے بد ظن تھا جس دن اس نے گلا لئی پہ چوری کا الزام لگایا تھا لیکن وہ آج بھی اسکے لئے قابل احترام تھی کیونکہ وہ اس سے ایک سال بڑی تھی۔۔ سب کے سامنے میجر خان کا یوں میر ال کی انسلٹ کرنا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا، وہ حیرانگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے میجر خان کی طرف دیکھ رہا تھا جو کسی عورت ذات سے بات کرتا بھی تھا تو اسکے لہجے میں اس قدر احترام ہوتا کہ وہ صنف نازک اس بندے کی پرسنیلٹی پہ رشک کر کے رہ جاتی، یہ آج پہلی بار تو زوریز شاہ میجر خان کو کسی لڑکی پہ دھاڑتے دیکھ رہا تھا لڑکی بھی وہ جو زوریز شاہ کی سالی یعنی آدھی گھر والی تھی!!

Khan, behave yourself

زوریز شاہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا، اس وقت وہ جس کیمپ میں موجود تھے ان میں میجر خان اور میجر شاہ ہی لیڈنگ پہ تھے، اگر ایک لیڈر کسی عورت پہ یوں چلائے گا تو دوسرے آفیسرز ان کی عزت کیسے کریں گے؟؟ زوریز شاہ نے غصے سے سوچا تھا! مرحا شاہ جو ہکا بکا ہوتی میر ال شاہ اور میجر خان کو دیکھ رہی تھی، زوریز شاہ کی روعب دار آواز پہ وہ ہوش میں آئی تھی، اس نے جلدی سے زوریز شاہ کے زخمی بازو کی طرف دیکھا تھا جس سے ہنوز خون رستا ہوا اسکی شرٹ گیلی کر رہا تھا۔۔

میجر خان جو غصے سے پاگل ہو رہا تھا اسے بھی ہوش میجر شاہ کی سخت آواز پہ آیا تھا، نظریں بے ساختہ اس میک اپ کی دکان کی طرف اٹھی تھی جس کی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی لکیر تھی، آج وہ میک اپ کے نام سے صرف لائٹ سا گلوز لگائے ہوئے تھی، جب کے چہرہ بے عزتی کے احساس سے سرخ تھا، میجر خان اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دباتا بنا کچھ بولے لمبے لمبے ڈگ بھرتا کیمپ سے نکل گیا۔۔

آپی!! آپ یہاں بیٹھیں!!۔۔۔ میجر خان کے جانے کے بعد زوریز شاہ نے خود سے کچھ فاصلے پہ پڑی کرسی کی طرف اشارہ کرتا میرال شاہ کو نرمی سے مخاطب کیا تھا تاکہ ماحول کا تناؤ کم کیا جا سکے! باقی سب فوجی بھی زوریز شاہ کے ایک اشارے پہ اپنے اپنے زخموں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے جن سے کچھ دیر پہلے ان کا دھیان بٹا تھا۔۔

کتنے بد تمیز ملازم رکھے ہوئے ان فوجیوں نے!! اور تم یہاں پہ کیا کر رہے ہو؟۔۔۔ میرال شاہ اپنی اہانت کے تاثرات کو چھپا کے کرسی پہ بیٹھتی میجر خان کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے پہلے کی طرف مغرور انداز میں زوریز شاہ کو جواب دے رہی تھی!!

گومنے پھرنے آیا تھا یہاں دوستوں کے ساتھ! میں نہیں جانتا تھا یہاں فوجی اپنے کسی مشن پہ کام کر رہے ہیں! ان کے مشن کے دوران انجانے میں ایک گولی میرے بازو پہ لگ گئی، جس پہ یہ سب مجھے فرسٹ ایڈ دینے کے لئے یہاں لے آئے!!۔۔۔ زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا فٹافٹ سے ایک کہانی گڑتا میرال شاہ کو مدھم آواز میں جواب دے رہا تھا، میرال شاہ نے اسکی بات پہ نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ میجر خان کو اپنے دل و دماغ میں گالیاں دیتی زوریز شاہ کی آرمی پینٹ غور سے نہیں دیکھ پائی تھی جس پہ اب زوریز شاہ بڑے مصروف انداز میں اپنے سینے تک چادر اوڑھ چکا تھا۔۔

تمہیں یہی پہ گھومنے پھرنے آنا تھا؟ یہ کتنا خطرناک علاوہ ہے تمہیں کس پاگل نے بولا تھا یہاں آنے کو؟ اور کیا تمہیں تمہارے بازو پہ پین نہیں ہو رہی؟ تم تکلیف سے رو کیوں نہیں رہے؟ اور تمہارے باقی کے دوست کہاں ہیں؟۔۔۔ میرال شاہ نے ایک سانس میں برہمی سے کتنے ہی سوال کر ڈالے۔۔ مرحا شاہ ایک نظر استہزایا انداز میں زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے سر جھٹکتی اب اسکے بازو پہ اسکی باندھی گئی شرٹ اتار چکی تھی۔ زوریز شاہ نے میرال شاہ کے اتنے سارے سوال پہ تھوک نگلتے ہوئے اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑائے تھے، ایک جھوٹ تو بھول چکا تھا اب اسے کور

کیسے کرتا؟ مرحاشاہ کے یوں سر جھٹکنے پہ زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو اسکے زخمی بازو کو دیکھتی اپنا نچلہ لب کاٹ کاٹ کے قندھاری کرتی اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

نہیں آپی! کوئی بھی جگہ خطرناک نہیں ہوتی اسے کچھ لوگ خطرناک بنا کے دیکھاتے ہیں! کیا بلوچستان کے لوگ ہماری طرح عام انسان نہیں ہیں؟ کیا یہ کوئی اور مخلوق ہیں؟ یہ بھی ہماری ہی طرح اشرف المخلوقات ہیں! یہاں کا ہر انسان برا نہیں ہے! صرف کچھ برے لوگوں کی وجہ سے اس جگہ کو خطرناک اور برا بنا کے نیوز چینلز کی ریٹنگ کی وجہ سے پیش کیا جاتا ہے!! یہ پاکستان کا اتنا پیارا صوبہ ہے! یہاں پہ اتنے پیارے خوبصورت مقامات ہیں لیکن لوگ یہاں آنے سے ڈرتے ہیں! یہاں سفر کرنے سے ڈرتے ہیں جس کی وجہ صرف جھوٹی خبریں ہیں! برا کام صرف چند لوگ کرتے ہیں! لیکن برا اس پورے بلوچستان کو بنا کے دیکھایا جاتا ہے! دہشتگردی صرف دس فیصد لوگ پھیلا رہے ہوں گے لیکن نام سو فیصد لوگوں کا لگایا جاتا ہے! ایسا کیوں؟؟ ابھی کے یہاں کے لوگ اتنے سادہ اور مہمان نواز۔۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ مزید بولتے ہوئے مرحاشاہ کو بلوچستان کی حقیقت سناتا اسکا مائینڈ سیٹ کلئیر کرتا جب میرال نے اسکی بات کاٹی تھی!

تم مجھے گھما رہے ہو؟؟ میں تم سے بڑی ہوں مجھے لیکچر دینے کی ضرورت نہیں ہے! صرف یہ بتاؤ کہ تمہارے دوست کہاں ہیں؟ اور تم اتنے ایکسپیرینس انداز میں بنا چیخے اپنے بازو سے گولی کیسے نکلوا رہے ہو؟؟ میرال شاہ بڑے ہونے کا روعب جھاڑتی آئیبرو اچکاتے ہوئے زوریز شاہ سے مزید سوالات کر رہی تھی۔۔

سس!! بہت پین ہو رہی ہے آپی! اور اب تو میرا سر بھی چکرا رہا ہے! میں آپ کے تمام سوالات کے جواب کچھ دیر بعد دوں گا! آہہہ!! آپ ناشتہ کریں! ۔۔۔ زوریز شاہ اچانک سے مصنوعی کراہتا ہوا میرال شاہ کے آگے چھوٹے سے ٹیبل پہ دھڑے ناشتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی ایک آفیسر زوریز شاہ کے اشارے پہ رکھ کے گیا تھا۔ میرال شاہ کو گھمانا اتنا بھی آسان نہیں تھا جتنا زوریز شاہ نے سوچا تھا، اسی لئے مزید کہانی سوچنے کے لئے اسے وقت درکار تھا۔۔

میرے بھائی کو گولی لگی ہے اور میں ناشتہ کروں؟ کیا بات کر رہے ہو زوریز!! ہیے مرحا! آرام سے کرو! شوہر ہے تمہارا! کچھ خیال کرو اسکا! دیکھو کیسے اپنے بدلے اتارتی اسکا بازو چیر رہی ہے!! ہائے! زوریز مجھ سے یہ سب دیکھا

نہیں جارہا! کیا تمہیں زیادہ درد ہورہا ہے؟۔۔۔میرال شاہ پھر سے ایک سانس میں تیز تیز بولتی زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے فکر مندی سے بولی تھی، زوریز شاہ کے بازو کی حالت پہ میرال شاہ کے آنسو خود خود آنکھوں سے پھسلے تھے۔۔پہلے مرحا کے آنسو اور اب میرال کے یوں آنسو بہانے پہ زوریز شاہ کا دل کیا اپنے سر پہ کوئی چیز مار لے۔۔ میرال کی باتوں پہ مرحا شاہ نے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ بھلا کیوں اپنے شوہر کا بازو بے دردی سے چیڑ کے اس سے بدلے اتارتے گی؟

نہیں آپی اب پین نہیں ہورہی! آپ دونوں پلیز مت روئیں! سب مجھے مشقوق نظروں سے دیکھ رہے ہیں!۔۔۔ زوریز شاہ گہری سانس بھر کے ان دونوں کی طرف دیکھ کے التجائیہ انداز میں بولا تھا۔۔

دیکھنے دو! اور میں جانتی ہوں تمہیں درد ہورہا ہے۔۔ویسے مجھے ایک بات بتاؤ کیا یہ گولی نکلنے کے بعد تمہارا بائسیپ (bicep) شرنک (سکڑ جانا) تو نہیں ہو گا نا؟ میرال شاہ اسکا دھیان زخم سے ہٹکانے کی غرض سے ہلکا سا ہنس کے بولی تھی۔۔اسکی انوکھی بات پہ زوریز شاہ نے ایک نظر اپنے بازو کے پھولے مسلز کو دیکھ کے منہ پھولاتے ہوئے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

استغفر اللہ آپی! کیسی باتیں کر رہی ہیں!۔۔۔۔وہ بے ساختہ بولا۔۔

اگر ایسا ہو گیا تو خود کو کچھ یوں امیجن کرو!! وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس زوریز شاہ ایک اچھے خاصے تگڑے اور دوسرے سکڑے ہوئے کمزور بائسیپ کے ساتھ لڑکیوں کے بیچو بیچ سے گزر کے جاتا ہوا کتنا پیارا لگے گا نا؟ میرال شاہ اسکے ہاتھ پہ تالی مار کے ہنستی اسے اپنی خطرناک امیجنشن سے آگاہ کر رہی تھی جس پہ زوریز شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ انجانے میں خود کو ایسے امیجن کر بھی چکا تھا جس پہ اس نے ہربراتے ہوئے ایک نظر مرحا شاہ کی طرف دیکھا تھا جو بالکل سنجیدگی سے اب اسکے زخم کو صاف کرتی بینڈیج کر رہی تھی۔۔

آپی آپ بہت خطرناک ہیں! ایسے تو آپکی بہن بھی مجھے قبول کرنے سے انکار کر دے گی!!۔۔۔زوریز شاہ ایک نظر میرال کو دیکھ کے مرحا شاہ کو گہری نظروں سے دیکھتا اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ دونوں مدھم آواز میں بات کر رہے تھے یوں کے کوئی دوسرا ان کو سن نہیں پا رہا تھا۔۔میرال شاہ نے اپنی آواز کا سپیکر زوریز کے کچھ دیر پہلے بولنے سے ہی کم کیا تھا، ورنہ وہ یوں بول رہی تھی جیسے کسی کی گمشدگی کا اعلان کر رہی ہو۔۔

خبر دار مر حا!! مجھے ریز کے علاوہ اور کوئی جیجو قبول نہیں ہے! ویسے ریز واقعی ہی اگر اس نے تمہارے شرنک ہوتے بائسیپ پہ بندہ بدلنے کا سوچ لیا تو؟؟۔۔۔ زوریز شاہ کی بات پہ میر ال شاہ ناک چڑھا کے مر حاشاہ کی طرف دیکھ کے بولی تھی، وہ چاہ رہی تھی وہ دونوں آپس میں بات کریں کیونکہ جس دن زوریز شاہ حویلی سے گیا تھا مر حاشاہ اس دن سے ہی کافی خاموش تھی، میر ال شاہ جیسے جان چکی تھی ان دونوں میں کوئی لڑائی ہوئی ہے۔

تو آپکے اس جیجو کی ٹانگیں توڑ کے اسے بستر مرگ پہ نہ لٹادوں میں؟؟! زوریز شاہ اچانک سے میر ال شاہ کی بات پہ دانت پیستا ہوا دبی دبی آواز میں کرخت لہجے میں بولا تھا، جس پہ میر ال شاہ نے داد دینے والے انداز میں اپنا آئیبرو اٹھا کے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

اور آپکی بہن نے اگر ایسی کوئی سوچ اپنے دماغ میں لائی بھی تو آپ کو خالہ بنانے میں زیادہ دیر نہیں کروں گا آپی!!!۔۔۔ زوریز شاہ اب کی بار اپنا ہاتھ بڑھا کے مر حاشاہ کا لب اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا بے باکی سے گھمبیر تا میں بولا تھا۔ اسکی اتنی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مر حاشاہ اور میر ال شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔ مر حا شاہ نے اسکی میر ال کے سامنے اس بے باکی پہ غصے سے اسکے زخم پہ بینڈیج کو کچھ ٹائٹ کر کے لپیٹا تھا جس پہ زوریز شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔۔ وہ جو پھر سے اپنی شاہزادی کے خوبصورت نقوش میں کھو چکا تھا، اب کی بار کراہ بھرتے ہوئے اس سے اپنی نظریں ہٹا کے میر ال کی طرف دیکھا تھا جو اپنی بھوری آنکھوں کو ٹپٹپا کے دونوں کو پیار سے دیکھتی ہولے سے تالیاں بجا رہی تھی جیسے کسی فلم کا رومانٹک سین دیکھ کے خوش ہو رہی ہو۔۔ زوریز شاہ نے اپنی بے باکی کو کوستے ہوئے میر ال شاہ کی معنی خیز نگاہوں سے اپنی نظریں چراتے ہوئے آنکھیں موندی تھیں۔۔

ہاں ہاں سالی کے سامنے شرم لحاظ سب بھول گیا ہے میرا جیجو!! دیکھاؤ نا اب مزید بے شرمی!! اب کیوں آنکھیں بند کی ہیں؟۔۔۔ میر ال شاہ اب اسے جان کے چھیڑتی اسکے بھورے بالوں کو ہولے سے کھینچ رہی تھی۔۔ زوریز اور ارزم شاہ اسکے لئے ہمیشہ چھوٹے بھائیوں کی طرح تھے۔۔

مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے! آپکی بہن ہی ریڈ ایپل بن جائے گی! اور سوری ٹو سے میں نہیں چاہتا میری بیوی کے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ میرے علاوہ کوئی غیر مرد دیکھے! ویسے بھی پردہ کرتے ہوئے تو اسکی جان جاتی ہے!!۔۔ زوریز شاہ ہنوز آنکھیں موندے سر جھٹکتا ہوا بے باکی اور افسوس کے ملے جلے تاثرات سے بولا تھا۔۔ وہ کتنے

پیار سے مرحا کو بولتا تھا کہ پردہ کیا کرے لیکن وہ ہمیشہ اسے لاڈ دیکھاتے ہوئے یہی بولتی تھی کہ اسکا دم گھٹتا ہوا نقاب میں۔۔ جس پہ وہ ہمیشہ ہتھیار ڈال دیتا! مرحا شاہ اسکی بات پہ ایک نظر اسے دیکھ کے پھر سے اسکی بینڈیج کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

اہمم اہمم!! اتنی پوزیسیونس؟؟!!!۔۔۔ میرال شاہ شرارت سے اپنا گلا کھنکھارتے اپنے دونوں آبیبرو اٹھا کے ان کی طرف دیکھ کے بولی تھی، جس پہ مرحا شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ زوریز شاہ نے اپنی مغرور ناک انگوٹھے سے رگڑتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی، آنکھیں ہنوز بند تھیں، اگر وہ پھر سے اپنی آنکھیں کھول لیتا تو یقیناً اسکی شاہزادی کے ہونٹ سلامت نہ رہتے جنہیں دیکھ کے وہ ہمیشہ کی طرح بہک رہا تھا۔۔

ارزم شاہ اور اسکے دوست اس وقت تقریباً پوری یونیورسٹی میں مٹھائیاں اور کیک بانٹ رہے تھے۔۔ وہ سب ارزم شاہ کے چاچو بننے کی خبر پہ بے حد خوش ہوتے اسکے ساتھ اسکی خوشی سیلبریٹ کر رہے تھے۔۔ وہ سب اسکے ساتھ ساتھ خود بھی اس چھوٹے سے مہمان کا ابھی سے انتظار کر رہے تھے جسے انہوں نے پوری پوری یونیورسٹی اپنی بانہوں میں گھمانی تھی۔۔

تو بھی ہاتھ پیلے کروالے! اب تو تیرے بچے بھی اللہ تعالیٰ کے پاس تجھے کوس رہے ہوں گے کہ کیسا بے فکرا باپ دیا ہے ہمیں!!۔۔۔ میکائیل جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، وہ ارزم شاہ کو کچھ شرم دلانے والے انداز مین اترا کے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نے آئیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

نہیں!! میری ایک خواہش ہے! پوچھو کیا؟۔۔۔ ارزم شاہ آبیبرو آچکا کے اپنی دوستوں کی طرف دیکھ کے بولا تھا جس پہ سب نے جلدی سے "کیا" بولتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

وہ یہ کہ جب تک تو مجھے پریگننٹ ہو کے نہیں دیکھائے گا میں اپنے ہاتھ پیلے نہیں کرواؤں گا!!۔۔۔ ارزم شاہ بے باکی سے بلند قہقہہ لگاتے ہوئے میکائیل کو آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا۔۔ ارزم شاہ کی بات پہ میکائیل کا چہرہ سرخ ہوا تھا جس پہ سب دوست ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتے ایک دوسرے کے کندھوں پہ گر رہے تھے۔۔ ابھی میکائیل کچھ بولتا جب بلیک عبایئے میں ملبوس بلیک ہی سکارف سے نقاب کئے ذائشہ ان سے کچھ فاصلے سے گزری تھی۔۔ ذائشہ کو

دیکھ کے میکائیل کی آنکھیں چمکی تھیں۔۔ میکائیل ہنستے ہوئے ارزم شاہ کو گھور کے دیکھتا اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ کیک کھینچ کے ذائشہ کی طرف بڑھا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اپنا قہقہہ روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب ذائشہ کا راستہ روکے اسکے سامنے ناجانے کیا بکواس کر رہا تھا۔۔

ہیے ذائشہ (بھابھی)!! منہ میٹھا کریں! اپنا شاہ باپ بننے والا ہے ماشاءاللہ!!۔۔۔ میکائیل اسکے سامنے کیک کا ڈبہ کھول کے پیش کرتا نہایت مؤدب انداز مین نظریں جھکا کے بولا تھا۔۔ ذائشہ نے اسکی بات پہ حیران ہوتے اچانک سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ابھی کچھ دن پہلے ہی تو اسے اپنے کنوارے ہونے کا بتا رہا تھا اور آج وہ باپ بھی بن گیا تھا؟ اس ایک ہفتے میں ذائشہ اور ارزم شاہ کافی حد تک ایک دوسرے سے بات کر لیا کرتے تھے۔۔ ارزم شاہ نے اس دن کے بعد سے اسکے سامنے اپنی محبت کا ٹاپک نہیں کھولا تھا، ذائشہ بھی اس ٹاپک پہ بات نہیں کرتی تھی کیونکہ دو دفعہ وہ کوشش کر چکی تھی جس پہ ارزم شاہ ہمیشہ سے سنجیدہ ہو جاتا یا غصے میں آجاتا، تیسری دفعہ اسکی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی ارزم شاہ جو اس سے نرمی سے بات کر لیتا ہے، وہ اسے بھی جائے!! ذائشہ کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن بند کئے تھے جو نوفل نے بالکل ابھی کچھ دیر پہلے ذائشہ کو دیکھ کے شرارت سے کھولے تھے، کیونکہ وہ سب بے باک دوست اتنا تو جان ہی چکے تھے کہ وہ کس کی انسیکورٹی کی تحت اپنی شرٹ کے اوپری بٹن بند رکھتا تھا جنہیں وہ ہمیشہ سے کھولتا آیا تھا۔۔ ارزم شاہ کی اتنی فرمابرداری پہ اسکے دوستوں کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا، آج ارزم شاہ کا موڈ کافی اچھا تھا اسی لئے اسکے دوست فری ہونے کا موقع ہاتھ سے نکلنے نہیں دے رہے تھے۔۔ ارزم شاہ نے ان سب کو سخت نگاہوں سے گھورتے ہوئے اپنے قدم ذائشہ کی طرف بڑھائے تھے جو اس سے اپنی نظریں پھیرتی اب پھیر سے میکائیل کی طرف متوجہ تھی۔۔

کھائیں ناکیک! اور دعا کریں کہ اللہ ہمارے دوست ارزم شاہ کو ایک نیک خوب سیرت اور خوبصورت اولاد سے نوازے!!۔۔۔ میکائیل اب پہلے سے بھی زیادہ مؤدب انداز میں بولتا اپنی آنکھیں ٹپٹپا رہا تھا، ارزم شاہ جو اسکے بالکل قریب آچکا تھا، میکائیل کی بات پہ اس نے رکھ کے اسکی گردن پہ اپنے بھاری ہاتھ کا تھپڑ لگاتے اسکے ہاتھ سے کیک چھینا تھا، بیوقوف سی ذائشہ جو میکائیل کی بات کو سچ سمجھتی ارزم شاہ کے باپ بننے کی خبر کو سچ سمجھ بیٹھی تھی، ارزم

کو اپنے قریب آتے دیکھ کے وہ اپنی ہیزل آنکھوں میں شکوہ لئے اسے دیکھ رہی تھی جو اسے یقین دلانے کے لئے نفی میں سر ہلاتا ساتھ ساتھ میکائیل کی گردن دبوچ رہا تھا جو اپنا قہقہہ روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

اللہ آپ کو ہدایت والی نیک اولاد سے نوازے!!۔۔۔وہ بالکل مدھم آواز میں بھرائے اور شکوہ کناں لہجے میں بولتی تیزی سے آگے کی طرف بڑھ چکی تھی (ہدایت لفظ پہ کچھ زیادہ ہی زور دیا گیا تھا!!)،(کیا مطلب ارزم شاہ ہدایت والا نہیں تھا؟)ارزم شاہ دانت پیس کے سوچتا ہوا اسکی طرف دیکھ کے رہ گیا،وہ آج بھی اسکے دوست کی مذاق میں کی گئی بات کو سچ سمجھ بیٹھی تھی؟ارزم شاہ کو آج بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسکی دعا پہ ہنسے یا روئے؟

ارزم شاہ نے میکائیل کے ہاتھ سے کیک پکڑ کے خود کی طرف بڑھتے دوستوں کو کیچ کرواتے ہوئے میکائیل کو زور سے زمین پہ دھکا دیتے اسکے پیٹ میں غصے سے مکے برسائے تھے۔۔میکائیل اسکے مکوں پہ بھی حلق پھاڑ کے ہنستا ہوا ذائشہ کا بولا گیا جملہ دہرا کے اپنے تمام دوستوں کو سنا رہا تھا جس پہ ان سب کی ہنسی رکنے میں نہیں آ رہی تھی۔۔ارزم شاہ نے انہیں گالیاں بکتے ہوئے غصے سے گھور کے دیکھا تھا اور اب کی بار ایک پنچ میکائیل کے گال پہ جھڑا تھا جس نے کراہتے ہوئے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

کچھ دیر بعد ارزم شاہ اپنے ہاتھ میں چاکلیٹ کیک کا ڈبہ پکڑتا اب گراؤنڈ کی طرف بڑھ رہا تھا،چاکلیٹ کیک کا ڈبہ اچھے سے ربن باندھ کے ڈیسنٹ سی سجاوٹ کے ساتھ پیک کیا گیا تھا،ساتھ میں ایک چھوٹی سی باسکٹ تھی جس میں ڈھیروں چاکلیٹس تھیں!! وہ جانتا تھا وہ گراؤنڈ کی طرف ہی ہو گی، آنسو بہا رہی ہو گی یا پھر خود کے ساتھ بڑبڑاتی اسے برا بولتی اپنا غصہ اتار رہی ہو گی! وہ تھوڑے سے وقت میں ذائشہ کو بہت اچھی طرح سے جان چکا تھا،ایسا ارزم شاہ کا ماننا تھا۔۔

انتہا ہو گئی انتظار کی

آئی نہ کچھ خبر میرے یار کی

یہ ہمیں ہے یقین،بے وفا وہ نہیں

پھر وجہ کیا ہوئی،انتظار کی

ارزم شاہ اسکے بنچ کے پیچھے کھڑا ہوتا اسکے کان کے پاس جھک کے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے گنگناتا ہوا اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا کیونکہ وہ جس طرح سے آس لگا کے بار بار یہاں وہاں دیکھ رہی تھی اس سے یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے اور انتظار وہ یقیناً ارزم شاہ کے علاوہ کسی کا نہیں کر سکتی تھی۔۔ ارزم شاہ کی آواز پہ اس نے تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس وقت سکن پینٹ پہ میرون شرٹ پہنے ہاتھ میں کیک اور ایک باسکٹ پکڑے ہوئے تھا۔۔ میرون شرٹ اسکے چٹانی چوڑے سینے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی، میرون رنگ اس پہ کافی جچ رہا تھا اور اس پہ تضاد اسکے جھکنے کی وجہ سے اسکے گلے میں پہنی سلور چین آج پھر آنکھ مچولی کھیلتی اپنی جھلک دکھلا رہی تھی۔

اسکے دوست کی بات یاد کرتے ہوئے ذائشہ نے سرعت سے اس سے نظریں پھیری تھیں۔۔ اسکی آنکھوں میں ناراضی دیکھتے ہوئے ارزم شاہ اپنا نچلہ لب دبا کے مسکراہٹ روکتا اسکے پاس بینچ پہ بیٹھا تھا ہمیشہ کی طرح کچھ فاصلے پہ!! میرا انتظار ہو رہا تھا؟۔۔۔ ارزم شاہ نے درمیانی فاصلے میں کیک اور باسکٹ رکھتے ہوئے آئیبرو اٹھا کے پوچھا تھا لیکن جواب ندارد۔۔

میری طرف دیکھو!!۔۔۔ اسے کتابی کیڑا بن کے کتاب اور رجسٹر کے ساتھ چپکتے دیکھ کے ارزم شاہ روعب سے بولا تھا۔۔ اسکی آواز میں سختی محسوس کرتے ہوئے ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا، آنکھوں میں نمی کی لکیر تھی جس پہ ارزم شاہ نے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس ہوا میں بھری تھی۔۔

کیا تم واقعی ہی بیوقوف ہو یا صرف میرے سامنے بنتی ہو؟۔۔۔ ارزم شاہ نے دانت پیستے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ ذائشہ نے اپنی کھلم کھلا بے عزتی پہ اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ایسے نہیں دیکھا کرو قسم سے کچھ کچھ ہوتا ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے یوں دیکھنے پہ اپنی شہ رگ کو دو انگلیوں سے ٹچ کرتا دلفریب انداز مین بولا تھا۔۔ اسکے یوں بولنے پہ ذائشہ نے بمشکل اس سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں، وہ ایسا کرتے بہت پیارا لگا تھا ذائشہ کو۔۔

تیری جھکی نظر! تیری ہر ادا

مجھے کہہ رہی۔۔۔ یہ داستاں

کوئی شخص ہے۔۔۔جو کہ ان دنوں

تیرے ذہن و دل۔۔۔پہ ہے چھا گیا

تیری جھکی نظر۔۔۔ تیری ہر ادا

اسکے نظریں جھکانے پہ ارزم شاہ مسکرا کے ایک بار پھر سے اپنی خوبصورت آواز میں گنگناتا ہوا اسے تنگ کر رہا تھا جس کی پلکیں شرم کے احساس سے لرز رہی تھیں۔۔

ذی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسے گھمبیر آواز میں پکارا تھا، یہ نک نیم اس نے کچھ دن پہلے ہی ذائشہ کو دیا تھا جس پہ وہ پوری رات اسکے نام کو سوچ سوچ کے خود ہی شرماتی ہوئی تکیے میں پناہ لیتی رہی تھی۔

ج۔جی!!۔۔۔۔ذائشہ نے لڑکھڑاتے لہجے میں اسکی پکار کا جواب دیا تھا۔۔

باپ صرف تمہارے بچوں کا بنوں گا!! ناراضگی چھوڑو!!۔۔۔۔ارزم شاہ شوخ لہجے میں ناک چڑھا کے بولا تھا۔۔ آج وہ کچھ زیادہ ہی شوخ ہو رہا تھا۔۔ارزم شاہ کی بے باک بات پہ زائشہ کے گال سرخ ہوئے تھے، وہ نظریں تک نہیں اٹھا پا رہی تھی۔۔

یہ۔۔کیسی۔۔۔باتیں۔۔۔کر۔۔رہے۔۔۔ہیں۔۔۔میں۔۔۔۔نے۔۔۔کیا۔۔بولا۔۔۔میں۔۔۔کب۔۔۔ناراض۔۔۔ذائشہ یوں بول رہی تھی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

چھوڑو تم! سب جانتا ہوں میں! یہ چاکلیٹ اور کیک پکڑو! تمہارے لئے اسپیشل تیار کروایا تھا اتنی محنت (محبت) سے اور تم نے نظریں پھیر کے ساری ایسی کی تیسی کر دی میری محنت (محبت) کی!!۔۔۔ارزم شاہ منہ پھولاتے ہوئے بچوں کی طرح شکایتی انداز میں بولا تھا جس پہ ذائشہ نے شرمندگی سے اپنا نچلہ لب کاٹا تھا۔

اب نظریں کب ملاؤ گی؟ آج۔۔کل۔۔یا اگلے ہفتے؟۔۔۔اسے کتنی دیر خاموش دیکھتے ہوئے ارزم شاہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا، وہ کب سے نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ اسکے یوں بولنے پہ ذائشہ نے کیوٹ انداز میں فورا اسے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ۔۔۔کے۔۔دوست۔۔۔بول۔۔۔رہے۔۔۔تھے۔۔۔آپ۔۔۔بابا۔۔۔بنن۔۔۔۔ابھی ذائشہ اپنی بات مکمل کرتی جب ارزم شاہ نے تیزی سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

چاچا بننے دو پھر باپ بھی بن جاؤ گی!! مذاق کر رہے تھے وہ سالے! تمہیں میرے علاوہ سب پہ اندھا بھروسہ کیوں ہے؟۔۔۔ارزم شاہ ناراضگی سے بولتا اب اس سے نظریں ہٹا چکا تھا۔۔

ایسا نہیں ہے! مجھے آپ پہ ہی تو بھروسہ ہے۔۔۔ارزم شاہ کو بنچ سے اٹھتے دیکھ کے وہ جلدی سے بولی تھی آنکھوں میں آنسو لئے۔۔۔

ایسا نہیں ہوتا تو تم یہ سوال کیوں کرتی مجھ سے؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

پھر کس خوشی میں مٹھائیاں بانٹ رہے تھے آپ؟ میں اور کیا سمجھتی! اور شرٹ کے بٹن تو ایسے کھولے ہوئے تھے جیسے کوئی محاظ فتح کر کے آئیں ہو!!۔۔۔ذائشہ بھی اب کی بار نروٹھے پن سے فر فر بولنا شروع ہوئی تو فل سٹاپ لگانا بھول بیٹھی!۔۔اسکے انداز پہ ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اس نے کافی مشکل سے اپنا قہقہ ضبط کیا تھا۔۔

تو اصل رونا تمہیں میری شرٹ کے بٹنوں کا تھا؟۔۔۔۔ارزم شاہ اچانک سے اس کے کان کے پاس جھکتا گھمبیر اور بوجھل لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ نے اپنی زبان کے پھسلنے پہ لعنت بھیجتے ہوئے جلدی سے اس سے فاصلہ بنایا تھا۔۔وہ خاموش رہی۔۔

میرا دوست مذاق کر رہا تھا! میں باپ نہیں چاچو بننے والا ہوں اگر تم اجازت دو تو؟؟۔۔۔ارزم شاہ اب کی بار اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتا دانت کچکچاتے ہوئے استفسار کر رہا تھا، وہ اپنی خاموشی کی وجہ سے اسے تپ چڑھا رہی تھی۔۔

اوو!! آئی۔۔ایم۔۔۔سوری!! میرا۔۔۔مطلب۔۔مبارک۔۔ہو آپکو۔۔۔ذائشہ اسکا مدعا سننے کے بعد اپنی نادانی پہ معذرت خواہ ہوتی کیوٹ انداز میں بولی تھی۔۔ہیزل آنکھوں میں شرمندگی تھی۔۔

اب یہ چاکلیٹ اور کیک پکڑوں گی یا دوسری لڑکیوں میں بانٹ دوں؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا اسے چڑا رہا تھا، اسکا جیلس روپ دیکھنے کا مزہ ہی الگ تھا۔۔

خبردار!!!!!۔۔۔۔وہ اچانک سے دبے دبے غصے سے بولتی چاکلیٹ کی باسکٹ اور کیک پکڑ کے اپنی گود میں رکھتی ارزم شاہ کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔ارزم شاہ کے قہقے پہ وہ جلدی سے اپنی لرزتی پلکیں جھکا گئی۔۔

سیگریٹ کا سوٹا لگانے لگا ہوں یار! دیکھو گی نہیں میری طرف؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکالتا ہوا مصروف انداز میں بولا تھا۔ جانتا جو تھا وہ جب بھی سیگریٹ پیتا تھا وہ اسے ہمیشہ نظر بھر کے دیکھا کرتی تھی۔۔ ارزم شاہ کے مزید ایک راز فاش کرنے پہ وہ اپنا منہ کھولتی اسکی طرف دیکھ کے رہ گئی جو چلتا پھرتا ڈیٹیکٹر تھا! اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے شوخی سے سیگریٹ کا گہرا کش بھرتا ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ذائشہ جو اسے سیگریٹ پیتے دیکھ کے ہمیشہ کی طرح سٹل ہوئی تھی، ارزم شاہ کے یوں آنکھ مارنے پہ جلدی سے اپنی گود میں پڑی چاکلیٹ کی باسکٹ کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کر گئی۔۔وہ نا جانے کیوں آج اسکے ساتھ اتنا بے باک ہو رہا تھا۔۔ نکاح کر لیں؟؟تم میرے ہواسوں پہ سوار ہوتی ہوئی مجھے شدید بے بس کر رہی ہو! تم مجھے گناہگار کروا کے چھوڑو گی!!۔۔۔اسے شرماتے دیکھ کے ارزم شاہ اس کے کان کے پاس جھک کے گھمبیر تا میں بولتا اسے ایک بار پھر بے حد نرمی سے اسے نکاح کی آفر کرتا آئیبرو آچکا کے دیکھ رہا تھا۔۔وہ اس کی کیوٹ اداؤں کے آگے خود کو ہارتا ہوا محسوس کرتا تھا۔۔زائشہ نے اسکی فرمائش پہ اپنی ہیزل رنگ آنکھوں کو پھیلا کے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ایپسوڈ49

احان شاہ پوری رات گلالئی کو اپنے پیار کی بارش میں بھگوتا رہا تھا۔اس نے فجر کے وقت جا کے گلالئی کی منتوں پہ اسے خفگی سے اپنے حصار سے آزاد کیا تھا، گلالئی نے اسکی خفگی پہ بھی شرماتے لجھاتے فجر کی نماز ادا کی تھی، وہ فجر ادا کرنے کے بعد کمرے سے باہر جانے لگی تو احان شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسے اٹھا کے پھر سے بیڈ پہ پٹکا تھا! وہ گلالئی کی ایک بھی سنے بغیر ایک دفعہ پھر سے اسے اپنے حصار میں لیتا پوری طرح سے اس میں گم ہو چکا تھا۔۔گلالئی تو اس کی بے تابیوں پہ نظریں بھی اٹھا نہیں پا رہی تھی !!

اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے! احان شاہ نے ابھی دو گھنٹے پہلے ہی گلالئی کو سونے کی اجازت دی تھی ورنہ وہ اپنی منمنایاں کرتا اسکی نیند بھک سے اڑا چکا تھا۔احان شاہ اسے مکمل طور پہ خود میں قید کئے گہری نیند میں سویا ہوا تھا جب کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی! احان شاہ نے گلالئی کی نیند خراب ہونے کے ڈر سے

اپنی ہری آنکھوں کو کھولتے دروازے کو گھور کے دیکھا تھا۔۔ اس کی پٹھانی ابھی ہی تو منہ پھولاتے ہوئے سوئی تھی، اب کون تھا جو صبح صبح اسکی نیند کا دشمن بنا ہوا تھا؟

کون ہے؟؟!!۔۔۔۔۔ ایک نظر گلالئ کو دیکھنے کے بعد احان شاہ کمرے کے دروازے پہ اپنی نظریں جماتا روعب دار آواز میں پوچھ رہا تھا۔۔

شاہ صاحب! شاہ بی بی بول رہی ہیں! آ کے ناشتے کر لیں!!۔۔۔۔۔ باہر سے ایزل کی ملازمہ تھوک نگلتے ہوئے اسے شاہ بی بی کا حکم دے رہی تھی، وہ اس اتھرے بندے سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ یونہی ڈرتی تھی۔۔

ابھی نہیں کرنا! اب ہمیں ڈسٹرب مت کرنا!!۔۔۔۔ احان شاہ ناگواری سے بولتا ہوا گلالئ کے لمبے بھورے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا چکا تھا۔۔ ملازمہ نے احان شاہ کی بات پہ پہلے تو شرماتے ہوئے اپنی آنکھیں پھیلائی اور پھر یونہی سر ہلاتے ہوئے کسی طوطے کی طرح شاہ بی بی کو جا کے احان شاہ کا پورا جواب سنایا تھا۔۔ شاہ بی بی جو پہلے ہی گلالئ کے احان شاہ کے کمرے میں جانے پہ تپی بیٹھی تھیں، احان شاہ کے جواب پہ انہیں مزید تپ چڑھی تھی۔۔ شاہ بی بی کا بس نہیں تھا گلالئ کو ہویلی سے نکال باہر کریں! وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے پہ ضبط کیے ہوئے تھیں!

گلالئ کی چھوٹی چھوٹی سانسوں کی تپش اپنے برہنہ سینے پہ محسوس کرتے احان شاہ نے اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت مضبوط کی تھی۔۔ اسکی سخت گرفت پہ گلالئ نے نیند میں ہی منہ بناتے ہوئے احان شاہ کے سینے کے بھورے بالوں کو نوچا تھا۔۔ احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اب اسے تنگ کرنے کی غرض سے اسکے گالوں پہ اپنی گھنی بھوری بیئرڈ رگڑی تھی، وہ اسکی معصوم حرکتوں پہ خود ہی اسکی نیند خراب کرنے پہ مجبور ہو رہا تھا۔۔

گل! ۔۔۔۔۔ اسے پھر سے خاموشی سے سوتے دیکھ کے احان شاہ نے اسکے کان کی لوں کو دانتوں میں دباتے ہوئے اسے گھمبیر آواز میں پکارا تھا لیکن مجال ہے جو گلالئ کے کان پہ جوں تک رینگی ہو! وہ ہنوز گھوڑے بیچ کے سوتی رہی!۔۔

جان تمنا!!۔۔۔۔ احان شاہ نے اب کی بار اسکے کان کی لوں کو اپنے لبوں سے کاٹتے ہوئے اسے پکارا تھا، اب کی بار گلالئ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، جو گہری بے باک نظروں سے اسکے

سراپے کا جائزہ لیتا اسے شرارت سے دیکھ رہا تھا۔۔ گلالئ نے اپنے وجود کی بکھری حالت پہ نظریں دوڑاتے ہوئے شرما کے احان شاہ کے چوڑے سینے میں پناہ لی تھی۔۔

تم مجھے بہکا رہی ہو جاناں!!۔۔۔۔ احان شاہ ایک دم سے اسکے اوپر آتا اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگوں کو دیکھتا بہکے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔ احان شاہ کے لہجے کا بھاری پن محسوس کرتے ہوئے گلالئ کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑی تھیں۔۔

تمہاری خوبصورتی مجھے بار بار مجبور کرتی ہے تم پہ اپنی شدتوں کی مہریں لگانے کو!!۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے نرمی سے سہلاتا خمار آلود آواز میں بولا تھا۔۔ گلالئ نے اپنی لرزتی پلکوں کو اٹھاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھوں میں رت جگے کی سرخی نمایاں تھی۔۔ گلالئ کی آنکھوں میں نیند خراب ہونے کی غرض سے شکوہ اور ناراضگی دیکھتے ہوئے احان شاہ نے پیار سے اسکی آنکھوں کو اپنے لبوں سے چوما تھا۔۔

ابھی تو صرف ایک رات جگایا ہے اور تمہارا منہ پھول گیا! جب آنے والی ہر رات میری پناہوں میں میری قربت کو برداشت کرتے ہوئے گزاروں گی تب تو تمہارا منہ پھول پھول کے غبارہ بن جائے گا! اور جانتی ہو میں اس غبارے کو کیسے پھوڑوں گا؟۔۔۔ احان شاہ اسکے پھولے منہ کو دیکھ کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا آئیبرو آچکا کے گھمبیر لہجے میں استفسار کر رہا تھا جس پہ گلالئ نے مزید منہ پھولاتے ہوئے اس سے اپنی نظریں پھیری تھیں۔۔

یہ دیکھو! ایسے پھوڑوں گا میں یہ غبارہ!!۔۔۔ احان شاہ اسکے نظریں پھیرنے پہ دانت کچکچا کے بولتا اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ہلکا سا پنچ کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھک گیا!! گلالئ نے اس اچانک افتاد پہ معصومیت سے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔ احان شاہ اسے آنکھ ونک کرتا اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کے ان پہ اپنی مونچھوں کو رگڑتا ایک بار پھر سے اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔۔ گلالئ نے اسکی بے باک حرکتوں اور نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے زور سے اپنی آنکھیں میچتے اسکے برہنہ کندھوں پہ اپنے ہاتھ جمائے تھے۔۔

سو جاؤ لیکن پورا لباس پہن کے! کیونکہ تمہیں یوں دیکھ کے میں شاید نہیں یقیناً تمہیں کھا جاؤں گا!! احان شاہ اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لینے کے بعد اسکے وجود پہ اپنی بے باک نظروں کو دوڑاتا_ اسے پھر سے آنکھ ونک کرتے

ہوئے بے شرمی سے بولا تھا۔۔ اسکی بے باک بات پہ گلالئی نے شرم سے دوہرے ہوتے کروٹ بدلی تھی کیونکہ لباس پہننے کے لئے اسے بیڈ کی دوسری سائیڈ تک سفر کرنا پڑتا اور گلالئی اس بے باک انسان کے سامنے اتنی بکھری ہوئی حالت میں کمبل سے نکلنے کا قطعی حوصلہ نہیں رکھتی تھی، اسکے یوں کروٹ بدلنے پہ گلالئی کی برہنہ شفاف پشت احان شاہ کے سامنے تھی۔۔ احان شاہ نے چمکتی آنکھوں سے اسکے پیٹ کے نیچے سے ہاتھ گزارتے اسے بے باکی سے چھوتے ہوئے اسکی کمر کے وسط میں ایک شدت بھری لو بائٹ بنائی تھی۔۔ گلالئی اسکی اتنی شدت پہ سسک کے رہ گئی۔۔ گلالئی نے زور سے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے تکیے کو اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھینچا تھا۔۔ احان شاہ کے ہاتھوں اور لبوں کی بے باک گردش ایک بار پھر سے حد سے بڑھتی جا رہی تھی۔۔

شا۔شاہ۔۔ شاہ سائیں۔۔۔ سب۔۔۔ نیچے۔۔ انتظار۔۔۔ ناشتے۔۔ پہ۔۔۔ کر۔۔۔۔ گلالئی اسے پھر سے رومانٹک موڈ میں آتے دیکھ کے تھوک نگلتی ہوئی کچھ بولنا ہی چاہ رہی تھی جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

پہلے مجھے اپنی پٹھانی کے ساتھ کپل گولز بنانے دو جاناں! پھر ناشتہ بھی کر لیں گے !!۔۔۔ احان شاہ ہولے سے ہنستا ہوا اب اسکی پچھلی گردن پہ لو بائٹ بناتا اپنے ہاتھوں کو اسکے پیٹ سے دھڑکنوں تک لے جا چکا تھا جس پہ گلالئی کے گال تپ کے انگارے کی طرح لال ہوئے تھے۔

کاظم شاہ اس وقت بلیک فورپیس میں ملبوس میٹنگ روم میں کھڑا غائب دماغی سے انگریزوں کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا، کاظم شاہ نے آسٹریلیا میں بھی اپنا آدھے سے زیادہ سٹاف مسلم اور پاکستانی ہائر کیا تھا، وہ جب سے آسٹریلیا آیا تھا، کوئی ایک منٹ ایک سیکنڈ ایسا نہیں گزرا تھا جب کاظم شاہ نے ایزل شاہ کو یاد نہ کیا ہو۔۔ کاظم شاہ کو لگا جب وہ میٹنگ مزید کانٹیو نہیں رکھ پائے گا تو میٹنگ سکیجول کرتے ہوئے سب کو میٹنگ روم سے رفو چکر دیا۔۔ سب کے جانے کے بعد کاظم شاہ نے اپنے لیپ ٹاپ پہ اپنی فیس بک آئی ڈی کھولی تھی۔۔ ایزل شاہ کی آئی ڈی نکالتے ہوئے کاظم شاہ نے آج پھر بری طرح سے اپنے جبڑے بھینچے تھے، اس نے اپنے کہے کے مطابق اس دن کے بعد اسے ایک بھی میسج ایک بھی کال نہیں کی تھی۔۔ کاظم شاہ چاہتا تھا وہ اسے کال کرے اور چاہتا بھی نہیں تھا۔ کاظم شاہ خود کو خود ہی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ اسے اس دن سے فیس بک سے ان فرینڈ کر چکی تھی جس پہ کاظم شاہ کے غصے کی کوئی انتہا نہیں تھی! صرف

اسکے بلاک کرنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اس کے پرانے میسجز میں سے ایک میسج بھی نہیں سنا تھا، اسے لگتا تھا وہ اسکے الفاظ سنے گا تو یقیناً خود پہ کیا گیا ضبط کھو بیٹھے گا! ایزل شاہ کے الفاظ سیدھے اسکے دل پہ جا کے لگتے تھے! وہ ناچاہ کے بھی کتنی کتنی دیر اسکے الفاظوں میں چھپی تکلیف کو سوچنے پہ مجبور ہو جاتا۔۔ اسے کل سے اسکے ہر سوشل اکاؤنٹ پہ احان شاہ اور ارزم شاہ کے ڈھیروں فون اور میسجز موصول ہوئے تھے لیکن کاظم شاہ نے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنا فون آف کر دیا! اس نے ان کے میسجز کھول کے بھی نہیں دیکھے تھے۔۔ ابھی بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے ایزل شاہ کا پہلا وائس میسج پلے کیا تھا جو اس نے کاظم شاہ کے آسٹریلیا آنے کے اگلے ہی دن اسے بھیجا تھا! لیکن افسوس کاظم شاہ بری طرح سے اس کے میسج کو اگنور کر گیا تھا۔۔

"شاہ جی! آپ کتنے ظالم ہیں! مجھے لگا تھا آپ صرف مجھے تڑپانے کی خاطر ائیر پورٹ سے ایک چکر لگا کے کچھ دیر تک نہیں تو صبح تک واپس آجائیں گے جیسے مجھے طوائفوں کے ساتھ رات گزارنے کی جھوٹی دھمکی دے کے صبح ہوتے ہی ہویلی اجایا کرتے تھے! لیکن آپ تو اپنی زبان کے پکے نکلے بھئی! اگلا بندہ رو رو کے مر جائے لیکن سید کاظم شاہ کو ان کی زبان پیاری ہے! یہ بھی سہی ہے !

کمرے میں بیٹھی دیوار پہ لگی آپکی تصویر دیکھ رہی ہوں جو میں نے پچھلے سال عید پہ چپکے سے آپ کی لی تھی! کتنے تیز ہیں نا؟ تب تصویر دیکھنے پہ بول رہے تھے اچھی نہیں آئی! لیکن اگلے ہی دن وہی تصویر اپنے کمرے کی دیوار پہ لگالی تھی! آپ کو یاد ہے اس دن عید پہ کسی مانگنے والی نے ہم دونوں کو دیکھ کے بولا تھا" اللہ جوڑی سلامت رکھے، اپنی گھر والی کا صدقہ دے دے" لیکن آپ نے سب مانگنے والیوں کو صدقہ دے کے صرف ایک اسی کو نہیں دیا تھا کیونکہ آپکو پسند نہیں تھا کوئی بھی ہمیں ایک کپل کی نگاہ سے دیکھے! مجھے تو لگتا ہے ہمیں اس مانگنے والی کی بد دعا لگ گئی ورنہ آپ کہاں اتنے ظالم تھے اور میں کہاں اتنی مظلوم ؟۔۔۔۔" ایزل شاہ کی روتی ہوئی آواز میں اسکا میسج سنتے ہوئے کاظم شاہ کا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ وہ ہچکیوں کے درمیان روتی ہوئی اسے پچھلی گزری عید کا وہ پورا منظر یاد کروا رہی تھی جس پہ کاظم شاہ نے عید والے دن اتنا غور نہیں کیا تھا۔۔ وہ جس قدر درد سے اسے ایک میسج میں اپنی فیلنگز سنا رہی تھی کاظم شاہ کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی اسکا اگلا میسج کھولنے کی! ۔۔

آہہہ!!!۔۔۔۔کاظم شاہ غصے سے لیپ ٹاپ سکرین کو زور سے بند کرتا اپنے گولڈن بالوں کو ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتا چیخا تھا!!۔۔۔یہ جیری اسکا چین سکون سب برباد کر چکی تھی۔۔

بھار میں جاؤ! اب میں کبھی بھی تمہاری آئی ڈی نہیں کھولوں گا! تمہیں لگتا ہے تم رو دھو کے مجھے واپس بلا لو گی؟تو بھول ہے تمہاری!

اللہ کرے تمہاری کمر کا وہ سیاہ تل فنا ہو جائے!! کاظم شاہ غصے سے شیشے کے ٹیبل پہ زور زور سے اپنا مکا مارتا نا جانے کیا کیا بولتا جا رہا تھا، آخری جملہ اس نے بری طرح سے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا کیونکہ اس وقت اسکی کمر کا وہ سیاہ تل بے حد شدت سے یاد آ رہا تھا جس پہ وہ کبھی اپنی جنونی شدت دیکھایا کرتا تھا۔۔

گلالئی جو اس وقت گرے ڈیسنٹ سی پٹھانی فراک میں ملبوس احان شاہ کے کہنے پہ شرماتی ہوئی لائٹ سی جیولری پہن رہی تھی، احان شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ایک جست میں اپنی طرف کھینچتے اپنے سینے سے لگایا تھا۔

گلالئی نے اپنے پاگل سید زادے کو حیرانگی سے دیکھا تھا جس نے اللہ اللہ کر کے اسکے ترلے منتوں پہ اس کی جان چھوڑی تھی، وہ اب پھر سے اسکی جان کا دشمن کیوں بنا ہوا تھا؟احان شاہ نے اسکی آنکھوں کے سوال کو پڑھ کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ڈریسنگ مرر کا درست کھولتے اسکے ماتھے کے ساتھ ہولے سے اپنا ماتھا ٹکراتے اپنی طرف متوجہ کیا تھا جو رات سے اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔۔

یہ دیکھو! اس دن یہ تحفہ لیا تھا تمہارے لئے!!۔۔۔۔احان شاہ نے دراز سے چوڑیوں کا ایک درمیانے سائز کا ڈبہ نکال کے کھولتے ہوئے گلالئی کی طرف بڑھایا تھا۔۔گلالئی جو نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑور رہی تھی، احان شاہ کے لفظ تحفے پہ اس نے جلدی سے اسکی طرف دیکھا تھا یہ جاننے کے لئے کہ آخر ایسا کون سا تحفہ تھا جس کی سوچ نے اسکی راتوں کی نیندیں تباہ کی تھیں؟وہ پورا ہفتہ احان شاہ کے تحفے کے متعلق گیس لگاتی رہی تھی لیکن اس کا دماغ چوڑیوں تک نہیں پہنچا تھا۔۔۔

ہائے!!!! چوڑیاں؟؟؟۔۔۔گلالئی اپنی پسندیدہ چوڑیوں کو دیکھتے ہی اپنی شرم کو فراموش کرتی ایکسائیڈ انداز میں احان شاہ کے ہاتھ سے یہ ڈبہ تھام چکی تھی۔۔اسکے خوشی سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کے احان شاہ اندر تک سرشار

ہوا تھا۔۔ اسکے چہرے کی اسی خوشی کے لئے تو اس نے اتنا انتظار کیا تھا، اسے منانے کے لئے اتنے پاپڑ بیلے تھے لیکن مجال تھا جو اسکی کر کرے (kurkury) کی طرح ٹیڑھی بیوی پیار سے سیدھی ہو جاتی!!

شاہ سائیں یہ کتنی اچھی ہیں!!! اور یہ رنگ بھی کتنے پیارے ہیں نا! مجھے یہ ساری آج ہی پہننی ہیں!!۔۔۔ گلالئ ایک نظر ان مختلف رنگوں کی ڈھیروں چوڑیوں کو دیکھ کے ایک نظر احان شاہ پہ ڈالتی بے حد معصومیت سے بولی تھی، اسکی اتنی معصومیت پہ احان شاہ کو پھر سے وہ پل یاد آیا تھا جب وہ بے دردی سے اسکے ہاتھ کی چوڑیاں توڑ دیا کرتا تھا۔۔

احان شاہ نے آج پھر سے اپنے اس ایکٹ پہ لعنت بھیجی تھی۔۔ یہ پٹھانی اتنی معصوم اور شفاف دل کی کیوں تھی؟ کیا اسے یہ سب یاد نہیں تھا؟ وہ کیوں شکوے کم اور نخرے زیادہ کرتی تھی؟ احان شاہ نے اسکے خوبصورت معصوم چہرے کو دیکھ کے بے ساختہ سوچا تھا۔۔

ساری پہن لو جاناں! تمہاری ہی ہیں!!۔۔۔ احان شاہ اسکے ماتھے پہ پیار سے اپنے لب رکھتا اسکا سر پہ اپنے سینے پہ ٹکاتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔۔

لیکن کیسے ؟۔۔۔ یہ ساری تو بازوؤں تک آ جائیں گی اور چوڑیاں تو بس کلائیوں پہ پہننے کے لئے ہوتی ہیں نا!!!!۔۔۔۔۔ گلالئ اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکا کے اپنا سر اٹھاتی_ معصومیت سے احان شاہ کی طرف دیکھ کے اپنا نچلا لب مڑورتی لاڈ سے بولی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکی اس ادا پہ صدقے واری جاتے ہوئے اسکے نچلے لب کو شدت سے چومتے اپنے لبوں سے ہولے سے کھینچا تھا، گلالئ نے ہر براتے ہوئے جلدی سے اپنی نظریں جھکائی تھیں، اسکی آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتے ہوئے گلالئ کو رات والا احان شاہ یاد آیا تھا جو بے حد شدت پسند اور جنونی تھا!

میں تمہیں طریقہ سیکھا دیتا ہوں جاناں! اگر میری پٹھانی ایک دن میں یہ تمام رنگ پہننا چاہتی ہے تو وہ پہنے گی!۔۔۔۔ احان شاہ اسکے نچلے لب کو آزادی بخشتا گلالئ کے ہاتھ سے چوڑیاں کا ڈبہ تھامتے ہوئے بولا تھا۔۔ گلالئ اسکے لفظ جاناں پہ ہمیشہ کی طرح سرخ پڑتی نظریں جھکا گئی۔۔

احان شاہ نے ان تمام رنگوں کی چوڑیوں میں سے ایک ایک چوڑی اٹھاتے بارہ چوڑیاں اکھٹی کی تھی۔۔ چوڑیوں کے تمام رنگ اب مل کے ایک ملٹی شیڈ دے رہے تھے۔۔ احان شاہ نے اسکی دائیں کلائی کو نرمی سے پکڑتے اسکے ہاتھ میں

یہ بارہ کی باری چوڑیاں پہناتے اپنے لب رکھے تھے، یہ عمل اس نے دوسری کلائی پہ چوڑیاں پہنا کے دہرایا تھا۔۔
گلالئ کی گوری کلائیوں میں یہ چوڑیاں بے حد جچ رہی تھیں۔۔

شاہ۔۔ سائیں یہ تو دال چاول لگ رہی ہیں!۔۔۔ گلالئ ان مختلف رنگوں کی چوڑیوں کو دیکھ کے اپنی کلائیوں گھما کے معصومیت سے منہ لٹکاتے ہوئے بولی تھی۔۔ احان شاہ نے اس کے تبصرے پہ بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔

اتنی پیاری تو لگ رہی ہیں! میں نے اتنی مشکل سے تمہارے لئے میچنگ کے رنگ سیلیکٹ کیے ہیں! اب یوں بولو گی میرے تحفے کو؟؟۔۔۔ احان شاہ جھوٹی خفگی سے بول کے اسکی کلائیوں کو چھوڑتا اب اپنے بھورے بال برش سے سیٹ کر رہا تھا۔۔

ارے نہیں! شاہ سائیں میرا مطلب یہ نہیں تھا۔۔ یہ مجھے بہت پسند آئی ہیں۔۔۔ گلالئ نے جلدی سے معصومیت سے اپنی صفائی دی تھی لیکن احان شاہ نے جان بوجھ کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

اب میں تمہارے لئے کوئی تحفہ نہیں لایا کروں گا!!۔۔۔ احان شاہ بے حد سنجیدگی سے اپنی گرے اجرک جھٹکتا ہوا بولا تھا، مقصد صرف اسے تنگ کرنا تھا۔۔ اسکی اتنی سی بات پہ گلالئ کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھیں۔۔

میرا واقعی یہ مطلب نہیں تھا! میں بس یہ بول رہی تھی کہ مجھے ایک ہی رنگ میچنگ کی چوڑیاں پہننی چاہیے! رنگ برنگی نہیں! مقصد آپکا دل توڑنا نہیں تھا۔۔۔ گلالئ اسکی گرے قمیض کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی بھرائی آواز میں بولی تھی۔ اسکی چوڑیوں کی چھنکار سنتے ہوئے احان شاہ کے دل کے تاروں نے ساز بجائی تھی۔۔ اپنی پاگل پٹھانی کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بمشکل خود کو ان پہ لب رکھنے سے روکا تھا۔

لیکن تم تو میرا دل توڑ چکی ہوں! اب یہ تب تک نہیں جڑے گا جب تک تم اس پہ مرحم نہیں رکھو گی!۔۔۔ احان شاہ اپنی قمیض کے بٹن کھول کے اپنے سینے پہ پہ اشارہ کرتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔ گلالئ کو اب اسکی اتنی سنجیدگی سے شرمندگی ہو رہی تھی، آخر اسے کیا ضرورت پڑی تھی اسکے دیئے گئے تحفے کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بولنے کی؟ کیا اب وہ اسے واقعی ہی کبھی تحفے نہیں دیا کرے گا؟۔۔۔ گلالئ نے معصومیت سے سوچا تھا۔۔

میں۔۔۔ آپ۔۔ کا۔۔ دل۔۔ جوڑ۔۔ دیتی۔۔ ہوں! آپ۔۔۔ میرے۔۔ لئے تحفے لانا بند نہیں کرنا!!۔۔۔ گلالئ اسکے کھلے بٹنے سے چھلکتے مردانہ کسرتی سینے پہ اپنے لب رکھتی بے حد معصومیت سے اسکے سینے پہ اپنا سر ٹکا چکی تھی۔۔

اسکے مرحم رکھنے کے انداز پہ احان شاہ کے دل میں ہلچل مچی تھی۔۔ احان شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسکے لبوں کی نازکی اپنے سینے پہ محسوس کی تھی۔۔

اگر یوں روز دل جوڑ دیا کرو گی تو مجھے اپنا دل روز صبح، دوپہر، شام تڑوانا منظور ہے میری پٹھانی!۔۔۔ احان شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے اسکی کان کی کب دانتوں میں دباتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

د۔دل۔۔ نہیں۔۔ ٹوٹتا۔۔ کیونکہ۔۔۔ اس۔۔۔ می۔۔ میں۔۔ کو۔ کوئی۔۔۔ ہڈ۔ہڈی۔۔۔ نہیں۔۔ ہوتی!!۔۔۔۔۔

گلالئی اسکی بات پہ اپنی رائے کا اظہار کرتی شرماتے ہوئے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ گلالئی کے جواب پہ احان شاہ کا دلکش قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔ وہ اس سے اتنے لوجکل جواب کی توقع ہرگز نہیں کر رہا تھا۔۔ ابھی وہ کچھ بولتا جب ایک دفعہ پھر سے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔ احان شاہ نے لب بھینچتے ہوئے غصے سے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔۔

شاہ صاحب شاہ بی بی بلا رہی ہیں!!!۔۔۔۔ ملازمہ نے ایک بار پھر سے دروازہ کے باہر سے ہی احان شاہ کو شاہ بی بی کا پیغام دیا تھا۔۔

جاؤ تم!! آرہا ہوں!!۔۔۔ احان شاہ غصے سے سر جھٹک کے بولتا اب اپنی گرے قمیض کے اوپری بٹن بند کر رہا تھا۔۔ گلالئی ملازمہ کے پیغام پہ ہی اس سے دور ہوتی اب اپنے سر پہ اچھے سے دوپٹا لے رہی تھی۔۔ احان شاہ نے اسے خود دوپٹا اوڑھنے کی غرض سے اپنے ہاتھ بڑھائے تھے، اسے اچھے سے دوپٹا اوڑھاتے احان شاہ کی نظریں اسکے نازک سراپے کی طرف تھیں جو اسکے بڑے سے دوپٹے میں بالکل ڈھک چکا تھا لیکن احان شاہ کو جیسے ابھی بھی سکون نہیں ملا تھا، اسی لئے اس نے اپنے گلے کے گرد سے گرے اجرک اتارتے ہوئے ہمیشہ کی طرح گلالئی کے وجود پہ اوڑھائی تھی ۔۔ وہ دونوں آج اتفاقاً ایک جیسا رنگ پہنے ہوئے تھے۔۔ وہ دونوں ایک جیسے رنگ میں نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہے تھے۔۔ احان شاہ اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا اسے اپنے بازو کے ہالے میں لئے اپنے کمرے سے نکلا تھا ۔ گلالئی نے شرماتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا تھا لیکن احان شاہ اسے روعب سے آنکھیں دیکھاتا مزید خود کے قریب کرتا اب سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ان دونوں کو ایک جیسے رنگ کے لباس میں سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے لاؤنج میں بیٹھی شاہ بی بی چونکہ تھیں، گلالئ کا چہرہ دور سے گلابیاں بکھیرتا انہیں کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔۔ احان شاہ جس طرح سے اسکے کان میں وقفے وقفے سے کوئی سرگوشی کرتا اسکے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا ویسے ویسے شاہ بی بی کو اپنے ارد گرد پٹاخے پھوٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔

السلام علیکم!! احان شاہ مسکرا کے شاہ بی بی کو سلام کرتا صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔

شاہ بی بی جو پہلے ہی احان شاہ کے لیٹ کمرے سے نکلنے پہ بھری پڑی تھیں، احان شاہ کو سلام کرتے دیکھ کے وہ غصے سے اپنے صوفے سے اٹھی تھیں۔۔

کچھ اور وقت کمرے میں گزار لیتے! ابھی بھی دادی کو سلام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ بیوی تو بھاگی جا رہی تھی تمہاری!! ۔۔۔ شاہ بی بی اسکی سلام کا جواب دینے کی بجائے اس پہ گہرے طنز کرتی سر جھٹکتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔ شاہ بی بی کے جواب پہ احان شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی تھی، گلالئ تو شاہ بی بی کے جواب پہ سرخ پڑتی ہکا بکا ہوتے انہیں اپنے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ رہی تھی۔۔ احان شاہ کو شاہ بی بی کی بات ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔۔ وہ جتنا مرضی وقت اپنے کمرے میں گزارے! شاہ بی بی کو اس طرح سے بولنا ذیب نہیں دیتا تھا!!۔۔ وہ بے حد غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا لاؤنج سے نکلنے ہی والا تھا جب گلالئ کا خیال آیا تھا جو حیران پریشان ہوتی سیچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ناشتہ کر لینا جاناں۔۔ مجھے ایک ضروری کام ہے! شاہ بی بی کی بات پہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے! انرجی کے لئے دودھ لازمی پی لینا! آخر کو آج رات تمہیں پھر سے اپنے سیدزادے کو جھیلنا ہے! ۔۔۔۔ احان شاہ اسے اپنے سینے سے لگا کے اسکے کان میں شرارت سے بولتا اسکے ماتھے پہ لب رکھ گیا۔ گلالئ اسکے اتنے سے پیار اور کیئر پہ شرماتی ہوئی خود پہ رشک کر رہی تھی جسے اللہ نے اتنا چاہنے والا جیون ساتھی دیا تھا۔۔ احان شاہ اسے کچن کی طرف بھیجتا ایک نظر شاہ بی بی کے کمرے کے بند دروازے کو غصے سے دیکھتا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسکا اس وقت شاہ بی بی کو منانے کا کوئی پلین نہیں تھا۔ شاہ بی بی مانتی تھیں تو بیوی روٹھ جاتی تھی، بیوی مانتی تھی تو شاہ بی بی منہ پھولا لیتی تھیں، آخر وہ مغرور سیدزادہ کس کس کے لاڈ اٹھاتا؟

خضدار میں اس وقت رات کا وقت تھا! تقریباً سب اس وقت اپنے اپنے کیمپس میں آرام فرما رہے تھے، مشن اپنے اختتامی مراحل میں تھا! انہیں ایک سے دو دن تک واپس روانہ ہونا تھا۔ باہر ہلکی ہلکی برف باری جاری تھی۔۔ موسم کافی خوشگوار تھا! اس وقت تقریباً سب ہی سکون سے آرام فرما رہے تھے سوائے میجر خان اور میجر شاہ کے! میجر خان اسکے کندھے پہ سر رکھ کے لیٹا اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا جو صبح سے اسے منہ نہیں لگا رہا تھا۔۔ میجر خان کو تو پتا ہی دوپہر میں چلا تھا کہ وہ میک اپ کی دکان اسکے جگڑی یار کی سالی ہے اور اس سے ایک سال بڑی ہے! یعنی میک کی دکان اور حازق خان کی عمر لگ بھگ ایک جتنی ہی تھی۔ میجر خان نے مرحا کو پہلے کئی دفعہ دیکھا تھا، وہ جب بھی اسے دیکھتا تھا احتراماً نظریں جھکا کے مؤدب انداز میں سلام کیا کرتا تھا لیکن آج حازق خان صبح سے خود کو ملامت کر رہا تھا جس نے اتنی سی بات پہ ہر کسی کو فراموش کرتے ہوئے اسی پر کٹی کبوتری کو سناڈالیں تھیں! اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں ہلکی سی نمی کی لکیر وہ ہنوز یاد کرتا پہلو بدل رہا تھا۔۔ وہ میجر شاہ کو کب سے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کیوٹ کیوٹ حرکتیں کر رہا تھا لیکن زوریز شاہ اسے فل اگنور مارتا اپنے فون میں مصروف تھا! وہ اسے میرال کا خود سے رشتہ بتانے کے بعد سے غصے سے فون میں مصروف تھا! اسکی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کر رہا تھا۔۔ حازق خان جو کب سے بچوں کی طرح اسکے فون پہ اپنا چہرہ رکھتا اسکی طرف دیکھ رہا تھا، زوریز شاہ کی اتنی اگنورینس پہ اس نے اب کی بار اپنی ساری کیوٹنیس کو بھار میں جھونکتا ہوئے اسکے بھورے فوجی کٹ بال زور سے کھینچے تھے۔۔

کمینا ہے تو پورا!! سالا!۔۔ اتنا تو کبھی میں اپنی ہونے والی بیوی کو نہ مناؤں! اب رہ ناراض! منہ نہ لگائی مجھے۔۔۔۔

حازق خان اسکے بال لڑکیوں کی طرح اچھے سے کھینچ کے کیمپ سے باہر کی طرف بڑھتا تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا، جبکہ میجر شاہ بنا پلکیں جھپکائے اس سر پھرے پٹھان کی چوڑی پشت کو غصے سے گھور کے دیکھ رہا تھا، جو اسکے زخمی بازو کی پروا کئے بنا اسے اچھا خاصہ گھما کے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ زوریز شاہ اپنا بدلا لینے کی غرض سے جلدی سے اپنے شوز پہنتا اسکے پیچھے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ دونوں کہنے کو میجر تھے لیکن لڑتے وہ ہنوز چلڈرن (بچے) کی طرح تھے!۔۔۔ زوریز شاہ اپنے کیمپ سے باہر نکلتا تپے ہوئے انداز میں یہاں وہاں رخ موڑتے میجر خان جو ڈھونڈنے کی

کوشش کر رہا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا، میجر خان پہ ہلکی ہلکی برف گر رہی تھی لیکن وہ اپنے بازو کے زخم کی پروا کئے بغیر اس خوشگوار موسم میں سیر کرتا ہوا آگے کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ میجر خان کو ڈھونڈ کے اسکی بینڈ بجا سکے!۔۔ کچھ آگے کی طرف بڑھتے زوریز شاہ کی نظر اچانک سے مرحاشاہ پہ پڑی تھیں جو ایک درخت کے نیچے کھڑی اداسی سے برف باری دیکھ رہی تھی!۔۔ زوریز شاہ اسے رات کے اس وقت یہاں اکیلے کھڑے دیکھ کے حیران ہوا تھا۔۔! زوریز شاہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا مرحاشاہ کی طرف بڑھا۔۔

شاہزادی!۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکے قریب کھڑے ہوتے اسے خود ہی مخاطب کرنا مناسب سمجھا تھا۔۔ مرحا جو برفباری دیکھنے میں مگن تھی، اچانک سے زوریز شاہ کی آواز اپنے اتنے نزدیک سے سنتے ہوئے وہ بے ساختہ ڈرتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی، زوریز شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ایک جھٹکے میں خود کی طرف کھینچتے گرنے سے بچایا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے چوڑے سینے پہ ہاتھ رکھتے خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے سے روکا تھا۔۔

Eye contact!

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 50

مرحاشاہ اسکی بات کا جواب دیئے بنا ایک جھٹکے میں اس سے دور ہوئی تھی۔۔ اسکے یوں دور ہونے پہ زوریز شاہ کی ہری آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح سرخی چھائی تھی۔۔

رات کے اس وقت یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟؟۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکے نزدیک ہوتے ہوئے پھر سے اپنا سوال دہرایا تھا، مرحاشاہ اسکے سوال کو سننے کی بجائے اسکے بازو کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں سے اس نے صبح بے حد ضبط سے گولی نکالی تھی، وہ بنا اپنے زخم کی پروا کئے بلیک ٹراؤزر اور ہاف سلیوٹی شرٹ میں ملبوس اس برفباری میں گھوم رہا تھا! کیا اسے اپنی کوئی پروا نہیں تھی؟ کیا وہ نہیں جانتا تھا اسکے اس زخم پہ مرحاشاہ نے اکیلے میں کتنے آنسو بہائے ہوں گے؟ مرحاشاہ نے بھرائے دل سے سوچا تھا۔۔ اسکی نظریں اپنے بازو پہ محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دباتے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے پھر سے اپنے قریب کیا تھا۔۔

اتنی خاموشی کیوں؟؟۔۔۔۔۔اسے خاموشی اختیار کئے دیکھ کے زوریز شاہ اسے اپنے سینے سے لگاتا گھمبیر آواز میں اسکے کان میں سرگوشی کرتے گویا ہوا تھا۔۔

خود غرض لوگوں کو سینے سے نہیں لگایا جاتا میجر شاہ!! لیومی!۔۔۔۔مرحا شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے غراتی ہوئی اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔اسکے یوں دور ہونے پہ زوریز شاہ نے اپنے جبڑے بھینچتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنی سنہری آنکھوں میں نمی اور سرخی لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

تم لوگوں میں نہیں آتی مرحا زوریز شاہ! تم میری بیوی ہو اور بیویوں کو شوہر یوں ہی سینے سے لگاتے ہوئے ان کے بدن کی نازکی محسوس کرتے خود کو راحت پہنچاتے ہیں! تم خود کو مجھ سے دور نہیں کر سکتی!!۔۔۔زوریز شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے سے لگاتا اسکے چہرے پہ غصے سے پھنکارا تھا۔۔اسکے الفاظوں پہ مرحا شاہ نے استہزایا انداز میں آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، البتہ اسکے بے باک الفاظوں پہ اسکے گال سرخ ہوئے تھے۔۔

میں صرف تمہاری منکوحہ ہوں زوریز شاہ! ایک خود غرض منکوحہ! تم ایک خود غرض لڑکی کے قریب کیسے آسکتے ہو؟ تم مجھے چھونے کا حق کھو چکے ہو! میں تمہیں بتا چکی تھی میں تم جیسے وعدہ خلاف اور چیٹر انسان سے مزید تعلق قائم نہیں۔۔۔مرحا شاہ اپنی پوری تگ و دو سے اس سے دور ہوتی ابھی حلق کے بل مزید چلاتی، جب اسکے دور ہونے پہ تضاد یوں چلانے پہ زوریز شاہ نے غصے سے اپنا پیر درخت پہ مارا تھا، درخت پہ جمی برف ایک ساتھ کتنی ہی تعداد میں ان دونوں پہ گری تھی، مرحا شاہ جو غصے سے بولتی جا رہی تھی خود ہی یوں اچانک سے برف باری کی بوچھاڑ ہوتے دیکھ کے اسکی زبان کو پل میں بریک لگی تھی، زوریز شاہ جو اسکے الفاظوں پہ پاگل ہوتا اپنا غصہ درخت پہ نکالنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، اس نے ایک دم سے مرحا شاہ کے قریب ہوتے اسکی پچھلی گردن پہ ہاتھ رکھ کے اسے خود کے نزدیک کرتے_ اسکے لبوں کو بے حد شدت سے اپنی گرفت میں لیا تھا، ان دونوں کے چہروں کو برف ڈھکنے کا کام کر رہی تھی، یہ منظر بے حد پیار اور رومانٹک لگ رہا تھا۔۔

مرحا شاہ نے زوریز شاہ کی اس اچانک جسارت پہ سرخ پڑتے زوریز شاہ کی ٹی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں میں بھینچی تھی۔۔زوریز شاہ جو اسکے لبوں کو ان الفاظوں کی سخت سزا دینا چاہتا تھا، اتنے دنوں بعد اسکے ہونٹ چھوتے ہی وہ ہر

چیز فراموش کرتا اپنی آنکھیں موندتے گھونٹ گھونٹ بھر کے اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا۔۔ مرحاشاہ اسکے ہونٹوں کو چھونے کی خواہش کو اپنے دل میں دباتی اس سے دور ہونے کی بھرپور مزاحمت کر رہی تھی لیکن زوریز شاہ اسکی مزاحمت پہ اسکی دونوں کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتا اب اسے پیچھے درخت کے ساتھ لگا چکا تھا۔۔ زوریز شاہ اسکی کلائیوں کو درخت سے لگاتا اس کی ایک ٹانگ پہ اپنے گھٹنے سے وزن ڈالے اس پہ مکمل طور پہ جھکتا شدت سے اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا۔۔ زوریز شاہ اسکی ہر آتی جاتی سانس کو اپنی سانسوں میں الجھاتا مرحاشاہ کو نڈھال ہونے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اسکی اتنی شدت پہ مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ اسکے نڈھال ہوتے وجود کو دیکھ کے زوریز شاہ اسکے بالائی لب کو آزادی بخشتا اب اسکے نچلے لب پہ اپنی جنونی شدت دیکھا رہا تھا، بالآخر کچھ دیر تک وہ اس کے بے جان ہوتے وجود پہ رحم کھاتا اسکے نچلے لب پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑتا انہیں آزادی بخش گیا۔ ان دونوں کی سانسیں بری طرح سے پھول چکی تھیں، زوریز شاہ غصے سے پھولی سانسوں سمیت مرحاشاہ کو اپنی لہو رنگ ہری آنکھوں سے گھور رہا تھا، جس نے آج پھر سے اس دن والی فضول باتوں کو اپنی زبان پہ لاتے اسے اندر تک جلایا تھا۔۔

تم مجھ سے مزید تعلق نہیں رکھنا چاہتی؟ رائٹ ڈاکٹر مرحاشاہ؟؟ کیا اتنی سی محبت ہے تمہیں مجھ سے؟ تم تو مجھ سے عشق کے دعوے کرتی تھی! کہاں گیا تمہارا وہ عشق؟ کیا عشق میں محبوب پہ بھروسہ لازم و ملزوم نہیں ہے؟ کیا عشق میں محبوب کو چھوڑنا بے وفائی کے زمرے میں نہیں آتا؟ کیا عشق میں اپنے محبوب سے یوں بدگمان ہوا جاتا ہے جس طرح سے تم ہو رہی ہو؟؟ کیا عشق میں اتنی خود غرضی دیکھائی جاتی ہے جس طرح سے تم دیکھاتی ہو؟؟ تمہارے لئے صرف تمہارے دل و دماغ کی رائے اہمیت رکھتی ہے!! کہنے کو میں تمہارا محبوب ہوں لیکن اپنے محبوب کی ایک بات ایک صفائی سننا ڈاکٹر مرحاشاہ سننا پسند نہیں کرتی!! یہ کیسا عشق ہے تمہارا مرحاشاہ جو ہمیشہ مجھے تکلیف دیتا ہے؟ عشق میں تو محبوب پہ جان وار دی جاتی ہے یار! لیکن تم ہمیشہ مجھے اپنے الفاظوں سے تکلیف پہنچاتی ہو۔۔ میرا دل ٹکروں میں تقسیم کرتی ہو!

مجھ سے علیحدگی چاہتی ہو؟ جاؤ زوریز ھارون شاہ تم سے شرط لگاتا ہے تم بڑے سے بڑے وکیل کو ہائر کرتی مجھے عدالت میں گھسیٹ کے بھی مجھ سے الگ نہیں ہو سکتی مرحاشاہ!! بلکہ میں ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی تمہیں اپنے بچے کی ماں

کے عہدے پہ فائز کر دوں گا!! میرے ضبط کو اتنا آزماؤ جتنا میں برداشت کر سکوں! میرے لئے تم میری منکوحہ نہیں میری بیوی ہو! میں نے تمہیں تین بار اپنے نکاح میں قبول کرتے ہوئے تم پہ اور تمہارے پور پور پہ پورا حق حاصل کیا ہے! میں جب چاہو تمہارے اس وجود پہ اپنی شدتوں کی گہری چھاپ چھوڑ سکتا ہوں اور اسکے لئے مجھے کسی سے بھی رخصتی کے پرمٹ کی ضرورت نہیں ہے!! میری چھٹی حس کہتی ہے تمہاری ظالم باتیں مجھے بہت کچھ غلط کرنے پہ مجبور کریں گی! اگر میں نے دوبارہ تمہارے منہ سے علیحدگی سے متعلق کچھ بھی سنا مرحازوریز شاہ تو خدا کی قسم کھاتا ہوں رخصتی کا انتظار نہیں کروں گا بلکہ تمہیں اسی وقت اپنے حصار میں لیتا سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر دوں گا! اس دن کے بعد سے ہم ایک ہی کمرے میں ایک دوسرے کے حصار میں رہا کریں گے! میں پورے خاندان میں اعلانیہ انداز میں بتاؤں گا میری بیوی کی لمبی اور ظالم زبان نے مجھے یہ سب وقت سے پہلے کرنے پہ مجبور کیا ہے! میں اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کو فخر سے بتاؤں گا کہ بہت جلد باپ کے عہدے پہ فائز ہوتے ہوئے آپ سب سے مبارکباد وصول کروں گا!!

اسی لئے آئیندہ سے ہوش میں رہتے ہوئے مجھ سے بات کرنا! اور میری باتوں کو صرف دھمکی مت سمجھنا مرحازوریز شاہ! میں اپنے ایک ایک لفظ کو سچ ثابت کرنے کی دلیری رکھتا ہوں! میں یہ سب الفاظ "پی کے نہیں بول رہا بلکہ اپنے پورے ہوش و حواس میں بول رہا ہوں! آج سے میرے لبوں پہ ایک ہی دعا ہو گی! کہ کب میری بیوی مجھ سے علیحدگی کی ڈیمانڈ کرے اور میں اسکے انگ انگ پہ اپنی شدت کی مہر ثبت کرتا اس کے ہوش اڑاؤں گا!! " زوریز شاہ جو غصے سے غراتا ہوا اچانک سے اپنے لہجے کو گھمبیر بناتا بے حد بے باکی سے مرحا شاہ کے کان کی طرف جھک کے سرگوشیاں کرتا اسے لال سرخ کر گیا۔۔ اسکی معنی خیز باتوں پہ مرحا شاہ کی پلکیں لرزی تھیں، گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔۔ وہ اسکی باتوں کا کوئی بھی جواب دیئے بنا اس کی ڈھیلی پڑتی گرفت پہ وہاں سے رفو چکر ہونے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسے ایک بار پھر سے درخت کے ساتھ لگا کے اسکی گردن کی طرف جھکتے ہوئے اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے تھے۔۔ مرحا شاہ نے سسکتے ہوئے اس بار مزاحمت کرنے کی بجائے اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھ دھرے تھے۔ زوریز شاہ اسکی گردن سے کچھ نیچے کی طرف بڑھتا اب جگہ جگہ اپنی شدت کی چھاپ چھوڑ رہا تھا۔۔ اپنی شدت پہ مرحا شاہ کو سسکتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسکے گردن سے اپنے دانت ہٹاتے اسے سختی سے اپنے سینے میں

بھینچا تھا۔۔وہ اسے اپنے سینے میں سختی سے بھینچتا اپنے کہے کے مطابق اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرتا مرحاشاہ کو کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا۔ مرحاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ اسکے گرد ہاتھ باندھنے کی بجائے اپنی سنہری آنکھیں اٹھا کے زوریز شاہ کو شکوے سے دیکھتی اس سے دور ہونے کی ہلکی پھلکی سی مزاحمت کر رہی تھی۔۔

ایک بار مجھے اس مشن سے فارغ ہو لینے دو شاہزادی! پھر سب بتاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکی سنہری آنکھوں پہ بھاری بھاری اپنے لب رکھتا اسکے گالوں کو بے حد پیار اور نرمی سے چوم رہا تھا۔۔ مرحاشاہ بمشکل اپنے آنسوؤں پہ قابو پائے ہوئے تھی۔

آج تمہارے لبوں کی نیت کر کے

ایک خوبصورت گلاب چوما ہم نے!

زوریز شاہ بوجھل گھمبیر آواز میں ایک رومانٹک سا شعر پڑھتا اسکے لبوں کو ایک بار پھر سے فوکس میں کئے ان پہ شدت سے جھکتا انہیں سرخ قندھاری کر گیا۔۔ مرحاشاہ نے اسکی ایک بھی جسارت میں اسکا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن ہاں اسکی قربت میں الگ سکون تھا جو ہمیشہ کی طرح آج بھی مرحاشاہ کو محسوس ہو رہا تھا۔۔

سو جاؤ جا کے!! رات کافی ہو گئی ہے! دل چاہ رہا ہے تم سے بہت سی باتیں کرنے کو! لیکن میں خود غرض بنتے ہوئے تمہیں مزید جگانا نہیں چاہتا، پہلے ہی صبح سے کافی تھک چکی ہو تم۔۔زوریز شاہ اسکے ماتھے کو شدت اور عقیدت سے چومتا فکر مندی سے بولا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ وہ ہنوز انگاروں پہ لوٹ رہا تھا لیکن وہ اس پہ مزید غصہ نہ کر سکا کیونکہ اسکی نازک شاہزادی اسکا مزید خطرناک غصہ برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔

ہمم!! خود غرضی تو صرف مجھ پہ سوٹ کرتی ہے نا!!۔۔۔مرحاشاہ اسکے الفاظوں میں صرف ایک لفظ پہ غور کرتی اسکے پہنچ سے دور ہوتے استہزایا انداز میں بولتی اپنے کیمپ کی طرف بھاگ چکی تھی، زوریز شاہ جو سمجھ رہا تھا کہ اسکی شاہزادی اس پہ رحم کھاتی ہوئی کچھ دیر کے لئے اسکے سینے پہ سر ٹکاتی اسکی باتیں سن لے گی! اسکے جواب پہ اس نے چونکتے ہوئے اپنے الفاظوں پہ غور کیا تھا، اسکا ارادہ مرحاشاہ پہ ٹونٹ کرنے کا بالکل نہیں تھا، پتا نہیں کیوں وہ اسکی باتوں کا اتنا منفی مطلب نکالنا شروع کر چکی تھی؟ زوریز شاہ نے بے بسی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اسے کیمپ

میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔۔ مرحاشاہ کے ساتھ غصے سے کھینچا تانی کرنے کی وجہ سے اب اسے اپنے بازو میں درد کی ٹھیس اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، وہ اپنے درد کو جبڑے بھینچ کے برداشت کرتا درخت کے ساتھ اپنا سر ٹکا کے آنکھیں موند گیا، مرحاشاہ کا آج پھر سے علیحدگی اور تعلق توڑنے کا مطالبہ کرتا اسکی روح تک چھلنی کر چکی تھی۔۔

میجر خان جو میجر شاہ سے فضول میں پنگا لینے کے بعد کیمپ سے باہر نکلتا بائیں جانب چلتا جا رہا تھا اچانک سے اس کے کان میں کسی کے گنگنانے کی آواز گونجی تھی۔

We're only gettin' older, baby

And I've been thinkin' about it lately

Does it ever drive you crazy

Just how fast the night changes?

Everything that you've ever dreamed of

Disappearing when you wake up

But there's nothing to be afraid of

Even when the night changes

It will never change me and you

میرال شاہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھتی اپنے گھٹنے پہ اپنی مخروطی انگلیوں بجاتی ہوئی خوبصورتی سے ون ڈائریکشن بینڈ کا مشہور و معروف گانا گنگنا رہی تھی۔۔ آس پاس بہت سے میل اور فی میل ڈاکٹر ایک گول دائرہ بنا کے بیٹھے ہو کے سے تالیاں بجاتے ہوئے میرال شاہ کا گانا سن رہے تھے۔۔ وہ انگلش سانگ کافی اچھا بول لیتی تھی۔۔ ہلکی ہلکی برف باری ان سب پہ گر رہی تھی لیکن وہ سب موسم کو خوب انجوائے کر رہے تھے۔ میجر خان اس میک اپ کی دکان کی خوبصورت آواز کو سنتا ہوا کیمپ کی بیک سائیڈ پہ گیا تھا، تمام میل اور فی میل ڈاکٹرز کی نظروں کا مرکز اس وقت میرال شاہ تھی۔۔ میرال شاہ گرم پنک ٹراؤزر پہ سٹائلش سی پنک ہی ہڈی پہنے اپنی آنکھوں کو موند کے گنگناتی ہوئی بے حد پیاری لگ

رہی تھی، سردی کی وجہ سے اسکے چہرے پہ سرخیاں گھلی ہوئی تھیں، تمام ڈاکٹرز اپنے اپنے فون کی ٹارچ آن کیے ہولے ہولے سے لہرا رہے تھے۔۔ میجر خان نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے ان تمام میل ڈاکٹرز کو دیکھا تھا جن کی نظریں اس وقت میر ال شاہ پہ ٹکی ہوئی تھیں، میجر خان کو ان تمام مردوں کی نظروں سے عجیب سی کوفت محسوس ہوئی تھی، اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا ان تمام ڈاکٹرز کا میر ال شاہ کو آنکھیں پھاڑ کے مسکرا مسکرا کے دیکھنا۔۔ گانا ختم ہوتے ہوئے میر ال شاہ نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے ان سب کی طرف دیکھا تھا جو تالیاں بجاتے ہوئے اسے داد پیش کر رہے تھے۔۔

واؤ سو بیوٹیفل وائس!! کیا ون ڈائریکشن آپ کا فیورٹ بینڈ ہے میر ال؟؟۔۔۔ ڈاکٹر عمران نے مسکرا کے میر ال کی طرف دیکھ کے اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے فیورٹ بینڈ کے متعلق پوچھا تھا۔۔

Zayn Malik is my first crush

یہی سے سمجھ جائیں ون ڈائریکشن میرا کتنا فیورٹ تھا اور بلکہ ابھی بھی ہے۔۔ میں ابھی بھی ان کے تمام پرانے گانے سنتی ہوں۔۔۔ میر ال شاہ نے بھی جواباً مسکرا کے جواب دیتے ان سب کو بلا جھجک اپنے کرش کے بارے میں بتایا تھا۔ اسکے منہ سے اسکے کرش کا نام سنتے ہوئے ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑے حازق خان نے دانت پیستے ہوئے میر ال شاہ کو گھور کے دیکھا تھا جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔۔

Same here Zayn is my love, my crush and my everything

ڈاکٹر سائرہ نے بھی میر ال شاہ کی بات میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا۔

وہ سب کا کرش ہو گا! کیونکہ وہ ہے ہی اتنا پیارا!! افف اسکی باڈی، اسکے ٹیٹوز۔۔۔

I just love him

میر ال شاہ ایکسائیٹڈ انداز میں اپنے کرش کی مزید تعریف کر رہی تھی جس پہ حازق خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ ابھی ان میں سے کوئی مزید بولتا جب برف باری نے ایک دم سے پہلے سے تیز رفتار پکڑی تھی۔۔ سب جلدی سے اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کیمپس کی طرف بھاگے تھے، میر ال شاہ جو اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی ہوئی اپنی پنک ہڈی ٹھیک کرتے ان سب کے پیچھے ہی بھاگنے کے انداز میں بڑھ رہی تھی، اچانک سے وہ نا جانے کیسے کسی

کے مضبوط شانے سے ٹکرائی تھی، میر ال شاہ نے ہولے سے سسکی بھرتے ہوئے خود سے ٹکرانے والے انسان کو دیکھا تھا جو کوئی اور نہیں بلکہ میجر خان تھا!۔۔ میجر خان کو دیکھتے ہی میر ال شاہ کی نظروں میں صبح والا واقع لہرایا تھا جب حازق خان نے سب کے سامنے اسے انسلٹ کیا تھا۔ میر ال شاہ بنا کچھ بولے جلدی سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔ وہ اس سے اپنی نگاہیں پھیرتی اپنے قدم آگے کو اٹھانے ہی والی تھی جب حازق خان جلدی سے اسکے آگے آ کے کھڑا ہوا تھا، وہ اس میک اپ کی دکان کی اتنی خاموشی پہ حیران ہوا تھا جو ہر وقت اس سے لڑنے کو تیار ہوتی تھی اور اب کیسے خاموشی اور سنجیدگی سے اسے نظر انداز کر چکی تھی، جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہو!

میرا راستہ چھوڑو!!۔۔۔ اسے اپنے راستے میرے کھڑے ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ غصے سے بولی تھی۔۔

نہ چھوڑوں تو؟۔۔۔۔ حازق خان نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسے چڑانے والے انداز میں جواب دیا تھا جس پہ میر ال شاہ جواب دینے کی بجائے اسے نظر انداز کرتے دائیں سائیڈ سے گزرنے لگی! لیکن اب کی بار حازق خان نے اسے کلائی سے پکڑتے ہوئے پھر سے پیچھے کی طرف کھینچا تھا۔۔

ڈونٹ ٹچ می!! ہاتھ مت لگاؤ مجھے!! ۔۔۔۔ میر ال شاہ نے غراتے ہوئے اس سے اپنی کلائی چھڑوائی تھی۔۔

کتنی بے سری آواز ہے تمہاری! میرے تو کانوں میں درد ہو گیا! ویسے تم جس انداز میں بیٹھ کے گنگنا رہی تھی، تمہارے ہاتھ میں صرف ایک باؤل پکڑنے کی کسر باقی رہتی تھی! وہ بھی پکڑ لیتی تو کافی پیسے ہو جاتے تمہیں! ویسے تم مانگنے کا بزنس کیوں نہیں شروع کر لیتی میک اپ کی دکان؟۔۔ حازق خان اسکی کلائی چھوڑ کے اپنی بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا اسے سلگانے کی خاطر نفی میں سر ہلا کے استہزایا ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔

ہمم!!۔۔۔۔ میر ال شاہ جو ابا صرف ہنکارا بھر کے سنجیدگی سے ہاں میں سر ہلاتی دوسری طرف کو نکل کے کیمپ کی طرف بڑھ گئی۔۔ حازق خان ہکا بکا ہوتے اسکے ضبط کو دیکھ کے رہ گیا، جہاں تک وہ جانتا تھا یہ مغرور پر کٹی کبوتری کا سٹائل نہیں تھا! یہ تو کوئی اور ہی مخلوق تھی! کیونکہ میک اپ کی دکان تو صرف کھانے کو دوڑتی تھی! میجر خان بنا پلکیں جھپکائے تب تک اسکی پشت کو دیکھتا رہا جب تک وہ اپنے کیمپ میں غائب نہ ہوئی۔۔ اسکی عجیب سی آدھی ادھوری ڈریسنگ کو دیکھ کے ایک بار پھر سے شدید غصہ آیا تھا لیکن وہ اپنے اس غصے کی وجہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

کیاوہ مجھ سے ناراض ہے ؟۔۔۔حازق خان نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ہوئے خود سے سوال کیا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایزل شاہ کے پیپر کل ہی ختم ہوئے تھے،وہ صبح سویرے اٹھ کے نماز، قرآن پڑھنے کے بعد سوئی بالکل نہیں تھی۔۔ وہ کاظم شاہ کے لیپ ٹاپ کو کھول کے اسکی اور اپنی پرانی تصاویر دیکھتی وہ تمام پل یاد کر رہی تھی جو وہ ایک ساتھ گزارتے تھے۔۔

یہ دیکھو کٹی! یہ تب کی پکچر ہے جب میں نویں جماعت میں فیل ہو گئی تھی جس پہ شاہ جی میرا کان پکڑتے ہوئے مجھے ڈانٹ رہے تھے کیونکہ میں نے ان کی ساری محنت پہ پانی پھیرتے ہوئے پیپروں کے دنوں میں راتوں کو جاگ جاگ کے ڈرامے دیکھے تھے۔۔شاہ جی مجھے پورا سال پڑھاتے تھے لیکن پیپر والے دن ساری تیاری صرف مجھے خود ہی کرنا ہوتی تھی، لیکن ان راتوں کو میں جاگ جاگ کے فکر مندی سے پیپر کی تیاری کرنے کی بجائے بے فکری سے رات رات بھر ڈرامے دیکھتی تھی،رزلٹ والے دن شاہ جی نے پوچھا پاس ہو جاؤ گی نا؟ میں ہنس کے بولی! "تو اور کیا؟ آپ کو اپنی اووزی پہ یقین نہیں ہے ؟" لیکن ہوا کیا جب رزلٹ کی باری آئی میرا رزلٹ ہی نکل کے نہیں دے رہا تھا، جس پہ سب کو یقین ہو گیا تھا میں فیل ہو گئی ہوں سوائے شاہ جی کے کیونکہ انہیں اپنی اووزی کی زبان پہ اور اپنی کروائی گئی محنت پہ یقین تھا!!

پھر ہوا یوں کہ مرمر کے کچھ گھنٹوں بعد میرا رزلٹ نکلا تو اس پہ اسلامیات اور اردو کے علاوہ ہر مضمون کے آگے بڑا بڑا فیل (fail) لکھا ہوا تھا۔۔شاہ جی میرا رزلٹ دیکھ کے بے یقین تو ایسے ہوئے تھے جیسے میں اس دن سے پہلے ہمیشہ سے ٹاپ کرتی آئی تھی، لیکن میں پھر بھی صاف مکر گئی یہ رزلٹ میرا نہیں ہے! بورڈ والوں نے بے ایمانی کی ہے! انہوں نے میرے پرچے ٹھیک سے چیک نہیں کئے جس پہ شاہ جی نے مجھے گھور کے دیکھتے ہوئے میرے کان پکڑے تھے۔اور ارزم لالہ جو کب سے باقی سب کے ساتھ بیٹھے ہنس رہے تھے انہوں نے لگے ہاتھ ہماری یہ تصویر کھینچ ڈالی!۔۔۔دیکھو ہم کتنے پیارے لگ رہے ہیں نا ساتھ میں ؟؟۔۔۔ایزل شاہ آنسو بہاتی ہوئی لیپ ٹاپ پہ نظر آتی اپنی تصویر پہ نظریں جمائے اپنی گود میں بیٹھی کٹی کے سفید بالوں کو سہلاتے اسے اس کیوٹ سی تصویر کے پیچھے چھپی

ساری کہانی سنا رہی تھی۔۔ کٹی جو لیپ ٹاپ پہ نظر آتے کاظم شاہ کو اداسی سے دیکھ رہی تھی، ایزل کو روتے دیکھ کے وہ اونچی آواز میں میاؤں میاؤں کرتے اسکے ہاتھوں پہ پیار سے اپنے پنجے رکھ رہی تھی۔۔ کٹی اسے روتے ہوئے بالکل نہیں دیکھ سکتی تھی، وہ ایزل کو لے کے بے حد سینسیٹو تھی، ایزل جب بھی روتی تھی وہ اپنی پوری کوشش کرتے ہوئے اسے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق چپ کرواتی تھی، کٹی پہ چپ کروانے کے انداز پہ ایزل شاہ نے اپنے آنسو رگڑ کے پونچھتے اسے اپنے سینے میں بھینچتے لیپ ٹاپ بند کیا تھا۔۔

ذی!! تم یہاں بیٹھی ہو! میں تمہیں پوری یونی میں ڈھونڈ چکا ہوں!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے قریب کرسی گھسیٹتا دانت کچکچاتے ہوئے مدھم آواز میں بولا تھا، وہ مدھم آواز میں اس لئے بول رہا تھا کیونکہ وہ اس وقت لائبریری میں موجود تھا، البتہ کرسی گھسیٹتے وقت وہ لائبریری کے رولز بھول چکا تھا جس پہ لائبریری انچارج نے اپنی عینک کو ناک سے نیچے کرتے ناگواری سے ارزم شاہ کو گھور کے پھر سے اپنی کتاب پہ نظریں جمائی تھیں۔۔ لائبریری انچارج آج اسے پہلی بار لائبریری میں دیکھ رہی تھی کیونکہ ارزم شاہ اور اسکے دوستوں نے کبھی بھی لائبریری آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔۔

مجھے ایک اسائمنٹ بنانی تھی اسی لئے یہاں آگئی!۔۔۔ ذائشہ ایک نظر لائبریری انچارج کو دیکھ کے دوسری نظر لائٹ براؤن شلوار قمیض میں ملبوس ارزم شاہ پہ ڈالتے مدھم آواز میں جواب دیا تھا۔۔ وہ اسے جواب دیتے ہی اس پر سے نظریں ہٹا چکی تھی، کیونکہ وہ شلوار قمیض میں بے حد خوبصورت لگ رہا تھا اور اس پہ تضاد آج تو وہ اپنے گلے کے گرد اسکن اجرک لٹکائے اور بھی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی زائشہ کا دل پہلوں میں زوروں سے دھڑک رہا تھا، وہ بمشکل اس پر سے نظریں ہٹا کے اپنا کام کر رہی تھی، ورنہ دل بار بار اسے دیکھنے کی تمنا کر رہا تھا۔۔

اسائمنٹ بعد میں بنانا! ابھی ہم شاپنگ پہ چل رہے ہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے سامنے پڑی کتابوں کو بند کرتا حکمیہ لہجے میں بولا تھا۔۔

شاپنگ پہ کیوں؟۔۔۔ ذائشہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز برتتی ایک بار پھر سے اپنی کتاب کھول چکی تھی، کیونکہ جانتی تھی اگر پھر اسکی طرف دیکھ لیا تو اسے ندیدوں کی طرح دیکھنے پہ مجبور ہو جائے گی! وہ آج لگ ہی اتنا پیارا رہا

تھا۔۔ ذائشہ نے دل میں بے ساختہ ماشاءاللہ کہا تھا اور کچھ جیلسی بھی ہو رہی تھی، آخر کیا ضرورت تھی اسے اتنا پیارا بن کے پوری یونی میں گھومنے کی؟ نا جانے کتنی لڑکیاں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہی ہوں گی!۔۔

کیا مطلب شاپنگ پہ کیوں؟ نکاح کی شاپنگ کرنی ہے!! یا تب بھی اسی عبایئے اور نقاب کو پہن کے مجھے اپنا چہرہ دیکھانے سے محروم رکھو گی؟۔۔۔ ارزم شاہ اپنی کھڑی مغرور ناک چڑھاتا دانت پیس کی بولا تھا۔۔ ارزم شاہ کل سے بے حد خوش تھا کیونکہ اس کی ذی نکاح کے لئے مان چکی تھی!! وہ دونوں بہت جلد نکاح کے بندھن میں بندھنے والے تھے۔۔

اتنی۔۔ جلدی۔۔ بھی۔۔ کیا ہے! ابھی مجھے اسائمنٹ بنانے دیں نا!۔۔۔ ذائشہ اسکے منہ سے نکاح کا ذکر سنتی لرزتی پلکوں کے ساتھ مصروف انداز میں بولی تھی۔

اسائمنٹ بعد میں میں بنا دوں گا! ابھی چلو پھر مجھے جمعہ کی نماز ادا کرنے جانا ہے اور شاپس بھی بند ہو جائیں گی جمعہ کے وقت!!۔۔۔ ارزم شاہ پھر سے اسکی کتابیں بند کرتا ضدی انداز میں بولا تھا۔ اسکے یوں کتابیں بند کرنے پہ ذائشہ کا پین زور سے اسکے اسائمنٹ پیج پہ گھسیٹا تھا، صفحے پہ بڑی سی لکیر لگ چکی تھی، مطلب ذائشہ جو پچھلے ایک گھنٹے سے لائنز ڈھونڈ ڈھونڈ کے محنت سے اپنی اسائمنٹ میں لکھ رہی تھی، ارزم شاہ کی ضد کی وجہ سے ایک جھٹکے میں اسکی پوری محنت پہ پانی پھر چکا تھا!

یہ کیا کیا آپ نے!! میں۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔ اتنی۔۔ محنت سے یہ سارا کام کیا تھا!!۔۔۔ ذائشہ اپنی آنکھوں میں نمی لئے دبے دبے غصے سے بولی تھی۔۔

آئی ایم سوری ذی! میں تمہیں ساری خود سے بنا دوں گی پرامس! پلیز رونا مت سٹارٹ کرنا! اور اب اسے بند کرو ہم شاپنگ پہ چل رہے ہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ افسوس سے اسکی اسائمنٹ کو دیکھتا معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے بولتا بے حد پیار الگ رہا تھا، وہ اپنی شکل یوں بنائے ہوئے تھا جیسے ذائشہ کی اسائمنٹ خراب ہونے پہ سب سے زیادہ دکھ اسی بندے کو ہو جبکہ دل میں وہ خوشی سے چہک رہا تھا۔۔ شکر ہے اسکی اسائمنٹ تو خراب ہوئی! اب وہ اپنی محبوبہ کو سکون سے شاپنگ کروا کے اسکے ساتھ کچھ اچھا وقت گزار سکے گا!!

مجھے نہیں جانا آپکے ساتھ!! میں خود بنالوں گی! ۔۔۔۔ذائشہ سپاٹ انداز میں بولتی غصے سے اس پیج کو پھاڑ کے اب دوسرے صفحے پہ الفاظ گھسیٹنا شروع کر چکی تھی، وہ اپنی اسائمنٹ خراب ہونے پہ ارزم شاہ کی آنکھوں کی چمک دیکھ چکی تھی۔۔اسے برا لگا تھا وہ اسکی محنت کو خراب کر کے اتنا اچھا فیل کر رہا ہے۔۔

ذی! میں نے سوری بولا نا! اور میری طرف دیکھو!۔۔۔ارزم شاہ اب کی بار سنجیدگی سے بولتا اسکی کتاب پہ اپنی انگلی بجا کے بولا تھا۔۔وہ کب سے نوٹس کر رہا تھا وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی ہے اور ارزم شاہ کی یہی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی، وہ چاہتا تھا وہ اسے ہر وقت اپنی نظروں کے حصار میں رکھا کرے!

نہیں دیکھنا مجھے! مجھے میرا کام کرنے دیں!!۔۔۔ذائشہ بے حد سنجیدگی سے بولتا اب دھڑا دھڑ لکھتی جا رہی تھی جیسے آج ہی ٹاپ کر لینا چاہتی ہو۔۔اسکے جواب دینے کے اس انداز پہ ارزم شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، وہ اسے یہی جواب کیوٹ انداز میں دیتی تو وہ یقیناً مسکرا دیتا! لیکن وہ اسے یہ جواب غصے اور سنجیدگی سے ملے جلے تاثرات سے دے رہی تھی جس پہ ارزم شاہ کو بھی اب غصہ آ رہا تھا۔۔وہ اسے کتنی چاہت سے شاپنگ کروانے کے لئے لے جانا چاہتا تھا لیکن وہ تھی کہ اسے گھاس بھی نہیں ڈال رہی تھی؟؟ارزم شاہ نے اپنے نچلے لب کو کاٹتے ٹیبل پہ دھڑے اپنے ہاتھ کی مٹھی زور سے بھینچتے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی۔۔وہ اب خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو اسکی طرف دیکھا بنا اپنا کام کر رہی تھی۔۔ارزم شاہ کا دل کر رہا تھا وہ اسکی اگنورینس پہ لائبریری میں پڑی تمام کرسیاں اٹھا اٹھا کے پٹکے!!

ذی! آئی ایم سوری! لاؤ میں ابھی اسائمنٹ بنا دیتا ہوں، ہم رات میں شاپنگ پہ چلیں گے!!۔۔۔ارزم شاہ نے ایک بار پھر سے اسے نرمی سے منانے کی کوشش کی تھی جو بلاوجہ اسے نظر انداز کر رہی تھی۔۔ذائشہ نے اب کی بار اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، ارزم شاہ کچھ پل اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد اپنا آئی فون نکال کے اس میں مصروف ہو چکا تھا۔۔ارزم شاہ جس میں ایٹیٹوڈ کوٹ کوٹ کے بھرا تھا، اس نے اپنی عادت کے خلاف جا کے اسے کافی بار پیار سے پچکارنے کی کوشش کی تھی لیکن ذائشہ کی خاموشی اسے غصہ دلا رہی تھی۔۔وہ چھوٹی سی بات کو لے کے اتنا برا ایکٹ کیوں کر رہی تھی؟ وہ سمجھ نا سکا!

ہیے شاہ!!! تھینک گاڈ تم مجھے یہاں مل گئے!!۔۔۔۔مسکان (کلاس فیلو) ارزم شاہ کے نزدیک آتی گہری سانس بھرتے مدھم آواز میں بولی تھی۔۔ارزم شاہ جو پہلے ہی تپا بیٹھا تھا مسکان کی آواز پہ اس نے اپنی غصے سے سرخی چھلکتی شہد رنگ آنکھوں کو اٹھا کے مسکان کی طرف دیکھا تھا جو ہر وقت بہانے بہانے سے اس کے قریب آنے کی کوشش کرتی تھی۔۔ارزم شاہ نے آبیبر واچکاتے ہوئے مسکان کی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔ذائشہ جو کب سے ارزم شاہ کو دیکھنے سے گریز برت رہی تھی مسکان کی آواز پہ اس نے جلدی سے نظریں اٹھاتے اس کی طرف دیکھا تھا جو ویسٹرن ڈریسنگ کر کے خود کو کوئی سوپر ماڈل سمجھتی تھی۔۔

ایکچولی مجھے تم سے اسائمنٹ میں کچھ ہیلپ لینی تھی! پلیز میری ہیلپ کر دو!!۔۔۔مسکان مسکینوں کی طرح اپنا میک اپ سے لدا چہرہ لٹکاتی ارزم شاہ کی منت کر رہی تھی، ابھی کے دل میں وہ جانتی تھی وہ ہمیشہ کی طرح اسے انکار کر دے لیکن پھر بھی مزید ایک ٹرائی مارنے میں کیا حرج تھا؟۔۔مسکان ان کی کلاس کی سب سے نالائق اور فیشن ایبل لڑکی تھی جو ہر لڑکی کی طرح ارزم شاہ پہ اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔۔اسکے پریسنٹلی ہی ایسی تھی کہ ہر لڑکی اس پہ مر مٹنے کو تیار ہو جاتی! مسکان کی بات پہ ذائشہ نے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو پہلے سے مسکان ی طرف متوجہ تھا۔ناجانے کیوں ذائشہ کو شدید جیلسی محسوس ہو رہی تھی، مسکان جس طرح سے اسکے ہونے والے بندے کا جائزہ لے رہی تھی، اسے ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا، وہ صرف ارزم شاہ کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔۔

میرے پاس ٹائم نہیں ہے!۔۔۔ارزم شاہ نے مسکان کو ہمیشہ والا جواب دیتے اپنی نظریں پھر سے فون پہ جمائی تھیں، ارزم شاہ کے جواب پہ ذائشہ تشکر بھری سانس بھرتی پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔ارزم شاہ ذائشہ کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔۔

پلیز شاہ! صرف دس منٹ میں ہو جائے گا! میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی!۔۔۔مسکان اپنی شکل مزید لٹکاتی پھر سے منت کر رہی تھی، صرف ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی تھی۔۔وہ لائبریری میں اسکی کرسی کے پاس کھڑی اس سے منت کر رہی تھی، ارزم شاہ کو اس کے انداز پہ عجیب سا غصہ آ رہا تھا۔۔

اوکے بیٹھو!!۔۔۔ارزم شاہ جان چھڑانے والے انداز میں بولا تھا جس پہ مسکان استہزایا نگاہوں سے زائشہ کی طرف دیکھتی ارزم شاہ کے بالکل ساتھ پڑی کرسی پہ براجمان ہوئی تھی۔۔ارزم شاہ اور مسکان کی کرسی میں فاصلہ نہ ہونے

کے برابر تھا جس پہ ذائشہ نے قہر برساتی نظروں سے ان دونوں کو گھورا تھا، اسے ارزم شاہ کا مسکان کو یہاں بیٹھنے کی اجازت دینا پسند نہیں آیا تھا اور اس پہ تضاد اسکی اسائمنٹ میں ہیلپ کرنا!!؟ ذائشہ کی سخت نگاہیں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اتنی ناراضگی میں بھی اسکی جلن کا خیال کرتے اپنی اور مسکان کی کرسی میں کچھ فاصلہ بنایا تھا لیکن ذائشہ ہنوز جیلس ہوتے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

اپنا ٹاپک کھولو!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنا نچلہ لب دباتا مسکان کی طرف دیکھ کے سنجیدگی سے بولا تھا جس پہ مسکان نے زور زور سے ہاں میں سر ہلاتے اس کے سامنے اپنی کتاب کھول کے رکھی تھی۔۔ ارزم شاہ ایک نظر اسکے ٹاپک پہ نظر ڈالتا اب اس سے پین مانگ رہا تھا، مسکان نے اسے پین پکڑاتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے ساتھ ٹچ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ارزم شاہ بہت طریقے سے اسکے ہاتھ سے پین پکڑتا اپنا ہاتھ اس سے ٹچ ہونے سے بچا چکا تھا۔۔

وہ اب کتاب پہ کچھ نشان لگاتا مسکان کو اسکی اسائمنٹ بنانے میں ہیلپ کر رہا تھا، ذائشہ کافی ضبط سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جس نے اس دوران ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ پہلے ذائشہ اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی اور اب وہ اپنا بدلہ اتارتا ہوا اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ مسکان سمجھنے کی بجائے ٹکٹکی باندھے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی، اسے ذائشہ سے بے حد جلن محسوس ہوتی تھی کیونکہ اب تو یونی کے ہر سٹوڈنٹ کو معلوم ہوتا تھا اگر ارزم شاہ نہیں مل رہا تو وہ یقیناً ذائشہ کے پاس گراؤنڈ میں ایک مخصوص پہ بنچ پہ بیٹھا ہو گا! بہت سے لوگ انہیں کپل اور کچھ لوگ انہیں دوست کی نظر سے دیکھتے تھے! لیکن ارزم شاہ کو کسی کی سوچ سے ذرا برابر بھی فرق نہیں پڑتا تھا!!

شاہ!۔۔۔۔۔ مسکان کو ارزم شاہ کے قریب ہوتے دیکھ کے ذائشہ نے خود ہی دل پہ پتھر رکھتے ہوئے ارزم شاہ کو پکارا تھا جس نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

وہ۔۔ مجھے۔۔۔ اسائمنٹ۔۔۔ بنانے۔۔۔ میں۔۔۔ ہیلپ۔۔۔ کر۔۔ دیں!!۔۔ ذائشہ جلے کٹے دل سے بولی تھی، زبان ارزم شاہ کے سامنے خود ہی لڑکھڑا چکی تھی۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ بھی تو یہی بول رہا تھا کہ وہ اسکی اسائمنٹ خود بنا دے گا لیکن نہیں ذائشہ بی بی کو تو تب ہی ایٹیٹوڈ دیکھانا تھا! اب وہ اپنے بلا فضول کے ایٹیٹوڈ پہ جی بھر کے معنے بھیج

رہی تھی۔۔پہلے ارزم شاہ کی بات مان لیتی تو اس منہوس مسکان کو اپنے ہونے والے بندے کے پہلو میں نہ دیکھنا پڑتا ۔۔ذائشہ غصے سے سوچ رہی تھی۔۔

ابھی میں مسکان کی ہیلپ کر رہا ہوں!!۔۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے جواب دیتا پھر سے مسکان کی کتاب پہ متوجہ ہو چکا تھا۔اب اپنی ناراضگی جتانے کا وقت ارزم شاہ کا تھا۔اسکے ٹکے سے جواب پہ ذائشہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا تھا جب مسکان تو ارزم شاہ کے منہ سے اپنا نام سنتی ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔۔

لیکن مجھے ابھی آپ کی ہیلپ کی ضرورت ہے!!۔۔۔ذائشہ نے ڈھیٹ بنتے ہوئے اسے پھر سے پکارا تھا کیونکہ جلن اب حد سے بڑھ رہی تھی۔۔

ہمم؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے اسکی طرف دیکھ کے ہنکارا بھرا تھا! اسکا دھیان زائدہ کی بجائے اسکی کتابوں کی طرف تھا ۔۔وہ جاننا چاہ رہا تھا اسے اب اسکی کس ہیلپ کی ضرورت ان پڑی ہے؟

آپ۔۔۔آپ۔۔اپنی۔۔چیئر۔۔یہاں۔۔۔لے۔۔۔آئیں۔۔دور سے آپکو نظر نہیں آئے گا!۔۔۔ذائشہ اپنی کتاب خود کے نزدیک کرتی بے حد کیوٹ انداز میں ارزم شاہ کو مشورے سے نواز رہی تھی کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک ٹیبل کا فاصلہ تھا۔۔وہ چاہتی تھی وہ اس منہوس مسکان کے پاس آٹھ کے اسکے ساتھ آ کے بیٹھے۔

ویٹ کرو!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے پہلے تو سوچا اسے اچھا خاصہ اگنور مارنے کا سوچا رگا جیسے وہ اسے کچھ دیر پہلے مار رہی تھی لیکن پھر اس کے کیوٹ سے انداز پہ پیار آیا تو اپنی ناراضگی میں تھوڑی سی کمی لاتے ہوئے اسے سنجیدگی سے کچھ انتظار کرنے کو بولتا پہلے کی طرح مصروف ہو گیا، آخر وہ اپنے ایٹیٹوڈ کی وجہ سے مشہور تھا تو تھوڑا بہت بھرم دیکھانا تو بنتا تھا نا؟ اب کی بار اسکے جواب پہ ذائشہ کی ہیزل آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھیں۔۔ذائشہ نے اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اپنی نظریں جھکاتے اپنی پلکوں کو جھپکا تھا۔۔وہ اسے ویٹ کرنے کو بولا اس منہوس مسکان کو ترجیح کیسے دے سکتا تھا؟

پانچ منٹ مزید گزر چکے تھے۔۔۔ارزم شاہ جب بھی ٹاپک بند کرنے لگتا مسکان سیریس انداز میں اس سے کام کے متعلق مزید سوالات کرنا شروع ہو جاتی! کیونکہ وہ اتنی مشکل سے اس کے ہاتھ آیا تھا وہ اتنی جلدی اس کے پاس سے اٹھنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔۔ارزم شاہ کی پرفیوم کی تیز خوشبو مسکان کو اپنے ہواسوں پہ چھاتی محسوس ہو رہی تھی۔۔

اوپسس!! سوری۔۔۔۔مسکان اچانک سے اپنی کرسی آگے کرنے کے بہانے ارزم شاہ کے کندھے پہ گرتی معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی، اس اچانک افتاد پہ ارزم شاہ نے حیرانگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے مسکان کی طرف دیکھا تھا۔۔ان دونوں کا آئی کانٹیکٹ دیکھتے ہوئے اب کی بار ذائشہ کی بس ہوئی تھی، مسکان کے ہاتھوں کو ارزم شاہ کے کندھے اور اسکی اجرک پہ دیکھ کے ذائشہ کو اپنا آپ انگاروں پہ لوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ مزید اس منظر کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی، اسی لئے وہ اپنی کتابیں اور بیگ پکڑتی آنسو بہاتی ہوئی جلدی سے لائبریری کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔ارزم شاہ نے جلدی سے مسکان کے ہاتھ اپنے کندھے اور اجرک سے ہٹاتے ہوئے اسے خود سے دور کیا تھا۔۔

What is this nonsense

ارزم شاہ دبی دبی آواز میں غرا کے بولتا مسکان کو غصے سے دیکھتا اب ذائشہ کی کرسی کی طرف دیکھنے ہی والا تھا جب اسکی نظر لائبریری کے دروازے سے باہر نکلتی ذائشہ پہ پڑی تھی۔ایک نظر اپنے سامنے خالی پڑی کرسی کو دیکھ کے ارزم شاہ کا دل کیا وہ اس مسکان کا سر اس ٹیبل پہ بجا دے جس نے جان بوجھ کے اسکے قریب آنے کے لئے یہ حرکت انجام دی تھی۔۔لائبریری میں کچھ سٹوڈنٹس ان کی طرف متوجہ ہوتے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکے تھے۔۔

سوری شاہ!!۔۔۔۔مسکان جھوٹی شرمندگی سے ابھی اپنی بات مزید جاتی رکھتا جب ارزم شاہ جلدی سے یہاں سے اٹھتا ہوا باہر کی طرف بڑھا تھا، اسکے یوں تیزی سے باہر کی طرف جانے پہ کتنی ہی لڑکیوں نے اسے آنکھ بھر کے دیکھا تھا جو اپنی منفرد اور دلکش پرسنیلٹی کی وجہ سے ہمیشہ سب سے الگ دکھتا تھا۔۔

ذائشہ روتی ہوئی اب مزید کوئی بھی کلاس لینے کی بجائے ہوسٹل کی طرف بھاگنے کے انداز میں بڑھ رہی تھی۔وہ ارزم شاہ کی نظر اندازی پہ شدید ہرٹ ہوئی تھی۔۔

ذی!!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسے آواز دیتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکے قریب پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن ذائشہ کی بھاگنے میں سپیڈ کافی اچھی تھی، وہ اسکی ہر پکار کو نظر انداز کرتی ہچکیاں بھرتے ہوئے ہوسٹل کا دروازہ پار کر گئی، وہ شارٹ کٹ راستہ اختیار کرتی لائبریری کی پیچھے والی سائیڈ سے ہوسٹل کی طرف گئی تھی۔۔

ذی!! میری بات سنو یار!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اسے ایک بار پھر سے بے بسی سے پکارا تھا لیکن وہ اسے پیٹھ دیکھاتی اپنی من مرضی کرتے_ اسے نظر انداز کرتی ہوسٹل کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ ارزم شاہ نے غصے سے اپنے شہد رنگ بال نوچتے ہوئے اس گھڑی کو کوسا تھا جب اس نے مسکان کی ہیلپ کرنے کا سوچا تھا!! ذائشہ پہلی بار اس سے اس قدر ناراض ہوئی تھی ورنہ وہ اتنا بر انا راض کبھی نہیں ہوتی تھی، وہ اسکے دو سے تین دفعہ پکارنے پہ ہی مان جایا کرتی تھی لیکن آج ذائشہ کے انداز و اطوار بیاں کر رہے تھے وہ جلدی ماننے والی نہیں تھی!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ میگا ایپسوڈ 51

میر ال شاہ جو جمائی روکنے کی غرض سے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے کیمپ سے باہر نکل رہی تھی، کیمپ سے نکلتے ہی اپنے بالکل سامنے فوجیوں کی کتنی ساری قطار کو دیکھ کے وہ چونکی تھی۔۔ وہ چونکی ان لمبی لمبی قطاروں کو دیکھ کے نہیں تھی بلکہ وہ چونکی ان قطاروں میں سب سے آگے کھڑے زوریز شاہ اور حازق خان کو دیکھ کے تھی جو دونوں ہی آرمی یونیفارم پہنے گردن اکڑا کے کھڑے "یس سر" بول رہے تھے۔۔ میر ال شاہ کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو! میر ال شاہ نے حیرانگی کی کیفیت میں اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں کو زور زور سے رگڑا تھا۔ اسی دوران حازق خان کی نظر سامنے کیمپ پہ کھڑی میر ال شاہ کی طرف اٹھی تھیں، میر ال شاہ جس طرح سے اپنی آنکھیں بار بار مسلنے کے بعد اپنا سر ہر براہٹ سے ہلاتی ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی، میجر خان کا دل کیا وہ زوردار قہقہ لگائے۔۔ وہ جانتا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے۔ میجر خان نے اپنے امڈتے قہقے کو کھانسی کے لبادے میں چھپایا تھا جس پہ کمانڈر نے اپنی بات کو روکتے ہوئے میجر خان کی طرف دیکھا تھا۔۔ باقی سب فوجی ہنوز سامنے کمانڈر کو دیکھ رہے تھے۔۔

سوری سر۔۔۔۔ کمانڈر کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے حازق خان نے بلند آواز میں ان سے معذرت کی تھی جس پہ کمانڈر نے پھر سے اپنی بات وہی سے شروع کی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے وقفہ لیا تھا، جبکہ میر ال شاہ کی حیرانگی ہنوز ختم نہیں ہوئی تھی۔۔ وہ حیرانگی سے اس پٹھان کی حرکتیں دیکھ رہی تھی جو اس وقت ایک قابل فوجی نظر آ رہا تھا۔۔

زوریز! یہ سب کیا ہے؟ تم نے یہ فوجیوں والا یونیفارم کیوں پہنا ہوا ہے؟ اور تم ایسے اکڑ کے سٹیچو بن کے کیوں کھڑے ہو؟۔۔۔ میرال شاہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں زوریز شاہ کے قریب آتی حیرانگی سے استفسار کر رہی تھی، زوریز شاہ جو کمانڈر کی بات غور سے سن رہا تھا، میرال شاہ کی آواز اپنے قریب سے سنتے ہوئے اس نے تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو ہر کسی کو فراموش کرتی اس سے عجیب و غریب سوال کر رہی تھی۔۔ کمانڈر نے ناگواری سے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ حاذق خان پہلے تو میرال شاہ کی اس حرکت پہ حیران ہوا، لیکن پھر اسکی نیلی آنکھوں میں دبے دبے غصے کا عنصر شامل ہوا تھا کیونکہ وہ اسی رات والے عجیب سے لباس میں ملبوس اتنے مردوں کے سامنے کھڑی تھی، میرال شاہ کی آواز پہ تمام فوجی بے ساختہ اسکی طرف اپنی گردن موڑ چکے تھے۔۔

آپی آپ یہاں سے جائیں پلیز! ہم بعد میں بات کرتے ہیں!۔۔۔ زوریز شاہ مدھم آواز میں اسے دانت پیس کے جواب دیتا اپنا دھیان پھر سے کمانڈر کی طرف کر چکا تھا جو نہایت تپے انداز میں میرال شاہ کو گھور رہے تھے۔۔

نہیں کیوں جاؤں میں؟ تم جب تک مجھے میری باتوں کا جواب نہیں دو گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گی! اگر و تم سوچ رہے ہو تم ان فوجیوں کے ساتھ تھوڑی بہت ٹریننگ لے کے فوج میں برتی ہو جاؤ گے تو یہ بھول ہے تمہاری! مجھے اپنی بہن کے لئے ایک فوجی قطعی منظور نہیں ہے!! اور تم جانتے ہو مرحا کو فوجی بالکل پسند نہیں ہیں! ۔۔۔ میرال شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے روعب سے بولتی ہوئی زوریز شاہ کے ساتھ ساتھ سب کے چودہ طبق روشن کر چکی تھی۔

میرال شاہ کی باتوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ زوریز شاہ کی سالی ہے۔

میجر شاہ!!!!!۔۔۔ کمانڈر غصے سے بلند آواز میں دھاڑنے کے انداز میں زوریز شاہ کو مخاطب کر رہے تھے، زوریز شاہ کو شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی اتنی سبکی کا احساس ہوا ہو جتنا اسے اس وقت میرال شاہ کی وجہ سے ہو رہا تھا۔۔ جبکہ میرال شاہ تو حیرانگی سے کمانڈر کی پکار سننے کے بعد زوریز شاہ کو "سوری سر" کہتے ہوئے سن رہی تھی!

تو کیا یہ بڈھا کمانڈر اسکے بہنوئی کو "میجر شاہ" بول رہا تھا؟ میرال شاہ نے بنا پلکیں جھپکائے سوچا تھا۔۔

وہ ابھی یہ سب سوچ ہی رہی تھی جب میرال شاہ کی نظریں زوریز شاہ کی آرمی شرٹ پہ سینے پہ بنی پاکٹ کی طرف اٹھی تھی، اسکی پاکٹ کے اوپر "major shah" (میجر شاہ) کی لکھی تحریر کو پڑھتے ہوئے میرال شاہ نے نفی میں سر ہلایا تھا، وہ حیران در حیران تھی۔۔

میر ال شاہ اب اسی حیرانگی سے گھوم کے دوسری قطار میں سب سے آگے کھڑے حازق خان کی طرف آئی تھی، اسے یوں اچانک سے خود کے قریب کھڑے دیکھ کے میجر خان کا دل زور سے دھڑکا تھا، جب کے باقی آفیسرز اور کمانڈر حیرانگی سے میر ال شاہ کی حرکتوں کو دیکھ رہے تھے، کمانڈر کے چہرے پہ غصہ واضح تھا۔۔

یو نقلی میجر!! تم ہماری فوج کو دھوکا دے رہے ہو؟؟ انکل یہ مافیہ کا بندہ ہے، یہ مافیہ کے ساتھ ملا ہوا ہے میں نے خود اسے کلب کے واشروم میں ایک بندے کو بے دردی سے قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ میر ال شاہ اسکے سینے پہ لکھی "میجر خان" کی تحریر کو پڑھ کے آپے سے باہر ہوتی اسکے سینے پہ اپنی انگلی ٹھوکتے ہوئے_ کمانڈر کو اسکی حقیقت بتا رہی تھی، میر ال شاہ کی باتوں پہ حازق خان کے ساتھ ساتھ سب کی آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں، زوریز شاہ نے اپنی گردن دائیں طرف موڑ کے حازق خان کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ حازق خان کا دل جو پہلے ہی میر ال کی نزدیکی پہ دھڑک رہا تھا، اپنے سینے پہ میر ال شاہ کی انگلی محسوس کرتے ہوئے اسکا دل اب کانوں میں بج رہا تھا۔۔

گیٹ لاسٹ!!!۔۔۔۔ کمانڈر میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے دھاڑے تھے، وہ ایسے ہی تھے غصے کے بے حد تیز، میر ال شاہ کی حرکتوں پہ ان کا بی پی شوٹ کر چکا تھا۔۔

ہاااا!! تمیر سے بات کریں! مانا آپ ہمارے بڑے ہیں لیکن میں میر ال شاہ ہوں، زوریز کے بابا جان سیاست میں ہیں جو کہ میرے ماموں ہیں! میری ایک شکایت پہ وہ آپکو فوج سے۔۔۔۔ ابھی میر ال شاہ اپنی بات مکمل کرتی جب زوریز شاہ نے تیزی سے اسکی بات کاٹی تھی۔

آپی پلیز یہاں سے جائیں! ۔۔۔۔ زوریز شاہ کے لہجے میں اب کی بار التجاء غصہ اور سختی تھی جسے محسوس کرتے ہوئے میر ال شاہ نے بھی جواباً غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا جبکہ کمانڈر کو لگا وہ اپنا ضبط کسی بھی وقت کھو دیں گے، اس لڑکی کی دھمکی نے انہیں جلتے توے پہ بٹھایا تھا۔۔

تم آج سے میرے جیجو کی لسٹ سے نکل چکے ہو زوریز شاہ کیونکہ میں جانتی ہوں میری بہن مرتی مر جائے گی وہ ایک خفیہ فوجی کو کبھی قبول نہیں کرے گی! میں ابھی جا کے یہ سب مرحا کو بتاتی ہوں!! اور انکل میں سچ بول رہی ہوں یہ بندہ مافیہ کا ہے یہ ہمارے پاکستان کے لئے نقصان کا باعث بنے گا! لکھوا لیں مجھ سے!!۔۔۔ میر ال شاہ پہلے زوریز شاہ

کو دانت پیس کے جواب دیتی ساتھ میں کمانڈر کی طرف دیکھ کے میجر خان کو اشارہ کرتی پورے کانفیڈنس سے بولی تھی جس پہ میجر خان کا دل کیا وہ اس فتنی عورت کا گلا دبا دے۔۔ جبکہ زوریز شاہ کا دل کیا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔۔ میرال شاہ سب کے سامنے اسکی دو کوڑی کی کر کے رکھ چکی تھی۔۔ اسے مرحا شاہ کو بتانے کی دھمکی دیتی وہ کمانڈر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی پھر سے کیمپ میں غائب ہوئی تھی۔۔

اٹھو!! مرحا جلدی سے اٹھو!! مرحا ویک اپ!!۔۔۔ میرال شاہ تیزی سے سوئی ہوئی مرحا شاہ کے پاس بیٹھتی اسکے کندھے کو ہلاتے ہوئے اسے چیخ چیخ کے اٹھا رہی تھی، اسکے یوں چیخنے پہ مرحا شاہ نے ہربراتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔

جی آپی! کیا ہوا؟۔۔۔۔ مرحا شاہ نے اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے میرال شاہ کے یوں چیخنے کا مقصد جاننا چاہا تھا، میرال شاہ کی پکار کی وجہ سے کچھ دوسری ڈاکٹرز کی بھی آنکھ کھل چکی تھی۔۔

کیا ہوا ہے یہ تمہیں میں نہیں اب تمہارا بندہ بتائے گا! باہر چلو میرے ساتھ اور دیکھو کیا گل کھلا رہا ہے وہ!!۔۔۔ میرال شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے کھڑا کرتی دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔ مرحا شاہ نے میرال کی بات پہ نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

چلو نا!!۔۔۔ اسے کچھ تلاشتے دیکھ کے میرال شاہ اب کی بار دبے دبے غصے سے بولی تھی۔۔

اچھا آپی! دوپٹا تو ڈھونڈ لینے دیں! نہیں تو مجھے بنا دوپٹے کے دیکھ کے ایسے ہی فضول میں بھڑکنے لگے گا وہ!!۔۔ مرحا شاہ اپنا دوپٹا تلاشتی ہوئی مصروف انداز میں بولا تھی، وہ اس طرح سے بولتی ہوئی تمام ڈاکٹرز کو بے حد کیوٹ لگی تھی جو اپنے بندے کی پوز سیسو و نیچر پہ اتنے مان سے اب خود پہ دوپٹا اوڑھ رہی تھی۔۔ دوپٹا لیتے ہی وہ میرال شاہ کے کھینچنے پہ اسکے ساتھ گھسیٹتی چلی گئی۔۔

یہ دیکھو اپنے بندے کی طرف!! خفیہ میجر بن کے ہمیں دھوکا دیتا رہا ہے! بتاؤ اسے کہ تمہیں فوجی پسند نہیں ہیں!!۔۔ میرال شاہ اسے گھسیٹنے کے انداز میں زوریز شاہ تک لاتی روعب سے بولی تھی، کمانڈر جنہوں نے میجر شاہ اور میجر خان کو گھور کے دیکھنے کے بعد بے حد ضبط سے اپنی تقریر پھر سے شروع کی تھی میرال شاہ کے ساتھ اب ایک

اور بندی کو دیکھتے ہوئے ان کا دل کیا وہ اپنا ماتھا پیٹ لیں! کمانڈر کا چہرہ غصے سے بے حد سرخ تھا، نقوش تن چکے تھے۔۔

آپی! چھوڑیں مجھے! کیا کر رہی ہیں! سب دیکھ رہے ہیں!۔۔۔۔ مرحاشاہ مدھم آواز میں میرال شاہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتی اسے چپ کروا رہی تھی جو یوں ریکٹ کر رہی تھی جیسے دھڑنا دے رہی ہو۔ میرال شاہ کو پھر سے اپنے گلے پڑتے دیکھ کے زوریز شاہ نے خود پہ سو بار لعنت بھیجی تھی، آخر کیا ضرورت پڑی تھی اسے کل وہ عجیب و غریب کہانی گھرنے کی؟ آخر اس نے کل ہی میرال شاہ کو حقیقت کیوں نہیں بتائی تھی؟

دیکھنے دو سب کو! تم صرف اپنے بندے کا گریبان پکڑو جس نے ہم سب کو دیکھا دیا ہے! ان انکل نے خود میرے سامنے اسے میجر شاہ بولا تھا اور یہ دیکھو اس کی آرمی شرٹ پہ بھی میجر شاہ لکھا ہوا ہے!۔۔۔۔ میرال شاہ اس وقت اپنی بہن کی فکر میں پاگل ہوتی ہوئی کبھی زوریز شاہ اور کبھی کمانڈر کی طرف دیکھ کے اپنی بات مکمل کر رہی تھی۔۔

میرال شاہ کی بات کی مرحاشاہ کی نظریں زوریز شاہ کی شرٹ سے ہوتی ہوئی اسکے چہرے کی طرف اٹھی تھیں، زوریز شاہ جس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا مرحاشاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ بے ساختہ اپنی سنہری شاہزادی کی سنہری آنکھوں میں کھو چکا تھا، اسکی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں، سنہری آنکھوں میں سرخی واضح تھی، وہ یقیناً رات بھر روتی رہی تھی، زوریز شاہ نے سب کو فراموش کرتے ہوئے مرحاشاہ کو دیکھ کے فکر مندی سے سوچا تھا جبکہ مرحاشاہ اسے ناچاہتے ہوئے بھی دیکھتی جا رہی تھی، وہ لمبا چوڑا نوجوان آرمی یونیفارم میں لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا کہ وہ چاہ کے بھی اس سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔

"ہم نے دیکھا ہے بہت غور سے

تیری چہرے پہ تیری آنکھیں کمال کرتی ہیں"

اسکی سنہری خوبصورت آنکھوں میں دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے بے ساختہ دل میں یہ شعر پڑھا تھا۔۔

ان دونوں کو ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوتے دیکھ کے میرال شاہ اپنے سر پہ افف کے انداز میں ہاتھ مارتی نیچے زمین پہ سکتی پالتی مار کے بیٹھی تھی۔۔

?Movie name please

میر ال شاہ نے دانت پیستے ہوئے باقی سب کو مخاطب کرتے ان سے اس فلم کا نام پوچھا تھا۔ میر ال شاہ کی آواز پہ مرحا شاہ اور زوریز شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔۔

Lovebirds

میجر خان نے بے حد مدھم آواز میں میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے سرگوشی کی تھی۔۔

یو نقلی میجر! تم بھی کسی فلم سے کم نہیں ہو! غدار! مافیہ کے ڈون! تم تو بات مت کرو مجھ سے!! مکامار کے تمہارا منہ توڑ دوں گی جسے کھول کے بک بک کرتے ہوئے کل مجھے انسلٹ کر رہے تھے۔۔ میر ال شاہ اسکی سرگوشی پہ تپے ہوئے انداز میں اسے باقاعدہ مکا دیکھاتے ہوئے گویا ہوئی تھی، تمام فوجیوں نے میر ال شاہ کی بات پہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی، جبکہ حازق خان کا چہرہ بالکل زوریز شاہ کی طرح غصے سے سرخ ہوا تھا۔ کمانڈر اور آفیسرز کے سامنے اپنی درگت بنتے دیکھ کے ان دونوں کو اس وقت شدید شرمندگی ہو رہی تھی۔۔

آپی کو لے کے ج۔۔۔۔ ابھی میجر شاہ مدھم آواز میں مرحا شاہ کو کچھ بولتا جب کمانڈر کی غصیلی آواز ہوا میں گونجی تھی۔۔

Major Shah and major khan get lost from here with your girls

(میجر شاہ اور میجر خان اپنی اپنی لڑکیوں کو لے کے یہاں سے دفعہ ہو جاؤ!!!)۔۔۔۔ کمانڈر کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تو غصے سے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑے تھے، یہ ان دونوں کی اپنی آرمی جاب کی ہسٹری میں پہلی بے عزتی تھی جو دن ون اینڈ اونلی میر ال شاہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔

But sir I don't have any girl

میجر خان نے کمانڈر کی بات سے اختلاف برتتے ہوئے جلدی سے انہیں اپنی صفائی دی تھی۔۔

I said get lost Shah & khan

کمانڈر مزید غصے سے دھاڑے تھے جس پہ میجر خان اور میجر شاہ دونوں ہی کمانڈر کے حکم پہ اب کی بار سوری سر کہنے کی بجائے ایک دوسرے کی طرف ضبط سے دیکھتے وہاں سے جا چکے تھے کیونکہ کمانڈر کا لہجہ حتمی تھا۔۔

سوری سر!!!۔۔۔مرحاشاہ نے شرمندگی سے کمانڈر کو سوری بولتے ہوئے جلدی سے میرال شاہ کو زمین سے کھڑا کیا تھا جو ناگواری سے اسے بڑھے کمانڈر کو گھور کے دیکھ رہی تھی۔مرحاشاہ اب میرال کے مزید کچھ بھی بولنے سے پہلے اسے گھسیٹ کے یہاں سے لے جا چکی تھی۔۔

ذی!! لسن ٹو می!!۔۔۔۔۔۔کلاس سے باہر نکلتے ہی ذائشہ کو تیز تیز چلتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسکے ساتھ قدم ملاتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کی تھی جو صبح سے اسے اور اسکی نظروں کو جی بھر کے اگنور کر رہی تھی،وہ کلاس میں لیکچر سننے کی بجائے ٹکٹکی باندھ کے اسکی طرف دیکھتا رہا تھا لیکن مجال تھی جو اس نے اسکی نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے اسکی طرف ایک دفعہ بھی دیکھا ہو۔۔وہ جانتا تھا وہ اسکی نظریں خود پہ محسوس کر رہی تھی کیونکہ اس کے لرزتے ہاتھ اس بات کے گواہ تھا !

ذی!! آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟کیوں بات نہیں سن رہی ہو میری؟۔۔۔اسے ہنوز خاموشی سے چلتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسے کلائی سے پکڑ کے خود کے قریب کھینچتے ہوئے دبے دبے غصے سے استفسار کیا تھا۔۔

مسکان ہے نا آپکی باتیں سننے کے لئے اور آپ کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے!! پھر آخر میں آپکی بات کیوں سنو ؟؟۔۔۔ذائشہ اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑوانے کی تگ ودو کرتی سنجیدگی سے بولی تھی،لہجے میں غصہ اور جیلسی صاف نمایاں تھی۔۔

اچھا اور بولو! بولتی جاؤ! جو بولنا چاہتی ہو بول لو لیکن یوں خاموش مت رہو! تمہاری خاموشی میری جان لیتی ہے یار! ارزم شاہ اسکے ہاتھوں کو پیار سے اپنے ہاتھوں میں تھامتا بے بسی سے بولا تھا۔۔

مجھے کچھ نہیں بولنا! ایون آپکے ساتھ بات بھی نہیں کرنی! ۔۔۔ذائشہ اب کی بار اسکی کل کی اگنورینس کو یاد کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لے کے بولی تھی،اب وہ قدرے سائیڈ پہ تھے،ارزم شاہ اسے زبردستی کونے والی سائیڈ پہ لا چکا تھا جو اب ایموشنل ہو رہی تھی۔۔

اتنا ظلم اور وہ بھی اپنے ہونے والے پتی (شوہر) پہ؟۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات سننے کے بعد اسکی ہیزل رنگ آنکھوں میں آنسو دیکھتا کسی بالی ووڈ ایکٹر کے انداز میں اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے بولا تھا۔ اسکے منہ سے پتی لفظ سنتے ہوئے ذائشہ کی پلکیں لرزی تھیں، اس نے ناراضی سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی تگ و دو کی تھی۔

"آج پھر تم پہ پیار آیا ہے

بے حد اور بے شمار آیا ہے"

اسکے یوں نظریں جھکانے پہ ارزم شاہ نے اسے منانے کی غرض سے ایک رومانٹک سے گانے کے دو بول سرگوشی نما آواز میں اس کے کان میں گنگنائے تھے۔

چھو۔۔چھوڑیں۔۔میرا۔۔۔ہاتھ۔۔۔ذائشہ منمنائی تھی۔۔اسکی نزدیکی پہ ذائشہ کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں، دل پہلو میں زوروں سے دھڑکا تھا۔ اسکے کپکپاتے ہاتھ کو محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اسکے ہاتھ کو چھوڑتے اس سے کچھ فاصلہ بنایا تھا۔۔

یوں خاموش رہو گی تو پھر میں زبان بھی یونہی اپنے انداز میں کھلواؤ گا ذائشہ بی بی!!۔۔۔ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا آبیبرو آچکا کے اپنے سر کو خم دیتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ آج بلیک پینٹ پہ وائٹ وی نیک ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا، سلور چین آج بھی اسکی دودھیا سفید گردن سے اپنی جھلک دکھلا رہی تھی، ہالف سلیوٹی شرٹ کی وجہ سے بازو کے پھولے مسلز مزید واضح ہو رہے تھے۔۔

ذائشہ اس لمبے چوڑے انسان کے سامنے ایک چیونٹی سی معلوم ہوتی تھی۔۔۔ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا تھا۔ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے وہ شکوے سے نظریں پھیر چکی تھی۔۔

یار ناراضگی ختم کرو ذی! تم جانتی ہو تمہیں ناراض دیکھ کے میرے انگ انگ سے رومینس پھوٹ رہا ہے !

U can say that Arzam Shah is not in halal mood right now

سو پلیز مجھے مزید گناہگار کروانے کی بجائے نارمل ہو جاؤ۔۔۔کیونکہ مجھے نارمل بندوں کی طرح نہیں بلکہ رومانٹک بندوں کی طرح منانا آتا ہے۔۔آگے تمہاری مرضی۔۔۔ارزم شاہ اسکے نظریں پھیرنا پہ کندھے اچکاتا گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولا تھا۔۔۔ارزم شاہ کی بے باک باتوں پہ ذائشہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلا

کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکے یوں دیکھنے پہ ارزم شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے اپنی جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکالا تھا، اسکے سامنے جان بوجھ کے سیگریٹ پینا تو اب جیسے ارزم شاہ کی عادت بن چکی تھی، اسے سیگریٹ جلا کے گہرے کش بھرتے دیکھ کے ذائشہ چاہ کے بھی اپنی نظروں کا زاویہ نہ بدل سکی! وہ اسکی کمزوری سے واقف ہونے کے بعد یونہی اسکے سامنے سیگریٹ کے سوٹے لگایا کرتا تھا۔

م۔مجھے۔۔۔دوسری۔کلا۔۔کلاس۔۔لی۔۔لینے۔۔جا۔۔جانا۔۔ہے۔۔۔ذائشہ اپنی نظروں کو بمشکل اس سے ہٹاتی پھر سے منمنائی تھی۔۔

لیکن مجھے ابھی تمہیں منانا ہے ڈرلنگ!!۔۔۔۔ارزم شاہ سیگریٹ کا مزید ایک گہرا کش بھرتا گھمبیر تا میں بولا تھا۔۔

م۔میں۔۔ناراض۔۔ نہی۔۔ نہیں۔۔۔ہوں۔۔۔ذائشہ نے سپاٹ انداز میں جواب دیا تھا لیکن لہجہ خود بخود لڑکھڑا گیا۔۔

وہ تو نظر آرہا ہے! ۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا بھاری آواز میں بولا تھا۔ ذائشہ اب کی بار خاموش رہی۔۔

اگر تم کل شاپنگ کے لئے مان جاتی تو ہماری لڑائی کبھی نہیں ہوتی!! ایون میں۔۔۔۔۔ارزم شاہ ابھی مزید کچھ بولتا جب ذائشہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ہاں ساری غلطی میری تھی! صاف صاف بولیں نا کہ میں ایک ماچس کی تیلی ہوں جس نے آگ بھڑکائی تھی؟؟۔۔۔ ذائشہ خفگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے بولی تھی، اسکی باتوں پہ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ جو ہمیشہ کی طرح آج بھی خود سے امیجن کیا ہوا بولتی بیوقوفی کی مثال قائم کر رہی تھی۔۔

ذی!! فار گاڈ سیک۔۔۔۔ارزم شاہ اپنا سیگریٹ زمین پہ پھینک کے اپنے بھاری بوٹوں تلے مسلتا_ اپنے سر کو نفی میں ہلاتا کھکھلاتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکے یوں ہنسنے پہ ذائشہ ناراضگی میں بھی اس کے صدقے واری جا رہی تھی۔۔

ساری غلطی میری تھی! مجھے مسکان کو وہاں بیٹھنے کے لئے نہیں بولنا چاہیے تھا! مجھے خیال رکھنا چاہیئے تھا کہ میری ہونے والی پتنی (بیوی) ایک بے حد جیلس اور بیوقوف بی بی ہیں!!۔۔ارزم شاہ اسکے سر پہ ہولے سے چپت لگاتا اپنی

کھڑی مغرور ناک کو سکوڑتا ہوا دلفریب انداز میں بولا تھا۔۔ اگر اس کی ذی اسے ہرا کے خوش ہوتی تھی تو وہ ہار چکا تھا ۔وہ اس کی محبت تھی، اسکے آگے ہارنا بھی ارزم شاہ کو خوشی دیتا تھا۔ وہ اب سے اپنے ٹیسٹ میں بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ چھوڑ دیا کرتا تھا تاکہ کلاس میں اس سے زیادہ نمبر اسکی ذی کے آئیں! ورنہ ہمیشہ کلاس میں زیادہ مارکس ارزم شاہ کے جبکہ دوسرے نمبر پہ ذائشہ کے آتے تھے۔۔

میں۔۔بیوقوف۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ہوں۔۔۔ذائشہ اسکی باتوں کا برا مانتی منہ پھولا کے بولا تھا، البتہ اسکے لفظ پتنی پہ اسکے گال سرخ ہوئے تھے جنہیں اسکا نقاب ارزم شاہ کی نظروں سے چھپانے کا کام انجام دے رہا تھا۔۔

ارے ہاں میرے منہ سے نکل گیا!! رکو مجھے آج ایک بات پھر سے تمہاری عقل مندی (بیوقوفی) کا صدقہ نکالنے دو، کہیں میری نظر نہ لگ جائے میرے بچے کو!!۔۔۔۔ارزم شاہ اپنا قہقہ ضبط کرتا اپنی جیب سے ایک ساتھ ڈھیروں نوٹ نکال کے اسکے سر سے وارتا اسے آنکھ دبا کے بولا تھا، یہ منظر بے حد دلکش تھا، اسے خود پر سے پیسے وارتے دیکھ کے ایموشنل سی ذائشہ کی ہیزل رنگ آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ بالآخر کھکھلاتی ہوئی اپنی نظریں جھکا گئی۔ وہ ہمیشہ اسکی عقلمندی (بیوقوفی) کا یونہی صدقہ نکالا کرتا تھا۔۔

آئیندہ سے ہم مسکان کو دیکھ کے راستہ بدل لیا کریں گے! کیونکہ ہم نہیں چاہتے کوئی بھی کالی بلی ہمارا راستہ روک کے بدشگونی کرے!! ٹھیک؟؟۔۔۔ارزم شاہ اسکے سر سے نوٹ وارتا ہوا معصومیت سے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا۔۔

کون سی فلم دیکھ کے آئے ہیں؟۔۔۔۔ذائشہ جو کب سے اسکے فلمی انداز کو نوٹ کر رہی تھی بالآخر اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے اسے گھورتی ہوئی پوچھ بیٹھی۔۔

نہیں کرو!! رات میں دیکھی تھی، بہت ڈیش (رومانٹک) فلم تھی!! اور قسم لے لو دیکھتے ہوئے صرف ایک ہی بندی یاد آئی تھی جو میری ہونے والی پتنی ہے!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے کندھے سے اسکا بیگ اتار کے اپنی ہاتھ میں پکڑتا قہقہ لگا کے بولا تھا، وہ اب ہولے ہولے سے چلتا اسے بھی اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کر رہا تھا، ذائشہ نے اسکے شوخ انداز پہ سرخ پڑتے ہوئے اپنی نظریں جھکائی تھی۔ آئیندہ اسکی توبہ جو اس بے باک بندے سے ایسا کوئی سوال کرے۔۔

ہم شاپنگ پہ چل رہے ہیں! اور آج نو بہانہ!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ختمی انداز میں بولتا اپنی انگلی اسکی طرف اٹھا کے کچھ روعب سے بولا تھا جس پہ ذائشہ نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں میں کچھ نخرہ لیے ہاں میں سر ہلایا تھا۔وہ جس طرح سے اسکے لاڈ اٹھا رہا تھا وہ خود پہ رشک کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکی۔۔

گلالئی ہوٹل کے کمرے میں سرخ ساڑھی پہنے،لائٹ سا میک اپ کئے،ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں پہنے پیروں پہ ریڈ سٹائلش سی ہیل پہنے احان شاہ کا انتظار کر رہی تھی۔۔لمبے بھورے بالوں کو لوز سے کرلز ڈالے گئے تھے۔احان شاہ ابھی اسے یہاں پہ چھوڑ کے اسے دو منٹ کا بول کے باہر گیا تھا،احان شاہ نے اسے سختی سے بولا تھا،چاہے کوئی بھی ہو دروازہ مت کھولے کیونکہ وہ خود جب بھی آئے گا چابی سے دروازہ کھول کے اندر آئے گا،احان شاہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج آفس سے جلدی آ کے اسے باہر لے کے جائے گا تا کہ وہ دونوں کچھ ساتھ پر سکون وقت گزار سکیں! اور وہ اپنا وعدہ پورا کر کے اسے اسلامباد کے سب سے مہنگے ہوٹل میں لایا تھا۔۔ہوٹل کا کمرہ پھولوں اور رومانٹک لائٹوں سے بے حد خوبصورت اور رومانٹک انداز میں سجایا گیا تھا! گلالئی کب سے کمرے کے رومانٹک سے ماحول کو دیکھتی سر تا پاؤں سرخ پڑ رہی تھی،اسکی شدت پسندی اور جنونی انداز یاد کرتے ہوئے گلالئی کے ماتھے پہ ننھے ننھے پسینے نمودار ہو رہے تھے۔۔وہ احان شاہ کی فرمائش پہ ہی یوں تیار ہوئی تھی،پچھلے تین دنوں سے وہ دن رات احان شاہ کی شدت بھری قربت میں گزارتی ہر وقت سرخ گلاب بنی رہتی! شاہ بی بی کو اسکے چہرے میں گھلتی سرخیاں بے حد طیش دلاتی تھیں جس سے گلالئی ناواقف تھی! گلالئی خود پہ احان شاہ کی اسکن اجرک بار بار درست کرتی اپنے بھورے بال کانوں سے پیچھے کرتی یوں شرما رہی تھی جیسے احان شاہ اسکے سامنے موجود ہو۔احان شاہ اسکے لئے جو ریڈ ساڑھی لے کے آیا تھا وہ بے حد بیہودہ اور بیک لیس تھی جسے دیکھتے ہوئے ایزل شاہ نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا تھا۔ایزل شاہ نے اسکی ایک بھی نہ نہ سنے بغیر اسے خود تیار کیا تھا۔۔گلالئی نے احان شاہ کے کہنے پہ تیار ہونے کے بعد ساتھ ہی خود پہ اسکی اجرک لی تھی کیونکہ احان شاہ کا کہنا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے خود کو اجرک میں ڈھانپ کے رکھے تا کہ وہ اسے دیکھ کے بے قابو ہو تا ہوٹل جانے کا ارادہ کینسل نہ کر ڈالے۔۔گلالئی نے ایک سیکنڈ کے لئے

بھی خود سے اسکی اجرک سرکنے نہیں دی تھی۔۔ احان شاہ نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بھی خود پہ بے حد ضبط کیا تھا ورنہ بس نہیں تھا جگہ اور وقت کا لحاظ کئے بنا اپنی نازک بیوی کو اپنی شدتوں سے بھوکھلا کے رکھ دے۔ گلالئ اپنی انگلیاں مڑورتے ہوئے ابھی احان شاہ کا انتظار ہی کر رہی تھی جب کسی نے زور زور سے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ دستک کی اتنی بلند آواز پہ گلالئ نے سہمتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ اسے یاد تھا احان شاہ نے اسے بولا تھا کہ چاہے کوئی بھی ہو وہ دروازہ نہیں کھولے گی! وہ اپنی گاڑی کسی اچھی اور محفوظ جگہ پہ پارک کرنے گیا تھا کیونکہ ہوٹل کی پارکنگ تقریباً فل تھی، وہ اپنے ساتھ اپنا کوئی بھی آدمی نہیں لایا تھا ورنہ احان شاہ کو یہ کام کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔۔

ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔۔۔ ایک بار پھر سے دروازے پہ زور سے دستک ہوئی تھی جس پہ گلالئ خوفزدہ ہوتی جلدی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہ دل میں اللہ کو پکارتی آنکھوں میں آنسو لئے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی، گلالئ کا پورا وجود اس وقت خوف کے احساس سے لرز رہا تھا۔۔

کو۔۔ کون۔۔۔ ہے۔۔۔ بار بار دروازے پہ ہوتی دستک پہ گلالئ نے بلند آواز میں لڑکھڑاتے لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

دروازہ کھولو!!۔۔۔۔۔۔۔ کسی مرد کی بھاری اور ڈراؤنی آواز سنتے ہوئے گلالئ کو اپنی رہی سہی جان بھی نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔ یہ آواز احان شاہ کی قطعی نہیں تھی۔۔

شاہ سائیں!۔۔۔۔ گلالئ نے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا کے روتے ہوئے احان شاہ کو پکارا تھا جو دو منٹ کا بول کے پورے دس منٹ سے غائب تھا۔۔ دستک ہنوز جاری تھی، کوئی بار بار اسے دروازہ کھولنے کا بول رہا تھا لیکن گلالئ جواب دینے کی بجائے آیت الکرسی کا ورد کرتی بار بار احان شاہ کے جلدی آنے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔۔ کچھ منٹوں بعد دستک کی آواز آنا بند ہوئی ہی تھی جب لاک کھولنے کی آواز نے گلالئ کے چھکے چھڑائے تھے، کسی کو کمرے کا لاک کھولتے دیکھ کے گلالئ لرزتے ہوئے پیچھے دیوار کے ساتھ جا کے لگی تھی۔۔ اب تو گلالئ کی رو رو کے ہچکیاں بندھ چکی تھیں، آنکھوں میں ڈر و خوف واضح تھا۔ وہ کچھ بولنا چاہ رہی تھی لیکن اسے اپنی زبان کانپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

رات کا وقت تھا۔۔ ایزل شاہ ابھی ہی نماز اور قرآن پڑھ کے کاظم شاہ کو اپنی دعاؤں میں مانگنے کے بعد بیڈ پہ بیٹھی تھی۔۔ وہ اپنے سیکنڈ ایئر کے پیپرز دیتے ہی اسلامک سینٹر جانا شروع کر چکی تھی۔۔ اسے اپنے دین کے بارے میں بے حد دلچسپی ہو رہی تھی۔ وہ اب صرف اللہ سے محبت کرنا چاہتی تھی جس نے اسے پیدا کیا تھا۔ اسے خود پہ افسوس ہوتا تھا جس نے پچھلے کتنے ہی دن روتے ہوئے کاظم شاہ کو یاد کر کر کے گزارے تھے، اگر اتنے ہی دن وہ اللہ کی یاد میں گزار لیتی تو شاید اتنا تڑپنے کی بجائے کچھ پر سکون رہتی۔۔ پریگینسی کے دروان وہ بہت کم کھانا شروع کر چکی تھی، اسے بھوک ہی نہیں لگتی تھی، اگر کبھی بھوک محسوس ہوتی تو کھانے کا دل نہیں چاہتا تھا۔۔ وہ جیسے اپنی زندگی سے بیزار ہو چکی تھی۔۔ وہ ہر روز اپنے خدا سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگتی تھی جو اس نے کاظم شاہ پہ الزام لگا کے انجام دیا تھا۔۔ وہ جویریہ سے پوری طرح سے تعلق قطع کر چکی تھی جس نے ایک اچھی دوست کا فرض نبھانے کی بجائے اسے گمراہی کا راستہ دیکھایا تھا۔۔ وہ بیڈ پہ نیم دراز ہوتی اپنی کٹی کو اپنی بانہوں میں بھرتی سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکے بالوں کو سہلاتے ہوئے اسے ناچاہتے ہوئے بھی کاظم شاہ یاد آ رہا تھا جو اسکی کٹی سے بے حد جیلس ہوتا تھا لیکن اس بات کا اقرار نہیں کرتا تھا۔۔ کتنا چڑتا تھا وہ! جب اسکی کٹی اسکے گالوں اور ہاتھوں کو چاٹتی تھی۔ وہ اس وقت بے حس بنتا سردی میں بھی اس پہ پانی اچھال دیا کرتا تھا۔۔

یا اللہ میرے آنسو میرے اختیار میں کیوں نہیں ہیں؟ ان آنسوؤں کو مجھ سے چھین لے یارب! میں اس بے حس انسان کے لئے مزید رونا نہیں چاہتی! یا اللہ مجھے صبر دے! مجھے اتنا صبر دے کہ میں اس بے حس انسان کے بغیر اپنی اولاد کو پال پوس کے جوان کر سکوں!! ایزل شاہ کرب سے روتی ہوئی اپنی کٹی میں اپنا چہرہ چھپا کے اذیت سے اللہ سے دعائیں مانگ رہی تھی۔۔ وہ اب ہر روز خود کے لئے صبر کی دعا مانگا کرتی تھی لیکن اللہ جانے اسے صبر کیوں نہیں آتا تھا؟ ہمیشہ صبر کا پیمانہ لبریز ہوتے پہ وہ یوں پھوٹ پھوٹ کے کیوں روتی تھی؟ کیا پوری زندگی کا روگ اسکی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا؟؟

کتنی ہی دیر رونے کے بعد ایزل شاہ کو اپنی سانس اکھڑتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتی اپنے کمرے کے ٹیرس کی طرف بھری تھی۔۔ کٹی بھی فکر مندی سے بیڈ سے اٹھتی ہوئی اس کے پیچھے کی طرف بھاگی تھی۔۔ ایزل شاہ نے ٹیرس میں آ کے کھلی ہوا میں گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے اپنی سانس کو نارمل کرنا چاہا تھا لیکن اب اسے واشنگ کی شکایت ہو رہی تھی۔ ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھوں میں آنسو لئے اپنے منہ پہ ہاتھ دھرتی اب واشروم کی طرف بھاگی تھی۔۔ سنک پہ جھکتے ہوئے اسے نے زور زور سے روتے ہوئے واشنگ کی تھی، واشنگ کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اسکا جسم بری طرح سے کپکپا رہا تھا لیکن اسکے پاس کوئی بھی نہیں تھی سوائے اسکی کٹی کے۔۔ وہ اب اپنی تکلیفوں کے اشتہار لگانا چھوڑ چکی تھی۔۔ ہویلی کے تمام مکین اسکا خیال رکھنے کی پوری کوشش کرتے تھے لیکن اس ایک انسان کی کمی کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔۔ کیونکہ وہ انسان اسکے دل میں الگ اور خاص مقام رکھتا تھا جسے " سید کاظم دریاب شاہ " کے نام سے جانا جاتا تھا!!

اوکے مس مہرین یوکین گو فرام ہئیر!!۔۔۔۔ کاظم شاہ سنجیدگی سے اپنی پرسنل سیکرٹری مہرین کیانی سے مخاطب ہوتا اپنے لیپ ٹاپ پہ نظریں جما چکا تھا۔۔ مہرین کیانی اس کی کافی پرانی کولیگ تھی، وہ پاکستان میں بھی کاظم شاہ کی پرسنل سیکرٹری تو نہیں لیکن ایک قابل کولیگ رہ چکی تھی، جب اسے کاظم شاہ کے آسٹریلیا میں بزنس شروع کرنے کا معلوم ہوا تو پہلے تو وہ باقی سب کی طرح حیرانگی کا شکار ہوئی تھی لیکن پھر کاظم شاہ کے پاکستانی سٹاف کے ساتھ ساتھ مہرین کو بھی ہائر کر لیا گیا تھا کیونکہ اس نے سب کے ساتھ ریکوسٹ بھیجی تھی۔۔ کاظم شاہ کا پاکستانی سٹاف کاظم شاہ کی نرم طبیعت اور اسکی ہلکی پھلکی ڈانٹ سے اس قدر عادی ہو چکا تھا کہ تقریباً آدھے سے زیادہ سٹاف نے کاظم شاہ کے ساتھ آسٹریلیا میں کام کرنے کے لئے منتیں کر ڈالی تھیں جس پہ کاظم شاہ نے انہیں کھلے دل سے اپنے ساتھ کام کرنے کی اجازت دی تھی، اگر اسکا سٹاف اسکا عادی تھا تو کاظم شاہ بھی ان کا عادی ہو چکا تھا۔ اسے آسٹریلیا کے شہریوں کو بھی تو جاب دینی ہی تھی تو کیوں نا وہ اپنے پاکستانی سٹاف کو ہائر کر کے انہیں اچھی فیس دے دیتا؟ وہ جانتا تھا دریاب شاہ کے ایمپائر کی خالی نشستیں اگلے ہی دن فل ہو جائیں گی کیونکہ لوگ وہاں جاب کرنے کو ترستے تھے۔۔ مہرین کیانی کی قابلیت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسے اپنے پرسنل سیکرٹری کا عہدہ دیا تھا۔

سر! مجھے پروجیکٹ سے ریلیٹڈ آپ کے ساتھ کچھ ڈسکس کرنا ہے۔۔۔ بلیک لیڈیز پینٹ کوٹ میں ملبوس مہرین کیانی جواباً سنجیدگی سے بولی تھی، اسکی نظریں ہمیشہ سے خوبصورت سے کاظم شاہ پہ ٹک چکی تھیں!

جی بولیں!!۔۔۔ کاظم شاہ ہنوز اپنے لیپ ٹاپ پہ نظریں جماتا سنجیدگی سے بولا تھا، وہ ہمیشہ کی طرح مہرین کیانی کی نظروں سے کوفت محسوس کر رہا تھا، اسی لئے اسے دیکھے بنا وہ اپنا دھیان لیپ ٹاپ پہ مرکوز کئے ہوئے تھا۔۔

سر میں نے آپ کو کچھ ڈیزائن میل کئے ہیں پلیز آپ اپنی میل اوپن کیجئیے گا!۔۔۔ دراز قد مہرین لمبے لمبے ڈگ بھرتی کاظم شاہ کی نشست کے پاس کھڑی ہوتی مسکرا کے بولی تھی۔ اسکے یوں اپنی نشست کے نزدیک آنے پہ کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے مہرین کیانی کی طرف دیکھا تھا۔۔

مس مہرین! آئی تھنک یہاں کھڑے ہونا مینرز کے خلاف ہے رائٹ؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی خود سے نزدیکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سختی سے اسے باور کروایا تھا۔۔

لیکن سر مجھے آپکو اپنی میل۔۔۔ ابھی مہرین کیانی اپنی صفائی میں کچھ بولتی جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔

میں آپکی میل خود دیکھ سکتا ہوں مس مہرین!! یہاں پہ فرینکلی کھڑے ہونے کی اجازت میں آج بھی کسی کو نہیں دیتا! صرف آفس تبدیل ہوا ہے سید کاظم شاہ آج بھی وہی ہے جو وہ پہلے تھا!!۔۔۔ کاظم شاہ نے بے حد سختی سے ایک ایک لفظ پہ دباؤ ڈالتے مہرین کیانی کو ٹیبل کی دوسری طرف کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا، اسے مہرین کیانی کی خود کے ساتھ اتنی نزدیکی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی، وہ پہلے اسے ٹکٹکی باندھ کے دیکھتی ضرور تھی لیکن یہ پہلی بار تھا جو وہ یوں اسکے نزدیک آئی تھی۔۔۔ کاظم شاہ کے الفاظوں پہ مہرین کیانی کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا تھا، وہ صاف رنگت اور خوبصورت نین و نقوش کی مالک تھی۔ کاظم شاہ کی باتوں پہ وہ جلدی سے اس سے فاصلہ قائم کرتی ٹیبل کی دوسری طرف جا کے بیٹھی تھی، وہ ایک مغرور لڑکی تھی نا جانے کاظم شاہ کے الفاظوں پہ اس نے کیسے خود پہ ضبط کیا تھا۔۔

ہمم!! ڈیزائن اچھے ہیں! ان ڈیزائن کو باقی سٹاف کے ساتھ شئیر کریں اور ساتھ ساتھ اس پہ مزید کام شروع کریں! اس میں کچھ غلطیاں ہیں وہ سب میں ہائی لائٹ کر کے آپ کو میل کر دوں گا!۔۔۔ کاظم شاہ اسکی میل کھول کے دیکھتا سنجیدگی سے سر ہلاتا کندھے آچکا کے بولا تھا۔۔ مہرین زبردستی مسکراتے ہوئے کاظم شاہ کی باتوں پہ ہاں میں سر

ہلا رہی تھی، وہ ہمیشہ مجبور ہو جاتی تھی اس انسان کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھنے پہ! وہ اس وقت نیوی بلیو فور پیس میں ملبوس اپنے گولڈن بالوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے سنوارتا اپنی کہنی کو ٹیبل پہ رکھے وقفے وقفے سے اپنی گھنی گولڈن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا بے حد دلکش لگ رہا تھا۔

ناؤ یو کین گو!!۔۔۔کاظم شاہ نے اب مہرین کیانی کی نظروں سے تنگ آتے ہوئے اسے یہاں سے جانے کا سپاٹ انداز میں حکم دیا تھا۔۔

یس سر! سر ایک بات پوچھوں؟۔۔۔۔مہرین کیانی نے کرسی سے کھڑے ہوتے ایک بار پھر سے کاظم شاہ کو مخاطب کیا تھا جس پہ کاظم شاہ نے بنا جواب دیئے ہمیشہ کی طرح صرف آئیبرو اٹھایا تھا!

سر کیا آپکی اور آپکی منکوحہ کی رخصتی ہو چکی ہے؟ آئی مین میں نے آپکا اور ان کا نیوز میں وائرل کلپ دیکھ۔۔۔۔ابھی مہرین کیانی اپنی بات مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دباتے بے حد ضبط سے مہرین کیانی کی بات کاٹی تھی۔۔

آئی تھنک آپ آفس میں کام کرنے کے تمام مینرز بھول چکی ہوں مس مہرین!! آئی ایم ناٹ یور فرینڈ (میں آپکا دوست نہیں ہوں) جس سے آپ اتنا فرینک ہوتے اسکی ذاتی زندگی سے متعلق سوال کر رہی ہیں! نیکسٹ ٹائم میں آپکے منہ سے کام کے علاوہ کوئی فضول بات مت سنوں!! ناؤ گو!!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے لیپ ٹاپ کی سکرین کو زور سے بند کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا، اسکے یوں غرانے پہ مہرین کیانی نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا، آج کل کاظم شاہ کے غصے سے پورا سٹاف یوں ہی خوفزدہ ہوتا تھا جس طرح سے اس وقت مہرین ہو رہی تھی۔۔مہرین کیانی نے خود کو کوسا تھا کہ آخر کیا ضرورت تھی شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے کی؟

سوری سر۔۔۔کاظم شاہ کی لہو رنگ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے مہرین کیانی جلدی سے معذرت کرتی اسکے آفس روم سے نکلی تھی۔ اسکے جاتے ہی کاظم شاہ نے اپنے نچلے ہونٹ پہ دانتوں سے ظلم ڈھاتے ہوئے ٹیبل پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارا تھا۔ مہرین کیانی اس وائرل کلپ کی بات کر رہی تھی جب احان شاہ کی منگنی پہ کاظم شاہ نے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے خود کے نزدیک کیا تھا، اس کلپ کو کافی شہرت ملی تھی جسے کاظم شاہ نے اگلے ہی دن ڈیلیٹ کروایا تھا، وہ خود کو اور اپنی بیوی کو کسی بھی نیوز چینل کی ہیڈ لائٹ نہیں بننے دینا چاہتا تھا۔۔کاظم شاہ کو آج بھی یاد تھا

جب اس نے اس دن غصے سے ایزل شاہ کے کردار کو بڑا بھلا بولتے اسے آنسو بہانے پہ مجبور کیا تھا، اسے وہ بدذائقہ چائے زبردستی پلاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے رونے پہ مجبور کیا تھا۔۔ اس سے آگے کا سوچتے ہوئے وہ بے بسی سے اپنے ٹیبل پہ ہیڈ ڈاؤن کر گیا۔۔ وہ جس طرح سے چائے پینے کے بعد روئی تھی اور جس طرح سے کاظم شاہ نے دھڑکتے دل سے اسکے ہونٹوں کو بے حد نرمی سے چوما تھا، یہ سب یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ کو اپنے حلق میں کانٹے اگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ جب اسکی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے اسے تھامتی تھی وہ ہمیشہ اسکے ہاتھ جھٹک دیا کرتا تھا کیونکہ کاظم شاہ کا کہنا تھا اسے ایزل شاہ کے ہاتھوں کا لمس پسند نہیں ہے۔ ابھی کہ بات اس سے الٹ تھی وہ جب بھی اسے اپنے نازک ہاتھوں سے تھامتی تھی کاظم شاہ کے دل پہ بجلیاں گرانے کا باعث بنتی تھی۔

اپنی آخری ملاقات کے پل یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ نے جلدی سے اپنا نیوی بلیو کوٹ اتار کے زمین پہ پھینکا تھا، کوٹ اتارنے کے بعد ویسٹ کوٹ اور ٹائی بھی یونہی اتار کے غصے سے زمین پہ پھینکی تھی۔۔ کاظم شاہ کی نظریں اب اپنی وائٹ شرٹ پہ تھیں، یہ وہی وائٹ شرٹ تھی جس شرٹ کے بٹن اسکی جیری نے کھولتے ہوئے اسکے سینے پہ پورے دو منٹ یا اس سے بھی زیادہ اپنے لب رکھے تھے۔۔ کاظم شاہ کو اسکے نرم لبوں کا لمس آج بھی اپنے سینے پہ محسوس ہوتا تھا۔ ایک دل کرتا تھا اس شرٹ کو جلا کے اسکی ساری یادیں مٹا ڈالے لیکن پھر کاظم شاہ اگلے ہی پل اپنے اس خیال پہ جی بھر کے لعنت بھیجتا تھا! وہ کیسے اس شرٹ کو جلانے کے بارے میں جس سکتا ہے جس پہ سید کاظم شاہ کی بیوی کے آنسوؤں کا، اسکے لبوں کا لمس تھا؟ کاظم شاہ بہت کم اپنے کپڑے ریپیٹ پہ پہنا کرتا تھا لیکن جس دن سے وہ آسٹریلیا آیا تھا وہ یہ وائٹ شرٹ کتنی ہی بار ریپیٹ پہ پہن چکا تھا، وہ اس وائٹ شرٹ کو اتنی احتیاط سے اپنی الماری میں ہینگ کرتا جیسے اسکے پاس واحد یہی وائٹ شرٹ ہو اور بے احتیاطی سے رکھنے پہ وہ گم جائے گی!

کاظم شاہ اپنی سیٹ سے ٹیک لگا کے آنکھیں موندتا_ اپنے سینے پہ ہاتھ دھڑے ایزل شاہ کے ساتھ گزرا ایک ایک پل یاد کر رہا تھا جب کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، کاظم شاہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ کاظم شاہ کو اپنا دل اچانک سے اپنے کانوں میں بجتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، کاظم شاہ نے اپنی گولڈن سرخی چھائی آنکھوں کو وا کرتے ہوئے اپنے سینے پہ نظریں جمائی تھی، وہ اپنا سینہ مسلتا ہوا گہری گہری سانس بھرتے اپنی کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔ وہ جب بھی ایزل شاہ کو سوچتا تھا اسکے دل میں ہمیشہ سے ہلچل ہوتی تھی لیکن اس طرح سے اسکا دل کبھی نہیں دھڑکا تھا جس طرح

سے اس وقت دھڑک رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنے ٹیبل سے پانی کی بوتل اٹھا کے اسکا ڈھکن کھولتے منہ سے لگائی تھی۔۔ کاظم شاہ ایک سانس میں گٹا گٹ پانی کی آدھی بوتل پی چکا تھا۔۔ ابھی بھی سکون محسوس نہ ہوا تو تیزی سے اپنا لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے فیس بک کھولی تھی۔ شاید اس کا کوئی نیا میسج یا کال آئی ہو؟۔ اس دن ایزل شاہ کا تکلیف سے بھرا میسج یاد کرتے ہوئے اس نے اپنے دل میں عہد کیا تھا وہ آج کے بعد کبھی فیس بک نہیں کھولے گا لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا آج ایک بار پھر ایزل شاہ کی آئی ڈی کھولتا اسکے ان باکس میں آچکا تھا۔۔

ڈیم اٹ!! وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟۔۔۔ ان باکس میں اسکی کوئی بھی کال اور میسج موصول نہ ہوا تو آج پچھلے ہفتے سے بھی زیادہ غصہ آیا تھا، کاظم شاہ اپنے ٹیبل پہ ہاتھ مارتا حلق کے بل چیخا تھا۔۔

Are u out of your mind ozzi Shah

کاظم شاہ لیپ ٹاپ کی سکرین پہ دیکھتا غصے سے یوں دھاڑا تھا جیسے لیپ ٹاپ سے نہیں حقیقت میں ایزل شاہ سے مخاطب ہو۔۔

جھوٹی! ڈرامے باز! میں نے تھوڑا سا غصہ کیا کر لیا میڈیم اووزی کے سارے عشق کی ایسی کی تیسی ہو گئی؟؟ آئی ہیٹ یو! نہ کرو میسج میں کون سا تمہارا آواز سننے کے لئے مرا جا رہا ہوں؟۔۔۔ کاظم شاہ غصے سے دھاڑتا ہوا اسکے پرانے آئے میسجز میں سے دوسرا میسج پلے کر چکا تھا، وہ نا جانے اس وقت کس کیفیت میں مبتلا تھا جو اپنے الفاظوں پہ خود ہی غور نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے ابھی بولا تھا وہ اسکی آواز سننے کے لئے مر نہیں رہا لیکن خود ہی اسکا وائس نوٹ اوپن کر کے مکمل خاموشی کے ساتھ اپنی آنکھیں موندے اسے سننے کے لئے خود کو تیار کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کے جسم کا ایک ایک حصہ کان بنا ہوا آج پھر اووزی شاہ کو سننے لئے بے تاب تھا۔۔

"شاہ جی!! دیکھ لیں آپکی پاگل اووزی نے آج پھر پورا دن آپکو یاد کر کے گزار دیا! آج آپکو یہاں سے گئے دوسرا دن ہے لیکن مجھے دو صدیاں معلوم ہو رہی ہیں! جانتے ہیں میں جب بھی ڈراموں اور فلموں میں ایسے ڈائیلاگ سنتی تھی تو بلاوجہ کی ہنسی چھوٹ جاتی تھی لیکن یقین مانیں آج خود یہ ڈائیلاگ بولتے ہوئے آنکھوں میں آنسو ہیں! میں ہنسنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن ہنسا ہی نہیں جاتا! آپ جانتے ہیں نا آپکی اووزی وہ لڑکی تھی جس کی سیریس سیچویشن میں بھی ہنسی چھوٹ جایا کرتی تھی لیکن اب تو مجھے مزاحیہ صورتحال میں بھی بلاوجہ کا رونا آتا ہے۔۔ ایسے معلوم ہوتا

ہے جیسے میں رو رو کے ہویلی میں اپنی نحوست پھیلانے کا کام انجام دے رہی ہوں! آپکی جدائی آپکی ہی طرح بے حد ظالم ہے! جھوٹ بولتے ہیں سارے کہ کاظم شاہ بڑا نرم دل ہے کوئی جو مجھ سے پوچھے تو بنا جھجکے سچ سچ بول دوں" ایک نمبر کے ظالم شاہ ہیں"۔۔۔ہاں اب پھلا لیں ناک غصے سے! غصہ بڑا آتا ہے جناب کو لیکن رحم ذرا نہیں آتا! اتنا بھی ظالم نہیں ہونا چاہئے ویسے انسان کو!۔۔۔" وائس نوٹ بند ہو چکا تھا لیکن کاظم شاہ ہنوز اسکے الفاظوں کے سحر میں جکڑا ہوا تھا جیسے ہمیشہ جکڑ جایا کرتا تھا۔۔وہ کبھی کبھی سوچتا تھا وہ اتنی گہری باتیں کیسے کرنے لگی تھی؟ وہ جسے مذاق کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا وہ اتنی درد بڑی باتیں آخر کیسے کر لیتی تھی؟

ظالم میں نہیں ہوں ایزل شاہ! ظالم تم ہو! تم نے مجھے ظالم بننے پہ مجبور کیا ہے!۔۔۔کاظم شاہ اپنے زوروں سے دھڑکتے دل کی پکار آج بھی نظر انداز کرتا اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کے دیوار پہ مار چکا تھا۔۔وہ بہت کوشش کرتا تھا ایک ہی دن میں اسکے سارے وائس نوٹ سن کے قصہ ہی ختم کر ڈالے لیکن اسکے درد بھرے الفاظ سنے ہی نہیں جاتے تھے جو اسکے دل میں ہمیشہ کسی تیر کی طرح جا کے لگتے تھے۔۔

میں سچ بول رہا ہوں میں آج کے بعد تمہارا ایک بھی میسج نہیں سنوں گا! خبر دار جو کہ آج کے بعد تم میرے خیالوں میں بھی آئی۔۔میں تمہاری جان لے لوں گا اووزی شاہ!!!۔۔کاظم شاہ اپنے ٹوٹے ہوئے لیپ ٹاپ کو گھور کے دیکھتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔۔

میں یہ شرٹ بھی کسی دن جلا دوں گا! بس دو تین دفعہ مزید پہن کے اسکے پیسے پورے کر لوں!! یہ مت سمجھنا میں یہ شرٹ تمہاری یادوں میں رہنے کے لئے پہنتا ہوں!! میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ۔۔۔کاظم شاہ اپنے خیالوں میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوتا غصے سے غرا رہا تھا۔۔وہ جیسے ایزل شاہ سے زیادہ خود کو جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ایپسوڈ 52

گلالئی خوف و دہشت سے اپنی آنکھوں پہ دونوں ہاتھ رکھتی اب بلند آواز میں آیت الکرسی پڑھ رہی تھی، وہ ابھی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے آیت الکرسی پڑھ ہی رہی تھی جب کوئی دروازہ کھول کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ گلالئی نے ابھی تک اپنی آنکھوں سے ہاتھ نہیں ہٹایا تھا، اسکا جسم ہنوز ہچکیوں کی وجہ سے لرز رہا تھا۔گلالئی میں اتنی

ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کے کمرے میں داخل ہوتے وجود کو دیکھ سکے!۔۔ دوسری طرف احان شاہ جو بالکل ابھی کمرے میں داخل ہوتا پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کر رہا تھا، گلالئ کو یوں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کے لرزتے، روتے دیکھ کے وہ پریشانی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

گل۔۔۔ کیا ہوا؟؟ احان شاہ نے اسکی طرف بڑھتے بے حد فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔۔ احان شاہ کی آواز سنتے ہوئے گلالئ کی جیسے جان میں جان آئی تھی، گلالئ اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا کے بڑی بڑی ہچکیاں لیتی خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑے احان شاہ کی طرف تیزی سے بھاگی تھی۔۔

شاہ سائیں!!۔۔۔۔ گلالئ زور سے اسکے سینے سے لگتی اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھتے ہوئے اسے ہچکیوں کے درمیان پکار رہی تھی، جبکہ احان شاہ تو اپنی نازک پٹھانی کی یہ حالت دیکھتا حیران در حیران تھا جو اسکے حصار میں کانپتی، سسکتی ہوئی اسکے چوڑے سینے میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

گل!!! میرا بچہ کیا ہوا؟

آئی ایم سوری میں تھوڑا سا لیٹ ہو گیا مجھے باہر میرا دوست مل گیا تھا۔۔

یار رونا تو بند کرو گل!

گل میری طرف دیکھو۔۔۔

احان شاہ اسکے گرد اپنا ہاتھ باندھتا اسکی کمر کو نرمی سے سہلاتے ہوئے اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے صرف روئے جا رہی تھی۔۔

گل!! کیوں میری جان نکال رہی ہو جاناں؟ مجھے بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟۔۔۔ احان شاہ اسکا چہرہ زبردستی اپنے سینے سے نکال کے آنسوؤں پہ اپنے ہونٹ رکھتا نرمی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

دروازے۔۔۔ پہ۔۔۔ کوئی۔۔ تھا۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔ وہ۔۔۔ گلالئ آدھے ادھورے لفظوں میں کچھ بولنے کی ناکام کوشش کرتی اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں نمی لئے ہنوز آنسو بہا رہی تھی۔۔

کون تھا؟ کیا تم نے دروازہ کھولا تھا گل؟؟۔۔۔ احان شاہ نے اسکے آنسوؤں سے اپنے لب ہٹاتے ہوئے سختی سے استفسار کیا تھا۔۔

نہ۔۔ نہیں۔۔ میں۔۔۔نے۔۔۔ نہیں۔۔۔ کھولا۔۔ کوئی۔۔ مجھے۔۔۔ باہر۔۔ نکلنے۔۔ کو۔۔ بول
۔رہا۔۔ تھا۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔ مجھے۔۔۔ بہت۔۔ ڈر۔۔۔ لگ۔۔۔ رہا۔۔ تھا۔۔
میں۔۔۔ آپکو۔۔ اتنا۔۔ بلا۔۔ رہی۔۔۔ تھی۔۔ لیکن۔۔ آپ۔۔۔ میرے۔۔ پاس۔۔۔ نہیں۔۔ آ
رہے۔۔۔ تھے۔۔۔ گلالئ ہچکیوں کے درمیان بولتی اس سے شکوہ کر رہی تھی، وہ جب بھی شکوہ کرتی تھی اس سے فاصلہ قائم کر لیا کرتی تھی، لیکن آج تو وہ اس سے فاصلہ بھی قائم نہیں کر رہی تھی، بلکہ وہ ڈر کی وجہ سے اسکے ساتھ چپکتی جا رہی تھی۔۔

گل میری جان ریلکس! باہر کوئی نہیں تھا! تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا۔۔

تو۔۔ آپکو۔۔ کیا۔۔ لگ۔۔ رہا۔۔ ہے؟۔۔۔ میں۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بول۔۔ رہی۔۔۔ ہوں؟۔۔ گلالئ نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے شکوہ کناں انداز میں پوچھا تھا۔۔

گل! یہ ایک سیکور ہوٹل ہے! باہر اتنی سیکورٹی ہے، اگر کوئی ہو گا بھی تو وہ ہوٹل کے سٹاف ممبرز میں سے ہو گا جاناں! اس میں اتنا ڈرنے کی بات نہیں ہے۔۔۔ احان شاہ دل میں گلالئ کی باتوں پہ اچھا خاصہ پریشان تھا لیکن وہ بظاہر اسے نارمل کرنے کی غرض سے بار بار خود کے ساتھ لگاتا اسکے چہرے پہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ احان شاہ نے ہویلی سے ہوٹل کے پورے راستے میں محسوس کیا تھا، دو گاڑیاں مسلسل اسکا پیچھا کرتی رہی تھیں، لیکن انہوں نے اس پہ کوئی بھی حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، حلیمہ کی بیٹی کی شادی سے واپسی کے دوران بھی احان شاہ کو کسی گاڑی نے ٹارگٹ کیا تھا لیکن افسوس اکبر خان اس میں موجود لوگوں کی انفارمیشن لینے میں ناکام رہا تھا۔۔ احان شاہ نے ابھی باہر جا کے اکبر خان اور اپنے دوسرے بندوں کو فون پہ سختی سے حکم دیتے ہوئے ان دونوں گاڑیوں کا نمبر نوٹ کروایا تھا جو پورے راستے میں اسکے ارد گرد رہی تھیں، احان شاہ نے انہیں سختی سے باور کروایا تھا اگر اس دفعہ وہ ان کی انفارمیشن نکالنے میں ناکام رہے تو انجام کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔۔ احان شاہ جو پہلے ہی اس مسئلے پہ پریشان تھا گلالئ کو ڈر و خوف سے ایک نئی کہانی سناتے دیکھ کے اب وہ حقیقتاً پریشان تھا۔۔ اسکا ایسا کون سا نیا مخالف تھا جس

سے احان شاہ واقف نہیں تھا؟ کیونکہ یہ کام احسن ملک کا بالکل نہیں تھا، احان شاہ کے بندے اس پہ چوبیس گھنٹے نظر رکھے ہوئے تھے۔۔

نہیں۔۔وہ۔۔مجھے۔۔باہر۔۔ آنے۔۔۔کا۔۔۔بول۔۔رہا۔۔تھا۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔اسکی۔۔ آواز۔۔۔بہت۔۔ ڈراؤنی۔۔ تھی۔۔وہ۔۔۔غصے۔۔۔سے۔۔۔مجھے۔۔باہر۔۔نکلنے۔۔کا۔۔بولے۔۔جا۔۔۔رہا۔۔تھا۔۔ آپ۔۔۔میرے۔۔اتنے۔۔۔بلانے۔۔۔پہ۔۔۔ بھی۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔۔رہے۔۔تھے۔۔۔گلالئی روتے ہوئے بار بار اس کے نہ آنے پہ شکوہ کر رہی تھی۔۔

آئی ایم سوری میری پٹھانی! میں نے بتایا نا مجھے باہر ایک دوست مل گیا تھا! تم یہاں بیڈ پہ بیٹھو! میں دیکھ کے آتا ہوں! کس کی جرآت ہوئی ہے یہ سب کرنے کی!!۔۔۔احان شاہ اسکے بازوؤں اور کمر کو نرمی سے اپنے ہاتھوں سے سہلاتا نرمی سے بولتے ہوئے آخری جملہ غصے سے بولتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب گلالئی نے جلدی سے اسکے بازو کو زور سے تھاما تھا۔۔

نہیں شاہ سائیں! آپ نہیں جائیں گے!! آپ باہر نہیں جائیں گے۔وہ پھر سے آجائے گا شاہ سائیں! وہ پتا نہیں کون تھا! آپ نہیں جائیں نا! وہ مجھے مار دے گا۔۔گلالئی اس انسان کی آوازیں یاد کرتی خوف سے لرزتے ہوئے احان شاہ کی سفید قمیض کو سینے سے زور سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے کسی ٹرانس کی کیفیت میں ایک ہی بات بار بار بول رہی تھی۔۔

شش!! رونا بند کرو گل! میں یہی ہوں میری زندگی! کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا!۔۔۔احان شاہ نے اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اسکے آنسوؤں کو اپنے انگوٹھوں سے صاف کرتے اسکی آنکھوں کو پیار سے چوما تھا۔۔گلالئی نے سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، احان شاہ کو اب اسے اس ہوٹل میں لانے کا فیصلہ غلط محسوس ہو رہا تھا، وہ جس قدر ڈر چکی تھی، احان شاہ سے اسکی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد جا کے اسکے بدن کی لرزش میں کچھ کمی آئی تھی، احان شاہ اسے کافی دیر تک یوں ہی نرمی سے ریلیکس کرتا رہا تھا۔۔وہ اب پچھلے کتنے ہی منٹوں سے اسکے سینے پہ سر ٹکاتی اسکے گرد زور سے اپنے ہاتھ باندھے ہوئے تھی۔۔وہ بار بار اسکے سینے پہ ٹھوری ٹکا کے معصومیت سے اسکی طرف دیکھتی جس پہ احان شاہ باری باری اسکے چہرے کے نقوش

پیار سے چومتا۔۔ اسکی قربت میں وہ سکون پاتی بار بار اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا لیتی، وہ وقفے وقفے سے کتنی ہی بار یونہی احان شاہ سے اپنے چہرے کے نقوشوں پہ پیار بٹورتی بار بار اس میں چھپتی احان شاہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا۔۔ اسے ایک بار پھر سے اپنی طرف معصومیت سے دیکھتا پا کے احان شاہ نے اب کی بار اسکے نیوڈلپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو بے حد شدت سے اپنے عنابی لبوں میں جکڑا تھا۔۔ آخر احان شاہ کی برداشت کا بھی ایک لیول تھا، اپنی پٹھانی کی بچوں سی معصومیت پہ اب اپنے جذباتوں کو لگام ڈالنا اب کافی مشکل لگ رہا تھا احان شاہ کو۔۔

وہ جو کب سے اسکے لاڈ اٹھاتا اسے نرمی سے بوسے دے رہا تھا اب اپنے ہونٹوں پہ اسکی شدت بھری گرفت محسوس کرتے ہوئے گلالئ کی ساری معصومیت سارا لاڈ منٹوں میں اڑن چھو ہوا تھا، وہ تھوک نگلتے ہوئے اپنے بے باک بندے کو دیکھ رہی تھی جو اس پہ پوری طرح سے جھکا اسکے ہونٹوں سے لپ اسٹک غائب کرتے ہوئے انہیں شدت سے اپنے لبوں میں دبا رہا تھا۔ وہ اسکی سانسوں کا دشمن بنتا اسکے بھورے بالوں میں اپنا ہاتھ پھنساتے اپنے لمس کی شدت میں مزید اضافہ کرتا جا رہا تھا۔۔ گلالئ کی چادر جو پہلے سر سے سرکی تھی اب وہ اپنے بائیں ہاتھ کو حرکت دیتا اسے کندھوں سے بھی کھسکا چکا تھا، گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔ اسکی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے گلالئ نے اسکے کسرتی سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اسے ہوش دلانی چاہی تھی جو کبھی اسکے بالائی لب کو تو کبھی اسکے نچلے لب کو اپنی جنونی گرفت میں قید کر رہا تھا۔۔ گلالئ کے نڈھال ہوتے وجود کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے چاہتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی، گلالئ نے گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے اپنی اکھڑتی سانسوں کو ہموار کیا تھا۔۔ اپنی شدت کے تحت اسکے سرخی چھلکتے لبوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بے تابی سے انہیں ایک بار پھر اپنے لبوں میں دبایا تھا، گلالئ نے اپنی آنکھیں پھاڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی جان لبوں پہ لانے کے بعد ایک بار پھر انہیں اپنی گرفت میں لینے والا تھا لیکن صد شکر وہ اسکی سانسوں پہ رحم کھاتا انہیں نرمی سے چوم کے اب اسکے گالوں پہ اپنا لمس بکھیر رہا تھا۔۔

تم جانتی ہو نا تمہارا شوہر کتنا بڑا آدمی ہے؟ اور تم اپنے شوہر کے غصے سے بھی اچھی طرح سے واقف ہو جاناں! جس نے بھی تمہیں ڈرانے کے لئے یہ حرکت انجام دی ہے سید احان شاہ اس کے پرزے سلامت نہیں چھوڑے گا! میں بہت جلد اسکے بارے میں معلومات اکھٹی کروالوں گا! ابھی تم صرف میری بنتے ہوئے خود کو میرے حوالے کرو۔۔۔

باقی کا کام تمہارا سیدزادہ دیکھ لے گا!۔۔۔احان شاہ اسکے گالوں پہ اپنی بیئرڈ رگڑتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔۔
گلالئی نے اسکی بھاری گھمبیر آواز پہ اپنی لرزتی پلکوں کو اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔احان شاہ کے مضبوط لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اس کا سارا اڈر چٹکیوں میں غائب ہوا تھا، اسکی قربت میں ایک عجیب سا سکون تھا جو گلالئی کو اپنی روح میں سراعت کرتا محسوس ہو رہا تھا۔۔اسے یوں اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ نے اسکے وجود سے اپنی اجرک مکمل طور پہ اتارتے ہوئے کچھ فاصلے پہ پڑے صوفے پہ پھینکی تھی۔۔اب وہ اپنے ہوش رُبا وجود سمیت اسکے سامنے تھی۔سرخ ساڑھی میں اسکا نازک سراپا دیکھتے ہوئے احان شاہ کے ہوش گم ہوئے تھے۔اسکے خوبصورت بدن کے رعنایاں چھلکتے نشیب فراز احان شاہ کے خمار میں کئی گنا اضافہ کر چکے تھے۔احان شاہ نے گلالئی کو اپنی ایکسرا کرتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سرخ پڑھنے پہ مجبور کیا تھا۔۔احان شاہ کی ہری آنکھوں میں خمار کی اس قدر سرخی دیکھتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اپنی نظریں جھکا گئی۔۔اسکے نظریں جھکانے والی ادا پہ احان شاہ نے اسکی کمر کے گرد اپنا ہاتھ سانپ کی مانند لپیٹتے ہوئے اسے ایک جست بھی اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا، گلالئی نے خود کو ہوا میں محسوس کرتے ہوئے چونک کے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، جو اسکے یوں کرسٹل گرے آنکھیں پھیلانے پہ اسکا سر خود پہ جھکاتا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ لمبا چوڑا باڈی بلڈر انسان اس نازک سی گڑیا کو بے حد نرمی سے اپنی بانہوں میں سمیٹے ہوئے تھا۔۔احان شاہ کی آنکھوں میں خود کے لئے محبت کا ایک جہاں آباد دیکھتے ہوئے گلالئی کے گال دہک کے لال ہوئے تھے، وہ اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا اسے بے حد نرمی سے بیڈ پہ بٹھا چکا تھا۔۔

احان شاہ نے اسکے بے حد قریب بیٹھتے ہوئے اسکے دائیں گال پہ شرارت سے اپنی انگلیاں سہلاتے_ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتے ہوئے اس کو شعلہ جوالہ روپ کو دیکھتے_ اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔اسکی نظروں کا مطلب سمجھتی وہ شرماتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدل کے اب کمرے کی دیواروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو یقین مانو میری سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت!! میں نہیں جانتا تھا میری نازک پٹھانی پہ ساڑھی اس قدر جچے گی! اب تمہارے لئے نائنٹیز خریدنے کی بجائے روز کی ایک عدد ساڑھی تو کنفرم ہی سمجھو! جسے تم مجھے ہر رات پہن کے دیکھاؤ گی! اور میں تمہیں پوری رات اپنی قربت کی بارش میں بھگوتا_ تمہارے حسن کو

خراج تحسین پیش کرتا ہوا تمہیں سرخ گلاب بننے پہ مجبور کروں گا جاناں!!۔۔۔احان شاہ اب اسکے گالوں سے اپنی انگلیاں سرکا کے اسکی گردن اور گردن کی گہرائیوں پہ سہلاتا بوجھل گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں کو بڑھتے دیکھ کے گلالئ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ چکی تھی، البتہ اسکے منہ سے خود کی تعریف سنتے لبوں پہ شرمیلی سے مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔احان شاہ نے اسے مسکراتے دیکھ کے خود بھی مسکراتے ہوئے اسکی ساڑھی کا پلو سرکانا چاہا تھا لیکن پھر اسے گلالئ کی بھوک کا خیال آیا تھا جس نے یقیناً دوپہر کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کو کھینچتے ہوئے بیڈ سے کھڑے ہوتے انٹر کام اٹھایا تھا۔۔گلالئ اسے یوں اچانک سے پیچھے ہوتے دیکھ کے چونکی تھی لیکن پھر سے کھانا منگواتے دیکھ کے اس نے دل میں تشکر بھری سانس بھری تھی، اسکی بھوک جو کچھ دیر پہلے ڈر کی وجہ سے اڑ چکی تھی، احان شاہ کے ریلیکس کرانے پہ اسکے پیٹ میں کب سے چوہے مختلف گانوں پہ ناچتے ہوئے ادھم مچا رہے تھے لیکن وہ احان شاہ کی آنکھوں کی خماری کو دیکھتے ہوئے اپنی زبان پہ زپ لگائے ہوئے تھی۔۔

کچھ منٹوں بعد ان کے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی، دستک کی آواز پہ گلالئ نے سہمتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو نفی میں سر ہلا کے اسکا ماتھا عقیدت سے چومتا اسکے کان میں "ریلکس" کی سرگوشی کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی احان شاہ دیوار بنتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا یوں کہ کسی دوسرے کی اس کی بیوی پہ غلطی سے بھی نظر نہ پڑ سکے۔۔دروازے پہ ویٹر تھا جس سے سنجیدگی سے کھانا لیتے ہوئے احان شاہ نے ٹھک کی آواز سے دروازہ بند کرتے لاک لگایا تھا۔۔

میں نہیں جانتا تھا میرے نکاح میں موجود خانزادی اس قدر ڈرپوک نکلے گی! لیکن آج مجھے اندازہ ہو چکا ہے تمہیں تو کوئی پٹاخہ پھوڑ کے بے ہوش کر دے!! ۔۔۔احان شاہ کھانے کی ٹرے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑتا اسکے قریب آتے ہوئے اسکے ڈرنے پہ ٹانٹ مار رہا تھا جس پہ گلالئ نے معصومیت سے منہ پھولاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

یوں غبارے کی طرح منہ پھیلاؤ گی تو بالکل اسی دن کی طرح اس غبارے کو پھوڑوں گا جاناں! ۔۔۔۔احان شاہ اسکے منہ پھلانے پہ اسے اس دن کا حوالہ دیتا اسکے قریب بیٹھا تھا، اسکے یوں حوالہ دینے پہ گلالئ کو وہ دن یاد آیا تھا جب اس نے اسکی سانسوں کا دشمن بنتے ہوئے اسکے پھولے منہ کو غبارے کا نام دیتے ہوئے اپنے طریقے سے پھوڑا تھا۔۔

گلالئی نے اگلے ہی منٹ اپنے چہرے پہ مسکراہٹ سجائے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا تھا جیسے اس نے تو خواب میں بھی منہ نہ پھلایا ہو۔۔ اسکی اس معصوم سی حرکت پہ احان شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے ٹرے کو بیڈ پہ رکھتے اسکے جبڑے کو نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں تھاما تھا۔۔ اور پھر وہ گلالئی کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر شرارت سے اسکے ہونٹوں پہ کاٹتے ہوئے پیچھے ہوا تھا۔۔ اسکے اس انداز پہ گلالئی نے روہانسے ہوتے ہوئے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔

ہاہاہا!! چلو اب کھانا کھاتے ہیں! یو نو کپل ڈنر۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگاتا اب پیار سے اسے کھانا کھلا رہا تھا، بیک لیس کہ وجہ سے اسکی برہنہ ہوتی پشت کو گلالئی کے لمبے بھورے بال چھپانے کا کام انجام دے رہے تھے۔۔ احان شاہ نے اسے بے حد رومانٹک انداز میں اس رومانٹک سے ماحول میں ڈنر کروایا تھا، خود اس نے صرف دو چار نوالے ہی لئے تھے۔۔

اسے کھانا کھلانے کے بعد احان شاہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے گلالئی کے گرد اپنا حصار تنگ کیا تھا، وہ اب اپنے بے باک ہاتھوں کو اسکے بدن پہ پھیرتا گلالئی کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

شاہ۔۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔۔ احان شاہ کے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں کو دیکھتے ہوئے گلالئی نے شرم سے اسے پکارا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکی پکار کو نظر انداز کرتے اسکی پشت پہ بکھرے لمبے سلکی بالوں کو اپنے ہاتھ سے ہٹایا تھا۔۔ اسکے ہاتھ اپنی برہنہ کمر پہ محسوس کرتے وہ شرم سے اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔ احان شاہ نے اپنی خمار آلود نگاہوں سے اسکی شفاف پشت کو دیکھتے اسے اوندھے منہ بیڈ پہ گرایا تھا، احان شاہ اگلے ہی پل اپنی سفید قمیض ایک جھٹکے میں اتارتا اس پہ سایہ فگن ہوتا اسکی کمر پہ اپنے بوسوں کی بوچھاڑ شروع کر چکا تھا۔۔ گلالئی نے اپنا چہرہ تکیے میں چھپاتے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔ احان شاہ کی نظریں اب اسکے بلاؤز کی اس واحد ڈوری پہ تھیں جو بار بار اسکے کام میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔۔ احان شاہ نے بے تابی سے اسکے ٹسلز کو کھینچتے اسکی پوری کمر پہ جگہ جگہ لو بائٹ بنائی تھی۔۔

شاہ۔۔۔ سائیں۔۔ اپنی کمر پہ اسکے دانتوں کے نشان محسوس کرتے گلالئی نے سسکی بھرتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔

شاہ کی پٹھانی!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسے پیار سے جواب دیتے اس کی پشت سے اپنے دانت ہٹاتے ہوئے_ اب کی بار اس پہ اپنی گھنی بھوری بیرڈ رگڑی تھی۔۔اسکے لہجے کا گھمبیر پن محسوس کرتے وہ مزید کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔۔

میرا وعدہ ہے تم سے! آج کی رات کو ہماری گولڈن نائٹ سے بھی زیادہ یادگار بناؤں گا جاناں!! احان شاہ اسکے پیٹ کے گرد ہاتھ لپیٹتا اسے سیدھا کر کے خود کے نیچے لٹاتا_ آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا، گلالئی سے نظریں اٹھانا محال ہوا تھا، وہ گردن تک سرخ پڑ رہی تھی۔۔احان شاہ نے اسکے کندھے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ایک جست میں اسکی ساڑھی کا پلو ہٹایا تھا، گلالئی نے شرماتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پہ رکھے تھے، یوں کرتے ہوئے اسکی چوڑیوں کی چھنکار پورے کمرے میں گونجی تھی، اسکی اس ادا پہ احان شاہ نے اسکی چوڑیوں سے بھری کلائیوں کو اپنے ہاتھوں میں نرمی سے تھامتے ان پہ اپنے لب رکھے تھے، احان شاہ اسکی گردن پہ موجود باریک سا نیکلس اتار کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔۔ریموٹ سے روم کی لائٹس آف کرتے احان شاہ نے کینڈل لائٹس کی مدھم روشنی میں گلالئی کی طرف دیکھا تھا جو اپنی ساڑھی کے بلاؤز کو گلے سے تھامتی مزید نیچے کھسکنے سے روک رہی تھی۔۔اسکے خفا ظتی اقدامات پہ احان شاہ نے ہولے سے ہنستے ہوئے اپنی معصوم بیوی کی طرف دیکھا تھا جو ہمیشہ کی طرح اس سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

کیوں ان فضول کوششوں میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو جاناں؟ جب جانتی ہو تمہارے وجود کا ایک بھی حصہ میری شدتوں سے بچ نہیں پائے گا!!۔۔۔احان شاہ اسکے گلے سے اسکے ہاتھ ہٹاتا ایک پل میں اسکے بدن پہ موجود سرخ کامدار بلاؤز اسکے بدن سے الگ کر چکا تھا۔۔گلالئی نے اپنی حالت پہ لال بھبوکا بنتے ہوئے نیم روشنی میں نظر آتے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنی پوری شدت سے اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ جھکتا اپنا گہرا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔ احان شاہ کے لب اپنی ہر حد پار کرتے اسکے وجود پہ گردش کر رہے تھے، وہ کچھ ہی منٹوں میں اسکے بدن کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کرتا اسکی چوڑیوں سے بھری کلائیوں اپنے ہاتھ ٹکاتا اسکی ناک سے ناک ملاتے اسے ریلکس کر رہا تھا، جو آج بھی یوں سہم رہی تھی جیسے پہلی بار اسکی قربت کا مزہ چکھ رہی ہو۔۔

مجھے تمہارے بدن کی خوبصورتی بری طرح سے بہکانے کا کام کر چکی ہے جاناں! اب مجھے بناڈسٹربنس کے اپنا کام کرنے دو۔۔۔احان شاہ اسکے کان کی لوں کو چوم کے سرگوشی نما آواز میں بولتا گلالئ کے بدن کی گہرائیوں میں شدت سے اترتا اسے سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر گیا۔۔احان شاہ نے اسکے لبوں پہ نرمی سے لب رکھتے ہوئے گلالئ کے گال اور گردن پیار سے سہلائی تھی۔۔

گلالئ ہر رات کی طرح آج بھی معصومیت سے احان شاہ سے شکوے کرتی اسے ہنسنے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔احان شاہ کو اپنی نازک جان پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا جو اب غصے سے اسکے سینے کے بال نوچتی وقفے وقفے سے سسکیاں بھر رہی تھی۔۔ہمیشہ کی طرح احان شاہ آج بھی گلالئ کو اپنے مضبوط حصار میں لیتا آج کی پوری رات کے لئے اپنی شدت بھری گرفت میں قید کر چکا تھا۔

واشنگ کرنے کے بعد ایزل شاہ اپنے چہرے کو ٹاول سے تھپتھپاتی ہوئی واشروم سے نکلی تھی۔ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں ہمیشہ کی طرح آنسوؤں سے تر تھیں،وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی بیڈ تک آئی تھی،بیڈ پہ بیٹھتے ہی ایزل شاہ نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا ہوا اپنا فون ہاتھ میں تھاما تھا۔وہ اپنے نچلے لب پہ اپنے دانتوں سے ظلم ڈھاتی اسے سرخ قندھاری کرتے ہوئے ڈھیٹ بنتی ہوئی فیس بک ان کر چکی تھی،ایزل شاہ اپنے دل کو لاکھ سمجھانے کے بعد بھی اپنا فیس بک اکاؤنٹ آج ایک بات پھر سے لاگ ان کر چکی تھی جسے لاگ ان نہ کرنے کا عہد اس نے ابھی ایک ہفتے پہلے ہی اپنے دل میں کیا تھا،

کاظم شاہ کو یاد کر کر کے آج ایزل شاہ کی بس ہو چکی تھی! وہ مجبور ہوتے ہوئے آج ایک بار پھر سید کاظم شاہ کا ان باکس کھول چکی تھی،لیکن ان باکس میں کاظم شاہ کی طرف سے کوئی بھی چیٹ موجود نہیں تھی،اسکے میسج بہت پہلے سین کیے جا چکے تھے،لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی اسکے میسجز کو سنا بھی گیا تھا یا صرف دیکھ کے اگنور کر دیا گیا تھا؟ایزل شاہ نے خون کے آنسوؤں روتے ہوئے اسکی پروفائل کھولی تھی،اسکی آئی ڈی پہ کوئی بھی نئ تصویر نہیں لگائی گئی تھی، ایزل شاہ نے آج ایک آخری دفعہ اسکی تمام تصویروں کو دیکھنے کے بعد اپنی آنکھوں سے آنسو رگڑ کے صاف کئے تھے،وہ آج پھر اس بے حس انسان کی تصاویر چومتے ہوئے آنسو بہا رہی تھی۔۔ایزل شاہ نے پھر سے ان باکس میں

آتے ہوئے اپنے تمام میسجز کو ڈیلیٹ (unsend from everyone) کیا تھا۔۔اپنے میسجز کو ان سینڈ کرتے ہوئے وہ استہزایا انداز میں خود پہ ہنس رہی تھی۔۔ کیا اس کے الفاظوں میں اتنی تاثیر بھی نہیں تھی کہ وہ اس بے حس انسان کو کچھ بولنے پہ قائل کر سکے ؟ کتنا ظالم تھا وہ! ایزل شاہ اس دن کاظم شاہ کی باتوں سے جان چکی تھی اس نے اسکے وائس میسجز نہیں سنے تھے۔۔۔ کہیں نہ کہیں دل میں ایک موہوم سی امید تھی کہ وہ اسکے میسج سننے کے بعد اسے ایک میسج یا فون کال تو ضرور کرے گا! یا پھر اسکے ایک ہفتہ ان ایکٹو رہنے پہ اسکی طبیعت یا حال ہی پوچھ لے گا! یا پھر غصے میں کچھ نہ کچھ تو بولے گا! لیکن اس نے ثابت کیا تھا وہ واقعی ہی بے حس اور ظالم شاہ تھا۔۔ایزل اپنے تمام میسجز ڈیلیٹ کرتی_ گہری سانس بھرتے ہوئے اب سپاٹ انداز میں اپنا فیس بک کا اکاؤنٹ پرمننٹ طور پہ ڈیلیٹ کر رہی تھی۔۔وہ چاہے اپنے دل کو جتنا مرضی سمجھا لیتی، لیکن جانتی تھی وہ کچھ دنوں بعد پھر یوں ہی اپنا اکاؤنٹ لاگ ان کرے گی، اسکے میسج یا پھر ایک فون کال کا انتظار کرتی ڈپریشن کی مریضہ بنتے ہوئے اپنے بچے کی صحت پہ برا اثر ڈالے گی! اسی لئے آج وہ سارا قصہ ختم کرتی اپنی فیس بک، اور انسٹا گرام کا اکاؤنٹ مکمل طور پہ ڈیلیٹ کر چکی تھی۔۔

اووزی شاہ کے نام سے اپنا اکاؤنٹ ڈیلیٹ کرتے ہوئے اسکے آنسو اسکا پورا چہرہ بھگو رہے تھے، اسکا ہر اکاؤنٹ اسے کاظم شاہ بنا کے دیا کرتا تھا، وہ اسکی ہر آئی ڈی کا نام اووزی شاہ رکھتا تھا، وہ اسے کبھی بھی اکاؤنٹ پبلک کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، نہ ہی وہ اسے کبھی پروفائل پہ پکچر لگانے دیتا تھا، یہ اکاؤنٹ بھی اس نے ایزل شاہ کی بے حد ضد پہ بنا کے دیئے تھے اور آج وہ اپنے ضد سے بنوائے گئے اکاؤنٹس کو بغیر کسی ضد سے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی ڈیلیٹ کر چکی تھی۔۔اکاؤنٹس ڈیلیٹ کرنے کے بعد ایزل شاہ نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے اپنے لبوں سے لگایا تھا، پانی پی کے اپنی سانسوں کو درست کرتے ہوئے وہ اپنی اداس اور پریشان سی کٹی کو اپنی گود میں بیٹھاتے ہر روز کی طرح اس کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو چکی تھی، اکاؤنٹ ڈیلیٹ کرنے کے بعد وہ خود کو کچھ پرسکون سا محسوس کر رہی تھی کیونکہ اب اسے اسکے کسی بھی میسج اور کال کا انتظار کرنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔۔

افف!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ اور ارزم شاہ آج کی پہلی کلاس لینے بعد ایک ساتھ چہل قدمی کرتے پوری یونیورسٹی کا چکر لگا رہا تھا جب ذائشہ اچانک سے اپنے سر پہ افسوس سے ہاتھ مارتی ارزم شاہ کو حیران کر گئی۔۔

کیاہوا؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے بے ساختہ استفسار کیا۔۔

میں آج بھی آپکی ہڈی لانا بھول گئی، کتنے دنوں سے دھو کے رکھی ہوئی تھی لیکن ہر روز لانا بھول جاتی ہوں۔۔۔۔

ذائشہ کیوٹ انداز میں نفی میں سر ہلاتی ایک سانس میں اپنی پوری بات کر گئی۔۔اسکے جواب پہ ارزم شاہ نے نچلہ لب دباتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔اسکے یوں مسکراہٹ روکنے کے انداز پہ ذائشہ کو اپنی جلد بازی پہ ہمیشہ کی طرح افسوس ہوا تھا، وہ آخر کیوں اتنی بھلکر تھی؟ کیوں ہر بات بنا سوچے سمجھے بول جایا کرتی تھی، وہ یقیناً اسی دن والا واقعہ یاد کر کے اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔۔ذائشہ نے خود پہ ملامت کرتے ہوئے سوچا تھا۔۔ذائشہ کی آنکھوں میں ناراضی اور شرمندگی کا عنصر دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنے چہرے سے مسکراہٹ غائب کرتے ہوئے اسکے سر پہ ہولے سے چپت لگائی تھی۔۔

تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے میں تم سے اپنی ہڈی واپس لوں گا ذی ڈارلنگ ؟۔۔ارزم شاہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا منہ پھولا کے بولا تھا، ہاتھ میں ذائشہ کا بیگ تھا جسے وہ وقفے وقفے سے گھما رہا تھا، جس طرح سے وہ ہمیشہ اس کے بیگ کو بے دردی سے گھماتا رہتا تھا اسی طرح سے ذائشہ کی ہیزل رنگ آنکھیں گھومتی رہتی تھیں۔۔

کی۔۔کیا مطلب۔۔کیوں۔۔نہیں۔۔لیں۔۔گے ؟۔۔ذائشہ نے سرخ پڑتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

کم آن ذی!!۔۔میں تمہیں کوئی چیز دے کے واپس کیوں لوں گا؟ جب سید ارزم شاہ پورا کا پورا تمہارا ہے تو اسکی تمام چیزوں تمہاری کیوں نہیں ہو سکتی ؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی آنکھیں چندھیا کر کے اسے گھورتا ہوا کندھے آچکا کے بولا تھا۔اسکے الفاظوں پہ ذائشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ ہمیشہ یوں ہی اسے اپنے الفاظوں سے مان بخشتا تھا۔

لیکن پھر بھی۔۔میں اسکا کیا کروں گی۔۔ذائشہ نے شرم سے دوہرے پڑتے ہوئے سوچا تھا۔۔وہ اس سے نظریں ملانے کی بجائے ہولے ہولے سے اسکے ساتھ قدم ملا کے چل رہی تھی۔۔وہ دونوں ہر روز پوری یونی کا چکر اکھٹے لگاتے تھے اور ہمیشہ ہی دونوں کے دل میں ایک ہی دعا ہوتی تھی کہ یہ خوبصورت سفر کبھی بھی ختم نہ ہو۔۔

مجھے نہیں لگتا مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ تمہیں اسے ہڈی کا کہا کرنا چاہئیے! کیا تمہیں اچھا نہیں لگتا ارزم شاہ کی خوشبو کو اپنے ارد گرد محسوس کرنا؟ کیا تمہیں میری خوشبو پسند نہیں ہے ؟ کیا تم نے اس دن کے بعد واقعی ہی میری

ہڈی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا؟۔۔۔ارزم شاہ اب بنار کے اس سے سوالات کر رہا تھا جس پہ ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔وہ ہمیشہ یوں ہی اپنے سوالات سے اسکی چوری پکڑ لیا کرتا تھا۔

نہیں!! م۔میں۔۔کیو۔۔کیوں۔۔لگانے۔۔لگی۔۔ہاتھ؟۔۔۔اور۔۔۔مجھے

۔۔تو۔۔معلوم۔۔۔بھی۔۔نہیں۔۔۔ہے۔۔آپکی۔۔خوشبو۔۔کیسی۔۔۔ہے۔۔ذائشہ انجان بنتے ہوئے بولی تھی، البتہ دل اسکا کانوں میں دھڑک رہا تھا۔

کچھ دن صبر کر لو ذی ڈارلنگ! پھر نکاح ہوتے ہی تمہیں اچھے سے اپنی خوشبو محسوس کرواؤں گا۔بلکہ صرف میں ہی کیوں کرواؤں گا! ہم دونوں ہی مل کے ایک دوسرے کی خوشبو حلال طریقے سے محسوس کریں گے!!۔۔۔ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں کو انگلیوں سے سنوارتا بے حد بے باکی سے بولا تھا۔اسکی باتوں کا مطلب سمجھتے ہوئے ذائشہ کی زبان تالو سے چپکی تھی، گھنی مڑی ہوئی پلکوں پہ لرزہ تاری ہوئی تھی۔

آپ۔۔بہت۔۔۔بے۔۔۔شرم۔۔ہیں!!۔۔۔وہ اب غصے اور شرم کے ملے جلے تاثرات میں بولتی تیز تیز قدم اٹھاتی آگے کی طرف بڑھ رہی تھی، جیسے ارزم شاہ کی بے باک باتوں سے پیچھا چھڑوانا چاہ رہی ہو۔۔

لیکن میں نے تو ابھی کوئی بے شرمی دیکھائی ہی نہیں۔۔ارزم شاہ بے حد معصومیت سے خود سے مخاطب ہوتا لمبے لمبے ڈگ بڑھتا اب اسکے ساتھ اپنے قدم ملا کے چل رہا تھا۔۔

اچھا رکو تو!!۔۔۔ارزم شاہ اسکے ساتھ تیزی سے چلتا اسے رکنے کو بول رہا تھا جو اپنی پوری سپیڈ سے چل رہی تھی۔۔ ہاہاہا!! آرام سے چلو یار!! اب کوئی بے شرمی نہیں دیکھاؤں گا پکا!!۔۔۔ارزم شاہ قہقہ لگا کے بولتا اسکی کلائی پکڑتے اسے ایک جگہ روک چکا تھا جو اندھا دھند چل رہی تھی۔اسکا ہاتھ اپنی کلائی پہ محسوس کرتے ہوئے ذائشہ نے اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی تگ و دو کی تھی لیکن وہ اسے کھینچتا ہوا سائیڈ پہ ایک بنچ پہ بٹھاتا_ خود بھی اسکے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔۔

میرا بیگ دیں! آج ایک ہی کلاس تھی اور اب مزید کوئی کلاس نہیں ہے۔۔مجھے ہوسٹل جانا ہے۔۔ذائشہ اسے اپنی ہیزل رنگ آنکھوں سے گھور کے دیکھتی منہ بنا کے بولی تھی۔۔

کوئی کلاس نہیں ہے تو ارزم شاہ تو ہے نا؟ کیا تمہیں اپنے ہونے والی پتی کے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند نہیں ہے ؟۔۔۔ ارزم شاہ اسکے سر پہ چیت لگاتا رعب سے بولا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔ ذائشہ نے ڈرامائی انداز میں اپنے سر پہ ہاتھ رکھا تھا جہاں وہ ہمیشہ یوں ہی وقفے وقفے سے چیت لگاتا رہتا تھا۔۔

سوری ذی!! زور سے لگی ہے کیا؟۔۔۔ ارزم شاہ نے اسکی ہیزل آنکھوں میں معصومیت اور شکوہ دیکھتے ہوئے بے حد فکر مندی سے استفسار کرتے غصے سے اپنے مضبوط ہاتھ کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہاں!!!۔۔۔۔۔ ذائشہ نے جان بوجھ کے سوں سوں کی آواز نکالتے ہوئے اسکی بات کی تائید کی تھی۔ وہ یہ سب اسے تنگ اور بے چین کرنے کے لئے کر رہی تھی لیکن ارزم شاہ کے اگلے ریکشن پہ اس نے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا، جو اسکے منہ سے "ہاں" سنتے ہی اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے زور سے اس لوہے کے بنچ پہ مار چکا تھا، ارزم شاہ کا پنچ اس قدر جاندار تھا کہ ذائشہ کو اس بنچ پہ اپنا وجود دہلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

ارزم!!!!!!۔۔۔ ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھوں میں آنسو لئے جلدی سے اسکا ہاتھ تھاما تھا، جبکہ ارزم شاہ تو اپنے ہاتھ میں اٹھتی تکلیف کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا اسکی طرف دیکھ رہا تھا، جس نے آج پہلی بار اسکا نام اپنے لبوں سے ادا کیا تھا، ورنہ وہ اسے شاہ بولتی بھی تھی تو لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں! آج اس نے بنا رکے، بنا لڑکھڑائے ارزم شاہ کا نام اپنی خوبصورت زبان سے کیا تھا، آخر وہ حیران کیوں نہ ہوتا، ارزم شاہ کا دل زور سے دھڑکا تھا۔۔ ارزم شاہ کو آج تک اپنا نام اتنا خوبصورت نہیں لگا تھا جتنا اسے ذائشہ کے لبوں سے ادا ہوتا اسکی باریک سریلی آواز میں خوبصورت معلوم ہوا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خود کے لئے تکلیف اور آنسو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کا دل آج ایک بار پھر سے ان ہیزل آنکھوں میں ڈوب چکا تھا۔۔

یہ کیا تھا؟؟ اپنا ہاتھ دیکھیں کتنا ریڈ ہو گیا ہے!! کیا آپ کو درد نہیں ہو رہا؟۔۔۔ ذائشہ اسکے دودھیا سفید ہاتھ کو بے حد سرخ ہوتے دیکھ کے اسے اپنے گلوز میں مقید ہاتھوں سے رب کرتی بھرائی آواز میں اسے ڈانٹ رہی تھی۔۔ لہجے میں ارزم شاہ کے لئے فکر ہی فکر واضح تھی۔۔

چھوڑ دو ذی مجھے بالکل درد نہیں ہو رہا!! یہ تکلیف میں نے خود کو اس لئے دی ہے تا کہ آئندہ کبھی بھول کے بھی اپنے اس ہاتھ سے تمہیں تکلیف نہ دوں! میں ہمیشہ انجانے میں تمہیں اپنے ہاتھ سے اسی طرح سے تکلیف دے جاتا ہوں شاید، اس بات کا علم مجھے آج ہوا ہے! میں تمہیں ہمیشہ مذاق میں یوں ہولے سے تھپڑ لگا دیتا لیکن شاید وہ انجانے میں تمہیں زور سے لگ جاتا ہے! آخر میں کیسے بھول سکتا ہوں میری ہونے والی پتنی بے حد نازک ہے؟ ارزم شاہ ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا کے بولتا اپنے دوسرے ہاتھ سے اسکی آنکھوں سے پھسلتے آنسو صاف کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں پہ تضاد اسکی باتوں میں بھی جنون کا عنصر واضح تھا جسے محسوس کرتے ہوئے ذائشہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، ذائشہ کو خود پہ بے حد غصہ آ رہا تھا جس نے اسے تنگ کرنے کے لئے اس سے جھوٹ بولا تھا ۔وہ اسکی باتوں میں خود کے لئے محبت اور جنون دیکھتی اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ اسکے یوں رونے پہ ارزم شاہ بے حد پریشان ہوا تھا۔۔

ذی!!۔۔۔ وائے آر یو کرائینگ؟؟ (تم کیوں رو رہی ہو؟)۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اسکے چہرے سے اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔۔

بات نہیں کریں مجھے سے!! آپ نے سوچا بھی کیسے کہ آپ مجھے تکلیف دے سکتے ہیں؟ میں مذاق کر رہی تھی اور آپ نے اپنے ہاتھ کو اتنی تکلیف۔۔۔ ذائشہ اپنا جملہ مکمل نہ کر پائی تو ایک بار پھر سے زور زور سے رونے لگی۔۔

ذی ریلیکس!! اس میں اتنا رونے والی کیا بات ہے یار؟۔۔۔۔ ارزم شاہ نے پھر سے اسکے چہرے سے اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے چپ کروانے کی کوشش کی تھی جو اسے شکوے سے اپنی بھیگی ہیزل رنگ آنکھوں سے گھور رہی تھی۔۔

کیوں میں کیوں نہ روؤں؟ آپ کیا سمجھتے ہیں خود کو؟ کیا صرف آپکو میری تکلیف پہ تکلیف ہوتی ہے؟ کیا مجھے آپکی تکلیف پہ تکلیف نہیں ہوتی؟ کیا مجھے آپ سے اتنی محبت نہیں ہے جتنی آپ کو مجھ۔۔۔ ابھی ذائشہ روتے ہوئے مزید کچھ بولتے جب اپنے جملے پہ غور کرتے ہوئے اس نے جلدی سے اپنی زبان کو بریک لگائی تھی جو ہر وقت پھسلتی رہتی تھی جبکہ اسکے آدھے ادھورے جملے کا مطلب سمجھتے ہوئے ارزم شاہ کا دل سینے کی دیواریں پٹکتا ہوا باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔۔

بولو نا ذی!! خاموش کیوں ہوئی؟ پلیز بولو!!! ۔۔۔۔اسے خاموش ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ دھڑکتے دل سے التجائیہ انداز میں بولا تھا، وہ آج اپنے الفاظوں سے ارزم شاہ کو حیران کر رہی تھی، ذائشہ نے آج پہلی دفعہ اس سے اپنی محبت کا اطراف کیا تھا۔۔

ک۔کچھ۔۔نہ۔۔نہیں۔۔م۔میں۔۔بس۔۔یہ۔۔یہی۔۔بو۔۔بول۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔

آپکو۔۔خود۔۔کو۔۔یوں۔۔تکلیف۔۔نہیں۔۔دینی۔۔۔چاہیئے تھی۔۔وہ نظریں جھکاتی اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھاتے مدھم آواز میں منمنائی رہی، دل ہنوز اسکے ہاتھ کے لئے پریشان تھا۔۔

میری تکلیف گئی بھاڑ میں!! مجھے بتاؤ تمہیں مجھ سے محبت کب ہوئی! کیوں ہو؟ میں یہ سب جاننا چاہتا ہوں پلیز۔۔۔۔ ارزم شاہ ضدی انداز میں بولا تھا، ذائشہ نے روہانسے ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے ایک جملے کو پکڑ کے چھوڑنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔

آپکا ہاتھ۔۔۔ابھی ذائشہ بات گول کرتے ہوئے اسکا دھیان پھر سے اسکے ہاتھ کی طرف دلواتی جب ارزم شاہ نے اسکے بات کاٹی تھی۔۔

ذائشہ!! اب اگر تم نے میری بات کا جواب نہ دیا تو میں واقعی ہی تم سے ناراض ہو جاؤں گا! اور مجھے منانا آسان کام نہیں ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا اسے دھمکی دینے والے انداز میں بولا تھا، ذائشہ نے اسکی ناراضگی کے ڈر سے معصومیت سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس وقت اسکی کسی بھی معصومیت میں آئے بغیر اسے سپاٹ انداز سے دیکھ رہا تھا۔۔

آپ جانتے ہیں ہم پہلی بار جب ملے تھے؟۔۔۔۔اسکی ناراضگی کے ڈر سے ذائشہ نے ہمت باندھتے ہوئے اسے اپنی محبت کے آغاز سے آگاہ کرنا چاہا تھا۔۔

آف کورس یونی میں!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے بے تکے سوال پہ کندھے اچکاتا پورے کانفیڈنس سے بولا تھا۔۔

نہیں! ہم پہلی بار یونی میں نہیں ملے تھے! بلکہ ہم روڈ پہ ملے تھے!۔۔۔ذائشہ نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

واٹ؟؟ کب؟ کہاں؟ کس روڈ پہ؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے ایک سانس میں کتنے ہی سوال کر ڈالے! وہ واقعی ہی نہیں جانتا تھا وہ دونوں یونیورسٹی سے پہلے کس روڈ پہ اور کب ملے تھے؟

ہم چھ سال پہلے ملے تھے۔۔چھ سال دو ماہ پہلے!!۔۔۔ذائشہ نے اسکی معلومات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ارزم شاہ کو حیران کیا تھا۔۔

ذی!! یوں پہیلیاں مت بجھاؤ۔۔۔مجھے پوری بات بتاؤ!۔۔۔ارزم شاہ نے بے تابی سے استفسار کیا تھا۔۔

کیا آپ کو یاد ہے چھ سال پہلے ایک لڑکی بری طرح سے آپ کی گاڑی کے ساتھ ٹکرانے والی تھی لیکن آپ بروقت بریک لگا چکے تھے، آپکے جلدی بریک لگانے پہ بھی اس لڑکی کا پیر آپکی گاڑی کے ٹائر کے نیچے آگیا تھا جس پہ آپ فکرمندی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔۔

واٹ نان سینس بول کے اپنی غلطی پہ الٹا مجھے ہی ڈانٹتے آپ فکرمندی سے میرے پیروں میں بیٹھ کے میرے زخم کا معائنہ کر رہے تھے۔۔میرا پیر آپکی گاڑی کے ٹائر کے نیچے بری طرح سے کچلا گیا تھا جس پہ آپ نے ٹائر کو تھوڑی سی حرکت دیتے ہوئے میرا پیر اپنے ٹائر کے نیچے سے نکالا تھا۔۔آپ نے ایک دفعہ بھی میرے چادر سے چھپے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا لیکن آپ کو اپنے پیروں میں بیٹھے دیکھ کے میں ٹکٹکی باندھے آپ جیسے شاندار مرد کو دیکھتی جا رہی تھی۔۔میں نے اپنی زندگی میں آپ سے خوبصورت مرد پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا یا آپ میری آنکھوں کو کچھ زیادہ ہی اچھے لگ چکے تھے، میری آنکھیں آپ سے ہٹ نہیں رہی تھیں! آپ وہ پہلے مرد تھے جسے میں نے نظر بھر کے دیکھا تھا اور جتنا دیکھا جا سکتا تھا اتنا دیکھا تھا۔۔اور جاتے ہیں آپ دنیا کے وہ پہلے مرد تھے جو" ذائشہ "کے پیروں میں بیٹھے تھے۔ جس طرح سے آپ نے میرے پیر کو لے کے فکر دیکھائی تھی آپ سے پہلے کبھی کسی نے میرے لئے اس قدر فکر نہیں دیکھائی تھی۔۔آپ میری طرف دیکھے بغیر میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا چکے تھے تاکہ میرے پیر کو دیکھانے کے لئے مجھے ہاسپٹل لے جا سکیں! اور میں اتنی پاگل تھی کسی ٹرانس کی کیفیت میں بنا کچھ بولے ایک انجان مرد کے ساتھ بیٹھ گئی۔۔مجھے آپ سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی یا شاید عشق! میں

نہیں جانتی۔۔ آپ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کے گئے! ڈاکٹر نے میری بینڈیج کر کے مجھے لیٹنے کو بولا، تب تک آپ میرے بلز کلئیر کرنے گئے تھے۔۔۔ ابھی ذائشہ مزید کچھ بولتی جب ارزم شاہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔۔

میں بلز کلئیر کرنے گیا تھا اور تم لگے ہاتھ وہاں سے بھاگ چکی تھی؟۔۔۔ ارزم شاہ نے آبیبر واچکاتے ہوئے اسکا جملہ مکمل کیا تھا، البتہ اسکے اظہار محبت پہ اسکا دل خوشی سے ناچ رہا تھا، ذائشہ کے منہ سے اس واقعے کو سنتا ہوا چھ سال پہلے کا پورا منظر ارزم شاہ کی آنکھوں کے سامنے چل رہا تھا۔۔

ہمم۔۔۔۔ ذائشہ نے ہنکارا بھرا تھا۔۔

لیکن کیوں؟ اگر تم وہاں سے نہیں بھاگتی تو شاید ہم اتنی دیر بعد نہیں ملتے ذی!! تم وہاں سے کیوں بھاگی یار؟!۔۔۔ ارزم شاہ بے حد افسوس اور بے تابی سے بولا تھا۔۔

میں ڈر کے بھاگی تھی! آپ کے جاتے ہی اس ڈاکٹر نے میرے چہرے سے چادر۔۔۔ ذائشہ اپنا جملہ پورا نہ بھی کر پائی جب حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا جس نے اسے جملہ مکمل کرنے نہیں دیا تھا۔۔ اسکی آدھی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ارزم شاہ کا چہرہ طیش و اشتعال سے سرخ ہوا تھا۔۔

کیا کیا تھا اس ڈاکٹر نے ذی؟؟! ۔۔ ارزم شاہ غرایا تھا۔۔ لہجے میں جنون کی جھلک واضح تھی۔۔

ک۔کچھ۔۔ نہیں۔۔۔ ارزم شاہ کو غصے میں آتے دیکھ کے ذائشہ نے اپنی بیوقوفی کو آج پھر سے کوسا تھا، وہ تو کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے ہر بات بتاتی جا رہی تھی، لیکن ارزم شاہ کے یوں غصے میں آنے پہ اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

کیا کیا تھا اس سالے نے!! ذی مجھے پوری بات بتاؤں۔۔ ڈیم اٹ!!۔۔ ارزم شاہ اسکے کان میں شدید غصے سے دھاڑا تھا، آس پاس سٹوڈنٹس نہ ہونے کے برابر تھے۔۔

اس ڈاکٹر نے میرا چہرہ دیکھنے کی غرض سے میرے چہرے سے چادر ہٹائی چاہی تھی لیکن میں سائیڈ پہ پڑے ٹیبل سے چاقو اٹھا کے اسکے کندھے پہ مارتی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔۔ میں بہت ڈر چکی تھی، جب میں اکیڈمی سے واپس آ رہی تھی، آپ کی گاڑی سے ٹکرانے سے پہلے اس دن کچھ آدمی میرا پیچھا کر رہے تھے، اور پھر اس ڈاکٹر کی حرکت پہ مجھے ہر آدمی سے ڈر محسوس ہو رہا تھا، میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی لیکن آپ اس دن کے بعد مجھے نہیں ملے تھے!

اس دن کے بعد میں نے آپ کو ہمیشہ سے نیوز پہ آپ کے بابا جان یا لالہ کے ساتھ دیکھا تھا۔۔اس وقت میں نہیں جانتی اس دن مجھے گاڑی میں آپ کے ساتھ خوف محسوس کیوں نہیں ہوا تھا؟ میں آپ کے سائے میں اتنا محفوظ کیوں محسوس کر رہی تھی؟ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب آپ میرے خوابوں میں بھی آنے لگے تو مجھے لگا مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے یا آپ میرے کرش بن گئے ہیں! کچھ دن گزرنے کے بعد جب میں نے آپ کو نیوز میں دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی، آپ کے بابا جان کوئی تقریر کر رہے تھے لیکن آپ اپنے لالہ (احان) کے ساتھ کھڑے ان کے کان میں ہولے سے کچھ بولتے ہوئے مسکرا رہے تھے، میں آپ کے بابا جان کی تقریر سننے کی بجائے آپکی طرف دیکھتی رہی! میں نہیں جانتی تھی! کیوں؟ لیکن مجھے آپکو دیکھنا اچھا لگ رہا تھا اور میں دیکھتی رہی۔ آپ مجھے اپنے لالہ کے ساتھ چھوٹی موٹی شرارتیں کرتے ہوئے پتا نہیں کیوں لیکن بہت پیارے لگ رہے تھے۔۔

اس دن کے بعد سے نیوز میں زیرو انٹرسٹ ہونے کے باجود بھی میں ہر روز نیوز چینل لگا کے رکھتی تھی کہ شاید کسی دن آپ کی جھلک دیکھنا نصیب ہو جائے لیکن آپ ٹی وی پہ بہت کم آتے تھے۔۔زائشہ بھرائی آواز میں اسے اپنی پوری سٹوری سناتی آخر میں کیوٹ سا شکوہ کر گئی، ذائشہ کی بات میں بالکل چٹکی جتنے جھوٹ کی ملاوٹ شامل تھی جسے ارزم شاہ محسوس نہیں کر پایا تھا۔۔ارزم شاہ جس کا چہرہ اس ڈاکٹر کی حرکت کو سن کے سرخ تھا اپنی بیوقوف ذی کی شیرنیوں والی حرکت پہ وہ ایمپریس ہوئے بنا رہ نہیں پایا تھا اور پھر آخر میں اس کا کیوٹ سا شکوہ سنتے ہوئے اس کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈلے تھے۔۔

سید ارزم شاہ کی شیرنی ذی!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی بھیگی پلکوں کو اپنی پوروں سے صاف کرتا بے حد پیار سے گویا ہوا تھا، وہ جانتا تھا وہ اس دن والا واقع ڈراؤنا واقعہ یاد کر کے رو رہی ہے۔۔۔

ذی کیا تم ان لوگوں کو جانتی ہو جو اس دن تمہارا پیچھا کر رہے تھے؟ اس ڈاکٹر کا پتا لگانا اور اسکا ہاتھ ایک جھٹکے میں جڑ سے اکھیڑ نا میرے لئے اتنا مشکل نہیں ہے لیکن ان لوگوں کے بارے میں میں بالکل نہیں جانتا جو تمہارا پیچھا کر رہے تھے۔۔ارزم شاہ نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔

نہی۔۔نہیں۔۔لیکن۔۔وہ۔۔واقعہ۔۔

تو۔۔۔کتنے۔۔سال۔۔۔پرانا۔۔۔ہے۔۔۔کیا۔۔آپ۔۔۔اس۔۔ڈاکٹر۔۔۔کو۔۔۔اتنے۔۔۔سالوں۔۔۔بعد۔

۔۔سزا۔۔۔دیں۔۔۔گے ؟۔۔۔ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے بے حد حیرانگی سے استفسار کیا تھا۔۔

واقعہ پرانا ہو یا ڈاکٹر!! لیکن اس ڈاکٹر کا گناہ آج بھی ناقابلِ معافی ہے! تم جانتی ہو ارزم شاہ اپنے مجرموں کی غلطی کبھی معاف نہیں کرتا!! چاہے کوئی مرتا مر جائے لیکن ارزم شاہ کے لئے اپنا بدلہ لینا لازم ملزوم ہے!! میں جانتا ہوں یہ ایک اچھی عادت نہیں ہے لیکن میں خود کو بدلہ لینے سے روک نہیں پاتا! تم جانتی ہو میرے دل پہ ابھی تک اس ڈاکٹر کی اس حرکت کو سوچتے ہوئے کس طرح سے چھڑیاں چل رہی ہیں؟ میرا بس نہیں ہے میں اس کو ابھی ڈھونڈ کے اسے زندہ زمین میں گاڑھ دوں!!!۔۔۔ارزم شاہ ایک ایک لفظ چبا کے بولتا اپنی شہد رنگ آنکھوں میں جنون ی سرخی لئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔اسکے یوں غرانے پہ ذائشہ نے سہمتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

مجھے یاد ہے اس وقت رات کے دس سے گیارہ بج رہے تھے تم اکیڈمی سے اتنا لیٹ کیوں آئی تھی؟۔۔۔ارزم شاہ نے اس روز والا واقعہ سوچتے ہوئے بے ساختہ یہ سوال کر ڈالا جس پہ ذائشہ کا چہرہ فق ہوا تھا۔۔

وہ۔۔وہ۔۔تب۔۔۔ایگزامز۔۔۔تھے۔۔۔اور۔۔

آپ۔۔کو۔۔۔یاد۔۔۔ہے۔۔۔نا۔۔۔اس۔۔روز۔۔۔موسم۔۔۔بھی۔۔۔کتنا۔۔۔خراب۔۔۔رہا۔۔۔تھا۔۔۔اسی۔۔لئے۔۔۔میں۔۔۔سب۔۔۔لڑکیوں

۔۔۔کے۔۔۔ساتھ۔۔کچھ۔۔۔دیر۔۔۔اکیڈمی۔۔۔ہی۔۔۔رک۔۔۔گئی۔۔۔

پھر۔۔۔سب۔۔۔کے۔۔۔ساتھ۔۔۔واپس۔۔۔آتے۔۔۔ہوئے۔۔۔جب۔۔۔میں۔۔۔اکیلی۔۔۔رہ۔۔۔گئی۔۔۔تو۔۔

میں۔۔۔نہیں۔۔جانتی۔۔۔وہ۔۔۔کون۔۔۔بدتمیز۔۔۔لڑکے۔۔۔تھے۔۔جو۔۔۔مجھے۔۔۔اکیلا۔۔۔دیکھ۔۔۔کے۔۔۔میرے۔۔۔پیچھے۔۔۔پڑ۔۔۔۔گئے۔۔۔ذائشہ نے لڑکھڑاتی زبان میں جھوٹ بولا تھا۔۔اسکی بات ارزم شاہ کے اوپر سے گزری تھی لیکن اسے سہمتے دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا وہ اسکے غصے میں آنے کی وجہ سے ڈر رہی ہے اسی لئے ارزم شاہ نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے غصے پہ قابو پایا تھا۔۔

اوو!! تو میں اب سمجھا کہ ذی میڈیم مجھے پہلے ہی دن کیوں اپنی ان خوبصورت آنکھوں سے تار رہی تھیں!! اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ اتنی پاکیزہ، خوب سیرت اور خوبصورت آنکھوں والی لڑکی میری دیوانی ہے تو یقین مانو اپنا دل نکال کے تمہارے قدموں میں رکھ دیتا!(اسکے لفظ پاکیزہ پہ ذائشہ نے اپنے نچلے لب پہ زور سے دانتوں کا دباؤ بڑھاتے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں)! کاش میں اس دن تمہاری آنکھیں دیکھ لیتا اور پھر تمہیں کبھی بھی خود سے دور نہیں جانے دیتا! جس دن تمہار ایونی میں پہلا روز تھا، مجھے اسی دن سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں! لیکن میں ہمیشہ اپنا وہم سمجھ کے اس خیال کو جھٹک جایا کرتا تھا۔ تمہیں دیکھ کے مجھے وہ چھ سال پہلے والا واقعہ جانتی ہو کس روز یاد آیا تھا؟ جب کینٹین میں تمہارا ہاتھ جلا تھا اور میں تمہارے جلے ہوئے ہاتھ کو دیکھنے کی غرض سے تمہارے قدموں میں بیٹھا تھا، چھ سال پہلے بھی تو تم نے مجھے یونہی خود کے قدموں میں بیٹھنے پہ مجبور کیا تھا نا؟ مجھے محبت تمہاری آنکھوں میں موجود شرم وحیا سے ہوئی تھی۔۔ پہلی بار مجھے تمہاری آنکھوں سے محبت اس روز ہوئی تھی جب تم نے پہلے ہی روز سر کے مشورے کو سن کے میری طرف دیکھا تھا لیکن اگلے ہی پل تم میرا کھلا گریبان دیکھ کے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔ دوسری بار مجھے تمہاری آنکھوں سے محبت اس روز ہوئی تھی جب کلاس میں کانسرٹ کرتا گانے گنگنا رہا تھا لیکن تم اپنی ہی دھن میں شرماتی ہوئی نظریں جھکا رہی تھی۔۔ تیسری بار مجھے تمہاری آنکھوں سے محبت اس روز ہوئی تھی جب میرے ڈانٹنے پہ تمہاری آنکھیں بھیگی تھیں، پھر اس کے بعد سے مجھے ہر روز نئے سرے سے تمہاری آنکھوں سے مزید محبت ہوتی چلی گئی۔۔ میں جب جب ان خوبصورت آنکھوں کو دیکھتا تھا میری محبت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا تھا لیکن میں کبھی بھی اپنی محبت کو ایکسپٹ نہیں کرتا تھا۔۔ مجھے اپنی محبت کا احساس شاید اس روز ہوا جب عاشر لکھانی نے تم میں انٹرسٹ لینے کی کوشش کی تھی، سچ پوچھو تو اس دن میں نے عاشر لکھانی کو اس کی فضول باتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے نزدیک بیٹھنے کی وجہ سے زیادہ پیٹا تھا۔۔ ارزم شاہ اسکی خوبصورت آنکھوں میں دیکھ کے اسے اپنی محبت کا قصہ خود ہی سناتا اپنے آخری جملے پہ کھکھلا کے ہنسا تھا، ذائشہ جو اسکے اظہار محبت پہ اسے بھیگی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اسکے آخری جملے پہ وہ تاصف سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔

ایک دفعہ پھر بولو نا!! ارزم شاہ ایک دم سے اسکے کان کے پاس جھکتا فرمائشی انداز میں بولا تھا۔۔

ک۔ کیا۔۔۔ ذائشہ نے معصومیت سے استفسار کیا!

ارزم!!! جس طرح سے ابھی کچھ دیر پہلے میرا نام پکارتے ہوئے میری دھڑکنوں کو منتشر کیا تھا، ایک دفعہ پھر سے کرونا!!۔۔۔ارزم شاہ معصومیت سے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوا تھا جس پہ ذائشہ نے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے سٹپٹا کے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔

میرا۔۔۔بیگ۔۔۔دیں۔۔۔مجھے۔۔۔جانا۔۔۔ہے۔۔۔وہ بات کو گول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

چلو اچھا ہے ابھی نہ ہی بولو! نکاح ہونے کے بعد میرا نام پکارنا جس پہ انعام میں تمہیں اپنے انداز میں دوں گا ذی ڈارلنگ!! ابھی مجھے صرف اتنا بتاؤ اپنے کرش کی ہونے والی پتنی بن کے کیسا محسوس کر رہی ہو؟۔۔۔ارزم شاہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا اب اسکا بیگ اسکی طرف بڑھا چکا تھا کیونکہ وہ اسکے اگلے سٹیپ سے بخوبی واقف تھا۔ذائشہ اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھنے کے بعد غصے اور شرم کے ملے جلے تاثرات سے اسکے ہاتھ سے بیگ تھام کے اسے ہولے سے مارتی اس سے دور بھاگ چکی تھی، اسکا رخ شاید نہیں یقیناً ہوسٹل کی طرف تھا۔

ہاہاہاہا۔خود کے پیچھے ارزم شاہ کا بے باک قہقہ سنتے ہوئے ذائزہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔۔

چل بھئی ارزم شاہ اٹھ!! آج اپنے خوبصورت ہاتھوں سے ایک ڈاکٹر کا آپریشن کرنے کا وقت آن پہنچا ہے!! ذائشہ کے جاتے ہی ارزم شاہ اپنے مضبوط ہاتھوں پہ نظریں جما کے کندھے آچکا کے بولتا ہوا بنچ سے کھڑا ہوا تھا۔وہ سیٹی کی دھن بجاتا بڑے مزے سے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا ہولے ہولے سے چل رہا تھا، ذائشہ کا اظہارِ محبت یاد کرتے وہ اسکے ایک ایک لفظ کو اپنے دماغ میں دہراتا مسکرائے جا رہا تھا۔

)ایک ہفتہ بعد(

گل!! گل!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے برہمی سے گلالئ کو آوازیں لگا رہا تھا جو نجانے کہاں غائب تھی۔

گل!!!!!۔۔۔احان شاہ اب اپنے گلے کے گرد لٹکی کالی اجرک اتار کے صوفے پہ پھینکتا مزید بلند آواز میں اسے پکار رہا تھا، لہجے میں کچھ غصہ تھا۔

آ گئی شاہ سائیں!!۔۔بس دو منٹ۔۔۔گلالئی نے واشروم کے اندر سے معصومیت سے جواب دیا تھا۔وہ شاور لے کے اب اپنا لباس زیب تن کر رہی تھی۔۔احان شاہ کے لہجے میں غصہ محسوس کرتے ہوئے وہ حیران ہوئی تھی۔۔اسکی آواز پہ احان شاہ نے غصے سے پھولی سانسوں کے درمیان واشروم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔۔

ایک منٹ سے پہلے باہر نکلو۔۔۔۔۔احان شاہ غرایا تھا۔گلالئی اس کی دھاڑ پہ لرزتی ہوئی حیرانگی سے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلاتے جلدی سے اپنی گلابی پٹھانی فراک کی آدھی ادھوری زپ بند کرتی واشروم سے نکلی تھی۔۔

جی۔۔شاہ سائیں۔۔کیا ہو گیا؟۔۔۔۔گلالئی معصومیت اور حیرانگی کے ملے جلے تاثرات سے بولتی اپنا دوپٹا اٹھانے کی غرض سے بیڈ کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسکی طرف بڑھتے غصے سے اسکی کہنی پکڑتے ہوئے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی شاہ بی بی کے ساتھ بد تمیزی کرنے کی؟؟احان شاہ اسکا جبڑا اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے ہوئے دھاڑا تھا۔گلالئی نے اسکی دھاڑ پہ نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ واقعی ہی سمجھ نہیں پا رہی تھی، کہ آج اس سے کون سی نئی غلطی سرزد ہوئی ہے؟

می۔۔نے۔۔کوئی۔۔۔بد تمیزی۔۔۔نہیں۔۔۔کی!۔۔۔۔اسکے ہاتھ کی سخت گرفت اپنے جبڑے پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی نے اسے گھٹی گھٹی آواز میں جواب دیا تھا۔۔

کیا شاہ بی بی نے تمہیں سب کے لئے کھیر بنانے کو نہیں بولا تھا؟۔۔۔احان شاہ اسکے یوں انجان بننے پہ پہلے سے بلند آواز میں غرایا تھا۔۔

بولا۔۔۔تھا۔۔۔لیکن۔۔۔ابھی گلالئی اسکی ہری آنکھوں کی سرخی دیکھ کے سہمتی ہوئی اسے اپنی صفائی دیتی جب احان شاہ نے اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے مسلتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بولا تھا لیکن تم ان کے ساتھ بد تمیزی کر کے کمرے میں چلی آئی؟یہ بول کہ کے تم اپنے شوہر کے آنے سے پہلے تیار ہونے کے لئے کمرے میں جا رہی ہو؟؟کیا میں نے تمہیں کبھی دوپہر کے اس وقت تیار ہونے کے لئے فورس کیا ہے ؟کیا ان سب چونچلوں کے لئے رات کا وقت کافی نہیں ہے؟آخر تم ہمیشہ شاہ بی بی کے ساتھ بد تمیزی کیوں کرتی ہو؟ کیا وہ تمہارے لئے قابلِ احترام نہیں ہیں؟احان شاہ طیش کے عالم میں دھاڑا تھا۔اسکے الفاظوں پہ گلالئی نے اپنی

آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ جس دن سے ہوٹل سے واپس آئے تھے، اس کے بعد سے احان شاہ تقریباً دن کے وقت ہمیشہ کسی نہ کسی بات کو لے کے یوں ہی غصہ کیا کرتا تھا لیکن رات کے وقت اسے روایتی مردوں کی طرح اپنی بیوی اپنی پناہوں میں چاہیے ہوتی تھی۔۔ وہ اگر صبح اس پہ غصہ کرتا تھا تو رات میں اسکے کان میں پیار بھری سرگوشیاں کرتا اسے اپنے لمس سے مہکاتے ہوئے معافیاں بھی مانگتا تھا جس سے گلالئ کبھی کبھی تو مان جایا کرتی تھی لیکن کبھی وہ مجبوری میں اسکی قربت برداشت کرتی تھی، وہ اسے رات میں تب تک مناتا رہتا تھا جب تک وہ مان نہیں جاتی تھی جس پہ گلالئ کو بھی بالآخر ماننا ہی پڑتا تھا، اگر رات میں کبھی وہ احان شاہ کو غصے سے خود سے دور رہنے کو بولتی تھی تو وہ پھر بھی اسے نرمی سے ڈیل کرتا اپنے حصار میں قابو کر لیتا تھا لیکن دن کے وقت اسکی نرمی جیسے کہیں دور جا سوتی تھی۔۔ ناشتہ کر کے کچھ دیر شاہ بی بی کے پاس بیٹھنے کی دیر ہوتی تھی جب احان شاہ ہمیشہ کسی نہ کسی چیز کو لے کے کمرے میں آ کے اس پہ غصہ کر دیا کرتا تھا، اپنے وعدے کے مطابق وہ کسی کے سامنے غصہ نہیں کرتا تھا لیکن کمرے میں وہ یوں ہی غرا کے آفس جاتا تھا یا پھر آفس سے آ کے اسے ناچاہتے ہوئے بھی اپنے غصے کا نشانہ بناتا تھا۔۔ کبھی کبھی دن کے وقت جو موڈ اچھا ہوتا تو وہ یہی چاہتا تھا کہ گلالئ کا موڈ بھی اچھا رہے، وہ اسکی قربت میں شرماتی ہوئی اسکا ساتھ دے لیکن اس وقت گلالئ دل میں اس سے بری طرح سے بدگمان ہوتی تھی، وہ بظاہر چہرے پہ مسکراہٹ سجا کے احان شاہ کو سمجھنے کی کوشش کرتی تھی جس کی شخصیت اسکی سمجھ سے باہر تھی۔۔ وہ ابھی تک احان شاہ اور شاہ بی بی کو ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ وہ دونوں اپنی مرضی سے اسکے ساتھ نرم اور اپنی ہی مرضی سے سخت رویہ اختیار کر جایا کرتے تھے۔۔

میں نے بدتمیزی نہیں کی تھی، میں نے صرف اتنا بولا تھا کہ میں نہا کے نماز پڑھ کے بنا دوں گی!!۔۔۔ گلالئ نے اسکے ہاتھ سے اپنا جبڑہ چھڑوانے کی تگ و دو کرتے ہوئے اسے سپاٹ انداز مین جواب دیا تھا۔

گل!! تم ہمیشہ مجھ پہ یہ ظاہر کیوں کرواتی ہو کہ شاہ بی بی جھوٹ بول رہی ہیں؟ آج تو مجھے نگہت (ایزل کی ملازمہ) نے بھی تمہاری بدتمیزی کی گواہی دے دی ہے! تم جانتی ہو میں کتنی شرمندگی محسوس کر رہا تھا شاہ بی بی کے سامنے؟ جب وہ تمہارے ساتھ اتنی نرم ہیں تو تم کیوں ان کے ساتھ بدتمیزی کر جاتی ہو؟ گل تم۔۔۔ ابھی احان شاہ غصے اور بے بسی کے ملے جلے تاثرات میں مزید بولتا جب گلالئ اپنی پوری طاقت لگاتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔۔

میں کھیر بنا دیتی ہوں!!۔۔۔گلالئی بنا بحث کئے اپنا ہاتھ اپنی کمر پہ لے جا کے اپنی آدھ کھلی زپ بند کرتی اپنے بالوں کو سمیٹ کے اپنے پورے وجود پہ بڑا سا دوپٹا اوڑھتی سنجیدگی سے بولی تھی، البتہ دل خون کے آنسو رو رہا تھا، اسے احان شاہ کی خود پہ اتنی بے اعتباری دیکھتے ہوئے ہمیشہ یوں ہی ٹھوکا سا لگتا تھا، اسے اپنی بیوی سے زیادہ شاہ بی بی اور ملازمہ پہ اعتبار تھا؟ وہ اب اسکے سامنے آنسو بہانا کم کر چکی تھی کیونکہ گلالئی کا لگتا تھا اگر وہ اس کے آنسوؤں پہ چڑ کے کبھی اس پہ غصہ کرے گا تو وہ اسکا دل بری طرح سے توڑ ڈالے گا! گل کو اپنے آنسو بہت پیارے تھے وہ اسکی تنہائی کے ساتھی تھے، جب وہ رونا چاہتی تھی اسے ہمیشہ سے رونے میں مدد دیتے آئے تھے وہ ان پہ کسی کی بات برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسی لئے وہ اب انہیں دوسروں کے سامنے کم بہایا کرتی تھی یا اکیلے میں بہاتی خود ہی تکلیف میں رہتی تھی۔۔

بعد میں بنانا اب!! میرے کچھ کپڑے پیک کرو مجھے دو سے تین دن کے لئے آسٹریلیا جانا ہے!! رات میں میری فلائٹ ہے!۔۔۔اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر کے بولتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکے یوں اچانک آسٹریلیا جانے کا سن کے گلالئی پہلے تو چونکی تھی لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اسے احان شاہ نے رات میں ہی بتایا تھا کہ وہ کچھ دن تک کاظم شاہ سے ملنے اور اسے منانے کی غرض سے آسٹریلیا جائے گا! تو شاید وہ آج اسی سلسلے میں وہاں جا رہا تھا۔ خیر گلالئی اسے بنا جواب دیئے الماری کی طرف بڑھی تھی، اسکا بیگ نکال کے اب وہ مصروف انداز میں اسکی پیکنگ کر رہی تھی۔ احان شاہ بظاہر تو بیڈ پہ نیم دراز اپنے موبائل میں مصروف تھا لیکن وہ گلالئی کا ایک ایک تاثر اپنی گہری نظروں سے محسوس کر رہا تھا۔۔

بات سنو!!!۔۔۔۔گلالئی جو اسکا بیگ پیک کرنے کے بعد اسے ایک طرف رکھ کے باہر جا رہی تھی، دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے احان شاہ نے بلند آواز میں اسے جلدی سے مخاطب کیا تھا۔ گلالئی نے کچھ بولنے کی بجائے آبیبرو اچکاتے ہوئے اسکی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

میرے پاس آؤ!۔۔۔۔احان شاہ نے اپنا بازو وا کرتے ہوئے اسے نرمی سے اپنے پاس بلایا تھا۔۔

دوپہر کا وقت ان سب چونچلوں کے لئے تھوڑی ہے؟ اس سب کے لئے تو رات کافی ہو گی نا! جس میں میں صرف آپکی ضرورت بنوں گی! ضرورت کے علاوہ کچھ نہیں!!۔۔گلالئی اسے گے تاثر چہرے سے جواب دیتی اپنی پلکیں جھپک جھپک کے اپنے آنسوؤں کو پیچھے کرتے ہوئے کمرے سے باہر بھاگی تھی۔۔

واٹ؟ صرف ضرورت سے کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔۔ اسے کمرے سے یوں بھاگتے دیکھ کے احان شاہ اپنے بیڈ سے کھڑا ہو تا بلند آواز میں دھاڑا تھا لیکن وہ اسے نظر انداز کرتی اب تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔

اب کہاں ڈر کے بھاگ رہی ہو؟ مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھا کے جاؤ گلالئ احان شاہ!!۔۔۔ اسکے الفاظوں پہ احان شاہ غصے سے بولتا اسکے پیچھے ہی سیڑھیاں اترتا تیزی سے اپنا ہاتھ بڑھا کے اسے کہنی سے پکڑنے ہی والا تھا جب لاؤنج میں ھارون شاہ، عادل شاہ، زہرہ شاہ اور شاہ بی بی کو بیٹھے دیکھ کے وہ اپنا نچلہ لب دباتا یہی ہاتھ اپنے بھورے بالوں میں پھیر گیا، احان شاہ کی اس حرکت پہ عادل شاہ اور ھارون شاہ اسے شرم دلانے والے انداز میں دیکھ رہے تھے جو کمرے سے باہر بھی اپنی بیوی کی پلو سے لگا گھوم رہا تھا۔۔ کم از کم انہوں نے تو یہی مشاہدہ کیا تھا جب کہ بات الٹ تھی۔۔ شپ بی بی کے چہرہ پہ غصہ تھا۔۔ گلالئ کو کچن میں غائب ہوتے دیکھ کے احان شاہ دانت کچکچاتا ہوا لاؤنج کے صوفوں کی طرف بڑھا تھا، وہ اکثر لنچ کے وقت آفس سے ہویلی آجایا کرتا تھا، اور بعد میں اسی بات پہ پچھتاتا بھی تھا کیونکہ دوپہر کے وقت پچھلے پورے ہفتے سے اسکی اور گلالئ کی کسی نہ کسی بات پہ لڑائی ضرور ہو رہی تھی، اور آج تو وہ کچھ زیادہ ہی خفا نظر آرہی تھی۔۔

کیوں پریشانی سے ہمیشہ اپنی طبیعت خراب کر لیتی ہیں؟ میں نے بولا تھا نا میں سب ٹھیک کر دوں گا؟ میں آج رات آسٹریلیا کی فلائٹ سے نکلوں گا! بھروسہ رکھیں! انشاءاللہ وہ میرے ساتھ واپس ضرور آئے گا!۔۔۔ احان شاہ صوفے پہ بیٹھ کے زہرہ شاہ کو اپنے ساتھ لگاتا ان کے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے ہوئے انہیں ہمیشہ کی طرح صبر دینے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، جو بیٹے کی جدائی پہ اپنی عمر سے کئی زیادہ بوڑھی دکھ رہی تھیں۔ زہرہ شاہ اور دریاب شاہ، تو کاظم شاہ کے جانے کے بعد سے جیسے بولنا ہی چھوڑ چکے تھے، اپنے بڑے بیٹے کی جدائی دونوں کو پل پل مار رہی تھی جو صدا کا ضدی اور ظالم نکلا تھا۔۔

وہ واقعی ہی آجائے گا نا؟۔۔۔ زہرہ شاہ نے اسکے سینے پہ سر رکھتے ہوئے امید کے تحت بھرائی آواز میں پوچھا تھا، سب زہرہ شاہ کو ترحم نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔۔

نہیں آئے گا تو میرے ہاتھوں کے جاندار مکے کھائے گا کیونکہ میں اس سے زیادہ اسکا ایٹیٹوڈ برداشت نہیں کر سکتا!۔۔۔ احان شاہ ان کا ہاتھ تھام کے اپنے لبوں سے لگاتا دانت پیس کے بولا تھا جس پہ ھارون شاہ نے تاصف بھری

نگاہوں سے اپنے لڑاکا بیٹے کو دیکھا تھا۔ زہرہ مام زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پہ سجاتے اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھیں۔۔

کھیر بن گئی ہے، نماز کا وقت جا رہا ہے، میں نماز ادا کر کے آتی ہوں! آپ تب تک شاہ بی بی کے لئے کھیر نکال کے فریج میں ٹھنڈی کرنے کے لئے رکھ دیں، میں واپس آ کے انہیں خود دیتی ہوں!!۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے تک کھیر بنانے کے بعد گلالئ معصومیت سے نگہت کو نرم انداز میں بولتی نماز پڑھنے کی غرض سے کچن سے باہر جا چکی تھی، زرتاج اماں اب زیادہ تر انیکسی میں ہی رہا کرتی تھیں، احان شاہ نے انہیں ہویلی میں کام کرنے سے منع کر دیا تھا، ان کی ضرورت کی ہر چیز اب انیکسی میں پہنچائی جاتی تھی جس پہ شاہ بی بی دل ہی دل میں زرتاج اماں کے اتنے پروٹوکول پہ صرف سلگ کے رہ جاتی جسے احان شاہ ساس کی بجائے ماں والا مان دینا شروع کر چکا تھا۔۔ نگہت جو گلالئ کی بات پہ فرمانبرداری سے ہاں میں سر ہلا کے شاہ بی بی کے لئے چھوٹے سے باؤل میں کھیر ڈال رہی تھی، گلالئ کے کچن سے نکلتے ہی اس نے اپنے دوپٹے کے پلو پہ لگی گرہ کو کھولتے ہوئے اس میں سے ایک پوری نما چیز نکالی تھی، کچن میں اس وقت اسکے علاوہ دوسری کوئی ملازمہ وجود نہیں تھی۔ نگہت اپنی گردن گھما کے یہاں وہاں دیکھتی اس پوری کو کھول کے پاؤڈر کی صورت میں سفید مواد شاہ بی بی کی کھیر کے باؤل میں ڈال کے اب اس میں اچھے سے چمچ ہلاتی استہزایا انداز سے مسکرا رہی تھی۔ بیس سالہ ملازمہ نگہت کہنے کو تو ایزل شاہ کی دیکھ بال کے لئے رکھی گئی تھی لیکن اس کا پورا پورا دن ہر کسی کی جاسوسی میں ہی گزرتا تھا۔۔ وہ صفائی کرنے کے بہانے ہویلی میں صفائی کم اور جاسوسی زیادہ کرتی تھی۔۔ کمرے کو خالی دیکھتے ہوئے گلالئ وضو کرنے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھی تھی، وضو کرنے کے دوران گلالئ کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار اسکے چہرے کو بھگو رہے تھے، وہ ہمیشہ اسے اس وقت یونہی رلا کے آفس چلا جایا کرتا تھا اور رات میں آ کے منا لیا کرتا تھا، گلالئ ایسی بے مقصد زندگی سے تنگ آ چکی تھی، وہ اسکی اور اپنی رات خوشگوار بنانا تو جانتا تھا لیکن دن میں رات کے منظر کیوں بھول جایا کرتا تھا؟ وہ بولتا تھا اسے اس کے جسم سے بے پناہ محبت ہے! تو شاید وہ صحیح بولتا تھا اسے صرف گلالئ کے جسم سے محبت تھی، اسکے جسم کی چاہ تھی، اسی لئے تو جب تک ان دونوں میں جسمانی تعلق قائم نہیں ہوا تھا وہ پورا پورا دن اسے پانے کی چاہ میں تڑپتا رہتا تھا، احان شاہ کے بے باک

الفاظوں میں تڑپ کا عنصر واضح ہوتا تھا، وہ صرف اسکے اٹھارہ کے ہونے کے انتظار میں تھا لیکن وہ مزید انتظار نہ کر سکا کیونکہ اسکی حلال بیوی اسکی عورت اسکے پہلوؤں میں تھی، وہ آخر کب تک اپنے جذبات پہ لگامیں ڈال سکتا تھا! کیسے بھی کر کے وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے، دونوں دو جسم ایک جاں بنے! لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ احان شاہ کی تڑپ ویسی نہ رہی جیسی ہوتی تھی! احان شاہ کی محبت مطلبی نکلی، وہ اسے اس طرح سے پیار نہیں کرتا تھا جس طرح سے اس سے تعلق قائم کرنے سے پہلے کرتا تھا، وہ اس کے لاڈ اب دن کے وقت یوں نہیں اٹھاتا تھا جیسے شروع شروع میں اٹھایا کرتا تھا۔۔ آخر سارے روایتی مرد ایسے کیوں ہوتے ہیں؟ وہ کیوں بیوی کو کٹھ پتلی بنا کے اپنے اشاروں پہ اپنی مرضی سے چلانا چاہتے ہیں؟ گلالئ وضو کرتے ہوئے اذیت کی انتہا پہ سوچ رہی تھی، وہ یہ تمام باتیں کسی کے ساتھ شئیر بھی نہیں کر سکتی تھی، ایزل پریگننٹ تھی اور زرتاج اماں دل کی مریضہ! آخر وہ اپنے دل کا غبار کس کے سامنے نکالتی؟ مرحا کے ساتھ بھی اسکے اچھی بننے لگی تھی لیکن اسکا زیادہ تر وقت ہاسپٹل میں گزرتا تھا۔۔ وہ احان شاہ سے کبھی شکوے کرتی تو وہ اسے بے باک جواب دے کے خاموش کروا دیتا تھا۔۔ گلالئ کو ایسی کٹھ پتلیوں والی زندگی اچھی نہیں لگ رہی تھی، وہ اس سب سے دل سے خوش نہیں تھی۔۔ احان شاہ کا رویہ جہاں اسے کچھ دیر کے لئے سکون دیتا تھا وہی وہ اسے کچھ دیر کے بعد بری طرح سے توڑ دیا کرتا تھا۔۔ اسکی آنکھوں پہ نا جانے کونسی پٹی بندھی تھی جو وہ اپنی معصوم سی بیوی کی معصومیت پہ اعتبار کرنے کی بجائے ہمیشہ شاہ بی بی پہ اعتبار کر جایا کرتا تھا؟

نماز ادا کرنے کے کچھ دیر بعد گلالئ پھر سے نیچے کچن کی طرف بڑھی تھی، فریج سے کھیر کا باؤل نکال کے اسے نفاست سے ٹرے میں رکھتی وہ شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، نگہت اس دوران اسے کن اکھیوں سے دیکھتی رہی تھی۔۔ گلالئ کو شاہ بی بی کے کمرے کی طرف جاتے دیکھ کے وہ فتح مندی سے مسکرائی تھی۔۔

ایک ہفتہ گزرتے ہی کاظم شاہ کو آج پھر سے ایزل شاہ کا ان باکس کھولنے کا دورا پڑا تھا، آج دل نے فتویٰ دیا تھا اسکے سارے میسج ایک ساتھ سن ڈالے! اگر اسے یاد کر کر کے ایزل شاہ کی بس ہو رہی تھی تو کاظم شاہ کا حال بھی مختلف نہیں تھا! وہ اپنا خیال رکھنا بھول چکا تھا، خود کو روز سنوارنا، وقت پہ کھانا کھانا، وہ ہر چیز بھول چکا تھا، وہ جب بھی خود کو زیادہ اکیلا محسوس کرتا تھا تو اپنا زیادہ تر وقت جم میں ٹف باڈی بلڈنگ کرتے ہوئے گزار دیا کرتا تھا۔۔ ابھی بھی وہ

ٹریک مشین پہ تیزی سے بھاگ رہا تھا جب ایزل شاہ کی آواز سننے کا خیال آیا تھا، اور یہ خیال اس قدر شدت سے آیا تھا کہ وہ ایک دم سے ٹریک مشن بند کر کے تیزی سے اس پر سے اترتا پسینے سے بھیگی اپنی گردن اور کسرتی دودھیا سفید سینے کو ٹاول سے صاف کرتا کرسی سے اپنا فون اٹھا چکا تھا، فون کی سکرین کھولتے ہی کاظم شاہ کے ہاتھ فیس بک پہ ٹکے تھے، فیس بک اوپن کرتے ہی کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح ہر کسی کے میسج اور کالز اگنور کرتا اووزی شاہ کی آئی ڈی تلاش کر رہا تھا لیکن اسکی آئی ڈی نہیں مل رہی تھی، کاظم شاہ نے اپنی پوری فیس بک چھان ماری تھی لیکن اسکی آئی ڈی تھی یا کوئی سوئی جو ایسی غائب ہوئی تھی کہ کاظم شاہ اپنی بڑی بڑی گولڈن آنکھوں سے بھی تلاش نہیں کر پا رہا تھا؟۔۔ ابھی کاظم شاہ کشمکش کی صورت میں سکرین کو گھور کے دیکھ رہا تھا جب اسکی نظر اپنے فیس میسنجر پہ الگ تھلگ دکھتی "facebook user" نامی آئی ڈی پہ پڑی تھی، اس نام کی آئی ڈی بالکل منفرد سی لگ رہی تھی اور حیرت کی بات تھی اس چیٹ سے کوئی نیا میسج بھی نہیں آیا تھا، اس چیٹ کے سارے میسج کاظم شاہ پہلے سے سین کر چکا تھا، لیکن کاظم شاہ کو یاد تھا اس نے کتنے ہفتوں سے ایزل شاہ کے ان باکس کے علاوہ کسی کا ان باکس نہیں کھولا تھا تو پھر یہ کس کی آئی ڈی تھی؟ کاظم شاہ نے اسی سوچ کے تحت اس آئی ڈی پہ کلک کیا تھا۔۔ کاظم شاہ جو ایزل شاہ کی آواز سننے کے لئے تیار اپنے فون کو بلوٹوتھ سے کنیکٹ کرتا کانوں پہ ہیڈ فون چڑھا چکا تھا۔۔ اس آئی ڈی کا ان باکس کھولتے ہی اسے دھچکا سا لگا تھا۔۔ سکرین کو دیکھ کے وہ کتنی دیر ہل نہ سکا!۔۔

Facebook user unsent a message

تقریباً سات دفعہ سکرین پہ اسی تحریر کو لکھا دیکھ کے کاظم شاہ کی حیرت کی انتہا نہیں تھی! کاظم شاہ نے بنا پلکیں جھپکائے اپنے آئی فون کی سکرین کو دیکھا تھا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا، ایزل شاہ کے ان باکس میں سات میسج موجود تھے اور اتفاق کی بات تھی کہ اس آئی ڈی کے ان باکس میں بھی سات میسج ایسے تھے جو کہ ڈیلیٹ کئے جا چکے تھے۔ ڈیلیٹ میسجز کو دیکھ کے کاظم شاہ کی دھڑکنیں کچھ پل کے لئے ساکت ہوئی تھیں۔ کاظم شاہ کے دل سے آواز آئی تھی یہ آئی ڈی ایزل شاہ کی تھی جو کہ ڈیلیٹ کی جا چکی تھی۔۔

وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟ اس نے یہ تمام میسج کیوں ڈیلیٹ کیے تھے؟ ایسی کون سی نوبت آچکی تھی جو اسے اپنی آئی ڈی ڈیلیٹ کرنی پڑی تھی؟ آخر کیا موت پڑی تھی اسے یہ میسجز اور آئی ڈی ڈیلیٹ کرنے کی؟ کاظم شاہ نے بلینک دماغ سے سوچا تھا، اسکی گولڈن سرخی چھائی آنکھیں ہنوز پھیلی ہوئی تھیں۔۔

?How dare she

)اسکی ہمت کیسے ہوئی؟(

کاظم شاہ لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑتا ہوا اپنا کانوں پہ لگا ہیڈ فون اتار کے زور سے زمین پہ مارتا طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔۔ کاظم شاہ نے فیس بک بند کرتے ہوئے غصے سے انسٹا گرام کھولی تھی، انسٹا گرام کھولتے ہی کاظم شاہ نے اووزی شاہ کے نام کی آئی ڈی سرچ کی تھی لیکن "No user found" کی تحریر پڑھتے ہوئے کاظم شاہ کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا، کاظم شاہ اب انسٹا گرام کے ڈی ایم کی طرف بڑھا تھا، اسکا ڈی ایم میسجز سے بھرا پڑا تھا لیکن کاظم شاہ کی نظریں یہاں بھی صرف ایزل شاہ کی آئی ڈی تلاش کر رہی تھی۔۔ کتنی تلاش کے بعد "Instagram user" نامی بنا کسی ڈی پی کے آئی ڈی دیکھتے ہوئے وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ یہاں سے بھی اپنی آئی ڈی ڈیلیٹ کر چکی ہے! انسٹا اور فیس بک کے علاوہ ایزل شاہ کا کہیں پہ بھی اکاؤنٹ نہیں تھا۔ کاظم شاہ نے اپنے گرم ہوتے دماغ کے ساتھ آج ایک بار پھر اپنا قیمتی فون دیوار کی بجائے جم کی ہیوی مشینری پہ مار کے توڑ ڈالا تھا، اسے یہ نیک کام کرتے ہوئے جیسے ایک عجیب سا لطف محسوس ہوتا تھا۔۔ ایزل شاہ کی اس حرکت پہ اسکا پورا وجود چھنگاڑیاں کی زد میں تھا۔۔ کاظم شاہ کو اپنے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ان میسجز میں نا جانے اس نے کتنے ہی الفاظ بولے تھے جو کاظم شاہ نے سننے میں بہت دیر کر دی تھی !

کاش! کاش! وہ یہ الفاظ پہلے سن لیتا تو آج وہ اس قدر بے چین نہ ہوتا جتنا اس وقت تھا!۔۔ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتے غصے سے سوچا تھا۔۔ کاظم شاہ کو آج زوریز شاہ کی ایک عادت شدت سے یاد آرہی تھی وہ ہمیشہ وٹس ایپ پہ کسی کا بھی میسج "delete for everyone" دیکھ کے کیوں چڑتا تھا۔۔ وہ کیوں افسوس کرتا تھا کہ کاش وہ تھوڑی دیر پہلے فون کھول کے اس ڈیلیٹ ہوئے میسج کو پڑھ یا سن لیتا! کاظم شاہ اسکی اس بری عادت سے اچھے سے واقف تھا۔ اسی لئے اسکا جب بھی زوریز شاہ کو تنگ کرنے کا دل ہوتا تھا وہ ہمیشہ اسے میسج کر

کے ڈیلیٹ فار ایوری ون کر دیا کرتا تھا۔ پھر بس جب زوریز شاہ اس ڈیلیٹ ہوئے میسج کو دیکھتا تھا تو وہ لگاتار اسے فون اور کالز کرتے ہوئے استفسار کرتا رہتا تھا کہ اس میسج میں اسکی ایسی کون سی کو سٹوری یا رام کہانی تھی جسے اس نے ڈیلیٹ مارا ہے۔۔ کاظم شاہ نے اسے آج تک نہیں بتایا تھا وہ یہ سب اسے تنگ کرنے کے لئے کرتا تھا بلکہ وہ اسکی اس حالت کو بڑے مزے سے اپنے آفس میں بیٹھ کے انجوائے کیا کرتا تھا اور آج کاظم شاہ کو لگ رہا تھا اسکی اس بے چین حالت پہ اس جم کی دیواریں انجوائے کرتی اس کا مذاق اڑا رہی ہوں۔ کاظم شاہ کا بس نہیں تھا وہ ہر چیز توڑ پھوڑ کے اپنا دماغ بھی دیوار پہ ٹھوک کے اپنا قصہ ہی تمام کر ڈالے۔۔

اچھا ہوا تم نے میسج ڈیلیٹ کر دیئے!! جان چھوٹی میری تم سے!! اللہ کرے تمہاری کٹی مر جائے جو اس وقت تمہاری بانہوں میں تم سے پیار بٹورتی اپنی دم ہلا ہلا کے ناچ رہی ہو گی۔۔ کاظم شاہ سلگتے دل و دماغ سے اپنی پوری قوت سے غرایا تھا۔۔

شاہ بی بی جو کھیر کھاتی ہوئی مصروف انداز میں ٹی وی پہ کوئی پرانا سا ڈرامہ دیکھ رہی تھیں اچانک سے کھیر کھاتے انہیں اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ شاہ بی بی نے اپنی گردن پہ ہاتھ رکھتے زور زور سے کھانسی کی تھی۔ شاہ بی بی کے ہاتھ سے کھیر کا باؤل چھوٹ کے زمین پہ گر چکا تھا، ان کا چہرہ سفید جبکہ ماتھے پہ پسینے کے قطرے واضح تھے۔۔ شاہ بی بی کو اپنا پورا وجود کپکپاتا ہوا اس محسوس ہو رہا تھا۔۔

شاہ۔۔۔ گ۔۔۔ گلے۔۔۔۔ نگ۔۔ نگہت۔۔۔۔ زر۔۔ زرتاج۔۔۔۔۔ شاہ بی بی نے اکھڑتی سانسوں کے درمیان اپنے گلے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کسی کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا لیکن ان کا کمرہ بند تھا۔۔ آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔

گ۔۔۔ گلے۔۔۔۔ ایز۔۔ ایزل۔۔۔۔۔ ذ۔۔ ذہرہ۔۔۔ شاہ بی بی بے جان ہوتی بیڈ پہ زور سے گرتی ہوئی ایک دفعہ پھر سے سب کو اپنی مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ شاہ بی بی کو لگ رہا تھا جیسے ان کی موت واقع ہو رہی ہو۔۔ ملک الموت ان کی جان قبض کرنے آن پہنچے ہوں!۔۔۔ یہ منظر بہت تکلیف دہ تھا۔۔ شاہ بی بی کو اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

شاہ۔۔۔۔شاہ بی بی بند ہوتی آنکھوں سے اپنے لاڈلے احان شاہ کو پکارتی ہوش و ہواس سے بیگانہ ہو چکی تھیں۔۔
عادل شاہ جو اپنی چھری کو مضبوطی سے تھامے ابھی اپنے کمرے میں داخل ہوئے تھے، سامنے بیڈ پہ شاہ بی بی کو اڑھا
ترچھا ڈھیلے پڑتے وجود کے ساتھ گرے دیکھ کے انہیں شدت سے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔۔
بی بی!!!!!۔۔۔عادل شاہ شاکڈ کیفیت میں شاہ بی بی کو پکارتے ان کی طرف بڑھے تھے۔۔عادل شاہ نے ان کے بازو
اور ہاتھ کو کتنی ہی دفعہ رب کرتے انہیں آوازیں دی تھیں لیکن ان کے وجود میں ذرا بھر بھی جنبش نہیں ہوئی
تھی۔۔

شاہ!!! ارزم!! زوریز!!۔۔۔۔عادل شاہ اپنے کمرے سے باہر نکلتے روعب دار انداز مین اپنے پوتوں کو آوازیں لگا
رہے تھے جو ااس وقت پتا نہیں ہویلی میں موجود بھی تھے یا نہیں؟؟ھارون شاہ اود دریاب شاہ بالکل ابھی ہی کسی
سیاسی کام کے متعلق ہویلی سے نکلے تھے۔۔اس وقت ہویلی میں عادل شاہ کے سوا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔عادل
شاہ کی پریشانی سے لبریز آوازوں پہ میرال شاہ، ایزل شاہ اور گلالئ اپنے کمروں سے نکلتی ہوئی لاؤنج کی طرف بڑھی
تھی، تمام ملازم بھی اپنے کام چھوڑ چھاڑ کے اسی طرف آچکے تھے۔۔عادل شاہ کے منہ سے سننے والی خبر پہ میرال شاہ
کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، ایزل شاہ کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی، گلالئ نے منہ
کھولتے ہوئے عادل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔صرف ایک نگہت تھی جس کے لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ رقص کر
رہی تھی۔۔(مرحاہاسپٹل تھی)

احان شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہویلی سے نکلتا_ گلالئ پہ غصہ کرنے کے بعد_ ڈسٹرب مائینڈ کے ساتھ آفس کے
راستے میں تھا جب اسکے فون پہ رنگنگ ہوئی تھی۔۔اکبر خان کا فون دیکھ کے احان شاہ نے مصروف انداز میں فون
کان سے لگایا تھا لیکن دوسری طرف سے ملنے والی خبر پہ احان شاہ نے سڑک کے بیچ و بیچ زور سے بریک لگاتے اپنی
ہری آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔

To be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 54

تقریباً آٹھ ماہ بعد:

(نہیں! میں پاگل نہیں ہیں آسٹریلیا کی سڑکوں پہ شلوار قمیض پہن کے گھومو۔۔) سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس کاظم شاہ آسٹریلیا کی سڑکوں پہ پیدل گھومتا ہوا اپنا جملہ یاد کر کے استہزایا انداز میں مسکرایا تھا۔ آج اسے آسٹریلیا آئے تقریباً نو ماہ گزر چکے تھے، ان نو ماہ میں احان شاہ اسے منانے کے لئے کتنی ہی دفعہ آسٹریلیا آیا تھا لیکن کاظم شاہ اس سے ایک دفعہ بھی نہیں ملا تھا۔۔ کاظم شاہ نہ اسے اپنی جھلک دیکھاتا تھا اور نہ ہی اسکی جھلک دیکھتا تھا۔۔ وہ جب بھی آسٹریلیا کی فلائٹ سے آتا تھا کاظم شاہ اپنے کسی بھی مینجر، دوست / عزیز کو بتائے بغیر آسٹریلیا سے غائب ہوتا کسی دوسرے ملک کی فلائٹ پکڑ لیا کرتا تھا۔ احان شاہ کے آسٹریلیا آنے کی خبر کاظم شاہ کو ہمیشہ اپنے آدمیوں سے بہت پہلے مل جایا کرتی تھی، وہ اسکی غیر موجودگی پہ اسکے مینجر، اور آدمیوں کو ڈراتا دھمکاتا ان پہ اپنا غصہ اتارتے ہوئے کاظم شاہ کا پوچھتا تھا لیکن ان کی زبان پہ صرف ایک جواب ہوتا تھا "ہم نہیں جانتے"۔۔ ان نو ماہ میں کاظم شاہ نے جتنا احان شاہ کو اپنے پیچھے گھمایا تھا اتنا وہ اپنی زندگی میں کسی کے پیچھے خوار نہیں ہوا تھا۔ احان شاہ جب بھی آسٹریلیا آتا تھا، کاظم شاہ کے سٹاف ممبرز کے سانس سوکھے ہوتے تھے، احان شاہ کی ہری آنکھوں کی سرخی، اسکا غیض و غضب سب کو لرزنے پہ مجبور کرتا تھا۔۔ وہ کتنے کتنے دن آسٹریلیا میں چھپ کے گزارتا تھا کہ یہاں سے کاظم شاہ اپنے آفس میں داخل ہو اور وہاں سے وہ چھاپہ مارتے ہوئے اسے مکے جھڑے۔۔ ایک سے دو بار تو احان شاہ نے حد کرتے ہوئے اپنے نام سے پاکستان کی جھوٹی فلائٹس بک کروائی تھیں تاکہ وہ کسی طریقے کاظم شاہ کو پکڑ سکے! کیونکہ احان شاہ کو کاظم کے سٹاف سے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا وہ ہمیشہ اسکے یہاں سے جانے کے بعد ہی آفس میں قدم رکھتا تھا۔

احان شاہ جانتا تھا اسکے یوں چوری چھپے آسٹریلیا رہنے سے کوئی بھی واقف نہیں ہو گا لیکن مقابل سید کاظم شاہ تھا جو احان شاہ کی رگ رگ سے واقف تھا! احان شاہ جب تک پاکستان لینڈ نہیں کرتا تھا کاظم شاہ بھی اسٹریلیا میں قدم نہیں رکھتا تھا۔۔

)حد ہوتی ہے شاہ جی! تین بجنے والے ہیں اور آپ ابھی ہویلی آئے ہیں؟ میں تو کہتی ہوں، آج آپ نے حد ہی کر دی ہے۔ میری آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں! لیکن میں نے کہا! نہیں اووزی! تو نے شاہ جی کے ساتھ بے وفائی

نہیں کرنی! تونے پوری رات جاگ کے ان کا انتظار کرنا ہے! اور یہ دیکھیں کتنی وفادار ہے آپکی اووزی۔۔ آج بھی آپ کے انتظار میں بڑے کھلے دل سے اپنی نیند کی قربانی دے چکی ہوں!۔۔۔ڈرامے دیکھتی ایزل شاہ لاؤنج میں داخل ہوتے کاظم شاہ کو دیکھ کے فوراً سے صوفے سے اٹھتی اس کے قریب جاتے ہی سر ہلا ہلا کے اسے معصومیت سے ڈانٹتے ساتھ ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہی تھی جس پہ کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں قربان جاؤں تمہاری اپنی فلموں، ڈراموں کے ساتھ اس وفاداری پہ اووزی شاہ!! ۔۔کاظم شاہ اسکے ہاتھ میں پکڑے فون کی طرف اشارہ کرتا نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکے سر پہ چپت لگاتا اسکی چوری پکڑتے ہوئے بولا تھا۔جو اپنے ڈراموں اور فلموں سے پاس کیا گیا وقت اپنی وفاداری کے لبادے میں چھپا رہی تھی۔۔اسکے یوں چوری پکڑنے پہ ایزل شاہ نے اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑتے ہوئے اسے منہ بنا کے دیکھا تھا جس پہ کاظم شاہ کا فلگ شفاف قہقہ لاؤنج کی زینت بنا تھا۔۔) کاظم شاہ ہر روز کی طرح آج بھی اذیت سے ایزل شاہ کے ساتھ گزرا اپنا ایک ایک پل یاد کر رہا تھا۔۔ آسٹریلیا کی سڑکوں پہ بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کو ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کے چلتے دیکھ کے اسے ہمیشہ سے ایزل شاہ یوں ہی یاد آیا کرتی تھی جیسے آج شدت سے یاد آ رہی تھی۔۔ایک دل کرتا تھا کہ ابھی پاکستان کی ٹکٹ کروا کے ساری ناراضگی بھار میں جھونکتا ہوا اسے اپنی پناہوں میں قید کر لے لیکن اگلے ہی پل دماغ اس کے بے لگام جذباتوں پہ لعنت بھیجتا اسے جی بھر کے شرمندہ کرواتا تھا۔۔منہ سے نکلے ہوئے کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو آپ چاہ کے بھی نہیں بھلا سکتے کچھ ایسا ہی حساب کاظم شاہ کے ساتھ بھی ہوا تھا وہ اپنے باپ کے ان سفاک الفاظوں کو چاہ کے بھی بھلا نہیں پاتا تھا جو اسکے دل پہ لکھے جا چکے تھے۔۔

آپ یہاں رات کے اس وقت کیا کر رہے ہیں داجی؟سب ٹھیک تو ہے نا؟۔۔۔زوریز شاہ جو ابھی رات کے تین بجے ہویلی داخل ہوا تھا، عادل شاہ کو باہر لان میں ٹہلتے دیکھ کے وہ بے ساختہ ان کی طرف بڑھتا_ ان کے نزدیک آتے حیرانگی سے استفسار کر رہا تھا۔وہ کبھی بھی رات کے اس پہر تک جاگا نہیں کرتے تھے۔۔زوریز شاہ کی آواز پہ عادل شاہ نے اپنی چھڑی پہ دباؤ ڈالتے اداسی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

داجی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟ آپکی طبیعت ٹھیک ہے ؟۔۔زوریز شاہ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے بے حد فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔

میری ایک بات مانو گے شاہ؟۔۔۔۔عادل شاہ نے اپنی آنکھوں میں نمی لئے زوریز شاہ سے ایک امید کے تحت استفسار کیا جس پہ اس نے چونکتے ہوئے ان کی طرف نا سمجھی سے دیکھا تھا۔۔

جی داجی کیوں نہیں مانوں گا؟ آپ حکم کریں؟۔۔۔زوریز شاہ نے ان کے اجازت مانگنے پہ برا مناتے ہوئے انہیں جواب دیا تھا، البتہ ان کی آنکھوں کی نمی اسے بری طرح سے بے چین کر گئی تھی۔۔

میری کاظم سے بات کروادو۔۔۔مجھے میر ابڑا پوتا لادو۔۔۔عادل شاہ بھرائی لہجے میں اذیت سے اسکی منت کر رہے تھے، ان کی حالت اس وقت زوریز شاہ کو قابل رحم لگ رہی تھی، لیکن اسے کاظم شاہ کے آخری ملاقات میں دیئے گئے حکم یاد تھے، اس نے اسے منع کیا تھا کہ وہ اسکا نیا نمبر پتا لگانے کے بعد اسے فون نہیں کرے گا! زوریز شاہ نے پھر بھی اسکی حکم عدولی کرتے ہوئے اسے اپنے پرائیویٹ نمبر سے ان نو ماہ میں کتنے ہی فون کر ڈالے تھے لیکن مجال تھی جو کاظم شاہ نے کوئی ایک فون غلطی سے بھی اٹھایا ہو۔۔

داجی میرے پاس ان کا نمبر نہیں ہے۔۔۔۔زوریز شاہ نے انہیں سپاٹ انداز میں جواب دیا تھا۔وہ جانتا تھا کاظم شاہ نے فون تو اٹھانا نہیں ہے پھر داجی کو مزید تڑپانے کا فائدہ؟

تم سب ہمیں بولتے ہو تم لوگوں کے پاس ہمارے بڑے پوتے کا نمبر نہیں ہے میں سب کے انکار کو ان کی مجبوری کا نام دے کے مان سکتا ہوں لیکن تمہاری مجبوری نہیں مان سکتا! تم میرے واحد پوتے ہو جو ہر چیز کی کھوج منٹوں میں لگانے کا ہنر رکھتے ہو! میں نہیں مانتا تمہارے پاس بڑے شاہ (کاظم) کا نمبر موجود نہ ہو! عادل شاہ اپنے سر کو نفی میں سر ہلاتے بے حد تکلیف سے بولے تھے، ان کے جملوں کی مضبوطی اور خود پہ اتنا پختہ یقین محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ نے اب کی بار بنا کوئی بہانے لگائے اپنی بلیک پینٹ کی جیب سے فون نکالا تھا۔کاظم شاہ کا آسٹریلیا کا نمبر ملاتے ہوئے اس نے دل میں شدت سے دعا کی تھی کہ اس کا فون اٹھا لیا جائے! کیونکہ وہ داجی کو مزید تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔داجی کی تکلیف زوریز شاہ کو اپنی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔زوریز شاہ نے ان کے گرد اپنے بازو کا حصار قائم کرتے انہیں لان میں پڑی کرسی پہ احتیاط سے بٹھایا تھا۔۔اسے فون کرتے دیکھ کے عادل شاہ کا چہرہ خوشی سے چمکا

تھا۔۔وہ بچوں سی خوشی چہرے پہ لئے زوریز شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ بیل جا رہی تھی لیکن کال اٹھائی نہیں جا رہی تھی۔۔ داجی کے چہرے پہ خوشی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتے ایک دفعہ پھر سے کال ملائی تھی، دل ہنوز دعا گو تھا کاظم شاہ فون اٹھالے اور شاید یہ دعا کی قبولیت کا ہی وقت تھا جو زوریز شاہ کی دعا قبول کر لی گئی تھی۔۔

ہیلو۔۔۔۔۔دوسری طرف سے کاظم شاہ کی مدھم آواز سنتے ہوئے زوریز شاہ کو اپنے ہاتھ سے فون چھوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا، زوریز شاہ نے فون پہ اپنے ہاتھ کی گرفت محسوس کرتے ہوئے اپنی آنکھیں موند کے کاظم شاہ کی آواز کو محسوس کیا تھا۔۔وہ آج نو ماہ بعد اسکی آواز سن رہا تھا۔کال اٹھالی گئی تھی؟ لیکن سن نو ماہ بعد صرف آج ہی کیوں اٹھائی گئی تھی؟ زوریز شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔زوریز شاہ نے اپنے دھڑکتے دل کی پکار کو نظر انداز کرتے کاظم شاہ کی ہیلو کا جواب دیئے بنا اپنا فون داجی کے کان کے ساتھ لگایا تھا۔وہ کاظم شاہ سے بے حد ناراض تھا، دل کے لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ اس سے کوئی بات نہ کر سکا! اس نے ان سب کو کم نہیں تڑپایا تھا۔۔

شاہ!!! فون کان سے لگنے کی دیر تھی جب عادل شاہ نے بھرائی آواز میں بے حد اذیت سے کاظم شاہ کو پکارا تھا۔۔ کاظم شاہ جو ایزل شاہ کو تڑپ تڑپ کے یاد کرتا غائب دماغی سے فون کان کو لگا چکا تھا، اپنے فون سے ابھرتی آواز کو وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں پہچان چکا تھا! کاظم شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اپنے فون کو کان سے ہٹاتے آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔۔پرائیویٹ نمبر دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے کرب سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔وہ یہ فون کیسے اٹھا گیا تھا، کاظم شاہ خود ہی سمجھ نہیں پایا تھا۔۔داجی کی آواز سننے کے بعد اس میں جواب دینے کی ہمت نہیں رہی تھی۔۔

شاہ!! ہم سے باتیں کرو! ہمیں پکارو۔۔۔شاہ ہم تمہاری آواز سننے کو ترس گئے ہیں!۔۔عادل شاہ بے حد تکلیف سے اسے مخاطب کرتے ایک ہی سانس میں بولے جا رہے تھے۔کاظم شاہ جو فون بند کرنے والا تھا، داجی کی آواز پہ وہ چاہ کے بھی فون بند نہ کر سکا۔۔

شاہ! کچھ بولو نا میرے بچے! کیا تم مجھے سن رہے ہو؟۔۔۔داجی تڑپتے ہوئے اسے پکار رہے تھے۔۔

جی!۔۔۔کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے انہیں یک لفظی جواب دیا تھا۔۔اسکی ذرا سی آواز سنتے ہی عادل شاہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے! وہ اپنے وقت کے جانے مانے روعب دار سیاست دان آج اپنے پوتے کی ذرا سی آواز سن کے تڑپتے ہوئے بچوں کی طرح رو رہے تھے۔۔زوریز شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے ان کے کندھے کو اپنے ہاتھ سے سہلایا تھا۔۔داجی کو آج پہلی باریوں پھوٹ پھوٹ کے روتے دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

شاہ آجاؤ۔۔۔۔۔۔داجی بھرائی آواز میں منت کرنے کے انداز میں بولے تھے۔۔

رونا بند کریں!!۔۔۔وہ پردیس میں بھی ان کے رونے پہ بری طرح سے تڑپ اٹھا تھا لیکن اپنے لہجے کی تڑپ پہ قابو پاتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

کیسے بند کر دیں ہم رونا؟ شاہ تمہاری جدائی ان قریب ہماری جان لے لے گی! ہم ہر رات کو اس ڈر سے نہیں سو پاتے کہ کہیں تمہارا آخری دیدار کئے بغیر ہی اللہ کو پیارے نہ ہو جائیں! شاہ تم کیوں ہمیں اتنا تڑپا رہے ہو؟ تم ایک دفعہ آؤ تو سہی! ہم تمہارے پاؤں پڑ جا۔۔۔ابھی عادل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتے جب کاظم شاہ نے فوراً سے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں! وہ مدھم آواز میں بولتا اپنی کالی قمیض کے اوپری بٹن کھولتا اس کھلی ہوا میں گہری سانس بھر رہا تھا۔۔

ہم سچ بول رہے ہیں شاہ! تمہاری یہ ناراضگی بہت جان لیوا ہے! کیا باپ دادا کے مرنے کے بعد ہویلی میں قدم رکھو گے؟ آج ہی بتا ڈالو ہمیں!! تاکہ ہم آج ہی زہر کھا کے مر جائیں!! تمہارا صحت مند باپ (دریاب شاہ) آج دل کا مریض بن چکا ہے!! عادل شاہ روتے ہوئے چلائے تھے۔۔ان کی باتوں پہ کاظم شاہ کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

آپ ہوش میں تو ہیں داجی؟؟ کیا ہوا بابا کو؟۔۔۔کاظم شاہ بلند آواز میں غرایا تھا۔اسکا باپ جو اپنی عمر کے آدھے حصے میں بھی خود کو فٹ اور جوان رکھے ہوئے تھا آخر وہ اچانک سے دل کا مریض کیسے بن سکتا تھا؟ اسکے باپ کو تو بخار بھی مہینوں بعد ہوا کرتا تھا تو آخر وہ کیسے۔۔۔؟ اس سے آگے کاظم شاہ کچھ سوچ نہ سکا۔۔

دو ہفتہ پیچھے ہرٹ اٹیک ہوا تھا تمہارے باپ کو!! بستر سے لگ کے رہ گیا ہے وہ! سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اس کے لبوں پہ صرف تمہارا نام ہوتا ہے! یا تو وہ ان قریب پاگل ہو جائے گا یا ہم تمہاری جدائی کے اس روگ سے مر جائیں گے شاہ!! عادل شاہ نے اسے حقیقت سے آگاہ کرتے کاظم شاہ کے سر پہ دھماکا کیا تھا۔۔ کاظم شاہ کتنی دیر ہل نہ سکا! کاظم شاہ کو لگا اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی ہو۔۔ اس کے باپ کو ہرٹ اٹیک ہوا تھا؟ یعنی اس کا باپ موت کے منہ سے واپس آیا تھا اور وہ یہاں آسٹریلیا جیسے انجان ملک میں اپنے تمام اپنوں سے انجان تھا؟ کاظم شاہ کا اس وقت شدت سے خود پہ لعنت بھیجنے کو دل کیا تھا۔ کاظم شاہ نے بمشکل اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے کی طرف دھکیلا تھا۔۔

بابا کیسے۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے باپ کی حالت کے بارے جاننے کے لئے کچھ استفسار کرنا چاہا تھا لیکن پھر دل میں نا جانے کیا سوجھی جو وہ اپنا جملہ مکمل کئے بغیر ہی فون بند کر گیا۔۔ فون بند کرتے ہی کاظم شاہ نے دھڑکتے دل سے اپنے مینجر کا نمبر ملایا تھا۔۔

جتنی جلدی ہو سکے! میری آج ہی پاکستان کی فلائٹ بک کرواؤ!۔۔۔ کاظم شاہ نے غراتے ہوئے اپنے مینجر کو حکم دیا تھا۔

ہیلو۔۔۔ شاہ۔۔ ہیلو۔۔ ہماری بات سنو۔۔ شاہ تمہارا بچہ تمہارے بغیر کیسے رہے گا؟ شاہ اپنے ہونے والے بچے کو کس بات کی سزا دے رہے ہو؟۔۔ فون بند ہوتے ہی داجی نے اسے بلند آواز میں پکارنا شروع کیا تھا لیکن دوسری طرف سے جواب ندارد۔۔ زوریز شاہ نے ان کے ہاتھ سے فون تھامتے ہوئے کال چیک کی تھی جو کاٹی جا چکی تھی۔۔ زوریز شاہ نے سپاٹ انداز میں اپنا فون بند کرتے ہوئے جیب میں ڈالا تھا۔۔

اٹھیں داجی! ایک بات میں نے آپکی مان لی ہے اب ایک بات آپ میری مانتے ہوئے ابھی اور اسی وقت جا کے سوئیں گے!۔۔۔ زوریز شاہ ان کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف کرتا انہیں لئے اندر کی طرف بڑھتا سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔۔

آدھی رات کا وقت تھا جب ایزل شاہ کی آنکھ درد کی شدت سے بے ساختہ کھلی تھی۔ ایزل شاہ نے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہنیوں کے بل اٹھنا چاہا تھا لیکن اپنے صحت مند وجود کی وجہ سے وہ اپنی پوری طاقت لگا کے بھی اٹھ نہیں پا رہی تھی۔۔

آ۔ آپی۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بھرائی آواز میں خود سے کچھ فاصلے پہ سوئی مرحا شاہ کو آواز دی تھی، جو پچھلے پورے مہینے سے اسکے ساتھ سو رہی تھی، ایزل شاہ کی پریگننسی کے آخری روز تھے، ہر کوئی اس کا خود سے بڑھ کے خیال رکھتا تھا، مرحا شاہ باقاعدگی سے اسکا چیک اپ کرتی رات میں اسی کے پاس سویا کرتی تھی، وہ اسکے کھانے پینے اور پریگنینسی کی میڈیسن میں کوئی غفلت برداشت نہیں کرتی تھی۔۔ پریگنینسی کے آخری دنوں میں ایزل شاہ کا ہر رات سانس بری طرح سے پھول جایا کرتا تھا جس پہ مرحا شاہ اسکی ہلکی سی آواز پہ فورا اسے اٹھ کے اسے ٹیرس تک لے جاتی اور کھلی ہوا میں تھوڑی سی واک کروا کے پھر سے کمرے میں واپس لے آتی تھی۔ وہ آج بھی ایزل شاہ کی ہلکی سی آواز پہ پٹ سے اپنی سنہری آنکھیں کھولتی فکر مندی سے بیڈ سے اٹھ کے بیٹھی تھی۔

ایزل!! مجھے ہاتھ پکڑواؤ! ہم ٹیرس پہ چلتے ہیں!۔۔۔ اسے اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اسے نرمی سے مخاطب کرتے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن ایزل شاہ تکلیف کی بڑھتی شدت پہ اپنی آنکھیں میچتی تکیے پہ سر گراتی نفی میں ہلا میں رہی تھی۔۔

نہی۔۔ نہیں۔۔ آ۔۔ آپی۔۔۔ مجھ۔۔۔سے۔۔۔ اٹھا۔۔ نہیں۔۔۔ جا۔۔ رہا۔۔ مجھے۔۔

مجھے۔۔۔ بہت۔۔۔ پین۔۔ ہو۔۔ رہی۔۔۔ ہے۔۔۔ ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھوں میں بے حد تکلیف لئے مرحا شاہ کی طرف دیکھتی بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔ وہ بے حد صبر سے تکلیف برداشت کرتی اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روک رہی تھی۔ ایزل شاہ کی بگڑتی حالت اور اسکا ذرد پڑتا چہرہ دیکھ کے مرحا شاہ لمحے کے گیارھویں حصے میں سیچویشن سمجھ چکی تھی۔۔ ایزل کو اپنے تکیے پہ زور زور سے سر دائیں بائیں پٹکتے دیکھ کے تھکی ٹوٹی ہوئی مرحا شاہ کی نیند بھک سے اڑی تھی۔۔

ایزل!! ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں۔۔ ریلیکس۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ تم نے بالکل بھی ٹینشن نہیں لینی، بی پی شوٹ کر جائے گا!! سو ریلیکس۔۔ میں ہوں نا اپنی جان کے ساتھ۔۔ مرحا شاہ اسکے ہاتھوں کو رب کرتے اسکے ماتھے پہ

بوسادے کے بھرائی آواز میں بولتی جلدی سے بیڈ سے نیچے اتری تھی، ہویلی کی لاڈلی ایزل شاہ کو اتنی تکلیف میں دیکھ کے اسکی آنکھیں خود بخود بھر آرہی تھی۔۔۔ایزل شاہ اسکے یوں تسلی دینے پہ اداسی سے مسکراتی اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔وہ اب تکلیف میں رونے کی بجائے مسکرانے کی عادت ڈال چکی تھی۔۔مرحاشاہ کو ایزل شاہ کی تکلیف میں اپنے دوپٹے تک کی ہوش نہیں تھی، وہ ایزل شاہ کے کمرے سے بھاگتی ہوئی باہر کسی کو مدد کے لئے بلانے جارہی تھی تاکہ ایزل کو جلد از جلد ہاسپٹل لے جایا جاسکے!

مرحاشاہ تیزی سے ایزل کے کمرے سے نکلتی ارزم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب اسکی ٹکر کسی لمبے چوڑے وجود کے ساتھ ہوئی تھی، مرحاشاہ نے برق رفتاری سے اپنی نظریں اٹھاتے ہوئے خود سے ٹکرانے والے انسان کی طرف دیکھا تھا جو اسے گرنے سے بچانے کے لئے اسکے گرد اپنا مضبوط حصار باندھ چکا تھا۔۔وہ انسان کوئی اور نہیں بلکہ سید زوریز شاہ تھا جو مہینوں مہینوں بعد ہویلی آیا کرتا تھا۔۔زوریز شاہ حیرانگی سے اسکی سنہری آنکھوں میں پانی دیکھتا اسے بغیر دوپٹے کے یوں پریشان چہرہ لئے دیکھ رہا تھا۔وہ اسکی ہر براہٹ سمجھ نہیں پارہا تھا۔۔

ریز!!۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اسے بے ساختہ بھرائی آواز میں پکارا تھا۔اس نے پورے آٹھ ماہ بعد اسے یوں "ریز" پکارا تھا۔۔اسکی پکار پہ زوریز شاہ کی دھڑکنیں ساکت ہوئی تھیں، اس نے بنا پلکیں جھپکائے اپنی شاہزادی کی طرف دیکھا تھا جس نے اسکی بلیک ٹی شرٹ کو سینے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے اسے جان لیوا انداز میں پکارا تھا۔وہ نا جانے کیسے اپنی ہر ناراضگی بھولتی ہوئی آج خود اس کے قریب آئی تھی؟زوریز شاہ نے حیرانگی سے سوچا تھا۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔اسے پریشان دیکھ کے زوریز شاہ نے اسکے گال پہ اپنا ہاتھ جماتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔

وہ۔وہ۔۔۔ایزل کی طبیعت بگڑ۔۔۔۔۔ابھی مرحاشاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب زوریز شاہ اسکی آدھی ادھوری بات کا مطلب سمجھتا اسکے گال سے ہاتھ پیچھے کھینچتا تقریباً بھاگنے کے انداز میں کاظم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

ایزل!! میرا بچہ!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ لمبے لمبے قدم اُٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا جہاں اسکی جان سے پیاری بہن تکلیف سے سسکتی خود کو آنسو بہانے سے روکے ہوئے تھی۔

لا۔۔۔لالہ۔۔۔۔زوریز شاہ کے لہجے میں خود کے لئے بے حد پیار دیکھتے ہوئے بالآخر ایزل شاہ کی آنکھ سے ایک موتی ٹوٹ کی اسکے گال پہ گرا تھا۔اس نے سسکتے ہوئے زوریز شاہ کو پکارا تھا جو تڑپتے ہوئے اسکی طرف بڑھتا اسے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔

شش!!۔۔۔میرا بچہ!! سب ٹھیک ہے!۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے ماتھے پہ عقیدت سے بوسا دیتے اپنی پوروں سے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔زوریز شاہ اسکے سر پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھاتا اسے لئے تیزی سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔ مرحا شاہ بھی اپنا دوپٹا اٹھاتی برق رفتاری سے زوریز شاہ کے پیچھے بھاگی تھی۔۔مرحا شاہ دل میں اپنی چھوٹی سی ایزل کے لئے دعا گو تھی۔۔وہ دونوں بنا کسی کو کچھ بتائے ایزل شاہ کو لئے PIMS ہاسپٹل کی طرف بڑھے تھے جہاں مرحا شاہ آج بھی جاب کرتی تھی۔

احان شاہ جو اپنے کمرے کے ٹیرس پہ کھڑا انیکسی کے چھت پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا،زوریز شاہ کی گاڑی کے ہارن کی آواز پہ اسکی نظریں بے ساختہ پورچ کی طرف اٹھی تھیں۔۔اسے تیز رفتار سے ہویلی سے نکلتے دیکھ کے احان شاہ چونکا تھا،احان شاہ بے ساختہ اپنی بلیو ٹی شرٹ پہنتا لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھا تھا۔۔پورچ میں آتے ہی احان شاہ نے اس سارے ماجرے کے بارے میں استفسار کیا تھا جس پہ اکبر خان نے اسے ایزل بیٹی کی بگڑتی طبیعت کے بارے میں آگاہ کرتے ساکت کیا تھا۔۔ساکت صرف احان شاہ نہیں بلکہ اپنی گاڑی سے نکلتا ارزم شاہ بھی اکبر خان کی بات پہ ہوا تھا۔۔ارزم شاہ نے اپنی سرخی چھلکتی شہد رنگ آنکھوں سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے کچلتا غیر مرئی نقتے پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔

ہمیں ہاسپٹل چلنا چاہئے!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے بازو پہ ہاتھ رکھ کے سنجیدگی سے احان شاہ کو مخاطب کرتے اسے ہاسپٹل چلنے کو بولا تھا جس پہ احان شاہ بنا کچھ کہے ہاں میں سر ہلاتا_ گہری سانس بھرتے ہوئے ارزم شاہ کی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔ارزم شاہ نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے تیز رفتار سے ہویلی سے باہر نکالی تھی۔۔احان شاہ اپنی آنکھیں موند تا گہری سانس بھرتے ہوئے سیٹ کے پشت کے ساتھ اپنا سر ٹکا گیا۔۔

احان شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑے بے چینی سے مرحا کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔ ان تینوں کی لاڈلی اس نازک صورتحال میں اپنے شوہر کے ساتھ کے بغیر جس حال سے اپنے بچے کو جنم دے رہی تھی، وہ تینوں اس چیز سے واقف اس کے لئے شدت سے دعائیں مانگ رہے تھے۔۔ یہ ایک کافی نازک مرحلہ تھا۔۔ ماں بننا کوئی آسان کام نہیں تھا، اور وہ تو پھر ان کی لاڈلی تھی جو دو ماہ تک انیس سال کی ہونے والی تھی۔۔ وہ اس تکلیف کو سہنے کے لئے ابھی کافی چھوٹی تھی لیکن ایزل شاہ کا صبر داد کے قابل تھا۔۔

وہ تینوں ابھی کاریڈور میں پریشانی سے چکر ہی کاٹ رہے تھے جب مرحا شاہ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ بے تابی سے اس کی طرف بڑھے تھے۔۔

ایزل کیسی ہے؟؟۔۔۔ تینوں نے یک زبانی سے استفسار کیا تھا۔۔ لہجے میں بے حد فکر مندی تھی۔۔

ہم سب کو ایک چھوٹا سا مہمان گفٹ کرنے کے بعد ایزل پہلے سے کافی کمزور ہو چکی ہے، وہ ابھی دواؤں اور انجکشن کے زیر اثر بے ہوش ہے! انشاء اللہ اسے کچھ دیر تک ہوش آجائے گا!۔۔۔ مرحا شاہ نے چہرے پہ خوبصورت سی مسکراہٹ سجاتے بھرائی آواز میں انہیں خوشخبری سے نوازا تھا۔۔

شکر الحمد للہ!!!۔۔۔۔ تینوں نے بلند آواز میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے گہری سانس بھری تھی۔۔

مرحا ٹھیک سے بتاؤ نا بیٹا ہوا ہے یا بیٹی؟ میں ایک شہزادے کا چاچو بنا ہوں یا شہزادی کا؟ ارزم شاہ بے حد بے تابی سے گویا ہوا تھا۔ وہ جو اتنے مہینوں سے خود پہ سنجیدگی کا خول چڑھائے بولنا بے حد کم کر چکا تھا، آج اسکی خوشی دیدنی تھی، ارزم شاہ کا چہرہ خوشی سے بے حد چمک رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کی بے تابی پہ احان شاہ، زوریز شاہ اور مرحا شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

ماشاء اللہ بے حد خوبصورت بیٹا ہوا ہے!! کاظم لالہ کی ڈٹو کاپی یا شاید ان سے بھی پیارا۔۔۔ مرحا شاہ نے بھی اسے جواباً خوشی سے چہکتے ہوئے جواب دیا تھا۔ کوظم لالہ کا نام لیتے اسکی آواز رندھ گئی تھی، ایزل شاہ نے ڈیلیوری کے دوران جس طرح سے بند آنکھوں سے اپنے "شاہ جی" کو بار ہا پکارا تھا، مرحا شاہ اس وقت چاہ کے بھی اپنے آنسوؤں پہ بند نہیں باندھ پائی تھی، ابھی بھی وہی مومنٹ یاد کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔

آاااا!! تو میرا بچہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے کے آؤنا مرحا۔۔ مجھے اسے گود میں اٹھانا ہے۔۔۔ ارزم شاہ کے لہجے میں اپنے نئے نویلے بھتیجے کے لئے پیار ہی پیار تھا۔

تمہارا بچہ کہاں سے آگیا؟ اسے پہلے میں اٹھاؤں گا!! کیونکہ میں تم سب سے بڑا ہوں اور وہ تمہارا بھتیجا بعد میں پہلے میرا بھانجا ہے!! میری بہن کا بیٹا! شکل گم کرو اپنی!! مرحا بچے تم میرے بھانجے کو میرے پاس لے کے آؤ شاباش!!۔۔ احان شاہ روعب سے بولتا ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھا رہا تھا جو اسکی بات پہ منہ پھیلاتا اپنی شہد رنگ آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے اسے گھور رہا تھا۔۔

آپ دونوں ہی بولنے میں اپنا وقت ضائع مت کیجیئے!! کیونکہ جس سے آپ بچہ مانگنے کی سفارش کر رہے ہیں وہ میری بیوی ہے! جو سب سے پہلے میرا بانجھا صرف میری بانہوں میں لا کے پکڑائے گی!! ہاہاہا۔۔۔ اب کی بار زوریز شاہ فرضی کالر آچکا کے بولتا آخر میں سلگتا ہوا قہقہ لگا کے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ مرحا شاہ جو پہلے مسکرا کے ارزم اور احان کو باری باری دیکھ رہی تھی، زوریز شاہ کی بات پہ اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔۔ اس نے سپاٹ انداز میں زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے باتوں ہی باتوں میں محاظب کرتا فری ہو رہا تھا۔۔

لالہ ابھی بچے کو نہلا دھلا کے اسکی صفائی کی جائے گی! بہت جلد وہ آپ لوگوں کے پاس ہو گا! مرحا شاہ اب کی بار سنجیدگی سے احان شاہ اور ارزم شاہ کو دیکھ کے بولتی تیزی سے آگے کی طرف بڑھ گئی۔۔ اسکے یوں خود کو نظر انداز کرنے پہ زوریز شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے دانت پیسے تھے جب کہ احان شاہ اور ارزم شاہ اسکی حالت پہ قہقہ لگاتے ہوئے اسکی طرف دیکھتے اسے مزید سلگا رہے تھے جو ابھی تک مرحا شاہ کی پشت کو گھور کے دیکھ رہا تھا۔

صبح ہوتے ہی ہارون شاہ اور دریاب شاہ اپنے پوتے اور نواسے کی خبر سنتے ہوئے پہلی فرصت میں ہاسپٹل کے لئے نکلے تھے۔۔ زہرہ مام تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں، وہ ایزل کے لئے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ تیار کرتی انہی کے ساتھ نکلی تھیں۔۔ عادل شاہ نے حویلی میں کتنے ہی بکرے زبح کرواتے اپنے پر پوتے کا صدقہ اتارا تھا۔ جس کی وجہ سے پورے نو ماہ بعد آج حویلی میں رونقیں بحال ہوئی تھیں۔۔

ہائے!! یہ کتنا پیارا ہے نا؟ یہ تھوڑا سا بڑا کب ہو گا لالہ؟ مجھے تو اسے اٹھاتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا ہے اگر یہ میرے ہاتھ سے پھسل گیا تو؟۔۔۔ ارزم شاہ اپنے ہاتھوں میں اپنا خوبصورت سا بھتیجا اٹھائے احان شاہ سے بے تابی سے استفسار کر رہا تھا جس پہ سب نے مسکراتے ہوئے تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ کب سے اپنے بھتیجے کے ساتھ یوں ہی بچہ بنا ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ کو ہوش آ چکا تھا، وہ سب اسی کے کمرے میں موجود تھے، وہ ان سب کی باتوں پہ انہیں مسکرا کے دیکھتی کچھ دیر بعد پھر سے غنودگی میں چلی جاتی۔۔ اپنے بیٹے کی پہلی جھلک دیکھتے ہی اسے وہ ظالم شاہ شدت سے یاد آیا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اپنے بیٹے کو ساتھ لگاتے ہی سب سے پہلے اسکے ماتھے پہ پیار سے لب رکھتے اسکی بند آنکھیں پیار سے چومی تھیں۔۔ ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے اسے کے عارضوں پہ گرے تھے۔۔۔

ہاں بس دو منٹ لگیں گے اسے بڑا ہونے میں! مجھے ہی تو بتا کے اونچا ہو گا یہ؟۔۔۔ احان شاہ نے ارزم شاہ کے بے تکے سوال پہ دانت پیستے ہوئے اسے جواب دیا تھا جس پہ ارزم شاہ منہ پھولاتے اپنے بھتیجے کے خوبصورت چہرے پہ دیوانہ وار اپنے لب رکھ رکھا تھا۔۔ ارزم شاہ کے یوں چومنے پہ اس چھوٹے سے گڈے نے بیزاری سے کسمساتے ہوئے مدھم سی آوازیں نکالتے اپنی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔۔ اسے یوں اچانک اپنی پوری آنکھیں کھول کے اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے سٹل ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے گھور کے دیکھتا جا رہا تھا۔۔ اسے خود کی طرف گھورتا پا کے ارزم شاہ کا بلند قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔ زہرہ مام اپنے بیٹے کو آج اتنے مہینوں بعد ہنستے دیکھ کے بے ساختہ خوش ہو رہی تھی، وہ آج کتنے ہی ماہ بعد یوں ہنس رہا تھا ورنہ ہنسی تو جیسے ارزم شاہ سے روٹھ ہی گئی تھی۔۔

افف!! تم کتنے پیارے ہو یار! میں تمہیں کھا جاؤں گا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسے خوشی سے اپنے سینے میں بھینچ کے اپنی جگہ سے آگے پیچھے ہلتا پیار سے دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔ ارزم شاہ کے یوں شدت سے پیار جتانے کی دیر تھی جب اس چھوٹے سے ننھے منے بچے نے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ ارزم شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے "شش" "شش" کی آواز نکالتے اسے چپ کروانا چاہا تھا لیکن وہ ڈھیٹ اس کے چپ کروانے پہ مزید اونچا اونچا رو رہا تھا۔۔

ہاااا!! ناراض کیوں ہو رہا ہے یار؟ میں تو پیار کر رہا تھا تجھے!! میلا بچہ!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے سرخ و سفید گالوں پہ اپنے لب رکھتا بے حد پیار سے اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا جس پہ اس بچے نے کچھ دیر کے لئے خاموش ہوتے

ہوئے اسکی طرف دیکھ کے اسکی باتیں سمجھنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنے چہرے پہ اسکے لب محسوس کرتے وہ پھر سے رونا شروع کر چکا تھا۔۔

یہ تو بڑا بے فیض نکلا یار!!۔۔۔۔ اسے یوں روتے دیکھ کے ارزم شاہ نے کسی صدمے کی کیفیت میں بولتے ہوئے سب کو چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کیا تھا، ایزل شاہ ان کی باتوں پہ مسکراتی ہوئی اللہ کا مسلسل شکر ادا کرتی آنکھیں موند گئی۔۔ سب نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے ساتھ لگا کے اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے مبارکباد دی تھی، اسکا پورا خاندان اس وقت اسکے پاس تھا سوائے اس ایک ظالم شاہ کے جو اسکا محرم اور اسکا شریک حیات تھا۔۔ بیٹے کے رونے سے تکلیف سی ہو رہی تھی لیکن زہرہ مام نے اسے سمجھایا تھا بچے پیدا ہونے کے بعد یونہی روتے ہیں! اس میں اتنی پریشانی والی بات نہیں ہے! اسی لئے وہ کچھ پر سکون تھی۔۔

اسے کس نہیں کرو! وہ اسی لئے رو رہا ہے!۔۔۔ زوریز شاہ کچھ ہی پلوں میں اپنے انوکھے بھانجے کا مشاہدہ کرتے ارزم شاہ کی طرف دیکھ کے بولا تھا جو صدمے سے اپنے بھتیجے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

کیا مطلب؟ مجھے اس پہ پیار آ رہا ہے میں اسے کس بھی نہ کروں؟ بچہ ہے یا ڈیکوریشن پیس؟ جس کے صرف دور دور سے نظارے کروں؟۔۔۔ ارزم شاہ خفگی سے بولتا سب گھور کے اپنے بھتیجے کی طرف دیکھ رہا تھا جو بالکل ابھی انکی باتیں سننے کے لئے خاموش ہوتا اپنے کان کھڑے کر چکا تھا۔۔

ڈیکوریشن پیس نہیں! یہ ایک انوکھا پیس ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہے!!۔۔۔ زوریز شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے اس کے بازوؤں سے اپنے بھانجے کو پکڑ کے اپنے سینے سے نرمی سے لگایا تھا۔۔ دودھیا سفید رنگت، سرخ و سفید گال، گلابی چھوٹے چھوٹے لب، بڑی بڑی گولڈن آنکھیں، گولڈن چھوٹے چھوٹے بال۔۔۔ بلاشبہ یہ بچہ خوبصورتی کی مثال آپ تھا۔ ایزل شاہ خود تو کمزور تھی لیکن اسکا بیٹا ماشاءاللہ سے صحت مند تھا۔۔ اسکے بیٹے کا وزن ایک صحت مند بچے جتنا تھا۔۔ وہ نا زیادہ موٹا تھا اور نہ ہی زیادہ دبلا۔۔

پکڑائیں مجھے! میں نے تصاویر بنانی ہیں اسکی!!۔۔۔ اسکی بانہوں میں اپنے چھوٹے سے بھتیجے کو دیکھ کے ارزم شاہ جیلس انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ احان شاہ نے ان دونوں کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے ان کے ہاتھ سے اپنا بھانجا تھام کے انہیں ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔۔

کاظم شاہ جس نے ائیر پورٹ پہ اپنی فلائٹ کا انتظار کرتے ہوئے بیزاری سے اپنا فون کھولتے فیس بک کھولی تھی۔۔ ارزم شاہ کی بالکل ابھی کی گئی پوسٹ پہ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔۔ کاظم شاہ کو لگا اسے پوسٹ دیکھنے اور کیپشن پڑھنے میں کوئی غلط فہمی ہو رہی ہو۔۔ لیکن یہ سب سچ تھا۔۔ ارزم شاہ کی آئی ڈی سے کی گئی یہ پوسٹ اور یہ کیپشن کوئی غلط فہمی نہیں بلکہ حقیقت تھی۔۔

ارزم شاہ کی پوسٹ کی گئی تصاویر میں کسی بچے کے چھوٹے چھوٹے سرخ و سفید ہاتھوں کے ساتھ، اسکے چھوٹے چھوٹے دودھیا سفید پیروں کو دیکھ کے جہاں کاظم شاہ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا وہی یہ کیپشن میں "الحمد اللہ میرا شہزادہ" پڑھ کے وہ شدید کشمکش کا شکار ہوا تھا۔۔ یہ بچہ کون تھا؟ یہ کس کا بچہ تھا جسے ارزم شاہ اپنا شہزادہ بول رہا تھا؟ اسے اچھی طرح سے یاد تھا اسکے پاکستان سے آسٹریلیا آنے تک ارزم شاہ شدید سنگل تھا! پھر یہ اسکا بچہ کیسے ہو سکتا تھا؟

کیا یہ احان کا۔۔۔۔۔؟ اس سے آگے کاظم شاہ سے کچھ سوچا بھی نہیں گیا تھا۔۔ نہیں یہ احان کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کاظم شاہ نے اپنے دل و دماغ کو ڈپٹا تھا، اسے اس بچے کا باپ کسی دوسرے کو بنانا بالکل اچھے نہیں لگ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے بے ساختہ ارزم شاہ کا ان باکس کھولا تھا جو اس نے ان چھ ماہ میں بھول کے بھی نہیں کھولا تھا۔۔ ارزم شاہ کے پورے ان باکس میں "لالہ" "لالہ بات سنیں" لالہ ایک دفعہ بات سن لیں" "لالہ مجھے آپکو کچھ بتانا ہے" "لالہ کال می" "کال می" اس طرح کے میسجز کی ڈھیروں تعداد دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے دانت پیس کے فون کی سکرین کی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکے ان باکس کا ایک میسج بھی کاظم شاہ کو پسند نہیں آیا تھا۔۔ وہ تمام میسجز سسپنس سے بھرپور تھے لیکن کسی ایک میسج میں بھی سسپنس کے ریویل ہونے کا ذکر نہیں تھا۔۔ کاظم شاہ نے بے تابی سے ارزم شاہ کو فیس بک پہ کال کی تھی جو اگلے ہی لمحے بڑی تیزی سے کاٹ دی گئی تھی۔۔ کول کے کاٹے جانے پہ کاظم شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنے فون کی سکرین کو دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے پھر سے اسے کال ملائی تھی لیکن ارزم شاہ بڑے مزے سے بیل ہوتے ہی اسکی کال کاٹتا اسکے غصے میں کئی گنا اضافہ کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ غصے سے اپنا فون زمین

پہ مارتے مارتے رک چکا تھا کیونکہ اس وقت وہ ائیر پورٹ پہ تھا اگر وہ غصے سے جذباتی ہو کے فون توڑ دیتا تو یہاں کہاں سے نیا نویلا فون خریدتا پھرتا؟ کاظم شاہ نے عقلمندی سے سوچتے ہوئے اپنے فون کی سکرین پھر سے آن کی تھی۔۔

"چھوٹے شاہ"۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے نچلے پہ دانتوں کا زور بڑھا کے اتنا سا میسج ٹائپ کرتے اسے سینڈ کیا تھا جو اگلے ہی لمحے سین کیا گیا تھا لیکن جواب ندارد۔۔ کاظم شاہ نے بھی ڈھیٹ بنتے ہوئے اسے میسج کرنے نہیں چھوڑے تھے جس پہ ارزم شاہ نے بھی اسکے خونی بھائی ہونے کا اعلیٰ ثبوت دیتے اسکے ایک بھی میسج کا جواب نہیں دیا تھا۔۔ کاظم شاہ کے ہر میسج میں اس بچے کا ذکر تھا۔۔ اس بچے کے بارے میں جاننے کے لئے الگ ہی تڑپ تھی لیکن آج ارزم شاہ نے بھی بے حس بنتے ہوئے اسکے ہر میسج کو صرف سین پہ چھوڑا تھا۔۔ کاظم شاہ نے نا جانے ارزم شاہ کی اس بد اخلاقی پہ اپنا غصہ کس طرح سے کنٹرول کیا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اب کی بار تنگ آتے ہوئے زوریز شاہ کو فون ملایا تھا جس کا نمبر سرے سے بند تھا۔۔ اس کے پاس آخری آپشن احان شاہ کا تھا جسے وہ قطعی فون نہیں کرنے والا تھا۔۔

وہ کسی کا بھی بچہ ہو لیکن میں اس طرح سے ریکٹ کیوں کر رہا ہوں جیسے پہلی بار کسی بچے کے ہاتھ پیر دیکھے ہوں؟ کاظم شاہ نے اس بچے کے ہاتھ پیروں کی تصاویر دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں خود سے استفسار کیا تھا۔۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ کتنی دیر تک اس بچے کے ہاتھ پیر دیکھتا ان تصاویر کو زوم کر کر کے دیکھتا رہا تھا۔۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ اسے یہ تصاویر اچھی لگ رہی تھیں اور وہ آسٹریلیا سے پاکستان جانے تک بھی ان تصاویر کو بنا بور ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ اس بچے کا چہرہ بھی دیکھنا چاہتا تھا لیکن ارزم شاہ نے صرف اسکے ہاتھوں اور پیروں کی تصاویر ڈالی تھی۔۔ کمینٹس پڑھتے ہوئے وہ مزید کشمکش کا شکار ہو رہا تھا، تمام لوگ ارزم شاہ کو مبارک باد دے رہے تھے جس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ارزم شاہ کا بچہ ہو! لیکن ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ کاظم شاہ نے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ پھر سے ایک ہی بات سوچی تھی۔۔

پچھلے دو دنوں سے موسم خرابی کی وجہ سے اسکی فلائٹ ڈیلے ہوتی آئی تھی۔۔ دو دن پہلے دا جی سے بات کرنے کے بعد ہی جو فلائٹ کاظم شاہ کی بک کروائی گئی تھی وہ کینسل ہو چکی تھی جس پہ کاظم شاہ نے بے تابی سے یہ دو دن ارزم

شاہ کی پوسٹ کو دیکھتے ہوئے گزارے تھے۔۔ آج پورے نو ماہ بعد سید کاظم دریاب شاہ نے پاکستان کی سرزمین پہ قدم رکھتے ہوئے گہری سانس ہوا میں بھری تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 55

ایزل شاہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کے آج ہی ہویلی واپس آئی تھی، مرحا شاہ کا ارادہ اسے ہویلی بھیجنے کا قطعی نہیں تھا لیکن ایزل شاہ کی ضد اور ازمیر شاہ کی ہاسپٹل سے بیزاری کو دیکھتے ہوئے اس نے انہیں بالآخر ڈسچارج کرنے کا سوچا تھا۔۔ ہویلی سے ہر کوئی وقفے وقفے سے ایزل شاہ اور سید ازمیر شاہ سے ملنے کے لئے آتا رہتا تھا حتیٰ کہ ایزل کی کٹی بھی اسکی ایک دن کی جدائی پہ اپنی آواز کو بھاری بنا کے میاؤں، میاؤں کرتی ہویلی میں رونا مچائے ہوئے تھی جس پہ زوریز شاہ اس کٹی پہ ترس کھاتے ہوئے اسے ایزل شاہ کے پاس ہاسپٹل چھوڑ کے آیا تھا۔۔ ارزم شاہ نے تو ان دو دنوں ہویلی جا کے نہیں دیکھا تھا، وہ چوبیس گھنٹے ازمیر شاہ کو اپنی گود میں اپنے بے حد قریب رکھنا چاہتا تھا جس پہ ایزل شاہ کو کبھی کبھی اپنے بیٹے کی حالت پہ ٹوٹ کے پیار اور ہنسی بیک وقت آتی تھی جو ہر وقت اپنے ماتھے پہ ننھا سا بل ڈال کے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اپنے چاچو کو گھورتا رہتا تھا کیونکہ ارزم شاہ ہر دو منٹ بعد اسکے چہرے پہ لب رکھتے ہوئے اسے زور زور سے رلاتا تھا۔۔ ارزم شاہ کا مقصد اسے رلانا بالکل نہیں ہوتا تھا، لیکن اسکے یوں پیار جتانے پہ ازمیر شاہ کی زندگی کا مقصد جیسے رونا اور ارزم شاہ کو گھورنا رہ چکا تھا۔۔ ارزم شاہ اسے کسی دوسرے کی تو دور اسکی ماں کی گود میں بھی کم ہی برداشت نہیں کرتا تھا۔۔

اسے میں اٹھالوں؟ تم بعد میں لے لینا!!۔۔۔۔ ارزم شاہ جب بھی ازمیر شاہ کو کسی گود میں دیکھتا تھا، اسکا ندیدوں کی طرح صرف ایک ہی سوال ہوتا تھا جس پہ ایزل شاہ تو ہمیشہ کھل کے مسکراتی تھی لیکن ازمیر شاہ کے چہرے پہ بیزاری صاف واضح ہوتی تھی۔ وہ اپنی ماں کی گود کے علاوہ ہر کسی کے حصار میں بیزاری سے کسمساتا رہتا تھا لیکن ارزم شاہ کو اسکے کسمسانے سے زرا جو کبھی فرق پڑتا ہو؟ وہ اپنی منمنانی کرتے ہوئے اسے دن بھر اٹھائے رکھتا تھا۔۔

ایزل ایسا کرو! میرے شہزادے کو پیارا سا تیار کر دو! میں آج اسے اپنی یونی میں لڑکیاں دیکھانے لے کے جا رہا ہوں!! کیوں چاچو کی جان؟ جائے گا نا میرے ساتھ فلرٹ کرنے؟۔۔۔ ارزم شاہ چھوٹے سے ازمیر شاہ کے گالوں

پہ اپنے لب رکھتا ایزل شاہ سے مخاطب ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ ازمیر کے ساتھ بھی باتیں کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ نے ارزم شاہ کی بات پہ منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ ارزم شاہ اسکے بیٹے سے اس طرح سے باتیں کر رہا تھا جیسے وہ ہر بات کی سمجھ بوجھ رکھتا ہوں اور مزے کی بات یہ تھی کہ ازمیر شاہ جو ہر وقت ارزم شاہ کو گھورنے کے انداز میں بیزاری سے دیکھتا رہتا تھا، ارزم شاہ کی اس بات پہ وہ برا ماننے کی بجائے بے ساختہ ہنستے ہوئے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو ہلا رہا تھا۔۔ اسکے ریکشن پہ ارزم شاہ کا فلگ شفاف قہقہ ایزل شاہ کے کمرے کی زینت بنا تھا۔۔ صبح کا وقت تھا، ناشتہ کرتے ہی ہویلی کے تمام مکین ایزل شاہ کے کمرے میں آ چکے تھے تا کہ ازمیر شاہ کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزار سکیں!!

آئے ے ے!! چاچو کی جان کو لڑکیاں چھیرنی ہیں؟ میرا شہزادہ تو بڑا چھچھوڑا نکلا!!۔۔۔ ارزم شاہ کھکھلا کے بولتا ہوا اب ازمیر شاہ کے ناک کے ساتھ اپنی ناک ملا رہا تھا جس پہ ازمیر شاہ نے پھر سے اپنے ماتھے پہ ننھا سا بل لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسے شاید اسکے منہ سے خود کے لئے چھچھوڑا لفظ پسند نہیں آیا تھا۔۔ باقی سب مسکرا کے ارزم شاہ اور ازمیر شاہ کو دیکھ رہے تھے۔۔

نہیں نہیں! غصہ نہیں کر! تو تو میرا پیارا شہزادہ ہے! غصہ تھوک دے! بس ایک دفعہ ہنس کے دیکھا دے پھر جتنے میری جیب سے پیسے نکلے وہ سارے تیرے!۔۔۔ ارزم شاہ اب ازمیر کے ماتھے پہ پڑے ننھے سے بل پہ نرمی سے اپنی انگلی پھیرتا اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ ازمیر نے بھی کھکھلاتے ہوئے اپنا چھوٹا سا منہ کھولا تھا، ازمیر شاہ اپنے فائدے کی باتوں پہ جس طرح سے کھکھلا رہا تھا، اس انوکھے پیس کو دیکھتے ہوئے سب کا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔۔

لیکن یہ کیا؟ چاچو کی جیب میں تو پیسے ہی نہیں ہیں جانی!! ۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنی باتوں کو طول دیتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے معصوم سی شکل بناتے ازمیر شاہ کو اپنی خالی جیبوں کے متعلق آگاہ کیا تھا جس پہ ازمیر شاہ نے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا، ارزم شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف تھا، اسکا والٹ اوپر اسکے کمرے میں ہی رہ گیا تھا ورنہ وہ کیوں نہ اپنے شہزادے کو پیسے دیتا؟۔۔ ہاسپٹل سے آنے کے بعد سے ایزل شاہ نیچے اپنے کمرے میں قیام پذیر تھی، کیونکہ مرحا شاہ کے مطابق ایزل شاہ کے لئے بار بار اوپر نیچے جانا ڈلیوری کے فورا بعد اچھا نہیں تھا،

ایزل شاہ کا اپنا ارادہ بھی آج سے ہمیشہ کے لئے اپنے کمرے میں رہنے کا تھا۔۔وہ کاظم شاہ کے کمرے میں مزید نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔ایزل شاہ کا ماننا تھا کہ کاظم شاہ کے کمرے میں لگی اپنے باپ کو تصویر کو دیکھ کے ازمیر شاہ کیا سوچے گا کہ یہ شخص کون ہے؟اگر وہ بڑا ہو کے اس سے اپنے باپ کے بارے میں استفسار کرے گا تو وہ اسے کیا جواب دے گی؟وہ چاہتی ہی نہیں تھی وہ کاظم شاہ کے کمرے میں رہے اور ازمیر شاہ کی نظریں اپنے خوبصورت اور ظالم باپ کی طرف اٹھیں!!

شش!! چاچو کی جان!! رونا بند کر! چل ہم یونی کا چکر لگا کے آتے ہیں! ۔۔۔اسے روتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکا ماتھا چوم کے اسے پچکارتا ہوا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب احان شاہ نے اسے پکارتے ہوئے آگے بڑھنے سے روکا تھا۔۔

تم پاگل ہو چکے چھوٹے شاہ؟تم میرے تین دن کے بھانجے کو اپنی اتنی بڑی سی یونی میں لے کے جاؤ گے؟عقل گھاس چڑھنے گئی ہوئی ہے گیا؟۔۔۔احان شاہ نے اسکے ہاتھوں سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے دانت کچکچاتے ہوئے ڈپٹا تھا،ازمیر شاہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو پھیلا کے ان دونوں کی طرف دیکھتا انہیں غور سے سن رہا تھا۔۔

تین دن کا ہے تو اس میں کیا ہے؟اچھا نہیں ہے میرا شہزادہ پیدا ہوتے ہی میری طرح میری پوری یونی میں فینس ہو جائے گا!! میں اپنی پوری یونی میں بتاؤں گا کہ یہ میرا خوبصورت شہزادہ ہے جس کا نام میں نے خود رکھا ہے!! آپ کیوں جیلس ہو رہے ہیں؟اب آپ کے کہنے پہ اسکا نام "کایان" نہیں رکھا تو یوں جیلس ہوں گے ہم دونوں چاچا، بھتیجے سے؟اب میرے دیئے گئے نام کو زیادہ ووٹ موصول ہوئے تھے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا لاپرواہی سے بولا تھا،اس نے اسے پھر سے احان شاہ کے بازوؤں سے لینا چاہا تھا لیکن وہ ازمیر شاہ کو اس کی پہنچ سے دور کر گیا۔۔

تم نے کہیں پینا تو نہیں شروع کر دی چھوٹے شاہ؟ازمیر کہیں نہیں جائے گا! تم اپنے دوستوں کو ہویلی بلوالو۔۔۔۔احان شاہ اسے شرم دلانے والے انداز میں سنجیدگی سے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نے نیم راضی ہوتے ہوئے اپنا منہ پھولایا تھا۔۔(ازمیر کا نام ارزم شاہ کے کہنے پہ رکھا گیا تھا،جس پہ احان شاہ اور زوریز شاہ نے بھی ضد لگاتے ہوئے

ماموں ہونے کا فرض نبھاتے "کایان" نام کی رٹ لگائی تھی، ہویلی کے تمام مکینوں نے ان دونوں ناموں پہ راضی ہوتے ان دونوں ٹیموں کو ہی ایک ایک ووٹ دیتے انہیں برابر کیا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنی گود میں لیا تھا۔

لالہ لڑائی چھوڑیں جس نام پہ میرا شہزادہ ہنس کے دیکھائے گا! ہم اس کا نام وہی رکھ دیں گے! بس بات ختم!۔۔۔۔

اس وقت ارزم شاہ کے الفاظ کچھ اس طرح کے تھے جس پہ احان شاہ اور زوریز شاہ نے بھی اپنی رضامندی دیکھائی تھی۔۔ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھوں میں چمک لئے ازمیر شاہ کے سامنے "کایان" اور "ازمیر" دونوں نام باری باری بھول کے دیکھائے تھے جس پہ اس نے اپنے ماتھے پہ بل لئے کوئی خاص ریکشن نہیں دیا تھا۔۔ ارزم شاہ نے ایک بار سے پھر سے یہ دونوں نام دہراتے "ازمیر" بولتے ہوئے اپنے شہزادے کی کمر پہ اپنی انگلیوں کے ساتھ شرارت سے کھجلی کرتے دراصل چیٹنگ کرتے ہوئے اسے کھکھلانے پہ مجبور کیا تھا۔۔ ازمیر کے کھکھلانے کی دیر تھی جب ارزم شاہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے چیلنجنگ نگاہوں سے احان شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

تو نے چیٹنگ کی ہے نا چیٹر؟؟۔۔۔ احان شاہ غرایا۔

مام بولتی ہیں جو (چیٹر) بولتا ہے وہی ہوتا ہے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنی ہنسی کو دبا کے ایک نظر زہرہ مام کو دیکھ کے اپنے بچپن میں زہرہ مام کا بارہا سننے والا جملہ بے حد معصوم انداز میں بولتا سب کو چھت پھاڑ قہقہہ لگانے کے مجبور کر گیا۔۔ پھر یوں ہی ارزم شاہ کی اس چیٹنگ کے ذریعے اسکے شہزادے کا نام "سید ازمیر کاظم شاہ" رکھ دیا گیا۔۔(

میرا شہزادہ یہ دیکھ بن بلائے مہمان آئے ہیں! ان سے پوچھ یہ کھانا کھا کے آئے ہیں یا جا کے کھائیں گے؟۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے بازوؤں میں چھوٹا سا ازمیر شاہ اٹھائے گیسٹ روم کی طرف بڑھتے ہی_ ازمیر کا چہرہ اپنے دوستوں کی طرف گھماتا اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دبائے آبیبرو آچکاتے ہوئے ازمیر شاہ کو پٹیاں پڑھا رہا تھا، ازمیر شاہ بڑے غور سے اسکی طرف دیکھتا جیسے اسکی ہر بات آج ہی سمجھ لینا چاہتا تھا۔ ارزم شاہ کے بات مکمل کرنے کی دیر تھی جب ازمیر نے اسے کھکھلا کے دیکھایا تھا، آج وہ یوں ہی اسکی گود میں بلاوجہ بات بات پہ کھکھلا رہا تھا۔ ارزم شاہ کے دوستوں نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس چھوٹے سے بچے کی طرف دیکھا تھا جو ارزم شاہ کی باتوں پہ منہ

کھولتا اس طرح سے کھکھلا رہا تھا جیسے اسکی ایک ایک بات سمجھ رہا ہو۔۔ ان سب کے ریکشن دیکھ کے ارزم شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔ جہاں ارزم شاہ کے دوست ازمیر شاہ جیسے انوکھے بچے کو دیکھ کے کچھ حیران اور کچھ پریشان تھے وہی پہ اپنے یاروں کے یار ارزم شاہ کو آج اتنے ماہ بعد یوں شرارتیں کرتے دیکھ کے انہیں کافی اچھا لگا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے ارزم شاہ کو پچھلے مہینوں سے ایسا کیا ہوا تھا جو وہ یونی میں کم آنے کے ساتھ ساتھ بولنا اور ہنسنا ہی چھوڑ چکا تھا، وہ سو دفعہ ارزم شاہ سے اس سب کی وجہ دریافت کر چکے تھے لیکن وہ ہمیشہ بات گول کرتا انہیں کسی بات کی بھنک بھی لگنے نہیں دیتا تھا۔ آج بھی اس کے تمام دوست اپنے نئے نویلے بھتیجے سے ملنے آئے تھے، وہ پچھلے دو دنوں سے اس سے ملنا چاہ رہے تھے لیکن ایزل اور ازمیر ہاسپٹل تھے، اسی لئے انہوں نے سوچا کہ وہ تمام دوست ایک ساتھ مل کے شاہ ہویلی میں چھاپا ماریں گے! شاہ ہویلی میں ان کا ہمیشہ ہی اچھے سے استقبال کیا جاتا تھا، وہ سب ارزم شاہ کے بغلگیر ہوتے اب باری باری بے صبروں کی طرف اس کے ہاتھ سے ازمیر کو پکڑ رہے تھے، جو ان سب کی گود میں آتے ہی چیخ چیخ کے روتا ان سب کو حیران پریشان کرتا منہ پھولانے پہ مجبور کر گیا۔۔ ان کی گود میں اپنے شہزادے کو روتے دیکھ کے ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے اسے اپنی گود میں اٹھایا تھا جو اسکی گود میں آتے ہی رونا بند کرتا اب اپنے ماتھے پہ ننھا سا بل لئے ارزم شاہ کو گھور کے دیکھ رہا تھا جس نے اسے ان شیطانوں کے ٹولے کے حوالے کیا تھا۔۔ ارزم شاہ کے دوستوں کو ازمیر شاہ کی حرکتیں بے حد کیوٹ لگ رہی تھیں، وہ ان سب کو ایک انوکھا اور ہوشیار دماغ کا بچہ لگ رہا تھا جو انہیں لفٹ بھی نہیں کروا رہا تھا۔۔

ازمیر کم ہیئر۔۔۔۔!۔۔۔ نوفل نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے ارزم کی گود سے ازمیر کو لینا چاہا تھا جس پہ ارزم شاہ نے نوفل کو آنکھیں دیکھا کے اسکے ہاتھوں پہ اپنا مضبوط ہاتھ جھڑا تھا۔

یہ تم لوگوں کی اوقات سے باہر ہے!! خبردار جو میرے شہزادے کو ہاتھ بھی لگایا تو! کیوں چاچو کی جان؟۔۔۔

ارزم شاہ اپنے دوستوں کو گھور کے دیکھتا انہیں اچھا خاصہ روسٹ کرنے کے بعد اب اپنے شہزادے کو دیکھ کے اسکی تائید چاہی رہا تھا جو کھکھلاتا ہوا اسکی باتوں پہ جیسے مہر لگانے کی کوشش کر رہا تھا، ارزم شاہ کو آج اس پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا جو اسکی بانہوں میں رونے کی بجائے کھکھلاتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا جبکہ ارزم شاہ کے تمام دوستوں نے اسے منہ پھولا کے غصے سے گھورا تھا جو ان سے چائے پانی پوچھنے کی بجائے ان کی رکھ کے بے عزتی کر رہا تھا۔۔

ازمیر پوچھ رہا ہے ان سب میں سے سب سے بڑا بے غیرت کون ہے؟ اب فٹافٹ سے آپس میں ڈیسائیڈ کر کے مجھے جواب بتاؤ تاکہ میں ازمیر کو ٹرانسلیٹ کر کے تم لوگوں کا جواب بتا سکوں!!۔۔ انہیں منہ بناتے دیکھ کے ارزم شاہ نے قہقہہ لگا کے بولتے انہیں مزید سلگایا تھا، ازمیر جو ارزم شاہ کی باتیں غور سے اپنی گولڈن بڑی بڑی کو آنکھوں کو پھیلا کے سن رہا تھا، اسے جملہ مکمل کرتے دیکھ کے وہ ایک دفعہ پھر سے کھکھلا دیا۔۔

ماما کا پیارا بیٹا! ماما کی جان!!۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے کے چہرے پہ پیار سے اپنے لب رکھتی اس کے لاڈ اٹھاتی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی جو اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے پوری طرح سے اپنی ماں کی طرف متوجہ اپنے ہاتھوں کو اوپر کی طرف اٹھا رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کو آج پورے دن میں اپنے بیٹے سے کھیلنے کا صرف رات کا یہی وقت ملا تھا کیونکہ وہ پورا دن تقریباً ارزم شاہ کے پاس رہا تھا، ازمیر کے بھوک سے رونے کی وجہ سے ارزم ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے ایزل شاہ کو پکڑا کے گیا تھا۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے کو روتے دیکھ کے تڑپتی ہوئی اسکا بھوک کا انتظام کرنے کے بعد اسے کپڑے چینج کروا کے بیڈ پہ بٹھا چکی تھی۔ احان، زوریز اور ارزم شاہ نے اسکے لئے ڈھیروں کی تعداد میں کھلونے خریدے تھے لیکن ازمیر ابھی ان کھلونوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے کافی چھوٹا تھا، ویسے بھی ازمیر کے چہرے پہ کھلونوں کو دیکھ کے جو بیزاری آتی تھی اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا اسے ان کھلونوں سے زیادہ ایزل شاہ کی کٹی میں انٹرسٹ تھا۔۔ ازمیر کٹی کو اپنے ارد گرد دیکھ کے دوسرے بچوں کی طرح روتا بالکل نہیں تھا بلکہ اس کٹی کو ہر وقت اپنی دم ہلا ہلا کے یہاں وہاں گھومتے دیکھ کے وہ اپنی بڑی بڑی ہیزل گولڈن آنکھیں بھی یوں ہی یہاں وہاں گھمایا کرتا تھا۔۔ اسے ویسے تو کٹی پسند تھی لیکن اگر جو کٹی کبھی ایزل شاہ کی گود میں بیٹھ کے اس سے پیار بٹورتی تو ازمیر شاہ کو وہ سخت زہر لگتی تھی، وہ کٹی کو اپنی ماں کے ساتھ چپکتے دیکھ کے ہی زور زور سے رونا شروع کر دیتا تھا جس پہ ایزل شاہ اسکی طرف پریشانی سے دیکھ کے رہ جاتی۔ آج اس کا بیٹا تین دنوں کا ہو چکا تھا لیکن ایزل شاہ ابھی تک اسے ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ وہ اپنے باپ کی طرح اپنے آپ میں ہی ایک پہیلی تھا۔۔ کٹی پہلے سے کافی صحت مند اور بڑی ہو چکی تھی، وہ ایزل شاہ کی تنہائی کی ساتھی اسکے لئے آج بھی بے حد پوزیسو اور سینسیٹو تھی۔ شروع شروع میں وہ ازمیر سے کافی جیلس نظر آ رہی تھی لیکن ایزل شاہ کے ایک سے دو دفعہ پیار سے سمجھانے پہ کٹی کو بھی

ازمیر اچھا لگنا لگا تھا۔۔وہ اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پیروں پہ اپنا چہرہ رگڑتی اسے بار بار کھکھلا کے ہنسنے پہ مجبور کرتی تھی، ازمیر شاہ کبھی کبھی کٹی سے خوش ہوتا تو اگلے ہی پل اسے اپنی ماں سے چمٹے دیکھ کے وہ اس کٹی سے بری طرح سے خفا نظر آتا تھا۔۔

اس وقت عشاء کا وقت تھا جب زہرہ مام، ایزل شاہ، اور سید ازمیر شاہ کو چھوڑ کے ہویلی کے تمام مکین لاؤنج میں موجود ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے، زوریز شاہ جو تین دن پہلے ہی تقریباً تین ماہ بعد ہویلی واپس آیا تھا، وہ مسلسل مرحا شاہ کو اپنی گہری نظروں کے حصار میں رکھتے سب کی باتوں میں حصہ لینے کی بجائے فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے اچھا خاصہ اگنور کرتی سپاٹ انداز میں اپنے فون میں کافی مصروف نظر آ رہی تھی۔۔گلابی شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پہ سفید دوپٹا لئے بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی بنا کے پیروں میں سٹائلش سی چپل پہنے وہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھی زوریز شاہ کو بار بار خود کی طرف دیکھنے پہ مجبور کر رہی تھی، بنا کسی لپ اسٹک کے اسکے گلابی ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنے نچلے لب کے کنارے کو دانتوں تلے دبایا تھا، کتنی دیر ہوئی تھی ان لبوں کا جام پیئے۔۔اسکے لبوں کو اپنی نظروں کے فوکس میں لئے زوریز شاہ کو اپنے حلق میں کانٹے چبھے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔اس وقت ان کا لبوں کا جام پینے کی شدید پیاس محسوس کو رہی تھی لیکن اس کی ظالم شاہزادی ہمیشہ کی طرح اسے لفٹ کروائے بنا اسے اگنور مار رہی تھی۔۔ارزم شاہ اور احان شاہ ایک ساتھ صوفے پہ سنجیدگی سے بیٹھے کسی غیر مرئی نقطے کو فوکس میں لئے نا جانے کن سوچوں میں گم تھے، شاہ بی بی کی نظریں اپنے لاڈلے پوتے احان شاہ کی طرف بار بار اٹھ رہی تھیں جو ان سے بات کرنا تو دور انہیں مخاطب کرنا بھی چھوڑ چکا تھا۔۔شاہ بی بی جو کافی بیمار رہنے لگی تھیں، سید ازمیر شاہ کے آنے سے وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں، انہیں سید ازمیر شاہ میں اپنے بڑے پوتے کا عکس نظر آتا تھا جو ان سب سے روٹھ کے پردیس بیٹھا ہوا تھا۔اس وقت وہ سب سید ازمیر شاہ کے عقیقے کے لئے کوئی ایک دن ڈیسائیڈ کرتے اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے جب کسی کے بھاری بوٹوں کی آواز نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔ان روعب دار قدموں کی آہٹ سنتے ہوئے سب کی نظریں بے ساختہ سامنے لاؤنج کے داخلی راستے کی طرف اٹھی تھیں۔۔لاؤنج میں داخل ہوتے لمبے چوڑے وجود کو دیکھ کے سب کی آنکھیں حیرت

سے پھیلی تھیں، ان سب کو لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خوابی کیفیت میں مبتلا ہوں! وہ سب حیرانگی کی کیفیت میں اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوتے بنا پلکیں جھپکائے چاکلیٹ براؤن پینٹ پہ اسکن شرٹ میں ملبوس لمبے چوڑے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے جو ایک نظر انہیں دیکھ کے بالکل سپاٹ انداز میں اپنا بیگ تھامے ان سب کو نظر انداز کرتا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے حیراں پریشان سا احان شاہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتا تقریباً بھاگنے کے انداز میں اس تک پہنچا تھا، احان شاہ نے اسے بازو سے تھام کے سیڑھیوں سے واپس سے اتارتے ہوئے اسکے گال پہ زوردار مکا جھڑتے اسکا ویلکم کیا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ کاظم شاہ نے اپنی گولڈن میں سرخی لئے احان شاہ جی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں میں اس سے زیادہ سرخی لئے اسے غصے سے گھور کے دیکھ رہا تھا ۔باقی سب جو کسی ٹرانس کی کیفیت میں مبتلا کاظم شاہ کو دیکھے جا رہے تھے انہیں ہوش احان شاہ کی اس حرکت پہ آیا تھا۔۔ یہ ایک خوب نہیں بلکہ ایک خوبصورت حقیقت تھی!۔۔ سامنے کا منظر دیکھ کے ایزل شاہ کے کمرے سے نکلتی زہرہ مام کے دل کی دھڑکنیں ساکت ہوئی تھیں، وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے آج پورے نو ماہ بعد اپنے لاڈلے بیٹے کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی، انہوں بھی سب کی طرح یہ اپنی نظروں کا دھوکا لگ رہا تھا لیکن کاظم شاہ کو جوابا بدلے کی صورت میں احان شاہ کے گال پہ مکا جھڑتا دیکھ کے وہ حقیقت کی دنیا میں واپس لوٹی تھیں۔۔ سب حیرانگی سے ان دونوں کو آتے ہی ایک دوسرے سے لڑتے دیکھ رہے تھے۔۔ دریاب شاہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے ان کی سفید ہوتی داڑھی میں جزب ہو رہے تھے، وہ مضبوط باپ آج اپنے بیٹے کو اتنے عرصے بعد دیکھ کے اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھنا بھول چکا تھا۔۔

کیا ضرورت تھی تجھے آج بھی ہویلی میں قدم رکھنے کی؟ اگر تو تجھے لگتا ہے کہ میں اتنا سب ہونے کے بعد بھی تجھے اپنے بھانجے سے ملنے دوں گا تو یہ بھول ہے تیری کاظم شاہ!! احان شاہ غصے سے غرا کے اسکے کندھے پہ زوردار مکا جھڑتا اسکے گلے سے لگا تھا۔۔ کاظم شاہ کے گلے سے لگتے ہی احان شاہ کو لگا وہ خود پہ کیا گیا ضبط کھو بیٹھے گا! اسے کاظم شاہ کے گلے سے لگ کے اس قدر سکون محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس سے دور ہٹنا بھول چکا تھا۔۔ وہ زور سے کاظم شاہ کے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھے اسے اپنی بھاری آواز میں دھمکیاں لگا رہا تھا جبکہ کاظم شاہ تو ابھی تک اسکے منہ سے لفظ "بھانجا" سنتے ہوئے حیرانگی سے اپنی گولڈن آنکھیں پھیلائے ہوئے تھا۔۔

تم بہت بڑا سالا ہے! کمینا بھی ہے! اور حسیس بھی! جتنا تو نے مجھے ان نو ماہ میں اپنے پیچھے خوار کروایا ہے نا کاظم شاہ! میری دعا ہے کہ اس کا بدلہ تجھ سے تیرا بیٹا لیتے ہوئے تجھے بھی اپنے پیچھے یوں ہی خوار کروائے!! تو ذلیل ہونے کے لائق ہے! تو پیار کی نہیں مار کی زبان سمجھنے والا انسان ہے!! تیرا وہ حساب ہے "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے" ۔۔ میرا دل کر رہا ہے میں تیری جان لے لوں کاظم شاہ!!۔۔۔ احان شاہ اپنی پوری قوت سے غراتا ہوا اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار بے حد مضبوط کرتا وقفے وقفے سے اسکی چوڑی پشت پہ مکے جھڑ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اسکے مکوں سے تکلیف نہیں ہو رہی تھی وہ تو اسکے منہ سے اپنے بیٹے کا ذکر سن کے جیسے زلزلوں کی زد میں تھا۔۔ کاظم شاہ کا دل اتنی تیز رفتار سے دھڑکتا سینے کی دیواروں سے باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔۔

م۔میرا۔۔بی۔۔بیٹا؟؟۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ کے عنابی ہونٹوں نے صرف جنبش کی تھی، وہ کچھ بولنے لائق رہا ہی نہیں تھا۔۔

کہاں ہے میرا بیٹا؟ تو جھوٹ بول رہا ہے نا؟ یہ سب تو مزاق میں بول رہا تھا نا؟ میرا بیٹا۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ساتھ لگے احان شاہ کو کندھوں سے پکڑ کے اپنے مقابل کرتا بلند آواز میں حلق کے بل چیخ رہا تھا، وہ ابھی چیخ ہی رہا تھا جب ائیر پورٹ پہ دیکھی گئی وہ تصاویر اسکے دماغ کے پردوں میں لہرائی تھی، ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں اور پیروں کو یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا! کاظم شاہ کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا! کاظم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو خود اب حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کے ریکشن سے صاف ظاہر تھا وہ اپنے بیٹے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!۔۔

ہاں میں مذاق کر رہا تھا! تیرا کوئی بیٹا نہیں ہے! وہ صرف میری بہن کا بیٹا ہے جس نے ان نو ماہ میں اتنی تکلیفیں سہتے ہوئے اسے جنم دیا ہے!! تو میرے بھانجے سے اپنا ہر حق اسی دن کھو چکا تھا کاظم شاہ جب تو میری بہن کو سزا دینے کے لئے اپنی جدائی کی مار مارتا اس حویلی سے نکلا تھا!! میں تجھے ایزل شاہ اور سید ازمیر شاہ کے آس پاس بھی پھٹکنے نہیں دوں گا!! تو نے ہم سب کو بہت تڑپایا ہے، اب تڑپنے کی باری تیری ہے اور میں تجھے تڑپاؤ گا! میں تجھے تیرے بیٹے کی جھلک تک دیکھنے سے محروم۔۔۔ ابھی احان شاہ اپنی لاڈلی بہن کی اجڑی ہوئی کملائی سی حالت اپنے دماغ میں دہراتا اپنا آخری جملہ مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتے اسکی زبان بند کروائی تھی،

احان شاہ کے لبوں سے خون کسی فوارے کی طرح چھوٹتا اسکی سفید قمیض کالر سے داغدار کر چکا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنے منہ سے خون تھوکتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ سب دہلتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے آگے بھرتے ہوئے انہیں ایک دوسرے الگ کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ بے حد سپاٹ اور سنجیدہ چہرہ لئے اپنی اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کے کھڑے خالی خالی نظروں سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

میرا بیٹا کہاں ہے؟؟ کہاں ہے میرا بیٹا؟؟ تم سب کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے میرے بیٹے کے بارے میں چھپانے کی؟؟ کاظم شاہ کی گرجدار آواز آج کتنی عرصے بعد حویلی میں گونجتی در و دیوار ہلا رہی تھی۔۔ احان شاہ کی باتوں سے اسکو اپنا دل مٹھی میں جھکڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

میں نے بولا نا! تیرا تیرے بیٹے پہ کوئی حق نہیں ہے کاظم شاہ!! میں اپنی لاڈلی بہن کی وہ تکلیف اتنی آسانی سے بھول نہیں سکتا جب وہ تڑپ تڑپ کے سسکتی ہوئی تجھے یاد کرتی تھی! وہ راتوں کو جاگ جاگ کے ہم سب سے چھپ چھپ کے روتی تجھے تہجد کی دعاؤں میں مانگتی رہی ہے! مانا میری بہن نے گناہ کیا تھا لیکن تو نے اسے اسکے گناہ سے کئی گناہ زیادہ سزا دی ہے! تو نے اسے اپنی جدائی کی کڑی سزا دیتے ہوئے اس طرح سے جیتے جی مارا ہے کہ وہ زندہ لاش بن کے رہ چکی ہے!! وہ ہنسنا کھیلنا تو جیسے بھول چکی ہے!! وہ ہماری اووزی نہیں ہے! تیری اس سزا نے ہماری پرانی اووزی کا گلا گھونٹ کے اسے روح تک زخمی کر کے ایک نئی ایزل شاہ کو جنم دیا ہے۔۔ ہماری اووزی جو ذرا سی تکلیف پہ تڑپ جایا کرتی تھی وہ تیری اس سزا کے بعد سے تکلیف میں بھی مسکرانا سیکھ چکی ہے! وہ اپنی تکلیفوں کے اشتہار لگانا چھوڑ چکی ہے! وہ پہلے سے کئی گناہ زیادہ مضبوط بن چکی ہے یہ تیری بھول ہے کہ وہ تجھے اپنے بیٹے کے قریب کی پھٹکنے دے گی۔۔۔ ابھی احان شاہ غصے سے اپنی بات مکمل کرتا جب کاظم شاہ نے ایک بار پھر اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بکواس بند کر اپنی!! وہ مجھے میرے بیٹے سے تو کیا خود سے بھی دور کرنے کی طاقت اپنے نازک وجود میں نہیں رکھتی!! میں دیکھتا ہوں وہ کیسے مجھے میرے بیٹے سے دور کرتی ہے! اور تم اپنی بہن کی سائیڈ لینا بند کرو! اس سب کے لئے ابھی میں موجود ہوں!! تم اپنی والی کی فکر کرو! اگر وقت ضائع کرنے کی بجائے میری طرف صحیح وقت پہ محنت کی ہوتی تو آج وہ رنگ لاتی تجھے باپ کے عہدے پہ فائز ضرور کر دیتی!! خبردار جو تو نے میرے بیٹے کو مجھ سے الگ کرنے کا سوچا

بھی تو! دماغ کے دو حصے کو کے ہاتھ میں پکڑا دوں گا!! کاظم شاہ غصے اور بے باکی کے ملے جلے تاثرات سے غرایا تھا، لہجے میں بیٹے کے لئے تڑپ ہی تڑپ تھی، وہ کیسے اسکے بیٹے کو اس سے دور کرنے کا سوچ سکتا تھا۔۔ کاظم شاہ کے بے باک جملوں پہ سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے، احان شاہ اور زوریز شاہ نے اپنی ہری سرخی چھلکتی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ ھارون شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے ناگواری سے ان دونوں کو کرتے دیکھا تھا۔۔ اسکے آخری جملوں پہ گلالئی کے ساتھ یادگار راتوں کا گزرا ایک ایک پل یاد کرتے ہوئے احان شاہ نے اپنی آنکھیں کرب سے میچ کے کھولتے ہوئے ایک نظر شاہ بی بی کو دیکھا تھا اور پھر وہ کاظم شاہ کو بنا کوئی جواب دیا لمبے لمبے ڈگ بھرتا حویلی سے نکل چکا تھا۔۔ احان شاہ نے یہ سب باتیں بہن کے لئے جزباتی ہوتی ہوئے مفلوج ہوتے دماغ سے کی تھیں، اسکا اسے اسکے بیٹے سے الگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا! اگر احان شاہ کا اسے اسکے بیٹے سے الگ کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اسے پچھلے تین دن سے اسکے باپ کی تصویر دیکھاتا اسکی پہچان کبھی نہیں کرواتا۔۔۔ احان شاہ پچھلے تین سے ازمیر کو جب بھی اپنی گود میں لیتا تھا وہ اسے اپنے فون پہ کاظم شاہ کی تصویر نکال کے دیکھاتا بارہا "بابا جان" کی سرگوشی اسکے کان میں کرتا اسے اسکے باپ کی پہچان کرواتا تھا۔۔ سید ازمیر شاہ تصویروں میں اپنے باپ کو دیکھ کے کافی حد تک خوش ہوتا کھکھلاتا رہتا تھا۔۔

احان شاہ کو یہاں سے جاتے دیکھ کے کاظم شاہ گہری سانس بھرتا اب باقی سب کی طرف دیکھ رہا تھا جو پہلے سے ہی سانس روکے اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ اپنے بیٹے کا سوچ سوچ کے کاظم شاہ کو ہنوز اپنا دل پہلو میں زوروں سے دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ اپنے چہرے نارمل تاثرات سجائے اپنی ماں کی طرف بھری تھا جو ایزل شاہ کے کمرے کے بند دروازے کے ساتھ لگ کے کھڑی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ نے ان کے قریب جاتے ہوئے انہیں اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔

شاہ!!!۔۔۔۔۔۔ وہ ہچکیوں کے درمیان اسے پکارتی اسکے سینے لگی زور زور سے رو رہی تھیں، کاظم شاہ نے کن اکھیوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا جو اسی کو بنا پلکیں جھپکائے دیکھ رہے تھے، وہ پہلے سے کافی کمزور نظر آ رہے تھے۔۔

شاہ! اب میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی!! تم اب پھر سے تو نہیں جاؤ گے نا؟ شاہ تمہاری ماں اب تمہاری مزید جدائی برداشت کرتی مر جائے گا! بولو نا کہ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے!!۔۔۔ زہرہ مام پھوٹ پھوٹ کے روتی اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ جماتے اس سے زبان لینا چاہ رہی تھیں، کہ وہ اب کبھی کہیں نہیں جائے گا۔

مجھے پاکستان میں ایک کام تھا! اسی سلسلے سے یہاں آیا ہوں! ۔۔۔ کاظم شاہ نے انہیں محتاط انداز میں جواب دیتے ان کے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے لب رکھے تھے، شاہ بی بی اور عادل شاہ اپنے پوتے کو دیکھتے خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔۔ کاظم شاہ کے جواب پہ سب نے تڑپ کے اسکی طرف دیکھا تھا، زوریز شاہ اور ارزم شاہ اب وہاں پہ مزید کھڑے ہونے کی بجائے سینٹرل ٹیبل سے اپنا فون اور گاڑی کی چابیوں اٹھاتے ہوئے اسے سرے سے نظر انداز کرتے باہر کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔

شاہ! تم نہیں جاؤ گے!! میں تمہیں کہیں جانے ہی نہیں دوں گی! تم بولو نا تم نہیں جاؤ گے شاہ! اپنی تڑپتی ماں کے دل کو کچھ سکون پہنچا دو شاہ! مجھے لگ رہا ہے اب تمہاری مزید جدائی سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا! زہرہ مام اسکے کے روتی ہوئی آواز میں گویا ہوئی تھیں، کاظم شاہ جو اپنا نچلہ لب دبائے زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو یوں ہویلی سے نکلتے دیکھ رہا تھا، اپنی ماں کی بات کو سنتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اپنا سر ہاں میں ہلاتے ان کے تڑپتے دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار ڈالی تھی۔۔ وہ کاظم شاہ کے سینے سے لگ کے جیسے پوری رات رونا چاہتی تھیں، وہ اس سے الگ ہی نہیں ہو رہی تھیں، لیکن پھر اچانک سب کو اپنی جگہوں سے کھڑا دیکھ کے وہ کاظم شاہ سے کچھ دور ہوتی اسے سب سے ملنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ نے خاموش کھڑی مرحا شاہ اور میرال شاہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شاہ بی بی کو اپنے سینے سے لگایا تھا جو روتی بلکتی اس سے شکوے کر رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ کچھ بھی بولے بنا اب عادل شاہ کی طرف بڑھا تھا جو باقی سب کی طرح ہی ایموشنل انداز میں اس سے مل رہے تھے۔۔ ھارون شاہ سے بغلگیر ہونے کے بعد کاظم شاہ نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا جن کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔۔ کاظم شاہ جو ان سے ملے بغیر ہی یہاں سے غائب ہوتا اوپر کی طرف بڑھنے والا تھا نا جانے خون میں کیسی کشش پیدا ہوئی تھی کہ وہ خود کو ان کی طرف بڑھنے سے روک نہیں پایا تھا، کاظم شاہ نے اپنی انا اپنی ناراضگی کا بت توڑتے ہوئے اپنے باپ کو زور سے گلے سے لگایا تھا جو اسکے

پہل کرنے پہ شاکڈ انداز میں اس کے گرد زور سے اپنے ہاتھ باندھ چکے تھے، انہوں نے کہاں سوچا تھا وہ اتنا سب ہونے کے بعد بھی آج ان کے گلے لگے گا؟

مجھے معاف کر دو شاہ!!۔۔۔ دریاب شاہ بھرائی آواز میں بولتے اسکا ماتھا چوم رہے تھے جیسے بچپن میں چوما کرتے تھے۔۔ کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں سے ظلم ڈھاتے ہوئے اپنی آنکھوں میں آئی نمی پہ قابو پایا تھا۔۔ وہ کچھ دیر تک انہیں پر سکون کرنے کے لئے اپنے گلے سے لگائے یونہی کھڑا رہا تھا۔۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ان کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا ان سے الگ ہوا تھا۔۔ آج اسے اپنی تکلیف ان تمام ہویلی والوں کی تکلیفوں کے آگے بہت چھوٹی لگی تھی۔۔ وہ جس طرح سے اسکے لئے تڑپ رہے تھے کاظم شاہ انہیں مزید تڑپتا دیکھ ہی نہ سکا! ہویلی میں آتے ہوئے اس نے اپنے دل و دماغ میں خود سے کتنے ہی عہد کر ڈالے تھے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اپنی ماں کے سوا کسی سے بھی ملے بنا اپنے کمرے میں بند ہو جائے گا! لیکن اپنے خونی رشتوں کو دیکھتے سارے وعدے ساری قسمیں دھری کی دھری رہ گئی۔۔

اب آپ سب رونا بند کریں پلیز! اب تو مجھے بھی کاظم کو دیکھ کے خود بخود رونا آرہا ہے! پتا نہیں کیوں!! ۔۔۔ سب کو اتنا ایموشنل ہوتے دیکھ کے میرال شاہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے بھرائی آواز میں کیوٹ انداز سے بولتی سب کو مدھم آواز میں ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔ شاہ بی بی نے اپنی نواسی کی آنکھیں صاف کرتے اسے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنی زہرہ مام کو کچھ حد تک نارمل کرنے کے بعد اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا ان کے کہنے پہ اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ زہرہ مام نے اسے اتنے لمبے سفر کرنے کے بعد آرام کرنے کی ہدایت دی تھی، لیکن اس ہدایت کو دیتے ہوئے وہ اسے اسکی بیوی اور بیٹے کے کمرے کا بتانا بھول چکی تھیں۔۔ کاظم شاہ دھڑکتے دل سے سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے کے بند دروازے کو دیکھ کے اس نے اپنے سینے کو رب کرتے اپنی دھڑکنوں کو معمول پہ لانے کی کوشش کی تھی۔۔ کاظم شاہ نے دو گہرے سانس ہوا میں بھرتے ہوئے اپنے چہرے پہ بے حد سنجیدگی سجائے اپنے کمرے کا بند دروازہ کھولا تھا۔۔ وہ ابھی دروازہ کھولتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا جب خالی کمرے کو دیکھ کے اسکا منہ حیرت سے کھلا تھا، گولڈن آنکھوں میں تحیر تھی، اسکا کمرہ خالی

کیوں تھا؟ وہ، اسکا بیٹا اور اسکی بد معاش کٹی کہاں تھی؟ خالی کمرے کو دیکھ کے کاظم شاہ نے حیرانگی کی کیفیت سے سوچا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ایپسوڈ56

کاظم شاہ یوں ہی حیرانگی سے اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں کو پھیلائے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔اس نے آج نو ماہ بعد اپنے کمرے میں قدم رکھا تھا۔پورا کمرہ صاف ستھرا تھا، ہر چیز اپنی جگہ پہ تھی، کسی بھی چیز کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے اسے اسکی جگہ سے یہاں وہاں نہیں کیا گیا تھا۔۔ایسا لگ رہا تھا جیسے ان گزرے نو ماہ میں اس کے کمرے میں کوئی رہا ہی نہیں تھا، اسکا کمرے جیسے ہر وقت بند رہا تھا اور صرف صفائی کے لئے کھولا جاتا تھا۔۔کاظم شاہ نے اپنے کمرے میں موجود ہر چیز پہ اپنی نظریں دوڑانے کے بعد اپنی آنکھیں موند کے ایک گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی خوشبو کو محسوس کیا تھا۔چاہے اسکے کمرے کی ہر چیز آب و تاب سے چمک رہی تھی لیکن وہ اس کی خوشبو سے محسوس کر چکا تھا کہ اس کمرے میں یہ گزرے نو ماہ کس نے گزارے تھے۔۔اسکے کمرے میں ہر جگہ اسکی جیری کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔آج نو ماہ بعد اسکی خوشبو کو اپنے ارد گرد محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ کو ہر پرفیوم کی مہک جیسے پھیکی محسوس ہوئی تھی۔کاظم شاہ کتنی ہی دیر گہری گہری سانسیں بھرتا اسکی خوشبو کو انہیل کرتا اپنے بے سکون دماغ کو ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

")ہاں میں مذاق کر رہا تھا! تیرا کوئی بیٹا نہیں ہے! وہ صرف میری بہن کا بیٹا ہے جس نے ان نو ماہ میں اتنی تکلیفیں سہتے ہوئے اسے جنم دیا ہے"!!

"میں تجھے ایزل شاہ اور سید ازمیر شاہ کے آس پاس بھی پھٹکنے نہیں دوں گا("!

کاظم شاہ ابھی اپنی جیری کی خوشبو محسوس کرنے میں مگن تھا جب احان شاہ کے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملے کسی تازیانے کی طرح اسکے دماغ میں گونجے تھے۔۔

سید ازمیر شاہ؟!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں کو وا کرتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں اپنے بیٹے کا نام لیا تھا۔یہ نام آج پہلی بار اپنی زبان سے بولتے ہوئے کاظم شاہ کا دل دھڑکا تھا۔

جب تمہاری بہن سر تا پاؤ پوری کی پوری میری ہے! تو اسکا بیٹا صرف اسکا کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسی کی تیسی تمہاری اور اس جیری کی بھی! دیکھتا ہوں میں کیسے تم دونوں بہن بھائی مجھ سے میرے بیٹے کو دور کرتے ہو!۔۔ کاظم شاہ اپنے خیالات میں احان شاہ اور کاظم شاہ سے مخاطب ہو تا دانت کچکچاتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔

ہیے جیری باہر نکلو! کہاں چھپ کے بیٹھی ہو؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ اچانک سے بلند آواز میں دانت پیس کے بولتا اب اپنے کمرے کے واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔ دروازہ ٹانگ مار کے کھولنے پہ بھی جب واشروم خالی ملا تو کاظم شاہ کا دماغ پل میں گرم ہوا تھا۔ کاظم شاہ کا رخ اب اپنے کمرے کے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تھا لیکن صد افسوس ڈریسنگ روم بھی خالی نکلا! کاظم شاہ غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں سیڑھیوں سے اترتا لاؤنج میں کچھ خوش اور کچھ ایمو شنل ہو یلی کے مکینوں کو حیران کر چکا تھا۔ وہ ابی تو اوپر گیا تھا، پھر اب یوں بھاگتا ہوا سیڑھیاں کیوں اتر رہا تھا! سب سمجھنے سے قاصر تھے۔۔ کاظم شاہ ان سب کو نظروں کو خود پہ محسوس کر کے نظر انداز کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ کاظم شاہ کو ایزل کے کمرے میں جاتے دیکھ کے مرحا شاہ کے علاوہ باقی سب کے چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ نے جھلک دکھائی تھی، کاظم شاہ کی تڑپ اسکے ہر بڑھتے قدم سے واضح ہو رہی تھی۔ مرحا شاہ کو کاظم شاہ کے آنے سے خوشی ضرور ہوئی تھی لیکن اسے اسکا ایزل کے کمرے میں جانا پسند نہیں آیا تھا کیونکہ مرحا شاہ نے خود پریگنینسی اور ڈیلیوری کے دوران ایزل شاہ کی سسکیاں سنی تھیں جنہیں وہ کسی صورت فراموش نہیں کر سکتی تھی۔۔

اسے اب ہر مرد صرف مطلبی لگنے لگا تھا۔

جھوٹ بولتے ہیں یہ مرد کہ یہ ہم عورتوں سے عشق اور محبت کرتے ہیں جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مرد کو صرف اپنی انا پیاری ہوتی ہے! پہلے تو یہ سبق صرف کتابوں میں پڑھا تھا اب زندگی پڑھا رہی ہے!! مرحا شاہ اپنا سر جھٹک کے کرب سے سوچتی لاؤنج سے اٹھ کے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔ وہ کچھ دیر پہلے زوریز شاہ کی بے چین نظریں خود پہ محسوس کر چکی تھی جس پہ کچھ دیر کے لئے تو اس کا دل دھڑکا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ اپنے دل کو اس انسان کی دغابازی یاد کرواتی ہر جزبے سے جیسے عاری ہو چکی تھی۔۔

کاظم شاہ نے ایزل شاہ کے کمرے کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں، ایک وقت تھا جب اس نے کبھی اس کمرے میں دوبارہ نہ جانے کا عہد اپنے دل میں باندھا تھا اور آج اسے تقدیر اس موڑ پہ لا چکی تھی کہ وہ اسی لڑکی کے لئے دل میں سلگتا، تڑپتا ہوا اسی جگہ پہ آ کے کھڑا ہو چکا تھا جہاں سے اسکی زندگی کی بربادی کی شروعات ہوئی تھی۔ یہی تو وہ دہلیز تھی جسے آخری بار پار کر کے اس نے خود پہ تہمت لگوائی تھی، اس دہلیز کو پار کرنے کے بعد ہی تو اسکے صاف کردار کو داغا گیا تھا، اسکے جگری یار نے اسی کمرے میں ہی تو اسکی جان لینے کی کوشش کی تھی، اس پہ ایک بار نہیں بلکہ بارہا گن تانتے ہوئے اس کے کردار پہ کیچڑ اچھالا تھا۔۔ اسی کمرے میں ہی تو اسکے اپنوں نے اس پہ بے اعتباری دیکھائی تھی۔ جس سب کی وجہ صرف ایک لڑکی تھی جسے "ایزل شاہ" کہا جاتا تھا۔

کاظم شاہ نے یہ تمام باتیں سوچ کے گہری سانس بھرتے ہوئے ایزل شاہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا جو لاکڈ نہیں تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنے زوروں سے دھڑکتے دل کو نظر انداز کرتے اسکے کمرے میں اپنا قدم رکھا تھا۔۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی پھر سے پرانی سوچوں نے اس کے دماغ پہ حملہ سا کیا تھا، لیکن وہ اپنے دماغ سے ہر سوچ جھٹکتا ہولے سے دروازہ بند کرتا بیڈ کی طرف اپنے قدم بڑھا گیا۔۔ بیڈ کے قریب آتے ہی کاظم شاہ کی نظر ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس کے ایک بازو میں کٹی تو دوسرے بازو میں ایک خوبصورت سا صحت مند بچہ خواب خرگوش کے مزے لیتا آرام فرما رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کی نظریں سوئی ہوئی ایزل شاہ سے بھٹکتی ہوئی اپنے بیٹے کی طرف اٹھی تھیں جو بے حد معصوم اور پر سکون انداز میں سو رہا تھا۔۔ اس کا بیٹا اس وقت اپنی ماں کے ساتھ میچنگ گئے سفید آؤٹ فٹ میں ملبوس میرون چھوٹے سے بے بی بلینکٹ کے اندر موجود تھا۔ کاظم شاہ نے برق رفتاری سے اپنے قدم اپنے بیٹے کی طرف بڑھائے تھے لیکن پھر جب اس بدمعاش بلی کا خیال آیا تو کاظم شاہ نے ایزل شاہ کی بائیں طرف جاتے اسکے بازو سے احتیاط سے کٹی اٹھاتے اسے غصے سے گھور کے دیکھا تھا، ایک دل کیا اس کٹی کو ابھی زمین پہ زور سے پھینک کے اسکا قتلِ عام کر دے لیکن پھر جب اس کٹی کے چہرے پہ اپنے بیٹے سے بھی کئی زیادہ معصومیت دیکھی تو ضبط سے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے احتیاط سے صوفے پہ سلایا تھا، کٹی نے کسمسا کے اپنی آنکھیں کھولنی چاہی تھیں جس پہ کاظم شاہ نے جلدی سے اسکے سر کو سہلاتے ہوئے اسے ہولے سے تھپکا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا یہ فسادن کٹی اٹھ کے اسکی بیوی اور بچے کی ملاقات میں اپنی ٹانگ اڑائے!!

یہ دن بھی آنے تھے کہ میں نے اس بے غیرت کٹی کی بے غیرتیوں سے ڈر کے اسے اپنے حصار میں سلانا تھا؟۔۔
کاظم شاہ نے اس کٹی کو غصے سے دیکھ کے خود پہ لعنت بھیج کے سوچتے_ اپنی سوتن کٹی کے بالوں سے دھیرے سے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا ورنہ دل تو اپیل کر رہا تھا ابھی اسکے لمبے لمبے سفید بال نوچ ڈالے۔۔۔

میں نے تو سوچا تھا ابھی تک میری سوتن اللہ کو پیاری ہو گئی ہو گی! لیکن ہائے یہ تیری پھوٹی قسمت کہ تجھے ایک نہ ایک دن کاظم شاہ کے ان گناہگار ہاتھوں سے ہی مرنا ہے، اور وہ دن مجھے دور نظر نہیں آ رہا بد معاش فسادن بلی!!۔۔۔۔

کاظم شاہ پھر سے دانت پیس کے بے حد ضبط سے نیچی آواز میں بربراتا اس کٹی کو اچھی خاصی گھوریوں سے نوازتا اب اپنے بیٹے کی طرف بڑھا تھا کیونکہ بیٹے کی ماں سے وہ بعد میں تفصیلی ملاقات کرنا چاہتا تھا۔۔

میرا بچہ!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اب کی بار پہلے سے بھی زیادہ احتیاط سے ایزل شاہ کے بازوؤں میں پڑے ازمیر شاہ کو کمبل سے نکال کے اپنے ہاتھوں میں تھامتا_ سرگوشی نما آواز میں اس سے مخاطب ہوتا نرمی سے اسکے ماتھے پہ اپنے عنابی لب رکھ گیا۔۔

"میر"۔۔۔۔اسکے لبوں کے لمس پہ ازمیر ایک دم سے اسکی ہاتھوں میں کسمسا کے کروٹ بدلنے کی کوشش کرتا کاظم شاہ کے ہاتھوں سے پھسلنے ہی والا تھا جب کاظم شاہ نے اسے تڑپ کے پکارتے ہوئے مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں تھامتے اپنے سینے سے لگایا تھا، ازمیر شاہ جو ہمیشہ ارزم شاہ کے خود کو چومنے پہ غصے سے اسے گھوریوں سے نوازا کرتا تھا، باپ کے لمس پہ وہ بے حد پرسکون انداز میں سوتا بار بار اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹوں کو کیوٹ سی شیپ میں مڑوڑتا معصومیت کی تصویر لگ رہا تھا۔۔ایسا صرف کاظم شاہ کو لگ رہا تھا یا یہ صرف اسکی نظروں کا دھوکا تھا، وہ اس چیز سے فلحال واقف نہیں تھا۔۔کاظم شاہ اسکے یوں کروٹ بدلنے پہ بری طرح سے ڈرا تھا، اگر وہ اس کے ہاتھ سے پھسل جاتا تو۔۔اس سے آگے کا سوچتے ہوئے کاظم شاہ کو اپنی دھڑکنیں ساکت پڑتی محسوس ہوئی تھیں۔۔کاظم شاہ کے لبوں نے اس دوران بے ساختہ "میر" کی سرگوشی کی تھی، اس نے اسکا نام ابھی کچھ دیر پہلے ہی غصے سے چیختے احان شاہ کے منہ سے سنا تھا۔۔

بابا کی جان!!۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے سینے سے لگ کے سوئے اپنے معصوم سے بچے کے گالوں پہ اپنے لب رکھتے اسے تڑپ کے پکارا تھا۔۔ازمیر شاہ کو اپنی گود میں اٹھاتے ہی وہ ہر چیز کو جیسے فراموش کر چکا تھا۔۔ازمیر شاہ کو اپنے

بازوؤں میں اٹھاتے اسے اس قدر سکون محسوس ہوا تھا جو وہ لفظوں میں چاہ کے بھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اب پیار سے اسکا سر چوم رہا تھا۔ باپ بننے کا احساس اس قدر خوبصورت تھا کہ خوشی کے احساس سے کاظم شاہ کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹتا ہوا سید ازمیر شاہ کے گولڈن بالوں میں جذب ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنا چہرہ اس سے کچھ فاصلے پہ کرتے ہوئے اپنی گلابی پڑتی آنکھوں سے اپنے خوبصورت بیٹے کو دیکھا تھا جس نے خوبصورتی میں اسکا بھی ریکارڈ توڑ ڈالا تھا۔۔ ازمیر شاہ کے ایک ایک نقوش سے لے کے اسکے بالوں کا رنگ بھی کاظم شاہ سے مل رہا تھا، کاظم شاہ کو اسکی آنکھوں کا رنگ دیکھنے کی شدید بے چینی ہو رہی تھی لیکن وہ جس طرح سے اسکے سینے پہ سر ٹکا کے بنا کسمسائے سکون کی نیند سو رہا تھا، کاظم شاہ کا اسے جگانے کو دل ہی نہ کیا۔۔

بس اب رب سے ایک ہی دعا ہے کہ تیرا قد " جیری ماں " پہ نہ چل جائے! جیسے ہر چیز مجھ سے چرائی ہے ویسے ہی میں تجھے اپنا تھوڑا سا قد بھی دے دوں گا لیکن خبردار جو تو بونا نکلا! ۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ناک سے اپنی ناک ملاتا اسے دھمکی دینے والے انداز میں بے حد کیوٹ طریقے سے گویا ہوا تھا لیکن ازمیر شاہ کو تو جیسے اپنی نیند سے زیادہ کوئی پیارا ہی نہیں تھا، وہ چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا فرصت سے اپنی نیند پوری کر رہا تھا، اسکی طرف سے باپ جائے بھاڑ میں۔۔ کم از کم کاظم شاہ نے تو اپنے چل بیٹے کو دیکھ کے یہی سوچا تھا۔۔ کاظم شاہ نے ازمیر کی مزید نیند خراب ہونے کے ڈر سے اسے پیار سے تھپکتے ہوئے پھر سے بیڈ پہ لٹایا تھا لیکن ایزل شاہ سے کافی فاصلے پہ۔۔ ازمیر کو ایزل کی بالکل اپوزٹ سائیڈ پہ لٹاتے کاظم شاہ نے اس کے ارد گرد بڑے بڑے کشن رکھتے اسکے پورے چہرے پہ جگہ جگہ لب رکھتے اسکے سرخ و سفید پھولے گالوں کو ہولے سے اپنی پوروں سے چھوا تھا۔۔ اپنے چہرے پہ کچھ رینگتا محسوس کر کے ازمیر شاہ ایک دفعہ پھر سے کسمسایا تھا جس پہ کاظم شاہ اپنا کچھ پیار بعد کے لئے بچاتا اس سے دور ہوتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

ایزل شاہ کے نزدیک آتے ہی کاظم شاہ اسکے ارد گرد اپنے ہاتھ جماتا اس پہ جھکا تھا۔ اسکے ذرد پڑتے چہرے کو دیکھ کے کاظم شاہ کی نظریں اسکے بھرے بھرے یاقوتی ہونٹوں کی طرف اٹھی تھیں جو آج بھی ہمیشہ کی طرح گلابی تھے۔ اسکے خشک ہونے دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اس پہ جھک کے اسکے لبوں پہ ہولے سے اپنی زبان پھیرتے انہیں تر کیا تھا، نیند میں کسی کی اس قدر بے باک حرکت کو محسوس کرتے ایزل شاہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں ہوئے حیرانگی سے

خود پہ جھکے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے لبوں کو بے حد شدت سے اپنے لبوں میں دبوچے اس پہ مکمل طور پہ جھکا ہوا تھا۔۔

وہ پاکستان کب آیا تھا؟ وہ اس کے کمرے میں کیا کر رہا تھا؟ کیا وہ پاکستان آیا بھی تھا یا یہ صرف اسکا خوب تھا؟۔۔۔۔ اسے اپنی سانسوں سے کھلواڑ کرتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنے دماغ میں تانے بانے بناتی بنا پلکیں چھلکائے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے ماننے میں نہیں آرہا تھا کہ کاظم شاہ اسکے کمرے میں اسکے اس قدر نزدیک اس کے ہونٹ شدت سے خون رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کو ہوش کاظم شاہ کی بڑھتی شدت پہ آیا تھا۔۔ وہ ان نو ماہ میں اکیلے گزارا اپنا ایک ایک پل یاد کر رہی تھی جب اس مشکل وقت میں وہ ظالم شاہ اسکی پہنچ سے بہت دور تھا۔ وہ ابھی کاظم شاہ کو حیرانگی سے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اسے اپنی طرف حیرانگی سے دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اسکے لبوں پہ اپنی گرفت کچھ کم کرتے اسے آبیبرو آچکا کے دیکھا تھا، اسکی ڈھیلی پڑتی گرفت پہ ایزل شاہ نے اگلے ہی پل اسے خود سے دور جھٹکا تھا۔۔

آپ۔۔۔ آپکی ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی؟؟!!۔۔۔ دور ہٹیں مجھ سے!!۔۔ ایزل شاہ اسکی شرٹ کو سینے سے مٹھیوں میں دبوچ کے اسے اپنی پوری قوت سے خود سے دور دھکیلتی_ پھولی سانسوں کے درمیان_ ہزیانی انداز میں چلائی تھی۔۔ لہجہ بے حد مضبوط تھا! اس کے مضبوط لہجے پہ کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھوں میں حیرانگی کا عنصر واضح تھا۔ کاظم شاہ اسکے اس اچانک دھکے کے لئے تیار نہیں تھا اسی لئے وہ اسکے ذرا سا زور لگانے پہ اس سے دور ہو چکا تھا ورنہ وہ کہاں اس باڈی بلڈر انسان کو خود سے دور دھکیلنے کی طاقت رکھتی تھی؟ اپنی شدت کے زیر اثر اسکے سرخ قندھاری ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے اپنی لہو رنگ آنکھوں سے گھورا تھا۔۔ ابھی تو اس نے اسکے ہونٹوں کے جام کے دو گھونٹ بھی سکون سے نہیں بھرے تھے اور وہ تھی کہ اسے خود سے دور دھکیلتی اپنے روعب دار شوہر کی ہمت کے بارے میں استفسار کر رہی تھی؟؟

جب میں رات کے اس وقت تمہارے کمرے میں تمہارے ہی بستر پہ تم پہ سایہ فگن ہو سکتا ہوں تو مجھے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں تمہیں چھونے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں لٹل جیری!!۔۔۔ کاظم شاہ ایک دم سے اس پہ پھر سے جھکتا اسکے سر کے گرد لپٹے اس سفید حجاب کو اپنے ہاتھوں سے اتارتا گھمبیر تا میں بولتا اسے اوپر سے نیچے تک گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ بوجھل گھمبیر آواز میں اسکے بے باک الفاظوں پہ تضاد اسکی بے باک

نظروں کو خود پہ محسوس کرتے ایزل شاہ نے بے حد غصے سے اسکا ہاتھ اپنے حجاب سے ہٹاتے اسکے کندھوں پہ دباؤ ڈالتے اسے خود سے دور کرنے کی ناکام تگ و دو کی تھی۔

یہ آپ کی بھول ہے کہ میں آپکو اتنے دھڑلے سے خود کو چھونے کی اجازت دوں گی! ہاتھ مت لگائیں مجھے! دور ہٹیں! ایزل شاہ اپنی پوری قوت سے چیختی اپنے آنسوؤں کو پلکیں جھپک جھپک کے پیچھے کی طرف دھکیل رہی تھی۔۔

شش! اتنی زور زور سے چلا کے میرے بیٹے کی نیند خراب مت کرو!! تم نے بولا ہاتھ نہیں لگاؤ تو لو نہیں لگا رہا میں ہاتھ، کیونکہ تمہیں منہ لگانے کا اپنا ہی مزہ ہے جیری!!۔۔ کاظم شاہ اسکے دائیں بائیں تکیے پہ ہاتھ رکھ کے اسکے چہرے پہ جھکا گھمبیر تا میں بے حد بے باکی سے بولتا اسے بنا کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے_ اپنی پوری شدت سے ایک بار پھر سے اسکے لبوں پہ قابض ہوا تھا۔ ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے خود پہ لیٹے کاظم شاہ کو دیکھ کے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ایک نظر ازمیر شاہ کو دیکھو تھا جو بار بار نیند میں کسمسکا تا پھر سے سو جاتا۔۔ اسے ازمیر شاہ کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اپنے لمس میں شدت بڑھاتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ ہونے پہ مجبور کیا تھا۔۔ کاظم شاہ بے حد شدت سے اسکے بالائی لب کو اپنے لبوں میں دباتا اب اسکے نچلے لب کو اپنی جنونی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ ایزل شاہ بری طرح سے مزاحمت کرتی کاظم شاہ کے کندھوں اور سینے پہ مکے جھڑ رہی تھی لیکن وہ ڈھیٹ بنا اسکے لبوں کو بے حد رومانٹک انداز میں اپنی شدت بھری گرفت میں لیتا انہیں سک کر رہا تھا۔۔ اسکے باڈی بلڈر وجود کو خود پر سے اٹھانا ایزل شاہ کے بس کی بات نہیں تھی، اسی لئے وہ اپنی مزاحمت ترک کرتی اپنی نیلی آنکھوں میں سرخی لئے اسکی ہیزل گولڈن آنکھوں میں گاڑتی اسے دیکھتی رہی۔ وہ آج شرم سے نظریں نہیں جھکا رہی تھی۔۔ وہ اسکے لمس پہ مدہوش ہوتی آنکھیں بند نہیں کر رہی تھی جیسے نو ماہ پہلے کر لیا کرتی تھی۔ آج ایزل شاہ کا ہر انداز الگ تھا۔۔ اسے اپنی آنکھوں میں دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکے سر سے حجاب کھینچ کے اتارتے اسکے لبوں کے کنارے پہ زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اسکی طرف تھا جس پہ کاظم شاہ نے اسکے لبوں کو نرمی سے چومتے انہیں اپنے عنابی ہونٹوں میں شرارت سے دبایا تھا لیکن آج مقابل کی ہر ادا نرالی تھی، وہ اسکے اتنے رومانٹک انداز پہ بھی اپنی لرزتی پلکوں پہ بہت اچھے سے قابو پاتی اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھ رہی تھی،

ایزل شاہ کی آنکھیں اس وقت ہر طرح کے جذبے سے خالی تھیں، شرم وحیا کا تاثر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے بری طرح سے سلگتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

آئی لائک یور دس ایٹیٹوڈ جیری!! میں یہی تو چاہتا ہوں میں جب بھی تمہیں پیار کروں تم یوں ہی اپنی ان خوبصورت آنکھوں کو میری آنکھوں میں گاڑتی مجھے محسوس کرو! آئی لائک اٹ! کاظم شاہ آبیرو آچکا کے خوبصورتی سے ون سائیڈڈ مسکراتا اسکے دائیں سرخ وسفید گال کو زور سے اپنے دانتوں میں دبا گیا۔ اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی اس کے اس قدر ریلکس انداز کو دیکھ کے ایزل شاہ کو اپنا وجود آگ کی لپیٹ میں محسوس ہوا تھا۔۔

مجھے آپ کے لمس سے اس وقت اذیت کے سوا کچھ محسوس نہیں ہو رہا!! آپ جب جب مجھے چھوئیں گے میں یوں ہی نئے سرے سے اذیت کا شکار بنوں گی! ویسے بھی آپکا تو فیورٹ کام ہے ایزل شاہ کو اذیت دینا؟ اور اگر تو آپکو لگتا ہے کہ ایزل شاہ آپکا یہ اذیت بر الس چپ چاپ برداشت کر جائے گی؟ تو یہ آپکی بھول ہے مسٹر کاظم دریاب شاہ! کیونکہ میں پاگل اووزی شاہ نہیں ہوں جو آپکی دیوانی تھی! اس وقت آپ اس ایزل شاہ کے مقابل ہیں جو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت صرف خود سے اور اپنے بیٹے سے کرتی ہے! سو ڈونٹ یو ڈیئر ٹو ٹچ می اگین! آئی ول نیور کمپرومائز آن اٹ! (لہذا مجھے دوبارہ چھونے کی کوشش مت کیجئیے گا! میں اس پہ کبھی بھی تعاون نہیں کروں گی!) ایزل شاہ اسکے سینے پہ اپنی کہنیوں سے دباؤ ڈال کے اسے خود سے کچھ دور دھکیلتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی، ایزل شاہ اس وقت ازمیر کی نیند کے خیال سے اونچی آواز میں نہیں غرا رہی تھی ورنہ جی تو یہی چاہ رہا تھا اپنے اوپر لیٹے وجود کو غصے سے کھری کھری سناتے اسے اپنے کمرے سے نکال باہر کرے! لیکن وہ اس پر سے اٹھتا تو وہ کوئی ایکشن لیتی نا؟ اس نے ایزل شاہ پہ اپنا وزن بالکل بھی نہیں ڈالا تھا بلکہ وہ اپنی کہنیوں کو دائیں بائیں بیڈ شیٹ پہ ٹکائے اپنے باڈی بلڈر وجود کا وزن خود پہ اٹھائے ہوئے تھا کیونکہ ایزل شاہ کی حالت اور اپنے چھوٹے سے بیٹے کے ساتھ ملاقات کر کے وہ اتنا تو سمجھ چکا تھا کہ ایزل شاہ کی ڈیلوری کو ابھی اتنے دن نہیں گزرے ہیں اور اس پہ تضاد اسے ارزم شاہ کی دو دن پہلے اپلوڈ کی گئی تصاویر بھی اچھے سے یاد تھیں۔۔ اسکے منہ سے آج پہلی بار اپنا پورا نام سنتے ہوئے کاظم شاہ کی دھڑکنیں دوسو کی سپیڈ پہ دوڑ رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ کی آنکھوں میں حیرانگی کا عنصر واضح تھا، وہ حیران ہوا تھا آج پہلی بار اسکے

خوبصورت لبوں سے اپنا نام سنتے ہوئے! اسکے الفاظ سنتے ہوئے اس پہ بے حد غصے کے ساتھ ساتھ ازمیر شاہ سے بے حد جیلسی بھی ہوئی تھی جسے وہ اپنے سنجیدہ تاثرات سے چھپاتا اسکے بے حد نزدیک ہوا تھا۔۔

I'm not just going to touch you, Jerry! I want to kiss you over and over again

کاظم شاہ اسکی باتوں پہ برا منائے بغیر اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا اسے آنکھ ونک کرتا انگریزی میں بے حد بے باک جملہ بولتے اسکے بھیگے لبوں کو ایک بار نہیں، دوبار نہیں بلکہ اب انہیں بارہا چومتا گھونٹ گھونٹ بھرتے ان کا جام پی رہا تھا۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھوں میں حیرانگی لئے اس انسان کی طرف دیکھا تھا جو کبھی اسکے ہونٹوں پہ بے حد ظلم ڈھایا کرتا تھا لیکن آج وہ اسکے ہونٹوں کو یوں چوم رہا تھا جیسے صدیوں کا پیاسا ہو۔ ایزل شاہ نے اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنے پورے زور سے اسے خود سے دور کرنے کی ناکام مزاحمت کی شروع کی تھی لیکن مجال تھی جو وہ اس کے ہونٹوں کو زرا سا چھوڑ کے ایک انچ بھی اس سے دور ہوا ہٹا ہو۔۔ ایزل شاہ نے بھی اسی کی طرح ڈھیٹ ابن ڈھیٹ کی مثال قائم کرتے ہوئے اپنی مزاحمت ترک نہیں کی تھی وہ اپنی پوری طاقت صرف کرتی اپنے سر کو یہاں وہاں ہلاتی اسکے کندھوں پہ مکے جھڑتی بس کسی صورت اس کے حصار سے آزاد ہونا چاہتی تھی۔ اسکی ضدی مزاحمت کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسے غصے سے آنکھیں دیکھاتے اپنے لبوں کی شدت میں بے حد اضافہ کیا تھا۔

سس۔۔۔۔ ایزل شاہ اچانک بے حد تکلیف اور اذیت سے سسکی بھرتی اپنی مزاحمت ترک کر گئی۔۔ اسکی سسکی کاظم شاہ کے ہونٹوں میں ہی ڈب چکی تھی لیکن اس کی نیلی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اتنی تکلیف دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اگلے ہی سیکنڈ اس کے ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی۔۔ کاظم شاہ نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی اپنے لبوں کو زور سے ایک دوسرے میں پیوست کئے اس سے اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اپنی آنکھیں میچ چکی تھی۔۔ کاظم شاہ جو پہلے ہی اس پہ اپنا وزن ڈالے بغیر سایہ فگن تھا اسے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے دیکھ کے وہ ایک جست میں بے حد احتیاط سے اس پر سے اٹھا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اپنے بھیگے لبوں کو تھوڑا سا کھول کے گہری سانس خارج کرتے_ اپنے آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیلتے خاموشی سے ایک نرم کشن اٹھا کے اپنے پیٹ پہ رکھتے ہوئے اسے اوپر اور نیچے کی طرف نرمی سے موو کیا تھا۔۔ کاظم شاہ کے حصار میں ضد سے مزاحمت کرنے کی وجہ سے اسکے سٹیچز بری طرح سے دکھے تھے۔۔ اسے اتنے صبر سے یہ تکلیف برداشت کرتے دیکھ کے کاظم شاہ

کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اسے خود پہ غصہ آیا تھا جو اسے کے ساتھ خود بھی صدا بنتا اسکی ہر مزاحمت کو نظر انداز کر رہا تھا، وہ کیسے بھول سکتا تھا کہ اس کی کڑک جیری نے اسکے اتنے خوبصورت بچے کو اتنی مشکلوں سے جنم دیا ہے؟ کاظم شاہ نے ایزل شاہ کا اذیت سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبا کے سوچتے اسکے پاس بیٹھنے کے لئے خود کی جگہ بنائی تھی۔۔

کیا ہوا؟ دیکھاؤ مجھے!!۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ سے کشن پکڑتے ہوئے فکر مندی اور سنجیدگی کے ملے جلے تاثرات میں مدھم آواز میں استفسار کیا تھا کیونکہ کٹی اور ازمیر شاہ اب نیند میں بار بار کسمسا رہے تھے، اگر وہ تھوڑا سا بھی اونچا یا غصے سے بولتا تو یقیناً وہ تو اگلے ہی پل اٹھ جاتے۔۔

کچھ نہیں ہوا! بس آپ جیسے طاقتور انسان کے سامنے اپنی طاقت ازما کے غلطی کی تھی، بس اسی کی سزا بھگت رہی ہوں!۔۔۔ ایزل شاہ اسکے ہاتھ نرمی سے اپنے کشن سے جھٹکتی سپاٹ انداز میں بولی تھی، لہجے میں بے حد اداسی تھی۔۔

اس کشن کو ہٹاؤ! مجھے دیکھنے دو۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے اداس چہرے سے اپنی نظریں ہٹا کے پھر سے اسکے پیٹ پہ دھرے کشن پہ ہاتھ رکھتا متوازن لہجے میں گویا ہوا۔۔

کیا دیکھیں گے؟ میری ظاہری چوٹیں دیکھ کے تھوڑا مجھ پہ تھوڑا بہت ترس کھا کے پھر سے وہی ظالم شاہ بن جائیں گے؟۔۔؟ چلیں دیکھ لیں!! کر لیں اپنی مرضی! ویسے بھی آپکو کون روک سکتا ہے! آپ تو اپنی مرضی کے مالک ہیں!۔۔۔ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھ کے بے تاثر لہجے میں بولتی اپنے پیٹ سے اس کشن کو ہٹا چکی تھی۔۔ اسکے اذیت بھرے الفاظوں پہ کاظم شاہ نے اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے اسکی سفید قمیض کے دامن کو تھام کے نرمی سے اس کے پیٹ سے ہٹایا تھا۔۔ ابھی اس نے اسکے پیٹ سے تھوڑا سا پردہ ہٹایا ہی تھا جب کاظم شاہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، کاظم شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، وہ اسکے پیٹ کی طرف دیکھ بھی نہیں پا رہا تھا۔۔ وہ نا جانے اتنی تکلیف کیسے برداشت کر رہی تھی؟ کاظم شاہ جو ایک بار پھر حیرت سی ہوئی تھی۔۔

چلیں کر لی اپنی من مرضی؟ دیکھ لیا میرا" ظاہری زخم؟" تھوڑا سا ترس بھی کھا لیا ہو گیا؟ اب برائے مہربانی مجھ سے دور ہٹ جائیں، آپ کو خود کے قریب دیکھ کے مجھے گھٹن محسوس ہو رہی ہے، ایسے لگ رہا ہے ابھی کچھ ہی منٹوں میں

میری موت واقعی ہو جائے گی!۔۔۔ایزل شاہ اسکے چہرے پہ خود کے لئے کچھ ترس کھاتے تاثرات دیکھتی بے حد سپاٹ انداز میں بولتے ہوئے اپنی کہینوں پہ وزن ڈال کے اٹھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے اٹھتے دیکھ کے جلدی سے کندھوں پہ نرمی سے ہاتھ رکھتے اسے لہو رنگ آنکھوں سے گھورا تھا جو اپنے اسٹیچز کی پروا کئے بغیر یوں لاپرواہی سے اٹھ رہی تھی۔۔

عقل سے پیدل ہو چکی ہو کیا؟ دماغ خراب ہے؟ زخم دکھ جائے گا! درد ہو گا!۔۔کاظم شاہ نے اسکے کان میں نیچی آواز میں غراتے ہوئے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں جس کی آنکھیں میں آج ڈر و خوف، شرم و حیا کے تمام تاثرات جانے کہاں غائب تھے؟

ابھی ہی تو عقل آئی ہے! دماغ بھی ابھی ٹھیک ہوا ہے! زخم دکھ بھی جائے گا تو جب تکلیف محسوس نہیں کروں گی درد بھلا کیسے ہو گا؟ مجھے درد نہیں ہوتا، میں بس ایسے ہی ڈرامے کرتی ہوں اٹینشن لینے کے لئے!!۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ایزل شاہ اپنے چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتی بے حد اداس لہجے میں گویا ہوتی آخر میں ایک کھوکھلا سا قہقہ لگا گئی۔۔

اسکا ٹوٹے کانچ سی کرچیاں لئے مدھم لہجہ محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی نیلی آنکھوں نرمی سے چومی تھیں جنہیں وہ بار بار جھپکتی اپنے آنسوؤں پہ بند باندھ رہی تھی۔۔وہ اپنی باتوں سے کسی کو بھی رلانے کا فن رکھتی تھی لیکن سامنے مضبوط اعصاب کا مالک کاظم شاہ تھا جسے اسکی باتوں پہ رونا تو نہیں البتہ خود پہ غصہ ضرور آرہا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے آپ چاہتے ہی یہی ہیں میں مر جاؤں! اسی لئے تو جان بوجھ کے بار بار میرے قریب آرہے ہیں تاکہ واقعی ہی میری سانسیں گھٹ جائیں! بڑی ڈھیٹ ہڈی ہوں، یقین کریں پچھلے نو ماہ سے اپنے مرنے کی اتنی دعائیں مانگ چکی ہوں لیکن ایک بھی قبول نہیں ہوئی! اب شاید آپ کی یہ کوشش رنگ کے آئے اور میں سانسیں گھٹنے پہ مر جاؤں یا چلیں کچھ دیر کے لئے کومہ میں وقت گزار آؤں گی تاکہ۔۔۔ابھی ایزل شاہ مزید ازیت بھرے الفاظ بولتی کاظم شاہ کو مزید تکلیف پہنچاتی جب کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ اپنے عنابی لب رکھتے انہیں قفل لگایا تھا۔کاظم شاہ نے اب کی بار اسکی سانسیں چھیننے کی بجائے بری نرمی سے اسکے سینے میں اپنی سانسیں انڈھیلی تھیں۔۔ایزل شاہ نے اسکی جسارت پہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالے اسے نارمل انداز مین دیکھا تھا، وہ جیسے اس جان چھڑوانے والے انداز میں دیکھتی اس کے پیچھے ہٹنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔وہ اب مزاحمت کرنے کی بجائے اپنے چہرے کے تاثرات

سے ہی کاظم شاہ کو جلتے توے پہ بٹھا رہی تھی۔ اس پہ کوئی بھی فرق پڑتا نہ دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے بے حد غصے سے گھورا تھا کہ شاید وہ ڈر کے یا تذبذب کا شکار ہوئی نظروں کا زاویہ بدلتی انہیں جھکا کے لیکن ایزل شاہ نے نظروں چرانے کی بجائے اپنی پلکوں کی جھپکاہٹ پہ مزید قابو پاتے بے حد کانفیڈنس سے اسکی ہیزل گولڈن آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"مجھ سے ضد لگاؤ گی تو واقعی ہی جان سے جاؤ گی"۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی نیلی آنکھوں میں ضدی تاثرات دیکھ کے اس کے ہونٹوں کو ایک جھٹکے سے آزادی بخشتا اسکے کان میں غصے سے دبی دبی آواز میں غراتا اسکی شفاف گردن پہ اپنی پوری سے دانت گاڑ چکا تھا۔ اسکے الفاظوں پہ تضاد اسکی شدت بھری جسارت پہ ایزل شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا لیکن ایزل شاہ کی نظریں ابھی بھی نہیں جھکی تھیں وہ ہنوز اسے بے تاثر اور خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

مرنے کا زیادہ شوق ہو رہا ہے؟ میری بانہوں میں مرنے کے ارادے لگ رہے ہیں تمہارے!۔۔۔کاظم شاہ اسکی گردن سے اپنے دانت ہٹاتا سلگتے ہوئے لہجے میں اسکے چہرے پہ دبی دبی آواز میں پھنکارا تھا، اشارہ اسکی آنکھوں کی ضد کی طرف تھا جو شرم وحیا بھول چکی تھیں۔۔وہ جواباً خاموش رہی۔۔

نظریں نیچی کرو۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی چھوٹی سی ناک کو اپنے دانتوں میں دباتا تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔

صرف نظریں؟ مجھے تو لگ رہا تھا آپ اس سے بڑی ڈیمانڈ کرتے ہوئے میری حالت کی پروا کئے بنا کی مجھے اپنے نیچے بچھنے کا آرڈر دیں گے! خیریت آج اتنی رعایت کیوں؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ اپنی نظریں جھکانے کی بجائے اسے بھگو بھگو کے طنز مارتی مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ کی آنکھوں حیرت پھٹی تھیں۔۔وہ اس سے اتنے بے باک اور اخلاق سے گرے الفاظوں کی توقع نہیں کر رہا تھا۔۔

یہ تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں آرڈر دینے میں اپنا وقت ضائع کروں گا میرا جب بھی موڈ ہو گا میں تمہاری حالت کی پروا کئے بنا تم پہ سایہ فگن ہو جاؤں گا! تم میری ڈیمانڈ کی فکر کرنے کی بجائے اپنے اس نازک وجود کی فکر کرو! ویسے پریگننینسی کے دروان بھی یونہی جیری دکھ رہی تھی یا گیس کا سیلنڈر؟؟۔۔۔کاظم شاہ خود پہ بے حد ضبط کرتا اسکے کان میں دبی دبی آواز میں غراتا_ اپنا آخری جملہ اسکے سلم سمارٹ وجود کو دیکھ کے طنزیہ انداز میں بولا تھا، اسکے

نازک سمارٹ سراپے کو دیکھ کے کہیں سے نہیں لگ رہا تھا وہ ابھی کچھ دن پہلے پریگننٹ تھی۔ اسکے منہ سے خود کے لئے "گیس کا سیلنڈر" سنتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔

پتا نہیں!! لیکن صرف اتنا جانتی ہوں پنک پانتھر نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ ایزل شاہ بھی اسے ٹکا کے جواب دیتی ہنوز اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے ہوئے تھی، اب کی بار اس کے جواب پہ کاظم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔

میں تمہاری باڈی شیمنگ نہیں کر رہا تھا! مذاق تھا یہ!۔۔۔ اسکی نیلی آنکھوں میں آئی نمی دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اسکے پیٹ کی سائیڈ پہ نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرتا نرم لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

میں تو خود ایک مذاق ہوں! جتنا ہو سکے دھجیاں اڑائیں میری! ۔۔۔۔ ایزل شاہ سپاٹ انداز میں گویا ہوتی اب کاظم شاہ کے ہاتھ کو اپنے پیٹ سے جھٹک رہی تھی۔۔ وہ جب جب اسکے ہاتھ کو جھٹک رہی تھی۔ کاظم شاہ کو بے ساختہ ہر وہ پل یاد آ رہا تھا جب وہ بری طرح سے اسکے جھٹکا کرتا تھا۔۔

چلو تمہارے ڈرامے فلمیں دیکھنے کا تمہیں کچھ تو فائدہ ہوا ہے! ڈائیلاگ اچھے بول لیتی ہو!۔۔۔ کاظم شاہ اسکے اتنے اداس جملے پہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو نظر انداز کر کے بولتا اسکے ہاتھ جھٹکنے کے باوجود اسکے پیٹ پہ ہاتھ رکھتا اب جھک کے اس کی بینڈیج پہ ہر جگہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔۔ اسکے لبوں کو آپ کے پیٹ پہ گردش کرتے دیکھ کے ایزل شاہ کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھی تھیں، ایزل شاہ کو اپنے پیٹ میں تتلیاں پھڑکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ ایزل شاہ نے اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے تھکے ہوئے انداز میں اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کر رہی تھی۔ اسکی مزاحمت پہ کاظم شاہ نے اسکی کلائیاں اپنے ایک ہاتھ میں جکڑتے اسکی شرٹ کو پیٹ سے مزید اوپر کی طرف اٹھایا تھا۔۔ کاظم شاہ کے لب اب اسکے پیٹ سے اوپر کی طرف گردش کر رہے تھے، اسکی شدت بھری جسارتوں پہ ایزل شاہ کو اپنا دل باہر آتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ آج پورے نو ماہ بعد اس کے اس قدر قریب آیا تھا۔۔ وہ کتنا ترسی تھی ان مہینوں میں اسکی قربت کے لئے۔۔ اس مشکل وقت میں اسے کتنی ضرورت تھی اپنے شوہر کی؟ لیکن وہ ظالم شاہ اسے میسر نہیں تھا۔۔ پھر آج وہ کیوں اپنی منمنانی کرتا اس کے اتنے قریب تھا؟ وہ کیوں اس کے وجود پہ اپنا حق جتا رہا تھا؟ کاظم شاہ

اب اسکی کمر میں احتیاط سے ہاتھ ڈال کے اسکی زپ نیچے کو کھسکا رہا تھا جب ایزل شاہ نے اسکے بازوؤں پہ ہاتھ رکھتے سپاٹ انداز میں نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

آج آپ کو آخر کیونکر ایزل شاہ یاد آئی ہے؟؟ کس حق سے قریب آ رہے ہیں میرے؟ یہ وہی ایزل شاہ ہے جس سے دستبردار ہو کے جسے دھتکار کے آپ نو ماہ پہلے اسے چھوڑ کے گئے تھے!! میں جانتی ہوں آپ کو ان نو ماہ بعد ہویلی کی یاد کیوں آئی ہے؟ آپ کو یقیناً اپنے بیٹے کی پیدائش کی خبر مل چکی ہو گی جس پہ آپ کو بیٹے کی تڑپ پاکستان کھینچ لائی ہے لیکن میں آج ایک بات آپ پہ واضح کر دوں میں آپ کو اپنے بیٹے کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دوں گی!! خبردار جو آپ نے مجھ سے میرے بیٹے کو چھیننے کی کوشش تو دور اس کی طرف دیکھا بھی تو!! ازمیر شاہ صرف میرا بیٹا ہے۔۔

میں اس پہ آپکی۔۔۔۔۔ ابھی ایزل شاہ غصے سے دھاڑتی ہوئی مزید کچھ بولتی جب ازمیر شاہ نے اتنے شور پہ سہم کے اٹھتے ہوئے ایک دم سے گلا پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔ کاظم شاہ جو ایزل شاہ کے الفاظوں پہ غصے سے بے حد سرخ چہرہ لئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، ازمیر شاہ کے اٹھنے پہ کاظم شاہ نے جلدی سے ایزل کی شرٹ ٹھیک کرتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو چیخ چیخ کے رورتا اپنے ہاتھ پیر زور سے یہاں وہاں مار رہا تھا۔۔ ازمیر شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کاظم شاہ سٹل ہوا تھا، تو اس کے بیٹے نے آنکھیں بھی اپنے باپ سے چرائی تھیں؟ اسکی اپنی طرح کی ہیزل گولڈن آنکھیں دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کو ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی تھی، اگر اسکی آنکھیں اسکی ماں کی طرح خوبصورت اور گہری ہوتی تو یقیناً وہ بے حد جیلس ہوتا کیونکہ جیلس ہونا کاظم شاہ کی فطرت میں شامل تھا۔۔

ازمیر میری جان!!۔۔۔ ایزل شاہ اسکے یوں رونے پہ تڑپتی ہوئی ایک دم سے بیڈ سے اٹھنے والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکی لاپرواہی پہ لب بھینچتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے احتیاط سے بیڈ پہ بٹھایا تھا۔

ہاتھ نہیں لگائیں مجھے!! مجھے اور میرے بیٹے کو آپ کی ضرورت نہیں ہے!! ایزل شاہ اسکے ہاتھ اپنی کمر سے جھٹکتی غصے سے بولی تھی۔ اسکی بلند آواز پہ کاظم شاہ نے اب کی بار خود پر سے ضبط کھوتے ہوئے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی مضبوط گرفت میں جکڑا تھا۔۔

تم جانتی ہو میرا منہ لگانا تمہیں کتنا مہنگا پڑتا ہے؟ پھر یہ بکواس کیوں؟ کیا چاہتی ہو تمہاری حالت کی پروا کئے بغیر تم پہ اور تمہارے پور پور پہ اپنا حق جتاتے ہوئے تمہیں تمہارے الفاظ کے مطلب سمجھاؤں؟ بولو! جواب دو؟ تمہاری اس

لہجے کا تمہارے الفاظوں کا میں کیا مطلب سمجھوں؟؟ کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے غرایا تھا جس پہ ازمیر شاہ کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔۔ چھوٹا سا ازمیر شاہ اپنی ماں کو دیکھ کے تڑپتا ہوا اپنے ہاتھ پیر بیڈ پہ مارتا روئے جا رہا تھا۔۔ از۔۔ ازمیر۔۔۔۔۔ ایزل شاہ اس سے بحث ترک کرتی اپنا چہرہ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی، اسکا پورا دھیان اس وقت ازمیر شاہ کی طرف تھا جو ایڑھیاں رگڑتا ہوا تو رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کے یک لفظی جواب پہ کاظم شاہ کی نظریں ازمیر شاہ کی طرف اٹھی تھی۔

روتو ایسے رہا ہے جیسے باپ فوت ہو گیا ہو اسکا!!۔۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے غراتے ہوئے ایزل شاہ کا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کیا تھا۔۔ اسکے اس جملے پہ ایزل شاہ نے دہل کے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکی طرف سے اپنی پشت کرتا اب اسکی کسمساتی بلی کو گھور کے دیکھ گہرے سانس بھرتے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔ آج یہ بدمعاش بلی سو رہی تھی تو بدمعاش بیٹا جاگ گیا تھا ماں باپ کو تنگ کرنے کے لئے!! کاظم شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔

شش!! ماما کی جان!! میرا بچہ۔۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے کے رونے پہ تڑپتی اسکے نزدیک ہوتی اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کے اپنے سینے سے لگاتی پیار سے خاموش کروانے کی تگ و دو کر رہی تھی جو ہنوز ویسے ہی رو رہا تھا۔ ازمیر شاہ اپنی نیند کے خراب ہونے پہ کافی ناخوش نظر آ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے ایزل شاہ کے لہجے میں بیٹے کے لئے بے حد پیار برداشت کیا تھا ورنہ اسے ازمیر پہ جہاں کچھ دیر پہلے پیار آ رہا تھا اب وہی پہ اس پہ غصہ بھی آ رہا تھا جو اسکی بیوی سے اسکی لڑائی کروانے کے بعد اب خود اسکا پیار بٹور تا روئے جا رہا تھا تاکہ ماں کی زیادہ سے زیادہ اٹینشن حاصل کر سکے۔۔

ازمیر کیا ہوا میری جان؟۔۔۔ اسے زار و قطار روتے دیکھ کے ایزل شاہ نے پریشانی سے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے اس سے اسکے رونے کی وجہ استفسار کی تھی جیسے وہ تین دن کا بچہ اسے فٹافٹ سے اپنے رونے کی وجہ بتا ڈالے گا!

ازمیر نے اسے جواب دینے کی بجائے مزید رونا ڈالا تھا۔۔

کیا ہونا ہے اسے؟ بھوک لگ رہی ہو گی! فیڈ کرواؤ اسے!! کاظم شاہ اسکی طرف اپنا رخ کرتا دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسے اسکے بے تکے سوالوں پہ غصہ آ رہا تھا وہ ایسے ہی فضول میں اپنے بیٹے کے لاڈ اٹھا رہی تھی۔۔ آج کے دن

میں یہ پہلی بار تھا جو ایزل شاہ کے گال اسکی کسی بات پہ دہک کے لال ہوئے تھے۔۔اس نے اسے جواب دینے کی بجائے ازمیر کو تھپکتے ہوئے اسے خاموش کروانے کی کوشش کی تھی جس کی اب روتے ہوئے ہچکیاں بندھ رہی تھیں۔۔اس کے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھتے کاظم شاہ مبہوت ہوا تھا، وہ کتنا ترسا تھا اسکے چہرے کے یہ رنگ دیکھنے کو!! یہ رنگ اسے تمام رنگوں سے خوبصورت رنگ محسوس ہوتے تھے۔۔

کیوں ظلم کر رہی ہو میرے بیٹے پہ؟ اگر وہ اپنا حق لیتے ہوئے میری طرح ظالم بن گیا تو؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے کان کے پاس جھکتے ہوئے بے حد بے باکی سے زو معنی انداز میں سرگوشی کرتی ایزل شاہ کو ٹماٹر کی طرح سرخ کیا تھا۔۔

ی۔یہ۔۔کیا۔۔۔کیسی۔۔باتیں۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں۔۔آپ!! جایئے میرے کمرے سے!! مجھے اپنے بیٹے کو سلانا ہے!۔۔۔ایزل شاہ اپنے لڑکھڑاتے لہجے پہ قابو پاتی ازمیر شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔

بیٹے کے بابا کو بھی تم ہی سلاؤ گی جیری!! اور مجھ سے کیا پردہ؟ میں نے تمہارے اس خوبصورت وجود کے انچ انچ کو اپنی نگاہوں سے ماپ رکھا ہے!!۔۔کاظم شاہ ایک دم سے اسکی سفید قمیض کے گلے پہ اپنی انگلیاں سہلاتا خمار آلود آواز میں گویا ہوتے ایزل شاہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر چکا تھا۔اسکی بے باک باتوں سے ایزل شاہ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ اس کے ایٹیٹوڈ کو کسی خاطر میں نہ لاتا اسے اپنی باتوں سے زیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ازمیر شاہ کو پہلے سے زیادہ بلند آواز میں روتے دیکھ کے ایزل شاہ نے کاظم شاہ کا ہاتھ اب کی بار جھٹکنے کی بجائے اس سے فاصلہ قائم کرتے ہوئے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑا تھا۔۔وہ اب خود پہ اور ازمیر پہ اچھی طرح سے اپنا سفید بڑا سا دوپٹا پھیلاتی اسے فیڈ کروا رہی تھی۔اسے یوں اپنا وجود خود سے چھپاتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے اسے گھور کے دیکھتے_ اگلے ہی پل ہاتھ بڑھا کے یہ دوپٹا اسکے تن سے الگ کرتے زمین پہ پھینکا تھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے!!!اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ اپنا منہ کھولتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھتی غرائی تھی لیکن پھر اسے گہری نظروں سے خود کی طرف دیکھتا پا کے وہ بے ساختہ اپنی نظریں جھکاتی اب ازمیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

کاظم شاہ اپنی بے باک نگاہوں سے اسکے وجود کا جائزہ لیتا_ اسکے یوں روہانسے ہونے پہ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہی تھی۔۔ابھی یہی جیری میڈیم تھی جو اسکے حصار میں شیرنی بنی دھاڑ رہی تھیں، وہ اس یک منٹ میں شیرنی سے جیری والے روپ میں لا چکا تھا۔ازمیر شاہ اب کچھ پرسکون ہوتا اپنی ضرورت پوری کرتے ہوئے بیڈ سے دو قدم کے

فاصلے پہ کھڑے کاظم شاہ کو گھور کے دیکھ رہا تھا جو اسکی ماں کو تارے جا رہا تھا۔ ازمیر کو شاید اس انسان کا اپنی ماں کو گھورنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اسی لئے وہ اپنی بھوک کی قربانی دیتا اپنی ماں سے دور ہوتے ہنوز کاظم شاہ کو اچھی خاصی گھوریوں سے نواز رہا تھا۔ کاظک شاہ نے ازمیر کی اس حرکت کو بغور نوٹس کیا تھا جس پہ وہ اپنی حیرانگی پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا اس انوکھے پیس کو داد دینے والے انداز سے دیکھ رہا تھا۔۔ ازمیر شاہ کے خاموش ہونے پہ ایزل شاہ نے دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے جلدی سے اپنی بے ترتیب شرٹ ٹھیک کی تھی، ورنہ اسے کاظم شاہ سے جس قدر شرم محسوس ہو رہی تھی، اسکا بس نہیں تھا وہ ازمیر کو لے کے بیڈ کے نیچے چھپ جائے۔

ابے اوو!! ایسے کیا دیکھ رہا ہے؟ نظریں نیچی!! باپ ہوں میں تیرا!!۔۔۔ ازمیر شاہ کو ماتھے پہ ننھا سا بل لے کے اپنی طرف دیکھتا ہو کے کاظم شاہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتا_ ازمیر کی طرف دیکھ کے اترکے بولا تھا کہ وہ اسکا باپ ہے، کچھ تمیز سے نظریں جھکا لے، لیکن اس کی اس وضاحت پہ ازمیر شاہ کو جیسے گھنٹہ فرق نہیں پڑا تھا وہ ہنوز اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں کو پھیلائے اسے غصے سے دیکھتا جا رہا تھا جس کی وجہ سے اسکی نیند خراب ہوئی تھی۔۔ ایزل شاہ ایک نظر کاظم شاہ کو ناگواری سے دیکھتی اب اپنے بیٹے کے چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان دیکھتے اپنے ہاتھ کی پوروں سے اسکا چہرہ صاف کرتے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

تیرا دماغ خراب ہے یا سنائی کم دیتا ہے؟ میں بول رہا ہوں نظریں نیچی کر!!!۔۔۔ ازمیر شاہ کو ہنوز اپنی طرف گھورتا پا کے کاظم شاہ ایک قدم بیڈ کی طرف بڑھاتا روعب جھاڑنے والے انداز میں بولا تھا جس پہ ایزل شاہ نے بھی اب اپنی آنکھوں میں شدید غصہ لئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے بیٹے کو فضول میں ڈانٹ رہا تھا۔۔ ازمیر نے باپ کے روعب جھاڑنے پہ جمائی لیتے ہوئے اپنی ٹانگوں کو کراس کے انداز میں ایک دوسرے پہ رکھتے کاظم شاہ کو ریلکس انداز میں بالکل ویسے ہی دیکھا تھا جس طرح سے پہلے دیکھ رہا تھا۔۔ اسکے اتنے ایٹیٹوڈ پہ کاظم شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں، کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے بیڈ پہ خود کے لئے جگہ بنائی تھی۔ کاظم شاہ کے بیڈ پہ بیٹھنے کی دیر تھی جب ازمیر شاہ نے پھر سے زور زور سے رونا شروع کیا تھا۔۔

بچی کے والد کا نام ؟۔۔۔۔۔۔۔ مولوی نے احان شاہ کو نرم لہجے میں مخاطب کرتے ذائشہ کے باپ کا نام پوچھا تھا جس پہ احان شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے اپنا رخ ذائشہ کی طرف کیا تھا۔۔

ذائشہ بچے! مولوی صاحب کو اپنے بابا کا نام بتاؤ!!۔۔۔ احان شاہ نے ذائشہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے اس سے اسکے باپ کا نام دریافت کیا تھا۔ احان شاہ کے اس سوال پہ ذائشہ کے خوبصورت چہرے کے تاثرات سرد ہوئے تھے۔۔ چہرے پہ ناگواری سی پھیلی تھی۔ باپ کے ذکر پہ ذائشہ نے زور سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی، وہ تو بھول ہی چکی تھی اسے اس نکاح کے لئے سب سے پہلے اپنے باپ کے نام کی ضرورت پڑنی تھی! اس باپ کی جس سے وہ حد درجہ نفرت کرتی تھی!

ذائشہ !!۔۔۔ اسے کتنی دیر خاموش بیٹھے دیکھ کے احان شاہ نے اسے ایک دفعہ پھر نرم لہجے میں مخاطب کیا تھا۔۔

ا۔ اسا۔۔ اسماعیل۔۔۔ خا۔۔ خان۔۔۔ ذائشہ نے اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھتے ہوئے لڑکھڑاتے لہجے میں اپنے باپ کا نام لیا تھا۔۔ ذائشہ کے منہ سے اسماعیل خان کا نام سنتے ہوئے احان شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے ذائشہ کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ گھونگھٹ سے چھپا ہوا تھا۔ اس نے ابھی تک ذائشہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ ضرور اسکے نقوش غیر ارادہ طور پہ اپنی پٹھانی سے ملانے کی کوشش کرتا۔۔۔

ضروری تو نہیں ہے اس دنیا میں صرف ایک ہی اسماعیل خان ہو؟۔۔۔ احان شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے آئیبرو اچکا کے سوچا تھا۔۔ وہ اسماعیل خان کا اپنے دماغ میں آیا خیال جھٹکتا ہوا اب مولوی کو ذائشہ کے باپ کا نام بتا رہا تھا۔۔

ذائشہ خان ولد محمد اسماعیل خان آپکا نکاح تمام گواہان کی موجودگی میں سید ارزم شاہ ولد سید دریاب شاہ سے بمعہ ایک کروڑ سکہ رائج الوقت کے عوض تہہ کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟

ق۔ قبول۔۔۔ ہے!!۔۔۔۔ ذائشہ آج پہلی بار اپنے نام کے ساتھ اپنے باپ کا نام سنتی اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کے سید ارزم شاہ کو اپنے نکاح میں قبول کر چکی تھی۔ تین دفعہ ارزم شاہ کو اپنے نکاح میں قبول کرنے کے بعد ذائشہ اب اپنے لرزتے ہاتھوں سے نکاح نامے پہ سائن کر رہی تھی۔۔ ہر دستخط پہ ذائشہ کو اپنے ضمیر پہ بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ ذائشہ کے آنسو اسکی ہیزل آنکھوں سے پھسلتے اسکے گلابی عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔ ذائشہ کا نکاح ہوتے ہی زوریز شاہ اور احان شاہ نے اسکے گھونگھٹ سے ڈھکے سر پہ ہاتھ رکھتے اسے بھائیوں والا مان بخشا تھا۔

ذائشہ ان کے مان بھرے انداز میں عقیدت محسوس کرتی اپنی سسکیاں دبا رہی تھی، آج سے پہلے بھلا کب کسی نے اسے یوں مان بخشا تھا؟

سید ارزم شاہ ولد سید دریاب شاہ آپکا نکاح تمام گواہان کی موجودگی میں ذائشہ خان ولد محمد اسماعیل خان سے بمعہ ایک کروڑ سکہ رائج الوقت کے عوض تہہ کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟۔ مولوی اب ارزم شاہ سے اسکے نکاح کی رضامندی کے بارے استفسار کر رہے تھے جس کے چہرے کی خوشی آج دیدنی تھی، شہد رنگ آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک تھی۔۔

قبول ہے (ہاں مجھے وہ پھولوں سی گڑیا قبول ہے) ارزم شاہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا اپنے لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ سجائے گویا ہوا۔

سید ارزم شاہ ولد سید دریاب شاہ آپکا نکاح تمام گواہان کی موجودگی میں ذائشہ خان ولد محمد اسماعیل خان سے بمعہ ایک کروڑ سکہ رائج الوقت کے عوض تہہ کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟

قبول ہے (ہاں مجھے وہ خوبصورت آنکھوں والی خانزادی قبول ہے)

مولوی کے ایک بار پھر سے پوچھنے پہ ارزم شاہ نے اب پہلے سے بھی زیادہ مسکرا کے جواب دیا تھا۔

سید ارزم شاہ ولد سید دریاب شاہ آپکا نکاح تمام گواہان کی موجودگی میں ذائشہ خان ولد محمد اسماعیل خان سے بمعہ ایک کروڑ سکہ رائج الوقت کے عوض تہہ کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟

قبول ہے (ہاں مجھے میری بیوقوف سی ذی دل وجان سے قبول ہے)۔۔

ارزم شاہ نے پورے دل سے اپنی محبت کو اپنے نام کرتے ہوئے نکاح نامے پہ دستخط کئے تھے۔۔ نکاح ہوتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھتا مولوی صاحب سے بغلگیر ہونے کے بعد احان شاہ اور زوریز شاہ کے گلے لگا تھا جن دونوں کی وجہ سے یہ سب ممکن ہوا تھا۔ احان شاہ اور زوریز شاہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسکے سر سے ڈھیروں نوٹ وارتے اسکا صدقہ اتار رہے تھے۔۔ اپنے دوستوں سے ملتے ہوئے ان کے معنی خیز جملوں کو اپنے کانوں میں سرگوشی نما آواز میں سنتے ہوئے ارزم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے انہیں غصے سے گھور کے دیکھا تھا، وہ بے باک باتیں کرتے ہوئے اسکے جذبات میں آگ بھڑکانے کا کام کر رہے تھے۔۔۔

بہت بہت مبارک ہو نکاح کی جانی! میں تو کہتا ہوں نکاح تو ہو چکا اور ویسے بھی لالہ کا موڈ اچھا لگ رہا ہے تو ایسا کر رخصتی کی اجازت بھی آج ہی لے ڈال! ! میکائیل اسکے گلے سے لگتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں اسے مشورے سے نوازتا ایک نظر احان شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

تم لوگ کیا سمجھتے ہو میں تم لوگوں کے ان مشوروں پہ عمل کرتے ہوئے لالہ سے واقعی ہی رخصتی کی فرمائش کرتا اپنی منکوحہ سے ایک آدھ ملاقات کے چانس سے بھی جاؤں گا؟ تو یہ بھول ہے تم لوگوں کی! مجھے تم لوگوں کے فضول مشوروں کی ضرورت نہیں ہے! یہاں بیٹھ کے چھم چھم کھیلو شاباش! تب تک میں اپنی نئی نویلی منکوحہ سے ملاقات کا فرض اچھے سے نبھا کے آتا ہوں!۔۔ ارزم شاہ بے حد سمجھداری کا مظاہرہ کرتا میکائیل سے الگ ہوتے ان سب کو انگلی سے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتا اپنی شہد رنگ آنکھوں کو ٹپٹپا کے انہیں چھم چھم کھیلنے کا مشورہ دے کے وہاں سے کھسکنے ہی والا تھا جب نوفل اور ولی نے ایک دوسرے کو آئیبرو آچکا کے دیکھتے ہوئے اپنا پورا زور لگاتے اسے بھی اپنے ساتھ صوفے پہ گرایا تھا کیونکہ وہ اسے اتنے آرام سے ذائشہ کے کمرے میں بھیجنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔۔

کمینوں! چھوڑو مجھے!!۔۔۔ ارزم شاہ نے غراتے ہوئے ان سے اپنا آپ چھڑوانا چاہا تھا لیکن وہ اسکے ہاتھ اسی کی کالی اجرک سے باندھتے اسے قابو کر رہے تھے۔

لالہ ہیلپ!! ۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے چیختے ہوئے احان شاہ اور زوریز شاہ کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا جو دیوار کے ساتھ اپنے سر ٹکا کے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے مسکراتے ہوئے اسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کسی مووی کا سین انجوائے کر رہے ہوں! انہوں نے آگے بڑھ کے اسے اس کے دوستوں کے حصار سے چھڑوانے کی تگ و دو قطعی نہیں کی تھی بلکہ وہ اب صوفے پہ بیٹھ کے اسکے دوستوں کی بے باک باتیں سنتے خود بھی بے باکی سے قہقہے لگا رہے تھے۔۔ ارزم شاہ کے تمام بگڑے ہوئے دوست ان کے دل کے بہت قریب تھے، اسکے دوست ہمیشہ ہی اپنی شرارتوں سے ہر کسی کو ہنسانے کا فن رکھتے تھے۔۔ زوریز شاہ اور احان شاہ کے سامنے ہی اپنے بے شرم اور بے باک دوستوں کے منہ سے بار بار سہاگ رات کے لئے مفید مشورے سنتے ہوئے ارزم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا لیکن وہ اس کے غصے کی پروا کئے بنا اب احان شاہ اور زوریز شاہ کو اسکی لوسٹوری کا آغاز سنا رہے تھے جسے وہ دونوں کافی دلچسپی سے سنتے ارزم شاہ کو معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔

لالہ یہ سالے جھوٹ بول رہے ہیں!! جیلس ہو رہے ہیں میرے نکاح سے!۔۔۔ان کے منہ سے اپنے کارنامے سنتے ہوئے ارزم شاہ ان سب کو گھورتا ہوا احان شاہ اور زوریز شاہ کے سامنے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتا اپنی صفائی دے رہا تھا۔۔اسکے بے غیرت دوست اسکے پل پل سے واقف تھے،وہ اسے چھپ چھپ کے نا جانے کہاں سے دیکھتے رہتے تھے۔۔احان شاہ نے اس کے انداز پہ بے ساختہ دل میں اسکی نظر اتاری تھی،وہ یوں معصومیت سے بولتا کالی شلوار قمیض پہ کالی اجرک لئے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔وہ بہت سے بھی زیادہ کم کالی شلوار قمیض پہنتا تھا لیکن جب پہنتا تھا تو غصب ڈھاتا تھا جس طرح سے آج ڈھا رہا تھا۔۔

ہاں میرا بچہ میں جانتا ہوں تیری تو ارینج میرج کروائی ہے نا ہم نے؟۔۔۔احان شاہ نے اسکے چہرے پہ جھوٹی معصومیت دیکھتے ہوئے جواباً اسے بھگو کے طنز مارا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبانے کی غرض سے اپنی کھری مغرور ناک چڑھاتے اپنا سر معصومیت سے ہاں میں ہلایا تھا۔

نہیں لالہ! ارینج نہیں فورس میرج بولیں!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے احان شاہ کی بات میں ٹکر الگانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔ زوریز شاہ کے اتنے سنجیدگی سے پھینکے گئے طنز پہ سب کا چھت پھاڑ قہقہہ لاؤنج کی زینت بنا تھا۔۔

بالآخر احان شاہ اور زوریز شاہ نے اپنے لاڈلے چھوٹے شاہ پہ ترس کھاتے ہوئے اس کے دوستوں کو اس کی جان بخشی کا اشارہ کیا تھا کیونکہ ارزم شاہ کا سرخ ہوتا چہرہ اب اسکے ضبط کا پتہ دے رہا تھا۔۔وہ اسکے دوستوں کو اشارہ کرتے اب ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے جو اپنے دوستوں کی ڈھیلی پڑتی گرفت پہ اب صوفے سے اٹھنے کی تگ و دو کر رہا تھا۔۔

رات بہت ہو گئی ہے! جتنی جلدی ہو سکے،ذائشہ کو اس کے ہوسٹل چھوڑ کے خود حویلی پہنچو!۔۔۔احان شاہ حکمیہ انداز میں کچھ سنجیدگی سے ارزم شاہ سے مخاطب ہوتا راہداری کی طرف بڑھ چکا تھا،زوریز شاہ نے اترا کے اپنا آبیبرو آچکا کے ارزم شاہ کو یوں دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو لالہ کی بات پہ فوری عمل کرو۔۔ارزم شاہ نے اسکے چہرے کے تاثرات پڑھتے ہوئے اپنا منہ پھولایا تھا جس پہ زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ دباتا اسے مزید سلگانے کی خاطر سیٹی کی دھن بجاتا احان شاہ کے پیچھے ہی اپنے قدم بڑھا چکا تھا۔۔

ارزم شاہ کا نکاح اسکے کہنے پہ کاظم شاہ کے فارم ہاؤس پہ ہویلی والوں سے چھپا کے کروایا گیا تھا۔ ارزم شاہ بالآخر اپنے تمام دوستوں کو خدا حافظ بول کے انہیں فارم ہاؤس سے کک آوٹ کرتا اس کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا جہاں ذائشہ خان قیام پذیر تھی۔۔ اسکے دوستوں نے گھونگھٹ میں چھپی ذائشہ کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی کیونکہ ارزم شاہ نے اسکا نکاح باہر اپنے ساتھ پڑھوانے کی بجائے اندر علیحدہ سے کمرے میں پڑھوانے کا حکم دیا تھا۔ اس نے ذائشہ کے لئے ایک مشہور بیوٹیشن بھی فارم ہاؤس میں ہی بلوائی تھی، کیونکہ ذائشہ کا کہنا تھا کہ وہ اتنے بڑے پارلر میں کمفرٹیبل فیل نہیں کرے گی جس پہ ارزم شاہ کے چہرے کے تاثرات کچھ یوں تھے "نیکی اور پوچھ پوچھ؟" ۔۔۔وہ کہاں چاہتا تھا کہ اسکی دلہن کو اسکے علاوہ کوئی بھی نظر بھر کے دیکھے؟

کمرے کے دروازے تک پہنچتے ارزم شاہ نے اپنے بے ترتیب شہد رنگ بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے اپنی کالی اجرک کو گلے کے گرد اچھے سے سیٹ کرتے اسکا ایک سرا پکڑ کے مفلر والے انداز میں جھٹکتے ہوئے دوسرے کندھے پہ پھینکا تھا۔۔ وہ اب اپنی شہد رنگ ہلکی گھنی بیرڈ پہ اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول چکا تھا۔۔ یہاں سے ارزم شاہ نے دروازہ کھولا تھا تو وہاں پہ ذائشہ کی دھڑکنیں سرپٹ بھاگی تھیں۔۔

ارزم شاہ کمرے میں داخل ہوتا اپنے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ اسے اپنے قریب آتے دیکھ کے ذائشہ کی ہتھیلیاں بھیگی تھیں، ارزم شاہ کی پرفیوم کی تیز مہک ذائشہ کو اپنے حواسوں پہ چھاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

اسے سرخ جالی دار گھونگھٹ سے چہرہ چھپائے دیکھ کے ارزم شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، ارزم شاہ کے دوستوں نے اس پہ کتنی ہی دفعہ کمرہ سجانے پہ زور ڈالا تھا لیکن ارزم شاہ نے انہیں بارہا سنجیدگی سے انکار کیا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا وہ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوؤں کو محسوس کر کے بہکتا ہوا اس نازک سی گڑیا کے ہوش پوش اڑا کے رکھ دے! ارزم شاہ کا ماننا تھا جب وہ خود اتنا رومانٹک تھا تو اسے ان پھولوں اور کینڈل لائٹس سے کمرے کا ماحول رومانٹک بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہ خود ہی ماحول کو رومانٹک بنانے کا فن رکھتا تھا۔۔

اہمم!!۔۔۔السلام وعلیکم!! ۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے گلا کھنکھار کے اسے سلام جھڑتے ہوئے اسکے پاس بیٹھنے کی جگہ بنائی تھی۔وہ اسے یوں سلام کر رہا تھا جیسے وہ آج کے دن میں پہلی بار مل رہے ہوں! جبکہ ایسا نہیں تھا ذائشہ کو ہاسٹل سے پک خود ارزم شاہ نے کیا تھا۔۔

و۔وعلیکم۔۔السلام۔۔۔ذائشہ نے منمناتے ہوئے نظریں جھکائے جواب دیا تھا،وہ اس شہزادے کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی جو کالی شلوار قمیض پہ کالی ہی اجرک لئے اپنی دلکش پرسینلٹی کے باعث کوئی روعب دار سا جاگیر دار معلوم ہو رہا تھا۔۔

نکاح مبارک ہو میری خانزادی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے گھونگھٹ سے چھپے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے لب رکھتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ارزم شاہ کو یوں ایک دم سے اپنے بے حد نزدیک بیٹھتے دیکھ کے ذائشہ بے ساختہ کچھ پیچھے کو کھسکی تھی جبکہ اسکے منہ سے اپنے لئے خانزادی کا لفظ سنتے اسکی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی۔وہ اس سے بالکل آدھی انچ کے فاصلے میں موجود تھا۔۔ذائشہ اسکی اتنی نزدیکی پہ اسے "خیر مبارک" کیا کہتی؟وہ خاموشی سے نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مڑورتی رہی۔۔۔

تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا کہ تم خان ہو؟۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے ارزم شاہ نے اسکے نرم وملائم دودھیا سفید ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پورے حق سے تھامتے اس سے آبیبر واچکاتے ہوئے سوال کر ڈالا جو کب سے اسکے دماغ کے پردوں میں لہرا رہا تھا کیونکہ اسے یاد تھا ذائشہ نے ابھی کچھ دن پہلے ہی اس سے اسکے پٹھان ہونے کے بارے استفسار کیا تھا،وہ اس دن اسے اپنے خان ہونے کے بارے میں بھی تو بتا سکتی تھی؟لیکن اس نے کیوں نہیں بتایا۔۔ارزم شاہ نہیں جانتا تھا۔۔ارزم شاہ کے سوال پہ ذائشہ کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی! وہ کیسے جانتا تھا کہ وہ خان ہے؟کیا وہ اس کے بارے میں سب جان چکا تھا؟۔۔۔یا خدایا!!۔۔۔ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھوں میں نمی لئے لرزتے دل سے سوچا تھا۔ارزم شاہ کی بات سن کے اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اسے کیا جواب دے؟

کیاہوا! یوں خاموش کیوں ہو؟۔۔۔اسکی اتنی خاموشی پہ ارزم شاہ نے اسکے بیڈ پہ پھیلے سفید گرارے پہ نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرتے اپنا آئیجر و آچکا کے استفسار کیا تھا۔۔وہ زائشہ کے تیز تیز دھڑکتے دل کی پکار بڑی آسانی سے سن سکتا تھا۔اسکے یوں شرمانے لجھانے پہ وہ محضوض ہو رہا تھا۔

آپ۔کو۔۔کیسے۔۔پتا۔۔۔م۔میں۔۔خان۔۔ہوں۔۔زائشہ نے اسے جواب دینے کی بجائے دھڑکتے دل سے استفسار کیا تھا۔۔

ذی!! واٹ؟۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے بے تکے سوال پہ ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے اس سوال کا مقصد پوچھا تھا۔۔

و۔۔وہ۔۔میں۔۔پوچھ۔۔رہی۔۔ہوں۔۔آپ۔۔کو۔۔کیسے۔۔معلوم۔۔ہوا۔۔کہ۔۔۔میں۔۔خان۔۔ہوں؟۔

۔ذائشہ نے معصومیت سے اپنا سوال دہرایا تھا،لہجے میں ڈر کا عنصر واضح تھا جسے محسوس کرتے ارزم شاہ حیران ہوا تھا۔۔

کم آن زائشہ! مجھے نکاح کے دوران پتا چلا تھا،اس میں اتنا ڈرنے والی کیا بات ہے؟۔۔۔ارزم شاہ نے سنجیدگی سے اس سے اسکے ڈر کی وجہ پوچھی تھی،اسکے جواب پہ ذائشہ نے تشکر سے گہری سانس بھری تھی۔۔

اوو! ویٹ! میں سمجھ گیا تم کیا سوچ رہی ہو! تم یہی سوچ رہی ہوں کہ ایک سید زادہ ایک خانزادی سے شادی کیسے کر سکتا ہے؟رائٹ؟تو ذی میں نے تمہیں بتایا تھا نا میرے احان لالہ کی منکوحہ بھی پٹھان ہیں! ہم سید ازے کسی غیر ذات سے شادی کر سکتے ہیں لیکن ہماری سید ذادیاں کسی غیر سید کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی! ہمارے خاندان میں کچھ ہی چیزوں پہ بہت سختی دیکھائی جاتی ہے جن میں خاندان میں شادی کرنا اول نمبر پہ آتا ہے! لیکن میں نے سوچا جب لالہ غیر ذات میں شادی کر سکتے ہیں تو میں ان کے پیروں پہ پیر رکھتا یہ نیک کام انجام کیوں نہیں سے سکتا؟اس نکاح کو اپنے خاندانوں والے چھپانے کے لئے اگر تمہارے پاس ایک وجہ تھی تو میرے پاس بھی ایک یہی وجہ تھی جس کا ذکر میں ابھی کر رہا ہوں! اگر میں اپنے خاندان میں کسی غیر ذات لڑکی سے نکاح کی بات کرتا تو یقیناً شاہ بی بی میرا قتل کر دیتی کیونکہ وہ احان لالہ کی بیوی سے ابھی تک ناخوش ہیں! لیکن خیر چھوڑو ان باتوں کو تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟۔۔ارزم شاہ اسکے ساتھ خود سے سوال جواب کرتا آخر میں اس کے ڈر کی وجہ کے بارے میں استفسار کر رہا تھا۔۔

نہیں۔۔۔تو۔۔۔میں۔۔تو۔۔ نہیں۔۔۔بس۔۔۔ایسے۔۔۔ہی۔۔۔ آپ
۔۔۔۔نے۔۔۔ کبھی۔۔۔میری۔۔ذات۔۔۔ نہیں۔۔۔پوچھی۔۔۔تو۔۔۔میں
۔۔یہی۔۔سوچ۔۔۔رہی۔۔ تھی۔۔ آپ۔۔کیسے۔۔جانتے۔۔ہیں!۔۔۔ذائشہ جو غور سے ارزم شاہ کی باتیں سن رہی تھی اسکے آخری سوال پہ اس نے اپنا تھوک نگلتے ہوئے لڑکھڑاتے لہجے میں اسے جواب دیا تھا۔ زائشہ کا انداز بے حد کنفیوز تھا۔۔

اوو! تو اس میں کنفیوز ہونے والی کیا بات ہے ذی؟ ریلیکس! میرے لئے یہ چیزیں معنی نہیں رکھتی! تم مسلمان ہو ایک پاکباز پردے والی لڑکی ہو! اپنا تمام تر خوبصورتی صرف اپنے محرم کو دیکھانے کی خواہش رکھتی ہو تو میں بھلا کیونکر ان بے معنی باتوں کو سوچوں گا؟ آج سے ہم ایک دوسرے کے سریک حیات ایک دوسرے کے لباس ہیں! تم کوئی بھی بات مجھ سے بلا جھجک بول سکتی ہو بجائے یوں کنفیوز ہونے کے۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے کپکپاتے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھام کے ان پہ اپنے لب رکھتا اسے بے حد نرمی سے ریلیکس کر رہا تھا جو ابھی سے کانپ رہی تھی

۔۔

مجھے۔۔۔ہوسٹل۔۔۔جانا۔۔۔ اسکے اتنے مان بھرے انداز پہ ابھی ذائشہ اپنی آواز کی نمی پہ قابو پاتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ایسے کیسے ؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات کا برا منا کے بولتا اگلے ہی پل ایک جست میں اسکا گھونگھٹ اٹھا گیا۔ ذائشہ نے اس اچانک افتاد پہ اپنا منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ارزم شاہ اسکا گھونگھٹ اٹھاتے ہی سٹل ہوا تھا۔ وہ خوبصورت ہو گی یہ تو ارزم شاہ نے سوچا تھا لیکن وہ اس قدر خوبصورت ہو گی کہ ارزم شاہ اسے دیکھتے ہی دنیا بھول جائے گا، یہ ارزم شاہ نے نہیں سوچا تھا۔۔ وہ اسے دیکھتا واقعی ہی ہر چیز فراموش کر چکا تھا۔۔ ارزم شاہ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش پہ اپنی استحقاق بھری گہری نگاہیں دوڑاتا اسے دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔۔ اسکے یوں دیکھنے کے انداز پہ ذائشہ سرخ پڑی تھی۔۔ ارزم شاہ جو پہلے ہی اسکے حسن میں کھویا ہوا تھا، اسکے سرخ و سفید گالوں کو گلابیاں بکھیرتے دیکھ کے وہ مبہوت ہوا تھا۔ نظریں اس کے گالوں سے ہوتا اسکی ہونٹوں کی طرف سرکی تھی۔۔ اسکے لبوں میں شرمیلی سے مسکراہٹ دیکھتے ارزم شاہ نے اپنے نچلے لب

کا کنارہ دانتوں تلے دباتے اسے اوپر سے نیچے تک گہری نظروں سے دیکھا تھا۔۔وہ اس وقت سفید کھلے سے گرارے پہ سفید ہی سٹائلش اور نفیس سی زرک کے کام سے لبریز کرتی پہنے سر پہ اچھے سے کچھ بھاری میرون دوپٹا سیٹ کئے ہوئے تھی جس پہ گوٹے کا کام بے حد نفاست سے کیا گیا تھا۔۔ڈائمنڈ خوبصورت جیولری کے ساتھ ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں، گجرے پہنے وہ اس وقت شاہوں کی روایتی دلہنوں کے مطابق تیار تھی۔وہ اس وقت ارزم شاہ کی چوائس کے لباس میں ملبوس اسکی بے باک نظروں سے شرماتی پھر رہی تھی۔۔سرخ و سفید رنگت، معصوم پٹھانی نقوش، سرخ چھوٹی سی ناک میں نتھ پہنے، وہ اس وقت میک اپ کے نام پہ لبوں پہ صرف میرون لپ اسٹک لگائے ارزم شاہ کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا چکی تھی۔۔

مسمرائزنگ (محسور کن)۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکا خوبصورت چہرہ اپنی نظروں میں بساتا کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولا تھا۔اپنی اتنی سی تعریف سن کے ذائشہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے۔۔

You look stunning

ارزم شاہ اسکے گالوں پہ اپنی انگلیوں پھیر تا خمار آلود آواز میں مزید گویا ہوا۔ذائشہ اسکے رومانٹک انداز پہ بار بار سرخ پڑ رہی تھی۔۔

You have such a beautiful smile

اسکے لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ دیکھتے ہوئے ارزم شاہ اب کی بار اسکے نرم گرم ہونٹوں کو ہولے سے اپنے انگوٹھے سے چھو کے انکی نازکی محسوس کرتا بوجھل گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا، انداز میں استحقاق تھا۔۔اسکے میرون لپ اسٹک سے سجے ہونٹ ارزم شاہ سے بار بار اپیل کر رہے تھے کہ انہیں ابھی اپنی گرفت میں لے لیا جائے۔۔اسکے ہاتھ کی پوریں اپنے لبوں پہ محسوس کرتی ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، جس کی مخمور نگاہیں اس وقت اسکے بھرے بھرے یاقوتی لبوں پہ ٹکی تھیں۔

Your eyes are breathtaking

اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ اسکی ہی رنگ آنکھوں میں جھانکتا انہیں نرمی سے چومتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا۔۔وہ آج پہلی بار اسے حلال طریقے سے بے حد نرمی اور عقیدت سے چوم رہا تھا جس پہ ذائشہ کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں، اسکے لب اپنی آنکھوں پہ محسوس کرتے وہ اپنی آنکھیں زور سے میچ گئی۔۔

Your small nose is so cutee

ارزم شاہ اب اسکے ناک کی طرف بڑھتا انہیں نرمی سے اپنے لبوں سے چھوتا اسکے چہرے کے نقش نقش کی تعریف کر رہا تھا۔۔

Your cheeks are like roses

ارزم شاہ اب اسکے گلابیاں بکھیرتے گالوں پہ بے انتہا سرخی دیکھتا اس کے پھولے گالوں کی تعریف کئے بنا نہ رہ پایا۔۔ ارزم شاہ کے سلگتے نرم گرم لب اب زائشہ کے دونوں گالوں پہ گردش کر رہے تھے، اسکے لمس پہ ذائشہ کے دل میں ایک عجیب سا خوبصورت اور دلکش احساس پیدا ہو رہا تھا۔۔ذائشہ لرزتے ہوئے اسکے بازوؤں پہ اپنے ہاتھ رکھ گئی۔۔ ارزم شاہ مسکرایا۔۔ذائشہ کے خوبصورت چہرے پہ موجود شرمیلے تاثرات ارزم شاہ کو بہت کچھ کرنے پہ مجبور کر رہا تھا لیکن ارزم شاہ کو حد سے زیادہ فری نہیں ہونا تھا صرف اسی سوچ کے تحت وہ اپنے جزبات پہ قابو پائے ہوئے تھا۔۔ اسکے لرزتے نرم ہاتھوں کو اپنے بازوؤں پہ محسوس کرتے ارزم شاہ نے انہیں نرمی سے اپنے ہاتھوں میں رب کیا تھا، وہ کافی زیادہ نروس دیکھائی دے رہی تھی۔۔

Your lips are so full and luscious, can I

?kiss u

ارزم شاہ اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ میں تھام کے دوسرے ہاتھ کی مدد سے اسکے لبوں پہ اپنی انگلیاں پھیرتا بے حد رومانٹک انداز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے انگریزی کے اس قدر بے باک جملے پہ ذائشہ نے لرزتے ہوئے اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوانے چاہے تھے لیکن ارزم شاہ اسکے ہاتھوں پہ اپنے ایک ہاتھ کی گرفت بڑھاتا، دوسرے ہاتھ سے اسکی نتھ کے موتی کو اسکے گداز لبوں سے ٹکرانے سے بعض کر رہا تھا۔۔

Can I steal your breath with a passionate kiss

اسکی خاموشی پہ ارزم شاہ اپنا چہرہ اسکے بے حد قریب کرتا اسکے ہونٹوں پہ بے تابی سے اپنا دائیاں انگوٹھا رگڑتا ایک بار پھر سے اسے کس کرنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔۔ ذائشہ اسکی بے باک باتوں پہ اسے جواب کیا دیتی وہ شرم وحیا سے تپ کے لال انگارہ ہوتی ارزم شاہ کے چوڑے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ اس اچانک افتاد پہ ارزم شاہ کو ایک جھٹکا سا لگا تھا، ایک دفعہ نکاح سے پہلے بھی تو وہ یوں اچانک سے اس کے سینے سے لگی تھی؟ لیکن اس وقت ارزم شاہ نے اسے چھونے سے گریز بھرتا تھا کیونکہ وہ تب اس کے لئے حلال نہیں تھی، لیکن آج جب اللہ اس کی عورت اس پہ حلال کر چکا تھا تو وہ کیونکر اس سے دوری برتتا؟ ارزم شاہ نے اسکے گرد اپنے مضبوط بازوؤں کا حصار باندھتے ذائشہ کو سختی سے خود سے لپٹاتے اسکے بدن کی نازکی محسوس کی تھی۔۔ اسکے انداز پہ ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا تھا لیکن ارزم شاہ اسے مزید سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتا اب اسکے سر پہ سیٹ کیا گیا میرون دوپٹا اتار رہا تھا۔

ا۔۔ار۔۔ ارزم۔۔ ہو۔۔ ہوسٹل۔۔۔۔۔ ابھی ذائشہ نے اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب ارزم شاہ نے اسکا میرون دوپٹا اسکے سر سے اتارنے کے بعد اسکے وجود سے بھی اتار چکا تھا۔۔ ذائشہ کو ایک بار پھر شرم نے آن گھیرا، وہ آج پہلی بار اسکے سامنے بغیر دوپٹے کے موجود تھی، ذائشہ کے سرخ گال اور لرزتی پلکوں کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے اسکے جوڑے میں بندھے لائٹ براؤن بالوں میں انگلیاں پھنساتا اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا تھا اور پھر وہ ذائشہ کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اپنی پوری شدت سے اسکے نرم ونازک ہونٹوں پہ جھکا تھا۔ ذائشہ کو اسکی اس اچانک جسارت پہ کرنٹ سا لگا تھا، وہ اسکے سینے سے لگ کے اسے کس کرنے کی اجازت دے تو چکی تھی لیکن اب اپنی اس اجازت بھی وہ خود کو جی بھر کے کوس رہی تھی کیونکہ ارزم شاہ کے لمس کی شدت برداشت کرنا اس نازک جان کے بس کی بات نہیں تھا، وہ اسکے چہرے پہ اپنی خمار آلود شہد رنگ آنکھیں ٹکائے اسکے لبوں کو اپنے لبوں میں دباتا اسکی ایک ایک سانس شدت سے پی رہا تھا۔۔ ذائشہ کو اس کے اس ایکٹ بے حد شرم محسوس ہو رہی تھی، وہ تو چینل بدلاتی اگر ایسا سین اگر کسی فلم میں غلطی سے دیکھ لیتی تھی تو کتنی کتنی دیر تکیے میں اپنا چہرہ چھپائے رکھتی تھی، اور آج خود کے ساتھ یہی سین لائیو ہوتا دیکھ کے وہ روہانسی ہوتی نظریں جھکا کے اسکے ہاتھ سے اپنے دونوں ہاتھ چھڑواتی اسکی کالی اجرک زور سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔ اسکے ہاتھ اپنی اجرک پہ محسوس کرتے ارزم شاہ کو مزید شے ملی تھی، وہ مصروف انداز میں اسکے لبوں کا جام پیتا اسکے جوڑے سے پنز اتار کے اسکے لائٹ براؤن سلکی بالوں کو ایک جھٹکے سے

کھولتا_ اب ان میں اپنے دونوں ہاتھ پھنسائے بے حد شدت سے کبھی اسکے بالائی لب کو چومتا تو کبھی اسکے نچلے لب کو اپنے عنابی ہونٹوں میں لاک کر جاتا۔ ذائشہ سے شرم سے نظریں اٹھانا محال ہو رہا تھا، وہ اسکے لائٹ براؤن بالوں میں اب دھیرے سے اپنی انگلیاں سہلاتا اسکی رہی سہی سانسیں بھی چرا رہا تھا۔۔ اسکی بڑھتی شدت پہ ذائشہ اسکے سینے پہ ہولے سے مکے جھڑتی اسے ہوش دلا رہی تھی جو نا جانے کس جہان میں پہنچا ہوا تھا۔۔ ذائشہ کے نڈھال ہوتے وجود کو دیکھ کے ارزم شاہ نے خود پہ افسوس کرتے ہوئے جلدی سے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی، وہ اسے یوں کس کر رہا تھا جیسے یہ ان کا روز کا کام ہو، وہ بھلا کیسے بھول سکتا تھا کہ یہ نازک جان پہلی ہی بار میں خود کے اندر اسکی اتنی شدت برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔ آزادی ملتے ہی ذائشہ نے اس سے نظریں ملائے بغیر اپنی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے کی غرض سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔ جب اسکے سینے میں چھپ کے بھی شرم و حیا نے آن گھیرا تو وہ بے حد معصومیت اور کیوٹ طریقے سے اسکی کالی اجرک اپنے چہرے پہ پھیلا گئی تا کہ ارزم شاہ اسکے بھانپ چھوڑتے چہرے کو دیکھ کے اس پہ بے باک جملے نہ کس سکے۔۔ ذائشہ کے اس قدر معصوم ایکٹ پہ ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اسکے قہقہے پہ ذائشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی جس پہ وہ مزید اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اپنی انہی کیوٹ حرکتوں سے تو اسکا دل دھڑکاتی تھی اور پھر میں خود ہی انجام بن جایا کرتی تھی۔۔

تم جانتی ہو جب کچھ دن پہلے تم نے اپنے لبوں سے میرا نام پکارا تھا تو یونہی دل نے تمہارے ہونٹوں کو دیکھنے کی خواہش کرتے انہیں اپنی دسترس میں لینے کی اپیل کی تھی لیکن اس وقت تم میرے لئے نامحرم تھی، دل نے دماغ کے اس قدر بے باک خیال پہ لعنت بھیجی تھی لیکن آج تمہارے لبوں سے اپنا نام سن کے میں مزید اپنے نام کا دیوانا ہونے کے ساتھ ساتھ تمہارے نازک لبوں کا بھی دیوانا ہو چکا ہوں! مجھے اپنا نام آج تک اتنا خوبصورت نہیں لگا جتنا تمہارے لبوں سے ادا ہو تا خوبصورت لگتا ہے! ایک دفعہ اور کس کرنے دو گی تو کیا جائے گا تمہارا؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جو اسکے کان کے پاس جھکا سرگوشی نما آواز میں اسے اپنی فیلنگز بتا رہا تھا، اسے شرم سے دوہرے ہوتے دیکھ کے وہ آخری جملہ بے حد بے باک اور فرمائشی انداز میں بولا تھا، جس پہ ذائشہ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا تھا۔۔ ذائشہ اسکی کالی اجرک اب مزید خود پہ اور اپنے وجود پہ تھوڑی سی پھیلاتی اس سے چھپنے کی ناکام سی پلیننگ کر رہی تھی۔۔

یوں شرما کے میرے ہی سینے میں چھپنے سے تمہیں کیا لگتا ہے سید ارزم شاہ تمہیں اتنی آسانی سے بخش دے گا؟ نو! ذی بے بی! نیور! اتنی مشکل سے تو ہاتھ آئی ہو میرے!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے بالوں کو نرمی سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کے اسکا چہرہ زبردستی اپنے سینے سے باہر نکالتا ایک دفعہ پھر سے اسکے بھیگے نم ہونٹوں پہ جھکا تھا، اب کی بار لمس میں پہلے سے کئی زیادہ شدت تھی۔۔ وہ اسکی ہیزل آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا اپنی تمام تر شدت سے اسکے لب چوم رہا تھا لیکن ذائشہ اگلے ہی پل اپنی نظریں جھکاتی اسکی کالی قمیض کے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں سے تھام گئی، وہ اس طرح کی سیچویشن میں کبھی بھی اسکی طرح بے باک بنتی اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالنے کی جرات نہیں رکھتی تھی۔۔ اس کے یوں نظریں جھکانے پہ مقابل اسکی اس ادا کا آج ایک بار پھر اسیر ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اب کی بار اسکی سانسیں چھیننے کی بجائے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں کی مدد سے وا کرتے ہوئے ان میں اپنی سانسیں انڈھیلی تھیں، ذائشہ اب شرم وحیا سے لرزتی اپنی آنکھیں زور سے میچ چکی تھی۔ ارزم شاہ نے ایک ہاتھ اسکی کمر کے گرد سختی سے لپیٹتے اپنی ایک ایک سانس اسکے سینے میں انڈھیلی تھی، کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی بیوقوف ذی اسکی اتنی شدت پہ شرم سے مر تو سکتی ہے لیکن اپنی سانسیں رک جانے پہ بھی اس کی سانسیں چھیننے کی ہمت نہیں رکھتی! ارزم شاہ کے لبوں کے ساتھ ساتھ اب اسکے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ ذائشہ نے اسکی گردن میں پہنی سفید چین کو ٹٹولتے اس میں اپنی انگلیاں پھنسائی تھیں۔ ارزم شاہ اسکے اس ایکٹ پہ ایک پل کو سٹل ہوا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ بے حد بے تابی سے اسے پیچھے تکیے پہ گراتا اس پہ سایہ فگن ہوتے اس کے قندھاری ہونٹوں کو اپنے لبوں کو دباتا اب ان پہ اپنی شہد رنگ مونچھیں رگڑنے لگا! ذائشہ نے اسکی سلور چین کو کھینچتے ہوئے دھڑکتے دل سے اسے بعض رہنے کا اشارہ دیا تھا کیونکہ ارزم شاہ کی اس جسارت پہ ذائشہ کو اپنا دل اچھل کے حلق میں آتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ ذائشہ کے دل کی تیز تیز دھڑکنوں کو اپنے کسرتی سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ نے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے اپنے گلے میں لٹکی کالی اجرک اتار کے بیڈ کی دوسری طرف پھینکی تھی۔۔ ذائشہ ہنوز اپنی آنکھیں میچے اسکی سلور چین کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتی ارزم شاہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر رہی تھی۔۔ اسے کبوتری کی طرح آنکھیں میچتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے آرام آرام سے اسکی ڈیسنٹ سی جیولری اتاری تھی۔۔ اس نے ارزم شاہ کے کہنے پہ خصوصی طور پہ نتھ پہنی تھی، ارزم شاہ نے اسکی جیولری اتارتے ہوئے سب سے پہلے اسکی یہ نتھ

اتاری تھی جس کا موتی بار بار اسکی منکوحہ کے لبوں سے ٹکراتے اسکے ساتھ فری کارومینس کرنے میں مصروف تھا، ارزم شاہ کو اب اپنا نتھ پہنانے والا فیصلہ غلط لگ رہا تھا، وہ اسکے لبوں پہ اپنے ہونٹوں کے علاوہ کسی چیز کا لمس برداشت نہیں کر پا رہا تھا، اسی لئے تو اس نے بے تابی سے اسکی واٹر پروف میرون لپ اسٹک کا رنگ اپنے ہونٹوں سے اس قدر شدت سے اتارا تھا کہ وہ اسکے حصار میں بھوکلا کے رہ چکی تھی۔ ارزم شاہ اسکے قندھاری بھیگے لبوں کو اپنی نظروں کے حصار میں لئے اسکی ساری جیولری اتارنے کے بعد اسکے ماتھے کو شدت سے اپنے لبوں سے چوما تھا۔۔ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے بھی اسے نکاح کی مبارکباد دیتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوما تھا لیکن اب کی بار اسکے لمس میں اس قدر عقیدت محسوس کرتے ذائشہ کی آنکھیں بلکہ تھیں، وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ اس پاکباز شہزادے کے اتنے پاک لمس کے لائق نہیں تھی۔۔

"رہنا تو پل پل دل کے پاس

جڑی رہے تجھ سے ہر اک سانس

ارزم شاہ ایک دم سے اسکے کان کے پاس جھکتا اسکے کان کی لو کو نرمی سے اپنے دانتوں میں دباتا اسکے کان میں ہمیشہ کی طرح سرگوشی نما آواز میں گانا گنگناتا ہوا اسکی دھڑکنیں منتشر کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کے لب اب اسکے کان سے ہوتے ہوئے اسکے گالوں پہ سرک رہے تھے۔۔

ہا۔۔ ہاسٹل۔۔ جانا۔۔ ہے۔۔۔۔ اسے یوں مدہوش ہوتے دیکھ کے ذائشہ نے اسکی سلور چین پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے آنکھیں میچتے ہوئے اسے ایک بار پھر ہوسٹل یاد کروایا تھا۔۔

"سینے سے تیرے سر کو لگا کے

سنتا میں رہوں نام اپنا

ہو نام اپنا"

ارزم شاہ اسکی پکار کو نظر انداز کرتا وہی سے اپنا گانا کانٹینیو کئے اب اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں ہاتھ لپیٹ کے اسے تھوڑا سا اوپر کو اٹھاتا اسکے سینے پہ اپنا سر رکھ کے اسکی تیز تیز دھڑکنوں میں اپنا نام سن رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کی اس قدر

بے باکی پہ ذائشہ کے پورے جسم کا خون نچڑ کے اسکے چہرے پہ آیا تھا۔۔ ارزم شاہ اب اسکے چاندی سے نشیب و فراز پہ اپنا چہرہ رگڑتا ذائشہ کی جان لبوں پہ لا رہا تھا۔۔۔

"نال تیرے اک گھر میں سوچا

باری کھولاتے چن دکھ جاوے

اکھاں چ بیتاں راتاں سواریاں

جی من لاگے تے اکھ نہ لاگے"

ارزم شاہ اسکی نفیس سی سفید کرتی کے اوپر سے ہی اسکے دل کے مقام پہ اپنے لب رکھتا خمار آلود آواز میں یہ رومانٹک سی گانا اپنی خوبصورت آواز میں گنگنا رہا تھا۔۔ ذائشہ اسکی جسارتوں پہ پاگل ہو رہی تھی، ارزم شاہ کے ہاتھ پورے استحقاق سے اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرنے میں مصروف تھے جب کہ لب اسکے دل کے مقام پہ!

مجھے۔۔ ہاسٹل۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ ارزم شاہ کو اب مزید گنگنا کے اپنی گردن کی طرف بڑھتے دیکھ کے ذائشہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اب شرم سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل رہی تھی۔۔

کیا ہوسٹل جانے کی رٹ لگا رکھی ہے؟ نظر نہیں آ رہا تمہیں پیار کرنے میں مصروف ہوں میں!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکی گردن سے اپنا سر اٹھا کے دانت پیس کے بولتا اسکے لبوں پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ گیا۔۔ ذائشہ نے بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو کب سے اپنی رومانٹک جسارتوں سے اسکے ہوش ٹھکانے لگا رہا تھا۔۔

م۔مجھے۔۔۔ ہا۔۔ ہاسٹل۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔ وارڈن۔۔۔ مجھے۔۔ گھسنے۔۔۔ نہیں۔۔ دیں۔۔۔ گی۔۔۔ اسے اپنے لبوں سے پیچھے ہوتے دیکھ کے ذائشہ ایک ہی سانس میں بولتی ابھی بھی اپنے مدعے پہ قائم تھی، وہ اسکے نزدیک رہ کے ارزم شاہ کو مزید بہکا کے اپنے لئے مشکلات نہیں کھڑی کرنا چاہتی تھی، وہ ابھی اسکی شدتوں کو سہنے کے لئے تیار نہیں تھی۔۔ ایک فطری شرم و حیا اور ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔

فار گاڈ سیک ذی!! کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے؟؟ تمہیں کیا لگ رہا ہے کہ میں تمہاری مرضی جاننے کے بغیر ہی زبردستی تم سے جسمانی تعلق قائم کر لوں گا؟ تم جانتی ہو میں تمہارے ہاسٹل سے کل صبح تک کی اجازت لے کے آیا ہوں لیکن تم پھر بھی ہاسٹل ہاسٹل کی گردان لگائے مسلسل مجھ پہ اپنی بے اعتباری ظاہر کر رہی ہو؟ کیا اتنا سا بھی

بھروسہ نہیں ہے تمہیں مجھ پہ؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اب کی بار غصے سے غراتا ہوا اپنا آخری جملہ بولتی اسے اپنی پوروں کی چٹکی بنا کے دیکھاتا استفسار کر رہا تھا۔۔ارزم شاہ کو یوں ایک دم سے طیش و اشتعال میں آتے دیکھ کے ذائشہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کہ وہ کب سے اسکی رومانٹک باتوں پہ ریسپانس دینے کی بجائے ہاسٹل کی گردان لگائے ہوئے تھی۔۔وہ اسکی باتوں پہ تذبذب کا شکار ہوتی اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

اٹھو! کپڑے چینج کرو۔۔۔ تمہیں ہاسٹل چھوڑ کے آؤں!!۔۔۔ارزم شاہ ایک جست میں اس پر سے اٹھتا ہوا غصے سے بولا تھا۔۔ارزم شاہ کی آنکھوں میں خمار کی سرخی کی جگہ اب غصے کی سرخی کے چکی تھی،وہ کب سے اسکی ہاسٹل جانے کی رٹ نظر انداز کر رہا تھا لیکن اب تو اسکی بس ہوئی تھی،وہ اس پہ ان ڈائریکٹ بے اعتباری ظاہر کر رہی تھی؟

م۔میں۔۔آپ۔۔۔پہ۔۔۔ا۔۔۔ابھی ذائشہ روہانسی ہوتی مزید بولتی جب ارزم شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بات نہیں کرو مجھ سے!! ایک منٹ سے پہلے اٹھ کے اپنا لباس تبدیل کرو! تم ہاسٹل جا رہی ہو!!۔۔۔ارزم شاہ ایک دم سے سائیڈ ٹیبل پہ زور سے ہاتھ مارتا اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے پھنکارا تھا۔۔اس سے اسکی بے اعتباری ہضم نہیں ہو رہی تھی۔۔ارزم شاہ کو اس قدر غصے میں دیکھ کے ذائشہ کی جان پہ بنی تھی،اسے شیر کی طرح دھاڑتے دیکھ کے وہ سہمی ہرنی کی طرح اپنی آنکھیں زور سے میچ گئی۔۔وہ جو اسے ابھی کچھ منٹ پہلے اپنے لمس سے مہکاتا سرخ گلاب بننے پہ مجبور کر رہا تھا،کہاں سوچا تھا وہ اس پہ یوں غصہ کرے گا؟ذائشہ اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھتی ارزم شاہ کی طرف دیکھے بغیر بیڈ کی دوسری طرف کھسکی تھی۔۔

م۔میرا۔۔مطلب۔۔یہ۔۔۔نہیں۔۔تھا۔۔جو۔۔آپ۔۔۔سمجھ۔۔۔رہے۔۔ہیں!۔۔میں۔۔۔تو۔۔۔بس۔۔۔یونہی۔۔۔۔خیر چھوڑیں!۔۔ذائشہ نے سسکتے ہوئے اسے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تھی لیکن جب حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکتا ہوا محسوس ہوا تو وہ اپنے جملے کو بیچ میں روکتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی تیزی سے بیڈ سے اٹھی تھی۔۔

یہ مطلب نہیں تھا تو کیا مطلب تھا تمہارا؟۔۔۔اسے سسکتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ اسے کہنی سے تھام کے نرمی سے اپنی اوڑھ کھینچتا آبیبر واچکاتے ہوئے روعب سے استفسار کر رہا تھا۔۔اسکی ہیزل رنگ آنکھوں میں ٹکے آنسو آج بھی اسے ہمیشہ کی طرح بے چین کر چکے تھے۔اپنے جذباتی پن پہ غصہ سا آیا تھا۔۔

کچ۔۔کچھ۔۔ نہیں۔۔۔۔ذائشہ اپنی نظریں جھکائے نروٹھے پن سے بولی تھی۔۔سوں سوں جاری تھی۔۔وہ یوں سوں سوں کر رہی تھی جیسے ارزم شاہ نے خدانخواستہ اسے غصے میں تھپڑ جھڑ دیا ہو۔۔

کچھ تو ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے میں سما کے اسکے بدن کو اپنے جسم سے چپکاتا اس پہ اپنا ہاتھ پھیرتے شوخ لہجے میں بولا تھا۔ذائشہ نے اسی بات پہ ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن پھر اسکی آنکھوں کے خمار کی تاب نہ لاتی وہ جلدی سے اپنی نظریں جھکا گئی۔

کچھ تو ہے اس پردے کے نیچے!! کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ ہے! کسی دن فرصت سے اس پردے کو ہٹاتا تمہارے چھپے ہوئے حسن کو خراج تحسین پیش کروں گا! لیکن آج نہیں۔۔بے فکر رہو۔۔۔ارزم شاہ اسکی سفید کرتی کی زپ سے چھیڑ چھاڑ کرتا اسے آنکھ ونک کر کے بولا تھا۔اسکی بے باکیوں پہ ذائشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی،زائشہ نے سرخ گلاب بنتے اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

اہمم!!۔۔۔ارزم شاہ نے جلدی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے نچلے لب کو اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کروایا تھا،وہ جوان لبوں پہ اسکی نتھ کا موتی برداشت نہیں کر سکا تھا۔اسکے دانتوں کا ظلم کا طرح سے برداشت کرتا؟

مجھے تمہاری بار بار ہاسٹل کی رٹ سن کے غصہ آچکا تھا! مجھے لگ رہا تھا تم مجھ پہ اعتبار نہیں کر رہی،اسی لئے میں کچھ روڈ ہو گیا! لیکن پھر میں نے سوچا تم نے اس دوران مجھے خود سے ایک بار بھی دور نہیں جھٹکا تھا۔۔اگر تمہیں مجھپہ اعتباری محسوس ہوتی تو تم یقیناً مزاحمت کرتی مجھ سے دور ہونے کی کوشش کرتی یا مجھے خود سے دور کرتی،لیکن تم نے ایسا نہیں کیا تھا! پھر مجھے کچھ عقل آئی تو میں نے سوچا تم تو ایک صنف نازک کا حق ادا کرتی اپنے محرم سے شرما رہی تھی اور یہی تمہارا پلس پوائنٹ تھا جس سے میں اسیر ہو چکا ہوں!

ہمیشہ کی طرح غلط کون ٹھہرا؟ جزباتی سا سید ارزم شاہ! اور جیت کون گئی؟ میری بیوقوف سی ذی "ذائشہ ارزم شاہ"! اسی لئے اب یہ منہ پھولانا بند کرو! چلو کس کر کے صلح کا جھنڈا لہراتے ہیں!۔۔۔ارزم شاہ اسے نرمی سے اپنے گلے سے لگاتا اسکے کان کے پاس جھک کے بڑے خوبصورت انداز مین اس سے صلح کر رہا تھا۔۔ارزم شاہ کی باتوں کو سنتی جہاں ذائشہ اسکے اپنی طرف سے دل صاف ہونے پہ اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی وہی پہ اسکے آخری بے باک جملے پہ اس نے اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتے اسکے سینے میں پناہ لی تھی لیکن وہ ارزم شاہ ہی کیا جو ذائشہ کی سن لے؟ وہ اپنی مرضی کا

مالک تھا اسی لئے ایک بار پھر سے اسکا چہرہ اٹھا کے اپنے مقابل کرتا جھکتے ہوئے اس کے نرم و نازک لبوں کو اپنی قید میں لے گیا۔۔ ارزم شاہ نے جس قدر دلفریب انداز میں اسے "ذائشہ ارزم شاہ" پکارا تھا، ذائشہ کسی صورت بھول نہیں پا رہی تھی، اس نام پہ اسکی دھڑکنیں ہنوز سینے سے سر پٹکتی پاگل ہو رہی تھیں۔ وہ ارزم شاہ کے گلے کے گرد اپنی بانہیں ڈالتی شرم و حیا سے آنکھیں میچتے اب اپنے لبوں پہ ارزم شاہ کا شدت بھرا برداشت کرنے لگی!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 58

)ایک بات کہوں؟۔۔۔ بالآخر ذائشہ پہ رحم کھاتے ہوئے ارزم شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا گھمبیر آواز میں اس سے کچھ بولنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔۔ ذائشہ جو اسکی شدت پہ نڈھال ہوتی اسکے سینے میں چھپ رہی تھی، ارزم شاہ کے اجازت مانگنے پہ اس نے اپنی ٹھوری اسکے سینے پہ ٹکاتے ہوئے گہرے گہرے سانس بھرتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ یوں دیکھنے کا مقصد اسکی بات کے متعلق جاننا تھا۔۔

کیا تم کسی زمانے میں کسی کی بچھڑی بہن تو نہیں ہو؟۔۔ ہاہاہا۔۔۔ اسکے چہرے کے کیوٹ تاثرات پہ ارزم شاہ ہولے سے ہنس کے آبیبر واچکاتا ہوا استفسار کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کے اس سوال پہ ذائشہ چونکی تھی۔۔ ذائشہ نے تھوک نگلتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ ارزم شاہ کے سوال پہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسکی طرف دیکھتی نظریں جھکانا بھول چکی تھی۔ وہ اسکی بات کا پورا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی۔۔

ارے مذاق کر رہا ہوں! کیا ہو گیا؟۔۔۔ ایکچولی تمہاری تھوڑی تھوڑی میرا مطلب بالکل تھوڑی سی شکل میری بھابھی سے ملتی ہے! تو بس یونہی پوچھ لیا یا شاید یہ میرا وہم بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ اسے پریشان ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ اپنی بیوقوف سی ذی کی چھوٹی سی ناک اپنے لبوں میں دباتا اس پہ اپنا خدشہ ظاہر کر رہا تھا۔۔

اووو۔۔۔ ذائشہ نے جواباً گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، اس نے ارزم شاہ کی بھابھی والی بات پہ اس وقت اتنا نوٹس نہیں کیا تھا وہ صرف اپنی جان بخشی پہ صد شکر کر تھی۔۔

ہمم! اور حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں کی ولدیت بھی سیم ہے! خیر چھوڑو میں بھی کیا بولے جا رہا ہوں! تم بتاؤ ہوسٹل جاؤ گی یا آج کی رات میری پناہوں میں گزارو گی؟۔۔۔ ارزم شاہ اچانک سے گھمبیر آواز میں بولتا شوخ نظروں

سے ذائشہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ ذائشہ جو اسکے پہلے جملے پہ ایک دفعہ پھر سے حیران ہوئی تھی، اسکے بے باک جملے پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

آج ایک رات کے لئے ایک دوسرے کے حصار میں ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ کے سوتے ہیں! پھر پتا نہیں اتنی حسین رات کب نصیب ہو! تمہیں دیکھنے اور چھوٹی موٹی گستاخیوں کے علاوہ کچھ نہیں کروں گا پکا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے فرمائشی انداز میں بولتے ہوئے ذائشہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا، زائشہ اسکی بے باک بات کا جواب کیا دیتی؟ الٹا شرماتی ہوئی اسی کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔(!

ارزم شاہ اس وقت کاظم شاہ کے فارم ہاؤس کے اسی کمرے میں موجود اپنی اور ذائشہ کے نکاح کے فوراً بعد کی ملاقات یاد کرتا اپنے دائیں دودھیا سفید ہاتھ کی ہتھیلی سیگریٹ سے داغدار کر رہا تھا۔۔ شہد رنگ آنکھوں میں غصے کی لالی کے ساتھ ساتھ ہر چیز فنا کر دینے کا جنون واضح تھا۔۔ وہ کافی وقت سے خود پہ ترس کھائے بغیر اپنی ہتھیلی داغدار کر رہا تھا، جب جلن برداشت سے باہر ہوئی تو ہاتھ کی جان خلاصی کرتے ہوئے نیا سیگریٹ لائٹر سے جلا کے اپنے لبوں میں دبا لیا۔۔ سیگریٹ لبوں میں دباتے ہی ہر وہ پل یاد آیا تھا جب وہ اسے سیگریٹ پینے کے دوران نظر بھر کے دیکھا کرتی تھی۔۔ ارزم شاہ سیگرٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا اب اپنے داغدار جلے ہوئے ہاتھ کو زور زور سے سائیڈ ٹیبل پہ مارتا اپنے دل میں جلتی آگ کو بجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

ازمیر میرا بچہ !!۔۔۔۔ ازمیر کو زور زور سے روتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اسے بھوکھلاہٹ بھری آواز میں اسے پکارا تھا جو کاظم شاہ کو بیڈ پہ بیٹھتے دیکھ کے چیخ چیخ کے رو رہا تھا۔۔

جایئے میرے کمرے سے! میرا بیٹا آپ کو دیکھ کے ڈر چکا ہے! اور خبردار جو آپ نے آج کے بعد میرے بیٹے کو ذرا سا بھی ڈانٹا! میں بالکل برداشت نہیں کروں گی کسی ایرے غیرے کا اپنے بیٹے پہ یوں چلانا۔۔ ایزل شاہ اپنی نظریں اٹھا کے کاظم شاہ کو اپنی سرخی چھائی نیلی آنکھوں سے دیکھتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔ اسکے الفاظوں پہ تضاد اسے یوں اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرتے دیکھ کے کاظم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ وہ اسے "ایرے غیرے" کا نام دیتی "ازمیر کاظم شاہ" سے دور رہنے کی ہدایت دے رہی تھی؟؟ ازمیر شاہ جو کب سے رو رہا تھا،

ایزل شاہ کو کاظم کی کلاس لگاتے دیکھ کے وہ ایک دم سے خاموش ہوتا اب باری باری ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ازمیر شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکیں آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ چکی تھیں، کھری مغرور ناک تھوڑا سا رونے سے ہی لال سرخ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے گلابی چھوٹے چھوٹے لبوں کو مڑورتا اب اپنی گولڈن آنکھوں میں معصومیت لئے ماں کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت بالکل شیرنی کا روپ دھارے ہوئے تھی۔

مجھے اجنبی بنانے سے پہلے تمہیں اپنے اور اپنے بیٹے کے نام سے جڑا میرا نام ضرور یاد کر لینا چاہیئے تھا مسز کاظم شاہ !!

Behave yourself

میں تمہاری ذرا سی بدتمیزی مزید برداشت نہیں کروں گا! ہمارے درمیان جو بھی مسئلے مسائل ہیں وہ ہم اکیلے میں حل کریں گے۔۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم اپنے بیٹے کے سامنے یوں ٹیپکل ہزبینڈ وائف کی طرح ریکٹ کرتے لڑائی جھگڑے کریں جس سے وہ بدتمیز ہو جائے! اب اگر مجھے تمہاری آواز ذرا سی بھی اونچی محسوس ہوئی تو مجھے ازمیر کے سامنے تمہیں کس کرنے میں کوئی برا ابلم نہیں ہو گی کیونکہ اس سے ازمیر بدتمیز تو نہیں لیکن ہاں رومانٹک ضرور بن سکتا ہے! اور مجھے اپنے چھوٹے سے بیٹے میں رومانس کے جراثیم تو منظور ہیں لیکن بدتمیزی کے نہیں!!۔۔۔ کاظم شاہ اپنے غصے پہ ضبط کرتا اسکے کان کے پاس جھک کے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ حق جتاتا انداز۔۔۔ اسکے حق جتاتے انداز پہ ایزل شاہ نے اسے استہزایا انداز میں دیکھتے ہوئے بنا کچھ بولے اپنی نظریں ازمیر شاہ پہ ڈالی تھی جو اپنے منہ میں اپنا چھوٹا سا ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ٹکر ٹکر انہیں دیکھ رہا تھا۔۔

ازمیر! چلو میرا بچہ ہم باہر چلتے ہیں!۔۔۔ ایزل شاہ اب کاظم شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کرتی اپنے بیٹے سے مخاطب تھی۔ اسکی بات سنتے ہوئے کاظم شاہ کو اس۔ پہ پہلے سے زیادہ غصہ آیا تھا جو اپنی حالت کی پروا کئے بغیر بیڈ سے اٹھ کے باہر جانے کا سوچ رہی تھی، ازمیر اپنی ماں کی بات سے بالکل متفق نظر آتا کھکھلا رہا تھا۔۔

ہائے اللہ!! ماما کی جان!!۔۔۔ ازمیر کے یوں کھکھلانے پہ ایزل شاہ اسکی ٹھوری پہ اپنے لب رکھتی اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں بولی تھی جس پہ ازمیر نے اسے مزید کھکھلا کے دیکھایا تھا۔۔ ایزل شاہ کے منہ سے اتنے کیوٹ انداز میں "ہائے اللہ" سنتے ہوئے کاظم شاہ کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں البتہ ان دونوں ماں بیٹے کے لاڈ پیار پہ کی بھر کے

جل بھن رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کو یوں ازمیر کی ٹھوری پہ لب رکھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے پہلو بدلتے ہوئے اپنی گھنی گولڈن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔

ماما کے پارے (پیارے) بے بی کو باہر جانا ہے؟ ام (ہم) ابھی چلے جاتے ہیں!۔۔۔ ایزل شاہ اپنے خوبصورت سے بیٹے کے یوں کھکھلانے پہ اسکا چھوٹا سا ہاتھ چومتی اس سے بچوں والے ایسنٹ میں مزید باتیں کرتی اسی میں مگن ہو چکی تھی ۔اسے خود سے فراموش ہو کے ازمیر کے ساتھ یوں بچوں کی طرح باتیں کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔ وہ ابھی اس کے سامنے کس طرح سے غراتی ہوئی اسے اجنبی ٹھہرا رہی تھی لیکن اپنے بیٹے کے سامنے وہ بالکل ویسی اووزی شاہ بن چکی تھی جیسی وہ ہوا کرتی تھی، وہ اپنے بیٹے کے ساتھ بالکل ایسی ایسنٹ میں باتیں کر رہی تھی جیسے پرانی چلبلی سی اووزی شاہ کیا کرتی تھی! لیکن ہاں اس کی مسکراہٹ، اسکی ہنسی بہت بدل چکی تھی، وہ اب زبردستی مسکراتی تھی۔۔ کاظم شاہ اپنی گہری نظروں سے ایزل شاہ کے ایک ایک تاثر کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایزل شاہ ابھی ازمیر سے باتیں کرتی تھوڑا سا موو کرتے ہوئے شاید بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکی کہنی کو اپنی نرم گرفت میں لیتے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔ ایزل شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب اسکے پیچھے بڑے بڑے تکیے رکھتا اسے ٹیک لگانے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔

مجھے ازمیر کو لے کے باہر جانا ہے! چھوڑیں مجھے۔۔۔ ایزل شاہ اسکا ہاتھ اپنی کہنی سے ہٹاتی ایک دفعہ پھر سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی سپاٹ انداز میں بولی تھی، لہجہ پہلے سے مدھم تھا، جو شاید کاظم شاہ کی کس کرنے والی دھمکی کا کچھ اثر تھا۔۔

تمہیں ابھی بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے۔۔ ازمیر کو میں باہر لے جاؤں گا (پھینک آوں گا کہیں اس سالے کو)۔۔۔۔ کاظم شاہ دانت کچکچاتے ہوئے اس کے ہاتھ ازمیر کو پکڑنا چاہ رہا تھا لیکن ایزل شاہ جلدی سے ازمیر کو اپنے سینے میں بھینچ گئی۔۔

مجھے بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے یا نہیں یہ میرا مسئلہ ہے! آپ پلیز مجھے اور میرے بیٹے کو ڈسٹرب نہیں کریں!۔۔ ایزل شاہ پہلے سے بھی زیادہ سنجیدگی سے بولی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اسکی یہ سنجیدگی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔۔ اسے بالکل ویسی ہی اووزی شاہ چاہیئے تھی جیسی وہ ہوا کرتی تھی لیکن ایزل شاہ کو ویسا نہیں بننا تھا۔۔

جب تم میری ہو تو تمہارا ہر مسئلہ بھی میرا ہے اور تمہارا بیٹا بھی میرا (ہمارا) ہے!! اسی لئے چپ چاپ یہاں ٹیک لگا کے بیٹھی رہو!۔۔۔ کاظم شاہ حکمیہ لہجے میں بولتا اس کی پھر سے پیچھے تکیے کے ساتھ ٹیک لگوا رہا تھا۔ ایزل شاہ نے اس کے اتنے کیئر نگ انداز پہ اسے تحیر سے دیکھا تھا۔۔ اسکی باتوں پہ وہ جلتے توے پہ بیٹھی تھی۔۔ وہ یوں نو ماہ بعد آ کے اتنی آسانی سے اس پہ اور اس کے بیٹے پہ اپنا حق کیسے جتا سکتا تھا؟؟

ازمیر صرف میرا بیٹا ہے!! میں اس پہ کسی کا بھی حق برداشت نہیں کروں گی! دور ہٹیں مجھے ازمیر کو باہر لے کے جانا ہے!۔۔۔ ایزل شاہ اپنے کندھوں پہ دھرے اسکے ہاتھ جھٹکتی ہوئی مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔ آواز مدھم تھی۔۔ اسے بارہا اپنی ہر بات کی نفی کرتے دیکھ کے کاظم شاہ کا میٹر شارٹ ہوا تھا۔۔ وہ اس سے سیدھے منہ بات کرنے کی بجائے ہر بات میں اپنی دباتی جا رہی تھی۔۔

تم مجھے یہاں سے ہل کے دیکھاؤ پھر دیکھو میں تمہارا اور اس چوزے (ازمیر) کا کیا حشر کرتا ہوں!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے وارننگ دینے والے انداز میں غصے سے غراتا ہوا اسکی گود سے ازمیر کو تھام چکا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکی باتوں پہ تضاد اپنی خالی بانہوں کو تحیر سے دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے بیٹے کو اپنے ایک بازو میں لاپرواہی سے (ایزل شاہ کے مطابق) اٹھائے ہوئے تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسکی آنکھوں کی تحیر کو نظر انداز کرتے ایزل شاہ کو احتیاط سے پیچھے تکیوں کے ساتھ ٹیک لگوائی تھی۔ ازمیر نے کاظم شاہ کی گود میں آتے ہی اسے غصے سے گھورا تھا۔۔ وہ جو اس کے بیڈ پہ بیٹھنے سے رو رہا تھا، اسکی گود میں آتے ہوئے وہ بالکل نہیں رویا تھا یا شاید باپ کی گود میں آ کے اسکا لمس محسوس کرتے ہوئے وہ رو ہی نہیں پایا تھا۔۔

مجھے میرا بچہ دیں!!! آپ مجھ سے یوں میرا بچہ نہیں چھین سکتے!! ۔۔ ایزل شاہ اپنی خالی گود کی طرف دیکھتی ایک دم سے آنسو بہاتے ہوئے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔۔ اسکے یوں چلانے پہ کاظم شاہ نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا تھا جو کب سے مضبوط بنی ہوئی تھی لیکن بیٹے کو اسکی بانہوں میں دیکھتے ہی رونا شروع ہو چکی تھی۔۔ ماں کو روتے دیکھ کے ازمیر شاہ نے بھی گلا پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اب منہ کھولتے ہوئے اپنے چوزے کی طرف دیکھا تھا جو بلا فضول میں رونا ڈال رہا تھا۔ کاظم شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ان دونوں ماں بیٹے کا باجا کیسے بند کروائے۔۔

ا۔۔اووزی!!!۔۔۔۔۔۔۔اسے یوں روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے نزدیک ہوتے ہوئے اسے نرمی سے پکارا تھاوہ آج کتنے مہینوں بعد اسے اس نام سے پکار رہا تھا،زبان خود بخود لڑکھڑائی تھی۔۔ایزل شاہ جو بلند آواز میں روتی جارہی تھی اسکے منہ سے خود کے لئے "اووزی" سنتے ہوئے وہ رونا بھولتی ساکت ہوئی تھی۔۔کتنا ترسی تھی وہ اسکے منہ سے یہ نام سننے کو!! وہ اس ظالم کے سامنے ہمیشہ خود کو "اسکی اووزی" بولتی رہتی تھی لیکن اس نے اپنے لبوں پہ لگا یا قفل نہیں توڑا تھاوہ ہمیشہ بے حس بنتا اسے ایزل ہی پکارتا تھا۔۔تو پھر آج ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اسے اس پرانے نام سے پکار رہا تھا جبکہ ایزل شاہ تو پرانی رہی ہی نہیں تھی۔۔ایزل شاہ نے اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے چونکتے ہوئے سوچا تھا۔۔ازمیر اب ماں کو خاموش دیکھ کے خود بھی رونا بند کر چکا تھا،اب اسکی نگاہوں کا مرکز اپنا باپ تھا جس کا جائزہ وہ اپنے منہ میں دو انگلیاں ڈال کے فرصت سے لے رہا تھا۔۔

خبردار! خبردار جو آپ نے مجھے اس نام سے پکارا! مجھے میرا بچہ دیں!! ۔۔ایزل شاہ تکیے سے ٹیک چھوڑتی اپنی چھوٹی سی انگلی کو اٹھا کے کاظم شاہ کی طرف کرتی دبی دبی آواز میں غرایا تھی۔۔آواز پھر سے اونچی ہو چکی تھی جس پہ کاظم شاہ نے ازمیر کو اپنے سینے میں چھپاتے ہوئے ایزل شاہ کے سر کے پیچھے ہاتھ دھرتے ایک جھٹکے میں اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا تھا۔۔وہ اپنے کہے کے مطابق اسکی اونچی ہوتی آواز پہ اسے کس کر چکا تھا۔۔ازمیر کا چہرہ وہ اپنے سینے میں چھپا چکا تھا یوں کہ ازمیر اب چاہ کے بھی ان دونوں کی طرف دیکھ نہیں پا رہا تھا۔۔کاظم شاہ کی اس بے باک جسارت پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ ازمیر کے سامنے اسکی یہ حرکت ایکسپٹ نہیں کر رہی تھی۔کاظم شاہ اسکی حیرانگی کی پروا کئے بغیر اسکے ہونٹوں سے لپٹا ان پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ رہا تھا۔ایزل شاہ نے اسکے کندھوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا زور ڈالتے اسے خود سے دور دھکیلنے کی ناکام کوشش کی تھی جس پہ کاظم شاہ اب باقاعدہ اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ پھنساتا اسکی ہر آتی جاتی سانس پی رہا تھا۔۔اس حالت میں اسکی اتنی شدت کو سہتے ہوئے ایزل شاہ کی آنکھوں سے گرم سیال بہتا ہوا اسکے عارضوں کا حصہ بنا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اس میں اپنی سانسیں انڈھیلتے اسکی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ایزل شاہ نے غصے سے ایک دفعہ پھر سے مزاحمت کرتے اسکے کندھے کو اپنی پوری طاقت سے ہلانے کی کوشش کی تھی جس پہ کاظم شاہ جو نرم بنتا

اسے اپنی سانسیں بخش رہا تھا۔۔ایک بار پھر سے اسکی مزاحمت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکے بالائی لب کو اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے ایک گہرہ زخم چھوڑتے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

جب جب میری قربت میں مزاحمت کرو گی! تب تب یونہی پیار بھری سزا پاؤ گی!۔۔۔کاظم شاہ اسکے سرخی چھلکتے بالائی لب پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیرتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔ایزل شاہ کو اپنے بالائی لب پہ بے حد جلن محسوس ہو رہی تھی جہاں پہ اس نے سب سے زیادہ شدت ڈھائی تھی۔۔وہ اسکے لبوں پہ ڈھائے گئے اس ظلم کو پیار کا نام دے رہا تھا؟۔۔ایزل شاہ نے بھرائی دل سے سوچتے ہوئے اسے بنا کوئی جواب دیئے اسکے ہاتھ سے اپنا بیٹا پکڑنا چاہا تھا جب کاظم شاہ نے جلدی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

شش!! سو چکا ہے وہ! میں اسے باہر پھینک کے آئی مین مام کو دے کے آتا ہوں! !۔۔۔کاظم شاہ اپنے سینے سے لگ کے سوئے ازمیر شاہ کو ایک نظر دیکھ کے دوسری نظر ایزل شاہ پہ ڈالتا مدھم آواز میں بولا تھا تاکہ اس کے بیٹے کی نیند نہ خراب ہو جائے۔۔کٹی تو نا جانے آج کون سی نیند کی دوائیں لے کے سو رہی تھی جس کی اتنے شور میں ایک دفعہ بھی آنکھ نہیں کھلی تھی۔

میرا بیٹا کہیں نہیں جائے گا!! مجھے اس کے بغیر نیند نہیں آتی! مجھے میرا بیٹا واپس کریں!!۔۔۔ایزل شاہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے دبے دبے غصے سے بولی تھی۔۔لہجے میں بیٹے کو پکڑنے کی تڑپ تھی۔۔وہ اپنے بیٹے کو لے کے بے حد حساس ہو چکی تھی۔۔

میں تمہیں سلا لوں گا جیری! ڈونٹ وری!۔۔۔کاظم شاہ ہنوز اپنی بات پہ قائم بیڈ سے اٹھنے ہی والا تھا جب ایزل شاہ نے جلدی سے اسکا بازو تھاما تھا، اسکے یوں تھامنے پہ کاظم شاہ کی دھڑکنیں بڑھی تھیں۔۔کاظم شاہ نے فوراً سے چہرہ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔کاظم شاہ کی نظریں بھٹکتی ہوئی اپنے بازو کی طرف آئی تھیں جسے وہ مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھی بالکل اسی طرح جس طرح سے وہ نو ماہ پہلے اسے آسٹریلیا جانے سے روکنے کے لئے جکڑے ہوئے تھی۔۔اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے ایزل شاہ نے جلدی سے اسکے بازو سے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا۔۔

مجھے میرا بیٹا دیں!!۔۔۔وہ اس پر سے نگاہیں ہٹا کے اب اپنے سوئے ہوئے بیٹے کی طرف دیکھتی مدھم آواز میں لیکن مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔

پہلے چالیس دن پورے کر لو! پھر ایک اور بیٹا کر لیں گے !(تاکہ دونوں بیٹے لڑ لڑ کے ایک دوسرے کا سر پھاڑ کے ہلاس۔۔)۔۔۔کاظم شاہ اچانک سے اسکی طرف جھک کے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ اپنی انگلیاں سہلاتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے دلفریب انداز میں بولا تھا۔۔کاظم شاہ کی بے باک جسارت پہ ایزل شاہ کا چہرہ غصے اور شرم سے سرخ ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نے جلدی سے اسکا ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے ہٹایا تھا جس پہ کاظم شاہ اپنی من مرضی سے اسے کچھ سختی اور بے باکی سے چھوتا ازمیر کو احتیاط سے سنبھالتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے اتنے ریلیکس انداز پہ ابھی مزید چیخنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے ایک دفعہ پھر سے مڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

جتنا شور ڈالو گی! اتنا ہی تمہاری سانسوں کا دشمن بنوں گا کیونکہ تمہارے شور ڈالنے سے میرا سویا ہوا دشمن (ازمیر شاہ) جاگ جائے گا جس پہ میں تمہیں بدلے میں پوری رات جگاتا تمہاری سانسوں کا دشمن بنوں گا!!اور تم کاظم شاہ کے بدلا لینے کا سٹائل شاید نہیں یقیناً بخوبی جانتی ہو سویٹ ہارٹ!!۔۔اور ہاں ایک اور بات! اگر تم نے بیڈ سے ایک قدم بھی نیچے اتارا تو پوری ہویلی والوں کو اپنے کمرے میں اکھٹا کر کے ان کے سامنے رومانس شروع کر ڈالوں گا!۔۔ کاظم شاہ جو کندھے آچکا کے اپنے ازلی اٹیٹوڈ سے بولتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب اسکے نیچے اترنے کے خیال پہ وہ اسے وارن کرتا اسکی مزید ایک بھی سنے بغیر کمرے سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ایزل شاہ جو اسکی معنی خیز باتوں پہ لال بھبھوکا بن چکی تھی، اسے یوں اپنے بیٹے سمیت باہر جاتے دیکھ کے وہ روتے ہوئے چیخی تھی۔۔ایزل شاہ نے غصے سے روتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا گلاس زمین پہ پھینکا تھا لیکن پھر اپنی اتنی خطرناک حرکت پہ وہ خود ہی ڈر کے چیخ مارتی کمرے کے دروازے کو گھور رہی تھی جہاں سے کاظم شاہ اسکے بیٹے کو لے کے غائب ہوا تھا۔۔

پلیز مرحا ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ میں نے تم سے کیا گیا وعدہ جان بوجھ کے نہیں توڑا تھا! ایک دفعہ ٹھنڈے دماغ سے میری بات سنو!۔۔۔زوریز شاہ اسکے روئی سے گالوں پہ اپنے ہاتھ رکھتا بے بسی سے بولتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔۔وہ ابھی کل ہی خضدار سے ایک ساتھ واپس آئے تھے۔ہویلی میں اکے بھی مرحا شاہ کا زوریز شاہ کے ساتھ وہی رویہ تھا، وہ

اسے منہ بھی نہیں لگا رہی تھی جس پہ زوریز شاہ اپنی انا کو ایک سائیڈ پہ رکھتا ہوا خود ہی اسے منانے کی غرض سے اس کے کمرے میں آیا تھا۔۔وہ کب سے اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مرحا شاہ کی ایک ہی رٹ تھی کہ وہ آرمی چھوڑ دے۔۔وہ اسکی کسی بھی کہانی کو سننے کو تیار نہیں تھی۔۔

زوریز شاہ نے میرال شاہ سے سختی سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ہویلی میں اس کے آرمی کے عہدے سے ریلیٹڈ کوئی بات نہیں کرے گی! جس پہ پہلے تو میرال شاہ نے بھرم دیکھائے تھے لیکن پھر زوریز شاہ کے خراب ہوتے موڈ پہ وہ نیم راضی ہو ہی چکی تھی۔۔ویسے بھی زوریز شاہ نے اسے بتایا تھا کہ کاظم شاہ، احان شاہی اور ارزم شاہ اسکے آرمی میں برتی ہونے کے متعلق ہر بات جانتے ہیں جس پہ میرال شاہ کچھ مطمئن ہوئی تھی۔۔میرال شاہ نے اسے صاف بتایا تھا جس دن اس نے اسکی کوئی بھی بات ٹالی یا اسکی بہن پہ غصہ کیا تو وہ پوری ہویلی میں کیا پورے اسلامباد کو چیخ چیخ کہ بتائے گی کہ زوریز شاہ ایک خفیہ میجر ہے! جس پہ زوریز شاہ نے اپنا سر پکڑتے ہوئے ضبط سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

جان بوجھ کے توڑا تھا یا انجانے میں توڑا تھا زوریز شاہ! مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے! مجھے صرف تم سے اور تمہاری جان سے غرض ہے! آج تمہارے کندھے پہ گولی لگی ہے کل کو خدانخواستہ سینے پہ۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر پائی تھی حلق میں آنسوؤں کا گلا سا اٹکا تھا۔۔وہ روتی ہوئی اسکے سینے پہ مکے جھڑتی اس سے دور ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی جو اسکی کمر ہے گرد اپنا ہاتھ کسی سانپ کی طرح لپیٹے ہوئے تھا۔۔مرحا شاہ نے ابھی کچھ دن پہلے ہی اسے باور کروایا تھا کہ وہ اس سے کبھی بات نہیں کرے گی لیکن زوریز شاہ کے سامنے آخر اسکی جب تک چل سکتی تھی؟ وہ اپنی بے باک باتوں اور حرکتوں سے اسکی زبان کھلوانے کا فن رکھتا تھا۔۔

سینے پہ لگے گی تو اچھی بات نہیں ہے تمہارا شوہر خدا کی راہ میں شہید ہو گا!!زوریز شاہ اسے اپنے سینے میں بھینچتا گھمبیر آواز میں اسے سمجھانے کے انداز میں بولتا اسکے آنسو نرمی سے چن رہا تھا۔مرحا شاہ نے اسکی بات پہ دہل کے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا، جو ہمیشہ مرنے کی بات اتنی ہی آسانی سے کر جایا کرتا تھا۔۔مرحا شاہ نے اپنی پوری قوت سے اس کے چٹانی سینے پہ اپنی کہنیوں کا دباؤ ڈالتے اس سے دور ہٹنے کی مزید ایک ناکام کوشش کی تھی جس پہ زوریز شاہ نے اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتے اسکے سنہری بالوں میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔۔

شہید سے بہتر اعزاز بھلا کیا ہو سکتا ہے؟ جانتی ہو شہادت ایک ایسا اعزاز ہے جو صرف وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو۔۔ زوریز شاہ اسکے کان کی لوں کو دانتوں تلے دباتا نرمی سے اسے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔ زوریز شاہ کے لہجے کے ساتھ ساتھ اسکے الفاظ بھی مضبوط تھا۔ اسکی باتوں اور لہجے سے یہی ثابت ہوتا تھا وہ کبھی بھی آرمی چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔۔

جانتے ہو کتنی ہی شہدوں کی بیوہ سے ملی ہوں میں! آدھی پاگل ہو جاتی ہیں تو آدھی نیم پاگل! کوئی شوہر کی جدائی میں مر جاتی ہے تو کوئی کومہ میں چلی جاتی ہے! تم کیا چاہتے ہو تمہاری شاہزادی بھی ان تکلیفوں سے گزرتی ہوئی تمہیں پل پل یاد کرے؟ یونہی تڑپتی ہوئی اس دنیا فانی سے کوچ کر جائے؟۔۔ مرحاشاہ اسکے حصار میں سسکتی ہوئی اپنی تمام پیشنٹس کو یاد کرتے ہوئے کسی ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی۔۔ اس کا آج تک بہت سی ایسی پیشنٹس سے واسطہ پڑا تھا جن کے شوہر آرمی کے کسی مشن پہ اپنی جان سے ہاتھ دھوتے اللہ کی راہ میں قربان ہو جاتے تھے۔۔

میں چاہتا ہوں میری شاہزادی کچھ الگ کرتی ہوئی صبر سے کام لے! میرے نیک درجات کی دعائیں مانگے!۔۔۔ زوریز شاہ اسکا ماتھا نرمی سے چومتا اسے ہنوز نرمی سے سمجھا رہا تھا۔۔ اسکے یوں اتنے ریلیکس انداز میں جواب دینے پہ مرحاشاہ نے اپنی سنہری آنکھوں میں بے شمار آنسو لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

جانتے ہو صبر کا گھونٹ دوسروں کو پلانا بہت آسان ہے، خود پیتے ہوئے پتا چلتا ہے کہ ایک ایک قطرہ پینا کتنا بھاری پڑتا ہے!۔۔۔ مرحاشاہ رندھی ہوئی آواز میں بولتی اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔ اسکے جواب پہ زوریز شاہ لاجواب ہوا تھا۔ مرحاشاہ کی حالت پہ اسے اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جتنا اس پورے ہفتے میں روئی تھی شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی روئی ہو۔۔ مرحاشاہ کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ، سوجھی ہوئی تھیں۔۔

مزہ تو تب آئے ناجب ریز شاہ کو شہید دیکھنے سے پہلے مرحا زوریز شاہ کی جان جائے اور صبر ریز شاہ کے حصے میں آئے! پھر میں تمہارے خوابوں میں آ کے تم سے تمہارا حال دریافت کروں! تم مجھے چھونے لگو لیکن میں غائب ہو جایا کروں!!۔۔۔ زوریز شاہ کو خاموش دیکھ کے وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رو دی! اسے شہید تصور کرنا کتنا مشکل تھا کوئی مرحاشاہ سے پوچھتا جس کی سید زوریز شاہ میں جان بستی

تھی۔۔زوریز شاہ جو ابھی تک اسکے پچھلے الفاظوں میں کھویا ہوا تھا اسکے مزید درد بھرے جملے سنتے ہوئے اس نے اپنی ہری آنکھوں کو پھیلائے مرحا شاہ کی طرف دیکھا تھا۔وہ آخر کیوں اتنی ظالم باتیں کرتی اسکا دل دھڑکا رہی تھی؟

پلیز سٹاپ اٹ مرحا!!۔۔۔زوریز شاہ بے بسی اور غصے کے ملے جلے تاثرات میں صرف اتنا ہی بول سکا! اس کے پاس مرحا کو دینے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا۔۔وہ اسے ہر طرح سے سمجھا کے دیکھ چکا تھا لیکن وہ سمجھنے کو تیار نہیں تھی۔

Why the hell I should stop?

مرحا شاہ روتے ہوئے چیخی۔۔ تیکھی ناک رونے کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھی۔۔سنہری آنکھیں بے حد اداس تھیں۔۔گال سرخ جبکہ ہونٹ خشک تھے۔۔وہ اس وقت ایک سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔

مرحا میری جان پلیز رونا بند کرو!! تم تو زوریز شاہ کی سٹرانگ (مضبوط) بیوی ہو نا؟۔۔۔اسے مسلسل روتے دیکھ کے زوریز شاہ اپنے لبوں سے بگ حد شدت سے اسکے آنسو چنتا اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا۔۔

نہیں ہوں میں سٹرانگ! تمہارے معاملے میں مرحا شاہ بہت کمزور ہے ریز شاہ! تمہیں خدا کا واسطہ ہے آرمی چھوڑ دو۔۔۔صرف میری ایک یہ بات مان لو قسم خدا کی تم پہ اپنا آپ وار دوں گی!!۔۔۔مرحا شاہ بچوں کی طرح بلند آواز میں روتی اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتی شدت پسندی سے بولی تھی۔۔وہ دنیا کی واحد لڑکی تھی جو اپنی باتوں سے زوریز شاہ کو بے بس کرنا جانتا تھی لیکن آج زوریز شاہ کو بے بس نہیں ہونا تھا اور وہ نہیں ہوا تھا۔۔

اسے یوں جنونی انداز میں دھاڑتے دیکھ کے زوریز شاہ کی نظروں کا مرکز اسکے گلابی بھرے بھرے خشک ہونے بنے تھے۔۔زوریز شاہ اگلے ہی پل اس کے لبوں پہ جھکتا ہوا انہیں اپنی شدت سے قندھاری اسکی کمر نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔۔اسے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پہ جھکتے دیکھ کے مرحا شاہ نے کرب سے اپنی آنکھیں میچ کے زوریز شاہ کو اپنی پوری قوت سے خود سے دور جھٹکنے کی تگ و دو کی تھی لیکن زوریز شاہ کی گرفت مضبوط تھی وہ اس جیسے باڈی بلڈر انسان کو ہلا بھی نہیں پائی تھی، اسکی دور جھٹکنے کی اس کوشش نے زوریز شاہ کو تپایا تھا جس پہ وہ پہلے سے کئی زیادہ شدت سے اسکے لبوں کا جام پیتا اسے غصے سے گھور رہا تھا۔۔وہ جانتی تھی اسے اسکے دور جھٹکنے پہ ہمیشہ سے غصہ آتا ہے لیکن وہ ہر بات جانتے بوجھتے بھی اپنی من مرضی کر جایا کرتی تھی۔۔زوریز شاہ اس کے ہونٹوں کو اچھی طرح سے سرخ قندھاری کرتا اپنی من مرضی سے پیچھے ہوا تھا۔۔اسکے بھیگے لبوں پہ اپنی شدت کا گہرا سرخ

رنگ دیکھتے زوریز شاہ نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے انہیں نرمی سے اپنے انگوٹھے سے چھوا تھا۔ مرحا شاہ نے اب کی بار اس کے ہاتھ کو جھٹکنے کی جرآت نہیں کی تھی۔۔

آج سے چھ سال پہلے تم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا زیز شاہ! کیا تم وہ سوال جانتے ہو؟۔۔۔ مرحا شاہ نے اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتے ہوئے زوریز شاہ کی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑتے اس سے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔ اسکے سوال پہ زوریز شاہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہمم!! اوکے آئی تھنک تم وہ سوال بھول چکے ہو! لیکن اٹس اوکے مین تمہیں یاد کروا دیتی ہوں! تم نے مجھے بے بس کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا تھا" کیریئر یا زوریز شاہ"۔۔۔ یاد آیا کچھ؟۔۔۔ مرحا شاہ نے آئیبرو آچکا کے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتے اپنے ایک جملے سے زوریز شاہ کو بہت کچھ یاد کروایا تھا۔۔ زوریز شاہ جیسا سمجھدار انسان لمحے کے گیارھویں حصے میں اسکے سوال کے پیچھے کے مقصد تک پہنچ چکا تھا۔۔

ہاں! جس پہ تم نے اپنے کیریئر کو چنا تھا؟۔۔۔ یس ڈاکٹر مرحا شاہ! مجھے سب یاد ہے!۔۔ زوریز شاہ بھی جواباً اپنے ایک ہی جملے سے اسے آگ لگاتا اسکے نچلے لب کو ہنوز اپنے انگوٹھے سے سہلا رہا تھا۔۔

تم جانتے ہو میں نے صرف اپنا ہی نہیں بلکہ تمہارا کیریئر بھی چنا تھا! وہ الگ بات ہے تم نے اپنا کیریئر بناتے ہو مجھے بہت اچھے سے اندھیرے میں رکھا تھا! میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی زوریز شاہ تم سے محبت کرنا اور جانتے ہو اس سے بھی بڑی غلطی تھی ہمارے کیریئر کے بارے یہ میں سوچنا! شاید میں چھ سال پہلے تمہارا اور اپنا کیریئر چوز نہ کرتی تو ہمیں کبھی اتنا ہجر نہ کاٹنا پڑتا۔۔ لوگ کہتے ہیں محبت ایک خوبصورت احساس ہے میں کہتی ہوں محبت ایک جرم ہے۔۔ محبت ایک انجانے میں کی جانے والی غلطی ہے۔۔ محبت ایک روگ ہے۔۔ محبت ایک سزا ہے۔۔۔ مرحا شاہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی اداسی سے مسکراتے ہوئے گہری سانس بھرتے ہوئے بولی تھی۔۔ وہ اب آنسو بہانے کی بجائے بار بار اپنی پلکوں کو جھپکتی ان آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیل رہی تھی۔۔ اسکے الفاظوں سے محبت کی توہین سنتے ہوئے زوریز شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ وہ اس سے محبت کرنے کو ایک غلطی کا نام دے رہی تھی؟ زوریز شاہ کا بس نہیں تھا وہ اسکے ان لبوں کو اپنے دانتوں تلے کچل دے جو ہمیشہ اتنے ظالم الفاظ ادا کرتے اسے تکلیف دیتے تھے۔۔

"سنو مجھ سے نہیں ہوتا

دلیلیں دوں مثالیں دوں

میری آنکھوں میں لکھا ہے

مجھے تم سے محبت ہے"

زوریز شاہ ایک دم سے اسکے قریب تر ہوتا اپنی ہری آنکھوں کو اسکی سنہری آنکھوں میں گاڑتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ وہ ابھی تک انڈر سے الگ رہا تھا۔۔

"نبھانہ جس کو کہتے ہیں وہ کچھ ہی لوگوں کو آتا ہے

آسان ہے کہنا "مجھے تم سے محبت ہے"

مرحا شاہ نے بھی اسی کی طرح اپنے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے اسے جواب دیا تھا۔

"مجھے تم سے محبت ہے حد انتہا تک

مجھے بیان کرنا نہیں آتا سمجھنا تیرے بس کی بات نہیں"

زوریز شاہ اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے کچلتا پہلے سے زیادہ شدت پسندی سے بولا۔۔

"محبت یہ نہیں

کہ تم تڑپو اور اسے خبر نہ ہو

محبت یہ ہے کہ تمہارا دل تڑپے

تو اسکے دل پہ قیامت گزرے"

مرحا شاہ رندھی ہوئی آواز میں بولتی اب اس پر سے اپنی نگاہیں پھیر چکی تھی۔۔ اسکے الفاظوں پہ زوریز شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس کے دل پہ قیامت گزرتی ہے جب جب وہ اسے میجر شاہ کے روپ میں سوچتی ہے لیکن وہ بے بس تھا۔۔

تمہیں کس طرح سے بتاؤں شاہزادی! کہ تمہارے ایک ایک آنسو پہ کیسی قیامت گزرتی ہے میرے دل پہ۔۔ تڑپنا چھوڑو نا! ۔۔ دو چار دن کی زندگی ہے پیار محبت سے گزار لیتے ہیں!!۔۔۔ زوریز شاہ اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ رکھ کے اسکی سنہری آنکھیں پیار سے چومتا التجائیہ انداز میں بولا تھا۔۔

میری زندگی کی کتاب میں۔۔۔۔۔ تیرے نام کی ہے دستاں
کسی بچھڑے پہ ملن کی خوشیاں۔۔۔۔ تو کہی پہ لکھا ہجر کا دکھ
کہی پہ لکھی تیری شوخیاں۔۔۔۔۔ کہی پہ میری بے تابیاں
تیرا مسکرانا وہ آنکھوں سے۔۔۔۔ میری دھڑکنیں بڑھا دیتا
کہی پہ لکھی میری حسرتیں۔۔۔۔۔ کہی یہ لکھی تیری مستیاں
کہی پہ تیری نوازشیں۔۔۔۔۔ کہی پہ تیری ستمگری
کیسے کہوں میرے ستمگر۔۔۔۔ اپنی زندگی کی داستاں
میرے لفظ ہے قلیل تر۔۔۔۔۔ میری چاہتیں ہے بے پناہ
)از قلم آیت ظفر۔۔۔۔۔« میری ایک پیاری سی ریڈر(

مرحاشاہ اس ستمگر کی آنکھ کے کمان کے تل پہ اپنی نگاہیں مرکوز کرتی ایک ایک لفظ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی۔ زوریز شاہ کے ساتھ گزارا گیا ایک ایک پل اسکی آنکھوں کے پردوں پہ لہرا رہا تھا۔۔ وہ اسے اپنی محبت اپنی چاہتوں کی داستاں سناتی اس سے دور ہو چکی تھی۔۔ زوریز شاہ جس کی زبان پہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شعر رہتا تھا مرحاشاہ کے الفاظوں کو سننے کے بعد وہ بنا کچھ بولے اسکی طرف دیکھے جا رہا تھا جس کی سنہری آنکھوں میں بے حد اداسی تھی

۔۔

مرحاتم۔۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ گہری سانس بھر کے کچھ بولنے ہی والا تھا جب مرحاشاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔ کافی باتیں ہو گئی ہیں ریز شاہ! اب میں اپنے سوال کی طرف آتی ہوں! میرا تم سے صرف ایک سوال ہے جس کا جواب اگر میرے حق میں ہوا تو اپنے کہے کے مطابق تم پہ اپنا آپ قربان کر دوں گی!۔۔۔ مرحاشاہ لمبے لمبے سانس

ہوا میں بھر کر اپنے امڈتے آنسوؤں کو ضبط کرتی سنجیدگی سے بولی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکا مدعا سمجھتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

آرمی یا مرحاشاہ؟۔۔۔۔۔۔مرحا نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں بنا کے ان کی لرزش پہ قابو پاتے دھڑکتے دل سے اسکے سامنے اپنا سوال رکھا تھا۔۔اسکے سوال پہ زوریز شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں سے ظلم ڈھاتے ہوئے مرحاشاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت ظالم بنی اپنے الفاظوں سے اسکا سینہ چھلنی کر رہی تھی۔۔اسکا اپنے لب پہ یوں ظلم ڈھانا مرحاشاہ کو قطعاً پسند نہیں آیا تھا اسی لئے وہ اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔۔

تم جانتی ہو میرے لئے یہ دونوں چیزیں میری سانسوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں مرحا زوریز شاہ!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے نزدیک آتا اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں ہاتھ لپیٹتے ہوئے بے حد ضبط سے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔

میجر شاہ کا عہدہ یا مرحاشاہ؟۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے اسکے جواب پہ غور کرنے کی بجائے پھر سے اپنا سوال کچھ الگ انداز مین دہرایا تھا۔۔چہرے پہ پہلے سے زیادہ سنجیدگی تھی۔۔۔

دونوں۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے سنہری بالوں میں اپنا چہرہ چھپاتے اسکی گردن میں گہری سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔۔

مجھے ایک جواب چاہئیے زوریز شاہ!! ۔۔ آرمی یا شاہزادی؟؟۔۔۔۔اسکے لب اپنی گردن پہ محسوس کرتی مرحاشاہ غصے سے اس سے الگ ہوتی اپنے سوال پہ اب پہلے سے زیادہ زور دے رہی تھی۔۔

آرمی ا۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ نے صرف اتنا ہی بولا تھا جب مرحاشاہ کو اپنی دھڑکنیں سست پڑتی محسوس ہوئی تھیں، مرحاشاہ کی سنہری آنکھوں میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں واضح ہوئی تھیں۔

آرمی اور شاہزادی دونوں!! یہ دونوں چیزیں میرے لئے لازم و ملزوم ہیں۔۔اگر ایک سے بھی ہاتھ دھوؤں گا تو یقین مانو جان سے جاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکی سنہری آنکھوں میں جھانکتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا اسے جواب دے رہا تھا۔وہ کسی ایک کو چن کے ساری زندگی کا روگ نہیں پالنا چاہتا تھا۔۔اسکی آنکھوں سے بہتے گرم سیال کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے بے بسی سے اسکے قریب ہونا چاہا تھا لیکن وہ اسکی پہنچ

سے دور ہوتی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کے اسے خود سے دور رہنے کا اشارہ کرتی روتے ہوئے ایک جست میں واشروم کی طرف بھاگی تھی۔۔وہ پلک جھپکنے کے انداز مین اسکی نظروں کے سامنے سے غائب ہوئی تھی۔

میں مر جاؤں تو میری قبر پہ لکھنا

موت بہتر ہے دل لگانے سے

مرحاشاہ واشروم کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کے نیچے زمین پہ بیٹھتی اپنے سنہری بالوں کو نوچتے ہوئے چیخی تھی۔۔اسکے الفاظوں پہ زوریز شاہ کی دھڑکنیں بڑھی تھی۔۔زوریز شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے کتنی ہی بار دروازہ کھٹکھٹایا تھا لیکن وہ بربراتی ہوئی اسکی ایک بھی بات کا جواب دیئے بغیر روتے ہوئے یونہی وقفے وقفے سے چیختی رہی۔۔۔

حال:

مرحاشاہ اس وقت رات کے ایک بجے تیز بارش میں بھیگتی آٹھ ماہ پہلے کا واقعہ یاد کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کو رگڑ رہی تھی۔ آٹھ ماہ پہلے اس نے اسکے اتنے رونے سسکنے پہ بھی آرمی کو نہیں چھوڑا تھا، مرحاشاہ ہمیشہ اس واقعے کو یاد کرتی یوں ہی اپنے دل پہ لعنت بھیجتی تھی جس نے اس بے حس انسان سے محبت کی تھی جو اس کی تڑپ سے واقف ہوتے ہوئے بھی انجان بنتا تھا۔۔مرحاشاہ کو وہ ہر وقت اپنے پاس چاہیئے تھا۔۔مرحاشاہ اسکی محبت کی اکیلی وارث بننا چاہتی تھی، وہ کیوں اسکی محبت میں شراکت داری کرتا آرمی کو بیچ میں لایا تھا؟ مرحاشاہ نے ہمیشہ کی طرح سسکتے ہوئے سوچا تھا۔۔وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پہ سفید ہی دوپٹہ لیے اپنے سنہری بالوں کو کھولے تیز بارش میں بھیگ رہی تھی۔۔

نہ اسے بچپن میں ماں کا پیار ملا تھا۔۔باپ کا ملا تو تھا آدھا ادھورا کیونکہ اسکا باپ ہمیشہ سے میرال شاہ سے زیادہ محبت کرتا تھا جس کا اقرار وہ اپنی زبان سے خود کرتے تھے۔۔نانی تھی تو اسکی بھی لاڈلی نواسی میرال شاہ تھی۔۔شوہر تھا تو آرمی اس کے لئے لازم و ملزوم تھی! آخر مرحاشاہ ان کی لسٹ میں کہاں تھی؟ کیا وہ اتنی غیر ضروری تھی کہ ہر کوئی اس سے محبت کرنے میں شراکت کر جایا کرتا تھا؟۔۔۔مرحاشاہ اس وقت احساس کمتری کا بری طرح سے شکار تھی۔۔وہ آج بھی آنسو بہاتی اپنی ناقدری پہ ماتم کدہ تھی۔۔بارش کی وجہ سے مرحاشاہ کا پورا لباس بھیگتا ہوا اسکے بدن کے ساتھ چپک چکا تھا۔۔مرحاشاہ کے خوبصورت سراپے کے خدوخال اس وقت بے حد نمایاں تھے۔۔وہ ہر چیز سے

بے نیاز اس وقت صرف اس بارش میں رونا چاہتی تھی جو اس کے آنسوؤں کو ہر کسی سے چھپا سکتی تھی حتیٰ کے اسکے خود سے بھی!!

اس وقت تقریباً رات کا ایک ڈیڑھ بج رہا تھا جب زوریز شاہ کی گاڑی ہویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھی۔۔ صبح سے موسم کافی خوشگوار تھا لیکن بارش ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی شروع ہوئی تھی۔۔ ابھی زوریز شاہ نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا جب اکبر خان برساتی پکڑ کے جلدی سے زوریز شاہ کی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

یہ لیں شاہ صاحب!۔۔۔۔۔ اکبر خان نے اسکا دروازہ پوری طرح سے کھولتے اسکی طرف برساتی بڑھائی تھی لیکن زوریز شاہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا، اسکی نگاہیں تو اس وقت کسی صنف نازک کا طواف کرنے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

شاہ صاحب۔۔۔ زوریز شاہ کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھ کے اکبر خان نے ایک دفعہ پھر سے سر جھکائے اسے پکارا تھا۔۔

جاؤ اکبر خان یہاں سے!!۔۔۔۔ زوریز شاہ نے دھاڑتے ہوئے اکبر خان کو یہاں سے جانے کا حکم دیا تھا۔۔ زوریز شاہ کی ہری آنکھیں اس وقت لہو لہو تھیں! چہرہ غصے سے بے حد سرخ تھا۔۔ زوریز شاہ کی دھاڑ پہ اکبر خان اپنی جگہ سے اچھلتا ہوا پھرتی سے وہاں سے بھاگا تھا، اس نے زوریز شاہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کی غلطی قطعی نہیں کی تھی

۔۔

آج تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گی مرحا زوریز شاہ!!۔۔۔ زوریز شاہ سٹیرنگ پہ زور سے ہاتھ مار کے دبی دبی آواز میں غراتا اپنے دراز قد سمیت ایک جست میں اپنی گاڑی سے نکلا تھا۔۔ نیلی شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد آف وائٹ شال لئے زوریز شاہ اس تیز تیز برستی بارش کی پروا کئے بنا لمبے لمبے ڈگ بھرتا لان کی طرف بڑھا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 59

ازمیر کو زہرا امام کے پاس چھوڑ کے کاظم شاہ جب واپس آیا تو نظریں ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو زمین پہ گرے ہوئے کانچ پہ اپنی نظریں جمائے خاموش تھی۔۔ بالکل خاموش۔۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔۔ تو وہ اسکی دھمکیوں کی وجہ

سے ہنوز بیڈ پہ ٹکی بیٹھی تھی؟ کم از کم کاظم شاہ نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔۔ کاظم شاہ مبہم سا مسکرا کے اپنے کمرے کا دروازہ لاک کرتا ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔ کلک کی آواز سن کے بھی ایزل شاہ نے نظریں اٹھا کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا، وہ ہنوز نیچے زمین پہ گری کرچیوں پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھی۔۔

بس! نکل گئی ساری ہوا؟۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے پاس جگہ بنا کے بیٹھتا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے طنزیہ انداز میں بولا تھا۔۔ اشارہ ایکدم سے اسکا شیرنی سے جیری بننے پہ تھا۔۔

اگر تو آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں آپکی بے باک باتوں سے ڈر کے ابھی تک یہاں پہ بیٹھی ہوں تو یہ آپ کی بھول ہے! کیونکہ ایزل شاہ نے ڈرنا چھوڑ دیا ہے! ۔۔ ایزل شاہ اسکی طرف اپنا چہرہ موڑ کے اسکی آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑتی مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔

اوو!! واؤ گریٹ! یہ تو اچھی بات ہے! مسز کاظم شاہ کو ڈرپوک رہنا زیب بھی نہیں دیتا سویٹ ہارٹ!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے تکیے پہ احتیاط سے لٹاتا آبیبر واچکاتے ہوئے اسے داد دینے والے انداز میں بول رہا تھا۔۔ وہ پچھلے کافی منٹوں سے یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی جو اس حالت میں بالکل اچھا نہیں تھا۔۔ اسے ابھی مکمل ریسٹ کی ضرورت تھی۔۔

ہاتھ مت لگائیں مجھے!!! آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آرہا! مجھے آپ کے لمس سے اذیت کے سوا کچھ محسوس نہیں ہو رہا!! آپ کا چھونا تکلیف دے رہا ہے مجھے!۔۔ ایزل شاہ اپنے کندھوں سے اسکے ہاتھ دور جھٹکتی غصے سے غرائی تھی۔۔ نیلی آنکھوں میں غصے کی سرخی پھر سے نمایاں ہوئی تھی۔۔

سویٹ ہارٹ!! ڈرپوک اور بدتمیز ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے! اور مسز کاظم شاہ کو یہ دونوں چیزیں ہی زیب نہیں دیتیں!!۔۔۔ اسکے یوں ہاتھ جھٹکنے پہ کاظم شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکا روڈ لہجہ کاظم شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔۔

مسٹر کاظم شاہ کو بھی اپنی زبان سے پھرنا زیب نہیں دیتا!! آپ کو تو بیرون ملک جا کے دوسری شادی کرنی تھی نا؟ اور مجھ سے تو ویسے بھی آپ کو نفرت ہو چکی تھی! میری طرف دیکھنا آپ پسند نہیں کرتے تھے؟ میرا کردار آپ کو پسند نہیں تھا! میں تو آپ کے لئے جھوٹی اور مکار لڑکی سے زیادہ کچھ نہیں تھی! تو پھر اس وقت اپنی زبان سے مکرتے ہوئے مجھے کیوں چھو رہے ہیں؟ کیوں میری طرف دیکھ رہے ہیں؟ کیوں میری جھوٹی فکر کر رہے ہیں؟! کیوں مجھے

تکلیف دے رہے ہیں؟ کیا اپنی عادت ڈال کے ایک دفعہ پھر سے چھوڑ دینا چاہتے ہیں مجھے؟ ایزل شاہ اپنی پوری قوت سے اسکے ہاتھ سے اپنا جبڑہ چھڑواتی نڈر انداز میں بولتے اسے اسکی پرانی باتیں یاد کروا رہی تھی۔۔ اس کی بات پہ کاظم شاہ نے خاموشی سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ جیسے اس کے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ خاموش ہو چکی تھی کیونکہ آخری جملے پہ اسکی آواز خود بخود بھیگ چکی تھی البتہ چہرے کے تاثرات ہنوز سرد و سپاٹ تھے۔۔

جانتی ہو اس وقت کیا کرنے کو جی چاہ رہا ہے؟۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے دائیں طرف اپنا ہاتھ تکیے پہ ٹکا کے اس پہ جھکتا ہوا گھمبیر آواز میں آبیبر واچکاتے ہوئے استفسار کر رہا تھا لیکن وہ خاموش رہی۔۔ کاظم شاہ کی خوشبو کو اپنے اس قدر قریب محسوس کرتے اس نے اب کی بار اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی بجائے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔۔ چہرہ ہر جذبے سے عاری تھا۔۔

جی چاہ رہا ہے تمہارے ان گستاخ الفاظوں کی سزا تمہاری کمر کے سیاہ تل کو فنا کرتے ہوئے دوں لیکن تمہاری حالت مجھے ایسا کرنے سے روک رہی ہے اور میں رک رہا ہوں! دیکھو میں آج بھی اس حد تک سفاک نہیں بن پایا جس حد تک مجھے بننا چاہئے تھا!! کاظم شاہ اسکے کان کی لوں کو اپنے دانتوں سے کاٹتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولتا ایزل شاہ کو چونکنے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔ کیا اتنا سب کرنے کے بعد بھی اسے مزید سفاک بننے کی ضرورت تھی؟ ایزل شاہ نے اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔۔

جن الفاظوں کو آپ گستاخ بول رہے ہیں یہ آپکی ہی زبان سے نکلے ہوئے تیر ہیں مسٹر کاظم شاہ!!۔۔۔ ایزل شاہ اسکے یوں خود کے مزید نزدیک ہونے پہ اسکے سینے پہ اپنی کہنی سے دباؤ ڈال کے اسے خود سے دور کرنے کی ناکام سی کوشش کرتی ایک ایک لفظ چبا کے بولی تھی۔۔ کاظم شاہ کا بیٹیوڈ اسے غصہ دلا رہا تھا۔۔ وہ اس وقت اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔

کیونکہ ان الفاظوں کو دہرا کے آپ واقعی ہی گستاخی کر رہی ہیں جیری شاہ!! میاں بیوی جب اتنے عرصے کے بعد ملتے ہیں تو یوں منہ بنانے کی بجائے خوشی خوشی ایک دوسرے کو اپنے حصار میں لے کے اپنے محرم کو محسوس کرتے ہیں!!۔۔ اسکی آنکھوں میں رقم تکلیف کو بھانپتے ہوئے کاظم شاہ اسی کے انداز میں اپنا پہلا جملہ بولتا_ اسکا سر تکیے سے

اٹھا کے اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے مزید گویا ہوتا اب اسکے بائیں گال کے ساتھ اپنا دائیاں گال مس کر رہا تھا۔۔

وہ نارمل ہز بینڈ وائف ہوتے ہیں جہاں پیار یک طرفہ ہونے کی بجائے دو طرفہ ہوتا ہے! یقین کریں مجھے آپ کی ان جسارتوں اور باتوں سے ذرا سا بھی فرق نہیں پڑ رہا! میرا دل چاہ رہا ہے پوری ہویلی میں شور ڈال کے کسی طریقے سے آپ کو اپنے کمرے سے نکلوا دوں لیکن بات پھر گھوم پھر کے وہیں "نکاح" پہ آجاتی ہے! جس نکاح کو رچانے کے لئے میں نے اتنی بڑی سازش پلین کرتے ہوئے آپ کو خود سے نکاح کرنے پہ مجبور کیا تھا۔۔ میں نہیں جانتی تھی ہمارا معاشرہ کسی ایک گناہ کی بنیاد پہ لڑکی کی زندگی یوں عذاب بنا دیتا ہے! لیکن کہتے ہیں ناوقت استاد ہے سب سیکھا دیتا ہے!۔۔ ایزل شاہ اسکا چہرہ خود سے دور کرتی گہری سانس بھرتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بول رہی تھی۔۔ لہجہ اب کی بار مدھم ہو چکا تھا۔۔ وہ اپنے مدھم لہجے میں بولے گئے الفاظ سے ہی اس پہ بہت کچھ باور کروا چکی تھی۔۔

تو تمہارا کہنے کا مطلب ہے ہم ایک ابنارمل کپل ہیں؟ جہاں پیار یک طرفہ ہے؟ مطلب ان شارٹ تم بولنا چاہ رہی ہو تم آج بھی مجھ سے پیار کرتی ہو؟۔۔۔ کاظم شاہ اسکی باتوں سے اپنے مطلب کے الفاظ چنتا اب اسکے پورے چہرے پہ اپنی گھنی بیرڈ مس کرتا سوالیہ انداز میں استفسار کرتے ہوئے ایزل شاہ کو زیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو آج ڈھیٹ بنی اسکے ساتھ مقابلے پہ اتری ہوئی تھی۔۔۔

میں آپ سے نفر۔۔۔۔ ابھی ایزل شاہ غصے سے اسکا چہرہ خود سے دور کرتی مزید غراتی ہوئی اس سے نفرت کا دعویٰ کرتی جب کاظم شاہ نے اسکے لبوں پہ ہولے سے کاٹتے ہوئے اسکی نیلی آنکھوں میں جھانکا تھا۔۔

زیادہ اونچا بولنا تمہارے لئے نقصان کا باعث بن سکتا ہے سویٹ ہارٹ۔۔۔ جتنی آواز مدھم رکھو گی اتنا ہی سافٹ رومینس کرنے میں لطف ملے گا! جہاں تمہاری آواز اونچی ہو گی وہی پہ کاظم شاہ کا جنونی انداز "تھری ٹوون" بولے بغیر ہی شروع ہو جائے گا!! اور میرے جنونی انداز کو تم سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا سویٹ ہارٹ!!۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ہونٹوں پہ اپنے لب رگڑتا متوازن لہجے میں اسے وارننگ دے رہا تھا۔۔ وہ اپنی معصوم سی جیری کی اونچی ہوتی آواز اور روڈ لہجہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسکی گردن کے نیچے دھرا کاظم شاہ کا ہاتھ اب اسکی زپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ اسکے ہاتھ اپنی ذپ پہ محسوس کرتے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی لیکن

ایزل شاہ نے محسوس کیا تھا وہ اسکی زپ کھسکانے کی بجائے صرف اسے ہلاتا ہوا ذرا سا چھیڑ رہا تھا۔ ایزل شاہ اب اسے جواب دینے اور خود سے دور ہٹانے کی بجائے خاموش رہی کیونکہ وہ ان دونوں کاموں میں ہر بار ناکام ٹھہر رہی تھی، اور اس پہ تضاد اسکی مونچھوں کی چبھن اپنے لبوں پہ محسوس کرتے اب کی بار ایزل شاہ نے اپنے لبوں پہ خود ہی قفل لگانا بہتر سمجھا۔۔

میسج کیوں ڈیلیٹ کئے تھے ؟۔۔۔اسے کتنی ہی دیر خاموش اور بے تاثر دیکھنے کے بعد کاظم شاہ نے اسکی چھوٹی سی ناک کو اپنے لبوں پہ دباتے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ لہجے میں غصے کی رمک واضح تھی۔۔ اسکے سوال پہ ایزل شاہ نے بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ اس سے اس سوال کی توقع ہرگز نہیں کر رہی تھی۔۔ وہ تو ہمیشہ یہی سمجھتی تھی کہ وہ جانتا بھی نہیں ہو گا کہ اس نے اسے بھیجے گئے میسجز ڈیلیٹ کئے ہیں! کیونکہ ایزل شاہ کے مطابق وہ کونسا ہر وقت اس کی آئی ڈی کھول کے اس کے میسج یا کال کی تاک میں بیٹھا ہوتا تھا؟

میسج کیوں ڈیلیٹ کئے تھے اووزی شاہ!!!۔۔۔کاظم شاہ اسکی آنکھوں کے حیران تاثرات کو نظر انداز کرتا اسکے پھولے گلابی گال پہ اپنے دانت گاڑتا سختی سے استفسار کر رہا تھا۔۔ اسکے دانت اپنے گال پہ محسوس کرتے ایزل شاہ نے بے ساختہ چھوٹی سی سسکی بھری تھی البتہ اسکے منہ سے اب کی بار اپنا پرانا نام "اووزی شاہ" ایک دفعہ پھر سے سنتی ایزل شاہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا تھا۔۔

میری مرضی!!۔۔۔وہ اسکی طرف دھندلی نگاہوں سے دیکھتی بھیگی آواز میں بولی تھی۔۔ لہجہ مدھم تھا۔۔

ایک بیٹا پیدا کرنے کے بعد تمہاری زبان کچھ زیادہ نہیں کھل رہی؟؟۔۔۔اسکے ٹکے سے جواب پہ کاظم شاہ دانت کچکچا کے بولتا اسکی پلکوں پہ ٹکا شفاف موتی اپنے لبوں سے جذب کر رہا تھا۔۔

میرا بیٹا میری ہمت ہے جس کے آنے سے میری زبان پہ لگا قفل اور آنکھوں پہ بندھی محبت کی پٹی اتر چکی ہے!

۔۔۔۔ایزل شاہ اب کی بار مضبوط لہجے میں بولتی اپنا چہرہ اس سے دور کر چکی تھی۔۔

پھر تو تمہاری ہمت بن کے میرے بیٹے نے بڑا بے غیرتوں والا کام کیا ہے! اس لیول کی بے غیرتی ایکسپیٹ نہیں کی تھی میں نے اپنے چھوٹے سے چوزے سے!!۔۔کاظم شاہ اپنا سر نفی میں جھٹکتا دانت پیستے ہوئے یوں بول رہا تھا جیسے ازمیر کی گردن اسکے دانتوں کے نیچے ہو! اسے قطعی پسند نہیں آیا تھا ایزل شاہ کا خود کے سامنے یہ مضبوط انداز جو

ایزل کے مطابق اسکے بیٹے کے پیدا ہونے سے ملی گئی ہمت کا نتیجہ تھا۔۔وہ اسے آنکھیں جھکاتی، اور شرمائی شرمائی سی ہی پسند تھی۔۔کاظم شاہ کے منہ سے اپنے بیٹے کے لئے یہ الفاظ سنتے ہوئے ایزل شاہ کے چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ وہ اس کے سامنے ہی اسکے بیٹے کے لئے کیا کیا بولے جا رہا تھا اور وہ خاموش تھی؟

اپنے نکاح میں موجود عورت سے بدلے لینے کی غرض سے اسے چھوڑ کے جاتے، اس سے پورے نو ماہ لاتعلقی برتتے ہوئے غیرت والا کام تو آپ نے بھی نہیں کیا تھا مسٹر کاظم شاہ!!۔۔ایزل شاہ آئیبرو آچکا کے اسے استہزایا نظروں سے دیکھتی سر جھٹکتے ہوئے بولی تھی۔۔اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ کا چہرہ طیش و اشتعال سے سرخ ہوا تھا۔کاظم شاہ جو اسکے منہ سے اپنے بیٹے کی طرف داری کے لئے کسی کیوٹ سے جملے کی توقع کر رہا تھا اسے یوں زہر اگلتے دیکھ کے کاظم شاہ کے نقوش تن چکے تھے۔سرخ تند و تیز چہرہ اسکے شدید غصے کا پتا دے رہا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی غیرت پہ وار کرتے ہوئے اسکے دل میں آگ لگانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔

ڈیم اٹ!! مجھے سب کے سامنے بے غیرت ثابت کرنے والا کام بھی تم نے ہی کیا تھا مسز کاظم شاہ!! اپنی زبان کو لگام دو ورنہ میرے لگام ڈالنے کے انداز پہ سانسیں لینے کو بھی ترسو گی!! کاظم شاہ اپنا چہرہ اسکے چہرے کے بے حد قریب لاتا اپنی پوری قوت سے گرجا تھا۔۔اسکی گرجدار آواز پہ ایزل شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔جہاں کاظم شاہ کے الفاظوں پہ بہت سے منظر اپنی آنکھوں کے پردوں میں لہراتے نظر آئے تھے وہی پہ اپنے لفظوں کی سختی کا کچھ احساس بھی ہوا تھا جسے وہ نظر انداز کرتی اس سے اپنی نگاہیں پھیر گئی کیونکہ اسکی لہو رنگ ہیزل گولڈن آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔

مجھ سے دور ہٹیں مجھے اپنے بیٹے کو واپس لے کے آنا ہے!!۔۔۔ایزل شاہ مزید بحث کو ترک کرنے کے لئے بات کا رخ بدلتی سپاٹ انداز میں بولی تھی۔۔

تم یوں اتنی آسانی سے میری غیرت پہ وار کر کے اتنی ریلیکس کیسے بن سکتی ہو ایزل شاہ؟؟اگر یہیں میں نے دو طنز کے تیر تم پہ پھینک دیئے تو اگلے ہی پل مجھے ظالم شاہ کا لقب دیتی خود مظلوم بن جاؤ گی!! آخر چاہتی کیا ہو؟۔۔تم ایک ساتھ ظالم اور مظلوم کیسے بن جاتی ہو؟یہ بات آج بھی میری سمجھ سے باہر ہے!!۔۔کاظم شاہ اسکے چہرے کے ریلیکس تاثرات دیکھ کے مزید جلتا بھنتا اونچی آواز میں غرایا تھا۔۔جس طرح سے کچھ دیر پہلے اسکے ریلیکس تاثرات ایزل شاہ

کو سلگا رہے تھے اب کاظم شاہ کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو لفظوں کی مار مارتے ایک دوسرے کے دل جلانے کی بجائے نا چاہتے ہوئے بھی ان ڈائریکٹلی اپنے دل جلا رہے تھے۔۔

میں صرف اتنا چاہتی ہوں آپ مجھ سے اور میرے بیٹے سے دور رہیں!! میں جانتی ہوں آپ صرف اپنے بیٹے کی خبر سن کے واپس آئے ہیں لیکن مجھ سے کسی اچھے کی امید مت رکھیئے گا میں اپنے بیٹے پہ آپ جیسے بے حس انسان کا سایہ بھی برداشت نہیں کروں گی!!۔۔۔ ایزل شاہ اپنی چھوٹی سی انگلی اٹھا کے کاظم شاہ کی طرف کرتی زرا ہمت سے اسی کے انداز میں بلند آواز میں بولی تھی ورنہ اسکا غصے سے سرخ چہرہ اور اسکی گرجدار آوازوں کو سنتی وہ اندر سے لرز رہی تھی۔۔

ہاں ٹھیک سمجھی تم! میں تمہارے لئے نہیں صرف اپنے بیٹے کے لئے واپس آنے پہ مجبور ہوا ہوں! تم چاہتی ہو میں اپنے ہی بیٹے سے دور رہوں جو میرا خون ہے؟ تو یہ بھول ہے تمہاری مسز کاظم شاہ!! کیونکہ کاظم شاہ اگر اپنے بیٹے کے لئے آسٹریلیا سے پاکستان کا سفر تہہ کر سکتا ہے تو اپنے بیٹے کو پاکستان سے آسٹریلیا بھی لے جا سکتا ہے!!۔۔۔ کاظم شاہ آخر کب تک اس کا ایٹیٹیوڈ برداشت کر سکتا تھا؟ وہ اس کے سر کے پاس تکیے پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارتا طیش و اشتعال سے دھاڑا تھا۔۔ وہ اس وقت ضدی انداز میں مفلوج ہوتے دماغ سے بنا سوچے سمجھے یہ الفاظ بول چکا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ وہ اس سے اسکا بیٹا چھننے کی بات کر رہا تھا؟ ایزل شاہ کو اگلی سانس لینے میں بے حد دشواری محسوس ہو رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کی آنکھوں سے گرم سیال بہتا ہوا اب اسکے عارض بھگو رہا تھا۔۔ وہ کاظم شاہ کے ان الفاظوں پہ بری طرح سے ڈر چکی تھی اور اس ڈر کو وہ چاہ کے بھی کاظم شاہ سے چھپا نہیں پائی تھی۔۔

کٹی جو کب سے خواب و خرگوش کے مزے لیتی اپنی نیند پوری کر رہی تھی کاظم شاہ کی بلند آواز پہ اس نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔ کٹی اب اپنی کنچی آنکھیں پھاڑتی بیڈ پہ اپنی مالکن پہ جھکے کاظم شاہ کی طرف دیکھ تھی۔۔ کٹی اگلے ہی پل صوفے سے چھلانگ لگا کے نیچے اترتی اپنی پوری رفتار سے بیڈ پہ چڑتی کاظم شاہ کی پشت پہ زور سے اپنے دانت گاڑ چکی تھی، مقصد ایزل شاہ کو اس کے حصار سے آزاد کروانا تھا۔ کاظم شاہ جو پہلے ہی ایزل کی باتوں پہ غصے سے پھٹ رہا تھا، اپنی سوتن کے دانت اپنی پشت پہ محسوس کرتے اس کے غصے میں اضافہ ہوا تھا۔۔ بس نہیں تھا اپنی جیری اور

اس فسادن بلی کا سر ایک دوسرے کے ساتھ بجاڈالے۔۔ کاظم شاہ نے اپنا ہاتھ اپنی پشت پہ لے جاتے کٹی کو گدی سے پکڑتے بیڈ کی دوسری طرف پھینکا تھا جس پہ وہ اس سے جھگڑنے کے انداز میں اونچی آواز میں میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔۔

میر۔۔ میرا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ ازمیر۔۔۔ مجھے۔۔۔ ازمیر۔۔ کے۔۔ پاس۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔ کاظم شاہ جواب لاشعوری طور پہ کٹی کی میاؤں میاؤں کی طرف متوجہ تھا ایزل شاہ کے بے ربط الفاظوں پہ اس نے جلدی سے اپنا چہرہ واپس سے اسکی طرف موڑا تھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔۔ اسے سانس لینے میں دشواری دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے پریشان ہوتے اسکی گردن کو اپنے بازو سے زرا سا اوپر اٹھایا تھا۔۔

اووزی۔۔۔۔ اسے یوں تکلیف سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے فکر مندی سے پکارتے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔ اسکے یوں رونے پہ سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔۔ وہ آج نو ماہ بعد اسکے سامنے یوں رو رہی تھی۔۔۔

از۔۔ ازمیر۔۔۔ ازمیر رررررر۔۔۔۔۔ ایزل شاہ پہلے سرگوشی نما آواز میں ازمیر کو پکارتی اچانک سے ہزیانی انداز میں چیختے ہوئے ازمیر کو پکارتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے اسکا دل کوئی مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔۔ وہ ہنوز کاظم شاہ کے الفاظ سوچتی کسی ٹرانس کی کیفیت میں ازمیر کو پکارے جا رہی تھی۔۔

اووزی!! میر یہی پہ ہے!! کیا ہوا میرا بچہ ؟؟۔۔۔ اسکی مدھم پڑتی سانسوں کو دیکھ کے کاظم شاہ اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسے نرمی سے اپنی سانسیں بخشتا فکر مندی سے اسکے بال سہلاتے ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔

نہی۔۔ نہیں۔۔ ازمیر۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہے۔۔۔ میرے۔۔۔ پاس

۔۔ دیکھیں۔۔۔ کہیں۔۔۔ بھی۔۔۔ تو۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہے۔۔۔ آپ۔۔ ازمیر۔۔۔ کو۔۔۔ پتا۔۔۔ نہیں۔۔۔ کہاں۔ ۔ چھوڑ۔۔۔ آئے۔۔۔ ہیں۔۔۔

دیکھیں۔۔۔ ایسا۔۔۔ مت۔۔۔ کریں۔۔۔ ازمیر۔۔۔ کو۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ پورے۔۔۔ نو۔۔۔ ماہ۔۔۔ اپنے۔ ۔۔ پیٹ۔۔ میں۔۔۔ رکھا۔۔۔ ہے۔۔۔

وہ۔۔۔ میرا۔۔۔ بچہ۔۔۔ ہے۔۔۔ میں۔۔۔ اس۔۔۔ کے۔۔۔ بغیر۔۔۔ مر۔۔۔ جاؤں۔۔۔

گی۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔ پورے۔۔۔ نو۔۔۔ ماہ۔۔۔ اسے۔۔۔ قرآن۔۔۔

کی۔۔۔ تلاوت۔۔۔ سنائی۔۔۔ ہے۔۔۔ مجھے۔۔۔ اس
۔۔۔ سے۔۔۔ باتیں۔۔۔ کرنے۔۔۔ کی۔۔۔ عادت۔۔ ہو۔۔۔ چکی۔۔۔ ہے۔۔۔
میں۔۔۔ ازمیر۔۔۔ کے۔۔۔ بغیر۔۔۔ مر۔۔۔ جاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ سچی!!۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنی خالی بانہوں میں ازمیر شاہ کو تلاش کرتی بچوں کی طرح روتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھ کے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔ وہ اس دفعہ اپنے بیٹے کی جدائی پہ واقعی ہی مر جاتی!! ایزل شاہ کی اتنے معصوم لہجے میں کی گئی باتیں آج بھی کاظم شاہ کے دل پہ وار کر چکی تھیں۔۔ اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ نے سو دفعہ خود پہ لعنت بھیجی تھی جس نے اسکے ساتھ ضد لگاتے ہوئے اتنے بے حس الفاظ بولتے اسے انجانے میں تکلیف دی تھی۔۔

میر بہی پہ میری جان! رونا بند کرو!! وہ اپنی دادو کے پاس ہے!۔۔۔ کاظم شاہ پیار سے اسکے بھورے بالوں میں اپنی انگلیاں سہلاتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔ اسکے ماتھے کو چومتے ہی کاظم شاہ کو اپنے دل میں سکون اترتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

نہیں مجھے ازمیر ابھی چاہئیے!! مجھے میر اازمیر لا کے دیں!!۔۔۔ ایزل شاہ اس سے دور ہوتے اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت بالکل بچوں کی طرح ریکٹ کر رہی تھی۔۔ کاظم شاہ اب اس پہ غصہ کرنے کی بجائے اسکے سر کے نیچے سے احتیاط سے اپنا ہاتھ نکال کے اسکے پیچھے تکیے سیٹ کرتا بیڈ سے اٹھا تھا۔۔

میں صرف ایک شرط پہ اگلے دو منٹ میں میر کو یہاں پہ لے کے آؤں گا!! وہ یہ کہ تم ابھی اچھے بچوں کی طرح رونا بند کرو گی اور میرے آنے تک بیڈ سے ایک قدم بھی نیچے نہیں اتارو گی! بولو منظور ہے؟۔۔۔ کاظم شاہ اپنی پوروں سے اسکے آنسو صاف کرتا آئی تو اچکا کے نرمی سے اسے اپنی شرط بتا رہا تھا جس پہ ایزل شاہ پہلے تو اس کے منہ سے شرط کا نام سن کے پریشان ہوئی تھی لیکن اس کی بات مکمل ہوتے ہی وہ جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتی زور سے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔ اسے اس وقت ازمیر کی فکر تھی وہ بھول چکی تھی وہ اسی کاظم شاہ کی بانہوں میں رو رہی ہے جس سے ابھی کچھ دیر پہلے جھگڑ رہی تھی۔ کاظم شاہ گہری سانس بھرتا اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ کٹی جو کب سے کاظم شاہ کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی، اسے کمرے سے جاتے

دیکھ کے وہ جلدی سے ایزل شاہ کی بانہوں میں آ کے سمائی تھی۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے کٹی کے بالوں میں ہاتھ سہلایا تھا۔۔ وہ ترستی نگاہوں سے کمرے کے کھلے دروازے پہ دیکھتی اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی۔

آاااامیر ابیٹا جاگ گیا تھا؟۔۔۔ ازمیر کو زہرہ مام کی بانہوں میں روتے دیکھ کے کاظم شاہ فکر مندی اور پیار کے ملے جلے تاثرات سے بولتا زہرہ مام کی طرف دیکھ رہا تھا جو خود بے بسی سے ازمیر کو جب سے چپ کروانے میں ہلکان ہو رہی تھیں۔

ہاں ابھی کچھ منٹ پہلے ہی جاگا ہے! میں اسے سنبھال لوں گی! تم جاؤ آرام کرو شاہ!۔۔۔ زہرہ مام اپنے پوتے کو تھپکتی ہوئی کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔۔ وہ اپنے بیٹے کے آنے بھی آج بے حد خوش تھیں۔۔ وہ چاہتی تھی وہ کچھ وقت ایزل شاہ کے ساتھ گزار لے، اسی لئے وہ اسے ازمیر پکڑانے کی بجائے اسے خود ہی تھپک رہی تھیں۔۔

کیسے آرام کر سکتا ہوں؟؟ اب میرا دشمن میری نیندیں حرام کرنے کے لئے پیدا ہو چکا ہے مام!! ۔۔۔ کاظم شاہ دانت کچکچا کے اپنے خوبصورت بیٹے کی طرف دیکھ کے بولتا اسکی کھری مغرور اپنی پوروں سے ناک دبا رہا تھا جس پہ وہ تیوری چڑھائے اب رونا بند کرتا باپ کی باتیں سن رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ زہرہ مام دل کھول کے ہنستی اپنے پوتے کے ماتھے پہ لب رکھتی اسے کاظم شاہ کے حوالے کر چکی تھیں۔۔

کاظم شاہ کی بانہوں میں آتے ہی ازمیر اب اپنے ماتھے پہ بل ڈالے اسے گھور کے دیکھ رہا تھا، کاظم شاہ اسکے کیوٹ تاثرات پہ بمشکل اپنا قہقہہ دباتا زہرہ مام کے کمرے سے نکلا تھا۔ اسے اس وقت اپنے بیٹے کے غصے پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا جو ماں سے کچھ منٹ بچھڑنے کے غم میں غصے سے تپ رہا تھا۔

ہاہاہا!! نہیں کر میر!! میں تجھے کھا جاؤں گا!۔۔۔ ازمیر کو مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ کی بالآخر ہنسی چھوٹی تھی، وہ اسکے پھولے گال پہ زور سے اپنے لب رکھتا شدت بھرے انداز سے بولا تھا، ازمیر اسکے چومنے کے انداز پہ پوری طرح سے ہل چکا تھا۔ کاظم شاہ اب اسکے چہرے پہ دیوانا وار اپنے لب رکھتا ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہا

تھا۔۔ کمرے کے دروازے تک آتے ہی ازمیر نے زور زور سے رونا شروع کیا تھا کیونکہ کاظم شاہ اسے کافی شدت سے چوم رہا تھا۔۔ اسکے یوں رونے پہ کاظم شاہ نے خود پہ قابو پاتے ہوئے بھوکھلا کے اس کی طرف دیکھا تھا جو اپنا اسپیکر پھاڑ کے رو رہا تھا۔۔ وہ اب ایزل کے کمرے کے دروازے پہ موجود تھے۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے کو روتے دیکھ کے تڑپی تھی۔۔

شش!! میر! ایسے نہیں روتے میری جان! بابا پیار کر رہے تھے آپکو!۔۔۔ ایزل شاہ کی آنکھوں میں تڑپ دیکھ کے کاظم شاہ اپنے فسادی بیٹے کے کان میں پیار سے دانت کچکچا کے بولتا اسے خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا جو یوں رو رہا تھا جیسے باپ نے بڑا ظلم ڈھایا ہو۔۔

تو تو اپنے ماموں (احان) سے بھی زیادہ ڈھیٹ ہے گول گپے!!۔۔ اسے ہنوز روتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکا پھولا گال اپنے ہاتھ سے نرمی سے کھینچتا دانت پیس کے بولتے ہوئے اب کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ اسکے یوں گال کھینچنے پہ ازمیر پہلے سے بھی زیادہ زور سے رو رہا تھا۔۔ ایزل کو تڑپ کے تکیے سے ٹیک چھوڑتے دیکھ کے کاظم شاہ نفی میں سر ہلاتا لمبے لمبے قدم لیتا اسکے سر پہ پہنچا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے روتے ہوئے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اسے مزید انتظار کروانے کی بجائے اسکی طرف اس کا بیٹا بڑھایا تھا کیونکہ ایزل شاہ کے چہرے پہ ممتا کی تڑپ واضح تھی۔۔

ازمیر!! میرا بچہ!! میری جان!! میری زندگی!!۔۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے کو پکڑتے ہی اسے دیوانا وار چومتی اپنے سینے سے لگاتے مدھم آواز میں اسکے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔۔ ازمیر شاہ اب اپنا رونا بند کرتا ٹکر ٹکر ماں کو دیکھتے ہوئے اسکی باتیں سن رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اس دفعہ جیلس ہونے کی بجائے مبہم سا مسکراتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو ہر چیز سے انجان ازمیر شاہ کو ٹھیک وہی سے چوم رہی تھی جہاں سے کاظم شاہ ابھی تھوڑی پہلے چوم رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنے بیٹے کے چہرے کا ایک ایسا حصہ نہیں چھوڑا تھا جہاں پہ پیار نہ کیا ہو اور اب وہی کام ایزل کر رہی تھی ۔ازمیر جو باپ کے لمس پہ روتا ہوا اپنا غصہ دیکھا رہا تھا، ماں کے لمس پہ وہ کھکھلاتا ہوا ایزل کی طرف اپنی بڑی بڑی ہیزل رنگ آنکھوں کو کھولے پوری طرح سے متوجہ تھا۔۔

تیرا تو کٹ گیا فسادن عورت!! دیکھ اب تجھے کوئی منہ بھی نہیں لگا رہا! چچ چچ!!۔۔۔کاظم شاہ بیڈ کی دوسری طرف آ کے ایزل شاہ کی کٹی کو اس کی گدی سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا اسکے کان کے پاس جھکتا استہزایا انداز میں بولا تھا۔۔ آواز سرگوشی سے بھی کم تھی جو صرف کٹی سن سکتی تھی۔۔کاظم شاہ کی باتوں پہ کٹی نے غصے سے اسے اپنے ہاتھ کا پنجہ مارتے ہوئے خود کو اس سے آزاد کروانا چاہا تھا لیکن کاظم شاہ اسے چھوڑنے کی بجائے اسکے پنجہ پہ ہولے سے اپنا پنجہ مارتے اسے غصے سے دیکھ رہا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ مقابلے پہ اتر آتی تھی۔

ازمیر شاہ جو اپنی ماں کی طرف متوجہ اسے دیکھے جا رہا تھا، کٹی کی میاؤں میاؤں کی آواز پہ اسکی بڑی بڑی ہیزل گولڈن آنکھوں کا مرکز اب کٹی اور کاظم شاہ بنے تھے۔۔کاظم شاہ لاشعوری طور پہ کٹی کو اپنی گود میں بیٹھاتا اس سے لڑائی لڑ رہا تھا لیکن کٹی کا یوں کاظم کی گود میں بیٹھنے شاید ازمیر شاہ کو پسند نہیں آیا تھا جس پہ وہ زور زور سے روتا اپنے ہاتھوں کو اکڑا رہا تھا۔۔ازمیر کو یوں اچانک سے روتے دیکھ کے ایزل شاہ کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ نے بھی پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنے نچلے گلابی لب کو مڑور تا بے حد کیوٹ انداز میں رو رہا تھا نظروں کا مرکز ابھی بھی کٹی اور کاظم ہی تھے۔۔

ازمیر!! ۔۔۔ایزل شاہ نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہنوز کاظم شاہ کی طرف دیکھتا روئے جا رہا تھا، وہ اپنے ماتھے پہ ننھا سا بل لئے کٹی کو دیکھ رہا تھا۔۔ایزل اسکے اس ریکشن پہ حیران ہوئی تھی، وہ ہمیشہ ماں کے متوجہ کروانے پہ اسکی طرف دیکھتا تھا لیکن آج وہ کاظم شاہ کو کیوں دیکھے جا رہا تھا؟ ابھی تو وہ کاظم کی بانہوں میں رو رہا تھا۔۔ایزل شاہ اور کاظم شاہ دونوں ہی سمجھ نہیں پائے تھے۔۔ازمیر کو مسلسل روتے دیکھ کے کٹی کاظم شاہ کی ڈھیلی پڑتی گرفت سے نکلتی تیزی سے ایزل کی طرف بڑھی تھی۔۔کٹی کے ایزل کی طرف آنے کی دیر تھی جب ازمیر شاہ نے اپنا رونا بند کرتے ہوئے باپ سے نظریں ہٹا کے ماں کی طرف دیکھا تھا جو اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلائے شاید اسی کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔کاظم شاہ تو ہکا بکا ہوتے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے جیلسی میں اسے بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔۔وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں سمجھ چکا تھا کہ وہ کٹی کی وجہ سے جیلس ہوتا رو رہا ہے اور اب کٹی کے اسکی گود سے نکلتے ہی وہ یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے کبھی جیلس ہی نہ ہوا ہو۔۔کاظم شاہ کا بس نہیں تھا وہ ایک دفعہ پھر اپنے معصوم اور چھوٹے سے شیطان بیٹے کو چوم ڈالے!! کاظم شاہ پیار سے اسکی

طرف دیکھتا اب اپنی گود میں کشن میں رکھتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا۔۔ ایزل شاہ کی ازمیر کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں جاری تھیں جس پہ ازمیر کھکھلاتا ہوا اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ منہ میں ڈال رہا تھا۔ ایزل شاہ اپنی باتوں میں کٹی کو بھی شامل کرتی اسکے بال سہلا رہی تھی جس پہ ازمیر اور کاظم دونوں ہی کباب میں ہڈی کی مانند اس بدمعاش کٹی کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔ ان تینوں کو آپس میں مصروف دیکھ کے کاظم شاہ اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھول کے اپنی آنکھیں موند چکا تھا، وہ اتنی لمبی فلائٹ سے کافی تھک چکا تھا۔۔ بیٹے کی کھکھلاہٹ، اور ایزل شاہ کی ازمیر کے ساتھ کیوٹ سی باتیں اسے کافی سکون دے رہی تھیں، حتیٰ کہ آج اسے کٹی کی میاؤں میاؤں بھی اتنی بری نہیں لگ رہی تھی۔۔ وہ اسکے لئے ایک عدد بلا خریدنے کا سوچ چکا تھا تاکہ اب اسکی سوتن بھی اپنا گھر بسالے!!

کاظم شاہ جس کی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہی کچھ منٹوں تک آنکھ لگ چکی تھی، تقریباً آدھے گھنٹے بعد کھڑکیوں کے شور سے اسکی آنکھ کھلی تھی۔ باہر بارش کے ساتھ ٹھنڈی ہوائیں بھی زوروں سے چل رہی تھیں۔ کمرے میں تیز ہواؤں کا جھونکا محسوس کرتے کاظم شاہ کی نظروں کا مرکز اب ایزل شاہ، ازمیر شاہ اور کٹی تھے۔۔ ایزل تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے نیم دراز ازمیر کو اپنے سینے پہ لٹائے کٹی کو اپنے بازوؤں میں سلا کے سوتی بے حد معصوم لگ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے بمشکل اس پر سے اپنی نظریں ہٹاتے ہوئے کمرے کی کھڑکیاں بند کی تھیں جہاں سے مسلسل ہوا رہی تھی، یہ ہوا ایزل اور ازمیر کے لئے اچھی نہیں تھی۔ کھڑکیوں کو بند کرنے کے بعد کاظم شاہ اب ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا، اسکے بازوؤں میں سوتی کٹی کو نرمی سے اٹھا کے کاظم شاہ نے اسے بیڈ کی دوسری طرف لٹایا تھا، ایزل کے سینے پہ سوئے ازمیر کو دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے بے حد احتیاط اور نرمی سے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا جو چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا گہری نیند میں تھا۔۔ اسکی کچھ دیر پہلے والی جیلسی یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ بے ساختہ ہولے سے ہنستا اسکی بند آنکھیں چوم رہا تھا جن سے وہ جیلس ہوتا آنسو بہا رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اسے کٹی سے کچھ فاصلے پہ بیڈ کی دوسری طرف سلاتے اس پہ اسکا بے بی بلینکٹ اچھے سے دیا تھا۔۔ ازمیر اور کٹی کو سکون سے سوتے دیکھ کے اب وہ گہری سانس بھرتا اپنی شرٹ اتار کے صوفے پہ پھینک چکا تھا۔۔ کاظم شاہ اب اپنی گردن کو دائیں بائیں ہلا کے اپنے ہاتھ سے سہلاتا ایزل شاہ کے قریب لیٹا تھا۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ ایزل شاہ کے بیڈ پہ چار

وجود سو رہے تھے، ایزل شاہ بائیں طرف، درمیان میں کاظم شاہ اور ازمیر شاہ، جبکہ دائیں طرف کٹی بڑے مزے سے سو رہی تھی۔۔

کاظم شاہ نرمی سے اپنا ہاتھ ایزل کی گردن کے نیچے سے گزار کے اسے اپنے حصار میں لیتا_ اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔وہ اب نامحسوس انداز میں اسکی گردن کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکاتا اس پہ اپنی ناک سہلا رہا تھا۔۔ایزل کو بنا کمبل کے دیکھتے اس نے اپنی ٹانگ سے کمبل اوپر کی طرف کھینچتے ہوئے خود پہ اور اس پہ دیا تھا۔

ایزل شاہ اسکے حصار میں ذرا سا کسمسائی تھی جس پہ وہ اسکے بال نرمی سے سہلاتا اسکا سر اپنے سینے میں رکھ چکا تھا۔۔

کاظم شاہ اسکے گالوں پہ پیار سے اپنے لب رکھتا ہولے سے اسکے لبوں کو چھوتا اب اسکے چہرے کے ایک ایک نقوش پہ نظریں دوڑاتا انہیں جیسے حفظ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔وہ دیوانا وار اسے دیکھتا اسے نامحسوس انداز میں چوم رہا تھا تاکہ اس جیری کی آنکھ نہ کھل جائے جو آج کل شیرنی بنی ہوئی تھی۔۔

)آٹھ ماہ پہلے(

آپ پیشنٹ کو بروقت ہاسپٹل لا چکے تھے جس پہ ان کا معدہ وقت پہ واش کر دیا گیا ہے۔اگر آپ لوگ انہیں ہاسپٹل لانے میں ذرا سی بھی دیری برتتے تو پیشنٹ جان سے بھی جا سکتی تھیں۔۔ڈاکٹر اپنے پروفیشنل انداز میں بولتی احان شاہ کا دل دہلا رہی تھی۔۔

شاہ بی بی کیسی ہیں اب؟ کیا ہوا تھا انہیں؟۔۔۔۔احان شاہ نے فکرمندی سے استفسار کیا۔میرال شاہ، ھارون شاہ اور دریاب شاہ کی آنکھوں میں بھی یہی سوال تھا۔

آپکی پیشنٹ کو کھانے میں کوئی زہریلی چیز ملا کے دی گئی تھی مسٹر شاہ! پیشنٹ اب خطرے سے باہر ہیں۔۔امید ہے کہ کچھ وقت تک انہیں ہوش آجائے گا! پیشنٹ کو آپ سب کی دعا کی ضرورت ہے!۔۔۔ایکسکوزمی۔۔۔ڈاکٹر اپنی بات بول کے ایکسیوز کرتی وہاں سے جا چکی تھیں۔۔ڈاکٹر کی بات پہ احان شاہ سمیت سب کی دھڑکنیں ساکت ہوئی تھیں۔۔

یہ سب تمہاری بیوی کا کیا دھرا ہے!! میں نے خود دیکھا تھا اسے شاہ بی بی کے کمرے میں کھیر لے کے جاتے ہوئے!! یقیناً اسی نے اپنے پرانے بدلے لینے کی خاطر اتنی گری ہوئی حرکت کی ہے!!!۔۔۔ میر ال شاہ اپنا رخ احان شاہ کی طرف موڑتی نم آنکھوں سے غرائی تھی، وہ شاہ بی بی کو ایسی حالت میں ہویلی سے ہاسپٹل کس طرح سے لائی تھی۔۔ یہ صرف وہی جانتی تھی۔۔ وہ شاہ بی بی کو اس حالت میں دیکھ کے اس کے ہاتھ پیر پھول چکے تھے۔۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرنا بھول چکی تھی۔۔ وہ شاہ بی بی کو مرحا شاہ کے ہاسپٹل لے جانے کی بجائے اپنی گاڑی ہویلی کے سب سے قریبی ہاسپٹل کی طرف موڑ چکی تھی کیونکہ PIMS ہاسپٹل ہویلی سے کافی دور تھا اور شاہ بی بی کی حالت بھی کافی نازک تھی۔

شٹ اپ میر ال شاہ!! خبر دار! خبر دار جو تم نے میری بیوی کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالا۔۔ زبان کاٹ کے ہاتھ میں پکڑا دوں گا!!۔۔۔ احان شاہ اسکے اس الزام اور جرات پہ غرایا تھا۔۔ احان شاہ کے یوں غرانے پہ آس پاس کے کتنے ہی لوگ احان شاہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔ زاویار شاہ نے ناگواری سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ان کی لاڈلی بیٹی پہ دھاڑ رہا تھا۔۔

میری بیٹی کی زبان کاٹنے سے پہلے اپنی بیوی کے ہاتھ کاٹو جا کے شاہ!! کیونکہ کھیر تو تمہاری بیوی نے ہی شاہ بی بی کو بنا کے کھلائی تھی!۔۔ زاویار شاہ آگے بڑھتے ہوئے میر ال شاہ کو اپنے حصار میں لیتے احان شاہ کی طرف دیکھ کے کرخت لہجے میں بولے تھے۔۔

یہ سب کیا ہے؟؟ جو بھی بات ہو گی ہویلی جا کے ہو گی! اب کوئی مزید ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالے گا! یہ ہاسپٹل ہے ہویلی نہیں جہاں تم لوگ اپنی مرضی سے چیخ رہے ہو!۔۔۔ احان شاہ کو پھر سے کچھ بولنے کے لئے اپنے لب وا کرتے دیکھ کے ھارون شاہ نے غصے سے ان سب کو خاموش کروایا تھا۔۔ احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے بمشکل اپنے غصے پہ قابو پایا تھا۔۔ شاہ بی بی کو ہوش میں آنے کے لئے ابھی وقت درکار تھا لیکن میر ال شاہ اور زاویار شاہ کی باتیں احان شاہ کے دل میں آگ لگا چکی تھیں! وہ وہاں ایک بھی منٹ مزید رکنے کی بجائے غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلا تھا۔۔ وہ ہویلی جا کے اس سارے مسئلے کے بارے میں ابھی ہی جانچ پڑتال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ ابھی معاملہ گرم تھا!!

اکبر خان مجھے اگلے پانچ منٹ میں پورچ خالی چاہئیے!! تم سمیت ایک ملازم بھی مجھے یہاں پہ نظر آیا تو گردنیں طور کے ہاتھ میں پکڑا دوں گا!!۔۔۔زوریز شاہ جو غصے سے لان کی طرف بڑھ رہا تھا، پورچ میں ملازموں کی فوج کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا جس پہ اکبر خان کو کچھ بولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی، کیونکہ اگلے ہی پل اکبر خان سمیت تمام ملازم تقریباً بھاگنے والے انداز میں پورچ سے رفو چکر ہو چکے تھے۔۔ملازموں کے جانے کے بعد زوریز شاہ کی نظروں کا مرکز پھر سے مرحا شاہ بنی تھی زوریز شاہ کا غصہ اس پہ بھرتا ہی جا رہا تھا۔۔جو ہنوز کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے بے حس و حرکت بارش میں بھیگ رہی تھی۔

تم یہاں پہ کیا کر رہی ہو مرحا شاہ!!۔۔۔زوریز شاہ تیزی سے اسکے قریب آتا ہوا اسے کہنی سے تھام کے اپنے بے حد نزدیک کھینچتے اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔۔مرحا شاہ جو خیالوں کی دنیا میں کھوئی آٹھ ماہ پیچھے جا چکی تھی، اس اچانک افتاد پہ اس نے چونکتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ اس وقت غصے سے سرخ تھا۔خوبصورت نقوش تنے ہوئے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔میگا ایپسوڈ60

گل!! گل!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ حویلی کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی گلالئ کو بلند آواز میں پکارتا غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔۔گلالئ جو شاہ بی بی کی سلامتی کی دعا کے لئے ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں نوافل ادا کرنے گئی تھی، احان شاہ کی دھاڑتی آواز پہ وہ جمائے نماز تہہ کر کے جلدی سے اسکی مخصوص جگہ پہ رکھتی نیچے کی طرف بڑھی تھی۔۔احان شاہ کی دھاڑ پہ ہمیشہ کی طرح گلالئ کا نازک سا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑکتا ہوا پاگل ہو رہا تھا۔۔

ج۔جی۔۔شا۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔۔گلالئ نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے بے حد معصومیت سے احان شاہ کو جواب دیتے اسکی پکار مقصد جاننا چاہا تھا۔۔کہنے کو تو وہ ابھی اسکے کچھ دیر پہلے والے رویے کی وجہ سے اس سے ناراض تھی لیکن اسکے غصے پہ وہ اپنی ساری ناراضگی بھولتی تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کیا تم نے شاہ بی بی کو دوپہر کے کھانے میں کھیر دی تھی؟؟۔۔۔احان شاہ سیڑھیوں کی طرف بڑھتا اسے کہنی سے پکڑ کے خود کی طرف کھینچتا بے حد سپاٹ لہجے میں استفسار کر رہا تھا، گلالئ کے معصوم تاثرات پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنے شدید غصے پہ قابو پا چکا تھا۔۔

ج۔جی۔۔شا۔۔شاہ۔۔۔سائیں۔۔میں۔۔۔نے۔۔آپ۔۔۔کے۔۔۔جاتے۔۔ہی۔۔۔انہیں۔۔

کھیر۔۔بنا۔۔کے۔۔۔دے۔۔دی۔۔تھی۔۔۔۔گلالئ نے اس غصے سے خائف ہوتے ہوئے اسے جلدی سے بتایا تھا کہ وہ اس کے حکم۔ک ءمطابق اس کے جاتی ہی انہیں ان کی پسندیدہ کھیر بنا کے دے چکی تھی۔۔گلالئ کے جواب پہ احان شاہ کے دماغ میں میرال شاہ کے الفاظ گونجے تھے جب وہ اپنی زبان سے اقرار کر رہی تھی کہ اس نے خود اسے شاہ بی بی کے کمرے میں کھیر لے جاتے دیکھا ہے، احان شاہ اس وقت گلالئ کے منہ سے یہ جواب قطعی نہیں سننا چاہتا تھا۔۔اسکے جواب پہ احان شاہ کی ہری آنکھیں غصے سے لہو رنگ ہوئی تھیں۔۔

نگہت!!!!!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے گلالئ کے معصوم چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے بلند آواز میں نگہت کو غصے سے آواز لگائی تھی جو اسکی ایک پکار پہ دوڑتی ہوئی کچن سے باہر نکلی تھی۔۔

جی شاہ صاحب۔۔۔۔نگہت اس اونچی ناک والے مغرور شہزادے کی طرف دیکھتی معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنی آواز کو سریلا بناتے ہوئے اس سے اسکے بلانے کا مقصد پوچھ رہی تھی۔۔

شاہ بی بی کو دوپہر کے کھانے میں کھیر کے علاوہ کیا کیا دیا گیا تھا!!۔۔۔احان شاہ نے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے سرد لہجے میں نگہت سے استفسار کیا تھا۔آواز بلند تھی۔۔

کچھ بھی نہیں شاہ صاحب!!۔۔۔نگہت نے پورے کانفیڈنس سے احان شاہ کو جواب دیا تھا۔۔نگہت اپنی ایکسرا کرتی آنکھوں سے احان شاہ کے نقش نقش پہ اپنی نظریں دوڑا رہی تھی۔۔وہ اس شخص کی خوبصورتی، اسکے مغرور انداز پہ اسے یوں دیکھنے پہ مجبور ہو جایا کرتی تھی۔۔

کیا مطلب کچھ نہیں؟؟اگر شاہ بی بی کو دوپہر کے کھانے میں کچھ نہیں دیا گیا تھا تو کیا انہوں نے خود زہر کھا کے اپنی جان کو نقصان پہنچایا ہے؟؟۔۔۔نگہت کے اس جواب پہ احان شاہ غصے سے دھاڑا تھا جس پہ اسکے حصار میں کھڑی گلالئ ڈر کے ہولے سے چیخ مارتی بے ساختہ احان شاہ کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔احان شاہ کے منہ سے زہر کا ذکر

سنتے ہوئے گلالئ کو اپنا دل کانوں میں بجتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ابھی کہ اس نے ایسی کوئی حرکت انجام نہیں دی تھی لیکن احان شاہ کے چہرے کے سرد تاثرات پہ اسے اپنا آپ چور محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے احان شاہ آج اسے یا نگہت کو اپنے غصے سے مار ڈالے گا۔۔

یا اللہ خیر !! شاہ صاحب آج شاہ بی بی نے دوپہر کے کھانے میں کھیر کے علاوہ کچھ نہیں کھایا تھا۔۔ صبح کا ناشتہ انہوں نے سب کے ساتھ مل کے وہی کیا تھا جو ہویلی کے دوسرے مہینوں نے کیا تھا۔۔ نگہت اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے کچھ حیرانگی اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات میں احان شاہ کو جواب دیتی اس کا چہرہ غصے سے سرخ کر چکی تھی۔۔ نگہت کے جواب پہ گلالئ کو احان شاہ سے مزید خوف سا محسوس ہوا تھا جس پہ وہ اسے دیکھنے کی بجائے اپنا چہرہ مزید اسکے سینے میں چھپا گئی۔۔ گلالئ نے کھلے لاؤنج میں کبھی بھی ایسی حرکت نہیں کی تھی لیکن احان شاہ کے تنے تاثرات اور اس تفتیشی انداز پہ وہ اسکی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ اسی لئے وہ لرزتی ہوئی اس میں چھپ رہی تھی، احان شاہ نے اسے خود سے دور نہیں کیا تھا جس پہ گلالئ کو کچھ ڈھارس ملی تھی۔۔

تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے ؟؟ تم آخر کہنا کیا چاہ رہی ہو ؟؟۔۔۔ احان شاہ نے نگہت کا جواب سنتے ہی دھاڑ کے اس کے جواب کا پورا مطلب استفسار کیا تھا۔۔ وہ جیسے ڈھکے چھپے الفاظوں میں بولتی احان شاہ کا شک کھیر پہ دلوانا چاہ رہی تھی۔۔

گلے بی بی مجھے معاف کر دیں! میں نے شاہ صاحب کا نمک کھایا ہے میں مزید اس بات کا پردہ رکھتی نمک حرامی کر کے ! مجھے اپنے ضمیر پہ ایک بوجھ سا محسوس ہو رہا ہے۔ میں نے آپ سے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ آپ کی اتنی سی خود غرضی شاہ بی بی کی جان لے سکتی ہے لیکن آپ۔۔۔۔۔ نگہت اچانک سے آنسو بہاتی اپنے ہاتھ جوڑتے ہوئے گلالئ کو مخاطب کرتی ایک سانس میں ہی سب کو کچھ بولتی آخر میں اپنا جملہ مکمل کرنے کی بجائے اپنے چہرے پہ اپنا دوپٹا رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی۔۔ نگہت کے الفاظوں پہ گلالئ نے احان شاہ کے سینے سے اپنا چہرہ باہر نکالتے ہوئے حیرانگی باور نا سمجھی کی کیفیت میں نگہت کو دیکھا تھا۔۔ نگہت کے الفاظ اس کے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے۔۔

یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟؟۔۔۔ نگہت کے آدھے ادھورے الفاظوں پہ احان شاہ ایک نظر گلالئ کو دیکھ کے پھر سے نگہت کی طرف دیکھتا نا سمجھی سے غرایا تھا۔۔

شاہ صاحب!! میں۔۔۔نے۔۔۔خود۔۔۔گلے۔۔۔بی بی۔۔۔کو۔۔۔کھیر۔۔۔میں۔۔کچھ ۔۔ملاتے۔۔۔ہوئے۔۔۔دیکھا۔۔تھا۔۔میں نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن یہ بدلے میں مجھے آپ کے تحت اس نوکری سے نکالنے کی دھمکی دیتی بے بس کر چکی تھیں۔شاہ صاحب آپ جانتے ہیں صرف میں ہی اپنی بیمار بستر مرگ پہ پڑی ماہ کا واحد سہارا ہوں! میں گلے بی بی کی اس دھمکی پہ بہت ڈر چکی تھی، اسی لئے خاموشی اختیار کرنے کے علاوہ کچھ نہ کر پائی! کیونکہ میں جانتی تھی آپ اپنی بیوی پہ جان چھڑکتے ہیں ان کی ایک ہی شکایت پہ آپ مجھے ملازمت سے نکال دیں گے! مجھے یہ ملازمت کافی مشکل سے ملی تھی شاہ صاحب اسی لئے میں نے مزید دھکے کھانے کے ڈر سے بے بسی پہ اپنی آنکھیں اور منہ بند کر لیا!!۔۔لیکن اب جب سے میں نے شاہ بی بی کی حالت دیکھی ہے یقین مانیں دل اس وقت سے خون کے آنسو رو رہا ہے!! مجھے معاف کر دیں! مجھے یہ بات آپ سے نہیں چھپانی چاہئیے تھی! لیکن میں کیا کرتی شاہ صاحب میں اس وقت بہت ڈر چکی تھی۔۔نگہت ہاتھ جوڑ کے احان شاہ کے پیروں میں گرتی روتے ہوئے (جھوٹی) ندامت کے احساس سے اپنا سر نفی میں ہلائے جا رہی تھی۔۔نگہت کی باتوں پہ گلالئ اور احان شاہ کی آنکھیں حیرت پھٹی تھیں۔۔

شا۔۔شاہ۔۔یہ۔۔۔جھوٹ۔۔بول۔۔۔رہی۔۔ہے۔۔میں۔۔۔تو۔۔جانتی۔۔۔بھی۔۔۔نہیں۔۔۔ہوں۔۔۔شاہ ۔۔۔مجھے۔۔۔کچھ۔۔نہیں۔۔۔پتا۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔تو۔۔۔صرف۔۔۔شاہ۔۔۔بی بی۔۔کو۔۔۔کھیر۔۔۔ابھی گلالئ مزید بولتی جب احان شاہ کے پیروں میں کھڑی نگہت نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

خدارا گلے بی بی مزید جھوٹ مت بولیں! میں نے خود آپکو آپکے پلوں سے کوئی پوری نما چیز نکالتے ہوئے دیکھا تھا جسے آپ مسکراتے ہوئے کھیر میں بول رہی تھیں، میں نے آپکو منع کیا لیکن بدلے میں آپ نے مجھے زور سے تھپڑ مار دیا۔۔نگہت سر اٹھا کے روتی ہوئی بالکل اور یجنل انداز میں ایکٹنگ کر رہی تھی۔احان شاہ ساکت اور بے یقین نظروں سے گلالئ کی طرف دیکھتا اسکے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔احان شاہ کا دل اس وقت پہلو میں دھڑکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔۔سو وہ چاہتا تھا گلالئ اس کی پوری بات کی نفی کرتے ہوئے اس پہ اپنی بے گناہی ثابت کرے۔۔حیرت

کی بات یہ تھی کہ وہ ملازمہ کی بات پہ نیم متفق دیکھائی تھی گلالئی کو شکی نظروں سے دیکھ رہا تھا، اور یہی گلالئی کے دل کو بری طرح سے کچوکے لگا رہی تھی۔۔

شاہ!! میر ایقین کریں! میں تو اس بارے میں کچھ جانتی بھی نہیں ہوں! آپ خود سوچیں جب میں ہویلی سے باہر نہیں نکلتی تو میں بھلا کوئی زہر کہاں سے لاؤں گی؟ شاہ سائیں میں آج تک صرف آپ کے ساتھ باہر گئی ہو۔ مجھے واقعی میں نہیں پتا نگہت میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہے۔۔ اور۔۔ اور مجھے تھپڑ مارنا تو دور شاہ سائیں مچھر مارنا بھی نہیں آتا۔۔ گلالئی بچوں کی طرح روتے ہوئے احان شاہ کہ شرٹ سینے سے مٹھیوں میں جکڑتی نفی میں سر ہلاتے اسے معصومیت سے اپنی بات کا یقین دلا رہی تھی، اس نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ اپنی بات لڑکھڑائے بغیر مکمل کرے اور وہ کر چکی تھی۔ احان شاہ نے اسے خود سے دور نہیں جھٹکا تھا۔۔ احان شاہ کی نظریں اس وقت اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کر رہی تھی۔۔ اسکے چہرے کی معصومیت دیکھتے ہوئے احان شاہ نے بے حد پیار سے اسکے گالوں پہ پھسلتے آنسوؤں کو اسکی عارضوں سے چنا تھا۔ اس کے اس وقت گلالئی پہ شک کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہیں تھا، وہ بنا کسی ثبوت کے ایک ملازمہ کی بات پہ یقین کرنے کا اردہ نہیں رکھتا تھا۔۔

شش گل!!۔۔۔ احان شاہ اسکا گال نرمی سے سہلاتا اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے اسے مزید نہ رونے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔ احان شاہ کی اتنی سی نرمی پہ وہ رونا بند کرتی خوشی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ تو کیا اس کو اپنی پٹھانی کی سچائی پہ یقین آ چکا تھا؟ گلالئی نے دیوانا وار احان شاہ کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے خوشی سے سوچا تھا لیکن اسکی اس خوشی کو اسی وقت نظر لگ چکی تھی۔۔ اسکے ہاتھوں کے نرم لمس کو اپنے گالوں پہ محسوس کرتے گلالئی است نم زدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے آج اس کے اسی اعتبار کی کافی ضرورت تھی ورنہ نگہت نے تو اس کا گھر برباد کرنے میں کوئی قصر نہیں چھوڑی تھی۔ احان شاہ کو اس صورتحال میں بھی گلالئی سے نرمی برتتے دیکھ کے نگہت کے تن بدن میں آگ لگی تھی، وہ تو کسی اور ہی چیز کو تصور کئے بیٹھی تھی، اور وہ دونوں تھے کہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھوں ڈالے ایک دوسرے کے حصار میں کھڑے تھے؟ نگہت نے اپنی اتنی ایکٹنگ پہ یوں آسانی سے پانی پھرنے پہ نفرت سے گلالئی کی طرف دیکھا تھا۔۔

گلے بی بی تمہیں خدا کا واسطہ ہے مزید جھوٹ بول کے شاہ صاحب کو اپنی معصومیت میں مت پھنساؤ!! مکافات عمل ایک نا ایک دن لوٹ کے ضرور آتا ہے! آج تم کسی کے ساتھ کروں گی تو کل کو تمہارے بچے تمہارے ساتھ کریں گے!! گلے بی بی تمہاری چادر کا بندھا ہوا پلو اس بات کا گواہ ہے کہ تم نے ہی شاہ بی بی کو زہر دیا ہے! گلے بی بی اگر تم یوں اپنے اس گناہ پہ پردہ ڈالو گی تو جھیلنا مجھے پڑے گا کیونکہ میں ایک نوکرانی ہوں اور تم اس حویلی کی بہو! شاہ صاحب نے اگر مجھے چھوڑ بھی دیا تو باقی حویلی کے مکین مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے کیونکہ دوپہر کے وقت صرف میں اور آپ ہی کچن میں تھے! آپ تو خود کو بے گناہ ثابت کر لیں گی گلے بی بی لیکن میں؟ میرا کیا قصور ہے؟ صرف اتنا کہ میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے آپکو یہ سب کرتے دیکھا ہے؟ میں نے کتنا منع کیا تھا گلے بی بی آپکو لیکن میں نہیں جانتی تھی آپ اتنی معصومیت سے اتنی بڑی چال چل جائیں گی! میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں اپنا گناہ قبول کرتے ہوئے مجھے قید خانے میں جانے سے بچا لیں گلے بی بی!! میں جانتی ہوں میرے سچے ہوتے ہوئے بھی کوئی میرا ساتھ نہیں دے گا! آج کل سچائی کو مانتا ہی کون ہے؟۔۔۔ نگہت ایک دم سے پھر سے بلند آواز میں روتی نفی میں سر ہلاتے ہوئے گلالئ سے التجائیں کر رہی تھیں۔۔ نگہت اس اثناء میں اپنے گال کے پاس سے نامحسوس انداز میں دوپٹا بھی پیچھے کی طرف سرکا چکی تھی۔۔ نگہت کی بات سنتے ہوئے احان شاہ کی نظریں اسکے گال پہ چھپے انگلیوں کے نشان سے ہوتی ہوئی بے ساختہ گلالئ کی چادر کے پلو کی طرف اٹھی تھیں جس پہ نگہت کے کہے کے مطابق گرہ بندھی ہوئی تھی۔۔ گلالئ جس پہ نگہت کی باتوں کو سنتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے احان شاہ کو اپنے پلو پہ لگی گرہ کھولتے دیکھ کے اسکی سانس سینے میں اٹکی تھی۔۔ اس نے تو آج تک اپنی چادر پہ کوئی گرہ نہیں لگائی تھی تو پھر یہ گرہ جب اور کس نے لگائی تھی؟۔ گلالئ نہیں جانتی تھی! کسی انہونی کے احساس سے گلالئ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے۔ وہ تکلیف اور کرب سے نگہت کی طرف دیکھ رہی تھی جو اسکے اپنی طرف دیکھنے پہ ون سائیڈ مسکراتی پھر سے اپنے چہرے پہ معصومیت تاری کر چکی تھی۔ اسکے اس شاطر انداز پہ گلالئ کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اس لڑکی نے اسکے ساتھ یہ چال کیوں اور کب چلی تھی وہ قطعی نہیں جانتی تھی۔۔ احان شاہ جو دھڑکتے دل سے گلالئ کی چادر کا پلو کھول رہا تھا اس میں سے ایک پوری نما چیز برآمد ہوتے دیکھ کے اس نے سوالیہ اور بے یقین نگاہوں سے گلالئ کی طرف دیکھا تھا۔۔ گلالئ نے اسکی بے یقین نگاہوں میں دیکھتے ہوئے

معصومیت سے نفی میں سر ہلاتے اپنی سچائی کا یقین دلانا چاہا تھا۔۔ نگہت نے چال ہی ایسی چلی تھی کہ وہ کچھ بولنا بھول چکی تھی۔۔ گلالئ چاہ کے بھی اپنی صفائی نہیں دے پا رہی تھی۔۔ پوری کے اندر سے نکلتا سفید زہریلا مواد دیکھ کے سونگھتے ہوئے احان شاہ ہل نہ سکا!! احان شاہ ساکت نظروں سے کبھی اپنے ہاتھ میں پکڑی پوری کی طرف دیکھتا تو کبھی گلالئ کی طرف جو بے بسی سے روتی ہوئی نفی میں سر ہلائے جا رہی تھی۔۔

یہ سب کیا ہے گلالئ؟؟ یہ زہریلا مواد کی تمہارے پاس کہاں سے آیا؟؟!! جواب دو مجھے!!۔۔۔ احان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پوری اسکے سامنے کرتا طیش کے عالم میں دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ پہ گلالئ کی سانس سینے میں اٹکی تھی، اس نے روتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

شا۔۔ شاہ۔۔۔ سائیں۔۔۔ میں۔۔۔ واقعی۔۔۔ ہی۔۔ نہیں۔۔ جانتی۔۔۔ میرا۔۔۔ یقین۔۔ کریں۔۔۔ گلالئ مزید کچھ بولنے ہی والی تھی جب مظلوم سی نظر آتی نگہت نے ایک دفعہ پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لالہ!! مجھے یاد آیا میں نے کل گلے بی بی کو شفیق احمد (ملازم) سے کوئی بات کرتے دیکھا تھا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتی یہ شفیق احمد سے کیا بات کر رہی تھیں!! میں صرف آپکو اپنی بے گناہی کا ثبوت دلانا چاہتی ہوں شاہ صاحب!! میرا اس سب میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔۔۔ نگہت اپنے دماغ پہ زور ڈالنے والے انداز میں اپنا بات کا آغاز کرتی ایک دفعہ پھر سے روتے ہوئے اسے اپنی بے گناہی کا جھوٹا یقین دلا رہی تھی۔۔ نگہت کی اتنی بڑی سازش پہ گلالئ کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

کیا یہ سچ ہے گل؟؟ کیا نگہت سچ بول رہی ہے؟ کیا کل کی تاریخ میں تمہاری شفیق احمد سے کوئی بات ہوئی تھی؟؟ احان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پوری کو زور سے اپنی مٹھی میں بند کرتا گلالئ کا جبڑہ اپنے دوسرے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ گلالئ خاموشی سے احان شاہ کی طرف دیکھتی رہی۔۔ اس کے پاس اب اسے اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا۔۔ وہ اپنی صفائی دے کے بھی جھوٹی ہی ثابت ہوتی کیونکہ مقابل نے چال ہی ایسی چلی تھی۔۔ ہاں یہ سچ تھا اس نے کل پورے پردے میں درمیانی عمر کے شفیق احمد سے احان شاہ کی واپسی کا وقت پوچھا تھا تاکہ وہ اسکے آنے سے پہلے وقت پہ تیار ہو سکے! وہ نہیں جانتی تھی اس کی اتنی سی حرکت کو یوں بنا کے پیش کیا جائے گا!!

شفیق احمد!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی کو خاموش دیکھ کے احان شاہ اب کی بار خود کو اسکی معصومیت میں کھونے سے بعض رکھتا پہلے سے بھی زیادہ غصے سے دھاڑا تھا۔۔ احان شاہ کی آواز اس وقت پوری ہویلی میں گونج رہی تھی، احان شاہ کی دھاڑ پہ اپنے کمرے میں نماز پڑھتی زہرہ مام کا دل لرز اٹھا تھا، جبکہ کاظم شاہ کے کمرے میں موجود ایزل شاہ کب سے اپنے کمرے کا دروازہ بند کئے شاہ بی بی کی صحت کی دعائیں مانگتی آنسو بہا رہی تھی۔ اگر میر ال شاہ، شاہ بی بی کی لاڈلی نواسی تھی تو ایزل شاہ ان کی لاڈلی پوتی تھی۔۔

ج۔جی۔۔شاہ صاحب۔۔۔۔ احان شاہ کی دھاڑ پہ شفیق احمد بھاگتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا تھا، گلالئی کی اس کی طرف سے پشت تھی، شفیق احمد اس وقت گلالئی کا چہرہ نہیں دیکھا سکتا تھا۔۔

میں تم سے زیادہ سوال نہیں پوچھوں گا شفیق احمد!! میں صرف اتنا پوچھوں گا کہ کیا اس زہر کو لانے میں تمہارا کوئی ہاتھ ہے؟ اور اگر ہے تو تمہیں اس گھٹیا کام کے لئے کس نے کتنے پیسے دیئے تھے؟؟ مجھے اگلے دو منٹ میں بنا اٹکے اپنی بات کا مکمل جواب چاہئیے! ورنہ تیسرے ہی منٹ تمہارے حلق سے کھینچ نکالوں گا!!۔۔۔ احان شاہ کچھ فاصلے پہ کھڑے شفیق احمد کی طرف بڑھتا اپنے مٹھی کو کھول کے اس پوری کی طرف اشارہ کرتا ایک ایک چباتا ہوا بے حد غصے سے بولا تھا جس پہ شفیق احمد کو اپنے سانس سوکھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

شاہ۔صاحب۔۔۔یہ۔۔۔سب۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔ نہیں۔۔۔ ابھی شفیق احمد لڑکھڑاتا ہوا اپنی بات مکمل کرتا جب احان شاہ کے مضبوط ہاتھ کا مکا شفیق احمد کے گال کی زینت بنا تھا۔۔ احان شاہ کے مکے کی قوت اتنی تھی کہ شفیق کو اپنا جبڑہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

اب تمہارے صرف ڈیڑھ منٹ بچا ہے شفیق احمد۔۔مجھے بنا لڑکھڑائے تیرا جواب چاہئیے!!!۔۔۔۔ احان شاہ غصے کی شدت سے دھاڑا تھا۔۔ اسکے دھاڑنے کی دیر تھی جب شفیق احمد نے بھی نگہت کی زبان بولتے ہوئے ایک سے ڈیڑھ منٹ میں فر فر اپنی یاد کی ہوئی کہانی احان شاہ کے گوش و گزار کی تھی۔۔ شفیق احمد کی کہانی میں بھی قصوروار گلالئی جبکہ اپنی نوکری کے ڈر سے اور کچھ پیسوں کے لالچ سے یہ کام والا مظلوم نوکر وہ خود تھا۔۔ شفیق احمد کی بات مکمل ہوتے ہی۔ احان شاہ نے اسکے پیٹ میں اپنی لمبی ٹانگ جھڑتے ہوئے اسے زمین بوس کیا تھا، شفیق احمد کے ساتھ ساتھ ڈر کے مارے گلالئی کی چیخ بھی حلق سے نکلی تھی۔۔

ایک تو ہمارا نمک کھاتے ہو اور ہمیں ہی مارنے کی پلیننگ کرتے ہو؟ آج تیرا آخری دن ہے شفیق احمد!! زندان میں جاتے ہی نفل پڑھنا شروع کر دے! کیونکہ تو آج احان شاہ کے ہاتھوں سے نہیں بچے گا! ؟! احان شاہ اسکے کالے چہرے پہ اپنے بھاری بوٹوں کی ضربیں لگاتا اب اکبر خان کو بلند آواز میں پکار رہا تھا جس پہ اکبر خان ہمیشہ کی طرح کسی بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا تھا۔۔

ان دونوں کو زندان میں قید کر دو اکبر خان!! یہ میرے اور شاہ بی بی کے خاص مجرم ہیں!! ان کا حساب میں ان دونوں سے خود لوں گا! ۔۔۔ احان شاہ کرخت اور اٹل لہجے میں اکبر خان کو حکم دیتا اب گلالئ کی طرف بڑھا تھا جو ہنوز ان سب کی طرف سے پشت کئے لرزتی ہوئی رو رہی تھی۔۔ اکبر خان ان دونوں کو گھسیٹتا ہوا کے جا چکا تھا، نگہت اور شفیق احمد اس سب کے لئے پہلے سے تیار تھے لیکن پھر بھی ان دونوں نے مصنوعی معافیاں مانگنا نہیں چھوڑی تھیں جس کا احان شاہ کی صحت پہ کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔۔ نگہت زندان میں جاتے ہوئے بھی مسکرا رہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھی اس نے کافی بڑی سازش رچائی ہے جس سے آج گلالئ کی خیر تو قطعی ممکن نہیں تھی۔۔ گلالئ کو اپنی آنکھیں میچے زیر لب دعائیں مانگتی احان شاہ سے کسی اچھے کی توقع کر رہی تھی احان شاہ کے مضبوط ہاتھ کی بے درد گرفت اپنے بازو پہ محسوس کرتے وہ کراہے بنا نہ رہ پائی۔۔

تمہیں اپنے کمرے تک لا کے میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی گلالئ اسماعیل خان!! میں نہیں جانتا تھا تم جیسی معصوم نظر آنے والی پٹھانی یوں ہماری پیٹھ کے پیچھے چھڑا کھونپے گی!! تم نے آج ثابت کیا ہے کہ تم آج بھی ایک غدار نوکر کی بیٹی کی حیثیت رکھتی ہو!! تم بھی اپنے باپ کی طرح غدار نکلی! تمہارا باپ بھی ایسا ہی تھا ہماری ہر نیکی ہر کرم نوازی کو بھول کے پیٹھ پیچھے وار کرنے والا جس طرح سے تم نے کیا ہے!! احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجتا ہوا گلالئ کے نازک گال پہ زوردار تھپڑ جھڑ چکا تھا۔۔ چٹاخ کی آواز پورے لاؤنج میں گونجی تھی، احان شاہ کے بھاری ہاتھ کے تھپڑ کی تاب نہ لاتے ہوئے گلالئ اگلے ہی پل زمین بوس ہوئی تھی۔۔ وہ اپنے جلتے گال پہ ہاتھ رکھتی بے یقینی سے احان شاہ کی طرف طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے تو ان چند منٹوں میں خدا سے اتنی دعائیں مانگ ڈلی تھیں، احان شاہ پہ کتنا کچھ پڑھ کے غائبی طریقے سے پھونک ڈالا تھا تو کیا وہ اتنی بدنصیب تھی جس کی دعائیں قبول نہیں ہوئی تھیں؟ جس کے شوہر نے اس پہ اعتبار نہیں کیا تھا؟۔ احان شاہ کے تھپڑ کی شدت پہ گلالئ کو اپنا گال جلتا ہوا

محسوس ہو رہا تھا۔ گلالئی نے سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی ہری آنکھوں میں اس وقت طیش و اشتعال کی لالی کے سوا کوئی جذبہ نہیں تھا۔۔

شاہ!! یہ سب کیا ہے؟ یہ کیسا سلوک کر رہے ہو تم بہو کے ساتھ؟۔۔۔ اپنے کمرے سے نکلتی زہرہ مام حواس باختہ سی گلالئی کی طرف بھاگنے کے انداز میں بڑھتی بے حد حیرانگی سے گویا ہوئی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں یہ سب کیا ہو رہا ہے، وہ ابھی ہی نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھیں کب سے احان شاہ کی گرجدار آوازوں کو سنتے ہوئے وہ دعا مانگے بغیر ہی باہر کی طرف بھاگی تھیں۔۔

بہو؟؟ اوو پلیز مام فار گاڈ سیک!! یہ آپکو بہو اور سید احان شاہ کی بیوی کے سٹینڈرڈ پہ پورا نہیں اترتی!! یہ لڑکی میرے گلے میں طوق کے علاوہ کچھ نہیں ہے!! یہ میری بربادی کا سامان ہے! کاش! کاش! میں اس کے غدار باپ کی منتوں پہ ترس کھاتا ہوا اس کی غدار بیٹی کو اپنے نکاح میں نہ لیتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا!!۔۔۔ احان شاہ کی گرج دار آواز اب پہلے سے کئی گنا اونچی ہوئی تھی۔۔ زہرہ مام نے ناسمجھی سے گلالئی کو زمین سے اٹھاتے ہوئے اپنے سینے میں بھینچا تھا جو ہچکیوں سے روتی ہوئی سہمتے ہوئے ان میں پناہ لے رہی تھی۔۔ وہ اب ڈر کے مارے احان شاہ کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی بلکہ اس کی دھاڑوں پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلتی ہولے سے چیخ مارتے ہوئے پھر سے زہرہ مام میں پناہ لے لیتی۔۔

شاہ۔۔ سائیں۔۔۔ می۔۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔۔۔ ابھی گلالئی ہمت کرتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بولتی اسے اپنی صفائی دیتی جب احان شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

خبردار! خبردار جو تم نے آج کے بعد مجھے یوں پکارا! یہ جھوٹے ٹسوے بہانہ بند کرو شاطر عورت! تم ہماری ہویلی میں رہنے کے لائق نہیں ہو! سہی کہتی تھیں شاہ بی بی کہ تم ایک منحوس لڑکی ہو! تم جب سے میری زندگی میں آئی ہو میری زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا ہے!! تم ایک ناسور ہو گلالئی اسماعیل خان!!۔۔ احان شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے قریب کھینچتا اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتا اسکے چہرے پہ غصے سے پھنکارا تھا۔۔ احان شاہ کی دھاڑ پہ گلالئی نے سہمتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔ گلالئی کی چادر ڈھلک کے اس کے کندھوں پہ آچکی تھی، کرسٹل گرے آنکھیں سرخ متورم تھیں!

لالہ!!!۔۔۔ایزل شاہ جو احان کو گل پہ ہاتھ اٹھاتے دیکھ کے سیڑھیوں سے اترتی ساکت ہوئی تھی، اسکے بے حس الفاظوں پہ تضاد اسے گل کے بال جکڑتے دیکھ کے وہ بے یقینی سے اس کی طرف بڑھتی اسے حیرانگی سے پکار رہی تھی جو اس وقت گلالئی کو قتل کرنے کے درپہ تھا۔۔

کیوں کیا تم نے ایسا؟؟ کیا تمہارے لئے اس ہویلی میں بہو کی حیثیت سے میرے کمرے میں رہنا کافی نہیں تھا؟ آج تم نے شاہ بی بی کو مارنے کی کوشش کی ہے کہ کو زہرہ مام اور ایزل کو مارنے کی کوشش کرو گی تا کہ اس ہویلی میں اپنا اونچا نام بنا سکو!! جتنی سطحی سوچ ہے تمہاری گلالئی اسماعیل خان! اب تو تمہارے نام کے ساتھ اپنا نام لگاتے ہوئے بھی گھن ارہی ہے مجھے! مجھے تمہارے آس وجود سے کراہیت محسوس ہو رہی ہے جس پہ ہر رات۔۔۔احان شاہ جو ایزل شاہ کی پکار کو نظر انداز کرتا گلالئی کے بالوں کو جھٹکا دیتا ہوئے اپنی قوت سے حلق کے بل چیخ رہا تھا، وہ زہرہ مام اور بہن کی موجودگی میں اپنا آخری جملہ اس قدر غصے میں بھی مکمل نہیں کر پایا تھا البتہ وہ الگ بات تھی کہ دونوں ہی اسکے ادھورے جملے کا مطلب سمجھ چکی تھیں۔۔احان شاہ کے اتنے زہریلے الفاظوں پہ گلالئی نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں، اسکے الفاظوں کو سننے کے بعد اسکا بس نہیں تھا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے! احان شاہ نے اسکے پور پور کو زخمی کرتے ہوئے اسے آج ایک بار پھر سے اسکی یاد دلائی تھی۔۔گلالئی نے محسوس کیا تھا وہ آج بھی وہی پہ کھڑی جہاں پہ ساڑھے سات پہلے تھی! وہ آج بھی بے سہارا تھی۔۔وہ آج بھی بے سہارا تھی۔۔وہ آج بھی احان شاہ کا ساتھ نہیں پا سکی تھی! وہ آج بھی اسے اپنی لفظوں کی مار مارتا یونہی ذلیل کرتا تھا فرق صرف اتنا تھا پہلے وہ اسکی خفیہ منکوحہ تھی جسے وہ اکیلے میں ذلیل کرتا تھا اور اب وہ اسکی بیوی تھی جسے سب کے سامنے اپنا نام دے کے اس نے اس پہ احسان کیا تھا تا کہ اسے ڈنکے کی چوٹ پہ ذلیل کر سکے۔۔۔کم از کم گلالئی نے اسکے خوبرو چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے یہی سوچا تھا۔۔احان شاہ کے الفاظوں کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ اور زہرہ مام نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھیں کہ اس سب کے پیچھے گلالئی کا ہاتھ ہے۔۔گلالئی کے چہرے پہ ابھی بھی ندامت کا کوئی تاثر نہ دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسے زخمی نگاہوں سے دیکھا تھا جو اسکی شاہ بی بی کو مارنے کی پلیننگ رچا کے بھی اس قدر دیدہ دلیری سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

تم آج سے ہویلی میں نہیں رہو گی!! تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے کہ تم اس عالیشان ہویلی میں ایک بہو کی حیثیت سے رہ سکو گلالئ احا۔۔ اسماعیل خان!! تم اب مرتے دم تک انیکسی میں رہو گی! تمہاری حیثیت ایک غدار لڑکی کی طرح ہے! دل تو چاہ رہا ہے ابھی تمہارے سینے میں اپنی پسٹل کی ساری گولیاں اتار دوں! لیکن مجبور ہوں جتنی محبت میں نے شاہ بی بی سے کی ہے اس سے کئ زیادہ محبت شاید تمہارے اس وجود سے کی ہے! آج سے تم سے پھر سے نفرت کرنے کی کوشش کروں گا اور جس دن اس نفرت اور محبت کے کھیل سے تنگ آ گیا یا تو تمہارے دماغ میں یا پھر اپنے دماغ میں گولی مار کے سارا قصہ تمام کر دوں گا!! تم نے میرے ماں کو بہت برے طریقے سے ٹھیس پہنچائی ہے گلالئ!! میں تمہاری زندگی معاف نہیں کروں گا!! تم تڑپو گی میرے لئے لیکن میں تمہیں میسر نہیں ہوں گا! بلکہ اب میں ڈنکے کی چوٹ پہ تمہیں میر ال شاہ سے دوسری شادی کر کے دیکھاؤں گا!! احان شاہ اس پہ اپنی ہری زخمی نگاہیں گاڑتا ازیت کی انتہا پہ چلایا تھا، یہ الفاظ بولنا جتنے مشکل تھے یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔ لیکن وہ ایک ایسی لڑکی کو مزید اپنی ہویلی میں نہیں رکھ سکتا تھا جو اس کے پیاروں کی دشمن ہو! احان شاہ کے ظالم الفاظوں پہ گلالئ کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ آنسو ایک بار پھر سے دغا دیتے ہوئے اسکی آنکھوں سے قطار در قطار گر رہے تھے۔۔ اسکی باتوں پہ وہ کچھ بول نہ سکی! وہ صرف حسرت سے اسکے چہرے کی طرف دیکھتی جا رہی تھی جو اسے اپنی جان تمنا بولتا تھا لیکن آج بھی وہ اپنی زبان سے اقرار کرتا تھا کہ اسے اسکے وجود سے محبت ہے اسی لئے وہ اس پہ گولیاں نہیں برسا پایا! وہ سچ بولتا تھا اسے صرف اسکے جسم سے محبت تھی! کیونکہ اگر احان شاہ کو اسکی روح سے محبت ہوتی تو کبھی بھی گلالئ کی روح چھلنی کرنے والے الفاظ استعمال کرتا اس پہ اتنی بے اعتباری نہ دیکھاتا۔۔

شاہ سائیں!! میرا یقین کریں میں نے صرف کھیر بنائی تھی میں واقعی ہی نہیں جانتی۔۔۔ گلالئ جو اسے ایک آخری بار یقین دلانے کی خاطر اسکی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑتی ایک آخری بار اپنی صفائی پیش کر رہی تھی احان شاہ اگلے ہی پل اسکی بات کاٹ چکا تھا۔۔

تم چاہے ہویلی کے چھت سے چھلانگ لگا لو میں پھر بھی تمہاری معصومیت میں نہیں آؤں گا گلالئ خان!! تم اعتبار کے قابل نہیں ہو! تم اور تمہاری یہ معصومیت نا قابلِ اعتبار ہے! اگر تم نے آج کے بعد میری ہویلی میں ایک قدم بھی

رکھا گلالئی شاہ تو میں اسی روز تمہارا نام اس صفائے ہستی سے مٹا ڈالوں گا!! احان شاہ اسے بالوں سے پکڑ کے راہداری کی طرف لے کے جاتا بلند آواز میں دھاڑ رہا تھا۔۔

لالہ!! پلیز رک جائیں! گل کی پوری بات تو سن لیں!! مجھے یقین ہے یہ سب ایک غلط فہمی ہے!! لالہ گل ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟ ایزل شاہ اپنی پریگنینسی کی پروا کیے بغیر بھاگتی ہوئی احان شاہ کی طرف بڑھتی اسکے ہاتھوں سے گلالئی کے بال چھڑوانے کی پوری تگ و دو کرتی رو رہی تھی لیکن احان شاہ اس وقت کسی کی بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا، وہ مزید ایک منٹ بھی گلالئی کو اپنی حویلی میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

ایک منٹ کی مہلت دین گے؟ چہرہ ڈھک لوں؟! پھر جیسا چاہے سلوک کر لیجئیے گا!!۔۔۔ گلالئی اپنے آنسوؤں کو مزید بہنے سے روکتی احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے اداسی سے مسکرا کے اجازت طلب کر رہی تھی، کرب بھری مسکراہٹ۔۔۔ وہ اب لاؤنج کے دروازے کے پاس کھڑے تھے، لاؤنج کے دروازے سے نکلتے ہی جگہ جگہ گارڈز کھڑے ہوتے تھے جن سے گلالئی واقف تھی، اسی لئے اس نے احان شاہ سے التجائیہ انداز میں اپنا چہرہ ڈھکنے کی اجازت مانگی تھی۔۔ گلالئی کی بات سنتے ہوئے احان شاہ کی گرفت اس کے بالوں ہ بے ساختہ ڈھیلی پڑی تھی۔۔ ایزل شاہ نے جلدی سے گلالئی کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے اسکے بھورے سلکی بال ٹھیک کرتے سہلائے تھے جنہیں احان شاہ بے دردی سے کھینچ کے بے ترتیب کر چکا تھا۔۔ اسکے بال ابھی تک گیلے تھے، اس نے نہانے کے بعد سے انہیں ابھی تک خشک نہیں کیا تھا۔۔

شکریہ!! اب خود چلی جاؤں یا مزید اچھا سلوک ابھی باقی ہے؟۔۔۔ گلالئی ایزل شاہ سے زبردستی اپنا آپ چھڑواتی خود کو اچھے سے چادر سے ڈھک کے اپنا چہرہ چھپاتی احان شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مضبوط لہجے میں بولی تھی۔۔ اسکا مضبوط لہجہ احان شاہ کو پھر سے غصہ دلا رہا تھا، اسکے مطابق گلالئی کو اس وقت ندامت کا شکار رہنا چاہئیے تھا! لیکن وہ ہنوز ویسی ہی تھی۔۔ چہرے پہ ایک بھی شرمندگی کا تاثر نہیں تھا جو احان شاہ چاہتا تھا۔۔ احان شاہ چاہتا تھا وہ اس سے اور شاہ بی بی سے اپنے کئے کی ایک بار معافی مانگ لے لیکن وہ تو معافی مانگنے کی بجائے اسے جھوٹی صفائیاں پیش کرتی اب دید دلیری بھی دیکھا رہی تھی؟؟ احان شاہ اسکی بات کا جواب دینے کے بجائے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھتا طیش و اشتعال سے سوچ رہا تھا۔۔

پلیز گل!! میں جانتی ہوں تم ایسا نہیں کر سکتی! تم ان سب کو چھوڑو۔۔ تم آج سے میرے کمرے میں رہو گی!!۔۔۔۔
ایزل شاہ ایک دفعہ پھر سے گلالئ کو اپنے حصار میں لیتی اسکی بھیگی پلکیں صاف کرتے التجائیہ انداز مین بولی تھی لیکن گلالئ نفی میں سر ہلا کے خاموش سے احان شاہ کو ایک نظر دیکھتی راہداری کی جانب بڑھ چکی تھی، ایک دل کر رہا تھا ابھی ہویلی سے نکل جائے! لیکن پھر سوچا زرتاج اماں کے سوا اس کا تھا ہی کون؟ زرتاج اماں کی گود میں تو وہ پھر سر رکھ کے رو سکتی تھی ہویلی سے باہر وہ بے آسرا کہاں بھٹکتی پھرے گی؟۔۔ صرف اسی سوچ کے تحت وہ ازیت سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتی انیکسی کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

لالہ!! پلیز گل کو روک لیں!! لالہ میں جانتی ہوں اس میں اسکا کوئی قصور نہیں ہے!! گل ایسا کیوں کرے گی؟ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔ ایزل شاہ نے آخری وقت تک احان شاہ کی منتیں کر ڈالی تھیں کہ گل کو انیکسی تک جانے سے روک لے لیکن احان شاہ اپنی بات سے ایک انچ نہیں ہلا تھا۔۔ وہ گلالئ کو تب تک دیکھتے رہا تھا جب تک وہ انیکسی میں داخل نہیں ہوئیں تھی، گلالئ کے غائب ہوتی احان شاہ کو ایزل کی پریگننسی کا خیال آیا تھا جس پہ وہ اسے اپنے بازو کے ہالے میں لیتا واپس سے لاؤنج کی طرف بڑھ گیا۔۔ زہرہ مام نے بھی کافی بار احان شاہ کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بھی بے حس ظالم ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ اور زہرہ مام کو اس وقت کا ظم شاہ اور احان شاہ ایک جتنے ظالم لگے تھے۔۔ ایک نرمی سے عزت بخشتا ہوا بے س اور ظالم ثابت ہوتا تھا تو دوسرا غصے سے عزت کو تار تار کرتا ظالم ثابت ہوتا تھا۔۔ ان شارٹ وہ دونوں ہی اپنی بیویوں کے لئے ظالم ثابت ہوئے تھے۔۔ ایزل شاہ نے کرب کی انتہا پہ گہری سانس بھرتے ہوئے سوچا تھا۔۔

حال:

احان شاہ رات کے تین بجے بیڈ پہ گلالئ کی سائیڈ پہ موجود اسکے تکیے میں اپنا چہرہ چھپائے آٹھ ماہ پہلے کا ایک ایک منظر یاد کرتا اپنے نچلے لب کو بے دردی سے دانتوں میں لئے کاٹ رہا تھا۔ وہ اس وقت گلالئ کا سیاہ دوپٹا اپنے ناک کے نتھنوں کے قریب تر رکھتا اسکی خوشبو محسوس کرتے ہوئے اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔ اسکے بغیر نیند آنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ احان شاہ کو تو تب تک سکون کی نیند نہیں آتی تھی جب تک وہ گلالئ کو اپنی مضبوط بانہوں میں قید

کرتا اپنی شدتوں سے روشناس نہ کرواڈالے!! ان گزرے آٹھ ماہ میں صرف ایک رات تھی جو اس نے گلالئ کو زبردستی اپنی پناہوں میں قید کرتے ہوئے گزاری تھی، وہ جانتا تھا وہ اس دن اسکی قربت پہ راضی نہیں ہے لیکن اس نے اس دن بھی صرف اپنا سکون تلاشا تھا، صرف اپنی ضرورت کا خیال کیا تھا جس کہ بعد سے وہ اسے میسر نہیں آئی تھی۔۔

ذہ تاسرہ مینہ کوم (مجھے تم سے محبت ہے)۔۔۔۔احان شاہ اسکے سیاہ دوپٹے کو عقیدت سے چومتا اپنی آنکھوں کی نمی پہ بمشکل قابو پاتا شدت بھرے انداز میں بولا تھا۔ پشتو کی ایک یہی واحد لائن تھی جو وہ گلالئ کے ساتھ اتنی دیر رہنے پہ سیکھ پایا تھا۔۔

بارش میں بھیگ رہی ہوں! کیا ہوا جو اب تم میرے ساتھ بارش میں نہیں بھیگتے؟ میں اکیلے بھی تو بھیگ سکتی ہوں نا!!۔۔۔مرحاشاہ اسکی طرف خاکی خالی نظروں سے دیکھتی بھیگی آواز میں گویا ہوئی تھی۔ اسکے جواب پہ زوریز شاہ نے اسے اپنی سرخی چھائی ہری آنکھوں سے غصے سے گھورا تھا۔۔ اسکے بھیگے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے بھی اسکا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔

بارش میں بھیگ رہی تھی یا ڈھیروں ملازموں کے سامنے میری عزت کا جنازہ نکال رہی تھی تم مرحاز وریز شاہ!!!۔۔۔ زوریز شاہ اسکا جبڑا اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیتا اسکے کان کے پاس غصے سے دھاڑا تھا۔ اسکے الفاظوں پہ مرحاشاہ نے ناسمجھی کی کیفیت سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ واقعی ہی اسکی بات کا مطلب نہیں سمجھ پائی تھی۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے زوریز شاہ؟؟لیومی!!۔۔۔اسکے مزید دھاڑنے پہ مرحاشاہ اب اصل ہوش کی دنیا میں آتی اپنے جبڑے سے اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے غرائی تھی۔ وہ اب زوریز شاہ کے مضبوط ہاتھ سے اپنی کہنی چھڑوانے کی تگ دو کر رہی تھی جب زوریز شاہ نے اس پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے اپنا دوسری ہاتھ سختی سے اسکی کمر کے گرد لپیٹا تھا۔۔۔

اپنے عیاں ہوتے وجود پہ ایک نگاہ ڈالو گی تو میرے مزید کچھ بولنے سے پہلے خود ہی میری بات کا مطلب سمجھ جاؤ گی مرحاشاہ!!۔۔زوریز شاہ اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت خطرناک حد تک بڑھاتا غصے کی انتہا پہ چلایا تھا۔۔زوریز شاہ

کے یوں چلانے پہ مرحاشاہ نے بے ساختہ اپنے وجود پہ نظریں دوڑائیں تھیں جس پہ وہ اگلے ہی پل سرخ انار بنتی اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں میں دبا گئی۔۔خفت اور شرم وحیا کے مارے اب نظریں اٹھانے کی کی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔۔چست سفید قمیض پہ سفید باریک سا دوپٹا نہ ہونے کے برابر محسوس ہو رہی تھی۔۔مرحاشاہ کا رعنایاں چھلکتے بدن کے خوبصورت خدوخال اس وقت ایک دلکش منظر پیش کر رہے تھے جسے دیکھتے ہوئے یقیناً کوئی مضبوط اعصاب کا مالک شخص بھی خود پر سے قابو کھو سکتا تھا۔۔اس وقت چاہے رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا لیکن بڑے بڑے بلبوں کی مدد سے شاہ حویلی ابھی بھی پوری طرح سے روشن تھی۔۔شاہ حویلی کا لان، پورچ اور یہاں تک کے حویلی کی بیک سائیڈ کو بھی ان بلبوں کی مدد سے روشن کیا گیا تھا البتہ حویلی کی اندرونی طرف نیم اندھیرا تھا، اس وقت یقیناً سب سونے کے لئے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔

چھوڑو۔۔مجھے۔۔کمرے۔۔میں جانا ہے۔۔اسکی گہری تپش د

زدہ نگاہوں کو خود پہ محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ اسکے سینے پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتی اپنے لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

جب کمرے میں جانے کا وقت تھا تب تم میری عزت کا خیال کئے بغیر اس برستی بارش میں بھیگ رہی تھی مرحاشاہ! تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہارا دماغ درست کرنے کی بجائے تمہیں یہاں سے ایک انچ بھی ہلنے دوں گا؟؟۔۔۔

زوریز شاہ اسے آگ اگلتی نگاہوں سے دیکھتا ایک ایک لفظ چباتا بے حد شدت پسندی سے بولا تھا۔۔

پہلے اپنا دماغ درست کر لو مینٹلی کریک فوجی!! کیونکہ تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے! رات کا ایک بج رہا ہے! یہاں کوئی بھی نہیں ہے! اب تو پرندے بھی اپنے اپنے گھونسلوں میں آرام فرما رہے ہوں گے! اور ویسے بھی میں بارش میں بھیگو یا ناچو یہ میرا معاملہ ہے! تم اپنے کام سے کام رکھو زوریز شاہ! جب تمہارے معاملوں سے دور ہوں تو تمہیں بھی میرے معاملوں میں بھی ٹانگ اڑانے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آنی چاہیئے!! ناؤ لیو می (اب چھوڑو مجھے)۔۔۔مرحاشاہ اب کی بار اپنی لڑکھڑاتی زبان پہ قابو پاتی سنجیدگی سے بولتے ہوئے اسے باور کروا رہی تھی کہ اسے اپنا دماغ درست کرنے کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ مرحاشاہ کے مطابق اسے اس برستی بارش میں کسی نے یوں اس حلیے میں نہیں دیکھا تھا۔۔

جسٹ شٹ یور ماؤتھ مر حاشاہ!! تم اس بارش میں یوں لاپرواہی سے بھیگو اور میں تمہارے اس سراپے پہ اپنی شدت کی مہریں بھی ثبت نہ کروں تو مجھے ریز شاہ کون کہے پھر؟ مجھے لگتا ہے تم میری خضدار میں کہی گئی تمام باتیں بھول چکی ہو؟ تمہارے اس بارش میں ناچنے سے پہلے ہی تمہاری ٹانگیں توڑ کے تمہیں ویل چیئر پہ نہ بٹھادوں؟ تاکہ پھر ڈاکٹر صاحبہ کرتی رہیں ساری زندگی اپنا علاج! کیونکہ کچھ بھی ہو جائے ڈاکٹر صاحبہ کی ڈاکٹری میں رکنے نہیں دوں گا آخر کو اسکی ڈگری لینے میں میری ظالم اور بد دماغ بیوی کی اتنی محنت جو ہے! تمہیں اب زبانی کلامی باتوں سے نہیں بلکہ عملاً ڈوز دینا ذیادہ ضروری ہو چکا ہے!! تو آج کی اس حسین رات کو مزید حسین بنانے کے بارے میں کیا خیال ہے پھر؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے الفاظوں پہ غصے سے پاگل ہوتا اسے اب اسکی کمر پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتا اسے سختی سے اپنی مٹھیوں میں بھرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔زوریز شاہ کے اس انداز پہ مر حاشاہ نے باختہ سسکی بھری تھی۔۔ اسکی بے باک باتوں پہ تضاد اسکے بے باک ہاتھ اپنی کمر پہ رینگتے محسوس کر کے مر حاشاہ کی جان ہوا ہو رہی تھی۔وہ آج کافی مہینوں بعد اسے یوں چھو رہا تھا ورنہ مر حاشاہ اسے اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتی تھی، وہ اب زوریز شاہ کو دیکھ کے ہمیشہ اپنی نظروں کا زاویہ اور اپنا راستہ بدل لیا کرتی تھی لیکن آج وہ اس کی سخت گرفت میں پھنس چکی تھی جس سے نکلنا کم از کم مر حاشاہ جیسی نازک لڑکی کے بس کی بات نہیں تھی۔۔اسکی نزاکت کی وجہ سے زوریز شاہ ہمیشہ اسکے گرد اپنے گرفت ڈھیلی ہی رکھتا تھا تاکہ اس نازک شاہزادی کو زیادہ زور آزمائی نہ کرنی پڑے لیکن آج اپنی سخت گرفت کے باعث وہ مر حاشاہ جو کافی غصے میں لگ رہا تھا۔۔اسکے آخری بے باک جملے کا مطلب سمجھتی وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔

بغیر رخصتی کے تمہارے خود کے قریب آنے پہ تمہیں تمہاری ہی گن سے شوٹ کر دوں گی میجر شاہ! پھر بتاتے رہنا سب فوجیوں کو کہ بیوی سے مار کھا کے آیا ہوں! !۔۔۔مر حاشاہ گہری سانس بھر کے اپنے لہجے کو مضبوط اور سرد بناتی اسکی ہری آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی اسی کی طرح روعب دار لہجے میں بولی تھی۔۔

پہلے اپنی کھسکی ہوئی بیوی کا دماغ تو درست کر لوں جس نے آج میرے وجود میں چھنگاڑیاں بھری ہیں پھر تم سے مار کھانے کے بارے میں "سوچا" جاسکتا ہے میری نازک ڈاکٹرنی!!!۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے مصنوعی روعب پہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھ گاڑ کے دانت پیس کے ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے بولتا اسکے نازک ہونٹوں پہ شدت سے

جھک چکا تھا۔وہ بے تابی سے اسکے لبوں سے بارش کی ایک ایک بوند چنتا ایک ہاتھ اسکی کمر کے گرد سختی سے پھیرتا دوسری ہاتھ اسکی گال اور گردن کے درمیان رکھے ہوئے تھا۔۔کھلے لان میں اسکی اس حرکت پہ مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 61

کھلے لان میں اسکی اس حرکت پہ مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ آج کتنے وقتوں بعد اس کے لبوں کو چوم رہا تھا۔زوریزشاہ اپنا غصہ بھولتا ہوا اسکے لبوں کا جام پینے میں مگن ہو چکا تھا،مرحاشاہ اسکے سینے اور کندھوں پہ غصے سے مکے جھڑتی اس سے دور ہونے کی پوری تگ و دو کر رہی تھی لیکن زوریزشاہ کو جیسے اس کے غصے سے ذرا برابر فرق نہیں پڑ رہا تھا،وہ اس کے تمام مکوں کا بدلا اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت کا گہرا رنگ چڑھاتے ہوئے لے رہا تھا۔۔بارش ایک دم سے پہلے سے تیز ہو چکی تھی،بارش کی تیز بوچھاڑ ان دونوں کو پوری طرح سے بھیگا رہی تھی۔۔زوریز شاہ اب پہلے سے بھی زیادہ شدت اور بے تابی سے اسکے ہونٹوں سے بارش کی ہر بوند چن رہا تھا۔۔تیز بارش اور ٹھنڈی ہواؤں پہ تضاد زوریزشاہ کی اس قدر شدت پہ مرحاشاہ نڈھال ہوتی اب اپنی مزاحمت ترک کر چکی تھی،کیونکہ وہ اسکی مزاحمت اور غصے کو کسی خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔۔اسکے مزاحمت ترک کرنے پہ بھی جب زوریزشاہ نے اسکے لبوں پہ رحم نہ کھایا تو مرحاشاہ نے شدید غصے سے اسکے نچلے لب پہ زور سے اپنے دانت گاڑ دیئے۔۔اسکے دانتوں کے میٹھے سے ظلم پہ زوریزشاہ کی آنکھیں مسکرائی تھیں،آنکھوں کے مسکرانے پہ دائیں آنکھ کی کمان کے تل نے بھی رقص کرنا اپنا فرض سمجھا تھا۔وہ اسکا یہی روپ دیکھنے کے لئے ہی تو اپنی شدت بڑھا رہا تھا،اب جب وہ اس پہ اپنا ظلم ڈھا چکی تو زوریزشاہ نے اس کے بے جان وجود پہ رحم کھاتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔وہ اسکے سینے پہ سر ٹکا کے اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی بجائے جلدی سے دو قدم اس سے دور ہوئی تھی،مرحاشاہ اسکی طرف غصے سے دیکھتی اپنے لبوں سے اسکا لمس ہاتھ کی مدد سے ہٹانے ہی والی تھی جب زوریزشاہ نے فوراً سے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تھا۔۔

نانانا!! یہ غلطی مت کرنا ڈاکٹر صاحبہ!! ورنہ باقی کی پوری رات اسی لان کے بیچ و بیچ کھڑا ہو کے اس رومانٹک سے موسم میں تمہاری ایک ایک سانس چراوں گا!! تم نڈھال ہو کے میرے سینے سے لپٹ جاؤ گی لیکن پھر بھی تم پہ رحم نہیں کھاؤں گا!۔۔ زوریز شاہ اسکے ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لے کے اسے اپنی طرف کھینچتا آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا۔۔ زوریز شاہ کے اس قدر لاپرواہ اور بے باک انداز پہ مرحا شاہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔

مجھے سردی لگ رہی ہے زوریز! مجھے اپنے روم میں جانا ہے!!۔۔۔ وہ اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتی بے حد سنجیدگی سے بولی تھی، سانسیں ہنوز پھولی ہوئی تھیں۔۔ وہ اب اسکے سامنے الفاظ بھی سوچ سوچ کے بولتی تھی کیونکہ وہ اسکی خضدار میں کہی گئی باتیں آج بھی نہیں بھولی تھی، وہ جانتی تھی وہ ان کے خاندان کا بے باک اور دلیر شاہ تھا وہ اپنی ہر بات پہ مہر لگانے کا فن رکھتا تھا۔۔

"کتنی سردی ہے اور پاس کچھ بھی نہیں
آؤ ایک دوسرے کو اوڑھ لیں ہم"

زوریز شاہ اسے اپنی بانہوں میں زور سے قید کرتا اسکی کان کی لوں اپنے دانتوں میں دباتا_ موسم کے مطابق ایک بے باک شعر اسکے کان میں پڑھ چکا تھا۔۔ اسکے شعر پہ مرحا شاہ کا چہرہ غصے اور شرم سے سرخ ہوا تھا، وہ جتنا اس سے دور ہونے کی کوشش کرتی تھی، وہ اتنا ہی اسے اپنے نزدیک کر لیا کرتا تھا۔۔

تم نے سنا نہیں زوریز شاہ!! مجھے سردی لگ رہی ہے، مجھے ابھی اور اسی وقت اپنے کمرے میں جانا ہے!!۔۔۔ مرحا شاہ اسکی ہری آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی غصے سے بولی تھی، وہ اسکی حب الوطنی کا جذبہ اور آرمی سے محبت نہیں بھولی تھی، جسے وہ ہمیشہ اپنی محبت میں شراکت یا تیسری چیز کا نام دیا کرتی تھی۔۔

"کاش لگے تجھے سردی میں محبت کی ٹھنڈ
اور تو تڑپ کے مانگے مجھے کمبل کی طرح"

زوریز شاہ اسکی مزاحمت کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا اسکی تیکھی ناک کے ساتھ اپنی کھری مغرور ناک ملاتا اب پہلے سے بھی بے باکی سے بولا تھا۔۔ اسکے اس شعر پہ مرحا شاہ کے جسم کا سارا خون سمٹ کے اسکے چہرے پہ آیا تھا۔۔

"محبت نہیں نظر بد کہو

یہ جس کو لگتی ہے برباد کرتی ہے"

وہ اسکے باک شعر کا جواب شکوے سے دیتی اپنا سر استہزایا انداز میں جھٹکتے ہوئے اس کے سینے پہ اپنا ہاتھوں کا دباؤ ڈالتی اس سے صرف ذرا سا فاصلہ قائم کر پائی تھی۔۔

"نظر تو دور کی بات ہے

میں تو سردی بھی نا لگنے دوں تمہیں"

زوریز شاہ اسکے شکوے سے کہے گئے شعر پہ اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دبا کے اسے اب پہلے سے بھی زیادہ شدت سے خود کے ساتھ لپٹاتا_ اسکی گردن پہ جھک کے اپنی ناک سہلاتا بے باکی سے بولا تھا۔۔

تم پاگل ہو زوریز شاہ؟ ہم بیڈ روم میں نہیں ہیں! ہم کھلے لان میں۔۔۔ ابھی مرحاشاہ غصے سے اپنی بات مکمل کرتی جب زوریز شاہ نے اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے اسکے نچلے لب کو پیار سے چوما تھا۔۔

چلو بیڈ روم میں چلتے ہیں! ویسے بھی آگے کے پراسیس کے لئے ہمیں ایک عدد بیڈ کی کافی ضرورت پڑے گی!۔۔۔۔

زوریز شاہ اسے ایک دفعہ پھر سے آنکھ ونک کرتا ایک جھٹکے میں اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنی گود میں طرف اٹھا چکا تھا۔ اسکے بے شرم اور بے باک الفاظ پہ مرحاشاہ کی گھنی پلکیں لرزی تھیں، اس نے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے اس کی گود سے اترنے کی جان توڑ کوشش کی تھی لیکن وہ ہر لمحے اپنی گرفت مضبوط کرتا کوئی نا کوئی گے باک حرکت کر ڈالتا۔۔

میرے گلے سے اجرک نکالو۔۔۔۔ اسکے وجود سے چپکتے کپڑوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے ایک دم سے مرحاشاہ کو سپاٹ لہجے میں حکم دیا تھا۔۔ مرحاشاہ جو پہلے ہی اسے غصے سے دیکھ رہی تھی اسکے حکمیہ انداز پہ اس نے اٹیٹیوڈ سے اپنی آئیبرو اچکائی تھی۔۔

خود اتار لو!!۔۔۔۔۔ وہ کندھے اچکاتی مدھم لہجے میں بولتی اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹا چکی تھی، وہ جب جب اسکی طرف دیکھتی تھی، اسکی نظریں اسکی آنکھ کے کمان کے تل کی طرف اٹھتی تھیں جس پہ وہ کبھی بڑی جرات اور مان سے اپنے ہونٹ ثبت کیا کرتی تھی۔۔

کسے ؟ تمہیں خود میں ؟۔۔۔اسکے انکار پہ زوریز شاہ نے جواباً غصہ کرنے کی بجائے اسکی سادہ سی بات کو بے باک مطلب دیتے اپنا آئیبر واچکایا تھا، اسکی معنی خیز کا مطلب سمجھتے ہوئے مرحاشاہ کے گال دہک کے انگارہ ہوئے تھے، اسکا بس نہیں تھا اس بے باک انسان کے لبوں پہ زوردار مکا جھڑ دے جن سے وہ اتنی بے شرم باتیں اتنے ریلیکس انداز میں کر لیا کرتا تھا۔۔

چادر نکالو!۔۔۔اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ پھر سے حکیمہ لہجے میں بولا تھا، اب کی بار اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت پہلے سے کئی زیادہ مضبوط کی تھی، مرحاشاہ نے اب کی بار جواب دینے کی بجائے بے حد سنجیدگی سے اسکے گلے کے گرد لٹکی اسکی آف وائٹ اجرک اتارتے اسکی طرف بڑھائی تھی۔۔

خود پہ اوڑھو!!۔۔۔زوریز شاہ نے اجرک پکڑنے کی بجائے اسے مزید ایک حکم دیا تھا، اسکے اس حکم پہ مرحاشاہ نے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔

میری اجرک سے اپنے وجود کے ہر حصے کو ڈھانپو مرحاشاہ! ابھی تو تمہیں بہت سی سزائیں دینا باقی ہے!۔۔۔زوریز شاہ ایک ایک لفظ چباتا ہوا اسکے چہرے کے نزدیک اپنا چہرہ کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ آنکھوں میں سامنے کچھ دیر پہلے والا منظر لہرایا تھا جب وہ ملازموں کی فوج کے سامنے اس کھلے لان میں تیز بارش میں بھیگتی خود سے اور اپنے شعلہ جوالہ بدن سے فراموش تھی۔۔زوریز شاہ کے غرانے پہ تضاد اس کی گہری نظریں اپنے بدن پہ محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ اگلے ہی پل اسکی اجرک خود کے گرد اوڑھ گئی۔۔

نیچے اتارو مجھے! ایسے ٹھیک سے نہیں اوڑھی جا رہی۔۔۔وہ احسان کرنے والے انداز میں بولتی جان بوجھ کے ٹھیک سے اسکی اجرک نہیں اوڑھ رہی تھی تاکہ وہ اسے اپنی گود سے نیچے اتار دے!۔۔زوریز شاہ نے اسے نیچے اتارنے کی بجائے اگلے ہی پل اسکے وجود پہ بے ترتیبی سے اوڑھی گئی اپنی اجرک اتار کے زمین پہ پھینکی تھی۔۔مرحاشاہ نے اپنی سنہری آنکھیں پھیلاتی ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اسکی اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھ پائی تھی۔۔

چھوڑو ہم اجرک اجرک نہیں کھیلتے!! اگر میرا باڈی بلڈر وجود میری نازک منکوحہ کو سب کی نظروں سے چھپانہ پائے تو لعنت ہے میرے چار چار گھنٹے جم کرنے پہ!!۔۔۔زوریز شاہ سر جھٹک کے مصروف انداز میں بولتا مرحاشاہ کو سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتا اپنے چوڑے وجود میں سما چکا تھا، مرحاشاہ کا نازک وجود زوریز شاہ کے باڈی بلڈر وجود میں

چھپ چکا تھا، اسکے لپٹانے کے انداز پہ مرحاشاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، وہ مزید اپنی شرم وحیا کو غصے کے لبادے میں نہ چھپاپائی تو بالآخر اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔ اسکے اس انداز پہ زوریز شاہ کا دلکش قہقہ فضا میں گونجا تھا۔۔

تمہاری بے باک باتیں اور حرکتیں مجھے کچھ دیر کے لئے شرمانے پہ مجبور تو کر سکتی ہیں زوریز شاہ! لیکن میرا دل تم سے کبھی بھی صاف نہیں کر سکتی! یہ صرف فطری شرم وحیا ہے جو ہر لڑکی کی طرح مجھ پہ بھی ہیوی ہو رہی ہے! اس شرم وحیا کا غلط مطلب نکالتے ہوئے خوش فہم مت ہونا! کیونکہ میرے نزدیک تمہاری معافی اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک تم آرمی نہیں چھوڑو گے!۔۔۔ مرحاشاہ اسکے قہقے پہ تذبذب کا شکار ہوتی_ اسکی گردن سے اپنا چہرہ نکالتی اپنے لہجے میں مضبوط بناتے بولی تھی، اسکے جواب پہ زوریز شاہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی، اس نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی، وہ اس جنگ سے تنگ آچکا تھا۔۔ وہ اسکی باتیں نظر انداز کرتا اسے اچھی طرح سے خود میں چھپاتا اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔

میں تمہارا دل اپنے لمس سے صاف کر دوں گا! اگر یہ فطری شرم وحیا ہے تو میں تمہیں حقیقتاً شرما کے خود میں چھپنے پہ بھی مجبور کر دوں گا! بس آرمی کا ذکر چھوڑ دو۔۔۔ اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ اسے مدھم آواز میں جواب دیتا لاؤنج سے گزرتے ہوئے اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

آرمی کو ہمارے بیچ تم لائے تھے زوریز شاہ میں نہیں! اگر میں ڈاکٹری چھوڑ کے آرمی جوائن کر لوں تو کیا تم اس طرح سے نارمل ریکٹ کرو گے جس نارمل ریکشن کا مطالبہ تم مجھ سے کر رہے ہو؟۔۔۔ مرحاشاہ نے غصے سے دبی دبی آواز میں استفسار کیا تھا، اس وقت لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔۔

آرمی میں تمہارا کوئی کام نہیں ہے مرحاشاہ! تم بات کو ہمیشہ غلط رخ پہ لے کے جاتی ہو۔۔ وہ غصے سے بولتا ہوا اب پیر کی ٹھوکر سے اسکے کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا۔۔

اگر میں ہمیشہ غلط ہوتی ہوں تو کیوں مجھے اپنی بانہوں میں قید کرتے ہو؟ جاؤ کسی اچھی سمجھدار اور اپنے لیول کی بے شرم لڑکی کو اپنا ہمسفر بنالو!۔۔۔۔ مرحاشاہ غصے سے چلائی تھی جس پہ زوریز شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی

قید میں لیتے پھر سے پیر کی ٹھوکر سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا، وہ رات کے اس وقت فضول میں چلاتی ہوئی اسے غصہ دلا رہی تھی۔۔۔

اچھی اور تھوڑی بہت سمجھدار تو تم خیر سے ہو! باقی رہی اپنے لیول کی بے شرم ہمسفر کی بات تو ڈارلنگ تم نے وہ جملہ تو ضرور سنا ہو گا "خربوزہ خربوزے کو دیکھ کے رنگ پکڑتا ہے" ؟؟ تو بس اسی طرح میں بے شرمی کے ریکارڈ توڑتا ہوا تمہیں اپنے لیول پہ لے آؤں گا اور تم خربوزے کی طرح میرے رنگ میں رنگ جاؤ گی! پھر ہم دونوں بے شرم کپل کے نام سے جانے جائیں گے! ۔۔۔ زوریز شاہ اسکے لبوں پہ شدت بھرا بوسا دیتا اسکے لباس سمیت اسے بیڈ پہ پٹکتے ہوئے دلفریب انداز میں اتنی بے باک بات بے حد سنجیدگی سے کہہ کے اسکی الماری کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسکی باتوں پہ مرحاشاہ کی زبان تالو سے چپک چکی تھی۔۔ اسے اپنی الماری سے اپنے کپڑے تلاشتے دیکھ کے مرحاشاہ کی چھٹی حس نے خطرے کی گھنٹی بجائی تھی۔۔ وہ ابھی بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ کمرے کی لائٹس آف کر کے زیرو بلب آن کرتا_ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایک جست میں اس کے قریب آتے ہوئے اسکی کہنی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے چکا تھا۔۔

ابھی تو تمہیں بے شرمی سیکھانا باقی ہے جان ریز!! ڈر کے کہاں بھاگی جا رہی ہیں ڈاکٹر صاحبہ ؟۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنا آئیبرو آچکا کے بولتا مرحاشاہ کو نرمی سے بیڈ پہ دھکا دیتا اگلے ہی پل اس کے اوپر سایہ فگن ہوا تھا۔۔ مرحاشاہ کو اسکے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے، زوریز شاہ کی آنکھوں میں ابھی سے خمار کی سرخی دیکھتے ہوئے مرحاشاہ نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔۔

میں تم سے ڈر کے کیوں بھاگو گی میجر شاہ؟؟ تم بنا رخصتی کے پرمٹ کے میرے نزدیک نہیں آسکتے!! ورنہ تم کاظم لالہ اور احان لالہ کو جانتے ہو! میں ان دونوں سے کٹ لگواؤں گی تمہیں!!۔۔۔ مرحاشاہ اپنے لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتی دانت پیستے ہوئے غرائی تھی۔۔

آئی لائک یور بریو سائل مائے شاہزادی (مجھے تمہارا دلیرانہ انداز پسند آیا میری شاہزادی) اور ہاں کاظم اور احان لالہ کو میں جانتا ہوں وہ بے شرمی میں مجھ سے دو ہاتھ آگے ہیں بس ظاہر نہیں کرتے!! زوریز شاہ اسے مصروف انداز میں

جواب دیتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے کچھ اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی سفید قمیض کی زپ ایک جھٹکے میں کھسکا گیا

--

ریز!!! ۔۔۔۔زوریز شاہ کے ہاتھ اپنی برہنہ پشت پہ محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ نے بے ساختہ اسے حیرانگی سے پکارا تھا۔۔

جان ریز!! ساری باتیں چھوڑو بس مجھے ایک بات کا جواب دو! تم باہر لان میں خود سے فراموش کیوں کھڑی تھی؟۔۔۔زوریز شاہ اسکے کندھوں سے قمیض نیچے کی طرف کھسکاتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔

م۔۔میں۔۔۔ نہیں۔۔۔ تھی۔۔۔ریز۔۔یہ۔۔۔کیا۔۔۔کر۔۔۔رہے۔۔۔ہو۔۔۔میں۔۔۔ تمہیں ۔۔۔ماروں۔۔۔گی!!۔۔۔۔اپنی قمیض کو اپنے تن سے جدا ہوتے دیکھ کے مرحاشاہ شرم وحیا سے سرخ پڑتے خفگی سے بولی تھی۔۔

تمہاری باتیں میرے جذبات میں طغیانی مچا رہی ہیں جان ریز! صرف چینج کروا رہا ہوں!۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے گالوں پہ اپنی گھنی بیرڈ سہلاتا خمار آلود آواز میں بولتے ہوئے اسکے بدن پہ بے باک سے اپنے ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

تم نہیں کرو مجھ پہ اتنی مہربانی!! کرلوں گی میں خود چینج!! تم اپنے کمرے میں جا کے یہ مہربانی خود پہ کرلو!! مرحاشاہ اسکے سینے پہ مکا جھڑتی غصے سے غرائی تھی۔اشارہ اسکے گیلے کپڑوں کی طرف تھا۔۔

ہم دونوں مل کے یہ مہربانی ایک دوسرے پہ کر دیتے ہیں! کیا خیال ہے جان ریز؟؟۔۔زوریز شاہ اپنا قہقہہ دباتا بوجھل گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے اتنے بے باک جملے پہ مرحاشاہ کی سیٹی گم ہوئی تھی۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گی زوریز شاہ!!۔۔۔۔مرحاشاہ اپنی شرم وحیا کو پڑے کرتی اسکے کندھے کو اپنے ناخنوں سے نوچتی ایک دفعہ پھر سے غرائی تھی۔۔

ڈن! تم میری جان لے لو میں تمہارا دل لے لیتا ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ اسکی بات پہ متفق ہوتا ایک دن سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا۔۔مرحاشاہ نے زوریز شاہ کے لمس پہ بے ساختہ اسکی قمیض کے کالر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔

ر۔ریز۔۔۔۔مرحاشاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔

اپنی طرف سے تمہارا دل صاف کر رہا ہوں یار!! شششش۔۔۔۔زوریز شاہ اپنا چہرہ اٹھا کے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھ کے بولتا پھر سے اسکے دل کے مقام پہ جھک چکا تھا۔۔وہ مرحاشاہ کے منہ سے نکلے ایک ایک جملے کو اپنے مطلب کا رنگ دینا جیسے اپنا فرض سمجھتا تھا۔۔ابھی مرحاشاہ کچھ بولتی جب زوریز شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔زوریز شاہ جو اسکی دھڑکنوں پہ اپنی شدتیں بکھیرتا کسی اور جہان میں کھویا ہوا تھا، فون کی مخضوص بل پہ وہ فوراً سے اپنا سر اٹھاتا اپنی جیب سے موبائل نکال چکا تھا۔۔

فون کی سکرین گیلی ہو چکی تھی، فون پہ جگمگاتا نمبر دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی، موبائل کی روشنی میں زوریز شاہ کے چہرے کے فکر مند تاثرات دیکھتے ہوئے مرحاشاہ کی آنکھوں میں تجسس نمودار ہوا تھا۔۔

مجھے جانا ہو گا!! تم جلدی سے اپنی شرٹ پہنو!!۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے فون کی سکرین آف کرتا مرحاشاہ کے ماتھے پہ لب رکھتے ہوئے تیزی سے بولتا اس پر سے اٹھنے ہی والا تھا جب مرحاشاہ نے اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے جلدی سے اسکے گلے میں اپنی بانہیں حائل کی تھیں۔۔اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ پھر سے اپنے کسی مشن پہ غائب ہونے والا ہے۔۔

ریز!! تم نہیں جاؤ گے!! پلیز انکار کر دو!!۔۔۔۔وہ اپنی بے ترتیب حالت کی پروا کئے بغیر اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی تھی۔مرحاشاہ کے اچانک سے خود کے قریب آنے پہ زوریز شاہ جہاں حیران ہوا تھا وہی پہ اس کے التجائیہ انداز پہ وہ بے بس ہوا تھا۔۔

یہ میرا فرض ہے شاہزادی اور تم جانتی ہو میں اپنے فرائض سے پیچھے نہیں ہٹتا!! زوریز شاہ اسکے ماتھے کو ایک بار پھر سے چومتا اسے سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔۔

اور میں کیا ہوں؟ کیا میں تمہارا فرض نہیں ہوں زوریز شاہ؟ کیا اپنی بیوی کی بات ماننا شوہر پہ فرض نہیں ہے؟ وہ اسکی آنکھوں میں اپنی بھیگی سنہری آنکھیں گاڑتی رندھے ہوئے لہجے میں بولی تھی، وہ آج پھر خود سے کیا گیا ہر عہد توڑتی اسے یہاں سے جانے سے روک رہی تھی، وہ اسے کیسے بتاتی وہ جتنے وقت تک حویلی سے باہر رہتا تھا وہ ایک ایک منٹ ایک ایک سیکنڈ مرحاشاہ پہ بھاری گزرتا تھا، مرحاشاہ کو وہ سیکنڈ صدیوں برابر لگتے تھے۔۔

تم جانتی ہو تم میرے لیا کیا ہو مرحا زوریز شاہ! میں جلد آؤں گا! انشاءاللہ!!۔۔۔زوریز شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسکے تکیے کے پاس رکھے لباس سے اسکی لائٹ بلیو قمیض اٹھاتا نرمی سے بولا تھا،وہ اسے اسکی شرٹ پہنانے کی غرض سے اس سے علیحدہ ہونے ہی والا تھا جب وہ اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتی اسکی آنکھ کی کمان پہ اپنے نرم ونازک لب رکھ گئی۔۔زوریز شاہ اسکے لمس پہ ساکت ہوا تھا۔وہ اسکا چہرہ خود پہ جھکائے اپنی آنکھیں موندے ہنوز اسکے تل پہ اپنے لب رکھتی اسے ہمیشہ کی طرح زیر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

میں تمہارے لئے تمہاری پسند کے مطابق تیار ہوں گی ریز شاہ! تمہاری پسند کا جوڑا پہن کے تمہاری ہی پسند کا میک اپ کروں گی! تمہاری پسند کی جیولری پہنوں گی! اپنے پور پور کو تمہارے لئے سجاتی تمہارے سینے پہ سر رکھوں گی! پھر جو جی میں آئے گا وہ کرنا! چاہے اپنی کہی گئی بے باک باتوں کے مطابق آج کی رات حسین اور یادگار بنالینا! ریز میں سب کی باتیں برداشت کرلوں گی! ! بھاڑ میں گئی رخصتی! میں تمہارے نکاح میں ہوں۔۔میں آج کی رات اپنے دل کی مرضی سے تمہیں خود کو چھونے کا پورا حق دیتی ہوں ریز شاہ!لیکن پلیز مجھے چھوڑ کے مت جاؤ! ریز جب جب تم حویلی سے باہر جاتے ہو میرا دل بہت بری طرح سے دھڑکتا ہے یوں کہ مجھے لگتا ہے دھڑک دھڑک کے پاگل ہوتا باہر نکل آئے گا! تم کیوں میرے دل کی حالت سمجھتے بوجھتے ہوئے اتنے بے حس بنتے ہو؟ بچپن میں تو میری ہر بات بنا کہے مان جایا کرتے تھے،اب تو تمہیں میرے ترلے منتوں پہ بھی فرق نہیں پڑتا! کیا اتنی غیر ضروری ہو چکی ہوں میں تمہارے لئے ؟۔۔۔مرحا شاہ اسکا چہرہ اپنے چہرے پہ جھکاتی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے بولی تھی۔۔۔اسکے ہر جملے پہ زوریز شاہ کی بے بسی بڑھتی جا رہی تھیں۔۔

مرحا یہ اس سب کے لئے صحیح وقت نہیں ہے! ابھی میرا جانا ضروری ہے!! میں آکے داجی سے رخصتی کی بات کروں گا تاکہ ہمارے درمیان تمام پردوں کو ہٹایا جاسکے!۔۔۔زوریز شاہ متوازن لہجے میں بولتا اسکی بھیگی پلکیں صاف کر رہا تھا۔۔

تم یہاں سے نہیں جاؤ گے ریز شاہ!! مجھے میرا حق دو!! ۔۔۔مرحا شاہ اسکا گریبان جھکڑتی ہوئی مضبوط لہجے میں غرائی تھی۔زوریز شاہ جو اپنی باتوں سے ہر کسی کی زبان تالو سے چپکانا جانتا تھا،آج مرحا شاہ کے مطالبے پہ زوریز شاہ کو اپنی زبان تالو سے چپکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

مرحا!! میں نے بولا نا میرا جانا ضروری۔۔۔ابھی زوریز شاہ اپنی حیرانگی پہ قابو پاتا اپنی بات مکمل کرتا جب مرحا شاہ نے اسکا چہرہ مزید خود پہ جھکاتے اس کے لبوں کو اپنی قید میں لیا تھا۔۔زوریز شاہ کی آنکھیں اب پہلے سے کئی گنا زیادہ پھیلیں تھیں۔۔زوریز شاہ نے بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں کو موندے اسکے ہونٹوں کو شدت سے چوم رہی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکی اس جسارت میں اس کا ساتھ نہیں دیا تھا، زوریز شاہ کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔اسے اپنی بیوی کے ارادے آج پہلی بار خطرناک لگ رہے تھے۔۔زوریز شاہ اس وقت اپنی بے باکی بھولتا ہوا اپنی منکوحہ کی بے باکی ملاحظہ کر رہا تھا۔۔

اگر تم یہاں سے جاؤ گے تو میرے گناہگار کہلاؤ گے ریز شاہ! میں نے تم سے اپنے حقوق کی ڈیمانڈ کی ہے لیکن تم مجھے ٹال رہے ہو! آج تم مجھے ٹالو گے کل کو میں تمہیں خود کے قریب آنے سے زندگی بھر ترساؤں گی!! وہ اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسا لیتی بھیگی آواز میں چلائی تھی۔۔

تم مجھے بلیک میل کر رہی ہو مرحا شاہ! یہ میں بھی جانتا ہوں اور میرا خدا بھی جانتا ہے! ۔۔زوریز شاہ اسکے آنسو صاف کرتا بے بسی کی انتہا پہ چلایا تھا۔۔

میں تمہیں معاف نہیں کروں گی ریز شاہ!!۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ چکی تھی۔۔زوریز شاہ کچھ بولنے ہی والا تھا جب اسکا فون پھر سے رنگ ہوا تھا۔۔زوریز شاہ کو آج صحیح معنوں میں بے بسی کا مطلب سمجھ میں آیا تھا۔۔

کیوں مجھے گناہگار کر رہی ہو شاہزادی؟ تم جانتی ہو میرے اندر تمہیں پانے کی کتنی تڑپ ہے!! پھر کیوں مجھے اس مرحلے پہ بے بس کر رہی ہو؟ میرا جانا ضروری نہ ہوتا تو قسم خدا کی تمہیں فجر تک تو کیا کل رات تک اپنی بانہوں سے آزاد نہ کرتا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے گرد اپنا حصار مضبوطی سے قائم کرتا اسکے آنسو اپنے لبوں سے چنتا غم و غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولا تھا۔۔

پہلے صرف سنا تھا کہ شوہروں کی دھتکار تکلیف دیتی ہے آج جان بھی لیا! ۔۔۔وہ اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دباتی اپنے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کرتی کرب سے بولی تھی۔۔

مرحا شاہ!! ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ!! تم کیوں ٹیپکل عورتوں کی طرح ریکٹ کر رہی ہو؟ بی سٹرانگ!!

Remember u are my strong lady

زوریز شاہ تکیے کے ارد گرد اپنے ہاتھ مارتا غرایا تھا۔۔وہ مرحا شاہ کو سو بار نرمی سے سمجھا چکا تھا کہ وہ آرمی نہیں چھوڑ سکتا لیکن وہ ہمیشہ اسی بات کو بیچ میں لاتی اسے بے بس کرتی تھی۔۔زوریز شاہ اسکے یوں غرانے پہ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی بالکل خاموش ہو چکی تھی،وہ اسکے چہرے سے اپنی نگاہیں تک ہٹا چکی تھی۔۔

مرحا!! لک ایٹ می(میری طرف دیکھو)۔۔۔زوریز شاہ اسکے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے اسکا رخ اپنی طرف موڑتا نرمی سے بولا تھا لیکن وہ اپنی پوری قوت سے اسے خود سے دور دھکیلتی اسکے ہاتھ سے اپنی لائٹ بلیو قمیض کھینچ کے ذیب تن کر چکی تھی،یہ سب مرحا شاہ نے ایک پل میں کیا تھا،زوریز شاہ اسکے اس اچانک دھکے پہ اس کے بالکل پاس بیڈ پہ گرا تھا۔۔اسے سسکتے ہوئے اپنی قمیض پہنتے دیکھ کے زوریز شاہ بے بسی کی انتہا پہ چلایا تھا۔۔وہ اپنے بھورے بالوں میں اپنے ہاتھوں سے نوچتا اگلے ہی پل بیڈ سے اٹھا تھا۔۔وہ اگر یہاں دو منٹ مزید رکتا تو یقیناً اپنے فرض کو بھول جاتا۔۔

میجر شاہ کا جانا اس وقت بے حد ضروری تھا کیونکہ سب آفیسرز کو لیڈ ہمیشہ سے میجر خان اور میجر شاہ کرتے آئے تھے۔میجر خان نے پہلی بار کمانڈر سے چھٹیوں کا مطالبہ کیا تھا جس پہ کمانڈر نے اسے بے فکر رہنے کو بولا تھا،اب سارا کام میجر شاہ کے انڈر تھا،اگر وہ بھی آج اپنی بیوی کے پہلو میں رات گزار لیتا تو یقیناً بہت سے لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے!۔۔زوریز شاہ فکر مندی سے سوچتا اسکی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا،اگر وہ مزید ایک نظر اسکی طرف دیکھ لیتا تو ہر چیز کو فراموش کرتا مرحا شاہ کے ہوش ٹھکانے لگا دیتا جو رات کے اس پہر اس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی تھی۔

ریز شاہ تم میرے گناہگار رہو گے!! میں تمہیں معاف نہیں کروں گی!!۔۔اسے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کے مرحا شاہ اذیت کی انتہا پہ چلائی تھی۔۔اسکے الفاظ زوریز شاہ کے دل میں کسی تیر کی طرح چبھ رہے تھے،وہ اسے واپسی پہ آ کے آرام سے منانے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ وہ ابھی اسکی کسی بھی بات کو سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔۔

اسکے جانے پہ مرحا شاہ تکیے پہ اوندھے منہ گرتی بلند آواز میں دھاڑیں مار مار کے رونا شروع کر چکی تھی۔۔

سب چھوڑ جاؤ مجھے !! میں بھی تم سب کو ایک دن یونہی چھوڑ کے چلی جاؤں گی !! یا اللہ مجھے موت دے دے ! مر جاؤں میں اور کسی کو میرا مرا ہوا منہ بھی دیکھنا نصیب نہ ہو !!۔۔۔ وہ روتے ہوئے زور زور سے چلاتی خود کو بد دعائیں دے رہی تھی۔۔

لالہ !! مجھے نہیں کھانا یہ۔۔۔ میرا دل نہیں چاہ رہا۔۔۔ وہ اپنے سامنے ٹرے میں اتنا سارا فروٹ دیکھ کے بے حد معصومیت سے اپنے لالہ کے سینے میں چہرہ چھپاتی لاڈ سے بولی تھی۔۔

ٹھیک ہے ! میری پیاری سی گڑیا کو یہ فروٹ نہیں کھانا تو نہ کھائے ! مجھے بھی لگ رہا ہے میرا آج رات تمہیں پڑھانے کا دل نہیں چاہے گا میں بھی نہیں پڑھاؤں گا !۔۔۔ وہ اسے جوابا پیار سے پڑھائی کی دھمکی دیتا اسکے چادر سے ڈھکے بالوں پہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس نازک کانچ کی گڑیا سے کس طرح سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے۔۔

ہاااا !! لالہ ! کیا آپ اپنی گڑیا کو واقعی نہیں پڑھائے گے ؟۔۔ وہ اپنے لالہ کی بات پہ جلدی سے اسکی طرف دیکھتی معصومیت سے اپنی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے مصنوعی حیرانگی سے استفسار کر رہی تھی جس پہ اس کے لالہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے صاف ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔۔

لالہ !! ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے انکار پہ اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اب اسے بے حد معصومیت سے پکار رہی تھی۔ پڑھائی اسے ہمیشہ سے پسند تھی، وہ ہمیشہ سے پڑھی لکھی بن کے اپنے پیروں پہ کھڑی ہونا چاہتی تھی اور اب جب اسے اپنے لالہ سے پڑھنے کا اچھا خاصہ موقع مل رہا تھا تو وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

ہیے گڑیا !! اپنی پیاری سی آئیز میں گندے بچوں والے آنسو نہیں لایا کرو نہیں تو آپکی آئیز تو میں نے لے لینی ہیں !!۔۔۔ وہ اسے پیار سے ڈپٹتا اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا رہا تھا۔۔ میں نے بھی آپ کی آئیز لے لینی ہیں ! ویسے لالہ آپ کی آنکھیں کتنی پیاری ہیں ناماشاءاللہ !!۔۔۔۔ وہ بھی اسی کے انداز میں اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتی اسکی آنکھوں کو معصومیت سے اپنی انگلیوں سے چھوتے ہوئے رشک بھرے

انداز میں بولی تھی۔۔وہ اپنی گڑیا کے اس انداز پہ اس نے اس نے اسکا ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے_ عقیدے سے اسکے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

میری گڑیا سے زیادہ پیاری نہیں ہیں! چلو اب بس بہت باتیں ہو گئی! فروٹس کھاؤ۔۔۔وہ اسے نرم لہجے میں جواب دیتا اب اسکے لبوں کے پاس سیب کا چھوٹا سا ٹکڑا بڑھا رہا تھا۔۔

نہیں نالالہ! مجھ سے نہیں کھائے جاتے یہ فروٹ! آپ کھالیں نا!۔۔۔وہ لاڈ سے بولتی اب اسکا ہاتھ اسکے چہرے کی طرف موڑ رہی تھی جس پہ اسکے لالہ نے اسے ایک بار پھر مصنوعی آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔

یاد ہے ناڈاکٹر نے کیا بولا تھا؟۔۔۔۔۔۔وہ اب اسے پیار سے ڈپٹتا اسکا پچھلا اپوائنٹمنٹ یاد کروا رہا تھا۔۔

چھوڑیں نالالہ! آپ تو اچھے بچے ہیں!! آپ کو نسا ڈاکٹر کو بتائیں گے!۔۔وہ معصومیت سے اپنی آنکھیں میچ کے شرارت سے مسکراتی اسے بچوں کی طرح پچکار رہی تھی۔۔اسکے اتنے معصوم انداز پہ اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔۔

ٹھیک ہے نہیں کھاؤ! اب میں بھی نہیں پڑھاؤں گا بچو!!۔۔۔وہ اب سنجیدگی سے سیب واپس سے ٹرے میں رکھتا اسے دھمکی دینے والے انداز میں بیڈ سے اٹھنے ہی والا تھا جب وہ ایک دفعہ پھر سے اسکے سینے سے لگی تھی۔۔

یوں ناراض نہیں ہوا کریں لالہ! آپ کے سوا میرا ہے ہی کون!۔۔وہ اسکی اتنی سی ناراضگی پہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے بے آواز روتے ہوئے معصومیت سے بولی تھی۔اسکے یوں رونے پہ وہ پریشان ہوا تھا۔۔

گڑیا! رونا بند کرو! میں ناراض نہیں ہوا میرا بچہ۔۔۔وہ فکرمندی سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالتا اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔۔

نہیں میں جانتی ہوں آپ ناراض تھے! اسی لئے تو آپ مجھے چھوڑ کے جا رہے تھے! اور چھوڑ کے بھی تو وہی جاتا ہے نا جو آپ سے ناراض ہو اور آپ اسے منانے بھی نہ آؤ۔۔۔وہ پھر سے اسکے سینے سے لگی اپنے آنسو چھپاتی ہوئی ہچکیوں کے درمیان کھوئے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔۔

نہیں گڑیا ایسی بات نہیں! ناراض انہی سے ہوا جاتا ہے جو آپ کے اپنے ہوں! اور میں ناراض نہیں تھا لالہ کی جان! میں تو تمہیں تنگ کر رہا تھا۔۔۔۔وہ اسکے آنسو ایک دفعہ پھر سے صاف کرتا نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا جس پہ وہ ہاں

میں سر ہلاتی اب خود ہی فروٹ کھانا شروع ہو چکی تھی۔ وہ اب زیادہ ضد نہیں کرتی تھی، اگر کبھی جو ضد یا لاڈ کر بھی لیتی تو جلدی مان جایا کرتی تھی۔۔

چھوڑو ہم نہیں کھاتے آج یہ گندے فروٹس!! مجھے بتاؤ میرے بچے نے کیا کھانا ہے؟ پھر میں وہ بنا کے دوں! ۔۔۔ اسکی آنکھوں میں تکلیف کی سرخی دیکھتے ہوئے وہ اسکے سامنے سے فروٹس کی ٹرے دور کرتا اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں استفسار کر رہا تھا، وہ جانتا تھا وہ اس وقت کیا یاد کر رہی ہے۔۔

کچھ نہیں کھانا لالہ! بس آپ میرے پاس بیٹھ جائیں اور مجھے زبانی پڑھائیں! کتاب کھولنے کا دل نہیں کر رہا۔۔۔ وہ اسکے فروٹ پیچھے کرنے پہ شکر کرتی اسکے بازو پہ اپنا کندھا ٹکاتے ہوئے بچوں سے انداز میں بولی تھی۔۔

زبانی تو میں تمہیں صرف کہانیاں ہی سنا سکتا ہوں میری جان!!۔۔۔ وہ قہقہہ لگا کے بولتا اسکے سر پہ ایک بار پھر سے عقیدت سے لب رکھ گیا۔۔

چلیں وہی سنا دیں پھر۔۔۔۔ وہ بھی جواباً کھوکھلا سا قہقہہ لگاتی اسکے کندھے پہ اپنا سر ٹکا کے آنکھیں موند گئی۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 62

سس۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ اچانک سے بری طرح سے کراہتی ہوئی گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ کاظم شاہ جو اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھا، اسکی سسکی کی آواز پہ اس نے پٹ سے اپنی نیند کا خمار لئے سرخی چھائی آنکھوں کو وا کرتے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی شکوہ کناں نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی وہ اپنے زخم سے اٹھتی تکلیف پہ یہ تک بھول چکی تھی کہ کاظم اسکے اس قدر قریب شرٹ لیس سو رہا ہے۔ اسکی نیلی آنکھوں میں تکلیف کی سرخی دیکھتے ہوئے کاظم شاہ بے ساختہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہوا تھا۔

آئی ایم سوری اووزی! میں تمہارے سٹیچز کے بارے میں بھول گیا تھا۔۔ ایزل شاہ کو بے آواز روتے دیکھ کے کاظم شاہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتا اپنی بھاری آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ نیند کے باعث اسکی بھاری آواز مزید بھاری ہو چکی تھی۔ وہ آج کافی مہینوں بعد یوں گہری نیند سویا تھا ورنہ وہ ان نو ماہ میں گزری ہر رات بے چین اور بے سکون سا رہتا

تھا۔ نیند میں وہ غائب دماغی سے اس کے گرد اپنا حصار مضبوط کر گیا تھا جس کی وجہ سے ایزل شاہ کے پیٹ کا زخم دکھ چکا تھا۔۔

مجھے تکلیف دینا آپ کی پرانی عادت ہے! آپ کی ہمت کیسے ہوئے میرے اتنے قریب سونے کی؟ میں ازمیر کے سوا کسی کو اپنے پہلو میں سونے کی اجازت نہیں دیتی! ۔۔ایزل شاہ اسکے برہنہ سفید چٹانی سینے سے نظریں چراتی اپنی تکلیف پہ قابو پاتے ہوئے مضبوط لہجے میں دبی دبی آواز میں غرائی تھی، اسکے یوں اچانک غرانے پہ ازمیر شاہ کی نیند میں خلل پڑا تھا جس پہ اس نے نیند سے بیدار ہوتے ہی گلا پھاڑ پھاڑ کر رونا شروع کیا تھا، ازمیر شاہ کی جب بھی نیند خراب ہوتی تھی وہ یوں ہی غصے سے روتا تھا، شاید اپنے چاچو ارزم شاہ کی طرح اسے بھی اپنی نیند بہت پیاری تھی۔۔ جہاں ایزل کی بلند آواز پہ تضاد اسکے الفاظ پہ کاظم شاہ کے چہرے میں غصے کی سرخیاں گھلی تھیں وہی پہ ازمیر کے یوں رونے پہ ایزل شاہ نے تڑپتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تھا۔۔ایزل شاہ کو بیٹے کی تڑپ میں کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو روتا ہوا ماں کی اٹینشن لے رہا تھا۔۔اسے ایزل شاہ کی باتوں پہ شدید غصہ آیا تھا جو اس سے زیادہ اسکے بیٹے کو فوقیت دے رہی تھی لیکن ابھی اسے مشقت کر کے اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کے اس نے اسکی نازک کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے احتیاط سے بٹھایا تھا، اس دوران ایزل شاہ نے کافی دفعہ اسکا ہاتھ جھٹکنے کی کوشش کی تھی جس پہ کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے ایک نظر ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو آنکھوں کو میچتا ہوا روئے جا رہا تھا۔۔

تمہارے سینے پہ سر رکھ کے سونے والا پہلا مرد اگر سید کاظم شاہ تھا تو آخری بھی وہی ہو گا! اگر تم نے اس گول گپے (ازمیر) کو مجھ پہ فوقیت دی تو اسکی شادی تمہاری کٹی سے کروادوں گا! تاکہ یہ ہم دونوں کو ڈسٹرب کرنے کی بجائے اپنی کٹی کے ساتھ رومانس کرے!۔۔کاظم شاہ نے دبی دبی آواز میں جیلس انداز میں بولتے ہوئے ایزل شاہ کو دھمکی دی تھی۔۔اسکے پہلے جملے پہ ایزل شاہ کی آنکھوں کے پردوں کے سامنے ہر وہ رات لہرائی تھی جب کاظم شاہ اس پہ اپنا وزن ڈالتا اسکی مرضی جانے بغیر اس پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرتا اسی کے سینے پہ سر رکھ کے سو جایا کرتا تھا، وہ اس سے اجازت نہیں مانگتا تھا، اس کے ہاتھ کے لمس سے اسے نفرت ہوا کرتی تھی۔اور یہ بات کتنی تکلیف دہ تھی ایزل شاہ سے زیادہ بھلا کون جان سکتا تھا؟ وہ الگ بات تھی کہ ایزل شاہ اسکی شدتیں برداشت کرتی اسکی قربت میں آنکھیں

موند جایا کرتی تھی۔۔ گزرے پل یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ اپنی کمر سے اسکے ہاتھ غصے سے جھٹکتے ابھی کھسکتے ہوئے کچھ آگے کو ہوتی ازمیر کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے بالکل ساتھ یعنی بیڈ کے درمیان میں کاظم شاہ تھا اور اسکے بالکل آگے ازمیر شاہ!!

رونے دو اسے کچھ دیر! میں نے سنا ہے رونے سے بچے کی آنتیں صاف ہوتی ہیں!! تم مجھے پہلے اپنے پیٹ کا زخم دیکھاؤ!۔۔۔ایزل شاہ کی نم آنکھوں میں روتے ہوئے ازمیر شاہ کے لئے تڑپ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اپنی ہیزل گولڈن آنکھیں گھما کے بولتا اسکے پیٹ پہ نرمی سے ہاتھ رکھ چکا تھا، جہاں کاظم شاہ کی بات پہ ایزل شاہ نے دہلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا وہی پہ اسکے ہاتھوں کا نرم لمس اپنے پیٹ پہ محسوس کرتے ایزل شاہ کے پورے بدن میں سپارک ہوا تھا۔۔

کیوں دیکھاؤ میں آپ کو اپنا وجود؟! کیوں مجھے تکلیف دیئے بغیر چین نہیں آتا آپ کو؟؟ آپ مہربانی فرما کے اپنے کمرے میں جایئے! مجھے ازمیر۔۔۔کو۔۔۔فیڈ۔۔کروانا۔۔۔ہے۔۔۔وہ۔۔رات۔۔سے۔۔بھوکا۔۔ہے!! ایزل شاہ اپنے پیٹ سے اسکا ہاتھ ہٹاتی غصے سے بولی تھی لیکن لہجہ آخر میں خود بخود لڑکھڑا چکا تھا۔۔ آنکھیں ہنوز بھیگی ہوئی تھیں۔۔وہ کل سے یوں ریکٹ کر رہا تھا جیسے وہ ایک نارمل کپل ہوں اور پیار کی مثال آپ ہوں!

کیونکہ تمہارا وجود۔۔۔۔۔۔۔اسکے الفاظ پہ کاظم شاہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنی انگلیاں بجاتا ابرو اچکاتے ہوئے اسے ابھی غصے سے کوئی جواب دیتا جب ازمیر شاہ نے مزید سپیکر پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔اب تو ازمیر کے یوں رونے پہ کاظم شاہ کو بھی ترس آچکا تھا جب کہ ایزل شاہ نے اسکا ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے جھٹکتے ہوئے تڑپ کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس کی پہنچ سے کافی دور تھا۔۔اسکے یوں بار بار ہاتھ جھٹکنے پہ کاظم شاہ نے بے حد ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اپنے غصے میں قابو پایا تھا، وہ اسے بعد میں سبق سیکھانے کا ارادہ رکھتے ہاتھ بڑھا کے ازمیر شاہ کو اپنے بازو میں بھر چکا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی وارننگ دیتی لہو رنگ ہیزل گولڈن آنکھوں سے اندر تک لرزی تھی لیکن چہرہ ہر احساس سے عاری تھی۔۔باپ کی گود میں آتے ہی ازمیر شاہ نے رونا بند کرتے ہوئے اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔

میر۔۔۔۔ازمیر شاہ کی بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے بے ساختہ جھک کے اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتے اسے اپنے سینے میں بینچھا تھا۔۔خود پہ غصہ آیا تھا جس نے اپنی جیلسی کی وجہ سے بیٹے کے رونے کو اگنور کیا تھا۔اسے اپنے بیٹے پہ یوں پیار جتاتے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھیں خود بخود بھیگی تھیں،وہ جس طرح سے آج اپنے بیٹے پہ پیار جتا رہا تھا اسی طرح اسکے اس پیار کی ایزل شاہ کو پچھلے پورے نو ماہ ضرورت رہی تھی لیکن وہ اسے میسر نہیں تھا۔۔

زیادہ رونے کی وجہ سے ازمیر شاہ کا چھوٹا سا وجود ہچکولے کھا رہا تھا جس پہ کاظم شاہ اپنے پیار میں اضافہ کرتا کبھی اسکی آنکھیں،کافی ناک تو کبھی گال پیار سے چوم رہا تھا،وہ کوشش کر رہی تھی اس دوران اسکی گھنی مونچھوں کی چھبن ازمیر شاہ کو نہ ہو کیونکہ وہ ایک رات میں اتنا تو جان چکا تھا اسکے بیٹے کو اسکی مونچھوں اور گھنی بیرڈ کی چھبن سخت ناپسند تھی۔۔اور اس وقت وہ اپنے بیٹے کی پسند کا خیال رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اسے اپنے بیٹے پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا۔۔

مجھے میرا بچہ پکڑائیں! آپ اسے پیار کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے!۔۔۔ایزل شاہ اپنی بھیگی پلکوں کو صاف کرتی اسکے ہاتھ سے ازمیر شاہ کو پکڑنے کی کوشش کرتی مضبوط لہجے میں غرائی تھی۔۔

پہلے " میرے (ہمارے) بیٹے" کی بھوک کا انتظام کرلو! پھر تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کس کس کو کہاں کہاں پیار کرنے کا حق رکھتا ہوں!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے نرم و ملائم ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکی چھوٹی سی ناک کے ساتھ اپنی کھری مغرور ناک ملاتے ہوئے اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ گہری نظریں جمائے معنی خیزی سے بولا تھا،اسکے بے باک جملے پہ ایزل شاہ نے سرخ کرنے کی بجائے سنجیدگی سے اسکے بازو سے ازمیر کو نکالتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔اسکے اتنے میچور انداز پہ کاظم شاہ نے جلتے دل سے اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا، ازمیر شاہ کو ایزل اور خود کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اپنا دوسرا ہاتھ ہولے سے ازمیر کی آنکھوں پہ رکھتے_

ایزل شاہ کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے مضبوطی سے جکڑا تھا۔۔اپنی آنکھوں میں کاظم شاہ کا ہاتھ دیکھتے ہوئے ازمیر شاہ کسمسایا تھا جس پہ کاظم شاہ نے تیزی سے ایزل شاہ کی ایک ایک سانس کے ساتھ کھلواڑ کرتے اسکے جبڑے سے اپنا ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسکی فراک کے ڈیپ گلے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑا تھا۔۔ایزل شاہ شرمانے کی بجائے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلائے کاظم شاہ کی بے باک حرکتیں ملاحظہ کر رہی تھی۔۔اسکے ہاتھ اپنی قمیض کے گلے پہ محسوس کرتے ایزل شاہ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔۔اسے شرمانے کی

بجائے حیران ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنی دو انگلیاں اسکے گلے کے اندر کی طرف ڈالتے سر کائی تھی جس پہ ایزل شاہ کا چہرہ تپ کے انگارہ ہوا تھا، ایزل شاہ کے اندر اسکا ہاتھ جھٹکنے کی بھی ہمت باقی نہیں بچی تھی، اسکے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ ایزل شاہ نے غصے سے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانے چاہے تھے لیکن وہ اپنی من منمانی کرتا ازمیر شاہ کے پھر سے رونے پہ ایزل شاہ سے دور ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ کے لال بھبھو کا چہرے کے ساتھ ساتھ اسکے اپنی شدت سے سرخ ہونٹ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا سیروں خون بڑھا تھا۔ کاظم شاہ نے اپنے بے صبرے بیٹے کے رونے پہ اسکی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا تھا جو اب ماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایزل شاہ نے کاظم شاہ کا ہاتھ اپنے گلے سے دور جھٹکتے ازمیر شاہ کو ٹھیک سے اپنی گود میں ایڈجسٹ کیا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اپنے اتنے قریب دیکھتے ہوئے ایزل شاہ کو اب پسینے چھوٹ رہے تھے، وہ اسکی رات والی بے باک نگاہیں اور حرکتیں بھولی نہیں تھی۔۔ اسے اتنا کنفیوز ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈالے تھے جس پہ اس نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دباتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

(مان لو آج بھی شرماتی ہو تم مجھ سے جیری!۔۔) کاظم شاہ نے دل میں ہنستے ہوئے سوچا تھا، ایزل شاہ کے ماتھے پہ ننھی ننھی پسینے کی بوندیں نمودار ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ اس پہ رحم کھاتا ہوا اوندھے منہ پہ تکیے پہ گرا تھا۔۔ اسے بیڈ پہ اوندھے منہ گرتے دیکھ کے ایزل شاہ نے معصومیت سے اپنی نظریں اٹھاتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا، لیکن نظریں اسکی برہنہ پشت سے ٹکراتی واپس آچکی تھیں، وہ اب واقعی ہی اسکی طرف نہیں دیکھا رہا تھا، بلکہ وہ اپنا چہرہ تکیے میں چھپائے اپنا ایک بازو بیڈ شیٹ پہ پھیلائے ہوئے تھا۔۔

کچھ دیر تک ازمیر شاہ اپنی بھوک مٹاتے ہی پھر سے سو چکا تھا۔ ایزل شاہ جو جھک کے اب سوئے ہوئے ازمیر شاہ کا ماتھا چومتی اپنی بے ترتیب شرٹ درست کرنے والی تھی کاظم شاہ کے ہاتھ کو نرمی سے اپنے پیٹ پہ رینگتے محسوس کر کے ایزل شاہ کی جان ہوا ہوئی تھی۔۔ ایزل شاہ کی نظریں بے ساختہ اسکی طرف اٹھی تھیں جو ہنوز تکیے میں اپنا چہرہ چھپائے بڑے مزے سے اسکے پیٹ پہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ٹریس کر رہا تھا۔۔ اسکی ان حرکتوں پہ ایزل شاہ کا جہاں دل دھڑک رہا تھا وہی پہ وہ اس پہ بری طرح سے تپ رہی تھی جو اسے اسکی مرضی کے بغیر بڑی دیدہ دلیری سے چھو رہا تھا۔۔

ہاتھ ہٹائیں اپنا!! اور پلیز کمرے سے جایئے! ورنہ میں ابھی لالہ اور بابا جان کو اپنے روم میں بلوالوں گی! آگے آپ بہتر جانتے ہیں کہ وہ کیا کریں گے!!۔۔ایزل شاہ اسکی طرف دیکھتی دھمکی دینے والے انداز میں بے حد سنجیدگی سے بولی تھی۔وہ غصے سے دھمکی دیتی اپنے الفاظ پہ غور نہیں کر پائی تھی۔

اچھا چیخ چیخ کے بلاؤ گی! یار وروکے؟اور تمہارا لالہ اس دفعہ پسٹل لے کے آئے گا یار ائفل؟۔۔۔۔اسکی دھمکی پہ کاظم شاہ کے سارے پرانے زخم تازہ ہوئے تھے،وہ ایک دم سے تکیے سے چہرہ باہر نکال کے اسکی طرف دیکھتا طنزیہ انداز میں بولا تھا۔۔ہاتھ ہنوز اسکے پیٹ سے نہیں ہٹایا تھا۔۔اسکے گہرے طنز کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ سفید پڑا تھا، آنکھوں کے زمین آج ایک بار پھر اپنا گناہ آیا تھا۔۔اس بھیانک دن کا ایک ایک منظر یاد کرتے ہوئے ایزل شاہ کی آنکھوں سے گرم سیال خود بخود بہتا ہوا اسکے عارضوں کا حصہ بنا تھا،وہ بے یقینی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو آج ایک بار پھر اسے ماضی میں پٹکتا ہوا اسکی اوقات یاد دلا رہا تھا۔۔کاظم شاہ کے الفاظ بری طرح سے دل میں کسی خنجر کی طرح پیوست ہوئے تھے۔۔اس نے سوچا نہیں تھا کاظم شاہ اسکی اتنی سزا کے بعد بھی آج اسے یہ طعنہ دے بیٹھے گا!!

آخر یہ ایک گناہ اسکا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا تھا؟کیا وہ دنیا کی واحد لڑکی تھی جس سے انجانے میں ایسا گناہ ہوا تھا جس کی سزا وہ آج تک بھگت رہی تھی؟ایزل شاہ نے دھندلی نگاہوں سے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔۔ایزل شاہ کے ٹپ ٹپ برستے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کو اپنے لفظوں کی سختی کا احساس ہوا تھا جس پہ اس نے خود پہ لعنت بھیجتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں،اب وہ جتنا بے حس ہو چکا تھا خود کو پہلے جیسا نرم دل کاظم شاہ بنانے میں کافی وقت درکار تھا۔۔وہ چاہ کے بھی پہلے والے کاظم شاہ کو مکمل روپ اختیار نہیں کر پاتا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کیا تھا،اب کی بار تو اسکا ہاتھ بھی اپنے پیٹ سے نہیں جھٹکا تھا،اس ڈر سے کے وہ پھر سے اسکا گناہ یاد کرواتا اس پہ کوئی طنزیہ جملہ نہ کس دے۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی اب ازمیر شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی، آنسو ایک بار پھر سے ناچاہتے ہوئے ازمیر شاہ کے چھوٹے چھوٹے سرخ و سفید ہاتھوں پہ گر رہے تھے۔۔

میرا مطلب یہ۔۔۔۔۔۔اسے بے آواز روتے دیکھ کے کاظم شاہ اس کے قریب کھسکتا ابھی اپنی بات کا آغاز کرتا جب ایزل شاہ کے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔۔

کون ہے!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنی بھاری روعب دار آواز میں استفسار کیا تھا۔۔کاظم شاہ کی آواز پہ باہر کھڑی مرحا شاہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔وہ بھول چکی تھی کہ کاظم شاہ رات سے ایزل شاہ کے کمرے میں موجود ہے۔۔

میں ہوں لالہ! ایزل کی بینڈیج چینج کرنی ہے۔۔۔مرحا شاہ اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دباتی کنفیوز انداز میں بلی تھی، اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا انہیں صبح صبح ڈسٹرب کرنا۔۔۔لیکن یہ ضروری تھا کیونکہ اسے ایزل کی بینڈیج چینج کر کے ہاسپٹل جانا تھا۔۔مرحا شاہ کی آواز پہ کاظم شاہ نے ایک نظر ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ہر چیز سے فراموش اپنے آنسو بے دردی سے صاف کرتی سوئے ہوئے ازمیر کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتا ہوا بیڈ سے اٹھ کے صوفے کی طرف بڑھا تھا، صوفے سے اپنی شرٹ اٹھا کے جلدی سے پہنتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھر کے دروازے تک آتے اسے کھول کے اب مرحا شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنے ہاتھ میں میڈیکل باکس پکڑے کاظم شاہ کی طرف سنجیدگی سے دیکھتی اسے سلام کر رہی تھی۔۔

وعلیکم السلام!۔۔۔لاؤ مرحا یہ مجھے دے دو! ۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنا ہاتھ آگے کی طرف بڑھاتے مرحا شاہ سے میڈیکل باکس مانگا تھا جو وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے شاید اس کے دروازے سے ہٹنا کا انتظار کر رہی تھی تاکہ وہ اندر جا کے ٹائم سے ایزل کو بینڈیج کر سکے۔۔کاظم شاہ کے میڈیکل باکس مانگنے پہ مرحا شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے باکس پکڑایا تھا۔۔

یہ سب تو ہو جائے گا مرحا!! لیکن تم بتاؤ تم ٹھیک ہو؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ میڈیکل باکس پکڑنے کے بعد مرحا شاہ کا بجھا بجھا چہرہ اور سوجھی سنہری آنکھوں میں سرخی دیکھتا فکر مندی سے اسکی طبیعت کے بارے پوچھ رہا تھا۔۔

جی لالہ مجھے کیا ہونا ہے!۔۔۔وہ اداسی سے مسکرا کے بولتی اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پا رہی تھی وہ الگ بات تھی کاظم شاہ اسکی آنکھوں میں ٹھہرے آنسو دیکھ چکا تھا۔۔

مرحا تم آج ہاسپٹل نہیں جاؤ گی! روم میں جاؤ میں آ کے تم سے بات کرتا ہوں!۔۔۔کاظم شاہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا اسے بھائیوں والا مان بخشتے ہوئے نرمی سے بولا تھا، اسے مرحا شاہ اس وقت بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔

لالہ! رات میں کر لیجیئے گا! ابھی ایزل کی بینڈیج چینج کرنے کے بعد اسے دس سے پندرہ منٹ چلانا بھی ضروری ہے!۔۔۔مرحاشاہ بات کو گھماتی ہوئی ایزل شاہ کی طرف لا چکی تھی۔۔

میں نے بولا نا مرحا بچے وہ سب ہو جائے گا! تم ابھی ہاسپٹل نہیں جاؤ گی! ناشتہ کرو اور روم میں جا کے ریسٹ کرو! تمہاری آنکھوں سے لگ رہا ہے تم رات ایک منٹ بھی نہیں سوئی! اور اگر اس سارے معاملے کے پیچھے زوریز شاہ کی کوئی کارستانی ہوئی تو باخدا میں تمہارے سامنے اسکے کان کھینچوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکی طرف دیکھ کے نرمی سے بولا تھا لیکن لہجہ حکمیہ تھا جس پہ مرحاشاہ اب کی بار انکار نہیں کر پائی تھی، البتہ زوریز شاہ کے نام پہ رات کا سارا منظر یاد کرتے ہوئے اس نے کافی مشکل سے اپنے آنسو روکے تھے ورنہ بس نہیں تھا ابھی کاظم لالہ کے کندھے پہ سر رکھ کے روتی ہوئی اسے ساری کہانی سنا ڈالے! لیکن وہ ایک مضبوط لڑکی تھی، اسے کسی کے سامنے نہیں رونا تھا اور وہ نہیں روئی تھی، وہ ہاں میں سر ہلا کے اداسی سے مسکراتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی کیونکہ کاظم شاہ کی ڈھکی چھپی باتوں سے وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ وہ ایزل کی بینڈیج خود ہی چینج کرے گا!!

مرحاشاہ کے جانے کے بعد کاظم شاہ پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔دروازہ بند ہونے کی آواز پہ ایزل شاہ نے بے ساختہ سر اٹھایا تھا لیکن بیڈ کی طرف مرحاشاہ کو دیکھنے کی بجائے پھر سے کاظم شاہ کو دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں میں حیرانگی واضح تھی، اس نے تو سوچا تھا مرحاشاہ کے بینڈیج کا بولنے پہ وہ باہر چکا جائے گا اور مرحا اندر آجائے گی لیکن یہاں تو پورا سین ہی الٹ تھا! وہ ہاتھ میں میڈیکل باکس پکڑے اسی کے قریب آرہا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے حیران کن تاثرات کو نظر انداز کرتے اسکے ہاتھوں سے احتیاط سے ازمیر کو پکڑتے ہوئے کٹی کے پاس سلایا تھا۔۔

پرفیکٹ کپل!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے بیٹے اور کٹی کو ایک دوسرے سے بالکل ذرا سے فاصلے پہ سوتے دیکھ کے سرگوشی سے ازمیر شاہ کے کان میں بولا تھا، جو کسمسا کے اپنے ماتھے پہ بل ڈالے پھر سے سو چکا تھا۔۔اسکے کسمسانے پہ کاظم شاہ جلدی سے اس دور ہوتا اب ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا، ایزل شاہ حیرانگی سے اس انسان کی طرف دیکھ رہی تھی جو آج پل میں تولا پل میں ماشہ کا روپ اختیار کر رہا تھا۔۔

دور ہٹیں!! خبر دار جو آپ نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو! میں آپ کی گناہگار ہوں! میں نے آپ کی زندگی برباد کرتے ہوئے آپ کو دلدل کی نظر کیا تھا تو اب کیوں میرے پاس آرہے ہیں؟ کیوں مجھے بار بار اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہیں؟ نفرت ہے مجھے آپ کے ہاتھوں کے لمس سے!!۔۔۔ ایزل شاہ اسکے ہاتھ خود سے دور جھٹکتی مدھم آواز میں سختی سے بولی تھی، وہ اس وقت کافی غصے میں تھی، آواز بھی صرف ازمیر شاہ کی وجہ سے مدھم رکھی تھی۔ وہ آخری جملہ بولتے ہوئے آج کاظم شاہ کو اسکا ہی جملہ اپنے انداز میں لوٹا چکی تھی۔۔ کاظم شاہ جو اسے احتیاط سے تکیے پہ لٹا رہا تھا، ایزل شاہ کے ہاتھ جھٹکنے پہ تضاد اسے غصے سے بھڑکتے دیکھ کے اس نے ایک نظر ازمیر کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ کاظم شاہ نے خود کٹی کی طرف موڑا ہوا تھا تاکہ وہ ان دونوں کی طرف دیکھ نہ پائے! اس کا بیٹا نیند کا کافی شوقین تھا، کاظم شاہ کو یہ بات جان کے کافی خوشی ہوئی تھی۔۔

پورا جملہ بولو ناڈارلنگ! کہ آپ کے ہاتھوں کے لمس سے گدگدی ہوتی ہے لیکن آپ کے لبوں کے لمس سے عشق ہے!! کاظم شاہ اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے دلفریب انداز میں بولتا اسکے لب شدت سے چوم گیا۔۔

مجھے آپ سے اور آپ کے لمس سے نفرت ہے مسٹر کاظم شاہ!! مجھے آپ سے اتنی نفرت ہو چکی ہے کہ وہ اب ناقابلِ بیان ہے! ۔۔۔۔ ایزل شاہ دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔

اگر تمہاری اونچی آواز کی وجہ سے میر جاگ گیا تو پورا دن اسکی شکل بھی نہیں دیکھنے دوں گا!! چپ چاپ مجھے بینڈیج کرنے دو! یہ نفرت نفرت بعد میں فری ہو کے کھیلیں گے!! کاظم شاہ اسکی فراک اوپر کو اٹھاتا مصروف لہجے میں بولتے ہوئے اسے دھمکی دیتے ہوئے اب اسکی بینڈیج کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

نہیں ڈرتی میں آپکی ان دھمکیوں سے! ازمیر میرا بیٹا ہے، آپ اسے مجھ سے یوں آسانی سے نہیں چھین سکتے! اور میری بینڈیج سے ہاتھ ہٹائیں اپنے! مجھے آپ کے لمس سے۔۔۔۔ ابھی ایزل شاہ پھر سے اپنے منہ سے اپنا پچھلا جملہ دہراتی اس سے اپنی نفرت کا اظہار کرتی جب کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے اسکی سانسوں کا گلا گھونٹا تھا!!

ہاں میری جان میں جانتا ہوں جیری کو میرے لمس سے عشق ہے! ایسی باتوں کا بار بار اقرار نہیں کرتے ورنہ شدت پسند شوہر اپنی بیویوں کے ہونٹ سلامت نہیں چھوڑتے! بلکہ ان گلاب کی پنکھڑیوں کا سارا رس نچوڑ کے انہیں زخمی

کر دیتے ہیں! سوبی کیئر فل نیکسٹ ٹائم!۔۔۔ ایزل شاہ کے لبوں کا شدت سے بھرپور بوسا لیتا کاظم شاہ اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتا ایک ایک فی چباتے ہوئے بولا تھا۔۔ کاظم شاہ کے لہجے میں شدت پسندی کی رمک واضح تھی۔ اپنے ہونٹوں پہ جلن محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔ وہ اب اسے مزید کوئی جواب دینے کی بجائے اسکی طرف سے اپنا رخ موڑ کے کمرے کی دیواروں کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ جانتی تھی وہ اپنی ہٹ کا پکا اپنی منمانی کئے بغیر پیچھے نہیں ہٹے گا! اور وہ اس حالت میں اس بند کمرے میں اس باڈی بلڈر انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی! وہ اس پہ حاوی تھا، وہ بے حس تھا، وہ ظالم تھا، اور اس بات کا اقرار وہ اپنے دل سے کرتی تھی۔۔ اسے خاموش دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے اسکی بینڈیج کھولی تھی۔۔ اسکے زخم کو اچھی طرح سے صاف کرنے کے بعد وہ اسے کچھ دیر کھلا چھوڑ کے الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔ الماری سے ایزل شاہ کا ہلکا پھلکا سا نیوی بلیو فراک لئے وہ پھر سے بیڈ کی طرف آیا تھا، ایزل شاہ اس دوران ہر چیز کو فراموش کرتی دیواریں دیکھ رہی تھی، اسکے زخم صاف کرنے کے دوران اسے درد ہوا تھا لیکن وہ بے حس بنتی اپنا درد نظر انداز کر گئی۔۔ کاظم شاہ نے پھر سے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کاٹن پہ سپریٹ لگاتے ہوئے اسے نرمی سے سٹیچز کے اوپر رکھا تھا جس پہ ایزل شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی، لیکن ساتھ ہی وہ اپنے درد پہ قابو پاتی اپنی آنکھوں سے زور سے میچ گئی۔۔ کاظم شاہ اسکے چہرے کا ایک ایک تاثر نوٹ کر رہا تھا، اسکا زخم دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے دل کی جو حالت ہو رہی تھی وہ ناقابلِ بیان تھی۔۔ کچھ دیر تک ایزل کے سٹیچز پہ سپریٹ کو رکھنے کے بعد کاظم شاہ اسے اچھے سے بینڈیج کرتا _لائٹس آف کر کے نرمی سے اسکا ڈریس بے حد احتیاط سے چینج کرواتا واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔ کمرے میں اس وقت نیم روشنی تھی، تمام لائٹس بند تھیں حتی کہ کرٹن بھی کھڑکیوں کے آگے گرائے گئے تھے۔۔ ایزل شاہ کو اس نیم روشنی میں کافی سکون محسوس ہو رہا تھا، اسے اب اندھیرے میں رہنے کی عادت ہو چکی تھی، وہ بے حس و حرکت بالکل ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی جس طرح سے کاظم شاہ نے اسے لٹایا تھا، وہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی، وہ اس وقت ماضی کے تمام لمحات سوچتی گہری سانس بھر رہی تھی جب کاظم شاہ نے اسکے پاس اپنی جگہ بنا کے بیٹھتے ہوئے اسکے ماتھے کو شدت سے چوما تھا۔۔ کاظم شاہ واشروم سے تقریباً پانچ منٹ بعد آیا تھا، کمرے کی لائٹس وہ آن کر چکا تھا تاکہ ازمیر کو ڈر نہ لگے!! کاظم شاہ کو پھر سے اپنے قریب بیٹھتے دیکھ کے ایزل شاہ نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا، وہ

نہیں جانتی تھی وہ کس وقت اسکے پاس آ کے بیٹھا ہے البتہ کاظم شاہ کی گلابی پڑتی ہیزل گولڈن آنکھوں کو دیکھتے وہ حیران ضرور ہوئی تھی لیکن جلد ہی اپنی حیرانگی پہ قابو پا کے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔کاظم شاہ ہنوز اسکے ماتھے پہ لب رکھے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ٹچ کر رہا تھا۔۔وہ دونوں کافی منٹوں سے خاموش ایک دوسرے کی خاموشی محسوس کر رہے تھے۔۔اب کمرے میں یوں خاموشی تھی جیسے کمرے میں کوئی موجود ہی نہ ہو!!

اتنی تکلیف کیوں برداشت کی تم نے!۔۔۔کاظم شاہ جو کب سے کچھ بولنے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا، اسکے گالوں پہ لب رکھتے ہوئے وہ بالآخر اپنی بھاری آواز میں استفسار کر رہا تھا۔۔

کوئی انوکھا کام تو نہیں کیا! دنیا کی پہلی لڑکی نہیں ہوں جو ماں بنی ہوں! ۔۔۔وہ سپاٹ لہجے میں بولتی اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کر چکی تھی، ایزل شاہ کا چہرہ بے تاثر تھا۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب کچلتے ہوئے اسکے بھورے بال اپنی انگلیوں سے سلجھائے تھے۔وہ اس وقت زرد چہرہ لئے اس رائل بلیو فراک میں کافی حسین لگ رہی تھی۔سرخ و سفید چہرہ جس میں ہر وقت گلابیاں بکھری ہوتی تھیں وہ اس وقت بے حد زرد پڑ رہا تھا۔۔

میں تمہارے لئے ناشتہ بنا کے لاتا ہوں!۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھر کے ایک دفعہ پھر سے اسکا ماتھا چومتا نرمی سے بولتے ہوئے اسکے پاس سے اٹھا تھا۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا اسے کیا جواب دے! ایزل شاہ کے سٹیچز دیکھنے کے بعد اسے ابھی تک اپنا مضبوط دل باہر آتا محسوس ہو رہا تھا۔

ضرورت نہیں ہے! ملازمہ کے ہاتھ کا کھانے کی عادی ہوں!۔۔۔ایزل شاہ سپاٹ انداز میں بولتی اپنی آنکھیں موند کے کہنی آنکھوں پہ رکھ گئی۔۔کاظم شاہ اسکا جواب سنی ان سنی کرتا اس کے کمرے سے نکلتا ہوا کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ اسکے لئے آج اپنے ہاتھوں سے خود کچھ بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

وائٹ پینٹ پہ گرے سٹائلش سی شرٹ پہنے میر ال شاہ اس وقت شاپنگ مال میں موجود خود کے لئے تھوڑی بہت شاپنگ کرنے میں مصروف چیونگم چباتی ہینگرز کو الٹتے پلٹتے ہوئے پیچھے کی طرف قدم لے رہی تھی جب اسکی پشت زور سے کسی چٹانی وجود کے ساتھ ٹکرائی تھی۔میر ال شاہ نے اس اچانک افتاد پہ برق رفتاری سے خود سے ٹکرانے والے

وجود کی طرف دیکھا تھا جس کی اسکی طرف سے پشت تھی، ابھی میر ال شاہ اسے دانت پیستے ہوئے مخاطب کرنے ہی والی تھی جب مقابل نے اپنے کان سے فون ہٹاتے ہوئے اسکی طرف اپنا رخ کیا تھا۔۔

تم!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خانزادہ اور میر ال شاہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے یک زبان ہوتے حیرانگی کی کیفیت میں بولی تھی، وہ آج کافی مہینوں بعد مل رہے تھے، ان کی آخری ملاقات خضدار میں ہوئی تھی، اس کے بعد سے وہ حازق خان نہ جانے کہاں غائب ہوا تھا جو وہ دونوں آج آٹھ ماہ بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔ بھوری کانچ سی آنکھیں، گہری نیلی آنکھوں سے چار ہوئی تھیں۔ وہ دونوں ایک پل آس پاس کی دنیا سے فراموش ہوتے ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھو سے گئے تھے۔ میر ال شاہ نے آج پہلی بار اسے سفید کرکراتے کلف لگے سوٹ میں دیکھا تھا ورنہ وہ ہمیشہ جب بھی اس سے ملتا تھا کالے لباس میں ہی ملتا تھا جس پہ میر ال شاہ کو اس سے مافیہ یا گینگسٹرز والی فیلینگز آتی تھیں۔ میر ال شاہ ندیدوں کی طرح اس خوبصورتی کے شاہکار کو دیکھ رہی تھی جس کی خوبصورتی اسے ہمیشہ کی طرح چاروں شانے چت کرتی تھی۔۔ ہوش تو تب آیا تھا جب حازق خان کے ہاتھ سے ہینگر چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا۔۔ میر ال شاہ کی نظروں کا مرکز اب زمین پہ گرا ہوا وہ گلابی ساسٹائلش کرتا تھا جو اس وقت زمین پہ گرتا سلامی دے رہا تھا۔ میر ال شاہ اس کرتے دیکھ کے حیران ہوئی تھی، وہ لڑکیوں والی شاپنگ کیوں کر رہا تھا؟ میر ال شاہ سمجھنے سے قاصر تھی۔۔

یو نقلی میجر! اتنی بڑی بڑی آنکھیں کرائے پہ دی ہوئی ہیں یا شوق ہے ہر کسی سے ٹکرانے کا؟۔۔۔ میر ال شاہ کو اچانک سے یاد آیا تھا کہ اسکی ابھی دو منٹ پہلے ہی حازق خان سے ٹکر ہوئی ہے جس پہ وہ اپنی غلطی ہوتے ہوئے بھی اسے حازق خان کے سر پہ تھوپتی اسکی نیلی آنکھوں کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کرتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔ میر ال شاہ کے یوں غرانے پہ حازق خان نے ہوش میں آتے ہی اس پر سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا البتہ اسکے الفاظ پہ اس کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔۔

آئی ایم سوری!۔۔۔ وہ سنجیدگی سے معذرت کرتا اب نیچے جھک کے زمین پہ گرا کرتا اٹھا رہا تھا۔ اسکے اتنی سنجیدگی اور آرام دہ انداز میں معذرت کرنے پہ میر ال شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ وہ کبھی بھی اس سے معذرت نہیں کرتا تھا، یہ معذرت تو اس نے اس دن بھی نہیں کی تھی جب اس نے میر ال شاہ کو اسکی سالگرہ کے دن تھپڑ جھڑا تھا، یہ

معذرت اس نے تب بھی نہیں کی تھی جب حازق خان نے خضدار میں میر ال شاہ کو کیمپ میں سب کے سامنے انسلٹ کیا تھا تو آج پھر وہ یہ معذرت کیوں کر رہا تھا جب اسکی کوئی غلطی بھی نہیں تھی؟ میر ال شاہ نے حیرانگی سے سوچ تھا۔

کیا مطلب سوری؟ یہ بھی اچھا ہے پہلے لڑکی کے ساتھ چپکنے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے ٹکرا جاؤ اور بعد میں شریف بن کے معذرت کر لو!!۔۔۔ اسے رخ موڑتے دیکھ کے میر ال شاہ اسے خود کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے سفید قمیض میں نظر آتی اسکی پشت کو گھورتی ہوئی خفگی سے بولی تھی، اسے خاذق خان کا یہ انداز پتا نہیں ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ میر ال شاہ کے الفاظ پہ اب کی بار حازق خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔

میڈیم! میں نہیں آپ میرے ساتھ ٹکرائی تھیں! لیکن خیر میں پھر بھی آپ سے غلطی سے ٹکرانے کی معذرت چاہتا ہوں!۔۔ حازق خان بے حد ضبط سے اپنی نگاہوں کا مرکز ہینگر کی مدد سے سٹینڈ پہ لٹکے لیڈیز ڈریسس کی طرف مرکوز کرتا مصروف لہجے میں بولا تھا۔۔ وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برت رہا تھا یا صرف ایسا میر ال شاہ کو لگ رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی لیکن خود کا نظر انداز ہونا میر ال شاہ کو پسند نہیں آیا تھا۔۔

ویسے اگر تو تمہیں لڑکیوں کے کمرے پہ پہننے کا اتنا ہی شوق آ رہا ہے تو میں تمہیں ایک چیز بتاتی چلوں تم خود کے لئے غلط سائز کے کپڑے دھونڈ رہے ہو! کپڑے پھٹ جائیں گے لیکن تمہیں پورے نہیں آئیں!۔۔ اسے کپڑے آگے پیچھے کرتے دیکھ کے میر ال شاہ اسکا مذاق اڑانے والا انداز میں ہلکا سا قہقہ لگاتے ہوئے بولی تھی۔ اسکی خوبصورت ہنسی کی آواز پہ حازق خان کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، دل نے بے ساختہ اسے ایک دفعہ پھر سے دیکھنے کی اپیل کی تھی لیکن حازق خان نے دل کو ڈپٹتے ہوئے اسے دیکھنے سے انکار کیا تھا۔۔ وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح چست سی جینز شرٹ میں ملبوس حازق خان کے مطابق ایک نازیبا لباس میں ملبوس تھی۔۔

Mind your own business lady

)اپنے کام سے کام رکھیں لیڈی(

حازق خان نے جواباً اسکی جینز شرٹ پہ طنز کرنے کی بجائے ایک نظر اس پہ ڈالتا اسے بے حد سپاٹ انداز میں جواب دیتے اپنا دھیان پھر سے کپڑوں کی طرف مرکوز کیا تھا۔ حازق خان کے اتنے سپاٹ جواب پہ میر ال شاہ ہنسنا بھول چکی تھی، چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے ریکٹ کر رہا تھا جیسے اسے جانتا بھی نہ ہو۔۔

کیا تم مجھے بھول چکے ہو نقلی میجر؟۔۔۔ اسے خود سے انجان بنتے دیکھ کے میر ال شاہ نے کچھ دیر کے لئے اپنی انا پرستی کو دفناتے ہوئے بھیگی آواز میں استفسار کیا تھا، وہ خود نہیں جانتی تھی اسکی نظر اندازی پہ اسکی آواز کیوں بھیگ رہی ہے! حتیٰ کہ ان آٹھ ماہ میں اس نے حازق خانزادہ کو یاد بھی نہیں کیا تھا، ہاں کبھی کبھی وہ یاد آجایا کرتا تھا، جس پہ وہ فوراً اسکا خیال جھٹک دیا کرتی تھی، لیکن آج حازق خان کی بے رخی اسکا سپاٹ انداز میر ال شاہ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔۔

آپ اپنی بے تکی باتوں کی وجہ سے میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں لیڈی! ایکسکوزمی!!۔۔۔ حازق خان دو سے تین لیڈیز ڈریس پسند کرنے کے بعد میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے سنجیدگی سے جواب دیتا کاؤنٹر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسے کاؤنٹر پہ مزید کافی کپڑے رکھ کے ان کا بل ادا کرتے دیکھ کے میر ال شاہ ہنوز حیران تھی۔۔ اس نے تو آج اسے ایک دفعہ بھی میک اپ کی دکان نہیں بولا تھا حتیٰ کہ آج وہ اپنی مرضی کے مطابق اچھا خاصہ تیار تھی۔۔ باب کٹ بال آج بھی ویسے ہی تھے۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے حازق خان اسے اگنور کرتا ہوا اسکی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوا تھا۔۔ اسکے جاتے ہی نا جانے کیوں میر ال شاہ کی آنکھ سے ایک موٹا سا آنسو ٹوٹ کے اسکے عارض پہ گرا تھا۔۔ وہ خود نہیں جانتی تھی اسکی آنکھیں کیوں بھیگ رہی ہیں! لیکن وہ بھیگتی جا رہی تھیں۔۔ میر ال شاہ اب شاپنگ چھوڑ کے لمبے لمبے سانس لیتی شاہ سے باہر کی طرف نکلی تھی۔ اس نے آس پاس حازق خانزادہ کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔۔ اللہ جانے وہ دو منٹوں میں کہاں غائب ہوا تھا۔۔

جاتا ہے تو جائے! میری جوتی کو بھی پروا نہیں ہے! آیا بڑا جنگلی پٹھان! نقلی میجر!۔۔۔ کافی خواری کے بعد بھی جب میر ال شاہ کو میجر خان نظر نہ آیا تو وہ مغروری انداز میں بڑبڑاتی ہوئی مال سے نکل چکی تھی۔۔ اب اسکا مزید شاپنگ کرنے کا دل نہیں رہا تھا۔۔

آپ کو خدا کا واسطہ ہے مجھ پہ رحم کھائیں اماں!! میں کسی کی امانت ہوں! میرے جسم و جاں کا مالک ایک سید زادہ ہے! جو اپنے اس نقصان پہ میرے ساتھ ساتھ اس غلیظ جگہ کو بھی جلا کے راکھ کر دے گا!! وہ غصے کا بہت تیز ہے اماں! وہ غصے میں ہر چیز فنا کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے! وہ اپنا بدلہ کبھی نہیں چھوڑتا!وہ جس دن مجھے ڈھونڈے گا میں جانتی ہوں وہ اس دنیا میں میرا آخری دن ہو گا! کیونکہ اسے غلطیوں سے اور غلطی کرنے والے سے نفرت ہے! وہ کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا! بدلہ لینا اس کے پسندیدہ کاموں میں سے ایک ہے اماں!!۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی آج ایک بار پھر چندہ بائی کے قدموں میں گر چکی تھی۔۔اسکی روزانہ کی طرح آج بھی اتنی منتوں پہ چندہ بائی نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے ہچکیوں سے لرزتے وجود کو دیکھا تھا۔۔

اے لڑکی دو منٹ سے پہلے اٹھ!!۔۔۔ آج تیری کوئی منت سماجت کام نہیں آئے گی!! میں تجھے جتنا اس سے چھپا سکتی تھی میں نے چھپا لیا لیکن آج احسن ملک تیرے بارے میں سب جان چکا ہے! میری بات کان کھول کے ب لے تو کسی دوسرے تیسرے کی نہیں بلکہ صرف احسن ملک کی امانت ہے!! جس نے مجھے چھ سال پہلے کڑوروں روپے دیتے ہوئے تجھے اپنے نام کیا تھا! میں اس کی قرضدار ہوں اور تیرا یہ قیامت خیز حسن میرے سر سے یہ قرض اتارنے میں میری مدد کرے گا! آخر کو میں نے تجھے پورے اٹھارہ سال پال پوس کے جوان کیا تھا، اسکے مقابلے میں تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔۔چندہ بائی پان چباتے ہوئے نخوت سے بولی تھیں جس پہ اس نازک سی شہزادی کا چہرہ بے بسی کے احساس سے بجھ چکا تھا۔دل ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔

جانتی ہو کتنا شوق ہے مجھے باتھ روم رومینس کرنے کا! لیکن مجال ہے جو تم کبھی خامی بھر دو۔۔۔۔احان شاہ اسکی شفاف گردن پہ اپنی ناک سہلاتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکی بے باک بات پہ گلالئی شرم سے لال ہوتی خود میں سمٹی تھی۔۔

ی۔یہ۔۔ک۔کیسی۔۔۔با۔باتیں۔۔۔کر۔۔۔رہے۔۔۔ہیں۔۔۔سب۔۔ناشتے۔۔۔پہ۔۔۔انتظار۔۔کر۔۔رہے ۔۔ہوں۔۔۔گے۔۔ہمارا۔۔۔وہ اپنی شرمیلی مسکراہٹ ضبط کرتی لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔

یہ رومانٹک باتیں ہیں! جو تمہاری سمجھ عقل سے بالاتر ہیں!۔۔۔اسکے جواب پہ احان شاہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں جھانکتا نروٹھے پن سے بولا تھا۔۔احان شاہ کے انداز پہ گلالئ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔اسے احان شاہ کے اس شکوے کو سننے کی عادت آچکی تھی۔۔

آخر کرنے کیوں نہیں دیتی ہو؟!۔۔۔۔اسے اپنی مسکراہٹ روکتے دیکھ کے احان شاہ ایک دم سے اسکے اوپر سایہ فگن ہوتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلاتے ہوئے بوجھل گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔احان شاہ کے اس جملے پہ گلالئ کی آنکھیں پھیلیں تھیں،وہ اسکی بات کا کچھ اور ہی مطلب سمجھی تھی۔

ک۔۔کیا۔۔نہیں۔۔کرنے۔۔دیتی۔۔وہ حیرانگی سے منہ کھولتی شاکڈ کیفیت میں اس کی بات کا مطلب استفسار کر رہی تھی۔وہ پوری رات تو اسکی شدتیں برداشت کرتی رہی تھی،اب آخر وہ اس سے مزید کیا چاہتا تھا؟سب تو وہ اپنی مرضی سے کر لیتا تھا۔۔

باتھ روم رومینس جاناں!!۔۔۔۔احان شاہ اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسکا سر اوپر کی طرف اٹھاتا اسکے لبوں پہ ہولے سے اپنے لب رگڑتے ہوئے شوخ لہجے میں بولا تھا۔اسکی سوئی پھر سے باتھ روم رومینس پہ اٹکے دیکھ کے گلالئ کی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔

ا۔ایک۔۔بات۔۔پوچھوں!۔۔۔گلالئ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے لڑکھڑاتے لہجے میں اس سے کچھ پوچھنے کی اجازت مانگی تھی۔۔

پوچھو نا میری ڈکیٹ پٹھانی!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسکے چہرے پہ دیوانا وار لب رکھتے ہوئے اپنے انگوٹھے سے اسکی شہہ رگ سہلاتے پیار سے جواب دیا تھا۔وہ رات سے یوں ہی اسکے چہرے کے نقش نقش کو چومتا اسکے پور پور کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔

آپ کل کی طرح بدل تو نہیں جائیں گے نا؟۔۔۔گلالئ نے اسکی طرف نم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بھرائی آواز میں پوچھا تھا۔۔وہ جانتی تھی وہ ناشتہ کرنے کے بعد ہی بدل جائے گا جیسے پچھلے دنوں سے بدل رہا تھا۔۔

ایسا کیوں سوچتی ہو میری پٹھانی؟کل تو بس مجھے یوں ہی غصہ آگیا تھا ورنہ میں کیوں اپنی اپنے بچے کو ڈانٹنے لگا!!۔۔۔۔احان شاہ اسکی نم آنکھوں کو شدت سے چومتا بے حد نرم لہجے میں گویا ہوا تھا۔وہ ہر روز اس سے یونہی پوچھتی تھی وہ

بدل تو نہیں جائے گا؟ جو پہ احان شاہ اسے یونہی نرمی سے ڈیل کرتا تھا لیکن کچھ دور شاہ بی بی جے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اپنا کیا گیا وعدہ بھول جاتا تھا۔۔

پرسو بھی ڈانٹا تھا، ترسو بھی اور ترسو سے پچھلے دن بھی، اور اس سے بھی پچھلے دن، پھر اس سے بھی پچھلے دن اور اس سے بھی۔۔۔ ابھی گلالئ معصومیت سے شکوہ کناں انداز میں اسے حقیقت سے آشنا کرواتی جب اسکے اتنے معصوم سے انداز پہ احان شاہ نے اسکے بھرے بھرے یاقوتی لبوں کو اپنی انگلیوں میں بھرتے ہوئے اپنے عنابی ہونٹوں میں دبایا تھا۔ اسکے انداز پہ گلالئ کی پلکیں لرزی تھیں۔۔

ڈانٹ کے اتنا سارا پیار بھی تو کیا تھا وہ یاد نہیں ہے میری ڈکیٹ پٹھانی کو؟۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں کو نرمی سے اپنے دانتوں میں لے کے کاٹتا آبیبرو آچکا کے شوخ لہجے میں بولا تھا۔۔

پورا دن رلاتے بھی تو ہیں نا مجھے! مجھے آپکی بے رخی سے بہت ڈر لگتا ہے شاہ سائیں!۔۔۔ گلالئ بھرائے لہجے میں بولی تھی۔۔

اچھاااا اور میڈیم جو پوری رات مجھے نخرے دیکھا کے مجھ سے معافیاں منگواتی رہتی ہیں! اس کا کیا؟۔۔۔ احان شاہ اسکے بری الزمہ ہونے پہ اسکے سراپے پہ اپنی گہری نگاہیں مرکوز کرتا پیار سے دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔ احان شاہ کی نظریں اپنے سراپے پہ محسوس کرتے گلالئ نے خود کو اس کے سینے میں چھپانا چاہا تھا لیکن وہ اس کی کوشش ناکام بناتا اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اس وقت اسکی سفید شرٹ میں ملبوس بکھرے بھورے بالوں سے کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔۔

جانتی ہو!! اپنی زندگی میں بہت بہت حسین پٹھانی دیکھی ہے لیکن تم سے۔۔۔ احان شاہ اسکے پھولے نرم گال کو اپنے ہاتھ سے سہلاتا ابھی اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹوٹ کے اس کے عارضوں پہ گرے تھے۔۔ وہ احان شاہ کا آدھا ادھورا جملہ سنتی اپنے گال سے اسکا ہاتھ دور کر چکی تھی۔۔ اس کے انداز پہ احان شاہ سے اپنا قہقہ روکنا محال ہوا تھا۔۔

ارے پوری بات تو سنو جاناں۔۔۔۔اسے بچوں کی طرح نچلہ لب مڑوڑ کے روتے دیکھ کے احان شاہ ہولے سے ہنس کے اسکے نچلے لب کو پیار سے چومتا اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا جو اسے دیکھنے کی بجائے اب دیواروں کو دیکھ رہی تھی۔

نہیں سننی!! اٹھیں مجھ پر سے! اور جائیں انہی پٹھانیوں کے پاس!!۔۔۔۔وہ بے جیلس انداز میں سوں سوں کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

لیکن مجھے تو صرف اپنی پٹھانی کے ساتھ باتھ رومینس کرنا ہے جاناں!!۔۔۔۔احان شاہ اسے منانے کی غرض کروٹ بدل کے تکیے پہ گرتا گلالئ کو اپنے سینے پہ لٹا چکا تھا۔

انہی کے ساتھ کریں جا کے! اللہ کرے وہ آپ کو گھاس بھی نہ ڈالیں! گلالئ اب کی بار غصے سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی مدھم آواز میں خفگی سے بولی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔میرا بچہ جیلس ہو رہا ہے؟۔۔۔۔احان شاہ اسکے تن پہ موجود شرٹ کے اوپری بٹن کو اپنے دانتوں سے کھولتا آئیبرو آچکا کے بولا تھا۔احان شاہ کی بے باک حرکت پہ گلالئ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔وہ رونا بھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو شرٹ کے دو بٹن کھولنے کے بعد اب تیسرے پہ بھی یہی عمل دہرا رہا تھا۔۔وہ شرم سے انگارہ ہوتا جلدی سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔احان شاہ نے چھت پھاڑ قہقہ لگاتے ہوئے اسکے گرد زور سے اپنے ہاتھ باندھتے اسے اپنے مضبوط حصار میں لیا تھا۔۔

جاناں! ہماری اتنی اچھی قسمت کہاں کہ ہم اسلامباد میں خوبصورت پٹھانیاں دیکھ سکیں! ہمی۔۔ہاہاہا۔۔آہہ۔۔۔احان شاہ اسکی گردن پہ اپنے بوسوں کی بوچھاڑ کرتا ابھی اسے مزید تھوڑا سا تنگ کرتا جب گلالئ نے اسکے برہنہ سینے پہ موجود بھورے بال زور سے اپنی انگلیوں میں پکڑ کے کھینچے تھے، احان شاہ اس اچانک افتاد پہ کراہ کے ہنستا ہوا اگلالئ کو زور سے اپنے گلے سے لگا گیا۔۔

کیا میں بدصورت ہوں؟۔۔۔وہ اس کی ہنسی کو کسی خاطر میں نہ لاتی معصومیت سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔اسے لگ رہا تھا وہ اسکا مذاق اڑا رہا ہے۔۔

گل!! جاناں میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔ اسے یوں اچانک سے روتے دیکھ کے احان شاہ اسکے گال سے اپنا گال جوڑتا اسے کیوٹ انداز میں منا رہا تھا۔۔

ہاں مانتی ہوں میں پڑھی لکھی نہیں ہوں لیکن اتنی بدصورت بھی۔۔۔ ابھی گلالئ سوں سوں کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کرتی جب احان شاہ نے اسکی بات پہ خفگی سے اسکی طرف دیکھتے اسکے ہونٹوں پہ اپنا مضبوط ہاتھ رکھا تھا۔۔

تم لاکھوں کروڑوں میں ایک ہوں جاناں! تم سب سے الگ اور سب سے خوبصورت ہو اسی لئے تو سید احان شاہ کی بیوی ہو! سب کو لگتا ہے میری پٹھانی بے حد معصوم ہے انہیں کوئی جا کے بتاؤ یاروں یہ لڑکی میرے سینے پہ بڑا ظلم ڈھاتی ہے!!۔۔۔ احان شاہ اسکے کان میں پیار بڑی سرگوشیاں کرتا اپنا آخری جملہ نفی میں سر ہلا کے دلفریب انداز میں بولتا اب اپنے کسرتی سینے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں گلالئ ہنوز اسکے سینے کے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑے نروٹھے پن سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

اپنی حرکتیں دیکھ رہی ہو؟۔۔۔۔ احان شاہ نے اپنے سینے پہ اسکے ناخنوں کے نشان دیکھتے ہوئے اپنا ہمیشہ والا جملہ دہرایا تھا جس پہ وہ اپنی ناک معصومیت سے سکوڑتی اس پر سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی، اسکے سینے کے بال ہنوز اسکے ہاتھ کی مٹھی میں قید تھے۔۔

کہاں سے معصوم لگتی ہو تم؟ ذرا مجھے دیکھنے دو۔۔۔ احان شاہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لے کے اسکا رخ اپنی طرف موڑتا آئیبرو آچکا کے سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا جس پہ گلالئ نے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ کیا وہ سب کو معصوم دکھنے والی پٹھانی اپنے شوہر کو معصومیت کی تصویر نہیں لگتی تھی؟ گلالئ نے حیرانگی سے سوچا تھا۔۔۔

یہاں سے کچھ معصوم لگ رہی ہو۔۔۔ احان شاہ اسکی چھوٹی سی ناک کی ٹپ پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا اپنے سر کو خم دے کے بولا تھا۔ گلالئ نے اسے یوں دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو "صرف یہاں سے؟ کیا وہ پوری کی پوری معصوم نہیں تھی؟"

اور ہاں یہاں سے بھی تھوڑی سی معصوم لگ رہی ہو۔۔ احان شاہ کے لب اب اسکی ناک سے سرکتے ہوئے اسکے پھولے گلابی گالوں کی طرف آئے تھے۔۔ گلالئ اسکے لفظ "تھوڑی سی" پہ روہانسی ہوئی تھی۔۔ وہ آخر کیوں اسکی کنجوسوں کی طرح تعریف کر رہا تھا؟

ارے ہاں یہاں سے بھی اتنی سی معصوم لگ رہی ہو بس!۔۔۔ اسکے ماتھے پہ ننھا سا بل دیکھ کے احان شاہ اپنی انگلیوں سے چٹکی کا اشارہ کرتا اب اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا مزید گویا ہوا تھا، گلالئ اب اپنے نقوش سے غصہ ہٹا کے انہیں ڈھیلا چھوڑتی بے حد معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی تاکہ اسکا شوہر کھل کے اسکی معصومیت کی تعریف کر سکے۔۔۔

اے لے!! اب تو یہ پارا سا بچہ ہر جگہ سے معصوم لگ رہا ہے! ایک ہی وقت میں کہاں کہاں پہ اپنے لب رکھوں؟۔۔۔ احان شاہ اسے بچوں کی طرح پچکار کے اسکے معصوم چہرے کو دیوانوں کی طرح چومتا بے حد محبت سے بول رہا تھا۔۔ اسے اس وقت اپنی بیوی کے معصوم انداز پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا۔ وہ اسکے لاڈ یوں اٹھا رہا تھا جیسے وہ واقعی ہی کوئی چھوٹی سی بچی ہو۔

لیکن آپ کو تو دوسری پٹھانیاں پیاری لگتی ہیں نا!!۔۔۔ وہ اسکے پیار جتانے پہ جان بوجھ کے معصومیت بھرا شکوہ کر رہی تھی۔ ابھی کہ وہ جان چکی تھی وہ جان بوجھ کے اسے چڑانے کے لئے تنگ کر رہا ہے۔۔

قسم لے لو جو سید احان شاہ نے اپنی ان نظروں سے تمہارے حسین سراپے کے سوا کسی کا جائزہ بھی لیا ہو تو ابھی سانسیں رک جائیں میری! !۔۔۔ احان شاہ اسکے شکوے پہ اسکی گردن پہ انگلیاں سہلاتا اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا رہا تھا۔۔ اسکے آخری جملے پہ گلالئ نے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا۔ ابھی گلالئ جوابا مزید گویا ہوتی جب احان شاہ کے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی، اس دستک پہ احان شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی، وہ تنگ آ چکا تھا صبح ہوتے ہیں اس دستک کی آواز سن کے۔۔۔ وہ شاہ بی بی کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس ملازمہ کو انہیں جگانے نہ بھیجا کریں وہ خود جاگ جایا کریں گے! اگر منع کرتا تو شاہ بی بی برا مان جاتی! ان کا کہنا تھا وہ اپنے پوتے کے ساتھ ناشتہ کرنے کے لئے صبح صبح نگہت کو انہیں اٹھانے کے لئے بھیجتی ہیں۔۔

جاؤ تم یہاں سے۔۔۔ آجائیں گے ہم!!۔۔۔۔۔ احان شاہ دروازے کو گھور کے دانت پیستے ہوئے بولا تھا، جس پہ باہر کھڑی نگہت آنکھیں گھما کے سر جھٹکتی "جی شاہ صاحب" بولتے ہوئے یہ جاوہ جاہو چکی تھی۔۔

شاہ بی بی انتظار کر رہی ہوں گی۔۔۔۔ اسکے غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے گلالئ سہمتے ہوئے بولی تھی۔۔

مجھے بالکل پسند نہیں کسی کا بھی ہمیں یوں صبح سویرے ڈسٹرب کرنا!! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے!! کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے ہماری ہویلی میں پرائیویسی کی فوتگی ہو چکی ہے!!۔۔ مطلب ماں بہن ایک کر کے رکھ دی ہے پرائیویسی کی!! احان شاہ غصے سے اپنی بھڑاس نکالتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اسے غصے میں آتے دیکھ کے گلالئ نے اپنا سانس روکتے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اس پہ غصہ نہیں کر رہا تھا لیکن پھر بھی اسے اسکے غصے سے ڈر لگ رہا تھا۔۔

غصہ۔۔ کیوں۔۔ کر۔۔ رہے ہیں! شاہ بی بی پیار کرتی ہیں آپ سے!! اسی لئے آپ کے بغیر ناشتہ نہیں کرتی!۔۔۔

گلالئ نے ہمت کر کے اسکی گھنی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے اسے شانت کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

میں بھی تو پیار کرتا ہوں نا تم سے! تمہیں کھائے بغیر میرا ناشتہ ادھورا رہتا ہے! یہ بات تمہیں کب سمجھ میں آئے گی؟۔۔۔ اسکے ہاتھ اپنے گال پہ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ اسے خود پہ جھکا کے اسکی گردن پہ اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑتے ہوئے نروٹھے لہجے میں بولا تھا۔ گلالئ کے اتنا سا سمجھانے پہ اسکا سارا غصہ بھک سے اڑ چکا تھا۔۔ احان شاہ کو پھر سے رومانٹک موڈ پہ آتے دیکھ کے گلالئ نے تھوک نگلا تھا۔۔ اسکے بے باک باتوں پہ تضاد اسکی جسارتیں ہمیشہ کی طرح اسکے ہوش ٹھکانے لگا چکی تھیں۔۔ احان شاہ کو پوری رات کے ساتھ ساتھ صبح کے دو سے تین گھنٹے پہ گلالئ پہ پیار جتانے کے لئے کم لگتے تھے، اس کا بس چلتا تو وہ اسے کبھی بھی اپنی بانہوں سے آزاد نہ ہونے دیتا۔۔ جب تک وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں قید رہتے تھے، لڑائیاں ان سے پناہ مانگتی تھیں! لیکن جیسے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کی پناہوں سے نکلتے تھے، لڑائیاں لڑنا اور ناراض ہونا ان کے لئے عام سی بات ہو چکی تھی جیسے۔۔

شاہ۔۔ بی بی۔۔۔۔ اسکی بڑھتی بے باکیوں پہ گلالئ ابھی اسے پھر سے شاہ بی بی کی یاد دلاتی جب احان شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنی بانہوں میں قید کئے بیڈ سے اٹھا تھا۔۔

آج جب تک ہم باتھ رومینس نہیں کریں گے! اس کمرے کا دروازہ نہیں کھلے گا جاناں!۔۔۔ گلالئ کو اپنا بے ترتیب لباس ٹھیک کرتے دیکھ کے احان شاہ اسکی شرٹ کے کھلے بٹنوں پہ بے باکی سے اپنی نظریں جمائے اسے آنکھ ونک کرتا شوخ لہجے میں بولا تھا۔۔ وہ اس وقت صرف احان شاہ کی وائٹ شرٹ میں ملبوس تھی جو اسکے گھٹنوں تک آرہی تھی، وائٹ شرٹ کافی کھلی تھی اور اس پہ تضاد احان شاہ اسکے اوپری تین بٹن جان بوجھ کے کھول چکا تھا جس کی وجہ سے شرٹ بار بار کندھوں سے ڈھلکتی جارہی تھی، گلالئ معصومیت سے بار بار کبھی شرٹ کو کندھوں سے جکڑ کے ٹھیک کرتی تو کبھی سینے سے۔۔ احان شاہ کی آنکھوں اور لہجے میں خمار کی سرخی آج گلالئ کو یہ باور کروارہی تھی کہ وہ باتھ رومینس کے بنا واقعی ہی اسے کمرے سے نکلنے نہیں دے گا!۔

شا۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔۔ آپ۔۔ پا۔۔ پاگل۔۔۔ ہیں۔۔۔ دس۔۔ بج۔۔ رہے۔۔ ہیں۔۔۔ گلالئ نے روہانسے ہوتے ہوئے احان شاہ کو وقت کا احساس دلایا تھا۔۔

ہاں اپنی ڈکیٹ پٹھانی کے عشق میں پاگل ہوں جاناں! اور کچھ ؟۔۔۔ احان شاہ اسکے روہانسے تاثرات کو نظر انداز کر کے اسے آنکھ ونک کرتا واشروم میں داخل ہو چکا تھا۔۔ گلالئ نے شرماتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔ اسے پہلے ہی شرماتے دیکھ کے احان شاہ دلکش قہقہ ہوا میں گونجا تھا۔۔ اور پھر وہ کچھ ہی منٹوں میں گلالئ کو اپنے مضبوط حصار میں قید کئے اسے لئے شاور کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔۔ گرم پانی آن کرتے ہی وہ گلالئ کو بیک وال پہ پن کر چکا تھا۔۔ گلالئ کو ہر پردے سے آزادی کرتا وہ اسکا چہرہ موڑ کے دیوار کی طرف کرتا اسکی شفاف کمر پہ جگہ جگہ اپنے سلگتے لب رکھتے ہوئے پانی کی بوندیں بن رہا تھا۔۔ احان شاہ کے لمس کی شدت پہ گلالئ وقفے وقفے سے اسکی بھرتی دیوار پہ زور سے اپنے ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احان شاہ کی شدتوں اور بے باکیوں میں اضافہ ہوا تھا جسے وہ نازک جان بڑے صبر سے جھیلتی بار بار شرم سے آنکھیں میچ جاتی!

)حال(

احان شاہ اس وقت واشروم کے شاور کے نیچے کھڑا ٹھنڈے پانی سے شاور لیتے ہوئے گلالئ کے ساتھ گزارا اپنا ایک ایک پل یاد کر رہا تھا۔۔ وہ کتنی خاموشی سے اسکی ہر طرح کی بے باک جسارت اور یہاں تک اتنی سی عمر میں اسکی شدتیں بنا کچھ بولے صبر سے برداشت کر جایا کرتی تھی۔۔ لیکن احان شاہ نے اسکے ساتھ کیا کیا تھا؟ اس نے اسے

کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔۔ احان شاہ نے غصے سے چیختے ہوئے اپنے بھورے گیلے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے نوچا تھا، ٹھنڈے پانی کی پھوار اسکے چہرے اور بدن پہ گرتی اسے اچھا خاصہ بھگو رہی تھی۔۔ وہ پچھلے دو گھنٹوں سے بے حس و حرکت پانی میں بھیگ رہا تھا۔۔

گل!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے تڑپ کے گلالئ کو پکارا تھا جو آج اسے میسر نہیں تھی۔۔ آنکھیں موندتے ہی اس دن کا منظر پھر سے آنکھوں کے پردے میں لہرایا تھا جب وہ اسکے باتھ روم رومانس کے بعد اس سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی تھی، وہ معصومیت سے نظریں جھکائے اپنی انگلیاں مڑورتی رہی تھی، البتہ اس دن کے بعد سے اسے احان شاہ کے سامنے واشروم میں بھی جانے سے ڈر لگتا تھا کیونکہ کوئی بعید نہیں تھی اسکا شوہر بلاوجہ کسی بھی وقت رومانٹک موڈ میں آجائے۔۔

کہاں ہو گل؟ تمہارے بغیر شاور لینے کا بالکل مزہ نہیں آرہا میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔ احان شاہ اپنی لہو رنگ ہوتی سبز آنکھوں کو کھول کے ایک دم سے شاور بند کرتا اپنے خیالوں میں گلالئ سے مخاطب ہوا تھا۔۔

تم بالکل بھی معصوم نہیں ہو! بلکہ تم ڈکیٹ پٹھانی کے ساتھ ساتھ ظالم پٹھانی بھی ہو! میرے دل کا چین لوٹ کے اب کس طرح سے ظالم بنتی مجھے تڑپا رہی ہو! شرم تو نہیں آتی تمہیں؟۔۔۔۔ احان شاہ غصے سے دھاڑتا ہوا زور سے دیوار پہ اپنے ہاتھ کے مکے بنا کے یکے بعد دیگرے مارتا خود کو اذیت دے رہا تھا۔۔ کتنی دیر خود سے بڑبڑا کے اپنا غصہ نکالنے کے بعد وہ بلیک ٹراؤزر پہنتا سنجیدگی سے واشروم سے نکلا تھا۔۔ وہ اس کمرے میں یہاں وہاں دیکھے بغیر جلدی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔۔ تاکہ ڈریس چینج کر کے جلد از جلد یہاں نکل سکے کیونکہ اسکے کمرے کے ایک ایک کونے میں اسکی اور اسکی پٹھانی کی خوبصورت یادیں وابستہ تھیں۔۔ اس نے عنقریب احان شاہ کو پاگل کر کے چھوڑنا تھا۔۔

کاظم شاہ کسی بھی ملازمہ کی مدد لئے بغیر ایزل شاہ کے لئے سوپ تیار کرتا اسے اچھے سے ٹرے میں سجائے کچن سے نکل ہی رہا تھا جب اسکی نظروں کا مرکز احان شاہ بنا تھا جو سفید شلوار قمیض میں ملبوس اپنے گلے کے گرد براؤن چادر لٹکائے بے حد سنجیدگی سے سیڑھیاں اترتا اپنی چوڑی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھ رہا تھا۔۔ احان شاہ کو

اکیلے ہی سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے ساتھ گلا لئی کو نہ دیکھ کے حیران تو ضرور ہوا تھا لیکن پھر سوچا شاید وہ اوپر آرام کر رہی ہو۔۔ اسی سوچ کے تحت وہ احان شاہ سے نظریں پھیر کے کندھے اچکاتا ہوا ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ احان شاہ جو صبح کے وقت ازمیر سے ملاقات کرنے کی غرض خود سے کچھ آگے چلتے کاظم شاہ کی چوڑی پشت کو گھور رہا تھا۔ ایزل کے کمرے تک پہنچ کے کاظم شاہ کو اپنے منہ پہ زور سے دروازہ بند کرتے دیکھ کے احان شاہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔ دروازہ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ بند ہوا تھا، اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کی آنکھوں میں خود کے لئے "آوٹ" کا اشارہ دیکھ کے احان شاہ نے غصے سے آپے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، وہ اس وقت اسکی دھلائی بھی نہیں کر سکتا تھا جو اسکی ہی بہن کے کمرے میں موجود یقیناً اسی کے لئے اپنے ہاتھوں سے سوپ تیار کر کے لے کے گیا تھا۔۔ وہ دانت کچکچا کے بند دروازے کو دیکھتا غصے سے لاؤنج سے نکلتا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 64

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

ایزل شاہ جو ہنوز کاظم شاہ کی طنزیہ باتوں کو سوچتی اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھے ہوئے تھی، دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند ہوتے دیکھ کے اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں سے کہنی ہٹاتے، تھوڑا سا سر اٹھا کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا جو ہنوز خواب خرگوش کے مزے لئے سکون سے سو رہا تھا، آس پاس کے شور سے ازمیر شاہ اور کٹی کو تو جیسے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا، وہ دونوں ایک دوسرے سے ایک ہاتھ کے فاصلے پہ فرصت سے اپنی نیند پوری کرنے میں مگن تھے۔۔

(آاااامیر ابچہ! بس تھوڑا سا بڑا ہو جا پھر بابا تجھے سکھائیں گے کہ اس فسادن کٹی کی گردن دبوچ کے کس طرح سے اسے اپنے ظالم حصار میں قید کر کے سونا ہے! اور کتنی دیر اگر تیرے باپ کی سوتن کا گلہ دبایا جائے گا تو وہ مرے گی! میں اپنے بیٹے کو ہر چیز سیکھاؤں گا! بابا کی جان اپنے باپ کا ہر بدلہ اتارے گا! ہے نا؟) ہاتھ میں ٹرے پکڑے ایزل شاہ کی طرف بڑھتا کاظم شاہ ایک نظر اپنے سکون سے سوئے بیٹے کو دیکھ کے اپنے خیالات میں اس سے بے حد شاطر انداز میں مخاطب کٹی کو اس دنیا فانی سے کوچ کروانے کی اچھی خاصی پلیننگ کر چکا تھا۔۔

کاظم شاہ کو پھر سے اپنے کمرے میں حاضری لگاتے دیکھ کے ایزل شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچی تھیں، وہ اب اسے غصہ دیکھا دیکھا کے بھی تنگ آچکی تھی۔۔ اور کچھ اللہ سے ڈر بھی لگ رہا تھا جو وہ قرآن کی پوری تفسیر پڑھنے کے بعد بھی اپنے شوہر سے اونچی آواز میں بات کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ اسکے آگے اونچا بول کے گناہ کر رہی ہے لیکن اس وقت خاموش رہنا اس کے بس میں نہیں تھا، وہ نو ماہ بعد آکے اس پہ اتنی آسانی سے اپنا حق کیسے جتا سکتا تھا جبکہ وہ اسکی ایک منت سماجت پہ بھی نہیں رکا تھا۔ ایزل شاہ نے اسے روکنے کے لئے کیا کیا نہیں کیا تھا، وہ کتنے ہی وقت تک اسکے سینے سے لپٹی روتی رہی تھی، اسکے سینے پہ اپنے لب رکھے اور یہاں تک اپنی تمام تر ہمت جمع کر کے اسکے ہونٹوں پہ اپنے اپنے لب رکھ دیئے تھے لیکن وہ اس قدر ظالم ثابت ہوا تھا اس پہ ترس اور رحم کھانے کی بجائے وہ بے حسی سے اسے چھوڑ کے چلا گیا تھا۔۔ ایزل شاہ اپنی آنکھوں کو موندے ہمیشہ کی طرح ماضی کے لمحات میں گم ہو چکی تھی، اس نے اپنے دل میں عہد باندھا تھا کہ وہ اب اس سے بد تمیزی کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کر لے گی! وہ چاہے جو بھی بولے گا وہ جواب ہی نہیں دے گا اور اگر جواب دینا زیادہ ضروری محسوس ہوا تو وہ ہاں یا نہ میں جواب دے کے بغیر بحث کئے اس سے رخ موڑ جایا کرے گا۔ ایزل شاہ کے غصے سے سرخ چہرے پہ تضاد اسے پھر سے خود سے فراموش دیکھتے ہوئے کاظم شاہ جگہ بنا کے اسکے پاس بیٹھا تھا، وہ غصے میں اتنا بھی بھول چکی تھی وہ کاظم شاہ کی پہنائی گئی رائل بلیو فراک میں ملبوس بنا دوپٹے اور کمبل کے لیٹی ہوئی تھی، فراک کے ڈیپ گلے کی وجہ سے ایزل شاہ کے خوبصورت بدن کی رعنایاں واضح ہوتی کاظم شاہ کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کو خود کے پاس بیٹھتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں مزید زور سے میچی تھے، اس سے دور کھسکنے کی ابھی ذرا سی کوشش ہی کی تھی جب کاظم شاہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے ایزل شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے تکیے سے تھوڑا سا اٹھاتے ہوئے اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔

میں اپنی اووزی کے لئے اپنے ہاتھوں سے سوپ بنا کے لایا ہوں! پیو گی نا؟۔۔۔ ایزل شاہ کو حیرانگی سے اپنی طرف تلے پا کے کاظم شاہ نے بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ ایزل شاہ نے جواباً بد تمیزی کرنے کی بجائے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکے سینے سے اپنا سر ہٹایا تھا۔۔ اسے خود سے فاصلے پہ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے پھر سے اپنے سینے میں بھینچا تھا۔۔

سوپ پی لو! پھر تمہیں واک بھی کروانی ہے!۔۔۔کاظم شاہ اسکے انکار کو کسی خاطر میں نہ لاتا سوپ کا باؤل پکڑ کے اسکے قریب لاتا اسکی کنپٹی پہ ہولے سے اپنے لب رکھتا ہنوز پیار سے بول رہا تھا، اسکی بینڈیج کرنے کے بعد سے کاظم شاہ کا اس پہ ذرا سا بھی غصہ کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا، اسکا دل چاہ رہا تھا اسکی اووزی اسے لاڈ دیکھائے لیکن وہ تھی کہ اتنی بڑی تکلیف میں بھی اپنے ہونٹ سی کے بیٹھی تھی۔۔

مجھے نہیں پینا! پلیز مجھے میرے حال ہ چھوڑ دوں! میں اب آپ کے ساتھ مزید زور آزمائی نہیں کر سکتی! کندھے درد ہو رہے میرے۔۔۔ایزل شاہ مدھم آواز میں سنجیدگی سے جواب دیتی اسکے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔وہ واقعی ہی اسکے باڈی بلڈر وجود کو خود سے دور دھکیل دھکیل کے تھک چکی تھی۔

کندھے کیوں درد ہو رہے ہیں؟لاؤ میں دبا دوں؟۔۔۔کاظم شاہ اب ٹرے بیڈ پہ رکھتا فکر مندی سے ایزل شاہ کے کندھے نرمی سے اپنے ہاتھوں میں جکڑتا گویا ہوا تھا۔۔

ہو سکے تو گلا دبا دیں!! تنگ آچکی ہوں اب اس زندگی سے۔۔۔اسے نرمی سے اپنے کندھے دباتے دیکھ کے وہ استہزایا انداز میں ہنس کے سر جھٹکتی ہوئی بولی تھی، اب کی بار اسکے ہاتھوں کو کندھوں سے نہیں جھٹکا تھا، اسکے نرمی سے دبانے پہ اسے سکون سا محسوس ہو رہا تھا، اور کچھ اب اسے جھٹکنے کی ہمت بھی نہیں تھیں کیونکہ اس نے کونسا بعض آجانا تھا۔۔

نہیں!! ایسی گستاخی کرنے کی بجائے میں تمہارے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبا سکتا ہوں!۔۔کاظم شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے گلابی ہونٹ پیار سے چوم گیا۔کاظم شاہ کی بے باک انداز میں کی گئی جسارت پہ ایزل شاہ نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ کو تو میرے ہونٹ پسند نہیں تھے! مجھ سے ٹیسٹی ہونٹ تو آپ کو کسی اور کے لگتے تھے! آپ کا کہنا تھا کہ آپ مجبوری میں میرے ہونٹوں کو صرف اس لئے چھوتے ہیں تاکہ انہیں زخمی کیا جا سکے!! میں سمجھ نہیں پا رہی آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ آپ کے اس بدلتے روپ کا مقصد کیا ہے؟۔۔۔ایزل شاہ اسکی بے باک بات پہ شرمانے کے بجائے اسے اسکے کڑوے الفاظ یاد دلاتی ناسمجھی کی کیفیت میں استفسار کر رہی تھی، لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔۔اسکے الفاظوں پہ کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے دباتے گہری سانس ہوا ہے سپرد کی تھی۔۔

منہ کھولو۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے سوپ کا ایک چمچ ایزل شاہ کے لبوں کے قریب لاتے ہوئے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا تھا، کیونکہ جانتا تھا وہ نرمی سے نہیں مانے گی۔۔

آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے! میں حلیمہ آنٹی کے ہاتھ کا بنا سوپ پیتی ہوں۔۔۔ایزل شاہ نے مدھم لہجے میں جواب دیتے اپنی نظریں ازمیر شاہ پہ مرکوز کی تھی جو بے حد کیوٹ انداز میں سو رہا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسے بارہا اپنے بنائے گئے سوپ سے انکار کرتے دیکھ کے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے زبردستی اسکے منہ پہ چمچ ڈالا تھا۔۔کاظم شاہ کی زبردستی اور ایزل شاہ کی مزاحمت کی وجہ تھوڑا سا سوپ چمچ سے چھلک کے ایزل شاہ کی ٹھوری اور شہہ رگ پہ گرا تھا جس پہ اس نے روہانسے ہوتے اپنی گردن کی طرف دیکھا تھا۔۔اپنی گردن کی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب اپنی فراک کے ڈیپ گلے پہ نظریں پڑتے ہی وہ بری طرح سے سٹپٹاتی تھی، وہ کب سے اس بے باک انسان کے سامنے یوں بنا دوپٹے کے اس حالت میں بیٹھی تھی؟ایزل شاہ نے خود پہ جی بھر کے لعنت بھیجتے ہوئے اپنا دوپٹا تلاشنا چاہا تھا لیکن کاظم شاہ نے یہاں کہیں بھی دوپٹا نہیں رکھا تھا، حتیٰ کہ اس کا پہلے سے پہنا لباس بھی وہ اسکے ڈریسنگ روم میں رکھ آیا تھا۔۔

م۔میرا۔۔د۔۔دوپٹا۔۔۔ایزل شاہ تکیے پہ یہاں وہاں ہاتھ مارتے ہوئے بربرائی تھی کہ شاید اس کے بے باک اور بے شرم شوہر کو تھوڑی سی شرم آجائے اور وہ اٹھ کے الماری سے اسے دوپٹا ہی پکڑا دے لیکن نہیں وہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ گہری نظروں سے اسکا جائزہ لے رہا تھا۔۔ایزل شاہ اپنے ہاتھ سے اپنی ٹھوری اور شہہ رگ پہ گرا سوپ صاف کرنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکی ٹھوری پہ گرز سوپ اپنے ہونٹوں سے چنا تھا، یہی عمل ایزل شاہ کی شہہ رگ پہ دہراتے ہوئے وہ اسے آنکھ ونک کرتا اس سے کچھ فاصلے پہ ہوا۔۔

تمہیں میرے سامنے کسی پردے کی ضرورت نہیں ہے جیری!! میری ایک بات کان کھول کے سن لو یہ فراک بھی مجھے تمہارے وجود پہ گوارہ نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے حسین وجود کو مجھ سے چھپانے کی گستاخی کر رہی ہے!!۔۔۔اب اگر سوپ پینے کی بجائے تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو اسے تمہارے تن پہ ٹکنے نہیں دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکی رائل بلیو فراک پہ اپنی خمار آلود نگاہیں جمائے گھمبیر بوجھل آواز میں گویا ہوتا_ دلفریب انداز میں اپنے سر

کو خم دیتے ہوئے ایزل شاہ کو اپنے دو ہی جملوں سے لائن پہ لا چکا تھا۔ اسکی بے باک دھمکی پہ ایزل شاہ نے جلدی سے کشن اٹھا کے اپنے سینے کے آگے رکھا تھا، وہ کشن کو اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی، چہرہ ہنوز سنجیدہ تھا، نظریں وہ جھکا چکی تھی۔ اسکی خود کو چھپانے والی اس حرکت پہ کاظم شاہ نے سلگتے ہوئے اسکے ہاتھ سے کشن کھینچ کے نیچے زمین پہ پھینکا تھا۔۔

تمہاری اس گستاخی پہ جی تو چاہ رہا ہے ابھی اور اسی وقت تمہاری اس فراک کو کتر ڈالوں! یقین مانوں معاملہ اگر تمہاری حیا کا نہ ہوتا تو یہ کر گزرتا!!۔۔ کاظم شاہ زمین پہ گرے کزن کو آگ اگلتی نگاہوں سے دیکھتا_ اپنی نگاہیں پھیر سے ایزل شاہ کی طرف مرکوز کرتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکے انداز پہ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ بھلا وہ کیونکر اسکی فراک کے پیچھے پڑ چکا تھا؟

ایک منٹ سے پہلے منہ کھولو! ورنہ برے گندے طریقے سے یہ سوپ پلاؤں گا!!۔۔۔ کاظم شاہ ایک دفعہ پھر سے سوپ کا چمچ اسکی طرف بڑھاتا اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے دھمکی دینے والے انداز مین بولا تھا، لہجہ معنی خیز تھا۔۔

مجھے دے دیں! میں خود سوپ پی لیتی ہوں!!۔۔۔ ایزل شاہ اپنا منہ کھولنے کی بجائے سپاٹ انداز میں سوپ کے باؤل پہ نظریں جمائے بولی تھی۔ اب کی بار کاظم شاہ نے اپنی دبانے کے بجائے سوپ کا باؤل اسکے ہاتھ میں پکڑایا تھا، وہ سوپ پی رہی تھی اسکے لئے یہی کافی تھا۔۔ تھوڑا سا سوپ پینے کے بعد ایزل شاہ باؤل کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔۔

چلو اب میرا ہاتھ پکڑ کے اٹھو شاباش! تھوڑی سی واک کر لیں!۔۔ اسے آنکھیں موندتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکا نرم و ملائم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا نرم لہجے میں گویا ہوا تھا جس پہ ایزل شاہ نے چونکتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا، جس کے ارادے اس وقت اٹل تھے۔۔

مجھے نہیں کرنی واک!! میں مر جا آپی کے ساتھ کر لوں گی!!۔۔۔ ایزل شاہ مضبوط لہجے میں نظریں جھکا کے بولی تھی، البتہ بیڈ سے نیچے قدم رکھتے ہوئے بھی اسے ڈر لگ رہا تھا۔۔

نہیں میں خود کرواؤں گا! میں تم پہ کوئی رذک نہیں لینا چاہتا!۔۔۔ کاظم شاہ فکر مندی سے بولتے ہوئے ایزل کے ہاتھ کو مضبوطی سے اپنے چوڑے ہاتھ سے تھامتا_ اسے احتیاط سے بیڈ سے اترنے میں مدد کر رہا تھا۔۔

سس۔۔۔مجھے۔۔در۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ اپنا درد والا ازلی جملہ دہرانے ہی والی تھی جب کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے وہ اپنے لب زور سے بھینچ گئی۔۔

درد ہو رہا ہے؟؟۔۔۔اسکے خاموش ہونے پہ کاظم شاہ نے بے حد فکر مندی سے استفسار کیا تھا جس پہ وہ خاموش رہی

۔

چھوڑو میں تمہیں اپنے تمہارے سے واک کرواتا ہوں! پھر پرانا تمہیں درد نہیں ہو گا!! مرحا نے پندرہ سے سترہ منٹ کہا ہے! لیکن ہم اپنے طریقے سے پورے بیس منٹ واک کریں گے۔۔اس کی بنا سر پاؤں کی بات پہ ایزل شاہ نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔اسکے اپنی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب کاظم شاہ نے احتیاط سے اس کانچ کی گڑیا کو اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی طرف حیرانگی سے دیکھتے تھوڑی سی مزاحمت کی تھی جس پہ کاظم شاہ اسکے چہرے پہ اپنے سلگتے لب رکھتا اب کمرے میں ہولے ہولے سے چکر کاٹ رہا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا اسکی اووزی اس حالت میں ذرا سی بھی زمین پہ چکر کاٹے۔۔۔وہ ایزل شاہ کی مزاحمت کو نظر انداز کرتا اس حال نما کمرے میں آرام آرام سے چکر کاٹتا ایزل شاہ کے چہرے اور گردن پہ اپنے لبوں کا لمس چھوڑ رہا تھا، کاظم شاہ کو کمرے میں یہ بے تکی واک کرتے ہوئے پورے پندرہ منٹ ہونے والے تھے، اسکے لبوں کا نشانہ اب ایزل شاہ کے بدن کی خوبصورت گہرائیاں تھیں، ایزل شاہ نے اسکی بے باک جسارتوں پہ تڑپتے ہوئے اسکی شرٹ کو شانوں سے آپ ی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکی اس ادا پہ مزید بے باک ہوتے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے اسکی گردن سے نیچے کی طرف اپنے لب رگڑتے تھے۔۔اس کے لمس پہ ایزل شاہ کی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔مرحا کے مطابق وہ جب تک اسے بیس منٹ کی واک نہ کروا لیتا اس نے چین سے نہیں بیٹھنا تھا، ابھی کے اس واک سے ایزل شاہ کو قطرہ برابر فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔

ارزم شاہ آج کافی ہفتوں بعد یونیورسٹی آیا تھا، شاید وہ آج بھی یونیورسٹی نہ آتا لیکن آج اسکے سمسٹر کے فائنلز تھے جس کی وجہ سے اسے ناچاہتے ہوئے بھی یونیورسٹی آنا پڑا تھا۔ دوست جو کافی ہفتوں سے اسکے یونی نہ آنے پہ ناراض تھے کل ازمیر سے ملاقات کرنے کے بعد ان سب کی ناراضگی ہوا ہو چکی تھی۔۔ارزم شاہ نے پنا پڑھے مجبوری کے

تحت غائب دماغ سے پیپر حل کیا تھا۔ اسے پیپر آتا تھا لیکن جب لکھنے کا مزید دل نہ کیا تو آدھا ادھورا پیپر کر کے کلاس سے باہر نکل آیا۔۔ ارزم شاہ کو اتنی جلدی پیپر دیتے دیکھ کے آہستہ آہستہ وہ تمام سٹوڈنٹس بھی اپنی سیٹس سے اٹھنے لگے جنہیں پیپر کا ایک لفظ نہیں آتا تھا۔۔ بلیک رف سے ٹریک سوٹ میں ملبوس ارزم شاہ اس وقت تھکی تھکی چال چلتا گراؤنڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ گراؤنڈ میں آتے ہی اسکی نظروں کا مرکز درخت کے نیچے والا بنچ بنا تھا جس کے سائے تلے وہ دونوں ہمیشہ کتنی کتنی دیر بیٹھے رہتے تھے۔۔ وہ بے باک باتیں کرتا رہتا اور وہ شرماتی ہوئی اپنی نظروں کا زاویہ بدل جایا کرتی۔۔ (ارزم شاہ کو آج بھی یاد تھا وہ جب اسے نکاح کے بعد ہوسٹل چھوڑ کے گیا تھا تو وہ اسے جان بوجھ کے تنگ کرنے لئے یا شاید انگاروں پہ گھسیٹنے کے لئے پورے ایک ہفتے تک یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ ارزم شاہ کی جب دو دن گزرتے ہی بس ہوئی تو وہ ہوسٹل وارڈن تک پہنچ گیا لیکن ذائشہ کا کہنا تھا وہ کافی تھک چکی ہے اسی لئے وہ کچھ دن اچھے سے ریسٹ کر کے یونیورسٹی آئے گی جس پہ ارزم شاہ نے ضبط سے وارڈن کو بولا تھا کہ اسے کچھ دیر کے لئے ویٹنگ روم میں ہی بھیج دیں لیکن ذائشہ بی بی کا کہنا تھا کہ وہ کوئی ضروری اسائمنٹ بنا رہی ہے اس لئے انہیں واپس بھیج دیا جائے! ہاسٹل وارڈن اور ارزم شاہ کے علاوہ یونیورسٹی میں کوئی بھی زائشہ اور ارزم شاہ کے نکاح کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ ذایشہ اور ارزم دونوں ہی نہیں چاہتے تھے کہ ان دونوں کہ نکاح کی خبر اچھی پھیلے ورنہ وہ دونوں سب کی نظروں میں آجاتے اور خصوصاً ارزم شاہ ایک پبلک فگر تھا، یہ بات منٹوں میں پھیل سکتی تھی اور وہ دونوں ہی نہیں چاہتے تھے یہ بات ابھی کسی دوسرے کو پتا چلے۔۔ وہ دونوں پہلے ایک ساتھ اپنی پڑھائی مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اسکے بعد رخصتی کا کچھ سوچا جا سکتا تھا۔۔ ارزم شاہ کا تو بس چلتا وہ آج ہی اپنی خانزادی کو رخصت کروا لیتا لیکن اسکی بیوقوف ذی ابھی اس سب کے لئے تیار نہیں تھی، اسکا کہنا تھا، اسکی پھوپھو اس سب کے لئے اتنی جلدی سے نہیں مانیں گی۔۔ کبھی کبھی اسکی ظالم پھوپھو کا ذکر سننے کے بعد ارزم شاہ کا بس نہ چلتا کہ وہ اسکی ظالم پھوپھی کا قتل عام کر ڈالے۔۔ ارزم شاہ پورا ہفتہ ہوسٹل کے چکر لگاتا رہا تھا لیکن مجال تھی جو ذائشہ بی بی اپنی بات سے انچ بھی ہلی ہو یا اسے ملاقات کا تھوڑا سا شرف ہی بخش دیا ہو۔ لیکن پھر آخر کب تک سہمی سی ہرنی بپھرے شیر سے بچ سکتی تھی؟ وہ دن آ ہی چکا تھا جب ذائشہ نے نکاح کے پورے ایک ہفتے بعد یونیورسٹی میں قدم رکھا تھا۔ ذئشہ اپنی مسکراہٹ دباتی ہمیشہ کی

طرح بلیک عبایئے میں ملبوس بلیک ہی نقاب کئے اپنی کلاس میں داخل ہوئی تھی۔۔ آج پہلی بار ایسا ہوا تھا جو ارزم شاہ کی جگہ ذائشہ خان کلاس میں لیٹ داخل ہوئی تھی۔۔

ذائشہ سر سے اجازت لیتی نظریں جھکاتے ہوئے اپنی کرسی پہ جا کے بیٹھ چکی تھی، اس دوران وہ ارزم شاہ کی سرخی چھائی نروٹھی نظریں خود پہ محسوس کو چکی تھی لیکن پھر بھی انجان بنی اپنے رجسٹر پہ جھک گئی۔۔ اسے تنگ کرنے کا مزہ ہی الگ آرہا تھا۔۔ وہ اسے یوں تنگ کرتے وقت یہ بات بھول چکی تھی کہ ارزم شاہ کا بدلا لینے کا سٹائل اس پہ بہت بھاری پڑے گا۔۔ ارزم شاہ سب سے پچھلے بنچ پہ بیٹھا تھا تو وہ سب سے پہلی لائن میں۔۔ ارزم شاہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کس طرح سے اسے خود کی طرف متوجہ کرے۔ ارزم شاہ اس وقت لیکچر پہ فوکس کرنے کی بجائے جس طرح سے ذائشہ کو دیکھ رہا تھا، ارزم شاہ کے دوست اسکی حالت دیکھتے ہوئے اپنی ہنسی پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔۔

ہمت ہے تو ابھی اٹھ اور پوری کلاس میں اعلان فرما کہ میں اور میری بیوی پرائیویسی چاہتے ہیں! آپ لوگ جا کے کسی دوسرے کلاس روم میں کلاس لے لیں! پھر دیکھ کیسے سب کی ہوا ٹائٹ ہوتی ہے۔۔ میکائیل جو خود لیکچر لینے کی بجائے اپنی نیو یلی بیوی کے ساتھ میسجز پہ بات کر رہا تھا، اس نے ارزم شاہ ہے شانے کے ساتھ اپنا شانہ ٹکراتے ہوئے اسے مفت مشورے سے نوازہ تھا جس پہ ارزم شاہ نے اسے غصے سے گھورا تھا جو پچھلے سات دنوں سے اسے یوں ہی تنگ کر رہا تھا۔۔

Excuse me Sir! Mikail is using his mobile countinously during the whole lecture

ارزم شاہ نے میکائیل وجواب دینے کے بجائے اپنا ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے ڈائریکٹ سر کو اپنی بھاری آواز میں مخاطب کیا تھا، ارزم شاہ نے آج پہلی بار کلاس میں ایسی بچوں والی حرکت کرتے اپنے ہی دوست کی شکایت لگائی تھی، میکائیل جسے دور دور تک علم نہیں تھا ارزم شاہ ایسا کرے گا، اسکی آواز پہ میکائیل کا فون اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا۔ اس نے منہ کھولتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ سنجیدہ تھا لیکن آنکھوں میں شرارت تھی،

میکائیل کے یوں ڈرنے پہ ارزم شاہ کے دوست سر کو فراموش کرتے ہوئے پیٹ پکڑ کے ہنسنا شروع کر چکے تھے۔
البتہ ارزم شاہ کی آواز پورے ہفتے بعد سنتے ہوئے ذائشہ کا دل دھڑک اٹھا تھا۔۔

سالا ڈرا ایسے رہا ہے جیسے اپنی نہیں کسی دوسرے کی بیوی سے بات کر رہا ہو۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنے دانتوں کے درمیان سرینچے کرتے ہوئے یوں یہ جملہ بولا تھا کہ اسکے دوستوں کے سوا کسی تک اسکی آواز نہیں گئی تھی۔۔ ارزم شاہ کی سنجیدگی سے کہی گئی بات پہ اسکے دوستوں اب ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے ہنس رہے تھے۔۔

گیٹ آوٹ فرام مائی کلاس!!۔۔۔۔۔ سر جو ارزم شاہ کی شکایت پہ میکائیل کی طرف دیکھ رہے تھے، میکائیل کو نیچے زمین پہ گرا اپنا فون اٹھاتے اور اسکے آس پاس بیٹھے دوستوں کو یوں پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کے سر ان کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کرتے غرائے تھے جس پہ اب کی بار ارزم شاہ سے اپنا قہقہ روکنا محال ہوا تھا کیونکہ سر نے اسکی بجائے اسکے باقی تمام دوستوں کو کلاس سے نکلنے کا حکم جاری کیا تھا جس پہ وہ مسکینوں کہ طرح شکل لٹکائے لائن بناتے ہوئے کلاس سے باہر نکلے تھے، دیکھنے والے کو یونہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کافی شرمندہ ہوں لیکن یہ صرف ارزم شاہ جانتا تھا کہ وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ کلاس سے باہر نکلتے ہی ہاتھ پہ ہاتھ مار کے زمین پہ لوٹ پوٹ ہو جائیں گے کیونکہ ان کا مقصد صرف کلاس سے نکلنا تھا اور ارزم شاہ کا مقصد انہیں کلاس سے یوں نکلوا کے سر کا موڈ خراب کرنا تھا تاکہ وہ ابھی اور اسی وقت لیکچر کو بھاڑ میں جھونک کے یہاں سے چکتے بنیں! اور جیسے جیسے ارزم شاہ نے سوچا تھا بالکل ویسے ویسے ہی ہر سٹیپ ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ کے دوست کلاس سے نکلتے ہی "یاہو" کی آواز لگاتے ہوئے یوں ہلا بول رہے تھے جیسے جیل سے قیدی آزاد ہوئے ہوں۔۔ سر کا بھی موڈ آف کو چکا تھا جس پہ مار کر زمین پہ پھینک کے غصے سے بربراتے ہوئے کلاس سے نکلتے چکے گئے۔۔ اپنا کام ہونے پہ ارزم شاہ نے جمائے لیتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں جکڑتے چٹخ چٹخ کی آواز نکالی تھی۔۔ پھر وہ ہولے سے اپنے ڈائز پہ ہاتھ مار کے اٹھتا ہوا پہلی رو کی طرف بڑھا تھا جہاں اسکی متاعِ جاں اپنا بیگ پیک کرنے میں مصروف تھی۔۔

کلاس کی تمام لڑکیاں ارزم شاہ کو اپنی نظروں کے حصار میں لئے آہستہ آہستہ کلاس سے باہر نکل رہی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی ایک زائشہ ہی اسکی بیسٹ فرینڈ تھی نا جانے گرل فرینڈ جس کے علاوہ وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔۔ جب ارزم شاہ زائشہ کے ارد گرد نہ ہوتا تو اسکی کلاس کی لڑکیاں اسکے پردے پہ اور ارزم کو لے کافی ٹانٹ کیا کرتی تھیں

جس پہ ذائشہ کچھ دیر کے لئے تو اداس ہوتی لیکن ارزم شاہ کے ذرا سا سمجھانے پہ وہ پھر سے پہلے جیسی بن جایا کرتی تھی۔۔ کیونکہ جب ارزم شاہ اسکے ساتھ ہوتا تھا اسے کسی ایرے غیرے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

ارزم شاہ کو اپنے سر پہ کھڑے دیکھ کے ذائشہ کے بیگ کی زپ کو بند کرتے ہاتھ لرزے تھے، ارزم شاہ صرف کلاس کے خالی ہونے کا انتظار کر رہا تھا جو اگلے ہی دو منٹ میں خالی ہو چکی تھی۔۔۔

کہاں تھی؟۔۔۔۔سب کے جانے کے بعد ارزم شاہ اسکے بنچ پہ ہاتھ مار کے اسکے کان کے پاس جھکتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا، لیکن اس کی غراہٹ میں غصے سے زیادہ نروٹھے پن کی رمک تھی۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں!!۔۔۔اسے خاموشی سے اپنی انگلیاں مڑورتے دیکھ کے وہ اب کی بار اسکی کلائی کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتا دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔

میر۔۔میری۔۔۔طبیعت۔۔۔خراب۔۔۔ تھی۔۔۔نااا۔۔۔وہ بے حد کیوٹ انداز میں اپنی ہیزل رنگ آنکھوں کو ٹپٹپاتی ہوئی ارزم شاہ کی طرف دیکھ کے جھوٹ بول رہی تھی لیکن اسکی آنکھوں کو خفگی دیکھ کے لہجہ خود بخود لڑکھڑا گیا۔۔

تم دیکھو تمہاری طبیعت کیسے درست کرتا ہوں میں!!۔۔۔ارزم شاہ جھک کے اسکے نقاب سے چھپے ہونٹوں پہ دانت گاڑتا دبے دبے غصے سے بولا تھا۔۔ارزم شاہ کی اس قدر بے باک حرکت پہ ذائشہ نے بھوکھلاتے ہوئے یہاں وہاں دیکھا تھا لیکن صد شکر کلاس میں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔۔

ک۔کیا۔۔کر۔۔ر۔رہے۔۔ابھی ذائشہ ہربرا کے مزید کچھ بولتی ارزم شاہ کے سینے پہ ہاتھوں سے دباؤ ڈالتے ہوئے اسے خود سے کچھ دور کرتی جب ارزم شاہ نے اسے مزید کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر بے تابی سے اسکا نقاب اتارتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنی پاگل گرفت میں جکڑا تھا۔ذائشہ اسکے انداز پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اب اسکی سفید شرٹ کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔ارزم شاہ کے پاگل لمس پہ اسے اپنی سانسیں اکھڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن وہ جو جھکا تھا پیچھے ہٹنے کی بجائے اسکے دائیں بائیں ڈائز پہ ہاتھ رکھتا لمحہ بالمحہ اپنی شدت میں اضافہ کر رہا تھا۔۔

کو۔۔کوئی۔۔۔ذائشہ نے کسی کے آنے کے ڈر سے اپنی پوری قوت سے اس سے اپنے ہونٹ جدا کرنے چاہے تھے لیکن ارزم شاہ اسے اپنی شہد رنگ سرخی چھائی آنکھوں سے گھورتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکی جگہ سے تھوڑا سا

اٹھاتا اپنی پوری شدت سے اسکے ہونٹوں کو ایک بار پھر اپنی دسترس میں لیا تھا۔ وہ پورے سات دن تک اسکے ہونٹوں کا جام پینے کو ترسا تھا اور وہ تھی کہ ابھی بھی اسے مزید تڑپانے کا ارادہ رکھ رہی تھی؟؟ ارزم شاہ کی اتنی بے تابی اور دیوانگی پہ ذائشہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکوں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں، وہ شرم سے لال ہوتی اب اسکے گلے میں موجود سلور چین پہ اپنی نظریں مرکوز کر گئی۔ ارزم شاہ گھونٹ گھونٹ بھر کے اسکے لبوں کا جام پیتا اپنی کتنی دنوں کی تشنگی مٹانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن تشنگی تھی کہ مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔ ذائشہ کو اب ڈر لگ رہا تھا، کلاس کا دروازہ لاک نہیں تھا کوئی بھی کسی بھی وقت کلاس میں آسکتا تھا لیکن وہ آس پاس کی دنیا کی ہر چیز فراموش کرتا سختی سے اسکے ہونٹوں کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔ ارزم شاہ کی بڑھتی شدت پہ ذائشہ نے جی بھر کے اپنی بیوقوفی پہ لعنت بھیجی تھی جو اسے ستانے کی غرض سے پورا ایک ہفتہ اس سے دور رہ کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر چکی تھی۔۔ ارزم شاہ نے اسکی ایک ایک سانس کے ساتھ کھلواڑ کرتے انہیں اپنی پوری شدت سے چراتے ہوئے بالآخر ذائشہ کے نڈھال ہوتے وجود پہ رحم کھاتے اسکے لبوں کو بخشا تھا۔۔ دونوں کی سانسیں بے حد پھول چکی تھی، ذائشہ کو تو اب اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا کیونکہ اسکے بے تاب شوہر نے اپنے پاگل لمس سے اسے دن میں تارے جوں دیکھائے تھے۔۔

سہی کہتے ہیں لوگ! جب مرد اپنی عورت سے محبت کا اظہار کرتا ہے تو وہ باغی ہو جاتی ہے! وہ اپنے شوہر کو اپنی انگلیوں پہ نچانے کا ہر موقع تلاش کرتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح سے اس پوری ہفتے میں تم نے سید ارزم شاہ کو ذلیل کروایا ہے۔ جان لے لوں گا تمہاری اب اگر جو تم نے کبھی بھی مجھ سے دور ہونے کی کوشش کی! ! ارزم شاہ اسکی کمر کے گرد دونوں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اپنی بانہوں میں اٹھاتا دانت کچکچا کے گویا ہوا تھا، ذائشہ کو اتنے دنوں بعد اپنے قریب دیکھتے وہ اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ چکا تھا۔۔ اسکے خوبصورت پٹھانی نقوش پہ لب رکھتے ارزم شاہ کے ہاتھ اب اسکے بلیک حجاب پہ تھے جس پہ ذائشہ نے اپنی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔

حمزہ، اور میکائیل لوگ باہر ہی ہوں گے! وہ تب تک کسی کو کلاس میں نہیں آنے دیں گے جب تک میں باہر نہیں جاؤں گا میری بیوقوف ذی! اب مجھے ڈسٹرب نہیں کرو!!۔۔۔ ارزم شاہ اسے پیار سے ڈپٹتا ہوا اسکا حجاب لوز کر کے سب گردن پہ اپنے لبوں کا لمس نچھاوڑ کر رہا تھا۔۔

آج کے بعد اگر تم اس طرح سے مجھ سے دور ہوئی ناتو قسم سے بہت برا والا ناراض ہو جاؤں گا! تم نے ابھی تک میری ناراضگی کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی ذائشہ بی بی!! جانتی ہو کتنے چکر مارے تھے ہاسٹل کے! لیکن مجال ہے جو تم ذرا سی عقل استعمال کر کے مجھ سے چوری چھپے ملنے آئی ہو! ۔۔۔ ارزم شاہ اب اسکی گردن پہ ذرا غصے سے دانت گاڑتا دست کچکچا کے بولتے ہوئے ذائشہ کے ہوش اڑا رہا تھا۔۔ اسکی ناراضگی کے ڈر سے اب تو ذائشہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں رہی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی وہ مزید بیوقوفی کر کے اپنے اتنے چاہنے والے شوہر کو ناراض کرے۔۔ ارزم شاہ کو دیوانوں کی طرح اپنی گردن پہ سلگتا لمس بکھیرتے دیکھ کے ذائشہ کی جان ہوا ہو رہی تھی جس پہ اس نے اسکے گلے میں پہنی سلور چین کو اپنی مٹھی کو جکڑتے ہوئے اسے ہاتھ ہولا رکھنے کا سگنل دیا تھا جو اسکی گردن پہ جگہ جگہ اپنی شدتوں کی سوغاتیں چھوڑ رہا تھا(

ہیلو شاہ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جو اپنے مخصوص بنچ پہ بیٹھ کے اپنا سر پیچھے کہ طرف گراتا آنکھیں موندے ہوئے تھا، عاشر لکھانی کی آواز پہ اس نے ہولے سے آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ عاشر لکھانی کو مسکراتے دیکھ کے ارزم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔۔

خیریت تھی؟ اتنے ہفتوں سے کہاں غائب تھے؟۔۔۔ عاشر لکھانی نے استہزایا انداز میں اپنا آئیبرو اچکاتے ہوئے مصنوعی فکرمندی سے استفسار کیا تھا۔۔

کیوں تمہیں اپنی پٹائی یاد آ رہی تھی؟۔۔۔ ارزم شاہ ایک منٹ سے پہلے اپنے چہرے کے اداس تاثرات کا اثر زائل کرتا اسی کی طرح آئیبرو اچکاتے ہوئے استہزایا انداز میں گویا ہوا۔۔

ہاہاہا!! ہاؤ فنی! ویسے میں نے سنا ہے تمہارا اور ذائشہ کا چوری چھپے نکاح ہو گیا ہے تو کہیں چپکے چپکے سے رخصتی بھی تو۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ عاشر لکھانی اپنے ہاتھ کا ہوائی جہاز بنا کے ہوا میں اڑاتا اپنے آدھے آدھورے جملے سے ہی ارزم شاہ پہ بم پھوڑ گیا۔ اسکے منہ سے اپنے نکاح کا ذکر سنتے ہوئے ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں پھیلی تھیں۔ عاشر لکھانی

کے منہ سے اپنے نکاح کی خبر سننا ارزم شاہ کے لئے کسی شاک سے کم نہیں تھا اور اس بھی زیادہ شاک اور غصہ اسے عاشر لکھانی کے اگلے جملے پہ آیا تھا۔۔

ویسے بیوی چن کے سب سے خوبصورت پسند کی ہے تم نے!!۔۔۔۔۔۔عاشر لکھانی اپنے کالے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ارزم شاہ کو داد دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔عاشر لکھانی کے جملے پہ ارزم شاہ کو اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔۔چہرہ غصے سے لال سرخ تھا۔شہد رنگ آنکھوں میں طیش واشتعال کی لالی واضح تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ایپسوڈ65

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

صرف بینڈ تیج چینج کرنے کو بولا تھا لیکن یہاں تو ڈریس بھی چینج ہو گیا بھئی؟۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ کے پاس بیٹھ کے ازمیر کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے کھیلتی مرحاشاہ نے شرارتی انداز میں آبیبرو آچکا کے استفسار کیا تھا۔۔مرحاشاہ کے اس اچانک سوال پہ ایزل شاہ کے جسم کا پورا خون مانو سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا۔اس نے سرخ گلاب بنتے ہوئے اپنی آنکھوں کو پھیلا کے مرحاشاہ کی طرف دیکھا تھا جو سب جانتے بوجھتے بھی اسے تنگ کرنے کے لئے یہ سوال کر رہی تھی۔۔ایزل شاہ کو آئیڈیا نہیں تھا کہ مرحاشاہ اس پہ ڈائریکٹ اتنا معنی خیز جملہ کسے گی۔۔

ہاہاہا!! سوری! لیکن ایسے ریڈ ایپل تو نہ بنو یار!۔۔۔مرحاشاہ نے اسکے گلابیاں بکھیرتے چہرے کو دیکھ کے اسے مزید چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا،ایزل شاہ کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن گال خود بخود سرخ ہو رہے تھے۔۔کاظم شاہ کی بے باتیں اور جسارتیں یاد کرتے وہ کانوں کی لوں تک سرخ مرحاشاہ کو مصنوعی خفگی سے دیکھ رہی تھی۔۔

اچھا یار ناراض نہیں ہو! لیکن ایک سیریس بات بتاؤ؟واک کی تھی؟۔۔۔مرحاشاہ نے اب کی بار سنجیدگی سے استفسار کیا تھا،وہ کب سے اسے چھیڑ رہی تھی لیکن اب وقت ہمیشہ کی طرح اسکی طبیعت کا معائنہ کرنے کا تھا جو وہ ہمیشہ سنجیدگی سے کرتی تھی۔۔اسکے لفظ پہ نہ صرف ایزل شاہ نے بلکہ ابھی کمرے میں داخل ہوتے کاظم شاہ نے بھی اپنا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔آنکھوں کے آگے کچھ دیر پہلے کا منظر لہرایا تھا جب وہ اسے اپنے طریقے سے واک کرواتا بے تابی سے اسکے چہرے اور گردن پہ اپنا دیوانا وار لمس بکھیر رہا تھا اور وہ بھرپور مزاحمت کرتی کسی طریقے سے

اسکی قید سے پناہ چاہ رہی تھی لیکن کاظم شاہ نے اسے اپنی قید سے رہائی نہیں دی تھی بلکہ وہ اپنی بیس منٹ کی واک کو پچیس منٹ پہ لے جا چکا تھا۔ اور پھر بالآخر اس پہ رحم کھاتے اور ازمیر کے اٹھنے پہ اسے بیڈ پہ بٹھایا تھا۔۔ ازمیر کو تھوڑا سا چھیڑنے کے بعد وہ اپنا لباس تبدیل کرنے کی غرض سے اوپر اپنے کمرے میں گیا تھا، لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو ان کے کمروں میں تلاش کیا تھا لیکن دونوں کے کمرے خالی تھا البتہ دونوں کے کمرے میں بہت سی چیزیں ٹوٹی بکھری حالت میں تھیں جو ان کے غصے سے کی گئی تباہی کا پتا دے رہی تھی۔۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا ان دونوں کو اتنا غصہ کس بات پہ تھا؟ کاظم شاہ کے نو ماہ بعد اپنے مرضی سے واپس آنے پہ یا بات کچھ اور تھی؟ کاظم شاہ نے کافی پر سوچ انداز میں سوچا تھا، لیکن جب نتیجہ صفر نکلا تھا تو مرحا شاہ کی اداسی یاد کرتے ہوئے اسکے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔

کاظم شاہ کو کمرے کے دروازے پہ دیکھ کے مرحا شاہ نے کافی احترام سے اسے اندر بلایا تھا جس پہ وہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا صوفے پہ بیٹھا تھا، کاظم شاہ نے ڈائریکٹ انداز میں کافی نرمی سے اس سے اسکی اداسی کی وجہ استفسار کی تھی۔ کاظم شاہ کی اتنی نرمی اور فکر مندی پہ مرحا شاہ کو ایک دفعہ پھر سے رات کا پورا واقعہ یاد آیا تھا۔۔ وہ کاظم شاہ کو رات والا واقعہ بتانے کی بجائے اپنی آنکھوں میں نمی لئے زوریز شاہ کے آرمی کے عہدے سے متعلق بتاتی اپنے خدشات بھی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ جب جب باہر جاتا ہے اسے ہر وقت اسکی طرف سے فکر لگی رہتی ہے، اس نے کاظم شاہ کو اسکے خضدار میں گولی لگنے کے متعلق بھی اطلاع کیا تھا جس پہ کاظم شاہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا، اسکے لاڈلے کو گولی لگی تھی اور وہ اس بات سے انجان تھا؟ مرحا شاہ اپنے تمام خدشات ظاہر کرنے کے بعد کاظم شاہ کو بتا چکی تھی کہ وہ اب کچھ بھی کرے، مرحا اسکے معاملات میں نہیں بولے گی، اس نے آرمی اور مرحا شاہ میں سے آرمی کو چنا ہے، وہ اس پہ زیادہ آرمی کو فوقیت دے چکا ہے جس کے لیے وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گی۔۔ مرحا شاہ کے آنسوؤں پہ تضاد اسکے سپاٹ اور سنجیدہ انداز میں زوریز شاہ سے لاتعلقی کا اظہار کرنے پہ کاظم شاہ نے اسے سمجھانے کی بجائے یہ بولا تھا کہ وہ اس معاملے میں زوریز شاہ سے خود بات کرے گا۔۔ کاظم شاہ نے مرحا شاہ کو سمجھوتا کرنے کی تلقین ہرگز نہیں دی تھی کیونکہ مرحا شاہ کے پختہ تاثرات اسے بتا چکے تھے کہ وہ نہیں سمجھے گی، اگر کاظم شاہ اسے سمجھوتا کرنے کو بولتا تو وہ یقیناً اس خیال کے تحت باغی ہو جاتی کہ سب کو اسکی نہیں بلکہ زوریز شاہ کی فکر ہے۔۔ مرحا

شاہ کی باتوں سے کاظم شاہ کو اتنی اتو اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہے جس پہ اس نے اسے بھائیوں والا مان بخشتے ہر پریشانی سے دور رہنے کو بولا تھا اور اس سے وعدہ کیا تھا وہ ریز شاہ کو اپنی بہن کو تنگ کرنے پہ اتنی جلدی معاف نہیں کرے گا بلکہ اسے ناکوں چنے چبوائے گا۔ کاظم شاہ کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ کے مرحا شاہ کو کچھ حوصلہ ملا تھا لیکن زوریز شاہ کو معاف اس نے ابھی بھی نہیں کیا تھا۔۔ مرحا شاہ کی نظر میں زوریز شاہ کا رات والا ریکشن ناقابلِ معافی تھا، وہ اسے قطعی معاف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔۔

مرحا شاہ کو ریلیکس کرنے کے بعد وہ کچھ دیر باہر لاونج میں زہرہ مام اور شاہ بی بی کے ساتھ وقت گزار کے پھر سے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف آ گیا۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی مرحا کی باتوں پہ ایزل شاہ کو سرخ پڑتے دیکھ کے وہ آبیبر واچ کاتے ہوئے اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھ رہا تھا جنہیں وہ کچھ دیر پہلے اسکی موجودگی میں چھپانے کی بھرپور تگ و دو کر رہی تھی۔۔

ایزل میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟ واک کی تھی؟ میری جان یہ تمہارے لئے ضروری ہے۔۔ تمہیں کم سے کم ایک دن میں دو سے تین دفعہ کسی سہارے کے ذریعے 15 سے 20 منٹ واک کرنی ہے۔۔ اسکی خاموشی پہ مرحا شاہ نے اب کی بار ازمیر کے ہاتھوں کو چھوڑ کے ایزل کی طرف دیکھتے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔ ایزل شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ایسے کیسے بتائے کہ اس کے شوہر نے اسے کس طرح سے واک کروائی ہے؟؟

نہیں آپی! ۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نظریں جھکاتے ہوئے صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔۔

ایزل! تمہارا واک کرنا بے حد ضروری اور مفید ہے! میں امید کرتی ہوں اب تم اس کام میں کوئی کوتاہی نہیں کرو گی! بلکہ تم ایسا کرو ابھی اٹھو اور میرے ساتھ واک کرو۔۔ مرحا شاہ اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتی جلدی سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسے نرمی سے بیڈ سے اتارنے ہی والی تھی جب ایزل شاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔۔

آپی۔۔۔ مجھے۔۔۔ درد۔۔۔ ہوتا۔۔۔ ہے۔۔۔ ایسے۔۔۔ لگتا ہے جیسے میں ابھی اٹھوں گی اور میرے سٹیچز کھل جائیں گے۔۔ مجھ سے مزید درد برداشت نہیں ہو رہی۔۔۔ ایزل شاہ نیچے اترنے کی بجائے مرحا شاہ کے بازو میں اپنا چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔۔ ایزل شاہ اپنی ڈیلیوری کے بعد آج پہلی بار مرحا شاہ کے سامنے روتی اسے

پریشان کر گئی تھی۔۔ پریشان صرف مرحا ہی نہیں بلکہ دروازے پہ کھڑا کاظم شاہ بھی ہوا تھا۔ ایزل شاہ کے منہ سے درد کا ذکر سنتے ہوئے کاظم شاہ نے تکلیف سے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ اسکا کچھ دیر پہلے بینڈیج کے دوران دیکھا گیا زخم یاد کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اپنی چھوٹی سی اووزی کو اتنی تکلیف میں دیکھنا کافی مشکل تھا۔۔

ایزل!! میرا بچہ ایسے ہمت نہیں ہارتے! جب تم اپنی اولاد کو اتنے صبر سے پیدا کر سکتی ہو تو یہ تکلیف تو اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے! اتنی سینٹی کیوں ہو رہی ہو؟ یہ واک تمہارے لئے ضروری ہے تو کروا رہی ہوں ورنہ میں کیوں اپنی چھوٹی سی بہن کو اتنی سی بھی تکلیف دینا چاہوں گی؟ کچھ نہیں ہو گا سٹیچز کو۔۔ مجھ پہ یقین رکھو! اور ہاں ایک اور بات تمہیں کچھ دیر کے لئے احتیاط سے کروٹ بھی بدلنی ہے دائیں اور بائیں طرف۔۔۔ تاکہ تمہارے مسلز سٹرینچ نہ ہوں! اوکے؟۔۔۔ مرحا شاہ اسے اپنے سینے سے لگاتی کافی پیار سے ڈیل کرتی اسے مزید سمجھا رہی تھی۔ مرحا کی باتیں سننے کے بعد اب کاظم کو خود پہ غصہ آیا تھا جس نے ایزل شاہ جو واک کروانے میں اتنی غفلت برتی تھی۔۔ وہ تو صرف یہ چاہ رہا تھا کہ اسے تکلیف نہ ہو، وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے واک نہ کروانے کے نقصانات ہیں! ورنہ وہ اس کام میں کافی احتیاط برتتا۔۔ مرحا شاہ کے سمجھانے پہ ایزل شاہ نے گہرے گہرے سانس بھر کے اپنے آنسوؤں پہ قابو پایا تھا، وہ ابھی مرحا شاہ سے دور ہی ہوئی تھی جب نظر دروازے پہ کھڑے کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھیں، جو براؤن شلوار قمیض میں ملبوس اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دبائے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا، قمیض کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے گئے تھے جس کی وجہ سے اسکے بازوؤں کے ہیزل گولڈن بال نمایاں ہوتے کافی دلکش لگ رہے تھے، شلوار قمیض میں اسکا دراز قد مزید نمایاں ہو رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کی طرف نظر پڑنے کی دیر تھی جب ایزل شاہ نے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کئے تھے۔۔ ایزل شاہ کی نظروں کے تعاقب میں مرحا شاہ کی نظریں بھی کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھیں۔۔

لالہ وہ آپ کمرے میں نہیں تھے تو اسی لئے میں ایزل کا چیک اپ کرنے آئی تھی!! میں نے آپ کو بتایا تھا نا اسے سہارے کے ساتھ واک کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو کوشش کرنی ہے کہ ایزل کی ڈائٹ اور باقی سب چیزوں کی مکمل کیئر کریں تاکہ اس کی اگلی ڈیلیوری میں اللہ نہ کرے کوئی مسئلہ پیش آئے۔۔۔

مرحاشاہ سامنے کھڑے کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے اسے تفصیلاً ہر چیز سے آگاہ کر رہی تھی، اگلی ڈیلیوری کا ذکر سن کے جہاں ایزل شاہ کے سرخ ہوتے چہرے کے طوطے اڑے تھے وہی پہ کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دل میں اللہ سے توبہ کی تھی، وہ کبھی بھی دوسرے بچے میں جلدی کر کے اپنی اووزی کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ صرف کانوں کو ہاتھ لگانا باقی رہ چکا تھا، باقی کاظم شاہ کے ایکسپریشنز سب بتا چکے تھے۔ کاظم شاہ اور ایزل شاہ کے ایکسپریشنز پہ مرحاشاہ نے کافی مشکل سے ہنسی دبائی تھی، وہ کل جتنا کاظم شاہ سے بدگمان ہو رہی تھی، اس سے باتیں شئیر کرنے کے بعد وہ اس کے ساتھ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔۔ کاظم شاہ سر کو خم دیتا ایزل شاہ کی سائیڈ کی طرف آیا تھا۔۔

لالہ آپ اسے واک کروائیں میں اسکے لئے یخنی تیار کرواتی ہوں۔۔۔ مرحاشاہ جلدی سے اپنی بات مکمل کرتی ایزل شاہ کے روہانسے ایکسپریشنز کو اگنور کرتے ہوئے اسکے کمرے سے رف و چکر ہوئی تھی۔۔ مرحاشاہ کے جانے کے بعد کاظم شاہ دروازہ بند کرتا ہوا پھر سے اس کے قریب آیا تھا، جاگتے ہوئے ازمیر کو اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اسکی چھوٹی سی ناک پہ اپنے لب رکھتے اسکے ماتھے کے ننھے سے بل پہ اپنی انگلی پھیری تھی۔۔

چلو اٹھو جیری واک کریں! بڑی لیٹیاں لے لیں ہیں تم نے۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی نظروں کا مرکز ایزل شاہ کو بناتا نرم اور شوخ لہجے میں بولا تھا، ایزل شاہ جو اسے ازمیر کے ساتھ لاڈیاں کرتے دیکھ رہی تھی، ایک بار پھر سے اسکے منہ سے واک کا سنتے ہوئے اس نے غصے سے گہری سانس بھرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

نہیں کیوں؟ ابھی اٹھو۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے انکار کو کسی خاطر میں نہ لاتا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے اسے نرمی سے بیڈ سے کھڑا کر رہا تھا۔ بیڈ سے کھڑے ہونے کے دوران ایزل شاہ کو لگا وہ ابھی نیچے زمین پہ گر جائے گی۔۔ ایزل شاہ نے ڈرتے ہوئے مجبوری کے تحت کاظم شاہ کا بازو سختی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں جکڑا تھا۔۔

میں خود چل لوں گی چھوڑیں مجھے۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنی انا کا بت اونچا کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں غائب دماغی سے بولی تھی، اس وقت وہ یہ بھول چکی تھی کہ وہ خود ہی گرنے کے ڈر سے اسکا بازو تھامے ہوئے ہے۔۔ ایزل شاہ کے جملے پہ کاظم شاہ کے لبوں پہ مبہم سی مسکراہٹ پھیل کے معدوم ہوئی تھی۔۔ ازمیر شاہ ٹکر ٹکر ان دونوں کی طرف دیکھتا

اپنے منہ میں دو انگلیاں ڈالے ہوئے تھے۔۔ کٹی کو سوتے دیکھ کے وہ کافی بور ہو رہا تھا ورنہ ماں باپ کو ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے دیکھ کے یقیناً وہ کٹی کے ساتھ ہی کھیل لیتا۔۔(وہ نہیں بلکہ کٹی اسکے ساتھ کھیلتی تھی)

تم تو خود چل لو گی لیکن میں تمہارے سہارے کے بغیر کیسے چلوں گا؟۔۔ کاظم شاہ تھوڑا سا جھک کے اسکے قد کے برابر تک اپنا سر لاتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ٹکراتے ہوئے آئیبرو آچکا کے گھمبیر آواز میں استفسار کر رہا تھا، کاظم شاہ کو یوں اچانک سے خود کے قریب آتے دیکھ کے ایزل شاہ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں جس پہ اس نے لاشعوری طور پہ کاظم شاہ کے بازو پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی تھی۔۔ ہیزل گولڈن آنکھیں ایک دفعہ پھر سے نیلی آنکھوں سے چار ہوئی تھیں، ہیزل گولڈن آنکھوں میں اس وقت محبت اور نرمی کے تاثر جبکہ نیلی آنکھوں میں ڈھیروں شکووں کی لکیر واضح تھی۔ ماں باپ کو ایک دوسرے میں گم دیکھتے ہوئے ازمیر شاہ کے چہرے کا غصہ اب رونے میں بدلنے والا تھا، وہ دونوں کافی دیر سے اسے اگنور کئے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے، جب ازمیر شاہ کی برداشت سے باہر ہوا تو اس نے زور زور سے رونا شروع کرتے اپنے ہاتھ پیر غصے سے موو کئے تھے، وہ شاید اتنی سی عمر میں بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن افسوس ابھی خود سے بڑے بڑے کام کرنا اسکے بس میں نہیں تھا۔۔ ازمیر شاہ کی رونے کی آواز سنتے ہوئے کاظم شاہ اور ایزل شاہ کا آئی کانٹیکٹ ٹوٹا تھا۔۔ بیٹے کے رونے پہ دونوں نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا جو انہی کی طرف دیکھ کے رو رہا تھا، جہاں ایزل شاہ نے تڑپتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا وہی پہ کاظم شاہ نے دانت کچکچا کے بیٹے کی طرف دیکھا تھا جسے رونا تب ہی یاد آتا تھا جب اسکے ماں باپ ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے۔۔

ازمیر۔۔۔۔ ایزل شاہ بیٹے کی تڑپ میں کاظم شاہ کا بازو چھوڑتی اس کے مضبوط حصار سے آزاد ہونے کی کوشش کرتی ازمیر شاہ کے پاس جانا چاہ رہی تھی لیکن کاظم شاہ اسکے گرد مضبوط سے اپنے بازو کا حصار قائم کئے ہوئے تھا جس کی وجہ سے وہ پل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔

ہیے جیری! ہلو مت پھر درد ہو گا!۔۔۔۔ اسکے موو کرنے کی کوشش پہ کاظم شاہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا فکر مندی سے بولا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے!! ازمیر رو رہا ہے۔۔مجھے اس کے پاس جانا ہے! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب ازمیر شاہ کو میں پورے نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھ کے جنم دے سکتی ہوں تو خود یہ چھوٹی موٹی واک بھی کر سکتی ہوں! اگر مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت ہوئی بھی تو کم از کم وہ آپ نہیں ہوں گے مسٹر کاظم شاہ!۔۔۔ایزل شاہ نے دبی دبی آواز میں مضبوط لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے خود کے گرد سے کاظم شاہ کا حصار ہٹانے کے مزید ایک کوشش کی تھی لیکن کاظم شاہ نے اس کے گرد سے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا تھا، البتہ وہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے بے حد نزدیک ہوا تھا۔۔

میں نہیں ہوں گا تو کون ہو گا وہ سالا؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا، اسکا آخری جملے نے بری طرح سے اسکے دل پہ وار کیا تھا۔۔کاظم شاہ کے یوں غرانے پہ ایزل شاہ نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے اپنی نظروں کا مرکز پھر سے ازمیر شاہ کو بنایا تھا جو شاید ماں کے پاس آنے کے لئے موٹے موٹے آنسو بہاتا روئے جا رہا تھا۔۔۔

اپنی بات کی وضاحت دو مجھے! اب اس گول گپے کی طرف کیا دیکھ رہی ہو؟۔۔۔اسے ازمیر کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ دانت پیستے ہوئے غرایا تھا۔۔

میں آپ کو جواب دینے کی پابند نہیں ہوں! آپ سے ایک گزارش کے کہ مجھے کم مخاطب کیا کریں تاکہ میں بار بار آپ سے بدتمیزی کر کے گناہگار نہیں کہلائی جاؤں! پہلے ہی بہت گناہوں کی ماری ہوں، خاموش رہ کے تھوڑا سا ثواب کمانا چاہتی ہوں، مجھے امید ہے آپ میرے ثواب میں حلل نہیں ڈالیں گے!۔۔۔ایزل شاہ اپنے جبڑے سے اسکا ہاتھ ہٹاتی متوازن لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ آنکھوں میں کرب کی لکیر تھی۔۔

گناہگار تو میں بھی ہوں اور میں بھی اپنے گناہ کم کرنا چاہتا ہوں! ان شارٹ ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے "گناہ معاف کروانا یا کم کروانا" تو میں تمہیں ایک سب سے بہترین راستہ بتاتا ہوں۔۔تم جانتی ہو "اگر بیوی اور شوہر آپس میں لڑ پڑیں اور پھر صلح کر لیں تو ان کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں" ہم دونوں ایسا کرتے ہیں۔۔صلح کر کے اپنے گناہ معاف کروا لیتے ہیں جیری! کیا خیال ہے؟۔۔۔کاظم شاہ اسکی آنکھوں میں تکلیف دیکھتا اسکے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکراتے ہوئے اسے بچوں کی طرح پچکار رہا تھا یا پھر اسے منانے کی غرض سے اپنے الفاظ کے جال میں پھنسا رہا تھا۔کاظم شاہ کی مختصر انداز میں کی گئی اتنی پختہ بات پہ ایزل شاہ کتنی ہی دیر کچھ بول نہ سکی! اس نے سٹل ہوتے ہوئے

اسکی طرف دیکھا تھا جو اتنا کچھ کر کے اسے اتنی آسانی سے صلح کرنے کو بول رہا تھا؟ ابھی ایزل شاہ اسکی باتوں کو سوچ ہی رہی تھی جب انکی اتنی اگنورینس پہ ازمیر شاہ نے مزید زور سے رونا شروع کیا تھا۔۔ وہ دونوں بیڈ سے چند ہی قدموں کے فاصلے پہ تھے، کاظم شاہ نے ایزل شاہ کو احتیاط سے تھام کے دو قدم پیچھے کی طرف لئے تھے اور اپنا لمبا ہاتھ بڑھا کے اپنے چھوٹے سے چوزے کو اپنے بازو میں اٹھایا تھا جو اسکے پاس آتے ہی رونا بند کرتے اب ٹکر ٹکر دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

ازمیر۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔۔۔ بیٹے کی بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے ایزل شاہ نے فکرمندی سے اسے پکارتے_ کاظم شاہ سے تھامنا چاہا تھا لیکن وہ اسے اسکی پہنچ سے دور کرتا اپنے سینے سے لگا گیا۔

جب تک تم میرے ساتھ واک نہیں کرو گی ازمیر بھی تمہیں نہیں ملے گا سویٹ ہارٹ۔۔۔ کاظم شاہ اسکے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو نظر انداز کرتے ازمیر شاہ کی بھیگی پلکوں کو پیار سے چومتا ایزل شاہ کو کئے ایک قدم آگے کی طرف بڑھ گیا۔۔ کاظم شاہ کی وارننگ پہ ایزل شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ جب سے آئے تھا ایزل شاہ پہ اپنا روعب جما رہا تھا جس پہ ایزل شاہ کو اب جی بھر کے غصہ ارہا تھا کیونکہ وہ اسے ہمیشہ اسکے بیٹے کو لے کے وارننگ دیتا تھا جو ایزل شاہ کو خود سے بھی زیادہ پیارا تھا۔۔

جب تک آپ مجھے میرا بیٹا نہیں پکڑائیں گے میں ایک قدم بھی مزید نہیں چلوں گی! ۔۔۔ اب کی بار ایزل شاہ بھی ضدی انداز میں غرائی تھی۔۔ ازمیر شاہ جمائی لیتے ہوئے کبھی باپ کو دیکھ رہا تھا تو کبھی ماں کو۔ جیسے ان دونوں کی باتیں اسے شدید بور کر رہی ہوں۔۔ ایزل شاہ کے ضدی انداز پہ کاظم شاہ نے اسکی طرف جان وارنے والے انداز میں دیکھا تھا۔۔

اگر بیٹا پکڑا دوں گا تو ساری زندگی ساتھ چلو گی؟؟۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں ضد دیکھ کے اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتا دلفریب انداز میں بولا تھا۔ اسکے سوال پہ ایزل شاہ پھر سے کتنی دیر کچھ بول نہ سکی۔۔ ایزل شاہ نے اپنا چہرہ اس سے دور کرتے ہوئے ازمیر شاہ کو پھر سے پکڑنا چاہا تھا جب کاظم شاہ نے اسکے ہاتھ تھام کے نرمی سے ان پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔ ازمیر شاہ کے سامنے اس کی ان جسارتوں پہ ایزل شاہ کی چھوٹی سی ناک غصے سے سرخ ہوئی تھی۔۔

ازمیر شاہ اب اپنے ماتھے پہ ننھا سا بل لئے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

تھوڑا سا چل لو پھر پکڑ لینا ازمیر کو! ایسے خود بھی گرو گی اور میرے چوزے کو بھی گراؤ گی، میر اسہارا لے کے چلو گی تو یقین کرو کبھی گرنے نہیں دوں گا!۔۔۔ کاظم شاہ اسے پیار سے پچکار تا زبردستی اسے چند قدم مزید چلا رہا تھا جس پہ ایزل شاہ کی ناک ہی نہیں اب آنکھیں بھی غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔ وہ اس کی کوئی بھی بات کا جواب دینے کی بجائے زبردستی اسکے بازو سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اپنے سینے سے لگا گئی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی اتنی جرات پہ آبیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اس نے ازمیر شاہ پہ اپنی گرفت خود ہی ڈھیلی رکھی تھی کیونکہ ایزل کی آنکھوں میں پرانی ضد دیکھ کے وہ اتنا تو جان چکا تھا کہ وہ ازمیر کو اس سے لینے کی کوشش کرے گی۔۔

اٹھالیا؟ کرلی اپنی منمنانی؟ اب چپ چاپ واک کرو۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکی کمر کے گرد اپنے ایک بازو کا حصار بناتا اسے مصنوعی انداز میں ڈپٹ رہا تھا جس پہ وہ اسکی بات پہ غور کرنے کی بجائے جھک کے ازمیر کا چہرہ چوم رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کو ازمیر کے گال پہ لب رکھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے جھک کے بالکل اسی جگہ پہ اپنے لب رکھے تھے جہاں ایزل شاہ نے ثبت کئے تھے۔ ایزل شاہ اسکی اس حرکت پہ سرخ پڑی تھی۔ ازمیر جو ماں کی گود میں آ کے اسکے لمس پہ کھلکھلا رہا تھا، کاظم شاہ کے لمس پہ اس نے رونا مچاتے ہوئے اپنے ماتھے پہ بل ڈالے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تیری تو! آنکھیں نیچی کر! مار کھائے گا مجھ سے!۔۔۔۔ ازمیر شاہ کی آنکھوں میں غصہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسے اپنا بھاری ہاتھ دیکھاتے مصنوعی غصے سے ڈپٹا تھا، کاظم شاہ کے یوں ڈانٹنے کی دیر تھی جب ازمیر شاہ نے اپنا نچلہ گلابی لب مڑورتے بری طرح سے رونا شروع کیا تھا۔ کاظم شاہ کے یوں ڈانٹنے پہ اس نے بے ساختہ ڈرتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، کاظم شاہ کا مقصد اسے مارنا یا ڈانٹنا نہیں تھا، وہ تو اسے جان بوجھ کے مصنوعی انداز میں ڈپٹ رہا تھا لیکن اس کا بیٹا شاید باپ کی ڈانٹ کو سیریس لے چکا تھا۔۔ وہ کافی بری طرح سے رو رہا تھا، وہ اس طرح سے پہلے نہیں روتا تھا جس طرح سے اس وقت رو رہا تھا، اسکے یوں رونے پہ ایزل شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا تھا، بیٹے کے رونے پہ اسکی خود کی آنکھیں بھر چکی تھی، ایزل شاہ نے اپنی پوری قوت سے خود کو کاظم شاہ کے حصار سے آزاد کروایا تھا، اس دوران اسے اپنے وجود میں درد اٹھتا محسوس ہوا تھا لیکن وہ نظر انداز کر گئی۔۔ وہ جانتی تھی کاظم شاہ نے اسے مصنوعی طور پہ ڈانٹا ہے لیکن اسکی بھاری آواز مصنوعی غصے میں بھی یوں ہی لگتی تھی جیسے وہ اگلے کا قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو شاید اسی وجہ سے ازمیر شاہ بھی ڈر چکا تھا۔۔

یہ کس طریقے سے بات کر رہے تھے آپ میرے بیٹے سے ؟ماریں گے اسے جس طرح سے مجھے تھپڑ مارا تھا؟۔۔۔
ایزل شاہ بیٹے کو یوں روتے دیکھ کے بھرائی آواز میں غرائی تھی۔۔ایزل شاہ کی بات پہ کاظم شاہ سٹل ہوا تھا، آنکھوں کے سامنے اس روز کا منظر لہرایا تھا جب ایزل شاہ کے اظہار عشق پہ اس نے پہلی بار اسے رکھ کے تھپڑ جھڑا تھا۔۔وہ جب جب وہ دن یاد کرتا تھا کاظم شاہ کا دل کرتا تھا اپنے ہاتھ کو جڑ سے اکھیڑ ڈالے جس سے اس نے اتنی بڑی گستاخی کی تھی اپنی اووزی پہ ہاتھ اٹھا کے۔۔۔ایزل شاہ نے جس قدر تکلیف سے یہ جملہ ادا کیا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اسے آج بھی اس بات سے کافی تکلیف ہوتی تھی۔وہ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد بجائے کاظم شاہ کا سہار لینے کے خود ہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی روتے ہوئے ازمیر کو تھپکتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔کاظم شاہ جو ہنوز سٹل تھا اسے خود قدم اٹھاتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا، ایزل شاہ جو بنا کسی سہارے کے زمین بوس ہونے ہی والی تھی، کاظم شاہ نے جلدی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے کسی متاعِ جاں کی طرح اپنے سینے سے لگایا تھا۔

پاگل ہوا ابھی گر جاتی!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے دبے دبے غصے اور فکر مندی سے اسے ڈپٹا تھا۔ساتھ ہی ایک نظر ازمیر کو دیکھا تھا جو اب باپ کو دیکھنے کی بجائے روتا ہوا ماں کی طرف دیکھ رہا تھا، اسکی بھیگی ہیزل گولڈن آنکھوں کو دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

گر جاتی تو اتنی تکلیف نہ ہوتا جتنی آپ کے بچانے سے ہو رہی ہے۔کتنی دفعہ بتاؤں آپ کو کہ مجھے آپ کے لمس سے نفرت ہو رہی ہے!!۔۔۔ایزل شاہ آنکھوں میں آنسو لئے غرائی۔۔اسکے اظہار نفرت پہ کاظم شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے ضبط سے سرخ چہرہ لئے ازمیر شاہ سمیت اپنی گود میں اٹھایا تھا، ایزل شاہ نے اس اچانک افتاد پہ بے ساختہ ازمیر کو زور سے یوں پکڑا تھا جیسے وہ اس کی ذرا سی بے احتیاطی پہ گر نہ جائے۔۔کاظم شاہ نے اسکی مزاحمت، ضد اور غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بیڈ پہ بٹھایا تھا۔اسکی گود میں روتے ہوئے ازمیر شاہ کو دیکھ کے کاظم شاہ نے اگلے ہی پل سے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے خود کے ساتھ لگایا۔۔ایزل شاہ نے اس اچانک افتاد پہ منہ کھولتے ہوئے اپنی خالی بانہوں کو دیکھا تھا جہاں سے ازمیر غائب تھا، اور پھر ازمیر کو غائب کرنے والے کو دیکھ کے وہ کچھ پل کھو گئی۔۔کاظم شاہ اپنے چھوٹے سے بیٹے کو اپنے سینے سے لپٹائے اسے دیوانا وار چوم رہا تھا۔۔

سوری بابا کی جان!! میں مذاق کر رہا تھا۔۔کاظم شاہ اسکی بھیگی آنکھوں کو پیار سے چومتا اسے بار بار اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا۔رونے کی وجہ سے ازمیر شاہ کا چھوٹا سا وجود ہنوز ہچکولے کھا رہا تھا۔۔

میر میری جان!!۔۔۔۔اسے مزید زور سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے محبت سے لبریز لہجے میں پکارا تھا،جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو اکڑاتا شاید اپنی غصہ دیکھا رہا تھا۔

میرا بچہ! آئی ایم سوری! اب بابا کبھی بھی میر کو نہیں ڈانٹیں گے! یار تو تو بڑا خطرناک نکلا۔۔کاظم شاہ اب اسے ہنسانے کی غرض سے اسکے پیٹ پہ نرمی سے اپنی انگلیوں کے ساتھ تھوڑی سی گدگدی کرتا شوخ لہجے میں بولا تھا۔اسکے یوں گدگدی کرنے پہ ازمیر شاہ روتے روتے کھکھلایا تھا جس پہ کاظم شاہ کا بھی دلکش قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا ۔۔ایزل شاہ یک ٹک ان دونوں کو ہنستے کھکھلاتے دیکھ رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے جس طرح روتے ہوئے ازمیر شاہ کو دو منٹوں میں کھکھلانے پہ مجبور کیا تھا،وہ اسکے اس انداز کی اسیر ہوئی تھی،وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو شکل وصورت کے ساتھ ساتھ شاید عادات میں بھی ایک جیسے تھے۔۔

اب بابا میر کی شادی کٹی کے ساتھ کروادیں گے! بیچاری کٹی کو کوئی رشتہ نہیں دے رہا نا تو میں اپنے بیٹے کی شادی اس فسادی بلی سے کروا کے نیکی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کروں گا! کیسا؟؟۔۔۔کاظم شاہ ہنس کے بولتا اسکے پھولے گالوں پہ پیار سے اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔کاظم شاہ کی بات پہ ازمیر شاہ تو کھکھلایا تھا،لیکن ایزل شاہ نے اسکی بات منہ کھولتے ہوئے کٹی اور ازمیر کو دیکھا تھا،جن کا دور دور تک کوئی جوڑ نہیں تھا۔وہ ایک انسان کا جوڑا ایک جانور کے ساتھ بنا رہا تھا ۔۔استغفر اللہ۔۔۔ایزل شاہ نے دہلتے ہوئے سوچا۔۔

سارے کہتے ہیں میر مجھے دے دو!مجھے دے دو! لیکن میں کیوں دوں؟میر تو بابا کی جان ہے نا؟۔۔۔کاظم شاہ کھکھلاتے ہوئے میر کی ٹھوری کو اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے دباتا پیار سے دانت پیس کے بولتا اسے پھر سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ایزل شاہ نے اسکا یہ روپ آج پہلی دفعہ دیکھا تھا،اسے تو صرف اتنا ہی لگتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے جیلس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے بیٹے سے یوں باتیں بھی کر سکتا ہے اس بات کا اندازہ اسے ابھی ہوا تھا۔۔وہ جس طرح سے اس پہ پیار جتا رہا تھا،ایزل شاہ کی آنکھیں بار بار بھر رہی تھیں،اس نے پچھلے نو ماہ کس قدر تکلیف سے گزار کے اس ظالم انسان کے بچے کو پیدا کیا تھا اور وہ تھا کہ آج اسے اتنی آسانی سے اپنی گود میں لئے ہوئے تھا؟ایک طرف یہ

دکھ کھائے جارہا تھا تو دوسری طرف وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھکھلاتے ہوئے بھی بڑے پیارے لگے تھے۔۔وہ جس طرح سے اپنے بیٹے کو الگ انداز میں "میر" پکارتا تھا ایزل شاہ کا دل دھڑک دھڑک جاتا تھا۔کاظم شاہ اس دوران ایزل شاہ کی نظریں خود پہ محسوس کرتا بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔۔

تمہیں بھی کس کروں؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ کھکھلاتے ہوئے ازمیر سے نظریں ہٹا کے اچانک سے ایزل شاہ کی طرف دیکھتا لب دبا کے شرارت سے بولا تھا جس پہ ایزل شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے غصے سے ناک سکوڑی تھی۔۔اسے اپنی چھوٹی سی ناک کو بار بار غصے سے سرخ کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے جھک کے اس کی ناک کو اپنے لبوں میں دبایا تھا، ازمیر شاہ کو اس دوران وہ اپنے سینے میں چھپا چکا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی اس اچانک جسارت پہ بے ساختہ اس سے فاصلہ قائم کیا تھا، اسکے یوں فاصلہ قائم کرنے پہ کاظم شاہ نے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو شدت سے اپنے لبوں میں جکڑا تھا۔۔ازمیر کو اپنے سینے میں چھپائے وہ ابھی شدت سے اسکی ماں کے ہونٹوں کا جام پی ہی رہا تھا جب کاظم شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نے اسکی شدت بھری گرفت میں بن آب مچھلی کی طرح مچلتے ہوئے اسے سے دوری بنانی چاہیے تھی لیکن وہ ہمیشہ کی طرح دور ہونے کی بجائے مزید اس سے لپٹا تھا۔۔کاظم شاہ نے فون کال کی آواز کو اگنور کرتے ایزل شاہ کے نچلے لب پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑتے اسکے بالائی لب کو اپنی گرفت میں لیا تھا، فون کی آواز ایک دفعہ پھر سے سننے پہ تضاد ازمیر شاہ کو کسمساتے دیکھ کے اس نے بدمزہ ہوتے ایزل شاہ کے لبوں کو آزادی بخشی تھی۔۔

کسے موت پر گئی ہے۔۔کاظم شاہ نے دانت پیس کے بولتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالا تھا۔۔ارزم شاہ کی یونی سے کال دیکھتے وہ حیرانگی سے اپنا آئیبرو اچکاتا ازمیر کو نرمی سے ایزل شاہ کو پکڑاتے ہوئے کال اٹینڈ کرتے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔کاظم شاہ کے جانے کے بعد ایزل شاہ نے بے تاثر چہرہ لئے اپنے لبوں کو انگلی سے چھوا تھا پھر اگلے ہی پل وہ زور زور سے رگڑ کے اسکا لمس اپنے ہونٹوں سے صاف کرتی ازمیر شاہ کے ساتھ گم ہو گئی۔۔

چھ ماہ پہلے اس کے چہرے کی ذرا سی جھلک نے میرے دل پہ جو وار کیا تھا، میری پیاس بڑھائی تھی، کل رات ہی بازار حسن میں اس سے اچھی خاصی پیاس بجھا کے آیا ہوں۔۔ویسے میرا تجھ سے ایک سوال ہے تو نے اتنی حسین بیوی کو اگر

بیچنا ہی تھا تو میرے آگے بیچ دیتا یوں کوٹھے۔۔۔۔ ابھی عاشر لکھانی اپنا جملہ مکمل کرتا جب ارزم شاہ نے اپنی پوری قوت سے اپنے ہاتھ کا مکا گھما کے اسکے لبوں پہ جھڑا تھا۔ اسکی باتوں سے ارزم شاہ کے پورے وجود پہ چیونٹیاں سی رینگی تھیں۔۔ہ تیزی سے بینچ سے کھڑا ہو تا عاشر لکھانی کے سینے پہ اپنی ٹانگ ثبت کر چکا تھا۔۔ عاشر لکھانی جو پہلے ہی اپنا جبڑہ پکڑے بیٹھا تھا، اپنے سینے پہ اسکی بھاری ٹانگ پڑتے دیکھ کے اسکی سانسیں الجھی تھیں۔۔

کیا بکواس کی ہے تو نے ؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کے جھٹکا دیتا اپنی پوری قوت سے گرجا تھا۔۔ ارزم شاہ کی گرجدار آواز پہ اس پاس کے کتنے ہی سٹوڈنٹس ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے، لیکن ارزم شاہ کو آج اتنے مہینوں بعد اس قدر غصے میں دیکھ کے کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی ان دونوں کے درمیان میں آنے کی۔۔۔ ارزم شاہ کے دوست ہنوز کلاس میں چیٹنگ کرتے ہوئے پرچہ حل کر رہے تھے۔۔

پہلے ایک بے غیرت شوہر کی طرح اپنی بیوی کو کھوٹے پہ بیچ کے آج تو میرے ہی سامنے زبان چلا رہا ہے جس نے تیری بیوی کے ساتھ پوری رات۔۔۔ عاشر لکھانی جو اپنی پوری طاقت سے خود کو ارزم شاہ سے چھڑواتا کرایتے ہوئے درمیانی آواز میں بول رہا تھا، ارزم شاہ اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکی بات کاٹ چکا تھا۔ عاشر لکھانی کے منہ سے نکلی ہوئی بات ارزم شاہ کے علاوہ کوئی نہیں سن پا رہا تھا کیونکہ باقی سٹوڈنٹس ان سے کافی دور تھے لیکن ہاں سٹوڈنٹس کے درمیان چہ مگوئیاں ضرور شروع ہوئیں تھیں۔۔

عاشر لکھانی!!!!!!!! ارزم شاہ کی بھاری گرجدار آواز یونی کے پورے گراؤنڈ میں گونجی تھی۔ ارزم شاہ اسے بالوں سے پکڑ کے ساتھ پڑے لوہے کے بنچ پہ زور سے پٹکتا بے دردی سے اسکے چہرے پہ اپنے بھاری بوٹوں کی ضربیں لگا رہا تھا۔۔

میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا ح۔ر۔ا۔م۔ذ۔ا۔د۔ے۔یو۔۔ب۔ل۔ڈ۔ی۔۔مین!!! ۔۔۔۔ ارزم شاہ طیش و اشتعال سے گرجتا عاشر لکھانی کا بازو مڑوڑ کے اسے اوندھے منہ کرتا اسکے دونوں بازوؤں کو ایک دوسرے میں زور سے جکڑتے ہوئے چیخ کی آواز نکالتا عاشر لکھانی کو چیخنے پہ مجبور کر گیا۔۔ اب کی بار چیخیں صرف عاشر لکھانی کی نہیں بلکہ بہت سے دوسری سٹوڈنٹس کی بھی گونجی تھیں لیکن ارزم شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔۔ میکائیل اور حمزہ جو ابھی ابھی اپنا پرچہ دے کے کلاس سے باہر نکلتے گراؤنڈ کی طرف ہی بڑھ رہے تھے، سامنے گراؤنڈ کی صورتحال

دیکھتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے پریشانی سے آگے کی طرف بڑھے تھے جہاں ارزم شاہ بے دردی سے عاشر لکھانی کا سر لوہے کے بنچ پہ مارتا اپنی گرجدار آواز میں دھاڑتا اسے گالیاں دے رہا تھا۔۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا عاشر لکھانی نے ایسا کیا بولا ہے جس پہ ارزم شاہ کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔۔

شاہ!!!۔۔۔ حمزہ اور میکائیل نے آگے بھرتے ہوئے ارزم شاہ کے بازو کو جکڑتے اسے پکارا تھا جو اس وقت بالکل بھی اپنی حوش وہواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کا طیش سے بے حد سرخ چہرہ دیکھتے ان دونوں کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، آج کافی دیر بعد اس جنونی سے ارزم شاہ کی جھلک دیکھنے کو ملی تھی۔

چھوڑو مجھے سب! آج میں اس عاشر لکھانی کا قصہ تمام کر کے رہوں گا! مجھے دو منٹ کے اندر اندر پسٹل چاہئیے! ورنہ میں تم دونوں کو نہیں چھوڑوں گا!! ارزم شاہ ایک دفعہ پھر سے لہولہان عاشر لکھانی کو بالوں سے پکڑ کے زمین پہ پھینکتا حمزہ اور میکائیل کو دیکھتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔ ارزم شاہ کے منہ سے پسٹل کا ذکر سنتے سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔ آج معاملہ کچھ زیادہ ہی سیریس لگ رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کے چہرے پہ چٹانوں سی سختی اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ وہ آج عاشر لکھانی کو زندہ تو دور مردہ بھی نہیں چھوڑے گا!

شاہ ٹھنڈے دماغ سے۔۔۔۔ ابھی حمزہ نرمی سے اسکا کندھا تھپتپاتا اسے ریلیکس کرتا جب ارزم شاہ اس سے اپنا کندھا چھڑواتے ہوئے عاشر لکھانی کو گدی سے پکڑتا گھسیٹتے ہوئے گراؤنڈ سے باہر لے جا رہا تھا۔۔ اب یونیورسٹی کا ہر سٹوڈنٹ اپنی اپنی جگہ سے کھڑا یہ تماشا ملاحظہ کر رہا تھا۔ کافی پروفیسرز بھاگنے کے انداز میں ان دونوں کی طرف بڑھے تھے۔۔

شاہ!! یہ کیا طریقہ ہے چھوڑو اسے!! ۔۔۔۔ پروفیسر یعقوب دھاڑے تھے۔۔

عاشر لکھانی کا نام یونیورسٹی کی لسٹ سے خارج کر دیں سر کیونکہ ارزم شاہ آج نہیں تو کل اسے موت کے لئے تڑپا تڑپا کے اپنی پسٹل کی ایک ایک گولی عاشر لکھانی کے سینے میں اتارتا اسکا نام اس صفائے ہستی سے مٹا ڈالے گا!! اس جیسا وحشی اور گھٹیا انسان جینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے راستے میں آئے پروفیسرز کی پکاروں کو نظر انداز کرتا اپنی پوری قوت سے چیختے ہوئے عاشر لکھانی کو بالوں سے پکڑتا یونی کی زمین پہ گھسیٹتے کے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ پروفیسرز نے اسکے ترلے کر ڈالے تھے لیکن وہ اپنی ہٹ سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔۔ ڈین اسے سسپنڈ کرنے کا حکم

جاری کر چکے تھے لیکن مجال ہے جو ارزم شاہ کے سر پہ جوں تک رینگی ہو۔۔وہ دریاب شاہ کا چھوٹا سپوت ہویلی کا سب سے لاڈلا اور جنونی شاہ اپنے مجرم کو اتنی ہائی سکیورٹی میں دیدہ دلیری سے گھسیٹتا یونی سے باہر نکلا تھا۔عاشر لکھانی اس وقت چاہ کے بھی کچھ نہیں بول سکتا تھا کیونکہ وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکا تھا۔۔ ڈین نے پولیس کو کال کرنے کی حماقت کرنے کی بجائے ڈائریکٹ دریاب شاہ کو کال ملائی تھی۔۔دریاب شاہ کا نمبر بند ملا تھا تو انہوں نے کاظم شاہ کے نمبر پہ فون کر ڈالا جو دوسری بیل پہ اٹھایا گیا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ایپسوڈ66

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

ارزم شاہ اس وقت اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک تیز کئے سڑک پہ دوڑا رہا تھا،بے ہوش عاشر لکھانی کو اس نے بیک سیٹ پہ پٹکا ہوا تھا۔اسے کب سے کاظم شاہ کی کال پہ کال آ رہی تھی، لیکن وہ اس وقت کسی کی سننے کے موڈ میں نہیں تھا،اس کا رخ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف تھا جہاں وہ اکثر اوقات اپنے دوستوں کے ساتھ مل کے ہلا گلا وغیرہ کرتا تھا،وہ تمام دوست اتوار کا دن اسی اپارٹمنٹ میں گزارا کرتے تھے۔۔

ارزم شاہ کا بس نہیں تھا وہ عاشر لکھانی کو سڑک پہ کسی ٹرک کے نیچے دھکیل دے،اور ٹرک اسے کچل کے اسکا قیمہ بنا جائے لیکن نہیں اسے عاشر لکھانی کو اتنی آسان موت نہیں دینی تھے،ارزم شاہ نے خود سے وعدہ کیا تھا وہ عاشر لکھانی کو بدتر موت دے گا جس نے اسکے نکاح میں موجود عورت کے لئے اس قدر غلط الفاظ بولے تھے۔۔

"پہلے ایک بے غیرت شوہر کی طرح اپنی بیوی کو کھوٹے پہ بیچ کے آج تو میرے ہی سامنے زبان چلا رہا ہے جس نے تیری بیوی کے ساتھ پوری رات۔۔۔"

عاشر لکھانی کے الفاظ یاد کرتے ہوئے غصے کی شدت سے ارزم شاہ کے ہاتھ سے سٹیرنگ چھوٹا تھا جس پہ ارزم شاہ نے بروقت سڑک کے بیچوں بیچ بریک لگائی تھی۔ارزم شاہ کو اس وقت اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔جسم میں غصے سے شرارے پھوٹنے لگے۔۔رگوں میں خون کی جگہ جیسے بھڑکتا لاوا گردش کرنے لگا۔ارزم شاہ نے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے گاڑی کو پھر سے سٹارٹ کرتے تیز رفتار میں روڈ پہ دوڑایا تھا۔وہ اس وقت عاشر لکھانی کو

دیکھنے سے گریز برت رہا تھا، کیونکہ عاشر لکھانی کو دیکھتے ہی ارزم شاہ کا غصہ نئے سرے سے عود آتا تھا جو پہلے سے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی ارزم شاہ نے عاشر لکھانی کو گھسیٹتے ہوئے سیکریٹ روم کی زمین پہ پٹکا تھا۔ اسے ہنوز بیہوش دیکھ کے ارزم شاہ نے اسکے پیٹ میں اپنی پوری قوت سے ٹانگ جھڑی تھی جس پہ عاشر لکھانی نے بے ہوشی میں بھی کراہ بھری تھی۔۔

خورشید (ملازم) !!!!۔۔۔۔۔۔۔۔عاشر لکھانی نے دھاڑتے ہوئے خورشید کو آواز دی تھی۔۔ پورچ میں کھڑا خورشید ،ارزم شاہ کی بلند دھاڑ سنتے ہی بھاگتا ہوا سیکریٹ روم کی طرف بڑھا تھا جہاں ارزم شاہ کے علاوہ کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔۔

جی شاہ صاحب!!۔۔۔۔۔خورشید سر جھکا کے ہاتھ باندھتا ارزم شاہ سے کچھ فاصلے پہ آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔

تمہارے پاس ایک گھنٹہ ہے یہ شخص مجھے ہر حال میں ہوش میں چاہیئے!! ہوش کا مطلب ہے مکمل ہوش میں!! یہ میری ہر بات کا جواب فر فر دے! مجھے جواب میں اس کی کراہ کی آواز کی بجائے اس کے الفاظ چاہیئے جس طرح سے یہ ابھی کچھ دیر پہلے کتوں کی طرح بھونک رہا تھا!یہ ایک دفعہ پھر سے کتوں کی طرح بھونکے گا اور سید ارزم شاہ اسے شیروں کی طرح چیڑ پھاڑ کے رکھ دے گا!! اگر یہ ایک گھنٹے میں مکمل طور پہ ہوش میں نہ آیا تو اس پہ سانپ اور بچھو چھوڑ دو! ۔۔۔ارزم شاہ شدید غصے سے گرجتا ہوا خورشید کو حکم دے کے سیکریٹ روم سے نکلا تھا۔۔ عاشر لکھانی کو پیٹ پیٹ کے ارزم شاہ کے ہاتھ زخمی ہو چکے تھے لیکن اس کا غصہ ابھی تک نہیں اترا تھا۔۔ اپارٹمنٹ کا ایک ایک ملازم اس کے غصے سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔۔ ارزم شاہ غصے سے اپنی بلیک ہڈی اتار کے زمین پہ پھینکتا پورچ سے ہوتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا جب کاظم شاہ کی تیز رفتار گاڑی اچانک سے اپارٹمنٹ کے پورچ میں آ کے رکی تھی۔ ارزم شاہ جو اپنی ہڈی زمین پہ پھینک کے غصے سے چیختا ہوا اندر کی طرف بڑھ رہا تھا کاظم شاہ کی گاڑی کو یہاں دیکھ کے وہ بے ساختہ رکا تھا۔۔

کیا تماشا لگا کے آئے ہو تم یونی میں ؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ تیزی سے اپنی گاڑی سے باہر نکلتے غصے سے غرایا تھا، وہ ابھی اسکی یونی سے ہی آرہا تھا، جہاں یونی کے ڈین نے اسے اسکے لاڈلے بھائی کی ایک ایک کرتوت بتائی تھی کہ وہ کس طرح سے دادا گیری کرتے ہوئے کامران لکھانی کے بڑے سپوت کو گھسیٹ کے یونی سے لے کے گیا ہے۔۔کاظم شاہ جانتا تھا وہ غصے میں ڈائریکٹ اپنے اپارٹمنٹ میں جائے گا اسی لئے وہ اسکی یونی میں ڈین کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنے کے بعد ارزم شاہ کے اپارٹمنٹ کی طرف نکل گیا۔۔

جب آپ کو سب پتا چل گیا ہے تو پوچھنے میں میرا اور اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں ؟۔۔۔ارزم شاہ اسکے غرانے پہ نارمل انداز میں کندھے آچکا کے سپاٹ لہجے میں بولتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔اسکے ازلی اٹیٹوڈ پہ کاظم شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسکی چوڑی پشت کو گھورا تھا۔کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا غصے سے اسی کے پیچھے اپنے قدم بڑھا گیا۔۔

میری کالز کیوں نہیں اٹھا رہے تھے تم ؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے لاؤنج میں داخل ہوتے سختی سے ارزم شاہ سے استفسار کیا تھا، جواب اپنی بلیک ویسٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتا غصے سے اپنے شہد رنگ بال نوچ رہا تھا۔۔

آپ نے میری کالز اٹھائی تھیں ؟۔۔۔۔ارزم شاہ جواباً غصے سے بولتا اسے گزرے نو ماہ یاد کروا رہا تھا جب ارزم شاہ ہر روز اسے اس کے نمبر پہ کال کرتا تھا لیکن اس کا نمبر بند جاتا تھا۔۔

کامران لکھانی کے بیٹے کے ساتھ کیا دشمنی ہے تمہاری ؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے کرخت لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ارزم شاہ جواباً خاموش رہا۔۔وہ اسے عاشر لکھانی کے الفاظ کس منہ سے بتاتا جو اس نے اسکی منکوحہ کے لئے استعمال کئے تھے۔۔ارزم شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے اپنی پوری قوت سے شیشے کے سینٹرل ٹیبل پہ ٹانگ مارتے اسے زمین بوس کیا تھا۔ٹیبل تڑخ کے کتنے ہی حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔شیشے کی کرچیاں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔۔کاظم شاہ اسے اتنے غصے میں دیکھ کے حیران تھا، ارزم شاہ کا صرف چہرہ ہی نہیں بلکہ وجود بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا، وہ اس وقت صرف بلیک ٹراؤزر میں ملبوس تھا، ہڈی اور بلیک ویسٹ تو وہ پہلے ہی چیرتے ہوئے خود سے الگ کر چکا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں تم سے چھوٹے شاہ!!۔۔۔کاظم شاہ نے اب کی بار پہلے سے زیادہ سختی سے اپنا سوال دہرایا تھا۔۔

اس نے ارزم شاہ سے دشمنی ڈال کے اچھا نہیں کیا! میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا!!۔۔۔۔ارزم شاہ کی گرجدار آواز پورے اپارٹمنٹ میں گونجی تھی۔ شہد رنگ آنکھیں لہو رنگ ہو چکی تھیں۔۔ کنپٹی کی رگیں ابھر کے واضح ہو رہی تھیں۔۔

پاگل ہو چکے ہو تم؟ کامران لکھانی ایک جانا مانا سیاست دان تھا تم اسکے بیٹے کا قتل کرو گے اور وہ ہاتھ پہ ہاتھ رھرے بیٹھا رہے گا؟ ناممکن!! تم جذبات میں آ کے ایسا کچھ نہیں کرو گے! یونی میں اکثر اوقات لڑائیاں ہوتی ہیں لیکن ان لڑائیوں میں قتل وغارت کو عام کرنا سراسر بے بیوقوفی ہے!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے چھوٹے بھائی کے خطرناک خیالات سننے کے بعد دھاڑا تھا۔۔

میں ایسا ہی کروں گا لالہ!!!میری بات لکھ کے رکھ لیں عاشر لکھانی کا قتل اکیسویں صدی میں ہو گا اور سید ارزم شاہ کے ہاتھوں ہو گا!!۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات کی نفی کرتا ضدی انداز میں دھاڑا تھا۔۔

میں بھی دیکھتا ہوں تم کیسے اسے ہاتھ لگاتے ہو! کہاں ہے عاشر؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی ضد پہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا ۔۔کاظم شاہ نہیں جانتا تھا وہ کس بات سے اس قدر غصے میں ہے اور نہ ہی ارزم شاہ اسے پوری بات بتا رہا تھا۔۔

عاشر لکھانی میرا مجرم ہے جس طرح سے آپکا مجرم مظہر شاہ تھا!! اگر میں آپکے اور مظہر شاہ کے معاملے میں نہیں بولا تھا تو بولنے میں آپکو خود کے اور عاشر لکھانی کے معاملے میں بھی نہیں دوں گا لالہ!! ۔۔۔کاظم شاہ کو لاؤنج سے باہر کی طرف جاتے دیکھ کے ارزم شاہ تیزی سے اسکے مقابل آتا طیش واشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔یہ پہلی بار تھا جو اسکی آواز کاظم شاہ کے سامنے اس قدر بلند ہوئی تھی،وہ جانتا تھا اگر کاظم شاہ نے عاشر لکھانی کی لہولہان حالت دیکھ لی تو وہ اسے کچھ ہی منٹوں میں ارزم شاہ کی قید سے آزادی حاصل کروا لے گا۔۔ لیکن معاملہ بیوی کا تھا،ارزم شاہ کی غیرت پہ وار کیا گیا تھا جس کا بدلہ بھی اس نے اپنے سٹائل میں لینا تھا۔۔ارزم شاہ کے منہ سے مظہر شاہ کا ذکر سنتے ہوئے کاظم شاہ کو کیا کیا یاد نہیں آیا تھا،کاظم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا،ہیزل گولڈن آنکھوں میں شدید سرخی چھائی تھی۔۔

ایسا کیا کیا ہے عاشر لکھانی نے جس کی وجہ سے تم اسکی جان کے دشمن بنے بیٹھے ہو؟ میں جاننا چاہوں گا؟۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا تھا،اگر ارزم شاہ کا اتنا غصہ کسی چھوٹی سی بات پہ تھا تو وہ اسے الٹے ہاتھ کے مکے جھڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

میرے نکاح میں موجود عورت میری منکوحہ میری ملکیت کے بارے میں ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں اس حبیس انسان نے!!تو کیا چاہتے ہیں آپ؟!اسکا قتل کرنے کی بجائے اسے پھولوں کے ہار پہناؤ؟!!۔۔ارزم شاہ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں اپنے گھنے شہد رنگ بال نوچتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔ارزم شاہ کے الفاظ پہ کاظم شاہ ساکت ہوا تھا۔۔ارزم شاہ کے لہجے میں اسکی منکوحہ کے لئے اس قدر جنون دیکھ کے وہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اسکا چھوٹا بھائی ابھی کنوارا تھا۔۔تو پھر اسکی ایسی کونسی منکوحہ تھی جس کے لئے وہ یوں جنونی ہو رہا تھا اور سب سے بڑی بات کاظم شاہ ہی اس منکوحہ سے واقف نہیں تھا؟

تمہاری منکوحہ؟؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ ناسمجھی اور حیرانگی کی کیفیت میں صرف اتنا ہی بول سکا۔۔

ہاں میری منکوحہ!! ۔۔۔۔ارزم شاہ نے جنونی انداز میں اسکے الفاظ دہرائے تھے۔۔

یہ تم کیا بول رہے ہو چھوٹے شاہ؟ کہاں ہے تمہاری بیوی؟ کس نکاح کی بات کر رہے ہو تم؟ آخر کون کون واقف ہے تمہارے نکاح سے!۔۔۔کاظم شاہ نے حیرانگی کی کیفیت میں ایک ہی سانس میں کتنے سوال کر ڈالے۔۔

اگر آپ پچھلے نو ماہ ضد سے آسٹریلیا میں گزارنے کی بجائے یہی پاکستان اپنے خاندان میں گزار لیتے تو آپ یقیناً ان سب سوالات کے جواب جان جاتے! لیکن افسوس آپ اس وقت میرے پاس نہیں تھے جس وقت مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی! ۔۔۔ارزم شاہ کے لہجے میں غصہ، کرب، تکلیف کیا کچھ نہیں تھا۔۔کاظم شاہ لاجواب ہوا تھا۔ارزم شاہ کی آنکھوں میں ابھرتی نمی کی لکیر اور تکلیف دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا جس پہ اس نے بنا وقت ضائع کئے اسے زور سے گلے سے لگایا۔۔

چھوٹے شاہ! ۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسے اپنے سینے میں بھینچتے تڑپ کے اسے پکارا تھا۔۔اسے خود کے گلے لگتے دیکھ کے ارزم شاہ کو نو ماہ پہلے ائیر پورٹ والا سارا سین یاد آیا تھا، جب کاظم شاہ اسکی منتوں پہ بھی نہیں رکا تھا، ارزم شاہ نے اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہونے کی کوشش کی تھی لیکن کاظم شاہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

اتنے غصے میں کیوں ہو؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے گرد اپنا حصار مزید مضبوط کرتے ہوئے اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز میں استفسار کیا تھا لیکن ارزم شاہ اس وقت لاڈ بلکہ غصہ دیکھانے کا موڈ میں تھا۔

ٹکریں مارنا بند کرو۔۔ اور مجھے پوری بات بتاؤ۔۔۔۔۔ اسے اپنے حصار میں اپنی بیوی کی طرح کی مزاحمت کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے دانت کچکچا کے بولتے اسکی پشت پہ ہولے سے مکا جھڑا تھا۔

کیوں بتاؤں؟ ابھی بھی جا کے آسٹریلیا میں اپنا بزنس سنبھالیں! مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے میرے لئے احان لالہ اور زوریز لالہ کافی ہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ کا شدید غصہ اور ناراضی ہنوز قائم تھی۔۔

اب میرے سوالوں کے جواب نہ دینے پہ الٹے ہاتھ کی چماٹ ہی کھاؤ گے چھوٹے شاہ! مجھے میرے سوالات کے جواب دو اور جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں اس سب میں عاشر لکھانی کا کیا قصور ہے تب تک میں تمہارا مزید ساتھ نہیں دے سکتا! تمہاری یونی کے ڈین کال کر کے کامران لکھانی کو اس پوری صورتحال کے متعلق انفارم کرنے والے تھے لیکن میں نے ان سے دو گھنٹوں کا وقت مانگا ہے! اگر مجھے لگا کہ تم عاشر لکھانی کو بلاوجہ یونی سے گھسیٹ کے لائے ہو تو میں اسے ان دو گھنٹوں سے پہلے ہی رہا کر دوں گا!۔۔۔ کاظم شاہ اس سے الگ ہوتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

ارزم شاہ کے سنجیدگی اور مضبوطی سے کہے گئے الفاظ پہ ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے گہری سانس بھری تھی، وہ خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔۔ وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اپنا رخ دیوار کی طرف موڑتا کاظم شاہ کو ہر بات بتاتا چلا گیا کہ کس طرح سے اسے ذائشہ سے محبت ہوئی، کس طرح سے وہ دونوں نکاح کے بندھن میں بندھے، ان کے نکاح میں کون کون شامل تھا، نکاح کے ڈیڑھ سے دو ماہ بعد وہ کس طرح سے اس سے الگ ہوئی، ارزم شاہ نے کس کس طرح سے اسے ڈھونڈا، صرف ارزم شاہ نے ہی نہیں بلکہ زوریز شاہ اور احان شاہ نے اسے ہر طرح سے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہ مل سکی!۔۔۔ ارزم شاہ ایک ایک بات بتاتا چلا گیا جسے سن کے کاظم شاہ کی آنکھیں مزید حیرانگی سے پھیلتی جا رہی تھیں۔۔ اسکے پیچھے سے اتنا کچھ ہو چکا تھا اور وہ اس سب سے ناواقف تھا؟؟ لیکن اس سب میں عاشر لکھانی کا کیا قصور ہے؟۔۔۔۔۔ اسکی بات مکمل ہوتے ہی کاظم شاہ نے پھر سے عاشر کے متعلق سوال کیا تھا۔۔

اسکا پیدا ہونا!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنی شہد رنگ آنکھوں میں سفاکی لئے غرایا تھا۔۔

مجھے پوری بتاؤ چھوٹے شاہ!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے سوال پہ زور دیا۔۔

آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں میں اس بے غیرت انسان کے الفاظ نہیں دہرا سکتا! میں ان الفاظ کا استعمال کر کے اپنی پاک محبت کی بے حرمتی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی محبت کی توہین کرنے والے اس کمینے غلیظ انسان کو چھوڑ سکتا ہوں!! میں جب تک اسکا قتل نہیں کروں گا میرے دل کو سکون نہیں ملے گا! !۔۔۔ارزم شاہ کی گرج دار آواز ایک دفعہ پھر سے گونجی تھی، لہجے میں اپنی محبت کے لئے آج بھی ایک مان تھا جو بہت جلد ٹوٹنے والا تھا!!۔۔۔

)واپسی پہ کیا لاؤں اپنی پٹھانی کے لئے ؟۔۔۔۔۔فون کان سے لگائے احان شاہ اپنی گاڑی میں بیٹھتا مسکراتے ہوئے اپنی معصوم سی بیوی سے استفسار کر رہا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے وہ اسکے لئے واپسی پہ کیا لے کے آئے؟ احان شاہ ہر روز آفس سے واپسی پہ اس سے یہ ایک سوال ضرور پوچھتا تھا چاہے وہ دونوں جتنا بھی ناراض کیوں نہ ہوں۔ اگر وہ ڈانٹتا تھا تو منانے میں ہمیشہ پہل بھی وہی کرتا تھا۔۔وہ جانتا تھا گلالئ ساری زندگی ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے کس طرح سے ترسی ہے اسی لئے وہ کوشش کرتا تھا ہر رات اس کے لئے اسکی پسند کی ایک سے دو چیزیں تو لازمی لے کے جائے۔۔۔

گجرے۔۔۔۔دوسری سے گلالئ نے معصومیت سے لبریز آواز میں اپنی معصوم سی خواہش کا اظہار کیا تھا جو احان شاہ پہلے سے جانتا تھا۔۔

اچھا اور ؟۔۔۔۔۔احان شاہ گاڑی کو ایک کنارے پہ کھڑے کرتا چھوٹے سے بچے سے اسکے تمام گجرے خرید کے اسے معاوضے میں دوگنا زیادہ پیسے دیتا مسکراتے ہوئے گلالئ کی مزید فرمائش سننے کا خواہشمند تھا۔۔وہ بچہ اتنے سارے پیسوں کو دیکھ کے خوش ہوتا احان شاہ کو دعائیں دیتا وہاں سے جا چکا تھا۔۔

چوڑیاں۔۔۔۔گلالئ نے مزید ایک سادہ سی فرمائش کی تھی۔

اچھا اور ؟؟۔۔۔۔احان شاہ کی گاڑی کا رخ اب مال کی طرف تھا۔۔

امم۔۔۔۔۔گلالئ اب اپنی ٹھوری پہ اپنی شہادت والی انگلی بجاتی معصومیت سے سوچ رہی تھی، احان شاہ اسکی معصوم آواز پہ اسکا چہرہ اپنے تصور میں لاتا مسکراتے ہوئے اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

کاجل۔۔۔۔۔۔وہ کافی سارا سوچنے کے بعد مزید معصومیت سے بولی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔۔اور؟۔۔۔احان شاہ ہولے سے ہنستے ہوئے بولا۔

امم۔۔۔بس۔۔میں نہیں چاہتی شاہ سائیں ہم غریب ہو جائیں!! آج کے لئے اتنا کافی ہے۔۔۔وہ بے حد معصومیت سے اسے سمجھا رہی تھی،وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسکا اتنا امیر کبیر شوہر اسکی فرمائشوں کو ہر روز پورا کرنے کے چکروں میں غریب ہو جائیں۔۔

اتنا بالکل بھی کافی نہیں ہے جاناں! کل جو میرون نائٹی لایا تھا وہ پہن لو،میں اگلے دس منٹ تک تمہارے پاس ہوں گا! پھر بتاؤں گا کتنا رومانس کافی ہے!!۔۔۔احان شاہ اپنی ہنسی ضبط کر کے معنی خیزی سے بولتا گاڑی میں رومانٹک سا سونگ لگا چکا تھا جس کی آواز فون کی دوسری طرف موجود گلالئ تک بہت آسانی سے جا سکتی تھی۔۔

"سانسوں میں تیری نزدیکیوں کا

عطر تو گول دے

میں ہی کیوں عشق ظاہر کروں

تو بھی کبھی بول دے

بول دے۔۔۔"

احان شاہ گاڑی چلاتے ہوئے گانے کے ساتھ ساتھ خود بھی اپنی خوبصورت آواز میں گنگنا رہا تھا۔۔گلالئ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں،اسے فون کاٹنے کی اجازت نہیں تھیں کیونکہ وہ ایک دفعہ یوں ہی شرما کے اسکا فون کاٹ کے دیکھ چکی تھی جس پہ احان شاہ نے پوری رات تو کیا صبح آفس سے چھٹی کرتے ہوئے بھی اسے پناہوں سے آزاد نہیں کیا تھا اور اس سے وعدہ بھی کیا تھا چاہے وہ فون پہ جتنی بھی بے شرم بات کیوں نہ کہہ دے وہ کبھی بھی اسکا فون نہیں کاٹے گی جس پہ گلالئ نے اپنے بے باک بندے سے بالآخر وعدہ کرتے ہوئے اپنی جان خلاصی کروائی تھی۔۔(

آٹھ ماہ پہلے کا خوبصورت سا واقعہ یاد کرتے احان شاہ رات کے اس وقت سڑک کنارے اپنی گاڑی کھڑے کئے سامنے ایک لائن میں گجرے اور پھول پکڑے بڑے اور چھوٹے بچوں کو دیکھ رہا تھا جو ہر گاڑی کے پاس جا جا کے اپنے پھول بیچنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔وہ ہر رات اپنی بیوی کے لئے گجرے خرید کے لے جانے والا آج خالی خالی نظروں سے ان پھولوں کی طرف دیکھا تھا۔۔وہ کافی دیر سے یوں ہی بے مقصد یہاں اپنی گاڑی کھڑی کئے ان

پھولوں کو دیکھتا جارہا تھا، بالآخر احان شاہ اپنی آنکھوں کو میچ کے کھولتا اپنے بھورے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گاڑی سے نکلا تھا۔۔ وہ روڈ کے کنارے پہ کھڑے تمام بچوں اور بوڑھوں کی لائن کی طرف بڑھتا ان سے ان کے تمام گجرے اور پھول خرید چکا تھا۔۔ یہ سب احان شاہ کا معمول تھا، وہ گجرے، چوڑیاں اور کاجل لئے بنا ہویلی میں داخل نہیں ہوتا تھا تب بھی نہیں جب احان شاہ نے گلالئ کو غصے سے ہویلی سے نکالا تھا اور اب تو وہ ویسے ہی اسکی پہنچ سے بہت دور ہو چکی تھی۔۔!

شاہ ہویلی کے ڈائیننگ روم میں اس وقت رات کا کھانا کھایا جارہا تھا۔۔ تمام لوگ کھانے میں مصروف تھے سوائے زوریز شاہ کے جو رات کا ہویلی سے نکلا ابھی کچھ دیر پہلے ہی واپس آیا تھا۔۔ زوریز شاہ رات سے اب تک خود کو جتنا کوس چکا تھا یہ صرف اسکا خدا جانتا تھا۔۔ اس وقت بھی وہ اپنی پلیٹ میں چمچ گھماتا دیوانوں کی طرح اپنی منکوحہ پہ نظریں جمائے ہوئے تھا جو کافی کانفیڈنٹ انداز میں اپنے کھانے میں مگن تھی، وہ جب سے ہویلی آیا تھا مرحا شاہ نے اس پہ ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی البتہ وہ اس سے نظریں چرانے کی بجائے کافی مغرور اور کانفیڈنٹ انداز میں سب کے ساتھ بیٹھی رہی تھی، جیسے زوریز شاہ کو اپنے آس پاس پا کے کوئی خاص فرق نہ پڑا ہو۔۔ دل میں زوریز شاہ کی اتنی جلدی واپسی پہ حیران ضرور ہوئی تھی لیکن چہرہ بے تاثر تھا۔۔

زوریز شاہ رات میں میں کافی ایمرجنسی صورتحال میں ہویلی سے نکلا تھا لیکن وہاں جا کے اسے پتا چلا تھا دشمنوں نے صرف آرمی کو گھمایا تھا۔ وہ کافی دیر سے اس مشن پہ کام کر رہے تھے جو ہنوز ان کمپلیٹ تھا، رات میں زوریز شاہ کے بغیر بھی سب سنبھالا جا سکتا تھا لیکن اسے پھر بھی لیڈنگ کے لئے بلایا گیا تھا جس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا تھا۔ جب آرمی کچھ ہی گھنٹوں پہ حالات پہ قابو پا گئی تو ارزم شاہ منہ پھولا کے اپنی گن پھینکتا خود کو غصے سے کوستا رہا جو اپنی بیوی کو روتے ہوئے چھوڑ کے آیا تھا، اسکی ہچکیاں، اسکا رونا یاد کرتے ہوئے واپس آنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے وہ اپنی منکوحہ کا حال جاننے کے لئے جلد ہی ہویلی واپس آ گیا۔۔ وہ آج سب سے اپنی رخصتی کے متعلق بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے ڈائینگ روم میں داخل ہوتے ہی سب کو سنجیدگی سے سلام جھڑا تھا جس پہ سب نے بلند آواز میں خوشدلی سے اسکی سلام کا جواب دیا تھا سوائے زوریز شاہ کے۔۔ارزم شاہ ابھی اسکے ساتھ ہی حویلی داخل ہوا تھا لیکن وہ سب کو سلام کرنے کی بجائے کافی غصے سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

اووزی کے کمرے میں کھانا پہنچایا ہے؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے مرحاشاہ اور زہرہ مام کی طرف دیکھ کے فکرمندی سے استفسار کیا تھا جس پہ زوریز شاہ نے استہزایا انداز میں سر جھٹکتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

جی لالہ اسکی ڈائٹ کے مطابق اسے ہلکا پھلکا کھانا پہنچا چکی ہوں!۔۔۔مرحاشاہ نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کاظم شاہ کو جواب دیا تھا جس پہ وہ جو ہاں میں سر ہلاتا ڈائینگ روم سے نکلنے والا تھا، زوریز شاہ کی بات پہ اسکے قدم خود بخود رکے تھے۔۔

بابا جان!! مجھے اپنی رخصتی چاہیئے!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے بنا کسی لگی لپٹی کے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ھارون شاہ کو ناجانے اپنا فیصلہ سنایا تھا یا پھر ان سے اجازت چاہی تھی یہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔۔زوریز شاہ کی اس اچانک بات پہ ڈائینگ روم میں داخل ہوتے احان شاہ کے بھی کان کھڑے ہوئے تھے جو ابھی ہی گلالئی کے لئے خریدی گئی تمام تر چیزیں اپنے خالی کمرے میں مخصوص جگہ پہ رکھ کے آیا تھا۔۔احان شاہ اور کاظم شاہ ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ کے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل چکے تھے، دونوں کے چہرے سنجیدہ تھے، وہ دونوں تو کیا ڈائینگ ٹیبل میں موجود حویلی کے تمام مکینوں کی توجہ کا مرکز اس وقت ریلیکس انداز میں بیٹھا زوریز شاہ تھا جو اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس کافی دلکش لگ رہا تھا۔۔زوریز شاہ کے مدعے پہ مرحاشاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، رات کا ایک ایک منظر ایک دفعہ پھر سے آنکھوں کے پردے پہ لہرایا تھا جس پہ وہ کافی دفعہ سوگ منا چکی تھی۔زاویار شاہ ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھ کے اب اپنے بے باک اور بے شرم داماد کی طرف دیکھ رہے تھے جس نے کافی بے تابی سے رُخصتی کا ذکر چھیڑا تھا۔سب کو یوں اپنی طرف دیکھتا پا کے زوریز شاہ نے اب باقاعدہ اپنی کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتے آبیبرو آچکا کے ان سب کی طرف دیکھا تھا۔۔

تاریخ بھی خود ہی بتا دو؟۔۔۔۔ھارون شاہ کے انداز میں گہرہ طنز تھا۔۔

یہی کوئی کل پرسو!!۔۔۔زوریز شاہ کندھے اچکاتا ہوا نارمل انداز میں گویا ہوا تھا جیسے شادی کے فنکشن آرگنائز کرنا عام سی بات ہو۔۔زوریز شاہ کے جواب پہ ھارون شاہ کو کھانسی کا دور پڑا تھا جس کے انگ انگ سے بے تابی نمایاں ہو رہی تھی۔۔

سوچتے ہیں اس پہ برخودار۔۔۔جواب ھارون شاہ کی بجائے عادل شاہ نے نرمی سے دیا تھا، انہیں اپنے پوتے کا رخصتی کا فیصلہ پسند آیا تھا۔۔مرحا شاہ نے اپنی آنکھوں میں نمی لئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے اسے آج ہی بھائیوں والا مان بخشتے ہوئے اسے یہ باور کروایا تھا کہ اسکی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو گا۔۔

مرحا کی رخصتی تب تک نہیں ہو گی جب تک میرال کی شادی نہیں ہو جاتی!!۔۔۔مرحا کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے کاظم شاہ نے سنجیدگی سے سب کو باور کروایا تھا کہ جب تک میرال کی شادی نہیں ہو گی وہ مرحا شاہ کی رخصتی نہیں ہونے دے گا۔۔کاظم شاہ کے سڑے ہوئے جواب پہ زوریز شاہ نے دانت پیس کے اسکی طرف دیکھا تھا جو بنے بنائے معاملے کو بگاڑ رہا تھا۔۔

مرحا کی رخصتی کا میری شادی سے کیا تعلق ہے؟ یہ تو اچھی بات ہے ہمارے خاندان میں شادی آئے گی اور شادی بھی میری لاڈلی بہن کی جسے میں جی بھر کے انجوائے کروں گی!!۔۔۔میرال شاہ بچوں سی خوشی لئے ایکسائیڈڈ انداز میں بولی تھی، میرال شاہ کی آواز پہ احان شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھی، وہ اس ہویلی میں شاہ بی بی اور میرال شاہ سے پوری طرح سے قطع تعلق کر چکا تھا، ان کی آوازوں سے اسے شدید ڈسٹربنس ہوتی تھی۔۔

کاظم ٹھیک بول رہا ہے! مجھے پہلے میرال کی شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے!! یہ اب ضروری ہے، خاندان کے تمام لڑکوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور آج کل کے زمانے میں اصل سیدوں کو تلاش کرنا کافی مشکل ہے! مرحا کا نکاح تو ہو چکا ہے اب میں چاہتا ہوں پہلے میری بڑی بیٹی کا گھر بس جائے پھر زوریز اور مرحا کی رخصتی کے بارے میں سوچا جائے کیونکہ ایسے لوگ باتیں بنانے سے بعض نہیں آئیں گے!!۔۔۔زاویار شاہ، کاظم شاہ کی بات سے متفق نظر آ رہے تھے۔زاویار شاہ کی باتوں پہ میرال شاہ نے خفگی سے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

لوگ باتیں کیوں بنائیں گے؟ ہماری بڑی نواسی کسی سے کم ہے کیا؟ میرال کے لئے ہماری ہویلی میں ہی رشتہ موجود ہے! میری دونوں نواسیوں کی شادی ایک ساتھ ہی دھوم دھام سے کی جائے گی!!۔۔۔عادل شاہ خوشی سے بولتے

سب کو حیران کر چکے تھے۔۔ ہویلی میں میر ال شاہ کے لئے ایسا کونسا رشتہ موجود تھا جس سے سب ناواقف تھے؟ سب نے سوالیہ نگاہوں سے عادل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

کونسا رشتہ بابا جان؟۔۔۔۔ بالآخر ھارون شاہ نے خاموشی توڑتے ہوئے عادل شاہ سے استفسار کیا تھا۔۔

پوراسوشل میڈیا میر ال اور شاہ (احان) کی منگنی کے بارے میں جانتا ہے تو میں چاہتا ہوں شاہ اور میر ال کی شادی کر دی جائے تا کہ نہ لوگ باتیں بنائیں اور نہ ہماری لاڈلی نواسی ہماری ہویلی سے باہر جائے!! ۔۔۔۔ عادل شاہ نے مختصر انداز میں اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے سب کے ہوش اڑائے تھے، عادل شاہ کی باتوں پہ احان شاہ کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، کاظم شاہ حیران در حیران عادل شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ گلالئی کے ہوتے ہوئے احان شاہ اور میر ال کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتے تھے؟ کاظم شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔۔ کاظم شاہ نے گلالئی کی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں لیکن وہ یہاں کہیں بھی نہیں تھی، کاظم شاہ جب سے ہویلی آیا تھا اس نے ایک دفعہ بھی گلالئی کو نہیں دیکھا تھا وہ کب سے یہی سوچ رہا تھا وہ زرتاج اماں کے پاس قیام پذیر ہو گی لیکن اب اس وقت کاظم شاہ کو شدت سے کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔۔ ڈائینگ ٹیبل میں مکمل طور پہ خاموشی چھا چکی تھی سب کی نظروں کا مرکز اب احان شاہ تھا جس کی ہری آنکھیں طیش و اشتعال سے سرخ تھیں۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ ایپسوڈ 67

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

پوراسوشل میڈیا چھوڑ کے پوری دنیا بھی جان جائے گی نا میں تب بھی آپ کی نواسی سے نکاح نہیں کروں گا!! میری طرف سے لوگ باتیں بنائیں یا مر جائیں مجھے کسی سے گھنٹہ فرق نہیں پڑتا لیکن میں سید احان شاہ اپنی بیوی کی جگہ ساری زندگی کسی کو نہیں دوں گا! یہاں تک کہ میں جنت میں حوروں کی بجائے بھی اپنی گل کو چنوں گا! کیونکہ وہ میری حور ہے جس نے مجھ سے بے لاس اور پاک محبت کی ہے!!! پہلے آپ کی بیوی نے زہر گول کے ہماری ہنستی مسکراتی زندگی برباد کی تھی اب مجھے مارنے کی رہی سہی کسر آپ پوری کرنا چاہتے ہیں؟ کیا چاہتے ہیں ایک ہی دفعہ لکھ

کے دے دیں مجھے ؟!!۔۔۔ احان شاہ ڈائینگ ٹیبل کی کرسی کو زور سے ٹھوکر مار کے زمین بوس کرتا اپنی پوری قوت سے گرجا تھا۔۔ احان شاہ کے لہجے میں بد تمیزی تھی۔۔

شاہ یہ کیا بد تمیزی ہے ؟!!!!!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کے آخری جملے میں اپنے ماں باپ کے لئے بد تمیزی اور توہین محسوس کرتے ہوئے ھارون شاہ اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے_ بلند آواز میں دھاڑتے ہوئے اسے زوردار تھپڑ جھڑنے ہی والے تھے جب کاظم شاہ نے جلدی سے ان دونوں کے درمیان آتے ھارون شاہ کا اٹھا ہوا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تھا ورنہ یقیناً ان کا یہ تھپڑ احان شاہ کے سرخ و سفید گال پہ ثبت ہونا تھا۔ اس اچانک افتاد پہ سب جلدی سے اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوئے تھے۔۔

یہ بد تمیزی نہیں ہے! بد تمیزی تو وہ تھی جو آپ کی ماں نے مجھے میری بیوی سے الگ کرتے ہوئے کی تھی!! اپنے بڑھاپے کی پروا کئے بغیر ایسی سازش رچا۔۔۔ ابھی احان شاہ مزید گرجتا جب ھارون شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔ شاہ بی بی کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ تھا۔۔

اپنی زبان کو لگام دو احان شاہ!!!!۔۔۔۔۔ اسے مزید بد تمیزی کرتے دیکھ کے ھارون شاہ اسکی بات کاٹتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے دھاڑے تھے، انہوں نے کاظم شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی تھی لیکن کاظم شاہ کی گرفت مضبوط تھی، زوریز شاہ نے احان شاہ کے پاس آتے اسے قابو کرتے ہوئے یہاں سے لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی پوری طاقت سے خود کو زوریز شاہ سے چھڑوا چکا تھا، وہ آج ان سب سے اپنے حساب کتاب پورے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ کاظم شاہ کی حیرانگی کی کوئی انتہاء نہیں تھی، اس نے آج اپنی زندگی میں پہلی بار احان شاہ کو شاہ بی بی اور عادل شاہ سے اس قدر بد تمیزی کرتے دیکھا تھا، ورنہ وہ کب ان سے ذرا سی بھی اونچی آواز میں بات کرتا تھا؟ اگر جو کبھی کر بھی دیتا تو کتنے کتنے دن ان کی ناراضی کے ڈر سے ان کے ہاتھ چومتا معافی مانگتا رہتا۔۔

کیوں میں کیوں دوں اپنی زبان کو لگام ؟؟ آپ لوگوں نے احان شاہ کو سمجھ کیا رکھا ہے؟ سیاست ہے تو اس پہ تھوپ دو!! کسی سے منگنی کرنی ہے تو احان شاہ کو آگے کر دو!! کسی سے شادی رچانی ہے تو احان شاہ کو قربانی کی گائے بنا دو؟ میں لعنت بھیجتا ہوں آپ سب کے ان تھرڈ کلاس فیصلوں پہ! ! میں اب وہ احان شاہ نہیں رہا جو آپ لوگوں کی ہر بات پہ سر جھکا جایا کرتا تھا! میں وہ احان شاہ ہوں جو اس ہویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا لیکن آپ لوگوں کے

فیصلوں پہ آمین نہیں کہے گا!!۔۔۔احان شاہ اپنے آگے کھڑے کاظم شاہ کو پیچھے کرتا باپ کے مقابل آتے ہوئے حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔ بھورے گھنے بال بے ترتیب ہوئے تھے، چہرہ غصے اور تکلیف کی وجہ سے سرخ لال ہو رہا تھا۔۔

شٹ اپ احان شاہ! تم اپنی باتوں سے مجھے انسلٹ کر رہے ہو! میں نے نہیں بولا تھا اپنی بیوی کو ہویلی سے نکال باہر کر دو! تم ہوتے کون ہو مجھے انسلٹ کرنے والے؟۔۔۔ابھی ھارون شاہ غراتے جب اسکی باتوں میں خود کے لئے تذلیل محسوس کرتے ہوئے میر ال شاہ شیشے کی پلیٹ اٹھا کے زمین پہ پٹکتی غصے سے دھاڑی تھی۔۔ میر ال شاہ کی بھوری کانچ سی آنکھیں غصے سے بے حد سرخ ہوئی تھیں۔۔ میر ال شاہ کی بات پہ احان شاہ کو کیا کیا یاد نہیں آیا تھا۔۔

کون جانے کہ تم بھی اپنی نانی کے ساتھ اس پلین میں شامل تھی جس طرح سے تم نے میری بیوی پہ چوری کا الزام لگاتے ہوئے اسے سب کی نظروں میں گرانے کی کوشش کی تھی؟؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اب اپنا رخ میر ال شاہ کی طرف موڑتا پہلے سے بھی زیادہ غصے سے چیخا تھا۔۔ احان شاہ کے الفاظ پہ میر ال شاہ کا چہرہ سفید ہوا تھا۔۔ زوریز شاہ اور احان شاہ کے علاوہ ہر کسی کی آنکھوں میں حیرانگی واضح تھی، سب حیرانگی سے کبھی احان شاہ اور کبھی میر ال شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

تم میری بیٹی پہ الزام تراشی کر رہے ہو احان!!۔۔۔۔۔زاویار شاہ اپنی لاڈلی بیٹی پہ بات آتے دیکھ کے گرجے تھے۔ الزام تراشی نہیں حقیقت بتا کے آپ سب کی آنکھوں پہ لگی پٹی کھول رہا ہوں کہ ہماری ہویلی میں منافق لوگوں کی کمی نہیں ہے!! پوچھیں اپنی بیٹی سے کیا شاہ بی بی کا دیا گیا زیور اس نے انیکسی میں نہیں رکھوایا تھا؟۔۔۔۔۔احان شاہ کی آواز ہر بار پہلے سے بھی بلند ہو رہی تھی، ارزم شاہ جو ابھی ہی غصے سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، نیچے سے آتی احان شاہ کی گرجدار آواز سنتے اس کے قدم بے ساختہ ڈائینگ روم کی طرف بڑھے تھے، ڈائینگ روم میں لگے اس نئے تماشے کو دیکھ کے وہ حیران بالکل نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ اب حیران کم ہی ہوتا تھا۔ اسکے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا یہ اس سے زیادہ حیرانگی کی بات تو نہیں تھی۔ اس کی منکوحہ اسے چھوڑ کے جا چکی تھی تو کیا ہویلی میں لگا یہ چھوٹا سا تماشا اس بات سے زیادہ حیران کن ہو سکتا تھا؟ نہیں!! بالکل نہیں۔۔

یہ کیا بکواس ہے؟میری بیٹی ایسا کیوں کرے گی؟۔۔۔۔زاویار شاہ اپنی بیٹی کے سامنے ڈھال بن کے کھڑے ہوتے پر اعتماد انداز میں بولے تھے۔۔

یہ تو آپ اپنی بیٹی سے پوچھیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟اس کی ایسی کیا دشمنی تھی میری گل سے جو وہ اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی! پوچھیں اپنی شاطر بیٹی سے جس نے بڑے اعلیٰ انداز میں سازش رچاتے ہوئے مجھ سے میری بیوی کو دور کرنے کی کوشش کی تھی!۔۔۔احان شاہ غصے کی شدت سے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ پیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑ رہا تھا۔۔میرال شاہ نہیں جانتی تھی اس کا یہ بھیانک راز آج یوں اچانک کھلے گا جسے یاد کرتے ہوئے وہ آج بھی جی بھر کے پچھتاتی تھی!! اب سب کی نظریں میرال شاہ پہ جم چکی تھیں جس کے چہرے پہ شرمندگی واضح تھی،باپ کا مان ٹوٹنے کے ڈر سے ہاتھ کپکپا رہے تھے،جن ہاتھوں سے اس نے ملازمہ کو یہ زیور پکڑاتے ہوئے گالئی کے انیکسی والے کمرے میں رکھنے کا حکم دیا تھا اور یہ سب اس نے اس لئے کیا تھا تاکہ احان شاہ اس سے دور رہے کیونکہ وہ احان شاہ کی آنکھوں میں گل کے لئے نرم تاثرات بہت پہلے ہی بھانپ چکی تھی،وہ جس دن بے ہوش گالئی کو اپنی بانہوں میں اٹھائے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا اس دن غور کرنے پہ کوئی بھی احان شاہ کی ہری آنکھوں میں موجود تڑپ آسانی سے دیکھ سکتا تھا جو اس دن میرال شاہ نے دیکھی تھی۔۔اس وقت احان شاہ ضد تھا میرال شاہ کی!! جسے مکمل طور پہ پانے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی اور وہ چلی گئی تھی گالئی پہ چوری کا الزام لگا کے اس کا نام پوری ہویلی میں بدنام کرتے ہوئے!!

یہ سب کیا ہے میرال؟تم خاموش کیوں ہو؟۔۔۔۔۔میرال شاہ پہ سب کی بے یقین نظریں دیکھتے ہوئے زاویار شاہ دھاڑے تھے جو ہمیشہ اپنے حق پہ بولتی تھی لیکن آج بالکل خاموش کھڑی تھی۔۔انہیں امید نہیں تھی احان شاہ ان کی بیٹی کو سب کے سامنے یوں کٹہرے میں کھڑا کرے گا اور ان کی بیٹی یوں خاموشی اختیار کرے گی! باپ کے پکارنے پہ میرال شاہ کو مزید شرمندگی نے آن گھیرا تھا،وہ اس جھوٹ کو مزید نہیں چھپانا چاہتی تھی کیونکہ سچ تو کسی نہ کسی دن سامنے آ کے ہی رہتا ہے،اس بات کا اندازہ اسے آج کافی اچھے طریقے سے ہو چکا تھا۔۔

ڈ۔ڈیڈ۔۔۔آئی۔۔ایم۔۔سوری۔۔۔احان سچ بول۔۔۔۔۔میرال شاہ کے باقی کے الفاظ ابھی منہ سے برآمد بھی نہیں ہوئے تھے جب زاویار شاہ کا ہاتھ اٹھا تھا اور میرال شاہ کے گال پہ ان کی انگلیوں کا سرخ نشان چھپا تھا۔۔یہ پہلی

بار تھا جو زاویار شاہ نے اپنی لاڈلی بیٹی پہ ہاتھ اٹھایا تھا جس کے انہوں نے ساری زندگی خود نخرے اٹھائے تھے۔۔
میرال شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کے اس کے عارضوں پہ گرے تھے، تھپڑ کی شدت کی وجہ سے میرال شاہ کو اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ زوریز شاہ نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے زاویار شاہ کا ہاتھ تھاما تھا کہ کہیں وہ پھر سے میرال پہ ہاتھ نہ اٹھا دیں کیونکہ وہ کافی غصے سے میرال شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی چیخ دبائی تھی۔۔

ڈیڈ!!!!۔۔۔۔۔ مرحا شاہ بے یقینی سے اپنے باپ کو پکارتی میرال شاہ کو اپنے حصار میں لے چکی تھی جو آنسوؤں سے بھری نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ ڈائینگ روم میں اس وقت مکمل سناٹا چھا چکا تھا، زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے گہری سانس خارج کی تھی وہ نہیں جانتا تھا اسکے یوں رخصتی کی بات چھیڑنے سے معاملہ یہاں تک آن پہنچے گا!

زاویار پاگل ہو چکے ہو؟ جوان بیٹی پہ ہاتھ کون اٹھاتا ہے؟۔۔۔۔ عادل شاہ غرائے تھے، لیکن زاویار شاہ بنا کچھ بولے اپنی بیٹی کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے احان شاہ سے نظریں چراتے وہاں سے جا چکے تھے۔

جب جوان لڑکیاں ایسے سازشی کام کریں تو ایسے سلوک کی حق دار بھی وہی ہوتی ہیں نا کہ محلے دار!! ۔۔۔ احان شاہ ایک نظر میرال کو دیکھ کے استہزایا انداز میں عادل شاہ کو جواب دیتا ڈائینگ روم سے نکلتا چلا گیا۔ باقی سب ہنوز شاکڈ کیفیت میں تھے، میرال شاہ نے گلالئی کے کمرے میں زیور کیوں رکھوایا تھا سب کی سمجھ سے باہر تھا! اور اس پہ تضاد زاویار شاہ کے ہاتھ اٹھانے پہ سب ترحم بھری نگاہوں سے میرال کی طرف دیکھ رہے تھے جو اپنے گال پہ ہاتھ رکھے ہنوز ساکت سی کھڑی تھی۔۔ احان شاہ کے طنزیہ الفاظ سنتے ہوئے وہ مرحا شاہ سے اپنا آپ چھڑواتی ڈائینگ ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔ مرحا اور ارزم شاہ نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے ان کی ایک نہیں سنی تھی۔۔ کاظم شاہ اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے اس پوری صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جو اس کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی۔۔ بالآخر وہ زوریز شاہ کا بازو کھینچتے ہوئے ڈائینگ روم سے نکلتا اوپر احان شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ زوریز شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنے چہرے پہ سنجیدہ اور سرد

تاثرات سجائے اسے کھینچتا ہوا اوپر سیڑھیوں کی طرف لے کے جا رہا تھا جبکہ ارزم شاہ مزید یہاں رکنے کے بجائے حویلی سے نکل چکا تھا۔۔وہ اس وقت شدید ڈسٹرب تھا، اسکا رخ پھر سے اپنے اپارٹمنٹ کی طرف تھا۔۔

گلالئ کہاں ہے؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ کے کمرے کا دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھولتا کاظم شاہ اندر داخل ہوتے ہی سرد آواز میں غراتا احان شاہ سے گل کے متعلق استفسار کر رہا تھا جو اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑے اداسی سے چاند کی طرف دیکھ رہا تھا، زوریز شاہ نے زبردستی کاظم شاہ سے اپنا بازو چھڑوایا تھا جو اسے خوامخواہ یوں کھینچ کے اوپر لے کے آیا تھا۔کاظم شاہ کی غراہٹ کی آواز سنتے ہوئے احان شاہ نے رخ موڑ کے اس کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت اسکے کمرے کے بیچ و بیچ کھڑا اسے بے حد غصے سے گھور رہا تھا۔۔احان شاہ اسے ایک نظر دیکھ کے بنا کوئی جواب دیئے پھر سے اپنا دھیان باہر چاند پہ مرکوز کر چکا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں!! گلالئ اسماعیل خان کہاں ہے؟۔۔۔اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ اب پہلے سے بلند آواز میں غرایا تھا۔

ایک منٹ سے پہلے تصیح کر! گلالئ اسماعیل خان نہیں میری بیوی ہے وہ!! گلالئ احان شاہ!!!۔۔۔احان اپنا رخ اسکی طرف موڑ کے اپنے ہاتھ کی انگلی اور انگوٹھے سے چٹکی بجاتا جنونی انداز مین دھاڑا تھا جیسے واقعی ہی ایک منٹ سے پہلے اس سے تصیح چاہتا ہو۔۔

تمہاری بیوی کہاں ہے شاہ جس کے لئے اللہ نے تمہیں چنا تھا!! ۔۔۔اسکی ہری آنکھوں میں جنون اور غصے کی سرخی دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اب دھاڑنے کی بجائے اس کی طرف بڑھتے ہوئے متوازن لہجے میں بولا تھا، وہ اس وقت اپنی بات کے جواب کے سوا کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔۔کاظم شاہ کے جملے پہ احان شاہ کی نظروں کے سامنے ساڑھے آٹھ سال پہلے کا منظر گھوما تھا جب اس نے گلالئ کو اپنے نکاح میں لیا تھا۔۔احان شاہ نے نکاح کے بعد پہلی بار اسے حلال طریقے سے اپنے گلے سے لگاتے_ روتی ہوئی گل کو خاموش کروانے کی کوشش کی تھی جب وہ اپنے باپ کی موت پہ دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی۔۔وہ اس دن کس قدر غصے میں تھا لیکن اپنی ٹانگ جتنی لڑکی کے آنسو احان شاہ سے

برداشت نہیں ہوئے تھے جو اسکی محرم تھی، اسکی شریک حیات تھی، وہ اس وقت ناچاہتے ہوئے بھی اسے اپنے سینے میں بھینچنے پہ مجبور ہوا تھا۔۔

)بابا آپ مجھے چھوڑ کے کیسے جاسکتے ہیں؟ میں آپ سے ناراض ہوں۔۔۔ ساتھ آٹھ سال پہلے والی گلالئ کی روتی ہوئی معصوم سی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی جب وہ باپ کی میت پہ پھوٹ پھوٹ کے روتی باپ سے شکوے کر رہی تھی۔ (

گل مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔۔۔۔ احان شاہ نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں کاظم شاہ کو جواب دیا تھا، ہری آنکھوں میں ہلکی سی نمی امڈی تھی جس پہ وہ تیزی سے اپنا رخ موڑتا پھر سے کھڑکی کی جانب کر چکا تھا۔۔

میں ہویلی میں گلالئ کی غیر موجودگی کے متعلق استفسار کر رہا ہوں!! کہاں ہے وہ؟؟۔۔۔۔ احان شاہ کے آدھے ادھورے جملے پہ کاظم شاہ نے اپنا سوال پھر سے دہرایا تھا۔۔

گل بھابھی ہویلی میں نہیں ہیں! ۔۔۔۔ جواب احان شاہ کی بجائے زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا جو دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے وقفے وقفے سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

گل نہیں بولو اسے!! اسے گل صرف میں بول سکتا ہوں! ۔۔۔۔ احان شاہ اپنا رخ زوریز شاہ کی طرف موڑتا بے حد پوزیسیو انداز میں غرایا تھا۔ زوریز شاہ کی بچت ہو چکی تھی جو اس نے گل کے ساتھ ہمیشہ کی طرح بھابھی لگانا اپنا فرض سمجھا تھا ورنہ اس کے منہ سے صرف گل سن کے وہ شاید نہیں یقیناً اس کا جبڑہ توڑ دیتا۔۔ وہ اپنے بھائی کے منہ سے بھی اپنی بیوی کے لئے "گل" کا لفظ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ صرف اسکی گل تھی، اسکا گلاب، اور اسکا ہی پھول تھی جو اسکے تھوڑے سے پیار پہ کھل جایا کرتی تھی جب کہ اسکی ذرا سی ڈانٹ پہ تب تک مرجھائی مرجھائی سی رہتی تھی جب تک کہ وہ ٹھیک سے منا نہ لیتا۔

بھابھی ہویلی میں نہیں ہیں! ۔۔۔۔ زوریز شاہ نے سنجیدگی سے اپنے جملے کی تصحیح کرتے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنا آپا بیبر واٹھاتے ہوئے اسکے مزید بولنے کا منتظر تھا۔۔

ہویلی میں نہیں ہے تو کہاں ہے وہ؟ کیا تم لوگ نہیں جانتے وہ معصوم سی بچی اسلامباد کے راستوں سے انجان ہے، میں تمہاری اس بات کا کیا مطلب سمجھوں زوریز شاہ؟! ۔۔۔۔ کاظم شاہ فکرمندی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے

غرایا۔۔اسکے پیچھے کیا کیا ہو تا رہا تھا، ایک ہی دن میں خود پہ اتنے دھماکے ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ کو اپنا دماغ مفلوج ہو تا محسوس ہو رہا تھا۔۔اس نے ان نو ماہ میں ہویلی کی خبر صرف اس لئے نہیں رکھی تھی تا کہ اسکا دل واپس پاکستان آنے کے لئے نہ مچلے! وہ انہیں مزید یاد کرتے ہوئے ان سے بات کرنے پہ مجبور نہ ہو! لیکن وہ نہیں جانتا تھا اس نے فون پہ باپ کے ہرٹ اٹیک کی خبر سن کے یوں ہویلی آنا تھا اور یوں ہویلی کے مکینوں نے اس پہ دھماکے پہ دھماکہ کرنا تھا۔۔وہ آسٹریلیا میں صرف اسی وجہ سے اپنے ہویلی کے مکینوں سے غافل رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے پیچھے ہویلی میں اتنے مضبوط مرد ہیں جو اس کے نا ہوتے ہوئے بھی سب کو جوڑ کے رکھے گے لیکن وہ غلط تھا کیونکہ وہ کاظم شاہ کے بغیر ادھورے تھے اور کاظم شاہ ان سب کے بغیر ادھورا تھا وہ سب ایک دوسرے کے مضبوط پلر تھے۔۔کاظم شاہ اس وقت اپنے آسٹریلیا جانے پہ جی بھر کے پچھتا رہا تھا، آخر اسے پاکستان سے جانے کا کیا فائدہ ہوا تھا جب قدم اسے پھر سے اسی ہویلی میں رکھنا تھا؟

مختصراً بتاؤں تو آٹھ ماہ پہلے لالہ نے بھابی (گلالئ) کو ہویلی سے دربدر کرتے ہوئے انیکسی کا رخ یکھایا تھا۔۔اور اس کے دو ماہ بعد یعنی آج سے تقریباً چھ ماہ پہلے شاہ بی بی نے بھابھی کی تذلیل کرتے ہوئے انہیں انیکسی سے بھی دربدر کرتے ہوئے ہویلی کے گیٹ کا رخ دکھایا تھا۔۔زوریز شاہ اپنی آنکھوں کو میچ کے کھولتا کافی ضبط سے صرف اتنا ہی بول سکا تھا۔۔زوریز شاہ کے جملوں پہ احان شاہ نے تھکے تھکے انداز میں اپنا سر شیشے کی کھڑکی کے ساتھ ٹکایا تھا۔زوریز شاہ کے الفاظ سچے تھے لیکن سچ بہت کڑوا تھا، اتنا کڑوا تھا کہ احان شاہ اس سچ کو آج تک ہضم نہیں کر پایا تھا۔۔احان شاہ کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

سٹاپ اٹ پلیز!!!۔۔۔احان شاہ التجائیہ انداز میں گزارش کرتا گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔۔رخ ہنوز کھڑکی کی طرف تھا، اگر وہ ان دونوں کی طرف دیکھ لیتا تو وہ یقیناً اسکا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کے تڑپ جاتے۔۔

وہ مضبوط اور غصے کا بے حد تیز سید زادہ آج ایک دفعہ پھر اپنی ڈکیٹ پٹھانی کو یاد کرتے ہوئے بے آواز رو رہا تھا۔۔احان شاہ کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

مجھے پوری بات بتاؤ!!۔۔۔کاظم شاہ خود کو ہر بات سننے کے لئے تیار کرتا زوریز شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا، البتہ چھوٹی سی معصوم گلالئ کو سوچتے ہوئے اس کا دل ناجانے خوف سے یا فکرمندی سے دھڑک رہا تھا جو اس وقت اسکی ہویلی میں موجود نہیں تھی۔وہ اسے اپنی بہنوں کی طرح مانتا تھا لیکن اس کی ہویلی والوں نے شاید اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا تھا جو کاظم شاہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔۔

آٹھ ماہ پہلے بھابھی نے کھیر بنائی تھی! اور ان کا کھیر بنانا ہی ان کا جرم تھا جس پہ بنا مکمل تصدیق کئے انہیں مجرم ثابت کیا گیا تھا، بھابھی نے کھیر۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ استہزایا انداز میں احان شاہ کی پشت گھورتا سر جھٹکتے ہوئے کاظم شاہ کو آٹھ ماہ پہلے والا سارا واقع سنا رہا تھا جب گلالئ کی بنائی گئی کھیر کی وجہ سے شاہ بی بی ہاسپٹل پہنچی تھیں اور جب ڈاکٹرز نے ذہر کی تصدیق کی تو احان شاہ کس طرح سے تن فن کرتا ہویلی واپس آیا تھا اور کس طرح سے اس نے پہلے گلالئ پہ تھوڑا سا اعتبار ظاہر کرنے کے بعد اسے اچانک سے اپنے الفاظ سے ہی نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی ذلیل کیا تھا، وہ کاظم شاہ کو ایک ایک بات بتا رہا تھا جس طرح سے اس نے گل کو کھینچ کے تھپڑ مارتے اسے گھسیٹ کے ہویلی سے نکالنا چاہا تھا لیکن اس معصوم نے آخر پہ مہلت مانگی بھی تھی تو کس چیز کی؟ کہ کیا وہ پردہ کرلے؟؟۔۔۔زوریز شاہ کا ایک ایک لفظ احان شاہ کے دل میں کسی تیر کی طرح چب رہا تھا، آٹھ ماہ پہلے کا پورا واقعہ کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے چل رہا تھا۔۔زوریز شاہ کے منہ سے یہ سب سنتے ہوئے کاظم شاہ نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں۔۔

تو ثابت ہوا تھا شاہ ہویلی کے ظالم مکینوں نے گلالئ احان شاہ کے ساتھ بھی وہی قصہ دہرایا تھا جو کاظم شاہ کے ساتھ کیا گیا تھا صرف گلالئ پہ بے اعتباری جتانے کا طریقہ کچھ مختلف تھا باقی ان دونوں کو ایک ہی جگہ رکھ کے دل کے مقام پہ چوٹ پہنچائی گئی تھی۔۔ایک کو شوہر نے چوٹ پہنچائی تھی تو دوسرے کو چوٹ پہنچانے والی اسکی اووزی تھی جو آج اس کی بیوی کے عہدے پہ فائز تھی جس نے پوری ہویلی کے سامنے اسکا کردار داغدار کرتے اسکی عزت اچھالی تھی! کاظم شاہ نے یہ سب سوچتے ہوئے غصے سے گہرے گہرے سانس بھرے تھے۔۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ احان شاہ کے لئے کیا الفاظ استعمال کرے یا اسے کس طرح سے دھنکے جس نے اس معصوم پھولوں سی بچی کا اعتبار نہیں کیا تھا۔۔کاظم شاہ کے لئے وہ ایک بچی ہی تو تھی وہ تو ایزل شاہ سے بھی چھ ماہ چھوٹی تھی۔۔

پھر؟۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کو خاموش ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے بات جاری رکھنے کو بولا تھا۔۔

پھر لالہ نے شفیق احمد کو اس لئے سزا دی کہ اس نے نمک حرامی کرتے ہوئے ان کی بیوی کی فرمائش پہ اسے زہر لا کے دیا ہے جبکہ نگہت کو شاہ بی بی کے کہنے پہ زندان کی قید سے آزاد کر دیا گیا تھا کیونکہ شاہ بی بی کا کہنا تھا کہ وہ ان کی وفادار ملازمہ ہے انہیں زہر اگر لالہ کی بیوی نے دیا ہے تو نگہت کی بجائے ان کی بیوی کو زندان میں قید کیا جائے لیکن اللہ جانے لالہ کو اس وقت اپنی بیوی پہ تھوڑا بہت رحم کہاں سے آ گیا تھا جو وہ ان کی بات کی نفی کر گئے ورنہ میں ان سے مزید بے اعتباری ایکسپیٹ کر رہا تھا۔۔۔ زوریز شاہ استہزایا انداز میں سرد لہجے میں بولا تھا، ٹھنڈا برفیلا لہجہ۔۔۔۔

احان شاہ خاموشی سے اسے سنتا اپنا رویہ یاد کر رہا تھا۔۔

تم اس وقت کہاں تھے زوریز شاہ؟۔۔ تم نے ہر چیز کی تصدیق کرتے ہوئے سچ اس کمینے انسان کے منہ پہ کیوں نہیں مارا تھا!! ۔۔۔ کاظم شاہ اپنی انگلی سے احان شاہ کی طرف اشارہ کرتا غصے سے غرایا تھا۔۔

میں حویلی میں نہیں تھا! میں اس وقت خضدار میں تھا! کسی وجہ سے میری واپسی کچھ لیٹ ہو گئی تھی، میں ایک ہفتے بعد حویلی میں واپس آیا تھا اور ہر بات کو چھوٹے شاہ کے منہ سے سننے کے بعد میرا بھی یہی ریکشن تھا جو اس وقت آپ کا ہے! میں نے ایک ایک سی ٹی وی فوٹیج چیک کی تھی لیکن افسوس کچن میں کوئی کیمرہ نہیں تھا جہاں یہ ساری کاروائی کی گئی تھی۔۔ سی سی ٹی وی فوٹیج میں صرف لاؤنج کے مناظر تھے جہاں لالہ نے اپنی بیوی کو ان کا سٹینڈرڈ یاد دلاتے ہوئے ان کا مان غرور سب ایک جھٹکے میں توڑتے ایک ملازمہ کے رونے اور اسکے کچھ وقتی ثبوتوں پہ یقین کرتے بھابھی کو حویلی سے نکالا تھا۔۔ زوریز شاہ کے لہجے میں تکلیف تھی، غصہ تھا اور اس سے بڑھ کر اسکی ہر بات میں احان شاہ کے لئے گہرہ طنز تھا، وہ اب اس سے کم ہی گفتگو کیا کرتا تھا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ اس قدر برا رویہ اپنایا تھا، زوریز شاہ نے اسے بہن کہا ہی نہیں بلکہ مانا بھی تھا، وہ اسے بھابھی اس لئے کہتا تھا کیونکہ وہ رشتے میں اس سے بڑی اور اسکے لئے قابلِ احترام تھی۔۔

خاموش ہو جاؤ زوریز شاہ میرے دل کو کچھ ہو جائے گا!!!!۔۔۔ احان شاہ اب کی بار غم و غصے کی شدت سے اپنے ہاتھ سے اپنا سینہ مسلتے ہوئے گر جا تھا۔۔

اپنی بات جاری رکھو زوریز شاہ!! اچھا ہے اس کے دل کو کچھ ہو ہی جائے جس نے اپنی معصوم بیوی کا دل کرچیوں میں توڑا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ بھی جو ابا غراتا ہوا احان شاہ کی طرف سے پشت کر چکا تھا، اس پہ غصہ بھی تھا لیکن اس کی دیوانوں سی ٹوٹی بکھری حالت بھی نہیں دیکھی جا رہی تھی۔۔

اپنی بات کو ایک بار پھر سے مختصر کر کے آپ کو حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں جو اس پورے واقعے سے مختلف تھی! دل تھام کے سنیئے گا مجھے بھی اسی طرح سے دھچکا لگا تھا جس طرح سے ابھی آپ کو دھچکا لگے گا! زوریز شاہ استہزایا انداز میں ہنستے ہوئے بولا تھا، کاظم شاہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تھا۔۔

شاہ بی بی نے خود کو خود ہی نگہت کے ذریعے زہر دلوایا تھا اور اس طرح سے دلوایا تھا کہ الزام سارا بھابھی پہ آئے! تاکہ لالہ بھابھی پہ بے اعتباری کرتے ہوئے انہیں طلاق دے کے ان کی نواسی میرال آپی سے شادی کر لیں!!

انہوں نے نگہت کو کہتے ہوئے ایک کم ڈوز والا زہر منگوایا تھا جو عمر کے اس حصے میں ان پہ زیادہ نہیں صرف تھوڑا بہت اثر کرے اور ان کی جان بچ جائے لیکن افسوس! ٹھیک کہتے ہیں کسی کے لئے کچھ برا سوچو تو خود کے ساتھ ہی برا ہوتا ہے! ہوا کچھ یوں کہ شفیق احمد نگہت کے کہے گئے کم ڈوز پوائزن کو لانے کی بجائے غلطی سے کوئی ہائی ڈوز پوائزن اللیگل طریقے سے خرید لایا تھا جس کی وجہ سے شاہ بی بی کا معدہ اچھا خاصہ متاثر ہوا تھا لیکن خوش قسمتی سے وہ بروقت واش کر دیا گیا تھا ورنہ اپنی لاڈلی نواسی کی شادی اپنے لاڈلے پوتے سے کرواتے ہوئے ان کی جان بھی جا سکتی تھی!!

اصل میں اتنا سمجھ لیں شفیق احمد اور نگہت شاہ بی بی کے خریدے گئے غلام تھے جنہوں نے بھابھی کو اس حویلی سے نکلوانے کے لئے پیسوں کے عوض ان کا ساتھ دیا تھا۔۔زوریز شاہ کے الفاظ تھے یا کوئی پگلا ہوا سیسہ جو وہ کاظم شاہ کے کانوں میں انڈھیل رہا تھا۔کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھیں بے یقین ہوئی تھیں، آخر شاہ بی بی احان شاہ اور میرال کی شادی کروانے کے لئے اس قدر کیسے گر سکتی تھیں؟ وہ کیسے ایک نازک سی چھوٹی سی لڑکی کے لئے اتنا برا سوچ سکتی تھیں جس میں ان کے پوتے کی خوشی تھی! تو بات یہ تھی کہ شاہ بی بی کو احان شاہ سے زیادہ میرال شاہ عزیز تھی انہیں احان شاہ کی خوشی سے زیادہ اپنی نواسی کی خوشی عزیز تھی جو شروع سے ان کے پوتے احان شاہ سے شادی کی خواہشمند تھی اور اس سے بھی زیادہ شاہ بی بی کو اپنی خوشی عزیز تھی کیونکہ انہوں نے ہمیشہ سے احان کے لئے میرال کو لے کے سوچا تھا اور اس بات سے سب واقف تھے۔۔زوریز شاہ کی باتیں سنتے ہوئے احان شاہ نے اپنے ہاتھ کا مکا بنا

کے زور زور سے شیشے کی کھڑکی پہ مارا تھا۔۔وہ بار ہا اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے کھڑکی پہ مارتا اسے زخمی کرتا رہا تھا۔۔شیشہ تڑخنے کی آواز پہ زوریز شاہ اور کاظم شاہ نے بے ساختہ رخ موڑتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت کسی ناکام عاشق کی طرح خود کو سزا دے رہا تھا۔۔احان شاہ کے ہاتھ سے خون نکلتے دیکھ کے کاظم شاہ کے قدم خود بخود احان شاہ کی طرف بڑھے تھے۔۔احان شاہ کے ہاتھ سے خون بل بل زمین پہ گر رہا تھا لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا وہ بے دردی سے خود کو نقصان پہنچاتا غصے سے چیخ رہا تھا۔۔

پاگل ہو چکا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے دھاڑتے ہوئے احان شاہ کا زخمی ہاتھ تھاما تھا۔۔

ہاں میں پاگل ہوں! میں بہت برا ہوں! مجھے اکیلا چھوڑ دو سب! میں اسی لائق ہوں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دیا جائے!! مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔احان شاہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتا غصے سے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ دھاڑا تھا لیکن کاظم شاہ کے ہاتھ کی مضبوط گرفت کی وجہ سے وہ اپنی ہاتھ نہیں چھڑوا پایا تھا۔۔کاظم شاہ خاموشی سے اسکے تکلیف سے سرخ ہوتے چہرے کی طرف دیکھتا خون روکنے کی غرض سے اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبا رہا تھا، ایک طرف اسکی حالت پہ ترس آ رہا تھا تو دوسری طرف گلا لئی کا سوچتے ہوئے کاظم شاہ کو احان شاہ پہ شدید غصہ بھی تھا۔۔

اس فوجی (زوریز شاہ) کو بول نا یہ میری گل کو ڈھونڈ دے!! میں قسم کھاتا ہوں اسے پھول کے ساتھ لگے کانٹے جتنی تکلیف بھی نہیں دوں گا!!۔۔۔جب احان شاہ اپنا ہاتھ چھڑوانے میں ناکام رہا تو بالآخر کاظم شاہ کے گلے سے لگتا اذیت سے بولا تھا۔۔وہ جو دھاڑتا ہوا ایک منٹ پہلے اس سے بول رہا تھا کہ اسے اکیلا چھوڑ دے اب خود ہی کچھ دیر سکون لینے کی خاطر خود اسکے گلے سے لگ چکا تھا۔۔

کیا فائدہ اس کے میجر ہونے کا اگر یہ میری پٹھانی کو ہی نہ ڈھونڈ پائے!! لعنت ہے تجھ پہ اور تیری اس پوسٹ پہ!!۔۔۔احان شاہ پہلے کاظم شاہ سے بچوں کی طرف شکوہ کرتا اپنا آخری جملہ زوریز شاہ کو دیکھ کے غصے سے بولا تھا جس نے اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گہری سانس خارج کی تھی۔۔

سب سے بڑا لعنتی تو تو ہے جس نے اپنی ہی بیوی کو اپنی قید سے آزاد کیا تھا!! بے اعتباری دیکھانی بھی تھی تو چار دیواری میں دیکھالیتا، بے غیرتوں کی طرح اسے ہویلی سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی؟؟ کاظم شاہ جواباً احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بولا تھا۔۔

اپنا کیوں بھول رہا ہے؟ تو بھی تو اپنی ضد پہ ڈٹ کے بے غیرت بنتا ہوا میری بہن کو اکیلا چھوڑ کے آسٹریلیا گیا تھا نا! بے غیرتوں کی طرح ہویلی سے جانے کی کیا ضرورت تھی؟! نتیجہ کیا نکلا؟ تو بھی بے غیرت اور میں بھی بے غیرت!!۔۔۔ کاشاہ کے روعب جھاڑنے پہ احان شاہ غصے سے دھاڑتا ہوا اس سے دور ہوا تھا۔۔ وہ اس صورتحال میں بھی کاظم شاہ کو کسی صورت نہیں بخشنا چاہتا تھا کیونکہ روعب جھاڑنا ہمیشہ سے احان شاہ کا کام رہا تھا، کاظم شاہ تو ہمیشہ اسکی غلط بات پہ بھی اسے نرمی سے سمجھاتا تھا۔ اسکے جواب پہ اتنی سیریس سیچویشن میں بھی زوریز شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی جبکہ کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے غصے سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو بات کا رخ اسکی طرف موڑ چکا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پہ اتنا غصہ اور سرد تاثرات دیکھ کے زوریز شاہ ہنس کے اپنی موت کو دعوت بالکل نہیں دینا چاہتا تھا۔۔

تیری بتیسی کیوں نکل رہی ہے؟ تو ہم دونوں سے بھی بڑا بے غیرت ہے جس سے میرا ایک چھوٹا سا کام نہیں ہو رہا!!۔۔۔ زوریز شاہ کو اپنی ہنسی ضبط کرتے دیکھ کے احان شاہ اسکی طرف انگلی سے اشارہ کرتا غصے سے دھاڑا تھا، احان شاہ کا غصیلا انداز اس وقت کافی کیوٹ تھا وہ اپنی اداسی اور ازیت چھپانے کے لئے جیسے ان دونوں پہ بلاوجہ اپنا غصہ اتار رہا تھا۔۔

اگر مجھے بھابھی مل بھی جائیں گی نا لالہ میں پھر بھی آپ کو نہیں بتاؤں گا!! ۔۔۔ زوریز شاہ ایک دم سے اپنے تاثرات سنجیدہ کرتا سپاٹ لہجے میں بولتا ہوا اسکے کمرے سے جا چکا تھا۔ اور اس نے یہ بات سچے دل سے کی تھی وہ حقیقتاً ایسا کر رہا تھا یا کرے کا مزید ارادہ رکھتا تھا۔۔

بے غیرت انسان اب مجھے اپنی رخصتی رچا کے دیکھائی!! تیری ٹانگیں توڑ کے تجھے ساری زندگی کے لئے بیڈ پہ لٹادوں گا لیکن تیری رخصتی نہیں ہونے دوں گا! اور تو دیکھ میں ابھی بابا جان کو تیری آرمی کی پوسٹ کا بتا۔۔۔ ابھی احان شاہ، زوریز شاہ کی بات پہ غصے سے دھاڑتا ہوا اسے ہمیشہ والی دھمکی لگاتا جب کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے

ہوئے اسکے لبوں پہ ہولے سے مکا جھڑتے اس کی زبان بند کروائی تھی۔ جو غصے میں ہمیشہ سپیکر پھاڑ کے چیختا آس پاس کا ہوش بھول جایا کرتا تھا۔۔ احان شاہ کو جب بھی زوریز شاہ پہ غصہ آتا تھا وہ اسے ہمیشہ ایک ہی دھمکی لگایا کرتا تھا کہ وہ ابھی بابا جان کو اسکے آرمی سے تعلقات کے متعلق سب بتادے گا کیونکہ وہ ایسا ہی تھا غصے میں ہر کسی کو ایکسپوز کرنے والا لیکن زوریز شاہ کے ساتھ کئے گئے ایک وعدے نے اس کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور زبان کو لگام ڈالی ہوئی تھی، زوریز شاہ خود ہی کسی اچھے سے وقت پہ اپنے باپ، دادا کو یہ سرپرائز دینا چاہتا تھا لیکن وہ احان شاہ ہی کیا جو غصے میں کسی کا سرپرائز برباد کرتے ہوئے اسے سب کی نظروں میں مشقوق ثابت نہ کرے؟۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔ ایپسوڈ 68

از قلم۔۔۔۔۔۔ علیشے خان

احان شاہ ہر رات کی طرح اس وقت بھی اپنے کمرے کے ٹیرس پہ کھڑا انیکسی پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے۔ اندھیری رات تھی! بارش اپنے زوروں پہ تھی۔ بارش کے قطروں کی ٹھنڈی پھوار احان شاہ کے پورے وجود پہ گر رہی تھی لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا، وہ بے حسی سے اس تیز بارش میں کھڑا انیکسی کے چھت کو دیکھتا جا رہا تھا جیسے وہ ابھی چھت پہ آ کے اسے دیکھ کے ہاتھ ہلائے گی کسی ڈرامے یا فلم کی ہیروئن کی طرح!

ہر رات ٹیرس پہ یوں ہی کھڑے ہو کے گزارنا پچھلے دو ماہ سے احان شاہ کا معمول بن چکا تھا۔ اس نے پچھلے دو ماہ سے اپنی گل کی ایک جھلک تک نہیں دیکھی تھی! اگر جو احان شاہ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ آج کے بعد ان کی حویلی میں قدم نہیں رکھے گی تو اسکی ضدی پٹھانی نے واقعی ہی یہاں قدم نہیں رکھا تھا۔ وہ کیوں اتنی ضدی تھی؟ اسکی ضد کا سوچ سوچ کے احان شاہ کا غصہ ہمیشہ ساتویں آسمان پہ پہنچتا تھا جس نے اتنی بڑی غلطی کر کے ایک دفعہ بھی معافی مانگنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ احان شاہ کو خود پہ غصہ آتا تھا جو سونے کی بجائے اسے یاد کرتے ہوئے اپنی راتیں برباد کرتا تھا۔۔ اگر جو کبھی وہ بیڈ پہ لیٹ بھی جاتا تو اگلا لئی کے ساتھ گزاری گئی ایک ایک رات کا منظر اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا جاتا۔ دونوں ہی انا کے پکے تھے دونوں نے ان دو ماہ میں ایک دفعہ بھی ایک دوسرے کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، نہ اس نے حویلی آ کے دیکھا تھا تو نہ اس نے انیکسی تک جا کے اسے دیکھا تھا۔۔ وہ تو چھت پہ آنا بھی چھوڑ چکی تھی ورنہ رخصتی

سے پہلے وہ اپنی ہر رات چھت پہ برفیلی ہواؤں میں ٹھٹھرتی ہوئی گزار دیا کرتی تھی لیکن اب شاید وہ جان چکی تھی کہ وہ اپنے ٹیرس پہ کھڑا ہو کے اس کے ایک دیدار کے لئے تڑپتا ہے، اسی لئے تو وہ ظالم بنی اسے تڑپاتی نا جانے کس کونے کھدرے میں چھپی رہتی تھی۔ پورے دو ماہ ہوئے تھے جو احان شاہ نے اپنی محرم اپنی حلال بیوی کو ایک ہویلی میں رہتے ہوئے چھونا تو دور دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ انا محبت پہ غالب آچکی تھی۔ اور جس محبت پہ انا غالب آجائے تو سمجھ جاؤ انا کی اس جنگ میں سب سے پہلے دل ٹوٹے گا، پھر گھر اور پھر انسان پورا کا پورا ٹوٹ جائے گا۔ اور ایسا ہی احان شاہ اور گلالئ کے ساتھ ہو رہا تھا وہ دونوں انا کی جنگ تو جیت رہے تھے لیکن ایک دوسرے کے لئے تڑپتے ہوئے بری طرح سے نڈھال ہو رہے تھے۔۔

گلالئ رات کے آدھے پہر انیکسی کے صحن میں کھڑی اداسی سے اس تیز طوفانی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ زرتاج اماں دوپہر تین بجے سے اپنی کسی پرانی دوست کے گھر میلاد پہ گئی ہوئی تھیں اور اب رات کے دو بج رہے تھے وہ ابھی تک انیکسی واپس نہیں آئی تھیں۔ گلالئ رات کے اس پہر انیکسی میں بالکل نہیں ڈر رہی تھی وہ اب ڈرپوک سی گلالئ نہیں رہی تھی جو اووزی کی بلی کو دور سے دیکھ کے ڈر جایا کرتی تھی، وہ اب گھپ اندھیرے میں کتنی کتنی دیر بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے پہ اپنی نظریں جمائے رکھتی تھی۔ اس کی پوری پوری رات صحن کے کسی کونے کھدرے میں گزرا کرتی تھی، وہ اپنے کمرے میں کم ہی بیٹھتی تھی کیونکہ کمرے میں اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا، وہ اب گھپ اندھیرے اور کھلی ہواؤں میں رہنے کی عادی بن چکی تھی، گھپ اندھیرے میں تھوڑا بہت سانس جو گھٹتا تھا وہ ہواؤں کی وجہ سے بحال ہو جایا کرتا تھا، جبکہ کمرے میں اسے شدید آکسیجن کی کمی محسوس ہوتی تھی کیونکہ کمرا ہوادار نہیں تھا جہاں وہ کھل کے سانس لے سکتی اور نہ ہی اسکے کمرے میں اسکا سیدزادہ تھا جو اسکے سانسیں رکنے پہ اسے اپنی سانسیں فراہم کرتا۔۔ وہ پورا پورا دن اپنے گھٹنوں پہ سر ٹکا کے گزار دیا کرتی تھی، زرتاج اماں کتنی ہی بار اس سے کوئی بات شروع کرتی لیکن وہ ہاں یا ناں میں جواب دیتی مکمل خاموشی سادھ جایا کرتی تھی۔۔ اسے اب زیادہ بولنا، نخرے کرنا اور ضد کرنا پسند نہیں رہا تھا، وہ اب خاموش رہنا زیادہ پسند کرتی تھی۔ زرتاج اماں آئے روز اپنی خوبصورت بچی کی نظر اتارتی رہتی تھیں جس کی خوشیوں کو نا جانے کس کی نظر بد لگ چکی تھی۔ وہ جو احان شاہ کی قربت اسکی محبت اور یہاں تک

کے اسے دور سے دیکھ کے ہی گلاب کی طرح کھل جایا کرتی تھی آج اسکے اس گلابیاں بکھیرتے حسن کو نظر لگ چکی تھی۔ وہ اب کتنے کتنے دن بیمار رہا کرتی تھی لیکن اپنی زبان سے کبھی نہیں بتاتی تھی کہ وہ بیمار ہے۔۔ زرتاج اماں جو اسکی خوشیوں کو دیکھ دیکھ کے جی رہی تھیں اپنی بیٹی کے مرجھائے چہرے کو دیکھ کے وہ بالآخر بین ڈال کے رونا شروع کر دیتی یا نگہت کو بد دعائیں دیتی رہتی جس نے ان کی بیٹی کا ہنستا کھیلتا گھر منٹوں میں برباد کیا تھا۔۔ زرتاج اماں اب حویلی سے آیا راشن بھی نہیں لیا کرتی تھیں، وہ اکبر خان کو منع کر چکی تھیں کہ شاہ صاحب (احان شاہ) کو بول دے وہ اپنی بیٹی کا خرچہ خود اٹھا سکتی ہیں! ان کے پاس اتنی جمع ہو نجھی تو تھی کہ وہ اپنی ایک بیٹی کو پال پوس سکتی! لیکن منع کرنے کے باوجود راشن آنا بند نہیں ہوا تھا! زرتاج اماں اکیلی تھیں، گلالئ کے علاوہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا سوائے چند ایک دوستوں کے۔۔ اگر ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہوتا تو وہ کبھی بھی اس ہویلی کی انیکسی میں قیام نہ کرتی بلکہ اپنی گل کو یہاں سے لے کے کہیں دور چلی جاتیں! لیکن وہ زمانے سے ڈرتی تھیں، اسی لئے خاموشی سادھے یہی قیام پذیر تھیں اور کچھ احان شاہ کا رعب و دبدبہ تھا چاہے کچھ بھی ہو جاتا وہ اپنے نام کی عورت اپنی بیوی کو کبھی بھی اس حویلی سے نکلنے نہ دیتا، وہ چاہے اسے اپنی رہائش گاہ سے نکال چکا تھا لیکن تھی تو وہ ابھی بھی اسکی ہویلی کی انیکسی میں ہی! اگر احان شاہ کو اسے حویلی سے ہی نکالنا ہوتا تو وہ اسے لاؤنج کے ہی نہیں بلکہ حویلی کے دروازے سے نکال باہر کرتا۔۔

گلالئ بارش میں بھیگ رہی تھی جب انیکسی کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی لیکن گلالئ دستک پہ دھیان دینے کی بجائے ہنوز اپنی سوچوں میں گم رہی۔ دروازے پہ کافی دیر تک دستک ہوتی رہی تھی لیکن وہ شاید اپنی سوچوں کا تسلسل نہیں توڑنا چاہتی تھی اسی لئے بارش میں بھیگتی آنسو بہاتی رہی۔۔ اب کی بار دستک کی آواز پہلے سے تیز ہوئی تھی جس پہ گلالئ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔۔ وہ غائب دماغی سے انیکسی کے بجتے دروازے کو دیکھتی آگے کی طرف بڑھی تھی، اسے خود پہ حیرت ہوئی تھی جو وہ پچھلے دو سے تین گھنٹوں سے بے حس و حرکت بارش میں بھیگتی رہی تھی، اب تو کھڑے رہ رہ کے ٹانگیں بھی اکڑ چکی تھیں، تھوڑا سا چلنے پہ ہی ٹانگیں دکھ رہی تھیں، گلالئ کو حیرانگی ہوئی تھی زرتاج اماں دوپہر کی گئی ابھی تک حویلی واپس کیوں نہیں آئی ہیں؟ لیکن پھر دروازے پہ مسلسل ہوتی دستک کی آواز سنتی وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اب انیکسی کے دروازے کی کنڈی کھول رہی تھی اور یہی اسکی سب سے بڑی غلطی تھی کہ وہ زرتاج اماں کی دستک پہچانے بغیر ہی دروازہ کھول رہی تھی۔۔ زرتاج اماں جب بھی دروازے پہ دستک دیتی تھیں

وہ اسکا نام ضرور پکارا کرتی تھیں، لیکن اب دستک پچھلے پانچ سے سات منٹ سے ہو رہی تھی لیکن دروازے کے اس پار کھڑے وجود نے ایک دفعہ بھی اسکا نام نہیں پکارا تھا۔ گلالئ غائب دماغی سے انیکسی کی کنڈی کھول تو چکی تھی لیکن سامنے کھڑے بشارت علی (ملازم) کو شاطر مسکراہٹ سے اپنی طرف دیکھتا پا کے گلالئ کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے ساری سوچیں بھک سے اڑی تھیں۔ بشارت علی کی حباثت سے بھرپور نگاہیں اس اندھیرے میں بھی گلالئ کو اپنے وجود کے اندر گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، طوفانی بارش کی وجہ سے انیکسی کی لائٹ بار بار اجا رہی تھی، صرف بجلی گرجنے کی وجہ سے وقفے وقفے سے تھوڑی بہت روشنی ہو رہی تھی۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ اس۔۔۔ وقت۔۔۔ گلالئ جلدی سے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھکتی خوف سے بولتے ہوئے دروازہ بند کرنے ہی والی تھی جب بشارت علی نے جلدی سے انیکسی کے دروازے پہ ہاتھ رکھتے اسے ایسا کرنے سے بعض کیا تھا۔۔ انیکسی کا دروازہ پورچ سے کچھ ترچھی طرف تھا اور اس پہ تضاد اندھیری رات کی وجہ سے انیکسی کی طرف گھپ اندھیرا تھا، کوئی بھی دور سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ انیکسی کی طرف کیا ہو رہا ہے۔

ہاں مجھے تمہاری زرتاج اماں نے بھیجا ہے! ۔۔۔۔ بشارت علی، گلالئ کے چادر سے ڈھکے چہرے پہ اپنی غلیظ نظریں جمائے خباثت سے بولتا اپنا ایک قدم انیکسی میں داخل کر چکا تھا۔۔ اسے اندر آتے دیکھ کے گلالئ نے ہولے سے چیخ مارتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دروازہ بند کرنا چاہا تھا لیکن بشارت علی اسکی نازک کلائی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں جکڑتا اسکے منہ پہ اپنا دوسرا ہاتھ رکھتے ہوئے جلدی سے اندر داخل ہوا تھا۔۔ گلالئ کو آج پہلی بار کسی نامحرم نے یوں چھوا تھا۔۔ گلالئ کا پورا وجود اس وقت بری طرح سے کپکپا رہا تھا۔۔ گلالئ چیخنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکے منہ پہ بشارت علی کا دھرا ہاتھ اسکی چیخیں دبانے کا باعث بن رہا تھا۔۔ گلالئ کو اپنی گرفت میں مچلتے دیکھ کے بشارت علی حباثت سے بھرپور قہقہ لگاتے انیکسی کے دروازے کو زور سے بند کرتا کنڈی لگا چکا تھا، گلالئ کو اپنی دھڑکنیں سست پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ اپنی پوری قوت لگا کے بھی بشارت علی سے آزاد نہیں ہو پا رہی تھی جو اپنے ایک ہاتھ سے اسکی نازک کمر کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھے۔۔

احان شاہ جو کب سے انیکسی کے چھت پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا، اچانک سے اسکی نظروں کا مرکز انیکسی کا دروازہ بنا تھا، اندھیرے میں کچھ بھی اندازہ لگانا مشکل تھا لیکن جس طرح سے انیکسی کا دروازہ رات کے اس وقت

زور سے بند ہوا تھا، اس سے احان شاہ کا شش و پنج میں مبتلا ہونا بنتا تھا لیکن پھر وہم سا ہوا تھا کہ شاید تیز بارش اور ہوا کی وجہ سے دروازہ شور کر رہا ہو۔۔

لیکن اس وقت انیکسی کا دروازہ کھلا کیوں ہے اور جس نے کھولا ہے؟ کیا دروازے پہ کنڈی نہیں تھی؟ اگر نہیں تھی تو کیوں نہیں تھی؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے پر سوچ نظروں سے انیکسی کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔۔ چاہے اندھیرے میں نظر کچھ نہیں آرہا تھا لیکن انیکسی کے زور سے بند ہوتے دروازے کی آواز احان شاہ نے خود اپنے کانوں سے سنی تھی، ملازموں کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں تھی شاید اسی لئے وہ لوگ اس طرف نہیں بڑھے تھے۔۔

چھوڑو مجھے!!۔۔۔۔۔ گلالئ ہمت کر کے بشارت علی کے ہاتھ پہ دانت گاڑ کے اپنی پوری زور آزمائی سے اس دور ہونے کی کوشش کرتی غرا رہی تھی لیکن بدلے میں بشارت علی نے اپنے ہاتھ پہ تکلیف محسوس کرتے ہوئے زوردار تھپڑ گلالئ کے نرم و نازک گال پہ جھڑا تھا، پردہ تو ویسے بھی اس کھینچا تانی میں پہلے ہی بے ترتیب ہو چکا تھا۔ گلالئ اسکے بھاری تھپڑ پہ زمین بوس ہوتے ہوتے بچی تھی، وہ جلدی سے اپنے گرتے وجود کو سنبھالتی دروازے کی طرف بھاگی تھی، گلالئ نے اپنے ہاتھ تیزی سے چلاتے دروازے کی کنڈھی کھولی ہی تھی جب بشارت علی نے اسکی اتنی جرات پہ آگے بڑھتے ہوئے زور سے دروازہ بند کرتے گلالئ کو ایک دفعہ پھر سے زوردار تھپڑ جھڑا تھا۔۔ اب کی بار دروازہ بند ہونے کی آواز پہلے سے بھی زیادہ تھی، احان شاہ کے ساتھ ساتھ ملازموں کے بھی کان کھڑے ہوئے تھے۔۔ اکبر خان اور اسکے ساتھ ایک دو ملازم ٹارچ پکڑتے ہوئے تیزی سے انیکسی کی طرف بڑھے تھے، چاہے انہیں وہاں جانے کا حکم نہیں تھا، لیکن اس وقت صورتحال ہی ایسی لگ رہی تھی کہ ملازم خود کو انیکسی کی طرف جانے سے روک نہیں پا رہے تھے کیونکہ ملازموں کے کانوں تک گلالئ کی ہلکی ہلکی چیخوں کی آواز با آسانی پہنچی تھی۔ اپنے ٹیرس پہ کھڑا احان شاہ اپنی ناراضی، غصے اور تکلیف کو بھاڑ میں جھوکتا تقریباً بھاگنے والے انداز میں اپنے کمرے سے نکلا تھا، اس کے کانوں تک گلالئ کی چیخوں کی تو نہیں البتہ دروازہ بند ہونے کی آواز ایک نہیں بلکہ دو دفعہ آئی تھی، بھیگتی بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس احان شاہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا اونچ سے نکلا تھا۔ احان شاہ کے چہرے پہ اس وقت بے حد پریشانی تھی۔۔ رات کے اس وقت کون انیکسی میں داخل ہو سکتا تھا؟ احان شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

توکل کی چھوکری میرے ساتھ زور آزمائی کرے گی؟۔۔۔بشارت علی اپنے سامنے کھڑی نازک سی گلالئی کا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں زور سے دبوچتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا اسکے منہ سے اتنی گندی بدبو محسوس کرتے ہوئے گلالئی اپنا سانس تک روک گئی، گلالئی اس ملازم کا نام نہیں جانتی تھی لیکن اسے آج سے پہلے کئی دفعہ دیکھ چکی تھی۔۔ اسکے لڑکھڑاتے لہجے اور منہ سے اس غلیظ بدبو کو محسوس کرنے کے بعد یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ وہ ملازم اچھے خاصے نشے میں ٹن ہے، اسکے ہاتھ کی سخت گرفت پہ گلالئی کو اپنا جبڑہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا، بارش مزید زور پکڑ چکی تھی۔۔ چھوڑو مجھے! تمہیں خدا کے واسطہ ہے!!۔۔۔گلالئی نے گڑگڑاتے ہوئے اسے خدا کا واسطہ دیا تھا جو اسکی کمر کو سختی سے اپنے ہاتھ میں دبوچتا اب اس کے وجود سے چپکی ہوئی چادر اتار رہا تھا، نازک سی گلالئی اس ہٹے کٹے کالے دیو ہیکل وجود کو خود سے دور نہیں کر پا رہی تھی، اسکے ہاتھوں کو اپنی کمر پہ محسوس کرتے گلالئی کی جان ہوا ہو رہی تھی، اس نے اس وقت اللہ کے بعد اگر کسی کو یاد کیا تھا تو وہ سید احان شاہ تھا جو اسکا محرم سید زادہ تھا۔۔بے بسی سے گلالئی کی آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہتے اسکے عارضوں کا حصہ بن رہے تھے، بشارت علی اس کے وجود سے چادر کھینچ کے اتارتا بجلی گرجنے سے پیدا ہوتی ہلکی سی روشنی میں کافی غور سے اپنی آنکھوں میں خباثت لئے اسکے وجود کا معائنہ کر رہا تھا، اسکی غلیظ نظریں خود پہ محسوس کرتے گلالئی نے اپنے ہاتھوں سے خود کو ڈھانپنے کی کوشش کی تھی۔۔

رکو اکبر خان!! کوئی آگے نہیں بڑھے گا!!۔۔۔احان شاہ جو ابھی ابھی پورچ میں داخل ہوا تھا، ملازموں کو انیکسی تک جاتے دیکھ کے احان شاہ طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔گلالئی کی ہلکی ہلکی چیخیں اب پورچ میں با آسانی سنائی دے رہی تھی، احان شاہ کے دل کو کچھ ہو رہا تھا، احان شاہ کے ایک حکم پہ اکبر خان اور باقی کے ملازم تیزی سے اپنے قدم روک گئے۔احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے شدید غصے سے اکبر خان کے ہاتھ سے ٹارچ پکڑتے دوسرے ہاتھ سے اسکے یونیفارم کے ساتھ لگی پسٹل کو کھینچ کے نکالا تھا۔۔احان شاہ کا بارش سے بھیگتا چہرہ اس وقت غیض و غضب سے سرخ تھا۔۔وہ بنا کسی دیری کے انیکسی کے دروازے کی طرف بڑھا تھا، احان شاہ نے زور سے دروازے پہ ہاتھ مارتے ہوئے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن لوہے کے دروازے کو اندر سے کنڈی لگائی گئی تھی۔

گل!!!۔۔۔گلالئ کی چیخوں کو سنتے ہوئے احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسے آواز دی تھی۔۔وہ آج پورے دوماہ بعد اسکا نام پکار رہا تھا، احان شاہ کا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا، کسی انہونی کے احساس سے احان شاہ کو اس وقت کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔۔

گلالئ جو روتے بلکتے ہوئے اپنے محرم سید زادے کو یاد کرتی اللہ سے اپنی عزت کی حفاظت کی دعائیں مانگ رہی تھی، احان شاہ کی بھاری آواز سنتے ہوئے گلالئ نے روتے ہوئے اپنی آنکھیں زور سے میچی تھی، بشارت علی جو اس وقت اچھے خاصے نشے میں تھا، وہ احان شاہ کی آواز کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا اب گلالئ کی آستین پہ اپنے ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔

ش۔شا۔۔شاہ۔۔۔گلالئ نے خوف سے لرزتے ہوئے بلند آواز میں احان شاہ کو پکارتے خود کو اس غلیظ انسان سے بچانا چاہا تھا جو اسکے وجود کو ہوس بھری نگاہوں سے دیکھتا اسکی کالی قمیض کا آستین اپنے ہاتھوں سے چیڑ چکا تھا۔۔گلالئ کی روتی بلکتی آواز سنتے ہوئے دروازے کے اس پار کھڑے احان شاہ کو لگا اسکا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہوتا ابھی سینے سے باہر نکل آئے گا!گلالئ کو چیختے دیکھ کے بشارت علی غصے سے اسکے لبوں پہ اپنا بھاری ہاتھ رکھتا اسکی چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔۔

گلالئ کی روتی بلکتی آواز کو سننے کے بعد احان شاہ مزید دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے ٹارچ اور پسٹل کو اپنی بلٹ کے ساتھ اٹکاتا ٹارچ کو اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے انیکسی کی سائیڈ دیوار کی طرف بڑھا تھا، جو زیادہ لمبی نہیں تھی تو زیادہ چھوٹی بھی نہیں تھی، یہ دیوار عبور کرنا احان شاہ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کیونکہ ہارون شاہ جب کاظم شاہ اور احان شاہ کو ان کی چڑھتی جوانی کے دنوں میں کسی نہ کسی بات پہ غصہ ہو کے حویلی سے نکال دیا کرتے تھے تو وہ رات کے وقت یوں ہی حویلی کی دیواروں کو پھلانگ کے اندر داخل ہوا کرتے تھے جس طرح سے ابھی لمبا چوڑا احان شاہ انیکسی کی دیوار پھلانگتا ہوا انیکسی کے صحن میں چھلانگ لگاتے ہوئے اترا تھا۔۔صحن میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اب تو گلالئ کی چیخوں کی آواز آنا بھی بند ہو چکی تھی۔۔

گل!!۔۔۔احان شاہ نے اپنی بیلٹ کے ساتھ لگی ٹارچ کو نکالتے ہوئے دیوانوں کی طرح گلالئ کو پکارا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔اپنے ہونٹوں پہ بشارت علی کا ہاتھ دیکھتے ہوئے وہ چاہ کے بھی احان شاہ کو جواب نہیں دے پا رہی تھی،

بشارت علی اسے گھسیٹ کے واشروم کی پچھلی سائیڈ کی طرف لا چکا تھا۔۔ گلالئ اپنے ہاتھوں پیروں کا مسلسل استعمال کرتی اسے خود کو چھونے سے بعض رکھ رہی تھی لیکن بشارت علی اسے اپنے غلیظ ہاتھوں سے چھونے سے بعض نہیں آ رہا تھا، البتہ احان شاہ کی آوازوں کو سنتے ہوئے وہ اتنے نشے میں بھی بار بار گردن موڑ کے اسے دیکھتا ضرور تھا لیکن وہ اس طرف نہیں تھا۔۔

احان شاہ نے انیکسی کے صحن میں چاروں طرف ٹارچ گھماتے ہوئے گلالئ کو دیوانوں کی طرح آوازیں لگائی تھیں، لیکن وہ اسکی پکار کا جواب نہیں دے رہی تھی، احان شاہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا تیزی سے اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن اس کمرہ بالکل خالی تھا اور اس سے بھی حیران کن بات یہ تھی کہ زرتاج اماں کا کمرہ بھی اس وقت بالکل خالی تھا۔۔ احان شاہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ شدید پریشان بھی ہوا تھا۔۔ احان شاہ کے قدم اب انیکسی کے واشروم کی طرف بڑھے تھے۔۔

گل میری جان کہاں ہو تم!!۔۔۔۔۔۔ گلالئ کو کہیں بھی نا پاتے احان شاہ اپنے لہجے میں بے حد محبت اور بے بسی لئے فکر مندی سے چلایا تھا۔ احان شاہ کا دل اس وقت کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا، وہ اس وقت صرف اپنی گل کو دیکھنا چاہتا تھا، وہ اسے پوری انیکسی میں ڈھونڈ چکا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھی، احان شاہ کو اپنا دماغ مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، احان شاہ ایک دفعہ پھر سے چاروں طرف ٹارچ گھما ہی رہا تھا جب واشروم کو دیکھتے ہوئے اسکے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا۔۔ احان شاہ کو یاد آیا تھا واشروم کے بالکل پیچھے ایک چھوٹی سی جگہ تھی جسے اس نے ابھی تک چیک نہیں کیا تھا، احان شاہ کے قدم بے ساختہ واشروم کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھے تھے۔۔ گلالئ جو کب سے بن آب مچھلی کی طرح مچلتی ہوئی احان شاہ کو پکارنے کے لئے بے تاب ہو رہی تھی، احان شاہ کے بھاری قدموں کی آواز سنتے ہوئے گلالئ کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں، آنسو مزید تیزی سے اسکی آنکھوں سے پھسلے تھے۔۔

آج بشارت علی تیرے اس جوان قیامت نو خیز وجود کے ساتھ اپنی آگ بجھائے گا! تو تو میری سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے چھوکری! مجھے تو حیرت ہو رہی ہے شاہ صاحب نے اپنی اتنی خوبصورت اور جوان بیوی کو اتنی دیر خود سے الگ کیسے رکھا ہے؟ اگر بیوی تجھ جیسی ہو تو شوہروں کو تو ایک دن میں چھ چھ دفعہ۔۔۔۔۔۔ بشارت علی جو گلالئ کا آستین چیر کے اسکے کندھے پہ زور سے دانت گاڑتا حباثت سے قہقہ لگاتے ہوئے لڑکھڑاتے لہجے میں اپنی غلیظ بات

مکمل کرنے ہی والا تھا، جب کسی کے قدموں کی آواز سنتے ہوئے اس نے جلدی سے گردن موڑتے ہوئے آنے والے کو دیکھا تھا۔۔ آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ سید احان شاہ تھا جس نے اس کے یہ غلیظ الفاظ نا جانے کس دل سے اور کس ضبط سے آنے تھے!، بشارت علی کے سامنے اس وقت حویلی کا سب سے غصیلی اور خطرناک سپوت تھا جو غصے اور جزباتی پن میں خود مرنے یا اگلے کو مارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

بشارت علی!!!!!۔۔۔۔ بشارت کے ہوس بھرے جملے سنتے ہوئے احان شاہ غیض و غضب سے گر جا تھا۔۔ سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے احان شاہ کو اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا، غصے سے احان شاہ کو اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، احان شاہ کی ہری آنکھوں طیش و اشتعال سے سرخ انگارہ ہوئی تھیں۔۔ سامنے بشارت علی اسکی بیوی کی بل کھاتی نازک کمر کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں جکڑے گردن موڑ کے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ اسکا دوسرا ہاتھ گلالئی کے نازک لبوں پہ تھا۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کو اپنے پورے وجود میں چھنگاڑیاں پھوٹتی ہوئی محسوس آئی تھی، احان شاہ کو لگا اسکے پورے وجود پہ چیونٹوں رینگتی ہوئی اسکی کھال نوچ رہی ہوں! یہ منظر بہت تکلیف دہ تھا، احان شاہ اس منظر کو مزید دیکھنے کی ہمت نہ رکھ پایا تو ٹارچ کو زور سے زمین پہ پھینکتے ہوئے آگے کی طرف بڑھا۔۔ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اس قدر شدت سے بشارت علی کی گردن کو اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچ کے اپنی طرف کھینچا تھا کہ بشارت کو لگا ابھی اسکی گردن ٹوٹ کے اس کے دھر سے الگ کر دی جائے گی!! خود پر سے وزن ہٹتے دیکھ کے گلالئی کی سینے میں اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔۔ اپنے پھٹے آستین کو دیکھ کے وہ اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی ازیت سے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر چکی تھی۔ احان شاہ نے بشارت علی کو گلالئی سے دور کرتے ہوئے اسکا سر زور سے دیوار کے ساتھ مارا تھا۔۔ بشارت علی کی چیخیں پوری انیکسی میں گونجی تھی۔۔ گلالئی نے سسکتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت جنونی انداز مین بشارت علی کو اس کونے کھدرے سے گھسیٹ کے لے جاتا باہر صحن کی طرف بڑھا تھا۔ گلالئی اس تیز برستی بارش میں سسکتی ہوئی یہی پہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتی اس کونے میں بیٹھ چکی تھی۔ گلالئی میں اس وقت اپنے بنا چادر کے وجود کو دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، اس غلیظ انسان کے ہاتھوں کا لمس گلالئی کو ہنوز اپنے وجود پہ محسوس ہو رہا تھا۔۔ گلالئی اپنی کمر کو نوچتے ہوئے دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی جہاں اس غلیظ اور وحشی انسان نے اسے حباثت سے چھوا تھا۔۔

تیری اتنی جرات کہ تو سید احان شاہ کی بیوی پہ نظر رکھیں؟ تیری ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیوی کو اپنی ان غلیظ نظروں سے دیکھنے کی؟؟ احان شاہ اسکی نشے سے سرخ ہوتی آنکھوں پہ اپنے مضبوط ہاتھ کے مکے جھڑتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ احان شاہ کے مکوں پہ بشارت علی نے کراہتے ہوئے اپنی آنکھوں پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے، سارا نشہ بھک سے اڑا تھا، وہ اس وقت احان شاہ کی مضبوط گرفت میں تھا جس سے بچ نکلنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔۔ شا۔۔شاہ۔۔صا۔۔صاحب۔۔۔۔بشارت علی نے تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کو ابھی ٹھیک طرح سے پکارا ابھی نہیں تھا جب احان شاہ نے اسکے چہرے پہ زوردار مکا جھڑتے ہوئے اسے زمین بوس کیا تھا۔۔

تیری ہمت کیسے ہوئی یہاں قدم رکھنے کی بشارت علی؟؟۔۔۔ احان شاہ اسکے سینے پہ اپنی بھاری مضبوط ٹانگ رسید کرتے ہوئے جنونی انداز میں حلق کے بل چلایا تھا۔ اسکے الفاظ یاد کرتے ہوئے احان شاہ کو اپنے خون میں ابال اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔

شاہ صاحب۔۔۔ میں۔۔تو۔۔۔بس۔۔مجھے۔۔۔زرتاج۔۔۔باجی۔۔۔نے۔۔بھیجا۔۔۔تھا۔۔۔ احان شاہ کو پسٹل نکالتے دیکھ کے زمین بوس بشارت علی اسکے آگے جلدی سے ہاتھ جوڑتا گڑبڑاتے ہوئے اپنی جھوٹی صفائی دے رہا تھا۔۔

ان ہاتھوں سے چھوا ہے تو نے میری بیوی کو؟؟ اپنے ان غلیظ ناپاک ہاتھوں سے چھوا ہے نا تو نے میری گل کو؟؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کے اپنا دائیاں گھٹنا موڑ کے بشارت علی کے سینے پہ زور سے رکھتا اسکا غلیظ ہاتھ تھامتے ہوئے جنونی انداز میں چلایا تھا۔۔ احان شاہ کے مضبوط گھٹنے کا وزن اپنے سینے پہ محسوس کرتے ہوئے بشارت علی کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ احان شاہ کی گرفت میں ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔۔

شا۔۔شاہ۔۔صاحب۔۔آپ۔۔۔کی۔۔بیوی۔۔۔بارش۔۔۔سے۔۔۔ڈر۔۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔۔میں۔۔تو۔۔۔ بس۔۔۔اسے۔۔۔بشارت علی اپنے چہرے پہ مظلومیت سجائے خوف سے روتے ہوئے ابھی مزید اپنی جھوٹی صفائی دیتا جب احان شاہ نے اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ میں جکڑتے ٹریگر دبایا تھا۔۔ گولی آگ کے شعلے کی طرح بندوق سے نکلتی ہوئی بشارت علی کے ہاتھ میں پیوست ہوئی تھی۔ بشارت علی کی

دل دہلاتی چیخیں انیکسی میں گونجی تھیں۔ وہ اپنے دونوں زخمی ہاتھ کو ایک دوسرے میں تھامتا چیختے ہوئے احان شاہ سے معافیاں مانگ رہا تھا جس کی ہری آنکھوں میں اس وقت بلا کی سرخی تھی۔۔

اپنی اس غلیظ زبان سے تو نے میری گل کے لئے وہ گندے الفاظ بولے تھے نا؟ تیری زبان کیوں نہیں کانپی تھی میری پاکباز گل کے ساتھ اپنے جیسے گندی غلیظ باتیں کرتے ہوئے بشارت علی؟؟!!!۔۔۔ اسے زبان نکال کے چیختے دیکھ کے احان شاہ اسکی زبان کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لپیٹ کے حلق سے کھینچتا اپنی پوری قوت سے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔ بشارت علی اب چیخنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا، اس قدر تکلیف کی تاب نہ لاتے ہوئے بشارت علی کی آنکھیں ساکت ہو چکی تھیں، وہ جانتا تھا احان شاہ سفاک ہے لیکن اس قدر سفاک ہے یہ بشارت علی کو آج معلوم ہوا تھا۔۔ بشارت علی کا پورا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا، وجود ساکت ہو چکا تھا لیکن احان شاہ کا غصہ ابھی بھی نہیں اترا تھا۔۔ وہ اسکی زمین پہ گری زبان کو گھورتا ہوا اب اسکی غلیظ آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جن سے وہ ابھی کچھ دیر پہلے اسکی گل کو خباثت سے دیکھ رہا تھا۔۔ اسکے بھاری بھرکم وجود پہ نظریں پڑتے دیکھ کے احان شاہ کو وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ اسکی نازک سی گل پہ اپنے وجود کا وزن ڈالے اسے دیوار میں گھسیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

چل اب باری ہے تیری ان غلیظ آنکھوں کی جس سے میں کسی دن فارغ ہو کے کنچے کھیلتے ہوئے اپنی بچپن کی یاد تازہ کروں گا!!۔۔۔ بشارت علی کی سانسوں کو ساکت ہوتے دیکھ کے احان شاہ اب اسکی آنکھوں کے ارد گرد اپنی پسٹل گھماتا ریلیکس انداز میں پھولی سانسوں کے درمیان استہزایا انداز میں غرایا تھا۔ بشارت علی کا قصہ تو تمام ہو چکا تھا لیکن احان شاہ کو ابھی اسکی لاش کو بھی مزید سزا دینی تھی۔۔ گل کے پاس جانے کی جلدی بھی تھی لیکن اپنے مجرم کو سزا بھی دینی تھی۔۔ اگر گل سے ابھی ملاقات کرنے چلا جاتا تو یقیناً اپنے اور اپنی گل کے اس مجرم کو مکمل سزا دینے کا موقع ضائع کر دیتا۔ اسی لئے احان شاہ اب اس کے ساکت اور بے جان وجود کو دیکھتا زمین سے کھڑا ہوا تھا۔۔ احان شاہ اب اپنے ہاتھ میں پکڑی بندوق کا رخ بشارت علی کی آنکھوں کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر پہ اپنی انگلی کا زور بڑھا چکا تھا۔ اسکی دونوں آنکھوں کو ضائع کرنے کے بعد احان شاہ نے اپنی پسٹل کا رخ اب بشارت علی کے سینے کی طرف کیا تھا، اور پھر شدید غصے سے پاگل ہوتا احان شاہ بنا کسی دیری کے اپنی پسٹل کی رہی سہی تمام تر گولیاں بشارت علی کی سینے میں اتار چکا تھا۔۔

وقت کم تھا ورنہ قسم خدا کی بشارت علی تیری موت میں اس سے بھی بدتر بنا دیتا!! میری گل کو کوئی چھوئے تو پھر وہ انسان اس روئے زمین پہ زندہ کیسے گھومے ؟احان شاہ مر نہ جائے اپنی اس بے غیرتی پہ ؟۔۔۔احان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل کو بشارت علی کے خون سے رنگے وجود پہ پھینک کے استہزایا انداز میں دھاڑتا ہوا واشروم کی بیگ سائیڈ کی طرف بڑھا تھا جہاں اسکی گل تھی۔۔گلالئ کا سوچتے ہوئے احان شاہ کے قدموں میں تیزی آئی تھی۔بیک سائیڈ کی طرف گھپ اندھیرا تھا، ٹارچ بھی احان شاہ غصے سے زمین پہ پھینک کے توڑ چکا تھا۔احان شاہ نے جلدی سے اپنی جیب سے موبائل ٹٹولتے ہوئے نکالا تھا۔۔

گل!! ۔۔۔احان شاہ نے فون کی ٹارچ آن کرتے ہوئے گلالئ کو پکارا تھا جس کی اب رونے اور سسکنے کی آواز بھی بند ہو چکی تھی۔گلالئ نے اس کی پکار پہ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔بارش ہنوز زوروں سے برس رہی تھی احان شاہ نے اپنے فون کی ٹارچ کا رخ اندازے سے سامنے دیوار کی طرف کیا تھا اور پھر سامنے کا منظر دیکھ کے احان شاہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔میگا ایپسوڈ 69

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

سامنے کا منظر دیکھ کے احان شاہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔سامنے ہی اسکی متاعِ جاں ہوش و حواس سے بیگانہ بے ترتیب حالت میں اوندھے منہ زمین پہ گری ہوئی تھی۔۔اسکے وجود پہ چادر یا دوپٹے کا نام و نشان بھی نہیں تھا، اور اس پہ تضاد اسکے پھٹے ہوئے آستین کو دیکھ کے احان شاہ نے غصے اور اذیت سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

گل!!۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ بے حد پیار سے اسے پکارتا اسکے بالکل قریب گھٹنوں کے بل آ کے بیٹھا تھا۔۔گلالئ کو کہنی سے پکڑ کے سیدھا کرتے ہوئے احان شاہ نے موبائل کی ٹارچ میں اسکے چاند سے خوبصورت چہرے پہ بارش کی گرتی بوندوں کو دیکھا تھا، اسکی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب احان شاہ کی نظریں اسکے چہرے سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھیں۔۔ آج پورے دو ماہ بعد دیدار یار نصیب ہوا تھا، کتنا تڑپا تھا وہ اپنی پٹھانی کے ایک دیدار کے لئے۔۔ لیکن وہ ظالم

تھی جس نے اس کے سامنے نہ آنے کی شاید قسم کھائی ہوئی تھی اور آج دیدار یار ہوا بھی تھا تو کیسے ؟ اسکی ٹوٹی بکھری حالت دیکھتے ہوئے احان شاہ کی آنکھوں میں تکلیف واضح تھی۔۔ نظریں اس کی بند آنکھوں سے ہوتی ہوئی اسکے سوجھے گال کی طرف اٹھی تھیں جس پہ انگلیوں کے نشان واضح تھے۔۔

بشارت علی!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔گلالئ کے گال پہ تھپڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے احان شاہ حلق کے بل چلایا تھا، احان شاہ کی آواز پوری انیکسی میں گونجی تھی۔ وہ پاگل ہوا تھا اسکے گلابی گال پہ ان تھپڑوں کے نشان دیکھ کے۔۔۔

اگر احان شاہ کچھ منٹ لیٹ ہو جاتا یا آج ہویلی ہی نہ آتا تو اس کی پٹھانی کے ساتھ کیا سے کیا ہو جاتا۔ اسکی بیوی اسی کی ہویلی کی چار دیواری میں محفوظ نہ تھی ؟؟ یہ سوچ سوچ کے احان شاہ کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ احان شاہ نے اسکے گال کو اپنی پوروں سے سہلاتے ہوئے جھک کے دیوانوں کی طرح سے اسکے دائیں سوجھے گال کو چوما تھا۔۔

وہ کتنی ہی دیر تک اسکے گال کو چوم کے اس پر سے پانی کی بوندوں کو چنتا رہا تھا۔۔ وہ اب دیوانا وار اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ وہ ابھی اسکی طرف دیکھنے میں مصروف تھا جب اچانک سے بارش نے پہلے سے بھی زیادہ زور پکڑا تھا، بارش کے ساتھ ساتھ طوفانی ہوا میں بھی تیزی آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جاتی جاتی سردی پھر سے واپس آ رہی ہو۔۔ تیز ہوا اور بارش کو محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے جلدی سے گلالئ کی نازک کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔ اسے یونہی اپنی بانہوں میں اٹھائے احان شاہ کا رخ اب گلالئ کے کمرے کی طرف تھا۔

اس دوران احان شاہ نے گل کو کافی دفعہ پکارا تھا لیکن اس نے اپنی آنکھ نہیں کھولی تھی۔۔ احان شاہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا گلالئ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ کمرے کے دروازے تک وہ اپنے دراز قد کی وجہ سے ہمیشہ کی طرح اپنے سر کو کافی جھکا کے اندر داخل ہوا تھا۔۔ کمرے میں پہلے سے ہی ایک لالٹین جلتی روشنی پھیلانے کا سبب بن رہی تھی ۔(لالٹین ایک قسم کی بتی ہے جو شمعدان کی طرح جلتی ہے۔ اس میں مٹی کا تیل پڑتا ہے۔ مٹی کے تیل والے حصے پر شیشا لگا ہوتا ہے جو اسے ہوا میں بھی بجھنے نہیں دیتا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے لے جایا سکتا ہے۔)

احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے گلالئ کو اسکے کمرے میں پڑی اسکی واحد چارپائی پہ لٹایا تھا۔ اسے احتیاط سے چارپائی پہ لٹانے کے بعد احان شاہ اپنا ایک گھٹنہ مور کے گلالئ کے پاس خود کے لئے جگہ بنا کے بیٹھا تھا۔۔ احان شاہ کی نظریں ایک دفعہ پھر سے گلالئ کے چہرے پہ جم چکی تھیں۔۔ لالٹین کی روشنی میں گلالئ کے سردی سے سرخ چہرے پہ پانی

کی بوندیں دیکھتے ہوئے احان شاہ نے جھکتے ہوئے گلالئ کے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ ثبت کرتے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔۔

گل!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھے بند آنکھوں سے اسے پیار سے پکار رہا تھا جو دو ماہ بعد اپنا دیدار کروانے کی بعد بھی خاموش تھی، اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ احان شاہ کو وہ یوں خاموش بالکل پسند نہیں آئی تھی، احان شاہ کو وہ معصوم حرکتیں کرتی، معصوم باتیں کرتی اور شرمیلی شرمیلی ہی پسند تھی۔۔

گل احان شاہ!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اب اسے پہلے سے بھی زیادہ پیار سے پکارا تھا، پتا نہیں وہ کیوں چاہ رہا تھا کہ وہ ابھی اسکی پکار پہ اپنی آنکھیں کھولے لیکن وہ شاید اسکی پکار پہ اپنی آنکھیں نہیں کھولنا چاہتی تھی۔۔

میری پٹھانی!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ اب اپنا ایک ہاتھ اسکی گردن کے نیچے سے گزار کے اسکے گرد اپنا حصار باندھتا اسکے سوجھے گال پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسے محبت سے لبریز لہجے سے پکار رہا تھا لیکن مجال تھی جو گلالئ کی پلکوں میں ذرا بھر بھی جنبش ہوئی ہو۔

ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اب کی بار اسکی چھوٹی سی ناک کو پیار سے اپنے لبوں میں دباتے اسے ہنوز پہلے والی نرمی سے پکارا تھا۔۔ گلالئ کو ابھی تک ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کے احان شاہ اب حقیقتاً پریشان ہو رہا تھا، وہ اسکی ایک آواز پہ اٹھ جانے والی آج اپنے سیدزادے کے بارہا پکارنے پہ بھی نہیں اٹھ رہی تھی، وہ اس سے اتنا روٹھ چکی تھی کہ اب اسکی طرف ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہیں تھا۔ احان شاہ کی نظریں گلالئ کے چہرے سے ہوتی ہوئی اسکے گیلے لباس کی طرف اٹھی تھی تھیں۔۔ وہ اس وقت کالی شلوار قمیض میں ملبوس تھی جو بارش کی وجہ سے مکمل طور پہ بھیگتی اسکے وجود کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔۔ احان شاہ کی نظریں اسکے بدن کے خوبصورت نشیب و فراز سے ہوتی اسکے پھٹے ہوئے آستین کی طرف اٹھی تھیں جسے دیکھ کے احان شاہ جو اپنا بدن بھٹی کی مانند سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، مرے ہوئے بشارت علی پہ ایک دفعہ پھر سے نئے سرے سے غصہ عود آیا تھا۔۔ احان شاہ کی نظریں ابھی تک اسکے کندھے پہ موجود بشارت علی کے دانتوں کے نشان کی طرف نہیں اٹھی تھی ورنہ وہ نا جانے کون سی قیامت ڈھاتا۔۔

آنکھیں کھولو اپنی گلالئ احان شاہ!!۔۔۔ احان شاہ اسکے پھٹے ہوئے آستین پہ اپنی سلگتی نظریں جمائے اسکے تکیے کے دائیں بائیں طرف اپنے ہاتھ مارتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا کہ شاید وہ اس کی غصیلی آواز پہ ہی آنکھیں کھول لے لیکن

احان شاہ اپنی اس کوشش میں ناکام ٹھہرا۔۔ اسکے چہرے پہ پانی کی ٹھہری بوندوں کو دیکھ کے احان شاہ نے ایک دفعہ پھر سے اسکے چہرے پہ جھکتے اسکی ٹھوری پہ اپنا شدت بھرا لمس چھوڑا تھا، اسکی ٹھوری پہ اپنے لب رکھنے کے بعد احان شاہ نے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتے اپنے ہاتھ سے اسکی برف کی طرح ٹھنڈی گردن سہلائی تھی۔۔ ان دونوں کے بھیگے کپڑوں سے پانی ٹپ ٹپ گرتا کمرے کا فرش گیلا کر رہا تھا۔۔ احان شاہ جو اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلا رہا تھا، گلالئ کی مدھم سانسوں کو محسوس کرتے احان شاہ نے اسکے نیلے پڑتے ہونٹوں پہ اپنے عنابی لب رکھتے اسکی خوشبودار سانسوں کے ساتھ اپنی سانسیں ملائی تھیں۔۔ اسکے لبوں کے ساتھ لب ٹکرانے کی دیر تھی جب احان شاہ نے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے گلالئ کی ایک ایک سانس پہ قبضہ جمایا تھا۔ کیسا سکون تھا جو احان شاہ کو اسکے لبوں کو یوں شدت سے چومنے پہ ملا تھا۔ آج پورے ساٹھ دنوں بعد اسکے لبوں کو چومتے احان شاہ ہر چیز فراموش کرتا گھونٹ گھونٹ بھر کے شدت سے اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اپنے ایک ہاتھ سے اسکی گردن سہلانا اس نے ہنوز جاری رکھا تھا۔ گلالئ جو اس وقت ہوش و حواس سے بیگانہ تھی اپنی سانسوں پہ پہرہ محسوس کرتے ہوئے اسکی پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ احان شاہ جو اسکے لبوں کو چومنے کے ساتھ ساتھ اپنی نظروں سے اسکے چہرے کا ایک ایک نقش چوم رہا تھا گلالئ کی پلکوں میں جنبش دیکھتے احان شاہ نے اپنے لبوں سے اسکے لب وا کرتے ہوئے اسکے سینے میں اپنی سانسیں انڈھیلی تھیں۔۔ وہ اس وقت اسکے تکیے کے ارد گرد ہاتھ جمائے اس پہ مکمل طور پہ جھکا اسے اپنی سانسیں فراہم کر رہا تھا۔۔ سانسوں کے نارمل ہونے پہ گلالئ کا دماغ کچھ کچھ ہوش میں آ رہا تھا جس پہ وہ اپنا سر دائیں بائیں پٹکتے خود پہ جھکے انسان کو جیسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ گلالئ کے چہرے پہ اس وقت بے تحاشہ خوف رقم تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کھول نہیں پا رہی تھی۔۔

آنکھیں کھولو گل!۔۔۔۔ اسکی مزاحمت پہ تضاد اسکے چہرے پہ خوف و دہشت دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکی سانسوں کو آزادی بخشتے اسکی آنکھوں پہ نرمی سے اپنے لب رکھتے ہوئے اسے پکارا تھا لیکن وہ ہنوز اسی کیفیت میں زیر لب کچھ بربراتی اپنا سر یہاں وہاں پٹک رہی تھی۔۔ اپنی شدت کے عوض اسکے سرخ ہوتے یاقوتی لبوں کو ہلتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنا کان اس کے لبوں کے قریب کیا تھا۔۔

"شاہ سائیں مجھے بچالیں۔۔۔مجھے چھپالیں"۔۔۔۔۔بے ہوشی میں بھی گلالئی کے لبوں پہ اپنا ورد دیکھتے ہوئے احان شاہ ساکت ہوا تھا، وہ کتنی دیر ہل نہ سکا! وہ اس سے بول رہی تھی کہ وہ اسے بچالے، اسے اپنے سینے میں قید کر کے اس دنیا سے چھپالے! گلالئی کے لہجے میں اس قدر خوف محسوس کرتے احان شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا، اسکا خوف یا سردی کی شدت سے لرزتا بدن محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے نرمی سے اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

میں یہاں ہوں تمہارے پاس شاہ سائیں کی جان!! میں تمہیں اس طرح سے خود میں قید کرلوں گا کہ کوئی اب سید احان شاہ کی عزت پہ نظر رکھنا تو دور اس سوچ کو اپنے دماغ میں لانے سے پہلے بھی سو دفعہ سوچے گا!!۔۔۔احان شاہ اسکے چہرے کے نقش نقش کو دیوانوں کی طرح چومتا شدت بھرے لہجے میں بولا تھا لیکن وہ اسکی سننے کی بجائے ہنوز اپنی بربراہٹ میں مگن تھی، سردی سے اسکا چہرہ مزید سرخ ہو رہا تھا۔اب تو اسکے ہلتے لبوں کے ساتھ ساتھ سردی سے اسکے موتیوں سے دانت بھی بج رہے تھے جسے محسوس کرتے احان شاہ جلدی سے چارپائی سی کھڑا ہوا تھا۔۔اپنی بلیک شرٹ کو ایک جھٹکے سے اتار کے زمین پہ پھینکتے وہ گلالئی کی الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔گلالئی کی الماری میں اسکے وہی پرانے کپڑے دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنے نچلے لب کے کنارے کو زور سے دانتوں تلے دبایا تھا۔۔الماری سے گلالئی کی گرے شلوار قمیض کے ساتھ اسکی ضروری چیزیں لئے احان شاہ الماری کو بند کرتے پھر سے چارپائی کی طرف بڑھا تھا۔چارپائی کی طرف بڑھتے احان شاہ نے کمبل کی تلاش میں یہاں وہاں اپنی نظریں گھمائی تھیں کیونکہ چارپائی پہ صرف ایک پتلی سی چادر موجود تھی جو گلالئی کے بھیگے کپڑوں کی وجہ سے گیلی ہو چکی تھی۔۔یہاں وہاں نظریں گھماتے احان شاہ کی نظروں کا مرکز کمرے کے کونے میں پڑا بڑا سا صندوق بنا تھا جس پہ کافی چادریں اور کچھ کمبل نفاست سے تہہ کر کے رکھے گئے تھے۔۔احان شاہ اپنے قدم اب اس صندوق کی طرف بڑھاتا ایک موٹا سا کمبل لئے چارپائی کی طرف بڑھا تھا۔۔چارپائی سے گیلی چادر اٹھا کے دور پھینکتے احان شاہ نے گلالئی کی ٹانگیں اپنی گود میں رکھی تھیں۔۔کمبل اور اسکا لباس وہ چارپائی کی دوسری طرف رکھ چکا تھا۔۔کمرے میں لالٹین کی وجہ سے روشنی درمیانی تھی نہ زیادہ کم تو نیا زیادہ تیز۔۔

گل میرا بچہ !!۔۔۔۔گلالئی کو ہنوز بربراتے دیکھ کے احان شاہ نے اسکے گیلے بھورے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سمیٹتے دوسرا ہاتھ اسکے گال پہ رکھتے اسے محبت سے پکارا تھا لیکن گلالئی نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔۔احان شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے چارپائی سے اوپر کی طرف اٹھاتے اپنی گود میں بیٹھایا تھا۔۔

ک۔کو۔۔۔کون۔۔۔ہ۔ہوو۔۔ت۔تم۔۔۔۔احان شاہ نے ابھی گلالئی کی قمیض کی زپ پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب گلالئی نیم بے ہوشی میں اپنی آنکھوں کو تھوڑا سا وا کرتے خوف سے لرزتے ہوئے بولی تھی، وہ ہنوز نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی، اس نے ابھی تک احان شاہ کے چہرے کو ٹھیک سے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ ٹھیک سے اسکا لمس محسوس کر پائی تھی۔۔احان شاہ جو گلالئی کی زپ کھسکانے ہی والا تھا اسکی سریلی آواز میں لرزش محسوس کرتے ہوئے اس نے جلدی سے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا جو کچھ سیکنڈ کے لئے اپنی آنکھیں کھول کے پھر سے بند کر چکی تھی۔۔تو کیا وہ اپنے سیدزادے کے لمس سے اسے پہچان نہیں پائی تھی؟ احان شاہ نے حیرت سے سوچا تھا۔ابھی دو ماہ ہی تو ہوئے تھے انہیں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔۔تو کیا وہ اتنی جلدی اسکا لمس بھول چکی تھی؟ وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟ کیسے اپنے محرم کے لمس کو بھول سکتی تھی؟؟ احان شاہ نے غصے سے سوچتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑا تھا۔۔وہ ایک ہاتھ اسکے گال پہ رکھے بے حد غصے سے اسکی سانسیں کھینچ رہا تھا۔۔وہ کب سے اسے نرمی سے پکارتا اسے اپنے نرم لمس سے مہکا رہا تھا اور وہ تھی کہ اسکا لمس پہچاننے سے انکاری تھی؟ کیا احان شاہ کے ہوتے ہوئے کوئی اسکی سانسوں کے اس قدر قریب آ سکتا تھا؟ احان شاہ جان نہ لے لیتا اس انسان کی جس طرح سے اس نے بشارت علی کو اپنی گل کے نزدیک جانے اور اسکی خباثت سے بھرپور نگاہوں پہ دردناک موت دی تھی گلالئی نے مزاحمت کرتے ہوئے کافی ہاتھ پیر چلانے کی کوشش کی تھی لیکن اسکی مزاحمت پہ احان شاہ کے لمس کی شدت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا تھا! اپنی سانسوں کو رکتے ہوئے محسوس کر کے گلالئی نے بالآخر اپنی پوری طاقت لگاتے ہوئے اپنی آنکھیں وا کی تھی اور پھر خود پہ جھکے احان شاہ کو دیکھ کے گلالئی ساکت ہوئی تھی، اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خواب سی کیفیت میں ہو۔۔وہ جس نے دو ماہ اس سے لاتعلقی برتی تھی آج وہ یوں اچانک اسکے اس قدر قریب آ کے اسکی سانسوں کو قید کیسے کر سکتا تھا؟ وہ جس نے اسکے بال پکڑتے ہوئے اسے حویلی سے نکالا تھا وہ آج کس حق سے اسکے اتنے قریب آیا تھا؟ گلالئی کے چہرے پہ اب خوف کی جگہ غصے نے لی تھی۔۔گلالئی کو اپنا بدن ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن اسے اپنی

سانسوں کا دشمن بنتے دیکھ کے گلالئی نے اس کے کندھے پہ مکے جھڑتے بھرپور مزاحمت شروع کی تھی۔۔ اسکے نرم ملائم ہاتھوں کے معصوم سے واروں پہ اسکے لبوں پہ جھکے احان شاہ کے ہونٹوں کو مدھم سی مسکراہٹ نے چھوا تھا جس پہ وہ اسکے نچلے ہونٹ کو ہولے سے اپنے لبوں میں دبا کے کھینچتا ہوا اس سے دور ہوا تھا۔۔ گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھوں میں غصے کی سرخی دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اسکی آنکھوں پہ اپنے لب رکھنے چاہے تھے لیکن وہ جلدی سے اپنا چہرہ اس سے دور کر گئی، گلالئی مزاحمت کرتے ہوئے اسکی گود سے اٹھنے کی تگ و دو میں ہلکان ہو رہی تھی۔

اب پتا چلا کون ہوں میں؟ اپنی سانسوں میں گھلی میری سانسوں کی خوشبو کو محسوس کر کے ایک دفعہ پہچانو تو سہی کون ہوں میں؟۔۔۔ احان شاہ اسکی مزاحمت کو نظر انداز کر کے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اسکے خود کو کچھ دیر پہلے نہ پہچاننے پہ ہنوز غصے میں تھا۔۔

آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرے نزدیک آنے کی؟ چھوڑیں مجھے!!۔۔۔ گلالئی تھکاوٹ سے چور بدن کے ساتھ اسکے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے غرائی تھی۔۔ آواز میں تھکاوٹ نمایاں تھی جس پہ احان شاہ نے بے ساختہ اسکے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا وہ کافی دیر سے بشارت علی سے اپنی عزت بچاتے ہلکان ہوتی رہی تھی۔۔

کیا میرے علاوہ تمہارے اس قدر قریب کوئی اور آسکتا ہے گلالئی احان شاہ؟۔۔۔ احان شاہ اسکے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے الجھاتا گھمبیر بوجھل آواز میں بولا تھا۔۔

آسکتا ہے نا؟ آپ کا پالتو کتا (بشارت علی) ابھی آیا تو تھا میرے نزدیک!! شاید آپ نے اس کے جملے نہیں سنے! رکیں میں آپ کو اس کے جملے بول کے سناتی ہوں وہ میری خوبصورتی کے قصیدے پڑھتا ہوا مجھے میری اوقات یاد دلا رہا تھا۔۔ وہ مجھے باور کروا رہا تھا کہ میرے شوہر کو میری خوبصورتی سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن وہ میری خوبصورتی کو خراج پیش کرتا ہوا اپنی پیاس۔۔۔۔ گلالئی اپنی پوری قوت لگا کے اسکی گود سے نکلتی ابھی مزید غراتی جب احان شاہ کا ہاتھ ہوا میں معلق ہوا تھا۔۔

گلالئی احان شاہ!!!!!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے غصے سے گرجتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔اسکے زہریلے جملوں کو سنتے ہوئے اسکی برداشت کی انتہاء ہوئی تھی۔۔اس نے بشارت علی کی زبان سے نکلے ہوئے ان جملوں پہ اسے کس طرح کی سزادی تھی اگر وہ جان جاتی تو شاید یہ جملے دہرانے سے پہلے سو بار سوچتی!۔۔

ماریں مجھے!! رک کیوں گئے؟؟ آپ سے مار کھانے کی تو عادت ہو چکی ہے مجھے!! مجھ جیسی لڑکی سے نکاح کر کے آپ نے جو احسان کیا ہے اس کے بدلے میں مجھے ساری زندگی آپکی مار ہی تو کھانی چاہئیے!!! تاکہ کسی طریقے آپ کا احسان اتر جائے جو آپ نے ایک غدار کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لے کے کیا تھا!!۔۔اسے ہوا میں ہی اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے دیکھ کے گلالئی غصے سے غرائی تھی۔۔سردی اور غصے کی شدت کی وجہ سے اسکا پورا بدن کانپ رہا تھا لیکن آج وہ اس انسان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔۔

تم سید احان شاہ کی بیوی تھی تم میں اتنی مضبوطی ہونی چاہئیے تھی کہ کوئی تمہارے نزدیک آنے سے پہلے سو دفعہ سوچتا!! تب چیخیں مارنے کی بجائے اس کتے پہ تھوکنا تھا! تب زبان کیوں بند تھی؟۔۔۔احان شاہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لے کے خود کے قریب کرتا غصے سے غرایا۔

ہاں غلطی سے میں اس احان شاہ کی بیوی ہوں جس نے اپنی حویلی میں مجھ پہ ملازموں کے سامنے گرجتے ہوئے میرے بال دبوچ کے مجھے حویلی بدر کیا تھا!!! اس احان شاہ کی بیوی ہوں جس نے مجھ پہ تھوکا تو نہیں تھا لیکن تھوکنے سے بھی بدتر میری تذلیل کی تھی!! جب میری زبان آپ کے سامنے نہیں چل پائی تو آپکے ان پالتو کتوں کے سامنے کیسے چل جاتی؟جو ساری زندگی عورت کی خوبصورتی دیکھنے کو ترسے ہیں! جو ہوس کے بچاری ہیں! جب مالک اپنی بیوی کو سب کے سامنے ذلیل کرے گا تو اسکے نوکر اسے اپنی رکھیل کیوں۔۔۔گلالئی ابھی مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ ہزیانی انداز مین ابھی مزید چلاتی جب احان شاہ نے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتے ہوئے اسے خود کے نزدیک کیا تھا، اور پھر وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے نچلے لب پہ اپنی پوری قوت سے اپنے دانت گاڑ گیا۔اسکے منہ سے نکلے رکھیل کے لفظ نے احان شاہ کے دل و دماغ پہ اتنے برے طریقے سے وار کیا تھا کہ اس کا بس نہیں تھا اپنا تمام تر غصہ اسکے ہونٹوں پہ اتار دے جن سے اتنے زہریلے الفاظ برآمد ہو رہے تھے۔۔اپنے لبوں پہ اسکے دانتوں کی شدت محسوس کرتے گلالئی نے سسکتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کی تھی۔احان شاہ نے پیچھے ہٹنے کی

بجائے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔۔ایک ہاتھ سے اپنا فون پکڑتے وہ گلالئ کو اپنی بانہوں میں لئے چارپائی سے کھڑا ہوا تھا۔۔گلالئ نے اس دوران اسکے کندھوں پہ تواتر کے برسادیئے تھے لیکن اس نے اسکے نچلے لب کو اپنے دانتوں کی گرفت سے آزاد نہیں کیا تھا۔۔وہ اب گلالئ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے ایک دفعہ پھر سے اس برستی بارش میں آچکا تھا۔۔وہ اس وقت صحن میں موجود تھا بالکل بشارت علی کی لاش کے سامنے۔۔

وہاں دیکھو!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے بشارت علی کے پاس آتے گلالئ کے ہونٹوں کو آزادی بخشتے_ اسکا رخ اسکی لاش کی طرف موڑا تھا ساتھ ہی وہ موبائل کی ٹارچ بھی بشارت علی کی طرف گھما چکا تھا۔۔بشارت علی کی لہولہان لاش دیکھتے ہوئے گلالئ کی چیخ بے ساختہ تھی! اسکی۔زمین پہ گری زبان کو دیکھ کے گلالئ نے خوف سے لرزتے ہوئے اپنے چہرے پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھے تھے۔۔رات کے وقت اس خوفزدہ منظر کو دیکھتے ہوئے گلالئ کو اپنا دل کم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

اب آنکھیں کیوں میچ رہی ہو؟؟دیکھو وہاں!! دیکھو احان شاہ اپنی بیوی کے بارے میں گھٹیا غلیظ گفتگو کرنے والوں کی زبان کس طرح سے حلق سے کھینچتا ہے!! ۔۔۔اسکے ہاتھ اسکے چہرے سے ہٹاتے ہوئے احان شاہ برستی بارش میں طیش و اشتعال سے دھاڑا تھا۔گلالئ میں اب دوبارہ سے بشارت علی کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔گلالئ کا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا جبکہ پورا بدن خوف وڈر سے کپکپا رہا تھا۔۔وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے احان شاہ کے برہنہ کندھوں کو خوف سے اپنے ہاتھوں سے تھام گئی۔۔

میں نے بولا میرے پالتو کتے کی طرف دیکھو!! دیکھو اپنے پالے گئے کتے کی نمک حرامی پہ میں نے اسے کس طرح سے سزا دی ہے گلالئ احان شاہ!!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ پہلے سے زیادہ غصے سے دھاڑا تھا۔۔

جب سزا میں اپنے پالتو کتے کو دے سکتا ہوں تو سزا میں تمہیں کیوں نہیں دے سکتا؟ جس نے مجھ جیسے سر پھرے انسان کو اچھی طرح سے جانتے بوجھتے میرے سامنے میری ہی بیوی کے لئے اس قدر غلیظ لفظ استعمال کیا ہے کہ مجھے میری روح چھلنی ہوتی محسوس ہو رہی ہے!وہ لفظ کسی خنجر کی طرح میرے سینے میں پیوست ہو چکا ہے!! ۔۔۔۔احان شاہ اپنی پوری قوت سے گرجا!! اسکے الفاظ پہ گلالئ نے سسکتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔اسکے منہ سے سزا کا لفظ سنتے اسے اپنے رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔۔وہ تو غصے میں ر۔۔ کھیل۔۔کا لفظ بول چکی تھی۔۔وہ

نہیں جانتی تھی وہ اس لفظ پہ اتنا تماشا کھڑا کرے گا!! وہ جسے خود اپنی بیوی اپنی عزت کی عزت کرنی نہیں آتی تھی وہ کسی دوسرے کے منہ سے اپنی عزت کے لئے بے عزتی برداشت نہ کر سکا!! گلالئی اسے کس طرح سے بتاتی جب اس نے اسے پوری ہویلی کے سامنے ذلیل کیا تھا اسے اس سے کئی گنا زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تھی جو اسے اسکے ایک لفظ سے ہوئی ہے!! وہ سمجھتا تھا شاید دو ماہ پہلے ملازموں تک اسکی آوازیں نہیں گئی ہوں گیجب اس نے گلالئی پہ بے اعتباری دیکھائی تھی لیکن وہ غلط تھا ملازم ہی تو اصل فساد کی جڑ ہوتے ہیں اگر وہ آس پاس کی خبریں نہ رکھیں تو انہیں ملازم کون کہے؟

م۔مجھے۔۔ چھوڑ۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔گلالئی نے سسکتے ہوئے اسکے مضبوط حصار سے آزادی مانگی تھی۔۔

اتنی جلدی کیسے ؟؟تم کیا سمجھتی ہو میں تمہیں تمہارے زہریلے الفاظ کی سزا دیئے بنا آرام سے تمہیں چھوڑ دوں گا؟ تمہارے ان ہونٹوں پہ اپنا پیار نچھاوڑ کروں گا جنہوں نے مجھے مارنے کی کوئی قصر نہیں چھوڑی؟؟احان شاہ نے غصے سے چیختے ہوئے اسکے لبوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا جب گلالئی خوف سے چیختی ہوئی ایک دفعہ پھر سے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی تھی۔۔ اسکے اچانک سے بے جان ہوتے وجود کو دیکھ کے احان شاہ نے اسے مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں تھاما تھا۔ اسے بے ہوشی میں بھی خوف سے کانپتے دیکھ کے احان شاہ کا سارا غصہ کسی جاگ کی طرح بیٹھا تھا۔۔ احان شاہ نے گلالئی کی ڈھلکتی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھتے اسے اپنے برہنہ سینے میں چھپایا تھا۔۔ احان شاہ کے ہاتھ کو اپنے لبوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ اس وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی کیونکہ اسے لگا تھا وہ اسکی بھی زبان حلق سے یوں ہی کھینچ نکالے گا جس طرح سے اس نے بشارت علی کے ساتھ کیا ہے، جب کہ ایسا نہیں تھا احان شاہ تو ہمیشہ کی طرح اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے مسلتے ہوئے اپنا غصہ اتارنے والا تھا، لیکن اس کی ڈرپوک بیوی جو بظاہر شیرنی کا روپ اختیار کئے ہوئے تھی، اس میں شاید اتنی ہی ہمت تھی، وہ نازک مزاج پٹھانی اپنے اتھرے سیدزادے کا اتنا ہی غصہ برداشت کر سکتی تھی۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے ؟ہمیشہ تم زہریلی اور کڑوی کسیلی باتیں کرنے کے بعد یوں بے ہوش ہو جاؤں گی اور احان شاہ تمہیں بخش دے گا؟ناممکن!! میں تمہاری ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا!!۔۔ اسے مظلوموں کی طرح بے ہوش دیکھ کے احان شاہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے اسکے قریب اپنا چہرہ کرتا دانت پیستے تپے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ احان

شاہ کو یاد تھا وہ رخصتی سے پہلے بھی اس پہ ٹانٹ مار کے اسکے ساتھ پورا مقابلہ کر کے یونہی بے ہوش ہو جایا کرتی تھی جس پہ غصے سے سلگنا ہمیشہ سے احان شاہ کے حصے میں آتا تھا کیونکہ وہ کون سا بعد میں اسکی ڈانٹ پھٹکار کو ہوش میں سنتی تھی؟

یہ موسم میاں بیوی ایک ساتھ رومانٹک انداز میں انجوائے کرتے ہیں اور تم اپنی حرکتیں دیکھ رہی ہو؟ تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے تمہارا شوہر اس موسم میں قتل کرتا پھر رہا ہے! نہ تم اتنی خوبصورت ہوتی اور نہ کوئی غلیظ انسان تمہارے قریب آنے کی غلطی کرتا اور نہ سید احان شاہ قاتل بنتا!! اپنی حرکتیں دیکھو مجھے قاتل بنا کے خود کس طرح سے مظلوم بنی پھر رہی ہو۔۔ لگائی ہے ایک منہ پہ رکھ کے میں نے۔۔ احان شاہ اس کے چہرے پہ اپنی نظریں جما کے غصے سے دانت کچکچا کے ایک ایک لفظ بولتا واپس سے اسکی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے بے ہوش دیکھ کے اب ہمیشہ کی طرح اپنی بھڑاس بھی تو نکالنی تھی۔۔ وہ واحد شوہر تھا جو بیوی کے بے ہوش ہونے پہ فکر مند ہونے سے زیادہ اپنے الفاظ کے ذریعے اس پہ اپنی بھڑاس نکالنا پسند کرتا تھا۔۔

احان شاہ نے اسے چارپائی پہ احتیاط سے لٹاتے اپنے فون کو پینٹ کی جیب میں ڈالا تھا۔۔ ایک دفعہ پھر سے خود کو اور گل کو مکمل بھیگتے دیکھ کے احان شاہ نے دو سو دفعہ اپنے غصے پہ لعنت بھیجی تھی، وہ پہلے ہی سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہی تھی اور وہ تھا جس نے غصے میں اسے بارش کا چکر لگوانا اپنا فرض سمجھا تھا۔ احان شاہ نے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کی ایک جھٹکے سے اسکی زپ کھسکائی تھی، وہ جلدی سے اسے گیلے لباس سے آزاد کروانا چاہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کانپتی جا رہی تھی۔۔ گلائی کی قمیض۔۔ ریمو کرتے ہوئے احان شاہ کی نظروں کا مرکز اسکا دائیاں کندھا بنا تھا جس پہ دانتوں کا نشان واضح تھا۔۔ اسکے کندھے پہ دانتوں کے اس نیلے نشان کو دیکھ کے احان شاہ پاگل ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے رگڑتے ہوئے اسکے کندھے سے اس نیلے نشان کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہنوز ویسا ہی تھا۔۔

نہیں!! تمہیں اور تمہارے جسم کو میرے علاوہ کوئی بھی اس طرح سے نہیں چھو سکتا!! اگر یہ سچ ہوا تو اللہ کی قسم میں اسکی لاش کی بوٹی بوٹی کر دوں گا گلائی احان شاہ!!۔۔ احان شاہ اسکے کندھے پہ موجود دانتوں کے اس نشان پہ غصے

سے اپنی کھردری انگلیاں رگڑتا شدت پسندی سے دھاڑا تھا۔ اپنے کندھے کے اس زخم پہ درد محسوس کرتے ہوئے گلالئ بے ہوشی کی حالت میں سسکی تھی۔۔

آہہہ !!! مجھے تمہارے جسم پہ پانی کے ایک قطرے جتنی بھی شراکت برداشت نہیں ہے گلالئ احان شاہ!! میں مر جاؤں گا اس شراکت پہ !!۔۔۔ احان شاہ اسکے کندھے کے اس نشان کو غصے سے دیکھتا اپنے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے بلند آواز میں دھاڑا تھا۔۔ وہ اس کی بلند دھاڑ پہ بھی نہیں اٹھی تھی۔۔

وہ کیسے تمہیں اپنے غلیظ ہونٹوں سے چھو سکتا ہے؟ میں نے اس کے دانت توڑ کے اسکے ہونٹ کیوں نہیں کاٹ دیئے ؟؟۔۔۔ احان شاہ غراتے ہوئے اسکے کندھے کے اس نشان پہ جھکتا شدت سے اپنے لب رکھتے ہوئے جیسے اسکے اس نشان کو فنا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ احان شاہ کتنی دیر اسکے کندھے کے اس نیلے نشان پہ اپنا شدت بھرا لمس نچھاوڑ کرتا رہا لیکن افسوس وہ نشان ابھی بھی نہیں مٹ رہا تھا فرق صرف اتنا تھا احان شاہ کی شدت کے عوض گلالئ کا وہ زخم نیلے سے سرخ ہو چکا تھا۔۔

اسے ہنوز بے ہوشی میں کانپتے دیکھ کے احان شاہ نے دو منٹوں میں اسکے وجود کو ہر پردے سے آزاد کیا تھا۔ اسکے گیلے کپڑوں کو زمین پہ پھینکتے احان شاہ اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔

جانتی ہو بشارت علی کو اتنی دردناک سزا دے کے مجھے ابھی بھی سکون نہیں مل رہا میرا دل چاہ رہا ہے میں ابھی اسکی لاش کے ٹکرے ٹکرے کر کے رکھ دوں لیکن ابھی تمہارے ہوش ٹھکانے لگانا زیادہ ضروری ہے!! بڑی زبان چلتی ہے نا تمہاری!!۔۔۔ احان شاہ غصے سے دھاڑتا ایک دم سے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ جھکتا ہوا اپنا شدت بھرا لمس چھوڑنا شروع کر چکا تھا۔۔ احان شاہ اسکی دھڑکنوں پہ سختی سے اپنا ہاتھ سہلاتا اپنے لبوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔ گلالئ کے بدن میں ایک سپارک سا ہوا تھا۔ وہ جو کب سے اسکی دھاڑوں سے ہوش میں نہیں آ رہی تھی، اسکا شدت بھرا لمس اسے ہوش میں لانے کا باعث بنا تھا۔۔ گلالئ نے کھانستے ہوئے اپنی تھوڑی سی آنکھیں وا کی تھی۔۔ زیادہ دیر بارش میں بھیگنے کی وجہ سے اسے سردی لگ چکی تھی۔۔ اسے کھانستے دیکھ کے احان شاہ نے اسکے دل کے مقام سے اپنا چہرہ اٹھاتے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی خمار آلود ہری آنکھیں گاڑی تھیں۔۔

م۔میر۔۔میرے۔۔۔ا۔او۔۔اوپر۔۔۔س۔سے۔۔۔اٹھیں۔۔۔وہ نقاہت سے اپنا جملہ مکمل کرتی جلدی سے اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ گئی، اسے یاد آیا تھا اسکے بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے اسے سزا کی دھمکی دی تھی، وہ اسکے سزا دینے کے انداز کو دیکھ کے ڈر چکی تھی۔۔

تم اٹھنے کی بات کر رہی ہو؟ میں آج رات تم میں اتر کے تمہیں خود میں سمالوں گا جاناں!! بس بہت ہوئی یہ دوریاں!!۔۔۔احان شاہ خمار آلود آواز میں بے باکی سے بولتا گلالئی کے ہونٹوں سے اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے انہیں اپنی دسترس میں لے گیا۔۔گلالئی نے اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ایک بار پھر سے بھرپور مزاحمت شروع کی تھی۔۔احان شاہ اسکی مزاحمت کو نظر انداز کرتا اسکی شہہ رگ پہ اپنا لمس چھوڑتے اب اسکی گردن پہ اپنے ہونٹ ثبت کر رہا تھا۔۔

آ۔۔آپ۔۔۔میرے۔۔۔قر۔۔قریب۔۔۔نہیں۔۔۔آ۔۔۔سکتے!!۔۔

میں۔۔۔معاف۔۔۔نہیں۔۔۔کروں۔۔۔گی۔۔آپکو!!۔۔۔گلالئی اپنے نقاہت زدہ لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتی تھکے تھکے انداز میں غرائی تھی، وہ اپنی پوری قوت لگا کے بھی اس سے دور نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

تمہارے جسم کو اس وقت گرمی کی ضرورت ہے میری پٹھانی اور تمہارے اس وجود کو یہ گرمی صرف میرے وجود سے ہی مل سکتی ہے!! ایسے گندے بچوں کی طرح ضد نہیں کرتے جاناں!!۔۔۔احان شاہ اس پہ اور خود پہ کمبل لیتا گلالئی کی گردن پہ اپنی انگلیاں سہلاتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بولتا گلالئی کے چودہ طبق روشن کر رہا تھا۔۔

میں اس سردی سے مر تو سکتی ہوں لیکن آپ کو خود کو قریب نہیں آنے دوں گی!!۔۔۔گلالئی اپنی کرسٹل گرے آنکھوں کو مکمل طور پہ وا کرتی انگلی اٹھا کے غرائی۔۔

میں مر تو سکتا ہوں لیکن تمہارے اتنے نزدیک آ کے تم سے دور نہیں جا سکتا گلالئی احان شاہ! تم ضد نہیں کرو گی! بلکہ اچھی بیویوں کی طرح اپنا آپ ابھی اور اسی وقت میرے حوالے کرو گی! ۔۔احان شاہ نے غراتے ہوئے اسکی دونوں کو کلائیوں کو چارپائی کے ساتھ لگاتے ان پہ اپنے ہاتھوں کا وزن ڈالا تھا۔۔

کیوں؟؟ میں کیوں کروں خود کو آپکے حوالے؟ صرف اس لئے کہ آپ میرے ساتھ ایک رات گزار کے اگلے روز مجھے پہچاننے سے انکار کر دیں؟؟ آخر مجھے سمجھ کیا رکھا ہے آپ نے؟ نکاح میں لیا ہے یا زر خرید غلام سمجھ رکھا

ہے!!۔۔۔گلالئ اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں سرخی لئے دھاڑی تھی۔۔اسکا جملہ مکمل ہونے کی دیر تھی جب احان شاہ اپنی تمام تر شدت سمیت اس پہ ہاوی ہوا تھا۔۔گلالئ نے نفی میں اپنا سر ہلاتے ہوئے سسک کے اسکے کندھوں پہ اپنے مکے جھڑتے اسے خود سے دور کرنے کی تگ ودو کی تھی لیکن وہ اسکی ایک بھی سننے کی بجائے اسکے ہونٹوں کو شدت سے چومتے اسکے کان کے پاس جھکا تھا۔۔

تم سید احان شاہ کی متاعِ جاں ہو!! ہم دونوں صبح ہوتے ہی حویلی جائیں گے!! میں قسم کھاتا ہوں ہم دونوں پھر سے پہلے جیسے ہو جائیں گے بشرطیکہ تم ایک دفعہ شاہ بی بی سے اپنے کئے کی معافی مانگ لو!! ۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے کان کی لوں کو دانتوں تلے دباتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکا آخری جملہ سنتے ہوئے گلالئ کو لگا وہ کوئی پگلا ہوا سیسہ اس کے کان میں انڈھیل رہا ہو! گلالئ نے اپنی آنکھوں کو آنسو بہانے سے بعض رکھتے ہوئے اپنی پلکوں کو جھپکا تھا تو کیا اسے ان دو ماہ میں بھی یقین نہیں ہوا تھا کہ اسکی گل بے قصور ہے؟؟گلالئ کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔

میں تھوکتی بھی نہیں ہوں آپکی حویلی پہ!! میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔۔آپ سے بہت دور!!۔۔۔

گلالئ روتے ہوئے اذیت سے دھاڑی تھی۔۔اسکے بدتمیز الفاظ پہ احان شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔

مجھ سے دور جاؤ گی تم؟ڈیم اٹ! تم سید احان شاہ سے دور جاؤ گی؟تاکہ پھر سے گلے کے کتے تمہاری بو سونگھتے ہوئے تم پہ ٹوٹ پڑیں؟؟۔۔۔احان شاہ نے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے اپنی شدتوں میں کئ گنا اضافہ کیا تھا۔گلالئ نے اس سے اپنی کلائیاں آزاد کرواتے اسکے کندھے اور سینے پہ مکوں کی برسات شروع کی تھی۔۔اسکی شدتوں کو سہتے سہتے اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔احان شاہ نے اسکے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے اپنے سینے پہ رکھا تھا۔۔

میرے سینے کے بالوں میں اپنی انگلیاں الجھاؤ جیسے ہمیشہ سے الجھاتی تھی!! ۔۔۔۔احان شاہ نے فرمائش کی بھی تھی تو کیسی گلالئ کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا اور اس انسان کی فرمائشیں ختم نہیں ہو رہی تھی؟گلالئ نے بے حد غصے سے اسکے سینے کے بال نوچتے ہوئے اس پہ زور سے اپنے ناخن گاڑے تھے۔۔احان شاہ نے اسکے اس انداز پہ اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی البتہ اسکے یوں نوچنے پہ اسے اپنے سینے پہ کافی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔

غصہ تھوک دو!! صبح حویلی چلیں گے!!۔۔۔احان شاہ نے اسکے بالوں میں اپنا ایک ہاتھ الجھا کے دوسرا ہاتھ اسکے گال پہ رکھتے اسے منانے کی چھوٹی سی کوشش کی تھی۔گلالئ کو اس انسان پہ حیرت محسوس ہو رہی تھی جس نے پورے دو ماہ سے انیکسی اکے نہیں دیکھا تھا اور آج جب وہ اسکے جسم پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کر رہا تھا وہ اتنا نرم کیسے بن سکتا تھا؟ مطلب صاف تھا احان شاہ کو صرف اپنی طلب اپنی ضرورت عزیز تھی، اسے گلالئ سے کوئی لینا دینا نہیں تھا اسی لئے تو وہ اس سے شاہ بی بی سے معافی مانگنے کی ہدایت دے رہا تھا۔۔

میں آپ سے بہت دور چلی جاؤں گی! آپ بہت برے ہیں!!۔۔۔گلالئ اسکے سینے سے اپنے ناخن ہٹاتی اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے روتی غرائی۔۔۔اسکے لہجے میں تکلیف محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اپنی شدتوں میں نرمی لاتے گلالئ کے چہرے سے اسکے دونوں ہاتھ ہٹائے تھے۔البتہ اسکے دور جانے کی بات کو سن کے پھر سے غصہ عود آیا تھا۔۔

تمہارے دور جانے کا سن کے دل کو کچھ ہوتا ہے جاناں!! یقین کرو ان دو ماہ میں تمہیں بہت یاد کیا ہے! لیکن تم کتنی ظالم اور ضدی ٹھہری ہو! تمہیں ایک دفعہ بھی مجھ پہ ترس نہیں آیا؟ سب سے لڑ جھگڑ کے، سب کے خلاف جا کے تمہیں اپنایا تھا، تمہارے کہنے پہ تمہیں سب کے سامنے اپنا نام دیا تھا۔تو تم اپنی باری میں اتنی ظالم کیوں ٹھہری؟ کیوں کیا تم نے شاہ بی بی کے ساتھ ایسا؟ اگر کر لیا تھا تو ایک دفعہ معافی مانگنا بھی ضروری نہیں سمجھا؟ تم جانتی ہو شاہ بی بی میرے لئے کتنی ضروری ہیں!! احان شاہ اسکے چہرے پہ اپنے لب رکھتے ہوئے بے بسی کی کیفیت میں بولا تھا۔۔اسکے الفاظ میں تکلیف تھی لیکن گلالئ کے لئے بھروسہ نہیں تھا جس پہ گلالئ کا دل کرچیوں میں ٹوٹا تھا۔وہ اب کی بار اسے اپنی صفائی دینے کی بجائے سپاٹ چہرے سے اسکی شدتیں برداشت کرتی رہی۔۔یہ انسان اسکی سمجھ سے باہر تھا، وہ اسے آج تک نہیں سمجھ پائی تھی، وہ ایک مسٹری تھا جسے سلجھانا گلالئ کے بس کی بات نہیں تھی۔۔اسکے چہرے کے سپاٹ تاثرات دیکھتے ہوئے احان شاہ اسے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے تھے۔۔وہ پوری رات اسے اپنے حصار میں لئے اپنے لمس سے مہکاتا اسکے کان میں پیار بھری سرگوشیاں کرتا رہا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔اسکی ہر بات میں شاہ بی بی کا ذکر محسوس کرتے وہ مکمل خاموشی سادھ چکی تھی۔۔احان شاہ نے اسے یہ تک کہہ دیا تھا کہ وہ شاہ بی بی سے معافی بھی نہ مانگے صرف صبح اسکے ساتھ حویلی چل لے لیکن گلالئ کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کہ وہ اس

سے دور چلی جائے گی، جس پہ احان شاہ کچھ دیر اس پہ غصہ کرتا تو اگلے ہی پل اسے منانا شروع کر دیتا۔۔ لیکن وہ صدا کی ضدی پٹھانی تھی جو اس رات اپنی ضد پہ ڈٹ چلی تھی۔۔ اس نے اگر رات میں بولا تھا وہ اس سے دور چلی جائے گی تو اس کی وہ دعا قبول ہوئی تھی۔۔ "وہ صبح ہی احان شاہ کی پہنچ سے دور کر دی گئی تھی"۔۔

حال:

احان شاہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے گلا لئے کے ساتھ گزاری چھ ماہ پرانی رات یاد کر رہا تھا جو اس نے آخری بار اسے اپنی پناہوں میں لے کے گزاری تھی۔۔ کاظم شاہ اسکے چہرے کا ایک ایک تاثر نوٹ کرتا سنجیدگی سے اسکے ہاتھ کی بینڈیج کر رہا تھا جو اس نے شیشے کی کھڑکی پہ مار مار کے زخمی کیا تھا۔ کاظم شاہ نے اسکے ہاتھوں میں پیوست کتنی ہی شیشے کی کرچیاں نکالی تھیں لیکن مجال تھی جو اس نے ایک کراہ بھی بھری ہو۔۔ وہ اپنی سوچوں میں گم کمرے کی چھت گھورتا جا رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکے ہاتھ کی بینڈیج کرنے کے بعد بنا کچھ بولے اٹھنے ہی والا تھا جب احان شاہ نے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے اسے پھر سے بیڈ پہ بٹھایا تھا اور پھر بنا کچھ بولے وہ اسکی گود میں تکیہ رکھتا اس پہ اوندھے منہ لیٹ چکا تھا۔ کاظم شاہ نے اس اچانک افتاد پہ چونکتے ہوئے اسکی اس بچوں والی حرکت کی طرف دیکھا تھا، وہ ایسا ہی تھا جب بھی کسی بات پہ پچھتاتا تھا تو یونہی اسکی گود میں سر رکھ کے اوندھے منہ لیٹ جایا کرتا تھا، احان شاہ کا کہنا تھا ایسے اسے نیند جلدی آجاتی ہے!! وہ کافی راتوں سے نہیں سویا تھا، اسی لئے آج کی رات وہ سکون سے سونا چاہتا تھا۔۔

میں نے اسے کتنا منایا تھا۔۔ وہ دونوں کافی دیر تک خاموش رہے جس پہ کافی دیر بعد احان شاہ نے اپنی خاموشی توڑی تھی۔۔ احان شاہ کی آنکھ سے ایک آنسو پھسلتا ہوا تکیے میں جذب ہوا تھا۔۔

کتنا ستایا بھی تو تھا؟۔۔۔ کاظم شاہ نے سرد انداز میں جواب دیا تھا۔۔

پیار بھی تو کیا تھا۔۔ احان شاہ اپنی بھاری آواز میں بولا۔۔

ذلیل بھی تو کیا تھا۔۔ کاظم شاہ دوبدو بولا۔۔ احان شاہ لاجواب ہوا تھا۔۔

وہ کہتی تھی مجھے سے دور چلی جائے گی! اور وہ چلی گئی۔۔ کتنی ظالم ہے نہ وہ!!۔۔۔ احان شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھ کا حصار باندھتا نروٹھے پن سے بولا تھا۔۔ بچوں سا شکایتی انداز۔۔ جیسے گل کے باپ کو اسکی شکایت لگا رہا ہو۔۔ لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔۔

سب سے بڑا ظلم تو تو نے سب سے پہلے خود پہ خود ہی کیا تھا اسے خود سے دور کر کے، اس پہ اعتبار نہ کر کے!!۔۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ پھر سے سرد ہوا تھا۔۔

کیا تکلیف ہے تجھے!! میری سائیڈ کیوں نہیں لے رہا؟؟۔۔۔ احان شاہ اسے گلا لئی کی سائیڈ لیتے دیکھ کے ایک دم سے سیدھا ہوتا اسکے چٹانی سینے پہ زوردار مکا جھڑتے غرایا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اس اچانک افتاد پہ اپنا سینہ مسلتے ہوئے کراہ بھری تھی۔ اسکی گلابی ہوتی ہری آنکھوں کو دیکھ کے اس نے بے ساختہ نظروں کا زاویہ بدلا تھا، اسکی ٹوٹی بکھری حالت دیکھنا کاظم شاہ کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔۔

تو اس لائق ہے کہ تیری سائیڈ لی جائے؟ دور ہٹ! میرا بیٹا مجھے یاد کر رہا ہو گا!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے خود سے دور کرتا سپاٹ لہجے میں بولا تھا، احان شاہ اب کی بار ضد سے پھر سے اسکی گود میں تکیہ رکھتا ویسے ہی لیتا تھا جیسے وہ پہلے لیٹا ہوا تھا۔۔

تیرا بیٹا مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے!! اور شکریہ ادا کر میرا جو میں نے اسے تیری تصویریں دیکھا کے تیری پہچان کروائی تھی، ورنہ تجھے منہ بھی نا لگاتا وہ!!۔۔۔ احان شاہ سلگتے ہوئے بولا تھا۔۔ احسان جتاتا انداز۔۔۔ احان شاہ کسی پہ احسان کرے اور اسے جتائے نا؟ یہ کیسے ممکن تھا؟ کاظم شاہ نے اسکے جملے کو سنتے ہوئے اسے آئیبرو اچکاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

اس نے مجھے کیا منہ نہیں لگانا میں خود ہی تیری بہن کے علاوہ کسی کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے خود سے دور بیڈ کی دوسری طرف پٹک کے ایٹیٹوڈ سے بولتا اسکے بیڈ سے اٹھا تھا۔۔ کاظم شاہ کے بے باک جملے کا مطلب سمجھتے ہوئے احان شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے سائیڈ لیمپ اٹھا کے غصے سے کاظم شاہ کی طرف پھینکا تھا، لیکن وہ بھروقت اپنے قدم آگے کی طرف بڑھا چکا تھا جو اس کی بچت ہو گئی۔۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی آج سید احان شاہ کے ہاتھوں ایک اور قتل ہوتا اور سید کاظم شاہ کا ہوتا!۔۔

نکل میرے کمرے سے باہر! اس سے پہلے کے میں تیرا قیمہ بناؤ!!۔۔احان شاہ لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے غصے سے بولا تھا۔۔اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے کاظم شاہ کو کمینی سی خوشی ہوئی تھی۔۔وہ جو ابھی مجنوں بنا ہوا تھا کاظم شاہ کے ایک بے باک جملے سے ہی وہ اپنی پہلے والی جون میں واپس آچکا تھا۔۔

مجھے شوق بھی نہیں ہے تیرے پاس سٹے کرنے کا!! میری بیوی کافی ہے میرے لئے!تو اپنی والی تلاش کر!۔۔۔کاظم شاہ کندھے آچکا کے استہزایا انداز میں بول کے اسے سلگاتا اب اسکا جواب سننے بغیر تیزی سے اسکے کمرے سے نکل چکا تھا۔۔

تجھے کتے کی موت ماروں گا میں ح۔ب۔یس۔۔انسان!!۔۔۔احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے تکیہ اٹھا کے دروازے پہ مارا تھا جہاں سے ابھی کاظم شاہ فرار ہونے کے انداز میں نکلا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط70

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میر ال شاہ حویلی سے نکلنے کے بعد کتنی ہی دیر تیز رفتار میں اپنی گاڑی سڑک پہ دوڑاتی رہی تھی کہ کسی طریقے اپنا غصہ کم کرلے لیکن اس کا غصہ بہت برا ہوتا تھا۔۔وہ چاہ کے بھی اپنا غصہ کم نہیں کر پا رہی تھی اور اس پہ تضاد اسے غصے کے ساتھ ساتھ رونا بھی آرہا تھا۔۔آج جس طرح سے اسکے باپ نے اسے تھپڑ مارا تھا،میر ال شاہ وہ سین چاہ کے بھی بول نہیں پا رہی تھی۔جب کتنی دیر تیز رفتار میں گاڑی ڈرائیو کرنے کے بعد بھی غصہ کم نہ ہوا تو میر ال شاہ نے اپنی گاڑی کا رخ بار کی طرف موڑ لیا جہاں ہر رات وہ اور اسکے دوست ہلا گلا کرتے تھے۔۔میر ال شاہ نے اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا سوچا تھا کہ شاید اپنے دوستوں کے ساتھ رہ کے ہی اس کا غم و غصہ کم ہو جائے۔۔میر ال شاہ کو خود پہ غصہ بھی تھا جو اس نے کبھی گلالئ کے انیکسی والے کمرے میں زیور رکھوانے والی بیچ حرکت کی تھی۔تب میر ال شاہ کے سر پہ احان شاہ کو پانے کا جنون سوار تھا لیکن وہ ضد اور جنون جیسے اب کہیں دور جا سوا تھا۔۔احان شاہ کو پانے کی تڑپ تو اسے گلالئ کے ساتھ کچھ دن دیکھنے کے بعد ہی ختم ہو چکی تھی۔۔اپنی ضد کو اتنی جلد ختم ہوتے دیکھ کے وہ خود حیران ہوئی تھی،ہاں اس نے اپنی ضد نہ پورے ہونے کا یا شاید ٹھکرائے جانے کا کچھ روز ماتم منایا تھا لیکن

ایک ہفتے کے اندر اندر ہی وہ پہلے والی میر ال شاہ کے روپ میں بھی واپس آ گئی تھی، وہ احان شاہ اور گلالئی سے پوری طرح سے قطع تعلق کر چکی تھی لیکن ان کی رخصتی کے بعد سے اس نے ان دونوں کے لئے کوئی سازش نہیں سوچی تھی۔۔ اگر شاہ بی بی اسکے سامنے احان شاہ اور گلالئی کو اکھٹے دیکھ کے نفرت کا اظہار کرتی تو وہ ہاں یا ناں میں جواب دیئے بغیر اپنے فون مین مصروف ہو جایا کرتی۔ اس نے احان شاہ کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا جس کی وجہ سے اسکی وہ ضد کم ہوتے ہوتے ایک دن بالکل ختم ہو گئی۔ اگر احان شاہ کو پانے کی طلب یا جنون ہنوز قائم ہوتا تو گلالئی اور احان کو الگ دیکھ کے وہ یقیناً پوری ہویلی میں احان شاہ کا ساتھ پانے کے لئے شور ضرور ڈالتی لیکن اسے خود کے لئے ایسا انسان پسند نہیں تھا جو پہلے ہی اپنا آپ کسی دوسری لڑکی کو سونپ چکا تھا۔۔ میر ال شاہ ایک بے حد ضدی اور پوزیسیو لڑکی تھی، اسے ہمیشہ پوری چیز چاہیئے ہوتی تھی، وہ کبھی بھی اپنی کسی چیز میں شراکت برداشت نہیں کرتی تھی، ایسی ہی سوچ اسکی اپنے ہم سفر کو لے کے تھی، وہ جو بھی ہو گا پورا کا پورا میر ال شاہ کا ہو گا! ورنہ میر ال شاہ کے ہاتھوں قتل ہو گا۔۔ یہ میر ال شاہ کی سوچ تھی۔۔

زوریز شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی احان شاہ کے کمرے سے نکلتا مرحا شاہ کی تلاش میں اپنی نظریں گھما رہا تھا لیکن وہ ناجانے کہاں چھپی بیٹھی تھی۔ لاؤنج کو خالی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ کے قدم بے ساختہ مرحا شاہ کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ اسکے کمرے تک آتے زوریز شاہ نے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے گھمایا تھا لیکن دروازہ لاکڈ تھا، دروازہ نہیں کھلا تھا جس پہ زوریز شاہ نے منہ چڑھاتے ہوئے دروازے کو گھورا تھا جسے ساری غلطی اسی کی ہو۔۔

اہمم کہاں؟؟۔۔۔ زوریز شاہ دروازہ کھٹکھٹانے ہی والا تھا جب ایزل شاہ کے کمرے کی طرف جاتے کاظم شاہ نے اس تک آتے ہوئے اسکی گردن پہ چماٹ رسید کرتے آئیبرو اچکا کے اسکی یہاں موجودگی کا مقصد دریافت کیا تھا۔۔ اپنی گدی پہ کاظم شاہ کا بھاری ہاتھ پڑتے محسوس کر کے زوریز شاہ نے بے ساختہ اپنی نظریں گھما کے اسکی طرف دیکھا تھا جو سب جانتے بوجھتے بھی فضول سوال پوچھ رہا تھا۔۔

یہ کیسا سوال ہے! اپنی حق حلال کی منکوحہ کے پاس آیا ہوں!۔۔۔ زوریز شاہ نے جواباً کندھے آچکا کے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔ وہ ابھی تک کاظم شاہ سے اپنی ناراضگی بھولا نہیں تھا۔ اس نے احان شاہ کے کمرے میں بھی کاظم شاہ کو جتنی پرانی سٹوری سنائی تھی، کافی سنجیدگی سے سنائی تھی، وہ اتنی جلدی ماننے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا جو اس کی ارزم شاہ کی بے بسی کو کسی خاطر میں نہ لاتے آسٹریلیا گیا تھا اور اس پہ تضاد یہ کہ وہاں جا کے ان دونوں کا ایک فون بھی نہیں اٹھایا تھا۔۔

چچ چچ!! وہی حق حلال کی منکوحہ جو تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی؟ جس کا ثبوت اسکا یہ بند دروازہ دے رہا ہے!! ہاہاہا افسوس!!۔۔ کاظم شاہ نے ہولے سے قہقہہ لگا کے اسکی گردن کے گرد اپنے بازو کا حصار باندھتے اسکا اچھا خاصہ مزاق اڑایا تھا یہ جانے بغیر کہ ابھی کچھ ہی دیر میں اسکا زوریز شاہ کے سامنے خود اپنا ہی مذاق بن جانا ہے۔۔

ویسے کوئی مجھے کہتا تھا("ہاہاہا۔۔۔ سیکھیں کچھ مجھ سے۔۔ منہ میں چوسنی ڈالنے والی عمر میں "قبول ہے" کے دو بول بولتے ہوئے اپنی شاہزادی کو اپنے نام کروایا تھا۔۔ ہائے لالہ ویسے کتنی فکر تھی نا مجھے بچپن میں ہی اپنے ہونے والے بچوں کو دنیا میں لانے کی؟")اب میرا اس بندے سے سوال یہ ہے کہ اسے باپ بننے سے پہلے ماموں بنتے ہوئے کیسا لگ رہا ہے؟ سواد آرہا ہے؟۔۔ کاظم شاہ اپنے دونوں آبیبرو اچکاتے ہوئے زوریز شاہ کے شانے سے اپنا شانہ ٹکراتا قہقہہ لگاتے ہوئے کچھ کچھ بے باکی سے گویا ہوا تھا، وہ ایک ہی منٹ میں اسے اسکی تقریباً ایک سال پرانی بات خرف باخرف یاد کروا گیا۔ زوریز شاہ نے سرخ چہرہ لئے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ زوریز شاہ نے اپنی پوری قوت لگاتے ہوئے اس سے اپنی گردن آزاد کروانی چاہی تھی لیکن کاظم شاہ کے بازو کا حصار مضبوط تھا۔۔

جتنی مرضی باڈی بلڈنگ کر لو! چاہے میجر سے کرنل ہی کیوں نہ بن جاؤ! اور چاہے تم اپنی بہن کی طرح اپنے چہرے پہ مسکینوں (معصوموں) والی مسکراہٹ ہی کیوں نہ سجا لو!! لیکن کاظم شاہ کے حصار سے تم کبھی نہیں نکل سکتے جس طرح سے تمہاری بہن۔۔۔۔ چھوڑو یار پرسنل باتیں میں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کرتا! مجھے مجبور نہ کیا کروں پرسنل اٹیک کرنے پہ!!۔۔ کاظم شاہ اچانک سے سنجیدگی سے بولتے بولتے بے باک ہوا تھا، بہن کے ذکر پہ زوریز شاہ کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا دل کر رہا تھا وہ بلند آواز میں قہقہہ لگائے لیکن پھر وہ اس پہ رحم کھاتا سنجیدہ دکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بات بدل گیا۔۔

آپ بھی میری ایک بات لکھ کے رکھ لیں! خود کو خاندان کا خوبصورت چاند (لڑکا) سمجھنا چھوڑ دیں کیونکہ اب آپ کی خوبصورتی کو ٹکر دینے کے لئے سید ازمیر شاہ جنم لے چکا ہے جو میری بہن کو آپ سے کئی گنا زیادہ پیارا ہے! ۔۔۔ زوریز شاہ نے سلگنے کی بجائے اسکی براؤن قمیض کے کالر کے پاس سے نادیدہ گرد کو جھاڑتے ہوئے اسے خبردار کیا تھا جس پہ اب کی بار سلگنے کی باری کاظم شاہ کی تھی۔۔

باپ کون ہے؟ اگر میری بجائے وہ تمہارا بیٹا ہوتا تو کیا اتنا خوبصورت ہوتا؟؟ نہیں کبھی نہیں! مجھے تو کبھی کبھی دکھ ہوتا ہے کہیں تم فوج کی ڈیوٹی کرتے ہوئے کالے ہی نہ ہو جاؤ اور خدانخواستہ اگر تمہارے بچے کالے کلوٹے پیدا ہو گئے تو؟ ویسے بچوں کو تو کوئی کچھ نہیں کہے گا کیونکہ بچے تو من کے سچے ہوتے ہیں نا؟ ہر کوئی سوال اٹھائے گا باپ پہ!! کہ ہائے کالے باپ پہ گیا ہے نا! جیسے میرے خوبصورت سرخ و سفید میر کو دیکھ کے سارے بولتے ہیں باپ کی ڈٹو ہے!!۔۔ سمجھ آئی کچھ؟؟۔۔ کاظم شاہ بھی اس کا باپ تھا جو سلگنے کی بجائے ہنستا ہوا اسکی گردن کے گرد اپنا حصار مضبوط کرتا دلفریب انداز میں بولتے ہوئے اپنے چند ہی جملوں سے اسکے ہوش اڑا چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ زوریز شاہ نے اپنے سرخ و سفید رنگ کو ایک دم سے کالا ہوتے امیجن کیا تھا جس پہ وہ اگلے ہی پل ہربرا کے اپنا سر نفی میں ہلاتا اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔

مزید یہی سے کانٹینیو کریں گے ابھی میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہو گی!! اور بیٹا میرا تو ویسے ہی میرے بغیر نہیں رہتا! ۔۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ اسے آنکھ ونک کرتا اسکی گردن سے اپنے ہاتھ کا حصار ہٹاتے ہوئے کافی ایٹیٹوڈ سے بولتا ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ زوریز شاہ جو اسکی باتوں پہ اچھا خاصہ سلگ چکا تھا اسے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنے قہقہے پہ قابو پاتے ہوئے مرحا شاہ کے کمرے کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔۔

کاظم شاہ نے ایزل شاہ کے کمرے کے دروازے کے ہینڈل کو گھماتے ہوئے دروازہ کھولنا چاہا تھا لیکن دروازے کھلنے سے انکاری ہوا تھا، جس پہ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے کوشش کی تھی لیکن دروازے کی امی فوت ہو جائے جو وہ زرا بھی اپنی جگہ سے کھسکا ہو۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے بل کھاتے ہوئے اپنے

گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے کافی ضبط سے دروازہ کھٹکھٹایا تھا، اس دوران اس نے ایک دفعہ بھی مڑ کے زوریز شاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا اور زوریز شاہ تو جیسے اسکے پیچھے دیکھنے کا ہی انتظار کرتا فرصت سے جمائی لے رہا تھا۔۔

ازمیر سو رہا ہے!! شور نہیں کریں!!۔۔۔ ایزل شاہ جو بیڈ پہ لیٹے کھکھلاتے ہوئے ازمیر کے ساتھ کھیل رہی تھی، دروازے کو بجتے دیکھ کے وہ جانتی تھی، اس وقت دروازے پہ کون ہے، وہ یہ دستک پہچانتی تھی، اسی لئے وہ سرد و سپاٹ لہجے میں جواب دیتی پھر سے ازمیر کے ساتھ مگن ہو گئی۔ ایزل شاہ نے کافی بلند آواز میں جواب دیا تھا جس کی آواز باہر کھڑے کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ زوریز شاہ کے کانوں تک بھی کافی آسانی سے پہنچی تھی، کاظم شاہ نے اسکے جواب پہ ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اپنی زبان کو اپنے منہ میں رول کیا تھا جبکہ زوریز شاہ کا چھت پھاڑ قہقہہ ہوا میں بلند ہوا تھا۔۔

ہاہاہا! بیوی انتظار کر رہی ہو گی؟؟ وہی بیوی جو سوری ٹو سے اس وقت اپنی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کر رہی؟ جس کا ثبوت ایزل کے کمرے کا یہ بند دروازہ دے رہا ہے!! ہاہاہا افسوس!!۔۔۔ زوریز شاہ بھی کونسا کم تھا، اس نے اس کے الفاظ اسی کو واپس لٹاتے ہوئے مختصر سے جملوں میں کاظم شاہ کو سر سے پیر تک سلگایا تھا۔ اس کے الفاظ پہ تضاد اسے قہقہے پہ قہقہہ لگاتے دیکھ کے کاظم شاہ جی بھر کے تپا تھا جس پہ اس نے ضدی انداز میں دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے دروازے کے ہینڈل کو زور زور سے گھمایا تھا لیکن مجال تھی جو اندر بیٹھی ایزل شاہ کے سر پہ جوں تک رینگی ہو وہ جیسے اسے بیگ گراؤنڈ میوزک سمجھتی ہنوز ازمیر شاہ کے ساتھ لاڈیاں کرنے میں مصروف تھی۔۔ کاظم شاہ نے تب تک دروازے کے ہینڈل کو گھمانا بند نہیں کیا تھا جب تک کے وہ ٹوٹ کے اسکے ہاتھ میں نہیں آیا تھا۔۔ زوریز شاہ اب باقاعدہ پیٹ پکڑ کے ہنستا ہوا لاؤنج کے صوفے پہ ڈھیر ہو چکا تھا۔۔ ہنس ہنس کے زوریز شاہ کی آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔۔

ہاہاہا ازمیر سو رہا۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔ زوریز شاہ ہنسنے کے درمیان کچھ بولنے کی کوشش کرتے پھر سے بلند آواز میں ہنستا اپنا سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

آپکی بیوی بول رہی ہے شور نہ کریں ان کا بیٹا ڈسٹرب ہو رہا ہے!! ویسے آپس کی بات ہے لالہ بیٹے کے بعد تو کٹ گیا آپکا!!۔۔۔ زوریز شاہ اپنی ہنسی دبا کے افسوس کرنے والے انداز میں بولتا پھر سے قہقہہ لگا اٹھا، اسے اس وقت کاظم شاہ کا سرخ چہرہ اس قدر مزہ دے رہا تھا کہ زوریز شاہ کا بس نہیں تھا وہ مسجد کے اسپیکر میں جا کے زور زور سے قہقہے لگائے۔۔

زوریز شاہ کے آخری جملے پہ کاظم شاہ کو کل کا سین یاد آیا تھا جب وہ اسی سے ملتا جلتا جملہ کٹی کو بولتا ہوا اسے سلگا رہا تھا، کاظم شاہ کو اب پتا چلا تھا کٹی اس جملے پہ کیوں اتنا بھڑکی تھی، وہ اسی لئے بھڑکی تھی کیونکہ کٹ جانے پہ واقعی ہی دل پہ وار ہوتا محسوس ہوتا تھا۔

اگر اگلے ہی منٹ تمہاری ہنسی کو بریک نہ لگی زوریز شاہ تو واللہ تمہاری بہن کی خیر نہیں ہے میرے ہاتھوں!!۔۔کاظم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا دروازے کا ہینڈل زمین پہ پھینک کے زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے دانت پیستے ہوئے غرایا تھا جس پہ اگلے ہی منٹ زوریز شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی ہنسی پہ بریک لگائی تھی، کیونکہ معاملہ بہن کا تھا۔۔

ازمیر کو سلاتے سلاتے خود بھی سو جاؤ! تمہیں اپنے انداز میں جگاؤں گا آ کے میں بدتمیز جیری!!۔۔کاظم شاہ دروازے پہ زور سے ہاتھ مار کے بے باکی اور غصے سے بولتا لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھا تھا، کمرے میں بیٹھی ایزل جو کب سے ان کی گفتگو سنتے ہوئے بھی نظر انداز کر رہی تھی، کاظم شاہ کے اس جملے پہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا، وہ زوریز شاہ کے قہقہوں پہ اتنا تو جان چکی تھی کہ وہ باہر ہی ہے جس پہ وہ اپنے جواب دینے پہ جی بھر کے پچھتائی تھی اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کا بے باک جواب سنتے وہ اس سوچ کے ساتھ سرخ پڑی تھی کہ زوریز لالہ کیا سوچ رہے ہوں گے؟ ویسے اگر وہ جان جاتی کہ اسکے زوریز لالہ کتنے بے باک ہیں تو یقیناً وہ ایسا سوچنے میں اپنا وقت برباد مت کرتی۔۔زوریز شاہ نے تو کاظم شاہ کے اس جملے پہ یوں اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا جیسے سنا ہی نہ ہو وہ کیا بول رہا ہے جبکہ اسکے منہ سے اپنی بہن کے لئے جیری کا لفظ اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔

مظہر شاہ کی قبر کھودی تھی یا اسکی بوٹیاں کر کے چیل کوؤں کو ڈالی تھیں؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کے زوریز شاہ کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتا آبیبرو آچکا کے سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا، اسکے اس اچانک سوال پہ زوریز شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

کیوں آپ نے فاتحہ پڑھنے جانا ہے اس کی قبر پہ؟۔۔۔زوریز شاہ نے بھی اسی کے انداز میں آبیبرو آچکا کے کافی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔

مجھے میری بات کا جواب چاہئیے ریز شاہ ورنہ اگلے ہی منٹ اسی لاؤنج میں تمہاری قبر کھود کے اس پہ قرآن خانی کروا کے نیکیاں کمانے کا موقع میں اپنے ہاتھ سے قطعی جانے نہیں دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ دھمکی دینے والے انداز میں بولتا

اسکی گدی پہ تھپڑ رسید کر چکا تھا جس پہ زوریز شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو بڑے ریلیکس انداز میں کب سے اس پہ تشدد کر رہا تھا۔۔

یہ مظہر والا معاملہ آپ نے چھوٹے شاہ کو سونپا تھا! اور آپ نے خود ہی بولا تھا کہ میں اس معاملے سے دور رہوں تو میں نے بھی اس میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت محسوس نہیں کی! بہتر ہو گا آپ اس کا جواب چھوٹے شاہ سے لیں!۔۔۔زوریز شاہ اسکی دھمکی پہ فر فر کہانی بنا کے جواب دیتا اپنے کندھے آچکا گیا جیسے اس پورے معاملے میں کہیں بھی اسکا عمل دخل نہ ہو۔

میں نے یہ معاملہ چھوٹے شاہ پہ چھوڑ کے تمہیں مظہر سے دور رہنے کو بولا تھا اور تم میرے اتنے فرمانبردار تھے جس نے میرے یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی اتنی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا ہے کہ حیرت سے میری آنکھیں پھٹ رہی ہیں؟ کیا واقعی ہی زوریز شاہ ایسا ممکن ہے کہ تم پورے زمانے کی خبر رکھنے والے اپنے دشمن کزن مظہر شاہ کی خبر نہ رکھو؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے جواب پہ اسکا کان مڑورتے ہوئے حیرانگی سے اپنا آبیبرو آچکا کے استفسار کیا تھا۔۔

آہہہ!! لالہ میں کیوں جھوٹ بولوں گا؟ جھوٹ بولے کوا کاٹے!! ۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے معصومیت سے بولتے ہوئے کاظم شاہ سے اپنا کان چھڑوایا تھا۔۔

اگر یہ جھوٹ ہوا تو تمہیں کوے کی بجائے ٹائیگر (ہویلی کا پالتو شیر) کے آگے ڈال دوں گا میجر شاہ!! تم تینوں بہن بھائیوں نے مل کے آج میرا جو بی پی شوٹ کر دیا ہے نہ بہتری اسی میں ہے میجر شاہ ابھی اور اسی وقت کچن میں جاؤ اور میرے لئے کافی بنا کے لاؤ!!!۔۔کاظم شاہ حکمیہ انداز میں بولتا اپنے سر پہ ہولے سے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے بار ہا مارتا صوفے پہ نیم دراز ہوا تھا۔اسکے آرڈر دینے والے انداز پہ زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا وہ اسے طنزیہ طور پہ بار ہا میجر شاہ بولتے اس پہ باور کروا رہا تھا کہ وہ جتنی مرضی بڑی پوسٹ پہ چلا جائے رہنا اس نے اسکے روعب کے نیچے ہی ہے!!

حلیمہ کو بولیں نا!!۔۔۔زوریز شاہ برا مناتے ہوئے منہ بنا کے بولا تھا۔

آل رائٹ!! اب اپنی رخصتی کا مسئلہ سلجھانے کے لئے تم بھی حلیمہ کے پاس ہی جاؤ گے فوجی!! مجھ سے کسی اچھے کی امید مت رکھنا کیونکہ اب اگر تم سر کے بل بھی چل کے میرے پاس آؤ گے نا میں پھر بھی تمہاری رخصتی نہیں ہونے دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ نے اسکی دہکتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

ہاا!! سیریس (سڑیل) کیوں ہو رہے ہیں؟ میں تو مزاق کر رہا تھا یار! بتائیں چینی (نمک) کتنے چمچ ڈالوں؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکی اتنی سیریس دھمکی پہ دانت پیس کے بولتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا، اگر حازق خان یار ایان خان اسکی اتنی خاطر تواضع ہوتے دیکھ لیتے تو انہوں نے یقیناً کتنے کتنے ہفتے اسکا مزاق بنانا نہیں چھوڑنا تھا۔۔

No sugar

کاظم شاہ اپنی ہنسی ضبط کر کے کافی سپاٹ اور سرد لہجے میں بولتا اپنی آنکھیں موند گیا۔ کاظم شاہ کو خود پہ فخر ہوا تھا جو ایک میجر کو اپنی انگلیوں پہ نچا رہا تھا۔" اس میجر شاہ کو جو مجرموں کو اپنی انگلیوں پہ نچاتا تھا۔۔"

آپ جتنی مرضی ڈائیٹنگ کر لیں! از میر بازی لے ہی جائے گا!!۔۔۔اسکے نو شوگر کہنے پہ زوریز شاہ سلگتے انداز میں بڑبڑاتا ہوا کچن کی طرف بڑھا تھا، کاظم شاہ اسکی سرگوشی سن کے بھی ان سنی کر گیا۔

میر بابا کی جان کے عذاب آئی ڈونٹ مس یو (میں آپکو یاد نہیں کر رہا)۔۔۔کاظم شاہ زیر لب مسکرا کے بولتا اپنے خیالوں میں اپنے بیٹے سے مخاطب ہوا تھا جس کی ظالم ماں اس وقت کمرے کا دروازہ بند کئے یقیناً کاظم شاہ کی سوتن کٹی کے ساتھ رومانس کرنے میں مصروف تھی۔ کاظم شاہ نے غصے سے سوچتے ہوئے پھر سے اپنی آنکھیں موندی تھیں!

بلیو سادہ سی جینز پہ وائٹ ٹاپ پہنے میر ال شاہ رروئی روئی آنکھوں سے چہرے پہ کافی سنجیدگی لئے بار میں داخل ہوئی تھی۔۔بار میں مختلف رنگوں کی لائٹس جگمگ کرتی ہوئی آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں جبکہ لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے ڈانس کرنے میں مصروف تھے اور کچھ لوگ سافٹ ڈرنک کا مزہ لیتے ساتھ ساتھ پتے (تاش) کھیلنے میں مصروف تھے۔ میر ال شاہ اپنے دوستوں کو تلاش کرنے کی غرض سے اپنی نظریں گھما

ہی رہی تھی جب اسکی نظروں کا مرکز کونے والے ٹیبل پہ موجود دو لوگ بنے تھے۔۔میر ال شاہ اب اپنے دوستوں کو ڈھونڈنے کی بجائے ڈائریکٹ اس کونے والے ٹیبل کی طرف بڑھی تھی۔۔

?Hey!! are u both dating

کونے والے ٹیبل تک آتے میر ال شاہ اچانک سے اس ٹیبل پہ ہولے سے ہاتھ مارتی اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں کو پھیلائے_ آئیبرو آچکا کے کافی تجسس سے استفسار کر رہی تھی۔۔اس اچانک افتاد پہ ٹیبل پہ بیٹھے دونوں وجودوں سے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔اسکے بے باک جملے کو سنتے وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ تذبذب کا شکار ہوئے تھے۔اس میک اپ کی دکان کو یہاں بھی اپنے سر پہ کھڑے دیکھ کے میجر خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا جبکہ الوینہ (میجر شاہ کی مشن پارٹنر) حیرانگی سے میر ال کو خود کے ساتھ یوں فرینکلی بات کرتے دیکھ رہی تھی۔۔

?Excuse me miss!!! Who are u

میجر خان نے اپنی نیلی آنکھوں میں اجنبیت لئے سپاٹ انداز سے سوال کیا تھا۔اسکے سوال پہ میر ال شاہ کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔اسکی آنکھوں میں کل سے زیادہ اجنبی پن تھا! میر ال شاہ اس اجنبیت کی وجہ سمجھ نہیں پائی تھی۔۔

نقلی میجر تمہیں تو مافیہ کی بجائے ایکٹنگ میں ہونا چاہیئے تھا! ایکٹنگ اچھی کر لیتے ہو ویسے!!۔۔۔میر ال شاہ ہولے سے تالی بجاتے ہوئے بنا پوچھے ان کے ٹیبل کی کرسی پہ بیٹھتی داد دینے والے انداز میں بولی تھی۔۔

مس آپ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟ہم واقعی میں آپ کو نہیں جانتے! آپ پلیز جایئے یہاں سے! ۔۔۔میجر خان کا لہجے پہلے سے زیادہ سرد اور سپاٹ ہوا تھا۔وہ پچھلی ملاقات سے یوں بیہو کرتا میر ال شاہ کو شش و پنج میں مبتلا کر رہا تھا، کیا وہ واقعی ہی بھول چکا تھا کہ وہ اسے میک اپ کی دکان بولا کرتا تھا؟میر ال شاہ نے اداسی سے سوچا تھا لیکن چہرے پہ اداسی کا ایک تاثر نہیں لانے دیا تھا۔۔

تمہاری یاداشت تو نہیں چلی گئی جنگلی پٹھان؟؟یا اس میڈیم کے سامنے بن رہے ہو؟کیا نئی نئی گرل فرینڈ بنی ہے جس کے سامنے نمبر بڑھانے کے لئے یوں ریکٹ کر رہے ہو؟!!۔۔۔۔میر ال شاہ اپنے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی الوینہ کی طرف اشارہ کرتی شرارت سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔کالی آنکھوں والی الوینہ اس وقت گلابی ایسٹرن ڈریس میں

ملبوس چہرے پہ بلا کی معصومیت سجائے ان دونوں کو وقفے وقفے سے دیکھ رہی تھی جن کی باتیں الوینہ کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔۔

شٹ اپ!! آپ ہوش میں تو ہیں؟؟

How cheap mentality

مطلب لڑکا اور لڑکی ساتھ بیٹھے بات کر رہے ہیں تو یقیناً کوئی نہ کوئی چکر ہے یا آپس میں گرل فرینڈ بوائے فرینڈ ہیں؟؟ مطلب کچھ بھی؟؟۔۔۔حازق خان غصے سے چلایا، بار میں میوزک تیز ہونے کی وجہ سے اسکی آواز اتنی نہیں گونجی تھی لیکن اس غیر لڑکی کے سامنے اپنی اتنی انسلٹ پہ میر ال شاہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی تھی۔۔

میری تو سمجھ سے باہر ہے آپ کون میڈیم ہیں اور کس حق سے یہاں ہمارے ساتھ بیٹھ کے ہمیں ڈسٹرب کر رہی ہیں؟ پلیز میڈیم اٹھیں اور جائیں یہاں سے!! آپ کی باتوں سے میرا موڈ آف ہو رہا ہے!!۔۔۔میجر خان اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیر تا بیزاری سے بولا تھا۔۔لہجے میں غصے کی رمک بھی شامل تھی۔۔

کیا تم واقعی ہی مجھے بھول چکے ہو؟ کیا تمہیں یاد نہیں ہے ہم بار کے واشروم میں ملے تھے پھر ریسٹورنٹ، بیکری، خضدار اور مال میں۔۔کیا میں تمہیں واقعی یاد نہیں ہوں نقلی میجر؟ میں نے تمہیں اور ریز کو تمہارے کمانڈر سے ڈانٹ بھی پروائی تھی!! اب یاد آیا؟؟۔۔۔میر ال شاہ اسکے غصے کو نظر انداز کرتی نا جانے کس احساس کے تحت اسے فکر مندی سے اپنی پرانی ملاقاتیں یاد کروا رہی تھی۔۔اسکے منہ سے اتنی آسانی سے بار کے واشروم کی ملاقات کا سنتے جہاں حازق خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا وہی پہ الوینہ کی کالی گہری آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

مجھے لگ رہا ہے آپکو کوئی دماغی چوٹ آئی ہے میڈیم یا پھر آپ کسی صدمے کا شکار ہیں! مہربانی فرما کے یہاں سے اٹھیں اور چلتی بنیں! میں آپکا بہت شکر گزار ہوں گا!!۔۔۔میجر خان نے دانت پیستے ہوئے اپنی نظریں جھکائے ٹیبل پہ اپنی انگلیاں بجاتے ہوئے اسے یہاں سے اٹھنے کا بولا تھا۔۔اپنی لگاتار اتنی بے عزتی پہ میر ال شاہ کی آنکھیں ایک دفعہ پھر سے چھلکنے کو بے تاب ہوئی تھیں۔۔پتا نہیں کیوں میجر خان کا یہ اجنبی روپ اسے تکلیف دے رہا تھا۔وہ مزید کچھ بھی بولے جلدی سے اس کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ایک نظر الوینہ جبکہ دوسری شکوہ کناں نظر وہ حازق خان پہ ڈالتی اپنی پلکوں کو جھپکتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے یہاں سے جا چکی تھی۔میر ال شاہ کو اپنی حلق میں

آنسوؤں کا گولہ اٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ میر ال کے دور جاتے ہی الوینہ نے سوالیہ نگاہوں سے میجر خان کی طرف دیکھا تھا جس پہ وہ اسکی آنکھوں میں رقم سوال کو نظر انداز کرتا اپنی پرانی بات پھر سے شروع کر گیا۔۔

ہیے میر ال! کہاں جا رہی ہو؟۔۔۔ میر ال کو تیزی سے بار کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے جنید نے اسکی کہنی پکڑ کے اسے روکتے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔۔ جنید ہمدانی، میر ال شاہ کے اچھے دوستوں میں سے ایک تھا۔۔ میر ال شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے نفی میں سر ہلاتے اپنا بازو چھڑوانا چاہا تھا جب جنید نے اسے بازو سے کھینچتے ہوئے خود کے قریب کیا تھا۔ میر ال شاہ اس اچانک افتاد پہ اسکے کسرتی سینے سے ٹکرائی تھی۔۔ میر ال شاہ نے خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے سے روکنے کے لئے اسکے سینے پہ اپنے دونوں ہاتھ جمائے تھے اور اسی وقت میجر خان کی نظریں ان دونوں کی طرف اٹھی تھیں۔۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے اتنے نزدیک دیکھتے ہوئے میجر خان کا پارہ ساتویں آسمان پہ پہنچا تھا۔۔ میجر خان کو لگا اسکا پورا وجود چنگاریوں کی زد میں ہو۔۔

یہ کہا طریقہ ہے جنید۔۔۔۔ میر ال شاہ نے نامحسوس انداز مین جنید سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے اس سے سختی سے سوال کیا تھا۔۔ اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا جنید کا خود کو یوں ٹچ کرنا۔۔

کیا تم روئی ہو میر ال؟ اور یہ تمہارے گال پہ کیا ہوا ہے؟۔۔۔ جنید نے اسکے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اسکی گلابی آنکھوں پہ تضاد اسکے ہلکے سوجھے گال کو دیکھتے اس پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا، میجر خان نے نا جانے کس ضبط سے یہ منظر دیکھا تھا، میجر خان خود پہ قابو پاتا ہوا لاپرواہی سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گیا۔۔ اسکے سامنے بیٹھی الوینہ اسکے ہر تاثر کو بغور دیکھ رہی تھی۔۔

کچھ نہیں ہوا!! ڈونٹ یو ڈیئر ٹو ٹچ می ایور اگین لائک دس!!۔۔۔ میر ال شاہ اسکا ہاتھ اپنے گال سے ہٹا کے غراتی ہوئی بار کے دروازے سے نکل چکی تھی، اسے آج جنید کا یہ بدلا بدلا انداز بالکل اچھا نہیں لگا تھا، اس نے آج سے پہلے اسے کبھی یوں نہیں چھوا تھا۔۔ جنید نے کندھے اچکاتے ہوئے اسکی بل کھاتی نازک کمر کو گہری بے باک نگاہوں سے دیکھا تھا۔ حازق خان جو خود کو یہاں دیکھنے سے بعض نہیں رکھ پایا تھا، اس لمبے چوڑے لڑکے کو میر ال شاہ کا اتنی باریکی سے جائزہ لیتے دیکھ کے وہ غصے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گیا۔ میر ال شاہ جا چکی تھی لیکن جنید کی نظریں ہنوز اسی راہ پہ تھیں جہاں سے وہ شعلہ جوالہ بنتی غراتے ہوئے نکلی تھی۔۔ حازق خان کا بس نہیں تھا وہ اس غلیظ انسان کی

آنکھیں نکال کے اس کے ہاتھ میں پکڑا دے! لیکن مجبوری یہ تھی وہ اور الوینہ ابھی اس وقت اپنے مشن پہ کام کر رہے تھے، وہ اٹھ کے اسے پیٹ کے اپنا مشن نہیں برباد کرنا چاہتا تھا، میجر خان نے یہ کام بعد کے لئے پینڈنگ چھوڑا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 71(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

ہوش میں آیا وہ سالا؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی گاڑی کی چابی خورشید کی طرف پھینکتا ہوا سرد لہجے میں عاشر لکھانی کے بارے استفسار کر رہا تھا جس پہ خورشید کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، ارزم شاہ نے کاظم شاہ کے لاکھ کہنے پہ بھی اسے عاشر لکھانی کی بکواس نہیں بتائی تھی، وہ اپنی بیوی کے بارے میں سنی گئی ایسی غلیظ باتیں کسی اور کو بتانے سے پہلے مر نہ جاتا؟ ارزم شاہ نے کاظم شاہ کو قسم دیتے ہوئے بے بس کیا تھا کہ وہ عاشر لکھانی اور اس کے معاملے میں نہیں بولے گا جس پہ وہ اسے غصے سے گھور کے رہ گیا۔ کامران لکھانی کا بیٹا عاشر لکھانی تقریباً پچھلے آٹھ گھنٹوں سے ارزم شاہ کی قید میں تھا لیکن اس کی طرف سے کوئی ایکشن نہیں لیا گیا تھا کیونکہ کامران لکھانی اس وقت پاکستان میں نہیں تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں خورشید!!!۔۔۔خورشید کو خاموش دیکھ کے ارزم شاہ نے غصے سے اپنا سوال دہرایا تھا۔۔

و۔وہ۔۔و۔وہ۔۔۔ش۔شاہ۔۔صا۔۔صاحب۔۔۔و۔وہ۔۔۔ابھی خورشید کچھ بولتا جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کیا وہ وہ لگا رہی ہو؟؟ تمہاری بک بک سننے کا وقت نہیں ہے میرے پاس!! جو پوچھا ہے اسکا ہاں یا ناں میں جواب دو خورشید خان!!۔۔۔ارزم شاہ لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے دھاڑا تھا۔۔

شاہ صاحب وہ یہاں نہیں ہے!!۔۔۔اسکی دھاڑ پہ خورشید اس سے کچھ فاصلہ بناتا آنکھوں میں آنسو لئے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا تھا۔۔

کیا مطلب یہاں نہیں ہے تو کہاں ہے؟؟ تم ہوش میں تو خورشید خان؟؟۔۔۔ ارزم شاہ غصے سے بلند آواز میں گرجا تھا ۔۔ خورشید کا جواب سن کے اسکا غصے سے برا حال ہوا تھا۔۔

میں نہیں جانتا شاہ صاحب! میں تو اس کی مرحم پٹی کر کے صرف کچھ دیر کے لئے شیرو (ارزم شاہ کا پالتو کتا) کو کھانا ڈالنے گیا تھا۔۔ شیرو کو کھانا ڈال کے واپس گیا تو دیکھا وہ سیکریٹ روم میں نہیں تھا۔۔ مجھے معاف کر دیں شاہ صاحب۔۔۔ خورشید اب باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے رو رہا تھا۔۔

کیا شیرو کو کھانا ڈالنے کی ڈیوٹی صرف تمہاری ہے؟؟ باقی ملازم مر گئے تھے کیا؟ تم لوگوں کو کیا صرف جھک مارنے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ اتنے سارے ملازم ہوتے ہوئے وہ آخر کیسے یہاں سے فرار ہو سکتا ہے؟؟۔۔۔ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں کو نوچتے ہوئے طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔ اس نے تو ابھی تک عاشر لکھانی پہ اپنا ایک فیصد غصہ بھی نہیں اتارا تھا اور وہ فرار ہو چکا تھا؟ ارزم شاہ اسکے صبح کے الفاظ سے جس قدر بھرا پڑا تھا، کوئی شک نہیں تھا وہ اس وقت اسکا قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تھا لیکن خورشید کے منہ سے اسکے فرار ہونے کی خبر سن کے اس کا دل کر رہا تھا وہ خورشید کو ابھی اور اسی وقت شوٹ کر دے۔۔

وہ۔۔ شاہ۔۔ صاحب۔۔ باقی۔۔ سب۔۔ گیٹ پہ اور پچھلی سائیڈ پہ تھے۔۔ اور۔۔ میں غلطی سے سیکریٹ روم کا دروازہ۔۔ بند۔۔ کرنا۔۔۔ بھول۔۔۔ گیا۔۔ تھا۔۔۔ خورشید نے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے پورا سچ بیان کرتے ہوئے اپنی غلطی بتائی تھی، اگر یہاں خورشید کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید ارزم شاہ اسکا گلا دبا دیتا لیکن سامنے خورشید تھا، اسکا وفادار ملازم جو کافی سالوں سے اسکی حویلی میں ملازم تھا لیکن پھر یہ اپارٹمنٹ خریدنے کے بعد ارزم شاہ نے خورشید کو یہاں ڈیوٹی پہ رکھ لیا۔۔ ارزم شاہ اسے کوئی بھی سزا دینے کی بجائے بے حد ضبط سے اسکے ہاتھ سے چابی کھینچ کے پکڑتا ہوا کافی غصے سے پھر سے اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔۔

(کل۔۔ لاہور۔۔ گیا۔۔ تھا۔۔ میں۔۔ کیا۔۔۔ مست۔۔۔ لگ۔۔۔ رہی۔۔۔ تھی۔۔۔ تمہاری۔۔ منکوحہ۔۔۔ ایسا۔۔ لگ۔۔۔ رہا۔۔۔ تھا۔۔ سارے۔۔ بازار۔۔ حسن۔۔۔ کا۔۔ حسن۔۔

وہی۔۔۔ خود۔۔۔ میں۔۔۔ سموئے۔۔۔ بیٹھی۔۔۔ ہو۔۔ اور۔۔ پھر۔۔۔ اس۔۔۔ حسن۔۔۔ کو۔۔ خراج۔۔۔ پیش۔۔۔ کرنے۔۔ کا۔۔۔ مزہ۔۔۔ بھی۔۔ الگ۔۔۔ تھا۔۔۔ یقین۔۔۔ کر۔۔۔ اسکا۔۔۔

دبنگ۔۔۔روپ۔۔۔اسکی۔۔قربت۔۔۔کا۔۔۔نشہ۔۔۔ابھی۔۔تک۔۔سر۔۔۔چڑھ۔۔۔کے۔۔۔بول۔۔۔۔ر ہا۔۔ہے)۔۔۔۔ارزم شاہ جو غصے سے اپنے شہد رنگ بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتا تیز رفتار ڈرائیونگ کر رہا تھا، عاشر لکھانی کا یونی میں لڑائی کے دوران بولا گیا جملہ یاد کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اسکے خون میں ابال اٹھے تھے۔۔

میں تیری جان لے لوں گا عاشر لکھانی!! تو دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپ جا لیکن تو سید ارزم شاہ سے نہیں بچ سکتا!! میں نے تیرے سینے میں اپنی پسٹل کی ساری گولیاں نہ اتاری تو میرا نام بھی سید ارزم دریاب شاہ نہیں!!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے غصے سے حلق کے بل چیختے ہوئے سٹیرنگ پہ زور سے ہاتھ مارا تھا۔جب کسی بھی پل چین نہ آیا تو جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکال کے ایک ہاتھ کی مدد سے جلایا۔۔وہ اب سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا ہوا اپنے اندر لگی آگ کو مزید بھڑکا رہا تھا۔۔وہ کامران لکھانی کے مینشن نہیں گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا عاشر لکھانی وہاں جانے کی غلطی نہیں کرے گا! وہ ضرور اس سے چھپ کے کل کے ہوئے پورے واقعے کی تفصیل کو اپنے انداز میں میڈیا کے سامنے پیش کرے گا لیکن ارزم شاہ کو اس وقت اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، اسکی آدھے گھنٹے میں لاہور کی فلائٹ تھی، وہ ائیرپورٹ جانے سے پہلے عاشر لکھانی کو پیٹنے آیا تھا لیکن یہ عاشر لکھانی کی خوش قسمتی تھی جو وہ اسکے اپارٹمنٹ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا تھا، ورنہ ارزم شاہ کا اسے بخشنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔ارزم شاہ کی گاڑی کا رخ اب ائیرپورٹ کی طرف تھا، وہ حویلی میں کسی کو بھی خبر دیئے بغیر لاہور جا رہا تھا۔۔وہ اپنے دل کو سمجھا رہا تھا وہ صرف اپنے پرانے دوستوں سے ملنے کے لئے جا رہا ہے تاکہ کچھ فریش ہو سکے، جبکہ بات اس سے الٹ تھی!!

رات کے گیارہ بج رہے تھے جب میجر خان اپنے کام سے فارغ ہوتا اپنے مینشن کی طرف لوٹ رہا تھا۔وہ اپنے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی لئے تیز رفتار میں اپنی گاڑی سڑک پہ دوڑا رہا تھا جب میر ال شاہ کی بھوری روئی روئی آنکھیں اس کے دماغ کے پردوں میں لہرائی تھیں۔۔اسکی کانچ سی آنکھوں میں موجود نمی کی لکیر، شکوے، غصہ اور دکھ یاد کرتے ہوئے حازق۔ان نے سٹیرنگ پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔۔

اسکی آنکھوں میں آنسو کیوں تھے؟وہ کیوں مجھے شکوے سے دیکھ رہی تھی؟کیا ہم ریلیشن میں تھے؟یا ہمارا بریک اپ ہو گیا ہے؟یا وہ کبھی میری دوست رہ چکی ہے؟جہاں تک مجھے یاد ہے ہم دونوں میں دشمنی ضرور تھی لیکن وہ صرف فن کی حد تک تھی!! کوئی جانی مانی دشمنی تو نہ تھی! پھر وہ کس حق سے مجھے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہی تھی؟ کیوں مجھ سے پرسنل سوالات پوچھ رہی تھی؟کیوں میرے ساتھ اتنا فری ہو رہی تھی؟۔۔۔میجر خان سٹیرنگ پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارتا غرایا۔

بھاڑ میں جائے میری طرف سے! میں اس کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟کیا وہ اور اس کا خاندان اس لائق ہے کہ ان کے بارے میں سوچ کے اپنا وقت برباد کیا جائے؟۔۔حازق خان اگلے ہی پل کندھے اچکا کے لاپرواہ انداز میں سوچتا اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔۔وہ لاپرواہی سے اپنے دماغ میں آئی میرال شاہ کی ساری سوچیں جھٹک ہی رہا تھا جب بارکا وہ منظر اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا تھا جب اس لڑکے (جنید ہمدانی) نے میرال شاہ کو کھینچ کے خود کے قریب کیا تھا۔۔وہ جس طرح سے اس کے سینے سے لگی تھی اور اس پہ تضاد جس طرح سے اس لڑکے نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے اسکے گال کو چھوا تھا،حاذق خان چاہ کے بھی یہ سب فراموش نہیں کر پا رہا تھا۔۔

آخر کون تھا وہ بے غیرت انسان؟اور وہ کس طرح سے اسکی بانہوں میں اتنے ریلکس انداز میں کھڑی ہو سکتی تھی؟۔۔۔۔حازق خان نے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں غصے سے ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا تھا۔حازق خان نے یقیناً وہ سین نہیں دیکھا تھا جب میرال شاہ نے غصے سے جنید کو خود سے دور جھٹکا تھا۔۔

وہ ایک سید زادی ہوتے ہوئے اتنی غلیظ جگہ پہ کیوں آتی ہے؟؟ان جگہوں پہ شریف لوگ تو نہیں آیا کرتے!! کیا شاہ (زوریز) اس سب سے غافل ہے؟اگر غافل ہے تو کیوں ہے؟اور اگر وہ یہ سب جانتا ہے تو اپنے خاندان کی لڑکی کو لگام کیوں نہیں ڈال رہا؟؟۔۔۔یہ سب سوچ سوچ کے حازق خان کو اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا،وہ جتنا چاہ رہا تھا وہ میرال شاہ کے بارے میں نہ سوچے! وہ اتنا ہی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔وہ چاہ کے بھی اسکی سوچوں کو جھٹلا نہیں پا رہا تھا۔۔

یہ بھی دن آنے تھے جب دنیا کے جانے مانے بزنس ٹائیکون سید کاظم شاہ نے اپنی بیوی سے ملنے کی خاطر ایسی ٹین ایجرز عاشقوں والی حرکتیں انجام دینی تھیں!!۔۔۔کاظم شاہ دانت کچکچا کے خود سے مخاطب ہوتا گیسٹ روم کے واشروم میں داخل ہوا تھا۔واشروم میں داخل ہوتے وہ اسکے دوسرے دروازے کے طرف بڑھا تھا جو مین دروازے کی بالکل مخالف سمت تھا۔یہ دروازہ ایزل شاہ کے کمرے کے ڈریسنگ روم میں کھلتا تھا۔یہ دروازہ غلط جگہ پہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے لاک کر دیا گیا تھا،اس دروازے کو کوئی بھی استعمال نہیں کرتا تھا لیکن آج کاظم شاہ کو اس دروازے کو استعمال کرنے کی خاص ضرورت پیش آئی تھی۔۔اپنی جیب سے چابی نکالتے ہوئے کاظم شاہ نے دروازے کا لاک کھولا تھا۔۔لاک کھولتے ہی ہینڈل کو گھماتے وہ بالآخر ایزل شاہ کے ڈریسنگ روم میں داخل ہوا تھا۔۔ڈریسنگ روم میں داخل ہوتے ہی وہ گیسٹ روم کے واشروم کا دروازہ پھر سے لاک کر چکا تھا۔۔صد شکر تھا جو ایزل شاہ کے ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا ورنہ یقیناً کاظم شاہ کا میٹر ضرور شارٹ ہو جاتا کیونکہ وہ پہلے ہی ایزل شاہ کے کمرے کے لاکڈ دروازے پہ کافی تپا ہوا تھا،اور اوپر سے غصے سے وہ لاک بھی توڑ چکا تھا جس کی وجہ سے کمرے کا دروازہ کھولے بغیر لاک ٹھیک کرنا آسان نہیں تھا اسی لئے کاظم شاہ نے اپنا وقت بچانے کی خاطر یہ راستہ اپنایا تھا۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتا ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا،نظریں بے ساختہ بیڈ کی طرف اٹھی تھیں جہاں ایزل شاہ کے ایک ایک طرف کٹی تو دوسری طرف ازمیر شاہ سکون سے سو رہا تھا خود ایزل شاہ بھی کاظم شاہ کی نیندیں حرام کر کے کافی سکون سے سوئی ہوئی تھی۔کاظم شاہ ان تینوں کو اتنے سکون سے سوتے دیکھ کے سلگتا ہوا اپنے گولڈن بالوں میں پھیرتے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

میری جان کے عذاب مام کے پاس نہیں سوتے! نہیں تو بابا جان دھلائی (پٹائی) کرتے ہیں! سو نیکسٹ ٹائم بی کیئر فل!۔۔۔کاظم شاہ احتیاط سے ازمیر شاہ کو ایزل کے بازو سے نکال کے اپنے سینے سے لگاتا_اسکے کان میں مدھم آواز میں گویا ہوا تھا جو ہنوز چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا اپنی نیند پوری کرنے میں مصروف تھا۔۔اسے معصومیت سے سوئے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے چہرے کے نقوش ہولے سے چومتے اسے کٹی کی پاس لٹا دیا۔۔(کٹی کو وہ پہلے ہی ایزل شاہ کی پہنچ سے دور کر چکا تھا)

میں سوچ رہا ہوں تیرے عقیقے پہ تیرا اور کٹی کا نکاح فکس کر دوں! کیا خیال ہے؟۔۔۔اسے کٹی کے ساتھ لٹاتے ہوئے کاظم شاہ اس پرفیکٹ کپل کو دیکھتا ہولے سے مسکراتے ہوئے ازمیر شاہ کے کان میں بولا تھا جس پہ نیند میں بھی ازمیر کے لبوں کو چھوٹی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا، کاظم شاہ اسکی مسکراہٹ پہ حیران ہوتا اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔کیا وہ نیند میں بھی اسکی باتیں سن رہا تھا؟ کاظم شاہ نے اسے مسکراتے دیکھ کے حیرانگی سے سوچا تھا لیکن وہ غلط تھا وہ اسکی باتوں پہ نہیں بلکہ شاید باپ کے لمس کو محسوس کرتا مسکرا رہا تھا۔۔

پہلے تیری ماں کا علاج کر لوں! پھر تیری کلاس لیتا ہوں میرے چھوٹے سے شیطان!!۔۔۔کاظم شاہ اسے دیکھ کے پیار سے دانت کچکچا کے بولتا ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا، اس دوران ازمیر کے بالکل ساتھ ایک بڑا سا پلور کھنا بھی وہ نہیں بھولا تھا۔۔

اوووو! تو کیا کہہ رہی تھی میری بدتمیز جیری؟ کہ میں شور نہیں کروں؟ چلو میں شور نہیں کرتا بس ایک دفعہ اپنی آنکھیں کھول کے دیکھو تو سہی کون شور کر رہا ہے، کانوں کی لوں تک سرخ نہ پڑی تو کہنا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے قریب جگہ بنا کے لیٹتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے ہوئے اچانک سے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ جھکا تھا، ایزل شاہ جس کی ابھی کچھ دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی، کاظم شاہ کی بھاری آواز میں کئی گئی دھمکی بھری سرگوشی پہ تضاد اسکا لمس اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑی تھیں، نیند بھک سے اڑی تھی، ایزل شاہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے خود پہ جھکے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا، جو ایک ہاتھ اسکے گرد لپیٹتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنا لمس چھوڑنے میں مصروف تھا۔۔

پیچھے ہٹیں!! یہ کیا طریقہ ہے!!۔۔۔ایزل شاہ اپنی شور مچاتی دھڑکنوں کو نظر انداز کرتی کاظم شاہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی نیند میں ڈوبی آواز میں کچھ غصے سے بولی تھی۔۔

یہ شور کرنے کا اچھا طریقہ ہے سویٹ ہارٹ! دیکھو نہ اس شور سے ازمیر کی نیند بھی نہیں ڈسٹرب ہو رہی۔۔۔کاظم شاہ ہنوز اسکے دل کے مقام پہ جھکا خمار آلود آواز میں بے باکی سے بولا تھا۔۔اسکے بے باک جواب پہ ایزل شاہ کی کان کی لوئیں سرخ پڑی تھیں جبکہ چہرے پہ غصیلے اور سرد تاثرات تھے۔۔

لیکن میری نیند ڈسٹرب ہو رہی ہے!! یہ میرا کمرہ ہے آپ سے گزارش ہے کہ اپنے کمرے میں جا کے ایسی حرکتیں انجام دیں!!۔۔۔ایزل شاہ غصے سے نا جانے کیا بول چکی تھی اسے خود بھی پتا نہیں چلا تھا،وہ ابھی تک اسی سوچ میں گم تھی کہ لاکڈ دروازے سے وہ آخر کمرے میں کیسے آیا تھا؟

کس کے ساتھ جا کے ایسی حرکتیں کروں؟تم تو اپنے کمرے میں ڈیرا جمائے بیٹھی ہو!۔۔کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی گولڈن آنکھیں گاڑتے خمار آلود آواز میں جواب دیا تھا۔۔

تو آسٹریلیا جا کے کر لیں! ظاہر ہے وہاں نو ماہ اکیلے تو نہیں گزارے ہوں گے آپ نے!!۔۔۔ایزل شاہ اسے خود سے دور کرتی استہزایا لہجے میں بولی تھی۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔اسکے الفاظ نے کسی چابک کی طرح دل پہ وار کیا تھا۔۔

تم مجھ پہ ان ڈائریکٹلی الزام لگا رہی ہو؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا،آواز مدھم اس لئے رکھی تھی تا کہ ازمیریا کٹی اٹھ کے مسئلہ نہ کھڑا کر دیں!۔

الزام نہیں لگا رہی مرد کی فطرت بتا رہی ہوں! جب آپ یہاں پاکستان میں ہوتے ہوئے مجھے رات کے وقت کمرے میں اکیلا چھوڑ کے بقول آپکے طوائفوں کے پاس جا کے اپنی آگ بجھا سکتے تھے تو آسٹریلیا جیسے آزاد اور ویسٹرن ملک میں رہتے اپنی آگ کیوں نہ بجھاتے؟۔۔۔ایزل شاہ اسکے ہاتھ سے اپنا جبڑہ آزاد کرواتی اسے اپنے جملوں سے بہت کچھ یاد کروا چکی تھی۔۔اسکے الفاظ یاد کروانے کے ساتھ ساتھ وہ اس پہ الزام بھی لگا رہی تھی جو کاظم شاہ کو کسی صورت گوارہ نہیں تھا۔۔

پہلے تم نے میرے گھر والوں کے سامنے میرے کردار کو گندا کیا تھا اب میرے ہی سامنے میرے کردار پہ الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آ رہی؟؟کیا ایسا لگتا ہوں میں تمہیں!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے تکیے کے ارد گرد ہاتھ مارتا اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا،اس دفعہ آواز بلند ہوئی تھی۔وہ بنا کسی لحاظ کے اس پہ الزام لگاتی اس کا میٹر ہی تو شارٹ کر چکی تھی۔۔اسکے یوں پھنکارنے پہ ایزل شاہ نے بے ساختہ اپنی آنکھیں میچی تھیں،اسکے الفاظ پہ دل کرچی کرچی ہوا تھا۔وہ اسے پھر سے پرانا طعنہ دے چکا تھا۔۔

تمہیں آج بھی صرف اپنا دکھ اپنی تکلیف نظر آتی ہے ایزل شاہ!! تم مجھے نہیں سمجھ سکتی! تمہیں آج بھی صرف اپنا آپ مظلوم لگتا ہے! تمہیں اس وقت دکھ نہیں ہوا جب تم مجھ پہ الزام لگا رہی تھی لیکن میرے ایک چھوٹے سے طنز پہ تمہاری آنکھوں میں آنسو آ چکے ہیں! صرف اس لئے کہ تم صنف نازک ہو تو تم مظلوم ہو جبکہ میں ایک مرد ہوں تو رونا مجھے ذیب نہیں دیتا! میں تکلیف اور اذیت میں ہوتے ہوئے بھی مظلوم کی بجائے ظالم ہوں!! ۔۔۔کاظم شاہ اسکے کان کے پاس جھکتا غصے سے دھاڑا تھا، اسکی دھاڑ پہ سوا ہوا از میر شاہ کسمسا کے پھر سے سو گیا جبکہ ایزل شاہ نے اسے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

مرد کی فطرت سے تو بہت اچھے سے واقف ہو تم!! تو میرا تم سے ایک سوال ہے کیا مرد کی انا سے بھی کچھ واقفیت ہے تمہاری؟ جانتی ہو مرد جب انا دیکھانے پہ آتا ہے تو عورت کو کہیں کا نہیں چھوڑتا!! ۔۔۔کاظم شاہ اسکی خاموشی پہ مزید غرایا۔۔وہ اسے آگ لگا کے آخر کیسے خاموش رہ سکتی تھی؟

جس طرح سے آپ نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا؟؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے شکوہ کیا۔

کہاں کا نہیں چھوڑا تھا تمہیں؟ بتاؤ جواب دو؟ کیا اپنے کردار کے داغدار ہونے پہ تمہیں پوری ہویلی کے سامنے ذلیل کیا تھا؟ یا سب کے سامنے تمہیں تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے تمہیں بے عزت کیا تھا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے شکوے پہ غصے سے بولا، ایزل شاہ نے اس کے جواب پہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے چہرے پہ سپاٹ تاثرات سجائے تھے۔۔

کیا تمہیں واقعی ہی ایسا لگتا ہے کاظم شاہ نے کبھی حرام کام کیا ہو گا؟ آخر تم مجھ پہ اتنا گندا الزام کیسے لگا سکتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتی کاظم شاہ مر تو سکتا ہے لیکن حرام کام سے خود کو کچھ دیر کے لئے وقتی تسکین کبھی نہیں دے سکتا!!۔۔اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ اسکے کچھ دیر پہلے والے الفاظ یاد کرتا غصے سے پاگل ہوتے ہوئے برہمی سے غرایا۔۔

مرد کچھ بھی کر سکتا ہے!!۔۔۔ایزل شاہ نے بے حسی اور سفاکی سے جواب دیتے کاظم شاہ کے ضبط کی طناطوں کو توڑا تھا۔۔

تم میرے ضبط کو آزما رہی ہو اگر میں ایک منٹ بھی مزید تمہارے پاس رکا تو مجھے امید ہے میرا خود پہ کیا گیا ضبط ٹوٹ جائے گا! اور میرے شدید غصے کا شکار تمہیں بننا پڑے گا جس پہ تم مزید مظلوم کہلائی جاؤ گی!! میرے پاس تمہاری

باتوں کے ایک سو ایک جواب ہیں ایزل شاہ لیکن افسوس وہ تمہیں پسند نہیں آئیں گے !! ۔۔۔ کاظم شاہ اسکے جواب پہ اسکے بالائی لب پہ غصے سے اپنے دانت گاڑ کے طیش کے عالم میں دھاڑتا ہوا تیزی اسکے بیڈ سے اٹھا تھا۔۔ کاظم شاہ کی اب والی دھاڑ پہلے سے کئی گنا زیادہ بلند تھی جس پہ ازمیر شاہ اور کٹی کی نیند اکھڑی تھی۔۔ نیند خراب ہونے پہ ازمیر شاہ نے ہمیشہ سے وہ رونا نچایا تھا کہ الامان! جبکہ ایزل شاہ نے حیرانگی سے اسے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا تھا، وہ کمرے کے دروازے پہ لگی کنڈی کو کھول کے غصے سے لمبے لمبے ڈگ بڑھتا اسکے کمرے سے نکلتا چلا گیا، جاتے جاتے زور سے دروازہ بند کرنا وہ نہیں بولا تھا۔

ضبط تو صرف ان کا آزمایا گیا ہے! میں نے تو یہ نو ماہ جیسے ہنس کھیل کے گزارے ہیں! ۔۔۔ ایزل شاہ اپنے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام سعی کرتی روتے ہوئے ازمیر شاہ کو پکڑنے کی غرض سے احتیاط سے اٹھ کے بیٹھی تھی۔۔ اسے اپنی گود میں لئے وہ پیار سے تھپکتی ہوئی زور سے اپنی آنکھیں رگڑ کے اداسی سے اپنے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں سے وہ ابھی تن فن کرتا نکلا تھا۔۔ اپنے بالائی لب پہ جلن محسوس کرتے ایزل شاہ نے بے ساختہ اسے انگلی سے چھوا تھا جس پہ کاظم شاہ نے بے دردی سے دانت گاڑتے اسے اسکے الفاظ کی سزا دی تھی۔۔

لالہ آپ آ گئے۔۔۔۔۔۔ اپنے لالہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کے وہ احتراماً بیڈ سے اٹھتی ہوئی مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاں میری جان میں آ گیا! سوری میں لیٹ ہو گیا نا آج؟۔۔۔۔ خان نے آگے بڑھتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لیتے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔ وہ آج لیٹ ہو چکا تھا، وہ پہلے کبھی بھی زیادہ دیر کے لئے باہر نہیں رکتا تھا۔۔

کوئی بات نہیں لالہ۔۔۔۔۔ وہ تھکے تھکے لہجے میں زبردستی مسکراتے ہوئے اسکی معذرت کا جواب دے رہی تھی۔۔

تم ٹھیک ہو؟ رنگت کیوں زرد پڑ رہی ہے؟؟ کیا کھایا ہے میری گڑیا نے؟۔۔۔ خان اسکی زبردستی کی مسکراہٹ پہ تضاد اسکے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کے فکرمندی سے گویا ہوا۔۔

جی لالہ ٹھیک ہوں! بس بھوک نہیں تھی۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی پہ قابو پاتی بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔

گڑیا!! کیا ہوا؟۔۔۔اسکی بھرائی آواز کو محسوس کرتے خان نے اسے بیڈ پہ بٹھاتے فکر مندی سے اس سے استفسار کیا تھا،وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔

کچھ نہیں لالہ۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی اسکی پریشانی دور کرنے کی غرض سے چہکنے کی کوشش کرتے ہوئے گویا ہوئی۔۔

بھوک کیوں نہیں تھی؟۔۔۔۔خان نے مزید پریشانی سے استفسار کیا۔۔۔

پتا نہیں۔۔۔وہ معصومیت سے اپنے کندھے اچکا کے بولی۔۔

بھوک نہیں لگے گی تو کچھ نہیں کھاؤ گی؟ گڑیا تم جانتی ہو اس وقت تمہارے وجود میں ایک ننھی سی جان پل رہی ہے جسے ہر حال میں خوراک کی ضرورت ہے،اگر تم کچھ نہیں کھاؤ گی تو وہ وجود تمہاری ہڈیوں سے خوراک لے گا جس سے تمہاری صحت پہ برا اثر پڑے گا! مجھے یہ سب کہنا بار بار اچھا نہیں لگتا گڑیا! مجھے امید ہے تم آئیندہ سے اپنے کھانے پہ کوئی کمپرومائز نہیں کرو گی!! ۔۔۔خان نے اسے نرمی سے نپے تلے انداز مین چند ہی جملوں میں بہت کچھ سمجھا دیا تھا جس پہ وہ نظریں جھکائے اپنا نچلہ لب کاٹتی ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

میں کھانا لے کے آتا ہوں،اسکے بعد ہم ڈاکٹر پہ چل رہے ہیں!!۔۔۔خان اپنی بات مکمل کرتا بیڈ سے اٹھنے ہی والا تھا جب اس نے معصومیت سے اسے مخاطب کیا۔۔

ڈاکٹر پہ اس وقت؟۔۔۔۔وہ منہ بنا کے بولی۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے بھائی اپنی بہنوں کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتے؟ اگر تم مجھے کچھ نہیں بتاؤ گی تو یقیناً میرے پاس صرف ڈاکٹر کا ہی آپشن بچے گا گڑیا اور مجھے لگتا ہے یہ ایک بیسٹ آپشن ہے تاکہ وہ تمہیں دوا دینے کے ساتھ ساتھ تمہاری لاپرواہی پہ کچھ ڈانٹے بھی!! کیونکہ میں تو تمہیں ڈانٹ نہیں سکتی اور تم میری اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتی ہو۔۔۔خان بھی جوابا نروٹھے پن سے بولتا اسکے سر پہ ہولے سے چپت لگا گیا جس پہ اس نے اپنی چھوٹی سی ناک کو معصومیت سے سکوڑتے ہوئے اپنے لالہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا کھانے کو دل چاہ رہا ہے؟ میں خود اپنی گڑیا کے لئے اپنے ہاتھوں سے بناتا ہوں۔۔خان اسکے معصوم سے انداز پہ اسکے ماتھے پہ عقیدت سے لب رکھتا بے حد پیار سے بولا۔۔

امم۔۔۔۔ گول گپے اور چاٹ۔۔۔۔ اس نے اپنی ٹھوری پہ انگلی رکھ کے سوچنے کے انداز میں شاید پہلی ہی دفعہ خان سے کوئی فرمائش کی تھی ورنہ وہ اب فرمائشیں نہیں کرتی تھی۔۔۔

اوکے صرف دوول گپے! اور پوری پلیٹ فروٹ چاٹ ڈن!!۔۔۔۔ خان اسکے سر سے سرکتی چادر کو درست کرتا مسکراتے ہوئے بولا۔۔

ہاااانہیں لالہ! فروٹ چاٹ نہیں کھٹے پانی والے گول گپے اور دہی بڑے۔۔۔ وہ رونی صورت بنا کے بولی۔۔

نیور ایور!!!۔۔۔۔ خان نے نفی میں سر ہلاتے اسے ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔۔

Okay then I don't want to eat anything

وہ نروٹھے پن سے فر فر انگریزی میں اپنا جملہ مکمل کر گئی۔۔ وہ جب بھی اپنے پٹھانی ایسنٹ میں اپنے لالہ کی سکھائی گئی انگریزی بولتی تھی خان کو اپنی بہن پہ ٹوٹ کے پیار آتا تھا۔۔

Shshsh don't be angry let's make a deal

اسے ناراض ہوتے دیکھ کے خان صلح کا جھنڈا لہراتے ہوئے اسے ڈیل کرنے کا لالچ دے رہا تھا جس پہ اسکے کان تو کھڑے ہوئے تھے لیکن منہ ہنوز پھولا یا ہوا تھا۔۔

میں کیک لے کے آیا ہوں!! وہ کون کھائے گا؟۔۔۔۔ خان آئیبرو آچکا کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا تھا، جانتا تھا وہ چاہے جتنا مرضی نمکین چیزوں کی ڈیمانڈ کر لے لیکن کیک پہ اور چاکلیٹ پہ وہ پگھل جایا کرتی تھی۔۔

سچی؟؟۔۔۔ وہ ایکسائیڈ انداز میں اپنی آنکھوں کو پھیلا کے بولی۔۔

مچی!!۔۔۔ خان نے ہنستے ہوئے اسکی تائید کی تھی جس پہ اس کی گڑیا کے چہرے کی ساری اداسی کچھ دیر کے لئے ہی سہی لیکن غائب ضرور ہوئی تھی۔۔

افف! اتنی دیر کیسے سو گیا میں؟۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنے فون پہ وقت دیکھتا جمائی لیتے ہوئے حیرانگی سے بول رہا تھا۔۔ اس وقت دوپہر کے چار بج رہے تھے، وہ رات میں کاظم شاہ کو چھیرتا اور کچھ اس کے ٹانٹ سنتا کافی لیٹ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ فجر کے وقت جا کے اسکی آنکھ لگی تھی۔۔ وہ اتنا زیادہ سونے کا عادی نہیں تھا لیکن اللہ جانے

آج اس نے اتنا کیسے سو لیا۔ اور کسی نے اسے اٹھانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی؟ زوریز شاہ حیران ہوا تھا۔۔ زوریز شاہ نے بیڈ سے کھڑے ہوتے اپنی شرٹ کی تلاش میں نظریں گھمائی تھیں لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اس نے سفید شلوار قمیض تبدیل کر کے صرف بلیک ٹراؤزر ہی پہنا تھا جس پہ وہ مرحاشاہ کو فون کرتا ساتھ ساتھ سیگریٹ پیتے ہوئے ناجانے کب سوچکا تھا اسے معلوم ہی نہ ہوا۔۔ وہ چاہتا تو مرحاشاہ کے کمرے کے دروازے کا لاک خود اپنے طریقے سے کھول کے بھی اندر جا سکتا تھا لیکن وہ جانتا تھا وہ اس پہ جتنا تپی ہوئی ہے وہ کوئی چیز اٹھا کے اس کے سر پہ مار کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دے گی اور کچھ وہ اسے منانے میں اس کے ساتھ زور زبردستی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ اس دفعہ اسکی ناراضگی جائز لگ رہی تھی جبکہ اس رات اپنا جلد بازی میں اسے چھوڑ کے جانا بیوقوفی!!۔۔

زوریز شاہ اپنی گردن کو دائیں بائیں ہلا کے اسکے بل نکالتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فریش ہونے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ فریش ہو کے بلیک پینٹ پہ وائٹ اور گرے کے امتزاج کی برینڈڈ چیک شرٹ پہنے واشروم سے نکلا تھا۔۔ ڈریسنگ مرر کے پاس کھڑے ہوتے اپنے گیلے بالوں کو ڈرائیر سے سکھانے کے بعد انہیں جیل سے سیٹ کرتے خود پہ پرفیوم چھڑکتا پیروں میں وائٹ برینڈڈ شوز پہنے اپنا موبائل فون اٹھائے تیزی سے کمرے سے نکلا تھا۔ اسکا ارادہ مرحا کو ہاسپٹل سے لے کے ڈائریکٹ ریسٹورنٹ جانے کا تھا تاکہ اسے منانے کی چھوٹی سی کوشش کی جا سکے۔۔

ڈاکٹر مرحا اپنے کیبن میں کیوں نہیں ہیں؟ وہ ہاسپٹل سے کب نکلی ہیں؟۔۔۔ زوریز شاہ نے کاؤنٹر پہ آتے ہوئے سنجیدگی سے ریسپشنسٹ سے استفسار کیا تھا۔۔ وہ اس وقت مرحاشاہ کے ہاسپٹل میں موجود تھا جہاں وہ شوقیہ جاب کرتی تھی، وہ اسے ابھی اسکے کیبن میں چیک کر کے ارہا تھا لیکن اسکا کیبن لاکڈ تھا۔۔

وہ آج ہاسپٹل نہیں آئی مسٹر شاہ!!۔۔۔۔ ریسپشنسٹ نے اپنی آنکھوں میں حیرانگی لئے زوریز شاہ کو جواب دیا تھا، وہ جانتی تھی وہ مرحاشاہ کا منکوح ہے ایسے میں اسے مرحاشاہ سے غافل دیکھ کے اسکا حیران ہونا بنتا تھا، وہ اسے آج کافی دنوں بعد ہاسپٹل میں دیکھ رہی تھی۔۔

واٹ؟؟۔۔۔زوریز شاہ بے ساختہ حیرانگی سے بولا۔۔۔

ا۔۔اوکے!!۔۔۔۔اور پھر وہ ریسپشنسٹ کی مزید سنے بغیر اپنی حیرانگی پہ قابو پاتا یہاں سے نکلا تھا، اسے یاد آیا تھا اس نے حویلی سے نکلتے ہوئے مرحا شاہ کا کمرہ چیک نہیں کیا تھا۔۔شاید وہ آج ہاسپٹل ہی نہیں آئی تھی۔زوریز شاہ خود سے مخاطب ہوتا راہداری سے نکل کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔اسکا رخ پھر سے حویلی کی طرف تھا۔۔

مرحا کہاں ہے؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے زہرہ مام سے استفسار کیا تھا۔۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے حویلی آیا تھا۔۔مرحا شاہ کو اس کے کمرے کے ساتھ ساتھ پوری حویلی سے غائب پاتے وہ ڈائریکٹ لاؤنج میں آیا تھا جہاں زہرہ شاہ اور شاہ بی بی بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔۔

لندن!!۔۔۔۔۔جواب زہرہ مام کی بجائے لاؤنج میں داخل ہوتے کاظم شاہ نے دیا تھا اور کافی سنجیدگی سے دیا تھا۔کاظم شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ نے تیزی سے اپنا رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اس جواب پہ زوریز شاہ کو لگا ابھی اسکی سانسیں رک جائیں گی!! لندن کا سنتے ہوئے چھ سالوں کا وہ ہجر یاد آیا تھا جو اس نے تڑپ تڑپ کے اسکی یاد میں گزارا تھا۔

واٹ؟؟؟یہ کیا مزاق ہے؟؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ حیرانگی، اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔۔قسط 71(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

واٹ؟؟؟یہ کیا مزاق ہے؟؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ حیرانگی، اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔پاگل ہی تو ہوا تھا وہ مرحا کو کے لندن جانے کی خبر سن کے!!

تمہارا اور میرا کوئی مذاق ہے ؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے غرانے کا اثر لئے بغیر کندھے اچکاتا ہوا سنجیدگی سے بولا تھا جیسے ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو چھیڑا ہی نہ ہو۔

وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے ؟اس نے مجھ سے اجازت لینا تو دور مجھے بتانا بھی گوارہ نہیں سمجھا؟۔۔۔۔زوریز شاہ غصے کی کیفیت میں چلایا تھا۔کاظم شاہ کے چہرے پہ بے حد سنجیدگی دیکھتے ہوئے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔زوریز شاہ کے چلانے پہ زہرہ شاہ اور شاہ بی بی نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ غصے سے لال سرخ پڑ رہا تھا۔۔

وہ میری اجازت سے لندن گئی ہے !! اس میں اتنا چلانے والی کیا بات ہے زوریز شاہ؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے چلانے پہ اسے برہمی سے ڈپٹا تھا۔کاظم شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا،جو اس کی محبت کے بارے میں جانتے بوجھتے اسے بتائے بغیر اسکی بیوی کو اس سے دور بھیج چکا تھا۔۔

لالہ آپ ہوش میں تو ہیں؟؟ آپ اسے یوں آسانی سے کیسے لندن جانے کی اجازت دے سکتے ہیں!! چھ سال پہلے اسکے باپ نے اپنی بیٹی کو شے دے کے مجھ سے دور کیا تھا،اور آج آپ اسے شے دے کے مجھ سے دور کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ جانتے بوجھتے کہ اسکے بغیر میرا گزارا نہیں ہے !!۔۔۔زوریز شاہ پاگل ہوا تھا کاظم شاہ کے ریلکس انداز پہ !! زوریز شاہ کی دھاڑ پوری ہویلی میں گونجی تھی۔۔زوریز شاہ کی دھاڑ پہ شاہ بی بی اور زہرہ مام کے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

اتنا بھڑک کیوں رہے ہو؟؟اسکا حق ہے ہر جگہ اپنی مرضی سے گھومنے پھرنے کا!!۔۔۔اسے غصے سے پاگل ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اسے ڈپٹا تھا جو اسکی پوری بات سنے بنا ہی شروع ہو چکا تھا۔۔کاظم شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے اس سے بدتمیزی کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھیں،اس کا بس نہیں تھا وہ اپنے آس پاس پڑی ہر چیز کی تباہی کر ڈالے۔۔

کیوں اسے تنگ کر رہے ہو؟ سیدھے سے بتاؤ نہ دوست کی شادی پہ گئی ہے! کچھ دنوں تک واپس آجائے گی!!۔۔۔۔زوریز شاہ کا ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے زہرہ مام نے کاظم شاہ کو ڈپٹا تھا جو اتنی سنجیدگی سے زوریز شاہ کو آگ لگا رہا

تھا۔۔زہرہ مام کے اتنی جلدی یہ سب ریویل کرنے پہ کاظم شاہ نے نروٹھے پن سے ان کی طرف دیکھا تھا۔اسکا ابھی زوریز شاہ کا کا مزید دل جلانے کا پلین تھا۔۔

کس کی اجازت سے۔۔۔۔۔زہرہ مام کی بات سننے پہ زوریز شاہ ابھی غصے سے کچھ بولنے ہی والا تھا جب اسے یاد آیا تھا کہ اس کے چہیتے لالہ نے اسے جانے کی اجازت دی ہے! وہ اپنا جملہ مکمل کئے بغیر کاظم شاہ کو ناراضی سے دیکھتا مزید بنا کچھ پوچھے وہاں سے نکلا تھا، باقی سب وہ خود بھی پتا لگا سکتا تھا کیونکہ کاظم شاہ نے اگر کچھ بتانا تھا تو پہلے اس سے اپنی منتیں کرواتے ہوئے اپنا فضول کا رعب لازمی جھاڑنا تھا۔

ابے سن تو لے!!۔۔۔اسے غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے لاؤنج سے نکلتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسے پکارا تھا لیکن وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر تم فن کرتا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

مرحاشاہ کی اس حرکت پہ زوریز شاہ کافی غصے میں تھا، وہ کم از کم اس سے پوچھ کے نہیں جانا چاہتی تھی تو فارمیلٹی کے طور پہ بتا تو سکتی تھی؟ اور اگر وہ اتنا ہی ناراض تھی تو اسے ایک میسج تو کر سکتی تھی؟ وہ اتنی باغی کیوں ہو رہی تھی؟ زوریز شاہ بے حد غصے سے سوچتا ہوا اپنی گاڑی میں سوار ہوتا تیزی سے اپنی کار ریورس کرتے ہوئے ہویلی سے نکلتا چلا گیا۔

ازمیر ماما کی جان! اب مجھے تھوڑی دیر واک کرنے دو ایسے آنی جانی (مرحاشاہ) فون پہ ماما کو ڈانٹیں گی!! آپ تو میرے اچھے بیٹے ہیں نا؟ ازمیر تو ماما کو تنگ نہیں کرتا!۔۔۔ایزل شاہ اپنی گود میں لیٹے ازمیر شاہ کے ماتھے کو چومتے اسے پیار سے سمجھا رہی تھی جو اسے اپنی بڑی بڑی ہیزل گولڈن آنکھوں سے تکتا جا رہا تھا۔۔(کٹی اس وقت ہویلی کے سیر سپاٹے کرنے میں مصروف یہی باہر کہیں تھی) ایزل شاہ کے ماتھا چومنے پہ وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔۔اسکے مسکرانے پہ ایزل شاہ اس پہ صدقے واری جاتی اسے دیوانوں کی طرح چومتی احتیاط سے بیڈ سے اٹھی تھی۔۔وہ ابھی اٹھی ہی تھی جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا ایزل شاہ کا فون رنگ ہوا تھا، فون پہ جگمگاتے مرحاشاہ کے نمبر کو دیکھتے ایزل شاہ نفی میں سر ہلا کے مسکراتی ہوئی ازمیر شاہ کو بیڈ پہ لٹا رہی تھی، وہ لٹا تو ازمیر کو بیڈ پہ رہی تھی لیکن دھیان اس کا سارا فون کی طرف تھا، وہ ابھی مرحا کا نمبر دیکھ کے اسکی فکر پہ مسکرا ہی رہی تھی جب اسے ازمیر اپنے ہاتھوں سے چھوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا، ایزل شاہ نے دہلتے ہوئے ازمیر کو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسکے ہاتھ سے پھسلتا ہوا تیزی سے اسکی

نظروں کے سامنے نیچے زمین پہ گرا تھا، ایزل شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی!! دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے ایزل شاہ کی چیخ باہر لاؤنج تک با آسانی سنائی دی تھی۔۔ کاظم شاہ جو زوریز شاہ کو چڑانے کے بعد اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے والا تھا، ایزل شاہ کی چیخ سنتے ہوئے وہ اوپر جانے کی بجائے تقریباً بھاگنے کے انداز میں ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔

یا اللہ خیر!۔۔۔ زہرہ مام بھی جلدی سے اٹھتی ہوئی کاظم شاہ کے پیچھے ہولی، جبکہ شاہ بی بی پریشانی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں، وہ اب پہلے سے کافی کمزور ہو چکی تھیں، وہ بنا کسی کے سہارے نہیں اٹھ سکتی تھیں۔۔

میر!!!!!!۔۔۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی کاظم شاہ کی نظریں نیچے کالین پہ گرے ازمیر شاہ کی طرف پڑی تھیں جو بری طرح سے رو رہی تھا جبکہ ایزل شاہ ہنوز شاکڈ کی کیفیت میں اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی کپکپاتے ہوئے اپنے پیروں میں گرے ازمیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ سب دیکھ کے کاظم شاہ تڑپتے ہوئے چیخا تھا۔ کاظم شاہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا جبکہ زہرہ مام تو اپنے پوتے کو نیچے گرتے دیکھ کے روتی ہوئی اس کی طرف بڑھی تھیں۔۔

میر میری جان!!!۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے جھکتے ہوئے اپنے چھوٹے سے بیٹے کو بے تابی سے اٹھاتے اپنے سینے میں بھینچتے پکارا تھا جو گلا پھاڑ پھاڑ کے رو رہا تھا۔

میر بابا کی جان!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے ہلکے سوجھے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتے بے پیار اور فکر مندی سے اسے پکارا تھا، صد شکر جو نیچے موٹا کالین ہونے کی وجہ سے ازمیر شاہ کی بچت ہو چکی تھی، ورنہ نا جانے سنگ مرمر کے پتھر پہ گر کے چھوٹے سے ازمیر شاہ کا کیا بنتا!! یہ سوچ سوچ کے کاظم شاہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

ا۔از۔ازمیر۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے اچانک سے روتے ہوئے ازمیر کو پکارا تھا جو باپ کے اتنے چومنے پہ بھی رونا بند نہیں کر رہا تھا، چاہے وہ کالین پہ گرا تھا لیکن وہ کافی چھوٹا تھا، اسے چھوٹی سی چوٹ کی بھی زیادہ تکلیف محسوس ہونی تھی۔۔

شٹ اپ!! دھیان کہاں تھا تمہارا؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ روتی ہوئی ایزل شاہ کے مقابل کھڑا ہوتا غصے سے غرایا تھا، بیٹے کا تکلیف سے رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا اس سے۔ کاظم شاہ کے یوں غرانے پہ ایزل شاہ نے بے ساختہ اپنا قدم پیچھے کی طرف لیا تھا، پیچھے سائیڈ ٹیبل سے ٹکرانے کی وجہ سے وہ گرنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے تیزی سے اسکی

نازک کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا تھا، زہرہ مام اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا کاظم شاہ کے ہاتھوں سے روتے ہوئے ازمیر شاہ کو اٹھاتی باہر کی طرف بڑھ گئی، جاتے جاتے وہ دروازہ بند کرنا نہیں بھولی تھی، اپنے چاند سے پوتے کو روتے دیکھ کے وہ بارہا اسکی چوٹ پہ اپنے لب رکھتی اسے خود کے ساتھ لگا رہی تھیں۔۔

کیا تمہارا دماغ واقعی ہی کام نہیں کر رہا ایزل شاہ!! آخر تمہیں ضرورت ہی کیا پڑی تھی بیڈ سے کھڑے ہونے کی!!۔۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کے بیڈ پہ احتیاط سے بٹھایا تھا، ایزل شاہ نے ہچکیاں بھرتے ہوئے اپنے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا تھا، اسے اس وقت ازمیر شاہ کی بے حد فکر ہو رہی تھی، اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کے یوں ڈانٹنے پہ اسے مزید رونا آ رہا تھا۔۔

مجھے۔۔۔ ازمیر۔۔۔ کے۔۔۔ پاس۔۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔۔ وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

نہیں تم جب خود کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہو جاتی ازمیر تمہیں نہیں ملے گا! ازمیر اب سے مام کے پاس رہے گا، صرف تمہاری وجہ سے میرے بیٹے کے سر پہ اتنی بری چوٹ آئی ہے کہ اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی! ایسی کون سی مصروفیت تھی تمہاری جس میں تم میرے بیٹے کو فراموش کر چکی تھی!! ۔۔۔ اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے کان کے پاس دھاڑا تھا۔ ایزل شاہ نے اسکی طرف آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے دیکھتے اسکے چٹانی سینے پہ ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور دھکیلا تھا۔۔

آپ کو کیا لگتا ہے میں نے اپنے بیٹے کو جان بوجھ کے نیچے گرایا ہے؟ کیا مجھے اس کے گرنے سے تکلیف محسوس نہیں ہوئی؟ اور کیا چاہتے ہیں مجھ سے میں کس طرح سے سنبھالنا سیکھوں خود کو؟؟ کیا بچہ پیدا کرنا بہت آسان ہے؟ کیا ایک ننھے سے وجود کو نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے؟؟ کبھی سوچا ہے ان نو ماہ میں نے کس طرح سے خود کو سنبھالا ہو گا؟ کیا کبھی میرے بارے میں سوچا ہے کہ مجھے پریگننینسی کے دوران ہر رات کو سانس لیتے ہوئے کتنی دشواری پیش آتی تھی؟ بلکہ نہیں آپ کیوں ایک ایسی لڑکی کے بارے میں سوچ کے اپنا وقت برباد کریں گے جس نے آپ کا کردار داغدار کیا ہو! رائٹ؟ بیٹے کی چوٹ، بیٹے کی تکلیف عزیز ہے، بیٹے کو کچھ دیر سانس لینے میں دشواری ہوئی تو باپ کی جان لبوں پہ آ گئی، لیکن بیٹے کو جنم دینے والی کی قدر نہیں ہے آپکو!! کاش میں اسے پیدا کرتے ہی مر ۔۔۔ ایزل شاہ جو بلند آواز میں اذیت سے روتی کاظم شاہ کے سینے پہ مکے جھڑتی غرا رہی تھی، کاظم شاہ نے اسکا

آخری جملہ مکمل ہونے نہیں دیا تھا، وہ ایک دم سے اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے اس پہ جھکتا ہوا اسکے باقی کے الفاظ اپنے ہونٹوں سے چن گیا۔۔ اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ نے اپنی بھیگی پلکوں کو اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا ایک ہاتھ اسکے گال پہ تھا تو دوسرا سر کتاہوا اسکے بالوں میں الجھا تھا۔ وہ اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی انگلیوں سے سہلاتا اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چوم رہا تھا۔ ایزل شاہ اسکے نرم لمس کو پاتی زارو قطار آنسو بہاتے ہوئے اسکے کندھے مکے جھڑتی اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کر رہی تھی لیکن وہ دور ہونے کی بجائے اسکے گال پہ دھرے اپنے ہاتھ سے اسکے آنسو صاف کرتا مزید نرمی سے اسکے لب چوم رہا تھا۔۔ وہ اس وقت اسے بہت تھکی تھکی اور نڈھال سی لگ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ سے اسکی یہ حالت دیکھی نہیں گئی تھی، اسکے آنسوؤں نے ایسا اثر دیکھایا تھا کہ وہ اسکی رات والی بدتمیزی بھی فراموش کر چکا تھا۔ کتنی دیر تک بھی جب مزاحمت کام نہ آئی تو کاظم شاہ کی بڑھتی شدت کو محسوس کرتے وہ اسکی نیلی قمیض کو کالر سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی، اسکی بڑھتی شدت پہ اب ایزل شاہ کی سانسیں اکھڑ رہی تھی۔۔ اسے نڈھال ہو کے آنکھیں موندتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے نچلے لب کو اپنے ہونٹوں میں دباتے انہیں آزادی بخشی تھی۔۔

تم ایک دفعہ مجھے بتا کے تو دیکھتی پہلی فلائٹ پکڑ کے نہ آتا تو نام بدل دیتی میرا!!۔۔ کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچتا اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتے ہوئے بے بسی سے بولا تھا۔

اگر مجھے فون پہ ڈانٹنے کی بجائے میرے میسجز پہ نظر ثانی کر لیتے تو آج مجھے الزام نہیں دے رہے ہوتے!! اور اگر میرے میسجز دیکھ بھی لیتے تو یقیناً اپنی اولاد کی ہی خاطر آتے جیسے اسکے پیدا ہونے پہ اسکی خاطر آئے تھے! ایزل شاہ تو کسی کی لائف میں ایگزیسٹ ہی نہیں کرتی!! سہی کہتے ہیں لوگ!! مرد ہوتے ہی مطلبی ہیں!!۔۔ وہ اسے دور ہونے کی تگ و دو کرتی غصے سے روتے بولی تھی۔۔ ایزل شاہ کے لہجے میں اذیت تھی۔۔ پتا نہیں آج وہ کس احساس کے تحت اس سے شکوے کر رہی تھی۔ کاظم شاہ اسکے جملوں کو سنتے ہوئے سٹل ہوا تھا۔ تو کیا ان میسجز میں اس نے اسے اپنی پریگنینسی کا بتایا تھا جنہیں وہ ہفتوں بعد سنا کرتا تھا؟ کاظم شاہ نے بنا پلکیں چھپائے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو معصوم سا غصہ کرتی ساتھ ساتھ آنسو بہاتے ہوئے اس کے کندھوں پہ مکے جھڑتی جا رہی تھی۔۔

کیا۔۔ کیا تم نے ان میسجز میں مجھے یہ سب بتایا تھا؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنی ہیزل گولڈن آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے ٹرانس کی کیفیت میں پوچھا۔۔ ایزل شاہ خاموش رہی، وہ اسکے سوال پہ غصے سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی اس سے دور ہوئی تھی۔ وہ اسے کوئی بھی جواب دیئے بنا بیڈ سے اٹھ ہی رہی تھی جب کاظم شاہ نے پھر سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے نرمی سے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔

جتنی تم زور آزمائی کر رہی ہو نا مجھے ڈر ہے تمہارے سٹیچز خراب ہو جائیں گے !!۔۔ کاظم شاہ اسکی کمر کو نرمی سے سہلاتا اسکے ماتھے پہ پیار سے بوسا دیتا اسے مدھم آواز میں ڈپٹ رہا تھا، وہ پرانا ٹاپک خود ہی بند کر چکا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ کی طرف اپنے گلے شکوے کر کے خود مظلوم بنتی ایک دم سے سیریس ہو چکی تھی، اسے ہمیشہ صرف اپنی تکلیف نظر آئی تھی اور اسے آج بھی اپنی ہی تکلیف نظر آ رہی تھی، اور ہمیشہ کی طرح اسے تکلیف میں دیکھنا کاظم شاہ کے بس میں نہیں تھا، وہ تو تب نا چاہتے ہوئے بھی نرم بن جایا کرتا تھا جب ایزل شاہ نے اس کے ساتھ اتنا برا فعل انجام دیا تھا تو اب کیوں نہ نرمی دیکھاتا جب وہ اسکے بیٹے کی ماں کے عہدے پہ فائز تھی!!

آپ مجھے زور آزمائی کرنے پہ مجبور کر رہے ہیں!! مجھے میرے بیٹے کے پاس جانا ہے! چھوڑیں مجھے۔۔۔ ایزل شاہ نے غراتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنی کمر سے دور ہٹانے چاہے تھے لیکن وہ دور ہونے کی بجائے اسکی ناک کے ساتھ نرمی سے اپنی ناک سہلاتا دیرے سے اسکے لب چوم گیا۔۔

آئی ایم سوری مجھے غصہ آ گیا تھا! میر کو چوٹ لگی تو مجھے ایسا لگا جیسے مجھے چوٹ لگی ہو! میں اس وقت خود پہ قابو نہیں رکھ پایا اور تمہیں ڈانٹ دیا یہ جانے بغیر کہ تمہیں مجھ سے کئی گنا زیادہ ازمیر کی تکلیف محسوس ہوئی ہو گی۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی بھیگی پلکوں پہ اپنے ہونٹ رکھتے اپنے کچھ دیر پہلے والے برے رویے کی معذرت کی تھی، ایزل شاہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھتی اپنا چہرہ اس سے دور کر گئی۔۔

آپ کی ڈانٹ پھٹکار سے کسی قسم کا ڈر و خوف محسوس نہیں ہوتا اب مجھے! ہاں اس وقت ہوتا تھا جب میں کبھی پاگل دیوانی بنتی آپکو فون کیا کرتی تھی! لیکن اب آپکی ڈانٹ میرے لئے نہ ہونے کے برابر ہے!! میں اپکی ڈانٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ ازمیر کو لے کے اپنی لاپرواہی پہ رو رہی تھی!!۔۔۔ ایزل شاہ استہزایا انداز میں بولی تھی، آنکھوں میں نمی ہنوز تھی۔۔

شٹ اپ ایزل شاہ!!!!۔۔۔کاظم شاہ اچانک سے اپنی آنکھوں میں سرخی لئے دھاڑا تھا جس پہ ایزل شاہ نے ڈرتے ہوئے بے ساختہ اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا،وہ اس کی اس اچانک دھاڑ کے لئے تیار نہ تھی۔۔اسے اپنے سینے میں چھپتے دیکھ کے کاظم شاہ کا بلند قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا،اسکے قہقے پہ ایزل شاہ نے اسکے سینے سے اپنا چہرہ اٹھاتے منہ کھول کے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

سوری سویٹ ہارٹ!! میں صرف اپنی ڈانٹ کی پاور چیک کر رہا تھا کیونکہ ابھی کوئی مجھے بول رہا تھا کہ اسے میری ڈانٹ سے کوئی ڈر و خوف محسوس نہیں ہوتا لیکن پھر جانتی ہو کیا ہوا؟ وہ اگلے ہی پل ڈرپوک جیری کی طرف ریکٹ کرتے میرے ہی سینے میں پناہ لے گئی۔۔کاظم شاہ اسکے کھلے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبا کے ان کا زوردار بوسا لیتا شوخ لہجے میں اسکے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکراتے ہوئے بولا تھا جس پہ ایزل شاہ تذبذب کا شکار ہوتی جلدی سے اس سے دور ہوئی تھی،اسے غصہ آیا تھا خود پہ جو اس ظالم اور انا پرست انسان کے ساتھ شکوے کرتی،اسی کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔۔ایزل شاہ کو دل کر رہا تھا وہ اپنی زبان کاٹ ڈالے جس نے کاظم شاہ سے پچھلے نو ماہ سے متعلق شکوے کئے تھے،اس نے تو اپنے دل میں عہد کیا تھا وہ کبھی کوئی شکوہ اپنی زبان پہ نہیں پائے گی اور اسے بھی یوں ہی پل پل تڑپائے گی جس طرح سے اس نے اسے نو ماہ تڑپایا تھا۔۔

رکو میں میر کو لے کے آتا ہوں! وہ یقیناً ابھی تک رو رہا ہو گا!۔۔۔ایزل شاہ کی آنکھوں میں ہنوز بیٹے کے لئے تڑپ دیکھتے کاظم شاہ اسکے بال نرمی سے کان کے پیچھے کرتا بیڈ سے اٹھنے کی والا تھا جب ناجانے اسکے دل میں کیا سوجھی جو اچانک سے اس نے جھک کے اسکی دھڑکنوں کے مقام پہ شرارت کرتے ایزل شاہ کو بھوکھلا کے رکھ دیا۔۔ایزل شاہ نے ہولے سے چیختے ہوئے اپنے دوپٹے کی تلاش میں نظریں گھمائی تھیں جس پہ وہ اسے بے باکی سے آنکھ ونک کرتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا تاکہ اپنے بیٹے کو جا کے دیکھ کے جو یقیناً رو رو کے ہلکان ہو رہا ہو گا اور زہرہ مام اسے چپ کروانے میں ناکام ہو رہی ہوں گی!!۔۔اسکے یہاں سے جاتے ہی ایزل شاہ نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے چہرے کے تاثرات سپاٹ کئے تھے،وہ نفی میں اپنا سر جھٹکتی ازمیر شاہ کے آنے کا انتظار کرنے لگی،پیٹ کے زخم پہ درد ضرور تھا لیکن اس تکلیف سے زیادہ نہیں تھا جو ازمیر شاہ کو اپنے ہاتھوں سے چھوٹتے دیکھ کے ہوئی تھی۔۔

اتنا گم سم کیوں ہے؟ تیرے میں پہلے والی جھلک کیوں نہیں دکھ رہی؟۔۔۔ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا ماہ بیر سیگریٹ کا گہرا کش لگاتا ارزم شاہ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے آبیبرو آچکا کے گویا ہوا۔۔ارزم شاہ جو پیسنجر سیٹ پہ نیم دراز شیشے پہ نظریں جمائے مسلسل سیگریٹ نوشی کرتا سڑک پہ چلتی گاڑیوں پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا،ماہ بیر کی بات سنتے ہوئے اس نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔

مجھے کیا ہونا ہے؟۔۔۔ارزم شاہ اپنے چہرے کی اداسی ایک پل میں ذائل کرتا کندھے اچکاتا ہوا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا،وہ آج صبح فجر کے وقت ہی لاہور پہنچا تھا، صبح کے وقت لاہور میں سٹے کرنے کے بعد اس نے اپنے کچھ پرانے لاہوری دوستوں سے کانٹیکٹ کیا تھا،وہ کچھ دن لاہور اپنے دوستوں کے ساتھ گھوم پھر کے تمام غیر ضروری سوچوں کو اپنے دماغ سے جھٹکنا چاہتا تھا لیکن بد قسمتی سے وہ جتنا ان سب سوچوں سے دور رہنا چاہ رہا تھا،وہ اتنی ہی اسکے دماغ پہ سوار ہو رہی تھیں۔وہ چاہ کے بھی عاشر لکھانی کی کہی گئی باتوں کو جھٹلا نہیں پا رہا تھا۔اسے اللہ پہ یقین تھا کہ وہ اسکی پاکیزہ محبت کو کھوٹے جیسی غلیظ جگہ پہ رسوا نہیں ہونے دے گا لیکن دماغ بار بار سوچوں میں الجھتا اسے پاگل کر رہا تھا۔۔وہ آخر ایسے کون سے کھونے کھدرے میں چھپ چکی تھی کہ ارزم شاہ تو دور میجر زوریز شاہ جیسا انسان اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا؟؟

ماہ بیر ٹھیک کہہ رہا ہے! تو اب پہلے والا نہیں رہا!! پہلے ہمارے ساتھ ہوتا تھا تو اپنی بے باک باتوں سے کسی کو جیتنے نہیں دیتا اور اب آئینے میں اپنی شکل دیکھ! کسی ناکام عاشق سے کم نہیں لگ رہا!!۔۔۔بیک سیٹ پہ بیٹھے شاہ زین نے بھی ماہ بیر کی بات کی تائید کی تھی،وہ سب دوست کافی دیر سے ارزم شاہ کو نوٹ کر رہے تھے،وہ انہوں کہیں سے بھی پہلے جیسا نہیں لگ رہا تھا۔۔اب کی بار شاہ زین کے ساتھ بیٹھے عمران اور نبیل نے بھی اس کی بات کی تائید کی تھی۔۔ارزم شاہ نے جھنجھلا کے اپنے عنابی لبوں سے سیگریٹ نکال کے باہر پھینکتے ہوئے ان چاروں کی طرف دیکھا تھا۔۔

میں ابھی بھی کسی کو جیتنے نہ دوں!! آؤ میدان میں!!۔۔۔ارزم شاہ ان چاروں کو دیکھ کے ایٹیوڈ سے اپنا آبیبرو اچکاتے ہوئے بولا تھا،اس وقت اس میں کچھ کچھ پرانے ارزم شاہ والی جھلک دکھی تھی جس پہ اس کے دوستوں کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔لاہور میں اس کے چھ سے سات دوست ہی تھے جس میں سے چار اس وقت اس کے ساتھ تھے اور باقی دن ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس سے مل کے گئے تھے۔ارزم شاہ کے لاہوری دوستوں کو اگر امیر باپ کی

بگڑی ہوئی اولاد کہاں جائے تو غلط نہیں ہو گا! اسکے تمام دوست عیاش ضرور تھے لیکن دل کے کافی اچھے تھے اور ارزم شاہ کا تو ہر دوست ویسے ہی اس پہ جان چھڑکنے کو تیار ہوتا تھا۔۔

نہیں ہم نہیں کر رہے تیرے ساتھ مقابلہ!! اپن کو سنگل سنگل فیل ہوتا ہے!!۔۔شاہ ذین نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے اس بے باک انسان سے پناہ ہی مانگی تھی، جو خود سنگل ہوتے ہوئے بھی اپنے سنگل دوستوں پہ بے باک جملے کستا انہیں مزید سنگل فیل کروایا کرتا تھا۔(ہاں ارزم شاہ کے لاہوری دوست اسکے نکاح سے واقف نہیں تھے۔۔صرف ارزم شاہ کی یونی کے دوست اسکے نکاح کے بارے میں واقف تھے جو اسکے دل کے بہت قریب تھے، اسکے لاہوری دوست عیاش تھے، ہاں مانا وہ ارزم شاہ کے ساتھ بہت اچھے تھے لیکن یہ سب صرف دل بہلانے کی حد تک ٹھیک تھے کیونکہ ان میں ایسی بہت سی عادتیں تھیں جو ارزم شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں جس پہ وہ انہیں کئی بار ٹوکتا بھی تھا لیکن وہ جو اپنے باپ کی نہیں سنتے تھے ارزم شاہ کی کیا سنتے؟۔وہ اپنی بے غیرتیوں کی وجہ سے کسی محفل میں بلائے جانے کے لائق نہیں تھے، ارزم شاہ نے انہیں اپنے نکاح کا بھی اسی لئے نہیں بتایا تھا، وہ بنا کسی خوف وڈر کے منہ پھاڑ کے اسے بولتے "ہمیں بھابھی دیکھنی ہے" جس پہ ارزم شاہ انہیں ان کی بھابھی دیکھاتا یا نہ دیکھاتا لیکن قبرستان کی راہ ضرور دیکھا دیتا!)

چلو یار مقابلے بازیوں کو چھوڑو! حسین رات ہے کیا نہ اس رات کو مزید حسین بنایا جائے؟۔۔۔ماہ بیر ان سب کی طرف دیکھ کے معنی خیزی سے آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ کے علاوہ باقی تینوں دوستوں نے قہقہ لگاتے ہوئے اسکے ہاتھ پہ تالی ماری تھی جبکہ ارزم شاہ نے ناسمجھی سے ماہ بیر کی طرف دیکھا تھا۔۔

!Come on Shah

اب یوں نے دیکھ جیسے تو کچھ سمجھ نہیں رہا!!۔۔۔ارزم شاہ کے چہرے پہ ناسمجھی کے تاثرات دیکھتے ہوئے ماہ بیر آنکھیں گھما کے بولا تھا۔۔

تو کیا بکواس کر رہا ہے مجھے واقعی میں سمجھ نہیں آ رہی! صاف صاف منہ سے بول نا پہیلیاں کیوں بجھوا رہا ہے؟۔۔۔ ارزم شاہ اسے گھور کے دیکھتا دوسرا سیگریٹ جلا کے پھر سے اپنے عنابی لبوں میں دبا چکا تھا، اسے واقعی میں اس وقت ماہ بیر کے جملے کی سمجھ نہیں آئی تھی، یا وہ سمجھنا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔۔

سیدھی صاف بات ہے یار! چل نا ایک چکر بازار حسن کا لگا کے آتے ہیں! یہ پاس ہی تو ہے! تجھے وہاں پہ ہر قسم کا حسن ملے گا! ان حسیناؤں کی اداؤں کو دیکھنے کے بعد تو ہر چیز فراموش کر دے گا! لکھ کے رکھ کے میری بات!۔۔۔ماہ بیر اسے آنکھ ونک کر کے بولتا اسکے جواب کا انتظار کئے بغیر اپنی گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔

یہ کیا بکواس ہے؟ سو دفعہ بولا ہے میرے سامنے اس طرح کی باتیں مت کیا کرو! خون کھول اٹھتا ہے میرا!! کس مٹی کے بنے ہو تم ڈھیٹ لوگ!!۔۔۔ارزم شاہ نے غصے سے غراتے ہوئے ماہ بیر کے کندھے پہ زوردار مکا جھڑا تھا۔۔

میری جان تو ایک بار چل کے تو دیکھ! مزہ نہ آیا تو پھر کہنا!۔۔۔ماہ بیر اسکے مکے کا اثر لئے بنا قہقہ لگا کے بولتا اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔

مجھے نہیں جانا تم بے۔غیر۔توں کے ساتھ! مجھے میرے ہوٹل ڈراپ کر!!۔۔۔ارزم شاہ انہیں گھور کے دیکھتا بیزاری سے بولا تھا۔۔ سیگریٹ کے کش لگانا ہنوز جاری رکھے تھے۔۔

کیا مطلب ہے تیری بات کا؟ تو ہم دوستوں کے ہوتے ہوئے بھی ہوٹل سٹے کرے گا؟؟ ناممکن!۔۔۔عمران برا مناتے ہوئے بولا۔۔

ہاں تم جیسے بے۔غیر۔ت دوستوں کے ہونے سے بہتر ہے میں لاہور اکیلا گھوم پھر لیتا۔۔۔ارزم شاہ اپنا سر جھٹکتا ہوا اپنے منہ سے سیگریٹ کا دھواں نکالنے کے بعد دبے دبے غصے سے بولا۔ارزم شاہ کے تپے ہوئے جواب کو سنتے ہوئے اسکے تمام عیاش دوستوں نے بے شرمی سے قہقہ لگایا تھا جیسے ارزم شاہ ان کی بے عزتی کرنے کی بجائے ان کی تعریفوں کے پل باندھ رہا ہو۔۔

نہیں میری جان! لاہور کی جو چھپی ہوئی خوبصورت جگہ ہم تجھے دیکھائیں گے نا وہ کوئی اور نہیں دیکھا سکتا!!۔۔۔شاہ ذین نے قہقہ لگاتے ہوئے ٹکرا لگانا اپنا فرض سمجھا۔۔

بکواس بند کر اپنی! ورنہ اسی چھپی ہوئی جگہ میں تیری قبر کھود دوں گا!! پھر کھیلتے رہنا چھپن چھپائی!!۔۔۔ارزم شاہ نے بیک سیٹ پہ بیٹھے شاہ ذین کی طرف اپنا رخ موڑ کے اسکے سینے پہ اپنا مکا جھڑتے اسے دھمکی لگائی تھی جس پہ شاہ زین کا بے باک قہقہ گاڑی میں گونجا تھا۔۔

(کل۔۔لاہور۔۔گیا۔۔تھا۔۔میں۔۔کیا۔۔۔مست۔۔۔لگ۔۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔۔تمہاری۔۔منکوحہ۔۔۔ایسا۔
۔۔لگ۔۔۔رہا۔۔۔تھا۔۔سارے۔۔بازار۔۔حسن۔۔۔کا۔۔حسن۔۔
وہی۔۔۔خود۔۔۔میں۔۔۔سموئے۔۔۔۔بیٹھی۔۔۔ہو۔۔اور۔۔پھر۔۔۔اس۔۔۔حسن۔۔۔کو۔۔خراج۔۔۔۔
پیش۔۔۔کرنے۔۔کا۔۔۔مزہ۔۔۔بھی۔۔الگ۔۔۔تھا۔۔۔یقین۔۔۔کر۔۔۔اسکا۔۔۔
دبنگ۔۔۔روپ۔۔۔اسکی۔۔قربت۔۔۔کا۔۔۔نشہ۔۔۔ابھی۔۔تک۔۔سر۔۔۔چڑھ۔۔۔کے۔۔۔بول۔۔۔۔ر
ہا۔۔۔ہے)۔۔اپنے دوستوں کی بازار حسن سے منسلک مزید باتوں کو سنتے ہوئے ارزم شاہ کے دماغ میں ایک دفعہ پھر سے عاشر لکھانی کے جملے لہرائے تھے، ارزم شاہ کو لگ رہا تھا وہ اسکی باتیں سوچ سوچ کے پاگل ہو جائے گا! وہ واپس اسلامباد جا کے اسے قطعی چھوڑنے والا نہیں تھا جس نے اپنے جملوں سے اسکی محبت کی دھجیاں اڑانے کی کوشش کی تھی۔۔

صرف ایک دفعہ میرے حصار میں، میری پناہوں میں واپس لوٹ آؤ! ؟اب تو زمانہ ہوا ہے تمہارے لب چومے !!۔۔۔احان شاہ اپنے بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا اپنے موبائل کی سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کرب سے گویا ہوا تھا۔۔وہ اس وقت اپنی اور گلالئی کی مرر سیلفی دیکھنے میں مصروف تھا جو اس نے رخصتی کے چند دنوں بعد یونہی کلک کی تھی، وہ اس وقت نہیں جانتا تھا کہ وہ کبھی اس تصویر کو دیکھ کے اسے یوں تڑپ تڑپ کے یاد کرے گا! وہ اس تصویر میں اسکی پہنائی گئی گرے فراک اور اسی کی اوڑھائی گئی گرے اجرک میں ملبوس اسکے حصار میں نظریں جھکائے ڈریسنگ مرر پہ بیٹھی ہوئی تھی، احان شاہ اس تصویر میں اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے ہوئے تھا۔۔احان شاہ کو آج بھی یاد تھا اس دن وہ کتنی ہی بار اسکے لبوں سے لپٹتا اسے شرمانے لجھانے پہ مجبور کرتا رہا تھا کیونکہ اسکا شرمیلا روپ احان شاہ کو بے حد پیارا لگتا تھا، کتنا سکون تھا جب وہ اسکی پناہوں میں ہوتی تھی! اب وہ نہیں تھی تو احان شاہ کو ہر چیز سے بیزاری سے محسوس ہوتی تھی، سارا سکون چین کہیں دور جا سوا تھا!

ناجانے عاشر لکھانی کے الفاظ نے اثر دیکھایا تھا یا پھر دوستوں کی لاکھ منتوں نے جو ارزم شاہ نے اس بدنام گلی میں قدم رکھنے کا سوچا تھا۔ اس کے دوست تیزی سے ان خوفناک سیڑھیوں پہ قدم رکھتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھ رہے تھے جبکہ ارزم شاہ سوچ سوچ کے ان سیڑھیوں پہ پھونک پھونک کے قدم رکھ رہا تھا، وہ جانتا تھا وہ اس غلیظ جگہ پہ قدم رکھ کے گناہ کے راستے کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن وہ اس وقت کچھ جاننے کی تجسس میں اگل ہو رہا تھا جس تجسس نے اسے یہاں آنے پہ مجبور کیا تھا۔۔ ارزم شاہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہی اوپری منزل میں داخل ہوا تھا جب لڑکیوں کا ایک جھرمٹ ارزم شاہ اور اسکے دوستوں کے گلے کا ہار بنا تھا، ارزم شاہ کے تمام دوست تو ان حسیناؤں کو دیکھ کے مسکرائے تھے لیکن ارزم شاہ اپنے گلے سے لٹکی لڑکے کے ہاتھ خود سے دور جھٹکتا اس سے کچھ فاصلے پہ ہوئے تھا جو اسے معنی خیزی سے اشارہ کرتی اپنی اداؤں کے جال پہ پھنسانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔ ارزم شاہ کے چہرے پہ بیزاری محسوس کرتے ہوئے ماہ بیر ان لڑکیوں کو یہاں سے جانے کا اشارہ کرتا اسے لئے اندر کی طرف بڑھا تھا جہاں عیاش لوگ محفل لگائے بیٹھے تھے۔ ارزم شاہ سامنے دیکھے بنا ہی ماہ بیر لوگوں کے ساتھ تکیے پہ ٹیک لگا کے بیٹھا تھا۔۔ سامنے ہی چندہ بائی پان کھاتی مسکراتے ہوئے سب سے پیسے اکھٹے کرتی "ستارہ" کو مسکرا کے دیکھتی جا رہی تھیں جس کے رقص سے سب کافی لطف واندوز ہو رہے تھے۔۔

اس نے آج اپنے دوستوں کے کہنے پہ پہلی بار اس کوٹھے جیسی غلیظ جگہ پہ اپنا قدم رکھا تھا۔۔ ارزم شاہ کا دل آج سے پہلی کبھی یوں نہیں دھڑکا تھا جتنی بری طرح سے اسکا دل اس سامنے منظر کو دیکھتے ہوئے پاگل ہوتا ہوا سینے کی دیواریں پٹکتا ہوا باہر نکلنے کو بے تاب ہوا تھا، اسے اس نازیبا لباس میں دیکھتے ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں، ارزم شاہ کی آنکھیں پلکیں جھلکنے سے انکاری ہوئی تھیں، اسے سب کے سامنے رقص کرتے دیکھ کے ارزم شاہ کو اپنے پورے وجود پہ چیونٹیاں رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ وہ سب کے سامنے مردوں کے بیچوں بیچ کھڑی اس بیہودہ سے لہنگے چولی میں ملبوس نیچے کی طرف جھکتی رقص کرتی ہوئی تمام مردوں کو آنکھیں سینکنے کا بہترین موقع فراہم کر رہی تھی۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے پورے وجود میں چھنگاڑیاں سی بھری تھیں، ارزم شاہ چاہ کے بھی اس حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا، ارزم شاہ کو اس وقت شدید گھٹن کا احساس ہوا تھا، تمام آدمیوں اور جوان لڑکوں کی نظریں اس پہ دیکھتے ارزم شاہ کا دل کیا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اچانک سے ارزم شاہ

کی شہد رنگ آنکھوں میں حیرانگی کی جگہ طیش کی شدید لالی نے لی تھی۔۔ یہاں پہ بیٹھا ایک ایک مرد اس نازک سی کلی کے قیامت نوخیز سراپے پہ اپنی ہوس زدہ نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ ارزم شاہ ان سب کی خباثت سے بھرپور نگاہوں کو دیکھتا طیش و اشتعال سے پاگل ہوا تھا۔۔

کیا پیس ہے یار۔۔۔۔ اپنے دوست ماہ بیر کی بے باک سرگوشی سنتے ہوئے ارزم شاہ کو جیسے کسی نے عرش سے فرش پہ زور سے پٹکا تھا، جب اسکے دوست ہی اس حسن کو اتنے سے بعض نہیں آرہے تھے، اس پہ جملے کسنے پہ خود کو روک نہیں پا رہے تھے تو دوسری لوگ نا جانے اسے کس قدر غلیظ الفاظ سے پکارتے اسے کس کس انیگل سے دیکھتے اسکا وجود اپنی نظروں سے ماپنے کا کام انجام دے رہے ہوں گے ؟۔۔ ارزم شاہ کے دماغ کی پھولتی رگیں اس بات کی گواہ تھیں کہ وہ اس وقت اس قدر غصے میں تھا کہ جس کی کوئی انتہاء نہ ہو۔۔۔ ارزم شاہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا سامنے رقص کرتی ہوئی لڑکی تک پہنچا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اسکی نازک کلائی اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اسے اپنے بے حد قریب کھینچا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ اس لڑکی نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا اور پھر وہ سٹل ہوئی تھی اسے خود کے اس قدر قریب دیکھ کے۔۔ ارزم شاہ کی گرم سانسوں سے اسے اپنا چہرہ جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ ٹرانس کی کیفیت میں ارزم شاہ کی طرف دیکھتی جا رہی تھی، وہ اسکی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ ابھی پلکیں جھپکے گی اور وہ ابھی ہی وہاں سے غائب ہو جائے گا۔۔ اسے اپنے سامنے اپنے اتنے قریب دیکھتے ہوئے اس لڑکی کی آنکھوں میں نمی امڈی تھی، چندہ بائی کے سامنے وہ جلدی سے اپنے حیران تاثرات پہ قابو پا گئی، اس نے اپنے آنسوؤں پہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے ارزم شاہ کو اذیت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ تو کیا وہ بھی ان عیاش لوگوں میں سے ایک تھا جن کی وجہ سے صنف نازک طوائف بننے پہ مجبور ہوتی تھیں ؟ اس نے کرب سے آنکھیں میچ کے کھولیں تھیں۔

شاہ صاحب ابھی بولی لگائی۔۔۔ ابھی پان چباتی ہوئی چندہ بائی ارزم شاہ کی اس اچانک حرکت پہ اپنے تخت سے کھڑی ہوتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ کا جملہ اسکی زبان بند کروا چکا تھا۔۔

ایک رات کی منہ مانگی قیمت۔۔۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی، شک اور اذیت کی تاب نہ لاتا ارزم شاہ اپنی لہو رنگ آنکھوں سے ایک ایک لفظ چبا کے بولتا اس نازک سے وجود کو کھینچتا ہوا سامنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ ارزم شاہ کی دھاڑ پہ اس کے حصار میں کھڑی اس لڑکی نے پہلے سے بھی زیادہ بے یقین نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اسکی آنکھوں سے آنسو کسی سمندر کی طرح بہتے ہوئے مومی گالوں کی زینت بنی تھے وہ کسی کٹی ڈال کی طرح اسکے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔۔۔ارزم شاہ کی حرکت پہ اس کے دوستوں نے ساکت ہوتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔وہ تو یہاں قدم رکھنا بھی پسند نہیں کر رہا تھا تو ایسا کیا ہوا تھا جو ارزم شاہ جیسا مضبوط اعصاب کا مالک اپنے جذبات پہ قابو نہیں رکھ پایا تھا۔

دیکھ لے بولا تھا نا میں نے!! یہاں کے حسن کو دیکھ کے بڑے بڑے مات کھا جاتے ہیں!! ۔۔۔ماہ بیر نے شاہ زین کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنستے ہوئے اپنا سر پیچھے کی طرف پھینکا تھا۔۔

شاہ تو کچھ زیادہ ہی بے تاب ہو گیا تھا، اپن کا دل آگیا تھا اس نازک حسینہ پہ! اگر شاہ مزید کچھ سیکنڈز تاخیر کر دیتا تو تیری قسم وہ لڑکی اس وقت شاہ کی بجائے میری پناہوں میں ہوتی۔۔۔شاہ ذین بے شرمی سے ماہ بیر کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنستا ہوا سر جھٹک کے بولتا اب دوسری طوائفوں کا حسن دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔۔(چندہ بائی ارزم شاہ کا نام اس وجہ سے جانتی تھیں کیونکہ ماہ بیر نے آنے سے پہلے انہیں بتایا تھا کہ وہ آج ایک بڑی پارٹی کو یہاں لے کے آرہا ہے جس کا نام ارزم دریاب شاہ ہے! اسی لئے ان کے لئے اچھی اچھی لڑکیاں تیار کر کے رکھے اور پھر کیا ماہ بیر کی بات پہ چندہ بائی نے منہ کھول کے ہنستے ہوئے فون پہ ہی اس سے ڈیل ڈن کی تھی، وہ ماہ بیر اور اسکے دوستوں کے ساتھ اس نئے لڑکے کی پرسنیلٹی دیکھتے ہی سمجھ چکی تھیں کہ ماہ بیر کے مطابق بڑی پارٹی کون سی آئیں ہے)

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 72 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

کون ہو تم؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسے زور سے بیڈ پہ پٹک کے اس پہ جھکتا تکیے کے دائیں بائیں اپنے ہاتھ مارتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں میں اس قدر سرخی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے خون باہر نکلنے کو کو بے تاب ہو۔وہ جو اسکے اتنی زور سے بیڈ پہ پٹکنے پہ کراہی تھی، ارزم شاہ کے اس سوال پہ اسکی بھیگی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں، تو کیا وہ ان چھ ماہ میں اسے بھول چکا تھا؟؟اس کے اس سوال کا آخر مقصد کیا تھا؟

میں نے پوچھا کون ہو تم!! ۔۔۔۔ اسکی آنکھوں میں حیرانگی اور اس پہ تضاد اسکی خاموشی پہ ارزم شاہ پہلے سے بھی زیادہ قوت سے دھاڑا تھا۔ اسکی دھاڑ پہ بیڈ پہ لیٹے وجود نے بے ساختہ چیخ مارتے ہوئے اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے۔ وہ اسکی بلند دھاڑ سے کافی ڈر چکی تھی، وہ اس پہ غصہ ہوتا تھا لیکن اس قدر نہیں ہوتا تھا جس طرح سے ابھی ہو رہا تھا، اس کی آواز ذائشہ کے سامنے غصے میں بلند تو ہوتی تھی لیکن اس قدر بلند نہیں ہوتی جتنی آج ہوئی تھی۔۔

میری بات کا جواب دو!! ڈیم اٹ!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے چہرے سے اسکے نرم و ملائم ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لیے حلق کے بل چلایا۔

آ۔ آپ۔۔ ک۔ کی۔۔۔ ذی۔۔۔۔۔ وہ اسکے چلانے پہ اذیت سے روتے ہوئے ارزم شاہ کی کالی قمیض کے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتی_ اپنی آنکھوں کو میچتے ہوئے گویا ہوئی۔۔ اسکے جواب پہ ارزم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

شٹ اپ!! خبر دار! خبر دار جو تم نے خود کو میری ذی بولا! تم میری ذی نہیں ہو!! تم میری ذی ہو ہی نہیں سکتی!!

۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے جبڑے پہ اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کرتا غم و غصے کی کیفیت میں دھاڑا تھا۔۔

م۔ میں۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ ک۔ کی۔۔ ذ۔ ذی۔۔ ہوں۔۔ سچی۔۔!!!۔۔۔ وہ اسکے دھاڑنے پہ اسکے کالر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتی اسے یقین دلانے والے انداز میں ہچکیوں کے درمیان گویا ہوئی تھی۔۔

میں نے بولا نا تم میری ذی نہیں ہو!! بکواس بند کرو اپنی!! میری ذی کے ہاتھ کی جھلک بھی آج تک سید ارزم شاہ کے علاوہ کسی نے دیکھنے کی جرات نہیں کی! تو تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم میری ذی ہو؟؟ تم نے یقیناً کوئی سرجری کروا کے میری ذی کا روپ دھارا ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ مفلوج ہوتے دماغ سے پاگل ہوتے ہوئے گرجا تھا۔ وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس غلیظ جگہ پہ موجود اس نازیبا لباس سے اپنے تن کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتی یہ لڑکی اس کی ذی ہے!! ارزم شاہ کے لہجے میں اس قدر دیوانگی، شدت اور مضبوطی محسوس کرتے اسکے حصار میں موجود ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ ارزم شاہ کے لہجے میں اپنی ذی کے لئے مان ہی مان تھا، اس مان کو محسوس کرتے ہوئے ذائشہ کی ہیزل رنگ آنکھوں سے پانی سمندر کی طرح بہہ رہے تھے۔۔

میں۔۔سچ۔۔میں۔۔۔ذائشہ۔۔۔ہوں۔۔ آپ۔۔کی۔۔ذی۔۔۔زائشہ کے دماغ میں اس وقت بہت سی سوچیں سوار تھیں، لیکن اس نے ان سب سوچوں کو جھٹلاتے ہوئے ارزم شاہ کو یقین دلانا ضروری سمجھا تھا، ارزم شاہ کے الفاظوں سے اسے تکلیف ہو رہی تھی جو اپنی ہی ذی کو پہچاننے سے انکاری تھا۔۔

پلیز ایسے نہیں بولو! پلیز خود کو میری ذی بول کے ذائشہ ارزم شاہ کی توہین مت کرو۔۔وہ تو اتنی بیوقوف ہے، کہ اسے تو پتا بھی نہیں ہو گا کہ ریڈ لائٹ ایریا کس بلا کا نام ہے! تم جتنے پیسے بولو گی میں تمہیں دوں گا!! قسم سے ابھی بلینک چیک دے دوں گا بس خود کو میری ذی مت بولو! جس ارزم شاہ نے خود اپنی ذی کے خوبصورت چہرے کا دیدار کرنے کے لئے نکاح کا راستہ اپناتے نامحرم سے محرم تک کا سفر تہہ کیا ہے، کوئی ایرا غیرا دو ٹکے کا شخص بھلا کس طرح سے میری ذی کو اتنی آسانی سے اس نیم برہنہ لباس میں دیکھ سکتا ہے؟؟ناممکن!! ۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ دیوانگی سے بھرپور تھا، شہد رنگ سرخی چھائی آنکھوں میں نمی واضح تھی۔وہ بے حد بے بسی سے بولتا ہوا بار بار اپنا چہرہ نفی میں ہلا رہا ہو جیسے اس برے سے خواب سے جلدی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہو۔۔اسکی حالت دیکھ کے ذائشہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا، اس سے ارزم شاہ کی آنکھوں کی نمی دیکھی نہیں گئی تھیں جہاں ہر وقت بے باک اور شرارتی تاثر رہتے تھے۔ہاں جب وہ غصہ ہوتا تھا تو سنجیدہ تاثرات بھی رہتے تھے، آنکھوں کی سرخی بھی دکھتی تھی لیکن اس نے ارزم شاہ کی آنکھوں میں یہ نمی کبھی نہیں دیکھی تھی، اس وقت بھی نہیں جب ذائشہ نے اس کی محبت کی توہین کرتے اسے خود سے دور رہنے کو بولا تھا، اسکے پرپوزل کو تقریباً ریجیکٹ کیا تھا۔۔

ہا۔۔ہاں۔۔میں۔۔آپکی۔۔ذی۔۔۔

نہیں۔۔ہوں۔۔۔م۔میں۔۔ستارہ۔۔ہوں۔۔م۔م۔میں۔۔ایک۔۔طوائف۔۔ابھی ذائشہ اسکی خواہش کے مطابق خود کو اسکی ذی بولنے سے بعض رکھتی اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے خود کو غلیظ لقب دے ہی رہی تھی جب ارزم شاہ نے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتے اسکا سر تکیے سے اٹھاتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنے دانت گاڑتے ان پہ اچھا خاصہ ظلم ڈھایا تھا۔اگر وہ اس کے منہ سے اس وقت ذی نہیں سننا چاہتا تھا تو طوائف جیسا غلیظ لفظ سننا بھی گوارہ نہیں تھا۔۔اسکے ہونٹوں پہ جھکے ارزم شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے اس کے چہرے پہ گر رہے تھے، دل نے بہت کہا اسکے منہ سے طوائف کا لفظ سنتے ہی اسکا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دے لیکن کس طرح سے تھپڑ جھڑتا

اس لڑکی کو جو اسکی کل کائنات بن چکی تھی، وہ سید ارزم دریاب شاہ جو کسی کو پیٹنے پہ آتا تو رلائے بغیر اسکی جان خلاصی نہیں کیا کرتا تھا، آج اپنی محبت کے بے پردہ ہونے پہ رو دیا!! وہ بے آواز رو دیا اور بے انتہا رو دیا!!

ارزم شاہ جب تک اسکے ہونٹوں پہ جھکتا ظلم ڈھاتا رہا تھا، آنسو اسکی آنکھوں سے گرتے بے مول ہوتے ذائشہ کے چہرے پہ گرتے رہے تھے، ذائشہ جو اپنے ہونٹوں پہ اسکے دانتوں کا ظلم برداشت کرتی اپنی آنکھیں میچ چکی تھی، اپنے چہرے کو گیلا ہوتا محسوس کرتے ہوئے اس نے پٹ سے اپنی بھیگی آنکھیں کھولی تھیں، ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں کو سرخ سے گلابی ہوتے دیکھ کے ذائشہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، اس نے آج پہلی بار اسے آنسو بہاتے دیکھا تھا، کہاں دیکھا تھا سید ارزم شاہ کا یہ روپ؟؟ ارزم شاہ کے آنسو اب اسکی آنکھوں کا حصہ بنتے اسکی آنکھوں کو دھندلانے کا سبب بن رہے تھے۔۔ ذائشہ نے سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اپنے جذبات پہ قابو رکھنے والا شاہ آج اپنی محبت کے سامنے رو رہا تھا، اس محبت کے سامنے جس نے اسے رلانے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔۔ ذائشہ نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی مرد کو روتے دیکھا تھا اور اپنی وجہ سے روتے دیکھا تھا۔ اسے یوں بے آواز روتے دیکھنا ذائشہ کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔۔ وہ اس کے لبوں کو چوم نہیں رہا تھا تو اب کاٹ بھی نہیں رہا تھا کیونکہ یہ ہونٹ اسے بہت پیارے تھے، وہ ان پہ مزید ظلم نہ ڈھا سکا، وہ ان پہ ہونٹ رکھے اپنی آنکھوں میں شکووں کی ایک تحریر لئے ذائشہ کی طرف دیکھتا جا رہا تھا، وہ اپنے آنسو صاف نہیں کر رہا تھا، وہ شاید آج ہی سارا رو لینا چاہتا تھا۔۔

ان چھ ماہ میں تمہارے ایک دیدار کی اس قدر دعائیں مانگی کہ خود کو بھول بیٹھا اور میری بدقسمتی دیکھو آج جب میری دعا قبول ہوئی تو دل نے کہا کاش خود کو بھولنے کی بجائے تمہیں بھول جاتا!! دیکھو میری کثرت سے مانگی جانے والی دعا قبول ہوئی بھی تو کیسے ہوئی؟ مجھے لگتا ہے میرا دعا مانگنے کا طریقہ غلط تھا! میں ہمیشہ دعا مانگتا تھا" یا اللہ مجھے میری ذی واپس لٹا دے" لیکن اس دعا میں ایک لفظ شامل کرنا بھول جایا کرتا تھا جانتی ہو وہ لفظ کیا تھا؟۔۔۔ ارزم شاہ کی بھاری آواز بھیگ کے مزید بھاری ہو چکی تھی، ارزم شاہ کے الفاظ پہ ذائشہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ اسکے عارضوں کا حصہ بنے تھے، وہ اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہی تھی شاید۔۔

کیا تھا جو میں اپنی دعا ڈھنگ سے مانگ لیتا؟ " یا اللہ مجھے میری" باپردہ" ذی واپس لٹا دے "۔۔۔ کاش میں یہ دعا مانگ لیتا تو تم آج یوں بے پردہ نہ ملتی۔۔ دل بھی دیکھو کتنا کمینا ہے تمہارے منہ سے طوائف جیسا غلاظت سے بھرپور لفظ

سننے کے بعد بھی تمہاری طرف داری کرتا مجھے باور کروا رہا ہے کہ شاید میری ہی دعا میں کوئی کمی رہ گئی تھی، شاید میری ہی دعا میں تاثیر نہیں تھی!! تم پلیز غائب ہو جاؤ! تم ایسا کرو ایک خواب بن کے غائب ہو جاؤ اور چھپ جاؤ!! ہمیشہ کے لئے چھپ جاؤ۔۔ سب سے چھپ جاؤ پلیز!! مجھ سے بھی چھپ جاؤ۔۔۔ بچھڑ جاؤ مجھ سے جس طرح سے پچھلے چھ ماہ بچھڑی تھی بشر طیکہ کے باپردہ رہو۔ تمہارا چھپنا، تمہارا بچھڑنا تو افورڈ کر سکتا ہوں لیکن تمہارا سب کے سامنے بے پردہ ہونا نہیں!! تمہارے ایک دیدار سے مجھے اپنا سینہ چھلنی ہوتا محسوس ہوا تھا، دل نے اسی وقت شرم سے ڈوب مرنے کی دعا مانگی تھی! تمہارا یہ دیدار مجھ پہ بہت بھاری پڑا ہے!! اگر یہ حقیقت رہی تو ایسا لگ رہا ہے مر جاؤں گا!! میری سانسیں رک جائیں گی! پلیز ذی خواب بن کے غائب ہو جاؤ! چاہے ساری عمر سید ارزم شاہ سے دور رہو، اسے اپنا چہرہ دیکھانے سے محروم رکھو، لیکن بس ایک بات مان جاؤ؟ اس حقیقت کو مٹا دو یار!! ۔۔ ارزم شاہ کے لہجے میں کیا کیا نہیں تھا، بے یقینی، دیوانگی، التجاء، گزارش، آنسوؤں کی آمیزش، اپنی محبت کو سب سے چھپانے کا جنون، کرب، حقیقت سے نظریں ملانے کا خوف وڈر۔۔ کوئی جو اسے اس وقت دیکھتا تو پاگل دیوانا ضرور کہتا۔۔ ارزم شاہ کی سانسیں کیا رکنی تھیں؟ سانسیں تو اسکے الفاظ سننے کے بعد ذائشہ خان کی رک رہی تھی، وہ انجانے میں ارزم شاہ کو اس قدر توڑ چکی تھی کہ وہ کوئی تھکا ہارا، صدیوں کا مسافر لگ رہا تھا۔ وہ اس پہ چیخ کیوں نہیں رہا تھا؟ شاید اس سے مزید چیخا نہیں جا رہا تھا، محبت کے بے پردہ ہونے نے ایسا اثر دیکھایا تھا کہ ارزم شاہ کا جی چاہا وہ خود اس دنیا سے روپوش ہو جائے۔۔ اس طرح سے روپوش ہو کہ اسے کوئی تو کیا وہ خود بھی اپنا عکس نہ دیکھ پائے۔ ارزم شاہ کا غم چھوٹا نہیں تھا، اسے اس وقت اپنا بدن زخموں سے چور محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ جو غصے کا بے حد تیز تھا، اس وقت "غم" بھاری پڑ چکا تھا "غصے" پہ۔۔۔

پلیز خاموش ہو جائیں!!۔۔۔ اسکے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھ کے ذائشہ نے روتے ہوئے اس سے گزارش کرتے اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو صاف کرنے چاہے تھے لیکن وہ اسکے ہاتھ اپنی کالی قمیض کے کالر سے ہٹاتا اس سے دور ہوا تھا۔۔

مجھے چھونے میں وقت ضائع مت کرو!! پلیز غائب ہو جاؤ! ویسے ایک بات تو بتاؤ یار؟ تم نے کیا سوچ کے یہ لباس زیب تن کیا تھا؟۔۔۔ ارزم شاہ بے بسی سے بولتا گہرے گہرے سانس بھر کے اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتا اسکے نازیبا

لباس کی طرف دیکھتے گویا ہوا تھا۔ سرخ لہنگے پہ نیٹ کی چھوٹی سی کرتی میں اسکے بدن کے نشیب و فراز نمایاں تھے۔ کرتی پیٹ کو پوری طرح سے ڈھکنے سے قاصر تھی۔ ابھی تک تو ارزم شاہ نے اس کے بدن کی گہرائیوں کا ٹھیک سے جائزہ بھی نہیں لیا تھا جس کا جائزہ غلیظ نامحرم مرد اسکی بیوی کے بدن کو خباثت سے دیکھ کے لے چکے تھے۔۔

ارزم شاہ کے استفسار کرنے پہ ذائشہ کے آنسو تھمے تھے، اسے یاد آیا تھا اسے کس کے لئے تیار کروایا گیا ہے!! وہ احسن ملک کی دہشت سے اچھی طرح سے واقف ہو چکی تھیں کیونکہ اسے واقف کروایا گیا تھا۔۔ ذائشہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں سست پڑی تھیں۔

اگر میری ذی ہوتی تو یہ لباس کبھی نہ پہنتی! تم میری ذی ہو ہی نہیں سکتی! مر جاتی لیکن یہ نازیبا لباس مت پہنتی جو لباس کہلانے کے لائق نہیں ہے!! پہلے تمہاری طرف دیکھتا تھا تو جی چاہتا تھا دیکھتا رہوں، اس طرح سے دیکھوں کے دن سے رات ہو جائے اور رات سے پھر دن ہو جائے لیکن تم میری نظروں سے اوجھل نہ ہو! لیکن آج تمہیں اس نیم برہنہ لباس میں دیکھ کے جی کر رہا ہے جلا کے راکھ کر دوں تمہارے اس بدن کو!!۔۔۔ اسے خاموش دیکھ کے ارزم شاہ جو اسکے بدن کو ایک نظر اپنی بھیگی نگاہوں سے دیکھتا گے بسی سے تھکے تھکے انداز میں بول رہا تھا، آخری جملہ بولتے ہوئے اسے عاشر لکھانی کے الفاظ یاد آئے تھے جس پہ وہ بالآخر غصے سے گرج اٹھا۔۔

آ۔ آپ۔۔ بھی۔۔ میر۔۔ میرے۔۔ ارزم۔۔۔ نہیں۔۔ ہو۔۔ سکتے!!۔۔

ارزم۔۔ شاہ۔۔۔ ایک۔۔ پاکباز۔۔۔ سیدازادہ۔۔۔ ہے۔۔ جو۔۔ مر۔۔ تو۔۔ سکتا۔۔ ہے۔۔ لیکن۔۔ ایسی۔۔ غلیظ۔۔۔ جگہ۔۔ پہ۔۔ کبھی۔۔ قدم۔۔ نہیں۔۔ رکھ۔۔ سکتا۔۔ ذائشہ نے بھی جواباً روتے ہوئے اپنی ازلی بیوقوفی سے شکوہ کیا تھا۔ وہ کب سے بولتا جا رہا تھا، اب کی بار ذائشہ نے بھی کب سے اپنے دل میں دبایا شکوہ لبوں پہ لانا ضروری سمجھا۔۔

)سنا ہے کافی لاڈلی تھی وہ چندہ بائی کی!! بچپن اور جوانی وہاں ہی گزری ہے اسکی!۔۔۔ عاشر لکھانی کا مزید ایک جملہ ارزم شاہ کے کان کے پردوں میں لہرایا تھا جب وہ اس سے اتنی مار کھانے کے باوجود اپنی بکواس بند نہیں کر رہا تھا۔۔(چرچے سنے تھے ایک غلیظ انسان کے منہ سے تمہارے بدن کی خوبصورتی کے!! تمہاری قربت کے نشے کے! تمہارے رقص کرنے کے! تمہاری اداؤں کے! تمہارے لاہور کے بازارِ حسن میں پناہ لینے کے!! جب تم اس غلیظ جگہ پہ پل

بڑھ سکتی ہو! ارزم شاہ کی محبت کی توہین کرتے بے پردہ ہو سکتی ہو! تو ارزم شاہ ان تمام باتوں کو جھوٹا ثابت کرنے کی غرض سے یہاں پہ قدم کیوں نہیں رکھ سکتا؟۔۔۔ارزم شاہ اسکے الفاظ پہ غصے سے پاگل ہوتا اپنے شہد رنگ بالوں کو اپنے ہاتھوں سے نوچتے ہوئے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔

میرا دل چاہ رہا ہے خود فنا ہو جاؤں یا تمہیں فنا کر دوں یا اس دنیا کے ہر اس مرد کو فنا کر دوں جس نے تمہاری ذرا سی جھلک دیکھنے کی بھی گستاخی کی ہے ذائشہ ارزم شاہ!!!!۔۔ارزم شاہ اسکے قریب آ کے اس پہ جھکتا ہوا بیڈ کراؤن پہ اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے زور سے مارتا اس قدر قوت سے دھاڑا تھا کہ ذائشہ کو لگا اسکے کان کے پردے پھٹ جائیں گے!!

ذائشہ نے بے ساختہ اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ابھی ارزم شاہ مزید کچھ بولتا جب کمرے کے دروازے پہ زور زور سے دستک ہوئی تھی۔۔جس زور سے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی اسی طرح ذائشہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔

تو کیا وہ آ گیا تھا؟؟۔۔۔۔۔ذائشہ نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا، ذائشہ کے چہرے پہ خوف وڈر کے تاثرات واضح تھے، دروازے پہ اس قدر زور سے دستک سنتے ہوئے ارزم شاہ نے غصے سے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔۔

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔میگا قسط 72 (پارٹ 2)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

جانتی ہو کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے اپنے ہی نکاح میں موجود عورت کو ایک رات کے لئے خریدنا؟؟۔۔۔ارزم شاہ دروازے پہ ہوتی دستک کو نظر انداز کرتا اس پہ جھکتا طیش واشتعال سے غرایا تھا، ذائشہ جس کا دل دروازے پہ ہوتی دستک کی وجہ سے لرز رہا تھا ارزم شاہ کے جملے پہ ذائشہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا، اسے بھی تو ارزم شاہ کی یہ سودے بازی بے مول کر چکی تھی؟

تو۔۔کیوں۔۔خرید۔۔کے۔۔۔بے۔۔مول۔۔کیا۔۔مجھے۔۔۔وہ سسکتے ہوئے شکوے سے بولی تھی، ابھی کہ اس وقت اسکا شکوہ کرنا بنتا نہیں تھا۔۔

میں نے تمہیں خرید کے بے مول کیا؟ یا تم نے یہ لباس پہن کے سب مردوں کے سامنے رقص کرتے ہوئے میری محبت کو بے مول کیا ہے ذائشہ خان؟؟ اگر میں تمہاری بولی نہ لگاتا تو کوئی اور لگالیتا اور میرے سامنے تمہیں کھینچ کے لے جاتا کمرے میں بند ہو جاتا!! بے۔ غیرت ہوتا میں جو یہ منظر دیکھ کے خاموش رہ جاتا!! میں سید ارزم شاہ ہوں جو ایسا کرنے والی کی چمڑی ادھیڑنے کے ساتھ ساتھ تمہاری بھی چمڑی ادھیڑ کے رکھ دیتا!! لیکن ابھی اس وقت میں کسی کی چمڑی ادھیڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں تم نے وار ہی ایسا کیا ہے کہ مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا!! کس کس کا گریبان پکڑو جا کے؟؟ کس کس کو آگ لگاؤ؟ کس کس کی آنکھیں نکالوں؟ جواب دو مجھے؟؟ اور آخر میں کیوں ہی کسی کا گریبان پکڑو؟ کیوں ہی کسی کو آگ لگاؤ؟ کیوں ہی کسی کی آنکھیں نکالوں؟ وہ کہتے ہیں نا کہ کسی کو کچھ بولنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہئیے!! سچ پوچھو تو اس بات کا اصل مطلب آج معلوم ہوا ہے! تمہارا دیدار کرنے کے بعد کسی کو اٹھا کے پٹکنے کی ہمت ہی نہیں بچی یار!! آخر کس منہ سے قتل کروں کسی کا جب میرے ارمانوں کی، میرے جذبات کی، میری محبت کی، میرے عشق کی، میری عزت کی، میری غیرت، کی قتل کرنے والی خود میری بیوی ذائشہ ارزم شاہ ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنے گلے سے براؤن اجرک نکال کے زمین پہ پھینکتا ایک دفعہ پھر سے بیڈ کراؤن پہ اپنے ہاتھ کا زوردار مکا مارتا غصے کی شدت سے بلند آواز میں دھاڑا تھا۔۔ دروازے پہ دستک ہنوز جاری تھی وہ دستک کو نظر انداز کرتا ذائشہ پہ دھاڑ رہا تھا جس نے آج سب کے سامنے اسکی عزت خاک میں ملائی تھی۔۔ ارزم شاہ کو آج سمجھ آیا تھا کہ قیامت ٹوٹنا کسے کہتے ہیں!!

دروازہ کھول!! خبردار جو تو نے احسن ملک کی خریدی گئی لڑکی کو ہاتھ بھی لگایا! جب تک میں اس لڑکی پہ اپنے ہاتھ صاف نہیں کروں گا کوئی بھی اسے چھو نہیں سکتا!۔۔۔۔ باہر دروازہ بجاتا احسن ملک غصے سے دھاڑا تھا۔ اسکے الفاظ تھے یا کوئی پگلا ہوا سیسہ جو وہ ارزم شاہ کے کانوں میں انڈھیل رہا تھا، ذائشہ نے اس کے الفاظ پہ سسکتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، ارزم شاہ کی آنکھیں جو بھیگنے کی وجہ سے گلابی ہو رہی تھیں، ان الفاظ کو سننے کے بعد اس کی آنکھ پہلے کی طرف غصے کی حدت سے سرخ انگارہ ہوئی تھیں۔ یہ یہ الفاظ ذائشہ کے لئے مرنے کے برابر تھے۔ ارزم شاہ جب خود میں مزید سننے کی سکت نہ رکھ پایا تو لمبے لمبے ڈگ بڑھتے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کے ذائشہ تیزی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی، یوں بیڈ سے کھڑے ہونے پہ اس کی کمر کے پیچ و پیچ

جلن سی ہوئی تھی کیونکہ ارزم شاہ نے اسے کافی زور سے بیڈ پہ پٹکا تھا جس پہ اسکی چھوٹی سی کرتی کے بیک ٹسلز زور سے اسکی کمر میں دھنسے تھے۔۔

ارزم۔۔۔ی۔یہ۔۔بہت۔۔خطرناک۔۔۔ہے۔۔آپ۔۔پلیز۔۔

یہاں۔۔۔سے۔۔چلیں۔۔جائیں۔۔پلیز۔۔کسی۔۔بھی۔۔۔طریقے۔۔سے۔۔یہاں۔۔۔سے۔۔چلیں۔۔جائیں۔

۔وہ۔۔آپ۔۔کو۔۔بھی۔۔مار۔۔دے۔۔۔گا۔۔مجھے۔۔چاندنی(طوائف)۔۔۔۔نے۔۔۔بتایا۔۔تھا۔۔وہ۔۔۔

ہر۔۔۔اس۔۔انسان۔۔کو۔۔مار۔۔

دیتا۔۔۔ہے۔۔جو۔۔اس۔۔کے۔۔راستے۔۔میں۔۔آتا۔۔ہے۔۔اسے۔۔۔آج۔۔۔تک۔۔۔کوئی۔۔پکڑ۔۔۔

نہیں۔۔پایا۔۔

اس۔۔۔نے۔۔چھ۔۔سال۔۔۔پہلے۔۔۔چندہ۔۔بائی۔۔کو۔۔۔میری۔۔۔قیمت۔۔دی۔۔۔تھی۔۔آپ۔۔۔کو۔

۔خدا۔۔کا۔۔واسطہ۔۔۔ہے۔۔۔بنا۔۔کچھ۔۔بولے۔۔یہاں۔۔۔سے۔۔۔چلے۔۔۔جایئے۔۔گا۔۔ورنہ۔۔۔وہ

۔۔آپ۔۔۔کو۔۔کوئی۔۔نقصان۔۔۔پہنچا۔۔دے۔۔گا۔۔۔ذائشہ تیزی سے اس کے مقابل آتی ارزم شاہ کی کالی قمیض کو سینے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتی ہچکیوں کے درمیان بولی تھی،اسکی باتیں سنتے ہوئے ارزم شاہ کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔غصے کی شدت سے ارزم شاہ کے جسم میں شرارے سے پھوٹے تھے۔۔

مطلب کیا ہے تمہاری بات کا ذائشہ خان؟؟ کیا تمہیں اس درندہ صفت انسان کے آگے پھینک کے بے-غیرت بنتے ہوئے چلا جاؤں؟ جس نے تمہاری قیمت نہیں لگائی تھی بلکہ اپنی اوقات دیکھائی تھی!! آخر کیوں مجھے اپنے الفاظ سے توڑ رہی ہو؟؟ کیا تمہیں اپنی قیمت کا اندازہ اس وقت نہیں ہوا تھا جب سید ارزم شاہ نے تمہیں اپنے نکاح میں لیا تھا؟ تم سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے تمہیں اپنے دل کے سب سے اونچے مقام پہ جگہ دی تھی؟؟

!! How dare U to say this all

)تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ سب بولنے کی(!

ارزم شاہ اسکے ڈارک براؤن بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ذائشہ کے الفاظ اسکی روح جھنجھوڑ چکے تھے۔۔ذائشہ کے بالوں پہ ارزم شاہ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ سسک اٹھی،یہی بال تھے

جن کی خوشبو محسوس کرتا وہ اسے اپنے سینے میں بھینچتے نکاح کی رات ان خوبصورت لمبے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا کے سویا تھا۔ اس نے ذائشہ کا مان، غرور نہیں توڑا تھا، نکاح کی رات اسکے اتنے قریب سونے پہ دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہوتی رہی تھیں، جذبات میں ایک طغیانی سی مچ اٹھی تھی لیکن اس نے چھوٹی موٹی جسارتوں اور گستاخیوں کے علاوہ کچھ نہیں کیا تھا، وہ اسے رخصتی کے بعد مکمل طور پہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ذائشہ نے سسکتے ہوئے اپنے بالوں پہ ہاتھ رکھا تھا جن پہ لمحہ بہ لمحہ ارزم شاہ کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔۔

وہ آپ۔۔۔ کو۔۔۔ نقصان۔۔۔ پہنچا۔۔ دے۔۔ گا۔۔ ارزم!! وہ بہت برا ہے۔۔۔ وہ اپنے بالوں پہ اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی سسکتے ہوئے بولی۔۔

اگر تمہیں میری فکر ہوتی تو تم مجھے اس حالت میں نہ ملتی ذائشہ خان!! تم نہیں جانتی اس وقت میرے دل پہ کیا گزر رہی ہے اور تم جان بھی نہیں سکتی! کیونکہ اگر تم جان لیتی تو مجھے کم از کم یہاں سے جانے کا مشورہ دینے کی بجائے یہ بولتی کہ " ارزم مجھے خود میں چھپا کے لے جائیں! مجھے اس درندہ انسان سے بچا لیں!!" لیکن نہیں تم نے ایسا نہیں کہا!! تمہیں اس درندہ انسان کا سامنا کرنا منظور تھا لیکن ارزم شاہ کا اسکے مقابل ہونا نہیں تاکہ اس غلیظ کوٹھے میں کوئی لڑائی جگڑا یا فساد برپا نہ ہو!! مجھے لگتا ہے عورت صرف تکلیف دینا جانتی ہے، صرف زخم دینا جانتی ہیں! مرحم وہ اس وقت رکھتی ہے جب اسے خود مظلوم بننا ہوتا ہے لیکن افسوس جب وہ مرحم رکھتی ہے اس وقت تک مرد کو زخم کھانے کی عادت ہو چکی ہوتی ہے!! تم بیویاں وہ لمحہ، وہ پل امیجن نہیں کر سکتی جب کوئی مرد تمہیں ایک نظر بھر کے دیکھے تو تمہارے غیرت مند شوہر کے خون میں کس طرح سے ابال اٹھتے ہیں!! جانتی ہو اس وقت میں بہت بکواس کرنا چاہتا ہوں اتنی بکواس کرنا چاہتا ہوں جس کی کوئی حد نہ ہو لیکن سمجھ نہیں آ رہا کیا بولوں یار؟ تمام الفاظ دل و دماغ میں گڈمڈ ہوتے محسوس ہو رہے ہیں! الفاظ بھی چھوڑو یار مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب میرے ساتھ حقیقت میں ہو رہا ہے!! میں آج تک اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرا لیکن قسم خدا کی آج مجھے اس حقیقت سے ڈر لگ رہا ہے!! میرے اندر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں مجھے ڈر ہے میں آج یہاں خون کی نہریں نہ بہا دوں!! اور قسم خدا کی میں بہا دوں گا اگر تم میری اجازت کے بغیر اس کمرے سے باہر بھی نکلی تو!!۔۔۔ ارزم شاہ نے غصے سے

دھاڑتے ہوئے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ذائشہ کی شفاف گردن پہ جھک کے زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔
ذائشہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکی قمیض پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔۔

ابھی سے یہ سسکیاں مت ضائع کرو ذائشہ بی بی!! ان سسکیوں کو اس وقت کے لئے سنبھال کے رکھو جب تم سید ارزم شاہ کو پوری رات کے لئے جھیلو گی!!۔۔۔اسے سسکیاں بھرتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکی گردن سے اپنا چہرہ اٹھاتا اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔۔اسکے آخری جملے پہ ذائشہ نے بھیگی پلکیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کی۔۔کیا۔۔آپ۔۔ابھی۔۔بھی۔۔مجھ۔۔جیسی۔۔۔لڑکی۔۔۔کو۔۔۔اپنی۔۔۔قربت۔۔۔بخشیں۔۔گے جسے کتنے ہی مردوں نے اپنے بستر کی زینت۔۔۔ذائشہ ابی اسکی بات پہ چونکتے بھیگی آواز میں اپنا جملہ مکمل کرنے ہی والی تھی جس ارزم شاہ نے بھوکے شیر کی مانند دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی،وہ اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی اسے اپنی پناہوں میں لینے کی بات کیسے کر سکتا تھا؟یہ بات ذائشہ خان کی سوچ سمجھ سے باہر تھی۔۔

مجھ جیسی لڑکی سے آخر کیا مراد ہے تمہاری ذائشہ ارزم شاہ؟مجھے اپنے اللہ پہ پورا یقین ہے وہ میرے ساتھ اس قدر برا نہیں کر سکتا کہ تمہیں نعوذ باللہ کسی غیر محرم کے بستر کی زینت بنائے!! کیوں اتنی غلیظ اور گندی بکواس کرتی مجھے جیتے جی مار رہی ہو؟؟۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات پہ غصے سے پاگل ہی تو ہوا تھا۔وہ اسے دروازے سے لگا کے اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ مار کے غراتا ہوا اس کے لہنگے کی چھوٹی سی فننگ کرتی کو قہر بار نظروں سے گھور رہا تھا جو اسے کہی سے بھی ڈھکنے کی بجائے اسکے بدن کے نشیب و فراز کو مزید نمایاں کر رہی تھی۔ابھی ذائشہ روتے ہوئے کچھ بولتی جب دروازے کا لاک کھلنے کی آواز آئی تھی،ارزم شاہ تیر کی تیزی سے اپنا ہاتھ اوپر کو لے جاتے دروازے کو اندر سے کنڈی لگا گیا اور اس سے بھی زیادہ تیزی سے وہ بیڈ کی طرف بڑھا تھا،بیڈ کے بالکل پاس نیچے زمین پہ گری اپنی اجرک اٹھاتے وہ زائشہ کی طرف بڑھا تھا،ذائشہ لرزتے ہوئے اپنی ہیزل آنکھوں میں خوف وڈر، آنسو لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ ابھی ارزم شاہ کی طرف دیکھ ہی رہی تھی جب اس نے اس کے قریب آتے اس کے گرد سنجیدگی اور غصے کے عالم میں اپنی شال اوڑھائی تھی۔۔ذائشہ اس خوبرو نوجوان کو دیکھ کے رہ گئی جو اتنا سب ہونے کے بعد بھی اسے چادر اوڑھا رہا تھا؟؟ابھی اس کی نظر اسکی گردن میں پہنی گئی سکور چین کی طرف اٹھی ہی تھی جب ارزم شاہ اسے

کہنی سے پکڑتے ہوئے کمرے کے واشروم کی طرف بڑھا تھا، وہ ذائشہ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسے واشروم میں دھکیلتا دروازہ بند کرنے ہی والا تھا جب ذائشہ نے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے نازک ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا۔۔

پلیز ارزم!! وہ اچھا نہیں ہے، وہ بہت خطرناک ہے!! وہ آپ کو نقصان۔۔۔۔ ذائشہ نے اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب ارزم شاہ غصے سے اس سے اپنا ہاتھ آزاد کرواتا اسے ہولے سے پیچھے کی طرف دھکا دیتے باہر سے دروازہ بند کر چکا تھا، وہ اب اپنی کالی قمیض کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کرتا بے حد غصے سے دروازے کی طرف بڑھا تھا ابھی ارزم شاہ نے کنڈی کھول کے دروازہ وا ہی کیا تھا جب احسن ملک تیزی سے اندر داخل ہوا تھا۔۔

کہاں ہے وہ سونے کی چڑیا؟؟۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر احسن ملک ایک نظر خالی کمرے پہ جبکہ دوسری نظر ارزم شاہ پہ ڈالتا غرایا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو یہاں دیکھ کے حیران ضرور ہوئے تھے لیکن چہرے کو بے تاثر رکھا تھا۔۔ اسکے جملے پہ ارزم شاہ نے بنا دیری کئے احسن ملک کے ہونٹوں پہ زوردار مکا جھڑا تھا۔۔

بتاتا ہوں! آج تجھے بتاتا ہوں کہ غیرت مند مردوں کی عزتوں پہ نظر رکھنے کا کیا انجام ہوتا ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ نے غصے کی شدت سے گرجتے ہوئے احسن ملک کے پیٹ میں ٹانگ مارتے اسے زمین بوس کیا تھا۔۔ احسن ملک نے کراہتے ہوئے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھا تھا، ارزم شاہ کا یہ ریکشن احسن ملک کے لئے حیران کن تھا۔۔ وہ سب سے پہلے تو یہاں ارزم شاہ کو ہی ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا اور اگر اسے یہاں دیکھ بھی لیا تھا تو اسکی آنکھوں کی سرخی، اسکے لہجے میں موجود جنون کی رمک دیکھتے اس کا حیران ہونا بنتا تھا۔۔ وہ آخر کس لڑکی کو اپنی عزت بول رہا تھا جس پہ احسن ملک نے نظر رکھی تھی؟ احسن ملک سمجھ نہیں سکا تھا۔۔ وہ تو یہاں اس لڑکی کے ساتھ رات گزارنے آیا تھا جس کی قیمت اس نے چھ سال پہلے ادا کی تھی۔۔

شاہ صاحب!! اسے چھوڑ دیں! میں آپکو پہلے بھی روکنے ہی والی تھی لیکن آپ مجھے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر ستارے کو کھینچ کے یہاں لے آئے!! ستارہ (ذائشہ) پہ اگر کسی حق پہلے ہے تو وہ ملک صاحب ہیں! آپ فکر مت کریں ناراض میں آپکو بھی نہیں کروں گی آپ کل اس کے ساتھ۔۔۔۔ ابھی چندہ بائی ارزم شاہ کے قریب آتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ نے مفلوج ہوتے دماغ سے دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔

بکواس بند کرو اپنی غلیظ عورت!!! میں نے آج تک کسی عورت کو گالی نہیں دی، کسی عورت پہ ہاتھ نہیں اٹھایا لیکن تمہیں دیکھ کے مجھے لگ رہا ہے آج میں یہ ریکارڈ توڑتے ہوئے ڈائریکٹ تمہارا قتل کروں گا!! تمہیں دیکھ کے مجھے صرف ایک ہی بات کا احساس ہو رہا ہے کہ تم عورتوں کے نام پہ دھبہ ہو!! مجھے تم سے اس قدر گھن محسوس ہو رہی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے میں تمہاری زبان حلق سے کھینچ نکالوں جس سے تم نے میری عزت میری عورت کے لئے اتنے غلیظ الفاظ کا چناؤ کیا ہے!! ارزم شاہ نے حلق کے بل چیختے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا لیکن سامنے موجود عورت اسکی ماں کی عمر کی تھی جسے دیکھ کے وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتا اپنے پہلو میں گرا گیا۔۔چندہ بائی تو اسکے اس قدر سخت ریکشن پہ حیران پریشان اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔احسن ملک ابھی ہی کھوٹے میں داخل ہوا تھا، اس نے آتے ہی چندہ بائی سے ذائشہ کے متعلق استفسار کیا تھا جس پہ چندہ بائی تھوک نگلتی ہوئی اسے اس کمرے کی راہ دیکھا گئی، وہ تو سمجھ رہی تھی احسن ملک آج بھی پچھلی دو راتوں کی طرح نہیں آئے گا اور وہ ذائشہ کو کسی اور کی پناہوں میں سے گے اچھا خاصہ پیسا کمالے گی لیکن احسن ملک آج آچکا تھا، وہ دو دن پہلے بھی آجاتا لیکن موسم خرابی کی وجہ سے اسے فلائٹ ہی آج کی ملی تھی۔۔

اے یہ ہیرو گیری بند کر!! تجھے کیا لگتا ہے احسن ملک ہمیشہ تم شاہوں سے مات کھا جائے گا؟؟ یہ عزت کا ڈھونگ کسی اور کے سامنے جا کے رچا جو تیری ان باتوں میں آ بھی جائے!! اور شاید تجھے لگ رہا ہے کہ میں تیرے یہ دو چار غیرت مند ڈائیلاگ سننے کے بعد وہ سونے کی چڑیا تجھے حاصل کرنے دوں گا؟ ناممکن!! وہ کھوٹے کی پیداوار ہے! ایسی جگہ کی پیداوار جنہیں کوئی بھی عزت بنا کے یقیناً اپنی بے عزتی تو نہیں کروانا چاہے گا!! میں نے اس سونے کی چڑیا کو پانے کے لئے پورے چھ سال انتظار کیا ہے!! آج میں اسے ادھیڑے بغیر یہاں سے۔۔۔۔ابھی احسن ملک اسکے مقابل آتا اپنا جملہ مکمل کرتا جب ارزم شاہ نے اپنی جیب سے درمیانے سائز کا چاقو نکالتے ایک جست میں احسن ملک کے ہونٹوں پہ گہرا کے لگایا تھا۔۔اس اچانک حملے پہ احسن ملک بلبلا اٹھا۔۔احسن ملک کے ہونٹوں سے خون کسی فوارے کی طرح چھوٹا تھا۔۔

تجھے غلط انفارمیشن دی گئی ہے!! وہ کوئی ایری غیری نہیں بلکہ سید ارزم شاہ کے نکاح میں موجود اسکی انت الحیات ہے اسکی عزت ہے جس کے بارے میں ایسا سوچنے کی تو نے سنگین غلطی کی ہے!! میں جب تک تجھے تیرے سنگین الفاظ کی

سزا نہیں دوں گا تجھے یہاں سے فرار ہونے نہیں دوں گا احسن ملک!!۔۔ ارزم شاہ نے غراتے ہوئے احسن ملک کے سینے پہ ٹانگ مار کے اسے زمین بوس کیا تھا۔۔ واشروم میں موجود ذائشہ جو تھر تھر کانپتی اپنے تن پہ موجود ارزم شاہ کی اجرک کو زور سے خود کے گرد لپیٹے ہوئے تھی، ارزم شاہ کے الفاظ سننے کے بعد اسکی ہیزل آنکھوں سے آنسو کسی سمندر کی طرح بہہ رہے تھے، وہ اپنی سسکیوں کو روکنے کی غرض سے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔۔

ابے۔۔ چل!! تو۔۔ مجھے۔۔ کیا۔۔ سزا۔۔ دے۔۔ گا!! میں۔۔ تجھ۔۔ پہ۔۔ کیس۔

کروا۔۔۔ کے۔۔ ابھی۔۔ تجھے۔۔ حوالات۔۔ میں۔۔ بند۔۔ کروا۔۔ دوں!! اے۔۔ چندہ۔

بلا۔۔ باہر۔۔۔ سے۔۔ میرے۔۔ آدمیوں۔۔ کو!!۔۔ احسن ملک اپنے ہونٹوں پہ موجود کٹ کی وجہ سے لڑکھڑاتے لہجے میں غرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

ہمت ہے تو اپنے دم پہ مرد بن کے مقابلہ کر! یوں نامرد بن کی طرح کسی اور کے دم پہ نہیں! تیرے پالتو کتوں کو تو میں دو منٹ میں پچھاڑ کے رکھ دوں!! چل ایسا کر بلوا لے اپنے پالتو کتوں کو بھی تا کہ تجھے اور ان سب کو ایک ساتھ آگ لگاؤں!!۔۔ احسن ملک کے غرانے پہ ارزم شاہ جھک کے اس کے سینے پہ اپنی پوری قوت سے کہنی جھڑتے دھاڑا تھا۔ احسن ملک نے کراہتے ہوئے بنا کسی دیری کے ارزم شاہ کو مکا جھڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا جب ارزم شاہ اسکے اس ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسے الٹا کر کے اس کی کمر کے پیچھے مڑور گیا۔۔

تیرے ساتھ مرد بن کے مقابلہ کرنے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے میں تیری بیوی کو پوری رات اپنی وحشت سے روشناس کرواتے اسے مرد بن۔۔۔ ابھی احسن ملک اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتا غلاظت آمیز الفاظ بولتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب ارزم شاہ نے اپنی پوری طاقت سے اسکا ہاتھ مڑورتے چیخ کی آواز کے ساتھ چھوڑا تھا۔۔ احسن ملک نے بے ساختہ چیخیں مارتے ہوئے اپنے ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں پکڑتے چندہ بائی کو گالیاں بکی تھیں جو اسکے آدمیوں کو بلوانے کی بجائے یہاں تماشہ دیکھنے میں مصروف تھی۔۔

("آپ کو خدا کا واسطہ ہے مجھ پہ رحم کھائیں اماں!! میں کسی کی امانت ہوں! میرے جسم و جاں کا مالک ایک سید زادہ ہے! جو اپنے اس نقصان پہ میرے ساتھ ساتھ اس غلیظ جگہ کو بھی جلا کے راکھ کر دے گا!! وہ غصے کا بہت تیز ہے اماں! وہ غصے میں ہر چیز فنا کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے! وہ اپنا بدلہ کبھی نہیں چھوڑتا! وہ جس دن مجھے ڈھونڈے گا میں

جانتی ہوں وہ اس دنیا میں میرا آخری دن ہو گا! کیونکہ اسے غلطیوں سے اور غلطی کرنے والوں سے نفرت ہے! وہ کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا! بدلہ لینا اس کے پسندیدہ کاموں میں سے ایک ہے اماں!") ذائشہ کے یہ الفاظ سوچتے ہوئے چندہ بائی کے ہاتھ کپکپا اٹھے، وہ اسے اس وقت بالکل ویسا ہی لگا تھا جیسا ذائشہ نے اپنے جسم و جاں کے مالک کے متعلق بتایا تھا۔۔

ارزم شاہ کے اس قدر غصے پہ چندہ بائی کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ ارزم شاہ کی باتوں کو سننے کے بعد چندہ بائی کے دماغ میں بے ساختہ ذائشہ کے الفاظ گونجے تھے۔ چندہ بائی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ احسن ملک کے آدمیوں کو یہاں بلوائیں!! ارزم شاہ کے جنونی غصے کو دیکھتے انہیں لگ رہا تھا وہ اپنے کہے کے مطابق واقعی ہی سب کو پچھاڑ کے رکھ دے گا اور خون خرابہ ان کے کھوٹے میں ہو گا!! چندہ بائی اپنے کھوٹے پہ کوئی خون خرابہ نہیں چاہتی تھیں لیکن وہ اتنا ضرور چاہتی تھیں کہ احسن ملک مر جائے تاکہ وہ اپنے سر پہ موجود احسن ملک کے دیئے گئے کڑوروں کے قرض سے آزاد ہو سکیں! ویسے بھی احسن ملک اگر آج مر جائے گا تو وجہ ارزم شاہ بنے گا! ان کا تو کہیں نام بھی نہیں آئے گا! سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔۔۔ چندہ بائی نے شاطرانہ انداز میں سوچا تھا، اسی لئے تو وہ احسن ملک کے آدمیوں کو بلانے نہیں گئی تھیں۔۔

ہاتھ لگانا تو دور تو ایک نظر میری بیوی کی طرف دیکھ کے تو دیکھ میں نے تجھے اسی وقت قتل نہ کیا تو میرا نام بھی سید ارزم شاہ نہیں! میں تو اسکے بارے میں سوچنے والوں کی چمڑی ادھیڑ کے رکھ دوں تو نے تو پھر اپنے غلیظ الفاظ سے میری غیرت پہ وار کیا ہے! اب تو سوچ سید ارزم شاہ تیرا کیا حال کرے گا!۔۔۔ ارزم شاہ نے گرجدار آواز میں دھاڑتے ہوئے احسن ملک کے چہرے پہ زوردار مکے برسائے تھے۔۔ ارزم شاہ کے الفاظ سنتے ہوئے واشروم کے دروازے کے ساتھ لگ کے بیٹھی ذائشہ خان بالآخر پھوٹ پھوٹ کے رو دی! وہ بار بار اسے اپنی بیوی اپنی عزت اپنی عورت بولتا اسے دوسروں کی نظروں میں سرخرو کر رہا تھا، وہ ناچاہتے ہوئے بھی بچوں کی طرح بلند آواز میں رو پڑی۔۔ اسکے رونے اور سسکیوں کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں جس پہ ارزم شاہ نے اپنا ہاتھ روک کے قہر برساتی نظروں سے واشروم کے دروازے کو گھورا تھا۔۔ کسی صنف نازک کی رونے کی آواز سنتے ہوئے احسن ملک کی نظریں بھی اسی وقت واشروم کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں اور پھر اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی کہ وہ سونے کی چڑیا کہاں

ہے۔۔ارزم شاہ کا دھیان واشروم کی طرف دیکھتا احسن ملک چالاکی سے زمین سے اٹھتا تیز تیز قدم اٹھاتے واشروم کی طرف بڑھا تھا، اسے زمین سے ایک جست میں کھڑے ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسے چکا دے کے اس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔۔

خبردار جو تو نے ایک قدم بھی مزید بڑھایا احسن ملک!! میں تیری جان لے لوں گا!!۔۔۔ارزم شاہ نے زمین سے اپنا درمیانے سائز کا چاقو اٹھاتے دور سے احسن ملک کے گھٹنوں کا نشانا لیا تھا اور پھر وہ اس قدر بلند آواز میں دھاڑا تھا کہ چندہ بائی کے ساتھ ساتھ اندر بیٹھی ذائشہ کو بھی اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔اپنے گھٹنے میں چاقو ثبت ہوتے دیکھ کے احسن ملک چیخا تھا لیکن اس نے واشروم کی طرف جانا بند نہیں کیا تھا، وہ اپنے گھٹنے سے چاقو کھینچ کے نکالتا چیختے ہوئے اب اپنے ہاتھ میں چاقو تھامتا لڑکھڑاتے قدموں سے آگے کی طرف بڑھتا واشروم کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ گیا۔۔

Lock the door Zaisha Arzam Shah

ارزم شاہ نے آگے کی طرف بڑھ کے غراتے ہوئے ذائشہ کو اندر سے دروازہ لاک کرنے کا حکم دیا تھا، وہ ابھی ارزم شاہ کے حکم پہ کپکپاتی ہوئی دروازہ لاک کرنے ہی والی تھی جب احسن ملک نے تیزی سے دروازہ کھولا تھا، اس کے دروازہ کھولنے کی دیر تھی جب ارزم شاہ نے بیڈ کی طرف بڑھتے سائیڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھا کے زور سے احسن ملک کے دماغ کا نشانہ لیا تھا۔۔اگلے ہی پل احسن ملک اپنے دماغ کو پکڑ کے کراہتا اور چیختا ہوا نیچے زمین پہ گرا تھا، احسن ملک کے سر سے خون بل بل نیچے زمین پہ گر رہا تھا، چندہ بائی نے اس منظر کو دیکھتے اپنی چیخ دبانے کی غرض سے اپنے منہ پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے۔۔ذائشہ نے خوف سے لرزتے ہوئے باہر کی طرف جھانکا تھا جب ارزم شاہ نے واشروم کی طرف بڑھتے اسے کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا۔۔وہ لہراتی ہوئی اسکے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔احسن ملک کو ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے اور خون میں کے پت دیکھ کے اس کے گلے میں بار بار گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی، وہ ہمیشہ ارزم شاہ کے غصے اور جنون کا ایک نیا روپ دیکھتی تھی جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا تھا، ارزم شاہ کے طیش و اشتعال سے سرخ پڑتے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی ذائشہ خان میں!!

ش۔شاہ۔۔صاح۔۔صاحب۔۔یہ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ کیا۔۔ کیا۔۔۔یہ۔۔تو۔۔۔مر۔۔ گیا۔۔چندہ بائی کپکپاتے لبوں سے بولی، ذائشہ اور ارزم شاہ نے نفرت سے چندہ بائی کی طرف دیکھا تھا۔۔

اگر اگلے دو منٹ میں تم نے مجھے اس غلیظ کھوٹے سے نکلنے کا خفیہ اور پوشیدہ راستہ نہ بتایا تو تمہاری موت کا زمہ دار بھی سید ارزم شاہ ہی ہو گا! اسی لئے بہتری اسی میں ہے فر فر بولتی مجھے راستہ بتاؤ!!۔۔۔ارزم شاہ اپنے قریب کھڑی ذائشہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتا چندہ بائی کی طرف بڑھا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا اسے سب مردوں کے سامنے سر عام یہاں سے لے کے جائے، کیا معلوم کے باہر ابھی بھی اسکے دوست بیٹھے ہوں! ارزم شاہ کو اس وقت مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ صرف خفیہ راستہ پوچھنے کی ہی سوجھی تھی۔۔

شاہ صاحب ہمارے یہاں کوئی بھی پوشیدہ راستہ نہیں ہے! سب وہی سے آتے ہیں جس راہ سے آپ آئے تھے۔۔۔چندہ بائی نے ٹسوے بہا کے جھوٹ بولتے ہوئے اسکے حصار میں کھڑی ذائشہ کو پکڑنا چاہا تھا جب ارزم شاہ اسے تیزی سے اپنی چوڑی پشت کے پیچھے چھپا گیا۔۔

اسے اپنے غلیظ ہاتھ لگانے کی جرات بھی مت کرنا ورنہ تم سمیت تمہارے اس کھوٹے کو آگ لگا دوں گا میں!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے شدید غصے سے بپھرے شیر کی مانند دھاڑا، ذائشہ نے روتے ہوئے ارزم شاہ کی پشت سے اسکی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔۔چندہ بائی کی زبان تالو سے چپکی تھی، ارزم شاہ کے منہ سے کھوٹے کو آگ لگانے کا سن کے انہوں نے اسے پوشیدہ راستے بنانے کے علاوہ کوئی فضول لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا، اگر وہ ایسا بول رہا تھا تو وہ ایسا کر بھی سکتا تھا، کچھ ہی وقت میں چندہ بائی اتنا تو جان ہی چکی تھیں۔۔ارزم شاہ چندہ بائی کی آنکھوں کے سامنے ذائشہ کو اپنے حصار میں لئے اس غلیظ کھوٹے سے نکلا تھا اور وہ کچھ کر نہیں پائی تھیں۔۔اگر کہا جائے کہ ذائشہ ان کے لئے کسی سونے کی چڑیا سے کم نہیں تھی تو غلط نہ تھا لیکن وہ ارزم شاہ کے جنونی انداز سے بہت ڈر چکی تھیں، احسن ملک کو ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کے وہ نخوت سے اپنا سر جھٹکتی باہر کی طرف بڑھی تھیں، تاکہ اس کے آدمیوں کو بلوا کے اس کی لاش یہاں سے اٹھوا سکے۔۔چندہ بائی اور ذائشہ خان کو لگ رہا تھا احسن ملک مر چکا ہے جبکہ حقیقت اس سے الٹ تھی، ارزم شاہ جانتا تھا وہ ابھی مرا نہیں ہے بلکہ سر پہ لگنے والی چوٹ کی وجہ سے صرف بے ہوش ہوا ہے! اس نے خود پہ ضبط کے پیرے بٹھاتے خود کو احسن ملک کا قتل کرنے سے روکا تھا کیونکہ اگر وہ

ابھی اسی وقت احسن ملک کا قتل کر دیتا تو بات دور دور تک پھیل جاتی!! اسے اپنی ذی کے بدنام ہونے کا ڈر تھا اور اسی ڈر نے اسکے پیروں میں بیڑیاں ڈالیں تھیں ورنہ وہ احسن ملک کو آج زندہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔

مسٹر خان!! میں نے آپ سے پہلے بھی بولا تھا آپکی پیشنٹ مینٹلی اور فزیکلی دونوں لحاظ سے ویک ہیں! انہیں پراپر کیئر کی ضرورت ہے!! یہ ان کی پریگننسی کا چھٹا ماہ ہے ہے اور اس دوران پریگننٹ وومین کو سب سے زیادہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کیئر ہے!! لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مجھے ان میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا! ایون یہ پہلے سے بھی ویک ہو چکی ہیں!!۔۔۔ لیڈی ڈاکٹر اپنے پروفیشنل انداز میں کہتی اپنے سامنے کرسی پہ بیٹھے حازق خانزادہ کی طرف دیکھتے افسوس کے ساتھ بول رہی تھی۔ ڈاکٹر کی باتوں پہ حازق خان نے نروٹھے پن سے اپنی گڑیا کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت معصومیت کی دیوی بنی اپنے نقوش ڈھیلے چھوڑے ہوئے تھی جیسے اس سب میں اگر کسی کی غلطی ہے تو وہ حازق خان ہے باقی وہ خود تو معصومیت کی شاہکار ہے۔۔

کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے ڈاکٹر صاحبہ ؟۔۔۔ حازق خان نے متوازن لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

ابھی تک تو نہیں ہے لیکن اگر حالات یہی رہے تو آگے چل کے پرابلم ہو سکتی ہے! ایسے حالات میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم ڈاکٹرز کو آخر پہ بچے یا ماں کی جان میں سے کسی ایک کی جان بچانی ہوتی ہے!!۔۔۔ ڈاکٹر کی بات نے حازق خان اور اسکی گڑیا کے دل دہلائے تھے۔۔

یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ اللہ نہ کرے ایسا ہو!!۔۔۔ حازق خان اپنے ساتھ بیٹھی اپنی گڑیا کو اپنے حصار میں لیتا بے ساختہ فکر مندی سے بولا تھا۔۔

جی بے شک اللہ کرے ایسا نہ ہو!! اس کے لئے آپ کی پیشنٹ کو پراپر کیئر اور بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے! مجھے لگتا ہے آپ کی بہن مینٹلی زیادہ ڈسٹرب ہیں! خیر جو بھی معاملہ ہے آپ ان کے ساتھ وقت گزار کے ان کا دل ہلکا کریں!! ابھی کے لئے میں کچھ سپلیمنٹ اور وٹامنز لکھ کے دے رہی ہوں جو انہیں باقاعدگی سے دینا بے حد ضروری ہے!!۔۔۔ ڈاکٹر ان دونوں بہن بھائیوں کے پیار کو دیکھ کے مدھم سا مسکراتی حازق خان کی گڑیا کی رپورٹس دیکھ کے اپنے تحتے پہ الفاظ گھسیٹنے ہی والی تھی جب اس نے اپنا ہاتھ روک کے پھر سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔۔

بائے داوے!! گلالئ اسماعیل خان یا گلالئ سفیر خان؟؟۔۔۔۔۔گلالئ کی رپورٹس پہ الگ جگہ الگ الگ سرنیم دیکھ کے ڈاکٹر کا سوال بے ساختہ تھا۔۔اس اچانک سوال پہ حازق خان نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے دبایا تھا جبکہ گلالئ تذبذب کا شکار ہوتی اپنی نظریں جھکا گئ۔۔

Obviously Gulalai safeer khan

حازق خان نے سنجیدگی سے جواب دیتے اپنے ڈارک براؤن فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔اس نے ڈاکٹر سے نہیں پوچھا تھا کہ اسے اسماعیل خان کا نام کس نے بتایا ہے کیونکہ وہ اپنی بہن کی اسماعیل خان سے محبت کے بارے میں بخوبی جانتا تھا لیکن پھر بھی اسے اس کے نام کے ساتھ اسماعیل خان لگانا گوارہ نہیں تھا۔۔حازق خان کے جواب پہ ڈاکٹر مزید بنا کچھ بولے اب پرچے پہ الفاظ گھسیٹ رہی تھی جبکہ گلالئ اپنی آنکھوں میں نمی لئے نظریں جھکا چکی تھی۔۔

دیکھ رہی ہو تمہاری وجہ سے ڈاکٹر نے کتنی ڈانٹ پھٹکار کی ہے میری! ۔۔۔حازق خان اپنی گاڑی کی پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کے گلالئ کو احتیاط سے اندر بٹھاتا نروٹھے پن سے بولا تھا۔گلالئ اس وقت اپنے پھولے وجود کو اچھی طرح سے چادر سے چھپائے اپنا چہرہ ڈھکے ہوئے تھی۔۔حازق خان کے نروٹھے انداز میں وہ ہولے سے مسکراتی ہوئی اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا گئ۔۔ابھی اس نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا ہی تھا جب اسے یاد آیا تھا ایک سید زادہ تھا جسے اس کی یہ حرکت بے حد ناگوار گزرتی تھی،وہ اسکی اس حرکت پہ کس طرح سے اسکے لب اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا اپنی سخت گرفت میں لے لیا کرتا تھا اور جب تک وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت سے سرخ قندھاری نہیں کرتا تھا گلالئ کی جان خلاصی نہیں ہوتی تھی۔۔گلالئ وہ پل یاد کر کے استہزایا انداز میں سر جھٹکتی اپنے نچلے لب کو مزید دانتوں میں دباتی اس پہ ظلم ڈھانے لگی۔۔

مجھے ڈانٹ پروا کے خاموش کیوں ہو اب؟اتنی ڈانٹ تو کبھی مجھے اپنے کمانڈر سے نہیں پڑی جتنا مجھے تمہاری ڈاکٹر نے ڈانٹ دیا ہے!!۔۔۔حازق خان ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتا شکایتی انداز میں بول رہا تھا،کمانڈر کا ذکر کرتے ہی اسے ایک سید زادی یاد آئی تھی جس نے خضدار میں کمانڈر کے ہاتھوں اسکی اور زوریز شاہ کی اچھی

خاصی درگت بنوائی تھی جو وہ آج تک بھول نہیں پایا تھا۔ اس سید زادی کو یاد کرتے وہ اپنا نچلہ لب دباتا درمیانی سپیڈ میں گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔ جب بھی گلالئ اس کے ساتھ ہوتی تھی وہ اپنی گاڑی کی رفتار کافی حد تک کم کر لیا کرتا تھا ورنہ وہ تیز رفتار گاڑی چلانے کا عادی تھا۔۔ اسے درمیانی سپیڈ میں گاڑی چلانے کا مزہ تو نہیں آتا تھا لیکن بہن سے زیادہ اسے اپنا مزہ اپنا شوق عزیز نہیں تھا۔۔

واقعی ہی آپ کو کبھی آپکے کمانڈر سے ڈانٹ نہیں پڑی لالہ ؟۔۔۔ گلالئ نے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں حیرت لئے استفسار کیا۔۔ حازق خان نے مبہم سا مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اگر وہ گلالئ کے سامنے سچ بولتا تو وہ یقیناً اس سے وہ پوری سٹوری سننا چاہتی جس کی وجہ سے حازق خان کو اسکے کمانڈر سے ڈانٹ پڑی تھی لیکن حازق خان وہ سٹوری نہیں کھولنا چاہتا تھا، اسے شاہ ہویلی کے لوگوں کا ذکر کر کے گلالئ کے زخموں پہ نمک نہیں چھڑکنا تھا۔۔ اب گلالئ اپنے لالہ کو خود کی طرف سے مطمئن کرنے کے لئے اس سے آرمی کے متعلق ہر بات کافی شوق سے پوچھ رہی تھی جس پہ وہ پیار اور نرمی سے اسے جواب دیتا عقیدت سے اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔ گلالئ اسے مطمئن کر رہی تھی کہ ڈاکٹر زیادہ فیس لینے کے لئے جھوٹ بول رہی ہے کہ وہ ویک ہے جب کہ وہ تو اسکے سامنے اچھی بھلی ہے! حازق خان اسکے شرارتی جملے پہ ہنستا ہوا اپنا سر نفی میں ہلا گیا۔۔

ہائے میرے پیارے پیارے دو بچے!!۔۔۔۔ کاظم شاہ جس کی آنکھ فجر کے وقت کھل چکی تھی، ایزل شاہ کے بائیں طرف ازمیر کو سوئے دیکھ کے وہ ان دونوں کو پیار بھری نظروں سے دیکھتا مدھم آواز میں بولا تھا۔ اسے آج ازمیر اور ایزل شاہ کے ایک ساتھ سونے پہ غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ وہ پوری رات اپنے بیٹے کی چوٹ کو لے کے کافی پریشان رہا تھا، ازمیر تو ایزل شاہ کے پاس آتے ہی خاموش ہو چکا تھا لیکن اسکے ہلکے سوجھے ماتھے کو دیکھ کے کاظم شاہ کو خود بخود تکلیف ہو رہی تھی جبکہ ایزل شاہ کے تو آنسو ہی نہیں رک رہے تھے، کاظم شاہ نے اسے کافی مشکل سے چپ کروایا تھا، ایزل شاہ نے آج بھی کاظم شاہ کو غصے سے اپنے کمرے میں جانے کا مشورہ دیا تھا لیکن وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر اسکے دائیں سائیڈ سے اسکی کٹی کو اٹھا کے زمین پہ پٹکتا خود نیم دراز ہو گیا۔ اس نے پہلے کبھی ایزل شاہ کی سنی تھی جو رات میں سنتا؟ ایزل شاہ بھی اسے مکمل طور پہ نظر انداز کرتی اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف اسے چومتی رہی، اسکے

مطابق اسکا شوہر ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا جس سے مقابلہ بازی یا ضد کرنا آ بیل مجھے مار کے مصداق تھا۔ وہ ازمیر سے باتیں کرتی کب سوئی تھی اسے خود ہی پتا نہیں چلا تھا، اس دوران کاظم شاہ نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا وہ جانتا تھا وہ اپنے بیٹے کی چوٹ پہ کافی تڑپی ہے اسی لئے اسے تنگ کئے بغیر اوندھے منہ لیٹ کے اپنا فون استعمال کرتا رہا کیونکہ جیلسی اور پوزیسوونس اسکی فطرت میں تھی اگر وہ ان دونوں کی طرف دیکھتا رہتا تو یقیناً جل بھن کے کوئلہ بن جاتا، اسی لئے وہ ان کے پیار کو نظر لگائے بغیر خاموشی سادھ گیا۔۔ جب اسکے دونوں بچے یعنی ایزل شاہ اور ازمیر سو گئے تب جا کے کاظم شاہ نے سیدھے ہوتے انہیں احتیاط سے ٹھیک سے تکیے پہ لٹایا تھا۔۔ اور پھر وہ خود بھی ایزل شاہ کے پہلو میں کس وقت پر سکون نیند سویا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔۔

کاظم شاہ نے ایزل کے ماتھے پہ ہولے سے بوسا دیتے اسکی بائیں طرف سوئے ازمیر شاہ کو احتیاط سے اٹھاتے اپنی بانہوں میں اٹھایا تھا۔۔ ازمیر کے ماتھے کی چوٹ پہ لب رکھتے وہ اسکی بند آنکھوں کو پیار سے چوم گیا۔۔

بابا کی جان کو گندی (پیاری) ماما کی نظر لگ گئی؟ ماما ہر وقت آپ کو گندی (پیار بھری) نظروں سے دیکھتی رہتی ہیں نا اسی لئے میرے بچے کو نظر لگ گئی۔۔ کاظم شاہ سوئے ہوئے ازمیر شاہ کے کان میں شرارت سے سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے گال چوم گیا۔۔ ازمیر شاہ ہنوز چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا فرصت سے اپنی نیند پوری کرنے میں مصروف تھا البتہ کاظم شاہ کی سرگوشیوں کو سنتے ہمیشہ کی طرح اسکے لب نیند میں بھی مسکرائے تھے۔۔ اسے مسکراتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکالتے اپنے بیٹے کے سر سے وارے تھے، اسے یاد آیا تھا وہ جب سے آیا تھا اس نے ازمیر کا صدقہ نہیں دیا تھا، شاید وہ اسکا صدقہ پہلے دے لیتا تو اللہ اسکی اس چوٹ سے حفاظت کر دیتا! کاظم شاہ نے اسکے ماتھے کی چوٹ کو دیکھتے فکر مندی سے سوچا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنے بیٹے کے خوبصورت نقوش دیکھتا اپنے منہ میں تین دفعہ درود شریف، تین دفعہ آیت الکرسی اور آخر میں پھر سے تین دفعہ درود شریف پڑھتے ازمیر شاہ کے چھوٹے سے وجود کو دیکھ کے سر سے پیروں تک اس پہ پھونک مارتا اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔۔ اس نے اسکی نظر اتارنے کے لئے ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی، کاظم شاہ کو ہمیشہ سے چھوٹی چھوٹی قرآنی آیات کو زبانی پڑھنے کی عادت تھی وہ چاہے اپنے کزنز کو چڑانے کے لئے اپنی خوبصورتی پہ کبھی کبھار اترا لیتا تھا لیکن خود کو آئینے میں دیکھ کے وہ دعا لازمی پڑھتا تھا اور اللہ کا شکر ادا کرتا تھا جس نے اسے اتنا حسن دیا تھا۔۔ یہ دعائیں پڑھنا اس کی عادات میں تھا

لیکن پچھلے ایک سال سے اسکی یہ پریکٹس نہ ہونے کے برابر ہو چکی تھی، آج بیٹے کو چوٹ لگی تو اپنی یہ عادت شدت سے یاد آئی تھی۔۔وہ آیت الکرسی پڑھ کے اس پہ پھونکتا اسے اللہ کے امان میں دے گیا۔۔

بابا نے آپ کی نظر اتار دی ہے!! اب ذرا بابا آپ کے چاچو کی کلاس لے لیں!!۔۔۔۔ازمیر شاہ کو تکیے پہ آرام سے لٹاتے کاظم شاہ اسکی کھری مغرور ناک چومتا سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون پکڑ گیا۔۔فون پکڑتے ہی اس نے ارزم شاہ کا نمبر ملایا تھا لیکن جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔۔کاظم شاہ نے کافی بار اسکا فون ٹرائے کیا تھا لیکن مسلسل جواب موصول ہوتے نہ دیکھ کے وہ پریشان ہوا تھا۔۔ارزم شاہ رات سے ہویلی نہیں آیا تھا اور زوریز شاہ رات کی فلائٹ سے لندن کے لئے نکل چکا تھا(تاکہ اپنی کھسکی ہوئی بیوی کا دماغ جگہ پہ لایا جاسکے!!) زوریز شاہ نے قطعی کاظم شاہ کو نہیں بتایا تھا کہ وہ لندن جا رہا ہے لیکن کاظم شاہ اس کے متعلق سب جانتا بوجھتا اسکی حالت پہ اپنی ہنسی ضبط کرتا رہا جو کل پورا دن گھن چکر بنا رہا تھا، غصے سے ناک، منہ پھولاتے اس نے پورا دن کاظم شاہ کو اگنور کیا تھا، کاظم شاہ نے بھی اسے سلگانے کی خاطر زیادہ منہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی سوائے ایک دو ٹانٹ مارنے کے۔۔۔اور رہی ارزم شاہ کی بات تو اس کے متعلق وہ یہی جانتا تھا وہ اپنے اپارٹمنٹ جانے کے لئے نکلا ہے لیکن خورشید کو فون کرنے کے بعد اسے کچھ اور ہی لگ رہا تھا۔۔خورشید اسے فون پہ بتا چکا تھا کہ عاشر لکھانی کے یہاں سے بھاگنے پہ وہ بے حد غصے سے اپارٹمنٹ سے نکلا ہے۔۔فون بند کرتے ہی کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے اسکی صبح کلاس لینے کا سوچا تھا۔۔ابھی اس نے خود پہ ضبط کرتے قریبی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے نکلنے کا سوچا۔۔کاظم شاہ جو نماز کے لئے نکل رہا تھا احان شاہ کو سفید شلوار قمیض میں سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے اس نے اپنا ائیر واچ کایا تھا۔وہ تو اس وقت گھوڑے گدھے بیچ کے سوتا تھا تو کاظم شاہ اسے فجر کے وقت اٹھتے دیکھ کے حیران ہوتا بھی کیوں نا؟

ایسے کیا دیکھ رہا ہے؟ کوئی پہلی دفعہ نماز پڑھنے تو نہیں جا رہا میں!!۔۔۔کاظم شاہ کو حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ غصے سے دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔

"نو سوچو ہے کھا کے بلی حج کو چلی"۔۔۔۔کاظم شاہ اسے سیدھے منہ جواب دینے کی بجائے سر جھٹک کے اس پہ گہرا طنز کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

واٹ؟؟؟ مطلب کیا ہے تیری اس بات کا؟۔۔ احان شاہ کو تو مانو اسکے جملے سے آگ لگی تھی، وہ تیز تیز قدم اٹھا کے اس کے قریب آتا اسکے کندھے پہ مکا جھڑتے ہوئے غصے سے بولا۔۔

وہی جو کبھی تیری سمجھ میں نہیں آئے گا! سکول میں غنڈی گردی کرنے کی بجائے اردو کی کتاب کھول کے ضرب الامثال پڑھ لئے ہوتے تو مجھ سے اسکا مطلب پوچھنے کی نوبت ہی نہ آتی!!۔۔۔ کاظم شاہ جو ابا ناک سے مکھی اڑاتا بدلے میں اسکے بھی کندھے پہ مکا جھڑ گیا۔۔

ہاں اتنا رہ گیا تو مرزا غالب!!۔۔۔ اسکی منہ سے اردو کے خالص جملے سنتا احان شاہ چڑتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے پہ ٹانٹ مارتے ایک نیک کام کرنے یعنی نماز ادا کرنے کے لئے راہداری کی طرف بڑھ رہے تھے، ھارون شاہ جو ابھی اپنے کمرے سے نکلتے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے ان دونوں لمبے چوڑے جوانوں کو بچوں کی طرح لڑتے دیکھ کے وہ بھرپور انداز میں مسکرائے۔۔ کافی وقت بعد وہ ان دونوں کا یہ بچوں والا انداز دیکھ رہے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 73

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

نوال!!۔۔۔۔ مرحاشاہ اپنا سر پکڑ کے ڈریسنگ روم سے باہر نکلتی روہانسے انداز میں اپنی دوست نوال کو مخاطب کر رہی تھی جو مشرقی طرز سے مہندی کی دلہن کی طرح تیار اب لائٹ سی جیولری پہن رہی تھی۔ مرحاشاہ کی روہانسی آواز پہ اس نے بے ساختہ نظریں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہاں بول نا میری جان!!۔۔۔ اسکی روہانسی آواز پہ نوال نے پیار سے استفسار کیا تھا، تقریباً ایک سال بعد مرحاشاہ کو لندن میں دیکھ کے وہ کافی خوش تھی، مرحاشاہ اسکے ایک دفعہ بلانے پہ اسکی شادی اٹینڈ کرنے آچکی تھی جس پہ نوال کے اور ان کی باقی دوستوں کے قدم ہی زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے۔ جس طرح زوریز شاہ یاروں کا یار تھا اسی طرح سے مرحاشاہ اپنے گروپ کی جان تھی! وہ خود بھی کافی وقت بعد ان سے مل کے بے حد خوش تھی اور اس سے بھی زیادہ خوشی تو اسے تب ہوئی تھی جب نوال نے ویسٹرن کلچر کی بجائے ایسٹرن کلچر کی طرح اپنی شادی کرنے کا سوچا

تھا، مرحاشاہ نے اپنی ہر پریشانی کو ایک سائیڈ پہ کرتے ہوئے اپنی بیسٹ فرینڈ کی شادی کو ٹھیک سے انجوائے کرنے کا پلین بنایا تھا۔۔

یار یہ ہالف سلیو کیوں ہیں؟۔۔۔۔۔مرحاشاہ گہرے سبز رنگ کی خوبصورت سی ایمبرائیڈڈ قمیض کے ہالف سلیو دیکھتی کچھ پریشانی سے بولی تھی۔۔

کیا مطلب؟۔۔۔۔۔نوال نے آئیبرو آچکا کے ناسمجھی سے استفسار کیا۔۔

اور گلہ بھی اتنا ڈیپ ہے!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے مزید رونا رو رہی تھی۔اب کی بار نوال نے اسے پہلے سے بھی زیادہ حیرت سے دیکھا تھا۔۔

نشے میں ہے؟ پہلی دفعہ پہن رہی ہے ہالف سلیو اور ڈیپ گلہ؟۔۔۔۔نوال نے سر جھٹک کے سوال کرتے اپنے لبوں پہ لپ گلوز ڈارک کیا تھا۔وہ مرحاشاہ کی باتوں کو ہوا میں اڑا رہی تھی۔اس نے آج پہلی بار مرحاشاہ کو اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ریکٹ کرتے دیکھا تھا۔۔

پہلی دفعہ تو نہیں پہن رہی لیکن تو جانتی ہے نا میں جب بھی ایسی ڈریس پہنتی تھی تو کسی نہ کسی طریقے سے خود کو کور کر لیا کرتی تھی۔۔۔مرحاشاہ پیر پٹکتے ہوئے اسکے نزدیک آتی دبے دبے غصے سے بولی تھی۔اس نے پورے چھ سال لندن میں گزارے تھے۔لندن میں زوریز شاہ کی روک ٹوک نہ ہوتے ہوئے بھی وہ اپنی پسند کا ہر طرح کا ماڈرن لباس بھی پہنتی تھی لیکن خود کو کور کر کے!! اگر بات کچھ سال پیچھے ہوتی تو وہ کمفرٹیبل ہو کے یہ لباس پہن لیتی کیونکہ تب وہ زوریز شاہ کی جنونی طبیعیت سے ٹھیک سے واقف ہی کب ہوئی تھی؟لیکن اب وہ جانتی تھی وہ پاکستان رہ کے بھی اسکی ایک ایک حرکت سے واقف رہے گا! وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے اتھرے فوجی کے جنون کو ہوا دے کے اسکے منہ لگے۔۔

مرحا اتنا پینک کیوں ہو رہی ہے یار؟ دوپٹا ہے نا! وہ ٹھیک سے اوڑھ لینا! اور میں نے سب فرینڈز کے ایک جیسے ڈریس بنوائے ہیں! اب تیرا فل سلیو کہاں سے لے کے آؤ۔۔۔نوال منہ پھولا کے بولی تھی جس پہ مرحاشاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے بحث کو ترک کرتے بیڈ پہ پڑے کے شفون کے دوپٹے کو دیکھا تھا جسے لینا اور نہ لینا تقریباً ایک برابر تھا۔۔

لیکن نوال وہ دوپٹا بہت باریک ہے!!۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتے ناک سکوڑ کے بولی۔۔
مرحا تجھے ہو کیا گیا ہے؟ اب اس شفون کے ڈریس کے ساتھ میں ویلوٹ کا موٹا دوپٹا بنواتی؟ حد ہو گئی ہے! ناپہن یہ ڈریس! مجھے تو لگ رہا ہے تجھے میرے سلوائے ہوئے کپڑے ہی پسند نہیں آئے! ٹھیک ہے جو دل میں آئے پہن!!۔۔۔ نوال اچھا خاصہ برا مناتے ہوئے بولی تھی۔۔ اسے مرحاشاہ کا اپنے بنوائے گئے ڈریس میں اتنے نقص نکالنا اچھا نہیں لگا تھا۔۔

یار ناراض کیوں ہو رہی ہے! میں بس ایسے ہی بول رہی تھی!۔۔۔ مرحاشاہ نے جلدی سے اسے گلے سے لگایا تھا جس کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔۔ نوال ایسی ہی تھی کسی بھی بات کا جلدی سے برا ماننے والی! وہ جلدی رو دیتی تھی، اسی لئے اسکی تمام دوستیں اس کے سامنے ایموشنل باتیں کرنے سے گریز کرتی تھیں۔۔

اچھا نا اب موڈ نہ خراب کر یار! ہماری دلہن ایسے روندو بنتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگ رہی!۔۔۔ اسے ہنوز منہ پھولاتے دیکھ کے مرحاشاہ اسکے ماتھے پہ پیار سے اپنے لب رکھتی مصنوعی معصومیت سے بولی تھی جس پہ نوال کے چہرے پہ خود بخود مسکراہٹ بکھری تھی۔۔

اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے!! ۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ نوال اور حسن (نوال کا شوہر) کے ساتھ مہندی کی رسم کرنے کے بعد نرمی سے مسکراتے ان دونوں کو دعا دے رہی تھی جس پہ ان دونوں نے مسکراتے ہوئے اسکا شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ دونوں ہی اس کے اچھے دوست رہ چکے تھے۔۔ حسن تو اپنی محنت سے ڈاکٹر بن چکا تھا جبکہ نوال پڑھائی میں دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے صرف حسن سے ملاقات کرنے کی غرض سے یونی جایا کرتی تھی، اس نے نہ کبھی ڈاکٹر بننے کے خواب دیکھے تھے اور نہ اس نے ڈاکٹر بن کے دیکھایا تھا۔ ان دونوں کا نکاح چھ ماہ پہلے ہوئے تھا جس میں مرحاشاہ چاہ کے بھی شرکت نہیں کر پائی تھی۔۔ اس بات پہ نوال اس سے کافی ناراض رہی تھی لیکن اس نے اس سے وعدہ کرتے ہوئے اسے منایا تھا کہ وہ اس کی شادی پہ ہر حال میں آئے گی اور وہ اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے آئی تھی۔۔

Hey Mirha! Come on let's dance

مائیکل نے اسٹیج پہ آتے ہوئے مرحاشاہ کی کلائی تھامتے اسے ایکسائٹڈ انداز میں ڈانس کی آفر کی تھی۔۔وہ ان سب کا ایک واحد انگریز دوست تھا جو اپنے کلچر سے ہٹ کے مہندی کے اس مختلف سے فنکشن کو دیکھ کے کافی خوش نظر آرہا تھا۔۔نوال نے جہاں اپنے سب دوستوں کے لئے خود کپڑے بنوائے تھے وہی پہ اس نے مائیکل کے لئے سفید شلوار قمیض خریدی تھی جو اس انگریز پہ کافی جچ بھی رہی تھی۔۔

No I'm alright here! U enjoy

مائیکل کے یوں ہاتھ پکڑنے پہ مرحاشاہ نے بھوکھلاتے ہوئے بری نرمی سے اسکی آفر کو رد کیا تھا، اگر یہاں کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ اسے کھری کھری سنا دیتی لیکن یہ مائیکل تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوشیاں نکالنا جانتا تھا۔۔وہ جاتی تھی اسکی نیت غلط نہیں ہے وہ ابھی نامحسوس انداز میں اس سے ہاتھ چھڑوانے ہی والی تھی جب مائیکل نے اسکا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اسے ایک دم سے خود کی طرف کھینچتے ڈی جے کو کوئی اچھا سا گانا لگانے کا اشارہ کیا تھا۔۔اس کے یوں ایک دم سے کھینچنے پہ مرحاشاہ کا شفون کا دوپٹا اسکے شانوں سے پھسلا تھا جبکہ باقی سب دوستوں نے ہوٹنگ کرتے ہوئے شور مچایا تھا۔۔۔

Leave me Michal!! what is this behaviour

مائیکل کا ہاتھ اپنی نازک کمر پہ محسوس کرتے مرحاشاہ نے غصے سے اس سے خود کو آزاد کروانا چاہا تھا لیکن وہ پاگل بنتا اسکا ہاتھ اوپر کو اٹھا کے اسے گول گول گھماتا خوشی سے ہوٹنگ کر رہا تھا، تیز میوزک ہونے کی وجہ سے اس نے شاید مرحاشاہ کی آواز نہیں سنی تھی، وہ اسکی نامحسوس مزاحمت کو نوٹس لینے کی بجائے گانے کے سکتے سیدھے اردو لریکس بولنے کی ناکام کوشش کرتا اپنے لب ہلا رہا تھا۔۔سپاٹ لائٹ کی روشنی میں سب کی نظریں خود پہ اور مائیکل پہ محسوس کرتے مرحاشاہ نے پنے شانوں سے پھسلتے دوپٹے کو درست کرتے مجبوری میں مائیکل کے ساتھ ہلکا پھلکا ڈانس جاری رکھا تھا۔۔

U are looking so beautiful Mirha! Even my all Pakistani friends are looking lovely

مائیکل نے خوش اسلوبی سے مرحاشاہ کی تعریف کرتے اونچی آواز میں چیختے ہوئے ان سب کی تعریف کی تھی جس پہ سب نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی، مائیکل آج کے فنکشن میں نوال اور حسن سے بھی زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔۔

مائیکل نے گانے کے بولوں کو سمجھے بغیر جزباتی ہوتی مرحاشاہ کو ایک دم سے اپنی طرف کھینچا تھا، وہ ایک ہاتھ اسکی کمر پہ رکھے اونچی آواز میں (مہندی لگا کے رکھنا، سولی لٹکا کے رکھنا) بولتے ہوئے اچھے خاصے گانے کی بربادی کر رہا تھا۔۔

مائیکل کی ٹوٹی پھوٹی اردو کو سنتے ہوئے سب سے اپنی ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا جبکہ مرحاشاہ اس پاگل انسان کے ساتھ ڈانس کم جبکہ چکر زیادہ کھا رہی تھی، کراؤڈ کی وجہ سے کوئی بھی مرحاشاہ کی بیزاری محسوس نہیں کر پایا تھا۔۔مائیکل نے آج پہلی بار پاکستانی کلچر کا کوئی فنکشن اٹینڈ کیا تھا جس پہ وہ خود تو جو خوشی سے پاگل وہ رہا تھا وہ باقی سب کو بھی شاید خوشی سے پاگل کر دینا چاہتا تھا لیکن لائٹوں اور پھولوں سے سجے لان میں داخل ہوتے زوریز شاہ کو وہ غصے سے پاگل کر چکا تھا۔ سامنے کا منظر دیکھ کے زوریز شاہ کی ہری آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں، کوئی انگریز اسکی بیوی کو اپنی طرف کھینچتا اسکی بل کھاتی نازک کمر پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور اسکی نازک خوبصورتی سے تیار بیوی اسکے حصار میں کھڑی ہولے سے ہلتی جھولتی اسے پاگل ہی تو کر چکی تھی، مرحاشاہ صرف مجبوری کے تحت مائیکل کی خوشی کا لحاظ کرتے ہوئے اسکے ساتھ ہلکا پھلکا ڈانس کر رہی تھی۔۔اگر وہ اسے ان سب کے سامنے ذلیل کر دیتی تو یقیناً اسکے دماغ میں بنا پاکستانیوں کا امیج بری طرح سے خراب کر دیتی۔۔مائیکل کو پاکستانی اس لئے پسند تھے کیونکہ اس کے مطابق وہ سفاک اور بے حس نہیں بلکہ نرم دل لوگ تھے لیکن مرحاشاہ کے فوجی کو دیکھ کے اسکے پاکستانیوں کے بارے میں شاید خیالات بدلنے والے تھے۔۔

زوریز شاہ کو کبھی مرحاشاہ کا حسن نہیں چبھا تھا لیکن آج اسکا عیاں ہوتا ئسنٹ دیکھ کے اس نے خدا سے شکوہ کیا تھا کہ کاش وہ اتنی خوبصورت نہ ہوتی! اسکے شفون کے دوپٹے کے بار بار کھسکنے پہ اسکا ڈیپ گلہ اپنی جھلک دکھلاتا زوریز شاہ کے خون میں ابال اٹھنے کا باعث بنا تھا۔۔زوریز شاہ کا پورا بدن اس وقت شدید غصے سے گرم ہو رہا تھا۔۔وہ شدید غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسٹیج کے قریب بڑھا تھا جہاں مائیکل اور مرحاشاہ ڈانس پرفامنس انجام دے رہے تھے۔ باقی سب اس وقت مائیکل اور مرحاشاہ کا ڈانس دیکھنے میں مصروف تھے۔۔کسی نے بھی زوریز شاہ کے آنے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔۔

ہاتھ ہٹا!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ ان کے قریب جاتے مرحا شاہ کی کمر سے مائیکل کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں مڑورتے غصے سے دھاڑا تھا۔مائیکل نے اپنی کلرڈ آیبز پھیلاتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو گرے شلوار قمیض میں ملبوس گرے ہی شال اپنے گلے کے گرد لٹکائے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔وہ اسکی خوبصورتی پہ اپنے ہاتھ کا درد بھلا تا ٹھٹک کے اسے دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔مائیکل خود بھی کافی خوبصورت تھا لیکن اسے ایشئن لوگوں کی خوبصورتی کچھ زیادہ ہی اٹریکٹ کرتی تھی۔۔ Hey let's dance! I don't know

?urdu! U from Pakistan

مائیکل نے زوریز شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے ایکسائیڈ انداز میں چیختے اسے بھی ڈانس کی آفر کی تھی اسے زوریز شاہ کے "ہاتھ ہٹا" الفاظ کی سمجھ نہیں آئی تھی۔۔وہ اسے ڈانس آفر کرنے کے ساتھ ساتھ شاکڈ سی مرحا شاہ کو پھر سے کلائی سے پکڑ تا خود کے قریب کر گیا یعنی آ بیل مجھے مار کے مصداق!!

اسکی اس حرکت پہ زوریز شاہ کے مضبوط ہاتھ کا مکا مائیکل کے سفید گال کی زینت بنا تھا۔مائیکل نے اگلے ہی پل مرحا شاہ کی کمر کو آزاد کرتے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

Ahhh!! I'm hurting

مائیکل اپنے گال پہ ہاتھ رکھتے زور زور سے چلایا تھا۔

Hurting my foot! How dare

?U to touch my wife

اس کے یوں لڑکیوں کی طرح چلانے پہ زوریز شاہ نے غصے سے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے اسکے دوسرے گال پہ بھی مکا جھڑا تھا جس پہ وہ پہلے سے بھی زیادہ چلایا تھا۔ڈی جے تو پہلے سے ہی گانا بند کرتا شاکڈ کیفیت میں آنکھیں پھیلائے اس صورتحال کو ملاحظہ کر رہا تھا۔مائیکل کے چلانے پہ مرحا شاہ نے ہوش کی دنیا میں لوٹتے ہوئے جلدی سے زوریز شاہ کے بے قابو ہوتے ہاتھ کو تھاما تھا۔۔زوریز شاہ کو یہاں دیکھ کے اسے خود پہ پہاڑ ٹوٹتے محسوس ہو رہے تھے، اور اس پہ تضاد اسے بنا نوال کی شادی کا لحاظ کئے غنڈی گردی پہ اترتے دیکھ کے مرحا شاہ نے تھوک نگلا تھا، مرحا کے تمام دوست منہ کھول کے اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوتے مائیکل کی طرف بڑھے تھے جبکہ نوال اور حسن حیرانگی سے

ایک دوسرے کو دیکھتے اب زوریز شاہ کے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھ رہے تھے۔۔مائیکل اور اسکے اکا دکا دوسرے دوستوں کے علاوہ مرحا شاہ کی زیادہ تر دوستیں زوریز شاہ کو پہچان چکی تھیں کیونکہ اس نے انہیں بارہا زوریز شاہ کی چڑھتی جوانی کی تصاویر دیکھائی تھیں اور انہیں یہ بھی بتایا تھا وہ اسکی ملکیت ہے۔وہ سب مرحا شاہ کے نکاح سے واقف تو تھے لیکن ابھی تک وہ یہ نہیں جانتے تھے مرحا شاہ کس ٹائپ کے جنونی اور کریک شاہ کے نکاح میں ہے!! مرحا شاہ اسے بارہا کریک ریز شاہ بولتی تھی لیکن اس کریک کا اصل مطلب انہیں آج سمجھ میں آیا تھا۔۔

Mirha!! Is him your husband?? Oh my goodness!! divorce him right now!! He is so

!!dangerous!.....Man

مائیکل کو تو جیسے زوریز شاہ کے الفاظ سن کے گہرا صدمہ پہنچا تھا وہ اپنے دونوں گالوں پہ ہاتھ رکھے اس روعبدار اور خطرناک انسان کی طرف دیکھتا چلایا تھا۔۔اسکے منہ سے ڈائیورس کا لفظ سنتے ہوئے زوریز شاہ نے غصے سے اسکی طرف دو قدم بڑھائے ہی تھے جب مرحا شاہ تیزی سے اسکے مقابل کھڑی ہوئی تھی جبکہ مائیکل ڈرتا ہوا حسن کے پیچھے چھپ گیا۔۔زوریز شاہ کے مکوں پہ اسے اپنا جبڑہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔مرحا شاہ کو اپنی زندگی میں کبھی اتنی شرمندگی محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی اسے اس وقت اپنے دوستوں کے سامنے ہو رہی تھی۔نوال اور حسن کے فیملی ممبرز جس طرح سے پریشانی سے ان کی طرف بڑھ رہے تھے مرحا شاہ کے چہرے پہ شرمندگی کے تاثرات ویسے ویسے بڑھتے جا رہے تھے۔۔

Divorce this angry young man mirha!! Plzzz! I want to save u! my friend

حسن کے پیچھے چھپا مائیکل اپنا چہرہ باہر نکال کے ایک دفعہ پھر سے مرحا شاہ کو بلند آواز میں مشورے سے نواز تا حسن کی پشت میں اپنا چہرہ چھپانے ہی والا تھا جب زوریز شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے مرحا شاہ کو خود سے پیچھے کرتے حسن کے پیچھے چھپے مائیکل کو اپنے مقابل کرتے اسکے بازو کو زور سے اسکی کمر کے پیچھے مڑورا تھا۔۔

??What just u said

زوریز شاہ نے غراتے ہوئے اسکے بازو پہ اپنے مضبوط ہاتھ کا زور ڈالا تھا جس پہ مائیکل کی کراہوں میں اضافہ ہوا تھا۔۔

زوریز سب دیکھ رہے ہیں!!۔۔۔۔ مرحاشاہ نے اسکے قریب آتے دبے دبے غصے سے اسکی سب پہ توجہ دلائی تھی لیکن وہ اسے نظر انداز کرتا مائیکل کا اب دوسرا بازو بھی اسکی کمر پہ موڑ چکا تھا۔ جب مرحا آگے بڑھ چکی تھی پھر تو کسی کی آگے بڑھنے کی کسر ہی نہیں رہتی تھی کیونکہ جب زوریز شاہ اپنی بیوی کی ہی نہیں سن رہا تھا تو دوسروں کی کیا خاک سنتا؟ حسن نے تو شکر ادا کیا تھا کہ مائیکل اس سے دور ہٹا ہے کیونکہ اسے دلہا بن کے فری میں پٹنے کا بالکل شوق نہیں تھا۔

It was just a slip of the tounge! Mirha your husband is incredibly attractive and handsome! Your single kiss would make him feel even cooler! Plzz kiss him fast

اپنے بازو پہ زوریز شاہ کی مضبوط ہوتی گرفت پہ مائیکل نے کراہتے اور چیختے ہوئے اپنا بیان بدلتے زوریز شاہ کی تعریف میں قصیدے پڑھے تھے اور ساتھ ہی ساتھ مرحاشاہ کو کس کا مشورہ دیتے ہوئے زوریز شاہ سے اپنی جان خلاصی کروانی چاہی تھی۔۔ سب کے سامنے مائیکل کے اس قدر بے باک جملے پہ جہاں مرحاشاہ شرم وحیا سے سرخ لال ہوئی تھی وہی پہ زوریز شاہ کے ہاتھ کی گرفت مائیکل کے بازو پہ ڈھیلی پڑی تھی۔ وہ انگریز تھا اس کے لئے یہ جملہ کہنا عام سی بات تھی جب کہ باقی سب کو اس کا یہ جملہ کافی بھاری اور بے باک لگا تھا۔۔

Shut up u stupid man

زوریز شاہ اسکے کندھے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتا اسے خود سے دور دھکیل گیا مائیکل کے کس والے جملے پہ بڑوں سمیت سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے زوریز شاہ نے سنجیدگی سے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ ایک نظر سب پہ ڈال کے دوسری نظر مرحاشاہ پہ ڈالتا پھر سے غصے سے لال انگارہ ہوا تھا، اسے اس گہرے سبز رنگ کے ایمبرائیڈڈ لباس میں چمکتے دمکتے دیکھ کے اس نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کی تھی، شادی میں عورتوں کے ساتھ ساتھ کافی مرد حضرات بھی موجود تھے۔۔ حسن اور نوال کا اپنا خاندان ہی کافی بڑا تھا، انہیں باہر سے اتنے لوگوں کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ وہ ان تمام مردوں کے سامنے مائیکل کی

بانہوں میں ڈانس پرفامنس کر رہی تھی، کچھ منٹ پہلے کا منظر سوچ سوچ کے زوریز شاہ کو اپنا وجود کسی بھٹی کی مانند سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

آئی ایم سوری گائز!! پلیز انجوائے!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کو ڈھیٹوں کی طرح خاموش کھڑے دیکھ کے آخر کار مرحا شاہ نے سب سے شرمندگی سے معذرت کی تھی جس پہ نوال اور حسن کے ماں باپ نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ تمام بڑوں نے آگے بڑھتے ہوئے زوریز شاہ کو پیار سے خود کے ساتھ لگاتے اسے کول ڈاؤن کرے کی کوشش کی تھی جس پہ وہ کچھ خفت کا شکار ہوا تھا۔۔ انہیں زوریز شاہ کی مرحا کو لے کے پوزیسونس اچھی لگی تھی۔۔

سب کو مصروف کرنے کی غرض سے کچھ ہی دیر میں ڈی جے پھر سے میوزک آن کر چکا تھا۔۔ حسن کے بابا کے کہنے پہ سب پھر سے شغل مستی میں مصروف مرحا شاہ اور زوریز شاہ کو کچھ دیر کے لئے اکیلا چھوڑ چکے تھے۔ نوال اپنی بیسٹ فرینڈ کو فکر مندی سے دیکھ رہی تھی جس کے اتھرے شوہر کا موڈ اس وقت بے حد خراب لگ رہا تھا جبکہ سرخ و سفید چہرے میں سرخیاں گھلی تھیں، اپنے اونچے لمبے قد کاٹھ پہ تضاد اپنے باڈی بلڈر وجود کی وجہ سے وہ مہندی پہ کتنی ہی لڑکیوں کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔۔ مائیکل تو خود ہی احتیاط کرتا ہوا زوریز شاہ کی پہنچ سے دور جا کے بیٹھتا اپنے گال اور بازوؤں کو سہلا رہا تھا جن پہ زوریز شاہ نے کچھ ہی منٹوں میں تشدد کیا تھا۔۔

اگر تم اگلے دو منٹ میں یہاں سے اندر دفعہ نہ ہوئی مرحا شاہ تو میں تمہارے اس گھٹیا لباس سمیت تمہیں جلا کے راکھ کر دوں گا!!۔۔۔سب کے دور جانے پہ زوریز شاہ اسے بازو سے پکڑ کے خود کے نزدیک کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ مرحا شاہ جو یہاں سے جانے والی تھی، زوریز شاہ کے الفاظ پہ تضاد اسکے مضبوط ہاتھ کی گرفت اپنے بازو پہ محسوس کرتے اس نے بے ساختہ اپنے قدم روک کے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی خونخوار نظروں کا مرکز اس وقت اسکا سراپا تھا۔۔

کیوں؟؟ کیا ہے میرے لباس کو؟؟۔۔۔مرحا شاہ نے سب جانتے بوجھتے بھی اس سے تنک کے سوال کیا تھا۔ ساتھ ساتھ اپنا ہاتھ چھڑوانے کی مزاحمت جاری رکھی تھی جس پہ وہ رفتہ رفتہ اپنی گرفت مضبوط کر رہا تھا۔ مرحا شاہ کے تاثرات اب یوں ہو چکے تھے جیسے اس کے آنے سے کوئی خاص فرق نہ پڑا ہو۔۔ اسکے یوں استفسار کرنے پہ زوریز شاہ

اسے یہاں سب کے سامنے جواب دینے کی بجائے کھینچتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔ سب ان دونوں کو ایک نظر دیکھ کے کندھے اچکاتے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئے۔۔

چھوڑو مجھے زوریز شاہ!! یہ تمہارے باپ کی ہویلی نہیں ہے جہاں بنا کسی خوف وڈر کے دھڑلے سے اندر داخل ہو رہے ہو! تم نے مجھے باہر جتنا ذلیل کروانا تھا تم کروا چکے ہو! اب کیا چاہتے ہو مجھ سے ؟؟۔۔۔ مرحا شاہ نے غراتے ہوئے اپنی پوری قوت صرف کرتے اپنے بازو کو چھڑوانے کی کوشش کی تھی لیکن زوریز شاہ کی گرفت بے حد مضبوط تھی۔ وہ اسے جواب دینے کی بجائے لاؤنج کی دائیں سائیڈ پہ موجود ڈائیننگ روم میں داخل ہوا تھا۔۔ اسے شیشے کے ڈائیننگ ٹیبل کے ساتھ لگاتے زوریز شاہ نے اسکے ڈھیلی سی چھوٹی میں بندھے سنہری بالوں کو غصے سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑا تھا۔۔

تمہاری جرات بھی کیسے یہ لباس زیب تن کرنے کی مرحا شاہ!! لندن آ کے تمہاری شرم وحیا کہاں مر چکی ہے ؟؟۔۔۔۔ زوریز شاہ اسکے بالوں کو جھٹکا دیتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، اس وقت یہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔۔

میری مرضی!! جب تم اپنی مرضی سے آرمی یونیفارم پہن سکتے ہو تو میں اپنی مرضی کے کپڑے کیوں نہیں پہن سکتی۔۔۔ مرحا شاہ اسکی ہری سرخی چھائی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑتی حلق کے بل چلائی تھی البتہ اپنے بالوں پہ زوریز شاہ کے ہاتھ کی سخت گرفت محسوس کرتے اسکے حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک رہا تھا۔

لندن کس کی اجازت سے آئی تھی تم ؟؟ منع کیا تھا نا جس دن مجھ سے دور جاؤ گی آگ لگا دوں گا تمہارے وجود کو!! تو پھر تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ سے چوری چھپے میری جان سولی پہ لٹکا کے لندن آنے کی ؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکے جواب کو نظر انداز کرتا پہلے سے بھی زیادہ قوت سے دھاڑتا اسکے بالوں پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔ اسے شفون کے اس باریک اور فٹنگ لباس میں دیکھ کے زوریز شاہ کو اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور وہ تھی کہ اتنے ریلکس انداز مین باہر کسی غیر مرد کے ساتھ ڈانس کر رہی تھی ؟؟

مجھے آگ لگانے سے پہلے کاظم لالہ تمہیں آگ نہ لگا دیں ؟؟ جب تم میری جان سولی پہ لٹکا کے اپنی آرمی کے سو کالڈ مشنز پہ جا سکتے تھے تو میں اپنی مرضی سے لندن کیوں نہیں آ سکتی زوریز شاہ!! ساری پابندیاں میرے لئے ہی

کیوں!!۔۔۔مرحاشاہ نے ہذیانی انداز میں چلاتے ہوئے اپنی پوری زور آزمائی سے زوریز شاہ سے اپنے بال آزاد کروائے تھے۔۔مرحاشاہ کی خراب ہوتی چوٹی کو دیکھ وہ خود بھی اس پہ اپنی گرفت ڈھیلی کر چکا تھا۔

کیا خود کو ڈھانپنا تمہارے لئے ایک پابندی ہے مرحاشاہ؟؟کیا یہ تمہاری عزت کی حفاظت کے زمرے میں نہیں آتا؟؟۔۔۔۔اسے یہاں سے جاتے دیکھ کے زوریز شاہ تیزی سے اسکے مقابل آتا اسکی کمر اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑتے غرایا۔۔

ہاں نہیں آتا!! اور تمہیں یہاں آنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی؟کیا یہاں پہ آتے ہوئے تمہیں اپنی آرمی کے فضول مشنز پہ جانا یاد۔۔۔۔ابھی وہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب زوریز شاہ نے اسکی دونوں کہنیوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیا تھا۔۔

شٹ اپ!!بک گیا ہوں تمہاری ایک ہی بکواس سن سن کے!!۔۔۔زوریز شاہ غصے سے اسے پیچھے دیوار پہ دھکا دیتے اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ مارتا غصے سے بلند آواز میں دھاڑا تھا۔۔مرحاشاہ نے کراہتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھیں، زوریز شاہ نے اسے کافی زور سے پیچھے دیوار کے ساتھ لگایا تھا جس کی وجہ سے اسکی پوری قمیض پہ نفاست سے لڑیوں کی صورت میں لگے پرلز بری طرح سے اسکی کمر میں چبھے تھے۔مرحاشاہ جو کب سے اسے خود سے دور کرنے کی تگ ودو کرتی چیختی جا رہی تھی زوریز شاہ کی شیر سی دھاڑ پہ وہ بے ساختہ سہمتے ہوئے اپنی مزاحمت روک گئی کیونکہ اس دفعہ زوریز شاہ کی دھاڑ میں گرج نمایاں تھی۔! زوریز شاہ کی ہری آنکھوں میں اس وقت پہلے سے بھی زیادہ سرخی تھی جس میں مرحاشاہ کی دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔

خبردار جواب تم نے میری پاک آرمی کو لے کے کوئی بھی بکواس اپنی زبان پہ لائی تو!! منہ توڑ دوں گا میں تمہارا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لینے کے ساتھ ساتھ اسکی کمر کو اپنی آہنی گرفت میں جکڑتا پہلے سے بھی زیادہ غصے سے دھاڑا تھا۔وہ اپنی باتوں سے ہمیشہ اس کے ضبط کا امتحان لیتی تھی۔اپنی کمر میں اٹھتے درد پہ مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں بھیگی تھیں۔۔

اوکے!!! ناؤ لیو می (اب چھوڑو مجھے) !!۔۔۔مرحاشاہ اپنی کمر میں اٹھتے درد پہ اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے دباتی اپنی سنہری آنکھیں وا کرتی بھرائی آواز میں بولی تھی، وہ اپنی پلکوں کو جھپکتے ہوئے اپنے آنسو گالوں پہ بہنے سے

روک رہی تھی۔ اسکی بھرائی آواز پہ زوریز شاہ نے قہر برساتی نظروں سے اسکے نازک خوشبوؤں میں بسے سراپے کو گھورا تھا۔ ابھی وہ کیسے شیرنیوں کی طرح اسکا مقابلہ کر رہی تھی لیکن اسکی گرجدار آواز پہ اسکی آواز بھر آچکی تھی۔ زوریز شاہ اگلے ہی پل غصے سے پاگل ہوتے اسکے وجود کو موتیوں کی لڑیوں سے سجے اس باریک شفون کے گہرے سبز رنگ کے دوپٹے سے آزاد کر گیا۔ اب مرحاشاہ کے دودھیا سفید بازو اسکے سامنے تھے جنہیں دیکھ کے کب سے اس کے خون میں آگ بھڑک رہی تھی۔ زوریز شاہ نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرنے کی بجائے اسکے دائیں شانے سے قمیض کھسکاتے ہوئے جھک کے زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ مرحاشاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔ زوریز شاہ کے دانت اسے اپنے کندھے میں پیوست ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔۔

آئی سیڈ لیو می زوریز شاہ!! ۔۔۔۔۔۔ وہ اب کی بار بھیگی آواز میں غرائی تھی جس پہ زوریز شاہ نے اسکے شانے پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا۔ مرحاشاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتے بمشکل اس درد کو برداشت کیا تھا، وہ اپنا سارا غصہ اور جنون اپنی شدت بھرے لمس کے زریعے اسکے شانے پہ اتار رہا تھا۔۔

)آٹھ ماہ پہلے(

احان شاہ پوری رات ایک پل نہیں سویا تھا، اسے دو ماہ بعد اپنی بیوی کی قربت نصیب ہوئی تھی وہ پوری رات اسکے چہرے کا دیدار کرتا رہا تھا حتیٰ کہ وہ اسکی شدتوں سے نڈھال ہوتی بالآخر سو گئی وہ پھر بھی اسے اپنے لمس سے مہکاتا اسکی سانسوں کو اپنی سانسوں میں قید کرتا اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنی نگاہوں سے چومتا رہا جبکہ گلالئی نے ساری رات سپاٹ انداز میں اس کی شدتوں کو برداشت کیا تھا، اس کے چہرہ بے تاثر رہا تھا، احان شاہ کی منمنانیوں پہ وہ اپنی رہی سہی مزاحمت بھی ترک کر چکی تھی کیونکہ وہ اپنا ارادہ مضبوط کر چکی تھی اسے یتیم خانے میں رہنا منظور تھا لیکن اس انسان کے ساتھ نہیں! وہ اسکی حویلی میں نہیں رہنا چاہتی تھی جسے اپنی ہی بیوی پہ یقین نہیں تھا۔ احان شاہ نے رات بھر اسے اپنی پناہوں سے آزاد نہ کیا جس پہ وہ تھکی ہاری نا جانے کب سوئی تھی اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔۔

جانتی ہو کتنا ناراض تھا تم سے! کس قدر غصہ تھا تم پہ لیکن تمہاری ایک جھلک دیکھنے کے بعد وہ ساری ناراضی سارا غصہ جیسے کہیں دور جا سویا۔ جان نکلنا کسے کہتا ہے وہ حقیقتاً مجھے کل معلوم ہوا تھا۔ اگر میں کل نہ آتا تو شاید اپنے یہاں نہ آنے کا نتیجہ دیکھ کے اسی وقت مر جاتا گلالئ احان شاہ! ۔۔۔۔ احان شاہ سوئی ہوئی گلالئ کو اپنے سینے میں زور سے بھینچے اسکے کان میں ہولے سے سرگوشیاں کر رہا تھا جیسے وہ پوری رات کرتا رہا تھا۔

کتنی نیند لو گی جاناں؟ مجھے تمہاری بہت سی باتیں سننی ہیں!۔۔۔۔۔ اسے ہنوز سوتے دیکھ کے احان شاہ اسکی چھوٹی سی ناک چومتا بے تابی سے بولا۔ وہ اسکی معصوم معصوم باتیں سننے کو ترس گیا تھا۔۔ احان شاہ کے لب اسکی ناک سے سرکتے ہوئے اسکے لبوں پہ آ کے رکے تھے، انہیں پہلے ہی اپنی شدت سے سرخ قندھاری دیکھ کے وہ سرشاری کے عالم میں مسکرایا تھا۔ اس نے پوری رات جان ہی کب چھوڑی تھی اسکے ہونٹوں کی۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں پہ اپنی گھنی بھوری مونچھیں رگڑتے ہوئے اسے محبت سے لبریز لہجے میں پکارا تھا، اپنے لبوں پہ مونچھوں کی چبھن محسوس کرتے ہوئے گلالئ نے بے ساختہ کسمساتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔۔ نیند کے خمار سے سرخ ہوتی کرسٹل گرے آنکھیں رت جگے کی سرخی لئے ہری آنکھوں سے چار ہوئی تھیں۔ احان شاہ کو اپنے پہلوؤں میں دیکھ کے کرسٹل گرے آنکھوں میں نیند کی سرخی کی جگہ فوراً سے غصے نے لی تھی۔۔

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 74 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

آپ ابھی تک یہاں پہ کیا کر رہے ہیں؟ پوری رات اپنی ہوس دیکھا کے دل نہیں بھرا آپ کا؟؟۔۔۔۔۔۔ گلالئ اس کی بانہوں سے آزاد ہونے کی تگ و دو کرتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔ اسکے الفاظ نے احان شاہ کو اچھا خاصا مشتعل کیا تھا۔۔ احان شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا لیکن وہ اس وقت اس پہ غصہ کر کے اس پہ یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے صرف رات میں اسکی ضرورت تھی اور اب وہ اس کے لئے غیر ضروری ہو چکی ہے۔۔ گلالئ کی رات والی باتوں

سے وہ اتنا تو جان چکی تھی کہ گلالئ اسکے بارے میں ایسی ہی سوچ رکھتی ہے، اس نے فجر کے بعد گلالئ کی رات والی باتوں کو سوچتے ہوئے اپنے اور اسکے پرانے لمحے یاد کئے تھے، ان سب لمحوں کو سوچ کے وہ خود اس نتیجے پہ پہنچا تھا کہ وہ پوری رات اسکی شدتوں کو سہتی رہتی تھی لیکن صبح ہوتے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ احان شاہ لڑائی یا اس پہ غصہ کر دیا کرتا تھا۔۔وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو اس سے ڈسکس کرنے کی بجائے اپنے دل میں گرہ باندھ لیا کرتی تھی اور اب احان شاہ کو یہ گرہ خود ہی نرمی سے کھولنی تھی، وہ خود سے فیصلہ کر چکا تھا۔

ایسے نہیں بولتے جاناں! جن مردوں نے ہوس دیکھانی ہو وہ نکاح کا راستہ نہیں اپنایا کرتے!!۔۔۔احان شاہ نے اسکا دائیاں گال نرمی سے اپنے ہاتھ کے ساتھ سہلاتے اس کی ناگوار بات کا نرمی سے جواب دیا تھا۔۔اسکے نرم انداز پہ گلالئ بدگمان ہوئی تھی۔۔

جو اصل مرد ہوتے ہیں وہ عورت کو اپنے نکاح میں لے کے ان پہ طعنے نہیں کستے!! ان پہ بے اعتباری نہیں دیکھاتے!! اب اپنا مشاہدہ خود کر لیں کہ آپ مرد ہیں یا۔۔۔۔گلالئ استہزایا انداز میں سر جھٹک کے بولتی چاہ کے بھی اپنا جملہ مکمل نہیں کر پائی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اگر وہ اپنا جملہ مکمل کر دیتی تو یقیناً وہ اسکے آخری لفظ پہ کوئی طوفان کھڑا کر دے گا اور وہ اس وقت اسکو اور اسکے طوفان کو جھیلنا نہیں چاہتی تھی۔۔گلالئ کے ادھورے جملے کا مطلب سمجھتے احان شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔۔

(کاظم شاہ بکواس بند کر اپنی!! تو مرد بھی ہے یا نہیں؟؟ تیری۔۔۔۔) احان شاہ کے دماغ میں اپنے کہے گئے الفاظ گونجے تھے جب اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے اسے مردانگی کا طعنہ دیا تھا۔۔

(میں کتنا جوان اور مضبوط مرد ہوں اسکا اندازہ تمہاری بہن کو ایک رات میں ہی کروادوں گا مائے نیو انیمی (میرے نئے دشمن)۔۔۔اپنی مردانگی کی ایسی اعلیٰ مثال قائم کروں گا کہ۔۔۔) اپنے جملے کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ کا بے باک جواب بھی اسکے کانوں میں گونجا تھا جب دریاب شاہ نے اپنے بیٹے کی زبان بند کروانے کے لئے اسکے گال پہ زندگی میں پہلی بار تھپڑ جھڑا تھا۔۔آج پھر سے کاظم شاہ شدت سے یاد آیا تھا۔۔پچھلے ہفتوں سے وہ کاظم شاہ سے ملنے کی غرض سے آسٹریلیا کے کتنے ہی چکر لگا چکا تھا لیکن وہ اسکے ساتھ لکا چھپی کھیلتے اسے اچھا خاصا ذلیل کرتا اسے ذلالت کا اصل مطلب سمجھا رہا تھا۔۔

مردانگی کا طعنہ کس طرح سے دل پہ وار کرتا ہے یہ احان شاہ کو آج گلالئ کے آدھے ادھورے سے سمجھ میں آیا تھا۔۔

اپنا مشاہدہ میں خود نہیں کروں گا جاناں! یہ تم فرصت سے تب کرنا جب میرا بچہ نو ماہ تمہارے پیٹ میں پلے گا! پھر میری پٹھانی کو سمجھ میں آئے گا کہ اسکی شادی مرد سے ہوئی ہے یا نامرد سے!!۔۔۔احان شاہ جس کا اسکے جملے پہ غصے سے دماغ خراب ہو رہا تھا وہ اپنا غصہ پیتا گلالئ کے گال پہ اپنے لب رکھتے ہوئے بے حد ضبط سے مسکراتے ہوئے بے باکی کی اعلی مثال قائم کرتے ہوئے گویا ہوا۔ احان شاہ کے اس قدر ریلکس اور بے باک انداز پہ گلالئ شدید غصے سے اس سے اپنا چہرہ دور کرتی اپنی پوری قوت صرف کرتے ہوئے اس سے دور ہونے کی مزاحمت کر رہی تھی لیکن وہ اسے مکمل طور پہ اپنی بانہوں میں بھرے آدھا اس کے اوپر تھے۔

تم جانتی ہو میں نے تمہاری جان خلاصی کرتے ہی صبح کے وقت کیا نیک کام انجام دیا تھا؟۔۔۔وہ اسکی مزاحمت کو کسی خاطر میں نہ لاتا اسکے دوسرے گال پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اس سے گھمبیر اور بوجھل آواز میں مخاطب تھا۔ گلالئ کو اسکی باتوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا، اسی لئے وہ سپاٹ انداز میں اس سے دور ہونے کی مزاحمت کرتی رہی۔

اچھا چلو اتنا اصرار کر رہی ہو تو بتا ہی دیتا ہوں! ارے اتنی حیران مت ہو میں جانتا ہوں خاموشی بھی ایک زبان ہے اور تم اس وقت یہ جاننے کے تجسس میں ہو کہ میں نے ایسا کون سا نیک کام کیا ہے تو رکو میں بتاتا ہوں!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ اسکی کان کی لوں کو اپنے دانتوں میں دباتا اپنی بات کا خود ہی جواب دے رہا تھا۔۔

یہ نشان دیکھ رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اس کے برہنہ کندھے پہ دانتوں کے نشان پہ اشارہ کرتے اس پہ اسکی توجہ دلائی تھی۔۔احان شاہ کے یوں توجہ کروانے پہ گلالئ کی نظریں بے ساختہ اپنے کندھے کی طرف اٹھی تھیں، اس نشان کو دیکھتے گلالئ کو گزری اندھیری رات یاد آئی تھی جب بشارت علی نے اسکی عزت پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ گزری رات سوچتے ہوئے گلالئ کی آنکھوں میں خوف وڈر واضح تھا۔۔

بہادر اور دلیر شوہر کے زندہ ہوتے ہوئے ڈرتے نہیں ہیں جاناں! تمہارے شوہر نے صبح ہوتے ہی اس حرکت کو انجام دینے والے کی لاش کے ٹکرے ٹکرے کرتے اسے باقی تمام ملازموں کے لئے عبرت کا نشان بنایا ہے! آئندہ

کوئی تمہیں چھونا اور دیکھنا تو دور سوچنے سے پہلے بھی سو ہزار دفعہ سوچے گا!! ۔۔۔احان شاہ اسکے کندھے پہ اپنے لب رکھتا شدت پسندی سے بولتے ہوئے گلالئ کو مزید خوفزدہ کر گیا۔۔

کیا اس نے اس انسان کی لاش کے واقعی ہی ٹکرے کر دیئے تھے ؟۔۔۔گلالئ نے خوف سے دھڑکتے دل سے پوچھا تھا۔۔

خوشی اس بات کی نہیں ہے کہ آپ نے اس غلیظ انسان کو عبرت کا نشان بنایا ہے!! بلکہ دکھ اس بات کا ہے تمام ملازموں کے سامنے عبرت کا نشان تو آپ نے مجھے بنایا تھا جو میں کبھی نہیں بھول سکتی! اور اس غلیظ انسان کو سزا دینے سے پہلے آپ کو خود کو سزا دینی چاہئیے تھی کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے اسے اتنی شے ملی تھی کہ وہ سید احان شاہ کی بیوی پہ نظر رکھ سکے کیونکہ وہ جانتا تھا سید احان شاہ کی بیوی کی کسی کی نظر میں کوئی عزت نہیں ہے!!۔۔۔اسے اپنے کندھے پہ جھکے دیکھ کے گلالئ بے تاثر لہجے میں بولتے ہوئے اسے خود سے دور دھکیل گئی۔۔احان شاہ اسکے اس اچانک دھکے کے لئے تیار نہیں تھا،وہ جو اسکے کندھے پہ موجود دانتوں کے اس نشان پہ اپنا لمس بکھیر رہا تھا اپنی ڈھیلی پڑتی گرفت میں گلالئ کے یوں دھکیلنے پہ بھی اس سے زیادہ دور نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ دونوں اس وقت چارپائی پہ تھے، چارپائی پہ موجود احان شاہ جیسے لمبے چوڑے وجود کے ساتھ فاصلہ بنانا گلالئ کے لئے کافی مشکل امر تھا۔۔

تم ہر چیز کا الزام یوں صرف مجھے نہیں دے سکتی گل!! کیا تم اپنا کیا دھڑا بھول چکی ہو؟؟۔۔۔کب سے اسکے طنز سے بھرپور جملے سنتے بالآخر احان شاہ ضبط کا دامن چھوڑتے ہوئے غرایا تھا۔وہ اتنا کچھ کر کے بھی اتنی مضبوط کیسے بن سکتی تھی؟اس نے اسکی شاہ بی بی کو زہر دیا تھا یہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی!! اسے تو احان شاہ کا احسان ماننا چاہیے تھا جو تو اتنا سب ہونے کے بعد بھی اسے منا رہا تھا۔۔

اگر آپ میرا کیا دھڑا بھولیں نہیں ہیں تو یہاں میرے کمرے میں میری ہی چارپائی پہ مجھے اپنے حصار میں کیوں لئے ہوئے ہیں؟؟ جایئے جا کے اپنی شاہ بی بی کی گود میں سر رکھ کے لیٹے!! چھوڑیں مجھے!!۔۔۔گلالئ اسکے جملے کو سنتی آگ بگولہ ہوتے ہوئے ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی اسکے سینے کو بری طرح سے اپنے ناخنوں سے نوچ رہی تھی۔۔

تمہارا کیا دھڑا بھولا ہی کب ہوں؟میرا مسئلہ صرف یہ ہے کہ میں شاہ بی بی سے زیادہ تم سے محبت کر بیٹھا ہوں! جس محبت کی تم نے دو ماہ پہلے بھی مجھے دغا دیتے ہوئے سزا دی تھی اور آج دو ماہ بعد بھی غلط ہوتے ہوئے اپنی ہٹ دھرمی

کی وجہ سے مجھے سزا دے رہی ہو!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے چلانے پہ ایک دم سے اس پہ سایہ فگن ہو تا غصے سے دھاڑا تھا۔۔گلالئ نے سانس روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ جو ہمیشہ اپنے الفاظ سے اسے توڑ جایا کرتا وہ آج بھی اسے توڑ گیا تھا۔۔

آپ کسے دھوکے میں رکھ رہے ہیں؟؟خود کو؟مجھے؟یا پھر شاہ بی بی کو؟؟کیوں "محبت" لفظ کی دھجیاں اڑا رہے ہیں؟؟آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے آپکو صرف میرے جسم کی طلب ہے صرف میرے جسم کی ضرورت ہے!! آپ کو مجھ سے محبت ہوتی تو یوں رسوا نہ کرتے!! آپ کو مجھ سے محبت ہوتی تو آج مجھے دو ماہ پہلے کا واقع یاد نہ کروا رہے ہوتے!! آپ کو مجھ سے محبت ہوتی تو چاہے میں شاہ بی بی کی بجائے آپ کو ہی زہر کیوں نہ دے دیتی آپ خوشی خوشی مسکراتے ہوئے پی لیتے لیکن مجھے بالوں سے پکڑ کے ہویلی سے نکالنے کا سنگین گناہ نہ کرتے!! میرے ساتھ یہ محبت محبت کا کھیل کھیلنا بند کریں!! اگر آپ کو کسی نے ٹوٹ کے چاہنے کی غلطی کی ہے تو وہ گلالئ اسماعیل خان تھی! اگر آپ سے کسی نے ٹوٹ کے محبت کرنے کی غلطی کی ہے تو وہ گلالئ اسماعیل خان تھی! اگر آپ کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی سب کے سامنے آپ کے نام سے محروم ہوتے آپ سے وفا نبھانے کی کسی نے غلطی کی ہے تو وہ گلالئ اسماعیل خان تھی!! اگر آپ سے کسی نے عشق کرنے کی غلطی کی ہے تو وہ صرف گلالئ اسماعیل خان تھی!! میں جو آپ کے آفس سے آنے کا گھنٹوں انتظار کرتی تھی آپ کے ہویلی آنے سے پہلے ہی سردی میں بھی نہا کے تیار ہو جاتی تھی کہ کہیں میرے سید زادے کو مجھ سے تھوڑی سی بھی بدبو نہ آجائے! آپ کے آنے سے پہلے ہی آپ کا کھانا تیار کر دیتی تھی کہ کہیں میرے شاہ سائیں بھوکے پیٹ نہ سو جائیں! آپ کے بولنے سے پہلے ہی آپ کا ہر کام کر دیا کرتی تھی کہ کہیں میرے شاہ کو کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو!! کیا میری اتنی وفا میری اتنی محبت اسماعیل خان کی غداری کے آگے اتنی چھوٹی ہے جو آپ ہر دفعہ مجھے میرے باپ کی غداری کا طعنہ دے جاتے ہیں؟ کبھی سوچا ہے کہ میں وہ لڑکی ہوں جس نے چھ جماعتیں بھی نامکمل پڑھی ہیں تو خود سوچیں ایک ان پڑھ لڑکی کیسے جانتی ہو گی کہ وہ کون سا زہر زیادہ جلدی اثر کرتا ہے اور کونسا ذرا دیر سے؟ارے مجھے تو اتنا بھی نہیں معلوم کہ زہر کو انگریزی میں کیا بولتے ہیں! تو خود سوچیں میں شفیق احمد کو کیسے انگریزی میں زہر کا نام بتا سکتی ہوں؟اگر میں نے آپکی شاہ بی بی کو مارنا ہوتا تو میں اتنی کاوشوں سے زہر منگوانے کی بجائے ہویلی میں موجود چوہے مار دوائی کا استعمال کیوں نہ کرتی؟کیا صرف زہر

سے ہی انسان کو مارا جا سکتا ہے ؟؟ نہیں! مارا تو انسان کو لفظوں سے بھی جا سکتا ہے جیسے آپ مجھے ہمیشہ جیتے جی مارتے ہیں! مجھے لگتا ہے زہر تو تب استعمال کیا جاتا ہے جب کسی کو مار کے کسی دوسرے کا نام استعمال کرنا ہو!۔۔ خود سوچیں وہ گلالئی جو آپ کے جوتوں سے اتنی محبت کرتی تھی کہ ان پہ زرا سی دھول مٹی برداشت نہیں ہوتی تھی اس سے!! وہ بھلا کیسے اپنے شاہ سائیں کے دل میں ہمہ وقت موجود شاہ بی بی کو زہر دینے کی سنگین غلطی کر سکتی ہے ؟؟ آپ کو مجھ پہ ترس نہیں آیا؟؟ کبھی سوچتی تھی اپنی عزت نفس کو پیروں تلے کچل کے آپ کو اپنے سارے درد بتا ڈالوں لیکن آپ نے اتنا بھی نہ پوچھا کہ خاموش کیوں ہوں! ایک دفعہ پوچھ لیتے!! مجھے تو آپ سے ناراض ہونے کی عادت تھی! عورت کی ناراضگی توریت کی طرح ہوتی ہے پھونک مارنے سے اڑ جاتی ہے! اب تو ناراض ہونا بھی بھول چکی ہوں!! آپ نے دل پہ چوٹ ہی ایسی پہنچائی ہے کہ چاہ کے بھی آپ کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر پاتی! آپ نے مجھے پوری رات نرمی سے چھوا لیکن میرے دل میں آپ کے لئے ایک جذبہ بھی بیدار نہیں ہوا! مجھے لگتا ہے کہ آپ کی بے رخی، آپ کی بے اعتباری مجھے پتھر کر چکی ہے! میں نہیں جانتی ابھی یہ سب کیوں بول رہی ہوں لیکن صرف اتنا جان چکی ہوں اس ظالم دینا کے سامنے خود کو سچا اور مخلص ثابت کرنا بہت مشکل ہے خاص طور پہ اپنے من پسند شخص کو اپنی وفا کی دلیل دیتے ہوئے قسم خدا کی دل کرچیوں میں تقسیم ہو رہا ہے! آپ مجھ سے محبت کرتے تو دوسروں کو میری محبت کی مثالیں دیتے یا مجھے الگ انداز میں چاہتے ہوئے خود ایک مثال بن جاتے لیکن آپ نے تو بقول آپکے اپنی محبت کو ہی صفائیاں دینے پہ اس قدر مجبور کر دیا ہے کہ وہ آج تھک ہار کے آپ کو پھر سے اپنی صفائیاں پیش کر رہی ہے! میں آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی لیکن اللہ جانے آپ کو اپنی وفا کا یقین کیوں دلا رہی ہوں شاید اپنے من پسند شخص کے منہ سے بار بار بے اعتباری سن کے تھک چکی ہوں؟ کاش میں مر جاتی لیکن مجھے محبت کی بیماری نہ لگتی۔۔ محبت تو مسکرانے سے شروع رلانے پہ ختم ایک ظلم ہے! پتا نہیں کون لوگ ہوتے ہیں جنہیں محبت سنوار جاتی ہے میرا محبت سے ایک سوال ہے کہ اسے بدنام کرنے کے لئے، ذلیل کرنے کے لئے، رسوا کرنے کے لئے صرف گلالئی اسماعیل خان ہی ملی تھی؟ میں نے تو اپنے محرم سے بے لوث محبت کرنے کے لئے علاوہ کچھ نہیں کیا تھا چاہیں تو میری سوچوں کی تلاشی لے لیں! لیکن۔ یہ محبت آخر میرے لئے ہی ایک جرم کیوں ثابت ہوئی؟ میں دعا کرتی ہوں میرے کسی دشمن کو بھی محبت نہ ہو یہ روگ لگانے والا کام ہے، قسم سے میرے نزدیک محبت روح کو چھلنی کر دینے والا

عمل ہے!۔۔گلالئ اسے اپنی وفا اپنی محبت یاد دلاتی ناچاہتے ہوئے بھی ہچکیوں سے رو پڑی۔۔۔احان شاہ جو غصے سے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا گلالئ کا ایک ایک لفظ اسے اپنی روح میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔احان شاہ نہیں جانتا تھا گلالئ کے الفاظ سنتے ہوئے جب ایک آنسو ٹوٹ کے اسکی آنکھ سے گرتا اسکی بیرڈ میں جذب ہوا تھا۔۔گلالئ کے الفاظ اس وقت پتھروں کو بھی پگلا سکتے تھے! گلالئ کے الفاظ پہ احان شاہ کے پورے وجود کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے۔وہ اپنے دل موہ لینے والے الفاظ سے احان شاہ کی محبت اسکے منہ پہ مار چکی تھی۔احان شاہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا حتیٰ کہ اس دوران وہ ایک دفعہ بھی اسے خاموش کروانے کی ہمت نہ کر پایا۔۔وہ احان شاہ کو لاجواب کر چکی تھی۔۔ وہ اپنے چند ہی الفاظ سے اسے محبت، عشق اور وفا کے اصل معانی سمجھا گئی۔۔گلالئ کی باتوں کو سنتے ہوئے دو ماہ پہلے کا سارا واقع کسی فلم کی طرح احان شاہ کے دماغ میں گھوم رہا تھا جب اس نے بغیر کسی پختہ تحقیق کے اس پہ بے اعتباری دیکھائی تھی۔احان شاہ کو اس وقت اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ ان پڑھ ہو کے بھی اس محبت کے امتحان میں پاس ہو چکی تھی اور وہ پڑھا لکھا ہو کے بھی محبت کے معانی جان نہیں پایا تھا۔۔

گل!!۔۔۔۔۔۔اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے بالآخر کتنی ہی دیر بعد احان شاہ نے اسے ہمت کر کے پکارا تھا۔

جانتے ہیں بابا اکثر بولتے تھے پھول نہیں توڑتے۔۔پھولوں سے صرف پیار کیا جاتا ہے اگر ہم پھول توڑیں تو انہیں درد محسوس ہوتا ہے! یہ جملہ مجھے بچپن میں کبھی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن آپ واحد انسان ہیں جس نے مجھے اس جملے کا مطلب سمجھایا ہے! آپ نے بتایا تھا نہ پھول کو گل بھی بولتے ہیں؟ اور آپ مجھے گل اس لئے بولتے ہیں کیونکہ میں آپ کو سوائے پھول کے کچھ نہیں لگتی! تو سمجھ جائیں جس دن آپ نے مجھے توڑا تھا اس روز مجھے محسوس ہوا تھا کہ پھولوں کو توڑنے سے انہیں کس طرح سے تکلیف ہوتی ہے! آپ نے مجھے یہ تو بتا دیا تھا کہ پھول کو گل بولتے ہیں لیکن آپ نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ ٹوٹے ہوئے پھول کو کیا کہتے ہیں؟ آپ نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ پھولوں کے ساتھ لگے کانٹے پھول کی کلیوں کو بھی زخمی کر دیتے ہیں!! تو بتائیں نا ٹوٹے ہوئے پھول کو کیا کہتے ہیں؟ گل لفظ سے اب مجھے چڑ ہونے لگی ہے!! ۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسو پینے کی کوشش کرتی ٹوٹے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی۔گلالئ کو اپنے حلق میں بار بار آنسوؤں کا گولا اٹکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔احان شاہ میں اس کے مزید درد بھرے الفاظ سننے کی ہمت نہیں تھی،

وہ کروٹ بدلتا اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔ اسکے یوں سینے میں بھینچنے پہ گلالئی نے بے دردی سے اپنے آنسوؤں صاف کئے تھے۔۔

اہمم!! آپکی یہ نرمی مجھ پہ کوئی اثر نہیں دیکھا رہی! اب میں نے اندھیرے سے دوستی کرلی ہے! محبت کرنے سے بہتر ہے انسان اجالوں سے محروم ہو جائے! جس نے آپ کا ہونا ہوتا ہے اسے اللہ کے سوا دنیا کی کوئی طاقت آپ سے دور نہیں کر سکتی! اور جس نے آپ کا نہیں ہونا ہوتا وہ طاق راتوں سے بھی نہیں ملتا!!۔۔۔ گلالئی اسے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے خود سے دور کرتے نفی میں سر ہلاتے بے حد اداسی سے بھیگے لہجے میں گویا ہوئی۔۔ گلالئی کے الفاظ احان شاہ کے دل پہ ضربیں لگا رہے تھے۔۔ اتنا تو وہ شاید اس وقت بھی نہیں ٹوٹی تھی جب احان شاہ نے اس کے سامنے میرال شاہ سے منگنی کی تھی!! احان شاہ کو اس وقت الفاظ کا چناؤ بے حد مشکل لگ رہا تھا وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا تاکہ اسے اپنی محبت کا یقین دلا سکے لیکن اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ وہ نا جانے ایسے الفاظ کہاں سے لا رہی تھی جو ڈائریکٹ احان شاہ کے دل پہ وار کر رہے تھے۔۔

گل مجھے تم سے بہت محبت ہے! سیریسلی مجھے تم سے۔۔۔۔۔ ابھی احان شاہ بے بسی سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئی نے پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

میں نے سنا تھا محبت اگر پاکیزہ ہو تو عرش سے کن کی صدائیں آتی ہے! تو میرا ایک سوال ہے محبت تو میں نے بھی پاکیزہ کی تھی پھر میری محبت کے لئے کن کی صدا کیوں نہیں آئی؟۔۔۔ گلالئی نے کھوئے کھوئے لہجے میں نا جانے اس سے استفسار کیا تھا یا اس سے اپنا غم بانٹا تھا۔۔

گل پلیز بس کر دو جاناں!! تمہارے الفاظ میں چھپا درد مجھے پاگل کر رہا ہے!! آئی ایم سو سوری! میں سب ٹھیک کر دوں گا جاناں صرف ایک بار۔۔۔ احان اسکے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتا دیوانہ وار چومتے اپنا جملہ مکمل کرنے ہی والا تھا جب بار بار بجتے فون پہ اس نے بے ساختہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑتے اپنی پینٹ کی جیب سے فون نکالا تھا۔ وہ اس فون کو کافی دیر سے اگنور کر رہا تھا۔ گلالئی جو کب سے کھوئی کھوئی باتیں کر رہی تھی ہوش اسے بھی احان شاہ کے بجتے فون سے آیا تھا۔ خود کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بے ساختہ اپنے برہنہ کندھوں کو کمبل سے ڈھکا تھا۔۔ فون کان سے لگاتے ہی احان شاہ کی گرفت گلالئی کے گرد ڈھیلی پڑی تھی جس ک وہ فائدہ اٹھاتی اس سے دور ہوئی

تھی وہ اس کے ہیں ہوتے ہوئے کمبل سے نہیں نکل سکتی تھی کیونکہ اس کے لباس چارپائی کی الٹی سائیڈ کی طرف تھا، وہ احان شاہ سے کافی فاصلے پہ ہوتی اپنی بھیگی آنکھوں کو رگڑتے اپنے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھ کے اسے حیرانگی ہوئی تھی، گلالئ کے کمرے سے سامنے صحن کا منظر صاف دیکھائی دیتا تھا، صحن میں زرتاج اماں کہیں بھی نہیں تھیں حتیٰ کہ وہ ہر صبح باہر چارپائی پہ بیٹھ کے درود پڑھا کرتی تھیں! کیا وہ رات سے ابھی تک میلاد سے واپس نہیں آئی تھی؟ گلالئ نے خود سے سوال کیا تھا۔۔

واٹ؟؟ ایڈرس ٹیکسٹ کرو ابھی!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ فون پہ چلاتا ہوا چارپائی سے کھڑا ہوا تھا۔ اسکے یوں اٹھنے پہ گلالئ کا کمبل بے ترتیب ہوا تھا جسے اس نے جلدی سے ٹھیک کرتے احان شاہ کی طرف ناگواری سے دیکھا تھا۔ احان شاہ نے فون بند کرتے ہوئے اپنی شرٹ کی تلاش میں نظریں گھمائی تھیں وہ صبح سے شرٹ لیس گھوم رہا تھا۔۔ نظریں زمین پہ پڑی اپنی گیلی شرٹ کی طرف اٹھی تھیں۔ کچھ بھی نا سمجھ میں آنے پہ احان شاہ نے ارزم شاہ کو فون ملاتے چارپائی کی دوسری طرف سے گلالئ کے کپڑے اٹھا کے اسکی طرف بڑھائے تھے۔۔ گلالئ اس کے ساتھ سے کپڑے تھامنے کی بجائے اپنا رخ موڑ گئی وہ اس کے یہاں سے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ ارزم شاہ کو فون نہ اٹھاتے دیکھ کے اس نے غصے سے اسے فون ملانے جاتی رکھا تھا ساتھ ہی چارپائی پہ بیٹھ کے گلالئ کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اوپر کی طرف اٹھاتے خود کے ساتھ لگایا تھا۔

میں سب ٹھیک کر دوں گا جاناں! صرف ایک چانس دے دو!! ابھی میرا یہاں سے جانا بہت ضروری ہے میں کچھ گھنٹوں تک واپس آجاؤں گا! تم ہویلی میں کسی کو بھی منہ لگانے کی بجائے ہمارے کمرے میں جاؤ گی باقی سب میں سنبھال لوں گا!!۔۔ احان شاہ اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکے ماتھے پہ بوسا دیتے پیار سے بولا تھا، اسکے جانے کا سن کے گلالئ نے استہزایا انداز میں سر جھٹکا تھا، وہ اسے جواب دینے کی بجائے بنا کسی مزاحمت کے اسکے حصار میں رہی، احان شاہ اسے اسکا لباس تک ذیب تن کروا گیا وہ پھر بھی بے حس و حرکت سپاٹ انداز میں بیٹھی غیر مرئی نقطے پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھی۔۔ گلالئ کی خاموشی پہ تضاد ارزم شاہ کو فون نہ اٹھاتے دیکھ کے احان شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔ آج زوریز شاہ ہویلی میں نہیں تھا وہ ارزم شاہ کے علاوہ اس وقت یہاں

اپنی شرٹ اور کسی دوسرے بندے سے نہیں منگوا سکتا تھا۔۔ اور اس گیلی شرٹ کو پہننے کی بجائے وہ شرٹ لیس رہنا زیادہ پسند کرتا۔

صبح کے سات بج رہے تھے ارزم شاہ یقیناً گہری نیند میں تھا ورنہ وہ کیسے احان شاہ کا فون نہ اٹھاتا؟۔۔۔۔ احان شاہ نے اندازہ لگاتے ہوئے ایک آخری بار پھر سے ارزم شاہ کو فون ملایا تھا جواب کی بار اٹھالیا گیا تھا۔۔

کس کی موت واقع ہو گئی ہے صبح صبح؟؟۔۔۔ ارزم شاہ بنا فون پہ نمبر دیکھے بند آنکھوں کے ساتھ نیند میں ڈوبی آواز میں بیزاری سے گویا ہوا۔۔

ابھی تک ہوئی تو نہیں ہے لیکن اگر تو اگلے دو منٹ میں میری شرٹ لے کے انیکسی کے گیٹ تک نہ پہنچا تو تیری موت ضرور واقع ہو سکتی ہے!!۔۔ احان شاہ دانت کچکچاتے ہوئے غصے سے بولا، وہ جان چکا تھا کہ وہ یقیناً نمبر دیکھے بنا کی بکواس کر رہا ہے۔۔

واٹ؟؟ آپ انیکسی میں کیا کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔ احان شاہ کی الفاظ سنتے ہوئے ارزم شاہ نیند سے جاگتا حیرانگی کے عالم میں بلند آواز میں استفسار کر رہا تھا۔۔

آسان الفاظ میں کہوں تو سن تجھے چاچو بنانے کی پلیننگ "!!!۔۔۔ احان شاہ اتنی ٹینشن میں بھی بے باک جملے کہتا ارزم شاہ کے ساتھ ساتھ گلالئی کو بھی سرخ کر گیا۔ گلالئی کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا، وہ اسکی بے باک باتوں پہ شرمانے کی بجائے استہزایا انداز میں سر جھٹک رہی تھی۔۔

آپ نے صرف اس طرح کے مذاق کرنے کے لئے صبح صبح مجھے فون کیا ہے؟؟۔۔۔ ارزم شاہ سب جانتے بوجھتے اپنی ناک سکوڑتے ہوئے اسے مزید چڑا رہا تھا۔۔

تیری بہتری اسی میں ہے ارزم شاہ مزید بکواس کرنے کی بجائے اگلے ایک منٹ میں میری شرٹ لے کے یہاں پہنچ ورنہ میں تیری ستھری کرنے میں پل نہیں لگاؤں گا!!۔۔۔ احان شاہ اسے دھمکی دینے کے انداز میں جواب دیتا کھٹاک سے فون بند کر گیا۔۔ ارزم شاہ نے جمائی لیتے ہوئے اپنا فون بیڈ پہ پھینکتے_ پیر پٹکتے ہوئے باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔۔

چلو میری گل! جلدی اٹھو میں تمہیں ہویلی تک چھوڑ دوں!! پھر مجھے ایک ضروری کام کے لئے نکلنا ہے!! واپس آ کے تمہارے تمام شکوے شکایت دور کروں گا! پکا پرامس! !۔۔۔۔احان شاہ گلالئ کے سر پہ دوپٹا دیتے ہوئے اسکی ٹھوری پہ پیار سے اپنے لب رکھتا پیار سے لبریز لہجے میں بولا تھا۔۔گلالئ کے درد بھرے الفاظ سن کے اسکا دل ویران ہو چکا تھا لیکن اسے منانے کی کوشش جاری رکھی تھی،وہ اسے ہر حال میں ہویلی لے کے جانا چاہتا تھا۔۔اسکے الفاظ پہ گلالئ نے بے تاثر نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اگر تو آپ کو لگتا ہے میں اس ہویلی میں پھر سے قدم رکھوں گی جہاں سے آپ نے مجھے ذلیل کر کے نکالا تھا تو یہ بھول ہے آپکی!! آپ اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے رات گزار چکے ہیں! اب آپ یہاں سے تشریف لے جا سکتے ہیں!! بہت شکریہ آپ کا!! ۔۔۔گلالئ اسکے چہرہ خود سے دور کرتی سرد و سپاٹ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔

گل میں تم پہ کئے گئے ایک ایک ستم کی سزا خود کو دوں گا!! قسم لے لو میں تمہارے ساتھ آج کے بعد کوئی ناانصافی نہیں کروں گا!! پلیز صرف آخری بار میری بات مان لو؟!!!۔۔۔احان شاہ اسکے گال اور گردن کے درمیان اپنے ہاتھ رکھتا بے بسی سے بولا تھا۔۔لہجہ التجائیہ تھا لیکن گلالئ پہ اسکے التجائیہ لہجے کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔

قسم لے لے اگر آپ مجھے آج زور زبردستی سے ہویلی لے کے گئے تو میرے ساتھ مزید ایک بہت بڑی ناانصافی ہو جائے گا! آپ کی زور زبردستی سے شاید میں آپ کے ساتھ چلی تو جاؤں لیکن میں اپنی عزت نفس کی اتنی توہین پہ اپنی جان لے لوں گی!!۔۔۔گلالئ کے الفاظ پہ احان شاہ نے دہلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔احان شاہ کی ہری آنکھیں پھیلی تھیں،زبان سے لفظ جیسے چھن چکے تھے،اب تو اس کی منت کرنے کی ہمت بھی نہیں بچی تھی۔ابھی وہ کچھ بولتا جب احان شاہ کا فون پھر سے بنا تھا اس بار کال نہیں بلکہ میسج کا نوٹیفکیشن موصول ہوا تھا۔۔میسن کے نوٹیفکیشن پہ احان شاہ نے ایڈریس پڑھتے ہوئے گلالئ کے ماتھے پہ پیار سے بوسا دیا تھا۔۔

میں تمہیں منالوں گا!! میرے آنے تک غصہ کر لو جتنا کرنا ہے!! آخر کار واپس تو تمہیں میری بانہوں میں ہی آنا ہو گا!! اگر ابھی جانا ضروری نا ہوتا تو یقین کرو کون کافر ہوتا جو تمہیں اپنی بانہوں سے آزاد کرتا!! میرا سکون ہو تم!! تمہیں بے سکون کرنے والے پر شخص سے اسکا حساب لوں گا چاہے وہ سید احان شاہ خود ہی کیوں نا ہو!!۔۔۔۔احان شاہ اس پہ زور زبردستی کرنے کی بجائے اسے نرمی سے خود کے ساتھ لگاتا مضبوط لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔اسے خود پہ

اعتماد تھا کہ وہ اپنی پوری کوششوں سے اسے واپسی پہ منا کے گا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا جب اس نے واپس ہویلی میں قدم رکھنا تھا تب تک گلالئی اس سے بہت دور جا چکی ہو گی!! گلالئی اسے کوئی بھی جواب دیئے بنا سنجیدگی سے اس سے دور ہو گئی۔۔وہ سوچ چکی تھی اسے کیا کرنا ہے۔۔

یہ بھی اچھا ہے پہلے اپنی شریک حیات کو سب کے سامنے ذلیل کر لو اور پھر بعد میں خود اسکے پیچھے ذلیل ہوں!! یہ کیا نیا ٹرینڈ آیا ہے جس سے میں ناواقف تھا؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ انیکسی کے گیٹ سے نکلتے احان شاہ کی طرف اسکی سفید ٹی شرٹ بڑھاتا طنزیہ لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔اسکی شہد رنگ آنکھیں اس بات نیند ٹوٹنے کے باعث بے حد سرخ تھیں۔۔

اس ٹرینڈ کا تو پتا نہیں ہے! رات میں ایک قتل کیا ہے میں نے! اب دوسرا تمہارا کرنے کا موڈ ہو رہا ہے!! مرضی تمہاری ہے واپس سے بیڈ روم میں جا کے آرام کر لو یا میرے قدموں میں سر رکھ دو تا کہ تمہیں قتل کرنے میں آسانی ہو سکے!!۔۔۔۔احان شاہ اسے سنجیدگی سے جواب دے کے اپنی شرٹ پہننے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کی آنکھوں میں شرارت دیکھتے ہوئے اس نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔۔ارزم شاہ کی نظریں اس وقت اسکے سفید چٹانی سینے کا طواف کر رہی تھیں جن پہ ناخنوں کی لمبی لمبی خراشیں واضح تھیں۔۔

اہمم اہمم!! ٹیٹو تو کافی اچھے بنوائے ہوئے ہیں !!

!!Unique

ارزم شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے سینے پہ موجود خراشوں پہ انگلی پھیرتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے بے باکی سے بولا تھا۔۔ارزم شاہ کے الفاظ پہ احان شاہ نے قد کاٹھ میں اپنے جتنے ارزم شاہ کے سینے پہ زوردار مکا جھڑتے اسے خود سے دور دھکیلتے اپنی شرٹ پہنی تھی۔

اگر ابھی مجھے جانے میں جلدی نہ ہوتی تو تمہاری قبر کھودے بغیر میں ہویلی سے نہ نکلتا چھوٹے شاہ!! خیر مناؤ اپنی۔۔۔

احان شاہ مصنوعی غصے سے غراتا ہوا انیکسی کا دروازہ زور سے بند کر گیا۔۔

کہاں جا رہے ہیں آپ؟؟۔۔۔۔اسکے صبح صبح باہر جانے کا سن کے ارزم شاہ شرارت چھوڑتے سنجیدہ ہوا تھا۔۔

ہاسپٹل!!! تفصیلات آ کے بتاؤں گا تم انیکسی پہ نظر رکھنا!! ۔۔۔احان شاہ اسے جلدی میں حکم دیتا وہاں سے نکلتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھ گیا۔۔اسکی آدگی ادھوری بات پہ ارزم شاہ نے نا سمجھی سے اسکی پشت کو گھورا تھا جو تیزی سے گاڑی ریورس کرتا حویلی سے نکلا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 74 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

کیا تمہیں اپنے کچھ دیر پہلے والے عمل پہ بالکل افسوس نہیں ہے مرحاشاہ؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے شانے پہ اپنا شدت بھرا لمس بکھیرنے کے بعد اپنا چہرہ اٹھاتا اسکی سنہری آنکھوں میں اپنی ہری سرخی چھائی آنکھیں گاڑتا غرایا تھا۔مرحا شاہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکے لبوں پہ ٹکی خون کی بوند کو دیکھ رہی تھی۔اسکے لبوں سے ہوتے ہوئے مرحا شاہ کی نظریں پھر سے اپنے شانے کی طرف اٹھی تھیں جہاں اس نے اچھی خاصی شدت دیکھاتے سرخ نشان چھوڑے تھے۔۔اپنے شانے پہ اسکے دانتوں کے اس ظلم کو دیکھتے مرحاشاہ نے غصے سے پاگل ہوتے اسکی گرے اجرک کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑا تھا اور پھر وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اپنی طرف کھینچتی اپنی ایڑھیوں کو اٹھاتے ہوئے اسکے گلے کی دلکش ہڈی پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔زوریز شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی، وہ اسکے اس عمل کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔وہ اسکی شہہ رگ پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بالکل اسی طرح سے بڑھا رہی تھی جس طرح سے زوریز شاہ نے اسکے شانے پہ اپنی منمانی کی تھی۔۔زوریز شاہ کی آنکھوں میں غصے کی سرخی کی جگہ اب خمار نے لی تھی، وہ آج کافی مہینوں بعد پرانی مرحاشاہ کی جھلک دیکھ رہا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسے اپنی یہ بے باک سائیڈ اس وقت دیکھائی تھی جب وہ اسے پورے چھ سال ہجر کی سولی پہ لٹکانے کے بعد پاکستان آئی تھی۔۔زوریز شاہ کو یاد تھا وہ جب بھی اسے ہاسپٹل چھوڑنے جاتا تھا وہ تقریباً روزانہ ہی اسکی گردن یا شہہ رگ پہ ایسا زخم چھوڑ کے بھیجا کرتی تھی۔۔مرحاشاہ کا کہنا تھا وہ اسکا حق حلال کا شوہر ہے کسی نے جو سمجھنا ہے سمجھتا رہے جس پہ وہ ہمیشہ مسکرا دیا کرتا لیکن پچھلے آٹھ ماہ سے یہ جنگلی مرحاشاہ تو جیسے گم ہو چکی تھی۔۔اسے جب سے زوریز شاہ کے میجر ہونے کے متعلق معلوم ہوا تھا وہ اسے اپنی بے باک سائیڈ دیکھانا چھوڑ چکی تھی، اس دن کے بعد ان کی بات ہمیشہ آرمی سے شروع اور

آرمی پہ ختم ہوتی تھی۔۔وہ دونوں تو جیسے خوش اور نارمل رہنا بھول چکے تھے۔۔ان کی ہر ملاقات کا اینڈ ناراضگی پہ ہوتا تھا۔۔مرحاشاہ نے ان آٹھ ماہ میں اگر زوریز شاہ کو اپنی بے باک سائیڈ دیکھائی تھی تو وہ دو دن پہلے کی رات کا منظر تھا جب وہ اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی اسے مشن پہ جانے سے روک رہی تھی لیکن زوریز شاہ کے لئے اپنے ملک کی حفاظت اول نمبر پہ آتی تھی جس پہ وہ اسے روتا بلکتا چھوڑ کے اپنے مشن پہ روانہ ہو چکا تھا لیکن بری ہوئی اس کے ساتھ وہ جس مشن کے لئے مرحاشاہ کو نظر انداز کر کے گیا تھا وہ مشن تو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔۔

نہ تو مجھے اپنے کچھ دیر پہلے والے عمل پہ افسوس تھا اور نہ مجھے اپنے اس عمل پہ افسوس ہے!!۔۔۔مرحاشاہ اسکی شہہ رگ پہ اچھا خاصہ ظلم ڈھانے کے بعد اس پہ غصے سے اپنی انگلی ٹھوکتے ہوئے غرائی تھی۔۔اس نے زوریز شاہ کی شہہ رگ کو سرخ کرتے ہوئے اپنا پورا بدلہ اتارا تھا۔۔بالکل زوریز شاہ کی طرح اس کے لبوں پہ بھی خون کی بوند ٹکی ہوئی تھی جسے دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے اسے داد دینے کے انداز میں آئیبرو اچکایا تھا۔۔

میں مرحاز اویار شاہ ہوں!! مجھے تھرڈ کلاس ڈراموں کی ڈرپوک اور سستی ہوئی ہیروئین سمجھنے کی غلطی بالکل مت کرنا زوریز شاہ!! میرے عشق نے اگر مجھے رلانے کی غلطی کی ہے تو جب تک میں اپنے عشق کو بدلے میں خون کے آنسو نہیں رلاؤں گی مجھے چین نہیں آئے گی!! تم مجھے ایک زخم دو گے میں تمہیں دو گنا زخم دوں گی اور ایسا زخم دوں گی کہ تمہاری روح بلبلا اٹھے گی!!۔۔۔مرحاشاہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی سرد لہجے میں غرائی تھی،اسکی دھاڑ پہ وہ جو تھوڑا بہت سہمی تھی دو دن پہلے کی رات کا پورا واقع یاد کرتے ہوئے وہ سارا ڈر اڑن چھو ہوا تھا۔۔

یہ عشق تو نہ ہوا پھر!!۔۔۔۔اسے مقابلے پہ اترتے دیکھ کے زوریز شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے زمین سے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکے ہونٹوں پہ اپنے لب رکھ کے مدھم گھمبیر آواز میں بولتا ان پر سے خون کی بوند چن گیا،یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا یوں کہ وہ مزاحمت بھی نہ کر سکی۔۔

عشق میں اب کرنا بھی نہیں چاہ رہی!! اب اسی غلطی کو تو سدھارنا چاہ رہی ہوں! کسی سے عشق کرنے سے بہتر ہے انسان اپنی ذات سے عشق کر لے۔۔۔مرحاشاہ استہزایا انداز میں بولتی اسکے سینے پہ اپنے دونوں ہاتھ ٹکاتی خود کو اس کے سینے کا حصہ بننے سے روک رہی تھی۔۔

محرم سے عشق کرنا ثواب کا کام ہے مجھ سے عشق کرنے کو غلطی کا نام دو گی تو خیال رکھنا کہیں گناہگار نہ کہلائی جاؤ!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے چہرے کے نقوش پہ اپنی گہری نظریں مرکوز کرتا اسے عقل کی بات بتا رہا تھا جو عشق کر کے بھی پیچھے ہٹنے کا گھناؤنا فعل انجام دے رہی تھی۔۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟ کیا بیوی کو دھتکارنا ثواب کا کام ہے؟ میرا تم سے سوال ہے دو روز پہلے مجھے دھتکار کے کتنا ثواب کما چکے ہو؟؟۔۔۔مرحاشاہ اسکا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی تگ و دو کرتی دبی دبی آواز میں غرائی۔۔

تم غلط بیانی کر رہی ہو!! تمہیں دھتکارنے سے پہلے مرنا پسند کرتا!! تمہیں دھتکارا نہیں تھا سمجھوتے سے کام لیا تھا!! لیکن افسوس تمہاری عقل میں بات پڑے تب نا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکی عقل پہ افسوس کرتا اسکے نیوڈلپ اسٹک سے سجے لبوں کو غصے اور جھنجلاہٹ سے اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔مرحاشاہ اسکے حصار میں بن آب مچھلی کی طرح مچلی تھی۔وہ اتنی آسانی سے اس کے قریب کیسے آسکتا تھا؟؟ مرحاشاہ نے پاگل ہوتے ہوئے سوچا تھا۔۔وہ اسکی گردن پہ اپنے لمبے لمبے ناخن گاڑتی اپنی پوری قوت سے اس سے اپنے لب آزاد کروا گئی جس پہ زوریز شاہ نے اسے سرخی چھائی آنکھوں سے گھورتے ہوئے اسکے بالوں کو نرمی سے اپنی مٹھی میں جکڑتے اسکی گردن کو پیچھے کی طرف کرتے اسکے سر کو دیوار کے ساتھ لگایا تھا اور پھر وہ اسے سانس لینے کی بھی مہلت دیئے بغیر اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکی تمام تر مزاحمت نظر انداز کر گیا۔۔مرحاشاہ اب پوری طرح سے اسکی قید میں تھی۔۔مرحاشاہ نے غصے سے جھنجلاتے ہوئے اسکے نچلے لب پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اسکے بالائی لب پہ اپنے دانت گاڑتے اسکے بدن کے نشیب و فراز کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا۔۔مرحاشاہ اسکے اس ایکٹ پہ پاگل ہوتی اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑ گئی لیکن مجال تھی جو وہ اس سے زرا سا بھی فاصلے پہ ہوا ہو۔وہ اسکی خوشبودار سانسوں میں اپنی سانسیں ملاتا اب اسکے بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی کھول رہا تھا۔۔مرحاشاہ اسکی کس میں اس کا بالکل ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔لیکن ہاں اسکے پیچھے نہ ہٹنے پہ وہ غصے سے کبھی کبھار اپنے دانتوں کا تشدد ضرور دیکھا دیتی۔یہ جانے بغیر کہ زوریز شاہ اسکے اسی انداز کا تو دیوانا تھا۔۔زوریز شاہ کو اس وقت اپنی شہ رگ اور گردن پہ بری طرح سے جلن محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اسکی منکوحہ نے وہاں تشدد جو دل کھول کے کیا تھا۔۔

اس سے باریک اور گھٹیا لباس نہیں ملا تھا تمہیں؟؟۔۔۔اسکی رکتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اسکے سراپے کو گھورتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں سے کرخت لہجے میں بولا۔۔

یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے!! چھوڑو مجھے!! اور آئیندہ میرے ساتھ ایسی چھچھوری حرکتیں کرنے سے گریز کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا!!۔۔۔وہ اسکے حصار میں مچلتی ہوئی غصے سے غرائی۔۔

یہ گھٹیا لباس زیب تن کر کے اس (مائیکل) غیر مرد کی بانہوں میں ڈانس کر تو چکی ہو!! اس سے زیادہ برا کیا کرو گی تم میرے ساتھ؟؟ میں جاننا چاہتا ہوں!! بولو! جواب دو؟؟۔۔۔وہ اسکے جملوں پہ سلگتا ہوا اسکی نازک بل کھاتی کمر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں بھرتا غصے سے دھاڑا۔وہ ہر انداز سے اسکے بدن کو اپنے ہاتھوں سے چھوتا اسے باور کروا رہا تھا کہ وہ پوری کی پوری اس کی ہے وہ جو چاہے اس کے ساتھ کر سکتا ہے۔

میری مرضی میں غیر مردوں کی بانہوں میں ڈانس کروں، تھیٹر کروں یا اسٹیج شو۔۔۔۔۔۔

بکواس بند کرو اپنی مرحاز وریز شاہ!!!!!!!۔۔۔۔۔مرحاشاہ کے منہ سے فضول بکواس سنتے ہوئے زوریز شاہ غصے کی شدت سے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔وہ اسے خود سے دور کرتا پیچھے دیوار پہ دھکا دے گیا۔۔اسے اس وقت غصے سے اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔مرحاشاہ کی کمر کے ساتھ ساتھ اسکا سر بھی بری طرح سے دیوار کے ساتھ ٹکرایا تھا۔۔وہ زوریز شاہ کے اس اچانک دھکے کے لئے تیار نہ تھی۔زوریز شاہ کے گرجنے پہ اسے ہوش آیا تھی کہ وہ کتنا گھٹیا جملہ اپنی زبان سے نکالنے والی تھی۔۔مرحاشاہ کو بے ساختہ شرمندگی نے آن گھیرا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سرد و سپاٹ رکھے تھے۔۔

تم جتنی مرضی بکواس کرو اور میں خاموش رہوں یہ کہاں کا اصول ہے؟؟ کیوں منہ لگتے ہو میرے جب میری بکواس برداشت نہیں ہوتی تم سے!!۔۔۔مرحاشاہ ڈھیٹائی سے اسکے مقابل آتی غرائی تھی۔۔اسکے لہجے کی بدتمیزی پہ زوریز شاہ نے کافی مشکل سے اپنے ہاتھ کو اٹھانے سے روکا تھا۔وہ اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی غرض سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر گیا لیکن جب غصہ بس سے باہر ہوا تو اسے کہنی سے پکڑ کے ڈائینگ ٹیبل پہ گراتا ایک دم سے اسکی قمیض کے ڈیپ گلے پہ جھک گیا۔اس اچانک افتاد پہ مرحاشاہ نے اپنی سنہری آنکھیں پھیلاتے اپنے ہاتھوں پیروں کا استعمال کرتے اس کی گرفت سے نکلنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن زوریز شاہ کے لبوں کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔وہ

بغیر وقت اور جگہ کا لحاظ کئے اسکے بدن کے دلکش خدوحال پہ غصے سے اپنے دانت گاڑ گیا۔۔ مرحاشاہ نے سٹپٹاتے ہوئے سسکی بھری تھی۔

لیومی!!!۔۔۔۔ مرحاشاہ دھاڑی تھی جس پہ زوریزشاہ کے لبوں نے مزید شدت اختیار کی تھی۔ وہ اس کے دائیں بائیں ڈائینگ ٹیبل پہ ہاتھ رکھے اس پہ جھکا پیچھے ہٹنا بھول چکا تھا۔ مرحاشاہ نے غصے سے اسکے گھٹنے پہ ٹانگ ماری تھی جس پہ وہ اب اسکی گردن پہ جگہ جگہ پہ اپنے دانت گاڑتا اسکے لبوں کو اپنی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے غصے سے کھینچتا اسکے ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کر گیا۔۔ اسے کھلے عام ڈائینگ روم میں رومانس کرتے دیکھ کے مرحاشاہ کی آنکھیں پھیلتی جارہی تھی۔ اس نے خود پہ سو دفعہ لعنت بھیجی تھی جو اکیلے میں اس بے باک انسان کے ساتھ پنگا لے چکی تھی وہ اسے زبان سے لاجواب کرنے کی بجائے اپنے عمل سے اسکی زبان تالو سے چپکا چکا تھا۔ اسکے انگوٹھے اور انگلی کو اپنے لبوں پہ محسوس کرتے مرحاشاہ نے غصے سے ان پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔ زوریزشاہ جو اسکی گردن پہ جھکا اپنا غصہ اتار رہا تھا اپنی انگلیاں اور انگوٹھے کو اس کے دانتوں کے نیچے دبے محسوس کے اس نے اپنی ہری آنکھوں کو میچتے اپنی کراہ پہ قابو پایا تھا۔ وہ کافی زور سے اسکے انگلیوں کو اپنے دانتوں تلے دبائے ہوئے تھی تاکہ کسی طریقے اس سے رہائی پا سکے! لیکن سامنے زوریزشاہ تھا اپنی مرضی کا مالک وہ اسکی گردن اور گردن کی گہرائیوں کے ساتھ ساتھ اس کے کندھوں کو اپنے لمس سے لال سرخ کرتا اب اسکے دودھیا سفید بازوؤں پہ جھکا ہوا تھا جو ہالف سلیو کی وجہ سے نمایاں تھے۔۔

کیا تم پاگل ہو چکے ہو زوریزشاہ؟؟ میں نے بولا چھوڑو مجھے ابھی کے ابھی!! ورنہ میں تم سے اپنے ایک ایک زخم کا حساب لوں گی۔۔۔۔ اسکی ڈھیٹائی پہ مرحاشاہ غصے سے دانت کچکچاتے ہوئے غرائی۔ اسکے جملے پہ زوریزشاہ نے اپنا چہرہ اٹھاتے ہوئے اپنے گلے میں لٹکی گرے اجرک کو اتار کے کرسی پہ پھینکا تھا۔ وہ ایک جست میں اپنی قمیض کے اوپری تمام بٹن کھولتے ہوئے اس پہ جھکا تھا۔۔

لو حساب!! باپ کی ہو تو ابھی حساب لو!!۔۔۔ زوریزشاہ اسکے ارد گرد ٹیبل پہ اپنے ہاتھ مارتا غصے سے غرایا۔۔ اسکی دھمکیوں پہ اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔ اسکا بے باک انداز برداشت تھا، اسکا دیا گیا ہر ظلم ہر تشدد برداشت تھا، اسکا جنگلی پن برداشت تھا لیکن اسکی بدتمیزی برداشت نہیں تھی۔ زوریزشاہ کے جملے پہ مرحاشاہ کی نظریں اسکے سفید

کسرتی سینے کی طرف اٹھی تھیں، اسکے سینے پہ بھورے مردانہ بالوں کو ایک نظر دیکھ کے وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئ۔۔وہ سٹپٹائی تھی لیکن چہرہ ہنوز بے تاثر تھا۔۔وہ اسے کیسے بتاتی اسکے سینے پہ یہ بھورے بال اسے کتنے دلکش لگتے تھے۔

(باپ کی ہو تو ابھی حساب لو)۔۔۔وہ جو سٹپٹاتی ہوئی اس سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی زوریز شاہ کا ابھی ایک منٹ پہلے بولے جانے والا جملہ دماغ میں لہرایا تھا جب وہ اس کے باپ کو درمیان میں لاتا اسے چیلنج دے گیا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اس فطری شرم کو بھاڑ میں جھونکتے ہوئے زوریز شاہ کے کھلے گریبان کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتے اسے خود پہ جھکایا تھا۔۔

باپ کی ہوں اور زاویار شاہ کی بیٹی ہوں!! اپنا ادھار کبھی نہیں رکھتی!!۔۔۔وہ اسے چیلنجنگ انداز میں جواب دیتی ٹیبل سے تھوڑا سا اوپر کو اٹھتی اسکی گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔زوریز شاہ کی ہری آنکھیں پھیلی تھیں، یہاں بھی وہ اسے حیران ہونے پہ مجبور کرتی اسکی گردن اور سینے پہ جگہ جگہ اپنے دانت گاڑتی اپنا بدلہ اتار رہی تھی۔۔ اپنے کہے کے مطابق ادھار وہ واقعی ہی نہیں رکھ رہی تھی۔۔زوریز شاہ کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔اسکے موتیوں سے دانتوں کا ستم اپنی گردن اور سینے پہ محسوس کرتے اس کے پورے بدن میں سپارک ہوا تھا۔۔

پھر جو میرے تابوت کو دیکھ کے سسکیاں بھرو گی! اچھا نہیں ہے ابھی سدھر کے میری پناہوں میں آجاؤ؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اس کے سنہری سلکی بالوں کو اسکے کان کے پیچھے کرتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے الفاظ تھے یا کوئی خنجر جو مرحاشاہ کو اپنے سینے میں پیوست ہوتے محسوس ہوئے تھے۔۔وہ کتنی آسانی سے مرنے کی باتیں کر جایا کرتا تھا؟؟ مرحاشاہ کی آنکھیں پل میں نم ہوئی تھیں۔۔وہ اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹاتی اسکے کالر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچے نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

تمہارا تابوت دیکھنے سے پہلے ہی اپنی جان دے دوں گی۔۔۔وہ بھرائی آواز میں غم و غصے سے بولتی اسے خود سے دور دھکیل گئی۔۔

میرے عشق میں جان دو گی یا بیوہ ہونے کے غم میں؟؟۔۔۔اسے ٹیبل سے اٹھتے دیکھ وہ اسے پھر سے نرمی سے اس پہ گراتا گھمبیر آواز میں استفسار کر رہا تھا۔زوریز شاہ کے الفاظ پہ مرحا شاہ کی آنکھوں سے ناچاہتے ہوئے بھی آنسو اس کے عارضوں پہ پھسلے تھے۔۔

ضد میں!!!۔۔۔اس نے بیچ کا جواب دیا تھا۔حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکا تھا جبکہ آنکھوں کی نمی بڑھتی ہوئی انہیں دھندلانے کا سبب بن رہی تھی۔۔

میں کسی لڑکی کو اپنی بانہوں میں بھر تا ڈانس کرتا تو کیسا محسوس کرتی تم؟؟۔۔۔زوریز شاہ اسکی آنکھوں کی نمی اپنی پوروں سے چنتا آبیبر واچکاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

ہاؤ ڈیئر یو ٹو سے دس!!!! محسوس کرنے کی نوبت لائے بغیر تمہاری شہہ رگ پہ بندوق رکھ دیتی ریزھارون شاہ!!۔۔۔۔اسکی بات سن کے مرحا شاہ بنا سوچے سمجھے غصے کی شدت سے چیخی تھی۔اسکے الفاظ پہ اس کا میٹر شارٹ ہوا تھا۔وہ اس وقت یہ بھی بھول چکی تھی کہ وہ اس سے شدید ناراض ہے۔۔

تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئیے مرحا ریز شاہ؟تمہاری شہہ رگ پہ بندوق تو رکھنے سے رہا! تو کیوں نا لندن میں اپنے اور تمہارے ان کچھ دنوں کے سٹے کو بڑھا کے ہنی مون میں تبدیل کر لیا جائے؟؟بے بی پلیننگ یہی کر لیں گے بچہ ہمارا کچھ عرصے بعد پاکستان میں لینڈ ہو جائے گا!! یہ سزا کیسی رہے گی تمہاری؟؟۔۔۔زوریز شاہ اسکی گردن پہ اپنی انگلیاں سہلاتا سنجیدگی سے انتہائی بے باک بات کہہ چکا تھا۔اشارہ اسکا کچھ دیر پہلے مائیکل کے ساتھ ڈانس کرنے کی طرف تھا۔اسکی بے باک بات پہ مرحا شاہ کے گال بے ساختہ سرخ ہوئے تھے،پلکیں لرزی تھیں لیکن ایک بار پھر وہ رات دماغ کے تہہ خانے میں لہرائی تھی جب وہ اسے چھوڑ کے اپنے آرمی مشن پہ روانہ ہوا تھا

یہ بھول ہے تمہاری کہ میں تمہیں اب اپنے قریب بھی پھٹکنے دوں گی ریز شاہ! تم نے اگر ایسا سوچا بھی تو گردن توڑ کے رکھ دوں گی!!۔۔۔مرحا شاہ مضبوط لہجے میں غراتی ہوئی اسے خود سے دور دھکیل کے ٹیبل سے اٹھی تھی۔

سوچ لیا ہے!لو توڑ کے دیکھاؤ اب میری گردن!!۔۔۔وہ ڈھیٹائی سے بولتا اب اپنی گرے اجرک اٹھا کے اس کے گرد اوڑھا رہا تھا۔اپنے اتنے فینسی سوٹ پہ اسے اجرک اوڑھاتے دیکھ کے مرحا شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اس سنکی انسان کو دیکھا تھا اور اس پہ تضاد وہ اپنے الفاظ سے اسے آگ لگا چکا تھا،مرحا شاہ کے آگ بگولہ چہرے کو دیکھتے ہوئے

زوریز شاہ نے جھک کے اس کی گلاب کی پنکھڑیوں کو شدت سے چوما تھا جو پہلے ہی اس کی شدت سے سرخ تھیں۔ ابھی مرحاشاہ غصے سے اسے خود سے دور دھکیلتی جب اس کے کانوں میں اپنے دوستوں کی آوازیں گونجی تھیں۔۔ ان کی آوازوں سے صاف محسوس ہو رہا تھا وہ سب اندر ہی آ رہے ہیں!! مرحاشاہ نے اپنے لبوں کے ساتھ لپٹے زوریز شاہ کو ہوش دلانی چاہی تھی جب سب پیر پٹکتے منہ لٹکائے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ ڈائینگ روم ٹی وی لاؤنج کے بالکل دائیں طرف تھا، شیشے کے دروازے کی وجہ سے صاف واضح تھا کہ ڈائینگ روم میں کیا چل رہا ہے۔ ان سب کو لاؤنج میں بیٹھتے دیکھ کے مرحاشاہ نے زوریز شاہ کے کندھوں پہ ہاتھ مارتے اسے خود سے دور کرنے کی زور آزمائی کی تھی لیکن وہ اپنی کاروائی میں مصروف ان گلاب کی پنکھڑیوں کا رس نچوڑتا رہا۔۔

Ohh sh!t man!! Look at him!! That dangerous man is kissing our mirha!! How can he kiss her?? Does he even know that how to kiss

مائیکل جو ابھی ابھی لاؤنج میں داخل ہوا تھا اس کی نظریں ڈائریکٹ ڈائینگ ٹیبل کی طرف اٹھی تھیں جو ان سے چند ہی قدم دور تھا، وہ اس منظر کو دیکھ کے شرمانے کی بجائے سب کو ان کی طرف متوجہ کرتا حیران کن لہجے میں بولا تھا۔ اسے زوریز شاہ جیسے روعب دار انسان سے بالکل امید نہیں تھی کہ اسے رومانس کرنا بھی آتا ہو گا! کیونکہ وہ اس بات سے ناواقف تھا جو انسان زوریز شاہ کے ساتھ ایک دن گزار لیتا تھا وہ کانوں کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں رہتا تھا۔۔ مرحاشاہ کے تمام دوست جو باہر اچانک سے بارش اترنے کی وجہ سے اپنا ایونٹ خراب ہوتے دیکھ کے مایوسی سے اندر آ چکے تھے، مائیکل کے متوجہ کروانے پہ ان سب کی نظریں بے ساختہ ڈائینگ ٹیبل کی طرف اٹھی تھیں، سامنے کا رومانٹک منظر دیکھتے ان سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔ زوریز شاہ جسے مرحا کی مزاحمت پہ بھی ہوش نہیں آیا تھا، مائیکل کی بے سری اور بلند آواز سنتے ہوئے اسے ہوش آیا تھا جس پہ وہ جو مصروف انداز میں مرحاشاہ کے لبوں کا جام پینے میں مصروف تھا، تیزی سے سر اٹھا کے لاؤنج کی طرف دیکھا تھا جہاں سے مائیکل کی آواز بلند ہوئی تھی۔ اور پھر پوری ینگ پارٹی کو لاؤنج کے صوفوں پہ ڈھیر اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے مرحاشاہ سے فاصلہ قائم کر گیا۔ مرحاشاہ غصے اور شرم سے سرخ چہرہ لئے زوریز شاہ کو قہر برساتی نظروں سے گھور رہا تھا جو جب سے آیا تھا اسے شرمندہ کروانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں چھوڑ رہا تھا جبکہ زوریز شاہ کا بس نہیں تھا وہ لاؤنج میں کھڑے اس پاگل انگریز

کے پیس پیس کر کے رکھ دے۔ اس نے اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتے کافی مشکل سے اپنا غصہ دبایا تھا جو ان کے رومانس میں حلل ڈالتا اسے بدمزہ کر چکا تھا۔۔ مرحاشاہ اپنے ہونٹوں کے ارد گرد پھیلی لپ اسٹک کو نا محسوس انداز میں اپنے ہونٹوں سے صاف کرتی جلدی سے ڈائینگ روم سے نکلی تھی۔ وہ ابھی لاؤنج میں داخل ہی ہوئی تھی جب حسن اور نوال کے مام ڈیڈ اور کچھ بڑے آپس میں باتیں کرتے لاؤنج کی طرف ہی آرہے تھے، مرحاشاہ نے دل میں سو دفعہ شکر ادا کیا تھا کہ ان بڑوں نے زوریز شاہ کی وہ بے شرمی نہیں دیکھی تھی جو اس کے دوست دیکھ چکے تھے، اپنی تمام دوستوں کی معنی خیز نظریں خود پہ محسوس کرتے مرحاشاہ کے گال بے ساختہ سرخ ہو رہے تھے۔ نوال کی کچھ کزنز کی نظریں مرحاشاہ کو حسد بھری نگاہوں سے دیکھتی ڈائینگ روم میں کھڑے زوریز شاہ کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھیں جو اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبائے اپنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتا اپنی قمیض کے اوپری بٹن بند کر رہا تھا۔ زوریز شاہ اپنی دلکش پرسینلٹی کی وجہ سے اس وقت پورے ماحول پہ چھایا ہوا تھا۔۔

یہاں کیوں آگئے ہو سب؟؟۔۔۔ مرحاشاہ اپنی شرم کم کرنے کی غرض سے نوال کے پاس جا کے بیٹھتی مدم آواز میں استفسار کر رہی تھی۔

باہر بور ہو رہے تھے تو سوچا یہاں آ کے رومانٹک فلم کا مزہ لے لیں!!۔۔ نوال اسکے کان کے پاس جھک کے بے باکی سے قہقہ لگاتے ہوئے مدھم آواز میں بولی تھی جس پہ مرحا نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسکے بازو پہ مکا جھڑا تھا

۔۔

آہہہ۔۔۔ کتنا وزنی ہاتھ ہے تیرا۔۔۔ نوال بے ساختہ اپنے کندھے کو مسلتی کراہتے ہوئے بولی تھی جس پہ مرحاشاہ نے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں۔۔

آ بھی جائیں جیجا جی!! مائیکل کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی کوئی ناراضگی ہے گیا؟۔۔۔ زوریز شاہ کو ہنوز ڈائینگ روم میں دیکھ کے مرحا کی ایک ہنس مکھ سی دوست کبرہ اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ رکھتی شرارت سے بولی تھی جس پہ سب نے قہقہ لگاتے ہوئے زوریز شاہ کو آئیبرو اچکا کے دیکھا۔ بچہ پارٹی کے تمام ماں باپ مسکرا کے ان کی طرف دیکھتے ایک سائیڈ پہ بیٹھ چکے تھے۔۔

Are you mad, Kubra? Why are you calling him? He's definitely going to kill me!

کبرہ کی بات پہ مائیکل برا منا کے بولتے حسن کے پہلو میں چھپ کے بیٹھا تھا کیونکہ زوریز شاہ کی سرخی چھائی آنکھوں کو خود پہ محسوس کر کے وہ بے ساختہ سہم چکا تھا، اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس لمبے چوڑے سانڈ کا مقابلہ کر سکے۔ مائیکل کے انداز پہ سب کا چھت پھاڑ قہقہ لاؤنج کی زینت بنا تھا، زوریز شاہ اپنی قمیض کے کالر سے اپنی شہہ رگ پہ اپنی منکوحہ کا دیا زخم چھپاتا دیا نچلے لب کو دانتوں سے کاٹتے ڈائینگ روم سے نکلا تھا۔۔ حسن اور دو چار اور لڑکوں کے احتراماً کھڑے ہونے پہ وہ ان کے بغلگیر ہوتا مائیکل کے پاس بیٹھا تھا۔۔ زوریز شاہ کو اپنے پہلو میں بیٹھتے دیکھ کے مائیکل کی جان لبوں پہ آئی تھی۔۔ مائیکل نے مسکینوں کی طرح مسکرا کے زوریز شاہ کی طرف دیکھتے اسکے آگے اپنا دودھیا سفید ہاتھ بڑھایا تھا، مائیکل کا دل اس وقت خوف سے بری طرح سے لرز رہا تھا۔۔ وہ اس کے کچھ دیر پہلے والے مکے اور تشدد بھولا نہیں تھا۔ مائیکل کے اپنی طرف بڑھتے ہاتھ کو دیکھ کے زوریز شاہ نے دانت کچکچا کے ضبط سے مسکراتے ہوئے۔ اسکے ہاتھ کو زور سے اپنے مضبوط ہاتھ میں دبایا تھا۔۔ مائیکل کی کراہ بے ساختہ تھی، وہ معصومیت اور شکایتی نگاہوں سے مرحا کی طرف دیکھتا اپنی ناک سکوڑ گیا جیسے بے آواز اسے اسکے شوہر کی شکایت لگا رہا ہو۔ مرحا شاہ غصے سے زوریز شاہ کی طرف دیکھتی اپنا سر جھٹک گئی۔۔

تو مجھے باہر مل لعنتی انگریز!! پھر دیکھ زوریز شاہ کیسے تیری چمڑی ادھیڑتا ہے۔۔ زوریز شاہ اسکا ہاتھ اچھی طرح سے دبا کے چھوڑتا اسکے کان میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا جس پہ مائیکل نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اسے زوریز شاہ کے الفاظ کی کچھ سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ وہ اردو نہیں جانتا تھا لیکن زوریز شاہ کے لہجے کی غراہٹ سنتے اسے یقین تھا یہ سڑا ہوا انسان ضرور اسے غصے میں کچھ بول رہا ہو گا۔۔

May... May I go to Washroom?

مائیکل نے حلق تر کرتے ہوئے زوریز شاہ سے یہاں سے اٹھنے کی اجازت مانگی تھی، اسے اب اس سے اتنا ڈر لگ رہا تھا کہ مائیکل کو لگا وہ اسکے پوچھے بغیر یہاں سے اٹھنے پہ بھی اس پہ تشدد کرے گا یا دس سے بارہ مکے تو لگا ہی دے گا! اس لئے اس نے واشروم کا بہانہ بنا کے اس سے اٹھنا چاہا۔۔ مائیکل کی ٹائٹ ہوتی حالت کو دیکھ کے صوفوں پہ بیٹھے مرحا شاہ

کے دوستوں نے بمشکل اپنا قہقہہ دبایا تھا۔ زوریز شاہ اسے جواب دینے کی بجائے سنجیدگی سے اپنی نگاہیں گھماتا حسن کے ساتھ ہلکی پھلکی بات میں مصروف ہو گیا جس پہ مائیکل تیزی سے اس کے پاس سے اٹھتا واقعی ہی واشروم کی طرف بھاگ چکا تھا۔۔ اس بار سب اپنا قہقہہ دبانے کی کوشش میں ناکام رہے تھے۔ لاؤنج میں کتنے ہی قہقہوں کی آواز بلند ہوئی تھی جس پہ زوریز شاہ نے گہری نگاہوں سے اپنی منکوحہ کو دیکھا تھا جو خود کے گرد اچھے سے اسکی اجرک اوڑھے نوال کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 75 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

ا۔ ارز۔۔ ارزم۔۔۔۔۔۔۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے بے ساختہ اپنی بھیگی نظریں اٹھائی تھیں۔۔ اور پھر اپنے سامنے کھڑے ارزم شاہ کو دیکھ کے جیسے اسکی جان میں جان آئی تھی۔ وہ نیچے زمین سے کھڑی ہوتی ارزم شاہ کو لڑکھڑاتے لہجے میں پکارتی اس کی طرف بھاگی تھی۔ اس کی پکار پہ بھی ارزم شاہ نے ایک نظر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا وہ مصروف انداز میں دروازہ بند کرتے ہوئے ابھی مڑ ہی رہا تھا جب ذائشہ نے اس کے قریب آتے روتے ہوئے اس کے سینے سے لگنا چاہا تھا لیکن وہ تیزی سے اپنے قدم پیچھے لے گیا۔۔

وہی پہ رک جاؤ۔۔۔ خبردار جو تم نے ایک قدم بھی میری طرف بڑھایا!!۔۔ اسے خود کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ چلایا تھا۔۔ اسکے یوں چلانے پہ ذائشہ کے قدم بے ساختہ زمین میں جکڑے تھے۔ اس نے اپنی بھیگی ہیزل رنگ آنکھوں میں تکلیف لئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

مجھے۔۔۔ لگا۔۔ آپ۔۔ مجھے۔۔۔ یہاں۔۔۔ اکیلے۔۔۔ چھوڑ۔۔۔ کے۔۔۔ چلے۔۔۔ گئے۔۔ ہیں۔۔۔ اور۔۔ اب۔۔۔ کبھی۔۔۔ میرے۔۔۔ پاس۔۔۔ واپس۔۔۔ نہیں۔۔ آئیں۔۔۔ گے۔۔۔ ذائشہ خان ہچکیاں بھرتے ہوئے اسکے سامنے اپنا ڈر واضح کر رہی تھی وہ واقعی ہی پچھلے پندرہ منٹ میں کافی ڈر چکی تھی۔ کوٹھے سے نکلتے ہی ارزم شاہ نے ایک نظر ماہ بیر کی بند گاڑی کو دیکھتے ذائشہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے سڑک پہ چلنا شروع کیا تھا۔ ماہ بیر اور اسکے دوست ہنوز کوٹھے میں حرام کام کرتے کسی غیر عورت کے پہلو میں راتیں گزار رہے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر اسکا ہاتھ

تھامے یوں ہی خاموشی سے چلتا اسکی ہچکیاں نظر انداز کرتا رہا۔۔چندہ بائی کے آدمیوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا تھا کیونکہ سوائے چندہ بائی کے کوئی واقف نہیں تھا کہ وہ دونوں یوں اس وقت کوٹھے سے نکلے ہیں یا ارزم شاہ نے چندہ بائی کو ڈرا دھمکا کے کوٹھے سے نکلنے کا خفیہ راستہ پوچھا ہے۔ذائشہ اسے پورے راستے میں مدھم آواز میں مخاطب کرتی آئی تھی لیکن مجال تھی جو اس نے اسکی ایک پکار کا بھی جواب دیا ہو۔تھوڑا سا مزید پیدل چلنے کے بعد مین روڈ پہ آتے ہوئے اس نے کن اکھیوں سے ذائشہ کی طرف دیکھا تھا وہ اسکی اجرک کے ساتھ نقاب کیے ہوئے تھی، اسکی بڑی سی اجرک اس کے نازیبا لباس کو چھپا چکی تھی لیکن اگر وہ دونوں اس مین روڈ پہ مزید یونہی چلتی تو دنیا انہیں مشتوق نگاہوں سے گھورتی، ارزم شاہ نے مزید چلنے کی بجائے سڑک کنارے کھڑے ہوتے کسی بوڑھے سے ٹیکسی والے کی تلاش میں نظریں گھمائی تھیں۔۔وہ ہویلی کا چھوٹا اور لاڈلا شاہ جسے بچپن میں سکول سے چھٹی ہونے سے کتنی ہی دیر پہلے ہی اسکا باپ اسپیشل خود لینے آجایا کرتا تھا آج اپنی محبت کی خاطر وہ رات کے آدھے پہر سڑک پہ ذلیل خوار ہو رہا تھا۔اسکا دل اس وقت لہولہو تھا لیکن چہرہ بے تاثر تھا۔محبت نے اتنا گہرا زخم دیا تھا کہ اسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی لیکن پھر بھی غیرت کے نام پہ اپنے نکاح میں موجود اپنی محبت کو بے آسرا نہیں چھوڑا تھا۔۔اپنی محبت کو لے کے دل و دماغ اس وقت بہت سے خدشوں کا شکار تھا لیکن وہ اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی کا ازالہ بعد میں کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ابھی اسے جلد از جلد لاہور سے اسلامباد کے لئے روانہ ہونا تھا۔۔بالآخر دس سے بارہ منٹ بعد اسے اسکی مرضی کا کوئی ٹیکسی والا ملا تھا جس کا اس نے تفتیشی نگاہوں سے جائزہ لیتے پہلے اپنی پوری تسلی کی تھی پھر جا کے ذائشہ کو بیک سیٹ پہ بٹھاتے اسکے ساتھ براجمان ہوا تھا۔۔وہ پورے راستے میں چاقو چوبندی سے جاگتا اس ٹیکسی والے پہ نظر رکھتا رہا تھا خواہ وہ اسے ٹھیک راستے سے ہوٹل لے کے جا بھی رہا ہے یا نہیں!! ارزم شاہ کی تفتیشی نظروں کو بلاوجہ خود پہ محسوس کئے ٹیکسی والے کے گلے میں بار بار گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی۔اس بوڑھے آدمی نے اپنی ٹیکسی کی رفتار بڑھاتے اسے جلدی سے اسکے ہوٹل اتارا تھا تاکہ اس سر پھرے انسان سے اپنی جان چھڑوا سکے۔۔ٹیکسی والا ارزم شاہ کو اپنی ٹیکسی میں بٹھا کے جی بھر کے پچھتایا تھا۔۔ارزم شاہ کی نظروں پہ مجال تھی جو اس نے نظر اٹھا کے ذائشہ کو اپنی بیٹی کے لحاظ سے بھی دیکھا ہو۔ہوٹل اترتے ہی ارزم شاہ نے سنجیدگی سے ٹیکسی والے کو ڈبل کرایہ ادا کرتے ہوٹل کا روح کیا تھا۔۔اپنے کمرے کی کیز لیتا وہ ذائشہ کو دھکا دینے کے انداز میں اندر کی طرف

دھکیلتا باہر سے دور لاک کر کے قریبی مال کی طرف روانہ ہو گیا۔ اچانک سے خود کو ہوٹل کے اس کمرے میں بند دیکھ کے ذائشہ کو عجیب عجیب وسوسے آنے لگے!! وہ دروازہ کھٹکھٹاتی ارزم شاہ کو آوازیں دیتے ہوئے نیچے زمین پہ بیٹھ گئی۔۔ اس نے ان پندرہ منٹوں میں اسکی واپسی کی کتنی ہی دعائیں مانگ ڈالی تھیں اور اللہ نے اسکی دعائیں رائیگاں نہیں جانے دی تھیں۔ وہ واپس تو آ گیا تھا لیکن پہلے سے زیادہ برے موڈ میں آیا تھا۔ ارزم شاہ نے زندگی میں پہلی بار ذائشہ خان کو اتنا نظر انداز کیا تھا، اور اسکی اتنی سی نظر اندازی پہ ذائشہ خان کی جان لبوں پہ آئی ہوئی تھی یہ سوچے بغیر کے ارزم شاہ کی ناراضی نے اسکے پور پور کو زخمی کرنا ہے۔ ابھی تو صرف شروعات تھی!!

ایک منٹ سے پہلے اپنا یہ نازیبا لباس تبدیل کرو! ورنہ میرا ضبط جواب دے جائے گا اور میں پتا نہیں کیا کر جاؤں!!۔۔۔ اسے ہنوز اس لباس میں دیکھ کے ارزم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ اسکی طرف پھینکتا لہو لہو ہوتی شہد رنگ آنکھوں سے غرایا تھا۔۔ وہ اسکا ہچکیوں سے رونا، اسکی آنکھوں میں چھپا خوف ایک دفعہ پھر سے نظر انداز کر گیا۔ اسکے یوں غرانے پہ وہ سہمتی ہوئی بے ساختہ اس سے دو قدموں کے فاصلے پہ ہوئی تھی۔ اس کا دیا گیا ایک منٹ یاد کر کے وہ بنا کچھ بولے اپنی ہچکیاں دباتے ہوئے جلدی سے زمین پہ گرے شاپنگ بیگز کو اٹھاتی واشروم کی طرف بڑھی تھی کیونکہ ارزم شاہ کی سرخی چھائی آنکھیں اس بات کی گواہ تھیں کہ اگر اس نے اگلے ایک منٹ میں یہ لباس اپنے تن سے نہ اتارا تو وہ واقعی ہی کچھ کر ڈالے گا۔۔ اسے واشروم کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑ کے چیختا ہوا بیڈ پہ نیم دراز ہوا تھا۔۔ اسے اس وقت اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

کبھی کبھی ہم چاہ کے بھی اتنے بے بس کیوں ہو جاتے ہیں؟ کہ کچھ بولنے کو دل نہیں کرتا؟ حتی کہ ہمارے اندر لفظوں کا طوفان ہوتا ہے!! آخر کیوں؟؟۔۔ ارزم شاہ نے اپنی آگ کی طرح جلتی آنکھوں کو میچتے ہوئے بے بسی اور اذیت کی انتہا پہ سوچا تھا۔۔ جب چاہ کے بھی اندر کا طوفان کم نہ ہوا اس نے اپنی جیب سے فون نکالتے ہوئے اسلامباد کی دو آن لائن فلائٹس بک کروائی تھیں۔ جبکہ ذائشہ خان واشروم میں روتے بلکتے اس کے لائے گئے دو سے تین کپڑوں میں سے سادہ سی لائٹ بلیو شلوار قمیض ذیب تن کرتی ان شاپنگ بیگز میں کوئی عبائیہ تلاش کر رہی تھی لیکن اس نے آج اس کے لئے عبائیہ نہیں خریدا تھا جیسے وہ اکثر نکاح کے بعد مختلف سٹائل کے عبایئے خرید کے اسے تحفے میں دیا

کرتا تھا۔۔ کسی بھی شاپنگ بیگ میں عبائیہ نہ دیکھ کے اپنے منہ پہ دونوں ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رو دی!! وہ اس سے اتنا خفا ہو چکا تھا کہ اسے عبایئے میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا؟؟ ذائشہ نے بلکتے ہوئے سوچا تھا۔ وہ ارزم شاہ کی براؤن اجرک کو اچھی طرح سے خود پہ اوڑھے اپنے پورے وجود کو ڈھانپتی واشروم سے نکلی تھی، اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرنا وہ نہیں بھولی تھی۔۔ وہ ابھی واشروم سے نکلی ہی تھی جب اپنے فون میں فلائٹس بک کرنے میں مصروف ارزم شاہ اسکی طرف دیکھے بنا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

ا۔ار۔۔ ارزم۔۔۔۔ اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے ذائشہ نے اسے لڑکھڑاتے لہجے میں بھرائی آواز میں پکارا تھا۔۔ وہ نا جانے اسے پھر سے کہاں چھوڑ کے جا رہا تھا۔

مجھے میری زبان کھولنے پہ مجبور مت کرو!! بہتری اسی میں ہو گی مجھ سے مخاطب ہونے کی بجائے میرے اشاروں پہ عمل کرنا سیکھ جاؤ!! ہمیں اس ہوٹل کو چھوڑنا ہے اب مزید ایک بھی سوال کئے بغیر میرے پیچھے آؤ ورنہ یہی پہ تمہاری قبر کھود کے تم پہ فاتحہ پڑھے بنا ہی نکل جاؤں گا!!۔۔۔ اسکی پکار پہ ارزم شاہ نے غصے سے بلند آواز میں دھاڑتے ہوئے اسے جواب دیا تھا، رخ موڑ کے ابھی تک اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ اسکی دھاڑ پہ اپنی جگہ سے اچھلتی خود کو اچھی طرح سے اسکی چادر سے کور کئے اپنے آنسوؤں پہ ضبط باندھ کے چہرہ ڈھکتی اسکے پیچھے ہو لی۔۔

ا۔ار۔ ارزم۔۔ مجھے۔۔ جہاز۔۔۔ سے۔۔۔ ڈر۔۔ لگتا۔۔۔ ہے۔۔ ذائشہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی بھیگے لہجے میں بولتی اس کے قریب ہوئی تھی۔۔ وہ دونوں اس وقت اسلامباد روانہ ہونے کے لئے جہاز میں بیٹھے اسکی اڑان بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔ اسکی اتنی خاموشی پہ ذائشہ نے پھر سے اسے خود بلانے میں پہلی کی تھی، کچھ ہی منٹوں میں جہاز اڑان بھرنے والا تھا جس کے ڈر سے وہ کانپتی جا رہی تھی لیکن ارزم شاہ بے حس بنا اپنی نشست کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کے آنکھیں موندے رہا، اس پہ اسکی پکار یا اسکے کانپنے کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے کافی منٹوں سے اسکے قریب ہوتی اسے پکار رہی تھی جس پہ وہ اسے تھامنے کی بجائے اس سے دور کھسک جاتا۔۔

ار۔۔۔ ارزم۔۔۔۔ اسے ہنوز خاموشی سے بیٹھے دیکھ کے ذائشہ نے ہچکی بھرتے ہوئے اسے پکارا تھا۔ وہ جو اسکے منہ سے اپنا نام سنتے ہوئے پاگل ہوتا اسکے لبوں کو چومتے اسے خراج بخشا کرتا تھا آج اسکے اتنی بار پکارنے پہ بے حس و

حرکت بیٹھا آنکھیں موندے رہا۔ وہ ہر وقت اسکے منہ سے اپنا نام سننے کا خواہشمند دیوانا سا محبوب آج اپنی محبوبہ سے بے حد ناراض تھا۔۔ اس قدر ناراض تھا کہ اسے دیکھنا تک گوارہ نہیں کر رہا تھا!!

اگر۔۔ جہاز۔۔ کے۔۔ اڑنے۔۔ پہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ ڈر۔۔ لگا۔۔۔ تو۔۔ آپ۔۔ کا۔۔۔ بازو۔۔۔ تھام۔۔ لوں؟۔۔

ذائشہ اپنی ہیزل رنگ آنکھوں میں آنسو لئے اسکی بند آنکھوں کی طرف دیکھتی بے حد تکلیف سے بولی۔ یہ دن بھی آنا تھا جب ارزم شاہ کی محرم نے اسکی بیوقوف ذی نے اس سے اسے چھونے کی اجازت طلب کرنی تھی۔۔!! ارزم شاہ ہنوز خاموش رہا۔۔ وہ یوں آنکھیں موندے ہوئے تھا جیسے اس کے پہلو میں بیٹھی اسکی منکوحہ کے الفاظ اسکے لئے غیر ضروری ہوں! !

ا۔ار۔ ارزم۔۔۔۔۔۔۔ ذائشہ نے اسکے بازو پہ ہاتھ رکھتے بے آواز روتے ہوئے اسے پکارا تھا۔ اسکا ہاتھ اپنے بازو م محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اپنا بازو جھٹکا تھا۔ اسکے یوں بازو جھٹکنے پہ ذائشہ بے ساختہ اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی۔۔

مجھے ڈسٹرب مت کرو!! اب اگر تمہاری ذرا سی آواز بھی نکلی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا!!۔۔۔ ارزم شاہ نے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے اسے اپنی سرخی چھائی آنکھوں سے گھورا تھا۔ ذائشہ تھوک نگلتی ہوئی اس سے فاصلے پہ ہوئے تھی۔ ہیزل آنکھیں چھلکنے کو بے تاب ہوئیں تو اپنا رخ اپنی سائیڈ کی ونڈو کی طرف موڑ لیا۔ وہ اسے مزید ڈسٹرب کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ ارزم شاہ ایک نظر ارد گرد اپنی نظریں دوڑاتا پھر سے پہلے کی طرح اپنی نشت کی پشت پہ سر ٹکا کے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔ کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا سب کو اس وقت اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی کیونکہ جہاز کچھ ہی دیر میں اڑان بھرنے والا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذائشہ جو کب سے اپنے لرزتے دل پہ قابو پاتی خود کو حوصلہ دے رہی تھی، جہاز کے اڑان بھرتے ہی اسکی چیخ سب سے پہلے بلند ہوئی تھی، ارزم شاہ کی دھمکی کے مطابق وہ اسے تھامنے کی بجائے اپنی سیٹ پہ اپنے نازک ہاتھ جماتی بری طرح سے روتے ہوئے چیخی۔ صرف ذائشہ ہی نہیں اور بھی کتنی ہی نازک لڑکیاں تھیں جن کی چیخ یوں ہی بلند ہوئی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ انہیں اس وقت سہارا دینے کے لئے کوئی نہ کوئی تھا جبکہ ذائشہ

سہارا ہوتے ہوئے بھی خود کو بے سہارا محسوس کر رہی تھی۔ اسکے چیخنے پہ ارزم شاہ کو دل زوروں سے دھڑکا تھا لیکن اس نے اپنا دل پتھر کرتے ہوئے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں، وہ بظاہر ریلکس انداز میں ویسے ہی بیٹھا رہا جیسے پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھی اسکی بیوقوف ذی کتنے ڈرپوک دل کی مالک ہے لیکن وہ اپنی ہٹ کا پکا تھا، وہ غلطیاں معاف نہیں کرتا تھا اور اس نے اسکی غلطی معاف نہیں کی تھی، کیونکہ بدلے لینے اسکے پسندیدہ کاموں میں سے ایک تھا۔ کتنے لوگوں کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ذائشہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے دباتے اپنی چیخ کا گلا گھونٹ کے بھیگی نگاہوں سے اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے بے حس منکوح کو دیکھا تھا۔ وہ بند آنکھوں سے بھی اسکی نظروں خود پہ محسوس کر گیا تھا۔۔

ناراض اور خفا ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ محبوب سے محبت کرنا چھوڑ دیں!!۔۔ اسکی بے حسی پہ ذائشہ بھرائی آواز میں شکوے سے بولی تھی۔۔ ارزم شاہ اسکے شکوے پہ خاموش رہا!! لبوں پہ استہزایا مسکراہٹ چھپی تھی۔۔ شکوے اسے اس سے کرنے چاہئیے تھے لیکن یہ کام بھی وہ انجام دے رہی تھی! آخر عورت تھی نا مظلوم بننا تو اسکی سر فہرست میں تھا۔۔ ارزم شاہ نے استہزایا انداز میں سوچا تھا۔۔

Better for u not t create disturbance

ارزم شاہ اپنی شہد رنگ آنکھیں وا کرتا جواباً سرد و سپاٹ لہجے میں بولا۔ ابھی بھی اسکی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ سوری!! اب نہیں کرتی ڈسٹرب!!۔۔۔ اسے کے سرد و سپاٹ لہجے پہ وہ بے حد اداسی سے بولتی پھر سے سائیڈ ونڈو کی طرف اپنی نظریں گھما گئی۔۔ اسکے مظلوم بننے پہ وہ جھنجھلاتے ہوئے گہری سانس بھرتا اپنی اجرک سے ڈھکی اسکی پشت کو قہر برساتی نظروں سے گھور رہا تھا۔۔

اس وقت فجر کا وقت ہونے والا تھا جب وہ دونوں اسلام آباد پہنچے تھے۔۔ ارزم شاہ نے اپنے ڈرائیور کو فون کر کے ائیر پورٹ تک اپنی گاڑی لانے کو بولا تھا۔ وہ چھوٹے شاہ کے حکم پہ جلد از جلد اپارٹمنٹ سے نکلا تھا۔ ائیر پورٹ سے اپارٹمنٹ تک کا سفر ارزم شاہ نے خود تہہ کیا تھا۔ اس نے اس حد تک تیز رفتار پہ گاڑی ڈرائیو کی تھی کہ ذائشہ کو بے ساختہ اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ ذائشہ کو ہویلی لے جانے کی بجائے اپنے اپارٹمنٹ میں لے کے آیا تھا۔

پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرتے وہ اپنی گاڑی سے نکلتا ہوا اپنے ڈرائیور کی طرف چابی پھینک گیا۔۔ ارزم شاہ کو باہر نکلتے دیکھ کے ذائشہ کو اسکی لاہور کے ہوٹل میں کہی گئی بات یاد آئی تھی جب اس نے اسے سوال جواب کرنے کی بجائے اس کے اشاروں پہ عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔۔ وہ ارزم شاہ سے سوال جواب کئے بغیر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے آرام سے باہر نکلتے اس کے پیچھے ہی اندر کی طرف اپنے قدم بڑھا گئی۔ ان چھ ماہ میں یہ پہلی رات تھی جب اسے ارزم شاہ کی صورت میں اپنے ارد گرد تحفظ ہی تحفظ محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ چاہے اس سے مخاطب نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ اس کے آس پاس تھا ذائشہ کے لئے یہی کافی تھا۔۔

ارزم شاہ اپنے کمرے میں آتے ہی الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔ الماری سے ہلکی پھلکی سی بلیک جینز اور ٹی شرٹ پکڑ تا وہ واشروم کی طرف بڑھ گیا۔

ذائشہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس خوبصورت سے اپارٹمنٹ کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے کمرے کی طرف ہی بڑھ رہی تھی جہاں وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے غائب ہوا تھا۔۔ اپارٹمنٹ زیادہ بڑا نہیں تھا تو زیادہ چھوٹا بھی نہیں تھا۔۔ وہ درمیانے سائز کا اپارٹمنٹ بے حد سلیقے اور خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ہاں کئی کئی جگہ توڑ پھوڑ کی گئی جو شاید نہیں یقیناً ارزم شاہ نے غصے میں ہی کی تھی۔ وہ کسی کے بعد ارزم شاہ کے ساتھ کافی مرتبہ کاظم شاہ کے فارم ہاؤس جا چکی تھی لیکن اس اپارٹمنٹ میں وہ کبھی نہیں آئی تھی۔۔ ارزم شاہ کی نظر اندازی پہ ذائشہ پورے راستے میں آنسو بہاتی آئی تھی۔ اب تو اس کے آنسو بھی خشک ہو چکے تھے کیونکہ آنسو پونچھنے والے نے اپنی ضد اپنی انا اپنی ناراضگی میں انہیں پونچھنا ضروری جو نہیں سمجھا تھا۔۔ وہ دھڑکتے دل سے قدم اٹھاتی ارزم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی واشروم سے پانی گرنے کی آوازیں اسکے کانوں تک پہنچی تھیں۔ وہ یقیناً باتھ لے رہا تھا۔ وہ اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے کی غرض سے اسکے کمرے کے بیڈ پہ بیٹھ گئی، اسکا انتظار کرنے کے علاوہ اور کرتی بھی کیا؟

وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک باتھ لیتا رہا تھا، تاکہ اپنے اندر جلتی آگ کو بجھایا جا سکے! لیکن آگ تھی کہ بجائے نہیں بج رہی تھی۔ وہ ہنوز کالی شلوار قمیض میں ملبوس روف شاور کے نیچے کھڑا بھیگتا رہا۔ وہ جس طرح سے نیم برہنہ وجود لئے غیر مردوں کے سامنے رقص کر رہی تھی زوریز شاہ چاہ کے بھی بول نہیں پا رہا تھا۔ اسے نہاتے ہوئے بھی عجیب سی

گھٹن نے آن گھیرا ہوا تھا جیسے ابھی اسکی سانسیں رک جائیں گی! وہ اس وقت خود کو اس دمے کے مریض کی طرح محسوس کر رہا تھا جسے کھل کے سانس لینے میں بے حد دشواری محسوس ہوتی ہو۔۔

"تم محبت کو کھیل کہتے ہو

ہم نے برباد زندگی کر لی"

ارزم شاہ شاور لے کے کپڑے تبدیل کرتا اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے واشروم کے دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا جب اسکے کانوں میں ڈیڑھ سال پہلے والے زوریز شاہ کے الفاظ گونجے تھے۔۔ اس نے یہ شعر تب بولا تھا جب وہ ہجر کی سولی پہ لٹکا خود سے بھی روٹھا رہتا تھا۔ تب ارزم شاہ نے اسکے اس شعر کو جان بوجھ کے ہوا میں اڑایا تھا لیکن اس شعر کا اصل مطلب اسے آج سمجھ میں آیا تھا۔ وہ اذیت سے گہری سانس بھرتا واشروم سے نکلا تھا۔۔ اپنے چٹانی سینے کو ٹاول سے رگڑتے ہوئے اسکی نظریں اچانک سے سامنے بیڈ پہ بیٹھی ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھی جو پہلے سے ہی اسکی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اسے شرٹ لیس دیکھتا پا کے اسکی پلکیں لرزی تھیں، وہ بے ساختہ اپنی نظریں جھکا گئی۔

تم یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟؟ تمہیں کس نے اجازت دی ہے یہاں میرے کمرے میں قدم رکھنے کی؟؟۔۔۔ ارزم شاہ جو پہلے ہی اپنی سوچوں سے لڑتا جھگڑتا بری طرح سے رہا ہوا تھا اسے اپنے کمرے میں موجود اپنے ہی بیڈ پہ بیٹھے دیکھ کے وہ غصے کی انتہا پہ چلایا تھا۔ وہ کب سے اپنا غصہ کنٹرول کر رہا تھا لیکن اب اسکے بس سے باہر ہو رہا تھا۔ اسکے دھاڑنے پہ ذائشہ فورا سے اسکے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔ پورے وجود پہ بے ساختہ کپکپاہٹ تاری ہوئی تھی۔۔

م۔ می۔ میں۔۔ تو۔۔۔ تو۔۔ میں۔۔ اور۔۔ کہا۔۔ کہاں۔۔۔ جاتی؟؟۔۔ ذائشہ ٹوٹے پھوٹے جملے میں کچھ بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

فار گاڈ سیک!! بچوں کی طرح بیہو کرنا بند کرو ذائشہ خان! ہاؤ ڈر ایٹ ٹک! کیا تمہیں اس گھر میں یہی ایک کمرہ ملا ہے جو منہ اٹھا کے یہاں چلی آئی ہو؟؟۔۔۔ اسکے لڑکھڑاتے لہجے اور بچوں سے انداز پہ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑا ٹاول زمین پہ

پھینکتا غصے اور جھنجھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات لئے دھاڑا۔ ارزم شاہ کے الفاظ پہ ذائشہ کی آنکھوں میں تکلیف کا عنصر واضح تھا۔۔وہ اپنی پلکوں کو جھپک جھپک کے اپنے آنسوؤں کو گالوں پہ بہنے سے روک رہی تھی۔۔

م۔می۔۔میں۔۔۔جا۔۔جاتی۔۔ہو۔۔ہوں۔۔۔دوسرے۔۔کمرے۔۔میں۔۔۔۔آ۔۔آپ۔۔۔غصہ۔۔نہیں۔

۔ہوں۔۔۔وہ اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے تیزی سے بولتی دروازے کی طرف بڑھنے کی والی تھی جب ارزم شاہ صوفے سے اپنی بلیک ٹی شرٹ اٹھا کے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔اسے کہنی سے پکڑ کے بیڈ پہ گراتے وہ اسکے دائیں بائیں بیڈ شیٹ پہ اپنے ہاتھ رکھتا اس پہ جھکا۔۔

تمہاری یہ ڈرامیٹک ادائیں میری صحت پہ کوئی اثر نہیں کر رہی!! بلکہ اگر یوں کہوں کہ مجھے عورتوں کے اس روپ کو دیکھنے کی عادت ہو چکی ہے تو غلط نہیں ہو گا!! میرے لالہ نے تو اپنی مجرم (ایزل شاہ) کو اس سے دوری بناتے ہوئے سزا دی تھی نا لیکن میں ارزم شاہ ہوں میں اپنے نام کی طرح کچھ الگ کروں گا! میں تمہارے نزدیک رہتے ہوئے تمہیں پل پل ماروں گا۔۔اور اس انداز میں ماروں گا کہ سارا بچپنا چھوڑ کے دو دنوں میں بڑی ہو جاؤ گی!!۔۔۔ارزم شاہ اسکے زخمی گلابی لبوں کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے غصے سے مسلتا ہوا اسکے چہرے کے نزدیک اپنا چہرہ کرتا پھنکارا تھا۔۔ذائشہ اپنی سانسیں روکتے ہوئے اسکے سفاک روپ کو دیکھ رہی تھی۔اسکی شہد رنگ آنکھوں میں موجود سرخی کی وجہ سے وہ اسے اس وقت دنیا کا سفاک انسان معلوم ہو رہا تھا۔۔

می۔۔میں۔۔دو۔۔دوسرے۔۔ک۔کمرے۔۔می۔۔میں۔۔جا۔۔جاتی۔۔ہو۔۔ہوں۔۔۔۔ذائشہ کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کرتی ہکلاتے ہوئے بولی۔

مجھے دھوکے میں رکھ کے میرا سکون اور چین برباد کر تو چکی ہو!! اب یہاں پہ رہو یا میرے سر پہ چڑھ کے ناچو مجھے بالکل فرق نہیں پڑھتا کیونکہ ارزم شاہ اب تمہیں اپنے طریقے سے ڈیل کرے گا جو تمہیں بالکل پسند نہیں آئے گا ذائشہ بے بی (بی بی)۔۔۔۔ارزم شاہ اس پہ اپنا چہرہ مزید جھکا کے اسکے کان کے پاس اپنا ہاتھ بیڈ شیٹ پہ مارتا غرایا۔ دل نے بہت کہا ان نازک ہونٹوں کو ایک دفعہ پھر سے زخمی کر کے ان پہ اپنا سارا غصہ اتار دے لیکن وہ پہلے ہی اسکے شدت بھرے لمس کی وجہ سے اچھے خاصے زخمی تھے۔۔وہ اس کے زخمی لبوں سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا اسکے

مزید کچھ بھی بولنے کا انتظار کئے تیزی سے اپنی بلیک ٹی شرٹ پہنتا کمرے سے نکلا تھا۔۔ اسے یوں اچانک سے یہاں سے جاتے دیکھ کے ذائشہ اپنا رونا بھولتی اسکے پیچھے بھاگی تھی۔۔

ا۔۔ار۔۔ارزم۔۔۔ کہا۔۔ کہاں۔۔۔ جا۔۔ جا۔۔رہے۔۔ہیں۔۔ آپ۔۔ می۔۔میں۔۔۔ا۔ اکیلی۔۔ یہا۔۔ یہاں۔ ۔کیسے۔۔۔رہوں۔۔گی!!۔۔۔وہ اس کے پیچھے بھاگتی بھرائی آواز میں بولی تھی لیکن وہ اسے ایک بھی جواب دیئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس خالی اپارٹمنٹ کو دیکھ کے ذائشہ کا دل خوف سے دھڑکا تھا۔۔ کچھ دیر پہلے ارزم شاہ کی موجودگی

میں جو تحفظ کا احساس ہو رہا تھا وہ اب جیسے غائب ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 75 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

زوریز شاہ رات میں نوال اور حسن کی مہندی کا فنکشن ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی جا چکا تھا اس نے جانے سے پہلے مرحا شاہ کو کتنے ہی اشارے کرتے اپنے ساتھ چلنے کا بولا تھا لیکن مجال تھی جو اس کی جنگلی بیوی کے سر پہ جوں بھی رینگی ہو ۔اسے ڈھیٹ بنتے دیکھ کے زوریز شاہ نے بھی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ بننا اپنا فرض سمجھا!! وہ سب بڑوں سے خوشدلی سے ملنے کے بعد مرحا شاہ کے قریب آیا تھا جو نوال کی دائیں طرف کھڑی تھی۔ سب بڑوں نے زوریز شاہ کو کل پھر سے شادی کے لیے انوائیٹ کیا تھا جس پہ اس نے اپنے سر کو خم دیتے ہوئے آنے کی خامی بڑھی تھی۔۔

چلیں؟ کل پھر آجائیں گے؟۔۔۔۔۔وہ اپنی آواز کو مزید بلند کرتے اسے مخاطب کرتا اسکے ہلکے ہلکے اپٹن سے رنگے گالوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ زوریز شاہ کی آواز اتنی ضرور تھی کہ سب سن سکیں! مرحا شاہ جو پہلے اسکے اپنے ساتھ آ کے کھڑے ہونے پہ اپنا غصہ دبا رہی تھی، اب سب بڑوں کے سامنے اسکے اس مطالبے پہ اس نے دانت پیستے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا! وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہے تھے۔۔ مرحا شاہ کی دوستوں نے تو پہلے ہی اسکے تن پہ موجود زیریز شاہ کی اجرک کو دیکھ کے اس پہ کافی معنی خیز جملے کسے تھے اور اب زوریز شاہ کی بات پہ وہ اسے آئیبرو آچکا کے معنی خیز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ مرحا شاہ شاید

زوریز شاہ کے سامنے اکڑتی ہوئی اسکی دی ہوئی اجرک اتار کے واپس سے اپنا پہلے والا شفون کا دوپٹا لے بھی لیتی لیکن اپنی گردن، گردن کی گہرائیوں، اور دودھیا سفید بازوؤں پہ اسکے دیئے گئے سرخ نشانات کو کیسے چھپاتی!؟ جس پہ اسکی دوستوں نے اسے مزید چھیڑ چھاڑ کرتے نوال کی جگہ اسکی مہندی کر دینی تھی۔ اور اسکی دوستوں نے ایسا کیا بھی تھا وہ نوال کے ساتھ ساتھ شرارت سے اسے بھی اپٹن لگا رہی تھیں جس پہ وہ انہیں آنکھیں دیکھا کے رہ جاتی جبکہ زوریز شاہ کی نظریں تو پوری مہندی میں اپنی منکوحہ پہ ٹکی ہوئی تھی۔۔

جب یہاں آئی خود تھی تو جا بھی خود سکتی ہوں! تمہاری بہتری اسی میں ہے خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ وہ نوال سے ذرا سا فاصلے پہ ہوتی دانت پیس کے مدھم آواز میں زوریز شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ آواز سرگوشی جتنی تھی جو صرف زوریز شاہ ہی سن سکا.!

نہ جاؤں تو؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ ہاتھ بڑھا کے اسکے گال پہ لگی اپٹن پونچھتا دلفریب انداز میں جواباً سرگوشی سے ہی بولا تھا۔ سب کے سامنے اسکی اس حرکت پہ مرحاشاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔ اس نے نامحسوس انداز میں اس سے فاصلہ قائم کرنا چاہا تھا لیکن وہ اسکی کمر میں اپنا بازو حمائل کرتا بے ساختہ جھک کے اس کے گال پہ لگی اپٹن پہ اپنے لب رکھتا سب کو ہوٹنگ کرنے پہ مجبور کر گیا۔ سب کے ساتھ ساتھ مائیکل نے بھی ہولے سے تالیاں بجاتے ہوٹنگ کی تھی۔۔ وہ پورے فنکشن میں زوریز شاہ سے دور دور ہی رہا تھا۔ نوال اور حسن کی فیملی کافی ماڈرن تھی ان کے لئے اتنی کلوزنس کچھ معنی نہیں رکھتی تھی۔۔ وہ دونوں تو تھے بھی حلال رشتے میں بندھے ہوئے ان کی اس نوک جھوک پہ سب انہیں پیار بھری نظریں سے دیکھ رہے تھے سوائے نوال کی چند ایک سڑی ہوئی کزنز کے۔۔

اللہ حافظ!! کل ملیں گے!!۔۔۔ سب کی ہوٹنگ پہ زوریز شاہ سنجیدہ ہوتے اپنی بے خودی پہ خود کو کوستا مرحاشاہ کے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا وہ یہاں ضد لگا کے مجمعہ اکھٹا کر لے گی لیکن اس کے ساتھ جانے کی بجائے یہی پہ رہنا پسند کرے گی۔ مرحاشاہ نے لال بھبھوکا چہرہ لئے اسکی پشت کو گھور کے دیکھا تھا۔ سب کی مسکراتی نظروں کو خود پہ محسوس کرتے وہ نوال کا دوپٹا ٹھیک کرتی اب خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔۔

ہم سے زیادہ لائم لائٹ تو تو نے اور زوریز لالہ نے لے لی ہے!! ہم نے تو جھک مارنے کے لئے شادی پہ اتنا پیسہ لگایا تھا۔۔ نوال اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی مصنوعی انداز میں شکوے سے بولتی اپنی ناک سکوڑ گئی۔۔ اسکے شکوے پہ مرحا شاہ نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے ہولے سے اسکے کندھے پہ چیت لگائی تھی۔

مرحاشاہ نوال کی بارات کے لئے تیار ہوتی زوریز شاہ کی رات والی حرکتیں سوچتے ہوئے اپنے خیالوں میں اسے اچھا خاصا کوس رہی تھی۔ اگر وہ سمجھتا تھا وہ اپنی من مرضی کرنے کے بعد اپنی باکی دیکھا کے اسے منا سکتا تھا تو یہ اسکی بھول تھی۔ مرحاشاہ نے تلخی سے سوچتے ہوئے اپنے لبوں پہ لائٹ پنک لپ اسٹک لگائی تھی۔ وہ اس وقت لائٹ پنک خوبصورت سی ایسٹرن میکسی میں ملبوس اپنے شانوں پہ نیٹ کا لائٹ پنک ہی دوپٹا سیٹ کر رہی تھی۔ پیروں میں ہائی ہیلز پہنے دراز قد سی مرحاشاہ مزید لمبی لگ رہی تھی۔۔

آجا مرحا!! نوال کو لے کے چلیں!! تیرا ہی انتظار ہو رہا ہے!!۔۔۔ مرحاشاہ جو آخری بار آئینے میں اپنی لک دیکھ رہی تھی، کبرہ کی آواز پہ وہ اپنے لپ گلوز کو ایک دفعہ پھر سے ڈارک کرتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔

وہ تمام دوستیں دلہن کے لباس میں سجی سنوری نوال کو آہستہ آہستہ سے پھولوں سے سجے ہوئے اسٹیج کی طرف لے کے جا رہی تھی، جہاں حسن اپنے تمام دوستوں کے درمیان کھڑا اپنی بیوی کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا اسکے اپنی طرف آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ اپنے فون پہ مصروف زوریز شاہ جو ابھی پانچ منٹ پہلے ہی یہاں پہنچا تھا، اچانک سے اپنی نگاہیں سامنے کی طرف اٹھاتے اسکی نظروں کا مرکز مرحاشاہ بنی تھی جو لائٹ سے میک اپ میں اپنے سنہری بالوں کو لوز کرلز ڈالے پنک میکسی میں ملبوس اسکے ہوش و حواس اڑا گئی تھی۔۔ وہ اس وقت کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ وہ بھول چکا تھا وہ اس وقت فون پہ کسی سے ضروری بات کر رہا ہے اگر اس وقت وہ کسی کو دیکھنا چاہتا تھا تو وہ صرف مرحا شاہ تھی۔۔ وہ اپنا فون بند کر کے پیاسی نظروں سے اسکے چہرے کا طواف کر رہا تھا۔۔ زوریز شاہ کو وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ لگ رہی تھی سوائے اس کے دوپٹا لینے کے سٹائل سے! زوریز شاہ کو ہمیشہ اسکا سر ڈھکنے کے لئے خود ہی دوپٹا دینا پڑھتا تھا، پتا نہیں وہ کون سا دن ہونا تھا جب اسکی منکوحہ نے اسکے بغیر کہے سر پہ دوپٹا اوڑھنا تھا۔۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے سوچا۔۔ وہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس آف وائٹ ہی شال گلے کے گرد

لٹکائے پیروں میں براؤن پشاوری چپل پہنے اپنی وجیہہ پرسینلٹی کے ساتھ سب کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جو بھی اس پہ ایک نگاہ ڈالتا، اسکے طلسماتی نقوش کا دیوانا ہو جاتا۔۔ گھنی بھوری بیرڈ مونچھیں اسکے چہرے کو مزید روعب دار اور دلکش دیکھاتی تھیں۔ زوریز شاہ جو کب سے ایک کونے میں کھڑا اپنی بیوی کو تار رہا تھا اسے نوال اور اپنی دوستوں کے ساتھ اسٹیج پہ چڑھتے دیکھ کے اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسٹیج کے پاس جا کے کھڑا ہوا تھا تاکہ یہاں وہ اسٹیج سے اترے اور یہاں وہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے حصار میں قید کرتے اس کے سر پہ دوپٹا اوڑھائے۔۔

مائیکل! ایک ڈانس ہو جائے مرحا کے ساتھ؟؟۔۔۔۔ مائیکل کو مرحا سے دور دور دیکھتے ہوئے کبرہ نے ٹکڑا لگاتے ہوئے ماحول کو زعفران بنایا تھا۔۔ مرحا شاہ کے دوستوں کی نظریں شاید نہیں یقیناً ابھی تک زوریز شاہ کی طرف نہیں اٹھی تھیں جو وہ اس کی بیوی کے ساتھ یوں فری ہو رہے تھے۔

No!! Plzz a big No!! I don't even know how to dance

کبرہ کہ بات سن کے مائیکل تیزی سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا کل کا واقع یاد کرتے تقریباً چیختے ہوئے انکار کر گیا جس پہ سب کا دلکش قہقہہ فضا کی زینت بنا تھا۔ مرحا شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا سر جھٹکا تھا۔ سر جھٹکتے ہی اسکی نظریں زوریز شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو اس سے کچھ ہی فاصلے پہ اسٹیج سے نیچے کھڑا اسی پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ کبرہ کی بات سن کے اس کے چہرے پہ ناگواری تاثرات واضح ہوئے تھے لیکن مائیکل کا جواب سنتے ہی وہ دل میں فتح مندی سے مسکرایا۔۔ وہ اپنے کہے کے مطابق آج پھر آ چکا تھا۔۔ اس سنکی فوجی کو اتنے اطمینان سے مسکراتے دیکھ کے وہ اندر تک جلی تھی۔ اسکے اپنی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب زوریز شاہ نے اپنے عنابی لبوں کو گول کرتے ہوئے اسے ہوائی کس کرتے_ اسکے سراپے کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ اس کی سرعام اس بے باک حرکت پہ مرحا شاہ کی سنہری آنکھوں پھیلی تھیں۔

ارے لالہ آپ!! ایک کپل ڈانس ہو جائے پلیز!!۔۔۔۔ مرحا کو اپنی طرف متوجہ کرتے کبرہ کی نگاہیں بے ساختہ اسکی نظروں کے تعاقب میں زوریز شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس پہ وہ اپنے چہرے پہ شرارتی مسکراہٹ سجاتی زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے منت کرنے والے انداز میں بلند آواز میں بولی۔ کبرہ کی بات پہ پوری ینگ پارٹی نے ہلا بولتے ہوئے ہوٹنگ کی تھی۔۔ مرحا شاہ ان سب میں بری طرح سے پھنسی تھی۔ زوریز شاہ نے سنجیدہ ہوتے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

پلیز نا لالہ!!۔۔۔۔اب کی بار مرحاشاہ کی تمام دوستوں نے معصومیت سے زوریز شاہ کی منت کی تھی۔۔

Yes Please lala

مائیکل بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔وہ اسکے ساتھ اپنے تعلق درست کرنے کی خاطر معصومیت سے لبریز لہجے میں بولا ۔۔اسکے منہ سے خالص انگلش ایسنٹ میں لالہ سنتے ہوئے سب نے اپنا قہقہ دبایا تھا جبکہ زوریز شاہ جو اس اچانک صورتحال سے نمٹنے کی سوچ رہا تھا مائیکل کے منہ سے خود کے لئے لالہ سنتے ہوئے اس نے اسے اوپر سے نیچے تک گھور کے دیکھا تھا جو اس سے یقیناً کچھ سال بڑا ہو کے بھی اسے لالہ پکار رہا تھا۔۔

?!!What please

زوریز شاہ نے مائیکل کو گھورتے ہوئے روعب سے استفسار کیا تھا۔۔اسکی اس پہ تپ ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔۔

Hahaha! Nothing lala u are so handsome

زوریز شاہ کا روعب دار لہجہ محسوس کرتے مائیکل تھوک نگل کے لبوں پہ مسکین مسکراہٹ سجاتا_ اپنے انگوٹھے اور شہادت والی انگلی کا دائرہ بنا کے باقی کی تین انگلیاں کھڑی کرتے اسے ہینڈسم بول رہا تھا۔مائیکل کو لگ رہا تھا وہ پھر سے اسے پیٹے گا اسی لئے عزت سے اپنے مؤقف سے بدل گیا۔اسکی چاپلوسی پہ زوریز شاہ نے اپنی نظریں گھماتے ہوئے مرحاشاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنی دوستوں کو گھورتی دبی دبی آواز میں ڈانٹ رہی تھی۔۔سب کے سامنے زوریز شاہ اپنی بیوی کے ساتھ ڈانس کرنے کا کوئی ارادہ تو نہیں رکھتا تھا لیکن ہاں رومانس وہ اسکے ساتھ ہر جگہ کر سکتا تھا۔شادی میں آج بھی زیادہ عوام انوائیٹڈ نہیں تھی! صرف قریبی لوگ تھے لیکن شادی پہ پیسہ اچھا خاصا خرچہ کیا گیا تھا۔۔

لالہ پلیز نا آپ کی سالیوں نے آج پہلی بار کوئی فرمائش کی ہے تو کیا یوں ناراض کریں گے ہمیں؟۔۔۔۔کبرہ اپنے ساتھ کھڑی مرحاشاہ کی ڈیپٹ کو نظر انداز کرتی ناراضی سے بولی جیسے زوریز شاہ کے ساتھ اسکی بہت بنتی ہو۔۔مرحا شاہ کی باقی دوستوں نے بھی کبرہ والا ہی عمل دہرایا تھا یہاں تک کے نوال نے بھی!! مرحاشاہ کا بس نہیں تھا ان سب کا کچومر بنا کے رکھ دے۔۔زوریز شاہ نے انہیں جواب دینے کی بجائے آگے بڑھتے ہوئے مرحاشاہ کو کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تھا، مرحاشاہ جو کبرہ کو غصے سے چٹکیاں کاٹ رہی تھی، زوریز شاہ کے کھینچنے پہ وہ پیچھے کی طرف گرنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے حصار میں لے کے اسٹیج سے نیچے کی طرف

اتارا تھا۔ مرحاشاہ نے اپنی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جبکہ باقی سب نے ہوٹنگ کرتے ہوئے ڈی جے کو میوزک آن کرنے کا بولا۔۔

یہ۔۔یہ۔۔کیا۔۔کر۔۔رہے۔۔ہو۔۔۔مرحانے دہلتے ہوئے اسے پکارا تھا جو اسکی خم دار کمر کے گرد اپنا بازو لپیٹے اسے اپنے بے حد قریب کر گیا تھا۔ تمام لائٹس آف ہو چکی تھیں۔ اس وقت صرف زوریز شاہ اور مرحاشاہ سپاٹ لائٹ کی روشنی میں کھڑے تھے۔۔

اپنی سالیوں کی بات مان رہا ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ نے اسے مدھم آواز میں جواب دیتے اسے گہری پر تپش نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔ اسکی جز بے لٹاتی نظروں کو محسوس کرتے مرحاشاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے غصے سے کبرہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے پھنسا کے خود تالیاں مارتے ہوئے انجوائے کر رہی تھی۔۔

ملے ہو تم ہم کو

بڑے نصیبوں سے

چرایا ہیں میں نے

قسمت کی لکیروں سے

گانے کے ان بولوں پہ زوریز شاہ نے اسکے نیٹ کے اس دوپٹے کو اس کے سر پہ اوڑھایا تھا لیکن۔ وہ دوپٹا دینا اور نہ دینا ایک برابر تھا، دوپٹا بار بار اس کے سر سے پھسلتا شانوں پہ ڈھلک رہا تھا۔۔ زوریز شاہ بار بار اسکا دوپٹا ٹھیک کرتا اس وقت دینا کا خوبصورت شخص معلوم ہو رہا تھا۔۔

دل کرتا ہے تمہارے سب باریک دوپٹوں کو اکھٹا کر کے ان پہ آگ بھڑکا دوں!!۔۔زوریز شاہ اسکے دوپٹے کی طرف دیکھ کے جھنجھلا کے بولتا اپنے گلے کے گرد لٹکی آف وائٹ اجرک اتار کے اسکے گرد اوڑھا گیا۔ وہ اس کے ساتھ ڈانس بالکل نہیں کر رہا تھا، وہ سب کو فراموش کئے اس کے ساتھ صرف اپنی مرضی سے وقت گزار رہا تھا جبکہ باقی سب ان کی طرف دیکھتے ان کی طرف سے کسی ڈانس اسٹیپ کے منتظر تھے۔۔

تم پاگل ہو؟؟ دماغ خراب ہے؟ سب دیکھ رہے ہیں ہمیں!! ۔۔اسکی حرکتوں پہ مرحاشاہ دبے دبے غصے سے بولی تھی

۔

تیری محبت سے سانسیں ملی ہیں

سدا رہنا دل میں قریب ہو کے

دیکھنے دو!! وہ سب یہی چاہتے ہیں! ہم ایک دوسرے کی سانسوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب تر رہیں!!۔۔۔زوریز شاہ مصروف انداز میں بولتا اسے مکمل طور پہ اپنی اجرک سے ڈھکتا اسکے پیٹ کے گرد اپنا حصار باندھ کے اسکا رخ دوسری طرف موڑتا اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگا گیا۔۔

میں تمہارا خون پی جاؤ گی زوریز شاہ!! چھوڑو مجھے۔۔۔۔مرحاشاہ بظاہر چہرے پہ مسکراہٹ سجاتی غصے سے دانت کچکچا کے اسے وارننگ دیتی گویا ہوئی۔۔

موسٹ ویلکم ڈارلنگ!! تم میرا خون پی جاؤ میں تمہاری سانسیں پی جاتا ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے دھیرے سے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کر گیا۔ ساتھ ساتھ وہ اسے اپنے حصار میں لئے ہلکا پھلکا ہل جھول رہا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت ایک پرفیکٹ کپل لگ رہے تھے۔۔اسکی معنی خیز سرگوشی پہ مرحاشاہ کے ہوش اڑے تھے۔۔اس نے اپنی پوری طاقت لگاتے اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن وہ اسکا رخ اپنی طرف موڑتا اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں کا حصار باندھے اسے اپنے سینے کا حصہ بنا گیا۔۔

ذرا سی بھی مزاحمت مزید کی تو یقین کرو تمہارے ہونٹوں کو یہی پہ سب کے سامنے جکڑ کے تمہارے ساتھ ساتھ انہیں بھی شرمانے پہ مجبور کر دوں گا۔۔۔اسے مزاحمت کرتے دیکھ کے زوریز شاہ مبہم سا مسکرا کے اسکی تیکھی ناک کو اپنی پوروں میں دباتا بے باکی سے بولتا مرحاشاہ کے ہوش پوش اڑا گیا۔ اسکی سرگوشی پہ مرحاشاہ مزاحمت کرنا بھول چکی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی وہ بے باک انسان اپنے کہے کے مطابق ایسا کر بھی دیتا۔۔بیک گراؤنڈ میوزک ہنوز جاری تھا۔۔

ملے ہو تم ہم کو۔۔۔۔بڑے نصیبوں سے

چرایا ہے میں نے۔۔۔قسمت کی لکیروں سے

قسمت کی لکیروں سے چرایا ہے تمہیں لیکن تم تو ابھی بھی مکمل طور پہ مل کے نہیں مل سکی!!۔۔۔زوریز شاہ گانے کے بولوں کو سنتے اسکے سر سے اپنی چادر ٹھیک کرتے ہوئے شکایتی انداز میں بولا تھا۔اسکے شکوے پہ مرحاشاہ نے بھی اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا جیسے اسے بھی یہی تحریر بولنا چاہ رہی ہو۔

تیری چاہتوں میں کتنا تڑپے ہیں

ساون بھی کتنے تجھ بن برسے ہیں

زندگی میں میری ساری جو بھی کمی تھی

تیرے آجانے سے اب نہیں رہی ہے

میری زندگی تو ہنوز ادھوری ہے!! یہ گانا ہم پہ پرفیکٹ نہیں فٹ ہو رہا!! ہم پہ "ہماری ادھوری کہانی" فٹ آتا ہے۔۔مرحاشاہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی سرد و سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

شٹ اپ!! اللہ نہ کرے ہماری کہانی ادھوری رہے! کیا اول فول بولے جا رہی ہو۔۔۔زوریز شاہ اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت خطرناک حد تک بڑھاتا برہم ہوا تھا۔

جب تم اول فول بولتے ہو!! کبھی سوچا ہے مرحاشاہ کے دل پہ کیا گزرتی ہے؟؟۔۔۔وہ خود سے کئے اپنے سارے عہد بھولتی آج پھر سے اس سے شکوہ کر بیٹھی،ایک آنسو آنکھوں سے ٹوٹ کے اسکی عارض پہ پھسلا تھا جسے زوریز شاہ نے اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے اپنے لبوں سے شدت سے چنا تھا۔سب کے سامنے زوریز شاہ کی اس رومانٹک حرکت پہ ماحول زعفران ہوا تھا۔۔چاروں طرف سے ہوٹنگ کا شور اٹھا تھا۔۔سب کو لگ رہا تھا مرحاشاہ گانے کے بولوں پہ ایموشنل ہو چکی ہے جب کہ بات اس سے الٹ تھی۔۔اس اچانک افتاد پہ مرحاشاہ نے اسکی آف وائٹ قمیض کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتے اپنی سنہری آنکھیں پھیلائی تھیں۔۔

سدا ہی رہنا تم

میرے قریب ہو کے

چرایا ہے میں نے

قسمت کی لکیروں سے

زور۔ریز۔۔س۔سب۔۔۔بڑے۔۔۔دیکھ۔۔۔رہے۔۔ہیں۔۔۔وہ اسے سب بڑوں کا احساس دلاتی دبے دبے غصے سے بولی تھی۔ لہجہ خود بخود لڑکھڑا گیا۔۔وہ چاہے جتنی مرضی بولڈ تھی لیکن سب کے سامنے اسکی اس حرکت پہ اسے شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔جو ڈانس کرنے کی بجائے اسکے ساتھ رومانس میں مصروف تھا۔

دیکھنے دو!! کیا انہوں نے کبھی رومانس نہیں کیا؟۔۔۔وہ اپنی صحت پہ کوئی بھی اثر لئے بنا کندھے آچکا کے گویا ہوا البتہ اسکے لہجے میں دبے دبے غصے محسوس کر کے وہ اس سے اپنا چہرہ دور کر گیا کجا کہ اسکی جنگلی منکوحہ غصے سے سب کے سامنے اسکا چہرہ ہی نہ نوچ ڈالے۔

اتنی بے شرمی سے نہیں کیا ہو گا۔۔مرحاشاہ نے اسے غصے سے شرم دلائی تھی۔۔

اگر میں نے بے شرمی دیکھائی ہوتی تو ابھی تک تم پریگننٹ ہوتی یا میرے دو چار بچوں کی ماں!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا اسکا ہاتھ پکڑ کے اسے گول گول گھماتا ایک دم سے اپنے قریب کھینچتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتے گویا ہوا تھا۔۔یہ پہلا ڈانس سٹیپ تھا جو زوریز شاہ نے سب کے انتظار پہ رحم کھاتے ہوئے لیا تھا۔ہوٹنگ کا شور ایک دفعہ پھر سے بلند ہوا تھا۔اسکے اپنی طرف کھینچنے پہ مرحاشاہ لہراتی ہوئی اسکے چوڑے سینے میں سمائی تھی جبکہ اسکی بے باک بات پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی مارے شرم اور غصے کے۔۔

چھوڑو مجھے ورنہ میں واقعی ہی سب کے سامنے تمہارا منہ نوچ لوں گی!!۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں شیرنیوں سی سرخی لئے اسکے سینے پہ نامحسوس انداز میں اپنے ناخن گاڑتی ہوئی غرائی تھی۔۔

نہیں چھوڑ رہا! اب منہ نوچ ہی رہی ہو تو میں تمہیں مفت مشورے سے نوازتا چلوں! سمپل کس کی بجائے ڈیپ کس کرنا!!۔۔وہ اسکے گال کو پیار سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا لبوں پہ مبہم سی مسکراہٹ سجا کے بولتا بے حد پیارا لگا تھا۔مرحاشاہ کے علاوہ سب نے پہلی دفعہ اسے مسکراتے دیکھا تھا جبکہ مرحاشاہ جانتی تھی وہ اسے تنگ کرنے کی غرض سے کمینگی سے مسکرا رہا ہے۔

تم۔۔تمہیں۔۔شرم۔۔نہیں۔۔آ۔۔رہی؟؟۔۔۔مرحاشاہ نے اس کے سینے پہ بالآخر غصے سے مکا جھڑتے دبے دبے غصے سے استفسار کیا۔۔

پھر وہی بات؟ شرمایا تو میں اپنے پیدا ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا ڈارلنگ اور نہ ہی میرے بچے شرمائیں گے! تم کیا بات کر رہی ہو؟؟۔۔۔زوریز شاہ ہولے سے ہنستے ہوئے بے شرمی کے تمام ریکارڈ توڑتا اسکے کان میں بے باکی سے بھرپور سرگوشی کر گیا۔اسکی سرگوشی کا مطلب سمجھتے مرحاشاہ کے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔اس نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے قمیض کے اوپر سے ہی اسکے سینے پہ اپنے ناخنوں کا زور بڑھایا تھا۔زوریز شاہ نے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتے ایک آخری بار اسے گھما کے اسکی پشت کو اپنی کمر کے ساتھ لگایا۔۔

سب کو خدا حافظ کرو!! دو گھنٹوں تک ہماری پاکستان کی فلائٹ ہے!!۔۔۔اسے ضبط سے آنکھیں میچتے دیکھ کے زوریز شاہ نے سنجیدگی سے بولتے اسکی کمر سے اپنے ہاتھ ہٹائے تھے۔۔

فلائٹ؟؟ کیوں زوریز شاہ؟؟ تم آخر مجھے سکون سے جینے کیوں نہیں دیتے ہو؟؟ تم جانتے ہو میں اپنی دوست کی شادی اٹینڈ کرنے لندن آئی تھی۔تم یوں مجھ پہ اپنا رعب نہیں جھاڑ سکتے۔۔۔

مرحاشاہ غصے سے پاگل ہوتی اپنا رخ اسکی طرف موڑتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیخی،اسکے چیخنے پہ سر پہ موجود زوریز شاہ کی چادر کھسکی تھی۔

اس میں اتنا چیخنے والی کیا بات ہے؟ کل ازمیر کا عقیقہ ہے!! ہمارا وہاں پہ ہونا ضروری ہے کیونکہ میں اپنے بھانجے کا عقیقہ مس نہیں کرنا چاہتا!!۔۔۔زوریز شاہ نے ناگواری سے اسکے سر سے کھسکتی اجرک کو ٹھیک کرتے اسے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔ازمیر کے عقیقے کا سن کے اسکی زبان کو بریک لگی تھی۔۔وہ تو بھول ہی چکی تھی کہ وہ ایزل شاہ سے وعدہ کر کے آئی ہے۔وہ نوال کی بارات اٹینڈ کرتے ہی پاکستان کی فلائٹ کروالے گی تاکہ ازمیر کے عقیقے پہ جلدی سے پہنچ کے ایزل شاہ کی مدد کروا سکے۔۔

تو نہ کرو مس!! تم جاؤ میں کل خود چلی جاؤں گی جس طرح سے میں یہاں پہ آئی تھی!!۔۔۔وہ ڈھیٹائی سے اسکی بات کی نفی کر گئی۔۔

اٹھا کے لے جاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ اسے چیلنجنگ نگاہوں سے دیکھتا اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے ہوئے گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔۔اب گانے کے آخری بول جاری تھے۔

تیری محبت سے سانسیں ملی ہیں

سدا رہنا دل میں قریب ہو کے

کاش تم فوج میں برتی ہونے کی بجائے شرم کی دیگ میں گر جاتے!! تو آج اتنے بے باک نہ ہوتے!!۔۔۔وہ کلس کے گویا ہوتی جلدی سے اس سے فاصلہ بناتی باقی سب کی طرف بڑھ گئی۔ اسکے جملے پہ زوریز شاہ نے اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔ گانا ختم ہو چکا تھا، تمام لائٹس آن ہو گئی جب کے سب نے ہوٹنگ کرتے ہوئے انہیں داد پیش کی تھی اسپیشلی زوریز شاہ کو جس نے ڈانس کم اور رومانس زیادہ کیا تھا۔

شرم کی بجائے بے شرمی کی دیگ میں تو تم سمیت اپنے بچوں کو لے کے گروں گا ڈارلنگ پھر مل کے ڈبکیاں لگائیں گے!! ۔۔۔وہ زیر لب بولتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔

جہاز اڑان بھر رہا ہے ڈارلنگ چیخنا کب شروع کرو گی؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے قریب بیٹھی مرحا شاہ کے قریب ہوتا شرارت سے بولا تھا جو کب سے منہ سجائے اس کے پہلو میں ریلیکس انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جہاز کے اڑان بھرنے پہ مجال تھی جو اس کی انوکھی بیوی کے چہرے پہ ذرا سی خوف کی لکیر بھی آئی ہو۔

پہلی دفعہ سفر نہیں کر رہی میں!! دور ہو کے بیٹھو۔۔۔وہ تپے ہوئے انداز میں بولی تھی۔ زوریز شاہ اس کے منہ سے دور ہونے کا سن کے اسکے مزید نزدیک ہوا تھا۔۔ اس قدر نزدیک کہ مرحا شاہ اب مکمل طور پہ اسکے حصار میں اسکے ساتھ چپک چکی تھی۔

اتنا دور ٹھیک ہے یا مزید دور ہو جاؤں؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے آبیبرو آچکا کے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ مرحا شاہ نے دل میں خود کو سلیوٹ کیا تھا جو کب سے اس کریک فوجی کی الٹی سیدھی حرکتیں برداشت کر رہی تھی۔۔

اتنا پیار ٹھیک ہے یا مزید پیار کروں شاہ صاحب!!۔۔۔ مرحا شاہ شرمانے کی بجائے اسکے گلے کی ہڈی پہ اپنے ناخن گاڑتی کلس کے بولی۔ زوریز شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔۔ وہ اسکی شہ رگ کو اپنے ناخنوں سے جنگلیوں کی طرح نوچ رہی تھی جبکہ اسکے منہ سے خود کے لئے شاہ صاحب سنتے زوریز شاہ نے اس پہ مکمل طور پہ جھک کے اسکے بالائی لب کو اپنے ہونٹوں میں دبایا تھا۔۔ اسکے لب کب سے ہلتے ہوئے اسکی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔۔ زوریز شاہ کی پلین میں اس حرکت پہ اسکی گردن پہ موجود مرحا شاہ کے ناخنوں کا دباؤ خود بخود کم ہوا تھا۔۔ وہ اسکے کھلے عام رومانس پہ ایک دفعہ

پھر سے اپنی آنکھیں پھیلا گئی۔۔اس نے زوریز شاہ کے کندھے سے اپنا سر کچھ اوپر کی طرف اٹھا کے دوسرے لوگوں کو دیکھا تھا جو ان کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے اپنے پارٹنرز کے ساتھ مصروف تھے۔۔

صرف یہی پہ پیار ٹھیک ہے یا تمہارے نچلے ہونٹ کو بھی اپنی شدت سے رنگوں؟؟۔۔۔زوریز شاہ اسکے نچلے ہونٹ کو خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا آئیبرو آچکا کے بے باکی سے بولا۔

اگر میں یہاں ٹھیک سے ریکٹ نہیں کر رہی تو یہ نے سمجھنا زوریز شاہ میں تمہیں بخش چکی ہوں!! شکر مناؤ جو میں نے تمہیں نوال کی شادی پہ اور اس پلین میں ذلیل نہیں کیا ورنہ تم مرحا شاہ کو جانتے ہو وہ خود کو رلانے والوں کو کس طرح سے ناکوں چنے چبواتی ہے!! میں وہ رات ساری زندگی نہیں بھولوں گی جب تم نے مجھے دھتکارا تھا۔۔وہ دبے دبے انداز میں نیچی آواز میں غراتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔۔زوریز شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

تمہاری انہی باتوں کی وجہ سے میں تم سے دور ہو جاؤں گا مرحا شاہ!! تم مجھے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ مجھ سے الٹی لڑائی لیتی ہو!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی کنپٹی کو سہلاتا ختمی لہجے میں بولتا ہوا اس سے فاصلہ قائم کر گیا۔۔اسکا فاصلہ قائم کرنا مرحا شاہ کو بری طرح سے چبھا تھا لیکن اتنی بری طرح سے نہیں چبھا تھا جتنی بری طرح سے اسکے الفاظ دل میں چبھے تھے۔۔

ہاں میں ایسی ہی ہوں!! تم بھی دور ہو جاؤ جیسے ماما مجھے پیدا کرتے ہی مجھ سے دور ہو گئی تھیں۔۔وہ اپنے آنسو ضبط کر کے لاپرواہ بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولتی اپنا رخ ونڈو کی جانب کر گئی۔۔اس کے الفاظ پہ زوریز شاہ نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔۔مرحا شاہ کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا سا اٹکا تھا۔وہ کافی مشکل سے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کئے ہوئے تھے۔۔

تمہارا یہ شوق بھی جلد پورا ہو جائے گا!! دعائیں کرو میرے مرنے کی!! ۔۔۔وہ بھی لاپرواہی سے بولتا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔ہمیشہ کی طرح اس کے ظالم الفاظ پہ مرحا شاہ نے دہل کے اس کی طرف دیکھا تھا جو اب اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

تم بہت بے حس ہو!! تم دھوکے باز ہو! جھوٹے ہو تم!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ زور زور سے مکے جھڑتی غم وغصے کی شدت میں چلائی۔۔ اسکے یوں چلانے پہ زوریز شاہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں، جب کہ باقی سب کی نظریں بھی ان دونوں کی طرف اٹھی تھیں۔۔ زوریز شاہ نے اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے سینے پہ گراتے باقی سب کو غصے سے دیکھا تھا جو بلاوجہ ان کی طرف دیکھتے مزے لے رہے تھے۔۔ زوریز شاہ کے یوں دیکھنے کی دیر تھی جب سب اپنی نظروں کا زاویہ بدل کے اپنے کندھے آچکا گئے۔۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟ کیا تم بے حس نہیں ہو؟ کیا تم ظالم نہیں ہو؟۔۔۔زوریز شاہ اسکی سنہری آنکھوں میں اپنی ہری آنکھیں گاڑتا ہوا دبے دبے غصے سے گویا ہوا۔ مرحا شاہ نے اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتے اپنی پوری قوت سے اس کے کسرتی سینے پہ اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ زوریز شاہ کا دل دھڑکا تھا اسکی اس اچانک حرکت پہ۔۔

بے حس!! ظالم جابر کریک فوجی!!۔۔۔وہ غصے سے بھرائی آواز میں بولتی ہنوز اسکے سینے پہ اپنے دانتوں سے کا دباؤ بڑھاتی اپنا غصہ اتار رہی تھی۔ اس کے دیئے گئے ناموں پہ وہ زیر لب مسکراتا اسکی کمر پہ نرمی سے اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے ریلیکس کر رہا تھا جو جنگلی بنتی اپنے دانتوں سے اسکا سینہ زخمی کر رہی تھی۔

تمہیں معاف نہیں کروں گی!! ترسو گے مجھ سے بات کرنے کو!!۔۔وہ اس سے بات کرتے ہوئے بھی غصے سے اسے دھمکیاں لگا رہی تھی۔

میں بھی معاف نہیں کروں گا تمہیں!! کمانڈر کی بیٹی تو ویسے بھی مجھ پہ مر مٹ چکی ہے!!۔۔وہ بھی اسی کے انداز میں مصنوعی غصے سے بولتا اپنی مسکراہٹ ضبط کر گیا۔۔ ارادہ اسے تنگ کرنے کا تھا۔۔ اسکے منہ سے کمانڈر کی بیٹی کا ذکر سنتے ہوئے مرحا شاہ نے اس کے سینے پہ پہلے سے زیادہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا اور اس قدر بڑھایا تھا کہ وہ بے ساختہ کراہ اٹھا۔۔

تم پہ مر مٹنے والیوں کو واقعی ہی مر جانا چاہیئے!! چاہے وہ کوئی غیر لڑکی ہو یا تمہارے نکاح میں موجود مرحا شاہ ہو!۔۔۔وہ اس کے سینے سے اپنا چہرہ اٹھا کے غصے سے بولتی اس سے دور ہوئی تھی۔۔ صورتحال کو پھر سے سیریس بنتے دیکھ کے زوریز شاہ نے خود کو کوستے ہوئے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

مذاق کر رہا تھا میں!!۔۔۔وہ اپنی ناک چڑھاتا ہوا اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے بولا لیکن اس نے کوئی ریکشن نہیں دیا تھا وہ ہنوز ونڈو کی طرف دیکھتی رہی۔۔

مذاق مذاق میں دوسری شادی بھی رچا لینا! مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا!!۔۔۔وہ غم و غصے کی کیفیت میں نیچی آواز میں غرائی۔۔

پہلی شادی ہو کے نہیں دے رہی اور بات کرتی ہو دوسری کی!!۔۔۔زوریز شاہ کو اپنی پہلی شادی کا غم کھائے جا رہا تھا۔ اس وقت اسے جیسے رخصتی کے پرمٹ کی اشد ضرورت تھی۔۔اس مرتبہ وہ خاموش رہی۔۔وہ شاید اسکی باتوں کو مذاق کی نظر کر دینا چاہتا تھا لیکن وہ واقعی ہی اس سے اس رات کو لے کے بے حد ناراض تھی!!

جانِ تمنا۔۔۔۔۔میگا قسط76

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

آئے میلا بیٹا تو گنجا ہو کے اور بھی ہینڈسم لگ رہا ہے!! گنجا ہینڈسم!! کیا کہتے ہو اب تمہارا نام میر سے چینج کر کے گنجا ہینڈسم رکھ دیں؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے بیٹے کے منڈے ہوئے سفید سر پہ ہولے سے اپنے لب رکھتا قہقہ لگاتے ہوئے اسکا مذاق اڑا رہا تھا جو اپنے ماتھے پہ تیوری چڑھائے اپنے کھسکے ہوئے باپ کو دیکھ کم اور گھور زیادہ رہا تھا۔۔شاید نہیں یقیناً اسے اپنے باپ کی یہ اوچھی باتیں پسند نہیں آ رہی تھیں۔

آج ازمیر شاہ کے سر کے بال کٹواتے ہوئے اسکے باپ نے اسکے بالوں کے وزن سے کئی گنا زیادہ سونے کا صدقہ دیا تھا)

خبر دار جو میرے شہزادے کو آپ نے کوئی الٹا سیدھا نام دیا تو!!۔۔۔سفید شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد بلیک اجرک لٹکائے ارزم شاہ سیڑھیوں سے اتر کے اس کے نزدیک آتا دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔وہ کاظم شاہ کے منہ سے اپنے بھتیجے کے لئے گنجا ہینڈسم سن چکا تھا! اور اپنے شہزادے کے تنے نقوش دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا وہ اس وقت اپنے باپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔۔اس وقت لاؤنج میں صرف کاظم شاہ، ارزم شاہ اور ازمیر شاہ ہی موجود تھے باقی سب اپنے کمروں میں تیار ہو رہے تھے۔۔کاظم شاہ ابھی ازمیر کو اپنے کندھے سے لگائے ایزل کے کمرے کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کی آواز پہ اس نے رخ موڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا جو پورے تین سے چار دن بعد نکھرا نکھرا سا تیار ہوا تھا جیسے پہلے چوبیس گھنٹے تیار رہتا تھا۔پہلے اور اب میں فرق صرف اتنا تھا کہ اسکی ہلکی گھنی شہد رنگ بیرڈ اب پہلے سے بڑھی ہوئی اس پہ مزید جچ رہی تھی جبکہ شرٹ کے اوپری بٹن جو ہمیشہ کھلے ہوتے تھے اب وہ ہمیشہ بند نظر آتے تھے۔وہ اب اپنے کھلے گریبان کی نمائش نہیں کیا کرتا تھا۔۔

اب تو میں اسے نام دے چکا ہوں!! بلکہ میں سوچ رہا ہوں اس کا نام پیدائش پرچی سے ازمیر شاہ تبدیل کروا کے نواز شریف رکھ دوں! کیوں میر؟۔۔کاظم شاہ اب اسکے سفید گول منڈے ہوئے سر کو تپلے کی طرح اپنے ہاتھ سے بجاتے اپنا سر پیچھے کی طرف پھینک کے دلکش قہقہ لگاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔اسے اپنے بیٹے کے اتنے دلچسپ ایکسپریشن دیکھ کے کمینی سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔اسکا دل کر رہا تھا اسے بالکل اسی طرح سے تنگ کرے جس طرح سے وہ کبھی

موڈ میں آتے ہوئے احان شاہ کو تنگ کرتا تھا۔ کاظم شاہ کے منہ سے خود کے لئے نواز شریف کا نام سنتے ہوئے ازمیر شاہ نے گلا پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ اب تو جیسے اس کا ضبط جواب دے چکا تھا۔۔ اسے روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اپنی ہنسی کو بریک لگائی تھی جبکہ ارزم شاہ جو اتنے دنوں سے سنجیدہ اور غصے سے گھومتا پھر رہا تھا کاظم شاہ کی بات سنتے ہوئے ایک بھولی بھٹکی مسکراہٹ اسکے لبوں پہ پھیلی تھی۔۔

میر میں مذاق کر رہا تھا بابا کی جان!۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی ناک پہ اپنے لب رکھتے اسے معصومیت سے اپنی صفائی دی تھی لیکن وہ اس کی طرف دیکھنے کی بجائے روتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ صوفے پہ پھینکتے ہوئے بے تابی سے اپنے شہزادے کو اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔۔ کاظم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا جس کی بانہوں میں آتے ہی اس کا بیٹا خاموش ہو کے اب بھیگی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

چاچو کی جان نے اب گندے بابا سے کٹی کر دی ہے نا؟۔ اب بابا کو ہری جھنڈی دیکھا کے بائے بائے کرو شاباش!!۔۔۔

ارزم شاہ اپنے مغرور بھتیجے کے اتنے شریف اور معصوم انداز پہ اس کا ہاتھ پکڑ کے ہولے سے ہلاتا اسکی کاظم شاہ کو بائے بائے کرنے میں مدد کر رہا تھا۔ ابھی وہ لوگ آپس میں مصروف تھے جب اووزی کی کٹی بلیک پوشاک میں ملبوس سر پہ چھوٹا سا کراؤن لگائے اپنی پونچھ کو ہلا ہلا کے سیڑھیوں سے اترتی انہی کی طرف ارہی تھی۔ اسے میرال شاہ نے اپنے کمرے میں تیار کروا کے نیچے بھیجا تھا۔۔ میرال شاہ نے اس کی اور ازمیر کی ایک جیسی میچنگ کی تھی کیونکہ ان چند دنوں میں ہویلی کے مکینوں کی بجائے ملازم تک جان چکے تھے کہ کاظم شاہ اپنے بیٹے کے عقیقے پہ اسکی اور کٹی کی منگنی کی رسم کرنے والا ہے!! جس کی وجہ سے میرال شاہ نے اس کی اور ازمیر کی ایک جیسی میچنگ کی تھی۔۔ ازمیر کا لباس اور اسکا جوتا تو ارزم شاہ بذات خود خرید کے لایا تھا جبکہ باقی ہویلی والوں کے لباس سیلکٹ کرنے کی ذمہ داری میرال شاہ نے اپنے سر پہ کی تھی جس میں کٹی بھی شامل تھی۔۔ اس نے ٹیلر سے خصوصی طور پہ ایزل شاہ کی سفید لمبے لمبے بالوں والی معصوم کٹی کے لئے آرڈر پہ لباس تیار کروایا تھا جس میں وہ مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔

لو آگئی میری سوتن!! کٹی کو اپنی طرف آتے دیکھ کے کاظم شاہ دانت کچکچاتے ہوئے دبے دبے غصے سے بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

تم ایسا کرو میرے بیٹے کی منگ (کٹی) کو کچھ ٹھنڈا گرم (ذہر) پلاؤ! میں ذرا اپنی بیوی سے ملاقات کر آؤں! رومانٹک سی! اور ہاں تب تک ٹھیک سے سنبھالو میرے بیٹے کو!!۔۔ اپنے دونوں دشمنوں یعنی کٹی اور ازمیر شاہ کو باہر دیکھتے ہوئے کاظم شاہ مزید سلگنے کی بجائے سمجھداری کا مظاہرہ کرتا کندھے اچکا کے شوخ انداز میں بولتا آخر میں ارزم شاہ پہ روعب جھاڑتے ہوئے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ آج کل بیوی کے آس پاس ہونے پہ اتراتا ہوا سب کو ان کی بیویوں سے دوری پہ اچھے خاصے ٹانٹ مار دیا کرتا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اسکی چوڑی پشت کو گھورتے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔ بیوی کے ذکر پہ ایک نازک اور بیوقوف سی لڑکی آنکھوں کے پردوں پہ لہرائی تھی جس سے وہ اس دن کے بعد نہیں ملا تھا لیکن اگلے ہی پل وہ اسکا خیال جھٹک گیا۔۔

آؤ چاچو کی جان اپنے شہزادے کو تیار کرے!!۔۔۔ ارزم شاہ پیار سے بولتا کٹی کو مسکرا کے دیکھتے ہوئے صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔ شاپنگ بیگ سے ازمیر شاہ کے لئے خریدی گئی سیاہ شلوار قمیض نکالتے ہوئے ارزم شاہ نے اسے بے حد احتیاط سے پہنائی تھی جس پہ ازمیر شاہ نے کسمساتے ہوئے رونے والا منہ بنایا تھا۔۔ ارزم شاہ اسے پیار سے ڈیل کرتا اب اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی سلور چین نکال چکا تھا جو اسکے ہاتھ جتنی بھی نہیں تھی۔۔ ازمیر شاہ اب اپنے منہ میں انگلی ڈالتے ہوئے ٹکر ٹکر اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

چاچو اور چاچو کا شہزادہ سیم سیم چین پہنیں گے!! اوکے؟۔۔۔ ارزم شاہ پیار سے اسکی ناک اپنی پوروں سے دباتا اب اسکی چھوٹی سی گردن میں اپنی طرح کی سلور چین پہنا رہا تھا جس پہ ازمیر شاہ بے ساختہ کھکھلایا تھا۔ ارزم شاہ کی سفید گردن میں چھلکتی سلور چین اور ازمیر شاہ کی گردن میں پہنائی سلور چین دونوں بالکل ایک جیسی تھیں جس پہ اب وہ دونوں اصل میں چاچو اور چاچو کا شہزادہ معلوم ہو رہے تھے۔۔

ماشاءاللہ!!۔۔۔ اپنے اتنے پیارے بھانجے کو سیاہ شلوار قمیض میں پیار سے دیکھتے ہوئے ازمیر شاہ نے بے ساختہ ماشاءاللہ بولتے ہوئے اسکے ماتھے کو چوما تھا۔۔ اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکال کے وہ ازمیر کے سر سے وارتا کسی ملازمہ کو آواز دینے ہی والا تھا جب اسکی نظروں سینٹرل ٹیبل پہ بیٹھی کٹی کی طرف اٹھی تھیں جو اپنے پنجے چاٹتی ہوئی اپنے ہونے والے منگیتر (ازمیر شاہ) کو ندیدی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

چل سر آگے کر تیرا بھی صدقہ دے دوں!! اللہ نا کرے جو کبھی ہمارے پرفیکٹ کپل کو کسی کی نظر لگے!۔۔۔ارزم شاہ کھکھلا کے ہنستا کٹی کے سر سے بھی یہی نوٹ وارتے ہوئے سر جھٹک کے بولا۔۔ان دونوں کے لئے پرفیکٹ کپل کا لقب وہ اکثر اوقات کاظم شاہ کے منہ سے سن چکا تھا۔

آج ازمیر شاہ کی پیدائش کو سات دن ہو چکے تھے۔۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد شاہ حویلی کے بڑے سے لان میں اسکے عقیقے کی تقریب تھی۔اس وقت رات کے سات بج رہے تھے جب وہ ازمیر شاہ کو ارزم شاہ کے حوالے کئے ابھی ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا جب نظریں سامنے آئینے کے سامنے کھڑی ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں۔۔اسکی طرف نظریں اٹھنے کی دیر تھی جب کاظم شاہ کی ہیزل گولڈن آنکھیں کچھ پل کے لئے ساکت ہوئی تھیں۔کاظم شاہ نے اپنی پلکوں کو جھپکنے سے بعض کرتے ہوئے دیوانوں کی طرح ایزل شاہ کے پورے وجود کا طواف کیا تھا۔وہ اسے پورے نو ماہ بعد اس رنگ میں دیکھ رہا تھا!! اسی رنگ میں جو وہ آخری بار خود اسے پہنا کے گیا تھا۔وہ اسے دیوانوں کی طرح دیکھ ہی رہا تھا جب اسکی گیلی زلفوں کو پشت پہ بکھرے دیکھ کے کاظم شاہ کا سکتا ٹوٹا تھا۔وہ اپنے پیر کی ٹھوکر سے زور سے دروازہ بند کرتا ہوا تیزی سے ایزل شاہ کی طرف اپنے قدم بڑھا گیا۔۔دروازہ بند ہونے کی زوردار آواز سنتے ہوئے ایزل شاہ نے آئینے سے نظریں ہٹاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا اور پھر ہمیشہ کی طرح کاظم شاہ کو اپنے کمرے میں آتے دیکھ وہ سنجیدگی سے اپنی نگاہیں پھیر گئی۔اب تو یہ معمول بن چکا تھا وہ اسکے منع کرنے کے باوجود اسکے کمرے میں آتا تھا، اپنی من مرضی کرتے ہوئے اسکی لاکھ مزاحمت پہ بھی خود کو اسے چھونے سے بعض نہیں کرتا تھا۔رات کو ضد سے ازمیر کو اس سے دور اور کٹی کے قریب سلا کے اسکے پہلو میں سوتا تھا۔۔ صبح جاگتے ہی اسکے ہونٹ چومتا کم تھا جب کہ اسکی سانسوں کو زیادہ روکتا تھا جس پہ وہ اپنی نیند خراب ہونے پہ اسے اپنی سرخ نیلی آنکھوں سے غصے سے گھور کے رہ جاتی۔ایزل شاہ نے تو اب اسے بلانا ہی چھوڑ دیا تھا وہ اسکی کسی بات کا جواب نہیں دیتی تھی۔۔وہ جب بھی اسکے آس پاس ہوتا تھا وہ اس کے لیے واقعی ہی گونگی جیری بن جایا کرتی تھی۔۔ایزل شاہ کی زندگی اب صرف ازمیر شاہ کے ارد گرد گھومتی تھی۔پہلے پہل تو وہ پوری کوشش کرتی تھی کاظم شاہ اس کے بیٹے سے دور رہے اسے ہاتھ بھی نہ لگائے لیکن اس دیو ہیکل وجود کے مالک انسان کو قابو کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔۔ آج

کل تو وہ ویسے بھی ظالم شاہ سے ضدی شاہ بن چکا تھا۔ وہ اسے جس کام سے غصے سے منع کر دیتی وہ وہی کام کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

ایزل شاہ کا یوں نظریں پھیرنا کاظم شاہ کو بری طرح سے کھلا تھا، ایزل شاہ کے سامنے آج اس نے تقریباً نو ماہ بعد کالی شلوار قمیض ذیب تن کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی دیوانی اووزی پاگل ہوتی تھی اسے کالی شلوار قمیض میں دیکھ کے !! وہ آج کالی شلوار قمیض پہ تضاد گلے کے گرد کالی اجرک لٹکائے پیروں میں کالی ہی پشاوری چپل پہنے اپنے خوبصورت نقوش اور سحر زدہ ہیزل گولڈن آنکھوں کے ساتھ بے حد وجیہہ اور شاندار مرد لگ رہا تھا۔ گھنی گولڈن بیرڈ مونچھیں، اور گولڈن ہی چمکتے سلکی بال اسکی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کر رہے تھے۔۔

اسکی نظر اندازی پہ وہ اپنے جبڑے بھینچتا اس کے نزدیک آ کے کھڑا ہوا تھا۔ ایزل شاہ ہنوز اسے نظر انداز کرتی اپنے کانوں میں سلور جھمکے پہننے میں مصروف تھی۔ کاظم شاہ کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ یہ تک بھول چکی تھی کہ وہ اس وقت بغیر دوپٹے کے کھڑی ہے۔ وہ آئینے میں کاظم شاہ کو اپنے اس قدر قریب کھڑے ہوتے دیکھ چکی تھی لیکن مجال تھی جو اس نے اسے گھاس ڈالتے ہوئے ایک نظر بھی اٹھا کے دیکھا ہو؟

نہائی کیوں ہو؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی گیلی زلفوں کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں الجھاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔ اسکے عجیب سے سوال پہ ایزل شاہ نے آئینے سے نظر آتے اسکے عکس کو ناسمجھی سے دیکھا تھا۔۔ وہ اسکے سوال کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟؟۔۔۔ اسے خاموش دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کا لہجہ سرد ہوا تھا۔۔

فضول سوالات کے جواب دینے کی عادت نہیں ہے مجھے۔۔۔۔ وہ سنجیدگی سے نپے تلے انداز میں جواب دیتی کافی کانفیڈنس سے اب اپنے لبوں پہ سرخ لپ رنگ چڑھا رہی تھی۔ اس نے اسے اس طرح سے جواب دیا تھا جیسے اسکی ذات پہ احسان کر رہی ہو اور یہ احسان اس نے پورے ایک دن بعد کیا تھا ورنہ تو جیسے وہ چپ کا روزہ رکھے ہوئے تھے جسے توڑنے سے وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہو جاتی۔۔

یہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ میں کتنا کمینا اور بد دماغ ہوں۔۔ بدتمیز جواب سننے کی عادت نہیں ہے مجھے !! لہذا جو پوچھا ہے اسکا جواب دو! کیوں نہائی ہو؟!۔۔ اس چھٹانک بھر کی اووزی کو خود کے آگے یوں پٹر پٹر

جواب دیتے دیکھ کے وہ ہمیشہ کی طرح جی بھر کے سلگتا ہوا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ لہجہ ضدی تھا جیسے اپنے سوال کا جواب ہر حال میں لینا چاہتا ہو۔

نہانا گناہ ہے؟؟۔۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکی بے تکی ضد پہ بھڑکتے ہوئے جواب دینے کی بجائے غصے سے سوال کر ڈالا

۔۔

ہاں یہی سمجھ لو! اب جواب دو ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی تمہیں اس حالت میں نہانے کی؟؟۔۔۔۔ وہ بھی جوابا بھڑکا تھا۔ لہجے میں ہمدردی، فکر اور غصے کے تاثرات واضح تھے۔۔ ایزل شاہ نے پھر سے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا وہ سمجھی نہیں تھی وہ کس حالت کی بات کر رہا ہے۔۔ وہ بھول چکی تھی اس کے سٹیچز والا زخم ابھی کچا ہے۔۔

میری مرضی!! یہ کیسے سوال کر رہے ہیں آپ؟۔۔۔۔ وہ اسکے ضدی انداز پہ دانت کچکچاتے ہوئے بولی تھی۔۔

اسکے انجان تاثرات پہ کاظم شاہ نے جھک کے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتے ہوئے اسے سمجھایا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔۔ اسکی سرگوشی سنتے ہوئے ایزل شاہ کے پورے وجود کا خون سمٹ کے اس کے چہرے پہ آیا تھا۔۔

اب سمجھ میں آئی کس حالت کی بات کر رہا تھا میں؟۔۔۔۔ اسکی کان کی لوئیں سرخ دیکھتے ہوئے کاظم شاہ آئینے میں اسکا عکس دیکھتے آبیبرو آچکا کے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے اسے خود سے دور ہٹانے کی پوری تگ و دو کی تھی لیکن وہ کہاں اسکی گرفت میں آدھی انچ بھی ہل سکتی تھی؟ کاظم شاہ کا ایک ہاتھ اسکی کمر کے گرد کسی سانپ کی مانند لپٹا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ چاہ کے بھی ہل نہیں پا رہی تھی۔۔

آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے چھوڑیں مجھے!!۔۔۔ اپنی لاکھ مزاحمت پہ بھی اسے ایک انچ بھی خود سے دور نہ ہٹتے دیکھ کے وہ غصے سے چیخی تھی۔ چہرے کے نقوش میں جتنی معصومیت تھی لہجے میں اتنی ہی بدتمیزی تھی۔۔

میں تمہاری فکر کر بھی نہیں رہا!! اپنے بیٹے کی اماں کی فکر کر رہا ہوں!! خوش فہمی میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اسکی بدتمیزی پہ وہ لب بھینچتے ہوئے سرد لہجے میں بولتے اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگا کے اسکا اور اپنا عکس آئینے میں دیکھنے لگا۔ وہ دونوں شریک حیات اس وقت کالے لباس میں ملبوس غضب ڈھا رہے تھے۔۔ ایزل شاہ کے لئے کالا

پیروں کو چھوتا فراک تو میرال شاہ نے خود خریدا تھا جبکہ کاظم شاہ نے جان بوجھ کے آج کالا لباس پہن کے اس کے ساتھ میچنگ کی تھی تاکہ وہ جو اتنے دنوں سے اس سے روٹھی روٹھی غصیلا اور سرد انداز اپنائے نظریں پھیر رہی ہے آج نظر بھر کے اسکی طرف دیکھے جس طرح سے پہلے دیوانی بنتی اسے کالے لباس میں دیکھ کے اسکی تعریف کیا کرتی تھی لیکن۔اس کی چھوٹی سی اووزی ظالم بنتی ہوئی اسکی معصوم خواہشات پہ پانی پھیر چکی تھی۔وہ تو جیسے خود کے آگے اسے کچھ سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔۔

میں خوش فہم ہو بھی نہیں رہی!! یہ عادت چھوڑ دی ہے!!۔۔۔وہ سر جھٹک کے سنجیدگی سے بولتی اپنے ہاتھ میں پکڑی لپ اسٹک ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ ہی تھی جب آئینے میں نظر اپنے نشیب و فراز کی طرف اٹھی تھی جو اسکے جھکنے کی وجہ سے اپنی جھلک دکھلاتے کاظم شاہ کا ایمان خراب کر رہے تھے۔۔ایزل شاہ جلدی سے سیدھی ہوتی اپنی فراک کو کندھوں سے پیچھے کی طرف کرتی اسکی بے باک نظروں سے بچنے کی غرض سے اپنے دوپٹے کی تلاش کے لئے نگاہیں گھما رہی تھی جو اس سے کئی دور بیڈ پہ پڑا اپنی ناقدری پہ رو رہا تھا۔۔

اگر تمہارے نہانے کی وجہ سے تمہارا زخم خراب ہوا نا ایزل شاہ تو خیر منانا اپنی!! وہ اسکے جواب پہ نظر ثانی کرنے کی بجائے اس کے سراپے پہ اپنی خمار آلود نگاہیں گاڑتا وارننگ دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

مجھے آپ کی جھوٹی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے!! میرے زخموں پہ نمک تو اس وقت چھڑکا جاتا ہے جب میں آپ کو اپنے ارد گرد دیکھتی ہوں!! آپ کو دیکھ کے مجھے اپنی بے بسی یاد آتی ہے!! مجھے یاد آتا ہے جب ہویلی کی لاڈلی ہویلی کے بڑے ظالم سپوت کے آگے گر گرائی تھی۔مجھے یاد آتا ہے جب ہویلی کے اس بے حس شاہ کو پانے کے لئے اس لاڈلی نے چڑھتی جوانی میں خود کو روگ لگایا تھا۔۔اس پاک دامن شاہ کے کردار کو داغدار کرتے ہوئے اپنی بڑھتی جوانی کو برباد کیا تھا۔۔اس گناہ کی مرتکب بنتے ہوئے اپنے اللہ کو خود سے شدید ناراض کیا تھا!! میں مان چکی ہوں آپ کا کردار بہت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا جبکہ ہویلی کی لاڈلی ایزل شاہ صرف ایک بیوقوف نادان اور گندے کردار کی۔۔۔ابھی ایزل شاہ نم آنکھیں لئے غصے سے مزید غراتی جب کاظم شاہ نے اس کے منہ سے "گندے کردار" جیسا ناگوار لفظ سنتے ہوئے غصے سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ایزل کاظم شاہ!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس اپنی پوری قوت سے غرایا۔ اسکے غرانے پہ ایزل شاہ کی آواز کو بے ساختہ بریک لگی تھی۔۔

مجھے میرے رحم و کرم پہ چھوڑ دیں آپ کو خدا کا واسطہ ہے!! میں اور میرا بیٹا ایک دوسرے کے لئے کافی ہیں!! اگر تو آپ اپنے بیٹے کی وجہ سے مجھ سے اچھے تعلق استوار کرنا چاہ رہے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہو گا!! آپ اپنی پرانی باتوں پہ عمل کرتے ہوئے آسٹریلیا جا کے دوسری شادی کر لیں کیونکہ میں آپ کے لائق نہیں ہوں! اپنے بیٹے کے لئے سمجھوتا کر کے مجھ جیسی لڑکی کے ساتھ اپنی آئیندہ زندگی برباد مت کیجئیے گا جو کہیں سے بھی آپ کے ساتھ فٹ نہیں آتی!!۔۔۔وہ بے تاثر لہجے میں قدرے مدھم لہجے میں بولتی اپنی فراک کے گلے کو ٹھیک کرنے میں مصروف تھی۔۔ فٹنگ بلیک خوبصورت سی فراک میں اس کا انگ انگ ایک دلکش منظر پیش کر رہا تھا، وہ اپنے نمایاں ہوتے خدوخال کو چھپانے کی غرض سے اپنے لمبے گیلے بھورے بال آگے کی طرف کرتی دونوں اطراف سے اپنے سینے پہ اچھے پھیلا گئی۔ وہ اپنے غصے کو پس پشت ڈالتا اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی غرض سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتا اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔۔ اسکے لرزتے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسکی کمر کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتے اپنے گھنے گولڈن بالوں میں انگلیاں پھیری تھیں۔۔

کہاں سے میرے ساتھ فٹ نہیں آتی تم؟؟ کیا تم ہر لحاظ سے میری مضبوط بانہوں میں فٹ نہیں آتی؟ کیا میری شدتیں برداشت کرتے ہوئے تم میرے حصار میں فٹ نہیں آتی تھی؟ کیا تم میرے کشادہ سینے میں چھپنے کی غرض سے فٹ نہیں آتی؟ کیا تمہاری نازک گلاب کی پنکھڑیاں میرے لبوں میں ٹھیک سے فٹ نہیں آتی؟ آخر بولنا کیا چاہ رہی ہو؟؟۔۔۔وہ اپنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتا مصروف انداز میں اتنی بے باک باتیں کہتا ایزل شاہ کو کھانسنے پہ مجبور کر گیا۔۔ وہ جو پرانی باتوں کو سوچ سوچ کے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی اسکی بے باک باتوں پہ حلق میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کی وجہ سے اسے اچانک سے اسے غوطہ لگا تھا۔۔ اسکی بے باک باتیں ہضم کرنا کوئی آسان کام تھوڑی تھا؟؟

اہمم! گلا خشک ہو گیا ہے میری بیوی کا؟ لاؤ میں تمہارا حلق تر کر دوں؟۔۔۔۔اسے کھانستے دیکھ کے کاظم شاہ افسوس سے بولتا ایک دم سے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت

سے جھک گیا جو کب سے اسے بے ایمان کر رہے تھے۔۔ وہ جو ابھی تک اسکے جملے کا مطلب نہیں سمجھی تھی کاظم شاہ کی اتنی جلدی پہ اسکی آنکھیں پھیلی تھیں۔ کاظم شاہ نے یہ عمل ایک پل میں کیا تھا۔ ایزل شاہ کو اسکے یوں اچانک سے گھمانے پہ اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس کے ہونٹوں پہ جھکا اس کی سانسیں کھینچنے کی بجائے اسے اپنی سانسیں فراہم کر رہا تھا۔۔ وہ اپنی بات سے مکرے بنا اسکے سینے میں اپنی سانسیں انڈھیلتے ہوئے اسکا حلق تر کر رہا تھا۔ اپنی لپ اسٹک خراب ہونے کے ڈر سے ایزل شاہ نے اس کے سینے پہ اپنی کہنیوں سے وار کرتے ہوئے اس سے دور ہٹنے کی ہر کوشش کر ڈالی تھی جس پہ وہ اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کر کے اسے اپنے ایک بازو پہ گراتا مزید جھکتے ہوئے اسکے لبوں کو پہلے سے بھی زیادہ شدت سے جکڑ گیا۔۔ ایزل شاہ کو لگا وہ ابھی پیچھے کی طرف گرے گی اور اسکا سر ترخ کے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا! اسکی شدت پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں ابل کے باہر نکلنے کو بے تاب ہوئی تھی۔۔ وہ تو اب مزاحمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔۔ وہ اس پہ جھکا ہی اس طریقے سے ہوا تھا کہ مزاحمت کرنا تو دور کی بات تھی وہ ہلنے جلنے کی بجائے خود کو گرنے سے بچانے کی غرض سے اسکی کالی اجرک کو اپنے نازک ہاتھوں میں زور سے تھام گئی۔۔ اسکے ہاتھ اپنی اجرک پہ محسوس کرتے کاظم شاہ کے سلگتے دل پہ ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔۔ وہ اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی ہیزل رنگ آنکھیں گاڑے اس کے لبوں کے ساتھ بری طرح سے لپٹا ہوا تھا۔۔ وہ اب اسے دی گئی سانسیں واپس کھینچتا اسے آنکھ ونک کر گیا، اسکے آنکھ ونک کرنے پہ ایزل شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچی تھی، دل تو چاہ رہا تھا کہ اسکے گھٹنے پہ ٹانگ دے مارے لیکن ہائے تھی تو وہ وہی چھوٹی سی اووزی ہی۔۔ اسے بھلا یہ ہمت کون بخشتا۔ اپنی رکتی سانسوں کو محسوس کرتے ایزل شاہ نے اسکی اجرک کو غصے سے جھنجھوڑا تھا جس پہ کاظم شاہ نے اسکی حالت کا خیال کرتے خود کو کوستے ہوئے جلدی سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا۔ وہ تو اسکے لبوں کا جام پینے میں مصروف اسکی حالت تک فراموش کر چکا تھا کیونکہ جب اسے اس کے ہونٹوں کا جام نصیب ہوتا تھا دنیا کی ہر چیز فراموش کرنا کاظم شاہ خود پہ فرض کر لیتا تھا۔ ہونٹوں کی آزادی ملتے ہی ایزل شاہ اسکے حصار میں غصے سے مچلی تھی، اسے اپنے حصار میں بن آب مچھلی کی طرح مچلتے دیکھ کے کاظم شاہ سیدھے ہوتے ہوئے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتا اسے اوپر کی طرف کھینچتے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ اسکی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتے کاظم شاہ نے اسکی پشت

پہ نرمی سے اپنا ہاتھ پھیرتے اسکے بالوں پہ ہولے سے اپنے لب رکھے تھے۔۔ اسکی نرمی پہ ایزل شاہ نے غصے اپنی نازک بل کھاتی کمر کو جھٹکتے ہوئے سکا ہاتھ دور کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

غصہ کیوں کر رہی ہو؟ میں تو صرف تمہارا حلق تر کر رہا تھا۔۔ تمہارا حلق تر کرنے کے چکروں میں اس قدر تشنگی کا احساس ہوا کہ یوں محسوس ہو رہا تھا اگر مجھے پوری رات بھی تمہارے ہونٹوں کا جام نصیب ہوتا تو یقین کرو بنا رکے گھونٹ گھونٹ بھر کے پی جاتا!!۔۔۔ اسے غصے سے دور ہونے کی کوشش کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے بھیگے لبوں پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا رگڑتے ہوئے گھمبیر بوجھل آواز میں بولا۔۔ اسکی اتنی خطرناک اور رومانٹک سرگوشیوں پہ ایزل شاہ نے بے ساختہ تھوک نگلتے ہوئے جھنجھلاتے اس سے فاصلہ قائم کیا تھا۔ اس دفعہ کاظم شاہ بھی اس کے گرد اپنی گرفت خود بخود ڈھیلی کر چکی تھا تاکہ وہ زیادہ زور نہ لگائے۔۔ وہ کافی دیر سے اس سے دور ہونے کی تگ و دو میں اب ہلکان ہو چکی تھی۔۔

وہ گہرے گہرے سانس بھرتی اسکی طرف سے اپنا رخ موڑتے اب خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی، اس نے میک اپ کے نام پہ جو واحد سرخ لپ اسٹک لگائی تھی وہ اسکا بے باک شوہر پل میں غائب کر چکا تھا۔۔ لپ اسٹک ہونٹوں کی بجائے ارد گرد پھیل چکی تھی جس پہ ایزل شاہ نے غصے سے ٹشو پکڑتے ہوئے اپنے لب رگڑ رگڑ کے صاف کیے تھے۔۔ اس کی اس حرکت پہ کاظم شاہ نے غصے سے اپنے جبڑے بھینچتے اپنے نچلے لبوں کو زور سے دانتوں تلے دبایا تھا

۔۔

جب ایسی پیاری (فضول) حرکتیں کرتی ہو نا تو یقین مانو اس قدر تم پہ پیار (غصہ) آتا ہے کہ دل چاہتا ہے تمہاری اس خوبصورت (بدصورت) ادا پہ نشانہ تمہاری دھڑکنوں کو بنا ڈالوں!!۔۔ کاظم شاہ اپنے غصے پہ قابو پاتا اسکے ہاتھ سے ٹشو پکڑ کے زمین پہ پھینکتا اسے پھر سے اپنے مقابل کرتے ہوئے اسکی گردن پہ سختی سے اپنی انگلیاں سہلاتے دلفریب انداز میں بولا تھا۔ اسکی باتوں پہ ایزل شاہ کو اپنے گال تپتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے لیکن چہرے اس نے ہنوز بیزاری سجائی ہوئی تھی جیسے مجبوری میں اس کے حصار میں کھڑی ہو۔

تمہاری اتنی بے اعتنائی برداشت نہیں ہوتی سویٹ ہارٹ! مر جاؤں گا تمہاری اتنی نظر اندازی سے!!۔۔۔ وہ اسکے چہرے کے تاثرات بغور دیکھتا اسکے کانوں میں پہنے سلور جھمکوں کو ہولے سے اپنی پوروں سے چھوتا گھمبیر تا میں

بولتے ہوئے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا۔ آج اسے اس سے بات کرنے کے لئے زیادہ جھکنا نہیں پڑھ رہا تھا! کیونکہ وہ آج ہیل پہنے ہوئے تھی جو کاظم شاہ بہت جلد اس کے پیروں سے اتروا کے توڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ اسکی بیوی کا دماغ خراب تھا جو اپنی حالت کی پروا کئے بغیر پہلے ہاتھ لے چکی اور اس پہ تضاد ہیل پہن کے مزید بیوقوفی کر چکی تھی۔ کاظم شاہ کے جملے پہ ایزل شاہ کے دماغ میں اسکے کچھ پرانے جملے گونجے تھے۔

تمہاری یہ سانسیں ہمیشہ کے لئے بند کیوں نہیں ہو جاتی ایزل شاہ؟ مرتی کیوں نہیں ہو تم؟ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی)

(اتنے کانفیڈنس سے زندہ کیسے ہو؟؟

مر گئی ہے میری اووزی! خبردار! خبردار جو تم نے کبھی خود کو میری اووزی پکارا! تم ایک مکار اور دھوکے باز لڑکی)

(ہو، اور یہی تمہاری حقیقت ہے۔۔ جھوٹے آنسو بہانا بند کرو۔۔

تو مر جائیں!! لیکن میری جان چھوڑ دیں!!۔۔۔ وہ اسکے ان جملوں کو یاد کرتی اس کے حصار میں غصے کی شدت سے غرائی تھی۔۔ کب سے اسکی بے باکیاں برداشت کرتے ہوئے اب اسکی بس ہو رہی تھی۔ اسکے جملے یاد کرتے ہوئے آنکھوں سے آنسو بے ساختہ پھسلتے ہوئے عارضوں کی زینت بنے تھے۔۔ وہ بھی تو اسے کتنی آسانی سے مرنے کے لئے بول دیا کرتا تھا؟ تو وہ بھلا کیونکر اسکے منہ سے مرنے والی باتیں سن کے پریشان ہو؟

!!چلو مر جاتا ہوں تمہاری ان اداؤں پہ

یہ بتاؤ دفن بانہوں میں کرو گی یا سینے میں؟

اسکے غرانے پہ کاظم شاہ بنا برا منائے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتا مزید اپنی طرف کھینچتے_ اسکی سفید شفاف گردن سے انگلی ٹریس کرتا اسکے دل کے مقام پہ روکتے ہوئے آہیبرو آچکا کے بوجھل گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ یہ کسی ریل سے پڑھا ہوا شعر تھا(زوریز شاہ اکثر اسے چڑانے کے لئے جان بوجھ کے رومانٹک ریلز بھیج دیا کرتا تھا جن پہ اس کی سوچ سے زیادہ بے باک شاعری لکھی ہوتی تھی! کاظم شاہ نے اس کی ان ریلز کو پڑھ کے ہمیشہ لعنت والے ایموجی ہی بھیجے تھے جس پہ زوریز شاہ خود کو داد بخشتا قہقہہ لگا کے ہنس دیا کرتا)۔۔

اس کے شعر پہ تضاد اسکی انگلی کو اپنے دل کے مقام پہ گردش کرتے دیکھ کے ایزل شاہ کا دل دو سو کی اسپیڈ پہ دھڑکا تھا۔ وہ کب سے اسکی دھڑکنوں کو نشانہ بنانے کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ چاہ کے بھی اپنے چہرے پہ بکھرتے قوس قزح کے

رنگوں کو چھپا نہیں پائی تھی البتہ چہرہ ہنوز سپاٹ تھا۔ اسکے سرخ ہوتے گالوں کو دیکھ کے کاظم شاہ کو آج پہلی بار زوریز شاہ کی بھیجی گئی شاعری کچھ فائدہ مند سی لگی تھی۔۔

م۔مجھے۔باہر جانا ہے!! چھوڑیں مجھے!! آپ کی یہ بے باک باتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی!!۔۔۔وہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتی غصے سے بولتے ہوئے اس سے دور ہونے کی تگ ودو جاری رکھے ہوئے تھی۔

لیکن تمہارا یہ روپ میرا بہت کچھ بگاڑ سکتا ہے اور یقین جانو بگاڑ رہا ہے! فلحال باری میری بگڑی ہوئی دھڑکنوں کی ہے! میرے سینے پہ اپنے نازک لب رکھ کے انہیں سلجھا دو یا مزید الجھا دو! مرضی تمہاری!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے سجے سنورے روپ کو دیکھتا اسکا نرم وملائم ہاتھ تھامتے ہوئے اپنی دھڑکنوں پہ رکھ گیا۔ایزل شاہ کو اپنے ہاتھ کے نیچے اسکا دل تیزی سے دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ اپنے نچلے لب کو دباتی سنجیدگی سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی تگ ودو کرتی اس سے پھر سے دور ہونے کی مزاحمت کر رہی تھی لیکن وہ اسے اپنے حصار سے آزاد کرنے کی بجائے اپنے بے حد قریب کر گیا۔۔یوں کہ اب ان میں ہوا کے گزرنے کا راستہ بھی نہیں بچا تھا۔کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے انہیں اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کروایا تھا جو پہلے ہی اسکی شدت سے سرخ قندھاری تھے۔

میری دھڑکنوں پہ اپنا لمس بکھیرنے میں پہل کرو گی یا یہ نیک کام بھی میں انجام دیتے ہوئے تمہاری دھڑکنوں کی ایسی کی تیسی کر دوں؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے ڈیپ گلے پہ اپنی بے لگام نگاہیں مرکوز کرتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلائے اسکی طرف دیکھا جو کب سے مسلسل اپنی بے باک باتوں سے اس کے چودہ طبق روشن کر رہا تھا۔۔

آپ کا دماغ سیٹ ہے؟؟باہر مہمان اچکے ہوں گے!! چھوڑیں مجھے!!!۔۔اس کی بے باکیوں پہ وہ اپنے لہجے کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو پاتی تپے ہوئے لہجے میں غرائی تھی۔۔

نہ تو دماغ سیٹ ہے اور نہ دل قابو میں ہے!! تمہیں کس نے بولا تھا یہ کالا لباس پہنتے ہوئے سید کاظم شاہ کے دل کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کرو؟؟کس نے کہا تھا شعلہ جوالہ بنتی اپنے ہونٹوں کو سرخ رنگ سے رنگو جنہیں اپنی شدت سے رنگنا میرا پسندیدہ کام ہے!! کس نے کہا تھا جیری سے دو انچ لمبی لگنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے نازک پیروں کو اس ہیل میں مقید کرو؟؟میرا دماغ آوٹ کرنے کا فل پروف پروگرام تو تم نے خود بنایا ہے اووزی شاہ!! میرا قصور

بتاؤ؟؟۔۔۔وہ اسکے غصے کو کسی خاطر میں نہ لاتا سارا الزام الٹا اسی پہ ڈال گیا۔اسکے اتنے ہوشیار جملوں پہ ایزل شاہ نے اپنے دانت پیستے ہوئے کچھ ہمت کرتے اسکے پیر پہ ہیل مارتے اس سے دوری بنائی تھی جو کب سے اس سے لپٹتا اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرنے میں محو تھا۔اپنے پیر پہ اسکی پینسل ہیل کو بے دردی سے ثبت ہوتے محسوس کر کے کاظم شاہ نے اپنی کراہ روکنے کی غرض سے اپنا نچلہ ہونٹ مزید زور سے دانتوں میں دبایا تھا۔ایزل شاہ اپنی اتنی ہمت پہ کاظم شاہ کے تکلیف سے سرخ ہوتے چہرے کو نظر انداز کرتی جلدی سے وہاں سے جانے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے پھر سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے جھٹکے سے اپنے حصار میں قید کیا تھا۔۔

اہمم!! اب اگر میری اووزی شاہ نے ہمت کرتے ہوئے جیری سے شکتی مان بننے کی کوشش کر ہی لی ہے تو اپنا انعام وصول کئے بغیر کہاں بھاگ رہی ہو سویٹ ہارٹ؟؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے سر کو نفی میں ہلا کے مزے سے بولتا اسے زمین سے اوپر کی طرف اٹھا کے ڈریسنگ مرر پہ بیٹھاتا اسکی دھڑکنوں پہ جھکتے ہوئے ایزل شاہ کو لرزنے پہ مجبور کر گیا۔۔

میری۔۔۔ڈریس۔۔۔خراب۔۔ہو۔۔۔جائے۔۔۔گی۔۔۔اسے بے تابی سے اپنی دھڑکنوں پہ لمس بکھیرتے دیکھ کے ایزل شاہ کا لہجہ ناچاہ کے بھی لڑکھڑا گیا۔۔اسکے جملے کو سنتے ہوئے کاظم شاہ نے مبہم سے مسکراتا ہوئے اسکی فراک کی بیک زپ کھسکائی تھی۔۔چڑ کی آواز سے آپ کھلتی ہوئی ایزل شاہ کی دھڑکنیں بے ترتیب کر گئی۔۔

اب ٹھیک ہے؟۔۔۔۔وہ اسکے دل کے مقام پہ جھکے مصروف انداز میں بولتا اپنے لمس کی شدت میں اضافہ کر گیا۔ایزل شاہ کو اپنے پیٹ میں تتلیاں پھڑکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔۔اس نے تھوک نگلتے ہوئے اس کے سینے پہ اپنے دونوں ہاتھ جماتے اس سے دور ہونے کی پھر سے ایک ناکام کوشش کی تھی لیکن وہ تو ضدی بنا اسے اپنے لمس کی شدت سے روشناس کرواتا جیسے کسی اور جہان کی سیر کر رہا تھا۔۔

ازمیر۔۔۔رو۔۔رہا۔۔ہو۔۔گا۔۔۔یہ کیا طریقہ ہے!!۔۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اچانک سے مضبوط بنتی غرائی جس پہ کاظم شاہ نے اسکی برہنہ پشت پہ اپنا ہاتھ پھیرتا ہوئے اسکے دل کے مقام پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑے تھے۔ایزل شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

یہ حلال طریقہ ہے سویٹ ہارٹ!! پہلے ازمیر کے بابا کو ڈیل کر لو!! کہیں یہ ناچیز شوہر اپنی بیوی کو رلانے پہ مجبور نہ کر دیں!! ۔۔۔کاظم شاہ ہولے سے ہنس کے بولتا ہوا اب اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔اسکی گردن کو اپنے لمس سے مہکاتے ہوئے اس نے اسکی سائیڈ گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑنے چاہے تھے لیکن پھر اسکے لرزتے وجود پہ رحم کھاتا نرمی سے اپنے لب رکھ گیا۔

آپ یوں اتنی آسانی سے مجھے چھو نہیں سکتے!! کس منہ سے چھوتے ہیں مجھے؟؟ کیا بھول گئے ہیں جاتے ہوئے اسی حلال بیوی کو دھتکار کے گئے تھے!! اسی حلال بیوی کو سسکتے چھوڑ کے ضد سے آسٹریلیا گئے تھے!! آخر کیوں میرا مذاق بنانے پہ تلے ہوئے ہیں؟؟۔۔۔اسے اپنی من مرضی سے خود کو چھوتے دیکھ کے وہ بالآخر روتے ہوئے چلائی تھی۔

تم نے تو پہلے ہی میر کی طرح رونا شروع کر دیا ہے سویٹ ہارٹ!! ابھی تو تمہاری کمر کا تل باقی تھا جس پہ دانت گاڑنے کے لئے میں نو ماہ سے تڑپ رہا ہوں!! اتنی دعائیں شاید ہی کسی چیز کے لئے مانگی ہوں جتنی دعائیں تمہاری کمر کے اس سیاہ تل کے فنا ہونے کے لئے مانگ ڈالی ہیں!! اور تمہاری ان اذیت بھری باتوں کے جواب ہمیشہ کی طرح بہت ہیں!! لاتعداد ہیں! یقین کرو اتنے ہیں کہ پوری ایک رات بھی بولتا رہوں تو کم ہے! لیکن صحیح وقت پہ فرصت سے جواب دوں گا ڈارلنگ! پھر خود ڈیسائیڈ کرنا سید کاظم شاہ زیادہ خسارے میں رہا یا ایزل کاظم شاہ!! ابھی میرا باہر جانا ضروری ہے!! تمہاری کمر کا تل پینڈنگ پہ چھوڑ دیتا ہوں! اوکے؟!۔۔۔کاظم شاہ اسکے یوں رونے پہ اسکے چہرے پہ جھک کے نرمی سے اس کے آنسو چنتا متوازن لہجے میں بولتے ہوئے اسکی زپ بند کر گیا۔دل نے بہت زور دیا ایک بار اسکی کمر کے تل کو اپنا دیدار کر دے! اپنی پاور دیکھا کے اسے خبردار کر دے کہ وہ واپس آ چکا ہے اسے فنا کرنے کے مشن کے لئے!! لیکن پھر اسکی سسکیوں کا خیال کرتے خود پہ ضبط کر گیا۔۔ایزل شاہ اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے اپنا چہرہ اس سے دور کرتی رگڑ کے اپنے آنسو صاف کر گئی۔۔کاظم شاہ نے اسے ڈریسنگ ٹیبل سے اتارتے ہوئے نیچے زمین پہ کھڑا کیا تھا۔

ان نازک گالوں پہ یہ ظلم مت ڈھایا کرو یہ صرف میرے لمس پہ سرخ گلاب ہوتے ہی اچھے لگتے ہیں!! ۔۔۔وہ اس کے دونوں گالوں پہ نرمی سے اپنے لب رکھتا گھمبیر لہجے میں بولا۔۔ایزل شاہ بنا ریکٹ کئے اس سے دور ہوتی ہوئی بیڈ

کی طرف بڑھی تھی۔۔ دوپٹا لے کے خود پہ اوڑھتے ہوئے وہ شاید نہیں یقیناً باہر رفو چکر ہونے والی تھی جب کاظم شاہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔۔

تم باہر نہیں جاؤ گی اووزی!! آئی مین تم باہر لان میں نہیں جاؤ گی! اور یہ ہیل اتارو۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے روعب سے بولا تھا۔۔ ایزل شاہ جو پہلے ہی اس پہ جی بھر کے تپی ہوئی تھی اسے پھر سے خود کو تنگ کرتے دیکھ کے اسکی نیلی آنکھوں میں غصے کی سرخی واضح ہوئی تھی۔۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟؟ کیوں نہیں جاؤں گی میں؟؟۔۔۔۔ وہ غرائی۔۔

لان میں کسی پردے کا انتظام نہیں ہے! تم باہر لاؤنج میں رہو گی میں سب کو وہی پہ بھیج دوں گا!!۔۔۔۔ وہ حکمیہ لہجے میں بولتا اپنے گھنے بالوں کو اب دونوں ہاتھوں سے سنوارتا بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ اسکے جملے پہ ایزل شاہ رونے والی ہوئی تھی۔۔

میں جاؤں گی!! آپ یہی چھپ کے بیٹھ جائیں!! ۔۔۔ وہ اسکی بات سن ان سنی کرتی ضدی لہجے میں بولتے ہوئے اپنے سر پہ دوپٹا جماتی دروازے کی جانب بڑھ گئی کیونکہ یہ تقریب اس کے دل کے بہت قریب تھی۔۔ وہ ازمیر کے عقیقے کو اچھی طرح سے سیلبریٹ کرنا چاہتی تھی۔۔

سنا نہیں تم نے!! تم لان میں نہیں جاؤ گی اور ہیل اتارو ابھی کے ابھی! ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری اگر تم نے میری اجازت کے بغیر لان کی طرف رخ بھی کیا! ہم سب کے میل فرینڈز انوائیٹڈ ہیں! یہ صرف فیملی فنکشن نہیں ہے جہاں میں تمہیں کھلے عام پھرنے دوں گا!!۔۔۔ اسے اپنی بات کی نفی کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اب کی بار غصے سے غراتے ہوئے اسکی طرف اپنا رخ موڑا تھا۔۔

یہ میرے بیٹے کی تقریب ہے! جس میں میں ہر طرح سے شمولیت کروں گی! اور آپ کو میری ہیل سے کیا مسئلہ ہو رہا ہے! آپ اپنے دوستوں کو باہر لے جائیں یا اپنے فیورٹ فارم ہاؤس پہ!!۔۔۔ ایزل شاہ بھی اپنا چہرہ اس کی طرف موڑتی دبی دبی آواز میں غصے سے دھاڑی تھی۔۔ فیورٹ فارم ہاؤس پہ کافی زور دیا گیا تھا۔۔ اسکی پابندیاں جو ہمیشہ اسے اچھی لگا کرتی تھی آج شدید ناگوار گزری تھیں کیونکہ اب حالات مختلف تھے۔

جا کے دیکھاؤ!!۔۔۔وہ اس تک آتا اسے دروازے کے ساتھ پن کرتے ہوئے اسکے اطراف میں دروازے پہ زور سے ہاتھ مارتے ہوئے چیلنجنگ انداز میں غرایا تھا۔وہ کچھ ہی دیر میں باہر پردے کا انتظام کروانے والا تھا تاکہ اسکی خوبصورت بیوی کی کوئی ایک جھلک بھی نہ دیکھ پائے لیکن اسے مقابلے پہ آتے دیکھ کے اس کے اندر کا ضدی شاہ پھر سے جاگا تھا۔۔

راستہ چھوڑیں! پھر جا کے دیکھاتی ہوں!!۔۔۔ایزل شاہ کون سا کم تھی،وہ بھی اسی کے انداز میں بولی تھی۔۔

اوکے!! لو چھوڑ دیا! اب میری سنو!! اگر تمہارے قدم لاؤنج کی حدود سے باہر نکلے تو کون کافر ہو گا جو تمہارے بقیا ایام خاص کا لحاظ کرتے ہوئے تمہارے وجود کو بخشے گا!! سید کاظم شاہ ہوں اپنے قول کا پکا!! اب جا کے دیکھاؤ۔۔۔کاظم شاہ اس سے فاصلہ بناتے ہوئے اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے اپنے ازلی ضدی انداز میں غرایا۔۔لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی۔۔اس کے حد سے زیادہ بے باک الفاظ پہ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔اسکی معنی خیز بات کا مطلب سمجھتے تھے وروپے میں سنسنی کی لہر دوری تھی۔۔گال تپ کے لال انگارہ جب کہ کانوں کی لوئیں اور یہاں تک کے گردن بھی سرخ پڑ چکی تھی۔کاظم شاہ اسکے چہرے کے ایک ایک تاثر کو بغور دیکھتا اب اپنے سینے پہ ہاتھ باندھ گیا۔۔وہ اس کے کمرے سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

(ہاہاہا!! کیا ایزل جائے گی باہر کاظم شاہ کی بات کی نفی کرتے ہوئے؟)

جانِ تمنا۔۔۔۔میگا قسط 77(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

سید کاظم شاہ کو تو حرام کاموں سے نفرت تھی! حرام کام پسند نہیں تھے تو پھر سید کاظم شاہ ایک اعلیٰ ظرف اعلیٰ وارفع کردار کا مالک مجھے حرام دھمکیاں کیوں لگا رہا ہے؟؟میری بے بسی کا مزید مذاق بنانے کے لئے؟؟یا مجھے یہ باور کروانے کے لئے کہ ایک عورت ایک مرد کے سامنے ہمیشہ کمزور ہی رہتی ہے وہ اسکی بے باکی اور اسکی مضبوطی کا مقابلہ نہیں کر سکتی؟؟۔۔۔ایزل شاہ ہار ماننے کی بجائے شرم اور غصے سے سرخ پڑتی غصے سے غرائی۔۔کاظم شاہ جو اسے دھمکی لگا کے غصے سے اس سے فاصلے پہ ہوا تھا ایزل شاہ کے جملوں پہ وہ لاجواب ہوا تھا۔اپنی غصے اور ضد میں

لگائی گئی دھمکی پہ ہزار بار لعنت بھیجتے ہوئے اس نے اپنی گھنی گولڈن بیرڈ مونچھوں پہ ہاتھ پھیرتے اپنی ٹڈی بیوی کو دیکھا تھا جس کے پر نکل آئے تھے۔ وہ ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا اب اسکی ہیل کو قہر برساتی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اگلے ہی پل اس کے سر تک پہنچتے کاظم شاہ نے اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا۔ اس اچانک افتاد پہ ایزل شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے گرنے کے ڈر سے بے ساختہ اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے تھے۔۔ کاظم شاہ اس کے اس ایکٹ پہ مبہوت ہوا تھا۔۔ اپنی گردن کے گرد اسکے بازوؤں کا ہار اسے بے حد اچھا لگا تھا لیکن ایزل شاہ اگلے ہی پل اپنی بے خودی پہ خود کو کوستی اسکی گردن کے گرد سے اپنے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسکے بازوؤں سے نیچے اترنے کی مزاحمت کرنے لگی۔۔ وہ اسکی مزاحمت نظر انداز کرتا اسے ہنوز مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔

مجھے مجبور کرتی ہو ایسی دھمکیاں لگانے پہ۔۔۔۔۔ وہ اسے بیڈ پہ لٹانے کے بعد اسکے نازک سفید پیروں سے اس خوبصورت سی ہیل کو اتار کے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھوں سے توڑتا مصروف انداز میں اسکی کچھ دیر پہلے غصے میں کہی گئی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔۔ اپنی ہیل کی اتنی ناقدری پہ ایزل شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔ وہ اس کے سامنے اسکی فیورٹ ہیل توڑ چکا تھا؟

ی۔۔ یہ۔۔ کیا کیا آپ نے؟؟۔۔۔۔۔ وہ اپنی ٹوٹی ہوئی ہیل کو دیکھتے ہوئے صدمے سے غرائی۔۔

تم جیری ہی اچھی لگتی ہو سویٹ ہارٹ!! اپنی حالت دیکھو اور اپنے کام دیکھو!! آئندہ میں تمہیں کبھی ہیلز پہنے نہ دیکھوں! تم پہلے ہی اپنی اس حالت پہ بہت لاپرواہی دیکھا چکی ہو!! بالکل چپ چاپ بیڈ پہ آرام کرو میں سب کو تمہارے کمرے میں بھیج دیتا ہوں!! ۔۔۔ کاظم شاہ اسکے غرانے کی پرواکئے بغیر اسکے پیچھے تکیے سیٹ کرتا سنجیدگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوا تھا۔ کاظم شاہ کی حرکتوں پہ ایزل شاہ نے شدید غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے اس کے بیٹے کے عقیقے کی تقریب میں شامل ہونے سے مسلسل روک رہا تھا۔

آپ مجھے یوں میرے بیٹے کی تقریب میں شامل ہونے سے روک نہیں سکتے مسٹر کاظم شاہ!! آپ۔۔۔۔ ابھی وہ غصے سے بولتی بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کرتی جب کاظم شاہ نے اسکے اطراف میں اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے جھک کے اسکی

سرخی چھلکتی نیلی آنکھوں کو نرمی سے چوما تھا جن میں ہلکی ہلکی نمی کی لکیر واضح تھی۔۔وہ ناچاہتے ہوئے اپنا جملہ ادھورا چھوڑتا اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں روک نہیں رہا صرف کچھ دیر صبر کرنے کا بول رہا ہوں یا کہہ لو فریاد کر رہا ہوں!! کیونکہ تمہارا یہ روپ میری امانت ہے جس پہ میں کسی کی اٹھی ایک نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا!!۔۔۔وہ بے خودی سے شدت پسند انداز سے بولتا اسکے یاقوتی ہونٹوں پہ ہولے سے پھونک مار گیا جو پہلے ہی اسکی شدت سے سرخی چھلک رہے تھے۔وہ انہیں اپنی خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا ایک دفعہ پھر سے اپنی گرفت میں لینے ہی والا تھا جب کوئی ایزل شاہ کے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔کلک کی آواز سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ ایزل شاہ اور کاظم شاہ نے ایک دوسرے سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔دروازے پہ کھڑی شرم سے سرخ پڑتی زہرہ شاہ کو دیکھتے کاظم شاہ اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دباتے ہوئے اس سے دور ہوا تھا۔اس نے بدمزہ ہوتے ہوئے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایک دفعہ پھر سے ایزل شاہ کو اپنی گہری بے باک نظروں سے دیکھا تھا جس کا دوپٹا بے ترتیب ہوتے ہوئے شانوں سے ڈھلک رہا تھا۔۔دوپٹا شفون کا تھا اسی لئے وہ پھسل پھسل جا رہا تھا۔۔

بیٹا۔۔۔مجھے لگا تم باہر۔۔میں تو بس ایزل کو لینے آئی تھی۔۔زہرہ مام نے اپنی جگہ چور بنتے ہوئے شرمندگی سے صفائی دی تھی۔ساتھ ساتھ دل میں خود کو کوسا بھی تھا جو دروازہ ناک کئے بغیر ہی ایزل کے کمرے میں داخل ہو گئی۔۔

کو۔۔کوئی۔۔بات۔۔نہیں مام!! میں بھی بس باہر ہی آ رہی تھی۔۔ہم اکھٹے چلتے ہیں۔۔ایزل شاہ جس کی ناک اور گال غصے اور شرم سے سرخ تھے وہ زہرہ مام کی شرمندگی دور کرتے ہوئے اپنا دوپٹا ٹھیک کرتی بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے کہنی سے پکڑ کے نیچے اترنے سے روکا تھا۔۔

یہ ابھی باہر نہیں آئے گی مام!! آپ یہی پہ اس کے پاس بیٹھے! اور باقی سب کو بھی یہی پہ بلا لیں۔۔۔وہ ایزل شاہ کو آنکھیں دیکھاتا ضدی انداز میں بولا تھا۔

لیکن کیوں باہر سب انتظار کر رہے ہوں گے شاہ!!۔۔۔زہرہ مام نے اسکی بے تکی بات پہ حیرانگی سے استفسار کیا تھا۔ایزل شاہ کی آنکھوں میں اب کی بار آنسو چمکے تھے۔۔وہ کتنے دل سے اپنے بیٹے کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے تیار ہوئی تھی اور وہ کب سے اس پہ پابندیاں لگاتا اس پہ رعب جھاڑ رہا تھا۔۔

میں آپ لوگوں کو کچھ دیر تک باہر بلواتا ہوں!! بابا جان اور تایا جان نے ہمیشہ کی طرح پردے کی ہوش کہاں رکھی ہو گی؟؟ انہیں صرف میڈیا کے ساتھ تعلقات عزیز ہیں!! گھر کی عزتیں چاہے پوری دنیا کے سامنے بے پردہ ہو جائیں!! ۔۔۔وہ اپنی کالی اجرک کا ایک سرا جھٹک کے اپنے کندھے پہ پھینکتا کرخت لہجے میں بولتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اور ہاں! تم یہ صرف نام کے دوپٹے کو کمرے میں ہی چھوڑ کے آنا جو تمہیں چھپانے سے قاصر ہے!! چادر لے کے باہر لان میں قدم رکھنا ورنہ یہی پہ بیٹھ کے ازمیر کے عقیقے کا کیک کاٹ لینا۔۔ تالیاں تمہارے آس پاس موجود لڑکیاں اور خواتین بجادیں گی!!۔۔۔وہ باہر نکلتے نکلتے پھر کسی خیال کے تحت رک کے اپنا رخ ایزل شاہ کی طرف موڑتا سنجیدگی سے اردڈر دے رہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ آخر میں طنز کا تیر مارنا تو اس نے جیسے اپنا فرض سمجھا تھا۔۔ زہرہ مام اپنے بیٹے کے لہجے میں چھپا جنون محسوس کرتی اپنی مسکراہٹ ضبط کر گئی وہ اب ایزل کی طرف دیکھ رہی تھیں جو شدید غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچے ہوئے تھی۔

چادر نہیں ہے میرے پاس!! اور نہ ہی مجھے کسی نے خرید کے دی ہے۔ پابندیاں لگانی آتی ہیں صرف۔۔۔وہ بلند آواز میں غصے سے بڑبڑائی۔۔ انداز طنزیہ اور بھڑاس نکالنے والا تھا۔۔

کوئی بات نہیں میری اجرک لے لو!!۔۔۔وہ آسانی سے حل نکالتا اپنے گلے سے اجرک نکالتے ہوئے اس کے نزدیک آیا تھا۔۔ زہرہ مام ان دونوں کی اس نوک جوک پہ انہیں پیار سے دیکھتی ان کے صدقے واری جا رہی تھی۔ وہ اب اس کے قریب کھڑا اسے اپنی اجرک اوڑھانے ہی والا تھا جب ایزل شاہ کی آنکھوں سے قطار در قطار پھسلتے آنسوؤں کو دیکھ کے اسکے ہاتھ تھمے تھے۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری چیزوں کو استعمال کرنے کی ایزل شاہ؟ ہمارے خاندان میں شوہر اپنی اجرک اپنی من پسند اور خاندانی بیویوں کو اوڑھاتے ہیں لیکن افسوس تم خاندانی تو ہو من چاہی نہیں ہو۔۔ اسی لئے ایک منٹ سے پہلے میری شال اتارو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ تم کاظم شاہ کو تو دور اسکی چیزوں کو بھی ڈیزرو نہیں کرتی۔۔ کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے وجود سے کھینچ کے اپنی اجرک اتار تا غصے سے دھاڑا تھا

اچھا! ۔۔۔ آپکی اجرک لے کے دیکھاؤ! گلا لئی لیتی ہے لالہ کی! اور اتنی پیاری لگتی ہے وہ۔۔۔ پھر شاید میں بھی) آپکو پیاری لگ جاؤں! وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی اپنی آستین سے ناک صاف کر رہی تھی۔۔

(نہیں۔۔۔ کاظم شاہ نے پھر سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے نہ میں جواب دیا تھا۔۔

آج بھی آپکی اسی کالی اجرک کو خود پہ اوڑھ کے بیٹھی ہوں۔۔ آپکے پہنائے گئے کالے کرتے میں ملبوس ہوں۔۔)

اتارنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔۔۔ وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر سے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔

ایک ہفتے سے اوپر ہو گیا ہے! لگاتار اتنے استعمال پہ میری کالی اجرک سے بدبو آ رہی ہو گی پھر تو؟؟۔۔۔۔ وہ جان (بوجھ کے تلخ الفاظوں کا استعمال کر رہا تھا۔۔ اسکے الفاظوں پہ ایزل شاہ کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔

نہ۔۔ نہیں۔۔ مجھے۔۔ مجھے۔۔ مت۔۔ اوڑھائیں۔۔ یہ۔۔۔ می۔ میں۔۔ تو۔۔۔ من۔۔۔ چاہی۔۔۔ نہیں۔۔ ہوں۔ ۔میں۔۔۔ تو۔۔ آپکی۔۔ چیزوں۔۔ کو۔۔ ڈیزرو۔۔ نہیں۔۔ کرتی۔۔۔ اگر۔۔ میں۔۔ یہ۔۔۔ لے۔۔۔ لوں۔۔ گی۔۔ تو ۔۔۔ اس۔۔ میں۔۔۔ سے۔۔ تو۔۔ بدبو۔۔ آئے۔۔۔ گی!!۔۔ وہ اسکی کہی گئی پرانی باتوں کو اپنے دماغ میں دہراتی ٹرانس کی کیفیت میں ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔ وہ اس وقت زہرہ مام کو بھی فراموش کر چکی تھی۔۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی وہ آج پھر سے اسی انسان کے سامنے ہچکیوں سے رو رہی ہے جس کے سامنے یوں اذیت سے نہ رونے کا اپنے دل سے عہد کیا تھا۔ اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کاظم شاہ کو بہت کچھ سمجھا چکے تھے۔۔ وہ سمجھ چکا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے۔ اسکی آنکھوں سے اذیت کی انتہاء سے گرتا ایک ایک آنسو کاظم شاہ کو اپنے دل پہ گرتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اسے اپنی اجرک اوڑھانا بھول چکا تھا۔ اسکی نگاہیں تو اسکی گہرے سمندر سی آنکھوں کی طرف مرکوز تھیں جو بھیگتی ہوئی اس سے شکوے کر رہی تھیں۔۔

تم دنیا بھول جاؤ گی۔۔ اتنے ناز اٹھاؤں گا میں تمہارے۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شدت پسندی سے سوچا تھا۔ وہ اس وقت یہ صرف سوچ ہی سکتا تھا کیونکہ ماں کے سامنے اپنے لبوں سے اسکے آنسو چننے سے تو وہ رہا!

نہیں چاہئیے!! آپ کی اجرک!! سنا نہیں آپ نے!! اپنی من چاہی بیوی کو اوڑھائے جا کے!!۔۔۔ اسے پھر سے خود کو اجرک اوڑھاتے دیکھ کے وہ روتے ہوئے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔۔ اسکے چلانے پہ کاظم شاہ نے غصے سے اپنے

جبڑے بھینچتا اس سے فاصلے پہ ہوا تھا۔۔ ایزل کو یوں زور زور سے روتے دیکھ کے زہرہ مام بے ساختہ اسکے نزدیک آئی تھیں۔۔

ایزل بیٹی!! کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟ اس نے کچھ بولا تم سے؟؟۔۔ زہرہ مام ایزل کے پاس بیٹھ کے اسے اپنے سینے سے لگاتی پیار سے استفسار کر رہی تھی ساتھ ساتھ کاظم شاہ کو آنکھیں بھی دیکھائی تھیں جو اپنی اتنی خوبصورت بیوی کو ناجانے کیسے پل میں رلا چکا تھا۔ ایزل شاہ کی ٹوٹی پھوٹی باتیں ان کے سر کے اوپر سے گزری تھیں۔

ان سے کہیں میرے کمرے میں مت آیا کریں!! میں من چاہی بیوی نہیں ہوں! میں صرف ایک شوپیس ہوں!! گناہوں کا ایک پتلا ہوں۔۔ وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے شکایتی انداز میں بولتی زہرہ مام کے سینے میں چھپی تھی۔۔ ایزل شاہ کی شکایت پہ زہرہ مام نے ناسمجھی سے سوالیہ انداز میں کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو تذبذب کا شکار اضطرابی کیفیت میں اپنی گولڈن بیرڈ پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کی بہو کا!! من چاہی بیوی نہ ہوتی تو اتنی جلدی سید ازمیر شاہ کی ماں کے عہدے پہ فائز نہ ہوتی!!۔۔۔ اسکے رونے پہ تضاد زہرہ مام کی نروٹھی اور سوالیہ نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے وہ جھنجھلا کے غصے سے جو منہ میں آئے بولتا اپنی اجرک پھر سے گلے میں ڈال کے جھٹکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ کاظم شاہ کے جملے پہ نا صرف زہرہ مام سرخ پڑی تھیں، ان کے پہلو میں منہ چھپا کے روتی ایزل شاہ کا چہرہ بھی سرخ ہوا تھا۔۔ وہ اپنی ماں کے سامنے اس قدر بے باک بات کہہ کے یہ جا وہ جا ہو چکا تھا، ایزل شاہ کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ پھر زہرہ مام کے سامنے اپنے یوں رونے کا خیال آیا تو جلدی سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی ان سے فاصلے پہ ہوتے ہوئے اپنا دوپٹا درست کرنے لگی۔۔ وہ غائب دماغی سے ان کے سامنے روتی ہوئی شکوے کر گئی تھی اور اب خود ہی اپنی اس بے خودی پہ خود کو ملامت کرتے ہوئے ان سے نظریں چرا رہی تھی۔

نظریں مت چراؤ!! کوئی سوال نہیں پوچھوں گی۔۔ صرف دعا دیتی ہوں تم دونوں میں جو بھی مسئلے مسائل ہیں وہ جلدی سے حل ہو جائیں!!۔۔۔ زہرہ مام پیار سے اسکے ماتھے کو چومتی اسے دعا دے رہی تھی۔۔ وہ ایک اعلیٰ ظرف خاتون تھیں جو اتنا سب ہونے کی بعد بھی ایزل شاہ کو کبھی اسکی پرانی نادانی کا طعنہ نہیں دیتی تھیں۔۔ زہرہ مام کے اتنے نرم انداز پہ ایزل شاہ کی آنکھیں پھر سے نم ہوئی تھیں۔

کچھ ٹھیک ہونے کو بچا ہی نہیں ہے!! زندگی ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔۔وہ اپنی پلکوں کو جھپک جھپک کے اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتی ازیت سے بولی تھی۔زہرہ مام کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

اہمم!! اللہ پہ بھروسہ رکھو وہ بہت مہربان ہے!! اپنے بندے کی برداشت سے زیادہ اسے نہیں آزماتا۔۔وہ اسے خود کے ساتھ لگاتی پیار سے سمجھا رہی تھیں۔۔

لیکن مجھے تو آزما چکے ہیں اللہ تعالیٰ! اور یوں لگتا ہے برداشت سے کہیں زیادہ آزمائی جا چکی ہوں!! انہیں ابھی بھی مجھ پہ رحم کیوں نہیں آتا؟؟(کیوں وہ اس ظالم شاہ کو پھر سے میرے پاس بھیج چکے ہیں؟ تاکہ وہ مجھے اپنی عادت ڈال کے پھر سے مجھ سے دور جائیں؟)۔۔۔وہ پھر سے رو دی۔

نہیں!! اگر تم ہر لحاظ سے آزمائی جا چکی ہوتی تو اب تک اس پاک پروردگار کی تمہیں بخشی ہوئی سانسیں ساکت ہو جاتی!! ہو سکتا ہے مقابل تم سے زیادہ آزمایا گیا ہو؟۔۔۔وہ اسکے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتی مسکرا کے بولی۔

درد بھری مسکراہٹ۔۔۔کیونکہ وہ ماں تھیں وہ جانتی تھیں ان کا بیٹا کس کس تکلیف سے گزرا ہے لیکن ایزل شاہ کی تکلیف بھی کم نہیں تھی۔اسی لئے وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھا رہی تھیں۔۔

مقابل بہت ظالم ہے۔وہ کہیں سے آپ جیسی سویٹ مام کے بیٹے نہیں لگتے۔۔۔وہ سوں سوں کر کے بولتی ہوئی ان کی گود میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ان کا کاظم شاہ کی ذرا سی سائیڈ لینا اچھا نہیں لگا تھا ایزل شاہ کو۔زہرہ مام نے ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے سر پہ چیت لگائی تھی۔

مجھے باہر جانا ہے ازمیر کے پاس۔۔۔ایزل شاہ نے ہنوز سوں سوں کرتے ہوئے ان سے فرمائش کی تھی۔۔

ابھی کچھ دیر میں چلتے ہیں نا!! ۔۔۔۔وہ نرمی سے بولتی اسکا ماتھا چوم گئی۔کچھ دیر کا سن کے ایزل شاہ اپنا منہ بسور گئی۔

پلیز میری۔۔۔میری۔۔۔ایک۔۔۔دفعہ۔۔۔ارزم۔۔۔سے۔۔۔بات۔۔۔کروا۔۔دو۔۔۔پلیز۔۔۔۔وہ سائمہ (ملازمہ) کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے فریاد کر رہی تھی۔۔اس ظالم نے اس دن کے بعد ایک دفعہ بھی اسے اپنا دیدار نہیں کروایا تھا۔اس نے اسے بولا تھا کہ وہ اسے اس کے نزدیک رہتے ہوئے پل پل سزا دے گا لیکن وہ شاید اپنا کہا گیا جملہ بھول چکا تھا جو ایک بار بھی پلٹ کے اسکی طرف نہیں تھا۔ذائشہ نے ان چار دنوں میں اسے پل پل یاد کیا تھا۔

اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ اسکے اپنے کمرے میں آنے پہ اسے اتنی ظالم سزا دیتا اس اپارٹمنٹ میں اکیلا چھوڑ جائے گا تو شاید وہ کبھی بھی اس کے کمرے میں نے جاتا۔۔اس نے سائمہ کی منتیں کر ڈالی تھیں کہ ایک دفعہ اسے یہاں بلا سے لیکن سائمہ ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال دیتی! وہ صرف اسے اسکی ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کے کئے، کچن کے کام اور صفائی وغیرہ کے لئے رکھی گئی تھی جس کے بدلے میں اسے اچھی خاصی موٹی رقم مل رہی تھی۔۔اصول صرف ایک ہی تھا کہ اسکے کان، اور زبان بند کرتے ہوئے کام کرنا ہے۔۔ذائشہ خان چاہے اسے کچھ بھی کہہ ڈالے لیکن بدلے میں اسے مکمل خاموشی اپنائے رکھنی ہے۔۔اسے آج بھی خاموش دیکھ کے ذائشہ کی نم آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں کی زینت بنے تھے۔۔سائمہ نے اسکے آنسوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے ٹیبل پہ کھانے کی پلیٹ رکھتے اسے کھانے کا اشارہ کیا تھا۔۔

م۔میں۔۔تب۔۔تک۔۔کھانا۔۔۔نہیں۔۔کھاؤں

۔۔۔گی۔۔جب۔۔تک۔۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔ملیں۔۔۔گے۔۔۔نہیں۔۔۔وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔یہ پچھلے دنوں سے اسکی ضد تھی وہ کھانا کھانے سے انکار کرتی صرف ایک کی رٹ لگائے رکھتی تھی کہ اسے ارزم شاہ یہاں اپنے پاس چاہئیے لیکن سائمہ سنی ان سنی کرتی کبھی کبھار تو تنگ آ کے اسے ڈانٹ بھی دیا کرتی تھی جس پہ وہ ذہر مار کرے دونوالے کھاتی پلیٹ پیچھے کو کھسکا دیتی۔۔وہ پہلے سے کافی کمزور ہو چکی تھی وجہ پورے چھ ماہ ڈپریشن کا شکار رہنا تھا لیکن اس سے محبت کا دعوت کرنے والے نے کب اسکی ایک بھی بات ایک بھی صفائی سننا پسند کی تھی.؟وہ تو اپنی منمنانی کرتا اسے اس کے حال پہ چھوڑ کے جا چکا تھا۔۔

جاؤ نہیں کھانا تو نہ کھاؤ۔۔عجیب عذاب گلے میں ڈال لیا ہے شاہ صاحب نے۔۔خیر مجھے کیا مجھے تو میرے پیسوں سے غرض ہونا چاہئیے۔۔۔اب پوری رات بھوکی مرے گی تو سمجھ آ جائے گی!!۔۔۔سائمہ اسکے نخروں پہ نخوت سے سر جھٹک کے بیزاری سے خود سے مخاطب ہوتی کچن کی صفائی کرنے کے بعد سب اپنے کوارٹر کی طرف بڑھ گئی۔۔ارزم شاہ نے اسے ذائشہ کے پاس سونے کا حکم دیا تھا لیکن اسے اپنے کوارٹر کی بجائے کہیں بھی نیند نہیں آتی تھی اسی لئے صرف ارزم شاہ کا ایک یہی حکم تھا جس کی وہ خلاف ورزی کرتی اپنی منمانی کرتے ہوئے کوارٹر میں آرام فرماتی تھی۔۔جبکہ ذائشہ کی پوری رات ڈر سے کانپتے ہوئے گزرتی تھی۔کبھی کبھی تو وہ شیرو(ارزم کا پالتو کتا) کو بلند آواز میں

بھونکتے دیکھ کے ہچکیوں سے روتی دیوار کے کونے میں گھسنے کی کوشش کرتی۔اس نے ہر طرح سے کوشش کرتے ہوئے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپارٹمنٹ کے فون کی وائر ہی کٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اسکا فون اس تک پہنچتا ہی نہیں تھا۔۔

شاہ ہویلی کے لان میں ازمیر شاہ کے عقیقے کی بڑی سی تقریب کا انتظام کیا گیا تھا۔بڑی تعداد میں لوگ انوائیڈ ڈ تھے۔۔ شاہ ہویلی کے تمام مکینوں کے میل فی میل کولیگز، یار دوست سب کو خوشدلی سے انوائیٹ کیا گیا تھا اور سب نے خوشدلی سے یہ دعوت قبول کی تھی۔ارزم شاہ اپنے شہزادے ازمیر شاہ کو اپنی گود میں اٹھائے سب سے سنجیدگی سے ملتا ان کا ویلکم کر رہا تھا، کٹی اپنی پونچھ ہلا ہلا کے اسکے شانہ بشانہ قدم رکھتی سب کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔جو جو سید ازمیر شاہ سے ملتا وہ ایک نظر جھک کے کٹی کو بھی پیار کرتا یا کئی لوگ تو اس کی تصاویر بھی بہت شوق سے کھینچ رہے تھے اور کٹی باقاعدہ پوز مار مار کے اپنی تصاویر کھنچواتی شاید ازمیر شاہ کو امپریس کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو منہ میں انگلی ڈالے سب کو بیزاری سے دیکھ رہا تھا۔۔ارزم شاہ کے دوستوں نے ازمیر کو اس کے ہاتھوں سے لینا چاہا تھا لیکن ازمیر ان کے اپنی طرف بڑھتے ہاتھوں پہ بھی روتا ہوا ارزم شاہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیتا جس پہ ارزم شاہ نے اتراتے ہوئے اپنے دوستوں کے نروٹھے چہروں کی طرف دیکھتے انہیں مزید سلگاتے ہوئے ازمیر شاہ کے گال چومے تھے جو اس کے بھتیجے کو پکڑنے کے لئے بے تاب تھے لیکن مجال تھی جو ازمیر شاہ نے انہیں ذرا سی لفٹ بھی کروائی ہو۔

سفید شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد بادامی رنگ کی اجرک لٹکائے زوریز شاہ سب سے ملنے کے بعد فون پہ مصروف رایان خان کو گالیوں سے نواز رہا تھا جس نے عین وقت پہ کوئی توجیہہ پیش کرتے ہوئے آنے سے انکار کیا تھا۔اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی شادی پہ اگر سب سے پہلے کوئی پہنچے گا تو وہ "رایان سکندر خانزادہ" ہو گا لیکن زوریز شاہ اس سے ناراض ہوتے ہوئے فون رکھ چکا تھا۔اب اس کا ارادہ میجر خان کو فون کرنے کا تھا جس نے ابھی تک اپنا دیدار نہیں کروایا تھا۔زوریز شاہ کی نظریں کب سے آس پاس بھٹکتی ہوئی اپنی منکوحہ کی تلاش بھی جاری رکھے

ہوئے تھی جس سے اس کی پاکستان آنے کے بعد ملاقات تو دور اسکا ایک دیدار بھی نہیں نصیب ہوا تھا۔ زوریز شاہ کے مطابق وہ نا جانے کس کونے کھدرے میں چھپ کے تیار ہو رہی تھی۔۔

ایزل شاہ کے کمرے سے نکلنے کے بعد کاظم شاہ جھنجھلاتا ہوا سیدھا لان کی طرف آیا تھا۔ وہ کافی دنوں بعد اپنے دوستوں اور کچھ پاکستانی بزنس کولیگز سے ملاقات کر رہا تھا، سب اسے نو ماہ بعد دیکھ کے کافی خوشدلی کا اظہار کر رہے تھے جس پہ وہ چہرے پہ رسمی مسکراہٹ سجائے سب سے ملنے کے بعد ارزم شاہ کی طرف بڑھا تھا جو اسکے بیٹے کو اٹھائے اپنی پراپرٹی سمجھ کے گھوم رہا تھا۔۔ دریاب خان اور ھارون خان بھی سب کو خوش آمدید کرنے میں مصروف میڈیا پہ ازمیر شاہ کی تقریب سے متعلق چھوٹا سا تعارف کروا رہے تھے۔ جبکہ شاہ بی بی اور عادل شاہ سب سے مل کے ایک طرف بیٹھے اپنے پوتوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

چھوٹے شاہ صاحب۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کرتا وقفے وقفے سے مسکرا کے ازمیر کی طرف دیکھ رہا تھا جب اکبر خان کی آواز پہ اس نے رخ موڑ کے اسکی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تھا۔۔

وہ بڑے صاحب (ھارون شاہ) نے بولا ازمیر بابا کو آپ سے لے کے آؤں!! وہ میڈیا کے ساتھ کچھ گفتگو کر رہے ہیں اور بہت سے لوگ ازمیر بابا کو دیکھنا چاہ رہے ہیں تو۔۔۔۔ ابھی اکبر خان اپنی بات مکمل کرتا جب پیچھے سے آتے کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

بس بہت ہو گئی میڈیا سے گفتگو! میر کو کوئی بھی میڈیا پہ نہیں دیکھائے گا! فارغ کرواؤ انہیں اور خیال رہے میرے بیٹے کی ایک تصویر بھی سوشل میڈیا کی زینت نہیں بننی چاہئیے۔۔۔ کاظم شاہ اپنی بھاری روعب دار آواز میں دبے دبے غصے سے بولا تھا۔۔ وہ اپنے خوبصورت بیٹے کی تصویر سوشل میڈیا پہ منٹوں میں وائرل کروا سکتا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا اس کے بیٹے کو کسی کی نظر لگے۔ وہ اپنے بیٹے کو دنیا کی ہر نظر سے چھپا کے، زمانے کی ہر گرم و سرد ہوا سے بچا کے اپنے سینے میں چھپا کے رکھنا چاہتا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بھاری آواز آس پاس موجود کافی لوگوں نے سنی تھی جس پہ وہ اسے اسکی پوزیسیونس سمجھتے ہوئے پیار سے مسکرا دیئے جبکہ اکبر خان نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے کسی طوطے کی طرح ھارون شاہ کے کان کے پاس جھک کے انہیں کاظم شاہ کا ایک ایک لفظ سنایا تھا جس پہ انہوں نے چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے لب بھینچے تھے۔۔ ان کی ہویلی کا ہر سپوت ایک سے بڑھ کے ایک تھا۔۔ وہ میڈیا سے اپنی گفتگو بند

کرتے اکبر خان اور اپنے دوسرے ملازموں کو خاص اشارہ کرتے دریاب شاہ کے ساتھ واپس سے اپنے دوستوں کے پاس آ چکے تھے۔ ھارون شاہ کا اشارہ سمجھتے ہوئے اکبر خان اور باقی گارڈز نے میڈیا کو ہویلی کی بیک سائیڈ کا راستہ دیکھاتے انہیں اچھے سے کھانا وغیرہ سرو کیا تھا اور اسکے بعد انہیں مؤدب انداز میں یہاں سے جانے کا حکم دیتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ وہ مزید کوئی نشریات نہیں چاہتے۔۔

بابا کی جان۔۔۔ کم ہئیر۔۔۔۔ اکبر خان کو یہاں سے رفو چکر کرواتے کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ ازمیر شاہ کی طرف پھیلاتے اسے پیار سے اپنی طرف بلایا تھا۔ ازمیر شاہ نے اپنے قریب کھڑے اپنے باپ کی طرف دیکھ کے ماتھے پہ تیوری چڑھائی تھی جو کچھ دیر پہلے اسے گنجا ہینڈسم اور نواز شریف بولتا اس کی ماں کے کمرے میں بند ہوا تھا۔۔ اسکے یوں تیوری چڑھانے پہ ارزم شاہ کے دوستوں نے اپنی آنکھوں میں حیرت لئے اس انوکھی باپ کی ڈٹو کاپی کو دیکھا تھا۔

وہ آپ کے پاس نہیں آنا چاہتا! آپ میرے شہزادے کو تنگ کرتے ہیں نا اسی لئے!! کیوں میر؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ نے ازمیر کے حصے کا جواب دیتے آخر میں ازمیر شاہ کی رائے مانگی تھی جو اپنے باپ سے نگاہیں پھیر تا اب اپنے چاچو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میرا بیٹا میری پراپرٹی ہے!! میرا خون ہے!! میرا وارث ہے!! اگر تمہیں اتنا ہی بچے پالنے کا شوق ہو رہا ہے تو اپنی۔۔۔ ابھی کاظم شاہ دبے دبے غصے سے بولتا ارزم شاہ کو اسکی بیوی کے پاس جانے کے مشورے سے نواز تا جب اسکے دوستوں کو اتنے غور سے اپنی طرف سنتا پا کے وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ تا ناک چڑھاتے ہوئے اسکے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو تھام گیا۔۔ ارزم شاہ اپنے مطلبی لالہ کی طرف دیکھ کے رہ گیا جو بیوی سے ملاقات کے دوران کیسے اپنا راستہ صاف کرتے ہوئے اسے ازمیر کو پکڑا کے گیا تھا اور اب جب خود بیٹے پہ پیار آ رہا تھا تو کیسے کسی فلمی ہیرو کی طرح ڈائیلاگ مارتا اسکے ہاتھوں سے اسکا بھتیجا چھین گیا؟ کاظم شاہ کے ادھورے جملے کا مطلب سمجھتے ہوئے پھر سے ایک نازک سراپا چھم سے آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا جسے وہ پھر سے اپنے خیالوں سے جھٹکتا نروٹھے پن سے کاظم شاہ کی طرف سے منہ موڑ گیا جس نے اسکے دوستوں کا لحاظ بھی نہیں کیا تھا۔۔ کاظم شاہ بھی اپنے بیٹے میں مصروف کندھے اچکاتا اب اسے پیار سے چومتا شاید اپنی کچھ دیر پہلے والی چھیڑ چھاڑ پہ منانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

اچھا اب یوں منہ بنائے گا تو کٹی تیری منگیتر بننے سے انکار کر دے گی جانی!!۔۔۔اسے ہنوز بیزاری سے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے ہولے سے اسکا پیٹ گدگداتے ہوئے اسے کٹی کے ساتھ منگنی کا لالچ دیا تھا۔ازمیر شاہ بے ساختہ کھکھلایا۔۔

میرا بدمعاش بیٹا!!(بدمعاش کٹی اینڈ بدمعاش میرا ز ایکولز ٹو پرفیکٹ کپل!!)

Badmash kitty & Badmash meer is equals to perfect couple

کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے اپنے پیروں کے پاس سٹائل سے بیٹھی کٹی اور اپنی بانہوں میں موجود اپنے دل کے ٹکرے کو دیکھتا شرارت سے مدھم آواز میں گویا ہوا تھا جیسے میتھ کا سوال حل کرتے لیفٹ ہینڈ سائیڈ اور رائٹ ہینڈ سائیڈ کو برابر کر کے پروف پیش کر رہا ہو۔۔وہ جب بھی ازمیر شاہ کو چھیڑنے کی آتا تھا تو اس پاس کا ہوش بھول جایا کرتا تھا۔۔سب مہمان رشک بھری نظروں سے خوبصورت باپ بیٹے کو دیکھ رہے تھے جو ایک جیسے رنگ کے لباس میں نظر لگ جانے کی حد تک دلکش لگ رہے تھے۔۔

تمہیں منع بھی کیا تھا اسکے لئے سیاہ شلوار قمیض مت خریدنا!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے بیٹے سے نظریں ہٹاتا اب ارزم شاہ کو ڈپٹ رہا تھا جس نے اسکے کہنے کے باوجود اپنی مرضی کرتے ہوئے ازمیر شاہ کے لئے سیاہ لباس خریدا تھا۔۔

کیوں آپ کیوں میرے بھتیجے سے جیلس ہو رہے ہیں؟وہ زیادہ لائم لائٹ لے رہا ہے اس لئے؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے اپنا آبیبرو اچکاتے ہوئے اسے سلگانے کی خاطر استفسار کیا۔۔

جن کے اپنے بچے نہیں ہوتے نا! جو خود شادی شدہ ہو کے بھی کنوارے ہوتے ہیں وہ ایک باپ کے احساسات نہیں سمجھ سکتے!!۔۔کاظم شاہ جس نے طنز مارنے میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی وہ سلگنے کی بجائے افسوس سے سر نفی میں ہلا کے بولتا پھر سے اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔اس نے ارزم شاہ پہ یوں ٹانٹ مارا تھا جیسے خود بچوں کی فوج کا باپ ہو۔کاظم شاہ کی بات پہ اپنے دوستوں کی معنی خیز نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے ارزم شاہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے منہ میں زبان رول کرتے ہوئے اپنی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔اور ایسا وہ تب ہی کرتا تھا جب وہ لاجواب ہوتا تھا۔۔

تقریب میں موجود کافی لڑکیوں کا مرکز ارزم شاہ بنا ہوا تھا کیونکہ سب کے مطابق شاہ حویلی کا چھوٹا سپوت ارزم شاہ ہی سب تک سنگل تھا باقی سب کے نکاح تو میڈیا پہ وائرل تھے۔۔احان شاہ نے پچھلے ہی سال بذات خود سب کو اپنے

اور گل کے نکاح کے متعلق خبر دار کیا تھا وہ اسے پوری دنیا میں اپنے نام کے ساتھ متعارف کروانا چاہتا تھا کیونکہ اسکی بیوی کی ہمیشہ سے ایک رٹ رہی تھی سب کے سامنے اس کا نام پانا!! احان شاہ کی اس اچانک خبر پہ کافی لوگوں نے تعجب کا اظہار کی تھا لیکن مجال تھی جو احان شاہ کے کان پہ جوں بھی رینگی ہو۔۔

شاہ کہاں ہے؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ کو اچانک سے احان شاہ کی غیر موجودگی کا خیال ہوا تھا جس پہ اس نے ارزم شاہ سے سنجیدگی سے استفسار کرتے یہاں وہاں دیکھا تھا۔۔ ارزم شاہ کو جواب دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی کیونکہ وہ ان سے کچھ ہی فاصلے پہ چلتا انہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ احان شاہ اس وقت شکن زدہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد آف وائٹ اجرک لئے اپنی ہری سرخی چھلکاتی آنکھوں میں بے حد سنجیدگی لئے بڑھی ہوئی بھوری شیو کے ساتھ بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔ اسکا سرخ و سفید چہرہ اس وقت پہلے سے کئی زیادہ سرخ تھا جو ارزم شاہ اور کاظم شاہ دونوں نے ہی نوٹ کیا تھا۔۔ آنکھوں میں رت جگے کی بے حد سرخی جبکہ بھورے بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ احان شاہ سب سے کافی سنجیدگی سے ملتے اپنے بھورے بالوں کو ماتھے سے پیچھے کر رہا تھا۔ مہمانوں سے ملتے ہوئے تقریباً ہر کوئی ہی اس سے فکر مندی سے کچھ استفسار کر رہا تھا جس پہ وہ مدھم سی زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیتا۔ ارزم شاہ اور کاظم شاہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ سب احان شاہ سے کس چیز کے متعلق استفسار کر رہے ہیں؟ اصل سمجھ تو تب آئی تھی جب احان شاہ نے انہی کی طرف آتے ہوئے ارزم شاہ کے دوست میکائیل سے ہاتھ ملایا تھا۔۔ میکائیل نے کرنٹ کھاتے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔۔

لالہ آپ کو بخار ہے؟؟۔۔۔ میکائیل نے فکر مندی سے احان شاہ سے استفسار کیا تھا جو پہلے سے ہی اس کے سوال کے لئے تیار تھا۔۔ احان شاہ جس جس سے ملا تھا ہر اس شخص نے اسکے آگ کی طرح تپتے وجود کو محسوس کرتے یہی ایک سوال دہرایا تھا۔

ارے نہیں!!۔۔۔ احان شاہ نے مسکرا کے نفی میں سر ہلاتے باقی سب کی طرف ہاتھ بڑھانے سے گریز کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا باقی سب نے بھی میکائیل والا ہی ریکشن دینا تھا۔ ارزم شاہ اور کاظم شاہ اسے کافی گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔ میکائیل کی بات پہ احان شاہ کا نفی میں جواب سنتے ہوئے ارزم شاہ نے بنا جھجکے آگے بڑھ کے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

یہ کیا بچوں والی حرکتیں کر رہا ہے چھوٹے شاہ؟۔۔۔احان شاہ نے اسے ٹوکتے ہوئے اپنے قدم پیچھے کو لینے چاہے تھے لیکن وہ تب تک اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھا چکا تھا۔۔احان شاہ کے ماتھے کو چھوتے ہی ارزم شاہ کو لگا اس نے کوئی گرم تندور چھو لیا ہو۔۔وہ آگ کی مانند دہک رہا تھا۔۔

بچوں والی حرکتیں تو آپ کر رہے ہیں اتنے تیز بخار میں بھی یوں لاپرواہی سے گھومتے ہوئے۔۔۔ارزم شاہ نے جواباً غصے سے بولتے اسکے ماتھے سے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا۔۔

ابے ہٹو مجھے میرے بھانجے سے ملنے دو۔۔۔۔احان شاہ اسکی بات سنی ان سنی کرتا ازمیر شاہ کو پکڑنے ہی والا تھا جب کاظم شاہ نے اسے ازمیر پکڑانے کی بجائے اسکے مضبوط ہاتھ پہ اپنے بھاری ہاتھ کا مکا بنا کے مارا تھا۔۔احان شاہ نے بے ساختہ ہلکی سی کراہ بھرتے اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا۔۔

لالہ۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کے اس قدر تشدد پہ ارزم شاہ نے تڑپتے ہوئے احان شاہ کا ہاتھ تھاما تھا کیونکہ کاظم شاہ نے اسے کافی زور سے مکا مارا تھا اور اس پہ تضاد احان شاہ بخار کی حالت میں تھا اسی لئے ارزم شاہ کو اسکی زیادہ فکر ہوئی تھی۔۔

ارے بس بخار چیک کر رہا تھا اسکا!! جب کوئی اپنے منہ سے کچھ نہ پھوٹے تو مجھے اپنے طریقے سے سب دریافت کرنا پڑتا ہے!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے ریلکس انداز میں کندھے اچکاتے ہوئے احان شاہ کے سرخ چہرے کی طرف دیکھ کے دانت کچکچاتے ہوئے جواب دیا تھا جو نا جانے کب سے بخار میں دہک رہا تھا لیکن اس نے کسی کو بتانا گوارا نہیں کیا تھا۔۔احان شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکا ہاتھ تقریباً توڑ کے اسکا بخار چیک کرتا پھر سے اپنے بیٹے کو چومنے میں مصروف ہو گیا۔۔ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب زوریز شاہ کی پکار سنتے انہوں نے رخ موڑ کے پیچھے کی طرف دیکھا تھا جہاں زوریز شاہ کے ساتھ ایک خوبصورت لمبا چوڑا نوجوان سنجیدگی سے کھڑا اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔وہ شکل و صورت سے ہی کوئی پٹھان معلوم ہو رہا تھا البتہ اسکے چہرے کے معصوم نقوش، گہری نیلی سمندری آنکھیں اور سرخ سیبی گال ان سب کی توجہ کا مرکز بنے تھے۔۔زوریز شاہ کے دوست آج پہلی بار اس نوجوان سے مل رہے تھے۔۔

لالہ!! یہ خان!! خازق خانزادہ۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے اپنے دوست کا تعارف کروایا تھا جس پہ کاظم شاہ اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو زوریز شاہ کو تھماتے ہوئے خوشدلی سے خازق خان کے بغلگیر ہوا تھا۔وہ حازق خان کے نام سے جان چکا تھا کہ یہ اسکا پارٹنر میجر خان ہے!! زوریز شاہ ان کے سامنے زیادہ تر رایان خان اور میجر خان کا نام ہی لیا کرتا تھا۔۔

Nice to meet u gentlemen! Thanks for coming

کاظم شاہ نے اس سے ہاتھ ملاتے مسکرا کے اس کا ویلکم کیا تھا جس پہ حازق خان نے جواباً مسکرا کے ازمیر شاہ کے پھولے گال پیار اور نرمی سے کھینچے تھے اور حیرت کی بات یہ تھی ازمیر شاہ جو ہر اجنبی کے ٹچ کرنے پہ بری طرح سے رو دیتا تھا حازق خان کے ٹچ پہ وہ خاموشی سے اپنے منہ میں انگلی ڈالے اسکی طرف دیکھتا رہا۔۔حازق خان اس وقت زوریز شاہ کی طرح کی سیم ڈریسنگ میں ملبوس پیروں پہ پشاوری چپل پہنے خوبصورت سا پٹھان معلوم ہو رہا تھا۔۔حازق خان اب احان شاہ کے علاوہ سب ارزم شاہ اور اسکے چلبلے اور ہنس مکھ سے دوستوں کے بغلگیر ہو رہا تھا۔۔احان شاہ گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیتا ٹرانس کی کیفیت میں اسکی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

اہمم اہمم۔۔۔۔۔۔اسے احان شاہ کے علاوہ سب سے ملتے دیکھ کے زوریز شاہ نے زور زور سے کھانستے ہوئے میجر خان کو اشارہ دیا تھا۔۔اسکے اشارے پہ میجر خان نے ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولتے احان شاہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔۔احان شاہ جو اس کے کچھ دیر پہلے والے ایٹیٹوڈ پہ اسے سر جھٹکتا ہوا اگنور مار رہا تھا اسکے اپنی طرف بڑھے ہاتھ کو دیکھ کے اس نے بھی جواباً اپنی انا دیکھاتے ہوئے تقریباً ایک منٹ بعد اس سے ہاتھ ملایا تھا۔۔اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے احان شاہ کو اس میں نا جانے کیا کشش محسوس ہوئی تھی جو وہ بے ساختہ خود اس کے بغلگیر ہونے میں پہل کر گیا۔۔حازق خان کو بھی سب کی طرح اسکا وجود کسی بھٹی کی مانند سلگتا ہوا محسوس ہوا تھا لیکن وہ بے تاثر چہرا لیے نا محسوس انداز میں جلدی سے اس سے الگ ہو گیا۔۔اب چہرے پہ پہلے والی رسمی مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔۔کاظم شاہ اس دوران اپنے پیروں میں موجود کٹی کو ہولے سے پیر مارتے ہوئے خود سے دور کر رہا تھا اسی لئے وہ ان دونوں کو زیادہ نوٹ نہیں کر پایا تھا جبکہ ارزم شاہ کو زوریز شاہ ازمیر میں مصروف کروا چکا تھا۔۔

?Your good name

احان شاہ نے ناجانے کس احساس کے تحت خود ہی حازق خان کو مخاطب کرت ءبلا فضول میں اسکا نام دریافت کیا تھا جبکہ کچھ دیر پہلے زوریز شاہ خود ہی انہیں حازق خان کا نام بتا چکا تھا۔۔ حازق خان نے ایک نظر زوریز شاہ کی طرف نروٹھی نظر ڈال کے پھر سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

Muhammad Haziq Khanzada

میجر خان نے سنجیدگی سے اسے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں جواب دیتے اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرا۔ اس کے پٹھانی ایسنٹ پہ احان شاہ کا دل دھڑکا تھا، احان شاہ نے گھٹن محسوس کرتے ہوئے اپنی سفید قمیض کے اوپری دو بٹن کھولے تھے۔۔

Actually I am asking your full name

احان شاہ نے تقریباً دو منٹ کی خاموشی کے بعد اس سے اس کا پورا نام دریافت کیا تھا اب کی بار کاظم شاہ اور ارزم شاہ نے چونک کے ان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ لوگ احان شاہ کی عادت سے واقف تھے وہ کسی میں اتنا انٹرسٹ نہیں لیا کرتا تھا۔۔ احان شاہ کے اس سوال پہ زوریز شاہ کے چہرے کی ہوائیاں آتی تھیں جبکہ میجر خان ہنوز ریلکس نظر آرہا تھا۔۔

Major Haziq Safeer Khanzada

میجر خان نے اسے ٹھہر ٹھہر کے اپنا پورا نام بتاتے اسکی ہری آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑی تھیں!! اسکا پورا نام سنتے ہوئے احان شاہ کی دھڑکنیں کچھ معمول پہ لوٹی تھیں جبکہ اسکے نام کے ساتھ میجر سنتے ہوئے ارزم شاہ کے تمام دوستوں نے اپنے کالر ٹھیک کرتے ایک دفعہ پھر سے اترا کے میجر خان کے ساتھ ہاتھ ملایا تھا بھئی ان کے لئے یہ خوشی ہی الگ تھی کہ وہ لوگ ایک میجر سے مل رہے تھے۔ وہ اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اسے باقاعدہ سلیوٹ کر رہے تھے جس پہ زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے آگے پیچھے اپنے باپ کو تلاش کیا تھا صد شکر اسکا باپ یہاں موجود نہیں تھا ورنہ حازق خان کے میجر ہونے کی خبر یقیناً انہیں شاک میں مبتلا کر دیتی کیونکہ زوریز شاہ حویلی سے مہینوں غائب ہونے پہ انہیں یہی بتایا کرتا تھا کہ وہ اپنے دوست حازق خان اور کچھ دوسرے دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے جا رہا ہے جس پہ وہ ہمیشہ تذبذب کا شکار رہتے کہ آخر اس کے کون سے دوست تھے جن کا گھومنے پھرنے سے دل نہیں بھرتا تھا۔۔

کیوں اپنے سلیوٹ ضائع کر رہے ہو تم لوگ؟؟ وہ اپنے پورے نام کے ساتھ "نقلی" لگانا جان بوجھ کے بھول چکا ہے!!۔۔۔۔

His good name is "naqli

"major Haziq Khanzada

میر ال شاہ جو کٹی اور ازمیر کو پکڑنے کے لئے ان کی طرف بڑھی تھی، ارزم شاہ کے دوستوں کو پاگلوں کی طرح حازق خان کو سلیوٹ مارتے دیکھ کے اس نے استہزایا انداز میں اپنی طرف سے اسکا پول کھولتے ہوئے ارزم شاہ کے ہاتھوں سے ازمیر کو تھاما تھا۔۔ میر ال شاہ کے یوں اچانک ٹپکنے پہ سب نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اسکا یوں لڑکوں کے درمیان آ کے کھڑے ہونا بالکل اچھا نہیں لگا تھا وہ اسکی ہویلی کی عزت تھی وہ نہیں چاہتا تھا اسکی ہویلی کوئی بھی عزت یوں سرعام مردوں کے بیچ آ کے کھڑی ہو جبکہ ارزم اور زوریز شاہ اسکی اس عادت سے اب اچھے سے واقف ہو چکے تھے۔۔ زوریز شاہ تو کافی بار اسے احترام سے ٹوک بھی چکا تھا لیکن وہ ہمیشہ ہنسی میں بات ٹال دیتی کیونکہ وہ پابندیوں میں رہنے کی عادی نہیں تھی۔۔ وہ ارزم شاہ کے ان سب دوستوں سے پہلے بھی کئی بار مل چکی تھی جب وہ ہویلی چکر لگاتے تھے۔۔ ان سب کی میر ال کے ساتھ کافی بنتی تھی اسی لیے وہ ڈائریکٹ یہی آ چکی تھی۔۔ میر ال کو یہاں دیکھ کے کاظم شاہ کو بے ساختہ اپنی بیوی کا خیال آیا تھا جو رو رو کے ہلکان ہوتی اس پہ غصہ کرتے ہوئے باہر آنے کی ضد کر رہی تھی لیکن وہ زہرہ مام اور اسے اندر بٹھا کے بھول ہی چکا تھا کہ اسے یہاں پردے کا انتظام کروا کے انہیں باہر بلوانا تھا۔۔

کیا مطلب آپی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کے تمام دوستوں نے میر ال شاہ کی بات پہ کنفیوز ہوتے ہوئے یک زبانی سے استفسار کیا تھا جبکہ حازق خان نے غصے سے میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے جبڑے بھینچے تھے۔۔

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 77 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

کیا مطلب آپی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے تمام دوستوں نے میر ال شاہ کی بات پہ کنفیوز ہوتے ہوئے یک زبانی سے استفسار کیا تھا جبکہ حازق خان نے غصے سے میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے جبڑے بھینچے تھے۔۔

مطلب یہ کہ تم لوگ غلط بندے کو سلیوٹ کر رہے ہو! یہ ایک نقلی میجر آئی مین مافیہ کا بندہ ہے جو دھوکے سے فوج میں برتی ہوئی ہوا اور اسکی دھوکے بازی کا لیول چیک کرو! فوج کو دھوکا دے کے آج میجر کے عہدے پہ فائز ہے!! دھوکے باز ہو تو نقلی میجر جیسا!! بھئی واہ!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ اپنے ہاتھوں میں موجود ازمیر شاہ کی طرف دیکھ کے الٹا سیدھا منہ بناتی بے حد کیوٹ انداز میں بولی تھی، اس کے اس انداز پہ ازمیر بھی کھکھلا اٹھا۔۔وہ مرحا سے زیادہ میر ال شاہ سے اٹیچ تھا جبکہ میر ال شاہ کی باتیں باقی سب کے سر کے اوپر سے گزری تھیں۔۔غصے سے حازق خان کا چہرہ تانبے کی مانند سرخ ہوا تھا۔کاظم شاہ اور ارزم شاہ نے حیرانگی سے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو میجر خان کے متعلق بنا کسی جھجک کے اپنی رائے پیش کر رہی تھی، احان شاہ کو تو جیسے میر ال شاہ سے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا، وہ اسکی طرف سے رخ موڑ تا اب اپنی پشت پہ ہاتھ باندھے یہاں وہاں دیکھتا خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا جیسے میر ال شاہ کی ہر بات اسکے لئے فضول ہو۔وہ اسے مکمل طور پہ نظر انداز کرتا اپنی خیالوں کی خوبصورت دنیا میں کھو گیا۔۔

کیا ہوا جاناں کیوں اتنے پیارے انداز میں منہ پھولائے بیٹھی ہو؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسکی گود میں اپنا سر رکھتے ہوئے اسکے پھولے گالوں کو ہمیشہ کو طرح اپنے ہاتھ کی چٹکیوں میں بھرا تھا جس پہ اس نے روہانسے ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ جب سے کمرے میں آیا تھا وہ یوں ہی منہ پھلائے بیٹھی تھی، حتی کہ آج اس نے خود سے اسکا لباس بھی نکال کے باہر نہیں رکھا تھا ورنہ اسکا چھوٹے سے چھوٹا کام وہ اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔۔

مجھے تنگ مت کریں شاہ سائیں۔۔۔وہ نروٹھے انداز میں بولتی اسکی طرف سے اپنا رخ موڑ گئی۔

تمہیں تنگ نہ کروں تو کسے کروں جاناں!!۔۔۔۔احان شاہ اسکے نروٹھے انداز پہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کی غرض سے اسکے پہلو میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔اسکے یوں منہ چھپانے کے انداز پہ گلالئی کی دھڑکنوں نے شور مچایا تھا لیکن اسکے گرم وجود کو محسوس کرتے اس نے تیزی سے اسکے چہرے کو اپنے پہلو سے نکالتے اسکے ماتھے پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔

شاہ سائیں!!۔۔۔۔اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھتی وہ چلائی تھی۔۔آنکھیں پل میں نم ہوئی تھیں۔اسکا چہرہ آگ کی طرح جل رہا تھا۔۔

بتاؤنہ میری پٹھانی تمہیں تنگ نہ کروں تو کسے کروں؟!۔۔۔وہ اسکے چلانے کی پرواکئے بغیر اسکی نم آنکھوں کو اپنی پوروں سے صاف کرتا بے حد پیار سے بولا تھا۔۔اسکے ہاتھوں کا دہکتا لمس گلالئ کو کسی انگارے کی طرح محسوس ہوا تھا۔۔وہ بخار میں کسی کوئلے کی مانند دہک رہا تھا۔۔اسکی ہری آنکھوں میں بے حد سرخی دیکھتے گلالئ نے جھک کے اسکے ماتھے پہ نرمی سے اپنے لب رکھے تھے،اسکی پیش قدمی پہ احان شاہ کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں۔۔

آپ۔کو۔۔تو۔۔۔بہت۔۔۔تیز۔۔بخار۔۔۔ہے۔۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی تھی بالکل بچوں سا انداز! لب ہنوز اسکے ماتھے پہ تھے! اسکی اتنی سی تکلیف پہ وہ ایسے ہی تڑپ جایا کرتی تھی۔۔

بخار ہے یار مرا تھوڑی ہوں جو ایسے رو رہا ہے میرا بچہ؟۔۔۔احان شاہ اسکی گردن میں ہاتھ ڈال کے اسے مزید خود پہ جھکاتا اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے بولا تھا۔اسکے آنسو برداشت نہیں ہو رہے تھے۔اس کے منہ سے مرنے والی بات سن کے گلالئ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی اپنے لب اس کے ماتھے سے ہٹا گئی۔اسکی شکوہ کناں نظروں کو محسوس کرتے احان شاہ کو اپنے الفاظ کی سختی کا احساس ہوا تھا۔

اوہو!! منہ سے نکل گیا۔میرا مطلب یہ تھا کہ بخار ہو گیا ہے تو اس میں ایسی کون سی انوکھی بات ہے؟اسے بھگانا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے!! پوچھو کیسے؟۔۔۔اسکے پیچھے ہونے پہ وہ پھر سے اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھتا اسے اپنے بے حد نزدیک کرتے صلح جو لہجے میں بولا۔۔گلالئ نے بے ساختہ سوالیہ انداز سے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ اس سے پوچھنا چاہ رہی تھی کہ وہ ایسا کیا کرے جو اسکا بخار بھاگ جائے؟وہ واقعی ہی اسکے لئے بہت پریشان تھی،اسکی پریشانی اسکی آنکھوں سے واضح تھی۔

دیکھو یوں!! جس طرح سے تم نے ابھی میرے ماتھے پہ کس کیا نا؟بالکل اسی طرح سے یہاں بھی پیار سے کس کر دو! پھر دیکھنا تمہارے شاہ سائیں کیسے تمہارے میجک سے ٹھیک ہوتے ہیں!! ۔۔۔۔وہ اسکی چھوٹی سی انگلی اپنے لبوں پہ رکھتا اسے آنکھ ونک کرتے بے باکی سے بولتا اپنے اس قدر نزدیک جھکا گیا کہ اگر گلالئ ذرا سا بھی ہلتی تو ان دونوں کے لب ٹکرا جاتے۔روتی ہوئی گلالئ اسکی بات پہ شرم وحیا سے لال سرخ پڑی تھی۔

کر رہی ہو یا میں خود سے کس کروں؟لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر میں خود سے کروں گا نا تو سانسیں سینے میں الجھا دوں گا۔۔اتنے برے طریقے سے سانسیں کھینچوں گا تمہاری!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ نے اسے گھمبیر آواز میں

دھمکی لگاتے اسکی دھڑکنوں پہ اپنی انگلیاں بجائی تھیں، گلالئ کا چہرہ لہو چھلکنے کو بے تاب ہوا تھا، اس نے روہانسے ہوتے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو بخار میں بھی اپنی بے باکیوں کی وجہ سے اسکی جان لبوں پہ لائے ہوئے تھا۔۔

آ۔۔۔ آپکو۔۔۔ بخار۔۔۔۔ہے۔۔۔ میں۔۔ میڈیسن۔۔۔ وہ اس سے اپنا چہرہ دور کرتی ابھی اپنا جملہ مکمل کرنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسکے بالوں میں اپنی انگلی پھنساتے اسے پوری طرح سے خود پہ جھکاتے ہوئے اسکی خوشبودار سانسوں میں اپنی بخار سے دہکتی سانسوں کی ملاوٹ کی تھی۔۔ اسکے دہکتے ہونٹوں کا شدت بھرا لمس محسوس کرتے گلالئ کی دھڑکنوں نے شور مچایا تھا۔۔ وہ اپنی آنکھیں سکون سے موندے اسکے رسیلے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری قید میں جکڑتا اپنے کہے کے مطابق واقعی ہی اسکی سانسیں سینے میں الجھا رہا تھا۔۔ گلالئ نے اسکی سفید شرٹ کے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے اسکی شدت برداشت کی تھی جس پہ احان شاہ کو مزید شے ملی تھی، وہ اب اسکا ایک ہاتھ اسکی گال اور گردن کے درمیان رکھتا اسکے ہونٹوں کو مزید شدت سے لاک کرتا گھونٹ گھونٹ بھرتے ان کا جام پی رہا تھا۔ گلالئ کی سانسیں اکھڑ چکی تھی لیکن مجال تھی جو اس نے اسکے حصار میں ذرا سی بھی مزاحمت کی ہو۔ پہلے تو پھر کبھی وہ شرم وحیا سے مزاحمت کر لیا کرتی تھی لیکن آج اسے سکون پہنچانے کے لئے اسے خود بے سکون ہونا منظور تھا لیکن اسے تکلیف میں دیکھنا نہیں! وہ اسکے تھکاوٹ کے معمولی سے بخار پہ اس قدر سینسیٹو ہو چکی تھی کہ اپنی ناراضی تک بھولتی اسکی بھوری گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتی اسے ریلیکس کرنے لگی جو اسکی سانسوں کے ساتھ بری طرح سے کھلواڑ کرتا اسکے سراپے کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھوتا اسکی نرماہٹیں محسوس کر رہا تھا۔ اسکے ہاتھ اپنی بیرڈ پہ محسوس کرتے ہمیشہ کی طرح احان شاہ کے دل میں گدگدی سی ہوئی تھی۔ اچانک سے احان شاہ کو اسکی اکھڑتی سانسوں پہ رحم آیا تھا جس پہ اس نے جلدی سے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکی پھولی سانسوں کو محسوس کرتے احان شاہ کی نظریں اسکے سرخی چھلکتے لبوں کی طرف اٹھی تھیں جو اسکی اس قدر شدت پہ خون چھلکتے کناروں سے زخمی ہو چکے تھے۔۔

افف یہ تو رف کس ہو گئ!! مجھے یاد بھول گیا کہ کس کے دوران ان نازک گلابی پنکھڑیوں کو کچھ دیر کے لئے آزادی بخشنا لازم ہے!!۔۔۔ احان شاہ اسکے لبوں پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیرتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔ گلالئ نے اسے شکوے کی بجائے پیار بھری نظروں سے دیکھا تھا۔۔ یہ انسان اسکے زندہ رہنے کے لئے بے حد ضروری تھا۔۔

یوں مت دیکھا کرو جاناں!! کچھ کچھ ہوتا ہے!!۔۔۔اسکی پیار بھری نظریں خود پہ محسوس کرتے احان شاہ اسے پیچھے تکیے پہ دھکا دیتا اسکے اوپر سایہ فگن ہوتے شوخ لہجے میں بولا تھا۔۔گلالئ کی نظریں شرم سے بوجھل ہوئی تھیں۔

ناراض کیوں ہو رہی تھی؟؟۔۔۔۔احان شاہ نے اسکے گالوں کو اپنے دانتوں میں نرمی سے دباتے اسکی کچھ دیر پہلے والی ناراضگی کا مقصد دریافت کیا تھا جس پہ گلالئ نے ناک پھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ نے مجھے کچھ دیر پہلے نیچے نظر انداز کرتے ہوئے اس چڑیل (میرال شاہ) سے بات کی تھی نا مجھے بہت برا لگا!! میں تو کبھی بھی آپکو نظر انداز نہیں کرتی۔۔آپ ہمیشہ میرا دل دکھاتے ہیں!!۔۔۔اسکے پیار سے استفسار کرنے پہ وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے بے حد معصومیت سے بولی تھی۔۔یہ سچ تھا کہ نیچے کچھ دیر پہلے میرال شاہ کو شاہ بی بی کی دواؤں کا بتاتے وہ غائب دماغی سے اسکی پکار نظر انداز کر گیا تھا جس گلالئ نے بھی اسے دوبارہ مخاطب نہیں کیا تھا۔۔

شاہ بی بی سے فارغ ہوتے اسے یاد آیا تھا کہ اسکی پٹھانی نے کچھ دیر پہلے مدھم آواز میں اسے پکارا تھا جو وہ انجانے میں نظر انداز کر گیا تھا۔احان شاہ نے آبیبر واچکاتے اسکی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ روٹھ کے رخ پھیر گئ جس پہ اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتے شاہ بی بی کو شب خیر بولتے جلدی سے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا،شاہ بی بی نے نخوت سے سر جھٹکتے دل میں گلالئ کو ہمیشہ کی طرح برے بھلے الفاظ میں یاد کیا تھا۔۔

ہاہاہا!! میں نظر انداز نہیں کرتا اپنی پٹھانی کو!! وہ کیا ہے نا کہ جب تم مجھے اپنے ان سرخ رسیلے لبوں سے پکارتی ہو نا تو سب کے سامنے میرا دل بے ایمان ہوتا انہیں اپنی گرفت میں لینے کے لئے پاگل ہو جاتا ہے! بس یہی وجہ تھی تمہیں نظر انداز کرنے کی!! لیکن اگر تمہیں برا لگا تو وعدہ رہا سید احان شاہ آئیندہ ایسا کبھی نہیں کرے گا جاناں!! ۔۔۔احان شاہ نے مسکرا کے جواب دیتے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک رگڑی تھی۔۔

اور اس چڑیل (میرال!) کے ساتھ بات بھی مت کیجئیے گا!!۔۔۔گلالئ نے لگے ہاتھ اپنی ایک اور بات منوائی تھی جس پہ احان شاہ نے نفی میں سر ہلا کے ہولے سے ہنستے ہوئے کمرے کی لائٹس آف کی تھیں۔۔

اور کچھ؟ تم کہو تو پوری دنیا سے منہ موڑ لوں؟۔۔۔احان شاہ ہمیشہ کی طرح اس کے کان میں پیار بھری سرگوشیاں (کرتے اسے اپنی شدت بھرے حصار میں قید کر گیا۔۔

میر ال شاہ کی یوں الزام لگاتی باتوں سے حازق خان کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے زوریز شاہ نے کچھ بولنے کے لئے گلہ کھنکھارا تھا۔۔

آپی مذاق کر رہی ہیں!!۔۔۔۔زوریز شاہ ہلکے پھلکے انداز میں سب کی طرف دیکھ کے بولتا اب پھر سے حازق خان کو دیکھ رہا تھا جس کا موڈ بری طرح سے خراب ہوتا نظر آ رہا تھا۔۔

کیا آپ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟؟۔۔۔۔اب کی بار سوال ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا، وہ ایک نظر حازق خان اور دوسری نظر میر ال شاہ پہ ڈالتا حیرت سے پوچھ رہا تھا۔۔کاظم شاہ کے دل میں بھی یہی سوال مچل رہا تھا۔۔

نہ۔۔۔۔ابھی حازق خان جلدی سے انکار کرنے ہی والا تھا جب میر ال شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لو بھلا مجھ سے بہتر اس نقلی میجر کو کوئی جان سکتا ہے؟؟ میں نے خود قسم لے لو خود اپنی ان دو گناہگار آنکھوں سے اسے نائٹ کلب کے واشروم میں ایک مظلوم آدمی کی لاش بچھاتے دیکھا تھا۔۔۔۔میر ال شاہ پر جوش انداز میں انہیں میجر خان کے کرتوت بتا رہی تھی جس پہ اس نے اپنی کنپٹی انگلی سے مسلتے ہوئے بمشکل خود کو دھاڑنے سے روکا تھا وہ کتنے ریلکس انداز میں ان سب کے سامنے بار کے واشروم کا نام لے چکی تھی سب اس وقت حازق خان کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، حازق خان کو مجرم نہ ہو کے بھی اس وقت خود سے مجرموں والی فیلنگز آ رہی تھیں۔۔ سب کی مشقوق نظریں خود سے محسوس کرتے وہ جی بھر کے سلگ رہا تھا۔کاظم شاہ جو سنجیدگی سے میر ال شاہ کی بات سن رہا تھا اسکے منہ سے نائٹ کلب کا سنتے ہوئے وہ ٹھٹکا تھا۔۔

تم نائٹ کلب میں کیا کر رہی تھی؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے بھڑکتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔اسکی ہویلی کی عزت اتنے مردوں کے سامنے کھڑی سر عام نائٹ کلب کا ذکر کر رہی تھی تو وہ بے غیرت ہوتا جو خاموشی سادھ لیتا۔۔احان شاہ ان کے بیچ کھڑا ہو کے بھی ان کے درمیان نہیں تھا وہ اپنی گل کی سوچوں میں گم تڑپ تڑپ کے اسے یاد کر رہا تھا۔ کاظم شاہ کے یوں استفسار کرنے پہ میر ال شاہ نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔۔وہ زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو تو روعب سے ڈیل کر لیتی تھی لیکن کاظم شاہ کو کیسے کرتی جسے ان چیزوں سے سخت نفرت تھی۔۔

وہ۔۔۔ہاں۔۔۔میری۔۔دوست۔۔۔ہے۔۔نا۔۔۔اسکی۔۔۔برتھڈے۔۔۔ تھی۔۔۔میرال شاہ کا لہجہ کم ہی لڑکھڑاتا تھا جو اس وقت کاظم شاہ کے سامنے لڑکھڑا چکا تھا۔۔

کیا زاویار انکل اس بات سے لاعلم ہیں؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے کرخت لہجے میں مزید تفتیش کی تھی۔اسکا اس وقت غصے سے شدید برا حال تھا۔۔یہاں کھڑے ایک ایک مرد پہ ان کی ہویلی کے مردوں کا نا جانے کیا امپریشن پڑا ہو گا! اگر وہ اتنی تفتیش بھی نہ کرتا تو یقیناً یہاں کھڑا ایک ایک مرد ہویلی کے سب مردوں کو بے غیرت سمجھتا۔۔ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب کاٹتے ہوئے اپنے دوستوں کو یہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا۔دوست جتنے مرضی جگڑی ہوں، اسے اپنے فیملی میٹرز کسی کے سامنے کھولنا پسند نہیں تھا، اور اس کے دوست بھی اسکی اس عادت کو سمجھتے تھے اسی لئے بنا بحث یا کوئی شرارت کئے وہاں سے کچھ فاصلے پہ ٹیبل سنبھال کے بیٹھتے اب کسی کے بھی کھانے سے پہلے کھانا شروع کر چکے تھے۔۔ارزم شاہ ان کی طرف دیکھ کے نفی میں سر ہلا کے رہ گیا۔اس کے تمام دوست ایلیٹ فیملی سے تعلق رکھتے تھے لیکن حرکتیں وہ جان بوجھ کے مڈل کلاس والی کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک پیسے میں کچھ نہیں رکھا تھا۔۔دو چار دن کی زندگی تھی بقول ان کے کھاپی کے سو کے، ہر کسی سے پنگے لے کے اور ایک ہی جینز شرٹ کو ہفتہ ہفتہ پہن کے اچھے سے گزارنی چاہئیے!

تم صرف ایک سال بڑے ہو مجھ سے!! زیادہ روعب جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے! اپنا اچھا برا جانتی ہوں میں!! چلو کٹی!!۔۔میرال شاہ کون سی کم تھی، حازق خان کے سامنے کاظم شاہ کو پولیس انسپکٹر کی طرح تفتیش کرتے دیکھ کے وہ روعب سے بولتی کٹی کو اشارہ کرتی آگے کی طرف بڑھ گئی۔کٹی ہمیشہ کی طرح اپنی پونچھ ہلاتی شان سے اپنے قدم آگے بڑھاتی اسکے قدم سے قدم ملاتے چل رہی تھی۔۔میرال شاہ کے لہجے میں بدتمیزی نہیں تھی صرف مصنوعی سا روعب تھا جو ان سب نے محسوس کیا تھا۔۔۔

وہ صرف میجر خان کے سامنے ثابت کرنا چاہتی تھی کہ جب وہ ہویلی کے بڑے سپوت کے روعب میں نہیں آ رہی تو کہیں وہ اپنے دل و دماغ میں کوئی بھول نہ رکھے کہ وہ اسکے غصے اور اگنورینس کو کسی خاطر میں لاتی ہو گی۔وہ یہاں کھڑی کھڑی آج بھی حازق خان کی نظر اندازی محسوس کر چکی تھی۔وہ اتنے ڈیسنٹ لائٹ پنک نیٹ کے ایسٹرن ڈریس میں ملبوس تھی لیکن مجال تھی اس نے نظر اٹھا کے ایک نگاہ غلط بھی اس پہ ڈالی ہو۔نا جانے آج اسکا دل کیوں

چاہ رہا تھا کہ وہ اسکی طرف نظر اٹھا کے دیکھے اور اسے دیکھتے ہی مبہوت ہو جائے کیونکہ اپنی ویسٹرن ڈریسنگ کی وجہ سے وہ ہمیشہ سے اسکی نظروں میں اس لباس کے لئے ناگواری محسوس کیا کرتی تھی لیکن اس کے ایک بھی دفعہ نظر اٹھا کے نہ دیکھنے پہ اسکا دل خفا سا ہوا تھا، اس نے تو آج شانوں پہ دوپٹا بھی پھیلا کے لیا ہوا تھا۔۔

خان صاحب میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں میری بہن غصے کی ذرا تیز ہے اسی لئے کہیں بھی بنا سوچے سمجھے کچھ بھی بول جاتی ہے آپ اسکی باتوں کو مائینڈ مت کیجئیے گا!! ۔۔۔۔میر ال کے یوں جانے پہ کاظم شاہ سمجھ چکا تھا وہ اسکے سوالوں سے بچنا چاہ رہی ہے اسی لئے وہ میجر خان کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتا اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے مدھم سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اس سے معذرت کر رہا تھا جو وہ کم ہی کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا میجر خان نے اگر نائٹ کلب میں کسی کا قتل کیا بھی ہو گا تو وہ اسکی ڈیوٹی کا حصہ تھا، اسکا یہ مطلب نہیں تھا وہ کسی مافیہ کے گینگ کے ساتھ ہاتھ ملا چکا ہے۔۔

۔۔۔۔میجر خان نے جواباً خوشدلی سے اس خوبصورت اور (she has no mind) ارے اٹس اوکے لالہ!! آئی نو روعب دار شخص کا کندھا تھپکتے اسے مطمئن کیا تھا کہ اس نے اسکی باتوں کا مائینڈ نہیں کیا۔۔ جبکہ دل میں دانت کچکچاتے ہوئے میر ال شاہ جو بد دماغ عورت کا لقب دے چکا تھا۔۔ شی ہیز نو مائینڈ والی تحریر پہ اس نے دل میں سوچی تھی کیونکہ یہاں سر عام کہنے سے تو وہ رہا۔ اسکے لالہ کہنے پہ کاظم شاہ مسکرایا تھا، اسے حازق خان کی پرسنیلٹی کافی نائس لگی تھی۔

زوریز!! مردوں اور عورتوں کے درمیان پردے حائل کرواؤ اور اگر بابا جان یا تایا جان اعتراض کریں تو ان تک میرا پیغام پہنچا دو اپنے ایلیٹ اور سٹینڈرڈ کے دوستوں کو لے کے کسی ریسٹورنٹ کا رخ کر لیں!!۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے زوریز شاہ سے مخاطب ہوتا سے کی طرف بڑھ گیا اس کا رخ شاید حویلی کی اندرونی طرف تھا۔ زوریز شاہ تو جیسے کاظم شاہ کے اسی حکم کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا بابا جان اور تایا جان کے سامنے اسکی دال تو کسی صورت نہیں گل سکتی لیکن ہاں کاظم شاہ کے حکم کے خلاف کوئی نہیں جائے گا، وہ بھی کہاں چاہتا تھا اسکی بیوی یا اسکی حویلی کی عزتوں پہ کسی کی نگاہ بھی اٹھے۔۔ کاظم شاہ نے ابھی چند قدم ہی بڑھائے تھے جب اسے احان شاہ کا خیال آیا تھا، اس نے نوٹ کیا تھا وہ کافی دیر سے خاموش ہے!

شاہ!!۔۔۔کاظم شاہ نے متوازن لہجے میں مخاطب کیا تھا، لیکن احان شاہ کی سوچوں کا تسلسل ابھی بھی نہیں ٹوٹا تھا۔۔ کاظم شاہ کے یوں مخاطب کرنے پہ میجر خان کی نظروں کا مرکز بے ساختہ احان شاہ بنا تھا جو کسی گہری سوچ میں معلوم ہو رہا تھا۔۔

شاہ میں تم سے مخاطب ہوں!!۔۔۔کاظم شاہ نے اب کی بار اپنا جملہ بلند آواز پہ دہرایا تھا جس پہ احان شاہ نے ہوش کی دنیا میں واپس لوٹتے ہوئے اسکی طرف اپنا رخ کرتے آئیبرو اچکایا۔۔ ہری آنکھوں میں پہلے سے کئی زیادہ سرخی در آئی تھی جو تکلیف اور اذیت کے باعث تھی۔

ہمم۔۔۔۔۔احان شاہ نے ہنکارا بھرا۔۔

کمرے میں چل کے ریسٹ کر!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے حکم دے رہا تھا جس پہ اس نے نفی میں سر ہلاتے "میں ٹھیک ہوں" مدھم آواز میں یہ جواب دیا۔۔

تجھے پیار کی زبان سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟۔۔۔کاظم شاہ اسے بازو سے پکڑتا اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ حازق خان کی نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا تھا۔

احان شاہ اسکے ساتھ کھنچتا چلا جاتا ہویلی کی اندرونی طرف آ چکا تھا لیکن وہ اس وقت ہویلی نہیں جانا چاہتا تھا۔ احان شاہ کو اس وقت اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا، ہویلی کے اندرونی دروازے کی طرف دیکھ کے اسے ہمیشہ وہ پل یاد آتا تھا جب اس نے بے حد برے طریقے سے گلالئ کو ہویلی سے انیکسی کا رخ دیکھایا تھا۔۔

میں ٹھیک ہوں! مجھے اکیلا چھوڑ دو! اس ہویلی میں اس جیسا کوئی نہیں ہے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے گنوایا ہے!۔۔۔۔۔احان شاہ مدھم آواز میں بولتا اس سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے وہ ایک جست میں اس پہ سوار ہوا تھا۔۔ اس نے گہرے سانس بھرتے ہوئے اپنے بھیگے لہجے پہ قابو پانے کی سعی کی تھی لیکن سامنے کاظم شاہ تھا جس سے اسکا بھیگا لہجہ چھپا نہیں رہا تھا۔۔ وہ چاہ کے بھی اسے روک نہ پایا کیونکہ اسکی گاڑی ایک جست میں اسکی نظروں سے اوجھل ہوتی ہویلی کا دروازہ پار کر گئی تھی۔۔ دل میں ایک فکر سی ہوئی تھی کہ وہ اتنے تیز بخار میں ڈرائیونگ کیسے کرے گا؟ لیکن وہ کہاں کسی کی سنتا تھا، اگر وہ گاڑی لے کے

اسکا پیچھا بھی کر لیتا تو وہ چالاکی سے اسے چکما دیتا اپنی گاڑی زن سے دور بھگا لے جاتا کیونکہ وہ اس وقت اکیلے سفر کرنا چاہتا تھا۔۔ اسی لئے کاظم شاہ گہری سانس بھر کے ایک نظر اوپر آسمان کی طرف دیکھتا اندر لاؤنج کی طرف بڑھا تھا۔۔

کاظم شاہ اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتے اس نے خود کو کوسا تھا جو باتوں باتوں میں ایزل شاہ اور زہرہ مام کو تو بھول ہی چکا تھا کہ وہ اندر انہیں انتظار کی سولی پہ لٹکا کے آیا ہے۔ اس نے اپنی اجرک درست کرتے ایزل شاہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی نظریں ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو تبدیل لباس میں زہرہ مام کی گود میں سر رکھے سو چکی تھی۔۔ اسے سوتے دیکھ کے کاظم شاہ کو بے حد افسوس ہوا تھا۔۔ وہ فکر مندی سے قدم اٹھاتا زہرہ مام کی طرف آیا تھا جو اسے ناراض نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔۔

سو کیوں گئی یہ؟۔۔۔۔ کاظم شاہ نے ان کے قریب آتے اپنا کان کجھاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ زہرہ مام نے بنا جواب دیئے اپنا سارا دھیان ایزل شاہ پہ مرکوز کر لیا جو بچوں کی طرح ان کی گود میں چہرہ چھپائے سو رہی تھی۔۔ وہ اس وقت اس کالی فراک کو تبدیل کر کے لائٹ گرین سمپل سی شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔۔

یار آپ کیوں ناراض ہو رہی ہیں؟ وہ کچھ بزنس کولیگز کو ملتے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا!!۔۔۔ ان کے نروٹھے چہرے کو دیکھتے کاظم شاہ نے اپنی کھری مغرور ناک انگوٹھے سے رگڑتے ہوئے اپنی صفائی دی تھی۔۔

تمہارا مقصد صرف میری بہو کو رلانا تھا اور اسے اسکے بیٹے کی تقریب میں شامل کرنے سے منع کرنا تھا جو تم کر چکے ہو! اب برائے مہربانی اس کی نیند نے خراب کرو!! تمہارے شور سے ڈسٹرب ہو جائے گی وہ!!۔۔۔ زہرہ مام سنجیدگی اور ناراضی سے بولتی احتیاط سے ایزل کا سر تکیے پہ رکھتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

یار مام میں ایسا کیوں چاہوں گا! بہو کی طرف پلٹی کھاتی الزام کیوں لگا رہی ہیں مجھ پہ!! ۔۔۔۔ انہیں ناراضی سے باہر جاتے دیکھ کے کاظم شاہ نے دہائی دی تھی لیکن وہ سنی ان سنی کرتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔ کاظم شاہ نے ان کی اوجھل ہوتی پشت سے نظریں ہٹاتے ہوئے گہری نظروں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تھا جو بنا دوپٹے کے اپنے حشر برپا وجود کی دلکش رعنائیوں سمیت اس کی دھڑکنیں منتشر کر چکی تھی۔ کاظم شاہ کی نظروں کا مرکز بے ساختہ اسکا چہرہ بنا تھا

جس پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے! وہ نا جانے کتنا رو چکی تھی۔ کاظم شاہ کو بے ساختہ اس پہ ٹوٹ کے پیار آئے تھے۔۔

آئی ایم سوری جیری!!۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے جھکتے ہوئے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے پیار سے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے سرگوشی کی تھی لیکن وہ ہنوز چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتے سو رہی تھی، اسکی نیند ہمیشہ سے پکی تھی وہ اکثر اوقات جلدی نہیں اٹھا کرتی تھی۔ وہ یقیناً کافی ہرٹ ہوئی تھی۔۔ کتنی خوش اور نکھری نکھری سی تھی وہ اپنے بیٹے کے عقیقے کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے لیکن وہ اسکا سارا موڈ خراب کر چکا تھا۔ غلطی کاظم شاہ کی بھی نہیں تھی مہمان کافی زیادہ تھے جنہیں ملتے ہوئے انہیں ان کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔۔

آئی ایم سو سوری!!۔۔۔۔ وہ اسکی سرخ چھوٹی سی ناک پہ لب رکھتا اب اسکے آنسوؤں سے بھیگے گال نرمی سے چومتا سرگوشی کر رہا تھا لیکن پھر اسکی نیند کا خیال کرتے وہ اس سے فاصلے پہ ہوتا اس پہ چادر اوڑھا رہا تھا۔ است چادر اوڑھاتے ہوئے نظریں اسکی گردن پہ دیئے گئے اپنی شدت کے نشانات کی طرف اٹھی تھی جنہیں دیکھ کے دل ایک بار پھر سے بے قابو ہوا تھا لیکن وہ اسے اٹھا کے اسکی نیند نہیں خراب کرنا چاہتا تھا جانتا تھا اب وہ اگلے کو رلانے پہ مجبور کر دے گی لیکن تقریب میں شامل نہیں ہو گی!! کاظم شاہ نے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھاتے حلیمہ کو ایزل شاہ کے کمرے میں جانے کا حکم دیا تھا۔۔ وہ اسے کمرے میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کیونکہ باقی سب تو باہر کی تقریب میں مصروف تھے۔ وہ خود اس تقریب کو اب اختتام پزیر کرنے کی غرض سے لان کی طرف بڑھا تھا۔۔

ھارون شاہ اور دریاب شاہ نے ازمیر شاہ کو اٹھاتے ہوئے تالیوں کے زور و شور میں اپنے پوتے اور نواسے کے عقیقے کا بڑا سا کیک کاٹا تھا۔ سب اپنی کرسیوں سے کھڑے خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے، ارزم شاہ کے دوست اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے باقاعدہ سیٹیاں بجا رہے تھے، ازمیر شاہ بار بار دریاب شاہ کے حصار میں کسمساتا اپنی بڑی بڑی ہیزل گولڈن آنکھوں سے خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے خود کیک کاٹنے کی بجائے انہیں آگے کیا تھا۔ عقیقے کی تقریب کے لئے لاتعداد ہی بکرے قربان کئے گئے تھے جو کاظم شاہ نے باقاعدہ اپنی

نگرانی میں کروائے تھے۔۔ گھر گھر میں کھانا پہنچایا گیا تھا، بہت سے بکرے درگاہوں اور ایسی جگہوں تک بھی پہنچائے گئے تھے جہاں ضرورت مند اور مسکین لوگ لاتعداد موجود تھے۔۔

بہت سی ایلیٹ کلاس خواتین نے تقریب میں موجود درمیان میں بڑے بڑے کرٹن اسٹینڈ کو دیکھتے ہوئے زہرہ مام اور شاہ بی بی پہ باتوں ہی باتوں میں طعنے کسے تھے جس پہ انہوں نے کان نہیں دھرے تھے۔۔ تقریب میں موجود ایک ایک خاتون نے ایزل شاہ کی غیر موجودگی پہ سوال اٹھایا تھا لیکن۔ زہرہ مام اسکی طبیعت کا بہانہ کرتی سب کی زبانیں بند کرواگئی تھی۔ زوریز شاہ نے یہ پوری تقریب اپنی شاہزادی کو تلاش کرتے ہوئے گزاری تھی جو آسمانی فراک میں خوبصورتی سے لائٹ میک اپ کئے اسے اپنی ایک جھلک دیکھاتی عورتوں والی سائیڈ پہ غائب ہو چکی تھی۔ اسے لان کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسے پکڑنا چاہا تھا لیکن وہ اسے ہری جھنڈی دیکھاتی سنجیدگی سے تیز تیز قدم اٹھاتی عورتوں والی سائیڈ کی طرف بڑھ گئی، جہاں جانا زوریز شاہ جو خود اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ اس سے بعد میں نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

ارزم شاہ جو اپنے قیمتی موبائل میں ازمیر شاہ کو تصاویر بنا رہا تھا اچانک سے اپنے دوسرے نمبر سے اوپر آتی کال دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔ یہ نمبر تو اسکے اپنے استعمال میں تھا تو پھر اسے فون کون کر رہا تھا؟ اسی سوچ کے تحت ارزم شاہ نے کال پس کرتے ہوئے اپنے قدم لان سے باہر کی طرف بڑھائے تھے کیونکہ لان میں کافی شور ہونے کی وجہ سے وہ دوسری طرف کی آواز نہیں سن پا رہا تھا۔۔

ہیلو!! ارزم دریاب شاہ اسپیکنگ!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے لان کے آخر تک آتے ہوئے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرواتے دوسری طرف سے جواب آنے کا انتظار کیا تھا۔

ار۔۔ ارزم۔۔۔ ارزم۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔ فون۔۔ مت۔۔۔ کاٹیے

۔۔۔ گا۔۔ تھینک۔۔۔ تھینک۔۔۔ گاڈ۔۔۔ آپ۔۔۔ نے۔۔۔ میرا

۔۔۔ فون۔۔۔ اٹھا۔۔۔ لیا۔۔۔ پلیز۔۔۔ یہاں۔۔ آ۔۔۔ جائیں۔۔۔ مجھے۔۔۔ یہاں۔۔۔ اکیلے۔۔۔ بہت۔۔۔ ڈر۔۔۔ لگ۔۔ رہا۔۔۔ بہت۔۔۔ زیادہ۔۔۔ پلیز۔۔۔ ایک۔۔۔ دفعہ۔۔۔ آ۔۔۔ جائیں۔۔۔۔ دوسری طرف موجود ذائشہ خان ہچکیوں سے روتی کانپتی آواز میں بولی تھی۔ اس کے لہجے میں اس قدر خوف ق ڈر محسوس کرتے ارزم شاہ کو اپنی

دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں لیکن سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ اس نے اسکا فون لیا جہاں سے تھا؟ وہ کس طرح سے اس سے کانٹیکٹ کر سکتی تھی؟؟

تم نے میرا فون کہاں سے لیا ہے۔۔۔ ارزم شاہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو نظر انداز کرتے کرخت لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔۔

آئی

۔۔۔ایم۔۔سوری۔۔۔میں۔۔۔میں۔۔آپکا۔۔۔فون۔۔پھر۔۔۔سے۔۔۔آپکی۔۔۔الماری۔۔۔میں۔۔رکھ۔۔د یتی۔۔۔ہوں۔۔۔لیکن۔۔۔پلیز۔۔۔یہاں۔۔واپس۔۔۔آ۔۔۔جائیں۔۔۔می۔۔۔میں۔۔۔آپکے۔۔۔کمرے۔ ۔سے۔۔بھی۔۔چلی۔۔جاؤں۔۔۔گی۔۔۔آپ۔۔۔صرف۔۔۔اس

۔۔۔اپارٹمنٹ۔۔۔میں۔۔۔آ۔۔۔کے۔۔۔آرام۔۔۔سے۔۔سو۔۔جائیں!!۔۔۔آپکی

۔۔۔غیر۔۔۔موجودگی۔۔۔مجھے۔۔۔بہت۔۔۔ڈرا۔۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے بولتی دیوار کے کونے میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اسکا پورا وجود خوف کی شدت سے لرز رہا تھا۔۔

جب میری غیر موجودگی تمہیں پچھلے چھ ماہ نہیں ڈرا سکی!! تو ان چار دنوں میں کیا ڈرائے گی؟؟ ہاؤ فنی!! میں ابھی ایک امپورٹنٹ سرمنی میں موجود ہوں! مجھے ڈسٹرب م۔۔۔ابھی وہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کسی صنف نازک کی آواز پہ اس نے اپنا چہرہ موڑ کے پیچھے کی طرف دیکھا تھا۔۔ کسی غیر لڑکی کو یہاں اپنے سامنے بالکل ایک ہاتھ جتنے فاصلے سے دیکھتے ارزم شاہ نے آبیبرو اچکایا تھا ساتھ ہی قدم پیچھے کی طرف لیتے اس سے فاصلہ قائم کیا تھا۔۔

ہائے ارزم!!۔۔۔وہ ویسٹرن لباس میں ملبوس لڑکی ارزم شاہ کو اکیلے یہاں پاتی خوبصورتی سے مسکراتے ہوئے اسے ہیلو کر رہی تھی، فون کی دوسری طرف موجود ذائشہ جو ارزم شاہ کے جملوں پہ تکلیف سے آنسو بہا رہی تھی کسی صنف نازک کی آواز میں اپنے ارزم کا نام سنتے اسکا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا، وہ کچھ بولنے ہی والی تھی لیکن اسکا فون کاٹا جا چکا تھا۔۔

Do I know u?

(کیا میں آپکو جانتا ہوں؟)

ارزم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کرتے فون اپنی جیب میں ڈالا تھا۔۔وہ اس لڑکی کو آج پہلی بار دیکھ رہا تھا۔۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 78(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

No! But u can know me if u are interested

)نہیں! لیکن تم مجھے جان سکتے ہو! اگر تم مجھ میں دلچسپی رکھتے ہو(!

وہ اپنے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ سجائے اپنے قدم اٹھاتی ارزم شاہ کے قریب ہوئی تھی۔۔وہ زہرہ مام کی دوست کی بیٹی تھی جس کا دل ہویلی کے چھوٹے سید زادے پہ آچکا تھا۔وہ کب سے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھی لیکن جب درمیان میں کرٹن اسٹینڈ حائل کروائے گئے تو اسکا غصے سے برا حال ہوا تھا،وہ پوری تقریب میں اگر کسی کو دیکھنا چاہتی تھی تو وہ سید ارزم شاہ تھا جو حقیقت میں تصاویر سے بھی کئی گنا زیادہ پیارا تھا۔۔وہ اسکی روعب دار اور دلکش پرسنیلٹی پہ اپنا دل بری طرح سے ہار چکی تھی۔اسکی نظر اچانک سے لان کے اختتامی راستے کی طرف پڑی تھی جہاں وہ ان کی طرف سے اپنی چوڑی پشت کئے کسی سے فون پہ بات کرنے میں مصروف تھا،اسے اکیلے دیکھتے ہی روشنی(زہرہ مام کی دوست کی بیٹی کا نام) فتح مندی سے مسکراتی اپنے بالوں کو جھٹکتے ہوئے اسکے پیچھے چلی آئی۔اسے اپنے قریب قدم بڑھاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنا ہاتھ اٹھاتے اسے غصے سے وہی پہ رکنے کا اشارہ کیا تھا جس پہ وہ فوراً رک گئی۔۔وہ ارزم شاہ تھا جس کی ملاقات روزانہ یونیورسٹی کے لاتعداد سٹوڈنٹ سے ہوتی تھی اب تو وہ کسی لڑکی کو دیکھ کے بتا سکتا تھا کہ وہ کس کیٹیگری کی ہے جس طرح سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کچھ دن اچھا وقت گزار کے اسے اپنا بوائے فرینڈ بنانا چاہ رہی ہے۔۔

Not interested

ارزم شاہ اپنا آئیبرو اچکا کے لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ سجاتا اسے دوٹوک جواب دیتا اپنی کالی اجرک کو جھٹکتا ہوا پورچ کی طرف بڑھا تھا۔ ارزم شاہ کے لبوں کی مسکراہٹ میں تمسخر واضح تھا۔ ارزم شاہ کے دو خرفی توہین آمیز جواب پہ روشنی کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔ وہ تب تک اسکی طرف دیکھتی رہی تھی جب تک اسکی گاڑی ہویلی کے گیٹ سے باہر نہیں نکلی تھی۔۔ ارزم شاہ کی دھول اڑاتی تیز رفتار گاڑی کا رخ اب اپنے اپارٹمنٹ کی طرف تھا۔۔

جی تو گائز یہ تھا میرے چھوٹے سے بھانجے کا بڑا سا عقیقہ !! ماشاءاللہ !! میں کافی دنوں سے چاہ رہی تھی اپنے بھتیجے کے اس عقیقے کے ایک ایک مومنٹ کو ریکارڈ کروں اور فائینلی میں نے کر لیا!! اب سب سوچ رہے ہوں گے کہ میر کی ماما کہاں ہے تو میں ان کو بتاتی چلوں ان کی ماما کی طبیعت اتنی اچھی نہیں ہوئی کہ وہ ہمیں یہاں لان میں جوائن کر سکتی! تو پلیز اس کے لئے دعا کیجئیے گا اور رہی بات ازمیر کے فیس ریویل کرنے کی تو اس کے بابا جان کی طرف سے ایک بگ نو ہے!! وہ اپنے بیٹے کو ابھی میڈیا پہ نہیں دیکھانا چاہتے! ہوپ سو ان فیوچر آپ کو سید ازمیر شاہ کی جھلک دیکھنا نصیب ہو! آج کافی ماہ بعد ولاگنگ کر رہی ہوں جانتی ہوں بہت ٹوٹا پھوٹا سا ولاگ بن رہا ہے! مجھے لگتا ہے مجھے اپنا ولاگ یہی پہ اینڈ کر دینا چاہئیے!! لیکن نہیں!! ایک منٹ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اپنے آئی فون کو چوڑا کئے کیمرے کا رخ اپنی طرف کرتی پر جوش انداز میں ولاگنگ کرتی اپنے فینز کو بائے کہنے ہی والی تھی جب اس کی نظریں حازق خان کی طرف اٹھی تھیں جو سب سے ملنے کے بعد پورچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ وہ اپنی ویڈیو سٹاپ کرتی پورچ کی طرف بھاگی، اس دوران دوپٹا شانوں سے پھسلتا ہوا لان کے ہرے بھرے گھاس پہ گر چکا تھا لیکن اسے پروا نہیں تھی، اسے اس وقت حازق خان جو اپنے ولاگ میں شامل کرنا تھا یا شاید وہ اس سے بات کرنے کا بہانہ تلاش رہی تھی جو اسے مل چکا تھا۔ میر ال شاہ ایک پبلک فگر تھی، وہ کبھی کبھار ولاگنگ کر لیا کرتی تھی جب اسکا موڈ ہوتا تھا! اسے اپنے فینز سے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔۔

جی تو یہ رہی وہ ناموار ہستی جن کے لئے میں اتنی مشقت سے بھاگتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں!! رکو میجر!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ پھر سے اپنا کیمرہ آن کر کے پہلے اپنے فینز سے مخاطب ہوئی اور پھر پھولتی سانسوں سے میجر خان کو پکارا جو اپنی گاڑی کا دروازہ کھولنے کے بعد اندر بیٹھنے والا تھا۔۔ میر ال شاہ کی پکار پہ میجر خان نے بے ساختہ نظریں اٹھاتے

اسکی طرف دیکھا تھا۔۔اسکی سمندری نیلی آنکھوں میں میر ال شاہ کا دل ڈوب کے ابھرا تھا،وہ اگلے ہی پل اسکی طرف سے کیمرہ ہٹاتی اپنی طرف کر گئی،دل میں ایک جیلسی سی پیدا ہوئی تھی آخر کیوں ہی اسکے ولاگ کو دیکھتی لڑکیوں کا مرکز یہ جنگلی پٹھان بنے؟؟وہ اس سین کو اپنے ولاگ سے کٹ کر دینا چاہتی تھی جب اس نے حازق خان کے گاڑی کا دروازہ کھول کے اپنی طرف دیکھنے والا مومنٹ کیپچر کیا تھا کیونکہ وہ اس وقت اسے بے حد دلکش اور خوبصورت لگا تھا۔حازق خان نے سنجیدگی سے آئی تو اچکاتے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن اسکے بنا دوپٹے کے وجود کو دیکھتا وہ ہمیشہ کی طرح اس سے نگاہیں پھیر گیا۔۔حازق خان کے پورے وجود میں غصے کی ایک لہر سی اٹھی تھی،وہ بنا دوپٹے کے اس فٹنگ والے کرتے میں ملبوس کیمرہ اپنے سامنے کرتی نا جانے کیا کیا بول رہی تھی۔۔

آپ لوگوں نے اپنی زندگی میں بہت بہت میجر دیکھے ہوں گے کمانڈر دیکھیں گے لیکن یک جیلی نقلی میجر کبھی نہیں دیکھا ہو گا جو میں آج آپ لوگوں کو دیکھانے والی ہوں! چلو میجر ماسک پہنو!! ہم تمہارا چہرہ اگلی دفعہ ریویل کریں گے!!۔۔وہ کیمرے میں دیکھ کے ہنس کے بولتی ہوئی اب میجر خان کو ماسک پہننے کے مشورے سے نواز رہی تھی جو بلیک ماسک اس نے تقریباً ہر وقت پہنا ہوتا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کا چہرہ کیمرے میں نہیں دیکھانا چاہتی تھی لیکن اس سے باتیں بھی کرنا چاہ رہی تھی۔میر ال شاہ اس وقت اپنی سیچویشن سمجھنے سے قاصر تھی۔

What the hell is this!? Are u mad

اسے ایک ہی نقلی میجر کی رٹ لگاتے دیکھ کے میجر خان نے اب تنگ آتے غصے سے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے فون کھینچتے نیچے سنگ مرمر کے پتھر پہ پھینکا تھا،نا جانے غصہ اسکے بار بار تنگ کرنے پہ تھا یا اسکے بنا دوپٹے کے ولاگنگ کرنے پہ۔۔۔اسکے اس قدر شدید ریکشن پہ میر ال شاہ نے اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں کو پھیلاتے اسکی طرف دیکھا تھا جس نے ایک جھٹکے میں اسکا قیمتی فون کھینچ کے زمین پہ مارتے چکنا چور کیا تھا۔۔

ہر بات کو مزاق بنا رکھا ہے!! جب میں بول رہا ہوں کہ مجھ سے دور رہو تو کیا چاہتی ہو مجھ سے؟۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں ڈالتا غرایا،اسکے سراپے پہ ہنوز ایک نگاہ نہیں ڈالی تھی۔۔حازق خان کی آوازیں ملازموں تک صاف جا رہی تھیں البتہ لان کی طرف سے انہیں کوئی بھی دیکھ نہیں پا رہا تھا۔۔حازق خان کے یوں غرانے پہ میر ال شاہ کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا،اس نے بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اتنی چھوٹی سی بات پہ اتنے

برے انداز میں ریکٹ کر رہا تھا۔۔ میر ال شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ میر ال شاہ نے اپنی پلکوں کو جھپکتے ہوئے اپنی آنکھوں کی نمی کو پیچھے کی طرف دھکیلا تھا۔۔ میر ال شاہ کی آنکھوں میں در آئی نمی حازق خان نوٹ کر چکا تھا جس پہ اس نے اپنی بھوری بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے اپنے غصے پہ قابو پانے کی سعی کی تھی۔۔

گروی رکھو!!!۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں کو پیتی دو منٹ کی خاموشی کے بعد اسی کی طرح غصے سے چٹکی بجاتی غرائی۔

اسکے جملہ حازق خان کے سر کے اوپر سے گزرا تھا اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

میں نے بولا گروی رکھو!! تم نے میرا اتنا مہنگا فون آخر کسی خاتے میں توڑا ہے؟؟ مجھے ابھی کے ابھی ڈبل پیمنٹ چاہئیے!! ورنہ اپنے ہاتھ میں پہنی واچ اپنے گلے کی گرداوڑھی اجرک اور یہ گاڑی گروی رکھ کے جاؤ!!۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے بولتی سرخ ہوتی آنکھوں سے غرائی تھی۔۔ اسکے مدعے پہ اب کی بار آنکھیں پھیلانے کی باری حازق خان کی تھی، وہ ابھی کچھ بولتا جب وہ اپنے اگلے ریکشن سے اسے مزید حیران کر گئی۔ وہ اسکے گلے سے اسکی بادامی مردانہ اجرک نکالتی اب اسکی چوڑی کلائی پہ موجود بیش بہا قیمتی گھڑی اتار چکی تھی جو اپنی قیمت اپنے منہ بتا رہی تھی۔۔ وہ آگے کی طرف ہوتی اسکی گاڑی سے چابی بھی نکالنے والی تھی جب حازق خان نے جلدی سے اپنی گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔۔

تمہارے فون کی قیمت پوری ہو چکی ہے!! میری گاڑی تمہاری سوچ سے زیادہ قیمتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ آرمی کی طرف سے تحفہ ہے۔۔ اگر تم اسے چلاتی ہوئی پکڑی ہوئی تو تم پہ چوری کی سنگین دفعہ لگاتے تمہیں عمر قید کر دی جائے گی !!

So keep some distance from me and my car

وہ بھڑکتے ہوئے بولا تھا۔۔ دل اس وقت شدت سے دھڑکا تھا جب اس نے اسکے بے حد نزدیک ہوتے اسکے گلے سے اجرک نکالی تھی۔۔ یہ سب اس نے اچانک سے کیا تھا جس پہ وہ اسے خود سے دور کرنے کی ہمت ہی نہ کر پایا، اصل ہوش تو تب آئی تھی جب وہ اسکی گاڑی پہ ڈھاکہ مارنے والی تھی۔۔

تمہارے منہ لگنے کا شوق بھی نہیں ہے مجھے!! جب تک میرے فون کے پیسے لے کے میرے پاس نہیں پہنچو گے! تب تک تمہاری یہ اجرک اور یہ گھڑی میرے پاس گروی کے طوڑ پہ موجود رہیں گے !!

So from now to till keep some distance from me

وہ بھی اسی کے انداز میں بولی غصے سے دھاڑتی ہوئی پورچ سے غائب ہوتی اندر کی طرف بڑھی تھی۔۔ اسکے انداز پہ میجر خان نے اپنی کنپٹی کی ابھرتی رگوں کو انگلی سے مسلتے ہوئے ہیں وہاں ملازموں کی طرف دیکھا تھا جو اسکے دیکھتے ہی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو چکے تھے۔۔ حازق خان نے غصے سے گہری سانس بھرتے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ریورس کی تھی۔ غصہ ناجانے اپنے غصے پہ تھا یا میراث شاہ کے غصے پہ۔۔۔ وہ سمجھ نہ پایا۔۔ اور وہ سمجھنا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس کے نزدیک کچھ باتیں راز اچھی لگتی تھیں۔۔۔

)چھ ماہ پہلے(

)احان شاہ اس وقت اضطراب کی کیفیت میں ہاسپٹل کے کاریڈور کے چکر لگا رہا تھا، فون سنتے ہوئے اسے لگا تھا معاملہ زیادہ سیریس نہیں ہو گا! لیکن یہاں پہنچتے ہی جب اسے زرتاج اماں کے آئی سی یو میں آپریشن کا معلوم ہوا تو وہ کافی پریشان ہوا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا اگر یہ خبر اسکی گل سنے گی تو جیتے جی مر جائے گی!! وہ گل کو ایک منٹ کے لئے بھی اپنی نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن زرتاج اماں کے ایکسیڈنٹ کا سن کے اس سے رہا نہیں گیا تھا وہ جلد از جلد ہاسپٹل پہنچا۔ اسے اکبر خان سے معلوم ہوا تھا وہ کل اپنی کسی دوست کے ہاں میلاد پہ گئی تھیں، رات میں تیز طوفانی بارش کی وجہ سے وہ شاید ہویلی آتے ہوئے کسی گاڑی سے بری طرح سے ٹکرائی تھی۔۔ گاڑی والے تو ٹکر مار کے ڈر کے مارے رفو چکر ہو چکے تھے پھر کسی اللہ کے بندے نے زرتاج اماں کو اسپتال پہنچانے میں مدد کی تھی۔

احان شاہ ابھی فکر مندی سے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا چکر کاٹ ہی رہا تھا جب نظریں تیزی سے آئی سی یو کے دروازے سے نکلتی نرس کی طرف اٹھی تھی۔۔

میری پیشنٹ کیسی ہیں؟؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے سنجیدگی سے اس نرس سے استفسار کیا تھا جو افراد تفری کی صورت میں قدم اٹھاتی آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

ان کا خون کافی بہہ چکا ہے! دعا کیجیئے!! پیشنٹ کافی سیریس حالت میں ہیں!! ۔۔۔۔۔۔ نرس جلدی سے جواب دیتی وہاں سے غائب ہوئی تھی۔ اسکے جواب پہ احان شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی وہ منظر یاد آیا تھا

جب اس نے چھوٹی سی ساڑھے دس سالہ گل کو اپنے نکاح میں لیتے اسے اپنے مضبوط سینے میں قید کیا تھا۔۔وہ جس طرح سے اپنے باپ کی وفات پہ اس کے کسرتی سینے سے لگی دھاڑیں مار مار کے روئی تھی۔۔وہ پاگل تو اتنا بھی ٹھیک سے نہیں جانتی تھی کہ وہ اس وقت ساڑھے اکیس سالہ احان شاہ کے نکاح میں ہے اور نکاح کا مطلب کیا ہے؟،وہ اسے لالہ پکارتی پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی جس پہ احان شاہ نے اتنی سیریس سیچویشن میں بھی اسے خود کو لالہ کہنے سے باز کیا تھا۔۔اپنے نکاح میں موجود لڑکی سے جتنی نفرت کچھ دیر پہلے محسوس ہوئی تھی اسکے منہ سے لالہ سننا بھی ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔احان شاہ ان لمحات کو یاد کرتا گہری سانس بھر کے رہ گیا،ساڑھے سات سال پہلے جس لڑکی سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی آج اسی سے شدید محبت محسوس ہوتی تھی،اسکے بغیر ایک پل بھی گزارنا اب سوہان روح لگتا تھا۔۔

چھوٹے شاہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔شاہ بی بی جو صبح سے جلی کڑھی بیٹھی گلالئی پہ شدید تپی ہوئی منصوبہ بندیاں کر رہی تھی، ارزم شاہ کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے انہوں نے بے ساختہ اسے پکارا تھا جو اپنے ہاتھ میں ڈی ٹاکس واٹر پکڑے سفید ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا۔۔

جی شاہ بی بی!!۔۔۔وہ انہیں احتراماً جواب دیتا انہی کی طرف بڑھا تھا۔

کہاں جا رہے ہو؟۔۔۔۔انہوں نے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ لئے دریافت کیا۔ان کے اس بے تکے سوال پہ ارزم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

باہر لان میں واک کرنے جا رہا ہوں! آج سنڈے ہے یونی نہیں جا رہا لالہ صبح صبح نیند خراب کر چکے تھے تو سوچا تھوڑی واک کر لوں!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے انہیں لگے ہاتھ احان شاہ کی شکایت بھی لگا ڈالی جس پہ شاہ بی بی نے چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔وہ جان چکی تھیں احان شاہ نے اسکی نیند کس طرح سے خراب کی ہے کیونکہ وہ صبح اپنے کمرے کی کھڑکی سے انیکسی کا وہ منظر دیکھ چکی تھیں جب ارزم شاہ اسے نیند سے سرخ ہوتی آنکھوں سے شرٹ پکڑاتا اسکے سینے پہ موجود خراشوں پہ انگلی پھیرتے ہوئے قہقہ لگا رہا تھا۔انہوں نے کس ضبط سے یہ منظر دیکھا تھا یہ صرف وہی جانتی تھیں۔۔

ارے تو کچھ دیر سو جائے ہمارا لاڈلا!!۔۔۔۔وہ صوفے سے کھڑی ہوتی پیار سے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھیں جیسے کسی بچے کو پچکار رہی ہوں۔۔

نہیں شاہ بی بی! اب میری نیند بھاگ چکی ہے آیئے ہم دونوں باہر واک کرتے ہیں! ویسے بھی لالہ نے مجھے خصوصی طور پہ انیکسی کس دھیان رکھنے کو بولا ہے! آئیں ہم دونوں مل کے دھیان رکھتے ہیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ انہیں اپنے بازو کے حلقے میں لیتا پرجوش انداز میں مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔ارزم شاہ کے منہ سے احان شاہ کا حکم سنتے ہوئے شاہ بی بی کا غصے سے مزید میٹر شارٹ ہوا تھا لیکن لبوں پہ ہنوز مسکراہٹ تھی تاکہ ان کے چھوٹے پوتے کو ان پہ کسی قسم کا شک نہ ہو۔۔

وہ سب تو ٹھیک ہے!! لیکن ہم نے صبح سے دوا نہیں کھائی چھوٹے شاہ! جب تک ہم دوا نہیں لیں گے دو قدم بھی ٹھیک سے نہیں چل پائیں گے!۔۔۔وہ اپنے چہرے پہ مصنوعی تکلیف کے تاثرات لاتی مدھم لہجے میں بولی تھیں۔۔ دوا کیوں نہیں کھائی شاہ بی بی؟ چلیں روم میں! میں آپ کو خود دوا دیتا ہوں!۔۔۔وہ فکرمندی سے بولتا انہیں اپنے بازو میں لئے ایک قدم اٹھانے ہی والا تھا جب شاہ بی بی نے نفی میں سر ہلاتے اسکا بازو پکڑ کے اسے روکا تھا۔۔

دوا کہاں سے دو گے؟ پہلے تو ہمیشہ شاہ (احان) دے دیا کرتا تھا لیکن پچھلے دو سے تین سے اسے بھی دادی کا ہوش نہیں رہی! نہ مرحا ہویلی میں موجود ہے جو ہر وقت میری فکر میں ہلکان ہوتی رہتی تھی! جانے کب میری بچی خضدار سے لوٹے گی! میری دوا ختم ہے لیکن میرے پوتے اس بات سے ناواقف ہیں! بہت افسوس کہ بات ہے!!۔۔۔وہ مصنوعی آنسو بہاتی ارزم شاہ سے دور ہوتے صوفے پہ بیٹھی تھیں۔۔ان کی باتوں کو سن کے ارزم شاہ کو بے حد شرمندگی ہوئی تھی، اس نے کبھی بھی انکی صحت اور دواؤں میں اتنی دلچسپی نہیں دیکھائی تھی جتنی احان شاہ دیکھاتا تھا، اب اگر جو وہ دو سے تین دن سے اپنی بیوی کو لے کے ڈسٹرب تھا تو اسے چاہیئے تھا وہ ہی اپنی دادی کا خیال رکھ لے لیکن ارزم شاہ کو اسکی ذی سے فرصت ملتی تو وہ ایسا کچھ کرتا نا!!

تم مجھے کہیں کا نہیں چھوڑو گی ذی ڈارلنگ!! دیکھو تمہارا عاشق تمہاری وجہ سے اپنے اپنوں کو بھی فراموش کر جاتا ہے اور تم ہو کہ ایک کس دینے سے شرماتی ہو؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنے خیالوں میں ذائشہ خان سے مخاطب ہوا تھا جس سے اس نے کل کس لینے کی ضد لگا ڈالی تھی لیکن مجال تھی جو اسے شرمانے سے فرصت ملی ہو۔۔وہ ابھی بھی شاہ بی بی کی

باتوں کو بھولتا اپنی ذی کی سوچوں میں گم ہولے سے مسکرا رہا تھا۔۔ اسے اپنی فکر کرنے کی بجائے مسکراتے دیکھ کے شاہ بی بی نے ذرا بلند آواز میں رونا شروع کیا تھا۔۔

یہاں دادی تکلیف سے مر رہی ہے اور پوتے کو مسکرانے سے فرصت نہیں مل رہی! چھوڑو میں بھی کن سے امیدیں لگاتی ہوں!! ۔۔۔۔۔۔ شاہ بی بی جھوٹے ٹسوے بہا کے بولتی صوفے سے اٹھتی اندر کی طرف جانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ذائل کرتے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتے جلدی سے انہیں اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیا تھا۔

کیوں فکر کرتی ہیں دادی جان؟ لائیں مجھے پرچہ دیں اور بتائیں کونسی دوا لانی ہے؟ میں یوں گیا اور یوں آیا!!۔۔۔ وہ ان کے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکراتا اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے پیار سے انہیں منا رہا تھا جو ایک منٹ میں ناراض ہو چکی تھیں۔۔ شاہ بی بی نے پہلے تو دو چار دفعہ نخرے کرتے ہوئے اس سے دور ہونا چاہا لیکن پھر اسے ضد کرتے دیکھ کے دل میں فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اپنے آنسو پونچھ کے اسے اپنی دواؤں کا پرچہ پکڑایا تھا۔ وہ اسے ایموشنل بلیک میل کرنے میں کامیاب ہوئیں تھیں۔۔ ارزم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل یہی پہ رکھتے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔۔ اپنے کمرے سے گاڑی کی چابیاں پکڑتے وہ پھر سے نیچے آتا شاہ بی بی کو ایک نظر مسکرا کے دیکھتے باہر راہداری کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسکے جاتے ہی شاہ بی بی نے گہری سانس بھرتے نگہت کو آواز لگائی تھی۔۔ عادل شاہ کو وہ دودھ میں نیند کی گولیاں دے کے سلا چکی تھی، احان شاہ صبح کا ہویلی سے نکلا ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔ زوریز شاہ ابھی تک خضدار میں تھا، مرحا شاہ کی آج رات خضدار سے واپسی ہونی تھی یہ اس نے خود فون پہ بتایا تھا۔۔ زہرہ مام ابھی کچھ دیر پہلے ہی دریاب شاہ کا چیک اپ کروانے کی غرض سے ڈرائیور کے ساتھ اسپتال کو نکلی تھیں (اس بات سے ارزم شاہ ناواقف تھا ورنہ وہ خود انہیں لے کے جاتا) دریاب شاہ کی طبیعت اب خراب رہنے لگی تھی، ھارون شاہ صبح ناشتہ کرتے ہی آفس کے لئے نکل چکے تھے، میرال شاہ اپنے کمرے میں گھوڑے بیچ کے سو رہی تھی اب اس نے تقریباً دوپہر کے وقت ہی اٹھنا تھا اسی لئے شاہ بی بی کچھ مطمئن ہوتی نگہت کو لئے ہویلی کی پچھلی طرف سے انیکسی کی بیک سائیڈ کی طرف آئی تھیں۔۔ انہوں نے پورچ سے آنے سے گریز کیا تھا، اگر وہ ڈائریکٹ پورچ سے آتی تو ملازموں کی نظروں میں آجاتی لیکن چونکہ وہ یہ کام بے حد صفائی سے کرنا چاہتی تھیں اسی لئے وہ پوری پلیننگ کے

ساتھ پچھلی طرف کے راستے سے نگہت کے ساتھ انیکسی میں داخل ہوئی تھیں۔۔ انیکسی کے پچھلا دروازے پہ ہمیشہ کی تالا رہتا تھا جس کی چابی ہویلی میں موجود تھی۔۔ شاہ بی بی نے وہ چابی نگہت کو تھماتے ہوئے اسے دروازے کھولنے کا حکم دیئے تھا۔۔ نگہت کا منہ چونکہ وہ نوٹوں سے بند کر چکی تھیں، اسی لئے نگہت ان کی ہر بات پہ سر جھکائے ان کا ساتھ دیتی انیکسی میں داخل ہوئی تھی۔۔ انیکسی میں داخل ہوتے ہی ان کا رخ گلالئ کے کمرے کی طرف تھا۔ انیکسی کے لان کو خون و خون دیکھتے پہلے تو ان کا دل دہلایا تھا لیکن پھر وہ غصے سے قدم اٹھاتی گلالئ کے کمرے میں داخل ہوئیں!!

گلالئ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ان کی نظریں زمین پہ موجود احان کی شرٹ سے ہوتی گلالئ کی طرف اٹھی تھیں جو گرے شلوار قمیض میں ملبوس بنا کسی کمبل یا چادر کے چارپائی پہ لیٹی آنکھیں موندے ہوئے تھے۔۔ شاہ بی بی کی نظریں اسکے سرخ گالوں اور ہونٹوں پہ موجود احان شاہ کی شدت کے نشان دیکھتے اسکی گردن اور ڈیپ گلے کی وجہ سے اسکی گردن کی گہرائیوں کی طرف اٹھی تھیں، یہاں بھی جگہ جگہ سرخ نشانات کے دبے دیکھتے شاہ بی بی غصے سے پاگل ہوئی تھی تو وہ درست تھیں ان کے پوتے نے دادی کو دھوکا دیتے ہوئے اس لڑکی کے ساتھ یہ رات گزاری تھی جو کبھی ان کی نوکرانی ہوس کرتی تھی انہیں تو اپنے پوتے پہ بھروسہ تھا اتنا سب ہونے کے بعد وہ اس لڑکی کے نزدیک کسی صورت نہیں جائے گا جس نے اس کی شاہ بی بی کو زہر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے انہیں دھوکے میں رکھتے ہوئے اس کے وجود پہ اپنا حق جتایا تھا۔۔ گلالئ کے بکھرے وجود کو دیکھتے نگہت نے شرم سے منہ میں دوپٹا دبایا تھا، اسکی گردن پہ موجود احان شاہ کی دی گئی سوغاتیں ساری کہانی اپنے آپ سنا رہی تھیں۔۔ گلالئ جو احان شاہ کے جانے کے بعد روتی روتی گہری نیند میں جا چکی تھی، اسے اچانک سے کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا جس پہ اس نے پٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔۔ اپنے سر پہ کھڑی شاہ بی بی اور نگہت کو دیکھتے اسکی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلی تھیں، انکی نظروں کے تعاقب میں اپنی گردن کی طرف دیکھتے گلالئ نے جلدی سے اپنے وجود کو دوپٹے سے ڈھکا تھا۔۔

آپ۔۔ آپ۔۔ یہاں۔۔ یہ کیا کر رہی ہیں شاہ بی بی؟؟۔۔۔ ان کے سخت تاثرات دیکھتی گلالئ نے لڑکھڑاتے لہجے میں ان سے استفسار کیا تھا۔ نگہت کی ڈراؤنی سی مسکراہٹ دیکھتے اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز اٹھا تھا۔ وہ اگر اپنی زندگی میں کسی سے نفرت کرتی تھی تو وہ نگہت تھی! ورنہ وہ معصوم سی گل کہاں نفرت کرنا جانتی تھی؟

کیوں کیا میں یہاں نہیں آسکتی؟؟۔۔۔شاہ بی بی نے غراتے ہوئے اسکے بکھرے الجھے ہوئے بال اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے تھے، یقیناً ان بالوں کو الجھانے میں بھی احان شاہ کا ہی ہاتھ تھا۔۔شاہ بی بی کے اس قدر ہارش ریکشن پہ گلالئ کی آنکھیں نم ہوتی حیرت سے پھیلی تھیں۔۔

ش۔۔شاہ۔۔بی۔۔بی۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔یہ۔۔نہیں۔۔بولا۔۔۔گلالئ نے لڑکھڑاتے لہجے میں اپنی صفائی دی تھی ۔۔اسے اس وقت اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

تم بولتی تو اب تک تمہاری زبان کاٹ کے تمہاری ہتھیلی پہ رکھ دیتی!! آخر تم نے ایک دفعہ پھر اپنی جھوٹی معصوم اداؤں میں پھنسالیا نا میرے پوتے کو؟ شرم نہ آئی تمہیں یہاں اسے چوری چھپے بلوا کے اسکے ساتھ رات گزارتے ہوئے!!۔۔۔شاہ بی بی نے دھاڑتے ہوئے اسکے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔۔ان کی اخلاق سے گری ہوئی باتوں کو سنتے گلالئ کے خون میں ابال اٹھے تھے، وہ ہوتی کون تھیں ان کے رشتے کو کسی ملازمہ کے سامنے یوں ڈسکس کرنے والی؟؟ وہ شوہر ہے میرے!! انہیں اپنی اداؤں میں الجھاؤ یا کچھ بھی کروں! آپ مجھ سے یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتی! آپ اس وقت سید احان شاہ کی بیوی سے مخاطب ہیں!! میرے بال چھوڑیں!!۔۔۔گلالئ نا جانے کس احساس کے تحت اچانک سے مضبوط لہجے میں بلند آواز میں غرائی تھی۔شاہ بی بی کے جملوں نے اسے جلتے توے پہ بیٹھایا تھا۔۔اس کے اس قدر نڈر انداز پہ شاہ بی بی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔

تو کل کی لڑکی میرے سامنے زبان چلائے گی؟؟ تیری جرآت کیسے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرنے کی؟؟۔۔۔۔شاہ بی بی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے اسے چارپائی پہ پھینکتے تکیہ پکڑ کے اس کے منہ پہ دھرا تھا۔۔وہ زور زور سے دھاڑتی ہوئی اسکے منہ پہ تکیے کا دباؤ بڑھاتی جا رہی تھیں۔۔اپنے منہ پہ تکیہ دیکھتے گلالئ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، وہ چیختے ہوئے ان کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے مچل رہی تھیں لیکن شاہ بی بی سفاک بنی جیسے آج ہی اس سے اسکی سانسیں چھین لینا چاہتی تھیں۔

شاہ بی بی چھوڑیں یہ کیا کر رہی ہیں!! اگر یہ مر گئی اور شاہ صاحب نے اس کی لاش کا خدانخواستہ پوسٹ مارٹم کروا ڈالا تو کیا کریں گی آپ؟!۔۔۔۔نگہت نے ان کا بازو ہلاتے ہوئے انہیں ہوش دلائی تھی جو غصے سے پاگل ہو رہی تھیں۔۔

سفیر کو بلاؤ!!۔۔۔۔۔۔شاہ بی بی نے ہوش میں آتے اس پر سے تکیے ہٹاتے ہوئے غصے سے نگہت کو حکم دیا تھا جس پہ وہ سر ہلاتی باہر کی طرف بھاگی۔۔گلا لئی سانس لینے میں دشواری پیش کرتی زور زور سے کھانسی رہی تھی۔(

یا اللہ میرے کسی دشمن کو بھی اس تکلیف سے مت گزارنا جس تکلیف سے میں گزری ہوں!!۔۔۔۔۔گلا لئی جائے نماز پہ بیٹھی اپنے رب کے آگے ہاتھ پھیلائے چھ ماہ پہلے کے وہ دل دہلاتے مناظر یاد کرتی پھوٹ پھوٹ کے روئی۔۔

یا اللہ مجھے بیٹے کی نعمت سے نوازنا تاکہ میں اس سفاک دنیا کے لوگوں کو بتا سکوں کہ خون اگر سفاک بھی ہو تو معنی نہیں رکھتا، تربیت سب بدل دیتی ہے!! یا اللہ مجھے بیٹی مت دینا کیونکہ میں نہیں چاہتی اسکی عزت نفس میری طرح کچلی جائے میں تیری دی گئی رحمت کو اس دنیا کے آگے رلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی!! میں جانتی ہوں میں عزت پانے کو ترستی تیری بندی ایک بیٹی کی پرورش ٹھیک سے نہیں کر پاؤں گی!! باپ کے سایے کے بغیر بیٹیاں غیر محفوظ ہوتی ہیں میں نہیں چاہتی میری بیٹی کی عزت غیر محفوظ رہے!! میں چاہتی ہوں میرا ایک بیٹا ہو جو سب کو عزت بخشنا جانتا ہو جس کے مضبوط سینے سے لگ کے میں بنا کسی ڈر و خوف کے رو دھو سکوں۔۔۔۔وہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی زار و قطار روتے ہوئے اپنے اللہ سے کثرت سے یہی دعائیں مانگتی جا رہی تھی۔اسکی دعاؤں کو سنتے ہوئے دروازے پہ کھڑے میجر خان کی نیلی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے تھے، وہ کس قدر درد خود میں چھپائے مسکرا دیا کرتی تھی، وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ بیٹی جیسی رحمت کو نا پانے کے لئے دعائیں مت مانگے وہ اسے اپنی بیٹی بنا کے پالے گا لیکن وہ اس وقت اس کی دعاؤں میں حلل نہیں ڈالنا چاہتا تھا وہ نا جانے کس قدر ٹوٹے دل سے ایسی دعائیں مانگ رہی تھی۔میجر خان کو آج ایک دفعہ پھر شاہ حویلی کے مکینوں سے بے حد نفرت محسوس ہوئی تھی اسے خود پہ غصہ آیا تھا جس نے زوریز شاہ کی لاکھ منتوں پہ اس حویلی میں قدم رکھنے کی سنگین غلطی کی تھی۔۔اسے اب اپنا عقیقے کی تقریب میں شامل ہونے والا فیصلہ بالکل غلط لگا تھا، اسے اس حویلی جا کے ان سے تعلقات بڑھانے ہی نہیں چاہئیے جس سے اسے آگے جا کے مسئلہ ہو۔

میر میری جان مام سو رہی ہیں! ایسے شور نہیں ڈالتے۔۔۔۔عقیقے کی تقریب تقریباً آدھے گھنٹے پہلے ختم ہوئی تھی، ازمیر شاہ کو بھوک سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ اسے کب سے اپنے بازوؤں میں لئے باہر لاؤنج میں ٹہلتا اسے چپ کروا رہا تھا، اسے تو اتنا بھی نہیں پتا تھا بچوں کا فیڈر کیسے بناتے ہیں! وہ چھوٹی موٹی کھانے کی چیزیں بنانا جانتا تھا لیکن

بچوں کا فیڈر اس نے آج تک نہیں بنایا تھا، اور ایزل شاہ گہری نیند میں سو رہی تھی وہ اسے نیند سے جگانا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی وجہ سے اسکا موڈ پہلے ہی کافی خراب تھا۔۔ زہرہ مام بھی اس سے ناراض ہوتی کمرے میں جا چکی تھیں، اگر وہ پوتے کو روتے دیکھ لیتی تو اس سے اسے بھی چھین کے لے جاتی، اب مسئلہ یہ تھا سب اپنے اپنے کمروں میں بند تھے، حلیمہ بھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی کوارٹر میں جا کے سوئی تھی اور ازمیر شاہ زور و شور سے روتا اسکی ایک بات نہیں سن رہا تھا، کاظم شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔۔ کاظم شاہ نے بالآخر گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے قدم کچن کی طرف بڑھائے تھے، کچن میں آنے کے بعد وہ ایک ہاتھ سے ازمیر کو پکڑنے وہ دوسرے ہاتھ سے اسکا فیڈر بنانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

شش! بابا کی جان!!۔۔۔ اسے چیخ چیخ کے روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے گال چومتے اسے نرمی سے چپ کروانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا جو اپنی من مرضی سے مسلسل روتا جا رہا تھا۔۔

ازمیر کیوں رو رہا ہے؟؟۔۔۔۔۔ زہرہ مام جو پانی پینے کی غرض سے کچن تک آئی تھیں ازمیر کو یوں روتے دیکھ کے وہ پریشانی سے کاظم شاہ کے قریب آتی سنجیدگی سے استفسار کر رہی تھیں۔۔

اسے بھوک لگ رہی ہے! اور مجھ سے اسکا فیڈر نہیں بنایا جا رہا!! ماں اس کی گھوڑے بیچ کے سو رہی ہے! اور یہ رو رو کے میرے کان ایکسپائر کر رہا ہے (مجھے تکلیف دے رہا ہے)! اب مجھے بتائیں میں کیا کروں؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے جھنجلا کے بولتے ہوئے فیڈر کو سلیب پہ پٹکا تھا۔ زہرہ مام نے اسے کوئی بھی جواب دیئے بنا ازمیر کو کاظم شاہ کے ہاتھوں سے لیتے خود کے ساتھ لگایا تھا وہ اسے اپنے ساتھ لگائے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں۔ وہ اتنے چھوٹے سے ازمیر کو فیڈر دے کے اسکی طبیعت نہیں خراب کرنا چاہتی تھیں۔

میری بیوی سو رہی ہے آپ اس گول گپے کے لئے اسکی نیند خراب نہیں کر سکتی۔۔ کاظم شاہ نے ان کے ساتھ ساتھ چلتے اپنی بیوی کی سائیڈ لی تھی تاکہ اسکی نیند خراب ہونے سے بچائی جا سکے لیکن اسکی ماں اس وقت دادی کا حق ادا کرتی اپنے پوتے کی فکر کرتے ہوئے اسکے کمرے میں داخل ہو چکی تھیں۔ ازمیر شاہ پہلے سے کافی صحت مند اور گول مٹول ہو چکا تھا وہ اب کاظم شاہ کے مطابق واقعی ہی گول گپا بنتا جا رہا تھا۔۔

اپنے کمرے میں جا کے سو! میں نہیں چاہتی تمہاری وجہ سے میری بہو کی نیند خراب ہو!!۔۔۔ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی زہرہ مام نے زور سے کاظم شاہ کے منہ پہ دروازہ بند کیا تھا،وہ جو ان کے ساتھ بڑی شان سے ایزل کے کمرے میں داخل ہونے والا تھا،اپنے منہ پہ دروازہ بند ہوتے دیکھ کے اسکا منہ کھلا تھا،اس نے حیرت سے پھٹی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھا تھا جو اسکی ماں نے ظالم بنتے ہوئے بند کیا تھا یہ سوچے بغیر کہ ان کے بیٹے کو اب ان کی بہو کی بانہوں میں سونے کی عادت ہو چکی ہے۔۔سیڑھیوں پہ کھڑا زوریز شاہ جو ریلینگ کے ساتھ ٹیک لگائے کب سے اس منظر کو انجوائے کر رہا تھا بالآخر زہرہ مام کے اس قدر پیارے انداز سے کاظم شاہ کی انسلٹ کرنے پہ زوریز شاہ کا دلکش قہقہ ہوا کی زینت بنا تھا۔اسکے یوں قہقہ لگانے پہ کاظم شاہ نے رخ موڑتے ہوئے قہر برساتی نظروں سے اسے گھورا تھا جو ہمیشہ کی طرح اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے ہنستا لاؤنج کے صوفے پہ آ کے گرا تھا۔وہ جانتا تھا وہ یوں ہنس کے اس سے اس بات کا بدلہ لے رہا ہے جو اس نے اسکی بیوی کو لندن بیچ کے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچی تھی۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گا زوریز شاہ!!۔۔۔۔اسے ہنستے دیکھ کے کاظم شاہ غرایا۔

فلحال تو آپ اچھے اور شریف بیٹوں کی طرح ماں کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے کمرے میں جا کے سوئیں شاباش!!۔۔۔زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ کی انگلی سے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے اسے اوپر جانے کی تلقین دی تھی۔

اگر میں اتنا شریف اور فرمانبردار ہوتا تو زوریز شاہ کو آخر ماموں کیوں ہی بناتا؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے اپنی ازلی بے باکی سے اپنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے آئی تو اچکا کے اسے سلگانے والے انداز میں جواب دیتا اسکی گردن اپنے بازو میں دبوچ گیا جس پہ زوریز شاہ کا چہرہ سرخ جبکہ ہنسی کو بریک لگی تھی،وہ چاہے جتنا مرضی بے باک تھا لیکن کاظم شاہ سے زیادہ نہیں تھا جو باپ بن کے ان سب پہ احسان کر رہا تھا۔زوریز شاہ اس بات کا اقرار اپنے دل سے کرتا تھا۔

زوریز شاہ نے چیختے ہوئے اس سے اپنی گردن آزاد کروانی چاہی تھی لیکن وہ اپنی من مرضی کرتا اسکے بالوں کا حشر بگاڑ کے اس سے دور ہوتا دوسرے صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

مظہر شاہ کہاں ہے!! مجھے بنا کسی بہانے کے جواب چاہئیے زوریز شاہ!!۔۔کاظم شاہ نے بے حد سنجیدگی سے ختمی لہجے سے پھر سے اسی دن والا سوال دہرایا تھا۔

آپ کو بتایا تو تھا یہ سب ارزم۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ پھر سے کوئی بہانہ بناتا جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔
مجھے صرف سچ سننا ہے زوریز شاہ ورنہ اپنی رخصتی لائف ٹائم کے لئے کینسل سمجھو!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی دہکتی رگ پہ ہاتھ رکھتے اپنے سر کو صوفے کی پشت سے ٹکایا تھا۔۔ اسکی اس دل دہلا دینے والی دھمکی پہ زوریز شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اسکی بیوی پہلے ہی اسے لفٹ نہیں کرواتی تھی اور وہ تھا کہ ہمیشہ اسے ایسی دھمکیاں لگانے سے بعض نہیں آتا تھا۔

آپ اپنے غصے میں ارزم شاہ کو قاتل بنانے جا رہے تھے! آپ اسے اپنی پرچھائی بولتے ہوئے مظہر شاہ کا بے دردی سے قتل کرنے کا حکم دے کے گئے تھے تو آپ کا خیال تھا میں اسے ایسا کرنے دیتا؟ ناممکن!! میں کبھی نہ چاہتا کہ ہمارا چھوٹا شاہ اسکے گندے خون سے اپنے ہاتھ رنگتا قاتل کہلایا جاتا!! میں نے جتنی ہو سکے اسے قانونی سزا دلوانے کی تگ ودو کی ہے!! میں اسے صرف پانچ سال کی قانونی سزا دلوا سکتا ہوں! معذرت اس سے زیادہ نہیں!! ۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے جواباً سنجیدگی سے اسے حقائق سے آگاہ کرتے اپنے ماتھے پہ بکھرے بھورے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارا تھا۔۔

تم اسے میرے حوالے کر دو!!۔۔۔۔۔ اس کی پوری بات سن کے کاظم شاہ نے دو منٹ کی خاموشی کے بعد اسے حکم دیا تھا جس پہ زوریز شاہ نے نفی میں سر ہلایا۔۔

ناممکن!! میں مظہر شاہ کو ایک چانس دینا چاہتا ہوں! مجھے لگتا ہے یہ پانچ سال کی سزا اس کے لئے کافی سے زیادہ ہے! وہ ان پانچ سالوں میں کافی حد تک سدھر جائے گا! اگر آپ اپنی غیرت دیکھاتے ہوئے اسکا قتل کریں گے تو یہ انسانیت کا قتل ہو گا!! ہمیں اسے ایک موقع دینا چاہئیے!!

Not a big deal

زوریز شاہ نے مضبوط لہجے میں اپنی رائے دی تھی۔ وہ مظہر شاہ کو کبھی بھی اسکے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اسے آن دا سپاٹ مارے گا!!

تم بے۔ غیرت بن رہے ہو!!۔۔۔۔کاظم شاہ کو جب اس میجر کے آگے اپنی دال گھلتی محسوس نہ ہوئی تو ناک چڑھاتے ہوئے روعب سے اسے بے۔ غیرتی کا طعنہ دے ڈالا جس پہ زوریز شاہ نے منہ بگاڑتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالا تھا۔۔ مطلوبہ ویڈیو کلک کرتے زوریز شاہ نے اپنا فون کاظم شاہ کو تھمایا تھا۔۔

اپنے لاڈلے غنڈے کے کرتوت چیک کریں! اسکی غنڈی گردی کسی روز ہماری پارٹی کو بری طرح سے ایفکٹ کرے گی! ۔۔۔۔زوریز شاہ دانت کچکچا کے اسے ارزم شاہ کی شکایت لگاتا صوفے پہ نیم دراز ہوا تھا۔۔ ویڈیو میں موجود پٹیوں میں جکڑے عاشر لکھانی کو سوشل میڈیا پہ ارزم شاہ کے خلاف بکواس کرتے دیکھ کے کاظم شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 78 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

رات کے گیارہ بج رہے تھے جب ارزم شاہ کی گاڑی تیز رفتار سے اپارٹمنٹ کی پارکنگ میں داخل ہوئی تھی۔ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں اس وقت لہو رنگ تھی۔ سڑک پہ کتنی ہی دیر خواری کرتے اس نے خود کو لاکھ منع کیا تھا کہ وہ اسکے بلانے پہ اپارٹمنٹ میں نہیں جائے گا! لیکن بار بار اسکے خوف وڈر سے لبریز جملے اس کے کانوں میں گونجتے اسے یہاں آنے پہ مجبور کر چکے تھے۔۔

)ار۔۔ارزم۔۔۔ارزم۔۔۔پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔فون۔۔مت۔۔۔کاٹیے

۔۔۔گا۔۔تھینک۔۔۔تھینک۔۔۔گاڈ۔۔۔آپ۔۔۔نے۔۔۔میرا

۔۔۔فون۔۔۔اٹھا۔۔۔لیا۔۔۔پلیز۔۔۔یہاں۔۔آ۔۔۔جائیں۔۔۔مجھے۔۔۔یہاں۔۔۔اکیلے۔۔۔بہت۔۔۔ڈر۔۔

لگ۔۔رہا۔۔۔بہت۔۔۔زیادہ۔۔۔پلیز۔۔۔ایک۔۔۔دفعہ۔۔۔آ۔۔۔جائیں۔۔(

)آپ۔۔۔صرف۔۔۔اس۔۔۔اپارٹمنٹ۔۔۔میں۔۔۔آ۔۔۔کے۔۔۔آرام۔۔۔سے۔۔سو۔۔جائیں!!۔۔۔

آپکی۔۔۔غیر۔۔۔موجودگی۔۔۔مجھے۔۔۔بہت۔۔۔ڈرا۔۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔(

گاڑی سے نکلنے کے بعد ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا راہداری کی طرف بڑھا تھا۔۔ راہداری سے ہوتے ہوئے اس کے قدم اپارٹمنٹ کے لاؤنج کی طرف تھے۔۔ پورا اپارٹمنٹ اس وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ہر سوں گھپ اندھیرا تھا۔۔ لاؤنج کی تمام لائٹس آف دیکھ کے ارزم شاہ نے شش و پنج میں مبتلا ہوتے اپنے فون کی ٹارچ آن کی تھی۔۔ فون کی ٹارچ آن کرنے کے بعد وہ لاؤنج کو سوئچ بورڈ کی طرف آیا تھا جس پہ تمام بٹن پہلے سے آن تھے۔۔ شاید اپارٹمنٹ کے اندرونی طرف کی لائٹ آف خراب تھی۔ ارزم شاہ نے پرسوچ انداز میں نظریں گھماتے اپنے قدم پھر سے باہر کی طرف بڑھائے تھے لیکن ذائشہ خان کی دلخراش چیخ سنتے ہوئے اسکے قدم تھمے تھے ۔۔ دل زور سے دھڑکا تھا۔۔ ارزم شاہ تقریباً بھاگنے والے انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ دھاڑ کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھولتے اس نے اپنے فون میں پکڑی ٹارچ کو چاروں طرف گھمایا تھا۔ وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

پلیز۔۔ دو۔۔ دور۔۔ ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔

م۔ میرے۔۔۔ ق۔ قریب۔۔۔ م۔ مت۔۔۔ آ۔۔ آنا۔۔۔ پلیز۔۔۔ دور۔۔۔۔ ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔ ذائشہ خان بند آنکھوں سے روتے ہوئے چلائی تھی۔ اسکے رونے کی بلند آواز سنتے ہوئے ارزم شاہ کی نظریں دائیں طرف موجود دیوار کے کونے کی سمت اٹھی تھیں جہاں سے ذائشہ خان کی آواز بلند ہوئی تھی۔ اسے ٹوٹی بکھری حالت میں زمین کے کونے میں گھستے دیکھ کے ارزم شاہ نے تیزی سے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے بلند آواز میں چیختی ہوئی پیچھے دیوار میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

ذی!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اس کے قریب نیچے زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھتے اسے تڑپ کے پکارا تھا جو اسکی پکار نظر انداز کرتی ہنوز گھٹنوں میں سر دیے روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔ ذائشہ کا پورا وجود اس وقت کپکپاہٹ کا شکار تھا۔

میر۔۔ میرے۔۔۔ قریب۔۔ م۔۔ مت۔۔ آؤ۔۔۔ م۔ مجھے۔۔ ہاتھ۔۔۔ مت۔۔۔ لگانا۔۔۔۔۔۔ اپنے بازو پہ کسی کا ہاتھ محسوس کرتے ذائشہ خان اپنے گھٹنوں سے سر اٹھاتی بلند آواز میں چیختی ہوئی اپنے بازو کو جھٹک رہی تھی تاکہ اس پہ موجود دھڑا ہاتھ ہٹا سکے لیکن ارزم شاہ نے اپنا ہاتھ ہٹانے کی بجائے اس کے بازو پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔۔

مجھے۔۔۔ مت۔۔ چھونا۔۔۔ اپنے۔۔۔ ہاتھ۔۔۔ دو۔۔ دور۔۔ کرو۔۔۔ مجھ۔۔۔۔ سے۔۔ غلیظ۔۔۔ انسان۔۔۔۔۔

ذائشہ خان نیم بے ہوشی کی حالت میں اپنے بازو بار بار جھٹکتی غصے سے روتے ہوئے غرا رہی تھی۔۔ اب کی بار ارزم

شاہ کی بس ہوئی تھی اس نے اپنے جبڑے بھینچتے ہوئے بمشکل اپنے امڈتے غصے پہ قابو پایا تھا، وہ بار بار اسکا ہاتھ جھٹکتی اسکا ٹیمپر لوز کر رہی تھی۔۔ وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی لیکن اسکی بے ہوشی میں بھی ارزم شاہ کو اسکا خود کا ہاتھ جھٹکنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔

ذائشہ!! لسن ٹو می!! اوپن یور آئیز۔۔۔۔ ارزم شاہ نے نرمی سے اسکا بازو سہلاتے ہوئے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے اسے پکارا تھا۔

میں نے بولا نا مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ!! چھوڑو مجھے!! تم مجھے چھونے کا حق نہیں رکھتے۔۔۔ ذائشہ خان بار بار بند ہوتی آنکھوں سے اپنے قریب بیٹھے وجود کو خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرتی غرائی۔ رونا ہنوز جاری تھی۔۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں ارزم شاہ کی آواز پہ ٹھیک سے غور نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اس وقت وہ سید ارزم شاہ اسکے بے حد قریب بیٹھا ہے جسے وہ پچھلے دنوں سے تڑپ تڑپ کے یاد کر رہی تھی۔ فون کی ٹارچ کی روشنی میں اسکا خوبصورت آنسوؤں سے تر چہرہ واضح تھا۔ الجھے ڈارک براؤن بال شانوں کے گرد بکھرے ہوئے تھے۔۔ ہیزل متورم آنکھیں شدت سے رونے کی وجہ سے سرخ تھیں۔۔ ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اسکا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔۔ بغیر دوپٹے کے جسم کے خوبصورت خدوخال ایک الگ منظر پیش کر رہے تھے۔۔

بکواس بند کرو اپنی ذائشہ خان!!!! خبر دار! جواب تم نے ایک دفعہ بھی مزید مجھے خود سے دور جھٹکا تو زندہ در گور کر دوں گا تمہیں!!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنی پوری قوت سے گرجدار آواز میں دھاڑتا اسے بازو سے کھینچتے ہوئے اپنے بے حد قریب کر گیا۔۔ ذائشہ خان کو اصل ہوش تو ابھی ارزم شاہ کی گرجدار آواز پہ آیا تھا۔ اس نے بے ساختہ اپنی بھیگی ہیزل آنکھوں کو آخری حد تک پھیلاتے اپنے اس قدر قریب بیٹھے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ ارزم شاہ کی گہری سانسوں کی تپش سے ذائشہ خان کو اپنا چہرہ جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ اس نیم روشنی میں ارزم شاہ کا چہرہ دیکھنے کی تگ و دو کرنے لگی لیکن وہ اسکا چہرہ ٹھیک سے دیکھ نہیں پا رہی تھی کیونکہ ارزم شاہ کے فون کی ٹارچ کا رخ اسکے اپنے چہرے کی طرف تھا۔۔

ار۔۔ ارزم۔۔۔۔۔۔ ذائشہ نے ہچکیاں بھرتے ہوئے اسکی اجرک کو اپنی مٹھیوں میں دبوچتے اسے بے حد معصومیت سے پکارتے اپنا نچلا لب موڑا تھا۔ اسکے یوں پکارنے پہ ارزم شاہ کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں۔۔

یہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے تم نے زمین پہ بیٹھ کے یوں رونا ڈالنے کا؟؟ فوراً سے پہلے اٹھو یہاں سے!!۔۔۔۔ارزم شاہ اپنا لہجہ سخت بناتا اسکے ہاتھ اپنی اجرک سے ہٹاتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ اسکی غراہٹ پہ ذائشہ خان بے ساختہ سہمتے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

سنا نہیں تم نے ذائشہ خان؟؟ اٹھو یہاں سے!!۔۔۔وہ زمین سے کھڑا ہوتا کرخت لہجے میں بولا تھا۔ اسکے سرد و سپاٹ لہجے کو محسوس کرتی وہ اپنے بے جان ہوتے وجود کو پوری طاقت سے اٹھاتی زمین سے کھڑی ہونے ہی والی تھی جب وہ لڑکھڑا کے منہ کے بل زمین پہ گری تھی۔۔ ذائشہ خان کے لبوں سے ایک دفعہ پھر سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی ۔۔اسے گرتے دیکھ کے ارزم شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔ ارزم شاہ نے جلدی سے نیچے جھکتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔۔

دھیان کہاں ہے تمہارا ذائشہ خان؟۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی کمر میں موجود اپنے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کے اسے اپنی اوڑھ کھینچتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ اسکے ہاتھ اپنی کمر پہ محسوس کرتی ذائشہ خان کراہی تھی۔ اسکے کراہنے پہ ارزم شاہ نے اسکے چہرے پہ بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھ سے ہٹاتے نظریں اسکے بے جان ہوتے وجود کی طرف مرکوز کی تھی۔ وہ پھر سے بے ہوشی کی حالت میں جا چکی تھی۔ جسم کی کپکپاہٹ پہلے سے کچھ کم ہوئی تھی۔۔ ہونٹ ہنوز جنبش کر رہے تھے۔۔ آنسو رک چکے تھے۔۔اس وقت وہ قابلِ رحم لگ رہی تھی۔۔

ذائشہ!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑے فون کو زمین پہ رکھتے ذائشہ خان کے گال تھپتھپاتے اسے فکرمندی سے پکارا تھا لیکن اس کی پلکوں میں ذرا بھر بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔۔

ذی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رب کرتے اب کی بار اسے پہلے سے بھی زیادہ فکرمندی سے پکارا تھا جو اس کے غصہ کرنے کی وجہ سے گر کے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی تھی۔ اسے ہنوز اسی صورتحال میں دیکھتے ارزم شاہ اسے اپنی گود میں اٹھاتا زمین میں کھڑا ہوا تھا۔ فون کی ٹارچ کی وجہ سے پورے کمرے میں نیم روشنی پھیل چکی تھی۔ اتنی روشنی ضرور تھی کہ قریب سے ایک دوسرے کو تھوڑا بہت دیکھا جا سکے۔۔ ارزم شاہ نے تکیہ درست کرتے ہوئے اسے احتیاط سے بیڈ پہ لٹایا تھا، اس نے اسے لٹانے میں کافی احتیاط برتی تھی لیکن پھر بھی ذائشہ

خان کے منہ سے ایک دفعہ پھر سے کراہ بلند ہوئی تھی۔وہ بے ہوشی کی حالت میں ایک دفعہ پھر سے کراہتی ارزم شاہ کو شش وپنج میں مبتلا کر گئی۔

ذائشہ !!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے خوبصورت چہرے پہ نظریں جماتے اسے گھمبیر لہجے میں مدھم آواز میں پکارا تھا۔ بے ہوشی میں بھی اسکے چہرے پہ خوف وڈر کے تاثرات واضح تھے۔ارزم شاہ نے سنجیدگی سے اسکے چہرے سے نظروں کا زاویہ بدلتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے جگ کے اوپر سے چھوٹی سی پلیٹ ہٹائی تھی۔۔گلاس میں پانی انڈھیلتے اب وہ دھیرے دھیرے سے اسکے چہرے پہ پانی کا چھڑکاؤ کر رہا تھا۔۔

م۔میرے۔۔قریب۔۔۔مت۔۔۔آؤ۔۔۔۔دیکھو۔۔م۔میرے۔۔قریب۔مت۔۔۔آنا۔۔۔۔وہ اچانک سے ہوش میں آتی تکیے سے اپنا سر اٹھاتے ہوئے ہذیانی انداز میں پھر سے اپنے الفاظ دہراتی چلائی تھی۔ارزم شاہ نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔۔

یہاں کوئی نہیں ہے!! میں ہوں ارزم!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے پانی کا گلاس سائیڈ ٹیبل پہ واپس سے رکھتے سرد و سپاٹ انداز میں اسے جواب دیا تھا۔۔اسے ہوش میں آتے دیکھ کے وہ خورشید کو فون کرنے کی غرض سے بیڈ سے اٹھنے ہی والا تھا جب ذائشہ نے اسکا رعب دار لہجہ محسوس کرتے اسکے بازو کو سختی سے اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔۔

ار۔۔ارزم۔۔۔آ۔آپ۔۔آ۔۔۔گئے۔۔۔پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔یہاں۔۔۔سے

۔۔۔مت۔۔۔جایئے۔۔۔گا۔۔۔میں۔۔۔مجھے۔۔۔بہت۔۔۔ڈر۔۔لگتا۔۔۔ہے۔۔۔یہاں۔۔۔می۔۔میں۔۔۔

نے۔۔۔آپ۔۔۔کو۔۔۔بہت۔۔۔یاد۔۔۔کیا۔۔۔وہ ایک دفعہ پھر سے ہچکیوں سے روتی اسکی اجرک کو اپنی مٹھیوں میں جکڑتی اسے یہاں سے جانے سے بعض کر رہی تھی۔۔اسکی فریاد پہ نیم روشنی میں اس کے بھیگے چاند سے چہرے کی طرف دیکھتے ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب زور سے دانتوں تلے کچلا تھا۔۔

میرا بازو چھوڑو۔۔۔مجھے لائٹ آن کروانی ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے بولتا اپنے بازو سے اس کا ہاتھ ہٹا ہی رہا تھا جب وہ ہاتھ ہٹانے کی بجائے زبردستی اسکے سینے سے لگی تھی۔اسکی اس پیش قدمی پہ ارزم شاہ کا دل سینے سے سر پٹکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔وہ اسکی اجرک کی بجائے اسکی سفید قمیض کو اپنی مٹھیوں میں دبوچتی اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔۔

مجھ۔۔مجھے۔۔۔بہت۔۔ڈر۔۔لگا۔۔تھا۔۔ارزم۔۔سچی۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔آپ۔۔۔کو۔۔
اتنا۔۔بلایا۔۔۔تھا۔۔اتنا۔۔۔زیادہ۔۔لیکن۔۔۔آپ۔۔۔مجھے۔۔۔وجہ۔۔۔بتائے۔۔۔بغیر۔۔۔مجھ
۔۔۔سے۔۔ناراض۔۔۔ہو۔۔۔کے۔۔۔چلے۔۔۔گئے۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی ہاتھ اب اسکی قمیض سے ہوتے اسکی گردن میں موجود سلور چین میں الجھے تھے۔۔وہ آج خود ہی اسے چھونے میں پہل کر رہی تھی اور یہی چیز ارزم شاہ کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا رہی تھی۔۔
مج۔۔مجھے۔۔۔سانس۔۔بھی۔۔نہیں۔۔آ۔۔۔رہی۔۔تھی۔۔گھٹن۔۔۔بھی۔۔محسوس۔۔۔ہو۔۔۔رہی۔۔تھی
۔۔باہر۔۔موجود۔۔۔
کتا۔۔بار۔۔بار۔۔بھونکتا۔۔ہوا۔۔مجھے۔۔۔ڈرا۔۔۔رہا۔۔۔تھا۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔آپ۔۔کو۔۔اتنا
۔۔۔بلایا۔۔۔لیکن۔۔آپ۔۔اپنی۔۔ذی۔۔کے۔۔۔پاس۔۔۔نہیں۔۔آئے۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا کے روتی ہوئی اس کے گردن میں اپنا چہرہ گھسیرتی جا رہی تھی۔۔ارزم شاہ کی برداشت شاید یہی تک تھی۔۔ارزم شاہ نے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں جکڑتے اپنی گردن سے اسکا چہرہ باہر نکالا تھا۔۔ذائشہ نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھاتے ہوئے معصومیت سے اسکی طرف دیکھا ہی تھا جب وہ اس کے سوکھے گلابی ہونٹوں کو فوکس میں لئے ان پہ اپنی پوری شدت سے جھکا تھا۔ایک ہاتھ سے ذائشہ خان کی کمر کے گرد اپنا حصار خطرناک تک تنگ کرتے وہ اسے اپنے چٹانی سینے میں بھینچتا قطرہ قطرہ کر کے اسکی سانسوں کو خود میں انڈھیل رہا تھا۔وہ ان فسوں خیز لحات میں بہکتا ذائشہ خان کے نچلے ہونٹ کو بے دردی سے اپنے دانتوں تلے دبا کے اپنا شدت بھرا لمس چھوڑتا ایک دفعہ پھر سے اسکے دونوں ہونٹوں کو سختی سے اپنے لبوں میں جکڑ گیا۔۔اس دوران اسکا ہاتھ سختی سے اسکی کمر پہ گردش کر رہا تھا جس پہ ذائشہ خان کی کراہیں ارزم شاہ کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب رہی تھیں۔ارزم شاہ ظالم بنا اسکی ہر آتی جاتی سانس بے رحمی سے کھینچتے ہوئے اسے پیچھے تکیے پہ گرا چکا تھا۔۔ذائشہ خان کی کراہ پھر سے بے ساختہ تھی،اب کی پھر آنکھوں سے دو آنسو بھی ٹوٹ کے بے مول ہوتے عارضوں پہ گرے تھے،ارزم شاہ خمار آلود نگاہوں سے اسکے بھیگے نم ہونٹوں کو دیکھتا اسکے اطراف میں ہاتھ رکھتے ایک بار پھر سے اسکے لبوں پہ جھکا تھا،اب کی بار لمس میں پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ شدت تھی۔۔اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے ہی اپنا تڑپنا سلگنا یاد آیا تھا آج تو اسکے لبوں کا جام بھی اسکے غصے کو

ٹھنڈا نہیں کر رہا تھا وہ جتنی کوشش کر رہا تھا کھوٹے کے وہ مناظر بھول جائے وہ اتنے ہی اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہراتے اسے بے سکون کرتے تھے جس کی وجہ وہ اپنی ساری بے چینی اور سارا غصہ اسکے نازک ہونٹوں کو زخمی کرتے ہوئے اتار رہا تھا۔۔ ذائشہ لمحہ بالمحہ اسکی سلور چین پہ اپنی انگلیوں کی گرفت مضبوط کرتی اسے جھنجھوڑ رہی تھی لیکن وہ پاگل بنا اپنی منمانی کرنے میں مصروف تھا۔۔ ذائشہ نے نڈھال ہوتے ہوئے اپنی مزاحمت ترک کرتے اپنی آنکھیں زور سے میچی تھیں۔ وہ اب اسکی چین سے اپنے ہاتھ ہٹا چکی تھیں کیونکہ وہ جوں جوں اس سلور چین پہ اپنی گرفت مضبوط کرتی تھی وہ اسی طرح اسکے ہونٹوں پہ اپنی گرفت مضبوط کرتا انہیں بے دردی سے زخمی کرتا جا رہا تھا۔۔ جونہی زائشہ خان نے اسکی سلور چین سے اپنے ہاتھ ہٹائے بالکل اسی پل وہ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں کی بے رحم قید سے آزادی بخش گیا۔۔ دونوں کی سانسیں بے حد پھول چکی تھیں۔۔ اپنے ہونٹوں پہ اس قدر جلن محسوس کرتے ذائشہ نے اسے اپنی بھیگی شکوہ کناں نظروں سے دیکھا تھا۔۔ اس نے بے دردی سے اسکی سانسیں کھینچتے اپنی ایک سانس بھی نہیں بخشی تھی جس پہ اسے سانس لینے میں بے حد دشواری محسوس ہو رہی تھی۔۔ وہ کھانستے ہوئے تکیے سے اپنا سر اٹھا کے بیڈ پہ بیٹھتی اس سے کچھ فاصلے پہ ہوئی تھی جس کی نظریں پھر سے اسکے نم ہونٹوں پہ تھیں۔۔

مزہ نہیں آیا!!۔۔۔۔۔۔ اسکی شکوہ کناں نظروں پہ وہ جان بوجھ کے سرد لہجے میں یہ تکلیف دہ الفاظ بولتا سائیڈ ٹیبل سے ٹشو پکڑ کے اپنے ہونٹ بے دردی سے رگڑتا ٹشو کو اسکی گود میں پھینکتے ہوئے بیڈ سے اٹھا تھا۔۔ اسکے اس عمل سے ذائشہ خان بری طرح سے ہرٹ ہوئی تھی، اپنی گود میں پڑے ٹشو کو دیکھ کے ذائشہ نے بے آواز روتے ہوئے اسکی چوڑی پشت پہ اپنی نظریں جمائی تھیں جو اب زمین پہ جھک کے کسی کو کال ملاتا فون اپنے کان سے لگائے ہوئے تھا ۔خورشید کو اپارٹمنٹ کے اندرونی طرف کی لائٹ ٹھیک کرنے کا بولتے وہ فون بند کرتا اب اضطراب کی کیفیت میں اپنے شہر رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا، وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برتتا کھڑکی پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔

دو منٹ میں لائٹ آجائے گی! تیسرے ہی منٹ تم مجھے میرے کمرے سے غائب چاہیئے ہو!!۔۔۔ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد وہ سرد لہجے میں ذائشہ خان سے مخاطب ہوا تھا، رخ ہنوز کھڑکی کی طرف تھا۔

کیا آپ مجھے اپنے کچھ دیر پہلے بولے گئے تین خرفی جملے (مزہ نہیں آیا) اور اس عمل کا مطلب سمجھائے گے ؟؟۔۔۔ وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے اپنی گود میں پڑا ٹشو دیکھاتی بھرائی آواز میں اس سے اس

جملے کے متعلق استفسار کر رہی تھی جو اسکے دل میں کسی خنجر کی طرح پیوست ہوا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا وہ کس جملے کے متعلق استفسار کر رہی ہے۔۔

میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں! جس طرح میں تم سے کوئی سوال نہیں پوچھ رہا! اسی طرح سے تمہیں بھی اپنی زبان بند رکھنی چاہیئے!! جتنا ہو سکے مجھ سے کم مخاطب ہوا کرو ذائشہ خان ورنہ میری شکل دیکھنے کو بھی ترسو گی!!۔۔۔۔ وہ کھڑکی پہ زور سے اپنے ہاتھ کو مکا بنا کے بلند آواز میں دھاڑا تھا۔ ذائشہ خان نے اسکے الفاظ پہ دہلتے ہوئے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا اور اسی وقت کمرا روشنی میں نہا گیا۔ لائٹ آچکی تھی، شاید موسم کی خرابی کے باعث تاروں کے کنیکشن خراب ہوئے تھے جو خورشید ٹھیک کر چکا تھا۔۔

میں یہی تو چاہتی ہوں مجھ سے سوال کریں!! آپ کی چپ کی مار مجھے جیتے جی مار ڈالے گی!! پھر شاید آپ میری شکل دیکھنے کو ترس جائیں اور میری روح پرواز ہوتی اللہ تعالیٰ کے پاس چلی جائے!! پھر آپ کی ذی آپکے بلانے پہ بھی واپس نہیں آئے گی!!۔۔۔ ذائشہ خان اسے بھرائی آواز میں ہچکیوں سے جواب دیتی اسکے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ اس کے حکم کے مطابق وہ اس کے کمرے سے جانے کا ارادہ باندھ چکی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی وہ اسکی شکل دیکھنے کو ترسے! اسکا یہ روپ بے حد تکلیف دے رہا تھا! اسکا یہ سرد رویہ برداشت تھا لیکن ذائشہ خان کو اس سے دوری برداشت نہیں تھی! کچھ دیر پہلے جسم جو خوف وڈر سے کانپ رہا تھا ارزم شاہ کی اپارٹمنٹ میں موجودگی سے وہ ساری دحشت اڑن چھو ہو چکی تھی۔ ذائشہ خان کا جواب سنتے ارزم شاہ نے غصے سے اپنا رخ اسکی طرف موڑا تھا جس نے اپنے الفاظ سے اس سے بدلہ لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسکی طرف رخ موڑتے ہوئے ارزم شاہ کی نظریں اس کے ہونٹوں کی طرف اٹھی تھیں جو بری طرح سے زخمی تھے۔ اسکے نازک سرخ لبوں کے کناروں پہ لگا خون دیکھتے ارزم شاہ نے اپنے نچلے لب پہ اپنے دانتوں کا مزید زور بڑھایا تھا۔۔ وہ اسکے زخمی لبوں کو دھیان سے بالکل ابھی دیکھ رہا تھا کچھ دیر پہلے کمرے میں ہلکی سی روشنی کی وجہ سے وہ ان زخمی لبوں کو ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا تھا۔۔ اپنی اتنی بے رحمی کا نتیجہ دیکھتے ارزم شاہ نے غصے سے اپنی شہد رنگ بیرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔

مجھے تم سے کچھ نہیں جاننا! کیونکہ اب سب کچھ میں اپنے طور پہ پتا لگوا چکا ہوں! جب تمہارے بتانے کا وقت تھا تب تم نے خاموشی اختیار کی تھی! اب میں تم پہ سوال کرنے کا وقت لاؤں گا! تم مجھ سے سوال کرو گی لیکن میں خاموشی

اختیار کر جاؤں گا! پھر محسوس کرنا اپنے محرم سے سوال کا جواب نہ ملنے پہ اسکے باتیں چھپانے پہ کس قدر تکلیف ہوتی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اسکی طرف اپنے قدم بڑھاتا اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ہوتے شدید طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔۔اسکے دھاڑنے پہ وہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے کی طرف لے گئی۔۔اسکی سفاک باتوں پہ ذائشہ کا دل ڈوب کے ابھرا تھا وہ جاننا چاہتی تھی وہ اس کے بارے میں کیا کیا جان چکا ہے لیکن اس کے منہ سے سننے کی ہمت بھی نہیں تھی۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔مجبوری۔۔۔میں۔۔وہ۔۔سب۔۔چھپایا۔۔۔ابھی وہ روتے ہوئے کچھ بولنے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔

ہو سکتا ہے! تم نے محبت بھی مجھ سے مجبوری میں کی ہو؟ کیونکہ جن سے محبت کی جاتی ہے انہیں راز دار بنایا جاتا ہے نہ کہ ان سے راز رکھے جاتے ہیں!!۔۔۔وہ زخمی لہجے میں پھنکارتا ایک ساتھ دو قدم اس کی طرف بڑھاتا اسکے زخمی ہونٹوں پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیر گیا جن پہ اس نے ضرورت سے زیادہ بے رحمی دیکھائی تھی۔ارزم شاہ کے جملوں پہ ذائشہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکی! اور اسکے پہ تضاد اسکے انگوٹھے کو نرمی سے اپنے لب سہلاتے دیکھ کے وہ اپنا سانس تک روک گئی۔

آپ میری محبت پہ شک کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔وہ کچھ دیر خاموشی کے بعد آنسو بہاتے ہوئے بولی۔۔

محبت میں شک کی گنجائش بھی ہوتی ہے یہ سب تم نے ہی سیکھایا ہے!! اگر تمہیں میری محبت پہ یقین ہوتا تو میرے ساتھ چھپن چھپائی کھیلنے کی بجائے اپنا آپ کھول کے میرے سامنے رکھ دیتی!! پھر تمہیں نہ اپنانا تا! تم پہ اپنا آپ نہ وارتا تو تا عمر تمہارا مجرم کہلاتا! لیکن اس وقت مجرم تم ہو! تم محبت کی جرم دار ہو!! تم نے میری محبت کو میرا جرم بنا دیا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں جکڑتا اسکے قریب اپنا چہرہ کرتے ہوئے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔وہ اسے اپنے لفظوں سے اسکی محبت کا آئینہ دیکھاتا اسے لاجواب کر رہا تھا! ! ذائشہ خان کے آنسوؤں نے رفتار پکڑی تھی جنہیں دیکھتے ارزم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے ہونٹوں پہ نرمی سے اپنے لبوں کی مرحم رکھی تھی۔۔دل کو کتنا بازو کیا تھا انہیں زخمی رہنے دے! ان سے نرمی مت برتے لیکن بے رحمی پہ محبت غالب آچکی تھی جس نے اسے بے ساختہ ان نرم گلاب کی پنکھڑیوں کے ساتھ نرمی برتنے کی مجبور کیا تھا۔

اسکے نرم لمس پہ ذائشہ نے اپنی آنکھیں زور سے میچتے اسکی سفید قمیض کے کالر کو اپنی مٹھیوں پہ جکڑتے اسکا ساتھ دیا تھا۔۔ یہ پہلی بار تھا جو وہ اسکے لمس میں اسکا ساتھ دیتی اسکے عنابی لب چوم رہی تھی، ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں ساکت ہوئی تھیں اس کے لمس پہ!!

وہ دہکے گالوں سے اسکا ساتھ دیتی اسکی دھڑکنوں میں شور برپا کر چکی تھی۔ ارزم شاہ اسے کس کرنا بھول چکا تھا وہ اسے کے منموہنے چہرے کو اپنی نظروں کے حصار میں لئے اسکی پیش قدمی ملاحظہ کر رہا تھا، ذائشہ کو جب محسوس ہوا وہ رک چکا ہے تو اپنی بے خودی پہ خود کو کوستے ہوئے شرم سے سرخ پڑتی معصومیت سے اسکے لبوں سے اپنے لب ہٹا گئی۔۔ وہ اپنے اس عمل سے ارزم شاہ کے جواں جزبات میں آگ بھڑکا چکی تھی، ارزم شاہ نے اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگوں سے نظریں چراتے اپنی کنپٹی کی پھولتی رگوں کو انگلی سے مسلا تھا! ابھی بھی دھڑکنوں کی رفتار معمول پہ نہ آئی تو اسے بیڈ پہ دھکا دیتے اس پہ ایک دم سے سایہ فگن ہوتے ارزم شاہ نے اسکی سائیڈ گردن پہ اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے تھے۔ وہ اسکی دھڑکنوں میں ہلچل مچاتی یوں اتنی آسانی اور معصومیت سے اس سے دور کیسے ہو سکتی تھی؟؟ وہ اسکی گردن پہ اپنی بے رحم شدت بڑھاتا اپنی تشنگی مٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جو لحہ بالحہ بڑھتی جا رہی تھی۔۔ اس کی آدھی ادھوری کس نے ارزم شاہ کو بے حد تپ چڑھائی تھی جس کا بدلہ وہ اسکی گردن پہ اپنی شدت کی سوغاتیں چھوڑتا اتار رہا تھا۔۔ دوسری طرف زائشہ خان کو ایک دفعہ پھر سے اپنی کمر پہ بے حد تکلیف محسوس ہوئی تھی لیکن وہ اس کے حصار میں بنا کسی مزاحمت کے موجود رہی! وہ اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتی اپنی سسکیاں تک روک چکی تھی۔ ارزم شاہ کے باڈی بلڈر وجود کا وزن اپنے نازک سراپے پہ محسوس کرتے ذائشہ خان کی جان ہوا ہو رہی تھی! وہ بھیگی نگاہوں سے اس خوبصورت مرد کی طرف دیکھ رہی تھی جو ہمیشہ اس سے نرمی برتتا کرتا تھا! آج اسکی اس قدر بے رحمی برداشت کرنا ذائشہ خان کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔ اسکی تیز پرفیوم کی خوشبو ذائشہ کو اپنے حواسوں پہ چھاتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے سفید شلوار قمیض پہ کالی اجرک لئے دیکھ کے ذائشہ کی نظریں اس سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھیں! وہ اسے غور سے دیکھ ہی اب رہی تھی ورنہ پہلے رونے دھونے میں وہ کہاں اسکی اتنی تیاری دیکھ پائی تھی اور ویسے بھی اسے وہ شلوار قمیض میں ہمیشہ ندیدوں کی طرح دیکھا کرتی تھی جیسے اس وقت دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔۔ اسے اتنا تیار شیار دیکھ کے ذائشہ خان کو اس کے فون پہ بولے گئے الفاظ یاد آئے تھے! وہ کسی

امپورٹنٹ سرمنی میں تھا ساتھ ہی اسے پیچھے کسی لڑکی کی سریلی آواز سنائی دی تھی جس پہ ذائشہ کچھ بولنے ہی والی تھی جب وہ فون کاٹ چکا تھا۔ ذائشہ کے دل و دماغ میں عجیب سے وسوسے پل رہے تھے۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ کس۔۔ تقر۔۔ تقریب۔۔ میں۔۔۔ تھے۔۔۔۔ اسے ہنوز اپنی گردن پہ جھکے دیکھ کے ذائشہ نے اپنے لبوں سے ہاتھ ہٹاتے کب سے اپنے من میں آیا سوال بالآخر پوچھ ڈالا۔۔ اسکے سوال پہ ارزم شاہ نے اسکی گردن سے دانت ہٹاتے اپنا چہرہ اٹھا کے طیش سے اسکی ہیزل آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔

جس بھی تقریب میں ہوں!! تم سے مطلب؟؟؟۔۔۔ وہ غصے سے غرایا، اسکی آنکھوں میں پلتا شک وہ بھانپ چکا تھا جس پہ پہلے سے بھی زیادہ اس پہ غصہ آیا تھا۔ اسکے جواب پہ وہ ہچکی بھرتی اپنی نظریں جھکا گئی۔ وہ اپنے کہے کے مطابق اسکے سوال کے جواب نہ دیتا اسے بتا رہا تھا کہ محبوب جب کچھ چھپائے تو کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔۔

ایک منٹ سے پہلے میرے کمرے سے نکلو ذائشہ خان!! ورنہ تمہارے وجود کے پور پور پہ اپنی بے رحمی کی سوغاتیں چھوڑنے میں پل نہیں لگاؤں گا!!۔۔۔ وہ اسکی ہچکی نظر انداز کرتا اس پر سے اٹھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھا کے زمین پہ مارتا حلق کے بل چلایا!! اسکے بے باک اور سرد جملے پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ ہوتی اسے نم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسکے بیڈ سے اٹھی تھی۔۔ وہ صبح سے بھوکی تھی۔۔ اب تو بھوک کی وجہ سے چکر آ رہے تھے لیکن اس نے ایک دفعہ بھی اس بے مہر انسان کو نہیں بتایا تھا کیا پتا وہ اس کے اتنے سے نخرے پہ پھر سے اپارٹمنٹ سے غائب ہوتا ہفتوں تک نہ آتا! اسی لئے وہ کوئی بھی جواب دیئے بنا اپنا دوپٹا درست کرتی کمرے کی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔

اسے کمرے سے جاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنے گلے سے کالی اجرک نکالتے غصے سے زمین پہ پھینکی تھی۔۔ اپنی جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکالتے وہ اضطراب کی کیفیت میں اسے سلگاتا اپنے لبوں میں دبا گیا۔

تم نے میری محبت کو بے پردہ کیا ہے ذائشہ خان! اور یہ گناہ چھوٹا نہیں ہے! میرے دل سے پوچھ کے تو دیکھو کہ وہ کتنے حصوں میں ٹوٹ چکا ہے جسے تم تا عمر بھی سمیٹتی رہو تو شاید سمٹ نہ پائے!!۔۔۔ وہ سیگریٹ کے گہرے کش بھرتا اپنے خیالوں مین ذائشہ خان سے مخاطب ہوا تھا جو اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی اسکے کمرے سے غائب ہوئی تھی ۔ سیگریٹ کے گہرے کش لگاتے اچانک سے ارزم شاہ کو یاد آیا تھا اس نے سائمہ جو اس کے پاس سونے کا حکم دیا تھا! تو

وہ کہاں تھی؟ اور اگر وہ یہاں نہیں تھی وہ کس چیز کے پیسے لے رہی تھی؟ ارزم شاہ کی حکم عدولی کے ؟؟ ارزم شاہ نے غصے سے اپنی گھنی مونچھوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا تھا۔۔

کتنا ڈر چکی تھی وہ! اگر وہ وقت پہ نہ آتا تو نا جانے کیا سے کیا ہو جاتا؟۔۔ اس خیال کے آتے ہی ارزم شاہ نے خود پہ جی بھر کے لعنت بھیجی تھی جو خود اتنا تڑپنے کے بعد بھی اسکی فکر کر رہا تھا جس نے اسے بے دردی سے توڑا تھا۔۔

تم ٹھیک کہتی تھی! مجھے تم سے محبت نہیں تھی مجھے تمہارے جسم سے محبت تھی! لیکن آج قسم سے مجھے تم سے محبت ہو چکی ہے گلالئ احان شاہ! اس مسجد میں بیٹھ کے جھوٹ تھوڑی بولوں گا؟ واللہ تم سے محبت ہوئی ہے! تمہاری روح سے محبت ہوئی ہے اور شدید ہوئی ہے!! تم ہمیشہ مجھ سے میری محبت کا ثبوت مانگتی تھی لو آج میں تمہیں ثبوت دیتا ہوں میں نمازیں قضا کر دینے والا شخص آج اللہ کے حضور جھکتا ہوا تمہیں تہجد کی دعاؤں میں مانگ رہا ہوں! کیا ابھی بھی تمہیں میری محبت پہ شک ہے؟۔۔۔ وہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا اپنے خیالوں میں گلالئ سے مخاطب بے آواز آنسو بہا رہا تھا جب اپنے ہی الفاظ دماغ کے تہہ خانوں میں گونجے تھے۔۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں مجھے تمہارے جسم سے محبت ہے!! میری محبت کی ابتدا تمہارے جسم پہ ہوئی تھی تو اب انتہا بھی تمہارے جسم پہ ہو گی گلالئ احان شاہ"!!

نہیں!! بالکل نہیں!! میں جانتا ہوں وہ الفاظ بہت برے تھے گل!! تمہارے جسم سے زیادہ اب تمہاری دل میں اترنے اور تمہیں اپنے دل میں بسانے کی چاہ ہے!! تم سنتی کیوں نہیں ہو تمہاری خواہش کے مطابق تمہاری روح سے محبت کر بیٹھا ہوں! آخر کب تک تڑپاؤ گی مجھے؟؟ تم کہو تو ساری رات بیٹھ کے تمہیں دیکھتا رہوں گا تم سے ایک بالشت کے فاصلے پہ بیٹھ کے بھی پوری رات تمہارے جسم کی بجائے تمہارے چہرے کا طواف کرنا منظور ہے لیکن تمہاری دوری منظور نہیں ہے!! اپنے دل پہ پہرے بٹھاتا تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے خوبصورت جسم پہ ایک نگاہ بھی نہیں ڈالوں گا صرف ایک دفعہ میری پناہوں میں لوٹ آؤ؟ صرف ایک دفعہ اپنا دیدار بخش دو؟ میری پٹھانی اتنی ظالم تو نہیں تھی! وہ تو میرے معمولی سے بخار پہ تڑپ جایا کرتی تھی! تمہیں تو میرے بتائے بغیر میری ہر پریشانی معلوم ہو جاتی تھی تو پھر آج کیوں بے حس بنی مجھ سے میلوں کے فاصلے پہ ہو جب جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میری سانسیں رک

رہی ہے!! دل میں اس قدر درد ہے جو بیان کرنا بے حد مشکل ہے!! ایسا لگ رہا ہے کوئی دل کو تیز دھاڑ آڑی سے چیر رہا ہو!! تم ٹھیک کہتی تھی محبت واقعی ہی بہت تکلیف دہ چیز ہے!! یہ تو کسی دشمن کو بھی نہیں ہونی چاہیئے!! محبت بہت تڑپاتی ہے!! محبت ایک عجیب ساجذبہ ہے یار! دل تکلیف میں ہے اور تکلیف دینے والی دل میں!! ہاں تمہاری دوری مجھے تکلیف دے رہی ہے گل!! بہت زیادہ تکلیف!! تم مجھے ایک آخری موقع تو دیتی یار تمہاری قدموں میں سر نہ رکھ دیتا تو پھر کہتی کہ دوغلے ہو تم! تمہیں محبت کرنا نہیں آتی!! لیکن تم نے تو ایک آخری چانس بھی نہیں دیا گل! مجھے تو تم سے چانس لینے کی عادت تھی!! ایسی عادت ڈال کے اس طرح سے کوئی دور جاتا ہے کیا؟؟۔۔۔وہ اذیت کی انتہا پہ ایک ایک لفظ بولتا اپنی ہری آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لئے اپنی شریک حیات کو یاد کر رہا تھا! اس شریک حیات کو جس کے ساتھ اس نے ہر موڑ پہ ناانصافی کی تھی!! وہ اس شریک حیات کے لئے رو رہا تھا جو ان پڑھ اور مڈل کلاس سٹینڈرڈ کی ہوتے ہوئے بھی اسے محبت لفظ کے معنی سمجھا چکی تھی۔۔

لوگ ٹھیک کہتے ہیں!! محبت کی دنیا میں محبوب جب لاحاصل ہوتا ہے! انسان تو مر جاتا ہے لیکن اسے موت نہیں آتی!! بالکل اسی طرح جان تمنا! جس طرح سے تمہاری جدائی مجھے مار چکی ہے لیکن آج بھی ایک زندہ لاش ہوں! خدا کے لئے رحم کھاؤ اپنے شاہ پہ یار!!۔۔۔۔۔وہ گہری سانس بھر کے اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ پھیر تا بے دردی سے اپنے آنسو رگڑتے ہوئے زمین سے کھڑا ہوا تھا۔۔اس وقت مسجد میں اکا دکا ہی لوگ تھے سب کافی دیر پہلے تہجد پڑھ کے جا چکے تھے صرف وہ ہی ایک واحد شخص بچا تھا جو تیز بخار میں دہکتی ہوا اپنی دعاؤں کو لمبا کرتا اللہ کے حضور اپنی محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔وہ اپنی محرم کے جسم سے محبت کا دعوے دار جنونی سید زادہ خود نہیں جانتا تھا وہ اسکی روح سے عشق کر بیٹھا تھا۔اور اس قدر کر بیٹھا تھا کہ اسے اپنا وجود اس کے عشق کی آگ میں سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 79 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

)ویسے بیوی چن کے سب سے خوبصورت پسند کی ہے تم نے(!!

)چھ ماہ پہلے اس کے چہرے کی ذرا سی جھلک نے میرے دل پہ جو وار کیا تھا، میری پیاس بڑھائی تھی، کل رات ہی بازار حسن میں اس سے اچھی خاصی پیاس بجھا کے آیا ہوں۔۔ ویسے میرا تجھ سے ایک سوال ہے تو نے اتنی حسین بیوی کو اگر بیچنا ہی تھا تو میرے آگے بیچ دیتا یوں کوٹھے۔۔۔۔۔(

ارزم شاہ اس وقت ٹھنڈے برف پانی کے نیچے کھڑا اپنے سلگتے ہوئے دل کو راحت پہنچانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا ۔۔ کیسے پہنچاتا اس دل کو راحت جو عاشر لکھانی کے الفاظ یاد کر کے لمحہ بالمحہ تندور کی مانند جل رہا تھا۔۔

)شرعی پردہ کرتی ہو؟۔۔۔ ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔۔ ذائشہ نے چونکتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا(

وہ اپنے شہد رنگ بالوں کو نوچتے اذیت کی انتہاء پہ چیخ رہا تھا جب اس دن کا منظر آنکھوں کے آگے لہرایا تھا جب وہ اسکے جلے ہاتھ کو تھامتا اس کے ہاتھ سے دستانہ ہٹانے کی اجازت مانگتا اس سے اسکے شرعی پردے کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔۔

کاش تم پردے کو اپنے لئے استعمال کرنے کی بجائے اللہ کے لئے استعمال کرتی!! کاش تم اللہ کی رضا کے لئے شرعی پردہ کرتی ذائشہ ارزم شاہ تو وہ تمہیں کبھی بے پردہ نہ کرتا!! کاش تم اس دن مجھے بول دیتی ہاں میں شرعی پردہ کرتی ہوں تاکہ اپنے خدا کی نظروں میں اچھی بن جاؤں تو وہ تمہیں ان غیر مردوں کی غلیظ نظروں کے سامنے اتنے برے طریقے سے بے پردہ نا کرتا!! تم نے پردے کا مطلب ختم کرتے اسے صرف اپنے مطلب کے لئے استعمال کیا تھا جس کی سزا تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے شریک حیات کو بھی دی گئی ہے! کاش میں اس وقت اس بات کو کرید تا! تمہاری نہیں سنتے ہوئے تمہیں ڈانٹتا! کہ تم ہر وقت ظاہری طور پہ شرعی پردے کی طرح رہنے والی اللہ کو خوش کرنے کی خاطر شرعی پردہ کیوں نہیں کرتی تو تم مجھے ان حالات میں واپس نہ ملتی!!۔۔۔۔ ارزم شاہ دیوار پہ در پے اپنے ہاتھ کے مکے بنا کے مارتا جنونیت کے عالم میں لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑا تھا۔ کوئی اسکی کہانی سننے والا اسے بڑے آرام سے سمجھا دیتا کہ سب بھول جاؤ لیکن وہ کیسے بھولتا اس منظر کو جسے دیکھنے کا اس نے کبھی اپنے تصور میں بھی نہیں سوچا تھا۔ سہی کہتے ہیں! جس پہ بیتی جاتی ہے اسکے دل کا حال کوئی نہیں جان سکتا سوائے اس رب تعالیٰ کی ذات کے !

آپ لوگ میری حالت دیکھ سکتے ہیں! مجھے آج پورے ایک ہفتے بعد ہوش آئی ہے! میں پورا ایک ہفتہ ہاسپٹل کے اس بیڈ پہ پڑا رہا ہوں! میں جانتا ہوں اب آپ جاننا چاہ رہے ہوں گے کہ مجھے اس حال میں پہنچانے والا کون ہے!! اس کا نام آپ کو ویڈیو کے آخر میں بتاؤں گا تب تک کے لئے میری پوری ویڈیو دیکھئے گا ناظرین!! یہ دیکھیے میرے یہ دونوں ہاتھ بالکل نکارہ ہو چکے ہیں! میں ان ہاتھوں کو ہلاؤں بھی تو بے حد تکلیف محسوس ہوتی ہے! میرے سر کے اندرونی طرف بہت سی چوٹیں آئی ہیں! ہر وقت سر میں درد کی ٹھیس اٹھتی رہتی ہے! میری کمر، میرے بازو میرے پیر اور یہاں تک کے مجھے سیکریٹ روم میں بند کر کے میرے پورے وجود پہ تشدد کیا گیا ہے! اور یہ سب کرنے والا سید ارزم شاہ ہے! میرا قصور کیا تھا؟ صرف یہ پوچھنا کہ اس نے مجھے اپنے نکاح میں کیوں نہیں بلایا؟ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں نے اس سے یہ دریافت کیا تھا کہ بھابھی پہلے یونیورسٹی آرہی تھیں لیکن نکاح ہوتے ہی وہ یونی سے کیوں غائب ہیں؟ کیا تم نکاح کی طرح ہی ہمیں بتائے بغیر رخصتی کر چکے ہو؟؟ کیا اس کا کلاس فیلو ہونے کے ناطے یہ سب پوچھنا ایک جرم تھا ناظرین؟ جانتا ہوں! جانتا ہوں اس وقت آپ لوگ شاک کی کیفیت میں ہوں گے! میں بھی اسی طرح سے شاکڈ ہوا تھا جب مجھے ارزم شاہ کے چوری چھپے نکاح کے متعلق علم ہوا تھا! اگر آپ لوگوں کو میری بات پہ یقین نہیں آرہا تو آپ لوگ ارزم شاہ کے انسٹا اکاؤنٹ پہ اس کی بائیو چیک کر سکتے ہیں! وہ اپنی بائیو سے "سنگل" کا سٹیٹس ختم کر چکا ہے! وہ جگہ اب خالی ہے! وہ خالی اسی لئے ہے کیونکہ وہ نکاح کر چکا ہے! لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اس نے ایک حلال رشتہ قائم کرتے ہوئے اسے اس دنیا سے آخر کیوں چھپایا؟ اگر چھپا بھی لیا تھا تو کیا میرے ایک سوال کو غلطی بنا کے مجھے اس طرح سے مارنا جائز تھا؟ میں نے تو صرف کنفرم کرنا چاہا تھا! لیکن وہ بدلے میں بھڑکتا ہوا مجھ پہ جھپٹ گیا اور اسکی گواہ میری پوری یونیورسٹی ہے! یہاں تک کہ میرے اساتذہ کرام بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ کس طرح سے مجھے گھسیٹتا ہوا یونی سے لے کے گیا تھا!۔۔۔۔ پٹیوں میں جکڑا عاشر لکھانی اپنے چہرے پہ مظلومیت اور مسکینیت سجائے اپنی باتوں میں سچ کی مقدار کم جبکہ جھوٹ کی مقدار کو حسب ضرورت سے کئی گنا ذائد شامل کرتا عوام سے مخاطب تھا۔ اس نے یہ ویڈیو عوام سے جھوٹی توجہ اور حمایت وصولنے کے لئے شوٹ کی تھی اور یہی اس کی غلطی تھی! ارزم شاہ کو ٹیگ کرنے اور اسکے ذکر کی وجہ سے ویڈیو کافی وائرل گئی تھی! لیکن کمینٹس میں

عاشر لکھانی کی اس صورتحال میں اسکا ساتھ دینے والے اور اظہارِ افسوس کرنے والے بہت کم لوگ تھے جبکہ زیادہ تر عوام نے کچھ اس طرح سے کمینٹس کئے تھے۔۔۔

"کھاؤ قسم شاہ نے نکاح کر لیا؟"

"اچھا طریقہ ہے لائکس اور ویوز بڑھانے کا"

"تو میرا پتر چھٹی کر! تیری غلطی ہی یہ تھی کہ تو نے ایک سید زادے شوہر سے اسکی بیوی کے متعلق استفسار کیا تھا! وہ نکاح کرے یار خصتی! تجھے کس چیز کی کھجلی ہو رہی تھی؟"

"ہون آرام اے؟"

"کاکا دو چائے!!(یہ کمینٹ کافی تعداد میں کیا گیا تھا! ساتھ ہنسنے والے ایموجی لگائے گئے تھے! شاید یہ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس کی طرف سے عاشر لکھانی کے لئے ایک تحفہ تھا!)

"نہیں شاہ میرا ہے! میں اسے کسی کو نہیں دوں گی! وہ کیسے مجھے دھوکا دے کے کسی اور سے نکاح کر سکتا ہے"(کچھ اس طرح کے کمینٹس کافی لڑکیوں کی طرف سے تھے جو ارزم شاہ کے نکاح کا سن کے اپنے کرش سے ہاتھ دھو کے بیٹھتی پاگل ہوئی تھیں)

کافی سے زیادہ کمینٹس میں لوگ عاشر لکھانی کی باتوں کا مذاق کچھ اس طریقے سے اڑا رہے تھے جب کہ کچھ لوگ عاشر لکھانی کو "گیٹ ویل سون" کی دعا بھی دے رہے تھے۔۔ لاکھوں کی تعداد میں اس ویڈیو کے نیچے سید ارزم شاہ کی آئی ڈی کے ساتھ ساتھ پوری شاہ حویلی کی آئی ڈیز کو ٹیگ کیا گیا تھا۔۔ اس ویڈیو نے تھوڑی ہی دیر میں کافی سے زیادہ شہرت حاصل کی تھی جس میں زیادہ تر لوگ عاشر لکھانی کی حالت پہ ہنس رہے تھے کیونکہ وہ پہلے بھی اٹینشن لینے کے لئے ایسی ویڈیوز شوٹ کرتا رہتا تھا۔۔ یہ کچھ نیا نہیں تھا۔

کاظم شاہ نے یہ ویڈیو دیکھتے ہی زوریز شاہ کو اسے ڈیلیٹ کروانے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا عاشر لکھانی کی باتوں میں جھوٹ کی مقدار زیادہ ہے! لیکن زوریز شاہ نے اسے توجیہہ پیش کرتے ایسا کرنے سے بعض کیا۔۔ زوریز شاہ کا کہنا تھا عاشر لکھانی کو عوام پہلے ہی بہت ذلیل کر رہی ہے اگر وہ لوگ یہ ویڈیو ڈیلیٹ کروا بھی دیں گے تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ کافی سے زیادہ عوام وہ ویڈیو اپنے پاس سیو کر چکی ہو گی! اور ویسے بھی جب ارزم شاہ نے اسے حق پہ پیٹا ہے تو

انہیں ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے! اس کے اس جواب پہ کاظم شاہ بی کچھ حد تک مطمئن ہو چکا تھا، لیکن ہویلی کے مکینوں کا سوچ کے اس نے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا! جب اس ویڈیو کو دیکھ کے باپ دادا نے ارزم شاہ کے نکاح کے متعلق استفسار کرنا تھا تو کیا طوفان برپا ہونا تھا۔۔اس نے ارزم شاہ کو فوراً سے میسج کرتے دن چڑھتے ہی ہویلی آنے کا حکم دیا تھا کیونکہ کاظم شاہ کو پہلے ہی خطرے کی بو آچکی تھی۔اس کی چھٹی حس کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔۔

ارزم شاہ جو ابھی باتھ لے کے واشروم سے نکلتا اپنے پھولے سفید کسرتی سینے کو ٹاول سے رگڑتا ہوا صاف کر رہا تھا اپنے فون پہ مسلسل نوٹیفکیشن کی آواز سنتا وہ جھنجھلایا تھا۔۔اس نے فون پکڑنے کی زحمت کئے بغیر سنجیدگی سے ٹاول صوفے پہ پھینکتے سائیڈ ٹیبل سے سیگریٹ اور لائٹر نکالتے اسے سلگایا تھا۔اس نے ابھی سیگریٹ اپنے لبوں میں دبایا ہی تھا جب نوٹیفکیشنز پہلے سے بھی زیادہ رفتار سے لگاتار موصول ہو رہے تھے۔ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے غائب دماغی سے اپنا آئی فون اٹھایا تھا۔انسٹا کے نوٹیفکیشن دیکھتے وہ نارمل انداز میں فون رکھنے ہی والا تھا جب اسے ایک ساتھ واٹس ایپ پہ زوریز شاہ اور کاظم شاہ کے میسج موصول ہوئے تھے۔۔سب سے اوپر کاظم شاہ کا نمبر تھا جس نے اسے مستحکم انداز میں صبح ہوتے ہی ہویلی آنے کا حکم دیا تھا جبکہ دوسری طرف زوریز شاہ تھا جس نے اسے ویڈیو کا لنک بھیجتے اسے کافی گالیوں سے نوازہ ہوا تھا! اور اسے دھمکی لگائی تھی کہ وہ اس سب کے بعد اپنے باپ دادا کو اکیلا نپٹے گا!! ارزم شاہ نے یہ سب پڑھنے کے بعد آئیبرو اچکاتے ہوئے کچھ تجسس سے اس لنک کو اوپن کیا تھا۔۔لنک اوپن کرتے ہی عاشر لکھانی کی ویڈیو اس کے سامنے تھی۔۔عاشر لکھانی کو دیکھتے ہی ارزم شاہ کا چہرہ مشتعل ہوا تھا۔۔

یہ ح۔ر۔ا۔ز۔ا۔د۔ہ۔ابھی تک زندہ کیوں گھوم رہا ہے؟؟میں نے اسے آن دا سپاٹ قتل کیوں نہیں کیا تھا؟!! اسکی جرآت کیسے ہوئی اس ویڈیو میں میری بیوی کا ذکر کرنے کی؟۔۔۔۔۔ویڈیو ختم ہوتے ہی ارزم شاہ آتش فشاں کی طرح پھٹتے اپنی پوری قوت سے بلند آواز میں دھاڑا تھا۔اس نے چاہے اسکی بیوی کا نام نہیں لیا تھا! لیکن اسے اپنی بیوی اس غلیظ انسان کی سوچوں میں بھی منظور نہیں تھی!!

میں نے تجھے بے دردی سے قتل کرتے اس پوری دنیا کے غلیظ مردوں کے لئے مثال نہ بنایا عاشر لکھانی تو میں بھی اپنے باپ کا نہیں!! الٹی گنتی گننا شروع کر دے! کیونکہ بہت جلد سید ارزم شاہ کی بندوق ہو گی اور تیرا سینہ جسے میں اپنی

بندوق کی گولیوں سے بھون کے رکھ دوں گا! قاتل بننا منظور ہے لیکن بے غیرت بنتے ہوئے تجھے زندہ رکھنا نہیں!!۔۔۔ارزم شاہ اپنی دونوں کنپٹیوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے غصے کی شدت سے چلایا تھا۔۔اسکی گرجدار آواز ساتھ والے کمرے میں موجود ذائشہ خان تک آسانی سے پہنچی تھی کیونکہ ارزم شاہ کے کمرے کا دروازہ مکمل طور پہ بند نہیں تھا! اس کے منہ سے خود کے لئے "اپنی بیوی" سننا ذائشہ خان کی دھڑکنوں میں طوفان پیدا کر گیا!! آنسوؤں میں مزید تیزی آئی تھی! اسکے آخری خطرناک جملے سنتے اس نے کچھ آیات پڑھتے ہوئے غائبی طریقے سے اس پہ پھونکی تھیں! جس کے غصے کا لیول ہر دفعہ پہلے سے کئی زیادہ دیکھنے کو ملتا تھا۔۔

وہ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ مجھے اگنور کرے گا اور میں اس کے پیر پڑوں گی؟ ناممکن!! تم ہوتے کون ہو مجھ پہ چیخنے چلانے والے یو جنگلی سانڈ پٹھان!! مر جاؤ میری طرف سے!!۔۔۔میرال شاہ اپنے کمرے کی چیزوں کی توڑ پھوڑ کرتی غصے سے چیخ رہی تھی۔حازق خان کا ایٹیٹوڈ وہ چاہ کے بھی بھول نہیں پا رہی تھی۔وہ کب سے اپنے گرم دماغ کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی! اب بھی اس کوشش میں ناکام رہی تو تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی دروازے کی طرف بڑھ گئی! اس کا رخ اوپر سیڑھیوں کی طرف زوریز شاہ کے کمرے کی طرف تھا لیکن صد شکر اسے اوپر جانے کی زحمت نہیں کرنی پڑی تھی کیونکہ زوریز شاہ اسے کچن میں ہی کافی بناتا نظر آ گیا تھا! وہ شاید نہیں یقیناً لاؤنج میں بیٹھے کاظم شاہ نے لئے کافی بنا رہا تھا جس نے ہمیشہ کی طرح اپنی آنکھیں موندتے اس میجر کو خود کے لئے کافی بنانے کا حکم دیا تھا۔۔

زوریز!!۔۔۔۔میرال شاہ نے اپنے غصیلے تاثرات غائب کرتے مدھم سی مسکراہٹ سے زوریز شاہ کو پکارا تھا جو دلجمعی کے ساتھ کافی پھینٹنے میں مصروف تھا۔۔

جی آپی!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنا رخ اس کی طرف موڑتے چونک کے آئیبرو اچکاتے اسکی پکار کا مقصد جاننا چاہا۔۔

مجھے تمہارا فون چاہیئے!!۔۔۔۔میرال شاہ نے اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتے ہوئے ڈائریکٹ اس سے اسکا فون مانگا تھا۔۔اسکے مدعے پہ زوریز شاہ کی ہری آنکھیں پھیلی تھیں!

فون!! کیوں؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنے ازلی تفتیشی انداز میں استفسار کیا۔

دوست کو کال کرنی ہے اور میرا فون ٹوٹ گیا ہے!۔۔۔اسکی تفتیش پہ میر ال شاہ نے ضبط سے جواب دیا تھا۔
فون کیسے ٹوٹ گیا؟ ابھی کچھ دیر پہلے تو ٹھیک دیکھا تھا میں نے!!۔۔۔زوریز شاہ نے کافی کا مگ سلیب پہ رکھتے حیرت سے استفسار کیا۔اس نے واقعی ہی ابھی کچھ دیر پہلے اسے اپنے فون سے ولاگنگ کرتے دیکھا تھا،وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ اسکا فون اتنی جلدی ٹوٹ گیا ہے۔۔

کیا مطلب کیسے ؟غصے میں ٹوٹ گیا ہے!! اب دے رہے ہو یا میں سوئی ہوئی مرحا کو جا کے جگاؤ؟۔۔۔۔میر ال شاہ نے بھڑک کے بولتے ہوئے مرحا کا ذکر کرتے کاظم شاہ کی طرح اسکی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔مرحا شاہ کے ذکر پہ زوریز شاہ نے اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالا تھا۔اس کے فون کی ایک ایک چیز لاک تھی اس نے اسے کال کرنے کے لئے ڈائلر کھول کے تھمایا تھا جس پہ وہ اسکا شکریہ کئے بنا اسے ناک چڑھا کے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔زوریز شاہ نے اپنی چیل سی نگاہوں سے پر سوچ انداز سے اسکی پشت کی طرف دیکھا تھا،اسے یوں اچانک میر ال کا فون مانگنا سمجھ نہیں آیا تھا وہ گھر کے نمبر سے بھی تو اپنی دوست کو فون کر سکتی تھی نا؟ خیر زوریز شاہ نے اپنی تفتیشی عادت کو سائیڈ پہ رکھتے ہوئے پھر سے کافی کو پھینٹنا شروع کیا تھا۔۔

میر ال شاہ نے اپنے کمرے میں آتے ہی زوریز شاہ کے فون کی کانٹیکٹ لسٹ کھولی تھی جو لاکڈ تھی! اسے لاکڈ دیکھ کے میر ال شاہ نے غصے سے اپنے دانت کچکچاتے تھے۔وہ اس وقت شدید غصے میں تھی اور اپنا تمام تر غصہ وہ واحد اس انسان پہ نکالنا چاہتی تھی جس نے اسے غصہ دلایا تھا کیونکہ کچھ دیر پہلے لان میں وہ اس پہ ٹھیک سے غصہ نہیں اتار پائی تھی۔فون آٹھ ہندسوں کا پاسورڈ مانگ رہا تھا جس پہ میر ال شاہ نے بنا سوچے سمجھے تکہ لگایا تھا۔۔

"Shahzadi"

یہ آٹھ انگریزی کے خروف تہجی لکھتی وہ غور سے فون کی سکرین کی طرف دیکھ رہی تھی! اگلے ہی لمحے اس پاسورڈ سے فون کی کانٹیکٹ لسٹ کو کھلتے دیکھ کے میر ال شاہ کے لبوں کو خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔وہ جانتی تھی وہ اسکی بہن کو "شاہزادی" بولتا ہے تو یقیناً اس نے اپنی ضروری چیزوں پہ پاسورڈ بھی اپنی من پسند عورت کا لگایا ہو گا تاکہ جب جب وہ کہیں بھی یہ پاسورڈ ٹائپ کرے اسے اسکی شاہزادی شدت سے یاد آئے۔۔مسکراتے مسکراتے میر ال شاہ کو خیال آیا تھا وہ غصے میں ہے جس پہ اس نے اپنے چہرے پہ غصہ سجاتے تمام کانٹیکٹ اوپن کئے تھے۔۔زوریز شاہ

کے کانٹیکٹ آفیسرز، میجرز، جنرلز، کرنلز سے بھرے پڑے تھے جسے دیکھ کے میر ال شاہ نے ایک دفعہ پھر سے دانت کچکچاتے تھے۔۔ سرچ بار پہ آتے اس نے اپنی تیکھی ناک چڑھاتے "نقلی میجر" لکھ کے سرچ کیا تھا لیکن no result found کی تحریر پڑھتے اس نے اپنی عقل پہ افسوس کرتے اب کی بار میجر خان سرچ کیا تھا۔۔ کیونکہ نقلی میجر تو اسے صرف میر ال شاہ ہی کہتی تھی ضروری تو نہیں تھا زوریز شاہ نے بھی اسکا نام نقلی میجر سے سیو کیا ہوتا۔ میجر خان لکھتے ہی حازق خانزادہ کی ڈی پی سے اسکا نمبر شو ہوا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اسکا نمبر اسکی تصویر کے ساتھ سیو کیا تھا۔۔ اس تصویر میں وہ آرمی یونیفارم پہنے سر پہ کیپ درست کرتے اپنی نیلی آنکھوں میں سنجیدگی لئے زمین پہ گھٹنوں کے بل ایک سٹائل سے بیٹھا نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔ میر ال شاہ نے مبہوت ہوتے ہوئے اسکی تصویر کو دیکھا تھا۔ وہ کتنے ہی لمحے اسکی تصویر دیکھ کے گزار چکی تھی اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔۔

ہوش میں آؤ میر ال شاہ!! تم غصے میں ہو!!۔۔۔ اپنی بے خودی پہ میر ال شاہ خود کو ٹوکتی غصے سے میجر خان کو فون ملا گئی۔۔ فون پہلی ہی بیل پہ اٹھایا گیا تھا۔۔

ہاں بول شاہ!!۔۔۔۔۔۔ فون کی دوسری طرف سے حازق خانزادہ مصروف انداز میں بولتا آرام کرنے کی نیت سے اپنے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔

دور رہوں تم سے؟؟

The hell!! Your attitude is just a dust of my foot

اس کی آواز سننے کی دیر تھی جب میر ال شاہ اس کے الفاظ یاد کرتی غصے سے چیخی تھی۔۔ اپنے فون سے کسی صنف نازک کی چیختی آواز سنتے حازق خان کا منہ حیرت سے کھلا تھا۔ حازق خانزادہ نے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے فون پہ نمبر چیک کیا تھا۔۔ نمبر زوریز شاہ کا تھا لیکن آواز میک اپ کی دکان کی!! وہ حیران ہوا تھا۔ اسے زوریز شاہ سے اتنی لاپرواہی کی امید نہیں تھی کہ وہ اپنا فون یوں آسانی سے کسی کو بھی تھما دے گا جس میں لاتعداد سیکریٹ کوڈز موجود تھے۔۔

Sorry! I can't recognise u! Wrong number

حازق خانزادہ اسے پہچاننے سے صاف انکار کرتا بے حد سنجیدگی سے بولتا فون رکھنے ہی والا تھا جب میرال شاہ کے اگلے الفاظ پہ اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔

Shut the hell up

Your attitude my foot

Your face my Boot

اسکی اتنی لاپرواہی اور اگنورینس پہ میرال شاہ مر رہ اپنی مہنگی ترین پرفیوم مار کے اسے چکنا چور کرتی تپے ہوئے لہجے میں غرائی تھی۔ حازق خان کی حیرانگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا جو اسے خود ہی فون کرتی اسے کچھ بھی بولنے کا موقع دیئے بغیر سناتی جا رہی تھی۔۔

شٹ۔۔۔۔۔۔ ابھی حازق خان غصے سے کچھ بولتا جب میرال شاہ نے اسکی بات بیچ میں ٹوک دی۔۔

تم دیکھو گے! تمہیں منہ کون لگاتا ہے اب! تھوڑی سی لفٹ کیا کروادی ہے سر پہ چڑھ گئے ہو تم تو پاگل سڑیل جنگلی پٹھان!! مر جاؤ نقلی میجر! کیا حسین منظر ہو گا وہ جب تم مرو گے اور میں تمہاری قبر پہ فاتحہ پڑھنے کی بجائے تم پہ لعنت بھیجتی تالیاں بجاؤں گی!! کمینے پٹھان!!۔۔۔۔ میرال شاہ کی پھر بھی بھڑاس کم نہ ہوئی تو اونچی آواز میں اسے مزید سناتی اسکی ایک بھی سنے بغیر فون رکھ گئی۔۔ وہ اب اپنا غصہ اتارنے کے بعد خود کو ریلیکس فیل کر رہی تھی جب کے دوسری طرف موجود حاذق خان کا چہرہ خطرناک حد تک غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا اسکی اس قدر بدتمیزی پہ!!

ارزم شاہ نے پچھلے چھ ماہ کے معمول کی طرح یہ پوری رات بھی سیگریٹ پھونکتے ہوئے کانٹوں پہ گزارا تھا! پہلے تو وہ دور تھی اسی وجہ سے نیند آنکھوں سے کوسوں دور رہتی تھی! لیکن آج تو وہ نزدیک ہو کے بھی دور تھی! اسکے نکاح میں موجود اس کی محرم اسکے بالکل ساتھ والے کمرے میں قیام پذیر تھی! وہی محرم جس کے لئے یہ چھ ماہ اس نے تڑپ تڑپ کے گزارے تھے لیکن دماغ دل سے ایسی ضد لگا بیٹھا تھا کہ ارزم شاہ نے پوری رات میں ایک دفعہ بھی اسکے کمرے کی طرف رخ نہیں کیا تھا! وہ جب ضد لگاتا تھا تو اپنی ضد میں ہویلی کے تمام شاہوں کو پیچھے چھوڑ جاتا تھا۔

ارزم شاہ کی ناراضگی تو احان شاہ کے لئے سوہان روح ہوتی تھی کیونکہ وہ جلدی نہیں مانتا تھا تو اسکی ناراضگی اس کی نازک شریک حیات کے لئے کس قدر شدت سے ہونی تھی؟ کیا ارزم شاہ نے خلاف معمول پہ جا کے خلاف توقع جلدی مان جانا تھا؟ اسکا فیصلہ قسمت نے کرنا تھا!

کاظم شاہ کے حکم کے مطابق ارزم شاہ دن چڑھتے ہی شاہ ہویلی جانے کی غرض سے سیگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلتا _ صوفے سے اٹھتا ہوا اپنی شرٹ ذیب تن کر رہا تھا۔ اپنے گھنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ اپنا فون اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ ساتھ والے کمرے کے دروازے پہ ایک بھی نگاہ غلط ڈالے وہ لاؤنج سے ہوتا ہوا باہر کی جانب بڑھنے والا تھا جب اسکے کان کچن میں ہوتی کھٹ پٹ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ ارزم شاہ نے اپنے فون کی سکرین آن کرتے وقت دیکھا تھا۔ ابھی صبح کے ساڑھے اٹھ بج رہے تھے، اس وقت کچن میں کون ہو سکتا تھا؟ ارزم شاہ نے آبیبرو آچکا کے سوچا تھا پھر دماغ میں سائمہ کس خیال آیا تو اسے سنانے کے لئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کچن کی طرف بڑھا تھا جو رات میں اس کی بیوی کو ڈرتا چھوڑ کے اپنے کوارٹر میں آرام فرما رہی تھی۔۔ ارزم شاہ ابھی کچن میں داخل ہی ہوا تھا جب نظریں لائٹ بلیو شلوار قمیض میں ملبوس سامنے کھڑے نازک وجود کی طرف اٹھی تھیں جو اسکی طرف سے پشت کئے آملیٹ پھینٹنے میں مصروف تھی۔ ڈارک براؤن لمبے بال پشت پہ بکھرے پڑے تھے۔ وہ آج بھی اسی لباس میں ملبوس تھی جو اس نے ہوٹل میں ارزم شاہ کے حکم دینے پہ تبدیل کیا تھا۔ اسے کچن میں ناشتہ بناتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنا نچلہ لب دبائے اسکے سراپے پہ اپنی نگاہیں مرکوز کی تھیں، اسے اسی لباس میں دیکھ کے خود کو کوسا تھا وہ کتنے دنوں سے اسی ایک لباس میں تھی اور وہ اس بات سے اتنا لاپرواہ تھا ؟ اسے یاد آیا تھا اس نے لاہور سے اس کے لئے کچھ کپڑے خریدے تھے جو ابھی تک اسکی کار میں تھے، وہ ان کپڑوں کو اس تک پہنچانا تو بھول ہی چکا تھا۔۔ ارزم شاہ نے خود کو کوستے سنجیدگی سے اپنے قدم واپس کو موڑے ہی تھے جب ذائشہ خان اسکی خوشبو محسوس کرتی تیزی سے مڑی تھی۔

ا۔ ارزم۔۔۔ اسکے ہاتھ میں گاڑی کی چابیاں دیکھتے ذائشہ خان نے اسے بلند آواز میں پکارا تھا۔ تو کیا وہ پھر سے جا رہا تھا؟ اسے کچن سے نکلتے دیکھ کے دل نے آنسو بہاتے سوچا۔ اسکی پکار پہ ارزم شاہ کے قدم تھمے تھے لیکن اس نے اسکا طرف رخ موڑ کے دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔۔ اسکی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش وہ محسوس کر چکا تھا۔

ارزم!! آپ۔۔۔جا۔۔۔رہے۔۔۔ہیں؟۔۔۔اسکے رکنے پہ وہ بھاگتی ہوئی اس کے نزدیک آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔ اسکی پشت پہ سر رکھے اس نے بے حد معصومیت سے لڑکھڑاتے لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔۔اسکا سر اپنی پشت پہ محسوس کرتے ارزم شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔کیا وہ اسکی رات کی باتیں بھول چکی تھی جو اس سے پھر سے سوال کر رہی تھی؟

یہ کیا طریقہ ہے؟؟دور رہ کے بات کرو!!۔۔۔ارزم شاہ نے غراتے ہوئے اسکی کہنی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے خود سے دور کرتے اسکی طرف رخ موڑا تھا۔وہ اسکے نزدیک آتی ہمیشہ اسکی دھڑکنوں میں طغیانی مچا کے انجان بن جایا کرتی تھی۔۔

و۔وہ۔۔ہمم۔وہ۔۔میں۔۔پوچھ۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔آپ۔۔۔پھر۔۔۔سے۔۔مجھے۔۔چھوڑ۔۔۔کے ۔۔۔۔جا۔۔۔رہے۔۔۔ہیں؟۔۔۔وہ اس کے یوں اچانک دور کرنے پہ خود کو گرنے سے روکتی اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کے اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتی معصومیت سے استفسار کر رہی تھی۔۔اسکے چہرے کے تنے نقوش دیکھتی وہ اگلے ہی پل ڈر و خوف سے نظریں جھکا گئی۔

وہ میں پوچھنا یہ چاہ رہا تھا کہ تمہارے ہونٹوں اور گردن پہ رات کا میری طرف سے دیا گیا زخم بھر چکا ہے جو پھر سے مجھ سے پرسنل سوالات کر رہی ہو؟میں اپارٹمنٹ سے باہر جاؤں یا سو دفعہ اندر آؤں! کیا مجھے بار بار تمہیں بتانا پڑے گا یا تم سے اجازت لینی پڑے گی ذائشہ خان؟؟آخر مجھے سکون سے سپیس کیوں نہیں دیتی ہو؟؟کیا چاہتی ہو مجھ سے ؟۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے زخمی لبوں پہ نظریں جمائے غصے سے غراتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔اسکے غصے سے نازک دل ذائشہ خان نے ہمیشہ کی طرف اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھائے تھے۔۔

نہیں۔۔۔میرا۔۔۔مطلب۔۔۔یہ۔۔۔تو۔۔۔نہیں۔۔تھا۔۔وہ۔۔میں۔۔بول۔۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔ ناشتہ۔۔۔کرتے۔۔۔جائیں!!۔۔۔میں۔۔۔۔نے۔۔۔اپنے۔۔ہاتھوں۔۔۔سے۔۔۔بنایا۔۔۔۔ہے۔۔۔۔وہ سہمی ہرنی کی طرح اس بپھرے شیر سے ایک دفعہ پھر سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

تمہاری دغابازی میری بھوک مار چکی ہے!! بہتر ہو گا آئیندہ کے بعد مجھے ناشتے کی آفر مت کرنا ورنہ میرا کیا گیا ناشتہ اور ناشتہ کرنے کا انداز تمہیں پسند نہیں آئے گا ذائشہ خان!! رات میں تو صرف ایک ٹریلر دیکھایا تھا جب میرے ضبط کا

دامن چھوٹا تو فلم دیکھانے میں بھی دیر نہیں کروں گا!!۔۔۔وہ غصے سے سرخ چہرہ لئے اسکے سراپے کو گہری نگاہوں سے دیکھتا تلخ لہجے میں غرایا تھا۔اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتی وہ سرخ پڑی تھی جبکہ اسکے سرد و سپاٹ لہجے پہ آنکھیں پھر سے بھیگی تھیں۔۔وہ اسکی بھیگی نگاہوں کو سفاکی سے نظر انداز کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔اسکے جانے کے بعد ذائشہ نے اپنی آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتے چولہا بند کیا تھا۔۔وہ کل سے بھوکی تھی، اور اس سے پچھلے دنوں بھی دو سے تین نوالے زہر مار کے کھائے تھے۔۔بھوک جو کچھ دیر پہلے شدت پکڑ چکی تھی اب ارزم شاہ کے یوں جانے کے بعد اڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اس نے سوچا جب بھوک لگے گی تو زندہ رہنے کے لئے دو چار نوالے لے لے گی!! ابھی وہ پھر سے کچھ کھانے کی بجائے اپنا نچلہ لب کاٹتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

ایزل رات میں عقیقے کی تقریب میں شامل کیوں نہیں تھی؟تمہاری ماں بتا رہی تھی سب پوچھ رہے تھے اس کا!!۔۔۔۔دریاب شاہ نے ناشتے کا چھوٹا سا نوالہ لیتے سنجیدگی سے کاظم شاہ کا مخاطب کیا تھا جو جب سے آیا تھا ان سے کم ہی مخاطب ہوا تھا شاید اسکی ناراضگی ہنوز قائم تھی، اس دن وہ صرف اپنا دل یا ان کا دل ہلکا کرنے کے لئے ان کے گلے سے لگا تھا۔۔۔

مام نے وجہ بھی بتائی ہو گی آپکو!!۔۔۔۔۔۔بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس کاظم شاہ نے ناشتے سے ہاتھ کھینچتے سنجیدگی سے انہیں جواب دیا تھا۔سب ناشتہ کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ تھے۔

میرے نزدیک وہ کوئی وجہ نہیں تھی!! اگر تمہیں یہ سب چونچلے کرنے تھے تو عقیقہ شروع ہونے سے پہلے کرتے!! بچی کا دل توڑنے کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔دریاب شاہ نے متوازن لہجے میں اسے ڈپٹا تھا ابھی کاظم شاہ اپنی صفائی میں کوئی جواب دیتا جب ڈائیننگ روم میں داخل ہوتے احان شاہ نے اپنی سیاہ قمیض کے کف فولڈ کرتے انہیں جواب دیا تھا۔۔اس نے آج ایک ہفتے بعد سفید شلوار قمیض اتاری تھی! وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس سرخ چہرہ لئے اپنے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کرنے کے بعد اب اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔آنکھیں بے حد سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں جبکہ بخار کی حدت سے سفید چہرے میں ہنوز سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔۔بڑھی ہوئی شیو اور گھنی بھوری مونچھیں ہمیشہ کی طرح اسکی دلکش پرسینلٹی پہ خوب جچ رہی تھیں۔۔

اسے عادت ہے دل توڑنے کی!!۔۔۔۔۔وہ کاظم شاہ کی چوڑی پشت کو قہر برساتی نظروں سے گھورتا غصے سے بولا تھا،اسے ابھی معلوم ہوا تھا کہ اس کی بہن اپنے بیٹے کے عقیقے میں شامل نہیں تھی! اس کے ساتھ ساتھ زوریز شاہ کو بھی ابھی معلوم ہوا تھا کیونکہ پردہ وغیرہ لگوانے کے بعد ان میں سے کسی نے بھی عورتوں والی سائیڈ کی طرف رخ نہیں کیا تھا۔۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟ کیا تم ایلفی کی طرح دل جوڑنے کا کام کرتے ہو؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکی سرخ سوجھی آنکھوں میں دیکھتے اس کے جواب پہ دانت کچکچاتے ہوئے اس پہ طنز کا تیر پھینکا تھا۔۔انہیں مقابلے پہ اترتے دیکھ کے سب نے تاصف سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔۔ابھی احان شاہ جوابی کارروائی کرتا جب اکبر خان ہربراتا ہوا ہویلی میں داخل ہوا تھا۔۔

شاہ صاحب!!۔۔۔۔۔۔۔۔اکبر خان نے ہربراتے اپنے نزدیک کھڑے احان شاہ کو پکارا تھا۔۔احان شاہ نے بے ساختہ اسکی پکار پہ اسکی طرف دیکھا تھا،اسے اکبر خان کے ڈائریکٹ یہاں آنے پہ حیرانگی ہوئی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ ہویلی کے اندر آنے سے گریز کرتا تھا۔۔

بولو۔۔۔۔۔احان شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔

وہ شاہ صاحب باہر پولیس آئی ہے! ہمارے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی وہ ہویلی میں داخل ہو چکی ہے!۔۔۔اکبر خان نے کافی پریشانی سے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔اکبر خان کی بات سنتے ہوئے سب حیرانگی سے اپنی اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوئے تھے۔

کیا مطلب ہے پولیس یہاں کیوں آئی ہے؟؟۔۔۔باہر سے پولیس کے سائرن کی آواز سنتے ہوئے احان شاہ اور کاظم شاہ ایک ساتھ دھاڑے تھے۔۔زوریز شاہ خود حیرانگی سے اس ساری صورتحال کو ملاحظہ کر رہا تھا۔۔

معلوم نہیں صاحب!! وہ انسپکٹر صاحب چھوٹے شاہ صاحب کو طلب کر رہے ہیں!!۔۔۔اکبر خان کے الفاظ تھے یا کوئی صور جو اس نے ہویلی کے مکینوں کے کان میں پھونکا تھا۔۔زہرہ مام اور شاہ بی بی نے دہلتے ہوئے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔میرال شاہ اور مرحا شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں جبکہ زوریز شاہ، کاظم شاہ اور احان شاہ کو سارا معاملہ اکبر

خان کے ایک جملے سے سمجھ آچکا تھا۔۔احان شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی عاشر لکھانی کی وائرل ویڈیو دیکھ کے آرہا تھا جبکہ باقی سب ہویلی والی اس ویڈیو سے ناواقف تھے۔۔

ان کی ایسی کی تیسی انہوں نے ارزم شاہ کی طرف ایک ہاتھ بھی بڑھایا تو!!۔۔۔احان شاہ شدید غصے سے چلاتا ہوا ڈائیننگ روم سے باہر نکلا تھا۔

آپ لوگ یہی پہ رکے بابا جان!! ہم دیکھ لیتے ہیں!!۔۔۔ہارون شاہ، دریاب شاہ اور داجی کو پریشانی سے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ نے انہیں سنجیدگی سے یہی رکنے کا بولا تھا۔۔وہ اور کاظم شاہ تیزی سے احان شاہ کے پیچھے لاؤنج سے نکلے تھے۔۔

ارزم شاہ اپنی گاڑی ہویلی میں داخل کرنے ہی والا تھا جب باہر کھڑی پولیس کی گاڑیاں دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔اس نے حیرانگی کی صورتحال میں ہویلی کے کھلے گیٹ کی طرف دیکھا تھا جہاں بالکل سامنے پورچ میں بھی پولیس کی ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی۔ارزم شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے تیزی سے اپنی گاڑی ہویلی میں داخل کی تھی۔۔ایک جست میں گاڑی سے باہر نکلتے وہ اپنی آنکھوں پہ لگا سیاہ چشمہ اتارتا پولیس انسپکٹرز کی طرف بڑھا تھا جو سینہ تانے اپنے ہاتھ میں چھوٹی سی سٹک اور ہتھکڑی پکڑے اپنی گاڑی کے قریب کھڑے تھے۔

ایکسکوزمی انسپکٹر!! آپ کس کی اجازت سے ہویلی میں داخل ہوئے ہیں؟؟۔۔۔ارزم شاہ ان کے قریب آتا انہیں سلام جواب کئے بغیر غصے سے استفسار کر رہا تھا۔۔

ہمیں اوپر سے آرڈر آئے ہیں شاہ صاحب!! یہ رہے آپکی گرفتاری کے وارنٹ!!۔۔۔۔انسپکٹر داؤد ملک نے سنجیدگی سے اسکی طرف اپنے ہاتھ میں پکڑا پرچہ اسے تھماتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔وہ اس پہ ڈائریکٹ حملہ اور اس کئے نہیں ہوئے تھے کیونکہ اس وقت وہ اسلامباد کی لیڈنگ پارٹی کے سپوت سے مخاطب تھے۔۔ارزم شاہ اس کے ہاتھ سے وارنٹ پکڑتا حیرانگی سے اس پرچے پہ نظر ثانی فرما رہا تھا۔۔ابھی وہ اس پرچے کو پڑھ ہی رہا تھا جب احان شاہ، کاظم شاہ اور زوریز شاہ ایک جتنا قد کاٹھ اور چوڑی جسامت لئے تیزی سے ایک ساتھ ان تک پہنچے تھے۔۔داؤد خان نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا لیکن احان شاہ نے اس ہاتھ کو تھامنے کی بجائے شدید غصے سے اس ہاتھ کو اسکی کمر کی طرف موڑا تھا۔۔

تیری ہمت بھی کیسے ہوئی شاہ ہویلی میں قدم رکھنے کی؟؟۔۔۔احان شاہ اسکا ہاتھ مڑورتے ہوئے اسکی چیخیں نکلواتا حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔انسپکٹر داؤد نے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی لاکھ کوشش کی تھی لیکن احان شاہ نے اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

شاہ صاحب آرام سے بات کر لیتے ہیں!!۔۔۔ایس پی حفیظ نے آگے بڑھتے ہوئے صلح جو اہ لہجے میں اپنی ٹانگ اڑائی تھی۔۔

آرام سے بات؟؟میں تم لوگوں کی اتنی جرآت پہ تم سب سمیت تم لوگوں کی گاڑیوں کو آگ لگادوں گا!!کیا تم لوگ چھاپہ مارنے سے پہلے بھول گئے تھے کس کی ہویلی میں داخل ہونے جارہے ہو؟؟احان شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔اسے غصے سے بھڑکتے دیکھ کے کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے زوریز شاہ کو محضوض اشارہ کیا تھا۔۔زوریز شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے احان شاہ کو انسپیکٹر داؤد سے الگ کیا تھا۔

چھوڑو مجھے!! میں انہیں چھوڑوں گا نہیں! ان کی جرات کیسے ہوئی میرے چھوٹے شاہ کی طرف آنکھ بھی اٹھانے کی!!۔۔۔احان شاہ نے زوریز شاہ سے اپنا آپ چھڑوانے کی بھرپور تگ ودو کی تھی لیکن کاظم شاہ اسکے مضبوط کندھے کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔

کس سلسلے میں آنا ہوا آپ کا؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے جانتے بوجھتے بھی سنجیدگی سے آئیبرو اچکاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔لہجے میں غصے کی رمک نمایاں تھی۔

آپ کے چھوٹے بھائی نے کامران لکھانی کے بیٹے کو تشدد کا شکار بنایا ہے شاہ صاحب!! ہمارے پاس اسے گرفتار کرنے کے وارنٹ موجود ہیں!!۔۔۔داؤد ملک نے اپنے غصے پہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا تھا اسے اپنے ہاتھ میں بے حد تکلیف ہو رہی تھی جو احان شاہ نے بے دردی سے موڑا تھا۔۔

کوئی ثبوت؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے سینے پہ ہاتھ باندھتے غصے سے آئیبرو اچکانے استفسار کیا۔۔

کیا آپ لوگوں کی نظروں کے سامنے سے عاشر لکھانی کی ویڈیو نہیں گزری شاہ صاحب؟عاشر لکھانی نے اپنی زبان سے اقرار کیا ہے کہ ارزم شاہ نے انہیں تشدد کا نشانہ بناتے اپنی قید میں رکھا ہے۔۔۔ایس پی خفیظ طنزیہ انداز میں بولے۔۔

عاشر لکھانی فرشتہ ہے جس کی بات پہ یقین کرتے ہوئے تم لوگوں نے ہماری ہویلی میں قدم رکھا ہے؟؟ آئے دن سو کتے ہمارے خلاف بھونکتے ہیں تو کیا ہر روز یونہی بنا کسی ثبوت کے شاہ ہویلی پہ چھاپے مارو گے؟؟۔۔۔ کاظم شاہ غصے سے دھاڑا تھا۔۔ ارزم شاہ اپنا نچلہ لب دبائے افسوس سے ان انسپکٹرز کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس کے بھائیوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔

شاہ صاحب ہمارے پاس وارنٹ ہیں!! ہم آپ کو جوابدہ نہیں ہیں! ہمیں اوپر جواب دینا ہوتا ہے!!۔۔۔۔ داؤد ملک اب کی بار غصے سے ارزم شاہ کے ہاتھ سے وارنٹ کھینچتا کاظم شاہ کو دیکھا رہا تھا جسے زوریز شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے کتنی ہی ٹکروں میں پھاڑتے ہوئے ان کے اوپر اچھالا تھا۔۔ داؤد ملک اور ایس پی حفیظ کے ساتھ ساتھ باقی سب انسپکٹرز کے چہرے بھی غصے سے سرخ ہوئے تھے۔۔۔ انسپکٹر داؤد آگے بڑھتا ہوا ارزم شاہ کو ہتھکڑی لگانے ہی والا تھا جب نیوی بلیو شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد آف وائٹ شال لٹکائے زوریز شاہ نے یہی ہتھکڑی پکڑ کے داؤد ملک کے دونوں ہاتھوں کو اپنے قابو میں کرتے ایک جست میں لگاتے چابی سے لاک کی تھی۔۔ باقی سب انسپیکٹرز حیرانگی سے اسکی جرآت پہ اسے دیکھ کے رہ گئے۔ انہیں حیران ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنی جیب سے اپنا مطلوبہ کارڈ نکالتے ہوئے ان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ اس کارڈ پہ لکھا "میجر زوریز شاہ ولد ھارون عادل شاہ" کا نام پڑھتے ان سب کی آنکھیں مزید حیرت سے پھٹی تھیں۔ سب نے پہلی فرصت میں میجر شاہ کو سیلوٹ پیش کیا تھا۔ داؤد ملک جس کے ہاتھوں پہ ہتھکڑی تھی وہ بھی غائب دماغی سے اس تحریر کو پڑھتا اسے سیلوٹ کرنے کے لئے ہاتھ اٹھانے والا تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ شاہ بی بی کے کمرے سے اس منظر کو دیکھتے ہوئے زہرہ مام اور شاہ بی بی کی آنکھوں میں تعجب واضح تھا جبکہ میرال شاہ کی آنکھیں فخر سے نم ہوئی تھیں لبوں پہ مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی۔۔ مرحا شاہ سپاٹ چہرے سے اس منظر کو ملاحظہ کر رہی تھی۔۔ ھارون شاہ جن سے اندر رہا نہیں گیا تھا، دریاب شاہ اور عادل شاہ کے ساتھ یہاں پہنچتے ہوئے وہ خود حیرانگی سے ان سب کو زوریز شاہ کو سیلوٹ کرتے دیکھ رہے تھے۔۔

میجر زوریز ھارون شاہ، ہئیر!!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے ان کی آنکھوں میں حیرانگی دیکھتے ایک دفعہ اپنی زبان سے اپنا تعارف کروانا لازمی سمجھا تھا۔۔ زوریز شاہ کے الفاظ سنتے ھارون شاہ، دریاب شاہ اور عادل شاہ کو اپنے سر پہ دھماکے

ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ھارون شاہ کو اپنے سر پہ شاہ پہ شاہ ہویلی کی چھت گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔ عادل شاہ کی آنکھیں فخر کے احساس سے نم ہوئیں تھیں یہ سوچے بغیر کہ ابھی کچھ دیر بعد ارزم شاہ کے نکاح کی خبر سن کے یہ آنکھیں غصے سے سرخ ہونے والی ہیں!!

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 79 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میجر خان اپنا تعارف کرواتے ہوئے شاید یہ بھول چکا تھا کہ اس کا پیچھے کھڑا اسکا باپ ھارون شاہ اسکے اس تعارف پہ بالکل ساکت ہو چکا ہے۔پولیس انسپیکٹرز جو ان شاہوں کے اسٹیٹوڈ پہ کچھ دیر پہلے غصے میں آئے تھے ان کے باپ دادا کو یہاں آتے دیکھ کے ان کی ہوا ٹائٹ ہوئی تھی کیونکہ وہ انہی کے پیسے پہ تو پلتے تھے جبکہ ہویلی کے سپوتوں کے پولیس افسران کے ساتھ تعلقات اتنے اچھے نہ تھے نہ ہی انہوں نے کبھی بنانے کی ضرورت محسوس کی تھی۔۔میجر خان کو سیلوٹ کرنے کی وجہ بھی ھارون شاہ، دریاب شاہ اور داجی کے سامنے اپنے نمبر بڑھانا تھے تاکہ انہیں بتایا جا سکے ان کی نظروں میں ان کے سپوتوں کی ان سے بھی زیادہ عزت ہے ورنہ اگر جو وہ ٹھنڈا ریکشن دیتے تو ان کا خرچہ پانی کون اٹھواتا؟وہ یہاں پہ صرف ایس ایس پی شہسوار شاہ کے آرڈر دینے پہ مجبور ہوتے ہوئے آئے تھے جو کچھ ہی منٹوں تک یہاں پہنچ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا سیاسی پارٹی کے یہ چمچے (انسپیکٹرز) اس کے بغیر شاہ ہویلی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں پائے گے۔ابھی ہر طرف سکوت کا ماحول چھایا ہوا تھا جب شاہ ہویلی کے کھلے دروازے سے ایس ایس پی شہسوار شاہ کی جیپ تیزی سے پورچ میں آ کے رکی تھی۔آفسرز کے نام پہ ان سب چمچوں کو یہاں سلیوٹ مارتے دیکھ کے شہسوار شاہ کی سفید رنگت میں سرخیاں گھلی تھیں، اسے ان سے اسی طرح کی حرکتوں کی امید تھی۔۔فراٹے مارتی جیپ کو پورچ میں رکتے دیکھ کے سب کی نظروں کا مرکز اس میں بیٹھا وجود بنا تھا، شہسوار شاہ کو یہاں دیکھ کے تمام انسپیکٹرز نے تھوک نگلا تھا۔۔ایس ایس پی شہسوار شاہ کی گہری سیاہ آنکھوں میں سرخی دیکھتے ان سب نے جلدی سے اپنے سلیوٹ کے لئے اٹھائے گئے ہاتھ نیچے اتارے تھے کیونکہ وہ سب جانتے تھے شہسوار شاہ کو ایسے چونچلے پسند نہیں تھے جبکہ میجر شاہ نے آئیبرو اچکاتے ہوئے شہسوار شاہ کی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے یونیفارم سے ہی اسکی رینک

پہچان چکا تھا۔ چھ فٹ دو انچ سے نکلتا قد، چوڑی جسامت لئے شہسوار شاہ اپنی جیپ سے نکلتے ہوئے ان کی طرف بڑھا تھا۔۔

السلام علیکم میجر صاحب! ایس ایس پی شہسوار شاہ ہئیر!۔۔۔۔ سرخ و سفید رنگت، خوبصورت نقوش، سیاہ گھنی بیرڈ مونچھوں کے مالک اٹھائیس سالہ شہسوار شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے سب سے پہلے میجر شاہ سے ہاتھ ملانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا جو سب سے آگے کھڑا تھا۔ اسکے لہجے کی سنجیدگی، روعب اور اسکی دلکش پرسینلٹی کو دیکھنے کے بعد میجر شاہ اس سے ہاتھ ملانے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔۔ میجر شاہ حیران ہوا تھا کہ وہ اسکی آرمی کی پوسٹ کے متعلق کس طرح سے جانتا ہے؟ اسے اچھی طرح سے یاد تھا وہ آج پہلی بار شہسوار شاہ سے مل رہا ہے۔ سب کو سنجیدگی اور روعب سے سلام کرنے کے بعد شہسوار شاہ کی نظروں کا مرکز پھر سے زوریز شاہ بنا تھا جو پہلے ہی اسے پر سوچ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

دیکھیں میجر صاحب یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں!! نہ میرا آپ کو سیلوٹ کرنا بنتا ہے اور نہ آپ کا ہمیں!! کیونکہ پولیس اور آرمی دو الگ الگ فورسز ہیں۔۔ دونوں ہی اپنی اپنی ڈیوٹیز انجام دیتے ہوئے ملک کو سرو کرتی ہیں! میرا یہ ماننا ہے ہمیں اپنے اس کام سے ایمانداری برتنی چاہیئے نہ کہ اپنے عہدوں کو بیچ میں لاتے ہوئے اپنے رشتہ داروں کو لے کے کسی طرح کا فیورٹزم فیکٹر رکھنا چاہیئے!! مجھے امید ہے آپ میری بات کو سمجھتے ہوئے میری اگلی بات پہ غور و فکر کریں گے!!۔۔۔ شہسوار شاہ اپنے گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے بے حد سنجیدگی اور متوازن لہجے میں بولتا زوریز شاہ کے ہاتھ سے ہتھکڑی کی چابی پکڑتے حفیظ کی طرف پھینک چکا تھا تاکہ داؤد ملک کی ہتھکڑی کھولے جو زوریز شاہ نے لگائی تھی۔۔ میجر شاہ نے شہسوار شاہ کے سنجیدہ اور روعب دار انداز کو دیکھتے اپنا آبیبرو اٹھاتے ہوئے سر کو خم دیا تھا، وہ سمجھ چکا تھا وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ وہ شہسوار شاہ کو اس کے دو ہی جملوں سے جج کر چکا تھا وہ ایک ایماندار اور ایکسپیرینسڈ ایس ایس پی تھا جو معاملہ شروع ہونے سے پہلے ہی اسے رشوت سے بعض رکھ رہا تھا۔ احان شاہ نے اس کے اس ایٹیٹوڈ پہ اپنے چہرے کے تاثرات بگاڑے تھے جبکہ ارزم شاہ اور کاظم شاہ پوری طرح سے اسکی طرف متوجہ تھے۔

دیکھیں ایس ایس پی صاحب!! نہ آپ کو کسی نے سیلیوٹ کرنے کا بولا ہے اور نہ ہی یقیناً آپکو کرنا چاہیئے!!

Salute is just the sign of respect

اور مجھے یہ ریسپکٹ آپ کے لہجے میں نظر آچکی ہے! مجھے نہیں لگتا ہمیں ان چونچلوں کو ڈسکس کرنے کی ضرورت ہے!! کیونکہ میرا یہ ماننا ہے!

If u salute your work, you don't have to salute anybody, but if u pollute your work,U have to salute everybody

اور مجھے لگتے ہے ہم دونوں ہی اس پلیوشن سے دور ہیں! آپ سیلیوٹ پہ مٹی ڈالی اور مدعے پہ آیئے!!۔۔زوریز شاہ نے بڑے دلفریب انداز میں اپنی باتوں میں ڈاکٹر عبد الکلام کے مشہور ترین قول کو کوٹ کرتے ہوئے اسے ٹکر کا جواب دیا تھا۔۔اسکے جواب پہ شہسوار شاہ امپریس ہوا تھا۔۔ہویلی کے باقی مکین سنجیدگی سے ان دونوں کی باتیں ملاحظہ کر رہے تھے جبکہ احان شاہ کا بس نہیں تھا وہ اس شہسوار نامی ایس ایس پی کو ابھی اٹھا کے اپنی ہویلی سے باہر پٹک دے! اگر جو کاظم شاہ نے اسکے کندھے کو اپنی مضبوط گرفت میں نہ لیا ہوتا تو شاید وہ ایسا کر بھی گزرتا۔۔

نائس ٹو ٹاک وو دیو میجر صاحب!! میرے پاس آپ کے کزن سید ارزم شاہ کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں وجہ سے یقیناً آپ سب باخبر ہوں گے انہوں نے عاشر لکھانی کو یونیورسٹی میں بلاوجہ تشدد کا شکار بنایا ہے! اور عاشر لکھانی کا کہنا ہے انہیں قید میں رکھنے کے ساتھ ساتھ پانی کے لئے بھی ترسایا گیا ہے!! ان شارٹ اگر بتاؤں تو آپ کے کزن پہ وائلنس کی دفعہ لگاتے انہیں تقریباً چھ ماہ سے تین سال تک کی سزا کا آرڈر دیا گیا ہے!! بہتر ہو گا آپ مجرم کو ہمارے حوالے کر دیں!!۔۔۔شہسوار شاہ اپنی بھاری روعب دار آواز میں سنجیدگی سے مخاطب ہوا جس پہ زوریز شاہ کے سوا یہاں کھڑے حویلی کے تمام مردوں کے نقوش تنے تھے۔

ارے!! واہ ایس ایس پی صاحب!! اتنی فاسٹ سروس چلتی ہے آپ لوگوں کے ہاں؟ مطلب بنا کسی ثبوت کے یک طرفہ بات سنتے ہوئے وارنٹ جاری کرتے ایک شخص کو ملزم کی بجائے ڈائریکٹ مجرم قرار دے دینا؟؟لائک آئی ایم ایمپریسڈ !!

?By the way any proof

زوریز شاہ نے استہزایا انداز میں ہولے سے تالی بجاتے ہوئے ان کی اتنی تیز سروس کو داد پیش کی تھی!! شہسوار شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا زوریز شاہ کے استہزایا انداز پہ۔۔

ہمارے پاس ثبوت کے طور پہ ویڈیو کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کے اساتذہ اکرام گواہ کے طور پہ موجود ہیں!! مجھے نہیں لگتا اس سے اوپر بھی کسی ثبوت کی ضرورت پیش آسکتی ہے شاہ صاحب!!۔۔۔ شہسوار شاہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔

چچ چچ!! آپ کا صابن سلو ہے ایس ایس پی صاحب!! دنیا چاند پہ پہنچ چکی ہے اور آپ ابھی تک وہی کے وہی کھڑے ہیں!! افسوس!! گواہ تو خریدے بھی جاسکتے ہیں!! گواہ خریدنا کونسی مشکل بات ہے؟ اور جہاں تک رہی ویڈیو کی بات تو آج کل کے زمانے میں مجھے بتایئے گا ویڈیو ایڈیٹ کرنا کتنا مشکل کام ہے؟؟ اب مجھے ہی دیکھ لیں میں چاہوں تو ابھی آپ کو خرید کے گواہ بنالوں یا آپ کی ویڈیو کو کسی لڑکی کے ساتھ ایڈٹ کر کے آپ کا سکینڈل بناتے ہوئے آپ کو وائرل کر دوں!! مجھے آپ سے اتنے کچے ثبوتوں کی امید نہیں تھی ایس ایس پی صاحب!!۔۔۔ زوریز شاہ افسوس سے سر ہلاتا بے حد ریلکس انداز میں بولتے شہسوار شاہ کا چہرہ ایک دفعہ پھر سے غصے سے سرخ کر چکا تھا۔۔

آج تک کوئی مائی کا لال پیدا نہیں ہو سکا جو شہسوار شاہ کو خرید سکے!! اور رہی آپ کے خریدنے کی بات تو خیال رکھیئے گا میجر صاحب سڑک پہ سونا نہ پڑ جائے!! کیونکہ جو مجھے خریدنے کا دعویٰ کرے گا اس کی عمر پہلے تو میرے نام کا مول دیتے ہی گزر جائے گی!!

Anyways come to the point

ہمارے پاس نہ تو گواہ خریدے ہوئے ہیں اور نہ ہی ویڈیو ایڈٹ ہے!! آپ ہر طرح سے اپنی تسلی کر سکتے ہیں!!۔۔۔ شہسوار شاہ نے بھی جوابا استہزایا انداز میں جواب دیتے زوریز شاہ کو ٹکر دیتے اسکا چہرہ غصے سے سرخ کیا تھا۔۔

پہلے تو آپ مجھے یہ کنفرم کیجیئے گا ایس ایس پی صاحب! آپ ارزم شاہ کو یونیورسٹی میں ہوئے جھگڑے کی بیس پہ اریسٹ کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں! یا قید کر کے تشدد کرنے کی بیس پہ؟ پلیز کلئیر کیجیئے گا؟؟۔۔۔ زوریز شاہ نے بڑی خوبصورتی سے اسے اپنی باتوں پہ جال پھنساتے اپنے بالوں میں انگلیاں گھمائی تھیں۔۔

قید کر کے تشدد کرنے کی بیس پہ!! کیونکہ یونیورسٹی کی لڑائی میں عاشر لکھانی بھی شامل تھا تو جب اس کیس میں ان پہ وارنٹ جاری نہیں ہوا تو ہم آپ کے کزن پہ کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ کے کزن نے آخر میں زیادتی کرتے ہوئے عاشر لکھانی کو یونیورسٹی سے گھسیٹتے ہوئے اپنی گاڑی میں بند کیا تھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے عاشر لکھانی کے مطابق انہیں آپ کے کزن نے اپنی قید میں رکھا ہے اور اس پہ تضاد انہیں بری طرح سے تشدد کا نشانہ بنایا ہے!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ آج اپنی عادت سے ہٹ کے زیادہ بول رہا تھا ورنہ وہ دوٹوک بات کرنے کا عادی تھا لیکن میجر زوریز شاہ کے سامنے وہ اپنی اس عادت پہ ثابت قدم نہیں رہا تھا۔۔

ویسے ایک بات کہوں ایس ایس پی صاحب!! جتنے سمجھدار آپ دکھتے ہیں اتنے آپ ہے نہیں!!۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ خیر مجھے مزید ایک بات بتایئے گا آپ مجھے گواہ اور ویڈیو کس چیز کے متعلق پیش کر رہے ہیں؟ یونی میں ہوئے جھگڑے سے متعلق یا قید کر کے تشدد کرنے کے متعلق؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اپنے ازلی ریلکس انداز کے ساتھ تابوت میں آخری کیل ٹھونکی تھی۔۔

یونیورسٹی میں ہوئے جھگڑے کے متعلق!! آپ چیک کر سکتے ہیں!!۔۔۔ شہسوار شاہ مصروف انداز میں بولتا اپنی جیب سے فون نکال کے ویڈیو آن کرتا زوریز شاہ کی طرف بڑھا رہا تھا جس پہ زوریز شاہ نے فتح مندی سے نہ میں سر ہلایا تھا۔۔

اسکی ضرورت نہیں ہے ایس ایس پی صاحب!! میں اس ویڈیو کا کیا کروں گا جب آپ میرے کزن کو اس بیس پہ اریسٹ کرنے کی بجائے قید کر کے تشدد کرنے کی بیس پہ اریسٹ کرنے آئے ہیں؟؟۔۔۔ زوریز شاہ اسکی عقل پہ افسوس کرتا خوبصورتی سے ہنس کے بولا تھا اور یہی پہ شہسوار شاہ نے سرخ چہرہ لئے اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا!! یہ آج پہلی بار تھی جو اسے کسی نے اپنے الفاظ سے یوں مات دی تھی۔۔ شہسوار شاہ اپنا فون پیچھے کرنے ہی والا تھا جب دریاب شاہ نے آگے بڑھتے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے اپنے بیٹے کے کرتوت ملاحظہ کئے تھے، دریاب شاہ کو یونی والی ویڈیو دیکھتے دیکھ کے ارزم شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اس ویڈیو میں وہ دیوانوں کی طرح عاشر لکھانی کو پیٹتا داجی کو ہرٹ اٹیک دینے کے درپہ تھے جو دریاب شاہ کے ساتھ کھڑے اپنی آنکھوں کو پھیلائے اپنے پوتے کا جلالی روپ دیکھ رہے تھے۔۔ یہ ویڈیو صرف یونیورسٹی پہ ختم نہیں ہوئی تھی اس ویڈیو میں عاشر لکھانی کا بیان

بھی شامل تھا جب وہ سب کو چیخ چیخ کے ارزم شاہ کے نکاح کے متعلق بتا رہا تھا، اس بیان کو سنتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے باپ سے نظریں چرائی تھیں جو بے یقینی سے ویڈیو دیکھنے کے بعد سرخ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔ کاظم شاہ اور احان شاہ نے کندھے اچکاتے تھے۔ جبکہ زوریز شاہ جو کب سے میجر بنا شہسوار شاہ سے گفتگو کر رہا تھا باپ دادا اور چاچو کے اپنے بالکل پیچھے دیکھتے اس نے تھوک نگلا تھا خصوصاً باپ کی طرف دیکھ کے جو اسے کھا جاتے والی نظروں سے دیکھ کم گھور زیادہ رہے تھے۔۔ زوریز شاہ نے ان پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے پہلے شہسوار شاہ سے نپٹتے اسے یہاں سے بھیجنے کی کی تھی تاکہ یہ نہ ہو ایک میجر کی اس کے باپ کے ہاتھوں اس مغرور ایس ایس پی جے سامنے بے عزتی ہو جائے۔۔

یہ تو تھی عاشر لکھانی کی کہانی جسے سن کے آپ لوگوں نے کامران لکھانی کی سفارش پہ فٹافٹ وارنٹ جاری کرتے ہماری ہویلی میں قدم رکھتے ہماری عزت میں فرق ڈالنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی! سو لوگوں نے آپ لوگوں کو ہویلی داخل ہوتے دیکھا ہو گا تو سو لوگ آپ کی گاڑیوں کو ہویلی سے نکلتے دیکھ کے شش و پنج کا شکار ہوں گے کہ آخر شاہ ہویلی والوں نے ایسا کیا جرم کیا ہے جو پولیس کی لاتعداد گاڑیاں یہاں سج کے یوں کھڑی ہوئی ہیں جیسے ہویلی کے کسی سپوت کی شادی پہ اتنی سیکیورٹی کو طلب کیا گیا ہو!! خیر اب ارزم شاہ اپنے منہ اپنی زبانی کہانی آپکو سنائے گا پھر دیکھتا ہوں ایس ایس پی شہسوار صاحب کتنے عدل سے فیصلہ کرتے ہیں!!۔۔۔ زوریز شاہ اپنی ہنسی کے تاثرات ذائل کرتا ایک دم سے غصے سے غراتا ہوا ارزم شاہ کو مخصوص اشارہ کر گیا جس پہ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

میں عاشر لکھانی پہ تشدد کرنے کی سوچ کی غرض سے اس کو یونیورسٹی سے گھسیٹ کے ضرور لے کے گیا تھا لیکن ابھی آدھا راستہ بھی مکمل نہیں ہوا تھا جب عاشر لکھانی نے مجھے چکما دیتے ہوئے میرے پیٹ پہ گولی چلائی تھی!! گولی لگتے ہی میں سارے ہوش پوش بھول چکا تھا!! میں ایٹ دا سپاٹ بے ہوش ہوا تھا کیونکہ اس وقت میں نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ ایک تو پہلے ہی ناشتہ نہ کرنے کی وجہ سے دماغ چکرا رہا تھا اور اس پہ تضاد عاشر لکھانی کے اس اچانک حملے نے مجھے بے ہوش ہونے پہ مجبور کر دیا! میں نہیں جانتا مجھے بے ہوش کرتے ہی وہ کس طرح سے میری قید سے فرار ہوا!! خیر اس وقت میں غصے میں تھا جذباتی ہو رہا تھا اسی لئے ایسا قدم اٹھانے کا سوچ لیا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا

پولیس ایسا سوچنے کی بھی سزا دیتی ہے جبکہ اللہ فرماتے ہیں وہ اپنے بندے کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک وہ کوئی برا فعل انجام نہ دے لے لیکن اللہ اپنے بندے کو آدھی نیکیاں اسی وقت دے دیتا ہے جب وہ کوئی اچھا کام کرنے کا سوچتا ہے اور یقین مانے میں نے عاشر لکھانے کے حق میں بہت کچھ اچھا سوچ لیا تھا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا وہ میری نیکی میرے ہی گلے میں ڈال دے گا!! خیر میری توبہ جو آئیندہ کسی کی اچھائی سوچوں!! یہ دنیا بہت خطرناک ہے! خیر راستے میں اللہ جانے مجھے کیا خیال آیا جو میں نے سوچا عاشر لکھانی کو قید کرنے کی بجائے اسکی مرحم پٹی کروانے اسے اسپتال لے کے جاؤں گا تاکہ میری طرف سے اگر کوئی زیادتی ہوئی بھی ہے تو اسکے زخم بڑھ جائیں لیکن عاشر لکھانی نے تو سانپ کی بجائے ناگن بنتے ہوئے مجھے ڈسا تھا! خدانخواستہ اگر مجھے وقت پہ اسپتال نہ پہنچایا جاتا تو میری یہ درد بھری کہانی آج کون سناتا؟؟ پہلے تو میں نے سوچا تھا ان چھوٹے موٹے جھگڑوں میں یہ سب چلتا رہتا ہے! لیکن آج مجھے اپنے لئے انصاف چاہئیے!! مجھے عاشر لکھانی صبح ہوتے ہی جیل میں چاہیے کیونکہ اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے اور قتل ایک چھوٹا جرم نہیں ہے!! مجھے امید ہے آپ میری فریاد پہ غور ضرور کریں گے ایس ایس پی صاحب!!۔۔۔ ارزم شاہ جو آنکھیں ٹپٹپا کے اپنے چہرے پہ معصومیت سے لبریز تاثرات سجاتا بولنا شروع ہوا تھا تو چپ ہونا بھول چکا تھا۔۔ اسے ضرورت سے زیادہ ڈرامائک بنتے دیکھ کے زوریز شاہ نے زور زور سے کھانستے ہوئے اسے رکنے کا اشارہ دیا تھا جبکہ اسکے منہ سے گولی لگنے کا سن کے ھارون شاہ، دریاب شاہ اور داجی کی آنکھیں ایک دفعہ پھر سے پھیلی تھیں آج ان کے سپوت باری باری ان کی زبان تالو سے چپکا رہے تھے۔۔ ان کی سمجھ سے باہر تھا وہ لب کشائی کریں بھی تو کہاں سے شروع کریں؟

آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ عاشر کھانی نے آپ پہ گولی چلائی تھی؟ اور اگر آپ پہ گولی چلائی بھی گئی تو تو آپ ابھی تک سہی سلامت کیوں کھڑے ہیں؟؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے اسکی پوری بات سننے کے بعد سنجیدگی سے تفتیش کی تھی۔ شہسوار کے مضبوط سوال پہ زوریز شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ضرورت سے زیادہ پٹر کٹر کرنے کی وجہ سے کام خراب کر رہا تھا۔

سب سے بڑا ثبوت اس وقت میرے پیٹ پہ موجود گولی سے دیا گیا وہ زخم ہے جو عاشر لکھانی نے مجھے دیا تھا!! لیکن وہ کیا ہے نا ایس ایس پی صاحب!! میں سید ارزم شاہ آج تک اپنی بیوی کے سوا کسی کے سامنے شرٹ لیس نہیں ہوا!!

مجھے اپنے مجرم کو معاف کرنا تو منظور ہے لیکن اپنی شریک حیات کی حق تلفی کرتے ہوئے خود کو اس بھرے مجمعے میں نیم برہنہ کرنا نہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے بلند آواز میں بولتا اچانک سے ایس ایس پی شہسوار شاہ کے کان کے قریب ہوتا سرگوشی نما آواز میں بے حد بے باکی سے بولتا اسکا چہرہ سرخ کر گیا۔ ارزم شاہ کی آواز اسکے قریب کھڑے زوریز شاہ، احان شاہ اور کاظم شاہ تک با آسانی پہنچی تھی جبکہ باپ دادا ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ہونے کی وجہ سے اپنے سپوت کی بے باکی ملاحظہ نہیں کر پائے تھے۔ ارزم شاہ کی بے باک بات پہ اسکے بے باک بھائیوں نے بمشکل اپنا قہقہ ضبط کیا تھا جبکہ شہسوار شاہ نے کھانستے ہوئے اس سے کچھ فاصلہ قائم کرتے میجر شاہ سے ہاتھ ملایا تھا۔۔

اس مس انڈر سٹینڈنگ کی وجہ سے معذرت چاہتا ہوں میجر صاحب!! میں تمام ایویڈنس پہ غور و فکر کرتے ہوئے آپ کو مزید اس معاملے کے متعلق آگاہ کروں گا اور اگر تمام ثبوت آپ کے بھائی کے خلاف ہوئے تو میں ایک دفعہ پھر سے شاہ ہویلی آنے سے گریز نہیں کروں گا!! اس معاملے کی چھان بین کچھ دوسرے آفیسرز سے کروائی گئی تھی شاید اسی لئے اس میں کچھ جھول رہ چکی ہے !!

Have a nice day

شہسوار شاہ بے حد ضبط سے بے باک ارزم شاہ سے اپنی نظریں ہٹاتا سنجیدگی سے میجر شاہ سے مخاطب ہوتا سب سے ہاتھ ملاتے ھارون شاہ سے اپنا فون پکڑتے اپنی جیپ کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب احان شاہ کے الفاظ اسکے کانوں تک پہنچے تھے۔۔

آئیندہ یوں شاہ ہویلی آنے سے گریز کیجیئے گا ایس ایس پی صاحب ورنہ میں آپکو آپکی پوسٹ سے ہٹوانے سے گریز نہیں کروں گا!!۔۔۔ احان شاہ جو کب سے اسکا ایٹیٹوڈ اور روعب دار انداز ملاحظہ کر رہا تھا بالآخر وہ خود کو یہ آخری الفاظ کہنے سے روک نہیں پایا تھا جس پہ کاظم شاہ نے تاصف سے سر ہلایا تھا جس کی زبان پہ کب سے کھجلی ہو رہی تھی اور بالآخر وہ اپنی من مرضی کرتا اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے واپس سے اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ شہسوار شاہ نے ان کی طرف رخ موڑنے کی بجائے بنا کوئی جواب دیئے گہری سانس بھرتے اپنی جیپ کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔ شاہ بی بی کے کمرے میں موجود خواتین کے ساتھ ساتھ اپنے کمرے کی کھڑکی پہ کھڑی ازمیر شاہ کو اٹھائے ایزل شاہ نے

بھی یہ تمام مناظر حیران پریشان نگاہوں سے ملاحظہ کئے تھے، کچھ دیر پہلے باہر سے اٹھتے شور اور پولیس کے سائرن کی آواز پہ ایزل شاہ تیزی سے بیڈ سے اٹھتی کب سے اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی جبکہ اسکے سینے سے لگا ازمیر شاہ ہمیشہ کی طرح گہری نیند میں تھا۔۔

پولیس جاچکی تھی! شاہ ہویلی کے تمام مرد حضرات واپس لاؤنج میں آچکے تھے جبکہ شاہ بی بی کے کمرے میں موجود تمام خواتین کے ساتھ ساتھ ایزل شاہ بھی ازمیر کو اپنی گود میں اٹھائے سر پہ ٹھیک سے دوپٹا جمائے پریشانی سے یہی آئی تھی۔ داجی کے حکم پہ پچھلے پانچ منٹ سے تمام مکین خاموشی سے لاؤنج میں کھڑے تھے، داجی، دریاب شاہ اور ھارون شاہ غصے سے گھورتے ہوئے ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو اپنی سرخ نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھے جو ان کی طرف دیکھنے کی بجائے لاؤنج کی پرچیز پہ غور و فکر کر رہے تھے، ان کی غصیلی نظروں کی تپش کو بارہا خود پہ محسوس کرتے بھی وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ بنے کبھی اپنی آبیبرو انگوٹھے سے مسلتے تو کبھی ناک انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے انہیں یوں اگنور کر رہے تھے جیسے وہ ان کی بجائے کسی دوسرے فرد کو گھور رہے ہیں!!

یہ کیا سنا ہے ابھی ہم نے؟؟۔۔۔۔ انکے لاپرواہ تاثرات پہ بالآخر دریاب شاہ اور ھارون شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے غصے سے زوریز شاہ اور ارزم شاہ سے استفسار کیا تھا جنہوں نے اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دبائے اپنا آبیبرو اچکایا تھا

--

پچھلے پانچ منٹ سے سب خاموش ہیں بابا جان!! پنکھے کے علاوہ لاؤنج میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو شور کر رہی ہو حتیٰ کہ ازمیر بھی سو رہا ہے مجھے لگتا ہے آپ نے بھی میری طرح پنکھے کے شور کی آواز ہی سنی ہے یا شاید اپنی سانسوں کی!!۔۔ معذرت میں اور کسی آواز پہ غور نہیں کر پایا۔۔۔۔ زوریز شاہ کی بجائے ارزم شاہ نے بے حد مؤدب انداز میں جواب دیتے مدد کے لئے احان شاہ اور کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا کیونکہ زوریز شاہ نے اسکی جتنی مدد کرنی تھی وہ باہر اسے پولیس سے بچا کے کر چکا تھا، ابھی میجر کو خود اپنے باپ کے ہاتھوں شامت آئی ہوئی تھی۔۔

شٹ اپ ارزم شاہ!!! میں تمہارے نکاح کے متعلق استفسار کر رہا ہوں!! دریاب شاہ غرائے تھے جبکہ ھارون شاہ ہنوز قہر برساتی نظروں سے اپنے سپوت کو دیکھ رہے تھے جو کچھ بھی بولنے کی بجائے اپنی آنکھ کی کمان پہ موجود سیاہ تل کو اپنی انگلی سے مسل رہا تھا۔۔

نکاح۔۔۔ ہمم۔۔ ہو گیا الحمد اللہ خیر خیریت سے!! بس چھوارے بانٹنے کا وقت نہیں ملا۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنے منہ میں زبان رول کرتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیتے ایک دفعہ پھر سے سب پہ دھماکہ کیا تھا۔۔ اسکے یوں آرام سے مان جانے پہ سب کے منہ حیرت سے کھلے تھے۔۔ کاظم شاہ گہری سانس بھرتا ایزل شاہ کے قریب آ کے کھڑا ہوتا اس سے سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو پکڑنے ہی والا تھا جب وہ سپاٹ انداز میں اس سے فاصلہ قائم کر گئی۔ کاظم شاہ نے ازمیر کو زبردستی پکڑنے کی بجائے ضبط سے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

تم ہمیں بتائے بغیر نکاح کیسے کر سکتے ہو چھوٹے شاہ؟؟ کیا ماں باپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے تم لوگوں کی نظروں میں؟؟ مجھے صرف ایک بات کا جواب دو تم میں سے نارمل انداز میں شاہ کون رچائے گا؟؟۔۔۔ دریاب شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے ارزم شاہ کے کسرتی سینے پہ زور سے مکا جھڑا تھا جو سینہ تانے ان کے سامنے اپنا نکاح قبول کر چکا تھا۔۔

(میں رچاؤں گا نہ! آپ لوگ رخصتی کی اجازت دینے والے بنیں بس!!۔۔۔ زوریز شاہ نے ایک نظر سرد تاثرات سے کھڑی مرحا شاہ کی طرف دیکھتے دل میں سوچا تھا،) مرحا شاہ کا دھیان اس وقت ارزم شاہ اور دریاب شاہ پہ مرکوز تھا۔

ایسی بات نہیں ہے بابا!! ایمرجنسی میں نکاح کرنا پڑا تھا۔۔۔ ارزم شاہ نے ایک سال پہلے کے احان شاہ کے الفاظ سے ملتا جلتا بہانہ بناتے اپنے سینے کو ہاتھ سے رب کیا تھا جس پہ باپ نے بے دردی سے مکا جھڑا تھا۔۔ احان شاہ نے بھی تو سب پہ اپنے نکاح کا بم پھوڑتے اسے ایمرجنسی کا نا ہی دیا تھا تو ارزم شاہ کیونکر پیچھے رہتا۔۔

بکواس بند کرو!! مجھے بتاؤ کون ہے وہ لڑکی جس سے تم نے نکاح کی ہے؟؟ کوئی خاندان کی ہے؟؟۔۔۔۔۔ دریاب شاہ نے گرجدار آواز میں استفسار کیا تھا، آج معلوم ہو رہا تھا اولاد ان کے ہاتھوں سے نکلتی اپنی من مرضی پہ اتر آئی ہے۔ اسکے چوری چھپے نکاح سے تکلیف ہوئی تھیں انہیں۔۔

نہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ نے سرخ ہوتی آنکھوں سے کرخت لہجے میں یک لفظی جواب دیا تھا۔۔

تمہارے نہیں کا کیا مطلب سمجھوں میں؟؟ مجھے اس لڑکی کے خاندان کا بتاؤ!! مجھے بتاؤ کہ وہ لڑکی ابھی کہاں ہے جس سے تم نے ہماری غیر موجودگی میں نکاح رچایا ہے۔۔۔ دریاب شاہ کی آواز پہلے سے بلند ہوئی تھی۔

فار گاڈ سیک!! نکاح کیا ہے کوئی جرم نہیں کیا میں نے! مجھے لڑکی سے نکاح کرنا تھا اس کے خاندان سے نہیں!! وقت آنے پہ سب بتادوں گا!! ۔۔۔۔ وہ غصے سے دھاڑتا ہوا لاؤنج سے نکلتے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے والا تھا جب دریاب شاہ کی آواز پہ اس کے قدم تھمے تھے۔۔

کیا کسی ناجائز لڑکی سے نکاح کیا ہے؟ یا راہ چلتی۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی اور نظریں چرانے پہ دریاب شاہ ابھی غصے سے مفلوج ہوتے دماغ سے کچھ بولتے جب ارزم شاہ نے ان کی بات ٹوکی تھی۔۔

بابا!!!!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے ان کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ان کا طرف اپنا رخ موڑتے غصے سے گرجتے ہوئے ان کی بات کاٹی تھی، زہرہ مام دل پہ ہاتھ رکھتی آنکھوں میں آنسو لئے باپ اور بیٹے کو مقابل ہوتے دیکھ رہی تھیں۔۔ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے ارزم شاہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے تنبیہ انداز میں دیکھتے مزید بد تمیزی کرنے سے بعض کیا تھا۔ کاظم شاہ کے چہرے کے نقوش تنے تھے باپ کے سامنے ارزم شاہ کی اس قدر بلند آواز پہ۔۔

وہ سید ارزم شاہ کے دل کی ملکہ ہے!! وہ میری روح کا حصہ ہے!! وہ میرے دل و دماغ پہ اس قدر ہاوی ہو چکی ہے کہ مجھے اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا!! وہ آپ کے بیٹے کی پہلی محبت ہے!! وہ میرے دل کی سب سے اونچی مسند پہ بیٹھی ہر وقت میری دھڑکنوں کو تیز رفتار سے دھڑکاتی ہے!! آپ اپنے بیٹے کی محبت کے لئے ناجائز جیسا غلیظ لفظ اپنی زبان سے کیسے نکال سکتے ہیں؟؟ آخر محبت کر کے سید ارزم شاہ نے ایسی کون سی غلطی کی ہے جو ہر کوئی اسکی محبت کی توہین کرتا اسکا جنازہ نکالتا رہتا ہے؟؟ کیا چاہتے ہیں محبت کا جرم کر بیٹھا ہوں تو اسکا کفارہ ادا کرتے کرتے مر جاؤں؟؟ آخر آپ۔۔۔ آپ۔۔ آپ کس طرح سے میری محبت کو راہ چلتی لڑکی سے ملا سکتے ہیں یار؟؟ وہ الگ ہے سب سے الگ!! وہ الگ ہے تو سید ارزم شاہ کے نکاح میں ہے! اس سید ارزم شاہ کے نکاح میں جسے کبھی بھی عام چیزیں پسند نہیں آتی! یہ آج آخری بار تھا جو میں نے اپنی محبت کے خلاف کوئی بات سنی تھی ورنہ باخدا اگلی دفعہ اپنی محبت کی ایسی توہین پہ میں خود کو شوٹ کر دوں گا!! تنگ آ گیا ہوں میں اس عجیب و غریب زندگی سے جس میں سے سکون نامی احساس کا خاتمہ ہو چکا ہے!!۔۔۔ وہ پاگل دیوانوں کی طرف اپنے شہد رنگ بال نوچتے ہوئے ازیت اور غصے کے ملے

جلے تاثرات پہ شدت پسندی سے دھاڑا تھا۔ ارزم شاہ کے لہجے میں چھپا جنون، اذیت، دیوانگی، تکلیف، کرب، غصہ کسی سے بھی چھپا نہیں تھا۔۔ سب حیرانگی سے چھوٹے شاہ کی شہد رنگ آنکھوں میں امڈتی نمی کے ساتھ ساتھ اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہے تھے، غصے کی شدت سے اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔۔ دریاب شاہ اسکی اتنی دیوانگی اور بد تمیزی پہ کنگ ہوتے اسکی طرف دیکھ رہے تھے، اس سے تمیز کی امید تو انہیں پہلے بھی نہیں تھی لیکن اس کے لہجے کی تکلیف محسوس کرتے چھوٹے بیٹے کی تکلیف دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔ وہ احان شاہ سے اپنا آپ چھڑواتا غصے سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا ایک ساتھ کتنی سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی طرف بڑھا تھا۔ کب سے شور کی آوازیں سنتا ازمیر شاہ روتے ہوئے نیند سے جاگتا اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ موڑتے بے حد کیوٹ انداز میں روتا باپ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس سے چند قدموں کے فاصلے پہ کھڑا اب اپنے باپ کی طرف بڑھ گیا تھا جن کی غصے سے سانسیں پھولتی ان کی طبیعت خراب ہونے کا پتا دے رہی تھی۔۔ مرحا شاہ ان کے لئے پانی لینے کی غرض کچن کی طرف بڑھی تھی۔ ارزم شاہ کے یوں جسے کے بعد کتنی ہی دیر حال میں خاموشی رہی تھی سب کے پاس جیسے الفاظ ختم ہو چکے تھے، ایزل شاہ بیٹے کو چومتی ہوئی اسے خاموش کروانے کی کوشش کر رہی تھی جو نیند خراب ہونے ہمیشہ یونہی روتا تھا۔۔

چھوٹے شاہ کا نکاح میری موجودگی میں ہوا تھا!! وہ آج کل کسی چیز کو لے کے ڈسٹرب ہے!! آپ لوگوں کے ایسے سوال اسے تکلیف پہنچا سکتے ہیں!! وقت آنے پہ وہ آپ سب کو سب بتا دے گا!۔۔۔ کچھ منٹوں کی خاموشی کے بعد احان شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں سنجیدگی سے ہاتھ پھیرتے سب کو ریلکس کیا تھا کہ وہ اس نکاح سے واقف ہے وہ پریشان مت ہوں! لیکن انہوں نے ریلکس ہونے کی بجائے اب کی بار غصے سے احان شاہ کو بھی گھورا تھا جو کتنے فخر سے اس بات کا اقرار کر رہا تھا۔۔

اسے کمرے میں جا کے فیڈ کرواؤ!! ایسے اپنا سپیکر بند نہیں کرے گا یہ!!۔۔۔ باپ کو پانی پلانے کے بعد چھوٹے سے ازمیر شاہ کو روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے ایزل شاہ کی طرف قدم بڑھاتے اسکے کان کی طرف جھکتے مدھم آواز میں سنجیدگی سے سرگوشی کی تھی جس پہ ایزل شاہ نے کان دھڑے بغیر ہنوز ازمیر شاہ کو یونہی تھپکا تھا جیسے وہ پہلے تھپک رہی تھی۔ وہ جو پہلے غلطی سے اس پہ نگاہ غلط ڈال کیا کرتی تھی اب وہ بھی ڈالنے کی زحمت نہیں کر رہی تھی۔

تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہوں گے میجر شاہ؟؟۔۔۔۔۔ہارون شاہ نے سنجیدگی سے زوریز شاہ کی طرف بڑھتے آبیبر واچکاتے ہوئے جیسے موت سے پہلے اسکی آخری خواہش دریافت کی تھی۔ان کے منہ سے خود کے لئے میجر شاہ سنتے زوریز شاہ کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔۔

رخصتی!!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے ہمیشہ کی طرح بنا لگی لپیٹے کے بے باکی سے انہی۔اپنی صفائی دینے کی بجائے اپنی رخصتی کی ڈیمانڈ کی تھی جس پہ ہارون شاہ نے دانت کچکچا کے اسکی گال پہ مکا جھڑتے اسے زور سے گلے سے لگایا تھا۔ ماحول میں موجود تناؤ کچھ کم سا ہوا تھا۔مرحا شاہ نے اسکی ڈیمانڈ پہ اپنے ناخن یوں چبائے تھے جیسے اسکا مدعا سنا ہی نہ ہو۔۔

I am proud of U my son

ہارون شاہ اسکا ماتھا چومتے نم لہجے میں گویا ہوئے تھے۔۔باپ بیٹے کے اس خوبصورت منظر کو دیکھتے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

ایک دفعہ رخصتی کروادیں پھر آپ کو دادا بنا کے خود پہ مزید فخر کروانے پہ مجبور نہ کیا تو میرا نام بھی زوریز ہارون شاہ نہیں۔۔۔وہ بے باکی سے قہقہ لگا کے ان کے گرد ہاتھ باندھ کے بولتا ماحول میں موجود کشیدگی کو کم کر رہا تھا،زوریز شاہ کی ازلی بے باکی پہ سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے،ہارون شاہ کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھ کے احان شاہ اور کاظم شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔داجی اور دریاب شاہ نے بھی اسے فخر سے گلے لگاتے اسکا ماتھا چوما تھا،صرف ایک مرحا شاہ تھی جیسے اس پورے ایموشنل منظر سے کوئی لینا دینا نہیں تھا وہ انہیں نظر انداز کرتی ایزل شاہ اور ازمیر کو لئے اسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی،وہ ایزل شاہ کے سٹیچز کی صورتحال چیک کرنا چاہتی تھی۔۔ہارون شاہ نے میجر شاہ سے کچھ ناراضگی برتتے اس سے شکوہ کیا تھا کہ اگر آج بھی انہیں اس کے میجر کے عہدے کے متعلق معلوم نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی بھی انہیں نہ بتاتا! زوریز شاہ نے نفی میں سر ہلاتے انہیں حقیقت بتائی تھی کہ وہ اپنی شادی پہ انہیں یہ سب بتانے کا ارادہ رکھتا۔۔اسکے منہ سے ایک دفعہ پھر سے شادی کا سن کا سب نے دانت کچکچاتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔کچھ دیر ان سب کے پاس بیٹھنے کے بعد کاظم شاہ نے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط80(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

ایزل اتنی غیر ذمہ داری کیوں؟؟کیا میں نے تمہیں ہاتھ لینے سے منع نہیں کیا تھا؟۔۔۔مرحاشاہ نے غصے سے استفسار کیا تھا،وہ آج پہلی بار ایزل شاہ سے یوں غصے سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے سر جھکائے اپنی انگلیوں کو موڑا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہی ہوں میں ایزل!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ مرحاشاہ کے غصے میں اضافہ ہوا تھا،وہ اس وقت ایک پروفیشنل ڈاکٹر کی طرح مخاطب تھی جو ضرورت پڑنے پہ ڈانٹ بھی دیا کرتی تھیں۔ابھی مرحا اسے ڈانٹ ہی رہی تھی جب کاظم شاہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔مرحا کو یوں ایزل پہ غصہ کرتے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔مرحاشاہ نے کبھی بھی ایزل پہ غصہ نہیں کیا تھا،وہ ہمیشہ اس کے لئے چھوٹی بہنوں کی طرح تھی۔

آپی ازمیر کا عقیقہ تھا تو میں نے شاور لے لیا! اتنے دنوں سے شاور نہیں لیا تھا تو عجیب خود سے گندی گندی فیلینگز آ رہی تھیں۔۔۔وہ اسکی ڈانٹ کھانے کے بعد ہنوز نظریں جھکائے مدھم آواز میں بولی تھی۔وہ ابھی تک نہیں جانتی تھی کاظم شاہ اسکے کمرے میں موجود ہے۔۔

اس کا مطلب تو یہ ہے ایزل تم نے اپنی مرضی کی تھی! میں نے تمہیں بتایا تھا تمہارے زخم کی کنڈیشن پہلے ہی اچھی نہیں ہے تم ایسا کچھ نہیں کرو گی جس سے یہ مزید خراب ہو! ایون لندن سے آتے ہی میں آرام کرنے کی بجائے تمہاری فکر کرتی تمہارے کمرے میں آئی تھی! لیکن تم نے اپنی من مرضی سے کام لیا! اب اپنی مرضی کرنے کے بعد سوری بولنے کا کیا فائدہ؟۔۔۔مرحاشاہ سرد و سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔۔اسکے سرد لہجے پہ ایزل شاہ نے اپنی نم آنکھیں اٹھاتے ہوئے اسکی سنہری آنکھوں میں دیکھا تھا جو غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔

کیا ہوا ہے مرحا بچے؟۔۔۔۔۔۔ایزل کی نم آنکھوں کو دیکھ کے کاظم شاہ نے مرحاشاہ کو خود سے مخاطب کیا تھا تاکہ وہ اسے مزید مت دانٹے۔۔

سمپل سی بات ہے!! آپ کی بیوی اب میرے کنٹرول میں نہیں ہے! اسے جو ہدایت دو الٹی اپنی مرضی کرنے کے بعد سوری بول دیتی ہے!! ایسے نہیں ہوتا لالہ! میں نے پہلے بھی بولا تھا اپنا زیادہ سے زیادہ خیال رکھے تاکہ اس کی

اگلی ڈلیوری کے دوران کوئی پرابلم نہ آئے! لیکن مجھے لگتا ہے میں ایزل کو مزید ٹریٹ نہیں کر سکتی! میں گھر کی فرد ہوں اسی لئے شاید وہ میری بات پہ اتنا عمل نہیں کرتی۔۔ ضد کرتی اپنے نخرے دیکھاتی ہے! میں آپ کو ڈاکٹر معظمہ کے متعلق ساری انفارمیشن دے دیتی ہوں! آپ اسے وہاں لے جائیں!!۔۔ مرحاشاہ نے سنجیدگی سے کاظم شاہ کو جواب دیتے ایک پرچے پہ اپنی خوبصورت لکھائی سے ڈاکٹر معظمہ کے متعلق لکھا تھا کہ وہ کس وارڈ اور کس ہاسپٹل میں بیٹھتی ہیں۔۔

میں آپ کے علاوہ کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی! آئی ایم سوری آپی! آئیندہ سے نہیں کروں گی!۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے معصومیت سے جواب دیا تھا لیکن اس دفعہ مرحاشاہ پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اسکی بات نہ مان کے یونہی سوری کرتی تھی۔۔ مرحاشاہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے ایک چھوٹی سی پرچہ کاظم شاہ کی طرف بڑھاتی اسے ڈاکٹر معظمہ کے متعلق بتا کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔ کاظم شاہ اس دوران کبھی مرحاشاہ کو دیکھ رہا تھا تو کبھی آنسو بہاتی بیوی کو۔۔

آپی آپ کی ریزلالہ کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے؟ اور اگر ہوئی بھی ہے تو اسکا بدلہ مجھ پہ غصہ اتار کے کیوں لے رہی ہیں!!۔۔۔ اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ سوں سوں کرتے ہوئے معصومیت سے بولی تھی جس پہ کاظم شاہ نے اپنا نچلہ لب دبایا تھا۔ ایزل سے مرحاشاہ کی ناراضگی برداشت نہیں ہو رہی تھی، اس دوران اس نے کاظم شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کیا تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے ایزل! یہ سب میں تمہاری بہتری کے لیے کر رہی ہوں! تم ایک دفعہ ڈاکٹر معظمہ کے پاس ضرور جانا!!۔۔ مرحاشاہ سنجیدگی اور نرمی کے ملے جلے تاثرات سے بولتی اس کے کمرے سے باہر جا چکی تھی، اسکا موڈ پہلے ہی خراب تھا اور اس پہ تضاد ایزل شاہ کی یہ لاپرواہی اسکا موڈ مزید برباد کر چکی تھی۔۔ مرحاشاہ کے جاتے ہی ایزل شاہ اپنے چہرے پہ دونوں تک رکھتی بچوں کی طرح رونا شروع ہو چکی تھی، ایک تو کاظم شاہ کے سامنے مرحا کی اتنی ڈانٹ پہ رونا آ رہا تھا تو دوسرا ڈاکٹر معظمہ کے پاس جاتے ہوئے کیونکہ وہ ڈاکٹر کافی نخریلی اور ڈپٹنے والی تھی، ایک دفعہ ڈیلیوری سے پہلے ایزل شاہ نے اس سے چیک اپ کروایا تھا اور پھر اس سے ڈانٹ کھانے کے بعد اس نے توبہ کی تھی

کہ وہ کبھی بھی اس ڈاکٹر کے پاس نہیں جائے گی جو اپنی باتوں میں طنز کی ملاوٹ کرتے ہوئے ڈانٹتی تھی اور ڈانٹتی بھی حق پہ تھی جس پہ اگلا بندہ کوئی آرگیومنٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔

اووزی!!۔۔۔۔۔۔اسے یوں روتے دیکھ کے کاظم شاہ بھوکھلاتے ہوئے جلدی سے اسکے قریب آیا تھا جو آج کتنے عرصے بعد پرانی اووزی بن کے رو رہی تھی جسے سب کی چھوٹی چھوٹی ناراضگیوں سے ڈر لگتا تھا۔وہ اسکی پکار پہ غور و فکر کئے بغیر زور و زور سے رو رہی تھی، ازمیر اس سے کچھ ہی فاصلے پہ اپنے پسندیدہ کام یعنی نیند لینے میں مصروف تھا۔ کٹی کمرے سے باہر سیر و تفریح کرتی شاید میرال شاہ کے کمرے کا چکر لگانے گئی تھی۔۔

اوزی!! شش!! رونا تو بند کرو یار۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتے ہوئے اسے بالکل پرانی ایزل کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔نکاح سے پہلے وہ جب بھی روتی تھی وہ اسی سٹائل سے اسکے آنسو صاف کرتا ایک یہی جملہ بولا کرتا تھا۔۔کاظم شاہ کے پرانے سٹائل کو محسوس کرتے ایزل شاہ نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھاتے اسکی ہیزل گولڈن آنکھوں میں دیکھا تھا جو اسکے لئے فکر مند تھیں۔۔

سید کاظم شاہ کی بیسٹ فرینڈ اتنی کمزور ہے جو اتنی سی ڈانٹ پہ رو پڑے گی؟؟۔۔۔کاظم شاہ اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھتا بے خودی سے پرانے جملے دہرا رہا تھا جو وہ کبھی اسے خاموش کروانے کے لئے استعمال کیا کرتا تھا۔۔ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے اسکی عارضوں پہ گرتے گردن تک کا سفر کر رہے تھے۔۔وہ کتنا ترسی تھی اسکے اس انداز کے لئے۔۔۔پورے نو ماہ۔۔پورے نو ماہ وہ ہر روز روتی اسکا یہ انداز یاد کرتی تھی کہ کبھی تو وہ اس کے پاس آئے گا اور اسکے چہرے سے اسکا ہاتھ ہٹا کے بولے گا "سید کاظم شاہ کی بیسٹ فرینڈ اوزی شاہ اتنی کمزور نہیں ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو دے"۔۔۔لیکن وہ نہیں آتا تھا۔ایزل شاہ کے لمبی سے ہچکی بھرتے ہوئے اپنی تڑپ یاد کی تھی۔۔

اووزی کے آنسو سید کاظم شاہ کو ہرٹ کرتے ہیں! تم مت رویا کرو یار! تمہاری آنکھیں رونے کے لئے نہیں صرف مسکرانے کے لئے بنائی گئی ہیں!!۔۔۔اسے مزید روتے دیکھ کے وہ پھر سے اپنی پوروں سے اسکے آنسو صاف کرتا مزید گویا ہوا تھا۔۔اس نے خود بھی تو اپنے یہ الفاظ کتنے مس کئے تھے۔۔

وہ اووزی تو مر گئی ہے جس کے آنسو سید کاظم شاہ کو ہرٹ کرتے تھے!! اب تو صرف ایک ایزل شاہ ہے جس کے آنسو اسے خود بھی ہرٹ نہیں کرتے!! اسے رونا اچھا لگتا ہے! اس کے آنسو اسکی تنہائیوں کے ساتھی ہیں!! ۔۔۔وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بے حد اداسی سے بولی تھی۔ گلے میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا تھا۔۔

جس وقت اووزی مر گئی باخدا اس سے ایک منٹ پہلے سید کاظم شاہ فنا ہو جائے گا!! سید کاظم شاہ ہر کسی کی میت کا بوجھ اپنے کندھے پہ اٹھا کے اسکا جنازہ پڑھنے کی ہمت رکھ سکتا ہے سوائے اپنی اووزی شاہ کے!! کیونکہ اووزی شاہ کو میں اکیلے مرنے نہیں دوں گا اسے تو اکیلے کمرے میں رہنے سے بھی ڈر لگتا ہے! تو بھلا سید کاظم شاہ اسے اکیلے قبر میں کیسے جانے دے گا؟؟۔۔۔اسکی اداس باتوں پہ کاظم شاہ کو خود بھی معلوم نہ ہوا وہ اتنی ایموشنل باتیں کیوں کر گیا ہے؟ اور کیوں اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ اسکی بیرڈ میں جذب ہوا ہے؟؟

نہیں بلکہ تم سے ایک منٹ پہلے کیوں مروں؟ کیوں ساٹھ سیکنڈ کا حق کسی اور کو سونپ کے جاؤں؟ ان ساٹھ سیکنڈ میں آخر کوئی کیوں ہی سید کاظم شاہ کی اووزی پہ اپنا حق جتائے؟ بس ڈن ہوا ساتھ مریں گے نہ ایک سیکنڈ پہلے نہ ایک سیکنڈ بعد میں!! بیسٹ فرینڈ جو ہوئے!!۔۔وہ مزید گویا ہوتا اسکے عارضوں پہ پھسلتے آنسوؤں پہ شدت سے اپنے گرم ہونٹ رکھ گیا۔ اسکے لبوں کے شدت بھرے لمس پہ ایزل شاہ کے جسم میں سپارک ہوا تھا۔ وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی اسے خود سے دور کر گئی۔۔کاظم شاہ کے الفاظ بہت وزنی تھے، پتا نہیں کیوں سیدھا دل پہ جا کے لگے تھے۔ وہ کیوں اتنا نرم بن رہا تھا؟! وہ نہیں چاہتی تھی وہ کبھی اس کے ساتھ اسی طرح سے نرم بنے جیسے وہ ہوا کرتا تھا۔ اسکے منہ سے " ساٹھ سیکنڈ " سنتے ہوئے اپنی اور اسکی نو ماہ پہلے کی وہ آخری ملاقات یاد آئی تھی جب اس نے اسے روکنے کے لئے کتنے ہی ساٹھ سیکنڈ مانگے تھے، اس نے اسے سیکنڈوں کی بجائے منٹوں دے دیئے تھے لیکن اس کے بدلے میں پورے نو ماہ کا روگ حرجانے کے طور پہ دیا تھا۔۔

اہمم!! اپنے ہاتھوں سے یہ آنسو مت صاف کرو!! میری شرٹ کس لئے ہے؟؟۔۔۔اسے اپنے ہاتھوں سے آنسو رگڑ کے صاف کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے سینے سے لگاتا اسکا ماتھا چومتے ہوئے پیار سے بولا۔۔

)تمہارے آنسو میری شرٹ گندی کر رہے ہیں۔۔(

اسکے سینے سے لگتے ہی اسکے پرانے الفاظ پھر سے دماغ میں گونجے تھے، وہ الفاظ کتنے تکلیف دہ تھے۔۔
میرے۔۔۔ آنسو۔۔۔ شرٹ۔۔ گندی۔۔۔ کرتے۔۔۔ ہیں۔۔۔۔ وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی، وہ دور ہونے کی بجائے ایک جست میں اسے اپنی گود میں بٹھا گیا۔۔
صرف وہ جملے کیوں یاد کرواتی ہو جس میں تم مظلوم ثابت ہو جاؤ؟ کبھی تو وہ جملہ بھی یاد کروادیا کرو جس میں کاظم شاہ بھی معصوم ثابت ہو جائے!!۔۔۔ وہ اسکی بات کی جڑ تک پہنچتا اسکی چھوٹی سی سرخ ناک اپنے لبوں میں دباتا مدھم آواز میں بولا۔۔ وہ جواب میں خاموش رہی، اس سے دور ہونے کی تگ ودو پھر سے جاری کر دی۔۔
اللہ کی قسم وہ سفید شرٹ پہن کے سات ملکوں میں سفر کیا ہے! پچاس سے زائد میٹنگز اسی ایک شرٹ میں اٹینڈ کی ہیں! اسے کبھی دھونے کی زحمت نہیں کی کیونکہ اس شرٹ میں تمہارے پاک آنسوؤں کا لمس تھا جو ہمیشہ تمہاری یاد دلاتا تھا! میں تمہیں بھولنا نہیں چاہتا تھا اور وہ شرٹ تمہیں بھولنے نہیں دیتی تھی۔۔ وہ اسکے آنسو شدت سے پیتا ایک ایک لفظ سچ بولتے ہوئے اسکے جسم کے رونگھٹے کھڑے کر گیا۔ وہ اسکے الفاظ پہ اسے بنا پلکیں جھپکائے دیکھتی رہی۔۔
ڈاکٹر کے پاس چلیں؟ مرحا بول رہی تھی اسے لاپرواہی کرو گی تو اگلی ڈلیوری میں پرابلمز ہوں گی!!۔۔۔ اسے ساکت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتا مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے زومعنی انداز میں مرحا شاہ کا جملہ دہرا رہا تھا۔ ساکت ایزل شاہ کو مانو ہوش ہی ابھی آئی تھی جس پہ وہ سرخ انگارہ ہوتی اسکے کندھوں پہ مکے برساتے ہوئے اسے خود سے دوہٹا رہی تھی۔۔
دور ہٹیں مجھ سے!! میں کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی! میں صرف مرحا آپی کو اپنا چیک اپ کرواؤں گی! آئندہ سے میرے قریب مت آیئے گا!!۔۔۔۔ وہ معصومیت سے اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتی غرائی۔ ڈاکٹر معظمہ کے پاس جانے کا دل خوف میں بیٹھ چکا تھا، وہ اس ڈاکٹر کے پاس جا کے پھر سے ڈانٹ نہیں سننا چاہتی تھی۔۔
تمہارے قریب آئے بغیر دن رات نہیں گزرتے اب سویٹ ہارٹ! رات میں مام نے اپنی پیاری بہو کی سائیڈ لیتے ہوئے مجھے باہر نکالتے جو ظلم کیا تھا مت پوچھو! تمہارے لبوں کے گھونٹ بھرے بغیر بھلا کب نیند آتی ہے اب؟ تمہارے بیچارے لالہ کو چھ دفعہ کافی بنانی پڑی تھی۔ کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے تمہارے ہونٹوں کا تصور کر رہا تھا! ! ان ہونٹوں نے پوری رات میری جان سولی پہ لٹکائی ہے! میرا قصور کیا تھا؟ مجھے کیوں نکالا؟۔۔۔ وہ اسکے یاقوتی

لبوں کو فوکس میں کئے بے حد ڈرامائک انداز میں بولتا اسے رات کی کہانی سنا رہا تھا اور یہی اس کی غلطی تھی کیونکہ اسکے یوں کہانی سنانے پہ ایزل شاہ کو یاد آیا تھا وہ اپنے بیٹے کے عقیقے کی تقریب مس کرتی کس طرح سے روتے روتے سوئی تھی۔

مرحاشاہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے زور سے دروازہ بند کرتی ڈریسنگ روم میں بڑھنے ہی والی تھی جب پیچھے سے کسی نے اسکی کمر کو اپنے مضبوط حصار میں قید کرتے اسکی پچھلی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔ مرحاشاہ اسکی محسور کن خوشبو سے سمجھ چکی تھی ایسی حرکت کون انجام دے سکتا ہے۔ مرحاشاہ نے غصے سے اپنے پیٹ پہ باندھے زوریز شاہ کے ہاتھوں کو ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا اب نرمی سے اسکی پچھلی گردن کو اپنے دہکتے ہونٹوں سے چوم رہا تھا۔۔

کون ہے؟؟ چھوڑو مجھے!!۔۔۔۔وہ جانتے بوجھتے بھی انجان بنتی غرائی تھی۔ اسکے یوں انجان بننے پہ زوریز شاہ نے غصے سے اسکی پچھلی گردن میں اپنے دانت گاڑے تھے جو اپنے محرم کے لمس کو پہنچاننے کی بجائے انجان بن رہی تھی

۔۔

کیا تم نہیں جانتی کون ہوں میں؟؟۔۔۔وہ اس کی گردن پہ سرخ نشان چھوڑتا اسکے کان کے قریب اپنے ہونٹ لاتے گھمبیر بوجھل آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

تم میرے کمرے میں میری اجازت کے بغیر کیا کر رہے ہو زوریز شاہ!!۔۔۔مرحاشاہ نے غراتے ہوئے اس کے پیٹ میں زور سے اپنی کہنی ثبت کی تھی جس پہ زوریز شاہ نے ایک دم سے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے اسکے ماتھے کے ساتھ ہولے سے اپنا ماتھا ٹکرایا تھا۔۔

کیا میں نے کبھی پوچھا ہے! تم میرے دل میں میری اجازت کے بغیر کیا کر رہی ہو مرحاشاہ؟؟۔۔۔وہ مدھم آواز میں بے حد رومانٹک انداز میں بولتا اسکے یاقوتی ہونٹوں پہ زبان پھیر گیا۔ مرحاشاہ نے اسکی اس اچانک بے باکی پہ سرخ پڑتے اسے خود سے دور دھکیلنے کی تگ و دو کی تھی جو دور ہونے کی بجائے مزید اس کے نزدیک ہوا تھا۔

تم باہر مجھے دیکھ رہی تھی؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکی ٹھوری کو اپنے ہاتھ سے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتے گھمبیر تا میں بولا۔

خوش فہمی!!۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

یاد کرو تم خود بولتی تھی ریز شاہ تم چیل سی نظریں رکھتے ہو! تو خود سوچو کیا میری ان چیل سی نگاہوں نے غلط اندازلگایا ہے کہ تم شاہ بی بی کے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے آئیبرو آچکا کے اس سے استفسار کیا تھا ساتھ ہی اسکی کمر کو اپنی مٹھی میں بھرتے اس کے گرد اپنا حصار تنگ کرتے اسے اپنے سینے سے چپکایا تھا۔۔

بولا ناخوش فہمی ہے تمہاری! خوش فہمی نہیں تو غلط فہمی سمجھ لو! کیونکہ میں تمہیں قطعی نہیں دیکھ رہی تھی! تمہیں دیکھنے کے علاوہ وہاں اور بھی بہت سے لوگ موجود تھے جنہیں دیکھنا چاہیئے!!۔۔وہ سرد انداز میں بولتی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کرنے کی تگ ودو کرنے لگی۔زوریز شاہ جو اسکے تن سے دوپٹا کھینچ کے اتارتا اسکے وجود کی گہرائیوں پہ اپنی نگاہیں جمائے ہوئے تھا مرحا شاہ کے الفاظ پہ اسکی ساری خماری بھک سے اڑی تھی۔۔

What the hell do u mean mirha Shah

اس کے عجیب سے لہجے اور الفاظ پہ زوریز شاہ نے غراتے ہوئے اس سے اسکی بات کو مطلب استفسار کیا تھا۔۔اس کے علاوہ وہاں ایسے کون سے لوگ تھے جنہیں دیکھنا چاہیئے تھا؟وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔۔

I am not answerable to U!! Leave me

وہ اسکے دل میں اچھی طرح سے آگ بھڑکانے کے بعد غراتی ہوئی اسے خود سے دور جھٹک رہی تھی۔۔

تمہاری بکواس میرے سر کے اوپر سے گزر رہی ہے مرحا شاہ! اس سے پہلے کے میرے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جائے مجھے اپنے الفاظ کا مطلب سمجھاؤ۔۔۔زوریز شاہ غصے سے دھاڑا تھا،وہ جو سمجھ رہا تھا ویسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔وہ اسکے علاوہ کسی دوسرے کو دیکھنے کا دعویٰ کیسے کر سکتی تھی؟

شہسوار شاہ!! اسے دیکھ رہی تھی میں!! اب سمجھ میں آگیا ہو گا؟رائٹ؟ناؤ لیو می!!۔۔۔وہ بے حد سنجیدگی سے بولتی اپنی پوری قوت لگاتے ہوئے زوریز شاہ سے دور ہوئی تھی۔۔زوریز شاہ اسکے الفاظ پہ ساکت ہوا تھا۔ہری آنکھوں

میں اس قدر سرخی چھائی تھی یوں لگ رہا تھا ابھی خون چھلک پڑے گا۔ وہ بے یقین اور غصیلی نگاہوں سے مرحا شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو اتنا سب بول کے بھی بے تاثر چہرہ لئے اپنی الماری کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ اسکے انگ انگ میں آگ بھڑکنے کے بعد اتنا نارمل ایکٹ کیسے کر سکتی تھی؟ آخر کیسے ؟؟ اور وہ شہسوار شاہ کا نام کیسے جانتی تھی؟

چھ ماہ پہلے:

دیکھیں مسٹر شاہ! پیشنٹ کی حالت کافی سیریس ہے! وہ بار بار گلے کا ذکر کر رہی ہیں!! اگر ہو سکے تو جلدی سے انہیں ہاسپٹل لے کے آئیں!! ایکسکوزمی!۔۔۔۔ڈاکٹر کافی پریشانی سے اس سے پروفیشنل انداز میں مخاطب ہوتی آئی سی یو کی طرف بڑھ گئی۔ احان شاہ نے پریشانی سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔ اب صبح سے دوپہر ہونے کو آئی تھی لیکن ڈاکٹرز نے کوئی بھی تسلی دی جواب نہیں دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اپنی گل کو زرتاج اماں کی بگڑتی ہوئی حالت کے متعلق کس طرح سے آگاہ کرے خیر وہ گہری سانس بھرتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوئے ہاسپٹل سے نکلا تھا، رخ حویلی کی طرف تھا۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ حویلی میں تھا۔ گاڑی کو پورچ میں کھڑا کرتے احان شاہ تیزی سے انیکسی کی طرف بڑھا تھا۔ انیکسی تک پہنچتے ہی احان شاہ نے اضطرابی کیفیت میں دروازہ کھٹکھٹایا تھا لیکن جواب ندارد۔۔ احان شاہ نے اپنا نچلہ لب دباتے ہوئے پھر سے دروازہ کھٹکھٹایا تھا، وہ پچھلے پانچ منٹ سے مسلسل دروازہ کھٹکھٹاتا رہا لیکن نہ تو دروازہ کھولا گیا تھا اور نہ ہی اندر سے کوئی جواب موصول ہوا تھا، احان شاہ پریشان ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے اب کی بار دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے ایک جست میں انیکسی کی دیوار پھلانگی تھی، ایک اسی کام میں تو وہ ایکسپرٹ تھا۔

گل!!۔۔۔۔ انیکسی میں داخل ہوتے ہی احان شاہ اسے بلند آواز میں پکارتا اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی خالی کمرہ احان شاہ کا منہ چڑھا رہا تھا۔

گل جاناں۔۔۔۔۔ احان شاہ نے کمرے سے باہر نکلتے اسے پیار سے پکارتے پوری انیکسی میں تلاش کر لیا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔۔ پوری انیکسی میں تلاشتے اسکی نظریں انیکسی کے پچھلے دروازے کی طرف اٹھی تھیں جو کھلا ہوا

تھا۔۔اس کھلے دروازے کو دیکھ کے احان شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔یہ دروازہ کبھی بھی یوں کھلا نہیں رہتا تھا بلکہ اس دروازے پہ تو پچھلے کئی سالوں سے تالا تھا جس کی ایک چابی زرتاج اماں کے پاس تو دوسری چابی شاہ حویلی والوں کے پاس تھی۔

")میں تھوکتی بھی نہیں ہوں آپکی حویلی پہ!! میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔۔آپ سے بہت دور!!۔۔۔ گلالئی روتے ہوئے اذیت سے دھاڑی تھی۔("

)میں آپ سے بہت دور چلی جاؤں گی! آپ بہت برے ہیں!!۔۔("

جب گلالئی پوری انیکسی میں کہیں نہ ملی تو بے ساختہ اس کے رات کے بولے گئے الفاظ کانوں میں گونجے تھے۔۔ ن۔نہی۔۔نہیں۔۔میر۔۔میری۔۔گل۔۔مجھے۔۔چھوڑ۔۔کے۔۔نہیں۔۔جائے۔۔گی!! وہ جانتی ہے میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا!! وہ یقیناً حویلی گئی ہو گی!!ہمم۔۔حویلی میں ہو گی میری پٹھانی!! میں نے اس سے چانس مانگا تھا اس نے یقیناً مجھے چانس دیا ہو گا!!۔۔۔وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی!! ۔۔۔۔احان شاہ کے منہ سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کے ادا ہو رہے تھے۔۔وہ خود کو تسلی دیتا دھڑکتے دل سے انیکسی کے دروازے کی طرف بڑھا تھا، اسے اپنی گل پہ پورا یقین تھا وہ اسے چھوڑ کے نہیں جائے گی، وہ اسکے حویلی والے کمرے میں بیٹھ کے اسکا انتظار کر رہی ہو گی تا کہ اسے اپنی ناراضگی دیکھا سکے، جیسے وہ ہمیشہ کیا کرتی تھی۔۔

احان شاہ تیزی سے حویلی کی راہداری عبور کر تا لاؤنج میں بیٹھے ہر فرد کو اگنور کر تا تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

گل!!۔۔۔احان شاہ نے اپنے کمرے کا دروازے کھولتے ہی بلند آواز میں گلالئی کو پکارا تھا، خالی کمرے کو دیکھ کے احان شاہ کو اپنا دل بھی خالی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

گل پلیز میں جانتا ہوں! تم یہی پہ کہیں چھپی بیٹھی ہو! پلیز مجھے تنگ مت کرو! اپنی ناراضی دیکھالو، غصہ دیکھالو، ضد دیکھالو لیکن صرف میری نظروں کے سامنے! مجھ سے ابھی فلحال تمہاری غیر موجودگی برداشت نہیں ہو رہی!! ۔۔۔احان شاہ دیوانوں کی طرح بولتا اپنے کمرے میں ہر جگہ ڈریسنگ روم اور یہاں تک کے واشروم میں بھی اسے تلاش کر چکا تھا وہ کہیں نہیں تھی۔۔احان شاہ نے اپنا ہر طرح کا شک دور کرنے کی غرض سے بیڈ کے نیچے بھی دیکھ لیا

تھا کیونکہ ایک دوبار وہ اس سے ناراض ہو کے بیڈ کے نیچے بھی چھپی تھی لیکن آج وہ وہاں بھی نہیں تھی۔۔ احان شاہ کے اب سہی معنوں میں ہوش اڑے تھے۔ کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

گل!! !!!۔۔۔ احان شاہ نے اب چیختے ہوئے گل کو پکارا تھا جو نا جانے کہاں غائب ہوتی اسکے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلتا پھر سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

گل!! کہاں ہو تم!!!۔۔۔ احان شاہ نے تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے گرجدار آواز میں گلالئ کو پکارا تھا، احان شاہ کی آواز پوری ہویلی میں گونجی تھی۔۔ شام ہونے کو آئی تھی، رات کے چھ بج رہے تھے، اس وقت تقریباً تمام لوگ ہویلی میں موجود تھے، میرال شاہ اور مرحا شاہ بھی خضدار سے واپس لوٹ آئی تھیں جبکہ زوریز شاہ ہنوز ہویلی نہیں آیا تھا، اسے ابھی بھی کچھ ضروری کام تھے۔۔ احان شاہ کی آواز سنتے لاؤنج میں بیٹھے تمام مکین اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔۔

کیوں چیخ رہے ہو؟ یہاں ہویلی میں کیوں ہو گی وہ؟ کیا تم بھول چکے ہو تم نے اسے خود انیکسی کی راہ دیکھائی تھی؟؟۔۔۔ اسے پاگلوں کی طرف دھاڑتے دیکھ کے ھارون شاہ غصے سے بولے تھے، وہ اس دن سے اس پہ تپے ہوئے تھے جب سے اس نے سن کی بہو کو ذلیل کر کے ہویلی سے نکالا تھا۔۔

نہیں بابا وہ وہاں نہیں ہے! وہ۔ وہ۔۔ کہیں۔۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔ ہے۔۔۔ احان شاہ ان کا غصے کا برا منائے بغیر ان کی طرف بڑھتا حواس باختہ ہوتے بولا تھا۔۔

کیا مطلب نہیں ہے؟؟۔۔۔۔ سب نے یک زبانی سے استفسار کیا۔۔

کیا تم نے دھیان سے دیکھا شاہ؟۔۔۔ شاہ بی بی فکر مندی سے بولی تھیں۔۔

میں۔۔۔ نے۔۔ خود۔۔ دیکھا۔۔۔ وہ۔۔ میری۔۔ گل۔۔ وہاں۔۔ نہیں۔ ہے۔۔۔۔ وہ بچوں کی طرح ٹوٹے پھوٹے انداز میں سب کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا، احان شاہ کو اس وقت اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

لالہ بھابھی وہی پہ ہو گی! آپ نے ٹھیک سے دیکھا نہیں ہو گا!!۔۔۔ اس کی حالت پہ ارزم شاہ اسکی طرف بڑھتا فکر مندی سے بولا تھا جس پہ احان شاہ نے گھما کے اسکے جبڑے پہ زور سے مکا جھڑا تھا۔۔

میں نے تمہیں بولا تھانا ارزم شاہ انیکسی پہ دھیان رکھنا!! بولا تھا یا نہیں؟؟؟۔۔۔۔احان شاہ اپنی پوری قوت سے حلق کے بل چلایا تھا، احان شاہ کے اس عمل پہ سب کے دل لرزے تھے۔۔

لالہ آپ نے بولا تھا اور میں نے آپ کے حکم پہ صبح سے ہویلی سے قدم بھی باہر نہیں نکالا! دوستوں کے ڈھیروں فون آئے ہیں لیکن میں صبح سے باہر لان میں تھا بالکل ابھی آپ کی گاڑی کی آواز سن کے کمرے میں آیا ہوں! آپ پریشان مت ہوں! آئے ہم دونوں چل کے دیکھتے ہیں وہ وہی پہ ہوں گی!!۔۔۔۔ارزم شاہ نارمل انداز میں بولتا اسکی فکر مندی کم کر رہا تھا، احان شاہ کی قابل رحم حالت سے اس وقت صاف ظاہر ہو رہا تھا وہ کافی پریشان ہے اسی لئے وہ اسکے مکامارنے کا برا منائے بغیر اسے ریلکس کر رہا تھا جو آپے سے باہر ہو رہا تھا۔۔

وہ۔۔وہ۔وہاں نہیں ہے چھوٹے شاہ!! میں نے انیکسی کی ایک ایک چیز چھان ماری ہے!! میں تو اس کی خوشبو سے اسے تلاش لوں! اسکی چلتی سانسوں کی رفتار ماپ لوں!!اسکی دل میں اپنے نام سے دھڑکتی دھڑکنیں گن لوں! تو بھلا اسکے ثابت وجود کو کیسے جھٹلاؤ گا؟ وہ وہاں نہیں ہے بالکل نہیں ہے!! وہ پوری ہویلی میں نہیں ہے کیونکہ مجھے اپنے ارد گرد اسکی خوشبو محسوس نہیں ہو رہی!! میرا دل فتویٰ دے رہا ہے وہ مجھے سے بری طرح سے روٹھ گئی ہے اس نے بولا تھا وہ مجھ سے دور چلی جائے گی اور وہ چلی گئی ہے!! وہ واقعی یہاں نہیں ہے! ۔۔۔۔۔وہ ارزم شاہ کی طرف دیکھتا نفی میں سر ہلائے ایک ہی سانس میں بولتا چلا گیا۔سب سانس روکے اسکی باتیں سن رہے تھے۔۔

مرحا شاہ اور میرال شاہ تیزی سے انیکسی کی طرف بھاگی تھیں تاکہ گل کو ایک دفعہ خود سے تلاش کر سکیں(اس وقت ایزل اوپر کاظم شاہ کے کمرے میں موجود تھی!)۔۔اسکی دیوانی باتیں سننے کے بعد ارزم شاہ کے پاس اس وقت بولنے کے لئے کچھ نہیں تھا، اسکی زبان کنگ ہوئی تھی جیسے۔۔

لیکن لالہ قسم لے لیں میں صبح سے باہر ہوں میں نے انہیں باہر جاتے نہیں دیکھا! آپ کو یقین نہیں آرہا تو آپ باہر پورچ میں کھڑے ملازموں سے پوچھ لیں!!۔کچھ دیر خاموشی کے بعد ارزم شاہ نے اسے اپنی صفائی دی تھی۔۔

میں نے دیکھا انیکسی کا پچھلا دروازہ کھلا تھا چھوٹے شاہ!! جو پچھلے کئی سالوں سے لاکڈ تھا!! ۔۔۔احان شاہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بول رہا تھا، اس وقت تو بولنے میں بھی جیسے دشواری پیش آرہی تھی۔۔احان شاہ کی بات پہ سب کا دل ڈوب کے ابھرا تھا۔۔

انیکسی کا پچھلا دروازہ تو ہویلی کی بیک سائیڈ کی طرف ہے لالہ اور وہاں ہمیشہ سفیر خان ڈیوٹی دیتا ہے!! آپ پریشان مت ہوں ہم اس سے جا کے اس معاملے کے متعلق پوچھتے ہیں!! مجھے پورا یقین ہے بھابھی ہویلی میں موجود ہوں گی!!۔۔۔ارزم شاہ اسکا کندھا تھپتپاتے ہوئے اسے فری مائنڈ کر رہا تھا، ارزم شاہ کی بات پہ احان شاہ کی آنکھوں میں امید کی کرن دیکھائی دی تھی لیکن دل ہنوز فتوے دے رہا تھا اسکی گل اس سے دور جا چکی ہے!

میرال اور مرحاشاہ بھی گلالئی کی غیر موجودگی کنفرم کر چکی تھیں۔۔کچھ ہی دیر میں ہویلی کے تمام مرد فکر مندی سے ہویلی کی بیک سائیڈ کی طرف آئے تھے۔وہاں پہ سفیر یا کسی بھی ملازم کو نہ دیکھ کے احان شاہ پاگل ہوا تھا۔۔سانسیں ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

سفیر خان!!!!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسے پکارا تھا۔۔سفیر خان ہویلی کا کافی پرانا ملازم تھا، ہمیشہ سے ہویلی کی پچھلی طرف اسی نے ڈیوٹی کی تھی، وہ جب بھی تھوڑی دیر کے لئے ڈیوٹی سے وقفہ لیتا تھا تو اسکی جگہ ڈیوٹی اکبر خان دے دیتا تھا! لیکن وہ زیادہ تر گہری رات سے صبح فجر تک کا وقت ہوتا تھا جب اکبر خان یہاں ڈیوٹی دیتا تھا۔۔یہ وقت سفیر خان کے ڈیوٹی دینے کا تھا جو پوری ہویلی سے غائب تھا۔۔

سفیر!!!۔۔۔اب کی بار احان شاہ کے ساتھ ساتھ ارزم شاہ کی بھی دھاڑ بلند ہوئی تھی لیکن وہاں کوئی سفیر ہوتا تو سنتا نا؟؟

لالہ آپ پریشان مت ہوں!! ہم یہاں کے کیمرے چیک کر لیتے ہیں!! سب ابھی بھی ہمارے ہاتھ میں ہے!!

۔۔۔احان شاہ کو کافی دیر دھاڑنے کے بعد بال مٹھیوں میں جکڑتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسے مزید ایک امید دلائی تھی، وہ اپنے لالہ کو اس حال میں نہیں دیکھا سکتا تھا۔۔

ہاں کیمرے چیک کرو چھوٹے شاہ! انشاءاللہ کچھ نہ کچھ تو ضرور ملے گا!!۔۔۔بیٹے کی بکھرتی حالت دیکھ کے ھارون شاہ پریشانی سے بولے تھے۔ارزم شاہ بھاگتا ہوا واپس سے ہویلی کی اندرونی طرف آیا تھا، زوریز شاہ کے کمرے میں آتے ہی اس کا لیپ ٹاپ پکڑتے وہ نیچے لاؤنج میں آ کے بیٹھا تھا، زوریز شاہ کے لیپ ٹاپ کے ساتھ ہویلی کے تمام کیمرے کنیکٹ تھے۔۔ارزم شاہ نے جلدی سے ہویلی کے بیک سائیڈ کیمروں کی ریکارڈنگ آن کی تھی۔۔سب واپس سے لاؤنج میں آ چکے تھے۔۔احان شاہ دھڑکتے دل سے ارزم شاہ کے سر پہ کھڑا لیپ ٹاپ پہ نگاہیں مرکوز کئے ہوئے

تھا۔۔ارزم شاہ نے بیک سائیڈ کے کیمروں کی ریکارڈنگ اوپن کی تھی لیکن وہاں صرف سفیر ڈیوٹی کرتا نظر آرہا تھا، اس کے آگے کوئی بھی نئی چیز نہیں تھی، ریکارڈنگ ختم ہوتے ہوئے لیپ ٹاپ بلینک ہو گیا۔جونہی لیپ ٹاپ بلینک ہوا احان شاہ نے چیختے ہوئے اپنا ہاتھ سینٹرل ٹیبل پہ پڑے واس پہ زور سے مارا تھا۔۔زہرہ مام اور شاہ بی بی کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔۔ھارون شاہ نے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا تھا لیکن وہ سب سے دور ہو گیا۔۔

اس سب میں سفیر کا ہاتھ ہے!! میں سفیر خان کو چھوڑوں گا نہیں!!۔۔۔احان شاہ حلق کے بل گرجدار آواز میں چیختا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتے حویلی سے نکلا تھا۔لیپ ٹاپ بند کرتے ارزم شاہ نے اسے مرحا شاہ کے ہاتھ میں تھمایا تھا اور اسے حکم دیا تھا اسے واپس سے زوریز شاہ کے کمرے کی الماری میں رکھ کے لاک کر آئے جس وہ سر ہلاتی لیپ ٹاپ لئے اوپر چڑھ گئی۔۔ارزم شاہ اپنا فون پکڑتے ہوئے احان شاہ کے پیچھے بڑھا تھا جس کا رخ پورچ میں اپنی گاڑی کی طرف تھا۔۔ھارون شاہ، دریاب شاہ اور داجی کی سمجھ سے باہر تھا وہ کیا کریں!! شاہ بی بی بظاہر پوتے کی حالت پہ جھوٹے آنسو بہاتی دل میں خوشی سے نہال ہو رہی تھیں، جب ارزم شاہ نے لیپ ٹاپ آن کیا تھا ان کے چہرے کے رنگ اڑے تھے لیکن کیمروں کی کلینک ریکارڈنگ دیکھتے ہی وہ تمام رنگ واپس آچکے تھے، آخر کو سفیر خان نے کام ہی اتنا پکا کیا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط80(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

Say it again!

اسے الماری کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ ایک جست میں اس تک پہنچتا اسے کہنی سے پکڑ کے پیچھے الماری کے ساتھ پٹکتے اسکے گرد دونوں ہاتھ مارتے ہوئے اس قدر بلند آواز میں دھاڑا تھا کہ مرحا شاہ کو اپنے کان بجتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔اسکی آنکھوں میں اس قدر سرخی کو دیکھ کے نا جانے کیوں اپنا جملہ دہرانے کی ہمت نہ رکھ پائی۔۔

I said say it again Mirha Shah!!!!

اسے خاموش دیکھ کے زوریز شاہ حلق کے بل چلایا۔۔ سفید رنگت میں غصے سے بے حد سرخیاں گھلی تھیں۔۔
اس میں اتنا چیخنے کی کیا بات ہے؟؟ شہسوار شاہ جیسے ڈیشنگ اور ہینڈسم پرسنیلٹی کے مالک کو دیکھ رہی تھی میں!! وہ ہے ہی۔۔۔۔۔ مرحاشاہ ابھی سنجیدگی سے شہسوار شاہ کی شان میں مزید تعریفوں کے پل باندھتی جب زوریز شاہ نے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اسے ٹانگوں سے پکڑ کے اپنے کندھے پہ ڈالا تھا۔
لیومی زوریز شاہ!!۔۔۔۔۔ اس اچانک افتاد پہ وہ اپنا جملہ بھولتی اسکی چوڑی پشت پہ مکے جھڑتے ہوئے غرائی تھی۔۔ وہ اسے بیڈ کی طرف لے جانے کی بجائے صوفے کی طرف بڑھا تھا، اسے زور سے صوفے پہ پٹکتے ہی وہ اس پہ سایہ فگن ہوتا اپنے گلے کے گرد لٹکی آف وائٹ اجرک کو نکال کے شدید غصے سے زمین پہ پھینکتا اس پہ جھکا تھا۔۔ اسکے غیض و غضب سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے مرحاشاہ کو اسکے ارادے ٹھیک نہیں لگے تھے، وہ جب اسے اپنے ہاتھوں سے خود سے دور کرتے کرتے تھک گئی تو اس کوشش کو فلاپ ہوتے دیکھ کے اپنی ٹانگوں سے مزاحمت شروع کر دی۔۔ زوریز شاہ جو غصے سے پھولی سانسوں کے درمیان اس کے لبوں کو فوکس میں لئے ہوئے تھے جہاں سے شہسوار شاہ کا نام ادا ہوا تھا اسے ٹانگوں سے مزاحمت کرتے دیکھ وہ اسکی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کرتی اپنی پوری شدت سے اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔ اسکے بالوں میں اپنا مضبوط ہاتھ پھنساتے وہ اسے ہر طرح سے اپنے قابو میں کئے اسکی سانسیں بے دردی سے چھیننے لگا، اسے اتنی تیزی سے اپنی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے دیکھ کے مرحاشاہ کو اپنی سانسیں سینے میں الجھاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، پورا بدن کپکپاہٹ کا شکار ہوا تھا۔ وہ اس کی تیز چلتی سانسوں کو اپنی آگ کی مانند دہکتی سانسوں میں بری طرح سے الجھانے لگا۔۔ آج زوریز شاہ کے لمس میں ذرا بھر بھی نرمی نہیں تھی، اسکے لمس میں اسکی آنکھوں سے کئی گنا زیادہ غصہ تھا۔ کمرے کی معنی خیز خاموشی میں دونوں کی دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں کا شور رقص پیدا کر رہا تھا۔ اسکے لمس میں اس قدر شدت اور جنون کو محسوس کرتے مرحاشاہ کی سانسوں کا تنفس بگڑ رہا تھا لیکن سامنے زوریز شاہ تھا جو بے رحم بننے پہ آتا اسکی ایک ایک سانس چھین لینا چاہتا تھا۔۔ بیوی کے منہ سے کسی دوسرے مرد کی تعریف نے اسکے وجود میں شعلے بھڑکانے کا کام کیا تھا۔ اسکے پاگل لمس کو برداشت کرتے ہوئے مرحاشاہ کے ہوش ٹھکانے لگ رہے تھے، اپنی غلطی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔۔ وہ آخر کیسے اس کریک زوریز شاہ کے سامنے کسی دوسرے مرد کی تعریف کر سکتی تھی؟ کیا وہ بھول چکی تھی وہ کتنا جیلس اور پوزیسو فوجی

ہے؟؟مرحاشاہ کو جب اپنی سانسیں مدھم پڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی تو اپنی انا،غصے اور ناراضگی کو ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اپنے لبوں کی مدد سے اس سے سانسیں چھیننی چاہی لیکن وہ اسے سانسیں چھیننے کی مہلت بھی نہیں دے رہا تھا، اسکے عمل میں شدید تیزی تھی یوں کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت بھی نہیں دے پا رہی تھی،وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں بری طرح سے پیوست کئے اسکی سانسیں روکتا اسے مارنے کے درپہ تھا۔۔مرحاشاہ کی سنہری آنکھیں کی پتلیاں ساکت ہو رہی تھیں۔زوریزشاہ کو جب محسوس ہوا وہ اسکا شدت بھرا لمس برداشت کرتی اب واقعی ہی اللہ کو پیاری ہو جائے گی تو اسکے لبوں چند سیکنڈز کے لئے مہلت دینے کا سوچا لیکن اسکی سزا ابھی بھی ختم نہیں کی تھی۔۔ہونٹوں کو آزادی ملتے ہی مرحاشاہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے زور زور سے کھانسی کی تھی،ایک تو رکتی سانسوں کا غم اور اس پہ تضاد اس کریک فوجی کا سو کلو وزن خود پہ محسوس کرتے اسکی جان ہلکان ہو رہی تھی،زوریزشاہ کو اس کی حالت پہ ترس بالکل نہیں آیا تھا اس وقت وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور شدید پاگل ہو رہا تھا۔۔

تم۔۔پاگل۔ہو۔۔۔ریز۔۔شاہ۔۔۔وہ بے حد پھولی سانسوں کے درمیان لڑکھڑاتے لہجے میں غرائی جس پہ زوریزشاہ نے اسے شدید طیش کے عالم میں قہر برساتی نظروں سے گھورا تھا۔۔خود پہ جھکے گہرے گہرے سانس لے کر اپنے اشتعال پہ قابو پاتے زوریزشاہ کے شدید سرخ چہرے کو دیکھ کے مرحاشاہ کے گلے میں گلٹی سی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

شہسوارشاہ صر۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ اپنی سانسوں کو درست کرتی مزید کچھ بولنے ہی والی تھی جب وہ اسکے منہ سے ایک دفعہ پھر شہسوارشاہ کا نام سنتے پہلے سے بھی زیادہ پاگل ہوتے اس کے سرخ بھیگے لبوں پہ جھک گیا۔مرحاشاہ کی کمر کے گرد اپنا بازو سختی سے لپیٹ کے اسے صوفے سے تھوڑا اوپر کو اٹھاتا وہ ایک دفعہ پھر اسکی ہر آتی جاتی سانس پی رہا تھا۔مرحاشاہ کو اس وقت وہ دماغ سے مفلوج بندہ محسوس ہو رہا تھا جو اسکی سانسیں چھین کے اسے اوپر پہنچا دینا چاہتا تھا، اسکی شدت سے اسکی آنکھیں باہر ابلنے کو بے تاب ہو رہی تھی۔۔وہ اسکے ہونٹوں سے لپٹا اسے سانسیں درست کرنے کے لئے ایک سیکنڈ بھی نہیں دے رہا تھا۔اب کی بار اپنے ہونٹوں پہ اسکے دانتوں کا دباؤ محسوس کرتے مرحاشاہ نے اپنی چھلکنے کو بے تاب آنکھوں پہ بند باندھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اسکی طرف بڑھایا تھا،وہ اپنے لمبے تراشیدہ ناخنوں سے اسکا چہرہ زخمی کرنے والی تھا لیکن زوریزشاہ بروقت اپنا چہرہ بچاتا اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی

گرفت میں لے کے اسکے سر کے پیچھے صوفے کے ساتھ پن کر گیا۔وہ ایک دفعہ پھر اس کے لبوں پہ اپنا جنون دیکھاتا اسے مکمل طور پہ بے بس کر چکا تھا،اب مرحاشاہ کی آنکھوں میں غصے کی لالی کے ساتھ ساتھ آنسو بھی چمکے تھے۔مرحا شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسے اپنی تمام تر منمانی کرنے کی اجازت دی تھی تاکہ اس سے ڈبل بدلہ لے سکے جو زیادہ شوخا ہو رہا تھا کیونکہ اب مزاحمت تو کرنے سے رہی وہ اپنے باڈی بلڈر وجود سے اس پہ اس طرح سے قابو پائے ہوئے تھا کہ وہ ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔اسے مزاحمت روکتے دیکھ کے زوریز شاہ نے کافی دیر بعد اپنی من مرضی سے اسکے ہونٹوں کی جان خلاصی کی تھی،وہ اب پھولی سانسوں کے درمیان اسکے قندھاری ہونٹوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔زوریز شاہ ابھی ان گیلے ہونٹوں پہ موجود نمی اور خون کی بوندیں اپنی انگلی کی پوروں کے ساتھ سمیٹنے ہی والا تھا جب مرحاشاہ ایک دم سے کروٹ بدلتی اسکے سینے پہ آئی تھی،زوریز شاہ اس پہ اپنی گرفت ڈھیلی کر چکا تھا اسی لئے وہ اتنی آسانی سے کروٹ بدل چکی تھی ورنہ کہاں ایک انچ بھی ہل پا رہی تھی وہ اسکی گرفت میں۔۔۔

کیا چاہتے ہو مر جاؤں میں؟؟لو ایک ہی بار گلہ دبا کے مار دو مجھے!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ آتی اسکے مضبوط ہاتھوں کو اپنی گردن پہ رکھتی نم آنکھوں سے غرائی تھی،سانسیں ہنوز پھولی ہوئی تھیں۔۔

یہ شوق بھی پورا کر دوں گا تمہارا! لیکن موت تمہیں اپنے سٹائل سے دوں گا!! بے دردی سے تمہاری روح میں اتر کے۔۔

Just say Shahsawar Shah once again then I swear to God u will see my brutal Side

وہ لہو رنگ آنکھوں سے بے باک لہجے میں طیش کے عالم میں دھاڑتا اسکی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کے اسے خود پہ جھکا گیا۔آنکھوں میں وارننگ تھی کہ اگر وہ شہسوار شاہ کا نام ایک دفعہ بھی دہرائے گی تو پچھتائے گی۔۔

مارو گے مجھے؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے اس سفاک انداز پہ روتے ہوئے چلائی جو اسکی پوری بات سنے بغیر اس پہ دھاڑتا جا رہا تھا۔اسکے یوں چلا کے رونے پہ زوریز شاہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

بولو مارو گے مجھے ؟؟ کیا میں نے تمہارے ساتھ یہ رویہ اپنایا تھا جب تم نے میرے سامنے اس کمانڈر کی بیٹی کا ذکر کیا تھا؟۔۔۔اس کی خاموشی پہ وہ اسکی قمیض کا گریبان اپنے ہاتھوں میں دبوچتی آنسو بہاتے ہوئے چلائی۔۔

باخدا زبان کاٹ دیتی میری پھر بھی افف تک نہ کرتا کیونکہ وہ تمہاری محبت اور جیلسی میں دی گئی سزا ہوتی اور محبوب کی دی گئی ایسی سزائیں بڑی پیاری لگتی ہیں!! اور ویسے بھی تم نے اس مذاق کی کم سزا نہیں دی تھی میرے سینے کا جو حشر تم نے کیا تھا اس سے بہت کم تمہارے ہونٹوں کو جھیلنا پڑا ہے اور یہ تب تب یہ سزا جھیلیں گے جب جب ان ہونٹوں سے کسی غیر مرد کا ذکر ہو گا چاہے وہ مجھے جلانے کے لئے یا مذاق کی صورت میں ہی کیوں نا ہو مرحا شاہ!!

۔۔۔وہ دبے دبے لہجے میں غراتا سینے سے اپنی قمیض کے بٹن کھولتا اسے اسکی پر سورات کی کی گئی کاروائی دیکھا رہا تھا جو اس نے پلین میں اپنے دانتوں سے اسکا سینہ زخمی کیا تھا۔۔زوریز شاہ کا غصہ ہنوز کم نہیں ہوا تھا لیکن اپنی جنگلی شاہزادی کو روتے دیکھ کے وہ بمشکل خود پہ قابو پائے ہوئے تھا، جیلسی میں جسم ہنوز کسی بھٹی کی طرح جھلس رہا تھا بس نہیں تھا ابھی شہسوار شاہ کا نام و نشان اس صفائے ہستی سے مٹا ڈالے۔۔

محبوب کی دی گئی یہ سزائیں بڑی پیاری لگتی ہیں نا؟ تو لو اب جھیلو یہ سزائیں اور خبردار جو تم نے ذرا سی بھی کراہ بھری۔۔۔اسکے سینے پہ اپنے دانتوں کے ڈھیروں نشان دیکھتی وہ اسکے سینے پہ زوردار مکا رتی اس پہ مزید جھکی تھی۔۔

اسکے دودھیا سفید مردانہ سینے پہ اپنے دانت بے دردی سے گاڑتی وہ اسکی گردن میں زور سے اپنے تراشیدہ ناخن گاڑ گئی۔۔زوریز شاہ نے لب بھینچتے ہوئے اسکا یہ بلاوجہ کا تشدد برداشت کیا تھا۔وہ اپنی سانسیں کھینچنے کا بدلہ اسکے سینے پہ اپنے دانتوں کا دباؤ جبکہ گردن پہ ناخنوں کا دباؤ بڑھاتی بے دردی سے اتار رہی تھی۔اسکے ناخنوں کی جلن جب برداشت سے باہر ہوئی تو زوریز شاہ نے نچلے ہونٹ کا کنارہ زور سے دانتوں تلے دباتے اپنی کراہ روکی تھی۔۔

محبت میں سولی بھی چڑھاؤ گی تو چڑھ جاؤں گا! بشرطیکہ بیوہ ہو کے بھی صرف میری رہو!۔۔۔وہ اسے شانت کرنے کی غرض سے ہمیشہ کی طرح اسکی نازک کمر کو اپنے ہاتھ سے نرمی سے سہلاتا مضبوط لہجے میں بولا تھا۔اسکے جملے پہ مرحا شاہ نے اسے سینے سے اپنے دانت ہٹاتے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔سنہری آنکھیں ہری آنکھوں سے چار ہوئی تھیں، اسکی آنکھ کی کمان کے تل کو دیکھتے مرحا شاہ کی دھڑکنیں بڑھی تھیں۔۔کتنی دیر ہوئی تھی اس تل پہ اپنے ہونٹ ثبت کئے۔۔

نہیں ہے تم سے محبت!! دفعہ کیوں نہیں ہو جاتے تم میرے دل سے؟۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی غصے سے غرائی۔۔

جس دن میں تمہارے دل سے دفعہ ہو گیا نامر حاشاہ!! یہ دل ویران ہو کے دھڑکنا بھول جائے گا!!۔۔۔وہ اسکے دل کے مقام پہ انگلی گھماتا اسکی سنہری آنکھوں میں اپنی ہری آنکھیں گاڑتے ہوئے سرد لہجے میں گویا ہوا تھا۔اسکے ہاتھ کی بے باک جسارت پہ مر حاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔

یہ پہلے سے ہی ویران ہے! اس نے دھڑکنا چھوڑ دیا ہے اور خصوصاً تمہارے نام کی مالا جھپنی چھوڑ دی ہے! کیونکہ تم نے مجھے دھتکار کے اس دل کے ٹکرے ٹکرے کر دیئے ہیں! اس دل کو اب سنسان رہنا پسند ہے!۔۔۔وہ اپنے حلق سے آنسوؤں کا گولا اتارتی بھرائے لہجے میں بولی تھی۔۔آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

ساری باتیں چھوڑو! میں تمہیں کچھ بتاتا ہوں!! دو محبت کرنے والے تھے۔۔میاں بیوی تھے۔۔دونوں میں لڑائی ہو گئی۔۔بیوی میکے چلی گئی۔۔شوہر نے کبھی پلٹ کے نہ دیکھا۔۔دونوں ضد کے پکے تھے۔۔جھکنا دونوں کو ہی پسند نہیں تھا۔۔دونوں انتظار کرتے تھے پہل کون کرے گا۔۔مہینوں بیت گئے۔۔نہ وہاں سے شروعات ہوئی نہ یہاں سے۔۔۔وقت گزرتا رہا اور کئی شامیں بیت گئی۔۔اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔پیار ہار گیا اور ضدیں جیت گئی۔۔ایک خوبصورت رشتے کا ٹوٹنا ٹل جاتا اگر دونوں میں سے کوئی ایک پہل کر لیتا۔۔کیوں ہم پیار کرنے والوں کو اتنی آسانی سے جانے دیتے ہیں؟ کیوں ہم ان کے ساتھ سمجھوتا نہیں کر لیتے؟ کیوں پیار سے منا نہیں لیتے؟ کیوں یہ نہیں کہتے کہ پوری دنیا بھی روٹھ جائے گی میں تمہارے ساتھ رہوں گا/رہوں گی؟ پیار میں ہم اتنے خود غرض کیوں ہو جاتے ہیں؟؟ کہنے کو ہم دونوں ایک دوسرے کے محبوب ہیں لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کی اوقات سے باہر ہیں!! میں اتنا ڈھیٹ ہوں آرمی نہیں چھوڑتا اور تم اتنی ضدی ہو مجھ سے ناراضگی نہیں چھوڑتی! ہمیشہ میں تمہیں منانے میں پہل کرتا ہوں اس دفعہ تم سمجھوتا کرنے میں پہل کر لو یار! کیا پتا ہم میں بہت کچھ ٹھیک ہو جائے! یقین مانو اب خود سے کمینوں والی فیلینگز آتی ہے ایسا لگتا ہے صرف ہجر کاٹنے کے لئے پیدا ہوا ہوں! میں نے آرمی اس وقت اپنائی تھی جب تم نے مجھے چھ سال کا ہجر سونپا تھا! آرمی اور تم دونوں میرے لئے ایک جتنے ضروری ہے۔۔نہ کم نہ زیادہ! میں کیسے دونوں میں سے کسی ایک چیز کو چھوڑ دوں؟ تم نے وہ چھ سال مجھے میرا کیریئر بنانے کے لئے خود سے دور کیا

تھا! اب کیریئر بنا چکا ہوں پھر بھی قریب نہیں آنے دیتی ہو! کیریئر چھوڑ دوں گا تو بولو گی بچے کیا سوچیں گے ماں باپ ایسے ہیں تو ہم پڑھ لکھ کے اور کیریئر بنا کے کیا کریں گے ؟ تمہارے لندن جانے کے ایک سال بعد میں نے آرمی جوائن کی تھی! صرف اتنا جان لو جس پاک آرمی سے تم نفرت کرتی ہو اگر یہ آرمی ایگزیسٹ نہ کرتی تو آج تمہارا ریز شاہ زندہ نہ ہوتا بلکہ پانچ سال پہلے ہوئے واقعی کے دوران اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا! پانچ سال پہلے مخالف پارٹی نے میری گاڑی پہ فائرنگ کروائی تھی، اس دن میں احان لالہ کی گاڑی سڑکوں پہ دوڑا رہا تھا! مخالف پارٹی جانتی تھی بابا اور دادا جان احان لالہ کو آگے لانے کی کوشش کر رہے ہیں اسی لئے انہوں نے مجھے احان شاہ سمجھتے ہوئے مجھ پہ حملہ کیا اور شدید گیا۔۔ رات کا پہر تھا میرے آگے پیچھے دو بڑی بڑی گاڑیاں آ کے رکی تھی۔۔ لالہ کے اور میرے نقوش تقریباً ملتے جلتے تھے وہ لوگ مجھے دیکھ کے بھی پہچان نہ پائے کہ وہ جسے اغوا یا قتل کرنے آئیں ہیں وہ میں نہیں ہوں! ان سب نے مجھ پہ بندوقیں تان دیں! اس وقت میں پہلے ہی غموں کا اتنا ستایا ہوا تھا، بندوق میرے پاس تھی لیکن میں نے خود کو بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔ میں ضدی انداز میں ان کے ساتھ زبان درازی کرتا رہا، تب تک کرتا رہا جب تک ایک گولی میرے پیٹ کو نہیں چھو گئی، میرے پیٹ میں گولی پیوست ہوئی تو معلوم ہوا مرنا آسان نہیں ہے یہ تو بہت تکلیف دہ عمل ہے! گولی پیٹ میں لگی تھی لیکن درد پورے وجود میں سرائیت کرنے لگا! میں ہویلی کا وہ سپوت تھا جسے آج تک کسی نے کانٹے جتنی تکلیف بھی نہیں تھی سوائے تمہارے ہجر کے! خود کو غصے میں تکلیف دیتا تھا تو کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی وہ تکلیف کسی دوسرے نے دی تھی میرے اندر کا بچہ جاگا تھا دل کیا ابھی میرا باپ سامنے ہو اور اسکے سینے سے لگ کے بتاؤں کس قدر تکلیف میں ہوں! وہ گولی بہت تکلیف دہ محسوس ہوئی تھی کیونکہ وہ میری زندگی کی پہلی جسمانی چوٹ تھی جو اس وقت گہری لگی تھی کہ درد سے جان جا رہی تھی، میں جو ان دنوں مرنے کی دعائیں مانگتا تھا یہ ایک گولی کھانے کی بعد اپنے زندہ رہنے کی دعائیں مانگنے لگا! اتنی ہمت نہیں تھی اپنی بندوق اٹھا کے ان لوگوں پہ چلا سکوں جو اس وقت میری جان کے دشمن بنے ہوئے تھے، وہ بارہ لوگ تھے میرے پاس ایک بندوق تھی! بندوق میں صرف چھ گولیاں تھیں، میں چھ لوگ نیچے گرا دیتا باقی کے چھ لوگ مجھے گولیوں سے بھون کے رکھ دیتے کیونکہ یہ کوئی فلم یا ڈرامہ نہیں تھا جہاں پھونک مار کے یا دو چار مکوں اور ٹھڈوں سے مقابل کو مات دے دیتا وہ سب حقیقت تھی اور حقیقت میں مرنا بہت تکلیف دہ ہے یہ اس دن معلوم ہوا تھا۔ میں نے

ابھی اللہ سے اپنے زندہ رہنے کی دعا مانگی تھی جب اگلے ہی پل وہ بارہ کے بارہ لوگ مجھے نیچے زمین پہ گرے دیکھائی دیئے تھے۔ مجھے وہ کسی معجزے سے کم نہیں لگا تھا! انہیں یکے بعد دیگرے نیچے گرتے دیکھ کے میں نے حیرت سے پھٹی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا تھا!! وہاں آرمی کے چار جوان موجود تھے اور ایک ادھیڑ عمر کرنل!! مجھے بچانے کے بعد انہوں نے مجھے فرسٹ ایڈ دی! پھر مجھے قریبی ہاسپٹل لے گئے۔ کرنل صاحب کو مجھ میں نا جانے کیا دکھا جو مجھ سے میرا نمبر لے لیا۔۔ خیر مختصر اًبتاؤں تو میرا نمبر لینے کا ایہ نتیجہ نکلا کہ انہوں نے مجھے آرمی میں برتی کروا کے سکھ کا سانس لیا! میں نے بارہا بولا تھا میں آرمی جوائن نہیں کروں گا! میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا اور سب سے بڑی بات میں کسی کے ساتھ کیا گیا وعدہ نہیں توڑ سکتا۔۔ انہوں نے میری ایک نہ سنی مجھے ہر روز ٹریننگ پہ بلانے لگے۔ بولتے تھے تب تک کسی کو ٹریننگ سٹارٹ نہیں کرواؤں گا جب تک تم یہاں قدم نہیں رکھو گے! میں نیند میں بھی ہوتا تھا تو ان کی ایسی دھمکی پہ بستر چھوڑ کے جانا پڑتا کہ میری وجہ سے کتنے لوگوں کا نقصان ہو گا!! کتنے لوگ انتظار کریں گے! کیونکہ کرنل صاحب کی ضدی طبیعت سے میں واقف ہو چکا تھا! کبھی کبھی تو دل کرتا تھا اس بڈھے کرنل کو بلاک مار دوں ایک دفعہ تو میں نے بلاک مار دیا لیکن اگلے ہی دن مجھے کسی دوسرے نمبر سے کرنل صاحب نے فون کر ڈالا اور میٹھے انداز مین وہ بے عزتی کی کہ مجال ہے جو اس دن کے بعد میں نے کسی کو بلاک مارا ہو! خیر وہ معاملہ گزرا! میں نے ٹریننگ مکمل کر لی! ٹریننگ مکمل کی تو دل میں حب الوطنی کا اتنا جزبہ پیدا ہو گیا کرنل صاحب نے مجھے صرف ایک بار ایک مشن میں حصہ لینے کی آفر کی میں نے بنا سوچے سمجھے ہاں کر دی کیونکہ اس وقت حب الوطنی کا جذبہ غالب آ چکا تھا، کہ میں انکار نہ کر پایا۔۔ کرنل صاحب نے میرے دل و دماغ میں اس قدر حب الوطنی کا جذبہ بھر دیا تھا کہ میں سوتے جاگتے بھی خیالوں مین دشمنوں کی شہہ رگ اڑا رہا ہوتا تھا۔۔ قصور میرا نہیں ہے کرنل صاحب کا ہے جنہوں نے مجھے فوج میں برتی کروایا! مجھے بولتے تھے بچپن کا کیا گیا وعدہ وعدہ نہیں ہوتا وہ صرف ایک غلطی ہوتی ہے! تم اس غلطی کو سدھار کے اپنے ملک کو سرو کرو گے تو دنیا کے ساتھ ساتھ ایک دن تمہاری محبوبہ بھی تم پہ فخر کرے گی! تمہارے پاس ایک بہترین چانس ہے کہ اپنے اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو سکو وہ جہاد کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے انہیں پسند کرتا ہے! خیر کہیں نہ کہیں ان کی یہی باتیں میرے دل کو چھو گئی۔۔ دل نے کہا کہ شاید تم بچپن کا کروایا گیا وعدہ بھول چکی ہو اور مجھ پہ فخر کرو! کیونکہ میں نے سنا تھا لڑکیاں فوجیوں پہ مرمٹتی ہیں مجھے لگا تم مجھے دھتکار

کے ہجر سونپ کے جا رہی ہو اگر جو کبھی واپس آؤ گی تو میں تمہیں خود پہ مر مٹنے پہ مجبور کر دوں گا!! لیکن سب الٹ ہو گیا!! وجہ ہمارا ایک دوسرے کو مکمل اعتبار میں نہ لینا تھا! تم اپنے دماغ کی الگ کھچڑی بناتی رہی میں نے دماغ میں الگ کھچڑی پکاتا رہا! دونوں کا مشن ایک دوسرے سے آگے نکل کے اسے جتانا تھا کہ میں نے تم سے زیادہ محبت کی ہے! لیکن ہوا کیا؟ ہم محبت جتاتے جتاتے ضدی بن گئے! انا پرست بن گئے! ہم ایسے تو نہیں تھے مرحا! ہم تو سادہ سے محبوب تھے! اب دیکھو انا اور ضد نے کیا سے کیا بنا ڈالا ہے۔۔ اگر تمہیں لگتا ہے میں آرمی کو لے خود غرض ہو رہا ہوں تو تم میرے ساتھ تھوڑا سا کمپرومائز کیوں نہیں کر لیتی؟ میرا ہاتھ پکڑ کے یہ کیوں نہیں کہتی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں! سب ٹھیک ہو جائے گا؟ یہ کیوں نہیں کہتی میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے ریز شاہ؟۔۔ یقین مانو صرف اتنا سا بولنے سے ہی بہت کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے!! تمہیں کیا لگتا ہے اللہ تمہیں تمہارے کمپرومائز کرنے کا صلہ نہیں دے گا؟ یا میں اتنا بے حس ہو گا جو تمہارے ساتھ زیادتی کر جاؤں گا؟ کچھ نا کچھ تو ایسا کروں گا جس سے تم تھوڑی سی خوش ہو جاؤ یا حالات میں تھوڑی سی تبدیلی آ جائے؟ تمہیں لگتا ہے میں آرمی میں ہوں تو کسی بھی وقت شہید ہو سکتا ہوں! کیا پتا میں آرمی چھوڑ دوں اور اسی دن کسی ایکسیڈنٹ سے مر جاؤں؟ یار موت بتا کے تھوڑی آتی ہے؟ اگر موت بتا کے آنی ہوتی تو تمام مسلمان کلمہ پڑھ کے فوت ہوتے خواہ وہ مومن ہو یا منافق!! ۔۔۔ مجھے لگتا ہے ہمیں اپنی زندگی کے یہ خوبصورت لمحات ضائع نہیں کرنے چاہئیے! ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار کے ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئیے! ہم یہ معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیتے ہیں! اور جہاں تک رہی تمہیں دھتکارنے کی بات تو سنو:

مٹا دوں یہ پردے سبھی
ختم کر دوں یہ فاصلے سبھی
میں تیری روح میں اتر تا پل نہ لگاؤں
تو ایک دفعہ اور اپنا حق مانگ تو سہی

)یہ شعر میری ایک پیاری ریڈر " عروہ عشق " کا لکھا گیا ہے(

زوریز شاہ جو بولنا شروع ہوا تھا تو مرحا شاہ کی زبان تالو سے چپکا گیا۔ وہ اپنے الفاظ سے اسے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کر چکا تھا۔۔ اسکا ایک ایک لفظ سنتے مرحا شاہ کے آنسو ٹپ ٹپ اسکے عارضوں پہ گرتے زوریز شاہ کے سینے پہ

گر رہے تھے، زوریز شاہ کی قمیض سینے سے گیلی ہو چکی تھی۔ مرحاشاہ کو اس کی باتوں میں صرف ایک غم کھائے جا رہا تھا اگر اس دن اسکے ریز کو کوئی نہ بچاتا تو وہ آج اس کے سامنے نہ ہوتا۔۔ اگر وہ اس کے سامنے نہ ہوتا تو وہ کیسے زندہ رہتی؟ کس سے جا کے اپنا ریز طلب کرتی؟؟ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا مرنا ہمارے ہاتھ میں تو نہیں ہوتا انسان تو کبھی بھی مر سکتا ہے جب اللہ چاہے! ۔۔ کچھ دیر بے آواز رونے کے بعد مرحاشاہ نے لمبی سی ہچکی بھرتے ہوئے جھک کے اسکے عنابی ہونٹوں پہ اپنے گلابی لب رکھے تھے اور انہیں شدت سے چومتے اسکی سانسیں کھینچ کے خود میں انڈھیلی تھیں۔۔ زوریز شاہ جو اس سے مزید جنگلی پن کی توقع کر رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ پھر سے اسکا سینا نوچ کے رکھ دے گی لیکن وہ تو اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھے اسکے اپنی آنکھیں موندے زوریز شاہ کے گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لئے ہوئے تھی۔ وہ ساکت ہوئے اپنی منکوحہ کا یہ روپ دیکھ رہا تھا جب اس نے اپنے ہاتھ اسکے گالوں سے سرکاتے ہوئے اسکے بالوں میں سلجھاتے اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے ہوئے زوریز شاہ کی سانسوں میں اپنی سانسیں بری طرح سے الجھا دیں۔ وہ ہمیشہ اسے حیران کرتی تھی۔ زوریز شاہ کا دل ہمیشہ کی طرح کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ زوریز شاہ نے خمار آلود نگاہوں سے خود پہ جھکی مرحاشاہ کو دیکھا تھا جو آنکھیں موندے اپنی شدت میں لمحہ بالمحہ اصافہ کرتی اب اس سے دور ہونے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں ہاتھوں سے حصار باندھتے اسے شدت سے خود سے لپٹائے اسکے لبوں پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے_ مرحاشاہ کے لمس میں اپنی شدتیں اور جنون شامل کر گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 81 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ دونوں کتنے ہی وقت تک ایک دوسرے کے لمس میں کھوئے ایک دوسرے کی سانسوں کے ساتھ بری طرح سے کھلواڑ کرتے رہے۔۔ وقت گزر رہا تھا دونوں کی سانسیں خطرناک حد تک پھول رہی تھیں لیکن وہ دونوں ہی ایک دوسروں کو ٹکر کا مقابلہ دیتے ایک دوسرے کے لب شدت سے چوم رہے تھے۔۔ ایک دوسرے کی سانسیں کھینچ کھینچ کے دونوں کی سانسیں پھول رہی تھیں لیکن وہ دونوں ہی پیچھے نہیں ہٹے تھے۔۔ مرحاشاہ سے جب اس بے باک

انسان کے لمس کا مزید مقابلہ نہ ہوا تو اسکے سینے پہ اپنے ناخن گاڑتی اپنے لب اس سے جدا کرتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔زوریز شاہ نے فتح مندی سے قہقہ لگاتے بے باکی سے اسکی کمر پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔وہ اسکے قہقے کا مطلب سمجھتی اسکے سینے پہ پھر سے دانت گاڑ گئی۔۔

Let's try once again

وہ ہنستے ہوئے اسے ایک بار پھر کس کرنے کا مشورہ دے رہا تھا جس پہ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے اسکے سینے پہ اپنے دانت گاڑ گئی۔۔

اگر یہی عمل کسی روز میں نے دہرایا نا تو پچھتاؤ گی بے بی!!!۔۔۔وہ اسکے سنہری بالوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرتے گھمبیر لہجے میں بولا تھا، اسکی بے باک زو معنی سرگوشی پہ مرحاشاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹا گئی۔۔

یقین مانو اتنا مزہ کبھی کسی مقابلے میں نہیں آیا جتنا سانسوں کے اس کھلواڑ میں آیا ہے!!۔۔۔وہ اسکے سرخ لبوں پہ اپنی انگلیاں پھیرتا خمار الود لہجے میں گویا ہوا تھا، مرحاشاہ کے گال دہک کے لال ہوئے تھے جنہیں دیکھ کے زوریز شاہ اسے خود پہ جھکاتا اسکے گالوں کو زور سے چوم گیا۔۔

تم نے مجھے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔۔۔وہ اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کرتی اپنی شرم پہ قابو پاتی اسکے سینے پہ موجود اپنے دانتوں کے نشان پہ انگلی پھیرتی بھرائی آواز میں استفسار کر رہی تھی۔۔

تم نے مجھے موقع کب دیا تھا؟ میں جب بھی تمہیں بتانے کی کوشش کرتا تھا تم ہمیشہ کچھ نہ کچھ الٹا سیدھا بول کے میرے ضبط کا پیمانہ لبریز کر دیتی تھی۔ تمہاری اس ناراضگی نے ہمارے کتنے ماہ برباد کر ڈالے!!۔۔۔وہ اسکے بال اسکے کان کے پیچھے کرتا مدھم آواز میں بولا تھا، لہجے میں شکوہ سا تھا جس پہ مرحاشاہ نے اپنی تیکھی ناک سکوڑی تھی۔۔

اور خود جو مہینہ مہینہ ہویلی سے غائب رہتے تھے؟ اسے کس خاتے میں ڈالو گے؟؟۔۔۔وہ اسکا کالر کھینچ کے اسے صوفے سے کچھ اوپر کی طرف اٹھانے کی ناکام کوشش کرتی دانت پیس کے بولی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکی کوشش کو کامیاب بناتے اپنا سر صوفے کی پشت سے اٹھاتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنا شدت بھرا لمس چھوڑا تھا۔۔مرحاشاہ اس اچانک افتاد پہ اسکا کالر چھوڑتی اسکی طرف حیرانگی سے دیکھنے لگی جو ایک جھٹکے میں کروٹ بدل کے اس پہ آتا اسکی

گردن پہ دیوانوں کی طرح جھک چکا تھا۔۔ اسکی گردن کو کتنی ہی دیر اپنے لمس سے مہکاتے اسکے لب اب اسکی گردن کی گہرائیوں کی حدود پار کر رہے تھے جس پہ مرحاشاہ نے تھوک نگلتے ہوئے جلدی سے اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔

وہ سب میرے کام کا حصہ تھا!! اور کچھ جب تم میرے لاکھ منانے پہ بھی نہیں مانتی تھی تو کبھی کبھار تو فری ہو کے بھی ہویلی میں قدم رکھنے کو دل نہیں کرتا تھا کیونکہ تمہاری ناراضگی برداشت نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔ وہ اپنے لبوں پہ دھڑے اسکے نازک ہاتھوں پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولا۔۔ اسکے کام کا سن کے مرحاشاہ کا دل پھر سے بھر آرہا تھا لیکن پھر اسکی لمبی سی تقریر کو یاد کرتی وہ اپنے لرزتے دل پہ قابو پا گئی۔۔

اور وہ کمانڈر کی بیٹی؟؟۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ نے کب سے اپنے دل میں کھلبلی مچاتا سوال آخر کار دریافت کر ہی لیا۔ اسکے جیلس انداز پہ زوریز شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

اب تمہارا شوہر تمہارے علاوہ سب کو اتنا پیارا لگتا ہے تو میں کیا بول سکتا ہوں؟۔۔۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔۔

لگتا ہے اس شوہر کو اپنا یہ خوبصورت چہرہ پیارا نہیں ہے؟؟۔۔۔ وہ اسکے چہرے پہ اپنی مخروطی انگلیاں بجاتی اسے دراصل اپنے تراشیدہ ناخن دیکھا رہی تھی جن سے وہ اسکا چہرہ زخمی کرنے کا ارادہ رکھ رہی تھی۔۔ زوریز شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے دونوں ہاتھ تھامتے اس سے اپنا چہرہ بچایا تھا، اسکا کوئی بھروسہ نہیں تھا جیلسی میں ہر حد پار کر جائے۔۔۔ وہ دونوں آج کافی دنوں بعد اپنے پرانے روپ میں لوٹے تھے۔۔

شہسوار شاہ کو کیسے جانتی ہو تم؟ اسکا نام لئے بغیر جواب دینا۔۔۔۔ زوریز شاہ نے بھی لگے ہاتھ آبیبرو اچکاتے ہوئے دانت کچکچاتے اس سے شہسوار شاہ کے متعلق دریافت کیا تھا۔۔

اب تمہاری منکوحہ اتنی قابل اور مشہورِ زمانہ ڈاکٹر ہے تو میں کیا بول سکتی ہوں؟۔۔۔۔ مرحاشاہ نے بھی اسے جلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی وہ شہسوار شاہ کا نام لئے بغیر اسے اسی کے انداز مین جواب دیتی کندھے آچکا گئی جس پہ زوریز شاہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسکی ٹھوری پہ اپنے لب رکھ گیا۔۔

میں تمہارا وزن برداشت کر کے تھک گئی ہوں ریز۔۔۔۔۔نازک سی مرحاشاہ نے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے نازک لب رکھتے بالآخر دہائی دیتے ہوئے اس سے خود پر سے ہٹنے کی گزارش کر ڈالی جس پہ وہ مسکرا کے فوراً سے کروٹ بدلتا اسے اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے اسکے سنہری بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔۔

ایک دوسرے سے گلے شکوے کرتے وہ دونوں نا جانے کب یونہی صوفے پہ ایک دوسرے کے حصار میں پر سکون نیند سو گئے۔۔ مرحاشاہ اسکے سینے میں اپنا چہر چھپائے اسکی گردن کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کے سو رہی تھی جبکہ زوریز شاہ اسکی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کئے اسکے کمر کے گرد مضبوطی سے اپنا حصار باندھے گہری نیند میں تھا۔۔ دونوں کی نیند کافی دنوں سے پوری نہیں ہوئی تھی جو وہ آج ایک دوسرے کی بانہوں میں سکون سے پوری کر رہے تھے، ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا یہ وہی دو لوگ تھے جو کچھ دیر پہلے بری طرح سے جھگڑ رہے تھے۔۔

)چھ ماہ قبل(

لالہ! یار کب تک ایسے رہیں گے ؟یوں سوگ منانے سے سب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا!! آج زوریز لالہ سے بھی کانٹیکٹ ہو گیا تھا وہ رات تک حویلی پہنچ جائیں گے ! آپ پلیز یوں اداس مت ہوں۔۔ مجھے آپ کو ایسے دیکھ کے اچھا نہیں لگ رہا یار۔۔۔ ارزم شاہ اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بے حد فکر مند لہجے میں گویا ہوا تھا جو اوندھے منہ بیڈ پہ گرا تکیے میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھا۔ وہ اس وقت صرف بلیک ٹراؤزر میں ملبوس تھا، پچھلے چار دنوں سے اسکی جان جیسے سولی پہ اٹکی ہوئی تھی، اسلامباد کا ایسا کون سا حصہ تھا جہاں احان شاہ نے اپنی پٹھانی کو تلاش نہیں تھا؟ وہ اور ارزم شاہ اسلامباد سے باہر بھی بہت ہاسپٹلز وغیرہ میں گلالئی کو تلاش کر چکے تھے لیکن وہ کہیں نہیں تھی وہ کسی سوئی کی طرح غائب ہوئی تھی۔۔ احان شاہ نے ان چار دنوں میں صبح شام ایک کرتے ہوئے اپنی پوری پاور استعمال کر لی تھی لیکن سفیر خان نا جانے کس کونے کھدرے میں چھپ کے بیٹھ چکا تھا جو احان شاہ جیسا سیاست دان، پیسے، شہرت اور تعلقات کی پاور رکھنے والا شخص اسے تلاش نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ آج صبح سویرے ہی حویلی لوٹا تھا۔۔ حویلی لوٹتے ہی اپنے پورے کمرے کی تباہی کرتے اپنے وجود سے شرٹ اور ویسٹ چیر کے اتارتا وہ بیڈ پہ گرا تھا۔ اب شام ہونے والی

تھی۔۔وہ صبح سے بیڈ پہ گرا ابھی تک خود میں اٹھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا، لمحہ بالمحہ اسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

محبت کی جدائی میں محبوب کا سوگ منانا لازم و ملزوم ہے چھوٹے شاہ۔۔اگر سوگ نہیں مناؤں گا تو بے وفا کہلایا جاؤں گا۔۔معاملے مرنے والوں کا ہوتا ہے تو انسان صبر سے کام لے لیتا ہے دو چار روز سوگ منا کے ہر چیز بھولنے کی کوشش کرتا ہے! یہاں معاملہ محبت سے جدائی کا ہے اور یہ جدائی بہت خطرناک ہے! قسم سے دل کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔۔میں نے کہیں پہ پڑھا تھا دکھ بچھڑنے والوں کا ہو تو تا عمر ٹھہرا رہتا ہے۔۔تب اس جملے کی سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ تب محبت نہیں ہوئی تھی۔۔آج دیکھو محبت بھی ہوئی ہے اور جدائی جیسی بیماری تحفے میں بھی ملی ہے۔۔۔ آج اس لائن کی سمجھ آئی ہے محبت کی جدائی تو واقعی ہی تا عمر ساتھ چلتی ہے۔۔ابھی اسے میری نظروں سے اوجھل ہوئے چار روز ہوئے ہیں لیکن مجھے لگ رہا ہے چار سو یا چار ہزار صدیاں گزر چکی ہوں۔۔ہر اگلے منٹ مجھے لگتا ہے اسکی جدائی میری جان لے لے گی لیکن میں کتنی ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوں میری جان نہیں جا رہی۔۔دم نکل جائے تو شاید تھوڑی سی راحت مل جائے اتنی تکلیف مت ہو جتنی ابھی اس وقت زندہ رہتے ہوئے ہو رہی ہے۔۔یہ تکلیف سے بھی کوئی اوپر کی چیز ہے یار۔۔۔میں اسکے بغیر ٹوٹ رہا ہوں لیکن مجھے سمیٹنے والی نہیں ہے؟ کیا مجھ سے زیادہ بد قسمت انسان دنیا میں کوئی ہو سکتا ہے جس نے اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں ٹھکرایا ہے؟؟۔۔۔وہ ہنوز اوندھے منہ لیٹا تھکے تھکے لہجے میں بولتے بیڈ شیٹ کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں زور سے دبوچتا جیسے اپنے دل کا درد کم کرنے کی ایک ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔اسکے الفاظ سنتے ہوئے ارزم شاہ کی اپنی حالت بری ہو رہی تھی، وہ اسے اس حالت میں دیکھ نہیں پا رہا تھا، اسے اس وقت اگر کوئی سنبھال سکتا تھا تو وہ سید کاظم شاہ تھا جو اس وقت آسٹریلیا میں موجود ان سب سے راستہ منقطع کئے ہوئے تھے، ارزم شاہ نے ہر طرح سے اس سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا۔۔اسے اس وقت اپنے ٹوٹے بکھرے لالہ کو خود ہی سنبھالنا تھا اور وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا ایسا کیا کرے جو اسکا درد کچھ کم ہو سکے۔۔وہ اسکا درد کم کرنے کی خاطر خاموشی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکی درد بھری باتیں سنتا رہا جو شاید وہ اپنا دل ہلکا کرنے کے لئے کر رہا تھا۔۔

میں دعا کرتا ہوں اس درد سے کوئی نہ گزرے۔۔یقین مان یار جدائی کا یہ درد بہت جان لیوا ہے۔۔افف کاش میرے پاس وہ الفاظ ہوتے جن میں میں اس درد کی وضاحت دے پاتا لیکن مجھے تو وہ الفاظ بھی نہیں مل رہے جن سے محبوب سے جدائی کی تکلیف بیان کی جاسکے۔۔چار دنوں میں میں مرنے والا ہو گیا ہوں مجھے سمجھ نہیں آتی زوریز شاہ چھ سال کا ہجر کاٹ کے زندہ کیسے رہا ہے؟جب وہ اپنی محبوبہ کو ٹوٹ کے چاہنے والا اتنے درد و تکلیف میں بھی چھ سال زندہ رہا ہے تو میں کس کھیت کی مولی ہوں؟مجھے تو اب اس جدائی سے ڈر لگنے لگا ہے یار۔۔یہ تو بہت تکلیف میں رکھے گی اور اس جان لیوا تکلیف سے مرنے بھی نہیں دے گی۔۔اور جانتا ہے اس قدر تکلیف میں زندہ رہنا موت سے بھی بدتر ہے۔۔۔محبت پاگل ہو گی جو مجھ جیسے ناکام عاشق کو اتنی جلدی مرنے دے گی جو محبت بھی ٹھیک سے نہ کر پایا۔۔۔میں تجھے بتا رہا ہوں یہ محبت مجھ سے چن چن کے بدلے لے گی۔۔تو دعا کرنا یار کوئی معجزہ ہو جائے اور میری گل مجھے واپس مل جائے۔۔۔بس ایک دفعہ واپس مل جائے میں اسے اتنی محبت دوں گا دنیا دیکھے گی۔۔۔دنیا رشک کرے گی میری گل پہ۔۔۔احان شاہ کی آواز میں اب آنسوؤں کی آمیزش واضح تھی۔۔ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پایا تھا،احان شاہ کے الفاظ میں اس قدر تکلیف اور فریاد تھی کہ وہ اس وقت ہنستے ہوئے بندے کو بھی آسانی سے رلا سکتا تھا۔۔ارزم شاہ جو اسکا سوگ کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا وہ خود اس بات سے ناواقف تھا چند روز بعد کا یہی سوگ تقدیر اسکی قسمت میں بھی لکھ چکی ہے۔۔آج تو وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پا رہا تھا لیکن جس دن محبت میں جدائی کا مرض اسے لگنا تھا تب آنسوؤں نے آنکھوں سے پھسلتے ہوئے سینے تک کا سفر کرنا تھا۔۔تب ارزم شاہ کو معلوم ہونا تھا زندہ لاش بننا کسے کہتے ہیں۔۔تب ارزم شاہ نے احان شاہ کے گلے لگ کے رونا تھا۔۔۔اسکی تمام باتوں سے اتفاق کرتے ہوئے اس نے کہنا تھا"لالہ آپ سچ کہتے ہیں محبت تو بہت ذلیل کرواتی ہے یار،یہ جدائی واقعی ہی بہت جان لیوا ہے"۔۔۔ابھی احان شاہ کچھ بولتا جب زوریز شاہ تیزی سے اسکے کمرے کا دروازے کھولتے اندر داخل ہوا تھا،مغرب ہونے والی تھی لیکن کمرے میں اندھیرا تھا،صرف لیمپ کی نیم روشنی تھی،وہ لیمپ بھی احان شاہ بار بار جلا اور بجھا رہا تھا۔۔زوریز شاہ نے کمرے کی لائٹس آن کرتے ہوئے ان دونوں کو سلام کرتے احان شاہ کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔زوریز شاہ کو یہاں دیکھ کے ارزم شاہ کو کچھ ہمت ملی تھی،وہ اکیلا اسے سنبھالتے سنبھالتے تھک چکا تھا،اب زوریز شاہ آیا تھا تو محسوس ہو رہا تھا وہ دونوں مل کے جلد ہی اپنے لالہ کو سنبھال لیں گے جو

آج پہلی بار اس قدر ٹوٹ کے بکھرا تھا کہ سمیٹنا مشکل ہو رہا تھا۔۔ کمرے کی لائٹس آن ہوتے دیکھ کے احان شاہ جو اپنا چہرہ مزید تکیے میں چھپا رہا تھا، زوریز شاہ کی سلام کی آواز پہ اس نے جلدی سے رخ موڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا جو اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

لالہ!!۔۔۔۔۔ احان شاہ کی ہری آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے زوریز شاہ تڑپتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا، وہ جو اس دن سے اس خفا تھا جس دن اس نے گلالئ کو حویلی سے انیکسی کی راہ دیکھائی تھی آج اسکی آنکھوں میں موجود درد برداشت نہ کرتے ہوئے وہ تڑپ اٹھا۔۔ کیسے نہ تڑپتا؟ وہ اسکا خونی بھائی تھا، اسکا بازو۔۔۔ تکلیف میں احان شاہ تھا اور اسکی تکلیف زوریز شاہ کو اپنے وجود میں سرائیت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے احان شاہ تیزی سے بیڈ سے اٹھتا اسکی طرف بڑھا تھا اور بجائے اسکے گلے لگنے کے ایک زوردار مکا رکھ کے اسکے جبڑے پہ جھڑا تھا۔۔

کیا فائدہ تیرے فوجی ہونے کا جب تجھے اپنے خاندان کے علاوہ باقی سب کی فکر ہے۔۔ پاگلوں کی طرح سو فون کر ڈالے تھے تجھے! کہاں دفعہ ہو گیا تھا؟؟ ہم پہ یہ میجر کے عہدے کا رعب مت ہی جھاڑ تو اچھا ہو گا ورنہ تجھ سمیت تیرے اس فون پہ پٹرول چھڑک کے آگ لگا دوں گا جسے صحیح وقت پہ نہ اٹھانا تیری فطرت میں شامل ہے!!۔۔ احان شاہ دھاڑا تھا وہ پچھلے چار دنوں سے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

احان شاہ کے بھاری ہاتھ کا مکا جبڑے پہ محسوس کرتے زوریز شاہ کو اپنا جبڑہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا، اس نے بے ساختہ کراہتے ہوئے اپنے جبڑے پہ ہاتھ رکھتے معصوم شکل بنائی تھی۔۔ اسکا واقعی ہی کوئی قصور نہیں تھا، وہ جس ایریا میں تھا وہاں سگنل نہ ہونے کے برابر آ رہے تھے، آج اسلام آباد کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں کئی جگہ پہ بحال سگنل دیکھ کے ارزم شاہ کی کال اٹھا پایا۔۔ اسکے منہ سے احان شاہ کی آدھی ادھوری حالت سنتے وہ جو رات میں آنے والا تھا، رہا نہ گیا تو شام میں ہی حویلی پہنچ گیا، لیکن اس کے لالہ نے پہلے کبھی اسکا ٹھیک سے سواگت کیا تھا جو آج کرتا؟ احان شاہ نے اتنے غصے اور تکلیف میں بھی اس کے میجر کے عہدے پہ ٹانٹ مارنا نہیں چھوڑا تھا۔۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے گلے سے لگایا تھا۔۔

آئی ایم سوری۔۔۔اس نے چھوٹے ہونے کا حق ادا کرتے آرام سے اس سے معذرت کی تھی جو غصے میں ہمیشہ یونہی آتش فشاں کی طرح پھٹتا اگلے انسان کی ہڈی پسلی توڑنے کے ارادے رکھتا تھا۔۔

آپ پریشان مت ہوں۔۔میں سب دیکھ لوں گا! آج رات تک سفیر خان آپ کے قدموں میں ہو گا!!۔۔۔

زوریز شاہ مضبوط لہجے میں بولا تھا۔۔

نہیں چاہئیے تیری مدد!! دفعہ دور ہو جا میری نظروں سے!۔۔۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرتا غصے سے غرایا جس پہ زوریز شاہ نے دور ہونے کی بجائے اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔۔ارزم شاہ ان دونوں کے دیکھ کے مدھم سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اپنا سر بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹکا گیا۔زوریز شاہ کے اتنے یقین سے کہنے پہ ارزم شاہ ریلکس ہو چکا تھا وہ جان گیا تھا وہ اپنے کہے کے مطابق رات تک سفیر خان کو احان شاہ کے قدموں میں لا کے گرائے گا!! اور جب سفیر خان مل جائے گا تو وہ لوگ آسانی سے گلالئی تک پہنچ سکیں گے۔۔۔

میری گل کہاں ہے؟بول؟؟ہمت بھی کیسے ہوئی ہمارے ساتھ غداری کرنے کی؟۔۔۔۔۔احان شاہ شدید غصے سے حلق کے بل چلاتا ہوا سفیر خان کے پیٹ میں زوردار ٹانگ ثبت کر گیا۔زوریز شاہ اپنے کہے کے مطابق نا جانے کہاں سے سفیر خان کو ڈھونڈ نکال کے اس کے قدموں میں لا کے پھینک چکا تھا۔وہ لوگ اس وقت حویلی کے زندان میں موجود تھے۔ارزم شاہ اور زوریز شاہ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چہرے پہ شدید غصہ لئے سفیر خان کو دیکھ رہے تھے جو احان شاہ سے اتنی مار کھانے کے بعد بھی اپنی زبان پہ ٹیپ لگائے ہوئے تھا جیسے۔۔

شا۔۔شاہ۔۔۔صا۔۔صاحب۔۔می۔۔میں۔۔۔کچھ۔۔۔نہیں۔جانتا۔۔۔سفیر خان اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے روتے ہوئے لڑکھڑائے لہجے میں بولا۔۔

بکواس بند کر اپنی سفیر خان!! اب اگر میرے مطلوبہ جواب کے علاوہ تیرے منہ سے کوئی ایک بھی دوسرا لفظ برآمد ہوا تو احان شاہ کے ہاتھوں آج ایک اور قتل ہو گا اور سفیر خان کا ہو گا! اور یقین مان تیری موت میں بشارت علی سے بھی بدتر بناؤں گا!!۔۔۔۔احان شاہ طیش و اشتعال کے الم میں گرجتا ہوا سفیر خان پہ اپنی بندوق تان چکا تھا۔۔اسے

اس پہ بندوق تانتے دیکھ کے زوریز شاہ کے صرف سر پکڑنے کی کسر رہ چکی تھی وہ بندوق اور ہاتھ کے علاوہ بات کیوں نہیں کرتا تھا؟ یہ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔وہ اپنی جیب سے ہاتھ نکالتا بوکھلاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

لالہ کیا کر رہے ہیں؟ اسکا قتل کر دیں گے تو کیسے پتا چلے گا آپ کی گل کہاں ہے؟ جوش کی بجائے ہوش سے کام لیں؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے ہاتھ سے بندوق چھینتا ہوا اسے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

کیسے ہوش سے کام لوں؟؟ وہ میرے پاس نہیں ہے مجھے خود سے دنیا روٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے!! مجھے میری گل چاہئیے!! ابھی چاہیئے ورنہ میں اس سفیر خان کے ساتھ ساتھ تمہارے آرمی یونیفارم کو آگ لگا دوں گا زوریز شاہ!!!۔۔۔احان شاہ اپنے بھورے بالوں کو غصے سے نوچتا بلند آواز میں دھاڑا تھا۔وہ اسے آرمی سے متعلق دھمکی دینا پھر سے نہیں بھولا تھا جس پہ زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جسے کا غصے میں ہاتھوں کو چلانے کے ساتھ ساتھ ہر چیز کو آگ لگانا بھی پر منٹ ہوتا تھا۔۔اسے لگتا تھا وہ آرمی میں ہے تو دو منٹ میں اسے اسکی گل کو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکال کے اسکے سامنے لا کے کھڑا کر دینا چاہئیے جبکہ حقیقت میں کسی کو ڈھونڈنا بہت مشکل تھا۔۔وہ اس وقت غصے سے پاگل ہوتا ہر کسی کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔۔

لالہ! صبر رکھیں سب ٹھیک ہو جائے گا!! میں سفیر خان سے خود نپٹ لوں گا آپ چھوٹے شاہ کے ساتھ یہاں سے جایئے!!۔۔۔زوریز شاہ اسے ریلکس کرنے کی غرض سے اسکے کندھے کو تھپتپاتا نرمی سے بولتا ارزم شاہ کو اشارہ کر گیا۔

چلیں لالہ!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکا اشارہ سمجھتے ہوئے احان شاہ کی طرف بڑھا تھا جو اس کے ساتھ جانے کی بجائے شدید غیض و غضب سے سفیر خان کو ایک بار پھر سے دھنکنا شروع کر چکا تھا۔زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے اس بپھرے شیر کو دیکھا تھا جس کی گرج دار آواز زندان کی دیواروں سے ٹکراتی گونج رہی تھیں۔۔

ارے چلو ہٹو!! اتنا لوٹ چکی ہو مجھے! ابھی بھی تمہیں پیسے چاہئیے؟؟۔۔۔شاہ بی بی دبی دبی آواز میں غرائی جس پہ نگہت نے اپنا ناک منہ چڑھاتے ہوئے اس بڑھیا کو دیکھا تھا۔

کہاں لوٹ چکی ہوں! اتنے زیوارات اور پیسوں کی مالک ہیں آپ!! اگر ایک آدھ چیز اور دے دے گی تو آپ کے خزانے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔۔ نگہت ناک چڑھاتے ہوئے ذرا بد تمیزی سے بولی تھی، اسکے تو اب ناز و انداز ہی بدل چکے تھے، وہ ہر آئے دن نئے کپڑے جوتے پہن کے شاہ حویلی میں صفائی کرنے کی غرض سے آتی تھی، سب اسے اتنے برینڈڈ کپڑے پہنے دیکھ کے حیران ضرور ہوتے تھے لیکن پھر اس وجہ سے نظر انداز کر دیتے کہ شاید وہ تمام تر تنخواہ ان کپڑوں جوتوں پہ ہی لگا دیتی ہے۔ وہ اب شاہ بی بی کے ایک بھیانک راز کی راز دار بن چکی تھی، وہ اب انہیں کسی بھی طرح سے بلیک میل کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔۔

میں تجھے مزید ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دوں گی نگہت!! نکل یہاں سے اور صبح ہوتے ہی اپنا بوریہ بستر باندھ کے اسلامباد سے فرار ہو جا ورنہ میں تم سمیت تمہارے خاندان کو مروا دوں گی!!۔۔۔ شاہ بی بی نے غصے سے غراتے ہوئے اسے دھمکی دی تھی، اب کی بار شاہ بی بی کی آواز بلند ہوئی تھی۔۔

ابے چپ کر بڑھیا!! میں نے بھی مرنے سے پہلے تیری کرتوتوں کا ڈھنڈورا پورے اسلامباد میں نہ پیٹا تو مجھے بھی نگہت کوثر نہ کہنا!!۔۔۔ نگہت اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتی شاطرانہ انداز میں گویا ہوئی تھی، اسکی دھمکی پہ شاہ بی بی کا دل لرزا تھا لیکن وہ چہرے پہ پر اعتماد تاثرات سجائے ہوئے تھیں۔۔

ہونہہ!! کیا بتائے گی تو؟؟ بول؟ آخر کیا بتائے گی؟؟۔۔۔ شاہ بی بی اس کی بات ہوا میں اڑاتی استہزایا انداز میں ہنسی۔۔

سب سے پہلے تو میں تیرے کرتوت کا اشتہار تمہارے لاڈلے پوتے کے آگے لگاؤں گی جس کا گھر اجھاڑ کے تم پچھلے چار دنوں سے اسکی ہمدرد بنی پھر رہی ہو!! ہاہاہاہا۔۔۔ نگہت بھی جوابا استہزایا انداز میں ہنستی اپنے ہاتھ کی تسلی بجا گئی۔۔

شاہ بی بی کے چہرے کی رنگت اب لمحہ بالمحہ سفید پڑ رہی تھی۔۔

کیا بتائے گی کہ میں نے وہ زہر خود کو خود دیا تھا؟ میں نے تجھے شاہ اور اس نوکرانی (گلالئ) کی جاسوسی کے لئے نوکری پہ رکھا تھا؟ یا یہ بتائے گی کہ گلالئ کو اس حویلی سے نکلوانے میں میرا ہاتھ ہے جس کے لئے میں نے تیرا اور سفیر خان کا منہ نوٹوں سے بند کروایا تھا؟؟ ہاہاہا!! اور تجھے کیا لگتا ہے شاہ تیری ان ساری باتوں پہ ایمان لے آئے گا؟؟ وہ تیری ان باتوں پہ آنکھ بند کر کے یقین کر لے گا اور تجھے زندہ چھوڑ دے گا؟ ناممکن! بلکہ میں تجھے اس کمرے سے زندہ باہر نکلنے

دوں گی تو تو یہ سب کرے گی نا!!۔۔۔۔شاہ بی بی غصے سے غراتی ہوئی نگہت کی گردن اپنے ہاتھوں سے جکڑتی لحہ بالحہ اس پہ اپنی گرفت مضبوط کر رہی تھی۔۔وہ بھول چکی تھیں وہ جس قدر بلند آواز میں طیش کے عالم میں غرا رہی ہیں، ان کی آواز کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے صاف لاؤنج تک جا رہی تھی، وہ اس وقت نگہت پہ اپنا غصہ اتارتی سب بھول چکی تھیں۔۔ان کے کمرے کے باہر کھڑا احان شاہ جو اپنا غصہ اور اداسی ختم کرنے کی غرض سے ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹنے کے لئے ان کے کمرے میں داخل ہونے والا تھا، ان کے الفاظ سنتے ہوئے اسے اپنی ہستی ہلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، صرف اسکی نہیں بلکہ زوریز شاہ اور ارزم شاہ کی بھی جو اس کے ساتھ ہی لاؤنج کی طرف بڑھے تھے، شاہ بی بی کے الفاظ تھے یا کوئی پگلا ہوا سیسہ جو انہوں نے ان کے کانوں میں انڈھیلا تھا۔احان شاہ کو اپنے قدموں پہ کھڑے رہنا اس وقت دنیا کا مشکل کام لگا تھا۔اپنی دنیا اجڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔اسے لگ رہا تھا زمین گول گول گھوم رہی ہو۔۔احان شاہ کو اس وقت اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا یہ الفاظ اسکی شاہ بی بی نے اپنے لبوں سے خود ادا کئے ہیں۔احان شاہ کی ہری آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو چکی تھیں۔۔وہ ساکت نظروں سے شاہ بی بی کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

تم کب آئے؟۔۔۔۔۔۔ہارون شاہ جو ابھی ہی دریاب شاہ اور داجی کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئے تھے، زوریز شاہ کو کتنے دنوں بعد حویلی دیکھ کے وہ اسکی طرف بڑھتے آبیبرو آچکا کے استفسار کر رہے تھے۔۔ابھی زوریز شاہ کچھ بولتا جب نگہت کی بلند آواز ان سب کے کانوں تک پہنچی تھی۔۔

تجھے کیا لگتا ہے بڑھیا؟ نگہت کوثر نے اتنی کچی گولیاں کھیل رہی ہیں؟؟ ہاہاہاہا۔۔۔میرے پاس تیری ہر بکواس کی ریکارڈنگ موجود ہے جب جب تو مجھے اپنے لاڈلے پوتے اور اسکی بیوی کی جاسوسی کا بولتی تھی۔جب تو نے اس کھیر میں مجھ سے زہر گھولنے کی فرمائش کی! جب تو نے حویلی کی پچھلی طرف سے انیکسی داخل ہونے کی فرمائش کی تھی! جب سفیر خان کو وہاں بلوانے کا حکم دیا تھا۔۔جب اس بیچاری گلالئی کے منہ پہ تکیہ رکھ کے اسے مارنے کی کوشش کی تھی میرے پاس ویڈیو اور ریکارڈنگ کی صورت میں ایک ایک ثبوت موجود ہے جو میں تیرے لاڈلے پوتے کے ساتھ ساتھ تیرے شوہر اور بیٹوں کو بھی دیکھاؤں گی تاکہ انہیں پتا چلے اصل شیطان اور مجرم ان کی اپنی حویلی میں موجود ہے۔۔۔نگہت زبردستی شاہ بی بی سے اپنی گردن چھڑوا کے کھانستی ہوئی بدلے میں شاہ بی بی کی گردن جکڑ

گئی۔۔شاہ بی بی اسکی اتنی ہمت پہ حیران در حیران تھیں۔ان سے آج تک کسی ملازم نے تو دور ان کے اپنے بچوں نے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی جس انداز میں وہ کر رہی تھی۔۔لاؤنج میں موجود ہر فرد یہ آوازیں سنتا حیران ہوا تھا۔۔احان شاہ اپنے من بھر وزنی ہوتے قدم اٹھاتا حیرانگی کی کیفیت میں شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ چہرہ طیش و اشتعال اور تکلیف سے بے حد سرخ لال ہو رہا تھا۔۔آنکھوں میں موجود نمی امڈنے کو بے تاب تھی جس پہ وہ بمشکل قابو پائے ہوئے تھا۔۔احان شاہ نے کمرے کے دروازے کو زور سے اپنے پیر کی ٹھوکر مارتے دھاڑ کی آواز سے یہ آدھ کھلا دروازہ کھولا تھا جس پہ نگہت کی گرفت بے ساختہ شاہ بی بی کی گردن پہ ڈھیلی پڑی تھی۔شاہ بی بی اور نگہت نے تھوک نگلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کی ہری آنکھوں میں غصے اور اذیت کی بے حد سرخی چھائی تھی۔شاہ بی بی کو شدت سے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 81 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

ش۔شاہ۔۔۔۔۔۔شاہ بی بی نے تھوک نگلتے ہوئے احان شاہ کو پکارا تھا، احان شاہ کے پیچھے ہی ہویلی کے تمام مردوں کو دیکھتے شاہ بی بی کے ساتھ ساتھ نگہت کے چہرے کی بھی ہوائیاں اڑی تھی۔ماحول میں سکوت چھا چکا تھا، اتنے افراد کے ہوتے ہوئے بھی یوں خاموشی تھی جیسے وہاں کوئی موجود نہ ہو۔۔

")ص۔صاحب۔۔م۔مجھے۔۔۔ی۔یہ۔۔۔سب۔۔۔شا۔۔شاہ۔۔بی۔۔بی۔۔۔نے۔۔۔کرنے۔۔پہ۔۔۔مجبور۔ ۔کیا۔۔۔تھا۔۔۔میں۔۔۔پیسوں۔۔کے۔۔۔لالچ۔۔۔می۔۔میں۔۔آ۔۔۔گیا

۔۔۔تھا۔۔۔صا۔صاحب۔۔۔مجھے۔۔۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔" سفیر خان نے گر گراتے ہوئے احان شاہ کے پیر پڑے تھے جو اسے بنا رکے دھمکتا جا رہا تھا۔۔

بکواس بند کر اپنی غدار انسان!! تونے اور اسماعیل خان نے خانوں کا نام برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ گھٹیا۔۔۔خب۔۔یس۔۔۔انسان!!۔۔۔احان شاہ اسکے منہ سے شاہ بی بی کا ذکر سن کے پہلے ساکت ہوا اور پھر ہوش میں آتے ہی چلاتا ہوا زوریز شاہ کے ہاتھ سے بندوق کھینچ کے اس پہ تان گیا۔۔

م۔میں۔۔ جھوٹ۔۔۔ نہیں۔۔بول۔۔رہا۔۔شاہ۔۔۔صاحب۔۔۔مجھے۔۔۔واقعی۔۔ہی۔۔ آپ۔۔کی۔۔۔شاہ ۔۔۔بی بی۔۔۔۔نے۔۔۔ گل۔۔۔ کو۔۔۔ جنگل۔۔۔ میں۔۔۔ پھینک۔۔۔ آنے۔۔۔ کو۔۔بولا۔۔ تھا۔۔۔ سفیر خان نے کانپتے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھاتے اسے اپنی صفائی دی تھی۔احان شاہ نے اسکے منہ سے جب شاہ بی بی پہ یہ الزام دوبارہ سے سنا تو پر سے قابو کھوتے ہوئے اسکے کندھے پہ فائر کر ڈالا۔۔ سفیر خان کی بلند چیخیں زندان میں گونجی تھیں۔اس نے چیختے ہوئے اپنے بازو پہ زور سے ہاتھ رکھا تھا۔۔

ساری بکواس چھوڑ کے مجھے صرف میری بات کا جواب دے!! میری گل کہاں ہے سفیر خان!! ۔۔۔۔احان شاہ نے غصے سے چلاتے ہوئے اب اسکی ٹانگ پہ فائر کیا تھا۔

ج۔جنگل۔۔۔م۔میں۔۔ پھی۔۔ چھوڑ۔۔کے۔۔ آ۔۔ آیا۔۔ہوں۔۔ سفیر خان کو لگ رہا تھا اسکی زندگی کے آخری مراحل چل رہے ہیں، گلالئ کی پُر سوز سسکیاں اسکی منتیں سفیر خان کے دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونج رہی تھیں۔اسکا جملہ سنتے ہوئے احان شاہ نے اپنی ہری آنکھوں میں بے حد جنون کی سرخی لئے اپنی بندوق کی تمام گولیاں سفیر خان کے سینے میں پیوست کی تھیں۔۔ گولیوں کی آواز سے پورا زندان تھر تھرا اٹھا تھا، یہ سب اس نے ایک جھٹکے میں کیا تھا، ارزم شاہ اور زوریز شاہ اس سے اتنی جلدی کی امید نہیں کر رہے تھے۔انہوں نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔۔احان شاہ کو سفیر خان کی بات پہ ذرا بھر بھی یقین نہیں آیا تھا، وہ شاہ بی بی سے دعائیں لینے ان کے کمرے کی طرف آیا تھا تاکہ گل کو ڈھونڈھے میں کچھ آسانی ہو سکے، شاید اللہ ان کی دعا سن لے لیکن یہاں شاہ بی بی اور نگہت کے بیچ ہوئی گفتگو کو سنتے ہوئے احان شاہ کی زبان تالو سے چپکی تھی، سفیر خان کے الفاظ یاد آئے تھے جب وہ اسے حقیقت بتا رہا تھا لیکن وہ اسے الزام سمجھ کے جھٹلا چکا تھا۔۔(

کیوں کیا آپ نے ایسا؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنی آنکھوں میں بے یقینی لئے ان سے ٹوٹے ہوئے لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ داجی، ھارون شاہ اور دریاب شاہ سب کچھ سمجھ کے بھی سمجھنا نہیں چاہ رہے تھے، انہیں اپنے ارد گرد دھماکہ ہوتا محسوس ہوا تھا، شاہ بی بی اور نگہت کے درمیان ہوئی گفتگو کسی دھماکے سے کم تو نہ تھی۔۔ جبکہ ارزم شاہ کے دماغ میں صبح والا پورا واقع گھوما تھا جب شاہ بی بی نے اسے اپنی دوا لانے کی غرض سے ہویلی سے بھیجا تھا، زوریز شاہ کا حال بھی ان سے کم نہیں تھا۔انہیں ہمیشہ ان کے اپنے، ان سے محبت کرنے والے دھوکا کیوں دیتے تھے؟ وہ سمجھ نہ پایا۔۔

شا۔۔شاہ۔۔م۔میرا۔۔۔یقین۔۔کر۔۔کرو۔۔۔نگہت۔۔۔جھو۔۔جھوٹ۔۔۔بو۔بول۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔۔شاہ بی بی نے سفید چہرہ لئے اسے اپنی صفائی دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔نگہت نے اس بڑھیا کے جھوٹ پہ غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں نے پوچھا کیوں کیا آپ نے ایسا!!!!!۔۔۔۔ان کے جھوٹ پہ احان شاہ گرجدار آواز میں دھاڑتا ہوا ان کے کمرے کی ایک ایک چیز اٹھا کے دیوار پہ پٹختا دو ہی منٹوں میں کمرے کا پورا حشر بگاڑ چکا تھا۔شاہ بی بی کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔کب سوچا تھا ایسا کچھ ہو جائے گا اور آج کی تاریخ میں ہو جائے گا؟؟

کیا دشمنی تھی آپ کی میری گل سے؟؟۔۔۔وہ۔۔وہ تو اتنی معصوم تھی۔۔اس نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا تو آپ۔۔آپ کیسے کر سکتی ہیں میری گل کے ساتھ ایسا؟؟۔۔۔۔احان شاہ طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑتا ہوا صوفے کے پاس پڑے شیشے کے ٹیبل سے واس اٹھاتا دیوار پہ مارتے ہوئے چیخا تھا، غم و غصے کا لیول انتہاؤں کو چھو رہا تھا۔۔لہجے اور چہرے پہ بے یقینی ہی بے یقینی تھی جس کی وجہ سے زبان بار بار لڑکھڑا رہی تھی۔۔

شا۔۔شاہ۔۔یہ۔۔جھوٹ۔۔۔بول۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔تمہیں۔۔مجھ۔۔۔پہ۔۔۔بھروسہ۔۔نہیں۔۔۔ہے۔۔کیا ؟؟۔۔۔شاہ بی بی نے جھوٹے آنسو بہاتے ہوئے مظلومیت سے استفسار کیا تھا، نگہت اس بڑھیا کی ایکٹنگ پہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔

اگر مجھے آپ پہ بھروسہ نہ ہوتا تو میں ابھی آپکی نافرمانی کرنے والے (سفیر خان) کا قتل نہ کر کے آ رہا ہوتا!! مجھے تو آپ کے ایک ایک لفظ پہ ہمیشہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ رہا ہے!! میں نے تو کبھی آپ کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ نہیں جھٹلایا تو آج کیسے جھٹلا دوں جب آپ نے اپنے منہ سے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کیا ہے؟؟۔۔۔احان شاہ کی گرجدار آواز حویلی کے در و دیوار ہلا رہی تھی، سب اپنے اپنے کمروں سے نکل کے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف آ چکے تھے جہاں اچھا خاصا تماشا لگا ہوا تھا۔۔بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس لمبا چوڑا احان شاہ اس وقت اپنے پاس پڑی ہر چیز کو اٹھا اٹھا کے پٹختا اذیت کی انتہاء پہ دھاڑ رہا تھا۔۔کسی میں بھی ہمت نہیں تھی اس وقت بپھرے ہوئے احان شاہ کو سنبھال سکے کیونکہ اس وقت سب نگہت اور شاہ بی بی کے درمیان ہوئی گفتگو کو سنتے اپنے لرزتے دل سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔کسی کو اپنے کانوں پہ یقین نہیں ہو رہا تھا یہ سب کرنے والی ان کی پیاری شاہ بی بی ہیں جو ہر وقت

اللہ کی عبادت کرنے والی نیک و کار بزرگ ہیں۔۔ احان شاہ کی اتنی پکی بات سن کے شاہ بی بی کی زبان تالو سے چپک چکی تھی، انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کس انداز میں اپنی جھوٹی صفائی دیں۔۔

میری گل کہاں ہے؟؟ کہاں بھیجا ہے آپ نے اسے؟؟ کیوں مارنے کی کوشش کی تھی آپ نے اسے؟؟ اس کی تو میرے اتنے سے غصے سے جان جاتی تھی آپ نے کس دل سے اسکے منہ پہ تکیہ رکھتے اسے مارنے کی کوشش کی تھی؟؟ کیا آپ بھول چکی تھی وہ سید احان شاہ کی سانسوں میں بستی ہے! اگر گلالئی احان شاہ کی سانسوں کی ڈور چھن گئی تو زندہ سید احان شاہ نے بھی نہیں رہنا تھا!! آخر آپ کیسے میرے ساتھ اتنی زیادتی کر سکتی ہیں یار؟؟ میں نے تو ہمیشہ آپ کی ہر جائز اور ناجائز بات پہ عمل کیا ہے! کیا بڑوں کی عزت اور احترام کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے جو آج مجھے ملا ہے؟ کاش میں یہ سب سننے سے پہلے مر جاتا! کاش!! یار میں سمجھ نہیں پا رہا جدائی کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے یا مان ٹوٹنے کی؟؟۔۔۔ احان شاہ اپنے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے دبوچ کے اپنا سر پیچھے کی طرف گراتا ٹوٹے کانچ کی کرچیوں سے لہجے میں دھاڑا تھا۔ احان شاہ کی بھاری آواز کب سے چیخ چیخ کے مزید بھاری ہو چکی تھی۔ زوریز شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اسے سنبھالنا چاہا تھا لیکن وہ اسکی پینٹ کی بیلٹ کے ساتھ لٹکی پسٹل نکال کے اپنے سر پہ رکھ چکا تھا۔ احان شاہ کے اس عمل پہ حویلی کے تمام مکین چیخے تھے، زوریز شاہ نے بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس وقت حد درجہ غم وغصے کی کیفیت میں مبتلا تھا۔۔

لالہ!! ۔۔۔۔۔ ارزم شاہ، ایزل شاہ، مرحا شاہ اور زوریز شاہ ایک ساتھ بلند آواز میں دھاڑے تھے، سب کو اپنے دل پہلو میں تیزی سے دھڑکتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔

اگر آپ نے اگلے دو منٹ میں مجھے میری گل کا پتا نہ بتایا تو اللہ کی قسم میں اپنی جان لے لوں گا!!۔۔۔ احان شاہ ان سب کی پہنچ سے دور ہوتا اپنی کنپٹی پہ بندوق کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے بلند آواز میں غرایا۔ غیض وغضب سے اسکا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، کنپٹی اور گردن کی رگیں ابھر کے واضح ہو رہی تھی، مضبوط ہاتھوں کی پھولتی ہوئی تھیں یوں محسوس ہو رہی تھیں جیسے ابھی پھٹ جائیں گی۔

شا۔۔ شاہ۔۔ مجھے معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دو۔۔ یہ۔۔۔ بندوق۔۔۔ ہٹاؤ۔۔۔ تمہیں

۔۔۔ خدا۔۔ کس۔۔ واسطہ۔۔۔ ہے۔۔۔ شاہ بی بی اپنے لاڈلے پوتے کو کنپٹی پہ بندوق دھرتے دیکھ کے روتے ہوئے

چلائی تھیں، انہیں اپنا دل باہر آتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، جوان بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کے ھارون شاہ کو لگا وہ ابھی ڈھے جائیں گے، وہ کبھی اپنی ماں کو تو کبھی بیٹے کو دیکھتے حیرانگی سے اپنی ہری آنکھیں پھیلائے ہوئے تھے۔۔۔

آپ کے پاس صرف ایک منٹ ہے!! اگر آپ نے اپنے منہ سے میری گل کے اڈریس کے علاوہ کسی بھی چیز کا ذکر کیا تو باخدا آپ کو احان شاہ مردہ حالت میں ملے گا! جس کا جنازہ اٹھاتے ہوئے اس ہویلی کے مکین خود بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گے۔۔۔ احان شاہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ دھاڑتا ہوا ٹریگر پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔ اشارہ باپ کی طرف تھا وہ واقعی ہی اپنے جوان بیٹے کا جنازہ اٹھاتے خود بھی اس دنیا فانی سے کوچ کر جاتے۔۔

شا۔۔شاہ۔۔میں

۔۔ نہیں۔۔ جانتی۔۔وہ۔۔ ابھی۔۔ کہاں۔۔۔ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں۔۔۔۔نے۔۔ سفیر۔۔۔خان۔۔ کو۔۔ بولا۔۔۔ تھا۔۔وہ۔۔۔ اسے۔۔۔ کسی۔۔ گھنے۔۔ جنگل۔۔۔ میں۔۔ چھوڑ۔۔ آئے۔۔۔ میں۔۔ نہیں۔۔

جانتی۔۔۔وہ۔۔۔ اسے۔۔ کہاں۔۔ چھوڑ۔۔۔کے۔۔۔ آیا

۔۔۔ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں۔۔۔ سفیر۔۔۔خان۔۔کے۔۔۔بارے۔۔۔ میں۔۔ جانتی۔۔ہوں۔۔۔وہ۔۔۔ اپنے۔

۔ گاؤں۔۔۔ گیا۔۔ہے۔۔۔وہ

۔۔۔ صبح۔۔۔۔ ہوتے۔۔۔ہی۔۔۔ ملک۔۔۔۔سے۔۔۔باہر۔۔۔ چلا۔۔ جائے۔۔۔ گا۔۔۔ تم۔۔۔ اس۔۔۔۔سے۔۔

۔جا۔۔۔کے۔۔۔ سب۔۔۔ پوچھ۔۔لو۔۔۔ لیکن۔۔ خدا۔۔۔کے۔۔لئے۔۔۔ یہ۔۔۔ گن۔۔۔ ہٹا۔۔۔ دو۔۔۔ میر

ے۔۔۔بچے۔۔۔۔ شاہ بی بی اسکے آگے ہاتھ جوڑتی ہچکیوں سے روتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔۔ شاہ بی بی کے الفاظ سنتے سب کی پلکوں نے ایک دفعہ پھر جھپکنے سے انکار کیا تھا۔۔ ہر کسی کو یہ ہوئی خواب سی کیفیت لگ رہی تھی، سب لڑکیاں اور زہرہ مام اپنے منہ پہ ہاتھ دھرے شاہ بی بی کی باتیں سن رہی تھیں۔۔

افف!!! یا اللہ!! یہ سب سننے کے بعد بھی مجھے موت کیوں نہیں آ رہی؟؟ میری سانسیں ابھی تک کیوں چل رہی ہیں؟؟۔۔۔۔ احان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل زور سے سامنے دیوار پہ مارتا اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑتے دیوانوں کی طرح چلایا تھا۔۔ اسکے ایک ایک جملے میں بے انتہا اذیت تھی جو یہاں کھڑے ہر فرد کو بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کسی کو بھی خود کو ہاتھ نہیں لگانے سے رہا تھا، ھارون شاہ سے جب اسکی یہ حالت دیکھی نہ گئی تو آگے

بڑھتے ہوئے اپنے بڑے بیٹے کو جلدی سے اپنے سینے سے لگالیا جس کی ٹوٹی بکھری حالت دیکھنا سب کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔۔شاہ بی بی کپکپاتے بدن کے ساتھ اس ساری صورتحال کو دیکھتی سب سے اپنی نظریں چرا رہی تھیں۔۔

باباوہ کہیں بھی نہیں ہے!! وہ مجھے کیوں میں ملتی؟؟میں نے اسے ہر جگہ ڈھونڈ لیا ہے!! میں نے اسلامباد کا کوئی حصہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں اسے نہ دیکھا ہو۔۔میں تو یہ بھی نہیں بول سکتا کہ مر جاؤں گا اس کے بغیر! کیونکہ میں جانتا ہوں جدائی مجھے زندہ لاش تو بنادے گی لیکن سکون سے مرنے نہیں دے گی۔۔۔احان شاہ ان کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپاتا بھرائے لہجے میں گویا ہوا تھا، اسکے ایک ایک لفظ سے ھارون شاہ کو اپنا دل چیرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

ہم اسے ڈھونڈ لیں گے شاہ!! خود کو سنبھالو!! صبح ہوتے ہی سفیر خان ہماری ہویلی میں موجود ہو گا!! ۔۔۔۔ھارون شاہ نے اسکی چوڑی پشت تھپتپاتے اسے ہمت دی تھی جس پہ احان شاہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے ان کے کندھے پہ گرتے ان کی قمیض گیلی کر رہے تھے۔۔وہ سب سے اپنا بھیگا چہرہ چھپانے کی غرض سے ان کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپائے بے آواز آنسو بہاتا ان کا دل چیر رہا تھا۔۔جوان بیٹوں کو رونا کس قدر تکلیف دیتا ہے یہ اس وقت کوئی ھارون شاہ سے پوچھتا جن کی آنکھیں خود نم ہو رہی تھیں۔۔

بابا سفیر خان تو اس دنیا میں نہیں رہا!! اب ہم گل کو کیسے تلاش کریں گے؟؟۔۔۔وہ کسی معصوم بچے کی طرح ھارون شاہ سے بھیگی آواز میں استفسار کر رہا تھا، ایزل شاہ نے اپنے لالہ کی حالت دیکھ کے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے اپنی سسکیاں دبائی تھیں۔۔ھارون شاہ نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں، وہ اسکے انداز پہ سمجھ چکے تھے وہ ابھی کچھ دیر پہلے جس قتل کا ذکر کر رہا تھا وہ احان شاہ نے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا اور سفیر خان کا کیا تھا۔۔

لالہ ہم انہیں تلاش کر لیں گے! آپ میرے ساتھ چلیں!!۔۔۔زوریز شاہ اس کے قریب آتا اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوا تھا، وہ اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ لوگ اسکی گل کو ڈھونڈ کے رہیں گے!!ارزم شاہ تو ابھی تک کسی صدمے کی سی کیفیت میں تھا، اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا یہ اس کی پیاری دادی کا کیا دھڑا ہے۔

نہیں۔۔مجھے بابا کے پاس رہنا ہے!! وہ مجھ سے ناراض ہے وہ مجھے نہیں ملے گی! اسکی وجہ سے اللہ بھی مجھ سے ناراض ہو گیا وہ مجھے اس سے ملنے نہیں دے گا۔۔۔احان شاہ کے لہجے میں پہلے سے زیادہ تکلیف تھی، وہ کسی بچے کی طرح

اپنے باپ کی گردن میں چہرہ چھپائے رو دیا۔۔ یہ تکلیف اب برداشت سے باہر ہوئی تھی، جس طرح سے احان شاہ کے بے آواز رونے پہ اسکے آنسو ان کا کالر بھگو رہے تھے بالکل اسی طرح ھارون شاہ کے آنسو لڑیوں کی صورت میں ان کی آنکھوں سے پھسلتے ان کی بیرڈ میں جذب ہو رہے تھے۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں

۔۔

لالہ!! میں نے آپ کو بولا تھا نا ہماری گل ایسی نہیں ہے!!۔۔۔ ایزل شاہ سے جب اپنا رونا مزید برداشت نہ ہوا تو بھاگتی ہوئی احان شاہ کے بازو کے ساتھ لپٹ کے دھاڑیں مار مار کے روتے ہوئے بولی۔۔ اسکی حالت ایسی نہیں تھی کہ اسے رونے دیا جائے۔۔ زہرہ مام جلدی سے اسکے قریب آتی اسے سنبھال رہی تھیں۔۔

تمہیں شرم نہیں آئی ایک لڑکی کا گھر تباہ کرتے ہوئے؟؟۔۔۔۔۔ مرحاشاہ جو کب سے ساکت کھڑی تھی، نگہت کو لگے ہاتھ وہاں سے نکلتے دیکھ کے وہ اسکی طرف بڑھتے اسکے گال پہ زوردار تھپڑ رسید کرتی دھاڑی تھی۔۔ سب کی نظروں کا مرکز اب مرحاشاہ اور نگہت تھیں۔۔ زوریز شاہ نے اپنی منکوحہ کے اس قدر دبنگ سٹائل پہ اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبایا تھا اس نے کافی زور سے نگہت کے گال پہ تھپڑ جھڑتے اسکا گال سرخ لال کیا تھا۔۔ نگہت نے صدمے کی کیفیت میں اپنے گال پہ ہاتھ رکھا تھا وہ اس وقت مرحاشاہ کا تھپڑ بالکل ایکسپکٹ نہیں کر رہی تھی۔

بابا!! مجھے تو یہ بھی سمجھ نہیں آ رہی کہ میں اپنی گل کے مجرموں کو سزا کیسے دوں؟ میں کیسے اپنی دادی کو سزا دوں جو اتنے بڑے جرم میں ملوس ہیں؟ میرا دماغ اس وقت اتنا مفلوج ہو رہا ہے کہ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا!! آپ کو پتا ہے جب بھی میرے ساتھ ایسے ہوتا تھا گل مجھ پہ کچھ پڑھ کے پھونکتی تھی اور میرا دماغ واپس سے اپنی جگہ پہ آ جاتا تھا!! وہ پتا نہیں کیا جادو کرتی تھی!! آپ بھی مجھ پہ کچھ پڑھ کے پھونکے نا بابا!! مجھے ایسا لگ رہا ہے میں ابھی آپ سے ایک منٹ کے لئے بھی دور ہوا تو بری طرح سے گر کے زمین بوس ہو جاؤں گا! مجھے میرا دماغ تاریکی میں جاتا ہوا محسوس ہو رہا ہے!!۔۔۔ احان شاہ تھکے ہوئے لہجے میں انہیں اپنی کیفیت سے آگاہ کر رہا تھا۔ ھارون شاہ کو واقعی ہی اسکا وجود بے جان ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ اپنے اعصاب پہ قابو پانے والا مضبوط شخص کبھی اتنی ہمت نہیں ہارا تھا جس طرح سے وہ آج ریکٹ کر رہا تھا۔۔ انہوں نے جلدی سے اس پہ آیت الکرسی پڑھ کے پھونکتی تھی۔۔

شاہ ہمت سے کام لو!! میرا بچہ ہم یہاں سے بہت دور چلے جائیں گے !! ہم یہاں نہیں رہیں گے !!۔۔۔۔۔ اسکے دل چیرتے الفاظ پہ ھارون شاہ روتے ہوئے اسکے آنسو صاف کر رہے تھے جو اس وقت کوئی مظلوم بچہ لگ رہا تھا وہ اسے مزید تکلیف میں نہ دیکھ پائے تو اس ہویلی سے دور جانے کا فیصلہ کر ڈالا۔۔ھارون شاہ کے الفاظ پہ سب کو اپنا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ جو کب سے ساکت کھڑا یہ پورا تماشہ دیکھ رہا تھا ھارون شاہ کے الفاظ پہ اسے وہ پورا منظر یاد آیا تھا جب کاظم شاہ آسٹریلیا روانہ ہوا تھا۔۔وہ تو اپنے ایک لالہ کی جدائی برداشت نہیں کر پا رہا تھا تو دوسرے لالہ کی کیسے کرتا جس سے اسکا دل بے حد پیار کرتا تھا؟

نہیں ہمارا پوتا کہیں نہیں جائے گا ھارون!! اگر یہاں سے کوئی جائے گا تو وہ تمہاری ماں ہو گی!! اسے بولو ہماری نظروں سے دور ہو جائے!! ہم اپنے پوتوں کے بغیر مر جائیں گے ھارون!! ہماری بوڑھی ہڈیوں میں مزید ایک پوتے کی جدائی سہنے کی ہمت نہیں ہے!!۔۔۔ داجی جلدی سے ان کے قریب آتے شاہ بی بی کی طرف دیکھ کے غصے سے دھاڑے تھے ساتھ ہی احان شاہ سے منت بھرے لہجے میں گویا ہوئے کہ وہ ان کے پوتوں کو کبھی بھی ان سے دور نے کرے۔شاہ بی بی نے شرمندگی سے ان سب کی طرف دیکھا تھا۔۔ان کی آنکھیں لمحہ بالمحہ بھیگ رہی تھیں۔۔ انہوں نے یہ سب صرف احان شاہ اور میرال شاہ کو ایک کرنے کے لئے کیا تھا اور اس کئے تاہم وہ اس نوکرانی سے جان چھڑوا سکیں لیکن یہ سب بولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔پوتے کی حالت دیکھ دیکھ کے ان کا دل بھرتا جا رہا تھا۔۔

شاہ!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔ چھ فٹ دو انچ کے احان شاہ کو اپنے پورے قد سمیت زمین بوس ہوتے دیکھ کے ھارون شاہ کے ساتھ ساتھ ہویلی کے تمام مکین چلائے تھے، وہ ٹھیک بول رہا تھا اسکا دماغ واقعی ہی تاریکی میں جا چکا تھا۔۔وہ ھارون شاہ سے ایک منٹ کے لئے دور ہوا ہی تھا جب وہ اگلے ہی پل بے جان ہوتا ہوا سب کی نظروں کے سامنے زمین بوس ہو گیا۔۔

لالہ!!۔۔۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے جلدی سے پنجوں کے بل بیٹھتے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی، اسکا چہرہ تھپتھپایا تھا لیکن وہ کسی کے بھی رونے اور چیخنے پہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔۔

مرحا!!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے چلاتے ہوئے مرحا شاہ کو پکارا تھا جو نگہت سے نپٹتی ان سب کی چیخوں پہ خود حیرانگی سے احان شاہ جیسے باڈی بلڈر انسان کو یوں کمزور پڑتے زمین میں گرا دیکھ رہی تھی۔۔

لالہ!! آنکھیں کھولیں!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ چلایا تھا، لیکن احان شاہ کو ہوش نہیں آئی تھی۔

انہیں جلدی سے بیڈ پہ لے کے چلو!! سب ٹھیک ہو جائے گا!! وہ اس وقت صدمے کا شکار ہیں!! ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو گا!!۔۔۔ان سب کو روتے چیختے دیکھ کے مرحا شاہ نے سب کو ریلکس کرتے ہوئے ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو احان کو اٹھانے کا حکم دیا تھا۔۔ان دونوں نے جلدی سے اپنی پوری قوت سے احان شاہ کا دیو ہیکل وجود اٹھاتے اسے بیڈ پہ لٹایا تھا۔۔مرحا شاہ جلدی سے اپنا میڈیکل باکس لینے کی غرض سے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔میرال شاہ جو کب سے پریشانی سے یہ صورتحال ملاحظہ کر رہی تھی، نگہت کو پھر سے بھاگتے دیکھ کے وہ اسے گھسیٹ کے لاؤنج سے کے جاتی حویلی کے زندان کی طرف بڑھی تھی۔۔

مرحا شاہ نے احان شاہ کا بی پی چیک کرتے ہوئے اسے انجیکشن لگایا تھا، اسکے منہ میں چھوٹی سی گولی رکھتے اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے سب کی طرف دیکھا تھا۔۔

کیسا ہے میری پوتا!! اسے ہوش تو آجائے گا نا؟؟۔۔۔سب سے پہلے شاہ بی بی جے روتے ہوئے استفسار کیا تھا، ھارون شاہ نے بیت مشکل سے خود کو ماں کی نافرمانی کرنے سے روکا تھا۔۔

لالہ کو اکیلا چھوڑ دیں!! انہیں کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے! پچھلے کافی دنوں سے ان کی نیند پوری نہیں ہوئی۔۔وہ کافی ڈسٹرب تھے اور آج ہوئے معاملے سے انہیں گہرا صدمہ پہنچا ہے! ان کا بی پی اچانک سے ڈاؤن ہوا ہے اسی لئے وہ چاہ کے بھی خود پہ قابو نہ پاتے بے ہوش ہو گئے!! پریشانی والی بات نہیں ہے! انہیں کچھ دیر تک ہوش آجائے گا!!۔۔مرحا شاہ نے شاہ بی بی کی طرف دیکھنے کی بجائے باقی سب کو دیکھ کے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

نہیں میں باہر نہیں جاؤں گا!! مجھے لالہ کے پاس رہنا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ ضدی انداز میں بولتا احان شاہ کے قریب بیٹھتے اسکے ہاتھ پیر رب کرتا اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا، مرحا شاہ نفی میں سر ہلاتی باہر جاتے ہوئے باقی سب کو بھی اپنے ساتھ باہر آنے کا اشارہ کر گئی۔۔زوریز شاہ کمرے سے نکلتے ہی حویلی سے باہر کی طرف بھاگنے کے انداز سے نکل تھا، ارادہ گلالئی کو تلاش کرنے کا تھا۔۔

دفعہ ہو جاؤ ہماری نظروں سے گھٹیا عورت!! ہم اس عمر میں اپنے منہ سے کوئی گناہگار لفظ نہیں نکالنا چاہتے!!۔۔۔۔۔
عادل شاہ لاؤنج میں آتے ہی شاہ بی بی کی طرف دیکھتے دھاڑے تھے، جو اپنی ہچکیوں دباتی ان سب کے سامنے ہاتھ جوڑ رہی تھیں لیکن سب ان سے رخ موڑ چکے تھے۔۔ انہوں نے سب کو صدمہ ہی اتنا گہرا پہ چاہا تھا کسی کو بھی ان کی حالت پہ چاہ کے بھی ترس نہیں آرہا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوئی تھی، اسے یاد آیا تھا وہ رات میں کتنے دل سے اپنے بیٹے کی تقریب کے لئے تیار ہوئی تھی لیکن اس نے اسے دھمکیاں لگاتے ہوئے کمرے سے باہر نکلنے نہیں دیا تھا۔۔

اگر تو تمہیں لگ رہا ہے تمہارے یوں موڈ بنانے پہ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کے جاؤں گا تو یہ غلط فہمی پہ تمہاری اووزی شاہ!! ازمیر سو رہا ہے اور ہم ڈاکٹر کے پاس چل رہے ہیں! جلدی اٹھو۔۔ ہری اپ۔۔۔۔ اسکی آنکھوں میں نمی کے ساتھ ساتھ نروٹھا پن دیکھ کے کاظم شاہ اسکے گال نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا مدھم آواز میں بول کے ایک نظر اپنے سوئے ہوئے بیٹے کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹوں کو گول کئے بے حد کیوٹ انداز میں سو رہا تھا۔۔

اور اگر تو آپ کو لگ رہا ہے آپ مجھے رات کی طرح دھمکیاں لگا کے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے تو یہ بھول ہے آپکی مسٹر کاظم شاہ کیونکہ میں مرحا آپی کے علاوہ کسی ڈاکٹر کو اپنا چیک اپ نہیں کرواؤں گی!!۔۔۔۔ وہ ضدی اندازی میں بولی تھی، لہجے میں معصومیت کے ساتھ ساتھ مضبوطی بھی شامل تھی۔۔

بیویاں شوہروں کے نام لیتی ہوئی اچھی اور معصوم نہیں لگتی سویٹ ہارٹ! تم خود کو زبردستی مت بدلو۔۔ یہ ایٹیٹوڈ تم پہ سوٹ نہیں کر رہا۔۔۔ اسکے منہ سے مسٹر کاظم شاہ سنتے ہوئے وہ ایک دم سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے گال پہ نرمی سے اپنے لب رکھتا اسے نرم لہجے میں سمجھا رہا تھا۔۔ اسکے منہ سے اگر پہلی دفعہ اپنا نام سن کے دل دھڑکا تھا تو اب آئے روز اسے اس کے منہ سے مسٹر کاظم شاہ سننا بالکل پسند نہیں تھا کیونکہ وہ اسکے منہ سے معصومانہ انداز میں "شاہ

جی" کی پکار سننے کو ترس رہا تھا۔ اسکا یہ ایٹیٹوڈ کاظم شاہ کو کوئی خاص پسند نہیں آرہا تھا جس کا اظہار وہ ابھی نرمی سے کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔

میں معصوم نہیں ہوں! میں ایک مکار اور فریبی عورت ہوں آپ سے گزارش ہے کہ مجھ جیسی عورت سے بچ کے رہیں ورنہ ہمیشہ کی طرح خسارہ اٹھائیں گے۔۔ اور رہی خود کو بدلنے کی بات تو حالات نے مجھے بدلنے پہ مجبور کر دیا ہے!! میرا بیٹا سو رہا ہے ہماری باتیں اسکی نیند ڈسٹرب کر سکتی ہیں۔۔۔ وہ اپنی نم آنکھوں کو غصے سے پونچھتی اپنا دھیان ازمیر شاہ کی طرف مرکوز کر گئی۔ کاظم شاہ نے گہری نگاہوں سے اس کے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھا تھا، وہ اپنی آنکھوں سے آنسو رگڑ کے صاف کر رہی تھی لیکن آنسو پھر بھی اسکی پلکوں کی بار توڑتے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔ وہ جانتا تھا اسکی مظلوم بننے کی عادت ابھی تک نہیں گئی، وہ ابھی بھی صرف اپنی مظلومیت اپنا دکھ یاد کرتی تھی، اس نے کبھی بھی کاظم شاہ کے دکھ درد کو محسوس کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔۔

لیکن میرا دل تو تمہیں صرف اووزی شاہ داشیف کے نام سے جانتا ہے! جو ہر رات میری تھکاوٹ دور کرنے کی غرض سے اپنے ان پیارے پیارے ہاتھوں سے میرے لئے چائے بنایا کرتی تھی۔ تاعمر ہر طرح کا خسارہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ تم ساری عمر میرے ساتھ رہو صرف رات میں ایک کپ چائے کے ساتھ۔۔ تمہارے بغیر گزارہ مشکل ہے اب۔۔ کاظم شاہ نرمی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے قریب کرتا اسکے آنسوؤں کے شدت سے اپنے لبوں سے چنتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔۔

ہاتھ مت لگائیں!! میرے بغیر گزارہ مشکل ہوا ہے یا اپنی اولاد کے بغیر گزارہ مشکل ہوا ہے؟؟ صرف اپنے مطلب کے لئے وہ اووزی کیوں یاد آئی ہے جو کبھی آپ کے لئے مر گئی تھی؟؟ صرف اپنے سکون ہے لئے اس اووزی شاہ کے ہاتھوں کی چائے کیوں یاد آئی ہے جس کے ہاتھوں کے لمس سے نفرت تھی آپ کو؟؟ اب اس اووزی کے بغیر گزارہ کیوں مشکل ہوا ہے جس کے ساتھ کبھی رہتے ہوئے گزارہ مشکل ہوتا تھا؟۔۔۔ وہ اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرتی آنسو بہاتے ہوئے غرائی۔۔ آج لاکھ چاہنے کے بعد بھی آنسو ڈھیٹ بنتے ہوئے بہتے جا رہے تھے۔۔

اووزی تم ہمیشہ کیوں بھول جاتی ہو اس وقت حالات بہت مختلف تھے! میرا زخم بالکل تازہ تھا، وقت نے آہستہ آہستہ مرحم رکھنی تھی! ہر چیز کو بھولانے میں دوبارہ دل بسانے میں کچھ وقت لگتا ہے کیونکہ درد اگر جلدی کم ہو جائیں تو

اسے درد کا نام کیوں دیا جائے؟ جس صورتحال سے میں گزر رہا تھا یقین مانو اگر کوئی لڑکی گزری ہوتی تو وہ سو سائیڈ کر لیتی!! میں وہ سب دہرا کے تمہیں اور خود کو تکلیف نہیں دینا چاہتا لیکن تم مجھے مجبور کر رہی ہو! اپنے پیاروں کی بے اعتباری سہنا بہت مشکل کام ہے!! بے اعتباری تو وہ لوگ بھی برداشت نہیں کرتے یار جو واقعی ہی بدکردار ہوں تو میں کیسے برداشت کر جاتا جس کا بچپن، جس کی جوانی ان حویلی والوں کے سامنے گزری تھی جنہوں نے مجھ پہ بے اعتباری کی انتہا کر ڈالی ہے!!۔۔۔وہ اسکی کمر کے گرد اپنا حصار مضبوط کرتا غم و غصے کی کیفیت میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔وہ اس سب کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایزل شاہ کا یہ ایٹیٹوڈ اسے یہ سب بولنے پہ مجبور کر رہا تھا، وہ ابھی مزید بولنا چاہتا تھا لیکن اسے بری طرح سے روتے دیکھ کے وہ اپنی زبان کو بریک لگا گیا۔وہ یقیناً اپنا گناہ یاد کرتے ہوئے رو رہی تھی۔۔

ہمم میں بہت بری ہوں!! مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں!!۔۔۔وہ اسکے حصار میں معصومیت سے چیخی تھی، کاظم شاہ جو اسکے لبوں کو اپنی قید میں لینے والا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ازمیر شاہ کو بھی نیند سے جاگ کے روتے دیکھ کے اس نے اپنے لب بھینچے تھے۔۔

ازمیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ازمیر کے یوں رونے پہ ایزل شاہ اپنا رونا بولتی خود کو کاظم شاہ سے چھڑواتے ہوئے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا گئی۔وہ باہر سے کمرے میں آتی ازمیر کو ضد سے فیڈ کروائے بغیر تھپک تھپک کے سلا چکی تھی کیونکہ کاظم شاہ نے اسے کمرے میں جا کے فیڈ کروانے کو بولا تھا جس پہ وہ نا جانے کیوں ضدی بنتی ازمیر کو یونہی سلا گئی، اب اسے بھوک سے روتے دیکھ کے اس نے روہانسے ہوتے اسکے چہرے کو چوما تھا۔کاظم شاہ اس دوران سنجیدگی سے اسکے چہرے کے روہانسے تاثرات کی طرف دیکھتا گہری سانس بھر کے رہ گیا۔۔۔

آپ۔۔جائیں یہاں سے۔۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں کاظم شاہ کو یہاں سے بھیجنے کی کر رہی تھی تاکہ اپنے روتے ہوئے بیٹے کی بھوک کا انتظام کر سکے۔۔کاظم شاہ نے اسکی فضول سی دہائی پہ اسے غصے سے آنکھیں دیکھائی تھیں جو ہمیشہ یوں ریکٹ کرتی تھی جیسے کاظم شاہ نے اسے کبھی دیکھا نہ ہو۔۔اسکی غصیلی نگاہیں خود پہ محسوس کرتے وہ بھی جواباً غصے سے اپنی ناک کو سرخ لال کرتی ازمیر شاہ کو گود میں ٹھائے بیڈ سے اترنے والی تھی تاکہ ڈریسنگ روم میں جا کے اسے فیڈ کروا لے لیکن اگلے ہی پل اسکی کلائی کاظم شاہ کے ہاتھوں میں تھی۔۔

چپ چاپ!! یہی پہ بیٹھو جہاں پہ بیٹھی ہوئی تھی ورنہ تمہیں ازمیر سمیت میری گود میں بیٹھ کے یہ کام انجام دینا پڑے گا سویٹ ہارٹ! باقی مرضی تمہاری!!۔۔۔وہ اسے واپس سے بیڈ پہ بیٹھاتا خود اسکے پاس سے اٹھنے کی بجائے اسے بے باک دھمکی لگاتے بیڈ پہ اس کے قریب ہی نیم دراز ہو گیا۔۔ایزل شاہ نے شرم اور غصے سے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے اپنا سارا دھیان ازمیر شاہ کی طرف مرکوز کیا تھا،وہ اسے فیڈ کروانے کی بجائے یوں ہی خاموشی سے تھپکتی رہی۔۔وہ اپنے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگوں کو غصے کے لبادے میں چھپا رہی تھی۔۔بیوی کو ضدی بنتے اور بیٹے کو مزید روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اپنا چہرہ تکیے میں چھپایا تھا تاکہ وہ اپنی ضد اور شرم کو ایک سائیڈ پہ رکھ کے روتے ہوئے بیٹے کی روح کو قرار دے سکے۔۔اسے اوندھے منہ ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ فتح مندی سے ناک سکوڑتی ازمیر شاہ کو فیڈ کروانے لگی۔اسکے پاس اوندھے منہ لیٹے کاظم شاہ نے کوئی دس منٹوں بعد اسے چھیڑنے کی غرض سے ہمیشہ کی طرح اسکے پیٹ پہ ہاتھ پھیرا تھا جس پہ ایزل شاہ کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی جبکہ ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔۔اسکے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ ایزل شاہ اب سچ میں روہانسی ہوتی ازمیر شاہ کو جلدی سے خود سے دور کرتے اپنی شرٹ درست کرنے لگی جس پہ ازمیر شاہ نے پہلے سے بھی زیادہ رونا مچایا تھا۔۔اسکے یوں چیخ چیخ کے رونے پہ کاظم شاہ نے بے ساختہ رخ موڑ کے ازمیر شاہ کے رونے کی وجہ سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔۔

تجھے بھوک اور سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے گول گپے؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے بے حد جیلس انداز میں دانت پیستے ہوئے روتے ہوئے ازمیر شاہ سے یوں استفسار کیا تھا جیسے وہ اس کے بدلے پہ اترتا ہوا اسے جواب دے گا۔۔اسے جواباً مزید روتے دیکھ کے اس نے غصے سے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو چہرے پہ شدید غصہ سجائے اسے ٹھیک سے فیڈ کروانے کی بجائے پھر سے تھپکنا شروع کر چکی تھی۔۔

اسے جلدی سے بھوک سے فارغ کروا کے دس منٹ کے اندر اندر تیار ہو!! ہم ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں!! میں گاڑی نکالتا ہوں!!۔۔۔وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے بیڈ سے کھڑا ہوتا دانت پیستے ہوئے ایزل شاہ سے مخاطب ہوتا باہر کی طرف بڑھا تھا تاکہ وہ اس بھوکے گول گپے کو آرام سے فیڈ کروا سکے،ڈاکٹر کے پاس جانے کا سن

کے ایزل شاہ کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہوا تھا، لیکن وہ خود کو تسلی دیتی اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی کہ وہ زہرہ مام کو اپنی سائیڈ کر کے کبھی بھی ڈاکٹر کے پاس نہیں جائے گی۔۔۔

ازمیر ماما کی جان!!۔۔۔۔کاظم شاہ کے کمرے سے جاتے ہی ایزل شاہ اسکی خوبصورت آنکھیں چومتی اسے اپنی باتوں سے چپ کروانے کی کوشش کرتی جلدی سے فیڈ کروانے لگی۔ازمیر شاہ کو خاموش ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ نے گہری سانس بھرتے جھک کے اسکے ماتھے کو پیار سے چوما تھا۔۔

زہرہ مام جو ایزل شاہ کے ڈاکٹر کے پاس نہ جانے کے رونے کو سنتی اس کے آنسو پونچھتے ہوئے مرحا شاہ کے کمرے کا دروازہ کھولنے کی غلطی کر چکی تھیں، سامنے صوفے پہ زوریز شاہ اور مرحا شاہ کو ایک دوسرے کی بانہوں میں سکون سے سوتے دیکھ کے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی جلدی سے دروازہ بند کر گئی۔۔انہیں مرحا کے کمرے میں بغیر دستک کے جانے کی عادت تھی لیکن یہ منظر دیکھ کے انہوں نے خود سے توبہ کی تھی جو آئیندہ بغیر اجازت کسی کے کمرے میں داخل ہوئی ہوں۔۔کاظم شاہ جو گاڑی سٹارٹ کر کے پھر سے ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا، زہرہ مام کو سرخ چہرہ لئے مرحا شاہ کے کمرے کا دروازا بند کرتے دیکھ کے وہ پہلے تو حیران ہوا تھا لیکن پھر زوریز شاہ جیسے بے باک انسان کا خیال رکھتے وہ کچھ نہ دیکھ کے بھی بہت کچھ سمجھ گیا تھا۔۔ماں کا سرخ چہرہ دیکھ کے وہ دل میں زوریز شاہ کو گالیوں سے نوازتا اپنا قہقہ روکتے ہوئے ایزل شاہ کے کمرے میں داخل ہو گیا، وہ اپنے کہے کے مطابق اسے واقعی ہی ڈاکٹر پہ لے کے جا رہا تھا۔دونوں ہی ضد پہ اڑے ہوئے تھے اب دیکھنا یہ تھا جیت مسٹر کاظم شاہ کی ہونی تھی یا مسز جیری کاظم شاہ کی!!

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 83 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ اپنی نیوی بلیو قمیض کے سلیوز کہنیوں تک اچھے سے فولڈ کرتا جھنجھلاتے ہوئے کچن میں داخل ہوا تھا۔کچن کی بکھری حالت دیکھ کے وہ گہری سانس بھرتا ہوا سٹوو تک آیا تھا۔پین میں جلی ہوئی فرائز دیکھنے کے بعد وہ سوچنے لگا وہ اپنی دغا

باز بیوی کے لئے کیا بنائے؟ لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اسے تو کچھ بنانا ہی نہیں آتا! وہ لوگ جب بھی اپارٹمنٹ آتے تھے اس کے دوست ہی کوکنگ کیا کرتے تھے، لیکن ہاں اسے بچپن سے ہی نوڈلز اور پاستہ بنانا آتا تھا، وہ بچپن میں یہ دونوں چیزیں کافی اچھی بنالیا کرتا تھا لیکن جب سے وہ بڑا ہوا تھا، اس نے ہل کے پانی بھی بہت مشکل سے پیا تھا۔۔ وہ کچن کے کینٹ کھول کے نوڈلز کے پیک تلاش کرنے لگا، بنا مشقت کئے اسے نوڈلز مل چکے تھے۔۔ نوڈلز کو گرم پانی میں ابال کے چھاننے کے بعد وہ اسے ٹیپ واٹر کے ساتھ بھگونے لگا، اس میں دو چمچ آئل ڈال کے اسے مکس کرنے کے بعد اب وہ کچن سے کٹی ہوئی چکن ڈھونڈ رہا تھا۔۔ اسے چھوٹے چھوٹے پیس میں کٹی ہوئی چکن نہ ملی تو بڑے بڑے پیس پکڑ کے انہیں کٹنگ بورڈ پہ رکھتا بڑی سی چھڑی کے ساتھ چھوٹا چھوٹا کاٹنے لگا۔۔

افف!! اب میں سبزیاں نہیں کاٹ رہا! اسے یقیناً میری طرح سبزیاں پسند نہیں ہوں گی!!۔۔۔ چکن کے پیسز کرنے کے بعد جب یاد آیا نوڈلز میں سبزیاں بھی ڈالنی چاہئیے تو ٹشو اٹھا کے اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتا وہ گہری سانس بھرتے ہوئے خود سے مخاطب ہوا۔۔ موسم میں تبدیلی آچکی تھی۔۔ اب کبھی کبھی بہت زیادہ گرمی فیل ہونے لگتی تھی جو اس وقت ارزم شاہ کو ہو رہی تھی، خیر وہ سبزیوں کے بغیر جلدی سے چکن والے نوڈلز بناتا ان پہ تھوڑی سی گارنشنگ کرتے باؤل کو ٹرے میں رکھ کے ساتھ پیپسی کا ایک عدد کین رکھے اس کی پیاری سی تصویر لے کے کیپشن میں "آئی ایم آشیف بوائے" لکھتے سنیپ چیٹ پہ سٹریک بھیج چکا تھا، آخر کو اس نے اتنی محنت سے نوڈلز بنائے تھے، وہ پوری دینا کو کیونکر نہ بتاتا؟

"وائف بوائے*"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی آدھا منٹ بھی نہیں گزرا تھا جب زوریز شاہ نے اسکی سٹریک کا کیپشن پڑھ کے اسکی تصحیح کرنا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

اپنی طرح کا سمجھ رکھا ہے؟۔۔۔ ارزم شاہ جو سنیپ چیٹ بند کر کے رکھنے والا تھا زوریز شاہ کا ریپلائے پڑھ کے اس نے دانت کچکچاتے ہوئے کچھ اترا کے جواب دیتے فون بند کر کے اپنے بنائے گئے نوڈلز چھکے بغیر اپنی دغاباز بھوکی بیوی کے کمرے کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے، جو سونے کا ڈرامہ کرتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

اسکے کمرے تک آتے ارزم شاہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے دروازے کا ہینڈل گھمایا تھا، اپنی مردانہ انا کو ایک سائیڈ پہ رکھتے وہ گہری سانس بھرتا ہوا سنجیدگی سے اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا، کمرے میں داخل ہوتے ہی نظروں کا

مرکز بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹی ہچکولے کھاتی ہوئی ذائشہ خان بنی تھی۔ اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھ کے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ رو رہی ہے۔۔ اسے رونے میں مشغول دیکھ کے ارزم شاہ نے پیر کی ٹھوکر سے کچھ زور سے دروازہ بند کیا تھا تاکہ وہ خود بخود اٹھ جائے، اسے اسکے پاس آ کے اسے پکارنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو اور کچھ ایسا ہی ہوا تھا، دروازے کی زور سے بند ہوتی آواز پہ وہ سہمتی ہوئی جلدی سے بیڈ سے اٹھ کے بیٹھی رخ موڑ کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی، سامنے ارزم شاہ کو دیکھ کے اسکے سینے میں اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔ اسکی دائیں آنکھ کو پھر سے پہلے کی طرح سرخ دیکھ کے وہ اسکے ڈرے سہمے تاثرات کو بغور نوٹ کرتا اسکی جانب بڑھا تھا۔

جلدی سے یہ ختم کرو پھر پین کلر کھانی ہے!!۔۔۔۔ وہ اسکے سامنے درمیانے سائز کی ٹرے رکھتا حکمیہ لہجے میں بولتے ہوئے بیڈ سے کچھ فاصلے پہ موجود صوفے پہ جا کے بیٹھ گیا۔۔ زائشہ خان نے ان نوڈلز کو دیکھ کے ناک منہ چڑھایا تھا، خود باہر کا مہنگا کھانا کھانے کے بعد وہ اسے بچوں والے نوڈلز پیش کر رہا تھا؟ ذائشہ کو بے ساختہ رونا آیا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔ کھانا۔۔۔۔ وہ بھیگی آواز میں دبے دبے غصے سے بولتی اس ٹرے کو خود سے دور کر گئی۔ ارزم شاہ جو خود کو فون مین مصروف کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اسکے نخروں پہ اس نے غصے سے دانت پیسے تھے، وہ اتنی دیر کچن میں پسینے میں بھیگتا ہوا یہ نوڈلز بنا کے آیا تھا اور یہ میڈیم انہیں کھانے سے انکار کر رہی تھی؟

تمہارے نخرے اٹھانے نہیں آیا میں!! دو منٹ سے پہلے یہ سب ختم کرو!!۔۔۔ وہ غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔ اسکے غصے پہ پہلے سے تکلیف میں موجود ذائشہ خان کی آنکھوں سے رکے ہوئے آنسو پھر سے رواں ہوئے تھے۔

نہ اٹھائیں نخرے۔۔۔ یہ بھی کنجوسوں کی طرح خود کھا لیں!!۔۔ وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی ضدی انداز میں اس ٹرے کو خود سے دور کرتی تکیے پہ اوندھے منہ گر کے خود پہ چادر لے گئی، اسکی زبان درازی پہ وہ اسے دیکھ کے رہ گیا، اس میں پرانی ذی کی جھلک دکھی تھی جب وہ اپنی بیوقوفیوں میں بھی زبان درازی کرنا نہیں بھولتی تھی۔۔ ارزم شاہ نے غصے سے صوفے پہ اپنا فون پٹکا تھا، اپنی بڑھی ہوئی شیو رنگ بیرڈ پہ ہاتھ پھیر کے وہ صوفے سے اٹھتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

میری بات سنو!! یہ نوڈلز تمہیں کھلانے کے لئے میرے پاس ایک سو ایک طریقہ ہے لیکن افسوس وہ سب تمہارے نزدیک واحیات طریقے ہوں گے!! اسی لئے تیس سیکنڈ کے اندر اندر اٹھ کے انہیں فنش کرو۔۔۔ اسے کہنی سے پکڑ

کے ایک دم سے سیدھا کرتا ارزم شاہ کھڑے کھڑے ہی اس پہ جھکتا ہوا اپنے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے مضبوط لہجے میں غرایا۔

مجھے۔۔ بھو۔۔ بھوک۔۔۔ نہیں۔۔۔ہے۔۔وہ تھوک نگلتی ہوئی اپنی نظروں کو جھکا کے مدھم آواز میں ضد سے بولی، اسے اس وقت بھوک تو تھی لیکن نوڈلز کی بھوک اسے واقعی ہی نہیں تھی۔۔

ذائشہ خان!!!!!! ۔۔۔۔وہ اب کی بار دھاڑا تھا، اسکے لہجے کی ضد وہ محسوس کر چکا تھا۔ اسکے دھاڑنے پہ وہ فوراً سے پہلے اٹھ کے بیٹھی تھی۔ اسکے یوں فوراً سے اٹھنے پہ اس پہ جھکے ہوئے ارزم شاہ کے لب اچانک سے اسکے ماتھے سے ہولے سے ٹکرائے تھے جس پہ وہ جلدی سے کرنٹ کھا کے اس سے دور ہوا تھا، ذائشہ جو اسکے لب اپنے ماتھے پہ محسوس کرنے ہی والی تھی، اسے اچانک سے خود سے دور ہوتے دیکھ کے وہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دبا کے اپنے آنسو ضبط کرتی نظریں جھکا کے نوڈلز کھانے لگی۔۔ نوڈلز کی شکل تو کافی اچھی تھی لیکن پہلا ہی چمچ لینے پہ ذائشہ خان کو محسوس ہوا تھا ان میں چلی ساس کافی زیادہ مقدار میں ڈالا گیا۔ ذائشہ خان کو اپنا منہ جلتا ہوا محسوس ہوا تھا لیکن پھر اسے لگا شاید اس نے یہ سب جان بوجھ کے اسے تکلیف دینے کے لئے یا اپنا بدلہ لینے کی غرض سے ڈالا ہو، وہ بے حس بنتی اسکی طرف دیکھے بغیر چلی ساس سے بھرے یہ نوڈلز کھانے لگی، وہ آدھے سے زیادہ نوڈلز کھا چکی تھی جب زیادہ مرچ کھانے کی وجہ سے اسے اچانک سے کھانسی کا شدید دورہ پڑا تھا۔۔ وہ زور زور کھانستی ہوئی اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھ گئی، ارزم شاہ جو اس سے دور ہونے کے بعد فون میں مصروف ہو چکا تھا اسے نظریں جھکا کے زور زور سے کھانستے دیکھ کے وہ صوفے سے اٹھتا ہوا اسکے نزدیک آیا تھا، اسکے نزدیک آ کے پیپسی کا کین کھولتے اس نے سنجیدگی سے اسکے ہاتھ میں تھمایا تھا، ذائشہ خان نے فوراً سے پہلے اس کین کو اپنے لبوں سے لگایا تھا، لیکن جب ایک گھونٹ بھرتے ہی پہلے سے زیادہ مرچی لگی تو اگلے ہی پل اسے ٹرے میں رکھتی وہ سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ تھامتی اسے گلاس میں انڈھیلنے کی مشقت کے بغیر اپنے ہونٹوں سے لگا گئی۔ اس اچانک افتاد پہ ارزم شاہ نے کچھ چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکا آنسوؤں سے تر بے حد سرخ ہوتا چہرہ اور اس پہ تضاد اسے یوں تیزی سے بڑا گٹ پانی پیتے دیکھ کے اسکا حیران ہونا بنتا تھا، اسے منہ اوپر چھت کی طرف اٹھا کے پانی پیتے دیکھ کے ارزم شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو اپنے بنائے ہوئے نوڈلز خود ٹیسٹ کرنے کا سوچا، باؤل میں پڑے چمچ میں تھوڑے سے نوڈلز بھرتا وہ انہیں چکھنے لگا، یہ وہی چمچ تھا جس سے ذائشہ خان

کھا رہی تھی، ایک چمچ کھاتے ہی ارزم شاہ کا پورا چہرہ سرخ ہوا تھا، اتنی مرچ کھا کے اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ زیادہ مرچ کھانے کا عادی نہیں تھا، ارزم شاہ نے اپنے لبوں سے چمچ ہٹا کے جلدی سے باؤل میں پھینکا تھا، ذائشہ خان نے اسے نوڈلز چکھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، ارزم شاہ کو اب سمجھ آئی تھی وہ پاگلوں کی طرح پانی کیوں پی رہی ہے، یوں تیزی سے پانی پیتے ہوئے ذائشہ خان کی گردن اور گردن کی گہرائیوں پہ بھی کافی مقدار میں پانی گر چکا تھا، اس نے جان بوجھ کے چلی ساس زیادہ نہیں ڈالا تھا، یہ سب غلطی سے ہوا تھا، اور وہ تھی کہ بتائے بغیر آدھے سے زیادہ باؤل کھا گئی تھی؟ ارزم شاہ جانتا تھا وہ اسکی طرح زیادہ مرچ کھانے کی عادی نہیں ہے۔۔

بس۔۔۔ میرا پیٹ فل ہو گیا۔۔۔ پانی کا جگ اپنے لبوں سے ہٹانے کے بعد ذائشہ اس ٹرے کو خود سے دور کرتی لمبی سی ہچکی کے درمیان بولی۔ وہ اس وقت قابلِ رحم تھی، اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ، اسکا معصومیت سے ٹرے خود سے دور کرنا، اسکی آنکھوں میں موجود اذیت دیکھتے ہوئے ارزم شاہ بے ساختہ اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ جماتے اسکے بھیگے لبوں پہ جھکا تھا، وہ اتنا زیادہ پانی پی چکی تھی لیکن ارزم شاہ کو ابھی بھی اسکے ہونٹ جلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، وہ اسکے ہونٹوں سے ساری مرچ اپنے اندر انڈھیلنے کی کوشش کرتا انہیں نرمی سے چومنے لگا، وہ اس ایک گھنٹے میں اس کی وجہ سے کتنی تکلیف اٹھا چکی تھی، یہ سوچ سوچ کے ارزم شاہ کو بہت برا فیل ہو رہا تھا۔ اسے تکیے پہ گرائے وہ بیڈ پہ اپنا گھٹنہ فولڈ کر کے رکھتا اسکے لبوں کو ہنوز اپنے ہونٹوں میں پیوست کئے اس پہ مزید جھکتا اس کے لبوں کی ساری مرچ اپنے ہونٹوں میں سمیٹنے لگا۔ ذائشہ خان اپنی ہیزل آنکھوں میں حیرانگی لئے اپنے ہونٹوں پہ اسکی اس قدر نرمی محسوس کرنے لگی۔ اپنی دائیں آنکھ کھولنے میں اسے اب پہلے سے کئی گنا زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی تھی جس پہ وہ اپنی آنکھیں موند کے اسے اپنی منمانی کرنے کی اجازت دے گئی۔ ارزم شاہ کتنی ہی دیر اسکے لبوں پہ جھکا ان کی نرمی محسوس کرتے ہوئے ان پر سے وہ تمام تر مرچ چننے کی کوشش کرتا رہا تھا جو اسکی وجہ سے اسکی دغاباز بیوی کو کھانی پڑی تھی۔۔ اس کے لمس کی نرمی کو شدت اختیار کرتے دیکھ کے ذائشہ خان بے ساختہ اسکا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں تھام گئی، ارزم شاہ کو اسکے ہاتھ اپنے کالر کے ساتھ ساتھ جب اپنی گردن پہ محسوس ہوئے تو وہ ایک جھٹکے میں ہوش میں آتا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا جن پہ اس نے اگر جو کل ضرورت سے زیادہ سختی دیکھائی تھی تو آج ضرورت

سے زیادہ نرمی بھی دیکھائی تھی۔ اسے اپنی نرمی پہ غصہ آیا تھا، دل کیا اسکے ہاتھ زور سے اپنے کالر سے جھٹک دے، لیکن اسے یوں جھٹکے سے پیچھے ہوتے دیکھ کے ذائشہ خود ہی اسکے کالر سے اپنے ہاتھ ہٹاتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

اتنے نوڈلز کھا کے بھی رونا دھونا ختم نہیں ہو رہا!!۔۔۔ وہ اسکے آنسوؤں سے بھیگے چہرے پہ جان بوجھ کے ٹونٹ مارتا سپاٹ چہرے سے الماری کی طرف بڑھا تھا تاکہ فرسٹ ایڈ باکس سے پین کلر نکال سکے۔۔

مرچ ڈالنا تو آپ بھول گئے۔۔ یوں قطرہ قطرہ اپنی بے رخی سے مارنے سے بہتر ہے تھوڑی سی اور مرچ ڈال دیتے تاکہ ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ کے پاس چلی جاتی۔۔ اسکے طنز پہ وہ بے دردی سے اپنے آنسو صاف کرتی اداسی سے مسکرا کے بولتی ارزم شاہ کے دل کے تار چھیڑ گئی۔۔

جب تم نے مجھے چھ ماہ قطرہ قطرہ کر کے جیتے جی مارتے زندہ لاش بنایا ہے تو تمہیں کیوں لگتا میں تمہیں اتنی آسانی سے اللہ کے پاس پہنچنے دوں گا؟۔۔ وہ فرسٹ ایڈ باکس سے پین کلر نکال کے زور سے الماری بند کرتا اسکی طرف بڑھتے ہوئے استہزایا انداز میں سر جھٹک کے گویا ہوا۔۔ اسے اپنی صفائی دینا ضروری نہیں سمجھا تھا کہ اس نے جان کے چلی ساس زیادہ نہیں ڈالا یہ سب اس سے غلطی سے ہوا ہے۔ وہ اب کی بار جوابا خاموش رہی، کچھ بولنے کو تھا کہ نہیں جیسے۔۔ اسکی دائیں آنکھ میں بڑھتی بے حد سرخی کو دیکھ کے ارزم شاہ بھی اب اپنی زبان بند کرتا اسکی طرف بڑھا۔۔

یہ پین کلر کھاؤ فوراً!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ اس تک پہنچ کے اسے کہنی سے پکڑ کے ایک جست میں تکیے سے سر اٹھا کے بٹھاتا اسکی طرف پین کلر بڑھا گیا۔

کیا اس پین کلر سے دل میں اٹھتا درد کم ہو جاتا ہے؟؟۔۔۔ وہ ٹوٹ کانچ کی کرچیوں سے لہجے میں گویا ہوئی۔ اسکے بھیگے لہجے پہ وہ بے ساختہ اسکی طرف دیکھنے لگا، وہ بار بار رو کے اپنی دائیں آنکھ کا مزید حشر بگاڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھ کی خراب ہوتی حالت دیکھ کے ارزم شاہ نے پین کلر زمین پہ پھینکتے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا فون اٹھایا تھا۔ فون اٹھاتے ہی اس نے زوریز شاہ کا نمبر ملاتے کان سے لگایا۔ فون پہلی ہی بیل پہ اٹھا لیا گیا تھا۔۔

لالہ اگلے دس منٹ میں مرحا کو اپارٹمنٹ لے کے پہنچے!! ۔۔۔ فون چھوٹتے ہی ارزم شاہ اضطراب کی کیفیت میں دوسری طرف موجود زوریز شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔

کیوں تمہیں کیا کام پڑ گیا ہے میری بیوی سے ؟۔۔۔زوریز شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی نیند سے بیدار ہو کے مرحا شاہ کے کمرے سے اوپر اپنے کمرے کی طرف آیا تھا، ارزم شاہ کے لہجے میں فکر مندی محسوس کرتے وہ اپنے ازلی تفتیشی انداز میں سوال کرنے لگا۔۔

ارجنٹ کام ہے! اسے بولیں اپنا میڈیکل باکس ساتھ لے کے آئیں اور اسپیشلی آئیز کے تمام ڈراپس لانا مت بھولے!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کے ایک نظر ذائشہ کی طرف دیکھنے لگا جو معصومیت سے اپنی آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اس سے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے ارزم شاہ کی نگاہیں اسکے نازک دودھیا سفید ہاتھوں کی طرف اٹھی تھیں۔۔ان ہاتھوں کی مخروطی انگلیوں پہ کٹ دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا، اسکی بالکل ابھی اسکی انگلیوں پہ نظر پڑی تھی جن پہ جگہ جگہ کے لگے ہوئے تھے، کسی کٹ سے ہلکا سا خون رس رہا تھا تو کسی کٹ پہ خون جم چکا تھا۔وہ بھول چکا تھا دوسری طرف موجود زوریز شاہ کیا بول رہا ہے، وہ فون بند کر کے بیڈ پہ پھینکتا ذائشہ خان کا دائیاں ہاتھ تھام گیا، ذائشہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے ہاتھ کو الٹتے پلٹتے ہوئے اسکی انگلیوں پہ لگے کٹس کا جائزہ لے رہا تھا۔۔

یہ کیا ہے ؟ نیا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے تم نے مجھے اذیت دینے کا؟؟۔۔۔وہ اس کے دونوں ہاتھ کی انگلیوں پہ کٹس دیکھتا غصے سے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ چیخا تھا۔وہ ان نرم ہاتھوں پہ اپنے ہونٹ رکھنے کا عادی تھا جنہیں اس نے تکلیف پہنچائی تھی۔۔اسکے یوں اچانک سے چیخنے پہ ذائشہ خان اسے ڈری سہمی ہرنی کی طرح دیکھنے لگی۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں ذائشہ خان!! کیوں کیا یہ سب ؟۔۔۔وہ غصے سے دھاڑتا ہوا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچ گیا، اسے لگ رہا تھا ذائشہ خان نے یہ کٹ جان بوجھ کے خود کے ساتھ ساتھ اسے اذیت دینے کے لئے لگائے ہیں۔

م۔مجھے۔۔بر۔۔بر گر۔۔ نہیں۔۔دیا۔۔تھا۔۔فرائز۔۔بھی۔۔نہیں۔۔دی۔۔تھیں۔۔بھوک۔۔لگی۔۔تھی۔۔فر ائز۔۔کاٹتے۔۔ہوئے۔۔چھری۔۔لگ۔۔۔گئی۔۔۔اسکے پھر سے دھاڑنے پہ وہ سہم کے ٹوٹ پھوٹے الفاظ میں اس سے شکوہ کرنے کے ساتھ ساتھ جواب دینے لگی۔بھیگی متورم شکوہ کناں آنکھیں، بھیگے لہجے میں کیا گیا یہ شکوہ ارزم شاہ کو پاگل کرنے کے لئے کافی تھی، نظریں اسکے چہرے سے بھٹک کے پھر سے اسکے سراپے میں الجھی تھیں، اسکی باٹل

گرین قمیض سینے سے ہنوز گیلی تھی، وہ اسکا جبڑہ چھوڑتے ہوئے خمار آلود نگاہوں سے اسکے دن کے خوبصورت خدوخال پہ نظریں جما گیا، اسکی بے باک گہری نظروں کا ارتکاز اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتے ذائشہ خان سرخ پڑی تھی۔ اسے سرخ پڑتے دیکھ کے وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدلتا اس سے رخ موڑ گیا۔۔

شرٹ چینج کرو جا کے !! لالہ آنے والے ہیں!!۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے بولا۔۔

د۔دوپٹا۔۔ل۔۔لے۔۔لیا۔۔۔ہے۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اپنا دوپٹا اٹھا کے سینے پہ اچھے سے پھیلا گئی۔ اسکے جواب پہ ارزم شاہ نے رخ موڑ کے پھر سے اسکا جائزہ لیا تھا، اسے شفون کے باٹل گرین دوپٹے میں دیکھ کے ارزم شاہ نے اسے اپنی سرخ شہد رنگ آنکھوں سے گھورا تھا، جو اس باریک سے دوپٹے کو لے کے مطمئن ہو چکی تھی؟

لیکن اس دوپٹے میں بھی مجھے سب کچھ نظر آرہا ہے ذائشہ خان!! خود کو آئینے میں دیکھو گی تو تمہیں معلوم ہو گا یہ تمہیں (تمہاری خوبصورتی) چھپانے کے لئے ناکافی ہے!!۔۔وہ اپنے۔ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا ٹھنڈے برفیلے میں لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے لہجے میں بے باکی کا تاثر محسوس کرتے وہ سرخ پڑتی اپنا نچلہ لب دبا کے بیڈ سے اٹھتی ہوئی الماری سے سادہ سا شاکنگ جوڑا لئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ ارزم شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھائے تھے، اس دوران وہ بھول چکا تھا چلی ساس سے بھرے نوڈلز ہنوز بیڈ پہ موجود ہیں جنہوں نے اسے ابھی کچھ ہی دیر میں اچھا خاصا ذلیل کروانا ہے۔

خیریت؟ اتنا سلوک؟۔۔۔۔۔ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے رف سے بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس کاظم شاہ جو ابھی ہویلی میں داخل ہو رہا تھا، زوریز شاہ اور مرحا شاہ کو ایک جیسے سفید رنگ کے لباس میں ہمقدم راہداری کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ مصنوعی حیرانگی سے کچھ کچھ شرارت سے استفسار کرنے لگا جبکہ ان دونوں کو یوں ساتھ دیکھ کے دل میں اس نے ماشاءاللہ بولا تھا، اسکے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ نے کھکھلاتے ہوئے اپنے ہاتھ موو کئے تھے۔۔

بس نہ پوچھیں کتنی محنت کرنی پڑی ہے اس حسن سلوک کے لئے! ورنہ آپ نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی میری رخصتی اگلی صدی تک سکیجول کروانے کی!!۔۔۔زوریز شاہ اپنے پہلو میں کھڑی سفید شلوار قمیض میں ملبوس سر پہ سفید ہی دوپٹا لئے مرحاشاہ کو ایک نظر پیار سے دیکھنے کے بعد کاظم شاہ کی طرف دیکھتا منہ بسور کے جلے کٹے انداز میں جواب دے رہا تھا۔اس کے جلے کٹے انداز پہ کاظم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

اتنی جلدی معاف نہیں کرنا چاہئیے تھا مرحا بچے!!۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے مرحاشاہ کی طرف دیکھتا اسے مفت مشورے سے نوازتے ہوئے زوریز شاہ و مزید سلگا رہا تھا۔۔

ابھی کہاں کیا ہے لالہ! جب تک مجھے ٹانگیں اوپر کر کے منہ نیچے کر کے سلیوٹ نہیں کرے گا!معاف نہیں کروں گی اس میجر کو! ۔۔۔مرحاشاہ بھی جواباً کاظم شاہ کی شرارت کا ہنس کے جواب دیتی ازمیر شاہ کے پھولے گال اپنے ہاتھ کی چٹکی میں بھرنے لگی۔زوریز شاہ نے گھور کے مرحاشاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے ابھی اسکی پسند کے مطابق اسکے جیسا سفید لباس پہنا تھا اور اب کاظم شاہ کے ساتھ مل کے وہ اسے چھیڑ رہی تھی یہ سوچے بغیر کے اسے چھیڑنا مرحاشاہ پہ ہمیشہ بھاری پڑتا ہے۔مرحاشاہ کے جواب پہ کاظم شاہ پھر سے قہقہ لگاتا زوریز شاہ کو آنکھ ونک کر گیا جو سلگ کے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔باپ کے قہقہ لگانے پہ ازمیر شاہ پھر سے کھکھلاتا ہوا اپنے ہاتھ پیر تھوڑے سے موو کرنے لگا۔

لالہ! اسے کمبل میں کور کر کے رکھے نا!! ۔۔۔ہنستے ہنستے مرحاشاہ نے اچانک سے ازمیر شاہ کو غور سے دیکھا تھا، جو صرف بلیو بے بی آوٹفٹ میں ملبوس تھا، ننھے ننھے پیر چھوٹے سے بے بی شوز میں مقید تھے، وہ اس وقت بغیر کسی کیپ اور کمبل کے کاظم شاہ کی بانہوں میں کھکھلا رہا تھا جس پہ مرحاشاہ فکر مندی سے گویا ہوئی۔۔

اسے شاید گرمی لگ رہی تھی، کمبل دو تو اپنا پھٹا ہوا سپیکر آن کر کے رونا سٹارٹ کر دیتا ہے، کیپ پہناؤ تو سر موو کرتا ہو ارورتا ہے، ابھی بھی اسی لئے کمرے میں رو رہا تھا تو میں نے سوچا باہر کا چکر لگوا کے لاتا ہوں اور اب دیکھو صرف باہر گھمانے کی دیر ہے اور اس گنجے ہینڈسم کی بتیسی نہیں بند ہو رہی۔۔۔کاظم شاہ دانت پیس کے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا مرحاشاہ کو جواب دے رہا تھا۔

لالہ چھوٹے بچے ایسے ہی کرتے ہیں! ابھی تو موسم چینج ہو رہا ہے! ٹھیک سے گرمی آئی بھی نہیں ہے! اگر اسے کمبل بغیر باہر لے کے گھومیں گے تو بیمار ہو جائے گا۔۔۔۔ مرحاشاہ مزید فکر مند ہوتی ازمیر شاہ کو گال سہلانے لگی۔۔

اچھا میں دیکھ لوں گا اسے!! تم دونوں باہر جاؤ جہاں جا رہے تھے۔۔۔ کاظم شاہ اسکی فکر پہ مسکرا کے انہیں باہر جانے کا بولتا زوریز شاہ کے پھولے منہ کو دیکھ کے ہنسی ضبط کرتا مرحاشاہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے آفے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ چاہتا تھا وہ دونوں زیادہ سے زیادہ باہر گھوم پھر کے ایک دوسرے میں پہلے والی انڈر سٹینڈنگ پیدا کریں، اسی لئے انہیں باہر جانے کا بول کا اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو دیوانوں کی طرح چومتا اندر کی طرف بڑھ گیا، اسکا بیٹا دوپہر سے رو رہا تھا، وہ شاید اس لئے روتا ہوا انہیں تنگ کر رہا تھا کہ اسکے ماں باپ اپنے ساتھ اسے باہر گھمانے کیوں نہیں لے کے گئے؟ کاظم شاہ نے جب تک اسے ہویلی سے باہر کا چکر نہیں لگوایا تھا ازمیر شاہ نے رونا بند نہیں کیا تھا۔۔

تم سیلوٹ کرنے کی بات کرتی ہو بے بی؟ ہماری سہاگ رات پہ میں نے تمہارے پور پور کو اپنے لبوں سے خراج تحسین پیش نہ کیا تو میرا نام بھی زوریز ھارون شاہ نہیں!!۔۔ کاظم شاہ کے جانے کی دیر تھی جب وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتا ایک ایک لفظ پہ زور دیتے جھک کے اس کے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے چھونے لگا جب مرحاشاہ دور گیٹ پہ کھڑے ملازموں کا خیال کرتی سٹپٹا کے جلدی سے اس سے الگ ہوئی۔ اسکی بے باک بات پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی۔۔ اسکے دور ہونے پہ زوریز شاہ نے اپنی سرخی مائل ہری انکھوں سے اسے گھورا تھا۔۔

پاگل ہو؟ جگہ کا تو لحاظ کر لیا کرو!!۔۔۔۔ وہ اسکے گھورنے پہ اسے مصنوعی غصے سے جواباً گھورتی پیر پٹکتے ہوئے اسکی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ زوریز شاہ کچھ دور ملازموں کی فوج کو دیکھ کے چہرے کے تاثرات بگاڑتا اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے وہ کام انجام دیا تھا جو باہر ملازموں کی موجودگی کی وجہ سے ادھورا رہ چکا تھا، مرحاشاہ جو ابھی پیسنجر سیٹ کا دروازہ بند کرتی ٹھیک سے بیٹھ رہی تھی اپنی سانسوں پہ اچانک سے پہرا محسوس کرتے وہ اپنی سنہری آنکھیں پھیلائے زوریز شاہ کو دیکھ کے رہ گئی۔۔

افف کافی زیادہ ریڈ نیس ہو رہی ہے لالہ!! میں اس کی آنکھ میں کچھ ڈراپ ڈال رہی ہوں! اگر صبح تک کوئی فرق نہ پڑا تو میں آپ کو دو چار آئی سپیشلسٹ کے نام دوں گی! آپ ان کے پاس ضرور جایئے گا!!۔۔۔۔۔ مرحاشاہ فکر مندی سے بولتی ہوئی ذائشہ کی آنکھ چیک کر رہی تھی، ارزم شاہ بیڈ سے کچھ فاصلے پہ کھڑا اسی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ زوریز شاہ اسے غصے سے گھورنے کا کام انجام دے رہا تھا۔۔ اسے جب سے پتا چلا تھا ذائشہ کی آنکھوں میں آئل کے چھینٹے پڑے ہیں وہ تب سے لگاتار اسے یونہی گھور رہا تھا جس پہ ارزم شاہ بار بار نظریں چرا جاتا۔۔

م۔مجھے۔۔۔ نہیں۔۔ڈراپ۔۔ڈالنے۔۔۔۔ مرحاشاہ کو آئیز ڈراپ کھولتے دیکھ کے ذائشہ خان معصومیت سے لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوئی۔۔ یہ پہلی بار تھا جو اس نے زوریز شاہ اور مرحاشاہ کے آنے کے بعد کوئی لب کشائی کی تھی، ورنہ صرف ان کی سلام کا جواب دے کے وہ کب سے انہیں انجانی نظروں سے دیکھ رہی تھی، اسے یاد تھا اس نے زوریز شاہ کو اپنے نکاح والے روز گھونگھٹ کے نیچے سے دیکھا تھا لیکن مرحاشاہ اسکے لئے بالکل انجانی تھی وہ اس نازک اور خوبصورت لڑکی کو آج پہلی دفعہ دیکھ رہی تھے جس کے چہرے پہ اسکے شوہر کی محبت کے رنگ کھلے ہوئے واضح تھے، مرحاشاہ کا گلابی چہرہ اسکے ضرورت سے زیادہ سرخ ہوتے ہونٹ دیکھ کے ذائشہ خان بہت کچھ سمجھ چکی تھی، آخر کو وہ بھی اپنے نکاح کے دنوں کے بعد ان لمحات سے گزری تھی جب اسکا شوہر بے تابی سے اس پہ اپنا پیار لٹاتا اسے یوں سرخ کرتا تھا، مرحاشاہ اسکے کافی نزدیک بیٹھی تھی اسی لئے وہ آسانی سے اس کے چہرے کا جائزہ لے چکی تھی جبکہ ارزم شاہ کی نگاہیں اپنی بیوی کی طرف تھیں جو شاکنگ لباس میں ملبوس مرحاشاہ کا ہاتھ معصومیت سے پکڑتی اسے ڈراپس نہ ڈالنے کا بول رہی تھی۔۔

آاااامیر ابچہ ڈراپ ڈالو گی تو ٹھیک ہو جاؤ گی!!۔۔۔ مرحاشاہ اپنے جتنی ذائشہ خان کی بچوں والی مزاحمت پہ اپنے ہونٹ گول کر کے اسے بچوں کی طرح پچکارنے لگی، زوریز شاہ نے بمشکل اس کے ہونٹوں سے نظریں ہٹائی تھیں۔۔

ل۔لیکن۔۔مجھے۔۔۔ درد۔۔ہو۔۔گا۔۔۔ ذائشہ اپنے آنسو ضبط کرتی معصومیت سے چہرا جھکا کے بولی، وہ اچھے سے سر پہ دوپٹا جمائے ہوئے تھے، دوپٹا بھی ایسے سٹف کا تھا جو نہ تو اسکے وجود سے پھسل رہا تھا اور نہ ہی اسکے جسم کا کوئی حصہ واضح کر رہا تھا۔ ذائشہ کی معصومیت بھری مزاحمت پہ مرحاشاہ نے سوالیہ نگاہوں سے ارزم شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

مرحایہ ڈراپ یہی سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دو۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی بیوی کے نخروں پہ دانت کچکچا کے بولا، چہرے پہ غصیلے تاثرات واضح تھے۔۔

بھابھی بول!!!۔۔۔اسے غصے میں آتے دیکھ کے زوریز شاہ اسکے کان کی طرف جھک کے اترا کے بولا کہ اسکی بیوی کا نام لینے کی بجائے اسے بھابھی بولے۔۔

دو سال چھوٹی ہے مجھ سے!!۔۔۔اسکے بلا فضول میں اترانے پہ ارزم شاہ رخ موڑ کے زوریز شاہ کی طرف دیکھتا آنکھیں گھما کے بولا۔

رشتے میں تو بڑی ہے نا تجھ سے؟ جس دن تیری زبان کو بھابھی بولتے ہوئے لقوہ ہو گیا، اسی بھابھی سے علاج کروادوں گا تیرا!! فکر نہ کر!!۔۔۔زوریز شاہ اسے گھور کے دیکھتا پھر سے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا ناجانے اسکا غصہ ٹھنڈا کر رہا تھا یا اسے مزید تپا رہا تھا۔۔

بھابھی آپ اسے پین کلر دے دیں! باقی میں خود دیکھ لوں گا!!۔۔۔ارزم شاہ اب بلند آواز میں مرحا شاہ سے مخاطب ہوا ایک ایک لفظ چبا کے بولا تھا جو اس کے طرزِ تخاطب پہ پہلے تو حیران ہوئی اور پھر زوریز شاہ کو معنی خیز نظروں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے سرخ پڑتی ارزم شاہ کی بات پہ سر ہلا گئی۔۔

اس نے کچھ کھایا تھا؟۔۔۔۔مرحا شاہ نے ذائشہ کی طرف دیکھ کے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔

ہمم نوڈلز!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے نارمل انداز میں جواب دیا جس پہ مرحا شاہ اور زوریز شاہ دونوں کی نظریں سائیڈ ٹیبل پہ پڑے نوڈلز کے باؤل کی طرف اٹھی تھیں۔زوریز شاہ نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا، نظروں کا مطلب صاف تھا "میں نے بولا تھا نا تو وائف بوائے ہے؟!"۔۔۔

اتنی مرچ والے نوڈلز کھائے تم نے؟ زیادہ مرچ مسالے والی چیزیں نہیں کھاتے! معدہ خراب ہو جاتا ہے یار!!۔۔۔

مرحا شاہ نوڈلز کا باؤل پکڑ کے فکر مندی سے اپنی ڈاکٹری جھاڑنے لگی جیسے وہ اکثر اپنوں کی فکر کرتے ہوئے جھاڑ دیا کرتی تھی۔زوریز شاہ جو ارزم کو چڑا رہا تھا، مرحا شاہ کے فکر مندی سے بولنے پہ اس نے اسکے ہاتھ سے نوڈلز کا باؤل پکڑا تھا، چلی ساس سے بھرے نوڈلز دیکھ کے اس نے غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا، جبکہ ذائشہ خان نظریں جھکائے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔بہت۔۔۔مشکل۔۔۔سے۔۔۔کھائے۔۔۔اور۔۔۔کچھ۔۔۔بھی۔۔۔کھانے۔۔کو۔۔۔نہیں۔۔
تھا۔۔۔ذائشہ اپنے آنسو پیتی ہوئی معصومیت سے مرحاشاہ کو جواب دینے لگی۔

نوڈلز بناتے وقت اندھے ہو چکے تھے تم چھوٹے شاہ؟ یا کنگھال گئے ہو جو باہر سے کھانے کو کچھ منگوا نہیں سکے؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کو لتاڑا تھا۔اسکی اتنی عزت افزائی پہ کسی اور کو خوشی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ذائشہ خان کے کلیجے میں رج میں ٹھنڈ پڑی تھی۔

غلطی سے چلی ساس زیادہ ایڈ ہو گیا۔۔۔ارزم شاہ اپنا نچلہ لب دبا کے بے تاثر لہجے میں لاپرواہی سے بولا۔۔
اچھا مطلب آنکھیں تو تمہاری ضائع ہو چکی ہیں جو اتنے مسالے دار نوڈلز دیکھ کے بھی سمجھ نہیں پائیں کہ یہ کھانے کے قابل نہیں ہیں تو کیا بنک بیلنس سلامت ہے یا لون کے سہارے زندگی گزار رہے ہو؟ ایک برگر کتنا مہنگا آتا ہے؟ یقیناً تمہاری گلے میں موجود اس سلور چین سے مہنگا تو نہیں ہو گا؟ کیا اپنی بیوی کے لئے ایک برگر منگوانا بھاری پڑ رہا تھا تم پہ؟؟۔۔۔زوریز شاہ نوڈلز کے باؤل کو سینٹرل ٹیبل پہ پٹکتا غصے سے بولا۔۔ارزم شاہ نے اپنی بیوی کے سامنے اتنی بے عزتی پہ اپنا کان کھجایا تھا۔۔

ان۔انہوں۔۔۔نے۔۔۔

منگوایا۔۔تھا۔۔۔منگوا۔۔۔کے۔۔۔اکیلے۔۔۔برگر۔۔پیزا۔۔۔کھا۔۔لیا۔۔مجھے۔۔۔نہیں۔۔دیا۔۔۔لا۔۔لالہ ۔۔۔ذائشہ خان نے لگے ہاتھ اسکی شکایت لگانا اپنا فرض سمجھا تھا،زوریز شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے جھجک آرے آ رہی تھی لیکن وہ پھر بھی اپنے حق کے لئے بول اٹھی، کیونکہ یہ صرف اس کا دل جانتا تھا وہ اس وقت اس برگر اور پیزے کو کتنا ترس رہی تھی۔۔

لالہ!!!۔۔۔ذائشہ کے اتنے معصوم انداز پہ مرحاشاہ نے بے ساختہ اسے گلے لگا کے حیرت سے ارزم شاہ کو پکارا تھا جو اتنا کنجوس تو کبھی نہیں رہا تھا۔مرحاشاہ کے یوں اچانک گلے لگانے پہ ذائشہ خان کو اپنائیت کا احساس ہوا تھا،وہ رشتوں کو ہمیشہ ترسنے والی مرحاشاہ کی اس پیش قدمی پہ خود پر سے قابو کھاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی، اسے یوں اچانک روتے دیکھ کے وہ تینوں بھوکلائے تھے،زوریز شاہ اور مرحاشاہ کو لگا وہ بھوک کی وجہ سے رو رہی ہے۔۔

شرم تو چھو کے نہیں گزری تمہیں!! کھانا آرڈر کرو جا کے اور صرف ذائشہ کے لئے نہیں ہم سب کے لئے کرو اور صرف ہم سب کے لئے ہی کیوں؟ بلکہ باہر کھڑے تمام ملازموں اور شیرو کے لئے بھی اپنے پیسوں سے کھانا آرڈر کرو! ایک برگر کے پیسے بچا کے جب سولوگوں کا کھانا آرڈر کرنا پڑے گا تب اگلی دفعہ اتنی کنجوسی کرتے ہوئے سو بار سوچو گے!! تمہاری کنجوسی نے آج شاہوں کی ناک کٹوا کے رکھ دی ہے! مجھے لگتا ہے تمہارا نام چھوٹے شاہ سے بدل کے کنجوس غریب شاہ رکھ دینا چاہئیے۔۔۔۔ ذائشہ کے یوں رونے پہ زوریز شاہ نے شدید غصے سے ارزم شاہ کی بے عزتی کی تھی جس کا چہرہ اپنی اتنی عزت افزائی پہ سرخ پڑ رہا تھا، اس نے اپنی شہد رنگ آنکھوں میں شعلے لئے ذائشہ خان کی طرف دیکھا تھا جو اسکی شکایت لگا کے اب معصومیت سے مرحاشاہ کے گلے لگی نا جانے کس بات کا رونا رو رہی تھی۔ ارزم شاہ اپنا فون اٹھا کے پیر پٹکتا ہوا باہر کی طرف بڑھا تھا اور پھر زوریز شاہ کے حکم کے مطابق اس نے سب کے لئے اور یہاں تک کے شیرو کے لئے بھی کھانا آرڈر کیا تھا۔۔

صرف انہیں یہاں سے روانہ ہو لینے دو پھر تم اپنی خیر مناؤ ذائشہ بی بی!!۔۔۔۔ کھانا آرڈر کرنے کے بعد وہ اپنے خیالات میں ذائشہ خان سے دانت کچکچا کے مخاطب ہوتا کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ کمرے میں آتے ہی نظر ان تینوں کی طرف اٹھی تھی، زوریز شاہ صوفے پہ بیٹھا نرمی سے ذائشہ سے ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھا جبکہ مرحاشاہ اسے ابھی بھی گلے سے لگائے اسکے آنسو صاف کر رہی تھی۔ اس میلوڈرامہ کو دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنی گردن میں موجود سلور چین پہ ہاتھ پھیرتے سر جھٹکا تھا۔۔

اسکے ہاتھ پہ بینڈیج کرو مرحا!!۔۔۔۔ ارزم شاہ کو یاد تھا کہ اسکا ہاتھ چھری سے زخمی ہوا ہے اسی لئے وہ سنجیدگی سے مرحاشاہ سے مخاطب ہوا جو اسکی بات پہ حیرانگی سے ذائشہ کا ہاتھ پکڑتی اتنے سارے کٹ دیکھنے لگی۔ ابھی زوریز شاہ یا مرحاشاہ پھر سے کچھ بولتی جب ذائشہ نے جلدی سے انہیں بتایا تھا کہ یہ اسکی اپنی غلطی کی وجہ سے لگے ہیں جس پہ ارزم شاہ نے پہلی بار گہری سانس بھری تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا وہ یہ الزام بھی اسی پہ لگائے گی کہ اسی نے اسکے ہاتھوں کا یہ حشر کیا ہے۔

کچھ ہی دیر میں کھانا آچکا تھا، ارزم شاہ صرف چار لوگوں کا کھانا لے کے باقی کا سارا کھانا ملازموں کو دیتا ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ سینٹرل ٹیبل پہ کھانے کے تمام ڈبے رکھنے کی دیر تھی جب زوریز شاہ نے اسکا ہاتھ کھانے سے دور کیا تھا۔۔

تم وہ نوڈلز کھاؤ!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ سینٹرل ٹیبل کے کونے پہ پڑے نوڈلز کی طرف اشارہ کرتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے ان ڈبوں کو کھولنے لگا، ارزم شاہ نے ان نوڈلز کو دیکھ کے ضبط سے اپنے منہ میں زبان رول کی تھی، زوریز شاہ سے منٹ منٹ بعد ہونے والی بے عزتی پہ ذائشہ خان پہ غصہ بڑھتا جارہا تھا۔۔

میں نے اپنے لئے بھی آرڈر کیا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے بولا۔۔

اتنا۔۔سارا۔۔۔کھا۔۔۔کے۔۔۔بھی۔۔۔پھر۔۔۔سے۔۔۔اپنے۔۔۔لئے۔۔۔ابھی ذائشہ اسکی بات پہ حیرانگی سے اپنی رائے پیش کرتی جب ارزم شاہ کی قہر برساتی نظروں نے اسکی زبان کو بریک لگائی تھی۔۔

اچھا!! کیا آرڈر کیا ہے؟۔۔۔زوریز شاہ نے مصروف انداز میں پیزے اور برگر کے ڈبے مرحا شاہ کی طرف بڑھاتے ارزم شاہ سے استفسار کیا۔۔

چیز اسٹک!!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے ضبط کا پیمانہ اب جواب دینے لگا، وہ اپنی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیر کے اپنے الفاظ پہ زور دیتا زوریز شاہ کو جواب دے رہا تھا۔

مجھے لگ رہا تھا تم اب کنجوسی کرتے ہوئے خیال کروگے!! لیکن نہیں تم ڈھیٹ مہا ڈھیٹ ہو!! تمہیں کس نے بولا تھا یہاں بھی کنجوسی دیکھاتے ہوئے صرف ایک چیز اسٹک آرڈر کرو؟؟بیوی کا خیال نہیں آیا تمہیں؟لعنت ہے ایسے شوہر پہ جو بیوی سے پہلے اپنے پیٹ کا خیال کرے!!!۔۔۔زوریز شاہ نفی میں سر ہلا کے اسے سنجیدگی سے۔ میٹھے میٹھے الفاظ میں کچھ مزید بے عزت کرتا چیز اسٹک ارزم شاہ کی طرف بڑھانے کی بجائے ذائشہ خان کی طرف بڑھا گیا، جو کب سے اسکی اتنی بے عزتی پہ اپنی مسکراہٹ چھپا رہی تھی۔۔

آپ کے کہے گئے مینیو میں چیز اسٹک نہیں تھی!!!۔۔۔وہ اب کی بار نوڈلز کا باؤل زمین پہ پٹکتا دبے دبے غصے سے بولتا صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

ا۔ابھی۔۔مجھے۔۔۔بول۔۔رہے۔۔تھے۔۔رزق۔۔ضائع۔۔۔کرنا۔۔گناہ۔۔۔ہے۔۔۔اسے زمین پہ نوڈلز کا باؤل پھینکتے دیکھ کے ذائشہ مزے سے چیز اسٹک کھاتی ساتھ ساتھ مرحا اور زوریز شاہ کو اس کی پھر سے شکایت لگا رہی تھی لیکن لہجہ ارزم شاہ کی موجودگی کی وجہ سے لڑکھڑا رہا تھا، ارزم شاہ کو اس سے اتنی چغلیوں کو امید نہیں تھی وہ اسکے مطابق اسکی شکایتیں کم اور چغلیاں زیادہ لگا رہی تھی۔۔

تم فکر نہیں کرو بچے!! یہ رزق بھی یہی اٹھائے گا!ایون جب ہم سب کھانا کھالیں گے یہ ڈبے اٹھا کے ڈسٹ بن میں بھی یہی پھینکے گا! ۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نرمی سے مسکرا کے ذائشہ خان کو جواب دیتا پیزے کا سلائس کھا کم جبکہ ارزم شاہ کو جلا کے راکھ زیادہ کر رہا تھا۔۔ آج ذائشہ خان کو پہلی دفعہ محسوس ہوا تھا کوئی تو ایسا تھا جو ارزم شاہ کو باتوں میں مات دینے کے ساتھ ساتھ اسکی اچھے سے بے عزتی بھی کر سکتا تھا(کیونکہ وہ اس وقت میجر شاہ کے ہتھے چڑھا ہوا تھا)۔۔

لالہ!!!۔۔۔۔۔اپنی اتنی توہین پہ اب کی بار ارزم شاہ چیخ اٹھا۔۔

Lala who?? Major shah is here

زوریز شاہ اسکے کان میں دل جلانے والے انداز میں سرگوشی کرتا کھانے میں مصروف ہو گیا۔ارزم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے ان تینوں کی طرف دیکھا تھا۔مرحا اور زوریز شاہ حویلی سے ڈنر کئے بغیر یہاں آئے تھے، اور یہاں تک کے دوپہر میں ایک دوسرے کی بانہوں میں سوئے رہنے کی وجہ سے ان کا لنچ بھی مس ہو گیا تھا اسی لئے وہ اس وقت کھانے سے اچھا خاصا انصاف کر رہے تھے، بھوک زوروں کی تھی، ارزم شاہ جس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اچھا خاصا کھایا تھا ان سب کو انہماک سے کھاتے دیکھ کے آج پہلی بار اسے اتنی بھوک لگ رہی تھی، ورنہ وہ ایک دفعہ کھا کے کبھی بھی دوبارہ نہیں کھاتا تھا۔ارزم شاہ کو ندیدوں کی طرح کھانے پہ نظریں جمائے دیکھ کے اب کی بار شوخیاں مارنے کی باری ذائشہ خان کی تھی جو معصومیت بھرے انداز میں اسپیشل اسے نامحسوس انداز میں ہر چیز دیکھا کے کھا رہی تھی۔۔ارزم شاہ کو اب اسکی فکر میں یہاں زوریز شاہ اور مرحا شاہ کو بلانے والا فیصلہ غلط لگ رہا تھا، کیونکہ زوریز شاہ نے یہاں آ کے سوائے اسکی بے عزتی کے اور کیا ہی کیا تھا؟

باقی کا کھانا ہمارے لئے پیک کر کے یہ ڈبے اٹھا کے ڈسٹ بن میں پھینک کے آؤ!!۔۔۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد زوریز شاہ ٹشو سے اپنے لب پونچھتا ارزم شاہ سے حکمیہ انداز میں مخاطب ہوا تھا۔ ارزم شاہ کو اس وقت اپنا آپ کسی ویٹر سے کم محسوس نہیں ہو رہا تھا، خیر اس نے بنا کسی بحث کے باقی کا کھانا پیک کر کے اسپیشل میجر شاہ کی گود میں پٹکتے ڈبے اٹھا کے کمرے کے ڈسٹ بن کی زینت بنائے تھے، یہ دونوں کام کرتے ہوئے اسکا چہرہ ضبط سے بے حد سرخ تھا، اس نے یہ دونوں کام احسان جتانے والے انداز میں کئے تھے، زوریز شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دباتے اپنی گود میں پڑا کھانا دیکھا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے اب ہمیں چلنا چاہئیے!!۔۔۔ ذائشہ کو پین کلر کھلانے کے بعد مرحا شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی زوریز شاہ سے مخاطب ہوئی جس نے ارزم شاہ کو آج اپنی انگلیوں پہ نچایا تھا۔۔

آج پہلی دفعہ بھائی کے گھر آئی ہو! یہاں رہ سکتی ہو مرحا بچے لیکن بشرطیکہ اپنے شوہر کے بغیر!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے زوریز شاہ سے نگاہیں پھیر کے مرحا شاہ کو یہاں رہنے کی آفر کی تھی لیکن زوریز شاہ کے بغیر، جس پہ زوریز شاہ کو اپنی ہنسی روکنے پہلے سے بھی زیادہ مشکل امر لگا تھا، وہ غصے میں بھابھی سے پھر سے مرحا پہ آ چکا تھا۔۔

نہیں لالہ! پھر کبھی!۔۔۔ مرحا شاہ نرمی سے مسکرا کے جواب دیتی ذائشہ کے گلے لگی تھی جو ان کے جانے سے کافی اداس نظر آ رہی تھی لیکن منہ سے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔۔

حد کر دی ہے تم نے بھی!! ذرا شرم نہیں آئی لالہ کو اتنا تنگ کرتے ہوئے؟۔۔۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی مرحا شاہ کھلکھلا کے ہنستی ہوئی زوریز شاہ کے کندھے پہ مکا جھڑتی گویا ہوئی۔۔

ابھی کہاں حد کی ہے؟ اگر وہ مجھے صبح تک رہنے کی آفر کرتا اصل مزہ تو اس وقت آتا!! لیکن بڑا ہی کوئی کنجوس شاہ ہے مجال ہے جو ایک دفعہ بھی مجھے رکنے کا بولا ہو!۔۔۔ زوریز شاہ قہقہہ لگا کے گاڑی سٹارٹ کرتا اسکے ہاتھ پہ تالی مارتے ہوئے اسے جواب دے رہا تھا، وہ دونوں کتنی ہی دیر تک یونہی ہنستے رہے۔۔ وہ دونوں آج کافی دنوں بعد یوں کھلکھلا کے ہنس رہے تھے۔

Ahhh, I can't

مرحاشاہ جب ہنس ہنس کے تھک گئی تو پیٹ پکڑ کے اسکے کندھے پہ سر ٹکاتی مدھم آواز میں گویا ہوئی کہ اب وہ مزید نہیں ہنس رہتی۔۔

Hahaha but I can

زوریز شاہ اسکے انگریزی جملے کا مطلب اپنے انداز میں لیتا گاڑی کو سڑک کے بیچوں بیچ روکتے ہنستے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔۔ مرحاشاہ نے سڑک کے بیچ و بیچ اسکی بے باکی پہ اسکے سینے پہ مکا جھڑا تھا، صد شکر تھا کہ گاڑی کے مرر بلیک تھے۔۔ وہ اب ارزم شاہ کو تنگ کرنے کے بعد مرحاشاہ کو تنگ کر رہا تھا۔۔

زوریز شاہ اور مرحاشاہ کو روانہ کرنے کے بعد ارزم شاہ اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ رکھ کے اسے دائیں بائیں موو کر کے اسکے بل نکالتا ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔ کمرے میں داخل ہوتی ہی نظریں اس معصومیت کے پیکر کی طرف اٹھی تھیں جو جھوٹے ڈرامے کرتی ہوئی سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔ ارزم شاہ اسے داد دینے والے انداز میں دیکھتا ہوا اسکی طرف بڑھا۔۔

چھ ماہ پہلے !!

مجھے۔۔ یہاں۔۔ یہاں۔۔۔ مت۔۔۔ چھوڑو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ آپکو۔۔۔ اللہ

۔۔۔ کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔ ہے۔۔۔ مجھے۔۔۔ یتیم

خانے۔۔۔ میں۔۔۔ چھوڑ۔۔ دو۔۔ لیکن۔۔۔ یہاں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ مر۔۔۔ جاؤں۔۔۔ گی۔۔۔ وہ چیختی ہوئی سفیر خان کے آگے ہاتھ جوڑ گئی لیکن وہ اس وقت بے حس بنا اسے کہنی سے پکڑ کے کھینچتا ہوا اس گھنے جنگل میں داخل ہو رہا تھا۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ کو۔۔۔ آپکی۔۔۔

بیٹی۔۔۔ کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔ ہے۔۔۔ میرے۔۔۔ ساتھ۔۔ یہ۔۔۔ ظلم۔۔۔ مت۔۔۔ کرنا۔۔۔ مجھے۔۔۔۔ جانوروں ۔۔۔۔ سے۔۔ بہت۔۔۔ ڈر۔۔۔ لگتا۔۔۔ ہے۔۔۔ وہ اووزی شاہ کی کٹی سے ڈرنے والی روتے ہوئے بلند آواز میں اسکی منتیں کرتی رہی۔۔

اے ے ے بکواس بند کر اپنی!! ورنہ یہی پہ زندہ گاڑ دوں گا۔۔۔ سفیر خان اسکے واسطے دینے پہ غصے سے چیختا ہوا اسے درخت ہے ساتھ لگا کے رسی کے ساتھ باندھنے لگا۔۔

مار۔۔۔ دو۔۔۔ زندہ۔۔۔ گاڑ۔۔ دو۔۔۔ لیکن۔۔۔ یہاں۔۔۔ مت۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔ وہ ہچکیوں کے درمیان اذیت سے چلائی لیکن سفیر خان بے حس بنتا اسے جنگل کے بیچوں بیچ درخت کے ساتھ باندھتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔

پلیز۔۔۔ مت۔۔ جاؤ۔۔۔ مجھے۔۔۔ یہاں۔۔۔ اکیلا۔۔ مت۔۔۔ چھوڑو۔۔ رحم۔۔ کھاؤ۔۔۔ مجھ۔۔۔ پہ!!۔۔۔۔ وہ گھٹی گھٹی سانس لیتے ہوئے چلائی، دوپہر کا وقت ہو رہا تھا، گھپ اندھیرا ابھی نہیں تھا لیکن جنگل میں اس قدر سناٹے کو محسوس کرتی گلالئی احان شاہ کو اس وقت اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

شا۔۔ شاہ۔۔ سائیں۔۔۔۔ وہ۔ چلاتی ہوئی اپنے سر کے سائیں کو پکارنے لگی لیکن وہ نہ آیا۔۔۔ ایک بار؟ دو بار؟ تین بار؟ نہیں!! وہ دوپہر سے رات تک احان شاہ کو پکارتی رہی تھی یوں کہ اب چیخ چیخ کے اسکا حلق خشک ہو رہا تھا لیکن وہ نہیں آیا تھا!! احان شاہ تو نہیں آیا تھا لیکن دشمنوں کے کتے اپنے شکار کی بو سونگھتے ہوئے یہاں ضرور آ چکے تھے!!

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 83 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ جیسے جیسے مضبوط قدم اٹھاتا ہوا اسکی طرف بڑھ رہا تھا بالکل ویسے ہی ذائشہ خان کی گھنی مڑی ہوئی پلکوں میں وقفے وقفے سے جنبش جاری تھی۔۔ اسکی پلکوں کی جنبش کو بغور نوٹ کرتا ارزم شاہ بنا کوئی آواز کئے کمرے کی لائٹس آف کرتا ذائشہ خان کے بے حد نزدیک آ کے کھڑا ہوا تھا، کمرے میں اس وقت نیم اندھیرا تھا، صرف زیرو بلب اور ذائشہ کی سائیڈ والے لیمپ سے روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ سائیڈ لیمپ میں اسکا چاند سا مکھڑا دیکھ کے ارزم شاہ کی دھڑکنیں کچھ بے ترتیب ہوئی تھیں، لیکن جب یاد آیا اسی چاند سے مکھڑے نے آج اسے ٹکا کے ذلیل کروایا ہے تو وہ اس وقت سارا پیار، ساری محبت، ساری نرمی ایک سائیڈ پہ رکھتا غصے سے اس پہ سایہ فگن ہوا۔ ذائشہ خان کی چیخ بے ساختہ تھی، خود پہ اسکے باڈی بلڈر وجود کا وزن محسوس کرتی وہ چیخ اٹھی، ارزم شاہ کو لگا وہ ڈرامائٹک انداز میں چیخ رہی ہے لیکن وہ غلط تھا وہ اس وقت کمر میں اٹھتی تکلیف کی وجہ سے چیخی تھی۔۔ کمرے میں مدھم سی روشنی پہ تضاد ارزم شاہ کو اپنے اوپر

اپنے اس قدر نزدیک دیکھتی وہ تھوک نگلتے ہوئے خود میں ہمت پیدا کرنے لگی۔۔جو بویا تھا اب وہ کاٹنے کا وقت ہوا چاہتا تھا کیونکہ اسے بچانے والے وہ دو فرشتے (مرحا، ریز) تو روانہ ہو چکے تھے، اب اسے اپنی مدد آپ اپنی معصومیت کو استعمال میں لاتے ہوئے خود کو بچانا تھا۔۔

کیا کہہ رہی تھی تم لالہ کو؟؟ ہمم؟ میرے سامنے تو زبان قسطوں پہ چل رہی تھی! اس وقت اس زبان میں ایسی کون سی چابی فٹ تھی جو یہ ٹرٹر کرتی بریک لگانا بھول چکی تھی؟۔۔۔وہ اسکی چیخ نظر انداز کرتا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لئے تپے ہوئے لہجے میں غصے سے بولا۔۔

آہہہ۔۔۔۔اپنے جبڑے پہ اسکے ہاتھ کی اتنی سخت گرفت محسوس کرتی ذائشہ خان نے معصومیت سے کراہ بھری تھی۔۔اسکی کراہ پہ وہ بے ساختہ اپنی گرفت اس کے جبڑے پہ ڈھیلی کر گیا۔۔

میری شکایتیں لگا رہی تھی تم؟ ذرا شرم نہیں آئی تمہیں شوہر کی شکایت لگاتے ہوئے؟؟۔۔۔وہ اسکی سہمی ہرنی سی آنکھوں میں دیکھ کے شیر کی مانند دھاڑا۔۔وہ اس کے دھاڑنے کے ڈر سے اسکی قمیض کندھوں سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔اسکے منہ سے اس وقت "شوہر" لفظ ذائشہ خان کو کافی بھایا تھا۔۔

م۔می۔میں۔۔۔نے۔۔کب۔۔۔شکای۔۔شکایتیں۔۔۔لگائیں؟۔۔وہ صاف منکرتی ہوئی اسے معصومیت سے نظریں جھکا کے جواب دینے لگی۔۔

تو لالہ کو تمہارے فرشتوں نے بتایا تھا کہ تم نے برگر پیزا نہیں کھایا؟ وہ سب میں نے اکیلے ٹھونسا ہے؟؟۔۔۔وہ کرخت لہجے میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔

ن۔نہیں۔۔میرے۔۔فر۔۔فرشتے۔۔۔نظ۔۔نظر۔۔۔تھوڑی۔۔آ۔۔آتے۔۔ہیں۔۔وہ۔۔کیسے۔۔۔بتائیں۔۔گے۔۔۔اسکے غرانے پہ وہ بھرائی آواز میں اپنے ازلی بیوقوفانہ انداز میں جواب دینے لگی جس پہ ارزم شاہ نے بغور اسکے معصومیت سے لبریز چہرے کو دیکھا تھا۔۔

تم پہ یہ معصومیت جچتی نہیں ہے ذائشہ خان!! شاید پہلے کبھی جچتی ہو گی جب میں نے تمہاری اس معصومیت سے دھوکا کھایا تھا لیکن آج تمہاری یہ معصومیت میرے دل میں تمہارے لئے ایک فیصد بھی رحم پیدا نہیں کرتی۔۔

So stop playing innocently

اسے بار بار معصومیت سے جواب دیتے دیکھ کے وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا غصے سے غرایا۔ اسکے الفاظ نے ذائشہ خان کا دل چھلنی کیا تھا، وہ اسکے کندھوں سے جکڑی قمیض کو اپنی مٹھیوں سے آزاد کرتی آنسو بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔ یہی وہ انسان تھا جو کبھی اسکی بیوقوفیوں کے صدقے دیا کرتا تھا اور آج یہی انسان اسکے اس روپ سے خار کھا رہا تھا؟ کیا ذائشہ کا دکھی ہونا نہیں بنتا تھا؟ اپنی قمیض سے تیزی سے اسکا ہاتھ دور کرنا ارزم شاہ نے بغور نوٹ کیا تھا ورنہ وہ کب سے بہانے بہانے سے اسکی گردن میں موجود اس سلور چین کو اپنی پوروں سے چھیڑ رہی تھی۔۔

جواب دو کیوں اتنی زبان چل رہی تھی لالہ کے سامنے ؟۔۔۔ اسے یوں خاموش ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ کو جب سکون نہ ملا تو اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسکا چہرہ تکیے سے اوپر کی طرف اٹھاتا مدھم آواز میں غصے سے بولا، اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس کرتی ذائشہ خان کی پلکیں لرزی تھیں، وہ اسے جواب دیئے بغیر ڈھیٹوں کی طرح نظریں جھکائے رہی، جب اسے اسکے معصوم جواب پسند نہیں آ رہے تھے تو وہ کیونکر بولتی؟

تم سے مخاطب ہوں میں ذائشہ خان!! کان کے پردے سلامت ہیں؟؟ میری آواز ان کانوں تک ٹھیک سے پہنچ رہی ہے یا بہری ہونے کے ساتھ ساتھ گونگی بھی ہو چکی ہے، جو ایک جواب تک نہیں دیا جا رہا تم سے!!۔۔۔ اسے مسلسل خاموش دیکھ کے وہ ایک نظر اسکے دوپٹے سے ندارد سراپے کو دیکھتا اگلے ہی پل اسکے بالائی لب کو اپنے دانتوں سے کاٹتا اسکے لبوں پہ لب رکھے غصے سے غرایا۔۔ اسکے یوں اچانک سے نزدیک آنے پہ ذائشہ خان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، وہ اسکی سانسیں قید کرنے کی بجائے اب اسکے بالائی لب کو اپنے ہونٹوں اور دانتوں میں دبا رہا تھا۔۔ بندہ پوچھے ذائشہ خان اس صورتحال میں اس ضدی انسان کو جواب کیسے دے؟

اگر تو تمہیں لگ رہا ہے جواب طلب کئے بغیر تمہاری جان خلاصی کروں گا تو غلط لگ رہا ہے!!۔۔۔ وہ ہنوز اسکے بالائی لب کو اپنے دانتوں کی قید میں لئے گھمبیر تا میں گویا ہوا تھا، اسے اس وقت اپنا سوال فضول لگ رہا تھا لیکن اس کا یوں خاموش ہو جانا بھی پسند نہیں آیا تھا، اس سوال کا جواب اتنا ضروری تو نہیں تھا جو وہ طلب کیے بغیر رہ نہ سکتا ہو؟ معاملہ ذائشہ بی بی کی خاموشی کا تھا! وہ بیوقوفوں کی طرح جواب دیتی اچھی لگتی تھی نا کہ یوں خاموشی کی مورت بنی۔۔

ک۔کی۔۔کیسے۔۔۔د۔دو۔۔دوں۔۔۔جواب۔۔۔وہ اسکی ضد پہ اپنی ہیزل آنکھیں پھیلاتی اپنے ہونٹ اس سے دور کرتی لڑکھڑاتی آواز میں گویا ہوئی، اسکے یوں خود سے دور ہونے پہ ارزم شاہ کے وجود میں چھنگاڑیاں سی پھوٹی تھیں۔۔

کیوں دور ہوئی ہو مجھ سے؟ کس کی اجازت سے میری کس بریک کی ہے تم نے؟؟۔۔۔اسکے پیچھے ہونے پہ وہ غصے سے غراتا اسکی گردن کے نیچے موجود ہاتھ پہ اپنے مضبوط ہاتھ کا دباؤ ڈال کے اسے مزید اوپر کی طرف اٹھاتا ان ہونٹوں پہ شدت سے جھک گیا۔۔ارزم شاہ کی باتیں اس وقت ذائشہ خان کو اپنے سر سے گزرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ آخر یہ انسان اس سے چاہ کیا رہا تھا وہ سمجھ نہ پائی۔اسے شدت سے اپنے ہونٹوں پہ جھکے دیکھ کے ذائشہ خان غوطے کھا رہی تھی لیکن وہ پاگلوں کی طرح اسے خود سے دور ہونے کی سزا دیتا اسکی گردن سے ہاتھ اسکی کمر تک سرکاتے ایک جھٹکے میں کروٹ میں بدلتا اسکی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں الجھاتا اسکے ہونٹوں پہ گرفت مضبوط کر گیا۔اسکا مضبوط ہاتھ اپنی کمر پہ محسوس کرتے ذائشہ خان کی سسکی اسکے ہونٹوں میں دبی تھی۔ذائشہ خان کے کھلے بالوں نے ان دونوں پہ سایہ کر رکھا تھا۔۔ذائشہ کی بکھرتی سانسوں کی پروا کئے بغیر وہ اسے سبق سیکھا رہا تھا تاکہ وہ آئندہ کسی بھی حالت میں اس سے خود دور ہونے کی پہل مت کرے۔ذائشہ اپنی آنکھیں موندتی اسکا لمس محسوس کرنے لگی، حیرت کی بات تھی وہ جب سے اسکے قریب آیا تھا اسے ایک دفعہ بھی اپنی آنکھ میں درد محسوس نہیں ہوا تھا سوائے تب جب وہ طنز کر رہا تھا۔اسے بے حس و حرکت بن کے آنکھیں موندتے دیکھ کے ارزم شاہ کو اس پہ غصہ آیا تھا، اسکے شدت بڑھانے پہ وہ ہمیشہ اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں پھنساتی تھی لیکن اس وقت اسکے ہاتھ اسکے چوڑے سینے کی بجائے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھے، ارزم شاہ کو بے ساختہ غصہ آیا تھا، اس نے شدید غصے سے اسکی تمام تر سانسیں تیزی سے خود میں انڈھیلتے اسے شرمانے پہ مجبور کرنے کے لئے بے تابی سے اسکی قمیض کا فرنٹ گلہ اپنے دونوں ہاتھ سے چیرا تھا۔۔ذائشہ خان نے پٹ سے اپنی آنکھوں کھولتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کے ہاتھ بے باکی سے اسکی دھڑکنوں پہ سفر کر رہے تھے، وہ لرزتی ہوئی بیڈ شیٹ سے ہاتھ ہٹاتی اسکے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھ کے اسے ایسا کرنے سے بعض رکھنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔اسکے ہاتھوں کا بے باک لمس اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتے اسکے کان سے دھواں نکل رہا تھا لیکن جس طرح سے اس نے اسکی قمیض کا گلا پھاڑا تھا، ذائشہ کو اسکا یہ

عمل برا لگا تھا، وہ خوف سے لرزتی ہوئی اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو لحہ بالحہ اسکے لبوں پہ گرفت مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ اب بے رحمی سے اسکی دھڑکنوں کو چھو رہا تھا، ذائشہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دبی تھیں، اسکے ہاتھوں کی بے باکی جب مزید برداشت نہ ہوئی تو اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں پھنساتی اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی، اسکے اپنی چین پہ موجود ہاتھ کی پوریں جب گردن سے ٹچ ہوئی تو وہ فتح مندی سے دل میں مسکراتا اسکے لبوں کو آزادی بخشنے کے ساتھ ساتھ اسکی دھڑکنوں سے ہاتھ ہٹا گیا۔۔ ذائشہ خان کا چہرہ اس وقت بھانپ چھوڑ رہا تھا، آج پہلی بار ارزم شاہ نے اسکی دھڑکنوں پہ اس قدر بے باکی دیکھائی تھی کہ وہ نظریں تک نہیں اٹھا پا رہی تھی۔۔ آنکھوں میں آنسو تھے وجہ اسکا یوں گلے سے قمیض چیرنا تھا، وہ اپنی منمانی آرام سے بھی دیکھا سکتا تھا۔۔ ارزم شاہ کی نظریں اسکے چہرے کی بجائے اسکی گردن سے سفر کرتی نیچے کی طرف پہنچی تھیں جب اپنے گالوں پہ آنسو محسوس کرتے اس نے اگلے ہی پل ذائشہ خان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کے اسے غصہ آیا تھا۔۔ وہ کیوں رو رہی تھی؟؟ کیا وہ اپنے سراپے پہ اسکا بے باک لمس محسوس کرتی رو رہی تھی؟ اگر ہاں تو کیوں؟ وہ ابھی اسکے آنسوؤں کو غصے سے دیکھ رہا تھا جب وہ اپنی ٹانگوں پہ اسکی ڈھیلی گرفت مضبوط کرتی اس پر سے اٹھتی ہوئی تکیے کے پاس سے اپنا دوپٹا پکڑتی سینے پہ پھیلانے لگی لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتا اسکے ہاتھ سے دوپٹا پکڑ کے غصے سے زمین پہ پھینکتا اسے بازو سے پکڑ کے زور سے خود پہ گرا گیا۔ اس پہ گرتے ہوئے وہ ان بیلنس ہوئی تھی۔۔ وہ اسکے سینے پہ گرنے کی بجائے ان بیلنس ہوتی اس پہ گری تھی یوں کہ اس کی دھڑکنیں خود بخود ارزم شاہ کے ہونٹوں سے ٹچ ہوئی تھی، دونوں کے وجود میں سپارک ہوا تھا۔۔ ذائشہ خان اسکی ایسی بے باک قربت آج پہلی بار محسوس کر رہی تھی، وہ لال انگارہ ہوتی خود کو سنبھالنے لگی لیکن اس سے پہلے ہی وہ شدت اور بے تابی کے عالم میں مدہوش ہوتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑنے لگا، ذائشہ خان کے پیٹ میں تتلیاں پھڑکی تھیں، اسکے لبوں کے ساتھ ساتھ اسکی مونچھوں کی چبھن اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتی وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے اسے خود سے دور کرنے لگی کیونکہ اس وقت اسکی سلور چین کو اپنے ہاتھ کی انگلیاں میں الجھا کے زور سے کھینچنا اس کے لئے مشکل تھا، وہ اسکے ہاتھ اپنے بالوں میں الجھتے محسوس کر کے پیچھے ہونے کی بجائے مزید پاگل ہوتا یہاں اپنا دیوانا لمس بکھیرنے لگا، وہ کافی بے ترتیبی سے اس پہ

گری ہوئی تھی، اور وہ اسے سیدھے ہونے کا موقع دیئے بغیر بے باکیوں پہ اتر تا آج پہلی باریوں اسکی دھڑکنوں پہ اپنا اس قدر شدت بھرا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

ا۔ا۔ار۔۔ارزم۔۔۔۔۔۔۔اسکی شدت میں بڑھتی سختی کو محسوس کرتی وہ سٹپٹا کے اسکے بالوں سے ہاتھ نکالتی اسے روہانسی ہوتی پکار رہی تھی لیکن جب اس کے بے باک شوہر نے اسکی کسی پکار پہ کان نہ دھرا تو وہ شرم سے سرخ گلاب ہوتی بچوں کی طرح رونے لگی۔۔اسے سمجھ نہ آئی وہ اس سیچویشن میں کیسا ریکشن دے تو رونا شروع کر دیا۔اسے روتے دیکھ کے ارزم شاہ ہوش میں آیا تھا، اس نے شدید بدمزہ ہوتے اسکی دھڑکنوں پہ سفر کرتے اپنے ہونٹ ہٹاتے اسے گھور کے دیکھا تھا۔اپنی بے خودی پہ خود پہ لعنت بھی بھیجی تھی، اتنے دن اس سے دور دور بھاگتے آج اس کمزور لمحے کی زد میں آتے وہ اسکے سراپے کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا؟ آخر کیوں؟

شوہر تو تمہارا بد قسمتی سے آج بھی زندہ ہے! پھر کسے رو رہی ہو؟۔۔۔اسے بچوں کی طرح روتے دیکھ کے وہ اپنا چہرہ تھوڑا سا اوپر کو اٹھا کے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتا اسکے کان میں جھنجھلاتے ہوئے بولا تھا، اب اسکی پوزیشن میں کچھ فرق آیا تھا، اب وہ اسکے سینے پہ شفٹ ہو چکی تھی۔اسکے بے رحم الفاظ پہ وہ اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

شوہر تھے تو شوہروں کی طرح پیش آتے نا جس طرح سے نکاح میں موجود عورت کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے! یوں تو وحشی درندے رات گزاری کے لئے لائی گئی عورتوں کے ساتھ پیش آتے ہیں!!۔۔۔وہ غصے سے ہچکیوں کے درمیان منہ میں جو آیا بولتی اس سے دور ہوئی تھی۔۔اسکے الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو ارزم شاہ کے کان میں انڈھیلے گئے تھے۔۔

ذائشہ خان!!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ حلق کے بل دھاڑتا ہوا بیڈ کراؤن سے ٹیک چھوڑ کے بیٹھا تھا، اسکے الفاظ پہ بدن پہ جیسے چیونٹیاں سی رینگی تھیں۔وہ اسکے دھاڑنے کی پروا کئے بغیر ہچکیاں بھرتی بیڈ سے اٹھ گئی، اسے آگ لگا کے وہ یہاں سے فرار ہو رہی تھی؟؟؟اتنی آسانی سے کیسے؟؟ارزم شاہ غصے سے سوچتا ہوا بیڈ سے کھڑا ہوتا اسے کہنیوں سے پکڑ کے زور سے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔

کیا بکواس کی ہے تم نے ؟؟ میں ایک دفعہ پھر سے تمہارے اتنے حسین الفاظ سننا چاہتا ہوں!! ۔۔۔۔۔وہ اسکے جبڑے کو زور سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں جکڑتا اسکے چہرے پہ جھکتے ہوئے حلق کے بل چیخا۔ ذائشہ خان کو لگا اسکا نازک جبڑہ اسکے مضبوط ہاتھ کی اتنی سخت گرفت میں ٹوٹ جائے گا۔۔

مطلب کیا ہے تمہارے ان الفاظ کا ذائشہ خان! مجھے بتاؤ تمہارے بدن کو کہاں سے حیوانوں اور وحشیوں کی طرح داغدار کیا ہے جو تم نے اپنی زبان سے ایسے الفاظ نکالے ہیں!!؟؟۔۔وہ مفلوج ہوتے دماغ سے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ ذائشہ خان کے الفاظ نے جس طرح سے اسکے دل پہ خنجر چلائے تھے وہ بلبلا اٹھا تھا۔۔

بتاؤ مجھے کہاں سے نوچا ہے تمہارے جسم کو!!!۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اپنی پوری قوت سے اسکے کان کے پاس دیوار پہ مکا مارتا دھاڑا۔۔ ذائشہ خان سہمتی ہوئی اپنی آنکھیں میچ گئی، دل پھر سے سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا۔۔

م۔میر۔۔میری۔۔شر۔۔شرٹ۔۔۔پھاڑ۔۔پھاڑی!!۔۔۔۔۔وہ اپنے سراپے کی طرف دیکھتی روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان بولتی اسے اپنے الفاظ کی وضاحت دینے لگی، اسکے جواب پہ ارزم شاہ کی نظریں بھٹک کے اسکے سراپے میں الجھی تھیں جہاں اسکے گلے سے اسکی تھوڑی سی شرٹ پھٹی ہوئی تھی، وہ اسکی بے تابی کو کیا نام دے گئی تھی؟

ارزم شاہ کا دل کیا اپنے لبوں کو کاٹ پھینکے جن سے ہوئی گستاخیوں کو اس نے کن الفاظ سے ملا دیا تھا۔۔

سہاگ راتوں پہ شوہر اپنی بے تابی اور دیوانگی کی وجہ سے اپنی بیویوں کا لباس خراب کر دیتے ہیں!! میرا تم سے سوال ہے کیا وہ تمام مرد وحشی ہوتے ہیں؟ یا درندے ہوتے ہیں؟؟ یا تمہارے نزدیک ان کا ایک عورت کو نکاح میں لینا بھی ایک جرم ہے؟؟ کیا تمہیں ابھی تک مدہوشی، بے تابی اور درندگی میں فرق معلوم نہیں ہوا ذائشہ خان؟ کیا تم نہیں جانتی یہ عمل میں نے جھنجھلاہٹ اور بے تابی میں انجام دیا تھا؟ اپنی محبت کی قسم کھاتا ہوں میرے دماغ میں ایسی سوچ دور دور تک نہیں آئی تھی جن الفاظ سے تم نے آج ایک بار پھر میری محبت بے مول کی ہے! پہلے اپنے عمل سے میری محبت کو بے پردہ کیا اور آج میرے ہی سامنے میرے نکاح میں موجود عورت کو رات گزاری کے لئے خریدی گئی عورت کے ساتھ ملاتے تم نے ہمارے درمیان موجود نکاح کے اس رشتے کو گالی دی ہے!!

ارزم شاہ اپنے شہد رنگ گھنے بال اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچتا اذیت اور غصے کی انتہا پہ چیخا تھا، اگر اسے معلوم ہوتا وہ اسکے اس عمل کا اتنا غلط مطلب نکالے گی تو وہ اسے چھونے سے پہلے مرنا پسند کرتا!! وہ اسکی سلور چین نہیں چھو

رہی تھی اس نے بے سکون ہوتے ہوئے جھنجھلاہٹ اور بے تابی کے زیر اثر اسکی شرٹ خراب کر دی تا کہ اسکے ہاتھ کی پوریں ہمیشہ کی طرح اسکی گردن چھوئیں! اسکا یہ مطلب تو نہیں تھا وہ اسے کسی وحشی درندے سے ملا دیتی؟؟ اسکے الفاظ پہ ذائشہ خان نظریں جھکا کے رونے لگی، اسے سمجھ نہ آئی وہ اسے کس طرح سے اپنی بات کا مطلب سمجھائے، اس نے کھوٹے میں ایسے بہت سے واقعات دیکھے تھے جب کافی مرد وہاں رات گزارتے ہوئے عورتوں کے تن سے لباس چیڑ کے جدا کرتے تھے، اسے یہ عمل تب سے پسند نہیں تھا اسی لئے وہ اسکے عمل میں بے تابی کو محسوس کئے بغیر یہ سب بول گئی تھی اور اب اسکے الفاظ سن کے اسے بے بسی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے بازو پہ ہاتھ رکھنا چاہا تھا لیکن وہ اسکا ہاتھ جھٹکتا ہوا اس سے دور ہوتے زمین پہ گرا اسکا دوپٹا اٹھا کے اسکے وجود پہ پھینک گیا۔۔

ایک منٹ سے پہلے اوڑھو اس دوپٹے کو!! اور اب اگر جو مجھے تمہارے بدن سے دوپٹا سرکتا ہوا محسوس ہوا تو حیوان بننے میں پل نہیں لگاؤں گا!! تم عورتیں جب یہ بات جان جاتی ہو کہ مرد تم لوگوں کی محبت میں گرفتار ہے تو یوں ہی اپنی باتوں سے انہیں زیر کرنے کی ان کی محبت کو انسلٹ کرنے کی کوشش کرتی ہو لیکن میں ارزم شاہ ہوں جو اپنی محبت کی اتنی توہین کے بعد آئندہ کبھی بھی تمہارے اس طرح سے قریب نہیں آئے! تمہیں شوہروں کی طرح نہیں چھوئے گا! ارزم شاہ ایک ایسی لڑکی کے قریب نہیں آئے گا جو محبوب اور وحشی درندے میں فرق نہ جانتی ہو۔۔۔!! وہ غصے سے دھاڑتا ہوا کمرے کی لائٹس آن کر کے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔ ذائشہ خان اسکے الفاظ پہ اپنا سانس تک روک گئی۔۔ کیا وہ اسکی اتنی سی غلطی پہ واقعی ہی آج کے بعد اس کے قریب کبھی نہیں آئے گا؟ ذائشہ خان نے روتے ہوئے سوچا اور پھر اسکی دھمکی یاد کرتے ہوئے جلدی سے اپنے بدن پہ دوپٹا اوڑھتی مجرموں کی طرح اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھاتی نظریں جھکا گئی۔۔

یہاں آ کے بیٹھو!!۔۔۔۔ اسے وہی پہ کھڑے دیکھ کے وہ اپنا رخ اسکی طرف موڑتا پتھریلے لہجے میں غرایا۔۔ وہ تھوک نگلتی ہوئی جلدی سے اسکی بتائی گئی جگہ پہ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔

اپنی دائیں آنکھ پوری طرح سے کھول کے اوپر چھت کی طرف دیکھو!!۔۔۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولتا آئیز ڈراپ کھول رہا تھا، غصہ شدید تھا لیکن جانتا تھا اگر اسکی آئیز میں اسی وقت ڈراپ نہ ڈالے تو وہ صبح تک مزید سرخ ہوتی خراب ہو

جائے گی۔ اسکے سپاٹ انداز پہ وہ معصومیت سے اسکی طرف دیکھتی اپنے گالوں پہ ٹکے آنسو صاف کر کے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی اوپر چھت کی طرف دیکھنے لگی۔۔ یہ ڈراپس ڈھلواتے ہوئے ڈر محسوس ہو رہا تھا لیکن اسکے غصے کا ڈر اس ڈر سے کئی زیادہ تھا، اسکا ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ بتا رہا تھا وہ اس وقت کس قدر غصے میں ہے۔۔ اسے بنا مزاحمت کئے اوپر کی طرف دیکھتا پا کے وہ سنجیدگی سے اسکی آنکھ چھوئے بغیر اس میں ڈراپس ڈالنے ہی والا تھا جب وہ ڈر سے اپنی آنکھ بند کر گئی۔۔ وہ سپاٹ انداز میں اسکی طرف دیکھتا رہا، وہ اسکی اتنی سنجیدگی پہ تذبذب کا شکار ہوتی پھر سے اپنی آنکھ کھول کے اوپر کی طرف دیکھنے لگی، ارزم شاہ نے جلدی سے اسکی آنکھ میں ڈراپ ڈالا تھا لیکن ابھی ڈراپ اندر گیا بھی نہیں تھا جب وہ اپنی آنکھیں میچ گئی تھی، ڈراپ اسکی پلکوں سے پھسلتا ہوا عارضوں کی زینت بن گیا۔ ارزم شاہ کا سپاٹ چہرہ اب پہلے سے زیادہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔

ا۔ا۔ایک۔۔۔م۔منٹ۔۔۔اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے وہ روہانسی ہوتی اپنی آنکھ کو نیچے سے کچھ کھینچ کے پھر سے پوری طرح سے کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن ارزم شاہ کو اس دفعہ بھی ڈراپ ڈالنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔۔

اب اگر تم نے آنکھ بند کی نا ذائشہ خان تو یہی گال تھپڑ سے سرخ کر دوں گا!!!۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے غرایا تھا۔ وہ ڈراپس ڈھلواتے ہوئے بچوں کی طرح ڈر رہی تھی، ارزم شاہ جی بھر کے تپ رہا تھا۔ اسکے الفاظ پہ ذائشہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔۔ کیا وہ واقعی ہی اسکی اتنی سی غلطی پہ اپنی محبت کو تھپڑ مارے گا؟؟۔۔۔ذائشہ خان نے لہو لہو دل سے سوچا۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں موجود بے یقینی نوٹ کر کے بھی لاپروا رہا۔ ذائشہ خان نے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کو پھر سے اپنی پوری قوت سے کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن آنکھیں آنسوؤں سے بھرتی ہوئی خود ہی بند ہو گئی عین اسی وقت جب ارزم شاہ نے ڈراپ ڈالنا چاہا تھا، ذائشہ خان ڈرتی ہوئی جلدی سے اپنے دونوں گالوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔ اسے لگ رہا تھا وہ اپنے کہے کے مطابق اب کی بار واقعی ہی اسے تھپڑ جھڑ دے گا۔۔ اسکا جسم کانپا تھا۔۔

س۔سو۔سوری۔۔۔۔وہ بھرائی آواز میں سہمتے ہوئے گویا ہوئی۔۔ وہ اسے جواب دیئے بغیر اسکے آئیبرو پہ انگلی رکھ کے اسکی آنکھ ٹھیک سے کھولتا مرحاشاہ کے کہے کے مطابق تین سے چار ڈراپ ڈال کے آئیز ڈراپ بند کرتا انہیں

سائیڈ ٹیبل پہ پٹکتے ہوئے کمرے کی لائٹس آف کرتا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس نے اسکی آنکھ کو ہاتھ سے یوں چھوا تھا جیسے احسان کر رہا ہو۔ اسکے اس قدر سپاٹ انداز پہ ذائشہ خان نے ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپایا تھا۔۔

کاظم شاہ سے ڈھیروں گالیاں سننے کے بعد وہ زبردستی آج ہاسپٹل آیا تھا، وہ دو دنوں سے بخار میں پھنک رہا تھا لیکن اسے اپنی صحت کا کوئی خیال نہیں تھا، وہ لاپرواہی سے ہر رات کی طرح گزری رات بھی سیگریٹ پھونک پھونک کے ایش ٹرے فل کر چکا تھا۔۔ لاتعداد سیگریٹ پھونکنے سے اب کبھی کبھار سانس لینے میں بھی مشکل سی پیش آتی تھی لیکن وہ اپنی جسمانی تکالیف کسی کو بتانے کا عادی نہیں تھا، اسی لئے کسی کو اپنی تکلیف بتائے بغیر پوری پوری رات اپنے ٹیرس پہ کھڑا ہو کے گزار دیتا، پوری رات انیکسی کی چھت دیکھ دیکھ کے ٹانگیں جواب دے جاتی تھیں لیکن دل نہیں بھرتا تھا، دل اپنی مرضی کرتا ہوا اسے رات سے صبح فجر کے وقت تک وہی پہ کھڑا رہنے پہ مجبور کرتا، کبھی کبھار تو وہ اس قدر دیوانا ہو جاتا کہ فجر پڑھ کے بھی سونے کی بجائے اسی جگہ پہ آ کے کھڑا ہو جاتا۔۔ اپنی گاڑی کو لاک کرتے ہوئے وہ غائب دماغی سے ناک کی سیدھ میں چل رہا تھا جب تھوڑا سا آگے چلتے ہی اسکا مضبوط کندھا اچانک سے کسی صنف نازک سے ٹکرایا تھا، وہ صنف نازک جو اپنے لالہ سے چھوٹی موٹی سی ڈانٹ سنتی اسے یقین دلا رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہے، ڈاکٹر نے آج بھی اسے جان کے بلایا تھا، اپنے کندھے کو پوری فورس سے کسی سے ٹکراتے دیکھ کے اس نے بے حد مشکل سے اپنی کراہ روکی تھی۔ اپنے اس قدر قریب اسکی خوشبو محسوس کرتے وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سانس روک گئے، دونوں نے ہی نظریں اٹھا کے ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھا تھا لیکن اپنے محرم اپنے شریک حیات کی خوشبو دونوں کو اپنی ناک کے نتھنوں کے بے حد نزدیک محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں کے دل ایک ہی لے پہ دھڑک دھڑک کے پاگل ہوئے تھے یوں جیسے ابھی سینے سے نکل کے ہتھیلی پہ دھڑکنے کے خواہشمند ہوں۔ وہ دونوں آگے قدم اٹھانا بھول چکے تھے، احان شاہ نے نظریں اٹھا کے خود سے ٹکراتی صنف نازک کو دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسے دیکھ نہ سکا کیونکہ وہ جو بھی تھی اس وقت خالص پٹھانیوں والے عبایئے میں ملبوس تھی یوں کہ اسکی آنکھیں بھی کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا، جس وقت احان شاہ نے نظریں اٹھا کے اسکی پردے میں چھپی آنکھوں کو

ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کی تھی بالکل اسی وقت اپنے لالہ کے دائیں طرف کھڑی اس صنف نازک سے نظریں اٹھا کے اپنی سانسوں سے سی بھی قریب کھڑے اس سید زادے کی طرف نظریں اٹھائی تھی، احان شاہ کی سانسوں کی گہری تپش میں گھلی سیگرٹ کی بو اسے اپنے سانسوں میں گھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے سے دو بالشت کے فاصلے پہ تھے لیکن ناجانے سانسیں ایک دوسرے کے اس قدر قریب کیوں محسوس ہو رہی تھی؟ وہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس سلیوز کو کہنیوں تک فولڈ کئے ہوئے تھے، سیاہ شلوار قمیض شکن زدہ تھی، ماتھے پہ بکھرے بھورے بال، ہری آنکھوں میں رت جگے کی بے حد سرخی یوں جیسے خون باہر نکلنے کو بے تاب ہو، سرخ و سفید چہرہ جس میں ہر وقت سرخیاں گھلی رہتی تھیں وہ سرخیاں آج غائب تھیں، آج ان سرخیاں کی جگہ ذرد رنگت نے لی ہوئی تھی، بھوری شیو جو ہمیشہ ہلکی گھنی رہتی تھی آج بڑھی ہوئی اس پہ کافی جچ رہی تھی۔۔لب جو پہلے ضرورت سے زیادہ سرخ رہتے تھے آج ان کی اصل رنگت جیسے کہیں کھو گئی تھی، وہ سرخ تھے لیکن اس قدر سرخ نہیں تھے جتنے پہلے ہر وقت ہوا کرتے تھے وجہ اسکے ہاتھ کی انگلیوں میں دبا سیگریٹ تھا۔۔وہ پردے میں چھپی صنف نازک جو ہر وقت شدت سے دعا کرتی تھی اسکا سامنا کبھی زندگی اس انسان سے نہ ہو آج قدرت نے کیسا کھیل کھیلا تھا؟ وہ انسان اسکے اس قدر نزدیک کھڑا تھا اور وہ وہاں سے جانے کی بجائے سٹل ہوتی اسکی حالت کا جائزہ لے رہی تھی۔

گڑیا!! ۔۔۔۔۔حازق خان اسے کوئی چوتھی پانچویں دفعہ مخاطب کر رہا تھا لیکن گلالئ کو اپنے ارد گرد تمام آوازیں سنائی دینا جیسے بند ہو چکی تھیں، اسکی چادر سے چھپا چہرہ اس وقت آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا، اپنے نزدیک کھڑے اس انسان کو دیکھ کے دل کیا اسکا گریبان تھام کے شدتوں سے روتی اس میں سما جائے اور اس سے چیخ چیخ کے پوچھے! کہ کیا غلطی تھی اس کی؟ تمہیں بیوی رکھنی کیوں نہیں آئی؟ کیوں خود کے لئے چنی گئی عورت کو اس قدر ارزاں کر ڈالا کہ اس کا وجود ہر کسی کے لئے بے مول ہو گیا؟ آخر کیوں اسے اسکے پیدا ہونے کی سزا دی؟ گلالئ نے اس وقت جس ضبط سے اپنی ہچکیاں دبائی تھی یہ صرف وہ یا اسکا خدا جانتا تھا، اگر اپنی جگہ سے مزید ایک قدم اس نے نہیں بڑھایا تھا تو ایک انچ اپنی جگہ سے سید احان شاہ بھی نہیں ہلا تھا جو ہنوز کشمکش کا شکار پردے میں چھپی اس صنف نازک کو دیکھتا جا رہا تھا، اس نے اپنی بیوی کے سوا کبھی کسی لڑکی کو ٹکٹکی باندھ کے یوں نہیں دیکھا تھا جس طرح سے وہ اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا

وجہ اسکے وجود سے اٹھتی اسکے نکاح میں موجود عورت کی خوشبو تھی۔۔وہ خوشبو جسے ہر رات وہ ہر لحاظ سے اپنی منمنایاں کرتا ہوا محسوس کرتے اسے خود میں قید کرتا تھا۔۔

گڑیا میں تم سے مخاطب ہوں!!۔۔۔۔۔اب کی بار حازق خان نے گلالئ کا بازو ہلاتے ہوئے اسے ہوش دلائی تھی، احان شاہ کے اسکے بائیں کندھے سے ٹکراتے دیکھ کے حازق خان کا دل اس وقت خود سرپٹ دور رہا تھا، وہ کبھی نہیں چاہتا تھا اسکی بہن کا سامنا اس انسان سے ہو لیکن تقدیر میں لکھا کون ٹال سکتا ہے؟ یہ سامنا ہونا لکھا تھا اور یہ سامنا ہو چکا تھا لیکن وہ اس ملاقات کے نتائج دیکھنے سے پہلے ہی جلد از جلد اپنی بہن کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔۔اپنے بازو پہ کچھ سخت گرفت محسوس کرتی گلالئ نے احان شاہ سے بمشکل اپنی نظریں ہٹا کے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ اس وقت سپاٹ اور مضطرب سا تھا۔۔گلالئ اس پر سے نظریں ہٹا چکی تھی لیکن احان شاہ نے نظریں ہٹانے کا گناہ نہیں کیا تھا، وہ نظریں ہٹانا تو دور اپنی پلکیں بھی نہیں جھپکا رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ پلکیں جھپکانے کی غلطی کرتے ہوئے بہت کچھ کھو دو گے۔انگلیوں میں دبا سیگریٹ کب سے اسکے دائیں دودھیا سفید پیر پہ گرا اسکا انگوٹھا بری طرح سے جلا رہا تھا لیکن اسے اس وقت اپنی تکلیف کی پروا نہیں تھی بلکہ یوں کہا جائے اپنے اس قدر نزدیک اسکی خوشبو محسوس کرتے اسے کوئی بھی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی تو غلط نہیں ہو گا۔۔

چلو گڑیا! رات کافی ہو رہی ہے! ۔۔۔۔۔حازق خان اب گلالئ کو نرمی سے اپنے بازو کے حصار میں کھینچتا کچھ قدم آگے کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے یوں تیزی سے اپنی نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھ کے احان شاہ نے دیوانوں کی طرح اپنا رخ موڑ کے اس کی طرف دیکھا تھا، وہ اس سے سات قدم دور جا چکی تھی!! کیوں؟؟اس نے تو آج پلکیں جھپکنے کا گناہ بھی نہیں کیا تھا! وہ تو آج کسی طرح سے بھی اسکی موجودگی پہ غفلت نہیں برت رہا تھا تو پھر وہ کیوں جا رہی تھی؟ کیا وہ آج بھی اس سے ناراض تھی؟؟احان شاہ نے دیوانوں کی طرح سوچا۔۔

لیکن کیا وہ اس کی گل تھی؟؟۔۔۔۔۔۔۔اچانک سے جب یہ سوال دماغ میں کھلبلی مچانے لگا تو وہ اپنے اس کی طرف بڑھاتے قدم روک گیا۔۔کیا وہ اس کی گل ہو سکتی تھی؟۔۔۔وہ اپنے قدموں کو بریک لگا کے اسکا جائزہ لینے لگا، وہ جو کوئی بھی تھی خالص پٹھانی تھی، اسکا وجود اس وقت پیروں تک ڈھکا ہوا تھا، عبائیہ ایسا تھا کہ اسکے وجود کا ایک حصہ بھی نمایاں نہیں ہو رہا تھا لیکن ہاں قد درمیانہ سا تھا بالکل اسکی گل جیسا، ہاتھ پیر دیکھنا تو دور آنکھیں تک چھپی ہوئی تھیں،

وہ کیسے اس میں اپنی گل تلاش کرتا؟ کیا صرف اسکی خوشبو ایک بڑا ثبوت تھی؟۔۔۔وہ اپنے دماغ میں تانے بانے بنانے لگا، لیکن جب اسے محسوس ہوا وہ اس سے دور جا رہی ہے وہ اپنی تمام سوچوں کو جھٹکتا ہوا بھاگنے کے انداز میں اس تک پہنچا۔۔۔

گل!!!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ جو تقریباً بھاگتا ہوا اس تک آیا تھا۔ پھولی سانسوں کے درمیان اس صنفِ نازک سے مخاطب ہوا۔۔ اسکے منہ سے اتنے شدت بھرے انداز میں "گل" کی پکار سنتے ہوئے گلالئی کو لگا وہ ابھی زمین بوس ہو جائے گی۔ تو کیا وہ اسے پہچان چکا تھا؟؟ لیکن کیسے؟؟ وہ تو سر تا پیر تک پردے میں تھی! اس نے اسے کیسے پہچانا تھا؟۔۔۔یہ سب سوچتے ہوئے گلالئی کا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرزا۔۔

ایکسکوزمی!!!!۔۔۔۔حازق خان اپنے حصار میں کھڑی گلالئی کو اپنی چوڑی پشت کے پیچھے چھپاتا احان شاہ کے مقابل ہوتا غصے سے گویا ہوا۔ احان شاہ جو کب سے صرف اس پردے میں چھپی لڑکی کا دیدار کر رہا تھا وہ یہ تو بھول ہی چکا تھا کہ اسکے ساتھ ایک مرد بھی موجود ہے، اس نے کب سے اس مرد کو دیکھنے کی غلطی نہیں تھی وہ تو کب سے اپنے خیالات میں مگن اپنی گل کی خوشبو محسوس کر رہا تھا لیکن ابھی اپنے مقابل اس رات والے میجر خان کو دیکھ کے احان شاہ چونکا تھا۔ یہ وہی میجر خان تھا جو ازمیر شاہ کے عقیقے پہ انوائیٹڈ تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 84 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

ایکچولی میری گل۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ کیا بولے، وہ صرف یہ تین لفظ بول کے بے تابی سے حازق خان کی چوڑی پشت کے پیچھے چھپی اس لڑکی کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

I can't understand what u are saying mister Shah

حازق خان ایک ایک لفظ چبا کے بولا، نیلی سمندری آنکھوں میں غصے کی سرخی چھائی تھی۔ اسے احان شاہ کی نظروں سے سخت غصہ آ رہا تھا، وہ جس طرح سے اسکی پشت کے پیچھے چھپی گلالئی کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، حازق خان کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔۔

Actually the girl behind u is

giving me my wife vibes

احان شاہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولتا ہنوز اپنی ہری آنکھوں میں بے تابی لئے اسکے پیچھے چھپی لڑکی کو دیکھنے کی تگ و دو کرنے لگا۔ احان شاہ کے الفاظ پہ گلالئی کا دل دھڑکا تھا۔ وہ اپنی سانسیں تک روک گئی، تاکہ وہ اسکی سانسوں کی آواز بھی نہ سن سکے۔۔

What the hell do u mean Mister Shah!!Are u in your

?senses

حازق خان اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے اسے خود سے فاصلے پہ کرتا غرایا تھا۔ گلالئی نے بمشکل اپنی چیخ روکی تھی۔ حازق خان کے غرانے پہ احان شاہ نے اپنا جملہ اپنے دماغ میں دہراتے ہوئے نچلہ لب دانتوں میں دبایا تھا، اس نے جس طرح کا جملہ بولا تھا وہ کسی پٹھان کو تو دور کسی بھی غیرت مند مرد کو غصہ دلانے کا باعث بن سکتا تھا۔۔

I am sorry actually I meant the girl behind u reminds me of my wife

احان شاہ نے ہوش کے ناخن لیتے ہوئے اپنے جملے کی درستگی کی تھی۔ نظروں نے پھر سے بھٹک کے اس لڑکی کی طرف دیکھنے کی خواہش کی تھی لیکن وہ بے حد ضبط سے انہیں لگام ڈال گیا۔ گلالئی کی حالت غیر ہوئی تھی، احان شاہ کے ایک ایک لفظ سے دیوانگی چھلک رہی تھی۔ وہ اتنی آسانی سے معافی نہیں مانگا کرتا تھا جس آسانی سے اس نے ابھی حازق خان سے مانگی تھی وہ تو اگلے انسان کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسانے کا فن رکھتا تھا، حازق خان نے اتنی زور سے اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے اسے خود سے دور کیا تھا لیکن اس نے پھر بھی ریکشن نہیں دیا تھا۔ حازق خان اسکے جواب پہ کچھ بھی بولنے کی بجائے اسے شدید غصے سے گھورتا ہوا گلالئی کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامے آگے کی طرف بڑھ گیا۔

?Can I ask her name plz

واہ کیا کہنے تھے احان شاہ کے! ابھی حازق خان نے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا تھا جب اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے بڑی ہی دیدہ دلیری سے اس سے اسکے حصار میں موجود لڑکی کا نام پوچھ ڈالا۔ اسکی اتنی دیدہ دلیری نے حازق

خان کو شدید تپ چڑھائی تھی، وہ ایک جھٹکے میں اپنا رخ اسکی طرف موڑتا ہاتھ گھما کے ایک زوردار مکا اسکے سفید گال پہ جھڑ گیا۔ یہ ایک اچانک حملہ تھا، احان شاہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا ورنہ یقیناً اپنا بچاؤ کر لیتا۔

کیا بولا؟؟ تمہاری جرآت بھی کیسے ہوئے ایک خانزادے سے یہ سوال کرنے کی!! ہمت بھی کیسے کی ایک پٹھان کے حصار میں موجود لڑکی کی طرف دیکھنے کی؟؟ کیا تم پٹھان مردوں کو نہیں جانتے؟ وہ ایسی گستاخی کرنے والے کو غیرت کے نام پہ قتل کر دیتے ہیں!!۔۔ حازق خان اپنی پوری قوت سے بلند آواز میں غرایا تھا۔ احان شاہ نے اپنے نچلے لب پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے اپنے گال میں اٹھتی تکلیف برداشت کی تھی، حازق خان نے کافی فورس سے اسکی گال پہ مکا جھڑا تھا۔ وہ غصے میں آپ سے تم پہ آچکا تھا کیونکہ احان شاہ کو اپنی عزت پیاری نہیں تھی، اسے مجبوری میں اس پہ ہاتھ اٹھانا پڑا تھا۔ گلالئ نے اپنے ہونٹوں پہ دونوں ہاتھ رکھتے بے حد مشکل سے اپنی چیخیں روکی تھیں۔۔

پٹھان مرد کی بجائے ایک عام مرد بن کے سوچو!! میں نے صرف تمیز کے دائرے میں ایک سوال کیا ہے جس کا جواب تم نے بدتمیزی کی حد پار کرتے ہوئے دیا ہے!! آخری بار پوچھ رہا ہوں اگر یہ لڑکی (خدانخواستہ) تمہاری بیوی نہیں ہے تو اس لڑکی کا نام بتاؤ ورنہ سید احان شاہ پہ ہاتھ اٹھانے کا انعام تمہیں دیئے بغیر میں یہاں سے ہلنے نہیں دوں گا!!۔۔۔ احان شاہ اپنے چہرے پہ غصیلے تاثرات سجاتا جواباً غرایا۔ اسکا لہجہ حکمیہ تھا! وہ ہمیشہ کی طرح حکم کر رہا تھا، اسکے حکمیہ لہجے نے حازق خان کو مزید تپ چڑھائی تھی، وہ اسکے انداز پہ عش عش کر اٹھا۔۔ وہ کس بہادری سے اس سے مکا کھانے کے بعد بھی اپنے مدعے پہ اڑا ہوا تھا؟ کیا اس سے ڈھیٹ انسان کوئی ہو سکتا تھا؟ گلالئ جو کچھ دیر پہلے اس کے سوری کرنے پہ حیران تھی اسے پھر سے وہی پرانا جذباتی سا احان شاہ بنتے دیکھ کے وہ استہزایا انداز میں سر جھٹک گئی۔ وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔۔

اپنے گھر میں موجود اپنی بہن کا نام بتاؤ مجھے؟ اگر تم نے مجھے اگلے ہی منٹ اپنی بہن کا نام نہ بتایا تو حازق خانزادہ کی بہن کا نام بار بار پوچھنے کی اس غلطی پہ میں تمہیں مزید انعام دیئے بغیر یہاں سے ہلنے نہیں دوں گا!!۔۔۔ حازق خانزادہ بھی طیش کے عالم میں اسکا گریبان اپنے ہاتھوں میں دبوچتا اسی کے انداز میں دھاڑا تھا۔ اسے ایک منٹ میں پانی بہن پہ آتے دیکھ کے احان شاہ جو پہلے ہی بمشکل اپنے غصے پہ قابو کر رہا تھا زوردار مکا اسکے لبوں پہ جھڑا تھا، اپنے لبوں پہ احان

شاہ کے بھاری ہاتھ کا مکا پڑتے ہی حازق خان کے ہاتھوں کی گرفت اسکے گریبان پہ ڈھیلی پڑی تھی۔لبوں سے خون رستا ہوا ڈارک براؤن ٹیبر ڈ پہ گرا تھا۔۔

اگر تمہارا یہ مدعا وہ انسان سن لیتا جس کے نکاح میں میری بہن موجود ہے تو تم اس وقت زندہ سلامت نہ گھوم رہے ہوتے حازق خان!! اور چھوڑوں گا تو تمہیں بھی نہیں تمہاری جرآت بھی کیسے ہوئے میری بہن کو اس معاملے کے درمیان میں گھسیٹنے کی!!۔۔۔احان شاہ نے اپنی پوری قوت سے غراتے ہوئے اسکی بلیک شرٹ کا گریبان اپنے ہاتھوں میں دبوچا تھا،گلالئی کانپتی ہوئی حازق خان کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھتی اسے اپنی طرف متوجہ کرنے لگی کیونکہ کچھ بولنے کی ہمت تو اس میں ختم ہو چکی تھی لیکن وہ دونوں ہی اس وقت آپے سے باہر ہوتے ایک دوسرے کے مقابل کھڑے شاید یہ بھول چکے تھے وہ اپنی بلند آوازوں کی وجہ سے آنے جانے والوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔۔

بالکل اسی طرح جرآت ہوئی جس جرآت سے تم نے میری بہن کی طرف دیکھ کے اسکا نام طلب کرنے کی کوشش کی! اسے اپنی بیوی سے ملانے کی کوشش کی! ۔۔حازق خان نے لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے دھاڑتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے تھے۔اسکے جواب پہ احان شاہ لاجواب ہوا تھا۔گلالئی نے بے آواز روتے ہوئے اپنے بے جان ہوتے وجود کو گرنے سے بچانے کی غرض سے زور سے حازق خان کی شرٹ کو پشت سے مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔

اگر میرے ساتھ اس وقت میری عزت موجود نہ ہوتی تو تمہاری اس گستاخی کی سزا اتنی کم نہ ہوتی سید احان شاہ!! آئیندہ اپنے نام اور عہدے کے بھرم کسی دوسرے کو دیکھانا!! میں حازق خانزادہ ہوں ایسی گستاخی پہ تم جیسے دو سو لوگوں کو بھی زندہ درگور کرنے کی طاقت رکھتا ہوں!!۔۔۔۔احان شاہ کی خاموشی اور گلالئی کے کانپتے ہاتھ اپنی پشت پہ محسوس کرتا حازق خان اپنی بھاری آواز میں مزید غراتا ہوا گلالئی کو کہنی سے نرمی سے پکڑتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔وہ جیسے جیسے اس سے دور جا رہی تھی احان شاہ کو اپنے دل کے ٹکرے ٹکرے ہوتے محسوس ہو رہے تھے،اسکی خوشبو ابھی بھی اسکے ارد گرد موجود تھی یا شاید وہ اسکی خوشبو کے حصار سے نکلنا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔۔وہ جو کوئی بھی تھی بالکل اسکی گل کی طرح اتنے سے جھگڑے پہ ڈر کے اپنے بھائی کے سینے میں چھپتی شاید رو رہی تھی۔وہ اسے ہر لحاظ سے گلالئی سے ملانے کی کوشش کر رہا تھا نا جانے کیوں؟ یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔حازق خان نے جب اپنی گاڑی پارکنگ سے نکالی تو احان شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو وہ اندر ڈاکٹر کے پاس جانے کی بجائے اپنی

گاڑی میں سوار ہوتا اپنی گاڑی اسکے پیچھے لگا گیا۔وہ دونوں روڈ پہ آ چکے تھے، احان شاہ اور حازق خان کی گاڑی میں صرف ایک گاڑی جتنا فاصلہ تھا۔

سیٹ بیلٹ باندھو گڑیا!!۔۔۔فرنٹ مرر کی مدد سے اپنی گاڑی کے پیچھے احان شاہ کی بڑی قیمتی گاڑی دیکھتے ہوئے حازق خان نے سنجیدگی سے لرزتی ہوئی گلالئ کو سیٹ بیلٹ باندھنے کا حکم دیا تھا جو اسکے حکم پہ اگلے ہی پل فرمانبرداری سے سر ہلاتی سیٹ بیلٹ باندھ کے نظریں جھکا گئی، وہ اپنے لالہ سے نظر بچا کے سر جھکاتی بے آواز رو رہی تھی اس بات سے بے خبر کہ حازق خان جس نے اپنی ساری عمر فوج میں گزار دی ہے وہ اسکی ایک ایک موو پہ نظر رکھے ڈرائیونگ کر رہا ہے۔۔وہ اسے تھوڑی دیر رو لینے دینا چاہتا تھا، وہ اسے چپ کروا کے اسکے آنسوؤں کے ساتھ زیادتی نہیں کرنا چاہتا تھا۔گلالئ کے سیٹ بیلٹ باندھنے کی دیر تھی جب حازق خان نے اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھائی تھی، یہ پہلی بار تھا جو اس نے بہن کی موجودگی میں گاڑی کی رفتار اتنی تیز بڑھائی تھی ورنہ جب بھی گل اسکے ساتھ ہوتی تھی وہ ہمیشہ نارمل انداز میں ڈرائیونگ کرتا تھا۔۔اسے ایک جھٹکے میں گاڑی کی رفتار بڑھاتے دیکھ کے احان شاہ نے سٹیرنگ پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارتے گاڑی کی سپیڈ فل تیز کی تھی۔۔وہ اللہ جانے کیوں اسکی گاڑی کا پیچھا کر رہا تھا لیکن اسے اس کا پیچھا کرنا تھا اور وہ کر رہا تھا، احان شاہ اس وقت اپنے مکمل ہوش و حواس میں بالکل نہیں تھا، اسکے دل و دماغ میں ہنوز گلالئ کی خوشبو رچی ہوئی تھی، وہ پاگلوں کی طرح جیسے اسکی خوشبو کا پیچھا کر کے اپنی منزل تک پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن یہ کیا؟ آج احان شاہ کو کسی نے مات دی تھی؟؟؟

احان شاہ کی گاڑی کو اپنے مقابل آتے دیکھ کے حازق خان نے اپنی گاڑی کو خطرناک کٹ دیئے تھے یوں کہ گلالئ سہمتی ہوئی اس کے بازو کو زور سے اپنے ہاتھ میں دبوچ گئی۔۔یہ سڑک آگے تین راستوں پہ جا کے اینڈ ہو رہی تھی۔۔ایک راستہ دائیں طرف، دوسرا ناک کی سیدھ میں جبکہ تیسرا راستہ بائیں طرف تھا۔۔حازق خان نے اپنی گاڑی کا دھواں اڑاتے ہوئے اسے ڈگ ذیگ میں کٹ دیتے ہوئے یوں گھمایا تھا جیسے کار ریسنگ کے دوران کرتب دیکھا رہا ہو۔احان شاہ سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ ان تین راستوں میں سے کس راستے کو چنے گا، احان شاہ کو ابھی بھی ڈھیٹوں کی طرح اپنا پیچھا کرتے دیکھ کے میجر خان نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کی تھی۔اسے اچانک سے رفتار کم کرتے دیکھ کے احان شاہ بھی اپنی رفتار کم کر گیا اور یہی اسکی غلطی تھی کیونکہ اسی وقت حازق خان اسے چکما دے کے اپنی

گاڑی کی رفتار ایک جھٹکے سے فل تیز بڑھاتا اپنی گاڑی کی دھول اڑاتا ہوا نا جانے کس راستے سے احان شاہ کی آنکھوں کے سامنے سے اسے بنا پلکیں جھپکانے کا موقع دیئے غائب ہو چکا تھا۔۔ احان شاہ نے اچانک سے بریک لگاتے ہوئے اپنی آنکھیں ان تینوں راستوں کی طرف گھماتے ہوئے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کس راستے سے غائب ہوا ہو گا؟ لیکن وہ سمجھ نہ پایا کیونکہ حازق خان کی دھول اڑاتی گاڑی نے فضا میں کافی دھواں پیدا کیا تھا جس کی وجہ سے اگلا منظر دھندلا ہو چکا تھا۔۔ اس نے آج وہ کام کیا تھا جو احان شاہ اکثر اپنے بھائیوں کے ساتھ کرتا تھا۔ وہ جب بھی ڈسٹرب ہو کے ہویلی سے نکل آتا تھا اسے خبر ہوتی تھی اسکے تینوں بھائیوں میں سے کوئی نا کوئی اسکا پیچھا ضرور کرے گا تاکہ اسے اکیلا نہ چھوڑا جائے لیکن وہ یونہی انہیں چکما دے کے فرار ہوتا تھا جس طرح سے آج حازق خان فرار ہوا تھا۔۔ احان شاہ نے دل میں اس کے ریسنگ سٹائل کو داد دی تھی۔

ریسنگ تو کافی اچھی تھی!! لیکن میں اس پاگل انسان کا پیچھا کیوں کر رہا ہوں؟ آخر میں کیسے کسی بھی لڑکی کو اپنی گل سے ملانے کی غلطی کر سکتا ہوں؟ اگر وہ میری یہ حرکت کبھی جان جائے گی تو کتنی ناراض ہو گی! اسے تو ویسے ہی میرا کسی دوسری لڑکی سے بات کرنا پسند نہیں تھا!! سوری گل تمہارا شاہ صرف تمہارا ہے میں صرف کنفرم کر رہا تھا!! میں اتنا پاگل ہو چکا ہوں کہ اب ہر وقت تمہاری خوشبو اپنے ارد گرد محسوس ہوتی ہے!! پہلے میں تمہاری خوشبو محسوس کرنے کو ترس گیا تھا لیکن اب شاید تم مجھے اپنا اس قدر دیوانا بنا چکی ہو کہ اپنے خیالوں میں بھی تمہاری خوشبو محسوس ہوتی ہے!! دیکھو تمہاری دیوانگی کی وجہ سے آج ایک سر پھرے پٹھان سے ہاتھا پائی ہو گئی۔ صد شکر میرا چہرہ بگڑنے سے بچ گیا ورنہ کیا پتا تم میرے چہرے کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھنا ہی چھوڑ دیتی!! کیا سوچ رہا ہو گا وہ (حازق خان) کہ اسکے دوست کا بھائی ایک بے غیرت ہے؟ جو راستے میں ہر آتے جاتے انسان سے اسکی بہن بیویوں کے نام پوچھتا رہتا ہے؟ اہہہ!!

So embarrassing! Shame on you Ahan Shah

احان شاہ اس سنسان روڈ کے بیچوں بیچ بریک لگائے گاڑی کے فرنٹ مرر میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے خود سے اور اپنے خیالوں میں موجود گلالئی سے مخاطب تھا۔۔ وہ اپنی ان حرکتوں پہ خود کو کوس رہا تھا، اسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہی تھی اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ کیوں حازق خان سے اسکی بہن کا نام پوچھا ہے اور کیوں اسکی گاڑی کا پیچھا کیا ہے؟ احان

شاہ کو اب کہیں نہ کہیں اپنی اس حرکت پہ شرمندگی سی ہو رہی تھی۔۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک شرمندہ نہیں رہ سکتا تھا اسی لئے اس سنسان روڈ پہ سکون محسوس کرتا اپنی گاڑی کی سیٹ پیچھے کرتے ہوئے آنکھیں موند کے اپنی گل کو خیالوں میں سوچنے لگا جو اسے پاگل کر کے نا جانے کہاں غائب ہو چکی تھی؟ کیا اسے اپنا شاہ یاد نہیں آتا تھا؟ آخر اس دنیا کا ایسا کونسا کونا تھا جہاں وہ غائب ہو چکی تھی؟؟ کچھ دیر اپنے خیالوں میں گلالئی سے مخاطب رہنے کے بعد احان شاہ نے اپنی گاڑی کا رخ واپس سے ہاسپٹل کی طرف موڑا تھا۔۔

رونا بند کرو گڑیا!! بس بہت رو لیا!! جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کسی کی جرآت نہیں ہو گی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھے!! تم نے جتنا برداشت کرنا تھا کر چکی ہو اب ان سب کی باری ہے جنہوں نے تمہیں رولایا ہے!!۔۔۔ حازق خان اپنے ہاتھ میں پکڑا گلاس زبردستی گلالئی کے ہاتھ میں تھماتا اسکے آنسو اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے بیڈ پہ اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھا تھا۔ اسکے یوں اچانک سے پنے کمرے میں آنے پہ گلالئی نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کئے تھے، وہ جانتے تھی اسکے لالہ کو اسکا رونا پسند نہیں ہے لیکن وہ ان آنسوؤں کا کیا کرتی جو باغی تھے۔ اسکے آنسو اس کے کنٹرول میں نہیں تھے۔

لالہ! وہ۔۔ وہ۔۔۔ مجھے۔۔۔ کیسے۔۔۔ پہچان۔۔۔ گئے۔۔۔ تھے؟۔۔ گلالئی اس کے سینے پہ سر رکھتی نا چاہتے ہوئے بھی اس سے یہ سوال پوچھ گئی۔ دودھ کے گلاس کے کنارے پہ انگلی پھیرتی ہوئی وہ اپنے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولا نیچے اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ حازق خان کے پاس اسے دینے کو کوئی جواب نہیں تھا، یہ بات اسکی سمجھ سے بھی باہر تھی کہ وہ کیسے گلالئی کو پہچان سکتا تھا؟

تم آج بھی اسکے نکاح میں ہو! اور آئی تھنک نکاح کا رشتہ دو لوگوں کے درمیان اتنی کشش تو پیدا کر ہی دیتا ہے!! لیکن وہ شیور نہیں تھا!! تمہیں اسکی وجہ سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے! میں اسے تمہارے آس پاس بھی پھٹکنے نہیں دوں گا گل! ڈونٹ وری!!۔۔۔ حازق خان اسکے سر کی چادر درست کرتا اسکے بالوں پہ ہولے سے لب رکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں گویا ہوا تھا۔ وہ اب کی بار خاموش رہی، اسکے پاس جیسے بات کرنے کے لئے الفاظ بھی ختم ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں نا خاموشی بھی ایک زبان ہے! گلالئی شاید اب اس زبان کی عادی ہو چکی تھی۔۔

کچھ بولو؟یوں خاموش مت رہا کرو! جو بھی دل میں ہوتا ہے مجھ سے بول دیا کرو گڑیا!!۔۔۔وہ اسکے ہاتھ سے دودھ کا گلاس پکڑ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا مدھم آواز میں بولا۔۔

کیا بولوں؟۔۔۔وہ خالی خالی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتی اداسی سے بولی۔اسکی آنکھوں کی اداسی نے حازق خان کا دل چیرا تھا جیسے۔۔وہ خاموش رہا۔۔

اچھا یہ بتائیں! شادی کب کریں گے ؟۔۔۔اسے خاموش ہوتے دیکھ کے گلالئ اپنے لہجے میں تھوڑی سی شوخی پیدا کرتی ایکسائیٹمنٹ سے استفسار کرنے لگی۔۔

جب ہماری فیملی مکمل ہو جائے گی۔۔۔وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواباً گویا ہوا۔۔کیسی انوکھی بات تھی نا وہ دونوں جانتے تھے ان کے دل اداس ہیں لیکن ایک دوسرے کو خوش کرنے کی خاطر چہرے پہ کھوکھلی سی مسکراہٹ سجا کے ایک دوسرے کا دل ہلکا کرتے رہتے۔۔

کیا مطلب لالہ؟کیا میں آپ کی فیملی نہیں ہوں؟کیا میرے علاوہ بھی آپکو کسی کی ضرورت ہے؟۔۔۔گلالئ اسکے آدھے ادھورے جواب پہ برا مناتے ہوئے بولی۔وہ شاید اسے ایموشنل بلیک میل کر رہی تھی۔۔

ہاہاہا! تم تو لالہ کی جان ہو!! اپنا تو کچھ نہیں کہہ سکتا! کیونکہ میں ضرورتوں کے سہارے زندگی نہیں گزارتا! زندگی تو تب بھی گزر رہی تھی جب تم میرے پاس نہیں تھی! ہاں خالی خالی سی تھی! یوں جیسے زندہ لاش بن کے خود کے لئے جی رہا ہوں! لیکن شاید کوئی ایسا ہے جسے میری ضرورت ہو! کسی سہارے کی ضرورت ہو! صرف اسے تلاش کر کے سہارہ دینا چاہتا ہوں جس طرح سے تمہیں دیا ہے! تمہارے آنے سے زندگی اچھی لگنے لگی ہے شاید جب وہ بھی آ جائے تو تم دونوں کی صورت میں زندگی کسی جنت سے کم نہ لگے اور ہو سکتا ہے تب تو شادی کروانے کا بھی دل نہ کرے!!۔۔۔وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتا بولتا جا رہا تھا۔۔اسکی باتیں گلالئ کی سمجھ سے بالاتر تھی، اسے اسکی ایک بھی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

لالہ یہ چڑیل کون ہے جس سے آپ شادی بھی نہیں کریں گے اور صرف اسکے آنے سے ہی آپ کو اپنی زندگی جنت لگنے لگے گی؟؟۔۔۔گلالئ اسکی شرٹ کے بٹن کے ساتھ کھیلتی جیلس انداز میں بولی تھی جس پہ حازق خان جو اس وقت کافی سوچوں میں گم تھا، اسکے انداز پہ زوردار قہقہ لگاتا ہمیشہ کی طرح اسکے ماتھے پہ عقیدت سے لب رکھ گیا۔

یہ ایک مسٹری ہے!! وقت آنے پہ سب بتاؤں گا لالہ کی جان!!۔۔وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولتا سائیڈ ٹیبل سے دودھ کا گلاس پکڑ کے پھر سے اسے تھما گیا۔

لالہ آپ جانتے ہیں نا مجھ سے اتنا سسپنس برداشت نہیں ہوتا! آج ہی بتائیں نا!۔۔۔وہ اپنے ہاتھ میں موجود دودھ کو دیکھ کے ناک منہ چڑھاتی منت بھرے انداز میں بولی۔۔

اہمم!! دودھ پیو! اور دیکھو رات کتنی ہو چکی ہے! جلدی سے دودھ فنش کر کے سونا ہے! جتنا سلیپنگ سکیجول خراب کرو گی اتنی ہی طبیعت خراب رہے گی!!۔۔وہ بات کا رخ موڑ کے دودھ کا گلاس اسکے ہونٹوں کے قریب کر گیا۔گلالئ اپنی ناک اور آنکھیں بند کرتی جلدی سے دودھ ختم کرنے لگی اور ایسا کرتے ہوئے وہ کافی کیوٹ لگی تھی، حازق خان نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔۔

بہو کو کب لا رہے ہو ہویلی برخودار؟۔۔۔۔۔اس وقت شاہ ہویلی میں تمام لوگ ناشتے میں مصروف تھے جب داجی ارزم شاہ سے مخاطب ہوئے تھے جو سنجیدگی سے پلیٹ میں چمچ گھما رہا تھا۔داجی کے اس اچانک مدعے پہ ڈائینگ ٹیبل میں موجود ہویلی کے تمام مکینوں کی نظروں کا مرکز ارزم شاہ بنا تھا۔ایزل شاہ اور ازمیر شاہ کے علاوہ تقریباً سب ہی ڈائینگ روم میں موجود تھے، کاظم شاہ اب اپنے طور پہ ایزل کا خیال رکھ رہا تھا وہ چاہے اسے منہ نہیں لگا رہی تھی لیکن وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہوئے اسکا خیال رکھ رہا تھا، اسکا صبح کا ناشتہ بھی وہ اوپر پہنچا چکا تھا۔۔

داجی کیا بات کر رہے ہیں؟ اس سے پوچھیں چھپ کے نکاح تو تم کر چکے! اب چھپ کے رخصتی کس روز کر رہے ہو ہمیں کوئی ہنٹ ہی دے دے!! ارزم شاہ کے بولنے سے پہلے ہی زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔۔زوریز شاہ کی اس قدر بے باک بات کا مطلب سمجھتے سب کے چہرے سرخ پڑے تھے، ارزم شاہ نے ضبط سے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کل سے اسکے ناک میں دم کر رہا تھا۔۔

آپ نے فوج میں برتی ہونے سے پہلے ہمیں کوئی ہنٹ دیا تھا جو میں آپکو اپنی رخصتی کا ہنٹ دوں؟ جس طرح سے آپ نے میجر کے عہدے پہ فائز ہو کے سب پہ بم پھوڑا تھا میں بھی سوچ رہا ہوں ایک ہی دفعہ باپ کے عہدے پہ فائز ہو کے آپ سب کو ڈائریکٹ عقیقے پہ انوائیٹ کروں!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو الجھا کے

ٹیبل پہ تھوڑا سا جھکتے ہوئے زوریز شاہ کو ٹکر کا بے باکی سے جواب دیتے ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ارزم شاہ کے جواب پہ پانی پیتے ہوئے کاظم شاہ کو اچھو لگا تھا جبکہ احان شاہ نے نچلہ لب دانتوں میں دباتے انہیں صبح صبح بیغیرتی پہ اترتے دیکھا تھا۔باقی سب کے چہرے پہلے سے زیادہ سرخ ہوئے تھے۔۔داجی بات شروع کرنے پہ پچھتائے تھے۔۔

نہیں بیٹا تو ہمیں اپنی گولڈن نائٹ۔۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ سب کی موجودگی فراموش کرتا ہوا مزید کچھ بولتا جب اسکے دائیں طرف بیٹھے احان شاہ نے اسے سب کی موجودگی کا احساس کروانے کی غرض سے اس کے لبوں پہ ہولے سے مکا جھڑا تھا، مرحاشاہ کب سے اسکے پیر پہ اپنا نازک پیر مارتی اسے ہوش دلوا رہی تھی لیکن نہیں اسے ہوش احان شاہ کے مکے پہ ہی آنی تھی، باپ دادا کو اپنی طرف گھورتا پا کے زوریز شاہ کھانستا ہوا اپنی زبان کو بریک لگا گیا۔

ہونہہ گولڈن نائٹ؟ میں وہ گزری نائٹ بھول جاؤں وہی کافی ہے!!۔۔ارزم شاہ اس رات کے مناظر اور ذائشہ خان کے الفاظ یاد کرتا دل میں خود سے مخاطب ہوتے اپنے گھنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا آنکھیں گھما گیا۔

مجھے لگتا ہے یہ دو بندے ہماری ہویلی کا ماحول خراب کریں گے! انہیں رخصتی کی اشد ضرورت ہے!! اس نیک کام میں مزید دیر نہیں کرنی چاہئیے!!۔کاظم شاہ اپنے چہرے کے تاثرات سنجیدہ بناتا ارزم شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھتا داجی سے مخاطب ہوا تھا۔۔

سہی بولا لالہ نیک کام میں دیری کیسی؟۔۔۔۔ابھی داجی کوئی جواب دیتے جب زوریز شاہ نے اپنے لالہ کی اتنی پیاری بات پہ بے حد ایکسائیڈ ڈانداز میں جواب دیا تھا، مرحاشاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی۔ھارون شاہ کا دل کیا شیشے کا گلاس اٹھا کے اپنی اس بے باک اولاد کے سر پہ مار کے اسکے پیس پیس کر دیں۔۔

ہمم! اگلے ہفتے چھوٹے شاہ کے سسرال والوں سے بات کرنے۔۔۔۔داجی نے ابھی بولنا شروع کیا تھا جب ارزم شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔

مجھے ابھی رخصتی نہیں کروانی!! مجھے ابھی اس معاملے سے دور رکھیں!!۔۔وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔لہجہ ختمی تھا۔۔

داجی آپ اپنی بات مکمل کریں یار!! میں جانتا ہوں اسے ابھی رخصتی نہیں کروانی کیونکہ یہ ابھی ہم سب کے بچوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہے!! اسی لئے اسے اپنی بات سے مائنس کر کے جلدی سے مدعے پہ آئیں!!۔۔۔زوریز شاہ اپنے

ہاتھ میں پکڑا چائے کا مگ ٹیبل پہ رکھ کے چٹکی بجاتا ہوا بے تابی سے بولا تھا۔۔وہ اس وقت کہیں سے بھی میجر نہیں لگ رہا تھا۔۔اسکی بے تابی پہ سب نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی جبکہ ارزم شاہ نے سر جھٹکا تھا۔۔

ہاہاہا!! ہم سوچ رہے ہیں اگلے مہینے کے آخر میں تمہاری رخصتی کا نیک کام انجام دے دیا جائے!! کیا خیال ہے سب کا؟۔۔۔۔داجی پوتے کی بے تابی پہ مدھم آواز میں ہنستے ہوئے ھارون شاہ اور دریاب شاہ کو دیکھ کے گویا ہوئے۔۔ تقریبا دس دن تو ازمیر شاہ کی پیدائش کو گزر چکے تھے، مزید ایک مہینے میں ایزل شاہ کا چھلہ بھی ختم ہو جانا تھا اس لحاظ سے اگلا مہینہ زوریز شاہ کی شادی کے لئے بالکل پرفیکٹ تھا۔۔

داجی سب سے کیا پوچھ رہے ہیں؟ یہ سب تو رخصتی کر چکے!! اب ان سب کی رائے لے کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کا فائدہ؟؟۔۔۔زوریز شاہ منہ بنا کے بولا، مرحا شاہ نے سرخ گالوں سے نظریں جھکاتے اپنے ساتھ بیٹھے زوریز شاہ کی چوڑی پشت پہ زور سے چٹکی کاٹی تھی۔زوریز شاہ نے لب دباتے ہوئے اپنی کراہ روکی تھیں کیونکہ اسکی شاہزادی ہمیشہ کی طرح ظالم حسینہ ثابت ہوئی تھی، احان شاہ جو اس سارے معاملے سے لاتعلق بنا ہوا تھا، اسکی بے تابی پہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو رہی تھی ورنہ وہ اس سے ناراض ناراض سا گھوم رہا تھا جو اسکی بیوی کو تلاش کرنے کی بجائے اپنی رخصتی کا ٹانکا فٹ کر رہا تھا۔۔

ہم سے نا سہی اپنے ہونے والے سسر سے ہی پوچھ لو کہ کیا وہ اپنے رزک پہ تمہیں اپنے بیٹی سونپنا چاہتا ہے؟ کون جانے وہ تم جیسے داماد سے اللہ سے پناہ مانگتا بائیکاٹ کرنا چاہتا ہو۔۔۔ھارون شاہ استہزایا انداز میں سر جھٹکتے ہوئے زوریز شاہ سے مخاطب ہوئے تھے۔۔ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا جس نے زوریز شاہ کو جلا کے راکھ کیا تھا۔۔سسر کے ذکر پہ زوریز شاہ نے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں، وہ زاویار شاہ سے کم ہی مخاطب ہوتا تھا، وہ اس انسان کو آج بھی دل سے معاف نہیں کر پاتا تھا۔۔

ارے نہیں بھائی صاحب کیسی باتیں کر رہے ہیں! میری بیٹی کو اگر کوئی اتنا چاہ سکتا ہے تو وہ صرف آپکا بیٹا ہی سپوت ہے! اسکی امانت ہے جب چاہے لے لے! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے! اچھی بات ہے اگلے مہینے کے آخر میں حویلی میں کوئی خوشی کی تقریب آئے گی!۔۔۔۔۔زاویار شاہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ ھارون شاہ کا جواب دیتے زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو پہلے تو انہیں دیکھنے سے گریز برتتا ہوا ناک منہ چڑھا رہا تھا لیکن ان کا جواب سنتے ہی اترا

کے باپ کی طرف دیکھا تھا۔۔ سب اگلے مہینے کے آخر میں زوریز شاہ اور مرحا شاہ کی رخصتی کے لئے متفق ہوتے کافی خوش نظر آرہے تھے، میرال شاہ نے پیار سے مرحا شاہ کو گلے سے لگایا تھا۔ اس روز اپنی بیٹی پہ ہاتھ اٹھانے کے بعد اسے پیار سے خود ہی منا چکے تھے جس پہ میرال شاہ نے بھی ان سے وعدہ کیا تھا وہ آئیندہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرے گی جس کی وجہ سے اسکے باپ کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔۔ داجی نے اس دن کے بعد سے دوبارہ احان شاہ اور میرال شاہ کی شادی کا ذکر نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اب احان شاہ پہ کوئی بھی زور زبردستی نہیں کرنا چاہتے تھے۔۔ وہ پہلے ہی اتنے غموں کا مارا تھا وہ اسکے زخم ہرے کرنے کی بجائے اسے وقت دینا چاہتے تھے۔۔

کچھ دن گزر چکے تھے، آج ایزل شاہ کے سٹیچز اوپن ہوئے تھے، احتیاط کی وجہ سے اسکا زخم پہلے سے کافی اچھا رہا تھا۔۔ سٹیچر اوپن ہوتے ہوئے ایزل شاہ کو تکلیف تو ہوئی تھی لیکن یہ تکلیف اس تکلیف کے مقابلے میں بہت کم تھی جو اس نے ڈلیوری کے دوران اٹھائی تھی۔۔ وہ اب ان تکالیف کو خاموشی سے سہہ جایا کرتی تھی جن پہ وہ پہلے کبھی پوری حویلی کو سر پہ اٹھالیا کرتی تھی۔۔ وہ پہلے والی ایزل شاہ رہی ہی نہیں تھی۔۔ کاظم شاہ نے ان دنوں اسکا اتنا خیال رکھا تھا، وہ اس سے مخاطب ہونے کی بجائے اپنے بیٹے میں مگن رہتا، بار بار اسکا لباس تبدیل کر کے اسے تیار کرتی رہتی اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پیروں کے ساتھ کھیلتی رہتی۔۔ کاظم شاہ اسکے ان ایام خاص کے گزرنے کا انتظار کرتا خود بھی خاموش تھا۔۔ وہ اسکے لئے کافی کیئرنگ ثابت ہو رہا تھا لیکن جب وہ خاموش تھی تو وہ فضول کا بول کے کیا کرتا؟ کبھی کبھی اگر وہ اسے مخاطب کر لیتا تو وہ صرف ہاں یا ناں میں جواب دے دیا کرتی۔۔ آج اس کے سٹیچز اوپن کروانے کے بعد وہ اسے اسی دن کی طرح اپنی گود میں اٹھا کے گاڑی تک لے کے آیا تھا۔ اسے ایزل شاہ کی ہر تکلیف اب یوں محسوس ہوتی تھی جیسے اسے خود کو ہو رہی ہو۔۔ حویلی پہنچتے ہی ایزل شاہ اپنی سائیڈ کا دروازہ کھونے لگی لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتا نارمل انداز میں اسے گود میں اٹھائے گاڑی سے نکلا تھا۔۔ اس نے کتنے دنوں سے اس سے فاصلہ بنایا تھا، ہاں اسکے پاس ضد سے سو جایا کرتا تھا لیکن اپنے لب اس نے کنٹرول میں رکھے تھے جو ہر وقت کوئی نا کوئی گستاخی کرتے رہتے تھے۔۔ صرف رات میں اس کے پاس سونے کے علاوہ وہ اسکے قریب نہیں آتا تھا کیونکہ اس سے زیادہ وہ اسے اپنے قریب برداشت بھی نہیں کرتی تھی۔۔ ایزل شاہ دل میں حیران تھی کہ وہ اتنے دنوں سے پہلے

والے موڈ میں کیوں نہیں آرہا؟ لیکن پھر خود ہی لاپرواہ بن جایا کرتی۔ آج اسکے گود میں اٹھانے پہ بھی اس نے کوئی خاص مزاحمت نہیں کی تھی، وہ خاموشی سے نظریں جھکائے رہی۔۔

پین تو نہیں ہو رہا؟۔۔۔۔۔۔۔ سیڑھیاں چڑھ کے اوپر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کاظم شاہ نے سنجیدگی سے ایزل شاہ کو مخاطب کیا تھا، وہ اسکے مخاطب کرنے پہ چونکی تھی، وہ کافی دنوں بعد اسے مخاطب کر رہا تھا یہاں تک کہ صبح ڈاکٹر کے پاس جانے کے لئے بھی اسے زہرہ مام نے ہی بولا تھا جس پہ وہ خاموشی سے تیار ہو گئی کیونکہ ان سٹیچز سے وہ خود بھی تنگ آچکی تھی۔۔

نہیں! ازمیر لادیں!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ مدھم آواز میں سنجیدگی سے جواب دے رہی تھی، وہ صبح ہی اسے سلا کے زہرہ مام کے حوالے کرنے کے بعد ہاسپٹل گئی تھی۔۔

کچھ دیر نیچے ہی رہنے دو! تمہیں دیکھتے ہی اسکی بھوک جاگ جاتی ہے!!۔۔۔ وہ اسے بیڈ پہ لٹاتا زومعنی انداز میں گویا ہوا تھا۔ ایزل شاہ کے گال گلابی ہوئے تھے لیکن چہرہ سپاٹ تھا۔۔

ا۔ازمیر چاہئیے۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے نظریں جھکائے سنجیدگی سے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔ وہ اس وقت گرے کھلی سی فراک میں ملبوس خود پہ سفید سٹائلش سی چادر اوڑھے ہوئے تھے، یہ ساری اسکی نئی شاپنگ تھی جو کاظم شاہ نے خود کی تھی۔۔ پرانے کپڑوں کے سائز میں تھوڑا بہت فرق آیا تھا اسی لئے وہ انہیں پہننے کی بجائے مجبوری میں اسکے لائے گئے کپڑے پہن لیا کرتی تھی۔۔۔

صبر رکھو ابھی مام لے آئیں گی اسے! میں ہاتھ لے لوں پھر مجھے آفس بھی جانا ہے!۔۔۔۔ وہ اپنی جیب سے فون والٹ اور گاڑی کی چابیاں نکال کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا الماری کی طرف بڑھا ہی تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ کی نظریں بے ساختہ سائیڈ ٹیبل پہ اسکے بجتے فون کی طرف اٹھی تھیں۔۔ "مہرین کالنگ" لکھا دیکھ کے وہ کشمکش کا شکار ہوئی تھی لیکن پھر اپنی نظروں کا زاویہ بدلتی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھا کے موڑنے لگی۔ اپنا فون رنگ ہوتے دیکھ کے وہ الماری کی طرف جانے کی بجائے رخ موڑتا ہوا سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔۔

وعلیکم السلام جی؟۔۔۔۔۔۔۔ فون یس کر کے کان کو لگاتا کاظم شاہ سلام کا جواب دیتے ہوئے کمرے کے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا۔ اسے کمرے میں بات کرنے کی بجائے ٹیرس کی طرف جاتے دیکھ کے ایزل شاہ کا دل عجیب سا ہوا

تھا۔۔ اسے شاید غصہ آرہا تھا لیکن وہ اپنی فیلنگز اگنور کرتی اپنی انگلیوں کو موڑتی رہی۔ دس منٹ گزر چکے تھے وہ ابھی تک کال پہ مصروف تھا۔۔ اس کی اور اس مہرین کی ایسی کونسی باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں؟۔۔ ایزل شاہ نے بے ساختہ دل میں سوچا تھا لیکن پھر لاپرواہ بنتی سر جھٹک گئی۔ کوئی بارھویں منٹ پہ وہ کمرے میں واپس آیا تھا۔۔ وہ پھر سے سائیڈ ٹیبل پہ فون رکھنے والا تھا جب وہ ایک دفعہ پھر سے رنگ ہوا۔۔ فون پہ پھر سے مہرین کی کال دیکھ کے ایزل شاہ نے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

میں آتا ہوں پھر مل کے ڈسکس کر لیتے ہیں!!۔۔۔ کاظم شاہ فون کان سے لگائے متوازن لہجے میں بولتا اب الماری سے بلیو تھری پیس نکال رہا تھا۔ دوسری طرف سے شاید اسکی بات سے اکتفاء کیا گیا تھا جو وہ سر کو خم دے کے فون بند کرتا صوفے پہ پھینک کے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔۔

"میں آتا ہوں پھر ڈسکس کر لیتے ہیں!"۔۔۔۔۔ یہ جملہ بار بار ایزل شاہ کو اپنے دماغ میں کھلبلی مچاتا محسوس ہو رہا تھا، وہ لاکھ چاہ رہی تھی وہ کاظم شاہ سے لاپرواہ رہے لیکن نا جانے کیوں آج وہ بار بار اسکی طرف متوجہ ہو رہی تھی۔ وہ دس منٹ میں باتھ لے کے واپس سے کمرے میں موجود تھا۔ وہ اس وقت صرف بلیو پینٹ میں تھا، اپنے دودھیا سفید چوڑے سینے کو تولیے سے رگڑتا وہ تیزی سے آئینے کے سامنے آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔ گولڈن بال جن سے پانی کی بوندیں ٹپکتی ہوئی اسکے چہرے کو بھگو رہی تھیں، ہیئر ڈرائیر اٹھا کے بال خشک کرنے کے بعد وہ وائٹ ڈریس شرٹ اٹھا کے پہننے لگا، ایزل شاہ کی نظریں بار بار بھٹک کے اسکے چوڑے سینے پہ ٹک رہی تھیں، وہ آج اسے کافی دنوں بعد شرٹ لیس دیکھ رہی تھی، وہ شرٹ لیس سوتا تھا لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ اپنی یہ عادت بھی جیسے بھول چکا تھا۔ اس میں ان تبدیلیوں کو ایزل شاہ آج باریکی سے نوٹ کر رہی تھی۔۔ ڈھیلی سی ٹائی لگا کے بلیو کوٹ پہننے کے بعد وہ خود پہ پرفیوم کا اچھا خاصا چھڑکاؤ کرتا اب دودھیا سفید پیروں میں چمچماتے شوز پہن رہا تھا۔ فون ایک دفعہ پھر سے رنگ ہوا، جیسے ہی فون رنگ ہوا ایزل شاہ ویسے ہی اسکی طرف متوجہ ہوئی۔۔ دور سے وہ کال کرنے والی کو نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اسے جیسے یقین ہوا چلا تھا کہ فون کرنے والی پھر سے وہ چڑیل (مہرین) ہی ہو گی۔۔

ارے نہیں یار!! بس ہو گئی تیاری!! نکل رہا ہوں!!۔۔۔ دوسری طرف سے پتا نہیں کیا بولا گیا تھا جو کاظم شاہ کو قہقہہ لگا کے جواب دینے کی ضرورت پڑی تھی۔۔ اسکے منہ سے "یار" لفظ تو جو چھبا تھا قہقہہ اس سے کئی زیادہ برا لگا تھا ایزل

شاہ کو۔وہ اسکی طرف دیکھ نہیں رہا تھا؟؟وہ اس سے فراموش ہوتا آخر کہاں جانے کی تیاری کر رہا تھا؟ کیا وہ اتنی خوشی سے آفس جا رہا تھا؟ اتنا نک سک تیار ہو کے اس نے آفس میں قدم رکھنا تھا؟ ایزل شاہ نے شکی بیویوں کی طرح سوچا تھا،وہ اس وقت یہ بھول چکی تھی کہ وہ ہر روز یونہی آفس جاتا ہے۔۔

ہاہاہا!!! نہیں!! بلیو پہنا ہے!! تم نے؟؟۔۔۔۔دوسری طرف سے شاید اسکے لباس کا رنگ پوچھا گیا تھا جس پہ وہ اپنا بتانے کے بعد اب اسکا بھی استفسار کر رہا تھا۔۔

بلیک؟ناٹ بیڈ!!!۔۔۔۔دوسری طرف موجود انسان نے شاید بلیک پہنا تھا جس پہ وہ مسکرا کے جواب دیتا اب ایک آخری بار خود کو آئینے میں دیکھ رہا تھا۔۔

اچھا چلو پھر آتا ہوں! فون رکھو!!۔۔۔۔کاظم شاہ فون بند کرنے کے بعد اپنا کالر ٹھیک کرتا سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا تاکہ اپنا والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھا سکے۔۔

سس۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ بنا کچھ بولے والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھا کے ابھی مڑا ہی تھا جب ایزل شاہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی کراہی تھی۔کاظم شاہ نے فوراً سے پہلے اپنا چہرہ موڑتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔وہ فکر مندی سے تھوڑا سا جھک کے استفسار کرنے لگا،اسکے جھکنے پہ اسکے وجود سے اٹھتی تیز پرفیوم کی خوشبو ایزل شاہ کو اپنے حواسوں پہ چھاتی محسوس ہوئی تھی۔۔یہ خوشبو کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔

کچھ نہیں!! آپ جائیں اپنے کام سے جہاں جا رہے تھے!!۔۔۔اسکے استفسار کرنے پہ ایزل شاہ اسے جیسے کاٹ کھانے کو دوری تھی۔چہرہ بے تاثر تھا لیکن لہجے میں بے حد غصے کی رمک تھی۔کاظم شاہ اسکے غصیلے لہجے میں حیران ہوا۔۔

?U okay

وہ ایک دفعہ پھر فکر مندی سے استفسار کرتا اسکے پیٹ کی طرف دیکھنے لگا جہاں اس نے کراہ بھرتے ہوئے ہاتھ رکھا تھا،وہ سمجھ نہ سکا اس نے کراہ کیوں بھری ہے؟

میں نے بولا نا ٹھیک ہوں! آپ کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے بولی۔کاظم شاہ اتنا اسے غصے پہ حیران نہیں ہوا تھا جتنا اسکے جواب دینے پہ حیران ہوا تھا۔۔وہ تو اسے جواب نہیں دیا کرتی تھی۔سوائے

سرہاں یاناں میں ہلائے وہ اس سے مخاطب ہی نہیں ہوتی تھی تو پھر آج کیوں اس پہ احسان کرتی اسکی ہر بات کا جواب دے رہی تھی؟

اوکے آئی تھنک تمہیں ازمیر کی ضرورت ہے! میں مام کو بولتا ہوں اوپر بجھوا دیں!۔۔۔وہ کندھے اچکا کے نرمی سے بولتا مڑ گیا۔۔اسکے یونہی مڑ جانے پہ ایزل شاہ کی آنکھیں بھیگی تھیں۔وہ خود بھی اپنی آنکھیں بھیگنے پہ حیران ہوئی تھی لیکن پھر خود کو تسلی دینے لگی" آج میرے سٹیچز اوپن ہوئے ہیں نا بس اسی لئے شاید رونا آرہا ہے"۔۔لیکن جب تسلی نہ ہوئی تو گہرے گہرے سانس بھر کے آنسو روکنے لگی۔۔وہ بنا کوئی بھی جسارت یا گستاخی کئے آفس کے لئے نکلا تھا۔وہ پچھلے دنوں سے اتنا بدلا بدلا کیوں تھا؟ پہلے تو اٹھتے بیٹھتے اسے رومانس جھاڑنے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔اب ایسا کیا ہوا تھا؟

ہاں مجھے ازمیر کی ضرورت ہے! انہیں مہرین کی ضرورت ہے! کون جانے باہر کیا گل کھلاتے پھر رہیں ہیں؟ اب تو گھر والی بچہ پیدا کر چکی ہے اب کیوں مجھ میں کچھ نظر آئے گا!!۔۔۔اسے کندھے آچکا کے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کے ایزل شاہ عارضوں پہ پھسلتے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی خود سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

میری بھلا سے جہاں بھی جائیں! مجھے کیا؟۔۔۔آنکھوں کو پھر سے بھیگتے دیکھ کے وہ انہیں غصے سے پونچھتی خود سے مخاطب ہوئی۔وہ اب خود کو ازمیر کا انتظار کرنے میں مصروف کر گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 84 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میٹنگ تو اچھی ہو گئی! مجھے ون ہنڈرڈ اینڈ ٹین پرسنٹ یقین ہے یہ پروجیکٹ ہمارا ہی ہو گا!!۔۔۔ماہر زیدی مسکرا کے بولتا ہوا کاظم شاہ کے ہمقدم چلتے اسکے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ہوپ سو!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ بھی مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ اسکی بات کی تائید کرتا آفس کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا۔وہ اب اپنے باپ کا بزنس نہیں کرتا تھا، اس نے ان پندرہ سے سوالہ دنوں میں اپنا بزنس پاکستان میں سیٹ کرتے سارے پرانے سٹاف کو ہائر کیا تھا۔مہرین کیانی اسکی اسسٹنٹ تھی جو اسے صبح صبح فون کرتی اس کی

میٹنگز کی ڈیٹیل دے رہی تھی۔۔کاظم شاہ اور ماہر یونی فرینڈز تھے، آج وہ دونوں کافی وقت بعد مل رہے تھے کیونکہ وہ دونوں ایک پروجیکٹ کو پارٹنر شپ پہ کرنے والے تھے۔۔پروجیکٹ کافی بڑا تھا، اس پروجیکٹ پہ وہ پچھلے ایک ہفتے سے کام کر رہے تھے، ایک یہ بھی وجہ تھی کہ کاظم شاہ ہویلی میں ٹھیک سے ٹائم نہیں دے پا رہا تھا۔۔

اچھا یہ بزنس کی باتیں تو چلتی رہیں گی! اور بتا شادی کے بعد والی زندگی کیسی چل رہی ہے؟ دن میں کتنی دفعہ بھابھی سے پٹائی کرواتا ہے؟۔۔۔بلیک تھری پیس میں ملبوس ماہر زیدی اسے چھیڑتا ہوا کرسی پہ براجمان ہوا تھا۔۔کاظم شاہ جو اپنا بلیو کوٹ اتار کے ہینگ کر رہا تھا ماہر زیدی کے الفاظ پہ اس نے آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تجھے کیا لگتا ہے میری بیوی میرے جیسے (رومانٹک) انسان کی پٹائی کرنے کی ہمت رکھ سکتی ہے؟۔۔۔۔کاظم شاہ سر جھٹک کے بولتا ہوا اب اپنی وائٹ شرٹ کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کر رہا تھا۔۔

ہاہاہا! جب تجھ جیسے بلڈوزر کو جھیل سکتی ہے تو کوئی بعید نہیں ہے پٹائی بھی کر دیتی ہوں!!۔۔۔۔ماہر زیدی قہقہہ لگا کے بولتا ہوا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔انداز زو معنی تھا۔۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کاظم شاہ کے لبوں کو مدھم سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔پھر اسے یاد آیا تھا وہ صبح صبح غصے میں تھی، وہ جب تک ماہر زیدی سے فون پہ بات کرتا رہا تھا وہ محسوس کر رہا تھا وہ کافی غصے سے اسے گھورتی رہی تھی لیکن وہ اسکے گھورنے کی وجہ ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا۔۔

بیٹے کی سنا؟ مصروفیت کی وجہ سے اسکے عقیقے پہ آ نہیں سکا! کوئی تصویر ہی دیکھا دے میرے بھتیجے کی!۔۔۔۔اسے مبہم انداز میں مسکراتے دیکھ کے ماہر زیدی مزید گویا ہوا، وہ دوسرے شہر کا رہائشی تھا اسی لئے یہاں اسلامباد آنا کم ہی ہوتا تھا۔

افلاطون بول اسے!! اس دنیا میں آتے ہی میری چیزوں پہ قبضہ جما کے بیٹھ گیا ہے!۔۔۔کاظم شاہ آنکھیں گھما کے بولتا ہوا اپنا فون کھول کے ازمیر کی تصاویر والا ایلبم اوپن کر رہا تھا۔وہ ہر روز اسکی ڈھیروں تصاویر لیا کرتا تھا، اب تو اسکے فون میں اس سے زیادہ تصاویر ازمیر شاہ کی تھیں۔کاظم شاہ اپنی تصاویر بہت کم بناتا تھا لیکن بیٹے کے ایک ایک مومنٹ کی تصویر بنانے سے وہ خود کو روک نہیں پاتا تھا۔۔

یہ تیرا بیٹا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔گول مٹول خوبصورت سے ازمیر شاہ کی تصاویر دیکھتا ماہر زیدی اپنے چہرے پہ مصنوعی حیرت کے تاثرات سجا کے بولا۔۔

ہاں بد قسمتی (خوش قسمتی) سے یہ افلاطون چیز میری ہی اولاد ہے!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ افسوس سے بولتا ہوا ازمیر شاہ کی مزید تصاویر اسے دیکھا رہا تھا۔۔زیادہ تر تصاویر میں وہ اپنی گولڈن بڑی بڑی آنکھیں پھیلاتا یا تو اسے گھور رہا تھا یا پھر کھکھلاتے ہوئے منہ میں انگلی ڈال رہا تھا۔۔

نہیں یہ تیرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔۔۔ماہر زیدی ڈرامائک انداز میں بولا۔۔

دماغ سٹھیا تو نہیں گیا تیرا؟ یہ میرا ذاتی بیٹا ہے!! میرا "میر"!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے بیٹے کی تصاویر جان وارنے والے انداز میں دیکھتا پوز سیسو انداز میں بولا تھا۔۔

اگر تو یہ واقعی ہی تیرا بیٹا ہے تو تو اپنے جملے کی درستگی کر لے! بد قسمتی سے تو اتنے معصوم اور کیوٹ بیٹے کا افلاطون باپ ہے! ورنہ یہ بچہ تو مجھے کسی فرشتے سے کم نہیں لگ رہا! اور کسی بھی اینگل سے تجھ سے نہیں ملتا!!۔۔۔اسے بچوں کی طرح پوز سیسو ہوتے دیکھ کے ماہر زیدی اپنا لب دبائے اسے مزید چھیڑنے لگا۔۔

واٹ؟؟ یہ اور فرشتہ؟ بس تو ایک دن اس بچے کے ساتھ گزار لے یہ تجھے فرشتے اور ڈیول میں واضح فرق سمجھا دے گا!! اور تیری انفارمیشن کے لئے عرض ہے کہ اسکا ایک ایک نقش مجھ سے ملتا ہے! میری ڈٹو کاپی ہے میرا بیٹا!! ابھی جاتے ہوئے اپنی آنکھوں کا علاج کرواتا جائی۔۔۔کاظم شاہ کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اپنے بیٹے کی تعریف کرے یا اسکی چغلیاں لگائے جو اسکی خوبصورت بیوی پہ پورا قبضہ جمائے ہوئے تھا۔۔

یار معصوم سا تو ہے! مجھے دے دے اگر نہیں چاہئیے تو!!۔۔۔ماہر زیدی مسکرا کے بولتا ہوا ازمیر شاہ کی تصاویر زوم کر کے دیکھتا کاظم شاہ کو چھیڑتے ہوئے بولا۔۔

کیوں نہیں چاہیئے؟ یہ تو جان ہے میری اور تو میرے بیٹے سے اپنی گندی نظریں ہٹا! اسے نظر نہ لگا دی!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے مدعے پہ اپنی آنکھیں پھیلا کے بولتا اسکے ہاتھ سے اپنا فون چھین گیا۔۔ماہر زیدی کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

بیٹا نہ ہو گیا محبوبہ ہو گئی جس کے لئے اتنا پوز سیسو ہو رہا ہے!۔۔۔۔۔ماہر زیدی ہنستے ہوئے بولا۔

ایک ہی ایک اولاد ہے میری!! پوز سیسو ہونا تو بنتا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ اب اپنی کرسی پہ بیٹھ کے اپنے بیٹے کی تصاویر دیکھتا میرا کے بولا تھا۔۔وہ خود بھی نہیں جانتا تھا وہ اپنے بیٹے سے کس قدر پیار کرتا تھا۔۔

تو کیا مطلب ساری زندگی ایک ہی رکھنے کا ارادہ ہے؟۔۔۔۔ماہر زیدی نے ٹکڑا لگایا تھا۔۔

وہ تیرا سعادت مند بیٹا تھا جو تیرے دوسرے بیٹے پہ خاموشی اختیار کر گیا تھا میرے والا (گنجا ہینڈسم) تو مجھے اپنی ماں کے قریب برداشت نہیں کرتا دوسرے بہن بھائی خاک برداشت کرے گا؟! مجھے پورا یقین ہے وہ انہیں اٹھا کے ہویلی سے باہر پھینکے گا!!۔۔ کاظم شاہ گہری سانس بھر کے بولتا اسے حقیقت بتا رہا تھا جس پہ ماہر زیدی کا پہلے سے زیادہ قہقہہ بلند قہقہہ آفس کی زینت بنا تھا۔

مزید بیس دنوں بعد:

چلیں آپی!! بس بہت ہو گیا! حد ہوتی ہے انتظار کی بھی!! اسے کیا لگتا ہے ہم اس کے بغیر شاپنگ پہ نہیں جا سکیں گے ؟۔۔۔۔۔ مرحا شاہ جو کب سے فون پہ مصروف اپنا غصہ دبانے کی کوشش کر رہی تھی، دوپہر کے چار بجتے دیکھ کے وہ غصے سے بولتی ہوئی صوفے سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہ اس وقت لائٹ بلیو خوبصورت سے برینڈڈ لان ڈریس میں ملبوس پیروں پہ سمپل سی فلیٹ پہنے ہاتھ میں چھوٹا سا برینڈڈ بیگ پکڑے ہوئے تھے۔۔ وہ ایک پورے ہفتے سے زوریز شاہ کے پیچھے شاپنگ کے لئے ذلیل ہو رہی تھی جو ہر روز اپنے کام میں مصروفیت کی وجہ سے اسے رات میں سوری کر دیتا تھا لیکن آج تو اتوار تھی آج تو اسکا ہویلی میں ہونا بنتا تھا۔۔

پانچ بجے تک ویٹ کر لو جانی!! آ جائے گا!!۔۔۔ اسے غصے میں آتے دیکھ کے میرال شاہ نرمی سے بولتی پھر سے اپنے فون میں مصروف ہو گئی۔۔ وہ دونوں زوریز شاہ کا انتظار کر رہی تھیں۔۔

آپی آپ اٹھ رہی ہیں یا میں اکیلی چلی جاؤں ؟۔۔۔۔۔ مرحا شاہ اسکے جواب پہ جھنجھلاتے ہوئے بولی تھی، وہ اس وقت زوریز شاہ پہ اچھا خاصا تپی ہوئی تھی۔

اچھا یار ویٹ کر میں روم سے بیگ کے کے آتی ہوں!۔۔۔ اسکے ضدی انداز پہ میرال شاہ ہار مانتی ہوئی صوفے سے اٹھ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔ کچھ ہی دیر میں اپنا بیگ اور گلاسس لئے وہ اسکے ساتھ ہی ہویلی سے نکلتی ہوئی پورچ کی طرف بڑھ گئی۔۔ وہ دونوں ابھی گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہی تھیں جب انہیں بلیک پینٹ پہ بلیو چیک شرٹ پہنے زوریز شاہ اپنی طرف آتا دیکھائی دیا تھا۔۔

کہاں ؟۔۔۔۔۔ان دونوں کو گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ اپنے سرخ وسفید چہرے پہ گرمی کی وجہ سے آتا پسینہ ٹشو صاف کرتا ان سے آئیبرو اچکا کے استفسار کرنے لگا کہ وہ دونوں کہاں جا رہی ہیں! مرحا شاہ اسے کوئی بھی جواب دیئے بنا آگے کی طرف بڑھ گئی جبکہ میرال شاہ نے بڑے ہونے کا رعب جھاڑتے ہوئے اسکے سر پہ چپت لگائی تھی۔ عقل استعمال کرو اپنی!! کہاں جانا تھا آج؟؟۔۔۔گھٹنوں تک آتے لائٹ براؤن سٹائلش سے کرتے کے نیچے سکن پینٹ پہن کے تینوں تک فولڈ کئے میرال شاہ انت کچکچا کے بولتی اپنی آنکھوں سے براؤن چشمہ ہٹاتی اسے گھورنے لگی۔

فلحال تو میرا دماغ کام نہیں کر رہا یار آپی بہت گرمی ہے! رات سے نیند بھی پوری نہیں ہوئی! آپ ہی بتا دیں کہاں جانا تھا آج؟ کیا کسی دوست کے ساتھ لنچ کرنے جا رہی ہیں دونوں؟۔۔۔زوریز شاہ ایک نظر رخ موڑ کے گاڑی کا دروازہ کھولتی غصے سے سرخ پڑتی مرحا شاہ کو دیکھنے کے بعد میرال شاہ کی طرف دیکھتا معصومیت سے ہری آنکھیں ٹپٹپا کے بولا۔۔

جس رخصتی کے لئے تم نے ادھم مچایا ہوا تھا بس اسی کی شاپنگ پہ جانا تھا لیکن اب تمہاری بیوی کو تمہاری ضرورت نہیں ہے! تم جا کے اپنی نیند پوری کرو ہم دونوں خود ہی شاپنگ کر لیں گے!!۔۔۔۔۔میرال شاہ دانت پیس کے بولتی اپنی آنکھوں پہ پھر سے چشمہ چڑھاتی مرحا شاہ کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ زوریز شاہ نے نچلہ لب دانتوں میں دباتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پھر سے مرحا شاہ کی طرف دیکھا تھا جو خود ڈرائیو کرنے کی بجائے میرال شاہ کو گاڑی کی چابی کیچ کرواتی پیسنجر سیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی، اس دوران اس نے زوریز شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کیا تھا۔

لائیں آپی! میں ڈرائیو کرتا ہوں!۔۔۔۔بیوی کا خراب موڈ دیکھ کے تھکاوٹ سے چور زوریز شاہ گہری سانس بھر کے ان کے نزدیک آتا میرال شاہ سے چابی مانگنے لگا۔ میرال شاہ جو ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہونے والی تھی، زوریز شاہ کے مدعے پہ سوالیہ نگاہوں سے مرحا شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کی ناک غصے سے شدید سرخ پڑی تھی۔۔

آپی یہ میری گاڑی ہے! آپ اسکی چابی کسی کو نہیں دیں گی! جسے ڈرائیو کرنے کا اتنا شوق آ رہا ہے وہ اپنی گاڑی ڈرائیو کرے جا کے!!۔۔۔مرحا شاہ ایک ایک لفظ چبا کے غصے سے بولتی زوریز شاہ سے نگاہیں پھیر گئی۔

معاملہ گرم ہے!!۔۔۔۔میر ال شاہ نے سرگوشی نما آواز میں زوریز شاہ کو نازک حالات سے آگاہ کیا تھا۔زوریز شاہ نے جان کھجایا تھا۔۔

ٹھیک ہے میں اپنی گاڑی ڈرائیو کر لیتا ہوں آپ دونوں اسی میں آ جائیں!۔۔۔وہ بیوی کی بات رکھتا نارمل انداز میں بولتے ہوئے پینٹ کی جیب سے اپنی گاڑی کی چابی نکالنے لگا۔۔

اوکے!!۔۔۔میر ال شاہ نے سر کو خم دیتے ہوئے بہنوئی کی سائیڈ لی تھی۔

آپی مجھے کسی کی گاڑی میں نہیں جانا!! ۔۔۔۔مرحا شاہ غصے سے دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔

تم دونوں پہلے صلح صفائی کر لو پھر مجھے شاپنگ کے لئے بلا لینا کیونکہ اس وقت مجھے اپنا آپ کباب میں ہڈی کی مانند فیل ہو رہا ہے!۔۔۔میر ال شاہ ہاتھ اٹھا کے بولتی گاڑی کی چابی بونٹ پہ رکھتی مرنے ہی والی تھی جب زوریز شاہ جلدی سے اس سے مخاطب ہوا۔

آپی آپ گاڑی میں بیٹھیں!!۔۔۔زوریز شاہ میر ال کے لئے پچھلا دروازہ کھول کے اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کرتا بونٹ سے گاڑی کی چابی اٹھا گیا۔میر ال شاہ نے مرحا شاہ کو دیکھ کے اشارے سے اسے زوریز شاہ کو معاف کرنے کی ہدایت دیتے گاڑی کی پچھلی سیٹ سنبھالی تھی لیکن مرحا شاہ اس وقت شدید غصے میں تھی،وہ گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے ان دونوں کو باری باری گھورتی رہی۔

بیٹھ بھی جاؤ میری ہاٹ بیوٹی!!!۔۔۔۔اسے ڈھیٹوں کی طرح کھڑے دیکھتا پا کے زوریز شاہ نچلے لب کا کنارہ دانتوں میں دبا کے گاڑی کے دروازے پہ ہاتھ جماتا مرحا شاہ سے پیار سے مخاطب ہوا تھا،اسکے بے باک انداز پہ مرحا شاہ غصے اور شرم کے ملے جلے تاثرات سے پہلے سے زیادہ سرخ پڑی تھی جبکہ گاڑی میں بیٹھی میر ال شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

میری گاڑی کی چابی واپس کرو!! میں خود چلی جاؤں گی شاپنگ پہ!!۔۔۔مرحا شاہ غصے سے پیر پٹکتی ہوئی اسکے نزدیک آ کے اسکے ہاتھ سے اپنی گاڑی کی چابی چھیننے لگی جب وہ اس سے اپنا ہاتھ دور کرتا بائیں ہاتھ سے اسے کہنی سے تھامتا گاڑی کے دروازے کو ٹھپ سے بند کرتا اسکے ساتھ لگا گیا۔وہ اس وقت اسکے بے حد نزدیک کھڑا تھا۔۔سفید رنگت گرمی کی وجہ سے شدید سرخ ہوئی پڑی تھی،بھورے فوجی کٹ سلکی بال ماتھے پہ بکھرے بے حد دلکش لگ رہے تھے،

اپنے سرخ نچلے لب کو دباتا وہ بغور اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ میر ال شاہ کے سامنے اسکی اس حرکت پہ مرحاشاہ نے اپنی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو!!۔۔۔۔۔۔وہ ہاتھ بڑھا کے اسکے ہونٹوں سے چمکیلا سا گلوز صاف کرتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا۔۔ اسکے گلابی کٹاؤ دار لبوں پہ لگا یہ گلوز کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا۔ مرحاشاہ نے اسکا ہاتھ غصے سے اپنے لبوں سے جھٹکا تھا جس پہ زوریز شاہ نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔ میر ال شاہ ان دونوں کو دیکھ کے مدھم سا مسکراتی اپنے فون میں مصروف ہو گئی۔۔

میری گاڑی کی چابی مجھے ہینڈ اوور کرو زوریز شاہ!!۔۔۔۔وہ غصے سے ایک ایک لفظ پہ زور دیتی غرائی۔۔

گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھو مسز زوریز شاہ! ورنہ تمہاری بہن کے سامنے تمہیں پورا راستہ اپنی گود میں بیٹھا کے ڈرائیونگ کروں گا اور تم جانتی ہو میں ایسا کر بھی سکتا ہوں! کیونکہ بے شرمی کے نام پہ تو میں پہلے ہی مشہور ہوں تھوڑا سا اور بدنام ہو جاؤں گا تو مجھے کیا ہی فرق پڑ جائے گا؟۔۔۔۔وہ اسکے بال کانوں سے پیچھے کر کے اسکے سر پہ دوپٹا اوڑھاتا اسکے کان میں مدھم سرگوشی نما آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ مرحاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی وہ اس وقت اسکے بے حد نزدیک کھڑا میر ال شاہ کی موجودگی بھی شاید فراموش کر چکا تھا۔۔

دور ہٹو اور میری گاڑی کی چابی پکڑاو مجھے!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ مکا جھڑتی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی دبی دبی آواز میں غرایا، لہجہ لاپرواسا تھا۔

گاڑی کی چابی چاہیے میری ہاٹ بیوٹی کو؟۔۔۔۔میر ال شاہ کو فون میں مصروف دیکھ کے زوریز شاہ جھک کے اسکے لبوں ہولے پہ سے اپنی زبان پھیرتا مرحاشاہ کے کان کی لو دانتوں میں لے کے کاٹتا گھمبیر تا میں بولتے بنا مرحاشاہ کے جواب کا انتظار کئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنی طرف کھینچتا ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے اسے اندر کی طرف دھکیل گیا، یہ سب اس نے اچانک سے کیا تھا، مرحاشاہ نے خود کو گرنے کے ڈر سے بچانے کی خاطر اسکی چیک شرٹ سینے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں تھامی تھی، اسکے اس انداز پہ زوریز شاہ نے ایک ہاتھ سٹیرنگ پہ جبکہ دوسرا ہاتھ ڈرائیونگ سیٹ کی پشت پہ جماتے بمشکل خود کو اس پہ گرنے سے بچایا تھا، اگر اس وقت میر ال شاہ گاڑی

میں موجود نہ ہوتی تو وہ شاید بنا شرم کئے اس پہ گر بھی جاتا کیونکہ گاڑی قدرے کونے والی سائیڈ پہ تھی، دور کھڑے ملازم اس طرف دیکھ نہ پاتے۔ مرحاشاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔

لائٹ کیمرہ ایکشن !!!۔۔۔۔۔۔ان دونوں کی اتنی رومانٹک پوزیشن دیکھ کے میرال شاہ فون سے نظریں ہٹا کے ان دونوں پہ نگاہیں مرکوز کرتی تالیاں بجاتے ہوئے قہقہ لگا کے بولتی انہیں آگے کا سین چلانے کا مشورہ دے رہی تھی۔۔

مرحاشاہ جو آدھی پیچھے کی طرف دو سیٹوں پہ گری زوریز شاہ کی شرٹ اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ کے آنکھیں پھیلائے ہوئے تھی، میرال شاہ کے لقمہ دینے پہ سرخی پڑتی زوریز شاہ کو غصے سے گھورتی ہوئی سیدھی ہوئی تھی، یوں اچانک سے اٹھنے پہ اسکے لب زوریز شاہ کے سینے پہ ٹچ ہوئے تھے، زوریز شاہ کی دھڑکنوں نے ادھم مچایا۔ اس نے اس وقت کو کوسا تھا جب اس نے میرال شاہ کو گاڑی میں بیٹھنے کی آفر کی تھی کیونکہ اگر وہ اس وقت گاڑی میں موجود نہ ہوتی تو مرحاشاہ کے ہونٹوں کی خیر بھی نہ ہوتی۔۔

م۔میری۔۔ گاڑی کی چابی دو!!!!!۔۔۔۔وہ جلدی سے اسکے سینے سے اپنے لب ہٹاتی غصے سے بولتی زوریز شاہ کے ساتھ ضد لگا رہی تھی، وہ اپنے سر کو خوبصورتی سے خم دیتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے احتیاط سے پیسنجر سیٹ پہ پٹختا ایک جست میں ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کے دروازے لاک کرتا گاڑی سٹارٹ کر گیا۔۔

آپی!!!!!!۔۔۔۔زوریز شاہ کی اس زبردستی پہ مرحاشاہ غصے سے سرخ چہرہ لئے چیخی تھی جس پہ میرال شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔

تمہارا شوہر ہے! خود ہی نپٹو بھئی! مجھے تو بس تم دونوں کے رومانٹک شارٹ لینے میں مزہ آتا ہے!! ہاہاہا! کافی سارے لئے ہوئے ہیں! تم لوگوں کی شادی پہ گفٹ کروں گی!!۔۔میرال شاہ اپنے باب کٹ بالوں کو جکڑتی ان دونوں پہ بم پھوڑتی ہوئی قہقہ لگا گئی۔۔

واٹ!!!!!۔۔۔۔زوریز شاہ اور مرحاشاہ اپنی آنکھیں پھیلائے ایک ساتھ چلائے، انہیں یقین نہیں تھا وہ ان دونوں کی ویڈیو شوٹ کر رہی ہو گی۔۔

ہاہاہاہا یس!! اب ایسا کرو ارزم کے اپارٹمنٹ کی طرف گاڑی موڑو!! جب شاپنگ پہ جا تو رہے ہیں تو ان دونوں کی بھی ساتھ لے جاتے ہیں مزہ آئے گا!!۔۔۔میرال شاہ ایک دفعہ پھر سے قہقہ لگا کے بولتی حکمیہ انداز میں بولی تھی۔

ناٹ بیڈ!! بس اللہ کرے وہ کنجوس شاہ اپنے اپارٹمنٹ میں موجود ہو جسے دوستوں سے فرصت نہیں ہے!!۔۔۔
زوریز شاہ نے میرال شاہ کی بات پہ رضامندی دیکھائی تھی۔۔ میرال شاہ اور مرحا شاہ اب ہفتے بعد ذائشہ خان کے پاس چکر لگاتی رہتی تھیں لیکن آج وہ دس دن بعد اس کے پاس چکر لگانے والی تھیں، ان تینوں میں اچھی دوستی ہو چکی تھی، ذائشہ زیادہ تر خاموشی سے مسکرا کے انہیں سنتی رہتی اور وہ دونوں اسے اپنے لندن کے واقعات سناتی رہتی اور ارزم شاہ کو لے کے کچھ بے باک ٹپس بھی دیتی رہتی جن پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی تھی۔۔

گاڑی کی بریک لگانے کی دیر تھی جب میرال شاہ دروازے کھول کے بھاگنے کے انداز میں اپارٹمنٹ کے اندر کی طرف بڑھ گئی، مرحا شاہ جو کب سے اپنا رخ ناراضی سے شیشے کی طرف موڑے ہوئے تھے، میرال شاہ کے جاتے ہی وہ اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے لگی جب زوریز شاہ اسے اپنی طرف کھینچنے کی بجائے اسکی طرف جھک کے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبا گیا جو کب سے اسکا سکون چین لوٹ رہے تھے۔ مرحا شاہ نے غصے سے اسکے کندھوں پہ ناخن گاڑتے اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کی تھی جس پہ وہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑتا اپنا جسم ڈھیلا چھوڑتے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتا دوپٹا ہٹا کے اسے شدت سے اپنے لبوں سے چھونے لگا۔۔
زوریز شاہ اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں ہر دفعہ کی طرح تمہارے یوں ٹھرک جھاڑنے پہ تمہیں معاف کر دوں گی تو غلط فہمی ہے تمہاری!!!۔۔۔ مرحا شاہ غراتی ہوئی اسکی گردن میں زور سے اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔
میری غلطی کیا ہے؟۔۔۔ وہ معصومیت سے استفسار کرتا اسکے کندھے سے شرٹ ہٹا کے اپنے لب رکھتا ٹی پنک سٹریپ میں اپنی انگلیاں الجھا گیا۔ وہ اسکے انداز پہ شرم اور غصے سے سرخ پڑتی اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ بنتا اس سٹریپ کو اپنی انگلیوں میں مزید الجھا کے اسکے بھیگے ہونٹوں کو پھر سے اپنے لبوں میں دبا گیا۔ مرحا شاہ نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے اسے اپنی پوری قوت سے خود سے دور کیا تھا!!
تمہارے لئے مجھ سے زیادہ ضروری جب تمہارا کام ہے تو یہ ٹھرک بھی اپنے کام کے ساتھ جا کے جھاڑو خبردار جو میرے قریب بھی آئے تو گردن توڑ دوں گی میں تمہاری!!! وہ غصے سے اپنی شہادت والی انگلی اٹھانے ہمیشہ والی دھمکی دیتے اپنی گردن پہ ٹھیک سے دوپٹا سیٹ کرتی گاڑی سے نکلی تھی۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا

مٹھیاں بھینچی تھی، اسے لاکھ دفعہ سمجھایا تھا غصے میں بھی خود سے دور نہ جھٹکا کرے لیکن وہ ہر وہ کام کرتی تھی جس سے وہ منع کرتا تھا۔۔ اسے اندر کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ اپنے چہرے کے زاویے بگاڑتا تپے ہوئے انداز میں گاڑی سے باہر نکلتا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

زائشہ خان ہر روز کی طرح لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی تکیے کو اپنی گود میں رکھے اس پہ ٹھوری ٹکائے گلاس وال سے نظر آتا لان کا منظر دیکھ رہی تھی، وہ جان بوجھ کے اس گلاس وال سے پردہ ہٹا دیتی تھی کیونکہ جب بھی وہ اس گلاس وال سے پردہ ہٹاتی وہ کچھ ہی لمحوں بعد غصے سے تن فن کرتا یہاں تک پہنچتے اپنی پوری فورس سے پردہ ٹھیک کرتا تھا، ذائشہ خان پورے دن میں ایک دفعہ تو ایسی حرکت ضرور انجام دیتی تھی۔ وہ اکثر مغرب کے وقت اپارٹمنٹ آیا کرتا تھا ورنہ پورا دن زائشہ خان بھولائی بھولائی سی اس اپارٹمنٹ میں گھومتی رہتی۔۔ ارزم شاہ ذائشہ خان کی اس حرکت سے اتنا تنگ آچکا تھا کہ اس نے ملازموں کو سختی سے منع کیا تھا ان میں سے کوئی بھی لان والی سائیڈ پہ نہیں آیا کرے گا! وہ ملازموں کو منع تو کر چکا تھا لیکن پھر بھی اسے اسکا یوں گلاس وال کا پردہ ہٹا کے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔۔ وہ اس رات کے بعد ذائشہ سے ہم کلام ہونا چھوڑ چکا تھا۔۔ ذائشہ اگر جو اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی تو وہ یوں نظر انداز کر دیا کرتا جیسے اسکے ارد گرد کوئی موجود ہی نہ ہو۔۔ کبھی کبھار تو وہ اچھا خاصا غصہ بھی کر دیا کرتا تھا جس پہ وہ آنسو پی کے رہ جاتی! آج اتوار تھی، وہ اتوار میں پورا دن اپارٹمنٹ میں سو کے گزارتا تھا، پانچ بجنے والے تھے اور وہ ابھی تک سو رہا تھا۔۔ ذائشہ جانتی تھی وہ اسے مخاطب نہیں کرے گا! نیند سے بیدار ہو کے فریش ہو گا، نک سک تیار ہو کے شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا گلاس وال کا پردہ ٹھیک کر کے سیٹی بجاتا ہوا نکل جائے گا لیکن وہ پھر بھی اسکے جاگنے کا انتظار کرتی تھی کہ شاید کوئی معجزہ ہو جائے اور وہ اس سے مخاطب ہو جائے۔۔ ارزم شاہ ان دونوں کے درمیان ناراضگی مرحا شاہ اور میرال شاہ کے سامنے ظاہر نہیں کیا کرتا تھا، وہ کوشش کرتا تھا ان دونوں کی موجودگی میں بھی زائشہ کے ارد گرد کم ہی موجود رہے! اور اگر جو کبھی ان کی موجودگی میں انہیں کمپنی دینے بیٹھ جاتا تو انہی کے ساتھ مسکراتا، قہقہے لگاتا رہتا۔۔ ذائشہ خان جب اکیلی بیٹھ بیٹھ کے تھک گئی تو بھیگی آنکھوں کو صاف کرتی نماز پڑھنے کی غرض سے صوفے سے اٹھ گئی، وہ ابھی صوفے سے اٹھی ہی تھی جب وہ سیٹی بجاتا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔ وائٹ جینز پہ میرون وی

نیک ٹی شرٹ پہنے وہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب گلاس وال کا بے ترتیب پردہ دیکھ کے وہ ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولتا اس طرف بڑھا تھا۔۔ ذائشہ خان کو سنجیدگی سے کراس کر کے گلاس وال تک آتا وہ غصے سے پردہ ٹھیک کر رہا تھا۔۔ ذائشہ ترسی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔ وہ وی نیک شرٹ میں تھا جس کی وجہ سے سفید گردن میں موجود سلور چین ہمیشہ کی طرح اپنی جھلک دکھلا رہی تھی۔ میرون رنگ اسکی سرخ و سفید رنگت پہ کافی جچ رہا تھا۔۔ ٹی شرٹ اسکے چوڑے باڈی بلڈر وجود کے ساتھ چپکی اسے مزید خوبرو دیکھا رہی تھی، اسکے بازوؤں کے پھولے مسلز دیکھ کے ذائشہ خان نے تھوک نگلا تھا۔۔

ہائے میرا بچہ !!! ماں صدقے !! میں پہلے ہی بول رہی تھی ہمارا چھوٹا شاہ آوارہ گرد نہیں ہے! وہ بھلا کیوں اتوار کو اوارہ گردی پہ نکلے گا لیکن نہیں میرا کوئی سنے تب نا!!۔۔ ان دونوں میں موجود خاموشی کو میرال شاہ کی بلند آواز نے توڑا تھا جو تھپ تھپ کرتی لاؤنج میں داخل ہوتے ارزم شاہ کو اپارٹمنٹ میں دیکھ کے بے حد خوش ہوتی ذائشہ خان کے گلے لگی تھی، اب وہ دونوں بھی ان کے ساتھ شاپنگ پہ جا کے انجوائے کر سکیں گے ؟ میرال شاہ کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ارزم شاہ نے چونکتے ہوئے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ اکیلی آئی ہیں ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ سنجیدگی سے دریافت کرنے لگا۔۔

نہیں لو برڈز بھی آئے ہیں! تھوڑی ناراضگی چل رہی ہے دونوں میں! شاید میرا بیچارا جیجو میری بہن کو منانے کے لئے باہر ہی رک گیا ہے!! ۔۔۔ میرال شاہ ہولے سے ہنستی رازداری سے بولی تھی۔ ذائشہ خان کے چہرے پہ میرال شاہ کو دیکھ کے جو خوشی آئی تھی وہ ناقابلِ بیان تھی، وہ اسے اور مرحا کو دیکھ کے یونہی خوش ہوتی تھی۔۔

ان کا روز کا ہے !!۔۔۔۔ ارزم شاہ ہولے سے ہنس کے سر جھٹک کے بولتا ہوا باہر جانے کی بجائے صوفے پہ بیٹھ گیا۔۔

تم اپنا بتاؤ تم کہاں نکل رہے تھے آوارہ گردی کرنے ؟۔۔۔ میرال شاہ نے روعب سے ارزم شاہ سے استفسار کیا تھا۔ کیوں آپ کو کوئی کام تھا مجھ سے ؟۔۔۔۔ ارزم شاہ نے جواب گول کیا تھا، ذائشہ خان کچھ بولنے کی بجائے خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سننے لگی۔۔ وہ ارزم شاہ کی آواز ہی سن کے پرسکون ہو جایا کرتی تھی چاہے وہ اس سے مخاطب نہیں

ہوتا تھا لیکن وہ اسکی آواز سن لیتی تھی اسکے لئے یہ بھی کافی تھا، ہاں دل ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا تھا کہ وہ اسکی بجائے سب سے بات کرتا ہے لیکن اسکی آواز سننے کے لئے اتنی تکلیف منظور تھی۔۔

شاپنگ پہ چل رہے ہیں ہم سب!! ہم سب مطلب تم دونوں بھی! اسی لئے بنا ٹائم ویسٹ کئے اٹھو!!۔۔۔ میر ال شاہ نے چٹکی بجاتے ہوئے انہیں حکم دیا تھا۔۔

م۔میں۔۔ بھی؟؟۔۔۔ ذائشہ معصومیت سے اپنے سینے پہ انگلی رکھتی میر ال شاہ سے استفسار کرنے لگی۔۔

ہاں میری جان تم بھی! صرف تم ہی وہ واحد لڑکی ہو جسے میں اپنے پیسوں سے کپڑے لے کے دیتی ہوں ورنہ اتنی کرم نوازی تو اپنی سگی بہن پہ بھی نہیں کرتی!!۔۔۔ میر ال شاہ اسے سائیڈ ہگ کرتی پیار سے بولی تھی، اسے ذئشہ خان بے حد کیوٹ اور معصوم لگتی تھی اور سب سے زیادہ جو بات اسے اٹریکٹ کرتی تھی وہ اس میں اس لڑکی کی جھلک تھی جسکے ساتھ اس نے کبھی زیادتی کی تھی۔ اسی لئے وہ ہر وہ کوشش کرتی تھی جس سے ذائشہ جو خوش رکھا جا سکے، وہ جب بھی اس سے ملنے آتی تھی اس کے لئے کپڑے اور دوسرے تیسرے تحفے تحائف ضرور لاتی تھی، آج وہ اس لئے نہیں لائی تھی کیونکہ وہ مرحا شاہ کی شادی پہ اسے تمام جوڑے اپنے پیسوں سے دلوانے والی تھی۔۔

میرے پاس تو وقت نہیں ہے! میرا آج دوستوں کے ساتھ پلین ہے آپ سب انجوائے کریں!!۔۔۔ ارزم شاہ نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کیا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔ ابھی ان تینوں میں سے کوئی مزید کچھ بولتا جب مرحا شاہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے لاؤنج میں داخل ہوتی ذائشہ خان کی طرف بڑھتی اسکے گلے سے لگی تھی۔۔ سامنے سے آتے زوریز شاہ کو دیکھ کے ارزم شاہ نے کن اکھیوں سے ذائشہ خان کی طرف دیکھا تھا جس کا دوپٹا بے ترتیب تھا لیکن اگلے ہی پل وہ جلدی سے مرحا شاہ سے الگ ہوتی اپنا دوپٹا درست کرتی خوشدلی سے مرحا شاہ سے ملتی مدھم آواز میں شکوہ کرنے لگی کہ وہ دونوں اس دفعہ اتنی لیٹ کیوں آئی ہیں۔

ش۔شا۔شاہ۔۔سا۔۔سائیں۔۔۔۔۔وہ گہری نیند میں اپنے لبوں کو جنبش دیتی اپنی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اپنی پوری قوت لگا کے بھی ان آنکھوں کو کھول نہیں پا رہی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔بچا۔۔لیں۔۔۔شاہ۔۔شائیں۔۔۔اپنی۔۔۔گل۔۔۔کو۔۔بچا۔۔لیں۔۔۔وہ اپنے سر کو تکیے پہ دائیں بائیں پٹکتی آنکھیں کھولنے کی تگ ودو کرنے لگی۔ لیکن آنکھیں وا کرنے میں ناکام رہی۔وہ خواب دیکھتی بری طرح سے لرز رہی تھی،وہ خواب میں دیکھ رہی تھی وہ جنگل کے کسی بڑے سے درخت کے ساتھ بندھی گئی ہے،اسکے پاس ماسک میں موجود آدمی ہی آدمی آ کے کھڑے ہوئے ہیں! وہ چیخ رہی ہے! ان سے مدد مانگ رہی ہے! لیکن وہ مسلسل قہقہے لگاتے ہوئے اسکی پکار نظر انداز کر رہے ہیں۔۔وہ روتی ہوئی ان سے مدد کی بھیک مانگتی رہی۔۔اسکے بھیک مانگنے پہ دو سے تین آدمی اسکی طرف بڑھے تھے۔۔اسکا دل لرزا تھا،اسے خطرے کی بو آئی تھی۔۔گلالئ نے ہوش کے ناخن لئے تھے وہ جن سے مدد مانگ رہی تھی وہ غلط لوگ تھے،ان میں سے ایک مرد نے خباثت سے اسکے پھولے گال پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا جب اسکے ساتھ کھڑے ساتھی نے زور سے اسکا ہاتھ جھٹک کے اسکے گال سے دور کیا۔۔گلالئ اپنی سانسیں روکتی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں کو پھیلائے ان کی طرف دیکھنے لگی۔گلالئ کچھ بولنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکی آواز نہیں نکل رہی تھی،صرف ہونٹ جنبش کر رہے تھے۔۔

ابے او پاگل ہے! دور ہٹ! باس نے بولا تھا پہلے وہ خود اس لڑکی پہ ہاتھ صاف کرے گا! جب تک اسکا دل نہیں بھرے گا ہم اس حسن سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں اٹھا سکتے!!۔۔۔اسکا دوسرا ساتھی اسے آنکھیں دیکھا کے غصے سے ڈپٹتا گلالئ کی کمر کے گرد باندھی رسیاں کھولنے لگا۔۔ان کی خباثت بھری گفتگو سے گلالئ کے اوسان خطا ہوئے تھے۔۔

ک۔ک۔کو۔۔کون۔۔ہو۔۔آ۔۔آپ۔۔ل۔لوگ۔۔۔وہ معصومیت سے روتی ہوئی بھیگی آواز میں ڈرے سہمے لہجے میں بولی تھی۔۔

تمہارے دوست!!! ہاہاہاہاہاہا!!۔۔۔وہ سب قہقہہ لگاتے ہوئے ایک آواز میں بولے تھے۔گلالئ دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتی اپنے اللہ کو یاد کرنے لگی،وہ اللہ سے اپنی عزت کی حفاظت کی دعا مانگنے لگی۔۔وہ دعا مانگ رہی تھی عزت پہ آنچ آنے سے پہلے وہ مر مٹ جائے۔۔

یار اب تو میری بھی نیت اس معصوم حسن پہ خراب ہو رہی ہے! ایسا کرتے ہیں باس سے پہلے ہم سب مل کے اس پہ ہاتھ صاف کر لیتے ہیں! باس کو کون بتائے گا؟ ہاہاہا!۔۔۔۔۔وہ ساتھی جو سب کو باس کا آرڈر یاد کروا رہا تھا اس معصوم نین و نقوش کی حامل پٹھانی کو دیکھتا وہ خباثت سے قہقہ لگا کے پہلے والے سے گویا ہوا تھا۔۔

پاگل ہو تم دونوں! باس کو پتا چل گیا تو اسی وقت قتل کر دے گا!!۔۔۔اب کی بار تیسرے ساتھی نے انہیں ہوش دلایا تھا۔

ابے چپ کر!! بول دیں گے پہلے ہی جنگل میں اجڑی حالت میں ملی تھی!! یہ پیس اگر ایک دفعہ باس کے ہاتھ لگ گیا تو بس پھر اپنا نمبر بھول جانا!!۔۔۔اب کی بار پہلے والا خباثت اور غصے کے ملے جلے تاثرات لئے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔

ان کے الفاظ سننے کے بعد گلالئ کا دل کیا ابھی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔۔ان کی اس قدر غلیظ گفتگو میں آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے۔۔

د۔دیکھو۔۔۔پ۔پلیز۔۔م۔میرے۔۔۔ق۔قریب۔۔۔مت۔۔آنا!! پلیز۔۔۔۔ان دو ہٹے کٹے دیو ہیکل آدمیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے گلالئ گھٹی گھٹی آواز میں روتے ہوئے چلائی لیکن وہ دونوں قہقہ لگاتے اسکے ہاتھوں پیروں کی رسیاں کھولنے لگے۔۔

م۔مجھے۔۔ہا۔۔ہاتھ۔۔مت۔۔۔لگانا۔۔۔۔گلالئ روتے ہوئے چیخی!! جس پہ ان کا پہلے سے بھی زوردار قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

")تم سید احان شاہ کی بیوی تھی تم میں اتنی مضبوطی ہونی چاہئیے تھی کہ کوئی تمہارے نزدیک آنے سے پہلے سو دفعہ سوچتا!! تب چیخیں مارنے کی بجائے اس کتے پہ تھوکنا تھا! تب زبان کیوں بند تھی؟("

انہیں قہقے لگاتے دیکھ کے بے ساختہ احان شاہ کے بولے گئے الفاظ اسکے کان میں گونجے تھے، ابھی ان دونوں میں سے ایک انسان نے اسکی چادر پہ ہاتھ رکھا تھا جب گلالئ اگلے ہی لمحے اسکے چہرے پہ تھوک گئی۔۔

خبردار جو تم میں سے کسی نے بھی مجھے ہاتھ لگایا تو!!!۔۔۔گلالئ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی اپنے قدم درخت سے دور لے جاتی غصے سے غرائی تھی، اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا لیکن اس وقت اگر وہ بنا کوئی کوشش کئے خاموش رہ جاتی تو اپنی عزت لٹنے کی گناہگار خود بھی کہلائی جاتی !

ابے پکڑو اس ک۔مینی۔۔۔کو!!! ۔۔۔۔وہ اپنے آستین سے اپنے ماسک پہ پھینکا گیا گلالئ کا تھوک صاف کرتا غصے سے غراتا ہوا ایک جست میں گلالئ تک پہنچتے اسکے بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ گیا۔۔

مجھ پہ تھوکے گی؟؟ مجھ پہ؟ تو دیکھ اب میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں سا۔لی!!!۔۔وہ اسکے نازک گال پہ زوردار تھپڑ جھڑتا اسے زمین پہ گراتے ہوئے اس پہ جھکا تھا۔۔باقی سب خاموش تماشائی بنتے غصے سے گلالئ کو گھور رہے تھے جس نے اتنی جرآت دیکھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔ہاتھ۔۔مت۔۔۔لگانا۔۔۔ تمہیں۔۔۔خدا۔۔۔کا۔۔واسطہ۔۔۔ہے!! میں۔۔اس خدا کی بندی ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے مجھے پیدا کیا ہے!! ہم سب انسانوں کو پیدا کیا ہے! تم خوش قسمت ہو اس نے تمہیں اشرف المخلوق بنایا! اگر وہ چاہتا تو تمہیں جانور بھی بنا سکتا تھا لیکن نہیں اس نے تمہیں انسان بنانے کے لئے چنا!! اس دنیا کی ایک ایک چیز اسکی تخلیق کردہ ہے! کیا ایک انسان ہوتے ہوئے اسکی تخلیق کردہ چیزوں کی دھجیاں اڑاؤں گے؟ کیا میرے ساتھ برا کر کے کبھی سکون سے رہ پاؤ گے؟ اگر اسکی تخلیق کی گئی بندی کی عزت کے لٹیرے بنو گے تو کیا وہ تمہیں سکون سے رہنے دے گا؟ نہیں! کبھی نہیں!! خدا کے لئے یہ گناہ مت کرنا!! مجھے موت نہیں آئے گی!! میں تو تمہارے اللہ کی بندی ہوں! کیا میری عزت کا لٹیرا بنتے ہوئے تم سب کے ہاتھ نہیں کانپے گے؟ تم دس لوگ اپنے اللہ کی بنائی گئی بندی کی عزت لوٹوں گے؟ ایک ایسی صنف نازک کی عزت کے لٹیرے بنو گے جو تم سب پہ حرام ہے! اپنے محرم کی امانت ہے؟ تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے اس گناہ پہ زلزلہ نہیں آئے گا؟ فضا میں طوفان برپا نہیں ہو گا؟ بنت حوا کی اتنی ناقدری پہ آسمان نہیں روئے گا؟ زمین نہیں پھٹے گی؟؟ تم سب پہ عذاب نہیں آئے گا؟ انسان ہو تو انسانیت دیکھاؤ اگر تمہیں حیوانیت دیکھانے کے لئے اس دنیا میں لایا گیا ہوتا تو تم انسان کی بجائے حیوان پیدا کئے جاتے۔۔۔۔خود پہ جھپٹتے اس حوس پرست انسان کو دیکھتی گلالئ چیخ چیخ کے بلند آواز میں غراتی ہوئی اپنے ہاتھوں کو زمین پہ گھسیٹتی پیچھے ہونے کی کوشش کرنے لگی۔۔اسکے الفاظ میں کچھ تو ایسا تھا جس نے یہاں کھڑے ان دس بندوں کے رونگھٹے کھڑے کئے تھے لیکن یہ صرف ایک پل کے لئے ہوا تھا۔۔

ابے چپ کر!! بہت سنی ہیں ایسی تقریریں!! اگر تو تجھے لگ رہا ہے تو ہم سب سے بچ کے بھاگ سکتی ہے تو بھول ہے تیری!! اگر پیار سے اپنا آپ ہمارے حوالے کرے گی تو ہم سب مل کے تجھے پیار کریں گے لیکن اگر بھاگ بھاگ کے

ہمیں تھکائے گی تو بدلے میں ہم بھی تجھے۔۔۔۔۔ابھی وہ حباثت سے قہقہہ لگاتا اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئ اس پہ تھوکتی ایک دفعہ پھر سے غرائی۔۔

اللہ کا قہر نازل ہو تم سب پہ!! جب تک میرا خدا میرے ساتھ تم لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!!۔۔۔گلالئ ان سب کی طرف تھوکتی بلند آواز میں غراتے ہوئے وہاں سے بھاگی تھی اب اس نے چند قدم بھی نہیں اٹھائے تھے جب وہ بری طرح سے کسی کے ساتھ ٹکرائی تھی۔۔گلالئ لرزتی ہوئی پیچھے ہونے لگی جب حارث خان نے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔

کہاں بھاگ رہی ہو ذہ نصیب!!!۔۔۔حارث خان اسکی کمر اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں جکڑتا غصے سے دھاڑتا ہوا اسکے بالوں پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔گلالئ نے کراہتے ہوئے اپنے بال اسکے ہاتھ سے آزاد کروانے چاہے تھے لیکن حارث خان کی گرفت مضبوط تھی۔۔

چھوڑو مجھے!!!!۔۔۔گلالئ مضبوط لہجے میں چیخی تھی جب حارث خان کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ اسکے گال کی زینت بنا تھا۔ گلالئ کو اپنے کان بجتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔حارث خان کی موجودگی نے ان سب آدمیوں پہ بھی لرزاہٹ تاری کی تھی،وہ سب نہیں جانتے تھے وہ خود یہاں پہنچ جائے گا۔۔

تم سب کو باس نے کس کام سے بھیجا تھا؟؟تم دس ہٹے کٹے کتوں سے یہ ایک نازک حسینہ نہیں سنبھالی گئی؟؟حارث خان دھاڑتا ہوا گلالئ کی کمر اپنے ہاتھ میں دبوچے ان سب کی طرف بڑھتا غرایا تھا۔۔

سر۔۔ہم اسے پکڑنے ہی والے تھے لیکن یہ ہمیں چکادے کے بھاگ گئی۔۔ان تمام آدمیوں میں سے ایک نے سر جھکا کے فرمانبرداری سے جواب دیا تھا۔۔

پلیز مجھے جانے دو!! میں۔۔میں سید احان شاہ کی بیوی ہوں۔۔۔۔گلالئ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی تھی اب تو یہ کہتے ہوئے بھی دل دکھتا تھا کہ وہ اس انسان کی بیوی ہے جس کی وجہ سے وہ اس حال میں پہنچی ہے لیکن پھر بھی خود کو بچانے کی کوشش جاری رکھی کہ شاید وہ لوگ احان شاہ کے حوالے سے ڈر جائیں لیکن انہوں نے تو ڈرنے کی بجائے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔۔

ہاہاہا!! یہی تمہاری غلطی ہے!!۔۔۔۔حادث خان قہقہہ لگا کے غراتا ہوا اسکے بالوں کو دبوچ کے اسے اپنے ساتھ گھسیٹ کے لے جاتا جنگل سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

شاہ سائیں!!!!!!!!!!۔۔۔۔آج ایک بار پھر اس بھیانک خواب کو دیکھنے کے بعد گلالئ چیختی ہوئی نیند سے بیدار ہوتے اپنی آنکھیں کھول گئی۔گلالئ نے اپنی دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھا تھا جو سرپٹ دوڑ رہی تھیں۔۔وہ دن آج بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔وہ دن ایک بھیانک خواب بن کے جیسے اسکی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔آنکھیں کھولنے پہ جب کمرے میں ہر روز کی طرح صرف نیم اندھیرا محسوس ہوا تو بے آواز روتی اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔وہ دن بہت تکلیف دہ تھے۔۔وہ جنگل میں گزاری گئی رات اسکی زندگی کی بھیانک ترین رات تھی جسے وہ چاہ کے بھی بھول نہیں پاتی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 85(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ پانچوں اس وقت اسلامباد کے مشہور مال کی مہنگی ترین شاپ پہ کھڑے مرحاشاہ کے لئے برائیڈل لہنگے سیلکٹ کر رہے تھے لیکن مرحاشاہ کو کوئی لہنگا پسند آ کے نہیں دے رہا تھا۔وہ اس وقت بے حد کنفیوز ہو رہی تھی۔زوریز شاہ کو وہ ابھی تک مکمل اگنور کئے ہوئے تھے حتیٰ کہ وہ اسے یہاں تک دھمکی لگا چکی تھی کہ وہ اسکے ساتھ کسی بھی دن میچنگ بالکل نہیں کرے گی!

آئی تھنک بلڈ ریڈ اور گولڈن کے امتزاج والا اچھا ہے!!۔۔زوریز شاہ جو کب سے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اپنی بیوی کی بے رخی چپ چاپ برداشت کر رہا تھا مرحاشاہ کو کنفیوز دیکھ کے آگے بڑھتا ہوا اپنے پسند کئے گئے لہنگے پہ ہاتھ پھیر کے نچلہ لب دباتا ہوا مرحاشاہ سے مخاطب ہوا تھا۔اس لہنگے کو دیکھ کے جہاں مرحاشاہ سٹپٹائی تھی وہی پہ ارزم شاہ نے اپنا اٹڈ تا قہقہہ بمشکل دبایا تھا،وہ سمجھ چکا تھا اسے یہ لہنگا کیوں پسند آیا ہے۔میرال شاہ اور ذائشہ خان کا دھیان زوریز شاہ کی طرف نہیں گیا تھا کیونکہ میرال شاہ اس وقت کچھ دوسرے لہنگے دیکھتی ذائشہ خان سے مشاورت میں مشغول تھی جو خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔اس کے پاس اب کوئی عبائیہ نہیں تھا سی لئے وہ خود پہ بڑی سی

میرون چادر اوڑھ کے چہرہ چھپانے کی غرض سے بلیک ماسک لگائے ہوئے تھی، میر ال شاہ اور مر حاشاہ نے اسے چادر لینے یا چہرہ چھپانے سے منع نہیں کیا تھا کیونکہ وہ دونوں ہی پٹھانیوں کے کلچر سے اتنا تو واقف تھیں کہ وہ خود کو چھپا کے رکھنا پسند کرتی ہیں جبکہ ارزم شاہ کا کہنا تھا وہ ذائشہ کو اپنے ساتھ لے کے جاسکتے ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں آسکتا کیونکہ اسے اپنے دوستوں کے ساتھ شاپنگ کرنی ہے لیکن زوریز شاہ کے جھڑکنے پہ اسے نے چاہتے ہوئے ان کے ساتھ آنا پڑا تھا۔۔

ہاں اچھا تو لگے گا تمہاری طرح بیہودہ جو ہے!!۔۔۔ مر حاشاہ نظریں جھکائے دانت پیستے ہوئے دبے دبے غصے سے بولی تھی۔۔ اسکے شوہر کو لہنگا پسند بھی آیا تھا تو کون سا جو سرے سے بیک لیس تھا!! زوریز شاہ کی بے عزتی پہ ارزم شاہ کا دل چاہا اونچی آواز میں قہقہ لگائے لیکن وہ اپنی ہنسی دباتا کباب میں ہڈی بننے کی بجائے میر ال شاہ کی طرف بڑھ گیا۔

تمہیں کیا لگ رہا ہے تمہیں سب کے سامنے پہننے کو بول رہا ہوں؟ نو نیور!! یہ صرف رات میں میرے لئے روم میں پہننا ڈارلنگ! پھر زیادہ اچھے سے پیار کروں گا!!۔۔ زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ دبا کے اسکے کان کی طرف جھکتا بے باکی سے سرگوشی نما آواز میں بولتا مر حاشاہ کو سرخ کر گیا۔۔

تمہیں کیا لگ رہا ہے تم براق اتان (ترکش ایکٹر) ہو؟ جس کے سواگت کے لئے میں یہ لہنگا زیب تن کروں گی؟ اور تم کس بھول میں گھوم رہے ہو کہ میں شادی کی رات تمہیں اپنے قریب آنے دوں گی؟ نو نیور!! یہ شاپنگ صرف میں اپنی شادی انجوائے کرنے کے لئے کر رہی ہوں! ہونہہ!!۔۔ وہ بھی اس کے کان کی طرف جھکتی اسے اپنی باتوں سے جلا کے راکھ کرتی اس سے دور ہونے والی تھی جب زوریز شاہ نے شدید غصے سے اسکی کمر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتے اسے خود سے دور ہونے سے روکا تھا۔۔

کون ہے یہ کمینا؟۔۔۔۔۔ وہ اسکے کان کے پاس دبی دبی آواز میں غرایا تھا، اتنا تو وہ جان چکا تھا وہ اسے جلانے کے لئے کسی ایکٹر کا نام لے رہی ہے کیونکہ پہلے بھی ناراضگی کے دوران وہ جان بوجھ کے کسی نہ کسی ترکش یا کورین ایکٹر کی پروفائل کھولے کے اسکی تصویریں دیکھتی اسے جلانے کا کام بہت اچھے طریقے سے انجام دیتی تھی۔

میرا کرش!!!۔۔۔۔اسکے شدید غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے سنجیدگی سے جواب دیتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھیں کیونکہ ان سے کچھ ہی فاصلے پہ کھڑی سیلز گرل ان دونوں کو دیکھ کے بلا فضول میں شرما رہی تھی۔

تم صرف ہویلی چلو ڈارلنگ پھر دیکھو میں تمہارے کرش کو کرش کرنے کے ساتھ ساتھ تمہارے ان ہونٹوں کو کیسے اپنے دانتوں سے کرش کرتا ہوں جو ایسی فضول باتیں کرنے سے پہلے سوچنا سمجھنا بھول جاتے ہیں!!۔۔۔اسے کے دور ہونے پہ وہ پھر سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے کان کی لوں زور سے اپنے دانتوں میں کاٹتا غصے سے دبی دبی آواز میں بولا تھا، اگر اس شاپ میں اسکے علاوہ مزید لوگ موجود نہ ہوتے تو کوئی بعید نہیں تھی وہ مرحاشاہ کو ابھی اسی وقت سبق سیکھاتا۔۔

مجھ سے مخاطب ہونے کی کوشش مت کرو زوریز شاہ! مجھے پہلے ہی بہت غصہ ہے تم پہ!!۔۔۔وہ اسکے پیٹ میں کہنی مارتی غصے سے بولی۔۔وہ دونوں اس وقت یوں لڑتے جھگڑتے بے حد کیوٹ لگتے ہر کسی کی نظروں کا مرکز بن رہے تھے۔۔کوئی بھی آج دونوں میں ہوتی گفتگو نہیں سن پا رہا تھا لیکن ان دونوں کے ایکسپریشنز ساری کہانی سنا رہے تھے۔۔

ہوا کوئی لہنگا ڈیسائیڈ؟ میں نے تو اپنا اور ذائشہ کو مہندی کے لئے سیم ڈیسائیڈ کر کیا ہے!!۔۔۔ان دونوں میں سے ابھی کوئی کچھ بولتا جب میرال شاہ گہری سانس بھر کے ان کی طرف آتی مصروف انداز میں استفسار کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنا اور ذائشہ کا لہنگا دیکھانے لگی جو دلہن کی بہنوں کے لحاظ سے بالکل پرفیکٹ تھا۔۔

کیوں اپنے پیسے ضائع کر رہی ہیں آپی؟ یہ شادی میں نہیں آئے گی!!۔۔۔۔ارزم شاہ جو کب سے بور ہوتا انہیں شاپنگ کرتے دیکھ رہا تھا میرال شاہ کے مدعے وہ پہ وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ خان کا چھوٹا سا دل ٹوٹا تھا کیا وہ اسے واقعی ہی شادی پہ جانے نہیں دے گا؟

کیوں؟ کیوں نہیں آئے گی؟؟۔۔جواب تپے ہوئے انداز میں آیا تھا اور زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا۔۔

میں نہیں چاہتا ابھی کوئی بھی میرے نکاح سے واقف ہو اور ویسے بھی بابا لوگ بھی نہیں جانتے کہ یہ میرے اپارٹمنٹ میں ہے! جب تک میں کچھ لوگوں سے نمٹ نہیں لیتا میں اس نکاح کو ریویل نہیں کرنا چاہتا!۔۔۔وہ سنجیدگی سے

زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے درمیانی آواز میں بولا تھا، اسکے الفاظ پہ ذائشہ خان کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا، وہ ان کا مطلب کچھ اور ہی لے رہی تھی۔۔

تم اپنے سو کالڈ مشورے اپنے پاس رکھو!! وہ میری بہن کے طور پہ میری شادی میں شامل ہو گی اور ضرور ہو گی! ہاں البتہ تم اس سے فاصلہ بنا کے رکھو گے تو کسی کو بھی تمہارے اور اسکے نکاح کا پتا نہیں چلے گا!!۔۔۔زوریز شاہ دوٹوک انداز میں بولا تھا، اسکے آخری جملے پہ ارزم شاہ نے سر جھٹک کے آنکھیں گھمائی تھیں، وہ کونسا اسکا پلو پکڑ کے گھوم رہا تھا جو وہ اسے اس سے دور رہنے کے مشورے دے رہا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔لالہ۔۔۔میں۔۔۔ نہیں۔۔ آؤں۔۔ گی۔۔میں۔۔ آپ۔۔۔سب کی تصاویر دیکھ لوں گی نا!!۔۔۔ ذائشہ خان اپنے آنسو ضبط کرتی معصومیت سے نظریں جھکا کے بولی تھی، لیکن اسکی آواز بھیگ چکی تھی جو ان سب نے نوٹ کی تھی۔۔

کیوں نہیں آئے گی میری بچی؟ دفعہ مارو اسے اور اسکے مشوروں کو!! تمہیں تو میں خود تیار کروں گی میری جان اور سب کو بتاؤں گی یہ میری بیسٹ فرینڈ ہے باقی جسے جو رازر کھنا ہے رکھنے دو!! پھر تمہیں دیکھ کے خود ہی فلیٹ ہو گا!!۔۔۔میر ال شاہ غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھتی ذائشہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اسے بچوں کی طرح پچکارتی باتوں ہی باتوں میں ارزم شاہ کی میٹھی میٹھی بے عزتی کرنے لگی جس پہ مرحا شاہ اور زوریز شاہ نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

میں کیوں۔۔۔۔۔ابھی ارزم شاہ کچھ بولتا جب اسے کسی صنف نازک نے اپنی میٹھی سی آواز سے پکارا تھا اور یہ آواز سنتے ہی ذائشہ خان نے چہرہ اٹھا کے اپنے ارزم کو پکارنے والی پہ نگاہیں مرکوز کی تھیں۔

Hey Arzam! How are U

وہ خوشدلی سے مسکراتی ہوئی ارزم شاہ کے قریب آئی تھی، ارزم شاہ جو میر ال شاہ سے مخاطب تھا خود کے پکارے جانے پہ مڑ کے خود کو پکارنے والی کی طرف ائیبرا اٹھا کے دیکھا۔

?Hey! Did U call me

ارزم شاہ اس لڑکی کو دیکھ کے چونک کے استفسار کرنے لگا۔۔وہ اس لڑکی کو پہلے کہیں دیکھ چکا تھا لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا اس نے اسے کہاں دیکھا ہے۔۔

ہاں!! کیسے ہیں آپ؟۔۔۔۔وہ ایکسائیٹڈ انداز میں استفسار کرنے لگی۔۔ارزم شاہ نے اسے پرسوچ نظروں سے دیکھا تھا،وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں روشنی!! آپ کے بھتیجے کے عقیقے پہ ملاقات ہوئی تھی ہماری!!۔۔۔روشنی نے اسکی مشکل آسان کی تھی،اسکے حوالہ دینے پہ ارزم شاہ کو یاد آیا تھا یہ وہی لڑکی ہے جسے not interested بول کے اس نے اس سے جان چھڑائی تھی۔باقی سب حیرانگی سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔جینز اور چھوٹی سی واحیات سی شرٹ پہنے اس لڑکی کو دیکھ کے ذائشہ خان کی آنکھوں سے چھنگاڑیاں سی پھوٹی تھیں۔۔وہ بھیگی نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔۔اسے ارزم شاہ کا اسکی طرف دیکھنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا بات کرنا تو دور کی بات تھی۔۔

Oh yess I remember u!

کیسی ہیں آپ؟۔۔۔۔۔۔ناجانے ارزم شاہ کے دل میں کیا سوجھی تھی جو اسے سیدھے منہ جواب دے کے مسکرانے لگا۔۔زوریز شاہ نے اپنی چیل سی نگاہوں سے اسکا ایک ایک تاثر نوٹ کیا تھا،پہلے اس کے چہرے پہ انجانے تاثرات تھے جو پرسوچ تاثرات میں تبدیل ہوئے تھے اور پھر ناجانے ایسا کیا ہوا تھا جو ان تاثرات کی جگہ اس کمینی سی مسکراہٹ نے لی تھی۔۔

میں بالکل ٹھیک اور اگر آپ میرے ساتھ ایک کافی پی لیں گے تو اور ٹھیک ہو جاؤں گی!!۔۔۔۔روشنی ایک دم سے فری ہوتی قہقہ لگا کے بولتی ہوئی اسے لگے ہاتھ کافی کی آفر دے چکی تھی۔مرحاشاہ اور میرال شاہ نے نگاہیں ملاتے کندھے اچکاتے تھے۔ان دونوں کی ہی ملاقات اس روشنی میڈیم سے ارزم شاہ کے عقیقے پہ نہیں ہوئی تھی۔۔

?Hahahaha why not

ارزم شاہ جواباً ہولے سے ہنس کے بولتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ان سب کو کچھ دیر میں آنے کا اشارہ کرتے ہوئے روشنی کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گیا۔وہ چاروں اسے دیکھ کے رہ گئے۔۔ذائشہ خان کی ہیزل آنکھوں

میں جمع آنسو پھسلتے ہوئے اسکے بلیک ماسک میں جذب ہوئے تھے۔۔ذائشہ خان کے ساتھ ساتھ میر ال، مر حا اور زوریز شاہ کو بھی ارزم شاہ کی یہ شوخی اچھی نہیں لگی تھی۔زوریز شاہ سمجھ چکا تھا وہ ذائشہ کو تنگ کر رہا ہے۔۔

رات ہونے والی ہے اب تو کوئی شاپنگ ڈن کریں یار!! بس آج ہی سب ختم کر کے جانا ہے! روز روز وقت نہیں ہو گا!!۔۔۔زوریز شاہ نے انہیں شاپنگ کی طرف متوجہ کیا تھا، ذائشہ خان نظریں جھکائے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھاتی اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

اچھا تو ایسا کرو تم ہیلپ کر دو نا بیوی کی!!۔۔۔میر ال شاہ اتنے سارے لہنگوں کو دیکھ کے زوریز شاہ کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولی تھی۔مر حا شاہ سٹپٹائی تھی، وہ اسکی پسند سے واقف ہو چکی تھی۔میر ال شاہ کی بات پہ زوریز شاہ نے سوالیہ نگاہوں سے مر حا شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

چھوڑیں آپی!! یہ دیکھیں مجھے یہ پسند آیا ہے!!۔۔۔مر حا شاہ اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی میر ال شاہ کو اپنی طرف متوجہ کرتی اسے اپنے پسند کئے گئے لہنگے دیکھا کے سکا مشورہ لینے لگی۔۔

شش!! تم بھی دیکھو نا!!۔۔۔ذائشہ کو نظریں جھکائے دیکھ کے زوریز شاہ اسکی طرف بڑھ کے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا نرمی سے بولا تھا، وہ ہاں میں سر ہلاتی اپنے آنسو پیتی ہوئی میر ال شاہ اور مر حا شاہ کی گفتگو سننے لگی۔۔

شاپنگ سے فارغ ہوتے ہی باہر سے کچھ کھانے کے بعد وہ لوگ ہویلی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔۔ذائشہ اور ارزم کو زوریز شاہ ان کے اپارٹمنٹ اتار کے ہویلی کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔۔ارزم شاہ نے انہیں اپارٹمنٹ رکنے کی آفر کی تھی لیکن زوریز شاہ کا کہنا تھا وہ اس وقت بہت تھک چکا ہے اسے صرف اپنا بیڈ چاہئیے تا کہ وہ لمبی تان کے سو سکے۔

اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ذائشہ خان نے غصے سے ارزم شاہ کی ٹی شرٹ گریبان سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچی تھی۔وہ جو موبائل استعمال کرتا قدم اٹھا رہا تھا اس اچانک افتاد پہ اس نے بمشکل خود کو ڈسبیلنس ہونے سے بچایا تھا۔۔ذائشہ خان اب اپنا ماسک ہٹا چکی تھی۔۔اسکی سرخ بھیگی ہیزل آنکھوں میں دیکھتے ارزم شاہ نے نچلہ لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔وہ جانتا تھا وہ پورا راستہ روتی رہی ہو گی۔اسکی چھوٹی سی ناک رونے کی وجہ سے سرخ تھی۔۔

کون تھی وہ!!۔۔۔وہ غصے سے چیخی تھی۔وہ اس چڑیل کے ساتھ کافی پینے کے بہانے پورا ڈیڑھ گھنٹہ غائب رہا تھا۔۔

یہ کیا طریقہ ہے ؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھ اپنے گریبان پہ محسوس کرتا سپاٹ لہجے میں بولا۔

میں پوچھ رہی ہوں! کون تھی وہ لڑکی جس کے ساتھ آپ کافی پینے بھاگے بھاگے چلے گئے تھے!!۔۔۔ذایشہ پہ اس وقت اللہ جانے کون سا جنون سوار تھی جو اسکا گریبان چھوڑ کے اسکی سلور چین اپنی مٹھیوں میں دبوچتی غرائی۔۔سلور چین کھینچے جانے پہ ارزم شاہ کی سفید گردن سرخ پڑی تھی۔

تمہارا دماغ درست ہے ؟؟یہ کیا جاہل اور ٹیپکل بیویوں کی طرح ریکٹ کر رہی ہو!! بی ان یور لمٹس!!۔۔۔ارزم شاہ غصے سے بولتا ہوا اسکے ہاتھ اپنی چین سے جھٹک گیا،اسے اپنی گردن پہ اچھی خاصی جلن محسوس ہو رہی تھی۔۔

ہمم ٹھیک!! اور آپ چاہے اپنی لمٹس کراس کر جائیں ؟۔۔۔۔وہ بھیگی آواز میں چلائی تھی،اسے صرف ایک ہی غم کھائے جا رہا تھا وہ شاپنگ کے دوران پورا وقت اسے اگنور کرتا یا تو فون مین مصروف رہا تھا یا آدھا وقت اس لڑکی کے ساتھ چائے پی کے گزارا تھا لیکن وہ غلط تھی ارزم شاہ اس لڑکی کے ساتھ کافی یا چائے پینے قطعی نہیں گیا تھا۔۔

کیا لمٹ کراس کی ہے میں نے ؟؟بتانا پسند کرو گی ؟؟آخر تمہارے وجود پہ اب کون سی حیوانیت اور درندگی دیکھائی ہے میں نے جو تمہارا چیخنا چلانا بند نہیں ہو رہا!!!۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے دھاڑا۔۔اسکے دھاڑنے پہ ذائشہ خان بے ساختہ اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔وہ لرزتے دل سے اسے جواب دینے کی ہمت کئے بغیر روتے ہوئے اپنے کمرے میں بھاگی تھی۔۔

Idiot wifey

اسے کمرے میں بند ہوتے دیکھ کے وہ غصے سے خود سے مخاطب ہوتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اپنے کمرے میں آتے ہی وہ سب سے پہلے آئینے کے سامنے جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔اس نے اسکی چین کافی زور سے کھینچی تھی جس کی وجہ سے گردن پہ سرخ خراشیں واضح ہو رہی تھیں۔۔وہ ان خراشوں پہ انگلی پھیرتا آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

پہلے تمہاری بیوقوفیوں سے عشق تھا کیونکہ وہ معصوم ہوتی تھیں لیکن اب لگتا ہے تمہاری بیوقوفیوں سے محبت بھی نہیں رہی کیونکہ اب یہ مجھے تکلیف دینے کے سوا کچھ نہیں کرتی!! تمہیں عقل دینے کے لئے تم سے فاصلہ بنانا ضروری

ہے! ارزم شاہ اگر ٹوٹ کے پیار کرنا جانتا ہے تو بدلہ لینا اس سے زیادہ اچھے سے جانتا ہے!!۔۔وہ آنکھیں میچ کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا خیالوں ہی خیالوں میں ذائشہ خان سے مخاطب تھا۔۔

وہ رو رہی ہو گی!!۔۔۔۔۔۔۔دل فکر مند ہوا تھا۔۔

شٹ دا ہیل اپ!! ایسی کی تیسی تمہاری بھی اور اسکی بھی!!۔۔۔ارزم شاہ غصے سے اپنے دل کے مقام پہ مکا جھڑتا غرایا۔۔اسکا یہ انداز کافی دلفریب تھا!!

ازمیر میرا بچہ ماموں کی شادی پہ کیا پہنے گا؟ماما کی جان!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ مسکرا کے لاڈ سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتی اس سے کب سے باتیں کر رہی تھی، جس پہ وہ کھکھلاتا جا رہا تھا۔صوفے پہ بیٹھا لیپ ٹاپ پہ کام میں مصروف کاظم شاہ ایک نظر انہیں دیکھ کے پھر سے کام پہ دھیان مرکوز کر لیتا۔۔وہ آج کل کافی پروجیکٹس پہ اکھٹے کام کر رہا تھا، اسکے پاس سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں تھی، وہ آج کل ازمیر کو بھی ٹھیک سے وقت نہیں دے پا رہا تھا، ایزل شاہ سے تو ویسے بھی بات چیت نا ہونے کے برابر تھی۔وہ نوٹس کر رہا تھا ایزل شاہ پچھلے دنوں سے کافی غصے میں رہنے لگی تھی۔

بلیک پہنے گا ماما کی جان؟ماما کے ساتھ ٹوننگ کرے میرا بچہ؟۔۔۔۔اسے کھکھلاتے دیکھ کے وہ جھک کے اسکے گال چومتی پیار سے ہنستے ہوئے بولی۔۔وہ ہر وقت یونہی پاگلوں کی طرح اس سے باتیں کرتی خود کو مصروف رکھتی تھی۔۔

آج بھی مرحا شاہ اور میرال شاہ نے اسے شاپنگ پہ چلنے کا کتنا بولا تھا لیکن اس نے انہیں صاف بتایا تھا وہ ازمیر کو اکیلا چھوڑ کے نہیں جائے گی کہیں نا کہیں اسکے دل میں تھا کہ آخر کاظم شاہ کو اپنے بیٹے کی شاپنگ کی کب ہوش آئے گی لیکن نہیں اس کے لئے تو جیسے اپنے کام سے زیادہ کچھ ضروری تھا ہی نہیں۔۔وہ دوپٹے سے ندار دوجود لئے جھک کے ازمیر شاہ کو پیار کر رہی تھی جب کاظم شاہ کی نگاہیں اسکی طرف اٹھی تھیں۔رائل بلیو فراک کے ڈیپ گلے سے نمایاں ہوتے اسکے نشیب و فراز کی رعنائیاں دیکھتے کاظم شاہ بھول چکا تھا وہ کیا کام کر رہا ہے! اسکی دھڑکنوں کو دیکھتے اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔وہ اس سے بے خبر ہنوز جھک کے ازمیر شاہ کو پیار کرتی اسکے گال کے ساتھ اپنا گال جوڑ رہی تھی۔کاظم شاہ نے اپنا دھیان بمشکل اس سے ہٹاتے ہوئے اپنا دھیان کام میں لگانے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ اس وقت ایک بے حد ضروری کام کر رہا تھا لیکن ایزل شاہ اسے بری طرح ڈسٹریکٹ کر رہی تھی۔وہ اپنی

نظروں کو سنبھالتا فوکس سے اپنا کام کرنے لگا لیکن بیوی کے دلکش بدن کے نظارے دیکھ کے وہ آخر کب تک ہی اپنا کام کر سکتا تھا!! اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس کی طرف دیکھا تھا لیکن اب کی بار کٹی کو اسکے ساتھ چمٹتے دیکھ کے وہ آئیبرو آچکا کے لیپ ٹاپ ایک سائیڈ کرتا ایک جست میں بیڈ کی طرف پہنچا تھا، کٹی کو گدی سے پکڑ کے ہمیشہ کی طرح نیچے کالین پہ پھینکتا، ازمیر شاہ کو آگے کی طرف نرمی سے دھکیلتے ایزل شاہ کی ٹانگیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کے اسے پیچھے بیڈ کی طرف گراتا اس پہ جھکا تھا۔۔ یہ سب اس نے اس قدر اچانک کیا تھا کہ ایزل شاہ کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ وہ حیرانگی سے اپنی نیلی آنکھیں پھیلاتی اسکی طرف دیکھنے لگی، وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اسکی دھڑکنوں کو فوکس میں لئے ہوئے تھا، اسکی نظروں کا مرکز اپنے بدن کے خدوخال پہ دیکھتی ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، وہ آج کافی دنوں بعد اسکے اتنا قریب آیا تھا ورنہ وہ آج کل اس قدر دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف تھا کہ رات میں صوفے پہ ہی سو جاتا۔۔

ی۔ یہ۔ کیا۔ حرکت۔۔ ہے!! دور ہٹیں!!۔۔۔ وہ اپنے لہجے کو سپاٹ بناتی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ کے اسے خود سے دور کرنے لگی، وہ اسکے ہاتھوں کو اوپر بیڈ کی طرف پن کرتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکتا اسے سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔ ایزل شاہ نے حیران ہوتے ہوئے کچھ دور لیٹے ازمیر شاہ کو دیکھا تھا جو اپنے منہ میں انگلی ڈالے ہوئے تھا۔ وہ غصے سے کاظم شاہ کے ہاتھ سے اپنے دونوں ہاتھ آزاد کروانے کی تگ و دو کرنے لگی جسے آج مہینے بعد بیوی نظر آئی تھی۔۔

یہ کیا کر رہے ہیں!!!۔۔۔۔ اسے اپنی دھڑکنوں پہ پہلے سے زیادہ شدت دیکھاتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتی ہوئی غصے سے بولی، اسکے لبوں کے سلگتے لمس پہ وہ شرم سے کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی۔

پیار کر رہا ہوں! کیونکہ تم نے میرے کام سے میری توجہ ہٹائی ہے!! جب مجھے آفس کا کام کرنے میں ناکامی ہو گی تو تمہیں پیار کر کے رومانس کا کوئی نا کوئی ریکارڈ توتوڑوں گا نا!!۔۔۔ وہ اسکی دھڑکنوں سے چہرہ اٹھا کے اسکے مقابل کرتا اپنی خمار الود نگاہیں اسکے لبوں پہ جمائے گھمبیرتا میں بولا تھا۔ ایزل شاہ کا دل کیا اسے جواب دے کہ جا کے مہرین کو پیار کرے جس کا آئے دن فون آیا ہوتا تھا۔۔

میں اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف تھی! شاید آپکو ہی آپکی سوکالڈ طلب یاضرورت یہاں کھینچ لائی ہے!!۔۔۔وہ سپاٹ انداز سے مضبوط لہجے میں گویاہوئی۔لہجے میں بے حد غصہ تھا۔کاظم شاہ نے اس کے الفاظ پہ تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھاوہ اسکے قریب آنے پہ ہمیشہ ایسے ہی الفاظ منہ سے نکالا کرتی تھی۔۔

تمہیں نہیں لگتا تم موٹی ہو رہی ہو؟۔۔۔۔وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے بولتا اسکے چہرے سے بالوں کی لٹیں ہٹاتا گھمبیر آواز میں بولا۔۔ایزل شاہ نے اسکی بات پہ آنکھیں پھیلاتے ہوئے بے ساختہ حیرانگی سے اپنے سراپے کی طرف دیکھا تھاجو ڈیلیوری کے بعد بھی ویسا ہی تھا جیسے وہ ہوا کرتی تھی! ہاں شاید انیس بیس کا فرق ضرور آیا تھا۔۔

تو کوئی پتلی پسند کرلیں جاکے!! میرے پاس کیا کر رہے ہیں؟؟۔۔۔وہ شدید غصے سے غراتی ہوئی اپنی پوری قوت سے اس سے اپنے ہاتھ آزاد کرواگئی۔اسے یوں ایک دم سے بھڑکتے دیکھ کے کاظم شاہ بمشکل اپنا قہقہ دبایا تھا۔۔

میرا تمہیں ایک مشورہ ہے! اس گول گپے کو فیڈنگ کروانے کی بجائے پاؤڈر ملک پہ لگادو! وہ زیادہ سوٹ کرے گا اسے اور تمہارا اگر بھی مینٹین رہے گا!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ دباکے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا ایزل شاہ کو گردن تک سرخ کرچکا تھا۔اسے اب سمجھ آیا تھاوہ کس لحاظ سے اسکے جسم پہ چوٹ کر رہا ہے۔۔

آپ میرا ایک مشورہ مانیں کوئی دبلی پتلی بیوی کرکے اسے ایسے مشوروں سے نوازیں یہ آپ پہ زیادہ سوٹ کرے گا کیونکہ ازمیر صرف میرا بیٹا ہے! اگر میں اس بیڈ سے زیادہ موٹی ہوئی گئی نا میں پھر بھی اپنے بیٹے کے ساتھ زیادتی کرتی اسے پاؤڈر ملک دے کے اسکی صحت پہ کامپرومائز نہیں کروں گی!! دور ہٹیں مجھ سے!!۔۔۔وہ غصے سے بولتی ہوئی اسکے کندھوں پہ مکے جھڑتی سپاٹ انداز میں اسے خود سے دور کرنے لگی۔کاظم شاہ کو اپنے بیٹے کے لئے اسکی اتنی کیئر بے حد اچھی لگ رہی تھی وہ ایسا ہی تو چاہتا تھا ہر ماں ایسا سوچے! اپنے فیگر کی پروا کئے بغیر اپنے بچوں کو ان کا حق دے ورنہ بہت سی مائیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کو پاؤڈر ملک پہ لگادیتی ہیں تاکہ ان ماؤں کا جسم خراب نہ ہو جب کہ یہ ایک غلط عمل ہے اس سے بچے کی نیوٹریشن پوری نہیں ہوتی!!۔۔

تم تو غصہ ہی کر گئی ہو! میں صرف یہ بول رہا تھاوہ ٹیسٹ اچھا رہے گا اسکے لئے! زیادہ بچے شوق سے وہی پیتے ہیں!!۔۔وہ بے باکی سے اسے آنکھ ونک کرتا گویا ہوا،ایزل شاہ کے تو مانوں سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی تھی۔

آپ اپنے ہوش میں تو ہیں؟ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بیٹا نہیں پسند تو بات نہ کیا کریں ہم دونوں سے! لیکن میں اپنے بیٹے کے بارے میں مزید ایک بھی مشورہ برداشت نہیں کروں گی آپکا!!۔۔۔وہ شدید غصے سے غرائی تھی۔۔

خدا کا خوف کرو میں کیوں اپنے بیٹے کو پسند نہیں کروں گا؟۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتا دانت پیس کے بولا تھا۔۔ ہاں وہ تو نظر آتا ہے!!!۔۔۔وہ بھیگی آواز میں بولتی سے اس سے دور ہونے کی تگ و دو کرتی رہی۔۔ آج تو ازمیر بھی ان کے قریب آنے پہ خاموش تھا یا شاید اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھیں کیونکہ اب کٹی اسکے پاس بیٹھتی اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پہ اپنا سر سہلا رہی تھی۔۔

پچھلے دنوں سے اتنا تپی کیوں ہوئی ہو؟۔۔۔۔۔وہ کروٹ بدل کے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے پہ منتقل کرتا مدھم گھمبیر آواز میں استفسار کرنے لگا۔۔ ایزل شاہ جواب دینے کی بجائے اسکے سینے سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

کب تک ایسے ہی چلے گا؟ کب تک ہم ایک کمرے میں رہ کے بھی اجنبیوں کی طرح ریکٹ کریں گے؟ ایک بیڈ پہ سوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو منہ نہیں لگائیں گے؟ تمہیں نہیں لگتا اب سب کچھ ٹھیک کرنا چاہئیے؟۔۔۔۔وہ اسکے بالوں میں اپنا بائیاں ہاتھ الجھاتا سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

اس سب کی شروعات آپ نے کی تھی!! جب آپ ایک کمرے میں رہ کے بھی مجھ سے اجنبیوں کی طرح سلوک کرتے تھے! اس بستر پہ مجھ سے زبردستی جنسی تعلق قائم کرتے تھے! میرے ایک دفعہ کس کرنے کے بعد اتنی بری طرح سے خود سے دور جھٹکا تھا! وہ تو صرف آپ کو منانے کی ایک کوشش تھی! میرے ہاتھوں کو اپنے سینے پہ دیکھ کے کس طرح جھٹک دیا کرتے تھے یہ سوچے بغیر کہ میرے دل پہ کیا گزرے گی!! اب جب سب کچھ میں نے جھیل لیا ہے اور باری آپکی آئی ہے تو آپکو لگتا ہے سب کچھ ٹھیک ہو جانا چاہئیے؟؟ واؤ !!!

Hates off to U

اسے اتنی آسانی سے سب ٹھیک کرنے کا بولتے دیکھ وہ پرانے تمام لمحات یاد کرتی ایک ایک لفظ پہ زور دیتی غصے سے غرائی تھی۔۔

جب ہمارا نکاح تمہاری مرضی سے ہوا تھا تو تم ایسا کیسے بول سکتی ہو کہ میں نے تم سے زبردستی وہ تعلق قائم کیا تھا؟ کیا تم نے اپنے خدا کو حاضر ناضر جانتے ہوئے مجھے اپنے نکاح میں قبول نہیں کیا تھا؟ کیا نکاح کے "قبول ہے" سے اوپر کوئی چیز تھی جو مجھے تمہارے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لئے سوچنا پڑتا؟؟۔۔۔وہ غصے سے غرایا تھا۔ یہ بات دل میں بری طرح سے چبھی تھی۔۔

نہیں تھی بالکل نہیں تھی!! لیکن اگر آپ میرے ساتھ وہ تعلق میری رضامندی سے ایک پیار کرنے والے شوہر کی طرح قائم کرتے تو باخدا میں ایسا شکوہ کر کے اپنے اللہ کو خود سے ناراض نہ کرتی لیکن وہ صرف ایک بدلہ تھا!! آپ تو جانتے تھے مجھے تو تکلیفیں سہنے کی عادت نہیں تھی لیکن پھر بھی میرے ساتھ زبردستی کی!! مجھے نکاح والی رات کتنی تکلیف۔۔۔۔ابھی وہ غصے سے بھیگی آواز میں مزید چلاتی جب اس نے دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

جھوٹ مت بولو ایزل شاہ!! ہاں میں اس دن غصہ میں تھا بہت غصے میں تھا!! یقین کرو اتنا غصے میں تھا کہ اگر تمہاری جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو شاید میں انسانیت کے درجے سے گر کے اسکے جسم کو زخموں سے چور چور کر دیتا لیکن میں نے اتنے غصے میں بھی اپنی شدتوں سے تمہیں تکلیف نہیں دی تھی!! ہاں تمہاری رضامندی نہیں کی تھی کیونکہ وہ حالات اجازت مانگنے والے نہیں تھے!! میں اس قدر غصے میں تھا اگر اس رات تمہارے قریب نہ آتا تو شاید خود کو فنا کر لیتا!! تمہارے نزدیک اس لئے نہیں آیا تھا کہ تم سے بدلہ لے سکوں ہاں ظاہری طور پہ یہ بول کے تمہیں تکلیف ضرور دیتا تھا کہ تمہاری قربت سے مجھے نفرت ہے لیکن میرا خدا گواہ ہے مجھے تمہاری قربت میں سکون ملتا تھا!! ایک ایسی ٹھنڈک تھی تمہاری قربت میں کہ میں خود کو تمہارے قریب آنے سے روک نہیں پاتا تھا!! کیا تم بھول چکی ہو تمہارے ذرا سا زیادہ رونے پہ میں رک جاتا تھا لیکن ایک مرد تھا اپنی انا کا بھرم تو رکھنا تھا کچھ نرمی دیکھانے کے بعد جب میری عزت نفس مجھ پہ لعنت بھیجتی تھی کہ اتنا ذلیل ہونے کے بعد بھی اس لڑکی کے پاس کیا کر رہے ہو؟ تب میرا غصہ جاگ جاتا تھا لیکن اللہ کی قسم اس وقت بھی تم پہ ٹھیک سے غصہ اتارا نہیں جاتا تھا! میں تمہیں انا دیکھا کے رات میں ہی یہ بول کے حویلی سے نکل جایا کرتا تھا کہ طوائفوں کے پاس آگ بجانے کا رہا ہوں جبکہ ایسا نہیں تھا وہ سب جھوٹ تھا میں تو تمہیں مزید تکلیف دینے سے خود کو روکتا پوری پوری رات فارم ہاؤس پہ سیگریٹ پھونکتے ہوئے خود کو تکلیف دیتا تھا وہ دل جلاتا تھا کہ یار کہیں تمہارے پاس مزید رک کے تمہیں تمہاری برداشت سے زیادہ تکلیف

نہ دے دوں!! اور بھولو مت تم بھی میری قربت میں سکون پاتی تھی میں جب تک تم پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرتا تھا مجھ اپنے سینے پہ تمہارے لبوں کا لمس محسوس ہوتا تھا جو ناچاہتے ہوئے بھی مجھے سختی کرنے سے روک دیا کرتا تھا!! اسی لئے ہمارے درمیان اس حلال تعلق کو سوالیہ نشان مت بناؤ!! میں کسی صورت برداشت نہیں کروں گا!!۔۔۔وہ لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑا تھا۔اور اسکی ایک ایک بات سچ تھی۔۔کیا واقعی ہی وہ اسکے لبوں کا لمس اپنے سینے پہ محسوس کرتا تھا؟ہاں یہ سچ تھا وہ اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ایک ناکام کوشش کرتی آنکھیں میچ کے اسکے سینے کو اپنے لبوں سے چھوتی رہتی تھی تو کیا وہ واقعی ہی اسکا لمس محسوس کرتا تھا؟ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے سوچا تھا۔۔

ہاں مانتا ہوں ان دنوں تمہاری دھڑکنوں پہ بہت ظلم ڈھایا تھا جس کا افسوس آج بھی ہے!! لیکن اب اتنا ہی ان پہ پیار نچھاوڑ کرتے ہوئے مداوا بھی تو کرتا ہوں!!۔۔اسکی آنکھوں سے پھسلتے آنسوؤں کو دیکھ کے وہ انہیں اپنے لبوں سے پیتا مدھم آواز میں بولا تھا۔۔

جس دن تم نے مجھے فرسٹ کس کی تھی میرے دل کی دھڑکنوں نے شور مچایا تھا مجھے لگا تھا میں اس کمزور لمحے کی زد میں آتا اپنے ساتھ ہوئی ناانصافی بھول جاؤں گی! صرف ایک یہی وجہ تھی جو تمہیں خود سے دور کیا تھا! اور قسم سے آج بھی اس بات پہ پچھتاتا ہوں! تمہیں اس روز جھٹک کے خود بھی بہت تکلیف میں رہا تھا! تمہاری آنکھوں میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں دیکھی نہیں گئی تھیں مجھ سے!۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اسکے ہونٹ پیار سے چومتا مزید گویا ہوا تھا۔۔اب وہ دھاڑ نہیں رہا تھا بلکہ مدھم آواز میں اسکا گال سہلاتا اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا تھا۔۔

اور جس دن سیکنڈ کس کی تھی اس روز مجھ سے اتنی نفرت محسوس ہوئی کہ چھوڑ کے چلے گئے؟؟۔۔۔۔وہ روتے ہوئے بھیگے لہجے میں استفسار کرنے لگی۔۔

نہیں!! قسم سے نہیں!! کیا تم اس دن کے وہ لمحات بھول چکی ہو جو ہم نے واشروم میں گزارے تھے؟کیا اس دن تم نے میری شدتوں میں نرمی اور جنون بیک وقت محسوس نہیں کیا تھا ایزل شاہ!؟بولو؟اپنے ایمان سے بتاؤ کیا اس دن میں ضرورت سے زیادہ نرم نہیں ہوا تھا؟کیا اس روز تمہارے اس چہرے پہ بوسوں کی بارش نہیں کی تھی؟کیا تمہارے جسم کا کوئی بھی ایسا حصہ چھوڑا تھا جس پہ اپنے لبوں کی مہر نہ لگائی ہو؟؟ہاں تمہاری کمر کے اس تل پہ بے رحمی دیکھائی تھی اور اس دن تک دیکھاؤں گا جب تک کہ وہ فنا نہیں ہو جاتا! کیونکہ مجھے وہ میرا رقیب محسوس ہوتا

ہے! لیکن یاد کرو کاظم شاہ نے اس روز تمہارے جسم کو کتنے پیار سے چھوا تھا۔۔۔وہ اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکاتا اسے وہ لمحات یاد کروا رہا تھا جو اس نے آسٹریلیا رہتے ہوئے بھی پل پل یاد کئے تھے۔۔اسکا ایک ایک لفظ سچ تھا۔۔ اس روز واقعی ہی کاظم شاہ کی شدتیں اسکا رومانس کا انداز سب الگ تھا۔۔ایزل شاہ وہ لمحے یاد کرتی قدرتی طور پہ سرخ پڑی تھی، آنکھوں میں ہنوز آنسو تھے۔۔

بولو کیا اس دن تمہیں جی بھر کے پیار نہیں کیا تھا؟ تمہاری دھڑکنوں پہ وہ ایک ذرا سی سیفٹی پن چبھی تھی اور تکلیف مجھے اپنے سینے پہ محسوس ہوئی تھی!! بولو کیا اس روز تمہاری دھڑکنوں پہ جو لمس چھوڑا تھا وہ ایک مرحم ثابت نہیں ہوا تھا؟؟۔۔۔اسکے رونے پہ وہ مزید گویا ہوا۔۔

تم خاموش ہو کیونکہ میں سچ بول رہا ہوں!! اس روز میں نے تمہیں ایک الگ انداز میں چاہا تھا ایک الگ انداز میں تمہارے بدن پہ اپنے لبوں کی مہریں ثبت کی تھیں کیونکہ اس روز تم پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا! اتنے دنوں سے نفرت کا ڈونگ رچاتے ہوئے اس دن میری بس ہوئی تھی! پھر جب تمہارے وجود پہ اپنی جمع شدہ تمام شدتیں لٹا دیں تو خود سے نظریں ملانے کے قابل نہ رہا!! ماں باپ کی بے اعتباری ایک دفعہ پھر اپنی آنکھوں کے پردے میں لہرائی!! میرے کردار کو جس طرح سے سب نے غلط نظریے سے دیکھا وہ سب لمحات آنکھوں کے سامنے آئے تھے!! اس دن میں کمزور پڑا تھا کیونکہ نکاح کا مضبوط رشتہ میرے دل میں تمہارے لئے محبت ڈال چکا تھا!! ارے نہیں محبت تو شاید تم سے بچپن سے تھی جسے میں صرف عقیدت سمجھتا رہا! تمہیں یاد ایک دفعہ تم نے مجھ سے پوچھا تھا کیا میں تمہارے ہونے والے شوہر سے جیلس نہیں ہوں گا؟؟ اور میرے نے کس طرح دھڑلے سے انکار کیا تھا کہ نہیں میں کیوں ہونے لگا جیلس؟ لیکن مجھ سے قسم لے لو اس روز میرا دل بری طرح سے جلا تھا میں اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا اسی لئے انکار کر گیا! لیکن جیلسی ہوئی تھی بے حد ہوئی تھی اتنی کہ بیان سے باہر تھی لیکن میرے دماغ کی سوئی کبھی محبت تک آئی ہی نہیں تھی! کیونکہ مجھے تم سے عقیدت تھی!! تم میرے لئے قابلِ احترام تھی! شاید تم ہر وقت مجھے میسر تھی اسی لئے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا تھا کہ تمہارے بغیر زندگی کیسی ہو گی!! لیکن جس روز تمہیں سہی سے محسوس کیا اپنے تمام تر جذبات تم پہ لٹا دیئے اسی دن تم سے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا!! کیونکہ مجھے لگ رہا تھا تم مجھے پاگل کر دو گی! میں اگر مزید تمہارے نزدیک رہا تو رن مریدی میں اعلیٰ مثال قائم کر دوں گا!! جب میں کچھ

دنوں میں تمہارا اسیر ہو گیا تو اپنے جنون سے ڈر لگنے لگا!! لیکن جب تم مجھے میسر نہ رہی! میں تم سے دور ہوا تو اس جدائی سے ڈر لگنے لگا!! خود کو دو کشتیوں پہ سوار محسوس کرنے لگا اور اس وقت میں نے عشق کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھ دیا!!۔۔۔کاظم شاہ مدھم گھمبیر آواز میں ایزل شاہ کے ہونٹوں کا بارہا چوم کے اس سے محبت کا اقرار کرتے کرتے عشق کا اقرار کرتا اسے ساکت کر گیا۔

تو کیا اسے واقعی ہی اپنی اووزی سے بچپن سے محبت تھی؟ کیا اسکی جدائی واقعی ہی اسکے لئے بھی اتنی تکلیف دہ تھی جتنی ایزل شاہ کے لئے ثابت ہوئی تھی؟ کیا اسے واقعی ہی ایزل شاہ سے عشق ہوا تھا؟ روتی ہوئی ایزل شاہ اسکے الفاظ پہ ساکت ہوتی سوچ رہی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 85 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

عشق کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھنے کی دیر تھی جب آنے والے ہر روز کے ساتھ ساتھ میرے عشق نے شدت اختیار کی تھی۔ میں عشق کی ہر سیڑھی پہ قدم رکھتا چلا گیا۔ مجھے نہیں یاد کوئی ایسی گھڑی ہو گی جب میں نے تمہیں یاد نہ کیا ہو یا تمہاری ذات سے فراموش ہوا ہوں! تم میرے دل و دماغ میں اس طرح سے رچ بس چکی تھی اگر میں اپنے سینے میں موجود اس خون کے لوتھڑے اور اپنے سر میں موجود اس کھوپڑی کو نکال بھی دیتا پھر بھی تمہاری یادوں کے حصار سے نکل نہ پاتا! تمہارے عشق نے ایسا نچایا تھا کہ تمہارے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا! پاکستان سے آسٹریلیا جاتے ہوئے دل میں یہ عہد بنایا تھا کہ اپنا بزنس ایمپائر کھڑا کر کے باپ کو دیکھاؤں!! انہیں بتاؤں میں ان کے پیسے کے بغیر فقیر بننے کی بجائے آج بھی بزنس ٹائیکون ہوں! لیکن تمہارے عشق نے ایسی بیڑیاں ڈالیں کہ تمہاری یادوں سے نکلنے کو دل ہی نہیں کرتا تھا! میں تو تم سے عشق کرنے میں مصروف تھا! بزنس خاک کرتا؟؟۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں اس سے اپنے عشق کا اظہار کرتا ایزل شاہ کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑا رہا تھا۔۔

یہ کیسی محبت تھی آپکی جو میرے رونے سسکنے اور گڑگڑانے کی پرواکئے بغیر اپنی انا کی خاطر مجھے چھوڑ کے چلے گئے ؟ یہ کیسا عشق تھا آپکا کہ آپکے پاس میرے میسج سننے کا وقت نہیں ہوتا تھا؟۔۔۔وہ بھیگی آنکھوں سے ٹوٹے کانچ کی کرچیوں سے لہجے میں بولی۔۔

میں تمہیں ایک مثال دیتا ہوں اووزی! یہ مت سمجھنا میں ہمارے درمیان ہوئے پچھلے واقعے کو دہرا کے تم پہ کوئی طنز کر رہا ہوں! نہیں بالکل نہیں! میں صرف تمہیں اپنی سیچویشن سمجھانا چاہتا ہوں اگر ہم یہ سب کلئیر نہیں کریں گے تو ہمیشہ ایک دوسرے سے نظریں چراتے پھریں گے !! تم سے اٹھارہ سالہ زندگی میں جو غلطی ہوئی اس پہ اگر تمہارے باپ اور بھائی تمہیں اس ہویلی سے نکل جانے کو بولتے !! تمہیں جائیداد سے آؤٹ کر دیتے !! تمہارا ان پہ اور ان کا تم پہ سارا حق ختم کر دیتے !! اس روز جو مظہر شاہ نے کیا تھا ساری سچائی سننے کے بعد اور مظہر شاہ کا الزام سننے کے بعد تمہیں ہی قصوروار ٹھہراتے ؟ تمہاری آسٹریلیا کی فلائٹ کروا کے تمہیں کاغذ تھماتے اور کچھ رقم بھیک کے طور پہ دے دیتے اور تمہیں حکم دیتے کہ بقیا زندگی جا کے آسٹریلیا میں گزارو یہی تمہاری سزا ہے !! اپنے ایمان سے بتاؤ کیا تمہارا مرنے کو دل نہ کرتا؟ کیا تمہارا دل یہ نہ کہتا کہ نادانی میں ایک غلطی ہو گئی کیا یہ لوگ مجھے ایک چانس بھی نہیں دے سکتے ؟ اووزی تم اپنے بھائی کے ایک تھپڑ سے مرنے والی ہو گئی تھی! باپ کی چند دنوں کی بے رخی تم سے برداشت نہیں ہوئی تھی ابھی کہ تم نے اس وقت غلط کیا تھا! تم سے ایک گناہ سرزد ہوا تھا چاہے انجانے میں یا نادانی میں! تو میرا سوچو اووزی ؟ میں نے تو وہ گناہ بھی نہیں کیا تھا! میں نے تو پورے انتیس سال سب سے بے لاس محبت کی تھی سب کو بے لاس چاہا تھا! میرا کردار سب کے سامنے تھا! میں تو خود کو بڑا اسپوت سمجھتا تھا مجھے تو لگتا تھا یہ ہویلی کے مکین میرے بغیر کچھ نہیں ہیں! میرے بغیر یہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ! میرا ان پہ کوئی روعب ہے ! چاہے میں نرم مزاج تھا لیکن میرا ایک فیصلہ ہویلی کے مکینوں کے لئے حرف آخر ہوتا تھا کیونکہ نرمی میں بھی میری ذات میں ایک روعب دکھتا تھا! سب مجھے سرفہرست رکھتے تھے ! محفلوں میں میرے کردار کی مثالیں دی جاتی تھیں! میرا باپ مجھے پہ جان چھڑکتا تھا! انتیس سال کا ہو گیا تھا پھر بھی میرے ناخن میری ماں کاٹتی تھی کیونکہ مجھے اپنے ناخن خود کاٹنے کی عادت نہیں تھی یا شاید میں نے خود کو عادت اس لئے نہیں ڈالی تھی کہ یہ چھوٹے چھوٹے مومنٹ مس نہ کر دوں جو مجھے میرے اپنوں کے قریب رکھتے ہیں! لیکن بدلے میں دیکھو مجھے کیا ملتا ہے ! یہ سب مجھے میرے ناکردہ

گناہ کی ایسی سزا دیتے ہیں کہ میرا جسم زخموں سے چور کر دیتے ہیں!! میرا بھائی میرا جگڑ میرا شاہ (احان) جس کے بغیر میں ایک قدم نہیں چلتا تھا اور نہ وہ میرے بغیر ایک قدم چلتا تھا اتنی بے اعتباری دیکھائی کہ سینے پہ بندوق رکھ دی!! سینے پہ بندوق کس کے رکھی؟ میرے اووزی! میرے!! میرے سینے پہ بندوق!! آہہہ! تم جانتی ہو میرے سینے پہ اگر اس بندوق سے نکلی گولی لگتی تو اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی اس ایک وقت پہ ہوئی تھی! ماں باپ نے بے اعتباری دیکھا دی جو کاظم شاہ پہ جان وارتے تھے! داجی جو ہر کام کرنے سے پہلے میرا فیصلہ لینا پسند کرتے تھے مجھ پہ بے اعتباری دیکھا کے اپنا فیصلہ سنا دیا!! اپنے دماغ پہ بندوق رکھ کے مجھے ایسے بلیک میل کیا! اپنے الفاظ سے ایسے دل چیرا جیسے میں واقعی ہی عزت کا لٹیرا ہوں!! اب تم خود سوچو میرے یہ تمام اپنے جو مجھے ہمیشہ عرش پہ بٹھا کے رکھتے ہیں اچانک سے اس قدر بے اعتباری دیکھا کے مجھے منہ کے بل نیچے فرش پہ پٹک دیں تو کیا میں جیتے جی نہیں مروں گا؟ کیا میں اکیلا فیل نہیں کروں گا؟ اگر اس روز ارزم شاہ بھی میرے ساتھ کھڑا نہ ہوتا تو میں تو جیتے جی ویسے ہی مر چکا تھا لیکن شاید ایسی صورتحال میں خود کو گولی مار کے اپنی مدد آپ کے تحت مر جاتا!! اس روز میری عزت نفس کچلی گئی تھی! میرے کردار کو سوالیہ نشان بنایا گیا تھا! مجھے لگا میرا اس حویلی میں کبھی رعب تھا ہی نہیں!! میں تو کسی کے لئے کچھ تھا ہی نہیں!! جب آپ کے اپنے بے اعتباری دیکھا کے منہ موڑ لیں! یہ غم چھوٹا نہیں ہوتا قسم سے ہر گز چھوٹا نہیں ہوتا! شاید سننے والے کو یہ غم چھوٹا لگے لیکن میں نے یہ سب محسوس کیا ہے! میں جانتا ہوں یہ غم کیسے دل کے ٹکرے ٹکرے کرتا ہے!! میں جانتا ہوں یہ غم کیسے دماغ اور ٹانگوں سے مفلوج کر دیتا ہے!! میں جانتا ہوں اس غم سے انسان کیسے ناچاہ کے بھی بدلنے پہ مجبور ہو جاتا ہے!! اب تم دیکھو یہ لوگ بنا تحقیق کئے تمہیں میرے نکاح میں دے دیتے ہیں؟ کیا تم نے کبھی محسوس نہیں کیا تمہارے ساتھ جو زیادتی غصے میں میں نے بھرتی تھی وہ زیادتی اصل میں میں نے نہیں ان حویلی والوں نے تمہارے ساتھ کی تھی!! اب پوچھو کیسے؟؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی پہ بار بار قابو پاتا مضبوط لہجے میں اپنے دل میں موجود ان نو ماہ کا سارا غبار نکال رہا تھا۔۔لہجہ کرب ناک تھا۔ایزل شاہ خاموش رہی وہ صرف روتے ہوئے اسے مزید سننے کی خواہشمند تھی!! اس میں ابھی اس وقت کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔

میں بتاتا ہوں کیسے !! دیکھو پہلے میرے اپنوں نے میرے ساتھ زیادتی کرتے مجھے میرے ناکردہ گناہ کی سزا دی؟ اس وقت ان کی نظروں میں میں ایک وحشی درندہ اور تم ایک معصوم سی اووزی تھی! لیکن تمہارے اپنوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تمہارے ساتھ یہ کیسا انصاف کیا؟ تمہیں کیسا پیار اور کیسا مان دیا؟ کہ تمہیں اسے وحشی درندے کے نکاح میں دے دیا؟ کیوں؟ آخر کیوں؟ اگر تم واقعی ہی مظلوم اور میں ایک وحشی درندہ ہوتا! تو کیا یہ تمہارے ساتھ ایک زیادتی نہ ہوتی؟ کیا تم یہ نہ سوچتی کہ خاندان کی عزت بچانے کی لئے پرانی روایتوں کے مطابق آج پھر ایک لڑکی کو قربان کیا گیا ہے؟ کیا تم یہ نا کہتی کہ تمہارا قصور کیا ہے جو تمہیں ایک وحشی انسان کے نکاح میں دیا جارہا ہے ایک ایسے انسان کے نکاح میں جو بنا نکاح کے جب تم پہ قابض ہو سکتا ہے۔ تو نکاح کا پرمٹ ہوتے ہوئے وہ کس کس طرح سے اپنا حق وصول کرے گا؟؟ کیا یہ تمہارے ساتھ زیادتی نہ ہوتی؟ تمہارے اپنوں کو مجھے مار دینا چاہئیے تھا یا خود مر جانا چاہئیے تھا لیکن تمہیں ایک وحشی درندے کے نکاح میں نہیں دینا چاہئیے تھا! لیکن انہوں نے دیا! میں نے اس وقت رخصتی کی ڈیمانڈ کی انہوں نے تمہاری رخصتی دی!! کس لئے؟؟ صرف اپنے خاندان کی ساکھ بچانے کے لئے!! ایک لڑکے کو سدھارنے کے لئے کہ شاید یہ معصوم دیوی ان کے درندہ بیٹے کو سدھار دے!! اگر میں واقعی ہی ایک وحشی ہوتا! تمہارے وجود کو نوچ کے رکھ دیتا؟ تو کیا تم ساری زندگی خود کو مجھے یا اپنے اپنوں کو معاف کرتی؟؟ نہیں!! تم کبھی ہمیں معاف نہ کرتی! اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کو معاف نہ کرتی!! ہاں مانتا ہوں میں نے اس رات تم سے حق لیا تھا! لیکن اس پوری رات کو اپنے زہن میں دہراؤں اووزی!! تو تمہیں یاد آئے گا غصے میں بھی صرف بیس منٹ تمہیں اپنی قربت بخشی!! تمہارے آنسو دیکھ کے تم سے دور ہو گیا!! میں غموں سے چور انسان جو اس رات سفاکی کی حد کرنا چاہتا تھا درندگی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کرنا چاہتا تھا میں پیچھے ہٹ گیا! کیونکہ میں جانتا تھا اووزی اس سے زیادہ برداشت کرے گی تو مر جائے گی!! اب مجھے بتاؤ کیا تمہارے اور میرے ساتھ زیادتی ہمارے اپنوں نے نہیں کی تھی؟ کیا ہم دونوں نے ایک دوسرے سے پیار نہیں کیا تھا؟ اگر میں تمہاری محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو کیا نکاح کی پہلی رات تمہیں اپنی شدتوں سے جان سے نا مارتا؟ تمہارے وجود کو اپنی بربریت کا نشانہ نہ بناتا؟ تمہارے آنسو کیوں صاف کرتا؟ کیوں تمہارے یہ لب پیار سے چومتا جنہوں نے اس روز اپنے الفاظ سے میری تذلیل کروائی تھی؟ کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی؟ اگر نہ ہوتی تو کیوں مجھے پانے کے لئے آخری حد تک جاتی؟ اس وقت تمہارے دماغ

اور تمہاری دوست نے جو تمہیں آخری حد بتائی تھی تم وہ کراس کر گئی تھی اووزی! کیا یہ تمہاری محبت کی انتہاء نہیں تھی! ؟تم سے میری بے رخی برداشت نہیں ہوئی تھی تم نے ہویلی میں اپنے گناہ کا اقرار کیا! کیا یہ تمہاری محبت نہیں تھی؟؟ کیا یہ تمہارا عشق نہیں تھا؟ ہم دونوں نے محبت اور عشق تو کیا ایزل شاہ لیکن ہمارے اپنوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی تھی! تم مانو یا نہ مانو ہم سے زیادہ قصوروار یہ سب ہیں!! مجھ پہ بے اعتباری دیکھائی تمہیں ایک وحشی درندے کے ہاتھوں سونپ دیا!! مجھے میرے باپ نے اس روز پہلی بار تھپڑ مار دیا!! تم نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو تمہارے بھائی نے تمہارے گال پہ تھپڑ جھڑ دیا!! یہ سب کیا تھا ایزل شاہ؟ اگر ہم بکھر گئے تھے تو انہوں نے ہمیں سمیٹا کیوں نہیں!! ہمیں مزید بکھیرنے کے موقعے کیوں دیئے؟ ہم دونوں نے محبت اور عشق تو کیا لیکن طریقہ نہیں آیا!! جس روز تم نے مجھے بے گناہ ثابت کیا اس سے آدھے گھنٹے پہلے میرے باپ نے میرے منہ پہ دو فائلیں ماری اور بولے!! ایک پراپرٹی کی ہے! جس میں سے ایک آدھ حصہ تمہارے نام کر رہا ہوں! ایک میں تمہارے کاغذات ہیں رات کے دو بجے تمہاری فلائٹ ہے!! اووزی مجھے دکھ کم پیسوں کا نہیں ہوا تھا! حصہ کم ملنے کا قطعی نہیں ہوا! دکھ تو ہمیشہ کی طرح ان کے الفاظ پہ ہوا تھا!! وہ بولے: "بد قسمتی سے میں تم جیسی درندہ صفت اولاد کا بد قسمت باپ ہوں! میں نے پیدا ہوتے ہی تمہارا گلہ کیوں نہیں گھونٹ دیا کاظم شاہ اس بات کا دکھ مجھے ساری زندگی رہے گا"۔۔۔۔وہ یہ الفاظ اپنے منہ سے نکال گئے لیکن یہ بھول گئے ان کے یہ الفاظ ساری زندگی ان کے بیٹے کے دل میں کسی خنجر کی طرح پیوست رہیں گے!! ان الفاظ کا دکھ اسے ساری زندگی رہے گا!! میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا میں اس ہویلی میں مزید نہیں رکوں گا جہاں مجھے اس قدر ڈیگریڈ کیا جائے!! میں نے ان سے وعدہ کیا تھا میں اگلے دو گھنٹوں میں پاکستان سے آوٹ ہو جاؤں گا!! لیکن کچھ دیر بعد دیکھنے کو کیا ملتا ہے؟ میری بے گناہی پہ سب میرے ساتھ ہو جاتے ہیں! وہ تمام اپنے جو مجھ پہ سفاکی اور بے اعتباری کی حد کر رہے تھے وہ میرے گلے لگنے کے لئے ترستے ہیں!! یہ سب کیا تھا ایزل شاہ؟ کیا میں کوئی کٹھ پتلی تھا؟ جو ان کے موڑنے پہ کہیں بھی مڑ جاتا؟ کیا میرے احساسات نہیں تھے جنہیں مجروح کرتے ہوئے کسی نے بھی ایک بار بھی نہیں سوچا؟ جب میرا سب کے گلے لگنے کو دل کیا تھا مجھے تھپڑ جھڑ دیا!! سینے پہ بندوق رکھ دی!! اب ان کا میرے گلے لگنے کو دل کیا تو میں اپنی عزت نفس اور انا بھاڑ میں جھونک کے ان کے گلے لگ جاؤں؟ ابھی دو منٹ پہلے مجھ رج کے ذلیل کرتے ہیں تو دو منٹ بعد تمہارے ساتھ وہی عمل دہرا

دیتے ہیں!! یہ ایک ٹاکسک ماحول تھا جس سے میں رہائی چاہتا تھا! کیونکہ اگر میں ان سب سے دوری نہ بناتا کبھی بھی اپنی محبت اپنے عشق کی پہچان نہ کر پاتا!! یا شاید میں عشق کی سیڑھی پہ قدم بھی نہ رکھ پاتا!! عشق میں اگر ہجر حصے میں نہ آئے تو عشق نامکمل ہوتا ہے اووزی!! عشق میں ہجر لازم و ملزوم ہے چاہے وہ کچھ دنوں کے لئے ہی کیوں نہ ہو؟ ہجر کاٹنے سے ہی تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا عشق کتنے پانی میں ہے؟ اس روز جب سب مجھے بے گناہ سمجھنے لگے تو سزا دینے کی باری میری آئی تھی!! انہوں نے جو بویا تھا وہ کاٹنے کا وقت اب ان پہ آیا تھا! اگر میں انہیں جدائی کی صورت میں سزا نہ دیتا تو ایک دفعہ پھر میرے ساتھ زیادتی ہوتی اووزی!! اور میں زیادتی سہتے سہتے تھک چکا تھا! میں بھی سکون چاہتا تھا میں بھی اپنی عزت نفس کے ساتھ انصاف چاہتا تھا!! تمہارے پاس رہتا تو تمہیں یا اپنے اپنوں کو کبھی معاف نہ کر پاتا کیونکہ مجھے لگتا اس ہویلی میں مجھ سے زیادہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے اور میں مظلوم نہیں بننا چاہتا تھا تمہارا ظالم شاہ بننا منظور تھا لیکن ان ہویلی کے مکینوں کے ہاتھ مزید کٹھ پُتلی بننا نہیں!! تم بولتی تو تمہارے میسج سننے کا وقت نہیں تھا؟ تمہاری ملاقات کے الفاظ بھولتا تو تمہارے میسج سنتا نا اووزی؟ تم سے کال پہ بات کرنے کے بعد تمہارے میسج سننے کی ہمت نہیں ہوئی تھی کیونکہ مجھے معلوم تھا تمہارے الفاظ مجھے کمزور کرنے کی ہر کوشش کریں گے! میرے دل میں طغیانی مچائیں گے!! تمہارا ایک وائس نوٹ سنتا تھا تو پورا پورا ہفتہ تمہارے انہی الفاظ کے حصار میں گزر جاتا تھا! تمہارے الفاظ کا درد مجھے۔ بار بار میرے اپنوں کے پاس لوٹ آنے پہ مجبور کرتا تھا لیکن جب انہوں نے مجھے میرے برداشت سے زیادہ سزا دی تھی تو میں انہیں ان کی برداشت سے کم سزا کیوں دیتا؟ میں اپنے الفاظ سے تمہیں تکلیف دیتا تھا صرف اس لئے تاکہ تم میرا انتظار مت کرو لیکن کہیں نہ کہیں میں یہ بھی چاہتا تھا میری دیوانی میرا انتظار کرے! جس روز تم نے مجھے کال پہ بولا تم مجھے کوئی فون یا میسج نہیں کرو گی میرے جسم سے جیسے کسی نے روح نکالی تھی! تم نے بولا تھا نہیں ملے گی کوئی دیوانی اووزی شاہ جیسی اور مجھے واقعی ہی نہیں ملی کوئی دیوانی اپنی اووزی جیسی!! سات ملکوں میں گھوم لیا لیکن اووزی شاہ جیسی کوئی نہیں ملی!!۔۔۔۔ ابھی کاظم شاہ مزید بولنے ہی والا تھا جب ایزل شاہ نے جلدی سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کیاان سات ملکوں میں میرے جیسی کوئی ڈھونڈے گئے تھے ؟اگر مل جاتی تو کیامیری جگہ کسی کو بھی دے دیتے ؟ ۔۔۔۔وہ روتے ہوئے جیلس انداز میں استفسار کرنے لگی۔کاظم شاہ نے اتنی انٹینس صورتحال میں بھی اسکی جلن محسوس کرتے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

تمہیں کیالگتاہے اگر تمہاری جگہ کسی کو دے دیتا تو کیاوہ بیچاری تمہاری بد دعاؤں کے عوض زندہ رہتی ؟۔۔۔۔۔وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا گھمبیر تامیں بولا تھا۔۔

میں کسی کو بد دعائیں نہ دیتی! آپ سے عشق کیا تھا! اگر وہ لڑکی آپ کے لئے باعثِ سکون ہوتی تو میں اپنے عشق کی توہین کرتے ہوئے آپ کو یا آپ کی دوسری بیوی کو بد دعا کیوں دیتی؟الزام مت لگائیں مجھ پہ!!۔۔۔وہ روتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیختی اپنا چہرہ اس سے دور کر گئی!

تم دیتی ایزل شاہ! ناچاہتے ہوئے بھی دیتی یااسے قتل کرنے کی خواہش کرتی! کیونکہ عورت اپنے پسندیدہ مرد کی زبان سے کسی دوسری لڑکی کا ذکر برداشت نہیں کرتی ساتھ تو دور کی بات ہے! ۔۔۔وہ اسکے آنسوں اپنے ہونٹوں سے چنتا مبہم سا مسکرا کے گویا ہوا تھا۔۔

آپ سفاک ہیں جانتے تھے اووزی آپ کے بغیر نہیں رہے گی پھر بھی مجھے جدائی کی سزا دی!مجھے ساتھ بھی تو لے جا سکتے تھے نا؟!۔۔۔وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

تمہیں ساتھ لے جاتا تو مجھے بے گناہ ثابت کرنے کے بعد بھی تم مجھ سے نظریں ملانے سے ڈرتی! مجھ سے نظریں چرا جاتی! اور مجھے یہ سب منظور نہیں تھا تمہاری نظروں میں مزید شرمندگی میرے دل کو کچوکے لگاتی! تمہیں لگتا میں تمہاری وجہ سے اپنے اپنوں سے دور ہوا ہوں! مجھے منانے کی ضد کرتی کہ معاف کر دو اپنے اپنوں کو! لیکن یہ صرف میں جانتا تھا۔وہ اتنی جلدی معافی کے لائق نہیں ہیں کیونکہ وہ سب میں نے برداشت کیا تھا! تمہارا غم اور میرا غم ایک جیسا نہیں تھا اووزی!!۔۔کاظم شاہ زخمی لہجے میں بولا تھا۔۔

ہاں آپ کا غم اور میرا غم ایک جیسا نہیں تھا! کیونکہ آپ ایک پریگنٹ عورت کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتے!! ان نو ماہ جو تکلیف میں نے اٹھائی ہے وہ آپ محسوس نہیں کر سکتے!! میرے بھی موڈ سونگز ہوتے تھے میرا بھی دل کرتا تھا کوئی میرے نخرے اٹھائے! مجھ سے پوچھے کہ میں نے کیا کھانا ہے! اور اگر میں کچھ غلط کھانے کو بولوں تو مجھے پیار

سے ڈانٹے نہیں یہ تمہارے لئے اور ہمارے بچے کے لئے ٹھیک نہیں ہے! میرا بھی دل کرتا تھا کوئی اس حالت میں ہر روز میرا ماتھا چومے! ڈیلیوری کو لے کے میرے تمام خدشات سنے! میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے یقین دلائے کہ ڈلیوری پر سکون طریقے سے ہو جائے گی! ہمارا بچہ خیر خیریت سے اس دنیا میں آئے گا! میں ہر روز انتظار کرتی تھی کہ آج تو آپ کا غصہ آپ کی ناراضگی ختم ہو جائے گی اور آپ آجائیں گے! ہاں میں تھوڑی ناراضگی دیکھاؤں گی کہ پچھلے مہینے کہاں تھے لیکن کچھ وقت بعد ٹھیک ہو جاؤں گی تاکہ آپ پھر سے ناراض ہو کے نہ چلے جائیں! لیکن آپ نہیں آئے! یہاں آنا تو دور فون پہ میرا حال بھی نہیں پوچھا کہ زندہ ہو یا میرا انتظار کرتے کرتے مر۔۔۔۔وہ جاازیت سے ہچکیوں سے روتے ہوئے اس کے سینے پہ مکے مارتی اسے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کر رہی تھی جب اسکے یہ تکلیف دے الفاظ مزید سنے نہ گئے تو اسے خود پہ جھکا کے اسکے لبوں پہ لب رکھ گیا۔۔وہ بے حد نرمی سے ان ہونٹوں کو چومتا اس کے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ پھنسائے اسے اپنی طرف کھینچتا مزید خود میں بھینچ رہا تھا۔وہ ہچکیوں سے روتے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانے کی تگ و دو کرنی لگے وہ انہیں آزاد کرنے کی بجائے پھر سے کروٹ بدل کے اسکے اوپر آتا انہیں بھرپور انداز میں چومنے لگا۔۔اسکے بالائی لب کو اپنے دونوں ہونٹوں میں الجھائے اسے سانسیں بحال کرنے کا زرا سا موقعہ دیئے وہ اب کی بار اپنی پوری شدت سے ان ہونٹوں کو اپنے رنگ میں رنگنے لگا۔۔ایزل شاہ نے روتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ لی،وہ بند آنکھوں سے اسکا لمس محسوس کرنے لگی۔۔اس کا یہ لمس محسوس کرنے کے لئے وہ کتنا تڑپی تھی!! ہر رات تڑپ تڑپ کے گزارتی تھی لیکن وہ میسر نہیں تھا! آج میسر بھی تھا پیار بھی ٹوٹ کے کر رہا تھا لیکن اووزی شاہ پہلے والی اووزی نہیں رہی تھی!! یہ تو کوئی ٹوٹی بکھری سی لڑکی تھی جس کے ایک گناہ نے اسکی جان عذاب بنائی تھی۔۔اسے آنکھیں میچ کے روتے دیکھ کے وہ اسکے لب نرمی سے اپنے ہونٹوں میں دبا کے آزاد کرتا اسکے گال بار بار اپنے ہونٹوں سے چومنے لگا۔۔اسکے آنسو پیتے ہوئے اسکی نیلی آنکھوں کو بے حد نرمی سے چومتا اسکے ماتھے پہ کتنی ہی دیر لب رکھ گیا۔۔

تم تو پھر اپنے اپنوں کے درمیان تھی اووزی! میں جانتا تھا میرے جانے کے بعد یہ سب کچھ دن تم سے ناراض رہیں گے لیکن خون نے کشش مارنی تھی! ہر کسی نے تمہیں لے کے بے حس نہیں بننا تھا! تمہیں کسی نا کسی کا پیار تو ملنا تھا! لیکن میرے پاس تو کوئی بھی نہیں تھا! کوئی رشتہ بھی نہیں تھا! تم نے تو پھر اپنے بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتے یہ قیمتی

لمحات محسوس کئے ہیں! میں تو ان لمحات سے بھی لطف نہیں اٹھا سکتا!! میں تو تمہارا پیٹ چوم کے اپنے بچے کی موومنٹ بھی محسوس نہیں کر سکا!! تم بولتی ہو میں بیٹے کے لئے واپس آیا ہوں! یا اس لئے واپس آیا ہوں کیونکہ مجھے اپنی ضرورت یا تمہارے بدن کی طلب کھینچ لائی ہے! لیکن میر ایقین کرو ایسا نہیں ہے! مجھے لگتا تھا تم میری دیوانی ہو تو ساری زندگی میری دیوانی بنتی یوں ہی ہر روز مجھے فون اور میسج کرو گی!! یار میں تو ناراض تھا اووزی! میں نے تو تھوڑا بہت بھرم دیکھانا تھا! لیکن میں نہیں جانتا تھا یہ بھرم دیکھاتے ہوئے میں تمہیں اتنا خفا کر دوں گا!! ایک دن ہمت کر کر کے تمہارے تمام بقیا میسج دیکھنے چاہے تو معلوم ہوا تم ڈیلیٹ کر چکی ہو! اس قدر ناراض ہو گئی ہو کہ انسٹا اور ایف بی کا اکاؤنٹ بھی ڈیلیٹ کر دیا ہے!! مجھے غصہ آیا تھا بہت آیا تھا کہ میری دیوانی میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟ ان نو ماہ اس آگ میں جلتا رہا کہ آخر کیا ہو گا ان میسجز میں؟ آج بھی نہیں جان پایا کہ تم نے ان میسجز میں کیا بولا تھا! لیکن اگر تو تم نے ان میں مجھے اپنی پریگنینسی کا بتایا تھا تو قسم لے لو مجھے اتنا سا بھی علم نہیں تھا تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو!! جب میں ہجر کاٹ کاٹ کے تھک گیا تو واپس آنے کے بہانے تلاش کرنے لگا!! یقین کرو ایک ایک رات بھاری پڑتی تھی!! لیکن مرد تھا یار پہلے ہی عزت نفس کی ایسی کی تیسی ہو چکی تھی اس دفعہ اپنی عزت نفس کچلنے کا دل نہ کیا! ایک دن یوں ہی تمہاری یاد میں تڑپتا ہوا خود کو تکلیف دے رہا تھا جب اچانک سے میرے فون پہ کال موصول ہوئی میں نے تمہاری یادوں میں کھوئے وہ فون اٹھا لیا!! شاید تم سب کی دعائیں قبول ہوئی تھی جو میں نے نمبر دیکھے بغیر فون اٹھا لیا! فون پہ داجی تھے! رونے لگے گر گرانے لگے واپس آجاؤں میں پھر بھی انا اور ضد کا بھرم رکھنے لگا لیکن جب بات باپ پہ آئی تو رہا نہ گیا! وہ کہنے لگے تمہارے باپ کو ہارٹ اٹیک آیا تھا وہ بیمار رہنے لگے ہیں!! اس جملے نے میری دھڑکنیں بڑھا دیں میر ابس چلتا تو اسی وقت باپ کے پاس اڑ کے پہنچ جاتا! کیسی ناراضگی کون سی ناراضگی کچھ یاد ہی نہ رہا!! صرف یاد تھا تو یہ کہ میرا باپ تکلیف میں رہا ہے اور میں بے خبر رہا ہوں؟ لعنت ہے کاظم شاہ تجھ پہ انتیس سال اس انسان نے تجھ سے بے لاس پیار کیا! تو کیا ہو گیا جو ایک سال ذلیل کر دیا؟ ایسے سگی اولاد تو نہیں کرتی!! اللہ جانے میں نے اس وقت خود کو اتنا ایموشنل کیوں کیا تھا شاید مجھے ایک بہانہ ملا تھا واپس آنے کے لئے! کیونکہ بابا جان تو ٹھیک ہو چکے تھے پھر میری تڑپ کیوں حد سے زیادہ تھی؟؟ میں نے اسی وقت پاکستان کی فلائٹ کروائی!! یہاں پہ عزت نفس کو تھپک تھپک کے سلایا کہ جس ہویلی سے باپ نے نکل جانے کو بولا تھا میں تو صرف بیٹا

ہونے کا حق ادا کرنے واپس جا رہا ہوں لیکن دل کی بات تو صرف خدا جان سکتا ہے نا اور یہ میرا خدا جانتا ہے میں تمہارے عشق میں تڑپتا ہوا پاکستان آیا تھا!! یہ بہانہ میں ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا! شاہ کافی دفعہ مجھے منانے آیا میں سامنے نہیں جاتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا وہ مجھے زور زبردستی منا کے لے جائے گا لیکن میں تب جانے چاہتا تھا جب سب کے ساتھ ساتھ میری بھی بس ہو جائے!! اگر تو تمہیں لگتا ہے کہ آسٹریلیا میں میں نے یہ نو ماہ عیش کرتے ہوئے گزارے ہیں تو تمہیں غلط لگتا ہے اووزی!! یہ نو ماہ مجھ پہ بہت بھاری پڑے ہیں! مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تھی! سیگریٹ نوشی کی اس قدر انتہاء کر دی تھی کہ خود سے ایک نشئی والی فیلینگز آنے لگی!! تمہاری قربت میں گزارے گئے لمحات یاد کر کے میری جو حالت ہوتی تھی وہ ناقابلِ بیان ہے!! تمہارے ساتھ گزرا وہ آخری روز میں کبھی نہیں بھولتا تھا! وہ دن ہر لمحہ میری تڑپ بڑھاتا تھا! تمہیں نیچے پلر کے پاس کی گئی وہ آخری کس میں کبھی نہیں بھولتا تھا کیونکہ اس کس نے میری تشنگی میں بے حد اضافہ کیا تھا! تمہارے الفاظ پیچھا نہیں چھوڑتے تھے!! ان شارٹ اگر میں تمہیں بتاؤں تو میں آسٹریلیا بزنس سیٹ کرنے کی بجائے عاشق بننے گیا تھا! پاکستان نے مجھے ظالم اور سفاک بنا کے بھیجا تھا تو آسٹریلیا نے مجھے تمہارا عاشق بنا کے لوٹایا ہے!! ائیر پورٹ پہ فلائٹ مس ہوئی تو میں یونہی انسٹا کھول کے سکرال کرنے لگا چھوٹے شاہ کی پروفائل پہ ایک بچے کے ہاتھوں پیروں کی تصویر دیکھ کے میں بنا پلکیں جھپکائے ساکت رہا!! میں سمجھ نہ سکا یہ بچہ کس کا ہے لیکن دل دھڑکتا ہوا سینے کی دیواروں کے ساتھ پٹکتا رہا!! میں اس تصویر کو پوری رات دیکھتا رہا اور پھر جب واپسی کی فلائٹ ہوئی اس روز بھی میں بے خودی میں وہ تصویر دیکھتا رہا!! مجھے پاکستان اپنی ہویلی آ کے احان شاہ کی باتوں سے معلوم ہوا تھا میں ایک بچے کا باپ ہوں! وہ بچہ جس کے ہاتھ پیر میں پاگلوں کی طرح زوم کر کر کے دیکھتا رہا ہوں وہ ازمیر کاظم شاہ ہے "میرا میر"۔۔باپ بننے کا احساس کیسا ہوتا ہے کاش میں وہ بیان کر سکتا!! کاش!! جانتی ہو اس وقت دنیا رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی! سب سے پہلے خیال تمہارا آیا تھا کیا تم ٹھیک ہو؟ میری چھوٹی سی اووزی جو خود میرا بچہ ہے وہ میرے بچے کو جنم دینے کے بعد زندہ رہی ہو گی؟ اس نے کتنا پکارا ہو گا مجھے؟؟ اسے کتنی تکلیف ہوئی ہو گی؟ اس نے پچھلے نو ماہ کتنی تکلیف برداشت کی ہو گی؟؟ تم سے ملاقات کے بعد جب تمہارے زخم کی ڈریسنگ کرنے لگا تو گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا اٹکا تھا!! مرد تھا کمزور پر کے سرعام رونا نہیں چاہتا تھا لیکن آخر کب تک کنٹرول کر سکتا تھا؟ تمہاری ڈریسنگ کرنے کے بعد واشروم میں ہاتھ دھونے کے بہانے نہیں بلکہ رونے کے

بہانے گیا تھا! اب بولو گی میں تو ظالم ہوں میں بھلا کیسے کسی کے لئے رو سکتا ہوں؟ تو سنو میری بات یہ انسان جسے تم پتھر دل اور ظالم سمجھتی ہو وہ ان نو ماہ میں تمہارے لئے ہر رات رویا ہے!! تمہاری جدائی نے مجھے تڑپا تڑپا کے رلایا ہے!! یہ صرف میں، میرا تکیہ اور میرا خدا جانتا ہے میں ان ہجر کی گھڑیوں میں اپنے عشق کے لئے کتنا رویا ہوں!! میں تو تب بھی نہیں رویا تھا جب اپنوں کی بے اعتباری سہی تھی؟ تم مجھے رلا گئی ایزل شاہ اور اتنا رلا گئی کہ خود سے لڑکیوں والی فیلنگ آنے لگی!! ہرٹ تو میں بھی بہت ہوا ہوں لیکن میں مرد ہوں شاید اس لئے کسی کو میری تکلیف اتنی محسوس نہیں ہو گی جتنی تمہاری ہو گی! اور تمہاری تکلیف چھوٹی نہیں ہے تم نے جب سے میرا بچہ پیدا کیا ہے میرے دل میں تمہارے لئے احترام مزید بڑھ گیا ہے! عقیدت مزید بڑھ گئی ہے، محبت انتہا پہ پہنچ چکی ہے، عشق نے مزید ایک منزل تہہ کر لی ہے، میں سمجھ سکتا ہوں اس وقت میں ایک عورت کو اپنے شوہر کی کتنی ضرورت ہوتی ہے! تو میں تم سے دور رہنے کا گناہ کیسے کر سکتا ہوں؟" ہاں میں اقرار کرتا ہوں یہاں میں تمہارے ساتھ زیادتی کر گیا!! میں اقرار کرتا ہوں یہاں میں اپنی اوزی کی برداشت کے لیول کے ساتھ کھیل گیا جس کی سزا اللہ نے مجھے میرے بچے سے پورے نو ماہ غافل رکھتے ہوئے دی تھی! اللہ نے ایسی سزا دی کہ میں ان خوبصورت لمحات میں سے ایک بھی محسوس نہ کر سکا! اگر اللہ چاہتا تو میں اسی روز تمہارے پاس پہنچ جاتا جس دن تمہاری ڈیلیوری ہوئی تھی یا تم سب کے میسج اور کال وقت پہ دیکھ لیتا لیکن اللہ نے مجھے سزا دی میری فلائٹ ڈلے کروا دی تا کہ میں اپنے بچے کو سب سے پہلے اپنی بانہوں میں محسوس نہ کر سکوں! تمہاری ڈیلیوری کے دوران تمہارا ہاتھ تھام کے تمہارے ماتھے پہ بوسا نہ سکوں!!"۔۔۔۔۔وہ اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکائے ایک ایک لفظ شدت بھرے انداز میں بولتا ازیت سے اپنی آنکھیں میچ گیا وجہ اسکے آنسو تھے! وہ اسکی بانہوں میں ٹوٹ کے رو رہی تھی۔۔

میں اپنے ساتھ ہوئی اس زیادتی کے لئے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی چاہے آپ مجھے سے عشق کریں یا عشق پرو میکس!! آئی ڈونٹ کیئر!!۔۔۔اسکے لبوں کا سلگتا لمس اپنے چہرے پہ محسوس کرتی ایزل شاہ اسکا چہرہ خود سے دور کرتی اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے معصومیت سے غرائی تھی۔۔وہ اتنے پیارے انداز میں یہ دو جملے بولی تھی کہ وہ بے ساختہ اسکے سرخ ہونٹوں کو خمار آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا، اس نے اس قدر کیوٹ انداز میں "عشق پرو میکس" بولا تھا کہ وہ اسی وقت اسکے ہونٹ چوم گیا۔۔

مت کرو معاف!! تمہارے پاس قیامت تک کا وقت ہے مجھے معاف مت کرنا کیونکہ میرا یہ گناہ قابلِ معافی نہیں ہے میں تمہاری حاملہ حالت میں تمہاری کیئر نہیں کر سکا یہ جرم چھوٹا نہیں ہے! اگر میرے میر کو بڑے ہو کے معلوم ہو گا کہ اسکا باپ ان نازک گھڑیوں میں اسے محسوس کرنے کی بجائے اس سے اور اسکی ماں سے دور رہا ہے تو یقیناً وہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا!! میں صرف یہ چاہتا ہوں ہمارے درمیان یہ تمام غلط فہمیاں دور ہو جائیں! ایک دوسرے کے لئے دل میں جو بدگمانی کے بادل ہیں وہ چھٹ جائیں!! اس گناہ کے لئے معاف نہ کرو ویسے ہی مجھ سے بات کر لیا کرو! ناراض رہ لو غصہ بھی دیکھا لو لیکن ایک کمرے میں رہتے ہوئے زبان پہ تالا مت لگاؤ! جس طرح سے میر کے ساتھ ہنستی ہو تھوڑا سا میرے ساتھ بھی ہنس لیا کرو دن اچھا گزرے گا؟۔۔۔اسے غصے میں آتے دیکھ کے وہ اسکے آنسو پیار سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا نرمی سے اسے ڈیل کرتے ہوئے اسکی گردن پیار سے چومنے لگا۔۔

میرے ساتھ اتنے اچھے مت بنیں! ابھی بھی جائیں موو آن کریں کیونکہ آپکو تو کسی کی ضرورت نہیں ہے اور ایک ایسی بیوی کی تو بالکل نہیں جو پڑھائی سے دور بھاگتی ہو!!اب جب میں نے اپنے پیپروں کی تیاری خود کر کے سیکنڈ ائیر پاس کر لی ہے تو اووزی یاد آ گئی۔۔۔وہ پھر سے ہچکیوں سے روتی اسکا چہرہ اپنی گردن سے ہٹانے کی تگ و دو کرنے لگی جب اسکے معصوم سے غصے پہ وہ ایک دم سے تھوڑا سا نیچے جھک کے اسکی دھڑکنوں پہ بھرپور انداز میں جسارت کرنے لگا، اپنی دھڑکنوں پہ اسکے ہاتھوں اور لبوں کا لمس محسوس کرتی ایزل شاہ بے ساختہ اسکے کندھے تھام گئی۔۔چہرہ سرخ ہوا تھا۔اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں سے بے باکی سے چھوتا وہ چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

لیکن ایک ایسی بیوی کی تو ضرورت ہے جو میری دیوانی ہے اور جس کا میں عاشق ہوں!!۔۔۔وہ پیار سے بولتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے بیڈ سے تھوڑا سا اٹھاتا اپنے سینے میں بھینچ کے اسکی دھڑکنوں کی نزاکت محسوس کرنے لگا۔۔وہ اسکے انداز پہ پہلے سے زیادہ سرخ پڑی تھی۔۔رونے کی وجہ سے چہرا تو پہلے ہی سرخ ہو رہا تھا جس پہ تضاد یہ قوس قزح کے بکھرے رنگ اسکی خوبصورتی میں مزید نکھار پیدا کرنے لگے۔۔

چلہ کب ختم ہو گا تمہارا؟۔۔۔۔اسے سرخ پڑتے دیکھ کے وہ اسے آنکھ ونک کرتا بے باکی سے استفسار کرنے لگا، وہ روتے ہوئے سٹپٹائی تھی۔۔اپنے چہرے کو سنجیدہ بناتی وہ اسکے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے لگی وہ مزید اسے خود کے قریب کر گیا۔۔

یہ مت سمجھنا تمہارے جسم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ سب کلئیر کیا ہے!! میں تمہارے نزدیک تب تک نہیں آؤں گا جب تک تم خود رضامند نہیں ہو گی! میں نہیں جانتا تھا نکاح کی رات تمہارے نزدیک آنے پہ تم مجھ سے اب تک بدگمان رہی ہو گی! اسی لئے اب میں تمہاری رضامندی سے تمہارے جسم میں اتروں گا لیکن ہاں میرے لبوں اور ہاتھوں کی گستاخیوں کو روکنے کی غلطی تم نہیں کرو گی ورنہ نتیجے کی ذمہ دار خود ہو گی!!۔۔۔وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا مزید گویا ہوا تاکہ وہ اسکی بے باک بات کو سن کے پھر سے بدگمان نہ ہو جائے! وہ تو ایسی باتیں اسے شرمانے پہ مجبور کرنے کے لئے کرتا تھا۔۔

دوسری عورتوں سے باتیں ختم نہیں ہوتی!! بچے کے کپڑے لائے نہیں جاتے! آئے ہیں عشق کرنے!!۔۔۔۔۔

اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کے وہ اسے ایک دم سے خود سے دور کرتی بیڈ سے اٹھتے ہوئے بربرائی تھی آواز اتنی ضرور تھی کہ وہ آسانی سے سن سکے۔۔کاظم شاہ اس پہ اپنی گرفت ہلکی کر چکا تھا اسی لئے تو وہ اسکے پہاڑ وجود کو خود سے ہٹا پائی تھی ۔وہ اسکے ناز و انداز دیکھ کے رہ گیا ابھی وہ زور زور سے رو رہی تھی اور اب منہ کے زاویے بگاڑتی خود سے غصے سے مخاطب وہ بے حد کیوٹ لگ رہی تھی۔۔وہ اسکے تکیے کے پاس پڑا اپنا دوپٹا ہاتھ بڑھا کے پکڑنے لگی جب وہ اسکا یہی ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے سینے پہ گرا کے دو سے تین دفعہ کروٹ بدلتا اسکے چہرے پہ اپنی گھنی بیرڈ مونچھیں رگڑنے لگی۔

اسکے گالوں پہ اپنی بیرڈ رگڑنے کے بعد وہ نیچے کی طرف بڑھتی اسکی گردن پہ یہ عمل دھرا رہا تھا، ایزل شاہ کو اس اچانک افتاد پہ گدگدی سی محسوس ہوئی تھی، وہ اپنا نچلہ لب دبا کے اپنے چہرے کے تاثرات سپاٹ بناتی اپنی مسکراہٹ روکنے کی بھرپور تگ و دو کرنے لگی وہ جارحانہ انداز میں اسکے چہرے اور گردن پہ اپنی گھنی گولڈن بیرڈ رگڑ رہا تھا جس پہ ناچاہ کے بھی مسکراہٹ بار بار اسکے لبوں کا حصہ بن رہی تھی لیکن وہ مسکرانا نہیں چاہتی تھی! جتنا اس نے اسے تڑپایا تھا وہ بدلے میں اسے اتنا تڑپا کے معافی دینا چاہتی تھی۔۔

کس دوسری عورت سے بات کی ہے میں نے؟۔۔۔اسے اپنی مسکراہٹ روکتے دیکھ کے وہ اسکے گال زور سے چومتا آئیبرو آچکا کے گویا ہوا تھا۔۔ازمیر شاہ اور کٹی اپنا رومانس جھاڑتے کب کے سو چکے تھے ورنہ ان دونوں کو اتنی دیر ایک دوسرے کے قریب قطعی برداشت نہ کرتے۔۔

پتا نہیں!۔۔۔۔وہ آنکھیں گھما کے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔۔اب اسکا دل رونہیں رہا تھا،ان گلوں شکووں کے بعد دل میں جیسے کوئی سکون سا اترا تھا۔۔اسکے جیلس انداز پہ وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر گیا،وہ کچھ کچھ جیسے سمجھ گیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے وہ آن لائن میٹنگ میں عورتوں سے بھی مخاطب تھا شاید وہ ان پہ چوٹ کر رہی تھی۔۔

چلو شاپنگ پہ چلتے ہیں!! ۔۔۔۔۔وہ اسکی کمر کے گرد ہاتھ باندھ کے بیڈ سے اٹھتا اسکی شہ رگ کو ہولے سے دانتوں میں دبا کے گویا ہوا۔۔

نیچے اتاریں! مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا!!۔۔۔وہ غصے سے بولی،اسے اس کے یاد کروانے پہ یاد آیا تھا کہ ان کی ہویلی میں کوئی شادی آنے والی اور انہیں شاپنگ کی ضرورت ہے۔۔۔

لیکن مجھے تو تمہارے ساتھ جانا ہے سویٹ ہارٹ!!۔۔۔وہ اسکے لبوں پہ اپنی مونچھیں رگڑ کے پیار سے بولتا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔۔اسے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ سٹپٹائی تھی! اس دن والا منظر آنکھوں کے پردے میں لہرایا تھا جب وہ اسے زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے کے گیا تھا۔۔

ازمیر روئے گا!! مجھے نہیں جانا!!۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی اسکے سینے پہ مکے جھڑنے لگی۔۔

ازمیر کا رونا اب بنتا بھی ہے سویٹ ہارٹ !

Because his dad is back with a bang

وہ قہقہہ لگا کے بولتا ہوا اسے آنکھ ونک کرتے اپنے سینے میں بھینچتا ڈریسنگ روم میں داخل ہوتے ہی دروازہ ٹھپ سے بند کر گیا۔ایزل شاہ روہانسی ہوتی اپنے ہاتھ پیر چلا کے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ ڈھیٹوں کی طرح اسے لب اپنے ہونٹوں میں لاک کرتا الماری کی طرف بڑھ گیا۔۔

اس کی مزاحمت نظر کرتا اسے شاپنگ پہ جانے کے لئے خود تیار کرتا وہ اسے اٹھائے دس منٹوں میں ڈریسنگ روم سے باہر تھا۔۔وہ اسے غصے سے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی،وہ اس وقت ڈارک براؤن فراک میں ملبوس خود پہ کالی کڑھائی والی بڑی سی چادر لئے کاظم شاہ کی بانہوں میں موجود تھی۔۔

شاپنگ تو میں نے اپنے بیٹے کے عقیقے کی بھی بہت کی تھی لیکن افسوس جب آپ میر اوہ سپیشل دن برباد کر سکتے ہیں تو مجھے آپ سے ابھی بھی کوئی اچھے کی امید نہیں ہے! یقیناً میرے لالہ کی شادی بھی مجھے رو دھو کے گزارنی پڑے گی۔۔۔وہ اس پہ گہرا طنز کرتی دبے دبے غصے سے گویا ہوئی۔۔

روئیں تمہارے دشمن! ہم کیوں روئیں؟ ہم تو لونگ اور آئیڈیل کپل ہیں!!۔۔وہ اسکی عقل پہ افسوس کرتا اسکے ماتھے پہ لب رکھتے اسے اپنی بانہوں سے نیچے اتارتا سوئی ہوئی کٹی کو احتیاط سے ازمیر سے دور کرتا اسکے جاگنے سے پہلے ہی ازمیر کو تھپکتے ہوئے اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔۔

سوری اس دن کے لئے!! میری انٹینشن تمہارا دن خراب کرنے کی بالکل نہیں تھی! اور اگر تم بولو تو ہم پھر سے عقیقہ کر لیں گے؟۔۔۔وہ اب پھر سے ایزل شاہ کے پاس آ کے اسکے گردن اپنے بازو کا حصار باندھتا دروازے کی طرف بڑھتے نرمی سے بولا تھا،وہ آنکھیں گھماتی اس سے چہرہ موڑ گئی۔۔کاظم شاہ اسکے انداز پہ تاصف سے سر ہلاتا اپنے گول گپے کو ہولے سے چومتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔ازمیر شاہ کو مام کو تھمانے کے بعد وہ ایزل شاہ کو شاپنگ پہ لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

)میرا بچہ تم نے اپارٹمنٹ جاتے ہی اسکا گریبان اپنے ہاتھوں میں دبوچ کے اسے کھری کھری سنانی ہیں! اور رونا تو بالکل نہیں ہے! اگر ہو سکے تو دو چار تھپڑ اور مکے بھی ٹکا دینا اور پوچھنا اسکی جرآت کیسے ہوئی اس لڑکی کے ساتھ کافی پینے کی؟(

ذائشہ کمرے میں آتے ہی روتے ہوئے اوندھے منہ بیڈ پہ گری تھی جب میرال شاہ کے مال میں اسکے کان میں بولے گئے الفاظ پھر سے اس کے کانوں میں گونجے تھے،وہ اسے کتنی ٹپس دیتی رہتی تھی اور آج جو اس کی ایک ٹپ پہ اثر کر ہی لیا تھا تو وہ کیسے شیروں کی طرح اپنی ایک ہی دھاڑ پہ اسے رونے پہ مجبور کر چکا تھا اور وہ رو دی؟۔۔

)یہ دیکھو یہ ساری شاپنگ تمہیں اس لئے کروائی ہے تاکہ اس شوخے انسان کو اپنی انگلیوں پہ نچا سکو! جیسے اس نے اس لڑکی کے ساتھ کافی پی کے تمہیں جلایا ہے! تم آج رات یہ جینز اور یہ سکنی ریڈ شرٹ پہن کے اسے جلا کے راکھ

کرو گی!! وہ تمہارے قریب آنے کی کوشش کرے گا لیکن تم اسے رکھ رکھ کے جواب دینا تاکہ اسکے ہوش ٹھکانے لگیں! جب ایک رات بیوی سے دور ہو کے گزارے گا تو پتا چلے گا دوسری لڑکیوں کے ساتھ کافی کیسے پیتے ہیں(!!

میر ال شاہ کے مزید الفاظ یاد آئے تو آنکھیں پھر سے آنسوؤں سے بھر گئی! وہ اسے کیسے بتاتے وہ دونوں تو ایک اپارٹمنٹ میں رہ کے بھی الگ الگ رہتے تھے! وہ تو اسے مخاطب کرنا ہی چھوڑ چکا تھا لیکن پھر پتا نہیں دل میں کیا سمائی جو اٹھ کے وہ ساری شاپنگ دیکھنے لگی جو میر ال شاہ نے اسے زبردستی کروائی تھی۔ اس نے آج رات اسے جینز اور یہ ریڈ شرٹ پہننے کا مشورہ دیا تھا جسے دیکھتے ہی وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی لیکن پھر اپنا رونا یاد آیا تھا ارزم شاہ کا بلاوجہ کا غصہ یاد کرتے جب خود بھی غصہ آیا تو شرم وحیا بھاڑ میں جھونک کے جینز اور شرٹ اٹھاتی واشروم کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں واپس سے کمرے میں موجود تھی لیکن اب وہ چادر شلوار قمیض میں ہر گز نہیں تھی بلکہ اس وقت وہ بلیو جینز پہ میر ال شاہ کی کہی گئی شرٹ پہنے ہوئے تھے۔۔ یہ ڈریسنگ آج اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار کی تھی۔۔ آئینے کے سامنے آ کے اپنا عکس دیکھتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اپنے بدن کے ساتھ چپکی اس شرٹ کو لوز کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی وہ شرٹ لوز ہونے کی بجائے اسکے بدن کے ساتھ چپکتی اسکے نشیب و فراز مزید نمایاں کر رہی تھی۔۔ اسے اس حالت میں ارزم شاہ کے پاس جانے میں بے حد شرم محسوس ہو رہی تھی۔۔ وہ شرم سے لال پڑتی واپس واشروم کی طرف مڑنے لگی جب اس چڑیل روشنی کا چہرا آنکھوں کے پردے میں لہرایا وہ بھی تو اس سے واحیات ڈریسنگ پہنے اسکے شوہر کے ساتھ قہقہ لگاتی اسے کافی کی آفر کر رہی تھی اور اس پہ تضاد اسکا شوہر کیسے اس لڑکی کو گھور کے دیکھ رہا تھا! وہ سب یاد کرتے ہوئے ذائشہ خان کا پٹھانوں والا غصہ پھر سے جاگا تھا، رونے کی وجہ سے چہرہ تو پہلے ہی سرخ تھا، اسکے پٹھانی نقوش اس قدر خوبصورت تھے کہ میک اپ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔۔ وہ اپنے لمبے ڈارک براؤن بال کھول کے آگے کی طرف کرتی پیروں پہ سٹائلش ساجوتا پہنتی اپنے دہکتے گالوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔ اسے اپنا ایک ایک قدم من من بھر کا محسوس ہو رہا تھا لیکن یہ سب ضروری تھا!! وہ اسے تگنی کا ناچ نچانے کا ارادہ رکھ رہی تھی۔ اپنے کمرے سے نکل کے اسکے کمرے کی طرف آتے وہ اپنی دھڑکنوں کو نارمل کرتی چہرے کے تاثرات سپاٹ بناتی ارزم شاہ کے کمرے کا دروازہ بجانے لگی۔۔ کمرے کا دروازہ بجتے دیکھ کے ارزم شاہ جو خود کو کب سے فون میں مصروف کر رہا تھا، آئیبرو آچکا

کے دروازے کی طرف دیکھتا پیروں پہ چپل پہنتے ایک فون کال سننے لگا۔۔وہ مصروف انداز میں فون پہ بات کرتا جمائی لیتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا جب سامنے کھڑی ذائشہ خان کو دیکھ کے اسے جیسے فون سے ایک کرنٹ سی محسوس ہوئی تھی، فون اگلے ہی پل زمین بوس ہوا تھا، ارزم شاہ کی جمائی اسکے حلق میں اٹکی تھی، شہد رنگ آنکھیں بے ساختہ پھیلی تھی، وہ اپنی پلکوں کو کئی بار جھپکاتا ذائشہ خان کی طرف دیکھنے لگا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ نا محسوس انداز میں اپنے دوسرے ہاتھ پہ چٹکی کاٹتے ہوئے اسے محسوس ہوا تھا یہ خواب قطعی نہیں ہے۔۔ریڈ ٹائٹ شرٹ میں اسکے بدن کی خوبصورتی دیکھتے اسے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ چاہے اپنے ڈارک براؤن بال دونوں طرف سے آگے کو کئے ہوئے تھی لیکن یہ بال اسکے رعنائیاں چھلکتے وجود کی خوبصورتی چھپانے کے لئے ناکافی تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط86(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

ارزم شاہ جو پاگلوں کی طرح اسے دیکھنے میں مصروف تھا، تھوک نگل کے اپنے جذبات اور اپنی نظروں پہ قابو پاتے ہوئے اس سے نظریں پھیرتے ہوئے جھک کے اپنے پیر کے پاس گرا اپنا فون اٹھایا تھا، فون کال بند ہو چکی تھی، فون کا صرف پروٹیکٹر تھوڑا سا ڈیمج ہوا تھا۔۔

کیا کام تھا؟۔۔۔۔وہ فون اٹھا کے سیدھا کھڑا ہوتا سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔وہ اب کام کے علاوہ کوئی بات نہیں کیا کرتے تھے۔۔

و۔وہ۔۔بھوک۔۔لگی۔۔ہے۔۔۔۔اپنی اتنی تیاری کے بعد بھی اسے سنجیدہ دیکھ کے وہ اپنی بھرائی آواز پہ قابو پا کے اس کے نزدیک ہوتی ہمت سے اسکے سینے پہ اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔وہ اسکے انداز و اطوار پہ اسے دیکھ کے رہ گیا، وہ کب خود یوں اسکے قریب آتی تھی؟ اور ابھی تو وہ سب باہر سے کھانا کھا کے آئے تھے پھر اسے دوبارہ سے بھوک کیوں لگ رہی تھی؟؟ وہ ابھی یہ سب سوچ ہی رہا تھا جب اسے یاد آیا تھا وہ باہر سب کے ساتھ گھومنے پھرنے کے دوران بھی روتی رہی ہے، اور ماسک اتارنے کی غلطی اس نے کی نہیں تھی! تو پھر کھانا کیسے کھاتی؟

تو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتا پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔۔

تو میں کیا کھاؤں؟۔۔۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھ کے معصومیت سے گویا ہوئی البتہ اسکا فاصلہ بنانا اس نے بغور نوٹ کیا تھا۔۔

مجھے نہیں لگتا یہ سب مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہے وہ رہا کچن!! سائمہ (ملازمہ) رات کا کھانا بنا کے ہی کوارٹر میں گئی تھی! ۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتا دھڑکتے دل سے دروازہ بند کرنے ہی والا تھا جب وہ جلدی سے اسکے کمرے میں داخل ہوئی۔اسکی حرکتوں پہ وہ اپنی حیرانگی پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

و۔وہ۔۔مجھے۔۔سائمہ۔۔۔کے۔۔۔ہاتھ۔۔۔کا۔۔۔کھانا۔۔۔نہیں۔۔پسند!!۔۔۔۔اسے حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ لڑکھڑاتے لہجے میں اسکے دروازے کے بالکل ساتھ لگ کے بولی تاکہ وہ دروازہ نہ بند کر سکے۔۔

تو؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے نخرے پہ دانت پیس کے بولا تھا۔اچھا بھلا کھانا بناتی تھی سائمہ!!

تو۔۔مجھے۔۔اس۔۔دن۔۔۔والا۔۔۔کھانا۔۔۔آرڈر۔۔کر۔۔دیں۔۔گے؟۔۔۔۔وہ اپنی ہیزل رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے معصومیت سے لبریز لہجے میں گویا ہوئی تھی۔وہ اسکی اتنی معصومیت پہ عش عش کر اٹھا۔وہ پہلے ہی اس حلیے میں اتنی دلکش لگتی اسکا سکون چین لوٹ چکی تھی اور اس پہ تضاد اسکی یہ معصومیت۔۔۔ہائے وائف بوائے کہیں کا نہ رہا!!!

پیسے ہیں تمہارے پاس؟؟۔۔۔۔۔نا جانے کیوں وہ شاہ دل انسان ہمیشہ اسکے سامنے کنجوسوں والی باتیں کرتا تھا جو ہر فضول چیز پہ بھی ڈبل ٹرپل پیسے لگا دیا کرتا تھا۔۔

ن۔نہیں!!!۔۔۔۔وہ اسکی کنجوسی پہ آنکھوں میں آنسو لئے نفی میں سر ہلا کے معصومیت سے بولی۔

تو پھر جو سائمہ نے بنایا ہے وہی کھاؤ! کیونکہ میرے پاس فضول پیسے نہیں ہیں!!!!۔۔۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے سنجیدگی سے بولتا ہوا اپنے بیڈ کی طرف رخ کر گیا۔۔

آپ۔۔ادھار۔۔آرڈر۔۔کر۔۔دیں! میں۔۔آپ کو میرال آپی سے پیسے لے کے دے دوں گی پھر آپ اس دکان والے کو دو دینا!!۔۔۔وہ بیوقوفی کی حد کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

کیوں؟میرال آپی نے تمہیں گود لیا ہوا ہے؟۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے بولا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔تو!!۔رہنے دیں اب مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔اسے غصے میں آتے دیکھ کے وہ اپنے آنسو روکنے کی غرض سے نچلا گلابی لب دانتوں میں دبا کے ضبط سے بولتی جلدی سے اس کے کمرے سے فرار ہو گئی، کیونکہ وہ اس دن کی طرح اسکے مزید غصے کا نشانہ نہیں بننا چاہتی تھی۔اس کے جاتے ہی ارزم شاہ نے غصے سے بیڈ کی طرف بڑھتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا لیمپ زمین بوس کیا تھا، اگر اسے جانا ہی تھا تو اسکے کمرے میں منہ اٹھا کے داخل کیوں ہوئی تھی؟ کیوں رات کے وقت ایسی ڈریسنگ کرتی اسکے سامنے آئی تھی؟۔۔دل تو کیا موبائل بھی دیوار پہ مار کے توڑ ڈالے لیکن ابھی اسے اس فون کی ضرورت تھی، اسی لئے وہ اسے توڑنے کی بجائے اسے صحیح استعمال میں لاتا اسکا کھانا آرڈر کرنے لگا۔اسکے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں، وہ غائب دماغی سے فون پہ کھانے کا ارجنٹ آرڈر بک کرتا اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔۔آرڈر بک کرتے ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر کی طرف بڑھا تھا کیونکہ اسے یاد آیا تھا وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج کی طرف بھاگی اور لاؤنج میں وہ ہمیشہ جان بوجھ کے گلاس وال کا پردہ ہٹا کے بیٹھا کرتی تھی۔۔لاؤنج میں آتے ہی اسکی سوچ پہ مہر لگی تھی وہ اس جینز اور شرٹ میں ملبوس بنا کسی دوپٹے یا چادر کے گلاس وال کا پردہ ہٹائے صوفے پہ بیٹھی بھیگی پلکوں سے گلاس وال سے نظر آتے باہر لان کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔ ارزم شاہ کے پورے وجود میں چنگاڑیاں سی بھری تھیں، اسکی جرات کیسے ہوئی تھی اس حلیے میں یوں لاپرواہی سے بیٹھنے کی؟ وہ غصے سے سوچتا ہوا لمبے لمبے قدم اٹھاتا گلاس وال تک آ کے زور سے اسکا پردہ گراتا اسے درست کر رہا تھا، وہ جو بھوک کی وجہ سے بھیگی پلکوں سے باہر کی طرف دیکھ رہی تھی، اسے تن فن کر کے یہاں تک آتے دیکھ کے تھوک نگلتی ہوئی سیدھی ہو کے بیٹھی، آنکھوں میں موجود آنسو ہاتھ کی پوروں سے صاف کئے تھے۔وہ اسے غصے سے گھورتا ہوا بنا کچھ بولے باہر کی طرف بڑھ گیا۔وہ بھوک سے پاگل ہو رہی تھی اور وہ اپارٹمنٹ سے باہر جا رہا تھا؟ اس نے اسکے لئے جینز اور یہ شرٹ پہنی تھی اس نے ایک دفعہ پیار سے نظر بھر کے دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا؟ اسکے نظر انداز کرنے پہ اسکے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا، وہ گہری سانس بھرتی اوندھے منہ کشن میں اپنا چہرہ چھپاتی رونے لگی۔۔ابھی اسے کشن میں تکیہ چھپا کے روتے ہوئے آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا جب لاؤنج کا دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔اس نے اپنی گلابی ہوتی بھیگی آنکھوں کو اٹھا کے لاؤنج میں داخل ہوتے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کے ہاتھ میں دو شاپر تھے۔۔ارزم شاہ جو سنجیدگی سے اپنے شہد رنگ بالوں

میں ہاتھ پھیر رہا تھا اسے اوندھے منہ صوفے پہ لیٹے دیکھ کے اسکے دل کی حالت پھر سے غیر ہوئی تھی، اس واحیات سی شرٹ میں اسکی بل کھاتی کمر کو نظارے کرواتے دیکھ کے وہ اپنا چہرہ بے تاثر بناتا اسکی طرف بڑھتے سینٹرل ٹیبل پہ یہ دونوں شاپر پٹختا دوسرے صوفے پہ بیٹھا تھا۔

ادھار منگوا کے دیا ہے!! مجھے کل تک پیسے واپس چاہئیے!!۔۔۔وہ اسکے سراپے کی بے ترتیبی سے نظروں کا زاویہ بدلتا سنجیدگی سے بولتا ہوا اپنی جیب سے فون نکال کے استعمال کرنے لگا، کھانے کے شاپر دیکھ کے ذائشہ خان کی بھوک جاگی تھی اور سب سے زیادہ دل اس بات سے خوش ہوا تھا کہ اس نے اسکے لئے فکر مند ہوتے کھانا آرڈر کر دیا ہے چاہے ادھار ہی سہی! لیکن کیا تو تھا نا؟

ک۔کتنے۔۔پیسے؟۔۔۔وہ سیدھی ہو کے بیٹھتی اپنے بھیگے چہرے کو صاف کرنے کے بعد یہ شاپر کھولتی معصومیت سے استفسار کرنے لگی۔

پنتالیس سو پچاس روپے!!۔۔۔۔وہ کنجوسوں کی طرح اسے ایگزیکٹ رقم بتاتا صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھ گیا، دھیان ہنوز فون میں تھا۔وہ صرف پنتالیس سو یا چار ہزار بھی تو کہہ سکتا تھا نا؟

ا۔اتنا۔۔مہنگا؟۔۔۔وہ جو شاپر کھول رہی تھی اتنے پیسے سن کے ہاتھ پیچھے کو کھینچتی حیرت سے منہ کھولتے ہوئے بولی۔

شاپر کھول کے دیکھو پھر حیرت کا اظہار کرنا!! اگر تو اس میں سے گلی کی نکر پہ کھڑے ریڑھی والے کی گندی چاٹ برآمد ہوئی تو صرف اوپر والے پچاس دینا اور اگر تو وہ چیزیں ہوئی جنہیں تم ندیدوں کی طرح نگل جاتی ہو پھر ڈبل پیسے وصول کروں گا!!۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھ کے ایک ایک لفظ چبا کے تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔وہ معصومیت سے چہرے کے زاویے بگاڑ کے ناک سکوڑتی ہوئی اب کی بار خاموشی سے شاپر کھولنے لگی کیونکہ وہ اس سے طنز مارنے میں جیت نہیں سکتی تھی۔البتہ اسکے الفاظ پہ غصہ اچھا خاصہ آیا تھا لیکن ان شاپرز سے اپنی پسند کے برگر، پیزا، چیز اسٹک اور اسی طرح کا فاسٹ فوڈ نکلتا دیکھ کے وہ سارا غصہ ہوا کی طرح اڑا تھا۔اس وقت اگر یاد تھا تو صرف یہ کہ اسے بہت بھوک لگی ہے، وہ ہر چیز بھاڑ میں جھونک کے پیزا کے ساتھ انصاف کرنے لگی۔وہ گرم گرم سلائس پہ بچوں کی طرح پھونکیں مارتے اسے کھانے لگی، وہ اس وقت ارزم شاہ کو بھی صلح مارنا بھول چکی تھی جس نے اسے یہ سب آرڈر کر کے دیا تھا۔۔اسے کھانے کے ساتھ اتنا انصاف کرتے دیکھ کے وہ اپنی نگاہیں پھر سے فون پہ مرکوز کر گیا البتہ دل اسکا

بری طرح سے جل رہا تھا کہ بیوی نے ایک دفعہ بھی کھانے کی صلح نہیں ماری تھی، اسے آج سمجھ آئی تھی اس دن ذائشہ خان اسکے اکیلے اکیلے کھانے پہ اتنا غصے میں کیوں آئی تھی!!۔۔

کنجوس وائفی!!۔۔۔۔۔وہ دل میں جلے کٹے انداز میں سوچتا اپنا سر جھٹک گیا۔۔

اوفووو!!! مجھے آپ کا دینا تو یاد ہی نہیں رہا!! کھائیں گے ؟۔۔۔۔بالکل اینڈ پہ پیزے کا جب ایک سلائس رہ گیا تب ذائشہ بی بی کو ہوش آئی تھی کہ اسکا ایک ذاتی شوہر بھی ہے جس نے اسے یہ سب منگوا کے دیا ہے! اسکا مدعا سننے کے بعد اس پیزے کے آخری سلائس کو بھی آدھ کھایا دیکھ کے ارزم شاہ کا دل کیا باقی چیزیں اس سے چھین کے خود کھا جائے اور یہ پیزے کا آخری آدھا ادھورا سلائس بھی اسکے منہ میں اپنے ہاتھوں سے ٹھونس دے لیکن وہ ایسا کرنے کی بجائے بنا کوئی جواب دیئے ضبط سے پھر سے موبائل استعمال کرنے لگی۔۔

ی۔یہ۔۔برگر۔۔کھا۔۔لیں ؟۔۔۔ارزم شاہ کے چہرے پہ امڈ تا غصہ دیکھ کے وہ زبان دانتوں کے نیچے یتیم پیزے کو ایک سائیڈ کرتے اب اسے اپنا برگر کھلے دل سے آفر کرنے لگی۔۔

نہیں!(اکیلی ٹھونس جاؤ یہ بھی)۔۔۔۔۔۔وہ بظاہر ایٹیٹوڈ سے یک لفظی جواب دیتا دل میں اچھا خاصا کڑھ رہا تھا۔وہ اسکے انکار پہ کندھے اچکا کے اپنا برگر کھانے میں مصروف ہو گئی۔وہ برگر کھاتے ہوئے مسلسل اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو کسی سے ٹیکسٹ میسج پہ بات کرتا مسلسل مسکرا رہا تھا یا اپنا نچلہ لب دبا کے مسکراہٹ روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسا کیا تھا فون میں جو اسکی بتیسی بند نہیں ہو رہی تھی؟ کیا وہ اسی اندھیرے (روشنی) سے بات کر رہا تھا؟؟ ذائشہ خان نے جیلس انداز میں سوچا تھا۔۔

آہہ!! اس میں بہت مرچ ہے!!۔۔۔وہ فوراً سے آنکھوں میں جھوٹی معصومیت اور جھوٹے آنسو لاتی روہانسی آواز میں گویا ہوئی تھی۔ارزم شاہ جو کب سے کن اکھیوں سے موبائل استعمال کرتا وقفے وقفے سے اسے دیکھ رہا تھا، اسکی روہانسی آواز پہ بے ساختہ چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

تو؟ میں کیا کروں ؟؟۔۔۔۔۔اپنے چہرے پہ سنجیدگی کا خول چڑھائے وہ سپاٹ انداز میں بولا تھا، اسے کھانا منگوا دیا تھا! کیا یہ کافی نہیں تھا جو اب اسکے نخرے بھی برداشت کرتا؟

ی۔یہ۔۔یہاں۔۔م۔مرچ۔۔۔لگ۔۔ر۔رہی۔۔ہ۔ہے!!!۔۔۔اسکے سپاٹ انداز پہ اب کی بار در حقیقتاً اسکی آنکھیں بھر آئی تھیں ابھی وہ کیسے فون پہ مسکرا مسکرا کے باتیں کر رہا تھا اور اب کیسے اس سے بات کرتے ہی سنجیدہ ہو چکا تھا جیسے مسکرایا کی نہ ہو! ذائشہ خان اس برگر کو سینٹرل ٹیبل پہ رکھ کے اٹھ کے صوفے پہ اسکے بالکل قریب بیٹھتی اپنے لبوں پہ انگلی رکھے شرم وحیا اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے بولی تھی۔۔اسکے انداز پہ ارم شاہ کی نگاہیں بے ساختہ اسکے گلابی بھرے بھرے لبوں پہ مرکوز ہوئی تھیں، وہ اسکے بے حد نزدیک بیٹھی اسے بہکا رہی تھی؟ اسکا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

تو؟؟۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ بے حد مشکل سے اسکے لبوں سے نگاہیں ہٹا کے اپنے موبائل میں مصروف ہو تا ضبط سے بولا تھا، البتہ دل کی دھڑکنیں ابھی تک ادھم مچاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

ا۔اس۔۔دن۔۔بھی۔۔۔تو۔۔مر۔مرچ۔۔لگی۔۔تھی۔۔نا۔۔تو۔۔۔ذائشہ خان اسے اس روز کا واقعہ یاد کرواتی شرم سے اپنی نگاہیں اپنی گود میں موجود انگلیوں پہ مرکوز کرتی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔وہ اسے بتانا چاہتی تھی اس دن بھی تو اس نے اسکے ہونٹوں سے ساری مرچ چنتے ہوئے اسکے لبوں پہ بے حد نرمی دیکھائی تھی تو کیا اب اسکے مرچ لگنے پہ وہ یہ عمل نہیں دہرائے گا؟

تو؟؟؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات کا مطلب سمجھتا اپنے نچلے ہونٹ کو بے دردی سے دانتوں سے کاٹ کے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتا آئیبرو اٹھا کے گویا ہوا۔۔وہ کیوں اسے بہکا رہی تھی؟؟ آخر کیوں؟ کیا اسکی انا توڑنے کے لئے؟

ت۔تو۔۔ک۔کچھ۔۔ن۔نہیں۔۔۔اسے تو تو کی رٹ لگاتے دیکھ کے ذائشہ خان غصے اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات میں بھرائی آواز میں بولتی اسکے پاس سے اٹھتے ہوئے کچن کی طرف بھاگی تھی، وہ اسکی جلدی پہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔ابھی وہ کچھ سوچتا جب وہ چلی ساس کی بوتل اٹھائے اسے کچن سے واپس لاؤنج میں آتی دیکھائی دی تھی۔ ارزم شاہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔وہ اسے نظر انداز کرتی برگر کے اوپر چلی ساس بھر بھر کے ڈالتی اپنے منہ کے سائز سے بڑے بائٹ لینے لگی۔۔اور یہ حرکت اس نے ایک دفعہ نہیں بارہا دہرائی تھی، اتنی چلی ساس کھا کے

اسکی آنکھوں سے آنسو تواتر گالوں پہ بہہ رہے تھے، کانوں سے دھواں نکل رہا تھا، گال سرخ لال ہو چکے تھے لیکن وہ پھر بھی بھر بھر کے چلی ساس بر گر پہ لگائے کھاتی جا رہی تھی۔۔

پاگل ہو؟؟ یہ کیا پاگلپن ہے؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ کی جب برداشت ختم ہوئی تو موبائل سینٹرل ٹیبل پہ پٹک کے اسکی طرف بڑھتا اسکے ہاتھ سے چلی ساس کی بوتل کھینچ کے زمین پہ پھینکتا غرایا تھا۔ وہ مرچ سے جلتے ہونٹوں سے نکلتی سسکیاں دبانے کی غرض سے اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ گئی، اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے پھر سے مرچ سے بھرا برگر کھانے لگی۔۔

تم سے مخاطب ہوں میں! یہ کیا پاگلوں والی حرکتیں کر رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔ اسکی لاپرواہی پہ وہ دھاڑتا ہوا اسکے ہاتھ سے مرچ سے لتھڑا برگر کھینچ کے ٹیبل پہ پٹکتا غصے سے کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔ اس کے غصے پہ تضاد اسے اپنی طرف سے رخ موڑتے دیکھ کے ذائشہ خان اپنی بار بار نم ہوتی آنکھیں صاف کرنے لگی، کیا وہ اسے اگنور کر کے گیا تھا؟ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب وہ اسے کچن سے نکلتا اپنی طرف آتا دیکھائی دیا تھا، اسکے ہاتھ میں ایک گلاس اور پانی کا جگ تھا، اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا ہوتا وہ سنجیدگی سے پانی گلاس میں انڈھیلتے اسے تھما گیا۔ ذائشہ خان اسے دیکھ کے رہ گئی، اسکے ہونٹ مرچ سے جل رہے تھے اور وہ بجائے انہیں چومنے کے اسے پانی کا گلاس تھما رہا تھا؟ وہ روتے ہوئے سوچنے لگی، اسکے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑنے کی بجائے وہ صوفے سے کھڑی ہوتی اسکے قریب ہوئی تھی۔۔

ا۔ ایک۔۔ کس۔۔ نہیں۔۔۔ کر۔ کریں۔۔ گے؟۔۔ مرچ۔۔ لگ۔۔۔ رہی۔۔ ہے!!۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اپنے کٹاوددار ہونٹوں پہ پھر سے انگلی رکھتی بھرائی آواز میں گویا ہوئی تھی۔۔ اسکے مدعے پہ ارزم شاہ کا دل ایک بار پھر سے اچھل کے حلق میں آیا تھا، اسے اس سے اتنی بے باکی کی امید قطعی نہیں تھی، وہ ضبط سے گلاس پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا۔

پانی پیو! پھر مرچ نہیں لگے گی!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے لبوں پہ جھکنے کی بجائے سنجیدگی سے بولتا اسکی طرف پھر سے پانی کا گلاس بڑھا رہا تھا جسے ذائشہ خان غصے سے ہاتھ مار کے زمین پہ گراتی اسکے پیروں پہ اپنے پیر رکھ کے اسکی گردن میں اپنا ہاتھ ڈال کے خود پہ جھکاتی اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتی اسے ساکت کر گئی۔ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھوں کی پتلیاں پھیلی تھیں، وہ اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھتی اپنی آنکھیں میچ کے اسکے لب چوم رہی تھی۔۔

افف۔۔۔افف۔۔وائف بوائے کی حالت خراب ہوئی تھی۔۔وہ اسے بہکانے کی ہر کوشش کر رہی تھی تاکہ وہ اپنے کہے گئے الفاظ سے منکر جائے۔۔ذائشہ خان کا چہرہ سرخ لال ہو چکا تھا لیکن وہ پھر بھی اسکے گھنی مونچھوں تلے عنابی ہونٹوں کو چومنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی وہ الگ بات تھی وہ اسے ٹھیک سے کس کرنے میں ناکام ہو رہی تھی، ارزم شاہ نے ابھی تک اسے ریسپانس نہیں دیا تھا، اسکی حیرت ختم ہوتی تو وہ کوئی ریکشن دیتا نا؟ وہ تو اپنی بے وقوف سی ذی کی اس بے باک حرکت ہنوز شاکڈ تھا، وہ اپنی اس حرکت سے اسکے چودہ طبق روشن کر گئی تھی۔ہوش میں آتے ہی ارزم شاہ کی نگاہیں اسکے سرخ تپتے ہوئے چہرے کی طرف اٹھی تھیں، دل نے بے ایمان ہوتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لینے کی منت کر ڈالی تھی لیکن وہ اپنے اعصاب پہ قابو پاتا رہا، اس نے اسے خود سے دور نہیں جھٹکا تھا لیکن اسکا ساتھ بھی نہیں دیا تھا، لیکن آخر وہ کب تک ایسا کر سکتا تھا؟ اسکے ہاتھ اپنی گردن سے بالوں میں الجھتے محسوس کر کے وہ بے ایمانی کرتا ہوا اسکے لبوں کا ایک گھونٹ نامحسوس انداز میں بھر گیا جسے وہ محسوس کر چکی تھی، وہ دل میں مسکراتی ہوئی ہنوز آنکھیں موندے بکھری سانسوں کے درمیان اپنے ہونٹ اسکے لبوں پہ رکھے ہوئے تھے البتہ جسم شرم وحیا سے کانپ رہا تھا، اسے اپنے بال سہلاتے دیکھ کے وہ پاگل ہوتا اسکی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کے اپنے پیروں سے اوپر کی طرف اٹھاتا ان لبوں کو اپنی سخت گرفت میں قید کر گیا جن کا جام اس نے تقریباً ایک مہینے سے نہیں پیا تھا۔ذائشہ خان نے فتح مندی سے اپنی ہیزل رنگ آنکھوں کو کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کے ہاتھوں کی گرفت اسکی کمر پہ تو جو مضبوط تھی لبوں پہ اسکے ہونٹوں کی گرفت اس سے زیادہ مضبوط تھی، وہ اسے سانس لینے کا موقع دیئے بغیر اسے اپنی شدت بھری گرفت سے روشناس کرواتا اسکے ہونٹوں پہ موجود ساری مرچ چن رہا تھا جب نظریں اسکی فتح مند مسکراتی ہوئی ہیزل رنگ آنکھوں سے جا ملی تھی۔۔

"اب اگر جو مجھے تمہارے بدن سے دوپٹا سرکتا ہوا محسوس ہوا تو حیوان بننے میں پل نہیں لگاؤں گا!!

"میں ارزم شاہ ہوں جو اپنی محبت کی اتنی توہین کے بعد آئندہ کبھی بھی تمہارے اس طرح سے قریب نہیں آئے! تمہیں شوہروں کی طرح نہیں چھوئے گا! ارزم شاہ ایک ایسی لڑکی کے قریب نہیں آئے گا جو محبوب اور وحشی درندے میں فرق نہ جانتی ہو"!!

اپنے بولے گئے الفاظ جب دماغ میں کسی تازیانے کی طرح گونجے تو اگلے ہی پل اسکے لب آزاد کرتا اسکی کمر کے گرد سے اپنے ہاتھ ہٹا گیا، وہ جو اسی کے سہارے کھڑی تھی اچانک سے خود کو گرتا ہوا محسوس کر کے اسکی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔

?The hell! Were u trying to seduce me

وہ طیش و اشتعال کے عالم میں غراتا ہوا اسکے ہاتھ اپنی شرٹ سے پیچھے کرتا اپنے بھیگے ہونٹ اپنے دونوں ہاتھ سے رگڑ کے صاف کرنے لگا۔۔ اس کے دھاڑنے پہ ذائشہ خان سہمتی ہوئی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے اسے ہونٹ صاف کرتے ہوئے دیکھنے لگی، کیا اسے اسکا لمس اتنا برا لگا تھا جو وہ یوں رگڑ رگڑ کے صاف کر رہا تھا؟ ذائشہ خان نے ٹوٹے دل سے سوچا تھا۔ وہ اپنے آنسو ضبط کرتی بے یقینی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

میں نے بکواس کی تھی کہ اگر تمہارے جسم سے مجھے دوپٹا ذرا سا بھی سرکتا ہوا نظر آیا تو حیوان بننے میں پل نہیں لگاؤں گا تو پھر ہمت کیسے ہوئے ایسی واحیات ڈریسنگ کر کے میرے قریب آنے کی؟ تم میرے قریب صرف مجھے بہکانے کے لئے آئی تھی کیونکہ تم جانتی تھی مرد ہوں محبوب ہوں بہک جاؤں گا! واؤ!!! اگر مرد کچھ کرے تو وہ حیوان!! وہ وحشی درندہ! اور اگر وہی کام عورت کرے تو وہ چاہتی ہے مرد اسکا ساتھ دے؟ آخر کیوں؟ جب عورت مرد کو خود بہکاتی ہے تو وہ خود کو ایسے الفاظ کیوں نہیں بولتی جب وہ بہکتے مرد کو دیکھ کے اس پہ طنز کے تیر پھینکتی ہے!!۔۔۔ وہ اسکے اس دن والے الفاظ یاد کرتا دھاڑتے ہوئے شاید حساب برابر کر رہا تھا کیونکہ اسے ادھار رکھنے کی عادت نہیں تھی۔ ذائشہ خان کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا تھا، پورا جسم بری طرح سے کانپ رہا تھا، اس نے آج پہلی بار ایسی بے باک حرکت انجام دی تھی اور اب اسے غصے میں آتے دیکھ کے وہ خود کو بری طرح سے کوستی اپنی چھلکنے کو بے تاب آنکھوں پہ قابو پا رہی تھی۔۔

اس دنیا کی حقیقت یہی ہے عورت سب کچھ کر کے بھی خود کو مظلوم کہتی ہے! اور اس حقیقت کا آئینہ مجھے تم دیکھا رہی ہو ذائشہ خان!!۔۔۔ وہ مزید غرایا تھا۔

س

۔سوری!!۔۔م۔میں۔۔کچھ۔۔د۔دنوں۔۔تک۔۔ آپ۔۔۔ کو۔۔ آپکے۔۔پیسے۔۔۔دے۔۔دوں۔۔گی!!۔۔۔

۔وہ بات کا رخ موڑتی کپکپاتے لبوں سے اسے جواب دیتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔ کمرے تک آتے چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا، وہ چہرہ موڑ کے اسے معصومیت سے لب مڑوڑ کے روتے ہوئے دیکھتی اپنے کمرے میں بند ہو گئی، وہ جو اپنے بہک جانے پہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اسکے اس معصوم سے انداز پہ اس نے اپنی آنکھیں غصے سے میچی تھی، وہ اسکے دل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے کمرے میں بند ہو چکی تھی، ارزم شاہ نے غصے سے اپنی میرون ٹی شرٹ چیرتے ہوئے اتار کے صوفے پہ پھینکی تھی۔ اسے اسکا یرال شاہ کی صحبت میں رکھنا کافی مہنگا پڑ رہا تھا۔ اسے بے باک سے مظلوم بن کے کمرے میں بند ہوتے دیکھ کے وہ غصے سے چیختا ہوا سینٹرل ٹیبل پہ زور سے اپنے پیر کی ٹھوکر مار کے اس پہ بیٹھ گیا۔۔ ہونٹوں کو اسکے سامنے رگڑ رگڑ کے صاف کیا تھا لیکن اسکے لبوں کا نرم لمس مٹائے نہیں مٹا تھا، اسکا نرم لمس یاد کرتے ہوئے ہنوز دل میں گدگدی سی ہو رہی تھی۔ صد شکر تھا وہ اسکے بہکانے پہ مزید نہیں بہکا تھا ورنہ وہ اسے وحشی اور درندے سے اوپر نا جانے کون سا نام دے ڈالتی جو ارزم شاہ کے لئے پہلے سے زیادہ تکلیف کا باعث بنتا۔۔۔ ابھی اس نے آنکھیں موندی ہی تھیں جب اسکا لب مڑوڑ کے رونے والا منظر آنکھوں کے پردے میں لہرایا، وہ اپنی آنکھیں وا کرتے اسکے کمرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔ وہ شدید غصے سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے شیشے کے سینٹرل ٹیبل پہ زور زور سے مارتا ہوا نا جانے خود کو کس چیز کی سزا دے رہا تھا یہ بات وہ خود بھی نہیں سمجھا تھا، لیکن ابھی اسے خود کو سزا دینی تھی، اور وہ دے رہا تھا، ہاتھ سے خون بل بل فرش پہ گر رہا تھا لیکن اسے اس وقت اپنی تکلیف کی کوئی پروا نہیں تھی۔۔

ناراض ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ ٹھوری سے اوپر اٹھا کے پیار سے استفسار کرنے لگا۔۔

نہیں! میں کیوں ناراض ہوں گی؟۔۔۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں جواب دیتی اس سے فاصلے پہ ہوئے تھی۔ اسے فاصلہ بناتے دیکھ کے وہ گہری سانس بھرتا اسکی گود میں سر رکھ گیا۔ وہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلائی۔۔

میں جانتا ہوں تم جب بھی یہ بولتی ہو اس کا مطلب ہوتا ہے تم مجھ سے ناراض ہو!!۔۔۔ وہ اپنا چہرہ اسکے پہلو میں چھپا کے اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔

میں کیوں ہونے لگی آپ سے ناراض؟۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے استفسار کرنے لگی۔۔

کل رات تمہارا بنایا گیا کھانا ویسے ہی پڑا رہا نا اسی لئے!!۔۔۔۔وہ اپنے چہرے پہ اسی کی طرح کی معصومیت لانے کی کوشش کرتا اسکے پہلو سے چہرہ نکال کے اسکے چہرے کو خود پہ جھکاتا بوجھل آواز میں گویا ہوا۔۔

ہمم!! کوئی بات نہیں! مجھے تو عادت ہے اپنی محنت کو ضائع ہوتے دیکھنے کی!! اور آپ میرے پاس کیا کر رہے ہیں؟ آج کوئی ضروری میٹنگ نہیں ہے آپکی؟۔۔۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی متوازن لہجے میں بولی۔۔ وہ دور ہونے کی بجائے مزید نزدیک ہوا۔۔

غصہ کر رہی ہو؟۔۔۔وہ اسکے لب اپنے انگوٹھے سے رگڑتا اسے منانے کے لیے کسی معصوم سے بچے کی طرح استفسار کرنے لگا۔۔وہ خاموش رہی، اسے معصوم بنتے دیکھ کے وہ اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی کیونکہ وہ اس وقت بے حد پیار الگ رہا تھا لیکن وہ اس سے واقعی ہی ناراض تھی۔۔وہ رات میں پتا نہیں کس وقت ہویلی واپس آیا تھا وہ نہیں جانتی تھی لیکن ہاں یہ سچ تھا اس نے رات کے ایک بجے تک اسکا انتظار کیا تھا کیونکہ اسکے سیدزادے کا حکم تھا وہ اسکے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر کے اچھے سے تیار ہو گی لیکن وہ اسے تیار کروا کے خود نہیں آیا تھا، اسے کوئی ضروری میٹنگ اور ایک تقریب اٹینڈ کرنی پڑ گئی تھی، وہ ان دونوں چیزوں میں الجھتا اپنی پٹھانی کو فون پہ بتانا بھول ہی چکا تھا کہ وہ اتنی محنت کر کے خود کو مت تھکائے وہ لیٹ ہو جائے گا لیکن پتا نہیں کیسے دماغ سے اسکپ ہو گیا۔

اب رخ بھی موڑو گی؟؟۔۔۔۔۔اسے نگاہیں پھیرتے دیکھ کے وہ اسکی شہ رگ پہ اپنی انگلیاں سہلا کے شکوے سے بولتا اسکا ایک ہاتھ پکڑ کے اپنی گھنی بھوری بیرڈ پہ رکھ گیا۔۔

مجھے نیچے جانا ہے!! دور ہٹیں!!۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے سنجیدگی سے بولتی اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے اسکا سر اپنی گود سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی، وہ اپنا سر اس کی گود سے ہٹا کے اسے پیچھے تکیے پہ گراتا خود اس پہ سایہ فگن ہوتے اسکا معصوم سا چہرہ اپنی آنکھوں میں بسانے لگا۔۔

جاناں جب تم جانتی ہو تم مجھ سے دور نہیں بھاگ سکتی! میں تمہیں منائے بغیر آفس نہیں جاؤں گا تو پھر کیوں ایسی ناکام کوشش کر کے مجھ سے دور ہونے کی کوشش کرتی ہو؟۔۔وہ مبہم سی مسکراہٹ اپنے لبوں پہ سجا کے گویا ہوتا اسکے ہونٹوں کو اپنی نظروں کے فوکس میں لئے ہوئے تھا۔۔

آپ مجھے منانے کی ناکام کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ جب جانتے ہیں دوپہر میں آفس سے آ کے ہمیشہ کی طرح مجھے اپنے غصے کا نشانہ بنائیں گے ؟۔۔۔وہ اسکی ہری آنکھوں میں اپنی کرسٹل گرے آنکھیں گاڑتی دوبدو بولی۔۔

میں کیوں اپنی پٹھانی پہ غصہ کروں گا؟ ہائی بی پی کا مریض سمجھ رکھا ہے یا پاگل خانے سے بھاگا ہوا باؤلا انسان ؟۔۔۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے ذرا ناراضی سے بولتا اپنا فیورٹ کام یعنی اسکے ہونٹوں پہ اپنی گھنی مونچھیں رگڑنے لگا۔۔

دونوں۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے جواب دے کے اسکا چہرہ خود سے دور ہٹانے لگی جب وہ اسے مصنوعی غصے سے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔۔وہ اسکی سانسیں بری طرح سے اپنی سانسوں میں الجھاتا اسکے بدن کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھو رہا تھا، وہ اسکے ہاتھ کی بے باکیوں پہ سرخ پڑی تھی۔۔اسے اپنی شدت ایک دم سے بڑھاتے دیکھ کے وہ اپنی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلاتی اسکی بلیک ٹی شرٹ کندھوں سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔اسکے ہاتھ اپنی شرٹ پہ محسوس کرتے وہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اس پر سے تھوڑا سا اٹھتے ہوئے بلیک ٹی شرٹ اتار کے زمین پہ پھینکتا ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کرتا پھر سے اس پہ جھک گیا، کمرے میں اب نیم اندھیرا تھا، صبح کا وقت تھا لیکن کمرے کی کھڑکیاں بند ہونے کی وجہ سے اور اس پہ تضاد احان شاہ کے لائٹس آف کرنے سے کمرے میں اندھیرا ہو چکا تھا۔۔

ی۔یہ۔۔ک۔کیا۔۔کر۔رہے۔ہیں۔۔ص۔صبح۔۔صبح۔۔۔اپنی فراک کو اپنے تن سے جدا ہوتے دیکھ کے وہ اس میں چھپتی لڑکھڑاتے لہجے میں بولی تھی۔۔

ہائی بی پی کا مریض ہوں اور تو اور تمہارے مطابق ایک باؤلا سا انسان بھی ہوں تو باؤلا انسان تو کچھ بھی کر سکتا ہے !!۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کرتا اسکے لبوں کو چومتے ہوئے اپنے اور اسکے درمیان ہر پردہ گراتا خود پہ اور اس پہ کمبل اوڑھ گیا۔

م۔مجھے۔۔نیچے۔۔جانا۔۔۔سب۔۔کیا۔۔سوچیں۔۔۔گے۔۔۔ناشتے۔۔پہ۔۔سب۔۔انتظار۔۔کریں۔۔گے۔۔ ۔لبوں کو آزادی ملنے پہ وہ بے ربط انداز میں روہانسی ہوتی گویا ہوئی۔۔

جب سوچنے والا کام باقی سب کر رہے ہیں جاناں تو ہم اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔وہ بے باکی سے اسکے کان میں سرگوشی کر کے اسکے گال پیار سے اپنے ہونٹوں میں دباتا اسکی روح کی گہرائیوں میں شامل ہوا تھا، وہ اپنی سسکی دبانے کی غرض سے اسکے سینے کے بالوں میں اپنے ہاتھ الجھاتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔

آہہہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔پرانے لمحات یاد کرتے ہوئے احان شاہ نے گہری سانس بھری تھی۔۔

"تمہارے ہجر نے میری حالت بگاڑ دی ہے ڈکیٹ پٹھانی ورنہ بندہ تو میں بھی کام کا تھا!!"۔۔۔۔وہ تکیے میں اپنا چہرہ چھپا کے اسکی خوشبو محسوس کرتا خود سے گویا ہوا تھا، اس کے ساتھ گزارا ایک ایک پل یاد کرنا تو جیسے اس کی ڈیلی روٹین کا حصہ بن گیا تھا، اسے یاد کئے بغیر سید احان شاہ کا دن نامکمل رہتا تھا۔۔

کہتے ہیں عشق اگر خاک نہ کر دے تو خاک عشق ہوا؟لو مجھے عشق نے خاک کر دیا! احان شاہ کو عشق ہوا اور ایک پھول (گل) سے ہوا جس نے اسے سمجھا دیا کہ صرف نکاح کر لینے سے عشق نہیں ہوا کرتا!! نکاح میں موجود عورت کا ساتھ دینے سے عشق ہو جایا کرتا ہے۔۔"

"آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم

ہو گئے خاک انتہاء یہ ہے"

وہ اپنی آنکھوں میں موجود نمی کو پیچھے کی طرف دھکیل کے اپنی سوچوں میں اپنے عشق سے مخاطب ہوتا اپنے چہرے پہ تکیہ رکھ گیا۔۔

وہ گرے شلوار قمیض میں ملبوس بیڈ پہ بیٹھی گھٹنے پہ سر ٹکائے رات سے اسی ایک پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔اب تو اگلی شام ہونے کو آئی تھی، اس نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا تھا، کمرے سے ایک دفعہ بھی نکل کے نہیں دیکھا تھا، اس کا صرف رونے کو جی چاہ رہا تھا، اپنی بے باکی پہ وہ رات کتنی ہی دیر کانپتے ہوئے روتی رہی تھی۔۔وہ ابھی رونے میں مصروف تھی جب روزانہ کی طرح ارزم شاہ کی گاڑی کے ہارن کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی، یہ آواز اسے ہر روز تقریباً اسی وقت کے دوران سنائی دیتی تھی کیونکہ وہ صبح کا اپارٹمنٹ سے نکلا شام میں یا رات کے نو سے دس بجے تک آجایا کرتا تھا۔۔ہارن کا آواز سنتے ہی وہ پاگلوں کی طرح کمرے سے نکل کے بھاگتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوتی، اور

پھر گلاس وال کے پردے ہٹا کے جلدی سے صوفے پہ اپنے دھیان بیٹھ جایا کرتی تا کہ وہ پوز سیسو انداز میں سب سے پہلے آتے ہی پردے کو ترتیب دے لیکن آج اسکا اٹھنے کا دل نہیں چاہا تھا اور وہ نہیں اٹھی تھی۔ وہ اداسی سے بیڈ شیٹ پہ اپنی انگلیوں سے ڈیزائن بناتی بے آواز روتی جا رہی تھی۔۔

ارزم شاہ ہر روز کی طرح سیٹی بجاتا ہوا اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی بجائے یونہی خاموشی اور سنجیدگی سے داخل ہوا تھا، سامنے لاؤنج خالی دیکھ کے وہ حیرت انگیز ہوا، نگاہیں خالی صوفے سے ہوتے ہوئے گلاس وال کے پردے کی طرف اٹھی تھیں جو آج بالکل ویسے ہی درست تھا جیسے اس نے رات میں کیا تھا، تو کیا وہ صبح سے کمرے سے نہیں نکلی تھی؟ دل میں سب سے پہلا خیال یہی آیا تھا۔ وہ نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔

کھانا کھایا اس نے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ رات کا کھانا بناتی سائمہ سے سنجیدگی سے مخاطب ہوا تھا۔۔

کس نے شاہ صاحب؟۔۔۔۔۔سائمہ ناسمجھی سے استفسار کرنے لگی۔

میرے علاوہ کون رہتا ہے اس گھر میں؟۔۔۔۔۔وہ اسکی بے تکی بات پہ دانت پیس کے بولا تھا۔۔

معذرت شاہ صاحب! وہ جی ذائشہ بی بی نے صبح سے کچھ نہیں کھایا میں کتنی دفعہ کھانا لے کے جا چکی ہوں لیکن ہر دفعہ انکار کر دیتی ہیں!!۔۔۔۔۔اسکے لہجے میں روعب محسوس کرتی سائمہ انگلیاں مڑورتے ہوئے جلدی سے گویا ہوئی تھی۔۔ اسکے کچھ نہ کھانے کا سن کے وہ پریشان ہوا تھا۔۔ وہ بنا کچھ بولے واپس سے لاؤنج کی طرف بڑھ گیا، صوفے سے بیٹھ کے وہ پرسوچ نگاہوں سے ذائشہ خان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔۔ وہ ابھی تک باہر کیوں نہیں آ رہی تھی؟ وہ تو ہر روز رات میں اسی صوفے پہ بیٹھی ہوتی تھی۔۔ وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا جب اسے یاد آیا تھا آج وہ بنا سیٹی بجائے لاؤنج میں داخل ہوا ہے! شاید وہ اسکی سیٹی کی زبان سمجھتی تھی؟ یہی سوچتے ہوئے ارزم شاہ اپنے عنابی ہونٹوں کو گول کئے ویسے ہی سیٹی بجانے لگا جیسے وہ روز بجاتا تھا، نظروں کا مرکز ذائشہ خان کے کمرے کا دروازہ تھا، لیکن اس نے ابھی تک دروازہ نہیں کھولا تھا اور نہ اس نے کھولنا تھا، وہ اسکے سیٹی بجانے پہ بھی دروازہ نہیں کھول رہی تھی؟ ارزم شاہ جھنجھلایا تھا۔۔

نہیں کھولتی دروازہ تو نہ کھولے !نہ کھائے کھانا! مجھے کیا؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اپنی بے تابی پہ لعنت بھیجتا کندھے اچکا کے بولتا ہوا صوفے پہ نیم دراز ہو کے ایل ای ڈی آن کر گیا۔۔

چھ ماہ پہلے:

السلام علیکم ! میجر حازق خانزادہ اسپیکنگ !!۔۔۔۔۔۔تھکا ہارا حازق خان ابھی اپنے مینشن میں داخل ہی ہوا تھا جب فون پہ ان ناؤن نمبر سے کال دیکھ کے وہ سنجیدگی سے اپنا تعارف کرواتا سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔

ہاہاہا!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوسری طرف سلام کا جواب سننے کی بجائے اسے ایک خباثت سے بھرپور قہقہہ سنائی دیا تھا، اور اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتا تھا؟ حازق خان نے شدید غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے فون پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی، وہ ہمیشہ کی طرح اسے الگ الگ نمبروں سے کال کر رہا تھا۔۔

چچ چچ!! افسوس!! ایک میجر اور سب سے بڑی بات ایک " خان" اپنی بہن کی حفاظت نہ کر سکا!! افسوس در افسوس!!۔۔۔دوسری طرف سے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے سلگایا گیا تھا۔۔

یہ کیا بکواس ہے! کیوں فون کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔حازق خان غرایا۔

تجھے خبر دینے کے لئے! کہ آج کے لئے تیری بہن میں نے ڈن کر لی ہے! ہاہاہا!!! ۔۔دوسری طرف سے قہقہہ لگا کے بتایا گیا۔۔حازق خان کا پورا وجود زلزلوں کی ضد میں آیا تھا جیسے۔۔

ہاہاہا!! یقین نہیں آرہا نا؟؟ میں جانتا تھا تجھے یقین نہیں آئے گا اسی لیے اسپیشل اسکے تن سے اسکی چادر اتار کے تجھے تصاویر بھیجی ہیں اور اگر تو کہے تو کپڑے ا۔۔۔۔ابھی دوسری طرف سے مزید کچھ بولا جاتا جب حازق خان کی گرجدار آواز مینشن کے در و دیوار دہلا چکی تھی۔۔

میں تجھے گولی کی بجائے اپنے ہاتھوں سے چیر کے رکھ دوں گا خ۔ بیس انسان اگر تو نے میری بہن کی طرف ایک ہاتھ بھی بڑھایا تو!!!!۔۔۔۔حازق خان گرجدار آواز میں دھاڑا نیلی آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں۔۔

ہاہاہا!! اگر تجھ میں اتنی ہمت ہوتی تو آج تیری بہن میرے بستر پہ موجود نہ ہوتی!!۔۔۔ایک دفعہ پھر سے قہقہہ لگا کے حازق خان کے دل پہ خنجر چلائے گئے تھے، اسے دوسری طرف موجود انسان کی باتوں پہ یقین نہیں آرہا تھا آخر کوئی

کیسے سید احان شاہ کی عزت اس ہویلی سے اٹھوا سکتا تھا؟اس نے تھوک نگلتے ہوئے جلدی سے واٹس اپ آن کی تھی، اپنی بہن کی چادر کے بغیر تصاویر دیکھ کے وہ غصے سے پاگل ہوا تھا،وہ بے ہوش تھی۔۔بدن سے چادر بے ترتیب تھی، وہ ان تصاویر سے اپنی نظریں پھیرتا ہوا ایک بار پھر فون کان سے لگا گیا۔۔

راؤف لکھانی!!!! میں نے تجھے آج رات اسی بستر پہ قتل نہ کیا تو میں بھی خازق سفیر خان نہیں!!!!۔۔۔حازق خان ایک عزم سے شدید طیش کے عالم میں غراتا ہوا فون بند کرتے الٹے قدموں سے واپس ہوا تھا،دوسری طرف شاید اسکی اس دھاڑ کو اتنا سیریس نہیں لیا گیا تھا۔۔کیونکہ وہ جو کوئی بھی تھا شاید خود کو ماسٹر مائنڈ سمجھتا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط86(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

آج سے ہویلی میں شادی کی تمام تقریبات کی شروعات ہو چکی تھی۔۔آج ہویلی کے بڑے سے لان میں قوالی نائٹ کی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ساری ارینج منٹ کا ذمہ کاظم شاہ نے اپنے انڈر لیا تھا! دور دور سے مشہور قوال کو دعوت دی گئی تھی، قوالی نائٹ پہ بڑی تعداد میں مہمانوں کو انوائیٹ کیا گیا تھا۔۔کاظم شاہ نے پردے کی احتیاط سر فہرست رکھی تھی وہ آج بھی عقیقے کے اس روز کی طرح اپنی بیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے ہر چیز کا دھیان وہ پہلے ہی رکھ رہا تھا، آج وہ صبح سے گھن چکر بنا اپنی بیوی اور بیٹے سے ملنا بھی بھول چکا تھا۔رات کے سات بج رہے تھے مہمان وغیرہ آنا شروع کر چکے تھے۔۔وہ اس وقت رف سے بلیو ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ان مہمانوں سے اسی رف سی حالت میں ملتا اندر کی طرف بڑھ گیا،لاؤنج میں ایک نظر دریاب شاہ اور ھارون شاہ کو دیکھ کے وہ انہیں سنجیدگی سے مہمانوں کی اطلاع دیتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا،اس کا رخ اوپر اپنے کمرے کی رف تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی نظریں ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو اپنی گیلی زلفوں کو ٹاول سے سکھاتی آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔۔آج اسکے چلے کے ایام خاص مکمل ہو چکے تھے،کاظم شاہ کو صبح سے ابھی کمرے میں آتے دیکھ کے اس نے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں۔۔اس دن کاظم شاہ کے عشق کا اظہار کرنے کے بعد وہ کچھ کچھ نخریلی ہو چکی تھی،اسے بھرم دیکھاتے ہوئے کبھی کبھار جواب دے دیا کرتی لیکن ہاں ایک تبدیلی جو اس میں آئی

تھی وہ یہ تھی کہ وہ اسکے لبوں اور ہاتھوں کی جسارتوں پہ مزاحمت نہیں دیکھایا کرتی تھی۔ اسکے آنکھیں گھمانے پہ وہ اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دباتا بیڈ پہ لیٹے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس بے حد خوبصورت لگ رہا تھا، کاظم شاہ کا آج بھی اپنے بیٹے کو بلیک پہنانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن قوالی کا تھیم بلیک تھا، سب نے جب بلیک ہی پہننا تھا تو ازمیر شاہ کا بھی حق بنتا تھا۔ ازمیر شاہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہونے والا تھا وہ اپنی بڑی بڑی گولڈن آنکھوں کو یہاں وہاں گھماتا اپنی دو انگلیاں ہمیشہ کی طرح منہ میں ڈالے ہوئے تھا۔ وہ اس وقت سو نہیں رہا تھا یہ بھی معجزے سے کم نہیں لگ رہا تھا کاظم شاہ کو!! کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کو کم ہی شرافت سے جاگتے ہوئے دیکھا تھا

--

تیار نہیں ہوئی ابھی تک؟۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ آئینے کے سامنے کھڑی ایزل شاہ کی طرف بڑھتا اسکے ہاتھوں سے ٹاول پکڑ کے اسکے بال خود سکھاتا ہوا آئیبرو آچکا کے مدھم آواز میں استفسار کر رہا تھا، وہ بھرم دیکھاتے ہوئے خاموش رہی۔۔

کیا تم یہ چاہ رہی تھی کہ میں ہمیشہ کی طرح تمہیں اپنے ہاتھوں سے تیار کرواؤ؟۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ زو معنی انداز میں بولتا اسکی کمر کو اپنے ہاتھ سے جکڑتے ہوئے اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا، ایزل شاہ اسکی بات کا مطلب سمجھتے سرخ پڑی۔۔ ایزل شاہ کی پلکیں لرزی تھیں۔۔ اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے وہ مسکراہٹ دباتا اسکے بالوں کی خوشبو انہیل کرنے لگا۔۔

یہ اتنے سکون سے کیوں لیٹا ہوا ہے؟ کیا پیٹ بڑھ گیا ہے اسکا؟ اب رات تک تمہیں تنگ تو نہیں کرے گا یہ؟۔۔۔۔ کاظم شاہ آئینے سے نظر آتے ازمیر شاہ کا عکس دیکھ کے آئیبرو آچکا کے پھر سے زو معنی انداز میں ایزل شاہ سے استفسار کرنے لگا، وہ سٹپٹاتی ہوئی اسکے ہاتھ سے ٹاول پکڑنے لگی جب وہ اسکا رخ اپنی طرف موڑتا اسکے سرخ پڑتے گالوں پہ جھک کے اپنی بیئرڈ رگڑنے لگا۔۔

کیا تم نے مجھے مس نہیں کیا؟۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ اسکے سرخ گال اپنے لبوں میں دباتا مزید گویا ہوا۔۔

میں کیوں کرنے لگی!!۔۔۔ وہ اترائی تھی۔۔

کیونکہ میں نے تمہیں صبح سے ایک دفعہ بھی کس نہیں کیا! میرا تو چھوڑو سچ سچ بتاؤ میری کس کو بھی مس نہیں کیا؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے ہونٹوں پہ اپنا انگوٹھا نرمی سے پھیرتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔وہ اسکی بے باک باتوں کا جواب کیا دیتی؟ہمیشہ کی طرح سٹپٹاتی ہوئی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔

مسز جیری کاظم شاہ! کچھ بولیئے! میں آپکو سننا چاہتا ہوں!!۔۔۔اسے ڈھیٹوں کی طرح پھر سے چپ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ اب کی بار دانت پیس کے بولتا ہوا اسکی کمر پہ ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے اسے زمین سے اٹھاتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھا گیا۔۔

م۔مجھے۔۔تیار ہونا ہے۔۔۔وہ نظریں جھکا کے نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوئے بولی،وہ اپنے انگوٹھے سے اسکا لب دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا اسے اپنی انگلیوں میں بھر کے تھوڑا سا کھینچتے ہوئے جھک کے اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔ایزل شاہ نے شرم وحیا سے اپنی نظریں جھکائی تھیں۔۔

مجھے بھی!! دونوں اکھٹے تیار ہو جاتے ہیں؟بلکہ ایسا کرتے ہیں آج ایک لونگ کپل کی طرح ایک دوسرے کو تیار کرتے ہیں!!۔۔۔۔اسکے نچلے لب کو آزادی بخشتا کاظم شاہ اپنا قہقہ ضبط کرتے ہوئے بے حد بے باکی سے بولتا ایزل شاہ کا چہرہ لال بھبھوکا کر گیا۔۔وہ اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

چلیں پھر ڈریسنگ روم میں؟بلکہ نہیں ابھی تو مجھے شاور بھی لینا ہے! ایسا کرو تم بھی ایک دفعہ پھر سے میرے ساتھ شاور۔۔۔کاظم شاہ جھک کے اسکی گردن پہ اپنا لمس بکھیرنے کے بعد ابھی مزید اپنا جملہ مکمل کرتا جب ایزل شاہ اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ رکھ گئی،ہمیشہ کی طرح اسکی بے باک باتیں سن کے اسکے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔

بہت ان رومانٹک ہو تم!! ۔۔۔۔۔۔وہ اپنے لبوں پہ موجود اسکا ہاتھ کی انگلیوں اپنے ہونٹوں میں دباتا بچوں کی طرح شکوہ کرنے لگا۔۔ایزل شاہ اسے گھور کے دیکھتی تھوڑا سا سر اٹھا کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگی جسے کٹی اپنے ساتھ مصروف کرتی اسکے پیر چاٹ رہی تھی اور وہ اسکے چاٹنے پہ کھکھلاتا جا رہا تھا،اسکا بیٹا باپ سے بھی نیکسٹ لیول چیز تھا اتنا تو وہ جان چکی تھی۔۔

کوئی رومانٹک بیوی کر لیں پھر جا کے!!۔۔۔وہ بیویوں والے انداز میں ذرا غصے سے بولتی ہوئی ڈریسنگ مرر سے اترنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتا اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ جما گیا۔۔

اچھا لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کیا تم میری دوسری شادی پہ آؤ گی؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے امڈتے قہقہے کو دباتا بوجھل آواز میں بولتے ہوئے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا اسے چھیڑ رہا تھا، اسکا سوال سنتے ہوئے ایزل شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی جیسے۔۔۔وہ شدید غصے سے اسکے کندھوں پہ مکے جھڑ کے اسے خود سے دور کرتی ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اتری تھی۔۔

ہاں کیوں نہیں! ضرور آؤں گی بمعہ زہر کی بوتل!!!۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے بولتی ہوئی پیر پٹخ کے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی، کاظم شاہ کا قہقہہ بلند ہوا تھا، وہ اپنا سر پیچھے پھینک کے دلکش انداز میں ہنس رہا تھا جب اسے زور سے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرتے دیکھ کے وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا کے ہنسی ضبط کرتا اپنے بیٹے کی طرف بڑھا تھا جو کٹی کے رومانس پہ کھکھلاتا جا رہا تھا۔

ایک تو ہے جسے دنیا جہاں کی رومانٹک منگیتر ملی ہے اور ایک تیرا باپ ہے جسے اسکی بیوی نہ رومانس کرنے دیتی ہے اور نہ خود رومانس کرتی ہے!! آہہہ!!۔۔۔کاظم شاہ کٹی کے رومانس پہ ازمیر شاہ کو کھکھلاتے دیکھ کے گہری سانس بھرتا ہوا اس سے مخاطب ہوا تھا جو اسکی بات پہ پہلے سے زیادہ کھکھلانے لگا۔۔کاظم شاہ اس کٹی کو اس سے دور کرتا ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے پیار سے چٹاچٹ چومنے لگا۔اپنے رومانس میں حلل پڑنے پہ کٹی اسکا منہ دیکھ کے رہ گئی۔۔

چھ ماہ پہلے:

حازق خانزادہ اس وقت تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس گھنے جنگل میں داخل ہو رہا تھا، اپنی گاڑی وہ اس گھنے جنگل سے باہر کھڑی کر کے آیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا اسکے یہاں آنے کی خبر اسکے دشمنوں کو ہو، اس نے اس آدھے گھنٹے کے سفر کو دس منٹوں میں کس طرح سے تہہ کیا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا، اسکا بس نہیں تھا وہ اڑ کے اپنی بہن کے پاس پہنچ جائے۔۔

میجر!! سٹاپ اٹ!! تم اکیلے آگے نہیں بڑھو گے!! ہمیں سوچ سمجھ کے آگے قدم بڑھانا چاہئیے!!۔۔۔۔میجر خان تیزی سے آگے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا جب اپنے پیچھے سے شہسوار شاہ کی بھاری آواز سنتے اس نے بے ساختہ رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ بالکل ابھی اپنے ساتھ کچھ آفیسرز لئے یہاں پہنچا تھا۔

مجھے فالو کرو سب!! میں اس خ۔ بیس انسان کے متعلق ہر انفارمیشن رکھتا ہوں! اگر آج یہ اور اسکے تمام بندے میرے ہاتھوں سے نکلے تو چھوڑوں گا نہیں میں تم سب کو!!۔۔۔ حازق خان دبی دبی آواز میں غرایا تھا، اس پٹھان کو غصے میں آتے دیکھ کے شہسوار شاہ نے تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ اگر یہ کوئی اور وقت وفا تو یہی پہ شہسوار شاہ اور حازق خان کی لڑائی شروع ہو جاتی کیونکہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے پہ روعب جھاڑتے تھے اور دونوں کو ہی ایک دوسرے کا روعب خود پہ پسند نہیں تھا لیکن شہسوار شاہ نے اس وقت معاملے کی نزاکت جانتے ہوئے اس سے لڑائی کرنے کی بجائے اسے فالو کیا تھا۔۔ ایس ایس پی شہسوار شاہ کے تمام دوست بھی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے حازق خان اور شہسوار شاہ کو فالو کر رہے تھے کیونکہ شہسوار شاہ کے ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے اتنی سیریس سیچویشن میں بھی مسکراہٹ روکنا ایک مشکل کام تھا۔۔

وہ لوگ پانچ ہی منٹوں میں اپنی منزل پہ پہنچ چکے تھے، جنگل کے بیچ و بیچ ایک درمیانے سائز کا گھر تھا، اس گھر کے چاروں طرف آدمیوں کا گھیرا تھا، تمام گارڈز بلیک ماسک چہرے پہ چڑھائے شاید اپنی اپنی اصلیت چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

تم سب فرنٹ اور رائٹ سائیڈ سے کور کرو گے! لفٹ اور بیک سائیڈ میں خود دیکھ لوں گا!! اور ایک بات یاد رہے تم سب میں سے جو بھی میرے پیچھے آیا میری گولی کا پہلا حقدار وہ انسان ہو گا چاہے وہ ایس ایس پی ہی کیوں نا ہو!!۔۔۔۔ حازق خان اس گھر پہ ایک نظر ڈالنے کے بعد اپنے پیچھے کھڑے شہسوار شاہ اور اسکے آفیسرز کو دیکھ کے دبی دبی آواز میں سختی سے بولا تھا۔۔

فرنٹ اور رائٹ سائیڈ بھی تو خود ہی کور کر لے! وقت نہیں ہے ہمارے پاس!!۔۔۔۔ ایس ایس پی شہسوار شاہ غرایا تھا، وہ صرف اسکا اتنا ہی روعب برداشت کر سکتا تھا، وہ خود خطرہ مول کے انہیں آسان سا کام سونپ گیا تھا جو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، تو کیا رات کے اس پہر اس نے انہیں کھیلنے کے بلایا تھا؟؟ ایس ایس پی شہسوار شاہ دانت پیس کے سوچ رہا تھا۔۔

بکواس نہیں کر!! تیرے سب آفیسرز فرنٹ اور رائٹ سائیڈ دیکھیں گے! تو مجھے لیفٹ سائیڈ پہ پروٹیکٹ کرے گا لیکن جب میں اس گھر میں بیک سائیڈ سے اندر اینٹر ہو جاؤں گا تو میرے تمام مجرموں کو اپنی حوالت میں لے کے ان

سب کے ساتھ یہاں سے چلتا بنے گا!! باقی سارا کام میں خود دیکھوں گا!!۔۔۔ شہسوار شاہ کے طنز کرنے پہ حازق خان نے اسے لہو رنگ آنکھوں سے سنجیدگی سے جواب دیا تھا، حازق خان کے چہرے پہ آج کچھ غیر معمولی سی پریشانی ، فکر مندی اور سختی کے تاثرات واضح تھے، شہسوار شاہ پریشان ہوا تھا۔۔

کیوں اندر ایسا کیا ہے جو میں تیرے ساتھ اندر نہیں جا سکتا؟؟۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے کندھے پہ مکا جھڑ تا مدھم آواز میں غصے سے بولا۔ حازق خان خاموش رہا!!

کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ شہسوار شاہ نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔۔

میری عزت ہے اندر!! اور تو جانتا ہے پٹھان اپنی عزتوں کو لے کے کتنے اتھرے ہوتے ہیں اور اگر تو نہیں جانتا تو جب میں ان سب کی لاشوں کا حشر تیرے سامنے خود کروں گا جنہوں نے حازق خانزادہ کی عزت پہ وار کرنے کی کوشش کی ہے تب تو سب جان جائے گا اور اگر تیری اس جھڑپ کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو سب سے پہلے تیرا قتل کروں گا ایس ایس پی!۔۔۔۔ حازق خان اسکے جبڑے پہ مکا جھڑ کے دبی دبی آواز میں غراتا آگے کی طرف بڑھا تھا، شہسوار شاہ کو اس وقت اس سے اس مکے کا بدلہ لینے کا ہوش نہیں تھا وہ تو صرف اسکے الفاظ پہ ساکت کھڑا تھا، حازق خانزادہ کی عزت مطلب اسکی اپنی عزت!!! ان سب کی جرآت کیسے ہوئی تھی حازق خان کی عزت پہ وار کرنے کی؟؟۔۔

فرنٹ اور رائٹ سائیڈ کور کرو سب ودان منٹس!!!۔۔۔ شہسوار شاہ اس وقت ہر چیز پس پشت ڈالتا ہوا اپنے آفیسرز سے مخاطب ہوتا حازق خان کے پیچھے بڑھا تھا، وہ قطعی نہیں جانتا تھا حازق خان نے اسے یہاں اس مقصد کے لئے بلایا ہے ورنہ وہ لڑائی میں اتنا وقت ضائع کرنے کی بجائے ان سب کی حالت خود ہی کتوں والی کر دیتا جنہوں نے اس کے یار کی عزت پہ وار کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ دونوں بالکل مخالف فورسز سے تھے لیکن ایسے بہت سے کیسز تھے جن میں وہ چوری چھپے ایک دوسرے کی مدد کر دیا کرتے تھے لیکن مدد کے دوران ایک دوسرے پہ روعب جھاڑنا پرمنٹ تھا۔۔

میجر رک!! کوئی یہاں پہ آرہا ہے!!۔۔۔۔ کسی کے قدموں کی آواز سنتے ہوئے شہسوار شاہ جلدی سے حازق خان تک پہنچتا اسکا بازو پکڑتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں بولا تھا، حازق خان نے احتیاطاً اپنے قدم روک کے آنے والے

کو محسوس کرنا چاہا تھا، وہ جو کوئی بھی تھا شاید اسے شک ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی باہر کا بندہ موجود ہے۔۔ حازق خان اور شہسوار شاہ درخت کے پیچھے کھڑے ہوتے آنے والے کو دیکھ رہے تھے، حازق خان ماسک میں چہرہ چھپا کے کھڑے اس انسان پہ فائر کرنے ہی والا تھا جب شہسوار شاہ نے اس سے گن کھینچتے ہوئے اپنی سائلنسر ڈ گن سے اس گارڈ کے دماغ پہ شوٹ کیا تھا جس پہ وہ اگلے ہی پل زمین بوس ہوا، وہ گارڈ باقی سب گارڈز سے دور تھا اسی لئے وہ سب اسکے منہ سے بر آمد ہوتی چیخ اور اسکے زمین بوس ہونے کی آواز سن نہیں پائے تھے۔۔

گن کیوں چھینی میری؟!!۔۔۔ حازق خان غرایا تھا۔۔

کیونکہ میں جانتا ہوں غصے میں تجھ سے بڑا بیوقوف کوئی نہیں ہو سکتا!!۔۔ شہسوار شاہ بھی جواباً غراتا ہوا اسے اس گن دیکھانے لگا جس پہ سائلنسر فٹ نہیں تھا، اگر وہ ایسے ہی گولی چلا دیتا تو آواز پورے جنگل میں گونجتی!! اس گھر میں موجود تمام درندے الرٹ ہو کے اپنے اپنے ہتھیار تھام لیتے۔۔

واٹ ایور!!! ۔۔۔ حازق خان اپنی غلطی ماننے کی بجائے کندھے آچکا کے لاپرواہی سے بولتا اپنی گن میں سائلنسر فٹ کرنے لگا۔۔ یہ کام کرتے ہی وہ آگے کی طرف بڑھ گیا، شہسوار شاہ کے آفیسرز بڑی ہی احتیاط سے ایس ایس پی کے کہنے پہ فرنٹ اور رائٹ سائیڈ کور کر چکے تھے، شہسوار شاہ نے حازق خان کو کور کرتے ہوئے لیفٹ سائیڈ پہ موجود تمام آدمیوں کے دماغ میں فائر کرتے ہوئے انہیں زمین بوس کیا تھا، کوئی جو بھاگنے کی یا چیخنے کی کوشش کرتا اسے حازق خان نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔ لیفٹ سائیڈ کو خالی ہوتے دیکھ کے میجر خان نے شہسوار شاہ کو یہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن شہسوار شاہ ڈھیٹ بنتا ہوا بیک سائیڈ کی طرف آیا تھا، حازق خان نے غصے سے اسکے پیر کے پاس فائر کیا تھا جس سے وہ تیزی سے اپنا بچاؤ کرتا اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

میں اندر نہیں جاؤں گا! لیکن جب تک یہ سارا معاملہ کلئیر نہیں ہو جاتا تو بلوٹوتھ کے ذریعے مجھ سے کانٹیکٹ میں رہے گا! میں اور میرے تمام آفیسرز باہر تیرا ویٹ کریں گے! تجھے جہاں بھی ایمرجنسی کی ضرورت پڑے گی تو کوڈ ورڈز میں مجھے بتائے گا!!! وعدہ کر!! ورنہ چاہے تو مجھے قتل کر دے میری لاش بھی تیرے ساتھ اندر جائے گی!!۔۔۔ شہسوار شاہ ضدی انداز میں بولا تھا، بیک سائیڈ پہ صرف دو سے تین گارڈز تھے جن کا خاتمہ ان دونوں نے منٹوں میں کیا تھا۔۔ شہسوار شاہ کی ضد پہ حازق خان نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے ایک نظر اس گھر کی دیوار کو دیکھا تھا

اور دوسری نظر شہسوار شاہ کے باڈی بلڈر وجود پہ ڈالی تھی، اگلے ہی پل وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اس سے کچھ فاصلہ قائم کرتا اچانک سے تیزی سے بھاگنے کے انداز میں اسکی طرف آتا اسکی پشت پہ قدم جماتے ہوئے اسکی کراہ کی پروا کئے بغیر اسکے مضبوط کندھوں پہ اپنا پیر جما کے دیوار پہ چڑھ گیا۔۔ یہ سب اس نے اچانک کیا تھا۔

سانڈ!! کندھے توڑ دیئے میرے!!۔۔۔۔ اس اچانک افتاد پہ شہسوار شاہ کراہ بھرتے ہوئے اپنے کندھوں کو سہلاتے ہوئے غصے سے دبی دبی آواز میں بولا تھا، حازق خان کے خود کے جتنے لمبے اور چوڑے وجود کو خود پہ برداشت کرنا کوئی عام سی بات تھی؟

بہت شوق ہے نا تجھے میری مدد کرنے کا!! اب جب دو دن تک اپنے جسم کی مالش کروائے گا تب پتا چلے کا میجر خان کی بات ماننا لازم و ملزوم ہے!!۔۔۔ حازق خان استہزایا انداز میں ہنکارا بھر کے بولتا ہوا دیوار سے جمپ لگاتے ہوئے اسکے گھر کے لان میں کودا تھا۔

دھیان سے زمین کو چوٹ بھی لگ سکتی ہے!!۔۔۔ اسے کودتے دیکھ کے شہسوار شاہ نے طنزیہ انداز مین کچھ اونچا بولتے ہوئے اسے سلگایا تھا البتہ دل میں وہ اسکے لئے دعا گو تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔۔

دوہٹو مجھ سے!!۔۔ دور۔۔ دور ہو جاؤ!!!۔۔۔ گلالئی ہوش میں آتے ہی اپنے پورے وجود کو جلدی سے چادر سے ڈھانپتی ہوئی چیختے ہوئے بیڈ کی دوسری طرف کھسکی تھی۔ اسے ہوش میں آتے ہی چیختے دیکھ کے راؤف لکھانی نے اسکی بے بسی پہ بلند قہقہ لگایا تھا۔

ہاہاہا!! کون بچائے گا تجھے؟ تیرا وہ شوہر جسے یہ پتا ہی نہیں ہے کہ تو کس حال میں کس کے بستر کی زینت بننے جا رہی ہے! یا تیرا وہ بھائی جو سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی تیری طرح اتنا بے بس ہے کہ ابھی تک تجھے بچانے نہیں آسکا؟ لعنت ہوئی پھر تو ایسے میجر پہ!!۔۔۔۔۔ راؤف لکھانی نے قہقہ لگا کے سگار جلا کے اپنے لبوں میں دباتے گلالئی کی بے بسی کا مزید مذاق بناتے اسکی طرف ہولے ہولے سے قدم بڑھائے تھے۔ گلالئی اسکے الفاظ پہ ساکت ہوئے تھی، اسکے منہ سے اپنے بھائی کا ذکر سنتے اسکی آنکھیں پھیلی تھیں! وہ کیسے جانتا تھا اسکا ایک بھائی بھی ہے؟؟ آخر کیسے؟ اور وہ میجر کسے بول رہا تھا؟ کیا اسکے لالہ کو میجر بول رہا تھا؟ کیا وہ میجر تھے؟ اسکی ساکت حیران آنکھیں دیکھ کے راؤف لکھانی نے

مزید ایک قہقہہ لگاتے اسکی طرف اپنے قدم بڑھائے لیکن باہر ایک ساتھ کتنی ہی گولیوں کی آواز سنتے وہ حیران ہوتے ہوئے اپنے قدم روک گیا۔۔

دیکھو۔۔ پلیز۔۔ د۔ دور۔۔ ہو۔۔ جاؤ۔۔۔۔۔ اسے اپنی طرف قدم بڑھاتے دیکھ کے وہ ایک دفعہ پھر سے چیختی ہوئی دیوار میں گھسنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

حازق خان نے لان میں کودتے ہوئے خود کو زمین بوس ہونے سے بچاتے ہوئے اپنی گن لوڈ کی تھی، اسکے یوں کودنے پہ اس کے بھاری بوٹوں کی اچھی خاصی آواز بلند ہوئی تھی لیکن بیک سائیڈ کی طرف کوئی بھی گارڈ موجود نہیں تھے، اب صرف مین گیٹ پہ موجود چار سے پانچ گارڈز تھے جو دور سے ہی نظر آرہے تھے، حازق خان احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا دھیرے دھیرے سے آگے کی طرف بڑھتا جھک کے اپنی پنڈلی سے مزید ایک گن نکالتا اس میں سائلنسر فٹ کرتے ہوئے مین گیٹ سے کچھ فاصلے پہ کھڑا ہوا تھا، اس نے دور سے ہی پہلے دو گارڈز کا نشانہ لیتے ہوئے انہیں زمین بوس کیا اور پھر جب تک باقی تین کی حازق خان پہ نظر پڑنے کی دیر تھی وہ انہیں بھی شوٹ کر کے زمین بوس کر گیا سوائے ایک گارڈ کے جو اپنا بچاؤ کرتے ہوئے دو سے تین گولیاں ایک ساتھ چلاتا اندر موجود باس اور حارث خان کو الرٹ کر چکا تھا۔ حارث خان جو اس وقت لاؤنج میں موجود حرام ڈرنک کا گلاس منہ کو لگائے ہوئے تھا، گولیوں کی آوازیں سنتے ہوئے وہ گلاس ٹیبل پہ پٹک کے اپنی گن پکڑ تا لڑکھڑاتے قدموں سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔

اوشٹ!!! حازق خان اپنا بچاؤ کر کے غراتا ہوا اس گارڈ کے دل کے مقام کا نشانہ لیتے تیزی سے اندر ہی طرف بڑھا تھا ۔۔ شہسوار شاہ، اسکے آفیسرز اور حازق خان اس گھر کے باہر موجود تقریباً تمام گارڈز کی لاشیں بچھا چکے تھے اور اندر والے کچھ گارڈز کو سبق حازق خان سیکھا چکا تھا، اب اسکا رخ اندر کی طرف تھا، کسی انہونی کے احساس سے حازق خان کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا، وہ اپنے منہ میں آیتوں کا مسلسل ورد کر رہا تھا، وہ اپنی بہن کی عزت کی حفاظت کی دعائیں مانگ رہا تھا جب سامنے سے آتے حارث خان کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے اس نے اپنے قدم روکے تھے، یہ وہی انسان تھا جو میرال شاہ کی برتھڈے والے دن اسکے ہاتھوں سے نکلا تھا، اگر یہ انسان اس دن اسکے ہاتھ لگ جاتا تو شاید آج اسکی بہن اس حال میں نہ ہوتی!!۔۔ وہ اسی روز اسکے ٹکرے ٹکرے کر دیتا جو راؤف لکھانی کا مین بندہ تھا۔۔

رک۔۔جا۔۔۔میجر۔۔۔۔۔حارث خان اپنا سر دائیں بائیں ہلا کے نشے کا اثر زائل کرنے کی ناکام کوشش کرتا لڑکھڑاتے لہجے میں مخاطب ہوتے میجر خان پہ بندوق تان چکا تھا۔۔

پہلے بولنا تو سیکھ لے پھر مجھے روکنے کی جرآت بھی کر لینا!!۔۔۔حازق خان اسکے گن والے ہاتھ پہ فائر کرتا غراتے ہوئے اسکی جانب بنا تھا۔اس نے اسکے لڑکھڑاتے لہجے پہ چوٹ کی تھی،حارث خان کی آنکھیں اس وقت نشے کی زیادتی کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی،ہاتھ میں گولی لگنے کی وجہ سے وہ اپنی جگہ سے اچھلتا ہوا چیخا تھا۔۔

راؤف لکھانی کہاں ہے!!۔۔۔حازق خان چیختے ہوئے حارث خان کی طرف بڑھ کے اسکے گلے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچتا دھاڑا تھا۔۔

تیری۔۔۔بہن۔۔کے۔۔ساتھ۔۔آگ۔۔بجھا۔۔۔رہا۔۔۔ابھی حارث خان لڑکھڑاتے لہجے میں اپنا جملہ مکمل کرتا جب حازق خان نے اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ میں دبوچ کے اسکا منہ کھولتے ہوئے اسکے حلق میں فائر کیا تھا۔۔حارث خان اگلے ہی پل کرنٹ کھاتا زمین بوس ہوا تھا،اسکی آنکھیں ساکت ہوئی تھیں،فرش لہو لہو ہوا تھا۔۔وہ حارث خان کے ساکت وجود کو شدید غصے سے اپنے بھاری بوٹ مارتا ہوا آگے کی طرف بڑھا ہی تھا جب سامنے کا منظر دیکھ کے اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑے تھے۔سامنے ہی راؤف لکھانی شیطانی سے مسکراتا ہوا گلالئی کے سر پہ پسٹل رکھے ہوئے تھا۔۔کرسٹل گرے سوجھی آنکھوں والی گلالئی آنسوؤں سے تر چہرہ لئے اپنی چادر کو دونوں ہاتھوں سے دبوچے سامنے کھڑے آرمی یونیفارم میں موجود لمبے چوڑے وجیہہ نوجوان کو دیکھ رہی تھی جو شکل وصورت سے ہی پٹھان لگتا تھا۔۔ناجانے کیوں گلالئی کے آنسوؤں نے تیزی پکڑی تھی،پورے وجود کے رونگھٹے کھڑے ہوئے تھے جیسے۔۔وہ بھول چکی تھی کوئی اس کے سر پہ بندوق رکھے اسکی کہنی کو اپنے ہاتھ کی سخت گرفت میں لئے ہوئے ہے وہ تو یک ٹک سامنے کھڑے حازق خان کو دیکھ رہی تھی جس نے اسکے سامنے بے دردی سے حارث خان کا قتل کیا تھا،آج گلالئی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے اس قتل کو دیکھ کے بالکل نہیں ڈری تھی،وہ بالکل نہیں چیخی تھی بلکہ اسکے دل پہ جیسے کوئی ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔۔کیا احان شاہ کے علاوہ بھی کوئی تھا جو اسکی طرف اٹھتی ہر آنکھ کو نوچنے کا اور ہر گندی زبان کو کاٹنے کا حوصلہ رکھتا تھا؟خون نے بری طرح سے کشش ناری تھی وہ یک ٹک اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔۔

اگر تو ابھی اور اسی وقت الٹے قدم واپس نہ پلٹا میجر حازق اسماعیل خان تو ابھی اور اسی وقت تیری بہن کو اوپر پہنچادوں گا!!ہاہاہا۔۔۔راوف لکھانی کا دل لرز رہا تھا لیکن وہ بظاہر خود کو مضبوط ثابت کرنے کے لئے کھوکھلا قہقہ لگاتے ہوئے اسے دھمکی لگا رہا تھا، اس درندے کے منہ سے حازق خان کا پورا نام سنتی گلالئی اسماعیل خان ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔خون جو کشش مار رہا تھا اسکے نام کے ساتھ اسماعیل خان کا نام سننے کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی جیسے۔۔۔وہ کتنا انتظار کرتی تھی اپنے لالہ کا!! اس نے کتنا انتظار کیا تھا اس گھڑی کا کہ کب اسکے لالہ اسے ڈھونڈ کے اپنے سینے سے لگائیں گے! آج لالہ سے سامنے ہوا بھی تو کس حال میں؟ اس حال میں جب موت سر پہ کھڑی تھی؟ اگر وہ ان کے سینے سے لگے بغیر ان کے سامنے ہی مر گئی تو؟؟ گلالئی ہچکیوں سے روتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔

جب میں تیرا اڈا تلاش سکتا ہوں! تیرے ایک ایک بندے کو موت کے گھاٹ اتارنے کی قوت رکھ سکتا ہوں اور یہاں تک کہ تیرے چہیتے حارث خان کو دو منٹوں سے بھی کم وقت میں اوپر پہنچا سکتا ہوں تو تجھے کیا لگتا ہے؟ میں ابھی تیری اس کھوکھلی سی دھمکی کو سن کے اپنی بہن کو لئے بغیر اپنا راستہ پلٹ لوں گا؟؟ ناممکن!!! ۔۔۔حازق خان اس پہ گن تانتے ہوئے طیش و اشتعال کے عالم میں گرجا تھا۔۔اسکی بھاری آواز سنتے ہوئے گلالئی کا دل دھڑکا تھا اسے اس کی آواز بالکل اپنے بابا جان کی طرح لگی تھی البتہ اسکے نقوش باپ پہ نہیں تھے، اسکے نقوش میں ایک معصومیت سی تھی جو شاید انہیں ماں سے وراثت میں ملی تھی۔۔

بھولو مت حازق خان میں نے کتنے سال تمہارا خرچہ اٹھا کے تمہیں جوان کیا ہے!! تم آج اس انسان پہ بندوق تانے کھڑے ہو جو کبھی تمہارے لئے باپ کا درجہ رکھتا تھا؟؟۔۔۔راوف لکھانی موت کے خوف وڈر سے چیختے ہوئے اسے ایموشنل بلیک میل کرنے لگا۔۔

لعنت بھیجتا ہوں تم پہ اور تمہارے حرام کے پیسے پہ! لعنت بھیجتا ہوں اپنے بچپنے پہ جو تم جیسے درندہ صفت انسان کے ہاتھوں برباد ہوا ہے!! تم بندوق تاننے کی بات کر رہے ہو میں تمہارے ٹکرے ٹکرے کر کے رکھ دوں گا!! تم نے حازق خان کی عزت پہ وار کیا ہے شاید میں پہلے تمہیں بخش بھی دیتا لیکن آج تم نے اپنی حد پار کی ہے راوف لکھانی جس کی معافی ناممکن ہے!! ۔۔۔۔۔حازق خان نے غصے سے غراتے ہوئے راوف لکھانی کے کندھے کا نشانہ لیا تھا،

وہ اپنے منہ میں اللہ کا ورد کرتے ہوئے گولی چلانے ہی والا تھا جب راؤف لکھانی گلالئی کو اپنے حصار میں یوں قید کر گیا کہ اب حازق خان اگر گولی چلا بھی دیتا تو اسکا نشانہ راؤف لکھانی کی بجائے گلالئی ہوتی۔۔ حازق خان کے ہاتھ کانپے تھے، گلالئی کی ہچکیوں اور چیخوں کو سنتے ہوئے اسکا دل لرز رہا تھا، یہ کیسی بے بسی تھی کہ حازق خانزادہ کی بہن اسکے سامنے اس درندے کے حصار میں موجود تھی؟ حازق خان کی غیرت پہ کاری وار کیا گیا تھا، راؤف لکھانی کو قہقہہ لگا کے گلالئی کی چادر کھینچتے دیکھ کے حازق خان غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا راؤف لکھانی کی شہہ رگ کا نشانہ لے چکا تھا ، اس وقت راؤف لکھانی کو شوٹ کرنا ایک رزکی کام تھا کیونکہ اسکی بہن اسکے حصار میں موجود تھی لیکن اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہن کی چادر چھن جانے سے زیادہ خطرناک کام نہیں تھا، حازق خان نے اللہ کا نام لیتے ٹریگر دباتے ہی اپنی آنکھیں میچی تھیں، راؤف لکھانی جو روتی بلکتی گلالئی کی چادر چھیننے کی کوشش کر رہا تھا اگلے ہی پل زمین بوس ہوا تھا۔۔ اسکی شہہ رگ کو گولی چھو کے گزری تھی، گردن زخمی ہوئی تھی لیکن وہ ہنوز زندہ تھا، گلالئی اپنی چادر کو سنبھالتی ہوئی روتے ہوئے حازق خان کی طرف بھاگی تھی۔۔ راؤف لکھانی کی چیخیں سنتے ہی حازق خان اپنی آنکھیں کھول چکا تھا، بہن کو اپنی طرف بھاگ کے آتے دیکھ کے حازق خان کی نیلی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی لبالب پانی بڑھا تھا

--

لالہ!!!!!۔۔۔۔ گلالئی روتے بلکتے ہوئے اسکے مضبوط سینے سے لگی تھی، حازق خان کے پورے وجود میں سرشاری سی اٹھی تھی، اسکے لالہ بولنے پہ دل دھڑک دھڑک اٹھا۔ وہ اسے لالہ بول رہی تھی؟ اسکی چھوٹی سی گڑیا اسے لالہ بول رہی تھی۔۔ حازق خان نے اسے اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے اسکے سر سے چادر درست کرتے اسکی چادر پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

آنسو صاف کرو گڑیا!!!۔۔۔۔۔۔ راؤف لکھانی کو زمین پہ تڑپتے دیکھ کے حازق خان اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتا ہوا گلالئی کی آنکھوں سے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا اسے خود سے الگ کرتے ہوئے راؤف لکھانی کی طرف بڑھا تھا جو کافی مشقت سے خود سے دور پڑی پسٹل اپنے ہاتھوں میں تھام کے حازق خان کی طرف رخ کر چکا تھا۔۔ روتی ہوئی گلالئی کا دل لرزا تھا اس منظر کو دیکھ کے۔۔۔ حازق خان بنا ڈرے آگے بڑھتا ہوا راؤف لکھانی

کے ہاتھوں پہ اپنے بوٹ مارتا اسے گردن سے پکڑتے ہوئے اسی کمرے کی طرف بڑھا تھا جہاں سے وہ گلالئ کے سر پہ پسٹل تانتے ہوئے نکلا تھا۔۔

آل از ویل!!!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ جو کب سے اسکے کان میں چیختا ہوا اس سے مدد کے لئے استفسار کر رہا تھا اسے پھر سے چیختے دیکھ کے حازق خان مختصر سا جواب دیتے راؤف لکھانی کو اسی بیڈ پہ پٹک چکا تھا جس پہ اس نے اسے گلالئ کی تصاویر بھیجی تھیں۔۔

پکا؟؟؟۔۔۔ شہسوار شاہ کی آواز پھر سے حازق خان کے کانوں میں گونجی تھی۔۔

ہم تم جاؤ لیکن جاتے ہوئے ان سب کی لاشیں اپنے ساتھ لے جانا مت بولنا کیونکہ مجھے فرصت میں بیٹھ کے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے ہیں!!۔۔۔ حازق خان کرخت لہجے میں شہسوار شاہ کو آرڈر دے کے اسکا جواب سنے بغیر اپنے کانوں سے بلوٹوتھ کھینچ نکال کے زمین پہ پھینکتا راؤف لکھانی کی گردن پہ اپنے دونوں ہاتھوں سے دباؤ بڑھا رہا تھا۔۔

لالہ۔۔ مجھے۔۔۔ ڈر۔۔۔ لگ۔۔۔ رہا۔۔ ہے۔۔۔ کوئی۔۔۔ آ۔۔ جائے۔۔۔ گا۔۔ اور۔۔۔ مجھے۔۔ پھر۔۔۔ سے۔۔ پکڑ۔۔۔ لے۔۔۔ گا۔۔۔ مجھے۔۔ اپنے۔۔ ساتھ۔۔۔ لے۔۔ جائیں۔۔۔ نا۔۔۔ لالہ!!۔۔۔ مجھے۔۔۔ چھوڑ۔۔۔ کے۔۔ تو۔۔ نہیں۔۔۔ جائیں۔۔۔ گے؟۔۔۔۔ گلالئ روتے ہوئے اسکے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی کیونکہ اسے باہر لاؤنج میں اکیلے کھڑے ہوتے ہوئے بھی شدید ڈر لگ رہا تھا۔۔ گلالئ کی کانپتی آواز سنتے ہوئے حازق خان نے راؤف لکھانی کے سینے پہ اپنے گھٹنے کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔

وہ سال میری زندگی کے بدترین سال تھے جو میں نے تیرے گندے سائے کے نیچے گزارے تھے راؤف لکھانی!! مجھے گھن آ رہی ہے خود سے جس نے تجھ جیسے انسان کو کبھی اپنی زبان سے "بابا" بولا تھا! میرا نہیں تو اس بابا لفظ کا ہی مان رکھ لیتا؟ صرف اتنا سا مان رکھ لیتا کہ میری بہن میری عزت کی طرف آنکھ اٹھا کے نہ دیکھتا تو شاید میں تجھے تیرے گناہوں سمیت معاف کر دیتا! لیکن تو نے اس بابا لفظ کا بھی پاس نہیں رکھا! میرا دماغ اس وقت مفلوج ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہی تجھے ایسی کون سی موت دوں جو سب سے اذیت ناک ہو!! بالکل اتنی اذیت ناک جتنی اذیت تو نے میری بہن کو اس ایک رات میں مینٹلی ٹارچر کرتے ہوئے دی ہے!! کیا تو نہیں جانتا تھا حازق خانزادہ کو جب یہ سب معلوم

ہو گا وہ حشر برپا کر دے گا!!! کیا تو میرے غصے سے واقف نہیں تھا؟؟ کیا تو حازق خانزادہ کی طاقت سے واقف نہیں تھا کہ وہ اللہ کے فضل سے ایک وقت میں تیری طرح کے دو سو درندوں کو چیرنے کی طاقت رکھتا ہے۔۔۔ حازق خان غصے کی شدت سے لہو رنگ آنکھوں سے گرجدار آواز میں دھاڑتا ہوا راؤف لکھانی کے گلے پہ ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتا جا رہا تھا۔۔ گلالئ اسکی باتوں کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا! وہ کن گزرے سالوں کی بات کر رہا تھا جب وہ اس انسان کو بابا پکارتا تھا؟ اور آخر کیوں اس درندے کو بابا پکارتا تھا جس نے کتنی ہی دفعہ اسکی چادر چھیننے کی کوشش کی تھی لیکن گلالئ کی دعائیں رنگ لائی تھیں! اس نے ہمیشہ اللہ کی رضا کے لئے پردہ کرتے ہوئے خود کو چھپایا تھا اور اللہ نے اسکی عزت محفوظ رکھی تھی، اللہ نے اسکی عزت ان وحشی درندوں سے بچائی تھی جو تعداد میں کتنے زیادہ تھے، کیا یہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا؟؟

م۔ مجھ۔۔ مجھے۔۔ معاف۔۔ کر۔۔ دو۔۔۔ راؤف لکھانی گھٹی گھٹی آواز میں اس سے جھوٹی معافی مانگنے لگا! موت کا ڈر ہی ایسا ہاوی ہوا تھا کہ ابھی وہ کچھ دیر پہلے جس انسان کو قہقے لگا کے دیکھا رہا تھا ابھی اسی کے آگے آگے معافی کی بھیگ مانگ رہا تھا جو اپنی قسم کے مطابق اسے اسی بستر پہ موت بخشتا اسکی گردن اپنے ہاتھوں سے توڑ چکا تھا، راؤف لکھانی کی چیخ حلق میں ہی اٹکی رہ چکی تھی، گلالئ اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ڈر و خوف سے چیخی تھی، راؤف لکھانی کا ساکت وجود دیکھتے ہوئے بھی حازق خان کو سکون نہ ملا تو اپنی بندوق کی میگزین کو گولیوں سے بھرتا ہوا جنونی انداز میں راؤف لکھانی کے وجود میں کو ان تمام تر گولیوں سے بھون گیا۔۔ اس کا دل کر رہا تھا اس انسان کی لاش کے بھی ابھی ہی ٹکڑے کر ڈالے لیکن اس وقت ڈر و خوف سے چیختی چلاتی بہن کو سنبھالنا زیادہ ضروری تھا۔۔ وہ اپنی بندوق خالی کرتے ہوئے گلالئ کی طرف بڑھا ہی تھا جب وہ چکراتے سر کو تھامتی خود کو زمین بوس ہونے سے روک رہی تھی، حازق خان پھرتی سے اسکی طرف بڑھتا گلالئ کو اپنے سینے سے لگاتا اسکے گال تھپتھپانے لگا لیکن وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔۔

لالہ آپ کو مجھ پہ ترس نہیں آتا تھا؟ آپ نے کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ لالہ میں تو ہر نماز کے بعد آپکو یاد کرتی تھی! میں آپکی بچپن کی وہ واحد تصویر ہر روز دیکھا کرتی تھی! تب تو آپ چھوٹے تھے اور تصویر بھی اتنی

پرانی تھی کہ آپ کے نقوش بھی ٹھیک سے نظر نہیں آتے تھے لیکن میں جس دن وہ تصویر نہیں دیکھتی تھی مجھے سکون نہیں ملتا تھا! آپ ہر وقت میری دعاؤں کے حصار میں ہوتے تھے! میں نے آج تک بابا کے مرنے کے بعد شاید ان کو بھی شاید اتنا یاد نہیں کیا ہو گا جتنا میں نے آپ کو یاد کیا ہے لالہ! میں نے آج تک آپکو حقیقت میں نہیں دیکھا تھا لیکن میں پھر آپ کے مل جانے کی دعائیں مانگتی تھی! مجھے جیسے یقین تھا اللہ میری دعائیں رائیگاں نہیں جانے دے گا اور اللہ نے میری دعائیں بے شک رائیگاں نہیں جانے دیں لیکن اگر آپ مجھے ایک سال پہلے مل جاتے تو شاید میں اس حال میں نہ ہوتی لالہ! میرا دل اتنا زخمی نہ ہوتا جتنا اس وقت ہے! میں غموں سے اتنی چور نہ ہوتی جتنی اس وقت ہوں!! ۔۔۔گلا لئی اسکے حصار میں بیٹھی اسکی طرف دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے گویا ہوئی تھی، لہجہ اذیت سے بھرپور تھا۔۔حازق خان کا دل چیرا گیا تھا جیسے۔۔۔

مجھے تو خود پہ بھی ترس نہیں آتا تھا گڑیا! اگر میری کہانی سنو گی تو تمہارے غم میں اضافہ ہو گا! تم بری طرح سے رو دو گی!! میں نہیں چاہتا تم میرا دکھ سنو اسی لئے میں اپنی کوئی صفائی نہیں دوں گا! تم مجھ سے اپنی زندگی کا ہر پہلو شئیر کر سکتی ہوں! اپنی تمام تر پریشانیاں اپنے تمام تر غم مجھے دے دو گڑیا مجھے ان سب کی عادت ہو چکی ہے!! مجھے اب اپنا کوئی غم غم لگتا ہے نہیں ہے اپنی کوئی تکلیف تکلیف لگتی ہی نہیں ہے!! آج میں تمہارا غم تمہاری تکلیف تمہاری اذیت محسوس کر کے دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا میرا دل ابھی بھی زندہ ہے؟ یا یہ مردہ ہو چکا ہے جسے کوئی تکلیف کوئی غم محسوس نہیں ہوتا؟۔۔۔حازق خان کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں تھیں ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا یہ وہی میجر خان ہے جو ہر وقت زوریز شاہ کے ساتھ ہنستا کھلکھلاتا رہتا تھا۔۔

میں آپ کو اپنے غم کیوں سناؤں؟ جب میرے غم سننے کا وقت تھا آپ میرے پاس نہیں تھے! جب میں تکلیف میں روتے ہوئے آپکو پکارتی تھی آپ میرے پاس نہیں ہوتے تھے! تو پھر آج جب میں غموں سے چور ہو چکی ہوں تو میں کیونکر آپ کو اپنی تکلیف سناؤں؟ مجھے تو اپنی قسمت پہ حیرانگی ہوتی ہے کہ کیا کسی لڑکی کی میرے جتنے بری قسمت ہو سکتی ہے؟؟۔۔۔گلا لئی روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان تکلیف سے بولی تھی۔ اپنی گڑیا کا اتنا ٹوٹا لہجہ، اسکے شکوے محسوس کرتے ہوئے حازق خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ اسے اپنے ساتھ لگاتا اسکا ماتھا عقیدت سے چوم رہا تھا۔۔

آج وہ دو دن بعد ایک دوسرے سے مخاطب تھے، پچھلے دو دنوں سے گل کی طبیعت بے حد خراب تھی وہ کچھ دیر

ہوش میں آ کے چیختی چلاتی اور پھر سے بے ہوش ہو جاتی!! گلالئی کے لئے شاہ مینشن میں ہی نرس کا بندوبست کیا گیا تھا، حازق خان خاموش تھا، اسکے پاس جیسے بولنے کے لئے لفظ ہی نہیں تھے اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اللہ اسکی بہن اسکی امانت کو اسکے پاس واپس لٹا چکا ہے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 87 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

مما کی جان فوٹو شوٹ کروائے گا؟ میرا پارا بے بی!!!۔۔۔ ایزل شاہ اپنے لختِ جگر کو سینے میں بھینچتی اپنے فون کا کیمرہ اوپن کر رہی تھی، ازمیر شاہ اسکے لاڈ اٹھانے والے انداز پہ کھکھلاتا جا رہا تھا۔۔

ہائے مما کا اتنا پارا بیٹا! میرا دل کرتا ہے میں کھا جاؤں آپکو!!۔۔۔۔۔ اسکے کھکھلانے پہ ایزل شاہ دانت کچکچا کے بے حد پیار سے گویا ہوئی تھی، دل کر رہا تھا اسے چٹا چٹ چوم ڈالے لیکن مسئلہ یہ تھا وہ اپنے لبوں پہ سرخ لپ اسٹک لگائے ہوئے تھی جو ازمیر شاہ کے گالوں پہ لگ جاتی۔۔ اسی لئے وہ ہر ممکن کوشش کرتی خود کو اسے چومنے سے روک رہی تھی۔ وہ ابھی ازمیر شاہ کے لاڈ اٹھانے میں مصروف تھی جب کاظم شاہ گلے میں ٹاول ڈالے نہا کے واشروم سے نکلا تھا، ایزل شاہ اس وقت اپنے بیٹے کے ساتھ اتنی مصروف تھی کہ اسے کاظم شاہ کے واشروم سے نکلنے کی خبر بھی نہیں ہوئی تھی، وہی پہ کاظم شاہ اپنی بیوی کا شعلہ جوالہ حسن دیکھتے ہوئے ساکت ہوئی تھا، وہ اس وقت بلیک شفون کی سادہ سی ساڑھی پہ کامدار بلیک ہی بلاؤز پہنے پیروں میں بلاک ہیل جبکہ بالوں کو لوز کرلز کئے کھلا چھوڑے ہوئے تھے، لائٹ سی جیولری، لبوں پہ سرخ لپ اسٹک جبکہ ہاتھوں پہ چوڑیاں پہنے وہ کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی، وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا، وہ یہاں وہاں کا ہوش بھول چکا تھا، کاظم شاہ بنا پلکیں جھپکائے اپنی جیری کے حسن کا طواف کرنے لگا۔۔

افف وہ اتنی حسین کیوں تھی؟ کیوں ہر دفعہ اپنے حسن کے جلوے بکھیرتی اسے مات دے جایا کرتی تھی؟؟

کٹی! نہیں تم نے ابھی ازمیر کے سر پہ اپنا تھوبرا نہیں سجانا!! وہاں پہ بیٹھو! جب میں ازمیر کے سر پہ کس کے کر کے سر رکھو گی تو تم بھی میرے سر پہ کس کر (زبان پھیر کے) کے اپنے سر میرے سر کے ساتھ جوڑ دینا! یہ سب صرف پندرہ سیکنڈ کی ویڈیو میں کرنا ہے! اوکے؟ میں ٹائیمر سیٹ کر رہی ہوں!! اور خبردار جو ماں بیٹے کا پوز خراب کیا تم

نے!!۔۔۔۔۔ کٹی کو پہلے ہی ازمیر کے سر پہ اپنا سر سجاتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتی اسے پیار اور مصنوعی غصے سے ڈپٹتی اپنی گود میں اٹھا کے سائیڈ پہ بٹھاتی کسی ٹیچر کی طرح سمجھا رہی تھی، کٹی چھوٹی سی تھی جب سے ایزل شاہ اسے پال رہی تھی وہ اب کافی بڑی ہو چکی تھی اسکے سمجھانے پہ کافی باتیں سمجھ جایا کرتی تھی، وہ ایگزیکٹ ویسا تو نہیں کرتی تھی جیسے ایزل بولتی تھی لیکن ہاں جتنا اس سے ہوتا تھا وہ کام کرنے کی بھرپور تگ و دو کرتی تھی۔۔ ایزل شاہ کے پیار سے ڈپٹنے پہ کٹی نے منہ بناتے ہوئے میاؤں کیا تھا، مطلب وہ اسکی بات سمجھ رہی تھی۔۔ ایزل شاہ پھر سے اپنا فون تکیے کے ساتھ سیٹ کرتی کھکھلاتے ہوئے ازمیر شاہ کی کنپٹی پہ لب رکھتی اپنا سر تھوڑا سا ترچھا کر کے اسکے گال کے ساتھ ہولے سے بنا وزن ڈالے اپنا سر ٹکاتی پیار سے مسکرانے لگی، کٹی ایزل شاہ کی ہدایت کے مطابق اپنا پوز مارنے ہی والی تھی جب کٹی کی بجائے کاظم شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اپنے گلے سے ٹاول نکال کے صوفے پہ پھینکتے تیزی سے آگے بڑھتے اپنے لب ایزل شاہ کے گال پہ شدت سے رکھتے ہوئے اپنا سر ترچھا کر کے ہولے سے بنا وزن ڈالے اسکے سر کے ساتھ ٹکایا تھا، یہ سب اس نے اچانک کیا تھا، اپنی جگہ کاظم شاہ کو لیتے دیکھ کے کٹی غصے سے اسکے کندھے پہ چڑھتی اسکے مضبوط شانے میں اپنے پنجے گاڑ گئی۔۔ اور اسی وقت ٹائیمر ختم ہوا تھا۔۔ ویڈیو بن چکی تھی، ایزل شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا، وہ اس وقت شرٹ لیس تھا، وہ کیمرے میں نظر آتے کاظم شاہ کو یک ٹک دیکھ رہی تھی جس کے گولڈن بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپکتی ہوئی اسکے چہرے پہ گر رہی تھیں۔۔ کاظم شاہ کو یاد آیا تھا وہ اس وقت قوالی نائٹ کے لئے تیار ہوئی ہے اسکے چہرے اور ساڑھی کو کندھے سے اپنے گیلے وجود کی وجہ سے بھیگتے دیکھ کے وہ جلدی سے اس سے دور ہوتا ہوا اپنے بالوں کو ہاتھوں سے دونوں ہاتھوں سے اوپر کی طرف اٹھاتا ان میں تیزی سے ہاتھ پھیر رہا تھا ۔۔ وہ شاید اپنے بال خشک کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔

یہ سارے بدلے تم سے میرا بیٹا لے گا کمینی کٹی!! تم مرتی کیوں نہیں ہو؟ زندہ کیوں ہو ابھی تک؟ سکون چین نہیں ہے تمہاری زندگی میں؟ ہر وقت کباب میں ہڈی بنے رہتے ہیں دونوں فیانسی (کٹی اور ازمیر)۔۔۔۔۔ اپنے کندھے پہ کٹی کے پنجوں کے نشان دیکھ کے کاظم شاہ دانت پیس کے اس سے مخاطب ہوتا اب ایزل شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو جلدی سے سیدھی ہو کے بیٹھتی اپنی ساڑھی کا بے ترتیب پلو درست کرتی اسکے دل میں طغیانی مچا رہی تھی۔۔ ساڑھی کا پلو درست کرتی وہ اپنے چہرے پہ موجود پانی کی بوندیں ہولے سے ٹشو سے صاف کرتی اپنے گیلے کندھے کی طرف

دیکھ رہی تھی، وہ اس وقت کاظم شاہ سے نظریں ملانے کی بجائے ہر غیر ضروری کام کر رہی تھی۔ کاظم شاہ کے تپے ہوئے الفاظ پہ اس نے بے حد مشکل سے اپنی ہنسی دباتے تکیے کے ساتھ پڑا فون اٹھایا تھا۔۔ ویڈیو کو سیو کرتی وہ بظاہر بے تاثر چہرے سے فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی ازمیر شاہ کو اپنی گود میں اٹھا گئی۔ وہ اس ویڈیو کو بعد میں دیکھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بیٹے کو کب سے کھکھلاتے دیکھ کے وہ بے ساختہ ماشاءاللہ بولتی اسکے سر پہ موجود چھوٹے چھوٹے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کر رہی تھی۔ کاظم شاہ کے بھڑکنے پہ کٹی اونچی آواز میں میاؤں میاؤں کرتی اپنا پنجہ لہراتے ہوئے اسے ڈرانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔

تم یہ ساڑھی پہن کے نیچے جا رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔ ایزل کو اس گول گپے کو اٹھا کے بیڈ سے اٹھتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے نزدیک ہوتا مدھم آواز میں سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی! تو کیا آج پھر وہ اسے یہی پہ روکنے والا تھا؟؟

ہمم!!۔۔۔ ایزل شاہ نے ہنکارا بھرتے ہوئے اپنے قدم آگے کی طرف بڑھائے تھے جب کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے نزدیک کرتا ازمیر شاہ کو اسکے بازوؤں سے پکڑ کے بیڈ پہ لٹا گیا۔۔

میں نے تمہیں بلیک فراک خرید کے دی تھی سویٹ ہارٹ! وہ کیوں نہیں پہنی؟۔۔۔ اسکی نیلی خوبصورت آنکھوں میں دیکھتا کاظم شاہ نرمی سے اسکی ٹھوری پہ ہاتھ رکھتے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ اسے اسکا نیچے سب کے سامنے اس ساڑھی میں جان ناگوار گزرتا! وہ اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے نرمی سے مخاطب تھا۔۔

میرال آپی نے یہ گفٹ کی ہے! سب یہی پہن رہے ہیں!! ۔۔۔ کاظم شاہ کے لہجے میں نرمی کے ساتھ ساتھ سنجیدگی محسوس کرتی وہ اسے جواب دینے پہ مجبور ہوتی نظریں جھکا گئی۔ کاظم شاہ نے اپنے جبڑے بھینچے تھے۔۔

میری پسند سے زیادہ تمہارے لئے کسی دوسرے کی پسند اہمیت رکھتی ہے؟؟۔۔۔ وہ اسکی ساڑھی کے پلو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ خاموشی اور سنجیدگی سے آسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں نہیں چاہتا تم اس ساڑھی میں یہ فنکشن اٹینڈ کرو!! پلیز کچھ اور پہن لو؟۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ اپنے لہجے کی سختی پہ قابو پاتا بے حد نرمی سے گویا ہوتے التجائیہ انداز میں گویا ہوا۔۔۔

مجھے لگتا ہے آپ ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ چاہتے ہیں میں اپنی ہویلی کے کسی بھی فنکشن میں شامل نہ ہوں!! لیکن اس دفعہ میں آپکو آپکے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دوں گی!! میں فنکشن اٹینڈ کروں گی اور اسی ساڑھی میں کروں گی!!۔۔۔وہ ضدی انداز میں گویا ہوتی اپنی کمر سے اسکے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرنے لگی، اسکی ضد پہ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، ایزل شاہ کی آنکھوں میں نمی دیکھتا وہ اس کی کمر سے اپنے ہاتھ ہٹا گیا۔ اسے لگ رہا تھا شاید اسکی اوور پوزیسونس اسے ہرٹ کر رہی ہے۔۔۔

ایسی بات نہیں ہے اووزی! تم صرف اس ساڑھی کا بلاؤز چینج کر لو!! مجھے یہ پسند نہیں آرہا۔۔۔وہ اضطراب کی کیفیت میں بولا تھا، وہ اس ساڑھی میں سب کے سامنے جائے گی؟ یہ سوچ سوچ کے وجود پہ چیونٹیاں سے رینگ رہی تھیں، چاہے مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ تھا لیکن وہاں کوئی بھی کسی کی اجازت کے بغیر تصاویر تو کھینچ سکتا تھا نا؟ اور اگر کوئی اسکی خوبصورت بیوی کی اس حلیے میں تصاویر کھینچ لیتا؟ چاہے وہ کوئی لڑکی ہی ہوتی؟ کیا اس لڑکی کے فون سے اسکا کوئی بھائی یا کزن غلطی سے اسکی بیوی کی تصویر نہیں دیکھ سکتا تھا؟ کہنے کو تو کچھ بھی ہو سکتا تھا؟ کیونکہ کاظم شاہ کافی دور کی سوچ رکھتا تھا۔۔

میں آپکی پسند پہ پوری کیوں اتروں؟ یہ پوری ساڑھی اسی طرح سے ڈیزائن کی گئی ہے! اور مجھے نہیں لگتا اس بلاؤز میں کوئی خرابی ہے!!۔۔۔ایزل شاہ اپنے فل سلیوز کا مدار بلاؤز کی طرف دیکھتی دبے دبے غصے سے بولی تھی، آواز نیچی ہی رکھی تھی۔۔

تم میری پسند پہ پوری اترو گی کیونکہ تم میری اووزی ہو!! میں تم پہ اپنی مرضی نہیں تھوپ رہا لیکن یہ بلاؤز واقعی ہی اچھا نہیں لگ رہا اووزی !!

!!It's not of your size

کاظم شاہ اپنے غصے پہ قابو پا کے ہنوز نرمی سے بولتا اسکی ساڑھی کا پلو ہٹا کے اسکے بلاؤز کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا، وہ اس چست بلاؤز میں اسکی بل کھاتی کمر کے نظارے دیکھ چکا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کوئی اور اسکی بیوی کے سراپے کو غلطی سے بھی نظر بھر کے دیکھے چاہے وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو؟ کاظم شاہ کی بات سنتے ہوئے ایزل شاہ کی نظریں اپنے سراپے کی طرف اٹھی تھیں، اپنی ساڑھی کا بے ترتیب پلو دیکھ کے وہ بھوکلاتی ہوئی اسے

جلدی سے درست کرنے لگی جب وہ اسکا پلو زمین پہ گراتا اسکے بدن کے نمایاں ہوتے خوبصورت خدوخال پہ اپنی نظریں جما گیا۔۔ ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے، اسکی گہری نظروں کی تپش اپنے سراپے پہ محسوس کرتے پلکیں بوجھل ہوئی تھیں۔۔

پتا چل گیا کیا خرابی ہے اس بلاؤز میں سویٹ ہارٹ؟ یا مجھے مزید بتانے کی ضرورت ہے؟؟۔۔۔ اسے شرم سے لال ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے بلاؤز پہ بے باکی سے اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

میں ساڑھی کے پلو سے سب کور کر چکی تھی! آپ نے سب خراب کر دیا!! مجھے جانا ہی نہیں ہے!! ۔۔وہ جانتی تھی وہ اسکے بلاؤز کی فیٹنگ پہ چوٹ کر رہا ہے اس نے اتنی محنت سے آگے سے خود کو کور کیا تھا اور وہ ایک جھٹکے میں اسکا پلو زمین پہ گرا چکا تھا، اسے غصہ آیا تھا، وہ بھرائی آواز میں بول کے اسکی انگلیاں اپنی دھڑکنوں سے ہٹاتی اس سے دور ہوئی تھی۔۔ وہ غصے سے اپنی چوڑیاں اتارنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے جلدی سے اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔۔

میں سب خود سے کور کر دوں گا! رونے کی ضرورت نہیں ہے! کاجل پھیل جائے گا!!۔۔۔۔ اسکی آنکھوں میں ٹھہرے آنسو دیکھ کے وہ بے بس ہوا تھا، اپنی پوز سیسوونس ایک سائیڈ پہ رکھتے وہ اسے جھک کے نرمی سے اسکے گلے میں اپنی بانہیں پائل کرتے اپنے برہنہ سینے کے ساتھ لگا گیا، پنکھے کی وجہ سے اب اسکی گیلا وجود خشک ہو چکا تھا۔۔

مجھے بلاؤز چینج نہیں کرنا!! اس کے ساتھ کوئی دوسرا اچھا نہیں لگے گا!!۔۔۔ اسے نرم بنتے دیکھ وہ لگے ہاتھ اپنی بات منوانے لگی۔ ورنہ اسے لگ رہا تھا وہ ضد سے اسکا بلاؤز چینج کروا کے رہے گا۔۔

اوکے اور کچھ؟۔۔۔۔ وہ گہری سانس بھر کے اسکی سائیڈ گردن اپنے لبوں سے چھوتا پیار سے بولا۔۔ اسے اتنی جلدی مانتے دیکھ کے وہ حیران ہوتی خاموشی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔ وہ جھک کے اسکے پیروں میں پڑا ساڑھی کا پلو اٹھا کے اسکے سینے کو اچھی طرح طرح سے اس پلو سے کور کرتا کندھے سے گزار کے پیچھے کی طرف لانے ہی والا تھا جب اسے پر سکون ہو کے اپنے حصار میں کھڑے دیکھ کے وہ خود پر سے مزید قابو کھوتا ہوا اسکے پلو کو پھر سے بے ترتیب کرتا اسکے فرنٹ ڈیپ گلے پہ شدت سے جھکا تھا، ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے خود کو گرنے سے بچاتے جلدی سے اسکے سینے پہ اپنے ہاتھ جمائے تھے، کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین بوس ہونے سے بچاتا اسکی

دھڑکنوں پہ اپنے لبوں کے لمس میں مزید شدت اختیار کرتے ایزل شاہ کو ایک دفعہ پھر سے شرم سے سرخ کر گیا۔۔
اسے بے تابی سے مزید نیچے کی طرف جھکتے دیکھ کے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنساہٹ ہوئی تھی وہ اسے دور
جھٹکنے کی بجائے شرم سے اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔

بلاؤز۔۔ خراب۔۔ ہوا۔۔ نا۔۔۔ تو۔۔۔ آپکے۔۔ کپڑے۔۔ قینچی۔۔۔ سے۔۔ کاٹ۔۔ دوں۔۔ گی۔۔۔ اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بے باکیوں کو عروج پہ پہنچتے محسوس کر کے ایزل شاہ نے لڑکھڑاتے لہجے میں اسے مصنوعی غصے سے دھمکی تھی۔ آنکھیں ہنوز میچی ہوئی تھیں۔۔ کاظم شاہ جو اسکی گردن سے نیچے نظر آتی گہرائیوں کو اپنی شدت کے نشانات سے سرخ کر چکا تھا، ایزل شاہ کی دھمکی پہ اپنے دانتوں سے بے باک سے شرارت کرتا اپنی مسکراہٹ دبا کے اسکی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ اس وقت لال بھبھوکا بنا ہوا تھا۔۔

جب یوں ہاٹ بن کے میرے سامنے آؤ گی تو ماحول میں مزید گرمی پیدا کرنا مجھ پہ فرض ہے سویٹ ہارٹ! تم مجھے ان چھوٹی موٹی جسارتوں سے روک نہیں سکتی!!۔۔۔ وہ اسکی بند آنکھوں کی پلکوں پہ ہولے سے پھونک مارتا بے باکی سے گویا ہوا تھا، اسے شدت بھری گستاخیوں کو چھوٹی موٹی گستاخیوں کا نام دیتے سن کے ایزل شاہ نے دل میں توبہ کی تھی۔۔ اپنی آنکھوں پہ اسکی گرم سانسوں کی تپش محسوس کرتی وہ اپنی نیلی آنکھیں وا کر کے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اسے کمر سے جکڑے اس پہ جھکا ہوا تھا۔۔ اسکے چہرے کو نقش نقش سے اپنی نگاہوں سے چومتے نظریں جب ایزل شاہ کے لبوں پہ مرکوز ہوئی تو حلق میں جیسے کانٹے سے چبھے تھے، وہ ڈارک ریڈ لپ اسٹک لبوں پہ لگائے ہوئے تھے، کاظم شاہ کو اسکے ہونٹوں پہ یہ سرخی بھی برداشت نہیں تھی، وہ ان لبوں سے یہ سرخی چرا لینا چاہتا تھا لیکن اپنی اوورزی کے ضدی انداز سے واقف تھا اب اگر وہ اپنی لپ اسٹک خراب ہونے پہ نیچے نہ جانے کی ضد پکڑ لیتی تو وہ واقعی ہی یہ فنکشن اٹینڈ نہ کرتی جیسے اس روز غصے سے سو چکی تھی، وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں لینے کی بجائے ان پہ گہری سانسیں چھوڑتا ہوا اسکے ماتھے کو اپنے ہونٹوں سے چھو کے اسکی ساڑھی کے پلو کو پھر سے ترتیب دیتا اسکا فرنٹ ڈیپ گلہ چھپاتے ہوئے اسکے کندھے سے پلو گزار کے اسکی کمر تک لاتا پیچھے سے اچھے سے اسکی بل کھاتی کمر اس بڑے سے پلو سے چھپاتا اسکا کونا اسکے دوسرے ہاتھ میں پکڑاتے ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا، ڈریسنگ ٹیبل سے سیفٹی پنز اٹھاتا وہ پھر سے اسکی طرف بڑھا، اپنے طریقے سے اسکے سیٹ کئے گئے پلو پہ سیفٹی پنز اٹیچ کرنے لگا، اس نے اتنی

نفاست سے اسے آگے اور پیچھے سے کور کیا تھا کہ ایزل شاہ بے ساختہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اسکی لگائی گئی سیفٹی پنز بھی نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ پہلے اپنی کمر کی وجہ سے ان کمفرٹیبل فیل کر رہی تھی لیکن اب وہ پر سکون تھی ۔ اسکا پلوسیٹ کرنے کے بعد کاظم شاہ نے اسکے ننگے سر کو دیکھ کے اپنا نچلہ ہونٹ دانتوں میں دبایا تھا۔۔

تمہیں نہیں لگتا تم اس وقت قرآن کی تفسیر میں پڑھے گئے وہ تمام احکامات بھول رہی ہو جو اللہ نے عورتوں کے بارے میں بیان کئے ہیں؟ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں قرآن پڑھ کے، احادیث سن کے، بیان سن کے کچھ دیر کے لئے ایموشنل کیوں ہوتے ہیں اگر ہم اسے اپنی پریکٹیکل زندگی میں اپلائے ہی نہ کر سکیں؟ تم نے قرآن کی تفسیر پڑھی ہے اووزی! تم اسلامک سینٹر جاتی رہی ہو! ہر روز نماز پڑھتی ہو، قرآن کی تلاوت کرتی ہو، باہر جاتے ہوئے دوپٹا لیتی ہو تو پھر آج کیوں نہیں؟ کیا اللہ نے یہ فرمایا ہے شادیوں بیاہوں پہ دوپٹا لینا چھوڑ دو؟ حجاب کرنا چھوڑ دو؟ اپنے جسم کو مکمل طور پہ ڈھکنا چھوڑ دو؟؟ مجھے یہ لاجک آج تک سمجھ نہیں آیا اووزی! میں تم پہ طنز نہیں کر رہا میں صرف اپنی بات کا جواب چاہ رہا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی خواتین ہیں جو خود کو ہر وقت پردے میں چھپا کے رکھتی ہیں لیکن کسی ایونٹ یا شادی بیاہ کے موقعے پہ وہ دوپٹے گلے میں ڈال لیتی ہیں! میرا ان سے سوال ہے پھر اتنے سال پردے کا ڈھونگ رچا کے خود کو کور کرنے کا کیا فائدہ جب انہیں خود کو ایک روز بے پردہ ہی کرنا ہے؟ میں جانتا ہوں نیچے عورتوں اور مردوں کا الگ فنکشن ہے لیکن جب اللہ نے عورت کو ہر حال میں سر ڈھکنے کا حکم دیا ہے تو پھر عورتوں میں بھی موجود ہوتے ہوئے عورت خود کو کیوں نہ ڈھکے؟ کیا شیطان ہر وقت ہمارے ساتھ نہیں ہوتا؟ کیا وہ ہمارے جسم کو ہماری شرمگاہوں کو غلیظ نظروں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا؟ کیا عورتیں اگر سروں سے دوپٹا اتار لیں تو زیادہ اچھے سے فنکشن انجوائے ہوتا ہے؟ یا اگر وہ اپنے جسم سے لاپرواہی بھرتے تو فینکشن اٹینڈ کرنا ایزی ہو جاتا ہے؟ یہ تمام باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں! میں اس وقت صرف تمہاری نہیں تمام عورتوں کی بات کی رہا ہوں! میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں اگر میں اپنے دل کی بات تم سے نہیں پوچھوں گا تو کس سے پوچھوں گا؟ مجھے واقعی ہی اس بات کا جواب چاہئیے۔۔۔ کاظم شاہ نرمی سے ایزل شاہ کو اپنی باتوں کے جال میں پھنساتا اسکی آنکھیں ناک کان کھول رہا تھا۔ وہ اسے ڈائریکٹ حجاب کرنے کا حکم دے کے اپنی مرضی تھوپنے کی بجائے الگ طریقے سے سمجھا رہا تھا۔ اسکی باتیں حقیقت پہ مبنی تھیں، اسکی باتیں سن کے ایزل شاہ پہ گھڑوں پانی پڑا تھا۔۔ وہ چاہے اس پہ طنز

نہیں کر رہا تھا لیکن اس وقت وہ بھی انہی عورتوں کی کیٹگری میں ارہی تھی جو شادیوں بیاہوں پہ دوپٹا سر پہ رکھنا بھول جاتی ہیں۔۔

س۔ساڑھی۔۔کا۔۔۔پلو۔۔۔ سر۔۔۔پہ۔۔۔لیتی۔۔تو۔۔۔سب۔۔مذاق۔۔۔بناتے۔۔۔اپنی غلطی پہ وہ معصومیت سے نظریں جھکا کے لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اپنی صفائی پیش کرنے لگی، اسکے معصوم سے بہانے پہ کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط پیار سے اسکے جھکے سر کو دیکھنے لگا۔۔وہ اس وقت شاید شرمندہ ہو رہی تھی لیکن کاظم شاہ کا اسے شرمندہ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

تو حجاب لے لو نا! اس میں میری اووزی اور بھی پیاری لگے گی؟۔۔۔وہ اسکا سر چوم کے اسکا چہرہ ٹھوری سے پکڑ کے اوپر کی طرف اٹھاتا پیار سے بولا تھا، یہ آئیڈیا ایزل شاہ کو پہلے کیوں نہیں آیا تھا؟ ایزل شاہ نے ناک سکوڑتے ہوئے سوچا تھا۔کاظم شاہ کی نظریں ایزل شاہ کی چھوٹی سی ناک سے ہوتے ہوئے اچانک سے بیڈ کی طرف اٹھی تھیں اسے کافی دیر سے خود پہ نظروں کی تپش محسوس ہو رہی تھی، ازمیر شاہ اور کٹی کو یک ٹک اپنی اور ایزل کی طرف دیکھتا پا کے وہ پہلے تو حیران ہوا اور پھر سر پیچھے کی طرف پھینک کے دلکش قہقہ لگا اٹھا، ایزل شاہ جو خود اسکی نظروں کے تعاقب میں ازمیر اور کٹی کو اپنی طرف دیکھتا پا کے سرخ پڑی تھی کاظم شاہ کو خوبصورتی سے ہنستے دیکھ کے وہ بمشکل اپنی ہنسی دبا کے اس پر سے نظریں ہٹاتی ہوئی الماری کی طرف بڑھی تھی۔۔

سوچتا ہوں تم دونوں کی رخصتی کا کچھ!!۔۔۔۔وہ ہنستے ہوئے ازمیر شاہ اور کٹی کی طرف آتا اترا کے بولا تھا، اپنے گول گپے کو کھکھلانے کی بجائے منہ بناتے دیکھ کے وہ جھک کے اسے دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔۔

کچھ دیر بعد کاظم شاہ ڈریسنگ روم سے بلیک شلوار قمیض پہنے گلے کے گرد سیاہ اجرک لئے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا جہاں ایزل شاہ بلیک چمکیلے سے سٹالر کا کچھ سٹائلش سا حجاب کرتی اپنا سر کور کر رہی تھی اور اس حجاب میں پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، وہ اسکی اچھی باتیں جلدی سمجھ جایا کرتی تھی! وہ مسکرایا تھا۔۔وہ اسکے قریب کھڑا آئینے سے نظر آتے اسکے اور اپنے عکس کو محبت سے دیکھنے لگا۔۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو سویٹ ہارٹ!!!۔۔۔وہ اسکے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکراتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اسکی تعریف کرنے لگا۔۔وہ سرخ پڑتی نظریں جھکا گئی۔وہ اسے کیسے بتاتی وہ بھی ہمیشہ کی طرح اسکی پسندیدہ سیاہ شلوار قمیض میں غضب ڈھا رہا ہے۔

میں اس دن کا انتظار کروں گا جب تم اپنی رضامندی سے میرے قریب آؤ گی!! میرے لئے صرف ایک چھوٹا سا اشارہ کافی ہو گا تم خود سوچ لو وہ اشارہ کیا ہو سکتا ہے اور کیا ہونا چاہئیے؟۔۔۔۔۔۔۔اسے نظریں جھکاتے دیکھ کے وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں محبت سے بولا تھا، ایزل شاہ کو اسکی پہیلی کی سمجھ نہیں آیا تھی، وہ کس اشارے کی بات کر رہا تھا وہ سمجھ نہ سکی؟ خیر اسکی بے باک سرگوشی پہ وہ ہمیشہ کی طرح نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔

نیچے چلیں؟۔۔۔۔اسے نروس ہوتے دیکھ کے وہ اس پر سے نظریں ہٹا کے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتا ایزل شاہ سے مخاطب ہوا تھا، حیرت کی بات تھی آج ازمیر بھی چل موڈ میں تھا وہ آج ماں باپ کے نزدیک آنے پہ رودھو کے انہیں تنگ بالکل نہیں کر رہا تھا۔۔

ہمم!!۔۔۔ایزل شاہ ہنکارا بھر کے اس کے ہاتھوں سے ازمیر شاہ تھامنے لگی لیکن کاظم شاہ نفی میں سر ہلا گیا۔۔وہ کندھے اچکاتی کٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔اسے کٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھاتے دیکھ کے جہاں کاظم شاہ جی بھر کے جیلس ہوا تھا وہی پہ ازمیر شاہ نے گلہ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔بیٹے کو روتے دیکھ کے ایزل شاہ بھوکھلاتی ہوئی رخ موڑ کے اسے دیکھنے لگی، باپ بیٹے کا پھولا منہ دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی کٹی کو معصومیت سے دیکھ کے نیچے اتارتی روتے ہوئے بیٹے کو کاظم شاہ سے پکڑ کے اپنے سینے سے لگا گئی جو کٹی کو زمین پہ اور خود کو ایزل شاہ کی بانہوں میں دیکھ کے اگلے ہی سیکنڈ یوں خاموش ہوا تھا جیسے کبھی رویا ہی نہ ہو۔۔

فسادن بدمعاش کٹی!!۔۔۔کاظم شاہ دانت پیس کے سرگوشی نما آواز میں کٹی سے مخاطب ہوتا آنکھیں گھما کے دروازے کی طرف بڑھتا انہیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر گیا۔

اگر تو آپ کا میری شادی پہ بھی مجنوں بننے کا ارادہ ہے تو میری آپ سے گزارش ہے مجھے آج کے بعد منہ مت لگائیے گا اور بھول جائیے گا کوئی زوریز شاہ آپ کا خونی بھائی ہے!!۔۔۔زوریز شاہ اچانک سے احان شاہ کے کمرے کا دروازہ

کھول کے اندر داخل ہوتا بے حد سنجیدگی سے اوندھے منہ بیڈ پہ گرے احان شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔احان شاہ جو ہمیشہ کی طرح اپنے چہرے پہ تکیہ رکھے اپنی گل کی یادوں میں کھویا ہوا تھا،زوریز شاہ کی آواز سنتے اس نے اپنا چہرہ تکیے پہ رگڑ کے گلابی ہوتی ہری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس وقت بلیک کرتے شلوار پہ گلے کے گرد سیاہ اجرک لٹکائے پیروں میں پشاوری چپل پہنے سرخ و سفید چہرے پہ بے حد سنجیدگی سجائے سینے پہ ہاتھ باندھ کے کھڑا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔زوریز شاہ کے کرتے پہ چھوٹے چھوٹے شیشوں سے ایمبرائیڈڈ کام کیا گیا تھا،یہ کرتا اس کے لمبے چوڑے وجود پہ کافی جچ رہا تھا۔۔احان شاہ کی گلابی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے زوریز شاہ نے بے ساختہ نگاہیں چرائی تھیں۔اسکی آنکھیں اب زیادہ ترنم رہا کرتی تھیں۔وہ احان شاہ جو اپنی حرکتوں سے سب کو ذچ کرتا رلا دیا کرتا تھا آج اپنی بیوی اپنی محبت اپنے عشق کو ادکرتے وہ ایک دن میں نا جانے کتنی ہی دفعہ رو لیا کرتا تھا۔۔

میں نے تجھے آج سے پہلے کبھی منہ لگایا ہے جو آج کے بعد منہ لگانے کی خواہش کروں گا؟۔۔۔احان شاہ اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھ کے اپنی بھاری آواز میں کندھے اچکاتا ہوا طنزیہ انداز میں گویا ہوا تھا۔۔بھئی مان گئے شاہ صاحب کو۔۔۔انہیں تو مجنوں بن کے بھی طنز کے تیر پھینکنا نہیں بھولتا تھا۔۔

غضب بے عزتی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ جلتے کڑھتے دل سے سوچتا ہوا اپنا منہ پھولا رہا تھا،یہ جملہ اکثر رایان خان بولا کرتا تھا۔۔

اپنی اسی بات پہ قائم رہیئے گا اب! ناراض ہوں میں آپ سے!!۔۔۔۔زوریز شاہ منہ بنا کے جلے کٹے دل سے بولتا پیر پٹختے ہوئے باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب احان شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا جلدی سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

کہاں سے میجر لگتے ہو تم؟اور مجھے تو حیرانگی ہوتی ہے اس بندے پہ جس نے تمہیں میجر کے عہدے پہ فائز کیا ہے!!۔۔۔احان شاہ اسکے مقابل آ کے کھڑا ہوتا اسے گلے سے لگاتے پیار سے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔اسے اب خود بھی محسوس ہو رہا تھا اس نے زوریز شاہ کی شادی کی ایک تیاری بھی خود سے نہیں دیکھی تھی جبکہ زوریز شاہ ہمیشہ ہر کسی کا اپنی ذات سے زیادہ خیال رکھا کرتا تھا۔۔

شکل سے مجنوں تو آپ بھی نہیں لگتے مجھے تو حیرانگی ہوتی ہے اس بندی پہ جس نے آپکو مجنوں بننے کے مجبور کیا ہے!!۔۔زوریز شاہ ناک چڑھا کے دوبدو بولا تھا، احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں، زوریز شاہ اور کاظم شاہ ہمیشہ باتوں باتوں میں اس کا ذکر چھیڑتے اسکے زخموں پہ نمک چھڑکتے تھے اور کبھی کبھی تو اسے لگتا تھا یہ دونوں جان بوجھ کے اسے اسکی گل یاد کرواتے ہوئے اسکی بے بسی کے مزے لیتے ہیں۔۔

تم تو جانتے ہو عشق کیا سے کیا بنا دیتا ہے زوریز!" محبوب سے عشق" امیر کو فقیر تو فقیر کو امیر کر دیتا ہے! جس امیر کو عشق نہ ملے وہ خود کو فقیر سمجھنے لگتا ہے تو جس فقیر کو عشق مل جائے وہ خود کو دنیا کا امیر انسان سمجھنے لگتا ہے! اس وقت میں خود کو ایک فقیر کی مانند سمجھتا ہوں کیونکہ میں ایک " فقیرِ عاشق" ہوں مجھے " فقیرِ عشق" ہو گیا ہے زوریز! تمہیں بھی تو عشق ہوا تھا! تم نے بھی تو چھ سالوں کا ہجر کاٹا تھا! کیا تم ابھی بھی میری حالت سے واقف نہیں ہو جو بار بار اسکا ذکر چھیڑ جاتے ہو؟۔۔احان شاہ کا لہجہ کرب ناک تھا، زوریز شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، اس نے خود پہ لعنت بھیجی تھی جس کی زبان ہمیشہ پھسل جایا کرتی تھی۔۔

عشقِ مجازی کے ساتھ ساتھ عشقِ حقیقی لازم و ملزوم ہے اور میں نے آپکو تہجد کی نمازیں پڑھتے دیکھا ہے! دعاؤں میں روتے ہوئے بھی دیکھا ہے!! میں صرف ایک بات جانتا ہوں عشق امیر ہو یا فقیر! جو انسان اللہ کے حضور جھک کے تہجد کی دعاؤں میں عشق مانگ لیتا ہے میں مان ہی نہیں سکتا یار اسے اس کا عشق نہ ملے؟ اور چلیں میں مان بھی لیتا ہوں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جنہیں تہجد کی دعاؤں سے بھی ان کا عشق نہیں ملا ہو گا لیکن میں یہ نہیں مان سکتا وہ اللہ جو اپنے ایک بندے کو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اس نے اسکے لئے کچھ اچھا تلاش نہ کیا ہو؟ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو تہجد کی دعاؤں میں روتے گڑگڑاتے ہوئے اللہ سے ایک ایسا انسان مانگ رہے ہوتے ہیں جو ان کے حق میں بہتر نہیں ہوتا! اور جب انہیں وہ انسان نہیں ملتا تو میں حیران ہوتا ہوں وہ لوگ اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے شکوے کرتے ہیں! مایوس ہوتے ہیں! وہ یہ کیوں نہیں سوچتے اللہ نے ہمارے لئے کچھ بہتر کا انتخاب کیا ہو گا؟ ہو سکتا ہے جس سے ہم عشق کر بیٹھتے ہیں وہ اگر ہمیں مل جائے تو ہماری زندگی میں طوفان برپا ہو جائے اور ہو سکتا ہے جس سے ہم محبت بھی نہیں کرتے وہ انسان ہمیں اتنا ٹوٹ کے چاہے کہ زندگی خوشیوں سے بھر جائے! پاگل ہو جائیں ہم لیکن اس انسان کا عشق ختم نہ ہو!! آپ نے اپنی دعاؤں میں اپنی محرم کو مانگا ہے! محرم کی محبت اللہ کے نزدیک سب سے

پاکیزہ، پسندیدہ اور حلال محبت ہے! محرم سے محبت کرنا ایک بڑی نیکی ہے اور اللہ نے ہر نیکی کا انعام کے طور پہ ثواب مقرر کیا ہے!! یقین کریں ایک وقت آئے گا جب آپ کی دعاؤں کے عوض وہ آپکو مل جائے گی اور آپ بے یقین ہو جائیں گے!! آپ کی زبان جیسے کچھ بولنا بھول جائے گی! مجھے نہیں لگتا ان چند سطروں کے علاوہ مجھے مزید کچھ جملے بولنے کی ضرورت ہے؟ کیونکہ جب انسان محبت سے عشق کا سفر تہہ کرتا ہے اسے قدم قدم پہ ٹھوکر لگتی ہے! وہ قدم قدم پہ گر کے خود ہی اپنی مدد آپ کے تحت سنبھلتا ہے! جس طرح سے میں سنبھلا تھا اور جس طرح سے آپ سنبھل جائیں گے!! ایک عاشق کا درد کوئی نہیں بانٹ سکتا سوائے اسکے محبوب کے اور جس عاشق کو محبوب میسر نہ ہو وہ سب کچھ سمجھ کے بھی نہیں سمجھتا! لیکن میں چاہتا ہوں آپ سمجھ جائیں! آپ تڑپنا چھوڑ کے اپنی دعاؤں کا زور بڑھا دیں!۔۔۔۔۔زوریز شاہ مدھم آواز میں اپنی آنکھیں میچ کے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار زور سے باندھتے ہوئے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔وہ اسے یقین دلا رہا تھا اس نے اپنی محرم سے عشق کیا ہے اور اللہ اسکی محرم کو اسکے پاس ضرور لوٹائے گا۔۔

ہمم!! مجھ سے زیادہ سمجھدار بننے کی ضرورت نہیں ہے!۔۔۔ کتنی ہی دیر خاموشی سے ایک دوسرے کے گلے لگے رہنے کے بعد احان شاہ اس خاموشی کو اپنے ازلی طنزیہ انداز میں توڑتا اس سے الگ ہوا تھا۔۔زوریز شاہ کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔

(مجھے معاف کر دیں!!)۔۔۔۔۔۔اسکی ہری آنکھوں میں سرخ گلابی ڈھوریں دیکھتا زوریز شاہ دل میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

چلیں میں نہیں بنتا سمجھدار! آپ ہی سمجھداری دیکھا کے نیچے سب مہمانوں کو اٹینڈ کرتے ایک بڑے بھائی کا فرض نبھا دیں تو کیا ہی بات ہے!!۔۔۔زوریز شاہ بھی اسکا بھائی تھا وہ کیوں جواباً خاموش رہتا؟

ہونہہ!! سوات سے دوست آ گئے تمہارے؟؟۔۔۔احان شاہ نے ہنکارا بھر کے الماری کی طرف بڑھتے مصروف انداز میں سوال کیا تھا۔۔

اونو!! میں تو نیچے گیا ہی نہیں!! آپ جلدی سے تیار ہو کے آ جائیں میں نیچے چل کے دیکھتا ہوں خان اور لالہ لوگ آئیں ہیں یا نہیں!!۔۔۔زوریز شاہ اپنے سر پہ ہاتھ مار کے تاصف سے بولتا جلدی سے نیچے کی طرف بڑھا تھا۔۔احان

شاہ کا دل کیا تھا اس سے حازق خان کی آمد کے بارے بھی استفسار کرے لیکن تب تک زوریز شاہ وہاں سے جا چکا تھا

افف!! یہ کتنی عجیب لگ رہی ہے؟ میں یہ پہن کے کیسی لگ رہی ہو؟ ا۔اور۔۔ارزم۔۔کیا انہیں ایسی ڈریسنگ پسند آئے گی؟؟میرال آپی بھی نا!!!۔۔۔بلیک سلک کی ساڑھی میں ملبوس ذائشہ خان آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سراپے پہ نظریں جمائے کنفیوز سی خود سے مخاطب تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی میرال شاہ اپنی لاڈلی کو خود تیار کروا کے پارلر روانہ ہوئی تھی۔میرال شاہ نے زبردستی اسے لائٹ سا میک اپ کرتے لبوں پہ سرخ لپ اسٹک لگائی تھی۔ذائشہ نے لاکھ بولا تھا وہ اوور لگ رہی ہے لیکن اسکا کہنا تھا کہ وہ سب لڑکیاں ایسی ہی تیاری کرنے والی ہیں تو کوئی بھی اوور نہیں لگے گا۔میرال شاہ اسے آگاہ کر کے گئی تھی کہ وہ ارزم شاہ کے ساتھ نہیں جائے گی بلکہ وہ خود پارلر سے واپسی پہ اسے پک کرے گی کیونکہ ارزم شاہ ابھی ذائشہ خان کو اپنی فیملی سے نہیں ملوانا چاہتا تھا،اگر وہ ذائشہ خان کا تعارف اپنے نام سے کروائے گا تو یہ خبر جنگل میں کسی آگ کی طرح پھیلے گی اور وہ نہیں چاہتا تھا ذائشہ خان لوگوں کی نظروں میں آئے۔۔ذائشہ خان اور ارزم شاہ کے درمیان کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا،ذائشہ خان اس دن کے بعد دو سے تین دن اس سے ناراض رہی لیکن جب اس نے نہ منایا تو پھر سے اپنی روٹین پہ واپس آتی لاؤنج میں بیٹھ کے ہر شام تک اسکا انتظار کرتی رہتی،وہ سیٹی بجاتے ہوئے اندر داخل ہوتا،گلاس وال کا پردہ ٹھیک کرتا اور کمرے میں بند ہو جاتا۔۔

صرف یہی تک ملاقات ہوتی تھی ان دونوں کی۔۔۔

(اگر تم نے یہ پہن کے اسے اپنا دیدار نہ کروایا تو بس پھر مجھ سے کٹی سمجھو!!۔۔۔) میرال شاہ کے بولے گئے الفاظ ہمیشہ کی طرح جب کانوں میں گونجے تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی،میرال شاہ کو شک ہوا چلا تھا وہ دونوں ایک اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے بہت دور ہیں،میرال شاہ کی تفتیش پہ ذائشہ نے اسے بتایا تھا ان دونوں میں تھوڑی بہت ناراضگی چل رہی ہے لیکن غلطی ساری ارزم شاہ کی ہے نا کہ مجھ معصوم کی!! بس پھر اپنی لاڈلی معصوم بچی کے منہ سے یہ سننے کی دیر تھی جب میرال شاہ نے بے باک مشورے اسکے گوش گزار کرتے ہوئے اسکے کان سے دھواں نکالا تھا۔ابھی بھی وہ اس سے وعدہ لے کے گئی تھی وہ کسی بھی طرح سے اسے اپنا دیدار کروائے

گی! دور دور رہ کے اسے تڑپائے گی! وہ خود اسکے نزدیک آنے کی تمنا کرے گا۔ ذائشہ خان کو اس دن کا واقعہ یاد آیا جب اس نے جینز شرٹ پہن کے ارزم شاہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بجائے متوجہ ہونے کے اسی پہ غصہ ہو گیا تو ماتھے پہ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمکیں۔۔ وہ میرال کو ناراض نہیں کر سکتی تھی اور کہیں نہ کہیں دل میں خود بھی ایک کمینی سی خواہش جاگ رہی تھی کہ وہ اسے اس حلیے میں دیکھ کے تڑپ تڑپ جائے لیکن وہی پہ شرم بھی آرہے آرہی تھی۔ وہ بہانے سوچنے لگی کہ ایسا کیا بہانہ بنائے اور اسکے کمرے کا رخ کرے؟ لیکن اسے زیادہ سوچنا نہیں پڑا تھا وہ دو ہی منٹوں میں بہانہ سوچ کے اپنے ڈارک براؤن بالوں کو پیچھے کی طرف پھینکتی اپنی سلک کی ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتی لب دباتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔

یا اللہ جی میرال آپی مجھے خراب کر رہی ہیں! ورنہ آپ تو جانتے ہیں نا میں معصوم ایسی نہیں ہوں!!۔۔۔ ذائشہ کو جب اچانک سے اپنی حرکتوں پہ حیرت ہوئی تو اوپر کی طرف چہرہ کر کے اللہ سے مخاطب ہوتی معصومیت سے اپنے چہرے کے زاویے بگاڑتی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔ معصوم بھی رہنا تھا لیکن میرال شاہ کے مفید مشوروں کو سننے کے بعد شوہر کو تڑپانا بھی تھا۔۔ ہائے رے ہماری معصوم چالاک سی ذی۔۔۔

ذائشہ خان معصومیت سے اپنی انگلیاں مڑورتی ارزم شاہ کے کمرے کا دروازہ ناک کئے بغیر اندر داخل ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ جو آئینے کے سامنے کھڑی اپنے شہد رنگ گھنے بالوں کو جیل سے سیٹ کر رہا تھا کلک کی آواز دروازے کھلتے دیکھ کے اس نے بے ساختہ رخ موڑا تھا۔۔ ذائشہ خان کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کے اسکے ہاتھ سے برش گرتے گرتے بچا تھا، وہ ہیئر برش کو مضبوطی سے تھامتا اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا، وہ اس ساڑھی میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، جتنی تعریف کی جائے کم تھی۔۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے ذائشہ کے لب شرمیلی سی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے، اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے لبوں پہ مسکراہٹ دیکھتے وہ اگلے ہی پل اپنی نظروں پہ قابو پاتا سنجیدگی سے اپنا رخ پھر سے آئینے کی طرف موڑ گیا ساتھ ہی نا محسوس انداز میں اپنی سیاہ قمیض کے اوپری بٹن سینے سے کھولنا وہ نہیں بھولا تھا۔۔

کیا کام تھا؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ ہیئر برش سے اپنے بال ٹھیک کرتا ہوا اپنی بھاری آواز میں سنجیدگی سے ذائشہ خان کے آنے کا مقصد استفسار کرنے لگا۔ ذائشہ خان جو اسے بلیک شلوار قمیض پہ بلیک اجرک لئے دیکھ کے ہمیشہ کی طرح سٹل

ہوئی تھی، اسکے چوڑے مردانہ سینے پہ شہد رنگ بال دیکھ کے وہ ہمیشہ کی طرح تھوک نگلنے لگی، اسکے سوال کرنے پہ وہ اپنے لبوں کو زبان سے ترسے کرتی ہوئی خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کرنے لگی، ارزم شاہ نے آئینے میں اسکا عکس دیکھتے اسکے لبوں پہ زبان پھیرے والی حرکت بغور نوٹ کی تھی۔ اسکا ان سرخ لپ اسٹک سے سجے لبوں پہ زبان پھیرنا ارزم شاہ کو پاگل کر چکا تھا لیکن بظاہر اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔۔

و۔وہ۔۔میں۔۔۔نے۔ساڑھی۔۔پہنی۔۔۔ہے۔۔۔۔ابھی وہ لڑکھڑاتے لہجے میں مزید گویا ہوتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تو؟؟میں کیا کروں؟؟۔۔۔۔وہ دھڑکتے دل سے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔

میرال آپی۔۔مجھے۔۔بول۔۔۔رہی۔۔تھیں۔۔وہ۔۔مجھے۔۔۔خود۔۔اپنے۔۔ساتھ۔۔۔لے۔۔کے۔۔جائیں۔۔گی۔۔۔لیکن۔۔میں۔۔وہاں۔۔پہ۔۔کسی۔۔کو۔۔نہیں۔۔جانتی۔۔سوائے۔۔مرحا،میرال۔۔آپی۔۔او ر۔۔لالہ۔۔۔کے۔۔میرے۔۔پاس۔۔تو۔۔عبائیہ۔۔بھی۔۔نہیں۔۔۔ہے۔۔۔پھر۔۔۔میں۔۔۔کیسے۔۔۔جاؤں؟۔۔۔وہ معصومیت سے نظریں جھکا کے اپنی بلیک ہیل کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔وہ آج کافی دنوں بعد یوں اس سے مخاطب تھی۔۔اسکے منہ سے عبائیے کا ذکر سن کے ارزم شاہ کو کیا کیا یاد نہیں آیا تھا؟یونیورسٹی میں گزرا ہر پل اسکی آنکھوں کے پردوں میں کسی فلم کی طرح لہرایا تھا۔۔پھر چھ ماہ اپنا تڑپنا۔۔ہجر کی آگ میں جلنا جب آنکھوں میں لہرایا تو وہ لہولہو ہوئی تھیں، شہد رنگ آنکھوں میں سرخی کے ڈھوریں نمایاں ہوئے تھے۔۔

تمہارے لئے عبائیے خریدنا پسند نہیں رہا اب!! برقعے اور حجاب جیسا خوبصورت تحفہ صرف ان لڑکیوں کو دیا جاتا ہے جو اسے اللہ کو خوش کرنے کے لئے استعمال کرتی ہیں! شرعی پردہ کرتی خود کو دوسرے مردوں کی نگاہوں سے چھپانا چاہتی ہیں! ان عورتوں کے لئے نہیں جو اسے صرف اپنے مطلب کے لئے چوروں کی طرح چھپن چھپائی کھیلنے کے لئے استعمال کریں!!۔۔۔۔وہ زہر خند انداز میں سر جھٹک کے لاپرواہی سے بولتا اب آئینے میں اپنے شہد رنگ گھنے بالوں کو برش کر رہا تھا۔۔اسکے سفاک الفاظ پہ اس کے قریب کھڑی ذائشہ خان کی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب ہوئی تھی، وہ اس سے چند قدموں کے فاصلے پہ تھی۔۔اس نے اپنی خوبصورت آنکھوں میں آنسو لئے درد بھری مسکراہٹ سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہمم!! پھر چادر بھی نہ لوں؟۔۔۔ذائشہ نے اپنے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے اسکی دہکتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔جانتی جو تھی وہ اس پہ کسی کی نظر تو دور اسے کسی کی سوچوں میں بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

مرضی تمہاری!!وہ نازیبا لباس زیب تن کرنے سے پہلے تم نے کونسی اجازت لی تھی مجھ سے!!۔۔۔ارزم شاہ کندھے اچکا کے مصروف انداز میں کرخت لہجے میں بولتا اب اپنی گھنی بیرڈ پہ بیرڈ آئل لگا رہا تھا جس سے وہ پہلے سے زیادہ چمک رہی تھی۔۔اسکے اس جواب پہ اس کے پاس کھڑی سجی سنوری ذائشہ خان کی نم آنکھیں پھیلی تھیں! آنسو جو کب سے وہ اپنی آنکھوں سے پھسلنے سے روک رہی تھی اب بے ساختہ پھسلتے ہوئے اسکے عارضوں کی زینت بنے تھے ۔۔یہ جواب کب ایکسپیٹ کیا تھا اس غیرت مند سید زادے سے؟اسے تو لگا تھا وہ اسکی اس بات پہ آج واقعی ہی اسکی چمڑی ادھیڑ دے گا!! وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے اسکی طرف دیکھتی رہی اور وہ اسے نظر انداز کرتا خود کو سنوارتا رہا جیسے شادی ہی اسکی ہو۔۔۔اسکی نظر اندازی پہ ذائشہ خان گہری سانس بھرتی اپنے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتی تیزی سے رخ موڑ گئی۔۔اسکے یوں رخ موڑنے پہ ذائشہ خان کی کمر پہ موجود سلکی ڈارک براؤن بال پھسلتے ہوئے اسکے دائیں کندھے کی طرف آئی تھی،اسکے بالوں کے بے ترتیب ہونے پہ اسکے بلاؤز کے پچھلے ڈیپ گلے سے اسکی گردن کے نیچے کا کچھ حصہ عیاں ہوا تھا۔۔آئینے سے اس کی طرف دیکھتا ارزم شاہ ابھی غور سے اس عیاں حصے پہ نظریں جمانے ہی والا تھا جب ذائشہ خان جلدی سے اپنے بال پیچھے کمر پہ بکھیرتی بنا کچھ بولے اسکے کمرے سے نکلتی چلی گئی،ارزم شاہ کو نا جانے کیوں اسکی عیاں ہوتی دودھیا سفید کمر پہ کچھ خراشیں سی محسوس ہوئی تھیں لیکن وہ اپنی نظروں کا وہم سمجھتا اپنا سر جھٹک کے اپنے دل پہ ہاتھ رکھتا اپنی دھڑکنوں کی رفتار ماپنے کی کوشش کرنے لگی،اسکا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا،اسے اس ساڑھی میں دیکھ کے سانس لینا جیسے سوہان روح تھا،اسے ساڑھی میں دیکھ کے غصہ تو شدید آیا تھا لیکن وہ جان بوجھ کے لاپرواہ بنا رہا۔تو کیا اب وہ اس فنکشن میں یہ ساڑھی زیب تن کرتے ہوئے اپنا بدن عیاں کرے گی؟؟ارزم شاہ نے دانت پیس کے سوچا تھا لیکن پھر یاد آیا تھا کاظم شاہ نے عورتوں اور مردوں کے درمیان پردے کا انتظام کروایا ہے،وہ کچھ پرسکون ہوا تھا لیکن مکمل طور پہ مطمئن ابھی بھی نہیں ہوا تھا، اسکے سراپے پہ کسی عورت کی نظر بھی برداشت نہیں تھی۔وہ اس ساڑھی میں کتنی دلکش لگ رہی تھی۔۔ہائے اسکے سرخ ہونٹ۔۔۔افف وائف بوائے کی وائف اسکی حالت آج ایک دفعہ پھر سے غیر کر چکی تھی۔

کہاں ہے تو؟؟۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ سب مہمانوں سے ملنے کے بعد احان شاہ، کاظم شاہ، ارزم شاہ اور اپنے اور ان سب کے کچھ قریبی دوستوں کے ساتھ کھڑا فون پہ رایان خان سے مخاطب تھا جو اسے ابھی تک پورے فنکشن میں نظر نہیں آیا تھا اور اسکا کہنا تھا وہ سب سے پہلے اسکی شادی میں شرکت کرے گا۔ارزم، احان اور کاظم شاہ ایک جیسی ڈریسنگ کئے ہوئے تھے جبکہ زوریز شاہ کا کرتا ان تینوں سے تھوڑا ڈیفرنٹ تھا۔۔

یار معذرت میں نہیں آسکتا۔۔۔دوسری طرف سے رایان خان کے اس جملے نے زوریز شاہ کو جلتے توے پہ بیٹھایا تھا، اسکا غصے سے برا حال ہوا تھا۔۔

میں تیری جان لے لوں گا خان اگر تو اپنے وعدے سے مکرا تو!!!۔۔۔۔زوریز شاہ غرایا تھا۔۔

یار سمجھا کر نہ نہیں آسکتا! ایک ایمرجنسی ہو گئی ہے۔۔۔۔رایان خان نے معصوم بنتے ہوئے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبا کے جواب دیا تھا۔۔

چچ چچ آج ایمرجنسی ہوئی ہے؟تو سن کل صبح ہوتے ہی رایان خانزادہ کی فوتگی ہو گی جس کا جنازہ میں خود پڑھاؤں گا!!!۔۔۔۔زوریز شاہ سرخ چہرے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا، باقی سب کے چہروں پہ کب سے مسکراہٹ رقصاں تھی وہ دور سے ہی بلیک شلوار قمیض میں ملبوس بلیک ہی اجرک گلے کے گرد لٹکائے رایان خان کو اسی طرف آتے دیکھ چکے تھے جو انہیں اشارے سے چپ رہنے کا اشارہ کرتا اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے وقفے وقفے سے بہانہ گڑھ رہا تھا، وہ اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دبا کے مسکراہٹ روکتا بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔

سلام ہے تیری محبت کو! مطلب اپنی شادی چھوڑ کے پہلے میرا جنازہ پڑھائے گا؟اتنی محبت تو تجھ سے تیری بیوی بھی نہیں کرتی ہو گی!!۔۔۔۔رایان خان اسکے قریب پہنچ کے اسکے کان میں بلند آواز میں قہقہ لگا کے بولتا اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لے چکا تھا، زوریز شاہ کچھ سیکنڈز کے لئے شاکڈ ہوا تھا لیکن پھر جب اسے محسوس ہوا رایان خان کی آواز اسکے پیچھے سے آئی ہے وہ اپنا رخ اسکی طرف موڑ کے اسکے سینے پہ زوردار مکا جھڑتا اسے اپنی پوری قوت سے خود میں بھینچ گیا! وہ دونوں آج بھی کافی وقت بعد مل رہے تھے، وہ جب بھی دیر بعد ملتے تھے یوں ہی پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جائے کرتے تھے۔۔

چھوڑیں کیا کر رہے ہیں!! سب دیکھ رہیں ہیں!!!۔۔۔۔۔رایان خان جان بوجھ کے اپنی بھاری آواز کو لڑکیوں کی طرح سریلی بنانے کی کوشش کرتا اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھ کے لب دبا کے بولتا یہاں کھڑے ہر شخص کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔۔ان سب کو ہنستے دیکھ کے ارزم شاہ کی گود میں موجود ازمیر شاہ بھی کھکھلایا تھا۔۔

مر جا!! آج بھی نہیں آنا تھا!! شادی ختم ہونے کے بعد آتا!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں شکوے سے بولتا اسکے لیٹ آنے پہ چوٹ کر رہا تھا۔۔ابھی رایان خان بے باکی سے کوئی جواب دینے والا تھا جب انہی کی جیسی سیاہ شلوار قمیض پہ سیاہ اجرک لئے حازق خان ان کے قریب آتا ہوا ان دونوں کی محبوباؤں کی طرح ایک دوسرے سے لپٹے دیکھ کے کھانستا ہوا اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگا۔۔اسے زوریز شاہ نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی فون کیا تھا جس پہ اس نے بتایا تھا وہ راستے میں ہی ہے! اور وہ واقعی پانچ منٹوں میں یہاں پہنچ چکا تھا۔اسکے کھانسنے پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے،رایان خان نے حازق خان کو دیکھ کے جان بوجھ کے زوریز شاہ کے ماتھے کو چومتے اسکے دونوں گال بنا کسی شرم ولحاظ کے چومتے سب کے چہرے سرخ کئے تھے،حازق خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔۔رایان خان کو زوریز شاہ اکثر بتاتا تھا کہ اسکا ایک پٹھان دوست اسکے لئے بے حد پوزیسیو ہے جس پہ رایان خان نے اسکی تصویر دیکھنے کا اصرار کیا تھا،وہ حازق خان کو اسی لئے پہچان چکا تھا کیونکہ زوریز شاہ نے اسے کئی دفعہ اسکی تصاویر دیکھائی تھیں اسی لئے اس نے اسے خاص جلانے کے لئے اپنے ازلی انداز میں بغیرتی کی تھی۔حازق خان کی غصیلی نظریں خود پہ محسوس کرتے رایان خان کمینوں کی طرح مسکراتا زوریز شاہ سے الگ ہوتے باقی سب کے بغلگیر ہوا تھا۔حازق خان کو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ تاصف سے سر نفی میں ہلاتا اسکی طرف خود ہی بڑھتا اسکے گلے لگا تھا لیکن حازق خان نے کوئی خاص ریکشن نہیں دیا تھا۔۔

My angry(jealous) bird!

اسکی غصے سے پھولتی سانسوں کو محسوس کرتے زوریز شاہ اسے منانے کی خاطر اسکے گال پہ ہولے سے لب رکھتا پیار سے مسکرا کے بولا تھا۔۔

دور ہٹ مجھ سے!!!۔۔۔۔حازق خان سرخ گالوں سے اپنا چہرہ پیچھے کرتا غصے سے دبی دبی آواز میں گویا ہوتا باقی سب سے ملنے لگا سوائے رایان خان اور احان شاہ کے۔۔۔احان شاہ نے اسکا آج بھی خود سے ملنا شدت سے نوٹ کیا

تھا جبکہ رایان خان سمجھ چکا تھا وہ اس سے جیلس ہو رہا ہے، رایان خان لبوں پہ دلکش سی مسکراہٹ سجائے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے حازق خان کو دیکھتا زوریز شاہ کو فلائنگ کس کر گیا۔۔ اسے جان بوجھ کے بغیر تیاں کرتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنا آئیبرو انگلی سے مسلا تھا، ساتھ ہی نامحسوس انداز میں حازق خان کو احان شاہ سے ملنے کا اشارہ کیا تھا، حازق خان ضبط کرتا ہوا سنجیدگی سے احان شاہ سے ہاتھ ملاتا ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگا جسے اب رایان خان چٹا چٹ چومتا ہوا اکاظم شاہ سے مخاطب تھا۔۔

لالہ لوگ کیوں نہیں ائے؟؟۔۔۔۔۔ رایان خان کو اکیلے یہاں دیکھ کے زوریز شاہ نے بے ساختہ ساحر، فارس اور باقی سب کے متعلق استفسار کیا تھا۔۔

ان کے پاس فالتو پیسے نہیں ہیں تجھے سلامی میں دینے کے لئے!!۔۔۔ کبھی جو رایان خان سیدھے منہ جواب دے تھے، کھلے عام اسکی بے عزتی کرتا وہ سب کو پھر سے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا، احان شاہ کی گہری نظریں آج بھی حازق خان پہ مرکوز تھیں، جو نیچے گھاس پہ اپنی کالی پشاوری چپل کروچھتا اسکی نظریں خود پہ محسوس کر کے بھی اسے اگنور کر رہا تھا۔۔

درام کو لے آتے!!۔۔۔ اسے بار بار ازمیر کو چومتے دیکھ کے کاظم شاہ مسکراتا ہوا اس سے درام کا پوچھنے لگا جس سے وہ پچھلے ہی سال ملا تھا۔۔ رایان خان اسلامباد کسی کام کے سلسلے میں آیا درام کو اپنے ساتھ لے کے آیا تھا۔۔

سوات میں میرے ایک قریبی کزن کی شادی ہے سب نے اسی کی شادی میں شرکت کی ہے! کیونکہ کزن قریبی تھا جانا ضروری تھا! میں بھی چلا جاتا اگر جو مجھے کسی نے قتل کرنے کی دھمکی اور گارنٹی نہ دی ہوتی!!۔۔۔۔ رایان خان اب انہیں تفصیلی انداز میں باقی سب کے نہ آنے کی وجہ بتاتا آخری جملہ زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے تاصف سے بولا تھا جس پہ وہ ناک چڑھاتا ہوا حازق خان کی طرف دیکھنے لگا جو بالکل خاموشی سے ان سب کو سنتا اپنی چپل ہنوز نیچے گھاس کے کھروچ رہا تھا۔۔ ابھی ان میں سے کوئی مزید مخاطب ہوتا جب قوال کی سر بکھیرتی آواز پورے لان میں گونجنا شروع ہوئی تھی۔۔

اکھیاں اڈیک دیاں۔۔۔۔ دل واجاں مار دو

اکھیاں اڈیک دیاں۔۔۔۔۔ دل واجاں مار دو

آجا پردیسیاں۔۔۔۔۔۔۔واسطہ اے پیار دا

آجا تینوں اکھیاں اڈیک دیاں

قوال کے بولوں پہ تمام مہمان جھوم جھوم کے بلند آواز میں اس کے ساتھ گانے لگے، احان شاہ کو قوال کے الفاظ پہ کوئی شدت سے یاد آیا تھا، اسکی بھی تو آنکھیں ترس چکی تھیں دیدارِ یار کو۔۔۔ کتنی ہی دیر قوال یہ قوالی گاتا سب سے پیسے بٹور تا رہا تھا، ان سب کے دوست آگے بڑھتے ہوئے قوال پہ پیسے اچھالتے اسکی آواز کو داد دیتے ہوئے ساتھ ساتھ خود بھی بلند آواز میں گنگنا رہے تھے، اس وقت لان میں اتنا شور ہو چکا تھا کہ کوئی اپنے پاس کھڑے انسان کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا، سپیکرز کی وجہ سے ہر سو قوال کی آواز گونج رہی تھی، مرد تو کیا عورتوں والی سائیڈ پہ تمام عورتیں جھومتی ہوئی اس فنکشن کو انجوائے کر رہی تھیں۔۔ قوال کے خاموش ہونے پہ کاظم شاہ نے ارزم شاہ کو کچھ گنگنانے کا اشارہ کیا تھا، سب ارزم شاہ کی سریلی اور خوبصورت آواز سے واقف تھے وہ چاہتا تو سنگر کے طور پہ کانسرٹ وغیرہ بھی کر سکتا تھا لیکن اس کے باپ کو یہ شعبہ پسند نہیں تھا۔ ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے اسٹیج سے مائیک اٹھایا تھا۔۔ وہ اپنا نچلہ لب دباتا قوالی کے بول اپنے دماغ میں دہرانے لگا۔۔

حسیناؤں پہ ہم کو بھروسہ نہیں ہے

اٹھاتی ہے نظریں تو گرتی ہے بجلی

ارزم شاہ کی آواز نے اپنے سر بکھیرنے شروع کئے تو عورتوں کی طرف موجود میر ال شاہ کے ساتھ کھڑی زائشہ خان کے دل پہ جیسے واقعی ہی بجلی سی گری تھی، دل اچھل کے حلق میں آیا تھا وہ آج جیسے صدیوں بعد اسکی گنگناتی آواز سن رہی تھی۔۔

ادا جو بھی نکلی قیامت ہے نکلی

کہاں تم نے چہرے سے آنچل ہٹایا

وہی اہل دل کو تماشا بنایا

یہ بول بولتے ہوئے ارزم شاہ کو وہ پل یاد آیا تھا جب اس نے۔ ذائشہ خان کا گھونگھٹ اٹھاتے ہوئے اسکے چہرے کا دیدار کیا تھا، ارزم شاہ کی آواز میں قوالی سنتے ہوئے اسکے تمام دوستوں نے ہوٹنگ کرتے ہوئے پیسا پانی کی طرح بہایا تھا۔۔

خدا کے لئے ہم پہ ڈورے نہ ڈالو

ہمیں زندہ رہنے دو اے حسن والو

ہمیں زندہ رہنے دو۔۔۔

ارزم شاہ نے یہ الفاظ بے حد خوبصورت انداز میں بولے تھے، اب کی بار نظروں کے سامنے وہ منظر لہرایا تھا جب وہ جینز، شرٹ پہن کے اسے بہکا رہی تھی، جب وہ آج سیاہ ساڑھی میں ملبوس اس سے عبایئے کے متعلق استفسار کر رہی تھی۔۔ احان شاہ نے خود کو اس تقریب میں مصروف کرتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ارزم شاہ پہ نوٹوں کی گڈیاں اچھالی تھیں، رایان خان تو پہلے ہی ایسے کاموں میں استاد تھا اسی نے تو سب کو یہ راہ دیکھائی تھی، کاظم شاہ اپنے بیٹے کو کھکھلاتے دیکھ کے اسکے گال کے ساتھ اپنا گال جوڑتا سرگوشیوں میں اس سے نا جانے کون سی باتوں میں مصروف تھا۔۔

ویڈنگ نائٹ کے لئے کوئی ٹپس ہی دے دے؟۔۔۔۔ حازق خان اپنے پاس کھڑے زوریز شاہ کی بے باک باتوں کو اپنے کان میں وقفے وقفے سے سنتا سرخ پڑھ رہا تھا، زوریز شاہ کو جب اپنی بیوی ابھی تک نہ ملی تو کسی نہ کسی تو چھیڑنا تھا تو حازق خان ہی سہی؟ جس کے گال خود بخود بے باک باتوں پہ سرخ پڑ جاتے تھے۔۔ ارزم شاہ قوالی مکمل کر چکا تھا لیکن ذائشہ خان ہنوز اسکے سحر میں جکڑی ہوئی تھی۔۔

Scene to be countined

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 87 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

آج جاؤنہ بے چین کر کے مجھے

جانِ جاں، دل دکھانا بری بات ہے

ہم تڑپتے رہیں گے یہاں رات بھر

تم تو آرام کی نیند سو جاؤ گے

یہ قوالی گنگنانے والا کوئی اور نہیں بلکہ رایان سکندر خانزادہ تھا، جس کی آواز گنگنانے میں ارزم شاہ کی ٹکر کی تھی۔ اگر سوات سے اسکے باقی سب لالہ بھی آجاتے تو ماحول مزید زعفران ہونا تھا۔۔ یہ زوریز شاہ کا کہنا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا ان سب کی آوازیں گنگنانے میں کافی اچھی ہیں۔۔ یوں تو مردوں اور عورتوں میں پردہ حائل کیا گیا تھا لیکن بہت سی ماڈرن عورتیں ایسی تھیں جو عورتوں والی سائیڈ سے نکل کے اسٹیج کے قریب آتی بھرپور انداز میں قوالی کے مزے لے رہی تھی، قوالی کے بول کے سن کے تو ویسے ہی سب جھوم جایا کرتے تھے لیکن اگر رایان خان اور ارزم شاہ جیسے ہینڈسم وجیہہ نوجوان قوالی گنگناتے تو لڑکیاں کیوں نافلیٹ ہوتیں؟ ان تمام عورتوں میں میرال شاہ بھی شامل تھی جو چھوٹے شاہ کے گنگنانے پہ ہوٹنگ کرتی ہوئی اس پہ پیسے وار کے اپنی دوستوں کے ساتھ انجوائے کر رہی تھی، لیکن اب رایان خان کو گنگناتے دیکھ کے وہ پیچھے ہٹ چکی تھی کیونکہ وہ لڑکیوں کے سامنے بے حد سنجیدہ تھا، اسکی شخصیت میں ایک ایسا رعب تھا جس کی وجہ سے سب لڑکیاں ہی اس سے بات کرنے سے ہچکچاتی! اسے مردوں والی سائیڈ پہ عورتوں کا آنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا، اگر ان کے خاندان کی کوئی عورت ایسی حرکت کرتی تو یقیناً غیرت کے نام پہ قتل ہوتی! ۔۔۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے کافی بار میرال شاہ کو یہاں اپنی دوستوں کے ساتھ سٹیج کے قریب آنے سے منع کیا تھا لیکن میرال شاہ نے انہیں دوٹوک جواب دیا تھا وہ اپنی مرضی کی مالک ہے وہ جس ماحول میں باہر پلی بڑھی ہے اس کے لئے یہ لڑکے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اسے ایسے ماحول کی عادت ہے اسی لئے اس کا جیسے دل چاہے گا وہ ویسے ہی فنکشن انجوائے کرے گی، زوریز شاہ اور ارزم شاہ اس سے چھوٹے تھے، وہ اس سے بدتمیزی نہیں کر سکتے تھے اسی لئے اس کے دوٹوک جواب پہ لب بھینچ گئے، کاظم شاہ نے غصے سے نظروں کا زاویہ بدلا تھا، وہ سب مل کے بھی میرال شاہ کو کنٹرول نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ غصے کی تیز اور اپنی مرضی کی مالک تھی، وہ مردوں کی طرف آ کے اپنے کافی میل فرینڈز کو بھی کانفیڈنٹ انداز میں ویلکم کر چکی تھی، حازق خان کو یہاں دیکھ کے وہ پہلے تو اس سرخ و سفید پٹھان کو کالی شلوار قمیض میں اتنا خوبصورت لگتے دیکھ کے ٹھٹکی تھی لیکن اس کی اگنورینس بدتمیزیاں یاد کرتی وہ

اس سے نگاہیں پھیر کے مسکراتی ہوئی اپنے دوستوں کو ویلکم کرنے لگی۔ میر ال شاہ کے میل اور فی میل فرینڈز دونوں ہی کافی تعداد میں تھے، اسے رونقوں میں رہنے کی عادت تھی، وہ ان سب کے ساتھ مل کے کافی اچھے سے فنکشن انجوائے کر رہی تھی، حازق خان جو کب سے زوریز شاہ کے پاس کھڑا انا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنی نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھا، اسے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ کھڑے قہقہے لگاتے دیکھ کے وہ جل بھن کے کباب بن رہا تھا، اسکے خوبصورت وجود پہ سب کی نگاہیں مرکوز دیکھ کے وہ غصے سے پاگل ہوتا بار بار اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ کاظم شاہ کی نظریں وقفے وقفے سے عورتوں والی سائیڈ کی طرف اٹھ رہی تھیں وہ مکمل دھیان رکھے ہوئے تھا کہ کوئی بھی غیر مرد عورتوں والی سائیڈ پہ نا جا سکے کیونکہ وہاں اسکی بیوی اور اسکی ہویلی کی عزتیں تھیں، میر ال شاہ کے معاملے میں وہ چپ تھا کیونکہ جب اسکے باپ کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا تو وہ کیونکر اسکا باپ بنتا؟

پاس آؤ تو تم کو لگائیں گلے

مسکراتے ہو کیوں دور سے دیکھ کر؟

یوں ہی گزرے اگر یہ جوانی کے دن

ہم بھی پچھتائیں گے، تم بھی پچھتاؤ گے

احان شاہ ہر کسی کی ذات سے فراموش رایان خان کی خوبصورت آواز میں یہ درد بھرے بول سن رہا تھا۔۔

"پاس آؤ تو تم کو لگائیں گلے"۔۔۔ اس نے شدت سے آنکھیں میچتے ہوئے دل میں اپنی گل سے التجا کی تھی۔

حسن والوں سے دل کو لگایا اگر

اے فنا، دیکھو، بے موت مر جاؤ گے

احان شاہ کو اب گھٹن محسوس ہو رہی تھی، وہ جتنا خود کو مصروف کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ اتنا ہی ناکام ٹھہر رہا تھا۔۔ اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھولے تھے۔۔ حازق خان آگ اگلتی نگاہوں سے میر ال شاہ پہ نظریں گاڑے ہوئے تھا جسے نا جانے کیوں اسکی شدت بھری نظروں کی تپش محسوس نہیں ہو رہی تھی؟ اس نے آج پہلی بار اسے اگنور کیا تھا اور یہ کوئی چھوٹا جرم نہیں تھا، حازق خان کو اسکا خود کو اگنور کرنا ایک آنکھ نہیں

بھایا تھا، وہ تو ہر حال میں اس کے سامنے پٹر پٹر کرتی تھی چاہے غصے میں ہی سہی۔ اسے چڑانے کے لئے ہی سہی۔۔ لیکن آج تو اس نے جیسے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے اس سے نگاہیں پھیری تھیں۔۔

مجھے پہلے بتاتے یہ محفل تم دونوں نے ہی سجانی ہے تو قوالوں پہ اتنا پیسہ کون ضائع کرتا؟؟۔۔۔ رایان خان اور ارزم شاہ کو اسٹیج سے اتر کے اپنے قریب کھڑے ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ سر جھٹک کے افسوس سے بولا تھا جس پہ ان دونوں کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

تو ہم کونسا فری میں گنگنا کے آئے ہیں؟ ہم بھی دولہا میاں سے پیسے بٹوریں گے!! ۔۔۔۔ رایان خان اور ارزم شاہ یک زبان ہوتے ہوئے بولے تھے۔ کاظم شاہ کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ زوریز شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا۔۔

تو زبان کٹوا کے آیا ہے؟ یا ابھی تک بولنا شروع نہیں کیا؟ یا ازمیر کے ساتھ بولنے کی شرط لگائی ہے؟؟۔۔۔ زوریز شاہ نے حازق خان کی خاموشی پہ چوٹ کرتے آبیبر وا چکایا تھا جس نے بس یہاں آ کے چار چاند لگانے کے علاوہ کوئی مستی نہیں کی تھی۔ زوریز شاہ کے یوں بے عزتی کرنے پہ حازق خان نے بے ساختہ میر ال شاہ سے نظریں ہٹاتے ہوئے زوریز شاہ کو گھور کے دیکھا تھا۔۔

بول تو رہا ہوں اب کیا مجرہ کر کے دیکھاؤں تجھے!!!۔۔۔ حازق خان نے غائب دماغی سے دانت پیس کے دوبدو جود دیا تھا، وہ اس وقت شاید باقی سب کی موجودگی فراموش کر چکا تھا، حازق خان کے بے باک جواب پہ پہلے تو سب کی آنکھیں پھٹی تھیں اور پھر سب کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا تھا یہاں تک کہ گلالئی کی یادوں میں کھویا ہوا احان شاہ بھی خود کو ہنسنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔ سب کو ہنستے دیکھ کے حازق خان نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دبا کے خجالت سے سر کھجایا تھا۔ کسی کو بھی حازق خان سے بے باک جواب کی امید نہیں تھی، وہ جس طرح سے زوریز شاہ کے بے باکی سے چھیڑنے پہ اپنے گال سرخ کر لیا کرتا تھا کیا بھروسہ تھا وہ ایسا جواب دے کے زوریز شاہ کا منہ بند کروائے گا؟

ہاں جی تو کون سمجھ رہا تھا یہ بندہ معصوم اور میں صدا کا بے شرم ہوں؟۔۔۔ حازق خان کے جواب پہ زوریز شاہ نے باقی سب کی طرف دیکھ کے دانت پیستے ہوئے ان کے ریوز لینے چاہے تھے کیونکہ جس طرح سے اسکی بے باک باتوں

پہ کچھ دیر پہلے سب تاصف سے سر ہلا کے اسکی طرف دیکھتے ترحم بھری نگاہیں حازق خان پہ ڈال رہے تھے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ یہاں کھڑا ہر بندہ حازق خان کو معصوم سمجھ رہا تھا۔۔

تیری ہی صحبت کا اثر ہے!!۔۔۔۔۔حازق خان لاپرواہی سے سر جھٹک کے بولا تھا، سب ان کی نوک جھوک پہ مسکرا رہے تھے۔۔

بات تو سہی کی ہے لڑکے نے!! صحبت تو تیری واقعی ہی رج کے گندی ہے!!۔۔۔رایان خان اپنے چہرے پہ معصومیت سجا کے حازق خان کی بات پہ رضامندی دیتا سب کو پھر سے قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔حازق خان نے اترا کے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

لو تو کیا تم لوگ نہیں جانتے؟ اسکے بابا جان اکثر اسے پیار سے "گندی اولاد نہ مزہ ناسواد" بول کے اسکی عزت افزائی کرتے رہتے ہیں!!۔۔۔کاظم شاہ نے جلتی پہ پٹرول چھڑکتے ہوئے کسی فلم میں سنا گیا ڈائیلاگ یہاں کوٹ کیا تھا۔۔ سب کا پہلے سے بھی اونچا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

لالہ!!!!!!۔۔۔۔زوریز شاہ چڑا تھا۔۔حازق خان اپنا چہرہ جھکا کے دلکش انداز میں ہنستا پشاوری چپل گھاس پہ کھروچ رہا تھا۔۔

لالہ کیا آپ گنگنا لیتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے حازق خان کی طرف دیکھتے ہوئے آبیبرو آچکا کے استفسار کیا تھا۔ اسکے اچانک سے پکارنے پہ حازق خان نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔

کیا بات کر رہے ہو؟ اسکی پھٹی ہوئی آواز پہ تو اسے کوئی فقیر سمجھ کے بھی پیسے نہ تھمائے! تم گنگنانے کی بات کرتے ہو؟۔۔۔زوریز شاہ جان بوجھ کے حیرانگی سے آنکھیں پھیلاتا ہوا حازق خان کو چڑا رہا تھا، حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا، اس نے گھور کے زوریز شاہ کا دیکھا تھا۔۔

کبھی کسی کے لئے گنگنایا تو نہیں ہے! لیکن کوشش کر سکتا ہوں؟۔۔۔حازق خان کندھے آچکا کے صاف گوئی سے بولا تھا۔۔

کوئی "کسی" ہو گا تو گنگنائے گا نا؟ جب کسی نے اسکی شکل دیکھ کے اسے اپنی بہن ہی نہیں دینی تو بیچارہ کس کے لئے گنگنائے؟؟۔۔۔زوریز شاہ بے باکی سے قہقہ لگاتے ہوئے حازق خان کو آنکھ ونک کر رہا تھا، حازق خان نے سرخ چہرہ

لئے اسکے کندھے پہ دو تین رکھ کے مکے جھڑے تھے، باقی سب ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتے اپنی آنکھوں میں موجود پانی صاف کر رہے تھے، وہ سب آج کافی وقت بعد یوں ہنس رہے تھے۔۔

مجھے منہ کھولنے پہ مجبور مت کر!!!۔۔۔۔۔ حازق خان اسے مکا جھڑتا ہوا دھمکی لگا رہا تھا۔۔

لو تو میں کونسا تیرا منہ بند کرنے کے لئے تڑپ تڑپ جا رہا ہوں؟ جب کوئی آئے گی تب چاہے منہ کھول کے بانہیں بھی ساتھ ہی کھول لئ میری جوتی کو بھی پروا نہیں ہے!!۔۔۔ زوریز شاہ اس سے مکے کھاتا ہوا مزید بے باک ہو رہا تھا، اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے سب نے سرخ چہرے سے قہقہ لگایا تھا۔ حتیٰ کہ ازمیر شاہ بھی کب سے سب کو دیکھ کے کھکھلاتا جا رہا تھا ابھی کہ سمجھ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی۔۔

افف نہ کر!! میرے دماغ میں بڑی گندی باتیں آ رہی ہیں جو میں یہاں بڑوں (احان، کاظم) کی موجودگی میں نہیں بولنا چاہتا۔۔۔ رایان خان ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کے شریف بننے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ افف ان کی بے باک باتیں سن کے ارزم شاہ کے دوستوں کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا، انہیں تو لگتا تھا صرف ارزم شاہ ہی بے باک ہو گا لیکن یہاں تو پوری پلٹون ہی بے شرم تھی۔۔

اگر ہمارے بڑے شریف ہوتے تو ہم اتنے بے شرم نہ ہوتے۔۔ ارزم شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے طنزیہ انداز میں کاظم شاہ اور احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جن کی بے باکیوں سے وہ کافی حد تک واقف تھا۔

کہنا کیا چاہتا ہے؟۔۔۔۔ احان شاہ اور کاظم شاہ یک زبان سے بولتے ہوئے اسے گھور کے دیکھ رہے تھے۔۔

وہی جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں!! چلیں پھر مل کے ہو جائے ایک؟؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے ان دونوں کا جواب دیتا ساتھ ہی حازق خان کو آفر کرنے لگا، وہ حازق خان کی پرسنیلٹی سے کافی ایمپریس ہوا تھا۔ حازق خان اسکی بات کا مطلب سمجھتا ہاں میں سر ہلا کے زوریز شاہ کو ہنوز غصے سے گھور رہا تھا جس نے آج اسے اچھا خاصا تنگ کیا تھا۔ احان شاہ اور کاظم شاہ نے گھور کے چھوٹے شاہ کو دیکھا تھا جو انہیں آگ لگا کے خود سٹیج کی طرف بڑھتا دو مائک لینے گیا تھا۔۔ واپس اسی جگہ پہ آتے وہ ایک مائک حازق خان کو کیچ کروا چکا تھا۔۔ اس وقت قوال خاموش ہو چکے تھے۔۔ ارزم شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے حازق خان سے قوالی کا نام پوچھا تھا۔

دل پہ زخم کھاتے ہیں!!!!۔۔۔۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے ارزم شاہ کو جواب دیتے ایک نظر پھر سے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ہنوز اپنے دوستوں کے ساتھ مصروف تھی۔۔ارزم شاہ ہاں میں سر ہلا کے قوال کو رنگ سیٹ کرنے کا اشارہ کرتا حازق خان کی طرف دیکھ کے اسے اپنے ساتھ گنگنانے کا اشارہ کرنے لگا۔۔باقی سب اب اپنی بے باک باتیں چھوڑ کے ان دونوں کی طرف متوجہ تھے۔احان شاہ تجسس سے حازق خان کی طرف دیکھ رہا تھا،وہ سب ایک جیسی ڈریسنگ میں بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔

دل پہ زخم کھاتے ہیں،جان سے گزرتے ہیں

جرم صرف اتنا ہے،ان کو پیار کرتے ہیں

ارزم شاہ اور حازق خان کی مشترکہ آواز نے ماحول کو ایک دفعہ پھر سے زعفران بنایا تھا،دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف میرال شاہ حازق خان کی آواز سن کے دھڑکتے دل سے رخ موڑتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔ذائشہ خان جو عورتوں کی طرف مرحاشاہ کے ساتھ کھڑی تھی اب کی بار ان دونوں آواز کو سنتے اسکا دل دھڑکا تھا،ایک آواز تو ارزم شاہ کی تھی جسے وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی لیکن دوسری آواز بھی اسے اتنی دلکش کیوں لگ رہی تھی وہ سمجھ نہ سکی؟وہ اپنے دل کی تیز رفتار دھڑکنوں کو سنتی خود حیران تھی،اسے خود پہ غصہ آرہا تھا جسے وہ دوسری آواز بھی اچھی لگ رہی تھی،آخر اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے غیر مرد کی آواز پہ اسکا دل کیسے دھڑک سکتا ہے؟ذائشہ خان کو اپنے دھڑکتے دل سے خوف محسوس ہوا تھا زوہ جلدی سے اپنا سر جھٹکتی ہوئی ارزم شاہ کی آواز پہ فوکس کرنے لگی۔۔

اعتبار بڑھتا ہے،اور بھی محبت کا

جب وہ اجنبی بن کر،پاس سے گزرتے ہیں

میرال شاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے حازق خان نے دوسری لائن کافی شدت سے بولی تھی،آج وہ بھی تو اس کے پاس سے اجنبی بن کے گزری تھی؟اسکے دیکھنے پہ میرال شاہ جلدی سے اپنی نگاہیں پھیر گئی،آنکھوں میں شکوہ تھا نا جانے کیوں وہ اس سے شکوے سے نگاہیں پھیر گئی تھی وہ خود بھی نہیں سمجھی تھی۔۔

ان کی انجمن بھی ہے تار بھی راساں ہے

دیکھنا ہے دیوانے اب کہاں ٹھہرتے ہیں

ان کے اک تغافل سے، ٹوٹتے ہیں دل کتنے

ان کی اک توجہ سے کتنے زخم بھرتے ہیں

حازق خان اور ارزم شاہ کی آواز میں یہ قوالی سنتے ہوئے کتنی ہی لڑکیوں کے دل دھڑک اٹھے تھے، حازق خان پہلے کافی پیچھے کھڑا تھا اسی لئے اسٹیج کے قریب کھڑی لڑکیوں کی نظریں اسکی طرف نہیں اٹھی تھیں، لیکن اب میر ال شاہ کے ساتھ کھڑی تمام لڑکیاں مڑ مڑ کے حازق خان کو دیکھتی میر ال شاہ کے دل میں آگ لگا رہی تھیں۔

لاکھ وہ گریزاں ہو لاکھ دشمن جاں ہوں

دل کو کیا کریں صاحب ہم انہی پہ مرتے ہیں

دل پہ زخم کھاتے ہیں جان پہ گزرتے ہیں

ان دونوں کے قوالی مکمل کرتے ہی زوریز شاہ نے حیرانگی کی کیفیت میں حازق خان کے کندھے پہ مکا جھڑا تھا، اسے آج معلوم ہوا تھا وہ گنگنانے میں اتنی اچھی آواز رکھتا ہے۔ حازق خان نے اپنا کندھا سہلاتے ہوئے اسے گھور کے دیکھا تھا۔۔

ابے سالے یہ تیری آواز تھی؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ حیرانگی کی کیفیت میں بولا تھا۔۔

نہیں کوہ قاف کی پریوں کی۔۔۔۔۔۔۔۔وہ جوابا دانت پیس کے طنزیہ انداز مین بولتا ارزم شاہ کو مائک واپس تھما رہا تھا۔۔

لگ تو ایسے ہی رہا تھا جیسے تجھ میں کسی زکوٹا جن کی روح آئی ہوئی ہے۔۔ کبھی جو زوریز شاہ اپنی زبان کو بریک لگا لے، اسکے جواب پہ سب نے تاصف سے سر ہلاتے قہقہہ لگایا تھا وہ کبھی جو سیدھے منہ کسی کی تعریف کر دے، حازق خان سوائے اسے گھورنے کے کچھ نہ کر سکا۔

مست نظروں سے اللہ بچائے

مہ جمالوں سے اللہ بچائے

ہر بلا سر پہ آجائے، لیکن

حسن والوں سے اللہ بچائے

انہیں پھر سے لڑتے دیکھ کے ارزم شاہ نے مزید ایک قوالی اپنی آواز میں گنگنانا شروع کی تھی، وہ آج موڈ میں تھا اسی لئے دوستوں کے اصرار پہ ان سب کی فرمائشیں پوری کرتا ہوا محفل کی جان بن چکا تھا، ایسی کون سی لڑکی تھی جس نے ارزم شاہ پہ دل نہیں ہارا تھا؟

اِن کی معصومیت پر نہ جانا

اِن کے دھوکے میں ہر گز نہ آنا

لُوٹ لیتے ہیں یہ مسکرا کر

اِن کی چالوں سے اللہ بچائے

ارزم شاہ کے ان بولوں پہ کاظم شاہ کو بے ساختہ اپنی بیوی یاد آئی تھی جو جب مسکراتی تھی تو واقعی ہی اسکا دل لوٹ لیا کرتی تھی۔ آج تو اسکا بیٹا بھی کافی دیر اسکے ساتھ کھیلتا کافی خوش نظر آرہا تھا ورنہ وہ ماں کے بغیر کہاں آدھی گھڑی نکالتا تھا۔۔ احان شاہ جو بظاہر سب کے ساتھ ہنس رہا تھا اسکا دل آج بھی ویران تھا۔۔ اس کا دل آج بھی زخمی تھا!

میرے روم میں کاراستہ پکڑو ڈارلنگ!!۔۔۔۔ مرحاشاہ تالیاں بجا کے مسکراتی ہوئی ایزل، ذائشہ، اور اپنی تمام دوستوں کے ساتھ کھڑی قوالی نائٹ انجوائے کرنے میں مصروف تھی جب اسکے ہاتھ میں موجود فون وائبریٹ ہوا تھا، وہ اپنے چہرے کے ارد گرد موجود شہد رنگ بالوں کی بھٹکتی لٹوں کو کانوں سے پیچھے کرتی فون کی سکرین آن کرنے لگی۔۔ "شریک حیات (ریز)" کے نام سے موصول ہوتا میسج کا نوٹیفکیشن دیکھ کے وہ نچلا لب دبا کے مسکراتی اسکا میسج دیکھنے لگی، اسکا میسج پڑھ کے مرحاشاہ نے اپنے نچلے ہونٹ پہ دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔

کیوں کس خوشی میں ؟۔۔۔۔ مرحاشاہ نے اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے اترا کے جواب لکھ کے میسج سینڈ کیا تھا۔۔

انشاءاللہ ہمارے بچے بہت جلد اس روئے زمین پہ لینڈ کرنے والے ہیں! "بس اسی خوشی میں "۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنا قہقہ دباتے ہوئے ٹائپ کرتا اپنے باقی تمام شیطان دوستوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو صد شکر تھا یہاں نہیں تھے، وہ سب اس وقت سٹیج کے پاس کھڑے قوالی نائٹ انجوائے کر رہے تھے، حازق خان کی قمیض پہ غلطی سے جوس گر گیا تھا جس

پہ زوریز شاہ نے اسے بلا جھجھک ہویلی کے اندرونی طرف واشروم کی راہ دیکھائی تھی، حازق خان اندر جانے میں جھجھک محسوس کر رہا تھا لیکن زوریز شاہ کے یقین دلانے پہ کہ اندر کوئی بھی عورت موجود نہیں ہے وہ گہری سانس بھرتا اندر کی طرف چلا گیا تھا۔۔

زوریز شاہ کا میسج پڑھ کے مرحا شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی، وہ اس وقت شفون کی بلیک ایمبرائیڈڈ ساڑھی میں ملبوس تھی جس کے پلو کے کناروں پہ گوٹے اور موتیوں سے ہیوی کام کیا گیا تھا، موتیوں سے چمکتا کامدار بلاؤز باقی سب سے الگ تھا۔۔ مرحا شاہ کے علاوہ سب نے سلک کی ساڑھی پہننے کا تھیم بنایا تھا چونکہ وہ برائیڈ تھی اسی لئے اسکے لئے میرال شاہ نے تھوڑی سی ہیوی ساڑھی ڈیسائیڈ کی تھی، لبوں پہ بلڈ ریڈ لپ اسٹک لگائے، شہد رنگ بالوں کا خوبصورت سا جوڑا بنا کے، اسکے ارد گرد گلاب کا گجرہ لگائے، ڈیسنٹ سی جیولری اور پینسل گولڈن ہیل میں وہ اس وقت غضب ڈھا رہی تھی، اگر جو زوریز شاہ اسے اس وقت دیکھ لیتا تو شاید قوالی نائٹ اور رخصتی بھاڑ میں جھونک کے اسے ابھی اور اسی وقت اٹھا کے اپنے کمرے کا رخ کر لیتا۔۔ مرحا شاہ اس وقت بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔

اب اگر تم نے کوئی بھی بے شرمی دیکھائی! تو بلاک کر دوں گی تمہیں۔۔۔۔ مرحا شاہ نے سرخ پڑتے ہوئے اسے دھمکی لگائی تھی، وہ کب سے اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ روکنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔۔

اب اگر تم نے مجھے بلاک کرنے کی دھمکی مزید ایک دفعہ بھی دی تو تمہیں اپنے حصار میں لاک کر کے تمہاری سانسیں تمہارے سینے میں بلاک کر دوں گا جانِ ریز!!۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دباتے ہوئے تیزی سے ایک بے باک سا میسج ٹائپ کیا تھا۔ مرحا شاہ اس میسج کو پڑھ کے کتنی ہی دیر سرخ پڑتی رہی، وہ اسے جواب دینے کی بجائے اپنے شرم سے تپتے گالوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

جلدی سے بلاک کرو نا بے بی!! بہت پیاسا ہوں یہ پیاس صرف تمہارے ہونٹ ہی بجھا سکتے ہیں!!۔۔۔۔ اسے آف لائن ہوتے دیکھ کے وہ مزید بے باک ہوتا پھر سے ٹائپ کرنے لگا۔ مرحا شاہ نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے پھر سے اسکا میسج سین کی تھا، اسے بے شرم بنتے دیکھ کے اسکے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اسے کیسا جواب دے؟ وہ اگر دوبارہ پیدا ہو کے بھی آ جاتی تو پھر بھی اسکی بے باکی کو بیٹ نہ کر پاتی۔۔

"ویسے تو مصروفیات اور بھی بہت ہیں

مگر تمہیں چومنا میری پسندیدہ مصروفیات ہے"

اسکی طرف سے جب پھر سے کوئی میسج موصول نہ ہوا تو وہ بے باک شعر لکھتا اسے چھیڑنے لگا۔۔

"تمہاری گردن پر پسینے کی مہک نے

جاناں ہم سے مہنگے پرفیوم چھڑوا رکھے ہیں"

اسکا مزید ایک بے باک میسج پڑھتی مرحاشاہ اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے اسکا میسج دیکھ کے فٹافٹ ریپلائے دینے کی غلطی کی تھی۔۔

اب عزت سے میرے کمرے میں چلو گی یا وہاں آ کے سب کے سامنے بانہوں میں اٹھا کے چوم لوں تمہیں؟۔۔۔وہ اب کی بار دانت پیستے ہوئے ٹائپ کر رہا تھا، اس نے آج پورا دن اسے نہیں دیکھا تھا، اسکا روم روم بے چین ہو رہا تھا جیسے۔۔

تم ایسا نہیں کرو گے ریز!!!۔۔۔۔اسکا میسج پڑھتے ہی وہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے ٹائپ کرنے لگی، اسکے بے باک شوہر کیا کیا پتا تھا کسی بھی وقت کچھ بھی کر جائے۔۔

تو پھر کیا چاہتی ہو کیا کروں؟ اب وہ سب ان سب کے سامنے تھوڑی کروں گا؟۔۔۔۔وہ اپنا قہقہہ دباتے ہوئے زو معنی انداز میں اسے ریپلائے کرتا مرحاشاہ کے چھکے چھڑوا رہا تھا۔۔

گردن توڑ دوں گی میں تمہاری اب اگر جو مجھے میسج کیا تو!!۔۔۔مرحاشاہ نے ہمیشہ کی طرح گردن توڑنے کی دھمکی دی تھی۔۔

دھڑکنیں چوم لوں گا تمہاری اب اگر جو میرے کسی بھی میسج کو سین کر کے اگنور کیا تو!!۔۔۔وہ حد سے زیادہ بے باک ہوتا اسے دھمکی لگا رہا تھا۔۔اسکی دھمکی پہ مرحاشاہ کے ہاتھ لرزے تھے۔۔اسکی شرمیلی مسکراہٹ وقتاً فوقتاً گہری ہو رہی تھی جسے وہ لب دبا کے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

تم بہت بے شرم ہو!!!!!۔۔۔وہ دانت پیستے ہوئے صرف اتنا ہی لکھ پائی کیونکہ اس نے دھمکی ہی ایسی دی تھی، ناچاہتے ہوئے بھی جواب دینا پڑھ رہا تھا۔۔

یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ڈارلنگ! مزہ تو اس وقت آئے گا جب ویڈنگ نائٹ پہ میری اصل بے شرمی کے نتیجے پہ تم پہ غسل فرض ہو گا!!۔۔۔وہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر کے ٹائپ کرتا ہوا بے باکی کے تمام تر ریکارڈ توڑ تا مرحا شاہ کو لال بھبھوکا کر چکا تھا، مرحاشاہ کے ہاتھ سے فون چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا، وہ بھوکھلاتی ہوئی نیچے زمین پہ گرا اپنا فون اٹھانے ہی والی تھی جب اسکی دوست نوال نے جلدی سے جھک کے اسکا فون اٹھایا تھا، وہ تمام دوست اسے کافی دیر سے فون پہ ٹائپ کرتی شرماتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔۔مرحاشاہ کو شرماتے دیکھ کے ان سب کو تجسس ہوا تھا۔۔

نوال!! میرا فون واپس کر!!!۔۔۔نوال کو آنکھیں پھاڑ کے سکرین کی طرف دیکھتا پا کے مرحاشاہ روہانسی ہوتی تیزی سے بولتا جھپٹ کے اس سے اپنا فون پکڑنے کی سعی کر رہی تھی لیکن وہ اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کے جان بوجھ کے سکرالنگ کرتی اسے مزید تنگ کرنے لگی۔ایزل، میرال اور ذائشہ خان بھی ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی، مرحاشاہ کی تمام دوستوں کو مرحاشاہ کے فون پہ مرکوز سرخ پڑتے دیکھ کے میرال شاہ نے آیبرو اٹھایا تھا۔میرال شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ذائشہ خان کے پاس واپس آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔

افف!! مرحا تیرے لئے تو اجتماعی دعا بنتی ہے میری جان!!۔۔۔۔نوال اپنے کانوں کو ہاتھ لگ کے قہقہ لگا کے ہنستی ہوئی اسے جلدی سے اسکا فون واپس کر گئی، چار پانچ میسیجز پڑھنے سے زیادہ ان میں سے کسی بھی ہمت نہیں ہوئی تھی ان کی مزید پرائیویٹ چیٹ پڑھ سکے۔۔

بہت بے شرم ہو تم لوگ!!!۔۔۔مرحاشاہ دبے دبے غصے سے غرا کے بولتی اپنی دوستوں کو گھورنے کے بعد زوریز شاہ کو غصے سے بلاک کر چکی تھی جس کی وجہ سے اسے خفت اٹھانی پڑی تھی اور یہ حرکت اس پہ بہت بھاری پڑنے والی تھی۔۔

ہاہاہاہا!!! جیجو جی سے کم ہی ہیں!! کیسے جھیلوں گی انہیں؟ انکی تو باتیں ہی کانوں سے آگ نکال رہی ہیں!!۔۔۔کبرہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتی نوال کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنستے ہوئے مرحاشاہ کو چھیڑنے لگی۔۔

ہاہاہا ایسا کیا تھا ہمیں بھی دیکھاؤ!!!۔۔۔میرال شاہ نے نچلا لب دباتے ہوئے ٹکرا لگایا تھا۔۔

آپی!!!!!۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ اب پیر پٹک کے بولتی روہانسی ہوئی تھی، اب اسکی دوستیں اسے پوری شادی تک یونہی تنگ کرنے والی تھیں۔۔

ہاہاہا!!! میں ایک فون کال کر کے آتی ہوں!! یہاں کافی شور ہے!!۔۔۔ میرال شاہ کو اب مرحا شاہ کا سرخ چہرہ دیکھ کے بے ساختہ اپنی بہن پہ رحم آیا تھا جس پہ وہ ہنس کے اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹک کے ان سب سے ایکسکوز کرتے وہاں سے اندر کی طرف بڑھی تھی۔۔ ایزل شاہ پیار سے مسکراتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف دیکھ رہی تھی جو میرال شاہ کے جانے کے بعد کنفیوز سی اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھا رہی تھی۔ ذائشہ اپنے پٹھانی خوبصورت نقوش کی وجہ سے ہر کسی کی نظروں کا مرکز بن رہی تھی، بہت سی خواتین تو میرال کو روک روک کے ذائشہ خان کے متعلق پوری انفارمیشن کلیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں، معصوم سی ذائشہ خان تقریباً آدھی سے زیادہ خواتین کو اپنے بیٹے کے لئے پسند آچکی تھی جس پہ میرال شاہ نے دل میں ارادہ بنایا تھا کہ وہ یہ بات ارزم شاہ تک پہنچاتی اسے غصے سے سرخ لال کر دے گی۔۔

آپ میری دوست بنیں گی؟۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا، ذائشہ خان اس اچانک افتاد پہ پہلے تو حیران ہوئی اور پھر مسکرا کے ہاں میں سر ہلاتے جلدی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ تو پہلے ہی رشتوں کو ترستی رہی تھی، اسے یقین نہیں آرہا تھا لوگ اتنے اچھے بھی ہوتے ہیں۔

آپ سے پہلے میری ایک دوست تھی! بالکل آپ طرح کی کیوٹ سی!!۔۔ ایزل شاہ بھرائی آواز میں ذائشہ خان سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ ذائشہ خان کو چھوٹی سی ایزل شاہ پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا وہ اس خوبصورت سے حجاب میں سب سے الگ تھلگ لگ رہی تھی، کبھی ذائشہ خان بھی خود کو یونہی حجاب میں کور رکھتی تھی! اللہ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی پہچان چھپانے کے لئے۔۔۔

وہ اب کہاں ہے؟۔۔۔۔ ذائشہ خان نے معصومیت سے استفسار کیا تھا۔ زائشہ خان اس سے قد میں لمبی تھی۔ ذائشہ خان کی اچھی ہائیٹ تھی لیکن مرحا شاہ اور میرال شاہ دونوں بہنیں ہی اس سے لمبی تھیں، ان دونوں بہنوں کی ماڈل ہائیٹ اور ماڈل فگر تھا۔۔

پتا نہیں!!۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ ذائشہ خان کو اسکی نم ہوتی آنکھیں اچھی نہیں لگی تھی وہ تو صرف مسکراتی ہوئی ہی اچھی لگ رہی تھی۔۔

کوئی بات نہیں اب ہم دونوں تو دوست ہیں نا!!۔۔۔ذائشہ خان بلا جھجک اسے اپنے ساتھ لگاتی مسکرا کے بولی تھی، ذائشہ کو وہ اس وقت شادی شدہ اور ایک بیٹے کی ماں کہیں سے نہیں لگ رہی تھی بلکہ وہ تو اسے کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔۔خود سے بھی زیادہ معصوم۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔یس۔۔۔۔ایزل شاہ نم آنکھوں سے کھکھلائی۔۔

آئے کیوں نہیں ابھی تک؟؟۔۔۔۔میرال شاہ باہر لان کے شور کی وجہ سے کال پہ ٹھیک سے بات نہیں کر پائی تھی اسی لئے ہویلی کے لاؤنج میں آتی غصے سے کسی سے فون پہ مخاطب تھی۔

کیا مطلب اچھا نہ لگتا؟؟۔۔۔۔۔دوسری طرف کا مدعا سمجھ میرال شاہ بھڑکی تھی۔۔حازق خان جو ابھی اپنی قمیض صاف کرتا واشروم سے نکلا تھا، اسے فون پہ کسی سے بات کرتے دیکھ کے وہ ٹھٹک کے رکا۔۔

اور جو مجھے برا لگ رہا ہے؟میرا ہر دوست میری بہن کی شادی میں آیا ہے سوائے تمہارے!! تم جانتے ہو تم سب میرے لئے کتنے ضروری ہو!!۔۔۔میرال شاہ فون پہ روعب دار انداز میں کسی کو ڈپٹ رہی تھی، اسکی باتوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا وہ کسی لڑکے سے بات کر رہی ہے۔حازق خان جس کا کب سے دل جل رہا تھا اسے فون پہ کسی لڑکے سے بات کرتے دیکھ کے اسکا میٹر شارٹ ہوا تھا۔۔

اچھا قوالی نائٹ شادی کے فنکشن میں نہیں آتا؟مان لیتی ہوں نہیں آتا! لیکن کل تم مجھے ہر حال میں فنکشن میں چاہئیے ہو! آخر کو ہم اتنی دیر بعد ملے ہیں!!۔۔میرال شاہ ناک چڑھا کے بولتی اپنے باب کٹ بال جھٹکتے ہوئے مڑی ہی تھی جب سامنے کھڑے حازق خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ حیران ہوئی تھی، وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟

اوکے اب کل اپنی ڈیوٹی کا بہانا مت بنالینا!!۔۔۔دوسری طرف سے شاید اسکی بات مان لی گئی تھی جس پہ میرال شاہ سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کر کے فون رکھتی آئیبرو آچکا کے حازق خان کو دیکھنے لگی جو اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

باہر کیا تماشا لگا یا ہوا تھا تم نے؟؟۔۔۔۔وہ جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا، میرال شاہ پہلے تو اسکے اسے خود سے مخاطب کرنے پہ حیران ہوئی تھی پھر اسکے جملے پہ نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔

کیا تماشا لگایا ہوا تھا؟۔۔۔۔وہ اسکا جملہ دہرا کے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتی اسکے جملے کا مطلب استفسار کرنے لگی۔۔

تمہیں باہر لڑکوں کے درمیان سر عام گھومتے ہوئے شرم نہیں آئی تھی؟۔۔۔وہ اچانک سے غصے میں آتا غرایا تھا۔۔

کیا میں پہلی دفعہ لڑکوں کے درمیان گھوم رہی تھی؟ اور کیا تم لڑکوں کو لڑکیوں کے درمیان گھومتے ہوئے شرم آتی ہے جو میں لڑکوں کے درمیان گھومتی ہوئی شرم محسوس کرتی؟ آخر کیا کہنا چاہ رہے ہو؟؟۔۔۔میرال شاہ ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتی حیرانگی سے آئیبرو اٹھا کے گویا ہوئی تھی، لہجہ مضبوط تھا، اسے وہ دن یاد تھا جب وہ بار میں کسی لڑکی کے ساتھ ٹیبل پہ بیٹھ کے اسے انسلٹ کر گیا تھا۔ اسی لئے اپنے الفاظ سے اس پہ چوٹ کی تھی۔۔

بکواس بند کرو!! اپنا حلیہ دیکھو!! کیا ایک سید گرانے کی لڑکی کو یوں اس حلیے میں سب کے درمیان گھومنا پھرنا زیب دیتا ہے؟؟۔۔۔وہ اسکے قریب ہوتا شدید غصے سے حلق کے بل چلاتا ہوا اسکی سلیولیس ساڑھی پہ چوٹ کر رہا تھا، ساڑھی کے بلاؤز سے بمشکل پیٹ ڈھکا ہوا تھا، وہ جب بھی باہر قوالی انجوائے کرنے کے دوران جھومتی ہوئی اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھا رہی تھی، اسکا پیٹ بالکل تھوڑا سا واضح ہو رہا تھا جس پہ وہ لاپرواہ بنی ہوئی تھی، بہت سے لوگ اسکے جسم کا ایک ایک حصہ ناپتے حازق خان کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچائے ہوئے تھے، اسی لئے وہ اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھا تھا، میرال شاہ حیران در حیران اسکی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اتنے غصے میں اس سے مخاطب کیونکر تھا؟

یہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے!! تم ہوتے کون ہو مجھ پہ انگلی اٹھانے والے؟؟۔۔۔وہ کانفیڈنٹ لہجے میں جواباً غرائی۔۔

جب تم یوں سج سنور کے تمام غیر مردوں کے سامنے جانے کی ہمت رکھ سکتی ہو تو پھر اپنی طرف اٹھتی انگلیاں برداشت کیوں نہیں کر سکتی؟ جب باہر غیر مرد تمہاری تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے تب تمہاری زبان سے یہ الفاظ ادا کیوں نہیں ہوئے کہ "ہمت کیسے ہوئی میری تعریف کرنے کی؟" تب تمہارے لب کیوں مسکرا رہے تھے؟؟۔۔۔وہ شدید غصے کے عالم میں دھاڑا تھا۔۔

یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے میجر خان!! مائینڈ یور اون بزنس!!۔۔۔وہ اسکے جملوں سے لاجواب ہوئی تھی، لیکن اپنی غلطی ماننے کی بجائے ہمیشہ کی طرح الٹا غرائی تھی۔

تم اس واحیات ساڑھی میں باہر لان میں قدم نہیں رکھو گی میر ال شاہ!!!۔۔۔۔ اسے آگ مزید بھڑکاتے دیکھ کے وہ چلایا تھا۔۔ اسکے منہ سے پہلی بار اپنا نام سنتے میر ال شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔

کیوں تم شوہر ہو میرے؟ جو حکم چلاؤ گے تو میں تمہاری جی حضوری کرتی پھروں گی؟؟۔۔۔ میر ال شاہ اسکے چلانے پہ اسکے سینے پہ غصے سے ہاتھ مار کے اسے دور کرتی غرائی۔ حازق خان کو ہوش اس کے الفاظ پہ آیا تھا۔ وہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا! واقعی وہ تو اس پہ کوئی حق نہیں رکھتا تھا پھر وہ کیوں اتنا بھڑک رہا تھا؟؟

اگر میرے نام کے ساتھ جڑی لڑکی ایسا لباس زیب تن کر کے اتنے غیر مردوں میں جانا تو دور جانے کی سوچ بھی رکھتی تو میں ڈائریکٹ اسکے دل کے مقام پہ گولی مار دیتا!! اور اس طریقے سے مارتا کہ اسے انگلی سانس میسر نہ ہوتی!!!۔۔۔۔ وہ اسے کہنی سے پکڑ کے خود کی طرف کھینچتا اس قدر غصے سے دھاڑا تھا کہ میر ال شاہ کو اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئی تھی، وہ بے ساختہ اسکی کالی اجرک سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی خود کو اسکے سینے کا حصہ بننے سے روکنے لگی۔ نیلی آنکھیں بھوری آنکھوں سے چار ہوئی تھیں، دونوں کی آنکھیں غصے سے سرخ تھی، اسکے الفاظ میر ال شاہ کی بھوری کانچ سی آنکھوں میں نمی امڈی تھی، وہ اس نمی کی وجہ نہیں جانتی تھی لیکن اس کے منہ سے اسکے نام کے ساتھ جڑی لڑکی کا ذکر سن کے غصہ آیا تھا۔۔ تکلیف ہوئی تھی۔۔ تو کیا وہ پہلے سے کسی کا ہو چکا تھا؟ کیا وہ شادی شدہ تھا؟ کیا کوئی لڑکی تھی جس کے نام اسکے نام کے ساتھ جڑا تھا؟ میر ال شاہ کے دل و دماغ نے سیکنڈوں میں تانے بانے بنانے شروع کئے تھے۔۔ وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھو چکے تھے، میر ال شاہ کی بھوری آنکھوں میں نمی دیکھ کے وہ وہ ہوش میں آتا ہوا جلدی سے اس کی کہنی سے اپنا ہاتھ ہٹاتا اس سے فاصلے پہ ہوا تھا۔۔

تو پھر اپنے نام کے ساتھ جڑی لڑکی پہ جا کے یوں چلاؤ نا؟ میرے سر پہ کھڑے کا حق سے چلا رہے ہو؟؟۔۔۔۔ اسکے دور ہونے پہ وہ اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کی طرف دھکیلتی سپاٹ انداز میں غرائی تھی۔۔ حازق خان اسکی بات کا مطلب سمجھ نہیں پایا تھا، آخر وہ کس لڑکی کی بات کر رہی تھی؟؟

تم میرے دوست کی ہویلی کی عزت ہو! اور اپنے دوستوں کی عزتوں کو میں اپنی عزت مانتا ہوں! دوست کی عزت مطلب میری عزت! تم پہ کوئی ولگر یا واحیات جملہ نہیں کسا بلکہ تمہیں عقل دینے کی کوشش کی ہے جو تمہیں ساری

زندگی نہیں آسکتی!!۔۔۔اس کے غرانے پہ حازق خان ہوش کے ناخن لیتا خود کے جذباتی پن پہ سو دفعہ لعنت بھیجتا سپاٹ انداز میں مڑ گیا۔۔

تم سے کسی نے عقل مانگی تھی؟جو میرے ہمدرد بننے چلے آئے؟اگر اتنی ہی عقل آگئی ہے جو سنبھالی نہیں جا رہی تو اپنے نام کے ساتھ جڑی لڑکی کو بانٹ دو!! اسکے کام آئے گی!!۔۔۔وہ اسکے طنزیہ انداز پہ غصے سے جلتے دل کے ساتھ بولی تھی کیونکہ اس کے منہ سے اسکے نام کے ساتھ جڑی لڑکی کا ذکر کسی خنجر کی طرح دل میں ثبت ہوا تھا۔۔وہ ابھی کچھ قدم ہی چلا تھا جب میر ال شاہ کے جلے کٹے الفاظ سن کے وہ مڑنے لگا لیکن سامنے سے آتی صنفِ نازک کو دیکھ کے وہ ہل نہ سکا!!! وہ میر ال شاہ کو جواب دینا بھول چکا تھا،اسکی طرف مڑ کے دیکھنا بھول چکی تھا،اسے اس وقت اپنی دنیا ساکت ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔وہ حیرانگی سے اسے دیکھے گیا،یک ٹک دیکھے گیا جو اپنے سامنے کسی مرد کو دیکھتی جلدی سے بھوکھلاہٹ میں اپنی ساڑھی کا پلو اپنے سر پہ رکھتی چہرہ چھپانے کی کوشش کرنے لگی،وہ یہاں کسی مرد کا تصور نہیں کر رہی تھی۔حازق خان کو فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی تھی،کیا وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟؟کیا یہ واقعی کوئی خواب تھا یا یہ وہی تھی جسے وہ پاگلوں کی طرح تلاش کر رہا تھا؟؟حازق خان کو اپنے قدم ایک ہی جگہ پہ جماتے دیکھ کے میر ال شاہ ٹھٹکی تھی۔۔ذائشہ خان کنفیوز سی میر ال شاہ کی طرف دیکھنے لگی،البتہ اسکا دل ایک دفعہ پھر زور زور سے دھک دھک کر رہا تھا لیکن وہ وجہ نہیں جانتی تھی۔۔

ذائشہ میری بچی! آجاؤ رک کیوں گئی؟۔۔۔ذائشہ کو کنفیوز ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ نے بے ساختہ اسے پکارا تھا، حازق خان نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے آسمانی کی طرف دیکھا تھا۔وہ اس وقت جیسے کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے مفلوج ہو رہا تھا۔

(اسے ایک سید زادہ لے کے جا چکا ہے صاحب" وہ ایک سید زادے کی بیوی تھی"وہ سید زادہ یہاں آیا تھا قتل کیا اور اسے لے گیا")۔۔۔حازق خان کو اس وقت بے ساختہ یہ الفاظ یاد آئے تھے،اب جاننا یہ تھا وہ کون سا سید زادہ تھا؟؟ لیکن یہ صحیح وقت نہیں تھا کنفیوز سی ذائشہ خان کو کانپتے دیکھ کے وہ اپنی ساکت نظروں کو ذائشہ خان سے ہٹاتا تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھا تھا،وہ تیزی سے لاؤنج سے نکلتا راہداری کی طرف بڑھا تھا،اتنا سا فاصلہ تہہ

کرتے آنسو بے مول ہوتے ہوئے اسکی بیرڈ میں جذب ہوئے تھے، نیلی آنکھیں پل میں گلابی پڑی تھیں، وہ گہری سانس بھر کے اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پاتا اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔۔

وہ میں آپکو ہی دیکھنے آئی تھی، مجھے نیند آرہی ہے اور رات بھی بہت ہو گئی ہے، آپ مجھے واپس چھوڑ آئیں؟۔۔۔۔۔

ذائشہ خان میر ال کے پاس آتی معصومیت سے بولتی اپنی ساڑھی کا پلو سر سے ہٹا چکی تھی۔۔ اسکا دل ابھی بھی الگ انداز میں دھڑک رہا تھا۔۔

میری جان تم سے کس نے بولا تم شادی تک واپس اپارٹمنٹ جاؤ گی؟ میری ساری دوستیں ہویلی رک رہی ہیں!! ہم سب رات کو شغل میلا لگائیں گے! تم میرے پاس سو جانا! ٹھیک؟؟۔۔۔ میر ال شاہ اسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتی نرمی سے بولی تھی۔۔

ل۔ لیکن۔۔ ا۔ ارزم۔۔۔۔ ذائشہ خان پریشانی سے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی، اس کا خود بھی ان سب کے پاس رکنے کا دل تھا لیکن پتا نہیں اس کا شوہر اسے یہاں رکنے دیتا بھی یا نہیں؟

ایسی کی تیسی اس کی۔۔ وہ میر ال شاہ کے سامنے کچھ نہیں بول سکتا!! بس تم شادی تک یہی رہو گی میرے پاس!! ہم سب ڈھیر سارا مزہ کریں گے!! وہ اسے پیار سے بچوں کی طرح پچکارتی چل کر رہی تھی۔۔

اوکے!!۔۔۔ لیکن یہ کون تھے؟۔۔۔۔۔ ذائشہ خان آرام سے اسکی بات ماننے کے بعد حازق خان کے متعلق استفسار کرنے لگی۔۔

بہت لمبی سٹوری ہے! پھر کبھی سناؤں گی! بس اتنا جان لو ہم دونوں دشمن ہیں!!۔۔۔ میر ال شاہ گہری سانس بھر کے اداسی سے بولتی ٹھنڈی آہ بھر گئی، ذائشہ خان نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ آج پہلی دفعہ میر ال شاہ کے چہرے پہ اداسی کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔۔

چلو باہر چلتے ہیں! اگر ہم مزید دو منٹ بھی یہاں رکے تو مجھے امید ہے سب لڑکیاں ہمیں ڈھونڈتی ہوئی یہی پہ آجائیں گی! آخر کو ہم محفل کی جان ہیں!!۔۔۔ ابھی ذائشہ کچھ بولنے کی والی تھی جب میر ال شاہ جلدی سے پھر سے چل موڈ میں آتی اسکا ہاتھ پکڑے ہنستی ہوئی باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔

قوالی نائٹ اختتام پذیر ہو چکی تھی، سب مہمان اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے تھے، رایان خان بھی ابھی واپس سوات روانہ ہو کے کل پھر سے آنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

کہاں؟؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ جو ابھی حازق خان کو باہر تک چھوڑنے گیا تھا رایان خان کو سر پہ سلام ٹھوک کے سب کو خدا حافظ کہتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

سوات کے لئے نکل رہا ہوں! کل پھر سے آؤں گا!!۔۔۔رایان خان اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکے گلے لگنے ہی والا تھا جب زوریز شاہ نے رکھ کے اسکے گال پہ مکا جھڑا تھا۔ حازق خان کی وجہ تو جینون تھی جو اس نے اسے جانے دیا تھا لیکن اسے جانے کی کیا موت پڑ رہی تھی؟

کس خوشی میں روانہ ہو رہا ہے؟۔۔۔زوریز شاہ نے غصے سے استفسار کیا تھا باقی سب پھر سے تاصف سے سر ہلاتے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے۔۔

سمجھا کرنا تیری بھابھی ناراض ہوتی ہے!!۔۔۔۔۔رایان خان نے معصومیت اور شرافت کی مثال قائم کرتے اپنا گال سہلایا تھا۔۔

صاف صاف بول نہ رات ہوتے ہی تیرے جذبات جاگنا شروع ہو گئے ہیں؟ کوئی دو چار دن صبر رکھ لے گا تو مر نہیں جائے گا!!۔۔۔۔زوریز شاہ بے باکی سے غراتا ہوا رایان خان کے ساتھ ساتھ باقی سب کے چہرے پہ سرخ کر چکا تھا۔ سب اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے سٹپٹائے تھے۔۔رایان خان نے اسے گھورتے ہوئے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا۔۔

غیر رخصتی شدہ ہوتے ہوئے تمیز نہیں ہے شادی شدہ لوگوں سے بات کرنے کی؟؟۔۔۔رایان خان نے دانت پیستے ہوئے اپنا رعب جھاڑا تھا، سب نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی سوائے زوریز شاہ کے۔۔

جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو مجھے مجبوراً اپنی انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے! اسی لئے سن لے میری بات جب تک میری شادی مکمل نہیں ہو جاتی تو اسلامباد سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالے گا!!۔۔۔زوریز شاہ لاپرواہی سے کندھے آچکا کے بولا تھا۔۔

یار اچھا نہیں لگتا!تو جانتا ہے مجھے عادت نہیں۔۔۔۔۔ابھی رایان خان بے بسی سے کچھ بولتا جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

اچھا کیوں نہیں لگتا خان؟ ہمارے سب دوست یہی پہ رک رہے ہیں! اگر تو تمہیں ہویلی کے اندر رہنے سے پرابلم ہو رہی ہے تو تم غلط سوچ رہے ہو! آج کی رات سب ہویلی کی بیک سائیڈ پہ گزاریں گے!! وہاں کافی کمرے ہیں! جہاں تم کمفرٹیبل ہو گے وہی سو جانا!! ہمیں بھی اپنی مہمان نوازی کا موقع دو؟۔۔۔کاظم شاہ جان چکا تھا وہ ہویلی کے اندر رہنے کی وجہ سے جھجھک رہا ہے کیونکہ وہ پٹھان تھا وہ جانتا تھا ان کے ہاں مردان خانے اور زنان خانے کا کلچر تھا،اسی لئے وہ اسکی مشکل آسان کرتا نرمی سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔رایان خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے ان سب کی طرف دیکھا تھا جو اس سے یہاں رکنے کی فرمائش کر رہے تھے،اسے بار بار انکار کرنا اچھا نہ لگا تو ہاں میں سر ہلا کے خونخوار نظروں سے زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگا جس نے اسے ڈبل گھوری سے نوازہ تھا۔۔

چلو پھر!! یہ سب کمرے تم سب کے لئے ہی صاف کروائے ہیں!!۔۔۔رایان خان کو مانتے دیکھ کے کاظم شاہ مسکرا کے بولتا ہوا بیک سائیڈ کی طرف بڑھتا سب کو اپنے پیچھے آنے کا بولتا اپنی بانہوں میں موجود بیٹے کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں سے نیند آج کوسوں دور تھی،وہ ٹکر ٹکر سب کو دیکھ رہا تھا۔۔

تمہاری سانسیں کسی بھی وقت بلاک ہو سکتی ہیں بے بی!! دھیان سے سونا! منجانب تمہارا ریز!!۔۔۔۔۔۔بیک سائیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے زوریز شاہ نے کسی دوسری سم سے مرحا شاہ کو میسج سینڈ کرتے اپنی جیب میں فون ڈال کے ان سب کے پیچھے اپنے قدم بڑھائے تھے۔تقریباً آدھی رات تو گزر چکی تھی باقی کی رات بھی شاید دوستوں کے ساتھ شغل مستی کرتے ہیں گزر جانی تھی لیکن زوریز شاہ نے اسے دھمکانا اپنا فرض سمجھا تھا،وہ اسکے بلاک کرنے والی حرکت پہ شدید تپا ہوا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 88(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ تقریباً آدھے گھنٹے سے پارلر کے باہر کھڑا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غصے سے ان سب کا انتظار کر رہا تھا جو باہر آ کے نہیں دے رہی تھیں۔۔ وہ پھر سے میر ال شاہ کو فون کرنے والا تھا جب وہ تینوں اسے پارلر سے نکلتی دیکھائی دی تھیں، خوبصورت سے شاکنگ پنک لہنگے میں ملبوس میر ال شاہ اور اپنے پورے وجود اور چہرے کو چادر سے ڈھکے ہوئے ذائشہ خان اپنے درمیان میں چلتی مرحاشاہ کا بھاری ایمبرائیڈڈ ڈارک گرین لہنگا اٹھائے گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھیں، مرحاشاہ اپنے چہرے پہ گھونگھٹ کئے ہوئے تھے کیونکہ یہ زوریز شاہ کا حکم تھا، وہ رات سے اپنی کسی دوسری سم سے اسے بے باک میسجز بھیجتا تنگ کرتا رہا تھا، مرحاشاہ کو ہر پل یونہی لگا تھا جیسے وہ ابھی کہیں سے آ کے واقعی ہی اسکی سانسیں بلاک کر دے گا لیکن وہ اسے پوری رات اپنی بے باک دھمکیوں سے ڈراتا رہا تھا، وہ اس سے ملنے نہیں آیا تھا، مرحاشاہ کو خود پہ غصہ آیا تھا جو اپنی دوستوں کے درمیان بیٹھ کے بھی غائب دماغی سے اسکی بے باک دھمکیوں پہ شرماتی گھبراتی رہی تھی۔۔ وہ اسکی انکی دھمکیوں کی وجہ سے رات ٹھیک سے نہ انجوائے کر سکی تھی تو نہ سو سکی تھی۔۔

کب سے ویٹ کر رہا ہوں یار آپی! اگر لیٹ ہی باہر آنا تھا تو مجھے اتنی جلدی کیوں بلایا؟!۔۔۔۔۔ انہیں اپنے پاس آتے دیکھ کے ارزم شاہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے میر ال شاہ کو یہ بتانا فرض سمجھا تھا کہ وہ کافی دیر باہر کھڑا ان سب کا انتظار کر رہا ہے۔ ذائشہ خان جو اپنا دھیان مرحاشاہ کے لہنگے پہ مرکوز کئے ہوئے تھے، ارزم شاہ کی بھاری آواز سنتے ہی اس نے نگاہیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، جو سفید شلوار قمیض پہ بادامی اجرک گلے کے گرد لٹکائے چوڑی مضبوط کلائی پہ قیمتی گھڑی پہنے ماتھے پہ اپنے شہد رنگ بکھرے بالوں کو انگلیوں سے پیچھے کی طرف کرتا میر ال شاہ سے مخاطب تھا، اسکی سفید قمیض کے اوپری بٹن کھلے دیکھ کے وہ غصے سے نگاہیں پھیر گئی۔ وہ اب جان بوجھ کے یہ بٹن کھول کے رکھتا اسے جلا کے راکھ کر دیتا تھا، نا جانے آتے جاتے کتنی ہی لڑکیوں کی نظریں اسکے سفید مردانہ کسرتی سینے کی طرف اٹھی ہوں گی؟ ذائشہ خان نے غصے سے سوچا۔۔

تمہاری بیوی کی ہی ہیئر سٹائلنگ پینڈنگ پہ تھی! ! دس منٹ صبر کر کے ہم پہ کوئی احسان نہیں کیا تم نے!!۔۔۔ میر ال شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے روعب سے جواب دیتی ذائشہ کی مدد سے مرحاشاہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا رہی

تھی۔۔ارزم شاہ کی نظروں کا مرکز بے ساختہ ذائشہ خان بنی تھی جو خود کو مکمل طور پہ چادر سے ڈھکے ہوئے تھی،وہ اسکی ہیزل رنگ آنکھوں کے سوا کچھ بھی دیکھ نہیں پایا تھا۔۔

اتنا ہی شوق تھا ہیئر سٹائلنگ کا تو اسے وہی پہ چھوڑ کے آجاتی آپ!!۔۔وہ طنزیہ انداز میں بولتا ڈرائیونگ سیٹ میں بیٹھتے ہوئے اب اپنی گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا،اسکی بے رخی پہ ذائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔میر ال شاہ نے ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔

میرا بچہ آگے بیٹھ جاؤ! ہم سب کے لہنگے بہت ہیوی ہیں! ایک ساتھ بیٹھا نہیں جائے گا!!۔۔۔ذائشہ کو پیچھے بیٹھتے دیکھ کے میر ال شاہ جلدی سے اسے باہر کی طرف کر کے دروازہ بند کرتی اپنی بھوری آنکھیں ٹپٹپا کے اس سے مخاطب ہوتی ایک نظر ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو لائٹر کی مدد سے سیگریٹ جلاتا اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔۔ پیچھے اچھی بھلی جگہ تھی لیکن میر ال شاہ اسے جان بوجھ کے آگے بیٹھنے کو بول رہی تھی۔۔

ن۔نہیں۔۔آپی۔۔آپ۔۔۔بیٹھ۔۔۔جائیں۔۔نا۔۔وہ اپنی بھرائی آواز پہ قابو پاتی لڑکھڑاتے لہجے میں معصومیت سے بولی تھی۔اسکا جواب سنتے ہوئے ارزم شاہ نے ایک دم سے سٹیرنگ گھماتے ہوئے گاڑی کو ریس دی تھی۔۔

لالہ!!!۔۔۔مرحاشاہ نے بھوکھلاتے ہوئے ارزم شاہ کو پکارا تھا۔۔

چھوٹے شاہ!!!!۔۔۔۔میر ال شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کو ڈپٹا جو ذائشہ کو وہی پہ چھوڑ کے گاڑی کتنے قدم آگے کی طرف بڑھا چکا تھا۔۔ڈر کے مارے ذائشہ خان کے لبوں سے چیخ بر آمد ہوئی تھی۔۔

ارزم!!!!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کی گاڑی کو آگے بڑھتے دیکھ کے ذائشہ خان نے روتے ہوئے بلند آواز میں اسے پکارا تھا،وہ جو میر ال شاہ اور مرحاشاہ کی پکار نظر انداز کر گیا تھا،ذائشہ خان کی آواز میں خوف وڈر محسوس کرتے ہوئے اسکا دل دھڑکا تھا،اس نے تیزی سے بریک لگاتے ہوئے مرر سے اسکی طرف دیکھا تھا،جو گاڑی کو رکتے دیکھ کے بھاگتی ہوئی ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

حد کرتے ہو تم!! اس نے اتنا ہیوی لہنگا پہنا ہوا ہے! اگر گر گئی تو؟؟۔۔۔ذائشہ خان کو بھاگ کے اپنی طرف آتے دیکھ میر ال شاہ غصے سے ارزم شاہ کو ڈپٹ کے اپنی طرف والا دروازہ کھولتی ذائشہ خان کی طرف بڑھی تھی۔۔

آرام سے میرا بچہ !!!۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان کو پھولی سانسوں کے درمیان اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے میرال شاہ اسے جلدی سے اپنے ساتھ لگاتی پیار سے بولتے ہوئے پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول رہی تھی۔

آپی۔۔ آپ۔۔ سب۔۔ مجھے۔۔ چھوڑ۔۔ کے۔۔ جا۔۔ رہے۔۔ تھے۔۔ میں۔۔ اتنا۔۔ ڈر۔۔ گئی۔۔۔ وہ روتے ہوئے معصومیت سے بولتی میرال شاہ کے کہنے پہ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھی تھی، اب تو سہمتے ہوئے یہاں بیٹھنے سے انکار بھی نہیں کیا تھا۔ اسکی معصومیت پہ ارزم شاہ اپنے نچلے لب کو بے دردی سے کاٹنے لگا۔

نخرے دیکھائے بغیر بیٹھ جاتی تو اتنا ٹائم ویسٹ نہ ہوتا!!۔۔۔۔وہ سیگریٹ کے گہرے کش بھرتا لاپرواہی سے بولا تھا، لہجہ طنزیہ تھا، اسے شوخے ہوتے دیکھ کے میرال شاہ نے اپنا بے باک دماغ استعمال میں لاتے ذائشہ خان کے وجود سے کالی چادر اتار کے اپنے ہاتھ میں پکڑی تھی۔۔

آ۔ آپی۔۔ ی۔ یہ۔۔ کیا۔۔ کر۔۔ رہی۔۔ ہیں۔۔ میری۔۔ چادر!!۔۔ آنسوؤں سے تر چہرہ لئے ذائشہ خان بھوکھلائی تھی، اس کے بھوکھلانے پہ ارزم شاہ نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

گاڑی کے مرر بلیک ہیں میری جان!! گرمی کافی ہو رہی ہے تم ایسے ہی بیٹھ سکتی ہو! ورنہ میک اپ خراب ہو جائے اور ٹشو پکڑ کے آنسو صاف کرو!!۔۔۔۔میرال شاہ حکمیہ لہجے میں بولتی اسکی ایک بھی سنے بغیر دروازہ ٹھک سے بند کرتی پچھلی سیٹ پہ مرحاشاہ کے ساتھ بیٹھی تھی، مرحاشاہ بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے تھے۔۔ ارزم شاہ جو کب سے لاپرواہ بنا اسے تنگ کر رہا تھا، اسکے گلابی عارضوں پہ بہتے آنسو دیکھ کے اسے خود پہ غصہ آیا تھا۔۔ وہ میرال شاہ کی طرح کاشا کنگ پنک لہنگا زیب تن کئے لائٹ سے پارٹی میک اپ میں ارزم شاہ کے دل میں تہلکہ مچا چکی تھی، اسکے لمبے ڈارک براؤن بالوں کو سٹائلش سی چوٹی میں بندھے دیکھ کے اسکی نظریں اسکے ہونٹوں پہ مرکوز ہوئی تھیں، ڈارک پنک آئلی لپ گلوز سے سجے اسکے بھرے بھرے ہونٹ دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ سیگریٹ کے گہرے کش لگانا بھول چکا تھا، وہ گاڑی ڈرائیو کرنا بھول چکا تھا، اسکی نظریں اسکے ہونٹوں سے ہوتے ہوئے نیچے کی طرف سفر کر رہی تھی، اسکی سفید شفاف گردن میں ڈیسنٹ سا چوکر دیکھتے نظریں اسکے سراپے میں الجھی تھیں، ذائشہ خان اسکی نظروں سے بے خبر ہچکی بھرتے ہوئے ٹشو سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھی، رونے اور بھاگنے کی وجہ سے پھولی سانسوں کے درمیان اسے ہچکی بھرتے دیکھ کے ارزم شاہ کی نظریں اسکے بدن کے نشیب و

فراز پہ مرکوز تھیں، شاکنگ پنک لہنگے پہ پیٹ کو کور کرتی چھوٹی سی کرتی تھی، کرتی پہ گولڈن کلر کے امتزاج کا خوبصورت ساکام ہوا تھا۔۔وہ پرچیز کو فراموش کرتا اسکے بدن کا جائزہ لینے میں مصروف تھا، دوپٹے کو لہنگے اور شولڈر کے ساتھ ساڑھی کے پلو کی طرح اٹیچ کیا گیا تھا، یہ جالی دار دوپٹا اسکا حسن چھپانے کے لئے ناکافی تھا۔۔

کیا ہم آج کی تاریخ میں ہویلی پہنچ جائیں گے ؟یا تم دونوں کو پرائیویسی چاہئیے ؟۔۔۔۔ارزم شاہ کی غیر ہوتی حالت دیکھ کے میرال شاہ نے اپنا نچلہ لب دبا کے شرارت سے اسے مخاطب کرتے ہوش کی دنیا میں پٹکا تھا، ذائشہ خان نے معصومیت سے اپنی طرف کا شیشہ ڈاؤن کیا تھا۔۔ٹشو شیشے سے باہر پھینکتے اس نے نا سمجھی سے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا، پھر میرال شاہ کی نظروں کے تعاقب میں ارزم شاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ شکوے سے اپنی نگاہیں پھیرتی باہر کی طرف دیکھنے لگی، وہ بغیر چادر کے تھی، اور اس پہ تضاد اپنی طرف کا شیشہ ڈاؤن کر کے اوپر کرنا بھول چکی تھی، ارزم شاہ آنکھیں گھما کے میرال شاہ کو دیکھنے کے بعد سیگرٹ کا گہرا کش بھرتے ایک دم سے ذائشہ خان کے قریب ہوتے اسکی طرف کا شیشہ فل اوپر کرتے اپنی گاڑی پھر سے سٹارٹ کرتے تیز رفتار میں سڑک پہ دوڑانے لگا۔ ۔ذائشہ خان جو اسکے ایک دم سے قریب آنے پہ سانس تک روک چکی تھی اسے دور ہوتے دیکھ کے اسکی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔۔

اگر پرائویسی چاہئیے تو میں اپنی گاڑی۔۔۔۔۔ابھی میرال شاہ لب دبا کے انہیں مزید چھیڑتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔

میک اپ سے لتھڑے چہرے کو داد دینے کے لئے آپ کو لگتا ہے مجھے کسی پرائویسی کی ضرورت ہے ؟۔۔۔وہ بنا کسی لگی لپیٹی کے سنجیدگی سے میرال شاہ کو جواب دیتا سیگرٹ کے گہرے کش بھرتا ونڈ سکرین پہ نظریں جمائے ہوئے تھا، ذائشہ خان کا نظریں پھیرنا اسے آگ لگا چکا تھا، وہ تو جب بھی اسے سیگرٹ کے کش بھرتے دیکھتی تھی اس پر سے نگاہیں ہٹانا بھول جاتی تھی تو پھر آج اسکی ہمت کیسے ہوئے تھی نگاہیں پھیرنے کی ؟؟یہی سوچ سوچ کے وہ تپا ہوا تھا اسی لئے بنا سوچے سمجھے میرال شاہ کو جواب دے دیا۔۔اسکے جواب پہ جہاں ذائشہ خان کا دل دکھا تھا وہی پہ مرحا شاہ اور میرال شاہ کا منہ بنا تھا۔۔

تمیز سے!! میک اپ پہ مزید ایک لفظ نہیں سنوں گی میں! اگر ہم لڑکیاں منہ پہ میک اپ نہیں لگائیں گی تو کیا کیچپ اور چٹنی لگائیں گی؟!!۔۔۔ میر ال شاہ منہ پھولا کے گویا ہوئی تھی، آخر کو میک اپ تو اس نے اور مرحا نے بھی کیا ہوا تھا، ارزم شاہ کی جرآت کیسے ہوئی تھی لڑکیوں کے میک اپ کے بات کرنے کی؟؟ ارزم شاہ ابھی کوئی جواب دیتا جب اسکی نظریں بے ساختہ ذائشہ خان کی طرف اٹھیں جو نچلا لب مڑوڑ کے معصومیت سے روتی ٹشو پکڑ کے اپنے سرخی سے سجے ہونٹ صاف کرنے والی تھی، ارزم شاہ نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے ٹشو پکڑ کے نیچے پھینکتے اسکا چوڑیوں سے بھرا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا۔۔

ا۔ آپی۔ مجھے۔۔ اپارٹمنٹ۔۔ جانا۔۔۔ ہے۔۔ ک۔ کب۔۔ سے۔۔ بے۔۔ عزتی۔۔۔ کرے۔۔ جا۔۔ رہے۔۔ ہیں۔ ۔میری!!۔۔ مجھے۔ نہیں۔۔ جانا۔۔ شادی۔۔ پہ!!۔۔۔ ذائشہ خان بچوں کی طرح روتی ہوئی معصومیت سے میر ال شاہ سے مخاطب ارزم شاہ کی شکایت لگا رہی تھی، ساتھ ہی غصے سے اپنا ہاتھ ارزم شاہ کے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کروانے کی ناکام کوشش کرنے لگی، اسکا شکایت لگانے والا انداز اس قدر معصوم اور دلکش تھا کہ ان تینوں کو سمجھ نہ آئی وہ مسکرائیں، ہنسیں یا روتی ہوئی ذائشہ کو چپ کروائیں؟

اسکی اتنی جرآت میرے بچے کی بے عزتی کرے؟۔۔۔۔ میر ال شاہ پیار سے مسکرا کے بولتی ارزم شاہ کو مصنوعی غصے سے گھورنے لگی۔۔

اور اگر میری شادی پہ نہیں جاؤ گی تو میں بھی آئیندہ کبھی بھی اپارٹمنٹ تم سے ملنے نہیں آؤں گی!!۔۔۔ مرحا شاہ نے اپنی ماتھا پٹی سیٹ کرتے ہوئے لگے ہاتھ اسے دھمکی لگائی تھی۔ اس دوران ارزم شاہ سنجیدگی سے انہیں سن رہا تھا۔

بھئی مرحا میں مان گئی تمہارے ریزکو! اس سے زیادہ رومانٹک ڈرائیونگ کوئی نہیں کر سکتا!!۔۔۔ میر ال شاہ نے مرحا شاہ کے شوہر کی تعریف کرتے ہوئے ارزم شاہ کو سلگایا تھا، وہ ارزم شاہ کو ان ڈائریکٹ ان رومانٹک بول رہی تھی۔۔ ذائشہ خان تذبذب کا شکار ہوتی معصومیت سے ان دونوں کو دیکھنے کے بعد غصے سے اپنی بھرپور طاقت آزماتی مہارت سے گاڑی چلاتے ارزم شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی تگ و دو کرنے لگی جو میر ال شاہ کی بات سننے پہ تضاد اسے مزاحمت کرتے دیکھ کے گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے بڑھاتا اسے کھینچ کے اپنے بے حد نزدیک کر گیا، گاڑی کی رفتار تیز تھی جس پہ ذائشہ خان ڈسبیلنس ہوتی اسکے سینے سے لگی تھی۔ مرحا شاہ اور میر ال شاہ نے مسکراتے ہوئے نظروں کا

زاویہ بدلا تھا۔ ذائشہ خان کی دھڑکنوں کی نزاکت اپنے سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔ ذائشہ خان سرخ پڑتی حیرانگی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھتی اس سے دور ہونے لگی جب وہ اسے بے خودی میں مزید نزدیک کر گیا۔ ذائشہ حیران ہونا بنتا تھا وہ آج خلافِ معمول اسے اپنے قریب تر کرتا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ اب یوں اسکے قریب کب آیا کرتا تھا؟

آپ کیوں اسکا میک اپ خراب کروانے پہ تلی ہوئی ہیں؟۔۔۔ وہ بھاری گھمبیر آواز میں میر ال شاہ کو زو معنی انداز میں جواب دیتا ان تینوں کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔ میر ال شاہ بے باکی سے قہقہ لگاتی اسے آنکھ ونک کر گئی۔۔ مرحا شاہ کھکھلائی تھی، معصوم سی ذائشہ خان اپنا چہرہ ارزم شاہ کے سینے سے اٹھا کے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھنے لگی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اس وقت ان تینوں میں سے کون اس کے ساتھ ہے؟ اس وقت ذائشہ خان کو خود پہ ایک مثال فٹ ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی "رضیہ غنڈوں میں پھنس گئی"۔۔

کر لو!! ہم منہ اس طرف کر لیتے ہیں!!۔۔۔۔ میر ال شاہ نے ہنستے ہوئے اسے مزید اکسایا تھا۔ ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے ارزم شاہ سے دور ہوئی تھی۔

اسکی ضرورت نہیں ہے! ہمیں دیر ہو رہی ہے!۔۔۔ ذائشہ خان کو خود سے دور ہوتے دیکھ کے وہ استہزایا انداز میں سر جھٹکتا میر ال شاہ کو سنجیدگی سے جواب دیتا پھر سے سیگرٹ کے کش بھرنے لگا، اسکی سنجیدگی پہ ذائشہ خان کو پتا نہیں کیوں محسوس ہوا تھا جیسے اسے اسکا خود سے دور ہونا پسند نہ آیا ہو۔۔

ایسے کاموں میں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے!!۔۔۔ میر ال شاہ بے باکی سے قہقہ لگا کے مزید گویا ہوتی مرحا شاہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مار گئی۔ ارزم شاہ نے بمشکل اپنے جذبات پہ قابو پایا تھا جو میر ال شاہ کے زو معنی الفاظ پہ امڈ امڈ کے باہر آنے کو بے تاب ہو رہے تھے، ذائشہ خان کے ہونٹ آج ایک بار پھر اسکی پیاس بڑھا چکے تھے۔۔

مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن کسی کی بے ہوشی کی گارنٹی میں نہیں دے سکتا!!۔۔۔۔ وہ بھی جواباً بے باک ہوتا میر ال شاہ کو جواب دے کے کندھے آچکا گیا۔۔

ہاہاہا۔۔ تم بے ہوش کرنے والے بنو! ہوش میں ہماری ڈاکٹر لے آئے گی!!۔۔۔ میر ال شاہ زو معنی انداز میں قہقہ لگا کے ارزم شاہ کو نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دبانے پہ مجبور کر گئی۔۔ ارزم شاہ کا دل کیا اپنے پہلو میں بیٹھی ذائشہ

خان کی سانسیں گھونٹ کے اسکے ساتھ ساتھ ان سب کو بھی شرم سے بے ہوش ہونے پہ مجبور کر دے لیکن ذائشہ خان کے الفاظ وہ نہیں بھولتا تھا۔۔

آپی بس کریں یار!!۔۔۔ مرحاشاہ ہنسی دباتے ہوئے بولی تھی، اس کو بے ساختہ ذائشہ خان پہ رحم آیا تھا جو شرم وحیا سے لال ہوتی نظریں جھکائے اپنی انگلیوں کو مڑوڑتی ہوئی توڑنے کے درپہ تھی۔۔

ڈاکٹر کی وجہ سے ہی لحاظ کر رہا ہوں! اگر آپ اور ہم ہوتے تو بات الگ ہوتی!! ڈاکٹر چھوٹی بہن ہے میری!! اب چھوٹی بہنوں کے سامنے بے غیرتی کر کے بے غیرت بننے سے رہا!!!۔۔۔ ارزم شاہ نے زومعنی انداز میں میرال شاہ کو جواب دیتے ہوئے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ وہ سب میرال شاہ کی بے باک طبیعت سے واقف تھے، انہیں اسکی باتیں بری نہیں لگتی تھی۔۔ مرحاشاہ لب دباتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف دیکھنے لگی جو اب واقعی ہی بے ہوش ہونے کے درپہ تھی۔۔

ہونہہ!! بڑی بہنوں کے سامنے بے غیرتی کرنا جیسے جائز اور ثواب کا کام ہے! ڈرائیونگ پہ دھیان دو بیٹا!!۔۔۔ ارزم شاہ کے دل میں اچھی طرح سے تہلکہ مچانے کے بعد میرال شاہ اپنی ہنسی دباتے اسے روعب سے ڈپٹنے لگی۔۔

بڑی بہنیں ماں کے برابر ہوتی ہیں! اور ماؤں کو خوش کرنے کے لئے چھوٹی موٹی بیغیرتیاں کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ خاموش ہونے کی بجائے چل انداز میں بے باکی سے جواب دیتا گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔۔

ایک دو سال ہی بڑی ہوں تم سے!! اب ماں بناؤ گے مجھے؟ شرم تو نہیں آتی!!۔۔ میرال شاہ نے اسے شرم دلانی چاہی تھی جس پہ مرحاشاہ اور ارزم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا، ان کی آدھی باتیں تو ذائشہ خان کے سر کے اوپر سے گزری تھیں اور جن باتوں کی اسے سمجھ آئی تھی، اس پہ وہ سوائے شرمانے کے اور کچھ نہ کر پائی!!۔۔

ارزم شاہ کی گاڑی تیزی سے ہویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھی، ابھی ارزم شاہ بریک لگا کے کچھ بولنے ہی والا تھا جب ذائشہ خان گاڑی سے باہر نکلتی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگی تاکہ مرحاشاہ کے لہنگے کا سنبھالنے میں مدد کر سکے ۔ذائشہ خان ابھی بیک سائیڈ کا دروازہ کھول ہی رہی تھی جب ارزم شاہ کی گاڑی کے بالکل برابر میں تیزی سے ایک گاڑی نے بریک لگائی تھی، ۔ٹائروں کے چرچرانے کی آواز پہ گاڑی سے باہر نکلتی میرال رخ موڑ کے گاڑی سے باہر

نکلنے والی ہستی کو دیکھنے لگی، وہ گاڑی دیکھ کے ہی پہچان چکی تھی اس میں سے نکلنے والی ہستی کون ہو گی وہ ابھی اسے سوچ ہی رہی تھی جب اگلے ہی پل اس کی سوچ پہ مہر لگی تھی!! گاڑی سے نکلنے والا کوئی اور نہیں بلکہ حازق خانزادہ تھا۔

حازق خان کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کے ارزم شاہ نے غصے سے ذائشہ خان کی طرف دیکھا تھا جو بغیر چادر کے گاڑی سے نکلی تھی، وہ تیزی سے گاڑی سے نکلتا پہلے حازق خان کو سلام دعا کرنے کی بجائے میر ال شاہ کے ہاتھ میں موجود ذائشہ خان کی چادر پکڑتا ہوا گاڑی کی دوسری طرف آیا تھا، اسے کہنی سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا وہ غصے سے اس پہ چادر اوڑھانے لگا، حازق خان آج پھر قسمت کی اتنی مہربانی پہ ذائشہ خان کو بے ساختہ ٹکٹکی باندھے دیکھے گیا، ارزم شاہ کو اسکے اتنے نزدیک دیکھ کے ٹھٹکا تھا، وہ جس انداز سے اسے خود کے قریب کرتا چادر اوڑھا رہا تھا اس منظر کو دیکھ کے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ وہ اس پہ کافی حق رکھتا ہے، ارزم شاہ کے انداز میں استحقاق تھا، وہ اسکے وجود کو چادر سے ڈھکنے کے بعد اسکا چہرہ بھی اپنے ہاتھوں سے ڈھک رہا تھا، اس دوران ذائشہ خان ہر چیز فراموش کرتی ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگی جس کے چہرے پہ دبا دبا غصہ تھا۔۔

اتنی جلدی تھی تمہیں گاڑی سے نکلنے کی؟ خود پہ چادر لینا بھی ضروری نہیں سمجھا؟ اب اگر میں نے تمہیں اپنے وجود سے لاپرواد یکھا تو جان لے لوں گا تمہاری!!!۔۔۔۔ وہ اسکے کان کے پاس جھکتا غصے سے بولتا ہوا اسکی ایک بھی سنے بغیر حازق خان کی طرف بڑھا تھا، میر ال شاہ حیرانگی سے حازق خان کی طرف دیکھ رہی تھی جو کل کی طرح آج بھی ٹکٹکی باندھ کے ذائشہ خان کو دیکھ رہا تھا، وہ اسکی نظروں کا مطلب سمجھ نہ سکی! اسکی نظروں میں کوئی حباثت نہیں تھی، اسکی نظریں پاک تھیں تو پھر وہ کیوں ذائشہ خان کو غور سے دیکھتا تھا؟ میر ال شاہ بے ساختہ سوچنے سے مجبور ہوئی تھی ۔۔ارزم شاہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کے حازق خان جلدی سے ذائشہ خان سے اپنی نظریں ہٹاتے خوشدلی سے اس سے ملنے لگا۔ خود پہ نظروں کی تپش محسوس کرتے حازق خان کی نظریں بے ساختہ میر ال شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے ایٹیٹوڈ سے نگاہیں پھیرتی ذائشہ خان کے ساتھ مرحا شاہ کے لہنگے کو تھامنے میں مدد کرتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

شاہ (زوریز) کہاں ہے؟۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اور ذائشہ خان کو اندر جاتے دیکھ کے حازق خان نے نرمی سے ارزم شاہ سے استفسار کیا تھا۔۔

ابھی سب ہویلی کی بیک سائیڈ پہ تیار ہو رہے ہیں! آپ بھی آجائیں! میں بھی وہی چل رہا ہوں!۔۔۔ارزم شاہ گاڑی لاک کرتے ہوئے حازق خان کو جواب دیتا اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر گیا، حازق خان سر ہلاتا ہوا اسکے ساتھ قدم بڑھاتے ہویلی کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھا تھا، وہ اس وقت ایک ارزم شاہ جیسی ڈریسنگ میں ملبوس تھا، ان سب کا تھیم آج پھر سیم تھا، تمام لڑکوں نے سفید شلوار قمیض پہ بادامی اجرک ڈیسائیڈ کی تھی جبکہ زوریز شاہ نے سفید شلوار قمیض پہ بلیک ویسکوٹ ڈیسائیڈ کی تھی۔۔

فارغ ہے!!!۔۔۔۔۔۔رایان خان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑی بندوق سائیڈ کی تھی۔۔

یہ اعلیٰ ہے!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کمرے میں موجود واس کا نشانہ لے کے بندوق چلاتا مصروف انداز میں بولا تھا، واس ترخ کے دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا، وہ دونوں اس وقت رف سے بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس ٹیبل پہ موجود بڑی تعداد میں بندوقوں کو چیک کرتے ان کی کیٹگری کے حساب سے ترتیب دے رہے تھے۔۔یہ تمام اسلحہ احان شاہ نے صبح ہی منگوا کے ہویلی کے بیک سائیڈ کمرے کی طرف بھجوایا تھا جہاں ان سب کے دوست قیام پذیر تھے، زوریز شاہ کی شادی کی یہ پہلی تیاری تھی جو احان شاہ نے بذاتِ خود کی تھی، خود وہ رات کے بعد ایک دفعہ بھی یہاں چکر لگانے نہیں آیا تھا، وہ صبح سے ناجانے کن سڑکوں کی خاک چھان رہا تھا۔۔

یہ اس سے بھی اعلیٰ ہے!! لیکن افسوس میجر بچ گیا!!۔۔۔۔۔۔رایان خان اب مزید ایک بندوق پکڑ کے کمرے میں داخل ہوتے حازق خان کے پیر کے پاس آنکھ بند کر کے دلفریب انداز میں فائر کرتا سر جھٹک کے افسوس سے بولا تھا کیونکہ حازق خان نے بناڈرے کافی سمجھداری سے اس گولی سے اپنا بچاؤ کیا تھا۔۔رایان خان کے جملے پہ سب کا قہقہہ بلند ہوا تھا، حازق خان نے اسے غصے سے گھور کے دیکھا تھا جس نے آتے ہی اسکا اتنا اچھا سواگت کیا تھا۔

شرم کر!! میری جان کے پیچھے ہاتھ دھو کے کیوں پڑا ہوا ہے؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی بندوق ٹیبل پہ پٹک کے رایان خان کو شرم دلاتا حازق خان کی طرف بڑھا تھا۔۔

اسے قتل کرنا میری فرسٹ پریوریٹی ہے کیونکہ یہ ہم دونوں کے بیچ کی دیوار ہے!! اسے قتل کرنا منظور ہے لیکن لو ٹرائی اینگل کی بھینٹ چڑھنا نہیں!!۔۔۔رایان خان ڈرامائک انداز میں اپنی ہنسی دبا کے بولتا ایک دفعہ پھر سے سب کو

چھت پھاڑ قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔۔زوریز شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے حازق خان جو پیار سے گلے لگاتے اسے سرخ کرنے کے لئے بے باکی سے اسکے گال پہ لب رکھے تھے۔۔۔

کتنی دفعہ بولا ہے میرے ساتھ ایسی بغیرتی مت کیا کر!!۔۔۔حازق خان نے سرخ گالوں سے زوریز شاہ کو خود سے دور کرتے اپنے گال صاف کرتے زوریز شاہ کو ڈپٹا تھا اور ایسا کرتے وہ بے حد کیوٹ لگا تھا۔۔اس منظر کو دیکھ کے کمرے میں داخل ہوتے احان شاہ اور کاظم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔کاظم شاہ ابھی اپنے کمرے سے تیار ہو کے احان شاہ کے ساتھ ڈائریکٹ یہی آیا تھا، اسکی بیوی اس سے شدید ناراض لگ رہی تھی کیونکہ کل ازمیر ایک منٹ کے لئے بھی ایزل شاہ کے پاس نہیں رہا تھا، اور اس پہ تضاد وہ اور ازمیر شاہ رات کے تین بجے کمرے میں داخل ہوئے تھے جب ایزل شاہ کی آنکھ لگی ہی تھی، کاظم شاہ نے ازمیر شاہ کو ابھی بیڈ پہ لٹایا ہی تھا جب ماں کو دیکھتے ہی ازمیر شاہ کی بھوک جاگی تھی۔۔وہ اپنے سرخ لب مڑوڑ کے چھوٹی چھوٹی جمایاں لیتا روتے ہوئے ماں کی نیند خراب کرنے لگا، بس وہ تب سے ہی کاظم شاہ پہ اچھی خاصی تپی ہوئی لگ رہی تھی۔۔وہ کب سے ازمیر کو تیار کر کے خود تیار ہونے کی غرض سے نیچے اپنے کمرے میں بند تھی، کمرہ لاک تھا جسے کاظم شاہ چاہ کے بھی کھول نہیں پایا تھا، جب اس کام میں ناکامی محسوس ہوئی تو گیسٹ روم کے واشروم سے جا کے اسے مزید تنگ کرنے کی بجائے وہ احان شاہ کو اپنے ساتھ لئے اسی طرف آ گیا۔۔کاظم شاہ اور احان شاہ اسکی طرف بڑھتے اس سے بغلگیر ہوئے تھے، احان شاہ کو دیکھتے حازق خان کا چہرہ ہمیشہ کی طرح سپاٹ ہوا تھا لیکن محفل کے آداب کو مد نظر رکھتا وہ بے حد ضبط سے زوریز شاہ کے اشاروں پہ اس سے مل لیا کرتا تھا۔۔

میری جان میں جانتا ہوں تو چاہتا میں اس سے زیادہ بیغیرتی کروں لیکن وہ کیا ہے نا اس سے زیادہ بیغیرتی اگر میں نے کی تو میری بیوی اپنی حق تلفی پہ مجھے جان سے مار ڈالے گی!!۔۔۔زوریز شاہ لب دبا کے بے باکی سے بولتا ہوا پھر سے رایان خان کی طرف آتا بندوقیں چیک کرنے لگا۔حازق خان نے غصے سے سرخ چہرہ لئے اسے گھور کے دیکھتے پشتو میں گالیاں نکالی تھیں، سب نے نا سمجھی سے حازق خان کو دیکھا تھا، زوریز شاہ کا اشارہ ملتے ہی رایان خان نے اس سے اپنی پشتون زبان میں گالیوں کا مقابلہ کیا تھا جو زوریز شاہ آج تک نہیں کر پایا تھا کیونکہ اسے پشتو نہیں آتی تھی۔

یہ کوڈورڈز میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ہمیں بھی سناؤ؟۔۔۔۔زوریز شاہ کا کوئی دوست ان دونوں کو پشتو بولتے دیکھ کے نا سمجھی سے سر کھجاتا ہوا بولا تھا، باقی سب کی آنکھوں میں بھی ایک ہی سوال تھا سوائے چند ایک پختون دوستوں کے جو بلند قہقہے لگا رہے تھے۔۔

آپ وہ بات۔۔ آپ وہ بات کیوں پوچھتے ہیں!! جو بتانے کے قابل نہیں ہے۔۔۔۔جواب ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا جو دلفریب انداز میں کھکھلا کے ایک مشہور قوالی کی لائن گنگناتا ہوا سب کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔ ارزم شاہ سمجھ چکا تھا وہ دونوں گالیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بھی کچھ دوست خان تھے تھوڑی بہت پشتو کی سمجھ تو اسے بھی آتی تھی لیکن بولنا ایک لفظ نہیں آتا تھا۔ حازق خان اور رایان خان نے لب دباتے ہوئے اپنی زبان کو بریک لگائی تھی۔ احان شاہ کو ان کے پشتو بولنے پہ بہت کچھ یاد آیا تھا۔ سب ہنس رہے تھے لیکن اسکی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ لال ہوئی تھیں۔۔

وہ سب چھوڑو تو بھابھی سے مل کے آ ہی گیا تھا تو ثبوت تیرے بابا جان نے آ کے مٹانے تھے؟۔۔۔۔میکائیل آئیبرو آچکا کے شرارت سے ارزم شاہ کی سفید قمیض کی طرف دیکھتا اس سے مخاطب تھی، سب کی نظروں کا مرکز اس وقت ارزم شاہ بنا تھا جس کی سفید قمیض پہ سینے کے مقام پہ لپ اسٹک کا نشان موجود تھا۔۔ اب کو مشترکہ اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے اپنی قمیض کی طرف دیکھا تھا، لپ اسٹک کا نشان دیکھتے وہ پہلے تو حیران ہوا اور پھر اسے وہ منظر یاد آا تھا جب اس نے ذائشہ کو گاڑی میں خود کے قریب کیا تھا یہ اسی کی لپ اسٹک کا نشان تھا۔۔

ڈنکے کی چوٹ پہ ملتے ہیں سالے!! تیری طرح ڈرپوک پیدا نہیں ہوا میں!!۔۔ارزم شاہ اترا کے جواب دیتا یہ نشان چھپانے کی غرض سے اپنی اجرک ٹھیک کرنے لگا۔۔ حازق خان کا چہرہ نا جانے کیوں سرخ ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ کے جواب پہ سب کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔

ہاں سب جانے ہیں تو سالا بے شرم پیدا ہوا تھا اب بے شرم پرومیکس ہو کے مرے گا!!۔۔۔۔میکائیل دانت پیستے ہوئے آنکھیں گھما کے بولا جس پہ ایک دفعہ پھر سے قہقہوں کا شور اٹھا تھا۔۔

میں حیران ہوں رات سے بکواس کر کے تم سب کی زبان نہیں تھکی جو سب پھر سے شروع ہو گئے ہو؟!! اور تم دونوں تیار کیوں نہیں ہوئے ابھی تک ؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے بڑے ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے اپنی ہنسی کو بریک لگاتے سب کو ڈپٹنے کے بعد رایان خان اور زوریز شاہ کو ڈپٹا تھا جو ابھی تک رف حلیے میں گھوم رہے تھے۔۔

چلیں جان؟؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کے ڈپٹنے پہ رایان شاہ نے آنکھ ونک کرتے ہوئے زو معنی انداز میں زوریز شاہ کو مخاطب کیا تھا۔۔

وائے ناٹ میری جان ؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی مزید ایک بندوق کاظم شاہ کو کیچ کروا کے رایان خان کی گردن اپنے شکنجے میں لیتا کمرے کے باتھروم کی طرف بڑھا تھا۔۔ان دونوں کو اکھٹے باتھروم کی طرف بڑھتے دیکھ کے سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔

کہاں؟؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے دانت پیستے ہوئے انہیں ہوش دلائی تھی۔۔

یہاں ہماری پرائیویسی ڈسٹرب ہو رہی ہے!! ہمیں سپیس چاہئیے!!!۔۔۔۔وہ دونوں معصومیت سے یک زبان ہوتے ہوئے بولے مقصد ان سب کو تنگ کرنا تھا اسپیشلی حازق خان کو۔۔۔

باتھروم میں سپیس چاہئیے ؟؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا زحازق خان نے ان دونوں کو شدید غصے سے گھورا تھا جو کل سے اسے تنگ کرنے کا فل پروف پلین بنائے ہوئے تھے۔ابھی وہ دونوں کوئی جواب دیتے جب ارزم شاہ کو کوئی دوست رایان شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔

ذمہ ذرہ (یعنی میرا دل) کالنگ!!!؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا ایک پٹھان دوست آنکھیں ٹپٹپا کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا فون اٹھا کے شرارت سے بلند آواز میں اعلانیہ طور پہ رایان خان کو دیکھ کے بولا تھا۔۔ذمہ ذرہ کا نام سنتے ہوئے رایان خان نے تیر کی تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔اس نام سے تو اس نے اپنی بیوی کا نمبر سیو کیا ہوا تھا۔۔

جان پڑے مرو!!!!۔۔۔۔۔۔رایان خان اپنے پاس کھڑے زوریز شاہ کو جلدی سے خود سے دور کرتا ارزم شاہ کی دوست کی طرف بڑھتا نا اسے آنکھیں دیکھا کے اپنا فون چھینتا کمرے سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔زوریز شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسکی پشت کو گھور کے دیکھا تھا۔۔

حازق خان استہزایا انداز میں ہنستا ہوا زوریز شاہ کی بے عزتی کر رہا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے رایان خان کے ساتھ مل کے اسے تنگ کر رہا تھا۔ سب کا مشترکہ قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔ جس طرح سے رایان خان فون کان کو لگائے دلکشی سے مسکراتا ہوا کمرے سے باہر کی طرف بڑھا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا وہ اپنی بیوی پہ جان چھڑکتا ہے۔۔

لائٹ سا میک اپ کئے ایزل شاہ اس وقت نارنجی خوبصورت سے زرک کام سے لبریز لہنگے کرتی میں سجی سنوری نفیس سی جیولری پہنے اپنے سر پہ ڈیسنٹ انداز میں دوپٹا سیٹ کئے سفید شلوار قمیض میں ملبوس ازمیر شاہ کو اٹھائے ہوئے تھی جو کب سے روتا ہوا اسے نا جانے کیوں تنگ کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ اسے تھپکتی ہوئی مرحا شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی پارلر سے آئی تھی۔۔ مرحا شاہ کو آئینے کے سامنے سٹول پہ بیٹھے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے سپرے کرتے دیکھ کے وہ مسکراتی ہوئی اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

ماشاءاللہ!! چشم بدور۔۔۔۔۔ ایزل شاہ اسکے ساتھ لگتی پیار سے مسکراتے ہوئے اسکی تعریف کر رہی تھی جو سٹول سے اٹھ کے اسے اپنے ساتھ لگاتی ازمیر شاہ کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی لیکن وہ ضدی انداز میں رو رہا تھا۔

ہمارے شہزادے کو کیا ہوا ہے؟۔۔۔۔ اسے روتے دیکھ کے میرال شاہ میرال شاہ نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔۔

پتا نہیں آپی!! جب سے وہ (کاظم شاہ) کمرے سے گئے ہیں یونہی روئے جا رہا ہے۔۔۔۔ ایزل شاہ روہانسی ہوتی بولی تھی۔۔

وہ کون؟؟۔۔۔۔ میرال شاہ نے اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے استفسار کرتے ہوئے اسکے ہاتھ سے ازمیر شاہ کو پکڑا تھا۔۔

اس کے بابا!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ ایک منٹ خاموش رہنے کے بعد متوازن لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی وہ کاظم شاہ کو کس طرح سے پکارے کیونکہ وہ اب اسے شاہ جی نہیں بولتی تھی۔۔ یہ لفظ بولے کافی دیر ہوئی تھی اسی لئے جھجک سی محسوس ہوتی تھی۔۔

لو بس اتنی سی بات؟ تم اپنا موڈ ٹھیک رکھو! میں اسے اس کے باپ کے پاس چھوڑ دیتی ہوں! مجھے اپنے ایک دوست کو ویلکم بھی کرنا ہے۔۔۔ میر ال شاہ اسکے گال تھپتھپا کے پیار سے بولتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی، ذائشہ خان مسکرا کے ایزل شاہ کی طرف دیکھتی اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسکی تعریف کرنے لگی جو دوپٹے میں بے حد خوبصورت لگتی تھی۔۔

لو بھئی اپنے بیٹے کو سنبھالو! کب سے ماں کو تنگ کیا ہوا ہے اس نے!!۔۔۔ اپنے لہنگے کو سنبھالتی میر ال شاہ مردوں والی سائیڈ پہ کاظم شاہ کی طرف آتی گہری سانس بھر کے بولتی اسے اس کا بیٹا تھما رہی تھی۔۔ رایان خان اور زوریز شاہ کے علاوہ باقی سب لان میں آتے مہمانوں کو ریسیو کر رہے تھے، رایان خان اور زوریز شاہ کو تیار ہونے کی ہوش ابھی آئی تھی۔۔ میر ال شاہ کی آواز پہ حازق خان نے بے ساختہ فون سے نگاہیں اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس لہنگے میں آسمان سے اتری ہوئی پری معلوم ہو رہی تھی۔۔

آاااامیر ا بیٹا کیوں رو رہا ہے؟؟۔۔۔۔۔ میر ال شاہ کو آج بھی کھلے عام لڑکوں میں آتے دیکھ کے کاظم شاہ اپنی ناگواری چھپاتا اپنے بیٹے کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کے چومتا ہوا پیار سے اسکے ساتھ مصروف ہو گیا جو باپ کی گود میں آتے ہی رونا بند کرتا اپنے ہاتھ کو موو کرتے ہوئے کھکھلانے لگا۔۔ سب پیار سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کاظم شاہ کو ٹوٹ کے اپنے بیٹے پہ پیار آیا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح اسکے گال، ناک، ٹھوری اور گردن پہ اپنی ناک سہلاتا اسے مزید کھکھلانے پہ مجبور کرتا باقی سب کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

ہیلو!! ہاں! کہاں ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ مسکرا کے ان دونوں کو دیکھنے کے بعد حازق خان کو آج بھی مکمل طور پہ اگنور کرتی فون پہ کسی سے مخاطب ہوتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھی تھی۔۔ حازق خان کی نظریں ہنوز اسکا پیچھا کر رہی تھیں، پورچ میں ایک گاڑی آ کے رکی تھی جسے دیکھ کے میر ال شاہ کے قدموں نے تیزی پکڑی تھی۔۔ ویلکم ایس ایس پی صاحب!! بہت مہربانی آپ نے ہماری دعوت قبول کر کے یہاں قدم رکھتے ہوئے ہماری محفل میں چار چاند لگائے!! بولئیے زہر پئیے گے یا تیزاب؟؟۔۔۔۔۔۔ اسے گاڑی سے نکلتے دیکھ کے میر ال شاہ اسکی طرف بڑھتی دانت پیس کے اسے شرم دلا رہی تھی جو اتنی منتوں کے بعد آیا تھا اور وہ بھی اتنا لیٹ۔۔۔ اسے غصے میں دیکھ

کے ایس ایس پی کا قہقہہ بلند ہوا تھا، گاڑی سے باہر نکلتے ایس ایس شہسوار شاہ کو قہقہہ لگاتے دیکھ کے حازق خان کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟؟

ہم تو آپ کے غلام ہیں میڈیم!! کچھ بھی پلا دیں جام سمجھ کے پی جائیں گے!!۔۔۔ شہسوار شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتا اسکے ساتھ لان کی طرف قدم اٹھاتا دلفریب انداز میں ہنس کے بولا تھا۔ان دونوں کو ہنستے دیکھ کے حازق خان کی غصے سے رگیں تنی تھیں۔ شہسوار شاہ اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد بادامی اجرک لٹکائے پیروں میں پشاوری چپل پہنے اپنے اونچے لمبے قد اور چوڑی جسامت کے ساتھ بے حد دلکش لگتا میر ال شاہ کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔۔اب کی بار حازق خان کے ساتھ ساتھ باقی سب کی نظریں بھی شہسوار شاہ کی طرف اٹھی تھیں، شہسوار شاہ کو یہاں دیکھ کے کاظم شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ حیران ہوئے تھے، اس دن والے ایس ایس پی کو دیکھ احان شاہ کو شدید غصہ آیا تھا آج وہ کس طرح سے میر ال شاہ کے ساتھ قہقہے لگا رہا تھا جب کہ اس دن کی سڑیل شکل دیکھ کے یوں لگتا تھا جیسے کبھی ہنسا ہی نہ ہو لیکن اس کی ہنسی کافی پیاری تھی اس بات کا اقرار احان شاہ نے دل میں کیا تھا۔۔

میٹ مائے فرینڈ ایس ایس پی شہسوار عالم شاہ!!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ حویلی کے لڑکوں کی طرف بڑھتی ان سے شہسوار شاہ کو تعارف کافی پر جوش انداز میں کروا رہی تھی۔۔

تو یہاں؟؟۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ پہلے ان شاہوں سے ملنے کی بجائے حازق خان کو یہاں دیکھتا خوشگوار حیرت سے بولتا اسکے بغلگیر ہوا تھا یا یوں کہاں جائے وہ مصنوعی حیرت کا اظہار کر رہا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔۔

میرا تو یہاں آنا بنتا تھا تو بتا تو یہاں کیا کر رہا ہے؟۔۔۔۔حازق خان غصے سے اسکے کان میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا، شہسوار شاہ کو اسکا غصے میں آنا سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔ان دونوں کو گلے لگے دیکھ کے میر ال شاہ نے دانت پیسے تھے، وہ شہسوار شاہ کا تعارف اپنے بھائیوں سے کروا رہی تھی اور وہ اسکے دشمن اس کے سب سے بڑے رقیب کو گلے لگا چکا تھا؟؟

بس یہی سمجھ لے میرا تجھ سے پہلے یہاں آنا بنتا تھا کیونکہ انویٹیشن اوپر سے آیا تھا۔۔۔ شہسوار شاہ نچلا لب دبا کے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں زو معنی سے بولتا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔حازق خان جل کے راکھ ہوا تھا۔۔

ارے ایس ایس پی صاحب آپ انویٹیشن کے بغیر یہاں؟؟میری شادی پہ؟خیریت تھی؟کیا آج بھی بناثبوت کے میرے بھائی کی بجائے مجھے دولہا بننے کے جرم میں گرفتار کرنے آئے ہیں؟؟۔۔۔ابھی شہسوار شاہ کاظم شاہ کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب پیچھے سے آتا سفید شلوار قمیض پہ خوبصورت اور برینڈڈ بلیک ویسکوٹ میں ملبوس زوریز شاہ اسے یہاں دیکھ کے استہزایا انداز میں بولا تھا۔۔میجر شاہ کی آواز سن کے ایس ایس پی شہسوار شاہ نے ضبط سے سرخ چہرہ لئے اسکی طرف دیکھ کے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

نہیں مجھے لگ رہا ہے چیف گیسٹ کے طور پہ آئے ہیں ایس ایس پی صاحب!!۔۔۔احان شاہ نے استہزایا انداز میں ٹکڑا لگایا تھا یہ جانتے بوجھتے بھی کہ ابھی میر ال شاہ نے اسے اپنا دوست ڈیکلیئر کیا ہے۔

نہیں لالہ! کیا بات کر رہے ہیں مجھے لگ رہا ہے میر ااس دن والا جو زخم پینڈنگ پہ رہ گیا تھا اسکا دیدار کرنے آئے ہیں!!۔۔۔ارزم شاہ قہقہہ دباتے ہوئے بولا تھا۔۔سب کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔

اتاروں شرٹ ایس ایس پی؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے کمینی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایس ایس پی شہسوار شاہ کو چھیڑتے ہوئے اسے بولنے پہ اکسایا تھا جو باری باری انہیں اپنی سیاہ گہری آنکھوں سے گھور کے دیکھ رہا تھا۔۔

شٹ اپ!! میرا دوست ہے وہ!! گھر آئے مہمان کوئی کوئی ایسے تنگ کرتا ہے؟؟۔۔۔میر ال شاہ نے ان سب کو غصے سے ڈپٹا تھا جس پہ سب نے خاموشی اختیار کی تھی۔۔

ویلکم ہیئر ایس ایس پی!! نائس ٹو میٹ یو!!۔۔۔ازمیر شاہ کو ارزم شاہ کو تھماتے ہوئے کاظم شاہ نے خود ہی بڑے ہونے کا فرض نبھاتے شہسوار شاہ سے ہاتھ ملایا تھا۔۔

نائس ٹو میٹ یو ٹو!!۔۔۔۔۔شہسوار شاہ جھجھک کے اس سے بغلگیر ہوتا مسکرا کے بولا تھا۔۔جھجھک اس دن کی مس انڈرسٹینڈنگ کی وجہ سے رہا تھا۔۔حازق خان کو شہسوار شاہ پہ کبھی اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا آج اسے میر ال شاہ کے ساتھ دیکھ کے آرہا تھا۔کاظم شاہ نے احان،زوریز اور ارزم شاہ کو سنجیدگی سے ایس ایس پی سے ملنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

اتنی دور سے میری شادی کے لڈو کھانے آئے ہیں! ملنا تو بنتا ہے بھئی!!۔۔۔زوریز شاہ نفی میں سر ہلا کے دلفریب انداز میں بولتا ایس ایس شہسوار شاہ کے بغلگیر ہوا تھا،البتہ اسکے الفاظ نے شہسوار شاہ کو دانت پیسنے ہی مجبور کیا تھا،باقی سب نے بمشکل اپنا قہقہہ دبایا تھا۔۔

اور میرے نکاح والے چھوارے بھی تو پینڈنگ پہ تھے!! بس وہ بھی ڈن کریں!!۔۔۔ارزم شاہ کیوں پیچھے رہتا؟وہ قہقہ لگا کے بولتا ہوا ایس ایس پی سے ملنے لگا۔۔ارزم شاہ کے نکاح کے ذکر پہ حازق خان ایک دفعہ پھر پر سوچ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

آپ بھی آنکھوں سے نگلنے کی بجائے منہ سے مزید زہر اگل لیجئیے شاہ صاحب؟؟۔۔۔احان شاہ کو ہنوز اٹیٹوڈ سے اپنی جگہ پہ کھڑے دیکھ کے ایس ایس پی شہسوار شاہ خود ہی اسکی طرف ہاتھ بڑھاتا سنجیدگی سے گویا ہوتے سب کو مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔۔

نہیں میر اموڈ تمہاری الگ انداز میں مہمان نوازی کرنے کو ہو رہا ہے!! بندوقیں منگوائی ہے جس پہ ہاتھ رکھو گے اسی سے شوٹ کروں گا!۔۔۔احان شاہ مسکراہٹ دبا کے اپنے ازلی اٹیٹوڈ سے بولتا اسکے گلے لگا تھا۔اپنے دوستوں میں حازق خان اور اب شہسوار شاہ کا ایڈیشن ان سب کو کافی بھلا سا لگا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط88(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

اگر جو ذرا سی شرم آجائے تو قمیض بدل لو جا کے!!دریاب خان نے غصے سے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے ارزم شاہ کو مخاطب کیا تھا جو اسٹیج کے پاس ڈی جے سے کچھ فاصلے پہ کھڑا میوزک سیٹ کروا رہا تھا،باپ کی آواز پہ اس نے چونک کے آئیبرو اچکاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

اور اگر جو یہ ذرا سی شرم بھی ختم ہو جائے تو کیا کہتے ہیں قمیض اتار کے گھومنا پھرنا شروع کر دوں؟؟۔۔۔وہ ان کے کان کی طرف جھک کے بے باک سرگوشی کرتا پھر سے ڈی جے کی طرف متوجہ ہوا تھا،وہ انکی بات کا مقصد ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا اسی لئے ان کی بنا سر پیر کے بات سے اپنا مطلب نکالنا ضروری سمجھا۔۔اسکے جواب پہ دریاب شاہ نے سرخ چہرہ لئے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

مہمانوں کا لحاظ کئے بغیر میں تمہارا چہرا بگاڑ کے رکھ دوں گا کمینی اولاد!! کیا گل کھلاتے پھر رہے ہو تم؟۔۔۔وہ اسے کہنی سے پکڑ کے اسکا رخ اپنی طرف کرتے غصے سے غرائے تھے،آواز مدھم تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے ؟بی پی کیوں ہائی ہے آپ کا؟ کیا مام نے کوئی لفٹ نہیں کروائی آج جو اتنا تپے ہوئے ہیں ؟۔۔۔ ارزم شاہ نے نا سمجھی اور بے باکی سے استفسار کیا تھا، اسے اپنے باپ کی باتوں کا مطلب بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا یا شاید اسکا دھیان اس وقت ان کی باتوں کی بجائے میوزک کی طرف تھا۔۔ اسکی بے باک بات پہ دریاب شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

اپنی بے باک بکواس بند کرو اور مجھے اس نشان کی حقیقت بتاؤ؟ ایک طرف بولتے ہو دنیا کو نکاح کے بارے میں نہیں بتانا تو دوسری طرف خود ان بے غیرت حرکتوں سے آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا ہم سب کو میڈیا کے ہاتھوں ذلیل کروانے کا کروانے کا مزید کوئی پلین بنایا ہے تم نے ؟۔۔۔ وہ دانت پیستے ہوئے غصے سے بول رہے تھے جب وہ ان کی نظروں کے تعاقب میں اپنی قمیض کی طرف دیکھتا نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا، وہ بھی اسی لپ اسٹک کے نشان کی طرف متوجہ ہوئے تھے جس کی طرف اسکے دوست ہوئے تھے اور بھی نا جانے کون کون متوجہ ہوا ہو گا؟ کیونکہ اسکی اجرک ایک جگہ تھوڑی رہتی تھی؟ اسے اپنی اجرک بار بار جھٹکنے کی عادت تھی جسکی وجہ سے ناچاہتے ہوئے بھی وہ نشان وقفے وقفے سے واضح ہو جاتا تھا۔۔

دیکھیں میری بات سنیں ڈارلنگ !!۔۔۔۔ ارزم شاہ گہری سانس بھر کے بولتا ان کے دونوں کندھوں پہ اپنی کہنیاں ٹکا کے ان کی طرف دیکھتا گھمبیر آواز میں بولا تھا جیسے اپنے باپ سے نہیں محبوبہ سے مخاطب ہو، دریاب شاہ اسکی پوزیشن پہ سٹپٹاتے تھے وہ انکے بے حد نزدیک کھڑا ان سے بوجھل گھمبیر آواز میں مخاطب تھا۔۔

پہلی بات تو یہ کہ اس نشان کی حقیقت آپکی چھوٹی بہو سے شروع اور میری بیوی پہ ختم ہوتی ہے!! دوسری بات ان بیغیرت حرکتوں سے میں ان تمام لڑکیوں کو یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں بکڈ (booked) ہوں جو آپ کے بیٹے کو ندیدوں کی طرح گھورتی زو معنی اشارے دے رہی ہیں! اور تیسری اور آخری بات میڈیا والے خدا نہیں ہیں! میڈیا تو کیا میڈیا والوں کے باپ دادا بھی مل کے ہمیں ذلیل نہیں کر سکتے! اور اگر جو کبھی کسی نے ایسی کوشش کی تو آپ جانتے ہیں نا آپ کا چھوٹا سپوت ہاتھوں سے ہڈیاں توڑنے میں کتنا ایکسپرٹ ہے ؟؟۔۔۔ وہ شروع کے دو جملے شرارت سے جبکہ آخر والے جملے مضبوط لہجے میں ایک ایک لفظ چباتا ہوا سرد انداز میں بولا تھا۔۔

باپ اور بیوی میں فرق بھول چکے ہو؟؟ تمیز کہاں جا سوئی ہے تمہاری ؟۔۔۔۔ وہ اسکی باتوں کے جواب میں اسے شرم دلانے والے انداز میں صرف اتنا ہی بھول پائے تھے جو ان سے بیویوں کی طرح مخاطب ان کے بے حد نزدیک

کھڑا سب کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا، سب مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے، ارزم شاہ کے بے باک تاثرات جبکہ دریاب شاہ کا سرخ چہرہ سب کو مزے دے رہا تھا۔۔

تمیز سلامت ہے تو آپ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے بھی خود کو گستاخی کرنے سے روکے ہوئے ہیں ڈارلنگ ورنہ کیسے بتائیں آپکو؟ ان کا(ذائشہ) سرخ ہوتا چہرہ ہماری کمزوری ہے! ان کا سرخ ہوتا چہرہ ہمیں گستاخیاں کرنے پہ مجبور کر دیتا ہے!!!۔۔۔وہ اپنی ہنسی ضبط کرتا بے حد بے باکی سے شاعرانہ انداز میں گویا ہوتا دریاب شاہ کا میٹر مزید شارٹ کر رہا تھا۔۔دریاب شاہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس غصے سے سرخ چہرہ لئے کافی روعب دار لیکن کمینی اولاد کے سامنے بیک وقت بے بس بھی محسوس ہو رہے تھے جو خود کو بھری محفل میں اسے پیٹنے سے روکے ہوئے تھے۔۔

اج (کل) ماہی دی اکھاں نل اکھاں چار ہو گئیاں

اوتھے جنت دے دیکھ دروازے آیا میں

دریاب شاہ کو غصے سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ کسی پنجابی گانے کے دو بول اپنے انداز میں گنگناتا انہیں مزید سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا، ارزم شاہ کا لہجہ مزید بوجھل ہو رہا تھا، انہیں سٹپٹاتے دیکھ کے ارزم شاہ دلکش قہقہہ لگاتا ان کے ساتھ لپٹا تھا۔۔

نہ چھیڑا کریں مجھے جب جانتے ہیں مجھے برداشت کرنا آپ کے لئے ایک مشکل امر ہے ڈارلنگ!!۔۔وہ انہیں مزید چھیڑنے سے بعض ابھی بھی نہیں آیا تھا، ان کے گلے لگا وہ ان کے کان میں معنی خیز سرگوشیاں کرتا بمشکل اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔۔

کونسی واحیات فلمیں دیکھتے ہو تم؟ ایسی سرگوشیاں تو میں نے کبھی تمہاری ماں کے کانوں میں بھی نہیں کی تھیں!!۔۔۔ وہ غصے سے اسے خود سے دور کرتے بے خودی سے دل میں آتی بات فروانی سے بول گئے جس پہ ارزم شاہ کے ساتھ ساتھ انکے نزدیک آتے کاظم شاہ کا بھی مشترکہ قہقہہ ہوا میں گونجا تھا۔۔کاظم شاہ انہیں ازمیر کو پکڑانے آیا تھا جو کب سے دور سے ہی اپنے دادا کو دیکھتا کھکھلا رہا تھا۔دریاب شاہ اپنے دونوں بیٹوں کو مصنوعی غصے سے گھورتے خوبصورت پوتے کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے اسکا سر چومنے لگے۔۔ارزم شاہ نے نامحسوس انداز سے اپنی اجرک کو درست کرتے

وہ لپ اسٹک کا نشان چھپایا تھا جو اسے بلاوجہ بدنام کروا رہا تھا ابھی کہ نہ اسکی بیوی نے کوئی جان لیوا گستاخی کی تھی اور نہ تو اس نے کوئی گستاخی کرتے ہوئے اسے بے ہوش کیا تھا۔۔۔

میر ال شاہ نے اپنے دوست شہسوار شاہ کا تعارف ہویلی کے تمام بڑوں سے کروایا تھا جنہوں نے اس دن والے معاملے کو ایک طرف رکھ کے کافی خوشدلی سے اسکا ویلکم کیا تھا، ھارون شاہ، دریاب شاہ اور زاویار شاہ کو اس سے باتیں کر کے کافی اچھا لگا تھا، ان سے تھوڑی بہت باتیں کر کے وہ میر ال شاہ کے ساتھ پھر سے اسکے کزنوں کی طرف آ چکا تھا، وہ واپس آ کے حازق خان کے ساتھ سنجیدگی سے کھڑا ہوا تھا جب رایان خان اور زوریز شاہ کے ایک دوست نے ٹیبل پہ چمچ بجاتے ہوئے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔

منہ سے پھوٹ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ موبائل پہ ٹائپنگ کرنے میں مصروف رایان خان جو اسکے چمچ بجانے کی آواز پہ ڈسٹرب ہوا تھا، اسکی طرف دیکھ کے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔

تو یہاں شادی انجوائے کرنے آیا ہے نا کہ بھابھی سے باتیں کرنے!! اسی لئے فون جیب میں رکھ اور میری بات سن!!۔۔۔ جواباً دوست بھی روعب جھاڑنے والے انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ سب متفق نظر دیکھائی دیتے رایان خان کو گھورنے لگے جو تیار ہو کے یہاں سب کے درمیان آ کے کھڑے ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ نہیں تھا، اسکی فون پہ ٹک ٹک ایک منٹ کے لئے بھی بند نہیں ہوئی تھی۔۔ سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ منہ کے زاویے بگاڑتا فون پہ کچھ ٹائپ کر کے اسے جیب میں ڈالتا اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔

اب پھوٹ بھی دے یا منہ میں دہی جما لیا ہے!!!۔۔۔ اسے کھانستے دیکھ کے رایان خان تپے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

شہسوار شاہ خاموشی سے کھڑا ان سب کی نیچر جج کر رہا تھا، میر ال شاہ اسکے پاس کھڑی اسے اپنی کل کی تصاویر دیکھاتی اسکے کمنٹس سن رہی تھی۔۔

My lady was looking wonderful

شہسوار شاہ مسکرا کے اسکی تصاویر پہ مدھم آواز میں کمنٹس کرتا اپنے دائیں طرف کھڑے حازق خان کو مٹھیاں بھینچنے پہ مجبور کر گیا، وہ جو کب سے ان دونوں کو اپنے بالکل ساتھ کھڑے دیکھ کے اپنا نچلا سرخ لب بے دردی سے

دانتوں سے کاٹ رہا تھا میر ال شاہ کو اسے اپنی کل کی تصاویر دیکھاتے دیکھ کے اسکا پورا وجود آگ کی مانند جل رہا تھا، وہ جانتا تھا وہ کل اس واحیات سی ساڑھی میں اپنی تمام تر خوبصورتی سمیت کتنی دلکش لگ رہی تھی، اور اب وہ اپنی یہی خوبصورتی کھلے دل سے ایک غیر مرد کو خاص طور پہ دیکھا رہی تھی؟ یہ بات ہضم کرنا حازق خان کے لئے بے حد مشکل تھا، اسکی حالت اس وقت غصے، بے چینی اور کرب سے غیر ہو رہی تھی لیکن وہ اپنے تاثرات پہ قابو پائے ہوئے تھا۔۔ شہسوار شاہ کے منہ سے "مائے لیڈی" جیسے الفاظ سن کے اسکا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔۔ وہ دونوں سب کو فراموش کئے اسکے بالکل پاس کھڑے چھوٹی موٹی باتوں میں مصروف وقفے وقفے سے ہنس رہے تھے۔۔ وہ دونوں اس وقت ایک پرفیکٹ کپل کی وائب دے رہے تھے، کافی لوگ رشک سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے، حازق خان اس وقت اڑ کے یہاں سے کہیں دور چلا جانا چاہتا تھا یا اپنے اور میر ال شاہ کے درمیان کھڑے شہسوار شاہ کو دور بھیج دینا چاہتا تھا لیکن وہ اس وقت ایسا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسکے جگڑی دوست کی شادی تھی، وہ اسکی شادی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

یار کافی دیر ہوئی ہے مشاعرہ سنے! زوریز شاہ کی شادی ہو اور مشاعرہ نہ ہو؟ یہ زیادتی نہیں ہو گی ہمارے ساتھ؟؟۔۔۔۔۔۔ مجتبی (ریز اور رایان جا دوست) منہ پھولا کے گویا ہوا۔۔

بات تو سو آنے درست کی ہے لڑکے نے!!!۔۔۔۔ تمام دوست مجتبی کی بات پہ متفق تھے۔۔

تصیح کر لے بیٹا! زوریز شاہ کی شادی ہو اور مشاعرہ ہو تو زیادتی ہو جائے گی سب کے ساتھ کیونکہ یہاں کسی کو بھی بیوی میسر نہیں ہے! اور اسکی شاعری سن کے سب کو پہلے بیوی اور محبوبہ ہی یاد آتی ہے!! تو زبان بند رکھ اپنی!! ہمیں نہیں سننی کوئی شاعری!!۔۔۔۔ رایان خان ان سب کو گھور کے دیکھتا نفی میں سر ہلا کے ختمی لہجے میں بولا تھا، اسے پہلے ہی اپنی بیوی اتنی یاد آ رہی تھی اور اوپر سے وہ مشاعرے کا ذکر چھیڑتے اسے اور تپا رہے تھے، رایان خان کے یوں تپ کے کہنے پہ سب کا مشترکہ قہقہ گونجا تھا، رایان خان کے لہجے میں بے تابی محسوس کرتے میر ال شاہ کے ساتھ کھڑے شہسوار شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

ہاہاہاہاب تو مشاعرہ ہو گا اور ہر صورت ہو گا کیونکہ میں اپنی جان کو جب تک تڑپتے ہوئے نہ دیکھ لوں مجھے چین نہیں ملتا!!۔۔۔زوریز شاہ قہقہ لگاتے ہوئے ضدی انداز میں بولتے رایان خان سے اپنے تمام بدلے اتارنے والا تھا جو اس نے سب کے سامنے اسے "پڑے مرو جان" بول کے بے عزت کروایا تھا۔۔

لعنت ہے جان آپ پہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔رایان خان دانت پیس کے اسے باقاعدہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لعنت بھیج رہا تھا، رایان خان کے انداز پہ ایک دفعہ پھر سب کا مشترکہ قہقہ گونجا تھا، کاظم شاہ اور احان شاہ جو اپنے بزنس کو لیگز کو ٹائم دے رہے تھے وہ بالکل ابھی ان تک آتے ہوئے ان کی گفتگو سنتے مسکرا رہے تھے۔ازمیر شاہ جب دادا کے پاس بور ہونے لگا تو روتے ہوئے ضد سے پھر سے کسی طریقے سے باپ کے پاس پہنچا دیا گیا، وہ آج کل باپ کا دیوانا بنا ہوا تھا تاکہ باتوں کا چسکا لے سکے، اور ان سب کے قہقہوں پہ کھکھلا سکے۔وہ گول گپا کھکھلاتا ہوا اپنے پھولے گالوں کی وجہ سے ہر کسی کو خود کو چومنے پہ مجبور کر دیتا۔۔

چلو باری باری کر کے آجاؤ میرے مقابلے پہ! میرا موڈ ہو رہا ہے تم سب کو ہرانے کا!!۔۔۔زوریز شاہ جمائی لے کے روعب دار انداز میں بولتا کرسی گھسیٹتے ہوئے اس پہ شہزادوں کی طرح بیٹھا تھا جیسے ان سب کو شاعری میں پچھاڑنا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن یہاں تیرے جتنا بے شرم تو کوئی نہیں ہے میری جان جسے تیرے جیسی گندی شاعری آتی ہو!! پھر کس سے مشاعرے کرے گا؟ ایسا کر یہ شاعری جا کے اپنے بابا جان کو سنا کے داد وصول کر! تاکہ وہ اپنی گندی اولاد کا یہ ٹیلنٹ جان کے اسے سر عام سولی پہ لٹکانے کا نیک فرض انجام دے سکیں!!۔۔۔رایان خان نے ایک ایک لفظ چبا کے بولتے ہوئے اپنی بھڑاس نکالی تھی۔۔حازق خان کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اس وقت یہ نہیں جانتا تھا میر ال شاہ ان کے بالکل پیچھے شہسوار شاہ کے ساتھ کھڑی ہے کیونکہ ان سب کی اسکی طرف سے پشت تھی۔۔

مشاعرہ what ؟۔۔۔۔۔۔۔ان کی باتوں میں بار بار مشاعرے کا لفظ سنتے ہوئے میر ال شاہ نے شہسوار شاہ سے آہیبرو آچکا کے اسکا مطلب استفسار کیا تھا، اسکی اردو اچھی تھی لیکن کچھ ایسے مشکل الفاظ تھے جن کی سمجھ اسے جلدی نہیں آیا کرتی تھی۔

Poetry competition

شہسوار شاہ نے اسے نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔۔حازق خان مسلسل اپنی گھنی ڈارک براؤن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا اپنا غصہ دبا رہا تھا۔۔

Wait guys!! Are u searching for a poetry

??competitor

ابھی زوریز شاہ کوئی جواب دینے کی والا تھا جب میرال شاہ بلند آواز میں ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی چہک کے بولی تھی۔۔سب بے ساختہ اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے،رایان خان اور حازق خان کے چہرے پہ ناگواری کا تاثر واضح تھا ان دونوں پٹھانوں کو اسکا مردوں میں یوں بولنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔

جی آپی!! کیا آپ کریں گی مقابلہ ؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ کا دوست حمزہ ہنستے ہوئے شرارت سے بولا تھا جس پہ میرال شاہ نے اسے آنکھیں دیکھا کے نفی میں سر ہلایا تھا۔ شہسوار شاہ اپنے ساتھ کھڑے حازق خان کو خاموش دیکھ کے سوالیہ انداز میں اسکا کندھا ہلاتا گلاس منہ کو لگاتے ہوئے پانی پی رہا تھا۔اسے حازق خان کی خاموشی اچھی نہیں لگ رہی تھی وہ جب بھی اسکے ساتھ ہوتا تھا لڑتا جھگڑتا ہی اچھا لگتا تھا۔۔

نہیں!! میں نہیں میرا فرینڈ شہسوار شاہ ہم لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے والوں کو بیٹ کرے گا!! کیوں شاہ؟؟۔۔۔میرال شاہ ان سب کو اترا کے جواب دیتی آخر میں شہسوار شاہ کی طرف دیکھ کے اسکی رائے جاننے لگی، شہسوار شاہ کو بے ساختہ پانی پیتے ہوئے اچھو لگا تھا،اسے اندازہ بھی نہیں تھا میرال شاہ اسے یہاں پھنسائے گی۔حازق خان کو اسکے منہ سے "شاہ" کا لفظ نا جانے کیوں اچھا نہیں لگا تھا، آخر کیوں وہ اسکے ساتھ اتنا فرینک ہو رہی تھی؟ جبکہ کل وہ اسے نقلی میجر کہنے کی بجائے باقی سب کی طرح پہلی بار میجر خان بولتے اس سے بے رخی برت گئی تھی۔۔

میرال!!!!۔۔۔۔شہسوار شاہ نے اسے آنکھیں دیکھا کے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

آجاؤ ایس ایس پی شرماؤ مت!!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کھلے دل سے آفر کی تھی ۔وہ اسکی طرف جانے کی بجائے ہنوز حیرانگی سے میرال کو دیکھ رہا تھا،ہاں وہ یونیورسٹی ٹائم میں شاعری میں اچھا تھا لیکن آج تو اس نے مقابلے کے لئے بلکل بھی تیاری نہیں کی تھی،کافی دیر ہوئی تھی اسے شاعری کئے۔۔

ایس ایس پی صاحب شاید تھوڑی سی نعرے بازی چاہ رہے ہیں! ؟چلو میرے شیروں نعرے لگا کے ایس ایس کو مقابلے کے لئے مدعو کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے ٹکرا لگا کے اپنے دوستوں کو آنکھ ونک کی تھی جو اگلے ہی پل اسکی جی خضوری کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کے "ایس ایس پی" "ایس ایس پی" کے بلند نعرے لگاتے ہر کسی کی توجہ کا مرکز بنے تھے۔۔

ایس ایس پی!!!

ایس ایس پی!!

ایس ایس پی!!

وہ ہنوز ہاتھ اٹھا کے سر کو ہلاتے ہوئے مزے سے ایس ایس پی کے نعرے بلند کر رہے تھے جیسے کوئی دھرنا دے رہے ہوں۔۔ ان کے انداز پہ سب ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوئے تھے۔ میر ال شاہ نے ہنس کے ان سب کی طرف دیکھنے کے بعد ناک چڑھاتے ہوئے شہسوار شاہ کو دیکھا تھا جو اپنا نچلا لب دانتوں میں دبائے حیرانگی سے اپنی سیاہ آنکھیں پھیلاتا تا اس سیچویشن کا سامنا کر رہا تھا۔ کاظم شاہ اور احان شاہ ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ایک دوسرے کے کندھوں پہ گرے تھے یہ سیچویشن واقعی ہی بہت فنی لگ رہی تھی، ازمیر ہاتھوں کو موو کرتا کھکھلا رہا تھا، ہر سوں ایس ایس پی کے نام کا نعرہ بلند تھا۔۔ احان شاہ کو ہنستے دیکھ کے کاظم شاہ کا دل کچھ مطمئن ہوا تھا لیکن ہاں اسکی ہری اذیت سے بھرپور آنکھوں میں ہنوز ویرانی تھی جس میں چاہ کے بھی مسکراہٹ نہیں دیکھ پا رہا تھا۔۔

ناک کٹواؤ گے اب ؟۔۔۔۔۔ اسے ہنوز ڈھیٹوں کی طرح اپنی جگہ پہ جمے دیکھ کے میر ال شاہ دبی دبی آواز میں ناراض تاثرات سے گویا ہوئی تھی جس پہ وہ تقریباً پیر پٹکتا ہوا زوریز شاہ کے مقابلے میں کرسی گھسیٹ کے بیٹھا تھا۔ اسکے بیٹھتے ہی ارزم شاہ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کے نیچے کرتے اپنے شیر دوستوں کو نعرے بازی بند کرنے کا اشارہ دیا تھا جن کی محنت رنگ لا چکی تھی اور ایس ایس پی فائنلی مقابلے پہ آ چکا تھا۔۔ زوریز شاہ کا اشارہ ملتے ہی ارزم شاہ سر ہلاتا ہوا میر ال شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

آپی میں نے لاؤنج میں میوزک سسٹم سیٹ کروا دیا ہے!! مرحا آپ کو بلا رہی تھی۔۔ ارزم شاہ اسکے نزدیک آتا مدھم آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

اوکے میں پہلے اس مشاعرے کے فائینل رزلٹ دیکھ لوں پھر جاتی ہوں!!۔۔۔میر ال شاہ جواباً مسکرا کے بولتی شہسوار شاہ کو ہاتھ سے بیسٹ آف لک کا اشارہ کر رہی تھی۔۔

آپی میں آپ کے لئے یہ سب ریکارڈ کر لوں گا!! آپ پہلے وہاں جا کے سب مہمانوں کو ریسیو کریں جو لاؤنج میں جا رہے ہیں اور ذائشہ کو ٹائم دیں آپ جانتی ہیں ناوہ کسی کے ساتھ جلدی ایڈجسٹ نہیں ہوتی! وہ لاؤنج میں اتنی گیدرنگ سے گھبرا جائے گی۔۔۔۔ارزم شاہ نے کھانس کے اسے اپنی باتوں کے جال میں پھنساتے ہوئے یہاں سے بھیجنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔میر ال شاہ ویسے تو شاید نہ جاتی لیکن اسکے لہجے میں ذائشہ کے لئے فکرمندی محسوس کرتی وہ مسکرا کے سر ہاں میں ہلاتی وہاں سے چلی گئی اور ساتھ ہی ساتھ اسے رزلٹ بتانے کا ریمائینڈر دیناوہ نہیں بولی تھی۔۔میر ال شاہ کے یہاں سے جاتے ہی سب نے دل میں شکر ادا کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے وہ زریز شاہ کی بے باک شاعری سنے جبکہ ان سے دو قدم کے فاصلے پہ کھڑا احازق خان تو صرف ارزم شاہ کے منہ سے ذائشہ کا نام سنتا اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔اس نے جس فکرمندی سے ذائشہ کا نام کیا تھا وہ ایک دفعہ پھر اسے شش و پنج میں مبتلا کر گیا تھا۔وہ شش و پنج کا شکار اب میر ال شاہ کی غائب ہوتی پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔میر ال کے جاتے ہی کاظم شاہ کو ٹاس کے لئے کہا گیا تھا، ٹاس کے نتیجے میں پہلی باری ایس ایس شہسوار شاہ کی آئی تھی جو سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے کھانستا ہوا خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔۔۔

"جام پہ جام پینے سے کیا فائدہ
رات گزری تو ساری اتر جائے گی
تیری نظروں سے جو پی ہے خدا کی قسم
عمر ساری نشے میں گزر جائے گی"

شہسوار شاہ نے گھمبیر آواز میں اپنا فیورٹ شعر بولتے ہوئے ماحول میں طلسم پیدا کیا تھا، سب اسکے شعر بولنے کے انداز کے جیسے اسیر ہوئے تھے، اس نے بے حد ٹھہراؤ سے یہ خوبصورت سا شعر کہتے ان سب کے دوستوں کو ہوٹنگ کرنے پہ مجبور کیا تھا، یہاں ان سب کے صرف قریبی دوست موجود تھے، دوستوں میں سب سے زیادہ تعداد ارزم

شاہ کے دوستوں کی تھی جنہوں نے ہلا مچایا ہوا تھا۔ شہسوار شاہ کا شور سنتے ہوئے حازق خان کے دل کی کیفیت عجیب ہوئی تھی اسے پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا یہ شعر اس نے میر ال شاہ کے لئے بولا ہو۔۔

"ہم تو فدا ہو گئے ہیں ان کی آنکھیں دیکھ کر
ناجانے وہ آئینہ کیسے دیکھتی ہوں گی"

زوریز شاہ اپنی منکوحہ کی سنہری خوبصورت آنکھیں یاد کرتا مسکراتے ہوئے دلفریب انداز میں بولتا سب کو ایک دفعہ پھر ہوٹنگ کرنے پہ مجبور کر گیا البتہ رایان خان حیران ضرور ہوا تھا کیونکہ وہ شروعات ہمیشہ بے حد بے باک شعر سے کیا کرتا تھا لیکن یہاں شہسوار شاہ نے نظروں سے شروعات کی تھی اسی لئے اس نے بدلے میں آنکھوں کے متعلق شعر کہا تھا۔۔

"عداوت بھری آنکھوں سے انداز مخلصانہ
میں وار وار صدقے ہر وار قاتلانہ"

شہسوار شاہ نے ایک دفعہ پھر انکھوں پہ ایک کمال کا شعر ان سب کے گوش و گزار کیا تھا، وہ دونوں پچھلے کافی شعر آنکھوں پہ کہہ چکے تھے، اسے پھر سے آنکھوں پہ شعر کہتے دیکھ کے زوریز شاہ نے منہ بنایا تھا۔۔

آنکھوں سے آگے بھی بڑھ جاؤ ایس ایس پی!!۔۔۔۔۔وہ دانت کچکچا کے بولا تھا، زوریز شاہ کی زو معنی بات پہ سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

آگے کہاں؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ جان بوجھ کے نا سمجھی سے گویا ہوا۔۔

"لب رکھ جہاں جہاں تیرا جی چاہے
لب نہ اٹھا جب تک نہ میرا جی چاہے "

زوریز شاہ جواب میں بوجھل آواز میں بے باک شعر کہتا شہسوار شاہ کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔ اس نے لب دباتے ہوئے حازق خان کو دیکھا تھا جو ضبط سے مسکراتا ہوا کندھے اچکا گیا۔۔

اتنا معصوم نہ بن!! دیکھا دے تو بھی اپنی اوقات!!۔۔۔ شہسوار شاہ کو خاموش دیکھ کے حازق خان نے اپنی نیلی آنکھیں گھماتے ہوئے اسکی پول کھولی تھی کہ وہ اتنا معصوم بالکل نہیں ہے جتنا اس وقت بن رہا ہے۔۔ شہسوار شاہ نے جواباً غصے سے اسے گھورا تھا۔۔

کاونٹ ڈاؤن سٹارٹ کرو گائز!! ایس ایس پی شعر بھول گئے ہیں!!۔۔۔ ارزم شاہ نے بلند آواز میں اپنے دوستوں کو خبردار کیا تھا جس پہ ان سب نے مل کے ٹین۔۔۔ نائن۔۔ ایٹ کرنا شروع کیا تھا لیکن۔ ان کے سیون بولنے سے پہلے ہی شہسوار شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے حصے کا شعر بولا تھا۔۔

"ایک تو "لب" رسیلے

اوپر سے ان کی گفتگو

کلام یار تو "عرق گلاب" جیسا ہے"

شہسوار شاہ شعر بولنے کے بعد ان سب کے تاثرات نوٹ کرنے لگا جو زو معنی انداز میں اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

"پہلے پہل کہاں آتا تھا اسے پیار کرنا

پھر میں نے کر کے دیکھا یا یوں کرتے ہیں"

زوریز شاہ آنکھ ونک کرتے ہوئے بے باکی سے گویا ہوا تھا، سب کا بے باک قہقہ بلند ہوا تھا، احان شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں اپنے اور گلالئی کے تمام پیار بھرے مناظر گھومے تھے وہ بھی تو اسے پیار کرتے ہوئے جھجکتی تھی؟ اسکا پیار صرف اسکی بیئر ڈ پہ ہاتھ پھیرنا یا ماتھا چومنے تک ہوتا تھا۔۔ اب تو صدیاں ہوئی تھیں ماتھا چومے۔۔۔۔

"قسمت میں میرے اگر وہ وقت آیا تو پہلے پہل

مجھے معلوم ہے کہ اسے کہاں پر چومنا ہے"

شہسوار شاہ بھی بے باک ہوا تھا۔۔

" اوہووو"۔۔۔۔۔ اسے بے باکی پہ اترتے دیکھ کے سب نے حیرانگی کا مظاہرہ کیا تھا سوائے حازق خان کیونکہ وہ اسکی بے شرمی کا لیول جانتا تھا۔ وہ ہمیشہ اسکے بے باک اشعار پہ ہنس دیا کرتا تھا لیکن آج اسکے اشعار پہ بار بار میرال شاہ کا چہرہ اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہراتا اسے غصے سے سرخ کر رہا تھا۔۔

"ہونے دو مخاطب ذرا ہونٹوں سے تمہارے

بات نہ میری مانے تو آج خیر نہیں انکی"

زوریز شاہ ٹیبل پہ ہاتھ بجا کے ایک عہد سے بولا تھا جیسے واقعی ہی ایسا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسکے لہجے میں ایک تڑپ تھی جو یہاں کھڑے ہر انسان نے محسوس کرتے ہوئے قہقہ لگایا تھا۔۔

"ابھی تو اور بھی الفت کے مراحل ہو گے

ابھی تو میں نے فقط ہونٹ ہی لگائے ہیں"

شہسوار شاہ کو کھلے عام یوں بے باکی سے میجر شاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے کچھ جھجک محسوس ہو رہی تھی لیکن ابھی شروعات تھی شاید اسے لئے یہ جھجک آرے آ رہی تھی۔۔

"مجھے تو عادت ہے کاٹ کھانے کی اور

کہاں جاتی ہیں ایسی عادتیں آسانی سے"

زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے بے حد بے باک شعر بولتے سب کے چہرے سرخ کئے تھے۔۔ ان سب کے سرخ چہرے دیکھ کے وہ اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں سے کاٹنے لگا۔۔

ہاتھوں کو پہلے چوما تو کہنے لگی، پاگل

یہ ہونٹ، یہ گردن، یہ رخسار کیوں بنے ہیں؟

شہسوار شاہ کا انداز زو معنی تھا۔۔ چہرے پہ دلفریب سی مسکراہٹ تھی۔۔

"پھولوں سے بھی بہتر ہے خوشبو تیرے جسم کی

احساس ہوا مجھے جب تیری گردن چوم رہا تھا"

زوریز شاہ ہوا میں گہری سانس بھر کے بولتا یہاں کھڑے ہر شوہر کی حالت بگاڑ چکا تھا۔۔

"سنا ہے تم لے لیتے ہو بدلہ ہر بات کا

آزمائے گے تجھے کبھی تیرے لبوں کو چوم کے"

شہسوار شاہ کے شعر پہ حازق خان نے اتنی زور سے اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دبایا تھا کہ اسے اپنے حلق میں خون کا ذائقہ گھلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ ہر بات کا بدلہ تو صرف وہی لیا کرتی تھی۔۔

"رکھے جو ہم نے گردن پہ ہونٹ تو ان کا یہ کہنا

افف! نہ کرنا ہم تمہیں اپنی قسم دیتے ہیں"

زوریز شاہ کی سوئی ابھی تک گردن پہ اٹکی ہوئی تھیں، وہ مزے سے یہاں کھڑے سب شادی شدہ مردوں کے سرخ ہوتے چہرے دیکھ رہا تھا، کوئی رایان خان تھا جو اسے گھور کے دیکھتا لب کاٹ رہا تھا، کوئی ارزم شاہ تھا جو بے چینی سے بیئر ڈپہ ہاتھ پھیر رہا تھا تو کوئی کاظم شاہ جیسا تھا جو خود پہ ضبط کے بندھ باندھتا اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"ڈر کے بجلی سے اچانک وہ لپٹنا اسکا

اور پھر شرم سے بل کھا کے سمٹنا اسکا"

شہسوار شاہ کے شعر نے اس دفعہ پھر سے احان شاہ کی دھڑکنیں بے ترتیب کی تھیں، اسکی گل بھی تو چمکتی بجلی سے ڈر جایا کرتی تھی؟ اور پھر ڈر کے اس سے لپٹ کے اسی میں سمٹ جایا کرتی تھی۔ احان شاہ نے آج بھی اس مشاعرے کے مقابلے کے دوران ایک منٹ کے لئے بھی حازق خان سے نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں، اسے اس وقت حازق خان کے چہرے پہ بھی ایک بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ وجہ نہیں جانتا تھا۔۔

"اپنے ہونٹوں سے چوم لوں آنکھیں تیری

بے چین کر دوں میں سب راتیں تیری

لہو بن کے تیرے جسم میں سما جاؤں

بن جاؤں تیرا دل اور محسوس کروں سانسیں تیری"

زوریز شاہ گھمبیر آواز میں اپنی آواز کا طلسم بکھیرتا مسلسل مرحا شاہ کو سوچ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ کل کا پورا دن اور رات سولی پہ لٹکا رہا تھا۔ کل شام تک تو وہ خود اس سے چھپن چھپائی کھیلتی رہی تھی تو رات میں دوستوں نے اپنے پاس سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔۔

"لبوں سے بال برابر لبوں کو روک لیا

حیا سے جنگ میں دو ہونٹ کپکپانے لگے"

شہسوار شاہ اپنے خیالات میں گم اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ٹیبل پہ اپنی انگلی سے یونہی ڈیزائن بناتے ہوئے بوجھل آواز میں بولا تھا۔ وہ بے باکی میں زوریز شاہ کا بہت اچھا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن وہ اس وقت اپنے جذبات جگانے کی بجائے انہیں تھپک تھپک کے سلا رہا تھا کیونکہ ابھی وہ اسے میسر نہیں تھی۔

"ایک بدن ہے میری نگاہوں میں

جس پہ ہونٹوں کے بل چلوں گا میں"

زوریز شاہ کے اس شعر نے تو جیسے جلتی پہ پٹرول کا کام کیا تھا، شہسوار شاہ جو خود پہ قابو پائے ہوا تھا اس بے باک انسان کو حد سے بڑھتے دیکھ کے وہ باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا اپنی کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔

او بھائی میرے مجھے معاف کر دے!! میں سنگل ہوں!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ بھڑک کے بولتا ہوا اسکی پہنچ سے دور حازق خان کے پاس جا کے کھڑا ہوا تھا، شہسوار شاہ کے انداز پہ سب کا چھت پھاڑ قہقہ بلند ہوا تھا۔ زوریز شاہ فتح مندی سے قہقہ لگاتا ان سب کی طرف دیکھ کے آنکھ ونک کرتا اپنی کرسی سے کھڑا ہو کے سینے پہ ہاتھ رکھتا سر کو خم دے کے ہوٹنگ کی صورت میں ان سب سے داد وصول کرنے لگا۔۔۔

)انتباہ: یہ جتنے بھی اشعار یہاں استعمال کئے گئے ہیں وہ ذاتی میرے نہیں ہیں! یہ صرف سیچویشن کو فنی اور رومانٹک بنانے کے لئے یہاں استعمال کئے گئے ہیں! میں کریڈٹس بھی دے دیتی لیکن افسوس ان اشعار کے ساتھ کسی بھی شاعر کا نام نہیں تھا! شکریہ(!

تھوڑا جیا میوزک نو دے دیو پنجابی ٹچ

نچ پنجابن نچ پنجابن! نچ پنجابن نچ

اوئے نچ پنجابن، نچ پنجابن، نچ پنجابن نچ

ارزم شاہ اور زوریز شاہ کے تمام دوست اس پنجابی گانے پہ ڈانس کرتے ماحول زعفران بنائے ہوئے تھے، سب ہوٹنگ کرتے، تالیاں بجاتے انہیں داد پیش کر رہے تھے، رایان خان، حازق خان، ارزم شاہ اور شہسوار شاہ اس

وقت اپنی بندوقوں کی میگزین فل کر رہے تھے۔۔کچھ ہی وقت ان کے ساتھ گزار کے شہسوار شاہ کی بھی ان کے ساتھ کافی اچھی بن چکی تھی،وہ سب اسے دوستوں کی طرح ہی ٹریٹ کر رہے تھے۔۔احان شاہ اپنے پاس کھڑے کاظم شاہ کی بانہوں میں موجود کھکھلاتے ہوئے ازمیر شاہ کے ساتھ کھیلتا اپنی آنکھوں میں موجود نمی کو بار بار پیچھے کی طرف دھکیل رہا تھا۔۔اس وقت لائٹس کلر فل کر دی گئی تھیں اسی لئے احان شاہ کی آنکھوں کی نمی کوئی بھی نوٹ نہیں کر پا رہا تھا۔۔یہ ان کے خاندان کی پہلی شادی تھی جو دھوم دھام سے کی جا رہی تھی لیکن وہ اسکے پاس نہیں تھی۔۔وہ ان رونقوں سے کیا لطف اٹھاتا جب محبوب ہی پاس نہیں تھا؟؟

کہاں جا رہا ہے؟ازمیر کو مجھے پکڑا جا!!۔۔۔کاظم شاہ کو اچانک سے ارزم اور رایان وغیرہ کہ طرف بڑھتے دیکھ کے احان شاہ نے متوازن لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔۔

بس اس نے بڑی مستی کر لی ہے! اسے اسکی ماں کے پاس بھجوا رہا ہوں!!۔۔کاظم شاہ جھک کے ازمیر شاہ کے گال شدت سے چومتا احان شاہ کو نارمل انداز میں جواب دے رہا تھا۔۔

کیوں؟یہ تجھے کیا کہہ رہا ہے؟میری بہن کو تنگ کرے گا یہ!! لا مجھے پکڑا دے اگر اسکا وزن تجھے چھب رہا ہے تو!!۔۔احان شاہ کو اپنی بہن کی فکر ہوئی تھی جس پہ وہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا غصے سے بولا تھا۔۔

تیری بہن میری بیوی ہے جس کی مجھے تجھ سے زیادہ فکر ہے! اسی لئے بکواس بند کر!! اور مجھے میرے بیٹے کا وزن کیوں چھبے گا؟یہ ڈر جائے گا ان سب کی فائرنگ سے بس اسی لئے اسے اندر بجھوا رہا ہوں!!۔۔۔کاظم شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے روعب سے جواب دیتا ارزم شاہ کی طرف بڑھ کے اسکے ہاتھ سے بندوق پکڑتا اسے ازمیر تھما رہا تھا۔۔احان شاہ بھی گہری سانس بھرتا اسی طرف آ چکا تھا،وہ تو بندوقوں کا بے حد شوقین ہوا کرتا تھا لیکن آج اپنا یہ شوق بھی پھیکا پھیکا سا لگ رہا تھا۔۔کبھی کبھی ہم اتنے بے بس ہو جاتے ہیں جب مردہ دل کے ساتھ بھی لوگوں کو دیکھانے کے لئے مسکرانا اور خوش ہونا پڑتا ہے اور یہ تکلیف کی آخری حد ہوتی ہے!!یہ وہ حد ہوتی ہے جب انسان تکلیف برداشت کرتے ہوئے مرنے والا ہوتا ہے لیکن اسے موت میسر نہیں ہوتی! وہ موت کی دعائیں مانگتا اتنی تکلیف میں بھی مسکرانا سیکھ جاتا ہے چاہے زبردستی ہی سہی!!

اسکی ماں کے پاس چھوڑ کے آؤ اسے!! ۔۔۔۔۔کاظم شاہ حکمیہ لہجے میں بولتے بندوق میں اسکا میگزین فٹ کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ سر ہلا کے ازمیر شاہ کے گال کے ساتھ اپنا گال جوڑ کے اسے پیار سے چومتا ہوا ہویلی کی اندرونی طرف بڑھ گیا۔۔

کون سی والی لے گا؟۔۔۔۔۔احان شاہ کو ایسے ہی بندوقوں کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے اسے خود سے مخاطب کیا تھا۔۔

Hk417۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے جواب دیا تھا، کاظم شاہ نے اسے اسکی پسند کی گن تھماتے ہوئے خود کے لئے Glock45 کا انتخاب کیا تھا۔۔

ریڈی باس؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔رایان خان نے ان سب کو میگزین فٹ کرتے دیکھ کے آبیبر واچکاتے ہوئے مسکرا کے استفسار کیا تھا جس پہ سب نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا، رایان خان کے تھری، ٹو، ون بولتے ہولی فضا میں گولیوں کی تھرتھراہٹ نے انتشار پیدا کیا تھا۔۔زوریز شاہ جو ان سے ذرا دور کھڑا اپنی بیوی کو کب سے ٹیکسٹ کرتا اس کے سین کر کے نہ ریپلائے دینے پہ اچھا خاصا تپ رہا تھا انہیں ایک ساتھ فائرنگ اور آتش بازی کرتے دیکھ کے وہ بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔۔اس نے باقاعدہ اپنے آئی فون میں اس منظر کو ریکارڈ کرتے ہوئے مرحاشاہ کو سینڈ کیا تھا جو آج عورتوں کی طرف بھی نہیں آئی تھی، وہ سب لڑکیاں آج اندر لاؤنج میں ہی اپنی محفل سجائے ہوئے تھیں۔۔وہ مرحاشاہ کو ویڈیو سینڈ کر چکا تھا یہ سوچے بغیر کے اسکی بھیجی گئی ویڈیوز سے کاظم شاہ کی بیوی اور اسکی اکلوتی بہن بری طرح سے تپنے والی ہے۔۔

دل کھو گیا ہو گیا کسی کا۔۔۔اب راستہ مل گیا خوشی کا

آنکھوں میں خواب سا کسی کا۔۔اب راستہ مل گیا خوشی کا

رشتہ نیا ربا دل چھو گیا۔۔۔۔کھینچے مجھے کوئی ڈور

تیری اور، تیری اور، تیری اور۔۔

میرال شاہ جس نے اپنی بہن کے لئے کتنے ہی دن پہلے ڈانس کی پریکٹس شروع کر دی تھی، آج وہ بہن ہونے کا حق ادا کرتی ہوئی اسکی شادی کی خوشی کا مزہ دوبالا کرتی دلکش انداز میں اس گانے پہ تیزی سے رقص کر رہی تھی، تقریباً ایزل شاہ اور ذائشہ خان کے علاوہ سب باری باری ڈانس کر چکی تھیں۔۔ میرال شاہ کے رقص کرنے کے بعد سب کی نظروں کا مرکز ذائشہ خان بنی تھی۔۔

آپی مجھے ڈانس کرنا نہیں آتا!!۔۔۔۔۔سب کے اصرار پہ ذئشہ خان اپنے حلق سے آنسوؤں کا گولا نیچے اتارتی نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔

اچھا نا بس سب اصرار کر رہے ہیں! تھوڑا سا کر لو!! یا ایسا کرتے ہیں میں اپنے بچے کے ساتھ خود ڈانس کرتی ہوں! آل رائٹ؟؟۔۔۔میرال شاہ نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے صوفے پہ اٹھا کے نیا سانگ پلے کیا تھا، ذائشہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق گہری سانس بھرتی چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجا گئی۔۔

"یاد پیا کی آنے لگی ہے بھیگی بھیگی راتوں میں

کب وہ دن آئیں گے جب ہم بھی مہندی لگوائیں گے

نہ جانے کب آئیں گے اور ڈولی میں لے جائیں گے"

ذائشہ خان اپنے ساتھ ایکسپرٹ انداز میں ڈانس کرتی میرال شاہ کو دیکھتی اسی کی طرح معصومیت سے ڈانس کرنے کی کوشش کرنے لگی، زہرہ مام کب سے اس معصوم سی بچی کے صدقے واری جا رہی تھیں سب کی طرح وہ بھی اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے اسے پسند کر چکی تھیں لیکن پھر انہیں یاد آیا تھا ان کا بیٹا پہلے ہی نکاح شدہ ہے، وہ نا جانے کس لڑکی کے ساتھ نکاح کر چکا تھا جو ابھی تک ماں باپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ ذائشہ خان اور میرال شاہ اکھٹی رقص کر رہی تھیں جب ازمیر شاہ کو چومتے ہوئے ارزم شاہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا، وہ ایزل شاہ کو تلاش کرنے کے لئے لاؤنج کے صوفوں کی طرف نگاہیں اٹھا ہی رہا تھا جب سامنے ہی ذائشہ خان کو رقص کرتے دیکھ کے ارزم شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں وہ پل لہرائے تھے جب وہ اسے کھوٹے میں اس نازیبا لباس میں ملی تھی، اسے آج والی ذائشہ خان میں اس روز والی ذائشہ خان کا عکس دیکھائی دے رہا تھا۔۔ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں، آنکھوں میں شدید سرخی چھائی تھی۔۔ اس نے اس منظر کو دیکھ کے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے آگے کی طرف قدم بڑھا

ہے تھے، ارزم شاہ کو یہاں آتے دیکھ کے ذائشہ خان اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے شرم سے میر ال شاہ کے پیچھے چھپتی اسکی طرف دیکھنے لگی جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ اسکی طرف دیکھے بنا زہرہ مام کے پاس بیٹھی ایزل شاہ کو ازمیر شاہ تھماتے ہوئے میر ال شاہ سے کچھ فاصلے پہ کھڑا اسکے کان کے پاس جھکا تھا۔۔

اپنے بچے (ذائشہ) کو اوپر میرے کمرے میں بھیجیں! تھوڑی سی بیغیرتی کرنی ہے!!۔۔ وہ میر ال شاہ کے کان میں سرگوشی نما آواز میں سنجیدگی سے بولتا اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میر ال شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

پاگل ہو سب کو شک ہو جائے گا!! کچن میں بھیج دیتی ہوں! دروازہ لاک کر لینا!۔۔۔ میر ال شاہ نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے بے باکی سے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا جس پہ وہ ضبط سے سر ہلا گیا۔۔ وہ جانے ہی والا تھا جب میر ال شاہ نے اسے پھر سے نیچے جھکنے کی طرف اشارہ کیا تھا، وہ میر ال شاہ کی طرف بچوں کی طرح کان جھکاتا بے حد پیار الگ رہا تھا۔۔ وہ اس وقت سب کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا، ذائشہ خان ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ان کی گفتگو قطعی سن نہیں پا رہی تھی۔۔

تمہاری منکوحہ کا سورشتہ آ چکا ہے! سب مجھ سے اسکے ماں باپ کے نمبر مانگ رہی ہیں! میں تو غلط نمبر لکھوا چکی اب تم بتاؤ میں کس رشتے کو ڈن کروں؟۔۔۔ میر ال شاہ نے اسے چھیڑا تھا۔۔ میر ال شاہ کے الفاظ پہ ارزم شاہ کا دل جلا تھا، اس نے غصے سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

یہ بھی آپکے بچے کو میں خود پریکٹلی بتاؤں گا!!۔۔۔۔ وہ زو معنی انداز میں ایک ایک لفظ چبا کے بولتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا، وہ کچن کے بیک سائیڈ سے اندر آنے کا ارادہ رکھتا تھا تاکہ یہاں موجود عورتوں کو اس پہ اور ذائشہ پہ باتیں بنانے کو نہ مل سکیں۔۔ اسکے جاتے ہی میر ال شاہ کھکھلائی تھی۔ اسے اکثر ایسے معاملات میں ارزم شاہ اور زوریز شاہ کو تنگ کرنے کا بے حد مزہ آتا تھا۔۔ میر ال شاہ نے سب لڑکیوں کو اپنے ساتھ مصروف کرنے کی غرض سے پھر سے ڈانس میں مشغول کیا تھا، ڈانس کرتے ہوئے جب وہ تھک گئی تو پھولی سانسوں کے درمیان سینے پہ ہاتھ رکھتی ذائشہ خان کی طرف آئی جو ارزم شاہ کے جانے کے بعد سے اپنی انگلیاں مڑورتی کنفیوز سی کھڑی تھی۔۔

میرا بچہ۔۔وہ رہا کچن مجھے ایک گلاس پانی لا دو گی؟ سانسیں پھول رہی ہیں!!۔۔۔میرال شاہ پھولی سانسوں کے درمیان مدھم آواز میں ذائشہ خان سے مخاطب ہوئی تھی جو اسے فکر مندی سے دیکھتی "جی آپی" بولتے ہوئے جلدی سے کچن کی طرف بڑھی تھی تاکہ اسے پانی سے سکے، میرال شاہ کو اپنے بچے پہ بے ساختہ رحم آیا تھا جسے وہ اس کے شوہر کے ساتھ پھنسانے والی تھی لیکن وہ چاہتی تھی ان دونوں میں جو بھی ناراضگی ہے وہ جلد ہی ختم ہو جائے۔۔ذائشہ خان کو کچن تک جاتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا سب ڈانس دیکھنے میں مصروف تھے۔۔ازمیر شاہ اپنے چاچو کے جانے کے پانچ منٹ بعد ہی رونا شروع کر چکا تھا، اسے یہاں مزہ نہیں آرہی تھا، وہ ایزل شاہ کی گود میں بری طرح سے روتا اسے پریشان کر رہا تھا، وہ روہانسی ہوتی اسے سنبھال رہی تھی۔۔

ذائشہ خان کچن میں داخل ہوتے ہی فریج کی طرف بڑھنے والی تھی۔۔جب کسی نے کچن کا دروازہ بند کرتے اسکی کمر کو بری طرح سے جکڑتے اسکی پشت اپنے سینے کے ساتھ لگائی تھی۔۔ارزم شاہ کی خوشبو اپنے رد گرد محسوس کرتی ذائشہ خان کی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی کمر کے گرد موجود اسکا سانپ کی مانند لپٹا ہاتھ دیکھا تھا، اسکے سلیو کہنیوں تک فولڈ تھے، اسکے بازوؤں پہ موجود شہد رنگ بال دیکھتی وہ سرخ پڑی تھی، وہ ارزم شاہ ہی تھا! اور اسکے اس قدر نزدیک؟ وہ ابھی سرخ پڑ رہی تھی جب ارزم شاہ نے اسکا رخ اپنی طرف موڑ کے اسے غصے سے دیوار کے ساتھ لگایا تھا، ذائشہ نے کمر میں اٹھتی ذرا ذرا سی تکلیف پہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کے معصومیت سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

باہر کیا کر رہی تھی تم؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے دائیں بائیں شدید غصے سے ہاتھ مارتا اسکے کان کے پاس غرایا تھا۔۔ذائشہ خان جو سرخ پڑ رہی تھی اسکی دھاڑ پہ وہ بری طرح سے لرزتی سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں نے پوچھا باہر کیا کر رہی تھی تم ذائشہ خان!!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ ارزم شاہ اپنی بات دہراتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ غصے سے غرایا تھا۔۔

ک۔کیا۔۔ک۔کر۔۔رہی۔۔۔تھی؟۔۔۔وہ جو ابا نا سمجھی سے لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوئی۔

اتنی معصوم کیوں بن رہی ہو!!! کیا تم باہر رقص نہیں کر رہی تھی؟؟۔۔۔اسکے معصوم بننے پہ وہ غصے کی شدت سے دھاڑا تھا، باہر بلند آواز میں میوزک چل رہا تھا اسکی آواز باہر نہیں جا سکتی تھی لیکن اسکی دھاڑیں ذائشہ خان کے کان کے پردے ضرور پھاڑ سکتی تھیں۔۔

و۔وہ۔۔م۔میرا۔۔میرال۔۔آ۔آپی۔۔کے۔۔کہنے۔۔۔پہ۔۔۔۔وہ ابھی اپنے آنسو ضبط کرتی اپنی صفائی دیتی جب ارزم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

شٹ اپ!! میرال آپی بولیں گی کنویں میں چھلانگ لگا دو تو کیا لگا دو گی؟؟ تمہاری جرآت کیسے ہوئی سب کے سامنے رقص کرنے کی!!!!۔۔۔وہ لہو رنگ آنکھوں سے دھاڑا تھا، ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی چھلکنے کو بے تاب آنکھوں سے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلے تھے۔۔

و۔وہاں۔۔ص۔صرف۔۔عورتیں۔۔تھیں۔۔۔اسکے بھڑکنے پہ ذائشہ خان نے معصومیت سے اسکی انفارمیشن میں اضافہ کرنا چاہا تھا۔۔

وہاں صرف عورتیں تھیں لیکن تمہاری یہ ایک ویڈیو کتنے مرد دیکھ سکتے تھے کیا تم نہیں جانتی؟؟ میرال آپی ایک آزاد خیال اور کانفیڈنٹ لڑکی ہیں! وہ ولاگنگ کرتی ہیں ان کی ہر چیز پر بات سوشل میڈیا پہ اپڈیٹ ہوتی ہے!! ان کی سود وستیں ہیں! تمام کی تمام سوشل ہیں!! ان کی ہر دوست آج کی شادی کا ولاگ بنا کے اپنے چینل پہ ڈالے گی تاکہ ویوز خرید سکیں!! ویوز کیسے خریدیں گی؟ ہماری فیملی دیکھا کے؟؟ کیا تم ارزم شاہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے ان کے لئے بکنا پسند کرو گی؟؟ کیا تم چاہو گی وہ تمہارے رقص کے ذریعے اپنے ویوز خریدیں یو میڈ گرل!!!۔۔۔وہ شدید طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا!! میرال شاہ تو ایسا کبھی بھی نہ کرتی لیکن دوستوں کا کیا بھروسہ ہوتا ہے؟ ویوز اور لائکس لینے کے لئے کسی کی بھی ویڈیو وائرل کروا دیں۔۔ذائشہ خان کپکپاتے ہونٹوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔اسکی باتیں سن کے اسکا پورا وجود لرز رہا تھا۔۔

تمہارا رقص کرنا ہمیشہ مجھ پہ بھاری پڑتا ہے!! تم جب جب رقص کرو گی میرا جی چاہے گا تم سمیت تمہارے وجود کو جلا کے راکھ کر دوں اور پھر خود پہ پٹرول چھڑک کے خود کو بھی ساتھ ہی آگ لگا دوں!! دونوں فنا ہو جائیں تاکہ سب

کی زندگیوں میں سکھ چین آجائے!!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ اسکے بے حد نزدیک ہوتا اسکی طرف جھکتے ہوئے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا، ذائشہ نے اپنا نچلہ لب مڑورتے ہوئے نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

Stop looking at me like this u silly girl

وہ اسکے دیکھنے کے انداز پہ کرخت لہجے میں بولتا اسکا نچلا لب اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں بری طرح سے مسل گیا، وہ جب جب اسے اس طرح سے دیکھتی تھی اسکا سکون تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی تھی۔۔ذائشہ خان نے کراہتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹانا چاہا تھا جب وہ ایک دم سے جھک کے خود پہ کیا ہوا ہر ضبط کھوتا ہوا اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں قید کر گیا۔۔زائشہ خان نے اپنی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے دیوار کے ساتھ لگا کے اسکے جسم پہ اپنے باڈی بلڈر وجود کا جسم ڈالے اسکے ہونٹوں بری طرح سے سک کر رہا تھا۔۔اسکے لمس میں شدید غصہ تھا، وہ اسکے لمس میں سکون پاتی اپنی آنکھوں موند گئی وہ اپنی بات سے منکر تا ہوا آج دوسری دفعہ اسکے قریب آچکا تھا۔۔ محبوب اپنی اداؤں سے وعدوں پہ قائم رہنے دے سکتا ہے بھلا؟؟ ارزم شاہ نے استہزایا انداز میں سوچتے ہوئے اپنی بے خودی کا غصہ بھی اسکے اسی نچلے ہونٹ پہ اتارا تھا جس نے اسے بے بس کیا تھا۔۔نازک سی ذائشہ خان اسکے چوڑے سینے میں بالکل چھپی ہوئی تھی، ارزم شاہ اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتا اسکے نچلے لب کی جان خلاصی کر کے اسکے بالائی ہونٹ کو اپنے دانتوں میں دبانے لگا، ذائشہ خان کے ہونٹ زخمی ہو چکے تھے، ارزم شاہ کو اپنے حلق میں خون کا ذائقہ گھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن جو منظر وہ یاد کر رہا تھا وہ اسکی اتنی سی تکلیف کے آگے کچھ نہیں تھے، محبت کے بے پردہ ہو جانے کا غم چھوٹا نہیں ہوتا اور وہ اسی غم کا مارا تھا، اسکا بس چلتا تو اسکے وجود کے ہر اس حصے کو ایسی ہی تکلیف دیتا جس پہ کسی غیر مرد کی نگاہ پڑی تھی لیکن وہ ایک صنف نازک اور سب سے بھر کے اسکی محبت تھی! اسکے ہونٹوں سے زیادہ تکلیف اگر اسکے جسم کو دیتا تو شاید خود بھی مر جاتا۔۔۔ذائشہ خان کی بند آنکھوں سے آنسو ٹپکے تھے، اس نے اسے خود سے دور کرنے کی بجائے اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھ ڈالتے اپنی رضامندی دی تھی، اسے اپنے آنسوؤں سے ڈر لگ رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ اسکے آنسوؤں کی وجہ سے غصے سے اس سے دور ہو جائے گا، یہ آنسو صرف ہونٹوں پہ ہوتی جلن کی وجہ سے امڈ امڈ ارہے تھے ورنہ اسکے لمس سے جو سکون ملا تھا یہ تکلیف اس سکون کے آگے کچھ بھی نہیں تھا۔۔اسکے ہاتھ اپنی گردن کے گرد محسوس کرتے ارزم شاہ نے ان زخمی ہونٹوں پہ

مرحم رکھنے کی غرض سے ان پہ اپنی زبان پھیری تھی، ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ اس کے لبوں کو چومتا ہوا اسکی سانسوں کو بری طرح سے بکھیرتے ان ہونٹوں کو آزادی بخش گیا۔۔

م۔میں۔۔۔ج۔۔جان۔۔بو۔بوجھ۔۔کے۔۔نہیں۔۔ر۔رو۔۔رہی۔۔تھی۔۔مج۔مجھے۔۔

آ۔آپ۔۔کا۔۔خو۔خود۔۔کے۔۔قر۔۔قریب۔۔آنا۔۔برا۔۔۔نہیں۔۔لگا۔۔۔ارزم۔۔یہ۔۔۔گندے ۔۔۔آنسو۔۔خود۔۔ہی۔۔آ۔۔گئے۔۔۔ہونٹوں کو آزادی ملتے دیکھ کے ذائشہ خان زخمی کپکپاتے لبوں سے اسے اپنی صفائی دیتی بے دردی سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرنے لگی، اسے لگ رہا تھا وہ اسکے آنسوؤں کی وجہ سے غصے سے اس سے دور ہو گیا ہے۔وہ اس دور نہیں ہوا تھا، صرف اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی تھی اور وہ اسی میں اس کی ناراضگی سے ڈر چکی تھی۔۔اسکے لہجے میں معصومیت محسوس کرتے وہ ایک دفعہ پھر اسکے بھیگے ہونٹوں پہ جھکنے لگا لیکن ان پہ موجود خون کی بوندیں دیکھتا وہ خود پہ قابو پا گیا۔۔اسکی بکھری سانسیں محسوس کرتے ہوئے اس نے اسکے ہونٹوں میں گہری سانسیں انڈھیلی تھیں۔۔ذائشہ خان سرخ پڑتی اسکا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں تھام گئی جب گولیوں کے تھرتھرانے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی، وہ ڈرتی ہوئی اسکے گلے کے گرد اپنے بازو حائل کرتی اسکے ساتھ لپٹ گئی۔۔کچن بالکل لان کی سائیڈ کی طرف تھا، کچن کی بیک سائیڈ کا دروازہ بھی ٹھیک سے بند نہیں تھا، اسی لئے یہاں اس طرف گولیوں کی تھرتھراہٹ کی آواز کافی واضح سنائی دے سکتی تھی۔۔

خود سے میرے نزدیک مت آیا کرو پھر تمہاری دھڑکنوں کا حشر بگاڑوں کا تو بولو گی حیوان بنتا ہوں!!!۔۔۔۔اسکی تیز تیز دھڑکنوں کو اپنے سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا بے باکی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولا تھا۔۔اسکے لہجے میں غصہ محسوس کرتی وہ آنکھوں میں آنسو لئے اس سے فاصلے پہ ہوتی آج بھی اپنی بے خودی پہ خود کو کوسنے لگی۔۔وہ اس دن کے الفاظ بھول کیوں نہیں جاتا؟ ذائشہ خان نے بھرائے دل سے سوچا تھا۔۔ارزم شاہ کو اسکا دور ہونا بھی پسند نہیں آیا تھا۔۔

تم مجھ سے اپنی حقیقت نہ چھپاتی تو آج ہم ایک دوسرے کے نزدیک ہو کے بھی اتنے دور نہ ہوتے ذائشہ خان!!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اذیت سے بولا تھا۔وہ دونوں ہی ازیت میں تھے، دونوں کی اذیت بھرپور تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کی اذیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔۔وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھتی رہی۔۔

تم وہ لباس نے پہنتی!!!۔۔۔۔۔وہ اپنی گلابی ہوتی شہد رنگ آنکھوں سے دبی دبی آواز میں اذیت سے غرایا۔۔
ج۔جا۔جان۔۔بو۔۔بوجھ۔۔۔ک۔کے۔۔نہیں۔۔پہنا۔۔تھا۔۔وہ روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔
گن پوائنٹ پہ پہنا تھا؟اگر ہاں تو کیوں؟؟کیا موت سے ڈر گئی تھی تم ذائشہ خان؟کیا تم نے اپنی موت کے ڈر سے میری محبت کا سودا کر دیا تھا؟؟کیا اتنی بے مول تھی میری محبت جسے تم نے بے پردہ کر دیا؟میں نے تو تمہارے نقاب سے محبت کی تھی!! تمہارے ڈھکے ہوئے وجود سے محبت کی تھی تم نے جب اس کا ہی پردہ نہ رکھا تو مجھے بتاؤ میں کس سے محبت کروں؟؟میرے پاس تو کچھ بچا ہی نہیں ہے محبت کرنے کو سوائے تمہاری روح کے؟؟تمہارے اس وجود سے محبت کروں جسے کتنے ہی مردوں نے میرے سامنے اپنی غلیظ نظروں سے دیکھا تھا؟تمہارے اس چہرے سے محبت کروں؟جن کا خب۔یس مردوں نے طواف کیا ہے اور بارہا کیا ہے!! تمہاری ان آنکھوں سے محبت کروں جن میں کتنے غلیظ مردوں کی آنکھیں ڈوبی ہوں گی؟؟کیوں؟میری محبت میں شراکت کیوں؟؟کیا محبت میں شراکت کا غم بہت چھوٹا ہے؟؟روشنی کے ساتھ میری ایک کافی برداشت نہیں ہوئی تھی تم سے تو مجھے بتاؤ میں کیسے ان غلیظ مردوں کی نظریں بھول جاؤں جو میرے نکاح میں موجود میری پاکیزہ عورت پہ ٹکی ہوئی تھی اور بے بسی اتنی تھی میں ان آنکھوں کو نکال نہیں سکتا تھا کیونکہ موقع تو خود میری پاکیزہ عورت نے دیا تھا! تو بھلا میں کیا کسی سے حساب مانگتا؟مجھے معلوم ہے وہ احسن ملک زندہ ہے! مجھے معلوم ہے عاشر لکھانی زندہ ہے! مجھے سب معلوم ہے! مجھے اتنا بھی معلوم ہے وہ دونوں اس وقت کس علاقے میں چھپے بیٹھے ہیں! لیکن میرا انہیں قتل کرنے کا موڈ نہیں ہو رہا کیونکہ میری قاتل خود میری محبوبہ ہے! ایک قاتل انسان بھلا اپنے مجرموں کو قتل کر سکتا ہے؟؟ہاہاہا!! نہیں کر سکتا!! مجھ سے پوچھو نہیں کر سکتا!! اپنا غم بھولے گا تو کسی کو قتل کروں گا نا؟؟مجھے اپنا غم نہیں بھولتا! کیونکہ تم نے مجھے اتنا گہرا زخم دیا ہے کہ میں اندر سے کمزور ہو چکا ہوں!! ۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا ایک ایک لفظ تکلیف سے چور تھا۔وہ اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پائے ایک ایک لفظ پہ زور دیتا اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گویا ہوا تھا،ذائشہ خان جو اسکی بات کاٹ کے اسے اپنی سنانے والی تھی اسکا غم سنتے ہوئے اس میں ہمت ہی نہ ہوئی وہ کچھ بول سکے۔واقعی ہی اس سے تو اس کی اور روشنی کی ایک کافی ساتھ میں برداشت نہیں ہوئی تھی تو اس نے اسے اتنے مردوں میں کیسے برداشت کیا ہو گا؟؟ذائشہ خان اپنی ہچکیوں پہ بند باندھتی ہوئی اذیت سے سوچنے لگی لیکن قصور تو اسکا بھی نہیں تھا؟؟ب ان دونوں کا قصور نہیں تھا تو

پھر قصوروار کون تھا؟؟اسماعیل خان؟؟ہاں اسماعیل خان قصوروار تھا!! ذائشہ خان روتے ہوئے سوچنے لگی، اسے لگتا تھاوہ دنیا کی پہلی لڑکی ہے جو اپنے باپ سے شدید نفرت کرتی ہے!! اس باپ سے جس کی اس نے آج تک شکل نہیں دیکھی تھی۔۔وہ روتے ہوئے ارزم شاہ کے سینے سے لگتی غموں سے نڈھال ہوتی اسکا کھلے بٹنوں سے چھلکتا سفید مردانہ سینہ چومنے لگی، اسکے نرم لب اپنے سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی ہمت ہی نہ رکھ پایا۔وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اسکی سلور چین کے ساتھ کھیلتی آنسو بہاتے ہوئے شدت سے اسکا کسرتی سینہ چوم رہی تھی، شرم آرے آرہی تھی لیکن اس وقت اسے اس کام میں کچھ سکون مل رہا تھا اسی لئے وہ خود کو اور اسے سکون دیتی اپنے کام میں مصروف رہی، وہ جانتی تھی وہ اس کی روح سے محبت کرتا ہے وہ یقیناً اسکے لمس سے سکوں محسوس کر رہا ہو گا۔۔

اگر یہی حرکت میں تمہارے سینے پہ کروں گا تو مجھے درندہ بولو گی!!!۔۔۔ارزم شاہ نے دھڑکتے دل سے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے اسے ایک دفعہ پھر سے اسکے الفاظ یاد کروائے تھے۔۔ذائشہ خان اگلے ہی پل اس سے دور ہوتی اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی، ارزم شاہ کو اسکا پھر سے خود سے دور ہونا اچھا نہیں لگا تھا، اسے اپنے سینے پہ ابھی تک اسکے لبوں کا نرم لمس محسوس ہو رہا تھا۔۔

آ۔آئی۔۔ایم۔۔سوری۔۔م۔میں۔۔پتا۔۔۔نہیں۔۔کیسے۔۔یہ۔۔کر۔۔لیا!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس سے فاصلے پہ ہوتی سپاٹ انداز میں بولتی اسکی طرف دیکھنے سے گریز برتنے لگی۔۔اسکا لہجہ خود بخود سپاٹ ہوا تھا اسے لگ رہا تھا وہ ایک دفعہ اسکے گرد ہاتھ باندھ کے اسے تسلی آمیز الفاظ بولے گا لیکن ہمیشہ اسے اسکے الفاظ یاد کرواتا تھا اپنے الفاظ سے تکلیف دے دیا کرتی تھی، وہ ہرٹ ہوئی تھی، اپنی بے خودی پہ غصہ سا آیا تھا۔وہ چونک کے اسکے سپاٹ انداز کو دیکھ رہا تھا۔۔وہ اسکی طرف دیکھے بنا آنسو پھر سے رگڑ کے صاف کرتی تیزی سے کچن کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر کی طرف بھاگی تھی۔۔وہ اسکے ریکشن پہ ہنوز حیران تھا وہ خود ہی اسکا سینہ چوم کے اس سے سوری کرتی بھاگ گئی تھی؟ اسکے جذبات میں طغیانی مچاتی وہ ہمیشہ کی طرف رفو چکر ہو گئی تھی!! آخر کیوں؟؟وہ غصے سے سوچتا ہوا اپنی آنکھیں میچ کے دیوار پہ زور سے مکا مار گیا۔۔

وہ اپنے دوستوں کو باتوں میں مصروف کر کے کافی مشکل سے اسکے کمرے تک آیا تھا، اسکے کمرے کو خالی دیکھ کے وہ اسکے واشروم میں داخل ہوتا اپنی ویسکوٹ اتار کے سلیب پہ پھینکتا اپنی قمیض کا اوپری بٹن کھول رہا تھا۔۔ خود کو ائینے میں دیکھتا وہ چل انداز میں اپنے بال سیٹ کرتا اسکا انتظار کرنے لگا۔۔

ہائے آ بھی جاؤ بے بی!! تمہاری سانسیں بلاک کرنے کا شدت سے انتظار ہے مجھے!!!۔۔۔ جب وہ اگلے دس منٹ تک کمرے میں داخل نہ ہوئی تو وہ جمائی لے کے مصروف انداز میں بولتا پیچھے دیوار سے ٹیک لگا کے اپنی گردن دائیں بائیں گھماتا آئینے میں خود کا جائزہ لینے لگا، اسے ویسکوٹ میں سب الجھن محسوس ہو رہی تھی اسی لئے وہ ویسکوٹ اتار چکا تھا، سفید قمیض اسکے باڈی بلڈر سینے کے ساتھ چپکی اسے مزید دلکش دیکھا رہی تھی، سرخ و سفید رنگت آج الگ انداز میں چمک رہی تھی، آنکھ کی کمان پہ موجود تل بھی آج کل مسکراتے ہوئے اپنا رقص دیکھاتا رہتا تھا، کافی دن ہوئے تھے اس نے اسکے اس تل کو چوما نہیں تھا۔۔ وہ اپنے تل پہ انگلی پھیرتا منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے سوچ رہا تھا جب زور سے دروازہ بند ہونے کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی، وہ الرٹ ہوا تھا۔۔ رات کے اڑھائی بج رہے تھے جب وہ اپنے بھاری لہنگے کو سنبھالتی تھکی ہاری اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔ وہ اپنے ڈارک گرین لہنگے کو نازک ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھر کے اٹھاتی صوفے کی طرف بڑھی تھی، صوفے پہ بیٹھ کے اپنی ہیل اتارتی وہ اپنا گوٹے کے کام سے لبریز بھاری دوپٹا سر سے اتارتی نفاست سے سائیڈ پہ رکھ گئی۔۔ اب وہ وزنی سے لہنگے کے اوپر چست سی نارنجی خوبصورت سی کرتی میں ملبوس تھی۔۔

ہائے اللہ! دلہن بننا تو بہت مشکل کام ہے!! کل میرا کیا بنے گا؟؟۔۔ وہ بلند آواز میں خود سے مخاطب ہوتی اپنی گردن دائیں بائیں ہلا کے اسکے بل نکالنے لگی۔۔ کچھ دیر بعد وہ صوفے سے اٹھ کے واشروم کی طرف بڑھی تھی۔۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے تھکاوٹ کے عالم میں واشروم کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھنے ہی والی تھی جب کسی نے اگلے ہی پل اندر سے دروازہ کھول کے اپنا چہرہ باہر کی طرف کرتے جھک کے شدت سے اسکے ہونٹوں سے لپٹتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے نزدیک کھینچتے دروازے بند کر کے اسے اسکے ساتھ لگایا تھا۔۔ اس اچانک افتاد پہ مرحاشاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے حیرت سے پھٹی آنکھوں سے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے ایک بھی سانس لینے کا موقع دیئے بغیر اسکے ہوش پوش اڑاتا سا بری طرح سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کئے لہو رنگ

آنکھوں سے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔۔ اسکی سرخ نگاہوں کا مطلب سمجھتی مرحاشاہ اسکا ساتھ دینے کی بجائے شرم سے سرخ پڑتی اسکے سفید کرتے کو سینے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔ آج عجیب سی شرم آرہے آرہی تھی، پہلے بھی اس سے شرم آتی تھی لیکن اس قدر ہاوی نہیں ہوتی تھی جتنی ابھی ہو رہی تھی۔۔ مرحاشاہ کے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھتا زوریز شاہ اسکی کمر کے ارد گرد دبے باکی سے ہاتھ پھیرتا اسکی سانسیں چرانے لگا۔۔ اسکی بڑھتی شدت پہ مرحاشاہ کو اپنی سانسیں سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ زوریز شاہ کے ہاتھ اب اسکے پورے سراپے پہ بے باکی سے گردش کرتے اسکی کرتی کے ٹسلز پہ موجود تھے، اپنی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے اس نے زوریز شاہ کے کالر کو جھٹکا دیتے اسے ہوش دلانی چاہی تھی جب وہ اسکی کرتی میں ہاتھ ڈال کے اسکی کمر کو غصے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتا اسکے ہونٹوں کو پہلے سے زیادہ شدت بھری گرفت میں لاک کر گیا۔۔

زوریز شاہ کے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ اسکے حصار میں لاکڈ مرحاشاہ شرم وحیا سے سرخ پڑتے ہوئے اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑنے لگی۔۔ وہ اسکا ساتھ ابھی بھی نہیں دے رہی تھی، اسکے ساتھ نہ دینے پہ زوریز شاہ شدید غصے سے اسکے نچلے ہونٹ پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے اسکے بالائی لب کو چومنے لگا، اسکے لمس میں غصہ محسوس کرتی مرحا شاہ تھوک نگلتے ہوئے اسکے لبوں کو نرمی سے چھوتی اسکا غصہ کم کرنے کی چھوٹی سی کوشش کرنے لگی، اسکے ہونٹوں کا نرم لمس اپنے لبوں پہ محسوس کرتے زوریز شاہ کا غصہ واقعی ہی کم ہوا تھا، وہ اسکی بکھری سانسوں میں اپنی خوشبودار سانسوں کی ملاوٹ کرتا انہیں نارمل کرتے ہوئے اچانک سے اسے چمکا دے کے اپنی دی گئی سانسیں بری طرح سے چھین گیا، جس پہ مرحاشاہ بھوکھلاتی ہوئی اسے شکوے سے دیکھنے لگی۔۔ وہ اسکے شکوے پہ تضاد اپنی اور اسکی پھولی سانسوں کی پرواکئے بغیر اسکی کمر سے ہاتھ آگے کی طرف لاتا اپنی انگلیاں اسکی ناف کے گرد بے باکی سے گھماتا اسے اپنے حصار میں مچلنے پہ مجبور کر گیا، وہ مچلتی ہوئی اس سے اپنے لب چھڑوانے کی بھرپور تگ ودو کر رہی تھی جب وہ مزید بے باک بنتا اسکے پیٹ سے اپنا ہاتھ اوپر کی طرف کھسکاتا اسے سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔ اسکا ہاتھ اپنی کرتی کے اندر دھڑکنوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے اسکا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، وہ زوریز شاہ کی اس قدر بے باکی پہ بے ہوش ہونے کے درپہ تھی، اسکا ہر انداز آج پہلے سے کئی گنا زیادہ بے باک تھا۔ وہ اسکی ایک ایک سانس پیتا بے حد رومانٹک انداز میں اسے خود میں قید کئے ہوئے تھا، مرحاشاہ کی سانسیں بکھرنے پہ وہ اس پہ کچھ دیر رحم کھاتا اس میں اپنی

سانسیں انڈھیل کے بدلے میں اسکی ڈبل سانسیں چھینتا اسے مارنے کے درپہ تھا، وہ اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں پہ شرم سے لال پڑتی ان پہ تھپڑ رسید کرتی اس پاگل اور بے باک انسان کو ہوش دلا رہی تھی جس کی خود کی سانسیں بری طرح سے پھولی ہوئی تھیں لیکن وہ ضدی بنتا اسے اپنی کہی گئی بات کا پریکٹلی مطلب سمجھانے میں مصروف تھا۔۔ سانسوں کے رکنے پہ مرحاشاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ اسکے بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں غصے سے دبوچتی اسے ہوش کروا رہی تھی لیکن وہ اسکے اس عمل پہ مزید پاگل ہوا تھا، مرحاشاہ نے سٹپٹاتے ہوئے اپنے ہاتھ اسکے بالوں سے ہٹائے تھے۔۔ بال صحیح کرو میرے اتنی مشکل سے سیٹ کئے تھے!!۔۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا، مرحاشاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا جو پھولی سانسوں کے درمیان بول بھی کتنا فضول رہا تھا۔۔

ابھی سانسیں ٹھیک سے بلاک نہیں ہوئی تھی بے بی!! لیٹس ٹرائے ونس مور!!!۔۔۔ وہ اسکے دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھ کے اسکی بلاک ہوتی سانسوں کا پتا لگانے کی کوشش کرتا اسے سٹپٹانے کا موقعہ دیئے بغیر پھر سے اسکے بھیگے ہونٹوں پہ جھک گیا۔۔ مرحاشاہ نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس سنکی کریک میجر شاہ کی طرف دیکھا تھا، ایک تو وہ پہلے ہی اتنا تھک چکی تھی اور وہ تھا کہ اسکی تھکاوٹ کی پرواکئے بغیر اپنے بدلے اتار رہا تھا؟؟ مرحاشاہ کے چہرے پہ تھکاوٹ کے آثار دیکھتا وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے ہنوز اسکے ہونٹوں سے لپٹا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا واشروم سے باہر نکلتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ اس کی حد سے زیادہ بڑھتی شدت کو محسوس کرتے ہوئے مرحاشاہ کی سانسیں اب واقعی ہی سینے میں بلاک ہوئی تھیں، وہ بالآخر آنسو بہاتی ہوئی اسکے بازوؤں میں بن آب مچھلی کی طرح مچلی تھی، اسکے آنسوؤں پہ وہ اس پہ رحم کھاتا ان ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے اس پہ جھکا تھا، مرحاشاہ نے پھولی سانسوں کے درمیان آنسو بہاتے ہوئے غصے سے اسکے سینے پہ مکے جھڑے تھے، وہ اسکی نازک کلائیوں اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ وہ شکوے سے نگاہیں پھیر گئی، اسکی سانسیں ابھی تک نارمل نہیں ہوئی تھیں۔۔

جب تم نے مجھے بلاک کیا تھا میری سانسیں بھی غصے سے ایسے ہی پھول رہی تھیں بے بی!! میرا بدن بھی غصے سے آگ کی مانند دہک رہا تھا اسی لئے اپنی باری میں ناراض ہو کے منہ پھولانے کی ضرورت نہیں ہے!!!۔۔۔ اسے ہمیشہ کی طرح ناراض ہوتے دیکھ کے وہ اسکے چاند سے چہرے کو دیکھتا اسکے گالوں پہ ہاتھ جماتے ہوئے ناک چڑھا کے بولا تھا۔۔

بات مت کرو مجھ سے!! مجھے لگا میں مر جاؤں گی!!!۔۔۔وہ اسکے ہاتھ اپنے گالوں سے ہٹاتی سوں سوں کرتی غصے سے بولی تھی۔۔اسے اسکے انداز پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔

تمہیں اتنی آسانی سے مرنے دوں گا میں؟وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکے گال پہ اپنی بیئرڈ رگڑتا اسکے ہونٹوں کو پیار سے چوم کے اس کی پھولتی سانسوں کو نارمل کرنے لگا جب وہ اپنے ناخنوں سے شدید غصے سے اسکا سینہ نوچ گئی۔وہ اسکے غصے پہ انہیں آزادی بخشتا لب دباتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔وہ بالکل لائٹ سا میک اپ کئے ہوئے تھی،ایک لپ اسٹک ہی ڈارک تھی جس کی سرخی وہ اپنے لبوں سے چن چکا تھا۔۔مہنگے برینڈڈ لہنگے پہ ڈیسنٹ سی جیولری پہنے بالوں کا بریڈ ہیئر سٹائل اور نیچے سے لوز کرلز کئے وہ بھیگی آنکھوں سے اس وقت زوریز شاہ کا سکون چین لوٹ گئی۔۔

میرا دل کر رہا ہے گردن توڑ دوں تمہاری!!۔۔۔وہ شدید غصے سے اسکی گردن کے گرد اپنے نازک ہاتھ دھرتی ہمیشہ والی دھمکی دے رہی تھی۔۔

انائیں بھی ایک جتنی ہیں

پیار بھی ایک جتنا ہے

وہ گردن توڑنے کی دھمکی دیتی ہے

بدلے میں ہم سانسیں روکنے کی

)عروہ اسحاق۔۔۔پیاری ریڈر(

زوریز شاہ جواباً مسکراتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتا اسکے اپنی گردن پہ موجود مہندی سے سجے ہاتھ بے حد پیار سے چوم گیا۔۔مرحا شاہ کو مہندی کا رنگ کافی گہرا آیا تھا،سب نے کل والے میسجز پہ تضاد آج اسکی مہندی کے رنگ پہ بھی اسے اچھا خاصا چھیڑا تھا۔۔وہ ناز و انداز دیکھاتی اس سے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔۔وہ پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا،وہ اپنی مٹھیاں بھینچ گئی تاکہ وہ اس پہ لکھا اپنا نام نہ پڑھ سکے،وہ مسکرایا۔۔وہ اسکی نازک مٹھیاں اپنے ہاتھوں سے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اپنی پوری قوت آزماتی ضد سے بند کئے ہوئے تھے آخر کو اس نے آتے ہی اس کی سانسیں بلاک کی تھیں یہ جرم کوئی چھوٹا تھا؟زوریز شاہ چاہتا تو دو منٹ میں اپنے ہاتھوں سے اسکی مٹھیاں کھول لیتا لیکن اسے اب اس کھیل میں مزہ آنے لگا تھا،وہ جس طرح سے اسے لاڈ دیکھا رہی تھی اسے اسکے لاڈ اٹھانے

میں مزہ آرہا تھا۔ وہ اب اپنے ہاتھوں پہ اسکے ناخنوں کا باقاعدہ تشدد برداشت کرتا جلدی سے اسکی مٹھیوں کو اپنے ہاتھوں سے آزاد کرتا اپنی جیب سے والٹ نکالنے لگی، وہ ہنوز اپنی مٹھیاں بند کئے اسے غصے سے گھور رہی تھی۔۔ وہ اپنے والٹ سے پانچ ہزار کے کچھ نوٹ نکال کے اسکے دائیں ہاتھ کی مٹھی کا انگوٹھا کھولتا اس کے ساتھ ایک نوٹ فولڈ کر کے رکھتا اپنا ایک انگوٹھا الجھا گیا، وہ حیرانگی سے اسکی مٹھی کھولنے کی تیکنک دیکھنے لگی، اسی طرح وہ اسکی ہر انگلی میں پانچ ہزار کا نوٹ فولڈ کر کے پھنساتا ساتھ ہی اپنی انگلیاں اسکی انگلیوں میں الجھاتے اسکے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں کھول گیا، وہ اپنے سرخ لب وا کرتی حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

اب اگر جو مٹھیاں بند کرو گی تو یہ سارے نوٹ واپس والٹ میں رکھ دوں گا بے بی!! تمہاری مٹھیوں تو میں پھر کسی طریقے سے کھول لوں گا لیکن نوٹوں کی آفر دوبارہ نہیں دوں گا!!۔۔۔۔۔۔ وہ مبہم سا مسکراتے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں بولتا اسے آنکھ ونک کر گیا، نوٹوں کی آفر پہ مجال تھی جو مرحاشاہ نے مٹھی بھینچنا تو دور اپنی ایک بھی انگلی فولڈ کرنے کی کوشش کی ہو۔۔ وہ ویسے تو ڈھیروں پیسے کماتی تھی لیکن وہ بھی ایک بیوی تھی جسے شوہر کے پیسے اتنے ہی پیارے تھے جتنے ہر بیوی کو ہوتے ہیں، وہ اسکا دیا گیا پیسوں کا تحفہ بھلا کیسے جھٹلا سکتی تھی؟ اسکی چالاکی پہ زوریز شاہ کا دل کیا وہ قہقہہ لگائے، جتنی تیز تھی وہ؟ اسکے پیسے ہڑپنے کئے لئے ضد لگانا بھی بھول چکی تھی۔۔

تم ایک سمجھدار انسان کی بیوی ہو تم نے ثابت کر دیا ہے!!۔۔۔ وہ اسکی سمجھداری پہ اسے داد دیتا اسکی انگلیوں سے یہ تمام نوٹ نکال کے مصروف انداز میں اسکے کھلے سرخ ہونٹوں میں دباتا اب اسکی مہندی پہ اپنی نگاہیں مرکوز کر گیا۔۔

"کریک ریز کی شاہزادی"

اسکی ہتھیلیوں پہ اس تحریر کو پڑھتے وہ بھرپور انداز میں مسکراتا ہوا بار ہا اسکے ہاتھ پیار سے چومنے لگا۔۔ وہ لرزتی پلکوں سے نظریں جھکا گئی۔۔ اسکی نظریں جھکانے والی ادا پہ وہ اپنا لب دبا گیا۔۔

میری لالچن بیوی میرا دل کر رہا ہے بالکل یوں ہی تمہاری تصویر لے کے اپنے کمرے کی ہر دیوار پہ چپکا دوں!!۔۔۔۔ اپنی بیوی کے ہونٹوں میں پیسے دبے دیکھنے پہ تضاد اسے مطمئن انداز میں اپنے حصار میں بنا کسی مزاحمت کے دیکھ کے زوریز شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے نفی میں سر ہلا کے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔۔ وہ اپنی تیکھی ناک سکوڑتی اسے آنکھیں دیکھانے لگی البتہ اسے یوں ہنستے دیکھ کے وہ دل میں اسکے صدقے واری جا رہی تھی۔۔

"تجھے نظر نہ لگے میرے نظر بھر کے دیکھنے سے
تیری نظر اتارتے ہیں تجھے نظر بھر کے دیکھ کر"

)عروہ اسحاق(

وہ اسکے حسن پہ فدا ہو تا محبت سے لبریز لہجے میں یہ شعر کہتا مر حاشاہ کا دل دھڑکا گیا۔۔ مر حاشاہ نے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا تھا اسکے ہونٹوں سے نوٹ نکالے جس پہ وہ ہنستا ہوا اسکے لبوں سے یہ نوٹ نکال کے اسکے تکیے کے پاس رکھ گیا۔۔

ویسکوٹ کیوں نہیں پہنی ؟۔۔۔۔وہ اسکے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ کے اسے خود پہ جھکاتی آئیبرو اٹھا کے استفسار کرنے لگی، وہ ویسکوٹ اس نے اتنے دل سے اسکے لئے پسند کی تھی۔۔

تم پہناؤ گی نا بے بی!!۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکی گردن پہ اپنی انگلیاں سہلانے لگا۔۔

کیوں ہاتھ ٹوٹے ہوئے تھے ؟۔۔۔۔وہ پیار سے دانت کچکچا کے بولتی اپنی مسکراہٹ دبانے لگی۔۔ اپنے رومانٹک جملے پہ اسکا جلا کٹا جملہ سنا زوریز شاہ اسے گھور کے دیکھنے لگا۔۔

ساری باتیں چھوڑو یہ بتاؤ سانسیں کیسی بلاک ہوئی تھیں ؟۔۔۔وہ ایک دم سے کروٹ بدل کے اسے خود کے اوپر کرتا زور سے اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھ کے بوجھل آواز میں بولا تھا، الفاظ طنزیہ تھے جس پہ غصے سے اسکے سینے پہ مکے جھڑنے لگی پھر بھی سکوں نہ ملا تو اسکے سینے بٹن کھول کے جھک کے زور اپنے دانت گاڑ دیے، زوریز شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

آئیندہ سے نمبر بلاک کرو گی ؟؟۔۔۔وہ روعب سے پوچھنے لگا۔۔

کروں گی!! سو بار کروں گی!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے دانت گاڑتی سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھتی ضدی انداز میں بولی تھی۔۔

تھینکس بے بی!! پرامس کرو؟؟۔۔۔وہ لگے ہاتھ اس سے وعدہ لینے لگا تاکہ آئے روز اسکی سانسیں بلاک کر سکے!!

وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی روہانسے ہوتے اس چالاک انسان کو دیکھنے لگی جو ہر کسی کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسا جایا کرتا تھا۔۔

مجھے مت بلاؤ!! جاؤ میرے کمرے سے!!۔۔۔۔وہ بچوں کی طرح بولی! وہ میچور سی ڈاکٹر ہمیشہ اسکے سامنے بچی بن جایا کرتی تھی۔۔

اتنی جلدی بھی کیا ہے میری شاہ زادی؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے ٹسلز میں انگلیاں الجھا کے گھمبیر آواز میں بولتا انہیں ایک جھٹکے سے توڑتے ہوئے اپنی نگاہیں اسکے سراپے پہ مرکوز کر گیا۔اسکے ہاتھ اپنی کمر پہ محسوس کرتی وہ سر دپڑتے ہوئے اسکے کالر پہ اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔۔

ت۔تم۔۔پا۔۔پاگل۔۔ہو!!!۔۔۔۔۔۔۔اپنی کرتی کو کندھوں سے کھسکتے دیکھ کے وہ شرم وحیا سے بولی تھی۔

کل تک کا انتظار بالکل نہیں ہو رہا!! کیوں نہ کل کی رات کے تقاضے آج ہی۔۔۔۔وہ اسے چھیڑنے کی غرض بے باکی سے ابھی اپنا جملہ مکمل کرتا جب وہ اپنی آنکھیں پھیلاتی اسکے لبوں پہ اپنے ہاتھ رکھ گئی۔۔

سوچنا بھی مت!!!!۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولی تھی۔۔وہ منہ کے زاویے بگاڑتا اسے خود پہ جھکا کے اسکی گردن چومنے لگا۔۔مرحاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی وہ اسکی گردن کی سکن ایک سائیڈ سے سک کرتا ہوا اسے شرم سے آنکھیں میچنے پہ مجبور کر گیا۔۔

آج تو چھوڑ رہا ہوں کل کوئی بہانہ نہیں سنوں گا!!۔۔۔اسکی گردن پہ اپنی منمانی کرنے کے بعد وہ چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھتا خمار آلود آواز میں بولا تھا۔۔

کل تمہیں اپنے قریب کون آنے دے گا؟؟۔۔۔مرحاشاہ کون سی کم تھی؟وہ بھی اسے آگ لگانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔۔

اچھا؟اسکا مطلب تم چاہتی ہوں میں واقعی ہی آج تم میں اتر کے تمہیں خود میں سمالوں؟؟۔۔۔۔وہ دانت پیس کے اسے اپنے سینے میں بھینچتا اسکی کرتی کو کندھوں سے مزید نیچے کھسکاتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنا لمس بکھیرنے لگا۔۔مرحاشاہ نے اسکے بے باک جملوں اور جسارتوں پہ سٹپٹا کے اسکی قمیض کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ لی۔۔

میں چاہتی ہوں آج واقعی ہی تمہاری گردن توڑ دوں!!۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی اسکا چہرہ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی جو مدہوش ہوتا اسے خود میں بھینچتا اپنے لبوں سے اسکی دھڑکنوں کی نزاکت محسوس کرنے لگا۔۔وہ جانتی تھی وہ ایسی باتیں کر کے اسے تنگ کر رہا ہے۔۔

میری ظالم حسینہ!! مان جاؤنہ آج ہی پارٹنر شپ کر لیتے ہیں!!۔۔۔وہ اسکے دل کے مقام پہ نرمی سے دانت گاڑتا سر اٹھا کے اسے خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا مدہوشی سے بولتا اسے مزید چھیڑنے لگا۔۔

کیوں کل میں نے فوت ہو جانا ہے؟۔۔۔۔وہ مصنوعی غصے سے دانت پیس کے بولی تھی۔۔اسکے جملے پہ زوریز شاہ نے شدید غصے سے اسکی طرف دیکھتے اسے خود سے دور کیا تھا۔۔اسکے دور کرنے پہ وہ اسکے پہلو میں تکیے پہ گری تھی۔۔

سوچ سمجھ کے بکواس کیا کرو!!! منہ مت لگانا اب مجھے!!!۔۔۔وہ شدید غصے سے غراتا ہوا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔اسکے شدید ریکشن پہ وہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں نے کیا کیا ہے؟؟۔۔۔۔اسے ناراض ہوتے دیکھ کے وہ اپنا نچلہ لب دانتوں میں دباتی بیڈ سے کھڑی ہو کے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔وہ جانتی تھی وہ اسکے مرنے والی بات پہ ناراض ہو گیا ہے۔۔

ہاتھ چھوڑو!!!!۔۔۔۔وہ غصے سے غصے غرایا۔۔وہ اسکا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھامتی اسکے کالر کو اپنے دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ کے خود پہ جھکا گئی۔۔

نہ چھوڑو تو!!۔۔۔وہ دلفریب انداز میں گویا ہوئی۔۔وہ اسکی ادا کا اسیر ہوا تھا لیکن غصہ ہنوز قائم تھا۔۔

میرے دوست انتظار کر رہے ہیں میرا!۔۔۔۔وہ اس پر سے نگاہیں ہٹاتا ناراضگی سے بولا تھا۔۔

مجھ سے زیادہ دوست عزیز ہیں؟۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولی تھی،وہ خاموش رہا۔۔وہ ایڑھیاں اٹھا کے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ شدت سے اپنے لب رکھ گئی۔۔زوریز شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔اسکی بے ترتیب کرتی کو دیکھ کے وہ اپنے امڈتے جزبات پہ قابو پاتا اسکی کرتی کو کندھوں سے ٹھیک کرتا اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھا گیا۔۔

ایسی باتیں مت کیا کرو!! دل کو کچھ ہوتا ہے!!۔۔۔وہ اسے زور سے گلے سے لگاتا اسکا پورا چہرہ دیوانوں کی طرح چومنے لگا،وہ نم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی،وہ اسے بتانا چاہتی تھی اسکے دل کو بھی یوں ہی کچھ ہوتا تھا جب وہ اپنے شہید ہونے کی باتیں کیا کرتا تھا۔۔وہ کچھ بھی بولنے کی بجائے اسکا شدت بھرا لمس اپنے چہرے پہ محسوس کرتی آنکھیں موندتے ہوئے اسکے گرد اپنا حصار قائم کر گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔قسط 89 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

ازمیر!!! ماما کی جان اب مار کھاؤ گے مجھ سے!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ روہانسی ہوتی اسے کب سے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی جو ضد سے اپنی ایڑھیاں اکڑاتا ہوا روئے جا رہا تھا۔اس نے نیچے لاؤنج میں بھی اسے بہت تنگ کیا تھا جب سے ارزم شاہ اسے ازمیر تھما کے گیا تھا مجال تھی جو وہ اس نے کچھ دیر کے لئے بھی اپنا سپیکر بند کیا ہو، زہرہ مام تو پریشانی سے سپنے پوتے کی کتنی بار نظر اتار چکی تھی، انہیں لگ رہا تھا ان کے صحت مند خوبصورت سے پوتے کو نظر لگ چکی ہے۔ازمیر شاہ کا اب رو رو کے حلق سوکھ رہا تھا، نہ وہ فیڈ کر رہا تھا اور نہ ہی دو منٹ کے لئے آنکھیں بند کر رہا تھا، اور ڈھیٹ پن کی اتنی انتہا تھی اب تو آنسو بھی نہیں آ رہے تھے لیکن وہ پھر بھی حلق پھاڑ کے رونے والی آوازیں نکال رہا تھا۔۔

مما کی جان! مما کو تنگ نہیں کرتے! میں بہت تھک چکی ہوں!!۔۔۔ایزل شاہ التجائیہ انداز میں بولتی اپنی کرتی اٹھا کے اسے تھپکتی ہوئی پھر سے فیڈ کروانے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اپنی ہٹ کا پکا تھا، اسے ابھی رونا تھا اور وہ بغیر انسوؤں کے بھی رو سکتا تھا۔۔ایزل شاہ جو کب سے اپنا غصہ دبا رہی تھی، ازمیر شاہ کی ضد پہ وہ غصہ بڑھتا جا رہا تھا لیکن وہ اپنے غصے کا نشانہ بیٹے کو نہیں بنانا چاہتی تھی، وہ اپنے غصے پہ ضبط کرتی سائیڈ ٹیبل پہ پڑا فون اٹھا کے بالآخر اس کے باپ کو کال ملانے ہی والی تھی جب کلک کی آواز سے اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ایزل شاہ نے بے ساختہ سر اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تھا جب کمرے میں داخل ہوتے کاظم شاہ کو دیکھ کے اس نے شدید غصے سے دانت پیستے ہوئے فون واپس سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا تھا۔کاظم شاہ نے اسکا دانت پیسنا بغور نوٹ کیا تھا، ازمیر شاہ کو روتے دیکھ کے وہ جلدی سے ان دونوں کی طرف بڑھا تھا، اپنی سوتن کٹی کو ایزل شاہ کے بالکل ساتھ بیٹھے دیکھ کے وہ ضبط سے گہری سانس بھرتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

تمہیں کتنی دفعہ بولا ہے جب میر کو فیڈ کرواتی ہو اس فسادن عورت کو اپنے پاس مت بٹھایا کرو!!۔۔۔۔۔۔وہ ایزل شاہ کی طرف بڑھتا ہوا کٹی کو گدی سے پکڑ کے صوفے پہ پٹختا بیڈ پہ ایک گھنٹہ رکھ کے ایزل شاہ پہ جھکتا ہوا دانت کچکچا کے بولا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا اسکی بیوی کے وجود پہ اس کٹی کی بھی نظر پڑے۔۔ایزل شاہ نامحسوس انداز میں اپنی کرتی

ٹھیک کرتی اسے نظر انداز کرتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگی جو باپ کو دیکھتے ہوئے روتا ہوا اپنے ہاتھ پیر اور ایڑھیاں موو کر رہا تھا۔۔

رونا بند کرو ازمیر!! مار کھاؤ گے اب!!!۔۔۔۔۔۔اسے روتے ہوئے باپ کے پاس جانے کے لئے مچلتے دیکھ کے ایزل شاہ غصے سے بولی تھی، آواز بلند ہوئی تھی، کاظم شاہ اسکے بیہویر پہ حیران ہوتا ہوا جلدی سے اسکے پاس بیٹھا تھا، ایزل شاہ کے ڈانٹنے پہ ازمیر شاہ پہلے سے زیادہ رو رہا تھا۔

کیوں ٹیپکل ماؤں کی طرح ڈانٹ رہی ہو اسے؟؟ اور کیا ہوا ہے میر کو؟؟۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ کی بھیگی پلکیں دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کچھ سختی سے گویا ہوا تھا، اسے ایزل شاہ کا ازمیر کو ڈانٹنا اچھا نہیں لگا تھا۔۔

پتا نہیں! خود ہی پوچھ لیں اس سے (اب تو میں ٹیپکل ہی لگوں گی)!!!۔۔۔۔وہ بے رخی سے بولتی ازمیر شاہ کو اپنی گود سے نکال کے تکیے پہ لٹاتی اپنا دوپٹا پکڑ کے سینے پہ اچھی طرح سے پھیلاتی بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی، ازمیر شاہ کو بے تابی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے سب سے پہلے اپنے روتے ہوئے بیٹے کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا اور اگلے ہی پل اپنی پہنچ سے دور جاتی ایزل شاہ کی کلائی پکڑ کے اسے اپنی طرف کھینچ کے بیڈ پہ بیٹھایا۔ ازمیر شاہ جو کب سے روئے جا رہا تھا باپ کے بازوؤں میں آتے ہی وہ کھکھلانا شروع کر چکا تھا، ایزل شاہ کو عجیب سی جیلسی ہوئی تھی وہ جو کب سے اسے سنبھالنے میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی وہ باپ کے پاس جاتے ہی کیوں کھکھلا رہا تھا؟؟ وہ تو ہمیشہ اپنی ماں کے پاس سکون محسوس کرتا پھر آج کیوں ماں کے پاس آنے پہ رو رہا تھا؟

کیا ہوا ہے؟ روئی کیوں ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی سرخ ہوتی سوجھی نیلی آنکھوں کی طرف دیکھتا سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا، وہ اس وقت اس نارنجی اور گولڈن کلر کے امتزاج کے لہنگے کرتی میں اسکے دل کے تار ہلا کے رکھ چکی تھی لیکن وہ اس کے رونے کی وجہ نہ سمجھ سکا! ابھی بھی اسکی آنکھوں میں نمی کی لکیر تھی۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی تگ و دو کرنے لگی لیکن وہ اسے خود سے دور کرنے کی بجائے اپنے مزید نزدیک کھینچ گیا۔۔

کیا ہوا ہے جیری؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں استفسار کرنے لگا، اسکا یہ روپ دیکھتے ہوئے آنکھیں خود بخود خمار آلود ہوئی تھیں۔۔

مجھے کیا ہونا ہے؟ میں تو ٹیپکل ہوں؟ میں ایک ٹیپکل عورت ہوں، ٹیپکل وائف ہوں اور ٹیپکل ماں ہوں! میں کیوں کسی کو اچھی لگوں گی اب!!۔۔۔وہ نم آنکھوں سے بھرائی آواز میں بولتی غصے سے اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی، یہ مزاحمت وہ آج کافی دنوں بعد کر رہی تھی ورنہ وہ مزاحمت کرنا چھوڑ چکی تھی۔۔

اچھا تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟؟۔۔۔۔وہ مطمئن انداز میں اسکے آنسوؤں کی وجہ استفسار کرنے لگا، اسکے اتنے ریلکس انداز کو دیکھتی وہ جی بھر کے جلی تھی۔وہ اسے کوئی تسلی آمیز جواب دینے کی بجائے اتنے ریلکس انداز میں جلاتا ساتھ ساتھ بیٹے کو چومنے میں مصروف تھا؟؟

ہاں میرا رونا کیوں دکھے گا اب؟؟جب دوسری عورتوں میں کچھ نظر آجائے پھر کیوں بیوی نظر آتی ہے!!۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوتی غصے سے غرائی تھی، آواز درمیانہ تھی۔۔اسکے جملے پہ کاظم شاہ نے چونک کے اسکی طرف ناسمجھی سے دیکھا تھا۔

میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟ کس دوسری عورت کی بات کر رہی ہو تم؟۔۔۔۔اس کا دور ہونا کاظم شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اور اس پہ تضاد اسکی بنا سر پیر کی بات پہ وہ کرخت لہجے میں استفسار کرنے لگی، وہ اگر اس کے ساتھ نرم تھا تو کچھ معاملے میں ضرورت سے زیادہ کرخت بھی ثابت ہوتا تھا۔۔وہ خاموش رہی!! وہ جو غصے سے اپنا لباس تبدیل کرنے جا رہی تھی اب نا جانے کیا سوجھی جو دوپٹا اتار کے دور پھینکتی اسے اور ازمیر شاہ کو اگنور کرتی تکیے پہ کروٹ کے بل لیٹ گئی، وہ جو اس کے دوپٹا اتارنے پہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا رہا تھا اسے کروٹ کے بل سوتے دیکھ کے نظریں اسکی بل کھاتی کمر کی طرف اٹھی تھیں جس کے خم اس کرتی میں واضح دیکھائی دے رہے تھے۔۔

اسے سلاؤ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے خاموشی سے آنکھیں بند کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا تھا وہ ڈھیٹوں کی طرح آنکھیں موندے رہی۔

تم سے مخاطب ہوں میں اووزی!! اسے سلاؤ۔۔۔بھوک لگی ہے اسے!۔۔۔ازمیر شاہ کو اپنی انگلیاں چوستے دیکھ کے کاظم شاہ نے ذرا سختی سے اپنا جملی دہرایا تھا۔۔

کب سے سلانے کی ہی کوشش کر رہی تھی!!! خود دو منٹ بیٹا نہیں اٹھایا گیا کیونکہ دوسری عورتوں سے ملاقات میں حلل جو پڑھ رہا تھا؟؟ اسی لئے اسکے رونے دھونے کی پروا کئے بغیر اسے میرے پاس بھیج دیا!! کب سے فیڈ کروانے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن اسے اس وقت شاید ماں کی ضرورت نہیں ہے! دو دنوں میں میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا گیا ہے!۔۔۔وہ آنکھیں موندے بھرائی آواز میں بولی تھی، کاظم شاہ اسکی حالت سمجھ نہیں پا رہا تھا، وہ اتنے غصے میں کیوں تھی؟؟ اور شاید وہ ازمیر کو لے کے جیلس بھی ہو رہی تھی۔

کیا تم پلیز مجھے دوسری عورتوں کے متعلق ایکسپلین کرو گی؟ میں واقعی ہی تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہا!!۔۔۔۔وہ ضبط سے بولا تھا۔۔

مجھے نیند آ رہی ہے میری نیند خراب مت کریں!!!۔۔۔۔وہ غصے سے چیخی تھی۔ اسکے چیخنے پہ کاظم شاہ نے اپنے جبڑے بھینچے تھے، وہ اس وقت خاصی چڑی ہوئی لگ رہی تھی۔

ایک منٹ سے پہلے اٹھو!!!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے چٹکی بجاتے ہوئے اپنے لہجے میں غصہ شامل کرتے ہوئے اسے اٹھ کے بیٹھنے کو بولا تھا، کیونکہ وہ جب بھی ضد کرتی تھی ایک کاظم شاہ کا غصہ ہی تھا جو اسے کنٹرول کر سکتا تھا۔۔ اسے غصے میں آتے دیکھ کے اس کا دل لرزا تھا، لیکن وہ ڈھیٹ بنی ویسے ہی پڑی رہی۔۔

اووزی!!! مجھے بے غیرتی کرنے پہ مجبور مت کرو!! پھر جو میں کروں گا نا سویٹ ہارٹ نظریں ملانے کے قابل نہیں رہو گی!! ۔۔۔۔ازمیر کو نیند سے آنکھیں مسلتے اور انگلیاں چوستے دیکھ کے وہ اسے غصے سے دھمکی دے رہا تھا۔۔

بولا نا نیند مت خراب کریں!!!۔۔۔۔۔وہ غصے سے بولتی اوندھے منہ ہونے ہی والی تھی جب وہ اسکی ضد پہ اسکی کہنی کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے کے اس پہ جھکتا ہوا ازمیر شاہ کو اسکے پاس لٹاتا خود کی اسکی کرتی اوپر کرتا اسے شرم وحیا سے لاک بھبھو کا بنا چکا تھا۔۔

آگے کا پروسیس خود کر لو گی یا اس میں بھی میں ہیلپ کروا دوں؟؟۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھکتا دبے دبے غصے سے بولا تھا، ایزل شاہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا وہ اتنی بے باکی دیکھائی گا!! وہ شرم سے اپنی آنکھیں مزید میچ گئی، اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔۔

د۔دو۔دور۔۔ہ۔ہٹیں۔۔۔۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اپنی بے ترتیب شرٹ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام گیا۔

شرم شرم بعد میں کھیلیں سویٹ ہارٹ!! پہلے اسے سلاؤ پھر تمہیں بھی دیکھ لیتا ہوں اور تمہارے غصے کو بھی!!۔۔۔۔وہ مزید بے باک ہوتا اسکے سرخ گال کو اپنے دانتوں میں دبا گیا، ایزل شاہ کے کانوں سے آج صحیح معنوں میں دھواں نکلا تھا۔ وہ اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے دور کرنے کی کوشش کرے لگی جب وہ اس پہ رحم کھاتا ہوا اس سے فاصلے پہ ہو گیا۔۔ ایزل شاہ اسکی طرف دیکھے بغیر اٹھ کے بیٹھنے کی بجائے اپنی طرف کا لیمپ آف کرتی ازمیر شاہ کو فیڈ کروانے لگی، کاظم شاہ اسکی ناراضگی کی وجہ سمجھ نہیں پا رہا تھا ش ازمیر شاہ بھی اتنی تیز چیز تھا جو کب سے ماں کو ہلکان کئے ہوئے تھا باپ کا دیدار کرتے اور اسے اپنے بیڈ پہ بیٹھے دیکھ کے وہ رونے کی بجائے اب آرام سے فیڈ کر رہا تھا۔ اس پہ نیند ہاوی ہو رہی تھی۔ ایزل شاہ اپنے گھٹنوں کے قریب بیٹھے کاظم شاہ کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتی ازمیر شاہ کا ماتھا چوم رہی تھی جسے اس نے کچھ دیر پہلے غصے میں ڈانٹ دیا تھا۔۔ وہ اسے سلا کے اپنی کرتی ٹھیک کرتی وہ اس بھاری جوڑے کو تبدیل کئے بغیر اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھتی سونے کی کوشش کرنے لگی، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ وہ سونے کی کوشش کم بلکہ کاظم شاہ کی نیندیں زیادہ اڑا رہی تھی۔۔ کاظم شاہ گہری سانس بھر کے ازمیر شاہ کو اس کے پاس سے اٹھا کے کمرے میں موجود بے بی کاٹ میں لٹاتا پھر سے ایزل شاہ کی طرف آیا تھا جو ہنوز خاموشی سے سو رہی تھی، ورنہ وہ اسکے ازمیر کو بے بی کاٹ میں ڈالنے پہ کافی شور مچایا کرتی تھی لیکن جیت کاظم شاہ کی ہی ہوتی تھی۔۔ وہ اپنی اجرک گلے سے نکال کے صوفے پہ پھینکتا ایک جست میں ایزل شاہ پہ سایہ فگن ہوا تھا، خود پہ سایہ محسوس کرتی وہ بے ساختہ اپنی آنکھوں سے کہنی ہٹا گئی، اسکی بھیگی آنکھوں کو دیکھ کے کاظم شاہ اب سہی معنوں میں پریشان ہوا تھا، اسکی صرف آنکھیں ہی نہیں چہرہ بھی بھیگا ہوا تھا۔۔

رونے کی وجہ ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتا دانت پیس کے اسکے رونے کی وجہ استفسار کر رہا تھا۔۔

آپ کو کیا فرق پڑتا ہے!! آپ بس ڈانٹنے پہ زور رکھیں!!۔۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولی تھی۔ لہجے میں شکوہ خود بخود در آیا تھا۔۔

میر بھوکا تھا تم نے دیکھا نہیں اس کا حلق سوکھ رہا تھا!! اور اس پہ تضاد تم ضد کر رہی تھی جس کی وجہ سے مجھے کسی ایک تو ڈانٹنا تھا! تم نے بیٹے کو ڈانٹ لیا تو میں نے بیٹے کی مام کو!!۔۔۔۔۔وہ اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا گھمبیر آواز میں بولا تھا، وہ کافی دیر بعد اسے یوں نخرے دیکھا رہی تھی، اسے اچھا لگا تھا۔۔

ہاں اب ڈانٹ لیا؟ ہو گیا شوق پورا؟ بیٹے کا پیٹ بھی بھر چکا ہے اب میری جان چھوڑیں اور مجھے سونے دیں برائے مہربانی!!!۔۔۔۔وہ بے رخی سے بولی تھی، کاظم شاہ نے ضبط سے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے سو ہزار نخرے قبول تھے لیکن لہجے کی بے رخی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔۔

اوکے!! تم اٹھ کے چینج کر لو!!۔۔۔۔۔وہ اس سے فاصلے پہ ہو کے دوسرے تکیے پہ لیٹتا سنجیدگی سے بولتے اپنی طرف کا لیمپ آف کر گیا، ابھی اس کا موڈ ٹھیک نہیں تھا شاید وہ جتنی اس سے نرمی برت رہا تھا وہ اتنی ہی سر پہ چڑھ رہی تھی اسی لئے اس نے اسے سپیس دینا ضروری سمجھا۔۔اسکے دور ہونے پہ ایزل شاہ کو جی بھر کے آگ لگی تھی، اس قدر آگ لگی تھی کہ پورے وجود میں چنگاڑیاں پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔وہ شدید غصے سے اسکی طرف آئی تھی، اسکے گریبان کو اپنی مٹھیوں میں جکڑتی وہ اس پہ جھکی تھی، کاظم شاہ کی حیرت سے آنکھیں پھیلی تھیں، وہ جو آنکھیں موند کے خود کو ریلکس کرنے والا تھا وہ اسکے اتنی نزدیک آتی اسکے دل کی دھڑکنوں میں ادھم مچا چکی تھی۔۔

کون تھی وہ لڑکیاں؟؟؟۔۔۔۔۔وہ غصے سے چیخی تھی، آواز درمیانہ رکھی تھی تاکہ ازمیر شاہ نہ اٹھ جائے۔اسکے خطرناک تاثرات پہ وہ پہلے سے زیادہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

کون لڑکیاں؟؟؟۔۔۔۔۔اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا، البتہ اسکا یہ روپ جزبات میں پہلے سے کئی گنا زیادہ آگ بھڑکا چکا تھا۔

جو ساتھ چپک کے کھڑی تھیں، جنہیں بندوق چلانا سیکھا رہے تھے!!!!۔۔۔وہ غصے سے غرائی تھی، کاظم شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔وہ اب سمجھا تھا وہ کن لڑکیوں کی بات کر رہی تھی۔۔

آفس کی کولیگز ہیں!!!۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔

آفس کی کولیگز تھیں تو سو فٹ کے فاصلے پہ کیوں نہیں تھیں؟؟ کیوں آپ کے سینے سے دو انچ کے فاصلے پہ تھی صرف؟؟۔۔۔وہ غصے سے غراتی اسکے چٹانی سینے پہ مکے جھڑنے لگی۔۔

"میں وار وار صدقے ہر وار قاتلانہ"

اسے نیچے بولا گیا شہسوار شاہ کے ایک شعر کا مصرہ یاد آیا تھا جو اس وقت اسے ایزل شاہ پہ فٹ محسوس ہو رہا تھا، وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے سینے پہ گراتا گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔

تمہیں کس نے چغلی لگائی ہے؟؟۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں پوچھنے لگا۔

چغلی نہیں لگائی!! ثبوت ہیں میرے پاس!! مجھے میرے بیٹے کے عقیقے میں شامل ہونے نہیں دیا تھا اور خود عورتوں کے ساتھ قہقے لگائے جا رہے تھے؟؟۔۔۔وہ شدید غصے سے غرا رہی تھی۔۔

ثبوت دو!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بوجھل آواز میں اس سے ثبوت مانگنے لگا، وہ جو پہلے ہی تپی ہوئی تھی اس کے ثبوت مانگنے پہ فٹافٹ سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتی مرحا شاہ کی چیٹ کھول کے اسے ایک ویڈیو دیکھانے لگی۔

یہ رہے ثبوت!! اب بھی ماننے سے انکار کر دیں کہ یہ آپ نہیں بھوت ہے آپکا!!!۔۔۔وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوئی تھی۔۔اس ویڈیو پہ فارورڈیڈ لکھا ہوا تھا یعنی وہ مرحا شاہ کے فون سے یہاں فارورڈ کی گئی تھی اور مرحا شاہ کو یہ ویڈیو بھیجنے والا صرف زوریز شاہ ہی ہو سکتا تھا؟؟

فاصلہ چیک کرو!! اور یہ بھی چیک کرو کہ قہقے میں لگا رہا ہوں یا کوئی اور؟؟۔۔۔وہ اسکا سر ویڈیو کی طرف موڑتا نچلا لب دبا کے گویا ہوا، ایزل شاہ اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے وہ ویڈیو دیکھنے لگی، فاصلہ واقعی ہی دو انچ سے کئی زیادہ تھا، اور قہقے کا ظم شاہ نہیں بلکہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی لڑکیاں لگاتی ہوئی اسکے فائر کرنے پہ تالیاں بجاتی ہوٹنگ کر رہی تھیں۔۔کا ظم شاہ کا چہرہ ویڈیو میں سنجیدہ ہی رہا تھا، وہ شاید پہلے غصے سے اس ویڈیو کو ٹھیک سے دیکھ نہیں ہوئی تھی۔۔کا ظم شاہ سے کچھ فاصلے پہ اسکی کولیگز کھڑی تھیں جنہیں وہ بندوق چلانا قطعی نہیں سیکھا رہا تھا بلکہ وہ ہی اسکے فائرنگ کرنے پہ ہوٹنگ کر رہی تھیں۔۔

اب مجھے بتاؤ اس میں میرا کیا قصور ہے؟؟ کیا میں نے انہیں بولا تھا بلند قہقے لگائیں؟ ہوٹنگ کریں؟؟ بولو؟؟ تم کیوں ہمیشہ مجھ پہ شک کرتی ہو!!۔۔۔اسکے چہرے کے تاثرات کو نارمل ہوتے دیکھ کے وہ تاصف سے بولا تھا۔۔

توکس نے بولا تھا ہیر و گیری کرتے ہوئے فائرنگ کریں!!!۔۔۔۔وہ ابھی بھی اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھی، غصے سے بولتی ہوئی پھر سے اسکا کالر اپنے ہاتھ کی چھوٹی چھوٹی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔

مجھے نہیں معلوم تھا یہ جرم بن جائے گا اور بیوی اس پہ دفعہ لگا کے مجھے کٹہرے میں کھڑا کر لے گی!!!۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے بولتا ہوا اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھ ڈال کے اسے خود پہ جھکا گیا۔۔کاظم شاہ کی آنکھوں پہ تضاد اسکا خمار آلود لہجہ محسوس کرتی ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا۔۔وہ کب سے غصے میں تھی لیکن کمرے میں جلتے زیرو بلب کی روشنی میں اب اسکی خمار آلود نگاہوں کا مرکز اپنے سراپے پہ محسوس کرتی وہ سرخ پڑتی ہوئے اس سے فاصلے پہ ہونے لگی وہ اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔۔ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں میچی تھیں، وہ ایک دم سے کروٹ بدل کے اس کے اوپر آتا اسکی گردن پہ جگہ جگہ دانت گاڑتا اپنا جنونی لمس بکھیر رہا تھا، ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی اسکی طرف دیکھنے لگی جو خود اسکی گردن کو اپنے لمس سے بھگونے کے بعد اسکے ہونٹوں کو اپنے فوکس میں لئے ہوئے تھا۔

کیا تم جیلس ہو رہی تھی؟؟۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اپنی مسکراہٹ دباتا استفسار کرنے لگی۔۔

م۔می۔میں۔۔۔ک۔کیوں۔۔ہ۔ہوں۔۔گی؟؟۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں کندھے اچکا کے بولی تھی۔۔وہ اپنے سر کو خم دیتا اپنا اٹڈ تا قہقہ دبانے لگا۔۔

اچھا تو پھر تمہارے ناز و انداز خالص بیویوں والے کیوں تھے؟۔۔۔وہ اسکے لبوں پہ اپنے لب رگڑتا اسے چھیڑنے لگا۔۔

م۔مجھے۔۔۔نیند آئی ہے۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے خفگی سے منہ بنا کے بولی تھی۔۔

یہ لباس بہت ہیوی ہے نا؟؟ ایسا کرو اسے اتار کے مجھے اوڑھ کے سو جاؤ!!!۔۔۔وہ بے حد بے باک ہوتا اسکی تھوڑی پہ اپنے لب رکھ گیا، وہ سٹپٹا کے اسے خود سے دور دھکارتی بیڈ سے اٹھتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بھاگی تھی، کاظم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

آجاؤ ایک دوسرے کو اوڑھ لیتے ہیں!!!۔۔۔۔وہ ٹھنڈی آہ بھر کے بولتا پھر سے قہقہ لگا اٹھا لیکن تب تک وہ زور سے دروازہ بند کر چکی تھی۔وہ اسکا کچھ دیر پہلے والا روپ یاد کرتا بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے اپنے گریبان کی طرف دیکھنے لگا جسے وہ کچھ دیر پہلے غصے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی اس سے مخاطب تھی۔۔

ارزم شاہ کب سے بے چینی سے باہر لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھا موبائل میں مصروف ذائشہ خان کے میرال کے کمرے سے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا،وہ ابھی ایک گھنٹے پہلے ہی میرال شاہ اور مرحا شاہ کو پارلر چھوڑ کے آیا تھا، آج ذائشہ خان ان کے ساتھ پارلر نہیں گئی تھی۔۔میرال شاہ نے اسکے پوچھے بغیر ہی اسکے گوش گزار کیا تھا کہ وہ اپنے چہرے کو پارلر کے میک اپ سے پاک رکھنا چاہتی ہے اسی لیے وہ بول رہی تھی وہ ہویلی میں خود ہی ہلکا پھلکا سا تیار ہو جائے گی۔۔ ارزم شاہ کو پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا وہ اسکی کل والی باتوں کو دل پہ لئے ہوئے تھی جب اس نے اسکے لائٹ سے میک اپ والے چہرے پہ جان بوجھ کے ٹانٹ مارا تھا شاید وہ اسی لئے پارلر نہیں گئی تھی، اگر چلی جاتی تو وہ اسکا دیدار ہی کر لیتا۔۔پورا ایک دن ہونے کو آرہا تھا اس نے اسکا دیدار نہیں کیا تھا،وہ اس وقت میرون شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد سکن اجرک لٹکائے پیروں پہ چمچماتے برینڈڈ شوز جبکہ شہد رنگ بالوں کو جیل کے ساتھ اچھے سے سیٹ کئے اپنی سرخ و سفید رنگت کے ساتھ بے حد دلکش لگ رہا تھا، آج قمیض کے اوپری بٹن نہیں کھولے تھے شاید وہ اسے مزید جیلس نہیں کرنا چاہ رہا تھا، سفید گردن میں سلور چین اپنی جھلک ہنوز دکھلا رہی تھی۔۔جب مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا اور وہ باہر نہ آئی تو ارزم شاہ دانت کچکچا کے صوفے سے اٹھتا اپنی گھنی بئیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا نا جانے کس احساس کے تحت میرال شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا، ابھی لاؤنج میں اس کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا، سب اپنے کمروں میں تیار ہو رہے تھے، آج وہ پہلی بار وقت سے پہلے تیار ہوا تھا۔۔

میں اس کمرے کی طرف کیوں جا رہا ہوں؟ اندر تو صرف وہ ہو گی! اور مجھے اس سے کیا کام؟؟ میں کیوں اس کا دیدار کرنے کے لئے مرے جا رہا ہوں؟؟۔۔۔میرال شاہ کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ اپنے خیالات میں حیرانگی سے خود سے مخاطب تھا لیکن قدم اپنے پھر بھی نہیں روکے تھے۔۔

میں کیوں مروں گا اسکا دیدار کرنے کے لئے ؟ میں تو اس سے رات والی پینڈنگ بات ڈسکس کرنے جارہا ہوں! آخر جرآت کیسے کی کسی نے میری بیوی کا رشتہ مانگنے کی ؟ اور کیا اس کے منہ میں زبان نہیں تھی ؟؟ کیا یہ خاموش رہی تھی ؟؟۔۔۔۔۔وہ خود کو تسلی دینے کے لئے تانے بانے بناتا ناک چڑھاتے ہوئے میر ال شاہ کے کمرے کے دروازے کے پاس آ کے کھڑا ہو چکا تھا۔ اسے میر ال شاہ کے کمرے میں ناک کر کے جانے کی عادت تھی لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اندر صرف اسکی ذاتی بیوی موجود ہے تو اس صورتحال میں وہ کیونکر ناک کر کے اندر داخل ہو ؟ وہ اترا کے آئیبرو اچکاتا ہوا بنا ناک کئے کمرے کا دروازا ایک جست میں کھولتا اندر داخل ہو رہا تھا جب سامنے کا منظر دیکھ کے وہ ساکت ہوا تھا۔۔ اسکے قدم جیسے زمین نے جکڑے تھے وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پا رہا تھا، شہد رنگ آنکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں، وہ ساکت نگاہوں سے سامنے نظر آتا منظر دیکھتا جا رہا تھا، وہ کمرے میں کسی کی موجودگی محسوس کر کے آئینے سے اسکا عکس دیکھتی جلدی سے اپنا رخ موڑ گئی تھی اب اسکی پشت آئینے کی طرف تھی، وہ آج اسکا حسن دیکھ کے ساکت نہیں ہوا تھا وہ آج اپنے چاند پہ گرہن دیکھ کے ساکت ہوا تھا، وہ اسکا چاند ہی تو تھی ؟ کیا چاند پہ داغ ہونا ضروری ہے ؟ کیا چاند پہ کبھی نہ کبھی گرہن لگنا لازم و ملزوم ہے ؟ اگر نہیں تو پھر اسکے چاند پہ گرہن کیوں لگا تھا ؟ اسکا چاند داغدار کیوں ہوا تھا ؟؟ کیوں اسکے چاند کے حسن کو داغدار کیا گیا تھا ؟ کیسے کیا گیا تھا ؟ کیوں کیا گیا تھا ؟؟ وہ رخ موڑ گئی تھی لیکن وہ ابھی بھی آئینے سے نظر آتی اسکی سفید برہنہ کمر دیکھ رہا تھا جس پہ بڑے بڑے نیلے سے داغ تھے، اسکی پوری کمر پہ یہ داغ واضح تھے۔۔ ارزم شاہ کے ہونٹ جیسے کوئی سوئی دھاگے کے ساتھ سلائی کر چکا تھا۔۔ وہ کچھ بولنے کی کچھ پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن حلق سے آواز نکلنا جیسے انکاری ہوئی تھی، وہ آگے قدم بڑھانا چاہتا تھا لیکن ٹانگوں میں جان نہیں تھی، وہ دروازے بند کرنا چاہتا تھا لیکن ہاتھوں کا ذرا بھی موو نہیں کر پا رہا تھا اسے اس وقت ہر چیز جیسے ساکت محسوس ہو رہی تھی، دماغ میں وہ تمام منظر باری باری لہرانے لگے جب وہ اسکی کمر کو اپنی گرفت میں لیا کرتا تھا وہ کس طرح سے مچل جاتی تھی، اسکی کراہ زیادہ تر اسکے ہونٹوں میں ہی دبی رہ جاتی تھی لیکن وہ اس کراہ کی وجہ کبھی جان نہیں پایا تھا، آج اسکی کمر دیکھ کے وہ یہ وجہ بھی جان چکا تھا، لیکن اس وجہ کی وجہ کون بنا تھا ؟ اس سوال کا جواب اسکے پاس ابھی بھی نہیں تھا، اسے یک ٹک اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ سرخ پڑتی جلدی سے پیچھے اپنی کمر تک ہاتھ لے جاتی میکسی کی ذپ بند کرنے کی کوشش کرنے لگی جس میں وہ کب سے ناکام ٹھہر رہی تھی، وہ اس وقت اپنی کمر پہ

موجود نشان بھولی ہوئی تھی اسے لگ رہا تھا ارزم شاہ گہری بے باک نگاہوں سے دیکھ رہا ہے جب کہ ایسا نہیں تھا ارزم شاہ کی آنکھوں میں اس وقت شرارت، بے باکی یا غصہ نہیں تھا بلکہ ان میں تکلیف، حیرانگی، اور اذیت کے تاثرات تھے، اسے میکسی کی آپ کے ساتھ ہلکان ہوتے دیکھ کے وہ ہوش میں آتا پیر کی ٹھوکر سے زور سے دروازہ بند کر کے باقاعدہ لاک کرتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکی طرف بڑھا تھا، اسے تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ کچھ حیران ہوئی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ پھر کسی بات پہ غصہ کرے گا۔۔ وہ ابھی یہ سب سوچ ہی رہی تھی جب ارزم شاہ نے اسے کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتے ایک جست میں اسکا رخ موڑتے ہوئے اسکی پشت اپنی طرف کی تھی، اسکی پشت پہ قریب سے تشدد کے یہ نشانات دیکھتے وہ اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔۔ ارزم شاہ اسکی کمر اپنے ہاتھوں سے چھونا چاہتا تھا لیکن اس کو اپنے ہاتھ کانپتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

ی۔ یہاں۔۔ پ۔ پہ۔۔ کیا ہے؟؟۔۔۔ ارزم شاہ کی زبان بے ساختہ لڑکھڑائی تھی، وہ اسکی داغدار کمر پہ نظریں جمائے ذروں سے دھڑکتے دل سے استفسار کر رہا تھا۔ ذائشہ خان نے نا سمجھی سے آئینے سے نظر آتے اسکے عکس کی طرف دیکھا تھا لیکن اسکی نگاہیں اپنی کمر پہ محسوس کرتی وہ اگلے ہی پل اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی، وہ لرزتی ہوئی اس سے دور ہوتی اپنا رخ ایک دفعہ پھر سے اسکی طرف سے موڑ گئی۔

ک۔ کچھ۔۔ ب۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ م۔ مجھے۔۔۔ ک۔ کیا۔۔ ہو۔ ہونا۔۔ ہے!!۔۔۔ وہ تھوک نگل کے لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اسکی پہنچ سے دور جا کے کھڑی ہوئی تھیں، اسکی آنکھوں میں اس وقت نا جانے کیوں خوف ہچکولے کھا رہا تھا ارزم شاہ سمجھ نہ سکا۔۔۔

تمہاری کمر پہ کیا ہوا ہے؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اب کی بار اپنی زبان کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو پاتے مضبوط لہجے میں سوال کیا تھا۔۔

ک۔ کچھ۔۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ می۔۔ میں۔۔ پہلے۔۔ جیسی۔۔ ہی۔۔ ہوں!!۔۔۔ مج۔۔ مجھے۔۔ تو۔۔۔ کچھ ۔۔ نہیں۔۔ ہوا۔۔۔ وہ بھرائی آواز میں بولتی اپنی آنکھوں سے ٹپکتے آنسوؤں کو رگڑ رگڑ کے صاف کرنے لگی۔۔

تمہیں ہاتھ لگانے کی جرآت کس نے کی ہے ذائشہ خان!!!!۔۔۔ وہ اب کی بار اذیت سے غراتا ہوا سوال کر رہا تھا، ذائشہ خان نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

ک۔کسی۔۔۔نے۔۔نہیں۔۔می۔میرے۔۔۔جسم۔۔کو۔۔کسی۔۔۔۔نے۔۔۔نہیں۔۔۔چھوا۔۔ارزم۔۔میں۔۔۔
آپ۔۔کی۔۔۔ہوں۔۔میرے۔۔۔جسم۔۔۔پہ۔
۔۔۔۔نگاہیں۔۔تو۔۔۔بہت۔۔۔غیر۔۔مردوں۔۔۔کی۔۔۔اٹھی۔۔ہوں۔۔گی۔۔۔لیکن۔۔۔قسم۔۔۔لے۔۔
لیں۔۔۔میں۔۔۔
نے۔۔۔اپنے۔۔۔جسم۔۔۔کو۔۔۔آپ۔۔۔کے۔۔۔لئے۔۔۔سینچ۔۔۔سینچ۔۔۔۔کے۔۔۔رکھا۔۔۔ہے۔۔۔
ہر۔۔۔کوشش۔۔کی۔۔۔ہے۔۔اسے۔۔۔۔ابھی وہ روتے ہوئے اسے اپنی مزید صفائی دیتی جب وہ اسکے لبوں پہ اپنا
ہاتھ رکھ گیا۔۔

میں نے تم سے تمہارے کردار کی صفائی نہیں مانگی ذائشہ ارزم شاہ!! میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے اپنی پاکیزگی کی صفائی دو! تمہاری پاکیزگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تم اس وقت میرے نکاح میں میری ہویلی میں موجود ہو! میں نے تم سے یہ پوچھا ہے ارزم شاہ کی منکوحہ پہ تشدد کرنے کی جرآت کس نے کی ہے!! کس نے ہاتھ لگایا ہے تمہیں میں وہ ہاتھ جڑ سے اکھیڑ دوں گا جنہوں نے تمہیں چوٹ پہنچائی ہے!! تمہیں زخم دیئے ہیں!!!۔۔۔وہ شدید غم وغصے کی کیفیت میں حلق کے بل چیختا ہوا اسکی پشت پھر سے اپنی طرف کر چکا تھا۔ان نشانات کو دیکھتے وہ اپنا نچلی ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبا گیا۔۔

آ۔۔آپ۔۔۔پل۔۔۔پلیز۔۔۔چھوڑیں۔۔۔مجھے۔۔می۔۔میری۔۔ذپ۔۔۔بند۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔مجھ۔۔
مجھے۔۔۔مت۔۔۔دیکھیں۔۔۔م۔میں۔۔جانتی۔۔ہوں۔۔۔اب۔۔پہلے۔۔۔جیسی۔۔۔نہیں۔۔ہوں۔۔میرا۔
۔۔حسن۔۔۔بے۔۔۔مول۔۔۔ہو۔۔۔چکا۔۔۔ہے۔۔میں۔۔۔اب۔۔پیاری۔۔۔نہیں۔۔۔ہوں۔۔۔میر۔۔
میری۔۔۔ک۔۔۔کمر۔۔۔بہت۔۔گندی۔۔۔نظر۔۔۔آ۔۔۔رہی۔۔ہو۔۔۔گی!!
پلیز۔۔۔مجھے۔۔۔مت۔۔۔دیکھیں۔۔می۔۔میں۔۔۔نہیں۔۔۔چاہتی۔۔۔آپ۔۔کو۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔یا۔۔
۔میرے۔۔جسم۔۔۔کے۔۔۔کسی۔۔بھی۔حصے۔۔۔سے۔۔۔نفرت۔۔۔ہو۔۔۔جائے۔۔۔وہ اسکے حصار میں مچلتی ہوئی ہچکیوں سے روتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی تھی، التجائیہ انداز ایسا تھا کہ ہنستا ہوا بندہ بھی رو دے!! لہجے میں تکلیف ہی تکلیف تھی، وہ کیا کیا سوچ رہی تھی جس کا تصور بھی ارزم شاہ نے نہیں کیا تھا، وہ بھلا کیوں اسکے جسم کے

کسی حصے سے نفرت کرے گا؟؟ وہ اسے ایک دم سے دیوار کے ساتھ لگا تا جھک کے اسکی کمر پہ اپنے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا، اسکی کمر کا ہر حصہ بے حد نرمی سے چومتے ہوئے وہ اسکے مزاحمت کرتے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے گیا۔۔ وہ کتنی ہی دیر اسکی کمر اپنے نرم گرم لبوں سے چھوتا رہا، وہ مزاحمت کرتے کرتے تھک چکی تھی لیکن وہ اسکی کمر چومتے ہوئے نہیں تھکا تھا۔۔ ذائشہ خان کی روتے روتے ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔۔ اسے اس وقت اپنے جسم کو لے کے شدید ان سیکورٹی محسوس ہو رہی تھی۔۔

پہلے مجھے لگتا تھا تمہاری ظاہری خوبصورتی میں سے اگر کوئی چیز سب سے زیادہ مجھے پسند ہے تو وہ تمہاری آنکھیں ہیں!! لیکن آج میرا مؤقف بدل چکا ہے مجھے تمہاری آنکھوں سے زیادہ تمہاری کمر پسند آچکی ہے! تمہاری کمر پہ دل آچکا ہے سید ارزم شاہ کا! مجھے آج تمہاری کمر سے وہ محبت ہوئی ہے جو پہلی بار تمہاری آنکھوں میں ڈوب کے بھی نہیں ہوئی تھی!! تم بولتی ہو تمہارا حسن بے مول ہو چکا ہے؟؟ جھوٹ بولتی ہو! ہمیشہ اپنے حسن سے میرا دل دھڑکا کے مجھے میری زبان سے منکرنے پہ مجبور کر دیتی ہو اور آج بولتی تمہارا حسن بے مول ہے؟

Then it would be better to keep your mouth shut otherwise I will show you how to do it more effectively!!

اسکے لہجے میں اپنی کمر کے ان نشانات کو لے کے ان سیکیورٹی محسوس کرتا ارزم شاہ اسکی کمر سے اپنے لب ہٹا کے اسکے کان میں گھمبیر آواز میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔ اسکی کمر پہ زخم نہیں رہے تھے صرف نیل کی صورت میں زخموں کے نشانات باقی تھے۔۔ وہ اسکی کمر دیکھنے میں دیر کر چکا تھا۔ اسکی ان سرگوشیوں کو سن کے بھی ذائشہ خان پہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا، وہ اس سے زبردستی اپنا ہاتھ چھڑوا فی پھر سے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف لے جاتی ذپ بند کر کے خالی خالی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اسکے دور ہونے پہ ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھول رہا تھا۔۔

میں آپکی محبت کے لائق نہیں ہوں!! بہت اچھا کیا آپ نے جو اپنی فیملی کو میرے بارے میں نہیں بتائے! آخر اگر بتا بھی دیتے تو میری پہچان کیسے کرواتے؟؟ ہاہاہا! کیا یہ بتاتے کہ ایک طوائف سے۔۔۔۔۔

ذائشہ خان!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔ ابھی ذائشہ خان نے اپنی بات بھی مکمل نہیں کی تھی جب وہ اسکے منہ سے طوائف کا لفظ سنتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔

مجھے مت روکیں!! پلیز مت روکیں!! آپ اپنے خاندان والوں کو کیا بتاتے کے ایک طوائف سے نکاح کیا ہے جس کے ماں باپ کا مجھے خود تو کیا اس لڑکی کو خود بھی معلوم نہیں ہے؟ کیا بتاتے کہ اس لڑکی نے مجھے اپنا غلط ایڈریس بتا کے اپنے خاندان کا غلط حوالہ دے کے نکاح کے لئے خامی بھری تھی؟ میں تو اسی دن اپنی خود غرض محبت پہ شرم سے مر چکی تھی جب میں نے آپ کو غلط ایڈریس بتا کے اتنے کانفیڈنس سے بولا تھا آپ چاہیں تو پتا کروالیں میں یہاں کی ہی رہائشی ہوں لیکن آپ میری بات پہ الٹا مجھ سے ناراض ہو کے کہنے لگے "کیا میری محبت اتنی کمزور لگتی ہے جو اتنی چھوٹی سی بات کو لے کے شک کروں گا؟" ہاہاہاہا اس روز میں مان گئی تھی آپ کی محبت سچی ہے جبکہ میری محبت شاید صرف خود غرضی کی حد تک ہے!!۔۔۔۔وہ کھوکھلی سی ہنسی ہنستے ہوئے اسے وہ دن یاد کروا رہی تھی جب اس نے ارزم شاہ سے نکاح کرنے کی خامی بھری تھی، اس نے ارزم شاہ سے نکاح کی خامی بھرتے ہوئے اسے جھوٹ بتایا تھا کہ وہ اپنی تائی امی کے ہاں رہتی ہے جنہوں نے اسے کافی مشکل سے پڑھنے کی اجازت دی ہے!! ذائشہ خان کا کہنا تھا اسکے ماں باپ اس دنیا میں نہیں رہے جس کی وجہ سے اسکی کفالت کا زمہ اسکے تایا اور تائی نے لیا تھا، تایا کے مرتے ہی اس پہ زندگی تنگ کر دی گئی تھی، تائی اسکا نکاح اپنے بیٹے سے کروانا چاہتی تھیں جس سے بچنے کی غرض سے اس نے ہوسٹل میں رہ کے یونیورسٹی پڑھنے کا ارادہ کیا، وہ پڑھائی میں کافی اچھی تھی یہ حقیقت تھی کہ یونیورسٹی سکالرشپ پہ پڑھ رہی تھی لیکن اس نے اپنی رہائش کے بارے میں اسے ایک بھی سچ نہیں بتایا تھا، وہ محبت کے ہاتھوں مجبور ہوئی تھی، اسے ارزم شاہ سے اسی روز محبت ہو چکی تھی جس روز وہ اسکی گاڑی سے ٹکرائی تھی! وہ نہیں جانتی تھی وہ اسے چھپ چھپ کے نیوز چینلز پہ دیکھنے والی اسکی گاڑی سے ٹکرانے کے چھ سال بعد اس سے براہ راست یونیورسٹی میں مل سکے گی!! لیکن تقدیر میں لکھا کون بدل سکتا ہے سوائے اس ذات کے جس نے تقدیر لکھی ہے؟؟ وہ دونوں مل گئے آہستہ آہستہ دونوں طرف محبت کی آگ برابر کی لگنے لگی! ایک پہلے سے اسکی محبت میں گرفتار تھی تو دوسرا اسکے نقاب سے اسکے ڈھکے ہوئے وجود اور اسکی ہیزل آنکھوں سے محبت کر بیٹھا اور اسی محبت سے دھوکا کھا بیٹھا۔ اسکی گھڑی ہوئی کہانی کے مطابق ارزم شاہ اسکے منہ سے اسکی تائی کے بیٹے کا ذکر سن کے بے چین ہوا تھا، اس نے اس سے اجازت لی تھی کہ وہ اپنے ماں باپ کو اسکی تائی کے پاس بھیج کے ان دونوں کے نکاح کے متعلق تفصیلی بات کرے گا لیکن ذائشہ خان دھڑکتے دل سے اس جھوٹ کو چھپانے کے لئے مزید ایک جھوٹ بول گئی کہ اسکی تائی کو اگر یہ سب

پتا چل گیا تو وہ اسے جان سے مار دیں گی! وہ اسے یونیورسٹی ہی بہت مشکل سے بھیج رہی ہیں اور اگر انہیں لگا کہ اسکی یونیورسٹی کا ہی کوئی لڑکا اسے پسند کر چکا ہے تو وہ اس پہ جینا تنگ کر دیں گی! ارزم شاہ نے اسے ہر طرح سے منانے کی کوشش کی تھی کہ صرف ایک دفعہ اپنی تائی اماں سے ملنے کی اجازت دے دے لیکن وہ ہمیشہ اس ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولتی اپنی مجبوری کا ذکر کر دیتی! ارزم شاہ کو اپنی محبت پہ ترس آنے لگا تھا وہ کتنے مشکل حالات میں رہتی تھی؟ اس نے پہلی بار اسکی محبت ٹھکرائی تھی تو کیا ہوا وہ محبت کے ہاتھوں مجبور اسے ایک دفعہ پھر نکاح کی آفر کر گیا!! ذائشہ خان جو اس وقت تک خود اسکے عشق میں ڈوب چکی تھی، اسکی آواز سے عشق کر بیٹھی تھی سکی ایک ایک ادا سے عشق کر بیٹھی تھی وہ اس سے اس صورت میں نکاح کی خامی بھر چکی تھی کہ یہ نکاح چھپا ہوا رہنا چاہئیے، وہ یہ نکاح صرف کسی حرام تعلق سے بچنے کے لئے کر رہی ہے! اور ایسا ہی تھا ان دونوں نے یہ نکاح حرام کے ریلیشن سے بچنے کے لئے کیا تھا۔۔ ذائشہ خان کا کہنا تھا جب تک اسکی پڑھائی مکمل نہیں ہو جاتی وہ نہیں چاہتی اس نکاح کے بارے میں کسی کو بھی معلوم ہو! جب اسکی پڑھائی مکمل ہو گی اس کی فیملی اسکی تائی کے پاس جا کے نکاح کے متعلق بات کر لے وہ کسی نہ کسی طرح سے راضی ہو جائیں گی جس پہ وہ دونوں دنیا کو دیکھانے کے لئے ایک دفعہ مزید نکاح کر لیں گے۔ ارزم شاہ مان گیا اسکی محبت جب نکاح کے لئے مان چکی تھی تو پھر اسے کسی دوسرے کی پروا کیوں ہونی تھی؟ اس وقت سکے پاس کاظم شاہ نہیں تھا! اس نے یہ ساری صورتحال احان شاہ اور زوریز شاہ کے سامنے رکھی تھی، زوریز شاہ نے اسکی پوری بات سنتے ہی اس سے سب سے پہلے زائشہ خان کا ایڈریس مانگا تھا تاکہ وہ اسکے متعلق سب دریافت کر سکے! بدلے میں ارزم شاہ بھڑک اٹھا کیونکہ اس وقت محبت غالب آ چکی تھی، اس نے انہیں ایڈریس نہ دینے کی ضد لگا دی کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا یہ ذائشہ خان کا ایڈریس معلوم کرنے جائیں اور وہاں کے لوگ شش و پنج ہوتے ہوئے ذائشہ کی پڑھائی اور ان کے نکاح کے لئے مشکل کھڑی کر دیں! جب وہ دو دن ان دونوں سے ناراض رہا تو تیسرے دن انہیں مجبوری میں اس کے نکاح کے لئے ماننا پڑا کیونکہ وہ انہیں بلیک میل کرنے کے لئے کھانا پینا سب چھوڑ چکا تھا، زوریز شاہ نے تو اتنا بھی کہہ دیا تھا وہ یہ سارا پتا خفیہ طریقے سے کروائے گا کسی کو معلوم بھی نہیں ہو گا لیکن ارزم شاہ اپنی بات پہ ڈٹا رہا اسکا کہنا تھا سے اپنی ذی پہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ ہے، اسکے لئے یہ ایڈریس اور اسکی تائی اماں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اسے صرف اپنی پسندیدہ عورت سے مطلب ہے، اس سے نکاح کرنے سے

مطلب ہے، اسکی ضد کے آگے وہ ہار چکے تھے، ان دونوں نے گھر والوں سے چھپ کے اس کا اور ذائشہ خان کا نکاح کروادیا۔۔ ارزم شاہ نے ہویلی میں ان دونوں کے علاوہ اپنے نکاح کا کسی دوسرے کو اس لئے نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا وہ سب ابھی ذایشہ سے ملنے کے لئے استفسار کریں، وہ ذایشہ کی پڑھائی مکمل ہونے تک اسے کسی قسم کی ٹینشن نہیں دینا چاہتا تھا، اگر وہ ہویلی والوں کو نکاح کا بتادیتا تو سب اس سے ملنے کی خواہش کرتے اور سب سے پہلے تو اسکی ہی چھترول کرتے جسے نکاح کرنے کی اتنی جلدی پڑی ہوئی تھی۔۔ نکاح والے روز بھی احان شاہ اور زوریز شاہ نے ارزم شاہ کی بیوی دیکھنے کی کوئی بات نہیں چھیڑی تھی کیونکہ انہیں ارزم شاہ کی باتوں سے اتنا تو اندازہ ہو چکا تھا وہ کافی پردے والی ہے! اس نکاح کو لے کے زوریز شاہ ہمیشہ ہی شش و پنج کا شکار رہا تھا وہ جب بھی اپنے خدشات ظاہر کرتا تھا اسکی اور زوریز شاہ کی جھڑپ ہو جایا کرتی تھی، پھر آہستہ آہستہ انہوں نے اس میٹر پہ بات کرنا ہی چھوڑ دی،

جب نکاح ہو چکا تھا وہ دونوں خوش تھے تو اور کیا چاہئیے تھا؟

ذائشہ خان نے یہ نکاح حرام تعلق سے بچنے اور خود کو سیو کرنے کے لئے بھی کیا تھا، اس نے سوچا تھا جب تک اسکی پڑھائی مکمل ہو گی اور ارزم شاہ اسکی تائی اماں سے نکاح کی مکمل اجازت پھر سے لینا چاہے گا وہ تب تک مزید کچھ نہ کچھ سوچ کے گی لیکن ابھی اسے ایک محفوظ پناہ گاہ چاہئیے تھی جو اسے ارزم شاہ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا تھا، اس دن جو بھی سٹیشنری شاپ میں ہوا تھا وہ وہاں تو جو ڈری تھی ڈری تھی اس کے بعد بھی وہ جب باہر نکلا کرتی تھی تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ناکوئی اسکی تاک میں ہو! وہ باہر نکلنے سے ڈرنے لگی تھی، اس کی زندگی صرف ہوسٹل تک محدود ہو چکی تھی، وہ بھی اپنے کسی مضبوط سہارے کے ساتھ یہ دنیا گھومنا چاہتی تھی، کسی کی محبت کسی کا عشق کسی کی پسندیدہ عورت بننا چاہتی تھی! جب ارزم شاہ نے اسے پہلی دفعہ پرپوز کیا تھا وہ خود کو کرخت بناتی صرف اس وجہ سے انکار کر گئی تھی کہ اسے کل کلاں کو جب اسکا ماضی معلوم ہو تو اسے تکلیف نہ ہو لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب ارزم شاہ سے محبت بڑھتی چلی گئی وہ اپنا سیاہ ماضی بھولنے لگی، وہ سمجھتی تھی وہ ماضی کبھی پلٹ کے نہیں آئے گا وہ اٹھارہ سال کبھی واپس نہیں آئیں گے جو اس نے کوٹھے میں گزارے تھے لیکن وہ غلط تھی ابھی اسکے اور ارزم شاہ کے نکاح کو زیادہ وقت بھی نہیں ہوا تھا جب وہ سارا ماضی اسے راتوں کو سونے نہ دیتا۔۔ وہ راتوں کو خواب میں ڈر جایا کرتی۔۔

اس نے اپنے محرم سے اپنی حقیقت چھپائی تھی اسے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ بچپن میں ہی اسکا باپ اسے کوٹھے پہ

پیسوں کے عوض بیچ چکا تھا، وہ جان بوجھ کے اس غلیظ کوٹھے پہ نہیں گئی تھی، لیکن اس میں اسے بتانے کی ہمت ہی نہ ہوتی! نکاح کے بعد وہ ہر رات ارادہ کرتی تھی صبح ہوتے ہی اسے اپنی حقیقت بتادے گی پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا لیکن وہ ناکام رہی، کئی صبح گزرتی گئی کئی راتیں گزرتی رہی لیکن وہ ارزم شاہ کو اپنی حقیقت نہ بتا سکی۔ ایک روز وہ کسی کام سے لائبریری جا رہی تھی یہ وہ ہفتہ تھا جب ارزم شاہ یونیورسٹی بہت کم ارہا تھا وجہ احان شاہ تھا، وہ احان شاہ کو دکھی دیکھ کے یونیورسٹی جانا کم کر چکا تھا، وہ پورا پورا دن اسکے سرہانے بیٹھ کے اسکی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرتا رہتا اور رات میں اس سے فون یا ٹیکسٹ پہ بات کر لیا کرتا، اسکی غیر موجودگی سے وہ بور ہوتی لائبریری کی طرف جانے لگی جب وہ بری طرح سے عاشر لکھانی کے ساتھ ٹکرا گئی، اس سے ٹکرانے کی دیر تھی جب اسکا نقاب ہوا کے دوش سے لوز ہوتا ہوا اسکے چہرے سے ہٹا تھا، وہ نہیں جانتی تھی اسکا چہرہ دیکھ کے عاشر لکھانی ساکت کیوں ہوا تھا؟؟ وہ کیوں یہاں وہاں دیکھنا بھول چکا تھا؟؟ وہ جلدی سے کانپتی ہوئی اپنا نقاب درست کر کے یہاں وہاں دیکھ کے فٹافٹ لائبریری جانے کی بجائے واپس ہوسٹل میں رفو چکر ہو گئی۔۔ یہ ایک دن اسکے لئے جسے بھاری پڑا تھا۔ وہ پورا دن بلاوجہ ڈر سے کانپتی رہی تھی کہ کہیں عاشر لکھانی نے اسکا چہرہ پہلے کبھی کوٹھے میں نہ دیکھا ہو؟ کیا معلوم کہ وہ اس غلیظ جگہ پہ پہلے کبھی آیا ہو کیونکہ وہ جس طرح کا عیاش تھا اسکے لئے ایسی جگہوں پہ جانا کونسا مشکل کام تھا؟ اور وہ کیوں اسے اتنا گھور کے دیکھا رہا تھا؟ وہ ڈر سے پورا دن پوری رات کانپتی رہی، رات میں ارزم شاہ سے فون پہ بھی ٹھیک سے بات نہ کر سکی۔۔ کچھ دیر بعد آنکھ لگی تو صبح اٹھ کے کل کا ہوا سارا واقع بھول گئی، اسے یاد تھا تو صرف یہ کہ آج ارزم شاہ کا سالگرہ ہے اسے خود پہ غصہ آیا تھا جس نے رات میں بارہ بجے اسے وش نہیں کیا تھا، کیا سوچ رہا ہو گا وہ؟ کہیں وہ اس سے ناراض نہ ہو گیا ہو؟ ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی جب دماغ میں اسے سرپرائز دینے کے ائیڈیے نے جنم لیا، وہ اپنا ہر ڈر ایک سائیڈ پہ رکھتی عبائیہ نقاب پہن کے اپنا پرس پکڑتی وارڈن سے اجازت لے کے جلدی واپس آنے کا بولتی ہوسٹل سے باہر کی طرف بڑھ گئی، وہ مال میں جا کے اس کے لئے کوئی گفٹ لینا چاہتی تھی اور اسے اپنے آن لائن جاب سے کمائے گئے پیسوں سے باہر کسی اچھی سی جگہ پہ ڈیکوریشن کروا کے سرپرائز دینا چاہتی تھی، یہ ساری انفارمیشن اس نے آن لائن کلیکٹ کی تھی۔ وہ مال پہنچنے تک خود پہ نظروں کی تپش محسوس کرتی رہی تھی لیکن ارزم شاہ کی سالگرہ کی ایکسائیٹمنٹ ہی اتنی تھی کہ وہ ہر ڈر کو بار بار پس پشت ڈالتے رہی، اسکے لئے تحفے تحائف خریدتے ہوئے دوپہر ہو چکی

تھی، اسے کوئی بھی چیز جلدی پسند نہیں ارہی تھی وہ اسکے لئے یہ تمام تحفے خریدتی کافی خوار ہوئی تھی، پھر کسی مشہور سے ریسٹورنٹ جا کے اسکے لئے ڈائریکٹ رات کا ڈنر ارینج کروانے کا سوچنے لگی کیونکہ لنچ کا ٹائم تو گزر چکا تھا، یہ ساری خواری کرتے ہوئے پتا ہی نہیں چلا تھا کب شام ہونے کو آرہی تھی، وہ اب ریسٹورنٹ جانے کے لئے کسی رکشہ یا ٹیکسی کو روکنے والی تھی، رکشہ اور ٹیکسی میں بیٹھنے سے ڈر تو کافی محسوس ہوتا تھا لیکن آج پہلی بار وہ اپنا ڈر ایک سائیڈ پہ رکھتی اپنے شوہر کا دن خوبصورت بنانا چاہتی تھی یہ سوچے بغیر کہ وہ اسکا یہ دن سب سے بدصورت بنانے والی ہے، وہ ابھی رکشہ تلاش کر ہی رہی تھی جب ایک رکشہ اسکے پاس آ کے رکا تھا، رکشہ چلانے والا کوئی ادھیڑ عمر شخص تھا جسے دیکھ کے وہ مطمئن ہوتی اسے پتا بتا کے اس میں سوار ہو گئی، رکشے میں بیٹھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے ارزم شاہ کو ایک چھوٹے میسج میں اڈریس سینڈ کرتے رات کے ساتھ بجے یہاں پہنچنے کا حکم دیا تھا، اور ساتھ میں یہ بھی لکھا تھا اگر وہ وقت سے پہلے یا لیٹ پہنچا تو وہ ناراض ہو جائے گی۔ دوسری طرف موجود ارزم شاہ بھی جیسے جان چکا تھا اسکی معصوم سی ذی اسے یقیناً کوئی سرپرائز دینے والی ہے وہ جو صبح سے ناراض ناراض گھوم رہا تھا اسکے اس ایک میسج نے اسکے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیری تھی وہ ہر چیز فراموش کرتا ڈیٹ پہ جانے کے لئے کپڑے سیلکٹ کرنے لگا، کافی دن ہوئے تھے ان دونوں نے تفصیلی اور رومانٹک سی ملاقات نہیں کی تھی، آج آگ دونوں طرف برابر کی لگی ہوئی تھی، لیکن برا ہو ادونوں کے ساتھ، ذایشہ خان جس ادھیڑ عمر شخص پہ بھروسہ کر کے رکشے میں سوار ہوئی تھی وہ اسے اسکے ایڈریس پہ لے جانے کی بجائے کسی سنسان راستے پہ لے کے آ چکا تھا، وہ جو ارزم شاہ کو میسج کرنے میں مصروف ہوئی تھی، ہوش تو اس وقت آئی تھی جب کسی نے اس کے ہاتھ سے زور سے فون کھینچ کے آف کیا تھا، رکشہ رک چکا تھا، خود کو اس سنسان جگہ پہ دیکھ کے ذائشہ خان کا دل بند ہوا تھا، وہ چلانے لگی اس کے ہاتھ سے اپنا فون پکڑنے کی ہر کوشش کرنے لگی، وہ اسکی کوشش ناکام بناتا اسکے بازو کو اپنے شکنجے میں کے کے رکشے سے نکلتا کسی کو فون ملانے لگا، اسکے فون ملاتے ہی منٹوں میں ایک بڑی سی گاڑی ان کے پاس آ کے رکی تھی، ایک سیکنڈ میں دروازہ کھولتے ذائشہ خان کی چیخوں کو نظر انداز کرتے اسے اندر پٹکا گیا تھا، اور پھر اسی گاڑی کے ذریعے اسے وہاں تک پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے وہ چھ سال پہلے اپنی پوری تگ و دو کرتی نکلی تھی۔۔ چھ سال پہلے وہ سترہ سال کی ہوئی تھی۔۔ اس وقت وہ اچانک سے احسن ملک کی نظروں میں آ چکی تھی، ذایشہ خان واحد لڑکی تھی جو چندہ بائی کی لاڈلی تھی، چندہ بائی اسے ڈانٹا بھی

خوب کرتی تھیں لیکن اسکی ضد بھی وہ اکثر اوقات مان جایا کرتی تھیں، وہ انہیں اماں پکارتی تھی، ذائشہ خان کو بچپن سے قدرتی طور پہ پڑھنے لکھنے کا شوق تھا، کوٹھے میں ایک عدد ٹی وی تو ہوتا ہی تھا جس میں وہ ٹی وی ڈراموں میں بچوں کو پڑھتے دیکھ کے چندہ بائی سے ضد کرتی کہ اسے بھی ایسے ہی پڑھنا ہے پہلے پہل تو چندہ بائی اسکی پڑھائی کی رٹ پہ اسے خوب ڈانٹ دیا کرتی لیکن اس کی ضد پہ وہ نہوت سے سر جھٹکتی اسکی بات مانتے ہوئے اسکے لئے ایک ادھیڑ عمر ماسٹر رکھ گئی، وہ پرائیویٹ پڑھتی تھی، اس نے دس جماعتیں اس ماسٹر کے زریعے کھوٹے میں بیٹھ کے پرائیویٹ کی تھیں، جب پرچے دینے کی باری آئی تو چندہ بائی سے ترلے منتیں کر کے بالآخر وہ نقاب اور گلوز سے خود کو مکمل چھپا کے ان کے خاص بندوں کے ساتھ پرچے دینے جایا کرتی تھی، ذائشہ خان کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اسے کھوٹے سے بھاگ جانا چاہئیے، میٹرک پاس کرنے کے بعد اسی ماسٹر نے اسے فرسٹ ائیر کی پرائیویٹ تیاری کرواتے پڑھانا کم اور گھورنا زیادہ شروع کیا تھا، وہ تذبذب کا شکار ہوتی تھی لیکن پھر خود پہ اچھی طرح سے دوپٹا پھیلا کے اپنا دھیان پڑھائی میں لگا دیتی، وہ سترہ سال کی ہونے کو آئی تھی لیکن چندہ بائی اسے اس ماسٹر کے علاوہ کسی بھی مرد کے سامنے نہیں جانے دیتی تھی، وہ اسکے اٹھارہ سال کے ہونے کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ اسکی تمام تر ضد اور فضول کے لاڈ اٹھانے کے بعد اسکے اٹھارہ سال کے ہوتے ہی اس سے اپنا بزنس شروع کر سکیں، وہ اسکے اٹھارہ کے ہونے سے پہلے اسے اس پورشن میں رکھا کرتی جہاں کوئی بھی مرد نہیں آتا تھا، اسے کوٹھے میں صرف اسی ماسٹر نے دیکھا تھا، ایک دن اسی ماسٹر نے اپنا ہاتھ بڑھا کے اسکے چہرے کو چھونے کی کوشش کی جب وہ خوف سے چیخ مار کے اس کے پاس سے اٹھتی ہوئی باہر چندہ بائی کی طرف بھاگی تھی، وہ استاد کے روپ میں چھپا ایک درندہ نکلا تھا، وہ تو شاید ایک استاد بھی نہیں تھا، استاد تو باپ کے برابر ہوتے ہیں وہ تو شاید صرف استاد بننے کا ڈونگ رچا رہا تھا، بری ہوئی ذائشہ خان کے ساتھ جو ایک درندے کی غلیظ نظروں سے بچ کے کسی دوسرے غلیظ درندے کی نظروں میں آ چکی تھی، وہ چندہ بائی کے پاس بھاگتے ہوئے کسی سے بری طرح سے ٹکرائی تھی، وہ جو کوئی بھی تھا ماسٹر کی ہی عمر جتنا لگتا تھا، وہ احسن ملک تھا، ذائشہ خان نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا وہ جو پہلے ہی ڈر سے کانپ رہی تھی اس وقت ڈر اتنا حاوی ہوا تھا کہ وہ احسن ملک کی نظروں میں غلاظت محسوس نہ کر سکی۔۔ وہ سہمتے ہوئے اسے معصوم لہجے میں اسے اس ماسٹر کے متعلق بتانے لگا، بس یہی دن تھا جب احسن ملک کا ذائشہ خان پہ دل آیا تھا، وہ ادھیڑ عمر احسن ملک اسکے سامنے ہیرو بننے کے

چکروں میں ماسٹر کو مار پیٹ کے وہاں سے نکالتے ذذئشہ خان کو نرمی سے شانت کر کے واپس اندر بھیجتا شیطانی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے چندہ بائی کی طرف بڑھا تھا، اس دن کے بعد احسن ملک ہر روز بہانے بہانے سے اس پورشن میں آنے لگا، کبھی جو ذئشہ اسے دیکھ لیتی تو مسکرا کے اس دن کے بارے میں شکریہ ادا کر دیا کرتی، ذائشہ خان جانتی تھی وہ جس جگہ پہ رہتی ہے وہاں پہ مردوں کا روز آنا جانا ایک عام سی بات ہے یہ ایک تلخ حقیقت تھی لیکن وہ اس تلخ حقیقت کو قبول کر چکی تھی، جب اللہ نے اسے یہاں ہی پیدا کیا تھا تو وہ یہاں سے بھاگ کے کہاں در در بھٹکتی پھرتی؟؟ ابھی تین دن بھی نہیں گزرے تھے جب چندہ بائی نے اسے طوائف بننے کے سبق دینا شروع کر دیئے، ذایشہ ان کے بدلتے رویے سے حیران در حیران رہنے لگی، وہ ہمیشہ ان کی بات ٹال جایا کرتی تھی، جب ایک دن چندہ بائی نے غصے سے اس پہ حقیقت آشکار کی تھی کہ وہ آج کے بعد اسکا مزید ایک لاڈ نہیں اٹھائیں گی۔۔ وہ انکی خونی بیٹی نہیں ہے جو اسکے چونچلے اٹھاتی پھریں جب ان کی اپنی بیٹیاں طوائف بنتی غیر مردوں کی راتیں رنگین کر رہی تھیں تو وہ کیوں نہیں؟؟ اس روز اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ چندہ بائی کی بیٹی نہیں ہے بلکہ اسماعیل خان نامی اسکا کوئی باپ تھا جو اسے پیدا ہوتے ہی کوٹھے پہ بیچ چکا تھا، یہ حقیقت ذائشہ خان کو اندر تک توڑ چکی تھی، وہ اپنا قصور جاننے کی کوشش کرنے لگی؟ کیا وہ اپنے باپ کے لئے اتنا بڑا بوجھ تھی کہ وہ اسے یتیم خانے چھوڑنے کی بجائے ایک کھوٹے پہ بیچ چکا تھا؟؟ ذایشہ خان کو اس دن سے اپنے باپ سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی، چندہ بائی ان دنوں اس پہ پریشر ڈالنے لگی کہ وہ احسن ملک کی امانت ہے وہ اٹھارہ سال کی ہوتے ہی احسن ملک کی رات رنگین کرنے کے ساتھ ساتھ باقی طوائفوں کی طرح رقص کرنا سیکھے گی! لیکن ذائشہ خان کو جسم فروشی کسی صورت قبول نہیں تھی، وہ اٹھارہ سال کی ہونے سے پہلے ہی اس کوٹھے سے بھاگنے کے پلین بنانے لگی، وہ ضد کرنا چھوڑ چکی تھی تاکہ چندہ بائی تنگ آتی اسے آج ہی کسی در دندے کو نہ سونپ دیں، وہ نارمل انداز میں رہتی ان کی پر بات ہے ہاں میں سر ہلا دیا کرتی کیونکہ اتنا تو وہ جان چکی تھیں وہ اسکے اٹھارہ سال کے ہونے کے بعد ہی اس سے پیسے کمائیں گی، اس نے اتنی تلخ حقیقتیں برداشت کر لی تھیں کہ اسے اپنی معصومیت اپنے حسن سے چڑ ہونے لگی تھی وہ چاہے کچھ بھی کر لیتی اسکی معصومیت قائم و دائم رہتی تھی، اس نے کوٹھے کی ایک پرانی ملازمہ سے مدد لینے کا سوچا تھا، وہ اس ملازمہ کی لاڈلہ تھی جو کافی عمر کی خاتون تھی لیکن اسکے ہر لاڈ اٹھالیا کرتی تھی، پہلے پہل تو وہ ڈر کے مارے اسکی مدد کرنے سے انکار کر گئی لیکن جب ذئشہ خان بری طرح سے روتی

معصومیت سے انہیں چندہ بائی کی کہی گئی باتیں بتانے لگی تو وہ مجبور ہو گئی، انہوں نے اسے چپ کرواتے ہوئے اسکی اس کوٹھے سے نکلنے میں مدد کرتے اسے کسی یتیم خانے کا ایڈریس تھمایا تھا، وہ صرف اسکی کھوٹے سے نکلنے میں ہی مدد کر سکیں تھیں باقی کا کھٹن راستہ ذائشہ خان نے خود تہہ کرنا تھا، وہ اس رات اس کھوٹے سے بھاگ گئی وہ بھاگتے بھاگتے بہت دور نکل چکی تھی، ان دنوں ارزم شاہ لاہور میں تھا، وہ اچانک سے بھاگتے بھاگتے اسکی گاڑی کے ساتھ ٹکرائی تھی جس کے نتیجے میں وہ اسے ہاسپٹل تک لے کے گیا تھا، لیکن وہاں بھی اس ڈاکٹر کے پاس جب اپنی عزت محفوظ محسوس نہ ہوئی تو وہ ارزم شاہ کے بلز کلئیر کر کے واپس آنے سے پہلے ہی وہاں سے بھاگ گئی، کھوٹے کی ملازمہ نے زائشہ خان کو لاہور کی بجائے کسی دوسرے شہر کے یتیم خانے کا ایڈریس دیا تھا اور ساتھ میں اسے کچھ پیسے اور زیور بھی تھمایا تھا جو انہوں نے چندہ بائی کے لاکر سے مجبوری کے تحت چرایا تھا، اس ملازمہ کا کہنا تھا اگر وہ لاہور کے ہی کسی یتیم خانے میں پناہ کے گے تو چندہ بائی کے آدمی اسے اگلے روز ہی ڈھونڈ لیں گے، انہوں نے ذائشہ خان کو اسلامباد کے کسی یتیم خانے کا ایڈریس دیتے اسے ٹرین کا راستہ بتایا تھا اور اسے ہدایت دی تھی وہ جب بھی سفر کرے ہجوم میں کرے تاکہ پہچانی نہ جائے وہ ان کی تمام ہدایات پہ عمل کرتی مردوں کی غلیظ نظروں سے بچتی بچاتی اسلامباد کے کسی یتیم خانے میں پناہ لینے لگی، فرسٹ ائیر کی تیاری تو وہ پہلے ہی کر چکی تھی، اسے ایک سے دو مہینے لگے تھے اس یتیم خانے میں سیٹ ہونے کے لئے، وہ معصوم تھی شکل وصورت سے ہی پٹھان لگتی تھی، یتیم خانے کی ہیڈ اسے کافی پسند کرنے لگی تھیں، وہ ذائشہ خان کو اپنی بیٹیوں کی طرح پالنے لگی، انہیں جب معلوم ہوا ذائشہ خان کو پڑھنے کا شوق ہے تو وہ اسکی ساری انسیکوریٹیز جانتی اسے خود ہی پرائیویٹ کالج کی تعلیم دلانے لگیں، اسے پیپرز بھی باحفاظت خود اور اپنے گارڈز کے ساتھ دلواتی، ذائشہ خان کا نام پہلے چاندنی تھا جو کوٹھے میں رکھا گیا تھا لیکن یتیم خانے کی ہیڈ نے اسکا نام خود ذائشہ رکھا تھا، انہیں نے اسکی پہچان نادرہ میں رجسٹر کروائی تھی جو اتنے سالوں سے نہیں کروائی گئی تھی، ذائشہ خان کو صرف اتنا معلوم تھا کوئی اسماعیل خان اسکا باپ تھا اسکے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتی تھی، اس مسئلے میں وہ ہیڈ بھی اسکی مزید مدد نہیں کر پائی تھیں لیکن ہاں جب زائشہ خان نے ایف ایس سی میں ٹاپ کیا تو وہ اسے آہستہ آہستہ یونیورسٹی بھیجنے لگی گریجویشن کرنے کے بعد بھی جب وہ لائق فائق سٹوڈنٹ رہی تو ان کے اصرار کرنے پہ وہ اسلامباد کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں سکالرشپ پہ ایڈمیشن لے چکی تھی، وہ اسے ہاسٹل میں داخل کروا کے سیو کروا چکی تھیں، انہیں بلڈ کینسر

تھا، اس ے یونیورسٹی بھیجنے کے کچھ ہی دنوں بعد ان کی وفات ہو چکی تھی، ذائشہ خان کے سر سے جیسے کوئی سایہ اٹھا تھا، وہ ہر روز انہیں یاد کر کے روتی تھی وہ پہلی مخلص عورت تھیں جو اس نے اپنی زندگی میں دیکھی تھی۔۔ بس اس دن کے بعد اگر کوئی اس کی زندگی میں آیا تھا تو وہ ارزم شاہ تھا، پہلے لوگ ذائشہ خان کو دھوکا دیتے اس سے جھوٹ بولتے آئے تھے تو اس دفعہ ذائشہ خان نے اپنی محبت پانے کے لئے ارزم شاہ کے ساتھ کچھ جھوٹ بول لئے تو کیا قیامت آگئی تھی؟؟۔۔۔ وہ جو بولنا شروع ہوئی تھی تو خاموش ہی نہیں ہو رہی تھی، وہ اسے اپنی کٹھن زندگی کا ہر پہلو بتاتی چلی گئی، وہ اسکے لہجے میں اس قدر تکلیف محسوس کرتا بالکل ساکت تھا۔۔

اتنی دھوکے باز اور مکار ہوں میں!! آپ کا ساتھ پانے کے لئے خود خوش رہنے کے لئے خود غرض بن گئی تھی، میں جانتی تھی آپ کو جھوٹ اور دھوکا فریب پسند نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ سب کرنے پہ مجبور ہو گئی، میں اکیلے رہتے رہتے تھک چکی تھی، تئیس سال کی ہو گئی تھی لیکن صرف ایک مخلص رشتہ پایا تھا جس کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ چکا تھا، راتوں کو سویا نہیں جاتا تھا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور رہتی تھی، آپ کو دیکھتے ہی آپ کو پانے کے خواب دیکھنے لگی، خود کو بہت سمجھایا میں اچھی نہیں ہوں! میں تو ایک غلیظ جگہ کی پیداوار۔۔۔۔ وہ ابھی ہچکیوں سے روتے ہوئے مزید بولتی جب وہ مزید سننے کی خود میں ہمت نا پاتا اسے زور سے خود میں بھینچ گیا۔۔ ابھی تو اس نے اس کی وہ درد بھری کہانی نہیں سنی تھی جب وہ اسکی سالگرہ کے دن کوٹھے پہ پہنچائی گئی تھی، اس دن کے بعد آنے والا ہر دن اسکے لئے اذیت سے بھرپور تھا وہ اسکی مزید اذیت خود میں سننے کی ہمت نہ رکھتا جھک کے اسکے لبوں کو دیوانا وار چومتا اس کے پورے چہرے پہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 89 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ اسے دیوانا وار چوم رہا تھا دونوں کے چہرے اس وقت آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے، ارزم شاہ اسکی خوبصورت ہیزل آنکھوں پہ ٹکا ایک ایک آنسو اپنے ہونٹوں سے بے تابی سے چن رہا تھا۔ اسکے آنسو خود ٹپ ٹپ کرتے ذائشہ

خان کے چہرے پہ گر رہے تھے، اسکی تکالیف چھوٹی نہیں تھیں، اس قدر غم سے ارزم شاہ کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ واحد عورت تھی جو سید ارزم شاہ کو ہمیشہ اپنے سامنے رونے پہ مجبور کر دیتی تھی اور وہ اپنی من پسند عورت کے سامنے رو جایا کرتا تھا کیونکہ وہ اس سے عشق کرتا تھا، اسکے سامنے رونے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔

ن۔ نہیں۔۔۔۔ م۔ مجھے۔۔۔ پیار۔۔۔ مت۔۔۔ کریں!!۔۔۔ وہ اپنی پوری طاقت لگا کے اس سے فاصلے پہ ہوتی اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو بے دردی سے رگڑنے لگی۔ وہ گلابی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا جو شاید مزید بول کے اپنا دل ہلکا کرنا چاہتی تھی۔۔

مجھے تو تلخ زندگی گزارنے کی عادت تھی میں ہی پاگل تھی جو اوقات سے بڑے بڑے خواب دیکھنے لگی تھی، میں یہ بھول چکی تھی عورت کی غلطی ہمیشہ گناہ بن کے اس کے آگے آتی ہے!! میں نے آپ سے اپنا ماضی چھپانے کی غلطی کی بدلے میں وہ میرا گناہ بن کے میرے سامنے آئی!! آپ کہتے ہیں شرعی پردہ نہیں کرتی تھی! پردے کا ڈھونگ تھا! اللہ کے لئے نہیں صرف اپنی پہچان چھپانے کے لئے پردہ کرتی تھی؟؟ ہاں صحیح تو کہتے تھے آپ! لیکن میرا کیا قصور تھا؟ مجھے تو کسی نے بھی نہیں بتایا تھا عبادت کیسے کرتے ہیں؟؟ اس غلیظ جگہ میں رہتے ہوئے مجھے صرف ایک بات معلوم تھی کہ ہاں میں مسلمان ہوں!! اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں تھا! سیکنڈ ائیر تک پرائیویٹ پڑھی ہوں، یہ وہ زندگی تھی جب میں کچھ سیکھ سکتی تھی! لیکن کیسے سیکھتی؟ کوٹھے اور یتیم خانے سے نکلتی تو سیکھتی نا؟ ریحام آنٹی (یتیم خانے کی ہیڈ) ایک ماڈرن عورت تھیں انہوں نے ہر طرح سے میری زندگی سیکیور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ شاید میری آخرت سیکیور کرنا بھول چکی تھیں! وہ مجھے نماز اور قرآن کی تعلیم دینا بھول چکی تھیں! اب بولیں گے کیا بات کر رہی ہو پڑھائی میں اتنی دلچسپی تھی تو تو کیا اسلامیات کا کورس کبھی نہیں پڑھا تھا جو نماز قرآن کے متعلق نہ جانتی ہو؟؟ کسی چیز کو جاننے اور سمجھنے میں بہت فرق ہوتا ہے! میں شاید اسلامیات کا کورس صرف اچھے نمبر لینے کے لئے پاس کرتی تھی میں نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی نہیں کی تھی کہ ہمارا دین کیا کہتا ہے؟ جاننے کی کوشش بھی کیسے کرتی؟ مجھے تو کسی نے دین کے متعلق ٹھیک سے بتایا بھی نہیں تھا! مجھے تو صرف کتابیں تھما دی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا یہاں سے یہاں تک کا سلیبس ہے اس دن ٹیسٹ کو گا تو اس دن پرچہ! پہلے پہل مجھے لگتا تھا میں

پڑھنے کی شوقین تھی لیکن اب مجھے احساس ہوتا ہے میں صرف خود کو مصروف کرنے کے لئے پڑھتی تھی! میں پڑھائی سے کچھ سیکھ کے عمل کرنے کے لئے نہیں پڑھتی تھی میں نے تو صرف اس تلخ ماحول کی تلخیوں سے بچنے کے لئے پڑھائی کو چنا تھا۔۔ جانتی ہوں سب جانتی ہوں مجھے اس لباس میں دیکھ کے آپ کی کیا حالت ہوئی ہو گی کیونکہ جب میں آپکی شرٹ کے کھلے بٹن نہیں برداشت کر سکتی تو آپ نے بھلا کیسے مجھے اس آدھے آدھورے لباس میں برداشت کیا ہو گا؟؟ آپ بولتے ہیں میں موت سے ڈر گئی تھی جو وہ نازیبا لباس پہن لیا تھا؟ کاش مجھے میری موت سنا دی جاتی تو میں وہ لباس کبھی نہ پہنتی! کیونکہ ذائشہ خان کو مرنا منظور ہوتا لیکن اپنے شوہر کی حق تلفی کرنا نہیں لیکن یہاں حساب الٹ ہوا تھا مجھے میری موت کی نہیں بلکہ آپکی موت کی سزا سنائی گئی تھی۔۔ چندہ بائی میرے منہ سے آپکا ذکر سن کے جان چکی تھیں کہ آپ میرے جسم و جاں کے مالک ہیں!! چندہ بائی نے مجھے دھمکی دی تھی اگر میں آج رقص نہیں کروں گی تو وہ اگر مجھے ڈھونڈ کے واپس کوٹھے میں لا سکتی ہیں تو آپ کو اپنے آدمیوں سے قتل کروانا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا!! اس دھمکی پہ میں تڑپ تڑپ اٹھی!! میں نے ترلے کر ڈالے مجھے مار دیں! میرا نام و نشان صفائے ہستی سے مٹا ڈالیں لیکن میرے ارزم کو کچھ مت کرنا! انہیں ہاتھ بھی مت لگانا! محبت بہت مجبور کر دیتی ہے اسی طرح اس دن میں بھی مجبور ہوئی تھی! محبت کے ہاتھوں مجبور ہوئی تھی وہ گھٹیا لباس پہننے کو!! مجھے نہیں معلوم تھا میں جس کی زندگی بچانے کے لئے وہ لباس پہن رہی تھی وہ خود مجھے اس حالت میں دیکھ کے جیتے جی مر جائے گا! اگر میں نے وہ لباس پہن کے آپکو جیتے جی مار دیا تھا تو آپ نے بھی جب سب کے سامنے میرا سواد اکر کے مجھے مار ڈالا تھا! سب سے پہلے تو میں آپ کو اتنی غلیظ جگہ پہ دیکھ کے حیران ہوئی تھی، اس وقت مردوں سے اتنی نفرت ہو چکی تھی کہ آپ کو دیکھتے ہی سب سے پہلا خیال یہ آیا تھا کہ آپ بھی شاید باقی مردوں کی طرح نکلے ہیں جو محبوبہ کے جانے کے بعد ان کوٹھوں پہ آ کے کچھ دیر کے لئے جسمانی اور ذہنی تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں!! مجھے معاف کر دیں میں نے ایک دفعہ پھر اپنی اتنی گھٹیا سوچ آپکے گوش و گزار کر کے آپکی محبت کو ایک دفعہ پھر بے مول کر دیا ہے لیکن میں کیا کرتی؟ مجھے معاشرے نے ایسا سوچنے پہ مجبور کر دیا تھا! آپ جب مجھے کمرے میں لے کے گئے میرے سامنے اپنی محبت کے بے پردہ ہونے پہ رو دیے تو میرا دل بند ہوا تھا! میں بے یقین ہوئی تھی! کیا کوئی میرے لئے بھی رو سکتا ہے؟ اور اس قدر شدت سے رو سکتا ہے؟ کیا کوئی سید زادہ ایک طوائف کے لئے رو سکتا ہے؟ مجھے

یقین نہ آیا! آپ کے گرتے ہر آنسو پہ میں ساکت ہوتی چلی گئی لیکن پھر مجھے یاد آیا تھا آج چندہ بائی نے مجھے احسن ملک کے حوالے کرنا ہے کیونکہ انہوں نے اس سے ایک بھاری رقم اور قرض لیا ہوا تھا، کوٹھے میں مشہور تھا کہ احسن ملک کی کافی پہنچ ہے، مجھے ڈرایا گیا کہ اگر میں نے اسکی رات رنگین نہ کی تو۔۔۔۔

رات گزاری کا ذکر مت کرو ذائشہ خان! ! میں ان سنگین الفاظ کو مزید برداشت نہیں کر پاؤں گا! ! مجھے لگ رہا ہے میرا سینہ پھٹ جائے گا!!! پلیز نو!!!۔۔۔وہ اذیت سے غراتا ہوا ہاتھ سے اپنا سینہ مسلنے لگا، سرخ و سفید چہرہ ہنوز آنسوؤں سے تر تھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں گلابی اور سرخ ڈھوریں ان کی خوبصورتی مزید بڑھا رہے تھے۔۔

اور مجھے لگ رہا ہے اگر آج میں نے آپکو اپنی ساری حقیقت نہ سنائی تو میں اس غم کو اپنے دل میں مزید رکھتی مر جاؤں گی!! میں بھی انسان ہوں! اب تو غم برداشت کرتے ہوئے بس ہو گئی ہے! بیک وقت ان غموں کی عادت بھی ہو چکی ہے! لیکن جسم سے زیادہ دماغ تھکاوٹ کا شکار رہتا ہے! دل پہ ایک بوجھ سا ہے! آج آپ کو سب بتا دینی چاہتی ہوں کہ جس دن مجھے آپکی سالگرہ کے روز کوٹھے پہ پہنچایا گیا تھا۔۔ مردوں کے درمیان بولی لگائی گئی تھی، میں نہیں جانتی کتنے مردوں نے چندہ بائی کو میرے عوض کتنے پیسے دیئے تھے؟ میں جانتی بھی کیسے؟ میں تو ابھی تک اس حقیقت کو قبول ہی نہیں کر پا رہی تھی کہ میں پھر سے اس غلیظ جگہ پہ آ چکی ہوں جس سے میں جان توڑ کوشش کرتے ہوئے بھاگی تھی۔۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا ہماری محبت میں جدائی جیسا تکلیف دہ مرحلہ آ چکا ہے!! وہ وقت بہت تکلیف دہ تھا! آپ کی بھی تکلیف سمجھتی ہوں لیکن کچھ دیر مجھے سن لیں؟؟ بہت تکلیف کاٹی ہے! بہت زیادہ اب نہیں ہوتی برداشت!! آج دل بول رہا ہے سب کچھ بتاتی چلی جاؤ اور میں بولتی چلی جا رہی ہوں! دماغ بول رہا ہے مت بولو خاموش رہو! تمہیں تو غم سہنے کی عادت ہے کیوں اپنے ساتھ ساتھ اپنی محبت کو بھی تکلیف دے رہی ہو؟ میں جانتی ہوں میری تکلیف سن کے آپ کو مجھ سے زیادہ تکلیف ہو رہی ہے لیکن میں کچھ دیر سکون چاہتی ہوں! میں بھی چاہتی ہوں کوئی مجھے سن لے!! تھوڑا سا سن لے!! تاکہ اگر کل کلاں کو مر گئی تو آپ یہ نہ سمجھیں آپ کی محبت کتنی دغاباز تھی؟ جب آپ دغاباز بولتے ہیں نا تو یہاں۔۔۔ یہاں بہت تکلیف ہوتی ہے!!۔۔۔وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے ہچکیوں کے درمیان بولتی اپنے سینے پہ انگلی رکھ گئی۔ ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں میچی تھیں، وہ اتنی تکلیف میں

تھی کہ اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بھی کانپ رہی تھی۔۔وہ اسے بتا رہی تھی وہ اسے دغاباز بول کے اسکے دل کو تکلیف دیتا رہا ہے۔۔

جانتی ہوں بہت جھوٹ بولیں ہیں آپ سے! اپنی پہچان چھپانے کے لئے جھوٹ پہ جھوٹ بولا ہے! محبت کے نام پہ دغابازی کر دی ہے! لیکن دغاباز ہوتے ہوئے بھی محبوب کے منہ سے دغاباز لفظ سنتے ہوئے جتنی تکلیف ہوتی ہے وہ بیان نہیں کر سکتی! صحیح کہتے ہیں سچ کڑوا ہوتا ہے اور مجھے واقعی ہی یہ سچ کڑوا لگتا ہے!! ہاہاہا۔۔۔وہ کھوکھلی سی ہنسی ہنستے ہوئے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتی پھر سے رونے لگی۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے اپنی تکلیفیں بتائیں یا اسے تکلیف دینے کی معافی مانگے؟

اس روز آپ میرے قریب آئے! آپ نے بے تابی سے گلے سے میری شرٹ پھاڑی! میں نے آپکو جو بھی بولا قسم لے لیں جان بوجھ کے نہیں بولا تھا! مجھے تو آپ کے لمس سے ہمیشہ سکون محسوس ہوتا ہے میں بھلا کیوں آپ کو درندہ یا حیوان بول کے اپنی محبت کو گالی دوں گی؟ یہ سب تو مجھے معاشرے نے بولنے پہ مجبور کیا تھا! میں نے اپنے ارد گرد جو دیکھا تھا وہ میرے دماغ پہ اس قدر منفی اثر کرنے لگا تھا کہ میں اپنے محبوب کو ہی اپنی باتوں سے تکلیف دے گئی؟ آپ اس دن بہک گئے تھے! آپ کی آنکھوں میں اس روز جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا! میں نے مزاحمت کی تھی لیکن اس روز آپ میری اتنی سی مزاحمت کو کسی خاطر میں نہیں لا رہے تھے! مجھے مجبوراً وہ سب بولنا پڑا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی آپ کی نظر میرے جسم کے ان پوشیدہ نشانات پہ پڑے اور آپ کو میرے جسم سے نفرت ہو جائے!! محبت میں پاگل تھی جس محبوب کے منہ سے دغاباز لفظ برداشت نہیں ہوتا تھا تو سوچتی تھی اگر میرے ہی جسم سے نفرت کرنے لگ گئے تو کیسے برداشت کروں گی؟ یہ نشان صرف میری کمر پہ نہیں ہیں! یہ زخم تو میرے پورے وجود پہ ہیں شاید!!

زنجیریں دیکھی ہیں؟؟ کبھی زنجیریں دیکھی ہیں لوہے کی؟ اس سے!! اس سے اتنی زور سے!!! اتنی! اتنی زور سے مجھے۔۔۔مجھ پہ تشدد کرتے تھے!! آپ کی ذی کو اتنی زور سے بیٹ کرتے تھے ارزم!! میں جب تک۔۔۔۔جب تک بے ہوش نہیں ہو جاتی تھی۔۔۔مجھ پہ تشدد جاری رکھتے تھے۔۔میں دعا مانگتی تھی میں بے ہوش ہونے کی بجائے مر جاؤں!! مجھے بولتے تھے یا تو ذندان میں رہ لو یا پھر کسی مرد کی رات رنگین کر لو! میں آپ کی محبت تھی! آپ کے

نکاح میں تھی! میں ذائشہ ارزم شاہ تھی! میں کیسے جسم فروشی کو چنتی؟؟ میں نے دنیا میں سزا چن لی تا کہ اگر کبھی جو اس دنیا میں آپ سے نہ مل سکوں تو آخرت میں سرخرو ہو جاؤں لیکن میں تو پھر بھی سرخرو نہیں ہوئی! میں تو پھر بھی دغاباز رہی! میرے تو کسی نے آنسو صاف نہیں کئے! مجھے تو کسی نے گلے سے نہیں لگایا جب میرا دل زخمی ہو چکا تھا! مجھے تو دھوکے باز سمجھا گیا! مجھ سے تو میرا عبائیہ بھی چھین لیا گیا! مجھے تو اس روز کے بعد کبھی عبائیے کا تحفہ نہیں دیا گیا! مان لیا بہت بری تھی!! نہیں کرتی تھی شرعی پردہ! تو یار آپ سب خدا کیوں بن گئے!؟ مجھ سے عبائیہ چھین لیا! اتنا دکھ!! اتنا دکھ کبھی نہیں ہوا جتنا اس وقت ہوا! ایسا لگا جیسے اب تو کوئی مسلمان بھی نہیں سمجھتا! میں نے عبائیہ مانگا مجھے ڈانٹ دیا؟ اس انسان نے ڈانٹ دیا جو مجھے خود عبائیے تحفے میں دیتا تھا؟ ڈھیٹوں کی طرح چادر اوڑھ لی! پہلے پہل تو لگا کہ شاید اس چادر کے بھی لائق نہیں ہوں! سب نے اتنا برا بنا کے دیکھا دیا تھا کہ خود کو پردے میں رکھ کے بھی لگتا تھا بے پردہ ہو رہی ہوں! آپ کی محبت بے پردہ کر کے بے مول کر رہی ہوں!! لیکن محبت تو میں نے بھی کی تھی چاہے خود غرضی دیکھائی تھی لیکن اتنا ضرور جانتی تھی مجھے بغیر چادر کے دیکھ کے آپ کے دل میں بھانبھڑ جلیں گے اسی لئے ڈھیٹوں کی طرح پھر سے خود کو چادر میں چھپا کے رکھتی۔۔۔۔۔۔۔وہ بری طرح سے ہچکیوں سے روتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھتی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی جو اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کے نفی میں سر ہلا کے بے آواز روتا ہوا پاگل ہو رہا تھا۔وہ بری طرح سے بے آواز رو رہا تھا۔۔ محبت کو دغاباز بولنے کے جرم پہ رو رہا تھا! اپنی محبت سے عبائیہ چھیننے کے غم پہ رو رہا تھا۔۔ اپنی محبت کو عبائیے کے تحفے نہ دینے پہ رو رہا تھا۔۔ وہ آج اپنی محبت کی تکلیف محسوس کر کے رو رہا تھا۔وہ آج ایک دفعہ پھر سید ارزم شاہ کو رلا گئی تھی، اس دن سے زیادہ رلا گئی تھی اور بے انتہا رلا گئی تھی۔۔ وہ کیوں اتنا اچھا رلا جاتی تھی؟؟

آپ مجھ سے پورے چالیس روز ناراض رہے!! اپنی ناراضی کے ذریعے اتنا ظلم کرتے ہوئے ایک دفعہ بھی مجھ پہ ترس نہیں آیا؟ م۔میں۔۔نے اس روز جینز شرٹ پہنی تا کہ اپنی غلطی کا مداوا کر سکوں! آپ مجھ سے مزید ناراض نہ رہیں!! لیکن۔۔

?U said I were seducing u

آپکا یہ ایک جملہ میرے دل و دماغ پہ کوڑوں کی مانند لگا تھا۔ آپ نے بولا میں اپنی اداؤں سے آپ کو بہکا رہی ہوں؟ کسی جنسی تعلق کے لئے آپکو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہوں؟ اس روز ایک دفعہ پھر اپنے طوائف ہونے پہ رونا آیا! مجھے لگا آپ نے میرے طوائف ہونے پہ چوٹ کر دی ہو!! میں تو بس ناراضگی دور کرنا چاہتی تھی! بہکانا تو نہیں چاہتی تھی!! مجھے تو لگتا تھا شاید میری اتنی تیاری پہ میرا شوہر خوش ہو گا لیکن افسوس طوائف تھی نا کسی کو ٹھیک سے خوش۔۔۔۔

شٹ اپ ذائشہ ارزم شاہ!! خبردار جو تم نے ایک دفعہ بھی اپنے منہ سے طوائف کا لفظ نکالا تو!! طوائف وہ ہوتی ہے جو جسم فروشی کرتی ہے!! طوائف وہ ہوتی ہے جو سزا کے ڈر سے یا اپنے نفس کی خواہشات کی خاطر جسم فروشی چن لیتی ہے! لیکن تم تو عاشق نکلی! سید ارزم شاہ کے عشق میں پاگل نکلی؟! تم نے تو عشق کر کے دیکھا دیا!! خود کو طوائف جیسا غلیظ لفظ بول کے میری محبوبہ کی توہین مت کرو!!!۔۔وہ رونے کی وجہ سے پھولی سانسوں کے درمیان غراتا ہوا اپنے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹا گیا۔وہ خاموش ہوئی تھی۔۔اب اسے مزید نہیں رلا سکتی تھی۔۔اسے رلا کے خود کو تکلیف ہو رہی تھی۔۔خود پہ غصہ آ رہا تھا آخر کیوں اپنے عشق کے رونے کی وجہ بن گئی؟؟

تم عشق کے امتحان میں سرخرو ہوتے ہوئے بس ایک غلطی کر گئی ہو ذی!!۔۔۔وہ اس کے قریب آتا اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ جما کے جھک کے اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکاتا تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا،وہ سوالیہ انداز میں اسکی طرف دیکھنی لگی۔۔آخر اب اس نے کون سی غلطی کی تھی؟ اور اسکی سزا کتنی ملنے والی تھی؟

تم اپنے عشق پہ اعتماد نہ کر کے دنیا کی بڑی غلطی کر گئی! کیا تمہیں میری محبت اتنی کمزور لگتی تھی جو تمہارا ماضی جان کے تمہیں چھوڑ دیتا؟ تمہیں بیچ راہ تنہا کر دیتا؟؟ تم ایک دفعہ! بس ایک دفعہ مجھے کوئی اشارہ تو دیتی میں تمہیں اس دنیا سے چھپا کے ساری عمر کے لئے اپنے سینے میں قید نہ کر لیتا تو مجھے سید ارزم شاہ نہ کہتی!!۔۔۔وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کرب سے بولا تھا۔۔لہجہ تکلیف آمیز تھا۔۔

آپ کے پاس تمام رشتے ہیں نا اس لئے میری تکلیف کا اندازہ نہیں لگا سکتے! جو لوگ رشتوں کو ترسے ہوئے ہوں نا وہ ایک مخلص رشتہ پانے کے لئے جان کی بازی بھی لگا دیتے ہیں جھوٹ بولنا تو بہت چھوٹی بات ہے!! میں اب صرف ایک بات جانتی ہوں میں نے خود عشق کر کے اتنی بڑی غلطی نہیں کی جتنی آپکو خود سے عشق کروا کے کی ہے! کاش

میں پیدا ہی نہ کی جاتی! اور اگر پیدا کر دی گئی تھی تو مجھے مار دیا جاتا لیکن اس غلیظ جگہ پہ نہ پہنچایا جاتا! اور اگر میں وہاں پہنچا ہی دی گئی تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرتی! نہ ہماری ملاقات ہوتی نہ میں آپکو دیکھا کرتی نہ آپکو میری آنکھوں سے محبت ہوتی اور نہ آج آپ میری وجہ سے اتنی تکلیف میں ہوتے! ساری عمر اکیلی گزار لیتی لیکن شاہ ہویلی کے لاڈلے اور چھوٹے شاہ کو خود سے عشق نہ کرواتی! ایک ایسے شاہ کو خود سے عشق کیوں کروا دیا جیسے تکلیفیں سہنے کی عادت نہیں تھی؟ ایک شہزادے کو مجھ جیسی لڑکی سے عشق نہیں ہونا چاہئیے تھا! آپ کے لئے تو کوئی شہزادی ہونی چاہئیے تھی! اگر آپ کو ابھی سب اتنی تکلیف میں دیکھیں گے نا تو مجھے ہویلی سے نکال دیں گے! کیونکہ ان دو دنوں میں میں اتنا تو جان چکی ہوں سب ہویلی والوں کی جان بستی ہے آپ میں!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے اداسی سے بولی تھی۔۔کانچ سی کرچیوں سا ٹوٹا لہجہ، اس وقت وہ کہیں سے بھی بیوقوف ذی نہیں لگ رہی تھی! اس وقت تو وہ غموں سے چور کوئی سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔۔

اہم!! غلط بیانی مت کرو!! اگر ہویلی والے یہ جان جائیں کہ جس میں ان کی جان بستی ہے اس کی جان اس بیوقوف سی ذی میں بستی ہے تو وہ آج لالہ کے ساتھ ساتھ میری بھی رخصتی ڈن کر دیں!!۔۔۔وہ اسکی چھوٹی سی ناک کے ساتھ اپنی سرخ ہوتی ناک ملاتا گھمبیر آواز میں بولتا اسے گلے سے لگا گیا۔وہ جان بوجھ کے شوخ لہجہ استعمال کر رہا تھا تاکہ اسے تھوڑا سا ریلکس کر سکے لیکن اس وقت وہ چاہ کے بھی ریلکس نہیں ہو پا رہی تھی، اپنی زندگی کے تمام تلخ پہلو کسی فلم کی طرح آنکھوں کے پردوں میں لہرا رہے تھے۔۔

میں نے سنا ہے آپ کے خاندان میں صرف خاندانی بیویاں لائی جاتی ہیں؟ کیا آپ کے لئے بھی کوئی خاندانی لڑکی پسند کی جائے گی؟ کیا آپ کی بھی شادی کسی ایسی لڑکی سے کروائی جائے گی جو آپ کے خاندان کی ہو؟ کیا اسی لئے آپ نے ابھی تک ہویلی والوں سے ہمارا نکاح چھپا کے رکھا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں استفسار کر رہی تھی بولتے ہوئے اسکے لب ارزم شاہ کے سینے پہ ٹچ ہو رہے تھے۔۔اسکا لہجہ چاہے سپاٹ تھا لیکن اسکا خدشہ وہ محسوس کر چکا تھا جس پہ اس نے گہری سانس بھری تھی۔۔

کون کافر ہویلی والوں کی سن کے شادی کرے گا؟ مجھے تو بچپن سے ہی فلمز دیکھ کے لو میرج کا شوق تھا اور میں نے کر لی! کسی کا باپ تو دور جب میرا اپنا باپ مجھے لو میرج (خفیہ نکاح) سے نہیں روک پایا تو تمہیں لگتا ہے میں ان سب کی

سن کے شادی کرتا؟ مجھے خاندان کی ہر لڑکی آفر کی گئی تھی لیکن وہ الگ بات ہے" لو "صرف تم سے ہوا تھا اور پتنی بھی صرف تمہیں ہی بنانا تھا اسی لئے تمہی سے" لو میرج "کرلی! اب سے میں تمہارا خاندان ہوں اور تم میرا خاندان ہو اور کل کو جو بچے ہوں گے وہ یقیناً کوئی الگ ہی مخلوق ہوں گے لیکن چونکہ ان کی رگوں میں میرا خون دور رہا ہو گا تو سوچیں گے انہیں اپنے خاندان میں رکھنا ہے یا آوٹ کرنا ہے؟ اگر تو تمہاری طرح معصوم ہوئے تو پھر اپنے خاندان میں رکھ لیں گے اور اگر تو میری طرح رج کے بے شرم ہوئے تو ان کے دادا کو گفٹ کر دوں گا!!۔۔۔۔وہ اسکے گال کے ساتھ اپنا گال جوڑتا گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولا تھا، وہ تو صرف اسکے لفظ "پتنی" پہ ساکت ہو چکی تھی! ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے ذی بول کے رلا رہا تھا تو اب اتنے عرصے بعد اسے اپنی پتنی بول کے رلا رہا تھا۔۔وہ اسے شرارت سے بیوی بولنے کی بجائے پتنی بولا کرتا تھا، ذائشہ خان کی ہچکیاں بندی تھیں۔۔

ابے یار! روتو مت! اچھا نہیں کروں گا اپنے بچے گفٹ کسی کو! وہ ہم دونوں مل کے پال لیں گے! اتنی سی بات پہ ایسے روتے تھوڑی ہیں؟۔۔۔وہ سب جانتا بوجھتا بھی اسکے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتا ہوا اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتا بھاری لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔وہ خاموش رہی۔۔

ہویلی کے تمام مکین میرے نکاح کے بارے میں جانتے ہیں!!۔۔۔۔۔وہ اسکی مزید خاموشی سے بے چین ہوتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بول کے اس پہ بم پھوڑتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ اس میں سمٹتی ہوئی حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔ آنکھوں میں سوال تھا کہ سوائے اسکے بھائیوں، اور میرال مرحا کے علاوہ کون جانتا تھا!؟

میرے نکاح کے بارے میں تو ہویلی کے تمام مکین جانتے ہیں لیکن نکاح میں موجود لڑکی کے بارے میں کزنز کے علاوہ کوئی نہیں جانتا!۔۔۔وہ اسے صوفے پہ لٹا کے اس پہ سایہ فگن ہوتا مزید گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا تو کیا اس کے کزنز اسکی پہچان کے متعلق جانتے تھے؟ اگر ہاں تو وہ کیسے ان سے نظریں ملائے گی؟

اتنا مت سوچو!! میرے لالہ اور کزنز کنزرویٹو نہیں ہیں!! میں نے انہیں ابھی تک تمہارا ماضی نہیں بتایا تاکہ تم انسکیور فیل مت کرو! وہ صرف اتنا جانتے ہیں تمہاری تائی اماں کو ہمارے نکاح کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا اسی لئے وہ

تمہیں اسلامباد سے بہت دور لے جا چکی تھیں لیکن میں نے اپنے سورسز سے تمہیں ڈھونڈ لیا! وہ سب اتنے بچے تو نہیں ہیں کہ میری اس گھڑی ہوئی کہانی پہ یقین کر لیں لیکن وہ اتنا سمجھ چکے ہیں میں مزید اس میٹر پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا اسی لئے کسی نے مزید اس معاملے کو نہیں کریدا!!۔۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں ہچکولے کھاتے خدشات کو پڑھتا ہوا ساتھ ساتھ کلئیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ذائشہ خان اسکے جواب سے کچھ مطمئن ہوئی تھی لیکن تائی اماں کا ذکر سن کے پھر سے اپنا بولا گیا جھوٹ یاد آیا تھا۔۔دودھیا سفید معصوم سے چہرے پہ ندامت کے تاثرات تھے۔۔

کیا عاشر لکھانی کوٹھے پہ آیا تھا؟ کیا اس نے تمہیں وہاں دیکھا تھا؟۔ارزم شاہ نے اپنے دل میں کب سے پینٹتا سوال دہرایا تھا۔۔اسکے سوال پہ ذائشہ خان کے چہرے پہ خوف کے تاثرات نمایاں ہوئے تھے۔وہ آنکھوں میں خوف لئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

و۔و۔وہ۔۔ہ۔ہا۔۔ہاں۔۔۔وہ۔۔آیا۔۔۔تھا

۔۔و۔وہ۔۔س۔سب۔۔ک۔کو۔۔بتا۔۔دے۔۔۔گا۔۔می۔میرے۔۔بار۔بارے۔۔میں۔۔۔۔۔وہ خوفزدہ ہوتے ہوئے بولی تھی، وہ اس وقت اس میرون میکسی میں ڈری سہمی معصوم سی ذی بے حد پرکشش لگ رہی تھی۔۔ میں اسے زندہ سلامت چھوڑوں گا تو وہ منہ سے کچھ پھوٹے گا نا میری زندگی!!۔۔۔۔اسے خوفزدہ ہوتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ سہلاتا اسے ریلکس کرتے ہوئے بولا تھا عاشر لکھانی کے ذکر پہ لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی سرد ہوا تھا۔۔

و۔وہ۔۔آ۔۔آیا۔۔تھا۔۔اس۔۔کی۔۔وجہ۔۔سے۔۔اتنا۔مارا۔۔مجھے!!۔۔۔وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑتی نچلا لب مڑورتے ہوئے پھر سے ہچکیوں سے رونا شروع کر گئی۔۔ارزم شاہ نے ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولی تھیں، اسکے مزید آنسو برداشت نہیں ہو رہے تھے۔۔

اسکی وجہ سے کیوں؟!۔۔۔۔ارزم شاہ نے کرخت لہجے میں وجہ پوچھنی چاہی تھی۔۔

و۔وہ۔۔م۔میرے۔۔قر۔قریب۔۔آ۔۔رہا۔۔تھا۔۔اس۔۔نے۔۔چندہ۔۔بائی۔۔کو۔۔۔پیسے۔۔دیئے ۔۔تھے۔۔۔وہ۔۔بار۔۔۔بار۔۔۔میرے۔۔قریب۔۔۔آ۔۔۔رہا۔۔تھا۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔بیلن۔۔۔سے۔۔

اسکا۔۔۔ سر۔۔ پھاڑ۔۔ دیا۔۔۔ وہ بے حد معصومیت سے آنسو بہاتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ کے لبوں پہ ناجانے کیوں لیکن اسکی اتنی بہادری پہ مسکراہٹ بکھری تھی وہی پہ عاشر لکھانی اور چندہ بائی پہ ایک دفعہ پھر سے غصہ آیا تھا، وہ ان دونوں کو چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے ارزم شاہ نے اسکے ہونٹوں کو پیار سے چومنا شروع کیا تھا، وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا تھا ایک دن اسکے ہونٹوں پہ زخم دیتا تو اگلے دن انہیں اتنی نرمی سے چومتا تھا جیسے گلاب کی پنکھڑیوں کو چوم رہا ہو۔۔ اسکے لبوں کو اپنے عنابی ہونٹوں میں الجھائے وہ اپنے لمس میں بے حد نرمی لئے انہیں سک کرتا ہوا اسکی طرف دیکھ رہا تھا جس کی ہیزل آنکھیں ابھی بھی ویران سی تھیں۔۔ وہ بے حد دکھی دیکھائی دے رہی تھی۔۔ وہ اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔۔

تمہارے ایک ایک زخم کا حساب لوں گا!! جس جس نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے ان کی ایک ہڈی بھی سلامت نہیں چھوڑوں گا میرا وعدہ ہے تم سے!! ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوتا اسکی بھیگی پلکیں صاف کرنے لگا۔۔

خ۔ خود۔۔ کی۔۔۔ بھی۔۔ ہڈیاں۔۔ سلامت۔۔۔ نہیں۔۔ چھوڑیں۔۔ گے ؟؟۔۔۔ ذائشہ خان بھلا ارزم شاہ کے سامنے کتنی ہی دیر میچور بن سکتی تھی؟ تھی تو وہ اسکی بیوقوف سی ذی ہی نا؟ اور وہ اپنی بیوقوفی دیکھا کے اسکے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر چکی تھی۔۔ وہ اسے بتا رہی تھی اس نے بھی اسے تکلیف پہنچائی ہے چاہے الفاظ اور اپنی ناراضی سے ہی کیوں نہ پہنچائی ہو۔۔

نہیں چھوڑوں گا تو کیا ہماری گولڈن نائٹ پہ سارا پراسس تم خود کرو گی؟۔۔۔ وہ زومعنی انداز میں بولتا اسکے چہرے پہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ وہ اسکی بے باک بات پہ سرخ پڑنے کی بجائے خالی خالی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

میر۔۔ میری۔۔ ایک۔۔ بات۔۔ مانیں گے ؟؟۔۔۔ وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔۔

حکم کرو!!۔۔۔۔۔۔ وہ جان وار دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

مجھے اپنے خاندان میں انٹروڈیوس مت کروایئے گا! آپ کسی ایسی لڑکی سے نکاح کر لیں جو آپ کے قابل ہو! آپ کے ساتھ اچھی لگے! جس کی زندگی کا کوئی بھروسہ ہو! جس کی وجہ سے آپ کبھی خطرے میں نہ پڑیں! جس کا جسم خوبصورت ہو! جو پردہ پوش ہو! جسے آج تک کسی نے غلیظ نگاہ سے نہ دیکھا ہو! جو خاندانی ہو! جسے ریڈ لائٹ ایریا

جیسی گندی جگہ کا نام بھی معلوم نہ ہو۔۔جو آپ کو سکون دے سکے! میں آپ کو سوائے غموں کے کچھ نہیں دے سکتی! پہلے دھوکا دے کے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی تو جب آپ پہلی بار میرے جسم کو چھوئیں گے دوبارہ میرے پاس آنے کی تمنا نہیں کریں گے! بھلے ہی اسے کسی نے نہیں چھوا۔۔لیکن میرے پورے جسم پہ موجود نشان جو مجھے خود کو اتنے برے لگتے ہیں بھلا کسی دوسرے کو اچھے کیسے لگیں گے؟مجھے اپنے جسم سے نفرت ہو چکی ہے میں نہیں چاہتی آپ ایک دفعہ جذبات کی رو میں بہہ کے میرے نزدیک آنے کے بعد میرے جسم سے نفرت کرنے لگیں! پلیز میری بات مان کے کسی اچھی لڑکی سے نکاح کر لیں؟ورنہ میں ساری زندگی خود کو آپکی گناہگار سمجھوں گی! میں اپارٹمنٹ میں اکیلی رہ لیا کروں گی صرف ہفتے کے ہفتے آجایئے گا؟دل کیا تو دو باتیں کر لیجیئے گا؟ورنہ ایسے بھی رہ لوں گی لیکن آپ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتی!!۔۔۔وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے چہرے پہ زبردستی سی مسکراہٹ سجا کے بول رہی تھی۔۔درد بھری مسکراہٹ۔۔اسکے ایک ایک لفظ میں موجود درد ارزم شاہ کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

اچھا پھر اس کے سامنے اپنی شرٹ کے بٹن کھول لیا کروں؟۔۔۔وہا سکی ساری بات بڑے ضبط سے سنتا سنجیدگی سے استفسار کرتا اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھول رہا تھا۔وہ اس سے اس جواب کی توقع نہیں کر رہی تھی،اسکے کھلے گریبان پہ نظریں جماتی وہ کچھ بھی بولنے سے قاصر ہوئی تھی۔۔

کیا اسے یہاں کس کر لیا کروں؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنا نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیرتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ خان نے اپنا نچلا ہونٹ مڑورتے ہوئے اسکے عنابی لبوں کی طرف دیکھا تھا جو اسکا وقت بھیگے ہوئے تھے، کیا وہ ان پہ کسی دوسری لڑکی کے لب تو دور نگاہیں بھی برداشت کر سکتی تھی؟؟

کیا جب میں اسکی سانسیں بکھیروں تو وہ میری سلور چین میں اپنی انگلیاں الجھا لیا کرے؟؟۔۔۔وہ اسکے تاثرات نوٹ کرتا اسے مزید چھیڑ رہا تھا۔۔زائشہ خان کی نظریں اب اسکے ہونٹوں سے ہوتی ہوئی اسکی سفید گردن کی طرف اٹھی تھیں،جس میں اسکی پسندیدہ چین پورے آب و تاب سے اپنی جھلک دکھلا رہی تھی۔وہ ابھی بھی خاموش رہی۔۔

کیا اسکی آنکھیں چوم لیا کرو؟۔۔۔وہ اسکی ہیزل آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا بوجھل آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔اسے تو اسکی آنکھوں سے عشق تھا تو پھر وہ کیسے کسی دوسری لڑکی کی آنکھیں چومنے کا ذکر کر سکتا تھا؟

کیا اس کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکا۔۔۔وہ ابھی اپنا جملہ مکمل کرتا جب ذائشہ خان نے غصے سے اسکی سلور چین کو اپنی انگلیوں میں الجھاتے ہوئے کھینچا تھا، اسکے کھینچنے پہ وہ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑتا ہوا مسکراہٹ ضبط کرنے کے چکروں میں اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔وہ سرخ پڑی تھی۔۔

کیا اسکی کمر کو چوم لیا کروں جس طرح سے آج تمہاری کمر کو چوما ہے؟؟۔۔وہ ابھی بھی بعض نہیں آیا تھا، ذائشہ خان کا ضبط جواب دے رہا تھا وہ اسکی سلور چین کو اتنی بری طرح سے جھنجھوڑ گئی کہ ارزم شاہ بے ساختہ اپنی گردن پہ ہاتھ رکھ کے کراہ اٹھا۔۔وہ زبان سے کچھ نہیں بولی تھیں لیکن تاثرات سے اسے صاف بول رہی تھی "یہ سب کر کے دیکھائیں پھر اپنا حشر دیکھنا؟؟"۔۔وہ اسکی معصوم اداؤں کے صدقے واری جاتا اسے مصنوعی غصے سے گھور کے اپنی گردن پہ انگلیاں سہلانے لگا جہاں اسے شدید جلن محسوس ہو رہی تھی۔۔اسکی گردن پہ سرخ خراشیں پڑ چکی تھیں۔

یہ صرف کہنے کی باتیں ہوتی ہیں ذائشہ بی بی! جب میں ٹوکلاس میں تھا نا تب ایک فلم دیکھی تھی جس میں پہلی بیوی ایموشنل ہوتے ہوئے اپنے شوہر کو دوسری شادی کرنے کا حکم دے دیتی کیونکہ وہ ماں نہیں بن سکتی! لیکن جانتی ہو جب اسکا شوہر دوسری شادی کرتا ہے تو وہ دن رات جلتی ہے! اس کی ہر رات انگاروں پہ لوٹتی ہے!! اس سے شراکت برداشت نہیں ہوتی!! اور یہ شراکت اسے قاتل بنا دیتی ہے وہ اپنے شوہر کی دوسری بیوی کا قتل کر دیتی ہے! تم سے تو صرف میری باتیں برداشت نہیں ہوئیں اگر جو خدانخواستہ میں تمہاری ان ایموشنل باتوں میں آ کے تمہارا حکم مان لیتا تو تم تو میری دوسری بیوی کے ساتھ ساتھ مجھے بھی جان سے مار ڈالتی!!۔۔۔۔وہ دانت پیس کے گویا ہوتا اپنی آنکھیں گھما رہا تھا۔گردن پہ جلن ہنوز تھی۔ذائشہ خان نے اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑی تھی۔جب وہ جانتا تھا بیوی شراکت برداشت نہیں کر سکتی تو پھر کیونکر ایسی باتیں کر کے اسے چھیڑ رہا تھا؟ وہ اسکی ایموشنل باتوں کے جواب میں اسکے لئے کوئی رومانٹک سا جملہ بھی تو بول سکتا تھا؟؟

بڑا شوق آرہا ہے تو کر لیں دوسری شادی!! مجھے سے دور ہٹیں!!۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے گویا ہوتی اسکی سلور چین سے اپنے ہاتھ ہٹا گئی۔۔

نہیں ابھی دوسری شادی کا تو نہیں لیکن ہاں تم میں اتر کے دو جسم و جاں ایک کرنے کا بہت شوق آرہا ہے!! اور ابھی اور اسی وقت آرہا ہے!!۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکی میکسی کے اوپر سے ہی اسکے بدن کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھوتا اسکے سراپے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے بوجھل آواز میں بولا تھا۔۔ذائشہ خان کی دھڑکنوں نے ادھم مچایا تھا، اسکی سانسوں کے زیر بم کو خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا وہ بے باکی سے اس کے بدن کے خوبصورت خدوخال پہ اپنے ہاتھ سہلاتا ان کی نازکی محسوس کر رہی تھا۔۔ذائشہ خان کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا، وہ لرزتی ہوئی اس کے سینے میں سمٹنے لگی۔۔وہ مسکرایا اور پھر ساتھ ہی کھانستے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

تمہاری طرف کی سٹوری سن چکا ہوں! اب کچھ میری سنو! میں پورے سات بجے تمہارے بتائے گئے ریسٹورنٹ پہ پہنچا تھا، لیکن وہاں پہنچتے ہوئے مجھے معلوم ہوا تھا تمہارے یا میرے نام پہ کوئی بھی ٹیبل بک نہیں کروایا گیا، میں بہت حیران ہوا۔۔۔تمہیں فون ملایا۔۔۔لیکن نمبر بند تھا۔۔میں پریشان ہوا۔۔میں نے آدھا گھنٹہ ریسٹورنٹ میں تمہارا ویٹ کیا لیکن تم نہیں آئی تھی۔۔آدھا گھنٹہ گزرتے ہی میری بس ہوئی تھی۔۔پتا نہیں دل کس احساس کے تحت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔میں ریسٹورنٹ سے اٹھتے ہی سب سے پہلے ہاسٹل گیا تھا، ہاسٹل سے معلوم ہوا تم بارہ بجے کی نکلی واپس نہیں آئی ہو! میرا دل بند ہوا تھا۔۔میں نے ہاسٹل سے گاڑی اسلامباد کے قریبی مال کی طرف موڑی تھی، پورا مال چھان مارا لیکن تم نہ ملی! پھر ایک مال؟ دو مال؟؟ تین مال؟؟؟ نہیں! صرف مال ہی نہیں۔۔۔ہر سڑک، ہر چھوٹی بڑی دکان میں، ہاسٹل کے قریب اسلامباد کے ہر علاقے کو چھان مارا تھا لیکن تم نہیں ملی تھی، میری حالت دیوانوں سے بھی بری ہوئی تھی، میرا دل میرے اختیار میں ہی نہیں رہا تھا!! اتنی گھٹن محسوس ہو رہی تھی دل کر رہا تھا اپنا گلہ گھونٹ دوں!! میں نے زوریز لالہ کو فون کیا تھا لیکن ان کا فون بند تھا وہ ہویلی نہیں تھے، کچھ دن پہلے احان لالہ کے لئے آئے تھے لیکن ضروری کام پڑتے ہی پھر سے چلے گئے، کاظم لالہ آسٹریلیا تھے، احان لالہ کو اپنے ہی اتنے غم تھے انہیں ڈسٹرب کرنا ضروری نہیں سمجھا! کسی پولیس میں رپورٹ نہیں کروائی کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا میری عورت کا نام ان کوٹ کچہری کے مسئلوں میں استعمال ہو! میں پہلی فرصت پہ تمہارے بتائے گئے ایڈریس پہ گیا

تھا۔۔وہ ایڈریس جو تمہاری تائی اماں کا تھا وہ سفر ساڑھے تین گھنٹوں کا تھا! لیکن وہاں جا کے معلوم ہوا جو ایڈریس مجھے دیا گیا ہے وہاں تو کوئی آبادی ہی نہیں رہتی؟ وہ تو کوئی سنسان سی جگہ تھی؟ وہاں ایک بھی گھر نہیں تھا! وہاں صرف کھیت تھے، میں نے آگے پیچھے گھر تلاش کرنے کی کوشش کی تھی، کافی دور جا کے کچھ گھر ملے تھے وہاں جا کے تمہاری تائی کا نام لے کے دریافت کرنے کی کوشش کی تو وہاں سے معلوم ہوا وہاں تو کبھی کوئی رقیہ نامی خاتون نہیں رہتی تھیں! میں حیران ہوا! مجھے ان کی بات پہ یقین نہ آیا تو وہ پورا علاؤہ چھان مارا! میں اٹھارہ گھنٹے مسلسل بنا کسی مدد کے تمہیں تلاش کرتا رہا تھا! لیکن جب پھر بھی کچھ نہ بن پایا تو احان لالہ کے پاس چلا گیا، بہت تھک چکا تھا زخوف سے جسم کانپ رہا تھا، اس دن جسم میں جو کپکپاہٹ ہوئی تھی وہ کبھی نہیں ہوئی تھی! تمہیں کھو دینے کا خوف شدت دے ہوا تھا۔۔میں نے احان لالہ کے سینے سے لگتے انہیں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں یہ ساری کاروائی بتائی تھی! وہ حیرانگی سے کچھ بول نہ سکے! پھر خود غم سے چور ہوتے ہوئے بھی مجھے حوصلہ دینے لگے، ہر چیز بھاڑ میں جھونک کے میرے ساتھ تمہاری تلاش کے لئے نکل آئے لیکن۔کچھ نہ بن سکا! اگلے روز زوریز لالہ سے کانٹیکٹ ہوا تو انہیں جب ساری صورتحال کا معلوم ہوا وہ ہر چیز فراموش کرتے ہوئے میرے پاس آگئے! میری حالت ان دونوں سے دیکھی نہیں گئی تھی۔زوریز لالہ نے مجھ سے تمہاری کوئی تصویر مانگی تھی لیکن بدقسمتی سے تمہاری کوئی بھی تصویر میرے پاس نہیں تھی! تمہیں تصاویر لینا پسند نہیں تھا تم جھجکتی تھی اور میں تمہاری جھجک کی وجہ سے تصاویر نہیں لیا کرتا تھا! ہم ہر روز ملتے تھے مجھے کبھی تصویر کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی! ہاں اگر رات میں کبھی ضرورت محسوس ہوتی بھی تھی تو میں تمہاری جھجک کی وجہ سے تمہیں فورس نہیں کرتا تھا!! ویسے بھی ابھی نکاح میں وقت ہی کتنا ہوا تھا؟ مجھے لگ رہا تھا آہستہ آہستہ تمہاری یہ جھجک ختم ہو جائے گی! لیکن وہ وقت ہی نہ آسکا اور تم مجھ سے دور ہو گئی!! جب زوریز لالہ کو معلوم ہوا میرے پاس تمہاری کوئی تصویر نہیں ہے سب سے پہلے مجھ پہ لعنت بھیجی پھر یونیورسٹی کا رخ کیا! یونیورسٹی سے تمہارا سارا ریکارڈ نکلوایا تو سٹوڈنٹ کارڈ سامنے آیا! سٹوڈنٹ کارڈ پہ نام تمہارا تھا لیکن تصویر تمہاری نہیں تھی!! میں نے ماننے سے انکار کر دیا یہ میری ذی نہیں ہے مجھے میری ذی دیکھاؤ!! میں نے اس دن یونیورسٹی میں وہ تباہی مچائی تھی جو کسی نے نہ مچائی ہو! ہر سٹوڈنٹ کارڈ دیکھ ڈالا ہر کسی کا ریکارڈ کھول ڈالا لیکن نہ ملی تو صرف تم نہ ملی!! پہلے ایڈریس کا غلط ہو جانا؟ پھر یونیورسٹی میں تمہاری غلط پہچان؟ ان دونوں باتوں نے مجھے جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔۔احان

لالہ اور زوریز لالہ نے بہت ڈانٹا کہ دیکھ لیا جلدی نکاح کا نتیجہ ؟ انہیں تم پہ غصہ آیا تھا میں تمہاری وجہ سے ہر روز ان سے لڑائی کر لیا کرتا تھا! زوریز لالہ کا کہنا تھا صرف تمہاری ایک تصویر لا دوں وہ تمہیں کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے لیکن۔ بد قسمتی ایسی کہ میری لاکھ کوششوں پہ بھی تمہاری تصویر نہ ملی! میں اتنا بے بس ہو چکا تھا دل کرتا تھا کوئی میرے خیالات سے تمہاری تصویر نکال ڈالے! لیکن جب ب وہاں سے بھی نہ نکلی تو پورا پورا دن کاپی پینسل پکڑ کے تمہاری اسکیچنگ کرنے کی کوشش کرتا! اسکیچنگ میں میں بہت برا تھا، بہت کوشش کے بعد بھی تمہاری آنکھوں کے علاوہ کچھ بھی ٹھیک سے اسکیچ نہیں کر سکتا تھا۔۔ تمہاری آنکھوں کو پرچے پہ اتار کے زوریز لالہ کو دے دیا کرتا کہ یہ میری ذی کی ایسی آنکھیں ہیں! اس جیسی آنکھیں کسی کی نہیں ہیں! وہ سب سے الگ ہے! اسکی آنکھوں کی چمک سب سے الگ ہے! ہاں کبھی کبھی کچھ کچھ اداس ہوتی ہیں لیکن اس جیسی آنکھیں آج تک کسی کی نہیں دیکھیں! وہ آپ کو بہت آسانی سے مل جائے گی! زوریز لالہ اور احان لالہ میری اتنی دیوانگی سے ڈرنے لگے تھے! میں پاگلوں والی حرکتیں کرنے لگا تھا! یونیورسٹی چھوڑ کے پورا پورا دن کمرے میں گزار دیتا یا سڑکوں کی خاک چھاننا تمہیں تلاش کرتا رہتا! تم نہ ملتی تو بھلا وجہ کے پنگے لے لیا کرتا کبھی کسی سے لڑائی تو کبھی کسی کا سر پھاڑ دیا!! آہستہ آہستہ اسکیچنگ کا کورس کر لیا! تم نے دیوانا ہی اتنا بنا دیا تھا یہ اسٹیپ بھی خود اٹھانا پڑا! کسی اسکیچر کے پاس بھی جا سکتا تھا لیکن پھر سوچتا تھا نہیں کسی غیر مرد سے اپنا باپردہ ذی کا اسکیچ کیوں بنواؤں؟ کیا میری غیرت گوارا کرے گی؟؟ اسکیچنگ سیکھ لی لیکن اس کا آئیڈیا لیٹ آیا تھا! میں دیر کر چکا تھا شاید۔۔۔ اسکیچنگ سیکھنے کے بعد بھی تمہارے حسین نقوش میں پرچے پہ کھینچ نہیں پاتا تھا! میں دن میں کوئی سو پیج ضائع کرتا تھا! پھر ایک دن وہ اسکیچ بن گیا جس کے لئے میں نے اتنی محنت کی تھی!! اسکیچ میں تمہاری تصویر دیکھ کے مجھے یقین نہ آیا یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے لکیریں کھینچ کھینچ کے بنایا ہے؟ میں اس اسکیچ کو چومنے لگا! اپنے سینے سے لگا لیا کہ شاید تم میری دھڑکنوں کو قرار دے دو! لیکن تم تو مزید بے چین کر گئی۔۔ میں وہ اسکیچ بنا کے خوش بھی تھا تو آنکھیں نم بھی تھیں، میں نے وہ اسکیچ ریزلالہ کو تھما دیا! وہ ایک دفعہ پھر حیران ہوئے تھے انہیں سمجھ نہ آئی وہ مجھ جیسے پاگل دیوانے کو کیا بولیں؟؟ خیر انہوں نے میرا ماتھا چوم کے مجھے تسلی دی تم بہت جلد میرے پاس ہو گی! ان دنوں ازمیر ہونے والا تھا، کاظم لالہ آئے تو سب ان کے ساتھ مصروف ہو گئے لیکن ریزلالہ ساتھ ساتھ تمہاری تلاش جاری رکھے ہوئے تھے، یونیورسٹی پیپرز آ چکے تھے میرا کوئی

ارادہ نہیں تھا لیکن ہر ٹیچر نے مجھے الگ الگ فون کر کے پیپر دینے کی ہدایت دی! مجھ سے میرا مسئلہ پوچھا لیکن میں نے کچھ بھی ڈسکس نہ کیا صرف بے دلی سے پیپر دینے کی خامی بھر دی! پہلا پیپر دینے گیا جب عاشر لکھانی سے سامنا ہوا! اسکے الفاظ میں دہرا کے خود کو اور تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا! صرف اتنا جان لو اس کے الفاظ نے مجھے اس قدر غصہ دلایا تھا اللہ کی قسم اگر اس وقت میرے پاس بندوق ہوتی تو وہ آج زندہ نہ ہوتا میں اسے ایٹ دا سپاٹ قتل کر دیتا!! لیکن وہ بچ گیا! اسے اپارٹمنٹ لانے تک میں نے سوچا میں اس کی موت مزید دردناک بناؤ گا! اسے صرف گولی کیوں ماروں؟ میں نے اسکی حالت خراب کر دی تھی لیکن وہ بھاگ گیا!! وہ میری غیر موجودگی میں بھاگ تو گیا لیکن اپنی باتوں سے مجھے اتنا اشارہ ضرور دے چکا تھا کہ اس نے تمہیں لاہور کے بازار حسن میں دیکھا ہے! مجھے یقین نہ آیا!! اس کا کہنا تھا اس نے تمہارے حسن کو بے حد قریب سے بازار حسن میں دیکھا ہے! اس نے تمہیں چھوا ہے!! یہ الفاظ تھے یا انگارے؟ میں نہیں جانتا لیکن اتنی تکلیف ہوئی تھی جیسے کسی نے ننگے پاؤں انگاروں پہ کھڑا کر دیا ہو!! میں خود کو سمجھانے لگا کہ نہیں میری ذی تو ریڈ لائٹ ایریا کو جانتی بھی نہیں ہو گی! وہ اتنی گندی جگہ پہ کیسے جا سکتی ہے؟ وہ تو میری پاک ذی ہے! اسے تو آج تک کسی نے بنا پردے کے نہیں دیکھا ہو گا! لیکن دل فتوے دینے لگا!! دل مچلنے لگا کہ ایک دفعہ وہاں جانے میں کیا قباحت ہے؟ میں کونسا کسی دوسرے لڑکی کے حسن میں پاگل ہونے جا رہا ہوں؟ میں تو اپنی ذی کو تلاش کرنے جا رہا ہوں! خیر میں نہ نہ کرتے ہوئے بھی اس کوٹھے میں قدم رکھ گیا!! پھر تم جانتی ہو؟ میں جانتا ہوں یا خدا جان سکتا ہے کیا حالت تھی میری؟؟ دکھ سب سے زیادہ اس بات کا ہوا تھا کہ جس عورت کو میں ڈھونڈ رہا تھا وہ ایک درندے کے ڈر سے بولتی ہے! یہاں سے بھاگ جاؤ! وہ مجھ سے مدد نہیں مانگتی بلکہ مجھے وہاں سے بھاگ جانے کو بولتی ہے؟ وہ ارزم شاہ جو تمہارے لئے دنیا سے لڑ بیٹھے! تم نے اسے اتنا کمزور سمجھ لیا تھا جو ایک احسن ملک کا مقابلہ نہ کر سکے؟؟۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ کرب ناک تھا! جب وہ اسے اپنی ساری حقیقت اپنا سارا درد بتا چکی تھی تو خاموش وہ بھی نہیں رہا تھا! اس نے بھی اپنا دل کھول کے سامنے رکھا تھا! آخری سوال پوچھتے ہوئے لہجے میں اذیت، غصہ اور بے سکونی سی تھی۔۔ زائشہ خان کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گر رہے تھے! وہ اس کا اتنا دیوانا ہو چکا تھا کہ پورا پورا دن پرچے پہ لکیریں کھینچتا اسکی اسکیچنگ کرنے کی کوشش کرتا

تھا؟؟ وہ چاہتا تھا وہ اپنے خیالوں سے کسی طریقے اسکی تصویر کھینچ نکالے! کیا اس سے زیادہ دیوانا بھی ذائشہ خان کا کوئی ہو سکتا تھا، وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے سوچنے لگی۔۔

چندہ بائی نے مجھے ان چھ ماہ احسن ملک سے چھپا کے رکھا تھا، وہ میرے ذریعے اچھا خاصا پیسا اکھٹا کر کے احسن ملک کو بتانا چاہتی تھیں کہ میں انہیں مل چکی ہوں! احسن ملک ان روز پاکستان کم ہی ہوتا تھا! شاید اکا دکا دن رہا ہو! لیکن وہ ان چھ ماہ میں کوٹھے پہ ایک دفعہ بھی نہیں آیا تھا!! اسے ناجانے کیسے میری کوٹھے میں موجودگی کے بارے میں معلوم ہوا تھا جو اس نے فون پہ چندہ بائی کو اچھی خاصی سناتے ہوئے اپنے لئے مجھے تیار کروانے کا بولا؟ میں نے ہمیشہ کی طرح انکار کیا تو آپ کو مارنے کی دھمکی دے دی گئی! یہ وہی دن تھا جب و

چندہ بائی نے مجھے اس گندے سے لباس میں رقص کرنے کو بولا تھا کیونکہ احسن ملک کی فلائٹ لیٹ ہو چکی تھی! وہ مجھے باقی تمام مردوں کے سامنے پیش کر کے مزید پیسا کمالینا چاہتی تھیں! ۔۔۔۔۔وہ بھرائی آواز میں بولتے بولتے تھک گئی تو اسے آنسو بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے، آگے تو وہ سب جانتا تھا؟ وہ تو اسے صرف اس لئے وہاں سے بھیجنا چاہتی تھی تاکہ اسکی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو!! وہ اسکی آنسو بھری نگاہوں کو دیکھتا گہری سانس ہوا میں بھر گیا۔۔

چھپی ہوئی چیزیں ہمیشہ نقصان دیتی ہیں!! آئیندہ مجھ سے کچھ مت چھپانا ذی! تم میرے دل میں بہت اونچا مقام رکھتی تھی کبھی بھی کسی ڈر سے مجھ سے کچھ بھی چھپانے کی جرآت مت کرنا! اگر کوئی غلطی ہو جائے گی تو ڈنکے کی چوٹ پہ بتا دینا! اترا لینا کہ ہاں ہو گئی غلطی کیا کر لیں گے؟ لیکن چھپانا مت!! ایک دفعہ تمہاری جدائی تو برداشت کر چکا ہوں مزید نہیں کر پاؤں گا!! شاید خود کو ختم کر لوں!! یا شاید میں خود کو ختم کر لیتا اگر تم مجھے اب تک نہ ملتی!! ۔۔۔وہ مدھم گھمبیر آواز میں گویا ہوتا اسکی آنکھوں پہ ٹکے آنسو صاف کر رہا تھا۔۔وہ اسے خاموشی سے سنتی سر ہاں میں ہلا کے نظریں جھکا گئی۔

صحیح وقت آنے پہ ہویلی والوں سے تمہارا تعارف کروادوں گا! تمہارا تعارف تمہارے ماضی سے نہیں بلکہ سید ارزم شاہ سے شروع کر کے اسی پہ ختم کیا جائے گا!! لیکن اس سب سے پہلے مجھے تمہارے مجرموں کو اس صفائے ہستی سے مٹانا ہے!!۔۔۔وہ اپنی ذی کے مجرموں کو یاد کرتا سرد انداز میں گویا ہوا تھا۔۔اسکے لہجے کے سرد پن سے ذائشہ خان کو اپنا خون رگوں میں منجمند ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔

تم نے بولا تمہیں میرے دغاباز بولنے سے یہاں تکلیف ہوئی تھی؟؟۔۔۔اسے خوفزدہ ہوتے دیکھ کے وہ اپنا لہجہ نرم بناتا اسکے سینے پہ انگلی رکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں گویا ہوا،وہ نچلا لب مڑوڑ کے اسے دیکھنے لگی،اس لفظ سے واقعی ہی بہت تکلیف ہوتی تھی۔۔وہ جھک کے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے لبوں کی گرفت میں لیتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے صوفے سے کچھ اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی میکسی کی ذپ ایک جھٹکے میں کھسکاتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا۔۔ اسکے دل کے مقام پہ اپنے لبوں سے مرحم رکھتا وہ یہاں اپنا شدت بھرا لمس بکھیرنے لگا،وہ کانپتی ہوئی اسکی میرون قمیض کندھوں سے تھام کے آنکھیں میچ گئی،وہ اپنی منمانی کرتا سر اٹھا کے اسے دیکھنے لگا۔۔

کیا اب تکلیف تو نہیں ہو رہی؟؟۔۔۔۔وہ خمار آلود آواز میں بولتا اسے سرد کر گیا۔وہ خاموش رہی۔۔

غصے میں بڑی بکواس کر دیتا ہوں!! اتنا کمینہ ہوں باپ کا لحاظ بھول جاتا ہوں! میری بکواس کو میری غلطی سمجھ کے معاف کر دیا کرو؟؟۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مدھم آواز میں بولتا اس سے اپنی غلطی کا ازالہ کر رہا تھا،وہ نگاہیں اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی لیکن جب اسکی خمار آلود نگاہوں میں دیکھنے کی مزید ہمت نہ ہوئی تو نظریں پھر سے جھکا گئی

۔

تم بول رہی تھی میں تمہارے بدن کو ایک دفعہ حاصل کر کے ان نشانات کو دیکھتا دوبارہ تمہارے قریب نہیں آؤں گا؟تم ایک دفعہ مجھے خود میں اترنے تو دو تمہیں ہر نماز سے پہلے ہاتھ لینے پہ مجبور نہ کر دیا تو میرا نام بھی سید ارزم شاہ نہیں!!!۔۔۔وہ بے حد بے باکی سے گویا ہوتا اسے آنکھ ونک کرتا ایک دم سے اسے اوندھے منہ کرتا اسکی کمر پہ اپنا لمس بکھیرنے لگا!! ارزم شاہ کی زو معنی بات کا مطلب سمجھتی ذائشہ خان کچھ بولنے کے قابل نہ رہی۔کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔

ہاتھ اکھٹے لیں گ۔۔۔۔۔۔ابھی وہ اسکے کان کے پاس جھک کے مزید بے باک ہوتا جب وہ اپنا رخ مورتی شرم سے لال ہوتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھ گئی۔۔اسکی میکسی کندھوں سے نیچے کھسک رہی تھی۔ارزم شاہ کا دل بے ایمان ہوا تھا۔۔وہ اپنے لبوں پہ دھرے اسکے ہاتھ چوم کے ایک دم سے کروٹ بدلتا ذائشہ خان کو اپنے اوپر کرتے ہوئے زور سے اسکے گرد حصار باندھتا اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے کچھ دیر کے لئے سکون محسوس کرنے لگا۔۔

آ۔۔ آپ۔ ک۔کے۔۔۔ کپڑوں۔۔پہ۔۔ سلوٹ۔۔۔ پڑ۔۔۔ جائیں۔۔گے!!!۔۔۔۔ اسکی گرم سانسوں کی تپش اپنی گردن پہ محسوس کرتی ذائشہ خان تھوک نگل کے بولی تھی۔۔ ابھی تو فنکشن شروع بھی نہیں ہوا تھا، اگر وہ فنکشن شکن زدہ لباس کے ساتھ اٹینڈ کرتا تو سب کیا سوچتے؟؟ سب سے پہلے تو میر ال شاہ ہی اپنی بے باک باتوں سے ان دونوں کو جینے نہ دیتی۔۔

اس طرح تو پھر ہوتا ہے ایسے کاموں میں؟؟۔۔۔۔ وہ گھمبیر آواز میں جواب دیتا اسکی گردن چوم رہا تھا۔ اچانک سے ذائشہ خان کو اپنی گردن پہ اسکا شدت بھرا لمس محسوس ہوا تھا، ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی، اسکے لمس کی شدت کی تاب نہ لاتی وہ اسکی قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتی اسکی شدت برداشت کرنے لگی۔۔ وہ ایک ہی جگہ پہ اپنے دانتوں سے ظلم ڈھاتا تو کبھی لبوں سے اس پہ مرحم رکھتا اسے اپنے شدت بھرے لمس روشناس کروا رہا تھا۔۔ اسکی پوری گردن پہ ایسی ہی لو بائٹس بناتے وہ سرخ لال کرتا ہوا اپنے بھیگے ہونٹ اسکے ہونٹوں پہ رگڑنے لگا۔ اسکے انداز پہ ذائشہ خان کے گال بھانپ چھوڑ رہے تھے۔۔

میر ال آپی بتا رہی تھی ہر کوئی پسند کرتا پھر رہا ہے میرا بیوی کو؟؟۔۔۔ ارزم شاہ کو اچانک سے میر ال شاہ کی بات یاد آئی تھی جس وہ آئیبرو آچکا ہے دانت پیستے ہوئے بولا تھا، ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا ورنہ کیا بعید تھی وہ گردن کی طرح اسکے پورے سراپے کو دو منٹوں میں سرخ کر دیتا۔

ہمم!! گڈ!! کوئی عورت تمہاری طرح ندیدوں کی طرح دیکھے گی نا؟ تو اسے اپنی گردن پہ موجود یہ نشان دیکھانا! اسے بتانا" آنٹی یہ میرے شوہر کی کارستانی ہے" ۔۔۔ پھر بیلیو می وہ تم سے کوئی بھی سوال نہیں کرے گی بلکہ منہ میں دوپٹا ڈال لے گی!۔۔۔۔۔ اسکے معصومیت سے نفی میں سر ہلانے پہ وہ اپنی مسکراہٹ دبوکے بولتا اسکی سرخ گردن پہ اپنی انگلیاں سہلانے لگا، ذائشہ خان کی زبان کب سے تالو سے چپکی ہوئی تھی، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اس بے باک انسان کی باتوں کا کیا جواب دے؟

م۔مجھے۔۔۔ کھانا۔۔ نہیں۔۔۔ دیا۔۔۔ تھا۔۔۔ میر۔۔ میری۔۔۔ آنکھ۔۔۔ میں۔۔ آئل۔۔۔

چلا۔۔۔ گیا۔۔۔ مجھے۔۔۔ کتنے۔۔ دن۔۔۔ پین۔۔ ہوئی۔۔۔ پھر۔۔۔ بھی۔۔۔ ناراض۔۔۔ رہے۔۔۔ وہ اسکا دھیان رومانس سے ہٹا کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں شکوے کرنے لگی! اب اسکی ناراضگی دیکھانے کی باری آئی تھی۔۔

وہ اسکے شکوے پہ نچلا لب دانتوں میں دبا کے اسکی طرف دیکھنے لگا، جو اس کے حصار میں سرخ سرخ سی اپنے معصوم پٹھانی نقوش کے ساتھ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ ان دونوں کی قدرتی طور پہ میچنگ ہوئی تھی یا میر ال شاہ نے جان بوجھ کے زائشہ خان کے لئے میرون کلر لیا تھا وہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن جو بھی ہوا تھا اچھا ہی ہوا تھا۔۔

اچھا اور کھانا تو کبھی نہیں منگوا کے دیا نا؟؟ اور جو پنتالیس سو پچاس روپے ادھار ہیں تم پہ؟ وہ کب واپس کرو گی؟؟۔۔۔۔ وہ دانت پیس کے بولا۔۔ اپنے پہ ہوا ہر ظلم یاد تھا لیکن اسکی مہربانیوں کو کسی خاطر میں لایا نہیں جا رہا تھا

۔

د۔دے۔۔دوں۔۔گی۔۔ کنجوس۔۔نہ۔۔ہوں۔۔۔تو!!۔۔۔ وہ ناک چڑھا کے بولتی مصروف انداز میں اسکی قمیض کے اوپری بٹن بند کر رہی تھی، چہرے پہ ناراضی تھی۔۔ وہ خاموشی سے پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔۔

کب دو گی؟؟۔۔۔ اسے منہ پھولاتے دیکھ کے وہ اسکے گال کھینچتا پیار سے دانت کچکچا کے بولا، وہ اس طرح از میر شاہ کے گال کھینچتا تھا جب اسے اس پہ ٹوٹ کے پیار آتا تھا۔۔ ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی اسکے ہاتھ اپنے گالوں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی جو اسکے پھولے گالوں زور سے کھینچتا جا رہا تھا۔۔

میر ال آپی سے لے کے دے دوں گی!! چھوڑیں!!۔۔۔ وہ خفگی سے گویا ہوئی۔۔ وہ اسکے گالوں کو کھینچنا چھوڑ کے انہیں اپنے ہونٹوں میں دبا کے ہولے سے کاٹنے لگا۔۔ ذائشہ خان اسے آنکھیں دیکھا رہی تھی جو اب جان بوجھ کے اسے ذچ کر رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔۔پہلی۔۔دفعہ۔۔جینز۔۔شرٹ۔۔۔پہنی۔۔۔مجھے۔۔۔ڈانٹ۔۔۔دیا!!۔۔۔۔ ذائشہ خان کی طرف سے معصوم سے انداز میں مزید ایک شکوہ حاضر ہوا تھا۔۔

ڈانٹا کیوں تھا؟؟ کرٹن ہٹا کے کون بیٹھتا تھا؟؟ اگر غلطی سے بھی کسی ملازم کی تم پہ نظر پڑ جاتی تو اس کی آنکھیں سلامت کون چھوڑتا؟ کسی کو قتل کرنے سے بہتر نہیں تھا تمہیں تھوڑا سا ڈانٹ دیتا جس نے مجھے قاتل بنانے کی وجہ بننا تھا؟؟۔۔۔ ارزم شاہ کیوں خاموش رہتا؟ وہ بھی بدلے میں اسے اس کی کارستانیاں یاد کروانے لگا جس پہ وہ اسے نروٹھے پن سے دیکھ کے اسی کی طرف آنکھیں گھماتی اس پر سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی، ارزم شاہ نے اپنی گرفت ڈھیلی چھوڑی تھی، وہ اسکی ڈھیلی گرفت پاتی اپنی بے ترتیب میکسی کو ترتیب دیتی ہاتھ پیچھے کی طرف لے جا کے ذپ

بند کر رہی تھی۔۔وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو اسکے اوپر بیٹھ کے یہ کام انجام دیتی اسکے جواں جزبات میں آگ بھڑکا رہی تھی۔۔وہ ابھی اسکی طرف دیکھ ہی رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔دروازے کے ناک ہونے کی آواز سنتی ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی اچانک سے پھر سے ارزم شاہ پہ گری تھی۔وہ حیرانگی سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جبکہ ارزم شاہ ریلکس انداز میں اسکی میکسی کے گلے پہ اپنی ناک رکھتا اسکے بدن کی خوشبو میں گہری سانس بھر رہا تھا۔۔

کو۔کوئی۔۔دروا۔۔دروازے۔۔پہ۔۔ہے۔۔۔وہ ویسے تو ارزم شاہ سے ناراض ہوئی پڑی تھی لیکن اس وقت بھوکھلاتی ہوئی اسکا کندھا ہلا کے اسے ہوش کروانے لگی جو بدمزہ ہوتا رخ موڑ کے دروازے کو گھورنے لگا۔۔

کون ہے؟؟۔۔۔۔۔اس نے بیزاری سے استفسار کیا تھا۔۔

تم اندر کیا کر رہے ہو؟؟ دروازہ کھولو! مجھے میرال کے کمرے سے ضروری سامان لینا ہے!!۔۔۔باہر سے زہرہ مام کی آواز سنتے ہوئے زائشہ خان کے چودی طبق روشن ہوئے تھے، ارزم شاہ نے خود کو کوسا تھا بھلا کیا ضرورت تھی اپنی اسپیکر جتنی آواز میں "کون ہے" بولنے کی؟؟

بعد میں لے لیجئے گا یار!!۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے زہرہ مام کو جواب دیتا ذائشہ خان کی پھیلی ہوئی ہیزل آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے نرمی سے چھونے لگا۔وہ اسکے مطمئن انداز پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، اسکی جان سولی پہ اٹکی ہوئی تھی اور وہ کن کاموں میں مصروف تھا؟؟

دروازہ کھولو چھوٹے شاہ! کیا بچپنا ہے؟ تمہارا یہاں کیا کام ہے مجھے پھول اور گجرے لینے ہیں لڑکیوں کے!!۔۔۔۔

زہرہ مام کی تپی ہوئی آواز ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔ذائشہ خان تھوک نگل کے جلدی سے ارزم شاہ کے اوپر سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جو اپنے رومانس میں خلل پڑنے پہ اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کے صوفے سے اٹھتا ہوا ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا، اسکی میکسی کی ذپ اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح سے بند کرتا وہ اسکی گردن اور سینے پہ اچھی طرح سے دوپٹا پھیلانے لگا۔۔وہ سہمتی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!! ڈریسنگ روم میں چلی جاؤ!!۔۔۔اسے پریشان دیکھ کے وہ اسکے گال کے ساتھ اپنا گال سہلاتا نرمی سے بولا تھا،وہ روہانسی ہوتی اسکی طرف دیکھ کے پھر سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی جب باہر سے پھر سے زہرہ مام نے ارزم شاہ کو غصے سے دانت پیس کے پکارا تھا۔۔

پرائیویسی نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس گھر میں!!!۔۔۔وہ دانت پیس کے بلند آواز میں جواب دیتا ذائشہ خان کے بکھرے بالوں کو درست کرتے ہوئے اسے ریلکس کرنے لگا۔۔

آ۔آپ۔۔ڈری۔ڈریسنگ۔۔روم۔۔۔میں۔۔چھپ۔۔۔جائیں۔۔۔ذائشہ خان اسے بیوقوفی سے مشورے دینے لگی۔۔

اچھا اس سے کیا ہو گا؟؟۔۔۔وہ اسکی بیوقوفی کے صدقے واری جاتے ہوئے بولا۔۔

آپ۔کی۔مام۔۔۔کو۔۔شک۔۔نہیں۔۔ہو۔۔گا!!۔۔۔وہ اسے روہانسی ہوتی پتے کی بات بتا رہی تھی۔

میری جان! میری بھاری آواز لاؤنج تک گئی ہو گی!! تم شک کرنے کی بات کرتی ہو؟ اب تک تو مام کو بہت سی باتوں پہ یقین ہو چکا ہو گا! اور اس پہ پکی پکی مہر اس وقت لگے گی جب تم ڈریسنگ روم میں رفو چکر نہیں ہو گی!!۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بولا تھا،ذائشہ اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔۔ارزم شاہ کو لگ رہا تھا اب صرف سر پیٹنے کی کسر باقی رہتی ہے! اسے سوچوں میں گم روہانسی ہوتے دیکھ کے وہ اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کے ڈریسنگ روم میں کھڑا کرتا ایک آخری بار جھک کے زور سے اسکے ہونٹ چومتا اسے بھوکھلا کے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی اجرک اٹھا کے گلے کے گرد لٹکاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اور کپڑے ابھی تو پریس دیکھے تھے میں نے اتنی ساری شکنیں کیوں پڑی ہیں؟۔۔۔۔ارزم شاہ کے دروازہ کھولنے کی دیر تک جب زہرہ مام اسے اوپر سے لے کے نیچے تک دیکھتی تفتیشی انداز میں آئیبرو اٹھا کے سوال کرنے لگی۔ارزم شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔

آپ نے پولیس ڈیپارٹمنٹ کب سے سنبھالنا شروع کر دیا ہے؟۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کو چندھیا کر کے انکی طرف دیکھتے ہوئے خفگی سے بولا تھا۔۔

کیاہوا ہے؟تمہاری آنکھیں کیوں گلابی اور سوجھی ہوئیں ہیں؟؟۔۔۔زہرہ مام اچانک سے اسکی آنکھوں کو دیکھتی مزید تفتیش بھول کے فکر مندی سے گویا ہوئی تھیں۔۔

مجھے کیاہونا ہے؟۔۔۔وہ کندھے اچکا کے بولتا وہاں سے رفو چکر ہونے والا تھا جب وہ فکر مندی سے اسکا بازو تھام گئی۔۔

تم روئے ہو؟؟تمہاری ناک بھی سرخ پڑ رہی ہے!! اب ماں سے چھپاؤ گے؟؟۔۔۔وہ اسکے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے تڑپ کے بولی ہوئی ارزم شاہ کو حیران کر گئی،اس نے سوچا بھی نہیں تھا وہ اسکے چہرے کے تاثرات سے اسکے اندر کا حال جان جائیں گی۔۔

تم کسی بات کو لے کے پریشان ہو؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید استفسار کرنے لگی وہ ٹرانس کی کیفیت میں نفی میں سر ہلا کے انہیں اپنے سینے سے لگاتا ان کا ماتھا چوم گیا۔

آپ بھی نا کیا کیا سوچتی رہتی ہیں! ویسے آج تو بابا جان کو پاگل بنانے کی پوری تیاری کی ہوئی ہے؟؟۔۔۔انہیں ڈیسنٹ سے گولڈن ایمبرائیڈڈ ڈریس پہ لائٹ سا میک اپ کئے دیکھتا ارزم شاہ ان کا دھیان اپنی طرف سے ہٹاتا شوخ انداز میں بولا تھا۔۔زہرہ مام نے سٹپٹاتے ہوئے اسکے پھولے بائیسیپ پہ تھپڑ جھڑا تھا۔

بہت خراب ہو رہے ہو تم!!۔۔۔وہ مصنوعی غصے سے بولتی اسے خود سے دور کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھیں ۔۔ارزم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔وہ قہقہ لگا کے ہنستا ہوا ڈائینگ روم کے شیشے کے دروازے میں اپنا چہرہ دیکھنے لگا جو رونے کی وجہ سے ابھی تک سرخ ہوا پڑا تھا۔اب اسکا چہرہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔چہرے کے تاثرات بالکل برفیلے تھے۔۔وہ واشروم کی طرف بڑھتا اپنے چہرے پہ زور زور سے چھینٹے مار رہا تھا لیکن ناک ابھی تک سرخ تھی اور وہ شاید سرخ ہی رہنی تھی،وہ بچپن میں بھی جب روتا تھا اسکی آنکھیں اور ناک کتنی کتنی دیر سرخ رہتی تھیں۔وہ سر جھٹکتا ہوا گہری سانس بھر کے اپنی اجرک درست کرتا واشروم سے باہر نکلتے ہوئے راہداری کی طرف بڑھ گیا۔۔

ہائے اللہ شکر ہے بچ گئے!!!۔۔۔۔۔۔کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے ہوئے ذائشہ خان سینے پہ ہاتھ رکھ کے گہری سانس بھر کے بولتی ڈریسنگ روم سے نکلی ہی تھی جب سامنے سے آتی زہرہ مام کو دیکھ کے اس کی چیخ بے ساختہ

تھی!! زہرہ مام جو اسکی طرف دیکھے بنا بیڈ پہ پڑی پھولوں کی ٹوکریاں اٹھانے والی تھیں ذائشہ خان کے ریکشن پہ وہ حیرا
ن ہوئی تھیں۔۔ اور اس سے بھی زیادہ حیران اسکی یہاں موجودگی پہ ہوئی تھیں۔

ہائے مر گئے۔۔۔۔ ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی اسے تو لگ رہا تھا کمرے کا دروازہ بند ہوا
ہے تو دونوں یہاں سے جا چکے ہوں گا لیکن یہاں تو کوئی اور ہی سین تھا، کیا فائدہ ہوا تھا ڈریسنگ روم میں چھپنے کا؟؟
کیا آپ ٹھیک ہے بیٹے؟ کیا ہوا؟۔۔۔۔۔۔ اسکے چہرے کے روہانسی تاثرات دیکھتی ہوئی زہرہ مام بیڈ کی طرف جانے
کی بجائے معصوم سی ذائشہ کی طرف بڑھتی اسکے گال پہ ہاتھ رکھ کے پیار سے پوچھنے لگی۔۔ ذائشہ خان حیرانگی سے ان
کا نرم لہجہ دیکھ رہی تھی۔ کوئی عورت اسکے ساتھ اتنی نرمی سے پیش آسکتی تھی؟ ان کے ہاتھ کے لمس میں ممتا کا پیار
واضح تھا۔۔ ذائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

ک۔کچھ۔۔۔ نہیں۔۔ وہ۔۔۔ بس۔۔ میں۔۔۔ اچانک۔۔۔ سے۔۔۔ کمرے۔۔ میں۔۔ اپنے
۔۔۔ علاوہ۔۔۔ کسی۔۔۔ کو۔۔ دیکھ۔۔۔ کے۔۔ ڈر۔۔ گئی۔۔۔ تھی۔۔۔ ذائشہ خان نے جلدی سے بہانہ گڑھا تھا۔۔
زہرہ مام نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا، اسکا چہرہ بھی رونے سے سرخ تھا۔۔ لیکن گالوں پہ دانتوں کے نشان
واضح تھے، ہونٹ بھیگے ہوئے تھے۔۔ وہ سٹپٹاتی ہوئی اس پر سے نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔ وہ اسکے گالوں اور لبوں کی
اس سرخی کو بھلا کیسے نہ پہچانتی؟ ایک عمر گزاری تھی انہوں نے۔۔

ارے بچے کوئی بات نہیں! اور یہ بتاؤ سب کے ساتھ پارلر کیوں نہیں گئی؟؟۔۔۔ زہرہ مام پیار سے اسکے بال کان
کے پیچھے کرتی نرمی سے بولی تھیں، ذائشہ خان کو ان سے بات کرتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

میرا دل نہیں تھا! مجھے پارلر کا میک اپ پسند نہیں ہے۔۔۔ وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہی تھی جب پنکھے کی وجہ سے اسکا
شفون کا دوپٹا گردن سے پھسلتا ہوا زہرہ مام کو منہ کھولنے پہ مجبور کر گیا۔۔ اسکی سرخ گردن دیکھتی وہ جلدی سے رخ
موڑ کے بیڈ سے پھولوں کی ٹوکریاں اٹھانے لگی۔۔ ذائشہ خان نے اپنا دوپٹا ٹھیک کرنے کے چکروں میں ان کے
تاثرات نوٹ نہیں کئے تھے۔۔ ارزم شاہ کا رونے کی وجہ سے سرخ چہرہ؟ ذائشہ خان کی بکھری حالت؟ اسکی گردن
کے نشان؟ ان دونوں کا ایک جیسے رنگ کا لباس؟ اس کمرے کا لاک ہونا؟ ارزم شاہ کا اس کمرے میں موجود ہونا؟ پھر

پیر پٹک کے بڑی مشکل سے دروازہ کھولنا زہرہ مام کو بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ان کے لب مسکرا رہے تھے، وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی ذائشہ خان کی طرف دیکھ رہی تھیں جو شاید ان کے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔

جلدی سے تیار ہو جاؤ بچے! ویسے تو تمہیں میک اپ کی ضرورت نہیں ہے! اور میرے بیٹے کو بھی زیادہ میک اپ پسند نہیں ہے! تو صرف لائٹ سا گلوز لگالو۔۔۔زہرہ مام اسکا گال تھپک کے اپنی ہنسی ضبط کر کے بولتی ٹوکریاں پکڑتے ہوئے جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی، ذائشہ خان ان کے آخری جملوں پہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلاتی ان کی پشت کی طرف دیکھتی رہی جو اب غائب ہو چکی تھی۔۔انہوں نے اپنے بیٹے کا ذکر کیوں کیا تھا؟؟

یا اللہ!!!!۔۔۔ذائشہ خان نا جانے کیوں سرخ پڑتی اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 90 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ آئینے کے سامنے کھڑا مسکراتے ہوئے اپنی آرمی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا جب اسکے کمرے کے دروازے پہ ناک ہوا تھا۔وہ دروازہ ناک کرنے کے انداز سے سمجھ چکا تھا دروازے پہ اسکی اکلوتی بہن ہو گی۔۔

آجاؤ میرا بچہ!!۔۔۔۔وہ اپنی شرٹ کے تمام بٹن بند کر کے بلند آواز میں اسے اندر آنے کی اجازت دیتا خود پہ پرفیوم چھڑک رہا تھا۔اجازت ملنے پہ ایزل شاہ کمرے کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تھی، سامنے اسے آرمی یونیفارم میں دیکھ کے وہ بھرپور انداز میں مسکرائی تھی۔وہ اپنا دراز قد اور چوڑی جسامت لئے اس آرمی یونیفارم میں غضب ڈھا رہا تھا۔۔اس نے اپنی بارات پہ شیروانی خریدنے کی بجائے آرمی یونیفارم پہننے کا سوچا تھا۔وہ آج پہلی بار اپنی ہویلی کے بڑوں کے سامنا اس آرمی یونیفارم میں کرنے والا تھا، اسے پیار سے دیکھنے کے بعد ایزل شاہ اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑ کے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔کیونکہ اسے یاد آیا تھا وہ اپنے لالہ سے ناراض ہے۔

میں ناراض ہوں آپ سے!!۔۔۔۔ایزل شاہ اس کے قریب آتی لاڈ سے منہ بنا کے بولی تھی۔وہ گرے میکسی میں ملبوس سر پہ اچھے سے دوپٹا جمائے لائٹ سا میک اپ کئے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔زوریز شاہ اسکی ناراضی پہ مسکرا دیا وہ جانتا تھا وہ کیوں ناراض ہو رہی ہے۔۔

اچھا وہ کیوں؟ کیا لالہ کی شادی کے دن بھی ناراض ہو گی؟؟۔۔۔وہ اسے اپنے سینے کے ساتھ لگاتا اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولا۔

آپ جانتے ہیں کیوں ناراض ہوں میں لالہ! کتنا شوق تھا مجھے آپ کے ساتھ مہندی کی رسم کرنے کا لیکن آپ لاؤنج میں نہیں آئے تھے۔۔ایزل شاہ منہ پھولا کے بولی تھی، وہ اس وقت اپنے لالہ کی لاڈلی بہن بنی ہوئی تھی، وہ اس وقت کہیں سے بھی ایک بچے کی ماں نہیں لگ رہی تھی۔۔

میرا بچہ رات میں دوستوں نے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چھوڑا! لیٹ نائٹ بہت مشکل سے جان چھڑوا کے آیا تھا تمہیں لاؤنج میں ڈھونڈا لیکن تم سونے جا چکی تھی! آئی ایم سوری تم ابھی ہر رسم کر لو! ۔۔۔وہ معصومیت سے بولتا اپنا کام پکڑ کے اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

ابھی مہندی کی رسم کیسے کر سکتی ہوں؟ ابھی تو صرف آپ سے نیگ لینے آئی ہوں! مجھے کل کی آج کی اور گزرے ہوئے کل کی نیگ اکھٹی دے دیں! کیونکہ کل آپ پھر بولیں گے دوستوں نے نہیں چھوڑا تھا اس لئے رات میں لیٹ ہو گیا!! لیکن میں بتا رہی ہوں میں اپنی نیگ معاف نہیں کروں گی!!۔۔۔ایزل شاہ پیر پٹک کے بولتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔زوریز شاہ پورے دل سے مسکرایا تھا۔

یہ نیگ تو تم کاظم لالہ سے ہی لینا کیونکہ میری شادی کا سارا خرچہ وہی اٹھا رہے ہیں اور ہم رہے صدا کے غریب فوجی! بہت مشکل سے گزارا ہوتا ہے۔۔۔وہ بہن کو چھیڑنے کی غرض سے ڈرامائک انداز میں بولتا افسوس سے سر ہلا رہا تھا۔۔ایزل شاہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔

ایک تو وہ پہلے ہی اپنے سارے پیسے آپکی شادی پہ لگا رہے ہیں اور اب نیگ کے پیسے بھی۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ اپنے شوہر کی حمایت میں معصومیت سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب زوریز شاہ کو ائیبرو اٹھا کے اپنی طرف دیکھتا ہو کے وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑتی لب دانتوں تلے دبا گئی۔۔

اتنی فکر شوہر کے پیسوں کی!؟ میں سوتیلا بھائی تو نہیں ہوں تمہارا؟؟۔۔۔وہ مصنوعی ناراضگی سے بولتا اپنے بال بنانے لگا۔۔ایزل شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے ناک چڑھا کے اسکی طرف دیکھا۔

وہ محنت سے کماتے ہیں۔۔۔وہ شوہر کی حمایت میں مزید بولتی پتا نہیں کیوں زوریز شاہ جو تنگ کر رہی تھی۔۔اگر جو کاظم شاہ ابھی اسے اپنی اتنی حمایت کرتے دیکھ لیتا تو غش کھا جاتا۔۔

اور ہم تو جیسے بنا کوئی محنت کئے درختوں سے پیسے اتارتے ہیں؟۔۔۔وہ دانت پیس کے بولا تھا۔وہ کتنی دیدہ دلیری سے بھائی کے سامنے شوہر کی حمایت کر رہی تھی؟

ایک نیگ دینے پہ باتیں سنائیں گے اب مجھے؟۔۔۔وہ معصومیت سے منہ بنا کے آنکھوں کو چندھیا کرتی ہوئی بولی تھی۔۔

ارے نہیں ہماری کیا مجال جو ہم ایک بیلیئنر کی بیوی باتیں سنائیں؟ آپ حکم کریں کتنی نیگ چاہئیے؟۔۔۔زوریز شاہ مؤدب انداز میں بولتا اپنے سر کو خم دیتے ہوئے بھورے فوجی کٹ بالوں میں برش گھما رہا تھا۔اسکے انداز پہ ایزل شاہ کے لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی لیکن وہ کب دباتی اپنی مسکراہٹ چھپا گئی۔۔

جتنے میرے بیلیئنر شوہر نے آپ کی شادی پہ لگائیں ہیں اس سے ڈبل نیگ چاہئیے!!!۔۔۔وہ اپنی ہنسی دبا کے حکم دینے والے انداز میں بولی تھی۔یہ نیگ اسکا حق تھی اور وہ استحقاق سے لے رہی تھی۔

ارے بس؟؟ نہیں ایسا کرو جتنے وہ چھوٹے شاہ کی شادی پہ لگائیں گے وہ بھی آج ہی لگے ہاتھ مجھ سے لے لو؟ ازمیر کا خرچہ بھی میں اٹھا لیتا ہوں اگر روز روز اسکے ڈائیپر اور کپڑوں کا خرچہ نہیں اٹھایا جاتا تو؟؟۔۔۔زوریز شاہ دانت کچکچا کے بولتا ہوا اپنی بہن کی طرف دیکھا تھا جو اپنے شوہر کی ہو چکی تھی۔اس نے تو گرگٹ کی طرح رنگ بدلا تھا۔۔

مرضی ہے آپ کی! اور پلیز ان پیسوں میں میری اور باقی سب کزنز کی فرینڈز کی نیگ کا خرچہ بھی ایڈ کر لیجئیے!!۔۔

ایزل شاہ اپنی نیلی آنکھوں کو ٹپٹپا کے معصومیت سے لبریز لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔

رکو شادی گئی بھاڑ میں! میں پہلے خود کو بیچ کے آتا ہوں پھر جو پیسے ملیں گے نا وہ سب آپس میں بانٹ لینا!!۔۔زوریز شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا برش ٹیبل پہ پٹک کے دانت پیس کے بولتا ہوا آگے کی طرف قدم اٹھانے ہی والا تھا جب ایزل شاہ قہقہہ لگاتی ہوئی اسکے سینے سے لگی تھی۔۔اسے ہنستے دیکھ کے وہ سرشار ہوتا دل میں اسے خوش رہنے کی دعائیں دینے لگا،وہ کاظم شاہ کے آنے کے بعد بھی اتنا کھلکھلا کے نہیں ہنستی تھی جتنا اس وقت ہنستی تھی،شاید ان دونوں میں اب بہت کچھ بہتر ہو رہا تھا کم از کم زوریز شاہ نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔زوریز شاہ نے عقیدت سے اسکا ماتھا چوما تھا۔

ہمیشہ اسی طرح خوش رہو! ۔۔۔۔۔وہ پیار سے بولا۔

اگر آپ نیگ دیں گے تو اس سے زیادہ خوش ہو کے دیکھاؤں گی!!۔۔۔وہ آنکھیں ٹپٹپا کے بولتی ہوئی اس وقت پہلے والی اووزی لگ رہی تھی جو چلبلی سی ہوا کرتی تھی۔۔

تم ہر روز یوں ہی خوش ہو کے دیکھاؤں گی تو ہر روز منہ مانگی نیگ دینے کو بھی تیار ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ کے لہجے میں بہن کے لئے پیار ہی پیار تھا۔وہ دراز سے اپنی چیک بک نکال کے اپنا سائن کیا گیا بلینک چیک اسے تھما گیا۔ایزل شاہ نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

لالہ مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہئیے! میں مذاق کر رہی تھی۔وہ چیک پکڑنے کی بجائے نفی میں سر ہلا کے مسکراتے ہوئے بولی۔۔

یقین کرو جب بچپن میں ہویلی میں کوئی مہمان جاتے ہوئے تمہیں پیسے پکڑاتا تھا تم تب بھی یہی بولتی تھی نہیں مجھے نہیں چاہئیے اور پھر جب وہ پیسے میرے یا احان لالہ کے حصے میں آتے تھے تم میانی بنتی مہمانوں کے جاتے ہی چھین لیا کرتی تھی! اسی لئے سبھی بھی میسنی بن کے یہ چیک پکڑلو! یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔۔اسے جھجکتے دیکھ کے زوریز شاہ بچپن کے خوبصورت لمحات اسکے گوش و گزار کرتا اسے مصنوعی غصے سے گھورنے لگا،خود کے لئے میسنی کا لفظ سنتی ایزل شاہ منہ کھول کے اسکی طرف دیکھتی جلدی سے اس سے وہ بلینک چیک تھام گئی۔۔

چلیں! یہ تو ہوا میرا! اب میرا ل آپی اور میری ایک نئی دوست کا بھی نکالیں!!!۔۔۔وہ چٹکی بجا کے دونوں سے بولتی واقعی کی کاظم شاہ کی بیوی لگ رہی تھی۔میسنی والا لفظ بری طرح سے چبھا تھا۔۔

نئی دوست کون؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے چیک بک بند کرتے ہوئے تجسس سے پوچھا تھا۔۔

ذائشہ خان!! وہ پٹھان ہیں! مجھ سے بڑی ہیں! بہت پیاری ہیں کیوٹ سی! اب وہ میری بہن بن چکی ہیں لیکن آپ کی بہن نہیں ہیں کیونکہ آپ کی اور احان لالہ کی صرف ایک ہی بہن ہے "ایزل شاہ" لیکن چونکہ وہ میری بہن ہے تو اسکی نیگ دینا بھی آپ پہ فرض ہے!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ اسے اپنا بنایا گیا لاجک دیتی پوزیسو انداز میں بولی تھی،وہ مسکرا دیا،چلو یہ تو اچھا ہوا تھا اسکی ذائشہ خان سے دوستی ہو چکی تھی۔۔وہ جانتا تھا اسکی بہن ہر رشتے کے معاملے میں

بے حد پوزیسو تھی، ذائشہ سے چاہے جتنی مرضی دوستی ہوئی تھی لیکن وہ اپنے دونوں لالہ کی اکلوتی بہن رہنا چاہتی تھی

--

اچھا تم ایسا کرو اپنی سب دوستوں کی ایک لسٹ بنا کے دے دو! میں سب کے لیے گولڈ یا ڈائمنڈ کا کچھ بنوا دوں گا!

انہیں پیسے دینا اچھا نہیں لگے گا!!۔۔۔۔زوریز شاہ مسکرا کے بیچ کا حل نکالنے لگا۔

لسٹ میں اپنا نام بھی لکھوں گی!!!۔۔۔۔وہ اترا کے بولی۔۔وہ قہقہ لگا کے سر ہاں میں ہلاتا ایک دفعہ پھر عقیدت سے

اسکا ماتھا چومتا اسے اپنے بازو کے حالے میں لئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

ازمیر کہاں ہے؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

اپنے بابا کے پاس!! آپکی شادی نے نا جانے کیسا جادو دیکھایا ہے جو میرے بیٹے نے پارٹی بدل لی ہے!۔۔۔۔۔وہ ناک

چڑھا کے جیلس انداز میں گویا ہوتی زوریز شاہ کو پھر سے قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

زوریز شاہ کی بارات کا فنکشن آج بھی ہویلی کے بڑے سے لان میں منعقد کروایا گیا تھا، ہویلی کافی بڑی تھی، بہت سے مہمان آسانی سے سمائے جاسکتے تھے۔۔شادی کا فنکشن سٹارٹ تھا، مہمانوں سے لان بھرا پڑا تھا صرف اگر کوئی بھی لان میں نہیں آیا تھا تو وہ دلہا اور دلہن تھے۔۔ہویلی کے تمام بڑوں کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ اور احان شاہ سب مہمانوں کو اچھے سے ریسو کرتے ہر کسی کو ٹائم دے رہے تھے۔ آج کے مہمانوں میں بر گیڈیئرز، میجرز، لیفٹیننٹ کرنل، لیفٹیننٹ، سیکنڈ لیفٹیننٹ، کیپٹنز اور آرمی سے متعلق تقریباً ہر پوسٹ میں موجود فوجی انوائیٹڈ تھی۔ھارون شاہ اور عادل شاہ سن کے منہ سے اپنے بیٹے اور پوتے کی تعریفیں سنتے بڑے فخر سے مسکرا رہے تھے۔۔ابھی وہ سب باتوں میں مشغول تھے جب آرمی یونیفارم میں ملبوس زوریز شاہ سنجیدگی سے لان میں داخل ہوا تھا۔۔ھارون شاہ اور عادل شاہ کے پاس کھڑے آرمی کی بڑی سی ٹیم دیکھتا وہ مبہم سا مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھا تھا، ان کے قریب آتے وہ جھک کے انہیں سلام کرتا اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتا بے حد پیار لگا تھا۔ تمام لوگ اپنی باتیں چھوڑ کے زوریز شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے، ہر نیوز چینل کی ہیڈ لائنز کا مرکز آج میجر زوریز شاہ تھا! دنیا پہ یہ حقیقت آج پہلی مرتبہ آشکار ہوئی تھی کہ زوریز شاہ ایک آرمی میجر ہے اس نے کبھی بھی اپنی آرمی کی پوسٹ دنیا والوں کے سامنے ظاہر نہیں کی

تھی۔ وہ میجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیکریٹ ایجنٹ بھی تھا جس سے اسکے باپ دادا بھی واقف نہیں تھے، یہ راز صرف اسکی بیوی اور بھائی جانتے تھے۔۔ زوریز شاہ کو آرمی یونیفارم میں دیکھ کے ھارون شاہ اور عادل شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ آج اسے پہلی بار آرمی یونیفارم میں دیکھ رہے تھے، زوریز شاہ کے تمام دوست، کاظم شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ دور کھڑے یہ منظر مسکرا کے دیکھ رہے تھے۔۔ زوریز شاہ کے ایک ایک پل کی تصویر بنائی جا رہی تھی۔۔ ان سب کے منہ سے باپ دادا کے سامنے اپنی تعریفیں سنتے زوریز شاہ اترا کے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن ان کی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھتا وہ انہیں اپنے سینے سے لگا گیا۔ یہ منظر بے حد پیارا تھا۔۔ انہیں ٹائم دے کے خصوصی ٹیبلز پہ بٹھاتا وہ اپنے دوستوں کی طرف بڑھنے والا تھا جب بر گیڈیئر نے اسے اسٹیک پہ جانے کا حکم دیا تھا۔۔ زوریز شاہ نے ان سے وجہ پوچھنی چاہی تو انہوں نے حکمیہ انداز میں اپنی بات پہ زور دیا وہ شش و پنج میں سر ہلاتا اسٹیج پہ جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان آج بھی پردہ تھا، زوریز شاہ کے سٹیج پہ آنے کی دیر تھی جب کتنی ہی لڑکیاں اسے آرمی یونیفارم میں دیکھ کے اس پہ اپنا دل ہار چکی تھی یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ کسی کا ہو چکا ہے۔۔ آرمی کی طرف سے زوریز شاہ کو گارڈ آف آنر دینے کی تیاری کی جا رہی تھی جب لان کی تمام لائٹس آف ہوئی تھیں۔۔ لائٹس آف ہوتے ہی ایک سپاٹ لائٹ تھی جو مرحاشاہ کے اوپر تھی۔ زوریز شاہ جو سوالیہ نگاہوں سے بر گیڈیئر کو دیکھ رہا تھا، لائٹس آف ہونے پہ نگاہیں بے ساختہ سامنے کی طرف اٹھی تھیں، سپاٹ لائٹ میں کھڑی بلڈ ریڈ بھاری لہنگے میں ملبوس مرحاشاہ کو سر پہ جالی دار گھونگھٹ لئے دیکھ کے وہ حیرانگی سے اپنی آنکھیں پھیلا گیا۔۔ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی گولڈن میکسی میں ملبوس میرال شاہ نے وزیٹرز کو بلاتے ہوئے درمیان سے پردے کٹوانے چاہے تھے جب کاظم شاہ پہلی فرصت میں ان تک پہنچا تھا۔۔

کرٹن نہیں ہٹیں گے! عورتوں والی طرف سے انٹری کرواؤ! اور جس کی یہ بیوی ہے کیا اس سے اس سب کی اجازت لی ہے تم نے؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ دانت پیستے ہوئے میرال شاہ سے مخاطب تھا جو اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی وزیٹرز پہ اپنا حکم چلا رہی تھی۔۔

اس کی اجازت کیوں لوں گی میں؟ یہ میری بہن کی شادی ہے! اگر اسے یہ انٹری نہیں اچھی لگ رہی تھی تو اسٹیج پہ غصے والی شکل بنا کے کھڑے ہونے سے بہتر ہے اپنے دوستوں کے پاس رفو چکر ہو جائے! کیونکہ مرحاشاہ کی انٹری تو

ایسے ہی ہونی ہے تا کہ آگ لگ جائے دنیا والوں کو! ارے بھئی پتا چلنا چاہیئے میر ال شاہ کی بہن کی شادی ہو رہی ہے!!!۔۔۔۔ میر ال شاہ آنکھیں چندھیا کر کے بولتی ہوئی کاظم شاہ کو گھور کے دیکھ رہی تھی جو اس سے ایک سال بڑا ہو کے روعب جھاڑا کرتا تھا۔

دھیان رکھنا دنیا کو آگ لگواتے لگواتے یہ نا ہو تمہارا اتھرا کریک بہنوئی تمہاری بہن کو آگ لگا دے! اس نے سختی سے منع کیا تھا مر حا یہاں انٹری نہیں دے گی!!۔۔۔ کاظم شاہ غصے سے دبی دبی آواز میں غرا کے میر ال شاہ کو کچھ عقل دیتا مر حا شاہ کو تاصف سے دیکھ رہا تھا جو بہن کی مانتی ہوئی سپاٹ لائٹ میں آ کے کھڑی ہو چکی تھی، صد شکر تھا اسکے چہرے پہ گھونگھٹ تھا لیکن گھونگھٹ جالی دار تھا، اڈکا چہرہ کچھ کچھ واضح ہو رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کے جواب پہ مر حا شاہ کا دل لرزا تھا اسے واقعی ہی زوریز شاہ نے انٹری دینے سے منع کیا تھا لیکن میر ال شاہ اسے زبردستی سپاٹ لائٹ میں لے کے آئی تھی تا کہ اسکی یونیک طریقے سے انٹری کروا سکے۔۔ دور کھڑا احازق خان گہری نگاہوں سے میر ال شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو کاظم شاہ سے کسی بات پہ الجھ رہی تھی، وہ تینوں ابھی کرٹن سے کچھ پیچھے کھڑے تھے، مرد اور عورت سب ہی ان کی طرف آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔۔

مر حا یہاں انٹری دے گی!! پلیز پٹھان مردوں کی طرح کنزرویٹو مت سوچا کرو! مر حا ایک ڈاکٹر ہے وہ کانفیڈنٹ ہے! وہ پردہ نہیں کرتی جو اپنی شادی والے دن بھی چھپتی پھرے! سب کی اپنی لائف ہے ہمیں پابندیوں میں رہنا پسند نہیں ہے تو کیوں ہم کسی کی سوچ کے مطابق زندگی گزاریں؟! ڈاکٹر مر حا شاہ کو ایک دنیا جانتی ہے! اگر وہ یہاں انٹری دے کے گی تو یہاں بیٹھے مرد اسے کھا نہیں جائیں گے! ۔۔۔۔ میر ال شاہ کانفیڈنٹ انداز میں دبے دبے غصے سے بولی تھی، آج پہلی بار اسکی اور کاظم شاہ کی اتنے سیریس انداز میں جھڑپ ہو رہی تھی ورنہ ایسی لڑائیاں صرف احان شاہ اور میر ال شاہ میں ہی ہوا کرتی تھیں۔۔

تم چاہے مردوں میں جا کے گھومو لیکن تمہاری بہن پہ تم سے زیادہ حق سید زوریز ھارون شاہ رکھتا ہے! وہ زوریز شاہ کے نکاح میں ہے تو جب وہ ہی نہیں چاہتا اسکے دلہن بنے روپ پہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کی نظر پڑے تو تم کیسے یہ سب ڈیسائیڈ کر سکتی ہو؟ اتنا ہی شوق ہے دنیا کو آگ لگانے کا تو عورتوں والی طرف سے انٹری کروالو! درمیان سے

کرٹن کسی صورت نہیں ہٹے گا!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی بات پہ ڈٹا رہا اسے میرال شاہ کی آدھی باتیں سرے سے ہی بری لگ رہی تھیں، لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی سرد ہوا تھا۔۔

مووی لک اچھی نہیں آئے گی!!!۔۔۔میرال شاہ ابھی مزید بولتی جب سن دونوں کو لڑتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اس کی بات ٹوکی تھی۔۔

آپی لالہ ٹھیک بول رہیں ہیں!! کرٹن مت کٹوائیں! انٹری عورتوں کی طرف سے بھی ہو جائے گی!!۔۔۔۔مرحا شاہ مدھم آواز میں بولی تھی، کاظم شاہ نے اترا کے میرال شاہ کو دیکھا تھا جو اسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔۔

زوریز شاہ ہنوز اسٹیج پہ کھڑا سارا ماجرہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اسے مرحا شاہ کو یہاں دیکھ کے شدید غصہ آیا تھا، وہ یہاں کیوں آئی تھی؟ کیا زوریز شاہ کی بات اسکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی؟؟ وہ اس سے ناراض ہو چکا تھا اسی لئے اسٹیج سے اتر کے ان کے پاس آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کیونکہ اگر وہ یہاں تک آچکی تھی تو آگے بھی آ سکتی تھی! اگر اس کے کہنے پہ تک بھی جاتی تو فائدہ نہیں تھا کیونکہ اس وقت سب کی نظریں سپاٹ لائٹ میں کھڑی مرحا شاہ کی طرف اٹھی ہوئی تھی، جو بھاری اور قیمتی لہنگا پہنے اپنے سر پہ موجود گھونگھٹ کو دونوں طرف سے کناروں سے پکڑے کانفیڈنٹ انداز میں کھڑی تھی۔۔

عجیب یار کرو اپنی مرضی!! میں تو پاکستان آ کے پھنس چکی ہوں! یہ نہیں کرنا تو وہ نہیں کرنا! یہاں نہیں جانا تو وہ نہیں آنا! یہاں نہیں بیٹھنا تو یہاں نہیں کھڑے ہونا! مطلب حد ہو گئی ہے!!۔۔۔میرال شاہ غصے سے سر جھٹک کے بولی تھی، چہرے کے تاثرات نارمل ہی رکھے تھے کیونکہ میڈیا انوائیٹڈ تھا۔۔ساری نشریات تقریباً لائیو چل رہی تھی۔۔

شاہ حویلی کے لڑکوں نے انہیں زیادہ فوٹیج ریکارڈ کرنے نہیں دی تھی، مرحا شاہ کے آتے ہی کاظم شاہ نے اکبر خان کو اشارہ کرتے ہوئے میڈیا کو یہاں سے رفو چکر کروانے کا اشارہ دیا تھا۔۔کاظم شاہ اور میرال شاہ کی لڑائی میں جیت کاظم شاہ کی ہوئی تھی، مرحا شاہ کی انٹری عورتوں والی سائیڈ سے کروائی گئی تھی، درمیان میں کرٹن ہنوز موجود تھے، لائٹ رومانٹک سے میوزک میں وہ دھیرے دھیرے پھولوں پہ چلتی ہوئی اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔میرال شاہ کا موڈ آف تھا، اسے ان پابندیوں سے اچھی خاصی چڑ تھی۔۔وہ نہیں چاہتی تھی کوئی اسے یا اسکی بہن کو کنٹرول کر کے اپنے مطابق چلا سکے۔۔وہ آزاد خیال تھی۔۔

کاظم شاہ کے واپس آنے پہ احان شاہ نے اس سے اس سارے ماجرے کے متعلق استفسار کیا تھا جب وہ نفی میں سر ہلا کے بات ٹال گیا، وہ نہیں چاہتا تھا وہ میر ال شاہ کا مؤقف سننے کے بعد اس سے مزید دشمنی پال لے۔۔ میر ال شاہ بری نہیں تھی صرف غصے کی تیز تھی، کاظم شاہ غصہ اس وقت کرتا تھا جب کوئی نرمی سے کنٹرول نہیں ہوتا تھا اور میر ال شاہ نرمی سے کنٹرول ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔۔

آج سجیا وے سارا شہر

آج ہو گئی آوے رب دی مہر

ہائے۔۔۔

وہ زوریز شاہ کی طرف دھکتی کانفیڈنٹ انداز میں دھیرے دھیرے اپنے قدم اٹھا رہی تھی جب میر ال شاہ نے اپنے ہاتھ تھوڑے سے بھنگڑے کے سٹائل میں موو کرتے ہوئے ہوٹنگ کرتے ہوئے اسے بھی یونہی کرنے کا اشارہ کیا تھا۔۔ مرحاشاہ اپنی بہن کو اتنا خوش دیکھ کے مسکرائی تھی۔ وہ جانتی تھی کاظم شاہ کے ساتھ ہوئی جھڑپ کی وجہ سے اسکا موڈ خراب ہو چکا ہے اسی لئے وہ اسکی بات مانتی ہوئی اسی کی طرح اپنے ہاتھوں کو تھوڑا سا بھنگڑے کے سٹائل میں موو کرتی تمام عورتوں اور لڑکیوں کو ہوٹنگ کرنے پہ مجبور کر گئی، وہ یہ سٹیپ کرتے ہوئے بے حد پیاری لگی تھی،

خوشیاں دا چڑھیاں آج

ویلاوے، ساڑیاں نے نچنا

ساڑیاں نے گاؤنا وے۔۔۔

وہ یونہی ہلکے پھلکے سے سٹپ کرتی اپنے لہنگے کو بیک وقت سنبھالتے ہوئے بڑے پیارے انداز میں انٹری دیتی اسٹیج کے بالکل پاس آ چکی تھی، زوریز شاہ نے ایک منٹ کے لئے بھی اس سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔۔ ان نظروں میں غصے کی شدید تپش تھی۔۔ اسے اسٹیج تک آتے دیکھ کے وہ سب کی وجہ سے لحاظ کرتا ہوا اپنے بھاری قدم اٹھاتے اس تک آیا تھا۔ لڑکیوں کی طرف سے ہوٹنگ کی آوازیں مزید بلند ہوئی تھیں۔

دل چاہ رہا ہے سب کے سامنے تمہارے ہونٹوں پہ کاٹ کے تمہارا ویلکم کروں! مجھے تم پہ اس وقت بے حد بے حساب غصہ ہے مرحاشاہ! میرا بس نہیں چل رہا میں یہاں ہی کوئی گستاخی سرانجام دے ڈالوں! پتا نہیں میں کس ضبط سے

یہاں تمہارے پاس کھڑا ہوں! تم ایک دفعہ کمرے میں تو چلو پھر تمہیں بتاتا ہوں شوہر کی بات نہ ماننے پہ کس طرح سے پچھتانا پڑتا ہے۔۔۔وہ اسکے نزدیک کھڑا ہوتا جھک کے ضبط سے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا اسکے کان میں ایک ایک لفظ چبا کے سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے کہنی سے پکڑ کے خود کے نزدیک کرتا صوفوں کی طرف بڑھا تھا۔اسکی بے باک اور زو معنی دھمکیوں پہ مرحاشاہ نے تھوک نگلا تھا۔زوریز شاہ کو مرحاشاہ کا ماتھا چومتے دیکھ کے سب نے پہلے سے زیادہ بلند آواز میں ہوٹنگ کی تھی، اب کی بار ہوٹنگ لڑکوں کی جانب سے بھی آئی تھی جو زوریز شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔۔

زیادہ سڑیل بننے کی ضرورت نہیں ہے!! تم ہمیشہ فضول باتوں پہ غصہ کرتے ہو۔۔۔وہ اسکے ساتھ کھڑی ہوتی دبی دبی آواز میں ذرا غصے سے بولی تھی۔۔

منہ مت لگاؤ مجھے!!۔۔۔۔۔۔وہ ہمیشہ اپنی ناراضگی کا اظہار اسی ایک جملے سے کیا کرتا تھا۔۔

کیسی لگ رہی ہوں میں؟؟۔۔۔۔وہ چپ رہنے کی بجائے مزید گویا ہوتی اپنا لہنگا ٹھیک کر رہی تھی۔۔

ذہر سے بھی بری!!۔۔۔۔۔۔۔وہ چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتا دبی دبی آواز میں شدید غصے سے اپنی بھڑاس نکال رہا تھا۔۔

تم میری انسلٹ نہیں کر سکتے۔۔۔مرحاشاہ نے نامحسوس طریقے سے اسکے پیر پہ زور سے اپنی ہیل ماری تھی۔۔

دماغ خراب مت کرو!!۔۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے بولا تھا۔۔

میرا لہنگا ٹھیک کرو مجھے بیٹھنا ہے!! ۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے بازو پہ ہاتھ رکھتی لاڈ سے بولی تھی۔وہ سپاٹ انداز میں کھڑا فون میں مصروف ہو گیا۔مرحاشاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے سیریس انداز میں اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکے گھونگھٹ سے جھانک کے اسکا چہرہ دیکھنے کی بجائے فون کی سکرین دیکھ رہا تھا۔۔وہ ابھی اسکی طرف دیکھ ہی رہی تھی جب میوزک چینج ہوا تھا۔ایک ساتھ کتنے ہی تھپ تھپ کرتے قدموں کی آواز گونجی تھی، سب کی نظریں بے ساختہ سامنے کی طرف اٹھی تھیں جہاں سے دس سے پندرہ سپاہی ہاتھ میں بندوقیں پکڑیں گردن اکتائے پیر اٹھا اٹھا کے آگے کی طرف بڑھتے زوریز شاہ کو گارڈ آف آنر دے رہے تھے۔۔

زوریز شاہ کو دس سے پندرہ سپاہیوں نے گارڈ آف آنر سے نوازا تھا، وہ اس گارڈ آف آنر کے لائق تھا کیونکہ بہت سے مشنز میں اپنی اعلیٰ کارکردگی دیکھائی تھی، زوریز شاہ کو ابھی سمجھ آئی تھی اسے بر گیڈیئر نے اوپر اسٹیج پہ کیوں بھیجا تھا، خود کو گارڈ آف آنر ملتے دیکھ کے وہ مسمرائز ہوتا اپنا فون آف کئے سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔۔ھارون شای، دریاب شاہ، عادل شاہ، اسکے بھائی، کزن، دوست سب کے چہروں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ فخریہ مسکراہٹ ۔۔۔اس منظر کو دیکھ کے مرحاشاہ کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں، لب مسکرائے تھے، یہ منظر سامنے ایک سی ڈیز پہ واضح دیکھائی دے رہا تھا زعورتیں بھی یہ منظر بڑے فخریہ انداز میں دیکھ رہی تھیں۔۔زہرہ مام اور ایزل شاہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں۔۔

کانگریجولیشن فار دس گارڈ آف آنر!!۔۔۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے مرحاشاہ نے اسے ایک دفعہ پھر بلانے کی کوشش کی تھی۔۔وہ اسے دل سے مبارکباد پیش کر رہی تھی لیکن وہ خاموش رہا، اسکی طرف ابھی بھی نہیں دیکھا تھا

۔۔

گارڈ آف آنر دینے پہ ہی بس نہیں ہوئی تھی، اب کی باربای اسکے دوستوں کی تھی، جو ایک لائن بنا کے ترتیب سے کھڑے ہو رہے تھے۔۔

اے راہ حق کے شہیدوں

وفا کی تصویروں

تمہیں وطن کی ہوائیں

سلام کہتی ہیں

اے راہ حق کے شہیدوں

وہ سب ایک ایک کر کے زوریز شاہ کو سلیوٹ کرتے اس منظر کو مزید خوبصورت بنا چکے تھے۔۔سب سے پہلے ڈارک براؤن شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پہ سکن اجرک لئے حازق خان نے زوریز شاہ جو سلیوٹ کیا تھا، باری باری اسکے تمام دوستوں نے ہنستے مسکراتے اسے سیکیور پیش کیا تو پیچھے صرف دو لوگ بچے تھے، شہسوار شاہ اور رایان خان۔۔۔ شہسوار شاہ وہ تھا جو ابھی اگلے دن اسے سلیوٹ کرنے پہ ایٹیٹوڈ دیکھا رہا تھا اب صرف ان سب کے ساتھ ایک رات

گزار کے ہی دوستی اتنی ہو چکی تھی کہ اس نے بلا جھجک بڑے دلفریب انداز میں اسے سلیوٹ کیا تھا، شہسوار شاہ اس وقت نیوی بلیو شلوار قمیض پہ سکن اجرک لئے ہوئے تھا۔۔ حازق خان رات میں بھی یہاں نہیں رکا تھا لیکن کاظم شاہ اور احان شاہ نے شہسوار شاہ کو جانے نہیں دیا تھا بلکہ اسے مہمان بنا کے سب کے ساتھ ہویلی کی بیک سائیڈ کی طرف لے گئے، وہ پہلے تو انکار کرتا رہا لیکن ان کے اصرار پہ رک گیا۔۔۔ شہسوار شاہ کے بعد باری آئی تھی رایان خان کی جس کی قدرتی حازق خان کے ساتھ میچنگ ہوئی تھی، وہ حازق خان جیسی ڈریسنگ میں ملبوس اپنے ماتھے پہ تو انگلیاں ٹکا کے زوریز شاہ کو سلیوٹ کم اور بغیرتی زیادہ کرتا آنکھ ونک کرتے ہوئے ہونٹوں کو گول کرتے فلائنگ کس کر گیا، اس نے یہاں موجود آرمی کی ٹیم کی بھی حیا نہیں کی تھی، زوریز شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔ یہ ان سب دوستوں نے بالکل ابھی پلین کیا تھا اور یہ پلین لڑکی والوں کو بے حد پسند آیا تھا میرال شاہ تو کتنی دیر بے خودی میں حازق خان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔۔ ان سب کے سیلیوٹ پیش کرنے کے بعد وہ اسٹیج سے اتر کے ان سب کی طرف بڑھتا ایک ایک کر کے ان کے گلے لگا تھا۔۔

جان چھوڑیں آپ کی ٹیچریں دیکھ رہی ہیں!!۔۔۔۔ رایان خان اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں ہنس کے بولتا ہوا اسے بر گیڈیئر وغیرہ کا اشارہ دے رہا تھا، زوریز شاہ نے ہنس کے اس سے الگ ہوتے اسکے کندھے میں مکا جھڑتے ہوئے اس پہ لعنت بھیجی تھی۔۔ احان شاہ اور کاظم شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے زوریز شاہ کا ماتھا چوما تھا۔۔ وہ دونوں اس وقت گرے شلوار قمیض پہ گرے ہی اجرک گلے کے گرد لٹکائے جڑواں بھائی معلوم ہو رہے تھے، صرف آنکھوں کا فرق تھا ورنہ کزن ہونے کی وجہ سے دونوں کے نقوش ملتے تھے، قد اور جسامت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں تھا۔۔

بس کر دیں! مجھے ایسا لگ رہا ہے شادی نہیں کوئی پریڈ اٹینڈ کرنے آیا ہوا ہوں! کوئی یہاں سے سیلیوٹ پیش کر رہا ہے تو کوئی وہاں سے! واہ بھئی اتنی عزت؟؟ زوریز لالہ خود اتنی عزت ملنے پہ پریشان ہیں! کیوں لالہ؟۔۔۔ اس منظر کو دیکھ کے بالآخر ارزم شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے دانت پیس کے بولا تھا، آخری جملہ بولتے ہوئے اسکی خود کی توجو ہنسی چھوٹی تھی باقی سب بھی قہقہ لگا کے ہنس دیئے، زوریز شاہ نے چھوٹے شاہ کو گھور کے دیکھا تھا۔۔

کچھ دیر بعد کھانے کا وقت ہوا تھا، زوریز شاہ واپس اسٹیج پہ نہیں گیا تھا، اسٹیج پہ اب میرال اور اسکی دوستیں موجود تھیں۔۔ مرحا شاہ کب سے اسکا انتظار کر رہی تھی تاکہ اسے باتوں ہی باتوں میں منا سکے لیکن اس نے تو واپس آنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

کیا تم اس دن کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو؟۔۔۔۔۔ حازق خان فون بند کر کے مرنے ہی والا تھا جب احان شاہ اسکے پاس آ کے کھڑا ہوتا مدھم آواز میں اسے مخاطب کر رہا تھا۔ وہ اسے دن کا حوالہ دے رہا تھا جب وہ ہاسپٹل کے باہر اسی بہن کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ حازق خان نے چونک کے اسکی طرف رخ موڑا تھا۔۔ اسکے لفظ ناراض پہ اس نے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا۔۔

?Are we friends

حازق خان نے طنزیہ انداز میں استفسار کیا تھا کہ کیا وہ دونوں دوست ہیں جو وہ اس سے ناراض ہوتا پھرے گا؟۔۔

?Are we not

احان شاہ نے ہنوز مدھم آواز میں الٹا سوال کر ڈالا۔۔

?Are we

حازق خان اپنے سوال پہ قائم رہا!! وہ اسے بے حد سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا جس کی حالت اس وقت دیوانوں سے بھی بری تھی، احان شاہ کی آنکھیں اپنی کہانی آپ سنا دیا کرتی تھیں۔۔۔

?Can we be friends

احان شاہ اپنا جوتا نیچے گھاس پہ رگڑتا ہوا سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے آج پہلی بار کسی کو خود سے دوسری کی آدر پیش کر رہا تھا۔۔ حازق خان نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ سمجھ نہ سکا اسے کیا جواب دے؟

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 90 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

Can we be friends

احان شاہ اپنا جوتا نیچے گھاس پہ رگڑتا ہوا سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے آج پہلی بار کسی کو خود سے دوستی کی آفر پیش کر رہا تھا۔۔حازق خان نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ سمجھ نہ سکا اسے کیا جواب دے؟

?Why should we be

حازق خان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کندھے اچکاتے ہوئے اسے جواب دینے کی بجائے پھر سے سوال کے داغ گیا۔۔احان شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ آج پہلی بار کسی کے موڈ برداشت کر رہا تھا ورنہ وہ کہاں کسی کو ایسی آفرز کرتا پھرتا تھا؟

For a better experience

احان شاہ نے مختصر سا جواب دیا تھا۔

?Sorry! R u talking about worst

کیا کہنے تھے خان صاحب کے!! حازق خان انگلی کان میں گھما کے آئیبرو اچکاتا بے حد سنجیدگی سے گویا ہوا تھا، جیسے اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہو،وہ چاہ کے بھی اس انسان سے نرم نہیں ہو سکتا تھا۔وہ دونوں اس وقت الگ تھلگ کھڑے تھے کوئی بھی انہیں سن نہیں پا رہا تھا۔۔حازق خان کے جواب پہ احان شاہ نے اپنے نچلے ہونٹ پہ دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔

No I am not talking about Haziq Khanzada

احان شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے گھما پھرا کے ٹکڑ کا جواب دیا تھا،حازق خان کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

Don't forget u are trying to be a friend of that same worst Haziq Khanzada

according to u

حازق خان نے دانت پیستے ہوئے اسے دبے دبے غصے سے جواب دیا تھا۔۔لہجے میں اتراہٹ کا عنصر نمایاں تھا۔

Yes because personally I want to know that how much "more worst" u are

احان شاہ نے اسے چھیڑنے کی غرض سے ریلکس کرتے ہوئے مزید آگ لگاتے ہوئے جواب دیا تھا۔وہ اس وقت احان شاہ کو غصے سے سرخ ہوتے گالوں کے ساتھ بے حد کیوٹ لگ رہا تھا۔۔

R u in your senses

حازق خان دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔وہ جو ابا اسکی بے عزتی کرنے کی کوشش کر رہا تھا؟وہ اسے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔۔

Hahahaha! Just kidding

احان شاہ اسے آگ لگانے کے بعد ہولے سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔حازق خان اسے جواب دیئے بنا غصے سے سر جھٹکتا وہاں سے جانے ہی والا تھا جب احان شاہ نے جلدی سے اسکا بازو پکڑا تھا۔۔حازق خان نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا،اسکا ہاتھ اپنے بازو پہ دیکھتے ہوئے حازق خان آئیبرو اٹھا کے نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔۔

کیا ہم تھوڑی دیر کے لئے بات کر سکتے ہیں؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے اب کی بار متوازن لہجے میں ایک امید کے تحت اردو میں سوال کیا تھا۔حازق خان کو اب وہ واقعی ہی کوئی مینٹل پیس لگا تھا جو ابھی اسے دوستی کی آفر کر کے اسکے ساتھ الجھتا ہوا پھر سے وہی دیو داس والی شکل بنا چکا تھا۔

کیسی بات؟۔۔۔۔حازق خان نے اسکا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

میں پشتو کے کچھ جملے بولوں گا کیا تم مجھے ان کی اردو ٹرانسلیشن بتا دو گے؟؟۔۔۔وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولا تھا۔۔

حازق خان ہنوز نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔کیا اسے پشتو زبان بولنی آتی تھی!؟اور اگر آتی تھی تو وہ اس سے اردو ٹرانسلیشن کیوں پوچھ رہا تھا؟وہ سمجھ نہ سکا لیکن جو ابا ضبط سے انسانیت کے ناطے ہاں میں سر ہلا گیا۔۔

تہ °°رویا°یٔ°خوزماویا°سیدزادہ خو°°°ي۔۔۔۔اسکے سر ہلانے پہ احان شاہ گلائی کے بولے گئے الفاظ اپنے دماغ میں دہراتا ہوا زبان پہ لا رہا تھا۔۔وہ پشتو بولتے ہوئے اٹک رہا تھا،اسکی پشتو گلابی سی تھی۔اسے اچھی پشتو بولنی نہیں آتی تھی لیکن اسے گلائی کا ایک ایک لفظ یاد تھا جو وہ دہرا کے حازق خان کے گوش گزار کر رہا تھا۔۔اسکے الفاظ سننے کے بعد حازق خان خاموش رہا۔۔وہ بالکل خاموش ہو چکا تھا جس پہ احان شاہ نے اپنے الفاظ دہرائے تھے۔۔

مجھے نہیں معلوم!!۔۔۔۔۔۔حازق خان سنجیدگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولتا وہاں سے آگے بڑھنے ہی والا تھا جب احان شاہ کے الفاظ اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے۔۔

پلیز بتادو! میں کافی دیر سے ان الفاظ کے مطلب تلاش کرنا چارہا ہوں۔ آن لائن کسی ایپ سے انہیں ٹرانسلیٹ کروں گا تو بالکل سہی ٹرانسلیشن نہیں معلوم ہو گا! تم ہیلپ کر دو؟۔۔احان شاہ التجائیہ انداز میں بولا تھا۔۔لہجے میں اداسی کا عنصر نمایاں تھا۔۔

یہاں صرف ایک میں پٹھان نہیں ہوں! بہت سے پٹھان انوائیٹڈ ہیں کسی سے بھی پوچھ لو!!۔۔۔۔حازق خان بے حد ضبط سے لہو رنگ آنکھوں سے روڈلی بولا تھا۔اسکی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ یقیناً اسکی بہن کے بولے گئے الفاظ دہرا رہا ہو گا!! اور وہ اس سے اپنی بہن کے متعلق مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کسی بھی ایرے غیرے سے پوچھ لوں؟تمہاری غیرت گوارا کرے گی؟۔۔۔احان شاہ کے اس اچانک سوال پہ حازق خان نے اپنی نیلی آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ کیا بولنا چاہ رہا تھا؟؟

واٹ؟؟؟۔۔۔۔۔حازق خان ناسمجھی سے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔

آئی مین اگر یہ الفاظ تمہاری بیوی نے بولے ہوتے تو کیا تمہاری غیرت گوارا کرے گی کہ اسکے الفاظ کسی کے بھی سامنے کھول کے رکھ دو؟!بس یہی سمجھ لو یہ الفاظ میری بیوی نے مجھ سے کہے تھے! میں ان الفاظ کے متعلق کسی بہت قریبی انسان سے پوچھنا چاہتا ہوں! اور تم ہمارے قریبی ہی تو ہے؟زوریز شاہ کے قریبی دوست مطلب ہمارے دوست! ؟۔۔۔۔احان شاہ نے اسے لاجک پیش کیا تھا۔لہجے میں ابھی بھی اداسی تھی۔اسے باتوں کے جال پھنساتے دیکھ کے حازق خان نے غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔

رایان بھی تو قریبی ہے! اس سے کیوں نہیں پوچھا یہ سب تم نے؟؟۔۔۔حازق خان نے روڈ انداز میں اسے کریدا تھا ۔اسے اسکا لاجک کچھ عجیب سا لگا تھا اور اس پہ تضاد اسکے منہ اپنی بہن کا زکر سنتے دل میں آگ سی لگی تھی۔۔

اس سے پوچھ لوں؟؟۔۔۔۔احان شاہ ائیبرو اٹھا کے اس سے استفسار کر رہا تھا،حازق خان اس پاگل انسان کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جو اب ہاتھ اٹھا کے رایان خان کو آواز دینے والا تھا شاید؟

رایا۔۔۔۔۔۔۔

(آپ بہت مغرور ہیں لیکن مجھے اپنا مغرور سید زادہ اچھا لگتا ہے۔)۔۔۔ابھی احان شاہ اسے آواز دیتا جب حازق خان نے دبے دبے غصے سے اسکے بولے گئے پشتو جملے کا مطلب بتایا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا وہ اسکی بہن کے بولے گئے یہ الفاظ کسی بھی دوسرے سے ڈسکس کرے۔۔حازق خان کے الفاظ سنتے ہوئے احان شاہ نے آنکھیں میچ کے کھولی تھیں، اسے ایسا لگ رہا تھا گلالئ یہ الفاظ خود اس سے بول رہی ہو۔۔اسکی غیر ہوتی حالت ایک نظر دیکھ کے حازق خان پھر سے آگے بڑھنے والا تھا جب احان شاہ نے مزید ایک جملہ دہرایا تھا۔

خدای تاتہ داسہ°°کلا°ستر°°نہ دي درکا°°چ°پہ غوسہ یہ°وخورئ،نہ بایدہ ھغہ°خہ°ہ°°ہ پورتہ کا°ي او خپل ملا°ري تہ دژوندہ°وا°سرہ مخامخ شہ°

احان شاہ دھڑکتے دل سے اس بڑے سے جملے کا مطلب پوچھ رہا تھا۔۔احان شاہ کے جملے پہ حازق خان کی نگاہیں بے ساختہ اسکی آنکھوں کی طرف اٹھی تھیں، ہری آنکھیں اسے گھور تو رہی تھیں لیکن غصے سے نہیں بلکہ اداسی سے۔۔۔ وہ اسے ان الفاظ کے مطلب نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن اسکی آنکھوں کی تڑپ کوئی عام انسان بھی نوٹ کر سکتا تھا۔۔وہ اسے مزید تڑپانا چاہتا تھا اسی لئے اب مطمئن انداز میں اسے اسکے جملوں کے مطلب بتانے لگا تاکہ وہ جان سکے کہ پٹھان جب پیار کرتے ہیں تو کس قدر ٹوٹ کے کرتے ہیں جس کی تم نے قدر نہیں کی۔۔

(آپکو خدا نے اتنی پیاری آنکھیں غصے سے گھورنے کے لئے قطعی نہیں دی، آپکو چاہئیے ان کا اچھا استعمال کرتے ہوئے اپنی پٹھانی کو جان وارنے والے انداز میں دیکھتے رہیں۔)۔۔حازق خان ہنوز اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسے ان الفاظ کے مطلب بتا رہا تھا، احان شاہ کی ہری آنکھوں کی تڑپ میں اضافہ ہوا تھا۔سرخ ڈھوریں مزید واضح ہوئے تھے۔۔ آنکھوں میں نمی کی لکیر سی امڈی تھی جس پہ وہ پلکیں جھپکتے ہوئے قابو پا رہا تھا۔۔

ایک دفعہ مجھے مل جاؤ پورا دن تمہارا طواف کروں گا! تم سو جاؤ گی لیکن میں جان وارنے والے انداز میں تمہارا طواف کرتے ہوئے نہیں تھکوں گا!!۔۔۔احان شاہ دل میں اپنی گل سے مخاطب ہوا تھا۔۔

مینہ،ستاغ°خو°او درانہ دی، خو دا ا°ینہ نہ دہ چ°ھر وخت دزمري پہ °یر وژا°ي۔۔۔حازق خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ نے اسکے سامنے مزید ایک جملہ رکھا تھا۔۔

(مانا آپکی آواز پیاری اور بھاری ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ ہر وقت بپھرے شیر کی طرح دھاڑتے رہنا چاہئیے)۔۔۔۔۔حازق خان نے نچلا ہونٹ دانتوں میں پیوست کرتے اپنا غصہ دباتے ہوئے جواب تھا۔ کیا وہ اسکی بہن پہ غصے سے دھاڑ تا رہتا تھا جو وہ اسے یہ الفاظ کہنے پہ مجبور ہوئی تھی؟؟

صرف ایک دفعہ میرے پاس آجاؤ گل! صرف ایک دفعہ! تم مجھے ضبط کے آخری مرحلے پہ پہنچادو گی نا تو بھی نہیں دھاڑوں گا!! میں دھاڑنا بھول جاؤں گا! میرے لب صرف تم سے اظہارِ عشق کیا کریں گے!!۔۔۔۔۔احان شاہ کا دل خون کے آنسو رہا تھا، وہ اسکے خوبصورت اور معصوم سے شکوے سنتا اپنے دل میں اس سے مخاطب تھا۔۔وہ اس سے پشتو میں کتنی معصومیت سے شکوے کرتی رہی تھی اور وہ سمجھ ہی نہ سکا؟؟

ھو، ستاسو پوزہ کې ه او مغرور ده، ۍ ردا ۍ ینه نه ده چې دور ۍ لور و ۍ شت ساعته د غوسه نظریه وساتئ احان شاہ مزید بولا تھا۔

(مانا آپکی ناک کھری اور مغرور ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے چوبیس گھنٹے اس پہ غصے کی تیوری چڑھا کے رکھی جائے)۔۔۔حازق خان نے اپنے بھاری لہجے میں مزید تشریح کی تھی، اسے احان شاہ کی آنکھوں کی بڑھتی تڑپ کو دیکھ کے عجیب سا سکون مل رہا تھا۔ اسکی بہن بھی تو یوں ہی تڑپتی رہی ہو گی؟ اسکی بہن اس جنگل میں کتنا تڑپتی رہی ہو گی؟ کیا اسکا اندازہ وہ لگا سکتا ہے؟؟

اوکه داو منل شي چې سر موسیه ملی دی، نو لازمه نه ده چې شپه ې سوه بلونه پر ې واچول شي۔۔۔احان شاہ نم آنکھوں سے مزید گویا ہوا تھا۔

(اور یہ بھی مان لیا کہ آپ کا ماتھا کشادہ ہے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر وقت اس پہ چھ سو بل ڈالنے ضروری ہوں)۔۔۔حازق خان متوازن لہجے میں جواب دے رہا تھا۔ اس کو اسکی آنکھوں کی نمی بے حد اچھی لگی تھی وہ چاہتا تھا وہ مزید روئے، تڑپ تڑپ کے روئے، سسکیوں سے روئے جس طرح سے اسکی بہن راتوں کو رویا کرتی تھی۔۔احان شاہ کی حالت غیر ہو رہی تھی، وہ گہرے گہرے سانس بھرتے اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کی طرف دھکیل رہا تھا۔

او باور وکه ه، الله جل جلاله ته شو ؤ ۍ در کا ۍ، خو دا ۍ ینه نه ده چې ۍ ول وخت یې ۍ دخپلې ۍ معصو ۍ نجلۍ ژوند په غیږ کې ونیسو۔۔۔۔۔احان شاہ تو یہ الفاظ نارمل انداز میں بول چکا تھا کیونکہ وہ ان الفاظ کے معنی نہیں جانتا تھا لیکن ان الفاظ

کو سنتے، ان کا زو معنی مطلب سمجھتے حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ سٹپٹایا تھا اور اسکا سٹپٹانا احان شاہ اور دور کھڑے زوریز شاہ نے بھی بغور نوٹ کیا تھا، وہ اسے اور احان شاہ کو باتیں کرتے دیکھ شش و پنج کا شکار تھا۔۔ حازق خان خاموش رہا تو احان شاہ نے اپنے الفاظ ایک دفعہ پھر سے دہراتے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

میں ان کے معنی نہیں جانتا!!!۔۔۔۔ حازق خان نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے بولا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا اسکی تڑپ کا لیول بڑھاتے ہوئے وہ خود سپٹانے پہ مجبور ہو جائے گا۔۔

اوکے میں رایان سے پوچھ لوں گا! اسے معلوم ہو گا!۔۔۔۔ احان شاہ نارمل انداز میں کندھے اچکا کے بولا تھا، وہ جیسے سمجھ چکا تھا وہ اسے جان بوجھ کے اسکے جملے کا مطلب نہیں بتا رہا، حازق خان نے سرخ ہوتی نیلی آنکھوں سے اسے گھور کے دیکھا۔۔

تم نہیں پوچھو گے!!!۔۔۔۔ وہ غرایا تھا۔ حازق خان کے غرانے پہ احان شاہ نے اسے حیرانگی سے دیکھا تھا، ایسا کیا تھا ان الفاظ میں جو اسے غصہ آ رہا تھا؟ اور وہ اسے دوسروں سے پوچھنے سے بھی منع کر رہا تھا۔

میری مرضی! میں تو پوچھوں گا! ۔۔۔۔۔ احان شاہ ضدی انداز میں بولا۔ یقیناً یہ الفاظ کچھ اسپیشل ہوں گے جنہیں سن کے وہ سٹپٹایا تھا۔۔

میں نے بولا نا نہیں پوچھو گے تم!!!۔۔۔۔ حازق خان کا لہجہ زیادہ ضدی اور غصیلا تھا۔

اوکے!!!۔۔۔ اسے غصے میں آتے دیکھ کے احان شاہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی بات مان گیا کیونکہ اسے ابھی اس سے مزید ٹرانسلیشن کروانی تھی۔۔

وعدہ کرو تم ان الفاظ کے مطلب کسی دوسرے سے نہیں پوچھو گے! چاہے وہ رایان ہی کیوں نہ ہو!!۔۔۔ حازق خان پوزیسو انداز میں بولا۔۔

اوکے! گوگل ٹرانسلیٹر سے پوچھ لوں؟؟ وہ انسان نہیں ہے!!۔۔۔ احان شاہ کا لہجہ سوالیہ تو الفاظ معصوم سے تھے، وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا؟ کیوں؟؟ حازق خان سمجھ نہ سکا لیکن اس کے اجازت مانگنے کے انداز پہ بے ساختہ ہاں میں سر ہلا گیا۔۔ اسکے اجازت دینے پہ احان شاہ مطمئن ہوتا اپنی گل کے مزید الفاظ دماغ میں دہرانے لگا۔۔

یااللہ زہ نہ پوھ ۔۔م چ ۔زہ ۔ہ خبر ۔کوم، شکر دی چ ۔تہ پہ پ ۔تو نہ پوھ ۔۔۔، کہ نہ نو تہ بہ د خپل پ ۔انی یوہ کیمہ جو ۔ہ کا ۔۔ وای۔۔۔۔ احان شاہ پھر سے گلابی سی پشتو بولتے ہوئے حازق خان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے باتیں نہیں بولتی تھیں، اسے اپنی گل کا ایک ایک لفظ یاد تھا کیونکہ اس کا آئی کیو کافی اچھا تھا۔۔

(ہائے اللہ میں ناجانے کیا کیا بولتی جارہی ہوں، شکر ہے آپکو پشتو نہیں آتی ورنہ آپ نے اپنی پٹھانی کا قیمہ بنادینا تھا)

حازق خان لبوں پہ اداس سی مسکراہٹ سجائے اسے اسکے الفاظ کا مطلب بتارہا تھا۔۔ کتنی بھولی تھی اسکی بہن؟ اور یہ لوگ اسے کتنا تبدیل کرچکے تھے؟؟

کاش مجھے پشتو آتی ہوتی تو تمہارا قیمہ بنانے کی بجائے بھر بھر کے تمہارے ان ہونٹوں کا جام پی لیتا تو آج اس قدر تشنہ نہ ہوتا۔۔۔۔۔ وہ دھڑکتے دل سے اپنی پٹھانی سے مخاطب ہوتا اپنے ہونٹوں کو بری طرح سے دانتوں سے کچل رہا تھا۔۔

ماتہ پہ اردو کا ۔معصوم اوپہ پ ۔تو کا ۔چالاک پ ۔انی ویل کیہ ۔ي، خو ترھغہ وختہ چ ۔پوہ شوئ خامخا بہ ۔یر ناوختہ وي۔۔۔۔ وہ کچھ دیر تک دل ہی دل میں تڑپتا ہوا پھر سے خود کو بولنے کے لئے تیار کررہا تھا۔۔ ان الفاظ کی اردو ٹرانسلیشن سنتے ہوئے اسکے دل میں طغیانی سی مچی تھی۔۔

(مجھے اردو میں معصوم اور پشتو میں چالاک پٹھانی کہتے ہیں، لیکن جب تک آپکو یہ پتا چلے گا تب تک یقیناً بہت دیر ہو جائے گی) ۔۔۔۔ اب تو حازق خان کی خود کی آنکھیں نم ہورہی تھیں، کتنے بھولے الفاظ تھے اس کی بہن کے؟؟ حازق خان کے ترجمہ کرنے پہ احان شاہ کو فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی تھی، وہ گہرے سانس بھرتا ہوا اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھول رہا تھا۔ اس قدر تڑپ تھی! کہ پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہورہا تھا۔۔

تہ زما دستر ۔و ۔کلا ۔ي (آپ میری آنکھوں کی خوبصورتی ہیں)

تہ زما دستر ۔و ۔یخ ۔ي (آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)

تا سوز ۔ہ مات شوی یاست (دل کے چین ہیں آپ)

تا سو دز ۔ہ ارمان یاست (دل کے ارمان ہیں آپ)

تہ د پ ۔انی ژوندي (آپ پٹھانی کی زندگی ہیں)

وہ ٹھہر ٹھہر کے بھیگی آواز میں بولتا رہا اور حازق خان اسکی تڑپ بڑھانے کے لئے اسکی تشریح کرتا رہا۔۔

کہ تاسو ما پریږ°دئ، تاسو ممکن تنفس بند کړئ (اگر آپ نے مجھے چھوڑا تو شاید آپکی پٹھانی کی سانسیں رک جائیں)

آخری جملے کی اردو ٹرانسلیشن کرتے ہوئے حازق خان نے بے حد مشکل سے اپنی بھرائی آواز پہ قابو پایا تھا، واقعی ہی ہر آئے دن رات کو سوتے ہوئے اسکی سانسیں رکتی ہی تو تھیں۔۔وہ ہر رات ڈر کے اٹھ جایا کرتی تھی اور سمجھتی تھی اسکے لالہ نہیں جانتے جبکہ حازق خان اسکے ایک ایک درد ایک ایک تکلیف سے واقف تھا جس کا حساب وہ اسکے مجرموں سے لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔۔

سانسیں تو میری بھی رک رہی ہیں!! کب تک تڑپاؤ گی؟؟۔۔۔وہ اب کی بار دل میں نہیں بلکہ مدھم آواز میں خود سے مخاطب غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ آنسو جب آنکھ سے پھسلتا ہوا بیرڈ جذب ہوا تو جلدی سے حازق خان کی طرف سے رخ موڑ گیا تاکہ وہ اسکا آنسو نہ دیکھ سکے لیکن وہ دیکھ چکا تھا۔۔وہ اسکی تڑپتی حالت سرے سے نظر انداز کرتا زوریز شاہ کی طرف بڑھ گیا۔۔اسکے جانے کے بعد احان شاہ کو خیال آیا تھا۔۔ایک ایسا جملہ تھا جس کی ٹرانسلیشن حازق خان نے نہیں کی تھی بلکہ وہ سٹپٹا رہا تھا اور غصہ بھی ہو رہا تھا۔ احان شاہ نے جلدی سے فون سے نکالتے ہوئے ایک ایپ نکالی تھی جو کہ ایک گوگل ٹرانسلیٹر تھا۔۔

اوباور وکړه، اللہ جل جلالہ ته شونډې درکړي، خو دا ژبه نه ده چې دخپلې معصومې نجلۍ ژوند په غیږ کې ونیسو۔۔۔۔۔وہ یہاں وہ الفاظ دہراتا ہوا رزلٹ آنے کا انتظار کرنے لگا، یہ ایپ بالکل ایگزیکٹ تو نہیں لیکن ہاں شاید ملتے جلتے الفاظ بتا ہی دیا کرتی تھی۔

(اور مانا آپکو اللہ نے ہونٹ دیئے ہیں، لیکن ضروری تو نہیں ہے ہر وقت ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی معصوم سی پٹھانی کی جان حلق میں اٹکائی جائے) ۔۔۔

افف افف!!! یہ ٹرانسلیشن پڑھتے ہوئے احان شاہ کے آنسوؤں نے فروانی پکڑی تھی، گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا اٹکا تھا وہ اب جان چکا تھا حازق خان نے کیوں یہ الفاظ نہیں دہرائے تھے، وہ بنا کسی کی طرف دیکھے جلدی سے لمبے لمبے ڈگ بڑھتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

Plzz come back

وہ زخمی دل سے خیالوں میں اس سے مخاطب ہوتا ہوا پورچ کی طرف بڑھ گیا۔

کیا فائدہ ہوا تمہارا مجھ سے لڑائی کرنے کا؟ بہن تو میری ابھی بھی اسٹیج پہ موجود ہے! مجھے نہیں لگتا تمہاری کرٹن نہ ہٹانے والی بحث کا کوئی فائدہ ہوا ہے؟۔۔۔۔ میر ال شاہ اپنے دوستوں کو ٹائم دینے کے لئے ان کی طرف بڑھ ہی رہی تھی جب راستے میں نظریں کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف سب سے منفرد دیکھائی دے رہا تھا، کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح اسکے چہرے، ناک، گردن اور کانوں کے پاس اپنی ناک سہلاتا ازمیر شاہ کو جان وارنے والے انداز میں دیکھ رہا تھا، ازمیر شاہ نے آج بھی ماں باپ کے ساتھ ٹوننگ کی تھی، وہ گرے سٹائلش سے بے بی آوٹ فٹ میں ملبوس ہنستا کھکھلاتا ہر کسی کی نظروں کا مرکز بن رہا تھا۔۔ وہ دن بدن پہلے سے زیادہ صحت مند اور پیارا ہوتا جا رہا تھا۔ کاظم شاہ کو اسکے سامنے اپنا حسن مانند دیکھائی دیتا محسوس ہوتا تھا لیکن وہ زبان سے اقرار نہیں کرتا تھا۔۔

وہ اس کا اور اسکے شوہر کا معاملہ ہے! میں جانتا ہوں اس سے اسکا شوہر خود نمٹ لے گا! یہاں معاملہ میری، ارزم شاہ کی اور ان سب مردوں کی بیویوں کا تھا جن کی بیویاں یہاں پردے میں موجود ہیں! تم اینٹری کے لئے یہ کرٹن ہٹاتی صرف اس لئے تاکہ یہاں موجود تمہارے دوست اور تمام مہمان اس شاندار انٹری کو دیکھ سکیں؟ تمہیں اور تمہاری بہن کو بھنگڑا ڈالتے دیکھ کے ہوٹنگ کر سکیں؟! لیکن وہ لڑکیاں بے پردہ ہو جاتی جو یہاں مطمئن ہو کے نقاب اتارے بیٹھی ہیں! اگر یہ کرٹن ہٹتا! میری یا ارزم شاہ کی سجی سنوری بیوی کسی غیر مرد کی نظروں کا مرکز بنتی! کوئی انہیں دیکھ کے اوچھی سی حرکت یا کوئی اشارہ کر ڈالتا تو کیا تم ہمیں نہیں جانتی ہم کس حد تک جا سکتے تھے؟؟ یہاں بارات کی بجائے خون خرابہ بھی ہو سکتا تھا!! تم بہن ہو یہاں مردوں کے درمیان کھلے عام کھڑی ہو! تم کنٹرول میں نہیں آتی ہو کیونکہ بے حد ضدی ہو! تمہارا باپ جب تمہارے ساتھ کھڑا ہے تو ہم تمہیں کنٹرول کرنے کا حق نہیں رکھتے! لیکن تمہارے لئے لڑنے کا حق ابھی بھی رکھتے ہیں! اگر خون خرابہ بیویوں کی وجہ سے کر سکتے ہیں تو بہنوں کی وجہ سے نہیں کریں گے تو بے غیرت کہلائے جائیں گے! اسی لئے سوچ سمجھ کے مردوں کے درمیان قدم رکھا کرو! یہاں کسی نے تم سے بدلحاظی کرنے کی کوشش کی تو وہاں وہ شاہ بردارز کی گرفت میں آ گیا! اور سمجھو ایک دفعہ گرفت میں

آیا تو سیدھا قتل ہو کے اوپر اللہ کو پیارا ہوا!! اگر خاموش ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کچھ کر نہیں سکتے! ہماری نرمی کا ناجائز فایدہ اٹھاتی ہو تم!! تم اپنے شوہر کی امانت ہو! خود کو اپنے محرم کے لئے سینچ سینچ کے رکھو نا کہ تمام مردوں کے سامنے اپنی خوبصورتی ظاہر کرو! میں جانتا ہوں تم مردوں کو دیکھانے کے لئے تیار نہیں ہوئی لیکن تم یہاں موجود تمام مردوں کی نظریں کنٹرول نہیں کر سکتی! وہ تمہیں کسی بھی اینگل سے دیکھ سکتے ہیں کیونکہ تم یہاں اپنی مرضی سے کھڑی ہو! کیا ان میں سے کسی کی بھی جرآت ہے کوئی مرد اٹھ کے عورتوں کی طرف جا سکے؟ نہیں جا سکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں شاہ ان کا کیا حال کریں گے! تو خود سوچو کیا یہ لوگ اس بات پہ ہنستے نہیں ہوں گے کہ کیا فائدہ ان کے اتنے پردے کا جب ان کی اپنی عورت یہاں ہنستے درمیان گھوم رہی ہے؟ کیا یہ تمہارے باپ بھائیوں کے لئے شرم کا مقام نہیں ہے؟؟

یہاں موجود مرد ہمارے ڈر سے وہاں نہیں گئے تو پھر وہاں سے عورتیں اٹھ کے یہاں کیوں آئیں؟؟ کیا یہاں موجود عورتیں خود کو اتنا عام سمجھتی ہیں کہ انہیں کوئی بھی دیکھ لے؟ ان سے کوئی بھی آسانی سے مخاطب ہو جائے؟ تم بولتی ہو تم ماڈرن ہو سب سے ڈفرنٹ ہو لیکن اگر تم ڈفرنٹ ہو تو سب عام مردوں کے ساتھ فرینک ہونے کے لئے میسر کیوں ہو؟ کوئی نامحرم کیوں ہی تم سے تمہاری اجازت کے بغیر مخاطب ہو؟ کوئی کیوں ہی تمہیں تمہاری اجازت کے بغیر دیکھے؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ مدھم آواز میں اسے جواب دیتا اسکی زبان تالو سے چپکا چکا تھا۔ وہ اسے نرمی سے جواب دے رہا تھا لہجہ سرد نہیں تھا بلکہ سمجھانے والا تھا۔۔ وہ اسے محافظوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔ میرال شاہ کو ایک تحفظ کا احساس ہوا تھا۔۔ وہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکی۔۔ وہ تو اسے تنگ کرنے آئی تھی پھر بدلے میں کاظم شاہ کی باتیں اسے بے سکون کیوں کر گئی تھیں؟ کیوں اسکا ہر لفظ آئینہ دیکھا رہا تھا؟ کیوں اسکا ہر لفظ حقیقت پہ مبنی تھا؟؟

تم میں سے کوئی بھی مجھے نہیں سمجھتا! سب صرف اپنی مرضی تھوپتے ہو!!۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پاتی بے رخی سے جواب دیتے ہوئے شہسوار شاہ کی طرف بڑھ گئی۔ کاظم شاہ اسے پرسوچ نگاہوں سے دیکھتا اسکے ساتھ کھڑے شہسوار شاہ کو دیکھ رہا تھا جو اب فکرمندی سے شاید اسکے خراب موڈ کی وجہ استفسار کر رہا تھا۔۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے پھر سے بیٹے کے ساتھ مصروف ہو گیا، اس وقت بیٹے کی ماما شدت سے یاد آ رہی تھیں لیکن وہ عورتوں والی سائیڈ پہ تھی۔ کمرے میں بھی تیار ہونے کے بعد اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ اسکا باپ اسے جلدی نیچے

بلا چکا تھا تا کہ وہ مہمانوں کو ریسو کر سکے اور اس وقت اسکی بیوی ہاتھ لے رہی تھی۔۔ اور اسکے بعد سے وہ اوپر نہیں گیا تھا۔۔

میر ال شاہ آج بھی حازق خان کو مکمل اگنور کرتی شہسوار شاہ اور اپنے اسی دوستوں کے ساتھ مصروف رہی تھی یہ جانے بغیر کہ وہ کل ہی اسکی حالت دیکھ کے دیوانوں کی طرح تڑپنے والی ہے۔۔

ارے ارے جان!! کہاں؟؟؟۔۔۔۔ ابھی بارہ بھی نہیں بجے تھے جب دوستوں کے گھیرے میں بیٹھ کے زوریز شاہ کی بس ہوئی تھی، وہ اپنے چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی اٹھا کے ان سب کے درمیان سے اٹھنے ہی والا تھا جب رایان خان نے اسکے آگے اپنی ٹانگ کرتے ہوئے آئیبرو اچکاتے ہوئے جلدی سے اسکا راستہ روکا تھا۔۔ رایان خان کی حاضر دماغی پہ سب کا قہقہ بلند ہوا تھا بظاہر تو وہ اپنے موبائل میں مصروف تھا لیکن اسکی موجودگی میں زوریز شاہ اتنی جلدی یہاں سے رفو چکر ہو جائے کیا ایسا ممکن تھا؟؟ زوریز شاہ نے اسے اسکی شادی پہ کتنا تنگ کیا تھا وہ بھولا نہیں تھا ابھی تک۔۔۔

کہاں جانا چاہیئے؟؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے دانت پیس کے بولتے ہوئے اسکی ٹانگ اپنے آگے سے ہٹانی چاہی تھی جب رایان خان نے فون جیب میں ڈال کے صوفے سے کھڑے ہوتے اسکے کندھوں پہ ہاتھ کا دباؤ ڈال کے اسے پیچھے بیڈ پہ گرایا تھا۔ اسکے باڈی بلڈر وجود کو پیچھے گراتے گراتے وہ غلطی سے اس پہ گرا تھا۔۔ رایان خان کو زوریز شاہ پہ گرتے دیکھ کے سب نے حیرانگی سے آنکھیں پھیلائی تھی۔۔ کاظم شاہ اور احان شاہ سٹپٹائے تھے۔۔ ارزم شاہ نے سیٹیاں تو اسکے دوستوں نے تالیاں بجائیں تھیں۔۔

کالی راتوں میں کریزی آنکھوں نے چھوا
کچھ مجھ کو کچھ میری سانسوں کو ہوا
سردی میں گرمی ہے۔۔۔ پوری بے شرمی ہے
جانم جائز جو۔۔۔ ہم نے وہ غلطی کی ہے

ارزم شاہ اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ جما کے بلند آواز میں اپنی سریلی سی آواز میں یہ بے شرم سا گانا گنگنا تا سب کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا، لیکن گانا گنگنانے سے پہلے وہ اس منظر کی تصویر بنا کے مرحاشاہ کو بھیجنا قطعی نہیں بھولا تھا تا کہ اسے بتا سکے اسکا شوہر یہاں یہ گل کھلاتا پھر رہا ہے اسی لئے ابھی تک کمرے میں نہیں آیا۔۔ارزم شاہ نے آج زوریز شاہ سے گن گن کے بدلے اتارے تھے جو اس نے اسکی ذی کے سامنے اسکی بے عزتی کی تھی۔۔ارزم شاہ کے گانے پہ سب کا ہنس ہنس کے برا حال ہوا تھا، رایان خان اور زوریز شاہ نے جلدی سے ایک دوسرے کو خود سے دور دھکیلا تھا صد شکر یہ منظر ان کی بیویوں اور حازق خان نے نہیں دیکھا تھا ورنہ ان دونوں دوستوں کی خیر نہیں ہونی تھی۔۔ شہسوار شاہ بھی یہ منظر مس کر چکا تھا کیونکہ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ان سب سے مل کے حازق خان کے ساتھ ہی ہویلی سے نکلا تھا، وہ کل بھی ان کے کافی اصرار پہ یہاں رکا تھا ورنہ اسے بھی رایان خان کی طرح کسی کی طرف رکنے کی عادت نہیں تھی۔حازق خان ساڑھے گیارہ ہوتے ہی ہویلی سے نکل جاتا تھا کیونکہ وہ اتنی رات تک اپنی بہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔

پلیز دیکھا دے تو غضب کر کے

لبوں کے پاس لب کر کے

سوچا ہے جو بھی سپنوں میں

وہ آج دیکھا دے مجھے سب کر کے

ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور ہوتے دیکھ ارزم شاہ ہاتھ کا مائک بنا کے لبوں کے قریب کرتا ہنس ہنس کے پاگل ہوتا کاظم شاہ کی گود میں گرتا اس گانے کو مزید گنگناتے ہوئے ماحول رومانٹک بنا رہا تھا جو کہ بن کے نہیں دے رہا تھا کیونکہ کسی کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔وہ گانے کے اتنے بے شرم لیرکس گنگناتا ہوا سب کا چہرہ سرخ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ہنس کے ایک دوسرے پہ گرنے پہ مجبور کر گیا۔۔کمرہ کافی بڑا تھا، دو بیڈ اور باقی صوفے تھے، کچھ دوست بیڈ پہ موجود تھے تو کچھ صوفوں پہ نیم دراز تھے۔۔خود وہ بیڈ پہ احان شاہ اور کاظم شاہ کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا جبکہ وہ اسکی گود میں سر رکھے سنگر بنتا ہوا سب کے چہروں پہ

مسکراہٹ بکھیر رہا تھا۔۔ ابھی ارزم شاہ مزید گانا گنگنانے کے لئے منہ کھولنے ہی والا تھا جب زوریز شاہ اور رایان خان نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔

تو عسق میرا تو۔۔ تو عسق میرا تو

تو ہی میری راتوں کا نشہ

شٹ اپ!!!۔۔۔ ابھی اس نے مدہوش ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے مزید دو بول ہی بولے تھے جب وہ دونوں دانت پیستے ہوئے یک زبانی سے غرائے تھے، یہ سب اتفاقاً ہوا تھا دونوں کا ہی ایک دوسرے کے ساتھ رومینس کرنے کا ارادہ نہیں تھا، اس اتفاق پہ دونوں نے جلدی سے ایک دوسرے کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دوست شرارت کرتے ہوئے رایان خان کی پشت پہ پیروں کا وزن ڈال چکے تھے جس کی وجہ سے اسے اٹھنے میں دیر ہوئی تھی اور ارزم شاہ نے تصویر بنانے میں جلدی دکھائی تھی، کاظم شاہ نے اسے یہ بغیرتی کرنے سے منع کیا تھا لیکن مجال تھی جو وہ کسی کی سن لے۔۔۔

تو عسق میرا تو۔۔ تو عسق میرا تو

سویا ہوا جسم جگا

ارزم شاہ کی صحت پہ ان دونوں کے گھورنے اور غرانا کا کوئی فرق نہیں پڑا تھا بلکہ وہ آخری جملہ بولتے ہوئے باقاعدہ اپنے ہاتھ اٹھا کے نعرے کے انداز میں لہراتا ہوا انہیں مزید انرجی دے رہا تھا۔

افف!! آئی کانٹ!!۔۔۔ احان شاہ ہنستے ہوئے اوندھے منہ گرا تھا، وہ ابھی دس منٹ پہلے ہی حویلی لوٹا تھا، اسکی آنکھیں سرخ سوجھی ہوئی تھیں وہ حازق خان کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد سے حویلی نہیں رکا تھا زابھی بھی سڑکوں کی خاک چھان رہا تھا جب کاظم شاہ نے اسے فون کرتے ہوئے شرم دلائی تھی کہ بھائی کی شادی ہے تو دیوداس پھر کسی بن جائے۔ ان کی حویلی میں جتنے دنوں سے رونق لگ رہی تھی ارزم شاہ نے بھرپور کوشش کی تھی احان شاہ سب کے ساتھ انوالو کر کے ہنسانے کی! وہ مسکراتو دیا کرتا تھا لیکن آج وہ بھرپور انداز میں ہنسا تھا کیونکہ سیچویشن ہی ایسی کریٹ ہوئی تھی۔۔

یار آپ دونوں اتنی جلدی ایک دوسرے سے دور کیوں ہو گئے ؟؟ ابھی تو چاند نے شدت بھرے ملن پہ شرمانا تھا اور ہم نے منہ میں انگلیاں دبانی تھی!! سارا مزہ خراب کر دیا۔۔۔ ارزم شاہ منہ بناتے ہوئے نفی میں سر ہلا کے سیریس انداز میں گویا ہوتا ان دونوں کا چہرہ سرخ کر گیا۔۔ ارزم شاہ کی بے باکی پہ باقی سب نے ایک دفعہ پھر سے چھت پھاڑ قہقہ لگایا تھا۔ کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے اسے مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے سر پہ چپت لگائی تھی۔

تم لوگ مجھے اس کمرے سے نکلنے کا موقع دو گے تو میں چاند کو شرمانے پہ مجبور کروں گا نا؟ کیوں سہاگ رات کا کباڑہ کر رہے ہو۔۔۔۔ زوریز شاہ ڈبل بے باکی سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ انداز میں بے باکی تھی جس پہ سب نے ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے اسکی بے تابی کا مزہ اٹھاتے ہوئے قہقہ لگایا تھا۔

بیٹا اگر اپنی شادی والے روز میں کمرے میں اڑھائی بجے گیا تھا تو ساڑھے تین سے پہلے تجھے یہاں سے نکلنے رایان خانزادہ بھی نہیں دے گا!!۔۔۔ رایان خان اپنی شادی کے لمحات یاد کرتا اسکے کندھے پہ مکا جھڑتے ہوئے اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا۔۔ کتنا ناراض ہوئی تھی اسکی بیوی اسکی شادی پہ۔۔۔۔

میں رایان لالہ کے ساتھ ہوں! یار لالہ آپ ٹائم ویسٹ کرنا چھوڑیں اور ساڑھے تین بجے تک اپنی جان کو اپنا بنالیں!! کچھ لائیو مووی تو ہمیں بھی دیکھنی ہے یار!!!۔۔۔

تو ہی میری راتوں کا نشہ

سویا ہوا جسم جگا

ارزم شاہ حد سے زیادہ بے باک ہوتا چہرے پہ معصومیت سجائے رایان خان سے مخاطب تھا۔ وہ اس قدر بے باک جملے بولنے اتنے معصوم انداز میں گانے کے بول گنگنا رہا تھا کہ سب قہقہ لگاتے ہوئے اسے دیکھ کے رہ گئے۔۔

تم لالہ کی گود سے نکل کے ایک دفعہ میرے ہاتھ تو آؤ پھر دیکھو تمہارا سویا ہوا جسم کیسے جگاتا ہوں اور تمہارا یہ نشہ اپنے مکوں سے کیسے اتارتا ہوں!!۔۔۔۔ زوریز شاہ دانت پیس کے غرایا تھا، ارزم شاہ نے آج اسے حد سے زیادہ تنگ کیا تھا۔۔

میرا یہ نشہ صرف وہی اتار سکتی ہے جو یہ نشہ مجھے چڑھا سکتی اور سویا ہوا جسم۔۔۔ابھی ارزم شاہ اسے مزید بے باک سے سے جواب دیتے جب کاظم شاہ نے اسکے لبوں پہ ہولے سے تھپڑ جھڑتے اسے آنکھیں دیکھائی تھی،وہ نچلا لب دانتوں میں دباتا اپنی زبان کو بریک لگا گیا۔

ہاں ہاں اور دیکھاؤ بے شرمی؟! بھئی میں پوچھتا ہوں مجھے بے شرم کے نام سے بدنام ہی کیوں کیا گیا ہے؟جب مجھ سے زیادہ بے شرم لوگ یہاں موجود ہیں؟؟۔۔۔زوریز شاہ خفگی سے غرایا تھا،اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ارزم شاہ کا گلہ دبا دے جو کب سے اتنا رومانٹک گانا گنگناتا ہوا اسکے زخموں پہ نمک چھڑک رہا تھا۔۔

آپ چاہے جتنے مرضی سیریس ہونے کی کوشش کر لیں! ساڑھے تین سے پہلے آپ کو رایان لالہ نے یہاں سے نکلنے نہیں دینا! کیوں لالہ؟؟۔۔۔اسے چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی سجاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے اسے جواب دیتے اپنے ساتھ رایان خان کو ملانے کی کوشش کی تھی۔۔

Obviously

اگر ساڑھے تین سے پہلے یہاں سے نکلے گا تو جان سے جائے گا! میری گولی تو اسکا سینہ!۔۔۔رایان خان مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے لبوں پہ کمینی سی مسکراہٹ سجائے زوریز شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

رایان لالہ بڑے غصے میں ہیں!!سارے چپ کر جاؤ!!۔۔۔رایان خان کو اپنی بات پہ ڈٹے دیکھ کے ارزم شاہ اپنی کمینی سی مسکراہٹ چھپاتا معصومیت سے بچوں کی طرف سر ہلا کے بولتا ہونٹوں پہ انگلی رکھتے ہوئے خاموش عوام کو مزید خاموش کروا رہا تھا جو اسکے انداز پہ خاموش ہونے کی بجائے چھت پھاڑ قہقہ لگا اٹھے۔۔سب جانتے تھے وہ یہ سب رایان خان کو شے دینے کے لئے کر رہا ہے تاکہ وہ اپنی اتنی واہ واہ پہ اتراتا ہوا زوریز شاہ کو سکی صورت یہاں سے نکلنے نہ دے۔۔

کیوں تنگ کر رہے ہو میرے بھائی کو؟میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں اگر یہ ساڑھے تین سے پہلے یہاں سے نہ نکلا تو بنا گولی کے جان سے جائے گا!!۔۔احان شاہ بھاری گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا اس کو اپنے بھائی کی فکر ہوئی تھی جس کی آنکھیں خمار سے سرخ تھیں لیکن دوست یہاں سے ایک قدم بھی نکالنے نہیں دے رہے تھے۔۔

پارٹی نہ بدلیں آپ!! آپ میرے ساتھ ہیں!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ جو ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے معصوم سا بچہ بنا ہوا تھا، احان شاہ کو زوریز شاہ کی سائیڈ لینا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا جس پہ وہ ہونٹوں سے انگلی ہٹا کے منہ بنا کے گویا ہوا۔۔۔

احان شاہ نے اسکے انداز پہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اسے گھورا تھا۔۔

ہاں مجھے اکیلا کر دو!! میں تو ہوں ہی سوتیلا! شک تو پہلے ہی تھا آج یقین بھی ہو گیا۔۔زوریز شاہ ڈرامائک انداز میں بولتا جلدی سے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھانے والا تھا جب ارزم شاہ جلدی سے کاظم شاہ کی گود سے سر نکال کے بیڈ سے کھڑا ہوتا رایان خان کی مدد سے اسے عزت سے پکڑتا ہوا صوفے پہ بٹھانے لگا۔

پانی پلاؤ! دولہے کے رومانس ہارمونز میں اِضافہ ہو گیا ہے! محبوبہ میسر نہیں ہے! غش نہ کھا جائے!!۔۔۔ارزم شاہ فکرمندی سے اسے اپنے ہاتھوں سے ہوا دینے کی ایکٹنگ کرتا ایک نظر سب کو دیکھ کے فکرمند آواز میں بولتا اس وقت محلے کی پھپھے کٹنی آنٹی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔۔اسکے الفاظ کے چناؤ پہ سب ہنستے ہنستے اپنا پیٹ پکڑ چکا تھا۔۔آج رایان خان سے زیادہ محفل وہ لگا رہا تھا۔۔زوریز شاہ نے غصے سے اسکے کندھے اور سینے پہ مکے جھڑتے اسے صوفے پہ گرایا تھا۔۔

اوئے دھیان سے!! لگ جائے گی اسے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ کو اپنے چھوٹے شاہ کی فکر ہوئی تھی جس پہ اس نے زوریز شاہ جو ڈپٹا تھا۔۔

اور یہ جو کب سے خون جلا رہا ہے میرا؟ اس کے بارے میں کیا بولیں گے آپ!!۔۔زوریز شاہ جھنجھلاتے ہوئے بھڑکا تھا۔۔سب کو اسکی حالت بے حد مزہ دے رہی تھی۔۔

یہ تو بنتا ہے باس!!!۔۔۔۔۔۔۔جواب احان شاہ کی بجائے کاظم شاہ کی طرف سے آیا تھا۔وہ آنکھ ونک کرتے ہوئے اسے چھیڑنے لگا جو اس وقت آرمی یونیفارم میں غصے سے سرخ واقعی ہی کوئی کریک فوجی معلوم ہو رہا تھا جو اپنی سہاگ رات کے اتنے دشمنوں کو حق کی راہ پہ قتل کر دینا چاہتا ہو۔۔ازمیر شاہ کو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسکی ماں کے پاس پہنچایا تھا جو آج ان کے ساتھ رات گزارنے کی بجائے نیند سے ہچکولے کھاتا پھر رہا تھا۔۔

لالہ!!!!!!۔۔۔زوریز شاہ منہ پھولا کے خفگی سے غراتا ہوا ارزم شاہ اور رایان خان کو کشن مار رہا تھا جو سب سے زیادہ کام خراب کر رہے تھے۔۔وہ جانتا تھا اب تک اسکی بیوی الٹا اس سے ناراض ہو چکی ہو گی اور بری طرح سے ہو چکی ہو گی۔۔

ابھی کچھ دی پہلے ہی ایزل شاہ اور میرال شاہ اس خوبصورت سی دلہن کو زوریز شاہ کے کمرے میں بیٹھا کے گئی تھیں، مرحاشاہ اپنے شوہر کی ناراضگی کو لے کے کافی پریشان تھی اس نے اتنے رومانٹک انداز میں اپنا کمرہ سجایا تھا اور وہ نیچے اسکے خلاف جا کے اینٹری دیتی اسے بلاوجہ ناراض کر گئی تھی، وہ اسکی اگنورینس پہ ہرٹ تو ہوئی تھی لیکن مرحاشاہ کو غلطی اپنی ہی لگ رہی تھی۔ کمرہ خوبصورت گلاب کے گلدستوں، اور بڑی بڑی سی کینڈلز کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ بیڈ پہ گلادستوں کے ساتھ ساتھ سفید اور سرخ نیٹ کی سجاوٹ کی گئی تھی، رومانٹک سا میوزک دھیمی آواز میں چلتا ہوا اس کمرے کا ماحول مزید رومانٹک بنا رہا تھا۔۔بیڈ کے ارد گرد اوپر کی طرف اٹھے ہوئے ہارٹ شیپ کے سرخ غبارے لاتعداد تھے۔۔

Welcome in my arms for the rest of my life "my shah zadi

)ویلکم ان مائے آرمز فار دا ریسٹ آف مائے ہول لائف "مائے شاہ زادی("

کمرے کی رائٹ سائیڈ والی دیوا پہ زوریز شاہ کی بڑی سی پورٹریٹ کے ساتھ ے حد خوبصورت سجاوٹ کے ساتھ یہ تحریر لکھی گئی تھی جسے پڑھ کے مرحاشاہ کی آنکھیں خود بخود نم ہوئی تھیں۔۔وہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اسکی تصویر دیکھنے میں مشغول ہو گئی جب اسے یاد آیا تھا وہ اس سے ناراض ہے!! ۔۔۔اسکی ناراضگی کے ڈر سے اس نے میرال شاہ کو ٹیکسٹ کرتے ہوئے حلیمہ کو اوپر بھجوانے کا بولا تھا۔۔ حکمیہ اگلے پانچ منٹوں میں اوپر زوریز شاہ کے کمرے کے باہر موجود دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی مرحاشاہ نے اسے مدھم آواز میں کچھ ہدایات دی تھیں جس پہ وہ سر ہلاتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھ گئی، جب وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپر تھا جو وہ مرحاشاہ کو تھما رہی تھی، مرحاشاہ یہ شاپر پکڑ کے خوبصورت سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے دروازہ بند کرتی آئینے کے سامنے آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔

اب ناراض رہ کے دیکھانا کریک فوجی! پھر دیکھو تمہارے کریک دماغ کے ڈھیلے نٹ کیسے کستی ہوں!!۔۔۔۔۔وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کے اپنے خیالوں میں زوریز شاہ سے مخاطب اس شاپر کو صوفے پہ رکھتی سر سے بے حد مشکل سے تمام طنز اتارتی اب یہ ہیوی سا دوپٹا اتار رہی تھی۔۔وہ اس وقت خوبصورت سے بلڈ ریڈ لہنگے میں ملبوس تھی جو اسکی اپنی پسند کا تھا۔۔سب کو یہی معلوم تھا کہ مرحا شاہ نے اپنی بارات کے لئے صرف ایک یہی لہنگا خریدہ ہے جبکہ ایسا نہیں تھا اس نے لہنگے کو ان سب کے ساتھ خریدا تو تھا لیکن زوریز شاہ کی پسند کے لہنگے کا آرڈر بھی وہ چوری چھپے دے چکی تھی۔۔اسکا ارادہ تو نہیں تھا یہ لہنگا پہننے کا لیکن ہاں اس نے اتنا ضرور سوچا تھا اگر ضرورت محسوس ہوئی تو یہ لہنگا پہننے میں کوئی عار بھی نہیں آئی تھی اور اسے لگ رہا تھا ضرورت محسوس ہو چکی ہے کیونکہ وہ اسی لئے ناراض ہوا تھا کہ اس کی سجی سنوری بیوی کو اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے دیکھ لیا ہے چاہے گھونگھٹ میں دیکھا ہے لیکن دیکھا تو ہے نا؟؟ وہ یہ برداشت نہیں کر سکا تھا کیونکہ وہ اسے لے کے بے حد پوزیسو تھا۔۔وہ اسے منانے کی خاطر شاپر سے بڑا سا ڈبہ نکال کے اسکی پسند کا لہنگا نکالتی اسے پہننے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھی تھی۔۔لہنگے کو دیکھ کے اسے شرم تو محسوس ہوئی تھی لیکن وہ اتنا بھی جانتی تھی اس کا شوہر اس دن کے لئے کتنا ترسا ہے اسی لئے وہ اسکا یہ دن بیسٹ بنانا چاہتی تھی، ہاں اسے ناز نخرے بھی دیکھانے والی تھی، تنگ بھی کرنے والی تھی لیکن آخر میں اپنی پوری رضا مندی سے اسے خود کو سونپنے بھی والی تھی۔۔

کچھ ہی دیر میں شاپر سے سرخ زوریز شاہ کی پسند کا لہنگا اور واحیات سا اس کا بلاؤز زیب تن کرتی ڈریسنگ روم سے نکلی تھی۔وہ ایک دفعہ پھر آئینے کے قریب آتی خود کو دیکھنے لگی۔۔اس چست سے بلاؤز میں اپنا سراپا دیکھتی وہ کانوں کی لوں تک سرخ ہوئی تھی۔۔اس بلاؤز سے اسکا سفید پیٹ تقریباً دو انچ برہنہ ہو رہا تھا اور بیک کی تو کیا ہی بات تھی۔ بلاؤز بیک لیس تھا جو صرف ایک باریک سی ڈوری سے بند کیا گیا تھا۔ڈوری کے ساتھ موٹے اور خوبصورت سے گولڈن ٹسلز لٹکے ہوئے تھے۔۔لہنگا بلڈ ریڈ تھا لیکن گولڈن گوٹے کا کام بھی کافی کیا گیا تھا جو اس لہنگے اور بلاؤز کی خوبصورتی بڑھا رہا تھا۔۔

آج تو آپ گئے ریز شاہ!!!۔۔۔۔وہ آئینے میں دیکھ کے خود ہی شرما کے بولتی چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی اور اگلے ہی پل چہرے سے ہاتھ ہٹا بھی گئی، آج کافی شرم محسوس ہو رہی تھی لیکن شوہر کا ناراض رہنا بھی قبول نہیں تھا۔۔وہ

لبوں پہ بلڈ ریڈ لپ اسٹک کو مزید گہرا کرتی سر پہ دوپٹا سجائے اپنی کمر کو چھپاتی بلاؤز کو نیچے کرنے کی ناکام کوشش کرتی پیٹ بھی چھپا رہی تھی جو چھپ کے نہیں دے رہا تھا۔۔

ریلکس مرحا!! بی کانفیڈنٹ!! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس بے باک بندے کا سوچ سوچ کے جب ہتھیلیاں بھیگی تو وہ ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کرتی اپنے انگارہ ہوتے گالوں پہ ہاتھ رکھتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔بیڈ پہ بیٹھ کے اسکا انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ وہ فون میں مصروف ہو گئی،ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب اسے ارزم شاہ کے نمبر سے ایک تصویر موصول ہوئی تھی۔۔

"اپنے شوہر کی حرکتیں دیکھ لو بھابھی"۔۔۔۔۔۔تصویر کے ساتھ ارزم شاہ کا یہ میسج پڑھ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا لیکن وہ اتنا بھی جانتی تھی اسکے دوست بھی اسی کی طرح کے بے باک ہوں گے جو ایک دوسرے کو تنگ کرنے کے لئے ایسی حرکتیں کر رہے ہوں گے۔۔وہ ضبط سے اس تصویر کو اگنور کرے کی کوشش کرتی سوشل میڈیا ایپس سکرال کرنے لگی۔اسے سکرال کرتے کرتے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔۔مرحا شاہ کو اب پتا نہیں کیوں رونا آرہا تھا،وہ اپنی آنکھوں کی نمی پہ قابو پاتی خود کو سمجھانے لگی "نہیں وہ مجھے اگنور نہیں کر سکتا"۔۔۔۔خود کو سمجھاتے سمجھاتے ڈیڑھ اور ڈیڑھ سے دو بج چکا تھا۔۔اب تو اسکی کمر بیٹھ بیٹھ کے تختہ بن چکی تھی۔وہ جو کب سے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی فون غصے سے زمین کی پٹکتی اوندھے منہ تکیے پہ گرتی ہوئی بچوں کی طرح رونے لگی۔۔وہ اتنی دیر تک اسے اگنور کیسے کر سکتا تھا؟؟کیسے اسے ہرٹ کر سکتا تھا؟؟وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے غصے سے سوچ رہی تھی۔۔وہ ریموٹ سے پورے کمرے کی لائٹس آف کرتی پورے زور و شور سے رونے میں مشغول ہو چکی تھی۔کوئی دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کلک کی آواز سے کھلا تھا۔۔کمرے کی تمام لائٹس کو آف دیکھ کے زوریز شاہ ٹھٹھکا تھا۔۔کیا وہ اس کا انتظار کئے بنا سو چکی تھی؟؟وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟؟کمرے میں صرف رومانٹک سی لائٹس کی مدھم سی روشنی تھی،وہ دور سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ مرحا شاہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے۔کاظم شاہ اور احان شاہ کی اپیل پہ اسے ایک گھنٹے پہلے چھوڑ دیا گیا تھا ورنہ رایان خان اور ارزم شاہ کا واقعی ہی اسے ساڑھے تین سے پہلے کمرے میں بھیجنے کا ارادہ نہیں تھا۔وہ لائٹس آن کئے بغیر اپنی آرمی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔بیڈ کے قریب آتے ہی اسکے کانوں سے ہچکیوں کی آواز ٹکرائی تھی۔وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے بری طرح سے رو رہی تھی؟

کیوں؟؟ کیا رخصتی کا غم منا رہی تھی؟ کیا نیچے سے اوپر تک رخصت ہونے کا ماتم مناتی یوں رو رہی تھی؟؟ زوریز شاہ نے تپے ہوئے انداز سے دانت پیستے ہوئے سوچا تھا۔ وہ اسکے لئے گھونگھٹ لے کے تو کبھی نہیں بیٹھ سکتی تھی لیکن اسکا یوں رونا بھی اس نے ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔۔ وہ رخصت ہونے پہ تو نہیں تو سکتی تھی پھر وہ کیوں یوں روتی ہوئی اب اسے پریشان کر رہی تھی؟ وہ بیڈ پہ اپنا ایک گھٹنا فولڈ کر کے اس پہ جھکتا ہوا اسے فکر مندی سے دیکھنے لگا جو اوندھے منہ گری ہوئی تھی۔۔ کمر دوپٹے سے ڈھکی ہوئی تھی۔۔

مرحا!!!!۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکے کان کی طرف جھکتے فکر مندی سے سرگوشی کی تھی۔۔ وہ اسے نظر انداز کر گئی، ہچکیوں میں اضافہ ہوا تھا۔۔

مرحا میری جان کیا ہوا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے بڑی بڑی ہچکیاں لیتے دیکھ کے وہ کہنی سے پکڑ کے اسے سیدھا کرتا اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھتے ہوئے بے حد فکر سے استفسار کر رہا تھا۔ مدھم سی روشنی میں اسکے چہرے پہ چمکتے آنسوؤں قریب سے واضح طور پہ دیکھے جا سکتے تھے۔۔۔

دو۔ دور۔۔ ہٹو۔۔۔۔۔۔ وہ۔ روتے ہوئے اسکے بازو اپنے ہاتھوں سے ہٹانے لگی۔

ہوا کیا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔ وہ حقیقتاً پریشان ہوا تھا۔ اسکے بازوؤں پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے وہ اسکے چہرے پہ مزید جھکا تھا ز نظروں ابھی بھی اسکے سراپے کی طرف نہیں اٹھائی تھیں، اسکے رونے پہ وہ اپنی ناراضگی بھول چکا تھا۔

تم نے میری زندگی کا اسپیشل ڈے خراب کیا ہے جس کے لئے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی!!!۔۔۔۔۔ وہ غصے سے روتے ہوئے غرائی تھی۔۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے دیکھا تھا، شکر ہے وہ اس سے ناراض ہی تھی کوئی زیادہ سیریس مسئلہ نہیں تھا ورنہ وہ اسکے یوں رونے پہ کافی پریشان ہو چکا تھا۔۔

ڈرا دیا یار!! مجھے لگا پتا نہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں!! ایسے روتے ہیں؟؟۔۔۔۔۔ وہ خفگی سے بولتا ہوا اسکی ٹھوری اپنے ہاتھ سے اٹھا کے اسکا چہرہ اوپر کی طرف اٹھاتا تاصف سے بولا تھا۔۔ وہ مزید روئی تھی۔

مجھے ہاتھ مت لگاؤ!! ابھی بھی اگنور کرو مجھے!!!!۔۔۔۔۔ وہ غصے سے غراتی ہوئی اسکا ہاتھ اپنی ٹھوری سے ہٹاتی بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب وہ اسے کنٹرول کرنے کے لئے ایک دم سے اس پہ جھکتا اسکی کلائیوں کو پکڑ کے بیڈ کے ساتھ لگا

گیا جو وہ اپنے ناخنوں سے وار کرنے کے لئے اٹھا رہی تھی۔ مرحاشاہ کی سانسیں حلق میں اٹکی تھیں۔ آنسو رکے تھے لیکن ہچکیاں ہنوز جاری تھیں۔

اگنور کب کیا؟؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی مزاحمت کرتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کرتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے سائیڈ لیمپ ان کر گیا، اب وہ مرحاشاہ کا چہرہ روشنی میں دیکھ سکتا تھا۔۔اس پہ ٹوٹ کے روپ آیا تھا، چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا لیکن میک اپ خراب نہیں ہوا تھا، اسکے ہونٹوں پہ گہری لالی دیکھتے زوریز شاہ کی آنکھوں کے خمار میں اضافہ ہوا تھا۔۔

سب کچھ کر کے انجان مت بنو!!!!۔۔۔۔وہ اسکے انجان بننے کی غرائی۔۔

ابھی کب کچھ کیا ہے؟؟ابھی تو میں نے اپنے ہاتھوں سے بھی کوئی گستاخی انجام نہیں دی ڈارلنگ!! کم آن!!!۔۔۔۔۔

وہ بوجھل گھمبیر لہجے میں بولتا بے باکی سے اس کے وجود کو خود میں قید کرتا اسے بھوکھلا رہا تھا۔

مجھے گھماؤ مت!! اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں تمہاری ان بے شرم باتوں اور حرکتوں سے تمہیں اپنا آپ سونپ۔۔۔۔۔ابھی مرحاشاہ غصے سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب زوریز شاہ کے ہاتھوں نے کمر سے نیچے تک کا سفر کرتے ہوئے اسکی زبان کو بریک لگائی تھی۔ اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں کو بڑھتے دیکھ کے وہ غصے سے اسکے سینے پہ مکا جھڑ گئی ۔۔وہ ایک جھٹکے سے اسکے وجود سے دوپٹا ہٹا کے اسے گہری خمار آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔اسکے سنگ مرمر کی طرح تراشے بدن کے خوبصورت خدوخال دیکھتا وہ پاگل ہوا تھا اور اس سے بھی زیادہ حیران اسکے بدن پہ موجود اس لہنگے نے کیا تھا جو زوریز شاہ نے خود اسکے لئے پسند کیا تھا۔۔

My hottie!!

اسے اپنے حصار میں مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ خمار آلود لہجے میں اسے مخاطب کرتا اسکے گال پہ اپنا ہاتھ رکھ گیا جو آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بہت کم رویا کرتی تھی لیکن زوریز شاہ کی اگنورینس اور اسکے ہرٹ کرنے پہ وہ بچوں کی طرح روتی تھی۔۔وہ سپاٹ چہرے سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

اتنا ہاٹ ڈریس پہن کے بچوں کی طرح کیوں رو رہی ہو!!؟ کچھ الگ کرو!! مجھے بیڈ پہ دھکیل کے مجھ پہ قابض ہو جاؤ اور عزت لوٹ لو میری!!!۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بولتا ہوا بے حد بے باک ہوتے مرحاشاہ کا چہرہ شرم وحیا سے سرخ کر گیا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے سینے پہ غصے سے ناخن چبھوئے تھے۔۔

تیرے بدن کی خوشبویوں خود میں سمیٹ لوں

کہ مجھے چاہ نہ رہے کسی عطر کی نہ گلابوں کی

)شاہانہ خالد۔۔۔۔۔۔پیاری ریڈر(

وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے ہونٹوں کے قریب اپنے لب لاتا گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔۔وہ سرخ پڑی لیکن ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔

میں کافی تھک گئی ہوں! مجھے ڈریس چینج کرنا ہے! دور ہٹو!!۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتی اسکے دیو ہیکل وجود کو دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس پہ اپنی گرفت مضبوط کر رہا تھا۔۔

ابھی تو تمہیں میری ساری تھکاوٹیں اپنے اس نازک وجود میں سمیٹنی ہیں مائے لو!! اور جہاں تک رہی ڈریس چینج کرنے کی بات تو آئی سویر میں زیادہ دیر تمہارے نازک وجود پہ اس ہیوی ڈریس کو ٹکنے نہیں دوں گا!! آج ہم دونوں ایک دوسرے کا لباس بن کے ایک دوسرے میں چھپ جائیں گے!!۔۔۔وہ اسکے کان میں بے باک سرگوشیاں کرتا جھک کے اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اسکے چہرے پہ موجود آنسوؤں کو چننے لگا جو اسکی پلکوں اور گالوں پہ ٹکے ہوئے تھے۔۔اسکی بیئرڈ کی چبھن اپنے چہرے پہ محسوس کرتی وہ کسمسائی تھی۔۔وہ اس کے برہنہ پیٹ پہ اپنی انگلیاں سہلاتا اسے اچھلنے پہ مجبور کر گیا، اسکے اچھلنے پہ اسکا سراپہ بے ترتیب ہوا تھا۔۔وہ مسکراہٹ دبا کے گہری نگاہوں سے اسکی دھڑکنوں پہ اپنی نگاہیں جمائے مرحاشاہ کو شرم سے کپکپانے پہ مجبور کر رہا تھا، اسکا بلاؤز بنا استیوں کے تھا، مرحاشاہ کو اسکی گہری نگاہوں سے عجیب سی شرم محسوس ہو رہی تھی۔۔

تم۔۔نے۔۔۔سنا۔۔۔نہیں؟؟۔۔۔میرے قریب مت آؤ! ابھی بھی مجھے اگنور کرو!! اپنے دوستوں۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے چیختے ہوئے ابھی اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب وہ اسکے سرخ ہونٹوں پہ شدت سے جھک کے ان پہ اپنے عنابی لبوں سے قفل لگا گیا۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 91(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

مرحاشاہ کو غصے سے مزاحمت کرتے دیکھ کے زوریز شاہ کچھ سیکنڈ کے لئے اسکے لب اپنی گرفت سے آزاد کرتا اس پر سے تھوڑا سا اٹھ کے اپنی آرمی شرٹ اتار کے تکیے پہ پھینکتا پھر سے مرحاشاہ کے ہونٹوں پہ جھکا تھا جن کی سرخی اس نے ابھی تک ٹھیک سے نہیں چنی تھی کیونکہ اس کی بیوی آج اسکا ساتھ دینے کی بجائے بھرپور مزاحمت کرنے میں مصروف تھی۔۔وہ مرحاشاہ کی سانسیں کل کی طرح اسکے سینے میں بلاک کرتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے بیڈ سے اٹھا کے ایک دم سے تھوڑا سا اوپر کی طرف کھینچ کے حصار میں قید کرتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کر گیا۔۔مرحاشاہ نے غصے سے اپنی چوڑیوں سے بھری کلائیاں اسکے برہنہ سفید سینے پہ ماری تھی، چوڑیاں اسکے ہاتھوں سے ٹوٹتی ہوئی زوریز شاہ کا سینہ زخمی کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی اپنی کلائی زخمی کر رہی تھی لیکن اس نے ضدی انداز میں اپنی مزاحمت نہیں روکی تھی، اگر مزاحمت اس نے نہیں روکی تھی تو وہ اس سے زیادہ ضدی تھا وہ اپنے زخمی ہوتے سینے کی پروا کئے بغیر اپنی آنکھوں کو موندے اسکے لبوں کا جام پینے میں مصروف اسکی ایک ایک سانس خود میں انڈھیلتا جا رہا تھا۔۔وہ مدہوشی کے عالم میں اس کے لبوں سے لپٹا اسکی کمر کو مسلسل بے باکی سے چھو رہا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسے ڈھیٹ بنتے دیکھ کے اب کی بار اسکے کندھوں پہ اپنی کلائیاں زور سے مارتے ہوئے اسکے کندھے زخمی کئے تھے۔۔اسکی چوڑیوں کی چھنکاڑ زوریز شاہ کو روکنے کی بجائے مزید بہکانے کا کام کر رہی تھی، وہ مصروف انداز میں اسکے لبوں کو سک کرتا جا رہا تھا، جب اس ڈھیٹ اور بے باک انسان پہ کوئی فرق پڑتا محسوس نہ ہوا تو گزرتے لمحوں کے ساتھ مرحاشاہ کی مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔اس نے شدید غصے سے اس کے نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں تلے کچلا تھا، زوریز شاہ کا جیسے اسے کس کرنے کا مقصد پورا ہوا تھا، وہ دل میں بھرپور انداز میں مسکراتا اپنی ہری خمار آلود آنکھوں کو وا کئے اسکی طرف دیکھنے لگا جو اپنے چہرے پہ خونخوار تاثرات سجائے اسکی طرف دیکھتی ہنوز اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں تلے کچل رہی تھی، اسے اپنے کام میں مصروف دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنی گرفت

نرم کرتا اسکے بالوں میں ہاتھ الجھاتے اسکا جوڑا کھول رہا تھا، اسکی تمام جوڑا پنز اتار اتار کے بیڈ پہ رکھتے وہ وقفے وقفے سے اس میں اپنی سانسیں انڈھیل رہا تھا کیونکہ غصے کی وجہ سے مرحاشاہ کی پھول رہی تھیں۔ وہ ابھی تک اسکے نچلے ہونٹ کے ساتھ کسی جھونک کی طرح چپکی اپنا بدلہ اتارتی شاید اسے کراہ بھرنے پہ مجبور کر رہی تھی لیکن وہ کراہ کیسے بڑھتا؟ اسے تو اسکا یہ لمس بے حد میٹھا لگتا تھا یوں جیسے اسے کوئی گدگدا رہا ہو۔۔ اسکا جوڑا کھولنے کے بعد وہ اسکی سنہری زلفوں میں اپنے ہاتھ الجھائے انہیں ہولے سے سہلاتا ہوا اسکا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا، ابھی اس نے اس کے بال سہلانے شروع کئے تھے جب وہ اسکے نچلے لب کو اچھا خاصا زخمی کرتے اسے آزادی بخش گئی اور اسی پل زوریز شاہ نے اسکے لبوں کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تھا، دونوں کی سانسیں ہمیشہ کی طرح بری طرح سے پھولی ہوئی تھیں، زوریز شاہ نے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے اسکے ساتھ اپنا گال ٹکاتے ہوئے اپنی سانسوں کو درست کیا تھا۔۔

مرحاشاہ شاید غصے سے کچھ بولنا چاہ رہی تھی لیکن پھولی سانسوں کے درمیان بولنا مشکل تھا۔۔

سمجھ نہیں آتا تمہیں ضدی بولوں یا جنگلی بیوی؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے کے بعد مرحا شاہ کے کان میں بولتا اسکی کان کی لوں دانتوں میں لے کے ہولے سے چبانے لگا۔۔

اور مجھے سمجھ نہیں آتا تمہیں کریک بولوں یا مینٹل پیس!!!۔۔۔ وہ غرائی تھی، اسے تپے ہوئے انداز میں غراتے دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا اسکی کان کی لوں پہ دانتوں کا دباؤ بڑھا گیا۔ مرحاشاہ نے بدلے میں غصے سے اسکے کان کی لوں کو اپنے دو ناخنوں میں دبایا ہوا تھا۔ وہ کافی غصے میں لگ رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اسکے کان کی لوں سے اپنے دانت ہٹاتا مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اسکی تیکھی سی غصے سے سرخ ہوتی ناک پیار سے اپنے لبوں میں دبا گیا، مرحاشاہ نے بدلے میں اسکی ناک کو اپنے انگوٹھے اور انگلی سے دباتے ہوئے اسکی سانسیں بند کرنے کی کوشش کی تھی، وہ اسکے بدلے لینے کے سٹائل پہ حیران در حیران ہو رہا تھا، وہ اسکی کھری مغرور ناک زور سے دباتی اسکی سانسیں واقعی ہی بند کرنے کے درپہ تھی وہ بے ساختہ اسکی ناک اپنے لبوں سے آزاد کرتا اسکے سرخ ہوتے گالوں پہ جھکے انہیں اپنے لبوں کو دبانے لگا، وہ اسکے گال اپنے لبوں پہ دباتا ان پہ ہولے سے دانت گاڑ رہا تھا وہ پھر سے بدلے لینے پہ آتی اسکی ناک سے اپنا انگوٹھا ہٹا کے اسکی بھوری بیرڈ اپنے ہاتھوں سے نوچنے لگی، وہ اب اسے اصل میں جنگلی بن کے دیکھاتی مزاحمت کرنے کی بجائے اپنے بدلے اتار رہی تھی۔۔ اپنی بیرڈ کے بالوں پہ کھینچاؤ پڑتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسے

آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسکی ٹھوری کو اپنے لبوں سے چوما تھا، وہ اسکی بیئرڈ چھوڑ کے اسکی شہہ رگ پہ اپنے ناخن گاڑنے لگی، وہ اسکی گلے کی ہڈی کو اپنے انگوٹھے اور ہاتھ میں زور سے دبا رہی تھی۔ زوریز شاہ نے مزید جھکتے ہوئے اسکی شہہ رگ پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتے اسکے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑائی تھی۔۔ وہ ایک منٹ کے لئے کنفیوز ہوئی تھی لیکن پھر اپنے کام میں مصروف اسکی شہہ رگ پہ ناخنوں سے ظلم ڈھانے لگی وہ مزید جھک کے اسکی گردن پہ اپنا دیوانا لمس نچھاوڑ کرنے لگا، وہ دونوں اس وقت بالکل خاموش تھے، ایک لبوں سے پیار نچھاوڑ کر رہا تھا تو دوسری بدلے میں تشدد کرنا اپنا فرض سمجھ رہی تھی۔۔ وہ جس طرح سے اپنے ہونٹ سرکاتا جا رہا تھا وہ یوں ہی اپنے ناخن سرکاتی اسکی سفید گردن، کندھے اور یہاں تک کے اب سینہ بھی اپنے ناخنوں سے زخمی کر رہی تھی، وہ اسکی گردن پہ لو بائٹس بناتا اسکے کندھوں پہ عقیدت سے اپنے لب رکھتے اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگا جو آنکھیں موند کے بچوں کی طرح ناک سکوڑتی اسکے سینے کو اپنے ناخنوں سے زخمی کرنے کا کام بڑی فرصت سے انجام دے رہی تھی، وہ اسکا سینہ یوں نوچ رہی تھی جیسے ثواب کا کام کر رہی ہو! یا زیادہ تشدد کرنے سے زیادہ ثواب ملنا ہو۔۔ وہ اسکے چہرے کے کیوٹ تاثرات پہ اپنا قہقہہ ضبط کرتے ہوئے ایک نظر اپنے زخمی کندھوں، گردن اور سینے پہ دوڑاتا ائیبرو اچکا کے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھتا ایک دم سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکتا مرحاشاہ کو ہولے سے چیخ مارنے پہ مجبور کر گیا۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ نے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے لبوں سے کوئی جسارت بھی نہیں کی تھی، وہ صرف یہاں اسکی سانسوں کی گہری تپش محسوس کرتی چیخ اٹھی تھی جس پہ زوریز شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ وہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے اسے پھر سے خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرنے لگی، وہ اس پہ رحم کھا کے اس پر سے اٹھتا ہوا کمرے کی تمام لائٹس آن کرتے اسکی طرف دیکھنے لگا جس کا سراپا اس وقت بے ترتیب تھا، وہ اس وقت دوپٹے کے بغیر تھی کیونکہ دوپٹا تو وہ کب کا اتار کے دور اچھال چکا تھا۔۔ وہ اس کی نظروں کو اگنور کرتی بیڈ سے اٹھ کے اپنا دوپٹا اٹھاتی خود پہ لینے ہی والی تھی جب زوریز شاہ نے اسکے قریب آتے اسکے ہاتھ سے دوپٹا پکڑ کے پھر سے دور اچھالتے اسکی کمر کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کے اسے اپنے سینے میں قید کرتے اسکے روئے روئے چہرے کی طرف دیکھنا شروع کیا تھا۔۔

کہاں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسکے بیڈ سے اٹھنے کا مقصد استفسار کرتا جھک کے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملا رہا تھا۔۔

ڈریسنگ روم میں جا رہی ہوں!! مجھے چینج کرنا ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولی۔۔

تو اتنی دور جانے کا فائدہ؟ یہی پہ میرے حصار میں چینج کر لو شاہ زادی!! اچھی بات ہے میرا ٹائم بچا دو گی ورنہ یہ مشقت مجھے خود ہی کرنی پڑتی۔۔۔۔وہ بے باکی سے بولتا ہوا اب اسکے گال پہ اپنی کھری مغرور ناک سہلا رہا تھا۔۔

میرا دماغ خراب مت کرو ریز شاہ!! میں بہت غصے میں ہوں!! تم میرا اسپیشل دن برباد کر چکے ہو اور اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں تمہاری یہ رات اسپیشل بناؤں گی تو بھول ہے تمہاری!!۔۔۔۔۔۔وہ غصے سے غراتی ہوئی اسکا چہرہ خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔۔

تمہارا دماغ ٹھیک بھی ہوا ہے کبھی؟ میں نے تمہارا اسپیشل ڈے خراب کیا ہے؟؟ لائک سیریسلی؟ کیا تم نہیں جانتی تھی میں نے اپنی رخصتی کا کتنا انتظار کیا ہے؟ لیکن تم نے کیا کیا؟ میرے منع کرنے کے باوجود تم نیچے آئی!! میں نہیں چاہتا تھا تمہیں دلہن بنے ہوئے کوئی دیکھے چاہے تم گھونگھٹ میں ہی کیوں نہ ہو! گھونگھٹ صرف تمہارے چہرے پہ تھا تمہارے جسم پہ نہیں تھا!! میں تو یہ تک نہیں چاہتا تھا میرے علاوہ کوئی تمہارے لہنگے کا کلر بھی دیکھے! پھر تم کیوں آئی نیچے؟ کیا میری بات تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی؟۔۔۔۔وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھا کے اسکی ہیوی جیولری اتارتا دبی دبی آواز میں ذرا غصے سے بولا تھا۔۔

پھر تو میں بھی نہیں چاہتی تھی کوئی لڑکی تمہیں آرمی یونیفارم میں دیکھے!! آرمی یونیفارم تو دور میں تو یہ بھی نہیں چاہتی تمہیں کوئی رف حلیے میں بھی دیکھے تو کیا کرو گے میرے لئے خود کو اس کمرے میں قید کر لو گے؟؟ آخر تم سب مرد اپنی بیویوں سے وہ سب کیوں چاہتے ہو جو تم لوگ ان کے لئے نہیں کر سکتے؟ میں نے تمہارے لئے خود کو اتنا چینج کیا ہے لیکن تمہارے لئے وہ سب میٹر نہیں رکھتا!! مان لیا نیچے آنا میری غلطی تھی لیکن تم نے!! تم نے کیا کیا؟؟ مجھے سب کے سامنے اتنا اگنور کیا؟؟ مجھے اتنا ہرٹ کیا! میری کسی بات کا جواب نہیں دیا؟؟ تم ہمیشہ اپنی ناراضگی سے مجھے ہرٹ کر جاتے ہو! آئی ہیٹ یو!!۔۔۔۔وہ روتے ہوئے چلائی تھی، لہجے میں اس کے لئے پوزیسونس کے ساتھ ساتھ

بے حد غصہ تھا، وہ کافی ہرٹ لگ رہی تھی۔۔ وہ بار بار اسکے ہاتھ اپنی جیولری سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔ مرحاشاہ کو روتے دیکھ کے زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے گلے سے لگایا تھا۔۔

آئی ایم سوری!! آئی ایم رئیلی ویری سوری!! مجھے اس وقت غصہ آگیا تھا میری جان اور ہر کسی کا غصہ کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے! میں ناراضگی اور غصے میں تمہارے سامنے خاموشی اس لئے برتتا ہوں تاکہ تم میرے الفاظ سے ہرٹ نہ ہو جاؤ! دیکھو جس طرح سے تم غصہ کرتے ہوئے چیختی ہو کچھ بھی بول دیتی ہو! تو کیا تم اپنی یہ عادت چینج کر کے غصے میں خاموشی برت سکتی ہو؟ نہیں!! تم نہیں برت سکتی! تم غصے میں خاموش رہنے کی کوشش بھی کرو تو نہیں رہ سکتی اسی لئے اگر میں غصے میں تمہاری بات کا جواب دینے کی کوشش بھی کروں تو نہیں دے سکتا! ہاں کبھی کبھار دے جاتا ہوں لیکن یاد کرو جب بھی میں ہماری ناراضگی میں تمہیں جواب دیتا ہوں وہ جواب تمہیں میری خاموشی سے زیادہ ہرٹ کرتا ہے کیونکہ غصے میں مجھ سے زیادہ بدتمیز کوئی نہیں ہو سکتا اسی لئے میں چاہتا ہوں میں اپنی شاہ زادی کے ساتھ غصے میں بھی بدتمیزی نہ کروں تو میں خاموشی برت لیتا ہوں لیکن تم اسے اگنورینس میں لے جاتی ہو یار!! اور یہ بچوں کی طرح رونا بند کرو!! ۔۔۔۔ وہ اسکی برہنہ پشت اپنے ہاتھ سے نرمی سے سہلاتا ہوا اسکے کان میں پیار سے سرگوشی کرتا اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

تم بھی تو نیچے آئے تھے آرمی یونیفارم میں؟ کیا میں نے کچھ بولا!! تمہیں بھی تو لڑکیاں گھور گھور کے دیکھ رہی تھیں! تم نے تو گھونگھٹ بھی نہیں کیا ہوا تھا تو کیا میں نے کچھ بولا؟؟۔۔۔ وہ بچوں کی طرح شکوے کرتے ہوئے غراتی ہوئی اسکے سینے پہ بے دردی سے ناخن گاڑنے لگی۔

تم بولنا چاہتی تھی لیکن تم نے سب کے سامنے اس لئے نہیں بولا کیونکہ تم جانتی تھی تمہارا شوہر اپنے لئے تمہاری اتنی پوزیسونس سن کے تمہارے لب شدت سے چوم ڈالے گا!!۔۔۔۔ وہ اسکے انداز پہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتے اپنا سر جھکا کے اپنے سینے میں چھپی اپنی جنگلی بیوی کے لب شدت سے چوم گیا جو بچپن سے اسکے لئے اتنی ہی پوزیسو تھی۔

جب خود کے لئے میری اتنی پوزیسونس برداشت نہیں کر سکتے تو میرے لئے بھی اس حد تک پوزیسو ہوا کرو جسے میں برداشت کر سکوں! تم جانتے ہو میں نے تمہارے لئے خود کو کتنا چینج کیا ہے لیکن پھر بھی ہرٹ کرتے ہو! آئی ہیٹ

یو۔۔۔۔وہ ہنوز اپنا رونا روتی اسکے سینے کے بھورے بالوں پہ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی اس سے اظہارِ محبت کی بجائے اظہارِ نفرت کر رہی تھی۔۔

آئی ایم سو سوری میری جان! یو آر ہنڈریڈ پرسینٹ رائٹ میں شاید کچھ زیادہ پوزیسو ہو رہا تھا! لیکن میں اپنے دل کا کیا کروں جو تمہیں سات پردوں میں چھپا کے رکھنا چاہتا ہے؟۔۔۔۔وہ اس کے گالوں پہ پیار سے اپنا لب رکھتا اس سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے منا رہا تھا، ساتھ ساتھ اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھتا اسکی کمر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتے اسے چپ کروانے لگا۔۔وہ ٹھیک بول رہی تھی اس نے واقعی ہی اس کے لئے خود کو بہت چینج کیا تھا، وہ بھی میرال کی طرح کسی کی پابندیاں برداشت نہیں کرتی تھی لیکن اسکی پابندی برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ کافی حد کوشش کرتی تھی اسے اس سے کوئی شکایت نہ ہو۔۔۔

کس کی گندی نظر لگ گئی ہے میری شاہ زادی کو جو اتنا روئے جا رہی ہے!؟۔۔۔جب اسکے آنسوؤں نے تیزی پکڑی تو وہ پریشانی سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے جیب سے پیسے نکالتا اسکے سر سے پیسے وارتے ہوئے اسکا صدقہ نکال رہا تھا جو آج خوبصورتی میں سب کو پیچھے چھوڑ چکی تھی۔۔مرحاشاہ نے اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔کیا وہ کسی کے لئے اس قدر ضروری تھی کہ وہ اسکے صدقے نکال دیا کرتا تھا؟؟مرحاشاہ اسی پیار کی تو بھوکی تھی کیونکہ اسے کبھی بھی اپنے کسی رشتے سے ویسا پیار نہیں ملا تھا جیسا وہ چاہتی تھی، سب اس سے زیادہ میرال شاہ کے لاڈ اٹھاتے تھے، اس سے زیادہ میرال شاہ کی ضد مان کے اسے کر کام میں فوقیت دے جایا کرتے جس پہ مرحاشاہ صرف اداسی سے مسکرا جاتی، اسے اپنی بہن سے کبھی بھی جیلسی نہیں ہوئی تھی لیکن ہاں دل میں ایک احساس کمتری سی تھی لیکن اللہ نے اسکے لئے زوریز شاہ چنا تھا۔شوہر کی صورت میں ایک مخلص رشتہ۔۔جو خود غصہ ہوتے ہوئے بھی اسکے آنسوؤں پہ پگھل جایا کرتا تھا۔وہ اسکے سر سے پیسے وارتے ہوئے مرحاشاہ کو بے حد پیار آیا تھا۔۔

پھر بھی آئی ہیٹ یو!!۔۔۔۔۔مرحاشاہ کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا لیکن نخرے دیکھانے کے لئے اسے معاف کرنے کی بجائے وہ ابھی تک اپنی بات پہ اڑی رہی۔۔وہ ناک سکوڑ کے بچوں کی طرح بولتی ایک بڑی سی ہچکی لے رہی تھی، اسکے آنسو رک چکے تھے لیکن ہچکیاں ابھی بھی نہیں تھمی تھی، اسکے انداز پہ وہ مسکرایا تھا۔اسکے سر سے وارے گئے پیسے ایک سائیڈ پہ پرفیوم کے نیچے رکھتا وہ پیار سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

یہ دیکھو کیا حال کیا ہے تم نے میرا! کسی کے سامنے شرٹ اتارنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا!!۔۔۔۔۔وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھتا اپنی گردن، کندھوں اور سینے کو زخمی دیکھتے ہوئے تاصف سے سر ہلا کے بولا تھا۔۔ اسکے جملے پہ مرحاشاہ نے جلدی سے اس سے دور ہوتے اس پہ نگاہیں دوڑائی تھی۔۔

کیوں کس کے سامنے شرٹ اتارنی تھی تم نے جو تمہیں ابھی سے فکر ہونا شروع ہو گئی ہے؟؟۔۔۔ مرحاشاہ جسے ابھی اس پہ پیار آ رہا تھا اس کے جملے پہ وہ غصے سے پاگل ہوتی اسکے سینے کے بال نوچتی غرائی تھی۔۔ زوریز شاہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔۔۔

بولو ایسی کون سی محبوبہ ہے جس کے سامنے شرٹ اتارنی ہے تم نے اور ابھی سے اس کا ڈر ہاوی ہو گیا ہے تم پہ!!!۔۔۔ وہ اس کی خاموشی پہ پوزیسو انداز میں پھر سے غرائی تھی۔۔

خدا کو مانو یار!! میں بس اس لئے بول رہا تھا کہ اگر اپنے دوستوں کے سامنے شرٹ اتاروں گا تو تنگ کریں گے مجھے!!!۔۔۔۔۔وہ تاصف سے بولتا ہوا اسکے کانوں سے اویزے اتار رہا تھا۔۔

کیوں دوستوں کے سامنے بھی کیوں اتارو گے شرٹ؟ اور وہ کون دوست تھا تمہارا جس کے ساتھ تم رومینس میں مصروف تھے اور کمرے میں آتے آتے دیر ہو گئی تمہیں؟؟۔۔۔وہ ارزم شاہ کی بھیجی گئی تصویر یاد کرتی غصے سے دھاڑی تھی۔۔

تم پہلے مجھے یہ بتاؤ اتنی غصے میں میری اگنورینس کی وجہ سے ہو یا ہماری گولڈن نائٹ کے وقت کے ضیائع کی وجہ سے اتنا تپی ہوئی ہو؟؟۔۔۔وہ اسکے ہاتھ اپنے سینے سے ہٹاتا انہیں اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے گھمبیر آواز میں استفسار کر رہا تھا۔ اسکی دوست والی بات پہ اتنا غور نہیں کیا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے سوال پہ اسے غصے سے گھورا تھا، وہ ہر بات کا بے باک مطلب نکالتا تھا۔

میں نے پوچھا وہ کون دوست تھا تمہارا جو تمہارے ساتھ چپکا ہوا تھا؟؟۔۔۔وہ دانت پیستے ہوئے اپنی بات پہ زور دینے لگی، زوریز شاہ نے اسے چونک کے دیکھا تھا۔۔

کون دوست؟؟۔۔۔۔۔اسے بار بار اپنے دوست کا ذکر کرتے دیکھ کے وہ ناسمجھی سے بولا۔۔

جو ابھی کچھ دیر پہلے تم پہ گرا ہوا تھا!! مجھے خود ارزم لالہ نے تصویر۔۔۔۔۔وہ ارزم شاہ کا بانڈا پھورتے پھورتے اپنی زبان کو بریک لگا گئی کیونکہ ارزم شاہ نے اسے خبر دار کیا تھا زوریز شاہ کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئیے کہ اسے یہ تصویر ارزم شاہ نے بھیجی ہے لیکن وہ فروانی میں اسکا بانڈا پھوڑ چکی تھی۔۔

کون سی تصویر بھیجی ہے تمہیں چھوٹے شاہ نے؟؟۔۔۔۔اسکے یوں اچانک سے خاموش ہونے پہ اس نے تجسس سے پوچھا تھا۔۔ البتہ بات کی تہہ تک وہ پہنچ چکا تھا۔۔

کوئی تصویر نہیں بھیجی!! ہٹو!! ۔۔۔۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی ہوئی اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے ڈریسنگ مرر سے اترنے والی تھی جو وہ اسکے پیٹ اور کمر کے گرد اپنا ہاتھ لپیٹ گیا۔۔

کیوں بار بار مجھ سے دور ہونے کی کوشش کر رہی ہو؟؟ وہ رایان تھا! وہ غلطی سے مجھ پہ گر گیا تھا اور ارزم نے بغیرتی کرنے کے لئے وہ تصویر تمہیں بھیج دی؟؟ اس سے زیادہ بیغرت انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا!!۔۔۔۔۔ وہ دانت کچکچاتے ہوئے تپے ہوئے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

خبر دار جو تم نے میرے سامنے لالہ کو کوئی گالی دی تو!!!۔۔۔۔اس کے منہ سے ارزم شاہ کے لئے بیغرت کا لفظ سنتی وہ اسکے سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے غصے سے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولی۔

ورنہ!!!؟ ورنہ کیا کرو گی تم؟؟۔۔۔۔۔اسے ارزم شاہ کی سائیڈ لیتے دیکھ کے وہ اسکے پیٹ پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتا چیلنجنگ انداز میں بولا تھا، اپنے برہنہ پیٹ اسکے ہاتھوں کے بڑھتے دباؤ کو محسوس کرتے مرحاشاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔ وہ چاہ کے بھی اسے جواب نہ دے پائی کیونکہ اسکے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکی پہ اسکی زبان تالو سے چپک رہی تھی۔

کیا پھر سے ایسا تشدد کرتی ہوئی میرے ہونٹ کو زخمی کرو گی!؟ اگر ہاں تو میں ساری زندگی چھوٹے شاہ کو بیغرت بولنے کے لئے تیار ہوں! بلکہ اگر کہو تو اسکا نام ہی بدل کے "بیغرت" کے نام سے ڈائریکٹ نادرہ میں بھی رجسٹر کروا دیتا ہوں! کیا بولتی ہو؟؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اپنے نچلے زخمی ہونے پہ انگلی رکھ کے گھمبیر آواز میں بولتا مرحاشاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔ مرحاشاہ کی نظریں بے ساختہ اسکے نچلے ہونٹ کی طرف اٹھی تھیں، اسکے ہونٹ سرخ تو پہلے ہی ہوتے تھے لیکن نچلے ہونٹ پہ اسکے موتیوں سے دانت گہرا زخم بنا چکے تھے۔ مرحاشاہ اسکے نچلے ہونٹ

کے زخم کو دیکھ کے سٹپٹاتی ہوئی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی، اسے اندازہ نہیں تھا وہ اسے اتنا گہرا زخم دے چکی ہے ۔۔زوریز شاہ کے لب خود بخود مسکرائے تھے، اسے اپنے سینے میں پناہ لیتے دیکھ کے نگاہیں آئینے میں نظر آتے اسکے عکس کی طرف اٹھیں، اس بیک لیس بلاؤز میں اسکی دودھیا سفید شفاف کمر کو دیکھتے ہوئے اس نے تھوک نگلا تھا، جذبات جو پہلے ہی کنٹرول نہیں ہو رہے تھے اب مزید خود کو روکنا تو خود پہ ظلم ہوتا۔۔

اڑھائی بج چکے ہیں! مجھے لگتا ہے اب ہمیں مزید ٹائم ویسٹ کرنے کی بجائے اپنی گولڈن نائٹ سٹارٹ کر دینی چاہئیے ؟

?What u say

وہ گھمبیر آواز میں بولتا ہوا اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتا اسکی تیکھی ناک پہ اپنے لب رکھ گیا، اسکی بے باک بات پہ مرحا شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔

م۔مجھے۔۔۔ نیند۔۔۔ آ۔۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔۔ بولڈ ہوتے ہوئے بھی مرحا شاہ کی زبان خود بخود لڑکھڑائی تھی، آنے والے وقت کو سوچ سوچ کے کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔۔

بے بی میں آپ کی نیندیں اڑانے کے لئے ہی تو آپ کو اپنے کمرے تک لایا ہوں؟ فکر کیوں کرتی ہیں آپ ڈاکٹر صاحبہ؟ آج کچھ ڈاکٹری ہمیں بھی دیکھانے دیں!!۔۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بے باکی سے بولتا ہوا مرحا شاہ کے طوطے اڑا رہا تھا۔۔ابھی مرحا شاہ یہاں سے فرار ہوتی جب وہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتا دراز کھولتے ہوئے ایک بڑا سا ڈبہ نکالتا اسکی طرف بڑھا رہا تھا۔۔مرحا شاہ نے ایکسائیٹڈ انداز میں اسکی طرف دیکھا تھا۔یہ یقیناً اسکی منہ دیکھائی کا تحفہ تھا۔۔

افف ہٹو مجھے میرا گفٹ کھولنے دو!!۔۔۔۔وہ دور ہونے کی بجائے اچانک سے چہک کے بولتی ہوئی اسکے ہاتھ سے یہ ڈبہ پکڑتی دھیرے دھیرے کھولتے ہوئے اسے آئیر واٹھا کے دیکھنے لگی جیسے اسے کھولنے سے پہلے ہی اس سے پوچھ لینا چاہتی ہو کہ اس میں کیا ہے، وہ مبہم سا مسکراتے ہوئے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے خود دیکھنے کے اشارہ کرنے لگا۔۔

آہہہ!!!!۔۔۔۔وہ خوشی سے چیختی ہوئی اس خوبصورت سے ڈائمنڈ سیٹ پہ ہاتھ پھیرنے لگی، وہ بے حد نفیس اور خوبصورت دیکھائی دے رہا تھا، وہ نیکلس کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوتی ہوئی نم آنکھوں سے زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگی، ایک نیکلس چھوٹے چھوٹے آویزوں کے ساتھ تھا تو دوسرے سٹائلش سے نیکلس پہ "ریز کی شاہ زادی" کی

تحریر لکھوائی گئی تھی۔۔اسکے چہرے کو خوشی سے سرخ ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ روح تک سرشار ہوتا اسکا ماتھا پیار سے چوم گیا۔۔

تھینک یو!!!۔۔۔۔۔۔وہ بھرائی آواز میں اسکا شکریہ ادا کرنے لگی،وہ اس تحفے کو دیکھ کے واقعی ہی بہت زیادہ خوش ہوئی تھی، جس طرح سے وہ مہندی اور اوپٹن سے دور رہا تھا، اسے تو لگ رہا تھا شاید اس کریک فوجی کو منہ دیکھائی والی رسم یاد بھی نہ ہو لیکن اسے یاد تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکی آنکھوں کو پیار سے چوما تھا۔۔

یہ نیکلس کبھی مت اتارنا!! دوسرا چاہے کبھی کبھار پہن لینا! لیکن یہ نیکلس مجھے ہر ٹائم تمہاری گردن میں چاہئیے تاکہ میں کسی بھی وقت تمہیں دیکھ کے تمہاری گردن چومنا مت بھولوں۔۔۔۔۔زوریز شاہ گھمبیر آواز میں بولتا ہوا اسکے ہاتھ میں موجود شاہ زادی کی تحریر والا نیکلس پکڑتا اسکی گردن کی زینت بناتے ہوئے اسے نرمی سے چومنے لگا۔وہ اسکے نیکلس پہ لب رکھتا اسکی پوری گردن بے حد نرمی سے چوم رہا تھا۔۔مرحا شاہ نے اس دفعہ اسکے لبوں کی جسارت کا بدلہ نہیں لیا تھا بلکہ لبوں پہ ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔

ارے یہ کیا؟؟یہ شرمانے والا چاند کہاں سے نکلا ہے؟؟میں بتا رہا ہوں مجھے آج کی رات تمہارا پورا پورا ساتھ چاہئیے! جس طرح سے ابھی کچھ دیر پہلے تشدد کر رہی تھی تم رات میں اسی طرح میری شدتوں میں کچھ تشدد اپنی طرف سے دیکھاؤ گی تاکہ میں کچھ نرمی دیکھا کے تمہاری جان خلاصی کرتے تمہیں موقع دے سکوں ورنہ قسم لے لو جو تمہیں میں نے آسانی سے اپنی شدتوں سے رہائی دے دی تو!!۔۔۔۔۔۔اسے شرماتے دیکھ کے وہ بے باکی کی حد کرتے ہوئے اسکے کان کی لو دانتوں میں ہے کے کاٹتا اسے اپنی گود میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکی بے باک سرگوشیوں سے مرحا شاہ کے کانوں سے دھواں سا نکلا تھا،وہ تھوک نگلتے ہوئے اسکے کندھے تھام گئی۔۔

آج۔۔تھک۔۔۔گئے۔۔۔ہیں۔۔۔نا۔۔ہم۔۔دونوں۔۔۔۔اسے بیڈ کے قریب آتے دیکھ کے مرحا شاہ نے ایک کمزور سی مزاحمت کرتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا منہ گھسیرا تھا۔۔

ابھی تو ایک دوسرے کی بانہوں میں ٹھیک سے تھکیں گے بے بی!! آج تمہیں بتاؤں کا اصل تھکاوٹ کیا ہوتی ہے! پھر صبح ہوتے ہی تمہاری تمام تر تھکاوٹ خود میں سمیٹ لوں گا۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولتا اسے بیڈ پہ

احتیاط سے لٹائے اس پہ جھکا تھا۔ مرحاشاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، اسکی تو بے باک باتیں کی برداشت نہیں ہوتی تھیں، شدتیں کیسے برداشت کرتی؟؟

ت۔ تمہیں۔۔۔ شرم۔۔۔ نہیں۔۔ آتی۔۔ بیوی۔۔ تھکی۔۔ ہوئی۔۔ ہے۔۔ تمہاری!!۔۔۔۔ مرحاشاہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے روعب دار انداز میں بولنا چاہا تھا جب اسکی بے باک نگاہوں کو اپنے سراپے پہ محسوس کرتی اسکی زبان خود بخود لڑکھڑا گئی۔۔

You know how to make my heart race, my hottie. Your heartbeats are my greatest weekness

)تم جانتی ہو میرے دل کو کیسے دوڑانا ہے مائے ہاٹی!! تمہاری دھڑکنیں میری کمزوری ہیں۔۔۔(

وہ اسکی شرم کی پروا کئے بغیر اسکی تیز دھڑکنوں پہ اپنی انگلیاں ٹریس کرتا بوجھل آواز میں گویا ہوا تھا، مرحاشاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

Being near u makes my heart skip a beat everytime my sexy lady

اسکا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے وہ انگریزی میں خمار آلود آواز میں گویا ہوتا اپنے الفاظ سے اس سے اپنے پیار کا اظہار کرنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی بیوی کو منہ سے اظہارِ محبت سننا بے حد پسند ہے۔ مرحاشاہ کے لبوں پہ پھر سے شرمیلی سی مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی۔۔

U are looking so spicy tonight my hot lady! Umm... Let me taste u

وہ اسکے شرمیلی مسکراہٹ میں ڈلے لبوں کو فوکس میں لئے بے باکی سے بولتا ہوا اسکے سرخ ہونٹوں پہ جھکا تھا۔

No I won't kiss u this time! I wanna lick u baby

وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لینے ہی والا تھا جب خود کو روکتا ہوا اسکے بال کان سے پیچھے کر کے اسکے کان کے پاس جھکتا بے باکی سے گویا ہوتے اسکے ہونٹوں پہ اپنی نرمی سے اپنی زبان پھیرنے لگا، مرحاشاہ کا دل تیزی سے دھڑکا تھا، وہ بارہا اسکے ہونٹوں پہ اپنی سرخ زبان پھیرتا اس کی گردن پہ جھکا تھا، یہاں بھی یہی عمل دہراتے وہ مرحاشاہ کو کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔۔

ر۔ی۔ریز۔۔۔۔۔اسے گردن سے نیچے کی طرف بڑھتے اسی کام میں مصروف دیکھ کے مرحاشاہ نے لڑکھڑاتی آواز میں اسے پکارا تھا۔۔وہ آج حد سے زیادہ بے باک کو رہا تھا۔۔

شش مائے لیڈی!! ڈونٹ ڈسٹرب می!!۔۔۔۔۔وہ اسکی گردن کی گہرائیوں سے اپنا چہرہ اٹھا کے اسکی سنہری آنکھوں میں اپنی ہری خمار آلود آنکھیں گاڑتا دلکش انداز میں بولا تھا۔۔لب ولہجہ پر فسوں تھا۔۔

Thank you so much for wearing this! Your this effort means so much to me

وہ اسکے سر سے پہ موجود اس ہیوی برائیڈل ڈریس کو دیکھتا نرمی سے بولتے ہوئے اسکا شکریہ ادا کر رہا تھا، وہ جانتا تھا اس نے یہ اسے منانے کی غرض سے پہنا ہو گا، اور وہ اسکی اس تیاری پہ حقیقتاً کافی خوش ہوا تھا۔۔

تمہیں کونسی قدر ہے۔۔۔۔۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے اسکے لیٹ کمرے میں آنے کا شکوہ کر گئی۔زوریز شاہ کے لب مسکرائے تھے اسکے معصوم سے شکوے پہ۔۔۔۔

مجھے تمہاری کتنی قدر ہے یہ میں تمہیں آج رات اپنے ہر عمل سے پریکٹلی بتاؤں گا جان من!!

Just wait for my performance and don't u dare to close your eyes during this

وہ سائیڈ ٹیبل پہ موجود ریموٹ سے کمرے کی لائٹس اور لیمپ ان کرتا بے حد باکی سے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے بلاؤز کی کندھے پہ موجود باریک سے سٹریپ میں اپنے ہاتھ الجھا گیا، مرحاشاہ کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی۔وہ تو اسکے بے باک الفاظ سنتی سرخ پڑتی جا رہی تھی، اسکی پرفارمینس کا ذکر سن کے اسکے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی۔۔

Can I sperate your dress from your body

وہ گھمبیر آواز میں اسکے کان میں سرگوشی کرتا اس سے آگے کے پراسیس کی اجازت مانگ رہا تھا، مرحاشاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔ماتھے پہ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔۔

Should I purchase a ticket to enter the

?depths of your soul

)کیا مجھے تمہاری روح کی گہرائیوں میں اترنے کے لئے ٹکٹ خریدنی پڑے گی؟؟(

اسکی خاموشی پہ دانت پیس کے بولتا ہوا اسکی سٹریپ پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔ مرحاشاہ اسکے جملے پہ سٹپٹاتی ہوئی اپنی ہنسی ضبط کرنے لگی، وہ شاید اسکی خاموشی سے خاصا چڑا تھا۔ وہ اس وقت اسے ہنسی دباتے ہوئے دیکھ نہیں پایا تھا کیونکہ کمرے میں رومانٹک سی لائٹس کی روشنی کافی مدھم تھی۔۔

Yes u should purchase first

)ہاں پہلے تمہیں خریدنی چاہئیے(

وہ مسکراہٹ ضبط کرتی اسے چڑانے کے لئے ایسا جواب دے رہی تھی۔۔

Oh no girl literally I wanna hit your soul so bad right now, don't u dare to take the test of my patience

وہ دانت کچکچا کے بولتا بے باکی کی حدیں پار کرتے اپنے الفاظ سے ہی مرحاشاہ کے پورے وجود کو تپش زدہ کر چکا تھا۔ اسکے انگریزی الفاظ کے چناؤ پہ پھر سے تھوک نگلتی ہوئی اپنا نچلہ ہونٹ دانتوں میں دبا گئی۔۔

کون سی واحیات انگریزی فلم دیکھ کے آئے ہو!!!۔۔۔ وہ دانت پیس کے بولتی ہوئی اسے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

اگر ان الفاظ کو اردو میں بولوں گا تو مجھے اندیشہ ہے تمہارے کان کے پردے نہ پھٹ جائیں!!۔۔۔۔ وہ دلکشی سے ہنس کے بولتا ہوا اسکے گالوں پہ اپنی بیرڈ سہلانے لگا۔۔ مرحاشاہ کسمسائی تھی، یعنی وہ جانتے بوجھتے ہوئے اتنے واحیات الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ مرحاشاہ کا دل کیا اسکی گردن توڑ دے جو اسے ریلکس کرنے کی بجائے اپنے الفاظ سے ڈرا رہا تھا۔۔

کسی کا اتنا بے شرم شوہر بھی ہو سکتا ہے؟۔۔۔ وہ صرف سوچ کے رہ گئی۔۔

سوچنے میں ٹائم ویسٹ مت کرو بے بی!! جتنا وقت ضائع کرو گی سود سمیت اپنا حق وصول کروں گا اور شادی تو ویسے ہی میری اتنی ترس ترس کے ہوئی ہے میرا کوئی ارادہ نہیں ہے تین دن تک کنڈی کھولنے کا!!!۔۔۔ وہ اپنے نیک خیالات اسکے گوش و گزار کرتا اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا، وہ کیا چیز تھا؟؟

ت۔ تم۔۔رج کے بے شرم ہو!!۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی ہوئی اسکے گلے کے گرد اپنے بازوؤں کا ہار پہناتی اسے اپنی رضامندی دے گئی کیونکہ وہ اسکے ارادوں سے جان چکی تھی وہ آج رات واقعی ہی اس کی جان نہیں چھوڑے گا۔ اسکے الفاظ پہ جہاں زوریز شاہ نے قہقہ لگایا تھا وہی پہ اسکی رضامندی پاتے اسکے دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔۔وہ بے تابی اسکے لہنگے کی بلاؤز اسکے تن سے جدا کرتا مرحا شاہ جو بھوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔۔مرحا شاہ کی جان تو اس وقت ہوا ہوئی تھی جب اس نے اپنے سلگتے لب اسکی دھڑکنوں کے بیچوبیچ رکھے تھے۔۔وہ اسکے سلگتے لبوں کے لمس پہ مچلی تھی۔۔وہ اسکے مچلنے اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے ایک ہاتھ اسکی کمر کے نیچے سے ڈال کے پیٹ کے گرد گرفت مضبوط کرتا اسے مکمل طور پہ اپنے حصار میں قید کرتا اس دھڑکنوں پہ اپنا شدت بھرا لمس نچھاوڑ کرنے لگا، مرحا شاہ اسکے لبوں کی بے باکیوں پہ سمٹتی ہوئی اسکے کندھوں پہ اپنے ناخن گاڑنے لگی، زوریز شاہ کے ہاتھ اسکے پورے وجود پہ گرد کرتے ہوئے اسکے لہنگے پہ آکے رکے تھے۔۔وہ اسکی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے بھگو کے سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا لیکن اسکی بند ہوتی آنکھوں پہ وہ ایک دفعہ پھر سے جھک کے اسکی دھڑکنوں پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ گیا، مرحا شاہ نے بے ساختہ آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی بھری تھی۔۔

I said don't u dare to close your eyes, I want your participation

وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کے بولتا ہوا اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کر گیا، مرحا شاہ کو خود میں سمٹتے دیکھ کے وہ مسکراتا ہوا خود پہ اور اس پہ چادر اوڑھتا اسکے بدن کی گہرائیوں کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا۔۔مرحا شاہ کی دھڑکنوں نے ادھم مچایا تھا۔اس وقت ان دونوں کی دھونکنی کی مانند سانسیں کمرے کا ماحول برسوں بنائے ہوئے تھی۔۔زوریز شاہ اسکی شہہ رگ پہ اپنے ہونٹ شدت سے ثبت کرتا اسکے کندھوں پہ اپنے لب رکھ گیا۔مرحا شاہ نے اس دوران آنکھیں بند نہیں کی تھی کیونکہ اس نے کافی مضبوط لہجے میں اسے دھمکی دی تھی اور وہ اتنی بولڈ ہوتے ہوئے بھی آج پہلی بار قربت کے ان پر فسوں خیز لمحات سے ناچاہ کے بھی ڈر رہی تھی۔۔زوریز شاہ اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتا کافی نیچے جھک کے اسکے پیٹ کو اپنے ہونٹوں سے چھونے لگا، مرحا شاہ اسکے لمس پہ بن اب پانی کی طرح مچلی تھی۔۔وہ اسکے مچلنے پہ بے قابو ہوتا اپنے تیزی سے دھڑکتے دل پہ قابو پانے لگا، زوریز شاہ کو اس وقت اپنے جنون سے خود ڈر لگ رہا تھا۔۔

میں پوری کوشش کروں گا تمہیں تکلیف مت پہنچاؤں!!۔۔۔۔۔وہ اسکی مدھم پڑتی سانسوں میں اپنی سانسیں انڈھیل تو اسکی کلائیوں کو پکڑ کے اوپر بیڈ کی طرف پن کرتا اسکے کان کے پاس جھک کے نرمی سے بولتا اسے ریلکس کر رہا تھا۔۔

ر۔ریز!!!!۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے بے ساختہ اسے اپنی لڑکھڑاتی زبان میں پکارا تھا۔۔

ہمم ؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹ پیار سے چوم کے اسکا چہرہ ٹھوری سے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی سننے لگا۔

م۔مجھے۔۔۔ڈ۔ڈر۔۔لگ۔۔۔رہا۔۔۔ہے۔۔۔وہ اپنے دل کی بات بے ساختہ زبان پہ لا چکی تھی، زوریز شاہ نے اسکی کلائیوں کو چھوڑ کے نرمی سے اسکی کمر کو اپنے ہاتھوں سے سہلایا تھا۔۔

ComeOn! U are my strong lady

وہ اسے اپنے الفاظ سے ہمت دیتا ہوا اسکے گال پہ اپنی بیرڈ سہلانے لگا۔وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اسکے کندھے تھانتی خود کو نارمل کرنے لگی۔۔اسے نارمل ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسکی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں الجھائی تھیں، وہ اسکی پوزیشن پہ شدید سرخ پڑی تھی۔اگلے ہی پل وہ ایک دفعہ پھر سے اسکی کلائیوں کو اوپر بیڈ کے ساتھ پن کرتا شدت سے اس میں داخل ہوا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسکے سینے پہ زور سے دانت گاڑتے ہوئے اپنی چیخ دبائی تھی۔۔زوریز شاہ کے انگ انگ میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔۔اسے اپنے سینے پہ ظلم ڈھاتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں سہلاتا اس پہ اپنی شدتیں لٹانے لگا۔گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ زوریز شاہ کی شدتوں میں اضافہ ہوا تھا، وہ بے تابی سے اسکی روح کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔۔مرحاشاہ نے بے حال ہوتے ہوئے اسکے سینے پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھایا تھا۔۔زوریز شاہ اسکی کلائیوں کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کرتا اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھ دھرتے ہوئے پہلے سے زیادہ شدت پسند ہوا تھا۔مرحاشاہ کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا تھا، اسے اس سے اتنی شرم کبھی نہیں آئی تھی جتنی اس وقت آرہی تھی۔۔وہ اس پہ مکمل طور پہ قابض لمحہ بالمحہ اس پہ ٹوٹ کے برس رہا تھا۔۔

I want to taste your lips right now!! Kiss me

اسے ہنوز اپنے سینے پہ منہ دیئے دیکھ کے زوریز شاہ اسکی گردن میں ہاتھ ڈال کے اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتا بھاری گھمبیر آواز میں بے تابی سے بولا تھا، شدتوں میں ایک دفعہ پھر سے اضافہ ہوا تھا۔۔مرحاشاہ نے تھوک نگلتے ہوئے

نفی میں سر ہلاتے تکیے پہ سر پٹکا تھا، اسے تکیے پہ سر پٹکتے دیکھ کے وہ اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے اسے اپنی جنونی قربتوں سے روشناس کرواتا اسکے ہونٹوں پہ شدت سے جھک گیا۔۔

Kiss me back

اسے آنکھیں موندتے دیکھ کے وہ جنونی انداز میں غرایا تھا، وہ اس وقت کافی پرجوش نظر آرہا تھا اسے اس وقت مرحا شاہ کے ساتھ کی ضرورت تھی، وہ ہمیشہ اسکا ساتھ دیتی تھی لیکن آج وہ شرم وحیا کی وجہ سے اسکا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ اسے غراتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ الجھا کے اسکے ہونٹوں کو پیار سے چومنے لگی، وہ سمجھ چکی تھی اسکا بے باک شوہر اس وقت اسکے لئے کافی جنونی ہو رہا ہے اور اسے اسکی یہ جنونیت پسند آرہی تھی کیونکہ اسکی یہ جنونیت صرف مرحاشاہ کے لئے تھی۔

مرحاشاہ کا ساتھ پاتے ہی زوریز شاہ نے شدید گستاخ ہوتے اسے خود میں پھر سے بسایا تھا۔۔ مرحاشاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے لبوں سے اپنے لب ہٹانے چاہے جب وہ انہیں اپنی گرفت میں لیتا کروٹ بدلتے ہوئے اسے خود کے اوپر کر گیا۔۔ مرحاشاہ نے زبردستی اس سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے شرم سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا، وہ اس پہ اور خود پہ اپنی چادر درست کرتا اسکے ٹانگوں کے گرد اپنی ٹانگیں لپیٹتا اسکی کمر کو اپنے بازو کے شکنجے میں لیتا ایک دفعہ پھر سے مرحاشاہ کے طوطے اڑا گیا۔۔

I am not comfortable in this position

مرحاشاہ نے شرم سے پاگل ہوتے ہوئے اسکے کندھوں میں اپنے ناخن گاڑتے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی وہ اگلے ہی پل پھر سے کروٹ بدلتا اسکے اوپر آگیا۔ اسکی آنکھوں پہ ٹکے آنسو جو وہ کب سے روک رہی تھی، وہ اسکی آنکھوں کو چومتے ہوئے شدت سے ان آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چننے لگا۔۔

?Did I hurt u

وہ اسکی بھیگی پلکوں سے آنسو چنتے ہوئے فکرمندی سے استفسار کرنے لگا جب وہ نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی اسکے گال پہ ہولے سے اپنے لب رکھتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ وہ اسکی فکر کرتے ہوئے کافی کیوٹ لگا تھا اسی لئے وہ خود کو یہ جسارت کرنے سے روک نہیں پائی تھی۔ وہ جانتی تھی اس نے پوری کوشش کی ہے اسے ہر طرح سے

ریلکس کرے لیکن وہ صنفِ نازک تھی، چاہ کے بھی ان لمحات میں اپنے آنسو نہیں روک پائی تھی۔۔ اپنے گال پہ مرحا شاہ کے لبوں کی نرم سی جسارت زوریز شاہ کو پاگل کر گئی تھی۔۔ مرحاشاہ کی یہ ادا زوریز شاہ کے دل کو بھا چکی تھی، وہ اس پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کرتا اس وقت پسینے سے بھیگ چکا تھا، مرحاشاہ کو بھی اپنے ساتھ ساتھ پسینے سے بھیگتے دیکھ کے زوریز شاہ نے سائیڈ ٹیبل سے ٹشو پکڑ کے اسکا چہرہ نرمی سے صاف کرتے دراز سے ریموٹ نکالتے ہوئے اے سی آن کیا تھا۔۔ موسم تو درمیانہ تھا لیکن اس وقت کمرے میں موجود گرمی اسے اے سی آن کرنے پہ مجبور کر چکی تھی۔۔ مرحاشاہ نے تشکر بھری سانس بھری تھی۔ اسے واقعی ہی کافی گرمی لگ رہی تھی، وہ بغیر کہے اسکی بات سمجھ جایا کرتا تھا۔۔ مرحاشاہ کے ہونٹ ایک دفعہ پھر سے مسکرائے تھے، وہ اب کافی حد تک ریلکس ہو چکی تھی، وہ سائیڈ ٹیبل سے ٹشو کھینچ کے اسکا پسینے سے بھیگا خوبصورت چہرہ صاف کرنے لگی، وہ جانتی تھی وہ اگر اس پہ ٹوٹ کے پیار برساتا تھا تو اسے پیار واپس لینے کی بھی عادت تھی اسی لئے وہ ان چھوٹی چھوٹی حرکتوں سے اس پہ اپنا پیار ظاہر کرتی تھی اور وہ اسی میں خوش ہو جایا کرتا تھا، وہ مرحاشاہ کی اداؤں پہ مسکراتا ہوا اسکے ہونٹوں کو پیار سے چومنے لگا۔۔۔ وہ بارہا اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا چلا گیا۔۔ اسے ایک دم سے اپنی شدتیں بڑھاتے دیکھ کے مرحاشاہ نے اسکی پشت پہ اپنے ناخن گاڑتے اسکے کندھوں کو اپنے دانتوں سے زخمی کیا تھا۔ زوریز شاہ کو اپنے سینے، کندھوں اور کمر پہ شدید جلن محسوس ہو رہی تھی لیکن اس وقت قربت کے یہ لمحات اسے سب کچھ بھلا چکے تھے، وہ مرحاشاہ کو خود کے ساتھ مدہوش کرتا اسکی ٹانگوں کو اپنی پشت کے گرد باندھتا اس میں کھوتا چلا گیا۔۔ مرحاشاہ نے دھک دھک کرتے دل سے اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے اسے ریلکس کرتے ہوئے ایک دم سے شدت پسند ہوتا اسے بھوکھلا رہا تھا۔۔

ایزل شاہ نے بالکل ابھی ازمیر شاہ کو سلایا تھا، ڈیڑھ بج رہا تھا لیکن وہ سونے کی بجائے غیر معمولی طور پہ جاگتی ہوئی اپنے فون میں قوالی نائٹ کے دن کی وہ ویڈیو مسکرا کے دیکھ رہی تھی جب شرٹ لیس کاظم شاہ نے اسکے گال پہ اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے اس پہ اپنا سر ٹکایا تھا۔۔

Wait a minute, let me check

ایزل شاہ ابھی تک اس ویڈیو میں کھوئی ہوئی تھی جب کاظم شاہ کی بھاری آواز سنتے ہوئے اس نے چہرہ اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا تھا، وہ فون کال پہ مصروف تھا، اپنے گلے سے اجرک نکال کے صوفے پہ پھینکتے وہ الماری کی طرف بڑھتے ہوئے اپنا لیپ ٹاپ نکال رہا تھا۔۔ ایزل شاہ ابھی تک اسی گرے میکسی میں ملبوس تھی، اس نے نا جانے کس احساس کے تحت یہ میکسی نہیں اتاری تھی، لمبے بھورے بال ہنوز جھکے پشت پہ بکھرے ہوئے تھے۔۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتی کن اکھیوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی جو رات کے اس وقت فون پہ کسی سے کسی پراجیکٹ کے متعلق بات کر تا لیپ ٹاپ پہ تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا۔۔

I am inviting u in an online meeting kindly share your screen with me

وہ انگریزی میں بات کر رہا تھا، شاید وہ کسی غیر ملکی سے مخاطب تھا۔ اس نے ایک دفعہ بھی ایزل شاہ پہ نگاہ نہیں ڈالی تھی۔۔ کیوں؟؟ ایزل شاہ کو اپنا اگنور ہونا پسند نہیں آیا تھا۔۔ آنکھوں میں آنسو چمکے تھے جنہیں وہ پلکیں جھپک جھپک کے پیچھے کی طرف دھکیلنے لگی۔۔ وہ اب اپنے کانوں پہ ائیر پیس لگائے دوسری طرف کسی کی باتیں سنتا کچھ اپنی سنا رہا تھا۔۔ وہ بات کرتے ہوئے مسلسل "میم" کا لفظ استعمال کر رہا تھا یعنی میٹنگ پہ کوئی عورت موجود تھی؟ ایزل شاہ کو شدید جیلسی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا فون زور سے سائیڈ ٹیبل پہ پٹکا تھا کہ شاید وہ اسکی طرف دیکھ لے لیکن وہ ہنوز کام میں مصروف تھا۔ زور سے فون سائیڈ ٹیبل پہ پٹک نے کی وجہ سے آئی فون کا ایک کیمرہ ڈیمیج ہوا تھا، اسکے فون کا اتنا نقصان ہو چکا تھا لیکن اس نے ابھی تک اسکی طرف نہیں دیکھا تھا؟؟ کیوں؟ آخر کیوں؟؟۔ ایزل شاہ نے اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دبائے ایک نظر ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے سینے سے لگے بے حد معصومیت سے سو رہا تھا، وہ اسے نرمی سے خود سے الگ کر کے بیڈ سے اٹھتی ہوئی صوفے کی طرف بڑھی تھی۔۔ آخر وہ کس کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا جو وہ اسے بیوی کی طرف نگاہ کرم کرنے کی ہوش نہیں آئی تھی؟؟ ایزل شاہ سلگ کے سوچتی ہوئی صوفے کے پاس آئی تھی، وہ میٹنگ میں اتنا گم تھا کہ اسکی موجودگی بھی اپنے ارد گرد محسوس نہ کر پایا؟؟ ایزل شاہ کے دل میں آگ لگ رہی تھی۔۔ اسکے قریب کھڑے ہوتے نظریں بے ساختہ لیپ ٹاپ کی طرف اٹھی تھیں، جہاں سکرین شئیر ہونے کے ساتھ ساتھ کیمرہ بھی شئیر کیا جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے کیمرہ آن تھا، دوسری طرف ایک نازک سی انگریز لڑکی تھی جس کی عمر کم و بیش ستائیس سال معلوم ہو رہی تھی، ایزل شاہ قدرے سائیڈ پہ کھڑی یہ

سب دیکھ رہی تھی اسی لئے اسکا چہرہ کیمرے میں نہیں آرہا تھا۔ وہ انگریزنی اسکے شوہر کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتی اپنے ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے اسے کچھ معلومات فراہم کر رہی تھی۔ وہ گوری بڑی لڑکی اس وقت ریڈ ٹاپ میں ملبوس تھی، ریڈ ٹاپ کے ہالف سلیوز تھے، اسکے جسم کے خدوخال نمایاں تھے، کیمرے میں صرف اسکا آدھا وجود نمایاں ہو رہا تھا لیکن وہ جو کوئی بھی تھی بے حد حسین تھی۔۔ ایزل شاہ کو اپنی خوبصورتی پہ شک سا ہوا تھا۔۔

سنیں!! آپ کے نیچے میرا دوپٹا ہے! پکڑا ئیے گا!!!۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنے آنسو روکتے ہوئے کاظم شاہ کو درمیانہ آواز میں پکارا تھا، وہ کمرے میں آتے ہی اپنا دوپٹا صوفے پہ رکھ چکی تھی۔ اور وہ اتفاقاً اسی کے دوپٹے پہ بیٹھ چکا تھا، ایزل شاہ کو تو اسے مخاطب کرنے کا جیسے بہانہ ملا تھا، ڈھیٹوں کی طرح اسے مخاطب کرتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

شش!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے ایک نظر گھور کے دیکھتے ہوئے خاموش کروایا تھا۔ وہ اس وقت میٹنگ کر رہا تھا اور اسے میٹنگ میں کسی کی مداخلت پسند نہیں ہوتی تھی۔ ایزل شاہ نے ہونق بنتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے ایک نظر گھور کے پھر سے لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا تھا؟ کیا وہ خوبصورت نہیں رہی تھی جو اس نے اسے ایک نظر بھر کے دیکھا بھی نہیں تھا؟؟ ایزل شاہ کو یاد تھا سب نے اس کی تعریف کی تھی لیکن اسکا شوہر جو پورا فنکشن گزارنے کے بعد ابھی کمرے میں آیا تھا، اسے دیکھنے کی بجائے وہ لیپ ٹاپ پہ کسی فوری کے ساتھ مخاطب تھا؟؟ ایزل شاہ کے دل کو تکلیف ہوئی تھی۔

م۔ میرا۔۔ دوپٹا پکڑائیں!!۔۔۔۔۔۔ وہ غم وغصے کے ملے جلے تاثرات سے بولی تھی۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے اپنے نیچے سے اسکا دوپٹا نکال کے اسکی طرف دیکھے بنا اس تھما گیا۔۔ وہ پھر سے انگریزی میں گفتگو کرنے میں مصروف ہو چکا تھا۔۔ ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسوؤں جھریوں کی صورت میں گرتے گالوں پہ لڑھکے تھے۔۔

میرا دوپٹا چھوڑیں!!۔۔۔۔ وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتی پھر سے اپنا جملہ دہرانے لگی۔۔

واٹ دا ہیل!! پکڑا تو دیا ہے! کمرے میں کون موجود ہے جو تمہیں اس وقت دوپٹے کی اتنی ضرورت محسوس ہو رہی ہے!!!۔۔۔ وہ دوسری طرف سے ایکسکیوز کر کے میٹنگ میوٹ کرتے ہوئے غصے سے جھنجھلاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اس وقت ایک بے حد ضروری کام میں مصروف تھا، ایک پراجیکٹ میں بلنڈر ہو چکا تھا اور یہ بلنڈر اسکے اپنے مینجر کی

وجہ سے ہوا تھا، وہ اس وقت شدید غصے میں تھا لیکن اس پہ چاہ کے بھی زیادہ غصہ نہیں کر پایا تھا صرف لہجہ سخت ہوا تھا ۔وہ اسکے سخت لہجے پہ سہمتی ہوئی دو قدم دور ہوئی تھی۔۔

آ۔ آپ۔۔۔ ک کے۔۔۔ نیچے۔۔۔ تھا۔۔ دوپٹا۔۔۔۔۔ وہ آنسوؤں پہ ضبط کرتی نظریں جھکا کے بولی تھی۔ لہجہ لڑکھڑایا تھا۔۔

یہ لو! بیٹھو یہاں اور چاہے دوپٹے کو چھوڑ کمبل لپیٹو خود پہ!! بڑی سردی ہے کہیں بیمار نہ پڑ جانا!!!۔۔۔ وہ صوفے سے اٹھ کے اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کے تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا طنزیہ انداز میں بولا تھا۔۔ اسے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرتے دیکھ کے ایزل شاہ جو کب سے اپنی ہچکیوں پہ قابو پا رہی تھی، ہچکیوں سے رو پڑی۔۔ وہ اسے اگنور کر کے ڈریسنگ روم میں بند ہوتا اب اس گوری کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا؟؟ اسکا ذرا سا پکارنا اسے ڈسٹرب کر چکا تھا؟؟ آخر اس سے زیادہ ضروری کون سا کام تھا اسکا؟؟ ایزل شاہ نے روتے ہوئے سوچا تھا۔۔

میں کیوں رو رہی ہوں؟ میری طرف سے واپس آسٹریلیا چلے جائیں!! آئی ڈونٹ کیئر!!۔۔۔ وہ اپنے رونے پہ خود کو ڈپٹتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔ دوپٹا صوفے سے پھسلتا ہوا زمین پہ گرا تھا۔۔ وہ دوپٹے کو پکڑے بغیر ازمیر شاہ کے پاس لیٹتی اپنی طرف کا لیمپ آف کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہو چکی تھی۔۔ آنسو اسکا تکیہ بھگو رہے تھے۔۔ وہ گہری سانس بھر کے پھر سے بیڈ سے اٹھی تھی، کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔۔ وہ اپنے آنسو کو پھر سے بے دردی سے رگڑتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔۔

وہ ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تھی جب کاظم شاہ کو خوبصورتی سے ہولے سے ہنستے ہوئے پایا۔۔ وہ اسے غصے سے ڈانٹنے کے بعد ہنس رہا تھا؟ ایزل شاہ کا دل زخمی ہو رہا تھا، وہ اب کی بار اسکی طرف دیکھے بنا الماری سے اپنا لباس نکالنے لگی، ایک الماری تو کمرے میں بھی موجود تھی لیکن وہ یہاں آ کے اپنا لباس کیوں نکال رہی تھی، وہ خود سمجھ نہ پائی۔۔ ایزل شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو کپڑے نکالنے کی بجائے الماری سے ایک بلیک پیروں کو چھوتی نیٹ کی نائٹی نکالنے لگی، یہ نائٹی اسے میر ال شاہ نے کچھ دن پہلے چھیڑنے کی غرض سے لا کے دی تھی۔ ایزل شاہ کو اس وقت تو اس نائٹی کو دیکھ کے بے حد شرم محسوس ہوئی تھی لیکن اس وقت شرم کی بجائے میر ال شاہ کے الفاظ کانوں میں گونجے تھے۔۔

"میری جان شرماؤ مت!! یہ تم اس روز پہنو گی جب تمہارے شوہر کو رات تمہاری بانہوں میں گزارنے کی بجائے انگاروں پہ گزارنی پڑے۔۔۔" یہ الفاظ بولتے ہوئے وہ بے باک سا قہقہ لگا کے ہنسی تھی۔۔" اسکے الفاظ یاد کرتے ایزل شاہ کے گال سرخ تو ہوئے تھے لیکن وہ بے تاثر چہرے سے نائٹی کو پکڑتی ایک نظر کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔ کاظم شاہ نے بے ساختہ نگاہیں اٹھا کے اسے دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے اپنے غصے پہ غصہ آیا تھا آخر کیا ضرورت تھی ڈانٹنے کی! ؟شاید وہ ناراض ہو چکی تھی اسی لئے تو خاموشی سے بنا کچھ بولے جا چکی تھی۔ کاظم شاہ نے اسے نائٹی پکڑے نہیں دیکھا تھا۔ وہ کمرے میں جا کے اسے منانے کا ارادہ رکھتا تھا یہ سوچے بغیر کے وہ اسے اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دے گی۔

وہ شاور کے کے بلیک نیٹ کی پیروں کو چھوتی نائٹی پہنے پیٹ کے گرد اسکی سلک کی ڈوری کستے ہوئے اپنے گیلے بالوں کو سلجھانے کے بعد بیڈ کی طرف بڑھ رہی تھی جب کاظم شاہ ڈریسنگ روم سے نکلا تھا، وہ جو گہری سانس بھر کے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کر رہا تھا، ایزل شاہ کو آج پہلی بار نائٹی میں ملبوس دیکھ کے اسکے ہاتھ سے لیپ ٹاپ گرتے گرتے بچا تھا، وہ اپنی گولڈن آنکھیں پھیلا کے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا جو اس پہ ایک بھی نگاہ غلط ڈالے بغیر بیڈ پہ دائیں طرف لیٹ چکی تھی، ازمیر شاہ کو تھوڑا سا آگے کرتی وہ لیمپ آف کرنے کی بجائے یوں ہی سیدھی لیٹتی اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھ گئی۔ اس نے پیٹ پہ سلک کی ڈوری باندھ رکھی تھی لیکن اوپر سے نائٹی کا گہرا گلہ اسکے بدن کے نشیب و فراز واضح کر رہا تھا۔ اسکے رعنائیاں چھلکتے وجود کو دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے تھوک نگلا تھا، وہ جو پچھلے دنوں سے اسکی طرف دیکھ کے کبھی کبھار ناچاہ کے بھی مسکرا دیا کرتی اس وقت تو اسے گھاس بھی نہیں ڈال رہی تھی۔ وہ اسکی طرف دیکھے بنا سونے کے لئے لیٹ چکی تھی، وہ گہری پر تپش نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جب ایزل شاہ نے ازمیر شاہ کی طرف کروٹ بدلی تھی، اسکے کروٹ بدلنے پہ نائٹی بے ترتیب ہوتی اسکے ایک کندھے سے سرکی تھی، بلیک نائٹی کے ساتھ بلڈ ریڈ کلر کا انر کا مینیشن دیکھتے کاظم شاہ نے اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیرنے تھے، حلق میں جیسے کانٹے آگ آئے تھے۔۔ وہ لیپ ٹاپ ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھتا ہوا بے تابی سے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔

میرے بیٹے کو یہاں سے کوئی نہیں اٹھائے گا!!۔۔۔اسکے ہاتھ ازمیر شاہ کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔کاظم شاہ جو جھک کے ازمیر شاہ کو اٹھا رہا تھا، اسکے غرانے پہ قریب سے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے معلوم ہوا تھا وہ کافی رو چکی ہے، اسکی آنکھیں سرخ سوجھی ہوئی تھیں، لبوں پہ دانتوں سے کافی ظلم ڈھایا گیا تھا جو وہ خون چھلک رہے تھے۔وہ اسکے لبوں کی طرف ہاتھ بڑھانے ہی والا تھا جب وہ اس کا ہاتھ۔خود سے دور کر گئی۔

کمرے کی لائٹس آف کر دیں!! مجھے نیند آ رہی ہے!!!۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولی تھی جب اسکی نظروں کا مرکز اب کی بار اپنے سراپے کو دیکھتے وہ خود کی طرف دیکھنے لگی، نائٹی کی بے ترتیب حالت پہ اس نے بھوکھلاتے ہوئے کندھوں سے اسے پیچھے کی طرف کیا تھا، جوش جوش میں نائٹی پہن تو چکی تھی لیکن اب سنبھالنا مشکل ہو رہی تھی۔۔

کر دیتا ہوں! پہلے ازمیر کو بے بی کاٹ میں سلا دوں! ویسے بھی مجھے لگ رہا ہے آج لائٹس آف کرنے کی اشد ضرورت ہے!!۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ زو معنی ہوا تھا، آنکھیں خمار آلود تھیں۔۔

ازمیر بے بی کاٹ میں نہیں سوئے گا!!۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتی غصے سے بولی تھی۔۔

اوکے!! پھر مجھے تمہارے اوپر سونا پڑے گا سویٹ ہارٹ! تم سے تو میری ایک ٹانگ اور بازو کا وزن برداشت نہیں ہوتا کیا پورے کے پورے کاظم شاہ کو خود پہ برداشت کر لو گی؟؟۔۔۔وہ جھک کے اسکے کان میں گھمبیر تا میں بولا تھا۔۔وہ یوں بول رہا تھا جیسے ایزل شاہ نے پہلے کبھی اس کا وزن برداشت نہ کیا ہو۔۔

آپکی آوازیں ازمیر کو ڈسٹرب کر رہی ہیں! وہ کافی مشکل سے سویا ہے! برائے مہربانی اپنی جگہ پہ جا کے سو جائیں!!۔۔۔وہ اسکی بے باک بات کے جواب میں سپاٹ انداز میں بولتی خود پہ چادر اوڑھ کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔کاظم شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔وہ کافی ناراض لگ رہی تھی۔ناراضگی میں بھی اسکا خود کو اپنے سامنے چھپانا کاظم شاہ کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا لیکن اس نے جب غصہ اس پہ اپنی مرضی سے کیا تھا تو اسکی مرضی کا موڈ دیکھنا بھی اس پہ لازم تھا۔۔

لعنت ہے کاظم شاہ تجھ پہ!! بنے بنائے کام کو بگاڑ دیا!!!۔۔۔وہ دل میں خود کو گالیاں دینے لگے جو اچھی بھلی بیوی کو ناراض کر چکا تھا۔۔

ازمیر کو اس طرف کر کے تھوڑا سا اس طرف ہو جائے میں تمہارے پاس سو جاتا ہوں! مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آتی!!۔۔۔کاظم شاہ نے اپنی بیئر ڈپہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک کوشش کی تھی۔۔

کیوں؟؟ کس خوشی میں؟؟۔۔۔۔۔جواب ہماری اووزی شاہ نے دیا تھا اور ٹکا کے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کے دیا تھا۔۔جی جی ٹھیک سوچ رہے ہیں آپ سب۔۔۔شاہ کی کو غضب کی بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔۔

میں تب میٹنگ میں مصروف تھا!!۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں کو اوپر کی طرف اٹھاتے لبوں کو دانتوں تلے دبا کے گلہ کھنکھاڑتے ہوئے اسے صفائی دی تھی۔۔

میں نے کچھ پوچھا؟؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے آئیبرو آچکا کے چہرے پہ حیران تاثرات سجاتے ایک دفعہ پھر کاظم شاہ کو لتاڑا تھا۔۔وہ اسے دیکھ کے رہ گیا جو دن بدن تیز ہوتی جا رہی تھی۔۔

نہیں میرا دل کر رہا ہے بکواس کرنے کو!!!۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتا ہوا اسکے گرد ہاتھ رکھے کھڑے اس پہ جھکا تھا، اس قدر نزدیکی پہ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

بلیک اور بلڈ ریڈ کامبو بھی کر چکی ہو اور پاس سونے بھی نہیں دے رہی ہو؟ زیادتی ہے!! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے بے باکی سے سرگوشی کرتا ایزل شاہ کو سرخ کر گیا، ایزل شاہ نے خود پہ ٹھیک چادر مزید درست کی تھی۔۔

آ۔آئی سوئیر میں اپنے روم میں چلی جاؤں گی اگر آپ مجھ سے دور نہ ہوئے تو! پھر سنبھالتے رہیئے گا ازمیر کو بقیا رات!!۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتی ہوئی اسکے ہاتھ اپنے ارد گرد سے ہٹانے لگی۔۔

تم مجھے دھمکی لگا رہی ہو؟؟۔۔۔وہ دانت پیس کے دبی دبی آواز میں تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔۔

جو بھی سمجھیں!!!۔۔۔وہ لاپرواہی سے جواب دیتی اوندھے منہ ہوتے ہوئے چہرے تک چادر اوڑھ گئی۔کاظم شاہ نے ہونق بنتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آئی ایم سوری!!۔۔۔۔۔وہ ناک چڑھا کے کچھ معصومیت سے سوری بولتا اسے منانے کی کوشش کرنے ہی والا تھا جب اسکی جان کے رقیب نے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔

کون سی سیٹیاں فٹ ہیں تمہارے گلے میں جنہیں بجائے بغیر تمہیں سکون نہیں ملتا!!۔۔۔وہ تپ کے بولتا ہوا اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کے غرایا تھا جسے ایزل شاہ اگلے ہی پل اپنی چادر میں کرتی تھپکنے لگی۔۔وہ جو ابا کچھ بھی نہیں بول رہی تھی، بیٹے کی سائیڈ لینے کی بجائے خاموش تھی۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتا ہوا دراز سے سیگریٹ اور لائٹر نکال کے جان بوجھ کے اسے زور سے بند کرتا وہاں سے جانے ہی والا تھا جب ماں بیٹے کو چادر میں ایک دوسرے کے ساتھ مصروف کھکھلاتے دیکھ کے وہ جی بھر کے کڑھا تھا، دل تو کر رہا تھا ابھی اپنی نازک بیوی کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے کے اسے مزہ چکھادے لیکن وہ اسے دھمکی لگا چکی تھی اور وہ مسز کاظم شاہ کی دھمکی کو لائٹ نہیں لے رہا تھا، وہ اسکا مان رکھنا چاہتا تھا، وہ اب مزید کسی زبردستی کے حق میں نہیں تھا، سیگریٹ لائٹر سے جلاتا وہ اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا، بیوی کو ناراض کر دیا تھا اب رات جاگ کے بھگتنا تو تھا۔۔

ت۔تم۔۔بالکل۔۔۔پاگل۔۔ہو۔۔۔چکے۔۔۔ہو۔۔۔ریز!!!۔۔۔وہ شرم سے کپکپاتی آواز میں چلاتی ہوئی زوریز شاہ کی خمار آلود نگاہوں میں دیکھنے لگی، جو اسکی ایک بھی سنے بغیر شاور آن کر چکا تھا۔۔

تم مجھے پاگل کر چکی ہو بے بی!!۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اسکی گردن پہ جھک کے پانی کی بوندیں چننے لگا، فجر کی اذانیں ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہوئی تھیں لیکن زوریز شاہ نے اسے اپنی قربت سے ایک پل کے لئے بھی رہائی نہیں دی تھی۔۔

م۔میں۔۔تھک چکی ہو۔۔۔۔اسکی گردن پہ اپنا پاگل لمس برداشت کرتی وہ غصے سے بولتی اسکی گردن میں ناخن گاڑنے لگی۔۔

تو پھر کچھ ایسا کرو کہ میں تھک جاؤں! اور تمہاری جان خلاصی ہو جائے!!۔۔۔وہ زومعنی انداز میں بے باکی سے بولتا ہوا اسکے بازو دیوار کے ساتھ لگائے اسکی گردن سے نیچے اسکی دھڑکنوں کی طرف جھکا تھا۔۔مرحا شاہ کا شرم سے برا حال ہو رہا تھا۔۔واشروم میں روشنی نا ہونے کے برابر تھی، واشروم کا دروازہ بند تھا صرف کمرے میں موجود مدھم لائٹس کی تھوڑی سی روشنی تھی جس سے وہ صرف ایک دوسرے کو محسوس کر پا رہے تھے۔۔زوریز شاہ کی ضد تھی وہ دونوں باتھ ایک ساتھ لیں گے اور وہ اپنی ضد پوری کرتا بغیر لائٹ آن کئے اسے اٹھا کے یہاں لا چکا تھا۔

فجر کی نماز پڑھنی ہے!!!۔۔۔۔وہ دانت پیستے ہوئے غرائی تھی۔۔

ساتھ پڑھیں گے!!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا ہوا اسکے ہونٹوں پہ جھک کے اسے دیوار کے ساتھ لگا تا شدت سے اس میں سما گیا۔ مرحاشاہ نے اپنی آنکھیں زور سے میچی تھیں۔۔ مرحاشاہ جو کچھ دیر پہلے کمرے میں وقفے وقفے سے اس پہ اپنا پیار جتاتی چھوٹی موٹی جسارت نامحسوس انداز میں کر دیتی اسے ایک ہی رات میں پاگل ہوتے دیکھ کے اب اسکا دل کر رہا تھا واقعی ہی اپنے بے باک شوہر کی گردن کے دو حصے کر ڈالے۔۔۔وہ اسکی سانسوں کو خود میں انڈھیلتا اسکے لب پیار سوچومتے ہوئے اسکی بند سنہری آنکھوں کو چومتا اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔شاور سے نکلتا پانی ان دونوں کو بھگو رہا تھا لیکن وہ دونوں ایک دفعہ پھر ایک دوسرے کی قربت میں مدہوش ہو چکے تھے اور یہ مدہوشی طاری کرنے والا زوریز شاہ تھا، جو بار ہا اسکے سراپے پہ اپنا بے باک لمس چھوڑتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی بیرڈر گڑتے ہوئے اسے مدہوش ہونے پہ مجبور کر دیتا۔۔۔

ت۔تم واقعی ہی بہت بے شرم ہو! بس آج ہی سارے شوق پورے کر لو کل میں تمہیں ایک انچ بھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گی!!۔۔۔مرحاشاہ نے دانت پیستے ہوئے اسے دھمکی لگائی تھی جو وہ بے حد بے باکی سے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ پھیرتا اسے خود کے ساتھ بے باکی سے لپٹا کے شدت بھری گستاخیاں کرتا اسے اسی طرح دیوار سے ہٹا کے بالکل شاور کے عین درمیان میں لیتا اسکا چہرہ پیچھے کی طرف کرتے ہوئے جھک کے اسکے چہرے سے پانی کی بوندیں چننے لگا۔

تم سے اب اجازت کون لے گا بے بی؟؟۔۔۔۔وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے شرارت سے بولتا ہوا اسکے کان کی لوں دانتوں میں چبانے لگا۔۔

میری نماز کا وقت گیا نا ریز شاہ تو آج واقعی ہی گردن توڑ دوں گی تمہاری!! ۔۔وہ اب کی بار غرائی تھی، جس پہ وہ قہقہ لگا اٹھا۔۔ لیکن پھر وہ کچھ شریف بنتا اسے اپنی شدتوں سے رہائی دیتا پیار سے سینے سے لگا گیا جس نے اپنی پوری جان لگاتے ہوئے مسلسل اسکی جنونیت جھیلی تھی۔۔

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

صبح کے گیارہ بج رہے تھے لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں یوں سو رہے تھے جیسے آج صدیوں بعد نیند مکمل کرنے کا موقع ملا ہو۔۔ حلیمہ نے شاہ بی بی کے کہنے پہ صبح ایک سے دو بار ناشتے کے لئے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا جس پہ زوریز شاہ کی جاگ اکھڑی تھی لیکن اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا وہ کافی پر سکون نیند سو رہا تھا، اس کا آنکھیں وا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسی لئے کچھ بھی بولنے کی بجائے ڈھیٹ بنا سوئی ہوئی مرحا شاہ کی گردن میں چہرہ چھپائے سویا رہا۔ وہ دونوں پوری رات ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوئے تھے، فجر کی نماز پڑھ کے بھی زوریز شاہ کا خود سونے کا اور مرحا شاہ کو سونے دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن وہ جب نماز پڑھتے ہی نیند سے جھولتی ہوئی اسکے سینے سے لگی تو اسے بے ساختہ اپنی شاہ زادی پہ ترس آ گیا۔۔ وہ اسے اپنی بانہوں میں قید کر کے اسکے بالوں کو سہلاتے اسے سوتے دیکھ کے خود اسکے خوبصورت چہرے کا دیدار کرتے،۔ گاڑی موٹی بے باک گستاخیاں کرتے نا جانے کب سویا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ دونوں کافی تھک چکے تھے اسی لئے ایک دوسرے کی بانہوں میں سکون پاتے دونوں کا ہی اٹھنے کا دل نہیں تھا۔۔ زوریز شاہ اسے پوری طرح سے خود میں قید کئے اسکی گردن میں اپنا چہرہ گھسیرے سو رہا تھا۔۔۔

گیارہ سے کب ایک بجا تھا، وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا، وہ دونوں ہی زیادہ سونے کے عادی نہیں تھے کیونکہ وہ دونوں ہی اپنی ڈیوٹیز کو لے کے کافی پروفیشنل تھے لیکن آج نیند نے نا جانے ایسا کونسا جادو کیا تھا جو آنکھ کھل کے نہیں دے رہی تھی۔ زوریز شاہ مرحا شاہ جو تکیہ سمجھ کے مزید خود میں بھینچے ہی والا تھا جب مرحا شاہ نے نیند میں ہی اسکے سینے پہ زور سے اپنے ناخن گاڑے تھے، زوریز شاہ نے بے ساختہ آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی گردن سے چہرہ باہر نکال کے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا، وہ ابھی بھی کافی گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی، لیکن اسکے برہنہ سفید سینے پہ اپنے ناخن ابھی بھی گاڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی اتنی خوبصورت صبح پہ بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔۔ جاگ کھلتے ہی اسے بانہوں میں قید دیکھ کے اسکا دل بے حد خوش ہوا تھا، وہ اسکے چہرے پہ جھک کے اس پہ اپنا چہرہ رکھتا پھر سے آنکھیں موند گیا۔۔ ایک عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔۔ اسے شاید پھر سے نیند آ رہی تھی لیکن اچانک سے جب نگاہیں گھڑی کی طرف اٹھی تو دوپہر کے ایک بجتے دیکھ کے نیند پھر سے اڑی تھی۔ اس نے گھڑی سے نگاہیں

ہٹاتے ہوئے پھر سے مرحاشاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا شاید ابھی بھی اٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔زوریز شاہ نے منہ پہ ہاتھ رکھ کے اپنی جمائی روکی تھی اور پھر ساتھ ہی مرحاشاہ کی گردن پہ جھک کے اپنے نرم گرم ہونٹ ثبت کئے تھے لیکن اسکی نیند ابھی بھی نہیں اکھڑی تھی،زوریز شاہ اسکے سراپے پہ بے ترتیب لباس دیکھ کے اپنی کارستانیوں پہ مسکرایا تھا،وہ اس وقت گلابی نائٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔۔وہ اسکے سونے کے بعد بھی اسکے سراپے پہ اپنے لبوں کی مہریں ثبت کرتا اسکا لباس بے ترتیب کر کے اسکے وجود پہ اپنا حق جتاتا رہا تھا۔۔اسکی شرٹ کندھوں سے کھسکی ہوئی تھی تو ٹراؤزر پنڈلیوں سے اوپر تھا۔۔وہ کافی دیر تک اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسکی پنڈلیوں پہ چھیڑ چھاڑ کرتا رہا تھا جس پہ وہ نیند میں ہی اسکے سینے پہ ناخن یا دانت گاڑ کے اسے اپنی نیند خراب کرنے کی سزا دیتی رہی تھی۔۔زوریز شاہ نے اسکی شرٹ کو کندھوں سے مزید نیچے کھسکاتے اسکی آنکھوں کی طرف دیکھا تھا جہاں اسکی پلکوں میں جنبش سی ہوئی تھی۔۔

جانم!! ۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسکی پلکوں پہ پھونک مارتے ہوئے اسے گھمبیر آواز میں پیار سے پکارا تھا۔۔

بے بی؟!!۔۔۔۔۔۔اسے ہنوز سوئے دیکھ کے آواز مزید بوجھل ہوئی تھی۔۔

?Baby can I kiss u

زوریز شاہ نے شریف بنتے معصومیت سے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اجازت مانگی تھی جب مرحاشاہ نے اپنی سنہری آنکھیں وا کرتے زور سے اسکے سینے پہ مکا جھڑا تھا۔۔

خبردار جو اب تم نے اب مجھے ذرا بھی تنگ کیا تو!! منہ توڑ دوں گی تمہارا!!۔۔۔وہ دانت پیستے ہوئے غصے سے بولی تھی، وہ رات سے اس بے باک انسان جو برداشت کر رہی تھی،اس نے رات بھر اسکے لبوں کی جان خلاصی نہیں کی تھی حتیٰ کہ نیند میں بھی اسے وقفے وقفے سے اپنے لبوں پہ اسکے ہونٹوں کا لمس محسوس ہوتا رہا تھا اور اب نیند سے بیدار ہوتے ہی اس کریک فوجی کو پھر سے کس کرنی تھی؟۔۔زوریز شاہ اسکے جواب پہ اپنی ہنسی دبانے لگا وہ اسکے اس ریکشن کے لئے پہلے سے ہی تیار تھا۔۔

یہ لو توڑو منہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے ہونٹ اسکے لبوں کے قریب لاتا بچوں سے انداز میں نروٹھے پن سے بولا تھا، اسکے نچلے ہونٹ پہ زخم دیکھ کے مرحاشاہ کی پلکیں لرزی تھیں، گال سرخ ہوئے تھے۔

لو!! توڑو بھی اب!! میرے ہونٹ اپنے لبوں میں دبا کے میر امنہ بند کر دو جو اتنی بکواس کر تا تمہاری نیند خراب کر رہا تھا! ان کی یہی سزا ہے!!۔۔وہ معصوم بنتے ہوئے بھی بے حد بے باک الفاظ استعمال کر رہا تھا، مر حاشاہ کا دل کیا اس بے باک انسان کے منہ پہ مکا جھڑ دے۔۔

تنگ مت کرو!! اور دور ہٹو مجھ سے! ایک منٹ بھی جو مجھے سکون سے سونے دیا ہو تم نے!!۔۔۔۔وہ بات کا رخ پلٹ کے اسکا چہرہ خود سے دور کرتی شکوہ کرتے ہوئے اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی جب وہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کر تا اسکے اوپر آ گیا۔۔

سونے کے لئے تو زندگی پڑی ہے میری جان وہ الگ بات ہے میں تمہاری نیندیں چراتا ہوا تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گا! تم یہ بتاؤ میری رات کا پرفارمینس کیسی تھی؟؟۔۔۔وہ اسے آنکھ کرتا بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا اسکی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کر گیا۔ اسکے زو معنی الفاظ پہ مر حاشاہ کا چہرہ خون چھلک رہا تھا، پورے جسم کا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا، زبان خود بخود تالو سے چپکی تھی۔۔رات کا ایک ایک منظر جب آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تو اسکے سینے کے سوا کہیں چھپنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی لیکن وہ اسکے سینے میں چھپ کے اسے مزید بے باکیوں کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔۔

ارے یہ کیا ریڈ کیوں ہو رہی ہو؟؟ میں نے تو صرف پرفارمینس کا ہی۔۔۔وہ اسکا سرخ ہوتا چہرہ دیکھتے ہوئے مزید بے باک ہوتا جب وہ تپتی ہوئی تکیے سے اپنا سر اٹھا کے اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑتے اسے مزید ایک بے باک قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

آئی تھنک اچھی نہیں تھی! کیونکہ تمہارا غصہ بتا رہا ہے رات کو ضرور کچھ کمی رہ چکی ہے لیکن آئی پرامس میں آج اپنی پوری ایفرٹ لگاتے ہوئے ہر کمی کو پورا کر جاؤں گا!!۔۔۔وہ اپنی شرارتی مسکراہٹ چھپاتا ہوا اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکال کے اسکے سرخ گالوں کو زور سے اپنے لبوں میں دباتا زو معنی انداز میں بولا تھا۔۔

فضول بکواس مت کرو!!۔۔مر حاشاہ دھڑکتے دل سے جھنجھلاتے ہوئے غرائی تھی۔ زوریز شاہ بے باکی سے اسکے بدن کی گہرائیوں کو چھوتے اسے سٹپٹانے پہ مجبور کیا تھا۔۔وہ تھوک نگل کے روہانسی ہوتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔ زوریز شاہ کو بے ساختہ اپنی بیوی پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا جو اسکی بے باکیاں برداشت کر کے اب رونے والی ہو چکی تھی۔

نہ میرا منہ توڑتی ہو نہ مجھے اپنا منہ بند کرنے دیتی ہو! آخر چاہتی کیا ہو؟۔۔زوریز شاہ اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھتا پیار سے بولتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنی چھوتی مونچھیں رگڑنے لگا۔وہ پہلے سے زیادہ سرخ پڑی تھی لیکن اچانک سے گھڑی پہ وقت دیکھتے اسکی آنکھیں پھیلی تھیں،اس نے جلدی سے زوریز شاہ کو خود سے دور کیا تھا،ایک بج کے دس منٹ ہو رہے تھے اور وہ لوگ ابھی تک اپنے کمرے میں موجود تھے؟حد نہیں ہو گئی تھی! ؟مرحاشاہ نے حیران ہوتے ہوئے سوچا تھا۔۔زوریز شاہ جو اس پہ اپنی گرفت ڈھیلی کئے اسکے ہونٹوں پہ مونچھیں رگڑتا انہیں چومنا والا تھا اسکے خود سے دور جھٹکنے پہ اسکی آنکھیں شدید سرخ ہوئی تھی۔۔اس نے سرد تاثرات سے مرحاشاہ کی طرف دیکھتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے پھر سے خود کے نیچے کیا تھا۔۔

دور کیوں جھٹکا؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی شرٹ کو غصے سے گلے سے اپنی مٹھی میں دبوچتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔وہ جانتی تھی کسی بھی حال میں اسکا خود سے دور جھٹکنا ذہر لگتا تھا اسے لیکن وہ پھر بھی ایسا کر جایا کرتی تھی۔۔

ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے!! پاگل ہو پہلے کیوں نہیں جگایا؟؟۔۔۔۔وہ بھی جوابا دانت پیستے ہوئے غرائی تھی جب وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی جنونی گرفت میں لیتا اسکی شرٹ مزید نیچے سرہانے لگا۔۔وہ اس سنکی فوجی کو آنکھیں پھیلا کے حیرانگی سے دیکھنے لگی جو اسے غصے سے آنکھیں دیکھاتا ہوا اسے رف کس کر رہا تھا۔اپنے ہونٹوں پہ اسکے دانتوں کا دباؤ دیکھتی وہ تاصف سے اسکی طرف دیکھنے لگی لیکن اسکی بڑھتی شدت پہ ادھم مچاتی دھڑکنوں کے ساتھ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اسے ریلکس کرنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی خود سے دور دھکیلنے پہ اسے ہمیشہ گندا والا غصہ آتا ہے۔۔اسکے ہاتھ اپنے بالوں میں الجھتے دیکھ کے وہ اسکے لبوں پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔وہ اسے فرنچ کس کرتا ہوا آنکھوں کے اشارے سے اسے اپنا ساتھ دینے کا حکم دے رہا تھا مرحاشاہ نے شدید سرخ پڑتے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسکا ساتھ دیا تھا لیکن جب اسکی شدت برداشت سے باہر ہوئی وہ بکھرتی سانسوں کے درمیان اسکے ہونٹوں سے اپنے لب ہٹا کے اسکے کندھوں پہ مکے جھڑتے اسے ہوش دلانے لگی جو اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھے تیزی سے اسے کس کر رہا تھا۔وہ بے شرمی دیکھانے میں کافی پروفیشنل تھا۔مرحاشاہ صرف سوچ کے رہ گئی۔اسے پیچھے ہٹنے کی بجائے اپنے لبوں کے ساتھ مزید لپٹتے دیکھ کے مرحاشاہ نے اسکی گردن میں زور سے اپنے ناخن گاڑتے اسے ہوش دلائی تھی،اسکی بکھرتی

سانسوں کو محسوس کرتی وہ پھولتی سانسوں سے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسے ذرا سی مہلت دیئے بغیر دھڑکنوں پہ جھک گیا۔ مرحاشاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

چاہے ہمیں سوتے ہوئے صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے پھر رات ہو جائے اگر تم نے کسی دوسرے کے ڈر سے یا ویسے ہی کبھی بھی مجھے خود سے دور جھٹکا تو بہت برا پیش آؤں گا!! ایک بجا ہے کوئی قیامت نہیں آگئی تھی جو اتنی پینک ہو رہی تھی!!۔۔۔وہ اسکی دھڑکنوں پہ ہولے سے دانت گاڑ کے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔۔

تم تو ہو ہی ازلی بے شرم تمہیں شاید اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مجھے فرق پڑتا ہے! ہم نے صبح سب کے ساتھ ناشتہ نہیں کیا سب کیا سوچ رہیں ہوگے ؟؟۔۔۔وہ بھی جواباً تپے ہوئے انداز میں ایک ایک لفظ چباتے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے بولی۔۔

تو کس نے بولا تھا گھوڑے بیچ کے سو؟ کب سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا تب میڈیم کو میرا سینہ زخمی کرنے سے فرصت نہیں تھی!!۔۔۔وہ اسے سختی سے۔ خود کے ساتھ لپٹا کے کروٹ بدلتا اسے خود کے اوپر کرتے ہوئے دانت کچکچا کے بولتا سارا الزام اسکے سر ڈالنے لگا۔۔

تو کس نے بولا تھا رات کو الو کی طرح جاگ کے مجھے بھی اپنے سا۔۔۔ابھی مرحاشاہ اسے غائب دماغی سے جواب دیتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب اسے زو معنی نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اپنی زبان کو بریک لگا گئی۔

کم آن اب مجھے الو سے تو نا ہی ملاؤ! الو میں جان ہی کتنی ہوتی ہے؟ مجھ جیسے باڈی بلڈر شوہر کو ایک الو سے ملاتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہیں ائی؟ شوہر بھی وہ جس نے پوری رات اپنی شدتوں سے تمہاری جان ہلکان کی ہے؟؟۔۔۔۔۔وہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا دانت پیس کے بولا۔۔وہ اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتی خاموش رہی۔ نظریں جھکا گئی۔۔

ویسے میں سوچ رہا ہوں الو اپنی بیوی کو پرفارمینس دیکھاتے ہوئے کیسا لگتا ہو گا؟ تم ایک بجے اٹھنے پہ شرمندہ ہو رہی ہو لیکن بھئی ماننا پڑے گا الوؤں کو جن کے راتوں کو جاگنے کے چرچے پوری دینا میں مشہور و مقبول ہیں لیکن مجال ہے جو وہ کبھی شرمندہ ہو کے جلدی سو گئے ہوں!!۔۔۔۔اسے نظریں جھکاتے دیکھ کے زوریز شاہ زو معنی انداز میں قہقہ لگا

کے بولتا مرحاشاہ کے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ بکھیر گیا۔۔اسکی باتوں پہ مرحاشاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔وہ ہر بات کو اپنے انداز میں لیتا تھا! اور آج تو حد اتنی کر دی تھی کہ الو کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔۔

تمہیں کبھی شرم نہیں آسکتی!!۔۔۔۔وہ اپنی ہنسی دبا کے تاصف سے سر جھٹکتی صرف اتنا ہی بول پائی۔

بے بی! اب یہ الزام تو مت ہی لگاؤں مجھ پہ! اگر میں بے شرم ہوتا تو تم اسوقت بکھری حالت میں میرے نیچے ہوتی جس پوزیشن میں تم کمفرٹیبل محسوس کرتی ہو!!۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دبا کے بے حد بے باکی سے سرگوشی نما آواز میں اسکے کان میں بولتا اس کے کانوں سے دھواں نکال گیا۔مرحاشاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو رات میں مدہوش ہوتے ہوئے بھی اسکا ایک ایک لفظ یاد رکھے اب اسے اپنے انداز میں استعمال کر رہا تھا۔۔

تم آج میرے نزدیک آ کے دیکھاؤ!! میرا دل چاہ رہا اپنے ایک دن کے شوہر کی گردن توڑ کے ایک اعلیٰ مثال قائم کر دوں!! بے بس شرم انسان!!!۔۔۔وہ غصے سے غراتی سرخ چہرہ لئے اسکے اوپر سے اٹھنے والی تھی جب وہ کروٹ بدل کے اسے اوندھے منہ گراتا اسکی شرٹ کمر سے ہٹاتے ہوئے جگہ جگہ اپنے سلگتے لب رکھ گیا۔۔اسے مزید بے شرم بنتے دیکھ کے مرحاشاہ کا دل کیا اپنا ڈرپیٹ لے یا اسکا سر پھاڑ دے۔۔

لو اتنا نزدیک کافی ہے یا کمرے کا ماحول پھر سے رات والا کر دوں؟؟اور رہی گردن توڑنے کی بات تو اسے پینڈنگ پہ چھوڑ دو کیونکہ تم نے میرے ہونٹ پہ جو زخم دے کے اعلیٰ مثال قائم کی ہے ناڈارلنگ آئی ایم شیور میرے شادی شدہ دوست تمہارے اس کارنامے کو دیکھتے ہی گھر جا کے اپنی بیویوں سے اسے ریکریئیٹ کرنے کی خواہش ظاہر کریں گے!!۔۔۔۔وہ اسکی کمر کو اپنے لمس سے اچھی طرح سے مہکانے کے بعد اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے لب پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

تم۔۔۔تمہیں۔۔۔شرم۔۔۔نہیں۔۔آتی!! ایسے جاؤ گے سب کے سامنے؟؟۔۔۔وہ بھوکھلاتی تھی۔

نہیں تو کیا پردہ کر کے جاؤں؟۔۔۔۔وہ جوابا دانت پیس کے سوال کرنے لگا۔

نیچرل۔۔ل۔۔پنک۔۔لپ۔۔اسٹک۔۔۔لگا۔۔لینا۔۔۔۔مرحاشاہ نے لڑکھڑاتے لہجے میں اسے مشورے سے نوازہ تھا۔اسکے مشورے پہ زوریز شاہ نے اسے کہنی سے پکڑ کے سیدھے کرتے اسکا رخ اپنی طرف کیا تھا۔۔

بے بی تم لپ اسٹک لگانے کی بات کر رہی ہو؟ میرا بس چلے تو میں پوری دنیا میں شرٹ لیس گھوم کے سب کو تمہاری اتنی ساری لو بائٹس دیکھاؤ!! ہاہاہا!!۔۔۔ وہ اپنے سینے، کندھوں اور شہہ رگ پہ موجود اسکے دانتوں کے نشانات کی طرف اشارہ کرتا قہقہہ لگا کے بولا تھا۔۔ مرحاشاہ تذبذب کا شکار ہوتی اسے مصنوعی غصے سے گھورنے لگی۔۔

جس دن تم شرٹ لیس گھومو گے اسی دن شہہ رگ اڑا دوں گی تمہاری!!! وہ اسکے سینے سے اسکی شہہ رگ تک انگلی ٹریس کرتے دلفریب انداز میں اسے دھمکی لگاتی اپنا مزید اسیر کر گئی تھی۔۔ وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا مسکرا رہا تھا جب وہ اپنے لب اسکے گالوں کے قریب کرتی اپنی شرٹ ٹھیک کرتی اسے کس کئے بغیر چکما دیتے ہوئے تیزی سے بیڈ سے اٹھتی واشروم کی طرف بھاگی تھی۔ وہ اسکی غائب ہوتی پشت کی طرف دیکھ کے رہ گیا، وہ تو اسکی کرم نوازی پہ پیار سے مسکرا رہا تھا اور اسکی ظالم حسینہ اسے ہری جھنڈی دیکھا کے غائب ہو چکی تھیں؟؟

ظالم بیوی!!۔۔۔۔۔ وہ گہری سانس بھر کے مدھم آواز میں خود سے مخاطب ہوتا تکیے اپنے سینے میں بھینچتا اوندھے منہ بیڈ پہ گر گیا۔۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑا دور سے ہی کافی دیر سے بیڈ پہ موجود صنفِ نازک پہ نظریں جمائے ہوئے تھا، آنکھیں نم تھیں، بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے! لباس شکن زدہ تھا۔ اس نے کھڑکی سے آگے قدم بڑھانے کی جرآت نہیں کی تھی، وہ سیگریٹ پھونکتے ہوئے ہمیشہ کی طرح نم نگاہوں سے اس کے نازک وجود کو دیکھ رہا تھا جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا، وہ پہلے سوتے ہوئے کسمسا جاتی تھی لیکن آج وہ کسمسا نہیں رہی تھی، اسے گہری سانسیں بھر کے سوتے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔ سیگریٹ لبوں سے نکال کے کھڑکی سے باہر پھینکتا وہ ہمت کرتے ہوئے اسکی طرف قدم بڑھانے لگا۔ وہ چار سے پانچ قدم بڑھا چکا تھا لیکن وہ ہنوز سوئی ہوئی تھی، کیا وہ آج اسکی خوشبو سے اسے پہچان نہیں پائی تھی؟ جیسے پچھلے دنوں کسمسا کے جاگ جایا کرتی تھی؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟؟ اس نے خود سے سوال کیا تھا۔۔ وہ دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

وہ اس کے قریب خود کے لئے جگہ بنا کے بیٹھتا اپنے کپکپاتے ہاتھ اسکے گالوں پہ رکھ چکا تھا۔ وہ کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوتی تھی جتنی اس وقت سو رہی تھی، اسکے خوبصورت نقوش اس سے اپیل کر رہے تھے کہ انہیں اپنے ہونٹوں سے

چھو لے لیکن وہ نہیں چاہتا تھا وہ اسکے سلگتے گرم ہونٹوں کا لمس محسوس کرتی جاگ جائے۔۔وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگا جیسے پیاسا کنوئیں کو دیکھ رہا ہو، وہ اسکے قریب ہو کے بھی جیسے میلوں فاصلے پہ تھی۔۔وہ جو ہر وقت اسکے نقوش پہ اپنا حق جتایا کرتا تھا آج چاہ کے بھی اسے اپنے لبوں سے چھو نہیں پا رہا تھا کیونکہ اسے اپنے جنون سے ڈر لگ رہا تھا اسے اپنے عشق سے ڈر لگ رہا تھا جو اسے فقیر بنا چکا ہے، وہ اسکا لمس برداشت نہیں کر پائے گی صرف یہی سوچ کے اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ رکھتا لیمپ کی روشنی میں اسکے چاند سے چہرے کو اپنی نظروں میں بسانے لگا۔۔ سرخ و سفید چہرے پہ تھکاوٹ کے آثار تھے، بند آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے ہر روز کتنے ہی آنسو بہا دیتی ہوں۔۔ بھرے بھرے گلابی ہونٹ خشک تھے جیسے انہیں کبھی تر ہی نہ کیا گیا ہو گا۔۔وہ جب بھی اس کے قریب ہوتی تھی وہ اسکے ہونٹ اپنے لمس سے بھگوئے رکھتا تھا تو پھر آج اسکے لب اسکے ہوتے ہوئے بھی خشک کیوں تھے؟ یہ تو ان ہونٹوں کے ساتھ زیادتی تھی کہ ان لبوں پہ اپنے لب رکھ کے انہیں اپنے شدت بھرے لمس سے مہکایا نہ جائے اور وہ اسکے ہونٹوں کے ساتھ ایسی زیادتی بھلا کیسے کر سکتا تھا؟ وہ اپنا کپکپاتا ہاتھ اسکے لبوں کی طرف بڑھاتا اسکی پلکوں کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اسکی پلکوں نے جنبش کرنی تھی وہی پہ اس نے اپنے ہاتھ کو آگے بڑھنے سے روک لینا تھا لیکن پلکوں میں جنبش نہیں ہوئی تھی یہ اللہ کی کوئی کرم نوازی تھی یا پھر کوئی معجزہ؟ آخر اسکی اتنی گہری نیند کی وجہ کیا تھی؟ وہ حیران ہوا تھا! اس نے کپکپاتے ہاتھ کے ساتھ اپنی پوروں سے اسکے ہونٹوں کو چھوا تھا جو آج بھی ویسے ہی نرم تھے جیسے پہلے ہوا کرتے تھے، فرق صرف اتنا تھا آج وہ خشک تھے۔۔وہ نرمی سے اپنا کپکپاتا انگوٹھا اسکے لبوں پہ پھیرنے لگا۔۔وہ اسکے لبوں کو دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا، اسکے لب اسکے ہونٹوں کے ساتھ ملنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے۔۔وہ بے چین ہوتے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا اسکے گالوں پہ اپنے دونوں کپکپاتے ہاتھ پھر سے ٹکاتے اس پہ جھکا تھا لیکن بہت کوشش کرنے کے بعد بھی اسکے لبوں پہ اپنے ہونٹ رکھنے کی ہمت نہ کر پایا، وہ اسکے ہونٹ چومنے کی بجائے اپنی آنکھوں کو موندتے ہوئے اسکے ماتھے پہ اپنے کپکپاتے ہونٹ ثبت کر گیا۔ آہ اسکے ماتھے کو چھوتے ہی کیسا سکون محسوس ہوا تھا! یوں لگ رہا تھا جیسے دل پہ ٹھنڈی پھوار برس رہی ہو، وہ خود نہیں جانتا تھا اسکے ہاتھ اسکے لب کیوں کپکپا رہے ہیں؟؟ وہ جو اپنی موجودگی سے بڑے بڑوں کے چھکے چھڑوا دیا کرتا تھا آج اسکے نزدیک

ہوتے ہوئے اسکا وجود کیوں کانپ رہا تھا؟ وہ یہی تو چاہتا تھا وہ اسکے قریب ہو جائے، ایک دفعہ اسکے حصار میں آ جائے تو جب وہ اسکے پاس تھی تو وہ اسے اپنے حصار میں کیوں نہیں لے رہا تھا؟

وہ اسے اپنے حصار میں اس لئے قید نہیں کر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اسے اپنے شدت بھرے حصار میں قید کرتا اسکے نازک وجود کو تکلیف پہنچا دے گا۔ وہ اسے نارمل طور پہ سینے سے نہیں لگائے گا بلکہ وہ اسے اتنی شدت سے خود میں بھینچے گا کہ اندیشہ ہو گا اس صنفِ نازک کی پسلیاں نہ ٹوٹ جائیں۔۔۔ دل نے دماغ کو جواب دیا تھا۔ دل نے دماغ کو جواب دیا تھا۔۔

اور کتنا امتحان لو گی میرا؟؟۔۔۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی کرنے کی بجائے کپکپاتے لبوں سے خود سے مخاطب تھا۔ لیکن جواب ندارد۔۔

دل سلگ رہا ہے تمہارے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھ کے تمہاری سانسیں پینے کو! اپنی تشنگی مٹانے کو! لیکن کیا کروں؟ میں جانتا ہوں تمہارے ہونٹ زخمی کر دوں گا! میں کیسے تمہارے ان لبوں کو زخمی کر دوں جن سے مجھے عشق ہے؟؟ تمہارا سویا ہوا وجود آج بھی میرے جنون کو ہوا دے رہا ہے لیکن عشق جذبات پہ بیڑیاں باندھے ہوئے ہے۔۔ وہ ایک دفعہ سے اس پہ جھکتا ہوا اسکے گلابی ہونٹوں کو فوکس میں لئے تڑپتے ہوئے بولا تھا لیکن اس نے ابھی تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

مجھے کوئی طریقہ بتاؤ تمہارے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھ کے انہیں زخمی کئے بغیر چوم لوں؟۔۔۔۔۔ وہ اسکے لبوں کے بے حد قریب اپنے لب لاتا ہوا گھمبیر نم آواز میں بولا تھا، آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کے اسکے گالوں پہ گرے تھے، وہ اسکے ہونٹوں کو چھونے سے آدھی انچ کے فاصلے پہ تھا جب اسکے زرد گالوں پہ اپنے آنسو دیکھتا تیزی سے اپنے لب اس سے دور کر گیا۔۔

افف!! نہیں یار!! میں تمہاری تمام تر سانسیں پی کے ان نازک ہونٹوں پہ خون کی بوندیں چھوڑ دوں گا اور مزید ناراض ہو جاؤ گی تم!! چھوڑو ان ہونٹوں کو تشنہ ہی رہنے دو! یہی ان کی سزا ہے کہ کنواں پاس ہوتے ہوئے بھی تڑپ تڑپ کے پیاسے رہیں!!۔۔۔ وہ گہری سانس بھر کے بھرائی آواز میں بولتا ہوا سر جھٹک گیا۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی جب اذانوں کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ اپنی سرخ ہوتی نیلی آنکھوں کو وا کرتے ہوئے بیڈ سے اٹھی تھی، کہنے کو تو وہ کب سے چادر لے کے سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی لیکن آنکھ اسکی بالکل آدھے گھنٹے پہلے لگی تھی، ابھی صرف آدھا گھنٹہ ہی نیند کی تھی جب نماز کی وجہ سے جاگنا پڑھا، وہ خود پر سے چادر اتار کے بیڈ سے اٹھنے والی تھی جب سامنے صوفے پہ نیم دراز سیگریٹ پھونکتے کاظم شاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ نچلا لب دانتوں میں دباتی اس پر سے نگاہیں ہٹا کے اپنے بال سمیٹنے لگی۔۔ اسکی نگاہوں کی گہری تپش اپنے سراپے پہ محسوس کرتے ہوئے ایزل شاہ اپنے بالوں کو چھوڑ کے سٹپٹاتی ہوئی سب سے پہلے اپنی بے ترتیب نائیٹی ٹھیک کرنے لگی۔ وہ اسکی سرخ گولڈن آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی جن میں جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔۔ وہ سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا اسکی ایک ایک حرکت نا جانے کب سے نوٹ کر رہا تھا؟

ایک کام کر لو!؟ یا تو اس نائیٹی کو اتار کے کوئی دوسرا لباس پہن لو یا اگلے ہی منٹ یہاں میری گود میں آ کے بیٹھ جاؤ تا کہ میں تمہارا نائٹی پہننے کا یہ مقصد پورا کرتا ہوا اچھا بھی لگوں! تمہیں اس حالت میں خود سے دور دیکھ کے میرا دل چاہ رہا ہے میں جینا حرام کر دوں تمہارا!! جس طرح سے پوری رات تم نے میرا جینا حرام کیا ہے!!۔۔۔۔۔ اسے نائیٹی ٹھیک کرتے دیکھ کے کاظم شاہ سیگریٹ کا دھواں منہ سے نکالتا اسکے سراپے پہ بے باک نگاہیں جمائے اپنی تھائی کی طرف اشارہ کرتا دانت پیستے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ آواز بوجھل گھمبیر تھی۔ ایزل شاہ سٹپٹائی تھی۔ اسی گوری کو گود میں بیٹھائیں جس کے ساتھ قہقہے بند نہیں ہو رہے تھے!! ۔۔ وہ بھی جواباً تپے ہوئے انداز میں سپاٹ لہجے میں بولتی بیڈ سے اٹھی تھی، آواز درمیانہ تھی۔۔ کاظم شاہ کے کان کھڑے ہوئے تھے۔۔ وہ اگلے ہی پل سیگریٹ بجھا کے ایش ٹرے میں رکھتا صوفے سے کھڑے ہوتے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

کب اور کس کے ساتھ قہقہے لگائے میں نے؟؟۔۔۔۔ وہ اسکے قریب آتا اسے کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتا دانت پیس کے بولا تھا۔ ایزل شاہ زور سے اسکے سینے سے ٹکرائی تھی، اپنی دھڑکنوں کو اسکے چٹانی سینے سے ٹکراتے دیکھ کے ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ سرخ پڑتی اس سے فاصلہ بنانے والی تھی جب وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے بے باکی سے اسے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔۔

بتاؤ کس کے ساتھ قہقہے لگا رہا تھا میں ؟۔۔۔۔کاظم شاہ کی آواز گھمبیر ہوئی تھی، اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرتے اسکی حالت غیر ہو رہی تھی۔

آ۔آئی۔۔۔ڈونٹ۔۔نو!! چھوڑیں مجھے نماز پڑھنی ہے!!۔۔۔وہ اپنی زبان کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو پا کے مضبوط لہجے میں بولتی اسکے سینے پہ دونوں ہاتھ دھر کے اس سے فاصلہ بنا گئی، وہ اسے دور ہٹنے پہ اسے غصے سے سختی سے خود میں قید کرتا اسکی کمر پہ اپنے دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈال گیا۔۔وہ رات سے اس میڈیم کے لئے پاگل ہو رہا تھا اور وہ میڈیم تھیں جن کا ایٹیٹیوڈ ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔اسکی اس قدر بے باکی اور سختی پہ ایزل شاہ نے سسکی بھری تھی۔۔اسکے سسکی بھرنے پہ وہ اسے خود سے کچھ دور کرتا پیچھے دیوار کے ساتھ لگائے اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔۔

یہ کیوں پہنی ہے تم نے ؟؟۔۔۔وہ اسکی نائٹی کو سینے سے پکڑ کے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتا دانت پیس کے استفسار کرتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ سرخ لال کر گیا۔۔

م۔میری۔۔مرضی۔۔۔وہ تھوک نگل کے ضدی انداز میں بولتی اسکے بے باک ہاتھ اپنی نائٹی سے ہٹانے لگی۔۔

تمہیں اپنی مرضی کرنے سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ پاگل جنونی شوہر اپنی بیویوں کے تن پہ یہ نائٹیز دیکھ کے اپنی مرضی چلاتے انہیں اس نازک سے پردے سے آزاد کرتے خود میں سما لیتے ہیں!! لیکن تم نے جانتے بوجھتے ہوئے یہ سوغات پہنی تا کہ ساری رات مجھے انگاروں پہ جلا سکو!!۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بے باکی سے بولا۔۔ایزل شاہ کی پلکیں لرزتی ہوئی عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں، چہرے پہ قوس قزح کے رنگ بکھرے تھے، اسکی نائٹی اس وقت بے حد بے ترتیب تھی یوں کہ وہ خود کو خود دیکھنے سے بھی شرما رہی تھی۔۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے ؟شوہروں کو گوریوں کے ساتھ قہقہے لگاتے دیکھ کے جنونی اور پاگل بیویاں کیسے ریکٹ کرتی ہیں ؟؟۔۔۔وہ دو منٹ کی خاموشی کے بعد بھی جب خود پہ قابو نہ رکھ پائی تو اسی کی طرح ایک ایک لفظ چبا کے اسکی آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑتی دھیمی آواز میں غرائی تھی۔۔

وہ صرف ایک فارمل سی میٹنگ تھی!! اور میں نے کوئی قہقہ نہیں لگایا تھا صرف فارمیلٹی کے طور پہ ذرا سی بات پہ فارمل سا ہنسنا پڑا تھا اور آئی ایم سوری مجھے تمہیں ڈانٹنا نہیں چاہیئے تھا! میں اس وقت ٹینشن میں تھا!!۔۔۔اسے غراتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنا لہجہ نرم بناتے ہوئے اپنی صفائی دی تھی کیونکہ ایزل شاہ کی سرخ آنکھیں اسکے بے

تحاشا رونے کا پتا دے رہی تھیں اور اسکے تاثرات سے وہ جان چکا تھا وہ اچھا خاصا جیلس ہوئی ہے ابھی کہ اسکا اسے جیلس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

ہمم!!۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کر کے ہنکارا بھرتی مزید کوئی سوال جواب کئے اس سے دور ہوئی تھی، اسے ڈانٹ کے اس پہ طنز کر کے وہ اسکا دل جلانے کے بعد سوری بول رہا تھا؟ کیا فائدہ اس سوری کا؟

فکر کیوں کرتی ہو وہ تم سے پیاری نہیں تھی!!۔۔۔وہ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد سانپ کی مانند اپنا ہاتھ لپیٹتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکی نم ہوتی آنکھوں پہ نرمی سے اپنے لب رکھ گیا۔

میں کیوں فکر کروں گی؟ میری بھلا جسے مرضی غور سے دیکھ کے اسکی خوبصورتی کا معائنہ کریں! لیکن برائے مہربانی کسی کو مجھ سے کمپیئر مت کیجئیے گا!!

Noone can be Aizal Haroon Shah

وہ سپاٹ انداز میں اِیٹیوڈ سے بولی تھی، کاظم شاہ جو اسکے اِیٹیوڈ سے ایمپریس ہوتا اپنا ائیبرو اچکا رہا تھا اسے ایزل کاظم شاہ کی بجائے ھارون شاہ کو لفظ استعمال کرتے دیکھ کے اس نے دانت پیسے تھے۔۔

Yes u are right! No one can be Mrs Kazim Shah

کاظم شاہ نے اسکی تصیح کرنا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

آپکی کولیگ مہرین کافی پوچھ رہی تھی آپکا! شاید آپ کو ان کے ساتھ بھی ایک میٹنگ ضرور کرنی چاہئیے!! لیو می!!۔۔۔وہ جلے کٹے انداز میں بولتی اپنی کمر سے اسکا بازو ہٹانے لگی۔۔کاظم شاہ کا دل کیا اپنا سر اس دیوار کے ساتھ مار لے۔۔اسکی بیوی جی بھر کے جیلس ہوتی تھی لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتی تھی۔۔

Mehreen is just a colleague

کاظم شاہ نے اپنی بیرڈ اسکے گالوں پہ رگڑتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اپنی صفائی دی تھی۔۔ آواز گھمبیر ہوئی تھی۔

میں نے آپ سے سوال نہیں کیا! صرف آگاہ کیا ہے! ۔۔۔وہ اپنا چہرہ اس سے دور کرتے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولی تھی۔۔

تمہیں نہیں لگتا یہ دوریاں اب مٹا دینی چاہئیے ؟؟۔۔۔۔وہ بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا،وہ اس وقت اسے پانے کے لئے تڑپ رہا تھا! اسے اسکی تڑپ نظر کیوں نہیں آرہی تھی؟

میں نے آپکو آپکا حق دینے سے کبھی انکار نہیں کیا! کیونکہ میں اللہ کی نظروں میں گناہگار نہیں ہونا چاہتی! آپ جب چاہیں اپنا حق لے سکتے ہیں کیونکہ بیویاں صرف شوہروں کا غصہ سہنے اور ان کا حق دینے کے لئے ہی تو ان کے نکاح میں آتی ہیں!!۔۔۔۔۔وہ اسکے لہجے میں تڑپ محسوس کر چکی تھی اسی لئے سپاٹ انداز میں جواب دے گئی۔۔کاظم شاہ نے اسکے الفاظ پہ اپنی آنکھوں کو زور سے میچ کے کھولتے ہوئے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا تھا یعنی وہ اپنے شوہر کی محبت اسکے عشق پہ یقین کر کے نہیں صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے اسے اپنا حق دینا چاہتی تھی تاکہ وہ سرخرو ہو جائے؟؟

جاؤ چینج کر لو اس سے پہلے کہ میرا دماغ آؤٹ ہو!!۔۔۔وہ اس سے فاصلہ بناتا شرٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتا بیڈ پہ اپنی سائیڈ کی طرف اوندھے منہ گرا تھا۔۔اسکے خود سے دور ہونے پہ ایزل شاہ نے نا سمجھی سے اسکی پشت کی طرف دیکھا تھا اسے اپنے الفاظ کی سختی کا شاید اندازہ نہیں ہوا تھا لیکن اس کا یوں نزدیک آکے دور ہو جانا جی بھر کے کھلا تھا۔۔

دماغ کب آوٹ نہیں ہوا ان کا!!۔۔۔وہ سر جھٹک کے مدھم آواز میں بربراتی ہوئی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔۔ڈریسنگ روم کا دروازہ بند ہوتے ہی کاظم شاہ نے تکیہ اٹھا کے غصے سے دروازے پہ مارا تھا،جب غصہ کسی صورت کم نہ ہوا تو کچھ فاصلے پہ سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو دیکھ کے اسکی طرف بڑھتا اسے شدت سے چومتا اسکی گردن پہ اپنی ناک سہلانے لگا اور یہ معجزہ ہی تھا کہ وہ نیند میں باپ کا شدت بھرا لمس محسوس کر کے بھی رونے کی بجائے مسکرا رہا تھا۔۔کیونکہ وہ اسکے اس لمس کا عادی ہو چکا تھا۔۔

افف ایونٹ سٹارٹ ہو گیا ہو گا لیکن ہویلی آکے نہیں دے رہی بھئی! شارٹ کٹ کے چکروں میں غلط راستہ چن لیا ہے تو نے میرال شاہ!!۔۔۔میرال شاہ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتی ہوئی خود کو یہ راستہ چننے کے چکروں میں کوس رہی تھی جو اس نے جلدی ہویلی جانے کے چکروں میں استعمال کیا تھا۔وہ اس وقت شاپنگ سے واپس آرہی تھی کیونکہ میرال میڈیم کو اینڈ ٹائم پہ لگا تھا کہ اسکی ہیل اسکے ڈریس کے ساتھ ٹھیک سے میچ نہیں کر رہی جس کی وجہ سے وہ پارلر

جانے کی بجائے پہلی فرصت میں مال بھاگی تھی، اب تو پارلر جانے کا وقت بھی نہیں بچا تھا اس نے حویلی پہنچ کے خود ہی تیار ہونے کا سوچا تھا۔۔ وہ اپنی گاڑی کی رفتار فل تیز بڑھا کے موڑ کاٹنے ہی والی جب کسی نے پیچھے سے اسکی گاڑی کو ہٹ کیا تھا۔ میر ال شاہ نے فوراً سے پہلے بریک لگاتے ہوئے سائیڈ مرر میں دیکھا تھا، مغرب کا وقت تھا اندھیرا چھا چکا تھا، روڈ پہ گاڑیوں کی زیادہ فروانی نہیں تھی، جب پوری سڑک خالی پڑی تھی تو کس نے اس سے پنگا لینے کے لئے اسکی فیورٹ گاڑی کو ہٹ کیا تھا؟؟ میر ال شاہ دانت پیس کے سوچتی ہوئی تیزی سے اپنی گاڑی سے نکلی تھی۔ اسکی گاڑی کی پچھلی سائیڈ میں کوئی اپنی گاڑی گھسیر تا ہوا گاڑی کے بیک لائٹس توڑ چکا تھا۔۔ میر ال شاہ اپنی گاڑی کا اتنا نقصان دیکھتی منہ کھولتے ہوئے اس گاڑی کی طرف بڑھی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ اپنے قدم روک گئی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اسکی گاڑی پہچان چکی تھی، یہ کسی اور کی نہیں بلکہ نقلی میجر کی گاڑی تھی مطلب اس نقلی میجر کو اسے تنگ کئے بغیر کبھی سکون کیوں نہیں آتا تھا؟ وہ تو اسے آج کل منہ بھی نہیں لگا رہی تھی اور نہ ہی وہ س سے بات کرنا پسند کر رہا تھا تو اب ایسی کیا موت آن پڑی تھی اسے جو اسکی گاڑی کے ساتھ آ کے جان بوجھ کے اپنی گاڑی ٹھوک دی؟؟ وہ تو پہلے ہی اس پہ بہت تپی ہوئی تھی اور آج تو اس نے اسکی فیورٹ گاڑی کا نقصان کر کے حد ہی کر دی تھی۔ وہ پیر پٹکتے ہوئے اسکی گاڑی تک آئی تھی۔۔ اسکی گاڑی تک پہنچتے ہی اس نے زور زور سے ڈرائیونگ سیٹ کے بلیک مرر پہ ناک کیا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔۔۔

نقلی میجر باہر نکلو!! تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری گاڑی کا اتنا نقصان کرنے کی!؟۔۔۔ وہ اسکی گاڑی پہ مزید زور زور سے ناک کرتی ہوئی غرائی، مرر پیور بلیک تھے اسی لئے وہ اس کی جھلک بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔۔

تم نے سنا نہیں میں بول رہی ہوں باہر نکلو!! میرا نقصان کر کے تم یوں چھپ کے۔۔۔ ابھی وہ اسکی طرف کا دروازہ کھول کے غراتی ہوئی اپنا جملہ مکمل کرتی جب اسے سٹیرنگ پہ سر گرائے دیکھ کے وہ چاہ کے بھی مزید نہ بول پائی۔۔ وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کی بجائے حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

میجر؟؟؟؟۔۔۔۔۔۔ اس نے جب دو منٹ بعد بھی سر اٹھا کے اسکی طرف نہ دیکھا تو وہ بنا پلکیں جھپکائیں اسکی طرف دیکھتی اسے پھر سے پکارنے لگی۔ اسے ہنوز ویسے ہی پڑے دیکھ کے اس نے گاڑی کے اندر اپنا سر کرتے ہوئے فرنٹ مرر لائٹ جلائی تھی۔۔

میجر!!!!!۔۔۔۔۔اسے سر اٹھانے کی کوشش کرتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اب کی بار اسکا کندھا تھپتھپایا تھا، اسکی آواز خود خود پریشان ہوئی تھی کیونکہ وہ لاکھ اپنا سر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے بھی نہیں اٹھا پا رہا تھا۔۔ میر ال شاہ کا نازک ہاتھ اپنے کندھے پہ محسوس کرتے میجر حازق خان نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی پوری قوت سے سر اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ جو پریشانی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ حازق خان کی سرخی چھلکتی لہو رنگ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے میر ال شاہ تڑپی تھی، کیونکہ میجر خان کی آنکھوں میں اس وقت بے حد تکلیف رقم تھی۔۔ اذیت کے احساس سے اسکی سرخ نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے میر ال شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

میجر کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟؟۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اپنے ہاتھ سے اسکے کندھے کو پریشانی سے سہلاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

ٹ۔ ٹھیک۔۔ ہوں۔۔۔ تم۔۔۔ جاؤں۔۔۔۔۔وہ اپنے چہرے سے تکلیف کے تاثرات زائل کرتا سنجیدگی سے بولا تھا لیکن لہجے میں تکلیف تھی۔۔، میر ال شاہ کی نظریں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھی جس پہ تکلیف کے آثار واضح تھے۔۔۔بے حد سرخ چہرہ۔

نہیں تم ٹھیک نہیں ہو! بتاؤ کیا ہوا؟؟۔۔۔۔۔وہ بات کرتے ہوئے کبھی نہیں لڑکھڑاتا تھا اسکا لہجہ ہمیشہ طنزیہ یا روعب دار ہوتا تھا، اسکی لڑکھڑاتی آواز سنتے ہوئے وہ مزید پریشان ہوئی تھی۔۔

میں نے۔۔ بولا نا کچھ نہیں ہوا!! جاؤ یہاں سے! اور جو تمہاری گاڑی کا نقصان ہوا ہے تمہیں جلد اسکی رقم مل جائے!!۔۔۔۔وہ اپنی لڑکھڑاتی آواز پہ قابو پاتا مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے اپنے پیٹ سے ہاتھ ہٹاتا غائب دماغی سے سٹیرنگ پہ رکھ گیا۔۔

میجر!!!!!!!!!۔۔۔۔۔اس ویرانے میں میر ال شاہ کی دلخراش چیخ گونجی تھی، نظروں کا مرکز اسکا خون سے بھیگا ہوا مضبوط ہاتھ تھا، اس کی بلند چیخ پہ وہ بے ساختہ اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

ی۔ یہ۔۔۔ کی۔۔ کیا۔۔۔ ہوا۔۔۔ ہے۔۔۔ تمہیں؟؟۔۔۔وہ فکر مندی سے اسکا خون سے لتھڑا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتی بھرائی آواز میں بولی تھی، اسکی آواز خود ہی بھیگ چکی تھی، وہ نہیں جانتی تھی کیوں؟

ہا۔۔ہاتھ۔۔ چھوڑو۔۔ میرا۔۔۔۔وہ اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے دبا کے تکلیف برداشت کرتا مصنوعی غصے سے بولا تھا لیکن لہجہ پھر سے لڑکھڑایا تھا، میرال شاہ جو کب سے اسکے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی اسکے چہرے کی بڑھتی تکلیف پہ اس نے اپنی نگاہیں اس کے چوڑے وجود پہ دوڑائی تھیں، اسے یاد تھا اس نے ابھی کچھ دیر پہلے اپنا یہ خون سے لتھڑا ہاتھ پیٹ سے باہر نکالا تھا۔۔وہ اس وقت وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس تھا۔۔ میرال شاہ نے اسکا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اس پہ جھک کے سائیڈ بٹن پر یس کرتے ہوئے اسکی سیٹ ایک دم سے پیچھے کی طرف کی تھی۔۔ حازق خانزادہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں، وہ اس وقت اسکے بے حد قریب تھی۔ میرال شاہ کی چھوٹی چھوٹی سانسوں تپش حازق خانزادہ کو اپنے چہرے پہ محسوس ہوئی تھی۔۔ دل تیزی سے دھڑکا تھا، پیٹ میں تکلیف کی ایک لہر سی دوڑی تھی۔۔

میجر!!!!! ی۔یہ۔۔۔ تم۔ تمہاری۔۔۔ شرٹ۔۔۔پہ۔۔خون۔۔۔ کیوں۔۔۔لگا۔۔۔ہے؟؟۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکی سفید شرٹ کو پیٹ سے خون سے لتھڑے دیکھ کے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں غرائی تھی۔ میجر خان کی نظریں اس وقت اسکے خوبصورت چہرے کا طواف کر رہی تھیں، وہ اس وقت گرے ڈیسنٹ سے پرنٹڈ کرتے میں ملبوس وائٹ کیپری پہنے گلے میں باریک سا سفید دوپٹا ڈالے ہوئے تھی جسے لینے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہی تھی، وہ خود گاڑی سے باہر تھی لیکن اس کا سر گاڑی کے اندر تھا، وہ میجر خان پہ جھکی اسکے دل کی تاریں ہلا گئی تھی، وہ اسکا جواب دینا بھول چکا تھا، وہ بے خودی میں اسکے چہرے کا طواف کرنے لگا۔۔

میجر کیا تمہیں میری آواز آ رہی ہے؟؟ میں پوچھ رہی ہوں تمہیں کیا ہوا ہے؟؟ کسی سے لڑائی ہوئی ہے؟؟ تمہارے پیٹ پہ کیا ہوا ہے! پلیز ٹیل می!!؟

I don't know why my heart is hurting to see u in pain

وہ نا سمجھی سے آنسو بہاتی ہوئی اسکے گال پہ اپنا نازک ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی، حازق خان کو لگ رہا تھا آج اسکا دل سینے سے باہر نکل آئے گا۔۔ اسے اپنے لئے آنسو بہاتے دیکھ کے وہ مزید حیران ہوا تھا۔۔ کیا وہ کبھی اس کے لئے رو سکتی تھی؟؟ کیا میرال شاہ جیسی لڑکی کبھی خود کے لئے رونے کی بجائے کسی دوسرے کو تکلیف میں رو سکتی تھی؟؟

حازق خان کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آیا تھا، اسکی آنکھوں میں خود کے لئے ہمدردی اور تکلیف کے تاثرات دیکھتے اسکا حیران ہونا بنتا تھا۔۔وہ کب اسکی ہمدرد بنی تھی؟وہ تو اس سے لڑائیاں کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔۔کچھ۔۔نہیں ہوا!! مجھے ٹچ مت کرو!!۔۔۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے باپ گال سے ہٹاتا لہجے کو سپاٹ بناتے ہوئے بولا تھا لیکن میرال شاہ اپنے اگلے ریکشن سے اسے پہلے سے زیادہ حیران کرنے پہ مجبور کر گئی۔۔وہ اسکی سنے بغیر اسکے پیٹ سے اسکی شرٹ ہٹا چکی تھی۔حازق خان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط92(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

افف۔۔۔یہ۔۔۔اتنا۔۔سارا۔۔۔خون۔۔کیسے؟؟۔۔۔تمہیں۔۔کیا۔۔ہوا۔۔۔ہے؟۔۔۔پلیز۔۔۔بتاؤ؟؟۔۔۔وہ حازق خان کے دل کی غیر ہوتی حالت سے انجان تڑپتے ہوئے بھرائی آواز میں بولتی اسکے پیٹ پہ اپنا ہاتھ رکھ گئی، حازق خان کو لگا آج وہ اپنی قربت سے اسے مار ڈالے گی! کب کوئی لڑکی اس کے اس قدر قریب آئی تھی کہ اسے اپنی مرضی سے چھو سکے؟؟وہ اسے جواب دینا بھول چکا تھا۔وہ اپنی نیلی آنکھیں پھیلائے اسکی طرف دیکھتا رہا۔۔

ک۔کیا تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے؟؟تم کچھ بول کیوں نہیں رہے؟پلیز مجھے بتاؤ؟۔۔۔۔۔وہ اسکی خاموشی پہ مزید تڑپ تڑپ اٹھی۔۔وہ خاموش رہا۔۔اسے کیا بتاتا؟؟

میجر! تمہاری گاڑی میں کوئی فرسٹ ایڈ باکس نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ اسکی گاڑی میں مزید جھک کے اپنا ہاتھ آگے کی طرف کرتی ڈیش بورڈ کھولنے لگی کہ شاید کسی طریقے سے اسکا خون روک سکے۔اسکے مزید جھکنے پہ حازق خان نے تیزی سے اپنی سیٹ مزید پیچھے کی تھی تاکہ اسکے بدن کے خدوخال اسکے جسم سے ٹچ نہ ہو سکیں! وہ واحد سید زادی تھی جو دو منٹ میں اپنی قربت سے ایک پٹھان کو بھوکھلانے پہ مجبور کر چکی تھی۔۔

تم نے سنا نہیں؟؟ کب سے بکواس کر رہی ہوں میں کہ ہوا کیا ہے تمہیں؟؟ اور اتنے کنجوس ہو گاڑی میں ایک فرسٹ ایڈ باکس خرید کے نہیں رکھ سکتے؟؟۔۔۔۔۔۔۔جب ڈیش بورڈ سے بھی کوئی کام کی چیز نہ ملی تو وہ ایک دم سے میجر خان کا گریبان پکڑ کے اسے اپنی طرف کھینچتی غرائی تھی۔۔لہجے میں غم و غصے کا عنصر واضح تھا، وہ جو کب سے اپنی حیرانگی پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اسے پاگل ہوتے دیکھ کے اس نے بنا پلکیں جھپکائے میر ال شاہ کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔وہ اسکے بے حد نزدیک تھی۔۔

یہ روز کا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے! میں جس فیلڈ میں ہوں مجھے ہر روز ایسے معمولی زخم جھیلنے کی عادت ہو چکی ہے!! تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے!! گریبان سے ہاتھ ہٹاؤ!!۔۔۔وہ اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پانے کی کوشش کرتا سپاٹ انداز میں بولا تھا۔تکلیف بے حد تھی لیکن تکلیف میں بھی خود کو مضبوط ثابت کرنا وہ خوب جانتا تھا۔میر ال شاہ نے اسکے گریبان پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتے اسے خود کے مزید نزدیک کیا تھا۔۔حازق خان کے ماتھے پہ آج پہلی بار کسی لڑکی کی قربت سے پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔۔

مجھے پاگل بنانے کی ضرورت نہیں ہے!! یہ معمولی زخم نہیں ہے!! اتنا خون صرف گولی لگنے کی وجہ سے ہی بہہ سکتا ہے!! ۔۔۔۔وہ غرائی تھی۔۔

مجھے گولی لگے یا کوئی ٹکڑے ٹکڑے کر دے میرے!! تمہیں مجھ سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئیے!!۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتا اپنے دھڑکتے دل کی پکار نظر انداز کرتا اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹا گیا لیکن اگلے ہی پل پیٹ میں ایک دفعہ پھر سے درد کی لہر اٹھی تھی، حازق خان کی کراہ بے ساختہ تھی۔۔میر ال شاہ جو اسکے الفاظ پہ اسے نم نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اسے کراہتے دیکھ کے اپنا ہاتھ پھر سے اسکے پیٹ پہ رکھتے اسکا زخم ٹٹولنے لگی۔اسکے نازک ہاتھ اپنے پیٹ پہ محسوس کرتے حازق خان کی جان ہوا ہو رہی تھی۔۔

ہاتھ ہٹاؤ میر ال شاہ!!۔۔۔۔۔وہ نقاہت زدہ آواز میں بولا تھا، وہ اس سے زیادہ نہیں بول سکتا تھا اسکا خون بہتا جا رہا تھا۔۔اسکے خون کو بل بل بہتے دیکھ کے میر ال شاہ کو جب کچھ نہ سوجھا تو گلے سے دوپٹا نکال کے اسکے پیٹ کے گرد باندھنے لگی۔۔

تم نے اپنا دوپٹا کیوں اتارا؟؟۔۔۔وہ غصے سے بولا تھا، آواز ہنوز نقاہت زدہ تھی۔۔

یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے!! پیسنجر سیٹ پہ چلو مجھے ڈرائیونگ کرنی ہے!!۔۔۔اسکے پیٹ کے گرد دوپٹا باندھ کے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔۔

میں اپنی گاڑی خود ڈرائیو کر سکتا ہوں !!

U can go

وہ سپاٹ انداز میں بولتا اسکا دوپٹا اپنے پیٹ سے ہٹانے لگا جب وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسکے پھولے بائیسیپ پہ زور سے اپنے نازک ہاتھوں کا دباؤ ڈالتی اسے آگے کی طرف کھسکانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

بولا تم سے جا نہیں رہا اور بات کر رہے ہو گاڑی ڈرائیو کرنے کی؟؟ اگر تم اگلے ایک منٹ میں پیسنجر سیٹ پہ نہ بیٹھے تو نتیجے کے زمہ دار تم خود ہو گے میجر خان!!!۔۔۔وہ جب اسے آگے کی طرف دھکیلتی تھک گئی اور وہ ایک انچ بھی دور نہ ہوا تو وہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے اسے وارن کرتی اپنی پوری قوت سے غرائی تھی۔اسکا خون بہتا جا رہا تھا لیکن اس انسان کو تو جیسے اپنی جان کی کوئی فکر ہی نہیں تھی۔۔اسکی تکلیف اسکی خون سے لتھڑی شرٹ دیکھ دیکھ کے میر ال شاہ کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

ورنہ کیا کرو گی تم؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے دھمکی دینے پہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔وہ آخر کیوں اسکے معاملے میں انٹرفیئر کر رہی تھی؟

ورنہ؟ ورنہ میں تمہاری گود میں بیٹھ کے ڈرائیو کر لوں گی!!۔۔۔وہ اسکے چہرے کے پاس اپنا چہرہ لاتی بے حد بے باکی سے بولتے ہوئے حازق خان کا چہرہ سرخ کر گئی۔اسکے سرخ ہوتے گالوں کو دیکھ کے میر ال شاہ نے اتنی سیریس سیچویشن میں بھی اپنی امڈتی ہنسی پہ بمشکل قابو پایا تھا۔۔

شٹ اپ!!!!۔۔۔۔وہ تذبذب کا شکار ہوتے غرایا تھا۔۔

Just thirty seconds more, otherwise I swear to God I will mean it

وہ مضبوط لہجے میں بولتی اپنا چہرہ اسکے مزید نزدیک کرتی اسکے سرخ چہرے کو بے حد قریب سے دیکھنے لگی۔۔میر ال شاہ کی بے باکی پہ حازق خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔اسے سرخ پڑتے دیکھ کے وہ اس سے فاصلے پہ ہوتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔۔اسکی گاڑی میں ویسے ہر روز فرسٹ ایڈ باکس ہوتا تھا لیکن اس نے ابھی کل

ہی اپنی گاڑی اندر اور باہر سے کلین کروائی تھی اسی لئے فرسٹ ایڈ باکس واپس رکھنا بھول چکی تھی۔۔ میر ال شاہ اپنی گاڑی سے اپنا والٹ اور فون نکال کے اپنی گاڑی لاک کرتی پھر سے اسکی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی، حازق خان جو کب سے اسے الجھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اسے پھر سے اپنی گاڑی کی طرف آتے دیکھ کے اس نے تیزی سے اپنی سیٹ کی پوزیشن ٹھیک کرتے اپنی گاڑی سٹارٹ کرنی چاہی تھی جب میر ال شاہ اسکی طرف کا دروازہ کھول کے "پچ پچ" کی آواز نکالتی نفی میں سر ہلا کے گاڑی کی چابی پہ موجود اسکے مضبوط ہاتھ پہ اپنا نازک ہاتھ رکھتی اپنے کہے کے مطابق اسکی گود میں بیٹھنے ہی والی تھی جب وہ اپنے پیٹ کا درد نظر انداز کرتا تیزی سے پیسنجر سیٹ پہ شفٹ ہوا تھا۔۔ اسکی اتنی تیزی میر ال شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

تمہیں ایک نامحرم کے ساتھ ایسی باتیں اور حرکتیں کرتے بلکہ شرم نہیں آئی؟؟۔۔۔وہ تپے ہوئے لہجے میں غرایا تھا۔۔

نہیں تو!! جب کل کو ہم نے محرم ہی بننا ہے تو تھوڑی سی بے شرمی دیکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں!!۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کر کے بے باکی سے بولتی اپنی طرف کا دروازہ بند کر کے تیزی سے گاڑی سٹارٹ کرتی روڈ پہ دوڑا گئی۔۔ واٹ؟؟؟؟؟۔۔۔۔حازق خان اسکے جواب پہ ناسمجھی سے بلند آواز میں بولا۔۔وہ اسکے الفاظ کو سمجھ کے بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔۔

یس مائے سر تاج!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنا بائیاں ہاتھ اسکی طرف بڑھا کے اسکا سرخ گال زور سے بچوں کی طرح کھینچتی گاڑی کی رفتار بڑھا گئی، حازق خان نے منہ کھولتے ہوئے جلدی سے اسکا ہاتھ اپنے گال سے دور کیا تھا۔۔ البتہ اسکے لفظ سر تاج پہ کافی عرصہ پہلے کا بیکری کا واقعہ اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا۔ تب وہ دونوں کتنے الگ تھے؟ آج والے میر ال، حازق میں اور اس روز والے نقلی میجر اور میک اپ کی دکان کی کتنا فرق تھا؟؟ میر ال شاہ بھی وہی سب سوچ رہی تھی جو حازق خان سوچ رہا تھا۔ اس وقت گاڑی میں مکمل خاموشی ہو چکی تھی، میر ال شاہ بظاہر تو تیز رفتار گاڑی چلا رہی تھی لیکن اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔۔

تم نے مجھے بہت اگنور کیا ہے! اتنا اگنور مجھے آج تک کسی نے نہیں کیا جتنا میجر خان تم نے کیا ہے!!۔۔۔میر ال شاہ ناچاہ کے بھی یہ خاموشی توڑتی شکوے سے بولی تھی۔۔

تم نے بھی تو مجھ پہ شہسوار شاہ کو فوقیت دی ہے!!۔۔۔۔جواب فٹ سے آیا تھا، حازق خان شاید جوابا شکوہ نہ کرتا لیکن اس وقت تکلیف کی شدت سے وہ اپنا سر سیٹ کی پشت سے لگاتے نقاہت زدہ آواز میں غائب دماغی سے بولا تھا۔۔

شروعات تم نے کی تھی!!۔۔۔۔میرال شاہ دھیمی آواز میں بولتی ایک نظر اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔اس کو اس شکوہ نا جانے کیوں اچھا لگا تھا یعنی وہ شہسوار شاہ سے جیلس ہوا تھا؟ وہ جوابا خاموش رہا، تکلیف اب برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔۔۔

کیا تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکی تکلیف محسوس کرتی شکوے چھوڑ کے پھر سے فکر مندی سے بولی تھی۔۔

نہیں یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت کم ہے جب تم نے مجھ سے پرسے نگاہیں پھیر کے ہر کسی کو اپنی نظروں کا مرکز بنایا تھا۔۔یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت کم ہے جب تمہارے اس واحیات ساڑھی میں ملبوس سراپے پہ تمام غیر مردوں نے اپنی حباثت سے بھرپور نگاہیں گاڑی تھیں!! یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت کم ہے جب تم میرے نزدیک کھڑی مجھے اگنور کرتے ہوئے شہسوار شاہ کے ساتھ قہقے لگا رہی تھی!!۔۔۔۔وہ اذیت سے شکوے کرتا اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔۔وہ اس سے شکوے کیوں کر رہا تھا وہ نہیں جانتا تھا لیکن پچھلی تین راتیں جس طرح سے اس نے جاگ کے گزاری تھیں جس طرح سے وہ اسکی اگنورینس پہ انگاروں پہ لوٹا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔اسی لئے اب نا چاہتے ہوئے بھی اس سے شکوے کر رہا تھا۔اسکی بھاری آواز کو تکلیف کی شدت سے مزید بھاری ہوتے محسوس کر کے میرال شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا وہ اپنے چند جملوں سے اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

شکووں کی لسٹ میرے پاس بھی ہے نقلی میجر!! فرصت سے تمہارے گوش و گزار کروں گی! ابھی ہاسپٹل جانا کافی ضروری ہے!!۔۔۔وہ اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتی نپے تلے انداز میں بولتی ونڈ سکرین کی طرف دیکھنے لگی۔۔حازق خان خاموش رہا، اسے اس وقت خاموشی سکون دے رہی تھی۔۔وہ دونوں آج ایک دوسرے سے یوں شکوے کر رہے تھے جیسے بریک اپ کے مارے ہوں! وہ دونوں خود نہیں جانتے تھے کیونکہ ایک دوسرے سے شکوے کر بیٹھے ہیں؟؟

میری جان ابھی بھی یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟؟ ابھی بھی کمرے میں بند رہتا ولیمہ ہم سب خود ہی پیچھے سے کر لیتے! تو نے کمرے سے نکل کے خود کو تکلیف کیوں دی؟؟۔۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ کمرے میں داخل ہی ہوا جب آئینے کے سامنے کھڑا رایان خان ہیئر برش اسکی طرف پھینکتا دانت پیستے ہوئے غرایا تھا۔۔وہ کل رات دو بجے کا یہاں سے گیا ابھی رات سات بجے ان کے پاس لوٹا تھا۔۔زوریز شاہ نے بروقت ایک سائیڈ پہ ہوتے ہیئر برش سے اپنا بچاؤ کیا تھا جو دروازے کے ساتھ لگ کے دو حصوں میں ٹوٹتا زمین پہ گرا تھا۔۔

اوا چھا تو مطلب میں جاؤں؟ میں صرف تم لوگوں سے یہی پوچھنے آیا تھا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟؟۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنے بلیک ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کے کھڑا ہوتا ان سب کو ایک نظر دیکھ کے مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا، وہ جانتا تھا اس نے صبح سے انہیں ایک منٹ کی بھی کمپنی نہیں دی اسی لئے اس پہ تپے نظر آرہے ہیں۔۔

ہمیں تو نہیں البتہ تجھے اسکی اشد ضرورت ہے!!۔۔۔اسے خود کو مہمانوں کی طرح ٹریٹ کرتے دیکھ کے رایان خان اسکی طرف بڑھتا زور سے اسکے بال پہ مکا جھڑتے دبی دبی آواز میں دانت پیس کے غرایا تھا۔۔زوریز شاہ نے کراہتے ہوئے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا تھا۔زوریز شاہ کی اتنی خاطر تواضع پہ ان سب کے دوستوں کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

اوقات پہ واپس آجا!! یہ وہی کمرہ ہے اور ہم وہی لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھ کے تو پچھلے تین دن تک اپنی رخصتی کا رونا روتا کسی کو سونے نہیں دے رہا تھا! کہاں دفعہ ہو گیا تھا آج؟؟!۔۔۔۔رایان خان نے اسے ہوش دلاتے ہوئے غصے سے اسکی غیر موجودگی کے بارے استفسار کیا تھا۔وہ صبح سے اسکے اور اپنی بیوی کے بغیر بور ہو رہا تھا کیونکہ رایان خان کی بیوی اس سے بری طرح سے ناراض ہو چکی تھی، وہ پچھلے تین دنوں سے سوات نہیں گیا تھا، وشہ خان کا ناراض ہونا بنتا تھا۔۔زوریز شاہ نے اپنے گال سے ہاتھ ہٹا کے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اسکی ٹانگ پہ اپنی ٹانگ ماری تھی، رایان خان نے بمشکل خود کو زمین بوس ہونے سے روکا تھا وہ اسکے اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔۔

اتنے دنوں بعد نیند پوری ہوئی ہے تم لوگوں کے دوست کی لیکن مجال ہے جو یہ جیلسی فیکٹر ختم ہو گیا ہو تم سب میں سے!! اب تم لوگوں کی بیویاں یہاں نہیں ہیں تو کیا کروں میں؟؟ کہاں سے لا کے دوں؟ زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر کے شوخیاں مار کے بولتا ہوا آئینے کے سامنے جا کے کھڑا ہوتا ان سب کو جلا رہا تھا۔۔اس وقت

کمرے میں موجود سب کا مرکز زوریز شاہ تھا۔۔ ارزم شاہ، کاظم شاہ اور احان شاہ اس وقت یہاں نہیں تھے البتہ ان سب کے دوست یہی پہ موجود تھے۔۔ ان سب کو اپنی طرف دیکھتا ہے کے زوریز شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے اپنی بلیک ٹی شرٹ کے گلے پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ انہیں مزید سلگانے کے لئے اپنی شرٹ اتارنے والا تھا جب ان سب کو ایک نظر میں اپنے سینے کا نظارہ کرواتا پھر سے شرٹ نیچے کر گیا۔۔

افف!! یار اے سی آن کر دو! ایک تو تم بچوں کے سامنے شرٹ بھی نہیں اتار سکتا اور گرمی تو حد سے زیادہ لگ رہی ہے!!۔۔۔ ان سب کو سٹپٹانے پہ مجبور کر کے ان کے سرخ چہرے دیکھتا وہ صوفے پہ گرنے کے انداز میں لیٹتا ہوا رایان خان سے یوں مخاطب ہوا تھا جیسے وہ اسکا ملازم ہو۔۔ رایان خان کے دل میں آگ لگی تھی ان سب کو ان کی بیویوں سے الگ کروا کے انہیں اپنی قسم دے کے یہاں پہ رکواتا وہ اب ایک دن کا رخصت شدہ شوہر انہیں اپنی بے باکیوں سے جلا رہا تھا؟؟ صد شکر تھا اس نے اپنی پوری شرٹ نہیں اتاری تھی ابھی تو صرف سب کو ایک ہی نظر اپنے سینے کا نظارہ کروایا تھا جو وہ سب سرخ چہرہ لئے اس پہ تکیوں کی برسات کر رہے تھے اگر جو وہ پوری شرٹ اتار کے دور پھینک دیتا تو یقیناً ان سب نے جلتے بھڑکتے ہوئے اسے اٹھا کے کمرے سے باہر پھینکنا تھا کیونکہ زوریز شاہ کے شرٹ لیس چوڑے سینے پہ جگہ جگہ دانتوں اور ناخنوں کے نشان موجود تھے لیکن سب صرف ایک ذرا سی جھلک ہی دیکھ پائے تھے۔۔

میں تیرا منہ توڑ دوں گا شاہ!!!!۔۔۔ اسکے الفاظ کے زو معنی مطلب کو سمجھتے رایان خان جلتے بنتے غرایا تھا۔۔

افف!! جان ناراض مت ہوں! اے سی آن کریں!! رات سے بہت گرمی۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اسے معصومیت سے دیکھ کے مزید زو معنی الفاظ بولتے اپنا جملہ مکمل کرتا جب رایان خان نے غصے سے اپنا آئی فون اٹھا کے اسکے سینے پہ مارا تھا۔۔

اٹھو سب!! اسے سرد خانے میں چھوڑ کے آئیں تاکہ اسکی ساری گرمی ختم ہو جائے!!۔۔۔ رایان خان دانت کچکچا کے بولتا اپنے سب دوستوں سے مخاطب ہوا تھا جو پہلے ہی اس پہ تپے ہوئے تھے اور رایان خان کا اشارہ ملنے کی دیر تھی جب سب ہلا بولتے ہوئے اپنی جگہوں سے اٹھتے اسکی طرف بڑھے تھے، زوریز شاہ نے سہمی ہرنی کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ان سب کو ہری آنکھیں ٹپٹپا کے دیکھا تھا۔۔ آج اسکی آنکھ کی کمان کے تل کی چمک ہی الگ تھی کیونکہ اسکی

بیوی کئی بار اسکے تل پہ اپنے لب رکھ چکی تھی، ابھی اسے کمرے سے نکالنے سے پہلے وہ اسے لائٹ سی لپ اسٹک لگا کے بھیجنا نہیں بولی تھی، لپ اسٹک بالکل نیچرل تھی، زرا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنے نچلے لب کے زخم پہ لپ اسٹک لگا کے آیا ہے!! وہ واحد شوہر تھا جس نے اپنا ولیمہ اٹینڈ کرنے کی خاطر اپنے لبوں پہ موجود بیوی کا غصے میں دیا گیا زخم لپ اسٹک سے چھپایا تھا۔۔ اور یہ لپ اسٹک لگواتے ہوئے بھی اس نے کتنے ڈرامے کئے تھے یہ صرف اسکی بیوی جانتی تھی جسے اس نے پل پل اپنی بے باکیوں سے بھوکھلایا تھا۔۔

جان آ۔۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ معصومیت سے رایان خان کو مخاطب کرتا جب اسکے سب دوستوں نے اسے کندھوں اور ٹانگوں سے اٹھا کے کمرے سے کچھ دوری پہ موجود پول میں پھینکا تھا۔ پول کا پانی ٹھنڈا برف تھا۔

جان اب جب تک آپ کی گرمی ختم نہیں ہو جاتی! اس میں پانی والا ڈانس کریں!!۔۔۔۔ رایان خان اپنے ہاتھ جھاڑتا گال کھنکھار کے بولتے اسے آنکھ ونک کر گیا۔ زوریز شاہ نے پانی سے اپنا چہرہ باہر نکالتا اپنے بھورے بال ماتھے سے پیچھے کرتے انہیں شدید غصے سے گھورا تھا۔۔ کاظم شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ جو اسی طرف آ رہے تھے زوریز شاہ کی اتنی عزت پہ ان تینوں کا مشترکہ قہقہہ ہوا میں گونجا تھا۔

تم گاڑی سے نہیں نکلو گی!! میں اپنی بینڈ یج خود کروالوں گا!!۔۔۔ گاڑی جب ہاسپٹل کی پارکنگ میں آ کے رکی تو میر ال شاہ کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کے وہ اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا ایک ایک لفظ چبا کے لہو رنگ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔۔

کیوں میں کیوں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی؟؟۔۔۔ میر ال شاہ نے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

تمہارے وجود پہ دوپٹا نہیں ہے!! تم یہاں سے ہلو گی بھی نہیں!!۔۔۔ وہ اسکے سراپے کی طرف دیکھے بنا غصے سے بولا تھا۔ تکلیف کی وجہ سے اب چرچراہٹ سی ہو رہی تھی۔

کیوں؟ آج پہلی بار دوپٹے کے بغیر دیکھ رہے ہو مجھے؟؟ باہر نکلو! خون زیادہ بہہ رہا ہے!!۔۔۔ وہ سر جھٹک کے تاصف سے بولتی ہوئی پھر سے اپنی طرف کا دروازہ کھولنے والی تھی جب وہ اسکے بازو پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

پہلے کی بات الگ تھی کیونکہ پہلے تم اپنے راستے سے آتی تھی اور میں اپنے راستے سے!! آج اگر ہم دونوں ایک ہی راستے سے ایک ساتھ ہاسپٹل میں انٹر ہوں گے !تو ایک پٹھان کے پہلو میں چلتی ایک بے پردہ لڑکی کو دیکھ کے سب مجھ پہ لعنت بھیجنے کے سوا اور کچھ نہیں کریں گے !! اسی لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے یہاں ٹک کے بیٹھی رہو!!۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔ آنکھوں کی سرخی نے شدت پکڑی تھی۔۔اسکے الفاظ سننے کے بعد میر ال شاہ کے دماغ میں کل کے کاظم شاہ کے بولے گئے الفاظ گونجے تھے۔وہ گہری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

ٹھیک ہے جاؤ تم اکیلے !! ۔۔۔۔وہ گہری سانس بھرتی نارمل انداز میں بولی تھی۔۔حازق خان نے دانت کچکچائے تھے وہ ایک منٹ میں اسکی سائیکی جان چکا تھا،وہ اسکے کچھ قدم بڑھاتے ہی یقیناً اسکے شانہ بشانہ کھڑی ہو گی،حازق خان نے اسکا بازو چھوڑتے ہوئے بیک سیٹ پہ اپنا ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا لیکن کھینچ لگنے کی وجہ سے پیٹ کا زخم ایک دفعہ پھر سے دکھا تھا،دوپٹا باندھنے کی وجہ سے خون کم بہہ رہا تھا لیکن تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔۔

کیا چاہئیے ؟؟ مجھے بتاؤ؟خود کو کیوں تکلیف دے رہے ہو؟؟۔۔۔اسے ہاتھ پیچھے کی طرف بڑھاتے دیکھ کے میر ال شاہ اسکے ہاتھ کو واپس سے آگے کی طرف کرتی فکر مندی سے بولی تھی۔

بیک سیٹ پہ میری اجرک پڑی ہے !! وہ خود پہ اوڑھو!! اگر تم میری اجرک لئے بغیر اس گاڑی سے باہر نکلی تو پہلے تمہارا علاج کروں گا اور پھر اپنا علاج کروانے اندر جاؤں گا!!۔۔۔۔وہ مضبوط لہجے میں اسے وارننگ دیتا ہوا گاڑی سے باہر نکلا تھا وہ جانتا تھا وہ اپنی مرضی کی مالک اسکے ساتھ اندر ضرور جائے گی۔۔میر ال شاہ اسکے ایک دفعہ کہنے پہ بیک سیٹ سے اسکی اجرک نکال کے خود پہ اوڑھتی تیزی سے گاڑی سے باہر نکلی تھی۔۔حازق خان اسے اپنی اجرک میں دیکھ کے حیراں ہوا تھا۔وہ اتنی جلدی اسکی بات مان گئی تھی؟؟ کیسے ؟؟

اب ٹھیک ہے؟ یا مزید اپنے پٹھان ہونے کا کوئی ثبوت دینا چاہتے ہو؟؟۔۔وہ اسکے کندھے کے ساتھ اپنا کندھا ملا کے کھڑی ہوتی آئیبرو اٹھا کے بولی تھی۔۔حازق خان اس پر سے اپنی نگاہیں نہ ہٹا سکا! وہ اسکی اجرک میں کافی اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔۔

سر ڈھکو!!۔۔۔۔حازق خان نے بمشکل اس پر سے نگاہیں ہٹا کے قدم بڑھاتے ہوئے مزید ایک حکم دیا تھا، چلنا مشکل تھا لیکن آج تک وہ اتنے زخم کھا چکا تھا کہ اگر بدن زخموں سے چور بھی ہو جائے تو وہ اپنی مدد آپ کے تحت چل سکتا تھا۔۔

لو ڈھک لیا!! اور کچھ ؟؟۔۔۔۔میر ال شاہ ایک دفعہ پھر سے ایک ہی بار میں اسکا حکم مانتی اسکی اجرک سے اپنا ڈر ڈھکتی اسکی دھڑکنیں منتشر کر گئی۔۔اسکا سرخ و سفید چہرہ اس وقت حازق خان کو بری طرح سے اٹریکٹ کر رہا تھا۔وہ ڈھکے سر میں کتنی پیاری لگ رہی تھی کوئی حازق خان سے پوچھتا تو وہ شاید پوری کتاب اسکی تعریف بیان کرتے ہی لکھ دیتا۔۔

چہرہ بھی ڈھک لو؟!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ اب روعب دار نہیں بلکہ گھمبیر ہوا تھا۔وہ دل میں آئی بات زبان پہ لے آیا تا کہ اسکا خوبصورت چہرہ کسی دوسرے کی نگاہوں کا مرکز نہ بن سکے۔۔

زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دباتی نچلا لب ہونٹوں میں دبا کے بولتی اسکے بازو کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتی آگے کی طرف بڑھنے لگی۔۔حازق خان نے اب کی بار اسے فورس نہیں کیا تھا، اس نے اپنے بازو سے اسکے ہاتھ ہٹانے چاہے تھے کیونکہ وہ پبلک پلیس میں اسکی اتنی نزدیکی پہ کنفیوز ہو رہا تھا لیکن وہ اسکے بازو سے اپنی گرفت ہٹانے کی بجائے مزید مضبوط کر گئی۔۔وہ دونوں اب اندر کی طرف بڑھ رہے تھے، یہ کسی معجزے سے کم نہیں لگ رہا تھا کہ وہ دونوں خاموشی سے ایک ساتھ چل رہے تھے کیونکہ وہ دونوں جب بھی ساتھ ہوتے تھے اپنے ایکشنز سے تباہی لاتے تھے لیکن آج وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے خاموشی سے تباہی مچا رہے تھے۔۔وہ دونوں اس وقت بے حد پیارے لگتے ہر کسی کی نظروں کا مرکز بن رہے تھے۔۔

میل ڈاکٹر کو بھیجیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اس وقت ہاسپٹل کے بیڈ پہ نیم دراز تھا جبکہ میر ال شاہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی فی میل ڈاکٹر سے دانت کچکچا کے مخاطب ہو رہی تھی۔فی میل ڈاکٹر نے تھوک نگلتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت کوئی شیرنی سی معلوم ہوئی تھی۔۔اسکے سلگتے لہجے پہ حازق خان نے آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میم! اس وقت کوئی بھی میل ڈاکٹر فری نہیں ہیں! اس وارڈ میں اس وقت زیادہ تر فی میل ڈاکٹرز ڈیوٹی پہ ہیں! باقی میل ڈاکٹرز آپریشن تھیٹر میں موجود ہیں!!۔۔۔فی میل ڈاکٹر گلہ کھنکھاڑتے ہوئے متوازن لہجے میں بولی تھی۔

میر ال شاہ نے دانت پیسے تھے، حازق خان کی حالت خراب ہو رہی تھی وہ مزید ڈیلے نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لئے خاموش ہوتی آنکھیں گھما گئی۔۔اسکے آنکھیں گھمانے پہ وہ ڈاکٹر کندھے اچکاتے ہوئی حازق خان کی طرف بڑھی تھی۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے آنکھیں موندی تھیں۔۔وہ ڈاکٹر میجر خان کی شرٹ پہ ہاتھ رکھنے ہی والی تھی جب میر ال شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے خود ہی حازق خان کی خون سے لتھڑی سفید شرٹ بے حد ضبط سے اوپر کی تھی، اسکا زخم دیکھتے ہوئے آنکھیں ایک دفعہ پھر سے نم ہوئی تھیں، وہ اپنی پلکیں جھپکتے ہوئے آنسوؤں پہ قابو پانے لگی۔ حلق میں کب سے آنسوؤں کا گولا سا اٹکا ہوا تھا۔۔میر ال شاہ کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے حازق خان نے اپنی نیلی آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

بنا ٹچ کئے ٹریٹ کریں!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ سپاٹ انداز میں بولتی حازق خان کے زخم سے نگاہیں ہٹا گئی، وہ حازق خان کی نظریں خود پہ محسوس کر کے بھی اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔۔اسے پوزز یسو ہوتے دیکھ کے وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔۔ڈاکٹر نے ایک نظر میر ال اور دوسری نگاہ خوبصورتی کے شاہکار حازق خان پہ ڈال کے سر جھٹکتے ہوئے اسکا زخم ٹٹولا تھا۔۔میجر حازق خان کو یہاں کون نہیں جانتا تھا؟ لیکن ہاں اسکے ساتھ کھڑی میر ال شاہ کو دیکھ کے ڈاکٹر اپنی حیرانگی پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، خیر وہ حازق خان کو ٹچ کئے بغیر اپنے اوزاروں سے اسکی بلٹ نکالنے لگی، میر ال شاہ کا کلیجہ منہ کو آیا تھا، آنکھوں سے آنسو خود بخود لڑکی کے عارضوں پہ گرے تھے جنہیں وہ اگلے ہی پل نامحسوس انداز میں صاف کر گئی لیکن حازق خان اسکے آنسو دیکھ چکا تھا۔وہ آج پل پل اسکے لئے اپنی نگاہیں نم کرتی حازق خان کو بہت سی امیدوں سے وابستہ کر رہی تھی۔۔اسکا خود کے لئے رونا، فکر مند ہونا، پوزز یسو ہونا۔۔وہ اسکا ایک ایک تاثر غور سے نوٹ کر رہا تھا۔ گولی نکلتے ہی حازق خان کی بجائے میر ال شاہ کی دلخراش چیخ کمرے میں گونجی تھی جس پہ حازق خان اور ڈاکٹر دونوں نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں پہ دونوں ہاتھ رکھ چکی تھی۔ میر ال شاہ کا دل تیزی سے دھک دھک کر رہا تھا۔۔حازق خان کی تکلیف اسے اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

تم چلو!! میں آرہاہوں!!۔۔۔۔اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھاوہ ضرور رو رہی ہے، اسکے پھر سے رونے پہ حازق خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اسے اسکے رونے سے تکلیف محسوس ہوئی تھی اسی لیے مدھم آواز میں نرمی سے اس سے مخاطب ہوا تھا جس پہ وہ نفی میں سر ہلا کے اپنا رخ اسکی طرف سے جوڑتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی ہوئی ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں خود بینڈیج کر لیتی ہوں! آپ میڈیسن لکھیں!!۔۔۔۔۔میرال شاہ اس ڈاکٹر کے ہاتھ سے بینڈیج پکڑتی سپاٹ انداز میں بولی تھی۔ڈاکٹر نے ہکا بکا ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا پھر اپنی حیرانگی پہ قابو پاتی سر ہلاتے ہوئے ان سے دور ہو گئی۔۔حازق خان کی نگاہوں کا مرکز ہنوز میرال شاہ کا رویا رویا چہرہ تھا، وہ اسکے نزدیک بیٹھتی گہری گہری سانسیں بھرتے ہوئے اسکی چہرے کی طرف دیکھے بغیر اسے بینڈیج کرنے لگی، وہ پروفیشنل انداز میں اسے بینڈیج کر رہی تھی، بینڈیج کرنا میرال شاہ نے مرحاشاہ سے خود سیکھی تھی۔۔

تم۔ تمہیں۔۔درد تو نہیں ہو رہا؟؟۔۔۔وہ اسکی نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتی اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی نرمی سے استفسار کرنے لگی۔۔

(درد؟؟ درد کیا ہوتا ہے؟؟ کیا تمہارے ہاتھوں کے لمس کو محسوس کرنے کے بعد بھی کوئی درد باقی رہ سکتا ہے!؟۔۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے دل میں خود سے مخاطب ہوا تھا) ابھی ان دونوں میں سے مزید کوئی کچھ بولتا جب میرال شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔وہ اسکی بینڈیج کو ٹھیک سے باندھتی ہاتھوں کو ٹشو سے صاف کر کے فون دیکھنے لگی۔ مرحاشاہ کی کال تھی۔کال پس کرتے ہوئے اس نے کان سے لگاتے ڈاکٹر کے ہاتھ سے دواؤں کا پرچہ پکڑتے ان پہ اپنی نگاہیں دوڑائی تھیں۔۔

میری جان بس آرہی ہوں! اگلے پندرہ منٹ میں میں تمہارے پاس ہوں گی!!۔۔میرال شاہ نے مرحاشاہ کی باتیں سننے کے بعد نرمی سے مسکرا کے جواب دیا تھا۔۔حازق خان خود ہی بیڈ سے کھڑا ہوتا اب اپنا جوتا پہن رہا تھا۔۔میرال شاہ نے اسکا بازو تھاما تھا۔۔حازق خان کو اس نازک سے سہارے کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن وہ پھر بھی اسکا ہاتھ خود سے دور نہ ہٹا پایا۔۔

ٹریفک تھی بابا اور ذائشہ کو تیار کر دیا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ مسکرا کے مرحا شاہ کو جواب دینے کے ساتھ ساتھ سوال کرتی حازق خان کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھی تھی۔ ذائشہ کے نام پہ حازق خان کے قدم خود بخود رکے تھے۔۔میر ال شاہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا جب وہ نفی میں سر ہلاتا اپنی آنکھوں کو میچ کے کھولتے ہوئے پھر سے چلنے لگا۔۔دوسری طرف کی بات سن کے میر ال شاہ الوداعی کلمات کہتی فون رکھ گئی۔۔وہ دونوں اب راہداری کی طرف آ چکے تھے جب حازق خان نے گلے کھنکھاڑتے ہوئے خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کیا تھا۔۔

ذائشہ کون ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے لاپرواہی سے استفسار کرتے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا، گاڑی کی طرف بڑھتی میر ال شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا ایک پٹھان ہوتے ہوئے تمہیں یہ سوال ذیب دیتا ہے؟؟۔۔۔میر ال شاہ نے جواب دینے کی بجائے سوال کرتے ہوئے اسے لاجواب کیا تھا۔۔حازق خان نے اپنی بیئر ڈپہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب سپاٹ انداز میں گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ رہی تھی۔۔

میں خود ڈرائیو کر لیتا ہوں!! اب میں کافی بہتر ہوں!!۔۔۔۔حازق خان بات گول کرتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا تھا۔۔

چپ چاپ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھو!!۔۔۔وہ روعب جھاڑتی ہوئی گاڑی سٹارٹ کر کے اپنی طرف کا دروازہ بند کر گئی۔۔یہ روعب اس پہ سوٹ بھی کرتا تھا اس بات کا اقرار حازق خان نے دل میں کیا تھا۔۔وہ نا جانے کیوں آرام سے اسکی بات مانتا پیسنجر سیٹ پہ بیٹھتا گاڑی کا دروازہ بند کر رہا تھا جب میر ال شاہ کے آواز اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے۔۔

زائشہ جس ضدی اور سر پھرے انسان کی بیوی ہے نا اگر وہ تمہارے منہ سے اپنی بیوی کا نام سن لیتا تو تمہارے ہونٹ جلا دیتا!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اسے ڈرانے کی ناکام کوشش کرتے ناک چڑھاتے ہوئے گاڑی روڈ پہ دوڑائی تھی۔۔

کیوں ایسے کون سے ڈائناسور کی بیوی ہے وہ؟؟۔۔۔۔حازق خان نے بظاہر تو استہزایا انداز میں سوال کیا تھا لیکن اس کا جواب وہ واقعی ہی سننا چاہتا تھا۔۔اسکے منہ سے ڈائینا اور کا لفظ سنتے میر ال شاہ نے بمشکل مسکراہٹ روکی تھی۔۔

The one and only Syed Arzam Shah

میر ال شاہ نے مدھم سا مسکراتے ہوئے ڈائینا سور کا تعارف کروایا تھا۔۔حازق خان نے بے ساختہ نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے کچلا تھا۔۔یعنی جیسا وہ سوچ رہا تھا بالکل ویسا ہی تھا؟؟ لیکن ایسا کیوں تھا؟ ایسا نہیں ہونا چاہئیے تھا!! ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟؟ حازق خان نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے غصے سے سوچا تھا۔۔وہ ہنکارا ابھرتا میر ال شاہ کی طرف دیکھے بغیر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔اس وقت اسکا دماغ بہت سی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔۔۔

وہ کافی دیر تک انہی سب الجھنوں کا شکار تھا جب میر ال شاہ نے گاڑی کو زور سے بریک لگائی تھی۔۔زور سے بریک لگانے کی وجہ سے وہ خیالوں کی دنیا سے واپس لوٹا تھا۔۔گاڑی کو اپنے مینشن کے باہر کھڑے دیکھ کے اسکی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے حیرانگی سے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

تم میرے گھر کے متعلق کیسے جانتی ہو؟؟۔۔۔حازق خان نے حیرانگی سے استفسار کیا تھا۔

یہ فضول باتوں کا وقت نہیں ہے! جلدی سے گاڑی سے باہر نکلو میرا بہن کا ولیمہ سٹارٹ ہونے والا ہے!!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی اسکے قریب ہوتے ہوئے جھک کے اسکی طرف کا دروازہ کھولنے لگی، حازق خان کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے اسکے خوبصورت چہرے کی طرف ٹکی تھی، وہ ہنوز اسکی اجرک لئے ہوئے تھی۔

کیا تم اکیلی واپس جاؤ گی؟؟۔۔۔حازق خان کو اسکی فکر ہوئی تھی شاید۔۔۔

Obviously

میر ال شاہ کانفیڈنٹ انداز میں بولتی اس سے دور ہوئی تھی۔۔

میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں!!۔۔۔۔حازق خان سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

Oh plzz!! Come on

میں آج پہلی دفعہ رات کے اس وقت ہویلی سے باہر نہیں نکلیں ہوں! تم جاؤ ریسٹ کرو! میں چلی جاؤں گی اور تمہاری یہ گاڑی کچھ دیر کے لئے رینٹ پہ لے رہی ہوں! وہ الگ بات ہے تمہیں رینٹ نہیں ملے گا!!۔۔۔۔۔

میر ال شاہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی تھی۔۔وہ اسکی مسکراہٹ میں کھو گیا۔۔

میں بھی وہی پہ چل رہا ہوں!! اگر میں شاہ کے ولیمے میں شامل نہ ہوا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا!! تم اکیلی نہیں جاؤ گی!!۔۔۔حازق خان کا لہجہ حتمی تھا۔۔

تم ٹھیک نہیں ہو تمہیں ریسٹ کرنی چاہئیے!! میں تمہاری طرف سے زوریز سے ایکسکیوز کرلوں گی!!۔۔۔۔۔میرال شاہ فکر مندی سے گویا ہوئی تھی۔۔

اوو پلیز تم میری اتنی فکر مندی کرتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی!! اور تم اس سب کے بارے میں شاہ کو نہیں بتاؤ گی!! میں نہیں چاہتا اس کا فنکشن خراب ہو!!۔۔۔حازق خان آنکھیں گھما کے بولا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت کافی الگ ٹون میں بات کرتے ایک دوسرے سے جھجک رہے تھے۔۔

Okay as u wish

میرال شاہ کو جب اسکا لہجہ ختمی محسوس ہوا تو وہ کندھے اچکا کے اسکی بات مان گئی، البتہ اسکے پہلے جملے کا جواب وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ اسکی حد سے زیادہ فکر کیوں کر رہی ہے؟

تم پانچ منٹ میرا انتظار کرو!! تم اکیلی واپس نہیں جاؤ گی!!۔۔۔وہ گاڑی سے نکلتا اسے وارننگ دینے کے انداز میں بولا تھا۔۔

اوکے سر تاج جو حکم!!۔۔۔میرال شاہ اسکے حکمیہ انداز پہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتی دلفریب انداز میں بولی تھی، حازق خان پہلے تو حیران ہوا لیکن پھر اسکے انداز پہ اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ دباتے ہوئے دروازہ بند کیا تھا۔۔

اندر نہیں بلاؤ گے ؟اگر کسی نے مجھ پہ یہاں حملہ کر دیا تو؟۔۔۔۔اسے مینشن کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے میرال شاہ نے بلند آواز لگائی تھی۔

نہیں!! یہ ایریا آرمی پروٹیکٹڈ ہے! یہاں تم اگر ساری رات بھی گاڑی میں بیٹھی رہو تو تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہو گا!!۔۔۔وہ بھی بلند آواز میں جواب دیتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔

بڑے بے مروت ہو تم!!۔۔۔میرال شاہ نے پہلے سے زیادہ بلند آواز میں جواب دیا تھا۔۔

بڑی جاسوس ہو تم!!!۔۔۔۔۔حازق خان نے بھی جواباً بلند آواز میں جواب دیا تھا۔۔وہ اسکی جاسوسی پہ چوٹ کر رہا تھا آخر اس نے کب اسکے گھر کا پتا لگایا تھا؟وہ جان نہ سکا۔

وہ اس کا انتظار کرتی جب بور فیل کرنے لگی تو اسکی گاڑی کا میوزک پلئیر آن کر گئی، لیکن وہ جو بھی گانے تھے پشتو میں تھے جو میر ال شاہ کے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے۔ وہ اپنا بلوٹوتھ کنیکٹ کرتی کوئی ٹرینڈنگ گانا سرچ کرنے لگی۔ اور کچھ ہی دیر میں گانا اسکی نظروں کے سامنے تھا اور تقریباً سیچویشن کے مطابق بھی تھا۔۔

جن خوابوں کا سچ ہونا قسمت نہ ہے

ان خوابوں کو دیکھے کیوں ہر دفعہ

کیوں پیار کے دھاگوں میں جا کے الجھا ہے

کیوں کرتا غلطی وہ ہی ہاں تو ہر دفعہ

وہ اس گانے کو سنتے ہوئے سٹیرنگ پہ اپنے ہاتھ بجاتی خود بھی اپنی خوبصورت آواز میں گنگناتی باہر کھڑے حازق خان کو سکون سے آنکھیں مونڈنے پہ مجبور کر گئی، حازق خان کو خضدار والا واقعہ یاد آیا تھا جب اس نے اپنے فیورٹ بینڈ کا انگلش گانوں بے حد خوبصورتی سے گنگنایا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ انگریزی میں زیادہ خوبصورت گنگناتی ہے یا اردو میں؟؟ اور اگر وہ کبھی پشتو میں گنگنائے تو وہ تو اس پر سے اپنا آپ وار ڈالے گا!! حازق خان کے دل کی دھڑکنیں اب زور و شور سے بلند ہو رہی تھیں۔۔ وہ ابھی چند منٹ پہلے کی واپس آئے تھا لیکن اس کی آواز سنتے وہ دروازہ کھلنے کی بجائے یونہی کھڑا اسے سننے لگا۔۔ گاڑی کے مرر ڈاؤن تھا اسکی آواز کلئیر لی باہر تک آرہی تھی۔۔ اردو گانے گنگناتے ہوئے اسکی آواز کافی بھاری ہو جایا کرتی تھی جبکہ انگریزی گانے گنگناتے اسکی آواز بے حد سریلی رہتی تھی۔۔ حازق خان نے مشاہدہ کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ وہ خود کو سمجھا کے آیا تھا وہ گاڑی تک جاتے ہی پھر سے سیریس حازق خانزادہ کا روپ دھاڑلے گا جو میر ال شاہ کو اگنور کرتا تھا لیکن وہ اسے اپنی بات پہ قائم کب رہنے دیتی تھی؟؟ اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کے وہ مسکراتی ہوئی گے ساختہ اسکے قریب ہوئی تھی، حازق خان کی نظریں بے ساختہ اسکے چہرے کی طرف ٹکی۔۔

چاہے تو کیا۔۔ چاہے تو کیا! چاہے تو کیا!! میرے نادان دل!

وے کملیا! وے کملیا! وے کملیا! میرے نادان دل!؟

وہ اسکے چٹانی سینے پہ اپنی انگلی بجاتی دلفریب انداز میں گنگناتے ہوئے حازق خان کو سانسیں روکنے پہ مجبور کر گئی۔
حازق خان کے دل کی دھڑکنوں نے ایک دفعہ پھر سے ادھم مچایا تھا، اسکا ہر انداز اخر کیوں اتنا دلفریب تھا۔۔
ہائے!! شکر ہے جلدی آ گئے تم!!!۔۔۔ گانا ختم کرتے ہی وہ گہری سانس بھر کے گاڑی سٹارٹ کرتی تشکر سے بولی تھی۔۔
ظاہر ہے میری اتنی مہنگی گاڑی تھی تمہارے پاس! اب تمہیں یوں ہی جانے تھوڑی دے سکتا تھا؟۔۔۔ حازق خان نے سنجیدگی سے اسے چھیڑا تھا۔ میرال شاہ گاڑی سٹارٹ کرتی اسے آنکھیں دیکھانے لگی! وہ اس وقت نیوی بلیو شلوار قمیض پہ آف وائٹ برینڈڈ کوٹ پہنے ڈارک براؤن بالوں میں انگلیاں پھیرتا بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔
ہم لیٹ ہو رہے ہیں؟؟۔۔۔ وہ اسکی نظروں خود پہ محسوس کرتا آئی تو اٹھا کے اسے وقت کا احساس دلانے لگا۔۔ وہ ہاں میں سر ہلاتی گاڑی زن سے بھگا لے گئی، لیکن وقفے وقفے سے اس پہ نگاہیں دوڑانا وہ نہیں بھول رہی تھی۔۔

باقی تمام ایونٹس کی طرح ولیمہ کی تقریب بھی کافی بڑے پیمانے پہ منعقد کروائی گئی تھی۔۔ ان سب کے دوست جو اپنی بیویوں سے ملاقات کرنے کے لئے ترس چکے تھے، ولیمہ ختم ہوتے ہی وہ سب بالآخر یہاں سے روانہ ہو رہے تھے۔ ان سب نے اتنے دن ماتھے پہ بنا شکن لئے ان کی اتنی اچھی مہمان نوازی کی تھی وہ سب ہی کافی شکر گزار تھے۔۔ وہ خوشدلی سے ان سب کے گلے لگتے ماتھے پہ دو انگلیاں رکھ کے سلام ٹھوک رہے تھے۔
آپ سب کی سوات آنے کی بھاری ہے!! میں بتا رہا ہوں!!۔۔۔ رایان خان ان سب کے گلے لگتا کاظم، احان، ارزم اور زوریز شاہ سے مخاطب تھا۔ جس پہ ان سب نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔
لیکن جان ہو سکتا ہے آپ کو چاچو بننے کی مٹھائی کھانے کے لئے جلد ہی ایک دفعہ پھر سے اسلامباد کا چکر لگانا پڑ جائے؟!!۔۔۔ ایس ایس سکتا تھا زوریز شاہ محفل میں موجود ہو اور وہ بنا کسی بے باکی کے ٹب کے اختتام پذیر ہو جائے، اسکے زو معنی الفاظ پہ جہاں سب کا چہرہ سرخ ہوا تھا وہی پہ رایان خان نے ہنستے ہوئے اسکے سینے پہ مکا جھڑا تھا۔ آج ان سب نے شلوار قمیض پہ برینڈڈ کوٹ پہنے ہوئے تھے جبکہ زوریز شاہ گرے فور پیس میں ملبوس ہری آنکھوں میں شرارت لئے بے حد خوبصورت اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔

شرم کو زوریز شاہ سے شرم آسکتی ہے لیکن بے شرم زوریز شاہ کو شرم نہیں آسکتی!!۔۔۔ان سب سے ملنے کے بعد رایان خان تاصف سے سر ہلا کے بلند آواز میں بولتا اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔

جان یوں تو نہ بولیں ابھی تو میں نے تو آپ کو گڈ بائے کس بھی نہیں کیا!! الزام ہے!!۔۔۔زوریز شاہ اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ رکھ کے بلند آواز میں بے باکی سے بولتا سب کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔کاظم شاہ نے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا جو یہاں وہاں دیکھے بغیر بے باک باتیں کہنا شروع ہو جاتا تھا۔۔

لعنت ہے!!!۔۔۔۔۔رایان خان بلند آواز میں اسکی تصحیح کرتا ان سب کو ہاتھ ویو کرتے ہوئے تیز رفتار میں اپنی گاڑی شاہ حویلی سے نکالتا چلا گیا۔زوریز شاہ نے اپنے تمام دوستوں کو مکمل سیکورٹی کے ساتھ بھیجا تھا،وہ سب کافی دور سے اسکی شادی اٹینڈ کرنے آئے تھے اور ان سب کو آرمی پروٹوکول کے ساتھ بھیجنا زوریز شاہ پہ فرض تھا۔حازق خان اور شہسوار شاہ ہمیشہ کی طرح ان سب سے تھوڑی دیر پہلے ہی ٹائم پہ روانہ ہو چکے تھے،زوریز شاہ کو آج حازق خان کچھ اپ سیٹ سا لگا تھا لیکن حازق خان نے اسے ہر طرح سے مطمئن کیا تھا کہ وہ ٹھیک ہے وہ الگ بات تھی زوریز شاہ کو یقین ابھی بھی نہیں آیا تھا۔

میری بیوی باہر نکالیں! سب مہمان جا چکے ہیں ہمیں بھی روانہ ہونا ہے! کافی رات ہو رہی ہے!!۔۔پستہ شلوار قمیض میں ملبوس آف وائٹ بریندڈ کوٹ پہنے ارزم شاہ گلہ کھنکھاڑ کے بولتے ہوئے میرال شاہ کے کمرے کے دروازے پہ ہاتھ ٹکا کے کھڑا اس سے اپنی بیوی مانگ رہا تھا جسے وہ کب سے چھپائے دروازے کے سامنے کھڑی اسے یہاں سے رفو چکر ہونے کا بول رہی تھی۔۔

وہ آج رات میرے پاس رہنا چاہ رہی ہے! صبح لے جانا!!۔۔۔نیوی بلیو لانگ فراک میں ملبوس میرال شاہ نے اسے صاف ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔اس نے آج جان بوجھ کے حازق خان کے ساتھ میچنگ کی تھی، آج اس نے حازق خان کو اگنور کرنے کی بجائے شہسوار شاہ کے ساتھ ساتھ اسے بھی کافی ٹائم دیا تھا وہ الگ بات تھی وہ زیادہ تر سنجیدہ ہی رہا تھا۔۔

یار آپی ہٹیں! میں خود دیکھ لیتا ہوں اسے!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی جب میر ال شاہ سارا دروازہ بند کر کے صرف زرا سا کھولتی نفی میں سر ہلا کے دروازے بند کرنے لگی، دروازے کو بند ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے جلدی سے دروازے میں اپنا پاؤں اڑسایا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 92 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

پاگل ہو! پیر ہٹاؤ! ۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹنے لگی۔۔ ہوں تو نہیں لیکن اگر آپ نے مجھے میری بیوی ابھی اور اسی وقت واپس نہ کی تو ننانوے فیصد چانسس ہیں! میں آج رات پاگل ہو کے کل اسے بھی اپنے ساتھ پاگل کر دوں!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا، وہ دراز قد ہونے کے باوجود اپنا سر اٹھا اٹھا کے اپنی بیوی کو دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جو اسکے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔۔اسکی گھمبیر آواز پہ میر ال شاہ کے پیچھے چھپ کے کھڑی ذائشہ خان کی دھڑکنوں نے سپیڈ پکڑی تھی۔۔

مبارک ہو تم گزرتی عمر کے ساتھ ساتھ الٹرا پرویکس بے شرم ہوتے جا رہے ہو!! بہن کی بھی شرم نہیں رہی اب تو؟!۔۔اسکے زو معنی الفاظ کا مطلب سمجھتے ہوئے میر ال شاہ دانت پیستے ہوئے تاصف سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔۔

خیر مبارک!! اب مجھے اندر آنے دیں یا پھر مسز ارزم شاہ کو باہر نکالیں! کیونکہ آپ اب میرے صبر کا امتحان لے رہی ہیں!!۔۔۔ارزم شاہ کا لہجے پہلے سے زیادہ بوجھل اور خمار آلود ہوا تھا، نگاہیں میر ال شاہ کے پیچھے کچھ کچھ نظر آتی زائشہ خان پہ ٹکی ہوئی تھیں۔اسکی خمار آلود آواز پہ تضاد اسکی شہد رنگ آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتے ہوئے میر ال شاہ سٹپٹاتی ہوئی بے ساختہ خود ہی کمرے سے باہر نکل آئی! وہ ان دونوں میں مزید کباب میں ہڈی نہ بن سکی۔۔

میں کھانا گرم کرنے جا رہی ہوں!! خبر دار جو تم میرے کمرے میں داخل ہوئے تو!! ذائشہ میرا بچہ کمرہ لاک کر لو!!۔۔۔میر ال شاہ بظاہر روعب دار انداز میں بولتی کچن کی طرف بڑھ چکی تھی جبکہ اندر سے وہ ارزم شاہ کی فلیٹ ہوتی حالت پہ قہقہے لگا رہی تھی۔۔ذائشہ خان جو میر ال شاہ کے رفو چکر ہونے کے بعد منہ کھولتی ہوئی تیزی سے دروازہ لاک کرنے والی تھی، ارزم شاہ نے آئبرو آچکا کے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھتے ہوئے کمرے میں داخل

ہوتے دروازے بند کر کے تیزی سے اسکے ساتھ لگایا تھا۔وہ اس وقت وائٹ پیروں کو چھوتی لانگ ایمبرائیڈ فراک میں ملبوس شفون کا پستہ نفیس سا دوپٹا شانوں پہ اوڑھے ہوئے لائٹ سے میک اپ میں بھی کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔۔

کیوں چھپتی پھر رہی ہو مجھ سے ؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی سانسوں سے بھی زیادہ اسکے نزدیک ہوتا اسکے کان کے پاس جھک کے دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔۔

م۔میں۔۔ک۔کیوں۔۔۔چ۔چھپوں۔۔۔گی!!۔۔۔میرال آپی نے بولا تھا خبردار جو آپ ان کے کمرے میں داخل ہوئے!!۔۔۔ذائشہ خان لڑکھڑاتی آواز میں اسے جواب دے ہی رہی تھی جب ارزم شاہ کے سلگتے لبوں کو اپنے گال پہ محسوس کرتی وہ تیزی سے اسے میرال شاہ کی وارننگ یاد کروانے لگی۔اور ایسا کرتے وہ بے حد کیوٹ لگی تھی۔۔

دو دن میرال آپی کے ساتھ رہ کے تمہاری زبان کچھ زیادہ پٹر پٹر نہیں کر رہی؟؟چادر اوڑھو ہم اپارٹمنٹ چل رہے ہیں وہاں جا کے ایک ہی دفعہ تمہاری زبان کو لگام لگاتا ہوں!!۔۔۔اپنی بیوقوف ذی کو تڑ تڑ بولتے دیکھ کے وہ دانت کچکچا کے بولتا اسکے لائٹ پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنا انگوٹھا رگڑنے لگا۔۔ذائشہ خان سرخ پڑی تھی۔۔

م۔میں۔۔یہاں۔۔۔ر۔رہوں۔۔گ۔گی۔۔آج!۔۔۔ذائشہ خان ناک چڑھاتے ہوئے نروٹھے پن سے بولی تھی،اسے یاد تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے کیونکہ ارزم شاہ نے اس سے جتنا ناراض ہونا تھا وہ ہو چکا اب باری ذائشہ خان کی تھی۔۔

تم یہاں رہو گی تو میرے ہونٹوں کی تشنگی کون مٹائے گا ڈارلنگ؟؟میرا آج پوری رات تمہارے ان ہونٹوں پہ ڈفرنٹ سٹائل سے کسنگ کرنے کا ارادہ ہے!!۔۔۔وہ اسکے بھرے بھرے ہونٹوں کو اپنی خمار آلود نگاہوں کے فوکس میں لئے بے باکی سے گویا ہوتا ذائشہ خان کو کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا۔ذائشہ خان کو شرم سے سرخ پڑتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اچانک سے اس پہ جھک کے اسکے ہونٹوں کو اپنی من مرضی سے اپنی گرفت میں قید کرتے ذائشہ خان کو آنکھیں پھاڑنے پہ مجبور کیا تھا۔۔وہ اسکے ہونٹوں کو چھوتے ہی پاگل بنتا ہوا اسکی کمر اپنے ہاتھوں سے جکڑ کے اسے زمین سے اوپر کی طرف اٹھاتا ان پہ اپنی گرفت بے حد مضبوط کر گیا۔۔ذائشہ خان نے اسکے کوٹ کو کالر سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتی اپنی آنکھیں زور سے میچی تھی۔۔وہ اس پہ اپنا سر جھکائے تھوڑا سا سر کو

دائیں طرف خم دیئے اسکے لبوں پہ جھکا اسکی ایک ایک سانس خود میں انڈھیلنے لگا۔ اسکی پاگل گرفت کو اپنے ہونٹوں پہ برداشت کرتے ہوئے ذائشہ خان کا وجود کپکپایا تھا۔۔ اسکے کپکپاتے وجود کو دیکھتے ہوئے وہ اسکے لبوں کو بمشکل آزادی بخشتا مدہوشی کے عالم میں اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

ایک منٹ سے پہلے میرے ساتھ چلو!! ورنہ گود میں اٹھا کے تمہیں اپنے سینے سے لپٹا کے تمہاری ٹانگوں کو اپنی پشت کے گرد باندھ کے تمہارا چہرہ اپنی گردن میں چھپا کے تمہیں یہاں سے لے اڑوں گا! اب سوچ لو تم نے نارمل کپل کی طرح اس کمرے سے نکلنا ہے یا ایکسٹرا رومانٹک کپل کی طرح؟؟۔۔۔ وہ بے حد بے باک ہوتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکی چھوٹی سی ناک اپنے ہونٹوں میں دبانے لگا۔ ذائشہ خان کی دھڑکنوں نے اسپیڈ پکڑی تھی۔۔

م۔۔ میں۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ نہیں۔۔۔ بلاتی!! آپ

۔۔ مجھ۔۔۔ سے۔۔۔ صلح۔۔ کرنے۔۔۔ کی۔۔۔ کوشش۔ مت۔۔۔ کریں!!۔۔۔ ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے ذرا ہمت سے بول رہی تھی لیکن لہجہ لڑکھڑا گیا، وہ اس پہ باور کر رہی تھی وہ اس سے ناراض ہے۔۔ اسکے معصوم سے شکووں پہ وہ اپنی مسکراہٹ روکنے لگا۔۔

آئی تھنک تم ایکسٹرا رومانٹک کپل کی طرح باہر جانا چاہ رہی ہو؟؟ خیر نو ایشو!!۔۔۔ ارزم شاہ کندھے اچکا کے بولتا اسکی کمر جکڑ کے اسے اوپر کو اٹھانے کی والا تھا جب وہ اسکے حصار سے اپنی پوری قوت سے آزاد ہوتی سر پہ دوپٹا اوڑھنے لگی۔۔

تمہاری ناراضگی سر آنکھوں پر!! صرف اپارٹمنٹ چلی آؤ! چاہے پورا مہینہ مت بلانا لیکن صرف ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہنا! یہاں تو تم سے ایک ملاقات کے لئے اتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں!!۔۔۔ اسے منہ پھولاتے دیکھ کے وہ بچوں کی طرح اسکے دونوں گال کھینچ کے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکرا کے بولتا اسکی ناراضگی کو مان بخشنے لگا۔ وہ آسکتا آخری جملے پہ سرخ پڑتی ہوئی اس سے فاصلے پہ ہونے لگی جب وہ جھک کے اسکی شہہ رگ اپنے ہونٹوں میں نرمی سے دبانے لگا۔۔ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی جسے محسوس کرتے وہ مسکراتا ہوا اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔۔ وہ اسکی شدتوں سے لال سرخ پڑتی نازک سی پٹھانی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

بڑی سی چادر لو! تمہیں لگتا ہے اس باریک سے دوپٹے ین تمہیں اس کمرے سے بھی نکلنے دوں گا میں؟؟۔۔۔۔
اسے اسی شفون کے دوپٹے کے ساتھ نظریں جھکا کے سر منہ ڈھلتے دیکھ کے وہ اس شفون کے دوپٹے سے نظر آتے اسکے خوبصورت سراپے پہ نگاہیں جمائے سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

وہ۔۔ا۔ایک۔۔ہی۔۔لائی۔۔تھی!! م۔میرال۔۔آپی۔۔نے۔۔دھونے۔۔دے۔۔دی۔۔ہے!!۔۔۔وہ اسکی طرف سے رخ موڑ کے خفگی سے بولی تھی، ناراضگی ہنوز قائم و دائم دی۔۔ارزم شاہ نے انگوٹھے سے اپنا آئیبرو مسلتے ہوئے اپنا کوٹ ایک جھٹکے میں اتارتے ہوئے اسے کلائی سے پکڑ کے خود کی طرف کھینچتے اسکے تن پہ اپنا کوٹ پہنایا تھا، اسے معصومیت سے سر جھکا کے اپنے حصار میں کھڑے دیکھ کے وہ کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے جان بوجھ کے بے باکی سے اسکی دھڑکنوں اسکی میکسی کے گہرے گلے سے نرمی سے چھونے کی کوشش کرتا اسے اپنی جگہ سے اچھلنے پہ مجبور کر گیا۔۔اسے اچھلتے دیکھ کے ارزم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ہاتھ پیچھے کو ہٹاتے اسکے تمام بٹن بند کیا تھا۔۔اسکے بڑے سے کوٹ میں اسکا خوبصورت سراپا مکمل طور پہ چھپ چکا تھا۔ذائشہ خان نے جسم کا سارا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے شرم سے دوہری ہوتی اپنے پیروں کی طرف دیکھنے لگی۔۔

چلو ڈارلنگ! اس سے پہلے کے تمہارے ان قوس قزح کے رنگوں کو دیکھ کے مزید کوئی گستاخی کی جائے! اور یاد رکھنا اس دفعہ والی گستاخی نارمل نہیں ہو گی بلکہ سراپا بکھیر کے رکھ دوں گا تمہارا!!۔۔۔ارزم شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے ایک عزم سے سر کو خم دے کے بے باک سی دھمکی لگائی جب وہ تھوک نگلتی ہوئی تیزی سے دروازہ کھول کے باہر نکل گئی، ارزم شاہ ہولے سے ہنستے ہوئے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔

اب۔۔ابھی۔۔می۔۔میرال آپی کو اللہ حافظ بھی نہیں بولا!!۔۔۔اسکے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کے چلتی ذائشہ خان ناک چڑھا کے بولی تھی۔۔

ہاہاہا!! وہ میں تمہاری طرف سے بول دوں گا تم بنا کسی فکر کے۔۔۔ابھی ارزم شاہ پھر سے ہنستے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب سامنے سے آتی اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے ہنسی حلق میں پھنسی تھی۔۔زہرہ مام ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کے ٹھٹکتی ہوئی ان دونوں کی طرف بڑھی تھی۔۔

ہ۔ہائے مر گئے۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے سٹپٹاتے ہوئے ہمیشہ والا جملہ منہ میں دہرایا تھا وہ الگ بات تھی ارزم شاہ کے تیز کان اسکی یہ سرگوشی بھی سن چکے تھے۔۔

خیریت؟؟۔۔۔۔۔زہرہ مام نے ان دونوں کے نزدیک آتے آئیبرو اچکا ہے تفتیشی انداز میں اپنے ایک لفظ سے ہی بہت کچھ استفسار کرنا چاہا تھا۔۔

ج۔جی!! اللہ کا شکر!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ گلہ کھنکھاڑتے ہوئے سینے پہ ہاتھ رکھ کے انہیں اپنا حال بتانے لگا۔۔زہرہ مام نے دانت پیسے تھے۔۔

تم دونوں اس وقت ایک ساتھ کہاں جا رہے ہو؟ اور بچے ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟ کافی تھک گئی تھی نا!!؟۔۔۔۔۔زہرہ مام پہلا جملہ ارزم شاہ کی طرف دیکھ کے دانت کچکچا کے بولتی دوسرا جملہ نرمی سے ذائشہ خان کی طرف دیکھ کے بولنے لگی۔۔

وہ مام میرال آپی نے بولا ہے ان کی فرینڈ کو ان کے گھر چھوڑ آؤں! تو بس!!۔۔۔ارزم شاہ کندھے اچکا کے بولتا ایک منٹ پہ بہانہ تیار کر چکا تھا جس پہ ذائشک خان نے زور زور سے اپنا سر ہاں میں ہلاتے زہرہ مام کو بتایا تھا کہ وہ سب بول رہا ہے۔اسکے اتنے پیارے انداز پہ ارزم شاہ نے سر جھکاتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

اووو؟؟تو میرال کی فرینڈ کو تم اپنا کوٹ پہنانے کی آفرز کب سے کرنے لگے؟ اور میرے بیٹے نے کب سے ڈرائیور کی ڈیوٹی سنبھالنا شروع کر دی ہے؟؟ پلیز ایکسپلین؟۔۔۔۔۔زہرہ مام حیرانگی سے آئیبرو آچکا کے ایک نظر ذائشہ خان کے تن پہ موجود ارزم شاہ کا آف وائٹ کوٹ دیکھتی پھر سے ارزم شاہ کو دیکھ کے اسکی دھو دھو کے کرنے لگی۔

یار مام یہ رات کے اس پہر کیسی بورنگ باتیں کر رہی ہیں؟ آپ کو ڈیڈ بلا رہے تھے وہ شاید اپنی بیوی کی رومانٹک انداز میں تعریف کرنا چاہتے ہیں!! اہمم؟؟۔۔۔ارزم شاہ بے باکی سے بات کا رخ بدلتا زہرہ مام کے ساتھ ساتھ ذائشہ خان کا چہرہ بھی سرخ کر گیا۔۔وہ کتنا بے باک تھا؟ ماں باپ کو بھی نہیں بخشا تھا؟ زہرہ مام نے شرم اور غصے سے لال پیلے ہوتے ارزم شاہ کے سینے پہ مکے جھڑے تھے اور ایسا کرتی وہ بے حد کیوٹ لگ رہی تھی۔۔

ہاہاہا!!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ان کے مکوں سے اپنا بچاؤ کرتا انہیں اپنے حصار میں لے کے ان کا ماتھا چومتا ہوا انہیں ان کے کندھوں سے تھام کے ان کے کمرے کے دروازے تک چھوڑ آیا۔۔۔

فکرناٹ!! شادی آپکی پسند کی ہی کروں گا!! بہوڈن ہے نا؟؟۔۔۔۔۔وہ ان کے کان میں سرگوشی نما آواز میں بول کے انہیں خوشگوار حیرت میں چھوڑتا آنکھ ونک کرتے ہوئے وہاں سے رفوچکر ہوتا زائشہ خان کو اپنے ساتھ باہر نکلنے کا اشارہ کرتا ہویلی سے نکلتا چلا گیا۔۔

بدمعاش!!۔۔۔۔زہرہ مام نے ہنستے ہوئے اسے بدمعاش کا لقب دیا تھا، ابھی پرسوں ہی انہوں نے رات کے کسی پہر ارزم شاہ کے کمرے میں جاکے اسکے سامنے ذائشہ خان کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع کئے تھے اور لگے ہاتھ اس کی اور ذائشہ خان کی شادی کی خواہش بھی کر ڈالی تھی جس پہ وہ اس وقت تو سٹپٹا کے نظروں کا زاویہ بدلتا رہا تھا لیکن آج وہ اپنے ایک ہی جملے سے ان کی روح کو قرار پہنچاتا انہیں بہت کچھ سوچنے کی مجبور کر گیا۔۔

زوریز شاہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اپنا گرے کوٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتا بیوی کی تلاش میں نگاہیں گھمانے لگا جو اس وقت کمرے میں موجود نہیں تھی۔

بے بی!!!۔۔۔۔زوریز شاہ ویسٹ اور ٹائی اتار کے کوٹ کے اوپر پھینکتا اپنی سفید شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا ہوا مرحا شاہ کو بلند آواز میں پکارنے لگا۔

My hottieeee

جب کوئی بھی جواب موصول نہ ہوا تو وہ پہلے سے بھی بلند آواز میں اسے پکارتا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ بلا جھجھک ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا جب سامنے الماری میں گھسی اپنی بیوی کو دیکھ کے اس نے دانت پیسے تھے۔۔وہ اسکے آنے سے پہلے ہی ڈریس چینج کرنے کا سوچ رہی تھی؟ زوریز شاہ تپ کے سوچتا ہوا اسکی طرف بڑھ گیا۔

جانم کب سے آوازیں دے رہا ہوں لیکن مجال ہے جو آپ کے یہ ڈھیٹ کان کبھی شرافت سے میری پکار سن لیں!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے پیچھے آکے کھڑا ہوتا اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگا کے اسکے پیٹ پہ ہاتھ باندھتا اسکے کندھے پہ ٹھوری ٹکاتے ہوئے خفگی سے گویا ہوا تھا۔۔

ذرا جو کبھی تمہیں شرم آجائے!! اگر میں ہی لاک کرنا بھول گئی تھی تو کیا ناک کرتے ہوئے تمہارے ہاتھ ٹوٹ رہے تھے؟؟ وہ اپنے پیٹ پہ موجود اسکے ہاتھوں پہ ہولے سے تھپڑ مارتا دانت پیس کے بولی تھی۔۔

ناک تو میں اس وقت بھی نہیں کرتا تھا جان جب ہماری رخصتی نہیں ہوئی تھی تو اب تم نے سوچ بھی کیسے لیا زوریز شاہ اتنا الو کا پٹھا ہو سکتا ہے کہ بیوی کے نظارے کرنے کے لئے بھی تمہاری اجازت لیتا پھرے؟؟۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ سر جھٹک کے لاپرواہی سے بولتا مرحاشاہ کے دوپٹے سے ندار دوجود کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا۔ وہ اسکی بے باک سرگوشی پہ تضاد اسکے ہاتھوں کی بے باکی پہ خود میں سمٹی تھی۔

ابھی تو میں نے تمہیں اس لباس میں ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں ہے اور تم ابھی سے نائٹ سوٹ نکالنے کی تیاری پکڑے ہوئے ہو؟؟۔۔ اسے خود میں سمٹتے دیکھ کے وہ اسکی سائیڈ گردن زور سے اپنے ہونٹوں سے سک کرتا مرحاشاہ کے گال سرخ کر گیا۔۔

م۔مجھے۔۔۔ نیند۔۔ آئی ہے!!!۔۔۔ وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔۔ وہ واقعی ہی کافی تھک چکی تھی۔۔

اور تمہیں میں اتنا سیدھا سادہ لگتا ہوں شادی کی دوسری رات کو خوشگوار بنانے کی بجائے تمہیں سکون سے نیند پوری کرنے دوں گا؟؟ صبح ایک بجے تک سو کے چار بجے تمہیں پھر سے اپنے ساتھ کیوں سلایا تھا؟ تاکہ ہماری رات خراب نہ ہو سکے! اسی لئے نیند کو تو ابھی سے بائے بائے کر دو بے بی! !۔۔۔ وہ اسکے نیند کے بہانے پہ زور سے اسکی گردن پہ دانت گاڑ کے لو بائٹ بناتا اسکی کان کی لوں دانتوں تلے دباتے گھمبیر آواز میں سرگوشی کر گیا۔۔ اسکی زو معنی سرگوشی کا مطلب سمجھتے مرحاشاہ کی ہتھیلیاں بھیگی تھیں، وہ اسکی کل رات کی جنون خیزیاں ابھی تک نہیں بھولی تھی۔ اسے اپنے بے باک شوہر سے ناچاہتے ہوئے بھی ڈر سا محسوس ہو رہا تھا جو مدہوش ہوتے ہوئے بے حد گستاخ ہو جایا کرتا تھا۔ اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ نے اپنے ہاتھ دھیرے سے پیٹ سے اوپر کی طرف کھسکاتے اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال پہ اپنے ہاتھوں سے حق بتاتے مرحاشاہ کو لال سرخ کیا تھا۔۔

Your thick body makes me crazy

وہ اسکے کان میں خمار آلود آواز میں سرگوشی کرتا اسکا رخ ایک جھٹکے میں خود کی طرف موڑتا اسکے سراپے کو گہری بے باک نگاہوں سے گھورنے لگا جو گرے اور پنک کے امتزاج کی فٹنگ میکسی میں بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔ مرحاشاہ کے چہرے پہ بے ساختہ قوس قزح کے رنگ بکھرے تھے، لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی۔۔

تم دن بدن مزید خوبصورت ہوتی جارہی ہو! اتنی کہ اب مجھے کبھی کبھار احساس ہوتا ہے کیا میں تمہارے ساتھ سوٹ بھی کر رہا ہوں یا نہیں؟؟۔۔۔۔وہ اسکے خوبصورت مسکراہٹ نرمی سے اپنے ہونٹوں سے چنتا اسے الماری کے ساتھ لگا کے اسکی کلائیوں الماری کے پٹ کے ساتھ لگاتا دلفریب انداز میں بوجھل لہجے میں سرگوشی کر گیا۔۔ مرحا شاہ نے اسکے جملے پہ اسے مصنوعی غصے سے گھورا تھا۔۔

مانا مجھے تمہارے منہ سے اپنی تعریف پسند ہے لیکن تم اپنے الفاظ سے میرے شوہر کی ویلیو نہیں گرا سکتے!! وہ اگر نائٹ سوٹ میں رف سی حالت میں ہو اور مرحاشاہ سج سنور کے بھی اسکے مقابلے میں کھڑی ہو جائے تو میں گارنٹی دیتی ہوں وہ اپنے شوہر کی خوبصورتی کو پھر بھی بیٹ نہ کر سکے !!

So be aware while choosing your words

وہ اسکے کالر کو اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچ کے اسے خود پہ جھکا کے دلفریب انداز میں بولتی زوریز شاہ کو اپنے الفاظ سے معتبر کر گئی۔۔ اسکے خوبصورت الفاظ پہ زوریز شاہ نے بے ساختہ اسکے ماتھے کو اپنے ہونٹوں سے چھوا تھا۔۔

تم سچ بول رہی ہو؟؟۔۔۔وہ معصومیت سے اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوا۔۔ مرحاشاہ کو اس کی معصومیت پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا، وہ اپنے پیر اسکے پیروں پہ رکھتی چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ لب رکھتی سرہاں میں ہلا گئی۔ اسکے نرم و نازک لبوں کے لمس پہ زوریز شاہ نے اسکی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں دبوچتے اسے اپنے سینے سے لپٹایا تھا۔

لیکن بے بی مجھے تب تک یقین نہیں آئے گا تم سچ بول رہی ہو جب تک تم میرے لئے نائٹی پہن کے میری بانہوں میں نہیں سماؤ گی!!۔۔۔۔۔وہ ہنوز معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوتا اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے لگا، مرحاشاہ کو

سمجھنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگا تھا کہ وہ بے باک شاہ اس سے اپنی بات منوانے کی غرض سے اسے اپنی باتوں کے جال میں پھنسا رہا ہے جو اسکی ذات کا خاصا تھا۔۔

مائے ڈیئر ہبی!؟ میں واقعی ہی سچ نہیں بول رہی! مذاق کرنا میری پرانی عادت ہے! سو کیپ سم ڈسٹنس (لہذا تھوڑا فاصلہ رکھو)۔۔۔۔۔ مرحاشاہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ الجھا کے اپنا چہرہ اسکے چہرے کے نزدیک کرتی مسکراہٹ دبا کے اسی کی طرح اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوتی اس سے دور ہٹنے کی والی تھی جب وہ اسکی چالاکی پہ اسکے کھلے سنہری بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ پھنساتا اسکے ہونٹوں پہ شدت سے جھک گیا۔۔ اسکے لبوں کو زور سے اپنے ہونٹوں میں لئے وہ اسے ایک دم سے اپنی بانہوں میں اٹھاتا الماری سے ایک واحیات سے نائٹی ہینگر سے نکال کے ڈریسنگ روم سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ یہ تمام نائنٹیز کی شاپنگ اس نے اپنی سہاگ رات سے ایک دن پہلے بذات خود اپنی بیوی کے لئے کی تھی۔۔ مرحاشاہ نے شرم وحیا سے اپنی نظریں جھکائی تھی۔۔ وہ اسکے ہاتھ میں ولگر سی نائٹی دیکھ چکی تھی۔۔

مرحاشاہ نے اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑتے ہوئے اپنے ہونٹ آزاد کروانے چاہے تھے جب وہ ان پہ اپنی گرفت حد سے زیادہ بڑھاتا اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا، اسکی نائیٹی کو تکیے پہ پھینک کے اسے خود میں بھینچے بیڈ پہ گرتے ہوئے وہ ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کر گیا۔۔ اسکے باڈی بلڈر وجود کا وزن خود پہ محسوس کرتی مرحاشاہ کی کراہ اسکے ہونٹوں میں دبی تھی۔۔ وہ اپنی جیولری پہلے ہی اتار کے بالوں کا جوڑا بھی کھول چکی تھی، زوریز شاہ کو زیادہ محنت کی ضرورت نہیں تھی۔۔ اسکا ٹائم بچ چکا تھا۔ اسکی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتے وہ اسے بیڈ سے اوپر کی طرف اٹھاتے اسکی میکسی کی زپ ایک جھٹکے میں کھولتا ہوا اسکے کندھوں سے نیچے کی طرف کھسکاتے اسکی گردن کو دیوانوں کی طرح چومنے کے بعد اسکی دھڑکنوں کی طرف بڑھا تھا۔۔ مرحاشاہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے اپنی سانسوں کو ہموار کرتے ہوئے کمرے کے نیم اندھیرے میں اسکی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی جو اسکے نازک ہاتھ اپنی شرٹ پہ رکھ چکا تھا۔۔

Let's Unbutton my shirt baby

وہ گھمبیر ہوا تھا۔ اسکی جذبات سے لبریز بھاری گھمبیر آواز کو محسوس کرتے مرحاشاہ پہ بھی مدہوشی طاری ہوئی تھی، وہ لرزتی پلکوں کے ساتھ اسکی شرٹ کے بٹن کھول گئی، زوریز شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنی شرٹ اتار کے زمین پہ پھینکتے مرحاشاہ کی میکسی ایک جھٹکے میں اسکے تن سے جدا کرتے اسے اپنے شدت بھرے حصار میں قید کیا تھا۔۔ کچھ ہی پل میں وہ بے تابی سے ہر پردہ گراتا مرحاشاہ کے گالوں پہ ہاتھ رکھتے اپنی پوری شدت سے اس میں سما گیا۔ مرحاشاہ کو زور سے آنکھیں میچتے دیکھ کے وہ اسکی گردن پہ نرمی سے اپنا ہاتھ سہلاتا اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ اس کا آج بھی اسے پوری رات بخشنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

وہ لمبے چوڑے وجود کا مالک اس وقت سیاہ فارمل تھری پیس میں ملبوس اپنے گولڈن بالوں کو جیل سے اچھی طرح سے سیٹ کرتا شرٹ کے اوپری بٹن بند کر رہا تھا جب بٹن بند کرتے ہوئے دوسرا بٹن اکھڑ کے اسکے ہاتھ میں آیا تھا، شرٹ کا پہلا اوپری بٹن تو وہ پہلے بھی کھلا رکھتا تھا کیونکہ تمام بٹن بند کرنے سے اسے گھٹن سی محسوس ہوتی تھی لیکن اب دوسرا بٹن ٹوٹنے سے اسکا گولڈن بالوں سے لبریز سفید چٹانی سینہ چھلک رہا تھا۔۔

اوشٹ!!!۔۔۔۔ بٹن کو اپنے ہاتھ میں دیکھ کے وہ بیزاری سے اپنی شرٹ کو آئینے میں دیکھ رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔ فون پہ مہرین کی کال تھی۔۔

یس!! میں پندرہ سے بیس منٹ تک آرہا ہوں مس مہرین!!۔۔۔۔ کاظم شاہ مصروف انداز میں سنجیدگی سے بولتا بٹن ٹیبل پہ پھینکتے صوفے پہ بیٹھ کے اپنے شوز پہن رہا تھا۔۔ کال ہنوز آن تھی۔ وہ مہرین سے میٹنگ سے ریلیٹڈ کچھ امپورٹنٹ پوائنٹ ڈسکس کرتا اپنا آفس بیگ اٹھائے یوں ہی دروازہ کھولتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا جب کمرے میں داخل ہوتی ایزل شاہ زور سے اس کے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔۔ وہ اس سے زور سے ٹکراتی زمین بوس ہونے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسے کسی متاع جان کی طرح اپنی بانہوں میں قید کرتے اسکی لاپرواہی سے اسے آنکھیں دیکھائی تھی۔ اگر وہ اسے اپنی بانہوں میں قید نہ کرتا تو وہ ضرور زمین بوس ہو جاتی۔۔

اگر میں دس بجے سے لیٹ ہو گیا تو آپ میٹنگ سٹارٹ کر دیجیئے گا مس مہرین!! ۔۔۔۔ کاظم شاہ حکیمہ انداز میں سنجیدگی سے مہرین سے مخاطب ہوتا فون بند کرنے کے بعد ایزل شاہ کی طرف دیکھنے لگا جس کی چھوٹی سی ناک مہرین کا

نام سن کے غصے سے سرخ پڑی تھی۔ اور اسکی سرخ ہوتی ناک دیکھ کے وہ اسکے سامنے مہرین کا نام لینے پہ پچھتایا تھا وہ اسکی اوور پوزیسونس سے واقف تھا لیکن پھر بھی وہ اس وقت غلطی سے مہرین کا نام لے کے اسکا پارہ ہائی کر چکا تھا کیونکہ ایزل شاہ کا سرخ ہوتا چہرہ صاف بتا رہا تھا وہ اس وقت کتنے غصے میں ہے۔۔

دھیان سے کیوں نہیں چلتی ہو؟ ابھی میر کی ماما بری طرح سے گر جاتی!!۔۔۔ وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا پیار سے بولا رہا تھا جب وہ غصے سے اسکا ہاتھ اپنے گال سے ہٹا گئی، اب اسکی نگاہوں کی مرکز کاظم شاہ کی کوٹ کے نیچے پہنی سفید ڈریس شرٹ تھی۔۔ اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ کاظم شاہ نے زور سے اپنا نچلا لب دانتوں میں دباتے اسکی طرف ضبط سے دیکھا تھا لیکن اسے اپنی طرف دیکھنے کی بجائے شرٹ کی طرف دیکھتا پا کے وہ حیران ہوا تھا۔۔

آفس جا رہے ہیں!؟۔۔۔۔ ایزل شاہ نے ائیبرو اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔ کاظم شاہ اسے زوریز شاہ کے ولیمے والے روز منانے کی بھرپور کوشش کر چکا تھا لیکن وہ پھر بھی اکھڑی اکھڑی سی رہتی تھی اسے عورتوں کا اپنے شوہر سے مخاطب ہونا پسند نہیں تھا لیکن اس میں کاظم شاہ کا بھی کوئی قصور نہیں تھا، وہ ایک بزنس ٹائیکون تھا اسے ہر طرح کے لوگوں سے ڈیل کرنا ہوتا تھا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔۔ ویسے بھی وہ کسی کے ساتھ حد سے زیادہ نہیں بڑھتا تھا۔۔ تین سے چار دن ناراض رہنے اور اسکے منانے کے بعد وہ آج اسے خود مخاطب کر رہی تھی ورنہ اسکی باتوں کا جواب بھی احسان جتانے والے انداز میں دیا کرتی تھی۔۔

ہمم!!۔۔۔ کاظم شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے ہنکارا بھرا تھا، وہ ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

شرٹ لیس چلے جاتے؟؟ شرٹ پہننے کی بھی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟؟۔۔۔ اسکے ہاں میں سر ہلانے پہ وہ تیزی سے استہزایا انداز میں غصے سے بولی تھی، نظریں اسکے سفید دلکش سینے پہ مرکوز تھیں جو بٹن نہ لگانے کی وجہ سے واضح ہوتا کسی کی بھی نگاہوں کا مرکز بن سکتا تھا۔ کاظم شاہ جو اسے ناسمجھی سے دیکھ رہا تھا اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جو تھوڑی بہت بات سمجھ رہا تھا اسکے جلے کٹے الفاظ پہ وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر گیا۔۔

وہ میری شرٹ کا بٹن ٹوٹ گیا۔۔۔ کاظم شاہ نے گلہ کھنکھاڑتے ہوئے اپنی صفائی دی تھی۔۔

اوو تو دوسری شرٹس بھی ختم ہو گئی ہیں آپ کے پاس یا سب کے بٹن ٹوٹ گئے ہیں؟؟۔۔۔ وہ دانت پیس کے ذرا غصے سے بلند آواز میں بولی تھی۔۔

شرٹ چینج کرتے کرتے لیٹ ہو جاتا!! ویسے کیوں کیا ہوا؟؟۔۔۔اسے وجہ بتاتے ہوئے وہ انجان بننے لگا نا جانے کیوں اسکے منہ سے جیلسی کا اظہار سننے کی خواہش دل میں جاگی تھی۔۔

شرٹ اتارنے میں تو سیکنڈ نہیں لگتا آپ کو؟ لیکن شرٹ چینج کرنے میں دیر ہو جاتی؟؟ واؤ؟؟۔۔۔وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوئی اسے شاباشی دے رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے اسکے ان الفاظ کو زو معنی انداز میں لیتے آئیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میری میٹنگ ہے دس بجے تک تو بس اسی جلدی میں۔۔۔۔اسے غصے میں آتے دیکھ کے وہ نرمی سے اپنا صفائی دیتا جب ایزل شاہ اسکی بات کاٹ گئی۔

تو بس اسی جلدی میں سوچا خود کے سینے کی نمائش کر لوں؟ کافی لڑکیاں لائن مار لیں گی تو اچھا محسوس ہو گا اور مزید دل لگا کے جم کروں گا؟؟۔۔۔ایزل شاہ کا لہجہ مزید طنزیہ اور جیلس ہوا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکے الفاظ پہ آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

کیسی باتیں کر رہی ہو یار! استغفار!!۔۔۔وہ معصوم بننے کی ناکام کوشش کرنے لگا البتہ اسکے الفاظ پہ ہنسی ضبط کرنا دنیا کا مشکل کام لگا تھا۔۔

مہرین سے باتیں کرتے ہوئے آپ کو وقت کے ضیائع کی ہوش نہیں آئی؟ لیکن شرٹ چینج کرتے ہوئے میٹنگ اٹینڈ کرنے کی فکر ہونے لگی؟؟ سٹرینج؟!!۔۔۔وہ اسکی مصنوعی معصومیت کو کسی خاطر میں نا لاتی مضبوط لہجے میں سوال کرتی آخر میں استہزایا انداز میں ہنسی تھی۔۔لہجہ فل تپا ہوا تھا۔۔

تم کمرے میں نہیں تھی بٹن ٹوٹ گیا تھا کس سے لگواتا؟۔۔وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسے پھر سے صفائی دینے لگا یوں لگ رہا تھا جیسے کٹہرے میں کھڑا جج کو جواب دے رہا ہو۔۔

نیل کے ساحل پہ چلی گئی تھی نا میں؟ جہاں سے واپس اسلامباد آنے کے لئے مجھے فلائٹ بل کروانی پڑتی؟؟۔۔ایزل شاہ نے اس کے بہانے پہ گہرا طنز مارتے کاظم شاہ کو حیران ہونے پہ مجبور کیا تھا۔اسکے الفاظ کے چناؤ پہ کاظم شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ ہنسے یا سر پیٹ لے۔۔بیوی جیلس بھی ہوتی تھی لیکن اقرار کرنا توہین بھی سمجھتی تھی؟

مجھے سمجھ نہیں آتی بیٹوں کی ماں بن کے تم بیویوں میں اتنا رعب اور غرور کہاں سے آجاتا ہے جس کا سارا زور شوہر پہ ہی نکلتا ہے!؟۔۔۔کاظم شاہ نے اسکی کمر کے گرد اپنا بازو لپیٹ کے اسے خود کے ساتھ لہراتے گھمبیر آواز میں سوال کرتے آئیبرو آچکا تھا۔وہ اس وقت مظلوم شوہر بننے کی ناکام ایکٹنگ کر رہا تھا۔۔

اب میٹنگ سے لیٹ نہیں ہو رہے آپ!؟۔۔۔وہ اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے اسکے ہاتھوں کو اپنے سراپے پہ گردش کرتے محسوس کر کے وہ خود میں سمٹتی دانت پیس کے بولی تھی۔۔

کیا ایسے ہی چلا جاؤں؟ بٹن نہیں لگاؤ گی؟؟۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا،وہ اسے مزید شدت سے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔۔ایزل شاہ کے بدن کے دلکش خدوخال اپنے سینے پہ محسوس کرتے کاظم شاہ کا دل کیا ہر کام بھاڑ میں جھونک کے اپنی نازک بیوی کی نزاکت محسوس کرنے میں گم ہو جائے لیکن وہ اسے نزدیک آنے دیتی تو وہ آفس سے چھٹی کرتا ہوا اچھا بھی لگتا نا؟؟

پہلے بھی تو ایسے ہی جا رہے تھے!! جائیں اب بھی کہیں آپکی مہرین باجی آپ کے انتظار میں بیمار ہو کے بیڈ سے نالگ جائیں!!۔۔۔واہ جی واہ۔۔کیا کہنے تھے ہماری اووزی شاہ کے؟وہ ایک ہی منٹ میں بڑے آرام سے مہرین کو کاظم شاہ کی باجی کے عہدے پہ فائز کر چکی تھی۔۔آج تو وہ طنز کی گیم کھیلتی کاظم شاہ کو بھی کہیں پیچھے چھوڑ چکی تھی۔۔کاظم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دباتے ہوئے جھک کے اسکی چھوٹی سی سرخ ناک پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

تو ہونے دو بیمار! ہمیں کیا؟ہم کسی کی وجہ سے اپنے رومانس میں حلل کیوں ڈالیں؟؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا بیگ بیڈ پہ اچھال کے ایزل شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔ازمیر شاہ اس وقت نیچے اپنی دادو کے پاس تھا جبکہ کٹی ازمیر شاہ کے گھٹنوں سے لگ کے بیٹھتی وفادار فیانسی بن کے اسکے تلوے چاٹ رہی تھی۔ایزل شاہ نے غصے سے اس کے بازوؤں سے اترنا چاہا تھا جب وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھا کے ااسکے ہاتھ میں بٹن اور دروز سے چھوٹی سا سلائی باکس نکال کے اسکے ہاتھ میں تھما گیا۔۔

دوسری شرٹ پہنیں! میں کیوں یہ بٹن۔۔۔ابھی ایزل شاہ غصے سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ جھک کے اپنا چہرہ اسکے چہرے کے نزدیک لاتا اسکے چہرے پہ اپنی گہری سانسوں کی تپش چھوڑنے لگی۔۔اسکی اتنی نزدیکی پہ ایزل شاہ بے ساختہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔۔

دوسری شرٹس کو چھوڑو! تم بٹن لگاؤ سویٹ ہارٹ ورنہ میں تمہارے لبوں پہ شدت سے قفل لگادوں گا!!۔۔۔۔۔
اسے خاموش ہوتے دیکھ کے وہ اسکی نیلی سمندری آنکھوں میں اپنی گولڈن آنکھیں گاڑتا قربت کے خمار سے لبریز لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی بے باک دھمکی پہ مزاحمت ترک کرتی نظریں جھکائے سوئی میں دھاگہ ڈالنے لگی ،اس دوران کاظم شاہ اسکے وجود سے اسکا دوپٹا اتارتے اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔ ایزل شاہ سرخ پڑی تھی، وہ اس وقت بلیو ڈیسنٹ اور کیپول سی فراک میں ملبوس تھی، فراک اوپر سے چست جبکہ کمر کے نیچے سے کافی کھلی ڈھلی سی تھی۔ کاظم شاہ اسے اوپر سے نیچے تک گہری نگاہوں سے دیکھتا اسکے نشیب و فراز پہ اپنی بے باک نگاہیں ٹکا گیا۔ اپنے اس قدر قریب بیٹھے وجود پہ ملکیت کا احساس شدت سے ہوا تھا۔۔ وہ اسکے پور پور پہ اپنا حق جتانے کے لئے مر رہا تھا جیسے۔۔ لیکن اسکی ظالم بیوی کو نا جانے کب اس پہ رحم آنا تھا؟ وہ ابھی سوئی میں دھاگہ ڈال ہی رہی تھی جب وہ اسکے سلکی لمبے بھورے بالوں کو کیچر سے آزاد کر کے ان میں اپنا چہرہ چھپاتا اسکی گردن پہ اپنے سلگتے ہونٹ رکھ گیا۔۔ ایزل شاہ کے ہاتھ بے ساختہ کپکپائے تھے، اسکے لبوں کی بے باکیوں کو سہتے وہ سوئی میں دھاگہ نہیں ڈال پا رہی تھی۔۔

دور ہوں سوئی میں دھاگہ ڈالنا ہے!!۔۔۔ وہ اپنی زبان کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو پاتی دانت پیس کے بولی۔ کاظم شاہ جو مدہوشی میں کافی جھک کے اسکی گردن دیوانوں کی طرح چوم رہا تھا ایزل شاہ کے مدعے پہ وہ اسکی فراک کے گہرے گلے پہ اپنی گہری سانسیں چھوڑتا اپنا چہرہ اس سے دور کر گیا۔۔ اسکے دور ہٹنے پہ ایزل شاہ نے اپنی رکی ہوئی سانسوں کو نا محسوس انداز میں بحال کرتے ہوئے سوئی میں دھاگہ ڈالا تھا۔۔

یہ بھی مہرین سے لگوا لیتے! وہ کافی اچھا لگا لیتی!! آخر کو ملازمہ جو ہے آپکی؟۔۔۔ ایزل شاہ اسکی شرٹ کو ایک ہاتھ سے کالر سے پکڑ کے اسے خود کے نزدیک کرتی اسکا بٹن لگاتے ہوئے مصروف انداز میں آنکھیں گھما کے گویا ہوئی تھی، اسکا شوہر اسی طرح سے بٹن لگوائے بغیر اپنے سینے کی نمائش کرتا آفس جا رہا تھا؟ ایزل شاہ چاہ کے بھی بول نہ ہوئی بلکہ اسکا غصہ وقتاً فوقتاً بڑھ رہا تھا۔ وہ مہرین کو اسکی باجی سے ملازمہ بنا چکی تھی۔۔

ہماری ہر بات میں مہرین کیوں آجاتی ہے؟؟ تمہیں نہیں لگتا اس کا ذکر یہاں فضول ہے؟۔۔۔ کاظم شاہ اب کی بار سنجیدہ ہوا تھا لہجہ روعبدار تھا، اسے بار بار اپنے اور اسکے درمیان مہرین کا ذکر پسند نہیں آرہا تھا۔ ایزل شاہ اسکے جواب

پہ اسے کچھ پل دیکھنے کے بعد خاموشی اور سنجیدگی سے اس کا بٹن لگانے لگی۔اس نے اب کی بار اسے جواب دینا محسوس نہیں کیا تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا وہ اب اس بحث سے چڑ جائے گا۔۔وہ اسکی خاموشی پہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھ ہی رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔کاظم شاہ نے جیب میں ہاتھ ڈال کے نمبر دیکھے بغیر فون اٹھا کے کان کو لگایا تھا۔۔

سر پارٹی پہنچ چکی ہے!! آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے!۔۔۔دوسری طرف سے مہرین کی آواز کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ ایزل شاہ کے کانوں سے بھی ٹکرائی تھی، کاظم شاہ ایزل کے بے حد نزدیک کھڑا تھا اسی لئے وہ دوسری طرف موجود مہرین کی آواز آرام سے سن چکی تھی۔۔مہرین کی آواز سنتے ہوئے ایزل شاہ نے جان بوجھ کے اسکے سینے پہ زور سے سوئی چبھائی تھی۔کاظم شاہ کی ہلکی سی کراہ بے ساختہ تھی کیونکہ اس نے ایزل شاہ سے یہ حملہ تو قطعی ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی کراہ کا اثر لئے بنا مصروف انداز میں اسکا بٹن لگاتی یوں سنجیدہ تھی جیسے اس نے اسکی کراہ سنی ہی نہ ہو یا یہ سوئی اسے غلطی سے چبھ گئی ہو۔۔

اوکے!! مس مہرین آ۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسے مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے مہرین کو جواب دینا چاہا تھا جب ایزل شاہ اسکے منہ سے مہرین کا لفظ سنتی اب کی بار زرا پہلے سے زور سے اسکے سینے پہ سوئی چبھاتی پھر سے وہی عمل دہرا گئی، کاظم شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اپنی کراہ روکی تھی۔۔

مس مہرین آپ ایسا۔۔۔۔وہ پھر سے مہرین کو جواب دینے لگا جب وہ اب کی بار دو سے تین دفعہ بے دردی سے اسکے چٹانی سینے پہ سوئی سے لکیریں کھینچتی اس پہ تشدد کرنے لگی، کاظم شاہ کے کسرتی سینے پہ خراشیں نمودار ہوئی تھیں۔۔کاظم شاہ نے اب کی بار اپنے ہونٹوں پہ دانتوں کا دباؤ مزید بڑھاتے مہرین کو کوئی بھی جواب دیئے بنا فون بند کرتے ہوئے اسکی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے جکڑا تھا۔۔

کس چیز کا غصہ اتارنی چاہی رہی ہو؟ اور اگر غصہ اتارنا ہی ہے تو ان بے جان چیزوں کا استعمال کرنے کی بجائے اپنے دانتوں کو جاندار استعمال میں لاتے میرے سینے پہ اپنا غصہ اتارو تاکہ بدلے میں میں بھی تمہیں کوئی خراج تحسین بھی پیش کر سکوں!!۔۔۔وہ دانت پیس کے زومعنی انداز میں بولتا ہوا اسکے سرخ گال کو زور سے اپنے لبوں میں دبا گیا۔۔ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے اس سے اپنا چہرہ دور کرتی اسکے

سینے پہ جھک کے بٹن میں موجود دھاگہ توڑنے لگی، وہ بٹن لگا چکی تھی۔۔ اسکے سینے پہ جھک کے دانتوں سے دھاگہ توڑتے ہوئے وہ اسکی تیز پرفیوم کی مہک انہیل کرنے لگی۔۔ اسکی پرفیوم کی مہک کسی کو بھی مدہوش کر سکتی تھی، ایزل شاہ کی چھوٹی چھوٹی سانسوں کی تپش اپنے سینے پہ محسوس کرتے کاظم شاہ نے خود پر سے قابو کھوتے ہوئے اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے اسکا سر اپنے سینے سے اٹھا کے چہرہ اپنے مقابل کرتے اسکے لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں قید کیا تھا، وہ پچھلے کئی دنوں سے صرف اسکے سوتے کے دوران اسکے ہونٹوں کو قید کر رہا تھا، آج کافی دنوں بعد ایزل شاہ اس منظر کو لائیو دیکھ اور محسوس کر رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کے ہاتھ سے سوئی اور دھاگہ چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا۔۔ کاظم شاہ مدہوش ہوتے بے تابی سے اسکے ہاتھوں کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھاتا ہوا اسکے لبوں کو پہلے سے زیادہ شدت سے اپنے لبوں میں پیوست کر گیا۔۔ اسکی سانسوں کو پیتے ہوئے وہ اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی سے الجھاتا ایزل شاہ کو وہ تمام پل یاد کروا گیا جب وہ اسکی روح میں اترتا ہوا اسکے ہاتھ کی انگلیوں کو یونہی بری طرح سے اپنی انگلیوں میں الجھا جایا کرتا تھا۔ آج تو کاظم شاہ کے ہاتھوں کی حرارت بھی اسکی طلب کا راز فاش کر رہی تھی۔۔ اسکے لبوں کی بڑھتی شدت پہ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ ایزل شاہ کی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے وہ اسکے لبوں کو بمشکل آزادی بخشتے اسکے بھیگے سرخی چھلکتے لبوں کو دیکھنے لگا، ایزل شاہ نے گہری گہری سانسیں بھرتے ہوئے اپنی سانسیں ہموار کی تھی، اسے سانسیں ہموار کرتے دیکھ کے وہ اسکے ایک ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتا جھک کے دروازے سے کریمی چاکلیٹ کا چھوٹا سا ڈبہ نکالنے لگا۔ ایزل شاہ نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اب چاکلیٹ کا ڈبہ کھول رہا تھا، یہ ایزل شاہ کی ہی چاکلیٹ تھی اسے جب بھی رات میں چاکلیٹ کی کریونگ ہوتی تھی وہ انگلیوں سے کریمی چاکلیٹس کے ڈبے یونہی ختم کر جایا کرتی تھی۔ کاظم شاہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر اپنی شہادت والی انگلی پہ کریمی چاکلیٹ لگاتا ایزل شاہ کے ہونٹوں پہ لگاتے ہوئے اگلے ہی پل شدت سے جھک گیا، وہ اسکے ہونٹوں سے اس چاکلیٹ کو اپنی زبان سے چنتا ایزل شاہ کو سرخ لال کر گیا۔۔ وہ آفس جا رہا تھا؟ صبح صبح اس کا یہ رومانس اس کے لئے ان ایکسپیکٹڈ ہی تھا کیونکہ وہ پچھلے دنوں سے کب ایک دوسرے کے اتنے نزدیک آ رہے تھے؟ ایزل شاہ سرخ پڑی تھی۔۔ کاظم شاہ نے یہ عمل ایک بار نہیں کئی بار دہراتے ہوئے اپنی انگلی کو چاکلیٹ سے بھر کے اسکے ہونٹوں پہ لپ اسٹک کی طرح لگاتے اسے اپنے انداز میں چنا تھا۔۔ ایزل شاہ نے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے

تھوک نگلتے ہوئے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا جب وہ اسے آنکھیں دیکھاتا اسکی ہونٹوں سے اسکی گردن کی طرف بڑھتا یہی عمل دہرانے لگا، ایزل شاہ کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے، وہ اسکی گردن پہ چاکلیٹ لگاتا بے حد رومانٹک انداز میں یہاں بھی اپنی زبان کو استعمال میں لاتے اسکے بال کان سے پیچھے کرنے لگا۔۔ ایزل شاہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلائے اس بے باک انسان کو دیکھ رہی تھی جو اس کی گردن سے مزید جھکنے کی کوشش کرتا اسکی فراک کے گلے پہ بھی چاکلیٹ لگا چکا تھا۔۔

ا۔۔ازمیر۔۔ر۔رو۔۔رہا۔۔ہو۔۔۔گا۔۔نیچے!!۔۔۔ایزل شاہ نے لڑکھڑاتی زبان سے بہانہ بنایا تھا، وہ اسکی بھرتی بے باکیوں میں لحہ بالحہ سٹپٹا رہی تھی۔۔

"میر" اپنا ناشتہ کر چکا ہے اب اسکے بابا کی باری ہے!! شششش!!۔۔کاظم شاہ حد بے باکی سے بولتا اسکے لبوں پہ لگی چاکلیٹ کو اپنے ہونٹوں سے ایک دفعہ پھر سے چن کے اسکی فراک کے اوپری بٹن کھولتا ایزل شاہ کے طوطے اڑا گیا۔۔ایزل شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی تھی جب وہ اسکا ہاتھ دور ہٹا کے نرمی سے اسکی گردن کی گہرائیوں کو اپنے لبوں سے چومنے لگا۔۔اسکی دھڑکنوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتے وہ ایزل شاہ کو کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔۔

کافی مزہ آیا اس ناشتے میں ڈارلنگ! ورنہ آفس جا کے وہی ان رومانٹک سی چائے منہ کو لگانی پڑتی! یہ چاکلیٹ اور تمہارے نازک ہونٹ ایک پرفیکٹ رومانٹک ٹچ دے رہے تھے!! آئی رئیلی لائک اٹ! اگر روز ہی ایسا ناشتہ مل جائے تو۔۔۔ایزل شاہ کے کپکپاتے بدن کو محسوس کرتے وہ اسکی دھڑکنوں سے سر اٹھا کے اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لئے گھمبیر آواز میں بے باکی کی حدیں پار کرتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے زو معنی انداز میں اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔ایزل شاہ کے گال تپ کے انگارہ ہو رہے تھے۔اس نے نظریں جھکاتے شرم سے لال پڑتے ہوئے نیچے اترنے کی کوشش کی تھی جب کاظم شاہ پھر سے اپنی انگلی کو چاکلیٹ سے بھرتے اسکے ہونٹوں میں دبا گیا۔

ٹیسٹ اٹ!!۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتے اسکے پیٹ پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

م۔مجھے۔۔نہیں۔۔۔کھانی!!۔۔۔ایزل شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اپنا چہرہ اس سے دور کیا تھا، وہ دو منٹوں میں اسکی حالت بگاڑ کے رکھ چکا تھا اور جب وہ اپنی آئی پہ آتا تھا یوں ہی کیا کرتا تھا۔۔

تمہارے تو اچھے بھی کھائیں گے !!۔۔۔وہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں نرمی سے دبوچتا اسکے لبوں میں زبردستی اپنی انگلی دبا گیا، ایزل شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اسکی انگلی پہ دانت گاڑتے تھوڑی سی چاکلیٹ کھا کے نظریں جھکائی تھیں، کاظم شاہ مبہم سا مسکراتے ہوئے اسکے دانتوں سے اپنی انگلی آزاد کرواتا اسکی طرف دیکھنے لگا جو اسکی نظروں کی گہری تش پہ بے ساختہ نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی، ایزل شاہ کے اسکی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب وہ اپنی یہی انگلی اپنے ہونٹوں میں دبا کے اسے بھرپور انداز سے سک کرتا ایزل شاہ کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔۔اسکے سٹپٹا کے نظروں کا زاویہ بدلنے پہ وہ قہقہہ لگاتا ہوا اسکی فراک کے بٹن بند کرتے اسکے گال پہ پیار سے اپنے لب رکھتے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ ثبت کر گیا۔ایزل شاہ نے نظریں پھر سے جھکائی تھی۔۔وہ اب اپنی انگلیاں مڑورتے ہوئے اس گھڑی کو کوس رہی تھی جب اس نے اسے آفس جاتے دیکھ کے جیلس ہوتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

میرا ناشتہ تو ہو چکا لیکن تم نے تو ناشتہ بھی نہیں کیا اگر تم چاہو تو میرے انداز میں ناشتہ کر سکتی ہو!! ان ہونٹوں کو اپنی ہی پراپرٹی سمجھو!!۔۔۔کاظم شاہ اسے آنکھ مار کے بے شرمی سے گویا ہوتا اپنے ہونٹ اسکے نزدیک لے آیا جب وہ اسکے سینے پہ زور سے ہاتھ مار کے اس سے دور ہوتی ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اتری تھی۔۔اسکے سرخ چہرے کو دیکھ کے وہ اپنا قہقہہ دباتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے پھر سے خود کے نزدیک کھینچتا اسکی فراک کے اوپری بٹن بند کرنے لگا، کاظم شاہ کی آنکھیں اس وقت شدید سرخ پڑ رہی تھیں۔۔

اس کے چہرے، گردن اور دھڑکنوں پہ اپنی شدتوں کے نشانات دیکھتا وہ روح تک سرشار ہوا تھا۔۔جب فون ایک دفعہ پھر سے رنگ ہوا تو گہری سانس گرتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھنا لگا جو غصے سے اپنے ناخنوں سے اسکا سینہ نوچتی اسکا بٹن بند کر کے ایک جھٹکے میں اس سے دور ہوتی واشروم کی طرف بھاگی تھی۔وہ سمجھ چکی تھی پھر سے اس مہرین چڑیل کی کال ہو گی اور اسی چڑیل کی کال تھی۔۔کاظم شاہ کو اپنے سینے پہ میٹھی سی جلن محسوس ہوئی تھی، وہ آئینے میں اپنے سینے پہ بڑی بڑی خراشیں دیکھ کے شرٹ کا کالر ٹھیک کرتا تاصف سے ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔۔

Don't call me again! I am coming

پھر سے کال آتے دیکھ کے کاظم شاہ دانت کچکچا کے فون یس کر کے کون سے لگا تا زر اغصے سے بولتے ہوئے دوسری طرف کی سنے بغیر فون بند کر گیا۔۔۔

خان مینشن میں اس وقت رات کے کھانے کا وقت تھا۔۔رات کے سات بج رہے تھے،وہ دونوں بہن بھائی خاموشی سے ڈائینگ روم پہ بیٹھے ہلکا پھلکا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔۔حازق خان اپنی بہن کو اسکی ڈائیٹ کے مطابق ہیلتھی چیزیں کھلا رہا تھا جنہیں وہ منہ بنا کے کھا رہی تھی۔۔

لالہ مجھے یہ سب نہیں پینا!! مجھے گول گپے۔۔۔۔۔حازق خان کو گلاس میں دودھ ڈالتے دیکھ کے گلالئی ناک منہ چڑھا کے ابھی اپنا جملہ مکمل کرتی جب حازق خان نے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اسکی زبان کو بریک لگوائی تھی۔وہ آج کل اسکی صحت کو لے کے کافی پوزیسو ہو رہا تھا،وہ اپنی آرمی کی ڈیوٹی ایک سائیڈ پہ کر کے دن رات اپنی بہن کا خیال رکھ رہا تھا،ہاں پچھلے کچھ دن وہ زوریز شاہ کی شادی میں مصروف مینشن کچھ دیر سے آتا رہا تھا لیکن اس دوران بھی وہ اپنی بہن سے ذرا سی غفلت نہیں برتتا تھا۔۔

لالہ!! آپ مجھ پہ غصہ کرتے ہیں اب!!۔۔۔گلالئی نے اسکے گھورنے پہ اسے ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔اسکے معصوم سے شکوے پہ حازق خان نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی،ابھی وہ کچھ بولنے ہی والا تھا جب ملازمہ کی آواز ان کے کان سے ٹکرائی تھی۔

لالہ!! آپ کی دوست آیا ہے! وہ بولتا ہے میجر خان کو بھیجو!!!۔۔۔۔ریشم (ملازمہ) ایک شادی شدہ عورت تھی، اسکی عمر درمیانہ تھی۔وہ خان مینشن کے ڈرائیور کی بیوی گلالئی کی ملازمت کے لئے رکھی گئی تھی۔پہلے پہل تو گلالئی ملازماؤں سے کافی ڈرتی رہی تھی لیکن آہستہ آہستہ حازق خان کے سمجھانے پہ وہ ان سے ڈرنا چھوڑ چکی تھی۔ضروری تو نہیں تھا ہر کوئی نگہت جیسی ہو؟

کون دوست؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے جواباً نا سمجھی سے استفسار کیا تھا،ابھی ریشم کچھ بولتی جب ڈائینگ روم میں داخل ہوتی ہستی کو دیکھ کے حازق خان کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

حد ہو گئی ہے کب سے گیسٹ روم میں بیٹھ کے تمہارا انتظار کر رہی ہوں اور یہ میڈیم تمہیں ابھی آ کے میرے آنے کی اطلاع دے رہی ہیں؟ اور اتنے تفتیشی ملازم رکھے ہوئے ہیں تم نے؟ کوئی بم بلاسٹ کرنے کے لیے تو نہیں لا رہی تھی میں جو جگہ جگہ میری چیکنگ کی جا رہی تھی! کیا تم نے ان سب سے میرا تعارف نہیں کروایا کہ میں اس بڑے سے مینشن کی عنقریب مالکن اور تمہاری لیلا بننے والی ہوں؟؟۔۔۔وہ ریشم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی خود ڈائیننگ روم میں داخل ہوتی تاصف سے روعب دار انداز میں بولتی حازق خان کی زبان تالو سے چپکا گئی۔۔اس نے کبھی بھی اپنے گھر کے اندر اسکی موجودگی ایکسپیکٹ نہیں کی تھی۔۔گلالئی کے ہاتھ سے کانٹا چھوٹتا ہوا زمین پہ گرا تھا، یہ آواز ۔۔۔یہ آواز تو بہت جانی پہچانی سی تھی؟؟ گلالئی کا نازک سا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔

ت۔تم یہاں؟؟۔۔۔۔۔حازق خان اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا حیرانگی کے عالم میں صرف یہی بول پایا تھا۔۔

نہیں تو کیا تم نے جاگتے ہوئے بھی میرے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں سر تاج صاحب؟۔۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کرتی شرارت سے بولی تھی۔وہ اس وقت گھٹنوں تک آتے مسٹرڈ سٹائلش سے کرتے کے ساتھ وائٹ جینز پہنے کندھوں کے گرد حازق خان کی اجرک اوڑھے ہوئے تھی۔۔زوریز شاہ کے ولیمے کو تین سے چار دن گزر چکے تھے، ان دونوں کی ملاقات اس دن کے بعد آج ہو رہی تھی۔۔اسے اپنی اجرک میں دیکھ کے حازق خان کے دل کی حالت آج پھر غیر ہوئی تھی جبکہ گلالئی دل میں دعا کر رہی تھی یہ وہ لڑکی نہ ہو جسے وہ سوچ رہی ہے۔۔گلالئی کے ہاتھ کپکپاتے تھے، پیچھے مڑ کے دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔

اسٹچو کیوں بن گئے ہو؟ اور اتنے دنوں سے فون کر رہی ہوں تمہیں ایک کال نہیں اٹھائی! کیوں؟ اور اب پیٹ کا زخم کیسا ہے؟ میں نے مرحا سے مختصر طور پہ ڈسکس کیا تھا۔۔

She was saying

گولی لگنا کوئی عام بات نہی۔۔۔۔۔ابھی میرال شاہ پٹر پٹر بولتی اپنا جملہ مکمل کرتی جب حازق خان نے فوراً سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

تم گیسٹ روم میں چلو میں آتا ہوں!!۔۔۔۔حازق خان نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے کافی ضبط سے جواب دیا تھا۔۔

لالہ کیا ہوا ہے آپ کو؟؟ کہاں گولی۔۔۔ کی۔۔ کیسی۔۔ گو۔۔ گولی؟؟۔۔۔ گلالئ سے جب رہا نہ گیا تو فوراً سے پہلے ان کی باتوں میں مداخلت کرتی اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی حازق خان کی طرف دیکھنے لگی، اس نے ابھی تک مڑ کے آنے والی مہمان کو نہیں دیکھا تھا البتہ میرال شاہ کا منہ حیرت سے ضرور کھلا تھا۔۔ یہ نرم سی آواز۔۔۔ معصومیت سے لبریز آواز۔۔۔ وہ اس آواز کو آخر کیسے بھول سکتی تھی؟؟ اس آواز نے تو اسکے خوابوں میں آتے ہوئے اسکا سویا ہوا ضمیر جگایا تھا۔۔

کچھ بھی نہیں ہوا گڑیا!! تم دودھ کا پورا گلاس فنش کرو میں آرہا ہوں!!۔۔۔ گلالئ کی فق ہوتی رنگت دیکھتے ہوئے حازق خان اسے نرمی سے جواب دیتا پھر سے کرسی پہ بٹھاتے وہاں سے جانے ہی والا تھا تاکہ میرال شاہ کو یہاں سے جلد از جلد باہر لے جاسکے جب گلالئ نے کرسی سے کھڑے ہوتے تیزی سے اسکی طرف رخ موڑا تھا، وہ مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

لالہ!! آپ کو گولی۔۔۔۔۔۔ ابھی گلالئ اپنی زبان سے مزید الفاظ نکالتی جب سامنے کھڑی میرال شاہ کو دیکھ کے اسکے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ چکے تھے۔ آج اتنے مہینوں بعد گلالئ کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھتے ہوئے میرال شاہ ساکت ہوئی تھی۔۔ ہاتھ میں پکڑا پھولوں کا گلدستہ اور گفٹ کے شاپر زینے زمین کی زینت بنے تھے۔۔ وہ دونوں حیران در حیران ایک دوسرے کی انکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔ حازق خان نے زور سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔۔ گلالئ کے چہرے کے تاثرات سے واضح تھا کہ اس کا دل در حقیقت کتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔۔

ت۔ تم۔۔ ی۔ یہاں؟؟؟۔۔۔ ت۔ تم۔۔ گلا۔۔ گلالئ۔۔ ہو۔۔۔

نا؟؟۔۔۔ ہا۔۔ ہاں۔۔۔ ت۔ تم۔۔۔ وہی۔۔۔ ہوں؟؟۔۔۔ میرال شاہ کی زبان سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے ادا ہوئے تھے، اسے ابھی تک اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا یہ گلالئ ہے! وہ ہمیشہ کی طرف اپنے وجود پہ بڑی سی چادر اوڑھے ہوئے تھی، اسکا وجود پہلے سے صحت مند لگ رہا تھا۔۔ چادر اوڑھنے سے بھی پیٹ واضح ہو رہا تھا۔۔ میرال شاہ دو ہی منٹوں میں اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لے چکی تھی۔

جاؤ یہاں سے!!! سنا نہیں تم نے گیسٹ روم میں جاؤ!!!۔۔۔گلالئی کی آنکھوں سے پھسلتے آنسوؤں کو عارضوں کی زینت بنتے دیکھ کے حازق خان اپنی لہو رنگ نیلی آنکھیں میرال شاہ پہ گاڑتا چلایا تھا۔میرال شاہ پہ اس کے چلانے کے کوئی اثر نظر نہیں آرہا تھا،وہ آنکھیں پھاڑے گلالئی کی طرف دیکھتی جارہی تھی۔۔

")نانو۔۔۔میری منگنی کی ساری گولڈ اور ڈائمنڈ جیولری میرے روم سے غائب ہے جو آپ نے مجھے اتنے پیار سے دی تھی۔۔"

"وہ چورنی!! اسی نے چوری کیا ہے میرا سارا زیور۔۔۔"

"نانو۔۔۔اسے میں نے کل رات اپنے روم کی صفائی کرنے کے لئے کہا تھا،اور اس وقت میری ساری جیولری میرے ڈریسنگ مرر پہ پڑی تھی،اس کے صفائی کر کے جانے کے بعد سے میرے روم میں کوئی بھی نہیں آیا تھا تو اس کا مطلب تو یہی ہوا نا اسی نے چڑائی ہے میری ساری جیولری"!!

"شاہ پولیس کو فون کرو۔۔۔یہ ایسے نہیں اگلے گی۔۔پولیس کے دو ہاتھ پڑیں گے۔۔خود ہی سارا سچ اگل دے گی۔۔("

گلالئی کے دماغ میں میرال شاہ اور شاہ بی بی کے تمام پرانے جملے گڈ مڈ ہوتے کسی تازیانے کی طرح گونج رہے تھے۔۔ آنسوؤں میں شدت آئی تھی۔۔

گل۔۔گلالئی!!!۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے کسی ٹرانس کی کیفیت سے لوٹتے ہوئے گلالئی کو پکارتے ہوئے اسکی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے جب گلالئی الٹے قدم لیتی اسکی پہنچ سے دور ہوئی تھی۔۔

!!Stop there & Don't U dare to call my name

گلالئی مضبوط لہجے میں اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتے ہوئے غرائی تھی،آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنسا ہوا تھا جسکی وجہ سے آواز بھیگ چکی تھی۔۔لہجہ مضبوط جبکہ زبان انگریزی تھی۔اسکے منہ سے انگریزی کے الفاظ سنتے ہوئے میرال شاہ ہکا بکا ہوتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔اسکے لہجے کی مضبوطی پہ میرال شاہ کے قدم خود بخود زمین میں جکڑے گئے تھے جیسے۔۔

گڑیا ریلیکس!! یہاں پہ بیٹھو!!۔۔۔

Everything is okay!! Relax

گلالئ کو کانپتے دیکھ کے حازق خان جلدی سے اسے سہارا دے کے کرسی پہ بٹھاتا گھٹنوں کے بل اسکے پاس بیٹھتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رب کرنے لگی۔۔ میرال شاہ کی حیرت و قنآ فو قنآ بڑھتی جارہی تھی۔۔ وہ اسے گڑیا تو اسکی گڑیا اسے لالہ پکار رہی تھی! آخر یہ کیا ماجرا تھا؟؟

مجھے اپنے کمرے میں جانا ہے!! آپ کو آپکی دوست کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا چاہئیے!!۔۔۔ گلالئ اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوا کے اسکے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی بھرائے لہجے میں بولتے ہوئے میرال شاہ کو کراس کرتی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ حازق خان اپنے خالی ہاتھوں کی طرف دیکھ کے رہ گیا۔۔ یہ آج پہلی بار ہوا تھا کہ اسکی بہن اسے خود سے اتنی ناراض ناراض سی لگی تھی کہ اسے خود سے دور جھٹک گئی تھی؟؟

ی۔ یہ گلالئ ہے نا میجر؟؟ یہ یہاں تمہارے گھر میں کیا کر رہی ہے؟ کیا تم نہیں جانتے یہ شاہ خاندان کی بہو اور سید احان شاہ کی بیوی ہے؟؟؟۔۔۔ گلالئ کو کمرے میں بند ہوتے دیکھ کے میرال شاہ نے حیرت انگیز تاثرات سے روعب دار لہجے میں حازق خان کو مخاطب کیا تھا۔۔

آہہ!!!!!۔۔۔۔ میرال شاہ کے جملے سننے کے بعد حازق خان نے غصے سے چیختے ہوئے اپنا یہی ہاتھ زور سے ڈایئنگ ٹیبل پہ مارا تھا جو اسکی بہن اس سے غصے سے چھڑوا کے گئی تھی۔۔

کون سا شاہ خاندان؟؟ اور کون سید احان شاہ؟؟ تمہاری جرآت کیسے ہوئی میرا بہن کا نام اس سفاک انسان کے ساتھ جوڑنے کی؟؟۔۔۔ حازق خان اسکے مقابل کھڑا ہوتا چلایا تھا۔۔ اسکے چلانے پہ میرال شاہ بے ساختہ دو قدم دور ہوئی تھی۔۔

وہ میرا کزن ہے اور اس پہ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے!! گلالئ میرے کزن سید احان شاہ کے نکاح میں ہے تم بتاؤ تمہاری جرآت کیسے ہوئی ہمارے خاندان کی بہو کو اپنے گھر میں رکھنے کی؟؟۔۔۔ وہ بھی جو ابا غرائی تھی!! وہ اس وقت بھول چکی تھی کہ وہ اسکی تیمارداری کرنے آئی ہے۔۔

ہاہاہاہا!! ہاؤ فنی!! ۔۔۔۔۔۔ حازق خان اپنے دونوں ہاتھوں کی تالیاں بجاتے ہوئے استہزایا انداز میں ہنسا تھا۔۔ میرال شاہ نے اسے الجھی نگاہوں سے دیکھا۔۔

تمہارے بقول گلالئ تم لوگوں کی ہویلی کی بہو ہے؟؟تمہارے کزن احان شاہ کے نکاح میں ہے؟؟میرا ایک سوال ہے کیا شاہ خاندانوں میں ہر بہو کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟؟انہیں ہر بار ہویلی بدر کر دیا جاتا ہے؟؟شاہ خاندانوں کی بہوؤں کو ان کے شوہر بال پکڑ کے ہویلی سے باہر نکالتے ہیں؟؟شاہ خاندانوں کی بہوؤں کو ہویلی کے ملازموں کے زریعے کیڈنیپ کروالیا جاتا ہے!؟اور اگر یہی بہوئیں رات کے آدھے پہر کسی جنگل میں قید ہوں تو کیا ہویلی والوں کو نیند آجاتی ہے؟؟کیا ان کا دل نہیں کانپتا؟؟کیا ان کے دل میں ایک دفعہ بھی خوف خدا پیدا نہیں ہوتا؟؟۔۔۔۔حازق خانزادہ اپنی پوری قوت سے حلق کے بل دھاڑا تھا۔میرال شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی!!

گلالئ تمہارے کزن کی بیوی تھی لیکن اس پہ چوری کا الزام لگانا تم نے اپنا فرض سمجھا تھا؟کیوں؟؟آخر کیوں؟کیا بگاڑا تھا میری بہن نے تمہارا میرال شاہ؟؟گلالئ تمہارے کزن کی بیوی ہے اس کے نکاح میں ہے لیکن پھر بھی ہاسپٹل میں اپنے ایکس فیانسی کو بھڑکانا تم نے اپنا فرض سمجھا تھا؟؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ حازق خان پھٹ پڑا تھا۔۔اسکے منہ سے شاہ خاندان اور احان شاہ کے متعلق سن کے اسکا پورا جسم آگ کی بھٹی کی مانند سلگ رہا تھا۔۔

حازق خان کے الفاظ پہ میرال شاہ کا چہرہ خفت زدہ ہوا تھا۔۔کیا وہ بھی چوری کے الزام والا واقعہ جان چکا تھا؟؟میرال شاہ کو اتنی تکلیف اپنے باپ سے کھائے ہوئے تھپڑ کی نہیں کوئی تھی جتنی اس وقت حازق خان کے الفاظ سے ہو رہی تھی وہ اپنے الفاظ کے ذریعے اسکے چہرے پہ طمانچے ہی تو جھڑ رہا تھا۔۔

ک۔کو۔۔کونسا۔۔ہاسپٹل؟؟۔۔۔کب۔۔۔بھڑکایا۔۔میں۔۔۔نے؟؟۔۔۔میرال شاہ اپنے آنسو حلق سے نیچے اتارتی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں گویا ہوئی۔۔

ارے اتنی جلدی بھول گئی تم وہ ہاسپٹل؟جہاں تمہاری نیک شاہ بی بی کو موت سے بچانے کے لئے لے جایا گیا تھا اور تم پورے ہاسپٹل میں اپنے ڈئیر کزن پہ چیختی اعلان فرما رہی تھی کہ تمہاری نانو کو زہر دینے والی اسکی اپنی بیوی ہے!! تو آج پھر یہ ہمدردی کیوں؟؟میری بہن کو اس ہویلی سے نکلوانے کا سبب بن کے آج اپنے ایکس فیانسی اور اسکے نکاح میں موجود عورت کے لئے اتنی ہمدردی کیوں میرال شاہ؟؟۔۔۔حازق خان ڈایننگ ٹیبل کی کرسی کو ٹھوکر ماری کے زمین پہ پٹکتا اپنے ڈارک براؤن بالوں کو نوچتے ہوئے غرایا تھا۔۔میرال شاہ نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

حازق خان کے الفاظ پہ اسکی زبان تالو سے چپکی تھی۔وہ کیا کیا بولتا جا رہا تھا؟ اسکے الفاظ اسکے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے۔۔

م۔می۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔ایسا۔۔۔ن۔نہیں۔۔۔کیا۔۔۔میر ال شاہ کو آج پہلی بار صفائی دینا دنیا کا مشکل کام لگ رہا تھا۔۔اسکا دل جیسے کوئی تیز دھار آڑی سے چیر رہا تھا۔۔حازق خان کے منہ سے یہ تمام انکشاف سننا اسکے لئے مرنے کا مقام تھا۔۔

ہاں تم سب نے کچھ بھی نہیں کیا!! سب کچھ ہم نے کیا ہے!! سب کچھ اسماعیل خان نے کیا ہے!! سب کچھ اسماعیل خان کی اولاد نے کیا ہے!! ہم سب برے ہیں تم سب اچھے ہو!! جان چھوڑو ہماری!! ۔۔۔۔۔وہ غصے سے اسکے آگے ہاتھ جوڑتا کرخت لہجے میں دھاڑا تھا۔۔

م۔میری۔۔۔بات۔۔۔سنو۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔کبھی۔۔۔نہیں۔۔۔چاہا۔۔یہ۔۔۔دونوں۔۔۔الگ۔۔۔۔۔

ابھی میر ال شاہ آنکھوں میں آنسو لئے اپنی بات مکمل کرتی جب حازق خان نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

Go from here Miral Shah

اور اگلی دفعہ میرے گھر کی دہلیز پہ قدم رکھنے کی کوشش بھی مت کرنا!! تم نے بولا تم مجھے پچھلے دنوں سے فون کر رہی تھی؟؟ کیوں؟ تم مجھے فون کیوں کر رہی تھی؟ کیا ہم دونوں کسی ریلیشن میں ہیں؟ تم نے بولا میں اپنے ملازموں کو بتا دوں کہ تم اس ہویلی کی مالکن بننے والی ہو؟؟ کیوں آخر کس خوشی میں؟؟ کیا میں نے کبھی تمہیں یہ امید دلائی ہے کہ ہم دونوں بہت جلد شادی کرنے والے ہیں؟؟ یا ہم دونوں پریم ساتھی ہیں؟؟ تمہارے ان الفاظ سے میری بہن مجھ سے کس طرح سے بدگمان ہوئی ہو گی تم سوچ بھی نہیں سکتی!! آخر تم کیوں ہمیشہ میرے لئے مشکلات کھڑی کرنے کا باعث بنتی ہو میر ال شاہ؟؟ میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی تم؟؟۔۔۔حازق خان ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ چلاتا ہوا میر ال شاہ کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر چکا تھا۔۔ آج والا حازق خان اس دن گاڑی میں بیٹھے حازق خان سے بہت مختلف تھا جو ایک ہی سانس میں اس سے اتنے شکوے کر چکا تھا جبکہ آج والا حازق خان تو اپنے الفاظ سے صرف اسکا دل زخمی کرنے کا باعث بن رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔مذ۔مذاق۔۔۔کر رہی تھی!! اور صرف تمہارا حال پوچھنے آئی تھی انسانیت کے ناطے !!!۔۔۔۔۔میرال شاہ اپنی نم ہوتی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے گویا ہوئی۔۔اپنی اتنی انسلٹ برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

یہ انسانیت تب کہاں جا سوئی تھی جب تم نے میری معصوم بہن کو اپنی پوری ہویلی کے مکینوں کے سامنے سوالیہ نشان بنایا تھا؟ اسے چور کا خطاب دیا تھا؟۔۔۔حازق خان ابھی بھی خاموش نہیں ہوا تھا! آج وہ جیسے تمام حساب برابر کر لینا چاہتا تھا۔۔میرال شاہ کا چہرہ ایک دفعہ پھر سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا۔۔اسکی یہ ایک غلطی اسکی جان کا عذاب بن چکی تھی۔۔پہلے باپ کے سامنے اس غلطی نے ذلیل کروایا تھا تو آج محبت کے سامنے بھی کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔۔

و۔وہ۔۔تمہاری بہن کیسے ہو سکتی ہے؟؟ احان تمہیں نہیں چھوڑے گا پلیز اسے اسکی بیوی واپس کر دو! اگر اسے معلوم ہو گیا کہ اسکی بیوی تمہارے پاس ہے جسے وہ پاگلوں کی طرح تلاش کر رہا ہے تو وہ تمہارا قتل کر دے گا میجر خان!!۔۔۔میرال شاہ کو اس وقت بھی اپنی صفائی دینے سے زیادہ حازق خان کی جان کی پروا ہوئی تھی۔۔وہ جانتی تھی اگر احان شاہ کو معلوم ہو گیا کہ اسکی بیوی حازق خان نے چھپا رکھی ہے تو جتنا وہ جذباتی تھا وہ یقیناً اسکا قتل کر دیتا۔۔

میں چاہتا ہوں تم ہویلی جاتے ہی اعلان کرو کہ ان کی عزت اس وقت حازق خانزادہ کے گھر میں موجود ہے! میں چاہتا ہوں تم تمام شاہ میرے مقابلے پہ آؤ اور میں تم سب کو ناکوں چنے چبواؤں جنہوں نے میری بہن کے ساتھ پل پل زیادتی کی ہے!! اور بتا دو ارزم شاہ کو بھی کہ میں بہت جلد اس سے اپنی امانت واپس لینے والا ہوں کیونکہ میں حازق خانزادہ اپنی بہنوں پہ تم شاہوں کا سایہ بھی برداشت نہیں کروں گا!!! اسماعیل خان کی اولاد نے جتنی چھین چھپائی کھیلنی تھی کھیل لی!! میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم آج ہی احان شاہ پہ یہ حقیقت واضح کرو گی کہ اسکی بیوی حازق خان کے پاس موجود ہے!! وہ اپنے بھائی کی پناہ گاہ میں ہے!! میں چاہتا ہوں احان شاہ اپنی بے بسی پہ پل پل تڑپے! بالکل اسی طرح تڑپے جس طرح سے میری اٹھارہ سالہ بہن اپنی چھوٹی سی عمر میں اتنے درد جھیلتے ہوئے تڑپی ہے!! میں چاہتا ہوں احان شاہ میرے سینے پہ بندوق رکھے اور میں اسکے ٹکرے ٹکرے کر کے تمہاری ہویلی والوں کو تحفے کے طور پہ پیش کروں!!۔۔۔۔۔حازق خان ٹیبل پہ اپنے ہاتھ کے مکے بنا کے زور زور سے مارتا مضبوط اور حتمی لہجے میں گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔میرال شاہ کا دل خوف سے لرزا تھا۔آج اس پہ جو حقیقت آشکار ہو رہی تھی اسے اپنا

دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔اس نے اپنی باتوں میں ارزم شاہ کا زکر کیوں کیا تھا؟وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔۔
میرال شاہ کا وجود اس وقت زلزلوں کی ضد میں تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 93(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ جب سے اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں میں نمی کے ساتھ ساتھ شکووں کی تحریر لئے یہاں سے نکلی تھی وہ تب سے ڈائینگ ٹیبل پہ اپنے دونوں ہاتھ ٹکا کے آگے کی طرف جھکا اپنی نیلی آنکھوں کی نمی پہ قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن پھر بھی ناچاہتے ہوئے بھی ایک آنسو پھسلتا ہوا بیرڈ میں جذب ہوا تھا،اسے لگ رہا تھا آج وہ اپنی زندگی کے تمام سرمایہ جات میں سے ایک بڑا سرمایا کھو چکا ہو۔۔وہ ڈاینگ ٹیبل سے ٹشو اٹھا کے بے دردی سے اپنی گلابی ہوتی آنکھوں کو رگڑتا ہوا سپاٹ چہرہ لئے گلالئ کے کمرے کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب زمین پہ گرا سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ اور گفٹ بیگز کو دیکھ کے اسکے قدم رکے تھے۔۔وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے اسکی اجرک اتار کے کرسی پہ پھینکتی یہاں سے بھاگی تھی،اس نے اسکی باتیں سننے کے بعد اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا،کیونکہ اس کے دل میں کوئی ایک سوال نہیں تھا،اسکے دل میں بہت سے سوال تھے۔۔تمام سوالات اسکے دماغ میں گڈمڈ ہو رہے تھے،اسکے خاموش ہوتے ہی وہ اپنے تن سے اسکی اجرک اتار کے اس کے تن بدن میں آگ لگا گئی۔اجرک اتارنے کے بعد وہ دوپٹے سے ندار دوجود کے ساتھ کھلے سے مسٹرڈ کرتے میں تھی،حازق خان کو اتنے غصے میں بھی اسکا بنا دوپٹے کا وجود اچھا نہیں لگا تھا لیکن وہ اس پہ روعب جھاڑنے کا کوئی حق نہیں رکھتا تھا،وہ لڑکی جس نے آج تک دوپٹا کسی کی مرضی سے نہیں لیا تھا،جو کبھی کبھار احسان جتانے والے انداز میں دوپٹا لیا کرتی تھی اس روز اسکے ایک بار کہنے پہ اجرک اوڑھ گئی یہاں تک کہ اپنا سر بھی ڈھک گئی؟اور آج اسکی بے رخی پہ وہ یہی اجرک زور سے اسکے پاس پڑی کرسی پہ پھینک کے گئی تھی مطلب ایک ہی تھا اسکے منہ پہ مار کے گئی تھی۔۔جب وہ دونوں پریم ساتھی ہی نہیں تھے تو وہ کیونکر اسکے مطابق خود کو اسکی اجرک سے کور کرتی؟آج تو وہ اپنی باتوں سے سب کلئیر کر چکا تھا وہ اس پہ کوئی حق نہیں رکھتی تھی تو پھر اسکی چیزوں پہ حق کیسے رکھ سکتی تھی؟

"تم میرے گھر سے بے پردہ نہیں نکلو گی! وہ لوگ جنہوں نے تمہیں ڈھکے وجود سے اس گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے اب اگر وہ تمہیں بنا کسی دوپٹے یا چادر کے باہر نکلتے دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے ؟؟۔۔۔۔۔ اسے چادر پھینک کے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا۔۔

فکر مت کرو تم پہ کوئی انگلیاں نہیں اٹھائے گا! میں پورے سوشل میڈیا پہ احان شاہ کی ایکس فیانسی کے نام سے جانی جاتی ہوں! ہر روز ہزاروں نیگٹو کمنٹس پڑھنے کی عادت ہے! اگر آج بھی تمہارے گھر سے یوں نکلوں گی تو تمہارے پاک صاف کردار پہ کوئی بات نہیں کرے گا کیونکہ مرد چاہے کتنا برا ہی کیوں نہ ہو! غلط صرف عورت کو سمجھا جاتا ہے! یہ ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت ہے! اسی طرح سے اگر میں تمہارے گھر سے بنا چادر کے نکل بھی جاؤں گی تو تمہارا کردار پاک صاف رہے گا! سب صرف میرال شاہ کو برا بھلا بولیں گے کہ یہ تو ہے ہی ایسی! اگر یہ اچھی ہوتی تو اسکا کزن اس سے منگنی کر کے توڑتا کیوں؟ ضرور لڑکی میں کوئی خرابی ہو گی! ہر روز سوشل میڈیا پہ میرال شاہ کو لے کے ٹرالنگ کی جاتی ہے جبکہ سید احان شاہ کے ساتھ ایک دنیا کھڑی ہے کیونکہ وہ ایک مرد ہے اس پہ لڑکیوں کی ایک تعداد مرتی ہے جو اس کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتی! ہم دونوں ہی اس مسئلے پہ بات نہیں کرتے لیکن دنیا کو اس مسئلے پہ بات کرنی ہے! میرال شاہ کو بدنام کرنا ہے کہ آخر اسکی منگنی ٹوٹی تو کیوں ٹوٹی؟ ظاہر ہے میرال شاہ ہی اچھی نہیں ہو گی جو احان شاہ نے خاندان کی لڑکی چھوڑ کے اپنی من پسند کی شادی کر لی! اور مجھے معلوم نہیں تھا تم بھی یہی سوچتے ہو گے! اچھا لگا تمہارے منہ سے بھی یہی الفاظ سن کے! بالکل ایسا ہی ہے! میرال شاہ اچھی لڑکی نہیں ہے! وہ کسی کی عزت بننے کے لائق نہیں ہے! دور رہا کرو سب مجھ سے!!۔۔ وہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتی ہوئی مضبوط برفیلے لہجے میں بولتی وہاں سے بھاگنے کے انداز سے نکلی تھی، اسکے الفاظ کی ازیت، لہجے میں کرب اس قدر تھا کہ حازق خان کتنے لمحے کچھ بول نہ سکا۔۔ وہ دوپٹے سے ندار دوجود لئے اسکی حویلی سے نکلی تھی، حازق خان کے دل میں کس قدر تکلیف ہوئی تھی یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔"

ابھی بھی اسکے الفاظ کی ازیت، وہ تکلیف یاد کرتے ہوئے اسکے دل پہ جیسے کوئی خنجر چلا رہا تھا۔ حازق خان نے اپنی اجرک پکڑ کے ناک کے قریب کرتے ہوئے اسکی خوشبو محسوس کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسکی خوشبو محسوس کرتے ہی اس نے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر اسکی خوشبو انہیل کرتا رہا تھا، کچھ دیر بعد گہری سانس بھرتے

ہوئے اجرک کو واپس سے ٹیبل پہ رکھتے اس نے جھک کے گفٹ بیگز اٹھائے تھے۔۔پہلا گفٹ بیگ کھولتے ہوئے ایک سرخ ڈبہ اس کے ہاتھ میں آیا تھا،ڈبے پہ پلس کا سائن تھا۔وہ ایک درمیانے سائز کا فرسٹ ایڈ باکس تھا جس میں فرسٹ ایڈ کا ہر سامان موجود تھا۔۔

"آئیندہ اگر تمہاری گاڑی سے فرسٹ ایڈ غائب ہوا تو تمہیں دنیا سے غائب کر دوں گی نقلی میجر"۔۔۔۔۔فرسٹ ایڈ کے اوپر چھوٹے سے کارڈ پہ کچھ اس طرح کی تحریر درج تھی جسے پڑھتے ہوئے حازق خان۔نے زور سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

دوسرے بیگ میں ڈھیروں چاکلیٹس تھیں،بیگ میں ایک درمیانے سائز کا ایک کارڈ تھا،کارڈ کے اندر سرخ گلاب کی ایک لمبی سی کلی تھی۔"اگر کبھی تمہیں کوئی چوٹ لگے! اور اس چوٹ پہ درد محسوس ہو لیکن تمہاری لیلا تمہارے پاس نہ ہو تو میری دی گئی چاکلیٹ کھالینا،درد مکمل طور پہ غائب تو نہیں ہو گا لیکن ہاں آئی ایم شیور کچھ کم ضرور ہو جائے گا"۔۔۔کارڈ پہ میرال شاہ کی خوبصورت رائیٹنگ میں اردو زبان میں دو سے تین جملے درج تھے جنہیں پڑھتے ہوئے وہ وقفے وقفے سے اپنے ہونٹ پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتا انہیں بے دردی سے زخمی کر رہا تھا۔۔

تیسرے بیگ میں ایک آرمی یونیفارم جس کی شرٹ پہ اسکے پورے نام "میجر خاذق خان" کی بجائے "میجر خان" کی تحریر لکھوائی گئی تھی۔۔

"دل تو کر رہا تھا اس یونیفارم پہ نقلی میجر لکھواؤ کیونکہ میں آج تک یہ مان نہیں پا رہی کہ تم جیسا انسان واقعی ہی ایک میجر ہو سکتا ہے! مجھے تم آج بھی مافیہ کے ڈون لگتے ہو! لیکن خیر نقلی میجر کی بجائے "میجر خان" لکھوا کے تمہاری عزت رکھ لی! ویسے بھی میں نہیں چاہتی تمہیں میرے علاوہ کوئی نقلی میجر بولے!!" اگر تم یہ یونیفارم پہنو گے تو مجھے اچھا لگے گا"۔۔۔۔۔میرال شاہ کے لکھے گئے آخری الفاظ سے کوئی بھی اس کی پوزیسونس کا اندازہ لگا سکتا تھا۔۔یہ یونیفارم حازق خان کے دوسرے آرمی یونیفارم کی طرح ہی تھا اس میں صرف ایک چھوٹی سی تبدیلی تھی وہ یہ کہ میجر خان کے نام کے ساتھ ایک چھوٹا سا سیاہ دل نقش کروایا گیا تھا۔۔یونیفارم کے ساتھ آرمی کیپ بھی موجود تھی۔۔

حازق خان کی آنکھیں پھر سے گلابی ہوئی تھیں۔۔

ایک آخری بیگ رہ چکا تھا، اس یونیفارم کو دیکھنے کے بعد حازق خان میں ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ یہ آخری بیگ کھولے۔۔ خیر حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولا سا اٹکا تھا۔ حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے ان تمام بیگز کو ایک سائیڈ پہ کرتے آخری بیگ کھولا تھا جو ان سب سے چھوٹا تھا۔۔ بیگ کے اندر ایک چھوٹا سا سرخ ڈبہ تھا۔۔ حازق خان نے احتیاط سے وہ سرخ ڈبہ باہر نکالا تھا، وہ اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتے ہوئے اس ڈبے کو کھول گیا۔۔ ڈبے میں دو گھڑیاں تھیں۔ وہ ایک مشہور و معروف برینڈ Cartier (کرٹیئر) کی کپل wrist watches تھیں۔۔ "ایک تیرا ایک میرا۔۔۔ ہاہاہا۔۔ آئی مین یہ بڑے ڈائیل والی ایک گھڑی تمہاری اور دوسری چھوٹے ڈائیل والی میری! کیا تم مجھے یہ گھڑی خود اپنے ہاتھوں سے پہناؤ گے؟"۔۔۔ ڈبے کے ساتھ ساتھ اس بیگ میں بھی ایک کارڈ موجود تھا جس میں ایک چھوٹا سا اجازت نامہ سا تھا۔۔ وہ چاہتی تھی وہ اسکی گھڑی اسے خود پہنائے لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتی تھی آج یہ سب ہو جائے گا۔۔ گھڑیاں اپنی قیمت اپنے منہ بتا رہی تھیں، وہ کافی ایکسپنو لگ رہی تھیں۔۔ ان تمام بیگز کو کھولنے کے بعد وہ اپنے ڈارک براؤن بالوں کو اپنے ہاتھوں میں نوچتے ہوئے زور سے اپنے پاس موجود کرسیوں کو ٹھوکریں مار رہا تھا۔۔ کرسیوں کو ٹھوکریں مارتے مارتے ٹیبل بے ترتیب ہوا تھا، میرال شاہ کی دی گئی گھڑیاں ڈبے سمیت گرنے کی والی تھیں جب حازق خان نے کسی قیمتی اثاثے کی طرح انہیں اپنے دونوں ہاتھوں میں قید کیا تھا۔۔ حازق خان کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا تھا، اگر یہ گھڑیاں گر کے ٹوٹ جاتی تو کیا اس کا دل سلامت رہتا؟؟

"کوئی دل چیرتا ہو گا! مانتے ہیں بے دردی سے چیرتا ہو گا! لیکن اتنی بے دردی سے بھی نہیں چیرتا ہو گا جس قدر بے دردی سے حازق خان کے الفاظ نے میرال شاہ کا دل چیرا تھا"

حازق خان تقریباً ایک گھنٹے کے بعد گلالئ کے کمرے میں ناک کرتے ہوئے داخل ہوا تھا۔۔ اس نے کافی دفعہ گلالئ کا کمرہ ناک کیا تھا لیکن اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا، وہ صبح کے وقت نیچے والے کمرے میں رہتا تھی اور رات میں اوپر والے کمرے میں سویا کرتا تھا جو حازق خان کے کمرے سے کچھ ہی فاصلے پہ تھی۔۔ اس وقت وہ نیچے والے کمرے میں موجود تمام لائٹس آف کر کے آنکھیں موندے ہوئے تھے۔۔

گڑیا؟!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان جو ابھی ہی اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا، کمرے میں گھپ اندھیرا دیکھتے ہوئے اس نے گلالئ کو پیار سے آواز دی تھی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز وقفے وقفے سے بلند ہو رہی تھی۔۔وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں سمجھ چکا تھا وہ تو رہی ہے! وہ لائٹ آن کئے بغیر تیزی سے گلالئ کے بیڈ کی طرف بڑھتا اسکا سائیڈ لیمپ آن کر گیا۔۔حازق خان کے ہاتھ میں اس وقت دودھ کا گلاس تھا جو وہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔۔

گڑیا میری بات سنو!!؟۔۔۔۔۔حازق خان اس کے پاس جگہ بنا کے بیٹھتا پیار اور نرمی سے اسے مخاطب کرنے لگا جو ہنوز رونے میں مصروف اسکی طرف سے کروٹ بدلے ہوئے تھے۔۔

میرا بچہ! یہاں لالہ کی طرف دیکھو!! ۔۔۔۔حازق خان نے اسکے سر پہ چادر درست کرتے اسے محبت سے سے لبریز لہجے میں پکارا تھا، جس پہ گلالئ نے ناچاہتے ہوئے بھی بیڈ پہ ٹھیک سے بیٹھتے اپنا رخ اسکی طرف موڑا تھا۔۔کرسٹل گرے آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجھ کے موٹی موٹی ہو چکی تھیں۔۔حازق خان نے اپنے ہاتھ کی پوروں سے نرمی سے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔۔

ناراض ہو لالہ سے؟؟۔۔۔۔۔۔حازق خان نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔۔

آپ۔۔کو۔۔گولی۔۔لگی۔۔۔وہ ابھی روتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب حازق خان نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

صرف چھو کے گزری تھی میرا بچہ! میں بالکل ٹھیک ہوں! اس میں اتنا رونے والی کیا بات ہے؟۔۔۔۔حازق خان نے اسے خود کے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے لب رکھتے نرمی سے جواب دیا تھا۔وہ جھوٹ بول رہا تھا اسے گولی چھو کے گزری ہے۔۔

چاہے۔۔چھو۔۔کے۔۔گزری۔۔تھی! لیکن لگی تو تھی نا؟ آپ نے مجھے نہیں بتایا لیکن میرے علاوہ سب کو بتایا؟؟۔۔۔گلالئ کے لہجے میں دکھ تھا، آنکھوں میں آنسو تھے۔۔آخری جملے میں اس کا اشارہ میرال شاہ کی طرف تھا۔۔حازق خان نے اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے گہری سانس بھری تھی۔۔وہ جواباً خاموش رہا۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے کیا جواب دے!؟

وہ آپ کی دوست ہے؟؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ گلالئ اسکی طرف شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی بھرائی آواز میں استفسار کرنے لگی۔۔حازق خان ہنوز خاموش رہا۔۔

کی۔۔کیا۔۔وہ۔۔اس گھر۔۔کی۔۔مالکن۔۔بن۔۔جائے۔۔گی؟کیا۔۔وہ۔۔یہاں۔۔آنے۔۔کے۔۔بعد ۔۔۔مجھے۔۔اس۔۔گھر۔۔سے۔۔۔نکال۔۔دے۔۔گی؟۔۔۔۔۔وہ میرال شاہ کے الفاظ یاد کرتی لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔گلالئی کے لہجے میں خوف تھا۔۔وہ ٹرانس کی کیفیت میں کسی غیر مرئی نقطے کی طرف دیکھتے ہوئے گویا تھی۔ اسکے لہجے میں خوف وڈر دیکھتے ہوئے حازق خان نے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا،شاہ ہویلی والوں پہ غصہ ایک دفعہ پھر سے انتہاؤں کو چھو رہا تھا۔

کسی میں اتنی جرآت نہیں ہے وہ حازق خانزادہ کی بہن کو ہاتھ بھی لگائے!! میں وہ ہاتھ ہی نہیں بلکہ وہ بازو ہی جڑ سے اکھیڑ ڈالوں گا جو میری گڑیا کو چھوئے گا!!۔۔۔۔۔حازق خان غصے سے بولا تھا۔لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی۔۔ لیکن۔۔مجھے۔۔تو۔۔کتنے۔۔غیر۔۔مردوں۔۔۔نے

۔۔چھوا۔۔تھا۔۔لالہ!!۔۔۔میری۔۔چادر۔۔چھونے۔۔کی۔۔کوشش۔۔کی۔۔۔تھی۔۔آپ۔۔۔نے۔۔دیر۔۔ کیوں۔۔کر۔۔دی؟کیوں مجھے اس ظالم سفاک دنیا میں اکیلا رکھا؟کیوں مجھے اس سفاک ہویلی سے نکالنے کی کوشش نہیں کی جہاں آپ کی بہن کو ایک غدار کی بیٹی کے نام سے جانا جاتا تھا!ایک ملازمہ کہ طرح ٹریٹ کیا جاتا تھا! آخر کیوں؟۔۔۔وہ روتے ہوئے چیخی تھی۔وہ یہ شکوہ ہمیشہ کیا کرتا تھی لیکن وہ خاموش رہتا تھا! وہ اسے کبھی جواب نہیں دیتا تھا۔وہ گلالئی کی زندگی کا ایک ایک پہلو اسکے ساتھ ہوئی ایک ایک زیادتی اسکے منہ سے سن چکا تھا لیکن اس نے اسے اپنے ماضی کا کچھ نہیں بتایا تھا۔۔سوائے ایک ڈی این اے رپورٹ کی! جسے گلالئی بنا دیکھے ہی پھاڑ چکی تھی کیونکہ اسے اس ڈین اے رپورٹ سے زیادہ اپنے دل پہ بھروسہ تھا جو حازق خان کو دیکھتے ہی یوں دھڑکا تھا جیسے کسی خزانے کی کھوئی ہوئی چابی ہاتھ لگ گئی ہو۔گلالئی کو تو اپنے بھائی کی صورت میں جیسے باپ کا سایہ ملا تھا وہ باپ کے مرنے کے بعد اپنے ساتھ ہوئی ہر زیادتی اسے بتاتی چلی گئی تھی۔احان شاہ نے جب اپنے بہن کے تمام دکھ درد سنے تھے اسے اپنا ہر درد اسکے دکھوں، تکلیفوں کے آگے چھوٹا لگا تھا،اسکا بہن کا دل پہلے ہی اتنا زخمی تھا،وہ اسے سارا ماضی بتا کے مزید ڈپریشن نہیں دینا چاہتا تھا لیکن آج اسے اسکے شکووں سے محسوس ہو رہا تھا وہ اسکا ماضی سن کے اتنی ڈپریس نہیں ہو گی جتنی خود سے تانے بانے بنا کے ڈپریس ہو جائے گی! وہ ہمیشہ یہی سوچتی رہتی تھی اس کا بھائی زندہ ہوتے ہوئے بھی ان کے ساتھ کیوں نہیں تھا؟وہ کیوں ان سب سے دور رہا تھا؟اس نے کیوں اپنی بہن کو شاہ ہویلی جیسے

سفاک لوگوں میں چھوڑ دیا تھا؟ وہ یہ سب سوچ سوچ کے یقیناً عنقریب پاگل ہو جائے گی۔۔ کم از کم حازق خان نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔۔

جن کتوں نے حازق خانزادہ کی بہن کی چادر کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی تھی تم جانتی ہو گڑیا میں نے انکا کیا حال کیا تھا؟ میں نے ان کی لاشوں کو بھی پہچانے جانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا تو پھر کیوں ان خب۔یس لوگوں کا ذکر بار بار اپنی زبان پہ لاتی ہو؟؟۔۔۔۔ اسکے الفاظ پہ وہ دبی دبی آواز میں اذیت سے غرایا تھا۔۔ اسکے غرانے پہ گلالئی سوں سوں کرتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔ وہ ٹھیک بول رہی تھا اس نے واقعی ہی ان تمام لوگوں کی لاشیں اس قابل نہیں چھوڑی تھیں انہیں پہچانا جا سکے۔۔ اسے سہمتے دیکھ کے حازق خان نے اپنی مٹھیاں بھینچ کے غصے پہ قابو پاتے ہوئے گلالئی کو اپنے کندھے کے ساتھ لگایا تھا۔۔ وہ اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دبائے الفاظ تلاش کرتا خود کو کچھ بولنے کے لئے تیار کرنے لگا۔ جب بولنے کے لئے کچھ الفاظ مل گئے تو آنکھیں موندتا ہوا گہری سانس بھرتے گویا ہوا۔۔

میں ساڑھے تین سال کا تھا جب بابا نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(حازق خان کی ساری سٹوری اگلی قسط میں ریویل کی جائے گی! مس مت کیجئیے گا!!! ابھی باقی کی قسط پڑھنے سے پہلے سبسکرائیب کر دیں جس نے نہیں کیا)

وہ جب سے خان مینشن میں آئی تھی تب سے اپنے کمرے میں بند بیڈ پہ اوندھے منہ گری بے آواز روتے ہوئے اپنا تکیہ بھگو رہی تھی۔ وہ اسکے الفاظ یاد کرتی خود کو کوس رہی تھی کہ آخر کیا ضرورت تھی اسکے خواب دیکھنے کی؟؟ لیکن یہ خواب میں نے خود تو نہیں دیکھے تھے یہ خواب تو مجھے اس نے خود دیکھائے تھے؟ وہ کیوں شہسوار شاہ سے جیلس ہوا تھا؟ اس نے کیوں اس روز میں سے شکوے کئے تھے؟ وہ کس حق سے مجھے اپنی اجرک اوڑھا رہا تھا؟ اس نے کس حق سے مجھے سر ڈھکنے کو بولا تھا؟۔۔۔ میر ال شاہ روتے ہوئے اذیت کی انتہائی پہ چیخی تھی۔

The hell why I am crying for him? Is him

?the last man of this world

میر ال شاہ جب روتے روتے تھک گئی تو جلدی سے تکیے سے سر اٹھا کے بیڈ پہ پالتی مار کے بیٹھتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتے ہوئے غراتی ہوئی خود کو ڈپٹنے لگی۔۔

میں میر ال شاہ ہوں!! میر ال زاویار شاہ! میں کیوں کسی کے لئے بین ڈالوں گی؟؟ مجھے تو اب ان سب چیزوں کا عادی ہو جانا چاہئیے ؟لعنت ہے میر ال شاہ تم اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ کب سے رونے لگی؟؟۔۔۔وہ بیڈ سے تکیے اٹھا کے زمین پہ پھینکتی کرب سے چیخی تھی، آنکھوں میں ہنوز آنسو تھے۔۔وہ ابھی چیخ ہی رہی تھی جب حازق خان کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔۔۔

"میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم آج ہی احان شاہ پہ یہ حقیقت واضح کرو گی کہ اسکی بیوی حازق خان کے پاس موجود ہے!! وہ اپنے بھائی کی پناہ گاہ میں ہے!! میں چاہتا ہوں احان شاہ اپنی بے بسی پہ پل پل تڑپے"!

اس نے اسے قسم دی تھی وہ آج ہی احان شاہ پہ یہ حقیقت واضح کرے گی!! میر ال شاہ نے تیر کی تیزی سے دیوار پہ لگی گھڑی پہ نظریں دوڑائی تھیں۔۔رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے! مطلب آج کی تاریخ تبدیل ہونے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی تھا! اس کی دی گئی قسم پوری کرنے کے لئے صرف اتنا گھنٹہ تھا! اور میر ال شاہ اتنی بے خبر تھی؟؟ میر ال شاہ دھڑکتے دل سے جلدی سے بیڈ سے کھڑی ہوتی اپنے باب کٹ بالوں کو کان کے پیچھے کرنے لگی۔۔

"اور بتا دو ارزم شاہ کو بھی کہ میں بہت جلد اس سے اپنی امانت واپس لینے والا ہوں کیونکہ میں حازق خانزادہ اپنی بہنوں پہ تم شاہوں کا سایہ بھی برداشت نہیں کروں گا!!! اسماعیل خان کی اولاد نے جتنی چھپن چھپائی کھیلنی تھی کھیل لی!!" وہ ننگے پیر اپنے کمرے سے بھاگتے ہوئے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی جب حازق خان کے مزید الفاظ اسکے کان میں گونجے تھے۔۔وہ اسماعیل خان کی اولاد کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی تھی! وہ تو خود کو حازق سفیر خان بولا کرتا تھا؟ وہ ارزم شاہ کے متعلق دھمکی کیوں دے رہا تھا؟ اس نے بہن کی بجائے بہنوں کا لفظ کیوں استعمال کیا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی لیکن ابھی فلحال اسے حازق خان کی دی گئی قسم پوری کرنی تھی۔۔وہ بھاگتے ہوئے احان شاہ کے کمرے کی طرف آئی تھی لیکن اسکے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ کمرے میں نہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔۔میر ال شاہ خالی کمرے کو دیکھتی ٹیرس کی طرف بھاگی تھی، وہ وہاں بھی نہیں تھا، باتھ روم کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا، باتھ روم کا فرش گیلا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی شاور لے کے نکلا ہو! اسکا کمرہ خالی دیکھ کے

میر ال شاہ کا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔۔ اگر وہ اسکی دی گئی قسم پوری نہ کر پائی تو؟؟ میر ال شاہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب اسے یاد آیا تھا وہ احان شاہ اب راتوں کو سوتا نہیں تھا۔۔ وہ ساری ساری رات جاگ کے جم کرتا تھا یا نمازیں ادا یں کرتا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اسے خود تہجد کی نمازیں ادا کرتے دیکھا تھا۔ ابھی تہجد کا وقت نہیں تھا وہ یقیناً اوپر والی منزل پہ جم کر رہا ہو گا؟ میر ال شاہ خود سے تانے بانے بناتے یوں کی ننگے پیر بھاگتی ہوئی اوپری منزل کی طرف بڑھی تھی جہاں شاہ ہویلی کا ایک بڑا سا جم تھا۔ شاہ ہویلی کے تمام سپوت زیادہ تر باہر جم خانہ جانے کی بجائے ہویلی کا جم ہی استعمال کیا کرتے تھے۔۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میر ال شاہ کی سانس پھول چکی تھی لیکن سانسوں کو ہموار کئے بغیر جم میں داخل ہوئی تھی۔۔ وہ اتنی جلدی میں دروازہ ناک کرنا بھی بول چکی تھی۔۔ احان شاہ جو تیزی سے ٹریڈ میل پہ بھاگتا پسینے سے بھیگا ہوا تھا، زور سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے بے ساختہ اپنے سامنے موجود آئینے میں دیکھا تھا۔۔ آئینے میں دروازے کے پاس کھڑی میر ال شاہ کا عکس دیکھتے شرٹ لیس احان شاہ کے ماتھے پہ بلو کا جال واضح ہوا تھا۔ وہ اس وقت صرف بلیک ٹراوزر میں ملبوس تھا۔ ہری آنکھوں میں ناگواری کا تاثر پیدا ہوا تھا۔۔ اس وقت جم میں کوئی بھی میوزک آن نہیں تھا اسی لئے وہ دروازہ کھلنے کی آواز سن چکا تھا۔۔ ٹریڈ میل پہ تیزی سے بھاگتے احان شاہ نے جلدی سے اپنی جگہ سے اچھل کے دونوں پیر اطراف میں رکھے تھے۔۔۔ میر ال شاہ اسے شرٹ لیس دیکھ کے تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔ احان شاہ اسکی طرف ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر جلدی سے جمپ لگا کے ٹریڈ میل سے اترتا تاول سے اپنا کٹاؤ دار سینہ صاف کرتے ہوئے اپنی بلیک سلیولیس ویسٹ شرٹ اٹھا کے پہننے لگا۔۔ جمپ لگا کے اترنے کی وہ سے بھورے بال ماتھے پہ بے ترتیب ہوئے تھے۔۔ کسرت سے جم کرنے کی وجہ سے اسکا وجود پہلے سے زیادہ چوڑا ہو چکا تھا۔۔ شرٹ سلیولیس تھی اور اس پہ تضاد اسکے بادی بلڈر وجود کے ساتھ چپکی اسکے چٹانی سینے اور سسکس پیکس کو نمایاں کر رہی تھی۔۔ بازوؤں کے پھولے مسلز واضح تھے۔ شرٹ پہنتے ہی احان شاہ نے رخ موڑتے ہوئے غصے سے میر ال شاہ پہ نگاہیں گاڑی تھیں۔

یہ کیا طریقہ ہے یہاں داخل ہونے کا؟؟ رات کے اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو تم؟؟۔۔۔ احان شاہ نے غصے سے غراتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔ میر ال شاہ جو اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل چکے تھی اسکے غرانے پہ اس نے نگاہیں اٹھاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔۔

آئی ایم سوری! میں ناک کرنا بھول گئی! مجھے تم سے ایک امپورٹنٹ بات ڈسکس کرنی تھی!!۔۔۔۔میر ال شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے مدھم آواز میں اسے جواب دیا تھا۔احان شاہ نے سپاٹ انداز میں آئیبرو اچکاتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ اسکے یہاں آنے کا مقصد دریافت کرنا چاہ رہا تھا۔اسے میر ال شاہ کا یوں جم میں داخل ہونا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔۔اسکی بیوی کے لئے کوئی اسکا شرٹ لیس وجود دیکھے کہاں گوارہ تھا؟

و۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔کچھ۔۔۔پوچھنا۔۔۔تھا!۔۔۔میر ال شاہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کس طرح سے بات شروع کرے۔۔وہ احان شاہ کے جزباتی پن سے واقف تھی،وہ یہ سب جان کے حازق خان کو کوئی نقصان نہ پہنچادے صرف یہی بات سوچتے ہوئے اسکا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا لیکن اس نے اسے قسم دی تھی۔۔

کیا بات اتنی ضروری تھی کہ تمہیں رات کے وقت یہاں آنا پڑا میر ال شاہ؟ڈونٹ یو تھنک کہ تمہارا یہ عمل مینرز کے خلاف ہے؟؟۔۔۔احان شاہ اس جیسی کانفیڈنٹ لڑکی کی لڑکھڑاتی زبان کو سنتے حیران ہوا تھا لیکن پھر اسکی خاموشی پہ دبے دبے غصے سے گویا ہوتا ڈمبلز اٹھا کے آئینے کی طرف بڑھ گیا۔

ہمم!! بہت ضروری بات تھی!!۔۔۔میر ال شاہ لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔۔احان شاہ جو بھاری ڈمبلز ہاتھوں میں لئے گردن کو سٹریٹ رکھے اپنے بازو اوپر نیچے کر رہا تھا اسکے مضبوط لہجے میں اداسی کا عنصر محسوس کرتے اس نے آئینے میں اسکے عکس کی طرف دیکھ کے پھر سے سوالیہ انداز میں آئی تو اچکایا۔

گلالئی کے کتنے بہن بھائی تھے؟۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے ہمت باندھتے ہوئے مدھم آواز میں سوال کیا تھا،وہ اس سے کافی فاصلے پہ تھی۔۔میر ال شاہ کے منہ سے گلالئی کا نام سنتے ہوئے احان شاہ کے ایکسرسائز کرتے ہوئے ہاتھ رکے تھے،میر ال شاہ کے سوال پہ اس نے چونکتے ہوئے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا۔غصے کی وجہ سے چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ ہوا تھا۔۔

تمہاری ہمت بھی کیسی ہوئی اپنی زبان سے میری گل کا نام لینے کی؟؟۔۔۔وہ غصے سے غراتا ہوا اپنے ہاتھ سے ڈمبلز زور سے کارپٹ پہ پھینکتا دھاڑتے ہوئے جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

تمہاری بیوی کے کتنے بہن بھائی تھے؟۔۔۔۔۔میر ال شاہ اسکی دھاڑ کی پرواکئے بنا مضبوط لہجے میں بولتی اپنے جملے کی تصیح کر گئی۔۔

تم میری بیوی کو ڈسکس کرنے والی ہوتی کون ہو؟؟!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ بھڑکا تھا۔۔

کیا تمہاری بیوی کا کوئی بھائی ہے؟؟۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اپنے سوالات بند نہیں کئے تھے۔میر ال شاہ کے اس سوال پہ احان شاہ کا دل دھڑکا تھا۔اس نے بنا پلکیں جھپکائے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔گلالئ کا کوئی بھائی بھی ہے یہ مرحا شاہ اور میر ال شاہ نہیں جانتی تھیں کیونکہ ان کے سامنے کبھی اس ٹاپک سے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔تو پھر آج اسکا یہ سوال پوچھنے کا مقصد؟؟

کیا تمہارا دل نہیں چاہتا اپنی بیوی سے ملنے کو؟۔۔۔۔۔۔وہ اداسی سے استفسار کرنے لگی، نظروں کے سامنے گلالئ کا زرد چہرہ لہرایا تھا۔۔میر ال شاہ کے سوال پہ احان شاہ کی ہری آنکھیں پل میں گلابی ہوئی تھیں،وہ سرعت سے اس سے نظریں پھیرتا ہوا اپنا رخ موڑ گیا۔۔میر ال شاہ کے سوال نے دل پہ وار کیا تھا۔۔

کیا عشق واقعی ہی ایسا حال کرتا ہے جیسے تمہارا ہو گیا ہے؟کیا عشق میں واقعی ہی خود کی ہوش نہیں رہتی! جس طرح سے تمہیں نہیں رہی؟کیا عشق کے نا ملنے پہ تمام مرد یوں روتے ہیں جس طرح سے ہر وقت تمہاری آنکھیں نم رہتی ہیں؟؟۔۔۔اسے رخ موڑتے دیکھ کے وہ سمجھ چکی تھی وہ اس سے اپنی گلابی ہوتی آنکھیں چھپا رہا ہے،میر ال شاہ کا لہجہ بھیگا تھا اس کے لئے تو آج تک کوئی نہیں رویا تھا! کیا وہ اتنی بری تھی؟اسے گلالئ پہ رشک محسوس ہوا تھا جس کے لئے ایک مرد روتا تھا!! ایک ایسا جواں مضبوط مرد روتا تھا جسے رونے دھونے سے نفرت تھی۔۔

سب کا تو معلوم نہیں لیکن ہاں سید احان شاہ اپنے عشق کے لئے تا عمر رو سکتا ہے!! ۔۔۔احان شاہ کا لہجہ بھاری ہوا تھا یوں جیسے آنسوؤں کا گولا حلق سے اتار رہا ہو۔۔

تم نے یہ کیوں نہیں کہا سید احان شاہ تا عمر اپنے عشق کو تلاش کر سکتا ہے؟کیا اس تلاش کرتے کرتے تھک چکے ہو؟۔۔۔۔میر ال شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

گمے ہوئے عشق اور کھوئے ہوئے عشق کو تلاش کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے!اور سید احان شاہ نے اپنا عشق پا کے کھویا ہے!جانتی ہو جو انسان اپنا عشق پا کے اسکی ناقدری کرے! اسکی کوئی معافی نہیں ہوتی! وہ اگر تلاش بھی کر لیا جائے پھر بھی کھویا ہوا ہی رہتا ہے!! معجزہ ہی ہو گا کسی نے اپنا عشق کھو کے پا لیا ہو! دعا کرو! ایسا معجزہ سید احان شاہ

کے ساتھ بھی ہو جائے!!۔۔۔احان شاہ غیر مرئی نقطے پہ اپنی نگاہیں مرکوز کر تاٹرانس کی کیفیت میں جوابا گویا ہوا تھا۔۔اسکے الفاظ پہ میرال شاہ نے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

اسکا ایک بھائی ہے! !۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے ہمت کرتے ہوئے یہ چار الفاظ منہ سے نکالے تھے۔احان شاہ نے اب کی بار چونک کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا وہ ہنوز غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں مرکوز کئے گلالئ کے خوابوں میں کھو گیا۔۔

اسکے بھائی کا نام جانتے ہو؟۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے میرال شاہ نے بھیگے لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔

ہاں جانتا ہوں "حازق اسماعیل سفیر خانزادہ!!"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیتے میرال شاہ کو شاک میں مبتلاء کیا تھا۔۔وہ حیرانگی سے اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں پھیلاتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔وہ اس وقت سکتے میں تھی۔۔اسے لگا شاید اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے اس نے یہ سول پھر سے دہرایا جب جواب پھر سے انکل والا نہیں آیے گا!

گلالئ کو جانتے ہو وہ کہاں ہے؟؟۔۔۔۔۔میرال شاہ نے دھڑکتے دل سے مزید ایک سوال داغا۔۔

میرے دل میں!!۔۔۔۔احان شاہ نے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا۔۔

کیا تم یہ جانتے ہو تمہاری گل اس وقت کہاں رہ رہی ہے؟ وہ کس کی پناہ گاہ میں موجود ہے؟؟۔۔۔اسے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیتے دیکھ کے میرال شاہ نے لگے ہاتھ مزید ایک سوال پوچھا۔۔

اسلامباد!! اپنے بھائی کی پناہ گاہ میں!! وہ اس وقت خان مینشن میں پر سکون نیند سوئی ہو گی شاید!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے ایک دفعہ پھر اپنے جواب سے میرال شاہ کے سر پہ دھماکہ کیا تھا۔۔وہ منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

واٹ؟؟۔۔تم۔۔تم یہ۔۔سب۔۔کیسے جانتے ہو؟؟۔۔۔وہ حیران در حیران ہوتے ہوئے بولی۔۔میرال شاہ کی حیران آواز سنتے ہوئے احان شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تم یہ سب کیسے جانتے ہو احان؟؟۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ میرال شاہ نے اپنا سوال پھر سے دہرایا تھا۔۔

کیا جانتا ہوں ؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے نا سمجھی سے الٹا سوال داغا تھا، وہ اسکی حیرانگی کی وجہ جان نہیں پایا تھا، وہ نہیں جانتا تھا ابھی ایک منٹ پہلے اس نے گلالئی کے خیالوں میں کھوئے ہوئے اسے کس کس سوال کا جواب دے ڈالا ہے۔۔

تم گلالئی کے بھائی کو کیسے جانتے ہو!؟ تم کیسے جانتے ہو وہ اس وقت کہاں ہے!؟۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اپنے سوال نئے سرے سے دہرائے تھے۔۔

م۔میں کب ؟؟ میں تو کچھ نہیں جانتا! اور میں نے تمہیں کتنی بار بولا ہے میری بیوی کا نام اپنی زبان پہ مت لایا کرو!!۔۔۔۔۔احان شاہ جس کی زبان اسکا سوال سنتے ہوئے لڑکھڑاتی تھی، اچانک سے اپنا لہجہ مضبوط کرتا غصے سے غرایا۔۔

تم نے ابھی بولا!! بالکل ابھی تم نے حازق اسماعیل سفیر خان کا نام لیا! اپنی گل کے متعلق بتایا! خان مینشن کا ذکر کیا! ۔۔۔میرال شاہ نے اپنے الفاظ پہ زور دیا تھا۔۔اب کی بار دھماکہ احان شاہ کے سر پہ ہوا تھا۔۔احان شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔وہ کچھ بول نہ سکا! وہ خاموش رہا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔۔قسط 93 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

میں ساڑھے تین سال کا تھا جب بابا نے تھرڈ پارٹی کے ساتھ ہاتھ ملایا تھا! تھرڈ پارٹی سے مراد راؤف لکھانی کی پارٹی!! ان وقتوں میں شاہوں کی پارٹی ٹاپ پہ جا رہی تھی، احسن ملک کی پارٹی سیکنڈ پہ جب کہ لکھانی پارٹی کافی لیڈ سے پیچھے تھی۔۔یہ تینوں سیاسی پارٹیز تھیں!! مین مقابلہ شاہ پارٹی اور احسن ملک کی پارٹی کے درمیان ہوا کرتا تھا۔۔باباشاہ حویلی کے پرانے اور پر اعتماد ملازم تھے، ھارون شاہ اور دریاب شاہ کے ہمراز بھی بولوں تو غلط نہیں ہو گا!۔۔ایک روز لکھانی پارٹی نے بابا کو آفر کی تھی کہ وہ منہ مانگی قیمت لے لیں اور شاہ پارٹی کے تمام راز ان کے حوالے کر دے! یعنی شاہوں کے پاس ملازمت کرتے ہوئے بھی شاہ پارٹی کی بجائے ہر کام میں لکھانی پارٹی کا ساتھ دے!! بابا نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب راؤف لکھانی نے انہیں بڑی تعداد میں کیش تھمایا تو ان کا ایمان ڈھگمگا گیا، وہ اس روز راؤف لکھانی

سے وہ تمام کیش تھامتے ہوئے اسکے لئے کام کرنے پہ راضی ہو گئے۔۔وہ پیسوں کے لالچ میں آ چکے تھے! وہ جتنا پیسا راؤف لکھانی سے لے کے آئے تھے انہوں نے دو ہی دنوں میں وہ سارا پیسا انویسٹ کر دیا! انہوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار اپنا پیسا ڈبل کرنے کے چکروں میں انویسٹ کیا تھا، انہیں انوسیٹمنٹ کا کوئی خاص علم نہیں تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کے انوسیٹمنٹ کے چکروں میں وہ اس سارے پیسے سے ہاتھ دھو بیٹھے جو انہوں نے راؤف لکھانی سے ڈیل کرتے ہوئے لیا تھا۔۔سارا پیسا ضائع ہونے کی دیر تھی جب بابا نے شاہوں کے ساتھ غداری کرنے کے لئے منع کر ڈالا! بابا نے راؤف لکھانی کو صاف صاف بتایا تھا وہ ان کے لئے مزید کام نہیں کریں گے کیونکہ اتنا پیسا ضائع کرنے کے بعد شاید ان کے دماغ نے کام کیا تھا وہ غلط راہ پہ چل نکلے ہیں! اسی لئے ٹھوکر کھانے کے بعد وہ اس غلط راستے کو چھوڑ کے پھر سے شاہوں کے ساتھ کام کرنے لگے!!بابا کے منکرنے پہ راؤف لکھانی کچھ دن خاموش رہا! وہ ایک سیاست دان تھا اب اسے سیاست سے کام لینا تھا لیکن بابا نے اسکی سائیکی نہیں سمجھی تھی! بابا اسے دھوکا دینے بعد اسے ہلکے میں لیتے ہوئے نارمل انداز میں شاہوں کے ساتھ کام جاری رکھا۔۔عید قریب تھی! بابا مجھے اور مورے کو اپنے ساتھ عید کی شاپنگ پہ لے کے گئے! شاپنگ کرتے ہوئے بابا کو کوئی ضروری فون کال آ گئی جسے وہ اٹینڈ کرنے تھوڑا دور چلے گئے! جبکہ مورے اور میرے ارد گرد اچانک سے اس قدر بھیڑ ہوئی کہ میرا ہاتھ مورے سے چھڑوا دیا گیا۔۔میں ساڑھے تین سال کا تھا میں مورے کا ہاتھ نہیں چھوڑ رہا تھا! میں اپنی پوری قوت سے ان کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا لیکن ان ظالموں نے میرا ہاتھ مورے سے چھڑوا دیا جسے تھامنے کی اس دن کے بعد مجھے توفیق نہ ہوئی نہ کبھی موقع ملا۔بے بسی اتنی ہے! کہ مورے کا لمس آج بھی کبھی یاد آئے تو تڑپ تڑپ جاتا ہوں لیکن اس لمس کو محسوس نہیں کر سکتا!۔میرا ہاتھ مورے سے چھڑوا کے مجھے اغوا کر لیا گیا! مورے روتی بلکتی رہی ہوں گی میں چہرہ مور کے ایک دفعہ ان کو دیکھنا چاہتا تھا! بالکل ہلکی سی جھلک دیکھنا چاہتا تھا لیکن میں اس وقت حیوانوں کے چنگل میں تھا وہ لمبے چوڑے طاقت میں مجھے سے بہت زیادہ اور ہوشیار تھے جن کی گرفت میں میں ہل بھی نہ سکا۔مجھے اغوا کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ راؤف لکھانی تھا! راؤف لکھانی کو بابا کے منکرنے پہ غصہ آیا تھا۔۔

راؤف لکھانی کی کوئی جائز اولاد نہیں تھی! مجھے دیکھتے ہی شاید اسے اولاد کی کمی محسوس ہوئی تھی یا وہ مجھے اپنے فائدے کے لئے مزید استعمال کرنا چاہتا تھا! اسکی کوئی جائز اولاد نہیں تھی لیکن ہاں ناجائز اولادوں کی گنتی بھی نہیں تھی!

راوف لکھانی مجھے کیڈنیپ کرواتے ہی سنگاپور لے گیا! سنگاپور لے جاکے میری برین واشنگ کروائی گئی۔ اس وقت میرا ذہن کچا تھا کیونکہ میں بچہ تھا وہ جانتا تھا میری برین واشنگ کے لئے اتنی محنت کی ضرورت نہیں ہو گی! مجھے کچھ ایسی ادویات اور انجیکشن لگائے جانے لگے جن سے میں پرانی باتیں بھولنے لگا! جو زندگی میں گزار چکا تھا اس میں گزرے لمحات بھولنے لگا۔۔ صرف ان ڈاکٹرز کی چند روز کی محنت کے بعد میں راوف لکھانی کو اپنا باپ سمجھنے لگا! اسے باپ کا درجہ دینے لگا! میں اسے بابا پکارنے لگا !

جب راوف لکھانی نے مجھے اغوا کیا تو بابا کو دن میں چاند تارے دکھ گئے۔۔ بابا نہیں جانتے تھے مجھے راوف لکھانی نے اغوا کیا ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا! یہاں تک کہ راوف لکھانی نے انہیں یہ دھمکی بھی نہیں لگائی تھی کہ اگر انہوں نے اس کی مدد نہ کی تو وہ مجھے اغوا کر لیں گے یہ سب اس نے ایک سازش کے تحت کیا تھا۔۔ سنا ہے میرے اغوا ہونے کے بعد بابا کی نیندیں حرام ہو چکی تھی! وہ نہیں جانتے تھے مجھے اغوا کرنے والا راوف لکھانی ہے! کیونکہ اس نے کام ہی اتنی سیاست سے لیا تھا کہ کوئی جان نہ سکے۔ لیکن ہاں اسکے پاکستان سے یوں اچانک سے غائب ہونے پہ بابا کو اس پہ شک ہونے لگا! ! بابا نے مجھے ہر طرح سے ڈھونڈنے کی کوشش کر ڈالی، یہاں تک کہ دریاب شاہ اور ھارون شاہ سے بھی مدد لے ڈالی لیکن وہ مجھے راوف لکھانی کی قید سے رہا نہ کروا پائے کیونکہ اس وقت ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا کہ مجھے اغواء کرنے والا راوف لکھانی ہے لیکن ہاں کچھ وقت بعد انہیں شک ہوا چلا تھا کہ یہ سب صرف راوف لکھانی ہی کر سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اسی سے نئی نئی دشمنی مول لی تھی لیکن جب تک انہیں پتا چلا تھا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی! بابا نے شاہوں سے مدد تو لی تھی لیکن انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ راوف لکھانی کے ہاتھوں بک گئے تھے! وہ پیسوں کی خاطر ان سے غداری کرنے والے تھے، انہوں نے یہ بات راز رکھی تھی جس کی وجہ سے دریاب شاہ اور ھارون شاہ بھی معاملے کی جڑ تک پہنچ نہ پائے وہ صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ میں بازار میں ان کی لاپرواہی کہ وجہ سے کھو گیا ہوں! شاہوں نے بابا کا کافی ساتھ دیا! ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے بابا کو مطمئن کیا کہ وہ ان کے بیٹے کو تلاش کر لیں گے لیکن راوف لکھانی اس وقت ہر برے کام کا ماسٹر مائنڈ تھا وہ مجھے لے کے بہت ہوشیاری سے فرار ہوا تھا! راوف لکھانی مجھے اپنی کٹھ پتلی کی طرح تیار کرنے کے لئے پالنے لگا! وہ یہ سب شاید بابا سے بدلہ لینے کے لئے کر رہا تھا یا مجھے ایک مہرہ بنانے کے لئے میں نہیں جانتا! خیر میں راوف لکھانی جیسے درندہ انسان کو

باپ کا درجہ دینے کا سنگین جرم کرنے لگا، وہ میرے لئے سب کچھ بن چکا تھا، مجھے ایسا لگتا تھا جیسے اس کے علاوہ میرا کوئی رشتہ رہا ہی نہیں ہے!! خیر ڈیڑھ سال مزید گزرا!، یہ ڈیڑھ سے دو سال مورے نے میرے بغیر پتا نہیں کیسے بلک بلک کے گزارا ہو گا میں نہیں جانتا تھا! میں صرف اتنا جانتا ہوں اس سب کا قصوروار میرا باپ تھا نہ وہ غداری کے لئے ہاتھ ملاتا اور نہ ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا! ! خیر اب پاکستان میں الیکشن ہونے والے تھے۔۔ راؤف لکھانی کو اپنا نام بنانے کے لئے ہر صورت جیت اپنے نام کروانی تھی۔۔ انہی ڈیڑھ سال بعد راؤف لکھانی نے پاکستان کی فلائٹ بک کروائی تھی مجھے وہ یہی پہ اپنے آدمیوں کے سہارے چھوڑ کے گئے تھے، میں پاگلوں کی طرح اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا جیسے ہمیشہ اس کے کہیں بھی جانے کے بعد کیا کرتا تھا! کیونکہ وہ مجھے اپنے ساتھ بری طرح سے اٹیچ کروا چکا تھا اور یہ سب اس نے جان بوجھ کے کیا تھا تاکہ میں کبھی بھی اس سے الگ ہونے کی بجائے ہر برے کا میں اسکا ساتھ دے سکوں۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے ان ڈیڑھ سالوں میں پاکستان کا رخ نہیں کیا تھا، وہ ان ڈیڑھ سالوں میں پاکستان میں بھی اپنی موجودگی یقینی بناتا تھا تاکہ کسی کو ان پہ شک نہ ہو سکے!! بابا کو اب یقین ہوا چلا تھا مجھے اغوا کرنے والا راؤف لکھانی ہے کیونکہ راؤف لکھانی کافی بار انہیں تڑپانے کی لئے پرائیویٹ نمبر سے فون کر کے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنا کارنامہ یاد دلایا کرتا تھا۔ ڈیڑھ سال بعد راؤف لکھانی جب واپس پاکستان آیا تو اس نے بابا کو پھر سے ایک چانس دیا!! اور وہ چانس یہ تھا کہ بابا دونوں مخالف پارٹیوں کے تمام اہم نکات اور راز اسے فراہم کریں اور اپنا بیٹا لے لیں!! لیکن اس دفعہ بابا نے اس کا ساتھ دینے کی بجائے اسکی یہ دھمکی جا کے شاہوں کے گوش و گزار کر دی!! بابا نے اسکی یہ دھمکی بتاتے ہوئے ڈیڑھ سال پہلے کا واقع اپنے مالکوں کو ابھی بھی نہیں بتایا تھا کہ ڈیڑھ سال پہلے پیسوں کی خاطر بک چکے تھے!! خیر انہوں نے جس روز یہ دھمکی شاہوں کے گوش و گزار کی تھی انہوں نے پولیس کی طرف رجوح کرتے ہوئے راؤف لکھانی کے گھر پہ چھاپا مارا تاکہ مجھے اسکی قید سے آزاد کروسکیں لیکن انہیں اسماعیل خان کے حق میں کوئی ثبوت نہیں ملا تھا کیونکہ سب سے بڑا ثبوت تو میں تھا جو اس وقت پاکستان کی بجائے سنگاپور میں قیام پذیر اس درندے کا انتظار کر رہا تھا جسے میں اپنا باپ سمجھتا رہا۔۔ اس وقت راؤف لکھانی کے گھر پہ چھاپا مارنا ایک دفعہ پھر اسماعیل خان پہ بھاری پڑا تھا! بھاری کیوں پڑا تھا وہ وجہ وقت آنے پہ بتاؤں گا ہاں صرف اتنا بتا سکتا ہوں اس وقت اسماعیل خان سے مزید ایک قیمتی سرمایہ چھینا گیا تھا وجہ ؟ ان کی غداری! ان کا وہ دوپل کے لئے پیسوں کے لالچ میں آ

کے اپنے خدا کو بھول جانا!! اسماعیل خان سے اس وقت اس کا قیمتی سرمایہ چھینا گیا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا یہ قیمتی سرمایہ اسکا ہے! وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اسکا قیمتی سرمایہ چھیننے والا اس دفعہ پھر سے راؤف لکھانی ہے! وہ اپنی جان توڑ کوششوں سے بھی مجھے ڈھونڈ نہ پائے! ان گزرتے سالوں کے ساتھ ساتھ راؤف لکھانی مجھے اپنا عادی بنا کے اگنور کرنے لگا! وہ مہینوں بعد سنگاپور کا رخ کیا کرتا تھا! میں ان سے بے حد اٹیچ تھا! میں بری طرح سے ان کا انتظار کرتا تھا یا سنگاپور کے اس عالیشان سے محل میں اس درندے کا انتظار کرتا اسکی راہیں تکتا تھا! پورا پورا دن اس گھر میں دیواروں کو دیکھ دیکھ کے گزر جاتی تھی! میرے پاس اس وقت راؤف لکھانی کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں تھا! میں بہت معصوم تھا! میں سب کی باتوں میں بہت جلد آجایا کرتا تھا! میرے نقوش بہت پرکشش تھے! رنگ سرخ و سفید ہوتا تھا جسے میں نے میک اپ کیا ہو! میں اپنی خوبصورتی سے واقف تھا لیکن مجھے اپنی خوبصورتی پسند نہیں تھی! بابا کے جانے کے بعد ان کے اپنے ہی آدمی میری خوبصورتی کے دشمن تھے! تم بہن ہو تم سے تمام باتیں کھل کے نہیں کر سکتا! صرف اتنا بتا سکتا ہوں وہ درندے ہوس کے بچاری تھے! راؤف لکھانی کے سنگاپور سے غائب ہونے کے بعد میں پورا دن ڈر ڈر کے اپنے کمرے میں گزار دیتا تھا! مجھے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہیں یہ لوگ میری عزت کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں! چھوٹی سی عمر میں وہ باتیں معلوم ہو رہی تھیں جو کبھی سوچا بھی نہیں تھا! کیونکہ میں کئی بار ان آدمیوں کو آپس میں ایسی خباثت سے بھرپور پلیننگ کرتے دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت اگر کوئی بھی انسان اس وقت میرے ساتھ یا میرے آس پاس نہیں تھا تو اللہ میرے ساتھ تھا! وہ میرا واحد اور مضبوط سہارا تھا! میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں؟ میں نے اس وقت اللہ کو بے حد یاد کیا اور اللہ نے مجھے سنا بھی!! اللہ نے ہر موڑ پہ میری مدد کی! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے اتنا طاقتور بنا دیا کہ میں پر کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرنے لگا! میرا بچپنا ختم ہونے لگا! میں جوں جوں جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھنے والا تھا میں ہر چیز سمجھنے لگا! میرے سکول میں بہت سے لوگ پاکستانی بھی تھے جو مجھے دیکھتے ہی پٹھان بولا کرتے تھے لیکن میں اس وقت خود کا تعارف "حازق راؤف لکھانی" کے نام سے کروایا کرتا تھا میں نہیں جانتا تھا میں پٹھان ہوں اور راؤف لکھانی میرا باپ نہیں ہے! لیکن ہاں راؤف لکھانی مجھے اپنی عادت ڈال کے جس طرح سے مجھ سے دور رہنے لگا تھا کبھی کبھی تو لگتا تھا جیسے میں کسی کے لئے بھی ضروری نہیں ہوں! وہ میرا باپ ہو کے میرا نہیں ہے! تم وہ تکلیف محسوس نہیں کر سکتی جو میں اس

انسان کی نظر اندازی پہ اس وقت محسوس کرتا تھا! وہ مہینوں بعد آتا تھا اور مہینوں اسکا انتظار کرنا کتنا مشکل تھا میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ وہ چاہے مجھے اپنا بیٹا نہیں مانتا تھا لیکن میں تو اسے اپنا باپ مانتا تھا نا؟ میرے لئے تو دنیا وی سہارا صرف وہی تھا! کبھی کبھی وہ مجھے جھڑک بھی دیتا تو میں برا نہیں مناتا تھا مجھے سکول میں یہی سکھایا جاتا تھا کہ ماں باپ آپ کے اچھے برے کے لئے ہی ڈانٹتے ہیں! خیر وقت گزرتا گیا میں میٹرک میں آگیا! میٹرک میں آنے تک بھی میرے پاکستانی کلاس فیلوز مجھے ہمیشہ خان یا پٹھان کا نام دیا کرتے تھے مجھے اس سب کی عادت ہو چکی تھی اس لئے خاموش رہ جایا کرتا لیکن ہاں جب سب مجھے پٹھان بولتے تھے تو میں پورا دن گھر میں فارغ رہتے ہوئے پٹھان کلچر کو یوں ہی سرچ کرتا رہتا! مجھے پٹھان کلچر اچھا لگنے لگا! میں پٹھانوں کے متعلق ہر بات جاننے لگا! یہاں تک کہ میں نے پختون زبان سیکھنا شروع کر دی! انٹرنیٹ سے کچھ بھی سیکھنا مشکل نہیں ہے اگر ہم اپنی پوری کوشش سے دل لگا کے کچھ سیکھیں اور کچھ میں نے بھی پشتو زبان سیکھتے ہوئے اپنی پوری کوشش لگائی تھی! میں نے پورے دل سے وہ زبان سیکھ لی! میں نہیں جانتا میں نے وہ زبان کیوں سیکھی تھی لیکن پتا نہیں کیوں سیکھ لی؟ میں بہت خاموش رہتا تھا! اپنی پوری کلاس میں بہت شرارتی تھا لیکن اندر سے میرا دل ویران اور خاموش تھا میری سب کے ساتھ اچھی بانڈنگ تھی لیکن اس وقت میرا دوست صرف شہسوار شاہ تھا وہ کافی میچور تھا ہر وقت مجھے سمجھاتا رہتا تھا! اسے لگتا تھا میں بہت صاف دل کا ہوں ہر کسی کی باتوں میں جلدی آسکتا ہوں لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا وقت حالات مجھے مضبوط بنا چکے تھے چاہے میں اوپر اوپر سے بہت شرارتیں کرتا تھا لیکن میں ایسا نہیں تھا میں خوش رہنے کی کوشش کرتا تھا لیکن جب دل بے سکون ہو تو انسان چاہ کے بھی خوش نہیں رہتا! میں اپنی شرارتوں سے دوسروں کو ہنسا دیتا تھا لیکن اپنا دل خوش نہیں ہوتا تھا! شہسوار شاہ مجھ سے ایک سال چھوٹا تھا لیکن وہ میرا کلاس فیلو تھا! ہم دونوں ہی کافی سالوں سے دوست تھے! وہ پاکستانی تھا لیکن اس کے بابا پولیس سے ریٹائرمنٹ لے کے کچھ ڈال پہلے ہی پاکستان میں شفٹ ہوئے تھے! وہ کلاس فائیو میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ سنگاپور شفٹ ہو چکا تھا! شہسوار شاہ کے بابا مجھ سے بے پاس پیار کرتے تھے! انہیں شاید میری خاموشی یا معصومیت اٹریکٹ کر جایا کرتی تھی کہ مجھے شہسوار کی طرح ہی پیار کرنے لگے! کبھی کبھی تو یوں لگتا تھا وہ میرے اپنے باپ ہوں! مجھے اتنا پیار تو اپنی پوری زندگی میں راؤف لکھانی سے نہیں ملتا تھا جتنا وہ ایک گھنٹے میں مجھے دے دیا کرتے تھے! اکثر جب وہ شہسوار کو سکول سے لینے آتے تھے وہ مجھے بھی اپنے ساتھ ایک گھنٹے

کے لئے لے جایا کرتے! وہ شہسوار کو بہت سی چیزیں سیکھایا کرتے تھے جس سے ہم کسی کا بھی ڈیفنس کر سکیں! وہ پولیس میں رہے تھے وہ ایک گھنٹہ ہماری اچھی خاصی ٹریننگ کرواتے تھے تاکہ ہمیں مضبوط بنا سکیں! جیسے جیسے میری زندگی کا سال گزرتا تھا مجھے اپنا فیوچر بالکل بلینک نظر آتا تھا کیونکہ مجھ پہ شہسوار شاہ کے بابا عالم شاہ کے علاوہ کسی نے توجہ ہی نہیں دی تھی! میں پورا پورا دن یہ سوچتا رہتا شہسوار شاہ کتنا لکی ہے اس کے پاس اسکی پوری فیملی ہے لیکن میرے پاس تو صرف ایک باپ ہے جو میرا تھا ہی نہیں! میں راتوں کو سو نہیں پاتا تھا! نہ سونے کی وجہ میرا نائٹ مئیر تھا! وہ ڈاکٹرز جنہوں نے میری برین واشنگ کرتے مجھے سب پرانی باتیں بھول جانے پہ مجبور کیا تھا وہ سب میرا نائٹ مئیر بن چکا تھا! مجھے ہر رات خواب آتا تھا کسی بھیڑ میں میرا ہاتھ ایک عورت سے چھوٹ رہا ہے! لیکن اس عورت کی شکل صاف واضح نہیں ہوتی تھی! مجھے صرف اسکے رونے بلکنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں! میں اس خواب سے بے حد بے سکون رہتا تھا! اور جب بھی میں بے سکون ہوتا میں قرآن کھول لیا کرتا! میں قرآن کے دل "سورۃ یٰس" کی تلاوت کر کے اپنے بے چین دل کو راحت پہنچایا کرتا!

ایک دفعہ میں سکول سے واپس آرہا تھا! اس وقت میں میٹرک میں تھا راؤف لکھانی اس وقت پہلے سے زیادہ وقت بعد واپس آیا تھا مجھے جوں ہی پتا چلا وہ آچکا ہے! میں اپنے کمرے میں بیگ رکھنے کی بجائے خوشی خوشی اسکے کمرے کی طرف بھاگا تھا میں اس درندے انسان کو ملنے کے لئے تڑپ رہا تھا جو میرا باپ ہی نہیں تھا!! آہہہ!! اور یہ انکشاف مجھ پہ اسی روز ہوا تھا جب میں اپنے اس درندہ باپ سے ملنے جا رہا تھا۔۔

"بس بس بہت رکھ لیا اسے موج مستی میں! اچھا خاصا جوان ہو رہا ہے! قد کاٹھ میں مجھ سے لمبا لگتا ہے! خوبصورت ہے! وہ ہمارے ہر کام کے لئے ایک اچھا مہرہ بن سکتا ہے!! صرف مزید کچھ ٹریننگ کی ضرورت ہے! میں جانتا ہوں پھر چاہے ڈرگز کی اسمگلنگ ہو! لڑکیوں کی اسمگلنگ ہو یا سونے کی اسمگلنگ ہو حازق خان سب کچھ کر سکتا ہے!! ہاہاہاہا"۔۔۔۔۔راؤف لکھانی سازشی انداز میں اپنی انگلیوں کو موڑتے ہوئے بولا۔

کیا آپ کو یقین ہے باس وہ ہماری امیدوں پہ پورا اترے گا؟۔۔۔راؤف لکھانی کے خاص بندے نے سوال کیا۔۔

ہاہاہا! کیوں نہیں اترے گا؟ جب اسکا باپ چند پیسوں کی خاطر بے ایمان ہو سکتا ہے تو حازق خان اتنا پیسا اور لڑکیاں دیکھ کے بے ایمان کیوں نہیں ہو سکتا؟ آخر کو خون تو اسی اسماعیل خان کا ہے جو سالوں پہلے راؤف لکھانی کے آگے بکا تھا!! ہاہاہاہا یہ بھی اسی کی اولاد ہے! اسی پہ جائے گی نا؟؟۔۔۔۔۔ راؤف لکھانی کا شیطانی قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔"

یہ الفاظ تھے یا کوئی صور جو میرے کانوں میں پھونکا گیا تھا؟؟ ان چند الفاظ نے مجھے میرے ہوش پوش بھلا دیئے تھے!! اسکے بعد میں نہیں جانتا راؤف لکھانی نے مزید کیا الفاظ بولے تھے میرا دماغ تو صرف میرے نام کے ساتھ "خان" لفظ پہ اٹک چکا تھا اور جب ہوش میں آیا تو "اسماعیل خان" کے الفاظ پہ میرے دماغ کے ساتھ ساتھ جیسے میری ٹانگوں نے بھی کام کرنا چھوڑا تھا۔۔ مجھے اپنا پورا جسم مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا!! یہ کیسی حقیقت تھی جسے میں اپنا باپ سمجھتا رہا وہ تو میرا تھا ہی نہیں؟ یہ حقیقت ضبط کرنا آسان نہیں تھا! میری جگہ خود کو رکھ کے رو دیکھو پھر معلوم ہو گا جس سے آپ اتنے سال بے لاس پیار کرو اور وہ آپ کا ہی نہ ہو؟ وہ آخری وقت میں دھوکا دے جائے؟ وہ ہمارے اتنے سالوں کے پیار کو پل میں بے مول کر دے!! تو کیسا محسوس ہوتا ہو گا؟؟ میرے پاس تو صرف ایک ہی رشتہ تھا اور وہ بھی اپنا نہیں تھا؟؟ افف یہ انکشاف!!! اس انکشاف نے مجھے اندر تک ہلا کے رکھ دیا تھا!! میں اپنی کیفیت بیان نہیں کر پا رہا!! خیر آگے بڑھتے ہیں !

میں اس روز اس سے ملے بغیر واپس کمرے میں چلا گیا!! اس سے ملنے کو دل ہی نہیں کیا! وہ پورے دو دن وہاں رہا لیکن میں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی! وہ جاتے ہوئے مجھ سے مل کے واپس گیا اور کچھ حیرت کا اظہار بھی کیا کہ میں ان سے ملنے کیوں نہیں گیا؟ جواباً میں خاموش رہا!! دل تو کیا ابھی کوئی چیز اٹھا کے اس خب۔یس انسان کے سر پہ مار کے اسکے سر کو دو حصوں میں تقسیم کر دوں لیکن میں نے اپنے دل کو سمجھایا! مجھے جلد بازی کی بجائے ہوشیاری سے کام لینا تھا!! کچھ دن اس حقیقت کو ضبط کرنے کے چکروں میں اور اپنا مستقبل سوچنے کے چکروں میں میں سکول جانا بھی چھوڑ چکا تھا! میرے دماغ میں صرف ایک ہی بات گردش کرتی تھی کہ میں اسماعیل ان کی اولاد ہوں! جسے راؤف لکھانی نے خریدا تھا! مجھے یوں لگتا تھا جیسے بابا نے میرے بدلے میں راؤف لکھانی سے پیسے لئے ہوں جبکہ ایسا نہیں تھا! خیر اس وقت مجھ پہ مکمل حقیقت آشکار نہیں ہوئی تھی اسی لئے میں اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا! اور نہ ہی میرے دل میں اب اس انسان سے ملنے کی چاہ تھی جسے راؤف لکھانی خرید چکا تھا! ہاں مجھے اپنی حقیقت جاننے کا

بہت تجسس تھا اس وقت میرے میٹرک کے پرچے ہونے والے تھے! میں کچھ دنوں بعد سکول گیا! عالم انکل سے ملا! ان سے ملتے ہی میں زور سے ان کے گلے سے لگ گیا ایک وہی تھے جو ہمیشہ ہر قدم پہ میرے ساتھ ہوتے تھے! میں سب ان سے بلا جھجک ہر بات کر لیا کرتا تھا! ان کے گلے لگتے ہی میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر نا جانے کیسے بہنے لگا؟ میں انہیں جو سب بتانا چاہتا تھا بتا نہیں پا رہا تھا! مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی میں ایسے کون سے الفاظ استعمال کرتے ہوئے ان سے اپنے دل کی بات کروں؟ دل بھی وہ جو ویران تھا! جو زخموں سے چور تھا! ایسا دل جو ٹوٹے کانچ سی کرچیوں کی مانند ہو چکا تھا!! وہ میرے رونے پہ پریشان ہوئے! جب ان کے ساتھ ساتھ شہسوار بھی پریشان ہوا تو مجھے اپنے رونے پہ غصہ آیا! میں نے اپنے آنسو پیتے ہوئے ڈھکے چھپے الفاظ میں ان پہ حقیقت آشکار کی تھی لیکن اس دوران میں نے انہیں اپنے اصل باپ کا اصل نام نہیں بتایا تھا! وہ دونوں کتنی دیر شاکڈ رہے! عالم انکل کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا بولیں؟ خیر انہوں نے سمجھداری سے کام لیا! انہوں نے مجھے بقیا پیپر ویسے ہی دینے کا حکم دیا جس طرح سے میں دے رہا تھا! انہوں نے مجھ سے بولا تھا میں پہلے کی ہی طرح نارمل انداز میں صرف چند دن مزید لکھانی ہاؤس میں رہوں گا وہ میرے متعلق ہر چیز معلوم کروانے کی کوشش کریں گے لیکن میں انہیں منع کر چکا تھا! میں نے انہیں منع کیا تھا! ان سے وعدہ لیا تھا کہ وہ میرے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں کروائیں گے کیونکہ مجھے اپنا فیوچر خود سوچنا تھا!! میں مزید دو سال ایف ایس سی تک لکھانی ہاؤس رہا یہ جانتے بوجھتے بھی کہ یہاں موجود ہر انسان گناہوں کی دلدل میں پھنس چکا ہے! لیکن میرا اللہ پہ ایمان نہیں ڈگمگایا تھا! مجھے یہ دو سال ہر حال میں یہاں گزارنے تھے جو میں نے گزارے!! مجھے ناچاہتے ہوئے بھی اس درندے انسان سے ملنا پڑتا تھا! نارمل رہنے کے لئے اسے بابا بھی بولنا پڑتا تھا! ان دو سالوں میں اسے بابا بولنا کتنا مشکل تھا میرے دل سے پوچھو! دل کرتا تھا اپنی زبان کاٹ ڈالوں جو اسے بابا پکارتی ہے! خیر یہ دو سال ایف ایس سی کرتے ہوئے میں نے انہیں ضائع نہیں کیا تھا! میں اس کے گھر میں رہتے ہوئے اس کے ہر برے کام کے ثبوت اکھٹے کرنے لگا! وہ زیادہ ثبوت چھوڑتا تو نہیں تھا لیکن ہاں مجھے اس کے ہر برے کام دھندے کی انفارمیشن مل چکی تھی! وہ سیاست میں ہوتے ہوئے بھی ہر برا کام انجام دیتا تھا!! ان دو سالوں میں میں نے اصلی راؤف لکھانی کو پہچانا تھا جس کا ہر روپ گنگناؤنا تھا! اس نے مجھے سولہ سال دھوکے میں رکھا تھا؟ لیکن میرا کچھ نہ بگاڑ سکا وہ مجھ سے کسی بھی برے کام میں مدد نہ لے سکا! میں نے اسے دو سالوں میں میں دھوکے میں رکھتے

ہوئے مات دی تھی! میں نے ان دو سالوں میں اسکی جڑیں اکھاڑنے کا ہر پلین بنالیا تھا! عالم انکل نے مجھے ہر کام میں مدد کرنے کی آفر دی تھی لیکن مجھے یہ کام اکیلے کرنا تھا! میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا! میرے وعدہ کروانی کی مدد پہ انہوں نے میرے ماضی کے متعلق کچھ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ وعدہ خلاف نہیں تھے!

ایف ایس سی تک مجھے راؤف لکھانی کے تمام آدمی ہر کام میں پروٹوکول دینے لگا کیونکہ راؤف لکھانی کا حکم۔ تھا! انہیں لگتا تھا شاید میں ان کے اس دو نمبر پروٹوکول سے ایمپریس ہو کے ان کے ہر برے کام میں ملوس ہو جاؤں گا!! لیکن یہ سن کی بھول تھی! ایف ایس سی کلئیر کرتے ہی میں نے عالم انکل سے بول کے خفیہ طور پہ اپنا ایڈمیشن پی ایم اے میں کروایا تھا!! میں اور شہسوار شاہ اپنا فیوچر سوچ چکے تھے! مجھے فوج میں برتی ہونا تھا تو شہسوار شاہ کو پولیس میں کیونکہ وہ اپنے بابا سے کافی ایمپریس تھا اسے ان کے پیروں پہ پیر رکھنا تھا! لیکن میرا انٹرسٹ پاک آرمی میں تھا! میں خود نہیں جانتا کیوں؟ میں پاک آرمی میں سیکریٹ ایجنٹ کے طور پہ کام کرنا چاہتا تھا تاکہ راؤف لکھانی کو اس کے انجام تک پہنچا سکوں!! عالم انکل نے مجھے اس طرح سے پی ایم اے میں غائب کروایا تھا کہ راؤف لکھانی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوا تھا جس طرح سے سالوں پہلے اسماعیل خان کو علم نہیں ہوا تھا!! مرے پی ایم اے میں جانے کے بعد اس نے پاگلوں کی طرح مجھے تلاش کیا تھا! اسماعیل خان پہ اپنی پوری نظر رکھی تھی لیکن مجھے تلاش نہ کر سکا کیونکہ اس نے کبھی میرا انٹرسٹ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی! اگر وہ مجھے کبھی وقت دیتا! میرے پاس بیٹھ کے میرا انٹرسٹ جاننے کی کوشش کرتا تو اسے معلوم ہوتا مجھے پاک آرمی جوائن کرنا کتنا پسند تھا اور اگر اسے یہ معلوم ہوتا تو وہ اسماعیل خان پہ نظر رکھنے کی بجائے سب سے پہلے مجھے پی ایم اے میں تلاش کرتا! لیکن افسوس وہ اگر میرا باپ نہیں تھا تو اسے باپ بننے کی ایکٹنگ کرنی بھی نہیں آئی تھی!!

تین سال مزید گزر گئے! ان تین سالوں میں میں راؤف لکھانی اور اپنی اصل فیملی کے متعلق ہر نفار میشن جان چکا تھا! میں ہر ہر بات جان گیا! ان تین سالوں میں میں نے لاتعداد غداروں کو قتل کیا تھا جو میرے اور میرے ملک کے دشمن تھے! قتل ناجائز نہیں بلکہ حق پہ کیا تھا تاکہ میرا ملک ان درندوں سے پاک ہو سکے!! میں سیکریٹ ایجنٹ کے طور پہ کام کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے سیکریٹ ایجنٹ اور کیپٹن دونوں کے طور پہ کام کرنا پڑتا تھا کیونکہ کمانڈر کو میرا کام پسند تھا! وہ چاہتے تھے میں ہر کام میں آگے آگے رہوں!! وہ مجھے ہر مشن میں گھسا دیتے تھے!! ان تین سالوں میں میری

عہدے میں ترقی آئی تھی! جب مجھے معلوم ہو گیا میں راؤف لکھانی کے ساتھ نمٹ سکتا ہوں اور اپنی اصل فیملی کو پوری طرح سے اون کر سکتا ہوں تو میں نے تین سالوں کے بعد اسے فون کر ڈالا! میں نے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں الٹی گنتی شروع کرنے کو بولا تھا! وہ میرے ڈھکے چھپے الفاظ سے بہت کچھ سمجھ چکا تھا کہ میں اب عام آدمی نہیں رہا! میرا روعب دار لہجہ سنتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی ڈر چکا تھا! میں اس روز اسے ڈرانے دھمکانے کے بعد تم سب سے ملنے والا تھا! میں جان چکا تھا میرا باپ آج بھی شاہ حویلی کا ملازم ہیں! میں جانتا تھا میری ساڑھے دس سال کی ایک چھوٹی سی بہن ہے! لیکن اس وقت میں بابا کے اس قیمتی سرمایے (ذائشہ خان) کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا! اتنے سال راؤف لکھانی کے متعلق انفارمیشن اکھٹی کرنے کے باوجود میں اس قیمتی سرمایے کے متعلق نہ جان سکا؟ آج بھی سوچ کے خود پہ لعنت بھیجتا ہوں! خیر اس روز میں تم سے ملنے کے لئے بے حد بے چین تھا! اس روز میں سوچنے لگا کاش وہ ہستی بھی زندہ ہوتی جسے ہر روز خواب میں دیکھا کرتا تھا جس کا لمس میں چاہ کے بھی بول نہیں پاتا تھا! کاش ایک دفعہ اس ہستی کے سینے سے لگنے کا موقع مل جائے؟ کاش ایک دفعہ اس ماں کا ہاتھ تھام لوں جو بھیڑ میں بھی میرا ہاتھ نہیں چھوڑ رہی تھی! جو بھیڑ میں بھی مجھے کسی قیمتی چیز کی طرح خود کی طرف کھینچتی جا رہی تھی جیسے اسے الہام ہو چکا ہو میں اس سے جدا کر دیا جاؤں گا! لیکن۔ ظلم کی انتہاء ہوئی اس ماں کے ساتھ جس کی محنت رنگ نہیں لائی تھی اور اسے اس کے اکلوتے بیٹے سے جدا کر دیا گیا تھا۔۔۔۔ماں کو یاد کرتے ہوئے حازق خان کے آنسو آنکھوں سے نکلتے ہوئے گالوں پہ لڑھک رہے تھے۔وہ چاہ کے بھی اپنے آنسوؤں پہ بند نا باندھ پایا! آواز بھیگ چکی تھی! اس کے کندھے سے لگی گلالئی کی روتے روتے ہچکیاں بند چکی تھی! اس کے آنسو حازق خان کا کندھا بھگو رہے تھے! حازق خان نے اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے کمرے میں جلتا وہ واحد لیمپ بھی بجھایا تھا! کچھ دیر تک اپنی بھیگی آواز پہ قابو پانے کے بات وہ باتوں کا ٹوٹا تسلسل پھر سے شروع کر گیا۔۔

میری ایک بہن بھی ہو گی؟ یہ کبھی نہیں سوچا تھا! مجھے ہمیشہ سے بہن بھائیوں کا بے حد شوق رہا تھا اسی لئے تو پورے سکول کو ہنساتا رہتا تھا تاکہ سب مجھے جانیں! مجھے امپورٹینس دیں! اتنے سالوں کے بعد میری خواہش پوری ہونے جا رہی تھی! میں اپنی چھوٹی سی بہن سے مل کے اسے گلے لگانے والا تھا اسے کتنی دیر اپنے سینے سے لگانے والا تھا یہ سوچ سوچ کے میرے پیر زمین پہ نہیں لگ رہے تھے! لیکن ایک ڈر سا تھا اگر تم نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا تو؟! باپ

کو لے میرے دل میں کوئی جزبات نہیں تھے! ناخوشی کے تو نا کی غمی ہے! نا زیادہ پیار کے تو نہ زیادہ نفرت کے! ان کو لے میں نے زیادہ نہیں سوچا تھا! اس روز صرف تمہارے متعلق سوچا تھا! صرف یہ سوچا تھا کہ آج کے بعد حازق خان اپنی بہن کا ہر لاڈ اٹھائے گا! لیکن برا ہوا اس روز حازق خان کے ساتھ ایک دفعہ پھر سے!! کیونکہ میں اپنی پیکنگ کرتے ہوئے تم سب سے ملنے کے لئے نکلنے ہی والا تھا جب مجھے ایک بڑے مشن پہ جانا پڑا! وہ پہلا بڑا مشن تھا جسے میں ڈیل کرنا والا تھا ورنہ پہلے میں اپنے سینیرز کے انڈر کام کیا کرتا تھا! مجھے وہ مشن آفر ہوا! اگر نہیں بلکہ یہ بول سکتے ہیں کمانڈر کا حکم ہوا! مجھے آرڈر دیا گیا کہ میں اس مشن کو لازمی لیڈ کروں گا! میری ساری خوشی جاگ کی طرح بیٹھی تھی! وہ پہلا مشن تھا جسے میں نے بے دلی سے سرانجام دیا تھا! تم لوگوں سے بعد میں ملنے کا سوچتے ہوئے مشن کے لئے خامی بھری! مشن کے لئے روانہ ہو گیا یہ سوچے بغیر کہ واپسی پہ بابا کی موت کی دل دہلانے والی خبر سن کے میں یتیموں میں شمار ہو جاؤں گا!! اتنا دکھ تو باپ کے زندہ ہوتے ہوئے بھی یتیموں کی طرح زندگی گزارتے ہوئے نہیں ہوا تھا جتنا حقیقت میں یتیم ہوتے ہوئے ہوا تھا! دل جیسے چیرا گیا تھا! یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس دل کو ٹکروں میں کاٹ دیا گیا ہو! اتنا بدنصیب تھا کہ اپنے باپ کا آخری چہرہ بھی نہ دیکھ پایا! چاہے غدار تھا لیکن باپ تو باپ ہوتا ہے! جس طرح ماں باپ کو اپنی بری اولاد ہمیشہ ٹھیک لگتی ہے اسی طرح اولاد بھی اپنے ماں باپ کے بارے میں کسی دوسرے کے منہ سے ایک لفظ برداشت نہیں کر سکتی چاہے ان میں دنیا جہاں کی خامیاں ہی کیوں نہ ہوں؟؟

اب تمہارے دل میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ بابا کی ڈیتھ کیسے ہوئی؟ ان کا قتل کس نے کروایا؟ تو سنو! جس روز میں مشن پہ گیا! ان دنوں الیکشن سر پہ تھے! اب جب میرا باپ بوڑھا ہو چکا تھا! اسکی ہڈیاں بوڑھی ہو چکی تھی! اسے ایک دفعہ پھر سے غداری کی آفر کی جاتی ہے اور راؤف لکھانی کی طرف سے کی جاتی ہے!! لیکن اس دفعہ اسے بتایا جاتا ہے اسے اسکے جوان بیٹے کے ساتھ ساتھ اسکا ایک قیمتی سرمایہ (ذائشہ خان) بھی لٹایا جائے گا تو اسماعیل خان تڑپ تڑپ اٹھتا ہے! ! کیا اس کا کوئی قیمتی سرمایہ بھی تھا وہ نہیں جانتا تھا؟ اسے یقین نہ آیا تو اسے ثبوت دیئے گئے کہ ہاں تم ایک قیمتی سرمایے کے مالک ہو لیکن تمہیں اس لئے بے خبر رکھا گیا! تم سے یہ قیمتی سرمایہ اس لئے چھینا گیا کیونکہ تم نے سالوں پہلے شاہوں کے ساتھ مل کے میرے گھر پہ پولیس کا چھاپہ پروایا تھا! جب اسماعیل خان پہ یہ انکشاف ہوا تو وہ خود کو غداری کرنے سے روک نہ پایا!! بابا نے شاہوں کے ساتھ غداری کرتے ہوئے اسے احسن

ملک کے رازوں کے متعلق بھی اسے تمام انفارمیشن سونپی تھی! اس دفعہ بابا کو دو چیزیں واپس ملنے کا لالچ دیا گیا تھا تو غداری بھی دو پارٹیوں سے کرنے کا حکم دیا گیا تھا!! اب سنو اس غداری کا نتیجہ کیا نکلتا ہے ؟! راؤف لکھانی جو اتنے سالوں سے ہار کا سامنا کرتا آرہا تھا اچانک سے اسکا الیکشن جیت جانا سب کے لئے حیران کن سی بات تھی! ! یہ ہار نہ تو شاہوں سے ہضم ہوئی تھی اور نہ ہی احسن ملک سے!! احسن ملک کو یہ ہار اس صورت میں شاید ہضم ہو جاتی اگر اس دفعہ بھی شاہ جیت جاتے لیکن اس دفعہ راؤف لکھانی جیتا تھا جس کے دور دور تک چانسس نہیں تھے!! بابا نے پہلی دفعہ اتنے بڑے لیول پہ غداری کی تھی جو انہیں مہنگی پڑی تھی کیونکہ وہ اس دفعہ بھی بھول چکے تھے کہ سامنے راؤف لکھانی ہے ہر برے کام کا ماسٹر مائنڈ! راؤف لکھانی الیکشن جیت کے اپنی بات سے منکر گیا!! اس نے بابا کو ان کا قیمتی سرمایہ اور ان کا جوان بیٹا دینے سے انکار کر دیا! اس کا کہنا تھا وہ اپنے بل بوتے پہ جیتا ہے! وہ اسکے کسی بیٹے کے متعلق نہیں جانتے اور نہ وہ اس قیمتی سرمایے کا مالک تھا! یہ انکشاف بابا سے ہضم نہیں ہوا تھا جب احسن ملک اور شاہوں نے اپنی ہار پہ پاگل ہوتے ہوئے اسکی وجہ تلاشی تھی!! وجہ اسماعیل خان تھا؟؟ یہ دھچکا احسن ملک کے لئے شاید چھوٹا ہو لیکن شاہوں کے لئے یہ دھچکا چھوٹا نہیں تھا! انہیں نے ہمیشہ بابا کو ہر کام میں اپنے شانہ بشانہ رکھا تھا! یہ غداری ان سے اور ان کی جوان اولاد سے برداشت نہیں ہوئی تھی! بابا کو جب کچھ سمجھ نہ آیا ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو وہ تمہیں زرتاج اماں کے حوالے کرتے شاہ ہویلی سے فرار ہو گئے!! شاہ ہویلی سے فرار ہوتے ہی وہ احسن ملک کے ہتھے چڑھ گئے جس کے آدمیوں نے انہیں آن دا سپاٹ شوٹ کیا تھا کیونکہ یہ احسن ملک کا حکم تھا!! باپ کی موت کا سنتے ہوئے گلالئی کا پورا وجود بری طرح سے کانپا تھا! حازق خان مسلسل اپنے نچلے ہونٹ کو کاٹتا اسے زخمی کر رہا تھا۔

احسن ملک نے بابا کو شوٹ کروایا! بابا مرنے کے قریب تھے جب انہیں ہاسپٹل پہنچایا گیا! انہیں ہاسپٹل پہنچانے والا کاظم شاہ کا خاص ملازم " مجیب " تھا! مجیب اس سب کے متعلق کاظم شاہ (لالہ) کو سب بتا چکا تھا! اس کے بعد میں نہیں جانتا ان کی ہویلی میں کیا انقلاب آیا تھا میں صرف اپنے ریسورسز سے آج تک اتنا ہی جان پایا ہوں کہ بابا سے شاہ ہویلی کے چاروں سپوت اسپتال ملنے آئے تھے جن میں سے بابا جان نے اپنی آخری سانسوں میں تمہارے لئے شاہ ہویلی کے سب سے سفاک سپوت کا انتخاب کیا تھا! بابا نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے متعلق اور خود کے متعلق جو بھی فیصلہ کیا وہ سب فلاپ ہوئے تھے تو پھر اپنی آخری سانسوں میں انہیں کیا ضرورت پڑی تھی تمہاری زندگی کا

فیصلہ لینے کی؟ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈالی تھی! میں مشن سے واپس آتے کچھ لیٹ ہو چکا تھا کیونکہ مشن ناچاہتے ہوئے بھی لمبا ہو چکا تھا! واپسی پہ یہ انکشاف کہ بابا کا قتل ہو چکا ہے؟ تمہیں سید احان شاہ کے نکاح میں دیا جا چکا ہے؟ یہ دونوں انکشاف ہی چھوٹے نہیں تھے!! ان دونوں انکشافات نے میرا دل دہلایا تھا! باپ کے مرنے پہ روتا؟ اپنے یتیم ہونے پہ روتا؟ تمہارے یتیم ہونے پہ روتا؟ یا تم پر سے اپنا حق ختم ہونے کے غم پہ روتا؟ آخر کس کس غم پہ روتا؟ اور ہر بار حازق خان کی کیوں روتا؟؟ اس وقت جو سیچویشن چل رہی تھی وہ ایک کیپٹین ہوتے ہوئے بھی میری سمجھ سے باہر تھی! میں کتنے دن سوگ کی کیفیت میں رہا! یہ حقیقت بہت دل دہلا دینے والی تھی! فیوچر ایک دفعہ پھر سے بلینک نظر آرہا تھا! بہت کوششوں کے بعد جا کے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ بابا کو قتل کروانے والا احسن ملک ہے! لیکن وجہ راؤف لکھانی ہے؟ یہ مجھے معلوم نہیں تھا! مجھے اس وقت بھی بابا کے قیمتی سرمایے کے متعلق خبر نہیں تھی! کیونکہ میں نہیں جانتا تھا بابا کو غداری کرنے کے لئے کیا لالچ دیا گیا تھا صرف یہ جانتا تھا کہ بابا نے غداری کی ہے جس کی بنا پہ انہیں قتل کیا گیا ہے! اور ان کی غداری کے بدلے میں تم پر سے باپ کا سایہ اٹھا ہے!!

ک۔کون۔۔سا۔۔قیمتی۔۔سرمایہ؟۔۔۔۔۔اسے بار بار یہ لفظ استعمال کرتے دیکھ کے گلالئی نے اسکی بات کاٹتے ہوئے اس سے آخر کار یہ سوال پوچھ ڈالا۔۔

وقت آنے پہ بتاؤں گا!!۔۔۔۔حازق خان کے جواب میں فرق نہیں آیا تھا!!

تم پر سے بابا کا سایہ اٹھا! یقیناً تم بہت پریشان رہنے لگی؟ اپنی زندگی سے خفا رہنے لگی؟ تم کسی کے نام کر دی گئی تھی لیکن اتنی سی عمر میں تمہیں یہ بھی ٹھیک سے معلوم نہیں ہو گا کہ نکاح کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اور جس سفاک انسان کے نکاح میں تم ہو وہ اپنی چیزوں پر سے حق ختم نہیں کرتا تھا تو کیا تم پر سے کبھی اپنا حق ختم کرتا؟ وہ یوں ظاہر کرتا ہو گا جیسے اسے نکاح سے یا تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے! لیکن ایسا نہیں تھا وہ سفاک انسان اپنی ملکیت پہ اپنا حق کبھی نہیں بھول سکتا! میں نے اس کے متعلق پوری انفارمیشن اکھٹی کی تھی! کافی سفاک رہا ہے وہ! چڑھتی جوانی میں آئے روز یونیورسٹی میں لڑائیاں لیتا رہا ہے اور اس کے پیروں پہ پیرارزم شاہ نے رکھا ہے (سالے ٹکرے بھی تو کیسے؟ دونوں کے دونوں بد دماغ!! جن کا دماغ میں بہت جلد درست کرتے انہیں آسمان سے زمین پہ پٹکوں گا!) ۔۔۔۔حازق خان

کے منہ سے احان شاہ کے متعلق ذکر سنتے ہوئے گلالئی کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ البتہ اپنے دونوں بہنوئیوں کے متعلق وہ دل میں سوچ رہا تھا۔ گلالئی آنکھوں سے آنسو مزید تیزی سے رواہوئے تھے! جسم بری طرح سے کانپ رہا تھا۔

خیر میں انہیں ڈسکس کیوں کر رہا ہوں؟ اب تم سوچ رہی ہو کہ تمہارے متعلق جانتے بوجھتے بھی میں تم سے دور کیوں رہا؟ کیوں تمہیں اپنی بھنک بھی نہیں لگنے دی؟ اس کا جواب بھی تمہیں آج ہی دیتا ہوں! جب بابا کا قتل ہوا! تمہارا نکاح احان شاہ سے ہوا! اس کے بعد سے احسن ملک اور راؤف لکھانی کی نظروں کا مرکز تم تھی!! ان دونوں نے ہی تم پہ نظر رکھنا شروع کر دی تھی! احسن ملک کا بدلہ ابھی بھی شاید پورا نہیں ہوا تھا جبکہ دوسری طرف راؤف لکھانی کو اپنا اگلا میری تمہیں بنا کے مجھے بلیک میل کرنا تھا تاکہ میں اس کے خلاف اوپن کیا ہر کیس راستے میں روک دوں!! میں اس وقت تمہیں اپنے پاس رکھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ اس وقت میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا! میں نے اپنی زندگی کا شاہ ہی کوئی دن ایسا ہو جو سکون سے گزرا ہو! میری زندگی میں سکون چین نام کی کوئی چیز نہیں تھی! اور میری زندگی بے سکون کرنے والے راؤف لکھانی اور احسن ملک تھے! جنہیں مجھے سر عام نہیں بلکہ سیاست کی مار مارنا تھا اور یوں مارنا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے! وہ دونوں پبلک فگر تھے ان کا قتل اور قاتل دونوں ہی سوشل میڈیا کی زینت بننے تھے! اسی لئے میں اس روز ان دو مشنز پہ کام کرنے لگا! احسن ملک والا مشن میں اور زوریز شاہ دیکھ رہے تھے! لیکن راؤف لکھانی والے مشن سے آج تک کوئی واقف نہیں ہو سکا سوائے شہسوار شاہ اور عالم انکل کے لیکن وہ دونوں بھی میرے معاملات میں بے جا ٹانگ نہیں اڑاتے تھے کیونکہ وہ میری نیچر سے واقف ہو چکے تھے! مجھے تمہارے متعلق کسی سے بھی کچھ ڈسکس کرنا پسند نہیں تھا! میں چاہتا تھا تم ہمیشہ چھپی رہو! تمہیں کوئی نہ دیکھے! کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو کہ حازق خان کی کوئی بہن ہے اور اتنی معصوم اور خوبصورت ہے! لیکن ضروری تو نہیں ہے جیسا ہم چاہتے ہیں ہمیشہ ویسا ہی ہو؟

جب مجھے معلوم ہوا احسن ملک اور راؤف لکھانی کی نظر تم پہ ہے! میں نے خفیہ طریقے سے تمہارے مرنے کی افواہ پھیلائی تاکہ تم پر سے ان کا دھیان ہٹا سکوں!! یہ افواہ پھیلاتے ہوئے دل کانپا تھا اپنی معصوم گڑیا کے بارے میں ایسا سوچتے ہوئے بھی دل لعنت بھیج رہا تھا لیکن مجھے تمہیں پروٹیکٹ کرنا تھا! میں اپنا غم بانٹنے یا خود خوشیاں پانے کے لئے

تمہیں شاہ ہویلی سے لے آتا! اپنے پاس جتنا بھی قید کرنے کی کوشش کرتا لیکن تم بہت جلد دشمنوں کی نظر میں آ جاتی! میں ایک تھا لیکن میرے ہزار دشمن تھے! مجھے آئے دن کسی مشن پہ جانا پڑتا تھا! احسن ملک اور راؤف لکھانی میرے دشمنوں کی لسٹ میں سرفہرست تھے جنہیں تم تک پہنچنے کا بہانہ چاہئیے تھا!اسی لئے میں نے اپنے دل کی خواہش دبادی میں سوچتا تھا تمہیں تو شاید معلوم بھی نہیں ہو گا کہ تمہارا کوئی بھائی بھی ہے تو آخر کیوں کر تمہاری زندگی میں انقلاب لاؤں؟ آخر کیونکر تمہیں ایک اور دکھ دوں؟ میں جس فیلڈ میں تھا میرا شہید ہونا یا مر جانا ایک عام سی بات تھی! کیونکہ میں نے چھوٹی سی عمر میں کوئی ایک پنگا نہیں لیا تھا! اپنی فیملی سیکور کرنے کے لئے سارے پنگے ساتھ لینے پڑے تھے! تم ان پنگوں کے نتائج کی ذد میں آجاتی!! چاہے شاہ ہویلی کے کچھ مکین تمہیں پسند نہیں کرتے تھے تمہیں اچھے سے ٹریٹ نہیں کرتے تھے لیکن شاہ ہویلی کے تمام سپوت اپنے سے جڑے لوگوں کو پروٹیکٹ کرنا جانتے تھے! !

!Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط94(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

یہ میرا ماننا تھا کہ شاہ ہویلی کے لوگ اپنے سے جڑے لوگوں کو پروٹیکٹ کرنا جانتا تھا جبکہ ایسا نہیں تھا اگر وہ اپنے سے جڑے لوگوں کو پروٹیکٹ کرنا جانتے ہوتے تو تم مجھے جنگل میں ملگجی سی حالت میں نہ ملتی! ! تم نے خود کو خود پروٹیکٹ کیا ہے! نکاح کے ساڑھے سات سالوں کے بعد تم خود کو پوری طرح سے چادر سے ڈھک کے شاید ہی کوئی تین سے چار دفعہ ہویلی سے نکلی تھی؟ رائٹ؟ میں نے تمہیں ہر دفعہ دور سے دیکھا تھا! تمہیں دور سے دیکھتے ہی میری آنکھیں نم ہو جاتی تھیں دل چاہتا تھا ایک دفعہ تمہیں سینے سے لگالوں؟ ایک دفعہ عقیدت سے تمہارا ماتھا چوم کے تمہیں بھائیوں والا امان بخش دوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا! باخبر ہوتے ہوئے بھی حالات نے مجھے تم سے بے خبر بننے کا ڈھونگ رچانے پہ مجبور کیا تھا! بابا کے مرنے کے ساڑھے سات سال بعد تک تم شاہ ہویلی کی انیکسی میں رہی؟ کیوں رہی؟ کیونکہ تمہیں شاہ ہویلی والوں نے کبھی اپنانا ہی نہیں! جب سید احان شاہ نے تمہیں اپنے نکاح میں لیا تھا تو اتنے سال

انیکسی میں کیوں رکھا؟ کیوں تمہیں ملازموں کی طرح ٹریٹ کیا؟ صرف اس لئے کہ تم ایک غدار کی بیٹی ہو؟ لیکن وہ غداری تم نے تو نہیں کی تھی؟ وہ غداری تو اسماعیل خان نے کی تھی! لیکن تم اس وقت گلالئ اسماعیل خان تو نہیں تھی؟ تم تو اس وقت گلالئ احان شاہ تھی! پھر تمہیں کیوں ایک غدار کی بیٹی کی حیثیت سے ٹریٹ کیا گیا؟ کیوں؟؟۔۔۔۔۔وہ شاہ ہویلی کے مکینوں کے متعلق بات کرتا ناچاہتے ہوئے بھی غصے میں آیا تھا۔۔

م۔مجھے۔۔نا۔۔نام۔۔دیا۔۔تھا۔۔انہوں۔۔۔نے!!۔۔۔گلالئ کے دل میں پتا نہیں کیا سمائی جو ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے بھی احان شاہ کی صفائی دینے لگی۔۔گلالئ کی بات پہ حازق خان نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے وہ اسکا چہرہ نہ دیکھ پایا۔وہ اسکے تاثرات نہ جان پایا۔۔آخر اسکی بہن اس انسان سے اتنی ٹوٹ کے محبت کیوں کرتی تھی؟ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ اسکی صفائی دے رہی تھی؟ یہ محبت نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟

ساڑھے سات سالوں بعد؟ پورے میڈیا کے سامنے منگنی رچا کے اس وقت نام دیا جب جب تم آدھی رات کو ہویلی سے بھاگنے لگی؟ اسے محسوس ہوا کہ اسے تم سے محبت ہو رہی ہے یا شاید اسے اس وقت تم سے محبت بھی نہ ہوئی ہو یا شاید اسے ملکیت کا احساس ہوا ہو! کیونکہ میں گارنٹی دیتا ہوں جو مرد محبت کرتے ہیں وہ اپنی عورت سے اتنی لاپرواہی نہیں برت سکتے! جو لوگ عشق کرتے ہیں وہ اپنے محبوب کے علاوہ کسی کی باتوں میں نہیں آیا کرتے!۔۔حازق خان سر جھٹکتے ہوئے زہر خند لہجے میں غرایا تھا۔۔اسکے لہجے میں احان شاہ کے لئے نفرت تھی۔وہ اب سائیڈ لیمپ ان کر چکا تھا۔۔

آ۔۔آپ۔۔کو۔کیسے۔۔پتا۔۔۔میں۔۔اس۔۔رات۔۔ہویلی۔۔۔سے۔۔بھاگی۔۔۔تھی؟۔۔۔۔گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے سوال کیا تھا۔

میں تم سے کبھی بھی بے خبر نہیں رہا گڑیا!! ملازم خریدنا اتنا مشکل کام نہیں ہے! میری نظر شاہ ہویلی کے ہر مکین کے ہر ایکٹ پہ ہوتی تھی!!۔۔۔۔۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔

ت۔تو۔۔مطلب۔۔آ۔۔آپ

۔۔۔نے۔۔۔مجھے۔۔۔اس۔۔روز۔۔۔ہویلی۔۔سے۔۔نکلتے۔۔دیکھا۔۔تھا؟۔۔۔بات کو سمجھتے ہوئے بھی گلالئ ایک بے تکا سا سوال کر رہی تھی۔۔

ہمم!! اگر اس روز احان شاہ تمہیں تلاش کرنے نہ آتا تو شاید میں تمہیں اپنے ساتھ لے آتا! شاید خود میں اتنی ہمت پیدا کر لیتا!۔۔۔حازق خان کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے کرب سے بولا تھا۔۔

ت۔تو۔۔مطلب۔۔۔آ۔آپ۔۔تب۔۔بھی۔۔وہاں۔۔۔تھے۔۔جب۔۔وہ۔۔آئے۔۔۔تھے۔۔

مجھے۔۔تلاش۔۔کرنے؟۔۔۔گلالئ نے سرخ ہوتے چہرے سے استفسار کیا تھا۔اس کا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

ہمم!!؟۔۔۔۔اسکے بے ربط سوالات اور اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ پہ حازق خان نے نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ہنکارا بھرا تھا لیکن اس کا شدید سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ لمحوں میں بات کی تہہ تک پہنچتا اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے کچل گیا۔۔

)چھوڑیں۔۔مجھے۔۔۔۔گلالئ اس کھلی سڑک پہ اسکے اسکے حصار میں ہزیانی انداز میں چلائی تھی، اسکے چلانے پہ احان شاہ نے آس پاس ڈھیروں گھروں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اگلے ہی پل اسکے چادر سے ڈھکے ہونٹوں پہ غصے سے اپنی گرفت جمائی تھی(

وہ یقیناً اس روز والا یہ منظر یاد کرتے ہوئے سرخ پڑ رہی تھی؟ وہ کتنی شرمندہ ہو رہی ہو گی کہ اسکے لالہ یہ منظر دیکھ چکے تھے!؟ بہن کے ژہوتے چہرے کو دیکھ کے حازق خان نے دل میں جی بھر کے احان شاہ پہ کرنے بھیجی تھی۔وہ تو غائب دماغی سے اسوہ رات ڈسکس کر چکا تھا اگر اسے پہلے ہی یہ منظر یاد س جاتا تو وہ وہ کبھی بھی اس رات کو ڈسکس کر کرتا۔۔

(کاش مجھے کبھی تمہیں بھی یوں شرمندگی سے سرخ کرنے کا موقعہ ملے جس طرح میں اس رات ہوا تھا! تم سے نیکسٹ لیول کا خب۔یس اور بے شرم سالا میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا!!)۔۔۔۔۔حازق خان غصے سے اپنے خیالات میں احان شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔وہ احان شاہ کو بے شرم بول ہی رہا تھا جب اسے ارزم شاہ یاد آیا تھا جو اس

سے اوپر کی چیز تھا۔۔اس نے ابھی دو دن پہلے ہی لڑکوں کے گروپ میں شئیر کی گئی ارزم شاہ کی وہ بے باک ویڈیو دیکھی تھی جب وہ زوریز شاہ کی بارات پہ بے باکی کے تمام ریکارڈ توڑ تا بلند آواز میں آئٹم سانگ گنگناتے ہوئے بے باک باتیں کر رہا تھا(تمام لڑکوں کا ایک بڑا سا واٹس ایپ گروپ مہندی والی رات ہی بنایا گیا تھا جس میں کچھ دن پہلے ایک دوست نے ارزم شاہ کی بنائی گئی ویڈیو شئیر کی تھی!)۔۔اسکی باتیں سن کے حازق خان کانوں کی لوں تک سرخ پڑتا اپنی آنکھیں پھیلا کے رہ گیا اور صرف باتیں ہی نہیں اسکے جس دوست نے وہ ویڈیو شئیر کی تھی اسے جن گالیوں سے اس نے وائس میسج میں نوازا تھا وہ سبھی تک بھول نہیں پا رہا تھا۔۔وہ نہیں جانتا تھا وہ اس وقت توپ چیز نکلے گا! لیکن جس دن سے اس نے وہ ویڈیو دیکھی تھی وہ ارزم شاہ کو بھی بے شرم سالے کا نام دے چکا تھا۔۔وہ واحد سالا تھا جو اپنے بہنوئیوں کو اپنے خیالات میں بھی سالوں کا لقب دیتا تھا کیونکہ اسے ان دونوں بے شرموں کی خیالوں میں بھی عزت کرنا پسند نہیں تھا! وہ انہیں کبھی بھی بہنوئیوں کا درجہ دینے پہ راضی نہیں تھا۔اب بار بار بڑی بڑی گالیاں تو دینے سے رہا اسی لئے اس نے ان دونوں کے لئے ایک چھوٹی سی گالی یعنی "سالوں" کا انتخاب کیا تھا۔۔گلالئ کو خاموشی سے شرم سے سرخ پڑھے ناخن چباتے اور روہانسی ہوتے دیکھ کے حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکا تھا! ابھی وہ تم تک پہنچا بھی نہیں تھا جب میں وہاں سے جا چکا تھا کیونکہ میں جانتا تھا وہ تمہیں وہاں سے غائب ہونے نہیں دے گا!۔۔۔وہ بہن کو شرمندہ کرنے کی بجائے گلا کھنکھاڑتے ہوئے جھوٹ بول گیا جب کہ ایسا نہیں تھا اس روز والا منظر دیکھ کے وہ جس طرح سے سرخ پڑا تھا وہ صرف وہی جانتا تھا، اس نے سرعت سے نظریں پلٹی تھیں۔۔صد شکر تھا اس سالے نے سارا رومانس وہی سڑک پہ نہیں شروع کیا تھا، وہ اسے بروقت گاڑی میں ہے کے جو چکا تھا ورنہ حازق خان کا ارادہ تھا وہی سے کوئی پتھر پکڑ کے اسکی الٹی کھوپڑی پہ مار دے۔حازق خان کے جواب پہ گلالئ کے چہرے کی رنگت اور سینے میں اٹکی سانسیں واپس سے بے حال ہوئی تھیں ورنہ وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہی تھی۔۔

لالہ! !۔۔۔۔۔۔حازق خان کو پھر سے کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جما کے کچھ سوچتے دیکھ کے گلالئ نے اسے بھرائی آواز میں پکارا تھا۔حازق خان نے ہوش میں آتے ہوئے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔ بہت۔۔۔ اچھے۔۔ ہیں! اگر آپ اس روز مجھے جنگل میں اس درندے سے نہ بچاتے تو۔۔۔۔ ابھی گلالئی روتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب حازق خان نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔

شش!! ان تلخ حقیقتوں کو مت سوچا کرو گڑیا!! طبیعت خراب کر لو گی اپنی! صرف ایک دفعہ تمہارا بچہ اس دنیا میں آ جائے اور میں مزید ایک دو ضروری کام نمٹا لوں پھر ہم ان سب سے بہت دور چلے جائیں گے! ہم کشمیر میں جا کے اپنے آبائی گھر میں رہیں گے! تم جانتی ہو بابا کا تعلق کشمیر سے تھا! بابا ایک امیر باپ کی اولاد تھے! وہ کافی عیاش رہے تھے! جوانی میں اپنی ہر ضد منواتے رہے تھے لیکن جب شادی کا وقت آیا تو دادا نے انہیں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے خاندان کی لڑکی سے شادی کرنے کا حکم دیا تھا! بابا بہت ضدی تھے! ہمیشہ اپنی منوائی تھی تو شادی ان کی مرضی کی کیسے کر لیتے؟ بابا کو مورے پسند تھی اور مورے کا تعلق دوسرے قبیلے سے تھا! وہ قبیلہ جن کی دادا کے ساتھ دشمنی چل رہی تھی! نہ مورے کے ماں باپ راضی ہوتے اور نہ ہی دادا جان! تو نتیجہ یوں نکلا جب دونوں طرف سے کوئی حل نظر نہ آیا تو بابا نے مورے سے بھاگ کے شادی کر لی! وہ دونوں ایک دوسرے کو عشق کی حد تک چاہتے تھے! بابا کو عشق نے شاہ حویلی کا ملازم بننے کی مجبور کر دیا تھا! وہ ساری دولت چھوڑ کے اپنا کشمیر چھوڑ کے مورے کے ساتھ اسلامباد بھاگ آئے! کچھ دنوں بعد شاہ حویلی میں ملازمت مل گئی! لیکن جب اتنے سال اپنی تمام خواہشات سے ہاتھ دھونا پڑا، تمام رشتے داروں سے دور رہنا پڑا اور پھر کرنے سالوں بعد جا کے جب راؤف لکھانی نے ایک ساتھ اتنے سارے پیسے کی آفر کی تو ان کا دل بے ایمان ہو گیا انہیں لگا تھا وہ ملازمت چھوڑ کے پھر سے اپنی جوانی کی طرح عیاش زندگی گزارنے لگے گے لیکن وہ کہتے ہیں ناپیسہ اگر انسان کو سنوارتا ہو تو زیادہ پیسے کا لالچ انسان کو لے بھی ڈوبتا ہے تو بس یہی ہوا بابا کے ساتھ!!۔۔۔۔ حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے مزید ایک راز گلالئی کے گوش گزار کیا تھا۔۔ وہ آنکھیں پھیلا کے حازق خان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس حقیقت سے متعلق پہلے نہیں جانتی تھی۔۔

آپ کو یہ سب کس نے بتایا لالہ؟؟۔۔۔۔ وہ حیرانگی سے استفادہ کرنے لگی۔

دادا نے! جانتی ہو جب میں تم سب سے نہ مل سکا تو مشن سے واپسی پہ میں سب سے پہلے کشمیر گیا کیونکہ میں پہلے سے جانتا تھا بابا کے آباؤ اجداد کہاں ہے میں نے اس کے متعلق بھی ساری انفارمیشن اکھٹی کر رکھی تھی! وہاں جا کے میری ملاقات دادا جان سے ہوئی جو بہت ضعیف ہو چکے تھے لیکن بابا کو یاد بھی بہت کرتے تھے! مجھے دیکھ کے انہیں یقین نہ

آیا میں ان کا پوتا ہوں! انہیں یقین نہیں آرہا تھا ان کا پوتا اتنا جوان ہو سکتا ہے! خیر وہ میرے ساتھ کتنی دیر باتیں کرتے رہے! روتے رہے! مجھے روتے ہوئے یہ ساری سٹوری سنائی! میں اس وقت آرمی یونیفارم میں تھا! وہ مجھے بڑا آدمی سمجھنے لگے اور مجھے قسم دے دی کہ میں انہیں ان کے بیٹے سے ایک دفعہ ملادوں! لیکن بد قسمتی سے میں ان کی قسم پوری نہ کر پایا کیونکہ اسلامباد پہنچتے ہوئے مجھے بابا کے قتل کی نیوز ملی تھی! کچھ دن بعد جب یہ خبر دادا جان تک پہنچی تو وہ جو پہلے ہی ضعیف تھے اس خبر پہ دم توڑ بیٹھے! میں ان سے ایک ہی ملاقات میں اتنا اٹیچ ہو چکا تھا لیکن جب بیک وقت بابا کے بعد دادا جان کے مرنے کی خبر سنی تو بالکل بے بس محسوس کرنے لگا! اپنی زندگی ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی! دل چاہتا تھا خود کی سانسیں چھین لوں لیکن پھر اپنی گڑیا یاد آتی تھی جسے میں اس ظالم دنیا کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا!!۔۔۔۔حاذق خان نے الفاظ سنتے ہوئے گلالئی کے آنسوؤں میں پھر سے تیزی آئی تھی۔۔

آ۔آپ۔۔کو بابا پسند نہیں ہیں!؟آپ انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے!؟آپ اپنے نام کے ساتھ بابا کا نام کیوں نہیں لگاتے ؟۔۔۔گلالئی نے کب سے دل میں پینٹتا سوال استفسار کر ڈالا۔۔

دادا کا نام سفیر خان تھا! بابا کے ایک فیصلے نے ایک نہیں کتنی زندگیوں کو برباد کیا ہے! مجھے اپنے نام کے ساتھ اسماعیل خان لگانا پسند نہیں ہے! پتا نہیں کیوں پسند نہیں ہے؟شاید میں ان سے ناراض ہوں؟اسی لئے میں اپنے نام کے ساتھ دادا کا نام لگاتا ہوں! جب ان سے راضی ہو جاؤں گا تب اسماعیل خان لگا کیا کروں گا! اور مجھے لگتا ہے ہمیں یہ سب باتیں یہی پہ سٹاپ کرنی چاہئیے! تم یہ دودھ پیو اور اپنے دماغ پہ پریشر لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! جو ہونا تھا ہو گیا سب حازق خان اپنی بہن کو اپنی پروں کے نیچے چھپا کے رکھے گا! میں صرف ان بقیا مہینوں کے دن انگلیوں پہ گن رہا ہوں تا کہ بہت جلد وکیل کے ساتھ خلا کے نوٹس فائل کر کے احان شاہ تک پہنچائے جائیں جو کہیں سے بھی میری بہن کے لائق نہیں ہے!!۔۔۔۔حازق خان بے حد سنجیدگی سے بولتا ہوا سائیڈ ٹیبل سے دودھ کا گلاس اٹھاتے ہوئے گلالئی کے ہاتھ میں تھما گیا۔۔حازق خان کے منہ سے خلا کا زکر سنتے ہوئے گلالئی کو کلیجہ منہ کو آیا تھا،وہ یہ الفاظ پہلے بھی حازق خان کے منہ سے سن چکی تھی اسی لئے اب اسکی طرف چونک کے دیکھنے کی بجائے نظریں جھکاتی لب کاٹنے لگی

۔۔

تمہیں جہاں میرے جس فیصلے پہ اعتراض محسوس ہو گا! مجھے روک دینا! میں تم پہ اپنی کوئی مرضی نہیں تھوپنا چاہتا! مین صرف اپنی فیملی کو سیکور کر کے ہر پریشانی سے دور رکھنا چاہتا ہوں! دودھ پی کے کچھ دیر آرام کر لو اور اب ساری پرانی باتیں یاد کر کے رونے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔ حازق خان اپنا فیصلہ سنا کے بیڈ سے کھڑا ہوتا اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کے نرمی سے بولتا اسکے ہاں میں سر ہلانے پہ وہاں سے جا چکا تھا۔۔ اس کے جاتے ہی گلالئی دودھ پینے کی بجائے چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی بری طرح سے رونے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے؟ اپنی بقیا زندگی کس طرح سے گزارے؟ وہ احان شاہ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی! واپس ہویلی کے مکینوں کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن کل کو اپنے ہونے والے بچے کو کیا بتائے گی؟ اسکا باپ کون تھا؟

وہ پچھلے دنوں کی طرح وہی درمیانے سائز کی سیڑھی لگائے تیزی سے اس پہ چڑھنے لگا تاکہ اس دیوار کو عبور کر کے اس مینشن میں داخل ہو سکے، ہر سیڑھی پہ تیزی سے قدم رکھتے اس نے اوپر دیوار پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب اسکے ہاتھ کے ساتھ ساتھ اسکے پورے وجود کو جھٹکا سا لگا تھا۔۔ اس نے اپنے جبڑے زور سے بھینچتے ہوئے اپنی کراہ روکی تھی ۔۔ اس کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا۔ اس نے بمشکل خود کو اس سیڑھی سے گرنے سے بچائے تھا ورنہ اتنی اونچائی سے نیچے گرتے ہوئے کم از کم اسکا سر، ایک بازو اور دونوں ٹانگیں تو ضرور ٹوٹ جاتیں۔ وہ اپنے ہاتھ کو زور زور سے جھٹک رہا تھا۔۔

یہ بیغیرتی کس بیغیرت انسان نے کی ہے؟؟۔۔۔ احان شاہ دبی دبی آواز میں غراتا ہوا خود سے مخاطب اس دیوار کو گھور کے دیکھ رہا تھا جس کے ارد گرد کرنٹ کی بڑی بڑی سی تاریں ریپ کروائی گئی تھیں، وہ پہلے بے دھیانی کی وجہ سے ان سیفٹی کرنٹس کو دیکھ نہیں پایا تھا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا مینشن کی بیک سائیڈ کی اس دیوار پہ آج سے پہلے یہ کرنٹس نہیں تھے تو پھر آج یہ کرنٹ کی بڑی سی تاریں یہاں کس نے لگوائی تھیں! اور تاریں بھی عام نہیں بلکہ لوہے دار تھیں جن پہ صرف ہاتھ رکھنے سے احان شاہ کا پورا ہاتھ زخمی ہو چکا تھا۔ اس کے مضبوط ہاتھ سے اس وقت بل بل خون گر رہا تھا لیکن اس اس وقت اپنے ہاتھ کی پروا نہیں تھی وہ غصے سے ان لوہے کی تاروں کو گھورتا دور سے نظر آتے اوپری منزل کے رائٹ سائیڈ والے کمرے کے ٹیرس کو حسرت سے دیکھ رہا تھا۔

کر دی ناسالوں والی بیغیرتی؟؟ مر جاؤ تم بیغیرت سالے!

No one can be this much worst sala like u!! U should have to die soon

)تم جیسا بدترین سالا کوئی نہیں ہو سکتا!! تمہیں جلد ہی مر جانا چاہیے(

گلالئ کے کمرے کے ٹیرس کو دیکھنے کے بعد احان شاہ اسکے کمرے کے بالکل ساتھ والے کمرے کے ٹیرس پہ دیکھتا غصے سے اپنے خیالات میں حازق خان سے مخاطب ہوا تھا جس کی وجہ سے آدھی رات کو اسے کرنٹ کا زوردار جھٹکا ملا تھا اور اس پہ تضاد آج وہ اپنی بیوی سے بھی مل نہیں پا ہے گا! یہ سوچ سوچ کے اس کا موڈ خراب ہو رہا تھا۔

اگر میری بیوی مجھ سے ناراض نہ ہوتی تو کون سالا تمہارے اس دو نمبر گھر میں چوری چھپے گھسنے کی کرتا جو گھر کم بھول بھلیاں زیادہ ہے!! صرف ایک دفعہ میری بیوی کو راضی ہو لینے دو تمہارے دائیں ہاتھ کو اسی طرح زخمی نہ کیا میرا نام بھی سید احان ھارون شاہ نہیں! میں اپنی بیوی کے علاوہ کسی کو اپنی سانسوں کی خوشبو نہ سونگھنے دوں یہاں تو پھر تمہارے اس دو ٹکے کے ماسٹر مائنڈ کی چالاکی کی وجہ سے میرا دو لیٹر خون بہہ چکا ہے تو تم نے سوچ بھی کیسے لیا احان شاہ تمہیں اپنے خون کا ایک قطرہ بھی معاف کرے گا؟ سالے ہو سالے بن کے رہو ساسوں ماں کے ہز بینڈ بننے کی ضرورت نہیں ہے یو بلڈی مین!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ جلتے بھنتے ہنوز اپنے خیالات میں حازق خان سے مخاطب اپنے زخمی ہاتھ کی طرف دیکھتا غصے سے غرایا تھا۔ وہ دبی دبی آواز میں یوں غرا رہا تھا جیسے حازق خان اسکے سامنے کھڑا ہو اور وہ اسے کچا چبا لینا چاہتا ہو۔۔

اس کی گاڑی تو اس وقت اپارٹمنٹ میں تھی تو پھر وہ خود کہاں تھا؟ وہ ہر روز کی طرح اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی اسکے کمرے میں کیوں نہیں آیا تھا؟ وہ کب سے اپنے کمرے میں بیٹھ کے ناخن چباتے غائب دماغی سے اسکا انتظار کر رہی تھی! ویسے جب وہ پچھلے دنوں سے اس کے کمرے میں خود آتا اسے مخاطب کرتا رہتا تھا تو وہ نخرے دیکھاتے خاموش رہتی! اب تو باہر لاؤنج میں بیٹھ کے پردہ پیچھے کرتی اسکا انتظار بھی نہیں کرتی تھی۔۔ کیا کہنے تھے بھئی زائشہ خان کے اسکے تو مزاج ہی بدل چکے تھے۔۔ اسے ہر روز اپنے شوہر کے ہاتھ کے نوڈلز کھانے کی عادت ہو چکی تھی لیکن آج جب سے وہ آیا تھا اسے نوڈلز بنا کے نہیں دیئے تھے۔۔ وہ ان چند دنوں میں ہی رات کو کھانا کھانے کے بعد نوڈلز

کھانے کی عادی ہو چکی تھی کیونکہ اب اسکا شوہر پرفیکٹ نوڈلز بناتا تھا! وہ تو اب نوڈلز میں چلی ساس ڈالتے ہوئے بھی ڈرتا تھا، وہ اس سے پوچھ پوچھ کے اسکے مطابق چلی ساس ڈالتا زیادہ خان کو بے حد پیار الگتا تھا لیکن وہ زبان سے اقرار نہیں کرتی تھی کیونکہ اس کی ناراضگی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔۔ زائدہ خان سے جب نوڈلز کی مزید کریونگ برداشت نہ ہوئی تو اپنا شفون کا لائٹ پرپل دوپٹا اٹھا کے شانوں پہ پھیلاتی کمرے سے نکل آئی۔ اپنے کمرے سے نکلتی وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے لاؤنج کی طرف آئی تھی کیونکہ ارزم شاہ کے کمرے کے کھلے دروازے سے وہ دیکھ چکی تھی اسکے کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا، لاؤنج بھی جب خالی ملا تو کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔ جب خالی کچن بھی منہ چڑھانے لگا تو غصے سے ناک منہ پھلاتی پیر پٹکتے ہوئے اپارٹمنٹ کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھ گئی کیونکہ وہ کبھی کبھار رات کے اس وقت اسے نوڈلز کھلا کے یہاں سے جانے کے بعد سونے کی بجائے سویمنگ کیا کرتا تھا اور وہ اسے چھپ چھپ کے بیک سائیڈ والی کھڑکی سے تارا کرتی تھی۔۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی یہاں وہاں معصومیت سے دیکھتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں سوئمنگ کرتے ہوئے ارزم شاہ کی نظریں اپنی نازک بیوی کی طرف اٹھی تھیں۔ اسے یہاں پہ دیکھ کے وہ پہلے تو حیران ہوا تھا اور پھر بے ساختہ خوبصورت سی مسکراہٹ نے لبوں کو چھوا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اسکی طرف دیکھتی وہ جلدی سے ڈبکی لگاتے ہوئے پانی میں غائب ہوا تھا۔۔ اس کے تیزی سے ڈبکی لگا کے چھپنے سے پانی کی ارتعاش فضا میں گونجی تھی جس پہ ذائشہ خان نے تیزی سے سوئمنگ پول کی طرف دیکھا تھا لیکن وہاں تو کوئی نہیں تھا۔۔ اگر وہاں کوئی نہیں تھا تو پھر پانی سے چھپاک کی آواز کیوں آئی تھی؟ اور سوئمنگ پول کے اطراف میں پانی کے چھینٹے کیوں گرے تھے؟؟ وہ پرسوچ نظروں سے آئیبرو اٹھا کے معصومیت سے پول کی طرف دیکھتی ہولے سے آگے کی طرف قدم اٹھانے لگی۔۔

کوئی ہے؟؟۔۔۔۔۔۔ سوئمنگ پول کے بالکل قریب کھڑے ہوتے ذائشہ خان نے معصومیت سے اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ رکھتے جھک کے پانی کی طرف غور سے دیکھتے ابھی الفاظ بولے ہی تھے جب کسی نے اسکے گھٹنے کے گرد اپنا بازو پڑھا کے اسکے گرد سختی سے ریپ کرتے پول کے اندر کی طرف کھینچا تھا۔۔ خوف کے مارے ذائشہ خان کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی۔۔

آہہہہ۔۔۔اس کی دلخراش چیخ کو ارزم شاہ نے بری طرح سے اپنے لبوں میں قید کیا تھا۔۔ذائشہ خان کا وجود زور سے ارزم شاہ کے ساتھ ٹکڑایا تھا۔وہ اس وقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہوئی تھی،اسکی ٹانگوں کے گرد ارزم شاہ نے زور سے اپنی ٹانگیں لپیٹتے اسکے وجود کو اپنے وجود کے ساتھ مس کیا تھا۔۔کسی مضبوط مرد کو بے باکی سے خود سے لپٹتے اور اپنے لبوں پہ قابض دیکھتے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔زائشہ خان پانی میں اسکی طرف دیکھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسکی طرف دیکھ نہیں پا رہی تھی کیونکہ اتنے گہرے پانی میں آنکھیں کھولنا اسے ایک مشکل ترین امر لگ رہا تھا۔۔خوف سے اسکا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔وہ یہاں آنے پہ بری طرح سے پچھتا رہی تھی۔وہ اپنے ہاتھوں پیروں کو موو بھی نہیں کر پا رہی تھی کیونکہ وہ اس وقت کسی کے سخت حصار میں قید تھی۔خوف و ڈر سے اسکی خوبصورت آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے گالوں کی زینت بن رہے تھے جس پہ مقابل نے اسکے لبوں کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے پیار سے چوما تھا،اسکے ہونٹوں کو بھرپور انداز میں چومتا وہ اسکا وجود اپنے وجود کے ساتھ لپٹائے مسلسل پیروں سے تیراکی کر رہا تھا۔۔وہ جو کب سے کسی کی بانہوں میں آتی پینک ہو رہی تھی اسکے شدت سے لب چومنے کے انداز پہ وہ ہوش میں آتی فوراً سے جان چکی تھی یہ انسان کون ہو سکتا ہے،وہ پہلے بھوکھلاہٹ میں اسکی خوشبو پہچان نہیں پائی تھی لیکن اب وہ اسکا انداز بھی پہچان چکی تھی اور اسکی خوشبو بھی پہچان چکی تھی۔وہ اسے کتنی بری طرح سے ڈرا چکا تھا،اسکے آنسوؤں نے تیزی پکڑی تھی۔۔اسکے کپکپاتے وجود کو محسوس کرتے وہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشے بغیر پانی سے اپنا اور اسکا چہرہ باہر نکال گیا۔۔لب ہنوز اپنے ہونٹوں میں قید کئے ہوئے تھے،اسکے چہرے پہ موجود پانی کی بوندوں اور آنسوؤں میں فرق وہ جان چکا تھا جس پہ اس نے دل میں خود کو کوستے ہوئے اسکے کھلے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ پھنساتے اسے نارمل کیا تھا،وہ نارمل ہونے کی بجائے اپنی آنکھیں وا کرتی معصومیت بھرے غصے سے اسے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی جس نے اسکی سانسیں حلق میں گھونٹی تھیں۔۔اسکے یوں دور دھکیلنے پہ وہ ان بیلنس ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے گرد اپنی گرفت پہلے ہی ڈھیلی کر چکا تھا۔ان بیلنس ہونے کی وجہ سے وہ بے ساختہ اسکی بانہوں سے آزاد ہوئی تھی۔۔اسے تیراکی نہیں آتی تھی جس کی وجہ وہ بازو ہوا میں اٹھاتی پیچھے کی طرف گرنے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے تیزی سے اسکی طرف بڑھتے اسے زور سے گلے سے لگایا تھا۔دونوں کی دھڑکنیں تیزی سے ایک دوسرے کے سینے پہ دھڑکی تھیں۔اگر وہ اسے بروقت نہ تھامتا تو وہ

اس گہرے پانی میں گم بھی ہو سکتی تھی۔ ذائشہ خان بری طرح سے رو رہی تھی۔۔ اسکا دل خوف سے کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اسکی پشت کو نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکا دائیاں گال چوما تھا، وہ گرنے کے ڈر سے بچوں کی طرح رو رہی تھی لیکن اب روتے ہوئے اس سے دور ہونے کی بجائے اسکی گردن میں زور سے بانہیں ڈال چکی تھی۔۔

شش میری جان!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے وہ اسکی ٹانگیں اپنی پشت کے گرد باندھ کے اسے خود کے ساتھ لپٹائے اسکی ناک پیار سے چومتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتا اسے خاموش کروانے لگا۔۔

کیا ہوا ڈر گئی میری ذی؟۔۔۔۔ اسے کانپتے دیکھ کے وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھ پکڑ کے اپنے مقابل کرتا پیار سے استفسار کرنے لگا جب وہ غصے سے اپنا چہرہ دائیں بائیں ہلاتی اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے جھٹکنے لگی۔ ہچکیاں پہلے سے زیادہ بلند ہوئی تھیں۔۔ سانس بری طرح سے پھولی ہوئی تھی۔۔ دوپٹا کب سے شانوں سے پھسلتا ہوا پانی پہ تیر رہا تھا، وہ اس وقت لائٹ پرپل فراک میں ملبوس تھی، فراک کا گلہ کافی زیادہ ڈیپ تھا جسے وہ چھپانے کی غرض سے اسکے سینے میں گھس رہی تھی لیکن اسے اپنے چہرے کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دے رہی تھی۔۔

مجھے۔۔ باہر۔۔۔ نکالیں۔۔۔۔ وہ سوں سوں کرتے ہوئے روتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔۔ ارزم شاہ نے اسے باہر نکالنے کی بجائے مزید خود کے ساتھ لپٹایا تھا۔

خانی اب جب سوئمنگ پول میں آ ہی چکے ہیں تو ڈونٹ یو تھنک کہ ہمیں ٹھیک سے واٹر رومانس کرنا چاہئیے ؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے گھمبیر لہجہ اپناتے جھک کے اسکی سرخ ناک اپنے لبوں میں دباتے اسے کندھے سے پکڑ کے خود سے تھوڑا سا الگ کرتے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت نمائی تھی۔۔ زائشہ خان جہاں اسکے الفاظ پہ سرخ پڑی تھی وہی پہ اسکے دیکھنے کے انداز پہ وہ خود میں سمٹی تھی۔ البتہ اسکے منہ سے خود کے لئے اتنے پیار سے "خانی" سنتے ہوئے اسکا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔ وہ بے باکی سے اسکی فراک کے گہرے گلے پہ اپنی نگاہیں جمائے ہوئے تھا، لباس گیلا ہو کے اسکے بدن کے ساتھ چپک چکا تھا جسکی وجہ سے بدن کے خوبصورت خدوخال نمایاں ہو رہے تھے۔۔

ب۔ با۔۔ مجھے۔۔ باہر۔۔ نکلنا۔۔۔ ہے۔۔۔ سردی۔۔۔ لگ۔۔ رہی۔۔ ہے!!۔۔۔ پانی۔۔۔ ٹھنڈا۔۔۔۔ ہے!!۔۔۔ ۔وہ اسکی گہری نگاہوں کی تپش سے تذبذب کا شکار ہوتی تھوک نگلتے ہوئے بولی تھی۔۔

پانی ٹھنڈا ہے لیکن میرا سینہ تو گرم ہے! تم یہاں جائے پناہ لیتی مجھے اپنی ناز کی محسوس کروا سکتی ہو! کھلی آفر ہے!!۔۔۔وہ اسے اپنے سینے کے ساتھ لپٹاتا اسکی دھڑکنوں کی نزاکت محسوس کرتے بے باکی سے بوجھل آواز میں گویا ہوا۔۔اس کے انداز پہ وہ لمحہ بالمحہ سرخ پڑتی جا رہی تھی۔۔

مجھے۔۔۔وہ ابھی مزید کچھ بولتی جب اسے ارزم شاہ کا دائیاں ہاتھ اپنی دھڑکنوں پہ محسوس ہوا تھا۔۔وہ اسکے نشیب و فراز کی نرمی کا خیال رکھتے ان پہ نرمی سے اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتا ذائشہ خان کو کانوں کی لوں تک سرخ کر رہا تھا۔۔

مجھے کمرے میں جانا ہے!! ۔۔۔۔۔۔وہ اپنی چھوٹی سی ناک غصے سے پھیلاتے ہوئے بولی۔وہ اسے اتنی بری طرح سے ڈرا کے کس طرح سے نارمل ایکٹ کر رہا تھا؟

اور مجھے تم میں!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بے باکی سے بولتا ذائشہ خان کو نا سمجھی سے لب پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔بیوقوف ذی اسکی زو معنی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔ذائشہ خان کو نا سمجھی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اسے آنکھ ونک کرتا اسکے ہونٹوں پہ جھک کے انہیں ہولے سے نرمی سے چھوتا اسے مدہوش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔اسکے ہونٹوں کے نرمی سے گھونٹ بھر کے وہ اسکے چہرے کی طرف دیکھتے اسکے تاثرات دیکھنے لگا،وہ اسکی بے باکیوں پہ اپنی آنکھوں کو پھیلا کے بالکل سٹل ہو چکی تھی۔۔

خانی!!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے لبوں کو سختی سے اپنے ہونٹوں میں دبا کے چھوڑتے اسکی ہیزل آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتے اسے اپنی بھاری آواز میں دھیمے لہجے میں پکارا تھا۔۔اسکے پکارنے کے انداز پہ ذائشہ خان کا دل ایک دفعہ پھر سے دھڑکا تھا۔ذائشہ خان نے سوالیہ انداز میں اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

?Taste my lips for once please

واپنے ہونٹ اسکے لبوں کے قریب لاتا گھمبیر آواز میں بولا تھا لہجہ التجائیہ تھا،اسکے بے باک جملے پہ وہ سٹپٹاتی ہوئی اپنی ہیزل آنکھوں کو مزید پھیلا گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 94(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

I said taste my lips

اسے خاموشی سے نگاہیں جھکاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے گھمبیر آواز میں اپنا جملہ دہرایا تھا۔ذائشہ خان خاموش رہی،

اسے اس روز والا واقعہ یاد آیا تھا جب اس نے اندر لاؤنج میں اسکے ہونٹوں کو چھوا تھا اور اس نے بدلے میں غصہ

کرتے ہوئے کتنے ہارش الفاظ کا استعمال کیا تھا۔۔وہ ان الفاظ کو چاہ کے بھی بھول نہیں سکتی تھی۔۔

ن۔نہیں۔۔۔۔وہ اپنے آنسو پیتی نفی میں سر ہلا گئی۔۔اسکے انکار پہ ارزم شاہ کے چہرے کے تاثرات سرد ہوئے

تھے۔۔

Why?? I said taste these lips!! These are yours

وہ سرد انداز میں بولتا ہوا اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھوں کا سخت دباؤ بڑھانے لگا۔اسکے ہاتھوں کی سختی پہ جہاں ذائشہ خان

نے کراہ بڑھی تھی وہی پہ اس کے بے باک الفاظ پہ سرخ پڑتی پھر سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔

خانی!!!!!!!۔۔۔اسکے پھر سے انکار کرنے پہ وہ غصے سے دبے دبے انداز میں غرایا تھا جس پہ وہ سہمتی ہوئی بے ساختہ

اسکے سینے میں چھپ گئی۔ارزم شاہ نے ضدی انداز میں اسکا چہرہ اپنے سینے سے ہٹا کے اپنے چہرے کے مقابل کرتے

اسکے بالوں میں اپنا دائیاں ہاتھ پھنساتے بائیں ہاتھ سے اسکی کمر پہ گرفت مضبوط کی تھی۔۔

Kiss me, otherwise I swear to God I will press my lips to yours even harder

ارزم شاہ جنونی انداز میں اپنے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گیا۔۔

N.no!! U... will..say.. I ...am... seducing u

وہ جو ابا لڑکھڑاتے لہجے میں معصومیت سے گویا ہوتی اپنے الفاظ سے ارزم شاہ کو بہت کچھ یاد کروا گئی۔اسکے جواب پہ

ارزم شاہ نے اسے گھوریوں سے نوازا تھا۔سب کچھ کلئیر کرنے کے بعد بھی وہ پرانی باتوں کو یاد کر رہی تھی؟؟

اس کا مطلب تم مجھے کس نہیں کرو گی؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے دانت پیستے ہوئے غصے سے استفسار کیا تھا۔۔

پ۔پھر۔۔آ۔۔آپ۔۔اپنے۔۔ہو۔۔ہونٹ۔۔صاف۔۔کر۔۔کرتے۔۔ہیں!!۔۔آ۔۔آپ۔۔کو۔۔میری۔۔

کس۔۔گندی۔۔لگتی۔۔ہے۔۔نا!۔۔تو۔۔۔نہیں۔۔۔کروں۔۔گی!۔۔۔وہ بھی جو ابا سوں سوں کرتی ضدی لہجے

میں بولی تھی لیکن لہجہ پھر سے لڑکھڑایا گیا۔اسے یاد تھا اس دن اس نے اسکے کس کرنے پہ کتنی بری طرح سے اپنے ہونٹ رگڑے تھے۔۔

نہیں کروں گا جان! وہ سب پرانی باتیں تھیں! میرا نہیں خیال ان سب باتوں کو ابھی ڈسکس کرنا ضروری ہے!!

I swear I am dying for your single kiss

وہ اسکے معصوم شکوے پہ اسکے گال پہ اپنا ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے سہلاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بے تابی سے بولا تھا۔

-

ن۔ نہیں!!۔۔۔۔۔اسے نرم لہجہ اپناتے دیکھ کے اسے مزید شے ملی تھی جس پہ وہ پھر سے ضدی انداز میں انکار کر گئی۔۔ارزم شاہ اسکے انکار پہ تپتے ہوئے اسکی کمر کے گرد اپنا ہاتھ مزید زور سے لپیٹتے اگلے ہی پل اسے خود کی طرف کھینچ کے اسے اور خود کو پانی میں غائب کرتے اسکے لبوں پہ غصے سے اپنے ہونٹوں کو پریس کرنے لگا، اسکے دہکتے لبوں کے لمس پہ تضاد اسکی گھنی مونچھوں کی چبھن اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتی ذائشہ خان اپنی آنکھیں زور سے میچتی اسکی گردن میں موجود سلور چین میں اپنی انگلیاں پھنسا گئی۔۔

بولو! خود سے کس کرو گی یا تمہاری سانسیں بے دردی سے حلق میں گھونٹ دوں؟۔۔۔۔وہ اسکے لبوں سے ایک پل کے لئے اپنے ہونٹ ہٹا کے پھر سے پانی سے اپنا اور اسکا چہرہ باہر نکالتا شدت پسندی سے بولا، ذائشہ خان نے کھانستے ہوئے نم نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی خود تو پانی میں کتنی کتنی دیر سانس روکنے کی پریکٹس تھی اور آج وہ اسے اپنے ساتھ ساتھ یہ پریکٹس کروا تا مارنے کے درپہ تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔ک۔کرو۔۔کروں۔۔گی!!۔۔۔۔وہ جواباً معصومیت بھرے غصے میں بولتی اپنی پوری قوت سے اس کے حصار سے نکلی تھی۔۔اسکے حصار سے نکلتے ہی پول میں پانی کے تیز بہاؤ کے باعث وہ بے ساختہ اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔ارزم شاہ کے اور خود کے درمیان اتنا فاصلہ دیکھتے ہوئے ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔اسے سوئمنگ نہیں آتی تھی، زائشہ خان کو لگا وہ ابھی اس سمندر کی طرح گہرے پانی میں ڈوب جائے گی اور پھر کچھ دنوں بعد اس کی لاش اس پول کے اوپر تیرے گی۔وہ خوف سے زرد پرتی اپنے ہاتھ پیر چلاتے ہوئے ارزم شاہ کی

طرف دیکھ رہی تھی جو اسکے دور ہونے پہ غصے سے لال پیلا ہوا تھا لیکن اب اسے یوں پانی میں ہاتھ پیر مارتے دیکھ کے اسکا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

ا۔ارزم!!۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے بچوں کی طرح اپنی نچلا لب مڑورتے اپنی بانہیں وا کرتے اسے معصومیت سے پکارا تھا، لہجے میں خوف کا عنصر شامل تھا۔۔اسکے اس انداز پہ ارزم شاہ فدا ہوا تھا۔۔اسے جہاں اپنی بیوی پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا وہی پہ وہ اسے ذرا سا تنگ کرنے کے لئے اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلتا ریلکس انداز میں آئیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

ارزم!! م۔مجھے۔۔ڈر۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے!!۔۔م۔میں۔۔۔اس۔۔پانی۔۔میں۔۔ڈوب۔۔جاؤں۔۔۔گی!!۔۔۔

اسے اپنی جگہ سے ہلتے نہ دیکھ کے زائشہ خان نے سوں سوں کرتے ہوئے اپنی بانہوں کو مزید اسکی طرف پھیلاتے اسے پکارا تھا۔ارزم شاہ کا دل کیا وہ اسے ابھی اور اسی وقت کھینچ کے اپنی بانہوں میں قید کر کے لیکن نہیں اسے خود سے دور ہونے کی سزا دیتے ہوئے تنگ بھی تو کرنا تھا۔۔

ڈوب جاؤ یا مجھے کس کر لو! بتاؤ اب ان دونوں میں سے کونسا نیک کام کرنا پسند فرماؤ گی؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنے بازو پیچھے کو کر کے پیچھے کی طرف لیٹ کے سوئمنگ کرتا بلند آواز میں اعلانیہ انداز میں استفسار کرنے لگا، اسے اتنے چل انداز میں تیراکی کرتے دیکھ کے ذائشہ خان کی آنکھیں پھیلی تھیں، وہ واحد شوہر تھا جس کی بیوی اس پول میں ڈوبنے والی تھی اور وہ اسے بچانے کی بجائے کس کی ڈیمانڈ کرتا اسے الگ الگ انداز میں تیراکی کے کرتب دیکھا رہا تھا۔۔

ارزم!!!!!!۔۔۔۔زائشہ خان نے اپنی خالی بانہوں کو دیکھتے ہوئے اسے بے یقینی سے پکارا تھا۔۔وہ اس ٹھنڈے پانی میں زور زور سے اپنے پیروں کو حرکت دیتی پول کے کنارے کی طرف جانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ کنارے کی طرف جانے کی بجائے اپنی ہی جگہ پہ پانی میں غائب ہوتی جا رہی تھی۔۔

حیرت ہو رہی ہے مجھے تم پہ ذی بے بی! میرے ہونٹوں کا ٹیسٹ اتنا گندا تو نہیں ہے جو تم مجھے کس کرنے کی بجائے ڈوبنا پسند فرما رہی ہو؟ اگر تمہیں اپنے شوہر کے ہونٹوں کا ٹیسٹ اس قدر گندا لگتا ہے کہ تم موت کو گلے لگانے کو تیار ہو تو میرے خیال سے تمہیں اس پانی میں ڈوب کے مچھلیوں کا شکار بن جانا چاہئیے!! گڈ بائے!!۔۔۔۔۔اسے کس کی خامی نہ بھرتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے بولتا اسے باقاعدہ ہاتھ ہلا کے گڈ بائے کرتا ایک جست میں سوئمنگ پول سے

باہر نکلا تھا۔۔ اسے باہر نکلتے دیکھ کے زائشہ خان کی آنکھوں میں آنسو تیزی سے جمع ہوئے تھے۔۔ وہ کتنا سفاک تھا اپنی ضد پوری نہ ہونے پہ وہ اسے ڈوبنے کے لئے چھوڑ تا اس پہ تضاد مچھلیوں کا نیا ڈرڈال کے یہاں سے جا رہا تھا؟ کیا کسی کا اتنا سفاک شوہر بھی ہو سکتا ہے؟ ذائشہ خان ہچکیوں سے روتی ہوئی صرف سوچ کے رہ گئی۔۔

ک۔ کس۔۔ ک۔ کر۔۔ د۔ دوں۔۔ گی!!۔۔۔۔ وہ روتے ہوئے معصومیت سے ہچکیوں کے درمیان بولتی اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھنے لگی۔۔ وہ اس وقت صرف گھٹنوں تک آتے بلیک شارٹس میں ملبوس تھا۔۔ ذائشہ خان کے جواب پہ ارزم شاہ فتح مندی سے مسکرا کے اپنا چہرہ اسکی طرف موڑ تا جھک کے اپنا لمبا سا ہاتھ اسکی طرف بڑھاتا اسے کندھے سے پکڑ کے اپنی طرف کنارے کے پاس کھینچ گیا۔ وہ ابھی بھی پانی میں موجود تھی فرق صرف اتنا تھا اب وہ ارزم شاہ کے سہارے پول کے کنارے پہ موجود تھی۔۔

چلو کرو کس اور ذرا ڈیپ کرنا!!۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے کندھے سے ہاتھ سرکا کے اسکی کمر تک لاتا اسے مضبوطی سے دبوچ کے زرا اوپر کی طرف اٹھا کے خود گھٹنوں کے بل بیٹھ کے اس پہ جھکتا اپنے سرخ عنابی ہونٹ اسکے گلابی لبوں کے قریب کرتا آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے بوجھل آواز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اسکے انداز پہ زائشہ خان کے جہاں آنسو تھمے تھے، وہی پہ گھنی پلکیں لرزتی ہوئی عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں، صد شکر تھا وہ اسے بروقت ڈوبنے سے بچا چکا تھا۔۔

ا۔ ابھی؟۔۔۔۔۔ وہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔ وہ اس ٹھنڈے پانی میں ٹھٹھر رہی تھی اور اسے اس وقت بھی اپنی کس کی پڑی ہوئی تھی؟

یس مائے ڈیئر خانی! کس می رائٹ ناؤ!۔۔۔۔۔ وہ سر کو خم دے کے دلفریب انداز میں قربت سے بھاری لہجے میں بولتا اپنے لب اسکے مزید قریب کرتا اسے سرخ کر گیا۔۔

ب۔ بعد۔۔ میں۔۔ کروں۔۔ گی!!۔۔ ابھی۔۔ باہر۔ آنا۔۔ ہے!!۔۔۔۔ وہ اپنی چالاکی کو معصومیت کے لبادے میں چھپاتی مدھم آواز میں اسے بعد میں کس کرنے کا لالچ دینے لگی۔

اوکے میری جان! پھر بعد میں ہی باہر آنا! جب کس کا موڈ ہو گا تب مجھے آواز دے دینا! لیٹ می گو! ۔۔۔۔ وہ جو چالاکیوں کا سردار تھا اسکی معصوم سی چالاکی میں آخر کیسے آسکتا تھا؟ وہ اسے یونہی آنکھیں ٹپٹپا کے اسکی طرح

معصومیت سے جواب دیتا اسکی کمر سے ہاتھ ہٹانے ہی والا تھا جب زائشہ خان نے پھر سے پانی میں ڈوبنے کے ڈر سے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے اسکے کندھوں پہ ہاتھ جماتے اس کے لبوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتے ارزم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکایا تھا۔۔وہ اسکے لبوں کو نرمی سے شرماتے ہوئے چومتی اسے پاگل ہی تو کر گئی تھی؟ارزم شاہ نے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے اسے بے تابی سے پانی سے باہر نکال کے اپنے سینے کے ساتھ لپٹایا تھا جب ذائشہ خان پانی سے باہر نکلتے ہی غصے سے اسکے لبوں پہ زور سے دانت گاڑتی اپنا بدلا اتارنے لگی۔اس نے اسے اس پول میں کتنا ستایا تھا۔۔ارزم شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں وہ جو ابھی اسکے لبوں کو اپنے پھولوں سے لمس سے روشناس کروا رہی تھی اب زور سے دانت گاڑتی اسے میٹھا سا زخم دینے لگی۔ذائشہ خان کی آنکھیں شرم سے ہنوز بند تھیں لیکن غصہ شدید تھا اسی لئے تو اسے کس کرنے کی بجائے اپنے تیز موتیوں سے دانتوں کی پاور دیکھا رہی تھی۔اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے اپنے کام میں مصروف دیکھ کے اپنے سینے کے ساتھ مزید لپٹاتے اندر کی طرف رخ کیا تھا۔۔ذائشہ خان نہ صرف اسکے لب زخمی کر رہی تھی بلکہ اسکی گردن میں موجود چین کو زور زور سے کھینچتی اسے بھی زخمی کرنا اپنا فرض سمجھ رہی تھی۔ارزم شاہ کی سفید گردن پہ ہمیشہ کی سرخ خراشیں نمودار ہوئی تھیں۔اپنی معصوم ذی کا یہ دبنگ انداز ارزم شاہ کو بے حد اٹریکٹ کر رہا تھا،وہ اسے یونہی اٹھائے اب اندر کچن کی طرف آ چکا تھا۔اس نے اسے احتیاط سے ابھی کچن کی سلیب پہ بٹھایا ہی تھا جب وہ ہوش میں آتی جلدی سے اسکے لبوں سے اپنے دانت ہٹاتی شرم سے اپنی نظریں جھکا گئی۔وہ اسے دیکھنے سے بھی گریز برت رہی تھی کیونکہ وہ اس وقت شرٹ لیس تھا اور اس پہ تضاد گھٹنوں تک آتی شارٹس کی وجہ سے شہد رنگ بالوں سے لبریز اسکی سفید موٹی موٹی پینڈلیاں نمایاں ہو رہی تھیں۔۔وہ اپارٹمنٹ میں اکثر جان بوجھ کے ایسی شارٹس پہن کے شرٹ لیس گھومتا اسے شرمانے پہ مجبور کرتا تھا البتہ اسے باہر شارٹس پہننا پسند نہیں تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی بیوی کو اگر اسکے گریبان کے کھلے بٹن برداشت نہیں ہوتے تھے تو اس کی ایسی ڈریسنگ پہ وہ اسے معصومیت سے کچا چبا جاتی۔۔

ڈیپ کس بولا تھا خانی لیکن تم نے تو ڈیپ بائٹنگ(biting) کرتے ہوئے ساری بیویوں کے ریکارڈ آج ہی توڑ دیئے؟ آئی ایم امپریسڈ!!۔۔۔۔وہ اسکی ٹھوری پہ اپنا انگوٹھا رکھ کے اسکا چہرہ اوپر کی طرف اٹھا کے خود کے مقابل کرتا

اپنے ہونٹوں پہ بے باکی سے زبان پھیر کے گھمبیر آواز میں بولتا زائشہ خان کو پھر سے سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔ زائشہ خان نے اسکی چین سے اپنی انگلیاں نکالتے اس پر سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے نظریں پھر سے جھکائی تھیں۔ وہ حیران ہوئی تھی وہ تو اسے درد دینا چاہتی تھی تاکہ اس سے اپنا بدلا لے سکے لیکن وہ تو ابھی بھی چل انداز میں بے شرموں کی طرح اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرتا اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

?How was the taste

اسکی خاموشی پہ ارزم شاہ نے اسے زو معنی انداز میں تنگ کرتے ہوئے مدھم آواز میں بے باک سوال پوچھا تھا جس پہ وہ روہانسی ہوتی اپنی انگلیاں مڑورنے لگی۔۔

بائٹنگ اچھی تھی! اگر ایک دفعہ پھر سے کر دو تو۔۔۔۔؟ اسے خاموش دیکھ کے وہ اسے ذچ کرنے کی خاطر پھر سے اپنا چہرہ اسکی طرف جھکا گیا جس پہ وہ سہمی ہرنی کی طرح آنکھیں پھیلاتی اپنا چہرہ اس سے دور کرتی ہتھیلیوں کو سلیب پہ جمائے پیچھے کی طرف ہوئی تھی۔۔ اسکے یوں پیچھے ہونے پہ ارزم شاہ کی نگاہوں کا مرکز اسکا خوبصورت سراپا بنا تھا۔۔ گیلے لباس کی وجہ سے اسکا انگ انگ نمایاں ہو رہا تھا۔۔

وائے پنک؟؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں پرپل بھی لایا تھا!!۔۔۔ اسکے نشیب و فراز پہ اپنی بے باک نگاہیں جمائے وہ سرگوشی نما آواز میں زو معنی سے بولتا اس پہ مزید جھکتا زائشہ خان کا چہرہ لال بھبھوکا کر گیا۔ اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے زائشہ خان نے سرخ چہرہ لئے دوپٹے کی تلاش میں نگاہیں یہاں وہاں گھمائی تھیں جو باہر پول میں ہی رہ چکا تھا۔ وہ اپنے لمبے بال پیچھے سے آگے کی طرف کر کے دونوں اطراف سے سینے پہ پھیلاتی اسے معصومیت سے گھورنے لگی۔ اسکی معصومیت پہ ارزم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے اپنی ہاٹ وائفی کے لئے آج مجھے ہاٹ سپائسی نوڈلز بنانے چاہئیے؟ کیا کہتی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔ اسے شرم سے کپکپاتے دیکھ کے ارزم شاہ اس سے فاصلے پہ ہوتا کچن کیبنٹ کی طرف بڑھتے نوڈلز نکالتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے گویا ہوا۔ وہ اسکی بے باک بات کا جواب دینے کی بجائے سلیب سے تیزی سے اترتی اسے غصے سے گھورتی پیر پٹکتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔

ہاہاہا! ڈریس مت چینج کرنا ڈارلنگ! جب میں نے پھر سے خراب ہی کرنا ہے تو اتنی محنت کا فائدہ؟۔۔۔۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے بولتا اب سٹوو آن کر رہا تھا۔ زائشہ خان اسکے جملے کا مطلب نہیں سمجھی تھی آخر کو ڈریس خراب کرنے کی بات کیوں کر رہا تھا؟ خیر اسے اس لباس میں سردی لگ رہی تھی اسی لئے وہ اسے تبدیل کرنے کے لئے اپنے کمرے میں غائب ہو چکی تھی کیونکہ وہ اسکے پاس بیٹھ کے اسکی مزید بے باکیاں سہن نہ کر پاتی۔۔ اسکے جانے کے بعد اسکے لئے نوڈلز بناتے ہوئے وائف بوائے نے مسکراتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو انگوٹھے سے چھوا تھا جنہیں اسکی بیوی نے آج پہلی بار اپنے دانتوں کے اس میٹھے سے درد سے روشناس کروایا تھا۔۔

وہ ابھی پانچ منٹ پہلے اپنا گیلا لباس تبدیل کر کے گلابی سمپل پیروں کو چھوتی فراک پہنے شانوں پہ اچھے سے دوپٹا لیتی اپنے بیڈ پہ بیٹھی ہی تھی جب وہ اسکے کمرے کا دروازہ ناک کئے بغیر پیر سے کھولتا اندر داخل ہوا تھا، اسکے ہاتھ میں اس وقت ایک درمیانے سائز کی ٹرے تھی جس میں ایک بڑا سا نوڈلز باؤل اور ساتھ جوس کا ایک بڑا سا گلاس تھا، نوڈلز کے ساتھ وہ جوس کی بجائے کولڈ ڈرنک پیا کرتی تھی لیکن آج وہ نا جانے کیوں نوڈلز کے ساتھ جوس لے کے آیا تھا؟ جوس میں ایک کی بجائے دو سٹرا (straw) تھے۔۔ زائشہ خان نظر اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے ہی اپنی نگاہیں جھکا گئی تھی کیونکہ وہ ابھی تک صرف شارٹس میں تھا۔

میں نے بولا بھی تھا ڈریس چینج مت کرنا خانی! لو دیکھو ہو گیا نا خراب اتنا پیارا ڈریس؟۔۔۔۔ ارزم شاہ جو سائیڈ ٹیبل پہ ٹرے رکھ رہا تھا، زائشہ خان کو سانسیں روکتے دیکھ کے اسکے شانوں سے دوپٹا اتار کے سائیڈ پہ پھینکتا جوس کا گلاس اٹھا کے اسکی فراک کے گلے پہ انڈھیلتا افسوس سے بولتے ہوئے زائشہ خان کو آنکھیں پھاڑنے پہ مجبور کر گیا۔ یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا، وہ اسکی شکل دیکھ کے رہ گئی۔۔

ی۔یہ۔۔کی۔۔کیا۔۔کیا۔۔آپ۔۔۔نے!!۔۔۔۔اپنی فراک کو سینے سے گیلے ہو کے بدن سے چپکتے دیکھ کے وہ دبے دبے انداز میں غصے سے غرائی تھی۔۔

ارے غصہ مت کرو ڈارلنگ!!۔۔میں ابھی صاف کر دیتا ہوں!!۔۔وہ یہ سب اسے ڈرچ کرنے کے لئے ہی تو کر رہا تھا، اسے روہانسی ہوتے دیکھ کے وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکی فراک کے گلے پہ موجود بٹنوں پہ اپنے ہاتھ رکھتا زائشہ خان کی دھڑکنوں میں ادھم مچا گیا۔۔

ن۔نہیں۔۔ر۔رہنے۔۔۔دیں۔۔م۔میں۔۔چینج۔۔کر۔۔لو۔۔لوں۔۔گی!!۔۔۔وہ تھوک نگل کے بولتی ہوئی اسکا ہاتھ اپنے گلے سے ہٹانے لگی جب وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسکی فراک کے اوپری تینوں بٹن کھولتا جھک کے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا زائشہ خان کو سٹل کر گیا۔۔ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اسکے لبوں کی سختی پہ وہ بیڈ شیٹ زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچتی اپنی سسکیوں کو دبانے لگی۔۔ارزم شاہ اسکی دھڑکنوں پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑ کے اپنا چہرہ اوپر کی طرف اٹھاتا اسے اپنی نشیلی خمار آلود آنکھوں سے دیکھنے لگا۔۔اسکے دانت گاڑنے پہ ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔

رات کے اس پہر یوں جان لیوا سسکیاں بھرو گی تو تمہاری روح پہ قابض ہونے میں پل نہیں لگاؤں گا ذی ڈارلنگ!!۔۔۔وہ خمار آلود آواز میں بولتا اسکے خوبصورت بدن کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنائے زائشہ خان کو اپنی بے باک باتوں سے لال ٹماٹر بنا رہا تھا۔۔

م۔مجھے۔۔ب۔بھوک۔۔لگی۔۔۔ہے!!۔۔۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی خاطر بھوک کا بہانہ بناتی نوڈلز کو للچاتی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔

مجھے بھی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ بوجھل آواز میں بولتا نوڈلز کا باؤل اٹھائے چمچ زائشہ خان کے منہ کی طرف بڑھانے کی بجائے اپنے لبوں کی طرف بڑھاتا تھوڑے سے نوڈلز منہ میں ڈالتے زائشہ خان کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکے قریب بیٹھتے ہوئے اسے اپنے انداز سے نوڈلز کھلاتا کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا۔آج اسکا ہر انداز پہلے سے نرالا تھا۔۔

ی۔یہ۔۔۔کی۔کیا۔۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں!۔۔میں۔۔کھا۔لوں۔۔گی!!۔۔۔ذائشی خان نے معصومیت سے دہائی دیتے ہوئے اسکے برہنہ کندھوں پہ ہاتھ جماتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسے اپنے انداز میں نوڈلز کھلاتا اسکا چہرہ خطرناک حد تک سرخ کر رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔بس!!!۔۔۔۔۔ تھوڑے سے نوڈلز کھاتے ہی ذائشہ خان نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تھے۔۔
ارزم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔
لیکن مجھے تو ابھی بھی بھوک لگی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ لحہ بالحہ پہلے سے زیادہ بوجھل ہو رہا تھا۔
آ۔آپ۔۔ی۔یہ۔۔۔جوس۔۔پی۔۔لیں!!۔۔۔ذائشہ خان نے جلدی سے اسے حل بتاتے اسکا دھیان جوس کی طرف لگایا تھا جس پہ وہ آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھتا ہوں میں سر ہلاتے نوڈلز کا باؤل سائیڈ پہ رکھتا جوس اٹھا کے اس میں سٹرا فٹ کرتا ذائشہ خان کے لبوں سے لگا گیا۔۔ذائشہ خان ناچاہتے ہوئے بھی اس ٹھنڈے رسیلے جوس کے گھونٹ بھرنے لگی، ارزم شاہ نے دوسری سٹرا اٹھا کے ذائشہ خان کے لبوں میں پھنساتے بے باکی سے جوس پیتے ذائشہ خان کو حیران در حیران کیا تھا۔۔وہ دوسرا سٹرا جوس کے گلاس میں ڈالنے کی بجائے اسکے لبوں میں فٹ کرتا نئے طریقے سے جوس پی رہا تھا۔۔زائشہ خان کے حیران ہونے پہ وہ اسے آنکھ ونک کرتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے خود کی طرف کھینچتا اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال اپنے سینے کے ساتھ لگاتا ان کی نازکی محسوس کرتے ذائشہ خان کو کھانسنے پہ مجبور کر گیا۔۔اسکی مزید بے باکیاں برداشت کرنا ذائشہ خان کے لئے مشکل تھا۔۔اسے شرم سے کھانستے دیکھ کے ارزم شاہ اسکے منہ سے اپنی سٹرا نکال کے واپس سے ٹرا میں پٹکتا دلکش قہقہ لگاتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتا اسے اپنے بھیگے لمس سے روشناس کروانے لگا۔۔ذائشہ خان نے شرم سے کپکپاتے ہوئے اپنی آنکھیں میچتے اسکی جنون خیزیاں اپنی گردن پہ برداشت کی تھیں۔۔

ہاہاہا۔۔۔تو اس کا مطلب زوریز کی شادی اٹینڈ کرنا تمہاری زندگی کو ایک اچھا ایڈونچر تھا؟۔۔۔وہ قہقہ لگا کے بولتی اسکے ہمقدم چلتی ہوئی آئس کریم پارلر کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔
ہاں ایک بے شرم ایڈونچر بول سکتے ہیں! تھینک گاڈ تم نے اپنے کزنز کی باتیں نہیں سنی ورنہ شکل سے وہ جتنے سیریس اور سپاٹ لگتے ہیں اس سے کئی زیادہ بے شرم ہیں!۔۔۔۔شہسوار شاہ ہولے سے ہنس کے سر جھٹک کے میرال شاہ کے بے باک کزنز کی عزت افزائی کر رہا تھا جس پہ میرال شاہ کو پہلے سے بھی اونچا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

I know them

وہ ہنسنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے چنتی اس کے ہمقدم چل رہی تھی۔۔وہ دونوں یونہی ہنستے ہوئے چھوٹی موٹی باتیں کرتے ٹیبل پہ جا کے بیٹھے تھے۔۔حازق خان جو یہاں سے گزرتے ہوئے یہ سوچ کے یہاں آیا تھا کہ گلالئ کے لئے اسکے فیورٹ فلیور کی آئس کریم پیک کروا کے گھر لے جائے ان دونوں کو یوں ہنس ہنس کے باتیں کرتے دیکھ کے وہ جل کے راکھ ہوا تھا۔لاکھ خود کو روکنے کی کوشش کرتا بھی وہ خود کے ان کی طرف بڑھتے قدموں کو روک نہیں پایا تھا۔۔

چاکلیٹ ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی شہسوار شاہ آئیبرو اٹھا کے میر ال شاہ سے اسکا آئس کریم فلیور پوچھنے ہی والا تھا جب اسے اپنے کندھے پہ کسی کو مضبوط ہاتھ محسوس ہوا تھا۔ شہسوار شاہ نے مینو چھوڑ کے چونکتے ہوئے اپنا رخ موڑا تھا، اپنے قریب کھڑے حازق خان کو یہاں دیکھ کے جہاں شہسوار شاہ خوشگوار حیرت سے مسکرایا تھا وہی پہ میر ال شاہ پہلے تو اسے یہاں دیکھ کے حیران ہوئی تھی لیکن پھر بے نیازی سے اپنی نظریں اسکی طرف سے پھیرتی اپنے فون پہ جما گئی۔۔

تو یہاں ؟۔۔۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا حازق خان سے بغلگیر ہوتا حیرت کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔۔

ہاں بس یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا تجھ سے مل لوں!۔۔۔۔حازق خان نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا تھا جبکہ اس کی نظروں کا مرکز اس وقت میر ال شاہ تھی جو بلیو ٹائٹ جینز پہ وائٹ شارٹ سی سٹائلش شرٹ پہنے اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی فون میں مصروف تھی۔۔

اوو! تو بیٹھ نا ہمیں جوائن کر؟۔۔۔۔شہسوار شاہ نے اسے یہاں بیٹھنے کی آفر دی تھی جس پہ میر ال شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبا کے اسے گھور کے دیکھا تھا۔اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں یہ تاثر واضح تھا کہ اسے شہسوار شاہ کا حازق کو یہاں بیٹھنے کی آفر دینا بالکل پسند نہیں آیا۔۔

یس وائے ناٹ ؟۔۔۔۔حازق خان شاید انہیں جوائن نہ کرتا لیکن خود کے لئے میر ال شاہ کی آنکھوں میں ناگواری اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی اسی لئے کندھے اچکا کے سنجیدگی سے جواب دیتا کرسی سنبھال گیا۔۔ شہسوار شاہ کو اسکے یہاں بیٹھنے سے خوشی ہوئی تھی۔۔

تیرا کونسا فلیور منگواؤ؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے اب کی بار حازق خان سے آئس کریم فلیور پوچھا تھا۔۔

پہلے تم دونوں ڈیسائیڈ کر لو میں دیکھتا ہوں!!۔۔۔ حازق خان گلہ کھنکھار کے بولتا اسکے ہاتھ سے مینو کارڈ پکڑ گیا۔

میں تو وینیلا منگوا رہا ہوں! اور میرال چاکلیٹ رائٹ؟۔۔۔ شہسوار شاہ اپنا فلیور بتاتے اب سوالیہ نگاہوں سے میرال شاہ کی طرف دیکھا رہا تھا۔۔

Yes with extra sprinkles

میرال شاہ نے ہاں میں سر ہلا کے مسکراتے ہوئے شہسوار شاہ کی طرف دیکھ کے جواب دیا تھا، وہ ابھی بھی حازق خان کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہی تھی جبکہ حازق خان فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اسکی ڈریسنگ دیکھ کے وہ غصے سے اپنے جبڑے بھینچ رہا تھا۔۔

میری بھی چاکلیٹ فلیور ود ایکسٹرا سپرنکلز!!۔۔۔۔۔ میرال شاہ کے جواب دیتے ہوئے حازق خان نے مینو کارڈ بند کر کے ٹیبل پہ رکھتے شہسوار شاہ کو جواب دیا تھا۔۔

?Oh!! With extra sprinkles

شہسوار شاہ نے اپنے الفاظ پہ زور ڈالتے آئیبرو اچکاتے ہوئے حیرانگی سے استفسار کیا تھا۔۔

ہمم!!۔۔۔ حازق خان نے ہنکارا بھرتے اپنی گھنی ڈارک براؤن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔۔

لیکن تجھے تو سپرنکلز اور چاکلیٹ فلیور کبھی پسند نہیں تھا؟۔۔۔ شہسوار شاہ نے اپنے ایس ایس پی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے تفتیش کی تھی۔۔ میرال شاہ کی بے نیازی ہنوز قائم و دائم تھی۔۔

تجھے یہ آئس کریم مہنگی پڑ رہی ہے تو میں کوئی اور منگوا لوں؟۔۔۔ حازق خان نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بات کو گھمایا تھا۔۔

کیا بات کر رہا ہے! ایسی سو آئس کریم تو میں تیرے منہ پہ دے ماروں!!۔۔ شہسوار شاہ اسے گھور کے دیکھ کے بولتا اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ویٹر کو بلانے لگا۔۔ حازق خان جو سمجھ رہا تھا وہ یوں بولے گا کہ ایسی سو آئس کریم میں تیرے سر پر سے وار دوں اسکے منہ سے یہ جملہ سنتے ہوئے اس نے اسے ڈبل گھوری سے نوازا تھا۔۔ وہ اسکی گھوری کا

اثر لئے بناسب ویٹر کو آرڈر لکھوا رہا تھا، میر ال شاہ حازق خان کے بائیں طرف موجود کرسی پہ کانفیڈنٹ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی اسے جیسے اسکے یہاں ہونے یا نہ ہونے سے فرق ہی نہیں پر رہا تھا۔۔

اچھا پھر بتاؤ کیا پلین ہے؟ چل رہے ہو میرے ساتھ لندن؟۔۔۔ جب تک آئس کریم آنے والی تھی، میر ال شاہ نے فون سائیڈ پہ رکھتے ہوئے شہسوار شاہ کو مخاطب کرتے آئیبرو آچکا تھا، میر ال شاہ کی بات سنتے ہوئے حازق خان کی سانسیں اٹکی تھیں۔۔ اس نے لندن کا ذکر کیوں کیا تھا؟

بتایا تو تھا سوچ کے بتاتا ہوں! اگر جاؤں بھی تو ایک مہینے سے زیادہ نہیں جا سکتا! کیونکہ تم جانتی ہو میری ڈیوٹی ایسی نہیں ہے زیادہ دیر کے لئے چھٹی لے سکوں!۔۔۔ شہسوار شاہ نے پر سوچ انداز میں جواب دیتے اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

ارے ایس ایس پی صاحب آپ کی کمپنی کے دس دن بھی بہت ہیں! آپ بس ساتھ جانے والے بنئے!!۔۔۔۔۔ میر ال شاہ جواب اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتی ایک ادا سے بولتے ہوئے شہسوار شاہ کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔ حازق خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا۔ دل یوں جلا تھا جیسے کسی نے جلتی پہ پٹرول چھڑک کے آگ بھڑکا دی ہو۔۔

کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے؟۔۔۔ حازق خان نے صبر کے گھونٹ پیتے مینو کارڈ کے کارنرز پہ انگوٹھا رگڑتے ہوئے شہسوار شاہ سے سوال کیا تھا۔

لندن!! ایکچولی میر ال کو لندن یاد آرہا ہے اس کا کہنا ہے وہ اپنے پرانے دوستوں کے پاس جا کے کچھ وقت ساتھ گزارنا چاہتی ہے! لندن کی ایک ایک جگہ گھوم کے خوبصورت سے ولاگ (vlog) بنانا چاہتی ہے تو بس اسی لئے مجھے بھی ساتھ لے جانے کی ضد کر رہی!!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے نارمل انداز میں جواب دیتے ہوئے ویٹر سے آئس کریم ٹرے پکڑتے ٹیبل پہ رکھی تھی۔ شہسوار شاہ کے یوں تفصیل سے جواب دینے پہ میر ال شاہ نے لب بھینچے تھے، اسے اچھا نہیں لگا تھا اسکا یہ سب باتیں حازق خان کے گوش و گزار کرنا۔۔ شہسوار شاہ کی باتیں سنتے ہوئے حازق خان کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہوا تھا۔۔ وہ پاکستان سے چلی جائے گی؟ یہ سوچ ہی اسکا دل و دماغ مفلوج کر رہی تھی۔۔

اوو تو مطلب انہیں پاکستان کچھ اچھا نہیں لگا؟۔۔۔حازق خان نے اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتے نارمل انداز میں ایک نظر شہسوار شاہ کی طرف دیکھتے میرال شاہ پہ نگاہیں جمائے سوال کیا تھا۔۔

پاکستان اچھا کیوں نہیں لگے گا؟ پاکستان میری برتھ پلیس ہے! مجھے پاکستان کی ایک ایک جگہ سے محبت ہے لیکن ہاں پاکستان میں رہنے والے لوگ مجھے کچھ خاص پسند نہیں آئے! کافی سنگدل ہیں! دل توڑنا خوب جانتے ہیں!!۔۔۔

جواب شہسوار شاہ کی بجائے میرال شاہ کی طرف سے آیا تھا، اس نے اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں حازق خان کی نیلی سمندری آنکھوں میں گاڑتے کربناک لہجے میں جواب دیا تھا۔۔اسکے جواب پہ حازق خان نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔ شہسوار شاہ اب اپنی آئس کریم کھاتے ہوئے باری باری ان دونوں کو پرسوچ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

افف!! ویسے سچ سچ بتانا میرال یہ آخری جملہ کس کتاب سے پڑھا تھا؟ کہیں جون ایلیا کی کوئی لائن تو کاپی نہیں کر رہی؟ کیونکہ اللہ معاف کرے تم اتنی سیریس تو کیمسٹری کے پیپر میں بھی نہیں ہوتی تھی جتنی اس وقت لگ رہی ہو!۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے آئس کریم کا چمچ منہ میں ڈالتے سر کو نفی میں ہلاتے کافی ہمدردی سے سوال کرتے اچھے بھلے سیریس ماحول کا بیڑا غرق کیا تھا۔۔میرال شاہ اور حازق خان جو دونوں ایک دوسرے کی انکھوں میں کھو چکے تھے شہسوار شاہ کے ٹانگ اڑانے پہ دونوں نے بیک وقت گھور کے اسکی طرف دیکھا تھا جو بلیک پینٹ پہ بلیک ڈریس شرٹ پہنے سنجیدگی سے آئس کریم کھاتا کرسی پہ ٹیک لگا کے بیٹھا انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔سیاہ رنگ اسکی پرکشش رنگت پہ خوب جچ رہا تھا۔۔

شٹ اپ!! ۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسے شٹ اپ کال دی تھی جس پہ وہ اپنی کھری مغرور ناک چڑھاتا حازق خان کی طرف دیکھنے لگا جو اس وقت نیوی بلیو شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد آف وائٹ اجرک لٹکائے بلا کا حسین لگ رہا تھا۔۔

حیرت ہے ایک پاکستانی ہوتے ہوئے پاکستانیوں کو سنگدل کا ٹائٹل دیا جا رہا ہے مس میرال؟ پھر تو آپ بھی انہی سنگدلوں میں شمار ہوتی ہیں؟ آخر کو پاکستانی جو ہوئی؟۔۔۔۔۔حازق خان نے اپنی آئس کریم میں چمچ گھماتے ہوئے سنجیدگی سے میرال شاہ کو جواب دیا تھا۔۔

ہاہاہا! صرف سنگدل؟ مجھے تو پاکستان میں بہت سے ناموں سے جانا جاتا ہے!! ایون پاکستانی سوشل میڈیا پہ میں احان شاہ کی ایکس فیانسی میں شمار ہوں! کیا آپ نہیں جانتے؟ حیرت ہے؟۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے کھوکھلی سی ہنسی ہنس کے حازق خان کو جواب دیتے ضبط سے آئس کریم کا چمچ میں ڈالا تھا ورنہ دل تو ہر چیز سے جیسے اچاٹ ہو چکا تھا۔۔ میر ال شاہ کے جواب پہ حازق خان کی زبان تالو سے چپکی تھی۔ وہ بے ساختہ اس سے نگاہیں چرا گیا۔۔ شہسوار شاہ کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔۔

I think I should have to go now

شہسوار شاہ اپنی آئس کریم چھوڑ کے گاڑی کی چابی اٹھاتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے کرسی سے اٹھنے لگا جب میر ال شاہ نے جلدی سے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں تھاما تھا۔۔

Okay I am sorry

میر ال شاہ نے اداسی سے مسکراتے ہوئے شہسوار شاہ کو سوری کیا تھا وہ جانتی تھی وہ کیوں آٹھ کے جا رہا ہے۔۔۔ حازق خان کے دل میں بھانبھڑ جلے تھے نگاہیں ان دونوں کے ہاتھوں کی طرف تھیں۔۔

میں نے تمہیں کتنی دفعہ بولا ہے خود کے بارے میں ایسے الفاظ مت بولا کرو !!

U are so precious

یہ ان لوگوں کی منٹیلٹی کا فرق ہے جو احان شاہ کے نام سے تم پہ کیچر اچھالتے ہیں! تم کیوں ان کی باتیں دلوں پہ لیتی ہو؟۔۔۔ شہسوار شاہ بھڑکا تھا۔۔ حازق خان کو اپنے کل کے الفاظ یاد کرتے ہوئے شرمندگی سی ہوئی تھی۔۔

اوکے بابا آئی ایم سوری! اب نہیں کرتی!!۔۔۔ میر ال شاہ نے باقاعدہ اپنے دوسرے ہاتھ سے کان پکڑتے ہوئے اسے منایا تھا، اس منظر کو دیکھ کے حازق خان کو دل کیا شہسوار شاہ کے سر پہ پاس پڑی کرسی اٹھا کے مار دے یا خود کو شوٹ کر لے۔۔ اسکا اس وقت غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔۔ وہ اس منظر کو مزید دیکھنے کی خود میں سکت نہیں رکھ پا رہا تھا۔۔

وعدہ کرو آئندہ سے خود کو ایسے نہیں بولو گی؟۔۔۔ شہسوار شاہ نے میر ال کو گھور کے دیکھتے ہوئے اس سے وعدہ لیا تھا۔۔

Why U both are acting like nibba and

?nibbi right now

حازق خان کی جب بس ہوئی تو آئیبرو اٹھا کے سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف دیکھتا سپاٹ انداز میں استفسار کرنے لگا ۔۔اسکے سیریس انداز میں کیے گئے اس جملے پہ شہسوار شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا اور اگلے ہی پل میرال کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا کے حازق خان کے گال پہ مکا جھڑا تھا۔۔

تو nibba اور nibbi کی بجائے ہمیں کیوٹ کپل کا بھی نام دے سکتا تھا۔۔۔ شہسوار شاہ دانت پیس کے غراتا ہوا اپنی کرسی پہ ٹھیک سے بیٹھا تھا۔۔میرال شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے سنجیدگی سے آئس کریم کھانا سٹارٹ کی تھی۔۔

?Are u talking about cute siblings

)کیا تم کیوٹ بہن بھائیوں کی بات کر رہے ہو؟(

حازق خان نے جواباً اسکے گال پہ بھی یونہی مکا جھڑتے آئیبرو تو اٹھا کے سوالیہ انداز میں استفسار کیا تھا۔

استغفار!! خدا کو مان یار!! شب شب بول!!۔۔۔ شہسوار شاہ نے جلدی سے جواب دیتے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں،اس کے جواب پہ حازق خان اپنے نچلے لب کا کنارہ زور سے دانتوں تلے کچل گیا اور اسکی یہ حرکت میرال شاہ سے بھی چھپی نہیں رہی تھی،وہ اپنا نچلا سرخ لب بری طرح سے زخمی کر رہا تھا اور اسکی یہ حرکت میرال شاہ کو نا جانے کیوں غصہ دلا رہی تھی۔۔

میں تو شب شب ہی بول رہا ہوں تجھے ہی بکواس سوجھ رہی ہے!!۔حازق خان نے سر جھٹکتے ہوئے جلے کٹے انداز میں جواب دیا تھا۔

تیرا بی پی کیوں ہائی ہے آج؟ کیا کڑوا کسیلا کھا کے آیا ہے جو جب سے آیا ہے زہر اگلے جا رہا ہے؟؟ ایسا کر یہ میٹھی سی آئس کریم کھا تا کہ تیرا موڈ اچھا ہو!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے اپنی آئس کریم فنش کرتے ٹشو سے لب تھپتھپاتے ہمدردی دکھائی تھی۔۔

تجھے۔۔۔۔۔ابھی حازق خان مزید کچھ بولتا جب شہسوار شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔ شہسوار شاہ نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے فون اٹھا کے کان کو لگایا تھا۔۔

Wait I am coming

شہسوار شاہ دوسری طرف کا مدعا سن کے سنجیدگی سے جواب دیتا فون رکھ گیا۔۔

مجھے ضروری کام سے تھانے جانا ہے! میرال تم خان کے ساتھ چلی جاؤ گی یا میں چھوڑ دوں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے میرال شاہ کو مخاطب کیا تھا جو ابھی تک آئس کریم میں چمچ گھما رہی تھی۔۔

میں چھوڑ دوں گا! تو خیر خیریت سے جا!!۔۔۔۔میرال شاہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے حازق خان نے تیزی سے شہسوار شاہ کو جواب دیا تھا جس پہ شہسوار شاہ نے کھانستے ہوئے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ اس سے یوں اچانک جانے کی وجہ پوچھنے کی بجائے اسے تقریبا یہاں سے نکال رہا تھا۔۔۔

شاہ میں تمہارے ساتھ ہی چل رہی ہوں! مجھے راستے میں میری فرینڈ کے گھر ڈراپ کر دینا!!۔۔۔۔میرال شاہ ان دونوں کے خاموش ہونے پہ سنجیدگی سے بولتی کرسی سے کھڑی ہوتی اب اپنا بیگ ٹیبل سے اٹھا رہی تھی۔۔ اسکے بدن پہ موجود اس ٹائٹ جینز اور شرٹ کو دیکھ کے حازق خان اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلتا جبڑے بھینچ گیا۔۔وہ آج اسے رکھ رکھ کے اگنور مار رہی تھی۔۔

اوکے !!۔۔۔۔شہسوار شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے مینو کارڈ میں بل رکھتے ویٹر کو ہاتھ سے اشارہ کرتے بل اٹھانے کو بولا تھا۔۔ان دونوں کے اٹھنے پہ حازق خان بھی اپنی کرسی سے اٹھ چکا تھا کیونکہ جب وہ اٹھ چکی تھی تو یہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔

چل اب ہم چلتے ہیں! پھر ملیں گے !!۔۔۔۔شہسوار شاہ آگے بڑھتے ہوئے حازق خان کے بغلگیر ہوتا مسکرا کے الوداعی القابات بول رہا تھا۔حازق خان نے ضبط سے اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھتے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اب مصروف انداز میں فون کان کو لگا چکی تھی۔۔اسے آج میرال شاہ کی اگنورینس بری طرح سے مار رہی تھی۔۔اسکے دل کی حالت جو اس وقت تھی وہ ناقابلِ بیان تھی۔۔وہ دونوں جا چکے تھے لیکن حازق خان ابھی تک اسی راہ کو تک رہا تھا جہاں سے وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ قدم ملاتے غائب ہوئے تھے۔۔حازق خان اس وقت اتنا بے بس تھا

کہ اسے چاہ کے بھی روک نہیں پایا تھا اسے چاہ کے بھی اپنی اجرک لپیٹنے کا حکم نہ دے سکا! وہ اسکی آنکھوں کے سامنے سے جا چکی تھی۔۔ حازق خان کو اپنا دل خالی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 95 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

ہائے فائنلی بن گئی!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ جھک کے بڑے سے پتیلے میں موجود بریانی کی خوشبو سونگھتی چہکتے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی، وہ آج پہلی بار کسی کے لئے اتنے دل سے کھانا بنا رہی تھی اور اپنے محرم کے لئے بنا رہی تھی جو صبح سے گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا اور اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے لیکن وہ جناب شاید ابھی تک نہیں اٹھے تھے، کیونکہ اس نے تب تک نہیں اٹھنا تھا جب تک اس نے اسے خود کمرے میں جا کے اسے ہلا جلا کے نہیں اٹھانا تھا۔ وہ وقت دیکھ کے تاصف سے نفی میں سر ہلاتی کچن سے باہر نکلتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھی تھی۔۔ اپنے کمرے تک پہنچتے ہی وہ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کے اسے گھماتی ہوئی اندر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اسے ہنوز اوندھے منہ شرٹ لیس بیڈ پہ سوئے دیکھ کے وہ دانت پیستی دروازہ زور سے دروازہ بند کرتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔

ریز!! حد ہوتی ہے سونے کی بھی! تم میں آخر ارزم لالہ والی روح کیوں آ چکی ہے؟ تم تو اتنا کبھی نہیں سوتے تھے!! نیچے سب کیا سوچ رہے ہوں گے!!۔۔۔۔۔ وہ پیر پٹک کے اسکی طرف بڑھتی جگہ بنا کے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے خفگی سے بولی تھی۔ یہ سچ تھا وہ کبھی اتنا نہیں سوتا تھا، اس پوری حویلی میں اگر کوئی زیادہ سوتا تھا تو وہ صرف سید ارزم شاہ تھا جس کی راتوں کے ساتھ ساتھ اب پورا پورا دن بھی اپارٹمنٹ میں گزرنے لگا تھا۔۔

اگر رات میں تمہارے حسن کو خراجِ تحسین پیش کئے بغیر سو جاؤں گا تو زیادتی ہو جائے گی تمہارے ساتھ بے بی! صبح نیند پوری کروں گا تو رات میں اچھے سے پرفارم کروں گا نا!! شش! مجھے سونے دو۔۔۔ وہ مرحا شاہ کی باتوں کے جواب میں نیند کے خمار میں ڈوبی آواز میں بولتا تکیے سے سر اٹھا کے اسکی گود میں سر رکھتے اسکے پہلو میں اپنا چہرہ چھپا گیا ۔۔ اسے نیند میں بھی بے باک باتیں کرتے دیکھ کے وہ سرخ پڑی تھی، وہ اسکے پہلو میں اپنا چہرہ چھپائے اسکے شانوں سے سرخ دوپٹا اتار کے دور پھینکتا اسکی کمر کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا باندھ گیا۔۔

دوپہر کے تین بج رہے ہیں!!۔۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ پیار سے اسکے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتی اسے وقت کا احساس دلانے لگی۔۔

کاش رات کے بج رہے ہوتے تو تم اس وقت میری بانہوں میں سسکیاں بھرتی مجھے مدہوش کر رہی ہوتی!!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولتا اسکے پہلو پہ اپنا چہرہ رگڑتا مرحاشاہ جو کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا۔۔

"شرم تم کو مگر نہیں آتی"

اسکی بے باک باتوں پہ تضاد اسکے لبوں کی بے باکیاں فراک کے اوپر سے ہی اپنے بدن پہ محسوس کرتی مرحاشاہ تاصف سے سر ہلاتی غالب کے شعر کا دوسرا مصرع کہتی زوریز شاہ کو آئیبرو اچکانے پہ مجبور کر گئی۔۔

"اک تجھے چاہنے کے علاوہ

اور کچھ ہم سے ہوتا نہیں"

وہ اسکے پہلو سے چہرہ باہر نکال کے اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسے خود پہ جھکاتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے ہوئے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔ مرحاشاہ کی گھنی مری ہوئی پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔۔وہ اسے ہر روز نئے انداز میں چاہتا تھا اور وہ ہر روز نئے انداز میں گلاب کے پھول کی طرح کھلتی تھی۔ جس دن سے ان کی شادی ہوئی تھی کوئی ایسا لمحہ نہیں ہو گا جب زوریز شاہ نے اسے محبت بھری نگاہوں سے نہ دیکھا ہو۔۔وہ ان دنوں چھٹی پہ تھا اسی لئے پورا پورا دن اور رات بیوی کے پاس گزار دیتا جس پہ کاظم شاہ سے کافی زو معنی طعنے سننے کو ملتے تھے جنہیں وہ ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال دیتا۔۔۔

بر۔بریانی۔۔۔کھاؤ۔۔۔گے؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکی گہری نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی شرمیلی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے آئیبرو اٹھا کے استفسار کرنے لگی، وہ ہنوز اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملا رہا تھا، بولتے ہوئے مرحاشاہ کے لب بے ساختہ اسکے ہونٹوں سے ٹچ ہوئے تھے۔۔

نہیں تمہیں کھاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ خمار آلود آواز میں بولتا بے تابی سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے شدت سے گھونٹ بھرنے کے انداز میں انہیں چومتا مرحاشاہ کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا گیا۔۔مرحاشاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسکی گردن میں اپنے ناخن گرتے ہوش دلائی تھی جو مدہوش ہوتا اپنا چہرہ اس گود سے ذرا سا

اٹھا کے اوپر کی طرف کئے اسکی گردن پہ ہاتھ رکھتے اسکے لب شدت سے چوم رہا تھا، وہ اپنی گردن پہ ہوتی اسکے ناخنوں کی اس جلن کی پروا کئے بغیر اسکے ہونٹوں پہ اپنی منمانی کرتا اسکی گردن پہ اپنے دہکتے ہونٹ رکھتا اسکے سرخی چھلکتے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت سرخ کامدار سی ایمبرائیڈڈ فراک میں ملبوس سرخ پڑتی زوریز شاہ کا سکون چین لوٹ رہی تھی۔۔

اس۔۔ کا مطلب تم بریانی نہیں کھاؤ گے ؟؟۔۔۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ ناک چڑھاتی اس سے دبے دبے غصے میں سوال کرنے لگی۔۔

بے بی وہ بعد کی بات ہے پہلے مجھے اپنی روح کو قرار پہنچانے دو!!۔۔۔ وہ خمار آلود آواز میں بولتا اسکی گود سے سر ہٹا کے اسے پیچھے تکیے کی طرف گراتا اس پہ قابض ہوا تھا۔۔

آر یو لائک سیریس؟ میں صبح سے کچن میں تمہارے لئے پاگل رہو رہی ہوں اور تم بریانی نہیں کھاؤ گے ؟۔۔۔ وہ غصے سے غراتی ہوئی اسکے سینے پہ زور زور سے اپنے ناخن گاڑنے لگی۔ وہ اسکے جملے پہ حیرانگی سے آنکھیں پھیلا کے اپنا آئیبرو آچکا گیا، وہ نہیں جانتا تھا وہ اس کے لئے بریانی بنا رہی ہو گی۔۔

کیا تم نے میرے لئے خود کنگ کی ہے ؟؟۔۔۔ وہ پیار سے ایکسائیٹڈ انداز میں پوچھتا اسکے دائیں بائیں ہاتھ ٹکائے اسے محبت سے لبریز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔

ہاں جس کی تمہیں بالکل قدر نہیں ہے!!۔۔۔ وہ ناز نخرے سے بولتی اسکی طرف سے آنکھیں گھماتی دیواروں کو دیکھنے لگی۔۔

بے بی مجھے تمہاری کتنی قدر ہے یہ تم تو کیا تمہارے وجود کا ایک ایک حصہ جانتا ہے! میں نے بریانی کھانے سے انکار نہیں کیا! وہ ہم دونوں مل کے کھائیں گے لیکن اس سے پہلے مجھے تمہارے اس وجود کا حصہ بننا ہے!!۔۔۔ زوریز شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر آواز میں بولتا مرحاشاہ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر گیا۔ وہ اس سرخ فراک میں گے تحاشہ خوبصورت لگتی زوریز شاہ کے دل کے تار ہلا گئی تھی۔۔

تم! ۔۔۔تم۔۔واقعی۔۔۔ہی۔۔بہت۔۔۔بے شرم ہو!! دور ہٹو! وقت کا ہی لحاظ کر لو!!۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی آخر میں مصنوعی غصے سے بولتی اسے ڈپٹنے لگی جب اس کے ہاتھوں کو بے باکی سے اپنے جسم پہ گردش کرتے محسوس کر کے گلے میں پھر سے گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

آئی نو بے بی بار بار بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں کتنا بے شرم ہوں! مجھے میرے فرینڈز شیم لیس (shameless) بوائے کے نام سے جانتے ہیں!!(یہ نام زوریز شاہ کو میرے ریڈرز کی طرف سے دیا گیا ہے)۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکی گردن پہ لو بائٹ بناتا اسکے تن پہ موجود اس فراک کو دیکھنے لگا جو اس وقت اسے اپنی رقیب محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ واحد شخص تھا جو خود کو خود ہی شیم لیس بولتے ہوئے بالکل بھی نہیں ہچکچا رہا تھا۔اسے ذرا جو شرم آئی ہو؟

تمہیں سیریسلی کوئی شرم نہیں آ رہی ریز؟تم نے ایک دفعہ بھی نیچے جا کے نہیں دیکھا سب تمہارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے ؟؟۔۔۔وہ جو ابا دانت پیس کے اسے ڈپٹنے لگی۔۔۔

یہی سوچ رہیں ہو گے کہ ان کے پیارے معصوم سپوت کو پیسے خرچ کر کے ہنی مون پلین کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب وہ اپنے کمرے کو ہی ہنی مون پلیس میں کنورٹ کر چکا ہے!!۔۔۔وہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا اسے آنکھیں ونک کرتے بیڈ سے اٹھتے کمرے کی لائٹس آف کرتا پردے درست کرتے پھر سے اسکی طرف بڑھتا اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔وہ سرخ پڑتی کروٹ بدل گئی جب وہ شرارت سے مسکراتا اسکی زپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا اسکے سراپے کے ایک ایک حصے پہ اپنے ہونٹ رکھتا مرحا شاہ کے بال کان کے پیچھے کرنے لگا۔۔

Thanku for handling me everytime my love

اسے بنا کسی مزاحمت کے اپنے حصار میں پڑے دیکھ کے زوریز شاہ اسکے کان میں پیار سے سرگوشی کرتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزارتا خود کو اس کے وجود کے ساتھ ملا گیا۔وہ شرماتی ہوئی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے یہاں پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔اسے زوریز شاہ کا بار بار خود کے قریب آنا کبھی برا نہیں لگتا

تھا،وہ تو خود پہ رشک کرتی جسے یہ انسان ہر روز نئے انداز میں چاہتا دن میں کئی بار اس کے سراپے پہ اپنے ہونٹوں کی مہریں ثبت کرتا اسے یقین دلاتا تھا کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔۔

مجھے امید ہے بریانی بھی اپنی طرح کی ہاٹ بنائی ہو گی میری ہاٹی نے ؟۔۔۔زوریز شاہ اسے اپنے شدت بھرے حصار میں قید کئے اس پہ بھرپور انداز میں اپنی شدتیں لٹاتے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔۔

تمہارے لئے بنا رہی تھی تو مجھے اس میں بے شرمی کا کچھ ٹچ دینا تھا لیکن افسوس ابھی تمہارے لیول کا کوئی بے شرم مصالحہ ایجاد نہیں کیا گیا۔۔۔وہ مدھم آواز میں شرارت سے بولتی زوریز شاہ کو آئیبرو اچکانے پہ مجبور کر گئی۔۔

بے بی بے شرمی کا ٹچ میں خود دے لوں گا! ڈونٹ یو وری!!۔۔وہ خمار آلود آواز میں بولتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا چلا گیا،وہ اسکی بڑھتی شدتوں پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکی برہنہ پشت پہ زور سے اپنے ناخن گاڑنے لگی۔۔

رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا جب وہ اسکے کمرے کے ٹیرس پہ کودا تھا۔اپنی منزل تک پہنچتے ہی اس نے سکون کی سانس بھری تھی۔۔وہ اس وقت الیکٹرک شاک پروف بلیک کاسٹیوم میں موجود تھا جس نے آج اسے کرنٹ سے بچانے کا کام کیا تھا۔۔احان شاہ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ایک سوئی نما چیز باہر نکالی تھی،اس نے یہ کاسٹیوم ابھی تک اس لئے نہیں اتاری تھی کیونکہ اسے اپنے سالے پہ ایک قطرہ بھی بھروسہ نہیں تھا کیا بعید تھی اس نے اس دروازے کے ساتھ بھی کوئی کرنٹ والا سین کروایا ہو؟وہ اس سوئی نما چیز کو دروازے کے لاک میں گھماتا بغیر آواز پیدا کئے دروازہ کھولنے لگا جس میں وہ ایکسپرٹ ہو چکا تھا۔۔لاک کھلتے ہی احان شاہ کے رگ وروپے میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔۔اس نے کل رات کیسے گزاری تھی یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔وہ اٹھارہ گھنٹوں بعد اس کا دیدار کرنے والا تھا احان شاہ کا دل اس وقت تیز رفتار میں دھڑک رہا تھا۔۔دروازہ کھلتے ہی وہ اپنا بلیک کاسٹیوم جیکٹ اتار کے زمین پہ پھینکتا دھڑکتے دل سے کمرے میں داخل ہوا تھا،نظریں سیدھی اس سوئے ہوئے وجود پہ مرکوز ہوئی تھیں جو اسکی رگوں میں دوڑتا عشق بن چکی تھی۔۔وہ آج بھی سو رہی تھی،دروازہ کھلنے کی ذرا سی آواز پہ بھی وہ نہیں ہلی تھی! کیوں؟کیا وہ آج بھی اس روز کی طرح نیند کی گولیاں کھا کے سوئی تھی؟احان شاہ نچلا لب کاٹ کے سوچتا ہوا اپنے قدم ہولے سے آگے کی طرف بڑھانے لگا۔۔احان شاہ کی نظریں اس کے کمرے کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں

جولاکڈ نہیں تھا بلکہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا، وہ احتیاط سے قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اسے لاک کرتا بیڈ پہ سکون سے سوئی گلالئی کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ آج بھی اپنے پورے وجود پہ سفید چادر اوڑھے اپنا ایک بازو پیٹ پہ رکھے ہوئے تھے جو اس سفید چادر میں بھی نمایاں ہو رہا تھا۔احان شاہ کی نگاہیں اس کے خوبصورت لیکن زرد چہرے پہ ٹکی تھیں، وہ آج شاید کچھ زیادہ ہی روئی تھی کیونکہ اس کے چہرے پہ آج پہلے سے زیادہ آنسوؤں کے نشان تھے، بند آنکھیں پہلے سے زیادہ سوجھی ہوئی تھیں، پلکیں ہنوز نم لگ رہی تھی۔احان شاہ اپنے ہونٹوں کو پیوست کئے اس کے پاس جگہ بنا کے بیٹھا تھا، اسکے پاس بیٹھنے کی دیر تھی جب دل نے کانوں میں دھڑکنا شروع کیا تھا۔۔وہ اسکے چہرے کو اپنی نظروں میں بسائے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی بھیگی پلکوں کو چھونے لگا۔وہ اسکی بھیگی پلکوں پہ موجود نمی اپنی انگلی کی پوروں سے چن رہا تھا لیکن اسکی پلکوں میں ذرا بھر بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔احان شاہ جہاں اس کے نہ اٹھنے پہ ریلکس ہوا تھا وہی پہ اسکی فکر بھی ہوئی تھی، آخر وہ کیوں پریگننسی کے دوران پچھلے دنوں سے نیند کی گولی لے رہی تھی؟ کیا اس سے اسکی گل یا بے بی کی برتھ ایفیکٹ تو نہیں ہو گی؟ احان شاہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑی نیند کی گولیاں دیکھ کے پریشان ہوتا اپنی جیب سے فون نکال کے ان کی تصویر لینے لگا۔وہ ان گولیوں کے متعلق ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ان گولیوں کی تصویر لینے کے بعد وہ پھر سے اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، وہ اسکے پیٹ کی طرف دیکھنے سے گریز برتتا تھا، وہ جس دن سے اس سے ملنے آرہا تھا اس نے ایک دفعہ بھی اس کے وجود سے چادر نہیں سرکائی تھی، وہ اگر جو اسکے پیٹ کی طرف ہاتھ بڑھانے لگتا تو اس کے ہاتھ بری طرح سے کانپتے تھے، اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اب کی بار نظریں اسکے گلابی خشک ہونٹوں پہ ٹکی تھیں جو ہمیشہ کی طرح اسے بے چین کر رہے تھے۔۔وہ اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیر کے انہیں تر کرتا کتنی ہی دیر پیاسوں کی طرح اسکے لبوں کو دیکھنے لگا، احان شاہ نے بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں سے اسکے تکیے کے ارد گرد اپنے ہاتھ رکھتے جھک کے تھکے ہوئے انداز میں اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکایا تھا، اس دوران اسکے لبوں نے اس کے لبوں کو بالکل نہیں چھوا تھا لیکن ناک سے ناک مس ہو رہی تھی، احان شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسکی سانسوں کی خوشبو خود کے اندر اتارنے کی کوشش کی تھی۔۔

دل چاہ رہا ہے سانسیں چرانے کو تمہاری!! اتنا بے بس تو مت کرو یار! اب تو اپنی چلتی اور رکتی سانسوں میں فرق بھی معلوم نہیں ہوتا!! تم ایک کام کیوں نہیں کرتی؟ میری سانسیں کیوں نہیں چرا لیتی؟ ایک دفعہ میری سانسوں کو چرا

کے ان میں اپنی سانسوں کی خوشبو کی ملاوٹ کر دو؟ صرف ایک بار؟ کیونکہ یہ کام جو مجھے ہمیشہ سے بہت آسان لگتا تھا اب بہت مشکل لگتا ہے! تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتا بھاری ہوتی آواز سے بولتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک رگڑنے لگا، اس دوران بے تاب ہوتے ہوئے کئی بار اپنے سرخ ہونٹوں کو وا کرتے اسکے گلابی لبوں کو اپنی گرفت میں لینا چاہا تھا لیکن ناکام رہا، وہ اپنی جمع شدہ شدتوں سے ڈر رہا تھا۔۔ اسے اپنی جنونیت سے ڈر لگ رہا تھا۔ وہ ان نازک ہونٹوں کا حشر نہیں بگاڑنا چاہتا تھا۔۔ جب کتنی بار اسکے ہونٹوں کو چھونے کی کوشش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو اسکے ماتھے سے اپنا ماتھا ہٹاتا اسکے ماتھے پہ ہمیشہ کی طرح شدت سے اپنے ہونٹ ثبت کر گیا۔۔ وہ اسکے ماتھے سے ہونٹ چاہ کے بھی نہیں ہٹا رہا تھا، جوں جوں اسکے ماتھے پہ لب رکھتے وقت گزر رہا تھا بالکل ویسے ہی احان شاہ کے آنسو گلالئی کے بالوں سے ہوتے ہوئے آنکھوں پہ گرتے اسکی پلکوں پہ جذب ہو رہے تھے۔۔ وہ بے آواز آنسو بہاتا اسکے گال پہ پیار سے ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے سہلانے لگا۔۔

بہت اذیت میں ہوں!! خدا کی قسم اس قدر تکلیف میں ہوں گل!! جی چاہتا ہے پوری دنیا کو اپنا سینا چیر کے دیکھاؤں! اگر یہ دوریاں مزید طویل ہوتی گئی تو یوں لگتا ہے جیسے سانسوں کی ڈور چھن جائے گی! ۔۔۔۔وہ بھیگی آواز پہ قابو پاتا اسکی آنکھوں کو شدت سے چومتے کرب سے بولا تھا لیکن وہ تو خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔۔ کیا یہ نیند کی گولی اسکے عشق کی آواز میں موجود تکلیف سے زیادہ طاقت رکھتی تھی جو وہ ابھی تک اپنی آنکھیں وا نہیں کر رہی تھی؟؟ احان شاہ نے ٹوٹے دل سے سوچتے ہوئے اسکے چہرے پر سے اپنا چہرہ ہٹاتے اپنی گلابی ہوتی ہری آنکھوں کو بے دردی سے اسکی سفید چادر کے ساتھ صاف کیا تھا۔۔

تمہارے پاس تو ہماری محبت کی نشانی بھی ہے! تو پھر کیوں روتی ہو؟ میرے پاس تو ایسی کوئی نشانی بھی نہیں ہے! میں تو بالکل خالی ہوں! جانتی ہو کتنے کتنے دن آفس نہیں جاتا! سیاست میں انٹرسٹ جو پہلے ہی زیرو تھا اب مائنس زیرو ہو چکا ہے! پورا پورا دن کمرے میں گزار دیتا ہوں! یوں لگتا ہے تم ابھی آؤ گی اور کسی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح مجھ سے لپٹتی میری دھڑکنوں کو سکون پہنچاؤ گی لیکن تم نہیں آتی! ہر روز مایوس کرتی ہو پھر میں رات میں خود آجاتا ہوں کیونکہ مجھے تو تمہیں منانے کی عادت ہے نا؟ دیکھو میں اپنی عادت پہ آج بھی قائم ہوں لیکن تم تو جیسے سب بھول چکی ہو؟ کیا تم سید احان شاہ کو بھول چکی ہو! کیا اسے ڈالی گئی عادتیں بھول چکی ہو؟ ہاں اب جھوٹ بول دینا نہیں

بھولی؟! لیکن مجھے لگتا ہے تم بھول چکی ہوں کیونکہ تمہیں اگر سید احان شاہ یاد ہوتا تو تمہیں یہ بھی یاد ہوتا وہ پاگل ہر بار تم سے چانس لینے کا عادی تھا اور تم اسے چانس دیتی اسکی عادتیں بگاڑتی تھی! جس طرح میں نے خود کو تمہیں منانے کی عادت ڈال لی ہے کیا تم نے مجھے چانس دینے کی عادت نہیں ڈالی تھی؟ ایسے تو نہیں چلتا یار پہلے عادت بگاڑ لو اور پھر بعد میں منہ کے بل گرا دو! یوں تو نہیں کرتے گل! تم اپنی حرکتیں کب درست کرو گی؟۔۔۔۔ احان شاہ اسکے چادر میں چھپے پیٹ کو ایک نظر دیکھ کے دوسری نظری اسکی سوجھی آنکھوں پہ دوڑاتا مدھم آواز میں اس سے شکوے شکایات کرنے لگا جیسے وہ ابھی نیند سے جاگ کے اسے جواب دے گی۔۔

کتنا وقت ہوا ہے تم نے اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی! میں ہر روز اپنے سائیڈ ٹیبل والے فریم کی تصویر چینج کرتا ہوں کہ شاید آج میری ڈکیٹ پٹھانی آئے گی اور اسے اپنی چادر میں چھپا کے لے جائے گی لیکن تم نہیں آتی گل! اور جب تم نہیں آتا تا تو میں وہ فریم توڑنے کی بجائے اپنا ہاتھ زخمی کر لیتا ہوں! اگر کسی دن میرے ہاتھ کی کوئی غلط نارکٹ گئی نا تو پھر مجھے کچھ مت بولنا! کیونکہ قصوروار تو تم ہوئی نا؟ یار آجاؤ کرو! ہفتے میں ایک بار؟ چلو نہیں مہینے میں ایک بار کر لو؟ اب تو اس فریم میں اپنی شرٹ لیس تصویر بھی نہیں لگاتا کیونکہ میں جانتا ہوں میری گل مجھے تصویر میں بھی شرٹ لیس دیکھ کے شرما جاتی ہے! لیکن تم تو ظالم ہی بن گئی ہو مجھے یاد ہی نہیں کرتی! اتنی زیادتی کرتی ہو اپنے شاہ سائیں کے ساتھ؟ شرم تو نہیں آتی تمہیں؟۔۔۔۔۔ اسے سوئے دیکھ کے وہ پچھلے دنوں کی طرح اس سے کھوئے ہوئے انداز میں باتیں کرتا زبان کو بریک لگانا بھول چکا تھا۔۔ وہ بولتا جا رہا تھا اور اسکی چادر سے نظر آتے ریشم بالوں کو اپنی پوروں سے چھوتا جا رہا تھا۔۔

شوہر کب سے بکواس کرتا جا رہا ہے اور میڈیم خاموشی سے آرام فرما رہی ہیں؟ اپنی حرکتیں دیکھ رہی ہو گل؟ ۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے بھرائی آواز میں مزید ایک شکوہ کرتے آخر میں اپنا فیورٹ فقرہ دہرایا تھا جو وہ اکثر اپنی گل کو بولا کرتا تھا اور وہ اس کے اس جملے کو سن کے ناز سے ناک چڑھا دیا کرتی تھی لیکن آج تو وہ اپنی چھوٹی سی ناک بھی نہیں چڑھا رہی تھی۔ احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جھک کے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتے اسکی مہکتی خوشبو انہیل کی تھی، وہ مدہوش ہوتا اسکی خوشبو یوں انہیل کر رہا تھا جیسے آکسیجن ہو اور وہ اسے انہیل کرنے کے لئے تڑپ رہا ہو۔۔

وہ پچھلے دس منٹ سے اپنی فجر کی نماز قضا ہو جانے پہ روتی ہوئی اللہ سے معافی مانگ رہی تھی! آج دوسرا دن تھا جو اس کی فجر کی نماز قضا ہوئی تھی اس نے آج کے بعد سے سلیپنگ پلز نہ لینے کی توبہ کر ڈالی تھی۔ وہ اپنی چادر میں چہرہ چھپائے آنسو بہا رہی تھی جب اچانک سے اس چادر میں سے خوشبو سی محسوس ہوئی تھی، وہ کوئی عام خوشبو نہیں تھی یہ وہی خوشبو تھی جو اسے پچھلے بہت سے دنوں سے صبح کے وقت محسوس ہوتی تھی۔۔ وہ اس خوشبو کو سونگھتی جلدی سے یہ چادر خود سے دور کرتی گہرے گہرے سانس بھرتے لگی۔۔ اسکا ہاتھ بے ساختہ اپنے ماتھے پہ گیا تھا جس پہ کب سے اسکا شدت سے بھرپور لمس محسوس ہو رہا تھا، ہاتھ ماتھے سے نیچے سرکتا آنکھوں پہ آیا تھا آنکھوں پہ بھی وہی جانا پہچانا سا لمس! آنکھوں سے سرکتا ناک پہ تو ناک سے سرکتا گالوں پہ۔۔۔ گالوں سے سرکتا ہونٹوں کی بجائے ڈائریکٹ گردن کی طرف آیا تھا وہ جوں جوں اپنے ہاتھ ٹریس کر رہی تھی اس کا ہی لمس محسوس کیوں ہو رہا تھا؟؟

آخر کیوں؟؟۔۔۔ وہ چیختی ہوئی لمبے لمبے سانس بھرتی بیڈ سے کھڑی ہوتی آئینے کی طرف بھاگی تھی، وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنا چہرہ دیکھنے لگی، چہرہ دیکھنے کے بعد اس نے اپنی چادر ہٹاتے ہوئے بے تابی سے گردن کی طرف دیکھا تھا جو صاف شفاف تھی، اس پہ کوئی بھی نشان نہیں تھا۔۔ اپنی شفاف گردن اور پہلے کی ہی طرح گلابی ہونٹ دیکھتے گلالئی نے سکھ کی سانس بھری تھی مطلب جیسا وہ سوچ رہی تھی ویسا نہیں تھا۔۔ اگر وہ یہاں آیا ہوتا تو اسکے لب اور اسکی گردن سلامت نہ رہتی، وہ انہیں اپنی جنون خیزیاں سے زخمی کرتا اسکی حالت کی پرواکئے بغیر اسکے وجود پہ قابض ہو جاتا۔۔ آخر اسے اسکی روح کی بجائے اسکے جسم سے جو محبت تھی۔۔ گلالئی استہزایا انداز میں سوچتی سر جھٹک گئی۔

یا اللہ جی! کچھ ایسا کریں نہ کہ وہ میرے خیالوں میں بھی نہ آیا کریں؟ وہ میرے خوابوں میں کیوں روتے ہیں! ؟ انہیں بتائیں ناخوابوں میں رونا حقیقت میں رلانے سے بہت مختلف ہے! حقیقت میں بیوی کو رلانے کا مداوا آسان نہیں ہوتا! انہیں منع کر دیں میرے خوابوں میں آ کے جھوٹا رونا مت رویا کریں!!۔۔۔ گلالئی ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی بری طرح سے رونے لگی۔۔ وہ روتی ہوئی تھکے ہوئے انداز میں صوفے پہ گری تھی جب نظریں ایک بڑے سے شاپر کی طرف اٹھی تھیں وہ کسی کڈز (kids) برینڈ کا شاپر تھا جس کا ثبوت شاپر کے باہر موجود ایک خوبصورت سے بچے کی تصویر دے رہا تھا۔۔ گلالئی روتے ہوئے ٹھٹکی تھی۔۔

ی۔یہ۔۔کیا۔۔ہے؟؟۔۔۔گلالئ لڑکھڑاتی زبان میں خود سے بولتی ہوئی تیزی سے اس شاپر کو پکڑ کے کھولنے لگی۔ اس شاپر کو کھولتے ہی گلالئ کی سانسیں ایک پل کے لئے رہی تھیں۔اس بڑے سے شاپر میں کافی سارے بے بی آوٹ فٹ تھے۔۔کچھ لڑکوں والے کلرز میں تھے تو کچھ لڑکیوں والے کلرز میں۔۔

ی۔یہ۔۔ک۔کون۔۔لایا۔۔۔ہے؟۔۔۔گلالئ دھڑکتے دل سے خود سے سوال کر رہی تھی۔۔وہ بے ساختہ اس شاپر میں سے ایک ایک کر کے تمام کپڑے نکالنے لگی۔۔وہ چھوٹے چھوٹے سے کپڑے بے حد خوبصورت تھے۔ گلالئ کا سیون منتھ سٹارٹ تھا لیکن اس نے ابھی تک بے بی کے لئے کوئی شاپنگ شروع نہیں کی تھی، ان کپڑوں کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے تھے۔

ی۔۔یہ۔۔کتن۔۔کتنے۔۔پیارے ہیں؟ضرور لالہ لائے ہوں گے! ابھی اگلے دن تو مجھے شاپنگ کا بول رہے تھے!۔۔۔گلالئ ان کپڑوں کو اپنے سینے سے لگاتی بھرائی آواز میں خود سے مخاطب ہوتی مسکرانے لگی۔۔پھر لالہ کا شکریہ ادا کرنے کا سوچتی ان کپڑوں کو احتیاط سے تہہ کر کے واپس سے شاپر میں ڈالتی پیروں میں چپک اڑستے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ اس شاپنگ کو دیکھ کے بے حد خوش تھی، وہ خوشی سے مسکراتی دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتی اسے کھولنے ہی والی تھی جب اسے محسوس ہوا تھا دروازہ اندر سے لاکڈ ہے۔۔دروازے کو اندر سے لاکڈ دیکھ کے گلالئ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔اسے اچھی طرح سے یاد تھا وہ رات میں دروازہ لاک کر کے نہیں سوئی تھے تو پھر یہ لاک کیسے ہو سکتا تھا؟؟گلالئ نے تھوک نگل کے سوچتے ہوئے اپنے کمرے میں ارد گرد نظریں دوڑائیں تھیں۔کمرے کی تمام کھڑکیاں بند تھی، کمرے میں اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا پھر آخر یہ دروازہ کس نے بند کیا تھا؟وہ پر سوچ انداز میں سوچتی دروازہ کھولنے کی بجائے پھر سے صوفے کی طرف آتی ان بے بی آوٹ فٹس کو دیکھنے لگی۔اگر یہ کپڑے حازق خان لایا تھا تو یقیناً اسکے سونے کے بعد لایا تھا کیونکہ اس کے سونے سے پہلے یہاں ایسا کوئی شاپر موجود نہیں تھا لیکن اگر وہ یہ کپڑے اس کے سونے کے بعد لایا تھا تو اندر سے دروازے کو کنڈی کیسے لگا سکتا تھا جبکہ وہ کمرے میں موجود بھی نہیں تھا؟وہ حیرانگی سے سوچتی اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔۔دل نہ جانے کیوں اتنی بری طرح سے دھڑک رہا تھا؟

یہ اسلامباد کے ایک مشہور بار کا منظر تھا جہاں سب نے مل کے کاؤنٹ ڈاؤن کرتے ہوئے پورے بارہ بجتے ہی گانے پہ اچھل اچھل کے ناچنا شروع کیا تھا کیونکہ آج میر ال شاہ کے ایک فرینڈ جنید ہمدانی کی برتھ سے تھی جو کافی کول اور چل بندہ تھا۔ وہ بار میں سب کے ساتھ اچھے سے بنا کے رکھتا تھا۔۔ سب کو ناچتے دیکھ کے اس نے ہاتھ اٹھا کے سب کو ڈانس روکنے کا بولتے ہوئے میر ال شاہ کے آگے اپنا ہاتھ کرتے اسے ڈانس کی آفر کر ڈالی۔۔ میر ال شاہ جو ہلکے پھلکے ہاتھ ہلاتی خود کو مصروف کرنے کی غرض سے زبردستی مسکرا رہی تھی جنید ہمدانی کا ہاتھ خود کی طرف بڑھتے دیکھ کے اس نے آبرو اٹھایا تھا۔۔

Can we dance together?

جنید ہمدانی کے بلند آواز میں اس ڈانس آفر کرنے کی دیر تھی جب سب نے ہوٹنگ کرتے ہوئے ان دونوں کو چیئر اپ کیا تھا۔ میر ال شاہ شاید ویسے تو اسے منع کر دیتی لیکن آج جنید ہمدانی کی برتھڈے تھی اور اس پہ تضاد اس نے دور سے ہی حازق خان کو اس دن والی الوینہ کے ساتھ بار میں اینٹر ہوتے دیکھا تھا۔۔ حازق خان کو الوینہ کے ساتھ دیکھ کے میر ال شاہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔۔ میر ال شاہ اپنے غصے کو مسکراہٹ کے لبادے میں چھپاتی جنید ہمدانی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما گئی جس پہ سب نے اپنی ہوٹنگ میں مزید اضافہ کیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی دیر تھی جب جنید ہمدانی نے اسے زور سے اپنی طرف کھینچتے اپنے سینے کا حصہ بناتے ڈی جے کو اشارے سے سونگ چینج کرنے کا اشارہ کرتے آنکھ ونک کی تھی۔۔ اور اسی وقت حازق خان کی نظریں اس طرف اٹھی تھیں۔۔ جس طرح سے جنید ہمدانی نے میر ال شاہ کو اپنی طرف کھینچا تھا حازق خان کو اپنے بدن پہ چونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، وہ آج میر ال شاہ کو کافی وقت بعد بار میں دیکھ رہا تھا۔ وہ یہاں کیوں آئی تھی؟ کیا وہ پھر سے بار میں آنا شروع کر چکی تھی؟ ابھی وہ یہی سب سوچ رہا تھا جب ایک آئٹم سانگ پلے ہوا تھا۔۔ حازق خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے میر ال شاہ اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی جنید ہمدانی کے ساتھ اس سانگ پہ پرفارم کرنے لگی۔۔

یہ حسن کا ہے خمار میرا تجھ پہ ہے چھایا جو
قربان ہو جاؤ مجھ پہ خوش نصیب بڑا ہے وہ
وہ شرابی کیا شرابی دل میں جس کے غم نہ ہو

لٹ گیا سمجھو شرابی پاس جس کے ہم نہ ہوں

میر ال شاہ نے شرابی والا سٹیپ باقاعدہ مدہوش ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے دلفریب انداز میں کیا تھا جس پہ جنید ہمدانی اس کے مزید نزدیک ہوا تھا، وہ اس وقت ریڈ ٹاپ کے نیچے وائٹ جینز پہنے ہوئے تھی۔۔اس منظر کو دیکھتے حازق خانزادہ کا دل کیا اپنی بیلٹ کے ساتھ ٹکی بندوق نکال کے میر ال شاہ اور جنید ہمدانی دونوں کے دماغ میں فائر کر دے۔۔

ساقی ساقی سا

اوساقی ساقی رے ساقی ساقی

آپاس آرہ نہ جائے کوئی خواہش باقی

میر ال شاہ نے بالکل پرفیکٹ موووز دیتے ہوئے اس آئٹم سانگ پہ ڈانس کرتے حازق خان کی نظروں کو خود پہ محسوس کرتے ہوئے بھی اگنور کیا تھا۔۔حازق خان بھول چکا تھا وہ یہاں ایک خاص مقصد کے لئے آیا تھا، اسے آئے وز اس بار میں چکر لگانا پڑتا تھا کیونکہ وہ باقی سب کے ساتھ مل کے اپنے ایک پرانے آرمی مشن پہ کام کر رہا تھا۔۔کچھ لوگوں کو جہنم تک پہنچانے کے لئے اسے ناچاہتے ہوئے بھی اس عجیب سی جگہ پہ آنا پڑتا تھا۔۔

سر!!؟۔۔۔۔حازق خان کو ایک ہی جگہ پہ جمے دیکھ کے الوینہ نے حازق خان کو پکارا تھا۔جس پہ وہ ہوش میں آتا میر ال شاہ سے بمشکل نظریں ہٹاتے ہوئے سر ہاں میں ہلاتا ان سب کو میں مصروف دیکھ کے الوینہ کے ساتھ اندر کمروں کی طرف بڑھا تھا۔اگر اس وقت وہ اپنی ڈیوٹی پہ نہ ہوتا تو نا جانے کیا کر جاتا۔۔حازق خان کو اپنی طرف آنے کی بجائے الوینہ کے ساتھ ااندر کی طرف غائب ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ نے نچلا لب زور سے دانتوں تلے دباتے ڈانس پرفارمینس سٹاپ کی تھی یعنی اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا؟۔۔۔میر ال شاہ استہزایا انداز میں سوچتی سر جھٹک گئی۔۔

کیا ہوا؟؟۔۔۔میر ال شاہ کو رکتے دیکھ کے جنید ہمدانی میں آئیبرو اٹھاتے ہوئے چونک کے استفسار کیا تھا۔۔

I am done

میر ال شاہ ایٹیٹوڈ سے کانفیڈنٹ انداز میں جواب دیتی وہاں سے جانے ہی والی تھی جب جنید ہمدانی نے اس کی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے پھر سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

?Baby one more time please

جنید ہمدانی اسے ایک دفعہ پھر سے ڈانس کرنے کی آفر کرنے لگا جس پہ میرال شاہ کے چہرے پہ ناگوار تاثرات واضح ہوئے تھے۔ اسکے منہ سے خود کے لئے بے بی سنتے ہوئے اسے شدید غصہ آتا تھا جس پہ وہ ضبط کرتی اپنا ہاتھ غصے سے چھڑوا گئی۔۔

بولا نا آئی ایم ڈن!! ڈونٹ کراس یور لمٹس ناؤ!!۔۔۔ میرال شاہ بنا کسی لحاظ کے اسے غصے سے لتاڑتی اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے ٹیبل کی طرف بڑھتی سافٹ ڈرنک کا گلاس اٹھائے لبوں سے لگا گئی۔۔ جنید ہمدانی کا چہرہ سبکی کے احساس سے سرخ ہوا تھا اسکا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے باقی سب دوستوں نے گانا پھر سے آن کرواتے ایک ساتھ اچھلنا شروع کیا تھا جبکہ جنید ہمدانی کی نظریں مسلسل میرال شاہ کی طرف ٹکی ہوئی تھی۔ یہ دوسری بار تھا جو اس نے اسے بری طرح سے انسکٹ کیا تھا۔۔

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے ٹیبل کے پاس اکیلی کھڑی اندر بار کے کمروں کی طرف نظریں دوڑا رہی تھی، وہ اس لڑکی کے ساتھ اندر کی طرف گیا ابھی تک واپس نہیں آیا تھا! میرال شاہ کو اب گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی، آخر وہ اس لڑکی کو یہاں کیوں لے کے آیا تھا؟ اور اگر یہاں لے ہی آیا تھا تو اسے لئے اندر کمروں کی طرف کیوں بڑھا تھا؟ وہ جب سوچ سوچ کے پاگل ہو گئی تو نا جانے کس احساس کے تحت اسکے قدم اندر کی طرف بڑھے تھے۔۔ اگر وہ حازق خان پہ دھیان رکھے ہوئے تھی تو جنید ہمدانی الکوحل ڈرنک پیتا اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے سرخ نگاہوں سے گھور رہا تھا۔۔ بنا کسی محنت کے میرال شاہ جو اندر کمروں کی طرف بڑھتے دیکھ کے جنید ہمدانی نشے میں بھی فتح مندی سے مسکراتا ہاتھ میں پکڑا گلاس سائیڈ پہ رکھتے اس کے پیچھے اپنے قدم بڑھا گیا۔۔ اندر کمروں کی طرف آتی میرال شاہ تجسس سے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتی حازق خان کو تلاش کر رہی تھی جب اسے خود کے پیچھے قدموں کی آواز محسوس ہوئی تھی۔۔ کسی کے قدموں کی آواز سنتے میرال شاہ نے بے ساختہ مڑ کے پیچھے کی طرف دیکھا تھا جب جنید ہمدانی کو اپنی سرخ نگاہوں سے شیطانی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجا کے خود کی طرف دیکھتا پا کے میرال شاہ کو عجیب سی کوفت ہوئی تھی۔۔ دل عجیب انداز میں جیسے خوف سے دھڑکا تھا۔۔

?Baby! Are U searching for me

وہ نشے میں ڈوبی لڑکھڑاتی آواز میں بولتا میر ال شاہ کے قریب ہوا تھا، اسکے قریب ہونے پہ میر ال شاہ نے تیزی سے اپنے قدم پیچھے کی طرف لئے تھے۔

I already said that don't cross your limits so don't U dare to call me this cheap word

"baby" again

میر ال شاہ کا دل لرز رہا تھا لیکن وہ بظاہر مضبوط لہجے میں اسے انگلی اٹھا کے وارن کرتی تیزی سے یہاں سے باہر کی طرف جانے ہی والی تھی جب جنید ہمدانی نے غصے سے آئیبرو اٹھاتے ہوئے اسکی کلائی زور سے اپنے ہاتھ میں دبوچتا پچھلے کمرے کا دروازہ کھولتے اسے اندر کی طرف پٹکا تھا۔۔ میر ال شاہ بری طرح سے نیچے زمین پہ موجود کارپٹ پہ گری تھی۔ اس اچانک افراد پہ وہ حیرانگی سے سر اٹھا کے جنید ہمدانی کی طرف دیکھنے لگی۔۔

یہ کیا طریقہ ہے جنید؟ اریو میڈ؟۔۔۔ میر ال شاہ لرزتے دل سے غراتی ہوئی تیزی سے زمین سے اٹھتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی جب جنید ہمدانی اسکے چیخنے کی پروا کئے بغیر جھک کے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اٹھاتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

Baby let me tell you betterly that how to cross the limits

وہ شیطانی قہقہ لگا کے لڑکھڑاتی آواز میں بولتا اسکی مزاحمت نظر انداز کرتے ہوئے اگے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔

اسکے الفاظ سننے کے بعد میر ال شاہ کا دل سہم چکا تھا، بھوری کانچ سی آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں۔۔

چھوڑو مجھے یو بلڈی مین!!!۔۔۔۔ میر ال شاہ غراتی ہوئی اسکے بال زور زور سے کھینچتی اسکی گود سے اترنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ کوئی بھی اثر لئے بنا اسے بیڈ پہ پٹک گیا۔۔

Let's make this night special hahahaha

وہ خباثت سے بھرپور قہقہ لگا کے بولتا حیران سی میر ال شاہ پہ جھکنے ہی والا تھا جب میر ال شاہ نے اپنی پوری قوت سے دائیں ٹانگ اسکے پیٹ میں ماری تھی۔۔ جنید ہمدانی کی چیخ بے ساختہ تھا۔ اسے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے دیکھ کے میر ال

شاہ اپنی عزت بچانے کی غرض سے تیزی سے بیڈ سے اٹھتی بھاگنے کی والی جب جنید ہمدانی سے خونخوار نظروں سے دیکھتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ جنید ہمدانی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے ایک زناٹے دار تھپڑ جھڑنا چاہا تھا جب میرال شاہ اسکا ہاتھ زور سے اپنی گرفت میں لے کے پیچھے کی طرف مورتی شدید غم وغصے سے اسکے گال پہ زوردار تھپڑ جھڑتے اسکا دماغ گھما گئی۔۔

!!!U bitch

جنید ہمدانی اپنے گال پہ ہاتھ رکھ کے شدید غصے سے دھاڑتا اسے خوف سے کانپتے باہر بھاگتے دیکھ کے اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑتا اسے کھینچ کے پھر سے بیڈ پہ گرا گیا۔۔

ہیلپ!!!ہیلپ!!۔۔۔۔۔میرال شاہ کو جب محسوس ہوا وہ مزید اس نشے میں ڈوبے انسان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی تو زور زور سے چلاتی ہوئی بیڈ کی دوسری طرف کھسکنے لگی جب جنید ہمدانی قہقہ لگاتے اسے کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچ گیا۔میرال شاہ کا پورا وجود اس وقت خوف سے کپکپا رہا تھا جس پہ قابو پانے کی وہ ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

جنید ہمدانی خباثت سے اس کے ہونٹوں پہ جھکنے ہی والا تھا جب کسی نے اسے تیزی سے بازو سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتے اسکے جبڑے پہ زور سے دار مکا جھڑا تھا،اسکے مضبوط ہاتھ کے زوردار مکے سے اسے اپنا دماغ جھنجھناتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ جو اس اچانک حملے پہ شاک میں مبتلا ہوا تھا ہوش میں آتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں اٹھاتے اسے بدلے میں مکا جھڑنا چاہا تھا جب وہ اسکی دونوں کلائیوں کو اپنے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں لیتا اسے زور سے دیوار کے ساتھ پٹک گیا۔۔بیڈ پہ لیٹی میرال شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے،وہ دل میں اللہ کا بھرپور شکر ادا کرنے لگی جو اس انسان کو یہاں بھیج کے اسکی عزت محفوظ کروا چکا تھا ورنہ دوست کے روپ میں اس سانپ کو دیکھ کے میرال شاہ کو انس دماغ آؤٹ ہوتا محسوس ہو رہا تھا وہ اس وقت اپنا سیکھا گیا ہر داؤ جیسے بھول چکی تھی،یہ سب جو ابھی یوں اچانک ہو رہا تھا وہ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔اسے اپنی گردن پہ بری طرح سے جلن محسوس ہو رہی تھی،وہ حیرانگی سے ان دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔

تیری جرات بھی کیسے ہوئی اسے چھونے کی!!!!!۔۔۔وہ دھاڑتا ہوا اسکا سر زور سے دیوار کے ساتھ مار گیا جس پہ میرال شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اپنی چیخ روکی تھی اس نے کافی زور سے اس کا سر دیوار کے ساتھ مارا تھا۔اسکا پورا وجود اس وقت بری طرح سے کانپ رہا تھا۔۔

تو ہوتا کون ہے مجھے روکنے والا؟؟!۔۔۔مقابل گھومتے سر کے ساتھ لڑکھڑاتے لہجے میں دھاڑتا اس سے اپنا آپ آزاد کرواتا غراتے ہوئے اسے مکا جھڑنے ہی والا تھا جب وہ پھرسے اسے قابو کرتے زور سے اپنی ٹانگ اسکے سینے پہ جھڑتا اسے زمین بوس کر گیا۔۔اسکا چہرہ اس وقت خطرناک حد تک سرخ تھا، چہرے پہ اس قدر غصہ تھا یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی مقابل کو جلا کے بھسم کر دے گا۔۔

میں تجھے بتاتا ہوں میں کون ہوتا ہوں!!۔۔۔وہ گرجدار آواز میں دھاڑتا ہوا اسکے سر اپنی پوری قوت سے اب کی بار جنونی انداز میں زمین پہ مارتا اس کے ساتھ ساتھ میرال شاہ کو بھی چیخنے پہ مجبور کر گیا۔۔۔میرال شاہ کے چیخنے پہ حازق خان نے اپنا سر اٹھاتے اسے لہو رنگ نیلی آنکھوں سے گھورتے ہوئے جنید ہمدانی کے لبوں پہ اپنی پوری طاقت سے زوردار مکا جھڑتے اسکے ہوش پوش بھلائے تھے، حازق خان کا دل اس وقت جہاں بری طرح سے دھڑک رہا تھا وہی پہ آج وہ اس غلیظ انسان کو ختم کر دینا چاہتا تھا جس نے اسکی محبت کی عزت پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

آہہ!! میری جان یہ لڑائی چھوڑ! چل ہم دونوں مل کے آج رات اسے۔۔۔۔ابھی جنید ہمدانی اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کے اپنا خون صاف کرتا اسے مزید غلیظ مشورے سے نوازتا جب حازق خان اپنی بیلٹ کے ساتھ ٹکی بندوق نکالتے اسکا بٹ زور سے اسکے سر پہ مارتا اسکے ماتھے پہ بندوق کی نال ٹکا گیا۔۔

میں تیرے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ تیری لاش بھی مجھے کبھی نہیں بھولے گی! تجھے وہاں دفناؤں گا جہاں کتوں کے سوا تجھے کوئی تلاش نہیں کر سکے گا!!۔۔۔۔۔حازق خان گرجتے ہوئے اسکے ماتھے پہ بندوق کی نال کا دباؤ بڑھاتا جنید ہمدانی کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔حازق خان اس وقت آرمی یونیفارم میں نہیں تھا، وہ جب بھی بار میں آتا تھا ود آوٹ آرمی یونیفارم آتا تھا۔۔

د۔دیکھو۔۔م۔مجھے۔۔۔چھ۔۔چھوڑ۔۔۔دو!!۔۔۔جنید ہمدانی نے تھوک نگلتے ہوئے اس کے آگے منت کی تھی، میرال شاہ نے گہری گہری سانسیں بھرتے اپنے مزید آنسوؤں کو بہنے سے روکا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اپنے

اللہ کا کس انداز میں شکر ادا کرے جو اس نے اس غلیظ جگہ پہ بھی یہاں اسکے لئے ایک محافظ بھیج دیا تھا۔۔ اسے اپنی زندگی میں اتنا خوف کبھی محسوس نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت ہو رہا تھا۔۔

چھوڑوں گا نا!! فکر کیوں کرتا ہے؟ یہاں سے تیری لاش لے جاتے ہی تجھے اپنے اسپیشل ٹرین کئے کتوں کے آگے چھوڑوں گا!۔۔۔ حازق خان شدید غصے سے دھاڑتا اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اس کے دماغ میں فائر کر گیا۔۔ میر ال شاہ کی چیخ پھر سے بے ساختہ تھی، وہ نہیں جانتی تھی وہ اسے واقعی ہی آن دا سپاٹ قتل کر دے گا۔۔

ی۔ یہ۔۔ ک۔ کیا۔۔ کیا۔۔ ت۔ تم۔۔ نے!!۔۔۔ وہ کپکپاتے ہوئے لبوں سے یہ چند الفاظ حیرانگی سے بولتی حازق خان کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھنے کے بعد جنید ہمدانی کی طرف دیکھنے لگی جسکی آنکھیں ساکت ہو چکی تھی، دماغ سے خون بل بل زمین پہ گر رہا تھا۔۔ حازق خان اسے جواب دینے کی بجائے جنید ہمدانی کے لبوں پہ زور سے اپنی بندوق مارتا زمین سے اٹھا تھا۔ اسکا خود کا دل بری طرح سے لرز رہا تھا اگر وہ میر ال شاہ کی چیخیں سنتا اسے دیوانا وار نہ ڈھونڈتا تو نا جانے ابھی کیا سے کیا ہو جاتا؟ حازق خان غصے سے میر ال شاہ کی طرف بڑھا تھا جو اسے کبھی اتنی ڈرپوک نہیں لگی تھی جتنی اس وقت لگ رہی تھی۔۔ حازق خان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ خود پر سے قابو کھوتی بیڈ سے تیزی سے کھڑی ہوتی اسکی طرف بھاگتے ہوئے اسکے سینے میں سمائی تھی۔۔ حازق خان اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا۔۔ وہ بری طرح سے کانپتی ہوئی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتی اسکی شرٹ اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگی۔۔ وہ بے آواز روتی اسکے گرد زور سے ہاتھ باندھے اسکی شرٹ کو پشت سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی، حازق خان کا دل بری طرح سے دھڑک دھڑک کے باہر آجانا چاہتا تھا۔۔ وہ جو اس پہ غصے سے چیخنے والا تھا اسے خود کے ساتھ لپٹتے دیکھ کے اس کا غصہ جیسے جاگ کی طرح بیٹھا تھا، اسے بری طرح سے لرزتے دیکھ کے وہ بے ساختہ اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھتا اسے اپنے سینے میں مزید قید کرنے لگا۔ خود کے گرد اسکی بڑھتی گرفت مضبوط کرتی میر ال شاہ ہوش میں آتے ہوئے تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط95(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے اپنی بھوری کانچ آنکھوں کو رگڑتی سپاٹ چہرے سے جنید ہمدانی کی لاش کو دیکھنے لگی۔۔

ت۔ تمہیں اس کا قتل کرنے کی ضرورت نہیں تھی!!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی اس سے فاصلے پہ ہونے ہی والی تھی جب حازق خان نے اس کے الفاظ سنتے ہی شدید غصے سے اسکے بازوؤں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتے خود کے نزدیک کھینچا تھا۔۔

What the hell U are saying Miral Shah

جانتی بھی ہو وہ کیا کرنے والا تھا تمہارے ساتھ؟۔۔۔حازق خان جس کا غصہ جاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا، اسے جنید ہمدانی کی حمایت کرتے دیکھ کے وہ غصے سے حلق کے بل چلاتا ہوا اسے پیچھے دیوار کے ساتھ لگاتے اسکے قریب ہوا تھا ۔۔اسکی غصے سے پھولتی سانسوں کی تپش میرال شاہ کو اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔۔

جو بھی کرنے والا تھا! میں اسے دیکھ لیتی! تمہیں بیچ میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں تھی!!۔۔۔وہ اپنے جذبات پہ قابو پاتی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے بولی تھی یوں جیسے اسے اس کے یہاں آنے سے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔۔میرال شاہ کو خود پہ شدید غصہ آرہا تھا آخر کیا ضرورت تھی ڈرپوک بن کے اسکے ساتھ لپٹنے کی جس نے اسکی بری طرح سے انسلٹ کی تھی۔۔

وہ تو میں دیکھ چکا ہوں تم میں کتنی ہمت ہے! یہ گز بھر کی زبان صرف میرے سامنے چلتی ہے؟؟۔۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں سر جھٹکتا ہوا غصے سے بولا تھا۔۔

جن لڑکیوں کو زمانہ ٹھکرا دیتا ہے ان کا آخری انجام یہی ہوتا ہے! آج پہلی بار تھا شاید آئندہ ایسے حالات کا سامنا کرنے کی عادت ہو جائے! آخر کو بدنام جو ہوئی میرال شاہ!واٹ ایور!!۔۔۔وہ سر جھٹک کے لاپرواہی سے بولتی سائیڈ سے نکلنے ہی والی تھی جب حازق خان شدید غصے سے اسکے اطراف میں دیوار پہ ہاتھ مارتا اسکی یہ کوشش ناکام بنا گیا۔۔

شٹ اپ!!!! جسٹ شٹ اپ!! آج پہلی بار اگر تمہیں ان حالات کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے تو اس کا نتیجہ دیکھ سکتی ہو! میرے لئے بندہ قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے! جہاں تک رہی بات آئیندہ حالات کی تو اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آئی تو سب سے پہلے تمہارے دماغ پہ فائر کروں گا! پھر اس بندے کو بھون کے رکھ دوں گا جس نے تمہاری طرف ایک گندی نگاہ بھی ڈالی!! اس گولی کی اصل حقدار تم تھی! نہ تم اسے اپنے نزدیک آنے کی اجازت دیتی اور نہ حالات یہاں تک پہنچتے!!۔۔۔وہ ایک نظر جنید ہمدانی کو دیکھتا شدید غصے سے گرجتا ہوا اپنے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے زور سے اسکے کان کے پاس دیوار پہ مارتا اپنا ہاتھ زخمی کر گیا۔۔اس کے چلانے پہ میرال شاہ نے اسکے الفاظ پہ غور کرتے اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

میری مرضی!! میں جسے مرضی خود کے قریب بلاؤں یا دور کر دوں تم ہوتے کون ہو کسی کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے والے؟؟ٹھیک ہے تم نے بن بلائے مہمان کی طرح میری مدد کر دی ہے! تمہارے ہاتھ میں بندوق ہے! اور تم ایک اونچے عہدے پہ ہو تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے بنا سوچے سمجھے کسی کو بھی موت کی گاٹ اتار دو!!۔۔۔۔۔

میرال شاہ بھی جواباً غصے سے غراتی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

بنا سوچے سمجھے قتل کرنا ہوتا تو بولا ہے نا سب سے پہلے تمہارا قتل کرتا!! کیونکہ تم نے باہر اس آئٹم سانگ پہ ناچتے ہوئے ان غلیظ مردوں کی آنکھوں کو جو راحت پہنچائی ہے قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے میرا بس چلے تو تمہاری شہ رگ ابھی اور اسی وقت اپنی بندوق سے اڑا دوں! تمہاری اس بل کھاتی کمر کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچتے اسکا سرما بنا کے رکھ دوں! تمہارے اس خوبصورت چہرے پہ تیزاب چھڑک دوں جو کتنی ہی گندی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا لیکن مسئلہ یہ ہے میں نے شرابی بن کے نہیں بلکہ ایک فوجی ایک محافظ بنتے ہوئے قتل کیا ہے اور سوچ سمجھ کے کیا ہے! جسے میں نے قتل کیا ہے وہ ایک ذانی ہے! اگر میں بنا سوچے سمجھے قتل کرتا تو میری بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی اصل حقدار میرال زاویار شاہ ہوتی!!۔۔۔وہ اس کی شفاف گردن پہ واضح ہوتے جنید ہمدانی کے ناخنوں سے دی گئی لمبی خراشوں کو اپنی نگاہوں کا مرکز بناتا اس قدر قوت سے دھاڑا تھا کہ میرال شاہ کو اپنے کان ایکسپائر ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔اس نے شرابی کا لفظ خصوصاً استعمال کرتے اس کے ڈانس پہ چوٹ کی تھی جب

وہ گانے کے اس بول پہ مدہوش ہوتی شرابی بننے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔حازق خان کی دھاڑ پہ میرال شاہ کا دل ایک پل کے لئے سہما تھا لیکن چہرہ اس کا ابھی بھی بے تاثر تھا۔۔

ہمم!!تمہاری گولی کی اصل حقدار میرال زاویار شاہ ہوتی؟ گریٹ! وہ اس لئے کیونکہ اسی میرال شاہ کی وجہ سے تمہاری بہن کا گھر اجڑا تھا؟ رائٹ؟ تو پھر انتظار کس بات کا کر رہے ہو؟ مجھے ابھی اور اسی وقت شوٹ کرو تاکہ میرال شاہ جیسی بدنام لڑکی کا چیپٹر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلوز ہو جائے!!۔۔۔وہ ہذیانی انداز میں چیخی تھی۔وہ حازق خان کے سامنے دوسری دفعہ خود کو بدنام کالقب دے رہی تھی، حازق خان کے وجود میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔۔

!!I said shoot me right now

اسے خاموشی اور غصے سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ پھر سے چیخی تھی، آنکھوں میں آنسوؤں کی لکیر واضح ہوئی تھی جن پہ وہ بند باندھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن حازق خان اس نمی کو بھانپ چکا تھا۔۔اسے چیختے دیکھ کے وہ اچانک سے اس پہ جھکا تھا، میرال شاہ نے بے ساختہ اپنی سانسیں روکی تھیں۔اسے خود پہ جھکے دیکھ کے وہ حیران ہوئی تھی، وہ اس کے نزدیک آنے سے گریز برتتا تھا، یا اگر غصے میں کبھی اس کے نزدیک آتا بھی تھا تو اسے نظر بھر کے دیکھنے سے گریز برتتا تھا لیکن آج وہ اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑے اسکے چہرے پہ جھکا اپنی پر تپش سانسیں چھوڑتا اسکے چہرے کو جھلسا رہا تھا۔۔میرال شاہ کو خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ محسوس کر چکا تھا وہ اپنی سانسیں روکے ہوئے ہے جس پہ وہ ہولے سے اسکی پلکوں پہ پھونک مار گیا۔۔میرال شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی۔۔

ابھی جو بولوں گا سچ بولوں گا سچ کے سوا کچھ نہیں بولوں گا! اور میں جانتا ہوں سچ کتنا کڑوا ہوتا ہے! یقیناً یہ سچ تمہیں بھی بہت کڑوا لگنے والا ہے! اگر عورت خود کو پلیٹ میں رکھ کے تمام مردوں کے سامنے پیش کرے گی تو وہ آخر کیونکر اسکی خوبصورتی سے لطف اندوز نہیں ہوں گے؟ اگر ایک عورت آدھی ادھورے ڈریسنگ میں ایک بار میں موجود پانچ سو بندوں کے سامنے رقص کرتی ہے! ایک لڑکے کو پہلے خود اپنے ساتھ ڈانس کرنے کی اجازت دیتی ہے پھر جب وہ اس پہ قابض ہونے لگتا ہے تو خود کو زمانے کی ٹھکرائی لڑکی کا نام دیتی ہے! خود کو بدنام کالقب دیتی ہے اور یوں ظاہر کرتی ہے جیسے اسے یہ زمانہ بدنام کر رہا ہے تو سوری ٹو سے یہ سٹیٹمنٹ میرے نزدیک بے حد غلط ہے کیونکہ

میرے نزدیک ایک عورت خود کو بدنام، اور عزت دار خود بناتی ہے! جس نے خود کو سینچ سینچ کے رکھ لیا وہ سرخرو ہو گئی خدا کی نظروں میں بھی اور اپنے محرم کی نظروں میں بھی اور جس نے اپنا آپ ظاہر کیا اپنا بدن ظاہر کیا وہ یہ خواہش کیوں رکھتی ہے اسے شہرت کے ساتھ ساتھ عزت بھی ملے؟؟ کیا عزت کمانا اتنا آسان ہے؟ خود کو سوشل میڈیا کی زینت بنا کے ہائر برینڈز کے ساتھ کلیبریشن کر کے بھی عورت یہ شکوہ کیوں کرتی ہے کہ اسے بدنام کرنے والا یہ زمانہ ہے؟ کیا زمانے نے بولا ہے کہ خود کو سوشل میڈیا کی زینت بناؤ؟ نیم برہنہ ڈریسنگ کرو؟ لڑکوں اور لڑکیوں میں فرق بھولتے ہوئے دوستوں ڈال لو؟ بانہوں میں بانہیں ڈال کے ڈانس کرنا شروع ہو جاؤ؟؟ اور یہ سب کر کے بھی عورت بولتی ہے اسے اس میں قصور زمانے کا ہے؟

!!The fu**ing cheap statement

وہ غصے سے ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے بولتا سر جھٹک کے استہزایا انداز میں بولتا اس سے فاصلے پہ ہوا تھا۔۔ اسکے الفاظ پہ میر ال شاہ کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس نے بنا ہاتھ کا استعمال کئے اسے زناٹے دار تھپڑ جھڑا ہو۔۔ اسکے الفاظ تھپیڑوں سے کم نہیں تھے۔۔ وہ کتنی دیر خاموشی سے اسکے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ اسکی بہت سی باتیں کاظم شاہ کی باتوں کی طرح حقیقت پہ مبنی کیوں محسوس ہو رہی تھیں؟؟ وہ سست پڑتی سانسوں کے ساتھ سوچنے لگی۔۔ اور مرد؟ مردوں کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟؟ وہ چاہے جس مرضی لڑکی کے ساتھ بنا کسی رشتے کے گھومتے پھریں؟ آئے روز بار کے چکر لگائیں! ایک ساتھ کتنا وقت بار کے ان کمروں میں ساتھ گزار دیں؟ اور اس دوران محرم اور نا محرم میں فرق بھولتے اپنی راتیں اس بار کے کمروں میں رنگین کریں؟ خود جیسے مردوں کے بارے میں کیا کہنا چاہوں گے تم!؟۔۔۔ اگر اس نے اسے زہریلے الفاظ بولتے ہوئے اسکا دل جلایا تھا تو کم میر ال شاہ نے بھی نہیں کیا تھا، وہ زہریلے الفاظ کا چناؤ کرتی اسے جواب دیتے ہوئے چیخی تھی۔۔ اسکے زہریلے الفاظ پہ حازق خان نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اسے ایک منٹ نہیں لگا تھا سمجھنے میں وہ اسکے اور الوینہ کے بارے میں یہ یہ الفاظ بول رہی تھی

۔

شٹ اپ میر ال شاہ! سوچ سمجھ کے بکواس کرو! مرد اور نامرد میں فرق ہوتا ہے! اور میرے نزدیک مردوں کے لئے جن گھٹیا الفاظ کا چناؤ تم نے کیا ہے ایسے کام مردوں کو نہیں بلکہ نامردوں کو سوٹ کرتے ہیں! اور اگر تم چاہو میں تو

میں تمہیں تمہارے اس سوال کا جواب دینے کے لئے جلد ہی اپنا نکاح کر سکتا ہوں بدلے میں کم از کم تمہیں دو سے تین ہفتے انتظار ہو گا اگر اتنے سے انتظار کے بعد میری بیوی نے اپنے منہ آپ تمہیں میرے مرد ہونے کا ثبوت نہ دیا تو میرا نام حازق خان بدل کے چاہے جو مرضی رکھ دینا!!۔۔۔۔حازق خان جس کا اس کے الفاظ پہ میٹر شارٹ ہوا تھا اس پہ مزید جھکتا اسے چیلنجنگ نگاہوں سے دیکھتے بے باکی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے غراتا میرال شاہ آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔ جہاں وہ اس پٹھان کے منہ سے بے باک جملہ دن کے حیراں ہوئی تھی وہی پہ اسکے نکاح کا ذکر سن کے میرال شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔ دل کو جیسے ٹھوکا سا لگا تھا، آنکھیں ایک سیکنڈ میں نم ہوئی تھیں۔۔وہ کتنا سفاک تھا؟ وہ کتنی بری طرح اپنے الفاظ کی سفاکی دیکھا تا تھا؟

مجھے تم میں اور تمہاری ہونے والی بیوی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے! ۔۔وہ اپنی بھرائی آواز پہ قابو پاتی اسے اپنی پوری قوت سے خود سے دور دھکیلتی جنید ہمدانی کی لاش کی طرف بڑھی تھی۔ حازق خان جو اسکی نم آنکھوں کو دیکھ کے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا چکا تھا اسے اس لاش کی طرف بڑھتے دیکھ کے اسکے چہرے پہ ناسمجھ تاثرات واضح ہوئے تھے۔۔وہ اس کی لاش پہ جھکتی اسکی پینٹ کی جیب کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔۔ حازق خان ابھی تک ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جب وہ اگلے ہی پل اسکی جیب سے فون نکالتی تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگی۔۔

کسے فون کر رہی ہو تم؟؟۔۔۔۔۔اسے کان کو فون لگاتے دیکھ کے حازق خان نے سپاٹ انداز میں سوال کیا تھا، وہ خاموش رہی۔۔۔

میں پوچھ رہا ہوں کسے فون کر رہی ہو تم!!!؟؟۔۔۔اسے خاموش دیکھتے وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھتے ہوئے دانت پیس کے بولتا اس کے ہاتھ سے فون کھینچ کے نمبر دیکھنے لگا۔۔وہ نمبر شہسوار شاہ کا تھا، حازق خان ایک نظر دیکھ کے ہی جان چکا تھا۔۔

فون واپس کرو! مجھے اپنے ہز بینڈ ٹوبی کو یہاں بلانا ہے!!۔۔۔وہ جو ابا غصے سے بلند آواز میں غراتی حازق خان کا دماغ بھک سے اڑا گئی۔ یہ الفاظ اس نے جان بوجھ کے کہے تھے۔

!!Husband to be my foot

وہ تب کہاں تھا جب تم نے اس غلیظ جگہ پہ قدم رکھا تھا؟ اس نے تمہاری ٹانگیں توڑ کے تمہیں بستر مرگ پہ کیوں نہیں لٹایا تھا؟ وہ تب کہاں تھا جب تم اس کمرے میں ہیلپ ہیلپ کی گردان لگاتی اپنی عزت بچانے کے لئے لڑ رہی تھی؟؟۔۔۔۔ حازق خان کے تو مانو سر کو لگی اور تلوں پہ بجھی تھی، وہ اسکے منہ سے شہسوار شاہ کے لئے ہز بینڈ ٹوبی کا لفظ سنتا اپنے ہاتھ میں پکڑا فون زور سے زمین پہ مار کے اسے دو حصوں میں تقسیم کرتا اپنی پوری قوت سے گرجا تھا۔۔ یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے تم ہوتے کون ہو ہمارے درمیان بولنے والے؟؟ اور فون! یہ فون کیوں توڑا تم نے؟؟ مجھے اسے۔۔۔۔ ابھی وہ مزید چیختے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب حازق خان نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

مجھے لگتا ہے ہمیں یہ فضول بکواس چھوڑ کے اچھی اور اسی وقت یہاں سے باہر نکلنا چاہئیے! کیونکہ یہاں کوئی بھی آسکتا ہے اور اس غلیظ انسان کی لاش دیکھ کے سب شور مچائے گے اور ایک دفعہ پھر تمہارے مطابق تمہیں یہ زمانہ بدنام کر ڈالے گا! تو بہتر یہی ہے یہاں سے اٹھو اور میرے ساتھ چلو!!۔۔۔۔ وہ ہوش کے ناخن لیتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔ اسکے منہ سے شہسوار شاہ کا ذکر کتنا ذہر لگتا تھا حازق خان کو وہ الفاظ ڈھونڈنا مشکل لگتے تھے جن سے اپنی کیفیت بیان کر سکے۔۔

مجھے تمہارے ساتھ کہیں بھی نہیں جانا! معذور نہیں ہوئی میں! باہر میری دوستیں موجود ہیں جن کے ساتھ میں آئی تھی انہی کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے!! وہ غصے سے چیخی تھی، وہ اسکی چیخ وپکار اگنور کرتا الوینہ کو فون کرتے ہوئے کوڈورڈز میں اسے یہاں سے باہر نکل کے ٹیم کے ساتھ واپس جانے کا حکم دے چکا تھا۔۔۔

تم اب یہاں سے باہر جاؤ گی تو سب کو خود پہ شک کرواؤ گی! کیونکہ جب تم اس طرف آئی تھی تب سب ڈانس میں مصروف تھے تمہیں کسی نے یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن اب یہاں سے باہر نکل کے اپنی دوستوں کے پاس جانا تمہارے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے! اسی لئے ایک منٹ سے پہلے یہاں سے اٹھو!!!۔۔۔۔۔ اسے ابھی تک زمین پہ بیٹھے دیکھ کے وہ اسکی طرف رخ موڑتا غصے سے دانت کچکچاتے ہوئے بولا تھا۔

میں نہیں جاؤں۔۔۔۔۔ ابھی میر ال شاہ نے ہذیانی انداز میں چلاتے ہوئے اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب حازق خان نے جھکتے ہوئے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ایک جست میں اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھاتا میر ال شاہ کو

آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔ حازق خان اسکی پھیلی آنکھوں کی پروا کئے بغیر اپنے ایک مضبوط بازو کو اسکی کمر کے گرد لپیٹے اس کمرے کا بیک سائیڈ دروازہ تلاش کرنے لگا جو اسے کچھ ہی مشقت کے بعد مل چکا تھا۔۔

مجھے نیچے اتارو میجر خان!!!!۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اپنی پوری قوت سے غراتی اسکے سینے پہ مکے جھڑنے لگی وہ اسکے غرانے کی پروا کئے بغیر اسے اپنے سینے میں قید کئے اس کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔

تم نے سنا نہیں نیچے اتارو مجھے!!!۔۔۔۔ وہ اسکے بال اپنے ہاتھوں سے نوچتی چیخنے لگی، وہ اسکے ہاتھ اپنے بالوں سے ہٹائے بغیر سنجیدگی سے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا جب سامنے سے الوینہ کو آتے دیکھ کے اس نے جلدی سے میرال شاہ کے ہاتھ اپنے بالوں سے ہٹاتے اسے غصے سے آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔ الوینہ آنکھیں پھاڑے منہ کھولے اس منظر کو دیکھ رہی تھی اس نے آج پہلی بار اس ڈیشنگ میجر کے اس قدر قریب کسی لڑکی کو دیکھا تھا۔۔

نیچے اترو اور گاڑی میں بیٹھو!!۔۔۔۔ وہ سپاٹ انداز میں میرال شاہ سے بولتا الوینہ کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی پکڑنے لگا۔۔ میرال شاہ اس لڑکی کو دیکھ کے اب کی بار نیچے اترنے کی بجائے نا جانے کس احساس کے تحت حازق خان کی گردن کے گرد بازو ڈالتی خونخوار نظروں سے اس لڑکی کو گھورنے لگی۔ الوینہ اسکے گھورنے کے انداز پہ حیران ہوئی تھی۔ حازق خان اس کے اس ایکٹ پہ حیران ہوا تھا۔۔ وہ جو پہلے اس پر سے نیچے اترنے کی تگ و دو میں ہلکان ہو رہی تھی اب اسکی گردن کے گرد بازو آخر کس طرح سے باندھ چکی تھی؟ حازق خان نے الوینہ کو یہاں سے جانے کا اشارہ کرتے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے، الوینہ کے جاتے ہی وہ جلدی سے حازق خان کی گردن کے گرد سے اپنے بازو ہٹا گئی۔ حازق خان اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، اب اسکا چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا، وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے پھر سے نیچے اترنے کی مزاحمت کر رہی تھی، وہ اسکی مزاحمت کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولتے اسے اجھک کے اس پہ بٹھانے لگا، اس بٹھاتے ہوئے وہ اسکی سانسوں کے بے حد قریب تھا۔۔ حازق خان کے پرفیوم کی تیز مہک میرال شاہ کو اپنی سانسوں میں گھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت جتنے غصے میں تھا وہ خود پہ ضبط کے پہرے بند بٹھاتا اپنے جذبات کو لگام ڈال رہا تھا کیونکہ مقابل ابھی اسکی سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔ وہ اس دن والی میرال شاہ سے بالکل مختلف لگ رہی تھی جو اسکے ایک بار کہنے پہ اجرک سر پہ اوڑھ چکی تھی۔۔

حازق خان کے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہی میر ال شاہ نیچے اترنے والی تھی جب وہ اسکے بازو کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اپنی سائیڈ کا دروازہ بند کرتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

تمہاری وجہ سے پہلے ہی میرا دماغ آپے سے باہر ہو رہا ہے اسی لئے بنا کسی مزاحمت کے یہاں بیٹھی رہو! اور میں دیکھتا ہوں آج کے بعد تم کیسے اس غلیظ جگہ پہ قدم رکھتی ہو! جس دن تم نے اس کلب میں قدم رکھا میں نے اپنے ہاتھوں سے زوریز شاہ کی حالت بگاڑتے تمہاری بہن کو بیوہ نہ کیا تو میں اپنے باپ کا نہیں!! ایک لڑکی کنٹرول نہیں ہو رہی ان شاہوں سے اور باتیں کرتے ہیں بڑی بڑی!!۔۔۔۔حازق خان استہزایا انداز میں سر جھٹک کے شدید غصے سے بولتا اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھا گیا۔۔

اور میں بھی دیکھتی ہوں تم مجھے کیسے کنٹرول کرواتے ہو! تمہاری جرآت کیسے ہوئی مجھے اس گاڑی میں لاک کرنے کی؟ اور میرے بھائیوں کے بارے میں بکواس کرنے کی؟ جاؤ جا کے اسی لڑکی کے ساتھ رنگلیاں مناؤ جس کے ساتھ اس جگہ پہ داخل ہوئے تھے جسے غلیظ بولا جا رہا ہے!!۔۔۔وہ بھی جو ابا خاموش رہنے کی بجائے اپنی آنکھوں میں لہو لئے دھاڑی تھی۔۔

ہاں منالوں گا اس کے ساتھ رنگلیاں لیکن ابھی مجھے تمہاری ایک آواز نہ آئے میر ال شاہ ورنہ قسم خدا کی بہت برا پیش آؤں گا!!!۔۔۔وہ اسکا بازو پیچھے اسکی کمر کی طرف موڑتے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالتے اسکے چہرے پہ جھکتا شدید غصے سے گرجا تھا۔۔وہ اسکے الفاظ اور اسکی نزدیکی پہ اپنا سانس تک روک گئی۔وہ اسے صفائی دینے کی بجائے کتنی بے رحمی سے اسکی بات پہ متفق ہو چکا تھا؟ میر ال شاہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے جس پہ وہ جلدی سے اسکے بازو پہ اپنی گرفت ہلکی کرتا اس سے فاصلے پہ ہوتے سٹیرنگ سنبھال گیا۔۔

اس سے مزید برے کیا ہو سکتے ہو تم؟۔۔۔وہ اپنے بازو سے شرٹ ہٹاتی اس پہ اسکی انگلیوں کے چھپے نشان دیکھتی استہزایا انداز میں سر جھٹک کے بولتی اپنا رخ شیشے کی طرف موڑ گئی۔۔حازق خان نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اپنی پوری طاقت سے سٹیرنگ پہ مکا مارا تھا۔۔

تم سے زیادہ برا نہیں ہو سکتا!! تم دل چیرنا جانتی ہو میر ال شاہ اور ہمیشہ اس دل پہ گہرا زخم چھوڑتی ہو!!!۔۔۔۔۔وہ اپنی گھنی ڈارک براؤن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا اپنی پوری قوت سے چیختے ہوئے گاڑی کی رفتار مزید بڑھا گیا۔اسکے رفتار

بڑھانے پہ گاڑی بار بار ڈسبیلنس ہو رہی تھی لیکن اسے پروا نہیں تھی۔ میر ال شاہ کو اسکے الفاظ میں تکلیف اور اذیت کا عنصر محسوس ہوا تھا لیکن یہ تکلیف اسکے خود کے لئے استعمال کئے زہریلے الفاظ سے کم لگی تھی۔ وہ دونوں اس وقت تکلیف میں تھے، ایک دوسرے کو تکلیف دینے والے بھی خود تھے لیکن انجان بننے کا ڈونگ رچا رہے تھے۔۔ اب گاڑی میں مکمل خاموشی ہو چکی تھی۔۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد جا کے شاہ ہویلی آئی تھی لیکن دونوں میں سے خاموشی کسی نے نہیں توڑی تھی، دونوں ہی ایک دوسرے سے منہ موڑے ہوئے تھے۔۔ شاہ ہویلی کے گیٹ تک آتے ہی حازق خان نے بریک لگاتے ونڈ سکرین پہ اپنی نظریں جمائی تھی اس نے ایک دفعہ بھی اپنا رخ میر ال شاہ کی طرف نہیں کیا تھا۔

آئی وش یہ ہماری آخری ملاقات ہو! ! ۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پا کے بولتی ایک نظر اسکی طرف دیکھتے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف نکلی تھی۔۔ اسکے اتنے سے جملے نے حازق خان کی حالت غیر کی تھی، وہ بنا پلکیں جھپکائے ساکت نگاہوں سے اسکی غائب ہوتی پشت کی طرف دیکھتا رہا۔۔ اسے وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جب وہ اور شہسوار شاہ لندن جانے کی پلیننگ کر رہے تھے۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 96 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

ویسے میں کیا سوچ رہا تھ ؟!!۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ جم روم کا دروازہ اچانک سے کھولتا مصروف انداز میں احان شاہ پہ ایک نظر ڈالتے اس سے مخاطب ہوتا خود کو سامنے دیوار پہ موجود قد آور آئینے میں دیکھنے لگا۔۔ احان شاہ جو ہیوی ویٹ اٹھائے چسٹ ایکسر سائز کرنے میں مصروف تھا، کاظم شاہ کی آواز کو اچانک سے سنتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا، اس دوران اس نے ایکسر سائز ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں روکی تھی۔۔

سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آخر ہم لڑکے دل تڑوانے کے بعد اتنی ہیوی باڈی بلڈنگ سے خود کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہیں!!؟۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی جیب سے چیونگم نکال کے منہ میں ڈال کے چباتا پر سوچ انداز میں بولتے اپنی شرٹ ایک جھٹکے سے اتار کے دور پھینکتا اب اپنی باڈی کا معائنہ کر رہا تھا۔۔

پہلی بات تو یہ کہ تو لڑکوں میں نہیں ادھیڑ عمر مردوں میں آتا ہے کیونکہ تو خیر سے ایک بیٹے کا باپ ہے! اور دوسری بات یہ کہ باقی لڑکوں کا تا معلوم نہیں لیکن احان شاہ اتنی ہیوی باڈی بلڈنگ خود کو مزید مضبوط بنانے لئے کر رہا ہے تا کہ جتنا وہ مجھے تڑپا رہی ہے اتنا ہی کل کو میری اس مضبوطی کو برداشت کرنے کی صلاحیت خود میں نہ پاتی تڑپ جائے((میری شدتیں برداشت کرنا اس کے بس سے باہر ہو جائے، اسکی سانسیں میری سانسوں میں دم توڑنے لگیں اور میں اس میں اپنی سانسیں انڈھیل کے انہیں ہموار کرنے کی بجائے مزید بکھیرتا اسے شدت سے خود میں قید کر لوں))!!۔۔۔احان شاہ سنجیدگی سے سر جھٹک کے بے باکی سے بولتا ہنوز اپنی ایکسرسائز میں مصروف تھا، کچھ زو معنی جواب اس نے منہ سے بول کے دیا تھا تو باقی کا بے باک جواب دل میں گلا لئی احان شاہ کو تھا۔۔وہ جانتا تھا۔۔کاظم شاہ اپنے دوسرے جملے سے اسکے زخموں پہ نمک چھڑک رہا ہے۔۔اسکے زو معنی جواب پہ کاظم شاہ نے اسے گھور کے دیکھتے اپنے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے چیونگم کا غبارہ پھولاتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

اب میرے پاس تیرے پہلے جملے کا اتنا اچھا جواب ہے نا قسم اللہ کی لیکن میں نہیں دے رہا! کیونکہ ایک تو تو پہلے ہی پاگلوں کی طرح ایکسرسائز کرتے لال ہو رہا ہے اور اگر میں نے تجھے جواب دیتے ہوئے اپنے منہ آپ یہ سارا پراسس بتا دیا کہ الحمد اللہ میں اتنی بھری جوانی میں بیٹے کا باپ کیوں اور کیسے بن چکا ہوں تو بہت زیادہ چانسس ہیں تو مزید ایک دو ہفتوں تک بلش کرتا رہے یا شرماتا ہوا تکیے سے چہرہ باہر ہی نہ نکالے کیونکہ بیوی تو تجھے میسر نہیں ہے! تکیے سے ہی کام چلانا پڑے گا!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے زو معنی انداز میں بے باکی سے جواب دیتا آنکھ ونک کرتے ہوئے پھر سے چیونگم کا غبارہ پھولا کے انہیں اپنی زبان کی مدد سے پھوڑتا بے حد دلکش معلوم ہو رہا تھا۔۔کاظم شاہ کی زو معنی باتوں کا مطلب سمجھتے ہوئے احان شاہ کا چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ ہوا تھا، ہیوی ویٹ اٹھائے ہاتھوں نے مزید ایکسرسائز کرنے سے جیسے انکار کیا تھا۔۔وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے شدید غصے سے آئینے سے کاظم شاہ کا گھورتا اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا ہیوی ویٹ گھما کے اسکی طرف اچھال گیا لیکن کاظم شاہ بروقت اپنا بچاؤ کرتا دلکشی سے قہقہ لگاتے ہوئے فاصلے پہ ہو چکا تھا ورنہ احان شاہ کے پھینکے گئے اس ہیوی ویٹ سے اسکا سر ضرور پھٹ جاتا۔۔وہ اپنے جواب سے احان شاہ کے انگ انگ میں آگ بھڑکا چکا تھا۔۔

میں دعا کرتا ہوں میرا بہنوئی ابھی اور اسی وقت وفات پا جائے! اللہ درجات بلند فرمائے اور دوزخ میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے! آمین!۔۔۔اسے قہقہہ لگاتے دیکھ کے احان شاہ ایک ایک لفظ چبا کے سرخ ہوتی ہری آنکھوں میں غصہ لئے بولتا غرایا تھا۔۔احان شاہ کے جواب پہ کاظم شاہ نے اپنا قہقہہ ضبط کرتے ناک چڑھاتے اسے گھوریوں سے نوازہ تھا۔۔

بہن کو بیوہ اور بھانجے کو یتیم کرنے کا ارادہ لگ رہا ہے تیرا!!۔۔۔کاظم شاہ ائیبرو آچکا کے سوالیہ انداز میں استفسار کرتا اپنی گردن کو دائیں بائیں موو کرتے خود کو وارم اپ کرنے کا ارادہ رکھ رہا تھا۔

اللہ نہ کرے یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ دونوں؟۔۔زوریز شاہ جو ارزم شاہ کے ساتھ ابھی ہی یہاں داخل ہوا تھا، ان کی دل دہلانے والی گفتگو سنتے اپنی ہری آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

بہت اچھی باتیں کر رہے ہیں! کیری آن!!۔۔۔ابھی ان دونوں میں سے کوئی جواب دیتا ارزم شاہ لاپرواہی سے اپنی شرٹ اتار کے زمین پہ پھینکتا انہیں تھمب اپ کرتے ہوئے سنجیدہ بننے کی کوشش کرتا ٹریڈ میل پہ سوار ہوتا اسے ان کرتے ہوئے دھیرے دھیرے اسکی سپید بڑھانے لگا۔اس کے آگ لگانے پہ ان تینوں نے گھور کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

فرصت مل گئی تمہیں اپارٹمنٹ سے نکلنے کی؟۔۔۔۔کاظم شاہ دانت کچکچاتے ہوئے اسکے ہویلی سے غائب رہنے پہ چوٹ کر رہا تھا۔ارزم شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا کے اپنی مسکراہٹ روکتے ٹریکر کی سپیڈ میں اصافہ کیا تھا۔۔

فرصت نہیں اجازت بولیں! جب شوہر میری طرح ہر لحاظ سے خوبصورت اور ہزبینڈ میٹریل ہو گا تو کون بیوی اسے گھر سے نکلنے کی اجازت دے گی؟۔۔۔۔ارزم شاہ اسے گھمبیر آواز میں زو معنی انداز میں آنکھ ونک کر کے جواب دیتا تیزی سے ٹریڈ میل پہ بھاگنے لگا۔ارزم شاہ کے جواب پہ ان تینوں نے اسے استہزایا نظروں سے گھورا تھا۔۔

اسے آسان الفاظ میں رن مریدی بولتے ہیں میری جان!۔۔احان شاہ اسے سلگانے کی خاطر آنکھیں گھما کے جواب دیتا زمین سے ڈمبلز اٹھا رہا تھا۔۔اس وقت دوپہر کے بارہ بج رہے تھے،وہ چاروں جمعہ اور اتوار والے روز اکثر اوقات اسی وقت اکھٹے جم کیا کرتے تھے لیکن احان شاہ کی تو آج کل راتیں بھی یہی پہ گزر رہی تھیں۔۔

اور جس کی رن ہی اسے میسر نہ ہو لیکن وہ پھر بھی اسکا مرید بنا رہے تو اسے کیا بولتے ہیں میری جان ؟۔۔۔۔کاظم شاہ کی زبان پہ جب مزید کھجلی ہوئی تو احان شاہ کو تنگ کرنے کی خاطر سیریس انداز میں بولتا زوریز شاہ اور ارزم شاہ کو چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ ہر روز جان بوجھ کے یونہی اسکے ضبط کا امتحان لیتا اسے سلگاتا تھا۔۔

?Sir may I

احان شاہ کا غصہ سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے زوریز شاہ ہنستے ہوئے تابعداری سے ہاتھ کھڑا کرتا کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے یوں بولا تھا جیسے کلاس میں سٹوڈنٹ اپنے ٹیچر کو دیکھ کے کچھ بولنے کی اجازت مانگ رہا ہو۔۔

!!Yes

کاظم شاہ نے اسے آنکھ کا اشارہ کرتے شاہ دلی سے بولنے کی اجازت دی تھی۔۔

انہیں بنا رن کے مرید یا الٹرا پرو میکس رن مرید بولتے ہیں سر!! ایسی قوم کے لئے ایک شعر عرض کرنا چاہوں گا!!۔۔۔۔زوریز شاہ گلہ کھنکھار کے بولتا احان شاہ کو معصومیت سے ہری آنکھیں ٹپٹپا کے دیکھنے لگا۔۔

ارشاد۔۔۔ارشاد!!۔۔۔۔کاظم شاہ اور ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے اسے شعر بولنے پہ اکسایا تھا۔۔

سلسلہ رن مریدی میں صاحب

ہم غلام اپنی جورو کے ہیں

(از قلم سید زوریز شاہ)

زوریز شاہ نے دو منٹ میں اپنا شعر ایجاد کرتے ان کے گوش و گزار کرتے انہیں پہلے سے بھی بلند قہقہ لگانا پہ مجبور کیا تھا۔۔

اور یہ شعر تم پہ پرفیکٹ سوٹ کر رہا ہے گندی اولاد!!۔۔۔۔احان شاہ نے غصے سے سلگتے ہوئے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔احان شاہ کے سلگتے چہرے کو دیکھ کے ان تینوں نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

اچھا ویسے آپس کی بات ہے کافی عرصہ ہوا ہے آپ دونوں کی گیم دیکھے ؟تو کیا خیال ہے ؟ہو جائے ایک مقابلہ ؟۔۔۔زوریز شاہ اب احان کو مزید تنگ کرنے کی بجائے کاظم شاہ اور احان شاہ کی طرف دیکھتا آئیبرو اٹھاتے

ہوئے استفسار کر رہا تھا۔۔ پسینے سے بھیگتے ٹریڈ میل پہ بھاگتے ارزم شاہ نے اسکے مدعے پہ دلچسپی سے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

I am always ready to win

احان شاہ نے سر جھٹک کے اِیٹیٹوڈ سے جواب دیتے کاظم شاہ کو دیکھ کے آنکھیں گھمائی تھیں۔

Me too baby

کاظم شاہ نے ایک دفعہ پھر سے چیونگم کا غبارہ پھولا کے اسے زبان سے پھوڑتے آنکھ ونک کرتے ہوئے جواب دیا تھا

۔۔

تو چلیں پھر دیر کس بات کی ہے؟ شروع ہو جائیں! پہلے پلینک کریں گے یا پش اپس؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے ٹریکر آف کر کے جمپ لگا کے نیچے اترتا ان کی طرف بڑھتے ہوئے ائیر وا ٹھا کے بولتا ٹاول اٹھائے اپنا کٹاؤ دار سینہ رگڑ کے صاف کرنے لگا۔۔

جو تم دونوں کہو؟۔۔۔۔۔۔وہ یک زبانی سے بولتے ہوئے بینچ پہ بیٹھ کے پانی کی بوتل اٹھا کے منہ کو لگاتے دو چار گھونٹ بھرنے لگے۔۔ آج ان دونوں کا خود بھی ایک دوسرے کو ٹکر دینے کا موڈ ہو رہا تھا کیونکہ وہ دونوں کافی عرصے بعد ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے والے تھے۔۔

پش اپس سے سٹارٹ کرتے ہیں؟ دس منٹ میں جس نے ہار مانے بغیر مقابل سے زیادہ پش اپس لگائے چھوٹے کی نئ سپورٹس کار اسکی!!۔۔۔زوریز شاہ گلا کھنکھار کے بولتا ان دونوں کو ترتیب بتاتے آخر میں ارزم شاہ کو آنکھ ونک کر گیا جس پہ اس نے آنکھیں گھماتے ہوئے بلوٹوتھ کے ساتھ اپنا فون کنیکٹ کرتے میوزک آن کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا وہ نئ سپورٹس کار نہیں خرید سکتے تھے، کبھی کبھی وہ یہ چھوٹے چھوٹے چیلنج اور یہ چھوٹے چھوٹے انعام ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے دیا کرتے تھے تا کہ ان میں پیار سلامت رہے۔۔

او کے چھوٹے چابی میری طرف پھینک دو!

Because I am going to win and I will mean it

احان شاہ پانی کی بوتل بند کر کے سائیڈ پہ پھینکتا ارزم شاہ کو مضبوط لہجے میں بولتا نیچے کارپٹ پہ پش اپس کی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔ ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے منہ بنایا تھا۔۔

I will mean it

کاظم شاہ اسکی نقل اتار کے اسکا جملہ دہراتا منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے اسکے ساتھ والے کارپٹ پہ اسی کے انداز میں کہنیوں کے بل لیٹا تھا۔۔ ارزم شاہ ان دونوں کی گیم سٹارٹ کرواتے اپنے ہونٹوں کو گول کرتے سیٹی بجانے ہی والا تھا جب نظریں اچانک سے زوریز شاہ کی گردن کی طرف اٹھی تھیں۔۔ ارزم شاہ کی آنکھوں میں شرارت کا تاثر نمایاں ہوا تھا۔۔

لالہ ویسے آپ نے ہم سب سے کب سے پردہ شروع کر دیا ہے؟ حیرت ہے آج آپ نے اپنے تن سے اس شرٹ کو اتارتے اپنی باڈی کے نظارے کیوں نہیں کروائے؟ میں آپ کو شرٹ لیس دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہوں!!۔۔۔ ارزم شاہ زو معنی انداز میں شرارت سے بولتا کاظم شاہ اور احان شاہ کو بھی اسکی طرف دیکھنے پہ مجبور کر گیا ۔ارزم شاہ کے اس اچانک جملے پہ زوریز شاہ نے نچلا لب زور سے دانتوں تلے دباتے اپنی بیوی کے رات کے کارنامے یاد کئے تھے جب وہ اسکے سینے اور اسکی گردن پہ دانت گاڑتی اسکی شدتیں سہہ رہی تھی۔ وہ اسکے سینے اور گردن کو اتنی بری طرح سے زخمی کرتی تھی کہ وہ کسی کے سامنے شرٹ اتارنے کے قابل بھی نہیں رہتا تھا جس طرح سے آج نہیں رہا تھا۔۔

بکواس بند کر کے سیٹی بجاؤ میرے تھرڈ کلاس محبوب!!۔۔۔ زوریز شاہ دانت کچکچا کے بولتا اسے غصے سے گھورنے لگا ۔

وہ تو میں بجا دوں لیکن اس سے پہلے آپ یہ بتائیں آپکی گردن کی کس نے بجائی ہے؟۔۔۔۔ ارزم شاہ بے باکی سے قہقہہ لگا کے بولتا ان تینوں کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔۔ زوریز شاہ اس وقت وائٹ کالر ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھے، اسکا کالر اچانک سے بے ترتیب سا ہوا تھا جس کی وجہ سے سائیڈ نیک پہ سرخ نشان پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ احان شاہ اور کاظم ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے تیزی سے نظروں کا زاویہ بدل گئے۔۔

شٹ دا ہیل آپ کمینے انسان! کیا تمہیں کبھی مچھر نہیں کاٹا؟۔۔۔اسکی بے باکی پہ زوریز شاہ جلدی سے اپنا کالر درست کرتے پاس پڑی پانی کی بوتل اٹھا کے ارزم شاہ کے برہنہ کندھے پہ زور سے مارتا غرایا تھا۔۔

منہ میں اتنے بڑے بڑے دانت کب سے سمانے لگے!!! ہاہاہا(invisible حیرت ہے مچھر کے انویزبل(سوری!!۔۔۔وہ اپنے کندھے کو ہاتھ سے سہلاتا مصنوعی انداز میں کراہتا ہنستے ہوئے سیٹی بجا گیا۔۔ارزم شاہ کے سیٹی بجائے کی دیر تھی جب کاظم شاہ اور احان شاہ نے ان دونوں کی بے باکیوں کو پس پشت ڈالتے بنا وقت ضائع کئے پش اپس لگانے سٹارٹ کئے تھے۔۔زوریز شاہ جو خشمگیں نگاہوں سے ارزم شاہ کو گھور رہا تھا۔۔اس کے معصومیت سے کان پکڑنے پہ وہ اپنی آنکھیں گھماتا کاظم شاہ اور احان شاہ کے پش اپس گننے لگا۔۔

وہ پچھلے آٹھ منٹوں سے تین سو پش اپس لگا چکے تھے۔۔انہیں نے سٹارٹ کافی پر جوش انداز میں کیا تھا لیکن اب دونوں کے چہرے سرخ ہو رہے تھے، چہرہ اور وجود پسینے سے نچڑ چکا تھا۔۔پسینے سے کارپٹ بھیگتا جا رہا تھا لیکن دونوں کو صرف ایک دوسرے کو ہار سونپنی تھی۔۔دونوں میں سے کوئی بھی ہار نہیں مان رہا تھا۔۔

تین سو پچاس۔۔۔تین سو اکاون۔۔۔تین سو باون۔۔۔زوریز شاہ جو اپنا ہاتھ ہلاتے اپنی بھاری بلند آواز میں ان کے پش اپس کاؤنٹ کر رہا تھا، دس منٹ گزرتے ہی وہ کاؤنٹنگ سٹاپ کر گیا۔۔وہ دونوں گہری گہرے سانس بھرتے کارپٹ پہ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کے لیٹتے کچھ دیر تک خود کو ریلکس کرتے اٹھ کے بیٹھے تھے۔۔

واؤواٹ آ پرفارمینس!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے سیٹی بجاتے ہوئے دونوں کو داد دی تھی۔زوریز شاہ نے پانی کی دو بوتلیں پکڑتے ان دونوں کی طرف اچھالی تھیں۔۔

پرفارمینس اچھی تھی لیکن اگر آپ دونوں نے مقابلہ برابر ہی کرنا تھا تو کیا فائدہ اتنی محنت کا؟ یار کوئی ایک تو ہار مان جائے کرے!!۔۔۔زوریز شاہ منہ پھولا کے بولا تھا، وہ دونوں ہمیشہ سے مقابلے ہارنے کی بجائے اسے برابر کرتے آئے تھے، دونوں ہی ایک دوسرے سے ہار نہیں مانتے تھے۔۔

تم دونوں انعام کچھ بڑا رکھو تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ مشاورت کر کے ایک دوسرے کو لیول کرتے ہوئے ہارنے جیتنے کا خفیہ پلین بھی بنا لیں! لیکن ہمیشہ وہی کنجوسوں کی طرح سپورٹس کار!!۔۔۔احان شاہ مصنوعی غصے اور ناگواری سے بولتا اب بتافٹ پانی پی رہا تھا جس پہ کاظم شاہ نے بھی متفق ہوتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

نہیں تو اب آپ دونوں کے اس بڑے سے انعام سے مراد کیا ہے ٹرک یا کرین؟۔۔۔ ارزم شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا، وہ اسکی سپورٹس کار کو ایک چھوٹا سا انعام کیسے بول سکتے تھے؟

نہیں جانی اگر ان دونوں امیر کبیر آدمیوں کو ہم نے اپنے گردے بھی بیچ کے دے دیئے نا تو پھر بھی بولیں گے صرف گردے؟؟ ساتھ دل اور کلیجی بھی نکال کے دے دیتے تو کیا ہو جاتا؟۔۔۔۔ زوریز شاہ نے دانت پیس کے ٹکر الگانا اپنا فرض سمجھا تھا جس پہ احان شاہ اور کاظم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا، دونوں کے منہ سے پانی فوارے کی طرح چھوٹا تھا۔

دو سے تین منٹ سانس لینے کے بعد وہ پلینک کی پوزیشن سیٹ کر چکے تھے۔۔ وہ کہنیوں اور پیروں کے بل اپنے پورے وجود کا وزن اٹھائے ہوئے تھے۔۔ ابھی پلینک سٹارٹ ہوا ہی تھا جب جم کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔ زوریز شاہ کے پوچھنے پہ جب باہر سے حلیمہ کی آواز آئی تو ان سب کو شرٹ لیس دیکھتے ہوئے وہ خود ہی دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔ تھوڑا سا دروازہ کھولتے ہی حکمیہ کے بازوؤں میں کسمساتے ازمیر شاہ کو دیکھتے زوریز شاہ بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔۔

شاہ صاحب یہ نیچے ایزل بی بی کو تنگ کر رہے تھے تو ایزل بی بی نے بولا انہیں اوپر ان کے بابا جان کے پاس چھوڑ دوں!!۔۔۔ حلیمہ اسے زوریز شاہ کے حوالے کرتی ساری بات گوش و گزار کر رہی تھی جس پہ وہ ہاں میں سر ہلا کے ازمیر کو چومتا دروازہ بند کرتے ہوئے ان تینوں کی طرف بڑھ گیا۔۔ بیٹے کی آمد پہ بے ساختہ سر تھوڑا سا گھما کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے دیکھتے ہی کھکھلانا شروع کر چکا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا اسکے کھکھلانے پہ اپنی گیم چھوڑنے کی بجائے پھر سے چہرہ درست کر گیا۔۔ اسکے رخ موڑنے پہ ازمیر شاہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹوں کو مروڑنا شروع کیا تھا۔ وہ شاید رونے کی تیاری پکڑنے والا تھا۔۔

وے میتھو تیرا من بھریا

من بھریا بدل گیا سارا

وے تو مینو چھڈ جانا

گلاں تیریاں تو لگ دا سے جاتا

پچھلا گانا ختم ہونے پہ اچانک سے گانا تبدیل ہوا تھا۔۔ میوزک جو پہلے فاسٹ اور انرجیٹک سا لگا ہوا تھا اچانک سے اس دکھی گانے میں تبدیل ہوا تھا جس کے لیرکس سنتے احان شاہ کی نظروں کے پردوں میں گلالئی کا چہرہ لہرایا تھا۔ گانا ابھی بھی تبدیل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ ارزم شاہ گانا چینج کرنے کی بجائے ازمیر شاہ کے ساتھ مصروف ہو گیا تھا۔۔

آاا چاچو کی جان!! میرا شہزادہ آیا ہے؟ آجا تجھے بھی جم کروائیں! بابا کے ساتھ ایکسرسائز کرتے ہوئے ڈولے شولے بنا شاباش!! تاکہ میرے شہزادے کی باڈی پہ بلیاں فلیٹ ہو جائیں کیونکہ جہاں تک مجھے لگ رہا ہے تیرا باپ تیری شادی ٹڈیوں سے کروانے کی بجائے بلیوں سے ہی کروائے گا! مجھے کٹی کے نصیب پہ ترس آتا ہے! وہ اتنی معصوم (استغفار) اور تو اتنا ہی چالاک!!۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے خوبصورت سے بھتیجے کو زوریز شاہ کے ہاتھوں سے پکڑ کے چٹافٹ چوم کے اس کے ساتھ باتیں کرتا جھک کے اسے کاظم شاہ کی پشت پہ لٹا گیا۔۔ ارزم شاہ کی باتوں پہ زوریز شاہ کے ساتھ ساتھ ازمیر شاہ بھی کھلکھلایا تھا۔

کیا کر رہا ہے وہ گر جائے گا!!۔۔۔ ازمیر شاہ کو اپنی پشت پہ محسوس کرتے کاظم شاہ کو بیٹے کے گرنے کی فکر ہوئی تھی جس پہ وہ اسے مصنوعی انداز میں ڈپٹنے لگا۔۔

میرا تے کوئی ہے نہیں تیرے بن

تینوں مل جانا کسے دا سہارا

وے تو مینوں چھڈ جانا

گلاں تیریاں تو لگ دا اے یارا

ابھی ارزم شاہ جواب میں کاظم شاہ کو کچھ بولنے ہی والا تھا جب گانے کے مزید بول سنتے ہوئے احان شاہ کی بس ہوئی تھی، احان شاہ کو تو اتنے سارے لوگ ہونے کے باوجود بھی واقعی ہی اس کے علاوہ کوئی اپنا نہیں لگتا تھا، لیکن اسے تو اسکے لالہ کا سہارا مل چکا تھا تو پھر احان شاہ کیا کرتا جو اس وقت عشق کے اس مقام پہ کھڑا تھا کہ اسکے پاس اتنے سہارے تھے لیکن جس کا سہارا چاہئیے تھا وہ اسکے پاس موجود نہیں تھی، اسے اس کے علاوہ باقی کے ان سیاروں سے شاید کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا کیونکہ محبوب کی جدائی کی تکلیف ان سہاروں میں سے کوئی نہیں بانٹ سکتا تھا، دل ایک دم سے ویران سا ہوتا محسوس ہوا تھا، آنکھیں شدت ضبط سے گلابی ہوئی تھیں، ان گانے کو بولنے گنگنانے والے کے

الفاظ میں شاید اتنا درد نہ ہو جتنا اس وقت احان شاہ کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، احان شاہ کو جب دل میں حد سے زیادہ تکلیف ہوتی محسوس ہوئی تو ایک دم سے پلینک کی پوزیشن چھوڑتا اوندھے منہ کارپٹ پہ گر گیا۔ اس کے یوں اچانک تقریباً ڈیڑھ منٹ میں پلینک کی پوزیشن چھوڑنے پہ وہ تینوں حیران ہوئے تھے۔۔ ابھی تو پلینک شروع ہوا تھا تو وہ اتنی جلدی کیسے تھک سکتا تھا؟ اسے اوندھے منہ گر کے ہاتھوں پہ تھکے ہوئے انداز میں چہرہ رکھتے دیکھ کے کاظم شاہ ایک پل میں پوری بات سمجھا تھا، وہ اپنی پشت پہ ہاتھ کے جا کے ازمیر شاہ کو احتیاط سے اپنے ایک بازو میں قید کرتا پلینک کی پوزیشن چھوڑ کے سیدھا لیٹتا ازمیر شاہ کو اپنے سینے پہ لٹاتے ارزم شاہ کو میوزک آف کرنے کا اشارہ کر گیا جس پہ ارزم شاہ نے تیزی سے میوزک آف کیا تھا۔۔ میوزک آف ہوتے ہی احان شاہ کسی کو بھی مخاطب کئے بغیر ایک جست میں کارپٹ سے اٹھ کے اپنی شرٹ اٹھاتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب کاظم شاہ کے الفاظ اسکی سماعتوں سے ٹکرائے تھے۔

ابھی ہمارے مقابلے کا رزلٹ اناؤنس نہیں ہوا! ویسے بھی میں جیت چکا ہوں تم ہار سے یوں منہ موڑ کے نہیں جا سکتے!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسے یہاں روکنے کے لئے اپنے جیتنے کا بھرم دیکھایا تھا، ابھی کہ دل میں اسے اس جیت کی ذرا سی بھی خوشی محسوس نہیں ہوئی تھی، کیونکہ کاظم شاہ کو اس سے ہارنے کی عادت نہیں تھی اور احان شاہ کو ہار ماننے کی عادت نہیں تھی۔۔ ایسے میں یوں اچانک سے اسکا ڈاؤن ہونا کاظم شاہ کا دل چیر گیا تھا جیسے۔۔۔ اس مضبوط انسان کو اگر کسی نے آج جھکنے پہ یا ہارنے پہ مجبور کیا تھا تو وہ اسکا عشق تھا!! اسکے عشق کی یاد تھی! عشق سے جدائی کی تڑپ تھی! ورنہ وہ ہر کسی کو ناکوں چنے چبوایا کرتا تھا۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ خاموشی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے، ازمیر اپنی خوبصورت کھکھلاہٹ سے باپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ احان شاہ اسے کوئی بھی جواب دیئے بغیر بنا اسکی طرف دیکھے اپنی شرٹ پہنتے ہوئے دروازے تک پہنچ چکا تھا جب کاظم شاہ کے الفاظ پھر سے اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے اور اسکے اس دفعہ کے الفاظ پہ اسکے قدم جیسے زمین میں جکڑے گئے تھے۔۔

میں نے رات میں تمہارے کمرے کے بیڈ پہ بے بی آؤٹ فٹس دیکھے تھے۔۔۔ کاظم شاہ بیٹے کے گالوں کو پیار چومتا اسے مزید کھکھلانے پہ مجبور کرتا احان شاہ سے سنجیدگی سے مخاطب ہوتا اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ ارزم شاہ اور زوریز شاہ کی آنکھوں میں ناسمجھی کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔۔

سوواٹ؟۔۔۔احان شاہ دو منٹ تک خود کو کمپوز کرتے اپنا رخ اسکی طرف موڑتے سنجیدگی سے جوابا گویا ہوا تھا۔۔
وہ پوچھنا یہ تھا کہ کیا وہ کپڑے میر کے لئے خریدے تھے یا تم بھی عنقریب ادھیڑ عمر مردوں میں شامل ہو رہے ہو؟؟۔۔۔کاظم شاہ کے الفاظ تھے یا بم جو احان شاہ کو اپنے سر پہ پھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔احان شاہ کے علاوہ ارزم اور زوریز شاہ بھی کاظم شاہ کے اس جملے کا مطلب نہیں سمجھ پائے تھے کیونکہ وہ ان دونوں کی شروع والی کنزرویشن سے واقف نہیں تھے، دونوں نے نا سمجھی اور جھنجھلاہٹ سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔۔
اف۔۔افکورس۔۔ازمیر کے لئے خریدے تھے؛! کیوں کیا میں اپنے بانجھے کے لئے کپڑے نہیں خرید سکتا؟۔۔۔
احان شاہ کندھے اچکاتے ہوئے سپاٹ انداز میں کانفیڈنس سے بولا تھا لیکن زبان خود بخود لڑکھڑائی تھی، وہ کاظم شاہ کا جملہ سمجھ کے بھی سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔
اچھا تو کیا تجھے میرے گول گپے کا سائز اتنا چھوٹا لگتا ہے؟ کیا یہ تجھے کہیں سے ایک دن کا بچہ لگتا ہے؟ جبکہ وہ کپڑے اتنے چھوٹے تھے کہ میرے ہاتھ میں بھی نہیں آرہے تھے!!۔۔۔کاظم شاہ نے مزید تفتیش کرتے ہوئے اپنے گول گپے کے گالوں پہ پیار سے بیبرڈ سہلائی تھی۔۔
قصور کپڑوں کا نہیں تھا تیرے ہاتھی جتنے ہاتھوں کا تھا!! ۔۔۔احان شاہ سر جھٹک کے سپاٹ انداز میں بات کو گول کر کے جواب دیتا تیزی سے اس کمرے سے نکلا تھا یوں جیسے چور چوری پکڑی جانے کے بعد فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے۔۔احان شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ اور ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا، وہ کتنے چل انداز میں کاظم شاہ کے بھاری ہاتھ کو ہاتھی کے ہاتھ کے ساتھ ملایا تھا، کاظم شاہ اسکی غائب ہوتی چوڑی پشت کو پر سوچ نظروں سے دیکھتے کھکھلاتے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے سینے میں بھینچا تھا۔۔اسکا بیٹا اس سے بے حد اٹیچ ہو چکا تھا اور کہتے ہیں اٹیچمنٹ محبت سے بھی بری چیز ہوتی ہے!

کوئی دس منٹ بعد کاظم شاہ بلیک ویسٹ اور بلیک ٹراوزر میں ملبوس اپنی شرٹ کو کندھے پہ رکھے ازمیر شاہ کو اپنے ایک بازو میں اٹھائے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ پیر سے بند کرتے وہ ایزل شاہ کی تلاش میں نگاہیں گھمانے لگا جو اس وقت الماری کی سیٹنگ میں ملبوس کوئی سگھڑ سی بیوی معلوم ہو رہی تھی۔۔

کاظم شاہ اور ایزل شاہ کا جسمانی تعلق نہ ہونے کے برابر ہو چکا تھا، کاظم شاہ اب رومانس کرنے کی بجائے صرف رات میں اس کے پاس خاموشی سے سو جاتا تھا کیونکہ اس سے دور رہنا سوہانِ روح تھا، لیکن وہ اسے دو میٹھے سے الفاظ بول کے اپنی طرف سے کوئی اشارہ نہیں دیتی تھی اور وہ اسکے اشارے کے بغیر اس کے ساتھ کوئی جنسی تعلق زبردستی نہیں بنانا چاہتا تھا۔۔وہ اسکی پوری رضامندی چاہتا تھا جو وہ اسے اللہ کی نظر میں سرخرو ہونے کے لئے تو دے چکی تھی لیکن اپنے الفاظ سے اس نے اسکے عشق کو سرخرو نہیں کیا تھا۔کاظم شاہ کا رومانس ان دونوں بالکل بند تھا، وہ اسکے سامنے زو معنی باتیں کرنا بھی بند کر چکا تھا کیونکہ اسے لگتا تھا اسکی بیوی اسکی بے باک باتوں سے یا اسکے رومانس سے مزید اریٹیٹ نہ ہو جائے۔۔کاظم شاہ اسکے دوپٹے سے ندارد سراپے سے نظروں کا زاویہ بدلتا ازمیر شاہ کو بیڈ پہ لٹاتے شرٹ کندھے سے ہٹا کے صوفے پہ پھینک چکا تھا، ایزل شاہ جو بیڈ سے کچھ فاصلے پہ کھڑی بیڈ پہ پڑے کپڑوں کو تہہ لگا رہی تھی ایک نظر اسے دیکھ کے بے ساختہ نگاہیں جھکاتی اپنے کام میں مصروف رہی۔۔

میرے کپڑے نکال دو!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نارمل انداز میں بولتا اپنی بلیک ویسٹ اتار کے صوفے پہ پھینک چکا تھا، اس وقت اس کا سفید وجود سرخ لال ہو رہا تھا وجہ اوپر احان شاہ کے ساتھ مقابلے بازی میں گیم لگانا تھی۔۔

کون سے ؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے بھی نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔

جمعے کی نماز ادا کرنے جانا ہے کوئی بھی شلوار قمیض نکال دو۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتا اپنا فون اٹھا کے میسجز چیک کرنے لگا۔۔اسکے ٹو دا پوائنٹ انداز پہ ایزل شاہ پچھلے کئی دنوں سے نوٹ کرتی اپنا غصہ دبا رہی تھی، ابھی بھی ضبط کے گھونٹ پیتی اسکی الماری کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ سفید یا سیاہ شلوار قمیض نکالنے کی بجائے ہاکی رنگ کی شلوار قمیض نکال کے صوفے پہ رکھ گئی اور یہ کلر کاظم شاہ کا ناپسندیدہ رنگ تھا، کاظم شاہ کا ماننا تھا وہ اس رنگ میں خود کو بالکل اچھا نہیں لگتا۔اسے لگتا تھا یہ رنگ بوڑھے مردوں پہ زیادہ سوٹ کرتا ہے، یہ لباس اس نے خود نہیں خریدا تھا بلکہ اسے کہیں سے گفٹ ملا تھا تو بس تحفے کی قدر کرتے ہوئے وہ اسے اپنی الماری میں سجا چکا تھا اور ایک دفعہ اس تحفے کی لاج رکھنے کے بعد اس نے دوبارہ اس سوٹ کو نہیں پہنا تھا۔۔کاظم شاہ نے ایک نظر اس سوٹ کو دیکھا تھا تو دوسری نظر بیوی کی طرف۔۔۔آخر یہ دونوں بہن بھائی آج اسے بوڑھوں والی فیلنگ کیوں دے رہے تھے ؟

بلیک نکال دو۔۔۔۔کاظم شاہ مختصراً سنجیدگی سے کہتا پھر سے فون میں مصروف ہو گیا، اسے لگا شاید وہ غلطی سے اس رنگ کے سوٹ کو نکال چکی ہے۔ ایزل شاہ کو تو مانو اس کے اتنے سے جملے سے بڑی طرح سے آگ لگی تھی، اس کی جرآت کیسے ہوئی تھی اس سوٹ کو پہننے سے انکار کرنے کی جو اسکی بیوی نے اسکے لئے چن کے نکالا تھا؟ وہ آخر کیوں ہی اسکے لئے کالا لباس نکالتی؟ ٹھیک ہے شادی سے پہلے وہ لاباؤلی سی ناسمجھ تھی جو اس سے کالی شلوار قمیض پہننے کی ضد کیا کرتی تھی لیکن اب وہ سمجھدار بن چکی تھی وہ جان چکی تھی اسکا شوہر سیاہ لباس میں ملبوس ہر کسی کی نظروں کا مرکز بنتا ہے۔۔

اگر میر انکالا ہوا لباس نہیں پہننا تھا تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ اپنی پسند کا نکال لیتے!۔۔۔وہ اپنے لہجے میں موجود غصے کو سپاٹ انداز میں چھپاتی اسکے لئے بلیک شلوار قمیض نکالنے کی بجائے بیڈ کی طرف بڑھتی کپڑے تہہ کرنے لگی۔۔ازمیر شاہ لب مڑورتے ہوئے اپنی خوبصورت موٹی موٹی گولڈن آنکھوں سے کبھی ان دونوں کو ٹکر ٹکر دیکھتا تو کبھی گھٹنوں سے لگی اپنی منگیتر (کٹی) کی طرف۔۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ نے موبائل سے نگاہیں ہٹاتے آئیبرو اٹھاتے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں نے یہ کب کہا؟ کیا تم چاہتی ہو میں یہ لباس پہنوں؟۔۔۔کاظم شاہ نے تجسس سے استفسار کیا تھا۔۔

میں نے یہ کب کہا؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیتے سر جھٹکا تھا۔۔

تو مطلب میں بلیک پہن لوں پھر؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے بات کو کریدا تھا۔۔ایزل شاہ کچھ منٹ خاموش رہی۔وہ اسکے جواب کا انتظار کرتا رہا۔۔

کیا میں نے آپ کو منع کیا ہے؟؟؟۔۔۔۔وہ ایٹیٹوڈ سے آئیبرو اٹھا کے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرنے لگی۔۔

کیا تم مجھے منع کرنا چاہ رہی ہو؟۔۔۔کاظم شاہ بھی اپنے نام کا ایک تھا، مزید الفاظ کا جال بنا۔۔

میں کیوں منع کرنے لگی؟ کیا میری زندگی میں صرف یہی ایک کام رہ گیا ہے جو آپ کی ڈریسنگ کے متعلق سوچتی رہوں؟ مجھے اور بھی بہت ضروری کام ہیں!۔۔۔وہ اسے ٹکر کا جواب دینے کی کوشش کرتی کاظم شاہ کا دل دکھا گئی تھی۔انجانے میں ہی سہی لیکن ناجانے کیوں کاظم شاہ کا دل اسکے ان الفاظ سے دکھا تھا۔۔

میں نے یہ کب کہا؟ میں جانتا ہوں مجھے سے کئی ضروری کام ہیں تمہاری زندگی میں! ضروری نہیں ہے ہر بات کا اظہار الفاظ سے کیا جائے!۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتا موبائل صوفے پہ پھینکتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھتا زور سے دروازہ بند کر گیا۔۔ اسکے جواب پہ ایزل شاہ کا دل نا جانے کیوں ہر کام سے اچاٹ ہوا تھا۔وہ پہلے نارمل رہتا تھا لیکن اتنا سیریس نہیں ہوتا تھا جتنا ابھی اس کے ان الفاظ سے ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے واشروم کے بند دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔۔واشروم کے دروازے کو دیکھتے ہوئے نا جانے کیوں دماغ کے پردوں میں کافی عرصہ پہلے کیا اس کا باتھ روم رومانس آنکھوں کے پردوں میں لہرانے لگا۔۔اس دن جس قدر جنونی انداز میں اس نے رومانس کرتے اس کے ہوش ٹھکانے لگائے تھے اس کے بعد سے اسکا وہ جنون دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔اس دن کے منظر سوچتی وہ سرخ پڑتے ہوئے وہ بے دلی سے تہہ کئے کپڑے الماری میں رکھنے لگی۔۔

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے نہا رہا تھا اور وہ پچھلے تیس منٹوں سے باتھروم کے دروازے کو غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی۔۔کیا وہ اتنے عرصے بعد اس سے ناراض ہوا تھا؟ اگر ہوا بھی تھا تو وہ اسکی ناراضگی کے بارے میں کیوں سوچ رہی تھی؟ وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنوز باتھروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی جب باتھروم کا دروازہ کھلا تھا، وہ سٹپٹاتی ہوئی اگلے ہی پل اپنی نظریں باتھروم پر سے ہٹا گئی۔۔وہ اس وقت نیوی بلیو ٹاول اپنی پشت کے گرد باندھے شرٹ لیس آئینے کی طرف بڑھا تھا، اس نے ایزل شاہ کے سٹپٹانے پہ کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا وہ ہیئر ڈرائیر پکڑے اپنے گولڈن گھنے بال سکھانے لگا۔۔اس دوران اس نے ایک دفعہ بھی ایزل شاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ایزل شاہ کو جب خود پہ اسکی نظروں کی تپش کتنی دیر محسوس نہ ہوئی تو شرم چھوڑ کے خود ہی نگاہیں اٹھاتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔وہ انہماک سے بال سکھانے میں مصروف گولڈن بیرڈ کو مزید چمکانے کے لئے اس پہ بیرڈ آئل لگا رہا تھا۔ازمیر اور کٹی اپنے رومانس میں مصروف تھے۔۔ایزل شاہ بیڈ سے اٹھتی الماری کی طرف بڑھتے ہوئے اس میں سے سیاہ شلوار قمیض نکال کے صوفے پہ رکھتی ہا کی شلوار قمیض اٹھا کے واپس سے الماری میں رکھتی بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔۔یہ کام اس نے مصروف اور لاپرواہ سے انداز میں کیا تھا۔۔کاظم شاہ آئینے سے اس کی یہ حرکت دیکھ چکا تھا لیکن پھر اس سے نگاہیں ہٹاتا اپنے کام میں مصروف رہا۔۔اپنی گھنی بیرڈ مونچھوں کو سنوارنے کے بعد وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا صوفے کی طرف بڑھنے کی بجائے الماری کی طرف بڑھتا وہی ہا کی شلوار قمیض نکالے سرد تاثرات کے

ساتھ ڈریسنگ روم میں بند ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ نے حیرانگی سے لب پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسے تو لگ رہا تھا وہ اپنا ناپسندیدہ رنگ کسی صورت نہیں پہنے گا تو پھر وہ کیسے۔۔۔۔ ایزل شاہ لب دانتوں میں چباتے ہوئے سوچ رہی تھی۔۔

وہ ہاکی شلوار قمیض پہن کے ڈریسنگ روم سے نکلتا قمیض کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے پھر سے آئینے کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ اس رنگ میں بھی اتنا دلکش کیوں لگ رہا تھا؟ ایزل شاہ نے ہونٹوں پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے سوچا تھا۔ اسے تو لگ رہا تھا وہ اپنے ناپسندیدہ رنگ میں اتنا پیارا نہیں لگے گا، لیکن وہ غلط تھی۔۔

بلیک نکال دی تھی میں نے!!۔۔۔۔ اسے اتنا خاموش دیکھ کے ایزل شاہ نے اسکا دھیان صوفے پہ پڑی سیاہ شلوار کی طرف مبذول کروایا تھا، اسے لگ رہا تھا شاید وہ اس لباس کو دیکھ نہیں پایا۔۔ کاظم شاہ بنا کوئی ریکشن دیئے اپنے بال جیل سے سنوارتا خود پہ پرفیوم چھڑکتے ہوئے قمیض کے اوپری بٹن بند کرتے صوفے پہ پڑا اپنا فون اٹھائے پیروں میں پشاوری چپل پہنے دروازے کی طرف بڑھتا لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے نکلتا چلا گیا۔۔ ایزل شاہ کا منہ حیرت سے کھلا تھا، اس نے اسکی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کیا تھا؟ ایزل شاہ کے پورے بدن میں آگ کی چنگاریوں پھوٹی تھیں۔۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے تھے وہ اسکی بات کا جواب دیئے بغیر اسے اگنور کر کے گیا تھا؟ ایزل شاہ نے ہمیشہ کی طرح ایموشنل انداز میں سوچتے خود کو مظلوم ثابت کیا تھا۔۔ وہ پاگل اس وقت بھی یہ نہیں سوچ رہی تھی وہ یہ رنگ صرف اس لئے پہن کے گیا ہے کیونکہ یہ لباس اس کی بیوی نے اسکے لئے چنا تھا۔ وہ اپنی نیلی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتی اپنے بیٹے میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگی۔۔

رات کا وقت تھا۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔۔ ازمیر شاہ کب سے ماں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے ابھی سویا تھا اس نے کھکھلاتے ہوئے اور تھوڑا بہت روتے ہوئے باپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کافی کوشش کی تھی لیکن وہ اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد پھر سے فون میں مصروف ہو جاتا۔۔ وہ اسی ہاکی شلوار قمیض میں ملبوس بیڈ کی دوسری طرف تکیے پہ نیم دراز تھا۔۔ وہ جمعے کے لئے تیار ہونے کے بعد ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی کمرے میں آیا تھا، وہ بالکل خاموش تھا، پہلے تو جونارمل انداز میں باتیں کرتا رہتا تھا آج وہ بھی نہیں کر رہا تھا۔۔ ازمیر سوچکا تھا لیکن اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ

رہا تھا، وہ تو اسکے سونے کے انتظار میں رہتا تھا کہ کب اپنی جان کے رقیب کو رات کے وقت بے بی کاٹ کی زینت بناتے خود بیوی کو بانہوں میں بھر کے سو جائے لیکن آج تو اس کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے۔۔ ایزل شاہ سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو دیکھتی وقفے وقفے سے اسکی طرف نظر دوڑا رہی تھی جس کے لئے اس وقت فون سے ضروری کوئی چیز نہیں تھی۔۔

ازمیر سو چکا ہے!۔۔۔۔ ایزل شاہ نے مصروف انداز میں اپنی طرف کا لیمپ آف کرتے مدھم آواز میں اسے مخاطب کیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی وہ اسے ازمیر کے سونے کے بارے میں کیوں بتا رہی ہے لیکن وہ اسے بتا رہی تھی، وہ جواباً خاموش رہا۔۔ وہ آج ایزل شاہ کو دوسری دفعہ اگنور کر رہا تھا۔۔ اسے خاموش دیکھ کے ایزل شاہ کچھ پل اسے دیکھتی رہی اور پھر اگلے ہی پل ازمیر شاہ کی طرف اپنا چہرہ کرتی آنکھیں بند کر گئی لیکن اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔ بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔ کچھ دیر بعد وہ ازمیر شاہ سے کروٹ بدلتی پھر سے سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن نیند آ کے نہیں دے رہی تھی۔۔ اس نے جھنجھلاتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے ازمیر شاہ کی طرف کروٹ بدلی تھی، نظریں کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو ابھی تک ویسے ہی مصروف تھا۔۔، ایزل شاہ نے گلے سے لائٹ گرین دوپٹا نکالتے ہوئے تکیے پہ رکھتے ازمیر شاہ کے گرد ہولے سے اپنے ہاتھ کا حصار باندھ کے پھر سے سونے کی کوشش کی تھی کیونکہ اسے کاظم شاہ کے حصار میں سونے کی عادت ہو چکی تھی، وہ اسے سختی سے خود میں قید کر کے سوتا تھا یوں کہ ایزل شاہ کو اس کے گرد ہاتھ باندھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی، وہ مزاحمت کر کر کے دیکھ چکی تھی اسی لئے اب بنا کسی کی مزاحمت کے اس کے حصار میں سو جایا کرتی لیکن اسے آج تو جیسے اس سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا۔۔ ایسا بھی کیا کہہ دیا تھا اس نے؟ جو اس اکڑو شاہ کا غصہ ٹھنڈا ہو کے نہیں دے رہا تھا؟ وہ ناک چڑھا کے نروٹھے پن سے سوچتی اپنے بیٹے کے سر کے ساتھ نرمی سے سر ٹکاتی آنکھیں موندے گئی۔ اسے کروٹیں بدلتے مزید آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ انسان ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ خود کے اتنے نظر انداز ہونے پہ ضبط سے بیڈ سے اٹھتی ازمیر شاہ کو احتیاط سے اٹھائے بے بی کاٹ میں لٹا کے تھپکتی ہوئی پھر سے بیڈ پہ لیٹ گئی۔۔ کاظم شاہ نے اسکی اس حرکت کو کن اکھیوں سے نوٹ کرتے نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

اپنی طرف کا لیمپ آف کریں! مجھے نیند آ رہی ہے!!۔۔۔ دس منٹ مزید گزرنے کے بعد بھی اسے کوئی ریکشن نہ دیتے دیکھ کے ایزل شاہ غصے سے بلند آواز میں بولتی خود پہ سینے تک چادر اوڑھ گئی۔۔ اسے شدید غصہ آ رہا تھا اس انسان پہ جو ہر روز اسے اپنے سینے میں قید کرنے کی عادت ڈال کے آج اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔۔ کاظم شاہ بنا کچھ بولے اگلے ہی پل لیمپ آف کر کے موبائل سائیڈ پہ رکھ گیا۔۔ اسے فون سائیڈ پہ رکھتے دیکھ کے ایزل شاہ کو لگا وہ اپنی لائن پہ آتے ہوئے خود اس کے نزدیک آئے گا لیکن وہ تو اس کی سوچوں پہ پانی پھیر تا لباس تبدیل کئے بغیر اس سے کروٹ بدل کے دوری طرف منہ کر تا لیٹ چکا تھا۔ اسکی کروٹ بدلنے والی حرکت پہ ایزل شاہ کو اپنا دل زخمی ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ آنکھوں سے آنسو لڑھک کے گالوں پہ گرے تھے۔۔ اس نے کھڑکی سے نظر آتے چاند کی ہلکی سی روشنی میں کاظم شاہ کی پشت کی طرف دیکھا تھا۔۔ ایزل شاہ کے آنسوؤں میں کمی کی بجائے روانی ہوئی تھی۔۔۔ اسے ڈر تھا اس کی ہچکیاں نہ بند جائیں اسی لئے جلدی سے منہ میں ہاتھ رکھتی چہرہ دوسری طرف موڑ گئی۔ اسکے چہرہ موڑنے پہ کاظم شاہ نے اگلے ہی پل چہرہ گھما کے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا وجود ہولے سے لرز رہا تھا۔۔ کچھ منٹ گزرنے کے بعد جب ایزل شاہ کی ہچکیاں بلند ہوئی تو وہ خود پر کیا ضبط کھوتا ہوا تیزی سے اسکی طرف کھسکتا اسکی کمر اور پیٹ کے گرد ہاتھ لپیٹ کے اسکا رخ اپنی طرف کر گیا۔ ایزل شاہ نے آنسوؤں سے تر چہرے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسے اپنے نزدیک دیکھ کے وہ غصے سے اسکے سینے پہ اپنی کہنی جھڑتی اسکے ہاتھ اپنے پیٹ کے گرد سے ہٹانے لگی جب وہ اپنی ٹانگ کا وزن اسکی ٹانگوں پہ ڈال کے انہیں اپنی دوسری ٹانگ کی مدد سے بے باکی سے لاک کرتا اسے سختی سے اپنے سینے کا حصہ بنائے اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرنے لگا۔۔

کیا ہے؟ اب کیوں آئے ہیں میرے پاس؟ ابھی بھی اپنی محبوبہ (موبائل) کو ہاتھ میں دبوچے ٹک ٹک کریں!!!!۔۔۔ وہ غصے سے غراتی ناچاہتے ہوئے بھی اس سے شکوہ کرتی پھر سے اسکے سینے پہ بے دردی سے اپنی کہنی جھڑ گئی، کاظم شاہ نے اسکے طنز پہ اپنی مسکراہٹ دباتے اسکی کمر کو بے باکی سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتا اس کے چہرے پہ جھک کے اسکا سرخ بھیگا عارض اپنے ہونٹوں میں دبایا تھا۔۔ ایزل شاہ کے آنسوؤں میں اضافہ ہوا تھا اسے رومانس کرنا اتنے دنوں بعد آج یاد آ رہا تھا؟؟ پچھلے دنوں کہاں گیا تھا اس کا یہ پیار؟ وہ بدگمان ہوئی تھی۔۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کاظم

شاہ نے پچھلے دنوں اسکی ہوش میں کوئی رومانس نہیں کیا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی وہ اسکے سونے کے بعد چھوٹی موٹی گستاخیاں کر کے اپنے ہونٹوں سے اسے چھوتا رہتا تھا۔۔

لو دبوچ لیا محبوبہ کو!! اب کیا چاہتی ہو ابھی اور اسی وقت ٹک ٹک کر کے بھی دیکھاؤ؟۔۔۔کاظم شاہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکی کمر پہ اپنی مٹھیوں کی گرفت مضبوط کر گیا، اسکی بات کا مطلب سمجھتے وہ سرخ پڑتی ایک پل کے لئے اپنی مزاحمت روک گئی۔۔

کوئی ضرورت نہیں ہے میری نیند خراب کرنے کی!! دور ہٹیں!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ غصے سے اپنی پوری قوت سے مکے جھڑتی مدھم آواز میں غرائی تھی، کاظم شاہ کو اپنے کسرتی سینے پہ اسکے مکے پھولوں کی طرح محسوس ہو رہے تھے، اپنی چھوٹی سی اووزی کا بیویوں والا یہ تشدد اسکی یہ ادائیں اسکے دل کو بری طرح سے اٹریکٹ کرتی تھیں۔۔

پچھلے چالیس منٹوں سے ایک منٹ نہیں سو پائی تم! کیا وجہ جان سکتا ہوں؟۔۔۔وہ بوجھل لہجے میں بولتا اسکی ٹانگوں کو اپنی قید سے آزاد کر کے اسکی پشت سینے سے لگاتا اپنے دانتوں سے اسکی بیک ذپ کھولتے اسکی فراک کو ایک جھٹکے میں کندھوں سے کھسکاتا اسکی کمر کے اس سیاہ تل کو زور سے اپنے لبوں میں دباتا اس پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔۔اسکے اس اچانک شدت بھرے لمس پہ ایزل شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں، وہ تھوک نگلتی اس سے دور ہونے لگی جب وہ اسکے تل اپنے دانتوں کا دباؤ مزید بڑھاتا آگے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اپنے ہاتھوں سے اسکے پیٹ کو چھوتا آہستگی سے ان ہاتھوں کو اوپر کی طرف موو کرتا بے باکی سے اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں سے محسوس کرتا ایزل شاہ کے دل کی دھڑکنوں کو عروج پہ پہنچا گیا۔۔ایزل شاہ نے خود میں سمٹتے ہوئے اسکے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی تھی جب وہ ان پہ مزید بے باکی دیکھاتا اسکی کمر کے تل کو اپنے دانتوں کے شدت بھرے لمس سے آزاد کرتا اسکے کان کے پاس جھکا تھا۔۔

مانتا ہوں تم دن بدن مزید خوبصورت ہو رہی ہو لیکن تمہاری زبان سے نکلے الفاظ گزرتے دنوں کے ساتھ زہریلے کیوں ہوتے جا رہے ہیں؟۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے اسکے دوپہر والے الفاظ یاد کروا رہا تھا وہ جو اب خاموش رہی تو کاظم شاہ اسکی دھڑکنوں سے ہاتھ ہٹا کے اسکی فراک کے ڈیپ گلے میں اڑساتے اسے ذرا سا نیچے کھسکاتے اسکی تیز دھڑکنوں کو اپنے ہاتھ کے نیچے محسوس کرنے لگا۔وہ اسکے اس عمل پہ بے ساختہ شرم سے پانی پانی

ہوتی چیخی تھی۔۔کاظم شاہ نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہاتھوں کی بے باکی میں مزید اضافہ کرتے اسکی پچھلی گردن پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

آج ازمیر کو خود ہی بے بی کاٹ میں لٹا کے کیا تم مجھے کوئی اشارہ دینا چاہ رہی تھی؟۔۔۔کاظم شاہ نے خمار آلود آواز میں استفسار کرتے اپنے ہاتھوں میں ہوتی رکاوٹ کی وجہ سے اسکی فراک کے گلے کا ستیاناس کیا تھا۔ایزل شاہ منہ کھول کے رہ گئی صد شکر تھا اسکا چہرہ دوسری طرف تھا ورنہ اسکا لال بھبھوکا ہوتا چہرہ دیکھ کے مزید فری ہوتا۔اسکے الفاظ پہ وہ نچلا لب دانتوں تلے دباتی خود کو کوسنے لگی،اسکا ہاتھ اپنے نشیب و فراز سے پھر سے ہٹانا چاہا تھا جب وہ اسکی بار بار اس مزاحمت پہ جھنجھلاتے ہوئے اسکا رخ اپنی طرف موڑتا جھک کے یہاں زور سے اپنے دانت گاڑ گیا۔ایزل شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔اس نے اسکی قمیض کے کالر کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتے یہاں پہ اسکی شدت برداشت کی تھی۔۔وہ سرخ نشان چھوڑتا اسکی گردن اپنے جنونی لمس سے بھگونے لگا۔۔ایزل شاہ کو اسکی جنونیت سے بے ساختہ خوف سا محسوس ہوا تھا۔۔

م۔۔میں۔۔آ۔۔آپ۔۔کو۔۔کیوں۔۔اشارہ۔۔دوں۔۔۔

گی؟؟کیا۔۔یہ۔۔۔سب۔۔۔کرنے۔۔۔کے۔۔لئے۔۔۔آپ۔۔میرے۔۔۔اشاروں۔۔

کے۔۔۔محتاج۔۔۔ہیں؟لگ تو نہیں رہا؟۔۔۔وہ اپنی شرم و حیا کو سنجیدگی کے لبادے میں چھپاتی طنزیہ انداز میں اسے جتلا رہی تھی کہ اسے ابھی بھی یہ سب کرنے کے لئے اس نے کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔۔اسکا طنزیہ لہجہ محسوس کرتے وہ جلدی سے اپنے سلگتے لب اس کی گردن سے ہٹاتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔آخر وہ کیوں اپنے ان الفاظ اور طنزیہ لہجے سے اسکے صبر کا پیمانہ لبریز کرتی تھی؟کاظم شاہ گہری سانس بھر کے اسکی سانسوں کو گھوٹنے کی خواہش دل میں دباتا اسکی فراک درست کرتے اسکی زپ تیزی سے بند کرتا اس کا سر اپنے سینے پہ رکھے آنکھیں موند گیا۔۔اس نے اسکے گرد سخت حصار باندھنے کی بجائے کہنی اپنی آنکھوں پہ رکھی تھی۔۔وہ اسے مزید رلانا نہیں چاہتا تھا اسے لئے اگنور کئے بغیر اسے خود کے ساتھ لگاتا اسے سلانے کی چھوٹی سی کوشش کر رہا تھا۔۔اس کے اس اچانک رد عمل پہ ایزل شاہ نے اپنی فراک کی طرف نگاہیں گھمائی تو جو گلے سے خراب ہو چکی تھی،وہ اسکی حالت بگاڑنے کے بعد اب کیسے سکون سے آنکھیں موند چکا تھا؟کیا اسے اتنی جلدی نیند آ رہی تھی کہ وہ مزید رومانس جاری رکھنے کی بجائے سو رہا

تھا؟ہاں نیند آتی بھی کیوں نا؟ صبح مہرین اور اپنی چڑیل کولیگز سے جو ملنے آفس جانا تھا۔۔ایزل شاہ شدید غصے سے سوچتی بنا کسی مزاحمت کے اسکے سینے پہ سر رکھے اپنی آنکھیں موند گئی۔۔البتہ مہرین اور اسکی دوسری کولیگز کو سوچتی وہ ہمیشہ کی طرح جل کے راکھ ہوئی تھی۔کاظم شاہ اسکے خیالات سے انجان اپنے غصے پہ قابو پا رہا تھا۔۔جس طرح سے اسکی بیوی اسے نچا رہی تھی اسے ایسے آج تک کسی نے نہیں نچوایا تھا لیکن جب غصہ ضبط کرنا ایک مشکل کام لگا تو سینے سے لگ کے سوتی اپنی بیوی کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے چہرے کے مقابل کرتا تیزی سے ان رسیلے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبوچتے اسکی سانسیں گھونٹتا اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط96(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

آئی وش یہ ہماری آخری ملاقات ہو! !۔۔۔۔۔وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا سیگریٹ ہونٹوں میں دبائے اسکے کل کے بولے گئے آخری الفاظ یاد کر رہا تھا جو اس نے بھیگی آواز میں بولے تھے۔۔وہ کل سے اس کے ان الفاظ کو جب جب سوچ رہا تھا اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔اس کا دل کر رہا تھا وہ ابھی اڑ کے اس کے پاس پہنچ جائے اور اسکی کہی گئی اس بات کو غلط ثابت کر دے۔۔وہ آخر کیسے اتنی آسانی سے اس سے بائیکاٹ کر سکتی تھی؟یہ بائیکاٹ والا حساب ہی تو تھا جو وہ اس سے پھر سے ملنا نہیں چاہتی تھی۔۔

یا اللہ یہ کیسا امتحان ہے؟آپ نے میرے دل میں ایک ایسی لڑکی کی محبت کیوں ڈالی ہے جس سے میرا کوئی میچ نہیں بنتا؟وہ اور میں الگ دنیا کے واسی معلوم ہوتے ہیں! ہم دونوں کے مائینڈ میچ نہیں کرتے! ہماری نیچر میچ نہیں کرتی! وہ خود کو چھپانا نہیں جانتی اور مجھے سات پردوں میں چھپی عورت چاہئیے!وہ کل پانچ سو بندوں کے سامنے رقص کرتی رہی اور میں نے اپنی پوری زندگی میں اپنے وجود کو غیر محرموں سے بچا کے رکھا ہے! اپنی محرم کے لئے سینچ سینچ کے رکھا ہے! وہ پوری دنیا میں احان شاہ کی فیانسی کے نام سے جانی جاتی ہے جبکہ میں چاہتا ہوں میرے نام کے ساتھ جو لڑکی جڑ جائے اسکا نام بھی کبھی اسکے محرم رشتوں کے علاوہ کسی نے نہ لیا ہو! وہ پابندیوں میں رہنا نہیں جانتی اور میں اوور پوزز یسو ہوں! وہ شاہ خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور مجھے اس خاندان سے مزید کوئی تعلق نہیں رکھنا! وہ میری بہن

کو ٹارچر کرنے والے لوگوں میں شمار تھی اور میں ان تمام لوگوں کو ناکوں چنے چبوانے چاہتا تھا! تو آخر میں اس لڑکی کو اپنا دل کیسے دے سکتا ہوں؟ مجھے تو شاہ ہویلی والوں سے کہیں دور پار جا کے اپنی بہنوں کے ساتھ ایک خوبصورت سا گھر بسانا ہے تاکہ ہم مزید نفرتوں اور لڑائیوں سے دور رہ سکیں لیکن یہ آخر میں کن چکروں میں پڑ رہا ہوں؟۔۔۔۔۔۔وہ سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا دل میں خود سے اور اپنے اللہ سے مخاطب تھا۔۔اسے خود میں اور میرال شاہ میں زمین آسمان کا فرق محسوس ہوتا تھا۔۔وہ ابھی اسکا اور خود کا معائنہ کر رہا تھا جب کل کا وہ منظر دماغ میں لہرایا تھا جب وہ ایک دم سے اسکے سینے کے ساتھ لپٹی تھی۔۔آہہہ وہ منظر۔۔۔افف وہ لمحہ اور اس لمحے میں اس کی یہ پیش قدمی بہت جان لیوا تھی۔۔وہ سیگریٹ کے گہرے کش بھرتا صوفے کی طرف بڑھتے تھکے ہوئے انداز میں اس پہ نیم دراز ہوا تھا۔۔

وہ آج پھر کل کی طرح اسکے کمرے میں احتیاط سے داخل ہوتا دبے پاؤں قدم اٹھاتے ہوئے اسکے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔وہ ہر روز کی طرح سو رہی تھی۔

وہ اسکے بغیر بھی کتنے سکون سے سو جایا کرتی تھی نا؟۔۔۔احان شاہ اسے چہرے پہ کہنی رکھ کے سوتے دیکھ کے کرب سے سوچتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔اپنا الیکٹرک شاک پروف ڈریس وہ ٹیرس پہ ہی چھوڑ کے آیا تھا، اس وقت وہ بلیک پینٹ پہ وائٹ شرٹ پہنے رف سے حلیے میں ملبوس تھا۔ہری آنکھیں ہمیشہ کی طرح سرخ تھیں۔بھورے بال ماتھے پہ بکھرے اسکی دلکشی بڑھا رہے تھے۔۔احان شاہ نے آج اس کے قریب جانے سے پہلے ٹھیک سے کنفرم نہیں کیا تھا کہ آیا وہ سو چکی ہے یا جاگ رہی ہے؟ اسے لگ رہا تھا وہ آج بھی پچھلے دنوں کی طرح نیند کی گولی لے کے سوئی ہے اسی لئے وہ مطمئن انداز میں اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسکے پاس جگہ بنا کے بیٹھا تھا۔۔

کیسی ہو گلِ جاناں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر مدھم آواز میں اس پہ جھک کے اسکا حال پوچھتا اسکے تکیے کے اطراف پہ اپنا ہاتھ ٹکا گیا۔وہ جانتا تھا وہ اسکی باتوں کا جواب نہیں دے گی لیکن وہ پھر بھی اس سے ہر روز کی طرح باتوں کا آغاز کر چکا تھا کیونکہ اسے اس سے باتیں کر کے سکون ملتا تھا۔۔

کیسے لگے ہمارے بے بی کے کپڑے؟۔۔۔وہ اسکی کہنی سے ہاتھ ہٹاتا مدھم آواز میں مزید گویا ہوا تھا اس دوران اس نے اسکے پیٹ کی طرف بالکل نہیں دیکھا تھا ناہی اسکے تن سے چادر اتاری تھی۔۔گلالئی اچانک سے اپنے اس قدر قریب سے اسکی آواز سنتی دھڑکتے دل سے اپنی کہنی پہ موجود کسی کا ہاتھ محسوس کر کے جھٹکتی چیخ مارتے ہوئے آنکھیں وا کر گئی۔۔اسکی ابھی پانچ منٹ پہلے ہی آنکھ لگی تھی جب کسی کے ہاتھ کا شدت بھرا لمس محسوس کرتی وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی نیند کے خمار سے سرخ آنکھیں پٹ سے کھولتی اپنے اس قدر قریب جھکے احان شاہ کو دیکھتی ساکت ہوئی تھی۔اسکے آنکھیں وا کرنے پہ احان شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔وہ آج اتنے عرصے بعد اسکی کرسٹل گرے بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، احان شاہ بالکل سٹل ہوتے بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھتا رہا، وہی پہ گلالئی کا حال بھی اس سے کچھ کم نہیں تھا وہ خود حیران ہوتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ اس کی ان ہری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جو بے تحاشہ سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں، گلالئی کو یہ ایک خواب سا محسوس ہوا تھا کیونکہ اسے ہر روز ایسے ہی خواب آیا کرتے تھے۔ایسے خواب جن میں وہ بے حد اذیت اور تکلیف بھری باتیں کرتا اس کے کان میں گھمبیر آواز میں سرگوشیاں کرتا رہتا تھا اور وہ بنا کوئی اثر لئے خواب میں بھی یونہی اسکی طرف دیکھتی رہتی تھی۔۔وہ خواب میں بھی بنا کوئی ریکشن دیئے اسے دیکھتی رہتی جیسے اس وقت دیکھ رہی تھی۔کرسٹل گرے آنکھیں ہری آنکھوں سے چار ہوئی تھیں، کرسٹل گرے آنکھیں تو ان آنکھوں کو اس روز پہلے دیکھ کے دید کی پیاس بجھا چکی تھیں جب وہ ہاسپٹل کے باہر اس سے ٹکرایا تھا لیکن ہری آنکھیں یہ پیاس کیسے بجھاتی؟ کتنا انتظار کیا تھا ان خوبصورت کرسٹل گرے آنکھوں میں جھانکنے کا۔۔کتنا تڑپا تھا وہ ان آنکھوں پہ لب رکھنے کو۔۔کس قدر بے تاب رہا تھا وہ ان گھنی مڑی ہوئی پلکوں کو اپنی پوروں سے چھونے کے لئے۔۔۔وہ دونوں ابھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے ہوئے تھے جب احان شاہ نے ہمت کرتے ہوئے اپنا کپکپاتا ہاتھ اسکی پلکوں کی طرف بڑھایا تھا۔۔

Don't touch me

اسکا ہاتھ اپنی آنکھوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ بے ساختہ دور کھسکتی اپنے لبوں کو جنبش دیتی ہر روز کی طرح اسے بھی خواب سمجھتی یہ تین انگریزی کے الفاظ بول رہی تھی۔۔اس سے دور کھسکتے ہوئے بھی اس کی نظریں احان شاہ کی طرف تھی۔۔وہ الجھن بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔احان شاہ کو اسکی آواز بالکل نہیں آئی تھی وہ

صرف اسکے ہونٹوں کی جنبش سے جان چکا تھا وہ انگریزی میں بولتی اسے خود کو ٹچ کرنے سے منع کر رہی ہے، اسکے الفاظ سمجھنے کی دیر تھی جب وہ اپنا ہاتھ بیچ راستے میں روک کے پیچھے کی طرف کھینچتا پھر سے اسکی طرف دیکھے لگا۔۔وہ جو ہر روز اس کے پاس بیٹھ کے اس سے شکوے شکایات کرتا تھا اس وقت اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ جیسے ختم ہو چکا تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ بات کہاں سے شروع کرے؟ اسے دیکھنا کہاں سے شروع کرے! چومنا کہاں سے شروع کرے؟ وہ تو بس اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں کھو یا دید کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا جو بجھائے نہیں بجھ رہی تھی۔۔

گ۔گل!!!۔۔۔۔احان شاہ نے اپنے لبوں پہ زبان پھیر کے انہیں تر کرتے ہوئے گلالئ کو پکارا تھا۔

Don't call me! Just don't call my name

اب کی بار اس نے صرف ہونٹوں سے جنبش نہیں کی تھی بلکہ اس دفعہ وہ اسکے منہ سے اپنا نام سنتی ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔اسے پٹھانی معصوم سے ایسنٹ میں خوبصورتی سے انگریزی بولتے دیکھ کے احان شاہ کے دل نے کانوں میں دھڑکنا شروع کیا تھا۔۔

Don't U dare to enter in my dreams from now on! I hate u Syed Ahan Shah!

And I really really do

وہ اپنی آنکھوں میں نمی لئے اپنی پوری قوت سے غراتی ہوئی احان شاہ کا دل کرچیوں میں تقسیم کر گئی۔۔وہ پہلے خواب میں اس کے رونے بلکنے پہ کوئی ریکشن نہیں دیتی تھی لیکن آج اپنے نام کی صدا سنتے ہوئے وہ خود پر سے قابو کھوتی ہوئی چلائی تھی تاکہ وہ آئندہ سے اسکے خواب میں آنے کی جرآت بھی مت کرے۔۔آج اتنے عرصوں بعد اس نے اسے پکارا بھی تھا تو نفرت کا اظہار کرتے ہوئے؟ افف۔۔۔احان شاہ کو اپنا دل ٹکروں میں بٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

اسکے منہ سے اپنا نام جتنا خوبصورت لگتا تھا اظہارِ نفرت اتنا ہی بدصورت لگا تھا۔

اب تو کیا ٹاپ کی انگریزی بولتی ہے تمہاری بیوی! تمہیں انگریزی میں اچھا خاصا ذلیل کر سکتی ہے وہ لکھوالو مجھ")

(سے!!۔۔۔میرال شاہ کے بولے گئے الفاظ بے ساختہ احان شاہ کے کانوں میں گونجے تھے۔

انگریزی تو وہ واقعی ہی ٹاپ کی بولتی تھی! دو ہی جملوں سے ذلیل بھی کر چکی تھی۔۔ وہ کتنے آرام سے اظہارِ نفرت کرتی اسکا دل دہلا گئی تھی؟ وہ ابھی تک نہیں سمجھا تھا وہ اسے صرف اپنا خواب سمجھ رہی ہے! اگر وہ اسے حقیقت سمجھتی تو اس کا ریکشن اس سے کئی زیادہ دل دہلانے والا ہوتا شاید۔۔۔

گل جاناں! یوں تو مت بولو! یہاں تکلیف ہوتی ہے! یہاں!۔۔۔۔ احان شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے تکلیف سے بھیگی مدھم آواز میں بولتے اس پہ ذرا سا مزید جھکا تھا لیکن وہ پھر اس سے فاصلے پہ کھسک گئی۔۔ اسکے منہ سے پھر سے اپنا نام سنتی وہ ابھی غصے سے جواب دینے کے لئے لب وا کر ہی رہی تھی جب اس نے اچانک سے بلند کراہ بھرتے ہوئے اپنے چادر میں چھپے پیٹ پہ ہاتھ رکھا تھا۔ اسے اصل ہوش اس وقت آئی تھی، اس وقت وہ بھول چکی تھی کوئی سید احان شاہ بھی اسکے قریب بیڈ پہ بیٹھا اسے تڑپ کے دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے لب بھینچتے ہوئے اپنے پیٹ کے نیچے ہاتھ رکھتے آنکھیں بند کی تھیں۔

گ۔ گل۔۔ کیا ہوا تمہیں؟ تم ٹ۔ ٹھیک ہو؟۔۔۔ اسے پیٹ کے کچھ نیچے ایک ہاتھ رکھے اٹھ کے بیٹھتے دیکھ کے احان شاہ فکر مندی سے استفسار کرتے اسے کہنی سے سہارا دے کے اٹھانے کی والا تھا جب وہ اس اچانک افتاد پہ ٹھٹکی۔۔ اسے اب یوں سہارا تو صرف اس کے لالہ دیا کرتے تھے لیکن اب تو آدھی رات کا وقت تھا، وہ تو سو رہے ہیں گے؟ پھر آخر وہ کیسے اسے اس وقت سہارا دینے آ گئے؟ گلالئی دماغ میں تانے بانے بناتی آنکھیں وا کر کے اپنی کہنی تھامنے والے کو دیکھنے لگی، اسکے سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب گلالئی کے لبوں سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔۔ احان شاہ نے اسکے لبوں پہ نرمی سے ہاتھ رکھتے اسکی بلند چیخ کو روکا تھا۔ وہ اسے ابھی دیکھ کے پھر سے کیوں چیخ رہی تھی؟ وہ سمجھ نہ سکا۔۔

گل کیا ہوا؟ پلیز بتاؤ؟ کہاں درد ہو رہا ہے؟۔۔۔ وہ اسکے لبوں سے ہاتھ ہٹا کے اسکے گال پہ پیار سے ہاتھ رکھ کے تڑپ کے بولتا اسکے چیخنے کی وجہ پوچھ رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ تکلیف کی وجہ سے چیخی ہے۔۔

ت۔ تم۔۔ ی۔ یہاں۔۔ ک۔ کیسے۔۔ آئی۔۔ آئے؟؟۔۔ ت۔ تم۔۔ د۔ دور۔۔ ہ۔ ہٹو۔۔ مجھ۔۔ سے!!۔۔۔ وہ اسے اپنی سہمی ہرنی سی آنکھوں سے دیکھتی لڑکھڑاتے لہجے میں شاکڈ سی کیفیت میں بولی تھی تو کیا وہ جسے کب سے ایک خواب سمجھ رہی تھی وہ حقیقت تھا؟ گلالئی کا دماغ اس وقت جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہو رہا

تھا۔۔احان شاہ اسکی باتیں نظر انداز کرتا ہمت کرتے ہوئے فکر مندی سے اسکے تن سے چادر اتارنے ہی والا تھا جب وہ اپنی پوری قوت سے اسکا ہاتھ اپنی چادر سے جھٹکتی جلدی سے اٹھ کے بیٹھتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

تمہاری جرآت کیسے ہوئی میرے کمرے میں آنے کی؟میری چادر پہ ہاتھ رکھنے کی؟پہلے کتنی بار میرے کمرے میں آ چکے ہو؟پہلے کتنی بار میری چادر کھینچ کے میری حالت کی پروا کئے بغیر اپنی ہوس مٹا چکے ہو جو کبھی مٹائے نہیں مٹی؟!!۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے غراتی ہوئی احان شاہ کی پہنچ سے بہت دور ہو چکی تھی۔گلالئ کے الفاظ تھے یا کوئی خنجر جو احان شاہ کے سینے میں پیوست ہوئے تھے،وہ تو صرف اسکی تکلیف جانچنے کے لئے اسکی چادر اتارتا اس کے پیٹ کا معائنہ کرنے والا تھا اور وہ اسکا کیا مطلب نکال چکی تھی؟اس کے الفاظ اتنے تیکھے کیوں تھے؟اسکے الفاظ دل پہ چھریاں کیوں چلا رہے تھے؟احان شاہ اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف کھینچتا خطرناک حد تک سرخ پڑتی پھیلی ہری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔اسکی آنکھوں کی پتلیاں اس کے الفاظ پہ ساکت ہو رہی تھیں! وہ اسکے اتنے پیار کو ہوس کا نام کیسے دے سکتی تھی!؟وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی تھی؟

لالہ!! لالہ!!!!! ۔۔۔۔۔۔۔اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے گلالئ لرزتے دل سے بیڈ سے اٹھ کے چیختی ہوئی حازق خان کو پکارتی دروازے کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب احان شاہ اسے اتنی لاپرواہی برتتے دیکھ کے تیزی سے بیڈ سے اٹھتا اسکی طرف بڑھا تھا،اسکے کمرے کا دروازہ لاک تھا،گلالئ کے کمرے کا دروازہ ساؤنڈ پروف نہیں تھا البتہ حازق خان کے کمرے کا دروازہ ساؤنڈ پروف تھا شاید اسی لئے اسکی آوازیں ابھی تک اس تک نہیں پہنچی تھیں۔۔

دھیان سے گل!! کیا کر رہی ہو؟؟۔۔۔۔دروازے کی طرف بھاگنے کی وجہ سے اسکا چادر اسکے پیروں کے نیچے آئی تھی جس کی وجہ سے وہ اوندھے منہ گرنے ہی والی تھی جب احان شاہ تیزی سے اسکے قریب تر پہنچتا اسکی کمر کے گرد مضبوطی سے اپنا ہاتھ باندھے اسے خود کے ساتھ لگاتا تڑپتے ہوئے بولا تھا،اگر وہ اسے بروقت نہ بچاتا تو وہ اپنی اس لاپرواہی کی وجہ سے بری طرح سے زمین بوس ہو جاتی۔۔

ہاتھ مت لگاؤ مجھے بزدل انسان!! دور ہٹو مجھ سے!!!۔۔۔وہ غصے سے کانپتی ہوئی اس کی پناہوں سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

ریلکس جاناں!! ریلکس! میں کچھ نہیں کر رہا!!۔۔۔وہ اسکی کمر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا اسے ریلکس کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، وہ بھرپور مزاحمت کرتی اس سے الگ ہوئی تھی۔۔ احان شاہ خود ہی اسکے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کر چکا تھا تاکہ اسے زیادہ مشقت نہ کرنی پڑے، اسکی ایسی حالت نہیں تھی کہ وہ زور آزمائی کر سکے۔۔ وہ اس وقت اپنے اس گول مٹول وجود اور گول مٹول ہی خوبصورت نورانی چہرے سے پہلے سے کئی گنا زیادہ حسین لگ رہی تھی۔۔

تم میری ہوش میں کچھ کر بھی نہیں سکتے سید احان شاہ کیونکہ میں میجر حازق خانزادہ کی بہن ہوں اور اتنا تو خوب جانتے ہو گے کہ ایک پٹھان میجر کی بہن بندوق چلانے میں کتنی ٹرین ہو سکتی ہے؟ ہاں اپنی بے ہوشی کی گارنٹی میں نہیں دیتی! تم نے میری بے ہوشی کا کتنا فایدہ اٹھالیا ہے میں نہیں جانتی لیکن میں اب مزید تمہیں اپنے اس وجود سے فائدہ اٹھانے نہیں دوں گی!!۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دیتی مضبوط لہجے میں غرائی تھی۔۔ اسکے الفاظ نے ایک دفعہ پھر احان شاہ کا دل چیرا تھا۔ اگر اسے معلوم ہوتا وہ اسکے نزدیک آنے پہ جاگ جائے گی تو وہ کبھی بھی اس کے قریب مت آتا بلکہ وہ دور سے ہی اسے دیکھ کے ہر روز کی طرح چلا جاتا کیونکہ وہ کم از کم اسکی پریگننسی تک اسے اپنے حوالے سے کوئی ٹینشن نہیں دینا چاہتا تھا لیکن یہ جو سب کچھ اچانک سے ہوا تھا یہ اسکی سمجھ سے باہر ہوا چلا تھا۔ آخر معجزے روز روز تو نہیں ہوا کرتے؟ آخر ہمیشہ وہی تو نہیں ہوتا جیسا ہم چاہتے ہیں؟؟

گل زیادہ مت چیخو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی! اور تمہیں دیکھ کے اندازہ ہو رہا ہے کہ سید احان شاہ کی بیوی جو اوزی کی بلی سے ڈر جایا کرتی تھی، آج بندوق چلانے میں یقیناً کافی ٹرین ہو چکی ہے! میں چاہتا ہوں تم آج رات اپنی یہ ٹریننگ میرے سینے کا نشانہ لیتے ہوئے مجھ پہ آزماؤ!!۔۔۔اسکے چیخنے پہ وہ مدھم آواز میں بے تاثر لہجے میں بولتا حسرت سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور تھی۔۔ ان دونوں کے دل ایک دوسرے سے بہت دور تھے۔

میری طبیعت تمہارا مسئلہ نہیں ہے! مجھے اپنی بیوی مت پکارو!! نہ مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے اور نا ہی تمہیں میرا مزید ہمدرد بننے کی ضرورت ہے! تم آخر پھر سے کیوں آ چکے ہو میری زندگی میں؟ کیا چاہتے ہو مجھ سے؟ کیا میرا یہ جسم چاہیئے؟ جسے نوچ نوچ کے تمہیں آج بھی سکون نہیں ملا اور اب اسے مزید نوچنے کی چاہ رکھتے ہو؟؟۔۔۔۔چیختے چیختے گلا لئی کی چادر سر سے ڈھلک کے کندھوں پہ آ چکی تھی، وہ اپنے وجود کی طرف اشارہ کرتی

اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے چلا رہی تھی، اپنے آنسوؤں کو خود کے اندر اتارتی وہ بار بار اپنی پلکیں جھپک رہی تھی۔۔
گلالئی کے الفاظ پہ احان شاہ کو آج معلوم ہو رہا تھا الفاظ کی مار مارنا کسی کہتے ہیں! وہ اسے آج الفاظ کی مار مار رہی تھیں جس طرح سے کبھی احان شاہ اسے ایک نوکر کی بیٹی کا طعنہ دیتے اپنے الفاظ کی مار مارتا تھا۔۔اس نے تو کبھی اس کے جسم کو نہیں نوچا تھا وہ تو ہمیشہ سے اسکے اس سراپے کو یوں چھوتا تھا جیسے پہلی بار پیار کر رہا ہو، ہاں وہ اس پہ اپنی شدتیں لٹاتا جنونی ضرور ہوتا تھا لیکن اس کے جسم کو کب نوچتا تھا؟ وہ آخر کیسے اس جسم کو نوچ سکتا تھا جس سے وہ محبت کا دعوے دار تھا؟؟

گل میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ایسا کرنے کی چاہ رکھتا ہوں جیسا تم اس وقت سوچ رہی ہو!!! پلیز آرام سے بیڈ پہ بیٹھ جاؤ! مجھے ایسا لگ رہا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے! میں تمہیں تمہاری میڈیسن کھلا ہے چلا جاؤں گا! پلیز ریلکس ہو جاؤ!!۔۔۔۔احان شاہ اسکی طرف قدم بڑھاتا گہری سانس بھرتے ہوئے اسے اپنی صفائی دیتا اسکا ہاتھ تھامنے ہی والا تھا جب وہ اسکے کندھے پہ زور سے ہاتھ مار کے اسکا بازو جھٹکتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

خبر دار!!! خبر دار جو اب تم میرے قریب بھی آئے تو! مجھے نفرت ہے تم سے! آخر کن الفاظ میں بتاؤں کہ میں شدید نفرت کرتی ہوں تم سے اور تمہاری شاہ بی بی سے! ایسا کرو مجھے میڈیسن کی جگہ زہر دے دو جسے کھا کے میں مر جاؤ تاکہ تمہیں اور تمہاری اس شاہ بی بی کو سکون مل جائے!!۔۔۔وہ اپنے لہجے کو بد تمیز اور نفرت آمیز بناتی اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے غراتی اس سے دور ہوئی تھی۔وہ اس وقت پہلے والی گلالئی کی طرح معصوم نہیں بلکہ مضبوط لہجے میں اسے جواب دے رہی تھی۔وہ اپنے لہجے کی معصومیت پہ بھرپور قابو پا چکی تھی لیکن چہرے کی معصومیت پہ کیسے قابو پاتی؟؟

گل آرام سے بیڈ پہ بیٹھ کے بات کرتے ہیں! تمہارے لئے زیادہ کھڑے ہونا ٹھیک نہیں ہے پلیز ایک دفعہ مجھے سن لو؟۔۔۔۔احان شاہ بے بسی سے بولا تھا، وہ اسکی ایک بھی بات سنے بغیر ہر بات کو اپنا رنگ دے رہی تھی۔اسکی مرنے والی بات پہ احان شاہ کا دل ایک دفعہ پھر سے دہلا تھا۔۔

کیوں آخر کیوں سنو میں تمہیں؟ آخر کیوں مجھے بار بار بیڈ پہ لے جانا چاہتے ہو؟ تاکہ میرے وجود پہ اپنی سفاکی کے نشان چھوڑ کے اسے پھر سے حاصل کر سکو؟ میرے جسم کی طلب جاگ گئی تو مجھے ڈھونڈ لیا گیا لیکن جب اس جسم کو

درندے نوچنے والے تھے تب مجھ سے بے خبر رہا گیا؟ آخر کیوں؟؟؟۔۔۔۔وہ جنگل میں گزاری اس رات کو یاد کرتی اذیت کی انتہاء پہ چلائی تھی آخری جملہ بولتے ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔اسکے آخری جملے پہ احان شاہ کی سانسیں سست پڑی تھیں۔۔

ک۔کون! ک۔کس نے جرآت کی ہے تمہیں چھونے کی گل!!؟؟۔۔احان شاہ مفلوج ہوتے دماغ سے بلند آواز میں بولا تھا۔۔انداز جنونی تھا،اس پوری کنزرویشن کے دوران یہ پہلی بار تھا جو اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔اس آخری جملے نے کام ہی ایسا کیا تھا کہ اسے اپنے دل میں بھانبھڑ جلتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔۔

تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی!! ۔۔۔۔۔گلالئی نے سپاٹ انداز میں کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دیتے اپنے اس چھوٹے سے جملے میں اسکے دل میں مزید آگ بھڑکاتے اسے جلتے توے پہ بیٹھایا تھا۔۔

گل پلیز مجھے بتاؤ وہ کون ح۔را۔م۔زادہ تھا جس نے تمہیں چھونے کی کوشش کی تھی!! پلیز کچھ تو بتاؤ؟ آئی سوئیر میرے دل میں آگ بھڑک رہی ہے!!۔۔۔۔وہ جنونی انداز میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔

Get lost from here Mister Ahan Shah ,It's none of your matter

وہ اس کے لہجے میں تڑپ محسوس کرتی اسے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے غصے سے سرخ ہوتی کرسٹل گرے آنکھوں سے غرائی تھی۔احان شاہ کو اس کا بدلتا لہجہ تکلیف دے رہا تھا وہ تو ان گلابی لبوں سے معصومیت سے شاہ سائیں سننے کا عادی تھا،وہ تو ان خوبصورت آنکھوں میں خود کے لئے محبت کے جذبات دیکھنے کا عادی تھا۔لیکن آج تو ان لبوں سے نکلتے الفاظ اور ان خوبصورت آنکھوں میں اس کے لئے اجنبیت کے سوا اور کوئی جذبہ موجود نہیں تھا۔۔

Please don't do this to me Gul! Your changing behaviour is hurting me! I love your innocence

وہ اپنے ہاتھوں کو التجائیہ انداز میں اٹھاتا کرب ناک لہجے میں بولا تھا۔لہجے میں بے بسی ہی بے بسی تھی،اپنوں کے بدلتے رویے اس قدر تکلیف دیتے ہیں؟ یہ آج معلوم ہو رہا تھا۔۔

And I hate my innocence which ruined me badly

وہ آنکھوں میں آنسو لئے انگریزی میں غراتی ہوئی پیچھے کی طرف قدم لیتے دیوار کے ساتھ ٹکرائی تھی۔ اسکے لہجے میں اذیت اور کرسٹل گرے آنکھوں میں نمی محسوس کرتا احان شاہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسکے لبوں پہ پشتو زیادہ سوٹ کرتی تھی یا انگریزی وہ اندازہ نہ لگا سکا!!

گل!! میری گل بن جاؤ پلیز؟؟ پلیز ایک دفعہ اپنے شاہ سائیں کے پاس واپس آجاؤ؟ پلیز اپنے ان لبوں سے ایک دفعہ مجھے شاہ سائیں بول کے میرے تڑپتے دل کو راحت پہنچادو؟ پلیز صرف ایک دفعہ! ایک آخری چانس دے دو گل؟ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا! اللہ کی قسم گزرتے دنوں کے ساتھ یوں معلوم ہوتا ہے جیسا آج نہیں تو کل اپنی سانسیں ہار بیٹھوں گا کیونکہ ان سانسوں میں اب تمہاری سانسوں کی خوشبو محسوس نہیں ہوتی! مجھے جیسی چاہے سزا دے لو لیکن خدا کے لئے یہ دوری کی سزا ختم کر دو؟ تمہارا غلام بن کے رہنا منظور ہے لیکن تم سے یوں میلوں فاصلے پہ رہنا نہیں! ۔۔۔۔وہ کچھ سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد اپنی آنسوؤں سے بھری ہری آنکھوں سے اسکی طرف التجائیہ انداز میں دیکھتا اذیت ناک لہجے میں بولا تھا۔۔ اسکے ایک ایک لفظ میں تکلیف اور بے بسی کا عنصر واضح تھا۔۔

یہ دیکھو گل مجھے اب یوں اتنی جلدی رونا آجاتا ہے! تم میری کمزوری بن چکی ہو! لوگوں کو عشق مضبوط بنا دیتا ہے لیکن میرے ساتھ حساب الٹا ہوا ہے مجھے تمہارا عشق کمزور بنا چکا ہے! تم نے ایک مضبوط جابر اور سفاک سید احان شاہ کو اتنا کمزور بنا دیا ہے کہ وہ یوں اتنی آسانی سے رو دیتا ہے! ۔۔۔۔احان شاہ ہمت سے اسکی طرف قدم بڑھاتا اسکے قریب ہوتا اسکے اطراف میں دیوار پہ ہاتھ رکھتا سرنفی میں ہلا کے بھیگے لہجے میں بولا تھا، احان شاہ کی ہری آنکھوں سے آنسو لڑھک کے اسکی گھنی بھوری بیرڈ میں جذب ہو رہے تھے۔۔ اسکے آنسو دیکھتے ہوئے گلالئ کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئی تھیں، وہ یک ٹک اسکی طرف دیکھتی جا رہی تھی، اسکی آنکھوں میں موجود آنسو اسکا دل دھڑکانے کا باعث بن رہے تھے۔۔ پہلے تو وہ اسے صرف خواب میں روتے بلکتے دیکھتی تھی آج وہ اسے حقیقت میں التجا کرتے بے بس ہوتے اور روتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔ گلالئ کو اپنا دماغ جھنجھناتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ بے حد ضبط سے اپنے آنسوؤں پہ قابو پا رہی تھی۔۔

گل۔۔۔۔۔۔ابھی وہ مزید کچھ بولتا جب گلالئ اسکی بھیگی آنکھوں سے نظریں ہٹا کے ہوش میں آتی ہوئی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ کے اسے اپنی پوری قوت سے خود دور دھکیل گئی۔احان شاہ اسکے یوں دور دھکیلنے پہ اپنی نم آنکھوں کو زور سے میچ گیا جس کی وجہ سے آنسو پھر سے بیرڈ پہ گرتے اسے گیلا کر رہے تھے۔۔

اچھا طریقہ ہے آنسو بہا کے مجھے بیوقوف بنانے کا!لیکن وہ کیا ہے نا کہ اب گلالئ پہلے جیسی بیوقوف اور پاگل لڑکی نہیں رہی وہ اب تھوڑی سی سمجھدار ہو چکی ہے اور اسے سمجھدار تم جیسے شاطر لوگوں نے بنایا ہے!! آخر کو ان چھ سے سات ماہ یہی رونے کی پریکٹس ہی تو کی ہو گی یا اس ناگن شاہ بی بی کے ساتھ رہ رہ کے جھوٹے ٹسوے بہانے کی عادت ہو چکی ہو گی؟اب تک تو عادی ہو چکے ہوں گے اس سوپ سیریل کے ؟!! تصیح کرنا چاہوں گی میں نہیں میرا جسم تمہاری کمزوری بن چکا ہے! میرا عشق نہیں میرا جسم اور اس جسم کی ضرورت! محض ضرورت اور طلب تمہیں کمزور بنا رہی ہے! اور جہاں تک بات ہے رونے کی تو جب انسان کو کسی چیز کی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن وہ اسے میسر نہیں ہوتی تو اپنے کرتوت یاد کرتے ہوئے اسے رونا آ ہی جاتا ہے!

Not a big deal

کم از کم تم جیسے جسم سے محبت کے دعوے دار اپنی زبان سے عشق کا نام لیتے ہوئے بالکل اچھے نہیں لگتے! تم صرف اپنی شاہ بی بی کے مرید اور اپنی اس مرشد کی جی حضوری کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہو!!

So I think u should have to go back to your Shah Bibi! She was surely waiting for u

آخر انہیں رات میں تمہیں پاس بلا کے سونے کی عادت جو تھی؟ہاہاہا!! اب میں ان سب کی عادی ہو چکی ہوں! مجھے تم سب کے رویے نے سفاک اور پتھر دل بنا دیا ہے! مجھے اب کسی کے رونے اور بلکنے سے فرق نہیں پڑتا! تم سفاک لوگوں نے مجھے اتنا سفاک بنا دیا ہے کہ اب مجھے دوسروں کا تو دور اپنا درد بھی محسوس نہیں ہوتا! مجھے اب لگتا ہے درد میں رہ کے زندگی برباد کرنے سے بہتر ہے انسان کنارہ کشی کر لے کم از کم دو چار دن کی زندگی تو سکون سے گزرے گی کہ نہیں؟ورنہ یہ کیا صبح بے عزت ہو جاؤ رات میں دو لبوں کے بوسے مل جائیں تو موم بن جاؤ؟کیا تم میرا شمار ابھی تک انہی بیوقوف عورتوں میں کرتے ہو؟جن کا شوہر پہلے پورے زمانے میں انہیں بے عزت کرتا ہے اور آخر میں بند

کمرے میں معافی مانگ کے دو چار بے باک باتیں کہہ جاتا ہے اور وہ شرماتی ہوئی اسے اپنا آپ سونپ دیتی ہیں؟ ہاہاہا! اگر تو تم ایسا سوچ رہے ہو تو آئی سویر تمہارا یہاں آنا بیکار تھا کیونکہ کم از کم گلالئی اسماعیل خان اب خود کی اور اپنے اس وجود کی مزید ناقدری برداشت نہیں کر سکتی! گلالئی اب وہ نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی! ہاں نام وہی ہے لیکن اندر سے اب وہ بالکل بدل چکی ہے! مجھے اب تمہارا کوئی بوسا تمہاری کوئی بے باک بات تمہارے شدتیں لٹاتے جذبات بدلنے پہ مجبور نہیں کر سکتی! اسی لئے بہتر یہی ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے کنارہ کر لیں! مجھے امید ہے تم آج کے بعد یہاں آنے کی سنگین غلطی نہیں کرو گے ورنہ تم سے ملاقات میری بجائے میرے لالہ کریں گے! اور ان سے ملاقات تم پہ بھاری پڑ سکتے ہے کیونکہ ایک تو وہ رہے پٹھان اور دوسرا میجر! آگے تم بہتر جانتے ہو!!۔۔۔ گلالئی اسکے آنسوؤں کا خود پہ مزید اثر لئے بغیر ایک ایک لفظ چباتے ہوئے مضبوط لہجے میں درمیانہ آواز میں ٹو دا پوائنٹ انداز میں بولتی احان شاہ کے آنسوؤں کو اسکے عشق کو اسکے سچے جذبات کو بے مول کر چکی تھی بالکل اسی طرح جس طرح سے وہ کبھی کیا کرتا تھا۔۔ افف اتنی تکلیف؟ اس قدر اذیت؟ اسکے الفاظ سے جو تکلیف محسوس ہوئی تھی وہ تو جدائی کی تکلیف سے بھی زیادہ بھاری پڑ رہی تھی۔۔ احان شاہ نے گہرے گہرے سانس بھر کے اپنے آنسوؤں کو خود کے اندر اتارتے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے اداسی اور بے بسی سے گلالئی کی طرف دیکھا تھا جو خود آنسوؤں پہ ضبط کرنا سیکھ کے اسے رلانا سیکھا چکی تھی۔۔

میں جسم کی محبت سے بہت آگے نکل آیا ہوں گل! تم بولتی ہو تمہاری بے ہوشی کا فائدہ اٹھا کے تمہاری حالت کی پروا کئے بغیر نا جانے کتنی بار تم سے ہوس مٹا چکا ہوں؟ تو لو قسم لے لو اس جسم کی محبت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں کہ اب تمہاری اجازت کے بغیر اس بدن کو دیکھنا بھی گناہ سا لگتا ہے! تقریباً بیس سے پچیس دنوں سے تمہارے پاس آ رہا ہوں! اللہ کو حاضر ناضر جان کے کہتا ہوں اس دوران ایک دفعہ بھی تمہاری چادر ہٹا کے تمہارے اس بدن پہ نظر ڈالنے کی کوشش نہیں کی! تمہارے ان ہونٹوں کا ایک بار بھی بوسا نہیں لیا! تمہارے کان میں صرف شکوے شکایات کرنے کے علاوہ کوئی بے باک سرگوشی نہیں کی! صرف ایک دفعہ آزما کے تو دیکھو یار اگر جو تمہیں مایوس کیا تو اپنے لالہ سے بول کے میرے سینے میں اس کی پسٹل کی چھ کی چھ گولیاں اتروا دینا افف تک نہیں کروں گا!!۔۔۔ وہ اپنے لبوں کو بے دردی سے دانتوں تلے دبا کے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا اسے اپنی صفائی دے رہا تھا۔ وہ اس کے

الفاظ میں اذیت محسوس کرتی ایک دفعہ پھر سے خاموش ہوئی تھی۔۔وہ اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کے جھوٹ کیسے بول سکتا تھا؟ کیا ایسا ہو سکتا تھا احان شاہ پچیس دن اسکا دیدار کرنے آئے اور اس کے بدن کو پچیس سیکنڈ کے لئے بھی اپنی گہری نگاہوں سے نہ دیکھے ؟ اسکے لبوں کے ساتھ پچیس سیکنڈ کے لئے بھی نہ لپٹے ؟ ایسا کیسے ممکن تھا؟

ت۔ تم پچیس دنوں سے یہاں آ کے مجھے اور میرے لالہ کو دھوکا دیتے رہے ہو؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہمارے گھر میں یوں چوری چھپے چوروں کی طرح گھسنے کی ؟۔۔۔گلالئی کو جب کوئی جواب نہ سوجھا تو اسکے یوں چوری چھپے پچیس دنوں سے اسکے گھر میں داخل ہونے والے جرم پہ چڑھ دوڑی۔۔

ایک بات بولو؟"تم" مت بولو پلیز! تمہارے منہ سے " تم" سننے کی عادت نہیں ہے! یہ چھوٹا سا لفظ اجنبیت کا تاثر دیتا اس قدر تکلیف دے رہا ہے بتا نہیں سکتا!۔۔۔۔۔احان شاہ جس کے دل میں کب سے یہ تم لفظ کھٹک رہا تھا بے ساختہ اپنے دل کی بات کہہ گیا یا یوں سمجھ لو خود کو تکلیف دینے کی مزید ایک کمزوری اس کے حوالے کر گیا۔

میں نے پوچھا تمہاری ہمت کیسے ہوئی ان پچیس دنوں سے ہمیں دھوکہ دینے کی!!!!۔۔وہ اسکی بات کو نظر انداز کرتی غصے سے دھاڑی تھی۔اب کی بار تم لفظ کا استعمال جان بوجھ کے کیا گیا تھا۔۔

پتا نہیں ؟ دل کیا تو آ گیا!شاید تم نکاح میں تھی تو یہاں آنے پہ مجبور ہو گیا! اب یہ نہیں بولوں گا کہ عشق نے یہاں آنے پہ مجبور کر دیا کیونکہ تم شاید ٹھیک کہتی ہو مجھ جیسا انسان عشق نہیں کر سکتا!۔۔۔۔وہ سادگی سے کندھے اچکا کے بولتا اداسی سے اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔۔وہ اسکے جواب پہ بے ساختہ اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی جس پہ تھکاوٹ واضح تھی۔۔

بیٹھ جاؤ؟ کھڑے کھڑے تھک گئی ہو گی ؟ بیڈ پہ نا سہی اس سنگل صوفے پہ بیٹھ جاؤ؟ اپنے بچے کی جان کو خطرے میں ڈالتے ہوئے اس چھوٹے سے صوفے پہ کیسے اپنی ہوس مٹاؤں گا؟؟۔۔۔اسے یونہی کھڑے دیکھ کے وہ فکر مندی سے بولا تھا، انداز بالکل بھی طنزیہ نہیں تھا وہ شاید اسے اپنے الفاظ سے ریلکس کرنے کی کوشش کرتا خود کو اپنے ہی الفاظ سے تکلیف دے رہا تھا۔۔اسے یاد تھا وہ ابھی بیڈ پہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے چیخی ہے، وہ جب سے چیخی تھی احان شاہ کا دل اس وقت سے بے چین تھا، دل کر رہا تھا اسے بانہوں میں اٹھا کے نرمی سے اپنی گود میں بٹھا کے خود کے

سینے سے لپٹاتا تحفظ کا احساس دلائے لیکن وہ اس کے اس ایکٹ کو پھر سے جسم سے محبت کے ذمرے میں لے جاتی۔۔
اسکے منہ سے اپنے بچے کا ذکر سنتے ہوئے گلالئی بلبلا اٹھی تھی۔۔

خبر دار جو تم نے میرے بچے پہ اپنا حق جتایا احان شاہ! یہ صرف میرا بچہ ہے!! صرف میرا!! میں تمہیں اس کا چہرہ دیکھنے کا موقع بھی نہیں دوں گا! وہ میری کھوکھ میں پل رہا ہے اور تا عمر میری آغوش میں رہے گا میں تم جیسے باپ کا سایہ بھی اپنے بچوں۔۔ اپنے بچے پہ برداشت نہیں کر سکتی!!۔۔۔ وہ تڑپتے ہوئے چیخی تھی! یوں چیخی تھی جیسے اسکا بچہ اسکے ہاتھ میں ہوں اور وہ اس سے چھیننے کی کوشش کر رہا ہو۔۔ اسکے اس ریکشن پہ احان شاہ پھر سے اسکے لئے فکر مند ہوا تھا۔۔ اس حالت میں اس کا یوں بار بار چیخنا ٹھیک نہیں تھا۔۔ اسے اب چیخ چیخ کے نڈھال ہوتے دیکھ کے احان شاہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ایک دفعہ پھر سے اس کے قریب ہوا تھا جس پہ اس نے بھرپور مزاحمت کی تھی لیکن وہ اسکی مزاحمت کا اثر لئے بغیر اسکی کمر کے گرد نرمی سے ہاتھ لپیٹ کے اسے پیار سے اپنی بانہوں میں اٹھاتا صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔

چھوڑو مجھے!!! مجھے نیچے اتارو!!!۔۔۔ وہ اسکی بانہوں میں بے قابو ہوتی چیخی تھی۔۔ وہ جو اس دوران اسکے نورانی چہرے کو جان وارنٹ والے انداز میں دیکھ رہا تھا اسکے یوں مزاحمت کرنے پہ گہری سانس بھرتا اپنے قدموں میں تیزی کے آیا۔۔

ریلکس ہو جاؤ! میں کچھ نہیں کر رہا! تم سے کچھ نہیں چھین رہا! سب تمہارا ہے! ہمارا بچہ صرف تمہارا ہے! تم جب تک نہیں چاہوں گی میں تمہارے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے اسے محسوس نہیں کروں گا! اس سے باتیں نہیں کروں گا اور یہاں تک کہ اگر تم چاہو گی اس کے پیدا ہونے پہ بھی اس سے دور رہوں تو بیلیو می میں تمہاری اس خواہش کا بھی احترام کروں گا! پلیز پینک مت ہو گل! تم جس طرح سے میری یہاں موجودگی اور میرے ذرا سا قریب آنے پہ ریکٹ کر رہی ہو مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں تمہارے لئے نا محرم ہوں! یا یہاں آ کے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد کر لیا ہے جس کی کوئی معافی ممکن نہیں ہے! صرف دس منٹ؟ گن کے صرف دس منٹ یہاں رکوں گا! دس منٹ برداشت کر لو! پھر آئی سویر چلا جاؤں گا!!۔۔۔۔۔ اسے صوفے سے اٹھتے دیکھ کے وہ اسکے کندھے پہ نرمی سے ہاتھ

رکھ کے اسے پھر سے بٹھاتا اسکے گھٹنوں میں بیٹھتا مدھم آواز میں بولا تھا۔الفاظ میں ہنوز تکلیف اور ضبط کا عنصر تھا۔۔

گلالئ اب کی بار خاموش رہی۔۔وہ سپاٹ چہرے سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کیا میں تمہارا ہاتھ ان دس منٹوں کے لئے پکڑ لوں؟۔۔۔۔اسے سپاٹ انداز میں اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اجازت لینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

نہیں!! اور اتنا مظلوم بن کے مجھے ظالم ثابت مت کریں ابھی آپ نے مجھے میری اجازت کے بغیر چھوتے ہوئے ہی گود میں اٹھایا تھا۔۔وہ اپنے ہاتھ اسکی پہنچ سے دور کرتی ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولی تھی۔۔وہ تم سے آپ پہ آچکی تھی اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔۔وہ خاموشی سے سر کو خم دے گیا۔۔

تم چاہتی ہو میں آج کے بعد یہاں نہ آؤں؟۔۔۔وہ اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتا سوالیہ انداز میں استفسار کر رہا تھا۔۔

میں چاہتی ہوں میں آج کے بعد آپ کی کبھی بھی کسی مقام پہ شکل مت دیکھوں جسے دیکھ کے صرف مجھے اپنے خسارے یاد آتے ہیں!۔۔وہ دل توڑنے والے انداز میں گویا ہوئی تھی۔۔

یوں تو مت بولو گل؟ یہ تو مت بھولو کوئی تمہیں دیکھ دیکھ کے جیتا ہے! کوئی تمہیں یاد کر کر کے جیتا ہے! کوئی تم سے ایک چانس لینے کے لئے ہر دربار میں جا کے منتیں مانگتا ہے! اتنی بری شکل بھی نہیں ہے میری! یاد کرو اسی شکل سے تمہیں عشق ہوا تھا۔۔اس شکل پہ سجی اس بیرڈ کو تم اپنے ہاتھوں سے پیار سے چھوتی تھی! اور کبھی جو تمہیں مجھ پہ زیادہ پیار آتا تھا تو میرے ماتھے پہ اپنے لب رکھ کے میرے سینے میں چھپ جایا کرتی تھی! گل مجھے تمہاری ان چھوٹی چھوٹی حرکتوں کی بہت عادت ہو چکی ہے! میں تمہاری ان حرکتوں کا ایڈیکٹ ہو چکا ہوں! میں ہر لمحہ تمہیں سوچتا ہوں! ان پچھلے پچس دنوں میں ایک رات تمہیں نہیں دیکھا تھا کیونکہ میرا بیغیرت سالا۔۔آئی مین تمہارے لالہ نے بغیرتی کرتے۔۔۔نو آئی مین وہ میجر بیک سائیڈ کی دیوار پہ کرنٹ سیٹ کروا چکا تھا! مرتے مرتے بچا تھا تمہارا شوہر! وہ ساری رات سڑکوں پہ۔۔۔ابھی احان شاہ اذیت سے کھوئے ہوئے بولتا اپنا جملہ مکمل کرنے کی والا تھا جب گلالئ کے غصے سے بھڑکتے ہوئے اس کی بات کاٹی تھی۔۔

پہلی بات تو یہ کہ میرے لالہ کو گالی دینے والی سنگین غلطی آئندہ سے میرے سامنے مت کیجئیے گا! اور دوسری بات اگر مجھے تحفظ دینے والے میرے لالہ آپ کی نظروں میں بیغرت ہیں تو میں جاننا چاہوں گی آپ خود کو کس کیٹگری میں رکھیں گے ؟ جس کی بیوی کو جنگل میں درندوں نے گھیرا تھا لیکن اسے بچانے کے لئے اس کا وہ شوہر اس کے پاس نہیں تھا جو غیرت مند بنا پھرتا ہے!!۔۔۔۔گلالئی نے غصے سے اپنے ایک ایک لفظ پہ دباؤ ڈالتے ہوئے احان شاہ سے سوال کیا تھا، وہ شاید آج ایک دفعہ پھر اسے انڈائریکٹ بیغیرت بول رہی تھی؟ اس نے یوں ہی تو اس سے ایک سے دو دفعہ انیکسی میں ان ڈائریکٹ انداز میں اسکی غیرت پہ سوال کیا تھا۔ گلالئی کے سوال پہ احان شاہ کی زبان تالو سے چپکی تھی۔ ایک دفعہ پھر سے جنگل کا ذکر ہوا تھا، ایک دفعہ پھر سے ان درندوں کا ذکر ہوا تھا، اور ایک دفعہ پھر سے احان شاہ کا دل چاہا تھا ان درندوں کو پاتال سے ڈھونڈ نکال کے قتل کر ڈالے یا خود کے دماغ میں گولی مار دے۔۔۔

اگر ان درندوں سے مجھے میرے لالہ نہ بچاتے تو آج میری کھوکھ میں آپ کا خون نہیں بلکہ نا جانے کتنے درندوں کا گناہ۔۔۔۔۔۔

گل!!!!!!!۔۔۔۔احان شاہ اسکے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی بلند آواز میں اذیت سے چیخا تھا۔۔وہ اتنے تکلیف آمیز الفاظ استعمال کرتی اس کا دل کیوں دہلا رہی تھی؟

چیخیں مت!! وہ دس ہٹے کٹے مرد تھے جن میں آپ کی اکلوتی بیوی موجود تھی! وہ اکھٹے مجھ پہ جھپٹے تھے جن سے بچا کے مجھے پھر سے درندوں کے آگے ڈالا گیا تھا کیونکہ اس رات میرا شوہر مجھے بچانے کی بجائے شاید اپنی دادی کے گھٹنوں سے لگا بیٹھا تھا یا انہیں اپنے سینے پہ سر رکھ کے سلا رہا تھا! میری چادر کتنے مردوں نے کھینچی تھی! میری بے ہوشی میں مجھے کتنے مردوں نے چھوا تھا میں نہیں جانتی! میں صرف اتنا جانتی ہوں مجھے آپ کے ساتھ نے آپ کے نام نے بے پردہ کروایا ہے! ارے آپ کے نام سے تو بہتر تھا میں بنا کسی حیثیت اور نام کے ہی انیکسی میں گھٹ گھٹ کے زندگی گزارتی مر جاتی!!۔۔۔۔۔وہ اس سے ڈبل آواز میں چیختی ہوئی اسے اپنے گھٹنوں سے دور کر رہی تھی۔۔

اسکے الفاظ پہ احان شاہ نے اپنی پوری قوت سے اپنا ہاتھ صوفے کے پاس پڑے شیشے کے سینٹرل ٹیبل پہ مارتے اسے بری طرح سے زخمی کیا تھا۔ گلالئی اس اچانک افتاد پہ بے ساختہ سہمتے ہوئے چیخی تھی۔ احان شاہ اپنے زخمی ہاتھ کی پروا

کئے بغیر اپنے ہاتھ میں ایک بڑا سا کانچ پکڑتا اسے بے دردی سے اپنے ہاتھ میں دباتا زور سے اپنی آنکھیں میچ گیا۔۔وہ اس وقت کوئی دیوانا معلوم ہو رہا تھا جو خود کو بری طرح سے تکلیف دے رہا تھا۔۔

یہ پکڑو!! اور میری شہہ رگ کاٹ ڈالو کیونکہ تمہارا بیغرت شوہر مزید زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے!!!۔۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھ میں احتیاط سے کانچ پکڑاتا دیوانگی سے بولا تھا۔اس نے اسکے ہاتھ میں کانچ پکڑاتے ہوئے احتیاط برتی تھی کہیں وہ اس کے ہاتھ کو زخمی نہ کر جائے۔کانچ خون و خون تھا۔۔گلالئ سہمتے ہوئے اس کانچ کی طرف دیکھتی اس کی دل دہلاتی بات سن رہی تھی۔۔

میری شہہ رگ کاٹنا پسند کرو گی یا سینہ چیرنا پسند کرو گی؟ یا ایسا کرو پلیز یہ دونوں کام کر ڈالو! مجھے اپنی ایک ایک سانس حرام ہوتی محسوس ہو رہی ہے! میں کتنا بیغرت ہوں یہ آج معلوم ہو رہا ہے! میری بیوی نے جنگل میں وہ رات درندوں میں گزاری تھی اور میں اس بات سے بے خبر رہا؟ کیا مجھ سے بڑا کوئی بیغرت ہو سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں!! میں تو شاید مرد کہلانے کے لائق بھی نہیں ہوں!مجھے!! مجھے خود سے گھن محسوس ہو رہی ہے! گل پلیز اپنے ان ہاتھوں سے میری شہہ رگ اور سینے پہ گہرے زخموں کی چھاپ چھوڑ دو تا کہ مجھے اور تمہارے دل کو تھوڑی سی راحت مل جائے! میں سوچ بھی نہیں سکتا تم نے وہ رات کتنی تکلیف سے گزاری ہو گی! اگر سوچتا ہوں تو اپنا خون ہڈیوں میں جمتا ہوا محسوس ہوتا ہے! آخر کوئی کیسے! کیسے میری عزت پہ حملہ کر سکتا ہے اور میں اتنا کچھ ہو جانے کے بعد انجان رہوں تو لعنت ہے سید احان شاہ پہ!!!۔۔۔۔وہ پاگل دیوانوں کی طرح مفلوج ہوتے دماغ سے چیختا ہوا اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے اسکا کانچ والا ہاتھ اپنی شہہ رگ پہ رکھ چکا تھا۔۔گلالئ کا دل لرزا تھا، چہرہ سفید پڑا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے والی ساری مضبوطی جیسے اڑن چھو ہوئی تھی۔وہ اسکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتا اپنی شہہ رگ پہ دباؤ ڈال رہا تھا، اسکی شہہ رگ سے خون کی بوندیں نمودار ہوتے دیکھ کے گلالئ خوف سے چلائی تھی۔۔وہ اپنی ہاتھ اس سے دور کرنے کی کوشش کر رہی لیکن وہ احتیاط سے اسکے ہاتھ کا بچاؤ کروانے کے ساتھ ساتھ اسکے ہاتھ کو اپنی شہہ رگ سے سینے پہ ٹریس کرواتا سکون سے آنکھیں موند چکا تھا۔اسکی شہہ رگ کے ساتھ ساتھ سینہ بھی زخمی ہو چکا تھا لیکن اسے جیسے اس تکلیف سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔۔

لالہ!!!!!!۔۔۔۔۔اسے خود کو اتنے مگن انداز میں تکلیف دیتے دیکھ کے گلالئ اذیت سے چیختے ہوئے حازق خان کو پکارنے لگی کیونکہ احان شاہ خود کو تکلیف دینے سے بعض نہیں آرہا تھا اور اس سے زیادہ تکلیف گلالئ کو ہو رہی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ اسے تکلیف دینے کے لئے استعمال کئے جارہے تھے ایسے میں وہ صرف لالہ کو ہی پکار پائی جو آ کے نہیں دے رہے تھے۔۔

ش۔شاہ!!!!!!؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ کی جب بس ہوئی اور اسکے سینے اور شہہ رگ سے بل بل گرتا خون اسکی سفید شرٹ کو زخمی کرنے لگا تو وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے اسکا کندھا ہلاتی ہوئی بے ساختہ اسے اس لفظ سے پکارتی آنکھیں وا کرنے پہ مجبور کر گئی۔۔احان شاہ کی آنکھیں اس وقت سرخ لال ہو رہی تھیں۔۔آنکھوں میں نمی اور سرخ ڈھوریں تھے جو ان آنکھوں کو مزید دلکش بنا رہی تھیں۔اسے سہمتے دیکھ کے احان شاہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا جس پہ گلالئ نے جلدی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا کانچ زمین پہ پھینکتے ہوئے اسکی شہہ رگ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تھا لیکن وہ اس کی پہنچ سے دور ہو گیا۔۔اسکے منہ سے شاہ سنتے ہوئے دل پہ جیسے ٹھنڈے پانی کی پھوار سی پڑی تھی۔۔

نہ۔نہیں۔۔پلیز۔۔۔یہاں مت چھونا کیونکہ تمہارے ہاتھ ان زخموں پہ مرحم کا کام کریں گے اور میں ان زخموں پہ مرحم نہیں رکھنا چاہتا! میں ان زخموں کو مزید درد دینا چاہتا ہوں! اتنا درد کہ میرا بدن زخموں سے چور ہو جائے! اتنا درد دینا چاہتا ہوں جتنا تمہیں اس رات جنگل میں محسوس ہوا تھا۔میرے یہ زخم تمہارے ان نازک ہاتھوں کے مرحم کے لائق نہیں ہیں! آئی ایم سوری میں نے تمہیں ڈرا تو نہیں دیا گل؟میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا تھا گل! یہ سب بس مجھے اس وقت ٹھیک لگ رہا ہے! میرا دل کر رہا ہے میں ابھی تمہارے سامنے مر جاؤں! لیکن میں جانتا ہوں ایک بیوی بیوہ ہونے کے بعد کس طرح سے محسوس کرتی ہے! تم چاہے مجھ سے نفرت کی دعوے دار ہو لیکن میں جانتا ہوں میری موت پہ تم زندہ لاش بن جاؤ گی! میرا بچہ اس دینا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو جائے گا! لیکن ہاں تم ایسے چھوٹے موٹے زخم اگر مجھے ہر روز دو گی تو میں بالکل مائینڈ نہیں کروں گا!!۔۔۔وہ اپنی شہہ رگ اور سینے سے نکلتے خون کی پروا کئے بغیر اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا غائب دماغی سے پتا نہیں کیا کیا بولتا جا رہا تھا۔گلالئ اس دیوانے انسان کو دیکھ کے رہ گئی جسے زرا سی چوٹ لگتی تھی تو وہ پورا دن کراہ بھرتا اسے بتا بتا کے اپنا درد ہلکا کرتا تھا یا پورا پورا دن اپنے اس زخم پہ اسکے لب کی مہریں لگواتا اس زخم پہ مرحم رکھتا تھا! احان شاہ کو خود سے بے حد محبت تھی وہ خود کو

صرف غصے میں تکلیف پہنچایا کرتا تھا یا اسے غلطی سے کوئی چوٹ لگ جایا کرتی تھی ورنہ وہ کبھی یوں ہوش میں خود کو اتنی تکلیف نہیں دیتا تھا جتنی اس نے آج اس وقت دی تھی۔۔وہ اپنی اس دیوانگی سے گلالئ کو منہ کھولنے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے مفلوج ہو رہی تھی۔۔

گل ابھی اس پہ ٹھیک سے پین نہیں ہو رہا! پلیز تھوڑا سا اور درد دے دو؟بس تھوڑا سا یعنی اتنا درد دے دو کہ میں موت کو چھو کے ٹک سے واپس آجاؤں! یا میں ایسا کروں گا ہر رات تمہارے پاس آجایا کروں گا تم ہر رات مجھے اتنا درد دینا جس سے میں موت کی تکلیف کا مزہ چھک کے بھی زندہ رہوں کیونکہ زندہ رہتے ہوئے تڑپ تڑپ کے موت کو چھونا حقیقت میں مرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے!!۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے وہ تکلیف سے بولتے مزید گویا ہوتا پھر سے کانچ اٹھانے ہی والا تھا جب وہ دہلتی ہوئی اسکے ہاتھ سے وہ کانچ دور کر گئی اور ایسا کرتے ہوئے اسکی ایک انگلی پہ چھوٹا سا زخم آچکا تھا۔۔

گ۔گل! یہ۔۔یہ۔۔کیا۔۔کیا تم نے! دیکھو تمہارا کتنا سارا خون نکل رہا ہے!! ایسے کرتے ہیں؟گل تم اپنی حرکتیں کب درست کرو گی؟۔۔۔وہ تڑپ کے بولتا ہوا اسکی اس انگلی کو بے ساختہ اپنے لبوں میں دباتے شدت سے اسکا خون چوسنے لگا۔۔گلالئ اس کے ایک ایک ایکشن پہ پہلے سے زیادہ حیران ہو رہی تھی البتہ اسکے آخری جملے پہ آنکھیں بھر چکی تھیں، کتنے عرصے بعد یہ جملہ سن ہی تھی۔۔وہ جنونی تھا، دیوانا بھی تھا لیکن اس قدر نہیں تھا جتنا اس وقت محسوس ہو رہا تھا، وہ اس کی اس انگلی کو دیوانوں کی طرح چوم رہا تھا، آج اتنے عرصے بعد اسکے لبوں کے لمس کو محسوس کرتی گلالئ کی دھڑکنیں عروج پہ پہنچی تھیں، آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ عارضوں پہ گرے تھے۔۔اسے اپنا اتنا خون معمولی سا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس کا ذرا سا خون اسے پاگل کر چکا تھا وہ آنکھیں موندے اسکی اس انگلی کو یوں چوس رہا تھا جیسے بچہ بھوک لگنے پہ دودھ نا ملنے پہ اپنی انگلی یا انگوٹھے کا سہارا لیتا ہے۔۔وہ اس کی دیوانگی سے ڈر رہی تھی۔۔وہ اس کی خون سے بھیگی شرٹ دیکھ کے دھک دھک کرتے دل کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔احان شاہ کو جب گلالئ کی ہچکیاں بندھتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ تیزی سے اس کی انگلی چھوڑ گیا۔۔

آ۔آئی۔۔۔ایم۔۔۔سوری۔۔گل!! پلیز آئی ایم سوری! مجھے واقعی ہی تمہارے جسم سے زیادہ تمہاری روح سے محبت ہو چکی ہے! ی۔یہ۔۔میں نے غلط انٹینشن سے نہیں کیا! مجھے۔۔آئی مین میں آج کے بعد تمہارے ماتھے کے

علاوہ کہیں بھی تمہاری اجازت کے بغیر لب نہیں رکھوں گا! آئی ایم سو سوری! ت۔تم پلیز مجھے بتاؤ فرسٹ ایڈ کہاں ہے؟میں تمہاری بینڈ یج کر دوں؟۔۔۔۔۔اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے احان شاہ اسے وضاحت دینے لگا اسے لگ رہا تھا وہ اسکے شدت سے انگلی چومنے پہ رو رہی ہے یا شاید اس کے اس عمل کو بھی غلط مطلب دے ڈالے گی آخر کو اس نے اسکی انگلی پہ اتنی شدت جو دیکھائی تھی وہ مخروطی انگلی اسکی شدت سے بے حد سرخ ہو چکی تھی،وہ اسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وضاحت دے رہا تھا۔۔گلالئ خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جب اسکے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔۔دروازے پہ دستک کے انداز سے وہ پہچان چکی تھی باہر حازق خان ہے۔۔گلالئ کا نازک دل لرزا تھا۔

اگر حازق خان اسے یہاں دیکھ لیتا تو یقیناً وہ احان شاہ کا قتل کر ڈالتا۔۔

جا۔۔جائیں۔۔۔یہاں سے!!! ابھی کے ابھی جائیں پلیز!! چلیں جائیں یہاں سے!!!۔۔۔گلالئ افراتفری کے عالم میں بولتی ہوئی اسکا کندھا ہلاتی اسے ہوش دلا رہی تھی جو اس کی زخمی انگلی کو دیکھتا جا رہا تھا۔۔

کیا میری یہاں موجودگی تمہیں تکلیف دیتی ہے گل؟۔۔۔۔۔وہ دستک کی آواز پہ غور کئے بغیر سادگی سے سوال کرنے لگا۔۔اسکے سوال پہ گلالئ کی نگاہیں پھر سے اسکی خون سے رنگین شرٹ کی طرف اٹھی تھیں جس کی طرف اس نے دو سے تین دفعہ ہاتھ بڑھانا چاہا تھا لیکن وہ اس کا ہاتھ جھٹکنے کی بجائے اسکی پہنچ سے دور ہو جاتا۔۔۔

جائے یہاں سے! میرے لالہ آپ کی میرے کمرے میں آنے کی اس جرآت پہ قتل کر دیں گے آپ کا!!!۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی چہرے پہ غصیلے تاثرات سجاتی دبی دبی آواز میں غرائی تھی جب اس کے دروازے پہ پھر سے دستک ہوئی تھی۔۔

چھوڑو اسے (بیغیرت) سالے ایسے ہی ہوتے ہیں اپنے نام کے ایک (نمبر بیغیرت)! تم بتاؤ کیا میرے مرنے پہ روگی ؟؟۔۔۔۔۔سینے اور شہ رگ پہ حد سے زیادہ ہوتی تکلیف کی وجہ سے وہ شاید اب بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔۔اسکے سوال پہ گلالئ کا دل ایک دفعہ پھر سے کانوں میں دھڑکنا شروع ہوا تھا۔۔وہ اسے کیسے بتاتی اسے اسکے سینے پہ اس زخم کو دیکھ کے اتنی تکلیف محسوس ہو رہی ہے کہ اسکا دل چاہ رہا ہے وہ بلک بلک کے روئے اور وہ مرنے کی باتیں کر رہا تھا؟؟

لالہ آچکے ہیں!! جائیں یہاں سے!!۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولا نیچے اتارتی سپاٹ انداز میں بولی تھی۔

کیا تمہارا(ہمارا) بچہ تمہیں تنگ تو نہیں کرتا؟ ابھی میرے آنے پہ اس نے تمہارے پیٹ میں کک ماری تھی نا؟ کتنا بدتمیز ہے یہ؟ اسے تمیز نہیں ہے تمہارے پیٹ میں رہنے کی؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی لالہ لالہ کی گردان کو نظر انداز کرتا اسکے پیٹ کی طرف دیکھے بغیر اسکے چہرے کی طرف دیکھتا نارمل انداز میں یوں بول رہا تھا جیسے ان دونوں میں بہت اچھے تعلقات ہوں اور وہ اسکے اس سوال پہ اس کا ساتھ دیتی اپنے بچے کی شکایتیں لگائے گی۔۔

گڑیا کیا تم ٹھیک ہو؟؟۔۔۔۔۔۔ابھی گل جواباً کچھ بولنے ہی والی تھی جب باہر سے آتی حازق خان کی بھاری آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

آپ نے سنا نہیں جائیں یہاں سے!! میرے لالہ آپ کو یہاں دیکھ کے کیا سوچیں گے!!۔۔۔۔وہ غصے سے بولتی صوفے سے اٹھتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

ناراض ہو رہی ہو؟؟ آئی ایم سوری! میں چلا جاتا ہوں لیکن اس(بے غیرت) سالے کو بولو یہ یہاں سے چلا جائے! یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے!۔۔۔احان شاہ کے جواب اس کے سوالوں سے بالکل مختلف تھے،وہ اس وقت بالکل بھی مزاحیہ موڈ میں نہیں تھا،وہ سیریس انداز مین اتنی بہکی بہکی باتیں کرتا گلالئی کو حیران کر رہا تھا،شاید یہ اس کے اتنے خون کے ضیائع کا نتیجہ تھا جو وہ بنا سوچے سمجھے بولتا جا رہا تھا۔۔اسکی خون سے بھیگتی شرٹ کو دیکھ کے گلالئی کی اپنی حالت خراب ہو رہی تھی۔۔

اگر آپ ابھی اور اسی وقت میرے کمرے سے نہ گئے تو میں اسی کانچ سے خود کو نقصان پہنچالوں گی!!۔۔۔۔اسے وہی پہ جم کے بیٹھتے دیکھ کے گلالئی نے ٹیبل سے چھوٹے سے کانچ کو پکڑتے یہ آخری حربہ آزماتے ہوئے اسے دھمکی لگائی تھی۔۔احان شاہ کا مانو دل حلق میں آیا تھا۔۔

!گ۔گل! آئی ایم سوری! دیکھو میں جا رہا ہوں! پلیز اس کانچ کو نیچے پھینک دو! گل پلیز تمہیں چوٹ لگ جائے گی

I swear I am going

احان شاہ تڑپ کے بولتا ہوا زمین سے کھڑا ہوتا اسکے ہاتھ سے کانچ پکڑنے ہی والا تھا جب وہ اس کی پہنچ سے دور ہوئی تھی۔۔

Out

وہ دبے دبے انداز میں غرائی تھی، البتہ اسکے یوں خود کے لئے تڑپنے پہ آنکھیں پھر سے آنسوؤں پہ بھر چکی تھیں۔۔

اوکے میں جارہا ہوں! تم۔۔ تم پرامس کرو میرے جانے کے بعد خود کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے ہاتھ میں موجود اس کانچ کو دھڑکتے دل سے دیکھتا دیوانگی آمیز لہجے میں بولا تھا۔۔ وہ خاموش رہی۔۔۔

پرامس کرو؟!۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ پھر سے فکرمندی سے گویا ہوا تھا۔۔

گڑیا تم ٹھیک ہو؟ اگر تم جاگ رہی تو پلیز دروازہ کھولو۔۔۔۔ حازق خان کی فکرمند آواز باہر سے پھر سے بلند ہوئی تھی۔۔ ان دونوں کی آوازیں اتنی بلند نہیں تھیں کہ حازق خان کے کانوں تک آسانی سے پہنچ جاتیں۔۔

اوکے پرامس!! جائیں اب یہاں سے!۔۔۔۔ وہ مجبوری میں اس سے پرامس کرتی لہجے میں غصہ لئے بولی تھی۔۔

اچھا! غصہ مت کیا کرو! کیونکہ جب تم غصہ کرتی ہو تو پہلے سے زیادہ پیاری لگتی ہو! ۔۔۔۔۔۔ وہ اس کے پرامس کرنے پہ ایک دم سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے ہاتھ سے کانچ پکڑ کے زمین پہ پھینکتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا دھیمی آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے جلدی سے وہاں سے نکلا تھا۔۔ گلالئی اس کے اس اچانک عمل پہ ساکت ہوئی تھی، ماتھے پہ اسکے لبوں کا بوسا محسوس کرتی وہ بے آواز روتی آنکھیں میچ گئی۔۔

لالہ۔۔۔ میں سو رہی ہوں!۔۔ کیا ہوا؟۔۔۔ حازق خان کے پھر سے پوچھنے پہ وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتی اپنی آواز کو نیند کی وجہ سے بھاری بنانے کی کوشش کرتی جواباً بولی۔۔۔

نہیں کچھ نہیں سو جاؤ!!۔۔۔۔۔ حازق خان شاید اسکے جواب پہ مطمئن ہو چکا تھا جو اسے پھر دروازہ کھولنے کا بولے بغیر سونے کا حکم دیتا وہاں سے جا چکا تھا۔۔ حازق خان کے جاتے ہی گلالئی کی نظریں ٹیرس کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں جہاں سے احان شاہ اگلے ہی پل اپنا الیکٹرک شاک پروف ڈریس پہنتا کودا تھا، اسکے کودنے پہ گلالئی نے اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی چیخ دبائی تھی۔۔ وہ بے ساختہ ٹیرس کی طرف بھاگی تھی۔۔ وہ ٹیرس کی دیوار سے جھک کے نیچے کی طرف دیکھنے لگی جہاں وہ اپنے ہاتھ جھاڑتا ہوا زمین سے اٹھا تھا، وہ اوپر دیکھنے ہی والا تھا جب وہ جلدی

سے پیچھے کی طرف ہوئی تھی۔۔گلائی کا دل کیا اسے اوپر سے آواز دے کے یہ بول دے کہ وہ اپنے زخم کی بینڈ یج کرلے لیکن ہمت نہ کر سکی!!۔۔۔۔۔وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے بچوں کی طرح روتی ہوئی کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔اس نے اس کے سامنے خود کو جس قدر تکلیف دی تھی وہ اسکی دیوانگی سے حقیقتاً ڈر چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 97(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

کیا ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔اسے پاگل بنتے دیکھ کے وہ اپنے ہونٹ اسکی گرفت سے آزاد کرواتی کچھ بولنے ہی والی تھی جب وہ ایک دفعہ پھر سے ان پہ جھکتا اسکے لبوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لیتا اس کے نازک وجود پہ حاوی ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں،وہ اچانک سے اتنے جنونی انداز میں اسکے لبوں سے لپٹا تھا کہ اسے اپنے ہوش پوش اڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔۔وہ اسکے نچلے ہونٹ کو شدت سے اپنے لبوں میں دباتا اسے بری طرح سے سک کرتا ایزل شاہ کو بیڈ شیٹ مٹھیوں میں بھینچنے پہ مجبور کر چکا تھا۔۔اسے اپنی سانسوں کا دشمن بنتے دیکھ کے وہ اتنا تو محسوس کو چکی تھی وہ اسکے کڑوے الفاظ کا غصہ الفاظ سے بدلہ لینے کی بجائے اسکے لبوں سے یوں لپٹ کے اتار رہا ہے۔ ۔کاظم شاہ اسکی سانسوں کو خود میں انڈھیلتا اسکی مٹھیاں بیڈ شیٹ سے آزاد کرواتے اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں سختی سے قید کرتا اب اسکے بالائی لب کا دشمن بنا تھا۔۔کمرے کی خاموشی میں دونوں کی سانسیں دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔۔ایزل شاہ کی پھولتی سانسوں کو محسوس کرتے وہ اسکے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کے اس کا سر تکیے سے اوپر کی طرف اٹھاتا بھرپور انداز میں ان لبوں کو تیزی اور شدت سے چومنے لگا۔۔ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے اس کے انداز پہ۔۔۔وہ اسے سانس لینے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔۔وہ اب اسکے لبوں کو چومتا بے حد بے باکی کا مظاہرہ کرتے اپنا وجود اسکے وجود کے ساتھ مس کرتا اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بن رہا تھا۔۔ایزل شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکیں لرزتی ہوئی عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔۔شرم سے آنکھیں اٹھانا محال ہو رہا تھا،وہ اس وقت بے حد بے باک پوزیشن میں اس کے اوپر سایہ فگن ایزل شاہ کی ٹانگوں کو خود میں لاک کئے ہوئے تھا۔اسکے لبوں کی بڑھتی شدت پہ ایزل شاہ نے اسکے ہاتھوں میں اپنے ناخن گاڑے تھے جن میں وہ اپنے ہاتھ الجھائے ہوئے تھا۔کاظم شاہ

اسکے بالائی لب پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑتا اسکے ہونٹوں کو اپنی قید سے آزاد کرتے اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکایا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت اپنی پھولتی سانسوں کو درست کرتے ایک دوسرے کی انکھوں میں جھانک رہے تھے۔اسکی آنکھوں میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھتے وہ نظریں چراتی ہوئی اپنی آنکھیں موند گئی۔۔اسے اپنے ہونٹوں پہ بری طرح سے جلن محسوس ہو رہی تھی جن پہ اس نے آج کافی وقتوں بعد اپنے پرانے جنونی انداز میں شدت دیکھائی تھی۔۔

بہت کوشش کی تمہارے کڑوے الفاظ پی جاؤں لیکن تم اپنے الفاظ کے رکھ رکھ کے یوں وار کر رہی ہو کہ میں خود پر سے ضبط کھونے پہ مجبور ہو گیا!!۔۔۔تم نے بولا تم مجھے کوئی اشارہ کیوں دو گی؟میرا تم سے سوال ہے اگر میں اپنی بقیاء زندگی میں تمہارے اس خوبصورت بدن کو اپنے لبوں سے دہکاتا کبھی خود میں شامل نہیں کروں گا تو کیا بقیا ساری زندگی یوں گزار لو گی؟ تمہیں مجھے کوئی اشارہ نہیں دینا تو زبردستی مت دو لیکن طنزیہ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے میرے ساتھ زیادتی بھی مت کرو! تمہارے اس طنز نے میرے دل میں اس قدر آگ لگائی ہے میرا جی چاہ رہا ہے میں ابھی اور اسی وقت تم میں اس طرح سے داخل ہو جاؤں کہ اگلے ایک دو ہفتے تک ڈاکٹر ہمیں ایک دفعہ پھر سے ماں باپ بننے کی نوید سنا رہی ہو لیکن مجھے میری محبت اور میرے کہے گئے الفاظ یہ کرنے سے روک رہے ہیں! ! تمہیں اپنے الفاظ سے مان بخشا تھا کہ تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے قریب نہیں آؤں گا لیکن تم میرے ان الفاظ کو لے کے بار بار طنز کا تیر پھینکتی ہو! کیا چاہتی ہو تمہیں ایک دفعہ پھر سے نو ماہ پہلے والے اس جنونی کاظم شاہ کی جھلک دکھلاؤں جس کے ہاتھ روم رومانس کے رزلٹ میں ازمیر شاہ نے جنم لیا تھا؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنے باڈی بلڈر چوڑے وجود سے چھپائے اس پہ سایہ فگن اسکے لبوں کے قریب اپنے لب رکھتے دبے دبے انداز میں غراتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ لال سرخ کر چکا تھا۔۔اسکی بے حد بے باک باتوں کو سنتے ہوئے وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی،وہ اس پہ غصہ نہیں کر رہا تھا بلکہ جنونی انداز میں اسے اپنے بے باک سٹائل میں سمجھاتا اسکا دماغ ٹھکانے لگا رہا تھا جس کے پچھلے دنوں سے سکریو ڈالے ہو چکے تھے۔۔ایزل شاہ کو چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی،اس کی بے باک باتوں کو سنتی وہ اسکی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔۔بے شرمی۔۔۔دیکھانے۔۔۔کی۔۔کوئی۔۔ضرورت۔۔نہیں۔۔۔ہے!!۔۔۔۔ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی اسکے بے باک ہاتھوں کی گردش کو اپنے بدن پہ پھر سے محسوس کرتی لہجے کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پھر سے بولی تھی۔اسکا تو اسکی باتوں سے ہی حلق منہ کو آرہا تھا اگر جو وہ ایک دفعہ پھر اپنے اس جنونی سٹائل میں اسکے پور پور پہ اپنا حق جتاتا تو نجانے نازک سی ایزل شاہ کا طرح سے برداشت کرتی۔۔

لیکن میں نے تو ابھی تمہیں ایسا کچھ نہیں دیکھایا البتہ میں نے تو پورا لباس پہنا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کو اپنے مطلب کا رنگ دیتا بے باکی سے بولتے ہوئے اسکے بال کان کے پیچھے کرنے لگا۔۔اسکے چہرے کو سرخ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ کچھ مطمئن ہوا تھا کیونکہ وہ اسے اس شرمائے گھبرائے روپ میں ہی اچھی لگتی تھی جو اس دن اسکے ساتھ سب کلئیر کرنے کے بعد کافی دن نامحسوس انداز میں دیکھنے کو ملا تھا لیکن زوریز شاہ کی شادی کے بعد سے وہ کچھ چڑچڑی سی رہنے لگی تھی۔۔۔ایزل شاہ اسکے جواب کا مطلب سمجھتی شرم سے پانی پانی ہوتی نگاہیں جھکاتی اسکے سینے پہ اپنی کہنیوں سے دباؤ ڈالتی اسے کچھ فاصلے پہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جو جان بوجھ کے اس کے ساتھ مزید لپٹتا ہوا اسکی جان ہوا کر رہا تھا،اسکا بھاری وجود خود پہ محسوس کرتی ایزل شاہ کی جان حلق میں اٹک رہی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔۔نیند۔۔آئی۔۔۔ہے!!۔۔۔اسکی ناچاہتے ہوئے بھی اسکے سامنے زبان لڑکھڑا رہی تھی جو گہری نگاہوں سے اسکے دوپٹے سے ندارد سراپے کو دیکھ رہا تھا۔۔اسکی گردن اسکی شدتوں سے سرخ لال ہو رہی تھی،فراک کا گلہ جو وہ اپنے ہاتھوں سے برباد کر چکا تھا نظریں پار ہوتی ہوئی ڈائریکٹ اسکے دل کے مقام کی طرف اٹھ رہی تھیں جنہیں دیکھ کے وہ اپنے لبوں پہ زبان پھیر کے انہیں تر کرتا اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔

میری بات سنو! جتنا میری برداشت کو آزمانا چاہتی ہو آزما لو لیکن ایک چیز کی میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں وقت آنے پہ اس قدر ٹوٹ کے تم پہ برسوں گا کہ پاگل ہو جاؤ گی تم لیکن میری جنونیت ختم نہیں ہو گی اور نہ ہی تم میری جنونیت کا مقابلہ کر پاؤں گی!! اسی لئے مجھے سولی پہ اتنا ہی لٹکاؤ جتنا بعد میں سید کاظم شاہ کو برداشت کر سکو ورنہ مسز کاظم شاہ بچوں کی طرح آنسو بہاتی "درد" درد" کی رٹ لگاتی رہ جائیں گی اور میں انہیں مزید میٹھے درد سے روشناس کروانے سے بالکل نہیں ہچکچاؤں گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا گال نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا اسکے کان میں جنونی انداز میں بے باکی سے بولتا ایزل شاہ کا خون منجمند کرنے کا باعث بن رہا تھا،اسے اسکی ان سرگوشیوں سے خوف محسوس ہو رہا

تھا۔۔گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔اس نے "درد" لفظ اس پہ ٹانٹ مارنے کے لئے استعمال کیا تھا جب وہ پہلی پہلی بار اسکی شدتیں سہتی بچوں کی طرح یوں روتی تھی جیسے پتا نہیں کونسا انوکھا کام اس کے شوہر نے انجام دے ڈالا ہو۔۔۔

آ۔آپ۔۔کیسی۔۔باتیں۔۔کرتے۔۔جا۔۔رہے۔۔ہیں!!۔۔۔اسے بے حد بے باک باتیں کرتے دیکھ کے وہ تھوک نگل کے مصنوعی غصے سے بولتی اسکے کندھوں پہ ہاتھ مار کے اسے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی جب وہ اسکی دونوں کلائیوں اپنے ہاتھوں میں دبوچتا سوپر بیڈ کراؤن کے ساتھ پن کر کے پھر سے اسکے لبوں پہ جھکا انہیں اپنے ہونٹوں میں دبا کے شرارت سے کھینچنے لگا۔ایزل شاہ اسکے بے باک انداز پہ سٹپٹائی تھی۔۔

شوہروں والی باتیں کر رہا ہوں تاکہ میری بیوی جو اتنے دنوں کی مجھ پہ ہاوی ہونے کی کوشش کر رہی ہے اسکی زبان تالو سے چپکائی جا سکے! ویسے مجھے تم پہ حیرت ہوتی ہے جب میں خاموش رہتا ہوں تب میڈیم کا غصہ ناک پہ بیٹھا ہوتا ہے، طنز کے تیر چل رہے ہوتے ہیں میرے لئے جگہ بنانے کے لئے ازمیر کو بے بی کاٹ میں خود بخود سلا دیا جاتا ہے! اور جب میں نزدیک آتا ہوں تب نخرے دیکھائے جاتے ہیں؟میری باتوں پہ مجھے بے شرم کا لقب دیا جاتا ہے! آخر چاہتی کیا ہو میری ڈرامہ کوئین؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں کو چھوڑ کے اسکی کلائیاں اپنے ہاتھوں سے آزاد کرتے اسکے گال کے ساتھ اپنی بیئرڈ سہلاتا گھمبیر آواز میں بولتا ایزل شاہ کی پول کھول رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔کب۔۔۔سل۔۔سلایا۔۔۔وہ۔۔روز۔۔وہاں۔۔۔ہی۔۔سوتا۔۔ہے۔۔تو۔۔بس!! اور جب باہر کی عورتیں آگے پیچھے گھومیں گی تو گھر والی ڈرامہ کوئین ہی لگتی ہے چھوڑیں مجھے سونا ہے!!۔۔۔۔۔وہ پہلے لڑکھڑاتی لہجے میں بولتی آخر میں اسکا ڈرامہ کوئین لفظ یاد کرتی اسے اپنے انداز میں لیتے ہوئے ناک چڑھا کے طنزیہ انداز میں بولی تھی۔۔

شک کر رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے طنز پہ کاظم شاہ اسکے گال سے اپنا گال ہٹاتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

نہیں اپنی حیثیت جان چکی ہوں! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے سپاٹ انداز میں اس کے حصار میں ہی کروٹ بدلنے والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکی کمر کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسے ایک دم سے اوپر کی طرف اٹھایا تھا،وہ بری طرح

سے اسکے وجود کے ساتھ ٹکراتی سرخ پڑی تھی، اسکی دھڑکنیں زور سے اسکے چٹانی سینے کے ساتھ مس ہوتی ان کی رفتار میں اضافہ کر گئی۔۔

میں جاننا چاہوں گا کیا جان چکی ہو تم؟ میں وہ الفاظ سننا چاہتا ہوں جو میرے دل میں تمہارا مقام بیان کر سکتے ہیں! بولو؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے طنزیہ انداز پہ کچھ کچھ برہم نظر آرہا تھا۔۔اسکے سوال پہ وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتی مزید کچھ بولنے کے لئے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکے نچلے لب کو اسکے دانتوں کی قید سے اضافہ کرتے اسکے نچلے لب کو نرمی سے سہلایا تھا۔

جب بیوی بچہ پیدا کر لے پھر شوہروں کا ان سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے اور وہ باہر عورتوں میں انٹرسٹ لینا شروع کر دیتے ہیں شاید میری حیثیت بھی۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتی جب کاظم شاہ نے اس کے لبوں پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔کاظم شاہ کو اس کے الفاظ بری طرح سے چبھے تھے وہ اسکی آدھی ادھورے باتوں سے ہی بہت کچھ سمجھ چکا تھا لیکن وہ پھر بھی گہری سانس بھر کے قابو پاتا لیا رنگ گولڈن آنکھوں سے اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔۔اسکی آنکھوں کی سرخی دیکھتے ایزل شاہ نے بے ساختہ نظریں جھکائی تھیں۔۔

کیا تم مجھے لے کے انسکیور ہو رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے لبوں سے ہاتھ ہٹاتا نرمی سے استفسار کرنے لگا، اسے اس وقت اس پہ غصہ کرنا ٹھیک نہیں لگا تھا، اگر وہ اسکے لئے انسکیور ہو رہی تھی تو اسے نرمی سے اسکی انسکیورٹی دور کرتی تھی۔۔وہ اسکے سوال پہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔وہ کیسے جان چکا تھا وہ اسے لے کے انسکیور فیل کر رہی ہے۔۔ن۔نہیں۔۔میں کیوں کروں گی؟! رات ہو رہی ہے۔۔مجھے نیند۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ نے پھر سے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا جب وہ اسکی بات کاٹ گیا تھا۔

صبح ہوتے ہی مہرین کو اپنی پرسنل سیکرٹری کے عہدے سے ہٹا کے عام کولیگز میں شامل کر لوں گا! کل سے میری پرسنل سیکرٹری کی تمام ڈیوٹیز میرا مینجر سنبھالے گا! کچھ دنوں تک کوئی میل سیکرٹری ہائیر کر لوں گا! رہی فی میل کولیگز کی بات تو انہیں میں تمہارے لالہ کی کمپنی میں شفٹ کروا کے اس سے میل ایمپلائز ہائیر کر لوں گا! اور جہاں تک رہی فارن پارٹیز کی فی میلز کی بات تو ان کے متعلق میں تمہیں صرف اتنی گارنٹی دے سکتا ہوں کہ سید کاظم شاہ کے لب ان سے کام کے علاوہ کسی دوسری چیز کے لئے مخاطب نہیں ہوں گے!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے گال پہ نرمی

سے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا سہلاتے بھاری گھمبیر آواز میں بولتا ایزل شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ اسے دیکھ کے رہ گئی،وہ آخر کیسے اسکے دل کی باتیں جان چکا تھا؟

بس یا اور کچھ ؟کیا کوئی اور بات ہے جو تمہیں ڈسٹرب کر رہی ہے ؟۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے کاظم شاہ اسکے بھورے لمبے بالوں میں دھیرے سے اپنی انگلیاں چلاتا پیار سے پوچھنے لگا۔ایزل شاہ کو سمجھ نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے،وہ اسے بولنا چاہتی تھی وہ اسکی بھلا کے جس مرضی فی میل کے ساتھ کام کرے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن بولنے کی ہمت نہ کر پائی کیونکہ اسے فرق پڑتا تھا۔۔

اگر تم نے مزید کچھ نہیں بولنا تو مجھے لگتا ہے تمہیں کس کر لینی چاہیئے ؟۔۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے وہ اسکے بھیگے ہونٹوں کو فوکس میں لئے بھاری گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔ایزل شاہ کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوا تھا۔۔

نیند۔۔۔آئی۔۔۔۔۔وہ روہانسی ہوتی پھر سے نیند کا بہانہ کرنے ہی والی تھی جب وہ جھک کے اپنی پوری شدت سے ان لبوں پہ قفل لگا گیا۔۔اسکے لبوں کا شدت سے بھرپور بوسا لینے کے بعد وہ ان ہونٹوں کو نرمی سے اپنے لبوں کو دبا کے آزادی بخشتا قمیض کی جیب ٹٹولتے ہوئے اپنا فون نکالنے لگا۔۔

لو پکڑو! جس کا دل چاہے نمبر بلاک کر لو لیکن پلیز اپنے دل میں مجھ سے ریلیٹڈ کوئی بھی انسیکورٹی مت رکھو!۔۔کاظم شاہ اپنے فون کا فیس لاک کھول کے اس کی طرف اپنا فون بڑھاتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا تھا،ایزل شاہ کو اب شرمندگی سی ہو رہی تھی وہ آخر دوسری عورتوں کو لے کے اتنی پوزیسو کیوں ہو رہی تھی کہ وہ اسکے دل کی ایک ایک بات جان چکا تھا؟جبکہ وہ تو یہ سب اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

آپ بہتر جانتے ہیں آپ نے کس کو بلاک لسٹ میں ایڈ کرنا ہے اور کس کو فیورٹ لسٹ میں! میں اس معاملے پہ مزید کچھ نہیں بولنا چاہتی۔۔۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولتی اسکا فون اسے واپس کر گئی،فیورٹ لسٹ اور بلاک لسٹ پہ کافی زور دیا گیا تھا جس پہ کاظم شاہ نے اسے پرسوچ نگاہوں سے دیکھتے اسے داد بخشنے والے انداز میں دیکھا تھا۔۔

تم اس معاملے پہ مزید کچھ نہیں بولنا چاہتی لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں تم پہلے سے میری فیورٹ لسٹ میں ایڈ ہو۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ایزل شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کرتا اس سے تھوڑا سا اٹھ کے خاکی قمیص اتار کے دور اچھالتا اپنی بلیک ویسٹ بھی اتار کے اسے بھی پھینکتا کروٹ بدلتے ہوئے ایزل شاہ کو

اپنے اوپر لٹاتا اسکا سر سینے پہ رکھ گیا۔۔ ایزل شاہ کو بے ساختہ اس سے شرم محسوس ہو رہی تھی، وہ پہلی بار تو اس کے سامنے شرٹ لیس نہیں ہوا تھا لیکن شرم ہمیشہ یوں ہی آتی تھی جیسے وہ پہلی بار اسکے سامنے شرٹ اتار رہا ہو۔۔ وہ پہلے سے اسکی فیورٹ لیسٹ میں ایڈ تھی یہ جان کے دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔ کاظم شاہ اسے خود کے ساتھ لپٹاتا اسکے بدن کے خوبصورت نشیب و فراز کی نزاکت اپنے سینے میں محسوس کرتی بمشکل اپنی آنکھیں موند گیا ورنہ اتنی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے سونے کا ارادہ بھلا کیسے بن سکتا تھا۔۔ وہ اسکے لپٹانے کے انداز پہ مزید سرخ پڑتی اب کی بار کوئی بھی جواب دیئے بغیر اسکے سینے میں چہرہ چھپائے آنکھیں موند گئی۔۔ دل اب ہلکا سا ہو چکا تھا۔۔ وہ اپنے زرا سے نرم جملوں سے اسکا دل صاف کر چکا تھا۔۔

فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں جب احان شاہ کی گاڑی تیزی سے ہویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھی۔ وہ اپنا الیکٹرک شاک پروف ڈریس کب سے اتار چکا تھا، وہ خان مینشن سے نکلنے کے بعد سے سڑکوں پہ بلا فضول میں اپنی گاڑی گھما رہا تھا جب اسے یاد آیا تھا وہ آج اپنی تہجد کی نماز ادا کرنا بھول چکا ہے، وہ اپنی تہجد کی نماز قضا ہونے پہ پہلی فرصت میں گاڑی ہویلی کی طرف موڑ گیا تھا۔۔ تہجد کا وقت تو جا چکا تھا اب فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں وہ تیزی سے گاڑی سے نکلتا ہوا اپنے قدموں کو مضبوط بناتے اندر کی طرف بڑھا تھا۔ ہری آنکھوں پہ گھنی مڑی ہوئی پلکیں ہنوز نم تھی، آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں، سرخ ڈھوریں نمایاں تھے۔۔ وہ اپنی اور گلالئی کی اس ملاقات کے اثر سے سبھی تک نکل نہیں پا رہا تھا یہ ملاقات اس کے لئے بالکل ان ایکسپیکٹڈ تھی۔ وہ غائب دماغی سے اندر داخل ہوتا یہ تک بھول چکا تھا اسکی شرٹ اسکی وقت خون سے رنگی ہوئی ہے۔ وہ اپنی نم آنکھوں کو بے دردی سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے رگڑتا لاؤنج کی طرف بڑھا ہی تھا جب نگاہیں سائیڈ کارنر والے کمرے سے نکلتے ھارون شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو یقیناً فجر کے لئے اٹھے تھے۔۔ وہ اس وقت اسکن شلوار قمیض میں ملبوس اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے مڑے ہی تھے جب اپنے سامنے کھڑے خون سے رنگی شرٹ میں ملبوس احان شاہ کو دیکھتے وہ تڑپتے ہوئے دھاڑے تھے۔۔۔

شاہ!!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ھارون شاہ تڑپتے ہوئے اپنی جوان اولاد کی طرف بڑھے تھے جس کی حالت اسکا عشق بگاڑ کے رکھ چکا تھا۔۔

شاہ یہ۔۔۔یہ کیا۔۔۔ہوا۔۔۔ تمہیں؟؟۔۔۔۔۔اپنے بیٹے کی یہ حالت ھارون شاہ جیسے مضبوط انسان کو اندر تک ہلا کے رکھ چکی تھی جس پہ اسکا کندھا جنھجوڑتے ہوئے چیخے تھے۔۔

بابا!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ انہیں ان کے سوال کا جواب دینے کی بجائے خود پہ کیا ہر ضبط کھوتا ہوا ان کے سینے سے لگا تھا۔۔

شاہ! مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے تمہیں؟ کس کی جرآت ہوئی ہے تمہاری یہ حالت بنانے کی؟ لڑائی ہوئی ہے کسی کے ساتھ؟ میری جان کچھ تو بولو کیوں مجھے تڑپا رہے ہو؟؟۔۔۔ھارون شاہ لرزتے دل سے بلند آواز میں دھاڑ رہے تھے! ان سے بیٹے کی یہ حالت کسی صورت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔

بابا مجھے وہ لا دیں؟ وہ میری نہیں سنتی! وہ مجھ سے اتنا روٹھ گئی ہے وہ میرے آنسوؤں کو جھوٹا قرار دے دیتی ہے!! بابا آپ جانتے ہیں نا میں جھوٹ نہیں بولتا میرے آنسو سچے تھے! میرا عشق سچا ہے! لیکن وہ نہیں مانی! وہ بولتی ہے تمہیں جھوٹا رونے کی پریکٹس ہو گئی ہے! بابا میں نے تو کوئی پریکٹس نہیں کی مجھے تو اپنے ان آنسوؤں پہ غصہ آتا ہے! مجھے تو وہ مرد زہر لگتے ہیں جو روتے ہیں تو خود سوچیں میں اس حالت میں خود کو کتنا زہر لگتا ہوں گا؟ میں بھلا کیونکر رونے کی پریکٹس کروں گا؟ بابا مجھے قسم سے اسکی بہت ضرورت ہے! مجھے صرف ہر روز اسے اپنے سامنے بٹھا کے اس کا دیدار کرنا ہے میں اسے ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا بس وہ مجھے لا دیں!! میری بس ہو چکی ہے! مجھے ایسا لگتا ہے میری زندگی بیکار ہو گئی صرف اسکے جانے سے!! صرف اس ایک عورت کے جانے سے مجھے لگتا ہے میں کبھی جی نہیں پاؤں گا! ۔۔۔۔چھ فٹ دو انچ احان شاہ ان کی گردن میں چہرہ چھپائے روتے ہوئے سر کو نفی میں ہلائے انہیں اپنے دل کا حال سنا رہا تھا، آج وہ بے آواز رونے کی بجائے ہچکیوں سے رو رہا تھا۔ کتنے دنوں سے خود پہ ضبط کرتے ہوئے آج اس کی بس ہو رہی تھی، آج تو جیسے باپ کے سینے سے لگ کے رونے کا کوئی بہانہ چاہیئے تھا۔۔وہ اپنی باتوں سے ھارون شاہ کا دل دہلا رہا تھا۔ اسکی ہچکیوں پہ ھارون شاہ کو وہ کوئی چھوٹا سا بچہ معلوم ہو رہا تھا، وہ تو بچپن میں بھی آواز نکال کے نہیں روتا تھا کیونکہ اسے اپنا رونا پسند نہیں تھا لیکن یہ عشق اسے آخر مزید کتنا بدلنا چاہتا تھا؟۔ھارون شاہ کو اس وقت اسکی حالت اس دن سے بدتر معلوم ہو رہی تھی جب وہ اس روز ان کے سینے سے دور ہٹتا زمین بوس ہوا تھا۔۔ھارون شاہ کو لگ رہا تھا وہ آج پھر اسی دن کی طرح زمین بوس ہو جائے گا جس پہ وہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت بے حد مضبوط

کر گئے تا کہ اپنی جوان اولاد کو گرنے سے بچا سکیں جس کے اس دن بے ہوش ہونے سے ان کا دل ویران ہو گیا تھا۔ کاظم شاہ جو فجر کی نماز کے لئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا اس منظر کو دیکھتے اسکی سانسیں سینے میں اٹکی تھیں اس نے ابھی تک احان شاہ کی سینے سے خون سے رنگی شرٹ نہیں دیکھی تھی، وہ ابھی تک صرف اسکی اذیت ناک باتیں ہی سن پایا تھا۔۔

بابا آپ سنتے کیوں نہیں ہیں؟؟ مجھے وہ لا کے دیں!! میں اس کے بغیر کچھ نہیں ہوں! مجھے اپنا آپ خالی محسوس ہوتا ہے اور مجھے خالی ہاتھ کرنے والی آپکی ماں ہے!! میرا گھر اجاڑنے والی آپ کی ماں ہے! مجھے بتائیں اب میں کس کے سامنے جا کے روؤں؟ کس کے سامنے گر گراؤں؟ میرا قصور کیا تھا آپ کی ماں کو اپنی ماں جیسی عزت دینا؟ ان کی ہر بات کو خرف آخر سمجھنا؟ کیا بڑوں کی باتیں ماننے پہ اتنے خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ کیا اتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے؟۔۔۔۔۔ھارون شاہ کو خاموش دیکھ کے احان شاہ ان کی گردن سے اپنا چہرہ باہر نکالتا اپنی پوری قوت سے اذیت کی انتہاء پہ چیخا تھا۔ پہلے ھارون شاہ کے تڑپ کے دھاڑنے اور اب احان شاہ کے یوں بلند آواز میں تکلیف سے چیخنے پہ ہویلی کے تمام مکین جو تقریباً سب ہی فجر کے لئے اٹھے تھے بھاگتے ہوئے اپنے کمروں سے نکلتے باہر کی طرف بڑھے تھے۔۔ ایزل شاہ جو بھاگتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلتی حیرانگی کی کیفیت میں سیڑھیوں سے بھاگنے کے انداز میں اترنے والی تھی کاظم شاہ نے جلدی سے اسکی کہنی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے اپنے قریب کرتے اسکا کندھا سہلاتے ہوئے ریلکس کیا تھا جو باپ اور بھائی کو مقابل ہوتے دیکھ کے بھوکھلا چکی تھی۔ اپنے کمرے سے دہل کے نکلتی شاہ بی بی پوتے کی دھاریں سنتی دل پہ ہاتھ رکھ گئی۔ اسکے الفاظ پہ چہرے پہ شرمندگی کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔۔ شاہ کیا ہوا تمہیں؟؟۔۔۔۔۔۔عادل شاہ اپنے پوتے کی حالت دیکھتے بے ساختہ تڑپ کے آگے کی طرف بڑھے تھے۔۔

مر گیا احان شاہ! آپ کی بیوی مار چکی ہے آپ کے شاہ کو! میرا دل چاہتا ہے میں اس ہویلی کو فنا کر کے رکھ دوں جہاں سے میری گل کو غائب کروایا گیا تھا! میرا دل چاہتا ہے میں اپنے ہاتھوں سے اپنے سینے میں موجود اس خون کے لوتھڑے کو نکال کے بے دردی سے مسل دوں جس نے کبھی آپ کی بیوی سے بے حد محبت کی ہے ان کا احترام کیا ہے ان کی عزت کی ہے! دل چاہتا ہے اپنے ان ہاتھوں کو جڑ سے اکھیڑ دوں جنہوں نے کبھی آپ کی بیوی کی باتوں میں

آتے ہوئے یہی ہاتھ اپنی معصوم گل پہ اٹھایا تھا۔۔۔۔احان شاہ گرجدار آواز میں دھاڑتا ہوا شیشے کا سینٹرل ٹیبل اٹھا کے سنگ مرمر کے پتھر پہ پٹکتا سب کی جان لبوں پہ لا چکا تھا۔۔ ٹیبل کو پٹکتے ہوئے اسکے چہرے کا رخ سیڑھیوں کی طرف ہوا تھا جس پہ کاظم شاہ، ایزل شاہ، زوریز شاہ اور مرحا شاہ اسکی خون سے رنگی شرٹ دیکھتے ہوئے چیخے تھے۔۔وہ چاروں بھاگنے کے انداز میں سیڑھیوں سے اترتے اس تک پہنچے تھے۔ھارون شاہ آنکھوں میں نمی لئے اپنے بیٹے کی اجڑی حالت دیکھتی نم نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

لالہ!!!!۔۔۔ایزل شاہ روتی ہوئی اسکی طرف بھاگنے کی والی تھی جب نیچے زمین پہ موجود کانچ کی بکھری لاتعداد کرچیوں کو دیکھتے کاظم شاہ نے اسے کہنی سے پکڑ تا یہی پہ روکا تھا۔۔

پاگل ہو چکے ہو تم دونوں بہن بھائی؟ اپنی جان کی پروا نہیں ہے تو خود سے جڑے لوگوں کی ہی پروا کر لو!! ابھی کانچ لگ جاتا تمہیں!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ فکر مندی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولتا ایزل شاہ کو زہرہ مام کے حوالے کرتا احان شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

فرسٹ ایڈ لے کے آؤ مرحا!!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے تیزی سے مرحا شاہ کو حکم دیتے اپنے قدم بھی احان شاہ کی طرف بڑھائے تھے۔۔

دل چاہ رہا ہے تیرے ان زخموں پہ مرحم رکھنے کی بجائے تجھے ان کانچ کے ٹکڑوں پہ گھسیٹ کے اس تکلیف کا اندازہ لگواؤں جو اس وقت ہم سب کو تجھے یوں دیکھ کے ہو رہی ہے!!۔۔۔کاظم شاہ احتیاط سے ان کرچیوں کو کراس کر کے اسکی طرف پہنچتا غصے سے دھاڑتے ہوئے اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہا تھا، دل چاہ رہا تھا اسکا چہرہ اپنے مکوں سے لال کر دے لیکن وہ اس وقت جس حالت میں تھے سب سے پہلے اس کی فرسٹ ایڈ زیادہ ضروری تھی۔۔

مجھے کوئی بینڈیج نہیں کروانی! مجھے زخمی رہنے دو! مجھے یہ زخم بہت پیارے ہیں! خبردار جو تو نے میرے ان زخموں پہ مرحم تو دور ہاتھ بھی لگایا تو! ۔۔احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کاظم شاہ کا ہاتھ اپنی شرٹ سے جھٹکا تھا۔۔اپنے لالہ کی اس حالت کو دیکھ کے ایزل شاہ کا رو رو کے برا حال ہوا تھا۔۔

اگر میری نازک بیوی تیری حالت دیکھ کے بے ہوش ہوئی تو ہوش میں میں تجھے بھی نہیں رہنے دوں گا احان شاہ!!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی بیوی کو روتے دیکھ کے غصے سے اسکے کان میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔احان شاہ اسکے غرانے کی پرواکئے بغیر اسکی پہنچ سے دور ہو گیا۔۔

تمہیں اپنے لالہ کی حالت پہ ترس نہیں آتا؟ آخر اسے اسکی بیوی کب ڈھونڈ کے دو گے ؟جب وہ خود مرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی مار ڈالے گا؟؟۔۔۔ھارون شاہ بھیگی آواز میں چلاتے ہوئے زوریز شاہ سے مخاطب ہوئے تھے۔۔وہ ایک میجر تھا جب وہ ہر مشکل سے مشکل مشن میں کامیابی کا کے گارڈ آف آنر اچیو کر سکتا تھا تو اپنے لالہ کی بیوی کو ڈھونڈنے کا ایک چھوٹا سا کام کیسے نہیں ہوا تھا اس سے ؟؟

بابا آپ پریشان مت ہوں پلیز!!۔۔۔۔ھارون شاہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھتے زوریز شاہ اپنے لالہ کی طرف بڑھنے کی بجائے ان کی طرف بڑھا تھا لیکن وہ ناراضگی سے منہ موڑ چکے تھے۔۔اس وقت زوریز شاہ کو اپنا آپ پستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

کیسے پریشان مت ہوں؟ اس کی جو حالت ہے اللہ نہ کرے اسے کچھ ہو گیا میں تو جیتے جی مر جاؤں گا!! تم میری جگہ پہ نہیں ہو تم اولاد کی وہ تکلیف محسوس نہیں کر سکتے جو میں اس وقت کر رہا ہوں! تم لوگوں کی ماں کے مرنے کے بعد میں نے بابا کے لاکھ کہنے کے باجود اپنے بچوں کی وجہ سے کبھی دوسری عورت سے رشتہ باندھنے پہ خامی نہیں بڑھی کہ کہیں میرے بچے مجھ سے دور نہ ہو جائیں کہیں تم لوگوں کو میرا یہ عمل تکلیف مت پہنچائے! لیکن تم تینوں نے تو اپنا اپنا ہجر کاٹتے اپنے باپ کو توڑ ڈالا ہے! پہلے چھ سال تمہاری تکلیف برداشت کی ہے! پھر نو ماہ بیٹی کو تڑپتے دیکھا ہے! اب یہ چاہتا ہے اس کی اس بکھری حالت کی تکلیف برداشت کروں؟ آخر مجھے انسانوں کی کیٹگری سے کیوں نکال رہے ہو تم دونوں؟ پہلے ساری عمر بیوی کو تکلیف میں دیکھتے گزر گئی اب جوان اولاد کو تکلیف میں دیکھتے گزار دوں؟ آخر مجھے سمجھ کیا رکھا ہے تم لوگوں نے؟ کیا ایک عورت کا عشق باپ کی محبت پہ اس قدر ہاوی ہو چکا ہے کہ اپنی بیویوں کی خاطر باپ کے دل میں اٹھتی تکلیف محسوس نہیں کر سکتے؟ اسے دیکھتے ہوئے میرا دل کرچیوں میں بٹ رہا ہے!! ہر روز قطرہ قطرہ مارنے سے بہتر ہے ایک ہی دن مجھے میری ماں کے گناہوں کی سزا دے کے مار ڈالو!!!۔۔۔ھارون شاہ اذیت ناک لہجے میں چلائے تھے، ہری آنکھوں سے آنسو سفید ہوتی بھوری داڑھی میں جذب ہوئے تھے، ایزل شاہ

آج پہلی بار اپنے باپ کے منہ سے اس قدر اذیت ناک الفاظ سن رہی تھی، اس کے بابا خود کے اندر کتنی تکلیف چھپائے بیٹھے تھے ؟؟ سب اپنی اپنی جگہ ساکت ہوتے ھارون شاہ کی تکلیف سن رہے تھے۔۔ زوریز شاہ، ایزل شاہ اور احان شاہ نے اپنا سر کسی مجرم کی طرح جھکایا تھا۔۔ ان کے کہے ایک ایک لفظ میں اتنی اذیت تینوں کو اپنی اپنی جگہ شرمندہ کر گئی تھی۔۔

بابا پلیز یوں مت روئیں! آئی سوئیر ہم آپ کو مزید تکلیف نہیں پہنچائیں گے! میں۔۔۔ میں۔۔۔ جانتا۔۔ ہوں گل بھا بھی کہاں ہی! آپ پلیز چپ کر جائیں! لیکن میں اس کی اجازت کے بغیر آپ سب کو ان کا ایڈریس نہیں بتا سکتا!!۔۔۔ زوریز شاہ باپ کے آنسوؤں کے آگے ہارتا ہوا نچلے ہونٹ کو زور سے دانتوں تلے دبا کے بولتے یہاں کھڑے ایک ایک فرد کے سروں پہ بم دھماکہ کر گیا۔۔ سب نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ان سب سے نگاہیں چراتا اپنا نچلا لب زخمی کر رہا تھا۔۔ مرحا شاہ جو ابھی فرسٹ ایڈ باکس لائی تھی وہ خود اسکی بات سنتے ہوئے شاکڈ کیفیت میں مبتلاء ہوئی تھی۔۔

ک۔ کیا۔۔ت۔ تم۔۔ جانتے۔۔ ہو۔۔۔ ہماری۔۔۔ بہو۔۔۔ کہاں۔۔ ہے ؟۔۔ عادل شاہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے بے تابی سے کنفرم کرنے والے انداز میں گویا ہوئے تھے۔۔۔ زوریز شاہ نے احان شاہ سے نظریں ملائے بغیر محض ہاں میں سر ہلایا تھا، اسکے ہاں میں سر ہلانے کی دیر تک جب احان شاہ زمین پہ موجود کرچیوں کو نظر انداز کرتے اس پہ بپھرے شیر کی طرح جھپٹتا اسکا گریبان اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔۔

کب سے جانتا ہے تو یہ حقیقت ؟؟۔۔۔۔ احان شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکے لبوں پہ اپنی پوری قوت سے دائیں ہاتھ کو گھماتے ہوئے مکا جھڑا تھا۔ زوریز شاہ کے لبوں سے خون کسی فوارے کی طرح چھوٹتا تمام صنفِ نازک کو چیخنے پہ مجبور کر گیا۔۔

شاہ!!!۔۔۔ ھارون شاہ نے اسے بلند آواز میں پکارا تھا لیکن وہ ان کی پکار نظر انداز کر گیا۔۔

لالہ۔۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے جواباً مصنوعی معصومیت سے ہری آنکھیں پھیلاتے اپنے لبوں پہ ہاتھ رکھتے اس تیزی سے بہتے خون کو صاف کیا تھا۔ اپنے شوہر کی حالت دیکھتے مرحا شاہ کے چہرے پہ تکلیف کے تاثرات نمایاں ہوئے تھے لیکن وہ بھائیوں میں مقابلے میں ٹانگ اڑا کے آگے نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔

میں نے پوچھا کب سے جانتا ہے تو یہ سب!!!۔۔۔احان شاہ اسکی معصومیت کو سرے سے نظر انداز کرتا اسکے جبڑے پہ مکے جھڑتے اسکے گھٹنے پہ ٹانگ جھڑتا اسے زمین بوس کر گیا،اس دوران اس نے احتیاط برتی تھی اسے کانچ پہ نہ پھینکا جائے!۔۔ھارون شاہ اور دریاب شاہ نے ایک دفعہ پھر سے اسے غصے سے پکارتے زوریز شاہ کو بھروانا چاہا تھا لیکن وہ اسے ان کی پہنچ سے دور کرتا ہاتھ اٹھائے کے مزید بولنے سے روک گیا۔۔

لالہ اب جوان بھائی کی اس کی بیوی کے سامنے یوں پٹائی کریں گے یار!!۔۔زوریز شاہ اسے شدید غصے میں دیکھتے تھوک نگلنے کی ایکٹنگ کرتا ہوں گویا ہوا تھا۔کاظم شاہ نے آگے بڑھ کے لڑائی مٹانے کی بجائے صوفہ سنبھالتے کشن اپنے سر کے پیچھے رکھتے ٹیک لگائی تھی۔۔ایزل شاہ اسے اتنے چل انداز میں صوفے پہ نیم دراز ہوتے دیکھ کے اپنی نیلی آنکھیں پھیلا گئی جبکہ باقی سب ہنوز صدمے کی کیفیت میں سیچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

مجھے تمہیں موت کے منہ میں دھکیل کے تم پہ پچاس لاکھ لگا کے تمہارا علاج کروانا منظور ہے لیکن میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گا زوریز شاہ!! تمہاری جرآت کیسے ہوئی مجھ سے میری بیوی کے متعلق یہ سب چھپانے کی؟؟۔۔۔۔وہ غصے سے چیختا ہوا ایک گھٹنہ زمین پہ ٹکا کے اسکا جبڑے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا مزید ایک مکا اس کے گال پہ جھڑ گیا۔۔زوریز شاہ نے کراہ بھرتے اسے معصومیت سے دیکھتے اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپائی جس پہ احان شاہ کو مزید تپ چڑھ تھی جبکہ اپنے شوہر کو پٹتے دیکھ کے مرحا شاہ زور سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتی فکر مندی سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

لالہ اتنا ہائپر کیوں ہو رہے ہیں یار! میں آپ کو ایک سے دو دن تک بتاتا ہوں کہاں ہے آپ کی بیوی!! حوصلہ رکھیں!۔۔۔زوریز شاہ اسے پھر سے خود پہ جھپٹتے دیکھ کے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کے معصومیت اور پیار سے بولتا اسکا ہاتھ سہلا کے بولا تھا جس پہ احان شاہ نے غصے سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتے اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے کہنی جھڑی تھی،زوریز شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی اسکی مصنوعی بلند چیخ پہ پھر سے سب عورتوں کی چیخ بلند ہوئی تھی۔۔ایزل شاہ کو روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے گھوری سے نوازتے ہوئے اسے آنکھوں سے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تھا جس پہ وہ زہرہ مام کے سینے میں چہرہ چھپاتی رونے لگی۔۔کاظم شاہ سر جھٹک کے پھر سے احان شاہ کی طرف

دیکھنے لگا، اسکی شرٹ دیکھ کے وہ بری طرح سے چین ہو رہا تھا لیکن۔ اس وقت احان شاہ نے کسی کی نہیں سننی تھی اسی لئے وہ سکون سے بیٹھا اسے ریلکس ہونے کا موقع دے رہا تھا کیونکہ اس کے ٹانگ اڑانے پہ وہ مزید غصہ ہو جاتا۔۔

مجھے تیری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے بغیرت انسان میں جان چکا ہوں میری بیوی کہاں ہے!! مجھے صرف وہ وقت جاننا ہے جب سے تو ہم سب کو بیوقوف بنا رہا ہے؟۔۔۔۔۔وہ گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔ اب کی بار دھماکہ احان شاہ نے ان سب کے سروں پہ کیا تھا سوائے کاظم شاہ کے جو ان سب کا باپ تھا۔۔ وہ صرف خاموشی سے اس تماشے کو ملاحظہ کرتا زوریز شاہ کی درگت بنتے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا، آخر دیکھتا بھی کیوں نا؟ اس کی جرآت کیسے ہوئی تھی سب کے ساتھ ساتھ یہ راز اس سے بھی چھپانے کی؟ ہاں وہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ گلالئ کہاں ہے لیکن اس بات کا پتا اسے اس روز چلا تھا جس دن میرال شاہ اور احان شاہ جم میں کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے، وہ باہر کھڑا ان کی گفتگو سن چکا تھا۔۔

احان شاہ کے مدعے پہ سب سے زیادہ حیران ھارون شاہ اور زوریز شاہ ہوئے تھے اگر وہ اپنی گل کے متعلق سب جانتا تھا تو وہ تڑپنے کی بجائے اس سے ملنے کیوں نہیں جاتا تھا؟

لالہ دیکھیں بیٹھ کے بات کرتے ہیں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ایک میجر سے بات کرنے کا!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نروٹھے پن سے بولتا ہوا احان شاہ کو تھوڑا سا خود سے دور کرتا اپنا سینہ مسلتے ہوئے زمین سے کھڑا ہوا تھا جب احان شاہ نے اسکی دائیں ٹانگ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑ کے زمین سے اوپر کی طرف اٹھاتے اسے لڑکھڑانے پہ مجبور کرتے پھر سے زمین پہ گرایا تھا۔

دیکھ ح۔رامی۔۔ انسان میرا دماغ مت گھما! تم میجر بن یا جاچیف میری نظروں میں تیری عزت ہمیشہ زیرو ہی رہے گی! اسی لئے جو پوچھا ہے اسکا سیدھا سیدھا جواب منہ سے پھوٹ ورنہ دانت توڑ کے ہاتھ میں پکڑا دوں گا!!۔۔۔ احان شاہ غراتا ہوا اسکا جبڑہ پھر سے اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔۔

ساڑھے چھ ماہ سے!!۔۔۔۔۔۔ اسے جنونی بنتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسے بنا کوئی جھوٹ بولے شرافت سے سچ سچ جواب دیتے اپنی موت کو اپنے آپ دعوت دی تھی۔۔ احان شاہ کی آنکھیں بے یقین ہوئی تھیں، یعنی وہ ساڑھے چھ ماہ سے بیوقوف بنا رہا تھا، غصے سے اس وقت اس کا برا حال ہو رہا تھا۔۔

یعنی تو ساڑھے چھ ماہ سے مجھے دھوکے میں رکھتا صبر شکر کرنے کی نصیحتیں کر رہا تھا؟؟ تجھے کبھی ذرا سی بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوئی؟ کبھی خود پہ لعنت بھیجنے کی کوشش نہیں کی؟؟۔۔۔ احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے اسکا پہلے سے سرخ چہرہ اپنے مزید ایک مکے سے سرخ کیا تھا۔۔

یہ سب ضروری تھا یار لالہ!!۔۔۔۔۔ وہ اپنا گال سہلاتا خفگی سے بولتے احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھا۔

تیری رخصتی کینسل!! آج کے بعد بھول جا کہ تو کسی سید احان شاہ کا بھائی ہے ارے مجھے تو لگ رہا بابا نے تجھے کچرے کے ڈبے سے اٹھا کے ہمارا بھائی بنا دیا ہے ورنہ تیری ڈھیٹ اور فریبی جینز میں اور ہم میں بہت فرق ہے!!!۔۔۔ احان شاہ نے اسے ہمیشہ کی طرح غصے میں رخصتی کینسل کرنے کی دھمکی دی تھی یہ سوچے بغیر وہ رخصتی کے تمام تقاضے بے تابی سے پورے کر چکا ہے۔۔

کیا بات کر رہے ہیں یار لالہ اب کون سی رخصتی کینسل ہو گی اب تو رخصتی کے تمام تقاضے بھی۔۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اپنے سر پہ کھڑی موت کو نظر انداز کرتا بے باکی اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب احان شاہ نے مزید ایک مکا جھڑتے اس کی زبان بند کروائی تھی۔۔ ھارون شاہ اور دریاب شاہ تاصف سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے، شاہ بی بی شرمندہ سی اپنے لاڈلے پوتے کو دیکھ رہی تھیں جو ان کی طرف دیکھنا تک چھوڑ چکا تھا۔۔

میری نظروں سے دور ہو جا ورنہ میں تیرا قتل کر دوں گا زوریز شاہ!!!۔۔۔ احان شاہ شدید غصے سے غرا کے زمین سے اٹھتا اسکے گھٹنے پہ ٹانگ جھڑتے اوپر کی طرف بڑھنے ہی والی تھا جب رو رو کے نڈھال ہوتی بہن کا خیال آیا تھا وہ اوپر جانے کی بجائے تیزی سے چہرہ موڑ کے زہرہ شاہ کی طرف بڑھتا ان کے حصار سے ایزل شاہ کو نکال کے اپنے کندھے سے لگاتا اسکے ماتھے پہ پیار اور عقیدت سے اپنے لب رکھ گیا۔۔

لالہ!!۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے سسکتے ہوئے اسکی شرٹ اور اسکے زخمی ہاتھ کی طرف دیکھا تھا۔ کاظم شاہ نے اس بھائی بہن چارے کو دیکھ کے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں، زوریز شاہ ناک چڑھاتے ہوئے زمین سے کھڑا ہوتا اپنے باپ کی گھوریوں سے بچتا معصومیت سے بیوی کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے دیکھتے ہی منہ پھیر گئی۔ زوریز شاہ کو اس وقت ہر کوئی اپنا دشمن معلوم ہو رہا تھا۔۔

میری جان میں ٹھیک ہوں یہ میرا خون نہیں ہے! راستے میں کسی کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا تو اسے ہاسپٹل پہنچاتے میری شرٹ داغدار ہو گئی، پریشانی والی بات نہیں ہے!!۔۔۔۔۔اسکے لرزتے وجود کو دیکھ کے احان شاہ اسکا سر تھپکتے ہوئے جھوٹ کا سہارا لیتے اسے شانت کرنے کی کوشش کی تھی۔

آ۔۔ آپ۔۔۔سچ۔۔بول۔۔رہے۔۔ہیں؟۔۔۔۔وہ روتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کے فکرمندی سے استفسار کرنے لگی۔۔

جی میری جان میں سچ بول رہا ہوں! پریشان مت ہو!۔۔۔احان شاہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے ریلکس کیا تھا جب کہ اسکے منہ سے دوسری دفعہ ایزل شاہ کے لئے "میری جان" سنتے ہوئے کاظم شاہ نے چہرے کے زاویے بگاڑے تھے۔۔ابھی وہ دونوں مزید مخاطب ہوتے جب کاظم شاہ صوفے سے اٹھتا ان دونوں کے نزدیک آیا تھا۔۔

کچھ نہیں ہوا تمہارے لالہ کو! یہ اتنی جلدی ہماری جان نہیں چھوڑنے والا! زندہ سلامت کھڑا ہے تم اوپر جا کے نماز پڑھو! وقت جا رہا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ ہاتھ بڑھا کے احان شاہ کے حصار میں کھڑی ایزل شاہ کا بازو پکڑ کے اسے اپنی طرف کرتا متوازن لہجے میں بولا تھا۔۔احان شاہ نے اسے غصے سے گھوریوں سے نوازا تھا لیکن پھر فجر کی نماز کا خیال کرتے ان سب سے نپٹنے کا بعد میں ارادہ رکھتے وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

صرف مجھے فجر پڑھ لینے دے زوریز شاہ پھر اپنی خیر منانا! ہو سکے تو نماز لمبی کرنے کے لئے اپنی زندگی کی تمام قضاء کی گئی نمازیں بھی آج ہی ادا کر لینا پھر شاید ان نمازوں کی دعاؤں کے عوض کوئی معجزہ ہی ہو جائے جو میں تمہاری جلدی جان خلاصی کر دوں!!۔۔۔احان شاہ اوپر کی طرف جاتے ہوئے بھی زوریز شاہ کو بلند آواز میں دھمکی لگانا نہیں بھولا تھا جس پہ ایزل شاہ نے معصومیت سے اپنے زوریز لالہ کو دیکھا تھا جو اپنے چہرہ پہ ہاتھ رکھتے اسے سہلاتے مصنوعی کراہ بھر رہے تھے۔۔کاظم شاہ جلدی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا ایک ساتھ تین سیڑھیاں چڑھتا احان شاہ کے پیچھے گیا جس پہ ہارون شاہ کچھ مطمئن ہوئے تھے ورنہ وہ اپنے سر پھرے بیٹے کی ان حرکتوں سے تنگ آ چکے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 97 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میرا بیغرت سالا! میں صدقے جاؤں اپنے کمینے سالے کے! اگلی دفعہ ایسی بیغرتی پھر سے کب کرے گا؟۔۔۔کاظم شاہ اسکے زخمی ہاتھ کی بینڈیج کرتا مسلسل اسے اپنے انداز میں ذلیل کر رہا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ ہی فجر کی نماز ادا کر کے آیا تھا۔ البتہ زوریز شاہ آج مسجد میں ان کے ساتھ تو دور ان کی صف میں بھی کھڑا نہیں ہوا تھا نہ ہی وہ ابھی تک واپس ہویلی آیا تھا۔۔

بکواس نہیں کر! اور ہاتھ چھوڑ میرا! مجھے ابھی اور اسی وقت زوریز شاہ اپنے سامنے چاہئیے! میرا غصہ ابھی تک نہیں اترا!۔۔۔۔۔احان شاہ جو ابا دانت پیس کے بولتا ہوا اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگا جس پہ وہ اسے گھوریوں سے نوازتا اسکی بینڈیج میں مصروف رہا۔۔

تیرا غصہ اترا کب ہے؟ میں تجھے ایک مفت مشورہ دیتا ہوں اپنی یہ گندی سی ناک کٹوا دے جس پہ چوبیس گھنٹے غصہ بیٹھا ہوتا ہے!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نارمل انداز میں کندھے اچکا کے جواب دیتا اسکے کرتے کے بٹن کھول کے اسکے زخم کا معائنہ کرنے ہی والا تھا جب احان شاہ نے اسکے ہاتھ پہ تھپڑ مارتے ہوئے اسے جھٹکا تھا۔۔

میں نے بولا نا مجھے ان زخموں پہ مرحم نہیں رکھنا تو پھر کیوں بیوی بن رہا ہے میری؟۔۔۔۔احان شاہ دانت کچکچاتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

تاکہ تو عنقریب اپنے سالے سے پٹنے کے لئے سلامت رہ سکے! ۔۔۔کاظم شاہ اپنے ہی ایک جملے سے احان شاہ کو آگ لگانے کے ساتھ ساتھ حیران بھی کر چکا تھا۔۔

واٹ!!!! ت۔تو۔۔۔کیسے جانتا ہے اسے؟۔۔۔۔احان شاہ نے حیرانگی کے عالم میں استفسار کیا تھا۔۔

کیوں بتاؤ؟ کیا تو نے یاریز نے مجھے اپنے اپنے راز بتائے تھے؟ اصولاً تو مجھے تم دونوں کو سولی چڑھا دینا چاہئیے لیکن وہ کیا ہے نا صرف اپنی بیوی کا لحاظ کر جاتا ہوں ورنہ تم دونوں کی حرکتیں قبر میں آرام کرنے کی ہیں یوں زکوٹا جن کے شاگرد بن کے زمین پہ گھومنے پھرنے کی نہیں!!۔۔۔۔۔وہ جو ابا سر جھٹک کے غصے سے بولتا فرسٹ ایڈ باکس بند کرتے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔احان شاہ نے اسے غصے سے گھوریوں سے نوازا تھا۔۔

آنکھیں نیچی!! یہ آنکھیں میں اپنے سامنے اپنے بیٹے کو نہیں اٹھانے دیتا تو تو کس کھیت کی مولی ہے!!۔۔۔وہ اسکے گھورنے پہ بڑے ہونے کا رعب جھاڑ کے بولتا اسے انگلی کے اشارے سے آنکھیں نیچے کرنے کا بول رہا تھا جس پہ

احان شاہ اسے داد دینے والے انداز میں بیڈ سے کھڑا ہو تا زور دار مکا اسکے سینے پہ جھڑ کے اسے بیڈ پہ پٹک گیا۔۔ اسکا اس وقت لڑائی کا موڈ ہو رہا تھا لیکن زوریز شاہ اسے میسر نہیں تھا تو پھر کیا وہ دونوں زوریز شاہ کا انتظار کرنے کی بجائے بلا فضول میں ایک دوسرے کے ساتھ گھتم گھتا ہوئے تھے۔۔

تقریباً پچیس دن پہلے :

حازق خان کا پیچھے کرنے کے بعد ناکامی کا سامنا کرتے وہ ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے ہاسپٹل کی طرف آ چکا تھا، وہ ہاسپٹل اپنے بخار کا چیک اپ کروانے نہیں بلکہ کسی اور کام سے متعلق آیا تھا۔ وہ اپنے بخار سے دہکتے وجود کی پروا کئے بغیر کاؤنٹر کی طرف بڑھا تھا۔ کاؤنٹر پہ بیٹھی ریسپشنسٹ سے میجر حازق سفیر خان کے متعلق استفسار کرتے وہ روم نمبر 124 کی طرف بڑھا تھا۔۔ روم نمبر 124 ڈاکٹر ذرین کا روم تھا۔ وہ زیادہ تر پریگنینسی کیس ڈیل کرتی تھیں۔ احان شاہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کے کمرے تک آتے دروازے پہ دستک دینے لگا، اجازت ملتے ہی وہ دھڑکتے دل سے اندر داخل ہوا تھا۔۔

السلام علیکم ڈاکٹر ذرین؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے سامنے لیب کوٹ پہن کے کرسی پہ بیٹھی ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ائیبرو اٹھا کے اپنے ازلی روعب دار لہجے میں استفسار کیا تھا۔۔ ڈاکٹر ذرین اپنے سامنے کھڑے احان شاہ کو دیکھتی جلدی سے کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

جی جی بالکل میں ہی ہوں! شاہ صاحب آپ! آیئے نا! بیٹھیے!!۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ذرین احتراماً اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی احان شاہ کو دیکھ کے خوشدلی سے بولتی اسے کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ آخر اسلامباد میں احان شاہ کو کون نہیں جانتا تھا؟ وہ اپنے باپ کی جگہ سیاست میں آنے کی وجہ سے صرف اسلامباد ہی نہیں بلکہ دوسرے بڑے شہروں میں بھی کافی مقبول رہا تھا۔ اور یہ ہاسپٹل بھی شاہ پارٹی کے عوض ہی بنایا گیا تھا اسی لئے یہاں کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ڈاکٹر شاہوں کی کافی عزت کرتا تھا، یہاں تک کے باہر ریسپشن پہ احان شاہ کو دیکھتے ہی افراد تفری کا عالم ہوا تھا سب احتراماً اپنی کرسی پہ کھڑے اسے بیٹھنے کے لئے جگہ دینے لگے لیکن وہ مروت سے ان کی طرف مسکراہٹ اچھالتا انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے روم نمبر 124 کی طرف چلا آیا تھا۔۔

ڈاکٹر ذرین کے کہنے پہ احان شاہ سنجیدگی سے کرسی سنبھال کے بیٹھا تھا ساتھ ہی ڈاکٹر ذرین کو بھی کھڑے رہنے کی بجائے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

چائے یا کافی؟۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین نے فون کان کو لگاتے خوشدلی سے مہمان نوازی کرتے احان شاہ سے استفسار کیا تھا۔

نو تھینکس! میں یہاں ایک کام کے متعلق آیا ہوں!۔۔۔۔احان شاہ نے ٹیبل پہ اپنی انگلی پھیرتے ڈاکٹر کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا تھا۔

جی بولیں شاہ صاحب! میں کیسے خدمت کر سکتی ہوں آپ کی؟۔۔۔اسکے چہرے پہ بے حد سنجیدگی دیکھتے ڈاکٹر ذرین فون واپس سے رکھتی اس سے سوالیہ انداز میں مخاطب ہوئی تھیں۔۔

ایکچولی مجھے میجر خاذق خانزادہ اور ان کی سسٹر کے متعلق استفسار کرنا ہے!۔۔۔۔۔وہ اپنی ہری آنکھوں میں بے حد سرخی لئے ڈاکٹر ذرین کی طرف دیکھتا بنا کسی لگی لپٹی کے اپنا مدعا بیان کر رہا تھا۔۔

سوری! میں آپکی بات سمجھی نہیں شاہ صاحب؟۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین ناسمجھی سے بولیں۔۔

کیا میجر حازق خان کی سسٹر آپ کی پیشنٹ رہی ہیں؟۔۔۔احان شاہ نے اپنے سوال کے الفاظ میں تھوڑا سا بدلاؤ لاتے سپاٹ انداز میں استفسار کیا تھا۔۔

شاہ صاحب خیریت؟ وہ میرڈ ہیں!!!۔۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین نے اسے مشقوق نظروں سے دیکھ کے جواب دیتے اسے یہ بتانا فرض سمجھا تھا کہ وہ میرڈ ہے۔۔

اگر آپ نہیں جانتی تو میں آپکی انفارمیشن میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں! الحمداللہ میں بھی میرڈ ہوں ڈاکٹر صاحبہ!! جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسی کوئی بات نہیں ہے! میری کوئی غلط انٹینشن نہیں ہے! ایکچولی مجھے اپنی ایک غلط فہمی دور کرنی ہے!۔۔۔۔احان شاہ ڈاکٹر کی نظروں کا مطلب سمجھتا اپنے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

آئی ایم سوری! میرا وہ مطلب نہیں تھا! ایکچولی میجر صاحب اپنی بہن کو لے کے کافی پوزیسو نظر آتے ہیں اسی لئے مجھے آپ کے منہ سے ان کا ذکر اور ان کے متعلق پوچھنا کچھ اکورڈ سا لگا تھا۔۔ خیر آپ بتائیے میں کیسے آپ کی غلط فہمی

دور کر سکتی ہوں ؟۔۔۔ڈاکٹر ذرین کچھ شرمندہ سی اپنی صفائی دے رہی تھی۔وہ پینتیس سالہ عورت احان شاہ سے !!عمر میں بڑی تھیں وہ کافی تجربی رکھتی تھیں لیکن اس وقت احان شاہ کے دل و دماغ میں کیا چل رہا تھا وہ جان نہ سکیں مجھے صرف ان کا پورا نام جاننا ہے میں ایک چیز کو لے کے کافی کنفیوز ہوں شاید آپ اس معاملے میں میری تھوڑی سی ہیلپ کر سکیں!؟۔۔۔احان شاہ کا لہجہ روڈ بالکل نہیں تھا،وہ عورتوں سے بات رکھنے کی تمیز رکھتا تھا۔وہ ہر کسی سے ایک لمٹ میں رہ کے بات کرتا تھا جتنی لمٹ میں وہ اس ڈاکٹر سے رہ کے سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔۔ڈاکٹر ذرین کچھ دیر احان شاہ کی طرف پر سوچ انداز میں دیکھتی رہی پھر نا جانے کس احساس کے تحت اسکی ہری آنکھوں میں موجود تکلیف اور اذیت کی سرخی دیکھتی وہ گلائی کی اپنے پاس موجود ایک فائل نکالتی اس کے آگے رکھ گئی۔۔احان شاہ کو امید نہیں تھی یہ ڈاکٹر اتنی جلدی اس کی بات مان جائے گی لیکن پھر دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے دھڑکتے دل سے اس فائل کو اپنے ہاتھوں سے تھام گیا۔۔فائل کو تھامتے ہی احان شاہ کی نگاہیں فائل کے باہر موجود "نیم آف پیشنٹ" کچھ اس طرح کی تحریر کی طرف اٹھی تھیں جب اس تحریر کے سامنے "گلائی" کا نام پڑھتے احان شاہ کی سانسیں رکی تھیں،ہری آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئی تھیں۔۔احان شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔یہ ایک نام اسکی دھڑکنوں کو تیز رفتار سے دھڑکا چکا تھا۔احان شاہ اس نام کو پڑھنے کے بعد سرنیم پڑھنا بھول چکا تھا،وہ تو دیوانوں کی طرح اس کے نام پہ نظریں جمائے اس جگہ پہ اپنی انگلی پھیر رہا تھا جہاں گلائی کا نام تحریر تھا۔۔ڈاکٹر ذرین ابھی تک پر سوچ نگاہوں سے احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

?Is everything okay

ڈاکٹر ذرین نے نا سمجھ تاثرات چہرے پہ سجائے کچھ پریشانی سے استفسار کیا تھا۔۔احان شاہ کو ڈاکٹر ذرین کی آواز پہ ہوش آیا تھا۔ہوش میں آتے ہی نگاہیں "سرنیم" کی طرف اٹھی تھیں۔۔سرنیم پڑھتے ہوئے وہ ٹھٹکا تھا کیونکہ اس پہ اوور رائٹ کر کے سفیر خان لکھا گیا تھا،یعنی نیچے کسی لفظ پہ دو سے تین لکیریں لگا کے اوپر سفیر خان کا نام درج کروایا گیا تھا۔۔

Can U tell me the correct sir name please

احان شاہ نے اضطراب کی کیفیت میں فائل کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

Yes, it's safeer Khan

ڈاکٹر ذرین نے ایک دفعہ فائل کی طرف دیکھ کے متوازن لہجے میں جواب دیا تھا۔۔

نو!!! پلیز ایک دفعہ دھیان سے غور کیجئیے! آئی تھنک آپ کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے! کیونکہ یہاں سفیر خان اوور رائٹ کر کے لکھا گیا ہے یعنی یہاں نیچے پہلے کوئی دوسرا لفظ تحریر تھا؟۔۔۔احان شاہ نے بے تابی سے سوال کرتے اس کے سامنے فائل رکھی تھی۔۔ڈاکٹر پر سوچ نگاہوں سے اس فائل کی طرف دیکھ کے یاد کرنے لگی کہ آخر اس نے کس لفظ پہ لکیریں پھیرتے اس نام کو سفیر خان لکھا تھا۔۔گلائی کے بعد وہ کافی پیشنٹ چیک کر چکی تھی اسی لئے اسے دماغ پہ زور ڈال کے سوچنا پڑ رہا تھا لیکن جب کچھ دیر بعد بھی سوچنے کے بعد بھی ٹھیک سے کچھ یاد نہ آیا تو وہ جلدی سے گلائی کی دوسری فائل ڈھونڈنے لگی جو اسے تھوڑی سی مشقت کے بعد مل چکی تھی۔۔فائل پہ پیشنٹ نیم اور سر نیم دیکھتے ڈاکٹر نے ایک نظر احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنی آنکھوں میں امید اور بے تابی کے تاثرات لئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں اس امید کی وجہ نہ جان پائی۔۔

ان کی پرانی فائل پہ سر نیم ڈفرنٹ ہے شاہ صاحب! جبکہ نئی فائل پہ سر نیم ان کے بھائی سے کنفرم کر کے چینج کیا گیا تھا، وہ مجھے گلائی اسماعیل خان اور گلائی سفیر خان کے نام سے پچھلے کافی مہینوں سے چیک اپ کرواتی رہی ہیں آج ان کے لالہ سے کنفرم کرنے کے بعد میں نے ان کا سر نیم "سفیر خان" لکھا ہے۔

By the way any issue?

ڈاکٹر ذرین اسے گلائی کی دوسری فائل بھی تھماتی تفصیل سے سب بتاتے ہوئے آخر میں ٹھٹک کے سوال کر رہی تھی۔۔ڈاکٹر ذرین کی اس تفصیل کو سننے کے بعد احان شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ کیسا ریکشن دے؟ اسکا دل بری طرح سے دھڑکتا پسلیوں کے ساتھ سر پٹکتا باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ اسکی ہری آنکھوں میں بے ساختہ آنسو چمکے تھے جنہیں ڈاکٹر سے چھپانے کے لئے وہ اپنی نگاہیں ان فائلز پہ جھکاتا انہیں الٹ پلٹ کے دیکھنے لگا۔ فائلز چیک کرتے ہوئے احان شاہ کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔۔ان فائلز کو پڑھتے ہوئے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا وہ پریگننٹ ہے! احان شاہ کے سر پہ دھماکے پہ دھماکہ ہو رہا تھا۔ یعنی باہر جو لڑکی اس کے ساتھ ٹکرائی تھی وہ واقعی ہی اس کی گل تھی؟ یہ فائلز واقعی ہی اس کی تھیں؟ کیا وہ واقعی ہی اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی؟ وہ دھڑکتے دل سے سوچ رہا تھا، اسے اپنا دماغ

پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ سب کچھ سمجھ کے بھی جیسے کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا ہوا تھا۔۔ڈاکٹر ذرین اسکے کپکپاتے ہاتھ دیکھتی کافی پریشان ہوئی تھی، وہ احان شاہ کو پہلی دفعہ اتنی ملگجی سی حالت میں یوں کمزور پڑتے دیکھ رہی تھی ورنہ وہ ہمیشہ ویل ڈریس رہتا تھا، ہر وقت خود کو سنوار کے رکھتا چہرے پہ رعب و دبدبہ سجا کے رکھتا تھا، وہ کافی کوشش کے بعد بھی اسکے دل کی حالت جان نہیں پا رہی تھیں۔۔

و۔وہ۔۔کتنے منتھ پریگننٹ ہے؟ وہ کب سے آپ کے پاس چیک اپ کے لئے آ رہی ہے؟ اور پلیز مجھے بتائیے وہ کیسی ہے؟۔۔۔احان شاہ نے اپنی بھرائی آواز پہ قابو پاتے پلکوں کو جھپک کے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔۔ڈاکٹر اس کے سوال پہ اسے الجھن بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ اسکے ایک ساتھ اتنے سوال پوچھنے پہ وہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔

She is almost six month pregnant

اور پچھلے کچھ ماہ سے وہ میرے پاس چیک اپ کے لئے آ رہی ہیں! میری آل موسٹ ریگولر پیشنٹ ہیں! کافی معصوم سی ہیں اور اپنا خیال بالکل نہیں رکھتی جس کی وجہ سے ڈانٹ ان کے ساتھ ساتھان کے لالہ کو بھی سننی پڑتی ہے! آئے دن طبیعت خراب کر لیتی ہیں آئی ڈونٹ ان کے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے کافی ڈپریشن میں رہتی ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتی!!۔۔۔ڈاکٹر ناچاہتے ہوئے بھی احان شاہ کو اسکی مرضی کے مطابق تفصیلی جواب دینے لگی۔۔۔احان شاہ کے لہجے اور اس کی آنکھوں میں کچھ تو ایسا تھا جو وہ اسے جواب دینے پہ مجبور تھیں۔۔ڈاکٹر کی باتیں سنتے احان شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔اسکی طبیعیت خراب رہنے لگی تھی؟ وہ پریگننسی کی حالت میں بھی ڈپریشن میں تھی؟

آہہہ۔۔۔۔احان شاہ کا دل ڈوب کے ابھر رہا تھا۔۔اسکے ڈپریشن کی وجہ وہی تو تھا۔۔حازق خان کے مطابق وہ اس کی بہن تھی لیکن اس کے سر نیم میں اسماعیل خان کے ساتھ ساتھ سفیر خان کا نام کیوں تھا؟ احان شاہ سمجھ نہ سکا۔۔احان شاہ کا دل اس وقت بے قابو ہو رہا تھا ایک ساتھ سر پہ دو دھماکے ہوئے تھے، ایک تو یہ کہ اس سے ٹکرانے والی لڑکی اس کی بیوی تھی وہ پورے وثوق سے کہہ سکتا تھا وہ صرف گلالئی احان شاہ تھی، اور دوسرا دھماکہ باپ بننے والی خبر نے کیا تھا۔۔

کیاوہ یہ تھی؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے کنفرم کرنے کی خاطر اپنی جیب سے فون نکالتے گلالئی کی تصویر نکالتے ہوئے اس کے سامنے کی تھی،وہ اس تصویر میں اسکے بے حد نزدیک کھڑا اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لئے اسکے کندھے پہ سر رکھے ہوئے تھے،وہ ایک مرر سیلفی تھی،وہ کبھی بھی اپنی اور اپنی بیوی کی پرسنل تصویر کسی دوسرے کو مت دیکھاتا لیکن اس وقت یہ بے حد ضروری تھا تاکہ وہ کسی دھوکے میں نہ رہے۔۔اسکی اور گلالئی کی ساری تصاویر کافی رومانٹک تھیں صرف یہی تھی جس میں وہ شرافت سے کوئی جسارت کئے بغیر کھڑا اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔احان شاہ کو اب ہر چیز کنفرم کرنے کی عادت ہو چکی تھی کیونکہ پہلے ہی بند آنکھوں کے بھروسے نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔۔ڈاکٹر ذرین اس تصویر میں موجود شرمائی گھبرائی سی گلالئی کو دیکھتی حیران ہوئی تھی،وہ کبھی اس تصویر میں موجود گلالئی کی طرف دیکھتی تو کبھی احان شاہ کی طرف۔۔۔۔وہ رومانٹک انداز میں اسکے کندھے پہ سر ٹکائے اسکے خوبصورت چہرے کو جان وارنے والے انداز میں دیکھ رہا تھا اور وہ اسکی نظروں سے شرماتی ہوئی نظریں جھکائے شرمیلی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے ہوئے تھے۔۔ڈاکٹر کو مراقبے میں جاتے دیکھ کے احان شاہ نے گہری سانس ہوا میں بھری تھی۔

She is actually my wife

احان شاہ نے مختصر سا جملہ بولتے ڈاکٹر ذرین کو مزید آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کیا تھا۔۔احان شاہ نے اس پہ یہ حقیقت صرف اس لئے ظاہر کی تھی تاکہ وہ ان دونوں کو لے کے کچھ غلط مت سوچے۔۔

Yes she is gulalai safeer Khan

ڈاکٹر ذرین نے حیرانگی کے عالم میں جواب دیا تھا۔۔ڈاکٹر ذرین کے جملے پہ احان شاہ نے جلدی سے اسکے سامنے پڑی گلالئی کی فائلز اور ڈاکٹر کا پین اٹھاتے اسکا سر نیم مٹاتے ہوئے گلالئی کے نام کے بالکل ساتھ "سید احان شاہ" لکھا تھا۔۔

No she is gulalai Ahan Shah

وہ دونوں فائلز پہ اپنا نام لکھنے کے بعد ڈاکٹر ذرین کو اس کی فائلز پکڑاتا اپنا فون آف کر گیا۔ڈاکٹر کی حیرانگی کی ابھی تک کوئی انتہا نہیں تھی،یہ انسان اسے کیسے گھما رہا تھا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

اگر یہ آپ کی بیوی ہیں تو آپ کے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟۔۔۔ڈاکٹر ذرین نے اپنے دل میں مچلتا سوال استفسار کیا تھا۔۔

Sorry it's too personal

احان شاہ کافی دیر تک خود کو کمپوز کرتے مختصر اًبولتا کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔دل میں سکون کی ایک لہر سی پیدا ہوئی تھی یعنی وہ اپنی بیوی سے زیادہ دور نہیں تھا؟ آگر احان شاہ اتنا سب جان چکا تھا تو باقی کی بات جاننا اس کے لئے اتنا مشکل کام نہیں تھا۔۔

She needs U I think

اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے ڈاکٹر گلالئی کی معصومیت اور اسکی آنکھوں میں موجود درد یاد کرتی بے ساختہ احان شاہ کو یہ مختصر سا جملہ کہتی اسکی دھڑکنیں بڑھا گئی۔۔احان شاہ نے زور سے اپنی آنکھیں میچتے ہوئے ان کی نمی کو اپنے اندر اتارا تھا۔

اسے ڈانٹا مت کریں! ساری غلطی یقیناً اسکے لالہ کی ہو گی وہی اسکا ٹھیک سے خیال نہیں رکھتا ہو گا! ورنہ وہ ڈانٹ کھانے والے کام نہیں کرتی!اور اسے میرے متعلق کچھ بھی مت بتایئے گا ایسے چیزیں مزید خراب کو سکتی ہیں!۔۔۔احان شاہ اپنا چہرہ پھر سے ڈاکٹر کی طرف موڑتا اداسی سے کھوئے ہوئے انداز میں بولا تھا۔۔

آئی ہوپ چیزیں بہتری کی طرف لوٹ آئیں! میری دعائیں آپ دونوں کے ساتھ ہیں! رشتوں میں سو طرح کی غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں ضروری نہیں ہے ہر بات کو آنا کا مسئلہ بنایا جائے! پیار محبت میں انا کا کیا کام؟۔۔۔ڈاکٹر ذرین اپنے بڑے ہونے کا فرض نبھاتی نرمی سے سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔۔

رائٹ! نائس ٹو ٹاک وڈیو! اینڈ تھینک یو فار دس آل!!۔۔۔۔۔احان شاہ چہرے پہ رسمی سی مسکراہٹ سجا کے بولتا روم سے باہر نکلتا چلا گیا کیونکہ اسے اب اپنی بیوی کی تلاش میں نکلنا تھا۔۔

****

ہاسپٹل سے نکلتے ہی میں ہویلی آ کے سونے کی بجائے سب سے پہلے میجر خان کا گھر تلاشنے نکلا تھا، میں نے کچھ گھنٹوں کے اندر اندر میجر خان کی انفارمیشن نکلوائی تو معلوم ہوا وہ کشمیر سے ہے اسکے باپ کا نام اسماعیل خان اور اسکے دادا کا

نام سفیر خان ہے! بس پھر ساری انفارمیشن نکالتے نکالتے کڑی سے کڑی ملتی رہی اور میں اپنی منزل تک پہنچ گیا لیکن وہ ابھی تک لاحاصل ہے!۔۔۔۔میرال شاہ کے اصرار پہ احان شاہ نے وہ ساری بات اس کے گوش و گزار کی تھی جب وہ گلالئ سے ٹکرایا تھا، جب اس نے حازق خان کا پیچھا کیا تھا اور ناکامی کی صورت میں ہاسپٹل آ کے اس ڈاکٹر سے گفتگو کی تھی۔ میرال شاہ اس وقت اسے بہنوں کی طرح معلوم ہوئی تھی ایک ایسی بہن جو خود کا درد چھپاتی اسکا درد ہلکا کرنے کی کوشش کر رہی ہو، وہ ناچاہتے ہوئے اسے سب بتاتا چلا گیا، جسے سنتے ہوئے میرال شاہ تو جو حیران در حیران ہوئی تھی باہر کھڑا کاظم شاہ جو احان شاہ کو دیکھنے ہی یہاں آ رہا تھا، اسکی تمام باتیں سنتے اسکی گولڈن آنکھیں پھیلی تھیں، زبان جیسے تالو سے چپکی تھی۔۔

تمہارا عشق پاک ہے! تم اسے حاصل کر لو گے! اور میری دعا ہے وہ تمہارے لئے لاحاصل سے حاصل بنا دی جائے!!۔۔۔۔میرال شاہ اس ساری حقیقت کو سننے کے بعد گہری سانس بھر کے چہرے پہ اداس سی مسکراہٹ سجا کے بولتی احان شاہ کو دعا دے رہی تھی۔

تم گل اور اس میجر کے متعلق کیسے جانتی ہو؟۔۔۔احان شاہ نے اسکی دعا پہ دل میں آمین بولتے ہوئے کب سے دل میں کھٹکتا سوال پوچھا تھا۔۔

اتفاقاً!!۔۔۔۔میرال شاہ کو جب سمجھ نہ آئی وہ اسے کیا جواب دے تو اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتی یک لفظی جواب دے گئی۔۔اسکی بھرائی آواز پہ احان شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں درد کے تاثرات واضح تھے، آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں، وہ ایک عاشق تھا اسکی آنکھوں میں موجود محبت کی داستان کیسے نہ پڑھ سکتا؟ اور کچھ اس نے میرال شاہ کی نظروں کو کافی بار زوریز شاہ کی شادی پہ حازق خان پہ مرکوز دیکھا تھا۔۔

محبت کرتی ہو اس سے؟؟۔۔۔۔احان شاہ نے اپنے ازلی انداز میں بنا کسی لگی لپیٹی کے استفسار کیا تھا، اسکے ڈائریکٹ سوال پہ میرال شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، وہ کیسے جان گیا تھا؟ میرال شاہ نے دھڑکتے دل سے سوچا تھا۔۔

محبت کرتی ہو اس میجر سے؟۔۔۔۔احان شاہ نے اب کی بار اس پر سے نظریں ہٹاتے کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں مرکوز کرتے اپنا سوال پھر سے دہرایا تھا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے؟۔۔۔۔۔میر ال شاہ جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو لڑھک کے گال پہ گرا تھا۔۔

معاملہِ محبت! اور اگر بروقت سنبھلا نہ گیا تو میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں اسے معاملہِ عشق بننے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی! ابھی بھی وقت ہے خود کو اس روگ سے بچالو! تم محبت کا درد برداشت نہیں کر سکتی میر ال شاہ! ہمیں جس سے محبت ہو جاتی ہے نا وہ انسان پوری دنیا سے محبت کر سکتا ہے لیکن جو اسے ٹوٹ کے چاہتا ہے وہ اس کے لئے ظالم بن جاتا ہے! یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب محبت یک طرفہ ہو یا جب آپ نے اپنی محبت پا کے کھو دی ہو۔۔۔ یہ صرف میر امانتا ہے!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسکی طرف سے رخ موڑتے ہوئے نم آنکھوں سے اپنی گل کو سوچتے ہوئے اسے چند سطروں میں بہت گہری باتیں سمجھائی تھیں۔۔

محبت کر کے کیسے سنبھلتے ہیں؟ اگر سنبھلنا ہوتا تو محبت کیوں کرتے؟۔۔۔۔۔میر ال شاہ گہری سانس بھر کے اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتے ہوئے احان شاہ کو جواب دے رہی تھی۔۔ اسکی اور احان شاہ کی جذباتی عادت کافی ملتی تھی، ان دونوں کی چاہے بچپن سے اتنی نہیں لگی تھی لیکن وہ دونوں بات کرنے پہ ایک دوسرے کو کافی حد تک انڈر سٹینڈ کر جایا کرتے تھے اور ان کی پوری زندگی میں تفصیلی بات صرف کچھ دفعہ ہی ہوئی تھی۔۔

اگر نہیں سنبھلنا چاہتی تو محبت کو فتح کر لو ورنہ فائدہ محبت کرنے کا؟۔۔۔۔وہ بھاری گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔

فتح کیسے کرتے ہیں؟۔۔۔۔میر ال شاہ آج پہلی بار اتنی اداسی سے احان شاہ سے مخاطب تھی۔۔

نکاح کر کے!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسے شادی سے پہلے والی انڈر سٹینڈنگ کا مشورہ دینے کی بجائے ڈائریکٹ نکاح کا راستہ دیکھایا تھا۔۔

اسے ہمارے خاندان سے نفرت ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔ احان شاہ خاموش رہا۔۔

نکاح تم سے کرنا ہے خاندان سے نہیں۔۔۔۔وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مزید گویا ہوا تھا۔۔ وہ میر ال شاہ کے ساتھ ایسی باتیں کرنے میں بالکل نہیں ہچکچا رہا تھا، وہ اس وقت اسے بہنوں کی طرح باتوں ہی باتوں میں سمجھا رہا تھا تاکہ وہ جذباتی ہوتے ہوئے کوئی غلط قدم نہ اٹھالے۔۔

وہ نہیں مانے گا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتے ہوئے بولی۔

نہ مانے تمہارے لئے لڑکوں کی کمی تھوڑی ہے ؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبائے جواب دیا تھا۔۔ آج پہلی یوں محسوس ہوا تھا جیسے میر ال شاہ کے ساتھ ہوئی زیادتی کی وجہ وہ خود بھی ہے، جب اسے کبھی میر ال شاہ کو اپنی بیوی نہیں بنانا تھا تو کیا ضرورت تھی شاہ بی بی کی باتوں میں آ کے اس سے منگنی رچانے کی ؟ وہ اس وقت یہ کیوں بھول چکا تھا کل کو وہ بھی کسی کی عزت بنے گی۔

خود بولتے ہو محبت کو فتح نہ کریں تو کیا فائدہ کرنے کا ؟۔۔۔۔۔۔وہ اسے پرانی منگنی والی باتوں میں سے کچھ بھی جتانے کی بجائے جواباً اداسی سے بولی۔۔

محبت کا روگ سہنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی ! محبت کر کے ہر کوئی فاتح نہیں بنا کرتا کچھ میرے جیسے بدنصیب بھی ہوتے ہیں جو فاتح بن کے بھی محبت کھو دیتے ہیں !!۔احان شاہ سیگریٹ لائٹر سے جلا کے لبوں میں دبائے اداس لہجے میں بولا تھا۔۔ میر ال شاہ اسکے ایک ایک لفظ میں تکلیف محسوس کرتی خاموش رہی اسے پیار محبت کی باتیں نہیں آتی تھی ! اسے تو ابھی تک محبت اور عشق کے معنی بھی شاید ٹھیک سے نہیں معلوم تھے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اس عاشق کی باتوں کے جواب کا طرح سے دے۔۔

اب تو کیا ٹاپ کی انگریزی بولتی ہے تمہاری بیوی ! تمہیں انگریزی میں اچھا خاصا ذلیل کر سکتی ہے وہ لکھوا لو مجھ سے !!۔۔۔اسکی اداس باتوں کو سنتی وہ اپنی آج گلالئی سے ہوئی ملاقات کو یاد کرتے ہوئے اداس سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے بولی تھی۔۔ احان شاہ ٹھٹک کے اپنا چہرہ موڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

واٹ ؟؟ تم کب ملی اس سے ؟؟ کیا بات ہوئی تمہاری اس سے ؟۔۔۔وہ بے تابی سے استفسار کرنے لگا۔۔

آج ملی تھی اتفاقاً ! کافی دبنگ ہو گئی ہے !! اور ہاں میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتی ہوں ! مجھے لگتا ہے یہ بتانا ضروری ہے ! تم جانتے ہو آج میری اور میجر کی ملاقات ہوئی ! ملاقات کوئی رومانٹک نہیں بلکہ سرسری سی یا یوں کہوں کے دل توڑنے والی تھی تو غلط نہیں ہو گا ! لیکن اس کی دو چار باتیں میرے سر کے اوپر سے گزری ہیں ! پہلی بات تو یہ کہ وہ تمہاری بیوی کا بھائی کیسے ہوا ؟ اگر وہ اس کا بھائی تھا تو اتنے سالوں سے کہاں تھا ؟ دوسری بات یہ کہ جب اسماعیل خان نے غداری کی تھی تو وہ پھر بھی شاہ خاندان سے دشمنی کیوں رکھتا ہے ؟ تیسری بات یہ کہ وہ اپنی صرف ایک بہن کا نہیں بلکہ بہنوں کا ذکر کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنی دوسری بہن کا نام نہیں بتایا لیکن ہاں صرف اتنا بتایا ہے کہ میں

تمہارے ساتھ ساتھ ارزم شاہ کو بھی اطلاع کر دوں کہ وہ تم دونوں کے مقابل آئے گا! یعنی وہ ارزم شاہ سے اپنی کوئی امانت واپس لینے کی بات کر رہا تھا اس کا کہنا تھا وہ اپنی بہنوں پہ شاہوں کا سایہ بھی برداشت نہیں کرے گا اور اسکی یہ باتیں میرے سر کے اوپر سے گزری ہیں!!۔۔۔۔میرال شاہ اپنے دل میں کب مچلتی یہ باتیں احان شاہ کے گوش و گزار کر گئی۔۔احان شاہ جو اسکے منہ سے گلالئی کی باتیں سننے کو بے تاب تھا یہ تمام باتیں سنتے اسکی ہری آنکھیں پھیلی تھیں۔میرال شاہ کی باتیں اس کے خود اپنے سر سے گزر رہی تھیں۔۔

کیا مطلب ہے اسکا؟؟ چھوٹے شاہ کو کیوں بیچ میں لا رہا ہے وہ؟؟۔۔۔۔احان شاہ غصے سے بھڑکا تھا۔

آئی ڈونٹ نو! اس نے مجھے یہ سب تم لوگوں کو بتانے کو بولا تھا اور میں نے بتا دیا! کیا اس کی کوئی اور بہن بھی تھی؟۔۔۔۔میرال شاہ نے نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔۔

اسکی ایسی کی تیسی!! اسکی لڑائی مجھ سے ہے تو صرف مجھ تک محدود رہے چھوٹے شاہ کو یا کسی بھی اور کو بیچ میں لائے گا تو سینہ چیر کے رکھ دوں گا اسکا!!!!۔۔۔۔احان شاہ غصے سے غرایا تھا،وہ ارزم شاہ سے بے حد محبت کرتا تھا،اسے جس طرح سے تڑپ تڑپ کے اسکی محبت ملی تھی وہ کبھی نہیں چاہتا تھا اب کوئی اسے یا اسکی محبت کو نقصان پہنچائے۔۔ احان شاہ کے آخری جملے پہ میرال شاہ نے دہلتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا،نا جانے کیوں اس کے اس جملے پہ اپنے سینے میں درد سا اٹھتا محسوس ہوا تھا۔۔

تم جذباتی ہو کے سوچ رہے ہو! ۔۔۔۔۔میرال شاہ بے ساختہ بول اٹھی۔۔احان شاہ ایک نظر خاموشی سے اسکی نم نگاہوں کو دیکھتے اپنا سر ہاتھوں میں گرا گیا۔۔وہ ارزم شاہ کو بیچ میں کیوں لے کے آ رہا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا جبکہ باہر کھڑا کاظم شاہ خود کشمکش و پیچ کا شکار تھا،وہ اندر اکے ان دونوں کی باتیں ڈسٹرب کرنے کی بجائے پر سوچ نگاہیں غیر مرئی نقطے پہ مرکوز کر گیا،وہ اندر اس لئے نہیں گیا تا کہ میرال شاہ اس بات کو لے کے ان کمفرٹیبل فیل نہ کرے کہ اسے اسکی محبت کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے،اسے لگ رہا تھا شاید وہ یہ سب اسے بتانے میں اتنی کمفرٹیبل نہیں تھی جتنے کمفرٹیبل طریقے سے اس نے احان شاہ کو بتایا تھا۔۔آج محسوس ہو رہا تھا وہ کہیں نہ کہیں اسے باغی سمجھ کے خود سے کافی دور اور ریزرو رکھتے رہے ہیں اسی لئے تو وہ ان کے سامنے اپنا دل نہیں کھولتی تھی،صرف اپنی جذباتی سائیڈ دیکھتی تھی جس کی وجہ کمیونیکشن گیپ تھا۔۔

آہہہ!! میری کمر!!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنی کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے سے زیادہ بلند دہائی دیتے کراہ بھری تھی لیکن وہ مرحاشاہ ہی کیا جو اس کی سن لے؟ وہ اپنے فون میں مصروف اسے یوں نظر انداز کر رہی تھی جیسے وہ کمرے میں موجود ہی نہ ہو۔۔

بے بی مجھے پین ہو رہی ہے! آئی نیڈ یور کس!۔۔۔اسے خود سے فراموش دیکھتے وہ بے ساختہ صوفے پہ بیٹھی مرحاشاہ کو معصومیت سے پکار اٹھا جس پہ مرحاشاہ نے فون سے نگاہیں ہٹاتے اسے گھوری سے نوازہ تھا۔۔

اب اگر مجھے تمہاری آواز آئی تو میں کمرے سے نکل کے احان لالہ کو پھر سے یہاں بھیج دوں گی تاکہ تمہاری تھوڑی سی اور درگت بنائیں جو ابھی تک ٹھیک سے نہیں بنی!!۔۔۔مرحاشاہ دانت پیس کے بولتی اسکے زخموں پہ نمک چھڑکنے والا کام کر رہی تھی، ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اسکے ہویلی میں داخل ہوتے ہی احان شاہ نے اسکی ایک دفعہ پھر سے دھلائی کرتے اسے اس کے کمرے میں بھیجا تھا یعنی اسکا قضا نماز کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوئی تھیں؟

اور اگر تم اگلے ہی منٹ صوفے سے اٹھ کے میرے پاس نہ آئی تو بیلیو میں بے بی وہاں آ کے تمہیں اپنی گود میں شفٹ کرتے ہوئے جس انداز میں رومانس کروں گا نا تمہارے کانوں سے دھواں نا نکلا تو کہنا زوریز شاہ تم اپنے باپ کے نہیں ہو!!۔۔۔وہ جو کب سے دہائیاں دے رہا تھا اسکی بات کا گھمبیر آواز میں بے حد بے باکی سے جواب دیتا اسے کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔مرحاشاہ کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔۔

تمہارا یہ بے شرم دماغ ہر وقت رومانس ہی کیوں سوچتا رہتا ہے؟ کہیں دماغ کے غلط حصے پہ چوٹ تو نہیں لگ گئی جو بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو!!۔۔۔وہ جواباً غرائی تھی۔۔

تیس سیکنڈ ڈاکٹر صاحبہ!!۔۔۔۔وہ اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھولتا ٹانگوں کو کراس کر کے ریلکس انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا اسے وقت کی قیمت بتا رہا تھا جس پہ وہ غصے سے اپنا فون صوفے پہ پھینک کے پیر پٹکتی ہوئی اسکی طرف بڑھی تھی۔۔

لو اب مجھے چیک کرو! "دماغ کے نہیں" جسم پہ کسی غلط جگہ پہ چوٹ تو نہیں لگ گئی جو میرا جسم نہیں اٹھ رہا؟۔۔۔ اسے اپنے قریب کھڑے دیکھ کے وہ اسکی کہنی پکڑ کے خود پہ گراتا معنی خیز لہجے میں بولتے شرم و حیا سے لال کر گیا۔۔

مرحاشاہ اسکے کھلے گریبان پہ غصے سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے چٹکیاں کاٹنے لگی۔۔زوریز شاہ مبہم انداز میں مسکراتا مصنوعی کراہ بھرنے لگا۔۔

تمہیں شرم تو نہیں آرہی تھی شوہر کو پٹتے دیکھ کے ہنستے ہوئے؟؟۔۔۔۔وہ اسکی کمر کو زور سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے گال پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑتا دانت پیس کے بولا تھا۔۔

م۔میں کب ہنس رہی تھی!!۔۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ اس میں سمٹتی ہوئی مدھم آواز میں بولی۔۔وہ اس وقت لائٹ بلیو فراک میں ملبوس میک اپ سے پاک چہرہ لئے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔گردن میں ہنوز زوریز شاہ کا دیا وہ پینڈنٹ تھا جو اس نے منہ دیکھائی میں دیا تھا۔۔

بتاؤ میں تمہیں تم کب ہنسی!! نیچے میسنی بن کے میرال آپی کے ساتھ کون کھی کھی کر رہا تھا؟؟۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتا ایک دم سے کروٹ بدلتے اس کے اوپر آیا تھا۔وہ فجر کے وقت اسے پٹتے دیکھ کے جتنی پریشان ہو رہی تھی ابھی کچھ دیر پہلے اسکی پھر سے درگت بنتے دیکھ کے وہ اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی کیونکہ اس وقت تک میرال شاہ اٹھ چکی تھی جو نیند کی گولی لے کے سونے کی وجہ سے فجر کا سارا تماشا جس کر چکی تھی۔۔میرال شاہ نے ارزم شاہ کی کمی پوری کرتے ہوئے ہنس ہنس کے سب کے پیٹ میں درد کیا تھا۔۔وہ باقاعدہ نعرے لگاتی ہوئی احان شاہ کو مزید جوش دلا رہی تھی کہ اس کی مزید درگت بنائے جس پہ مرحاشاہ بھی اپنی ہنسی پہ قابو نہ پا سکی۔۔

و۔وہ۔۔میں کب؟؟ دور ہٹو اب تمہاری کمر میں درد نہیں ہو رہا!!۔۔۔۔وہ ناک چڑھا کے بولتی اسکے سینے پہ مکا جھڑ گئی۔۔زوریز شاہ نے جھک کے اسکی گردن پہ دانت گاڑتے اسکے اس پینڈنٹ پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

نہیں!! کیونکہ تم میرے درد کی دوا ہو!!۔۔۔۔وہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں اپنی ہری آنکھیں گاڑتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔۔۔

کل سے مجھے ہاسپٹل پھر سے جوائن کرنا ہے بس بہت دن ہو گئے تمہارے درد کی دوا بنتے ہوئے!!۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتی اسکے کرتے پہ موجود اپنے دانتوں کے نشانات پہ انگلی پھیرتے ہوئے بولی تھی۔۔اسکے سینے اور گردن پہ ہر وقت ایسے نشان موجود ہوتے تھے۔

ایسی کی تیسی تمہاری اور ان ہاسپٹل والوں کی بھی! ابھی صرف ہمیں رومانس پہ فوکس کرنا ہے بے بی تاکہ جلدی سے سب کو خود پہ مزید فخر کرنے کی کوئی وجہ سے سکیں! ۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گال کو زور سے چومتا اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتے مرحاشاہ کے پورے وجود میں سپارک کا باعث بنا تھا۔

ش۔شرم کرو!!۔۔۔وہ ہمیشہ کی طرح خفگی سے صرف یہی بول پائی۔۔

اور تم مجھے پیار کرو! اتنی اندرونی چوٹیں آئی ہیں تمہارے شوہر کو لیکن مجال ہے جو تم نے چیک کر کے اپنے لب دو منٹ کے لئے رکھ دیئے ہوں!!۔۔۔وہ بھی جواباً خفگی اور زومعنی انداز میں گویا ہوتا اسکی گردن کی گہرائیوں پہ انگلیاں پھیرنے لگا، اسکے ہاتھ اپنی فراک کے اندر کی طرف کھسکتے دیکھ کے مرحاشاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے اسکے ہاتھ پہ ہولے سے تھپڑ مارا تھا جس پہ وہ اسے آنکھ ونک کرتا ہاتھ مزید نیچے کی طرف سرکاتا اسکی دھڑکنوں کو بے باکی سے اپنے ہاتھ سے چھونے لگا، وہ سرخ پڑتی اپنی نظریں جھکا گئی۔۔گال بے حد سرخ ہو رہے تھے۔

تمہیں مزید پٹائی کی ضرورت ہے!!۔۔۔۔کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اسکے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اسکے لبوں کی بڑھتی بے باکیوں پہ وہ دانت کچکچا کے گویا ہوتی اسکا چہرہ اپنی گردن سے ہٹانے لگی، وہ اسکی گردن اور اسکے بدن کے خوبصورت نشیب و فراز کو اپنے لبوں کے لمس سے بھگوتا نگاہیں اٹھا کے خمار آلود نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

لالہ نے اتنی بری طرح سے مارا ہے میرے انگ انگ میں درد ہو رہی ہے اور اس درد کو صرف تم ہی ختم کر سکتی ہو! کس می جان!!۔۔۔وہ معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا اسکے گال پہ پیار سے اپنا ہاتھ رکھتا اپنے لب اسکے لبوں کے نزدیک کر گیا۔۔

ابھی بولا نا رومانس کرتے ہیں تو ساری درد اڑن چھو ہو جانی ہے تمہاری!!۔۔۔وہ اسکے گلے میں اپنی بانہیں ڈال کے اسے خود پہ جھکاتی اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے لب رکھتی ناک سکوڑ کے بولی تھی۔۔

اس کا مطلب تمہیں میری طلب ہو رہی ہے؟۔۔۔وہ اسکے چھیڑنے کے انداز میں شرارت سے بولتا سرخ کر گیا۔

مجھے لگتا ہے جب تم پیدا ہوئے تھے تب شرم کو ماں میں تھی اسی لئے وہ بیچاری تمہیں چھو کے تم میں تھوڑی حیا پیدا کرنے کا موقعہ مس کر گئی ہے!! اور تمہیں کس نے بولا تھا لالہ سے ان کی بیوی کے متعلق یہ سب چھپانے کو؟۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی اسکے سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔زوریز شاہ کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔

ایسے انہیں معلوم کیسے ہوتا وہ اپنی پٹھانی کے عشق میں گرفتار ہیں؟۔۔۔۔۔وہ مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اسے خود میں شرارت سے زور سے بھینچتا اسکا سانس روکنے کی پلیننگ کرنے لگا، وہ اسکی بانہوں میں چیختی ہوئی اس سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگی وہ اسے آزاد کرنے کی بجائے اسکے چہرے پہ دیوانا وار اپنے لب رکھتا بیرڈ رگڑتے ہوئے اسے خود میں مزید قید کرتا چلا گیا۔

صبح کے نو بج رہے تھے لیکن وہ ابھی تک اسکی کمر کے گرد زور سے اپنے ہاتھ باندھے اسے اپنے سینے میں قید کئے گہری نیند سو رہا تھا، وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی نیند سے بیدار ہوئی تھی، وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکے چہرے کے خوبصورت نقوش دیکھنے پہ مجبور ہو رہی تھی۔۔ ہر رات کی طرح گزری رات بھی اسے اپنے ہاتھوں کے بنے نوڈلز کھلا کے وہ اسکے پاس ہی سو چکا تھا۔ وہ اسے اپنی باتوں کے جال میں پھنساتا اس طرح سے اپنے حصار میں لیتا اتنے استحقاق سے اپنی پناہوں میں قید کرتا سوتا تھا کہ وہ اسے دیکھ کے رہ جاتی۔۔ ذائشہ خان کہنے کو تو اس سے ناراض تھی لیکن وہ اپنی بے باک باتوں ، حرکتوں اور اپنی بے جا کیئر سے اسے اس طرح سے بھوکھلا دیا کرتا تھا کہ وہ منہ پھولا کے سوچ کے رہ جاتی کیا وہ جانتا بھی ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں یا نہیں؟؟

ذائشہ خان کی نگاہیں اس کے کشادہ ماتھے سے ہوتی اسکی بند آنکھوں کی گھنی مڑی ہوئی پلکوں پہ مرکوز ہوئی تھیں۔ اسکی پلکیں کافی لمبی اور مڑی ہوئی تھیں۔ ذائشہ خان کو اسکی پلکوں کے سامنے اپنی پلکیں جیسے چھوٹی لگی تھی جس پہ وہ بے ساختہ معصومیت سے منہ پھولاتی اپنی پلکوں کو ہاتھ سے چھوتی ان کے سائز کا معائنہ کرنے لگی۔۔ اپنی پلکوں کا سائز لیتی وہ معصومیت سے اسکی پلکوں کا اپنی انگلی کی پوروں سے سائز لینے لگی لیکن سائز لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش میں ناکام رہی تھی کہ اسکی پلکیں زیادہ لمبی ہیں یا ارزم شاہ کی۔۔ ذائشہ خان کی نظریں اب اسکی پلکوں سے ہوتی ہوئی اسکے گالوں پہ آئی تھیں۔۔ اسکے چہرے پہ سجی اس ہلکی گھنی شہد رنگ بیرڈ کو دیکھتے وہ مبہوت ہوئی۔

یہ بیرڈ ہم لڑکیوں کی کیوں نہیں ہوتی؟ اور ہماری مونچھیں اتنی بڑی بڑی کیوں نہیں ہوتی؟ آخر کو ہم بھی تو ذی روح ہیں نا!!۔۔۔۔وہ اسکی بیرڈ پہ ہولے سے انگلی پھیرتی منہ بنا کے خود سے گویا ہوئی تھی، پھر اسے سوتے دیکھ کے اسکی

بیبرڈ کو چھونے کے بعد اپنی انگلیاں اسکی شہد رنگ مونچھوں کی طرف بڑھانے لگی لیکن شرم آڑے ارہی تھی نظریں بے ساختہ اسکے عنابی ہونٹوں کی طرف اٹھی تھیں جو ہر وقت حد سے زیادہ سرخ رہتے تھے۔۔

ی۔یہ۔۔۔یہاں۔۔کوئی۔۔ٹنٹ یالپ اسٹک تو نہیں لگا کے رکھتے؟۔۔۔وہ اسکے سرخ لبوں کو دیکھ کے اپنی آنکھیں چندھیا کر کے مدھم آواز میں خود سے بڑبڑاتی اسکے ہونٹوں پہ اپنی انگلی اور انگوٹھا رب کرتی اس سرخی کو اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ارزم شاہ جو کب سے سونے کی ایکٹنگ کرتا اسکی بیوقوف اور معصوم حرکتوں کو ملاحظہ کر رہا تھا اسکے اس عمل پہ اسکا دل زوروں سے دھڑکا تھا،اسکی تیز رفتار دھڑکنیں ذائشہ خان کو اپنے سینے پہ بھی محسوس ہوئی تھیں جس پہ وہ بے ساختہ اسکی طرف دیکھنے لگی لیکن اسے سویا دیکھ کے وہ مطمئن ہوتی پھر سے اسکے لب اپنے انگوٹھے سے رگڑنے لگی جیسے آج تو ان سرخ ہونٹوں سے لپ اسٹک یا ٹنٹ کی نشان دہی کر کے ہی سکھ کا سانس لے گی۔۔

اسے مصروف انداز میں یہ کام کرتے دیکھ کے ارزم شاہ کے جزبات بے لگام ہو رہے تھے،کیا وہ پاگل تھی جو ایک دیوانے شوہر کے ساتھ ایسی بیوقوف حرکتیں کرتی اسکے سوئے ہوئے جذبات جگا رہی تھی۔۔

ہائے یہ تو رئیل میں ریڈ ہیں لیکن پھر میرے پنک کیوں ہیں؟۔۔۔اس کام میں ناکامی کا سامنا کرتی وہ اپنے لبوں پہ انگلی رکھ کے خود سے مخاطب ہوئی لیکن جواب ندارد۔۔

اب لبوں سے ہوتی ہوئی نظریں اسکے ٹھوری سی سرکتی گردن کی طرف اٹھی تھیں۔۔

اس چین میں آخر ایسا کیا ہے جو یہ ہر وقت گلے میں پہنے رکھتے ہیں؟کیا یہ چین مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے؟۔۔۔وہ اسکی سلور چین میں اپنی انگلی پھنساتی نروٹھے پن سے بولی تھی لیکن یہ چین اسکے گلے میں پسند بھی بہت تھی۔اب گردن کے بعد باری اسکے سینے کی تھی۔۔اسکے مضبوط چٹانی سینے کو دیکھتی وہ سرخ پڑی تھی کیونکہ وہ شرٹ لیس اسے خود میں بری طرح سے قید کئے سو رہا تھا۔۔

کیا فایدہ اتنی ہیوی باڈی بنانے کا جب میں نے انہیں اپنے سامنے کہیں شرٹ ہی نہیں اتارنے دینی تو!؟۔۔۔وہ لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجا کے خود سے شرارت سے مخاطب ہوتی اسکے سینے کے شہد رنگ بالوں پہ اپنی انگلیاں پھیرنے لگی۔۔ارزم شاہ کی حالت غیر ہو رہی تھی لیکن وہ اپنی ذی کی مزید بیوقوف باتیں سننا چاہتا تھا آخر کو آج وہ پہلی دفعہ بیوقوف بننے کے ساتھ ساتھ رومانٹک بھی ہو رہی تھی۔۔

ان کے یہاں اتنے سارے بال کیوں ہیں؟میرے تو نہی۔۔۔۔۔ابھی زائشہ اسکے سینے کے بالوں پہ اعتراض اٹھاتی بے وقوفی سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ اپنے جذبات پہ کیا گیا ضبط کھوتے ہوئے اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتا اسکے لبوں کے ساتھ لپٹ گیا۔۔زائشہ خان کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔وہ تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی جس کی انکھیں نیند کے خمار سے سرخ تھیں،وہ اتنی جلدی تو نہیں اٹھتا تھا تو پھر آج کیسے ؟۔۔۔۔

ذائشہ خان کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔کہیں وہ اس کی ساری باتیں تو نہیں سن چکا تھا؟۔۔۔زائشہ خان نے زوروں سے دھڑکتے دل سے سوچتے اسکے کندھوں پہ اپنے نازک ہاتھ جماتے اپنے ہونٹوں پہ اس کی شدت برداشت کی تھی۔۔وہ اسکے لبوں کو بری طرح سے اپنے ہونٹوں میں پیوست کئے لمحہ بالمحہ انہیں سختی سے جکڑتا جا رہا تھا،اسکے جنونی انداز پہ ذائشہ خان کے پیٹ میں تتلیاں سی پھڑکی تھیں۔۔وہ اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں الجھاتی اس کی شدت برداشت کرتے ہوئے آنکھیں موند گئی۔۔کافی دیر اپنی منمانی کرنے کے بعد ان لبوں کا شدت سے بھرپور بوسا لئے وہ انہیں اپنی گرفت سے آزاد کرتا مخمور نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا جس کے گال سرخ تھے۔۔

اب دیکھو اپنے ہونٹ مجھ سے زیادہ ریڈ لگ رہے ہیں! جب بھی تمہیں اپنے پنک ہونٹوں کو سرخ کروانا ہو تو میرے پاس چلی آنا ذی ڈارلنگ میں بنا کوئی لپ اسٹک لگائے انہیں اپنی شدت سے رنگ دوں گا!!۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اسکے اپنی شدت سے سرخ ہونٹوں کو دیکھتا اسے آنکھ رنک کرتے ہوئے بولا تھا۔۔ذائشہ خان اپنی کچھ دیر پہلے والی حرکت یاد کرتی کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی۔

اور رہی اگر اس چین کی بات تو یہ تم سے زیادہ خوش قسمت ہر گز نہیں ہے کیونکہ یہ میری ذی ڈارک گ نہیں ہے جو ہر لمحہ میرے دل میں دھڑکن بن کے تیزی سے دھڑکتی ہے!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان میں پیار بھری سرگوشی کرتا اسکے گال کو اپنے لبوں میں دبائے شدت سے سک کرنے لگا۔۔زائشہ خان کا چہرہ اس وقت بھانپ چھوڑ رہا تھا،اس کے ان دو جملوں نے اتنا مان بخشا تھا کہ لبوں پہ بے ساختہ شرمیلی سی مسکراہٹ چپکی تھی جسے وہ چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

اور میرے سینے کے بال دیکھ کے کیا بول رہی تھی تم؟؟ اہم اہم ہٹو مجھے چیک کرنے دو!!۔۔۔۔۔۔وہ شرارت سے بولتا اسکے گرے کرتے کے گلے پہ اپنے ہاتھ رکھتے ذائشہ خان کے طوطے اڑا گیا۔۔

ی۔۔یہ۔۔۔کیا۔۔ک۔۔کر۔۔رہے۔۔۔ہیں!۔۔۔اپنے۔۔کمرے۔۔۔میں۔۔۔سویا۔۔۔کریں!!۔۔۔وہ اڑی رنگت کے ساتھ بولتی اس کا ہاتھ اپنے گلے سے ہٹانے لگی جس پہ وہ قہقہ لگاتے ہوئے اپنا خود بخود شرافت سے پیچھے کر گیا۔۔

یہ تمہارا میرا کیا ہوتا ہے؟ ہم میں میرا تیرا کب سے آ گیا خانی؟ ہم دونوں کی ہر چیز سانجھی ہے! شش!!۔۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھا کے بولتا اسکی خوبصورت آنکھوں پہ پیار سے اپنے لب رکھ گیا۔۔

کوئی نہیں جی!! میں تو آپ کو نہیں بلاتی!!۔۔۔وہ ناک چڑھا کے معصوم سے ایٹیٹوڈ سے بولی تھی، ارزم شاہ کے لبوں پہ پھر سے مسکراہٹ بکھری تھی۔۔

مجھے نہیں بلاتی؟ لیکن میڈیم کو نوڈلز میرے ہاتھ کے ہی کھانے ہیں؟ ہمم؟؟۔۔۔۔وہ شریر لہجے میں بولتا اسے تنگ کرنے کے لئے اسکے پیٹ کو شرارت سے اپنے ہاتھ سے گدگدانے لگا، ذائشہ خان کھکھلائی تھی، اسے کھکھلاتے دیکھ کے ارزم شاہ روح تک سرشار ہوتا اسے مسلسل گدگدانے لگا۔۔وہ اسکے حصار میں ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتی اسکے ہاتھ قابو کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

ار۔۔ارزم۔۔۔۔وہ کھکھلا کے بولتی اسکے بازو پہ ہاتھ مارتی اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ہنس ہنس کے اسکی آنکھوں میں پانی آ چکا تھا جس پہ ارزم شاہ مسکراتے ہوئے اسکی جان خلاصی کر گیا۔۔اسے رکتے دیکھ کے ذائشہ خان سکون کی سانس لیتی اب اپنا بدلہ اتارنے کے لئے اس کا پیٹ گدگدانے لگی لیکن یہ کیا وہ ہنسنا تو دور وہ تو مسکرایا بھی نہیں تھا۔۔ذائشہ خان نے منہ کھول کے اسکی طرف دیکھا تھا وہ سنجیدہ رہا۔۔ذائشہ خان نے اپنے دونوں ہاتھوں کا استعمال کرتے ہوئے زور زور سے اسکے پیٹ کو گدگدایا تھا لیکن وہ ڈھیٹوں کا سردار پھر بھی نہ ہنسا۔۔ذائشہ خان نے روہانسی ہوتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ارزم شاہ اپنا قہقہ دبانے لگا۔۔

ذائشہ خان نے ایک دفعہ پھر سے کوشش کرتے ہوئے اب کی بار اسکے پیٹ کو گدگدایا کم جب کہ تھپڑ زیادہ مارے تھے جو اسے ہنسانے کا باعث نہیں بن رہا تھا۔۔آخر کو وہ بھی اپنا بدلہ لینا چاہتی تھی۔۔وہ اس وقت فل تپی ہوئی لگ رہی

تھی، ارزم شاہ کو اس کے گدگدانے پہ اتنی ہنسی نہیں ارہی تھی جتنے اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کے آرہی تھی لیکن وہ کنٹرول کرتا رہا۔۔

اسے پھر سے سنجیدہ چہرہ لئے دیکھ کے زائشہ خان اب کی بار اسکے پیٹ میں زور زور سے مکے جھڑنے لگی تاکہ اسے اسی طرح سے ہنسایا جاسکے جیسے وہ اسے ہنسا رہا تھا۔۔ ذائشہ خان کے اس عمل پہ ارزم شاہ کا دلکش قہقہ کمرے میں گونجا تھا جس پہ ذائشہ خان شکر کی گہری سانس بھرنے لگی جیسا بڑا معرکہ سرانجام دے لیا ہو۔۔

آپ کے پیٹ پہ کتنی چربی ہے! کم کھایا کریں!!۔۔۔وہ اسکے سکس پیکس کی طرف دیکھتی تھکے ہوئے انداز میں گہری سانس بھر کے معصومیت سے ناک چڑھا کے بولتی اسکے حصار سے نکل کے بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھی تھی، ارزم شاہ کا پہلے بلند قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔۔

ادھر آؤ تمہارا پیٹ چیک کرنے کے ساتھ ساتھ تمہارا بیلی بٹن بھی چیک کروں!!۔۔۔وہ بے باکی سے ہنس کے بولتا اسکی کہنی پکڑنے ہی والا تھا جب وہ لال بھبھوکا چہرہ لئے جلدی سے اسکی پہنچ سے دور ہوتی بیڈ سے اٹھی تھی۔۔

ش۔شرم نہیں آتی!! کل سے میرے کمرے میں مت سوئیے گا! میں نے ابھی آپ کے ساتھ صلح نہیں کی!!۔۔۔وہ بھانپ چھوڑتا چہرہ لئے اسے انگلی اٹھا کے معصومیت سے وارن کرتی واشروم میں بھاگی تھی۔۔

صلح کرنے کے بعد بیلی بٹن دیکھنے دو گی؟؟۔۔۔وہ بلند آواز میں پہلے سے زیادہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولا تھا، وہ شرم سے لال ہوتی زور سے واشروم کا دروازہ بند کرتے اسے پھر سے ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔

ارزم شاہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس آنکھوں پہ سیاہ ہی چشمے لگائے بال اچھی طرح سے جیل سے سیٹ کئے پیروں میں پشاوری چپل پہنے تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھتا بے حد دلکش لگ رہا تھا، دوپہر کا ایک بج رہا تھا اس وقت وہ حویلی کے لئے روانہ ہوتا رات میں پانچ سے چھ بجے کے درمیان یہاں آتا تھا۔۔وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کے اندر بیٹھنے ہی والا تھا جب خورشید خان نے اسے پکارا تھا۔۔خورشید خان کی پکار پہ اس نے بے ساختہ رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

شاہ صاحب یہ آپ کے لئے ابھی کچھ دیر پہلے ہی کوریئر والا دے کے گیا ہے!۔۔۔خورشید خان اسکی طرف ایک خاکی لفافہ بڑھاتے مؤدب انداز میں بولا تھا۔۔

میرے لئے؟ کیوں؟۔۔۔ارزم شاہ خود سے مخاطب ہوتا تشش و پنج سے اس لفافے کو تھام کے خورشید کو یہاں سے جانے کا اشارہ کر گیا۔خورشید کے جاتے ہی ارزم شاہ نے تجسس سے لفافے پہ لگی چھوٹی سی ٹیپ ہٹاتے اسے کھولا تھا۔ لفافے کو کھول کے وہ اندر سے کاغذ نکال کے انہیں الجھن بھری نظروں سے دیکھ کے پڑھنے لگا۔۔وہ جو ان کاغذات پہ لکھے الفاظ پڑھ رہا تھا اسکی شہد رنگ آنکھیں خطرناک حد تک پھیلتی جا رہی تھیں۔۔آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئی تھیں۔۔

Scene to be continued

!!!جی تو کمنٹس میں گیس کریں کیا ہے ان کاغذات میں۔۔۔ہاہاہا

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 98 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

ہو سکتا ہے یہ تمہیں غلطی سے کوریئر کر دیئے گئے ہوں؟۔۔احان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کو دیکھتا اس سے نظریں ملائے بغیر بولا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اسے بے حد سنجیدگی سے دیکھتے باقی دونوں کی طرف دیکھا تھا،وہ شاید ان دونوں کے بولنے کا بھی انتظار کر رہا تھا۔۔

مجھے ایسا لگتا ہے یہ کوریئر لالہ کے لئے تھا جو غلطی سے تمہارے اپارٹمنٹ میں ڈیلیور کر دیا گیا ہے۔۔۔زوریز شاہ پر سوچ انداز میں آئیبرو اٹھا کے بولتا احان شاہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔

اور مجھے ایسا لگتا ہے تم دونوں کے مرنے کا وقت قریب ہیں! کفن کا انتظام کر لو۔۔۔۔کاظم شاہ صوفے پہ ریلکس انداز نیم دراز سیگریٹ ہونٹوں میں دبا کے گہرے کش بھرتا سنجیدگی سے بولتے احان شاہ اور ارزم شاہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔احان شاہ تو اسکی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا لیکن ارزم شاہ نہیں سمجھا تھا۔وہی پہ زوریز شاہ بھی نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

کیا مطلب ؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے جواباً سنجیدگی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

مطلب یہ کہ تم دونوں کی ہارنے والی ہے!!۔۔۔کاظم شاہ نے مزید ایک سیگریٹ کا کش بھرتے کندھے اچکا کے جواب دیا تھا۔۔

یار لالہ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں؟ میں پہلے ہی شش و پنج کا شکار ہوں!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے سیاہ کرتے کے اوپری دو بٹن کھولتے صوفہ سنبھالا تھا۔۔

میری باتیں سمجھنے کی پوزیشن میں اس وقت صرف یہ ایک انسان ہے! اسکا منہ کھلواؤ!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے لبوں سے سیگریٹ نکال کے احان شاہ کی طرف اسی ہاتھ سے اشارہ کرتا سنجیدگی سے بولا تھا۔ارزم شاہ اور زوریز شاہ کی نظروں کا مرکز احان شاہ بنا تھا جو ان کاغذات کو یوں پڑھ رہا تھا جیسے لاطینی یا فارسی زبان میں لکھیں ہوں جو اسکے لئے پڑھنا مشکل ہو۔۔

یہ ایک ڈی این اے رپورٹ ہے!!۔۔۔ان تینوں کو اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ کافی منٹ کی خاموشی کے بعد ان کاغذات کو سینٹرل ٹیبل پہ رکھتے سنجیدگی سے گویا ہوا تھا جس پہ ان تینوں نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔۔

اچھا! مجھے لگا مردانہ کمزوری کی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے گویا ہوتا کاظم شاہ کے ہاتھ سے سیگریٹ پکڑ کے گہرے کش بھرنے لگا، یہ تو اندھے کو بھی نظر آ رہا تھا کہ یہ ڈی این اے رپورٹ ہے!۔۔ارزم شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ اور کاظم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔احان شاہ نے اسے گھور کے دیکھا تھا۔۔

اور مجھے لگا تجھے اس کمزوری کے علاج کی اشد ضرورت ہے!!۔۔۔احان شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کے ارزم شاہ کو جواب دیتے ان تینوں کا چہرہ سرخ کیا تھا۔

اور مجھے لگا اس علاج کے ڈاکٹر آپ ہیں! ویسے آپس کی بات ہے اپنا علاج کب کیا تھا آپ نے ڈاکٹر صاحب؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ برا منائے بغیر مصنوعی تجسس سے احان شاہ سے پوچھتے زوریز شاہ اور کاظم شاہ کو پھر سے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔۔

میرے منہ سے کچھ سن نہ لینا!! ۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے غصے سے غراتے صوفے سے کشن اٹھاتے ہوئے اس کے منہ پہ مارا تھا ارزم شاہ اس کشن کو کیچ کر کے اپنے سر کے پیچھے رکھتا شیطان سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے پھر سے سیگریٹ کے کش بھرنے لگا، یہ سوچے بغیر کے ابھی اس کی مسکراہٹ غائب ہونے والی ہے۔۔

افسوس ہے مجھے تم تینوں پہ یہاں اتنا سیریس مسئلہ چل رہا ہے اور تم لوگوں کو مذاق سوجھ رہا ہے ؟۔۔۔کاظم شاہ ایک دم سے سیریس ہوتا ان کاغذات کے ساتھ ساتھ اس لفافے کو پکڑنے لگا جن میں کاغذات تھے۔۔

ڈی این رپورٹ بھیج دی ہے! لیکن دونوں Siblings !مجھے تو لگ رہا ہے کسی نے ہمارے ساتھ بھی مذاق ہی کیا ہے بہن بھائیوں کے نام کے علاوہ ہر چیز واضح ہو رہی ہے! ۔۔۔۔زوریز شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔

نہیں! یہ مذاق نہیں ہے! اس رپورٹ میں دو بہن بھائیوں کا ڈی این اے میچ کیا گیا ہے جس کے رزلٹ میں معلوم ہوا ہے وہ دونوں بہن بھائی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں! یعنی دونوں بہن بھائیوں کی ماں بھی سیم اور باپ بھی سیم ہے! دونوں کا ڈی این ہنڈریڈ پرسینٹ میچ ہو رہا ہے لیکن یہاں ان دونوں بہن بھائیوں کے نام کے علاوہ صرف سر کر دیا گیا ہے! سر نیم سے صرف ایک چیز واضح ہو (blur) نیم "اسماعیل خان" واضح کیا گیا ہے! باقی ہر لفظ دھندلا رہی ہے کہ یہ اسماعیل خان کے بچوں کی ڈی این اے رپورٹ ہے! ان میں سے ایک تو کنفرم حازق خان ہے باقی تم دونوں اپنی بیویوں میں سے دیکھ لو یہ دوسری اولاد ذائشہ اسماعیل خان ہے یا گلالئی اسماعیل خان!!۔۔۔۔کاظم شاہ اس رپورٹ پہ اپنی انگلی پھیر کے انہیں تفصیل بتاتا تینوں کے سر پہ دھماکہ کر رہا تھا۔۔احان شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں یعنی یہ چالاک انسان یہ تک جان چکا تھا کہ حازق خان کی دوسری بہن زائشہ خان ہے ؟

ذائشہ اسماعیل خان واٹ ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اور زوریز شاہ نے یہ زبان ہوتے ہوئے استفسار کیا تھا۔۔

ہاں میں جانتا ہوں ذائشہ کے بابا کا نام اسماعیل خان تھا لیکن اس کا یہاں کیسا ذکر ؟ضروری تو نہیں ہے اس دنیا میں صرف بھابھی اور حازق لالہ کے بابا کا نام ہی اسماعیل خان ہو ؟؟میں آپ کی بات کا مطلب سمجھا نہیں!!۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کرتے سیگریٹ جلدی سے ایش ٹرے میں رکھا تھا۔اسے یہاں آنے پہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی زوریز شاہ کی درگت کے متعلق ہر بات میرال شاہ نے بتائی تھی جس کے ساتھ ساتھ وہ اسکے گوش و گزار یہ بھی کر چکی تھی کہ گلالئی اپنے بھائی حازق خان کے ساتھ رہ رہی ہے جس کے متعلق زوریز شاہ جانتا تھا لیکن اس نے

بتانا گوارا نہیں کیا، یہ خبر ارزم شاہ کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ اسے اسی خبر سے شاک ہوتے دیکھ کے میرال شاہ اسے چاہ کے بھی ذائشہ کے متعلق کچھ نہ بتا سکی۔ اس خبر کو سننے کے بعد ارزم شاہ کو وہ ڈی این اے رپورٹ یاد آیا تھی جو اسے کسی نے پارسل کی تھی۔۔

خاکی لفافے کے باہر انگریزی میں کچھ یہ الفاظ مار کر سے لکھے گئے تھے۔۔

"See U soon"

جنہیں پڑھ کے ارزم شاہ کے چہرے پہ نا سمجھی کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔ خیر جب اسے اس رپورٹ کی کچھ خاص سمجھ نہ آئی تو اس میں درج اسماعیل خان کا نام پڑھ کے وہ اسے ڈیش بورڈ میں رکھتا ہویلی آچکا تھا لیکن۔ میرال شاہ کے منہ سے حازق خان اور گلالئی کا سننے کے بعد اسے لگا کہ یہ ڈی این اے رپورٹ اپنے سب بھائیوں سے ڈسکس کرنا ضروری ہے تو وہ انہیں اپنے کمرے میں بلوا کے یہ رپورٹس دیکھانے لگا جس پہ سب اپنے تبصرے پیش کر رہے تھے۔۔

کیا تم تینوں نے اس لفافے میں ان رپورٹس کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ کے بے تابی سے سوال کرنے پہ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے ان تینوں سے استفسار کیا تھا، تینوں نے ایک ساتھ نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

چچ چچ!! اسی لئے کہتے ہیں سینیر سینیر ہی ہوتا ہے!!!۔۔۔ کاظم شاہ افسوس سے سر نفی میں ہلاتا اس لفافے میں ہاتھ ڈال کے ایک باریک سا بال نکالتا اپنی دو انگلی کو پوروں میں پکڑتے ہوئے اترا کے بولا تھا، وہ تینوں خاموشی سے کاظم شاہ کے ہاتھ میں موجود اس بال کو دیکھنے لگے جو کافی لمبا اور ڈارک براؤن شیڈ دے رہا تھا۔۔

یہ رہی فساد کی جڑ!! اب تم دونوں ڈیسائیڈ کر لو یہ تم دونوں میں سے کس کی بیوی کے سر کا بال ہے!!۔۔۔۔ کاظم شاہ یہ بال ارزم شاہ اور احان شاہ کے بالکل درمیان میں سینٹرل ٹیبل پہ رکھ کے صوفے پہ نیم دراز ہوتا دلچسپی سے ان کے حیران تاثرات دیکھنے لگا۔۔ زوریز شاہ کو آج پہلی بار اپنی غائب دماغی اور لاپرواہی پہ شک سا ہوا تھا کہ میجر / جاسوس وہ نہیں بلکہ کاظم شاہ ہے۔ یہ بال واقعی ہی ان تینوں میں سے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔۔ اس بال کو دیکھتے ہوئے ارزم شاہ کے طوطے اڑے تھے، وہ بھلا کیسے یہ بال نہ پہچانتا جن میں وہ ہر روز اپنا چہرہ چھپا کے سوتا تھا؟ یہ اس کی ذی کا بال تھا!! لیکن ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ احان شاہ اس بال کو ایک نظر دیکھ کے ہی پہچان گیا تھا کہ یہ اس کی گل کا

بال نہیں ہے کیونکہ اسکی گل کے بالوں کا رنگ بالکل اسکی طرح کا تھا۔۔گلالئی اور احان شاہ کے بال ہلکے بھورے تھے جبکہ ذائشہ خان کے ڈارک براؤن۔۔۔

ی۔یہ!! ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟۔۔۔ارزم شاہ اس بال کو دیکھتے ہوئے شاکڈ کیفیت میں چیخا تھا۔کاظم شاہ نے احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے دوسرا سیگریٹ جلا کے لبوں میں دبایا تھا۔۔

اپنے لالہ سے پوچھو!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو پھر سے رپورٹس پڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سارا معاملہ احان شاہ پہ پھینکا تھا جو اسے غصے سے گھور کے دیکھ رہا تھا، احان شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ جذباتی ارزم شاہ کو پوری بات کیسے بتائے۔۔

یار آپ سب مجھے باتوں میں کیوں الجھا رہے ہیں! میرا اس وقت دماغ غصے سے آوٹ ہو رہا ہے! آخر میری بیوی کا بال اس انسان کے پاس کیا کر رہا تھا؟اس کے پاس زائشہ کے سر کا بال کیسے پہنچا؟۔۔۔ارزم شاہ غصے سے جھنجھلاتے ہوئے دبے دبے انداز میں غرایا تھا جبکہ زوریز شاہ کے سر کے اوپر سے یہ سارا معاملہ گزر رہا تھا، حازق خان نے اسے آج تک ذائشہ خان کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا بلکہ اس نے تو اسے کبھی گلالئی کے متعلق بھی نہیں بتایا تھا وہ سب تو اسے اچانک معلوم ہوا تھا۔۔

کیا بات کر رہے ہو وہ ایک میجر ہے! اس کے لئے کسی کا بال تو کیا کوئی پورا بندہ تلاش کرنا بھی مشکل کام نہیں ہے! ذائشہ کا بال اس نے کسی کے ذریعے حاصل کیا ہے ہو سکتا ہے پچھلے دنوں تم سب کے زوریز کی شادی میں بازار کے چکر لگانے کے دوران یا شادی میں ہی کسی نے یہ کام آسانی سے کر لیا ہو؟ کیونکہ اس کے بعد تو ذائشہ یقیناً کسی ایرے گیرے سے نہیں ملی! یہ بال اس نے ڈی این اے ٹیسٹ کے لئے حاصل کیا ہے! میں نہیں جانتا زائشہ اس کی بہن کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اگر وہ اسکی بہن تھی تو ہمیں معلوم کیوں نہیں ہے؟ لیکن میری چھٹی حس جہاں تک کام کر رہی ہے مجھے احان اور میرال کی باتیں سن کے یہی لگا تھا کہ ذائشہ اسکی بہن ہے اور تمہارے مطابق اگر یہ بال تمہاری بیوی کا ہے تو اس ڈی این اے رپورٹ کو دیکھنے کے بعد مجھے ننانوے فیصد یقین ہے یہ زائشہ اور حازق خان کی ڈی این اے رپورٹ ہے کیونکہ ڈی این اے تو ایک چھوٹے سے ناخن، بال، یا ذرا سے تھوک سے بھی میچ کیا جا سکتا ہے! اور تمہارے اپارٹمنٹ میں یہ رپورٹس بھیجنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ بہت جلد تمہارے مقابل آتا اپنی امانت واپس لینے والی

ہے! یہ تمہارے لئے ایک وارننگ ہو سکتی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کو الفاظ تلاشتے دیکھ کے کاظم شاہ نے خود ہی ارزم شاہ کے گوش و گزار یہ ساری تفصیل کی تھی، اسکی یہ ساری تفصیل سن کے ارزم شاہ کے چہرے کے نقوش تنے تھے۔ احان شاہ کو ابھی اندازہ ہوا تھا کاظم شاہ نے یہ سب اسکی اور میر ال شاہ کی باتوں سے جانا ہے جس پہ وہ اسکی جاسوسی کے انداز پہ اسے گھوریوں سے نوازتا میجر شاہ کے پوچھنے پہ انہیں چند سطروں میں میر ال شاہ کی کہی گئی باتیں بتانے لگا جو اسے حازق خان نے وارن کرتے ہوئے کہی تھیں۔۔

واٹ دا ہیل!! کونسی امانت؟ اس نے میرے اور میری بیوی کے درمیان جدائی کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی تو میں اس کا وہ حال کروں گا جو میں نے عاشر لکھانی کے لئے سوچ رکھا ہے! ارے میں نہیں مانتا اس ڈی این اے رپورٹ کو!! پچھلے ساڑھے تئیس سال سے کہاں تھا وہ؟ تب اسے بہن کی یاد کیوں نہیں آئی تھی؟۔۔۔ارزم شاہ ان کی تمام باتیں سننے کے بعد غصے سے دھاڑتا ہوا اپنے ہاتھ میں پکڑی رپورٹس زور سے زمین پہ پھینک گیا۔ بیوی پہ بات آتی تھی تو وہ ہمیشہ ہر لحاظ بھول جایا کرتا تھا، جب وہ بیوی کے لئے اپنے باپ سے لڑ سکتا تھا تو حازق خان کو کیسے بخش سکتا تھا؟

وہ بڑا ہے تم سے! تمیز سے بات کرو! اور اتنا ہائپر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! مجھے پہلے اسکی طرف کی پوری بات جاننے دو!!۔۔۔اسکے بدتمیز لہجے میں زوریز شاہ ناگواری سے بولا تھا۔۔

آپ نے کچھ جاننا ہوتا تو بہت پہلے جان لیتے! آپ نے آج ثابت کیا ہے آپ کو اپنے بھائیوں سے زیادہ دوستی پیاری ہے! لالہ پچھلے سات ماہ اپنی بیوی کے لئے تڑپتے رہے لیکن آپ نے ان کے اتنے آنسوؤں کو بے مول کرتے ہوئے ان سے ان کی بیوی چھپائی! آخر کیوں؟ اور وہ ہوتا کون ہے ہماری ہویلی کی عزت کو پورے سات ماہ اپنے گھر میں قید کرنے والا؟ ٹھیک ہے مان لیتا ہوں وہ بھابھی کا بھائی ہے لیکن اسے کس نے حق دیا ہے وہ لالہ سے ان کی بیوی چھپا کے رکھے؟ وہ لالہ کے نکاح میں ہے! اس وقت اگر بھابھی پہ کوئی سب سے زیادہ حق رکھتا ہے تو وہ احان لالہ ہیں نا کہ وہ جو ہمیں نیچا دیکھانے کی پلیننگ کرتے ہوئے یہ ساری گیم کھیل رہا ہے! بتا دیجئیے گا اپنے دوست کو یہ ساری گیم میں اسی پہ الٹ دوں گا اگر اس نے میرے اور میری بیوی کے درمیان کباب میں ہڈی بننے کی کوشش بھی کی تو!!!۔۔۔ارزم شاہ اپنی پوری قوت سے غصے سے حلق کے بل چلایا تھا۔۔

آواز نیچی کرو اپنی ابھی چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دوں گا تمہارا!! کیا تم جانتے ہو اس نے گل بھابھی کو کن حالات میں پروٹیکٹ کیا تھا؟؟ کیا تم جانتے ہو اس نے اپنی پوری زندگی کس طرح سے گزاری ہے؟ وہ ایک مسٹری ہے جس کے ساتھ میں نے آٹھ سے دس سال گزارنے کے بعد بھی اسے ساڑھے چھ ماہ پہلے جانا ہے!! ۔۔۔۔زوریز شاہ ایک دم سے صوفے سے کھڑا ہوتا ارزم شاہ کے مقابل آتے غصے سے دھاڑا تھا۔ یہ پہلی بار تھا جو وہ ارزم شاہ سے اس قدر غصے سے بات کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ اور احان شاہ نے ان دونوں کی طرف پریشانی سے دیکھا تھا۔۔

واٹ ایور!! مجھے جاننا بھی نہیں ہے! آپ کا دوست آپ کو ہی مبارک ہو! اگر وہ ہمارے درمیان آیا تو آئی سوئیر میں ہر لحاظ بھول جاؤں گا! اس کی جرآت کیسے ہوئی میرال آپی کو ہمارے متعلق دھمکی لگانے کی؟ میں جان لے لوں گا اسکی!!!۔۔ارزم شاہ اسکی ہری آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا اپنی پوری قوت سے مضبوط لہجے میں چلایا تھا، آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں، شہد رنگ بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے تھے، اسکے پھر سے چلانے پہ زوریز شاہ کا میٹر شارٹ ہوا تھا اس نے شدید غصے سے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا لیکن اسکے گال پہ چھاپ چھوڑنے سے پہلے ہی احان شاہ صوفے سے کھڑا ہوتا اسکا ہاتھ تھام چکا تھا۔۔

پاگل ہو چکے ہو تم دونوں؟؟ تمیز لحاظ ختم ہو چکا ہے دونوں میں؟؟۔۔ احان شاہ نے غصے سے غراتے ہوئے ان دونوں کو ہوش دلائی تھی۔ ارزم شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ بے دردی سے کاٹتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے دوست کی خاطر اس پہ آج پہلی بار ہاتھ اٹھانے والا تھا، اگر وہ یہ ہاتھ اس پہ اٹھا بھی دیتا تو وہ پھر بھی اس کے سامنے افف تک نہ کرتا! کیونکہ وہ اس سے چھوٹا تھا، چاہے یہ تھپڑ ارزم شاہ کے گال پہ نہیں لگا تھا لیکن اسے اس کے اس عمل پہ تھپڑ لگنے سے زیادہ تکلیف پہنچی تھی۔۔ زوریز شاہ نے احان شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے گہرے سانس بھرتے ہوئے اپنے فوجی کٹ بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔ کاظم شاہ بے حد سنجیدگی سے اس سارے معاملے کو ملاحظہ کر رہا تھا۔۔

ماریں تھپڑ! رک کیوں گئے؟ میں آپکے اس گفٹ کا انتظار کر رہا ہوں! آج تھپڑ مار رہے ہیں کل اپنے دوست کی خاطر سینے میں گولی ماریئے گا!!!۔۔۔۔ارزم شاہ سپاٹ لہجے میں دبی دبی آواز میں بولا تھا، آواز اونچی نہیں ہوئی تھی تو زیادہ نیچی بھی نہیں تھی، اسکے لہجے میں تکلیف تھی۔۔

تمہاری اس بدتمیزی پہ تمہیں ایک نہیں دو تھپڑ پڑنے چاہئیے تھے! جب وہ بول رہا ہے وہ اس میجر سے یہ سب ڈسکس کرے گا تو فائدہ اتنے غصے میں آنے کا؟ تمہاری اس روز بابا کے ساتھ ہوئی جھڑپ پہ میں کچھ نہیں بولا تھا لیکن آئیندہ تمہاری اونچی آواز کسی بڑے کے سامنے میں برداشت نہیں کروں گا چھوٹے شاہ! تمہیں پہلے سے وارن کر رہا ہوں!!۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا ہوا اسے جھاڑ پلا رہا تھا، اسے اسکی زوریز شاہ کے سامنے بلند آواز اچھی نہیں لگی تھی۔ پہلے زوریز شاہ کے ہاتھ اٹھانے پہ اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کے ان الفاظ پہ ارزم شاہ نے اپنے نچلے ہونٹ کو اتنی زور سے دانتوں تلے دبایا تھا کہ اسے خون کا ذائقہ اپنے حلق میں گھلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔وہ ان سب پہ ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر تیزی سے اپنے کمرے سے نکلا تھا لیکن جاتے جاتے غصے سے کارنر ٹیبل پہ موجود شیشے کے واس پہ اپنا ہاتھ زور سے مار کے اسے زخمی کرنا نہیں بھولا تھا۔ واس ایک جھٹکے میں زمین کی زینت بنتا کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا، ارزم شاہ کے ہاتھ سے خون بل بل زمین پہ گرا تھا لیکن اسے اس وقت اپنی تکلیف کی کوئی پروا نہیں تھی، اسے اس وقت کاظم شاہ اور زوریز شاہ کا رویہ خود کے ساتھ اچھا نہیں لگا تھا اسی لئے مزید کچھ بھی بولے بغیر تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔

حد کرتے ہو تم دونوں!! جانتے بھی ہو وہ اپنا غصہ چیخ چیخ کے نکالتا ہے کیا ضرورت تھی اسے ڈانٹنے کی؟۔۔۔۔احان شاہ غصے سے ان دونوں کو گھور کے بولتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتے ارزم شاہ کے پیچھے بھاگنے کے انداز میں باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔زوریز شاہ کو اپنے اتنے ہارش ریکشن پہ خود پہ غصہ آیا تھا جبکہ کاظم شاہ کو اپنے ڈانٹنے پہ کوئی افسوس نہیں تھا ،وہ تینوں اس کے لئے بھائیوں کی طرح تھے، ارزم شاہ اسکا خونی بھائی تھا تو اسکا یہ مطلب نہیں تھا وہ ان دونوں پہ اسے فوقیت دے گا!

چھوٹے شاہ!!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کمرے سے نکل کے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا ہوا ارزم شاہ کو بلند آواز میں پکار رہا تھا لیکن وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا ہویلی سے نکلتا چلا گیا۔۔احان شاہ اسے منانے کی خاطر پورچ تک آیا تھا لیکن وہ اپنے زخمی ہاتھ سے ایک منٹ سے پہلے گاڑی ریورس کرتا اسے شاہ ہویلی سے زن سے بھگا گیا۔۔ اسکے پیچھے جانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہونا تھا کیونکہ ابھی اس نے غصے میں کسی کی بھی نہیں سننی تھی۔۔احان شاہ گہری

سانس بھر کے انگلی سے اپنی کنپٹی مسلتا گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں سے ابھی اس کے ضدی شاہ کی گاڑی نکلی تھی۔
آج کل ان کے ساتھ کیا ہو رہا تھا یہ احان شاہ کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

وہ ہویلی سے نکلتے ہی غصے سے پاگل ہوتا گاڑی اپنے اپارٹمنٹ کی طرف موڑ چکا تھا۔حازق خان ان دونوں کے درمیان کس طرح سے ٹپک پڑا تھا یہ بات ابھی تک اسکی سمجھ سے باہر تھی، اسے اس وقت صرف اپنی بیوی اپنے سامنے چاہئیے تھی جسے پھر سے کھونے کا احساس اسے اندر ہی اندر مار رہا تھا۔وہ اپنی گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھاتا ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے دس منٹ میں اپنے پارٹمنٹ پہنچا تھا۔اپارٹمنٹ داخل ہوتے ہی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرتا وہ اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔ارزم شاہ کا خون سے رنگا زخمی ہاتھ اس وقت ہر کسی کی نگاہوں کا مرکز بنا تھا لیکن وہ ان میں سے کسی کی طرف دیکھے بغیر بے تابی سے لمبے لمبے ڈگ بڑھتا اندر ذائشہ خان کے پاس جا رہا تھا۔۔
لاؤنج میں آتے ہی اس کی نگاہیں ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں جو ٹھوری پہ ہاتھ رکھ کے انہماک سے ٹی وی دیکھنے میں مصروف ساتھ ساتھ فرائز کھا رہی تھی جو اس نے سائمہ سے اپنے لئے بنوائی تھیں۔۔زائشہ خان کو دیکھتے ہی وہ بے تابی سے اسکی طرف بڑھتا اسے کہنی سے پکڑ کے صوفے سے اٹھاتا زور سے اپنے سینے میں بھینچ گیا، اس اچانک افتاد پہ ذائشہ خان کے ہاتھ سے فرائز کی پلیٹ زمین پہ گری تھی۔وہ حیرانگی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگی جو اسکی کمر کے گرد اپنے بازو باندھے اسے اپنی پوری طاقت سے اپنے چوڑے سینے میں بھینچتا جا رہا تھا۔۔اسکے حصار میں زائشہ خان کو اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔
ا۔ارزم۔۔۔۔۔۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اسے پکارنے لگی، اسے پکارتے ہوئے اسکے لب ارزم شاہ کے سینے سے بھچ ہوئے تھے جس پہ ارزم شاہ نے دیوانوں کی طرح اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے زور سے اپنے دانت گاڑے تھے، زائشہ خان اسکے حصار میں مچلی تھی لیکن وہ بنا پرواکئے جنونی انداز میں اسکی گردن کی سکن اپنے دانتوں میں دباتا یہاں لوبائٹ بنا رہا تھا۔۔ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی، یوں اچانک سے ارزم شاہ کا جنونی ہونا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔
ا۔ار۔۔ارزم۔۔۔وہ کچن میں سائمہ کی موجودگی اور اس پہ تضاد ارزم شاہ کی بڑھتی شدت پہ اسکی سیاہ قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی اسے ہوش دلانے لگی لیکن وہ صرف یہی پہ نہیں رکا تھا، وہ دو ہی منٹ میں اس کی گردن پہ جگہ

جگہ لو بائٹس بناتا سرخ نشان چھوڑ رہا تھا، اسکے لبوں کا پر حدت لمس اسکا اس قدر جنونی انداز ذائشہ خان کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ ارزم شاہ اسکی گردن سرخ کرنے کے بعد اسکے سفید ڈیسنٹ سے کرتے کے فرنٹ دو بٹن کھولتا اسکی گردن کی گہرائیوں پہ جھکا تھا، اسے کھلے عام لاؤنج میں رومانس کرتے دیکھ کے ذائشہ خان کا اپنے پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہو رہا تھا۔۔

ار۔۔ ارزم۔۔ ک۔ کیا۔۔۔ ک۔ کر۔۔ رہ۔۔ رہے۔۔ ہیں!!۔۔۔۔ زائشہ خان معصومیت سے بولتی اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں پھنسا کے اسے ذرا سی کھینچتی زوروں سے دھڑکتے دل سے گویا ہوئی تھی۔۔

مجھے چھوڑ کے جاؤ گی؟؟۔۔۔ وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھاتا دوسرے ہاتھ سے اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچتے لہو رنگ آنکھوں سے دبی دبی آواز میں غراتا اس سے سوال کر رہا تھا۔۔ اسکے غرانے پہ وہ معصومیت سے پلکیں جھپکتی اسکے غصے سے سرخ چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔۔

ہ۔ ہاں۔۔ کیونک۔۔ کیونکہ۔۔ میں۔۔ تو۔۔ ناراض۔۔ ہوں۔۔ تو۔۔ میں۔۔۔ تو۔۔ چلی۔۔ جاؤں۔۔ گی!!۔۔۔

ذائشہ خان پہلے تو اسکے سوال پہ حیران ہوئی تھی لیکن پھر اسے لڑکھڑاتے لہجے میں لگے ہاتھ دھمکی دے رہی تھی اسے لگ رہا تھا اسے آج احساس ہوا ہے کہ وہ اس سے ناراض ہے ورنہ وہ کب پچھلے دنوں سے اسکی ناراضگی کو باؤ دے رہا تھا؟ وہ تو صرف اپنی بے باکیوں میں مصروف تھا۔۔۔ اسکے جواب نے رہی سہی کسر نکالتے ارزم شاہ کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچایا تھا، ارزم شاہ اگلے ہی پل اسکی کمر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچتا اسکے بال میں اپنا زخمی ہاتھ پھنسائے اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکا تھا۔۔ زائشہ خان کی ہیزل آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسائے اسکے ہونٹوں پہ غصے سے اپنے دانت گاڑتا اسے اسکے الفاظ کا مطلب سمجھا رہا تھا۔۔ اسکی شدت پہ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اسکی سیاہ قمیض کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتی اسکا شدت بھرا لمس اپنے لبوں پہ برداشت کرنے لگی۔ ارزم شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے دانتوں میں چبا جائے جن سے اس نے اس سے دور ہونے کی بات کی تھی۔۔ اسکے دانتوں کا بڑھتا دباؤ اپنے نازک ہونٹوں پہ محسوس کرتی زائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں وہ آج ضرورت سے زیادہ جنونی ہو رہا تھا، اسکی جنونیت برداشت کرنا ذائشہ خان کے بس سے

باہر ہو رہا تھا، وہ بکھری سانسوں سے اسکا کالر جھنجھوڑنے لگی جس پہ وہ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں دبا کے چھوڑتا اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔

دور جاؤ گی مجھ سے ؟؟۔۔۔وہ پھولی سانسوں کے درمیان غصے سے چلایا تھا، اسکے اتنے دن بعد غصہ کرنے پہ ذائشہ خان نچلا ہونٹ مڑوڑ کے نم نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

میں نے پوچھا مجھے چھوڑ کے جاؤ گی تم زائشہ خان ؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید غصے سے غراتا اسے صوفے پہ پٹکتے ہوئے اسکے اوپر سایہ فگن ہوا تھا، ذائشہ خان کے لبوں سے چیخ بر آمد ہوئی تھی جس پہ وہ اس کے لبوں پہ لب رکھ کے ان پہ موجود خون کی بوندیں اپنے ہونٹوں سے چننے لگا، اسی وقت سائمہ کچن سے باہر نکلتی زائشہ خان کو رات کے کھانے کے متعلق بتانے کے لئے اس طرف آ رہی تھی جب ارزم شاہ کو اس پہ قابض اسکے ہونٹوں پہ جھکے دیکھ کے وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اپنا رخ موڑ گئی۔۔یہ آج پہلی بار تھا جو اس نے اپنے سامنے ارزم شاہ کو اتنا رومانٹک ہوتے دیکھا تھا ورنہ وہ ملازموں کے سامنے بے حد سنجیدہ رہتا تھا، صائمہ کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا، وہ جلدی سے اپنے تپتے گالوں پہ ہاتھ ٹکاتی واپس سے کچن کی طرف بھاگی تھی۔۔

دور جاؤ گی ارزم شاہ سے ؟؟۔۔۔وہ اسکے لبوں سے ان خون کی بوندوں کو چن کے اسکے چہرے پہ اپنی نظریں مرکوز کرتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے کرخت لہجے میں بولا تھا، ذائشہ خان نے سوں سوں کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا ز اس انسان کو اچانک سے کیا ہوا تھا وہ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔اسکے نفی میں سر ہلانے پہ ارزم شاہ کے تڑپتے دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی، وہ اسکی نم آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا ایک دم سے نیچے کی طرف جھکتے اسکے کھلے بٹنوں سے نمایاں ہوتے بدن کے خوبصورت خدوخال پہ اپنے سلگتے لب رکھتا ذائشہ خان کا دل کانوں میں دھڑکا گیا۔۔اسکے نرم گرم لبوں کے لمس پہ ذائشہ خان کا چہرہ لال ٹماٹر ہوا تھا۔۔

ا۔ارزم ؟!! صا۔۔صائمہ۔۔آ۔۔۔جائے۔۔گی!!۔۔۔ذائشہ خان نے اسے جگہ کا احساس دلایا تھا لیکن وہ اس وقت صرف اسکی قربت میں مدہوش ہو جانا چاہتا تھا۔اسکی ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لپیٹتے وہ پہلے سے زیادہ مدہوش ہوتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکانے لگا، اسکی بے باک پوزیشن پہ ذائشہ خان کا چہرہ بھانپ چھوڑ رہا تھا، وہ اسکی پوزیشن پہ شرم سے پاگل ہوتی جلدی سے اسکی کمر سے اپنی ٹانگیں ہٹا گئی۔۔

اگر تم اس دفعہ مجھ سے پھر سے دور ہوئی اور ایک دفعہ پھر جدائی میرا مقدر بنی تو میں جو طوفان کھڑا کروں گا وہ تمہاری سوچ سے برا ہو گا! اور طوفان کی لپیٹ میں ہر وہ شخص آئے گا جو تمہیں مجھ سے دور کرنے کی کوشش کرے گا زائشہ خان!!۔۔۔اسکے کپکپاتے وجود کو محسوس کرتا ارزم شاہ اسکی دھڑکنوں سے چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتا مضبوط چٹانی لہجے میں گویا ہوا تھا، لہجے میں جنون کا عنصر واضح تھا، زائشہ خان جو اسے سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی نظریں اچانک سے اسکے زخمی ہاتھ کی طرف اٹھی تھیں جس پہ خون جم سا گیا تھا۔۔

آہہہ!!!!۔۔۔۔اسکے ہاتھ پہ اتنا سارا خون دیکھ کے زائشہ خان کی چیخ بلند ہوئی تھی۔۔

ا۔ارزم۔۔ی۔یہ۔۔کیا۔۔ہوا۔۔۔آپ۔۔کو؟۔۔۔زائشہ خان اپنی ناراضگی بولتی اسکا ہاتھ اپنے نازک ہاتھ سے تھامتی روتے ہوئے بولی تھی، اسکے رونے پہ ارزم شاہ کا غصہ جاگ کی طرح بیٹھا تھا، اسے خود کے لئے روتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے اسکے کرتے کے بٹن بند کرنے لگا، بٹن بند کرتے اپنی کاروائی پہ نظریں دوڑاتے وہ اندر تک سرشار ہوتا پھر سے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔

کچھ نہیں ہوا! بس خواب میں دیکھا تھا تم مجھ سے دور جا رہی ہو تو غصے میں اس ہاتھ کی شامت آ گئی!۔۔۔وہ بات گول مول کرتا اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے اسکے ماتھے پہ نرمی سے اپنے لب رکھتا اسکے اوپر سے اٹھ کے اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے حصار میں قید کرتا مدھم آواز میں بولا تھا۔۔

م۔می۔میں۔۔کیوں۔۔جاؤں۔۔گی؟؟۔۔۔وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی اسکے زخمی ہاتھ پہ اپنا دوپٹا باندھنے لگی کیونکہ اسکے زخم سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔۔

ابھی تو تم بول رہی تھی چلی جاؤ گی!!۔۔۔وہ اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا اسے اس کے کچھ دیر پہلے بولے گئے الفاظ یاد کروانے لگا۔۔

۔۔می۔میرے۔۔پاس۔۔۔تو۔۔۔کوئی۔۔بھی۔۔۔نہیں۔۔آپکے۔۔علاوہ!!

۔۔میں۔۔کہاں۔۔۔جاؤں۔۔گی؟۔۔۔وہ آنسو بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی معصومیت سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔

کیا مطلب اگر میرے علاوہ کوئی تمہارے پاس ہو گا تو مجھے چھوڑ کے چلی جاؤ گی؟۔۔۔ ارزم شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔ ہو۔۔ گا! مجھے آپ کے علاوہ کوئی پسند ہی نہیں کرتا! ۔۔۔ وہ نچلا ہونٹ باہر نکال کے روتے ہوئے بولی، اسکا یہ جملہ ارزم شاہ کے دل پہ وار کر چکا تھا، وہ جھک کے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے لبوں میں دباتا شدت سے چومنے لگا، زائشہ خان کے آنسو اس کے گالوں پہ گرے تھے، اسے نا جانے کیوں ایک دم سے اپنی زندگی کے خسارے یاد آ رہے تھے، ایک یہی تو شخص تھا جس نے اسے اس دلدل سے نکالا تھا تو وہ بھلا کیونکر اسے چھوڑ کے جائے گی؟

جھوٹی! !! جھوٹ مت بولو! جانتا ہوں میں اب میرال آپی کی مجھ سے زیادہ دوستی تم سے ہو چکی ہے! بائے داوے کل وہ لندن جا رہی ہیں! بول رہی تھیں کل تم سے ملنے آئیں گی اور ڈھیر سارا وقت تمہارے ساتھ گزاریں گی!۔۔۔ اسے اپنے خیالوں میں کھوئے روتے دیکھ کے وہ اسے اپنے سینے سے لگاتا بات گھمانے لگا، اسے خود پہ غصہ آ رہا تھا جو وہ آتے ہی اپنی نازک بیوی کو اپنے جنونی انداز سے بھوکھلا کے رکھ چکا تھا۔۔

ک۔۔ کیا۔۔ مطلب؟ وہ بھی مجھے چھوڑ کے چلی جائیں گی؟؟۔۔۔ زائشہ خان پہلے سے زیادہ بلند آواز میں روتے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی، وہ میرال شاہ کے ساتھ بری طرح سے اٹیچ ہو چکی تھی ایسے میں اس کا ملک سے باہر جانا اسکے لئے کسی شاک سے کم نہیں تھا۔۔

ارے میری بیوقوف بیوی! وہ صرف اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے جا رہی ہیں! پریشان مت ہو! وہ جلدی واپس آ جائیں گی!۔۔۔ اسے یوں روتے دیکھ کے وہ اپنا ماتھا اسکے ماتھے کے ساتھ ٹکراتا پیار سے اسکے گال چومتے ہوئے خود کے ساتھ لگا گیا، وہ سوں سوں کرتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔۔

حازق خان جو آج اچانک سے یوٹیوب سکرال کر رہا تھا فاریو پیج پہ میرال شاہ کا ولاگ دیکھتے وہ خود کو یہ لگانے سے روک نہیں پایا تھا۔۔ ولاگ کا تھمب نیل اور ٹائٹل دیکھتے اسکی سانسیں سینے میں اٹکی تھیں۔۔ تھمب نیل پکچر اس کی اور شہسوار شاہ کی تھی جبکہ ٹائٹل کچھ یوں تھا۔۔

"Back to London"

یہ ٹائٹل پڑھتے ہوئے حازق خان کی حالت غیر ہوئی تھی،وہ دھڑکتے دل سے اس ولاگ کو دیکھنے لگا۔۔

Hey guys welcome back to my YouTube channel! Here i am Miral Shah after a very long time

وہ اس وقت کیلون کلین کی بلیک راؤنڈ نیک اوور سائز بلیک شرٹ اور بلیک ہی کارگو پینٹ میں ملبوس لبوں پہ سرخ لپ اسٹک لگائے سر پہ بیس بال کیپ پہنے اسلامباد کے آئیر پورٹ پہ کھڑی اپنے آئی فون میں ولاگ ریکارڈ کرتے ہوئے چیونگم چباکے بولتی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ولاگ میں اس کا خوبصورت چہرہ دیکھتے حازق خان کی نگاہیں ہٹنے سے انکاری ہوئی تھیں۔

جی تو ہم اس وقت موجود ہیں اسلامباد آئیر پورٹ پہ! ہم سب فرینڈز نے مل کے پلین بنایا کہ کیوں نا کچھ ٹائم ایک ساتھ اکٹھے لندن میں گزارتے آپ سب کو خوبصورت مقامات کی سیر کروائیں!تو سب سے پہلے میں آپ لوگوں کو ملوانے والی ہوں ایس ایس پی مسٹر ہینڈسم سے!! شش!!۔۔۔میرال شاہ مبہم سی مسکراہٹ لبوں پہ سجاکے بولتی آخر میں رازداری سے ہونٹوں پہ شہادت والی انگلی رکھتی شہسوار شاہ کہ طرف بڑھی تھی جو اسکی طرف سے رخ موڑ کے کھڑا کسی سے فون پہ مصروف تھا۔۔

"So here U go"

ہائے مسٹر ہینڈسم!! ہاؤ آر یو؟۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکے کندھے پہ ہولے سے اپنا ہاتھ مارتی اسے خود کی طرف متوجہ کرنے لگی،سیاہ برینڈڈ اوور سائز ٹراوزر،ٹی شرٹ میں ملبوس شہسوار شاہ نے اگلے ہی پل اسکی طرف چہرہ موڑتے اپنے چہرے پہ کیمرہ دیکھتے سب کو ہائے کرتے خوبصورت سی مسکراہٹ اچھالی تھی۔وہ اس وقت اپنی سیاہ آنکھوں کو سیاہ چشمے سے چھپائے سر پہ بلیک پی کیپ پہنے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا،اسکی سیاہ ٹی شرٹ اسکے سینے کے ساتھ چپکتی اسے مزید دلکش دیکھا رہی تھی،بازوؤں کے پھولے مسلز ٹی شرٹ کے ہالف سلیوز میں نمایاں تھے۔۔وہ اس وقت ائیر پورٹ پہ ہر کسی کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔۔

آئی ایم گڈ! ہاؤ آر یو بیٹوفل لیڈی؟۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ فون بند کرکے ٹراوزر کی جیب میں ڈالتا اس کے ہاتھ سے فون پکڑ کے اسے اور خود کو کیمرے کے فریم میں لیتے اپنی پی کیپ درست کرنے لگا۔۔ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ

کے حازق خان کے دل میں بھانبھڑ جلے تھے چہرہ غصے سے شدید سرخ ہوا تھا۔۔وہ دونوں پورا ولاگ ایک ساتھ کانٹینیور کھے ہوئے تھے، پورے ولاگ میں میر ال شاہ کی زبان پہ صرف ہینڈسم شاہ کا نام تھا اور اس کے منہ سے اس وقت حازق خان کو ہینڈسم لفظ جتنا برا لگ رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔

Bye bye Pakistan

دیکھتے ہی دیکھتے ولاگ اینڈ ہو چکا تھا، حازق خان جو شدید جلن سے اس ولاگ کو دیکھنے میں مشغول تھا میر ال شاہ کے لبوں سے یہ تین لفظ سنتے اسکا دل جیسے ویران ہوا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت ایک ساتھ بزنس کلاس سیٹس پہ بیٹھے ہاتھ ہلا کے ولاگ اینڈ کر رہے تھے، ولاگ اینڈ ہوتے ہی ایک دفعہ جہاز کی کھڑکی سے باہر کا خوبصورت اور کچھ ہو فناک سا منظر دیکھایا تھا، جہاز اڑان بڑھ چکا تھا۔۔میر ال شاہ کا ولاگ ختم ہو چکا تھا اور یہی پہ حازق خان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

آئی وش یہ ہماری آخری ملاقات ہو!!"۔۔۔میر ال شاہ کے بولے گئے الفاظ یاد کرتے حازق خان کا دل جیسے ہر چیز" سے اچاٹ ہوا تھا۔۔اس نے بولا تھا وہ ان کی آخری ملاقات ہو گی اور وہ اپنے قول کی پکی نکلی اسے پاکستان تن تنہا چھوڑ کے اسکا دل ویران کرتی جا چکی تھی۔حازق خان نے نا جانے کس احساس کے تحت کمنٹ سیکشن کھولا تھا۔۔کمنٹ سیکشن "ہینڈسم شاہ اور میر ال شاہ" سے بھرا پڑا تھا۔۔لوگ انہیں خوبصورت کپل کا نام دیتے ان دونوں کی خوبصورتی کے پل باندھتے حازق خان کو مزید آگ لگا گئے۔۔حازق خان جلتے دل سے کچھ کمنٹس پڑھتا غصے سے دھاڑتے ہوئے فون خود سے دور پھینکتا ٹی شرٹ اتار کے زمین پہ پھینکتے اوندھے منہ بیڈ پہ گرا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 98 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

حازق خان کو جب سکون نہ ملا تو ایک دفعہ پھر سے فون اٹھا کے اسکا ولاگ دیکھتے سارے کمنٹس پڑھنے لگا بہت سے کمنٹ نیگٹو بھی تھے جہاں لوگ میر ال شاہ کی احان شاہ کے ساتھ منگنی اور اسکے یوں اچانک سے شہسوار شاہ کے ساتھ نظر آنے پہ بہت سی منفی باتیں کر رہے تھے۔ان سب کمنٹس پہ حازق خان کا خون خول رہا تھا، لوگ کتنی آسانی سے

کسی کا بھی نام کسی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں نا؟ اور ان لوگوں کی یہ عادت جانتے بوجھتے بھی وہ لاپرواہ تھی؟ آخر کیوں؟ ان کو ولاگ میں ایک ساتھ ایک جیسی میچنگ ڈریس میں دیکھ کے حازق خان کو وہ روز یاد آیا تھا جب وہ ازمیر شاہ کے عقیقے میں اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ولاگ بنانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ اس کے ولاگ میں آنے کی بجائے اسکا فون توڑ چکا تھا جس کے بدلے میں اس نے اسکی اجرک اور اسکی بیش بہا قیمتی گھڑی گروی کے طور پہ رکھی تھی۔ یہ دونوں چیزیں ہی اس نے اسے ابھی تک واپس نہیں کی تھیں، کیا یہ چیزیں آج بھی اس کے پاس محفوظ ہوں گی؟ حازق خان اپنا نچلا لب کاٹتے ہوئے سوچنے لگا۔۔ وہ ان دنوں اسے اگنور کر رہا تھا تاکہ اس کے قریب رہ رہ کے اسے اس محبت نہ ہو جائے لیکن وہ غلط تھا محبت ہونی ہو تو خود بخود ہو جاتی ہے۔۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلتا اور محبت ہمارے دل و دماغ میں اپنے پنجے گاڑنا شروع کر دیتی ہے۔ جس سے محبت ہونی ہو وہ ایک لمحے میں بھی ہو جاتی ہے اور جس سے محبت نہ ہونی ہو وہ لاکھ کوششوں سے بھی نہیں ہوا کرتی۔۔ محبت بھی انوکھی ہے بادشاہ کو محبت ہونی ہو تو کنیز سے بھی ہو جاتی ہے اور اگر کنیز کو محبت نہ ہونی تو شہزادوں سے بھی نہیں ہوا کرتی۔ لوگ کہتے ہیں محبت دل سے ہوتی ہے اور شاید نہیں یقیناً وہ ٹھیک بھی ہو سکتے ہیں لیکن مجھے پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے محبت ہونے میں دل سے زیادہ ہاتھ دماغ کا ہے۔۔ یا شاید نہیں! وہ دونوں ہی برابر کے قصوروار ہیں۔۔ یعنی دل اور دماغ برابر کے جرم دار ہیں! کیونکہ جب ہمارے دل کو کوئی اٹریکٹ کر جاتا ہے تو ہم اسے ہر لمحہ ناچاہتے ہوئے بھی سوچتے ہیں، اسے سوچتے ہوئے خیالی پلاؤ پکاتے ہیں، خیالات کی زندگی میں گم ہو جاتے ہیں۔۔ اور سوچنے والا یہ کام تو دماغ کا ہے جبکہ دل کا کام تو صرف دھڑکنیں دوڑانے اور اس انسان کے دل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے جس سے ہم اٹریکٹ ہو رہے ہیں؟ تو پھر محبت کروانے میں سب سے زیادہ قصوروار کون ہوا دل یا دماغ؟؟ شاید نہیں یقیناً دونوں ہی! تو پھر سوچنے والی بات ہے! محبتوں کے معاملے میں دل زیادہ بدنام کیوں ہے؟؟ محبت کرنا کسی کے اختیار میں تھوڑی ہے؟ جیسے حازق خان کے اختیار میں نہیں تھا اور اسے لاکھ کوششوں کے بعد بھی ایک سید ذادی سے محبت ہو چکی ہے جسے دیکھتے ہوئے اسے ہمیشہ شک ہوتا تھا کیا اس جیسی بولڈ لڑکی واقعی ہی ایک شاہ خاندان سے تعلق رکھ سکتی ہے! ؟ ایک پٹھان کو ایک بولڈ لڑکی سے محبت ہو چکی تھی ایک ایسے پٹھان کو جس نے غیرت کے نام پہ ایک رات میں ستر درندوں کو قتل کیا تھا ان کا قصور صرف اسکی بہن کی طرف گندی نگاہ ڈالنا یا اسکی بے ہوشی کا فائدہ اٹھا کے اسے چھونا تھا تو بھلا وہ

کیسے ایک ایسی لڑکی سے محبت کر سکتا تھا جس پہ صرف ستر یا ستر ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مرد اس پہ گندی نگاہیں ڈالتے تھے اور بے بسی اتنی تھی اس سے محبت ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

"Cute siblings"

کافی دیر تک جلنے بننے کے بعد حازق خان نے اپنی رئیل آئی ڈی کی بجائے کتنی ہی فیک آئی ڈیز سے یہی ایک کمنٹ کتنی بار کاپی پیسٹ کیا تھا تاکہ لوگوں میں یہ رجحان پیدا کر سکے کہ وہ کپل نہیں بہن بھائیوں کی وائب دیتے ہیں۔ یہ تمام فیک آئی ڈیز اسے اپنے کام کی نوعیت کے لئے بنانی پڑتی تھی، فیک آئی ڈیز سے کمنٹ کرتے ہوئے حازق خان کو خود حرکتیں کیوں کر رہا تھا؟ لیکن وہ کر رہا تھا کیونکہ محبت اچھے خاصے (immature) سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اتنی امیچور انسان کو پاگل بنا دیتی ہے۔۔

ساڑھے چھ ماہ پہلے:

رات کے نو بج رہے تھے، وہ آج کل گل کی تلاش میں ہر جگہ پاگل ہو رہا تھا لیکن اسے مسلسل ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، آج پھر ناکامی کا سامنا کرتا وہ ہویلی کی طرف لوٹ رہا تھا جب اسے خیال آیا تھا وہ کافی دنوں سے انہی چکروں میں پڑا حازق خان کو بھی بھول گیا ہے، ان دونوں کی کافی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اسی لئے وہ ہویلی جانے کی بجائے یہی چلا آیا تھا۔۔ اس نے ابھی تک حازق خان سے گلالئی کے غائب ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا، وہ دونوں چاہے جتنے بھی قریبی دوست تھے لیکن زوریز شاہ گھر کی عزتوں کا ذکر کرتے ہمیشہ ہچکچاتا تھا، اور کچھ اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ اس سے گل کی غیر موجودگی کا ذکر کس طرح سے کرے، اسے کیا بتائے کہ اسکی دادی اسکی بھابھی کو ہویلی سے غائب کروا چکی ہیں؟؟

خان!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خان مینشن کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی زوریز شاہ نے بلند آواز میں اپنے ازلی انداز میں حازق خان کو پکارا تھا، وہ اسکے گھر میں آتے ہی اسے یوں ہی بلند آوازیں دیتا اندر داخل ہوتا تھا، اسے یوں بلند آوازیں دیتے دیکھ کے کبھی کبھار تو حازق خان جی بھر کے چڑتا تھا کیونکہ وہ اسے آوازیں ہی یوں دیتا تھا جیسے وہ سرحد پار کھڑا ہو۔۔

زوریز شاہ کی رات کے اس وقت بلند آواز سنتے ہوئے حازق خان جو گل کے پاس بیٹھا اسے پڑھائی کروا رہا تھا ایک جھٹکے میں صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔۔ جانی پہچانی آواز پہ گلالئ شش و پنج کا شکار ہوئی تھی، وہ یوں اچانک جان نہ پائی یہ آواز کس کی ہے۔۔

گڑیا جلدی سے اٹھو!! ہری آپ!!۔۔۔۔ حازق خان بھوکھلاتی ہوئے گل کی کتابیں بند کرتا اسے یہاں سے اٹھنے کو بول رہا تھا جس پہ وہ حواس باختہ ہوتی جلدی سے صوفے سے کھڑی ہوتی اپنے پیروں میں چپل اڑسنے لگی۔۔

میرا دوست آیا ہے تم اندر۔۔۔۔ ابھی حازق خان مزید کچھ بولتا اور گلالئ مزید کچھ سنتی جب زوریز شاہ کی آواز پھر سے بلند ہوئی تھی۔۔

خان۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ جو سیڑھیاں چڑھنے کی بجائے ریلینگ کے پاس کھڑا اسے بلند آواز لگاتے کچن کی طرف بڑھتا اسکے اور خود کے لئے کافی بنانے والا تھا جب کچھ غیر معمولی محسوس کرتے اسکی نگاہیں بے ساختہ لاؤنج کی طرف اٹھی تھیں جہاں کھڑے حواس باختہ سے حازق خان کو دیکھتے ابھی کچھ بولتا جب نظریں اس کے بائیں طرف موجود صوفے کے پاس کھڑی گلالئ خان کی طرف اٹھی تھیں، زوریز شاہ کو ایک دم سے اپنا دماغ جھنجھناتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ گلالئ جسے وہ پچھلے پندرہ سے بیس دنوں میں ڈھونڈتے ہوئے خوار ہو رہا تھا یوں اسے ایک دم سے خود کے سامنے پا کے اسکا حیران و پریشان ہونا بنتا تھا۔ وہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوتا کبھی حازق خان کو دیکھتا تو کبھی گلالئ خان کو۔۔۔ زوریز شاہ کی آنکھیں تحیر زدہ تھیں، ہری آنکھیں پل میں سرخ انگارہ ہوئی تھیں۔۔

گڑیا تم اندر جاؤ۔۔۔۔۔ حازق خان نے ہوش میں آتے ہوئے جلدی سے گلالئ کو مدھم آواز میں مخاطب کیا تھا جو زوریز شاہ کی طرف دیکھتی خود ساکت تھی۔ اسے ہوش حازق خان کی آواز پہ بھی نہیں آئی تھی، ابھی حازق خان اسے پھر سے مخاطب کرتا جب زوریز شاہ ہوش کے ناخن لیتا تیزی سے ان کی طرف بڑھا تھا۔۔

گڑیا اندر جاؤ!!!!!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ کو تیزی سے اپنے قریب آتے دیکھ کے حازق خان ذرا سختی سے گلالئ سے مخاطب ہوا تھا جو ہنوز حیران و پریشان تھی۔۔ حازق خان کے سخت لہجے پہ اس کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

یہ سب کیا ہے خان!؟ جانتے ہو تمہارے پہلو میں کھڑی لڑکی کون ہے؟ میں اس وقت ان کی یہاں موجودگی پہ اس قدر شاک ہوں کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں کن الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے یہ سارا معاملہ استفسار کروں؟ کیا مجھے بتانا

پسند کروں گے یہ کیا معاملہ ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ ان دنوں کے پاس آتا اپنی پوری قوت سے حلق کے بل چلاتے ہوئے حازق خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

لا۔۔لالہ۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے یوں غرانے پہ گلالئ نے سہمتے ہوئے حازق خان کو پکارا تھا،وہ زوریز شاہ کو یہاں دیکھ کے اس لئے سہم رہی تھی کیونکہ اسے لگ رہا تھا وہ اسے پھر سے شاہ ہویلی لے جائے گا،اس ہویلی میں جہاں کئ بار اسکی عزت نفس کو روندھا گیا تھا۔زوریز شاہ اس کے منہ سے حازق خان کے لئے لالہ سنتے ہوئے مزید شش و پنج کا شکار ہوا تھا،وہ چاہ کے بھی پورا معاملہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

اندر جاؤ گڑیا!!!!۔۔۔۔۔۔اسے سہمتے دیکھ کے حازق خان لہجے کو نرم بناتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا تھا،گلالئ جلدی سے اپنے سر سے سرکتی چادر کو درست کرتی جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔۔

بھابھی!!!!!!۔۔۔۔۔گلالئ کو اندر بھاگتے دیکھ کے زوریز شاہ بلند آواز میں اسے پکارتا اسکے پیچھے جانے ہی والا تھا جب حازق خان اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسے آگے قدم بڑھانے سے روک گیا۔۔

ہاتھ چھوڑ میرا!!!! ۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ غرایا تھا۔۔

بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنا غصہ پیتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

کیوں؟میں کیوں بیٹھ کے بات کروں؟کیا تو جانتا ہے جو لڑکی تیرے گھر میں موجود ہے وہ بیوی ہے میرے لالہ کی! تیری جرآت کیسے ہوئی ہمارے خاندان کی عزت کو اپنے گھر میں قید کرنے کی؟۔۔۔۔زوریز شاہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ غرایا تھا۔۔ایسی کون سی جگہ تھی جہاں زوریز شاہ نے گلالئ کو تلاش نہیں کیا تھا؟وہ حازق خان کے مینشن کے علاوہ اسے ہر جگہ تلاش کر چکا تھا،گلالئ کو یہاں دیکھنا اس کے لئے کسی دھچکے سے کم نہیں تھا۔۔

پہلے کتنی لڑکیوں کو اپنے اس گھر میں قید کر کے رکھتا رہا ہوں میں؟حازق خان اسکے منہ پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔

مجھے اس سارے معاملے کی وجہ جاننی ہے! اگر احان لالہ کو معلوم ہوا کہ ان کی عزت تیرے۔۔۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ مزید بولتا جب حازق خان نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

کونسی عزت؟؟بول کون سی عزت؟کیاتو یا تیری ہویلی سے کوئی جانتا ہے مجھے میری بہن کس حالت میں اور کس جگہ پہ ملی ہے؟کیا کوئی جانتا ہے اسے کتنے مردوں نے بغیر چادر کے دیکھا تھا؟کیا تم لوگ اپنی عزتوں کو یوں اتنی آسانی سے پلیٹ میں سجا کے کتوں کے آگے پیش کر دیتے ہو؟غیرت دفن ہو چکی تھی سب ہویلی کے مردوں کی جب ہویلی کی عزت کو کھلے بیاباں جنگل میں چھوڑا تھا؟حازق خان گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔

خان!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ اس سے ڈبل آواز میں گرجا تھا۔زوریز شاہ کے غصے سے شدید سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے حازق خان نے اپنے غصے پہ قابو پایا تھا۔۔اس نے خود کو یاد دلایا تھا وہ اس کا دوست ہے! وہ اسکا سالوں پرانا دوست ہے وہ یہ بات آج نہیں بھولے گا! اگر وہ یہ بات بھول گیا تو دوستی ایک جھٹکے میں ٹوٹ جائے گی! وہ ابھی چاہے تو زوریز شاہ کے لالہ پہ الفاظ کے رکھ رکھ کے تیر چلاتا اسے بھی ساتھ ہی بے عزت کر کے اپنے گھر سے نکال سکتا تھا، یہ اسکے لئے مشکل کام نہیں تھا!! لیکن زوریز شاہ جیسے انمول دوست کسی کسی کو ملا کرتے تھے،وہ چاہ کے بھی اس سے مزید بد تمیزی نہ کر پایا،زوریز شاہ اور شہسوار شاہ ہی تو تھے جو ہر وقت اسکے ساتھ ہوا کرتے تھے،وہ دونوں ہر قدم پہ اسکے ساتھ ہوتے تھے،اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس سے الگ ہوتا تو حازق خان جیتے جی مر جاتا۔۔جب اسکی بہن کا شوہر ہی اپنی عزت کی حفاظت نہیں کر پایا تھا تو وہ کسی سے کیا گلہ کرتا؟ ویسے بھی ان دنوں زوریز شاہ اسلامباد میں نہیں تھا،وہ دونوں ایک ضروری مشن پہ تھے جہاں سے حازق خان کمانڈر سے بات کر کے جلدی واپس آ چکا تھا،اگر زوریز شاہ یہاں ہوتا تو شاید اسکی بہن کو بروقت بچا لیتا۔صرف یہی سوچتے ہوئے وہ گہری سانس بھرتے ہوئے زوریز شاہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا،وہ جانتا تھا گلالئ کمرے کے دروازے کے ساتھ کان لگا کے ان کی تمام باتیں سن رہی ہو گی لیکن اس وقت جو باتیں حازق خان کو زوریز شاہ سے ڈسکس کرنی تھی وہ گلالئ کی موجودگی میں نہیں کر سکتا تھا،وہ پہلے ہی کافی ڈپریشن میں تھی،یہ سب سن کے مزید ڈپریشن میں چلی جاتی۔۔زوریز شاہ نے غصے سے حازق خان سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی تھی جس پہ وہ اپنی گرفت مضبوط کرتا اوپر اپنے کمرے تک آتے پیر سے دروازے کھول کے اندر داخل ہوتا اسے اپنے بیڈ پہ پٹک گیا!

میری بات سن! میں آدھا گھنٹہ بولوں، چالیس منٹ بولوں یا ساٹھ منٹ بولوں تو مجھے بیچ میں نہیں ٹوکے گا! اگر ٹوکے گا تو میرے ہاتھ کے مکے ہوں گے اور تیرا چہرہ ہو گا!!۔۔۔حازق خان اس کے مقابل بیٹھتا وارننگ دینے والے انداز میں گویا ہوتا اپنے دماغ میں الفاظ ترتیب دیتے زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو ابھی تک غصے اور سنجیدگی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ بیڈ سے کھڑا ہوتا کمرے کی لائٹس آف کرتے کھڑکی کے پاس جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔زوریز شاہ جھنجھلاتے ہوئے اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھتا کچھ بولنے ہی والا تھا حازق خان نے اپنی آنکھوں کو میچتے ہوئے اسے آج پہلی بار اپنی زندگی کی کہانی سنانا شروع کی تھی۔۔

:حال

کل سے فون کر رہا ہوں تجھے بیغرت انسان! فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا؟ اور یہ کیا بیغرتی کی ہے تو نے کل؟۔۔۔۔۔وہ اسکے کمرے میں بغیر ناک کئے بلا جھجک داخل ہوتا غصے سے غرایا تھا۔ حازق خان جو شیشے کے سامنے کھڑا آرمی یونیفارم پہنے تیار ہو رہا تھا زوریز شاہ کو ہمیشہ کی طرح شور ڈالتے ہوئے اندر داخل ہوتے دیکھ کے وہ بنا کوئی نوٹس لئے اپنی شرٹ کے بٹن بند کرنے میں مصروف رہا۔۔یہ یونیفارم میرال شاہ کا دیا گیا تحفہ تھا، وہ ناچاہتے ہوئے اس کے دیئے گئے اس یونیفارم کو پہن چکا تھا، کیوں پہن چکا تھا، یہ بات وہ بھی نہیں جانتا تھا، اسکا دل کیا اس نے پہن لیا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں!!!!۔۔۔۔۔۔اسی کی طرح آرمی یونیفارم میں ملبوس زوریز شاہ دانت پیستے ہوئے اس کے قریب آیا تھا۔۔

تجھے جلدی یاد نہیں آ گیا کہ تو ایک شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک میجر بھی ہے؟۔۔۔حازق خان اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکی ایکسٹرا چھٹیوں پہ چوٹ کر رہا تھا۔۔

کیا پرسوار زم شاہ کے اپارٹمنٹ میں ڈی این اے رپورٹ تو نے بھجوائی تھی؟۔۔۔۔وہ اسکے طنز کا جواب دینے کی بجائے اسے اسکی کاروائی یاد کروا رہا تھا۔۔

ہمم!!!۔۔حازق خان ہنکارا بھرتے ہوئے اب اپنے بالوں کو جیل سے سیٹ کر رہا تھا۔۔

کیوں؟ وجہ؟ اب میرے چھوٹے بھائی سے کیا دشمنی ہے تیری!؟۔۔زوریز شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا۔۔

دیکھ شاہ میری بات سن! ساڑھے چھ ماہ پہلے ہمارے درمیان ایک ڈیل ہوئی تھی کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے تو میرے اور شاہ ہویلی کے باقی کے معاملات سے بالکل الگ تھلگ رہے گا! اگر تو درمیان میں آئے گا تو نقصان صرف ہماری دوستی کا ہو گا اور نہ میں کل چاہتا تھا ہماری دوستی اس دشمنی کی بھینٹ چڑھے اور نہ ہی آج چاہتا ہوں! اور جہاں تک رہی اس ڈی این اے رپورٹ کی بات تو وہ سچ تھی! وہ میری اور ذائشہ خان کی رپورٹ تھی!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنے ہاتھ میں پکڑا ہیئر برش ڈریسنگ ٹیبل پہ پٹکتا سنجیدگی سے بولا تھا۔وہ یوں ہی ریلکس انداز میں دھماکے کرنے کا عادی تھا۔۔

تو ذائشہ کو کیسے جانتا ہے؟؟اور تو ہمیشہ مجھ سے ہر بات کیوں چھپا کے رکھتا ہے؟اگر تو ذائشہ کو جانتا ہے تو ہم سب بچپن سے زیادہ کو کیوں نہیں جانتے تھے؟اب تو میں حیران ہونا بھی چھوڑ چکا ہوں کیونکہ مجھے تیرے منہ سے ایسے دھماکے سننے کی عادت ہو چکی ہے بیغرت انسان! تو دوست ہے یا سانپ؟۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے کندھے پہ زوردار مکا جھڑتا غصے سے غرایا تھا۔۔وہ ہمیشہ اس سے ہر بات چھپا کے باقی سب کے ساتھ ساتھ اسکے سر پہ بھی دھماکا کیا کرتا تھا۔۔

وقت آنے پہ بتاؤ گا!! ابھی چل ہم لیٹ ہو رہے ہیں!۔۔۔وہ اسکی اوور ایکٹنگ کا اثر لئے بنا سر جھٹک کے بولتے ہوئے آرمی کیپ اٹھا کے سر پہ پہننے لگا۔۔

کیا مطلب وقت آنے پہ بتاؤں گا؟تیرے مطابق تیری اچانک سے ایک اور بہن پیدا ہو چکی ہے اور تو میٹھائی کھلانے کی بجائے ڈیوٹی پہ جانے کی بات کر رہا ہے؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ کا لہجہ طنزیہ ہوا تھا جس پہ حازق خان نے ٹانگ پیچھے کی طرف کرتے اسکے گھٹنے پہ جھڑی تھی،زوریز شاہ کی مصنوعی کراہ بے ساختہ تھی۔۔

وہ ساڑھے تئیس پہلے ہی پیدا ہو چکی ہے لیکن افسوس کی بات ہے میں نے اسے ڈھونڈے میں دیر کر دی!!۔۔۔۔۔حازق خان سپاٹ لہجے میں بولتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

On a serious note

معاملہ جو بھی ہے لیکن تو چھوٹے شاہ کے ساتھ زیادتی کر جائے گا اور وہ ایسا انسان ہے جو بندہ مار سکتا ہے لیکن خود کے ساتھ زیادتی برداشت نہیں کر سکتا!!۔۔۔زوریز شاہ نے بھی جواباً سنجیدگی سے جواب دیتے اسکے ساتھ قدم ملائے تھے۔۔

کیا مجھے بار بار ساڑھے چھ ماہ پہلے والی ڈیل یاد کروانی پڑے گی شاہ؟ جب میں نے بولا ہے تو اپنے کسی بھائی کی سفارش میرے سامنے نہیں کرے گا تو تیری ان باتوں کا میں کیا مطلب سمجھوں؟۔۔۔حازق خان کا لہجہ ضدی ہوا تھا۔۔

وہ تیری دشمنی کا حقدار نہیں ہے!۔۔۔۔زوریز شاہ کا انداز التجائیہ تھا۔۔

میری ایک بات کان کھول کے سن لے میری دشمنی کا حقدار پورا شاہ خاندان ہے! شاہ خاندان سے مراد شاہ حویلی کا ایک ایک فرد! یعنی سید زوریز شاہ بھی لیکن میری اس سے محبت اس دشمنی پہ غالب آجاتی ہے!! ۔۔حازق خان کا لہجہ چٹانی جبکہ نیلی آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھی۔۔اسکے الفاظ پہ زوریز شاہ کے چہرے کے نقوش تنے تھے۔۔

میں تیری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟ کہنا کیا چاہتا ہے تو؟ تو ہمیشہ ایسے کیوں بولتا ہے؟ جبکہ تو جانتا ہے اسماعیل خان نے غداری۔۔۔

بس!! میں نے بولا نا ہمارے درمیان کچھ بھی پرانا ڈسکس نہیں ہو گا زوریز شاہ!! تو تجھے میری ایک بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟۔۔۔۔حازق خان اسکی بات کاٹتے ہوئے چلایا تھا۔۔

تیری کچھ باتیں ہمیشہ میرے دل میں آگ بھڑکاتی ہیں میں نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش ہو جاتا ہوں لیکن تیری دشمنی والی بات مجھے اندر تک کھا رہی ہے!! آخر ہمارے خاندان سے کیسی دشمنی بنتی ہے تیری؟ ہاں میں مانتا ہوں لالہ نے بھابھی کے ساتھ غلط کیا لیکن اس میں باقی حویلی کے مکینوں کا کیا قصور ہے؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ جواباً ڈبل آواز میں چلایا تھا، اسے اسکی دشمنی والی بات واقعی ہی بہت بری لگتی تھی۔۔

میں بکواس کر رہا ہوں صحیح وقت آنے پہ بتاؤں گا؟؟؟۔۔۔حازق خان دروازے کے کچھ فاصلے پہ موجود ٹیبل سے شیشے کا ڈیکوریشن پیس اٹھا کے زمین پہ اپنی پوری قوت سے پھینکتا دھاڑا تھا۔زوریز شاہ نے خاموشی سے اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔۔

جب تک ہم کوئی چیز ڈسکس نہیں کرتے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور میں نہیں چاہتا ہمارے درمیان مزید غلط فہمیاں پیدا ہوں! بابا تمہارے اور بھابھی کے بارے میں جان چکے ہیں! وہ ہویلی کے بڑوں کے ساتھ یہاں آنا چاہ رہے ہیں!۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کافی دیر کے بعد پر سوچ انداز میں بولا تھا، لہجہ سپاٹ تھا۔۔

اوووو! تو اس کا مطلب دشمنوں کی مہمان نوازی کا وقت ہوا چاہتا ہے؟ وائے ناٹ! صرف بڑے ہی کیوں؟ پوری شاہ ہویلی انوائیٹڈ ہے میری طرف! چاہے وہ احان شاہ یا ارزم شاہ ہی کیوں نا ہو! مجھے بھی لگتا ہے اب بہت سی باتیں کلئیر کرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے!! خیر وقت کافی ہو رہا ہے ابھی کرنل صاحب کا فون آ جائے گا ہمیں یہ باتیں یہی پہ چھوڑ کے ڈیوٹی پہ چلنا چاہئیے!!۔۔۔۔حازق خان اسکے مدعے کو سننے کے بعد کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے چٹانوں سے سخت لہجے میں بولتا اسکی ایک بھی سنے بغیر کمرے سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔زوریز شاہ کو اندازہ نہیں تھا وہ اتنی جلدی مان جائے گا، وہ ابھی تک اس انسان کو سمجھ نہیں پایا تھا، اسکے دماغ میں کیا چلتا تھا زوریز شاہ کی سمجھ سے باہر ہوتا تھا۔۔

اسے مام کے پاس چھوڑ جاؤ!!۔۔۔۔۔۔ڈارک بلیو جینز پہ وائٹ ڈریس شرٹ میں ملبوس کاظم شاہ سلیوز کو کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے آئینے کے سامنے کھڑی ایزل شاہ کو ایک نظر دیکھ کے دوسری نظر ازمیر شاہ پہ ڈالتے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔اپنے لمبے بھورے بالوں میں برش کرتی ایزل شاہ آئیبرو اٹھا کے نارمل انداز میں جواب دے رہی تھی۔۔

تنگ کرے گا وہاں پہ!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے ریشم بالوں پہ نگاہیں جمائے نچلا لب دانتوں تلے دبا کے بولا تھا۔۔وہ اس وقت گرے سٹائلش سی فراک میں ملبوس شانوں پہ ابھی طرح سے دوپٹا لئے اپنے بدن کی رعنائیاں چھپانے کی کوشش کرتی بالوں کو سنوار رہی تھی۔۔

نہ لے کے گئی تو یہاں پہ مام کو تنگ کرے گا!۔۔۔۔اسکے لہجے میں فکرمندی محسوس کرتی ایزل شاہ ایک نظر آئینے سے اسکی طرف دیکھ کے اسے جواب دیتی اب بالوں کی مانگ نکال کے آگے سے کچھ لٹیں نکالتی باقی کے بالوں کی

چوٹی بنا رہی تھی۔ آج کل وہ اس سے نارمل انداز میں بات کر رہی تھی شاید یہ اس دن کاظم شاہ کی انسیکورٹیز دور کرنے کا نتیجہ تھا۔۔

بلیک کیوں پہنایا ہے اسے ؟۔۔۔۔۔وہ اسکی بل کھاتی کمر سے نظروں کا زاویہ بدلتا ازمیر شاہ کے پاس جاتے اسے کٹی کے پاس سے اٹھا کے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اسکی ڈریسنگ دیکھ رہا تھا، وہ چھوٹا سا گول گپا اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس بے حد پیارا لگتا اسکی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا، اب تو کاظم شاہ اسے گنجا ہینڈسم بھی نہیں بول سکتا تھا کیونکہ اسکے سر پہ بال کافی جلدی آچکے تھے جو اسکی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے۔۔

ایسے ہی! کیوں اچھا نہیں لگ رہا؟۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے چونک کے جواب دیا تھا۔۔

نہیں! چینج کرواؤ اور شلوار قمیض نہیں پہناؤ کرواسے ابھی! ۔۔۔کاظم شاہ مصروف انداز میں جواب دیتا ازمیر شاہ کے پھولے گال ہولے سے اپنے دانتوں میں دبا رہا تھا جس پہ ازمیر شاہ رونے کی بجائے کھکھلا رہا تھا۔

کیوں نہیں پہنایا کروں ؟۔۔۔ایزل شاہ جو پنک گلوز لبوں پہ لگا رہی تھی اسکی اس پابندی پہ اسکی طرف رخ موڑتی سوالیہ انداز میں آئیبرو اٹھا کے سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

اسے اچھی نہیں لگتی!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے دل کی بات چھپاتے ہوئے ناک چڑھا کے جھوٹ بولا تھا۔ وہ اسے کیسے بتاتا اسے اپنا بیٹا شلوار قمیض میں شہزادہ لگتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا اسکے شہزادے کو کسی کی نظر لگے۔۔

آپ کو میرا بیٹا شلوار قمیض میں اچھا نہیں لگتا تو مت اٹھائیں اسے ! اور چھوڑیں اسے ! کیا گال کھا جائیں گے اسکا؟۔۔۔۔وہ اسکے جواب کا برا مناتی لپ گلوز ٹیبل پہ پٹک کے اسکی طرف بڑھتی اس سے اپنا بیٹا پکڑنے لگی۔۔ کاظم شاہ اسے اسکا بیٹا پکڑانے کی بجائے ازمیر شاہ کے دوسرے پھولے گال پہ بھی یوں ہی دانت گاڑنے لگا لیکن نرمی سے۔۔۔

ہائے میرا بچہ !!!۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ تڑپتے ہوئے ازمیر شاہ کو کاظم شاہ سے کھینچ رہی تھی، اسے لگ رہا تھا شاید اسکا باپ اسکے گالوں پہ بالکل اسی طرح ظلم ڈھا رہا ہے جس طرح سے کبھی جنونی انداز میں اسکے گالوں پہ ڈھاتا تھا لیکن ایسا نہیں تھا ازمیر شاہ کی کھکھلاہٹ بتا رہی تھی اسکا باپ نرمی برتتے ہوئے ہے۔۔ایزل شاہ کی آنکھوں میں تڑپ دیکھ کے کاظم شاہ اسکے گال سے اپنے دانت ہٹاتا اسکی طرف دیکھنے لگا، ازمیر شاہ کی سافٹ سی سکن پہ کاظم شاہ کے

دانتوں کے ہلکے ہلکے سے نشان واضح ہو رہے تھے، کاظم شاہ نے کافی نرمی برتی تھی لیکن پھر بھی یہ نشان نا جانے کیوں اپنی چھاپ چھوڑ چکے تھے جس پہ ایزل شاہ مزید تڑپی تھے۔۔

ہائے اللہ!!!چبا لئے میرے بیٹے کے گال!!! ۔۔۔۔وہ اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اپنے سینے میں بھینچتی اسکے گالوں پہ دانتوں کے نشانات پہ غائب دماغی سے لب رکھتے ہوئے تڑپ کے بول رہی تھی، کاظم شاہ کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا تھا جسے وہ نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دباتا چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، مسکراہٹ کی وجہ ایزل شاہ کے لبوں کے بوسے تھے جو وہ ازمیر شاہ کے گال پہ ان نشانات کے اوپر دے رہی تھی جو اس نے اپنے دانتوں سے بنائے تھے۔۔ازمیر شاہ کے گالوں پہ ایزل شاہ کا پنک گلوز اپنی چھاپ چھوڑ رہا تھا۔۔

بس کر دوں کیوں میرے بیٹے کو سب کی نظروں میں مشقوق بنانے کا ارادہ ہے؟ کیا سوچیں گی تمہاری سہیلیاں کہ اپنی منگیتر (کٹی) سے لو بائٹس بنوا کے آیا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسے ازمیر شاہ کے گالوں کو چٹاچٹ چومتے دیکھ کے کاظم شاہ سائیڈ ٹیبل سے ٹشو اٹھا کے ازمیر شاہ کے گالوں سے لپ اسٹک صاف کرتا تاصف سے بول رہا تھا۔۔ایزل شاہ نے گھور کے اسکی طرف دیکھا تھا جس پہ وہ ازمیر کے گال صاف کرنے کے بعد ایزل شاہ کے پنک گلوز سے سجے ہونٹ دیکھنے لگا۔اسکے بھرے بھرے گلابی ہونٹ جو پنک گلوز کی وجہ سے مزید گلابی نظر آ رہے تھے انہیں دیکھتے ہوئے کاظم شاہ کے حلق میں کانٹے سے اگے تھے۔۔

سب کی سوچ آپکی طرح کی (بے شرم) نہیں ہوتی!!۔۔۔وہ ناک سکوڑ کے بولتی ازمیر شاہ کے گولڈن بالوں میں ہولے سے ہاتھ پھیرتی انہیں سیٹ کر رہی تھی۔۔

میری طرح کی مطلب؟۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ گھمبیر اور معنی خیز ہوا تھا۔۔

لیٹ ہو رہے ہیں ہم!!۔۔۔۔۔اسکی آواز کا گھمبیر پن محسوس کرتی وہ جلدی سے بات کا رخ موڑ گئی۔۔

پیاری لگ رہی ہو تم!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے چہرے سے لٹیں ہٹاتا پیار سے بولا تھا۔۔اسکی سادہ سی تعریف پہ وہ اسکا شکریہ کہنے کی بجائے ہنوز ازمیر شاہ میں مصروف رہی۔۔وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی اور وہ تھا کہ روکھے سوکھے انداز میں اس کی تعریف کر رہا تھا؟۔۔ایزل شاہ ناک چڑھا کے سوچنے لگی۔۔

اپسرا لگ رہی ہو تم بالکل کسی حور کی طرح! آسمان سے اتری ہوئی پریوں کی طرح! گلاب کی کھلتی کلی کی طرح!!۔۔۔کاظم شاہ جیسے اسکی سوچوں تک رسائی حاصل کر چکا تھا، اسکے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا اسے اسکی تعریف کچھ خاص پسند نہیں آئی اسی لئے شاعرانہ انداز میں اسکی تعریف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔لب اگر جو اس کے تعریف کر رہے تھے تو ہاتھ بھی گستاخیاں کرنے سے بعض نہیں آرہے تھے، وہ اپنے ہاتھوں کو اسکے ہونٹوں سے ٹریس کرتا گردن تک لا چکا تھا، گردن سے مزید ٹریس کرتا وہ اسکا دوپٹا سرکاتے ہوئے مزید گستاخ ہوا تھا۔ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے، ازمیر شاہ کو غور سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ کاظم شاہ کا اپنی دھڑکنوں کی طرف سرکتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام گئی، وہ اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے مزید گستاخ ہوا تھا، اسی گستاخی کے دوران غلطی سے ایزل شاہ کی فراک کے گلے پہ موجود ڈوری کے ساتھ لگے ٹسلز بے دھیانی میں ٹوٹ کے خراب ہو چکے تھے جس پہ ایزل شاہ نے منہ کھولتے ہوئے جلدی سے اسکا ہاتھ اپنے گلے سے جھٹکا تھا۔۔

یہ کیا کیا آپ نے!!!۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ منہ کھول کے حیرانی سے بولتی ہوئی اپنی فراک کا گلا دیکھنے لگی جو ٹسلز کے ٹوٹنے کی وجہ سے فرنٹ سے خراب لک دے رہا تھا۔۔

میں نے کیا کیا؟ تمہارے ٹسلز پہلے سے اکھڑے ہوئے تھے!۔۔کاظم شاہ کو اسکا ہاتھ جھٹکنا پسند نہیں آیا تھا لیکن چونکہ اسکی وجہ سے اسکا ڈریس خراب ہوا تھا اسی لئے اپنی وضاحت دیتا بری الزمہ ہونے کی کوشش کرنے لگا۔۔

اکھڑے ہوئے تھے یا آپ نے جان بوجھ کے اکھیڑے؟ تاکہ میں اپنی دوستوں سے نہ مل سکوں؟ ویسے بھی آپکو میری تیاری ہضم کب ہوتی ہے!!۔۔۔ایزل شاہ کا لہجہ سپاٹ ہوا تھا، وہ ازمیر شاہ کو بیڈ پہ لٹاتی غصے سے الماری کی طرف بڑھتا اپنا دوسرا ڈریس نکالنے لگی۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھر کے اسکی طرف دیکھتا خود کو کوس رہا تھا کیونکہ اسکی بے تابیاں ہمیشہ اسکی بیوی کا ڈریس خراب کر دیتی تھیں، وہ اپنے قریب آنے نہیں دیتی تھی تو ہاتھ بھی جو گستاخ ہوتے تھے حد میں رہنا ہی بھول جاتے تھے، وہ کافی برے موڈ کے ساتھ سفید فراک پکڑ کے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی تھی۔۔

میری ہیلپ چاہئیے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے پانچ منٹ تک اندر ہی بند دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے چھیڑنے کی غرض سے باہر سے بلند آواز لگائی تھی لیکن جواب ندارد۔۔۔کاظم شاہ ڈریسنگ روم کی طرف قدم اٹھانے ہی والا تھا

جب ایزل شاہ دروازہ کھول کے باہر نکلتی دیکھائی دی تھی، وہ اس سفید فراک میں ملبوس پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، وہ اپنی نازک بیوی کے حسن کو دیکھتا سٹل ہوا تھا، وہ جس لباس کو پہنتی تھی اسے چار چاند لگا دیتی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اسکی نظروں کو اگنور کرتی آئینے کی طرف بڑھتے ہوئے اپنا دوپٹا سر پہ سیٹ کرنے لگی۔۔

آئی ایم سوری!!!۔۔۔۔اس کے چہرے پہ غصہ دیکھ کے کاظم شاہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے نرمی سوے بولتا اسکا دوپٹا خود سیٹ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھا ہی رہا تھا جب وہ پھر سے اسکا ہاتھ جھٹک گئی۔۔

ہاتھ مت لگائیں پھر سے میرا ڈریس خراب کر دیں گے اور اب کی دفعہ میں چینج کرنے کی بجائے جانے کا ارادہ ہی کینسل کر دوں گی تاکہ خوش ہو جائیں آپ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ منہ بنا کے نروٹھے لہجے میں بولتی اپنا دوپٹا خود درست کر رہی تھی، اسکے الفاظ پہ تضاد اسکے پھر سے ہاتھ جھٹکنے پہ کاظم شاہ کا دل چاہا اسکی یہی کلائی مڑوڑ ڈالے، اسے اس دفعہ شدید غصہ آیا تھا لیکن وہ اپنا غصہ پیتا ہوا اسے بغیر دیکھے اور چھوئے ازمیر شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔

میں گاڑی سٹارٹ کر رہا ہوں! تیار ہو کے آجانا!!۔۔۔۔وہ ازمیر کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کے اپنا والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھاتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ اسے خاموشی سے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اسکی چوڑی پشت کو گھور کے دیکھا تھا، اسے امید نہیں تھی وہ اتنی جلدی باہر چلا جائے گا۔ کیا وہ ناراض ہو گئے؟ لیکن میں نے تو ایسا کچھ نہیں بولا!!!۔۔۔ایزل شاہ ناک سکوڑتے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی، آج وہ کافی مہینوں بعد اسلامک سینٹر جا رہی تھی، اسکی دوستیں اسے کافی دنوں سے انوائیٹ کر رہی تھی جس کی وجہ سے آج وہ جانے کا پلین بنا ہی بیٹھی۔ ناراض وہ اپنے شوہر سے ہوئی تھی اور یہاں حساب الٹا ہوا تھا شوہر بجائے بیوی کے ناز نخرے اٹھانے کے خود ہی ناراض ہو گیا تھا؟ ایزل شاہ کو آج بھی اپنا آپ مظلوم لگ رہا تھا، وہ شاید یہ بھول چکی تھی کہ اس نے اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اسے ہاتھ نہ لگانے کا بولا ہے۔۔

کاظم شاہ اس وقت اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے بیٹھا سیٹ کا تھوڑا سا پیچھے کی طرف کئے ازمیر شاہ کو اپنے سینے پہ لٹاتا اسکے لاڈ اٹھانے میں مصروف ایزل شاہ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

میر کی ماما گندی ہیں نا؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے گال چومتا اسکی ماں کے خلاف اسکے کان بھرنے لگا، ازمیر شاہ کھکھلاتے ہوئے اسکی باتوں سے متفق نظر آرہا تھا۔۔

اور بابا کتنے پیارے اور ہینڈسم ہیں؟ رائٹ؟۔۔۔۔۔اسے کھکھلاتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے سر پہ اپنا گال ٹکا کے معصومیت سے بولا تھا جس پہ ازمیر شاہ پہلے سے زیادہ کھکھلایا تھا۔۔ابھی کاظم شاہ مزید کچھ بولتا جب نگاہیں ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو اپنے وجود کو اچھی طرح سے چادر سے کور کرتی چہرے کو ڈھکتے ہوئے کاظم شاہ کی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی، اسے اپنے آپ پردہ کرتے دیکھ کے کاظم شاہ کافی مطمئن نظر آرہا تھا ورنہ وہ صرف سر ڈھکا کرتی تھی۔۔اسے بنا کسی ضد کے خود ہی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتے دیکھ کے وہ کن اکھیوں سے اسکا جائزہ لیتا بیٹے میں مصروف رہا۔۔گاڑی کے مرر بلیک تھے اسی لئے وہ اندر بیٹھتے ہی چہرے سے پردہ ہٹا چکی تھی۔۔

چلیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ منٹ خاموشی سے باپ بیٹے کو دیکھنے کے بعد ایزل شاہ بالآخر اسے چلنے کا بول اٹھی جو اپنی مرضی سے بیٹے کے ساتھ یوں مصروف تھا جیسے دنیا کا فارغ انسان ہو۔۔وہ اس وقت اپنی امپورٹنٹ میٹنگ بھی بھولا ہوا تھا۔۔

میر بابا کے ساتھ آفس جائے گا نا؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے جواب دینے کی بجائے ازمیر شاہ سے سوال کرتا اپنی سیٹ کو ٹھیک کرتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔۔ازمیر شاہ جواباً خوشی سے کھکھلایا تھا۔۔کاظم شاہ اسے اپنی گود میں ایڈجسٹ کرتے احتیاط سے اسکے گرد ایک بازو لپیٹتا ایک ہاتھ سے گاڑی چلا رہا تھا۔۔

مجھے پکڑا دیں! ایسے گاڑی چلانے میں ان کمفرٹیبل ہوں گے!!۔۔ایزل شاہ نے نرمی سے اسے مخاطب کیا تھا، وہ جیسے جان چکی تھی وہ اسکے کچھ دیر پہلے والے ریکشن کی وجہ سے اسے اگنور کر رہا ہے۔۔

No thanks

کاظم شاہ سادگی سے جواب دیتا اب اپنی گاڑی ہویلی کے پورچ سے نکالتا سڑک پہ دوڑا رہا تھا۔۔گاڑی میں دو نفوس مکمل خاموش تھے، صرف ازمیر شاہ کی کھکھلاہٹیں گونجتی ہوئی ان کے کانوں کو راحت پہنچا رہی تھیں۔۔ایزل شاہ خاموشی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو سنجیدگی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ازمیر شاہ کو اپنے حصار میں لئے ہوئے تھا۔۔

میرا وہ مطلب نہیں تھا!!!۔۔۔ایزل شاہ کو اسکا ناراض رہنا اچھا نہیں لگا تھا جس پہ وہ خود ہی نارمل انداز میں بات کی شروعات کرنے لگی۔۔کاظم شاہ خاموشی سے کٹ لیتا ہوا شاید اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

مجھے ڈریس خراب ہونے پہ تھوڑا غصہ آگیا تھا۔۔۔ایزل شاہ اسکی گود سے ازمیر شاہ کو اٹھانے کی کوشش کرتی مدھم آواز میں بولی تھی جب کاظم شاہ اسکا ہاتھ جھٹک گیا، اس نے جان بوجھ کے اسکی ہاتھ جھٹکا تھا۔اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ ایزل شاہ کی آنکھیں بے یقین ہوئی تھیں۔۔

میری گود میں رہنے دو اسے!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ سپاٹ انداز میں بولا تھا۔۔

تو یہ آپ ہاتھ جھٹکے بغیر بھی بول سکتے تھے!!!۔۔۔ایزل شاہ کے لہجے میں غصہ تھا جبکہ آواز ناچاہتے ہوئے بھی بھیگ چکی تھی۔۔

تم سے ہی سیکھا ہے!!۔۔۔وہ اسکے کچھ دیر پہلے اوپر کمرے میں ہاتھ جھٹکنے پہ چوٹ کر رہا تھا تاکہ اسے ریئلائز کروا سکے اسے بھی ایسے ہی غصہ آیا تھا۔

میری ڈریس خراب کی تھی آپ نے!!!۔۔۔۔وہ اسکے طنز کا مطلب سمجھتی دبے دبے غصے سے آنکھوں میں آنسو لئے بولی، اسکا ہاتھ جھٹکنا کسی صورت اچھا نہیں لگا تھا، اب تو وہ اسکے پیار اور نرم و جنونی انداز کی عادی ہو چکی تھی۔۔

تو اب کیا چاہ رہی ہو پھر سے خراب کروں؟اسی لئے مخاطب ہو رہی ہو مجھ سے؟۔۔۔۔۔وہ اسکے بھیگے لہجے کو محسوس کرتا زومعنی انداز میں سنجیدگی سے بولتا ہنوز ونڈ سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ایزل شاہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی بے ساختہ سٹپٹائی تھی۔۔آنکھوں میں موجود آنسو رگڑ کے صاف کرنے لگی۔۔

کیا تم میرے ٹچ کے لئے تڑپ رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سٹپٹانے پہ مخضوض ہوتا سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھ کے استفسار کرنے لگا۔۔ایزل شاہ کی پلکیں لرزی تھیں۔۔

م۔میں۔۔ک۔کیوں۔۔تڑپو۔۔گی۔۔۔جواب دیتے ہوئے زبان بے ساختہ لڑکھڑاتی تھی۔۔

تو مطلب تم نہیں تڑپتی؟میں تمہیں چھوؤں یا نہ چھوؤں تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟۔۔۔۔وہ اسکے جواب سے ہی سوال نکالنے لگا۔اسکے سوال پہ ایزل شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ اسے کیا جواب دے۔۔

میں تمہارے قریب رہتے ہوئے بھی تمہارے اس وجود کو نظر انداز کروں تو کیا میری نظر اندازی برداشت کر لو گی؟ کیا تمہیں محسوس نہیں ہو گا میں تمہارے وجود کی ناقدری کر رہا ہوں؟؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید گویا ہوتا ازمیر شاہ کے منہ سے اسکی انگلی نکالنے لگا۔۔

آپ کے سوال مجھے پریشان کر رہے ہیں!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ کافی منٹوں بعد لرزتی پلکوں سے صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔۔

مطلب میں تمہیں پریشان کرتا ہوں؟۔۔۔۔۔۔وہ پھر سے اسکے جواب سے سوال نکالنے لگا، ایزل شاہ جھنجھلاتی ہوئی جس بوجھ کے ناک سکوڑ کے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

چلو اگلے مہینے تم پریشان ہونے سے بچ جاؤ گی! نہ تمہیں چھو سکوں گا نہ اپنے سامنے بیٹھا کے دیکھ سکوں گا!!۔۔۔۔ اسکے ہاں میں سر ہلانے پہ وہ سر جھٹک کے سنجیدگی سے گویا ہوتا ایزل شاہ کی دھڑکنیں دوڑا گیا۔۔اسکے جواب پہ ایزل شاہ تیزی سے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

کیا مطلب ہے آپ کی بات کا؟؟۔۔۔۔۔۔وہ ٹھٹک کے استفسار کرنے لگی۔۔

تمہیں صرف اپنے کمفرٹ سے مطلب ہونا چاہئیے بولا نہ اگلے مہینے نہیں چھوؤں گا تمہیں! پھر تو تمہیں خوش ہونا چاہئیے میری وجہ سے پریشان نہیں ہو گی تم!!۔۔وہ اب اسے پہیلیاں بجھوا رہا تھا، ایزل شاہ کی سانسیں سینے میں اٹک رہی تھی، اسے اسکے جملے کی ٹھیک سے سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن اسکا اپنی زبان سے یہ اقرار کرنا کہ وہ اگلا مہینہ اسے نہیں چھوئے گا پتا نہیں کیوں یہ جملہ اسے کوڑوں کی مانند لگ رہا تھا۔کاظم شاہ کی نظریں بار بار فرنٹ مرر کی طرف اٹھ رہی تھیں اسے نا جانے کیوں کچھ غیر معمولی سا محسوس ہو رہا تھا، اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی چھپ کے اسکی گاڑی کا پیچھا کر رہا ہو۔۔

کہنا کیا چاہتے ہیں آپ؟؟ مجھے نہیں چھوئیں گے تو کسے چھوئیں گے؟؟۔۔۔ایزل شاہ ایک دم سے اپنے دائیں ہاتھ سے اسکی سفید شرٹ کا کالر اپنے ہاتھ میں دبوچ کے اسے خود کی طرف کھینچتی جیلس انداز میں غرائی تھی۔۔کاظم شاہ اسکے اس اچانک عمل پہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ اس وقت غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔۔

تو مطلب تم چاہتی ہو میں تمہیں چھو جاؤں ؟؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنا چہرہ اسکے چہرے کے نزدیک کرتا ایک آنکھ روڈ پہ ڈالے ڈمرود دوسری نظر ایزل شاہ پہ ٹکائے گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکے اچانک سے بدلتے لہجے پہ اپنی بے اختیاری پہ خود کو کوستی اسکے گریبان سے اپنے ہاتھ ہٹا گئی۔۔

بولو لبوں سے چھو جاؤں یا ہاتھوں سے ؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے دور ہونے پہ وہ بے باکی سے مدھم آواز میں گویا ہوتا اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے نزدیک کر گیا۔۔ ایزل شاہ کے پورے وجود میں کرنٹ سی دوڑی تھی۔۔

بولتی کیوں نہیں ہو؟ پھر نہیں چھوؤں گا تو مسئلہ بھی تمہیں ہی ہونا ہے! آخر کو شوہر ہمیشہ غلط اور اپنا آپ ہمیشہ صحیح جو لگتا ہے تمہیں۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ خمار آلود آواز میں گویا ہوتا اسکے چاندی سے چمکتے روپ کی طرف دیکھنے لگا۔ اسکی سوئی صرف چھونے پہ اٹکی ہوئی تھی، ایزل شاہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔

دھیان سے گاڑی چلائیں!!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ کو جب کافی دیر تک سمجھ نہ آئی اسے جواب کیسے دے تو بھیگی آواز میں بولتی اسکا دھیان گاڑی کی طرف مرکوز کروانے لگی البتہ اسکی اگلے ماہ نہ چھونے والی بات نا جانے کیوں دل میں بری طرح سے چبھ رہی تھی۔۔

اب میں تمہیں چھو نہیں رہا تو کیا اس لئے رونے والی ہو؟ یا اپنی خاموشی اور اپنے ان خوشی کے آنسوؤں سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہو کہ اچھا ہی ہوا شوہر جو کبھی کبھار لبوں یا ہاتھوں سے گستاخی کر لیتا تھا اب وہ بھی نہیں کرے گا؟؟۔۔۔۔وہ اسکی بھیگی آواز محسوس کرتا نچلا لب دانتوں دبائے گویا ہوا تھا۔ اسکے تنگ کرنے پہ ایزل شاہ اب باقاعدہ روتے ہوئے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی آخر وہ کیوں اپنی باتوں سے اسکا دل ہلا رہا تھا؟؟ اسکے یوں رونے پہ وہ بدحواس ہوتا جلدی سے گاڑی کو کنارے پہ لگاتا بریک لگا گیا۔۔

ہیے اووزی!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ فکر مندی سے اسکے دونوں ہاتھ اسکے چہرے سے ہٹانے لگا، وہ اسکے ہاتھ جھٹکنے کی بجائے مزید رونے لگی، اب تو اسکے ہاتھ جھٹکنے سے بھی ڈر سا محسوس ہوا تھا کہ کہیں وہ اپنی باتوں سے اسکا مزید دل نہ دہلا دے۔۔۔

اووزی یار!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھ میں بھرتا اسے پیار سے پکار رہا تھا وہ اپنی نیلی آنکھوں میں تکلیف لئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔کاظم شاہ کو اندازہ نہیں تھا وہ اتنی جلدی یوں بری طرح سے رو جائے گی، وہ تو صرف اسے باتوں میں الجھاتا اسکا دماغ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

اب کیوں چھوڑ رہیں ہیں مجھے ؟ابھی بھی مت چھوئیں! ابھی بھی اپنے الفاظ کے تیر چلائیں!! ۔۔۔۔۔۔وہ بھیگی آواز میں چلاتی ہوئی اپنے آنسوؤں بے دردی سے صاف کر رہی تھی، ایزل شاہ کے رونے پہ ازمیر شاہ کیوں پیچھے رہتا وہ جو کب سے باپ کی گود میں کھکھلا رہا تھا اب روتے ہوئے ماں کا ساتھ دینے لگا، اسکے پارٹی بدلنے پہ کاظم شاہ کبھی بیٹے کو دیکھتا تو کبھی اسکی ماں کو۔۔ آخر وہ ان دو روتے دھوتے بچوں کو کیسے خاموش کرواتا؟کاظم شاہ کی سمجھ سے باہر ہوا تھا۔۔

میں نے الفاظ کے تیر کب چلائے ؟حقیقت بتائی ہے یار! اگلے ماہ کام میں مصروف رہوں گا تو تمہیں صرف خوشخبری دے رہا تھا کہ اگلا پورا مہینہ تمہارا سکون سے نکلنے والا ہے!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کے لہجے میں مصنوعی معصومیت تھی جس پہ ایزل شاہ نے اسکے ہاتھ پہ زور سے دانت گاڑے تھے جو وہ اسکے گال پہ رکھے ہوئے تھے، اس اچانک افتاد پہ کاظم شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں، ایزل شاہ اسکے مضبوط ہاتھ پہ اپنی پوری قوت سے اپنے موتیوں سے دانت گاڑتی اپنا غصہ اتارنے لگی، ماں کو رونے کی بجائے اتنے دبنگ انداز میں دیکھ کے ازمیر شاہ اب باقاعدہ ٹکر ٹکر اسکی کاروائی دیکھ رہا تھا، کاظم شاہ زور سے اپنے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتے اپنی کراہ روکنے لگا, اسکی بیوی کے دانت کافی تیز تھے اسے آج اندازہ ہو رہا تھا۔۔

مسز جیری شاہ!!!!!!!۔۔۔۔۔اسے مسلسل اپنے دانتوں کا ظلم ڈھاتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکا کندھا ہلاتے اسے کچھ ہوش دلانے لگا وہ اسکے منہ سے جیری سن کے پہلے سے زیادہ زور سے دانت گاڑتی اسکا ہاتھ اپنے دانتوں کی قید سے آزاد کر گئی۔ کاظم شاہ ایک نظر اسکے ہونٹوں پہ لگے خون کی بوند پہ ڈال کے اپنے ہاتھ کی سرخ و سفید ہتھیلی کی طرف دیکھنے لگا جہاں اسکے دانتوں کے نشان اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے، اور اس پہ تضاد اس زخم سے اب ہولے ہولے خون بھی رس رہا تھا۔۔اسکی بیوی اسکا کافی خون چوس چکی تھی۔۔

کافی ظالم (ویمپائر) ثابت ہو رہی ہو تم!!۔۔۔وہ اپنے ہاتھ میں موجود اسکے دانتوں کے اس نشان پہ اپنے لب رکھتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا، اپنی کاروائی دیکھتے ایزل شاہ پہ گھڑوں پانی پڑا تھا۔۔

میں لیٹ ہو رہی ہوں!!۔۔۔۔وہ اپنا رخ شیشے کی طرف موڑتی ناراض لہجے میں بولی تھی۔۔

اچھا لیٹ ہو رہی ہو یا اپنے شوہر کو خود پہ فلیٹ کروانے کی کوششیں کر رہی ہو؟ مانو یا مانو تم چاہ رہی ہو میں تمہیں چھو جاؤں اور بری طرح سے تمہاری دھڑکنوں کو اپنے ہونٹوں کی قید میں لے لوں! !۔۔۔وہ اس کا رخ اپنی طرف موڑ کے اسکی دھڑکنوں سے دوپٹا ہٹا کے اسکی فراک کے اوپر سے ہی اسکی دھڑکنوں کو شدت سے اپنے لبوں اور دانتوں کے لمس سے مہکایا ایزل شاہ کی ڈریس یہاں سے گیلی کر گیا۔۔

ک۔کیا۔۔۔ک۔کر۔ر۔رہے۔۔۔ہیں!!۔۔۔ڈر۔ڈریس۔۔۔خ۔خراب۔۔ہو۔۔۔گئی۔۔۔پ۔پھر۔۔۔سے!

!۔۔۔ایزل شاہ شرم سے لال سرخ ہوتی جلدی سے اسکا چہرہ یہاں سے ہٹانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی، ایزل شاہ کی سانسیں بھاری ہو چکی تھی، ازمیر شاہ بے شرمی سے ماں باپ کو رومانس کرتے دیکھ رہا تھا۔۔

اگر تمہاری یہ ڈریس خراب نہ کرتا تو میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں تم ناراض رہتی! مجھے تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہاری یہ ڈریس بھی خراب کرنی پڑی! کیونکہ میں اپنی بیوی کو ناراض نہیں دیکھ سکتا!!۔۔۔کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ دباتے سارا مدعا اس پہ ڈال گیا۔۔ایزل شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

ک۔کیا۔۔مطلب۔۔مجھے خوش کرنے کے لئے؟؟ مطلب آپ مجھے چھونے میں راضی نہیں ہیں؟؟ آخر کہنا کیا چاہتے ہیں آپ؟۔۔۔ایزل شاہ نے اسکی بات ہمیشہ کی طرح منفی انداز میں لیتے اسے غلط ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔کاظم شاہ کی صرف سر پیٹنے کی کسر باقی رہتی تھی۔۔

آخر سننا کیا چاہتی ہو تم؟ بتاؤ میں بلا جھجک بول دیتا ہوں! کیونکہ میرے ہر لفظ کو جب تم نے اپنے انداز میں لینا ہے تو فائدہ میرے رومانس کا؟۔۔وہ بوجھل گھمبیر لہجے میں بولتا ایزل شاہ کی سفید فراک کو انگوٹھے سے سہلا کے اس گیلے نشان کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو اسکے لبوں کے لمس کے نتیجے میں نمودار ہوا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے ہاتھوں کے بے باک لمس پہ سرخ پڑتی تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ اپنی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی جو تیز رفتار میں دھڑک رہی تھیں۔۔

ک۔کچ۔۔کچھ۔۔ نہیں!!۔۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ گاڑی۔۔ چلائیں۔۔۔وہ سرخ ہوتے گالوں کے ساتھ اسکا بے باک ہاتھ نرمی سے دور کرتی شرم سے لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔

تمہارا پل میں ماشہ پل میں تولا روپ میری سمجھ سے باہر ہوتا جارہا ہے اووزی! مجھے ایسا لگتا ہے تم ایسا چاہتی نہیں ہو جیسا تم ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو! مطلب تم آج کل اپنے دل کی نہیں سن رہی جو تمہارے شوہر پہ بری طرح سے فدا ہو رہا ہے! رائٹ؟؟۔۔۔کاظم شاہ پھر سے گاڑی سٹارٹ کر کے اپنے بے شرم بیٹے کے گال زور سے چومتا ایزل شاہ سے نارمل انداز میں مخاطب ہوا تھا۔۔ اسکے الفاظ پہ ایزل شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا، وہ آخر کیوں اس کے دل میں گھس کے ہر بات جان جایا کرتا تھا؟ کیا وہ کوئی نجومی تھا؟؟ ایزل شاہ معصومیت سے سوچتی سینے پہ اپنی چادر پھیلانے لگی۔۔

پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ اتنا آکورڈ بھی نہیں لگ رہا یہ تھوڑا سا نشان! ازمیر کو تمہارے ساتھ دیکھ کے سب سمجھ جائیں گے یہ اسی کی کاروائی ہے! اسے اپنی فراک کو لے کے پریشان ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ شرارت سے بولتا ایزل شاہ کو سٹپٹانے پہ مجبور کرتا گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔ اسکے یوں اچانک سے رفتار بڑھانے پہ ازمیر شاہ کھکھلایا تھا، اسے اسکی تیز رفتار ڈرائیونگ کافی پسند آتی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 99 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ دوراتوں سے اپنی گل کے پاس نہیں گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اس روز اسکی موجودگی سے کافی ڈر چکی تھی، اور رو بھی تو کتنا رہی تھی؟ کیا وہ میری تکلیف پہ رو رہی تھی؟ نہیں! وہ بھلا میری تکلیف پہ کیسے رو سکتی ہے جس کی چھوٹی سی زندگی میں نے اذیتوں سے بھر دی ہے؟ وہ یقیناً ڈر گئی تھی! اسے تو ویسے بھی خون سے کتنا ڈر لگتا تھا، شاید اسے لئے رو رہی تھی، اور میری جنونی طبیعت کی وجہ سے اسے چوٹ بھی تو لگ گئی تھی نا! کتنا پاگل ہوں میں! کیا ضرورت تھی اسے ڈرانے کی؟ بس اب میں ہر روز اسکے پاس جا جا کے اسے نہیں ڈراؤ گا!! جب تک میں اسکی آنکھوں کا وہ دیدار

بھول نہیں جاتا یا موت کی تکلیف جتنا ایک دفعہ پھر سے نہیں تڑپ جاتا اس سے ملنے نہیں جاؤں گا!! اگر جاؤں گا تو کیا سوچے گی اسکے جسم کا طلب گار ہوں اسی لئے ہر روز دیکھنے آجاتا ہے؟؟

وہ رات سے بخار میں پھنکتا ہوا اپنے کمرے میں موجود بیڈ پہ اوندھے منہ گرا ہوا تھا، اسے اب آئے روز بخار ہو جاتا تھا، مرحانے اس پہ ٹائیفائیڈ کا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے اسے ٹیسٹ کروانے کو بولا تھا لیکن وہ صدا کا عاشق اسکی بات ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال گیا، اسے جب اپنی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی تھی تو پھر ٹیسٹ کروانے کا فائدہ؟ احان شاہ کے لئے اب اگر کوئی ضروری کا کام تھا تو اللہ کی یاد کے بعد اپنی گل کو سوچنا تھا۔

اصولاً تو آپ لوگوں کو احان اور چھوٹے شاہ کو لے کے جانا چاہئیے! جن کا وہاں جانا ضروری بھی ہے! میرا وہاں پہ کیا کام ہے؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ھارون شاہ اور دریاب شاہ کو سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا جو اسے اپنے ساتھ حازق خان کے ہاں چلنے کا بول رہے تھے۔۔

تم ہویلی کے بڑے سپوت ہو تمہارا جانا ضروری ہے! اور شاہ کی تو سمجھ آتی ہے لیکن چھوٹے شاہ کا وہاں پہ کیا کام؟۔۔۔۔اسکے جواب پہ ھارون شاہ ناسمجھی سے بولے تھے، باقی سب کی نظروں میں بھی الجھن بھرے تاثرات تھے۔۔

یہ تو میں بھی نہیں جانتا لیکن اس میجر نے آپ کے ان دونوں سپوتوں کو خصوصاً انوائیٹ کیا ہے! اور مجھے لگتا ہے اس معاملے کو مزید لٹکانے کی بجائے ان دونوں کو ساتھ جانا چاہئیے!!۔۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

جی لالہ ٹھیک بول رہے ہیں! وہ کافی مشکل سے راضی ہوا ہے! میں اس کا قریبی دوست ہوتے ہوئے بھی نہیں جانتا اسکے دماغ میں کیا کھچڑی پک رہی ہے!! لیکن اگر صرف آپ سب بڑے جائیں گے تو میرا نہیں خیال باتیں ٹھیک طرح سے کھلیں گی!! چھوٹے شاہ اور احان لالہ کا ساتھ جانا ضروری ہے! اس نے کچھ سوچ کے ہی ان دونوں کو انوائیٹ کیا ہے اور ایسے موقعے وہ بار بار نہیں دے گا!!۔۔۔۔اب کی بار ان کی باتوں میں زوریز شاہ نے حصہ لیا تھا جو ازمیر شاہ کو اپنی گود میں بٹھائے وقفے وقفے سے اسے چوم رہا تھا۔۔

لیکن چھوٹے شاہ کو بلانے کی کوئی خاص۔۔۔۔۔ابھی دریاب شاہ مزید گویا ہوتے جب ارزم شاہ کی بھاری آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

کوئی خاص وجہ ہو بھی تو میں وہاں نہیں جاؤں گا کیونکہ ارزم شاہ دشمنوں کی دہلیز پہ کبھی قدم نہیں رکھا کرتا!!۔۔۔

ارزم شاہ کا لہجہ سپاٹ تھا،وہ اس وقت نیوی بلیو رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس سنجیدگی سے انہی کی طرف آرہا تھا، وہ زوریز شاہ کے ساتھ اس دن کی ہوئی جھڑپ کے بعد آج تقریباً دو دنوں بعد حویلی میں موجود تھا۔۔کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اسے کتنے ہی فون کر ڈالے تھے لیکن اسے فون نہیں اٹھانا تھا اور اس نے نہیں اٹھایا تھا، یہاں تک کہ زوریز شاہ تو دو سے تین دفعہ اسکے اپارٹمنٹ میں بھی چکر لگا چکا تھا لیکن وہ جب بھی اپارٹمنٹ جاتا تھا ارزم شاہ اپارٹمنٹ کی بجائے اپنے دوستوں کے ساتھ باہر نکلا ہوتا تھا۔۔ارزم شاہ ابھی بھی کاظم شاہ اور ارزم شاہ کو مکمل طور پہ نظر انداز کرتا دریاب شاہ کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

السلام علیکم!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے بنا سلام دعا کئے صوفے پہ بیٹھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے طنزیہ انداز میں خود ہی سلام کرتے تھوڑی سی شرم دلانی چاہی تھی۔۔

وعلیکم السلام!!۔۔۔۔۔۔مجال تھی جو ارزم شاہ کو ذرا سی بھی شرمندگی محسوس ہوئی ہو،وہ سپاٹ انداز میں سلام کا جواب دیتا اپنی جیب سے فون اور والٹ نکالتا مصروف انداز میں سینٹرل ٹیبل پہ رکھ رہا تھا جیسے سلام کرنا واقعی ہی صرف کاظم شاہ پہ فرض ہو اور وہ جواب دے کے فارمیلٹی پوری کر رہا ہو۔۔

ارزم شاہ دشمنوں کی دہلیز پہ قدم نہیں رکھا کرتا لیکن اسی دشمن کی بہن کو۔۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ اسکا کچھ دیر پہلے والا جملہ پکڑ کے ائیبرو اٹھا کے مزید گویا ہوتا جب ارزم شاہ کو کھانسی کا دورہ پڑا تھا،وہ اسکی طرف دیکھے بنا ہی جلدی سے اسکی بات کاٹ گیا۔۔

بابا احان لالہ کہاں ہیں؟کیا وہ آپ سب کے ساتھ جا رہے ہیں؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے دریاب شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔اسکے یوں اچانک سے بات بدلنے پہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

اس کی طبیعت خراب ہے! ہم نے اس کو ابھی اس سب کے متعلق آگاہ نہیں کیا! وہ وہاں جائے گا تو ہمیں ڈر ہے اسکی جزباتی طبیعت کی وجہ سے معاملہ سلجھنے کی بجائے مزید بگڑ نہ جائے! ۔۔۔۔۔ دریاب شاہ نے پر سوچ نگاہوں سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

خیریت تمہاری راتیں کہاں گزر رہی ہیں آجکل؟؟ اور راتیں تو چھوڑو دن میں بھی کبھی کبھار نظر آتے ہو؟۔۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ کچھ بولنے ہی والا تھا جب ھارون شاہ نے کتنے دنوں سے دل میں کھلبلی مچاتا سوال پوچھ ڈالا۔۔ ارزم شاہ نے پھر سے کھانستے ہوئے اپنے ائیبرو کو انگوٹھے سے مسلا تھا۔۔ دریاب شاہ اور عادل شاہ کی آنکھوں میں بھی یہی سوال تھا جبکہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ اسکے پھر سے بات گھمانے کا انتظار کر رہے تھے۔۔

تایا جان کیسی باتیں کر رہے ہیں میں بھلا کہاں جاؤں گا؟ یہی ہوتا ہوں آپ جلدی سو جاتے ہیں شاید اسی لئے رات میں ہماری ملاقات نہیں ہو پاتی! ۔۔۔۔۔ سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے اپنے منہ میں زبان رول کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

لیکن میں تو جلدی نہیں سوتا حیرت کی بات ہے مجھے بھی تم نظر نہیں آتے آج کل؟ کہیں انڈوانچر کے طور پہ راتوں کو قبرستانوں میں جا کے کالا جادو سیکھنا تو شروع نہیں کر دیا؟ یا کہیں کسی خاص منتر کا ورد کر کے خود پہ پھونکیں وغیرہ مار کے غائب تو نہیں ہو جاتے؟ کاظم شاہ گھمبیر آواز میں بولا تھا، اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو پھنسانے کی پوری پلیننگ کی تھی شاید۔۔۔ ارزم شاہ کو امید نہیں تھی وہ اسے اتنی بری طرح سے پھنسائے گا، زوریز شاہ نے کاظم شاہ کے الفاظ پہ بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

میں نے بھی نہیں دیکھا! حتیٰ کہ میں اکثر اوقات فجر پڑھ کے ہی سوتا ہوں! ۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے ان کی باتوں میں سنجیدگی سے پھر سے حصہ ڈالنا اپنا فرض سمجھا تھا، اسکے چہرے سے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا اسکا انداز زو معنی ہے کیونکہ اس وقت وہ کافی سیریس شکل بنائے ہوئے تھا۔۔

حیرت کی بات ہے رات کے وقت تو کمرے سے باہر میں نے آپ دونوں کو بھی نہیں دیکھا؟؟ آپ کو اپنے بیٹے کے پیمپرز چینج کرنے سے فرصت ملے گی تو میں آپ کو نظر آؤں گا نا اور جہاں تک رہی آپ کے فجر تک جاگنے کی بات تو وہ آپ یقیناً میرے لئے تو بالکل نہیں جاگتے ہوں گے! نئی نئی شادی ہے اچھے اچھوں کو جاگنا پڑتا ہے! ناٹ آبگ

۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو جب اپنے بچاؤ کے لئے کوئی الفاظ نہ ملے تو الٹا انہی دونوں پہ باری (Not a big deal)ڈیل باری اپنی بے باک باتوں سے طنز کے تیر پھینکتا کافی سنجیدگی سے بول کے یہاں موجود سب بڑوں کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ اور زوریز شاہ کا چہرہ بھی اڈوانس کے طور پہ سرخ کرتا ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔اس کا ان دونوں کے ساتھ نہ ہی صلح کا ارادہ تھا اور نہ ہی اس نے انہیں صلح جوئی سے یا شرارت سے جواب دیا تھا بلکہ اسکا چہرہ اس وقت یوں سنجیدہ تھا جیسے فیس لے کے ہنستا ہو۔۔۔دریاب شاہ نے کھا جانے والی نظروں سے اپنے بے باک بیٹے کی چوڑی پشت کو گھورا تھا۔کاظم شاہ بھی اسے دانت پیستے ہوئے گھور رہا تھا آخر اس نے اسے کب دیکھا تھا بیٹے کے پیمپرز چینج کرتے ہوئے؟اس نے تو ابھی تک یہ کام نہیں کیا تھا اور نہ ہی فیوچر میں اپنے بیٹے کا غلام بننے کا ارادہ رکھتا تھا جو پہلے ہی اس کے سر پہ چڑھ کے ناچتا تھا۔۔

یوں باتوں کو گھما کے ہمیں پیٹھ دیکھا کے یہاں سے جانے سے بہتر ہے اصل مقابلے بازی پہ اترو! جو زبان اپنے گھر چلتی ہے یہی زبان اپنے دشمن کے سامنے چلاؤ تو میں تمہیں مانو! یا میں یوں سمجھوں سید ارزم شاہ دشمنوں کے ایک انوٹیشن سے ہی ڈر چکا ہے؟ سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی؟۔۔۔اسے اوپر کی طرف بڑھتے دیکھ کے زوریز شاہ نے اپنی باتوں کا جال پھنساتے ہوئے اسے جذباتی کیا تھا،وہ اسکی اور احان شاہ کی جذباتی نیچر سے واقف تھا،وہ یقیناً اس کے الفاظ سے اندر تک جل بھن چکا ہو گا۔زوریز شاہ اسے ہر صورت اپنے ساتھ لے کے جانا چاہتا تھا تاکہ وہ حازق خان کے اگلے وار سے بچ سکے اور چیزیں پہلے ہی بہتری کی طرف آجائیں۔۔زوریز شاہ کے جملے پہ کاظم شاہ کی بجائے باقی سب کے چہروں پہ پھر سے نا سمجھی کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔۔

کہتے ہیں جو ڈر گیا وہ مر گیا اور سید ارزم شاہ ڈرنے سے پہلے مرنا پسند کرے گا!! اور رہی دشمن کے انوٹیشن کی بات تو مصروف لوگ ہیں ہم!! ہر وقت ہر کسی کو میسر نہیں ہوا کرتے!میں اپنے تیور وقت آنے پہ آزمانا چاہتا ہوں! اسے پورا شہر خرید لینے دیں حکومت میں فرصت سے چلاؤں گا!!بتا دیجئیے گا اپنے دوست اور میرے نئے نویلے دشمن کو!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی طرف رخ موڑ کے دیکھے بنا اپنے ازلی ایٹیٹوڈ سے جواب دیتا آگے کی طرف بڑھ گیا۔۔

میں بھی کافی مصروف ہوں تمہارا پیغام دینے کا وقت نہیں ہو گا میرے پاس!! اور ویسے بھی تمہارے اس پیغام کو تمہاری بھرم بازی میں نہیں بہانوں میں گنا جائے گا!! تم دشمنی کا انوٹیشن بھرم بازی میں آ کے فراموش کرتے ہوئے شاہوں کی ناک کٹوا رہے ہو! ہمارا پیشہ پیسہ پھینک کے مقابلہ بازی کرنا ہے نہ کہ دو چار ڈائیلاگز ڈیلیور کر کے پیچھے ہٹ جانا!!۔۔۔زوریز شاہ نے مزید الفاظ کے جال بنے تھے جس پہ کاظم شاہ نے اسے امپریس ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

اگر تو آپ کو لگ رہا ہے میں پیچھے ہٹ رہا ہوں تو یہ بھول ہے آپ کی!! اور آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں اگر میں وہاں بولنا شروع ہو گیا تو اس میجر کو بولنے کا موقع نہیں دوں گا! وہ مجھے انوائیٹ کر کے پچھتائے گا! اور ہو سکتا ہے اسی پچھتاوے میں آپ کے ساتھ دوستی کے اس رشتے کو بھی سلام ٹھوک کے خدا حافظ بول دے کیونکہ آپ جانتے تو ہیں کتنا بدتمیز مشہور ہوں میں؟ میں اتنا بھی ضدی نہیں ہوں جتنا آپ مجھے اپنے الفاظ سے ضدی بنانے پہ تلے ہوئے ہیں! اور یہاں بیٹھے ایک ایک شخص کو معلوم ہے جب میں ضد پہ اڑ جاؤں تو مار کے دم لیتا ہوں یا مر کے! کیونکہ ضدی ہونے اور ضد پہ اڑنے میں بہت فرق ہوتا ہے! اگر تو آپ لوگ ابھی بھی مجھے ساتھ لے جانے پہ متفق ہیں تو میں چلنے کو تیار ہوں! لیکن وہاں میں بدتمیزی کروں یا قتل کر دوں میرے اور اس میجر کے معاملے میں کوئی نہیں بولے گا! ہاں ایک بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں بدتمیزی کی شروعات میری طرف سے نہیں ہو گی لیکن اگر یہ شروعات دوسری طرف سے ہوئی تو میں بھی سید ارزم شاہ ہوں! اپنے نام کا ایک! نام کی لاج تو رکھوں گا!!۔۔۔ زوریز شاہ کے جملوں پہ ارزم شاہ اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کے باقاعدہ ان کی طرف ٹرن ہو تا چٹانوں سے مضبوط لہجے میں بولتا سب کے ماتھے ٹھنکا گیا۔۔اسکے کڑوے کسیلے الفاظ پہ زوریز شاہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تم وہاں کھڑے ہو کے اس میجر کے ساتھ بدتمیزی کرو گے تو کیا وہ تمہیں زندہ سلامت چھوٹے گا؟ بدتمیزی کی بجائے اگر پیار سے بات کر لی جائے تو کوئی دشمن چھوٹا بڑا نہیں ہو جاتا!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے غصے سے بولتا سر جھٹک گیا۔۔

مجھے زندہ سلامت نہیں چھوڑے گا تو بزدلوں کی لسٹ میں شامل ہو گا! کیونکہ گھر خصوصی طور پہ انوائیٹ کئے گئے دشمن کو مارنا یا ہاتھا پائی کرنا میرے نزدیک سب سے بڑی بزدلی ہے! اپنے گھر میں تو ہر کوئی شیر ہوتا ہے مزہ تو تب ہے جب وہ مجھے باہر میدان میں ہاتھ لگا کے دیکھائے اور میں اس کے اسی ہاتھ کو جڑ سے اکھیڑ کے اسکے دوسرے ہاتھ میں پکڑاتا اسے ڈائریکٹ ہاسپٹل پہنچاؤں! عاشر لکھانی یاد ہے یا بھول گئے آپ سب؟۔۔۔۔ارزم شاہ اب پہ کھڑا انہیں فرصت سے جواب دے رہا تھا، لہجہ سپاٹ تھا آواز درمیانہ تھی۔

عاشر لکھانی کو تم میرے دوست کے ساتھ نہ ہی ملاؤ تو اچھا ہو گا! ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے! تم یہ بات کیوں بھول رہے ہو وہ میجر حازق خان ہے وہ بندہ مار کے زندہ درگود کر دے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو!!۔۔۔۔ زوریز شاہ نے استہزایا انداز میں سر جھٹکتے اپنے دوست کی حمایت کی تھی۔۔

اسکا مطلب آپ مجھے اس میجر کا ڈراؤڈالتے انڈر اسٹیمیٹ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ کو اس کے الفاظ پہ غصہ آیا تھا جس پہ وہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ دریاب شاہ، ھارون شاہ اور عادل یا حیرت سے ان تینوں کی طرف دیکھتے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے، ارزم شاہ اس سارے معاملے سے کیسے لنک کرتا تھا یہ سب ان کی سمجھ سے باہر ہو رہا تھا۔۔

نہیں میں تمہیں صرف اتنا بتانا چاہ رہا ہوں تم اوور کانفیڈنس ہو رہے ہو!! ہو سکتا ہے اسکے پاس ایسی وجوہات ہوں جس سے اس کا پلڑہ بھاری پڑھ جائے! مان جاؤ تم اس سے ڈر رہے ہو!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ اب اسے سنجیدگی سے تنگ کر رہا تھا۔۔

نہ ڈرو گا نہ مانو گا! قیامت تک نہیں مانو گا! کیونکہ اشرف المخلوق اگر اللہ نے اسے بنایا ہے تو الحمد اللہ بلی کا بکرہ مجھے بھی نہیں بنایا!! ارزم شاہ اپنے اللہ کے سوا کسی عام انسان سے نہیں ڈرتا! باقی آپ کے الفاظ میرے اندر جتنی آگ بھڑکا چکے ہیں میں تہہ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں آپ نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میں اس آگ کی لپیٹ میں آ کے جگری یار کو جھلسا کے رکھ سکوں! تیار ہو کے آتا ہوں اکھٹے چلتے ہیں! اسلامباد اور اس کے مضافات میں میجر خان کی کھڑی مغرور ناک نیچی کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ ایک ایک لفظ چبا کے بولتا ہوا تیزی سے سیڑھیاں

چڑھتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اسکے جاتے ہی زوریز شاہ اور کاظم شاہ ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنسے تھے، بالآخر وہ اس چھوٹے مگر ضدی شاہ کو ساتھ لے جانے کے لئے راضی کر چکے تھے۔۔

یہ کیا گیم چلا رہے ہو تم لوگ جس سے ہم سب ناواقف ہیں؟؟۔۔۔ انہیں ہنستے دیکھ کے ھارون شاہ دانت پیس کے دبے دبے غصے سے بولے تھے۔۔

صبر رکھیں ابھی کچھ دیر تک واقف ہو جائیں گے! ابھی اپنے نواسے کو سنبھالیں! تب تک ہم اپنے بھائیوں کے سسرال جانے کی تیاری پکڑتے ہیں! ۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو ھارون شاہ کی گود میں بیٹھا کے انہیں آنکھ ونک کر کے بولتا کاظم شاہ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

شام کے پانچ بج رہے تھے، جب ایک ساتھ کتنی ہی گاڑیوں کے ساتھ ساتھ گارڈز کی گاڑیاں بھی دھول اڑاتی ہوئی شاہ ہویلی سے نکلی تھی۔۔ ان سب کی منزل خان مینشن تھا۔ شاہ ہویلی سے خان مینشن تک کا صرف تقریباً ایک گھنٹے کا تھا جو ان سب نے تیز رفتاری کی وجہ سے تقریباً پینتیس منٹ میں تہہ کیا تھا۔۔ شاہ ہویلی کے مکینوں کی تمام گاڑیاں ایک ساتھ خان مینشن کے گیٹ کے پاس آ کے رکی تھیں، گاڑیوں کے ٹائرز ایک ساتھ چڑچڑاتے ہوئے ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے، گیٹ پہ کھڑے چوکیدار زوریز شاہ کی گاڑی دیکھتے ہی جلدی سے خان مینشن کا گیٹ کھول چکے تھے۔۔ گیٹ کھلتے ہی تمام گاڑیاں ایک ساتھ پورچ میں داخل ہوئی تھیں جبکہ گارڈز کی گاڑیاں زوریز شاہ کی ہدایت کے مطابق خان مینشن کے گیٹ سے باہر ہی کھڑی تھیں۔

اپنی اپنی گاڑیوں کو بریک لگاتے وہ سب ایک ساتھ گاڑیوں سے باہر نکلے تھے، حازق خان اوپر اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا سنجیدگی سے انہی کی گاڑیوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ھارون شاہ اور دریاب شاہ کو آج پھر اپنے سامنے دیکھ کے دل میں بالکل ویسی ہی آگ لگی تھی جیسی ابھی گزرے دنوں زوریز شاہ کی شادی پہ لگی تھی لیکن تب وہ اپنے نفرت سے بھرپور تاثرات بڑی مہارت سے چھپا چکا تھا، آج یہ تاثرات چاہ کے بھی نہیں چھپ رہے تھے۔۔

ھارون شاہ اور عادل شاہ سفید کرکراتے شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پہ اسکن اجرک لئے گاڑی سے ایک ساتھ باہر نکلے تھے، جبکہ دوسری گاڑی سے سفید شلوار قمیض میں ملبوس بادامی اجرک کندھوں پہ لئے دریاب شاہ، زہرہ مام

اور شاہ بی بی نکلتی ان کے ہمقدم ہوئی تھیں۔شاہ بی بی کو یہاں دیکھتے ہوئے حازق خان کے خون میں ابال اٹھ رہے تھے۔۔ تیسری گاڑی سے زوریز شاہ اور کاظم شاہ جبکہ چوتھی گاڑی سے ارزم شاہ اپنی گاڑی سے باہر نکلتا چیونگم چباتے ہوئے ریلکس انداز میں گاڑی کا دروازہ بند کر رہا تھا۔۔کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اسے اپنی گاڑی میں آنے کی آر کی تھی لیکن وہ سرے سے رد کر گیا۔۔۔زوریز شاہ، کاظم شاہ اور ارزم شاہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے پیروں پہ سیاہ ہی پشاوری چپل پہنے تقریباً ایک جتنا قد کاٹھ اور چوڑی جسامت لئے بے حد دلکش لگ رہے تھے، ارزم شاہ کی ان کے ساتھ اتفاقاً میچنگ ہوئی تھی ورنہ اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا ان کے ساتھ ایک جیسا رنگ پہننا تو دور صلح بھی کرنے کا بھی۔۔وہ اس دن کے ہوئے واقعے کی وجہ سے ابھی بھی ان دونوں سے کافی ناراض لگ رہا تھا۔

ملازم نے مؤدب طریقے سے انہیں اندر کا راستہ دیکھایا تھا، ان کے لاؤنج میں آتے ہی ریشم (ملازمہ) ان سب کو ڈرائینگ روم میں بیٹھایا تھا۔۔خان مینشن اپنی خوبصورت کی مثال آپ تھا، ہر جگہ کی سیٹنگ کافی جدید دور کے لحاظ سے کافی نفاست سے کی گئی تھی، فرنیچر اپنی بیش بہا قیمت کا ثبوت اپنے منہ دے رہا تھا۔شاہ حویلی کے تمام مکین اس بڑے اور خوبصورت سے مینشن کو دیکھ کے امپریس ہوئے تھے۔۔

خان کہاں ہے؟۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے ریشم سے حازق خان کے متعلق استفسار کیا تھا۔۔

وہ اوپر اپنے کمرے میں ہیں شاہ صاحب! !کچھ دیر تک آرہے ہیں!۔۔ریشم نے مؤدب انداز میں نظریں جھکا کے جواب دیا تھا جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتا ہوا ارزم شاہ کے ساتھ جڑ کے صوفے پہ بیٹھ گیا، اسے خود کے ساتھ چپک کے کسی محبوبہ کی طرح بیٹھتے دیکھ کے ارزم شاہ اسٹیٹوڈ سے ائیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھتا اس صوفے سے اٹھ کے دریاب شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا، اسکی بے عزتی پہ کاظم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔زوریز شاہ نے گھور کے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو احسان کرنے والے انداز میں یہاں آیا تھا اور اب احسان کرنے والے انداز میں ہی ایک ٹانگ کو مسلسل حرکت دیتا فون میں مصروف ساتھ ساتھ چیونگم چبا رہا تھا۔کاظم شاہ ابھی ڈرائینگ روم میں نظریں دوڑاتا اسکا جائزہ لے ہی رہا تھا جب اسکی جیب میں موجود اسکے فون پہ میسج کی بیپ ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ مصروف انداز

میں قمیض کی جیب سے فون نکال کے آن کرنے لگا، فون آن کرتے ہی ایزل شاہ کے نام کا نوٹیفکیشن دیکھتے وہ پہلے تو حیران ہوا پھر نوٹیفکیشن پہ کلک کر کے میسج پڑھنے لگا۔۔

آپ نے جھوٹ بولا مجھ سے ؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ کا میسج پڑھتے ہوئے کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ٹانگ پہ ٹانگ جمائی تھی۔وہ اسکی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔۔

کونسا جھوٹ ؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ جانتے بوجھتے بھی انجان بنا تھا۔۔

یہی کہ آپ ارزم لالہ کے سسرال جا رہے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے مرحا آپی نے مجھے بتایا ہے آپ سب گل سے ملنے گئے ہیں اور مجھے ساتھ نہیں لے کے گئے !!۔ایزل شاہ نے غصے والے ایموجیز کے ساتھ میسج بھیجا تھا۔ایزل شاہ بھی گلالئی اور حازق خان کے معاملے سے کافی حد تک واقف ہو چکی تھی۔۔

بات تو ایک ہی ہوئی نا!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوئے ٹیکسٹ کر رہا تھا۔۔وہ آج کافی عرصے بعد اس کے ساتھ یوں ٹیکسٹ پہ بات کر رہا تھا، ایک عجیب سی راحت محسوس ہو رہی تھی۔۔

کیسے ایک ہی بات ہوئی ؟؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے غصے سے میسج ٹایپ کرتے پھر سے کچھ غصیلے ایموجیز بھیجے تھے۔۔ دیکھو ایسے !! تم مجھے کس کرو یا میں تمہیں کس کروں بات تو ایک ہی ہوئی نا؟ کرنی تو کس ہی ہے ؟تو کیا فرق پڑتا ہے کس کرنے والا کون ہے ؟ بالکل اسی طرح سے سمجھ لو ارزم کے سسرال جاؤ یا تمہارے لالہ کے سسرال !! بات ایک ہی ہوئی۔۔۔کاظم شاہ نے مسلسل چہرہ جھکا کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا میسج ٹائپ کر رہا تھا، وہ اسے اپنے انداز میں سمجھا رہا تھا، اسکا میسج پڑھتے ہوئے دوسری طرف موجود ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے، منہ حیرت سے کھلا تھا، وہ اس سے کیا پوچھ رہی تھی اور وہ بات کا رخ کہاں موڑ چکا تھا اور پھر اس نے یہی پہ بس نہیں کی تھی باقاعدہ کس اور ہونٹ والے ایموجیز بھیجتے اسے مزید سرخ کیا تھا۔۔

آپ بات کو گھما رہیں ہیں! آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا!!۔۔۔ایزل شاہ کانپتے ہاتھوں سے ٹائپ کرنے لگی، وہ اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی اس پہ اسکی رومانٹک باتیں اثر کر رہی ہیں۔۔

نہیں جب میں نے بات کو گھمانا ہوتا ہے تو میں تمہیں ڈائریکٹ گردن پہ لو بائٹ دیتا ہوں تا کہ تم میرے چہرے کے تاثرات نہ پڑھ سکو!!۔۔کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر کے انہیں ماتھے سے پیچھے کی طرف کرتی راز کی بات بتائی تھی۔۔اس کا میسج پڑھتے ہوئے ایزل شاہ کے کان سے دھواں نکلا تھا۔۔

اور وہ لو بائٹ بھی عام نہیں ہوتی!۔۔۔۔

وہ ایسی ضرور ہوتی ہے تم تڑپ جاؤ!۔۔۔۔

اور جب مجھے محسوس ہوتا ہے تم میرے لمس پہ تڑپ رہی ہو۔۔۔

تو بس پھر تمہاری دھڑکنوں کی خیر نہیں ہوتی!!۔۔۔

کاظم شاہ کے دھڑا دھڑ آتے بے باک میسجز پڑھتے ہوئے ایزل شاہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑھتی اسے میسج کرنے پہ پچھتا رہی تھی۔وہ اسکے میسج سین کر چکی تھی لیکن جواب دینے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، کاظم شاہ نے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتے پھر سے ٹائپنگ شروع کی تھی۔۔

از میر دو سال کا کب ہو گا؟۔۔۔۔۔۔وہ اب زو معنی انداز میں ٹائپ کر رہا تھا لیکن ایزل شاہ کو اس کے میسج کی سمجھ نہیں آئی تھی، وہ الجھن بھری تاثرات سے اسکے میسج کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

بولو!! خاموش کیوں ہو؟ ریڈ ہو رہی ہو؟ شرما کے تکیے میں چھپ رہی ہو یا دوپٹا دانتوں میں دبا رہی ہو؟؟۔۔۔اسے کچھ بھی ٹائپ نہ کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے پھر سے ٹائپ کر رہا تھا۔

م۔میں۔۔کیوں شرماؤں گی!!! ظاہر ہے اپنے وقت پہ دو سال کا ہو گا!!۔۔وہ پھر سے کپکپاتے ہاتھوں سے ٹائپ کرتی اسے بتا رہی تھی کہ وہ کیوں اسکی بے باک باتوں پہ شرمانے لگی؟ لیکن اسکے کانپتے ہاتھوں سے کئے گئے میسج میں کچھ غلطیاں تھیں جس پہ وہ سمجھ چکا تھا وہ یقیناً شرم سے آدھی ہوتے ہوئے یہ میسج لکھ رہی ہے۔۔

مطلب اب جب تک وہ دو سال کا نہیں ہو جاتا تمہاری دھڑکنوں پہ مجھ سے زیادہ حق اس کا رہے گا(آخر کو دو سال تک اسکی رضات تمہارے ذمے جو ہے)؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے بھرپور بے باکی کا مظاہرہ کیا تھا، ایزل شاہ کو اسکے زو معنی میسج کی اصل سمجھ ابھی آئی تھی جسے پڑھ کے وہ واقعی ہی تکیے میں چہرہ چھپا لینا چاہتی تھی، اسے شادی سے پہلے کبھی نہیں لگا تھا وہ اس لیول کا بے شرم ہو سکتا ہے۔۔

یہ تو غلط بات نہیں ہو گئی؟ کتنا وقت ہوا ہے تمہاری دھڑکنوں کو اپنے ہونٹوں سے بھرپور انداز سے محسوس کئے!! یہ زیادتی ہے!!۔۔۔کاظم شاہ اب اپنی ناک انگوٹھے سے رب کر کے مسکراہٹ چھپاتا پھر سے ٹائپ کرتے ہوئے اسے مزید تنگ کر رہا تھا۔ ایزل شاہ شرم سے اتنی پاگل ہو رہی تھی کہ وہ واٹس ایپ بند کرنا بھی بھول چکی تھی، وہ تو بس آنکھیں پھاڑتی اسکے میسجز دیکھ کے سرخ پڑتی جا رہی تھی۔۔

صرف ہاتھوں سے کام تھوڑی چلتا ہے؟۔۔۔کاظم شاہ کی طرف سے مزید ایک میسج موصول ہوا تھا جس پہ ایزل شاہ صاحب دماغی سے تیزی سے اپنا دوپٹا درست کرنے لگی جیسے کاظم شاہ اسکے سامنے بیٹھا ہو۔۔

یا پھر کپڑوں کے اوپر سے چھوٹی سی کس کر کے مزہ تھوڑی آتا ہے؟۔۔کاظم شاہ نے کل فراک کے اوپر سے کس کرنے کا حوالہ دیا تھا، وہ سٹپٹائی تھی۔

تمہیں مزہ آتا ہے؟۔۔۔اسکی طرف سے مسلسل خاموشی پہ وہ اب چوڑا ہوتا مزید بے باک ہو رہا تھا جان جو چکا تھا وہ اسکی باتوں پہ اپنے تپتے گالوں پہ ہاتھ رکھ چکی ہو گی۔۔

میرا مطلب فراک کے اوپر سے مزہ آتا ہے یا پھر۔۔۔۔؟۔۔۔کاظم شاہ اسے چھیڑنے کی غرض سے جان بوجھ کے جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔۔

دھڑکنوں پہ میرے ہاتھوں کا لمس زیادہ بے چین کرتا ہے یا لبوں کا؟؟کاظم شاہ کسی صورت اسے چھیڑنے سے بعض نہیں آ رہا تھا۔۔

تمہاری خاموشی چیخ چیخ کے بتا رہی ہے دانتوں کا لمس زیادہ بے چین کرتا ہے؟

اہمم اہمم!!؟۔۔۔

ایسی بات ہے؟۔۔۔

کاظم شاہ اپنا قہقہہ دباتے ہوئے اپنی چھوٹی سی بیوی کی جان لبوں پہ لا رہا تھا، خاموشی سے مراد اس کے صرف میسج سین کرنے پہ تھا، وہ اسے ریپلائے دینے کے لئے اکسا رہا تھا، لیکن ایزل شاہ کو اب اپنے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ پورا جسم کپکپاتا محسوس ہو رہا تھا، وہ اپنے ہاتھ سے فون چھوڑ کے بیڈ پہ رکھتی اسکے بے باک میسجز پڑھتی اللہ کو پیاری ہونے کی

تیاری پکڑ رہی تھی۔۔بات سسرال سے شروع ہوتی دھڑکنوں پہ آجائے گی اگر وہ جان لیتی تو کبھی اس سے میسج پہ شکایت نہ کرتی۔۔۔

ڈونٹ وری! میں ہویلی آتے ہی سب سے پہلا کام تمہاری دھڑکنوں پہ اپنے دانتوں کا لمس چھوڑنے کا کروں گا!!۔۔۔کاظم شاہ کی سنجیدہ اور رعب دار شکل دیکھ کے اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا تھا وہ میسجز پہ اتنی واحیات باتیں کرتا اپنی نازک بیوی کا دل ہولا رہا ہے۔۔

کیا بات ہے؟ خاموشی سے میسج سین کر کے میری باتوں کے مزے لئے جا رہے ہیں؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا دل اچانک سے اس کے پاس جانے کے لئے مچل اٹھا تھا، دل کر رہا تھا کال کر لے لیکن یہاں سب میں بیٹھ کے کال کیسے کرتا؟ اسی لئے اپنی باتوں سے اسکی حالت بھی خراب کر رہا تھا۔۔کاظم شاہ کے میسج کو پڑھتے ہی ایزل شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنے سر پہ ہاتھ مارا تھا وہ اسکی چیٹ بند کرنا کیسے بھول چکی تھی؟ وہ کیا سوچ رہا ہو گا وہ کب سے اسکی بے باک باتیں پڑھنے کے لئے تڑپ تڑپ جا رہی ہے؟

لعنت ہے تمہارے چھوٹے سے دماغ پہ اووزی!!!۔۔۔وہ خود سے خفا ہوتی جلدی سے اسکی چیٹ بند کرنے لگی جب ازمیر شاہ کو اچانک سے روتے دیکھ کے ایزل شاہ کے دماغ نے ایک دم سے کام کرنا شروع کیا تھا، آخر وہ آف لائن ہو کے اسے اس کے مقصد میں کامیاب کیوں ہونے دے؟ اسے کیوں بتائے کہ وہ واقعی ہی اسکی باتوں سے شرما رہی ہے؟ وہ اسے تڑپا بھی تو سکتی تھی نا؟۔۔ایزل شاہ کے دماغ نے اس وقت شادی سے پہلے والی شرارتی سی اووزی بن کے سوچا تھا جس پہ وہ اپنی شرم کو ایک سائیڈ پہ رکھتی خود کو ہمت دیتے ہوئے کچھ ٹائپ کرنے لگی۔

میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی؟ میں نے آپکے اوپر والے میسجز نہیں پڑھے! میں ازمیر کو فیڈ کرواتے ہوئے فون بند کرنا بھول چکی تھی!!۔۔۔۔ایزل شاہ نے چھکا مارتے ہوئے اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ کو ضبط کرتے ٹائپ کیا تھا، اسکا میسج پڑھتے ہوئے کاظم شاہ کے انگ انگ میں بے چینی سی دوڑی تھی، وہ اپنے ایک میسج سے اس پہ جتا چکی تھی اسکی دھڑکنوں پہ اس سے زیادہ حق اس وقت اسکے بیٹے کا ہے اور اس وقت اسکا بیٹا اپنا حق استعمال کر رہا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ کو امید نہیں تھی وہ اتنی دیر سے چوکے مار رہا ہے جس کا بدلہ اسکی بیوی باؤنڈری سے باہر چھکا مار کے لے گی۔۔

ایسی کی تیسی اس سالے کی!! دور کرواسے خود سے ابھی کے ابھی!!۔۔

سنا نہیں تم نے؟ میسج سین کیوں نہیں کر رہی ہو؟۔۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گا اووزی! اور جان اپنے طریقے سے لوں گا!۔۔

مجھے ہویلی واپس لوٹنے دو پھر دیکھو میں تمہاری دھڑکنوں کا کیا حشر کرتا ہوں!!۔۔۔

وہ اب غصے اور خفگی کے ملے جلے تاثرات سے تیزی سے میسجز ٹائپ کر رہا تھا، ازمیر شاہ کو تھپکتی ایزل شاہ اب اسکے میسجز نوٹیفکیشن سے پڑھتی ہولے سے شاطر انداز میں معصومیت سے ہنس رہی تھی۔۔

تقریباً دس منٹ گزر چکے تھے لیکن حازق خان ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا۔ زوریز شاہ جان چکا تھا وہ بھرم بازی دیکھا رہا ہے، کاظم شاہ موبائل پہ اپنی بیوی کے ساتھ چیٹنگ میں مصروف تھا، اس نے حازق خان کی موجودگی اور بھرم بازی کو اتنا محسوس نہیں کیا تھا، جبکہ ارزم شاہ کا پارہ ساتویں آسمان پہ پہنچ رہا تھا اسکا سالا اسے انوائیٹ کر کے ان کی مہمان نوازی کرنا تو دور نیچے آ کے انہیں کمپنی دینا بھی بھول چکا تھا؟ وہ چیونگم کو غبارے کی طرح پھولاتے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ باقی سب سنجیدگی سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں سے حازق خان نے نمودار ہونا تھا اور انہیں ملاقات کا شرف بخشنا تھا۔۔ سب کو اسکا انتظار کرتے دیکھ کے زوریز شاہ خود ہی ڈرائنگ روم سے نکل کے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا، اسکا رخ اوپر میجر خان کے کمرے کی طرف تھا۔۔

آجکل تو نے سیگریٹ کی زیادتی کرنا شروع نہیں کر دی؟؟ نیچے سب آ چکے ہیں اور تو ابھی تک یہاں کھڑا سیگریٹ پھونک رہا ہے؟۔۔۔ زوریز شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوتا اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے دانت پیس کے بولتا ہوا اسکے قریب آیا تھا۔۔

تجھے میں نے بولا تھا تو ان سب کے ساتھ نہیں آئے گا!!۔۔۔ حازق خان سیگریٹ کا گہرا کش بھرتا اپنا رخ اسکی طرف موڑ کے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے گویا ہوا۔۔

یعنی تو مجھے اپنے اس مینشن سے نکل جانے کا بول رہا ہے؟؟۔۔۔ زوریز شاہ ناک چڑھا کے اوور ایکٹنگ کرتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے جارہا ہوں! اور اب کبھی نہیں آؤں گا!!۔۔۔حازق خان کی گھوریوں میں وہ منہ پھولا کے ہاتھ اوپر کی طرف اٹھاتا مزید اوور ایکٹنگ کرتے وہاں سے جانے ہی والا تھا جب حازق خان نے جلدی سے اسکا بازو پکڑا تھا۔

ابھی میرا تیری بیویوں والی ناراضی دیکھنے کا موڈ نہیں ہو رہا اور مجھے یہ بتا میر ادوسرا سالا (احان شاہ) کہاں ہے؟ کیا میرے انوٹیشن پہ ہوالیک ہو گئی اس کی؟۔۔حازق خان اسکا ہاتھ پیچھے اسکی پشت کی طرف موڑتے دبے دبے انداز میں اس کے کان میں غرایا تھا۔

تجھے کتنا دفعہ بولا ہے بہنوئی کی عزت کیا کر!! اور ان کی طبیعت خراب تھی تو بس اسی لئے انہیں تیرا انوٹیشن نہیں دیا اور اب خبردار جو تو نے میرے لالہ کو سالا بولا تو!!۔۔۔۔۔وہ برا مناتے ہوئے آنکھیں گھما کے بولا تھا۔۔

اور تجھے کتنی دفعہ بولا ہے اپنے بھائیوں کی سائیڈ مت لیا کر؟ اگر تو نیچے ہمارے درمیان ایک لفظ بھی بولا تو وہی پہ ملازم سے تیز دھاڑ چھری منگوا کے تیری زبان کاٹ دوں گا!! اور اسے میں سالا اس لئے بولتا ہوں کیونکہ اس کی حرکتیں سالوں والی ہیں! اس کی جرآت کیسے ہوئی راتوں کو میرے مینشن میں گھسنے کی؟ وہ کیا سمجھتا ہے میں اس کی ان حرکتوں سے ناواقف ہوں؟؟ میں صرف اس دن کے آنے کا انتظار کر رہا تھا جو آج آچکا ہے اس کے بعد مجھے امید ہے وہ میرے مینشن تک آنا تو دور میری بہن کے متعلق سوچنا بھی گناہ سمجھے گا کیونکہ وہ میری بہن کا گناہگار ہے! عزت کی حفاظت نہ کرنے والے گناہگاروں میں گنے جاتے ہیں!!۔۔۔حازق خان کا لہجہ سنجیدہ ہوا تھا۔۔

مجھے بھی آج کے دن کا شدت سے انتظار تھا کیونکہ میں تیری دشمنی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں!! تیری کل والی بات میرے دل سے چاہ کے بھی نہیں نکل رہی! یعنی اگر تیری اور میری دوستی نہ ہوتی تو میں بھی انہی سب کی طرح تیری دشمنی کی لپیٹ میں آتا؟ یہی مطلب تھا نا تیری کل کی باتوں کا؟۔۔زوریز شاہ اس سے اپنا بازو چھڑواتا اچانک سے سنجیدہ ہوا تھا، اسے واقعی ہی اسکی کل کی دشمنی والی بات کھائے جارہی تھی۔۔حازق خان اسکی آنکھوں میں موجود تکلیف کی لکیر دیکھ کے نظروں کا زاویہ بدل گیا۔۔

وہ الفاظ میں نے غصے میں بولے تھے کیونکہ یہ دشمنیوں کا اصول ہے! گناہگار جب باپ دادا ہوتے ہیں تو دشمنیاں ان کے سپوتوں سے نبھائی جاتی ہیں! یعنی جوان ہڈیوں سے جن میں مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی ہے! میں تجھے صرف

ازلوں سے بنے دشمنی کے اصول کی ہائی لائٹ دے رہا تھا! میری بات کا وہ مطلب نہیں تھا جو تو نے سمجھا تھا! تجھ سے دشمنی ڈالوں گا تو زندہ تھوڑی رہوں گا؟ تیری جان لینے سے پہلے اپنی شہ رگ نہ اڑا دوں؟۔۔حازق خان اسکی ہری آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑ کے دھیمی آواز میں بولتا اسکا دل اپنی طرف صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو کل اسکے غصے کی وجہ سے دکھ چکا تھا۔۔

باپ دادا کے گناہگار ہونے سے کیا مراد ہے تیری؟۔۔۔زوریز شاہ نے ٹھٹکتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔

نیچے چلتے ہیں سب بتاؤں گا! اور جہاں پہ زبان تیری کھلی بنا کسی کا لحاظ کئے مکے بھی جھڑوں گا! تو وہاں ایسے بیٹھے گا جیسے میں تیری فیملی سے مخاطب نہیں ہوں بلکہ تو میری فیملی ہے! سمجھا؟۔۔۔۔حازق خان روعب سے بولتا ہوا اسے بازو سے پکڑ کے دروازے کی طرف گھسیٹتے باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔زوریز شاہ نے غصے سے جھنجھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے بری طرح سے پھنسا رہا تھا۔۔

گل بھابھی ان سب کی آمد کے متعلق جانتی ہیں؟۔۔وہ حازق خان کے ساتھ باہر نکلتے تجسس سے پوچھ رہا تھا۔۔

نہیں۔۔۔حازق خان نفی میں سر ہلاتے اب سیڑھیاں اتر رہا تھا۔۔

یہ بھرم کسے دیکھا رہا ہے؟؟ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ ہم فارغ ہیں جو اسکے انتظار میں بیٹھے رہیں؟۔۔۔۔جب پندرہ منٹ تک حازق خان کے نیچے آنے کا کوئی نام و نشان نہ ملا تو ارزم شاہ اپنے فون سے نگاہیں ہٹاتے بھڑک کے بلند آواز میں باپ اور تایا سے گویا ہوا تھا۔۔

چھوٹے شاہ!!!۔۔۔زہرہ مام نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے آواز نیچے کرنے کا بولا تھا۔۔

ارے چھوٹے کا میٹر گھوم رہا ہے ابھی مزید گھومے گا! میرا مطلب گرمی ہے! پانی منگواتا ہوں!۔۔۔۔حازق خان جو بالکل ابھی زوریز شاہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا ارزم شاہ کے الفاظ سنتے ہوئے وہ سنجیدگی سے طنزیہ انداز میں بولتا ریشم کو آواز دینے کی والا تھا جب ارزم شاہ کی آواز پھر سے اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔۔

زحمت مت کیجئیے! دشمنوں کے گھر کا پانی پینا بھی خود پہ حرام سمجھتے ہیں!!۔۔۔ارزم شاہ اسکے طنز پہ ایک ایک لفظ چبا کے بولا تھا۔۔کاظم شاہ اب اپنا موبائل ٹیبل پہ رکھتا ان دونوں کو وقفے وقفے سے دیکھ رہا تھا۔۔حازق خان نے داد دینے والے انداز میں آئیبرو اچکایا تھا اسے امید نہیں تھی اسکا چھوٹا سا لافل فارم میں آیا ہے۔۔

زحمت نہیں مہمان نوازی! سنا تو ہو گا پٹھان دوست تو دور دشمنوں کی بھی مہمان نوازی کرنا خود پہ فرض سمجھتے ہیں!! ریشم چھوٹے صاحب کے لئے روح افزا یا جام شیریں کا انتظام کرو ہمارے گھر کا پانی ان پہ حرام ہے! شربت شاید حلال ہو!۔۔۔حازق خان بھی جوابا اسے ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے جواب دیتا سر جھٹک کے ریشم کو آواز دیتا ان ڈائریکٹلی ارزم شاہ پہ مزید ایک طنز کا تیر چھوڑتے کاظم شاہ کی طرف بڑھا تھا، اسے خود کی طرف بڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھتا سنجیدگی سے اس کے بغلگیر ہوا تھا۔۔حازق خان کو یہ انسان ہمیشہ سے ان سب سے الگ تھلگ لگا تھا جو سب کو ڈیل کرنا جانتا ہو اسی لئے وہ کسی سے بھی ملے بغیر اس سے احترام کے طور پہ ملا تھا کیونکہ وہ جب بھی شاہ ہویلی گیا تھا کاظم شاہ نے اسے ہمیشہ سے کافی عزت دی تھی۔۔

مہمان نوازی تو نظر آ رہی ہے یار! کافی ٹیسٹی ڈشز رکھی گئی ہیں! ڈشز اتنی زیادہ ہیں کہ اس بڑے سے ٹیبل پہ بھی پوری نہیں آ رہی ہوں! مجھے ڈر ہے کنارے پہ لگی ڈشز اگلے سیکنڈ میں نیچے نہ گر جائیں! کہیں دشمنوں کی آمد کے لئے رات جاگ کے ایک پیر پہ کھڑے ہوتے ہوئے تو نہیں بنائی آپ نے اتنی ساری ڈشز؟ آخر کو اتنی مہمان نوازی کرتے ہوئے اپنے پٹھان ہونے کا ثبوت بھی تو دینا تھا؟۔۔۔ارزم شاہ نے خالی ٹیبل کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے استہزایا انداز میں طنز کا تیر چھوڑا تھا جو حازق خان کو بری طرح سے لگا تھا، خالی ٹیبل دیکھتے ہوئے اسے خود بھی کافی برا لگ رہا تھا اسکی نظر خالی ٹیبل پہ بالکل ابھی پڑی تھی!!

چھوٹے شاہ!!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے دانت پیس کے پکارا تھا۔زوریز شاہ حازق خان کی دھمکیوں کے عوض اپنی زبان بند رکھتا ان سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔۔

ریشم!!!!!۔۔۔حازق خان نے بلند آواز میں ذرا غصے سے ریشم کو پکارا تھا جس پہ وہ دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم تک آئی تھی۔۔

ٹیبل خالی کیوں پڑی ہے؟ مہمانوں (دشمنوں) کی مہمان نوازی کرنے کے لئے مجھے باہر سے بندے بلانے پڑیں گے؟۔۔۔ حازق خان دبے دبے غصے سے ریشم کی کلاس لے رہا تھا۔۔

وہ۔۔ وہ خان صاحب۔۔ میں۔۔ پھر سے چیزیں بنا رہی ہوں! پہلے والی چیزیں غلطی سے ٹرالی الٹنے کی وجہ سے گر چکی ہیں! معذرت مجھے پتا نہیں چلا اور۔۔۔۔ ریشم ابھی کانپتی ہوئی اپنی صفائی دیتی جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔ جاؤ بچے کوئی بات نہیں اور کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔ کاظم شاہ نرمی سے بولتا کانپتی ہوئی ریشم کی پریشانی کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ارزم شاہ سر جھٹکتا ہوا فون میں مصروف ہو گیا۔

باقی سب کی ہیلپ لے کے جلدی سے بناؤ سب! مجھے پانچ منٹ سے پہلے ٹیبل سجی ہوئی چاہئیے! ۔۔۔۔ حازق خان دبی دبی آواز میں غصے سے ریشم کو حکم دیتا صوفے کی طرف بڑھا تھا۔

سب سے پہلے تو آپ سب خواتین و حضرات کو سلام! دشمنی اپنی جگہ لیکن سلام کا اصول اپنی جگہ! معذرت سلام کرنے میں دیر کر گیا!!۔۔۔۔ وہ اپنے ماتھے پہ دو انگلیاں ٹکا کے شاہ ہویلی کے تمام مکینوں کو سلام کرتا ان کے مقابل صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔ وہ اس وقت گرے شلوار قمیض میں ملبوس گلے کے گرد گرے ہی اجرک لٹکائے پیروں پہ پشاوری چپل پہنے چہرے پہ روعب دار تاثرات سجائے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا، وہ چاہے جتنا مرضی روعب دار بن جاتا لیکن اس کے چہرے پہ سجی معصومیت اور اسکی ڈیپ سمندری آنکھیں اسے سب سے منفرد بناتی تھیں۔ سب نے جواباً نرمی سے حازق خان کی سلام کا جواب دیا تھا سوائے ارزم شاہ کے۔۔ حازق خان اسکے ہونٹوں کی جنبش سے سمجھ چکا تھا وہ منہ میں ہی وعلیکم السلام بول چکا ہے۔ اسکے ایٹیٹوڈ پہ وہ اپنی آنکھیں گھماتا ہوا عادل شاہ، ھارون شاہ اور دریاب شاہ کی طرف سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔ شاہ بی بی کو تو وہ سرے سے نظر انداز کر رہا تھا جو چہرے پہ مظلومیت لئے زہرہ مام کے ساتھ براجمان تھیں۔۔

جی تو پہلے میں آپ لوگوں کا مدعا سننا چاہوں گا! آپ لوگ کیوں آنا چاہ رہے تھے؟۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان ٹانگ پہ ٹانگ جما کے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھ کے بولا تھا۔۔

دیکھو بیٹے! ہمیں زوریز کے منہ سے ابھی کل ہی تمہارے بچپن اور جوانی کی ساری حقیقت معلوم ہوئی ہے! ہم نہیں جانتے تھے تمہیں اغوا کرنے والا واقعی ہی راؤف لکھانی۔۔۔۔۔۔ابھی ھارون شاہ نرمی سے مزید گویا ہوتے جب حازق خان نے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

اگر جان لیتے تو کیا کر لیتے؟۔۔۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ سپاٹ تھا۔۔ریشم جلدی سے ٹرالی گھسیٹتی ٹیبل پہ ہائی ٹی کا سامان سرو کرنے لگی۔۔

جب اسماعیل خان کو راؤف لکھانی پہ شک ہوا تو ہم نے اس کے گھر پولیس کا چھاپا پروایا تھا لیکن افسوس ہمارے پاس کوئی بھی ثبوت۔۔۔۔ھارون شاہ پھر سے جملہ مکمل کرنے والے تھے جب حازق خان پھر سے ان کی بات کاٹ گیا۔۔ وہ ریشم کو یہاں سے جانے کا اشارہ کرتا مخاطب ہوا تھا۔۔

ثبوت نہیں تھے؟ مجھے ڈھونڈنا کافی مشکل تھا شاہوں کے لئے؟ جن کے قبضے میں اس وقت بھی پورا اسلامباد تھا! حیرت ہے؟ راؤف لکھانی مجھے اسلامباد سے غائب کرواتا ہے لیکن آپ لوگ اسے پکڑ نہیں پاتے؟ چلیں یہ گلہ بھی نہیں! کیونکہ آپ لوگ میرے ماں باپ تھوڑی ہیں جن سے میں گلہ کرتا پھروں؟ میرا صرف ایک سوال ہے کیا میری جگہ آپ کا کوئی بیٹا یا پھر ہویلی کا کوئی سپوت غائب ہوتا تو کیا اتنے ٹھنڈے طریقے سے چھان بین کرواتے؟ ۔۔۔۔۔۔حازق خان نے متوازن لہجے میں آئیبرو اٹھاتے ہوئے انہیں جواب دینے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کیا تھا، دریاب شاہ اور ھارون شاہ جواباً خاموشی سے اسکی طرف دیکھتے رہے۔۔

نہیں نا؟ شاہوں کا کوئی وارث غائب ہوتا تو یہاں زمین آسمان ایک کر دیا جاتا؟ حشر برپا کر دیا جاتا! دو دنوں میں آپ لوگوں کا بچہ آپ کے پاس موجود نہ ہوتا تو قتل و غارت کا سماں ہوتا! لیکن مسئلہ یہی تھا میں آپ کی نہیں بلکہ آپ کے نوکر کی اولاد تھا! اس نوکر کی جسے صرف آپ لوگوں نے ہمیشہ اپنے کام کے لئے استعمال کیا تھا تو پھر اس کی اولاد کے لئے اتنا کنسرن کیوں دیکھایا جاتا؟ تب تو آپ لوگوں کا مقام عروج پہ تھا؟ اچھی خاصی لیڈ پہ تھے آپ لوگ پھر کیونکر ایک نوکر اور اسکی فیملی پہ اتنی توجہ دی جاتی؟ آپ لوگوں کو کیوں ہی میری مورے کے آنسوؤں پہ رحم آتا؟۔۔۔۔۔ انہیں خاموش دیکھ کے وہ استہزایا انداز میں مزید گویا ہوا تھا، کاظم شاہ سنجیدگی سے اسے سنتا شکوے سے اپنے باپ اور

تایا کو دیکھ رہا تھا، حازق خان کی باتیں حقیقت پہ مبنی تھیں۔۔زوریز شاہ خاموش تھا جبکہ ارزم شاہ اپنا فون بند کر کے لبوں پہ ہاتھ کی مٹھی بنا کے رکھتا انہیں سن رہا تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے! تم ہماری اپنی اولاد کی طرح تھے! ہم نے اسماعیل خان کو کبھی کم تر نہیں سمجھا! وہ ہمارے لئے بھائیوں کی طرح تھا۔۔۔دریاب شاہ نے معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔۔

حیرت ہے کیا آپ لوگوں میں بھائیوں کو قتل کر دینے کا رواج ہے؟؟۔۔۔حازق خان حیران کن انداز میں بولتا استہزایا ہنسا تھا، حازق خان کے اس جملے پہ عادل شاہ، ھارون شاہ اور دریاب شاہ کی سیٹی گم ہوئی تھی۔۔زوریز شاہ، ارزم شاہ اور کاظم شاہ حازق خان کی بات سننے کے بعد چونک کے اپنے باپ دادا کی طرف دیکھنے لگے۔۔

اسماعیل خان کو بھائی سمجھا جاتا تھا لیکن اسے اس کے کام کی اجرت باقی سب ملازموں جتنی دی جاتی تھی یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ ایک امیر کبیر باپ کی اولاد ہے اور یہاں مجبوری میں کام کر رہا ہے! ان شارٹ اس کا فائدہ اٹھایا گیا۔ اسماعیل خان کو خود تو دوسروں کی جاسوسی کے لئے بہت استعمال کیا گیا لیکن جب اسے کوئی خرید لیتا ہے اور وہ لالچ میں آجاتا ہے تو اسکی اس غلطی کو گناہ بنا دیا جاتا ہے! ؟وہ کسی وجہ سے سالوں آپکی ملازمت کرنے کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ کچھ وقت کے لئے مل کے غداری کر جاتا ہے! بدلے میں شاہوں کی پارٹی ہار جاتی ہے! شاہوں کی اونچی ناک تھوڑی سی نیچی ہو جاتی ہے تو اسماعیل خان کی غداری کو مشہور کر دیا جاتا ہے؟واؤ؟بھائیوں کے ساتھ اتنا حسن سلوک؟اور اس سے بھی زیادہ حسن سلوک تو وہ تھا جب ہویلی سے بھاگتے ہوئے اسماعیل خان کی مقبری کروائی گئی؟؟اپنے ہی کسی ملازم کے تحت اس کی مقبری کروا کے اسے احسن ملک کے ہاتھوں یوں قتل کروا دیا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے؟اور سلام ہے آپ لوگوں کے سیاسی دماغ کو قتل کروانے کے بعد اسماعیل خان کا جنازہ شاہ ہویلی سے اٹھاتے میڈیا کے سامنے اظہارِ افسوس کیا جاتا ہے؟اس کا جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کی قبر پہ پھول ڈالتے ہوئے تصاویر سوشل میڈیا پہ وائرل کروائی جاتی ہیں کہ اسماعیل خان کی وفات کا دکھ جتنا شاہوں کو ہے اتنا تو اسکی ساڑھے دس سالہ بیٹی (گلالئ) کو بھی نہیں ہو گا؟میں نے سنا تھا آپ جیسے بڑے لوگ غداری معاف نہیں کرتے لیکن یقین کبھی نہیں کیا تھا! اور یقین کریں اگلے (تقریباً) اٹھ سالوں میں بھی نہیں کیا تھا! یہ یقین تو اس روز ہوا جب احسن ملک میری گرفت میں آیا تھا! یار آپ بڑے لوگ تو واقعی ہی بڑے لوگ نکلے؟آپ لوگوں کی تو کافی

دہشت ہے؟چوری چھپے بندہ مار دیا جاتا ہے! اس کی غداری اور اپنی اس سے وفاداری تو پوری دنیا کو بتائی جاتی ہے؟ لیکن اسکا قاتل آج تک کوئی جان نہیں سکا؟؟ آخر کیوں؟ کیا آپ لوگوں کو مکافات عمل سے ڈر نہیں لگا تھا؟ پیسا اتنا بے حس بنا دیتا ہے؟؟ اسماعیل خان کو قتل کروا دیا گیا لیکن اس کی چھوٹی سی بیٹی کا نہ سوچا گیا؟ وہ جس باپ کے بغیر ایک منٹ نہیں گزارتی تھی اسے بنا سوچے سمجھے یتیم کر دیا گیا؟؟ ملک سے غداری تو نہیں کی تھی؟ صرف تھوڑی سی جاسوسی کرنے کو غداری کا نام دیتے کسی کو قتل کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ آپ نے ان چند سالوں میں ایسا کونسا نیا پاکستان بنا لینا تھا جو راؤف لکھانی نہیں بنا سکتا تھا؟ اور پھر آپ کے ضمیر کی ہمت کو سلام ہے؟ قتل کرنے کے بعد بھی اچھے بنے رہنا؟ میرا سوال ہے آج آپ لوگوں کے ساتھ میڈیا موجود کیوں نہیں ہے؟ یار میڈیا تو اکھٹی کرتے؟ ہر نیوز چینل پہ ایک ہیڈ لائٹ چلتی کہ ھارون شاہ اور دریاب شاہ اس وقت اپنے غدار ملازم کے بیٹے کے گھر پہ موجود اس سے ملنے کا شرف بخشنے آئیں ہیں؟؟ زیادہ واہ واہ ہو جاتی؟ ہمدردی کے مارے زیادہ ووٹ ملتے کے نہیں؟؟۔۔۔۔

حازق خان جو لفظ چبا چبا کے بولنا شروع ہوا تو عادل شاہ، ھارون شاہ، اور دریاب شاہ کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔۔ باقی سب حیرانگی سے آنکھیں پھاڑے ان تینوں کی طرف دیکھنے لگے جن کے چہروں پہ اس وقت شدید شرمندگی رقم تھی۔۔ شاہ بی بی اور زہرہ مام کا کسی انہونی کے احساس سے دل بری طرح سے لرز رہا تھا۔۔

یہ کیسی باتیں کر رہے ہو خان؟ میں نے خود مجیب کو حکم دیتے ہوئے اسماعیل خان کو ہاسپٹل پہنچانے کا بولا تھا! ایون ہم چاروں تو ان سے ملنے بھی گئے تھے! تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے!! مانا ہم جدی پشتی سیاست دان ہیں لیکن اس طرح کی سازشیں کھیلنا ہمارا کام نہیں ہے!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے دوٹاک انداز میں دبے دبے غصے سے حازق خان کو جواب دیا تھا۔۔

میں یہاں کسی کو انسلٹ نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا تربیت اپنا اثر ضرور دیکھاتی ہے! اور آپ کے بابا اور تایا جان کی تربیت آپ کی شاہ بی بی نے کی ہے! کیا آپ کو ابھی بھی لگتا ہے سازشیں کھیلنا۔۔۔۔ ابھی حازق خان اپنا جملہ کرتا جب اسکی بات ٹوکی گئی تھی۔۔

!!!!!!!!!خان

!!!!!!!!میجر

کاظم شاہ اور ارزم شاہ اسکی بات ٹوکتے ہوئے ایک ساتھ بلند آواز میں دھاڑے تھے۔۔زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے تھکے ہوئے انداز میں اپنا سر پیچھے کی طرف گرایا تھا، اسے حازق خان کے ایک ایک لفظ پہ یقین ہوا چلا تھا، وہ اسکا دوست تھا وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا، اس نے آج تک جو بھی ثبوت پیش کیا تھا اس میں کوئی جھول نہیں ہوتی تھی۔۔حازق خان کی باتوں میں سچ کا تاثر واضح تھا۔۔

زبان سنبھال کے بات کریں!! آپ ہوتے کون ہیں کسی کی تربیت پہ سوال اٹھانے والے؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ کی دھاڑ پہلے سے زیادہ بلند ہوئی تھی، شہد رنگ آنکھیں لہو رنگ ہوئی تھیں۔۔

جب آواز میری درمیانی ہے تو اونچی آواز میں یہاں تمہارے باپ کی بھی برداشت نہیں کروں گا چھوٹے شاہ!! ابھی بات بڑوں کی چل رہی ہے! ششش!!۔۔۔۔حازق خان نے اپنے لبوں پہ انگلی رکھتے ہوئے ارزم شاہ کی زبان بند کروائی تھی۔ارزم شاہ کے پورے وجود میں آگ کے شعلے بھڑکے تھے۔۔

پوچھیں اپنے باپ دادا سے کیا میری کہی گئی ایک ایک بات حقیقت پہ مبنی نہیں ہے؟؟۔۔۔۔۔حازق خان نے اپنے چہرے کا رخ اب کاظم شاہ کی طرف کیا تھا جس کے چہرے کے نقوش تنے ہوئے تھے، چہرے پہ شدید غصہ تھا۔۔

حازق خان کے الفاظ پہ کاظم شاہ نے تیزی سے سوالیہ نگاہیں باپ دادا کی طرف دوڑائی تھیں جن کے طوطے اڑے ہوئے تھے ان کے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا حازق خان یہ بات جانتا ہو گا!!

یہ سچ ہے لیکن اس وقت بابا غصے میں تھے! بابا۔۔۔۔۔دریاب شاہ تھوک نگلتے ہوئے کچھ بولنے ہی والے تھے جب انہیں پھر سے بولنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔

بابا!!!!!!!!!!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے شدید غصے سے گرجدار آواز میں دھاڑتے ہوئے ان کی بات کاٹی تھی۔۔

دریاب شاہ کے آدھے ادھورے جملے پہ باقی سب کو اپنے سروں پہ خان مینشن کی چھت گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

-

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 99 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

تم غداری کو جاسوسی کا نام دے کے اپنے باپ کا گناہ ٹال رہے ہو! غداری غداری ہی ہوتی ہے! اور غداری کی کوئی معافی نہیں ہوتی! اس وقت اگر اتنا عروج تمہارے باپ کا ہوتا اور میں اس کا ملازم ہو کے غداری کرتا تو یقیناً وہ مجھے زندہ تو بالکل نہ چھوڑتا؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ کی دھاڑ پہ کچھ منٹ کا وقفہ لینے کے بعد ھارون شاہ سنجیدگی سے حازق خان سے مخاطب ہوئے تھے۔

اس کا مطلب آپ لوگوں کو میرے باپ کا قتل کرنے پہ کوئی افسوس نہیں ہے؟ کیا کبھی بھی آپ کے ضمیر نے آپ لوگوں کو نہیں جھنجھوڑا کہ آپ لوگوں کے اس ایک قتل نے تین بچوں کو یتیم کیا ہے!!!۔۔۔حازق خان کی آواز بلند ہوئی تھی، غصے سے آنکھیں لہو چھلک رہی تھیں۔۔ان سب کی یہ ساری باتیں سننے کے بعد کاظم شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ کا دل کر رہا تھا ابھی زمین پھوٹے اور وہ اس میں سما جائیں انہوں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اسماعیل خان کا قتل ان کے باپ دادا نے کروایا ہے۔۔حازق خان کے منہ سے دو کی بجائے تین بچوں کا ذکر سنتے ہوئے ان تینوں کے علاوہ باقی سب چونکے تھے۔۔

دیکھو سیاست اور بادشاہت بالکل ایک طرح سے کافی ملتی جلتی ہیں! جس طرح سے بادشاہ اپنے غداروں کو معاف نہیں کیا کرتے تھے اسی طرح سے سیاست دان بھی اپنے غداروں کو کسی صورت معاف نہیں کر سکتے! اگر اسماعیل خان کو معافی دے دی جاتی تو کیا بعید تھی ہمیں ہر دفعہ اسکی وجہ سے ہار کا سامنا کرنا پڑتا؟ جو بندہ ایک دفعہ غدار بن جائے اسکا سدھر جانا ناممکنات میں سے ہوتا ہے لیکن۔۔۔۔۔۔۔ھارون شاہ جو گہری سانس بھرتے ہوئے نرمی سے اسے سمجھا رہے تھے حازق خان پھر سے ان کی بات کاٹ گیا۔۔

بادشاہ اور سیاست دان ایک جیسے کبھی نہیں ہو سکتے!! بادشاہ اصولوں کے پابند تھے جبکہ آجکل کے دور میں ہر سیاست دان اپنے بنائے گئے اصول خود ہی توڑ دیتا ہے! خلف اٹھا کے اسکی پاسداری کرنا بھول جاتا ہے! آپ بولتے ہیں اس وقت آپ لوگوں نے بادشاہوں کی سوچ رکھتے ہوئے ایک غدار کو قتل کیا؟ ہونہہ! بالکل غلط!! دلیر بادشاہ اپنے غدار کا قتل اعلانیہ انداز میں کرواتے تھے نا کہ آپ جیسے سیاست دانوں کی طرح جو چھپ چھپا کے قتل کرنے کے بعد بھی منافقین کی لسٹ میں شامل ہو کے عوام سے ہمدردی اکھٹی کرتے ہیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کی بلند آواز اچانک سے دھاڑ میں تبدیل کوئی تھی اور اس وقت اسے کوئی دھاڑنے سے روک بھی نہیں سکا تھا۔۔

دیکھو بیٹا ہمیں معاف کر دو! یہ سب میری وجہ سے ہوا تھا! میرے دونوں بیٹے تمہارے باپ کو مروانے کے لئے راضی نہیں تھے! تمہارے باپ کی مقبری میرے کہنے پہ کروائی گئی تھی! !۔۔۔۔۔۔عادل شاہ آنکھوں میں نمی لئے حازق خان سے مخاطب ہوئے تھے وہ اسکے لہجے میں موجود تکلیف محسوس کر چکے تھے۔۔کاظم شاہ نے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی اچانک سے ان کے سروں پہ یہ کیسا بم بلاسٹ ہوا ہے، ارزم شاہ نے زور سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

معاف؟؟ معاف کیوں کروں؟ اور آپ لوگ مجھ سے معافی کیوں مانگ رہے ہیں؟ میں ہوتا کون ہوں آپ لوگوں کو معاف کرنے والا؟ آپ جیسے بڑے لوگ معافی مانگتے ہوئے اچھے نہیں لگتے! آپ لوگوں سے گلہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مجھے منافق لوگوں سے گلہ کرنا پسند نہیں ہے! لیکن آپ لوگوں کی ڈیول پرسنیلٹی نے مجھے کافی مایوس کیا ہے! میڈیا پہ شاہ خاندان کے متعلق نرم دلی کی مثالیں دی جاتی ہیں! ان کی چھوٹی سے چھوٹی اچھی بات میڈیا کا اشتہار بنتی ہے تو پھر ہر بری بات کیوں نہیں؟ اتنے برے آدمی ہوتے ہوئے اتنے چھوٹے کام کیوں کر گئے آپ لوگ؟؟ آپ لوگوں نے تو اسماعیل خان کو حق پہ قتل کیا تھا نا؟ ایک غدار کا انجام یہی تو ہوتا ہے! لیکن افسوس آپ لوگوں نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اسماعیل خان نے غداری کیوں کی تھی؟؟ آپ لوگ انہیں بھائیوں کی طرح سمجھتے تھے تو کیا کبھی انہیں پاس بیٹھا کے ان کے دل کی بات پوچھی تھی؟؟ نہیں!! نہیں نا کیونکہ ایک ملازم اور اصل بھائی ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے!!۔۔۔۔حازق خان اپنی پوری قوت سے چلایا تھا۔۔سب خاموش رہے۔۔۔بولنے کو جیسے الفاظ ختم ہو رہے تھے۔۔

اگر تو آپ لوگ یہ سوچ رہیں ہیں میں اپنے باپ کے برے عمل کو ڈیفنڈ کر رہا ہوں تو ایسا بالکل نہیں ہے! اگر میرا باپ غلطی پہ نہ ہوتا تو میں اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام لگانے کی بجائے دادا کا نام نہ لگایا کرتا! جانتا ہوں وہ غلطی پہ تھے! بہت غلطی پہ تھے! پہلے پیسوں کے لالچ نے بہکا دیا لیکن وہ سنبھل گئے! پھر اگر آجائیں سالوں بعد والی غداری کی طرف تو میں آپ لوگوں کی انفارمیشن میں اصافہ کرنا چاہتا ہوں انہوں نے وہ غداری پیسے کو لالچ میں نہیں کی تھی!! انہوں نے وہ غداری اپنی اولادیں پانے کے لئے کی تھی جس میں آپ ان کا ساتھ دینے کے لئے ناکام رہے تھے!!حازق خان صوفے سے کھڑا ہوتا ہوا غرایا تھا۔۔

اولادیں؟۔۔۔۔ہارون شاہ اور دریاب شاہ کے لبوں نے جنبش کی تھی۔۔

جی اولاد نہیں اولادیں!! حازق خان اور ذائشہ اسماعیل خان!!۔۔۔۔۔وہ اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے کرخت لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ کے نام پہ ارزم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا،ناجانے کیوں ایک دفعہ پھر اسے کھونے کے ڈر نے شدت سے دل دھڑکایا تھا۔۔

ذائشہ کون؟ذائشہ نہیں گلالئ!! تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے ہم نے گلالئ کو اسماعیل خان کے مرنے کے بعد بھی اپنی ہویلی میں رکھتے ہوئے عزت کی چھت فراہم کی ہے!!!۔۔ہارون شاہ اس کے منہ سے ذائشہ خان کا نام سنتے حیران ہوتے بولے۔۔

ہاہاہا!! ایمپریسو! چھت فراہم کی تھی؟؟عزت کی یا ذلت کی؟؟میری بہن کو ان آٹھ سالوں میں آپ لوگوں نے جس طرح سے ہویلی میں رکھا ہے میں ایک ایک بات سے واقف ہوں!!! کہنے کو وہ سید احان شاہ کے نکاح میں تھی؟ لیکن اس کے ساتھ ایک سید زادے کی بیویوں والا سلوک کیوں نہیں کیا گیا؟کیوں اسے ایک نوکرانی کی حیثیت سے رکھا گیا؟کیوں اسے ہر پل الفاظ کی مار مارتے ہوئے ذلیل کیا گیا؟؟اسماعیل خان کو غداری کے جرم میں قتل کرنے کے بعد بھی سارے بدلے میری بہن سے کیوں نکالے گئے؟؟۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کی دھاڑ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بلند ہو رہی تھی۔۔

ہمیں نکاح کے ساڑھے سات بعد معلوم ہوا تھا گلالئ ہماری بہو اور شاہ کی بیوی ہے! اگر ہمیں پہلے ہی معلوم ہو جاتا۔۔۔۔۔ابھی عادل شاہ ہارے ہوئے لہجے میں اسے اپنی صفائی دیتے جب حازق خان ان کی بات کاٹ گیا۔۔وہ انہیں بولنے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا جنہوں نے اسکی چھوٹی سی بہن کی زندگی دکھوں سے بھر دی تھی۔۔

اگر ساڑھے سات ماہ پہلے معلوم ہو جاتا تب کیا کر لیتے؟کیا تب بھی میری بہن کو بالکل اسی طرح سے آئے روز ذلیل کیا جاتا جس طرح سے شادی کے بعد آپکی شاہ بی بی اور آپکے شاہ نے کیا ہے؟؟کیا اسے دس سال کی عمر میں ہویلی سے نکال دیا جاتا؟ آپ لوگ وہ اذیت محسوس نہیں کر سکتے جو میں نے اپنی بہن کو اس گھنے جنگل میں دیکھتے محسوس کی تھی!!!۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنے ڈارک براؤن بالوں کو نوچتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔اسے جب جب جنگل کے اس چھوٹے سے گھر میں اپنی چیختی چلاتی گڑیا یاد آتی تھی اسکا دل یوں ہی جلا کرتا تھا۔۔حازق خان کی جنگل والی بات سمجھنا

زوریز شاہ اور کاظم شاہ کے علاوہ اب سب کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔۔ ارزم شاہ بھی گل کے متعلق ساری حقیقت ڈیٹیل سے نہیں جانتا تھا۔۔

مجھے معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دو۔۔۔ بیٹا!! میرا پوتا اپنی بیوی کے بغیر مر جائے گا خدا کے لئے اسے اسکی بیوی لٹا دو۔۔ وہ اس پہ ایک آنچ بھی آنے نہیں دے گا میں تمہیں گارنٹی دیتی ہوں!۔۔۔ شاہ بی بی اسکے سامنے ہاتھ جوڑتی روتے ہوئے شرمسار لہجے میں بولی تھیں۔۔

کس کس بات کے لئے آپکو معاف کروں؟ میری بہن کی معصومیت ختم کرنے کے لئے؟ اس کی عزت نفس روندھنے کے لئے؟ اسکے شوہر کو اس کے خلاف کرنے کے لئے؟ سب جانتے بوجھتے بھی اس کے شوہر کے دل میں اپنی نواسی سے شادی کا جذبہ جگانے کے لئے؟ آئے روز سازشیں کھیل کے میری معصوم سی بہن کے پیار کا فائدہ اٹھانے کے لئے؟ اس پہ زہر کا الزام لگانے کے لئے؟ اسی الزام کے جرم میں اسے بالوں سے پکڑوا کے حویلی سے نکلوانے کے لئے؟ اسکے خلاف مسلسل اسکے شوہر کے کان بھرنے کے لئے؟ اپنے ملازم سفیر خان کو خرید کے میری بہن کو حویلی کی انیکسی سے غائب کروا کے گھنے جنگل میں چھوڑنے کے لئے؟؟ آخر کس کس چیز کے لئے معاف کروں آپکو؟ میری بہن آپکو حویلی میں تو دور حویلی کی انیکسی میں بھی برداشت کیوں نہیں ہوتی تھی؟؟ کیا میرے باپ نے آپ لوگوں کی کم ملازمت کی تھی جو وہ اپنی ساری عمر میں آپ لوگوں سے ایک وہ انیکسی بھی اجرت کے طور۔ پہ حاصل نہ کر پایا؟؟ اتنی اذیتیں؟؟ اتنی اذیتیں کوئی آپ لوگوں کی نازوپلی بیٹیوں اور بہنوں کو دے تو آپ لوگ کیا کریں؟؟ کیا آپ لوگ اس انسان کو زندہ زمین پہ گھومنے دیں جس نے کبھی آپ کی بہنوں بیٹیوں کو اذیت دی ہو؟؟ اپنے بچپن اور جوانی کے سال تو میں گنتا ہی نہیں ہوں! میری زندگی جس طرح سے گزری وہ میرے باپ کا فعل تھا! لیکن میرا آپ لوگوں سے ایک سوال ہے! اس وقت آپ لوگوں کے سازشی اور سیاسی دماغ نے کام کیوں نہیں کیا تھا جب آپ لوگوں نے راؤف لکھانی کے گھر پہ ڈائریکٹ پولیس کا چھاپہ پروایا تھا؟ کیا آپ لوگ بھول گئے تھے وہ بھی ایک سیاست دان ہے؟ اپ لوگوں کے اس عمل پہ وہ اپنی انسلٹ فیل کرتا! آپ کے اس عمل پہ اس کی لپیٹ میں آپ لوگ تو نہیں آسکتے تھے لیکن جس پہ اسکا بس چل سکتا تھا وہ اپنا بس چلا بھی سکتا تھا اور اس نے چلایا بھی! اسے جب معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں پولیس کا چھاپہ پروانے کی وجہ اسماعیل خان ہے تو وہ پھر سے کھیل گیا!! اس نے ایک

دفعہ پھر اسماعیل خان کی دہکتی رگ پہ ہاتھ رکھا! والدین کی دہکتی رگ ان کی اولاد ہی تو ہوتی ہے! ؟وہ ایک دفعہ پھر اسماعیل خان سے ان کی اولاد چھین گیا!! جس کی وجہ ایک دفعہ پھر شاہوں کی غائب دماغی تھی!ایک سیاست دان ہوتے ہوئے بھی اتنا دماغ کام نہ کیا کہ راؤف لکھانی جب اپنے گھر میں پولیس کی بھاری نفری دیکھے گا تو ایک سیاست دان ہوتے ہوئے اسکی یہ بات کہاں کہاں تک پھیلے گی ؟؟اس کا غصے اور بدلے سے برا حال کیوں نہیں ہو گا؟؟خود اسماعیل خان کی جگہ ہوتے تو اپنے اس عمل کے نتائج پہ غور و فکر کرتے نا؟ابھی تو صرف ایک سیاست دان کی طرح دوسرے سیاست دان کو نیچا دیکھانے کی پڑی تھی بس کسی طرح اس کے خلاف کوئی ثبوت ملے اور اسے پیروں پہ جیل کروا کے دنیا کو بتائیں کہ آپ لوگوں نے راؤف لکھانی کو بے نقاب کر دیا!! ارے بے نقاب کرنے کے بھی بہت طریقے ہوتے ہیں جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے لیکن آپ لوگ تو سانپ ہی نہ مار سکے ؟الٹا وہ سانپ ایک دفعہ پھر میرے باپ کو ڈس گیا؟؟جس نے ایک دفعہ پھر اس سے ان کی اولاد چھین لی؟؟۔۔۔۔۔۔

حازق خان اب کی بار اپنی گرجدار دھاڑوں کو روک نہیں پا رہا تھا، اسکے دل میں بھانبھڑ جل رہے تھے وہ اپنی آواز بلند کرنے پہ مجبور ہوتا انہیں ساتھ ساتھ ان کی غلطیاں گنوا رہا تھا۔۔

کو۔کونسی۔۔اولاد؟؟۔۔۔۔۔عادل شاہ کو اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔۔

ذائشہ خان!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان دھاڑا تھا۔۔اسکے منہ سے پھر سے زائشہ خان کا نام سنتے ارزم شاہ نے صوفے پہ موجود کشن کو زور سے اپنی مٹھی میں دبوچا تھا۔۔

کون ذائشہ ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہارون شاہ نے پھر سے حیرانی سے ذائشہ کے متعلق استفسار کیا تھا۔۔

جب آپ لوگوں نے راؤف لکھانی کے گھر پہ پولیس بھجوائی تھی! اس کے کچھ روز بعد مورے کی ڈیلیوری تھی! انہیں ہاسپٹل لے جایا گیا! ان کی حالت ایک نارمل پریگننٹ عورت کی طرح تھی لیکن حیرانگی کی بات ہے وہ ایک مردہ بچی کو جنم دیتی ہیں؟ آخر کیسے ؟؟مانا انہوں نے میرا بہت غم لیا تھا! بہت تکلیف کاٹی تھی لیکن جس وقت وہ ہاسپٹل پہنچائی گئی تھیں ان کی حالت زیادہ خراب نہیں تھی! وہ حالت ایسی ضرور تھی کہ وہ ایک زندہ بچی کو جنم دے لیتی! لیکن ہوتا کیا انہیں بتایا جاتا ہے انہوں نے ایک مردہ بچی کو جنم دیا ہے؟ایک دفعہ پھر میری ماں کا دل چیر دیا جاتا ہے؟وہ ماہ جو پہلے ہی میری یادوں میں بلک بلک کے زندگی گزار رہی ہے اس سے ایک دفعہ پھر اسکی زندگی کی وجہ

چھین لی جاتی ہے؟ اور یہ وجہ اگر راؤف لکھانی تھا تو وسیلہ آپ لوگ بنے تھے! راؤف لکھانی نے آپ لوگوں کے پولیس بھجوانے والے عمل کا بدلہ میرے ماں باپ سے لیا تھا کیونکہ یہاں اس کا بس چل سکتا تھا! اس نے کیا کیا؟؟ اس نے۔۔۔ اس نے اسماعیل خان کی پیدا ہونے والی زندہ بیٹی کو ایک مردہ بیٹی سے ریپلیس کروا کے ایک غلیظ جگہ کی زینت بنوا دیا!! یہ سوچ کتنی اذیت ناک ہو سکتی ہے؟ کہ میری بہن ذائشہ خان نے اپنی آنکھیں ہاسپٹل میں اپنے ماں باپ کے بازوؤں میں کھولنے کی بجائے کھوٹے کی ایک بائی کے ہاتھوں۔۔۔۔۔۔ ابھی حازق خان مزید دھاڑ تا جب ارزم شاہ اپنی پوری قوت سے چلایا تھا۔۔

اے خبر دار!!! خبر دار جو تم نے میری بیوی کا تعلق اس گندی اور غلیظ جگہ سے جوڑا!! میں جان لے لوں تیری!!!!!۔۔۔۔ ارزم شاہ شدید غصے سے لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے دھاڑ تا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔۔

کیوں حقیقت سن کے اتنا ڈر لگ رہا ہے تم سب کو؟ میری بہن کو اس کھوٹے پہ پہنچانے والا اگر راؤف لکھانی تھا تو اسے یہاں تک آنے کا موقع تمہارے باپ دادا نے دیا تھا! ان کی سیاست کے چکروں میں میری بہن کو اس کوٹھے کی زینت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میجر!!!!!!!!!!! ایک لفظ مزید نہیں!!!۔۔۔۔ حازق خان ابھی مزید چلاتا جب ارزم شاہ نے اپنی پوری قوت سے حلق کے بل چلاتے ہوئے سینٹرل ٹیبل پہ ٹانگ مارتے ہوئے اسے زمین بوس کیا تھا۔۔ سینٹرل ٹیبل پہ موجود کھانے کی تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ تمام برتن زمین بوس ہوئے تھے، شیشے کا ٹیبل تڑخ کے کتنے ہی حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔ وہ ذائشہ خان کا ماضی کسی کے سامنے نہیں کھولنا چاہتا تھا۔۔

تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے؟؟ کیا میرے انکشافات برداشت نہیں ہو رہے تم لوگوں سے؟؟ جب میری بہن کو ہاسپٹل سے غائب کروایا گیا تب شاہ حویلی والوں نے چھان بین کیوں نہیں کروائی! آخر کسی ایک کا بھی دماغ کام کیوں نہیں کیا؟؟ آخر کوئی ایک بھی اس وقت ہاسپٹل میں اسماعیل خان کے پاس موجود کیوں نہیں تھا؟؟ ارے اتنی اونچی ناک؟ تم لوگ تو دنیا والوں کے سامنے نیک اور نرم دل لوگوں میں شامل ہوتے ہو پھر آخر اپنے ایک نوکر سے وفاداری کیوں نہیں نبھا سکے؟ اسے اس مشکل وقت میں ہاسپٹل میں اکیلے چکر کیوں لگانے پڑے؟ کیوں مردہ بچی کو دیکھ کے اکیلے رونا پڑا؟ جب اسے بولا جاتا تھا وہ اکیلا نہیں ہے اس کے منہ بولے بھائی (ھارون، دریاب) اس کے

ساتھ ہیں تو پھر کیوں ہمیشہ اس کی امیدوں کو توڑ کے اسے اکیلا کیا جاتا تھا؟ یا تو امیدیں مت دلاؤ یا پھر امیدوں پہ پورا اتر جاؤ!! میرا خاندان صرف راؤف لکھانی نے نہیں بکھیرا اس خاندان کو بکھیرنے میں تم سب سیاست دان برابر کے شریک ہو!! تم لوگوں کی وجہ سے میری بہنیں کتنے ہی مردوں کی نظروں کا مرکز بنی ہیں!! گلالئی اسماعیل خان کو جنگل میں درندوں کے گھر کی زینت بنایا گیا تو ذائشہ اسماعیل خان کو طوائف بننے پہ۔۔۔۔۔۔۔ابھی حازق خان مزید دھاڑ کے انہیں اپنے خاندان کے نقصان گنوانے ہی والا تھا جب اسے ذائشہ خان کے متعلق طوائف کا لفظ استعمال کرتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکے مقابل آتا اپنی پوری قوت سے اسکے گال پہ مکا جھڑ گیا۔۔سب ارزم شاہ کے اس عمل پہ حواس باختہ ہوتے اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے تھے۔۔اسکے اس عمل پہ حازق خان ابھی کوئی ایکشن لینے ہی والا تھا جب کاظم شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے ارزم شاہ کو خود کے مقابل کرتے شدید غصے سے اسکے چہرے پہ تھپڑ جھڑا تھا۔۔چٹاخ کی آواز پورے کمرے میں بلند ہوئی تھی۔۔زہرہ مام اور شاہ بی بی کی چیخیں پہلے سے زیادہ بلند ہوئی تھیں۔۔

لالہ!!!!!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ اس کے اس عمل پہ دھاڑتا ہوا ان کی طرف بڑھا تھا۔۔

دماغ درست ہے تمہارا؟؟ چھوٹے بڑے کی تمیز کیوں بھولے ہوئے ہو آجکل؟؟ میرا دل چاہ رہا ہے میں تمہارا حشر برا کر دوں! تمہاری جرآت کیسے ہوئی خود سے بڑے شخص پہ ہاتھ اٹھانے کی؟ کسی کے گھر میں کھڑے ہو کے مالک پہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے ذرا شرم نہیں آئی تمہیں؟!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکا بازو پیچھے اسکی پشت کی طرف موڑ کے اسے کچھ عقل دیتا طیش کے عالم میں دھاڑا تھا۔۔زوریز شاہ نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی، ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے کاظم شاہ کی طرف دیکھے بغیر خود کو اس سے چھڑواتے ہوئے اپنا رخ پھر سے حازق خان کی طرف موڑا تھا۔کاظم شاہ کو پہلے ہی ڈر تھا وہ آج یہاں کچھ کر جائے گا اور وہ کر گیا تھا اس نے اپنے لاڈلے بھائی پہ سب کے سامنے ہاتھ اٹھایا تھا اور وہ یہ ہاتھ اٹھانے پہ مجبور ہوا تھا، اگر وہ یہ ہاتھ نہ اٹھاتا تو یہاں سالے اور بہنوئی میں بری طرح سے ہاتھا پائی ہو جاتی جس کے نتائج شاید نہیں یقیناً بہت برے نکلتے۔۔۔۔

تیری جرآت کیسے ہوئی ذائشہ خان کو ایک طوائف سے ملانے کی؟؟تم لوگوں کو کن الفاظ سے سمجھاؤں وہ طوائف نہیں ہے!! وہ سید ارزم شاہ کا دل ہے!! سید ارزم شاہ کی جان بستی ہے ذائشہ ارزم شاہ میں!!! میں جان لے لوں گا ہر اس شخص کی جس نے میری بیوی کے لئے یہ غلیظ لفظ استعمال کیا! اسکا تعلق ایک کھوٹے سے جوڑنے کی کوشش بھی کی تو!!! وہ پاک ہے کیونکہ وہ سید ارزم شاہ کی ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ گرجدار آواز میں شدید غصے سے دھاڑتا ہوا خان مینشن کی دیواریں ہلا رہا تھا۔کچھ ماہ پہلے عاشر لکھانی کی باتیں ایک دفعہ پھر سے اسکے دماغ میں گونجی تھیں۔۔حازق خان نے بے حد سنجیدگی سے اسے دیکھتے اسکے نشان زدہ سفید گال کو دیکھا تھا جس پہ شہد رنگ بیرڈ کافی بچ رہی تھی لیکن کاظم شاہ کے مضبوط ہاتھ کی انگلیوں کا نشان بری طرح سے چھپ چکا تھا، دل تو کر رہا تھا اسکے اسی گال پہ بالکل اسی طرح سے مکا جھڑے جس طرح سے اس نے جرآت کی تھی لیکن نا جانے کیوں اس کی باتوں سے وہ خود کو اپنا بدلہ لینے سے روک گیا۔اس کی آنکھوں میں اس وقت ذائشہ خان کے لئے شدید محبت اور جنون کوئی اندھا بھی نوٹ کر سکتا تھا تو پھر حازق خان کیسے نہ کرتا جو آج کل خود محبت کا مریض بنا ہوا تھا۔حازق خان اور ارزم شاہ کی باتوں سے ان سب پہ ایک نئی حقیقت آشکار ہوئی تھی کہ ذائشہ خان کا تعلق کھوٹے سے رہا ہے اور وہی ذائشہ خان سید ارزم شاہ کے نکاح میں ہے۔۔یہ انکشاف چھوٹا نہیں تھا۔اس انکشاف کو ہضم کرنا مشکل تھا۔۔

تم کوٹھے پہ کیا کرنے جاتے رہے ہو؟تم ذائشہ کے متعلق کیسے جانتے ہو؟تم ہم سے پوچھے بغیر ایک طوائف سے نکاح کیسے کر سکتے ہو؟؟۔۔۔ان کی باتیں سننے کے بعد دریاب شاہ مفلوج ہوتے دماغ سے غرائے تھے، ایک دفعہ پھر خاندان کی ساکھ یاد آئی تھی، اگر کسی کو معلوم ہو گا ایک سید زادہ ایک طوائف کو نکاح میں لے چکا ہے تو لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے؟ان سب باتوں کو سوچتے ہوئے وہ یہ سب بولنے پہ مجبور ہوئے تھے جس پہ حازق خان استہزایا ہنستے ہوئے سر جھٹک گیا۔

بابا!!!!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے ان کے سخت الفاظ پہ انہیں تنبیہہ انداز میں پکارا تھا۔۔

صرف نکاح؟؟میں آپ لوگوں سے پوچھے بغیر ذائشہ خان سے رخصتی بھی کر سکتا ہوں اور اسی ذائشہ خان سے آپ لوگوں کے خاندان کے وارث کو پیدا بھی کروا سکتا ہوں جسے آپ لوگ اس وقت ایک طوائف سے ملا رہے ہیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ باپ کے منہ سے اپنی بیوی کے لئے طوائف کا لفظ سن کے ہاتھ اٹھانے سے تو رہا اسی لئے

شدید غصے میں بے باکی سے دھاڑتا ہوا سب کے چہرے سرخ کر گیا۔۔ آخر یہاں کون تھا جو اس کی اس بے باک بات کا مطلب نہ سمجھ سکتا؟؟ حازق خان کا شدید سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے زوریز شاہ نے زور سے نچلا لب دانتوں کے کنارہ تلے دبایا تھا۔۔

کیا آپ لوگوں نے کبھی ایک طوائف کے متعلق پڑھا ہے؟؟ طوائف کیا ہوتی ہے؟؟ کیا ایک کوٹھے میں رہنے والی ہر عورت طوائف ہوتی ہے؟ ایک ایسی لڑکی جو کوٹھے میں رہتے ہوئے بھی خود کو سب کی نظروں سے چھپا کے رکھے اپنے وجود پہ کسی کی نگاہ بھی نہ پڑنے دے! طوائفوں والے کام کرنا تو دور کسی غیر مرد کے سامنے بھی نہ جائے! کیا اسے طوائفوں میں گننا گناہ کے ذمرے میں نہیں آتا؟؟ زائشہ خان ایک ایسی لڑکی ہے جو بد قسمتی سے اس غلیظ جگہ تک بھجوائی گئی لیکن!! لیکن اس نے آج تک حرام کام میں ملوث ہوتے اپنے محرم کی امانت میں خیانت نہیں کی!! اس نے سترہ سال اس غلیظ جگہ میں خود کو سینچ سینچ ہے رکھا! اس گندی جگہ میں رہتے ہوئے بھی خود کو چھپایا! پڑھائی کی!! اور کیا چاہتے ہیں آپ لوگ ذائشہ خان سے؟؟ اور کیا کرے وہ؟ سترہ سال کی عمر میں وہاں سے بھاگ کے بھی کسی حرام کام کی طرف جانے کی بجائے ایک محفوظ پناہ گاہ کے لئے چند سال یتیم خانے میں گزار لئے لیکن کسی غیر مرد سے تعلق نہیں بنایا! یہاں کچھ سال گزارنے کے بعد پڑھائی کے لئے یونی چلی گئی! خود کو سب کی نظروں سے بچا کے ہوسٹل میں چھپا لیا! کیا ابھی بھی اس کے لئے ایک طوائف کا لفظ استعمال کرنا درست ہے؟؟ آخر کیوں نہیں سمجھتے آپ لوگ یہ طوائف کا لفظ آپ لوگوں کے لئے چھوٹا ہو سکتا ہے لیکن ایک شوہر کے لئے چھوٹا نہیں ہو سکتا! میرا دل چاہتا ہے میں جس جس کے منہ سے ذائشہ خان کے لئے یہ لفظ سنوں میں اس کی زبان کاٹ ڈالوں!!! آپ لوگ میری تکلیف محسوس کیوں نہیں کرتے؟؟ کیوں ہر دفعہ میری بیوی کے متعلق ایسے الفاظ بول کے میرا سینہ چیرا جاتا ہے؟ کون کہتا ہے سینہ صرف چھڑی، چاقو یا بندوق سے زخمی کیا جا سکتا ہے؟ کوئی سید ارزم شاہ سے تو پوچھے جس کا سینہ ذائشہ خان کے لئے طوائف کا لفظ استعمال کر کے آسانی سے چیرا جا سکتا ہے! آج کل اتنی آسانی سے سینہ زخمی کیوں کر دیا جاتا ہے؟؟ کیوں ہر کوٹھے میں رہنے والی عورت کو سوالیہ نشان بنایا جاتا ہے؟ کیا وہاں انسان نہیں رہتے؟ ہاں مانتا ہوں جگہ گندی ہے غلیظ ہے! لیکن وہاں رہنے والی تمام عورتوں کو ایک جیسا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ کیا ان کا دل نہیں ہوتا؟ کیا اللہ نے انہیں ہمارے جیسا دل نہیں دیا؟ کیا ان کا دل نہیں چاہتا کوئی انہیں اپنے نکاح میں لے کے ایک

پر سکون جگہ پہ لے جائے؟؟ ہر کوٹھے میں رہنے والی عورت کے لئے طوائف کا لفظ استعمال نہیں کیا کرتے! اصل طوائف وہ ہوتی ہے جو جسم فروشی کر جائے! لیکن ذائشہ خان کے متعلق جانتے ہیں؟ ایک ایسی لڑکی جو زنجیروں کی مار کھالے لیکن جسم فروشی نہ کرے! کیا اسے طوائف پکارنے والے کا خون بہانا ارزم شاہ پہ فرض نہیں ہے؟ کیا اس انسان کا قتل ارزم شاہ پہ واجب نہیں ہے؟؟ کوئی ذائشہ خان بن کے تو دیکھائے؟ کوئی اس جیسی زندگی گزار کے زندہ رہ کے تو دیکھائے؟ کوئی اس جیسی محبت کر کے تو دیکھائے؟ کوئی اس جیسا عشق کر کے تو دیکھائے؟ اگر کوٹھے میں رہنے والی تمام عورتیں زائشہ خان بن جائیں تو کیا اللہ ان سب کے نصیب میں سید ارزم شاہ نہ لکھ دے؟؟ ذائشہ خان کو صرف میرے لئے ہی کیوں چنا گیا اور مجھے صرف ذائشہ کے لئے کیوں چنا گیا؟ کوئی ابھی بھی نہ سمجھے تو لعنت ہے اس کی عقل پہ!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ جو کب سے دھاڑتا جا رہا تھا زائشہ خان کی زنجیروں سے مار کا ذکر کرتے ہوئے اس کی آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی گلابی ہوئی تھیں، آنکھوں میں آنسوؤں کی لکیر تھی جسے وہ پلکیں جھپک جھپک کے سب سے چھپا رہا تھا۔۔وہ ذائشہ خان کی ساری زندگی ان کے سامنے کھول گیا تھا جو وہ کبھی نہیں کھولنا چاہتا تھا۔۔وہ کسی کو بھی ذائشہ خان کے ماضی متعلق ہوا بھی لگنے نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس کے لئے ایک لفظ "طوائف" اسے یہ سب بولنے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ سب کو بتانا چاہتا تھا اسکی ذی طوائف نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے اس کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔۔وہ سب کچھ بتاتے ہوئے بھی وہ منظر اسکپ کر گیا جب اس نے تمام مردوں کے سامنے زندگی میں پہلی بار رقص کیا تھا، وہ اس نے جان بوجھ کے تو نہیں کیا تھا؟ وہ تو اس نے اپنے شوہر کی جان بچانے کی خاطر عشق کی انتہا کرتے ہوئے کیا تھا تو پھر آخر وہ کیونکر اس واقعے کے متعلق کسی کو ہوا بھی لگنے دیتا! وہ تو ان تمام دوستوں سے قطع تعلق کر چکا تھا جو اس روز اس کے ساتھ کوٹھے پہ موجود تھے۔۔وہ ہر وہ راز دفن کر دینا چاہتا تھا جو ذائشہ خان کے ماضی سے جڑا ہو۔۔۔کیا ذائشہ خان اور ارزم شاہ جیسی پاک محبت کوئی کر سکتا تھا؟۔۔۔ارزم شاہ کے الفاظ سننے کے بعد کچھ دیر کے لئے خاموشی چھائی تھی۔۔کوئی بھی کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔۔اس کے الفاظ اور ان الفاظ میں موجود تکلیف یہاں موجود ہر شخص پہ واضح کر چکی تھی ذائشہ خان اور ارزم شاہ ایک دوسرے کے لئے کس قدر ضروری ہیں!! دریاب شاہ کو اپنے الفاظ کی سختی کا اندازہ ارزم شاہ کی باتیں سننے کے بعد ہوا تھا۔۔ارزم شاہ کی باتیں رونگھٹے کھڑے کر دینے والی تھیں۔زہر رہ شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

مجھے میری بہنوں کی آزادی چاہئیے!!!۔۔۔۔۔۔حازق خان کچھ منٹ گزرنے کے بعد سنجیدگی سے ختمی انداز میں بولتا ہوا ارزم شاہ کا میٹر مزید شارٹ کر گیا تھا۔۔

بیٹھ کے بات کرتے ہیں!!۔۔۔۔۔۔ابھی ارزم شاہ شدید غصے سے کچھ بولنے ہی والا تھا جب کاظم شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے خود کے قابو کرتا صوفے پہ دھکیلتے ہوئے روعب دار آواز میں سب کو بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔۔

جی کیوں نہیں! بیٹھ کے بھی میرا موٴقف نہیں بدلے گا! مجھے میری بہنوں کی آزادی ہر صورت چاہئیے!! ۔۔۔۔۔۔۔

حازق خان صوفے پہ بیٹھ کے ٹانگ پہ ٹانگ جماتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔۔

تم اب ایک لفظ مزید نہیں بولو گے! پہلے سب کو بات کرنے دو!!!۔۔۔کاظم شاہ ارزم شاہ کے منہ پہ ہاتھ رکھتے دبی دبی آواز میں اسکے کان میں غرایا تھا جس کی زبان بند نہیں ہو رہی تھی۔۔ارزم شاہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتا اسکا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹا گیا۔۔اسکی شکوہ کناں نظروں کا مطلب کاظم شاہ سمجھ چکا تھا،وہ اسکے ہاتھ اٹھانے پہ شکوہ کر رہا تھا۔۔وہ پہلے ہی ان سے اتنا ناراض تھا اب تو یقیناً اسے منانا ناممکنات میں سے تھا لیکن کاظم شاہ نے حق پہ ہاتھ اٹھایا تھا اگر وہ یہ ہاتھ نہ اٹھاتا تو یقیناً بہت تباہی ہونی تھی۔۔

دیکھو بیٹا! رشتے اتنی آسانی سے نہیں توڑے جاتے! ماضی میں جو بھی ہوا ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں! ساری غلطی اگر اسماعیل خان کی نہیں تھی تو ساری غلطی ہماری بھی نہیں تھی! بابا نے ہم سے پوچھے بغیر اسماعیل خان کی مقبری کروائی تھی۔۔اگر میں یا دریاب وقت پہ اس سب کے متعلق جان لیتے تو باخدا ایسا نہ ہونے دیتے! ہم اتنا ضرور جانتے تھے کہ بابا غصے میں اسماعیل خان کا قتل کروانے کا بول رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے تھے وہ واقعی ہی ملازم کے تحت اسکی مقبری کروادیں گے! اور جہاں تک رہی راوٴف لکھانی کے ہاں پولیس بھجوانے کی بات تو ہاں ہم اپنی غلطی مانتے ہیں! اس دوران ہم واقعی ہی راوٴف لکھانی کو نیچا دیکھانا چاہتے تھے لیکن افسوس اس کے گھر سے ثبوت نہ مل پائے! لیکن بات صرف یہ نہیں ہے کہ ہم اسے صرف نیچا ہی دیکھانا چاہتے تھے ہم اس سے تمہیں آزاد بھی کروانا چاہتے تھے لیکن مجھے افسوس ہے وہ وقت ہمارے حق میں نہیں تھا!! مجھے لگتا ہے ہمیں ساری پرانی باتیں چھوڑ کے ابھی کے حالات پہ توجہ دینی چاہئیے! تم اس وقت جذباتی ہو کے سوچ رہے ہو! بہنوں کے بھائی ایسی سوچ نہیں رکھا کرتے! پٹھان اگر اپنے نکاح میں موجود عورت کو آزاد نہیں کرتے تو سیدزادے بھی نہیں کیا کرتے! میں تمہیں

گارنٹی دیتا ہوں تمہاری بہنوں کو ہماری ہویلی میں مزید کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی تم سوچ سمجھ کے سوچو!!۔۔۔۔ھارون شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے سنجیدگی اور نرمی سے حازق خان کو سمجھایا تھا۔۔

آپ لوگوں کو لگتا ہے میری بہنیں اپنے باپ کے قاتلوں کی ہویلی میں زندگی گزاریں گی؟؟نو نیور! کوئی بھی لڑکی اپنے باپ کے قاتلوں میں نہیں رہ سکتی! اور سب سے بڑی بات میں انہیں آپ لوگوں میں رکھنا ہی نہیں چاہتا! آپ لوگ رہے سیاست دان! سیاسی دماغ کے لوگ!! آپ کی اور ہماری نہیں بن سکتی! میں اپنی بہنوں کو ایک پر سکون زندگی دینا چاہتا ہوں جو سکون کم از کم انہیں آپ لوگوں کی ہویلی میں تو بالکل نہیں مل سکتا! اب آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے میں نے اگر بہنوں کو آزادی دلوانی تھی تو اتنا انتظار کیوں کیا؟اس کی ایک وجہ تھی گلالئ اس وقت حاملہ ہے!! دو ماہ کے بعد مجھے اس کی آزادی چاہئیے! صرف یہی وجہ تھی میری خاموشی کی! اور جہاں تک رہی ذائشہ خان کی بات تو دریاب شاہ کے مطابق ان کا سپوت ایک طوائف سے نکاح کیسے کر سکتا ہے؟واقعی میں آپ کے ساتھ ہوں میں آپکے خاندان کو رسوا ہونے نہیں دوں گا! مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر ذائشہ خان کی آزادی چاہئیے! میں امید کرتا ہوں اس کے بعد اپکے خاندان کی ساکھ پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا!!!۔۔۔۔حازق خان دوٹوک انداز میں ھارون شاہ اور دریاب شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔اس دوران اس نے ارزم شاہ سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔۔حازق خان کے منہ سے گلالئ کی حاملہ حالت کا سنتے کاظم شاہ، ارزم شاہ اور زوریز شاہ کے علاوہ ایک دفعہ پھر سے سب پہ دھماکہ ہوا تھا۔۔سب کے منہ حیرت سے کھلے تھے۔۔شاہ بی بی کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر خود ہی اپنی رخصتی کرنے پہ مجبور مت کرو میجر!! پھر یہ نہ ہو تمہیں اپنی یہ بات دہرانے کے لئے مزید نو ماہ کا انتظار کرنا پڑ جائے!!۔۔۔ارزم شاہ اپنی لہو رنگ آنکھیں حازق خان پہ گاڑتا کسی کا بھی لحاظ کئے بنا زو معنی انداز میں بے باکی سے دھاڑا تھا،اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔زوریز شاہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ دوست کے سرخ ہوتے چہرے پہ ترس کھائے یا بھائی جیسے کزن کی عاشقوں والی حالت پہ!! کاظم شاہ نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے سنجیدگی سے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو ارزم شاہ کے الفاظ پہ اسے شدید غصے سے گھور رہا تھا۔۔

دیکھو بچے تم ہمارے گناہوں کی سزا ہمارے بچوں کو دے کے غلط کر رہے ہو! مجھے ذائشہ خان اپنی بہو کے طور پہ قبول ہے وہ سب میں نے اچانک حیرانگی کی کیفیت میں بولا تھا! بدلہ لینے کے چکر میں تم چار نہیں پانچ زندگیاں برباد کرو گی! اس ننھی سی جان کا کیا قصور ہے جسے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے باپ کے سایے سے دور کر دو گے ؟۔۔۔۔۔۔اب کی بار ھارون شاہ کی بجائے دریاب شاہ نے کوشش کی تھی۔

اسے میں باپ بن کے پال لوں گا! سیدھی صاف بات ہے مجھے آپ لوگوں کے خون پہ بھروسہ نہیں ہے! ایک کی وجہ سے میری بہن ہویلی کے ساتھ ساتھ جنگل میں ذلیل ہوتی رہی ہے! تو دوسرا سپوت بھی اسی کا بھائی اور آپ لوگوں کا خون ہے! مجھے اب کسی پہ بھروسہ نہیں رہا! ایک وقت آتا ہے جب محبت اور عشق کے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں جیسے سید احان شاہ کے محبت کے دعوے وہی رہ چکے تھے لیکن بیوی اس کی پورا دن اور پوری رات جنگل میں ذلیل ہوتی رہی لیکن وہ ناواقف تھا! میں نے بہت سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ کیا ہے اور آپ لوگ مجھے میرے اس فیصلے سے ہٹا نہیں سکتے! مجھے میری بہنیں آزاد چاہئیے اور ہر صورت چاہئیے! ذائشہ خان کو اپارٹمنٹ سے اپنے مینشن تک لانا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن میں شروع شروع میں زبردستی کرنے کی بجائے عزت سے اپنا فیصلہ سنا رہا ہوں ورنہ۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کا جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا جب ارزم شاہ پھر سے بھڑک اٹھا۔۔

ورنہ ؟ ورنہ کیا؟؟ جان سے مارے گا مجھے !؟؟ ساڑھے تیئیس سال سے کہاں تھا؟ تب بہن یاد کیوں نہیں ائی ؟ تب بہن بھائی کے ہوتے ہوئے بھی اپنی پوری زندگی در در کیوں بھٹکتی رہی؟ تب غیرت کہاں تھی تمہاری؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ صوفے کے بازو پہ زور سے ہاتھ مار کے آگے کی طرف ہوتا اپنے دوسرے ہاتھ کی کی مٹھی بھینچ کے طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا، اس کا بس نہیں تھا وہ اپنے سالے کا قتل کر دے۔ وہ غصے میں آپ سے تم پہ آجاتا تھا۔

میں تمہیں جوابدہ نہیں ہوں! اس سوال کا جواب میں اپنی بہن کو خود دے لوں گا تم سے جتنا بولا ہے اتنا کرو! کیا معلوم تم نے بھی میری بہن کی معصومیت دیکھ کے اسے اپنے جال میں پھنسا لیا ہو؟۔۔۔۔۔حازق خان ایک ایک لفظ چبا کے بولتا آخری جملہ جان بوجھ کے بولا تھا، وہ شاید ارزم شاہ کی برداشت کا لیول چیک کرنا چاہتا تھا۔۔

تم نے مجھے کیا سمجھا ہوا ہے؟؟ میں کسی کے باپ سے نہ ڈرنے والے تم سے ڈرو گا؟؟ باپ کی عزت اپنی جگہ لیکن میں اس باپ سے اس وقت بھی لڑ پڑتا ہوں جب وہ حق پہ نہیں ہوتے! تو پھر تم کس کھیت کی مولی ہو میجر؟ تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں تمہاری جی حضوری کرتے ہوئے اپنی بیوی تمہارے حوالے کر دوں گا؟؟ ذائشہ خان کے نام کے ساتھ قیامت تک اگر کوئی نام جڑا رہے گا تو وہ سید ارزم شاہ کا نام ہے!! میں تجھے چیلنج کرتا ہوں میجر ایک ہفتے کے اندر اندر مجھ سے میری بیوی آزاد کروا کے دیکھا! اگر اس ایک ہفتے میں تم نے مجھ سے میری بیوی آزاد کروالی اپنا سر منڈوا کے سو جوتے کھاؤ گا تم سے!! اور اگر تو تم اپنی امیدوں پہ خود ہی پورے نہ اترے تو میرا تمہیں ایک مشورہ ہے چوہے مار دوائیاں نگل کے مر جانا لیکن میرے سامنے مت آنا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسے چیلنج دیتی نگاہوں سے دیکھتا شدید غصے سے دھاڑتا حازق خان کی زبان بند کروا گیا، اسکے آخری الفاظ پہ کاظم شاہ نے کھانستے ہوئے اسے خاموش رہنے کا سائن دیا تھا جو اب سالے سے جان بوجھ کے اونچے اونچے پنگے لے رہا تھا۔ اس کے الفاظ میں اتنی مضبوطی تھی کہ حازق خان بے ساختہ اسے دانت پیس کے غصے سے گھورتا اپنا رخ ھارون اور دریاب شاہ کی طرف کر گیا۔۔ اس نے اسکا چیلنج اگر ایکسیپٹ نہیں کیا تھا تو ریجیکٹ بھی نہیں کیا تھا۔۔

دیکھ تو لی ہو گی آپ کے بیٹے میں کتنی تمیز ہے؟ یہ کہیں سے بھی ایک میجر کا بہنوئی (سالا) بننے کے لائق نہیں ہے! اور جہاں تک رہی آپ کے دوسرے بیٹے کی بات جسے راتوں کے اندھیروں میں اس مینشن میں گھسنا پسند ہے لیکن صبح کی روشنی میں وہ بزدلوں کی طرح یہاں آ کے فیصلہ سننے کی بجائے اپنی ہویلی میں چھپا بیٹا ہے! ویسا کانوں کا کچا بہنوئی بھی مجھے کسی صورت قبول نہیں ہے! یہ دونوں میری بہنوں کی امیدوں پہ پورا نہیں اتر سکتے! مجھے۔۔۔۔۔

بہن کی امید پہ پورا نہ اترتے تو تین دفعہ "قبول ہے" وہ بھائی سے پوچھے بغیر نہ کہہ دیتی!!۔۔ ارزم شاہ نے حازق خان کو بات مکمل کرنے کا موقع پھر سے نہیں دیا تھا وہ ایک دفعہ پھر اسکی بات کاٹ گیا تھا لیکن اس دفعہ وہ دھاڑ نہیں تھا بلکہ لہجہ استہزایا تھا۔۔ اسکے جواب پہ زوریز شاہ اور کاظم شاہ نے نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے کچلتے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔ حازق خان نے ایک دفعہ پھر اسکی زبان درازی پہ اسے گھور کے دیکھا تھا۔

مجھے میری بات ٹوکنے والے لوگ سخت زہر لگتے ہیں!۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان دانت کچکچا کے غصے سے جھنجھلاتے ہوئے بولا تھا۔۔

اور تیزاب سے بھی برے(harpic) اور مجھے میری بیوی سے دور کرنے والے لوگ واشروم میں موجود ہارپک لگتے ہیں!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتا دوبدو گویا ہوا تھا۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ نے نا محسوس انداز میں اسکے کندھے پہ مکا جھڑتے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔ارزم شاہ نے اسکی طرف ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا تھا۔اسے اپنے گال پہ ابھی تک جلن محسوس ہو رہی تھی جہاں کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ کی چھاپ چھوڑی تھی۔اسکی حاضر جوابی پہ حازق خان کا دل بری طرح سے جلا تھا۔۔یہ سالا واقعی ہی اسے ٹف ٹائم دینے والا تھا وہ اسکے الفاظ کی مضبوطی بتا رہی تھی۔۔حازق خان نے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا تھا۔۔

احان شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا،حازق خان کو گفتگو شروع کرتے دیکھ کے وہ باہر ہی رک چکا تھا،حازق خان کے بعد ان سب کی گفتگو سنتے احان شاہ کو اپنی سانسیں سینے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں،وہ اس حقیقت کو کسی صورت ہضم نہیں کر پا رہا تھا کہ اس کے باپ دادا نے اسماعیل خان کو قتل کروایا ہے اور اس پہ تضاد حازق خان کا اپنی بہن کے لئے آزادی کا مطالبہ ؟؟۔۔۔وہ اس وقت سیاہ شکن زدہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔دودھیا سفید رنگت بخار کی وجہ سے شدید سرخ تھی،ہری آنکھوں ہمیشہ کی طرح سوجھی ہوئی تھیں،بھورے بال ماتھے پہ بے ترتیب تھے،بڑھی ہوئی شیو چہرے پہ کافی جچ رہی تھی۔یہ سب سننے کے بعد احان شاہ کو اس وقت اپنے سامنے زمین گول گول گھومتی محسوس ہو رہی تھی،ایک تو وہ پہلے ہی بخار میں بری طرح سے تپ رہا تھا اور اس پہ تضاد ان سب گفتگو سننے کے بعد وہ تو جیسے زلزلوں کی زد میں تھا۔۔اسے شدید انگزائٹی ہو رہی تھی۔دل باہر آتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔کیا اس کی گل اس سب کے بعد اسے معاف کرے گی؟وہ اپنے سینے کو ہاتھ سے رب کرتا ہوا گہری سانس بھر رہا تھا جب نگاہیں اچانک سے سامنے کی طرف اٹھی تھیں جہاں وہ متاعِ جاں آنسوؤں سے تر چہرہ لئے ساکت کھڑی اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتی اپنی ہچکیاں دبا رہی تھی،وہ اس وقت کمرے کے دروازے کے سہارے کھڑی تھی،اگر اس نے یہ دروازہ نہ تھاما ہوتا تو وہ یقیناً بری طرح سے گر جاتی۔۔رونے کی وجہ سے اس کے لرزتے وجود کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنی گلابی ہوتی ہری آنکھوں کو زور سے میچ کے کھولا تھا،آج پھر کرسٹل گرے آنکھیں اپنا دیدار کروا رہی تھیں لیکن ان آنکھوں میں آج اس قدر درد تھا کہ احان شاہ کو اپنے دل کے ٹکرے ٹکرے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔

افف! وہ نفی میں سر ہلائے شاکڈ کی کیفیت میں روتی ہوئی اپنی ہچکیاں دبانے میں مصروف تھی،اس نے ابھی تک

اسکی طرف نہیں دیکھا تھا اس کی نگاہیں تو ڈرائنگ روم کی سمت کسی غیر مرئی نقطے پہ مرکوز تھیں، اسکی حالت دیکھ کے یہ جاننا مشکل نہیں تھا، پورا حقیقت گلالئ نے بھی آج ہی جانی ہے۔۔وہ اس وقت سیاہ چادر میں اپنے پریگننٹ وجود کو چھپائے روتی ہوئی کوئی سوگوار حسن معلوم ہو رہی تھی۔۔احان شاہ کا دل کر رہا تھا وہ ابھی تیزی سے اس تم پہنچتا اسے اپنے سینے میں زور سے بھینچ کے چپ کروائے، اسکے آنسو اپنے سلگتے لبوں سے شدت سے چن لے لیکن وہ اسکی اس !!محبت کو جسم کی محبت کا نام دے جاتی!!! افف یہ تکلیف

آوازیں اندر سے ہنوز آ رہی تھیں لیکن احان شاہ کے قدم جیسے کسی نے زمین میں جکڑے ہوئے تھے، ان سب کی سماعتیں تو اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں لیکن نظروں کا مرکز اس وقت صرف وہ نازک جان تھی۔۔

گل!!!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اچانک سے دروازے کا سہارا چھوڑ کے زمین بوس ہوتے دیکھ کے احان شاہ اپنی پوری قوت سے چلاتا ہوا بھاگنے کے انداز میں اس کی طرف بڑھا تھا۔احان شاہ کے چلانے پہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تمام نفوس کے کان کھڑے ہوئے تھے، زبانوں کو بریک لگی تھی۔۔حازق خان جو ارزم شاہ کو جواب دینے والا تھا احان شاہ کی بلند آواز میں گلالئ کے فکرمندی محسوس کرتے اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا وہ جلدی سے ڈرائنگ روم سے اٹھتا باہر کی طرف بھاگا تھا، نظروں تیزی سے گلالئ کے نیچے والے روم کی طرف گھمائی تھیں جہاں احان شاہ اسکی زمین بوس ہوتی بہن کو بروقت بچا کے اپنی بانہوں میں بھینچ چکا تھا۔۔حازق خان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا اگر وہ گر جاتی تو؟؟ وہ صبح کے وقت نیچے والے کمرے میں موجود ہوتی تھی حازق خان یہ بات کیسے بھول چکا تھا؟؟ وہ کیسے بہن کی نیچے موجودگی کو فراموش کر کے ان تمام انکشافات کا ذکر کر سکتا تھا؟؟ افففف۔۔۔حازق خان کو خود پہ غصہ آیا تھا۔۔۔

دور ہٹ میری بہن!!۔۔۔۔۔۔۔اسے گلالئ کو گود میں اٹھاتے دیکھ کے حازق خان ہوش میں آتے غصے سے چیختا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا، احان شاہ اس پہ ایک غصیلی نگاہ ڈالتا گلالئ کا گال تھپتھپاتے اسے مدھم آواز میں پکارتا بانہوں میں اٹھائے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔پہلے احان شاہ اور پھر حازق خان کی دھاڑ پہ سب ڈرائنگ روم سے اٹھتے باہر کی طرف بڑھے تھے، اس منظر کو دیکھتے وہ سب احان شاہ کی یہاں موجودگی کو دیکھ کے حیران تھے۔۔۔

گل! میری جان آنکھیں کھولو!!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے احتیاط سے بیڈ پہ لٹاتا بے ہوش گلالئ کا چہرہ پیار سے تھپتھپاتے اسے فکر مندی سے ہوش دلانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن بے سود۔۔۔حازق خان کے پیچھے ہی سب فکر مندی سے گلالئ کے کمرے میں آ چکے تھے۔۔حازق خان نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے احان شاہ کو اپنی بہن سے دور ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ گلالئ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتا یہاں سب کی موجودگی کو دیکھتے گلالئ کے وجود گی پہ چادر درست کرتے حازق خان کو گھور کے دیکھ رہا تھا۔۔

تو نے سنا نہیں دور ہٹ میری بہن سے!! وہ یقیناً تم لوگ کے کرتوت سننے کی وجہ سے اور تیری شکل دیکھ کے ہی ڈر سے بے ہوش ہو چکی ہے اب اگر تمہاری موجودگی میں ہوش میں آئے گی تو مجھے ڈر ہے مجھے اپنی بہن کو ہاسپٹل لے جانا نہ پڑ جائے!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان غصے سے بولتے ہوئے احان شاہ کو گلالئ کے پاس سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن احان شاہ اپنے ہاتھ میں موجود گلالئ کا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھام گیا۔۔وہ دونوں اس وقت بچوں کی طرح کر رہے تھے ایک بہنوئی کو بہن سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو دوسرا بیوی کے ہاتھ پہ گرفت بڑھاتا سالے کو اپنی ہری خوبصورت آنکھوں سے غصے سے گھورتا جا رہا تھا۔۔

پاگل ہو چکے ہو تم دونوں؟ یہ کیا بچگانہ حرکت ہے! پہلے گلالئ کو دیکھو وہ کیوں بے ہوش ہوئی ہے؟ اور اگر کسی ڈاکٹر کی ضرورت ہے تو میں مرحا کو بلوا لیتا ہوں!!!۔۔۔۔۔۔انہیں بچوں کی طرح لڑتے دیکھ کے کاظم شاہ نے غصے سے ان دونوں کی جھاڑ پلائی تھی جس پہ حازق خان اپنی نیلی سرخی چھائی آنکھوں سے احان شاہ کو شدید گھوریوں سے نوازتا گھٹنوں کے بل ہوتے اپنی بہن کے پاس بیٹھا تھا لیکن اپنے پاس احان شاہ کی ٹانگیں دیکھتے وہ اپنی پوری قوت سے اسے پیچھے کی طرف دھکیل گیا وہ اسکی ٹانگوں میں کسی صورت نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔۔اسکے دور دھکیلنے پہ احان شاہ اپنی ٹانگیں تو اس کی طرف سے دور کر چکا تھا لیکن گلالئ کا ہاتھ اس نے ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا، وہ ہنوز گلالئ کے پاس جگہ بنا کے بیٹھا اسے مدھم آواز میں پکار رہا تھا۔۔

گڑیا! آنکھیں کھولو! میرا بچہ لالہ سے ناراض ہے؟۔۔۔حازق خان سائیڈ ٹیبل پہ موجود پانی کے گلاس سے تھوڑا سا پانی گلالئ کے چہرے پہ چھڑکتے اسے نرمی سے پکارتے ہوئے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگا۔گلالئ کو ان کی کافی

کوششوں کے بعد بھی بے ہوش دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے زوریز شاہ کو مخصوص اشارہ کرتے مرحا شاہ کو لانے کا بولا تھا۔۔

اسے یہاں آتے آتے دیر ہو جائے گی! پینتیس منٹ کم از کم لگ جائیں گے! میں اس سے کال کر کے یہاں سے کسی قریبی ڈاکٹر کا اڈریس معلوم کر لیتا ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ اسکی آنکھوں کا اشارہ سمجھ ہے اسے جواب دیتا کمرے سے باہر نکلتے ہوئے مرحا شاہ سے کال ملا کے اس سے مختصر انداز میں یہ سب ڈسکس کرنے لگا۔۔

دور ہٹو وہ ایسے ہوش میں نہیں آتی!! مجھے اپنی بیوی کو ہوش میں لانا آتا ہے لیکن تم سب کی موجودگی میں میں وہ ٹرک اپلائی نہیں کر سکتا!!۔۔۔۔حازق خان کا گل کے لئے پیار دیکھ کے احان شاہ جیلس ہوتا آنکھیں گھما کے مدھم آواز میں زو معنی سے گویا ہوتا حازق خان کا چہرہ سرخ کر گیا جس پہ حازق خان جو پہلے ہی ارزم شاہ پہ بھرا پڑا تھا غصے سے اسکے گال پہ مکا جھڑ گیا۔۔یہ دونوں سالے بے باکی میں زوریز شاہ کے بھی باپ لگ رہے تھے۔حازق خان کا سرخ گلابی چہرہ دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ پہ قابو پایا تھا وہ دور سے دیکھ کے بھی جان چکا تھا ضرور احان شاہ نے اسے چھیڑا ہے۔۔کاظم شاہ بھی پوری بات سمجھتا کندھے اچکا گیا جبکہ باقی سب فکر مند اور پریشان سے نظر آرہے تھے۔۔زہرہ مام کاظم شاہ کو اشارے سے گل کے پاس جانے کا پوچھنے لگی جس پہ وہ انہیں آنکھوں سے منع کر گیا، ابھی تو سالے بہنوئی کی جیلسی ختم نہیں ہو رہی تھی وہ کہاں گلالئ کے پاس زہرہ مام یعنی ایک تیسرے بندے کو برداشت کر سکتے تھے؟

کمرے سے باہر جاؤ مجھے میری بیوی ہوش میں لے کے آنی ہے!! اب تم جیسے کنوارے سالے کو کھل کے تو سب بتانے سے رہا! لیکن اتنے بچے بھی نہیں ہو جو میری بات کا مطلب نہ سمجھ سکو!!۔۔۔۔وہ حازق خان کو مکا مارنے کی بجائے گلالئ کے گلابی ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے پھر سے مدھم آواز میں بے باکی سے چھیڑتا اپنی بیوی کے خوبصورت چہرے پہ نگاہیں مرکوز کئے ہوئے تھے، اپنی بات کہتے ہوئے اس نے جان بوجھ کے اپنی نگاہوں کا مرکز گلالئ کے گلابی ہونٹوں کو بنایا تھا جس پہ حازق خان جلدی سے اس سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلتا کاظم شاہ کی طرف دیکھنے لگا۔۔احان شاہ جانتا تھا اس کی بیوی پہلے بھی یونہی بے ہوش ہو جایا کرتی تھی زیادہ پریشانی والی بات نہیں تھی، اسے پورا یقین تھا وہ ایک انجیکشن کے بعد ہی ہوش میں آجائے گی، اسی لئے اس دوران اس نے حازق خان کے دل میں آگ لگانا اپنا

فرض سمجھا تھا جس کی آزادی آزادی کی رٹ پہ وہ کچھ دیر پہلے بری طرح سے جل رہا تھا، احان شاہ کا اپنی بیوی کے لبوں کو گرفت میں لے کے اسے ہوش میں لانے کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ وہ اس کی مرضی کے بغیر اسکے ماتھے کے علاوہ کہیں بھی لب نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن حازق خان کا سرخ ہوتا چہرہ ایک کمینی سی خوشی دے رہا تھا، وہ کافی وقتوں بعد اچانک سے ایسے موڈ میں آیا تھا۔۔

اسے ایک منٹ سے پہلے یہاں سے اٹھائیں! ورنہ اسکا خون بہانا مجھ پہ لازم ہو گا!!!۔۔۔۔۔ حازق خان نے غصے سے کاظم شاہ کو احان شاہ کی شکایت لگائی تھی۔ انداز بچگانہ تھا لیکن لہجہ غصیلا تھا۔ ابھی کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ دباتا احان شاہ کو کچھ بولنے ہی والا تھا جب احان شاہ آئیبرو اٹھا کے حازق خان کی طرف دیکھتا گویا ہوا۔

سالے ابھی تو پچھلے دو لیٹر خون کا خون بہا باقی ہے؟ خون کے بدلے خون!!۔۔۔ احان شاہ اسے دیکھ کے ایک ایک لفظ چبا کے بولتا ان سب کی پروا کئے بغیر جھکتا ہوا گلالئی کے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھ گیا۔۔ اسکے لبوں کے شدت بھرے لمس سے گلالئی کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی۔

میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔ وہ اسکے ماتھے پہ اپنا لمس چھوڑنے کے بعد اسکے کان میں مدھم گھمبیر آواز میں سرگوشی کر گیا۔۔ حازق خان نے اسکی اپنے سامنے اتنی جرآت پہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 100 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

احان شاہ کے دہکتے لمس پہ اس کی پلکوں میں جنبش تو ہوئی تھی، لیکن وہ تھوڑی سی آنکھیں کھولتی پھر سے بے ہوشی میں جا چکی تھیں!! حازق خان اور احان شاہ پچھلے کافی منٹوں سے اپنے اپنے طریقے سے گلالئی کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ چاہ کے بھی مکمل طور پہ اپنی آنکھیں کھول نہیں پا رہی تھی۔۔ بے ہوشی میں بھی وہ "بابا" پکار رہی تھی، اسکے لبوں کی جنبش احان شاہ کے علاوہ کسی نے بھی نوٹ نہیں کی تھی۔۔

گلِ جاناں!!۔۔۔ احان شاہ اسکے کپکپاتے لبوں پہ نگاہیں جمائے اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پانے کی کوشش کرتا اسکے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں رب کرتا وقفے وقفے سے اسکے کان میں اسکے نام کی سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔ حازق خان

کو اب حقیقتاً اپنی بہن کی فکر محسوس ہو رہی تھی، وہ کب سے اسے پکارتا اس پہ وقفے وقفے سے پانی کا چھڑکاؤ کر رہا تھا لیکن اسے ہوش نہیں ائی تھی۔۔ وہ اپنی جیب سے فون نکال کے کسی ڈاکٹر کو فون ملانے ہی والا تھا جب زوریز شاہ ڈاکٹر کو لئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔۔۔ درمیانی عمر کی لیڈی ڈاکٹر کمرے میں موجود سب کو مشترکہ سلام کرتی بیڈ کی طرف بڑھی تھیں، وہ یہاں ساری شاہ فیملی کو دیکھ کے حیران ضرور ہوئی تھیں لیکن چہرے کے تاثرات نارمل رکھے تھے۔۔ وہ بیڈ کی طرف بڑھ رہی تھیں جب سامنے حازق خان اور احان شاہ کو ایک ساتھ گلالئ کے پاس سے اٹھتے دیکھ کے وہ پہلے سے زیادہ ٹھٹکی تھیں اور اسی دوران حازق خان اور احان شاہ کی نگاہیں بھی ڈاکٹر کی طرف اٹھی تھیں، وہ تینوں ایک دوسرے کو پہچان چکے تھے۔۔ وہ گلالئ کی ڈاکٹر تھیں۔۔ ڈاکٹر ذرین۔۔ جن سے احان شاہ ابھی کچھ ہفتے پہلے ہی ملا تھا۔۔

ThankGod Doctor Zareen U came here! Kindly check my sister

حازق خان یہاں ڈاکٹر ذرین کو دیکھ کے تشکر کی سانس بڑھتا گلالئ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے فکرمندی سے بولا تھا۔۔ ساتھ ہی آنکھوں سے زوریز شاہ کا شکریہ ادا کیا تھا جو بروقت ڈاکٹر کو لے کے آچکا تھا۔۔

Okay don't worry

ڈاکٹر ذرین ان دونوں کے پریشان تاثرات دیکھتی پروفیشنل انداز میں بولتے ہوئے گلالئ کی طرف بڑھی تھیں۔۔ احان شاہ اور حازق خان اب باقی سب کے پاس آ کے کھڑے ہو چکے تھے۔۔ ان سب کو یہاں کھڑے دیکھ کے حازق خان کو عجیب سی کوفت ہوئی تھی، اگر اس کی بہن اٹھتے ہی ان سب کا چہرہ دیکھے گی تو کیسے ریکٹ کرے گی؟ حازق خان کی سوچ سوچ کے حالت غیر ہو رہی تھی۔۔ اسے اپنی گڑیا سے پوچھے بغیر ان سب کو انوائیٹ نہیں کرنا چاہئیے تھا۔ وہ اس وقت گلالئ کو لے کے شدید پریشان تھا، اور کچھ یہی حالت احان شاہ کی بھی تھی، گلالئ کے ریکشن کا سوچ سوچ کے اس کا دل لرز تھا۔۔

پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔۔ حازق خان کو پریشانی سے لب کاٹتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی، اسکے یوں حازق خان کو تسلی دینے پہ احان شاہ نے رخ موڑ کے کاظم شاہ کو

شدید گھوری سے نوازا تھا، وہ اسے تسلی دینے کی بجائے اسکی جان کے دشمن سالے کو تسلی دے رہا تھا۔۔ احان شاہ کی گھوری پہ کاظم شاہ نے تاصف سے سر جھٹکا تھا، وہ اسے عام گھوری سے قطعی نہیں نواز رہا تھا۔ احان شاہ کی گھوری کو اس وقت اگر death stare کا نام دیا جائے تو غلط نہیں ہو گا۔۔

ہاں تو بھی پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی! اب ٹھیک!؟۔۔۔۔۔ اسے مسلسل اپنی طرف گھورتا پا کے کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبا کے اب کی بار اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی جس پہ وہ ایٹیٹوڈ سے نگاہیں پھیرتا پھر سے اپنی بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔۔ کاظم شاہ کو سمجھ نہیں آتی تھی اس کے بھائی اس سے کس کس چیز کے لئے ناراض ہوتے تھے۔ ایک وہ تھا جسے سیچویشن ہینڈل کرنے کے لئے تھپڑ مار دیا تھا تو وہ اسکی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر رہا تھا اور ایک یہ تھا جس کے سالے کو لیول کر کے وہ اسے ٹھنڈا کر رہا تھا لیکن اس کا ایٹیٹوڈ ہی ختم نہیں ہو رہا تھا، ان شارٹ وہ ان دونوں کے سالے کو قابو میں کرتا انہی کا فائدہ سوچ رہا تھا لیکن دونوں ہی اس سے منہ پھولائے ہوئے تھے۔۔

پیشنٹ نے کسی بات کا فی سٹریس لیا ہے!! ان کا بی پی اچانک سے کافی لو ہو چکا تھا اور پریگننینسی میں بی پی کا زیادہ ہائی ہو جانا اور زیادہ کم ہو جانا پیشنٹ اور بے بی دونوں کے لئے ہی نقصان دہ ہوتا ہے! میجر صاحب میں نے آپ سے پہلے بھی گزارش کی تھی پیشنٹ کو ہر سٹریس سے دور رکھا جائے کیونکہ وہ اپنی فرسٹریشن پوری طرح سے نکال نہیں پاتی! وہ اپنا دل کسی کے ساتھ ہلکا نہیں کرتی جس کی وجہ سے ان کے دماغ پہ ہر وقت ایک بوجھ سا رہتا ہے! پریگننینسی میں صرف دو ماہ باقی ہیں! لیکن پیشنٹ کی مینٹل ہیلتھ اس وقت فزیکل ہیلتھ سے زیادہ ایفکٹ ہو رہی ہے! میں نے انہیں انجیکشن لگا دیا ہے، مجھے امید ہے اب پیشنٹ کو ہر سٹریس سے دور رکھا جائے گا! دوائیں وہی ہیں! ان کا باقاعدگی سے استعمال کروایئے اور پیشنٹ کی ڈائٹ اور مینٹل ہیلتھ کا خیال رکھیئے!!۔۔۔۔۔ گلالئی کا چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر ذرین گہری سانس بھرتی حازق خان کی طرف دیکھ کے اسے گلالئی کی حالت بتانے کے ساتھ ساتھ اسے ہر سٹریس سے دور رہنے کی ہدایت بھی دے رہی تھی جس پہ وہ پریشانی سے محض ہاں میں سر ہلا کے رہ گیا۔

کب تک ہوش آئے گا اسے؟۔۔۔۔۔۔ حازق خان کو خاموش دیکھ کے احان شاہ خود ہی ڈاکٹر ذرین سے مخاطب ہوا تھا۔۔

کچھ دیر تک!! کچھ منٹوں تک یا ایک آدھ گھنٹہ بھی کہہ سکتے ہیں!! بائے داوے آپ پیشنٹ کے کیا لگتے ہیں؟؟۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین نے احان شاہ کو نواب دیتی مصنوعی حیرانگی کا اظہار بھی کیا تھا کیونکہ وہ حازق خان پہ یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں وہ پہلے بھی احان شاہ سے مل چکی ہیں۔۔

آیئے ڈاکٹر صاحبہ میں آپ کو باہر تک چھوڑ دوں!!۔۔۔احان شاہ کو منہ کھولتے دیکھ کے حازق خان جلدی سے ڈاکٹر ذرین سے مخاطب ہوا تھا جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتی باہر کی طرف قدم بڑھانے لگی جب احان شاہ کی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔۔

I am her husband and she is my lovely wife

حازق خان کے افراد تفری پھیلانے پہ احان شاہ نے جواب دینا جیسے اپنا فرض سمجھا تھا۔۔اسکے جواب پہ کاظم شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

Going to be Ex- soon

اسکے جواب دینے پہ حازق خان اسے قہر برساتی نگاہوں سے گھور کے بلند آواز میں بڑبڑاتا ہوا باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔ سالے ایکس بننے سے پہلے تجھے اس دھرتی سے غائب نہ کروادوں میں؟؟۔۔۔احان شاہ اس کے جواب پہ بلند آواز میں غرایا تھا۔۔حازق خان اسکے جواب کو سنی ان سنی کرتا ڈاکٹر کے ساتھ گلالئی کو ڈسکس کرتے ہوئے باہر کی طرف جا چکا تھا۔۔

جو تم دونوں کے حالات ہیں نا اس سے یہی محسوس ہو رہا ہے اس نے تم دونوں سے اپنی بہنوں کو سوفٹ کی دوری پہ رکھنا ہے! سالوں کیوں بھول رہے ہو اس وقت سالے کے گھر پہ کھڑے ہو؟ سالا بھی میجر جو چٹکی بجا کے تم لوگوں پہ دفعات کی بھرمار کرتے اندر کروادے!! جوش کی بجائے ہوش سے کام لو!!۔۔۔حاذق خان کے جاتے ہی کاظم شاہ نے دبے دبے غصے سے احان شاہ اور ارزم شاہ کو شرم دلائی تھی جو اس وقت سالے سے مقابلہ بازی کرنے سے بعض نہیں آ رہے تھے۔۔زوریز شاہ نے اپنے دہکتی کنپٹیوں کو انگلی سے مسلتے ان سب کی طرف دیکھا تھا۔۔اس کی نگاہیں اس وقت باپ دادا اور چاچو کی طرف تھیں جنہوں نے آج تک انہیں اسماعیل خان کے قاتل کی ہوا بھی لگنے نہیں دی تھی۔۔وہ اس وقت شدید غصے میں تھا لیکن چہرے کے تاثرات سنجیدہ تھے۔۔

ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں! بھابھی کو ہوش آئے گا تو سب کو دیکھ کے پینک ہو گی!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے ان سب کو مخاطب کیا تھا۔۔

نہیں! میں نہیں جاؤں گا!!۔۔۔احان شاہ ضدی انداز میں بولتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔وہ آج بھی اندر سے ٹوٹا ہوا تھا،اس جدائی کی تکلیف سے تھک چکا تھا،لیکن وہ اپنی تکلیف اپنے سالے کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا،اسے تو اس روز بھی خود پہ غصہ آیا تھا جس دن وہ اس سے گلالئی کے پشتو میں بولے گئے الفاظ کی ٹرانسلیشن کروا رہا تھا۔۔وہ یقیناً اسکی بھرائی آواز سے جان گیا تھا کہ وہ اسکی بہن کے لئے بری طرح سے تڑپ رہا ہے؟اس روز کے بعد احان شاہ نے دل میں ارادہ باندھا تھا وہ اپنی کوئی بھی کمزوری اس کے ہاتھ لگنے نہیں دے گا کیونکہ وہ اسکی کمزوری کو اپنی طاقت بنا کے استعمال کر سکتا تھا۔اسی لئے وہ آج اپنی اداسی کو ایک سائیڈ پہ رکھتے اسے اوپر اوپر سے چھیڑ رہا تھا تاکہ وہ اسے کمزور اور ٹوٹا ہوا نہ سمجھے۔۔۔

با۔۔بابا۔۔۔بابا۔۔۔بابا!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ ابھی گلالئی کے پاس جگہ بنا کے بیٹھا ہی تھا جب اس کے ہونٹوں کو پھر سے جنبش کرتے دیکھ کے وہ اپنی ہری آنکھیں زور سے میچ کے کھولتا اسکا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لے گیا۔۔

بابا!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ ابھی اسکے ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا جب وہ بلند آواز میں بابا پکارتی جلدی سے تکیے سے سر اٹھاتی اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

گل!! ریلیکس!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسکی آنکھوں سے پھسلتے ایک ساتھ اتنے آنسوؤں پہ تضاد اسے یوں تیزی سے اٹھتے دیکھ کے احان شاہ ایک ہاتھ اسکے کندھے پہ رکھتا دوسرے ہاتھ سے نرمی سے اسکی کمر کو تھامتے اسے ٹھیک سے بٹھاتا نرمی سے بولا تھا۔۔کاظم شاہ دروازے کی طرف نگاہیں مرکوز کئے حازق خان کی تلاش میں نگاہیں گھما رہا تھا جو صد شکر اس وقت یہاں نہیں تھا ورنہ احان شاہ کی ہاری جانی تھی جو پھر سے اسکی بہن کے قریب جا کے بیٹھ چکا تھا۔۔باقی سب ترحم بھری نگاہوں سے گلالئی کی طرف دیکھ رہے تھے،شاہ بی بی کے چہرے پہ ندامت کے تاثرات واضح تھے۔۔۔

ت۔تم۔۔۔د۔دور۔۔ہٹو!!!۔۔۔دور۔۔دور۔۔ہو۔۔۔جاؤ۔۔مجھ۔۔۔سے!!!۔۔۔۔گلالئی اسکا ہاتھ اپنی کمر اور کندھے سے ہٹانے کی تگ و دو کرتی چیخی تھی۔۔

گل میری بات سنو پلیز!! ایسے پینک نہیں ہوتے میری جان!! شش!!۔۔۔۔احان شاہ مدھم آواز میں بولتا اسکی کمر سے ہاتھ ہٹا کے گلالئ کے نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبائے انہیں رب کرتے ہوئے بولا۔۔

د۔دور۔۔ہٹو۔۔ت۔تم۔۔سب۔۔قاتل۔۔۔ہو۔۔۔میرے۔۔بابا۔۔کے!!۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا کے ہچکیوں سے روتے ہوئے احان شاہ کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی۔گلالئ کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اذیت دیکھتے کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے شکوہ کناں نظروں سے باپ دادا کی طرف دیکھا تھا جن کے چہرے پہ شرمندگی واضح تھی۔۔

گل تم پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی احان شاہ پھر سے کچھ بولتا جب گلالئ باس کی بات کاٹ گئی۔۔

چھوڑو مجھے!! ت۔تم۔۔سب۔۔بہت۔۔ظالم۔۔ہو!!۔۔میرے۔بابا۔۔کو۔۔مار۔۔دیا؟۔۔

ایک۔۔۔دفع۔۔دفعہ۔۔۔بھی۔۔میرے۔۔بارے۔۔میں۔۔۔نہیں۔۔سوچا؟۔۔

م۔میں۔۔۔بابا۔۔سے۔۔کتنا۔۔پیار۔۔کرتی۔۔۔ہوں۔۔۔م۔میں۔۔۔انہیں۔۔اتنا۔۔

یاد۔۔کرتی۔۔ہوں۔۔ل۔لیکن۔۔۔بابا۔۔کو۔۔مار۔۔دیا؟۔۔کیوں؟؟۔۔آ۔۔۔آپ۔۔۔سب۔۔۔اتنے۔۔۔

ظالم۔۔۔کیوں۔۔ہو؟؟۔۔۔۔وہ مفلوج ہوتے دماغ سے چلاتی ہوئی آدھے ادھورے الفاظ ادا کرتی بری طرح سے ہچکیاں بھر رہی تھی۔اسکا معصومیت سے لبریز چہرہ اس وقت آنسوؤں سے بھیگا ترس کھانے کے قابل تھا۔۔کرسٹل گرے آنکھوں میں بے تحاشہ اذیت تھی اور اس سے بھی زیادہ تکلیف اسکے الفاظ میں تھیں جسے محسوس کرتے یہاں کھڑا ایک ایک شخص خود کو اس کا گناہگار سمجھنے لگا۔۔

گل تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی! زیادہ۔۔۔۔۔اسکی حالت پہ احان شاہ اپنی آنکھوں کی نمی پیچھے کی طرف دھکیلتا ابھی کچھ بولتا جب شاہ بی بی کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔۔

ہمیں معاف کر دوں بیٹی! ہم سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں لیکن اس کی سزا میرے پوتے کو مت دو! اس کے پاس واپس آجاؤ! یہ تم سے بہت پیار کرتا ہے! اس سب کی قصوروار میں ہوں! مجھے معاف کر دو! میں نے شاہ صاحب (عادل شاہ) کو اسماعیل خان کا قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا!! میری سزا ان سب کو مت دو! مجھے معاف نہیں کرنا چاہتی تو ان سب کو معاف کر دو؟ ان سب کو کسی چیز کا قصوروار مت ٹھہراؤ! میرے دل پہ اس وقت بہت بوجھ

ہے! میرا ضمیر ہر روز مجھ پہ لعنت بھیجتا ہے! میں نے تم جیسی ہنستی بستی معصوم سی بچی کا گھر خراب کر دیا! میرا ضمیر مجھے سونے نہیں دیتا!! خدا کے لئے۔۔۔۔۔شاہ بی بی اسکے نزدیک آتی ہاتھ جوڑ کے روتے ہوئے ابھی مزید بولتی جب گلالئی ان کی بات کاٹ گئی۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ میرے۔۔۔ بابا۔۔ کے۔۔ قتل۔۔۔ کی۔۔۔ سازش۔۔ بھی۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ رچائی۔۔ تھی؟؟۔۔

آ۔ آپ۔۔ کی۔۔ ہم۔۔۔سے۔۔ کیا۔۔ دشمنی۔۔ تھی؟۔۔ ہم۔۔ ہم۔۔۔ تو۔۔ کسی۔۔ کو۔۔۔ کچھ۔۔۔ نہیں۔۔ کہتے ۔۔۔تھے!۔۔۔ کبھی۔۔ کچھ۔۔ برا۔۔۔ نہیں۔۔ کیا۔۔ پ۔ پھر۔۔ کیوں؟۔۔۔۔شاہ بی بی کی باتوں کو سننے کے بعد گلالئی کو آج ان سے پہلے سے زیادہ نفرت ہوئی تھی، یعنی اسکے باپ کو قتل کروانے کے پیچھے بھی اس عورت کا ہاتھ تھا؟ گلالئی کو اپنا دماغ جھنجھناتا ہوا محسوس ہو رہا تھا وہی پہ احان شاہ نے زور سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھی۔۔ ان کے اپنے کتنے دھوکے بعض نکلے تھے؟ بچوں کے ساتھ بھی سیاست کھیل گئے؟ انہیں کبھی اپنے برے اعمال کی ہوا بھی نہیں لگنے دی؟؟

تمہارے بابا کی غداری کی وجہ سے پہلی بار ہار ہمارا مقدر بنی تھی! جب مجھے اس سب کے متعلق معلوم ہوا تو مجھے اسماعیل خان کے ساتھ ساتھ اسکے پورے خاندان سے نفرت ہو گئی! میں اس وقت شاید بہت مغرور ہو چکی تھی! اللہ نے ضرورت سے زیادہ بن کہے دے دیا تھا تو شاید اتنی عزت اور شہرت سنبھالنے کا طریقہ نہیں آ رہا تھا۔! یہ جانتے بوجھتے بھی کہ اللہ غرور خاک میں ملا دیتا ہے! میں مغرور ہو گئی اپنے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی ان کی حیثیت کا احساس دلاتے ہوئے مغرور کر دیا۔۔ شاہ صاحب نے میری باتوں میں آ کے اسماعیل خان کا قتل کروانے کا سوچتے ملازم کے تحت مخبری کروادی! اس کے ساڑھے ساتھ سال بعد جب مجھے معلوم ہوا تم میری نواسی کی جگہ لے چکی ہو! ساڑھے سات سال سے میرے پوتے کے نکاح میں ہو تو مجھے اپنا غرور ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا! مجھے یوں لگتا تھا جیسے کوئی مجھ پہ ہنس رہا ہو! یعنی ایک غدار نوکر کی بیٹی میرے پوتے کی بہو بن کے ہمارے لیول پہ کیسے آسکتی ہے؟ اس کے بعد سے میں نے ہر وہ کوشش کی جس سے میں تمہیں اپنے پوتے سے الگ کروا سکوں! اپنے غرور کو قائم و دائم رکھنے کی خاطر مجھے معلوم بھی نہیں ہوا میں کتنی زندگیوں برباد کر چکی ہوں! معلوم تو اس وقت ہوا جب اپنے پوتے کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا جو میرا غرور تھا! جب مجھے معلوم ہوا یہ عشق کی اس دہلیز پہ قدم رکھ چکا ہے جہاں سے لوٹنا ناممکن ہے

میرا غرور ایک دفعہ پھر ذرہ ذرہ ہو گیا! لیکن اس دفعہ مجھے اپنا غرور ٹوٹنے کا بالکل بھی دکھ نہیں ہوا تھا! اس دفعہ تو دکھ اپنے برے اعمال پہ ہوا تھا جو نیک اعمال سے کئی گنا زیادہ تھے۔۔ایک دم سے اللہ کے خوف نے میرے دل میں پنجے گاڑنے شروع کر دیئے! میں ہر روز اللہ سے معافی مانگتی ہوں لیکن مجھے سکون نہیں ملتا کیونکہ جب تک بندہ معاف نہیں کرتا اللہ سبحان وتعالیٰ بھی معاف نہیں کرتا! لیکن میں نے صرف ایک بندے کا دل تو نہیں دکھایا؟ میں نے تو اتنے بندوں کا دل دیکھایا ہے؟ جن سے معافی ملنا بھی مشکل ہے تو پھر میرا اللہ مجھے کیسے معاف کرے گا؟؟ میں تم سے اپنی معافی کی گزارش نہیں کرتی میں تم سے گزارش کرتی ہوں میرے پوتے کے پاس واپس لوٹ آؤ؟ اسکی زندگی میں سکون بھر دو؟ میں نے اسے راتوں کو تمہارے لئے روتے دیکھا ہے! میں نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے تہجد کی دعاؤں میں تمہیں مانگتے دیکھا ہے! اس ساری بربادی کی زمہ دار میں ہوں مجھ سے بدلہ لے لو لیکن میرے پوتے کو اپنا لو؟۔۔۔۔۔شاہ بی بی اپنے ہر گناہ کا اطراف کرتی روتے ہوئے گلالئی سے گزارش کرتی اس کے سامنے احان شاہ کا حالِ دل بیان کر رہی تھیں۔حازق خان جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا ان کی گفتگو سنتے ہوئے وہ دروازے پہ ہی رک چکا تھا۔۔وہ آج اس سارے معاملے کا اینڈ چاہتا تھا تاکہ آج کے بعد اسکی بہن کو مزید کوئی تکلیف پیش نہ آئے! اس کی مینٹل ہیلتھ مزید خراب نہ ہو۔

سب کچھ کرنے کے بعد التجائیں کرنا اور معافی مانگنا کتنا آسان ہے نا؟ لیکن میں ایک بات بتاؤں آزمائشوں سے بھرپور زندگی میں رہنا بہت مشکل ہے! بہت زیادہ مشکل! کیا آپ وہ کھویا ہوا وقت واپس لا سکتی ہیں جو میں نے اپنے باپ کے بغیر گزارا ہے؟ کیا آپ وہ ساڑھے ساتھ سال واپس لا سکتی ہیں جب میں اپنے باپ کو یاد کرتے ہوئے سسکتی رہی! اور تب آپ کا یہ غرور آپ کا یہ پوتا بھی میرے پاس نہیں ہوتا تھا! میں اکیلی بند کمروں میں سسکتی رہتی تھی کوئی میری سسکیاں سننے کے لئے نہیں ہوتا تھا! مجھے پیار سے اپنے ساتھ لگانے کے لئے کوئی نہیں ہوتا تھا! ہاں ذرتاج اماں تھیں لیکن میں اپنی تکالیف ان کو نہیں بتاتی تھی میں اپنی تکلیفیں جن کو بتانا چاہتی تھی وہ تو مجھے میسر ہی نہیں تھے! مجھے اس وقت نکاح کے معنی بھی معلوم نہیں تھے جب میرا نکاح آپ کے پوتے سے پڑھایا گیا تھا اور آپ کیا سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے پوتے کو اپنے جال میں پھنسا لیا ہے؟ میں انہیں اپنے جال میں کیسے پھنساتی جو مجھ سے نکاح کرنے کے بعد میرا حال چال پوچھنا بھی بھول گئے تھے؟ بابا کے مرنے پہ ایک دفعہ خود کے ساتھ لگا کے مجھے اپنے

حصار کی ایسی عادت ڈالی کہ میں ساڑھے سات سال تک ان کے حصار میں جانے کے لئے تڑپتی رہی لیکن یہ محسوس نہیں کرتے تھے اور مجھے زبان سے بولنا نہیں آتا تھا! ساڑھے دس سال کی عمر میں محرم کی خوشبو محسوس کرنے کے بعد کوئی خوشبو اچھی ہی نہیں لگی! کیا ایک لڑکی کو اپنے محرم کی خوشبو سے زیادہ کوئی خوشبو اچھی لگ سکتی ہے؟؟ نہیں نا؟ تو پھر میں کیسے بھول جاتی؟ ساڑھے سات سال بولنے کو کتنے کم لگتے ہیں نا؟ لیکن جس نے ان سالوں میں ہر دن اور ہر رات سسک سسک کے گزارے ہو کوئی ان سے پوچھ کے تو دیکھے کہ یہ سال صرف سال نہیں صدیاں لگتی ہیں! بابا کے مرنے کے ساڑھے سات سالوں میں مجھے ایسی کوئی خوشی یاد نہیں ہے جس کا میں نے کھل کے مزہ لیا ہو؟۔ ان ساڑھے سات سالوں کے بعد جب انہوں نے میرے رونے بلکنے پہ شاید مجھ سے ترس کھا کے مجھے اپنا نام دے دیا تو زندگی کچھ روز اچھی لگنے لگی! خود سے زندہ لوگوں والی فیلنگ آنے لگی لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی آپ ایک دفعہ پھر کسی ناگن کی طرح مجھے ڈستی میرا گھر برباد کر جائیں گی! آپ کا غرور میری وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پوتے کی وجہ سے ٹوٹا تھا! اپنے لاڈلے پوتے کو روتے بلکتے دیکھ کے غرور ایک جھٹکے سے ٹوٹ گیا لیکن میں جو ساڑھے سات سال روتی رہی؟ تب یہ غرور کیوں نہیں ٹوٹا تھا؟ کیا میرے آنسو اتنے بے مول تھے جو کسی کا غرور نہ توڑ پائے لیکن سید احان شاہ کے آنسو اتنے قیمتی تھے کہ شاہ ہویلی کے ایک ایک مکین کا غرور ٹوٹ گیا اور وہ آج ایک غدار ملازم کے بچوں کے گھر پہ موجود ہیں؟ صرف اس لئے تاکہ ان کا لاڈلا سپوت مزید آنسو بہانے سے گریز کرے؟ مزید تڑپنے سے بچ جائے؟ تو ثابت ہوا نا آج بھی شاہ ہویلی والوں کو اسماعیل خان کے بچوں کی پروا نہیں ہے بلکہ اپنے اس لاڈلے بیٹے کی پروا ہے!!۔۔۔۔ گلالئ مضبوط لہجے میں دھاڑتی ہوئی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی آخری جملے پہ احان شاہ کے کسرتی سینے پہ زور سے مکا جھڑ گئی۔ اس کے اس اچانک عمل پہ احان شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ اس نے بالکل اسی جگہ پہ مکا مارا تھا جس جگہ پہ اس روز احان شاہ نے اپنا سینہ چیرا تھا۔ زخم آج بھی ویسا ہی تھا لیکن احان شاہ کو اس کا یہ مکا بھی تکلیف دینے کی بجائے پھول کی کلیوں کی طرح محسوس ہوا تھا، نا جانے کیوں اسکا یہ مکا مارنے والا انداز دل پہ بری طرح سے وار کر گیا تھا، گلالئ کے الفاظ سب کے دل پگھلا چکے تھے جیسے۔۔ اس کے لفظ تو اس وقت پتھروں کو بھی پگھلا سکتے تھے۔۔ ان الفاظ میں موجود تکلیف اور اذیت ناقابل بیان سی لگ رہی تھی۔۔ اسکے الفاظ سننے کے بعد ہر کسی کے پاس الفاظ کا ذخیرہ جیسے ختم ہوا تھا۔ گلالئ کے الفاظ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ کو اپنی سانسیں سینے میں اٹکتی

محسوس ہو رہی تھی وہ ساڑھے سات سال اس کے حصار میں آنے کے لئے تڑپتی رہی تھی اور وہ اس بات سے ناواقف تھا؟ اگر وہ اس بات سے واقف ہو جاتا تو چاہے جتنا مرضی اپنے اونچے سٹینڈرڈ کا رعب جھاڑتا تھا اسے اپنے حصار میں ضرور قید کر لیا کرتا کیونکہ وہ بھی تو اس دن کے بعد اسے خود میں قید کرنے کے لئے تڑپتا رہا تھا؟ لیکن اقرار شاید اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا اور آج جب وہ اقرار کر گئی تھی تو باخدا اسکا دل دہلا گئی تھی۔ باقی سب خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے گلالئی کا ایک ایک لفظ حقیقت پہ مبنی ہی تو تھا؟؟

میں تو اس گھنے جنگل میں رونے کے ساتھ ساتھ تڑپتی بھی رہی تھی میرے آنسوؤں پہ تو کوئی جنگل تک نہ آیا؟ میں بے آواز تو نہیں روئی تھی میں۔۔۔ میں نے تو چیخیں بھی ماری تھی! دھاڑیں مار مار کے روئی بھی تھی لیکن شاہ حویلی والوں کی طرف سے تو کوئی نہ آیا؟ جس ستمگر کو روتے ہوئے پکارتی رہی اسکے دل کو تو شاید معلوم بھی نہ ہوا کہ اسکی بیوی کہاں اور کس حالت میں موجود ہے؟ کیا آپ لوگ میری حالت تصور کر سکتے ہیں؟ ایک ایسی لڑکی جس نے حویلی کی انیکسی میں ہمیشہ ڈرتے ہوئے زندگی گزاری ہو! اسے انیکسی میں بھی کسی غیر مرد کے آجانے کا ڈر رہتا ہو اسے اچانک سے جنگل میں پہنچا دیا جاتا ہے؟ درخت کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے! جنگل میں کوئی بھی نہیں ہے! کوئی ایک ذی روح بھی نہیں! اور وہ چلاتی ہے! روتی ہے! منتیں کرتی ہے! فریادیں کرتی ہے! اور وہاں بھی اپنے نام کے ساتھ جڑے اس ستمگر کے نام کی آوازیں بلند کرتی ہے! لیکن کوئی نہیں سنتا! دیکھتے ہی دیکھتے رات ہو جاتی ہے؟ جنگل سے پرندوں اور جانوروں کی بلند آوازیں آنے لگتی ہیں! اور وہ لڑکی جو جانوروں سے ڈرتی یہاں کسی انسان کے آنے کا انتظار کر رہی ہے تاکہ کوئی آئے اور اسے بچا لے! اچانک سے اس کے سامنے دس ہٹے کٹے نوجوان اجاتے ہیں! جو شکل و صورت سے تو انسان لگتے ہیں لیکن اصل میں وہ حیوانات سے بھی برے ہوتے ہیں! درندے لفظ بھی ان کے لئے استعمال کیا جائے تو شاید کم ہو! وہ لڑکی اپنی چادر کی حفاظت کرتی انہیں خود کے پاس آنے سے روکتی ہے! اس وقت بھی دل میں ایک خوف ہے کہ وہ اپنے محرم کی ہے! وہ پوری کی پوری سید احان شاہ کی ہے! تو اسے کوئی دوسرا غیر مرد کیوں ہی چھوئے؟؟ وہ اس وقت بھی اس انسان کی عزت کی حفاظت کرنے کی بھرپور تگ و دو کرتی ہے جو اپنی عزت کی حفاظت خود نہ کر سکا!!! پھر کیا ہوتا ہے؟ وہ لڑکی ان درندوں کو اسی ستمگر کے نام سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ ہنس دیتے ہیں! افف اتنی بے بسی؟؟ میں تو زرتاج اماں کے ساتھ شاید بازار بھی زندگی میں

دو دفعہ گئی تھی! وہاں پہ آدمیوں کو دیکھ کے میری ایسی حالت ہوتی تھی جیسے ابھی مر جاؤں گی تو سوچے وہاں تو زرتاج اماں بھی نہیں تھیں وہاں تو یہ ستمگر بھی نہیں تھا جو مجھے ایسی گندی نظروں سے بچالیا کرتا تھا! جو مجھ پہ گندی نگاہ اٹھانے والے کی آنکھیں نکال دیتا تھا، زبان کاٹ دیتا تھا! اس وقت تو یہ بھی نہیں تھا تو پھر اس وقت میں میری حالت کیسی ہو سکتی ہے؟ اچھا اس کے بعد کا سنیں گے کیا ہوتا ہے؟ ایک اور درندہ آتا ہے جو مجھے جنگل کے کسی گھر میں لے جا کے اپنے باس کے بستر کی زینت۔۔۔ اسکے الفاظ جب احان شاہ کی برداشت سے باہر ہوئے تو وہ اسکے ہونٹوں پہ تیزی سے اپنا ہاتھ رکھ گیا۔۔ وہ اپنے الفاظ سے احان شاہ کی ہری آنکھیں آج ایک دفعہ پھر نم کر چکی تھی۔ صرف احان شاہ کی ہی نہیں باقی سب کی آنکھیں بھی نم تھیں، سب لب کاٹتے ہوئے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

گلالئی کی بھیگی کرسٹل گرے آنکھیں احان شاہ کی نم ہری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ افف آن آنکھوں کا اپنی آنکھوں سے چار ہونا احان شاہ کا دل تکلیف سے دوچار کر گیا کیونکہ کرسٹل گرے آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی پرچیاں برداشت نہیں ہوئی تھیں ہری آنکھوں سے۔۔۔

تمہیں منع کیا تھا نا ایسے الفاظ مت دہرایا کرو بہت تکلیف ہوتی ہے قسم سے!! وہ مدھم بھیگی آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ وہ اسکا جملہ سنتے ہی غصے سے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے پیچھے کر گئی۔۔

کیوں نہ دہراؤ؟؟ ہمیشہ ساری تکلیف میرے حصے میں کیوں آئے؟۔۔۔ وہ روتے ہوئے ہذیانی انداز میں چلائی تھی، احان شاہ بے بسی سے خاموش رہا۔۔

اچھا پھر کیا ہوتا ہے؟؟۔۔ میں جس ستمگر کو پکارتی ہوں وہ نہیں آتا کیونکہ شاید میری فریادیں میرا رونا، چلانا اس تک نہیں پہنچتا لیکن اللہ تو ہر جگہ ہوتا ہے نا؟ وہ مجھ سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا میری فریاد سن لیتا ہے اور میرے لئے ایک ستمگر بھیجنے کی بجائے انسان کے روپ میں ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے! ایسا فرشتہ جسے میں نے ایک دفعہ بھی یاد نہیں کیا تھا! لیکن وہ مجھے ان درندوں سے بچا کے سب کی گندی نگاہوں سے محفوظ کر لیتا ہے! اور جانتے ہیں وہ فرشتہ کون تھا؟ وہ فرشتہ میجر حازق خان تھا! اب مجھے بتائیں میں میجر حازق خان کے حصار میں زیادہ محفوظ ہوں یا سید احان شاہ کے حصار میں؟؟ کیا ابھی بھی آپ لوگ چاہتے ہیں میں اس انسان کا انتخاب کروں جس کی وجہ سے ہمیشہ رسوائی میرا مقدر بنی ہے! جس کی وجہ سے میری عزت نفس ہمیشہ تار تار کر دی گئی ہے! کیا ابھی بھی اس انسان کو

سکون دوں جس نے میری زندگی بے سکون کر دی ہے؟ اگر تو آپ میں سے ابھی بھی کوئی ایسا چاہتا ہے تو خدا کے لئے اپنی بہن اور بیٹی کو میری جگہ پہ رکھ کے سوچیں؟؟ قسم سے یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا آپ لوگوں کو لگتا ہے!! آنکھیں تو چھوڑیں دل بھی رو جاتا ہے!!۔۔۔ وہ بری طرح سے روتے ہوئے یہ الفاظ ادا کرتی آخر میں خود پر سے ضبط کھوتی ہوئی چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپائے بلند آواز میں رونے لگی۔۔ اسے یوں روتے دیکھ کے احان شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنے حصار میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس سے دور ہو گئی۔۔

مجھے دو ماہ بعد تم سے طلاق چاہئیے سید احان شاہ!! اگر طلاق نہیں دو گے تو میں خلا کا کیس فائل کروں گی لیکن تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی!! مر جاؤں گی لیکن تم قاتلوں کے ساتھ نہیں رہوں گی!! اپنے باپ کے قاتلوں کو ہر گز معاف نہیں کروں گی!!!۔۔۔ وہ بلک بلک کے روتی ہوئی چلائی تھی یا یوں کہا جائے وہ احان شاہ کے دل پہ خنجروں سے وار کر رہی تھی تو غلط نہیں ہو گا!!

اور میں مر جاؤں گا لیکن تمہیں طلاق نہیں دوں گا گلالئی احان شاہ! اگر طلاق دوں گا تو زندہ کیسے رہوں گا؟ جان سے جاں گا یار! جتنی چاہے میری سزا طویل کر دینا لیکن آج کے بعد خلا کا مطالبہ مت کرنا! تمہارا یہ مطالبہ دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر گیا ہے!!۔۔۔۔ احان شاہ ایک دم سے اس کے نزدیک ہوتا اسے بھوکھلاتے ہوئے بلند آواز کی بجائے مدھم آواز میں بولا تھا۔ آواز آخری جملے پہ خود بخود بھیگ گئی تھی۔ لہجہ اکھڑ نہیں بلکہ التجائیہ تھا۔ اب تو وہ اس کے سامنے غصہ کرنے سے بھی ڈرتا تھا۔ سب کے سامنے اسکی نزدیکی پہ گلالئی جلدی سے اس سے دور ہوتی بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑنے لگی۔ حازق خان کو اس وقت آگے بڑھنا مناسب نہیں لگا تھا وہ اپنی بہن کو اتنا مضبوط تو بنا چکا تھا کہ وہ ان سب کی باتوں کا مقابلہ کر سکے۔۔ یہ اس کی گڑیا کے لڑنے کا وقت تھا اسی لئے وہ اسکی باتوں میں بولنے کی بجائے سنجیدگی سے کھڑا ان سب کو بمشکل یہاں برداشت کرتا اپنی گرے اجرک جھٹک رہا تھا۔

اس رات اگر مجھے معلوم ہوتا تم جنگل میں اس حالت میں ہو تو تمہیں لگتا ہے میں ان درندوں کو بخش دیتا گل؟؟ میں وہ پورا دن ہویلی میں نہیں بلکہ۔۔۔ اسکے دور ہونے پہ وہ نامحسوس انداز میں اپنی آنکھیں صاف کرتا اسے ابھی اپنی صفائی دیتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔۔

جانتی ہوں وہ پورا دن بھی آپ نے اپنی شاہ بی بی کے پاس گزارا ہو گا! مجھے اب اس دن سے کوئی سروکار نہیں ہے!! مجھے آپ سے علیحدگی چاہئیے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے!! اور میرے اس فیصلے کے پیچھے وجہ صرف وہ جنگل کی رات نہیں ہے! وجہ میرے باپ کا قتل اور شاہ حویلی میں میرے گزرے وہ اذیت بھرے ساڑھے سات سال ہیں۔۔۔۔

وہ مضبوط لہجے میں ایک ایک لفظ چبا کے بولتی احان شاہ کا دل دہلا گئی تھی۔۔

اتنی ظالم مت بنو!!۔۔۔۔۔۔وہ تھکے ہوئے انداز میں گہری سانس بھر تا فقط یہی بول پایا۔۔

آپ بھی تو بنتے تھے!!۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتے ہوئے دوبدو بولی۔

اس حد تک ظالم تو کبھی نہیں بنا کہ تمہیں علیحدگی کی سزا سنا دوں؟ اتنا ظالم تو اس وقت بھی نہیں بنا تھا جب مجھے میرے سینڈرز ہائی لگتے تھے؟؟۔۔۔وہ اسکی بھیگی پلکوں پہ موجود آنسوؤں کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے چنتا مدھم آواز میں اداسی سے بولا تھا۔۔اس کی آواز چاہے مدھم تھی لیکن اس کی بھاری اور بھیگی آواز سب کے کانوں تک با آسانی پہنچ رہی تھی۔گلالئی خاموشی سے اس کا ہاتھ اپنی پلکوں سے جھٹک گئی۔اسے اپنے لالہ کے سامنے اسکی یہ بے اختیاری پسند نہیں آرہی تھی، اس کی نزدیکی پہ وہ اب نروس سی ہو رہی تھی، اسی لئے وہ اس سے دور ہوتی اسکی طرف سے رخ موڑ چکی تھی۔۔

اب یوں رخ موڑوں گی؟ ایک دفعہ دیکھو گی بھی نہیں؟۔۔۔۔اسکے رخ موڑنے پہ وہ کرب سے بولا تھا۔۔افف۔۔

!!سید احان شاہ کی التجائیں

اب نہ آیا کروں تمہارے پاس؟؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید گویا ہوا۔۔گلالئی کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا۔۔

جس دن میرے پاس خلا کے پیپرز آئے نا گلِ جاناں! اپنی شہ رگ اپنے ہاتھوں سے کاٹوں گا! اور وسعیت کروں گا گلالئی احان شاہ اپنی پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی میری قبر پہ پھول چڑھانے مت آئے! تکلیف ہو گی اسے!! آخر بیوہ ہونا آسان تھوڑی ہے؟۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ گہری سانس بھر کے دل دہلانے والے انداز میں مدھم آواز میں بولتا اسکے پاس سے اٹھا تھا۔گلالئی کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔اسکے الفاظ کا چناؤ اسکا دل لرزا گیا تھا۔۔

خودکشی کرنا حلال تھوڑی ہے؟۔۔۔۔اسے رخ موڑ کے جاتے دیکھ کے گلالئی کے ہونٹوں سے خود بخود یہ الفاظ مدھم آواز میں ادا ہوئے تھے۔۔

طلاق مانگنا ثواب کا کام تھوڑی ہے ؟۔۔۔۔وہ اسکی طرف رخ موڑ کے زخمی لہجے میں بولا تھا۔۔گلالئی لاجواب ہوئی تھی۔۔

حرام بھی نہیں ہے!! مجھے امید ہے آج کے بعد کوئی بھی میرے پاس آپکی فریاد لے کے نہیں آئے گا!!۔۔۔۔وہ اپنے لہجے کو سخت اور سفاک بناتے ہوئے بولی تھی۔۔

معاف نہیں کرو گی؟؟۔۔۔۔۔وہ ایک آخری امید کے ساتھ بولا تھا۔۔

نہیں!! خود کے ساتھ زیادتی تھوڑی کروں گی؟ مجھے ہر صورت طلاق چاہئیے۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ کے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بولی تھی۔۔وہ اب کہیں سے بھی پرانی ڈری سہمی گلالئی نہیں لگ رہی تھی۔۔

طلاق مانگنا تمہارا حق ہے !تمہارے منہ سے نکلے اس لفظ کو تمہارے لئے سزا نہیں بناؤں گا! لیکن ہاں اپنے لئے سزا ضرور بنا سکتا ہوں کیونکہ سید احان شاہ ایسی نوبت ہی کیوں لایا کہ اسکی گل اس سے طلاق مانگنے پہ مجبور ہو گئی؟۔۔احان شاہ خود پہ ضبط کے بندباندھتے گہری سانس بھر کے بے تاثرات لہجے میں بولتا تیزی سے اس کے کمرے سے نکلا تھا۔حازق خان اور گلالئی نے اسکا ایسا ریکشن ایکسپکٹ نہیں کیا تھا۔۔وہ جتنا اسے جانتے تھے انہیں تو یہی لگا تھا وہ اس لفظ پہ تباہی کھڑی کر دے گا! زور زبردستی کر کے گلالئی کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرے گا! لیکن وہ تو ان کی سوچوں سے بالکل برعکس ریکشن دیتا یہاں سے اکیلا ہی واپس لوٹ چکا تھا؟؟

دیکھو ایسا مت کرو میری بچی! وہ مر جائے گا!!!۔۔۔۔احان شاہ کے یوں تیزی سے جانے پہ شاہ بی بی پھر سے اسکے سامنے ہاتھ جوڑتی روتے ہوئے بلند آواز میں بولی تھیں لیکن گلالئی ان کی طرف سے اپنا رخ موڑ گئی۔۔حازق خان نے زوریز شاہ کو آنکھ کے اشارے سے شاہ بی بی کو یہاں سے لے جانے کا بولا تھا، چاہے جو بھی تھا ان کا بار بار ہاتھ جوڑنا حازق خان کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔

وہ اپنے بچے کے بغیر کیسے رہے گا؟۔۔۔شاہ بی بی نے ایک اور کوشش کی تھی لیکن گلالئی نے اپنی چپ نہیں توڑی تھی۔حازق خان کے اشارے پہ زوریز شاہ سر کو خم دیتا شاہ بی بی کو لئے باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔ارزم شاہ جلدی سے احان شاہ کے پیچھے بھاگنے کے انداز میں جانے ہی والا تھا جب حازق خان نے تیزی سے اسکی کہنی اپنے ہاتھ کی مضبوط

گرفت میں لی تھی۔۔ارزم شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی اس اچانک افتاد پہ چونکتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

یہ آج پہلی اور آخری بار تھی جو تم نے میجر حازق خان پہ ہاتھ اٹھایا تھا! میں چاہتا تو بدلے میں تمہیں دھنک کے رکھ سکتا تھا لیکن تم میرے گھر پہ مہمان تھے! اسی لئے بدلہ ابھی لینے کی بجائے ادھار چھوڑ دیا ہے! گھر انوائیٹ کئے گئے دشمن کو ہاتھ لگاؤ گا تو بزدلوں میں شمار ہوں گا لیکن یہ بات بھی یاد رکھنا اپنا بدلہ بھی میں نہیں چھوڑوں گا! آئیندہ اپنے ہاتھوں کا استعمال میرے سامنے سوچ سمجھ کے کرنا!!۔۔۔۔حازق خان ایک ایک لفظ روعب دار انداز میں بولتا اسکی کہنی اپنے مضبوط ہاتھ میں دبا کے چھوڑ گیا۔۔

آپ بھی میری بیوی کے لئے آئیندہ سے سوچ سمجھ کے الفاظ کا چناؤ کیجیئے گا! مجھے تو حیرت ہوتی ہے ایک بھائی اپنی بہن کے لئے اس غلیظ لفظ کا چناؤ کیسے کر سکتا ہے؟۔۔۔۔ارزم شاہ بھی جوابا خاموش نہیں رہا تھا۔وہ اسے جواب دے کے اسکا جواب سنے بغیر تیزی سے وہاں سے نکلا تھا کیونکہ اس وقت اسے احان شاہ کی فکر تھی جو دل دہلانے والی باتیں کرتا تیزی سے یہاں سے نکلا تھا۔۔اس کے جواب پہ حازق خان نے زور سے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔اس نے اس لفظ کا چناؤ صرف اس لئے کیا تھا تاکہ وہ شاہ ہویلی والوں کو بتا سکے ان کی وجہ سے اسکی بہنوں نے کتنی اذیت ناک زندگی گزاری ہے! اگر وہ انہیں نہ بتاتا تو وہ کیسے جان سکتے کہ کوئی ذائشہ خان بھی تھی جو ان کی سیاست کی بھینٹ چڑھی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے باقی سب بھی زوریز شاہ کے اشارے پہ باہر کی طرف جا چکے تھے سوائے کاظم شاہ کے۔۔سب کے جانے کے بعد کاظم شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا گہری سانس بھرتے ہوئے گلالئی کی طرف بڑھا تھا۔۔

مجھے معاف کر دو بچے! تم اس قدر تکلیف سے گزر گئی لیکن میں ناواقف رہا! میں تمہیں دل سے اپنی بہن مانتا تھا لیکن آئی ایم سو سوری میں بھائیوں والا فرض ٹھیک سے نہیں نبھا سکا! میں اس وقت پاکستان میں نہیں تھا! مجھے ہر گزرتے دن کے ساتھ معلوم ہوتا ہے میرا آسٹریلیا جانے کا فیصلہ غلط تھا! میرے جانے کے بعد اتنے نقصان ہوں گے باخدا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں کبھی بھی ضد سے آسٹریلیا نہ جاتا!! آئی ایم رئیلی ویری سوری!!۔۔۔کاظم شاہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے اس سے فاصلے بنا کے بیٹھتا مدھم لہجے میں شرمندگی سے بول رہا تھا، گلالئی سر جھکا کے نفی میں سر

ہلاتی اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اسکی باتوں کا جواب کیسے دے۔۔ حازق خان نے آگے بڑھتے ہوئے گلالئی کا سر تھپتھپایا تھا، اسکی گڑیا کے آنسو اسے تکلیف دے رہے تھے۔۔

میں نے تمہاری جگہ اپنی بیٹی کو رکھ کے سوچا ہے! یقین مانو اتنی تکلیف ہوئی ہے بیان نہیں کر سکتا!! میں تمہارے سامنے کبھی بھی اپنے بھائی کی فریاد نہیں کروں گا! میں تمہیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں آج کے بعد میں تمہارے ہر فیصلے میں تمہارے ساتھ رہوں گا! لیکن فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا ایک نہیں، دو نہیں، تین تین زندگیوں کا سوال ہے!

اینڈ اگین آئی ایم سو سوری!!۔۔۔ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ مزید گویا ہوا تھا۔۔

ن۔ نہیں! لالہ! آپ معافی مت مانگیں! میں۔۔ جانتی۔۔ ہوں۔۔ تب۔۔ حالات۔۔ کیسے تھے!!۔۔۔۔۔ اسے پھر سے شرمندگی سے معافی مانگتے دیکھ کے وہ ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے بھیگی آواز میں بولی تھی۔۔ حازق خان سنجیدگی سے اسکی گفتگو سن رہا تھا۔۔

مجھے امید ہے تم سوچ سمجھ کے کسی حتمی فیصلے پہ پہنچو گی!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ ایک دفعہ پھر سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا بیڈ سے اٹھتے ہوئے حازق خان سے بغلگیر ہوا تھا۔۔

سمجھ نہیں آ رہا کیا بولو؟ دماغ اس وقت مفلوج ہو رہا ہے! ہم بھائیوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا اسماعیل انکل کے قتل میں ہماری ہویلی والوں کا ہاتھ ہے! ہماری طرف سے اپنا دل صاف رکھنا!!۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے گلے لگتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا تھا جس پہ حازق خان نے اپنا سر ہاں میں ہلاتے اسکے گرد اپنے بازو باندھے تھے۔۔

اس قدر شرمندگی؟ میرا وہاں کھڑے ہونا محال ہو رہا تھا! کم از کم بتا تو دیا ہوتا کہ وہ اعلیٰ کام آپ لوگوں نے انجام دیا تھا!!۔۔۔ کاظم شاہ دبے دبے غصے سے بولتا عادل شاہ، ہارون شاہ اور دریاب شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ وہ سب ابھی کچھ دیر پہلے ہی خان مینشن سے واپس ہویلی لوٹے تھے سوائے ارزم شاہ اور احان شاہ کے۔۔۔۔

وہ جب سے آئے تھے کاظم شاہ اور زوریز شاہ کا غصہ کسی صورت ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا۔۔ وہ دونوں ہی اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے لیکن کیا کرتے باپ دادا تھے۔۔ آواز زیادہ بلند نہ کر سکے۔۔ لیکن بھڑاس تو نکال سکتے تھے نا؟

مرحا شاہ اور ایزل شاہ ان دونوں کے غصے سے سرخ چہروں کو دیکھتی پریشان سی نظر آ رہی تھیں۔۔

میری سمجھ سے باہر ہے میں اپنے دوست کا سامنا کیسے کروں گا؟وہ آخر سب جانتے بوجھتے بھی میرے ساتھ دوستی کا رشتہ قائم کیسے کر سکتا ہے؟؟اسے خود پہ ترس کیوں نہیں آتا؟۔۔زوریز شاہ اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں کو ہاتھوں سے نوچتا ہوا غرایا تھا۔مرحا شاہ آج کافی وقتوں بعد اسے اتنے غصے اور تکلیف میں دیکھ رہی تھی۔۔

اس وقت یہ فیصلہ لینا ضروری تھا! تم لوگ سیاست سے دور ہو اسی لئے اس سیچویشن کو نہیں سمجھ پا رہے!! اور میں شکر کرتا ہوں میرے پوتوں کو سیاست میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے! یہ ایک دلدل ہے جس سے نکلنا مشکل ہی نہیں نا ممکن ہے!! ہمیں معاف کر دو!!۔۔۔۔عادل شاہ ندامت سے بولے تھے،زوریز شاہ ان کا جواب دیئے بنا ہی یہاں سے جا چکا تھا۔۔ابھی کاظم شاہ بھڑکتے ہوئے غصے سے کچھ بولنے ہی والا تھا جب ایزل شاہ جلدی سے اس کے کندھے پہ اپنا ہاتھ رکھ گئی۔۔مرحا شاہ اور ایزل شاہ کب سے ان دونوں کے صوفے کے پیچھے ہی کھڑی اس ساری سیچویشن کو سمجھ رہی تھیں،زوریز شاہ کو غصے سے یہاں سے جاتے دیکھ کے مرحا شاہ جلدی سے اسکے پیچھے اپنے قدم بڑھا گئی۔۔ ایزل شاہ جو کب سے اس کا غصہ ملاحظہ کر رہی تھی اسے ڈر تھا کاظم شاہ داجی کے سامنے آواز مزید بلند کرتا کوئی گستاخی نہ کر جائے اسی لئے جلدی سے بھوکھلاتی اسکا کندھا تھام گئی جس پہ اس نے عادل شاہ کو جواب دینے کی بجائے رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کی طرف متوجہ تھی۔۔ان دونوں کو دیکھتے ہی کاظم شاہ کا غصہ جیسے جاگ کی طرح بیٹھا تھا،وہ دونوں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اسکے دل کا سکون تھے۔۔ان دونوں کو دیکھتے ہی غصے سے جلتی آنکھیں پر سکون سی ہوئی تھیں۔ایزل شاہ کو اس کے کچھ گھنٹے پہلے والے ٹیکسٹ یاد تھے اسی لئے اسکی طرف دیکھنے سے گریز برتتی اپنا ہاتھ بھی اس کے کندھے سے ہٹا گئی۔۔وہ اس وقت گہرے سبز رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس سر پہ اچھے سے دوپٹا سجائے ہوئے تھے۔۔گہرا سبز رنگ اسکی شفاف رنگت پہ کافی جچ رہا تھا۔۔باپ کو اپنی طرف دیکھتا ہو کے ازمیر شاہ نے کھکھلاتے ہوئے اسکو اپنی طرف مزید متوجہ کیا تھا جس پہ وہ گہری سانس بھرتے زبردستی مسکرا دیا۔۔

لاؤ دو اس گول گپے کو اٹھا کے بازو تھک جائیں گے تمہارے!!۔۔۔۔وہ مزید بحث ترک کر کے ان کے پاس سے ناراضگی سے کھڑا ہوتا ایزل شاہ کے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑتے ایزل کے سراپے پہ گہری نظریں جما کے گھمبیر آواز میں بولتا کھکھلاتے ازمیر شاہ کے چہرے کو دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔۔

حازق خان نہ سہی! اس کی اولاد جب سارا ماضی جاننے کے بعد آپ کے سپوتوں کی اولادوں کے ساتھ دشمنی مول لے گی تب محسوس ہو گا! اپنوں کے قتل کس طرح سے دل پہ وار کرتے ہیں!!۔۔کاظم شاہ ان کی طرف دیکھے بنا سنجیدگی سے بولتا ہوا ازمیر شاہ کو خود کے ساتھ لگائے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔کاظم شاہ کے جملے نے سب کے ساتھ ساتھ ایزل شاہ کا دل بھی دہلایا تھا۔۔ازمیر شاہ میں تو ان سب کی جان تھی وہ کیسے یہ بات اتنی آسانی سے کہہ سکتا تھا۔ایزل شاہ کا نازک دل اس کا بات کو سوچ کے ہی بری طرح سے دھڑک اٹھا تھا۔

تحمل سے کام لو اتنے ہائیپر کیوں ہو رہے ہو؟۔۔۔۔اسے کمرے میں آتے ہی تباہی کرتے دیکھ کے وہ دروازے بند کر کے جلدی سے اسکی طرف بڑھتی تاصف سے بولی تھی۔زوریز شاہ جو مزید پرفیومز اٹھا کے زمین کی زینت بنانے والا تھا مرحاشاہ کی آواز سنتے ہوئے وہ اپنا ہاتھ روکتا گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

میں اس سے نظریں کیسے ملاؤں گا؟؟۔۔۔۔وہ تھکے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے بولا تھا۔۔مرحاشاہ اپنے قدم اٹھا کے اس کے قریب جاتی اسکے سینے پہ سر رکھتے ہوئے اسکی پشت پہ زور سے اپنے بازو باندھے گئی۔۔

یہ سب تم نے تھوڑی کیا ہے؟تم اتنے پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔۔وہ اسکے سینے پہ ٹھوری ٹکا کے اسکی طرف دیکھتی اسے سمجھانے والے انداز میں بولی تھی۔۔وہ اس وقت ڈارک براؤن شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پہ اسکن نیٹ کا دوپٹا لئے سنہری بالوں کی ڈھیلی سی چوٹے بنا کے دو لٹیں نکالے بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔وہ جواباً خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

کھانا کھاؤ گے؟دوپہر میں بھی کچھ کھا کے نہیں گئے تھے!۔۔اسکی خاموشی پہ مرحاشاہ مزید گویا ہوئی تھی۔۔وہ نفی میں سر ہلاتا اپنی دہکتی کنپٹیوں کو پھر سے اپنی انگلی سے سہلانے لگا۔۔مرحاشاہ ابھی تک اسکے سینے سے لگی اسے سکون پہنچا رہی تھی۔۔

کیا تمہیں میرا ہگ کرنا اچھا نہیں لگ رہا؟۔۔۔۔مرحاشاہ سے اسکی خاموشی برداشت نہیں ہو رہی تھی اسی لئے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجاتی نروٹھے پن سے بولی۔زوریز شاہ اسکی بات سننے کے بعد چونک کے اس کی طرف دیکھنے لگا۔۔

کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں نے تمہیں کچھ بولا ہے کیا؟۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولا تھا۔۔

بول ہی تو نہیں رہے ہو! اور مجھے ہگ بیک بھی نہیں کیا! مجھ سے کیسی ناراضگی؟۔۔۔وہ مصنوعی ناراضی سے بولتی اس سے دور ہونے لگی جب وہ جلدی سے اسکے گرد اپنے دونوں ہاتھ باندھتا اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔

صاف صاف بولو نا تمہیں میری بے شرم باتوں اور بے باک حرکتوں کی عادت ہو چکی ہے؟؟۔۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا جھک کے اسکی گردن کی سکن اپنے ہونٹوں میں دبا کے شدت سے سک کر رہا تھا۔۔اسے پٹری سے نیچے اترتے دیکھ کے مرحاشاہ بھوکھلاتی ہوئی بغیر جواب دیئے جلدی سے اسکی سیاہ قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔

وہ مجھ سے ناراض کیوں نہیں ہوتا؟میرے خاندان نے اس کا اتنا نقصان کروایا ہے وہ مجھے ابھی بھی اپنی فیملی کیوں بولتا ہے؟۔۔وہ اسکی گردن کو اپنے سلگتے لبوں کے لمس سے آزادی بخشتا اسکی طرف دیکھتے سوالیہ انداز میں استفسار کرتا اپنی فرسٹریشن نکال رہا تھا۔۔

کیونکہ تم ان کی فیملی ہو! وہ جانتے ہیں اچھے لوگوں سے قطع تعلق کرنا بیوقوفی کا کام ہے! تم اس طرح سے گلٹ میں رہو گے تو کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو گا سوائے تمہاری مینٹل ہیلتھ کے!!۔۔مرحاشاہ اسے میچور انداز میں سمجھاتی آخر میں اپنی ڈاکٹری جھاڑ چکی تھی۔۔وہ ہاں میں سر ہلاتا اسکا گال اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟۔۔۔۔اسکی نظروں کو خود پہ محسوس کرتی وہ لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجا کے بولی۔۔

کچھ سوچ رہا ہوں!!۔۔۔۔وہ پرسوچ انداز میں بولتا اسکے گلابی لبوں پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔۔

کیا؟۔۔۔۔وہ اسکی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتی مدھم آواز میں بولی۔۔

:یہی کہ

واحد ہونٹوں کا بوسہ ہی ایک ایسی میٹھی چیز ہے "

"جسے لینے یا دینے سے شوگر نہیں ہوتی

(ان ناؤن رائٹس)

وہ پر سوچ انداز میں سنجیدگی سے یہ بے باک سا شعر کہتا اپنے لب اسکے ہونٹوں کے قریب کر گیا۔ اسے سنجیدگی سے اتنی بے شرم بات کہتے دیکھ کے مرحاشاہ نے ہنستے ہوئے اسکے سینے پہ مکا جھڑا تھا۔۔

دو گی یا لو گی؟۔۔۔۔۔اسکے ہنسنے پہ وہ اپنے لب مزید اسکے قریب کرتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔وہ اب اسکی سانسوں سے بھی زیادہ اسکے قریب تھا۔۔مرحاشاہ کی ہنسی کو بریک لگی تھی۔۔اسکی تپش زدہ سانسیں اسکا چہرہ جھلسا رہی تھیں۔۔

لو گی تو سانسیں اکھیڑ دوں گا! اسی لئے بہتر ہے مجھے دے دو!!۔۔۔۔۔اسکی شرم سے لرزتی پلکوں کو دیکھ کے وہ اسے وارننگ دینے والے انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ وہ تھوک نگل کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

بس فری ہو جاؤ!!!۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتی اس سے فاصلے پہ ہونے ہی والی تھی جب وہ اسکے تن سے اسکا دوپٹا جدا کرتا اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتے اسکے ہونٹوں پہ بھرپور شدت بھرے انداز سے جھک گیا۔۔وہ آنکھیں موندتی اسکی قمیض کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔اسے ریسپانس نہ دیتے دیکھ کے زوریز شاہ اسکے ہونٹوں کو پہلے سے زیادہ شدت سے اپنے لبوں میں دباتے اسکی دھڑکنیں اپنے بے باک ہاتھوں سے سہلانے لگا۔۔وہ اسکے سینے میں سمٹتی اسکے ہاتھوں کی بے باکیاں روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔وہ اسکی سانسوں کو بری طرح سے اپنی سانوں میں الجھائے اسکی دھڑکنوں کو اب کی بار سختی سے چھو رہا تھا کیونکہ وہ اسکی کس میں اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔اسے جنونی بنتے دیکھ کے مرحاشاہ اپنے پاگل جنونی شوہر کو کنٹرول کرنے کی خاطر اسکا ساتھ دینے لگی۔۔وہ اب اسی لئے اسے ریسپانس نہیں دیا کرتی تھی کیونکہ وہ اتنی تیزی سے اسکے لبوں کو جکڑ کے اسے کس کرتا تھا مرحاشاہ کو سمجھ نہیں آتی تھی وہ اسکی شدت کا مقابلہ کیسے کرے۔۔اسے اپنا ساتھ دیتے دیکھ کے وہ فتح مندی سے مسکراتا اس کی بکھری سانوں میں اپنی سانسیں انڈھیلتے اپنے ہاتھوں اور لبوں کی بے باکیاں بڑھاتا چلا گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 100 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

لالہ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ ہوش میں تو ہیں؟؟؟۔۔۔ اسے فارم ہاؤس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی زور سے آئینے پہ مکا جھڑتے اپنا ہاتھ بری طرح سے زخمی کرتے دیکھ کے وہ فکر مندی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔ آئینہ ایک دم سے ترڑخ کے ٹوٹتا ہوا اسکا چہرہ اور وجود زخمی کرنے کی والا تھا جب ارزم شاہ جلدی سے اسے ڈریسنگ ٹیبل سے دور کرتا اسے بازوؤں سے جھنجھوڑتے ہوئے لہو رنگ آنکھوں سے بلند آواز میں بولتا اسے ہوش دلا رہا تھا۔ وہ دونوں پورا راستہ ریش ڈرائیونگ کرتے فارم ہاؤس تک پہنچے تھے۔۔ ارزم شاہ نے احان کو اپنی گاڑی میں بٹھانے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن وہ صدا کا ضدی اسکی ایک بھی نہ سنتا خود ہی تیز رفتار میں گاڑی چلاتا خان مینشن سے ڈائریکٹ فارم ہاؤس کے راستے پہ سوار ہو گیا جس پہ ارزم شاہ بھی گہری سانس بھر تا ریش ڈرائیونگ کرتے اپنی گاڑی اسکے پیچھے لگا گیا تا کہ وہ راستے میں خود کا کوئی نقصان نہ کر لے۔۔

نہیں ہوں میں ہوش میں اور نہ ہی میں ہوش میں رہنا چاہتا ہوں!! اکیلا چھوڑ دو مجھے !!!!۔۔۔ احان شاہ غصے سے دھاڑتا ہوا اپنا آپ ارزم شاہ سے چھڑوا گیا۔

لالہ !!!!!!!۔۔۔۔ احان شاہ کو شیشے کی بری سی کرچی پکڑ کے اپنے زخمی ہاتھ میں دباتے دیکھ کے ارزم شاہ تڑپتے ہوئے پھر سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

م۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو!! میں جب تک اپنے ان زخموں کو مزید زخمی نہیں کروں گا مجھے سکون نہیں ملے گا!! اور اس وقت میں اپنی اس بے سکون زندگی میں صرف سکون چاہتا ہوں!!۔۔۔۔ احان شاہ اس کی پہنچ سے دور ہوتا اپنی سیاہ قمیض کے اوپری بٹن کھولتا اپنی شہ رگ اور سینے کے زخم کو پہلے سے زیادہ زخمی کرنے لگا۔۔ وہ اس روز کے بعد ہر روز ان زخموں کو مزید زخمی کرتا تھا تا کہ اس کی متاعِ جاں کے ہاتھوں سے دیئے گئے ان زخموں کے نشان کبھی بھی اس کے وجود سے مٹ نہ پائیں۔۔ اسے ایک پل میں خود کو لہو میں رنگتے دیکھ کے ارزم شاہ کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔۔ اسکی خون سے رنگی شہ رگ اور سینہ دیکھتے وہ ایک جست میں اس تک پہنچتا اسکے ہاتھ سے کانچ کی یہ بڑی سی کرچی زبردستی کھینچ گیا۔۔ کانچ کھینچنے کی وجہ سے ارزم شاہ کا زخمی ہاتھ بھی پہلے زیادہ زخمی ہو چکا تھا لیکن اس وقت اسے اپنے ہاتھ سے بل بل خون گرنے سے زیادہ اسکی پروا تھی جو اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔۔

چھوڑو مجھے ! تمہاری میری آواز نہیں آرہی؟ اکیلا چھوڑ دو مجھے !!۔۔۔ اسے خود کو قابو کرتے دیکھ کے احان شاہ اپنی پوری قوت سے دھاڑ رہا تھا لیکن وہ اسکی دھاڑ کی پرواکئے بغیر اسے اپنی پوری طاقت سے کھینچتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ اسے بیڈ پہ احتیاط سے دھکیلتے وہ سائیڈ ٹیبل سے فرسٹ ایڈ باکس نکالنے لگا۔۔

خبردار جو تم نے میرے ان زخموں پہ مرحم رکھنے کی کوشش بھی کی تو مجھے ان زخموں پہ کوئی مرحم نہیں رکھوانا!! ان زخموں پہ مرحم رکھوالوں گا تو پوری رات بے سکونی سے گزرے گی! پھر اپنی اس بے سکونی دور کرنے کے لئے میں خود کو مزید تکلیف دوں گا۔۔۔ اسے فرسٹ ایڈ باکس کھولتے دیکھ کے وہ اسکے ہاتھ سے اسے چھین کے زمین پہ پھینکتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔

کیوں خود کو اتنی تکلیف دے رہے ہیں؟ کیا اس طرح سے وہ واپس آجائیں گی؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکی حالت پہ اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتا مدھم آواز میں گویا ہوا تھا۔۔ جس پہ وہ خاموشی اختیار کر گیا۔۔ پھر چند منٹ بعد اس کا جواب دینے کے لئے لب وا کئے تھے۔۔

شاید آجائے؟ تمہیں پتا ہے جس روز مجھے آفس کی تھکاوٹ کی وجہ سے بخار ہو جاتا تھا وہ پوری پوری رات جاگ کے میرا سر دباتی تھی!! لیکن آج تو کوئی میرا چہرہ دیکھ کے بھی جان سکتا تھا میں بخار میں تڑپ رہا ہوں تو پھر وہ کیوں نہ جان پائی؟ میں نے تو پھر اسے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا لیکن وہ میرے آگ سے لمس کو محسوس کر کے بھی نہ تڑپی؟ اس سے زیادہ تکلیف دہ سید احان شاہ کے لئے کچھ ہو سکتا ہے کہ وہ جو میرے ذرا سے بخار پہ خود رونا شروع ہو جاتی تھی آج میری مرنے والی حالت پہ بھی اسے ترس نہ آیا؟۔۔۔ وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکاتا اپنے آنسو خود کے اندر اتارتے ہوئے بھیگے لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ افف اسکا یہ ٹوٹا ہوا لہجہ۔۔

ترس کھانا تو دور وہ مجھے مزید توڑنے کے لئے طلاق کا مطالبہ کر گئی؟ وہ بہت ظالم بن چکی ہے! وہ اب میری معصوم پٹھانی کہیں سے بھی نہیں لگتی اور جب وہ مجھے معصوم نہیں لگتی نا تو میرا دل چاہتا ہے میں اس پوری دنیا کو آگ لگا دوں!!!۔۔۔۔۔۔ وہ زخمی لہجے میں بولتا اپنے آخری جملے پہ اپنا لہولہان ہاتھ ایک دفعہ پھر سے زخمی کرتا سائیڈ لیمپ پہ زور سے مار گیا۔۔

لالہ!!!!!۔۔۔ارزم شاہ نے چیختے ہوئے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں زور سے تھاما تھا۔۔اسکا تیزی سے بہتا خون اسے تکلیف دے رہا تھا لیکن احان شاہ ان پہ مرحم نہیں رکھوانا چاہتا اور اگر ارزم شاہ اسکے خلاف جا کے ان زخموں پہ مرحم رکھ دیتا تو وہ یقیناً اپنے کہے کے مطابق خود کو مزید تکلیف دیتا جو ارزم شاہ کو کسی صورت قبول نہیں تھا۔۔

اسے بولو!! اپنے ہاتھوں سے میرا قتل کر ڈالے لیکن اپنی معصومیت واپس لے آئے!!؟۔۔۔۔وہ تھکے ہوئے انداز میں بولتا اپنی پلکیں جھپک جھپک کے اپنی چھلکنے کو بے تاب آنکھوں پہ قابو پا رہا تھا۔ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے گلے سے لگاتے اسکی کمر پہ اپنا ہاتھ پھیرا تھا۔ارزم شاہ کے پاس اسے تسلی دینے کے لئے کوئی الفاظ نہیں تھے۔۔وہ اگر اسے تسلی دینے کی سو فیصد کوشش بھی کر لیتا پھر بھی احان شاہ پہ ایک فیصد اثر نہیں ہونا تھا کیونکہ وہ اس عشق کے امتحان میں بہت آگے نکل آیا تھا جہاں محبوب کے علاوہ کسی کی دی گئی تسلیاں کام نہیں آتی تھیں۔۔

مجھے وہ بہت یاد آتی ہے! اسے گجرے پسند ہیں اور میں ہر روز اس کے لئے گجرے خریدتا ہوں لیکن وہ انہیں اپنی کلائیوں میں ڈال کے مجھے دیکھانے کے لئے میرے پاس میسر نہیں ہوتی! میں اسے کیسے بتاؤں اسکی کلائیوں کو گجروں سے سجانے کے لئے میں کس قدر تڑپ رہا ہوں؟اسے میری تڑپ محسوس کیوں نہیں ہوتی؟؟۔۔۔وہ ارزم شاہ کے گرد اپنے ہاتھوں کو حصار باندھتا اپنی گل کی یادوں میں کھویا اسے اپنا حالِ دل سنانے لگا۔۔ارزم شاہ ہمیشہ کی طرح اسے بنا ٹوکے خاموشی سے اسکی باتیں سننے لگا۔۔

تم جانتے ہو؟میں نے گل سے پہلی دفعہ جب اظہارِ محبت کیا تھا تو روح کی بجائے جسم سے محبت کیا اظہار کیا تھا۔۔اور وہ اتنی پاگل اور معصوم تھی میرے اس اظہار پہ بھی سرخ پڑ گئی؟ہاں تھوڑی سی ناراض ہوئی لیکن جب میں نے اسے ڈانٹا اور دو چار بے باک باتیں کہہ دیں تو سرخ پڑ گئی! افف اس کی معصومیت؟کوئی اتنا معصوم کیسے ہو سکتا ہے؟اور وہ کہتے ہیں نا:

First impression is the last impression

جس نے بھی کہا ہے بالکل ٹھیک کہا ہے! وہ میرا یہ پہلا اظہارِ محبت آج تک نہیں بھولتی! پہلے اسے ان الفاظ کی سمجھ نہیں تھی لیکن اپنی زندگی میں آئے روز ہر آزمائش کو جھیلتی وہ شاید سمجھ چکی ہے صرف جسم سے محبت سے کام نہیں چلا کرتا!! شوہر کی محبت اگر صرف جسم سے منسلک ہو تو روح کو چین نہیں ملتا!! اسی لئے اسے میرے اس اظہار محبت

سے بھی نفرت ہو چکی ہے! دیکھو کتنا بد قسمت ہوں اظہارِ محبت کرتے کرتے محبوب کو خود سے نفرت کروا گیا؟ اور اس روز میں خود کو دنیا کا مہان شخص سمجھ رہا تھا جس نے اظہارِ محبت الگ انداز میں روح کی بجائے جسم سے محبت ایڈمٹ کرتے ہوئے کیا تھا۔۔

آج میں اسے لاکھ یقین دلاؤں نا میں اس کی روح سے عشق کر بیٹھا ہوں ایک ایسا عشق جس کی ابتداء اگر میں نے اسکی روح سے کی ہے تو انتہاء بھی اسی پہ کروں گا تو وہ میرے اس اظہارِ عشق پہ سرخ پڑنے کی بجائے میرا وہ پہلا اظہارِ محبت یاد کرتی نفرت سے منہ موڑ جائے! میں کیوں تھا ایسا؟ میں کیوں اسے اتنا ہرٹ کر گیا؟ مجھے خود سے نفرت ہونے لگی ہے! کبھی کبھی گلٹ میں رہتے ہوئے ایسا لگتا ہے میں اس دنیا میں رہنے کے لائق نہیں ہوں میری زندگی کا مقصد ختم ہو چکا ہے۔۔۔ احان شاہ بے آواز آنسو بہاتے ہوئے مدھم آواز میں بولتا ارزم شاہ کی حالت بھی غیر کر رہا تھا۔ احان شاہ کی جب بس ہوتی تو وہ یونہی اس سے چھوٹی موٹی باتیں شئیر کر لیا کرتا تھا اور ارزم شاہ اس کے یہ راز کبھی نہ کھولنے کے لئے اپنے دل میں دفن کر لیتا تھا۔

انسان غلطیوں کا پتلا ہے! اگر ہم غلطیاں نہیں کریں گے تو سیکھے گے کیسے؟ اگر آپ غلطی نہ کرتے تو آج روحِ عشق نہ کر بیٹھتے! اور یہ ایک ایسا عشق ہے جو ہر کسی کو نہیں ہو جایا کرتا!! روحِ عشق کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے!!۔۔۔ اسکے خاموش ہونے کے بعد ارزم شاہ نے اسے گلٹ سے نکالنے کی چھوٹی سی کوشش کرتے اسکے کان میں مدھم آواز میں سرگوشیاں کی تھیں۔ احان شاہ خاموشی سے اسکی باتیں سنتا ہنوز اسکے گرد ہاتھ باندھے ہوئے تھا۔

وہ سنجیدگی سے کمرے میں داخل ہوئی تھی جب نگاہیں ان دونوں باپ بیٹے کی طرف اٹھی تھیں جو اس وقت ایک دوسرے میں مگن دنیا کا ہوش پوش بھلائے ہوئے تھے۔۔ کاظم شاہ بیڈ پہ نیم دراز بیٹے کو اپنے سینے پہ لٹائے بار بار جھک کے اسکے چہرے پہ اپنی بئیرڈ رگڑ تا شدت سے اسکے گالوں پہ اپنے لب رکھ رہا تھا اور وہ اس کے لمس پہ کھلکھلاتا ہوا خوشی سے اپنے ہاتھ موو کر رہا تھا۔۔

نیچے داجی اور بابا کو کیا بھول کے آئے ہیں آپ؟ آخر مطلب کیا تھا آپکی بات کا؟؟۔۔۔۔ وہ کمرے کا دروازا زور سے بند کرتی غصے سے اسکی طرف بڑھتی اسکی نیچے کہی گئی بات کا مطلب استفسار کرتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔

کس بات کا؟؟۔۔۔وہ انجان بنتا ہوا ازمیر کا گال چوم کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

آپکی آخری بات کے متعلق پوچھ رہی ہوں! کوئی کیوں میرے ازمیر سے دشمنی لے گا؟۔۔۔وہ بیٹے کی فکر میں ابھی سے ہلکان ہوتی فیوچر کا سوچتے ہوئے بھرائی آواز میں بولتی بیڈ کی دوسری سائیڈ کی طرف بیٹھی تھی، یعنی کاظم شاہ کی پاس بیٹھنے کی بجائے اس سے دور صوفے کے دوسرے کونے کی طرف۔۔

پہلے یہاں پاس آ کے بیٹھو پھر اس بات کا جواب دیتا ہوں!!!۔۔وہ اسکی بھرائی آواز محسوس کرتا اسکی طرف چہرہ موڑ کے اسے بھاری گھمبیر آواز میں جواب دیتا پھر سے ازمیر شاہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔وہ اسکے جواب پہ تضاد اسکی گہری نظروں کو خود پہ محسوس کرتی وہ تذبذب کا شکار ہوتی اپنا دوپٹا سر پہ درست کرنے لگی۔۔

سنا نہیں تم نے؟ پاس آؤ!!!۔۔۔۔اسے وہی پہ بیٹھے دیکھ کے وہ اب کی بار روعب سے بولتا ہاتھ بڑھا کے اسکی کمر اپنی گرفت میں لینے ہی والا تھا جب وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔وہ کاظم شاہ کی خمار آلود سرخ ہوتی گولڈن آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔۔اسکے یوں دور ہونے پہ کاظم شاہ کی آنکھوں میں خمار کی جگہ غصے نے لی تھی۔وہ ازمیر شاہ کا سر تھپتھپاتے ہوئے اسے سلانے کی کوشش کرتا اپنی سرخی چھلکتی آنکھیں ایزل شاہ پہ جما گیا۔۔

اگر تم میرے ساتھ ایک روم میں کمفرٹیبل نہیں ہوتی تو کیا مجھے باہر ٹینٹ لگوا لینا چاہیئے؟؟۔۔۔۔ایزل شاہ کے دور ہونے پہ کاظم شاہ سنجیدگی سے استفسار کرتا نیند میں جاتے ازمیر شاہ کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سہلاتا اسے جلدی سے سلانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اسکی ماں کو سیدھا کر سکے۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔ایسا۔۔کب۔۔۔بولا؟۔۔اسکی بات پہ وہ بے ساختہ لڑکھڑاتے لہجے میں جواب دیتی الماری کی طرف بڑھ گئی۔۔کاظم شاہ کے تیور دن بدن بدلتے جا رہے تھے۔اسکا نگاہیں اب اسے اپنے سراپے کے اندر گھستی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

اس کا مطلب تم کمفرٹیبل ہو؟ لیکن پھر بھی شوہر کو تڑپا کے دور رہنے میں مزہ آتا ہے؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے جواب پہ دوبدو گویا ہوا اسکی پشت پہ نظریں جمائے ہوئے تھے، ایزل شاہ اس کے جواب پہ اپنے دھڑکتے دل کی تیز تیز دوڑتی دھڑکنوں کو سنبھالتی الماری سے اپنا کوئی جوڑا نکالنے لگی۔۔ابھی سونے کا وقت تو نہیں ہوا تھا لیکن وہ پھر بھی خود کو مصروف کرنے کے لئے الماری میں گھسی ہوئی تھی۔۔

اس روز والی نائٹی یہاں پہ نہیں ڈریسنگ روم والی الماری میں ہے!!۔۔اسے الماری میں سر گھسائے دیکھ کے وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسے چھیڑنے لگا۔۔کاظم شاہ کا جملہ سنتے ہوئے وہ اپنا نچلا کب دانتوں تلے دباتی اس دن کو کوسنے لگی جب اس نے غصے میں وہ نائٹی پہنتے اسے پوری رات خود سے دور رکھتے ہوئے سلگایا تھا۔آخر کیا ضرورت تھی وہ نائٹی پہننے کی؟

میں اپنے۔۔کپڑے۔کپڑے۔۔۔نکال۔۔۔رہی۔۔ہوں!!!۔۔۔۔ایزل شاہ نے اسے خفگی سے جواب دینا اپنا فرض سمجھا تھا لیکن لہجہ لڑکھڑا گیا۔۔

لیکن میں نے تو ابھی تک تمہارے یہ کپڑے خراب نہیں کئے! پھر کیوں خود کو تکلیف دے رہی ہو؟؟۔۔۔ازمیر شاہ کو غنودگی میں جاتے دیکھ کے وہ اسے احتیاط سے اپنے سینے سے بیڈ پہ منتقل کرتا بوجھل آواز میں زومعنی لہجے میں بولتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکے بھاری قدموں کی آواز سنتے ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی بنا کپڑے نکالے الماری بند کرتی یہاں سے بھی رفوچکر ہونے والی تھی جب وہ تیزی سے اسکی کہنی پکڑتے اپنے دوسرے ہاتھ سے اسے کمر پہ پکڑ مضبوط کر کے اپنی طرف کھینچتا اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جو پہلے سے ہی سرخ تھا۔۔

ابھی تو میں نے تمہارے ساتھ کوئی دو نمبری نہیں کی! پھر کیوں پہلے ہی گلابیاں بکھیرتی ہوئی میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو!!؟۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے اسکی کان کی لوں زور سے اپنی دانتوں میں دباتا خمار آلود لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔ایزل شاہ کا یہ گلابیاں بکھیر تا روپ اسے بہت سی گستاخیاں کرنے پہ اکسا رہا تھا اور اس پہ تضاد اسکا خاموشی اور فرمانبرداری سے نگاہیں جھکانا!!۔۔۔افف وہ اپنے اس روپ سے مقابل کو ہمیشہ کی طرح چاروں شانے چت کر گئی تھی۔۔

ایک دفعہ سنتی کیوں نہیں ہو؟جب بولا تھا پاس آؤ تو پھر کیوں نہیں آئی تھی؟۔۔۔وہ اسکی جھکی نظروں کو دیکھتے اسے اسکی کچھ دیر پہلے والی حرکات یاد دلاتا اپنا ہاتھ ایزل شاہ کی کمر سے نیچے کی طرف لے جاتا اسے اپنی جگہ سے اچھلنے پہ مجبور کر گیا۔اسکے اچھلنے پہ وہ اسکے تن سے دوپٹا ایک جھٹکے میں جدا کرتا اسکا ہاتھ پھر سے کمر سے نیچے کی طرف لے جاتے اسکے چھوٹے سے وجود کو مکمل طور پہ قابو کرتا زمین سے اوپر کی طرف اٹھاتے سختی سے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔۔

ک۔۔کیا۔۔ک۔کر۔۔رہے۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔۔اسکے یوں سختی سے لپٹانے پہ وہ بھوکھلاتی ہوئی اسکے کندھے تھام گئی۔۔

کیا کر رہا ہوں!؟۔۔۔۔۔وہ اسکے بھوکھلانے کی پروا کئے بغیر اسکی کمر اور کمر سے نیچے بے باکی سے اپنے ہاتھ پھیرتا اسکے بدن کے خوبصورت نشیب و فراز اپنے سینے پہ محسوس کرتے قریت سے لبریز خمار آلود لہجے میں گویا ہوتا اسے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر گیا۔۔

م۔مجھے۔۔۔درد۔۔۔ہو۔۔رہی۔۔۔ہے۔۔آپ۔۔کی۔۔سخت۔۔گرفت۔۔۔پہ!!!۔۔۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی تھوڑی بہت مزاحمت کرنے لگی۔۔

پہلے تو اس سے بھی زیادہ میری سخت گرفت میں قید رہی ہو!! پوری پوری رات اپنے وجود پہ میرا وزن اور یہاں تک کے باتھ ٹب میں بھی مجھے خاموشی سے جھیلتی رہی ہو تو ابھی جب میں کچھ نہیں کر رہا پھر یہ مزاحمت کیوں؟؟۔۔۔۔۔

وہ اس پہ اپنی گرفت ڈھیلی کرنے کی بجائے مزید مضبوط کرتا اسے یوں ہی اٹھائے صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکے الفاظ پہ ایزل شاہ کی پلکیں لرزی تھیں۔وہ اسے آج زیادہ ہی زور سے اپنے سینے میں بھینچے ہوئے تھا جس کی وجہ سے ایزل شاہ کو اپنی سانسیں سینے میں گھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔اسکے ہاتھ بے باکی سے اپنی کمر سے کچھ نیچے گردش کرتے محسوس کر کے وہ اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے اپنا جسم اس سے کچھ فاصلے پہ کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔

کیا تکلیف ہے اووزی؟اب کیا میں تمہیں ہاتھوں سے بھی محسوس نہیں کر سکتا!!؟۔۔۔اسے پھر سے مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ غصے سے غرایا تھا۔۔وہ اس کے یوں اچانک غرانے پہ بے ساختہ اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کرتی اپنی ادھم مچاتی دھڑکنوں پہ قابو پانے لگی۔اسے پھر سے اپنا چہرہ دور کرتے دیکھ کے وہ اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ الجھا کے اسکا چہرہ اپنا طرف کھینچتا اسکے ہونٹوں پہ غصے سے جھک گیا۔اسکے نرم گرم لبوں کے اس قدر شدت بھرے لمس پہ ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

ہلو مت اووزی!!!!!!۔۔۔۔۔اسکے لرزتے وجود کو تھوڑی بہت مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں پہ زور سے دانت گاڑتا اسکے کان میں جنونی انداز میں کرخت لہجے میں بولتا پھر سے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔۔اس

دفعہ لمس میں پہلے بھی زیادہ شدت تھی۔۔ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی اسکی سیاہ قمیض کا کالر تھامتی اسکے آگ کی مانند دہکتے لمس کی شدت برداشت کرنے لگی۔۔وہ آج پہلے سے کئی زیادہ جنونی ہو رہا تھا۔شاید اتنے عرصے سے اس کے جسم سے دوری برداشت کرتے کرتے اسکی بس ہو رہی تھی جس کا غصہ وہ اسکے لبوں پہ اتار رہا تھا۔کاظم شاہ کا جسم اس وقت ایزل شاہ سے ملنے کے لئے بری طرح سے بے چین ہو رہا تھا۔۔آج اسے اسکی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ اسکے وجود میں کھو کے کچھ دیر کے لئے سکون حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن شاید اسکی بیوی اندھی ہو چکی تھی جسے اسکی آنکھوں میں موجود خمار اور طلب کی سرخی نظر نہیں آ رہی تھی،اسی لئے تو اس سے فاصلے بنائے رکھتی تھی۔

کاظم شاہ اسکی سانوں میں اپنی سانسیں الجھائے شدت سے ان کے ساتھ کھلواڑ کرتا اسے اپنی گود میں لئے صوفے پہ بیٹھا تھا۔ایزل شاہ اپنی آنکھیں موندتی اسکی قمیض کے کالر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتی اسے ہوش دلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جو اسکے ہونٹوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔۔کاظم شاہ نے ایک دم سے بے قابو ہوتے اسکی دھڑکنوں کو زور سے اپنے ہاتھوں کی مدد سے چھوا تھا۔۔ایزل شاہ کی سسکی اسکے ہونٹوں میں دبی تھی،وہ اسکے اس عمل پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی پھر سے اسکے سخت حصار میں مزاحمت لگی۔۔

سنا نہیں تم نے!! ہلو مت اووزی شاہ!!!۔۔۔وہ اس کے ہلنے جلنے پہ جھنجھلاتا ہوا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچتے اسکی زبان پہ اپنے دانت گاڑتا ایزل شاہ کا رنگ سرخ انار کر چکا تھا۔۔ایزل شاہ سے پلکیں اٹھانا محال ہوا تھا۔اسکی بکھرتی سانسوں کی پروا کئے بغیر پھر سے پیاسوں کی طرح اس کے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں پیوست کرتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت لحہ بالحہ بڑھا رہا تھا۔۔وہ جس دن سے آسٹریلیا سے آیا تھا ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکا انداز مزید جنونی ہوتا جا رہا تھا۔ایزل شاہ سے تو اب اسکے ہاتھوں اور لبوں کا لمس برداشت نہیں ہوتا تھا تو پھر وہ کس طرح سے اسکے وجود کی حرارت جھیلے گی۔۔ایزل شاہ کو سوچ سوچ کے خود پہ ترس آ رہا تھا۔۔

آ۔۔آپ۔۔مجھے۔۔ہرٹ۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں!!۔۔۔ایزل شاہ کو جب لگا وہ مزید سانسیں نہیں لے پائے گی زبردستی اسکے ہونٹوں سے اپنے لب آزاد کرواتی شکوے سے اسکی طرف دیکھتی بھرائی آواز میں گویا ہوئی۔۔کاظم شاہ کو جہاں اس کا یوں زبردستی دور ہونا مزید غصہ دلا گیا تھا اسکی بھیگی آواز سن کے نگاہیں اسکے ہونٹوں کی طرف اٹھی تھیں جن کا وہ حشر بگاڑتا ان پہ خون کی بوندیں چھوڑ چکا تھا۔

تمہاری مزاحمت مجھے غصہ دلاتی ہے! پھر میں اپنا غصہ اس طرح سے نکال لیتا ہوں!!۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں سے ان خون کی بوندوں کو اپنی زبان سے چنتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا تھا۔۔وہ اسے شکوے سے دیکھتی اپنی نگاہیں پھیرتی اسکی گود سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب وہ اسے پھر سے اپنی گود میں ایڈجسٹ کرتے اسکی ٹانگیں اپنی پشت پہ لاک کرتا ایزل شاہ کے چودہ طبق روشن کر گیا۔۔ایزل شاہ کے پورے وجود کا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا۔

جب تک میرے وجود کو خود کے اندر محسوس کرنے کی خامی دل سے نہیں بھرو گی! میرے محبت پہ یقین کا اقرار زبان سے نہیں کرو گی!! تب تک یوں ہی اوپر اوپر سے میرے وجود کی حرارت محسوس کرتے خود کو اور مجھے سکون پہنچا دو!!؟ آج کی پوری رات یونہی میری بانہوں میں میرے وجود کی گرمی برداشت کرتے گزارو! بیلیومی اس ایک رات کی بے چینی سے تم مجھے پانے کے لئے میری ہی طرح تڑپ نہ گئی تو میرا نام بدل دینا!!!۔۔۔۔۔اسکے ٹماٹر کی طرح لال سرخ چہرے کو اپنی نظروں میں بسائے وہ اسے ایک دفعہ سختی سے خود کے ساتھ لگاتا اسکے کان میں زومعنی انداز میں بے باکی سے بھرپور لہجے میں بولتا ایزل شاہ کے پورے وجود میں سپارک کا باعث بن رہا تھا۔۔وہ اس کی پوزیشن پہ لال بھبھو کا چہرہ لئے اسکی گود سے نکلنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔وہ تو صرف اپنی باتوں اور بے باک ٹچ سے ہی ایزل شاہ کے پورے وجود کو گرم کر چکا تھا تو جب اس نے اس پہ اپنی جنونی شدتیں عرصے بعد لوٹانی تھی تب ایزل شاہ نے یقیناً دنیا سے کوچ ہی کر جانا تھا۔۔

آ۔۔آپ۔۔۔نے۔۔۔رات۔۔۔کا۔۔کھانا۔۔۔نہیں۔۔کھایا۔۔میں۔۔کھانا۔۔۔لے۔۔۔کے۔۔۔آتی ۔۔۔ہوں!!۔۔اسکی بھاری ہوتی سانسوں کی تپش اپنے چہرے کے محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے وجود سے اٹھتی حرارت برداشت کرنا جب ایزل شاہ کے بس سے باہر ہوا تو اسے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے روہانسے لہجے میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولتی بات کا رخ موڑ گئی۔۔

شاہ جی بولو"!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بات نظر انداز کرتا اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے کان میں فرمائشی" انداز میں سرگوشی کرنے لگا۔اسکی فرمائش پہ ایزل شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، لیکن وہ اسکی فرمائش پوری کرنے کی بجائے اپنی نگاہیں جھکا گئی۔

ایک دفعہ بولو پلیز؟ اب تو کان ترس گئے ہیں اس صدا کو سننے کے لئے!!!۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ التجائیہ انداز میں بے بسی سے گویا ہوا تھا۔ ایزل شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس کی فرمائش کس طرح سے پوری کرے؟ کافی دیر سے اسے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔۔ جھجھک اڑے آ رہی تھی۔۔

اووزی!!؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے کافی منٹ خاموش دیکھ کے وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا زور بڑھاتا اسے مدھم گھمبیر آواز میں پکار رہا تھا۔ ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو مزید گستاخ ہونے سے روکا تھا۔۔ وہ اسکے ہاتھ تو روک چکی تھی لیکن لب کیسے روکتی؟ وہ ایک جھٹکے میں اس کی قمیض کندھوں سے سرکاتا جگہ جگہ اپنے دانت گاڑتے اسکے گلے کی گہرائیوں پہ جھکتا اپنی شدتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔۔

ک۔۔ کیا۔۔ ہو۔۔ گیا۔۔۔ ہے۔۔ آپ کو؟!!۔۔۔ اسے اپنی شرٹ خراب کرتے دھڑکنوں پہ جھک کے زور سے دانت گاڑتے دیکھ کے وہ آہیں بھرتی اسکی شرٹ کا کالر جھنجھوڑتی روہانسے انداز میں گویا ہوئی تھی۔۔

شاہ جی بولو!! نہیں بولو گی تو تمہاری کمر کے تل کی تو جو میرے ہاتھوں موت آتی ہے آج ان دھڑکنوں کو بھی دھڑکنے کے قابل نہیں چھوڑو گی!! اتنی شدت دیکھاؤں گا کہ یہ دھڑکنیں سست پڑ جائیں گی!!۔۔ وہ اسکے دل کے مقام پہ انگلی ٹھوک کے ایک ایک لفظ چبا کے جنونی انداز میں بولا تھا۔ اسکے بے باک الفاظ پہ ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اسکی انگلی کو مزید گستاخ ہو کے اپنی شرٹ کے اندر سرکتے دیکھ کے جلدی سے اسے تھامتی اپنے سینے سے دور کر گئی۔۔

اووزی!!!!!!۔۔۔۔۔ وہ اسکے یوں اپنی انگلی دور کرنے پہ غصے سے غرایا تھا۔ وہ آخر کیوں اسکی پیش قدمی پہ اتنی مزاحمت کرنے لگی تھی؟

کیا تمہیں میرا ٹچ کرنا اچھا نہیں لگتا؟ کیا تم اتنا اکورڈ فیل کرنے لگی ہو کہ بار بار مزاحمت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہو؟؟ اگر تمہیں میرا ٹچ کرنا یا میرے لبوں کی گستاخیاں اچھی نہیں لگتی تو زبان سے اقرار کرو!! تمہارے اس اقرار کے بعد ہاتھ تک نہیں لگاؤ گا تمہیں! تمہاری یہ مزاحمت بار بار میرے جزبات کی انسلٹ کرتی ہے!!۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ غصے سے دھاڑتا ہوا اسے خود سے دور کر گیا۔۔ وہ اب اسکی گود کی بجائے صوفے پہ موجود تھی۔ کاظم شاہ کے الفاظ پہ ایزل

شاہ پریشانی سے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اس کی طرف سے رخ موڑ تا غصے سے صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔ وہ آج پہلے ہی غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور اس پہ تضاد اس کی یہ مزاحمت اس کے اندر بھانبھڑ جلا چکی تھی۔۔

میں نے آپ کے جذبات کو انسلٹ نہیں کیا! میں نے بارہا بولا ہے آپ اپنا حق لے سکتے ہیں! آپ اپنی باتوں سے مجھے گناہگار ثابت مت کریں!!۔۔۔۔۔۔۔ اسے غصے سے الماری کی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل شاہ دوبدو بولتی اپنی سائیڈ کلئیر کرنے لگی۔ وہ اسے بتا نہیں پا رہی تھی اس کا حد سے جنونی انداز اسے ڈرا رہا تھا۔۔

حق دے رہی ہو یا بھیک؟؟؟۔۔۔۔۔ وہ جو الماری کا پٹ کھول کے کھڑا اپنا نائٹ سوٹ نکال رہا تھا اسکی آواز سماعتوں سے ٹکرانے کی دیر تھی جب وہ الماری کا پٹ زور سے بند کرتا اسکی طرف رخ موڑتے غصے سے غرایا تھا۔۔ وہ سب جانتے بوجھتے بھی اپنی زبان سے ایک چھوٹا سا اقرار کیوں نہیں کر دیتی تھی کہ اسے اسکی محبت پہ یقین ہو چکا ہے وہ اپنی پوری رضامندی سے اسے اپنا حق دینا چاہتی ہے!! اسکے یوں غرانے پہ وہ تذبذب کا شکار ہوتی اپنی شرٹ کا گلا درست کرنے لگی۔

گلہ درست کرنے کے بعد وہ اس سے نظریں ملائے بغیر صوفے سے کھڑی ہوتی کچھ فاصلے پہ زمین پہ گرا اپنا دوپٹا اٹھا کے خود اوڑھنے لگی۔ اس کے اس عمل نے کاظم شاہ کو مزید سیخ پا کیا تھا۔

فکر نہ کرو!! نہیں عزت لوٹ رہا تمہاری!!۔۔۔۔ وہ اس پہ گہرا طنز کرتا اسکی طرف دیکھے بنا پھر سے اپنا رخ الماری کی طرف موڑ گیا۔۔ اسکے طنز پہ ایزل شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

صرف کچھ دن مجھے اس کمرے میں برداشت کر لو باقی کا ایک آدھ مہینہ تم نے میرے بغیر عیش ہی کرنی ہے!!۔۔۔ وہ الماری سے نائٹ سوٹ نکالتا سنجیدگی سے بلند آواز میں بڑبڑاتا واشروم کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب وہ کل کی طرح آج بھی اس کے جملے پہ تڑپتی ہوئی شرم لحاظ بھولتی جلدی سے اس کے مقابل آئی تھی۔۔ کاظم شاہ جو واشروم کا دروازا کھول کے اندر بند ہونے والا تھا اچانک سے ایزل شاہ کسی ہوا کی طرح آتی زور سے اس کے سینے سے ٹکرائی تھی، وہ اگلے ہی پل زمین بوس ہو جاتی جب کاظم شاہ تیزی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے گرنے سے بچا گیا۔

کیا مطلب عیش کرنی ہے؟؟ بار بار مجھے ایسے طعنے کیوں دے رہیں ہیں کل سے؟؟۔۔۔ وہ غصے سے غراتی ہوئی اسکی سیاہ قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

طعنے کب دے رہا ہوں؟ میں تو صرف آگاہ کر رہا ہوں! پہلے تو میرے چھونے سے دھڑکنوں میں تکلیف اٹھ رہی تھی اب کیا میرے بولنے سے بھی میڈیم کے کانوں کو تکلیف ہو رہی ہے؟۔۔۔ وہ اسکی کمر سے ہاتھ ہٹا کے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا خفگی سے بولا تھا۔ اسکا اتنی جلدی کمر سے ہاتھ ہٹانا ایزل شاہ نے بغور نوٹ کیا تھا۔ وہ تو کب سے اسے چھونے کے لئے تڑپ تڑپ جا رہا تھا پھر اب کیوں اتنی آسانی سے خود کو اسے چھونے سے بعض رکھ گیا تھا؟؟

اس ایک آدھ مہینے میں کس خزانے کی چابی ہاتھ لگنے والی ہے آپکے جو بار بار اس ایک آدھ مہینے کا ذکر ہی ختم نہیں ہو رہا زبان سے؟؟۔۔ وہ اسے غصے سے خود پہ جھکاتی بیویوں والے انداز میں استفسار کر رہی تھی۔ اسکے اس انداز پہ کاظم شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔ اسکی جیری جو اس کے سینے تک بمشکل آتی تھی اس کے تو ناز و انداز ہی بدل چکے تھے۔۔

میری زبان میری مرضی!!۔۔۔۔ وہ اسے سلگانے کی خاطر اسکے چہرے پہ جھک کے اسے ایٹیٹوڈ سے جواب دیتا پھر سے سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن اس کے ہاتھ اپنی قمیض سے نہیں ہٹائے تھے۔۔ اسکے جواب پہ وہ اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے دباتی سر کو خم دیتے ہوئے اسکی قمیض سے اپنے ہاتھ ہٹاتی اس سے فاصلے پہ ہو گئی۔۔ وہ اسکی طرف دیکھے بغیر بیڈ کی طرف بڑھتی سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتی باہر کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب وہ فٹافٹ اپنے ہاتھوں سے نائٹ سوٹ صوفے پہ پھینکتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

ابے کہاں لے کے جا رہی ہو اسے؟؟ سو رہا ہے وہ!!!۔۔۔ کاظم شاہ بھوکھلاتا ہوا تیزی سے اسکی طرف بڑھتے اسکے مقابل ہوا تھا۔ وہ یقیناً اپنے کمرے میں جانے کی تیاری پکڑ رہی تھی۔۔

میرا بیٹا میری مرضی!!!۔۔۔ وہ اپنی ایڑھیاں اونچی کر کے اسکی گولڈن آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی بالکل اسی انداز میں ایٹیٹوڈ سے بولی تھی جس طرح سے ابھی ایک منٹ پہلے کاظم شاہ نے اسے ایٹیٹوڈ دیکھایا تھا۔۔ کاظم شاہ جو آج غصے سے بھرا پڑا تھا اس کے جواب دینے کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھونے لگی جسے وہ اپنی ناک انگوٹھے سے رب کرتے ہوئے چھپا گیا۔ ابھی وہ اسے ایک بے باک جواب دیتا تو میڈیم کی ہوا لیک ہو جانی تھی۔۔

زیادہ زبان نہیں چل رہی تمہاری آجکل؟؟۔۔۔ وہ اسے آنکھیں دیکھاتا دانت پیس کے گویا ہوا تھا۔ اسکے سامنے اپنی مسکراہٹ ظاہر نہیں ہونے دی تھی ورنہ وہ زیادہ فری ہو جاتی۔۔

میری زبان میری مرضی!!!۔۔۔۔۔واہ کیا کہنے تھے ایزل شاہ۔۔ کیا ٹکا کے جواب دیا تھا شاہ جی کو کہ وہ کچھ پل کے لئے تو اسے آنکھیں نکال کے دیکھتے رہے اور پھر اگلے ہی پل اسکے منہ سے اسکی چھوٹی سی سرخ زبان اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے نکال کے جھک کے اس پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ گئے۔ اور پھر گویا کیا ہوتے ہیں جی؟؟

زبان بھی میری اور مرضی بھی میری!!۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے بولتا اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔ وہ اس اچانک افتاد پہ لال بھبھو کا چہرہ لئے جلدی سے اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

مجھے امید ہے اب یہ زبان ضرورت سے زیادہ میرے سامنے نہیں کھلے گی ڈیئر وائفی؟؟۔۔۔۔اسکے چہرے پہ خفگی کے تاثرات دیکھتا وہ نرم لہجے میں اسے تنگ کرنے والے انداز میں بولتا ہاتھ بڑھا کے زور سے اسکا گال کھینچ گیا۔۔

ایزل شاہ اسے دیکھ کے رہ گئی ابھی وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور اب جناب کا غصہ بھی اتر چکا تھا؟

شاباش اب جیسے چل کے یہاں تک آئی ہو نا بالکل ایسے ہی یوٹرن لیتی واپس بیڈ تک جاؤ اور ازمیر کو سینے میں بھینچ کے سو جاؤ کیونکہ میرا سینے میں بھینچنا آج کل تم سے برداشت نہیں ہو رہا! رات کے وقت تمہاری آنکھوں میں میرے لئے طلب واضح ہوتی ہے مجھے ڈر ہے تم حلال طریقے سے اپنے ہینڈسم شوہر کی عزت نہ لوٹ لو!!۔۔۔وہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجا کے بیڈ کی طرف اشارہ کرتا آخری جملہ بے حد بے باکی سے اسے آنکھ ونک کر کے بولتا اسے گردن تک سرخ کر گیا۔۔

اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے؟؟۔۔۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ غصے سے اسکے سینے پہ زور زور سے مکے جھڑتی بلند آواز میں بڑبڑاتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔

نہیں میں سید کاظم شاہ ایک واحد اکلوتا پیس ہوں! اپنے جیسا شریف کسی کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی میرے لیول کا شریف آج تک پیدا ہوا ہے!!۔۔۔۔وہ ناک چڑھا کے اپنی گولڈن آنکھیں گھماتا ہوا مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جوابی کاروائی کر رہا تھا۔۔

اگر آپ شریف ہیں تو میرا ماننا ہے دنیا میں آج تک کوئی بے شرم پیدا نہیں ہوا!!۔۔۔وہ بھی کہاں جواب دینے سے بعض آ رہی تھی ازمیر شاہ کو تھپکتی غائب دماغی سے اپنا دوپٹا ہٹا کے تکیے پہ پھینکتی اپنا بے ترتیب گلہ درست کئے بنا ہی لیٹتی غصے سے بڑبڑائی تھی۔۔

اتنا بے شرم بھی نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہی ہو اور اس کا ثبوت تمہاری شرٹ سے نظر آتی وہ لائٹ پنک۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے اپنا جملہ ادھورا چھوڑتے اسے پھر سے آنکھ مار گیا۔۔ایزل شاہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اپنی قمیض کا گلہ درست کرتی پھر سے دوپٹا پکڑ کے اپنے سینے پہ پھیلا گئی۔کاظم شاہ کا دلکش قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

مان جاؤ تمہیں بھی میری طلب ہو رہی ہے؟۔۔۔وہ ایک دم سے اسکے نزدیک آتا اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ رکھتے اس پہ جھک کے خمار آلود لہجے میں بولا تھا۔۔ایزل شاہ اسے جواب دیئے بغیر اپنی آنکھوں کی سرخی اس سے چھپاتی تھوک نگلنے لگی۔۔

آخر کیوں نہیں ہو گی؟اتنے جوان اور ہینڈسم شوہر ہر کسی کو تھوڑی ملتے ہیں؟؟؟۔۔۔وہ زومعنی انداز میں گویا ہوتا اسکے چہرے کے اڑتے رنگ دیکھتے محضوظ ہو رہا تھا۔۔

م۔مجھے۔۔۔نیند۔۔۔آ۔۔رہی۔۔ہے!!!۔۔۔وہ اسکی بے شرم باتوں کا جواب دیئے بغیر پھر سے بات پلٹ گئی۔۔ ۔۔۔اسکے بات پلٹنے پہ وہ کندھے اچکا کے نارمل انداز میں بولتا اس سے دور ہو گیا۔اسکے !!As u wish !! اوکے دور ہونے پہ ایزل شاہ کی سرخ آنکھیں نم ہوئی تھیں جنہیں وہ اس سے چھپاتی ازمیر شاہ کی طرف کروٹ لے گئی۔۔ صرف ایک دفعہ منہ سے اقرار کر دو! یا اقرار چھوڑو! اس کی بھی ایسی کی تیسی! تم صرف " شاہ جی" بول کے مجھے اشارہ دے دو قسم سے ابھی اور اسی وقت تم پہ قابض ہو تا تمہاری اور اپنی طلب مٹا ڈالوں گا! پوری رات تم میں گم ہو کے تمہیں خود میں گم کر لوں گا! صرف ایک چھوٹا سا گرین سگنل شو کرو!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی آنکھوں کی سرخی اور نمی بھانپ چکا تھا اسی لئے ایک دفعہ پھر سے اس پہ جھکتا اسے عقل دینے لگا لیکن وہ ایزل شاہ ہی کیا جو اس کی سن لے۔۔وہ ضدی انداز میں اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھی ابھی کہ اسے پانے کے لئے وہ بھی برابر کا تڑپ رہی تھی

اور یہ سارا قصور کاظم شاہ کا تھا جو اس نے جان بوجھ کے اسے صوفے پہ اپنے گود میں بٹھاتے ہوئے بے باک گستاخیاں کی تھیں۔۔

نائٹ سوٹ چینج کر لیا تو یہاں نہیں رکوں گا!! اور اگر میرے نائٹ سوٹ پہننے سے پہلے تم نے خامی بھر دی تو آئی سوئیر تمہارے کپڑے اتارنا اور پہنانا بھی میری ذمہ داری! اور اگر بولو گی تو ہاتھ بھی ساتھ۔۔۔وہ ابھی مزید بے باک ہوتا جب ایزل شاہ شرم وحیا سے پاگل ہوتی جلدی سے اسکے لبوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

میرے ساتھ ضد لگا کے مجھے اپنی یہ سرخ ہوتی آنکھیں دیکھاؤ گی تو تمہیں لگتا ہے میں اپنی بات سے پھر جاؤں گا؟ نہیں! کبھی نہیں! کیا میں نہیں جانتا تم مجھے سیاہ شلوار قمیض میں دیکھ کے پاگل ہو جاتی ہو!! اس وقت تمہاری اور میری تڑپ بالکل ایک ہے!! صرف ایک لفظ منہ سے نکالو اور میری قربت پالو بدلے میں میں اپنی تمام تر شدتیں تم پہ نچھاور کرتا تمہاری قربت خود بخود حاصل کر لوں گا!! دونوں کی رات سکون کی نکلے گی ورنہ تڑپ تڑپ کے ہی گزارنی پڑے گی جس طرح سے یہ گیارہ ماہ گزارے ہیں!!!۔۔کاظم شاہ نے اپنی بے باک باتیں بند نہیں کی تھیں۔ لہجہ شدت پسند تھا۔ وہ اسے جھکانا نہیں چاہتا تھا صرف اس کے منہ سے ایک چھوٹی سی رضامندی چاہتا تھا تاکہ وہ کل کو اسے بہکنے کے طعنے نہ دیتی رہے۔ اس کی بے باک باتوں پہ ایزل شاہ کا وجود اب ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔۔کب۔۔بولا؟۔۔میں۔۔آپکی۔۔قربت۔۔پانے۔۔کے۔۔لئے۔۔تڑپ۔۔۔رہی۔۔ہوں؟ کر رہے ہیں!! میں پھر سے بول رہی ہوں میں نے آپ کو آپکا حق لینے سے کبھی منع assume آپ کیوں خود سے نہیں کیا۔۔وہ بھوکھلاتی ہوئی اسے اس کے مطلب کا جواب دینے کی بجائے لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوتی پھر سے اپنی سرخ آنکھیں اس سے چھپا گئی۔ اس کا لڑکھڑاتا لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ وہ صرف کور کر رہی ہے۔۔

تم جانتی ہو تمہارے ان دو جملوں نے میرے جذبات کی توہین کی ہے! لیکن نہیں تم کیسے جان سکتی ہو؟ تم یہ کام پہلی دفعہ تھوڑی کر رہی ہو؟ اب اپنی بات پہ قائم رہنا ایزل شاہ!! میں بھی دیکھتا ہوں تم سید کاظم شاہ کی قربت کے لئے کیسے نہیں تڑپتی اور کب تک نہیں تڑپتی!!۔۔۔وہ ایک دم سے اپنا چہرہ اسکے بے حد قریب کرتا اپنے لب اسکے لبوں کے قریب لا کے ایک ایک لفظ چبا کے بولتا ان لبوں کو اپنی گرفت میں لئے بغیر تیزی سے اپنا نائٹ سوٹ اٹھاتے واشروم میں بند ہوا تھا۔۔اسکے ان چند جملوں پہ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔سولہ پہ اے

سی تھا لیکن پھر بھی ماتھے پہ ننھی ننھی سی پسینے کی بوندیں چمک رہی تھی۔ اسکے الفاظ نے جس سپیڈ سے ایزل شاہ کا دل دھڑکایا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ رونا شروع کریں یا خاموشی سے سو جائے؟ خیر وہ یہ دونوں کام کرنے کی بجائے کن اکھیوں سے واشروم کے بند دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ تقریباً دس سے پندرہ منٹ بعد وہ شاور لے کے باہر نکلا تھا۔۔ وہ اس وقت شرٹ لیس بالکل نہیں تھا، بلکہ وہ وہ اس وقت سیاہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اپنے گولڈن گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ اس سیاہ رف سے ٹراؤزر شرٹ میں بھی کتنا خوبصورت لگ رہا تھا کوئی ایزل شاہ سے پوچھتا۔۔ بلیک ٹی شرٹ سے اسکے پھولے مسلز اور کسرتی سینہ دیکھتی وہ بار بار اس پر سے نگاہیں ہٹانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھ کے اسے نامحسوس انداز میں دیکھ رہی تھی۔۔ وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنا والٹ، گاڑی کی چابی اور فون اٹھائے ایک دم سے اس پہ جھکتا اسے پھر سے حواس باختہ کر گیا۔ وہ تھوک نگلتی جلدی سے اپنی کہنی سے ہاتھ ہٹا گئی۔۔

میرے کمرے سے نکلنے کے بعد وکٹم کارڈ پلے کر کے بالکل بھی آنسو مت بہانا کیونکہ اس وقت وکٹم تم بالکل بھی نہیں ہو! نہ میں تمہیں دھتکار کے جا رہا ہوں نہ ہی الفاظ کی مار مار رہا ہوں! یہ دونوں کام آج تم نے کئے ہیں! خبردار جو تم نے ایک بھی آنسو بہایا! سو جاؤ!!۔۔ وہ جیسے جان چکا تھا وہ اس کے جانے کے بعد روئے گی، اسی لئے اسے اس کے الفاظ یاد دلاتا دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے اسے پھر سے چھوئے بغیر اس سے دور ہوتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسے جاتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتی اپنے آنسو روکنے لگی۔ کتنا ضدی تھا وہ؟؟۔۔۔ اسے ٹھاکی آواز کے ساتھ دروازے بند کر کے جاتے دیکھ کے وہ روتے ہوئے سوچنے لگی۔۔

ضدی نہیں بات کا پکا!!!۔۔۔۔ کہیں اندر سے آواز آئی تھی جس پہ ایزل شاہ مزید معصومیت سے روتی ہوئی اپنی گردن اور گردن کی گہرائیوں پہ انگلیاں پھیرتی اسکا لمس محسوس کرنے لگی۔۔ جاتے ہوئے ماتھے پہ ایک بوسہ ہی دے جاتا تو کیا ہو جانا تھا؟؟۔۔۔ وہ جو اسے جانے سے روکنے کی ہمت نہیں کر پائی تھی۔۔ اب معصومیت سے سارا الزام اسی پہ لگانے کی کوشش کرتی مزید رونے میں مصروف ہو گئی۔

رات کے ساڑھے دس بج رہے ہیں اور تم ابھی تک اس دیو داس کے پاس بیٹھے ہوئے ہو؟؟بیوی کی کوئی ہوش ہے ؟ اکیلی ہے وہ اپارٹمنٹ میں!!!!۔۔۔کاظم شاہ جو سڑکوں پہ بلا فضول کتنی دیر بعد گاڑی گھمانے کے بعد فارم ہاؤس آیا تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی ارزم شاہ اور احان شاہ کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھ کے وہ دانت پیستے ہوئے ارزم شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔اسکی آواز پہ ارزم شاہ اسے ایک نظر دیکھ کے پھر سے احان شاہ کے ساتھ چھوٹی موٹی باتوں میں مصروف ہوتا آرڈر کیا گیا کھانا پلیٹ میں نکال رہا تھا۔۔احان شاہ جو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا کاظم شاہ کی آواز پہ اس نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا، پھر اس کے منہ سے خود کے لئے دیو داس کا لفظ سن کے غصے سے نگاہیں پھیر گیا۔۔

تم سے مخاطب ہوں میں ؟؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ جو پہلے ہی بیوی کی وجہ سے بھڑکا ہوا تھا، ارزم شاہ کے جواب نہ دینے پہ دبے دبے غصے سے اسے پھر سے مخاطب کرنے لگا۔۔

سوری اس وقت میں احان لالہ کے سوا کسی سے مخاطب نہیں ہونا چاہتا!!۔۔۔وہ مدھم بھاری آواز میں سنجیدگی سے جواب دیتا احان شاہ کے لئے پلیٹ میں کھانا ڈال رہا تھا۔اس کے ایٹیٹوڈ پہ کاظم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

ایک اور تھپڑ کھانے کا ارادہ ہے تمہارا؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اس کے نزدیک آتا اسکی گردن اپنے بازو کے شکنجے میں لیتا اسے چھیڑ رہا تھا۔۔

آپ کا مارنے کا ارادہ ہو سکتا ہے! شکل سے ہی لگ رہا ہے رومانس ادھورا چھوڑ کے آئے ہیں!! جس کا فضول کا غصہ بھی مجھ پہ اترنا ہے؟تو یہ رہی میری دوسری گال! کر لیں اپنی خواہش پوری!!۔۔ارزم شاہ ناراضی سے اس اپنی گردن چھڑوانے کی کوشش کرتا سنجیدگی سے اس پہ طنز کے تیر پھینک رہا تھا۔۔اسکی رومانس والی بات پہ احان شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جس پہ وہ ضبط کرتا اپنی آنکھیں موندے رہا یوں جیسے ان کی گفتگو ہی نہ سنی ہو۔وہی پہ کاظم شاہ کا دل کیا ٹرے سے چلی ساس اٹھا کے اپنے چھوٹے بھائی کی تیز نظروں میں بھر بھر کے ڈال دے، جو بات کی تہہ تک پہنچتا اسے سلگا رہا تھا۔۔

ناراض ہو؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھر کے بولتا اسکے بال ماتھے سے پیچھے کرتا اسے پیار سے منانے لگا۔۔

نہیں!! تھپڑ کھانے کی خوشی میں بھنگڑے ڈالنے لگا تھا! آپ کا ہی انتظار تھا! ۔۔۔وہ طنزیہ انداز میں ہنوز شدید ناراضی سے بولتا اسکا بازو اپنی گردن سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اسکے جواب پہ کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکے شہد رنگ بال بگاڑے تھے۔۔

تم غلطی پہ تھے!!۔۔۔کاظم شاہ لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

تو پھر میرے پاس کیا کر رہے ہیں؟ جائیں اس سالے کو جا کے گلے لگائیں!! چھوڑیں میری گردن!!!۔۔۔ارزم شاہ بھڑکتا ہوا اپنی بھرپور تگ و دو سے اسکا بازو اپنی گردن سے ہٹانے میں جب ناکام رہا تو سالے کا ذکر سن کے احان شاہ کو وہ پل یاد آئے تھے جب کاظم شاہ ان کی سائیڈ لینے کی بجائے اس سالے کی سائیڈ لے رہا تھا جس پہ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے جلدی سے اس سے ارزم شاہ کی گردن آزاد کرواتے زوردار مکا اسکے گال پہ جھڑا تھا۔

تیرا اور ہمارا لنک ختم ہے آج سے! جینا مرنا ختم!!!۔۔۔۔احان شاہ غصے سے غراتا ختمی انداز میں بولتے اس پہ اپنی فرسٹریشن نکالنے لگا۔ کاظم شاہ نے اسے شدید غصے سے گھوریوں سے نوازا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا جب بھی جیلس یا غصہ ہوتا تھا! سر پھوڑنے، آگ لگانے اور جینا مرنا ختم کرنے پہ آجاتا تھا۔۔ جزباتی جو ٹھہرا۔۔ اور اس کی کاپی ارزم شاہ جس نے احان شاہ کے الفاظ پہ زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

اچھا لنک ختم ہے؟ تو پھر دونوں اس وقت میرے فارم ہاؤس پہ کیا کر رہے ہو؟ آنے سے پہلے مجیب خان (چوکیدار) کو کرایا دیا تھا؟؟۔۔۔کاظم شاہ اپنی ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کے سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف دیکھ کے طنز کے تیر پھینکتا ان کا موئے موئے کر رہا تھا۔ اسکے جواب پہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے جواب سوچنے لگے ۔۔ابھی وہ دونوں کوئی جواب دیتے جب کاظم شاہ کی نگاہیں احان شاہ کی شکل رگ کی طرف اٹھی تھیں۔۔ اسکی قمیض کے تمام بٹن بند تھے لیکن شہہ رگ پہ خون واضح تھا۔۔

تم نے آج پھر خود کو نقصان پہنچانے والا کام کیا ہے؟؟ اور ہاتھ کیوں زخمی ہے دونوں کا؟؟۔۔۔کاظم شاہ اب مکمل طور پہ ان دونوں کا جائزہ لیتا فکرمندی سے بولتے ہوئے کمرے میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کی حالت دیکھتا وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ چکا تھا۔ دونوں نے جواب میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ ارزم شاہ کے ہاتھ پہ احان شاہ زبردستی بینڈیج کر چکا تھا لیکن اپنے ہاتھ پہ اس نے نہیں کروائی تھی۔

لالہ کھانا کھالیجئیے گا!! میں اپارٹمنٹ چلتاہوں! لیٹ ہورہاہوں وہ اکیلی ڈر رہی ہو گی!!۔۔۔ارزم شاہ کو جب سمجھ نہ آیا کاظم شاہ کو کیا جواب دے تو احان شاہ کو الوداعی جملے کہتا اپنی ضروری چیزیں پکڑتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

اسے صبح ہویلی لے کے آؤ تاکہ سب کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ ہو سکے اسکی!!۔۔۔اسے ابھی بھی ناراض دیکھ کے کاظم شاہ رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھ کے بولتا احان شاہ سے بات میں نپٹنے کا ارادہ رکھ رہا تھا۔

We avoid "misunderstandings" with others

میری اور اسکی انڈر سٹینڈنگ ایک دوسرے کے لئے کافی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ سر جھٹک کے گھمبیر آواز میں بولتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔کاظم شاہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ اسکی چوڑی پشت گھور کے رہ گیا۔وہ جب بھی ناراض ہوتا تھا اگلے کو پاپڑ بیل کے ہی منانا پڑتا تھا۔۔وہ جلدی ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔۔

ہاں سالے بول تیرے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ چاہتے کیا ہو تم دونوں بہن بھائی؟!!۔۔ارزم شاہ کے جانے کے بعد کاظم شاہ اسکے کندھے پہ مکا جھڑتے اسی پہ اس کی بہن کا غصہ اتارنے کا کام انجام دے رہا تھا۔اشارہ اس کی شہہ رگ کے زخم کی طرف تھا۔

تجھے تو بالکل نہیں چاہتے! ۔۔۔۔۔۔وہ احسان کرنے والے انداز میں جواب دیتا کھانا خود سے دور کرتے ہوئے اوندھے منہ لیٹ گیا۔۔کاظم شاہ کے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھ کے اتنا تو اسے اندازہ ہو چکا تھا،اس میں اور ایزل شاہ میں کوئی چھوٹی موٹی لڑائی ہوئی ہے جو وہ یوں بھڑکتا ہوا یہاں آیا ہے اسی لئے اپنے جواب سے مزید سلگانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

سالے تھوڑی تھوڑی شہہ رگ کیوں زخمی کرتا ہے؟ایک ہی دفعہ ذبح کرنا خود کو!!۔۔کاظم شاہ بھی جوابا اسے سلگانے والے انداز میں جواب دیتا اب ارزم شاہ کے آرڈر کئے گئے کھانے کے ساتھ خود انصاف کر رہا تھا،آخر کو وہ صبح سے صرف چائے پہ گزارا کئے ہوئے تھے،بھوک زوروں کی تھی۔۔کھانے کا دل نہیں تھا لیکن اپنا دھیان بیوی سے ہٹانے کے لئے وہ کھانے میں مصروف ہوتا اب زبردستی احان شاہ کے منہ میں بھی وقفے وقفے سے برگر ڈال رہا تھا جس پہ وہ اسے گھوریوں سے نوازتا اپنا چہرہ دور کر گیا۔۔اسے بھوک نہیں تھی۔اسکی پٹھانی اسکی بھوک مار چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 101 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

رات کے گیارہ بج رہے تھے لیکن وہ دوپہر کا یہاں سے نکلا ابھی تک اپارٹمنٹ واپس نہیں آیا تھا۔وہ کب سے اپنے کمرے میں بیٹھی اسکی گاڑی کے ہارن کا انتظار کر رہی تھی۔۔اس نے تب سے کچھ نہیں کھایا تھا جب سے وہ اپارٹمنٹ سے نکلا تھا۔۔ صبح کا ناشتہ ان دونوں نے ایک ساتھ لیٹ کیا تھا۔۔اس کے بعد سے وہ بھوکے پیٹ بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔اب اسے ڈر لگنے کے ساتھ ساتھ رونا بھی آرہا تھا۔۔وہ اپنے کمرے کا دروازہ لاک کئے کھڑکی سے وقفے وقفے سے باہر کی طرف نگاہیں گھما رہی تھی۔

یہ پورا اپارٹمنٹ سیف ہے! جب میں یہاں نہیں ہوتا تو پورا دن کمرے میں بیٹھنے کی بجائے باہر گھوم پھر لیا کرو! ")

"!تھوڑا سا مائینڈ چینج ہو جاتا ہے

"اچھا لیکن مجھے ڈر لگتا ہے"

("ڈرنا چھوڑ کے لڑنا سیکھو ذی بے بی!! کیونکہ سید ارزم شاہ کی بیوی پہ یہ ڈر کسی بھی اینگل سے سوٹ نہیں کرتا"

جب اس کا انتظار کرتے کرتے ذائشہ خان کو بوریت محسوس ہونے لگی تو ارزم شاہ کی کہی گئی باتوں کو یاد کرتی اپنا ڈر ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے باہر جانے کا سوچنے لگی۔بیڈ کی طرف بڑھ کے اپنا وائٹ دوپٹا اٹھا کے خود پہ اچھی طرح سے اوڑھتی وہ کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔دل باہر جاتے ہوئے ڈر رہا تھا لیکن وہ سید ارزم شاہ کی بیوی تھی۔۔اسے مضبوط بننا تھا، صرف اسی سوچ کے تحت وہ خود کو ہمت دلاتی باہر کی طرف بڑھنے لگی۔اس کا رخ اپارٹمنٹ کی بیک سائیڈ کی طرف تھا۔۔اور کچھ ہی منٹوں میں وہ سوئمنگ پول کے پاس موجود تھی۔اس سائیڈ پہ نیم اندھیرا اور نیم روشنی تھا، صرف چاند کی روشنی اور ایک دو بلبوں کی روشنی تھی۔رات کے اس وقت یہ جگہ کافی پر سکون معلوم ہوتی تھی۔۔پورے اپارٹمنٹ میں یہ جگہ ذائشہ خان کی فیورٹ تھی کیونکہ وہ رات کے وقت یہاں سوئمنگ کیا کرتا تھا اور وہ اسے چوری چھپے کھڑکی سے دیکھتی سرخ ہوا کرتی تھی۔ذائشہ خان کو اس کا ہر انداز پسند تھا۔ پھر چاہے وہ سیگریٹ پینا ہو، سوئمنگ کرنا ہو، اسکی طرف دیکھنا ہو، اسکا جنونی رومانس ہو، یا اس کا نوڈلز بنانا ہو! وہ اس

کے ہر انداز پہ دل ہار جاتی تھی۔ وہ خود سے بھی اتنی محبت نہیں کرتی تھی جتنا عشق اس نے سید ارزم شاہ سے کر ڈالا تھا۔ وہ سوئمنگ پول کے کنارے پہ کھڑی اس کا اس روز والا واٹر رومانس یاد کر رہی تھی۔۔ اس نے کتنا ڈرایا تھا اسے اس روز؟ اور پھر کتنا ستایا بھی تو تھا؟ اور رومانس کی تو حد کر ڈالی تھی؟۔۔ وہ اس کا اس روز کا ہر انداز سوچتی شرم وحیا سے کانوں کی لوں تک سرخ پڑ رہی تھی۔۔ وہ ابھی شرمانے میں ہی مصروف تھی جب اسے پول کے پانی پہ ایک سایہ سا محسوس ہوا تھا۔ زائشہ خان کا دل پہلے تو اچھل کے حلق میں آیا تھا پھر ارزم شاہ کا سوچتی سرخ پڑتے ہوئے اس کے اگلے سٹیپ کا انتظار کرنے لگی۔۔ وہ چاہے اسے سوچ کے شرما رہی تھی لیکن چہرے پہ ناراض تاثرات بھی قائم تھے۔۔ وہ اس سے بری طرح سے خفا تھی جسے آج پورا دن بیوی کی یاد نہیں آئی تھی اور اب تو دن سے رات ہو رہی تھی اور وہ بھی آیا تھا؟۔ وہ دل میں خود سے ہی باتوں میں مصروف تھی جب کسی نے ایک ہاتھ اس کے پیٹ کے گرد باندھتے دوسرا اس کے منہ پہ رکھا تھا۔۔ زائشہ خان کی ہیزل آنکھیں ایک دم سے پھیلی تھیں۔۔ یہ اس کے ہاتھوں کا لمس تو نہیں تھا؟ زائشہ خان کا دل خوف سے دھڑکا تھا۔۔

ارے!! ارے تو ناظرین آپ کو بتاتے چلیں!! آپ سب کے سگھر ہینڈسم شاہ ہمیں بتائے بغیر رات کے تین بجے کچن میں گھس کے کوکنگ میں مصروف ہیں!! کیا ہو جاتا جو ہمیں بھی بتا لیا ہوتا! ہم نے کونسا تمہارا سارا کھانا ہڑپ کر جانا تھا! سوبیڈ!!۔۔۔ میرال شاہ ہاتھ میں کیمرہ پکڑے کچن میں داخل ہوتی شہسوار شاہ کی طرف دیکھ کے ناک چڑھا کے گویا ہوئی تھی، ساتھ ہی چہرے پہ دبی دبی سی مسکراہٹ تھی۔۔

اہم!! پیاز کاٹ رہا ہوں! آگے مت آؤ! آنکھوں میں جائے گا!!۔۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کے کٹنگ بورڈ پہ پیاز کاٹتا شہسوار شاہ فکر مندی سے بولا تھا۔۔ پیاز کاٹتے ہوئے اسکی خود کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ گہری سیاہ آنکھیں نم ہونے کی وجہ سے بے تحاشہ سرخ ہوتی پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔

ناظرین کیا حسین منظر ہے ان آنکھوں کا! کس کس کا دل ڈوب کے ابھر رہا ہے ہمارے ہینڈسم شاہ کی آنکھوں میں؟ ہاہاہاہا!! ۔۔۔ میرال شاہ اسکی طرف جانے کی بجائے کچن کبرڈ کی طرف بڑھتی شہسوار شاہ کی آنکھوں پہ کیمرہ زوم کرتی ہیڈلائٹس دینے والے انداز میں ہنستے ہوئے بولی تھی۔۔

کون کہتا ہے صرف لڑکیاں روتی ہیں؟ مرد بھی روتے ہیں جناب! اب ہمارے ایس ایس پی صاحب کو ہی دیکھ لیں!

۔۔۔میرال شاہ کبرڈ سے دو گوگلز نکال کے ایک اپنی آنکھوں پہ چڑھاتی دوسرا ہاتھ میں پکڑ کے شہسوار شاہ کی طرف بڑھتی چہرے پہ مصنوعی اداس تاثرات سجا کے گویا ہوتی شہسوار شاہ کی طرف بڑھی تھی۔۔اس کی بات پہ شہسوار شاہ نے ہولے سے ہنستے ہوئے ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں۔۔وہ اس وقت رف سے وائٹ ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس اپنی اس رف حالت میں بھی بے حد دلکش لگ رہا تھا۔۔

اگر یہ عقل استعمال کر لی ہوتی نا تو آج یہ آنکھیں اتنے آنسو بہا کے آڈینس کو بے چین نہ کر رہی ہوتی!!۔۔۔میرال گوگلز پکڑاتی تاصف سے بول رہی تھی۔ anti-tear eye شاہ اسکے ہاتھ میں

Uff ,I forgot to put this on

شہسوار شاہ اپنے سر پہ ہاتھ مار کے خود پہ افسوس کرنے والے انداز میں بولتا چھری کو چھوڑ کے اپنی آنکھوں پہ گوگلز چڑھانے لگا۔۔

AHH ! I am looking ugly

شہسوار شاہ خود گوگلز آنکھوں پہ چڑھا کے خود کو کیمرے میں دیکھتا منہ کے زاویے بگاڑ کے بولا تھا۔

And what about me

میرال شاہ اس کی طرف دیکھ کے آئیبرو اٹھا کے استفسار کرنے لگی۔

As usual looking pretty

شہسوار شاہ خوبصورتی سے مسکرا کے نرم لہجے میں اس کی تعریف کرتا پھر سے پیاز کاٹنے لگا۔وہ بہت کم لوگوں کے ساتھ ایسا نرم لہجہ اپنایا کرتا تھا۔۔ورنہ اسکی شخصیت میں ایک روعب اور سنجیدگی تھی۔۔

ہاہاہا! تھینکو! اب ہم آپ سب کو بتاتے چلیں! شاہ صاحب لندن میں رہتے ہوئے بھی رات کے اس وقت بریانی بنا تے اپنے پاکستانی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں!۔۔۔۔۔میرال شاہ کچن سلیب پہ کیمرہ گھما کے انہیں بریانی کا سارا سامان دیکھتی پھر سے شہسوار شاہ پہ کیمرہ گھما رہی تھی۔۔

صبح سے بھوکا ہوں یار! اب تو بس ہو گئی ہے تو سوچا کیوں نہ آج اپنی ڈائٹ کو سائیڈ پہ رکھ کے تھوڑا سا چسکا لگا لیا جائے؟۔۔۔ شہسوار شاہ مصروف انداز میں بولتا نفاست سے کوکنگ کر رہا تھا۔

ہاہاہا! صرف صبح سے ہی نہیں یہ پچھلے دو دنوں سے بھوکا گھوم رہا ہے! کیونکہ جناب کو لندن کے کھانے پسند نہیں آ رہے! انہیں اپنا دیسی فوڈ پسند ہے! اور تیاری چیک کریں جناب کی! ان کے بیگز میں کپڑوں سے زیادہ پاکستانی کھانوں کی اشیاء موجود ہیں!!۔۔۔۔ میرال شاہ اب کرسی گھسیٹ کے اس پہ بیٹھتی تاصف سے سر ہلا ہلا کے بولتی آڈینس کو شہسوار شاہ کے کارنامے بتا رہی تھی۔۔

مجھے ایسا لگتا ہے ہم دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں! پاکستان کے کھانوں کا ٹیسٹ کوئی بیٹ نہیں کر سکتا!! اور میں چاہے کہیں بھی چلا جاؤں پاکستان کو فراموش نہیں کر سکتا! رات کے اس وقت میں پاکستان مس کر رہا تھا تو سوچا کیوں نہ پاکستان کے لوگوں کی فیورٹ اور فیمس ڈش بنا کے لندن میں ہی پاکستان کی یاد تازہ کر لی جائے؟؟۔۔ شہسوار شاہ جواباً مسکرا کے اب اسے اور اسکے ناظرین کو رات کے اس وقت اپنی کوکنگ کی وضاحت دے رہا تھا۔

بات تو سچ ہے لیکن بات ہے رسوائی کی!! ہاہاہاہا آئی مین جو لڑکیاں آج کل میرے ولاگز دیکھنے کے بعد تم پہ اپنا دل ہار رہی ہیں نا تم ان سب سے زیادہ پاکستان اور پاکستان کے کھانوں سے محبت جتاتے ان کا نازک سا دل توڑ رہے ہو! کوئی ایک دو لفظ ان کے بارے میں بھی بول دو؟۔۔۔۔ میرال شاہ اسے تنگ کرنے والے انداز میں گویا ہوتی اب کیمرے کو گلاس کے ساتھ سہارا دے کے دونوں ہاتھ سے اپنے بالوں کا بن بناتے شہسوار شاہ سے مخاطب تھی۔۔ وہ اس وقت پنک ٹراؤزر اور پنک ہی گرم ہڈی میں ملبوس بنا میک اپ کے چہرہ لئے اپنی نیچرل بیوٹی کے ساتھ گے حد خوبصورت اور کیوٹ لگ رہی تھی۔ بھوری کانچ سی آنکھیں ہلکی سوجھی ہوئی تھیں۔۔

Hahaha sorry girls for breaking your hearts! I am already booked

شہسوار شاہ اپنے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجا کے کیمرے کی طرف دیکھتا اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔۔ شہسوار شاہ کے جواب پہ میرال شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

ہاہاہاہا! یہ بتانا تھوڑی تھا یار؟ ٹوٹ گئے نا لڑکیوں کے دل!!۔۔۔۔ میرال شاہ اپنی ہنسی کو بریک لگا کے مصنوعی افسوس کرنے والے انداز میں بولی تھی۔۔

بتانا ضروری تھا ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔ہاہاہا۔۔ شہسوار شاہ سسپنس پھیلانے والے انداز میں جواب دیتا ہنستے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔۔

آہستہ ہنسو! سب سو رہے ہیں! اگر ہماری وجہ سے ان کی نیند خراب ہوئی نا تو ساری بریانی انہوں نے کھا جانی ہے!!۔۔۔میرال شاہ اب کچن کے دروازے کی طرف دیکھتی اپنے دوسرے دوستوں کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے بریانی کی فکر میں مشغول ہو چکی تھی۔۔ شہسوار شاہ کو اسکی فکر مندی پہ مزید ہنسی آ رہی تھی۔۔

حازق خان آج پھر ناچاہتے ہوئے بھی ان کا یہ لوگ دیکھتا غصے سے آگ بگولہ ہو رہا تھا۔۔ آدھی رات کا وقت تھا لیکن وہ پچھلے دو دنوں کی طرح بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا سونے کی بجائے اس کام میں مصروف تھا۔ان دونوں کو ایک ساتھ ہنستے دیکھ کے حازق خان کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اس کی اس جیلس حالت کا مذاق اڑا رہے ہوں۔۔ان دونوں کی ایک دوسرے کے لئے فکر، دونوں کا ایک ساتھ ہنسنا اور اس پہ تضاد شہسوار شاہ کا خود کو بکڈ کہنا حازق خان کے دل میں آگ لگا چکا تھا۔۔

واٹ دا ہیل!!!۔۔۔۔حازق خان انہیں اب ایک ساتھ ٹیبل پہ بیٹھ کے بریانی کھاتے دیکھ کے غصے سے چیخا تھا جیسے وہ دونوں اس کی اس دھاڑ سے ڈر جائیں گے۔۔

بہت غلط کر رہی ہو تم میرال شاہ!!! اور یہ سالا کس کے ساتھ بکڈ ہے؟ کبھی منہ سے پھوٹا کیوں نہیں اس بے غیرت انسان نے؟۔۔۔حازق خان اپنا تکیہ اٹھا کے زمین پہ پھینکتا غصے سے دھاڑتے ہوئے اب اپنی بلیک ٹی شرٹ اتارتا صوفے پہ پھینک چکا تھا۔۔اسے اس وقت عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔۔ جل جل کے اسکا برا حال ہو رہا تھا۔۔جب کے "cute & ugly siblings" جیلسی برداشت سے باہر ہوئی تو پھر سے فون اٹھا کے اپنی تمام فیک آئی ڈیز سے ugly کا لفظ بھی کمنٹس کا ڈھیر لگانے لگا۔کل تک وہ انہیں صرف کیوٹ بہن بھائی بنا رہا تھا آج وہ ان کے لئے استعمال کرنا اپنا فرض سمجھا رہا تھا۔ایک یہی کام تھا جسے کر کے اسے چٹکی برابر سکون مل رہا تھا اور وہ یہ کام فرصت سے کر رہا تھا۔۔ہائے محبت نے میجر کو بھی کسی کام کا نہ چھوڑا۔۔

وہ چیخنا چاہتی تھی، چلانا چاہتی تھی لیکن اپنے منہ پہ موجود ہاتھ کی وجہ سے اسکی چیخیں ااس کے حلق میں گھٹ رہی تھیں۔ ذائشہ خان اس وقت بے حد خوفزدہ ہو چکی تھی۔ یہ ارزم شاہ ہو ہی نہیں سکتا تھا وہ اسے کبھی کبھار مذاق میں ڈرا دیا کرتا تھا لیکن اتنا برا اس نے اسے آج تک نہیں ڈرایا تھا۔۔ وہ اس انسان کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹانے کی تگ و دو میں جب کافی ناکام ہوئی تو اسکے ہاتھ پہ زور سے دانت گاڑتی اسکا ہاتھ اپنے پیٹ سے ہٹانے لگی۔۔

ا۔ارزم۔۔۔ ذائشہ خان نے روتے ہوئے ارزم شاہ کو پکارتے پیچھے کی طرف دیکھنا چاہا تھا لیکن وہ جو کوئی بھی تھا بنا آواز نکالے پھر سے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھتا اسے کھینچتے ہوئے سوئمنگ پول کے پیچھے موجود درختوں کی مخالف سمت لے جانا لگا۔ ذائشہ خان کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ وہ اپنی پوری طاقت آزماتی اس انسان کے حصار سے نکلنے کی کوشش میں پاگل ہو رہی تھی جس کا رخ بیک سائیڈ کے دروازے کی طرف تھا۔۔

اس سے جتنا ہو سکا تھا وہ اتنی ہی تیز رفتار ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپارٹمنٹ تک پہنچا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس کی ذی ضرور منہ بنا کے بیٹھی ہو گی۔ وہ اسکے ناراض چہرے کو اپنے خیالات میں تصور کرتا مبہم سا مسکراتے ہوئے گاڑی پارک کرتا اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔ لاؤنج خالی دیکھ کے وہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ذائشہ خان کے کمرے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اسکے کھلے دروازے کو دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔ وہ جتنی ڈرپوک تھی ارزم شاہ کا حیران ہونا بنتا تھا۔ وہ اس کی غیر موجودگی میں رات کے اس وقت لاک کئے بغیر تو بالکل نہیں سو سکتی تھی۔۔ خیر وہ اپنی حیرت پہ قابو پاتا اندر داخل ہوا تھا۔ پورا کمرہ خالی پڑا تھا جس نے ارزم شاہ کو پہلے سے زیادہ حیران کیا تھا۔ وہ کمرے کا باتھروم اور ڈریسنگ ٹیبل بھی دیکھ چکا تھا وہ کہیں بھی نہیں تھی۔۔ ارزم شاہ دھڑکتے دل سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ بیک سائیڈ کو چھوڑ کے پورا اپارٹمنٹ چھان مار چکا تھا لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھی۔۔ ارزم شاہ کو ایک دم سے حازق خان کا خیال آیا تھا۔۔ کہیں وہ تو اپنی بہن کو۔۔۔؟ اس سے آگے سوچنا ارزم شاہ کے لئے محال ہوا تھا۔۔ وہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ ایک آخری امید کے تحت اپارٹمنٹ کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ ارزم شاہ کا دل اس وقت اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے سے باہر نکل آنا چاہتا ہو۔۔ بیک سائیڈ کی طرف آتے ہوئے اسے ذائشہ خان کی چھوٹی سی پکار سنائی دی تھی لیکن جب تک وہ پول کے پاس آیا تھا وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔

اسے اچھی طرح سے یاد تھا اسکی ذی نے اسے پکارا ہے۔ اسکی آواز چاہے مدھم ہی کیوں نہیں تھی لیکن اس کے دل کی آواز اس تک پہنچ چکی تھی۔۔ اس کی ذی اس وقت مصیبت میں تھی۔۔

ذی!!!!!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے بلند آواز میں ذائشہ خان کو پکارا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔

زائشہ خان اپنے ارزم کی پکار سنتی بری طرح سے روتے ہوئے پھر سے اس انسان کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی جو بیک سائیڈ کے گیٹ تک آ چکا تھا۔۔

خانی!!!!!!!۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان کے جواب نہ دینے پہ ارزم شاہ نے اب کی بار جنونی انداز میں دھاڑتے اپنے قدم پچھلے دروازے کی طرف بڑھائے تھے۔ ارزم شاہ کی آواز کو اپنے قریب سے سنتے ہوئے مقابل کے پسینے چھوٹے تھے، وہ کتنے دنوں سے اس اپارٹمنٹ پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔۔ وہ ہر رات وقت سے واپس آ جاتا تھا لیکن آج رات جب اس کی گاڑی وقت پہ اپارٹمنٹ میں داخل نہیں ہوئی تھی تو اس نے اپنے پلین پہ کام کرنے کا سوچا تھا، لیکن اب اسے اپنا یہ پلین فلاپ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسکی آوازیں سنتا وہ جتنی جلدی ہو سکے ذائشہ خان کو کھینچ تان کے اپنے ساتھ لے جاتا گیٹ عبور کر لینا چاہتا تھا لیکن وہ ناکام رہا کیونکہ اگلے ہی پل اس کی گردن کسی کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھی۔

کون ہے تو؟؟ تیری جرآت کیسے ہوئی میرے گھر میں داخل ہونے کی!!۔۔۔ ارزم شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنے ہاتھ کا زور بڑھایا تھا جس پہ مقابل ذائشہ خان کی کمر کے گرد باندھا اپنا ہاتھ جلدی سے چھوڑ گیا۔۔

ا۔ارز۔۔ ارزم۔۔۔۔۔ ذائشہ خان اسکی ڈھیلی گرفت سے آزاد ہوتی روتے ہوئے ارزم شاہ کو پکارتی اس کی طرف بڑھی تھی۔ ذائشہ خان کا دوپٹا اسکے شانوں سے پھسلنے کو بے تاب تھا۔ پورا چہرہ آنسوؤں سے تر جبکہ بال بکھرے چکے تھے۔۔ زائشہ خان کی حالت دیکھتے ہوئے ارزم شاہ نے مقابل کی گردن زور سے اپنی طرف موڑتے اسکے سر پہ اپنا سر مارا تھا جس پہ وہ چیختے ہوئے زمین بوس ہوا تھا۔۔ اسکے چہرے پہ بلیک ماسک تھا لیکن اسکی چیخ کی آواز سے ارزم شاہ پہچان چکا تھا یہ غلیظ انسان عاشر لکھانی ہے۔۔ ذائشہ خان کو یہ آواز جانی پہچانی سی لگی تھی لیکن اس وقت اس پہ ڈر و خوف اس قدر حاوی تھا کہ وہ اس کی آواز پہ ٹھیک سے غور بھی نہ کر پائی۔۔

اندر جاؤ!!!!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے قدم ذائشہ خان کی طرف بڑھا کے اسکے سر پہ دوپٹا اوڑھاتا بلند آواز میں بولتے ہوئے زمین پہ جھک کے عاشر لکھانی کی گردن پہ اپنے ہاتھ کا زور بڑھاتا اسکے چہرے سے ماسک کھینچ گیا۔ اپنی گردن پہ اس کے ہاتھ کا زور محسوس کرتے عاشر لکھانی کی چیخیں اس کے حلق میں گھٹ رہی تھیں۔ماسک کے پیچھے عاشر لکھانی کا چہرہ دیکھتی ذائشہ خان روتے ہوئے حیرانگی سے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

تجھے میرے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ایک ذرہ برابر ڈر بھی محسوس نہیں ہوا تھا؟ مجھ سے ہڈیاں تروانے کے بعد بھی سید ارزم شاہ کی بیوی پہ اپنی غلیظ نظریں رکھتے کیا تیری روح نہیں کانپی تھی؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے سینے پہ اپنا گھٹنہ ٹکائے اسکی گردن پہ اپنے ہاتھ کا زور بڑھاتے ہوئے اپنی پوری قوت سے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔۔

چھوڑو۔۔۔مجھے۔۔۔ارزم شاہ!۔۔۔وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلانے لگا۔بیک سائیڈ کے گیٹ پہ موجود چوکیدار جو مخالف سمت درختوں کے پاس ہلچل محسوس کرتے اس طرف بڑھا تھا، ارزم شاہ کی دھاڑیں سنتے وہ کانپتا ہوا جلدی سے گیٹ کے پاس واپس آیا تھا جب اس منظر کو دیکھتے ہوئے چوکیدار حیران ہوا تھا۔۔

لے چھوڑ دیا! اب بول تیری جرآت کیسے ہوئی یہاں پہ قدم رکھنے کی؟؟۔۔۔ارزم شاہ اسکی گردن سے اپنا مضبوط ہاتھ ہٹاتا اسے بولنے کا موقع دیتے ہوئے غرایا تھا۔۔

ی۔یہ۔۔حازق۔۔خان۔۔کی۔۔بہن۔۔۔ہے!! ۔۔

مجھے۔۔۔اپنے۔۔تایا۔۔کے۔۔خون۔۔کا۔۔بدلہ۔۔چاہئیے۔۔جو۔۔میں۔۔۔اسکی۔۔۔بہنوں۔۔کو۔۔۔بے آبرو۔۔۔ابھی عاشر لکھانی مزید بولتا جب ارزم شاہ نے اپنی پوری طاقت سے اسکے لبوں پہ مکا جھڑتے اسکے بال پکڑتے ہوئے اسکا سر زمین پہ مارا تھا۔عاشر لکھانی کے الفاظ پہ ذائشہ خان شدید حیران ہوئی تھی۔ حیرانگی کے عالم میں وہ رونا بھولتی اسکے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگی۔۔

تو یہ بات کیسے بھول چکا تھا خب۔۔یس۔۔انساں! عائشہ خان، حازق خان کی بہن بعد میں اور سید ارزم شاہ کی بیوی پہلے ہے!!! تجھ میں اتنا سٹیمنا ہے تو میرا ایا میجر حازق خان کا مقابلہ کر سکے؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے شدید غصے سے چیختے ہوئے عاشر لکھانی کے چہرے پہ مکوں کی برسات کی تھی جب اسے محسوس ہوا تھا ذائشہ خان ابھی تک یہی پہ موجود ہے۔۔

اندر جاؤ ذائشہ خان!!!!!!!۔۔۔۔۔ذائشہ خان کو ہنوز یہی پہ کھڑے حیرانگی کے عالم میں دیکھ کے ارزم شاہ رخ موڑ کے ذائشہ خان کی طرف دیکھتا حلق کے بل دھاڑا تھا۔ذائشہ خان جو پہلے ہی بری طرح سے ڈری ہوئی تھی اس کی دھاڑ پہ لرزتی ہوئی نفی میں سر ہلاتی پیچھے کی طرف قدم بڑھاتے اسے نم نگاہوں سے دیکھتی اندر کی طرف بھاگ گئی۔۔

موت خود چل کے انسان کے پاس آتی ہے لیکن تو خود چل کے موت کے پاس آیا ہے عاشر لکھانی!! تو جانتا ہے میں تجھے اس قدر سفاک موت دوں گا کہ تیری نسلیں بھی تجھ پہ فاتحہ پڑھتے ہوئے میری دہشت سے ڈریں گی! میں تیری نسلوں کے لئے تیری موت کو ایک مثال بناؤں گا!! ۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ طیش و اشتعال کے عالم میں گرجتا ہوا عاشر لکھانی کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑتے ایک جھٹکے میں اس کی ہڈیاں توڑ گیا جن سے اس نے اسکی ذی کو چھونے کی کوشش کی تھی۔یہ وہی ہاتھ تھے جنہیں پہلے بھی اس نے حرکت کرنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا لیکن وہ شاید پچھلے دو ماہ سے اپنے ٹوٹے ہوئے جوروں کو علاج کروا کے اسکے پاس آیا تھا تاکہ پھر سے اپنی ہڈیاں تروا سکے۔ ارزم شاہ جانتا تھا وہ ان دو مہینوں میں بیرونی ملک اپنے علاج کے لئے اور کچھ اس کے ساتھ چھپن چھپائی کھیلنے کے لئے غائب ہوا تھا لیکن وہ خود ہی اسے چھوڑ دے رہا تھا، وہ چاہتا تھا وہ اسے ان ایکسپیکٹڈلی قتل کرے اور آج کا یہ سارا سین واقعی ہی ان ایکسپیکٹڈ تھا۔

تم مجھے قتل کرو گے۔۔۔تو شاہوں کی پارٹی پہ۔۔۔سوالیہ نشان۔۔۔اٹھے گا! مجھے۔۔۔قتل کر کے تم لوگ پوری۔۔۔دنیا کے سامنے قاتل کہلائے۔۔۔جاؤ گے!! تم کیوں۔۔۔بھول رہے ہو میں کامران لکھانی۔۔۔کا بیٹا ہوں جو میرے تایا۔۔۔راؤف لکھانی کی جگہ سیاست میں حصہ لے چکے ہیں! ۔۔۔مجھے قتل کرنا تمہیں مہنگا پڑے گا!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنے ٹوٹے ہاتھ دیکھ کے چیخیں مارتا ارزم شاہ کو دھمکیاں لگا رہا تھا۔۔

تو ہماری پارٹی کی اپنی موت سے زیادہ فکر کیوں کر رہا ہے؟؟فلحال مجھے اپنے ملک پہ تجھ جیسے سوالیہ نشان کو ختم کرنا ہے!! جسے میں آج ختم کئے بغیر سکون کی سانس نہیں لوں گا!!۔۔۔۔ارزم شاہ مضبوط لہجے میں غراتا ہوا اسکی ٹانگوں کو ایک دوسرے میں الجھا کے اپنی پوری طاقت سے موڑتا ہوا عاشر لکھانی کو مزید چیخیں بلند کرنے پہ مجبور کر گیا۔۔عاشر لکھانی کی چیخیں وقفے وقفے سے بلند ہو رہی تھیں۔۔اسکی چیخیں ارزم شاہ کو سکون دے رہی تھیں۔۔

شیر دل!!!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے سامنے حواس باختہ سے کھڑے شیر دل کو دیکھتے ارزم شاہ نے شدید غصے سے اسے پکارتے اسکے ہاتھ میں موجود در میانے سائز کی رائفل کی طرف اشارہ کیا تھا جو شیر دل (چوکیدار) نے تھوک نگلتے ہوئے اس کے حوالے کی تھی۔۔

ت۔تم۔۔م۔مجھے۔۔قتل۔۔نہیں۔۔کر۔۔کرو۔۔۔گے!!۔۔پاپا!!!۔۔پاپا!!!۔۔۔۔ارزم شاہ کو خود پہ رائفل تانتے دیکھ کے عاشر لکھانی لڑکھڑاتے لہجے میں چیختا ہوا اپنے باپ کو پکارنے لگا۔۔

جب کسی کے اندر کی آگ نہ بجھ رہی ہو اور وہ اس آگ کو بجھانے کے لئے حرام کام اپنالے تو ارزم شاہ ان کی آگ یونہی اپنے انداز سے بجھاتا ہے!! بائے بائے!! تجھے مس کر کے اپنا قیمتی وقت بالکل ضائع نہیں کروں گا!!۔۔۔۔اسے تڑپتے دیکھ کے ارزم شاہ استہزایا انداز میں غراتا ہوا رائفل کی تمام گولیوں سے اسکا وجود چھلنی کرتا ایک آخری گولی بچا کے شیر دل کی ٹانگ پہ فائر کر گیا۔۔شیر دل جو آنکھیں پھیلائے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا اپنی ٹانگ میں پیوست ہوتی گولی کو محسوس کرتے وہ اپنی جگہ سے اچھلتا ہوا چیخنے لگا۔۔

میں ایسا ہی کروں گا لالہ!!!میری بات لکھ کے رکھ لیں عاشر لکھانی کا قتل اکیسویں صدی میں ہو گا اور سید ارزم شاہ") ("!!کے ہاتھوں ہو گا

اس نے کاظم شاہ کو زبان دی تھی وہ عاشر لکھانی کا قتل اکیسویں صدی میں کرے گا اور وہ اپنی زبان پہ پورا اترا تھا ۔۔عاشر لکھانی کی سانسیں کب سے اسکا ساتھ چھوڑ چکی تھیں لیکن جب تک ارزم شاہ کے دل کو سکون نہیں ہوا تھا تب تک اس نے اسکی لاش کی جان نہیں چھوڑی تھی۔۔وہ اسکی آنکھیں اور اسکی گندی زبان نکال کے زمین پہ پھینکتا خورشید کو اس کے ٹکرے کرنے کا حکم دیتا شیر دل کی طرف بڑھا تھا۔۔گولیوں کی آوازیں سن کے یہاں ملازم جمع تھے جو اب شیر دل کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔۔

تیرے ہوتے ہوئے اس غلیظ انسان کی جرآت بھی کیسے ہوئی میرے اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی؟؟۔۔۔۔۔

ارزم شاہ نیچے زمین پہ تڑپتے شیر دل کا جبڑہ اپنے ہاتھ سے دبوچتا لہولہو آنکھوں سے دھاڑا تھا۔

ش۔شاہ۔۔صا۔۔صاحب۔۔م۔مجھے۔۔معا۔۔معاف۔۔کر۔۔دیں۔۔

میں۔۔دوسری۔۔طرف۔۔کسی۔۔کی۔۔۔موجودگی۔۔محسوس۔۔کر۔۔۔کے۔۔چیک۔۔کرنے۔۔گیا۔۔تھا۔

۔مجھے۔۔ معلوم۔۔۔ نہیں۔۔ تھا۔۔ میرے۔۔۔ جانے۔۔کے۔۔بعد۔۔۔یہ۔۔۔سب۔۔۔
ہو۔۔۔جائے۔۔ گا۔۔۔۔ شیر دل کانپتا ہوا ہاتھ جوڑتے ہوئے اس سے معافی مانگنے لگا جس پہ ارزم شاہ کچھ دیر اسے گھورنے کے بعد گہری سانس بھرتا ہوا اسکا جبڑہ چھوڑ گیا۔۔

اسے ہاسپٹل لے کے کوئی نہیں جائے گا!! پوری رات تڑپنے دو! جب ٹانگ ضائع ہو گی تب معلوم ہو گا ایک ٹانگ پہ کھڑے ہوتے ہوئے بھی چوکنا ہو کے چوکیداری کس طرح سے کی جاتی ہے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ یہاں کھڑے تمام ملازموں کی طرف دیکھ کے غصے سے حکم صادر کرتا عاشر لکھانی کے لہولہان مردہ وجود کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتا زور سے پیر کی ٹھوکر مارتے اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

وہ اپنے خون سے رنگے ہاتھ اور کپڑوں کو دیکھ کے شاور لینے کا سوچتا باتھروم میں داخل ہوا تھا۔۔وہ جانتا تھا اسکی بیوی اس وقت کن سوچوں میں مصروف رو رہی ہو گی لیکن وہ اس حالت میں اس کے سامنے جا کے اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔۔شاور لے کے خود کو پر سکون محسوس کرتا وہ بلیو ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتے جب دروازہ لاک محسوس ہوا تو گہری سانس بھرتے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا لیکن جواب ندارد۔۔۔وہ شاید اسکے دروازہ کھٹکھٹانے کے انداز سے ہی اسے پہچان چکی تھی۔۔

خانی!! دروازہ کھولو!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسے نرمی سے پکارتے پھر سے دروازے پہ دستک دی تھی لیکن ذائشہ خان نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اپنے روم کی طرف بڑھتا درازوں سے ذائشہ خان کے کمرے کی چابی ڈھونڈنے لگا جو اسے کچھ ہی منٹوں میں مل چکی تھی۔۔چابی لے کے وہ پھر ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھتا اگلے ہی پل اسکے کمرے کا لاک کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔۔اندر اینٹر ہوتے ہی نگاہیں ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں جو بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھی بری طرح سے کانپتے ہوئے رو رہی تھی۔۔ارزم شاہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

ذی!!!!!۔۔۔۔۔وہ گھٹنوں کے بل اسکے پاس بیٹھتا نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگانے لگا جب وہ روتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔۔

ہا۔۔ہاتھ۔۔مت۔۔لگائیں!!!۔۔۔۔۔وہ روتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔۔

چلو پھر منہ ادھر کرو! منہ لگالیتا ہوں؟؟۔۔۔۔۔۔۔اسکے دور ہونے پہ وہ اچانک سے اپنے ہاتھ سے نرمی سے اسکا جبڑہ دبوچ کے خود کے چہرے کے قریب کرتا سنجیدگی سے بولا تھا۔ذائشہ خان بنا کوئی جواب دیئے سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔اسکے دماغ میں عاشر لکھانی کی باتیں ابھی تک گونج رہی تھیں۔۔وہ کسی حازق خان کا ذکر کرتا اسے اسکی بہن بنا رہا تھا اور ارزم شاہ کے جواب پہ صاف ظاہر تھا وہ اس کے متعلق جانتا ہے!! پھر ذائشہ خان اس بات سے لا علم کیوں تھی؟ذائشہ خان کے دماغ میں یہ سوال بار بار گونج رہا تھا۔اسے سسکتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسکے آنسوؤں پہ اپنے سلگتے ہونٹ رکھتے انہیں شدت سے اپنے حلق میں اتارا تھا،وہ مزاحمت کرتی اس سے فاصلے پہ ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔ارزم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے قریب کرتا زور سے اپنے سینے میں بھینچے اسکے آنسو چننے میں مصروف رہا۔۔

چھ۔چھوڑیں۔۔۔مجھے!!!۔۔۔۔چھوڑ۔۔دیں!!!۔۔۔وہ ہذیانی انداز میں چلاتی اپنا چہرہ اس سے دور کرنے لگی۔ارزم شاہ نے ایک دم سے اسکے بالائی لب کو اپنے دانتوں میں دبایا تھا۔اسکا دور ہونا اسے ہمیشہ کی طرح غصہ دلا رہا تھا جس پہ وہ قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔۔

ریلیکس ہو جاؤ!! اور مجھے بتاؤ بیک سائیڈ پہ کیا لینے گئی تھی تم؟؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے لب کو آزادی بخشتا نرمی سے اسکی کمر پہ ہاتھ پھیرتے متوازن لہجے میں استفسار کرنے لگا۔۔

حا۔۔حازق خان کون ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا اسی سے سوال کرتی اس سے دور ہوئی تھی۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔اسکے سوال پہ ارزم شاہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے کیا جواب دے۔۔

کھانا کھایا تھا تم نے؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اس سے سب کچھ بعد میں کلیئر کرنے کا سوچتے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے پیار سے استفسار کرتا بات کا رخ موڑ گیا۔۔وہ اس کے سوال پہ سسکی لیتی پھر سے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا گئی۔اسے یاد آیا تھا وہ صبح سے بھوکی ہے۔۔

میجر حازق خان کون ہے؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے پھر سے اپنے سوال پہ زور ڈالتی غرائی تھی۔۔

میرا سالا!!! اب بتاؤ کھانا کھایا؟؟؟۔۔۔۔وہ نارمل انداز میں جواب دیتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھاتا کھڑا ہوا تھا۔۔اسکے جواب پہ ذائشہ خان کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔اس نے اسکے منہ سے اس لفظ "سالا" کو گالی کے طور پہ لیا تھا کیونکہ اس نے ارزم شاہ کو اکثر فون پہ اپنے دوستوں کو یہی گالی نکالتے سنا تھا۔۔

آپ میرے سوال کا جواب کیوں گھما رہے ہیں؟؟ مجھے بتا کیوں نہیں رہے وہ کون ہیں؟ اور عاشر ان کا ذکر کیوں کر رہا تھا؟ وہ کس بدلے کا نام لے رہا تھا؟؟ کیوں چھپایا مجھ سے یہ سب؟؟۔۔۔وہ آنسو بہاتی غصے سے چیخی تھی۔۔

میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ذی! اس پاک رشتے میں میں کچھ بھی چھپانے کا قائل نہیں ہوں!! میں تمہیں سب بتاؤ گا! ناراضگی اور غصہ چھوڑ کے پہلے میرے ساتھ کچن میں چلو!!!۔۔۔وہ اسکے چیخنے پہ سنجیدگی سے گویا ہوتا اسے نرمی سے بازو سے پکڑتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

مجھے کچھ نہیں کھانا!! جب صبح سے میری کوئی فکر نہیں تھی تو اب کیوں اتنی فکر جتا رہے ہیں؟ دل بھر گیا ہے مجھ سے جو صبح سے یاد نہیں آیا تھا کہ میں اپارٹمنٹ میں اکیلی ہوں! یہ جانتے ہوئے بھی کہ مجھے تنہائی سے کتنا ڈر لگتا ہے!!!۔۔۔وہ روتے ہوئے چلائی تھی، وہ ابھی تک وہ لمحہ بھول نہیں پا رہی تھی جب عاشر لکھانی نے اسکے پیٹ اور منہ پہ ہاتھ رکھتے اسے خوفزدہ کیا تھا۔

ذی!! کیوں فضول سوچ رہی ہو؟ صبح سے ایک ضروری کام کے لئے نکلا تھا تو بس اسی سلسلے میں لیٹ ہو گیا! میرا دل تم سے کیوں بھرے گا؟ کیوں میری محبت پہ الزام لگا رہی ہو؟؟۔۔۔اسکے چلانے پہ وہ اسے آنکھیں دیکھاتا کرخت لہجے میں بولا تھا۔۔

تو جائیں ابھی بھی ضروری کام نپٹائیں! کیوں میرے پاس اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں!!۔۔۔وہ اپنے آنسو بے دردی سے رگڑتی بیڈ کی طرف بڑھنے والی تھی جب ارزم شاہ نے اسے قابو کرتے ہوئے زور سے اپنی بانہوں میں بھینچے اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھے تھے۔۔

میں تمہارے مجرم کو سزا دے چکا ہوں خانی!! تم اپنی ساری فرسٹریشن مجھ پہ نکال لو لیکن ناراضگی والا سین ختم کرو!!۔۔۔وہ اسکا گال چومتے ہوئے نرمی سے اسے ریلکس کر رہا تھا۔وہ جانتی تھی اس نے اسکے مجرم کو کس طرح سے سزا دی ہے۔ گولیوں کی آواز اتنی بلند ضرور تھیں کہ اس کے کمرے تک آسانی سے آجاتی۔۔

حازق خان کون ہے؟

و۔وہ۔۔۔م۔میں۔۔ان۔۔۔کی۔۔بہن۔۔کیسے۔۔۔ہو۔۔سکتی۔۔ہوں۔۔آپ۔۔اور۔۔عاشر۔۔ان ۔۔کا۔۔ذکر۔۔کیوں۔۔۔کر۔۔رہے۔۔تھے؟۔۔۔۔اسکے نرم لہجے پہ وہ اس سے پھر سے اپنے دل میں کھلبلی مچاتے سوال پوچھنے لگی۔ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا سر پیچھے کی طرف گرایا تھا۔۔

میں تمہیں سب بتاؤں گا لیکن پہلے تم وعدہ کرو مجھے کبھی چھوڑ کے نہیں جاؤ گی؟؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا کیونکہ اتنا تو وہ جان چکا تھا وہ اب ضد پہ اڑ چکی ہے پوری بات پوچھے بغیر کھانا بالکل نہیں کھائے گی۔ارزم شاہ کی بات پہ وہ چونک کے اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔وہ پہلے بھی کل سے کتنی دفعہ اس سے یہ وعدہ کروا چکا تھا تب ذائشہ خان اتنا نہیں چونکی تھی جتنا اس وقت چونکتی اسے پر سوچ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

کیسا جا رہا ہے ٹرپ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ فون سامنے سینٹرل ٹیبل پہ سیٹ کرتی آئیبرو اچکاتے ہوئے میرال شاہ سے مخاطب تھی۔۔

ٹرپ تو اچھا گزر رہا ہے تو سنا تیرا ہنی مون کیسا جا رہا ہے؟۔۔۔۔میرال شاہ جواباً ہنس کے بولتی ہوئی اپنی الماری سے کپڑے نکال رہی تھی۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مرحاشاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ اسکے ساتھ بیٹھی ایزل زبردستی مسکرا کے ان کی باتیں سنتی ازمیر شاہ کے ہاتھوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔پچھلے تین سے ایزل شاہ کا موڈ آف چل رہا تھا وجہ کاظم شاہ کا نہ چھونا تھا۔وہ اس سے نارمل انداز میں اس کی بات کا جواب تو دے رہا تھا لیکن خود سے کوئی بات کرنے میں گریز برتنے کے ساتھ ساتھ اسے چھونا بھی چھوڑ چکا تھا۔۔یہاں تک کہ رات کو ایک بیڈ پہ ہوتے ہوئے بھی وہ لیپ ٹاپ میں اپنے کام پہ مصروف رہتا۔۔

ہاہاہا! آپی! کیسی باتیں کر رہی ہیں!۔۔۔۔۔۔ہر رات کی طرح گزری رات بھی زوریز شاہ کی کاروائیاں یاد کرتی مرحاشاہ سرخ چہرہ لئے ہنستے ہوئے بولی۔

جانی میں پوچھ رہی ہوں ہنی مون کیسا جا رہا ہے؟ ہنی مون مطلب ہوم ہنی مون! کیونکہ تمہارے شوہر کو ہنی مون منانے کے لئے اسپیشل ٹکٹ کروا کے کہیں جانے کی تو بالکل بھی ضرورت نے ہی ہے! یہ تو بھی جانتی ہے اور ہم بھی!! ایک مہینہ تو آل موسٹ ہو چکا ہے تو ڈاکٹر صاحبہ گڈ نیوز کب۔۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔ میرال شاہ بے باکی سے اپنی بات دہراتی ہوئی اپنی بات اُدھوری چھوڑ کے مرحا شاہ کا چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ کر گئی۔ ایزل شاہ کی کانوں کو ہاتھ لگانے کی کسر باقی رہی تھی۔

ابھی ہمارا کوئی پلین نہیں ہے! ابھی ہمیں کچھ دیر اپنی میرڈ لائف انجوائے کرنی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ مرحا شاہ شرافت سے نظریں نیچی کر کے اپنے ناخنوں کی طرف دیکھتی میرال شاہ کو جواب دینے لگی کیونکہ اس کے بات دہرانے پہ وہ اتنا تو جان چکی تھی وہ اپنی بات کا جواب لے کے چھوڑے گی۔

اوہو!!! تو مطلب ابھی ایک ڈیڑھ سال اکیلے اکیلے رومانس؟ نو بچہ سین؟؟۔۔۔ میرال شاہ اسکے سرخ چہرے کو دیکھتی اب باقاعدہ اسے چھیڑ رہی تھی۔۔

آپی!!!!!!!!!۔۔۔۔۔ مرحا شاہ شرم سے جھنجھلائی تھی۔۔

ہاہاہا! اپنے ساتھ بیٹھی ہماری ننھی سی جان کو ہی دیکھ لو؟ شوہر نے ہماری بچی کی عمر کا لحاظ کئے بغیر بیوی کو جونیر شاہ کی ماں کے عہدے پہ فائز بھی کروا دیا تاکہ کوئی دوسرا ہمارے سینیر شاہ سے آگے نہ نکل جائے!! اور پھر جونیر کے بہن بھائیوں کی اس قدر فکر کہ چھوٹی سی عمر میں ہی اس کی منگنی کٹی سے کروا دی تاکہ فٹافٹ دونوں کو بیاہ کے الگ کمرے میں انہیں اور خود کو پرو ائیسی دی جا سکے!! ہاہاہاہا۔۔ بندہ ہو تو ایسا دور کی سوچ رکھنے والا!! ورنہ نہ ہو!!۔۔۔۔۔

میرال شاہ ہنستی ہوئی اب بے باکی سے ایزل شاہ کو تنگ کر رہی تھی جو اس کی باتوں پہ سٹپٹاتی ہوئی منہ کھولے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ مرحا شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔ میرال شاہ کہاں کسی کو بخشتی تھی؟

آ۔ آپی!!!!!۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ شرم و حیا سے لال ہوتی معصومیت سے صرف اتنا سا احتجاج کر پائی۔۔

جی آپی کی جان! نیکسٹ بچہ وین (کب)؟؟ ہاہاہاہا!!!!۔۔۔۔۔ میرال شاہ مصنوعی معصومیت چہرے پہ سجا کے اپنی آنکھیں ٹپٹپا کے بولتی ایزل شاہ کے ہوش اڑا رہی تھی۔۔

جب وہ کہیں!! کیوں ایزل؟؟۔۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ بھی اب اپنی بہن کا ساتھ دیتی آنکھ ونک کر کے بے باکی سے بولتی ایزل شاہ کو تنگ کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔ ایزل شاہ نے روہانسے ہوتے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔ میر ال شاہ اب ہنس ہنس کے باقاعدہ پیٹ پکڑتی بیڈ پہ لیٹتے ہوئے فون اپنے سامنے کر گئی۔۔

اچھا ہمیں باتوں میں مصروف کر کے اپنا بتانا بھول گئی؟ بتائیں نا کیسا گزرے رہ ہے ٹرپ ہینڈسم شاہ کے ساتھ؟؟ اہم اہم!!!۔۔۔۔ ایزل شاہ کو روہانسے ہوتے دیکھ کے مرحاشاہ اب اسکی جان خلاصی کرتی میر ال شاہ کو شہسوار شاہ کا حوالہ دیتے ہوئے آئیبرو اٹھا کے پوچھنے لگی۔

اچھا گزر رہا ہے! اچھا ہے سب!! مزہ آرہا ہے!!۔۔ میر ال شاہ نے نارمل انداز میں مسکرا کے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

وہ ساتھ ہیں! اچھا تو ہو گا نا!! ہاہاہا۔۔۔۔ مرحاشاہ اسے آنکھ مارتی زو معنی انداز میں چھیڑنے لگی۔۔

ابے نہیں ایسی ویسی کوئی بات نہیں ہے! جسٹ بیسٹ فرینڈز!!!۔۔۔ میر ال شاہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی ہنستے ہوئے لاپرواہی سے بولی تھی۔۔

پہلے پہلے سب فرینڈز ہی ہوتے ہیں! اور یہاں تو بابا آپ دونوں کو ایک ساتھ دیکھ دیکھ کے اتنے خوش ہیں! بابا بول رہے تھے آپ سب کے لندن سے واپس آتے ہی آپ کی اور آپکے ہینڈسم شاہ کی شادی کے متعلق ان کے پیرنٹس سے بات کریں گے!!۔۔۔۔ مرحاشاہ نگٹس کھاتی ہوئی میر ال شاہ کو باپ کے خیالات سے آگاہ کر رہی تھی جنہیں سنتے ہوئے میر ال شاہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا۔۔

مجھ سے پوچھے بغیر کیوں؟؟۔۔۔۔ میر ال شاہ کا لہجہ سپاٹ ہوا تھا۔۔

آئی ڈونٹ نو! کیوں آپ کو وہ پسند نہیں ہیں؟۔۔۔۔۔ مرحاشاہ فکرمندی سے استفسار کرنے لگی ساتھ۔ ہی ساتھ ایزل شاہ بھی تجسس سے میر ال شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

نو ایسی بات نہیں ہے یار جیسا تم سب سوچ رہے ہو! ہم دونوں کے مائینڈ بہت میچور ہیں! ہم دونوں اپنی لمٹس جانتے ہیں! ہم دونوں بیسٹ فرینڈز کے طور پہ ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے ہیں لیکن لائف پارٹنر کے طور پہ ہم دونوں کی سوچیں مختلف ہو سکتی ہیں!!۔۔۔۔ میر ال شاہ اب سنجیدگی سے اسے جواب دیتی اپنے آنسوؤں پہ قابو پا

رہی تھی جو اس ستمگر کو سوچتے ہوئے انکھوں میں خود بخود آ چکے تھے لیکن اس کے پلکیں جھپکنے کی وجہ سے وہ مرحاشاہ اور ایزل شاہ کو واضح نہیں ہو رہے تھے۔۔

اچھا تو ایسی بات ہے؟ پھر آپ کو کیسا لائف پارٹنر چاہیئے؟۔۔۔۔ مرحاشاہ چہرے کے زاویے بگاڑتی پوچھنے لگی۔۔

وہ جس کے ساتھ میں دن رات رومانس کر سکوں!! ہاہاہاہا۔۔ آئی مین ایک ایسا لائف پارٹنر جو معصوم ہو جسے میں رومانس کی کلاسز بذاتِ خود دیتی سرخ کر سکوں!!۔۔۔ وہ اپنے آنسو چھپاتی قہقہ لگا ہے بولتی مرحاشاہ اور ایزل شاہ کو بھی ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 101 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

آ۔ آپ۔۔ بزی ہیں؟؟۔۔۔۔۔ اسے لیپ ٹاپ میں مصروف دیکھ کے وہ مدھم آواز میں اس سے مخاطب ہوئی تھیں کیونکہ کمرے میں مزید خاموشی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ازمیر کو سلایا تھا۔ ازمیر تو سو چکا تھا لیکن اس کا باپ پچھلی تین راتوں کی طرح آج بھی لیپ ٹاپ میں مصروف تھا جیسے اس لیپ ٹاپ سے زیادہ اس کمرے میں موجود کچھ بھی اس کے لئے زیادہ امپورٹینس نہ رکھتی ہو۔۔

ہمم۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے مصروف انداز میں سر ہلاتے ہنکارا بھرا تھا۔۔

اچھا۔۔۔۔۔۔۔ اسے کچھ زیادہ ہی مصروف دیکھ کے وہ یک لفظی جواب دیتی کمرے کی دیواریں دیکھنے لگی۔۔ کچھ دیر پھر خاموشی چھائی رہی۔ اسے لگ رہا تھا اب کی بار وہ اسے مخاطب کرے گا لیکن اس نے نہیں کیا تھا۔۔

کچھ پوچھنا تھا آپ سے؟۔۔۔۔ کچھ منٹ گزرنے کے بعد ایزل شاہ مزید گویا ہوئی تھی۔۔ وہ اس وقت نارنجی سادہ سی شلوار قمیض میں ملبوس سینے تک چادر لئے اس کی طرف رخ موڑے ہوئے تھے، ازمیر شاہ ان دونوں کے درمیان میں تھا جبکہ ایزل شاہ اور کاظم شاہ ایک دوسرے سے مخالف سمت پہ تھے۔۔

ہمم؟؟۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اب کی بار سوالیہ انداز میں ہنکارا بھرتے ہوئے کی بورڈ پہ تیزی سے انگلیاں چلائی تھیں۔۔

آپ۔۔نے بتایا نہیں تھا اس روز گل کے ساتھ آپ سب کی ملاقات کیسی رہی؟۔۔۔۔وہ نچلا لب کاٹتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھنے لگی۔۔

تم نے پوچھا نہیں تھا۔۔۔جواب مختصر سا آیا تھا۔۔

تو۔۔اب بتا دیں؟۔۔۔۔وہ ازمیر شاہ پہ چادر درست کر کے اے سی کی سپیڈ تھوڑی کم کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولی۔۔

ملاقات اچھی تھی!۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھر کے جواب دیتا اب اپنی گردن کو دائیں بائیں ہلاتے اسکے بل نکال رہا تھا۔۔

اچھا!!!۔۔۔۔ایزل شاہ کو اسکی اتنی مختصر سی جوابی کاروائی پہ سب رونا آرہا تھا لیکن وہ رونے کی بجائے اپنا ازلی جواب دیتی اس پر سے نگاہیں ہٹا کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔کاظم شاہ نے اس دوران ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔وہ اس وقت نائٹ سوٹ پہننے کی بجائے سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔اس نے پچھلے تین دنوں سے مسلسل سیاہ رنگ پہنا تھا۔۔ایک سیاہ سوٹ تبدیل کر کے وہ دوسرا بھی اسی رنگ اور طرز کا پہن رہا تھا، دیکھنا والا یوں سمجھتا جیسے اس نے شاید تین دن سے ایک ہی لباس پہنا ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔وہ ہر روز لباس تبدیل کر کے خود کو صاف ستھرا رکھتا تھا۔۔وہ ایک نفاست پسند انسان تھا۔۔

کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں آپ شاید؟؟۔۔۔ایزل شاہ کو جب کوشش کے بعد بھی نیند نہ آئی تو پھر سے اسے مخاطب کر بیٹھی۔

ہاں درست کہا!!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔

سہی!!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ اس کے ٹکے سے جواب پہ اپنے آنسو پیتی ہوئی آنکھوں پہ کہنی رکھ گئی۔۔

اگر تمہیں اس لیمپ لائٹ کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تو میں ڈریسنگ روم میں چلا جاتا ہوں؟؟۔۔۔کاظم شاہ ایک نظر اسے دیکھ کے پھر سے اپنے لیپ ٹاپ پہ نگاہیں مرکوز کئے سپاٹ لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔۔

ن۔ نہیں۔۔تو۔۔ایسی بات نہیں ہے! آپ یہی پہ رہیں چاہے پورے کمرے کی لائٹس آن کر لیں!!۔۔۔اسکے جانے کا سن کے وہ جلدی سے اپنی آنکھوں سے کہنی ہٹا کے بولی تھی جس پہ کاظم شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

م۔می۔میرا۔۔۔مطلب! میں ڈسٹرب نہیں ہو رہی! اگر آپ میری باتوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہو رہے ہیں تو وہ الگ بات ہے!!۔۔۔۔۔اسے سوالیہ انداز میں خود کی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے اپنے جملے کی تصیح کر گئی۔وہ جوابا بنا کچھ بولے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

آ۔آپ۔۔۔نے بتایا نہیں گل کے متعلق!!۔۔اس کی خاموشی پہ ایزل شاہ کو عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی، اسی لئے پھر سے گلا لئی والا ٹاپک چھیڑ گئی۔۔

اچھی تھی ملاقات!!۔۔۔۔۔اس نے تین خرفی جواب دیا تھا۔وہی جواب جو ابھی کچھ دیر پہلے دیا تھا۔۔

اچھی تھی تو پھر وہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں آئی؟۔۔۔۔وہ مصنوعی تجسس سے پوچھ رہی تھی۔۔

ایسا تو ہو نہیں سکتا زوریز نے مرحا کو کچھ نہ بتایا ہو اور مرحا نے آگے سے تمہیں کچھ نہ بتایا ہو؟ کیا تم مجھ سے باتیں کرنا چاہ رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔وہ ایک دم سے اسکی طرف جھکتا گھمبیر بھاری آواز میں اسے جواب دیتا بھوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔وہ کیسے جان گیا تھا وہ گلا لئی کے ساتھ ہوئی اس دن کی ملاقات کے متعلق پہلے ہی سب کچھ مرحا شاہ سے جان گئی ہے۔اسکے یوں نزدیک آنے پہ ایزل شاہ کی دھڑکنوں نے سپیڈ پکڑی تھی۔کاظم شاہ کی محسور کن خوشبو اسکے حواسوں پہ چھاتی اسکی آنکھیں پل میں سرخ کر گئی۔۔کاظم شاہ کو خود کے نزدیک دیکھ کے وہ پیچھے ہونے کی بجائے نامحسوس انداز میں تھوڑا سا آگے ہوئی تھی، وہ پل میں اس سے نظریں ہٹا کے سوئے ہوئے ازمیر شاہ کے ماتھے پہ لب رکھتا اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے کی بورڈ پہ تیزی سے ٹائپنگ کرنے لگا۔۔اسے خود کی بجائے ازمیر شاہ کا ماتھا چوم کے پیچھے ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں کے موجود آنسو چھلکنے کو بے تاب ہوئے تھے۔اس نے اس پہ یہ ظاہر کیا تھا وہ اسکے نہیں بلکہ ازمیر شاہ کے نزدیک آیا تھا۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے نم نگاہوں سے کچھ پل اسکی طرف دیکھتی رہی اور پھر اسکی اور ازمیر شاہ کی طرف سے کروٹ بدل کے دوسری طرف رخ موڑتی اپنی سسکیاں روکتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی۔اسے رخ موڑتے دیکھ کے کاظم شاہ نے شدید غصے سے لیپ ٹاپ کی سکرین ٹھپ

سے کی بورڈ پہ گرائی تھی جس پہ وہ ایک پل کو لرزی تھی لیکن مڑ کے اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔ ازمیر شاہ اس اچانک ہوئے شور کی وجہ سے ڈر کے نیند سے بیدار ہوتا بری طرح سے رونے لگا۔ بیٹے کی نیند خراب ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نے خود کو کوستے جھنجھلاتے ہوئے اپنی دہکتی کنپٹیاں مسلی تھیں۔۔

ازمیر!!!!۔۔۔۔۔ اسکے رونے پہ ایزل شاہ جلدی سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی رخ موڑ کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھتی اٹھ کے بیٹھتے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے حصار میں قید کر کے سینے سے لگاتی اسے تھپکنے لگی۔۔ کاظم شاہ ایک نظر ان دونوں کی طرف دیکھ کے رخ موڑ تا سائیڈ ٹیبل کے دراز سے سیگریٹ نکال کے لائٹر سے جلاتا اپنے لبوں میں دبا گیا۔

جس دن میرے پاس خلا کے پیپرز آئے نا گلِ جاناں! اپنی شہ رگ اپنے ہاتھوں سے کاٹوں گا! اور وصیت کروں گا)
گلالئی احان شاہ اپنی پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی میری قبر پہ پھول چڑھانے مت آئے! تکلیف ہو گی اسے!! آخر
(بیوہ ہونا آسان تھوڑی ہے؟۔۔

آج اس سے ملاقات کو تین دن ہو چکے تھے، لیکن اس کے یہ الفاظ وہ نہیں بھولتی تھی۔۔ یہ الفاظ بار بار اسکے دماغ میں گونجتے ہوئے اسکے دل کی دھڑکنوں میں ادھم مچاتے تھے۔۔ وہ رات کے ایک بجے سونے کی بجائے اس ستمگر کو سوچ رہی تھی جو اس روز کے بعد ٹیرس کے راستے سے اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔ افف۔۔ کتنا برا زخمی کیا تھا اس نے اس روز خود کو!!۔۔۔ وہ اسکا وہ دیوانا روپ چاہ کے بھی نہیں بھولتی تھی۔ اسکا اپنی شہ رگ زخمی کر لینا، اپنی سینہ لہولہان کر لینا۔۔ کس قدر تکلیف دہ منظر تھا وہ۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا فیصلہ لے؟ اپنے باپ کے قاتلوں کی ہویلی میں وہ کیسے رہ سکتی تھی؟ یہ سب اسکے باپ کو کتنی آسانی سے غدار کہہ جاتے تھے؟ لیکن ایک بیٹی اپنے باپ کے لئے یہ الفاظ کیسے برداشت کر سکتی ہے؟ یہ گلالئی سے بہتر کون جان سکتا تھا؟

آج کے بعد میں تمہارے ہر فیصلے میں تمہارے ساتھ رہوں گا! لیکن فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا ایک نہیں، دو "
("!نہیں، تین تین زندگیوں کا سوال ہے

تین یا چار؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کے الفاظ یاد کرتی وہ آنسو بہاتے ہوئے خود سے مخاطب ہوتی اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

ہاں شاید تین ہی! کیونکہ مجھے امید ہے اللہ میرا مزید امتحان نہیں لیں گے!! وہ جلد ہی مجھے اس آزمائش بھری زندگی سے چھٹکارا حاصل کروادیں گے! لیکن میرے بعد میرے بچے۔۔۔؟! افف یہ زندگی کتنی مشکل ہے نا؟۔۔۔کیا سب کی زندگی میرا طرح اتنی کھٹن ہوتی ہے؟۔۔۔اب تو جینے کا بھی دل نہیں کرتا۔۔

ہاں ولاگ پوسٹ ہو گیا ہے تو کیا کروں میں؟ اتنا فارغ ہوں جو چوبیس گھنٹے تمہارے ولاگ دیکھتا رہوں؟۔۔۔۔۔وہ اپنے موبائل فون کی سکرین پہ دیکھتا غصے سے گویا ہوا تھا۔وہ دراصل اس وقت اپنے فیک اکاؤنٹ سے میرال شاہ کی انسٹاگرام سٹوریز دیکھ رہا تھا جس پہ ایک سٹوری پہ اس نے لکھ کے ڈالا ہوا تھا کہ وہ ولاگ پوسٹ کر چکی ہے سب جا کے دیکھ لیں! جسے پڑھتے ہی وہ بھڑک اٹھا تھا۔۔

جاؤ نہیں دیکھتا تمہارا ولاگ! کیا کر لو گی؟؟۔۔۔۔وہ اس کی انسٹاگرام پروفائل پہ جا کے اس کی تصاویر دیکھ کہ اس سے مخاطب ہوتا غصے سے دھاڑا تھا جیسے وہ ابھی اسے فٹافٹ جواب دیتی اس سے لڑنا شروع کر دے گی۔اس نے آج کافی دنوں بعد انسٹاگرام پہ کوئی تصویر لگائی تھی لیکن جو تصویر لگائی تھی وہ صرف خود کی نہیں بلکہ اپنی اور شہسوار شاہ کی لگائی تھی۔۔افف۔۔ان کی تصویر دیکھتے حازق خان کے پورے وجود میں بالکل اسی طرح سے شعلے اٹھے تھے جس طرح سے وہ پچھلے کئی دنوں سے انہیں ایک ساتھ دیکھتا غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔۔

اس تصویر میں وہ دونوں ہی بلیک پینٹ، وائٹ ٹی شرٹ پہ بلیک جیکٹ پہنے ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ایک خوبصورت کپل دکھائی دے رہے تھے۔۔

"Just best friends"

تصویر کے نیچے لکھا کیپشن پڑھ کے بھی حازق خان کے دل کو سکون نہیں ملا تھا۔۔وہ اسکا بیسٹ فرینڈز کیوں تھا؟ وہ کیوں کسی کی دوست تھی؟ وہ صرف حازق خان تک محدود کیوں نہیں تھی؟

میں نے پوچھا ہے تم سے ؟بیسٹ فرینڈز ہو یا میری بلا سے کپل! میں ایک میجر ہوں مجھے ان چونچلوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا!!۔۔۔وہ کیپشن پڑھنے کے بعد دانت پیس کے غصے سے بولتا ہوا فون سائیڈ پہ رکھتے خود کو تسلیاں دینے کی کوشش کرنے لگا لیکن ابھی فون رکھے ایک سیکنڈ بھی نہیں گزرا تھا جب وہ پھر سے فون اٹھا کے میرال شاہ کی ٹیگ پوسٹس دیکھنے لگا جہاں لوگ اسکی اور شہسوار شاہ کی ایڈٹس بنا بنا کے پیچھے رومانٹک سی موسیقی لگا کے انہیں کپل دیکھاتے تھے۔۔وہ ان تمام ایڈٹس کو دیکھ کے جلتا کڑھتا ہوا انہیں اپنی تمام فیک آئی ڈیز سے رپورٹ کرنے لگا۔۔ان کی ایڈٹس رپورٹ کرتے کرتے وہ ایک دم سے رک گیا۔۔حازق خان کی ایک دم سے سانسیں سینے میں اٹکی تھیں۔۔ دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔

You know you love me (yo), I know you care (uh-huh)

Just shout whenever (yo), and I'll be there (uh-huh)

You are my love (yo), you are my heart (uh-huh)

And we will never, ever, ever be apart (yo, uh-huh)

وہ اپنی تمام دوستوں کے ساتھ ایک گول دائرے کی صورت میں کسی اونچے سے پتھر پہ بیٹھی اپنی خوبصورت سریلی آواز میں انگریزی گانا گنگناتے ہوئے سب کو جھومنے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔لیکن وہ اسکے گانے پہ نہیں جھوما تھا وہ تو اس کے تن پہ موجود اپنی اجرک دیکھ کے پاگل ہوا تھا۔وہ بادامی رنگ کی مردانہ اجرک تھی جسے وہ اپنے کندھوں کے گرد اوڑھے آگ سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی اپنے سر پہ موجود کیپ درست کرتی اداسی سے مسکراتے ہوئے یہ گانا گنگنا رہی تھی۔وہ لاکھوں میں اس اجرک کو پہچان سکتا تھا وہ اسکی اپنی اجرک تھی۔ہاں وہ اسی کی تھی۔۔وہ اتنا اندھا تو تھا نہیں جو اپنے ہاتھوں سے خریدی گئی اپنی چیزیں نہ پہچان پائے۔۔وہ لندن میں یہ بادامی اجرک اوڑھ کے بیٹھی پاکستان میں بیٹھے میجر خان کی دھڑکنیں زوروں سے دوڑا چکی تھی۔یہ وہی اجرک تھی جو ازمیر شاہ کے عقیقے والے روز اس نے اپنا فون توڑے جانے کے بدلے میں گروی رکھوائی تھی۔وہ اپنے دھیان گانا گنگنا رہی تھی شاید وہ نہیں جانتی تھی اسکی ویڈیو شوٹ ہو رہی ہے۔

My first love broke my heart for the first time, and I was like (yo, uh-huh)

"Baby, baby, baby, oh"

Like, "Baby, baby, baby, no"

Like, "Baby, baby, baby, oh"

I thought you'd always be mine, mine

حازق خان نے اب اس اجرک کے ساتھ ساتھ اس گانے کے لیرکس پہ بھی غور کیا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں موجود اداسی کی تحریر پڑھتے ہوئے اسے وہ دن یاد آیا تھا جب وہ اسکی تیمار داری کے لئے گفٹس اور پھولوں کا وہ گلدستہ اسکے لائی تھی۔۔وہ اس روز کتنا چہک رہی تھی لیکن حازق خان نے جس طرح سے اس کا دل اپنے الفاظ سے توڑا تھا اسکی آنکھوں کی جوت پل میں بجھی تھی جس پہ وہ اسکی گاڑی میں دی گئی وہ اجرک اسکے منہ پہ مار کے جا چکی تھی لیکن آج اسے پھر سے اپنی اجرک میں دیکھ کے حازق خان وہ پل یاد کر تا تڑپ اٹھا تھا جب اس کے ایک دفعہ کہنے پہ وہ بنا کوئی بحث کئے اسکی مرضی کے مطابق اجرک لے گئی تھی اور اسکے دل پہ وار کر گئی تھی۔یہ پہلی ویڈیو تھی جسے حازق خان نے اپنے ہاتھوں سے لائک کرنے کا شرف بخشا تھا۔وہ بار بار نا چاہتے ہوئے بھی یہ ویڈیو دیکھتا جا رہا تھا۔اس ویڈیو کے آخر میں جب میر ال شاہ کی نظریں اس ویڈیو شوٹ کرنے والی دوست کی طرف اٹھی تھیں،وہ ہاتھ اٹھا کے اسے ویڈیو بنانے سے منع کر گئی تھی لیکن اسکی دوست نے شاید شرارت سے اسکی یہ ویڈیو پوسٹ کرتے ہوئے نیچے کچھ اس طرح کا کیپشن دیا تھا۔۔

Who broke my baby's heart? Where is her first love

اس کیپشن کو پڑھتے ہوئے حازق خان اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔آج شدت سے اس کی یاد آئی تھی۔اسکی سریلی آواز سنتے ہوئے خضدار کی وہ رات یاد آئی تھی جب وہ گانا گنگناتی سب کو اپنا اسیر کر گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میر ال شاہ کے سنگ گزارا ہر پل اسکی آنکھوں کے پردوں میں لہراتا اسکی نیلی آنکھیں نم کر رہا تھا۔۔گھنٹوں گزر چکے تھے لیکن وہ اس ویڈیو کو دیوانوں کی طرح دیکھتا اسکے تن پہ موجود اپنی اس اجرک کو دیکھ دیکھ کے اپنے دل کو سکون پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔تو کیا وہ لندن جا کے بھی اسے نہیں بھولی تھی؟وہ اسے بتانا چاہتا تھا وہ بھی اسے بھول نہیں

پارہا۔۔حازق خان تکیے پہ اپنی نم آنکھیں رگڑ کے صاف کرتا اپنی واٹس ایپ آن کر چکا تھا۔۔واٹس ایپ پہ "میرو" کے نام سے سیو کیا گیا نمبر کھولتے وہ اسے کچھ ٹیکسٹ کرنے کا سوچنے لگا۔۔

وہ ایک پبلک فگر ہے! لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہر روز اسے میسج کرتے ہوں گے! کیا وہ میرا میسج دیکھے گی؟ کیا وہ مجھے پہچان جائے گی؟ کیا اس نے میرا نمبر سیو کیا ہو گا؟۔۔۔وہ اسے ٹیکسٹ کرنے سے پہلے اپنے دماغ میں تانے بانے بنانے لگا۔۔

نہیں! وہ میرا نمبر کیسے سیو کر سکتی ہے؟ ہماری پہلی دفعہ کال پہ بات تو شاہ کے نمبر سے ہوئی تھی اور اس کے بعد کبھی نمبر ایکسچینج کرنے کا موقع ہی نہیں ملا!!۔۔۔۔۔وہ اب نچلا لب کاٹتے وہ دن یاد کر رہا تھا جب میرال شاہ نے زوریز شاہ کے نمبر سے اسے فون کرتے اپنی بھڑاس نکالنے کے بعد اسکی سنے بغیر فون رکھ دیا تھا۔میجر خان کے پاس میرال شاہ کا نمبر کافی وقت سے سیو تھا! اس کے لئے میرال شاہ کا نمبر تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

شاید وہ مجھے پہچان جائے؟ یہ تو اس کا پرسنل واٹس ایپ ہے! یہاں زیادہ فینز ایڈ نہیں ہوں گے!!۔۔۔وہ جو پہلے اسے ٹیکسٹ کرنے کا ارادہ ترک کر چکا تھا، دل کی پکار پہ پھر سے کچھ سوچتا ہوا کچھ ٹائپ کرنے لگا۔۔آج اسکی یاد حد سے زیادہ آ رہی تھی۔وہ خود کو میسج کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔۔

ہائے۔۔۔السلام علیکم۔۔۔۔آر یو ہئیر؟۔۔۔۔ہائے میجر خان ہئیر۔۔۔امم یہ بھی نہیں! ۔۔۔کیا لکھوں؟۔۔۔اور میں اسے ٹیکسٹ کیوں کروں؟۔۔۔وہ کیا سوچے گی؟۔۔۔وہ بار بار ٹیکسٹ لکھ کے مٹاتا بے چین ہوتے ہوئے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔

AHH!! Why my communication skills are so bad

جب بار بار ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے بھی وہ کچھ نہ لکھ پایا تو سائیڈ ٹیبل پہ غصے سے ہاتھ مارتا ہوا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔وہ پھر سے فون پکڑتے ہوئے کچھ ٹائپ کرنے کا سوچنے لگا۔۔

تم میری اجرک میں پیاری لگ رہی تھی!!"۔۔۔فائنلی اس نے آدھا گھنٹہ مزید لگانے کے بعد یہ چھوٹا سا ٹیکسٹ" لکھتے ہوئے دھڑکتے دل سے میرال شاہ کے نمبر پہ سینڈ کیا تھا۔۔

آئی مین تم میری اجرک میں میری لگ رہی تھی!!"۔۔۔جب پانچ منٹ تک اسکا میسج سین نہ ہوا تو خود کو ہمت دلاتے" ہوئے مزید ایک میسج لکھ گیا۔۔دوسرا میسج بھیجنے کی دیر تھی جب اگلے ہی پل اس کے میسج سین ہوئے تھے۔اسکے میسجز پہ بلیو ٹک لگ چکے تھے جسے دیکھ کے حازق خان کا دل مزید زوروں سے دھڑکا تھا۔۔

!Sorry, I don't recognise u

?Your identity

دوسری طرف موجود میرال شاہ اب جانتے بوجھتے بھی انجان بنتی اسے ریپلائے دینے پہ مجبور ہو گئی تھی۔۔وہ خود پچھلے دنوں کی طرح اسکی واٹس ایپ پروفائل کھولے اسکی ڈی پی دیکھ رہی تھی جب اسے ٹائپنگ کرتے دیکھ کے وہ فٹا فٹ بیک پہ چلی گئی۔۔وہ تقریباً ایک گھنٹے تک ٹائپنگ کرتا رہا تھا اور وہ پورا ایک گھنٹہ اسکے میسج لکھنے کا انتظار کرتی اپنی دھڑکنیں سنبھالتی رہی تھی۔۔اسے لگ رہا تھا وہ کوئی لمبا سا میسج لکھ رہا ہے لیکن جب ایک لائن کا میسج موصول ہوا تو وہ نوٹیفکیشن سے ہی پڑھ کے اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی اسکے میسج کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنے لگی جسے سمجھنے میں اسے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔۔اسکے میسج کا مطلب سمجھتے ہی اسے اپنی دوست پہ غصہ آیا تھا جس نے وہ ویڈیو اسکے منع کرنے کے باوجود بھی اپلوڈ کر دی تھی۔

قسم کھاؤ تم نے مجھے نہیں پہچانا؟۔۔۔۔اسکا ریپلائے ملتے ہی حازق خان نے تیزی سے ٹائپ کرتے ہوئے اسے میسج سینڈ کیا تھا۔دھڑکنیں دونوں کی اس وقت بے قابو ہو رہی تھیں۔میرال شاہ اسکا میسج سین کر چکی تھی لیکن ریپلائے دینے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔وہ جب اسے بھولنے کی کوشش کر رہی تھی تو وہ کیا اسے پھر اسی مقام پہ لا کے کھڑا دینا چاہتا تھا؟؟۔۔وہ اپنی نم آنکھیں رگڑ کے صاف کرتی اسے ریپلائے دیئے بغیر دل پہ پتھر رکھتے ہوئے آف لائن ہو گئی۔۔

اسے آف لائن ہوتے دیکھ کے حازق خان بار بار اسکا وہ واحد میسج پڑھنے لگا جو اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے اسکے لئے ٹائپ کیا تھا۔حازق خان سے آج اس کا یہ لاپرواہ انداز اور دوری برداشت نہیں ہو رہی تھی۔وہ اس وقت صرف اس سے کچھ دیر کے لئے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اسے میسر نہیں آ رہی تھی۔حازق خان اس وقت ہر چیز بھاڑ میں جھونکتے ہوئے اسے کال ملا گیا۔۔

نقلی میجر" کے نمبر سے اب کی بار میسج کی بجائے کال آتے دیکھ کے میر ال شاہ کی بھوری کانچ سی آنکھیں حیرت سے " پھیلی تھیں۔۔اس نے اپنے ہاتھوں کو بہت روکا تھا وہ اسکی کال نہیں اٹھائے گی۔۔چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اسکی کال نہیں اٹھائے گی لیکن دل جو اسکا ہو چکا تھا وہ بار بار کال اٹھانے پہ مجبور کرنے لگا۔۔قسمیں دینے لگا۔۔وعدے دینے لگا۔۔وہ دل کی پکار پہ لبیک کہتی تیسری بیل پہ فون اٹھاتی کان کو لگا گئی۔۔دونوں طرف مکمل خاموشی تھی۔وہ دونوں اس وقت صرف ایک دوسرے کی سانسوں کی آواز سن سکتے تھے اور وہ بنا شور کئے سن رہے تھے۔دونوں میں سے کوئی بھی کچھ نہیں بولا تھا۔۔وقت گزرتا جا رہا تھا لیکن خاموشی ہنوز قائم تھی۔۔

کیسی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔کافی منٹوں بعد حازق خان نے خاموشی توڑتے ہوئے اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرا تھا۔

میرا نمبر کہاں سے لیا تم نے؟؟؟۔۔۔میر ال شاہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے ہوش میں آتی لہجے کو کرخت بناتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

تمہیں لگتا ہے میں ایک میجر ہوتے ہوئے بھی تمہیں اپنے سروسز کی ہوا لگنے دوں گا؟؟۔۔۔۔حازق خان بھاری گھمبیر آواز میں گویا ہوتا کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔۔اسکی آواز سنتے ہوئے انگ انگ میں سکون سا دوڑا تھا جیسے۔۔

فون کرنے کا مقصد؟؟۔۔۔۔۔۔وہ لاپرواہی سے گویا ہوتی اپنی آنکھیں رگڑنے لگی۔

ولاگ مت بنایا کرو!!۔۔۔۔وہ اسکی بھیگی آواز محسوس کرتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولتا پھر سے بیڈ پہ اوندھے منہ گرا تھا۔۔

کیوں؟۔۔۔۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی وجہ پوچھنے لگی۔۔

پتا نہیں! بس نہ بنایا کرو! اور اس کے ساتھ بات بھی مت کیا کرو! ۔۔وہ مدھم آواز میں بے بسی سے بولتا ہوا بیڈ شیٹ پہ اپنی انگلیوں سے "میرو" لکھنے لگا۔۔

کس کے ساتھ؟؟۔۔۔۔وہ سب سمجھ کے بھی انجان بنی تھی۔۔

کیا وہ تمہیں مجھ سے زیادہ ہینڈسم لگتا ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے پھر سے الٹا سوال کرنے لگا اشارہ اسکا شہسوار شاہ کو ہینڈسم شاہ کہنے کی طرف تھا۔

میں نے تمہیں کبھی غور سے نہیں دیکھا!!۔۔۔۔وہ لاپرواہی سے بولتی اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔۔دونوں کے دل کی کیفیت اس وقت ایک سی تھی۔۔

تو مطلب اسے غور سے دیکھا ہے؟؟۔۔۔وہ اب کی بار غصے سے بھڑکا تھا۔

ہاں!!!۔۔۔۔وہ اسکے غصے کی پروا کئے بغیر مضبوط لہجے میں بولتی اسے مزید آگ لگا رہی تھی۔۔

تیزاب سے جلاڈالوں گا؟؟ پھر وہ کتنا ہینڈسم لگے ugly face کیا تمہیں اچھا لگے گا اگر میں تمہارے بیسٹ فرینڈ کا گانا؟ کیا پھر اسے الٹرا ہینڈسم بولا کرو گی؟؟۔۔۔۔وہ جیلس انداز میں معصومیت سے استفسار کر رہا تھا۔۔انداز بالکل بچوں سا تھا۔۔وہ اس وقت ایسے ریکٹ کیوں کر رہا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا لیکن جب وہ کسی سے جلتا تھا تو وہ اکثر اوقات یوں ہی بچوں کی طرح ریکٹ کیا کرتا تھا۔۔وہ اسکے معصومیت سے لبریز لہجے پہ فدا ہوئی تھی۔۔دل کانوں میں دھڑکا تھا۔افف اسکا یہ بچوں سا انداز۔۔

کیا ہر کسی کا دل توڑنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے تم نے؟ وہ صرف میرا ہی نہیں تمہارا بھی بیسٹ فرینڈ ہے! اپنے دوست کے بارے میں ایسے خیالات رکھتے تمہیں شرم نہیں آرہی؟۔۔۔۔وہ اسے غصے سے ڈپٹنے لگی۔

نہیں! ! شرم تو نہیں آرہی لیکن تم یاد آرہی!! نا جانے کیوں؟۔۔۔وہ بے بسی سے بولتا ہوا ابھی بھی بیڈ شیٹ پہ "میرو" لکھنے میں مصروف تھا۔اسکے اتنے سے اقرار پہ میرال شاہ کی دھڑکنیں پہلے سے زیادہ سرپٹ دوری تھیں۔

یعنی وہ مان چکا تھا وہ اسے یاد کر رہا ہے؟؟

کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ لہجے کو سخت بناتی پوچھنے لگی۔۔

میں نے کل تمہارا دیا گیا آرمی یونیفارم پہنا تھا!!!۔۔۔۔وہ آج جیسے اسے اپنے دل کی ہر بات کہہ دینا چاہتا تھا۔۔اسکی باتیں سنتے ہوئے میرال شاہ کے دل کی حالت غیر ہو رہی تھی۔وہ آج پہلی بار اس سے اس طرح سے بات کر رہا تھا یا پہلے ایک دفعہ گاڑی میں شکوے کیے تھے لیکن تب لہجے میں معصومیت کی بجائے سنجیدگی اور غصہ تھا۔۔اسکی بات پہ میرال شاہ کو وہ دن یاد آیا تھا جب اس نے اسے اپنے الفاظ کی مار ماری تھی۔۔

تم میرے علاوہ کسی کو گفٹ مت دیا کرو!!!۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید بولا تھا۔اسے اس کے ساتھ باتیں کر کے سکون محسوس ہو رہا تھا۔

ایسے گفٹس میں سب کو دیتی رہتی ہوں! ناٹ آبگ ڈیل! جو لوگ میرے لئے خاص ہوتے ہیں انہیں گفٹ دے دیتی ہوں! لیکن اب تم میرے لئے خاص نہیں رہے تو تمہیں گفٹ کیوں دوں؟؟ میں دل سے اترے ہوئے لوگوں کو گفٹ نہیں دیا کرتی۔۔۔ میر ال شاہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی روڈ انداز میں بولتی حازق خان کا دل ٹکروں میں تقسیم کر گئی۔ اسکا یہ کہنا کہ وہ اب اسکے لئے خاص نہیں رہا! واللہ۔۔ حازق خان کے دل کا ستیاناس ہوا تھا۔

میں تمہارے لئے خاص نہیں رہا تو پھر میری اجرک کیوں اوڑھی تھی تم نے؟؟۔۔۔۔ وہ زخمی لہجے میں غرایا تھا۔۔

تمہاری نہیں! شہسوار کی تھی!!۔۔۔۔ وہ اسکا زخمی لہجہ محسوس کرتے ہوئے بھی روڈ انداز میں بولی تھی۔۔

میں جان لے لوں گا تمہاری!!! جھوٹ نہیں بولو!!!۔۔۔ اسکے جواب پہ وہ حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔

میں جان لے لوں گی تمہاری آج کے بعد اگر مجھے فون تو دور ٹیکسٹ بھی کیا تو!!۔۔۔ وہ بھی اسی کے انداز میں دھاڑی تھی۔۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اسکے الفاظ پہ آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔ وہ حد سے زیادہ سینسٹو تھا لیکن اپنی سینسٹو نیچر ہر کسی کے سامنے شو نہیں کرتا تھا۔۔

فون کاٹ دوں پھر؟۔۔۔۔۔۔ وہ بھیگی آواز میں ایک پل میں معصومیت سے استفسار کرنے لگا۔۔ وہ اس وقت گلا لئی کی کاپی لگ رہا تھا۔ وہ بھی تو یوں ہی اپنی معصومیت سے ہر کسی کو زیر کر دیتی تھی۔۔ اسکی بھیگی آواز پہ تضاد اسکے اس معصوم سے انداز پہ میر ال شاہ کا خود کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔۔ وہ اس وقت اسے کوئی ٹوٹا ہوا انسان معلوم ہوا تھا۔۔

مجھے بس تمہاری یاد آئی تو فون کر لیا! آج کے بعد نہ کیا کروں؟؟۔۔ اسے پھر سے خاموش ہوتے دیکھ کے معصوم بچوں کی طرح استفسار کرتے اپنے آنسو خود سے چھپا رہا تھا۔۔ اسکی بھیگی بھاری آواز میر ال شاہ کے دل پہ وار کر رہی تھی۔۔ وہ کیوں اتنا معصوم بن رہا تھا۔۔ میر ال شاہ کا دل چاہا اسے بول دے وہ اسکی معصومیت پہ اپنا دل ایک نئے انداز میں ہار رہی ہے! نہ دیکھائے اتنی معصومیت۔۔۔ لیکن وہ خاموش رہی۔

کیا وہ تمہیں مجھ سے زیادہ پیارا لگتا ہے؟؟۔۔۔ ایک اور معصومانہ سوال کیا گیا تھا۔۔ اگر حازق خان کو اس وقت کوئی دیکھ لیتا تو اسے میجر ماننے سے انکار کر دیتا۔۔

ہاں!!!۔۔۔۔ وہ سفاکی سے بولی تھی۔۔

پھر میری باتیں کیوں سن رہی ہو؟ جاؤ اسی سے جا کے بات کرو!!!۔۔وہ جیلس ہوتا غصے سے چلایا تھا۔۔ میر ال شاہ کو ناجانے کیوں اس کی اس بات اور انداز پہ روتے روتے ہنسی سی آرہی تھی جسے وہ ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے چھپا گئی۔۔

اوکے!! اب فون مت کرنا!!!۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولی تھی لیکن اسکی کال کاٹنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔۔

اچھا!!!۔۔۔۔وہ معصومیت سے جواب دیتا اسکے کال کاٹنے کا انتظار کرنے لگا۔

اتنے مظلوم کیوں بن رہے ہو؟ بچے ہو یا میجر؟؟!!!۔۔۔وہ اسکے مظلوم بننے پہ غصے سے بولی تھی۔ کیا وہ ہر وہ لمحہ بھول چکا تھا جب وہ اسے اگنور کر کے ایٹیٹوڈ دیکھاتا رہا تھا؟

بچہ نہیں ہوں! میں کبھی بچہ رہا ہی نہیں! ایون میں تو اپنے بچپن میں بھی بچہ نہیں تھا!! میں نے کبھی بچوں والی زندگی نہیں گزاری تو بچہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ مجھے نہیں پتا بچے کیسے ریکٹ کرتے ہیں! میں میجر حازق خانزادہ ہوں۔۔۔۔وہ اپنے نچلے ہونٹ پہ دانتوں کا دباؤ بڑھاتا اپنے آنسو خود کے اندر اتارتا اپنے بچپن کے وہ لمحات یاد کرتے ہوئے بولا تھا جو بے حد تکلیف دہ تھے۔۔ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ تضاد ان میں موجود اذیت محسوس کرتے میر ال شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔وہ مرحا شاہ اور شہسوار شاہ سے اسکی زندگی کے متعلق تقریباً پوری کہانی سن چکی تھی۔۔(مرحا شاہ سے یہ تمام باتیں زوریز شاہ نے ڈسکس کی تھیں!) میر ال شاہ کو خود پہ غصہ سا آیا تھا۔ اسکی اذیت ناک زندگی کے متعلق سب جانتے بوجھتے بھی آخر کیا ضرورت تھی اس لفظ کا چناؤ کر کے اسے ہرٹ کرنے کی؟

ہاں ہو گیا؟ اب فون رکھو!!!۔۔۔۔وہ چند منٹ بعد سر جھٹک کے ناک چڑھا کے بولی تھی۔۔وہ اسکے آگے جھکنا نہیں چاہتی تھی۔

کاش تم میرے باپ کے قاتلوں کے خاندان کا حصہ نہ ہوتی "میرو" تو آج تم میری ہوتی!!۔۔۔۔اسکے روڈ انداز پہ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے مدھم گھمبیر آواز میں یہ ایک جملہ بول کے فون رکھتا تکیہ میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔ دوسری طرف موجود میر ال شاہ کا دل تو اسکے میرو کہنے پہ ہی پسلیوں کے ساتھ سر پٹکنے لگا۔ اسے آج پہلی بار کسی نے نیک نیم دیا تھا اور اس قدر خوبصورت دیا تھا کہ اسے خود بھی یقین نہ آیا کوئی اسے اتنے پیار سے کیسے بلا سکتا تھا؟؟ افف۔۔۔

"!!اس کا میرو کہنے کا یہ انداز اور اس پہ تضاد اسکا ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ اقرار!!۔۔۔۔" آج تم میری ہوتی

فون بند ہونے پہ وہ اوندھے منہ تکیے پہ کرتی اسکا آخری جملہ یاد کرنے لگی۔۔ کیا وہ اس لئے اس سے دور دور رہتا تھا کیونکہ وہ اسکے باپ کے قاتلوں کے خاندان سے تھی؟ وہ اسکی معصومیت، اسکی بھیگی آواز، اسکے الفاظ یاد کرتی اب خود بھی رونا شروع کر چکی تھی۔

مجھے اپنے الفاظ کی مار مارنے کی بجائے ایک دفعہ۔۔ صرف ایک دفعہ میرے سامنے اپنا آپ کھول کے تو رکھتے میجر " حازق خان! میں تمہیں سمیٹ لیتی!"۔۔۔ وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بیڈ شیٹ اپنی مٹھیوں میں بھینچتی اپنے خیالات میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 102 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

افف! میں رات کو اتنا سینٹی کیوں ہو گیا تھا؟ اتنے سالوں سے خود پہ قابو پانے والا انسان ایک رات میں ہی کسی کے سامنے کیسے پگھل گیا؟ آہہ!!! واٹ دا ہیل! ایسا نہیں ہونا چاہئیے تھا! وہ کیا سوچ رہی ہوں گی! میں اسے فیس کیسے کروں گا؟ مجھے اسے کوئی امید نہیں دلانی چاہئیے تھی!! یا اللہ جی ایسا کیوں ہوا؟ میں کیوں اس کے لئے رویا؟ میں کیوں اس کے سامنے رو دیا؟ لیکن وہ تو میرے سامنے نہیں تھی شاید اسے محسوس نہ ہوا ہو میں اس کے لئے آنسو بہا رہا ہوں! ہاں اللہ کرے نہ پتا چلا ہو!! افف میجر خان تم کب سدھرو گے؟ عقل کرو! مجھے اتنا گلٹ کیوں فیل ہو رہا ہے؟ اور ایک طرف دل بھی کچھ ہلکا ہوا ہے؟ صحیح کہتے ہیں لوگ! بارہ بجے کے بعد لڑکیاں لڑکوں سے بات کرنے سے گریز کریں! کیونکہ بارہ بجے کے بعد لڑکے بدل جاتے ہیں! ان کا بات کرنے کا سٹائل بدل جاتا ہے! آخر مجھے کیا ضرورت پڑی تھی رات کے ڈیڑھ بجے اسے فون کرنے کی اور اسے کیا ضرورت پڑی تھی میرا فون اٹھانے کی؟ بس آج کے بعد میں بارہ بجے کے بعد موبائل نہیں پکڑو گا! یہ فون مجھے مروائے گا!!۔۔۔۔۔۔۔ میجر خان جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی نیند سے بیدار ہوا تھا، گزری رات کا جب ہر منظر آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تو اس کی اور اپنی فون کال یاد کرتے ہوئے وہ جھنجھلاتے ہوئے اپنا سر بیڈ کراؤن سے لگاتا خود سے بلند آواز میں مخاطب خود کو کوستا جا رہا تھا۔

بندہ مر جائے لیکن شادی سے پہلے کسی نامحرم سے محبت نہ کرے! !یہ محبت تو جسم سے جان نکال کے ہی دم لیتی ہے! اتنا جان لیوا احساس کیوں ہے محبت ؟۔۔۔۔وہ گہری سانس بھر کے بولتا سر جھٹکتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کے آئینے کے قریب آ کے اس میں اپنا عکس دیکھنے لگا۔۔اسکی ڈیپ سمندری نیلی آنکھیں اس وقت کافی سوجھی ہوئی تھیں اور اس پہ تضاد ان آنکھوں میں موجود بے تحاشہ سرخی ان کی خوبصورتی میں مزید اضافی کر رہی تھی۔۔

("!!میں نے تمہیں کبھی غور سے نہیں دیکھا")

وہ ابھی خود کو آئینے میں دیکھ ہی رہا تھا جب اس کے رات کو فون کال پہ بولے گئے الفاظ اس کے دماغ میں گونجے تھے

--

جھوٹی! ہر وقت تو مجھے ندیدوں کی طرح گھور کے دیکھتی رہتی تھی! اگر تم مجھے یوں نہ دیکھا کرتی تو شاید میں کبھی اتنا مغرور نہ بنتا! تمہاری آنکھوں میں موجود محبت نے مجھے مغرور بنایا تھا! کسی سے پہلی دفعہ اتنی محبت جو مل رہی تھی تو آخر مغرور کیوں نہ بنتا؟۔۔وہ اپنے خیالات میں اس سے مخاطب ہوتا چہرے کے زاویے بگاڑتے ناک چڑھا کے بولا تھا۔۔

کتنا پیارا تو ہوں میں! پھر اسے ہینڈسم کیوں نہیں لگتا؟ باقی سب کو تو اتنا پیارا لگتا ہوں!!۔۔۔۔وہ اپنی ڈارک براؤن ٹیئر ڈپ ہاتھ پھیرتے اپنے چہرے کے معصومیت سے لبریز پٹھانی نقوش پہ نگاہیں جمائے پرسوچ انداز میں بولا تھا۔ نگاہیں ابھی بھی اپنے چہرے کے ہر نقش کا طواف کرتی اب اپنے کسرتی وجود کی طرف اٹھی تھیں۔وہ اس وقت شرٹ لیس تھا۔وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے گردن کو تھوڑا سا دائیں بائیں خم دیتا اپنے کٹاؤ دار سفید مضبوط سینے کو دیکھتا اب اپنے ایبز کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

کیا فائدہ اتنا باڈی بنانے کا جب یہ تمہیں امپریس ہی نہ کر پائی!!۔۔۔۔وہ اپنے سرخ عنابی ہونٹوں کے زاویے بگاڑ کے بولتا ہوا واشروم کی طرف بڑھ گیا۔۔وہ شاید اس کی باتوں کو کچھ زیادہ ہی دل پہ لے چکا تھا۔۔کیا ہوتا جو وہ اسے بھی ہینڈسم بول دیتی تو ہمارے میجر خان کا نازک اور سینسٹو سا دل ٹوٹنے سے بچ جاتا؟

:تین روز پہلے

وہ احان شاہ کے گرد اپنے ہاتھ کا حصار باندھے گہری نیند میں سو رہا تھا جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔۔ان دونوں نے پوری رات بیوی کو یاد کرتے ہوئے کانٹوں پہ گزاری تھی،وہ دونوں فجر کی نماز پڑھ کے لیٹے تھے جب چھوٹی موٹی باتیں کرتے ہی دونوں کی آنکھ لگ گئی۔۔اس وقت صبح کے آٹھ بج رہے تھے جب دونوں کی آنکھ کال کی آواز کی وجہ سے کھلی تھی۔احان شاہ کسمسا کے پھر سے سو چکا تھا جب کہ کاظم شاہ نے فون بند کرنے کے لئے ہاتھ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھایا تھا لیکن فون پہ خورشید خان کا نمبر دیکھتے وہ نا جانے کس احساس کے تحت فون اٹھا کے کان کو لگا گیا۔۔

شاہ صاحب معذرت میں صبح کے اس وقت فون کر رہا ہوں لیکن یہ فون کرنا ضروری تھا چھوٹے شاہ صاحب نے رات کو جذبات میں قتل۔۔۔۔۔۔فون چھوٹتے ہی دوسری طرف موجود خورشید خان نے طوطے کی طرح اسے رات میں ہوئی ساری واردات بتانا شروع کی تھی جس پہ کاظم شاہ کی نیند پل میں اڑی تھی۔

واٹ قتل؟؟تم ہوش میں ہو خورشید خان!!!!؟۔۔۔کاظم شاہ شاکڈ کیفیت میں دھاڑتا ہوا جلدی سے اٹھ کے بیٹھا تھا۔۔اسکی بلند آواز پہ احان شاہ بھی فکر مندی سے نیند سے جاگتا سارے مدعے کے متعلق جاننے کی کوشش کرنے لگا۔۔

نہیں! اس کی لاش ویسے ہی رہنے دو! کوئی اس کی لاش کے ٹکڑے نہیں کرے گا! اس کا دماغ تو میں آ کے درست کرتا ہوں!!۔۔دوسری طرف کی بات سنتے کاظم شاہ اضطراب کی کیفیت میں خورشید خان کو جواب دیتا فون رکھ گیا۔۔

چھوٹے شاہ نے عاشر لکھانی کا قتل کر دیا ہے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے پوچھنے پہ کاظم شاہ گہری سانس بھر کے جواب دیتا اب زوریز شاہ کو فون ملاتے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔احان شاہ کی نیند کے خمار سے سرخ ہری آنکھیں پھیلی تھیں۔

میں تمہیں سپورٹ کرنے آیا ہوں! بالکل ٹھیک کیا تم نے!! احان شاہ صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتا سنجیدگی سے ارزم شاہ سے مخاطب ہوا تھا جس نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتے ہوئے اس سے داد وصول کی تھی۔۔

تمہارا دماغ درست ہے؟ یہ کمینا انسان کامران لکھانی کے بیٹے کا قتل کر چکا ہے اور تم اسے شے دے رہے ہو؟

۔۔۔۔۔کاظم شاہ غصے سے غرایا تھا۔۔

عمر قید ہو گی تو عقل ٹھکانے آجائے گی اس کی!!۔۔۔زوریز شاہ سر جھٹک کے استہزایا انداز میں بولا تھا۔

آپ دونوں کو یہ خبر کس نے دی ہے؟ میں سب سے پہلے تو اس انسان کا قتل کرنا پسند فرماؤں گا!!۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے نپے تلے انداز میں بولتا کاظم شاہ اور زوریز شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔احان شاہ کو لے کے وہ مطمئن تھا کیونکہ وہ اسے ہر معاملے میں سپورٹ کرتا تھا۔۔

بکواس بند کرو اپنی!! وجہ بتاؤ اس کا قتل کیوں کیا ہے تم نے؟ کیا قاتل بننا ضروری تھا؟ اسکا قتل کئے بغیر معاملہ حل نہیں ہو سکتا تھا؟۔۔کاظم شاہ غرایا تھا۔۔وہ چاروں اس وقت اسکے اپارٹمنٹ کے لیونگ روم میں موجود تھے۔ صبح صبح ان سب کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں اور وہ تھا کہ اطمینان میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔۔

جی بہت ضروری تھا! مجھے اس غلیظ انسان کو اس صفائے ہستی سے مٹانا تھا! وجہ اس کا رات کے اندھیرے میں میرے اپارٹمنٹ میں گھس کے میری عزت پہ گندی نگاہ ڈالنا تھا۔۔۔ارزم شاہ سپاٹ لہجے میں اسے جواب دیتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

تو اسے یہاں تک پہنچنے کا موقع فراہم کس نے کیا؟ جب تم جانتے ہو اکیلے رہنا سیف نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت پڑی ہے بیوی کو لے کے اکیلے رہنے کی! اب تو ہویلی کے تمام مکین ذائشہ کے متعلق جان چکے ہیں اب تمہارا اسے اکیلے اپارٹمنٹ میں لے کے رہنا نہیں بنتا! اب جب اس سارے معاملے میں تمہاری عزت کا نام کورٹ کچہریوں میں لیا جائے گا تب غیرت کے نام پہ مزید کتنے قتل کرو گے؟؟!۔۔۔۔زوریز شاہ دبے دبے غصے سے بولا تھا۔۔اسے اس کی جذباتی عادت پہ اس وقت شدید غصہ تھا۔ قتل تو وہ کر چکا تھا اب اسے کور اسی نے تو کرنا تھا آخر کو میجر جو ٹھہرا۔۔ اسکے بھائی اسکے میجر ہونے کا ہمیشہ غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔۔اپنی جزباتی طبیعیات کی وجہ سے ہر کام الٹا کر کے اسکے سر پہ ڈال دیتے تھے۔ابھی ارزم شاہ غصے سے کچھ بولنے ہی والا تھا جب احان شاہ اس سے پہلے بول اٹھا۔۔

چھوڑو ان دونوں سالوں کو! بے غیرت کہلائے جاتے اگر اسے زندہ چھوڑ دیتے! مجھے غیرت کے نام پہ اور حق پہ قتل کرنے والے لوگ ہمیشہ بہت اٹریکٹ کرتے ہیں! کوئی تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گا! نہ تم اپنے قتل کرنے سے مکرو گے اور نہ ہی کسی میں اتنی جرآت ہو گی تمہیں حوالات میں قید کر سکے! کیونکہ آج سے تمام نیوز چینل پہ ایک ہی ہیڈ لائٹ چلے گی! یہ قتل تم نے سیلف ڈیفنس میں کیا ہے! عاشر لکھانی نے زبردستی تمہارے اپارٹمنٹ میں گھس

کے تمہاری بیوی پہ گندی نگاہ قطعی نہیں ڈالی بلکہ تمہاری جان لینے کے کوشش کی تھی جس کے گواہ ہمارے تمام ملازم ہوں گے! یہ کیس کورٹ کچہریوں تک ضرور جائے گا لیکن تمہاری عزت کا نام کہیں نہیں آئے گا کیونکہ سارا مدعا عاشر لکھانی اور کامران لکھانی کے سر پڑے گا! الیکشن سر پہ ہیں صاف ظاہر ہو گا انہوں نے ہمارا دھیان سیاست سے بٹانے کے لئے ہویلی کے چھوٹے شاہ کی جان لینے کی کوشش کی تھی! لڑلے کامران لکھانی جو کیس لڑنا ہے اپنے بیٹے کے حق میں گواہ کہاں سے لائے گا؟ اس کے بیٹے کے کرتوت اس پوری دنیا کے سامنے ہیں! اور میں جانتا ہوں اس میجر نے بھی اسکے تمام کرتوتوں کے خلاف ایک فائل تیار کر رکھی ہو گی! اسکا مر جانا ہی بہتر تھا! کیا معلوم اگر کل تم اس کا قتل نہ کرتے تو وہ مزید جتنی زندگیاں برباد کروا دیتا!۔۔۔ احان شاہ پر سوچ انداز میں بولتا اپنے ہاتھ کی چٹکی بجاتے پورا معاملہ منٹوں میں حل کر چکا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اسے ایمپریس ہونے والے انداز میں دیکھتے قہقہ لگایا تھا جبکہ زوریز شاہ اور کاظم شاہ کی گھوریاں بے ساختہ تھیں۔۔

مانتا ہوں سیلف ڈیفنس میں قتل کئے جاتے ہیں لیکن اتنے برے طریقے سے نہیں کئے جاتے! کوئی جو عاشر لکھانی کی لاش کی حالت دیکھے گا تو یہی سوچے گا سیلف ڈیفنس کی ضرورت سید ارزم شاہ کو نہیں بلکہ عاشر لکھانی کو تھی!۔۔ زوریز شاہ اسکا سارا موقف سننے کے بعد اضطراب کی کیفیت میں بولتا غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

لو بھلا مسئلہ اگر اس کی لاش کا ہے تو ہم اس کی لاش کسی کو دیکھاتے ہی نہیں ہیں! ٹکرے ٹکرے کر کے چیل کوؤں کو کھیلا دیتے ہیں ان کا پیٹ بھی بھر جائے گا اور ہمارا کام بھی ہو جائے گا! کیوں لالہ؟؟۔۔۔ ارزم شاہ کے مطمئن انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ اپنی دل دہلانے والی رائے کا اظہار کرتا اب آخر میں احان شاہ کی رضامندی چاہ رہا تھا۔۔

وائے ناٹ!!؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے متفق انداز میں ہاں میں سر ہلا کے اسکا ساتھ دیتے کاظم شاہ اور زوریز شاہ کو مزید تپ چڑھائی تھی۔

کوئی شرم حیا ہے تم میں؟ اتنا بڑا قتل کرنے کے بعد بھی تمہارے اطمینان میں ذرا فرق نہیں آیا! کوئی منہ سے شرمندگی کے دو سے تین الفاظ ہی پھوٹ دو!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے بولتے ہوئے ارزم شاہ کو جھاڑ پلائی تھی۔۔

بات جب جب بیوی پہ آئے گی ارزم شاہ تب تب قتل کرے گا!! کوئی میرے اپارٹمنٹ میں گھس کے میری بیوی اغوا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور میں خاموش بیٹھ جاتا؟ کیوں کوئی کاٹھ کا الو تھا میں؟ اللہ نے یہ دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں مجھے؟ میں تو اپنی بیوی کے بارے میں بولنے والوں کی زبان سلامت نہ چھوڑوں اس نے تو پھر ذائشہ خان کو چھونے کی کوشش کرتے اس پہ اپنی غلیظ نظریں جمائی تھیں! مجھے اگر سو دفعہ بھی عاشر لکھانی کا قتل کرنے کا موقع ملے گا تو میں سو دفعہ بھی نہیں ہچکچاؤں گا! نہ تو مجھے جیل اور کورٹ کچہریوں کا ڈر ہے اور نہ ہی اس کے باپ کا!! اگر مجھے ایسے سو قتل کر کے بھی پوری زندگی جیل میں رہنا پڑے تو میں گریز نہیں کروں گا! لیکن ہاں ایسے قتل کر کے اس دنیا میں انسانوں کے روپ میں ان حیوانات کے چہرے واضح ضرور کروں گا!!۔۔۔ارزم شاہ غصے سے بھڑکا تھا لیکن آواز زیادہ بلند نہیں کی تھی۔۔

اور پلیز میں اس معاملے پہ مزید کوئی بحث نہیں چاہتا!! بات جب بیویوں پہ آجاتی ہے تو فقیر بھی لڑ پڑتا ہے بشرطیکہ وہ غیرت مند ہو! آپ دونوں شاید میری جگہ پہ خود کو رکھ کے نہیں سوچ رہے! ۔۔۔۔کاظم شاہ اور زوریز شاہ کو منہ کھولتے دیکھ کے ارزم شاہ ختمی انداز میں بولتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔کاظم شاہ نے اس کے آخری جملوں پہ سوچتے ہوئے اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے دبایا تھا وہ درست تھا جب بات اس کی بیوی پہ آئی تھی تو وہ بھی تو مظہر شاہ کو اسی روز قتل کر دینا چاہتا تھا لیکن خوش قسمتی تھی اس کی جو وہ اسکی بجائے زوریز شاہ کے ہاتھ لگ گیا۔۔

زوریز شاہ نے مزید بنا کچھ بولے حازق خان کو فون ملایا تھا۔۔

ہاں بول شاہ!!!۔۔۔۔دوسری طرف سے پہلی ہی بیل پہ فون اٹھایا گیا تھا۔وہ شاید نیند سے بیدار ہوا تھا، اور آج بھی ہر براتے ہوئے اسکا فون ویسے ہی وقت پہ اٹھایا تھا جیسے وہ پہلے روز سے اٹھاتا تھا۔۔وہ دونوں ایک ہی پوسٹ پہ تھے لیکن میجر خان کے دل میں زوریز شاہ کے لئے اس قدر محبت تھی کہ وہ خود اپنے عہدے کا رعب جھاڑنے کی بجائے زوریز شاہ کو یوں محسوس کرواتا تھا جیسے وہ اس سے بڑے عہدے پہ فائز ہو اور اسکا حکم مان کے فٹافٹ اسکا کام کرنا اس پہ فرض ہو۔

ایک مسئلہ ہو گیا ہے یار!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنی دکھتی کنپٹیوں کو انگلی سے مسلتا ہوا میجر خان کے مزید فکرمندی سے پوچھنے پہ اسے ساری بات بتانے لگا۔۔کاظم شاہ نے اسے اشارے سے فون سپیکر پہ کرنے کو کہا تھا جس پہ زوریز

شاہ نے اگلے ہی پل عمل کیا تھا۔۔ ارزم شاہ اور احان شاہ کے تاثرات میں بیزاری سی تھی۔ انہیں زوریز شاہ کا میجر خان کو فون کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

ارے نہ کر! سچ بول رہا ہے عاشر لکھانی اس دنیا سے کوچ کر گیا ہے ؟۔۔۔۔۔۔ میجر خان اسکی پوری بات سننے کے بعد ایکسائیٹڈ انداز میں استفسار کرتا ان سب کو حیران ہونے پہ مجبور کر گیا۔۔

نہیں تو کیا میرا دماغ خراب ہے جو صبح کے نو بجے تجھے فون کر کے تیرے ساتھ ایسے ٹھنڈے جوک ماروں ؟۔۔۔ زوریز شاہ دانت پیستے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ تو نے اتنی سی بات کے لئے میری نیند خراب کر کے اچھا نہیں کیا!!۔۔۔۔ میجر خان قہقہ لگا کے بولتا تکیے میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔ احان شاہ نے اسکی بات سنتے ہوئے غصے سے سر جھٹکا تھا، اسکی نیندیں حرام کر کے وہ کتنے سکون کی نیند سو رہا تھا؟

خان تیرا دماغ جگہ پہ ہے ؟ قتل کوئی چھوٹی بات نہیں ہے میرا تجھے فون کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تو اپنے دوست شہسوار شاہ کو اس سارے معاملے میں شامل کر! پھر یہ سب کور کرنے میں آسانی ہو گی!!۔۔ زوریز شاہ دانت کچکچا کے بولا تھا اسے اس وقت میجر خان کی دماغی حالت پہ شک ہو رہا تھا۔۔

اس سالے (شہسوار) کا تو نام مت لے میرے سامنے ! اور جہاں تک رہی قتل کی بات تو قتل حق پہ ہوا ہے! میں سب دیکھ لوں گا! اگر عاشر لکھانی میرے ہتھے چڑھ جاتا تو میں اس سے بری طرح سے اسکی جان لیتا! اس کی جرآت کیسے ہوئی تھی میری بہن پہ گندی نگاہ ڈالنے کی ؟۔۔۔۔ حازق خان غصے سے بھڑکا تھا۔۔ اسکے یوں بھڑکنے پہ ارزم شاہ کو مزید شے ملی تھی جب کہ کاظم شاہ نے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا تھا۔۔ ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔۔

وہ ایک سیاستدان کا بیٹا ہے! تم لوگوں کی عقل میں یہ بات کیوں نہیں ارہی!!!۔۔۔ زوریز شاہ دانت پیستے ہوئے غرایا تھا۔

سیاستدان کا بیٹا ہو یا بادشاہ کا! اس کا انجام قتل تھا! اگر تم لوگ اسے جیل کروا لیتے پولیس بھاری رشوت لے کے اسے چھوڑ دیتی! ہاں میں مانتا ہوں تمام پولیس والے ایک جیسے نہیں ہوتے کچھ ایس ایس پی شہسوار شاہ جیسے ایمان دار بھی ہوتے ہیں! لیکن ایس ایس پی کے اوپر بھی بہت سے عہدے ہیں! اگر شہسوار شاہ کے انڈر بہت سے لوگ کام کرتے

ہیں تو وہ بھی کسی کے انڈر کام کر رہا ہے! ہر کسی کو کسی نا کسی کے انڈر کام کرنا پڑتا ہے اس میں کوئی بری بات نہیں ہے! لیکن ہم جن کے انڈر کام کرتے ہیں ان کا ایماندار ہونا بہت ضروری ہے اور آج کل کے دور میں ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے! تجھے کیا لگتا ہے شہسوار شاہ جن کے انڈر کام کرتا ہے وہ تمام لوگ ایماندار ہوں گے؟ قطعی نہیں! جب انہیں رشوت دی جائے گی تب شہسوار شاہ کی بھی نہیں چلے گی! آج کل کے دور کے لحاظ سے چھوٹے شاہ کا یہ سٹیپ مجھے کسی بھی طرح سے غلط نہیں لگا! کیونکہ ہم ٹھہرے جنونی لوگ جنہیں بدلہ لے کے سکون نہیں ملتا! اب اگر آجائیں قتل کے نتائج کی طرف تو پھر تو ایک اور سیاست دان قتل ہوا ہے! لیکن اس کے قتل کی خبر ابھی تک پھیلی کیوں نہیں ؟کیوں کوئی اسکی موت کے متعلق جان نہیں پایا؟سوچنے والی بات ہے؟۔۔۔۔۔حازق خان سپاٹ لہجے میں بولتا ارزم شاہ کے عمل کو ڈیفینڈ کر رہا تھا کیونکہ عاشر لکھانی کافی پہلے سے اسکی لسٹ میں شامل تھا۔۔وہ نہیں جانتا تھا زوریز شاہ اس وقت آپے بھائیوں کے پاس بیٹھا فون سپیکر پہ کئے ہوئے ہے۔۔

کون سا سیاستدان؟ کس کا قتل ہوا ہے؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے شدید حیرانگی کے عالم میں پوچھا تھا جبکہ باقی سب کی آنکھوں میں بھی ایک ہی سوال تھا۔

احسن ملک!!۔۔۔۔۔حازق خان کے اس دو خرفی جواب نے ان سب کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کیا تھا۔۔

تو ہوش میں تو ہے؟اس کا قتل کب ہوا؟کس نے کیا؟اور نیوز میں کیوں نہیں آیا؟؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر ڈالے تھے۔۔

ہاہاہا! خود تو بولتا ہے میجر خان تو زندہ بندہ در گود کر دے لیکن کسی کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو تو کیا تو مجھ سے اتنی لاپرواہی کی امید رکھتا ہے کہ میں احسن ملک کا قتل کر کے خود کو نیوز کا اشتہار بناؤں گا؟؟۔۔۔۔میجر خان قہقہہ لگا کے بولتا ان سب کو شاکڈ کر رہا تھا۔۔

تو واقعی ہی میجر ہے نا؟مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے تو کسی انڈر ورلڈ گینگ سے لنک رکھتا ہے؟؟۔۔۔زوریز شاہ شاک کی کیفیت میں جو ابا صرف اتنا ہی بول پایا۔اسکے اس جملے پہ حازق خان کو میرال شاہ یاد آئی تھی وہ بھی تو اسے مافیہ کا ڈون بولا کرتی تھی۔وہ کھوکھلا سا قہقہہ لگا گیا۔۔

کچھ بھی سمجھ لے! لیکن راؤف لکھانی، احسن ملک اور عاشر لکھانی کافی دیر سے میری لسٹ میں شامل تھے۔۔اب میں سکون سے مر سکوں گا کیونکہ یہ تینوں گند میرے ملک سے ختم ہو چکے ہیں!!۔۔میجر خان سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

تو ہمیشہ ہر کام کر کے مجھے لیٹ کیوں بتاتا ہے؟؟میں بھی آج کے بعد سے تجھے کچھ نہیں بتاؤں گا!!!۔۔۔زوریز شاہ نے بھڑکتے ہوئے فون بند کرنے کی کی تھی جب حازق خان کی بے باک بات پہ سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔

اچھا نہ بتائی!! بس یہ بتا باپ بننے کی مٹھائی کب کھلا رہا ہے؟؟۔۔اسکے ناراض ہونے پہ حازق خان قہقہ لگاتے ہوئے بے باکی سے اسے چھیڑ رہا تھا۔سب کی آنکھیں آج بھی حازق خان کی بے باکی پہ بالکل اسی طرح سے پھیلی تھیں جس طرح سے زوریز شاہ کی مہندی والے روز پھیلی تھیں۔۔وہ کبھی کبھی بے باک ہو جاتا تھا لیکن جب جب ہوتا تھا تو اگلے کو شاک ضرور کیا کرتا تھا۔۔

جب تو اپنی سہاگ رات کی کھلائے گا!۔۔۔زوریز شاہ اب صوفے پہ نیم دراز ہوتا اسے ڈبل بے باکی سے جواب دیتا ان تینوں کے ساتھ ساتھ دوسری طرف موجود حازق خان کا چہرہ بھی سرخ کر گیا۔ارزم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

شٹ اپ!!! یو بے غیرت انسان!!!!۔۔۔حازق خان معصومیت سے بھوکھلا کے بولتا جلدی سے فون کاٹ گیا۔

اپنی باری میں معصوم بن کے فون کیوں کاٹتا ہے سالے! جب جانتا ہے میری بے شرمی کا مقابلہ تجھ سے نہیں ہوتا تو کیوں پنگے لیتا ہے میجر شاہ سے؟؟اچھا اب شرمانے کی بجائے لڑکی ڈھونڈ!!۔۔اسکے کال کاٹنے کے بعد زوریز شاہ قہقہ لگا کے اسے وائس نوٹ کرتا باقی سب کو بھی قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا سوائے ارزم شاہ کے جو اپنے چہرے کو سنجیدہ رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔۔اسکی ناراضگی ابھی تک کاظم شاہ اور زوریز شاہ سے ختم نہیں ہوئی تھی۔۔ان دونوں نے اپنے چھوٹے شاہ پہ غصے سے ہاتھ اٹھایا تھا اور یہ چھوٹی بات نہیں تھی۔چاہے زوریز شاہ اسے تھپڑ مارنے سے خود کو روک چکا تھا لیکن ہاتھ تو اٹھایا تھا؟اگر احان شاہ درمیان میں نہ آتا تو وہ اسے تھپڑ مارنے سے بھی گریز نہ کرتا۔۔

میں کیوں لڑکی ڈھونڈوں گا؟ لڑکی خود مجھے ڈھونڈے گی کیونکہ سب بولتے ہیں میں بہت پیارا اور الگ ہوں۔۔۔۔۔

حازق خان نے بھی جواباً معصومیت سے لبریز آواز میں وائس نوٹ بھیجا تھا۔۔ اس کی معصومیت پہ کاظم شاہ کو ٹوٹ کے اس پہ پیار آیا تھا۔ وہ واقعی ہی کیوٹ تھا اور اس پہ یہ کیوٹ نیس سوٹ بھی کرتی تھی۔۔

اس سالے کی آواز بند کر!! مجھے اس کی آواز پہ غصہ آرہا ہے! کتنا چالاک ہے یہ انسان! اس کا کوئی ایک روپ نہیں ہے!!۔۔۔ احان شاہ کو اس کی معصومیت بھری آواز پہ غصہ آیا تھا جس کا اظہار اس نے غراتے ہوئے کیا تھا۔۔

اور ان سے بولیں انہوں نے احسن ملک کا قتل کر کے اچھا نہیں کیا! وہ میرا شکار تھا جسے سزا مجھے اپنے طریقے سے دینی تھی!! انہیں کیا ضرورت پڑی تھی میرے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی؟۔۔۔ ارزم شاہ نے بھی لگے ہاتھ اپنے غصے کا اظہار کیا تھا۔ لہجہ سنجیدہ تھا۔۔

کیوں تمہارا اپنا فون نہیں ہے؟ میں کیوں دوں تمہارا پیغام؟ کیا تم باتوں باتوں میں مجھ سے صلح کرنا چاہ رہے ہو تاکہ میں تمہیں جیل جانے سے بچالوں؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے ارزم شاہ کو چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا۔ وہ اس سے صلح کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس کی ناک نیچی نہیں ہو رہی تھی۔۔

اتنے برے دن نہیں آئے میرے!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کا ایٹیٹوڈ برقرار تھا۔

بس ختم کرو یہ ناراضگی تم تینوں! اتنے دنوں سے تینوں کا منہ دیکھ رہا ہوں تو اس کا ناجائز فائدہ کیوں اٹھا رہے ہو؟ تم لوگوں کو کیا لگتا ہے میرا دھیان صرف بیوی کی طرف ہے؟ میں تم لوگوں کے ایک ایک موو پہ نظر رکھتا ہوں! اگر آپس میں ناراضگیاں ڈالو گے تو کمزور پڑ جاؤ گے اور ہماری اس کمزوری کا فائدہ دشمن اٹھائیں گے!!!۔۔۔۔ احان شاہ نپے تلے انداز میں بولتے ان تینوں کو جھاڑ پلا رہا تھا۔۔

کبھی ایسی عقل اپنے لاڈلے (ارزم شاہ) کو بھی دے دیا کرو تو کیا ہی بات ہو جائے! اسے ہمیشہ ایسا کیوں لگتا ہے صرف ہمیں اسے منانا چاہئیے؟ اس نے بنا سوچے سمجھے حازق خان کے جبڑے پہ مکا جھڑ دیا اور وہ انسان جو قتل کر کے کسی کو ہوا نہ لگنے دے کیا وہ اس کی اس حرکت پہ اسے زندہ بخش دیتا؟ چاہے جو بھی تھا حازق خان بڑا تھا اسے اس پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئیے تھا! بات منہ سے بھی ہو سکتی ہے! اگر یہ ابھی بھی شرمندہ نہیں ہے تو میرا اسے ایک مشورہ ہے آئندہ سے ہم پہ بھی ہاتھ اٹھا کے ہمارا مقابلہ کرے کیونکہ ہم میں اور حازق خان میں کوئی فرق نہیں ہے!! اس نے

حازق خان کو مکا جھڑ دیا لیکن جب میں نے تھپڑ لگایا تب اس کا ہاتھ مجھ پہ کیوں نہیں اٹھا؟ تمیز صرف گھر کے بڑوں پہ ہی نہیں بلکہ ہر بڑے کی ہی کرنی چاہیئے چاہے وہ کوئی اجنبی ہی کیوں نہ ہو! ان شارٹ اس نے وہاں حازق خان پہ ہاتھ اٹھا کے ہم سب بڑوں کی انسلٹ کروائے تربیت پہ انگلی اٹھائی ہے!۔۔۔ کاظم شاہ نے اب کی بار ارزم شاہ کو منانے کی بجائے سنجیدگی سے اسے اس کی غلطی کی تفصیل بتائی تھی جس پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتا احان شاہ کی طرف دیکھنے لگا۔۔ احان شاہ کی آنکھوں کا نامحسوس انداز میں اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ ارزم شاہ اپنی جگہ سے اٹھ کے خود ہی کاظم شاہ کے پاس بیٹھتا اسکے سینے سے لگ گیا۔۔

آئی ایم سوری لالہ!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے معصومیت سے اسکی طرف دیکھتے اپنی غلطی کی معافی مانگی تھی۔۔ بس بس اس سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر یہ اگلی دفعہ ہاتھ اٹھائے گا تو اس کا ہاتھ میں خود جڑ سے اکھیڑوں گا!!۔۔ ابھی کاظم شاہ کچھ بولتا جب احان شاہ نے لاپرواہی سے بات میں حصہ لیتے ہوئے کاظم شاہ کی عزت کی تھی جس پہ کاظم شاہ نے اسے شدید گھوریوں سے نوازا تھا۔ احان شاہ کو کسی صورت کاظم شاہ کا چھوٹے شاہ پہ ہاتھ اٹھانا اچھا نہیں لگا تھا لیکن کاظم شاہ بھی اپنی جگہ پہ درست تھا۔۔

اٹس اوکے میری جان! اگلی دفعہ خیال رکھنا! اینڈ آئی ایم سوری میں آئندہ تم پہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا! ۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھ کے اسکے شہد رنگ بال بگاڑتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔

بس کریں! اس بھائی چارے کو دیکھ کے میری آنکھیں بھر رہی ہیں!!۔۔۔۔ زوریز شاہ استہزایا انداز میں گویا ہوتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔ کاظم شاہ اور احان شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ ارزم شاہ کوئی بھی ریکشن دیئے بغیر کاظم شاہ کے سینے سے لگا رہا۔۔

مجھ سے کیا ناراضگی ہے تیری! میں نے تھپڑ بھی نہیں مارا تھا اور مجھ سے ناراض ہے؟ اور جنہوں نے یہ سنگین گناہ انجام دیا تھا ان کے سینے سے لگا بیٹھا ہے؟ یہ کیسا انصاف ہوا؟ مجھے انصاف چاہیئے!!۔۔۔ زوریز شاہ اسے زبردستی کاظم شاہ کے حصار سے نکال کے گلے سے لگاتا ڈرامائک انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے! آپ کو میری ضرورت نہیں ہے! آپ کے لئے آپ کا دوست کافی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اس سے دور ہونے کی تگ ودو کرتا ناراض لہجے میں بولا تھا۔ آخر کو زوریز شاہ نے ایک جرم کیا تھا اسکی جرآت کیسے ہوئی تھی اسکے سالے کی سائیڈ لینے کی؟

ہاہاہا! ایسی بات نہیں ہے میری جان! تم میرے لئے بہت ضروری ہو!۔۔۔زوریز شاہ قہقہہ لگا کے نرمی سے بولتا اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

مجھے ان چند دنوں میں محسوس ہوا ہے مسئلہ کشمیر سے زیادہ بڑا مسئلہ تو تجھے منانا ہے! آئیندہ میری توبہ جو میں تجھ سے ناراضگی مول لوں!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ ہنستے ہوئے مزید گویا ہوا تھا جس پہ وہ بھی ناک چڑھاتے ہوئے اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھ گیا۔ صد شکر ان کی صلح ہو چکی تھی۔۔احان شاہ نے مطمئن ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔

اب ناشتہ کروائے گا یا بھوکا مارے گا؟ذائشہ کہاں ہے؟۔۔۔کاظم شاہ صوفے پہ نیم دراز ہوتا اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا۔۔

بیوی میری سو رہی ہے جسے میں بالکل بھی تنگ نہیں کرنا چاہتا! اور جہاں تک رہی ناشتے کی بات تو سائمہ کو میں نے صبح صبح اپارٹمنٹ آنے سے منع کیا ہے! ہم دیر سے اٹھتے ہیں تو ناشتہ بھی دیر سے کرتے ہیں پھر اس بیچاری کا جلدی اکے ہمیں ڈسٹرب کرنے کا فائدہ؟لیکن اگر آپ لوگوں کو زیادہ بھوک لگ رہی ہے تو میں نوڈلز بنا دیتا ہوں!!۔۔۔ارزم شاہ اب کشن اپنی گود میں رکھتے ہوئے انہیں تفصیل سے جواب دیتا ائیر واٹھا کے ان سے نوڈلز کے متعلق رائے لینے لگا۔۔

وائف بوائے یہ نوڈلز والی چول تو اپنی وائف کے ساتھ مارتے ہوئے ہی اچھا لگتا ہے! ابھی ایسا کر حلوہ پوری آرڈر کر کیونکہ میری بھوک سے جان جا رہی ہے ایک تو پہلے ہی پوری رات جاگ کے انرجی ویسٹ۔۔۔زوریز شاہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے کاظم شاہ کی مخالف سمت لیٹتا ارزم شاہ کو جواب دیتے ہوئے آخر میں زو معنی انداز میں اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گیا جس کا مطلب سمجھتے ہوئے ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ کاظم شاہ نے اسے ٹانگ مارتے ہوئے صوفے سے اٹھایا تھا جبکہ احان شاہ نے کشن اٹھا کے اسکے چہرے کا نشانہ لیا تھا۔

یقین کریں میری باتوں کا اتنا گندا مطلب نہیں ہوتا جتنا آپ لوگ خود سے اخذ کرتے ہیں!!۔۔۔۔ان کے سرخ چہرے دیکھتے ہوئے زوریز شاہ اپنی ہنسی ضبط کر کے معصومیت سے بولتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔۔

شٹ اپ!!!!!۔۔۔کاظم شاہ اور احان شاہ یک زبان ہوتے ہوئے غرائے تھے، ان دونوں کی بیویاں انہیں لٹف ٹائم دے رہی تھی اور ایک یہ تھا جس کی زو معنی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں۔۔ارزم شاہ قہقہ لگاتے ہوئے اب اپنا فون اٹھا کے ناشتہ آرڈر کر رہا تھا۔۔

:حال

ہائے!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔میجر خان نے آج پھر پچھلی تین راتوں کی طرح اسے ٹیکسٹ میسج بھیجا تھا لیکن اس نے آن لائن ہوتے ہوئے بھی اس کا میسج سین نہیں کیا تھا۔اس دن کے بعد ان کی تین دنوں سے بات نہیں ہوئی تھی۔۔

حازق خان ہر صبح خود سے عہد کرتا تھا وہ اس کا کوئی ولاگ نہیں دیکھے گا! اسے کوئی میسج یا فون نہیں کرے گا لیکن رات ہوتے ہی اس کا یہ عہد ٹوٹ جایا کرتا تھا۔وہ رات کو وہ نہیں ہوتا تھا جو وہ صبح کے وقت بننے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ دن کی روشنی میں جتنا مضبوط بنتا تھا رات کا اندھیرا اسے اتنا ہی کمزور بناتا تھا۔۔وہ اس اندھیرے میں خود سے باتیں کرتا اپنی پوری زندگی کے پہلو پہ نظریں دوڑاتا تھا۔۔وہ بھی انسان تھا اس کا بھی اپنی زندگی کی تکالیف کسی سے شئیر کرنے کا دل کرتا تھا لیکن اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا تھا۔ایک بہن پاس تھی لیکن وہ اسے مزید کوئی مینٹل سٹریس نہیں دینا چاہتا تھا اسی لئے ناچاہتے ہوئے بھی اکیلا ہی سب سوچتا رہتا۔۔

کیا تمہارا مجھ سے بات کرنے کو دل نہیں کرتا؟۔۔۔اسے آن لائن ہو کے بھی میسج سین نہ کرتے دیکھ کے حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے یہ میسج ٹائپ کیا تھا۔اس نے پچھلے تین روز رات کے وقت اسے کافی ٹیکسٹ اور کچھ کالز بھی کی تھیں لیکن وہ نہ تو اسکا فون اٹھاتی تھی اور نہ ہی اسکا ٹیکسٹ دیکھا کرتی تھی۔وہ آج بے بسی کی انتہاء پہ تھا۔۔ اسکی اگنورینس اسے اندر تک مار رہی تھی۔۔

کیا میں تمہیں کال کر لوں؟۔۔۔۔۔جب اس نے مزید پانچ منٹ تک میسج سین نہ کیا تو وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے کاٹتا ہوا اس سے کال کرنے کی اجازت لینے لگا کہ شاید یوں ہی اسے اس پہ ترس آجائے اور وہ اسکا میسج سین کر لے۔۔

!!!!No

دوسری طرف سے یک لفظی جواب موصول ہوا تھا جس جواب کو پڑھنے کے بعد حازق خان کے چہرے پہ اداسی سی چھائی تھی۔۔

I am missing u

اسکی بے رخی پہ حازق خان نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے یہ میسج لکھ کے سینڈ کیا تھا۔۔اسکا میسج پڑھ کے میر ال شاہ نے اپنے دہکتے سر کو ہاتھ کی انگلیوں سے دبایا تھا۔۔

?So what

میر ال شاہ نے روڈ بنتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

?So u tell? What should I do

حازق خان نے فٹافٹ میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا تھا صد شکر تھا وہ اسکے میسجز کا جواب تو دے رہی تھی چاہے روڈ انداز میں دے رہی تھی لیکن دے تو رہی تھی نا؟ ورنہ اسکا آن لائن ہو کے میسج سین نہ کرنا زیادہ تکلیف دہ تھا۔۔

U should not disturb me! And it's better that way

میر ال شاہ نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بے رخی سے جواب دیا تھا۔۔

?Am I disturbing u

اسکے جواب پہ حازق خان کی جھیل سی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھری تھیں جس پہ وہ بات ختم کرنے کی بجائے الٹا سوال کرنے لگا۔۔

یااللہ یہ انسان کیوں میرا امتحان لے رہا ہے؟؟۔۔۔۔اس کا جواب پڑھنے کے بعد میرال شاہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتی جھنجھلائی تھی۔۔ جھنجھلاہٹ میں وہ اگلے ہی پل اسے کال ملا گیا جس پہ حازق خان نے حیران ہوتے سیکنڈ سے پہلے اسکی کال اٹھائی تھی۔۔

پرابلم کیا ہے تمہارے ساتھ؟؟ کیا چاہتے ہو مجھ سے؟؟۔۔۔وہ اسکے کچھ بھی بولنے سے پہلے لہجے کو غصیلا بناتی ہوئی غرائی۔اس کے روڈ انداز پہ حازق خان اپنا نچلا ہونٹ مزید کاٹ کاٹ کے زخمی کر رہا تھا۔وہ اسے بتانا چاہتا تھا وہ واحد لڑکی ہے جس کا روڈ انداز اس کی برداشت کی حد ختم کرواتا اسے رلا دیتا ہے۔وہ اس سے ایموشنلی اٹیچ ہو چکا تھا۔۔

کچھ نہیں! میں نے تو آج تمہیں کال بھی نہیں کی!!۔۔۔۔حازق خان نے معصومیت سے جواب دیتے اپنا فیورٹ کام کرنا شروع کیا تھا یعنی بیڈ شیٹ پہ اپنی انگلیوں کے ساتھ میرو لکھنا۔۔۔

ٹیکسٹ کیوں کیا ہے پھر؟ کیا تم بھول چکے ہو میں تمہارے باپ کے قاتلوں کے خاندان کا حصہ ہوں؟؟۔۔۔وہ دھاڑی تھی۔۔وہ اس کے دھاڑنے پہ کچھ منٹ خاموش رہا۔۔

غصہ کیوں کر رہی ہو میرو؟؟۔۔۔کچھ منٹ بعد وہ معصومیت سے استفسار کرنے لگا۔۔وہ اس کی غصے سے بھاری ہوتی سانسیں محسوس کر چکا تھا۔

تم میرے سامنے اتنے معصوم کیوں بنتے ہو؟ تمہیں کیا لگتا ہے تمہاری اس جھوٹی معصومیت سے میں تمہارے وہ الفاظ بھول جاؤں گی جو تم نے مجھے انسلٹ کرنے کے لئے کہے تھے؟؟۔۔۔اسکے میرو بولنے پہ آج پھر میرال شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا لیکن وہ اپنی انسلٹ کیسے بھول جاتی؟؟ وہ اسکی معصومیت پہ غصے سے جھنجھلاتی ہوئی مضبوط لہجے میں غرائی تھی۔۔حازق خان کا دل ٹوٹا تھا۔۔وہ اسکی معصومیت کو جھوٹا کہہ رہی تھی؟ ایک یہی تو تھی جسے حازق خان نے اپنی یہ سینسٹو سائیڈ دیکھائی تھی اور وہ تھی کہ اسے سمجھنے کی بجائے اسکی معصومیت پہ بھی الزام لگا گئی تھی؟؟

حازق خان کے آنسو آنکھوں سے پھسلتے ہوئے اسکے تکیے میں جذب ہوئے تھے۔۔

تم مجھے بلاک کر دو پلیز؟ میں چاہ کے بھی تمہیں بلاک نہیں کر پاتا! تمہارے میسج کا انتظار کرتا ہوں ہر روز!! میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا لیکن میری انگلیاں خود ہی تمہیں میسج لکھنے پہ مجبور ہو جاتی ہیں! میں جانتا ہوں میں نے اپنے الفاظ سے تمہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے آئی ایم سوری! تم۔۔تم بس مجھے بلاک کر دو میں کوشش کروں گا تمہیں

اپنی دوسری سم سے کبھی میسج نہ کروں!!۔۔۔وہ اب کی بار اپنے لہجے سے معصومیت کا اثر زائل کرنے کی ناکام کوشش کرتا التجائیہ انداز میں بولا تھا۔۔اسکی آواز ناچاہتے ہوئے بھی بھیگ چکی تھی۔۔اسکی بھیگی آواز پہ میرال شاہ کے دل کی حالت بری ہوئی تھی۔۔وہ اسکا ہر انداز محسوس کر رہی تھی وہ اب اپنے لہجے کو مضبوط بنا رہا تھا لیکن چاہ کے بھی اسکی یہ کوشش ناکام ہو رہی تھی۔۔

ہمم!! گڈ!!!۔۔۔۔۔میرال شاہ اپنی آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے فون کاٹنے ہی والی تھی جب وہ پھر سے گویا ہوا۔

تم نے سوری نہیں کیا؟تم بھی تو ہرٹ کرتی ہو؟ کبھی بچہ بننے کا طعنہ دیتی ہو کبھی میری معصومیت کو جھوٹا بول دیتی ہو! کبھی سوچا نہیں بنا جانے کیا کیا بول دیتی ہو؟۔۔۔۔وہ جانتا تھا وہ فون بند کرنے والی ہے اسی لئے ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے بول گیا۔اب کی بار بھیگی آواز پہ تو قابو پایا تھا لیکن معصومیت ہنوز قائم تھی۔

نہیں میرے پاس تمہیں سوچنے کا فضول وقت نہیں ہے! آئندہ کے بعد مجھے کال کرنے کی کوشش بھی مت کرنا! اور تم مجھے اتنے دنوں سے میسج اور فون کیوں کر رہے ہو؟کیا ہم دونوں کسی ریلیشن میں ہیں؟؟یا بریک اپ ہوا ہے ہمارا جس کا پیچ اپ کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟؟تم نے بولا تم مجھے یاد کرتے ہو! میرا سوال ہے آخر کس حق سے؟ کیا ہم دونوں پریم ساتھی ہیں؟؟تمہارے یہ الفاظ اگر میرا فیانسی سن لیتا تو وہ مجھ سے کس حد تک بدگمان ہو سکتا تھا تم سوچ بھی نہیں سکتے! آخر تم کیوں ہمیشہ میرے لئے مشکلات کھڑی کرنے کا باعث بنتے کو میجر حازق خان؟میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے تم؟؟؟۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ پھر سے بند باندھتی مضبوط لہجے میں غراتی ہوئی اس کا فون کاٹ گئی۔۔اسکے الفاظ پہ حازق خان کو اپنے کہے گئے الفاظ یاد آئے تھے۔۔

اور اگلی دفعہ میرے گھر کی دہلیز پہ قدم رکھنے کی کوشش بھی مت کرنا!! تم نے بولا تم مجھے پچھلے دنوں سے فون کر") رہی تھی؟؟کیوں؟تم مجھے فون کیوں کر رہی تھی؟کیا ہم دونوں کسی ریلیشن میں ہیں؟تم نے بولا میں اپنے ملازموں کو بتا دوں کہ تم اس ہویلی کی مالکن بننے والی ہو؟؟کیوں آخر کس خوشی میں؟؟کیا میں نے کبھی تمہیں یہ امید دلائی ہے کہ ہم دونوں بہت جلد شادی کرنے والے ہیں؟؟یا ہم دونوں پریم ساتھی ہیں؟؟تمہارے ان الفاظ سے میری بہن

مجھ سے کس طرح سے بدگمان ہوئی ہو گی تم سوچ بھی نہیں سکتی!! آخر تم کیوں ہمیشہ میرے لئے مشکلات کھڑی کرنے کا باعث بنتی ہو میرال شاہ؟؟ میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی تم؟؟۔۔۔۔

(" وہ کتنا اچھا بدلہ لیتی تھی نا؟؟۔۔۔ وہ صرف سوچ کے رہ گیا۔۔ چہرہ دونوں کا آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔۔ میرال شاہ نے اسے بلاک نہیں کیا تھا۔ وہ چاہ کے بھی اسے بلاک نہ کر پائی۔۔ وہی پہ حازق خان اسے مزید ٹیکسٹ کرنے کی بجائے فون رکھتا بیڈ شیٹ پہ میرو لکھتے ہوئے اپنے آنسو تکیے سے صاف کرنے لگا۔۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کا بے بس انسان معلوم ہو رہا تھا۔۔ اسکے منہ سے اسکے فیانسی کا ذکر کس قدر تکلیف دہ تھا کوئی حازق خان سے پوچھتا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 102 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ فجر پڑھ کے آنے کے بعد پچھلی گزری راتوں کی طرح بیڈ کی دوسری طرف ہی سو چکا تھا، درمیان میں ازمیر شاہ جبکہ ایزل شاہ بیڈ کی دائیں سائیڈ پہ تھی۔ کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی کی وجہ سے صبح کے نو بجے سے ایزل شاہ نیند سے بیدار ہو چکی تھی، بیدار ہوتے ہی نگاہیں اس کی چوڑی پشت کی طرف اٹھی تھیں اس نے پچھلے کتنے دنوں سے اسکے سامنے شرٹ نہیں اتاری تھی۔ وہ اس قدر بے رخی دیکھا رہا تھا کہ اس کے سامنے شرٹ لیس رہنا بھی اسے گوارہ نہیں تھا۔۔ ایزل شاہ پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل اسکی پشت کی طرف دیکھتی جا رہی تھی، وہ اس کی طرف سے کروٹ لے کے سویا ہوا تھا۔۔ اسے کروٹ کے بل سوئے دیکھ کے ایزل شاہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔ وہ رات کو کافی دیر تک جاگتی رہی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ خود سے کچھ تو بولے گا چاہے ایک یا دو لفظ ہی کیوں نہیں؟ لیکن وہ نہیں بولا تھا، صرف اسکی کچھ باتوں کا گنے چنے الفاظ میں جواب دیتے وہ پچھلی راتوں کی طرف لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا اور ایزل شاہ بھی اپنے آنسو روکتی نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے نا جانے کب سو چکی تھی۔۔ اسے دیکھتے دیکھتے اچانک سے ایزل شاہ کو اسکے آفس کا خیال آیا تھا۔۔ نو بج کے پنتالیس منٹ ہو رہے تھے اور آج کل وہ نو یا دس بجے تک آفس چلا جایا کرتا تھا لیکن نا جانے آج کیوں وہ نہیں اٹھا تھا؟ ایزل شاہ اسے پر سوچ نظروں سے دیکھتی ہوئی بیڈ سے اٹھ کے خود پہ دوپٹا اوڑھتی واشروم کی طرف بڑھی تھی۔ فریش ہونے کا بعد میں سوچتی وہ اچھی طرح سے منہ

ہاتھ دھو کے اپنے لمبے بھورے بالوں کا میسی سا بن بناتی خود کو ایک نظر آئینے میں دیکھ کے کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ کاظم شاہ کے نزدیک تو آچکی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے کس طرح سے اٹھائے۔۔۔وہ اسکے چہرے کے خوبصورت مغرور نقوش دیکھتی اس پہ ذرا سا جھکی تھی۔

سنیں! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ کافی ہمت کرنے کے بعد اسے درمیانی آواز میں اٹھانے کی کوشش کرنے لگی،وہ رات اسکی خاموشی کی وجہ سے کافی ہرٹ ہوئی تھی لیکن پھر بھی اس کی ناراضگی اس سے کسی صورت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

سنیں!! آپ کے آفس کا ٹائم ہو گیا ہے!۔۔۔۔اسے ہنوز گہری نیند میں اوندھے منہ سوئے دیکھ کے ایزل شاہ اب کی بار کچھ بلند آواز میں بولتی اسکا کندھا ہلانے لگی جس پہ وہ اپنی نیند کے خمار سے لبریز سرخ ہوتی گولڈن آنکھیں وا کر گیا۔افف کیا قیامت خیز تھیں اس کی آنکھیں اور اس پہ تضاد ان میں موجود یہ سرخی۔۔ایزل شاہ کچھ پل تو اسکی ان آنکھوں میں ڈوب چکی تھی لیکن پھر کاظم شاہ کو سوالیہ نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اپنی بے اختیاری پہ قابو پاتی سیدھی کھڑی ہوئی تھی۔۔

و۔وہ۔۔آپ۔۔کے۔۔آفس کا ٹائم ہو گیا تھا تو بس اسی لئے اٹھا رہی تھی!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنے چہرے پہ آتی لٹوں کو کان کے پیچھے کرتی اپنی انگلیاں مڑورتی معصومیت سے بولی تھی۔۔وہ اس وقت گرے شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پہ شفون کا ہی گرے دوپٹا لئے اپنے بالوں کا میسی سا بن بنائے بنا میک اپ کے ہی کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔اسکی نیلی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔۔کاظم شاہ ایک ہی نظر میں اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لے کے نگاہیں پھیرتا ہوا اٹھ کے بیٹھا تھا۔۔

آج میں نے لیٹ جانا تھا! نیند خراب کر دی(صبح صبح جذبات جگا دیئے)۔۔۔۔۔۔۔۔وہ نیند کے خمار سے لبریز بھاری آواز میں لاپرواہی سے بولتا اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ رکھ کے سر کو دائیں بائیں خم دے رہا تھا۔۔

اوو! آئی ایم سوری! مجھے لگا ہر روز اسی وقت جا رہے ہیں تو شاید آج بھی۔۔۔۔وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے کاٹتی خود پہ افسوس کرنے والے انداز میں جواب دیتی جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف بڑھ گئی!

مطلب اسکی وجہ سے اسکی نیند خراب ہو چکی تھی؟ ایزل شاہ کو اسکی یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔۔ کاظم شاہ کافی دنوں سے اسکا اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبانا نوٹ کر رہا تھا لیکن اس نے اسے منع نہیں کیا تھا ناہی ہاتھ کی مدد سے اسکے اس لب کو دانتوں کی قید سے آزاد کروایا تھا۔۔ وہ جانتی تھی اسے اسکی یہ حرکت شدید ناگوار گزرتی ہے لیکن وہ پھر بھی مسلسل اس حرکت کو انجام دینا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ وہ ازمیر شاہ کو ایک نظر سوئے دیکھ کے اسکے گال پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔ وہ اس وقت شکن زدہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔ ایزل شاہ کو اسکی نیند خراب ہونے پہ افسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے خاموشی سے الماری کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ گہری سانس بھرتی فریش ہونے کی غرض سے باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔۔ شاید اسے تو وہ دن یاد بھی نہیں تھا جسے وہ کل رات سے شدت سے یاد کر رہی تھی۔ چاہے وہ ایک برا دن گزرا تھا لیکن وہ ایک خاص دن بھی تھا۔۔

کاظم شاہ اپنی سیاہ شلوار قمیض لئے واشروم کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب اسے باتھروم جاتے دیکھ کے وہ اپنے قدم روک گیا۔۔

آ۔۔ آپ۔۔ پہلے فریش ہو جائیں!!۔۔۔۔ اسے قدم روکتے دیکھ کے وہ خود بھی اپنے قدم روکتی اسے پہلے باتھروم جانے کا موقعہ دینے لگی۔۔

نہیں! تم چلی جاؤ!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ سنجیدگی سے جواب دیتا اپنی شلوار قمیض صوفے پہ پھینکتے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ کے اپنی سیگریٹ اور لائٹر اٹھاتا ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔۔ وہ جو اس سے ہمیشہ کی طرح یہاں کسی بے باک جواب کی امید لگائے ہوئے تھی اسکی اتنی سنجیدگی پہ اسکی نیلی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھیں۔۔ وہ اپنے آنسو ضبط کرتی ہوئی واشروم میں بند ہوئی تھی۔۔

وہ تقریباً پندرہ منٹ بعد فریش ہو کے ہمت کرتی جان بوجھ کے پنڈلیوں تک آتے باتھ روب میں ملبوس باتھروم سے نکلی تھی۔۔ ڈارک براؤن بالوں کے گرد چھوٹا سا پنک ٹاول لپٹایا گیا تھا۔۔ وہ زوروں سے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ باہر آئی تھی جب ازمیر شاہ کے پاس بیٹھ کے سیگریٹ پھونکتے ہوئے کاظم شاہ کی نگاہیں ڈائریکٹ اس پہ مرکوز ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کے وہ سیگریٹ کا اگلا کش لگانا بھول چکا تھا۔ وہ اپنی گولڈن آنکھوں میں تحیر لئے ایزل شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ آج اسے تقریباً گیارہ ماہ بعد باتھ روب میں دیکھ رہا تھا۔۔ اف اسے باتھ روب میں دیکھتے ہوئے

کاظم شاہ کو کیا کیا یاد نہیں آیا تھا۔۔وہ کیوں اس کے صبر کا امتحان لے لینا چاہتی تھی؟کاظم شاہ نے بے چینی سے جھنجھلاتے ہوئے سوچا تھا۔۔اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے ایزل شاہ شرم سے لال پڑتی ہمت کرتے ہوئے اپنے بالوں سے ٹاول نکال کے کانفیڈنٹ انداز میں انہیں سلجھانے کی ناکام کوشش کرنے لگی لیکن ہاتھ کپکپا رہے تھے۔۔اس نے آج دوسری دفعہ اسے یوں تڑپانے کی حرکت انجام دی تھی،ایک دفعہ بلیک نائٹی پہن کے تو آج دوسری دفعہ یوں پنڈلیوں تک آتا باتھ روب پہن کے۔۔اسکی بنا بالوں کے گوری گوری پنڈلیاں دیکھتے کاظم شاہ کی حالت غیر ہوئی تھی،اسے دیکھنے کی بے اختیاری میں سیگریٹ اسکے ہاتھ کی پوریں جلا چکا تھا لیکن اسے کوئی ہوش نہیں تھی۔وہ دنیا مافیا سے بے خبر اس کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لینے میں مصروف تھا جب ازمیر شاہ نے نیند سے بیدار ہوتے کسمسا کے رونا شروع کیا تھا۔۔ازمیر شاہ کے رونے پہ کاظم شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے تیزی سے ایزل شاہ سے نگاہیں پھیرتے سیگریٹ ایش ٹرے میں مسلا تھا۔۔اسکے یوں نگاہیں پھیرنے پہ وہ تھوک نگلتی ہوئی بالوں کو سلجھائے بغیر روتے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف بڑھ گئی۔کاظم شاہ غائب دماغی سے اسکی سائیڈ کی طرف بیٹھ چکا تھا،اور یہی اسکی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔اسے اپنے قریب آتے دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں۔۔

ازمیر! مما کی جان!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ جھک کے ازمیر شاہ کو پکڑتے ہوئے پیار سے اسے مخاطب کر رہی تھی،اس وقت وہ بے حد نروس کو رہی تھی لیکن مرحا شاہ اور میرال شاہ کے ساتھ رہ رہ کے اسے اتنا آئیڈیا تو ہو چکا تھا شوہروں کو تڑپانے کے لئے کیسی ٹپس استعمال کی جاتی ہے! تو بس وہ تو ابھی چھوٹی سی ریہرسل ہی کر رہی تھی جس کے نا جانے کیا نتائج نکلنے تھے۔وہ خود بھی واقف نہیں تھی۔وہ اس وقت کاظم شاہ کے بالکل نزدیک جھکی ازمیر شاہ کو اپنی بانہوں میں اٹھاتی کاظم شاہ کے ہوش پوش اڑا چکی تھی۔۔اسکے گیلے بالوں سے نچڑتی پانی کی کچھ بوندیں کاظم شاہ کی سیاہ قمیض پہ سینے کے مقام پہ گرتی اسے گیلا کر رہی تھی۔۔اسکے بدن سے اٹھتی محسور کن مہک کاظم شاہ کے انگ انگ میں بے چینی سی رقم کر گئی۔کاظم شاہ کی نگاہیں اس کے سرخ و سفید چہرے سے ہوتی اس کی گردن اور پھر گردن کی گہرائیوں کی طرف اٹھی تھیں۔۔اسکے جھکنے کی وجہ سے اسکے خوبصورت بدن کے نشیب و فراز نمایاں ہوئے تھے۔۔اتنے دنوں بعد اسکے سراپے کے ان خوبصورت نظاروں کو دیکھتے کاظم شاہ کو اپنے جذبات پہ قابو پانا دنیا کا مشکل کام ہے رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔۔کب۔۔بولا؟۔۔میں۔۔آپکی۔۔قربت۔۔پانے۔۔کے۔۔لئے۔۔تڑپ۔۔۔رہی")
کر رہے ہیں!! میں پھر سے بول رہی ہوں میں نے آپ کو آپکا حق لینے سے assume ۔۔ہوں؟ آپ کیوں خود سے
(" کبھی منع نہیں کیا۔

وہ ابھی اسے اپنی سرخ خمار آلود نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا جب اس کے تقریباً ہفتہ پہلے بولے گئے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔۔اسکے ان الفاظ کو یاد کرتا وہ اپنی نظروں کی بے اختیاری پہ لعنت بھیجتا جلدی سے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔ایزل شاہ جو ازمیر شاہ کو اٹھا کے سیدھی ہوئی تھی اسے یوں تیزی سے کھڑے ہوتے دیکھ کے اسکا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا،وہ اس وقت اسکے بے حد نزدیک تھا،اسے لگ رہا تھا وہ کوئی گستاخی کرنے والا ہے لیکن اسکی سوچوں پہ ایک دفعہ پھر سے پانی پھرا تھا،وہ گستاخی کرنا تو دور اسے انگلی سے بھی چھوئے بغیر سائیڈ سے نکلتا صوفے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔اسکی اس قدر بے رخی پہ ایزل شاہ کی آنکھیں ایک دفعہ پھر آنسوؤں سے بھری تھیں،وہ سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو چپ کروانے کی بجائے اسے پھر سے بیڈ پہ لٹاتی تیزی سے الماری کی طرف بڑھتی اپنے آنسو اندر کی طرف اتارنے لگی۔۔ازمیر شاہ روتا جا رہا تھا لیکن آج وہ پہلی بار اسکا رونا نظر انداز کرتی وارڈروب سے اپنی سادہ سی شلوار قمیض نکالتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔وہ آخر اسے اگنور کیسے کر سکتا تھا؟ وہ تو اسے سادہ سی شلوار قمیض میں دیکھ کے پاگل ہو جاتا تھا اور آج تو اس نے پھر ہمت کرتے ہوئے باتھ روب پہن کے اسکا سامنا کیا تھا۔۔

میر رو رہا ہے! پہلے اسے دیکھ لو!!!۔۔۔۔۔اسکی اس قدر تیزی پہ کاظم شاہ نے اسے ہوش دلاتے ہوئے اسکی توجہ ازمیر شاہ کی طرف کروائی تھی وہ سنی ان سنی کرتی ہوئی ڈریسنگ روم میں داخل ہوتی دروازہ اپنی پوری قوت سے بند کر گئی جس پہ ازمیر شاہ نے سہمتے ہوئے مزید رونا شروع کیا تھا۔کاظم شاہ اپنے نچلے ہونٹ کے کنارے کو دانتوں تلے دبا کے ایک نظر ڈریسنگ روم کا بند دروازہ دیکھتا دوسری نظر روتے ہوئے ازمیر شاہ پہ ڈالتے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

وہ ابھی ازمیر شاہ کو اپنی بانہوں میں اٹھانے ہی والا تھا جب وہ تن فن کرتی غصے سے اپنی چھوٹی سی سرخ ہوتی ناک پھولاتی اسکے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو کھینچنے والے انداز میں پکڑتی اسے تھپک تھپک کے خاموش کروانے کی کوشش کرنے لگی۔۔کاظم شاہ اسکی طرف دیکھ کے رہ گیا۔وہ اتنی جلدی کپڑے چینج کر کے بھی آ چکی تھی؟ اور اس پہ تضاد

اسکا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ۔۔۔وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں بات کی تہہ تک پہنچتا اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے صوفے سے شلوار قمیض اٹھاتا باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔

(ڈھیٹ تو میں بہت ہوں سویٹ ہارٹ!! جب تک تمہارے منہ سے اقرار نہیں سنوں گا بات سے نہیں مکرو گا!!)۔۔۔۔وہ دل میں خود سے مخاطب ہوتا گہری سانس بھرتے ہوئے باتھروم میں بند ہوا تھا۔۔وہ اپنی نم آنکھیں غصے سے پونچھتی اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف ہو گئی۔

ایزل میری جان ہوا کیا ہے؟ کیوں روئے جا رہی ہو؟؟۔۔۔مرحاشاہ اسے اپنے ساتھ لگاتی پیار اور فکر مندی سے اسکے رونے کی وجہ استفسار کرنے لگی وہ بنا کوئی جواب دیئے ہنوز زور و شور سے روتی جا رہی تھی۔۔زوریز شاہ کے ڈیوٹی پہ جانے کے بعد مرحاشاہ جو میرال کے ساتھ فون کال پہ مصروف تھی ایزل شاہ کو اچانک سے کمرے میں اکے خود سے لپٹ کے روتے دیکھ کے وہ شدید پریشان ہوئی تھی۔اسے روتے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو رہا تھا لیکن وہ ابھی تک منہ سے بنا کچھ پھوٹے روتی ہوئی فون کال پہ موجود میرال شاہ کو بھی پریشان کر رہی تھی۔۔

ایزل!! کیا ہوا بچہ؟ از میر ٹھیک ہے نا؟۔۔۔۔۔ویڈیو کال پہ موجود میرال شاہ نے ایک دفعہ پھر پریشانی سے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا۔۔ایزل شاہ ان دونوں کو اپنی وجہ سے اس قدر پریشان ہوتے دیکھ کے اپنے آنسو پونچھتی معصومیت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔۔

آ۔آپی۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔وہ کچھ بولنے کی کوشش کرتی پھر سے رونے لگی، سمجھ نہیں ارہی تھی پوری بات کس طرح سے بتائے۔۔

بولو نہ بچے!! اسے پانی پلاؤ مرحا!!!۔۔۔۔۔میرال شاہ اب اسے یوں بار بار رونے پہ حقیقتاً پریشان ہو رہی تھی۔مرحا شاہ ہاں میں سر ہلاتی جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے جگ سے گلاس میں پانی انڈھیلتی ایزل شاہ کو تھمانے لگی۔۔ایزل شاہ دو سے تین گھونٹ بھرنے کے بعد پانی کا گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گئی۔۔

آ۔آپی۔۔وہ ناراض ہو گئے ہیں!!۔۔۔۔۔۔۔وہ بھیگی آواز میں معصومیت سے صرف اتنا ہی بول پائی۔

کون؟؟۔۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ اور میرال شاہ نے یک زبان ہوتے حیرانگی سے پوچھا تھا۔۔

آپ۔۔ آپی وہ۔۔ ازمیر کے بابا ناراض ہو گئے ہیں مجھ سے!! بہت برا والا ناراض ہو گئے ہیں!!۔۔۔۔ وہ سسک کے بولتی ہوئی پھر سے روتے ہوئے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔ وہ اس وقت بے حد کیوٹ لگ رہی تھی۔۔

ایزل ریلکس!! چپ کرو میری جان! مجھے پوری بات بتاؤ؟ کیوں ناراض ہوا ہے وہ؟؟۔۔۔۔ اسکے یوں سسک سسک کے رونے پہ میر ال شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے مزید سوال کیا تھا۔ مرحاشاہ اسے خود کے ساتھ لگاتی اسکی کمر نرمی سے تھپک رہی تھی۔۔

آ۔ آپ۔۔ کو۔۔ پتا۔۔ ہے۔۔ آج ہماری انیورسری ہے! ۔۔ او۔۔ اور۔۔ ا۔ انہوں۔۔۔ نے مجھے وش بھی نہیں کیا!!!۔۔۔۔ وہ اسکی ناراضگی کی وجہ بتانے کی بجائے اپنا رونا رونے لگی۔۔ ایک یہی تو بات تھی جس کی وجہ سے بار بار رات سے اسکا دل بھر رہا تھا۔۔

غصے میں ہوں گے نا ایزل! شاید آفس سے آ کے وش کر دیں! اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ اور بتاؤ ناراض کیوں ہوئے ہیں لالہ؟؟۔۔۔ مرحاشاہ نرمی سے اسکے ہاتھوں اپنے ہاتھوں میں رب کرتی اسے شانت کر رہی تھی۔

ن۔ نہیں!!۔۔ وہ نہیں کریں گے! آ۔ آپ۔۔۔ کو۔۔۔ پتا۔۔ ہے۔۔ صبح۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔ خود۔۔ کو۔۔ کتنی۔۔ ہمت۔۔ دلا۔۔۔ کے۔۔۔ وہ۔۔ باتھ۔۔ روب۔۔ پہنا۔۔۔ تھا۔۔ لیکن۔۔ انہوں۔۔۔ نے۔۔۔ مجھے۔۔۔ اگنور۔۔ کر۔۔ دیا!!۔۔۔۔ وہ معصومیت سے روتی انہیں بچوں کی طرح اپنی صبح والی کاروائی یاد کروانے لگی۔ وہ شاید اس وقت کافی پریشان تھی اسی لئے غائب دماغی میں اپنی پرسنل باتیں ان کے ساتھ شئیر کر رہی تھی۔۔ ورنہ کہاں شرمیلی سی ایزل شاہ کے منہ سے ایسی باتیں سننے کو مل سکتی تھیں۔ اسکے اس انداز پہ مرحاشاہ اور میر ال شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

اب ایسی کی تیسی اسکی!! اسکی جرآت کیسے ہوئی میرے بچے کو اگنور کرنے کی؟ تم رونا بند کرو ایزل! ہم اس سے بدلہ لیں گے!!۔۔۔۔ میر ال شاہ بھڑکیں مارتی ہوئی ایزل شاہ کو حوصلہ دینے لگی جس پہ وہ پھر سے اپنی آنکھیں معصومیت سے پونچھ کے ان کی طرف دیکھنے لگی۔۔

ل۔ لیکن۔۔ غلطی۔۔ تو۔۔۔ میری۔۔ ہے!۔۔ میں۔۔ نے اپنی بیوقوفی کی وجہ سے انہیں ناراض کر دیا!!۔۔۔۔ وہ اپنا نچلا ہونٹ کاٹتی ہچکیاں بھرتے ہوئے بولی تھی۔

کیا غلطی ہوئی میرے بچے سے ؟؟۔۔۔ میر ال شاہ پیار سے استفسار کرنے لگی جس پہ ایزل شاہ نے بالآخر کبھی روتے ہوئے تو کبھی گلابی پڑتے ہوئے انہیں پورے ایک گھنٹے میں مختصر سے انداز میں خود کی اور کاظم شاہ کی سرد سی جنگ کے متعلق بتایا تھا۔ وہ دونوں اسکے مختصر سے انداز میں بتانے سے بھی بہت کچھ سمجھ چکی تھیں۔۔

کیا لالہ نے آسٹریلیا سے واپس آنے کے بعد تم سے سب کلئیر کیا تھا؟ کیا تمہارے تمام ڈاوٹس کلئیر ہو چکے تھے ؟۔۔۔ مرحاشاہ نے پر سوچ انداز میں استفسار کیا تھا۔

ہ۔ہاں! سب۔۔ کلئیر۔۔ کیا تھا۔۔۔ سوری بھی کیا تھا! ا۔اور۔۔۔ وہ مزید بولنے کی بجائے گلابی پڑتی خاموش ہو گئی

۔

اور پیار بھی کیا تھا؟؟۔۔۔ اسکے گلابی پڑنے پہ میر ال شاہ اسے چھیڑنے لگی جس پہ ایزل شاہ معصومیت سے مرحاشاہ کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔

دیکھو میری جان! سب سے پہلے تو سید کاظم شاہ کی ہمت کو سلام! جس نے تمہارے پاس رہتے ہوئے بھی یہ دو ماہ خود پہ کنٹرول رکھا! تم جانتی ہو مرد کے جذبات ہم عورتوں سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں! وہ چاہ کے بھی خود پہ کنٹرول نہیں رکھ پاتے! جب حق حلال کی بیوی میسر ہو تو ناچاہ کے بھی شوہر بہک جاتا ہے!! میں جانتی ہوں تم اس پہ بہت غصہ تھی! میں جانتی ہوں تمہارے لئے وہ نو ماہ گزارنا بہت مشکل تھے لیکن میں دوبارہ پچھلی باتیں ریپیٹ کر کے تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہ رہی! تم جانتی ہو مرد صرف اپنی پسندیدہ عورت کے سامنے جھکتا ہے اور ایزل وہ تمہارے سامنے جھک گیا یار! اس نے تم سے معافی مانگی! تمہارے دو ماہ نخرے اٹھائے اور کس طرح سے اٹھائے یہ تمام حویلی والوں کی آنکھوں کے سامنے ہے! دو ماہ تمہارے قریب نہیں گیا۔ کیا یہ سب اسکا امتحان لینے کے لئے کافی نہیں ہے ؟ ایزل وہ ایک دن میں کتنے مرد اور عورتوں سے ملتا ہے لیکن تم اس کی خود کے ساتھ وفا چیک کرو وہ آج بھی تمہارا ہے! یہاں تک کہ آسٹریلیا جیسے آزاد ملک جا کے بھی اس نے کسی حرام کا سہارا نہیں لیا جبکہ ایسی صورتحال میں بہت سے مرد حرام کاموں کی طرف چلے جاتے ہیں! میں جانتی ہوں وہ جس طرح سے ہر آئے روز تمہارے نخرے اٹھا رہا تھا تمہاری انسیکیورٹیز ختم کر رہا تھا تم مغرور ہو گئی ہو گی اور عورت اپنے پسندیدہ مرد کی محبت پا کے مغرور ہو بھی جاتی ہے کوئی بڑی بات نہیں ہے! لیکن جب وہ تمہیں اتنی دیر تک کمفرٹ میں رکھتا رہا اور بدلے میں صرف

تمہارے ایک چھوٹے سے اقرار کی خواہش ظاہر کی! مجھے نہیں لگتا ایزل یہ تمہارے لئے اتنا مشکل ہے؟ تم چاہتی ہو وہ ایک دفعہ پھر تمہارے سامنے جھکے! اگر تم اسے اپنی زبان سے بولو گی تو میر ایقین کرو وہ آج بھی تمہارے سامنے جھک جائے گا لیکن اگر تم خاموشی برتتی اس ٹاپک سے گریز کرو گی تو وہ اس ٹاپک پہ بات نہیں کرے گا! تم اور کاظم ہم سب سے زیادہ ایک دوسرے کو جانتے ہو! اووزی تم جانتی ہو وہ اپنی بات سے نہیں مرتا وہ تڑپ تڑپ کے آدھا ہو جائے گا لیکن اپنے کہے سے نہیں مکرے گا اگر اسے مکرنا ہوتا تو تمہارے رونے اور بلکنے پہ گیارہ ماہ پہلے آسٹریلیا جانے کا ارادہ کینسل نہ کر دیتا؟؟ ہم عورتوں کا مسئلہ پتا کیا ہے؟ ہم محبت پا کے مغرور ہوتی صرف اپنا کمفرٹ دیکھتی ہیں! ہم یہ کیوں نہیں سوچتی کبھی کبھار شوہروں کا بھی نخرے اٹھوانے کا دل کرتا ہے! ان کا بھی دل چاہتا ہے ان کی بیوی پہل کرے! یا پہل تو دور ان کا ذرا سا ساتھ ہی دے دے؟ میاں اور بیوی کا رشتہ ون سائیڈ نہیں ہوتا! اگر صرف ایک ہی کوشش کرتا رہے گا اور دوسرا اسے شرما کے دیکھاتا رہے گا تو میرا نہیں خیال اس طرح سے کام چلتا ہے! تمہارا ذرا سا ساتھ اسے کس قدر سکون پہنچا سکتا ہے تم سوچ بھی نہیں سکتی ایزل! مرد تھوڑی سی محبت پا کے بھی خوش ہو جاتا ہے لیکن عورت محبت کی بھوکی ہوتی ہے! اسے جتنی محبت ملتی ہے وہ اس سے دوگنا زیادہ محبت کی خواہش کرتی ہے! ہم عورتیں اپنے شوہروں کو فضول سی چیزوں میں یا نخرے اٹھوا کے تو بہت آزما سکتی ہیں لیکن کبھی انہیں زرا سی محبت مرد ہوتے ہیں نا وہ تمہاری ذرا سی محبت پہ اس قدر خوش ہو جائیں گے کہ تمہاری سوچ loyal سے آزما کے دیکھنا جو ہو گی!! یہاں پہ بات ان مردوں کی ہو رہی ہے جو بیوی سے بے تحاشہ محبت کرتے ہیں اور کاظم شاہ ان میں سے ایک ہے! اسکی آنکھوں میں لکھی تمہارے لئے عشق کی داستان کوئی اندھا بھی پڑھ سکتا ہے!! ہمیشہ تم اس سے ناراض ہوتی ہو اور وہ تمہیں منا لیتا ہے! اگر اس دفعہ وہ ناراض ہوا ہے تو تم اب بھی چاہتی ہو الٹا وہ تمہیں منائے؟ نو ایزل! ایسے نہیں چلتا! اگر وہ آج تمہیں شے دے گا تو تم پوری زندگی اسکی ناراضگی کو کبھی انڈرسٹینڈ ہی نہیں کر سکو گی! تمہیں صرف اسکے منانے کی عادت ہو جائے گی! تم غلطی پہ ہو کے بھی خود کو غلطی پہ نہیں مانو گی اور یہ چیز کبھی کبھی مقابل کو بہت ہرٹ کرتی ہے! وہ سمجھے گا شاید تمہیں اس کی ناراضگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا!۔۔۔ میرال شاہ گہری سانس بھر کے اسے نرم لہجے میں خوبصورتی سے میاں اور بیوی کے ریلیشن کے متعلق تفصیل بتانے لگی۔۔ اسکی اتنی

گہری باتوں پہ نا صرف ایزل بلکہ مر حاشاہ بھی حیران ہوئی تھی۔۔وہ نہیں جانتی تھی اس کی جذباتی بہن غصے کے علاوہ اتنی کیمر ومائزڈ سوچ بھی رکھتی ہے۔۔۔

آ۔۔ آپی۔۔میں۔۔۔مان۔۔رہی ہو میری غلطی ہے! لیکن میں کیا کروں مجھے ان سے پتا نہیں کیوں ڈر لگنے لگا ہے! میں۔۔انہیں۔۔۔۔کیسے۔۔برداشت۔۔۔وہ معصومیت سے بولتی اپنی بات پوری کرنے کی ہمت نہ رکھتی ان دونوں کو کھکھلانے پہ مجبور کر گئی۔اپنی زبان کے پھسلنے پہ ایزل شاہ سرخ پڑتی خود کو کوسنے لگی۔۔

ہاہاہا! وہ دیر بعد تمہارے قریب آرہا ہے نا اس لئے تم ایسا سوچ رہی ہے! میری ایک بات یاد رکھو صرف ایزل شاہ ہی ہے جو کاظم شاہ جیسے بندے کو جھیل سکتی ہے! ایزل کے علاوہ اور کوئی نہیں! اگر کوئی ہوتی تو اللہ تمہارا اور اسکی جوڑی آسمان پہ کیوں بناتا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اب ہلکے پھلکے انداز میں اسے پیار سے مسکرا کے سمجھا رہی تھی۔۔

بھئی سیدھی صاف بات ہے میرا سر تاج مجھ سے ناراض ہو گا تو میں اسے یوں مناؤ گی کہ وہ خود پہ رشک کرے گا!!

ہاہاہا! میں اس کے ساتھ بہت الگ اڈونچر کرتی تم لوگوں کو مزید ڈیپ ڈیٹیل بتایا کروں گی! بھئی بیوی کا بھی شوہر پہ کوئی حق ہے! نہیں مطلب یہ کیا ہمیشہ شوہر ہی سارے مزے لے جائے؟؟۔۔۔میرال شاہ اپنے آنسو پیتی قہقہ لگا کے بے باکی سے بولتی مر حاشاہ کو بھی قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی جبکہ ایزل شاہ سرخ پڑتی صرف کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھی۔۔

اور اب بس تم رونا دھونا چھوڑ کے کان یہاں کر کے میری بات سنو!!۔۔۔ایزل شاہ کو شرماتے دیکھ کے میرال شاہ اسے رازداری سے اپنی طرف کان کرنے کا اشارہ کرنے لگی،وہ بے ساختہ اپنا کان اسکی طرف کر تو چکی تھی لیکن اس کے بے باک مشورے سنتی وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی آنکھیں پھیلا کے مر حاشاہ کی طرف دیکھنے لگی جو ہنستی ہوئی میرال شاہ کی باتوں میں کچھ اپنی بے باک باتوں کی ملاوٹ کرتی اسکے ہوش ٹھکانے لگا رہی تھی۔وہ دونوں اسے شوہر کو منانے کی کافی ٹپس دے چکی تھیں جنہیں سنتے ہوئے ہی اسکے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا،تو اگر وہ ان سب ٹپس کو اپلائی کرے گا تب اسکا کیا بنے گا؟؟

سنیں!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کب سے اسے ٹیکسٹ کرنے میں ناکام ہوتی بالآخر اسے یہ چھوٹا سا ٹیکسٹ لکھ گئی۔۔

ہمم ؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ جو اس وقت اسلامباد کے مشہور و معروف ہوٹل میں موجود فارن پارٹی کے ساتھ میٹنگ کرنے میں مصروف تھا، ایزل شاہ کا ٹیکسٹ دیکھتے ہی وہ خود کو ریپلائے دینے سے روک نہیں پایا تھا۔۔اس وقت دوپہر کے چار بج رہے تھے۔۔

وہ۔۔آپ۔۔رات میں کب تک آئیں گے ؟۔۔۔وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتی ہمت کرتے ہوئے پھر سے ایک ٹیکسٹ لکھ گئی۔۔

کیوں ؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے تجسس سے ٹیکسٹ کا ریپلائے دیا تھا۔۔

جلدی آیئے گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ وجہ بتانے کی بجائے میرال شاہ اور مرحا شاہ کی ٹپس پہ عمل کرتی گہری گہری سانسیں بھر رہی تھی۔۔

وجہ ؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے دھڑکتے دل سے وجہ استفسار کی تھی۔اسکا دھیان اس وقت میٹنگ سے ہٹ چکا تھا۔۔۔ اسکا ایک چھوٹا سا ٹیکسٹ اسے ڈیسٹریکٹ کرنے کے لئے کافی تھا۔۔

ازمیر یاد کر رہا ہے آپ کو شاید!!۔۔۔اسکے پھر سے وجہ پوچھنے پہ اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑاتی اسے بے تکی سی وجہ بتانے لگی بھلا وہ کیسے جان چکی تھی کہ اسکا دوماں کا بیٹا اپنے باپ کو یاد کر رہا ہے۔۔اسکے جواب نے کاظم شاہ کا منہ چڑھایا تھا وہ اس سے کسی اور جواب کی امید لگا کے بیٹھا تھا۔۔

کرنے دو!! مریخ پہ نہیں گیا میں!! اسلامباد میں ہی ہوں!۔۔۔۔اس نے سپاٹ انداز میں ریپلائے دیا تھا۔۔

مطلب آپ نہیں آئیں گے جلدی ؟۔۔۔اسکے روکھے سے جواب پہ وہ پھر سے میسج لکھ کے اسے سینڈ کر گئی۔۔

نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔اس یک لفظی ریپلائے پہ ایزل شاہ روہانسی ہوئی تھی۔۔

اچھا!!!۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں کو روکتی اسکے مزید ریپلائے کا انتظار کرنے لگی لیکن وہ اس کا میسج سین پہ چھوڑ چکا تھا جس پہ ایزل شاہ کی آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکے تھے۔ایک تو وہ اسکی ناراضگی پہ اتنی ہلکان ہو رہی تھی اور وہ تھا کہ اسے مزید بے رخی دیکھا رہا تھا؟

!وہ غصہ ہوں گے میرے یہاں آنے پہ!!۔۔۔وہ مرحا شاہ کی طرف معصومیت سے دیکھتی اپنا خدشہ ظاہر کرنے لگی

نہیں ہوں گے میری جان! کون شوہر اپنی بیوی کی اتنی تیاری کے بعد یہ خوبصورت رات ناراضگی کی نظر کرے گا؟۔۔۔مرحاشاہ اسے خوبصورتی سے تیار کرتی کھکھلا کے بولی تھی۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ایزل شاہ سرخ پڑی تھی۔

آپ ہویلی لیٹ جائیں گی تو لالہ ڈانٹیں گے نہیں؟۔۔۔ایزل شاہ کو اب مرحاشاہ کی فکر ہو رہی تھی۔

وہ آج ہویلی نہیں آئے گا! اب پھر سے ڈیوٹی جوائن کر چکا ہے! یوں ہی ہو گا اب آئے روز! جانتی ہوں! ۔۔۔مرحا شاہ اب اسکے لمبے بھورے بالوں پہ لوز کرلز ڈالتی اداسی سے بولی تھی۔

لالہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں! اداس مت ہوا کریں آپی! ۔۔۔ایزل شاہ اسکے آرمی کے متعلق خیالات جانتی تھی اسی لئے اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی اسے تسلی دینے لگی۔

جانتی ہوں! اور تم ان باتوں کو چھوڑو! لالہ کو کال یا میسج کر کے اپنے فارم ہاؤس آنے کے متعلق آگاہ تو کرو جانی! ایسے ان کا فضول میں ہویلی کا چکر لگے گا!!۔۔۔مرحاشاہ اس پہ اپنے اندر کی انسیکیورٹیز ظاہر کرنے کی بجائے اس کا دھیان !کاظم شاہ کی طرف موڑ گئی

مجھے ڈر لگ رہا ہے!۔۔۔۔ایزل شاہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے بولی تھی۔

فون سے نکل کے تمہیں کھا تھوڑی جائیں گے یار!؟ اتنے سویٹ سے تو ہیں میرے لالہ!!۔۔۔مرحاشاہ برا مناتے ہوئے گویا ہوئی تھے۔اسکے لفظ سویٹ پہ ایزل شاہ نے منہ کے زاویے بگاڑے تھے کوئی اس سے پوچھتا وہ کتنا ضدی اور غصیلا تھا! ایزل شاہ کے مطابق کاظم شاہ اور سویٹ نیس دو الگ چیزیں تھیں! خیر وہ پھر بھی ہمت کرتی سامنے ڈریسنگ ٹیبل سے فون اٹھاتی کاظم شاہ کو ٹیکسٹ کرنے لگی۔

میں اور ازمیر آپ کے فارم ہاؤس پہ ہیں!۔۔۔ایزل شاہ اتنا سا لکھ کے اسے سینڈ کر چکی تھی جب ساتھ ہی کاظم شاہ کا میسج ریسیو ہوا تھا۔

کیوں؟ کس کے ساتھ؟ کس سے پوچھ کے فارم ہاؤس گئی ہو تم؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے ایک ساتھ کتنے سوالات کئے تھے۔

ازمیر چڑچڑا ہو رہا تھا تو گھومنے پھرنے کے لئے یہاں آ گئے !۔۔۔وہ مختصر سا لکھتی فٹافٹ انٹرنیٹ آف کر گئی ! اس کا اسکی ڈانٹ سننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ انٹرنیٹ آف کرنے کے بعد اسے سِم پہ کاظم شاہ کی کال موصول ہوئی تھی۔ وہ مرحاشاہ سے نگاہیں بچا کے فٹافٹ فون سائلنٹ پہ لگاتی آئینے میں اپنی تیاری دیکھتی سرخ پڑ رہی تھی۔

ماشااللہ ! چلو جانی تمہاری تیاری ڈن ہو گئی ہے !! اب لالہ کی گاڑی کا ہارن سنائی دے گا تو میں ازمیر کو لے کے چلی جاؤں گی ! باقی کی تمہاری نظر لالہ خود اتاریں گے ! ہاہاہا۔۔۔اسے مکمل تیار کرنے کے بعد مرحاشاہ اسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتی اسکے صدقے واری جاتے ہوئے بولتی اسے سرخ کر گئی !

نہیں آپی ازمیر کو لے کے مت جایئے گا ! مجھے اس کے بغیر بے چینی ہوتی رہے گی ! وہ سو چکا ہے ڈسٹرب نہیں کرے گا ! اور اتنے سارے روم ہیں آپ یہی پہ رہ لیں نا !!! رات کے وقت اکیلی کیسے جائیں گی !؟۔۔۔ایزل شاہ فکر مندی سے بولی تھی۔

جانی ابھی ساڑھے آٹھ ہو رہے ہیں ! نو بجے تک لالہ آ جائیں گے ! ابھی اتنی رات کہاں ہوئی ہے !؟ میں تو ہاسپٹل سے آدھی آدھی رات کو واپس آتی رہی ہوں ! پریشان مت ہو ڈرائیور کے ساتھ جاؤں گی ! ۔۔۔مرحاشاہ اسکا ماتھا چوم کے اسے ریلکس کرتی اب اسکی تصاویر بنانے میں مصروف ہو چکی تھی تاکہ میرال شاہ کو بھیج سکے۔۔

وہ فارم ہاؤس کس کی اجازت سے گئی ہے ؟ اور رات کے اس وقت وہاں رہنے کی کیا تک بنتی ہے ؟۔۔۔۔کاظم شاہ جو اس وقت مال سے نکل رہا تھا، ایزل شاہ کے ٹیکسٹ پہ غصے سے دانت کچکچا کے خود سے مخاطب ہوتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ ایزل شاہ کے فون نہ اٹھانے پہ اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ آخر کیوں اسے چڑانے والی حرکتیں کر رہی تھی۔ ان کے ڈھیروں دشمن تھے اور ایسے میں رات کے وقت ایزل شاہ کا فارم ہاؤس جانا اسے پریشان کر رہا تھا۔ چاہے وہاں گارڈز کی فوج تھی لیکن دل پھر بھی اس کے لئے فکر مند تھا۔ وہ گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے ایک گھنٹے کا سفر بیس منٹ میں تہہ کرتا فارم ہاؤس کے پورچ میں اپنی گاڑی کھڑی کر رہا تھا۔۔وہ ابھی اپنی گاڑی سے نکلا ہی تھا جب پورچ سے تیزی سے ایک گاڑی مین گیٹ کی طرف بڑھتی اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ غور کرنے پہ معلوم ہوا تھا۔ گاڑی میں مرحا اور ان کی ہویلی کے ایک پرانے بوڑھے سے ملازم تھے۔ وہ رات کے اس وقت اکیلی

واپس کیوں جا رہی تھی؟ اور کیا ایزل ابھی بھی اندر رہی تھی؟ وہ کشمش سے سوچتا گارڈز کی گاڑی کو مرحا شاہ کی گاڑی کے پیچھے جانے کا حکم دیتا اسے سیف کرتے ہوئے جھنجھلاتا ہوا اندر کی طرف بڑھا تھا تاکہ معاملہ سمجھنے کی کوشش کر سکے۔۔

وہ ابھی اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرتا سپاٹ انداز میں لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا جب لاؤنج کی ڈیکوریشن دیکھتے وہ حیران ہوا تھا۔۔ لاؤنج میں جگہ جگہ سرخ بڑے بڑے غباروں کو دیکھتا وہ اب فرش کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں خوبصورتی سے گلاب کے پھولوں کی مدد سے کاظم شاہ کے کمرے تک راہداری بنائی گئی تھی۔۔ پورا لاؤنج کلر فل لائٹس سے جگمگاتا ہوا کاظم شاہ کو حیران در حیران کر رہا تھا، اس نے نگاہیں گھماتے ہوئے ایزل شاہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ یہاں نہیں تھی، وہ زوروں سے دھڑکتے دل سے تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، کمرے کا دروازہ کھولنے کی دیر تھی جب وہ اس کمرے کو دیکھ کے پہلے سے زیادہ حیران پریشان نظر آ رہا تھا۔۔ یہ سب کیا تھا؟ کیا یہ سب اس کے لئے کیا گیا تھا؟ یا وہ غلط جگہ پہ آ چکا تھا؟ خیر وہ اپنے حیران تاثرات چھپاتا گہری سانس بھرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ پورا کمرہ لاؤنج سے بھی زیادہ خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ بیڈ پہ موجود سفید بیڈ شیٹ کے اوپر گلاب کے پھولوں کی مدد سے چھوٹا سا دل بناتے اس کے ارد گرد گولڈن لائٹس رکھی گئی تھیں جبکہ باقی پورا بیڈ سفید اور سرخ جالی سے کور ڈ تھا۔ بیڈ سے کچھ فاصلے پہ ایک بے بی کاٹ موجود تھا جب کہ بیڈ کے اوپر دیوار پہ کچھ اس طرح کی تحریر لکھی گئی تھی۔۔

"Happy Anniversary Shah Gi"

کاظم شاہ نے یہ ایک تحریر نا جانے کتنی دفعہ پڑھ ڈالی تھی۔۔ اس تحریر میں موجود شاہ جی کا لفظ اس نے جتنی بار پڑھا تھا اتنی ہی بار اسکا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔ پورے کمرے کو کینڈل لائٹس اور گلاب کے پھولوں کی مدد سے سجایا گیا تھا۔۔ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں گلاب کی سجاوٹ نہ کی گئی ہو۔ یہ سب دیکھنے کے بعد کاظم شاہ پھر سے اس کی تلاش میں نگاہیں گھمانے والا تھا جب کسی نے اسکی پشت پہ سر رکھتے اسکے پیٹ کے گرد اپنے چھوٹے چھوٹے بازو باندھے تھے۔۔ اف اس قدر سکون؟۔۔۔۔

کاظم شاہ پر سکون ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔وہ آج پورے ایک ہفتے بعد اس کے اتنا نزدیک آئی تھی۔۔۔ وہ اسے دیکھے بغیر پہچان چکا تھا وہ اسکی اووزی ہے! اس نے ابھی تک رخ موڑ کے ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

آ۔آئی۔۔ا۔ایم۔۔۔س۔سور۔سوری۔۔۔شا۔۔شاہ جی!۔۔۔ایزل شاہ نے الڑکھڑاتے لہجے میں قسطوں میں یہ جملہ مکمل کیا تھا۔۔ہائے اسکا "شاہ جی" کہنے کا یہ دلفریب انداز۔۔۔۔

کس قدر مس کیا تھا کاظم شاہ نے اسکے منہ سے ان دو الفاظ کو یہ صرف وہی جانتا تھا۔وہ اپنی آنکھیں وا کرتے اپنے پیٹ پہ باندھے سے اسکے ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگا،اسکی گوری سفید کلائیوں میں موجود ان سرخ چوڑیوں اور گجروں کو دیکھتا وہ ان ہاتھوں پہ اپنے مضبوط ہاتھ رکھتا اسے ایک جھٹکے میں آگے کی طرف کھینچتا اپنے مقابل کر گیا۔۔اسے اپنے مقابل کرنے کی دیر تھی جب کاظم شاہ کو اپنے دل کی دھڑکنیں ادھم مچاتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔وہ اس وقت بلڈ ریڈ ساڑھی نما لہنگے میں ملبوس خوبصورت سا میک اپ کئے بالوں کو لوز کرلز جبکہ ڈیسنٹ سی جیولری پہنے کاظم شاہ کے چودہ طبق روشن کر گئی تھی۔۔وہ اس وقت اس قدر خوبصورت لگی تھی کاظم شاہ کو۔۔۔جس کی کوئی حد نہیں تھی۔ اسکا معصومیت سے نظریں جھکا کے خود کو اس کے سینے میں چھپانا۔۔۔افففف کاظم شاہ ڈھیر ہوا تھا۔۔اسکے بلڈ ریڈ لہنگے پہ گولڈن گوٹے کا کام نفاست سے کیا گیا تھا جب کہ دوپٹا ساڑھی کے پلو کے سٹائل میں شولڈر کے ساتھ اٹیچ کرنے کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا پیچھے بالوں کے ساتھ بھی اٹیچ تھا۔چھوٹا سا فٹنگ بلڈ ریڈ بلاؤز نیٹ کے اس سرخ پلو سے صاف نظر آتا اسکے بدن کی رعنائیاں واضح کر رہا تھا۔بلاؤز شارٹ تھا جس کی وجہ سے اسکا سفید پارٹ تھوڑا سا واضح ہو رہا تھا۔پیروں میں لمبی سرخ پینسل ہیل پہننے کے باوجود وہ ابھی بھی کاظم شاہ کے سینے تک آ رہی تھی۔۔اپنی نازک سی بیوی کو دیکھتی کاظم شاہ کو لگ رہا تھا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔اسکا یہ لہنگا میرال شاہ اور مرحا شاہ کی چوائس پہ ارجنٹ آن لائن آرڈر کیا گیا تھا۔۔

آ۔آئی۔۔ایم۔۔سوری۔۔۔میرا مقصد آپ کو اس دن ہرٹ کرنا نہیں تھا شاہ جی! و۔وہ سب خود ہی ہو گیا۔۔۔۔۔۔اسے ساکت ہوتے اپنی طرف دیکھتا پا کے ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی میرال شاہ کے سمجھانے کے مطابق اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی معصومیت سے بولی تھی۔۔بے شک یہ ادائیں اسے میرال شاہ نے سیکھائی تھیں لیکن

الفاظ اس کے اپنے تھے۔۔کاظم شاہ تو اسکے شاہ جی بولنے پہ ہی اپنا آپ وار گیا تھا، اسے پھر سے معافی مانگتے دیکھ کے وہ زور سے اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھتا اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔

اووزی!! ۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسکے کان میں اسکے نام کی سرگوشی کرتا اسکے ماتھے پہ اپنے لب شدت سے رکھ گیا۔۔ایزل شاہ کے پورے وجود میں جیسے سکون کی لہر دوڑی تھی۔۔

ہمم۔۔۔۔اسکے پکارنے کے انداز پہ ایزل شاہ نے لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجائے ہنکارا بھرا تھا۔۔

تمہیں کہاں سے دیکھنا شروع کروں! میں اس وقت آؤٹ آف مائینڈ ہو چکا ہوں! تم اس قدر خوبصورت لگ رہی ہو میں اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر پا رہا!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے بلڈ ریڈ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے خمار آلود آواز میں گویا ہوتا ایزل شاہ کو گلابی سے سرخ کر گیا۔۔

ک۔کہیں۔۔س۔سے۔۔بھی۔۔دیکھیں۔۔آ۔آپ۔۔کی۔۔ہی۔۔ہوں!!۔۔۔۔وہ نظریں جھکا کے لڑکھڑاتے لہجے میں بھولتی ہمت کرتی تھوڑی سی ایڑھیاں اونچی کر کے اسکے گلے کے گرد اپنی نازک بانہوں کا حصار باندھتی کاظم شاہ کو پاگل کر گئی تھی۔۔اسکی اداؤں پہ کاظم شاہ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

Ozzie R u for real

وہ اسکے گرد اپنے بازو مزید زور سے کستا اسے اپنے سینے میں پہلے سے زیادہ زور سے بھنچتا اسکے گال پہ اپنے ہونٹ شدت سے رکھتا بے یقینی سے استفسار کرنے لگا۔۔اسکی حیرانگی پہ ایزل شاہ نے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتے اس سے اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

نہیں کرو اووزی! اتنی ادائیں مت دیکھاؤ سویٹ ہارٹ ورنہ آج رات جان سے جاؤ گی!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا اسے زمین سے اٹھا کے اوپر کی طرف کرتا اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتے ہوئے قربت سے لبریز آواز میں بولتا ایزل شاہ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ پہلے ہی اسکی جنونیت یاد کرتی ڈری ہوئی تھی اور وہ تھا کہ اسکا ڈر کم کرنے کی بجائے مزید بڑھا رہا تھا۔۔

آ۔۔آپ۔۔اووزی۔۔کی۔۔جانِ تمنا۔۔ہیں!!۔۔۔۔وہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا کے مدھم آواز میں بولتی کاظم شاہ کو اپنا وہ اظہارِ محبت یاد کروا گئی جب وہ اسے فون پہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔"نہیں ملے گی کوئی دیوانی اووزی

شاہ جیسی"۔۔۔اور اسے واقعی ہی نہیں ملی تھی۔۔وہ آج بھی اسکی دیوانی تھی۔۔ایزل شاہ کا اس وقت شرم سے برا حال تھا لیکن میر ال شاہ نے اسے سمجھایا تھا کہ شوہروں کو بھی کبھی کبھار الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے اور آج تم اپنے الفاظ سے اپنے شاہ جی کو خریدو گی! اور وہ کوشش بھرپور کر رہی تھی۔۔

اور اووزی میرے دل کی دھڑکن ہے! میری زندگی ہے! میری جان کا ٹوٹا ہے! میری سانسیں ہے! اووزی پہ تو اسکے شاہ جی کی جان بھی قربان ہے!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے ایک جملے پہ ہی روح تک سرشار ہوتا اسے بھی جوابا اپنے الفاظ سے خریدنے کوشش کرنے لگا۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کو خریدنے کی کوشش کر رہے تھے یہ جانے بغیر کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے دل بہت پہلے سے خرید چکے ہیں۔۔

ش۔شاہ۔۔ج۔جی۔۔۔مجھے۔۔پسند۔۔ہیں!۔۔۔۔ایزل شا ابھی تک اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے اسکے گرد اپنی نازک بانہوں کا حصار باندھے ہوئے تھے۔۔

اور شاہ جی کو تم سے عشق ہے! تم صرف مجھ سے ٹوٹ کے محبت کر لو میں تمہارے عشق میں فنا ہو جاؤں گا!!۔۔۔۔۔وہ شدت پسندی سے بولتا اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکالتا اسکی چھوٹی سی ناک زور سے چوم گیا۔۔مجھے۔۔آپکے۔۔عشق۔۔پہ۔۔یقین۔۔ہے!!۔۔م۔میں۔۔بھی۔۔۔کرتی۔۔ہوں۔۔محبت۔۔لیکن۔۔۔آپ۔۔۔ڈانٹتے۔۔ہیں!۔۔وہ اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکاتی لاڈ سے بولی تھی۔۔

اووزی! تمہارا آج واقعی ہی جان سے جانے کا پلین ہے سویٹ ہارٹ؟ اتنی ادائیں دیکھاؤ جتنا ان کا انعام وصول کر سکو! حد سے زیادہ انعام ملنے پہ مرنے والی ہو جاؤ گی ڈارلنگ آئی سوئیر!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے دوسرے گال پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اسے مزید ادائیں دیکھانے کی وارننگ دے رہا تھا۔۔وہ اسکی بے باک باتوں کا مطلب سمجھتی گردن تک سرخ پڑتے ہوئے اسکے بازوؤں سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔

اہمم!! اب تو مجھے گرین سگنل مل چکا ہے اب تمہاری منتوں پہ بھی تمہیں اپنی قربت سے آزادی نہیں بخشوں گا!!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکے ہونٹوں کو اپنے فوکس میں لئے ہوئے تھا۔۔اپنے ہونٹوں پہ اسکی پر تپش سانسیں محسوس کرتی ایزل شاہ کی گھنی مڑی ہوئی پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں۔۔

ک۔کیک۔۔ بھی۔۔کا۔۔کاٹنا۔۔ہے۔۔ابھی!۔۔۔۔ایزل شاہ بات کا رخ پلٹنے کی غرض سے بیچ میں کیک کو لے ائی۔۔

کیک تو آج تمہارا کٹے کا اووزی شاہ اور یہ کیک سید کاظم شاہ بذاتِ خود کاٹے گا!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے خوبصورت سراپے کو سراہنے والے انداز میں دیکھ کے بے باکی سے بھرپور لہجے میں بولتا ایزل شاہ کو آنکھ ونک کر گیا۔۔ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

آ۔۔۔آپ۔۔کو۔۔تو۔۔ہماری۔۔اینور سری۔۔یاد۔۔بھی۔۔نہیں۔۔آئی۔۔تھی!!۔۔۔۔ایزل شاہ اسکے سامنے صرف اتنا ہی محبت کا اظہار کر سکتی تھی اسے پٹری سے نیچے اترتے دیکھ کے وہ اب شکووں کی لسٹ کھولنے کی تیاری پکڑنے لگی۔۔

ہماری اینور سری میں بھولتا تو پھر سے یاد کرنے کی زحمت کرتا ناجانم!! تم اینور سری کی بات کر رہی ہو؟مجھے تو تمہاری منتھلی ڈیٹس بھی نہیں بھولتی!! ہاہاہاہا۔۔کاظم شاہ محبت سے لبریز لہجے میں بولتا آخر میں بے حد بے باک ہوتے ہوئے بلند قہقہ لگاتا ایزل شاہ کے پورے وجود میں سپارک کا باعث بنا تھا۔۔یہ سب اس نے اس قدر جلدی میں بولا تھا کہ وہ اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ بھی نہ رکھ پائی۔۔

لاسٹ ٹائم فورٹین ڈیٹ ت۔۔۔۔۔۔۔۔اسکی اڑتی رنگت کو دیکھ کے وہ مخصوص ہوتا اسکے مزید ہوش اڑاتا جب وہ جلدی سے اسکے لبوں پہ اپنا ہاتھ جماتی اسے معصومیت سے آنکھیں دیکھاتی اسکی گردن میں چھپ گئی۔۔

ہاہاہاہا!!!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنے لبوں پہ موجود اسکا ہاتھ پیار سے چومتا قہقہ لگاتے ہوئے اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتا سینٹرل ٹیبل کی طرف بڑھا تھا جس پہ ہارٹ شیپ ریڈ ویلوٹ کیک کے ساتھ ساتھ بڑے سے گلاب کے گلدستے بھی موجود تھے۔۔۔

تھینک یو سو مچ اووزی!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اس قدر خوبصورت سرپرائز پہ خود کو اسکا شکریہ ادا کرنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔

ایک سچی بات بتاؤں؟۔۔۔۔۔وہ جواباً اضطراب کی کیفیت میں کچھ پریشانی اور معصومانہ انداز میں بولی تھی۔۔

جھوٹی بھی بتادو تو سچ مان لوں گا سویٹ ہارٹ! ۔۔۔۔وہ اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتا محبت سے گندھے لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

و۔وہ۔۔ی۔یہ۔۔سب۔۔میں۔۔۔نے۔۔۔اکیلے۔۔نہیں

کیا!!۔۔م۔میں۔۔۔نے۔۔میرا ل۔۔اور۔۔۔مرحا۔۔آپی۔۔کی۔۔ہیلپ۔۔لی۔۔تھی۔۔ایون۔۔یہ۔۔سارا۔۔پلین۔۔میرا ل۔۔۔آپی۔۔۔نے۔۔دیا۔۔تھا!۔۔آپ۔۔کو۔۔برا۔۔تو۔۔نہیں۔۔لگا۔۔میرا۔۔کسی۔۔۔سے۔۔ہیلپ۔۔۔لینا؟۔۔۔وہ انگلیاں چٹخاتی معصومیت سے بولتے ہوئے اسکی بیئر ڈ کے ساتھ اپنا گال ٹکا گئی۔۔کاظم شاہ تو اسکے ہر انداز پہ ایک نئے اندر میں اس پہ دل ہار رہا تھا۔اسکے یوں معصوم انداز میں سب بولنے پہ کاظم شاہ اسے اپنی گود میں لے کے صوفے پہ بیٹھتا اسکا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔۔

نہیں اووزی مجھے برا کیوں لگے گا؟ مانتا ہوں میں بہت پوزز یسو ہوں لیکن تم یہ کیوں بھول جاتی ہو تمہیں مجھ سے زیادہ انڈر سٹینڈ کوئی نہیں کر سکتا! تم میرے لئے اتنی خوبصورتی سے تیار ہو گئی میرے لئے یہ کافی سے زیادہ ہے! اگر تم مجھے سادہ سے جوڑے میں بھی منا لیتی تو میں اپنا دل نکال کے تمہاری ہتھیلی پہ رکھ دیتا!! اور جہاں تک رہی اس آئیڈیا کی بات تو میری طرف سے ان دونوں کو تھینک یو بول دینا! ہاہاہا! میں پہلے ہی سمجھ چکا تھا میری چھوٹی سی اووزی اتنے بڑے بڑے کام اکیلے نہیں کر سکتی!! ۔۔۔۔کاظم شاہ مدھم گھمبیر آواز میں گویا ہوتا اسکے نازک ہاتھ بارہا اپنے ہونٹوں سے لگانے لگا۔ایزل شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اس کے عقیدت بخشنے کے انداز پہ۔۔

پہلے بتاتے پھر میں اتنی تیاری نہ کرتی!۔۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتی اسکے سینے پہ سر رکھ کے بولتی کاظم شاہ کو ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔

تم صبح باتھ روب میں ایک ٹرائی مار لیتی تو اتنی محنت کی ضرورت نہ پڑتی!!۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ پیار سے اپنے دانت گاڑتا بے باکی سے بولتے ہوئے ایزل شاہ کا چہرہ لال بھبھوکا کر گیا۔۔

چھوڑیں!؟ مجھے اگنور کیا تھا نا!!!!!۔۔۔۔۔وہ اسکی صبح والی بے رخی یاد کرتی نروٹھے پن سے اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی جس پہ وہ اسے مزید زور سے خود میں قید کر گیا۔۔اسے لمحہ بالمحہ اپنی گرفت بڑھاتے دیکھ کے ایزل شاہ کو اب اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

ہاہاہا! تو تم کیا چاہتی تھی؟ تمہیں اس باتھ روب سے آزاد کرتا خود میں سما لیتا؟؟۔۔۔وہ بے باک ہوتے ہوئے اب اسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا کیک کاٹ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ تو شکوہ کر کے پچھتائی تھی۔۔ مجال تھی جو وہ گندی باتیں کرنا بند کر دیتا۔۔۔ کاظم شاہ تھوڑا سا کیک اپنی پوروں میں لے کے بھوکھلاتی ہوئی ایزل شاہ کے لبوں کو لگاتا اسکے چاند سے چہرے کو نہایت محبت سے دیکھتا اس پہ اپنی گہری سانسیں چھوڑ رہا تھا۔۔ ایزل شاہ نے ابھی وہ کیک منہ میں ڈالا ہی تھا جب کاظم شاہ اپنی پوری شدت سے اسکے لبوں پہ جھکتا ایک ہاتھ اسکے سر کے پیچھے رکھتا دوسرا اسکی کمر کے نچلے حصے پہ رکھتا اسے سرخ کر گیا۔۔ ایزل شاہ نے پر سکون انداز میں اپنی آنکھیں میچتے ہوئے اسکی سیاہ قمیض سینے سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچی تھی۔۔ کاظم شاہ ایک پورے ہفتے کی کسر نکالتا اسکے ہونٹوں کی نمی بھرپور انداز میں پیتا ایزل شاہ کو کپکپانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اسکے نازک ہونٹ اپنے عنابی لبوں میں جکڑے وہ اسکی کمر کے نچلے حصے پہ دباؤ ڈال کے اسے مزید خود میں بھینچنے کی کوشش کرتا اسکی جان لبوں پہ لا رہا تھا۔۔ وہ جنونی انداز میں اسکے دونوں ہونٹوں کو اپنی جنونیت کا نشانہ بنا رہا تھا۔۔ کبھی اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتا وہ دیوانوں کی طرح اسکے بالائی کو چومتے ہوئے بری طرح سے سک کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کی سانسیں بکھری تھیں۔۔ وہ تو اسے سانس لینے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکی قمیض جھنجھوڑتی اسے ہوش دلانے لگی۔۔ اسکی اکھڑتی سانسوں کو محسوس کرتا وہ ان لبوں کو سرخ قندھاری کرتے ہوئے بمشکل آزادی بخشتا اسکا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔۔

آج مت روکو!! بہت تشنہ ہیں میرے لب!! آج میں تمہارے ان لبوں کو کھانے کا ارادہ رکھتا ہوں! آج رات میں ان کی جان خلاصی کسی صورت نہیں کروں گا!!۔۔۔۔وہ اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے نرمی سے سہلاتا پھولی سانسوں کے درمیان بولتا ہوا ایک دفعہ پھر سے سن پہ جھکتا ایزل شاہ کی چند بحال ہوئی سانسیں بھی خود میں قید کر گیا۔۔ اسکے ہونٹوں کی نمی کو پیتا ہوا وہ اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنی بانہوں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ ایزل شاہ نے زوروں سے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں موندتے اسے کندھوں سے زور پکڑا تھا۔ وہ ہنوز اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت دیکھاتا بیڈ تک آتے ہوئے اسے لئے جھٹکے سے اس پہ گرتا ہاتھ بڑھا کے ساتھ ساتھ نرمی سے اسکی جیولری اتارنے لگی۔۔ اپنے لبوں پہ اسکی اس قدر سخت گرفت پہ ایزل شاہ کی جان آدھی ہو رہی تھی۔۔ اسکی ساری جیولری اتارتا وہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتے ہوئے اسکے سر سے نرمی سے دوپٹا اتارتا اسکا پلو تھوڑا سا گردن سے ہٹاتے شدت

سے اس پہ جھکا تھا۔۔وہ بھاری ہوتی سانسوں کے درمیان اسکی اپنی گردن پہ شدت برداشت کرنے لگی۔۔وہ جگہ جگہ زور سے اپنے دانتوں کے نشان بناتا اسکی گردن کو بھی اپنی جنونیت کا نشانہ بنا رہا تھا۔۔ایزل شاہ کی گردن سرخ ہو چکی تھی لیکن کاظم شاہ کی تشنگی مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔۔

آگے بھر جاؤں؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے سانس لینے کا موقع دیتا اسکے ہونٹوں کے قریب اپنے لب کرتا مدھم گھمبیر آواز میں استفسار کرتے آئیبرو آچکا گیا۔۔ایزل شاہ نے شرم سے لال سرخ ہوتے سر کو ہاں میں ہلایا تھا، بولنے کی تو ہمت بچی نہیں تھی۔۔

ہر حد سے گزر جاؤں؟؟۔۔۔۔وہ مزید گویا ہوتا اپنی سیاہ قمیض ایک جست میں اتار کے خود سے دور اچھالتا اسے بیڈ پہ ٹھیک سے لٹاتا پھر سے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نے روہانسے ہوتے اسکے سینے میں خود کو چھپاتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

تمہارے اندر تک اتر جاؤں؟؟۔۔۔۔وہ اب اسکے کان میں بے باکی سے بھرپور انداز میں بولتا اسے چھیڑنے لگا تھا۔ ایزل شاہ بنا کچھ بولے شرم سے زور سے آنکھیں میچ گئی۔۔

پیچھے ہٹ جاؤں؟۔۔۔۔۔اسے سب کی بار کوئی بھی ریکشن نہ دیتے دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے لہجے کو سپاٹ بناتا گویا ہوا تھا جس پہ فٹافٹ نہ میں سر ہلاتی اسکی گردن میں اپنی بانہیں ڈال گئی۔۔اسے لگ رہا تھا وہ پھر سے ناراض ہو رہا ہے۔۔

اتنی بے تابیاں اچھی نہیں ہوتی اووزی شاہ!!۔۔۔۔وہ اسے تنگ کرنے کے انداز میں قہقہہ لگا کے بولتا آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکے کندھے سے اسکا پلو ہٹاتا اسکے نازک سراپے کی طرف دیکھنے لگا۔۔ایزل شاہ کے پاس اس بے باک انسان کو دینے کے لئے کوئی جواب نہیں تھا۔۔شارٹ سے فٹنگ بلاؤز میں اسکے بدن کے دلکش خدوخال دیکھتا کاظم شاہ ان پہ سختی سے اپنے ہاتھوں کا حق جتانے لگا۔۔ایزل شاہ گہرے گہرے سانس بھرتی کاظم شاہ کو مزید پاگل کر رہی تھی۔۔اسی سانسوں کا زیر بم دیکھتا وہ اسکا بلاؤز گلے سے خراب کرتا اس پہ اپنی پوری شدت سے جھکتا اسکی دھڑکنوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گیا۔۔

ش۔شا۔۔شاہ۔۔جی!!!۔۔۔۔ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکے بازو کو مضبوطی سے تھاما تھا۔۔اسکے سسکی بھرنے پہ کاظم شاہ اپنے دانتوں کے نشانات پہ نرمی سے ہونٹ رکھتا اسکی دھڑکنوں پہ جگہ جگہ لو بائٹس بناتے اسے اپنی سوغاتوں کے نشانات سے نواز رہا تھا۔۔وہ اسکے حصار میں سسکیاں بھرتی اسکے کانوں کو راحت پہنچا رہی تھی۔۔کاظم شاہ کمرے کی لائٹس ریموٹ سے آف کرتا ایزل شاہ کا بلاؤز ایک جھٹکے میں اسکے تن سے جدا کرتا دیوانوں کی طرح پھر سے اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا۔۔ایزل شاہ کا دل حلق میں آرہا تھا۔۔افف اسکی شدتیں! ابھی تو رات کی شروعات ہوئی تھی اور اسے برداشت کرنا ایزل شاہ کے بس سے باہر تھا تو جب پوری رات اسکی پناہوں میں گزارنی تھی تب اسکا کیا بننا تھا۔۔

میں جانتا ہوں تم اس وقت مجھ سے ڈر رہی ہو! تمہیں میرے جنونی انداز سے ڈر لگ رہا ہے لیکن میں خود پہ کنٹرول نہیں کر پا رہا اووزی! جتنا کنٹرول کیا تھا تم اس سارے کنٹرول کی آج ایسی کی تیسی کر چکی ہو! مجھے خود بھی اپنے جنون سے ڈر لگ رہا ہے! مجھے ڈر ہے میں تمہیں ہرٹ نہ کر جاؤں!! لیکن۔آئی پرامس میں اپنی پوری کوشش کروں گا تمہیں ہرٹ نہ کروں! ریلکس!!۔۔۔۔ایزل شاہ کا کانپتا وجود محسوس کرتے وہ مزید نیچے جھکنے کی بجائے اسکے ہونٹ پیار سے چوم کے اسکے بال سہلاتا اسے نارمل کر رہا تھا۔ایزل شاہ کی تیز تیز دھڑکنیں وہ اس وقت اپنے سینے پہ با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔۔ایزل شاہ کو گہری سانسیں بھرتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکا لہنگا اس کے وجود سے آزاد کرتے خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کرتا اسے اور خود کو سفید چادر میں چھپاتے اسکے نقوش پہ اپنے لبوں کی محبت نچھاوڑ کرنے لگا۔۔ایزل شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی اپنی سرخ ہوتی آنکھیں موند گئی۔۔کاظم شاہ اسکی کمر کے نیچے سے ہاتھ گزارا اسکی ٹانگیں اپنی ٹانگوں میں ایڈجسٹ کرتا اپنا وجود ایزل شاہ کے نازک وجود کے ساتھ مس کرتا اسکا دل کانوں میں دھڑکا رہا تھا۔۔وہ ایزل شاہ کے لبوں پہ اپنی مونچھیں رگڑتا اسکے وجود کی گہرائیوں کو اپنے ہاتھوں سے سہلاتا ایزل شاہ کو مدہوش کر رہا تھا اور وہ اسکے قربت بخشنے کے اس انداز پہ مدہوش ہوتی اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ سمجھاتی ایک دفعہ پھر کاظم شاہ کو پاگل کر گئی تھی۔وہ اسکی اس ادا کے صدقے جاتا اسے بیڈ سے تھوڑا اوپر کی طرف اٹھاتے اپنی پوری شدت سے اس میں شامل ہوا تھا۔۔ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اسکے کندھے پہ زور سے

اپنے دانت گاڑتے تھے۔۔ اسے یوں جنونی انداز میں اپنی شدتیں کٹاتے دیکھ کے ایزل شاہ کی سسکیاں بے ساختہ تھی۔۔

ش۔شا۔۔شاہ۔۔جی!!!!۔۔۔۔وہ اسکے کندھے پہ ہاتھ مارتی اسے سسکیوں کے درمیان پکار رہی تھی۔۔

جی میرا بچہ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے لب بے حد نرمی سے چومتا مدھم آواز میں اسے جواب دیتے اپنی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔۔ اسکے ہاتھ ابھی تک اسکے بالوں میں الجھے اسے مزید جنونی بننے پہ مجبور کر رہے تھے۔۔ ایزل شاہ اسکی شدتیں سہتی نڈھال ہوتے ہوئے اسکے سینے پہ اپنا سر ٹکا گئی۔۔ وہ اپنا آپ پوری طرح سے اسکے سپرد کر چکی تھی۔۔ گزرتی رات کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ اسکے خوبصورت سراپے کو بے حد محبت سے چاہتا اپنے ان گیارہ ماہ کی تشنگی مٹائے جا رہا تھا۔۔ اسکے وجود کے ایک ایک حصے پہ اپنے لب رکھتا وہ اسکے پیٹ پہ نرمی سے اپنے ہاتھ پھیرتا اسے کچھ دیر کے لئے اپنی شدتوں سے رہائی دیتا اس پہ رحم کھا رہا تھا۔۔ وہ نازک جان اسکے دیو ہیکل وجود تلے دبی اسے برداشت کرتے ہوئے اب آدھی ہو چکی تھی۔۔ ایزل شا نے نڈھال ہوتے آپ سر تکیے پہ گرایا تھا جب وہ اسکے ہاتھ اوپر بیڈ کراؤن پہ ٹکاتا کچھ منٹ گزرنے کے بعد پھر سے ایزل شاہ کو اپنی قربت کے حصار میں قید کرتا اسکی ٹانگیں اپنی پشت کے گرد لاک کرتا اسے خود میں سمونے لگا۔۔ ایزل شاہ کا پورا وجود پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ اسکی شدتوں کو سہتے ہوئے آنکھوں سے کچھ آنسو گالوں پہ گر رہے تھے جنہیں وہ بے حد پیار سے اپنے حلق میں انڈھیل رہا تھا۔۔

یہ رات میری تشنگی مٹانے کے لئے بہت چھوٹی ہے اووزی! گیارہ ماہ کم نہیں ہوتے! میں جو تمہارے بغیر گیارہ سیکنڈ گزارے ہوئے تڑپ جاؤں تو سوچوں یہ گیارہ ماہ میں نے کس حال سے گزاریں ہیں!!۔۔۔وہ اسکے کانوں میں مدھم گھمبیر سرگوشیاں کرتا اسے اپنا مزید دیوانا بناتا چلا گیا۔۔ آج ان دونوں میں تلخیوں کے تمام بادل جھٹ چکے تھے۔۔

آج ایک دفعہ پھر وہ ایک دوسرے کے ہو چکے تھے۔۔

شا۔۔شاہ۔۔جی!!۔۔میں۔۔مر۔۔جاؤں۔۔گی۔۔اب!!۔۔۔رات کے ساڑھے تین بجے تک بھی اسے اپنے وجود میں گم دیکھتے ایزل شاہ اب روہانسی ہوتی لڑکھڑاتے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔۔ وہ ساڑھے نو بجے سے اسکے اس قدر

قریب تھااور اب رات ختم ہونے کو آئی تھی لیکن کاظم شاہ کی بے تابیاں اور بے قراریوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

میں نے پہلے ہی وارن کیا تھااووزی شاہ مجھے اتنی ادائیں مت دیکھاؤ! مجھے پاگل کرنے میں سراسر تمھارا ہاتھ ہے اور اب مجھے بھگتنا بھی تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔۔۔۔۔وہ خمار آلود آواز میں بول کے اسے اوندھے منہ کرتا اسکی کمر پہ جابجا اپنے ہونٹ رکھتے اسکی کمر کے تل کو زور سے اپنی دانتوں تلے دباتا اسے بلند سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر گیا۔۔ کاظم شاہ اسکی پنڈلیوں کو اپنے پیروں کی مدد سے چھیڑتا اسکے تل پہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھاتا جارہا تھا۔۔ابھی وہ مزید کوئی کاروائی کرتا جب بے بی کاٹ میں سوئے ازمیر شاہ نے زور زور سے رونا شروع کیا تھا۔۔

نو اووزی!! نو!!!!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا ابھی اسے چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔ازمیر شاہ کے رونے پہ وہ بے ساختہ غراتا ہوا ایزل شاہ کے ہونٹ اپنے قبضے میں لے گیا۔ایزل شاہ کو اپنے چھوٹے سے بیٹے کی فکر ہوئی تھی جس کا باپ اس وقت اس پہ کسی صورت رحم کھانے کو تیار نہیں تھا۔۔

ازمیر رو رہا ہے!!!!!۔۔۔وہ اسکے گال پہ اپنا ہاتھ رکھ کے نرمی سے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتی اسکا دھیان پھر سے ازمیر شاہ کی طرف لگا رہی تھی۔۔

اتنی تیاری کرلی تھی تو اس کے لئے ایک فیڈر بھی بنا کے لے آتی!! کیا ہو جاتا جو تمہارا بیٹا ایک رات فیڈر پہ گزارا کر لیتا تو؟؟۔۔۔وہ جھنجھلا کے بیڈ سے اٹھتا ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اسکے گال چومتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی بے تابی پہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کر رہی تھی۔۔

فٹافٹ سلاؤ اسے!! ابھی بہت کام پینڈنگ ہے!!!۔۔۔وہ ازمیر شاہ کو اسکی گود میں لٹا کے حکمیہ انداز میں بے باکی سے بولتا ایزل شاہ کے پیٹ پہ اپنے لب رکھنے لگا۔۔ایزل شاہ نے سٹپٹاتے ہوئے اسے کچھ دیر کے لئے خود سے الگ کرنا چاہا تھا جس پہ وہ آنکھیں گھما کے فلحال کے لئے شرافت سے پیچھے ہوتا اسکی کمر کے تل کو زور سے اپنی انگلی کی پوروں میں دبانے لگا۔۔ایزل شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ ازمیر شاہ کو سلانے میں ناکام ہوئی

تھی جس پہ کاظم شاہ شکر کی سانس لیتا ازمیر شاہ کو بیڈ کی دوسری طرف لٹاتا ایزل شاہ کو ایک جھٹکے سے اپنی گود میں شفٹ کرتا شرم سے لال سرخ کر گیا۔۔

م۔میں۔۔ن۔نے۔باتھ۔۔لینا۔۔ہے۔۔فجر۔۔کا۔۔وقت۔۔ہونے۔۔والا۔۔۔ہے!!۔۔۔ایزل شاہ منمناتی ہوئی اسکی گرفت سے آزاد ہونے کے بہانے کرنے لگی۔۔

پہلے مجھے تو جھیل لو سویٹ ہارٹ پھر نماز میں تمہیں اپنی امامت میں پڑھاؤں گا!!۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں بولتا اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے کے اسے ایک دفعہ پھر سے اپنے وجود کا حصہ بناتا سختی سے خود کے ساتھ لپٹا گیا۔۔ تمہارے لئے گفٹ لیا تھا! گاڑی میں پڑا ہے! صبح دوں گا!!۔۔۔اسے شرما کے اپنے سینے میں گھستے دیکھا کے وہ مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اس پہ ایک دفعہ پھر سے بھاری پڑ چکا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 103 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

کاظم شاہ پوری رات ایک منٹ بھی نہیں سویا تھا۔۔ نماز پڑھنے کے بعد اس کا ایزل شاہ کو مزید تنگ کرنے کا ارادہ تھا لیکن جب وہ شرم سے لال ہوتی روہانسی ہوئی تو وہ اسے نرمی سے اپنے حصار میں سلاتا اسکے چہرے کے خوبصورت نقوش دیوانا وار دیکھنے لگا۔۔ نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ایزل شاہ کے سونے کے بعد بھی اس نے چھوٹی موٹی گستاخیاں کرنا بند نہیں کی تھیں جس پہ وہ کسمسا کے اس کے سینے میں یا گردن میں منہ چھپا جاتی۔۔

رات کو تو نے میرے پورے بیس منٹ ضائع کروائے ہیں! بابا کی جان کے عذاب! ۔۔۔۔کاظم شاہ جو اوندھے منہ سویا ایزل شاہ کے چھوٹے سے وجود کو اپنے ایک بازو کے حصار میں مکمل طور پہ قید کئے ہوئے تھا، ازمیر شاہ کے کھکھلانے پہ اسے محسوس ہوا تھا اسکا بیٹا جاگ چکا ہے جس پہ وہ اپنا رخ ذرا سا اسکی طرف موڑتا اسکا دائیاں پھولا گال اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے نرمی سے کھینچتا دانت پیس کے بولا تھا۔ازمیر شاہ کو اسکا گال کھینچنا شاید پسند نہیں آیا تھا اسی لئے وہ اسے صبح صبح غصے سے گھورنے لگا۔۔ اسکے چھوٹے سے ماتھے پہ ننھے ننھے بل دیکھ کے کاظم شاہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

آئیندہ سے میر بابا کو رات کے وقت ڈسٹرب نہیں کرے گا نا؟ میر جلدی سو جایا کرے گا اور پھر لیٹ اٹھا کرے گا؟ رائٹ؟۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنے دوسرے بازو سے ازمیر شاہ کو اپنے قریب کرتا اسکے گال پہ اپنی ناک سہلاتے ہوئے اسے سمجھانے لگا جیسے وہ اسکی باتوں پہ باقاعدہ آمین کہے گا لیکن یہ کیا ازمیر شاہ کے تو آج مزاج ہی نہیں مل رہے تھے وہ اسے مزید غصے سے گھورنے لگا، شاید اسے اسکا باپ اتنے دنوں بعد اپنی ماں کے پاس اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔

اہمم!! اتنا غصہ؟ اس غصے کی وجہ کہیں اپنی ہونے والی بیوی سے دوری تو نہیں ہے؟؟ آہاااا!! نوٹی میر!!۔۔۔ کاظم شاہ اسکے چھوٹے سے ماتھے پہ موجود ان ننھے ننھے بلوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا اسے کٹی کا حوالہ دیتے ہوئے مزید چھیڑنے لگا۔۔ آج اسے کافی دنوں بعد بیٹے کا یہ روپ دیکھنے کو مل رہا تھا ورنہ وہ تو چوبیس گھنٹے اسکے حصار میں جانے کی تگ و دو کرتا رہتا تھا یا اسے دیکھ کے کھکھلاتا رہتا تھا۔۔

نو میری جان!! مام سو رہی ہیں! مام آپ کے بابا جان سے حراجِ تحسین وصول کرتی کافی سے زیادہ تھک چکی ہیں! سو، نو، رونا دھونا!!!۔۔۔۔ ازمیر شاہ کو چھوٹے چھوٹے سرخ لب مڑورتے دیکھ کے کاظم شاہ جلدی سے اسکا گال نرمی سے سہلاتا اسے رونے سے بعض رکھنے لگا۔۔ ازمیر شاہ رونا چھوڑ کے غور سے اسکی باتیں سننے لگا۔۔ وہ بیٹے کو مصروف رکھنے کے لئے مدھم آواز میں رازداری سے اس سے اسکی اور اسکی کٹی کی باتیں کرنے لگا۔۔ صد شکر تھا رات میں یہاں سے کٹی غائب تھی ورنہ اگر وہ اسکی نائٹ میں کوئی بھی ڈسٹربینس کریئیٹ کرتی تو وہ یقیناً اسکا قتل کرنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

اصولاً تو تجھے بھی یہاں نہیں آنا چاہئیے تھا میری جان کے وبال! ابھی مجھے میری بیوی کے ساتھ مارننگ رومانس کرنا ہے اسی لئے شرافت اسی میں ہے اچھے بچوں کی طرح پھر سے سو جا! یا ایسا کر منہ دوسری طرف کر لے پھر ہمارا رومانس دیکھ کے تجھے اپنی منگیتر یاد آئے گی اور ایسے ہی میرا بچہ سنگل فیل کرے گا!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ مدھم آواز میں اترا کے بولتا ہوا ازمیر شاہ کا منہ دوسری طرف کرنے لگا جب اس نے پھر سے رونے کی تیاری پکڑتے اپنے سرخ چھوٹے چھوٹے ہونٹ مڑوڑنا شروع کئے تھے۔ کاظم شاہ کو ٹوٹ کے اس پہ پیار آیا تھا جس پہ وہ اسے اپنے بازو میں نرمی سے بھینچتا اسکے پورے چہرے پہ اپنے لب رکھنے لگا۔۔

آاا!! نو بابا کی جان رونا نہیں ہے! سونا ہے!! شش!! سلیپ!!۔۔۔وہ نرمی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا یوں ہی مدھم سرگوشیاں کرتے اسے کچھ ہی منٹوں میں پھر سے سلا چکا تھا، ازمیر شاہ کے سونے کے بعد اس نے اپنے چہرے کا رخ پھر سے ایزل شاہ کی طرف موڑا تھا جو خوابِ خرگوش کے مزے لیتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے سو رہی تھی۔ اسکی چھوٹی چھوٹی سانسیں اپنی گردن پہ محسوس کرتے کاظم شاہ کی دھڑکنوں نے ہمیشہ کی طرح ادھم مچا تھا۔۔گزری رات کا ایک ایک پل اسکی نظروں کے سامنے آتا اسے بار بار مسکرانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔اسکی چھوٹی سی اووزی گزری رات اسے اپنی ادائیں دیکھاتی شاید تھوڑا سا بولڈ بننے کی کوشش کر رہی تھی لیکن صد افسوس وہ بولڈ بننے میں ناکامی کا سامنا کرتی بار بار اسکے سینے میں چھپ جاتی کیونکہ اسکی ذرا سی ادا پہ وہ اسے اس قدر شدت پسندی سے انعام سے نوازتا تھا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی بھوکھلا جاتی۔۔کاظم شاہ اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکال کے اس لاکٹ پہ اپنے لب رکھنے لگا جو اس نے اسے نماز کے بعد تحفے کے طور پہ پہنایا تھا۔۔یہ ڈائمنڈ کا ایک خوبصورت سا لاکٹ تھا۔۔"شاہ جی کی اووزی" کی تحریر کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے ہیرے جڑے ہوئے تھے جو اس لاکٹ کی خوبصورتی میں کئی گنا اضافہ کر رہے تھے، وہ اس لاکٹ کو اپنی گردن میں دیکھتے ہی خوش ہونے کے ساتھ ساتھ ایموشنل بھی ہوئی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکے دوپٹے سے ندار دسر اپے کو گہری نگاہوں سے دیکھتا اسکی گردن میں موجود اس لاکٹ پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

کبھی نہیں سوچا تھا تم میری محرم بنو گی! کبھی نہیں سوچا تھا تم مجھے اتنا بے شرم بنا دو گی! نا ہی کبھی یہ سوچا تھا تم سے اس قدر عشق کر بیٹھوں گا! لیکن آج میں ایک بات سوچ رہا ہوں کہ واقعی ہی ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے! جو بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی اگر وہ کن کہہ دے تو ہو جایا کرتی ہے!! تم سے عشق کرنا! عشق میں ہر حد سے گزر جانا سید کاظم شاہ کے لئے لازم و ملزوم ہو چکا ہے اووزی شاہ!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی پلکوں میں جنبش محسوس کرتے ہی جان چکا تھا وہ جاگ چکی ہے اسی لئے اسکے کانوں میں مدھم آواز میں پیاری بھری سرگوشیاں کرتا اسکی صبح حسین بنانے لگا۔۔اسکے الفاظ پہ ایزل شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔وہ ہنوز آنکھیں موندے رہی۔

تم نے جس طرح سے پوری رات مجھے جھیلا ہے میرے دل میں تمہارے لئے محبت مزید بڑھ چکی ہے!!۔۔اسکے گلابی ہوتے گال دیکھ کے وہ مسکرا کے انہیں اپنے دانتوں میں دباتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

اب اگر یوں ہی سونے کی ایکٹنگ کرتی رہو گی تو پھر میری ایک بات پہلے ہی سن لو میں تمہاری نیند کا فائدہ بہت اچھے سے اٹھا سکتا ہوں سویٹ ہارٹ!! ابھی گیارہ ماہ کی تڑپ پوری ہی کہاں ہوئی ہے!؟۔۔۔۔وہ اسکی کمر پہ بے باکی سے ہاتھ پھیر کے اسے خود کے نیچے کرتا ایک منٹ میں اسے آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ اس کے الفاظ پہ سرخ پڑتی اپنے اوپر کاظم شاہ کو دیکھتے ہوئے تھوک نگلنے لگی۔۔

تم جانتی ہو میں تمہیں ہر رات اس طرح سے چاہنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ تمہیں ہر رات یوں محسوس ہو تم پہلی رات کی دلہن ہو! سید کاظم شاہ تمہیں اس طرح سے چاہے گا کہ تم خود پہ رشک کر بیٹھو گی اووزی شاہ!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے بال کان کے پیچھے کر کے اسکے کان کی لوں دانتوں میں دبا کے مدھم سرگوشی کرتا اسکے ہونٹوں پہ شدت سے جھک گیا۔۔اسکے الفاظ میں موجود خود کے لئے اتنی محبت محسوس کرتے ایزل شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ تو سمجھتی تھی شوہر بیوی سے اولاد پیدا کروانے کے بعد ان سے پیار کرنا بھول جاتے ہیں لیکن سید کاظم شاہ تو اسکی ہر سوچی ہوئی بات کو غلط ثابت کر چکا تھا جیسے۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ جھکا اسکی سانسیں شدت سے خود میں الجھائے ایزل شاہ کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتا دوسرے ہاتھ سے اسکی کمر سہلا رہا تھا۔۔ایزل شاہ اسکے لمس میں اپنی آنکھیں میچتی اسکے برہنہ کندھے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے تھام گئی۔۔وہ اس وقت شرٹ لیس تھا۔۔اسکی اکھڑی سانسوں کو محسوس کرتے وہ نرمی سے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسکی گردن پہ جھک گیا جو پہلے ہی اسکی شدتوں کے وجہ سے جامنی ہو رہی تھی۔جگہ جگہ اسکی لو بائٹس کے نشان موجود تھے، ایزل شاہ کے وجود کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جہاں کاظم شاہ نے اسے اپنی سوغاتوں کے نشانات سے نوازہ نہ ہو۔۔

مجھے۔۔نیند۔۔آ۔۔رہی۔۔ہے!!۔۔۔اسے پھر سے رات والے موڈ میں آتے دیکھ کے ایزل شاہ نے شرماتے ہوئے مدھم آواز میں اپنی نیند کا بہانہ گڑھا تھا۔۔ابھی کہ اسے مزید نیند نہیں لینی تھی۔۔صبح کے دس بج رہے تھے، وہ فجر کے بعد سے مسلسل سوئی رہی تھی۔۔

مجھے بھی!! لیکن نیند سے زیادہ ضروری تمہیں پیار کرنا ہے!!۔۔وہ اسکی شہ رگ اپنے لبوں میں زور سے دباتا اسکے کان میں بوجھل آواز میں بولتا ایزل شاہ کا چہرہ پھر سے سرخ کر گیا۔کاظم شاہ کی آنکھیں اس وقت بھی خمار سے سرخ تھیں۔۔

سویٹ ہارٹ جانتی ہو میں نے ان گیارہ ماہ میں سب سے زیادہ ہمارے اس ہاتھ رومانس کو مس کیا ہے! تو پھر کیا خیال ہے آج ایک۔۔۔وہ ابھی مزید بے باکی سے گویا ہوتا اسے پھر سے چھیڑتا جب ایزل شاہ اسکے منہ پہ ہاتھ رکھ گئی، اس نے فجر کے وقت بھی اکیلے باتھ لیا تھا۔۔وہ اس وقت پہلے ہی شرم وحیا سے پاگل ہو رہی تھی اور اس پہ تضاد اسکی یہ بے شرم باتیں۔۔۔

اسکے سٹپٹانے پہ وہ قہقہ لگاتے اپنے لبوں پہ موجود اسکے ہاتھ کو بارہا عقیدت سے چومتا اسکی قمیض کندھے سے سرکا گیا۔۔اسکے کندھوں پہ موجود اپنے نشانات پہ نرمی سے ہونٹ رکھتا وہ ایک دفعہ پھر سے اپنے ہاتھوں اور لبوں کی بے باکیاں بڑھاتا چلا گیا۔۔

وعلیکم السلام! اتنے دنوں بعد کیوں آئے ہو؟؟۔۔۔اسے سلام کرتے ہی اپنی گود میں سر رکھتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی نرمی سے استفسار کرنے لگیں۔۔

پتا نہیں!۔۔۔۔وہ تھکے ہارے انداز میں بولا تھا۔۔

پریشان ہو؟۔۔۔۔۔اسکا تکلیف سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی یہ سوال کر گئی۔ مقصد اسکا دل ہلکا کرنا تھا۔۔

نہیں! یا شاید ہاں؟!! پتا نہیں!!۔۔۔وہ اپنی تکلیف سے سرخ ہوتی آنکھیں بند کر گیا۔۔

ملاقات ہوئی اس سے؟۔۔۔۔۔وہ شفقت سے پوچھتی اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

ہمم!! اب وہ ظالم بن گئی ہے! پہلے معصوم تھی!۔۔وہ کھوئے ہوئے لہجے میں جواب دے رہا تھا۔

کیا بولتی ہے؟۔۔۔۔۔۔وہ اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔۔

طلاق مانگتی ہے!۔۔۔۔۔۔وہ کچھ منٹ کی خاموشی کے بعد ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔اس کے جواب پہ وہ دہلتی ہوئی اپنے دل پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

حاملہ حالت میں؟۔۔۔۔۔وہ حیرانگی کی کیفیت میں صرف اتنا ہی بول پائی تھیں، انہیں سمجھ نہیں ارہی تھی وہ مقابل کو کس طرح سے تسلی دیں۔۔

ہمم!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے ہنکارا بھرتے ہوئے اپنے آنسو اندر کی طرف اتارے تھے۔

وہ پاگل ہو چکی ہے؟ اتنا بڑا فیصلہ سوچے سمجھے بغیر کیسے لے سکتی ہے؟ مجھے اس سے ملوا دو؟۔۔۔وہ بے بسی سے بولی تھیں۔

نہیں! میں نہیں چاہتا اس کے سامنے میری کوئی سفارش کرے!!۔۔۔اس نے انہیں اس سے ملوانے سے صاف انکار کیا تھا۔

ہر وقت بخار میں دہکتے رہتے ہو! دوا نہیں لیتے ہو کیا؟ اٹھو میں تمہارے لئے قہوہ بناتی ہوں!!۔۔۔۔وہ اس کی فکر میں ہلکان ہوتے ہوئے گوئی تھیں۔۔اسکے ماتھے کو چھوتے ہی انہیں یوں محسوس ہوا جیسے کسی گرم آگ توے کو چھو لیا ہو۔۔

نہیں! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے! میں صرف کچھ منٹ سکون چاہتا ہوں! پھر چلا جاؤں گا!!۔۔۔۔انہیں اپنا سر دباتے دیکھ کے وہ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں عقیدت سے تھامتا بھاری آواز میں گویا ہوا تھا۔

اس کے فیصلے پہ کیا جواب دیا تھا تم نے؟۔۔۔وہ اسکی ضدی طبیعت سے واقف تھیں اسی لئے بحث کئے بغیر گہری سانس بھرتے ہوئے پھر سے استفسار کرنے لگی۔۔

وہ حق پہ تھی! کیا جواب دیتا؟ کیا غیرت دیکھاتا؟ وہ شاید مجھے بے غیرت سمجھتی ہے! اور آپ جانتی ہیں بے غیرت مردوں کی جگہ زمین پہ نہیں قبر میں ہوتی ہے!!۔۔۔وہ اپنا نچلا لب بے دردی سے زخمی کرتے ہوئے اس تکلیف دہ جواب سے خود کو تکلیف پہنچا رہا تھا۔

کیوں اپنے الفاظ سے خود کو اور مجھے تکلیف دیتے ہو؟؟۔۔۔وہ تڑپتے ہوئے بولی تھیں۔۔وہ اس سے بہت اٹیچ ہو چکی تھیں۔اسکی تکلیف ان کو دوگنا زیادہ تکلیف دیتی تھی۔۔

آپ دعا کریں نا میں مر جاؤں؟ آپ تو پانچ وقت کی نماز ادا کرتی ہیں! آپ نے تو پوری زندگی کسی کا برا نہیں چاہا! شاید اللہ کو میری عبادت پسند نہیں آتی اسی لئے وہ میری نہیں سنتا! کیا پتا اللہ کو آپ کی عبادت پسند ہو اور آپ کی دعا جلد سن لی جائے؟ وہ طلاق مانگتی ہے یہ جانتے بوجھتے کہ سید احان شاہ اپنی زبان کاٹ ڈالے لیکن اسے طلاق دیتے ہوئے اس پر سے اپنا حق ختم نہ کرے! اس نے خلا کی ڈیمانڈ کی یہ جانتے بوجھتے کہ میں خود کو ہاتھوں پیروں سے

معذور کرلوں لیکن اس کے خلانامے پہ سائن نہ کروں! وہ آخر کیوں اتنی ظالم بنی پھر رہی ہے؟۔۔۔۔احان شاہ ان کی گود سے سر اٹھا کے چارپائی سے کھڑا ہوتا اذیت سے چلایا تھا۔ اسے اس قدر اذیت میں دیکھ کے ان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

رکو! کہاں جارہے ہو! موسم خراب ہے! تھوڑی دیر بعد چلے جانا بیٹا!!۔۔۔۔اسے تیزی سے باہر کی طرف جاتے دیکھ کے وہ فکر مندی سے اسکے پیچھے آتی بے بسی سے بول رہی تھیں وہ ان کی ایک بھی سنے بغیر نفی میں سر ہلاتا تیزی سے اپنی گاڑی میں سوار ہوتا اسے زن سے بھگا لے گیا۔۔وہ اسکے لئے دعا گو ہوتی تب تک اسکی دھول اڑاتی گاڑی کو دیکھتی رہی تھیں جب تک وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی تھی۔۔

آج اس سے ملاقات ہوئے تقریباً آٹھ دن گزر چکے تھے۔وہ آٹھ دنوں سے اس سے نہیں ملا تھا،وہ آٹھ دنوں سے اسکے کمرے کے ٹیرس پہ نہیں کودا تھا۔اس نے پچھلی سات راتیں خان مینشن کے باہر گاڑی لگا کے تڑپ تڑپ کے گزاری تھیں،وہ ترسی ہوئی نگاہوں سے خان مینشن کے گیٹ کی طرف دیکھتا تھا۔۔وہ اس گیٹ کی طرف دیکھتے اپنے خیالوں میں ہی معجزہ ہونے کا انتظار کیا کرتا تھا کہ شاید کبھی ایسا بھی ہو وہ بھاگتی ہوئی آ کے اس سے لپٹ جائے اور بولے میں نے تمہاری تمام خطاؤں کو معاف کیا سید احان شاہ!! لیکن وہ نہیں آتی تھی! اس کا رخ آج پھر خان مینشن کی طرف تھا۔۔وہ آج کی رات پھر سے تڑپ تڑپ کے گزارنے والا تھا۔۔ آج اس کی ایک دفعہ پھر سے بس ہو رہی تھی یوں لگ رہا تھا وہ زندہ رہتے ہوئے بھی موت کو چھو رہا ہو۔۔دل کی تکلیف حد سے زیادہ تھی۔۔یہ تکلیف اس کے پورے بدن کو جیسے توڑ چکی تھی۔۔

جس ستمگر کو روتے ہوئے پکارتی رہی اسکے دل کو تو شاید معلوم بھی نہ ہوا کہ اسکی بیوی کہاں اور کس حالت میں ")
موجود ہے؟ ")

اچھا اس کے بعد کا سنیں گے کیا ہوتا ہے؟ایک اور درندہ آتا ہے جو مجھے جنگل کے کسی گھر میں لے جا کے اپنے ")
باس کے بستر کی زینت۔۔۔"

وہ اسکے الفاظ یاد کرتا گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک بڑھا گیا۔۔وہ اس وقت ون وے روڈ پہ تھا۔۔ون وے روڈ پہ اتنی ریش ڈرائیونگ اسے نقصان پہنچا سکتی تھی لیکن وہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔۔وہ اس وقت بخار سے دہکتے اور ٹوٹتے وجود کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا چھا رہا تھا لیکن وہ سر جھٹکتے ہوئے سٹیرنگ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا لحہ بالحہ گاڑی کی رفتار مزید بڑھانے لگا۔۔

مجھے دو ماہ بعد تم سے طلاق چاہئیے سید احان شاہ!! اگر طلاق نہیں دو گے تو میں خلا کا کیس فائل کروں گی لیکن")
تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی!! مر جاؤں گی لیکن تم قاتلوں کے ساتھ نہیں رہوں گی!! اپنے باپ کے قاتلوں کو ہر
("گز معاف نہیں کروں گی!!!۔۔

معاف نہیں کرو گی؟؟۔۔۔۔۔۔وہ ایک آخری امید کے ساتھ بولا تھا۔۔")

("نہیں!! خود کے ساتھ زیادتی تھوڑی کروں گی؟ مجھے ہر صورت طلاق چاہئیے

احان شاہ تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا جب اسے اپنے ناک سے کچھ بہتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔وہ اپنے سر کو ایک دفعہ پھر سے جھٹکتا اپنی آنکھوں سے اندھیرا ہٹاتے ہوئے انگلی کو پوروں سے ناک کو چھونے لگا۔۔احان شاہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کے ٹشو پکڑتے اپنی ناک سے نکلتے اس تیزی سے نکلتے خون کو پونچھنا چاہا تھا جب اسکے دماغ کے سامنے ایک دفعہ پھر سے اندھیرا چھایا تھا۔احان شاہ اب کی بار اس اندھیرے کو آنکھوں سے ہٹا نہیں پایا تھا، اسکی گرفت سٹیرنگ پہ ڈھیلی پڑی تھی۔۔اپنی بگڑتی حالت پہ اس نے سڑک کے بیچوں بیچ زور سے بریک لگانی چاہیے تھی لیکن وہ غلطی سے ریس پہ پیر رکھ چکا تھا، اپنی گاڑی کے سامنے بلی کے چھوٹے سے بچے کو دیکھتا وہ اپنی پوری قوت سے سٹیرنگ گھماتا گاڑی کنارے پہ لگانے لگا لیکن اس کا اپنی حالت پہ بالکل بھی کنٹرول نہیں تھا، وہ چاہ کے بھی گاڑی کنٹرول نہیں پا رہا تھا۔۔احان شاہ اپنی گاڑی کو کنٹرول کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا، اسکا سر زور سے سٹیرنگ کے ساتھ لگا تھا، اگلے ہی پل احان شاہ کی گاڑی زور سے کنارے پہ موجود درخت کے ساتھ ٹکرائی تھی۔۔احان شاہ بلی کا بچہ بچانے میں تو کامیاب ہو چکا تھا لیکن اسکی اپنی حالت اس وقت دیکھنے لائق نہیں تھی۔۔

لالہ وہ کیسی دکھتی ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کندھے کے ساتھ سر ٹکا کے معصومیت سے استفسار کرنے لگی۔۔

بہت معصوم!!!۔۔۔۔۔حازق خان نے خیالات میں کھوئے پیار سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

کیا وہ مجھ سے زیادہ معصوم ہیں؟۔۔۔۔گلالئ کو شاید اسکا جواب پسند نہیں آیا تھا جس پہ وہ منہ پھولاتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف دیکھ کے گویا ہوئی۔۔حازق خان جوابا بنا کچھ بولے ہولے سے ہنسا تھا۔۔

وہ ہمارے پاس کب آئے گی؟۔۔۔اسے ہنستے دیکھ کے گلالئ پھر سے معصومیت سے ذائشہ خان کے متعلق سوال کرنے لگی۔۔

بہت جلد!!! انشاءاللہ!!۔۔۔۔حازق خان نے نرمی سے مسکرا کے جواب دیتے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

وہ پچھلے سات سے آٹھ دنوں سے اس سے یہ سوال بچوں کی طرح پوچھ رہی تھی۔۔

لالہ! ارزم لالہ اچھے ہیں! ان کی اس روز والی باتوں سے محسوس ہو رہا تھا وہ دیدہ سے بہت پیار کرتے ہیں!!۔۔۔۔

گلالئ نے نظریں جھکاتے ہوئے ارزم شاہ کی سائیڈ لی تھی۔اسے لگ رہا تھا ایک دفعہ پھر حازق خان اور ارزم شاہ کی بری طرح سے لڑائی چھڑ جائے گی اسی لئے موقع دیکھتی حازق خان کا دماغ ارزم شاہ کی طرف سے صاف کرنے لگی۔

اسے جب سے حازق خان نے بتایا تھا ذائشہ خان اس سے بڑی ہے وہ اسے دیدہ بولتی تھی۔۔

میں نہیں جانتا وہ کتنا اچھا ہے اور کتنا برا ہے! میں صرف اپنی بہنوں کو ان کے خاندان سے سیف کرنا چاہتا ہوں! آخری فیصلہ تم دونوں کا ہو گا! میں نے سوچ لیا ہے میں تم دونوں پہ اپنی مرضی نہیں تھوپوں گا! تم دونوں اپنا اچھا برا جانتی ہو!!میں ہر فیصلے میں تمہارے اور ذائشہ کے ساتھ کھڑا ہوں گا! ۔۔۔۔حازق خان نے مضبوط لہجے میں سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔گلالئ اسکے جواب پہ خاموشی سے نظریں جھکا گئ۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔۔شاہ حویلی میں اس وقت رات کا کھانا کھایا جا رہا تھا۔ڈائینگ ٹیبل پہ اس وقت صرف گھر کے بڑے،زوریز شاہ اور مرحا شاہ موجود تھیں۔زوریز شاہ کھانا کھاتے ہوئے وقفے وقفے سے مرحا شاہ کو زو معنی اشارے دیتا اسے چھیڑ رہا تھا جس پہ وہ سرخ پڑتی نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔وہ کل کا حویلی سے نکلا ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی آیا تھا۔وہ سب خاموشی سے کھانے میں مصروف تھے جب سفید شلوار قمیض میں ملبوس کاظم شاہ اپنے بازوؤں میں ازمیر شاہ کو اٹھائے ایزل شاہ کے ہمراہ ڈائینگ روم میں داخل ہوا تھا۔۔ایزل شاہ اس وقت سٹائلش سے ٹی پنک

کرتے، اور وائٹ کیپری میں ملبوس سر پہ اچھی طرح سے ٹی پنک اور وائٹ کلر کے امتزاج کا دوپٹا اوڑھے اپنے گلابیاں بکھیرتے حسن سے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

السلام علیکم!!!۔۔۔کاظم شاہ روعب اور سنجیدگی سے سب کو سلام کرتا کرسی گھسیٹ کے بیٹھتا ایزل شاہ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔۔ سب نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا تھا۔ مرحاشاہ زومعنی نگاہوں سے ایزل شاہ کو دیکھتی سب سے نگاہیں بچا کے اسے آنکھ ونک کر گئی جس پہ وہ مزید سرخ پڑتی خود میں سمٹی تھی۔۔ کٹی جو کل سے ان کے انتظار میں پاگل ہو رہی تھی ان کے آتے ہی ازمیر شاہ کو دیکھتی میاؤں میاؤں کرتی اسکی طرف بڑھ گئی۔۔ ایزل شاہ کو ہویلی لیٹ واپس آنے پہ عجیب سی شرمندگی ہو رہی تھی، وہ صبح سے کاظم شاہ کو واپس ہویلی چلنے کا بول رہی تھی لیکن اسکا رومانس ختم ہوتا تو ہویلی واپس آنے کی کرتا نا؟ اس کا تو ابھی بھی آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن ایزل شاہ کو منہ پھولاتے دیکھ کے اسے مجبوراً واپس آنا پڑا تھا اور شاید اسکا بیٹا بھی اپنی منگیتر کو مس کر رہا تھا۔ زوریز شاہ ایک نظر ان کی طرف دیکھ کے مطمئن ہوتا اپنی نگاہیں پھر سے کھانے پہ مرکوز کر گیا۔۔ وہ چیل سی نظر رکھتا تھا وہ کافی دنوں سے محسوس کر رہا تھا ایزل شاہ اور کاظم شاہ ایک ساتھ رہتے ہوئے بھی ایک لونگ کپل کی طرح بالکل بیہو نہیں کرتے لیکن آج اپنی بہن کے چہرے پہ شرم وحیا اور خوشی کے تاثرات دیکھتا وہ اندر تک سرشار ہوا تھا۔ زہرہ مام دل میں ان کے صدقے واری جا رہی تھیں۔۔

بھئی کہاں غائب کیا ہوا تھا ہمارے پوتے کو؟ ہم صبح سے اسے یاد کر رہے تھے!!۔۔۔عادل شاہ اپنے خوبصورت پر پوتے کی طرف دیکھ کے اسے کاظم شاہ کے بازوؤں سے پکڑتے نرمی سے استفسار کر رہے تھے۔ ان کے سوال پہ ایزل شاہ نے سٹپٹاتے ہوئے ایک نظر کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کچھ بولنے کے لئے لب وا کرنے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کے سلام کرنے پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔ ارزم شاہ کو رات کے اس وقت یہاں دیکھ کے سب نے حیرانگی سے اسکی سلام کا جواب دیا تھا۔ وہ رات کے اس وقت ہویلی جب آتا تھا؟

احان لالہ کہاں ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔۔سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے فکرمندی سے احان شاہ کی غیر موجودگی کے متعلق استفسار کیا تھا۔

کیوں خیریت؟؟۔۔۔۔۔اسکے فکرمند ہونے پہ کاظم شاہ سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

جی خیریت ہے! بس میرا دل عجیب سا ہو رہا تھا تو اپارٹمنٹ جانے کی بجائے ہویلی چلا آیا! مجھے احان لالہ سے ملنا ہے شاید وہ آپ کے فارم ہاؤس میں ہوں! میں وہی پہ چلتا ہوں!!۔۔۔ ارزم شاہ اضطراب کی کیفیت میں خود سے ہی سوال جواب کرتا مڑنے والا تھا جب زوریز شاہ نے اسے مخاطب کیا تھا۔۔

وہ ہویلی آتے ہی ہوں گے! تم فارم ہاؤس جاؤ گے تو اپارٹمنٹ جانے سے لیٹ ہو جاؤ گے! یا تو زائشہ کو ہویلی لے آؤ یا وقت پہ اپارٹمنٹ جایا کرو! پہلے جو ہوا وہ بھول چکے ہو؟؟۔۔۔ زوریز شاہ نے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں تمام بڑوں کے سامنے جھاڑ پلائی تھی جس پہ ارزم شاہ اپنی لاپرواہی پہ نچلا لب دانتوں تلے دباتا خود کو کوسنے لگا۔۔ کاظم شاہ اسے اتنا بے چین ہوتے دیکھ کے کچھ حیران تھا آج تو اس نے ازمیر شاہ کو بھی نہیں اٹھایا تھا ورنہ وہ ہویلی آتے ہی سب سے پہلے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا پاگلوں کی طرح چومتا تھا۔ ارزم شاہ کو دیکھتے ہی ازمیر شاہ نے کھکھلانا شروع کیا تھا لیکن وہ اسے خود کی طرف متوجہ نہیں کر پایا تھا۔۔

ہاں زوریز ٹھیک کہہ رہا ہے! ہماری بہو کو ہویلی لے کے آؤ! بس بہت کھیل کی تم نے چھپن چھپائی!!۔۔۔۔ دریاب شاہ سنجیدگی سے ختمی انداز میں بولے تھے۔۔ ارزم شاہ انہیں جواب دینے کی بجائے واپس سے ڈائینگ ٹیبل پہ آتا جگ سے گلاس میں پانی انڈھیلتا گٹا گٹ پی گیا۔ اسے اس وقت عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔

کیا ہو گیا ہے؟ بیٹھ کے پانی پیو!!!۔۔۔ اسے کھڑے کھڑے پانی پیتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے ٹوکا تھا۔ ابھی ارزم شاہ اسکی بات پہ عمل کرتا جب اسکی بلیو جینز کی پاکٹ میں موجود فون رنگ ہوا تھا۔۔

السلام علیکم! کہاں ہیں آپ لالہ؟؟۔۔۔۔ احان شاہ کے نمبر سے کال دیکھتے ہی ارزم شاہ نے بنا کسی دیری کے فون اٹھا کے کان کو لگاتے اسکی موجودگی کے متعلق استفسار کیا تھا۔۔

یس سید ارزم شاہ ہئیر! میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں! لالہ کا فون آپ کے پاس کیا کر رہا ہے؟؟۔۔۔ دوسری طرف سے نا جانے کیا پوچھا گیا تھا جس پہ ارزم شاہ کو اپنا تعارف کروانے کی زحمت پڑی تھی۔۔

واٹ!!!!!! آر یو آوٹ آف یور مائینڈ؟؟؟؟۔۔۔۔ دوسری طرف سے ملنے والی خبر پہ ارزم شاہ حیرانگی کی کیفیت میں چلایا تھا۔ اسکے یوں چلانے پہ سب پریشان ہوئے تھے۔۔

کس ہاسپٹل میں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ افراتفری کے عالم میں پوچھتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب زوریز شاہ دھڑکتے دل سے کرسی سے اٹھتا جلدی سے اسکا کندھا تھامتا اس سے فون کال کے متعلق استفسار کرنے لگا۔باقی سب کا دل بھی ایک دم سے خوف سے دھڑکا تھا۔۔

کیا ہوا ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے ہاتھ سے فون چھینتے تیزی سے استفسار کیا تھا۔۔

احان لالہ کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے!! ۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے اس ایک جملے نے تمام افراد پہ حویلی کی چھت گرائی تھی۔سب حیرانگی سے اپنی اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوئے تھے۔۔ایزل شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔

واٹ!! وہ کس ہاسپٹل میں ہے؟؟ کیسے ہو گیا ایکسڈنٹ!!!۔۔۔کاظم شاہ تیزی سے اسکی طرف بڑھتے ہوئے چلاتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔ھارون شاہ نے دل کو کچھ ہوا تھا۔زوریز شاہ کی ہری آنکھیں ساکت ہوئی تھیں۔۔

اس نے پچھلے دو دنوں سے اسے کوئی میسج نہیں کیا تھا۔وہ پچھلی دو راتیں تڑپتا رہا تھا لیکن جس طرح سے اس نے اسے منع کیا تھا اسکی میسج کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔وہ دونوں اس وقت آن لائن تھی لیکن خاموش تھے۔حازق خان کے دل کو دل کو صرف ایک بات نے ذرا سا سکون پہنچایا تھا کہ اس نے اسے بلاک نہیں کیا تھا۔۔

وہ اسکی چیٹ کھول کے بیٹھا اپنے اور اسکے پرانے میسج اتنی دفعہ پڑھ چکا تھا کہ اب اسے یہ میسجز زبانی یاد ہو چکے تھے۔۔ اس کی یاد حد سے زیادہ تڑپا رہی تھی۔۔

بات سننا!!؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان سے جب مزید برداشت نہ ہوا تو معصومیت سے یہ دو خرفی ٹیکسٹ لکھ کے اسے بھیج دیا۔۔وہ آن لائن ہو کے بھی ہمیشہ کی طرح میسج اگنور کرنے لگی۔

سنو پلیز؟بس ایک چھوٹی سی بات؟۔۔۔۔۔۔۔۔اب کی بار مزید معصومیت سے لکھ کے ٹیکسٹ بھیجا گیا تھا۔۔

میرو ایک بات سننا؟؟۔۔۔۔۔پھر سے پہلے سے کئی زیادہ معصومیت۔۔وہ جو اس کے میسجز اوپر نوٹیفکیشن سے پڑھ رہی تھی اسکے اس میسج پہ اسکی ہاری گئی تھی۔۔افف اسکا یوں "میرو" بولنے کا انداز !!!

یہ سالا بارہ بجے کے بعد اتنا معصوم کیوں بنتا ہے؟؟۔۔وہ اسکا میسج دیکھ کے سر پیچھے کی طرف گراتی غصے سے دانت پہ دانت جماتے ہوئے غرائی تھی۔۔۔

ہمم؟؟؟۔۔۔۔وہ ناچاہ کے بھی یہ مختصر سا ٹیکسٹ سینڈ کر گئی۔۔

کیا میں تمہارا یوٹیوب چینل ہیک کر لوں؟؟۔۔۔۔واہ کیا معصومانہ سوال تھا میجر خان کا!! اسکے اس سوال نے میر ال شاہ کا میٹر ایک دم سے گھمایا تھا۔۔

کیوں؟؟؟ کیا تکلیف ہو رہی ہے تمہیں؟؟؟۔۔۔وہ دانت پیس کے غصے سے ٹیکسٹ کرنے لگی۔

مجھے تمہارے اور اس کے ولاگز پسند نہیں ہیں!!۔۔۔۔وہ آنکھیں گھماتے ہوئے معصومیت سے ٹائپ کرنے لگا۔۔

تو تمہیں کون کہتا ہے دیکھو؟؟ کیا میں نے تمہیں کبھی انوٹیشن کارڈ بھیجا ہے کہ پلیز میرے ولاگز تم ضرور دیکھنا ورنہ وہ فلاپ ہو جائیں گے؟؟۔۔وہ دانت کچکچا کے شدید غصے سے ٹیکسٹ کر رہی تھی۔اسکے یہ معصومانہ سوال اسے غصے سے پاگل کر رہے تھے۔۔

نہیں! لیکن میر اوہ چینل ہیک کرنے کو دل کیا تو سوچا پہلے تم سے اجازت لے لوں!!۔۔۔۔وہ معصومیت سے بھی کتنی دل دہلانے والی باتیں کر جایا کرتا تھا کوئی میر ال شاہ سے پوچھتا۔۔

میں جان لے لوں گی تمہاری اگر تم نے میرے چینل کو ذرا بھی نقصان پہنچایا!!۔۔۔۔وہ غصے سے پاگل ہوتے دماغ کے ساتھ اسکے معصومانہ سوالات کے جواب دے رہی تھی۔

اوکے! لیکن بس ایک بات بتا دو! جان لینے پاکستان آؤ گی؟ یا مجھے لندن کی ٹکٹ کروا کے وہاں آنا پڑے گا؟؟ پلیز بس یہ بتا دو!!۔۔۔۔اسے غصے والے ایموجیز بھیجتے وہ اتنا تو سمجھ چکا تھا وہ اسکے معصوم سے سوالوں پہ غصے سے جل کے کوئلہ ہو رہی ہے اسی لئے مزید معصومیت سے اسے سلگانے لگا۔۔ چلو بات کرنے کو کوئی ٹاپک تو ملا تھا نا؟

شٹ اپ!!!!!! میں تمہیں بلاک کر دوں گی اب اگر جو کوئی بھی میسج کیا تو!!۔۔۔وہ اسے پھر سے بلاک کرنے کی دھمکی دینے لگی جس پہ میجر خان کی ہوا لیک ہوئی تھی، وہ اس کے معصوم سوالات پہ کچھ زیادہ ہی غصے میں آ چکی تھی شاید۔۔۔حازق خان پر سوچ انداز میں سر ہلا کے فون سائیڈ پہ رکھتا بیڈ شیٹ پہ اپنی انگلی سے ڈیزائن بناتے "میرو" لکھنے لگا۔۔ آج صرف اتنی سی بات ہوئی تھی لیکن نا جانے کیوں آج اس سے بات کر کے رونا نہیں آیا تھا۔ہاں اس سے دوری پہ دل تکلیف میں ضرور تھا لیکن آج دونوں نے ایک دوسرے کو الفاظ سے وہ تکلیف نہیں دی تھی جو وہ اکثر اوقات دیا کرتے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 103 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

اووزی!! ریلکس! کچھ بھی نہیں ہوا! میں جارہاہوں ناانشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ جوان سب کے ساتھ تیزی سے باہر کی طرف بڑھنے والا تھاایزل شاہ کو بلند آواز میں بلک بلک کے روتے دیکھ کے وہ اسکی طرف بڑھتااسے اپنے بازو کے حصار میں لے کے نرمی سے چپ کروانے کی کوشش کرنے لگا۔اسے اس وقت احان شاہ کی بے تحاشہ فکر ہورہی تھی، لیکن چونکہ مرحاشاہ بھی بھاگتی ہوئی زوریزشاہ کے ساتھ جاچکی تھی، ایسے میں زہرہ مام کااکیلے ایزل شاہ کو سنبھالنامشکل ہو سکتا تھا، اسی لئے وہ دل پہ پتھر رکھ کے باہر ان سب کے ساتھ جانے کی بجائے پہلے اسے خاموش کروانے لگا۔۔زہرہ مام نم آنکھوں سے ازمیر شاہ کو سنبھالتی احان شاہ کے لئے دعا گو تھیں، وہ ان کے لئے ان کے بیٹوں کی طرح تھا۔شاہ بی بی سینے پہ ہاتھ مار کے روتی ہوئی بلند آواز میں اللہ سے اپنے پوتے کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔باقی سب مرد حضرات زوریزشاہ اور ارزم شاہ کے ساتھ ہی ہاسپٹل روانہ ہو چکے تھے۔۔

ن۔نہیں!!۔۔۔لالہ۔۔بول۔۔رہے۔۔تھے۔ان۔۔کا۔۔بہت۔۔برا۔۔ایکسیڈنٹ۔۔ہوا۔۔ہے۔۔مجھے۔۔بھی۔آپ۔کے۔۔ساتھ۔۔جانا۔۔۔ہے!!۔۔۔وہ اسکے حصار میں مچلتی ہوئی ضدی لہجے میں روتے ہوئے بولی تھی۔۔

اووزی وہ ٹھیک ہو جائے گا! پہلے مجھے وہاں جاکے حالات چیک کرنے دو! اگر اللہ نہ کرے معاملہ زیادہ خراب ہوا تو میں تمہیں آکے خود لے جاؤں گا!! شششش میری جان!!۔۔۔وہ اسکے چھوٹے سے وجود کو اپنے بازوؤں میں قید کرتا اسکے شانوں سے پھسلتے دوپٹے کو پھر سے اسکے سر اور وجود پہ اوڑھانے لگا۔۔دوپٹے کے پھسلنے کے باعث اسکی گردن اور کرتے کے ڈیپ گلے کی وجہ سے گردن کی گہرائیوں پہ کاظم شاہ کی شدتوں کے نشان واضح ہو رہے تھے۔۔وہ اس وقت اسکے چوڑے سینے میں سمائی ہوئی تھی زہرہ مام اور شاہ بی بی دعاؤں میں مشغول اسکے سراپے پہ غور نہیں کر پائی تھیں۔۔

نہیں!! میں ساتھ جاؤں گی!! مرحا آپی بھی تو گئی ہیں نا! میں بھی جاؤں گی! شاہ جی مجھے اپنے ساتھ لے جائیں نا پلیز!!!۔۔وہ ضدی لہجے میں بولتی آخری جملہ روتے ہوئے بے حد التجائیہ انداز میں بولی تھی۔وہ احان شاہ سے بے حد پیار کرتی تھی،اسکی حالت کا سوچ سوچ کے ایزل شاہ کا وجود کپکپا رہا تھا۔۔

اووزی! مرحا ڈاکٹر ہے اسکا جانا ضروری تھا! وہ ساری صورتحال اچھے سے سمجھ سکے گی!! وہاں سارا میڈیا جمع ہو گا!! یہ خبر ہر نیوز چینل کی زینت بن رہی ہو گی! میں نہیں چاہتا تمہاری تصاویر یا ویڈیوز کسی ہیڈ لائٹ کی زینت بنیں! لوگ ہماری پریشانی کو سمجھنے کی بجائے اپنے چینلز کی ریٹنگ بڑھانے کے لئے عجیب عجیب سوالات کریں گے!! تم حویلی میں جو عبادت اور دعائیں مانگ سکتی ہو وہاں اتنی پریشانی میں نہیں مانگ سکو گی!!۔۔۔وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو صاف کرتا اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے لب رکھتا اسے خود سے الگ کرتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔اسے جاتے دیکھ کے ایزل شاہ اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتی بلند آواز میں اپنے لالہ کے لئے اللہ سے دعائیں مانگتی پھر سے بری طرح سے رونا شروع کر چکی تھی۔ماں کو یوں ہچکیوں سے روتے دیکھ کے ازمیر شاہ بھی بری طرح سے گلا پھاڑ کے رونا شروع کر چکا تھا۔۔زہرہ مام کے لئے ان دونوں کے ساتھ ساتھ شاہ بی بی کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔۔

جی تو ناظرین ہم آپ سب کو بتاتے چلیں! "وزیر دفاع سید احان شاہ" کی حالت اس وقت کافی نازک ہے! شاہ حویلی سے سید ھارون شاہ،سید عادل شاہ،سید زاویاد شاہ،سید دریاب شاہ،سید زوریز شاہ اور سید ارزم شاہ ہاسپٹل تشریف لا چکے ہیں!! صورتحال کافی نازک ہے! ہم آپ کو۔۔۔ہاسپٹل کے باہر کیمرے کے سامنے کھڑی رپورٹر چیخ چیخ کے بولتی احان شاہ کی حالت کے متعلق رپورٹ دینے میں مصروف تھی جب کاظم شاہ کی گاڑی تیزی سے ہاسپٹل کی پارکنگ میں آ کے رکی تھی۔کاظم شاہ جلدی سے بریک لگاتا ہوا اپنی گاڑی سے باہر نکلتا راہداری کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب اسے تمام رپورٹرز نے گھیرا تھا۔۔

ناظرین آپ کو مزید بتاتے چلیں! وزیر دفاع سید احان شاہ کے سب سے بڑے کزن سید کاظم شاہ بھی ہاسپٹل تشریف لا چکے ہیں!۔۔

جی تو شاہ صاحب آپ کو کیا لگتا ہے سید احان شاہ کے اتنے برے ایکسڈنٹ کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا کسی نے جیلسی یا دشمنی میں یہ گھناؤنا فیل انجام دیا ہے یا پھر۔۔۔۔ ابھی تمام رپورٹرز سید کاظم شاہ کی طرف مائک کرتے اس پہ سوالات کی بھرمار کرتے جب کاظم شاہ نے روعب اور سنجیدگی سے ہاتھ کھڑا کرتے انہیں مائک نیچے کرنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

سر صرف ایک سوال کا جواب؟ کیا آپ کو لگتا ہے سید احان شاہ کا ایکسڈنٹ مخالف پارٹیز کی سازش ہو سکتی ہے؟ کیا۔۔۔ ابھی رپورٹر پھر سے اپنا سوال مکمل کرتی جب کاظم شاہ اپنے غصے پہ قابو پاتے ہوئے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا رپورٹر کی بات کاٹ گیا۔۔

اگر یہ کسی مخالف پارٹی کی سازش ہوئی تو میں سید کاظم شاہ پورے میڈیا کے سامنے قسم کھاتا ہوں!! اگر سید احان شاہ مجھے اگلے چوبیس گھنٹوں میں چلتا پھرتا نظر نہ آیا تو اس سازش کو رچانے والے کو بھی میں زندہ نہیں چھوڑوں گا!! میں اسے براہ راست سزا دوں گا! اور ایسی عبرت ناک سزا دوں گا دیکھنے والوں کی روح کانپ اٹھے گی!!!۔۔۔۔۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے غراتا ہوا گارڈز کو اشارہ کرتے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کاظم شاہ کی آنکھیں تکلیف اور غصے کی وجہ سے بے حد سرخ تھیں، گولڈن بال ہوا کے دوش کی وجہ سے بار بار ماتھے پہ بکھر رہے تھے۔ تمام گارڈز نے تیزی سے کاظم شاہ کے گزرنے کے لئے جگہ خالی کروائی تھی۔۔

سر۔۔۔ شاہ صاحب۔۔۔ ایک سوال۔۔۔ شاہ صاحب۔۔

آگے کی طرف بڑھتے ہوئے کاظم شاہ کو اپنے پیچھے سے کچھ اس طرح کی کافی آوازیں سنائی دی گئی تھیں وہ نظر انداز کرتا شدید پریشانی کے عالم میں اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ کاظم شاہ کا یہ مختصر لیکن دوٹوک اور دل دہلا دینے والا جواب اب تمام نیوز چینلز کی ہیڈ لائٹ بن چکا تھا۔۔

کیا بنا؟ کیا بولا ڈاکٹرز نے؟ شاہ کس روم میں ہے؟۔۔۔۔ کاریڈور میں آتے ہی کاظم شاہ کی نظریں شاہ ہویلی والوں کی طرف اٹھی تھیں جس پہ وہ تیزی سے ان کے قریب آتا بے حد فکرمندی سے احان شاہ کی حالت کے متعلق استفسار کرنے لگا۔۔

لالہ آئی سی یو میں ہیں! ڈاکٹرز ابھی تک کچھ نہیں بتا رہے! مرحاسب دیکھنے گئی ہے!۔۔۔۔زوریز شاہ نے کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا تھا۔ اسکے دل کی حالت اس وقت بالکل عجیب ہو رہی تھی۔۔ اسے اس وقت ہر وہ پل یاد آ رہا تھا جب وہ احان شاہ کو اسکی بیوی کے نام پہ تنگ کیا کرتا تھا۔۔ کبھی کبھار جان بوجھ کے اسے اسکی غلطیوں کا احساس دلانے کے لئے گلالئی کا ذکر کر کے اسکے زخموں پہ نمک چھڑک دیا کرتا تھا۔۔ یہ تمام لمحات اسکے دماغ میں ایک ساتھ گڈمڈ کر رہے تھے۔۔ زوریز شاہ کا جواب سننے کے بعد کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت ہر کسی سے بے خبر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑا اپنے خیالات میں مگن تھا۔۔ اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا، وہ تو جیسے یہاں موجود ہو کے بھی یہاں نہیں تھا۔۔ پریشان مت ہوں! سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔۔کاظم شاہ جس کا دل اس وقت خود ویران ہو رہا تھا، ھارون شاہ کی نم آنکھیں دیکھتا وہ ان کی طرف بڑھتے ان کے کندھے کو سہلاتے ہوئے انہیں تسلی دینے لگا۔۔ یوں اچانک یہ خبر کسی بم بلاسٹ سے کم نہیں تھی۔ یہ سب تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا جو جوں اچانک ہو چکا تھا۔۔ وہ سب ابھی ایک دوسرے کو تسلیاں دینے میں مصروف تھے جب کافی دیر بعد انہیں مرحا شاہ اپنی طرف آتی دیکھائی دی تھی۔۔ وہ اس وقت لیب کوٹ پہنے، چہرے اور سر کو ماسک سے کور کئے ہوئے تھی۔۔ وہ سب اس وقت اسلامباد کے مشہور و معروف ہاسپٹل میں موجود تھے، مرحا شاہ یہاں اکثر اوقات اپنی ڈاکٹری کے فرائض انجام دیتی رہی تھی، ایک قابل ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے وہ ایک ساتھ کافی ہاسپٹلرز میں اپنی سروسز دیتی رہتی تھی۔۔

مرحا کیا ہوا لالہ کو؟ کیسے ہیں وہ اب؟ کیا انہیں ہوش آ گیا؟ کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟؟۔۔۔۔مرحا شاہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کے زوریز شاہ جلدی سے اسکی طرف بڑھتا بے تابی سے ایک ساتھ کتنے سوالات کر گیا۔۔ اسکا لہجہ اس وقت اذیت سے بھرپور تھا۔۔ مرحا شاہ نے اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتے ایک نظر ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا ماسک چہرے سے ہٹایا تھا۔ اب باقی سب بھی مرحا شاہ کے ارد گرد آ کے کھڑے ہو چکے تھے، وہ بے تابی سے اسکے کچھ بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔

ایکسیڈنٹ سے پہلے کی بات کی جائے تو لالہ کو ٹائیفائیڈ تھا آئے روز انہیں شدید بخار رہتا تھا جس کا انہوں نے کبھی بھی میں جا چکے (septic shock) علاج نہیں کروایا اور اس کے بعد سے یوں اچانک ایکسڈنٹ کا ہو جانا وہ سیپٹک شاک

سے مراد جسم میں انفیکشن کا حد سے زیادہ پھیل جانا اور، دل کی دھڑکنیں 150 سے ذائد (septic shock تھے۔
جبکہ آکسیجن لیول کا 30 ہونا ہے) اسکی وجہ سے انہیں فوری ایمرجنسی ڈرگز دی گئی ہیں (ایمرجنسی ڈرگز جیسا کہ
adrenaline,atropine,hyzonate)

ایکسیڈنٹ کافی شدید تھا۔ ایکسڈنٹ سے پہلے لالہ کی ناک سے خون آیا تھا، وہ خود پہ قابو نہ پاتے ہوئے ایکسڈنٹ سے پہلے ہی بے ہوشی میں جا چکے تھے۔۔ ناک سے خون کا آنا اور فوری طور پہ ان کا بے ہوش ہو جانا دونوں سے ہی مراد میں ہوا (diaphragm) ڈینجر سائن پازیٹو ہے!! سینے اور پیٹ پہ بری طرح سے چوٹ آنے کی وجہ سے ڈایافرام کی گئی ہے اور صد شکر وقت پہ کر دی Exploratory laparotomy اکھٹی ہو چکی تھی! جس کی وجہ سے لالہ کی Exploratory)! گئی ہے ورنہ پیٹ میں ہوا کا اکھٹے ہو جانا ایک پیشنٹ کے لئے اچھا سائن نہیں ہوتا

سے مراد پیٹ کا چیرا جانا ہے! تا کہ پیٹ سے گندا پانی نکالا جا سکے! پیٹ چیر کے گندا پانی نکالنے کے laparotomy بعد اچھی طرح سے سٹیبیلائز کر کے ڈریسنگ کر دی جاتی ہے۔۔ اگر یہ گندا پانی وقت پہ نکالا جائے تو بہت سے چانسز ہیں (!پیشنٹ کوما میں چلا جائے، ڈیتھ ہو جائے یا پھر ٹیومر کے چانس بھی ہو سکتے ہیں

کرنے سے معلوم ہوا ہے لالہ کے دماغ کی CT scan اور MRI نیوروسرجنز کو وقت پہ کال کر دی گئی تھی۔۔
میں خون کے لوتھرے بن چکے تھے۔ ان شارٹ اگر بتاؤں تو لالہ کو برین ہیمرج ہوا ہے!! ۔۔۔۔۔ وہ اپنے veins آنسو اندر کی طرف اتارتی انہیں جتنے آسان الفاظ میں بتا سکتی تھی بتا چکی تھی۔۔ برین ہیمرج کا سنتے ہوئے ان سب کے دل دہلے تھے۔۔ سانسیں سینے میں اٹکی تھیں۔ وہ سب جانتے تھے ایسے پیشنٹ کے بچنے کے چانس کتنے کم ہوتے ہیں؟ برین ہیمرج کا ہو جانا کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔۔ ان سب کو ساکت ہوتے دیکھ کے مرحا شاہ نے لمبے لمبے سانس بھرتے ان سب کی طرف دیکھا تھا، وہ ان سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن احان شاہ کی جیسی حالت اس نے دیکھی تھی وہ بہت ڈر چکی تھی وہ ان سب کو ہر چیز کے لئے مینٹلی طور پہ تیار کرنا چاہتی تھی۔ احان شاہ کی حالت دیکھ کے وہ کس طرح سے اتنی دیر آئی سی یو میں اس کے علاج میں مدد کرواتی رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔۔ بار بار اسکے آنسو گالوں پہ لڑھک آتے۔۔۔

لالہ ٹھیک ہو جائیں گے نا؟ انہیں کب تک ہوش آئے گا؟ کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟ کیا میں انہیں دیکھ لوں؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے ہوش میں آتے ہی جلدی سے کپکپاتے لہجے میں مرحاشاہ سے ایک ساتھ کتنے سوال پوچھے تھے۔۔ان سب کو اس وقت اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

انشاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے! سانسیں دینا اور چھین لینا اللہ کے ہاتھ میں ہے! ہم ڈاکٹرز صرف ان کے علاج کے لئے ایک وسیلہ ہیں! انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا! ابھی ان سے کوئی بھی نہیں مل سکتا! ابھی ان کا علاج جاری ہے!!۔۔۔۔۔مرحاشاہ اپنی سنہری آنکھیں زوریز شاہ پہ ٹکائے مدھم آواز میں ارزم شاہ کو جواب دے رہی تھی۔۔

زوریز شاہ کی آنکھوں میں موجود تکلیف اور اذیت کی سرخی مرحاشاہ کو پاگل کر رہی تھی۔وہ اس انسان کو کبھی تکلیف اور دکھ میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔یہ انسان اسکی رگ جاں سے زیادہ اس کے قریب تر تھا۔۔اس کی آنکھوں میں نمی کی لکیر دیکھتے مرحاشاہ کا دل چاہا ابھی اسکے سینے سے لگ کے اسے تسلی دے! اسکی آنکھوں میں موجود تمام آنسو پیار سے چن لے لیکن ان سب کے سامنے وہ اسے صرف اپنے الفاظ سے ہی تسلی دے سکتی تھی۔۔

شاہ کے برین ہیمرج کی وجہ کیا ہے؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ اضطراب کی کیفیت میں اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا مرحاشاہ سے استفسار کرنے لگا، بھاری ہوتی آواز سے صاف معلوم ہو رہا تھا وہ اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔

ایکسڈنٹ!! ایکسڈنٹ کی وجہ سے ان کے جسم کے کافی حصوں کے ساتھ ساتھ دماغ پہ بھی چوٹ آئی ہے!ان کا بلڈ پریشر حد سے زیادہ شوٹ کر چکا تھا، جس کی وجہ سے ناک سے بلیڈنگ سٹارٹ ہو چکی تھی اور خود پہ قابو نہ پا کے بے کابن جانا ہی برین clots بننے کا باعث بنا!! ان clots ہوش ہونے کے بعد ایکسڈنٹ کا ہو جانا دماغ میں خون کے ہیمرج ہے!!۔۔۔مرحاشاہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کے آنسو روکتی کاظم شاہ کو جواب دینے کے بعد پھر سے زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ ایک دم سے غصے سے شدید سرخ ہوا تھا۔وہ کچھ بھی بولے اور مزید سنے بنا تیزی سے وہاں سے مڑتا باہر کی طرف بڑھنے والا تھا جب کاظم شاہ نے اسے پکارا تھا۔۔

کہاں جا رہے ہو؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ بھی اسکا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ نوٹ کر چکا تھا جس پہ اس کا یہ سوال بے ساختہ تھا۔۔

ایکسڈنٹ کی وجہ معلوم کرنے!! !۔۔۔۔وہ ٹھنڈے برفیلے لہجے میں جواب دیتا تیزی سے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔کاظم شاہ کا چہرہ سپاٹ تھا وہ خود بھی تو یہی چاہتا تھا کہ جلد از جلد اس ایکسڈنٹ کی وجہ معلوم کی جاسکے! پہلے اسے شک تھا یہ سازش ضرور کسی مخالف پارٹی کی ہو سکتی ہے لیکن ایکسڈنٹ سے پہلے ہی احان شاہ کی بے ہوشی کا سن کے اس کا مؤقف تبدیل ہو چکا تھا وہ اب صرف زوریز شاہ کے پتا لگانے کے بعد ہی کسی حتمی فیصلے پہ پہنچ سکتا تھا۔۔

مجھے ایک دفعہ لالہ سے ملنے دو؟ میں انہیں صرف دور سے دیکھوں گا! مرحا پلیز صرف ایک دفعہ !!!۔۔۔۔ارزم شاہ کی بھیگتی آواز اپنے کانوں سے ٹکراتے ہی مرحا شاہ نے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ اسے کسی صورت بھی احان شاہ کے پاس لے جانا کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔۔اس وقت احان شاہ کی جتنی بری حالت تھی اگر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا تو جیتے جی مر جاتا۔۔وہ سب جانتے تھے ارزم شاہ اس سے کس قدر اٹیچ ہے،وہ چاہے جتنا مرضی بہادر تھا لیکن احان شاہ کو ایسی حالت میں وہ کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

لالہ ابھی یہ سب ممکن نہیں ہے!! پلیز آپ سب دعا کریں! ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا!! لالہ کافی سٹرونگ ہیں انشاءاللہ وہ ریکور کر جائیں گے !!۔۔۔مرحا شاہ اب انہیں جھوٹی تسلیاں دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی! اسی لئے ان کا دل ہلکا کرنے کے لئے یہ دو سے تین جملے بولتی وہ بنا کسی کی بات سنے تیزی سے مڑتی ہوئی آئی سی یو کی جانب بڑھ چکی تھی۔ آئی سی یو کی طرف بڑھتے ہوئے اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا، کس قدر مشکل تھا اپنے اپنوں کو تکلیف میں دیکھ کے جھوٹے دلاسے دینا۔کوئی مرحا شاہ سے پوچھتا۔۔

کہاں جا رہے ہو! تم ابھی وہاں نہیں جاسکتے! اس طرح سے ہمت ہارو گے تو بابا تایا اور داجی کو ہمت کون دے گا؟؟۔۔۔۔۔اسے مرحا شاہ کے پیچھے تیزی سے جاتے دیکھ کے کاظم شاہ جلدی سے اسکے بازوؤں کو قابو کر کے اسے خود کے ساتھ لگاتا اسے ہمت دینے لگا جو اس وقت ڈاؤن ہو رہا تھا۔۔

زوریز شاہ کے ہاسپٹل سے نکلنے کی دیر تھی جب ایک دفعہ پھر میڈیا نے اسے گھیر ڈالا تھا۔۔وہ اس وقت شدید غصے میں تھا جی چاہ رہا تھا ان سب کے مائک ایک جھٹکے میں توڑ ڈالے لیکن اپنے غصے پہ ضبط کرتا اس بھیڑ کو چیرتے ہوئے وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔اسکے گاڑی میں سوار ہونے تک رپورٹرز اس کے پیچھے مائک لے لے کے گھومتے رہے تھے لیکن وہ ان کے ایک بھی سوال کا جواب دیئے بنا اپنی گاڑی زن سے بھگا کے لے جا چکا تھا۔۔

وہ اس وقت اس جگہ پہ موجود تھا جہاں احان شاہ کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ احان شاہ کی گاڑی کی حالت دیکھتے ہوئے زوریز شاہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا اس نے آج تک اتنے برے ایکسڈنٹ نہیں دیکھے تھے۔۔ اس نے اس سے بھی برے واقعات دیکھے تھے لیکن یہاں معاملہ خونی بھائی کا تھا۔۔ گاڑی کے سٹیرنگ، سیٹ اور کارپٹ پہ موجود اسکا خون دیکھتے ہوئے زوریز شاہ کی آنکھوں میں موجود آنسو اسکی بھوری بیرڈ میں جذب ہوئے تھے۔۔ وہ ٹارچ کی مدد سے اسکی پوری گاڑی کا جائزہ لے رہا تھا۔۔ گاڑی کا اگلہ حصہ درخت کے ساتھ ہٹ ہونے کی وجہ سے بری طرح سے ڈیمج تھا، ونڈ سکرین کا شیشہ ٹوٹ چکا تھا، گاڑی کی اس وقت کوئی حالت نہیں تھی۔ گاڑی کا جائزہ لینے کے بعد زوریز شاہ نے اس ون وے روڈے کے تمام سی سی ٹی ویز کیمروں کی ریکارڈنگ چیک کی تھی۔ ریکارڈنگ میں یہ صاف ظاہر تھا احان شاہ نے بلی کے چھوٹے سے بچے کو بچانے کے لئے اپنی گاڑی خود درخت کی طرف موڑی ہے۔۔ گاڑی کے بریکس بھی بالکل ٹھیک تھے۔۔ بریک فیل نہیں تھے۔ اگر یہ کسی مخالف پارٹی کی سازش ہوتی تو بہت ممکن تھا گاڑی کے بریک فیل کروائے جاتے۔۔ بہت کھوج کے بعد بھی زوریز شاہ کو کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا تھا۔۔ مرحا شاہ نے بتایا تھا احان شاہ کا بلڈ پریشر ایکسڈنٹ سے پہلے شوٹ کر چکا تھا، یقیناً یہی ایک وجہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی گاڑی کو چاہ کے بھی قابو نہیں کر پایا تھا، ویسے بھی مخالف پارٹیز جن سے ان کی دشمنی تھی ان میں اس سے احسن ملک اور راؤف لکھانی کا کام تو حازق خان تمام کر چکا تھا، اور عاشر لکھانی کی موت کے متعلق ابھی اسکے باپ تک خبر پہنچی نہیں تھی جس کا بدلہ وہ شاہوں سے لے سکتا۔۔، اسکا باپ اس وقت بیرون ملک کے ٹور کرنے میں مصروف تھا۔ تو اس سب سے صاف ظاہر ہو رہا تھا یہ کام کسی مخالف پارٹی کا نہیں تھا، یہ سب اللہ کی طرف سے ہوا تھا۔۔ شاید احان شاہ کی مانگی گئی دعائیں سن لی گئی تھیں؟؟

احان شاہ کے ایکسیڈنٹ کے متعلق سب کچھ جاننے کے بعد زوریز شاہ اپنی نم آنکھیں بے دردی سے رگڑتا ہوا پھر سے اپنی گاڑی میں سوار ہو رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس وقت ایسا کیا کرے کہ اسکا بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے جب کچھ بھی سمجھ نہ آیا تو گاڑی ہاسپٹل کی طرف گھمانے کی بجائے ارزم شاہ کے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھا گیا۔۔ وہ ایک میجر تھا اس کا دھیان چاروں طرف ہوتا تھا۔ اتنی پریشانی میں بھی اسے ذائشہ خان یاد تھی، ارزم شاہ اس وقت

پریشانی میں احان شاہ کے علاوہ شاید سب کچھ فراموش کر چکا تھا، وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا لیکن زوریز شاہ ہر وقت اپنی ناک کان اور آنکھیں کھلی رکھتا تھا۔ اس وقت اس پریشانی کے دوران دشمن ان کا فائدہ اٹھا سکتے تھے، صرف مخالف پارٹیز ہی نہیں اور بھی بہت سے ایسے لوگ تھے جو ان کے خفیہ دشمن بنے پھر رہے تھے خصوصاً جب سے احان شاہ سیاست میں آیا تھا اور باپ کی بجائے اس دفعہ وہ وزیر دفاع کے عہدے پہ فائز ہوا تھا تب سے شاہ ہویلی والوں کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا آیا تھا، زوریز شاہ ابھی بھی ایکسڈنٹ کی کھوج سے ٹھیک طرح سے مطمئن نہیں ہوا تھا، اسے ابھی اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا تھا۔۔ اپارٹمنٹ پہنچتے ہی وہ گاڑی پارک کرتا ہوا اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔

وہ بولتا تھا وہ سیاست میں نہیں آئے گا! لیکن آپ نے ہمیشہ اسے ایموشنل بلیک میل کیا ہے! ابھی بھی وہ سیاست میں آ کے کیا کر رہا ہے؟ سب کچھ تو آج بھی ہم کرتے پھرتے ہیں!! تو مجھے کیا فائدہ ہوا اپنی اولاد کو دنیا کے سامنے لانے کا؟ اسے سب کی نظروں کا مرکز بنانے کا؟ اگر میرے بیٹے کو کچھ ہوا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گا بابا جان!! آپ سب نے میرے بیٹے کی نرم دلی کا فایدہ اٹھایا ہے! آپ سب جانتے تھے وہ صرف اوپر اوپر سے سخت دل بنتا ہے اندر سے وہ اتنا ہی نرم ہے! اسے ایموشنل بلیک میل آسانی سے کیا جا سکتا ہے اور آپ سب نے کیا! وہ سہی کہتا تھا اس کا قصور واقعی ہی صرف اپنے بڑوں سے بے تحاشہ محبت کرنا ہے! ۔۔۔۔۔۔۔ رات گزرنے کو آ رہی تھی لیکن ابھی تک احان شاہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔۔ ھارون شاہ کی اس وقت بس ہو چکی تھی انہیں بھی یہی لگ رہا تھا ان کے بیٹے کا ایکسڈنٹ ضرور ان کے کسی دشمن نے کروایا ہے جس پہ وہ اپنے دل کی بھڑاس دبے دبے غصے سے باہر نکالنے لگے، باقی سب انہیں خاموشی سے سن رہے تھے، کاظم شاہ کب سے اپنے بڑے ہونے کا فرض نبھاتا سب کو ہمت دے رہا تھا، زوریز شاہ تب کا ہاسپٹل سے نکلا ابھی تک واپس نہیں آیا تھا، ذائشہ کو ہویلی چھوڑنے کے بعد وہ اپنے میجر ہونے کا فرض نبھاتا پھر سے اس ایکسڈنٹ کی جانچ پڑتال کے لئے نکل چکا تھا، جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اب جب تک زوریز شاہ نے جڑ تک نہیں پہنچنا تھا اسے سکون نہیں ملنا تھا۔۔ ارزم شاہ اپنے چھوٹے ہونے کا فرض نبھاتا کب سے احان شاہ سے

ملنے کی ضد کر رہا تھا۔ مرحا شاہ بار بار ان کے پاس آ کے انہیں دلاسے دے کے واپس چلی جایا کرتی، اسکے پاس تو اب انہیں دلاسے دینے کے لئے الفاظ بھی ختم ہو رہے تھے۔۔

وہ اس وقت اوندھے منہ بیڈ پہ گرا شرٹ لیس سوئے ہوئے تھا جب سورج کی کرنوں کی روشنی چھن سے کھڑکیوں سے آتے ہوئے اسکے چہرے سے ٹکرائی تھی۔ اس کا ابھی اٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ فجر کے بعد ہی تو سویا تھا، پوری رات اسے سوچتے ہوئے نیند ہی کب آتی تھی۔ وہ اپنے چہرے کے کیوٹ انداز میں زاویے بگاڑتا اپنا چہرہ تکیے میں چھپا گیا لیکن نیند تو جیسے ایک منٹ میں اکھڑ چکی تھی۔ نیند اکھڑتے ہی رات والا منظر جب دماغ میں لہرایا پھر سے خود کو کوستے ہوئے اپنے آپ سے بارہ بجے کے بعد موبائل استعمال نہ کرنے کے عہد کرنے لگا لیکن یہ کیسی عہد کی پاسداری ہو رہی تھی؟ دل میں خود سے عہد کرتا وہ ناک چڑھا کے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھاتا یوٹیوب سکرال کرتے ہی اسکے نئے ولاگز کی اپڈیٹ چیک کرنے لگا۔۔

میں اس کے ولاگز کب چیک کر رہا ہوں؟ میں تو ویسے ہی بس دنیا کی خبریں لے رہا ہوں!۔۔۔۔ اندر سے جب ضمیر نے کچھ شرم دلائی تو خود سے مخاطب ہوتا کندھے اچکا کے یوٹیوب سکرال کرنے لگا۔۔ ابھی اس نے صرف ذرا سی یوٹیوب سکرال کی تھی جب سید احان شاہ کے ایکسڈنٹ کے متعلق نیوز اسکی آنکھوں کا مرکز بنی تھی۔ حازق خان کا دماغ بھک سے اڑا تھا، وہ ایک جھٹکے میں اٹھ کے بیٹھتا دھڑکتے دل سے اس ویڈیو کو اوپن کر گیا، اس نے ایک پل کے لئے سوچا تھا شاید کسی نے ویوز یا لائکس کے لئے افوا پھیلائی ہو لیکن ہر جگہ شاہ برادرز کی ہاسپٹل کے باہر ویڈیوز دیکھتے اس کے اب حقیقتاً ہوش اڑے تھے، کاظم شاہ کا غصے میں دیا گیا جواب ہر نیوز چینل کی ہیڈ لائٹ بنا ہوا تھا۔۔ حازق خان کا دماغ اس وقت ماؤف ہو رہا تھا۔۔ اس نے اپنی کال لاگز میں زوریز شاہ کی کالز چیک کی تھیں لیکن اس نے اسے ایک بھی کال نہیں کی تھی؟ آخر کیوں؟ اس کے لالہ کا اتنا بڑا ایکسڈنٹ ہو چکا تھا اور اس نے اپنے دوست کو بتانا تک ضروری نہیں سمجھا؟؟ حازق خان اضطراب کی کیفیت میں یہ سب سوچتا زوریز شاہ کو فون ملاتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا لیکن اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ حازق خان کو اچانک سے اپنی بہن کا خیال آیا تھا، اگر وہ یہ نیوز ٹی وی پہ یا موبائل فون پہ دیکھ لے گی تو وہ تو جیتے جی مر جائے گی!!۔۔ حازق خان تیزی سے شرٹ پہنتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا

تھا۔۔اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے وہ یقیناً نیچے تھی۔۔وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے والے انداز میں اترتا گلالئ کو لاؤنج میں تلاش کرنے کے بعد اس کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔وہ افراتفری کے عالم میں آج بنا ناک کئے ہی اس کے کمرے میں داخل ہو چکا تھا لیکن صد شکر وہ سو رہی تھی۔۔وہ نماز پڑھنے کے بعد نیچے ہی رہا کرتا تھی اور کچھ پریگنینسی کے آخری دو ماہ رہ چکے تھے اسی لئے نیند بار بار اس پہ حملہ کر دیا کرتی تھی اور وہ ناچاہ کے بھی سو جایا کرتی تھی۔۔حازق خان دبے قدموں سے آگے کی طرف بڑھتا احتیاطاً اسکا فون سائیڈ ٹیبل سے اٹھا کے اپنی جیب میں ڈال چکا تھا، وہ ایل سی ڈی کا سوئچ خراب کرنے کے بعد اب باہر کی طرف بڑھتے لاؤنج والی ایل سی ڈی پہ بھی یہی عمل دہرا چکا تھا، ڈاکٹر نے صاف صاف بتایا تھا اب گلالئ کے لئے سٹریس لینے بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے! اب مزید ذرا سا سٹریس اسکے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔۔ویسے تو گلالئ ٹی وی نہیں دیکھا کرتی تھی لیکن پھر بھی اس نے احتیاط کے طور پہ ایل سی ڈیز کے سوئچز خراب کئے تھے۔اس نے اپنے دل میں اللہ سے دعا کی تھی احان شاہ کے ایکسڈنٹ کی خبر اسکی بہن کے کانوں تک نہ پہنچے وہ چاہے اس انسان سے جتنے مرضی نفرت کے دعوے کر لے لیکن ! !حازق خان جانتا تھا وہ اسے آج بھی ٹوٹ کے چاہتی ہے

چھوڑ دو کالز کرنا! پریشان مت ہو ہم ہاسپٹل آ چکے ہیں! سب ٹھیک ہو گا!!۔۔۔۔۔میرال شاہ کو پھر سے پاگلوں کی طرح فون پہ کال ملاتے دیکھ کے شہسوار شاہ نرمی سے اسے ریلکس کرتا اب اپنی گاڑی ہاسپٹل کی پارکنگ میں کھڑی کر رہا تھا۔۔ان دونوں کل ہی احان شاہ کے ایکسڈنٹ کی خبر نیوز سے مل چکی تھی جس پہ میرال شاہ نے ہر چیز بھاڑ میں جھونکتے ہوئے واپس جانے کا ارادہ کیا تھا۔۔میرال شاہ کو پریشان دیکھ کے باقی سب بھی شدید پریشان ہوئے تھے وہ سب بھی ٹرپ مزید کانٹینیو کرنے کی بجائے میرال شاہ اور شہسوار شاہ کے ساتھ ہی واپس آ چکے تھے۔۔میرال شاہ پاکستان آتے ہی حویلی جانے کی بجائے شہسوار شاہ کے ساتھ ڈائریکٹ ہاسپٹل آئی تھی۔۔ابھی وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلے ہی تھے جب شہسوار شاہ کی گاڑی کے بالکل لیفٹ سائیڈ پہ حازق خان کی گاڑی آ کے رکی تھی۔۔میرال شاہ جس کا فون ابھی جا کے زاویار شاہ نے اٹھایا تھا وہ غصے سے کچھ بولتی گاڑی سے مصروف انداز میں نکل ہی رہی تھی جب اسکا سر کسی کے چٹانی سینے سے زور سے ٹکرایا تھا۔۔حازق خان جو اپنے دھیان گاڑی لاک کرنے کے بعد مڑنے والا تھا

خود کے ساتھ کسی صنفِ نازک کو ٹکراتے دیکھ کے وہ جلدی سے پیچھے ہٹنے والا تھا جب دوسری طرف سے شہسوار شاہ کو نکلتے دیکھ کے اس نے بے ساختہ اپنے سینے سے ٹکراتی صنفِ نازک پہ نظریں دوڑائی تھیں۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ میر ال شاہ تھی جس نے اسے پورا ڈیڑھ ہفتہ اپنے دیدار کے لئے ترسایا تھا، وہی پہ میر ال شاہ بھی اسکے سینے سے اٹھتی اس مخصوص پرفیوم کی خوشبو محسوس کرتی اپنی جگہ پہ سٹل ہوئی تھی، وہ فون پہ بات کرنا بھول چکی تھی۔۔ یہ اسی کی خوشبو تھی۔۔ وہ اس خوشبو کو پہلے بھی اپنے اس قدر قریب محسوس کر چکی تھی۔۔ میر ال شاہ نے بنا وقت ضائع کئے اپنی نظریں اٹھا کے حازق خان کی طرف دیکھا تھا، آج کافی وقت بعد نیلی سمندری آنکھیں بھوری کانچ سی آنکھوں سے چار ہوئی تھیں۔۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پہ سٹل ہوئے تھے، اس اچانک سے ٹکراؤ پہ وہ دونوں ہی ارد گرد کا ہوش بھول بیٹھے تھے جیسے۔۔ وہ اس وقت یہ تک فراموش کر چکے تھے وہ اس ہسپتال میں احان شاہ کے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے آئے ہیں، شہسوار شاہ جو دو قدم چل چکا تھا جب اسے محسوس ہوا میر ال شاہ اس ہمقدم نہیں ہے تو رخ کے گاڑی کی دوسری طرف دیکھنے لگا۔ گاڑی کی لیفٹ سائیڈ پہ میر ال شاہ کے ساتھ کھڑے حازق خان کو دیکھتا وہ بے ساختہ اسکی طرف بڑھ گیا۔۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی آنکھوں میں گم دیکھتے ہوئے شہسوار شاہ نے سنجیدگی سے بلند آواز میں حازق خان کو سلام کرتے انہیں ہوش دلایا تھا۔۔ شہسوار شاہ کی آواز پہ میر ال شاہ ہوش میں آتی جلدی سے اس سے فاصلے پہ ہوتی اس پر سے نگاہیں پھیرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ اسکا یوں تیزی سے دور ہو کے نگاہیں پھیرنا حازق خان نے شدت سے محسوس کیا تھا، وہ شہسوار شاہ کی سلام کا جواب دے کے اس کے بغلگیر ہوتا اسکے ساتھ ہی اندر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ اس نے شہسوار شاہ سے یہاں آنے کی وجہ نہیں پوچھی تھی، وہ جان چکا تھا وہ دونوں اتنی افراتفری میں ہاسپٹل کیوں آئے ہیں البتہ شہسوار شاہ نے اس کے یہاں آنے کی وجہ ضرور پوچھی تھی۔۔

حد ہوتی ہے آپ لوگ جانتے ہیں میں نے اس پوری رات میں آپ لوگوں کو کتنی کالز کر ڈالی ہیں؟؟ کسی ایک بھی انسان نے میرا فون اٹھانا مناسب نہیں سمجھا؟ چلیں آپ لوگوں کی بات تو چھوڑ دیں میں نے تم لوگوں سے تو یہ ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔۔ کیا صرف تم لوگ احان شاہ کے کزن ہو؟ کیا مجھے اس کے ایکسڈنٹ کا سن کے تکلیف نہیں

ہوئی؟؟ کیا میری فون کالز اتنی بری لگتی ہیں تم لوگوں کو کہ اسے اٹھا کے یک لفظی تسلی دینا بھی ضروری نہیں سمجھا؟؟۔۔۔ میر ال شاہ کاریڈور میں سے ہی غصے سے ان سب پہ چڑھ دوری تھی۔ اس نے لندن سے پاکستان کا سفر کا طرح سے تہہ کیا تھا یہ صرف وہی جانتی تھی۔۔ شہسوار شاہ خاموشی سے ھارون شاہ اور عادل شاہ کے پاس کھڑا انہیں تسلی دے رہا تھا جبکہ حازق خان کو یہاں دیکھ کے سب بے ساختہ شاک ہوئے تھے کسی کو بھی امید نہیں تھی وہ یہاں آئے گا، زوریز شاہ اسے دیکھتے ہی خود پر سے ضبط کھوتا ہوا زور سے اسکے گلے لگا تھا۔۔ میر ال شاہ کے یوں چلانے پہ وہ حازق خان سے الگ ہوتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

ایسی بات نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ کاریڈور میں باقی سب کو میر ال شاہ کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ ابھی سنجیدگی سے کچھ بولتا جب وہ پھر سے اسکی بات کاٹ گئی۔۔

ایسی ہی بات ہے تم لوگوں نے کبھی مجھے اپنی فیملی کا ممبر نہیں سمجھا! اگر میں تم لوگوں کے لئے ایک فیملی ہوتی تو مجھے یہ خبر تم لوگوں میں سے کوئی فون پہ دیتا نا کہ مجھے نیوز چینلز سے یہ دل دہلاتی خبر موصول ہوتی!!۔۔۔۔ میر ال شاہ اپنی نم ہوتی آنکھیں رگڑ کے صاف کرتی کاظم شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اسکی بات کاٹ چکی تھی۔ میر ال شاہ آج ڈیڑھ ہفتے بعد آئی تھی وہ ان سب سے ملنے کی بجائے ان کے دماغ ٹھکانے لگا رہی تھی۔۔ وہ واقعی ہی ان کے کالز نہ اٹھانے پہ کافی ہرٹ ہوئی تھی۔۔

آپی ایسی بات نہیں ہے! رات سے ہمارے فونز آف ہیں! ایک منٹ میں اتنی کالز موصول ہوتی تھیں جس کی وجہ سے سب نے اپنے فونز آف کر دیئے تھے اور سب اس وقت اتنے پریشان تھے کہ آپ کو فون کر کے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا! آپ پلیز ہائپر مت ہوں! سب لوگ یہی پہ دیکھ رہے ہیں!۔۔۔ میر ال شاہ کے الفاظ میں تکلیف محسوس کرتا زوریز شاہ نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا وہ اسے جواب دیئے بنا ہی رخ موڑ گئی۔ اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔۔ ارزم شاہ رات سے یوں ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا، اسے ان سب کی آوازیں تو ارہی تھیں لیکن کسی کو جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔۔

تم ہمارے لئے ہماری فیملی ہو میر ال! ہم تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے! شاہ کی حالت اس وقت ٹھیک نہیں ہے! مجھے ہویلی سے اووزی کے سو فون آ چکے ہیں لیکن ڈاکٹر کوئی مطمئن جواب ہی نہیں دے رہے؟ سمجھ میں نہیں آرہا

سب کو کیا جواب دیں؟۔۔۔کاظم شاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا جس پہ وہ اسکی طرف بڑھتا اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے ڈیل کرنے لگا۔

کیا ہوا ہے اسے؟ کیا ایکسڈنٹ اتنا شدید ہے جو اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا؟۔۔۔۔میرال شاہ اب مزید ناراضگی دیکھانے کی بجائے فکر مندی سے ان دونوں سے سوال کر رہی تھی۔۔

برین ہیمرج!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جواب ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا جس پہ میرال شاہ، حازق خان اور شہسوار شاہ کا دل ایک دم سے دھڑکا تھا۔۔برین ہیمرج والے پیشنٹ کے زندہ رہنے کے چانس کتنے کم ہوتے تھے وہ تینوں بھی اس بات سے واقف تھے۔حازق خان نے اضطراب کی کیفیت میں اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ارزم شاہ کی ملگجی سی حالت کی طرف دیکھا تھا جس کی آنکھیں اس وقت بے حد سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں۔اسکی آنکھیں دیکھ کے کوئی بھی جان سکتا تھا وہ رات سے اب تک کتنا رو چکا ہے۔۔حازق خان کا دل کر رہا تھا اسکے قریب جا کے اسے تسلی دے سکے لیکن وہ اپنا دل پتھر کرتا وہی پہ کھڑا رہا۔

جان دینا اور لینا اللہ کے ہاتھ میں ہے! آپ لوگ پلیز پریشان مت ہوں! آئی نو یہ ساری ٹریجڈی رات سے پیش آئی ہے! اور یہ بھی جانتا ہوں آپ سب نے پریشانی میں کچھ نہیں کھایا ہو گا! آپ لوگ بیٹھ جائیں میں ہلکا پھلکا کچھ کھانے کے لئے لے کے آتا ہوں!!۔۔۔۔۔ان سب کو پریشان دیکھ کے شہسوار شاہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے کاظم شاہ کے منع کرنے کے باوجود ناشتہ لینے جا چکا تھا۔۔اس وقت ان سب کی جان لبوں پہ آئی ہوئی تھی کسی میں بھی کچھ کھانے یا پینے کی ہمت نہیں تھی۔۔حازق خان اپنی بے لگام ہوتی نگاہیں پریشانی میں گھلتی میرال شاہ سے ہٹاتے کاظم شاہ کی طرف بڑھتا اب اس سے احان شاہ کی حالت کے متعلق ڈسکس کر رہا تھا۔۔

تم یہاں آئے! اچھا لگا!!!۔۔۔کاظم شاہ اسے مختصر انداز میں سب کچھ بتانے کے بعد اداسی سے اسکی طرف دیکھ کے مسکرایا تھا، اس نے اس سے سفارش نہیں کی تھی کہ ایک دفعہ گلالئی کو یہاں لے آجائے۔میرال شاہ سنجیدگی سے ایک نظر حازق خان کی طرف دیکھ کے رخ موڑ گئی۔۔

مرحا! ایک دفعہ لالہ سے ملاقات کروادو پلیز! صرف ایک دفعہ!۔۔۔پورا دن گزر کے جب پھر سے رات ہو گئی تو زوریز شاہ کی بھی مضبوط بنتے بنتے بس ہو چکی تھی، مرحاشاہ کو کیبن کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکے پیچھے اپنے قدم بڑھاتا التجائیہ انداز میں بولا تھا۔وہ سب کل رات سے اسی ہاسپٹل میں موجود تھے،زوریز شاہ اور مرحاشاہ کو ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع تک نہیں ملا تھا،وہ آتی تھی اور انہیں دعاؤں کا بول کے جھوٹی تسلیاں دیتی چلی جایا کرتی تھی۔۔زوریز شاہ کو اپنے ساتھ کیبن میں داخل ہوتے دیکھ کے مرحاشاہ دروازہ بند کرتی جلدی سے اس کے سینے سے لگی تھی۔اسکے سینے سے لگتے ہی مرحاشاہ کا دھاڑیں مار مار کے رونے کو دل کر رہا تھا لیکن اس وقت اسے اپنے شوہر کو سنبھالنا تھا جس کا سگا بھائی اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔۔

لالہ ٹھیک ہو جائیں گے! تم پریشان مت ہو!!۔۔۔وہ اسکے گرد ہاتھ باندھتی اسے مدھم آواز میں تسلی دینے لگی۔۔

وہ ٹھیک ہو جائیں گے تو انہیں ابھی تک ہوش کیوں نہیں آرہا؟تم ہمیں ان سے ملنے کیوں نہیں دیتی ہو؟؟۔۔۔وہ آنکھوں میں آنسو لئے اداسی سے پوچھ رہا تھا،وہ سب اس وقت ایک دوسرے سے اپنی سرخ سوجھی ہوئی آنکھیں چھپاتے پھر رہے تھے۔۔اسکے اداس سوالات پہ مرحاشاہ نے اپنا نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبایا تھا اسے کیا بتاتی کہ اسکے لالہ کا پورا بدن اس وقت زخموں سے چور ہے؟اس کا پورا وجود اس وقت پٹیوں میں جکڑا ہوا؟ جسے دیکھتے ہی وہ دھاڑیں مار مار کے رونا شروع کر دے گا؟؟مرحاشاہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔وہ بھی انسان تھی ان سب کو تسلیاں دے دے کے اس کی بس ہو رہی تھی۔

نیورو سرجنز کا کہنا ہے ابھی لالہ سے ملنا ٹھیک نہیں ہے! تم لوگ دعا کرو نا انہیں کل تک لازمی ہوش آ جائے!!۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتی تھکے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔۔

اور اگر انہیں کل تک ہوش نہ آیا تو؟؟۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اسکے کندھے میں اپنا چہرہ چھپاتا بھیگے لہجے میں بولا تھا،اسکے آنسو اپنے کندھے پہ محسوس کرتے مرحاشاہ کی آنکھوں سے اگلے ہی پل آنسو لڑکھتے ہوئے گالوں کی زینت بن رہے تھے۔۔

تو۔۔۔۔؟اسے سمجھ نہ آئی وہ اسے کیسے بتائے کہ اگر اسے کل تک ہوش نہ آئی وہ کوما میں چلا جائے گا یا اس صورتحال میں ڈیتھ چانس بھی بڑھ سکتے ہیں۔۔وہ اسے یہ جواب دینے کی بجائے خاموشی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اسے ریلکس کرنے لگی۔۔

گڑیا گھر پہ اکیلی ہو گی! میں صبح بھی اسے بتائے بغیر ہویلی سے نکل آیا تھا! رات ہو رہی ہے مجھے چلنا چاہئیے! کل پھر ملاقات ہو گی!!۔۔۔۔رات کے نو بجتے ہی حازق خان سنجیدگی سے کاظم شاہ سے مل رہا تھا۔۔اسکی آواز پہ میر ال شاہ نے پھر سے نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔اسکا خاندان اسکے باپ کا قاتل تھا اور کیا ہمت تھی اس انسان میں وہ صبح سے ان کے ساتھ اسی ہاسپٹل میں کھڑا کاظم شاہ، زوریز شاہ اور یہاں تک کے ارزم شاہ کو بھی تسلی دے رہا تھا جس نے اس سے ابھی اگلے دن بدتمیزی کی تھی۔۔میر ال شاہ ہر بات سے واقف تھی اسے اس روز خان مینشن میں ہوئی ساری صورتحال مرحا شاہ سے معلوم ہوئی تھی۔۔شہسوار شاہ جو صبح سے ان کے کچھ کھانے پینے کی منتیں کر رہا تھا زاویار شاہ کے کہنے پہ وہ ابھی پانچ منٹ پہلے ہی یہاں سے نکلا تھا۔۔وہ لمبے سفر سے آئے تھے زاویار شاہ کو شہسوار شاہ ہمیشہ کی طرح کافی اچھا لگا تھا، وہ صبح سے ان کے ساتھ گھن چکر بنا میر ال شاہ کو اور باقی سب کو تسلیاں دے رہا تھا جس پہ زاویار شاہ نے اسے کچھ دیر گھر جا کے آرام کرنے کو بولا تھا۔۔کاظم شاہ سے ملنے کے بعد حازق خان اب زوریز شاہ کی طرف بڑھتا اسے بھی گلے سے لگا کے تسلی دیتا ارزم شاہ کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے ایک نظر میر ال شاہ کو دیکھ کے وہاں سے جا چکا تھا۔۔وہ جتنی دیر یہاں پہ رہا تھا اس نے شاہ ہویلی کے بڑوں سے کوئی بات نہیں کی تھی اور میر ال شاہ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھیں کیونکہ وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے شہسوار شاہ کی تسلیاں بٹورتی رہی تھی۔۔اس کے جانے کے بعد ارزم شاہ پھر سے گہری سانس بھر کے سر جھٹک گیا۔۔کیا ہو جاتا جو وہ اپنے ساتھ ساتھ کچھ منٹ کے لئے اسکے لالہ کی بیوی بھی لے آتا؟ کیا معلوم وہ اپنی گل کو دیکھ کے ہوش میں آ جاتے؟

حازق خان جو ابھی خان مینشن کے لاؤنج میں داخل ہوا تھا صوفے پہ بیٹھی گلالئی کو چہرہ ہاتھ میں چھپا کے روتے دیکھ کے اسکی دھڑکنیں ساکت ہوئی تھیں۔۔وہ کیوں اس طرح سے رو رہی تھی؟؟ اسکے یوں رونے پہ حازق خان کو لگا وہ

احان شاہ کے ایکسڈنٹ کے متعلق جان چکی ہے! حازق خان کو مزید ایک قدم اٹھانا محال لگ رہا تھا لیکن وہ اسکے ایکسڈنٹ کے متعلق کیسے جان سکتی تھی؟ اسکا فون تو اس کے پاس تھا اور اس پہ تضاد ایل سی ڈیز کے سوئچ خراب تھے پھر وہ کیسے اسکے ایکسڈنٹ کے متعلق جان سکتا تھی؟ وہ اپنے دل و دماغ میں تانے بانے بناتا دھڑکتے دل سے گلالئی کی طرف بڑھا تھا جو ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 104 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

گڑیا کیا ہوا؟؟۔۔۔۔۔۔ حازق خان پریشانی سے اسکے قریب بیٹھتا اسکے رونے کی وجہ استفسار کرنے لگا۔ حازق خان کی آواز پہ گلالئی نے اپنی سرخ ہوتی کرسٹل گرے آنکھیں اٹھاتے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو اس کے لئے بے حد پریشان نظر آرہا تھا۔۔

لالہ!!۔۔۔ وہ۔۔۔۔ م۔ میں۔۔۔۔ اسے یوں اچانک یہاں دیکھ کے وہ فٹافٹ اپنے آنسو پونچھتی بہانے گھڑنے لگی لیکن ناکام رہی۔۔

کیا ہوا بچے؟ کیوں رو رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔ وہ اسے اپنے کندھے کے ساتھ لگاتا پہلے سے زیادہ پریشانی سے پوچھنے لگا۔

و۔ وہ۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ صبح۔۔۔ سے۔۔ گھر۔۔ نہیں۔۔۔ تھے۔۔ تو۔۔ بس۔۔ اسی۔۔۔ لئے۔۔ شاید۔۔۔۔ وہ اپنی نظروں کو جھکائے بات کا رخ موڑنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

میں ریشم کو بتا کے گیا تھا میں لیٹ آؤں گا!! اور پکا اسی وجہ سے رو رہی ہو؟ کوئی اور بات تو نہیں ہے نا؟۔۔۔۔۔ وہ اسکے یوں نظریں جھکا کے بات کرنے پہ سمجھ چکا تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے اسی لئے پھر سے اپنا سوال دہرانے لگا۔ وہ جواباً خاموشی سے اپنے آنسو اندر کی طرف اتارنے لگی۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے کیا جواب دے۔۔

گڑیا اب تم مجھے پریشان کر رہی ہو! اور اتنا کانپ کیوں رہی ہو؟ پلیز مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟۔۔۔۔ اسکے کانپنے پہ تضاد یوں خاموشی اختیار کرتے دیکھ کے حازق خان پھر سے فکر مند ہوا تھا۔۔

پ۔پتا۔۔ نہیں۔۔لالہ! بس میرا رونے کو دل چاہ رہا ہے! دل چاہ رہا ہے اتنا رو دوں کہ آج ہی سارے آنسوؤں سے چھٹکارا مل جائے۔۔۔۔۔وہ خود پر سے ضبط کھوتی اسکے کندھے میں اپنا چہرہ چھپا کے پھر سے ہچکیوں سے رونے لگی۔۔ اپنی چھوٹی سی بہن کو یوں اذیت سے روتے دیکھ کے حازق خان کے دل کو ٹھوکا سا لگ رہا تھا۔۔ آج ایک دفعہ پھر شاہ ہویلی والوں پہ غصہ سا آیا تھا، آخر کو اسکی بہن کے آنسوؤں کی وجہ شاہ ہویلی کے مکین ہی تو تھے؟

پلیز مجھے اپنے رونے کی وجہ بتاؤ گڑیا! اب یوں ایسے ہی تو کوئی ہچکیوں سے نہیں روتا؟ جو بھی دل میں ہے مجھے بتا دو! میں سب ٹھیک کر دوں گا! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا سر نرمی سے اپنے ہاتھ سے تھپتھپاتا نرم لہجے میں پیار سے پوچھنے لگا۔۔ یوں ہر کسی کی زندگی میری طرح بھی تو نہیں ہوتی ہے لالہ؟ آپ جانتے ہیں میں دو منٹ سکون سے سو نہیں پاتی! آنکھ لگتے ہی مجھے عجیب عجیب سے خیالات اور وسوسے آنے لگتے ہیں! میں تو نماز اور قرآن بھی پڑھتی ہوں لالہ پھر میری زندگی میں سکون کیوں نہیں ہے؟ کیا میرا خوشیوں پہ کوئی حق نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ آج کافی وقتوں بعد اسکے سامنے اپنا دل کھول رہی تھی۔۔

کس نے کہا تمہارا خوشیوں پہ کوئی حق نہیں ہے؟ تم جانتی ہو میں اور تم ایک خوشحال زندگی گزار رہے ہیں! کیونکہ میرے پاس تم ہو اور تمہارے پاس میں ہوں! کبھی یہ مت سوچنا ہمارے پاس رشتوں کی کمی ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کے لئے کافی ہیں اور ان شاءاللہ بہت جلد ہماری دوسری بہن بھی ہمارے ساتھ ہو گی! ہم دونوں ضرورت پڑھنے پہ ایک دوسرے کے ماں باپ بھی بن جاتے ہیں! ہمارے پاس رہنے کے لئے یہ عالیشان سا گھر ہے! چار دیواری ہے! ضرورت کی ہر چیز اللہ نے دی ہے! ہر نعمت سے نوازا ہے! اور یہاں تک کہ اللہ تمہیں ایک نہیں بلکہ دو دو اولادوں سے نوازنے جا رہا ہے! کیا ابھی بھی اللہ سے کوئی شکوہ باقی رہنا چاہیئے گڑیا؟ اگر تمہیں کبھی بھی لگے نا کہ تم سب سے مشکل اور بری زندگی گزار رہی ہو تو ان لوگوں کے بارے میں سوچا کرو جن کے پاس نہ تو رشتے ہوتے ہیں اور نہ ہی زندگی گزارنے کے لئے دوسری اشیاء مہیا ہوتی ہیں! کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو فٹ پاتھ پہ سوتے ہیں! کچھ بھیک مانگ کے گزارا کرتے ہیں! کچھ ایسے جو ہر کسی سے تنگ ہوتے ہیں! وقت اور حالات نے انہیں مرنے پہ مجبور کر دیا کرتا ہوتا ہے لیکن وہ پھر بھی چہرے پہ مسکراہٹ سجا کے چلتے رہتے ہیں! کچھ بے اولاد ہوتے ہیں اولاد کو روتے ہیں لیکن پوری زندگی گزر جاتی ہے اولاد نہیں ہوتی! کیا ہم ایسے لوگوں سے بھی بری زندگی گزار رہے ہیں گڑیا؟ کیا

میں ابھی تک تمہیں ایک مطمئن اور پر سکون زندگی دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا؟۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں بولتا اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو صاف کر رہا تھا۔ گلالئ کو اس کی باتوں پہ گے ساختہ شرمندگی سی ہوئی تھی، اسکے لالہ کیا سوچ رہے ہوں گے ان کی گڑیا ناشکری ہے؟

آپ جانتے ہیں لالہ! کبھی کبھی زندگی کو پر سکون بنانے کے لئے ان دنیاوی چیزوں اور آسائشوں کی ضرورت نہیں ہوتی! کیونکہ یہ چیزیں ہر کسی کو سکون نہیں پہنچایا کرتی! کبھی کبھی ہمارا سکون ایک ایسے انسان میں رکھ دیا جاتا ہے جس نے ہمیں ہر پل بے سکون کیا ہوتا ہے! پھر بھلے ہی ہم پوری دنیا فتح کر لیں لیکن وہ ایک انسان ہمارے پاس نہ ہو تو اپنا آپ ہارا ہارا سا لگتا ہے لیکن اگر ہم اسی انسان کو فتح کر لیں تو یوں لگتا ہے زندگی کے ہر میدان میں فاتح ٹھہرے ہوں! ایسا کیوں ہوتا ہے لالہ؟ ہمارا سکون ایسے لوگوں میں کیوں لکھ دیا جاتا ہے لالہ جو ہمیں میسر نہیں ہوتے؟۔۔۔وہ اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتے ہوئے حازق خان کو جواب دینے کے ساتھ ساتھ اس سے سوال بھی کر رہی تھی۔۔ حازق خان کے پاس اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ وہ خود بھی تو اسی سوال کی تلاش میں تھا؟

کیا تمہیں وہ چاہئیے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔چند منٹ کی خاموشی کے بعد حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے نرمی سے گلالئ سے دل میں پینٹتا سوال کیا تھا۔۔ اسکے سوال کا مطلب سمجھتے ہوئے گلالئ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔

نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے دھڑکتے دل کی پکار نظر انداز کرتی لہجے میں سخت بناتے ہوئے بولی تھی۔۔

پھر بار بار یوں اداس کیوں ہوتی ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں سوال کرنے لگا۔۔

دل اداس ہوتا ہے کبھی کبھار! میں کب ہوتی ہوں؟۔۔۔وہ اپنے آنسو روکتے ہوئے بولی۔

کس کے لئے اداس ہوتا ہے؟؟۔۔۔وہ بات کو کریدنے لگا۔ اسکے سوال پہ گلالئ نے نم نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا جو جانتے بوجھتے بھی یہ سوال کر رہا تھا۔۔

جس کا یہ دل ایک دفعہ ہو چکا ہے! آپ جانتے ہیں میرا دل بہت دغاباز ہو گیا ہے! میرا نہیں رہا اب! میری سنتا ہی نہیں ہے!۔۔۔وہ بھیگے لہجے میں جواب دینے لگی۔۔ حازق خان کو اپنی اور گلالئ کی حالت اس وقت ایک سی معلوم ہو

رہی تھی، فرق صرف اتنا تھا اسکی بہن اپنے دل کی باتوں کو الفاظ میں ڈھالنا جانتی تھی جبکہ وہ باتوں کو دل میں رکھنے کا عادی تھا، وہ اپنے دل کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کر پاتا تھا۔۔

کیا فتویٰ دے رہا ہے آج تمہارا دل؟۔۔۔۔۔وہ نا جانے کیوں یہ سوال کر گیا۔۔

دل پریشان ہے! ان کی فکر میں پاگل ہو رہا ہے! یوں لگ رہا ہے جیسے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں! دل فتویٰ دے رہا ہے مجھ میں بسنے والا شخص تکلیف میں ہے لیکن دماغ ناراض ہو رہا ہے! بار بار عزتِ نفس کا مجروح ہونا یاد دلا رہا ہے!! سمجھ میں نہیں آتا کس کی سنوں؟۔۔۔۔۔وہ نا جانے کیوں جواب دے گئی۔۔جو اسکے دل میں تھا وہ کھوئے ہوئے انداز میں بول گئی اور وہ اسکے جواب پہ حیران ہو گیا۔ اس کے جواب پہ احان شاہ یاد آیا تھا جو اس وقت ہاسپٹل میں زندگی اور موت سے لڑ رہا ہے۔۔ کیا اس کی بہن اس انسان سے صرف محبت یا عشق کرتی تھی؟؟ نہیں یہ محبت یا عشق تو نہیں تھا؟ یہ تو عشق سے بھی کوئی اوپر کی چیز لگتی تھی۔ دور ہو کے بھی دلوں کے حال جان لینا کوئی چھوٹی بات تھوڑی تھی؟ وہ ہمیشہ سے محبت اور عشق کو صرف فلسفیانہ مباحث تک محدود رکھے ہوئے تھا لیکن اپنی گڑیا کی باتیں سن کے اسے ہمیشہ اپنا یہ نقطہ نظر غلط لگتا تھا۔۔ اسے لگتا تھا محبت اور عشق جیسے احساسات ایگزسٹ نہیں کرتے لیکن اس کی گڑیا اپنے خیالات اور اپنی اذیت ناک باتوں سے ہمیشہ اسے غلط ثابت کرتی تھی۔۔

اب دل کی سنو گی یا دماغ کی؟؟۔۔۔۔وہ جیسے اسے کھوجنا چاہ رہا تھا۔۔

صرف دماغ کی! کیونکہ دل تو صدیوں سے محبتوں اور چاہتوں کے معاملات میں بدنام ہوتا آیا ہے ہے اور اب چاہتا ہے ہم بھی بدنام ہو جائیں!۔۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے استہزایا انداز میں مسکرا کے جواب دے رہی تھی۔ لہجہ ابھی بھی کھویا کھویا سا تھا۔۔ اسکا جواب سننے کے بعد حازق خان کو سمجھ نہ آئی وہ اپنے دل کی سنے یا دماغ کی؟ کیونکہ اسکا تو دل اور دماغ دونوں ہی اسے بدنام کروانے پہ تلے ہوئے تھے، ان دونوں کو ہی میرال شاہ کو سوچنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔۔

کھانا اور میڈیسن کھائی تم نے؟؟۔۔۔۔اسکی پھر سے نم ہوتی آنکھوں کو دیکھ کے اب کی بار وہ بات بدل چکا تھا۔۔ عشق اور محبت والا ٹاپک آج پھر ادھورا سا رہ چکا تھا۔

نہیں! آپ کا انتظار کر رہی تھی! ۔۔۔۔وہ ہوش میں آ کے اپنی نم پلکوں کو صاف کرتی اس سے نظریں چرا گئی۔۔وہ اسے بتا نہ سکی وہ دوپہر سے بھوکی ہے! وہ ظہر کے بعد تسبیح پڑھتے پڑھتے سو چکی تھی، آنکھ لگے کچھ وقت ہی ہوا تھا جب اسے اس ستمگر کے متعلق ایک دل دہلانے والا خواب آیا تھا جو اس کی نیند بھک سے اڑا گیا، اور وہ تب سے کھانے پینے کا ہوش بھولتی مسلسل روئے جا رہی تھی۔۔

کتنا دفعہ بولا ہے گڑیا میں لیٹ ہو جاتا ہوں! وقت پہ کھا لیا کرو! اب اگر طبیعت خراب ہو گئی نا تو ناراض ہو جاؤں گا میں!!۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتا ذرا ناراض لہجے میں بولا تھا جس پہ وہ نم آنکھوں سے مسکراتی اپنے کانوں کو ہاتھ لگا گئی۔اس کا دل ابھی بھی بے چین سا تھا اور بے بسی اتنی تھی کہ وہ اس بے چینی کی وجہ نہیں جانتی تھی۔

وہ سب پچھلے اڑتالیس گھنٹوں سے کاریڈور میں کبھی کھڑے تو کبھی بیٹھ کے وقت گزار رہے تھے۔ان پہ ایک ایک منٹ بھاری پڑ رہا تھا۔اڑتالیس گھنٹوں سے احان شاہ کو ایک منٹ کے لئے بھی ہوش نہیں آیا تھا۔سینیر ڈاکٹرز صاف صاف کہہ چکے تھے اگر اسے مزید چوبیس گھنٹوں تک ہوش نہ آیا تو اسکی جان جا سکتی ہے یا پھر وہ کوما میں جا سکتا ہے۔۔

مرحا شاہ جو اپنی فیملی کو کب سے تسلی دے رہی تھی سینیر ڈاکٹر کے الفاظ پہ وہ تمام تسلیاں دھری کی دھری رہ چکی تھیں۔تب سے سب زیر لب سید احان شاہ کے لئے دعا گو تھے، میڈیا پہ جب سے احان شاہ کے ایکسڈنٹ کی خبر پھیلی تھی تب سے تمام لوگ اسکی فکر میں ہلکان اسکے لئے دعا گو تھے۔وہ بہت کم سوشل میڈیا استعمال کرتا تھا، کبھی کبھار باپ کے کہنے پہ اسے سیاست سے متعلق کوئی ایک دو پوسٹ یا سٹوری لگانی پڑتی تھی، وہ بہت کم ایکٹو رہتا تھا لیکن اس کی فین فالونگ کافی زیادہ اور ایکٹو تھی جن میں زیادہ تر تعداد لڑکیوں کی تھی۔لوگ احان شاہ کے نام پہ صدقے دے رہے تھے، غریبوں میں کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا، مسجدوں کے امام اسکے لئے دعا گو تھے، یوں لگتا تھا احان شاہ نہیں جیسے ان سب کے گھر کے کسی فرد کا یہ نقصان ہوا ہو۔۔وہ سب اضطراب کی کیفیت میں کاریڈور میں چکر کاٹ رہے تھے جب انہیں مرحا شاہ سامنے سے آتی دیکھائی تھی تھی۔۔مرحا کو دیکھتے ہی سب جلدی سے اسکی طرف بڑھے تھے۔

ڈراپ ہو گئی ہے! ہمیں فوری پوری پہ ان کے لئے بلڈ ارینج کرنا HB لالہ کا بلڈ کافی لاس ہوا تھا ان کی ہے!!۔۔۔۔مرحا شاہ اپنا ماسک اتارتی تیزی سے بولی تھی، لہجہ پریشان کن تھا۔۔

میں! میں بلڈ دے دیتا ہوں! کتنا بلڈ چاہئیے؟ میں دینے کو تیار ہوں لیکن پلیز مرحا لالہ کو بچالو! میں مر جاؤں گا ان کے بغیر! انہیں بتاؤ نا ان کے چھوٹے شاہ کو سانسیں بھی مشکل سے آرہی ہیں! آخر وہ کیوں ہمیں اتنا تڑپا رہے ہیں؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ کسی کو بھی بولنے کا موقع دیئے بغیر اپنی آنکھوں میں موجود آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتا بے بسی سے چلایا تھا۔۔

نیگٹو ہے! آپ کا بلڈ انہیں ٹرانسفر نہیں کیا جا(O) پازیٹو ہے جبکہ احان لالہ کا بلڈ او (O) لالہ آپ کا بلڈ او سکتا!!۔۔۔۔ارزم شاہ کو جزباتی ہوتے دیکھ کے مرحا شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولی تھی، وہ اپنے تمام کزن کے بلڈ گروپ کے متعلق انفارمیشن رکھتی تھی۔۔

میرا اور زوریز کا بلڈ گروپ او نیگٹو ہے! کہاں دینا ہے بلڈ؟ ہم دے دیتے ہیں!۔۔۔مرحا کی بات سننے کے بعد کاظم شاہ اپنے ساتھ کھڑے زوریز شاہ کی طرف دیکھتا سنجیدگی سے بولا تھا، زوریز شاہ نے فوراً سے ہاں میں سر ہلاتے اسکی بات کی تائید کی تھی، وہ بھی یہی بولنے والا تھا۔۔

ہے! میں انہیں بلڈ دے سکتا ہوں! تم جتنا چاہے (universal donor) او پازیٹو بلڈ گروپ یونیورسل ڈونر صرف میرا بلڈ لے لو اور میرے لالہ کو بچالو پلیز مرحا!!۔۔۔۔مرحا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارزم شاہ نے کہیں سے سنی سنائی بات جلدی سے مرحا شاہ کے گوش گزار کی تھی۔۔وہ چاہتا تھا اس کے علاوہ کوئی بھی اسکے لالہ کو بلڈ نہ دے چاہے وہ کاظم شاہ یا زوریز شاہ ہی کیوں نہ ہوں!

یہ صرف لوگوں کی اپنی قائم کی گئی رائے ہے کہ او پازیٹو بلڈ گروپ نیگٹو والوں کو بھی لگ سکتا ہے! او پازیٹو ضرور ہے لیکن صرف پازیٹو کے لئے جیسا کہ اے پازیٹو، بی پازیٹو، اے بی پازیٹو لیکن نیگٹو کے universal donor ہوتے ہیں اور نیگٹو کو صرف نیگٹو ہی لگتے ہیں!! اسی لئے آپ کا بلڈ لالہ کو ٹرانسفر نہیں کیا جا rare لئے نہیں!! نیگٹو سکتا البتہ ریز اور کاظم لالہ کا کیا جا سکتا ہے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو جزباتی ہوتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اسے تھوڑی تفصیل دینے ضروری سمجھا تھا جس پہ وہ پھر سے خاموش ہوتا دیوار کے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا۔ھارون شاہ بالکل خاموش تھے انہیں ان اڑتالیس گھنٹوں میں اپنی دنیا اجڑتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی، ان اڑتالیس گھنٹوں میں ان کا خود کا بی پی کتنی دفعہ لو چکا تھا جس پہ مرحا شاہ کو ساتھ ساتھ ان کا بھی خیال رکھنا پڑا تھا۔۔

بھجوایا گیا تھا تا کہ وہ اپنا بلڈ دے سکیں! دونوں (Blood bank) کاظم شاہ اور زوریز شاہ کو نرس کے ہمراہ بلڈ بنک تھمایا گیا (Blood bag) نے احان شاہ کے لئے اپنا دو دو بوتلیں خون دیا تھا۔ بلڈ دینے کے بعد انہیں ان کا بلڈ بیگ تھا جو کچھ دیر بعد انہوں نے نرس کے حوالے کیا تھا۔۔ ان سے بلڈ بیگ لیتے ہی نرس نے ایک فارم ان دونوں کی طرف بڑھایا تھا۔۔ وہ ایک consent form تھا۔۔ جس پہ انگریزی میں کچھ تفصیل کے ساتھ یوں لکھا گیا تھا کہ بلڈ ٹرانسفر کے دوران مریض کی جان چلی جائے، دل کی دھڑکن بند ہو جائے یا ریکشن ہو جائے تو ہاسپٹل کا عملہ یا ڈاکٹرز ذمہ دار نہیں ہوں گے! اس تفصیل کو پڑھتے ایک دفعہ پھر کاظم شاہ اور زوریز شاہ کے دل دھڑکے تھے لیکن وہ اس لکھ کے اس پہ سائن کر CNIC وقت کیا کر سکتے تھے سوائے اس پہ سائن کرنے کے؟؟ دونوں اپنے پورے نام اور کے واپس سے فارم نرس کی طرف بڑھا چکے تھے۔ نرس ان کا بلڈ بیگ اور وہ فارم لے کے وہاں سے جا چکی تھی۔

اب آپ کو اور چھوٹے شاہ کو کچھ دیر ہویلی جانا چاہئیے! میں یہی پہ ہوں کچھ دیر تک خان بھی آجائے گا! آپ دونوں جائیں اور ہویلی میں سب کو سنبھالیں! سب پریشان ہوں گی!!۔۔۔۔ کاریڈور کی طرف بڑھتے ہوئے زوریز شاہ سنجیدگی سے کاظم شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔ ان میں سے کوئی بھی ان اڑتالیس گھنٹوں سے ہویلی نہیں گیا تھا، صرف عادل شاہ کو زبردستی ہویلی بھجوایا گیا تھا کیونکہ وہ ضعیف تھے، یہاں زیادہ دیر رہنا ان کے لئے مشکل تھا۔۔

کیا جواب دوں سب کو؟؟۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکی طرف خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے تھکے ہوئے انداز میں استفسار کیا تھا۔ سب کو ہمت دے دے کے اس کی اپنی ہمت جواب دے رہی تھی۔ زوریز شاہ اسکے سوال پوچھنے پہ خاموشی سے کاریڈور کی طرف بڑھتا رہا، اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔

لالہ کے ساتھ ہویلی جاؤ! ۔۔۔۔۔ کاریڈور میں آتے ہی زوریز شاہ دیوار کے ساتھ لگ کے کھڑے ارزم شاہ کی طرف دیکھتا حکمیہ انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

میں نہیں جاؤں گا!!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ ضدی تھا۔۔

کچھ دیر چلے جاؤ! پچھلے اڑتالیس گھنٹوں سے کھڑے ہو! کچھ دیر آرام کر کے پھر سے آجانا!!۔۔۔ زوریز شاہ سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

نہیں جاؤں گا! تب تک نہیں جاؤں گا جب تک لالہ مجھ سے بات نہیں کر لیتے!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھے بنا نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا تھا۔۔

جب لالہ کو ہوش آئے گا میں فوراً تمہیں کال کر دوں گا!! ابھی خود ہوش کے ناخن لو اور ہویلی جاؤ! بیوی کی کچھ خیر خبر ہے تمہیں؟؟ اسے اکیلے اپارٹمنٹ میں چھوڑا ہوا ہے؟؟۔۔۔زوریز شاہ نے اب کی بار اسکے ضدی انداز پہ اسے جھاڑ پلائی تھی۔۔

آپ اسے ہویلی چھوڑ آئے ہیں! جانتا ہوں! لیکن مجھے یہاں سے نہیں جانا! مجھے فورس مت کریں! مجھے مزید اڑتالیس گھنٹے ایک ٹانگ پہ بھی یہاں کھڑا رہنا پڑے گا تو میں کھڑا رہوں گا لیکن یہاں سے ہلنے کی گستاخی نہیں کروں گا!!!۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ مضبوط اور سرد تھا۔۔زوریز شاہ نے اب کی بار اس سے بحث لگانے کی بجائے التجائیہ انداز میں کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

پریشان مت ہو! میں ہویلی جا کے سب کو دیکھ لیتا ہوں! کوئی بھی ایمرجنسی ہو مجھے فوری طور پہ کال کر دینا میں آجاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ کی آنکھوں میں بے بسی اور اپنوں کے لئے فکر دیکھ کے کاظم شاہ سنجیدگی سے اسے جواب دیتا ہارون شاہ اور دریاب شاہ کی طرف بڑھا تھا۔۔زاویار شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی میرال شاہ کے ساتھ ہویلی روانہ ہوئے تھے۔۔

تایا جان ہویلی چلتے ہیں! کچھ دیر آرام کر لیجئیے گا پھر واپس آجائیں گے!!۔۔۔کاظم شاہ ان کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ کے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا نرمی سے ان سے مخاطب ہوا تھا۔۔ان کی سوجھی نم ہری آنکھیں دیکھ کے کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔اولاد بھی کیسی چیز ہوتی ہے روعبدار اور مضبوط باپ کو بھی رونے پہ مجبور کر دیتی ہے۔۔

نہیں! مجھے اپنے بیٹے کے پاس رہنا ہے! میں جانتا ہوں وہ ابھی کچھ دیر بعد ہوش میں آ کے مجھے پکارے گا! اور مجھ سے التجاء کرے گا میں اسکی گل کو واپس لے آؤں! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے یہ دو جملے بولتے سب کی آنکھیں نم کر گئے تھے۔۔کاظم شاہ نے انہیں اپنے ساتھ لے جانے کی مزید کوشش کی تھی لیکن آج انہوں نے کاظم شاہ کی بھی نہیں مانی تھی،وہ کسی صورت یہاں سے جانے کو راضی نہیں ہوئے تھے۔۔۔

آپی پلیز مجھے لالہ کے پاس لے جائیں!! مجھ سے مزید برداشت نہیں ہو رہا!! یوں لگ رہا ہے میں میرا دل پھٹ جائے گا!! مجھے ابھی کے ابھی میرے لالہ کے پاس لے کے جائیں!!!!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ بلند آواز میں چلا چلا کے روتی میرال شاہ سے مخاطب تھی جو کب سے اسے سنبھالنے کی کوششوں میں ناکام ہو رہی تھی۔۔میرال شاہ کے آنے سے پہلے ذائشہ خان نے اسے کافی مشکل سے خاموش کروایا تھا، لیکن میرال شاہ کو دیکھتے ہی وہ پھر سے ضدی بن چکی تھی۔۔

میری جان! میں بول رہی ہوں ناوہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے! کوئی بھی ڈاکٹر ہمیں احان سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہا!! جب تک اسے ہوش نہیں آجاتا تمہارا ہاسپٹل جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور ازمیر بھی ڈسٹرب ہو گا! پلیز رونا بند کرو میرا بچہ !!!۔۔۔۔۔میرال شاہ اسے اپنے سینے سے لگاتی اسکی کمر رب کرتے ہوئے اسے خاموش کروا رہی تھی۔۔ایزل شاہ کو یوں روتے دیکھ کے ذائشہ خان کو بے ساختہ اپنے لالہ کا خیال آرہا تھا جسے اس نے مرحا شاہ کی قوالی نائٹ پہ شاہ ہویلی کے اسی لاؤنج میں دیکھا تھا۔۔کیا سب بھائیوں کی تکلیف پہ تمام بہنیں یوں بلک بلک کے رو دیتی ہیں؟ اگر میرے لالہ کو کچھ ہو گا تو کیا میں بھی۔۔۔۔

اللہ نہ کرے میرے لالہ کو کچھ ہو!!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان اپنے دل و دماغ میں تانے بانے بناتی جلدی سے اپنی باتوں کی خود ہی نفی کرتی اپنا دماغ حازق خان سے ہٹانے لگی۔۔اسے آج ہویلی میں تیسرا دن تھا وہ شاہ بی بی سے ایک دفعہ بھی مخاطب نہیں ہوئی تھی نہ ہی انہیں خاموش کروانا ضروری سمجھا تھا، اس نے ایک رات اور اگلے دو دن شاہ ہویلی میں صرف ایزل اور ازمیر کو سنبھال کے ہی گزارے تھے، زہرہ مام سے بھی مخاطب ہوتی انہیں معصومیت سے دلاسے دیتی رہی تھی لیکن شاہ بی بی کی طرف دیکھنا بھی جیسے ذائشہ خان نے خود پہ حرام کیا ہوا تھا۔۔

کاظم شاہ جو مضبوط قدم اٹھاتا ہویلی کے لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا، ایزل شاہ کے رونے بلکنے کی آوازیں سنتے اسے اپنے قدم کمزور پڑتے محسوس ہو رہے تھے، وہ بری طرح سے بلند آواز میں ہچکیوں سے رو رہی تھی۔وہ ایک دفعہ پھر خود کو مضبوط بناتا آگے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔اس وقت ہویلی کی تمام خواتین لاؤنج میں موجود تھیں۔۔کاظم شاہ کو یہاں دیکھتے ہی سب جلدی سے اپنی جگہوں سے کھڑی ہوتی اس کی طرف بڑھی تھیں، ذائشہ خان اپنی انگلیوں مڑورتے پیچھے ہی کھڑی رہی۔۔

کیسا ہے میرا پوتا؟۔۔۔۔

شاہ کیسا ہے؟۔۔۔۔۔

لالہ کیسے ہیں!! کہاں ہیں لالہ! کیا انہیں ہوش آ گیا؟؟۔۔۔۔

سب نے ایک ساتھ کتنے ہی سوال کاظم شاہ سے کر ڈالے تھے، سب کو ایک نظر دیکھتے کاظم شاہ کی نگاہیں اپنی اووزی کی طرف اٹھی تھیں جس نے رو رو کے اپنی نیلی آنکھوں کا حشر نشر کر دیا تھا۔۔ بھورے بال بکھرے ہوئے تھے، دوپٹا شانوں سے کھسکنے کو بے تاب تھا۔۔ وہ آج بھی اسی ٹی پنک کرتے میں ملبوس تھی جس طرح وہ اسے چھوڑ کے گیا تھا۔۔ پریشانی میں ان سب نے ہی کپڑے تبدیل کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

ٹھیک ہو جائے گا!!!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی نگاہیں بمشکل ایزل شاہ سے ہٹاتا سب کو مختصر سا جواب دینے لگا۔۔

کب؟ کب ٹھیک ہوں گے لالہ؟ آخر ہمیں کچھ بتاتے کیوں نہیں ہوں؟ کیا لالہ کے بارے میں سب جاننے کا حق صرف آپ سب کا ہے؟؟ ہمیں ہر بات سے بے خبر کیوں رکھا ہوا ہے؟؟۔۔۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے غرائی تھی، ہویلی میں میرال شاہ اور مرحا شاہ کے علاوہ کوئی بھی احان شاہ کے برین ہیمرج سے واقف نہیں تھا۔۔

تمہارے رونے سے تو بالکل ٹھیک نہیں ہو گا! اسی لئے رونا بند کرو! اوپر کمرے میں چلو!!۔۔۔ کاظم شاہ اسے احان شاہ کی کنڈیشن بتانے کی بجائے متوازن لہجے میں جواب دیتا شاہ بی بی کو صوفے پہ بیٹھانے لگا جن کا وجود کانپ رہا تھا۔ چاہے وہ جیسی بھی تھیں لیکن ان کے گھر کی بزرگ تھیں، وہ ان کے ساتھ سخت رویہ چاہ کے بھی نہیں اپنا سکتا تھا۔ ذائشہ خان نے نفرت سے نگاہیں پھیری تھیں۔۔

مجھے کمرے میں نہیں لالہ کے پاس جانا ہے! آپ نہیں لے کے جائیں گے تو میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گا!!۔۔۔ وہ اب معصومیت سے روتے ہوئے کاظم شاہ کو دھمکی لگا رہی تھی، کاظم شاہ نے جواباً اسے شدید گھوری سے نوازتے نامحسوس انداز میں پھر سے اوپر جانے کا اشارہ دیا تھا۔۔ میرال شاہ اسکا اشارہ محسوس کرتی ایزل شاہ کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کر کے اسے اوپر بھیج چکی تھی۔۔

وہ ٹھیک ہو جائے گا! آپ سب دعا کریں اسے اگلے چوبیس گھنٹوں تک ہوش آ جائے! ! ان شاءاللہ ہماری دعائیں رائگاں نہیں جائیں گی!!۔۔ کاظم شاہ اب زہرہ مام اور شاہ بی بی کے پاس بیٹھے انہیں تسلیاں دیتا چہرہ موڑ کے ذائشہ

خان کو دیکھ رہا تھا جو شاید اسکی وجہ سے جھجھک کے ایک سائیڈ پہ کھڑی انگلیاں موڑ رہی تھیں۔ ان دونوں کا انٹریکشن نہ ہونے کے برابر ہی ہوا تھا۔۔ صرف زوریز شاہ کی شادی پہ ایک آدھ بار سامنا ہی ہوا تھا، ان دنوں بھی وہ شاید غصے میں ہی رہا تھا اسی لئے وہ اس کی موجودگی سے ڈر کے مارے جھجھک رہی تھی۔۔ وہ کچھ دیر تک شاہ بی بی اور زہرہ مام کو نارمل کرتا صوفے سے اٹھتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف بڑھا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کے ذائشہ خان ہچکچاتے ہوئے میرال شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔۔

ماحول دیکھ کے پریشان ہو رہی ہو؟۔۔۔ کاظم شاہ اسکے سر پہ سے ہاتھ رکھتا نرمی سے استفسار کر رہا تھا جس پہ ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے فٹافٹ سے نہ میں سر ہلایا تھا۔

بچی پریشان کر دی ہے تم لوگوں نے! اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ!! اگر خدانا خواستہ بے ہوش وغیرہ ہو گئی تو اس جن (ارزم شاہ) نے آ کے ہنگامہ کھڑا کر دینا ہے!!۔۔۔۔۔ ذائشہ خان کو معصومیت سے نظریں جھکائے دیکھ کے کاظم شاہ سر جھٹک کے میرال شاہ کی طرف دیکھتا نارمل لہجے میں بولا تھا، اس صورتحال میں مذاق کرنے کا دل تو نہیں تھا، لیکن ذائشہ خان کو پریشان دیکھ کے وہ ہلکے پھلکے انداز میں میرال شاہ سے مخاطب ہوتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ذائشہ خان کا دل کیا اس سے ارزم شاہ کا حال پوچھ لے لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا تھا، وہ جانتی تھی وہ اپنے احان لالہ سے کتنا اٹیچ ہے، کبھی کبھار تو وہ اسکے سامنے ہی راتوں کو فون کالز پہ احان شاہ سے بے باک باتیں کرتا ٹائم گزار دیا کرتا تھا۔ کاظم شاہ کی بات پہ میرال شاہ زبردستی مسکراتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف بڑھ گئی جو انگلیاں موڑنے میں مصروف تھی۔۔

کاظم شاہ ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا جب بیڈ پہ بیٹھی ایزل شاہ کو گھٹنوں پہ سر رکھ کے روتے دیکھ کے وہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا دروازہ بند کرتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پہ وہ ایک نظر اسے دیکھ کے پھر سے رونے میں مشغول ہوتی نگاہیں پھیر گئی۔۔

اووزی!!!۔۔۔۔۔ وہ اسکے قریب بیٹھتا اسے کندھوں سے تھام کے اپنے حصار میں لینے لگا جب وہ اس سے دور ہوئی تھی۔۔

اب کیوں آئے ہیں ہویلی؟؟ جھوٹ بولتے ہیں مجھ سے پیار ہے آپ کو؟ اگر آپ کو مجھ سے پیار ہوتا تو مجھے ان دو دنوں میں اکیلا نہ کیا ہوتا! اگر آپ کو اووزی پیاری ہوتی تو آپ اسے ہویلی روتے بلکتے چھوڑ کے جانے کی بجائے اسکے لالہ کے پاس لے کے جاتے!!!۔۔۔وہ روتے ہوئے شکوے کرتی اس سے دور ہوتے ہوئے بیڈ سے اترنے والی تھی جب وہ اسے اپنے بازوؤں میں قید کرتے کچھ فاصلے پہ سوئے اپنے گول گپے کو دیکھنے لگا جسے اس نے اڑتالیس گھنٹوں سے نہیں دیکھا تھا۔۔

شش!! یہاں میرے پاس بیٹھ کے رولو جتنا رونا ہے!!۔۔۔اسے اپنے حصار سے نکلنے کی تگ ودو کرتے دیکھ کے وہ پیار اسکے چہرے پہ موجود آنسو اپنے لبوں سے چنتا اسے سختی سے اپنے سینے میں قید کر گیا تاکہ وہ اپنی پوری قوت ازما کے بھی اسکی گرفت سے آزاد نہ ہو پائے۔۔

نہیں رونا آپ کے پاس بیٹھ کے! مجھے لالہ کے پاس جانا ہے اور میں ڈرائیور کے ساتھ جا رہی ہوں!!۔۔۔۔وہ اعلانیہ انداز میں بولتی اسکے سینے پہ زور زور سے مکے جھڑتی اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔۔

اگر تمہیں میری اجازت کے بغیر ہویلی سے نکلنا ہوتا تو تم میرے آنے کا انتظار نہ کرتی اووزی! مجھے دھمکیاں لگانے کی بجائے مجھے غور سے سنو!!۔۔۔۔وہ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا اسکے بکھرے بھورے بال اپنے ہاتھوں سے سمیٹتا مدھم آواز میں بول رہا تھا۔۔اسکے آخری جملے پہ وہ اپنی مزاحمت روکتی بے ساختہ اسے سننے کے لئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

اووزی ہم میں سے ابھی تک کوئی بھی شاہ سے نہیں ملا!! یہ مت سمجھو میں تمہیں ہویلی میں قید کر رہا ہوں لیکن میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں ابھی ہاسپٹل جانے کا کوئی فایدہ نہیں ہے! وہاں سب بہت پریشان ہیں تم سب کو دیکھ کے مزید رونا شروع کرو گی! وہاں سب خود کو بہت مشکل سے سنبھالے ہوئے ہیں تمہیں کیسے سنبھالیں گے میری جان؟ تم جتنا یہاں پہ رو رہی ہو ہاسپٹل میں دوسرے مریضوں کو دیکھتی ڈبل رونا سٹارٹ کر دو گی! میں تمہیں مزید رلانا نہیں چاہتا جیسے ہی شاہ کو ہوش آئے گی آئی سوئیر میں تمہیں اس کے پاس لے جاؤں گا!!۔۔۔وہ اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو خود میں قید کئے اسکی کمر پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا اسے نارمل انداز میں سمجھانے لگا۔۔

لالہ کو ہوش کیوں نہیں آرہا؟؟شاہ جی ہم ایسا کرتے ہیں ناگل کو ان کے پاس لے جاتے ہیں! آپ جانتے ہیں میں نے ایک فلم میں دیکھا تھا ہیرو ہاسپٹل کے بیڈ پہ آخری سانسیں لے رہا ہوتا ہے لیکن اپنی ہیروئین کو دیکھتے ہی وہ ہوش میں آجاتا ہے! وہ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے! ہم بھی گل کو لالہ کے پاس لے کے جائیں گے تو انہیں ہوش آجائے گا! میں یقین سے کہہ سکتی ہوں وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔ایزل شاہ اسکے سینے پہ اپنی ٹھوری ٹکا کے اسکی طرف دیکھتی بری طرح سے روتے ہوئے بولی تھی، اسے جب بھی کاظم شاہ کو ایموشنل بلیک میل کرنا ہوتا تھا وہ یوں ہی فلموں اور ڈراموں کے ہیرو اور ہیروئنز کی مثالیں دیا کرتی تھی۔۔

شش! کیوں اپنے آنسو ضائع کر رہی ہو اووزی؟ اگر اللہ نے چاہا اور احان شاہ نے ہوش میں آنا ہوا تو وہ گلالئ کے بغیر بھی ہوش میں آجائے گا! تمہاری اور ارزم کی سوئی صرف گلالئ پہ کوئی اٹکی ہوئی ہے؟ یہ یقیناً زیادہ فلمیں دیکھنے کا نتیجہ ہے!!۔۔۔وہ تاصف سے بولتا اب پیار اور نرمی سے اسکے آنسوؤں سے بھیگے گال چوم رہا تھا۔ ارزم شاہ بھی کافی دفعہ اس سے یہی الفاظ بول چکا تھا لیکن وہ ہر دفعہ منع کر جاتا۔۔

بے شک جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے لیکن گل میرے لالہ کو ہوش میں لانے کا وسیلہ بھی تو بن سکتی ہے!؟ آپ پلیز مجھے گل کے پاس لے جائیں ناشاہ جی میں اسے منالوں گی! وہ لالہ کے پاس ضرور جائے گی!!۔۔وہ کاظم شاہ کی بیئر ڈ پہ ہاتھ رکھ کے بے بسی سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

اووزی وہ حاملہ حالت میں ہے! یہ خبر اسے یا بچے کو نقصان پہنچا سکتی ہے! ہم ایک جان بچانے کے چکروں میں دو جانوں کا خطرہ مول نہیں لے سکتے!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے جواب دیتے پھر سے اس کے تیزی سے بہتے آنسو صاف کر رہا تھا، وہ اس کے جواب پہ خاموشی سے اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے بے آواز رونے لگی۔ وہ ٹھیک ہی تو بول رہا تھا!!

کیا حالت بنائی ہوئی ہے اپنی؟۔۔۔۔۔۔اپنی قمیض کو بھیگتے محسوس کر کے وہ اسے گود میں بیٹھائے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔وہ ابھی بلڈ دے کے آیا تھا بلڈ دینے کے بعد اس نے جوس یا پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیا تھا جس کی وجہ سے بے ساختہ کمزوری سی ہو رہی تھی۔۔وہ جواباً خاموشی سے آنسو بہانے میں مصروف رہی۔۔اسے خاموشی

سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ رخ موڑ کے ازمیر شاہ کی طرف جھکتا اسکے ماتھے اور گالوں پہ پیار سے اپنے لب رکھنے لگا، وہ نیند میں بھی باپ کا لمس محسوس کرتے ہمیشہ کی طرح مسکرایا تھا۔۔

اووزی! تم اس وقت سید کاظم شاہ کی بیوی کہیں سے بھی نہیں لگ رہی!!۔۔۔۔۔۔۔اسے پھر سے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ گہری سانس بھرتا اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکال کے اپنے مقابل کرتا تاصف سے بول رہا تھا۔۔ میں کسی کی کچھ نہیں لگتی! میں صرف اپنے احان لالہ کی گڑیا ہوں!! میں انہیں بتاؤں گی آپ سب نے مجھے ان سے ملنے نہیں دیا!!۔۔وہ نفی میں سر ہلا کے روتے ہوئے بول رہی تھی لہجے میں ناراضگی اور غصے کا عنصر واضح تھا۔۔اسے ارزم شاہ کی طرح اپنی ضد پہ اڑے دیکھ کے وہ اپنا سر پیچھے کی طرف پھینک گیا۔دونوں ہی احان شاہ کے لاڈلے تھے اور اسی کی طرح رج کے ضدی تھے۔۔

پلیز یوں مت رو اووزی! میں سب کو ہمت دے کے تھک چکا ہوں! اب اگر تم بھی یوں اس طرح سے رو گی تو سید کاظم شاہ کو بھی رلاؤ گی!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتا اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی گولڈن آنکھیں گاڑتا ہارے ہوئے لہجے میں بے بسی سے گویا ہوا تھا۔۔اس کے الفاظ میں اذیت محسوس کرتے ایزل شاہ ایک منٹ میں رونا بند کر چکی تھی، اس کے الفاظ میں موجود تکلیف سے محسوس ہو چکا تھا وہ کس طرح سے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کئے ہوئے ہے، وہ بجائے اسے ہمت دینے کے مزید روتی اسے پریشان کر رہی تھی۔۔وہ اب رونے کی بجائے اپنا گال اسکی بیئرڈ کے ساتھ ٹکا کے اسکی گردن میں اپنی بانہیں ڈالتی اپنے آنسو اندر کی طرف اتار رہی تھی۔۔اسے خاموش ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ کی جان میں جان آئی تھی۔وہ اسکی کمر پہ اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اپنی آنکھیں موندتے دل کو کچھ دیر کے لئے سکون پہنچانے لگا۔۔

کچھ دیر یوں ہی اسے اپنے ساتھ لگانے کے بعد کاظم شاہ نے اپنا رخ سائیڈ ٹیبل کی طرف موڑتے پانی کے جگ پہ نگاہیں دوڑائی تھیں جو اس وقت خالی تھی، جسم میں کمزوری کے ساتھ ساتھ اسے پیاس بھی محسوس ہو رہی تھی۔ حلق سوکھ رہا تھا۔۔

پانی۔۔لے کے آؤں؟؟۔۔۔اسے جگ کی طرف دیکھتا پا کے ایزل شاہ بے ساختہ استفسار کرتی اسکے لئے پانی لانے کی غرض سے اسکی گود سے اٹھنے لگی جب وہ نفی میں سر ہلا کے اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کرتا اسکے ہونٹوں کو نرمی

سے اپنے لبوں میں قید کرتا اپنی پیاس مٹانے لگا۔۔ کیسا سکون رکھا تھا خدا نے محرم میں! اسکے نزدیک آتے ہی ہر پریشانی بھول جایا کرتی تھی۔۔

ان سب کے بارہا کہنے پہ مرحا شاہ ان کی ملاقات احان شاہ سے کروا چکی تھی۔۔ ان سب کو دو سے تین منٹ دیئے گئے تھے، سب اپنی طرف سے احان شاہ کو ہوش میں لانے کی بھرپور کوشش کر چکے تھے لیکن اس کی پلکوں میں ذرا سی جنبش بھی نہیں ہوئی تھی، احان شاہ کا پٹیوں میں جکڑا وجود دیکھ کے ان میں سے کون تھا جس نے آنسو نہ بہائے ہوں؟ وہ سب ایک دوسرے سے اپنے آنسو چھپاتے خاموش کھڑے کسی معجزے کا انتظار کر رہے تھے۔ سب کے ملاقات کرنے کے بعد صرف ارزم شاہ تھا جس نے دو کی بجائے پانچ منٹ لئے تھے۔ وہ پانچ منٹ سے احان شاہ کے پاس تھا۔ بھتر گھنٹے گزرنے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے، ان تین گھنٹوں میں احان شاہ کا ہوش میں آنا ہر حال میں ضروری تھا۔۔۔

کہاں جا رہے ہو؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کو آئی سی یو سے باہر نکلتے ہی آنکھیں صاف کرتے تیزی سے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ کے کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے ایک ساتھ سوال کیا تھا، وہ اس وقت کافی جلدی میں لگ رہا تھا۔۔ ایک آخری کوشش ازمانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ چند خرفی جواب دیتا ان کی مزید ایک بھی سنے بغیر تیزی سے کاریڈور سے نکل چکا تھا۔۔ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے پر سوچ نگاہوں سے اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھا تھا۔۔

ایزل!!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جو تیزی سے ہویلی کے لاؤنج میں داخل ہوا تھا ہویلی کی سب خواتین کو تسبیح کرتے دیکھ کے وہ ایزل شاہ کو پکارتا جلدی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

لالہ!!!!!۔۔۔۔ ایزل شاہ جسے پہلے ہی رونے کے لئے بہانا چاہیئے تھا ارزم شاہ کی روئی روئی شہد رنگ آنکھوں کو دیکھتی وہ جلدی سے صوفے سے اٹھنے والی تھی جب وہ اسکے گھٹنوں میں آ کے بیٹھا تھا۔۔ اسے یوں اچانک گھٹنوں کے بل اپنے پاس بیٹھتے دیکھ کے ایزل شاہ حیران ہوئی تھی۔

ایزل یہ سب جھوٹ بولتے ہیں لالہ کو ہوش آجائے گا!! تم میری بات سنو! جانتی ہو میں۔۔ میں ان سے ملا ہوں!! میں نے پورے پانچ منٹ انہیں ہر ہر واسطہ دے ڈالا ہے! لیکن وہ نہیں اٹھے! ایزل وہ بے حس و حرکت ہیں! وہ یوں خاموش ہیں جیسے کبھی ہوش میں نہیں آئے گے!! ہمارے پاس صرف تین گھنٹے ہیں! اگر لالہ کو ہوش نہ آیا تو وہ کوما میں چلے جائیں گے!!! برین ہیمرج کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے یہ سب میری کیوں نہیں سنتے ایزل! پلیز تم میری بات مان لو؟؟؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے گھٹنوں میں بیٹھا اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی ناکام کوشش کرتا بھیگے لہجے میں ایزل شاہ سے مخاطب تھا اس دوران اس نے یہاں وہاں نہیں دیکھا تھا اگر نظریں گھما لیتا تو اپنی مخالف سمت والے صوفے پہ موجود ذائشہ خان کو دیکھ لیتا جو یک ٹک اس کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔۔ ایزل شاہ جو سانسیں روکتی ارزم شاہ کو سن رہی تھی برین ہیمرج کا سنتے اس نے بے یقینی سے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا، یعنی ان سب نے اس سے اتنی بڑی بات چھپائی تھی۔۔ یہی حال شاہ بی بی اور زہرہ مام کا بھی تھا۔

ب۔۔ برین۔۔ ہی۔۔ ہیمرج؟؟۔۔۔۔ ایزل شاہ نے یہ دو لفظ نا جانے کس طرح سے ادا کئے تھے، وہ صرف اتنا سا بولتے ہی پھر سے ہچکیوں سے رونے لگی۔۔

ارزم تم پاگل ہو چکے ہو؟؟۔۔۔۔ سب کو ایک دم سے پریشانی سے روتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اسے ٹوکا تھا جو اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔۔

ایزل اس وقت ہمارے پاس رونے کا وقت نہیں ہے! تم پلیز میری ایک بات مان لو!!!۔۔۔۔۔ وہ میر ال شاہ کی بات نظر انداز کرتا ہنوز ایزل شاہ سے مخاطب تھا۔۔

ک۔ کیا۔ بات۔۔؟؟۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی سوالیہ انداز میں ارزم شاہ کی طرف دیکھ کے بولی تھی۔۔

میرے ساتھ اس میجر کے مینشن میں چلو گی؟؟ پلیز ایزل انکار مت کرنا!! تم پلیز گل بھابھی سے بات کرو نا وہ ایک دفعہ لالہ سے مل لیں! صرف ایک دفعہ؟؟ ایزل انکار مت کرنا ورنہ قسم سے میں کچھ کر بیٹھوں گا! میں تمہیں سچ بتا رہا ہوں جب تک لالہ اپنی گل سے نہیں ملیں گے وہ ہوش میں نہیں آئیں گے! وہ بہت ضدی بنے ہوئے ہیں!۔۔۔۔ وہ التجائیہ انداز میں بولتا ایک دم سے بے بسی سے چلایا تھا۔۔

م۔میں۔۔ چلوں گی! ابھی چلوں گی! گل میری بات ضرور مانے گی! ۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ اپنے لالہ کی خراب حالت کا سنتی جلدی سے صوفے سے کھڑی ہوئی تھی،وہ اس وقت یہ بھی بھول چکی تھی گلالئ پریگننٹ ہے! کاظم شاہ نے اسے گلالئ سے ملنے سے منع کیا ہے۔۔

تم دونوں نہیں جاؤ گے! یہ خبر گل کے لئے خطرے کا باعث بن سکتی ہے! پاگل ہو چکے ہو دونوں؟؟؟۔۔۔میرال شاہ نے ان دونوں کو عقل دلانی چاہی تھی۔گلالئ کے ذکر پہ ذائشہ خان کا دل دھڑک رہا تھا۔۔

یقین کریں! اس کے بعد آنے والی خبر ان کے لئے اس سے بھی زیادہ خطرے کا باعث بن سکتی ہے!! ۔۔۔میرال شاہ کی آواز پہ وہ رخ موڑ کے ان کی طرف دیکھتا متوازن لہجے میں بولا تھا جب اس کے ساتھ ہی اپنی نازک بیوی کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ سٹل ہوا تھا۔۔ایزل شاہ چادر لینے کے لئے جلدی سے اوپر کی طرف بھاگ چکی تھی۔۔شاہ بی بی اس سے منتیں کر رہی تھیں انہیں اس کے شاہ سے ملوا دے لیکن ارزم شاہ نے ان کی ایک بھی نہیں سنی تھی!وہ غلطیاں کب معاف کرتا تھا؟؟ اور شاہ بی بی نے صرف غلطیاں ہی نہیں بلکہ گناہ کئے تھے۔۔اس کے لالہ کی اس حالت کی ذمہ دار بھی صرف وہی تھیں۔اس نے انہیں تسلی دینے کے لئے ایک بھی لفظ نہیں بولا تھا،ذائشہ خان اس کے بالکل نزدیک بیٹھی تھی وہ تھوڑا سا اسکی طرف کھسک کے اسکے مقابل ہوتا ہر کسی کو فراموش کرتے خود پر سے قابو کھوتا ہوا اچانک سے اسکے گلے سے لگا تھا۔۔ذائشہ خان اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتی ہوئی ان سب کی طرف دیکھنے لگی جو ترحم بھری نگاہوں سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ذائشہ خان کے گلے لگتے ہی ارزم شاہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے انگ انگ میں سکون دور چکا ہو۔۔

تم میرے لالہ کے لئے دعا نہیں کرتی ہو؟؟۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتا مدھم آواز میں گویا ہوا تھا،میرال شاہ ان دونوں کی طرف سے نگاہیں پھیرتی اپنے سر پیچھے کی طرف گرا چکی تھی،حالات اسکی سمجھ سے باہر ہو رہے تھے، اسے گلالئ کی فکر ہو رہی تھی لیکن ارزم شاہ اس وقت ضدی بنا ہوا تھا وہ ہر صورت ایزل شاہ کو خان مینشن کے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

ک۔کر۔۔۔کرتی۔۔ہوں!!۔۔۔۔ذائشہ خان نے بھوکھلاتے ہوئے اسے جواب دیا تھا،بھوکھلانے کی وجہ اسکی خود کے گرد مضبوط ہوتی گرفت تھی۔۔وہ ان سب کے سامنے اسکی اس حرکت پہ شرمندہ سی ہو رہی تھی۔

ا۔ایز۔۔ایزل۔۔آ۔رہی۔۔۔ہے۔۔۔ابھی وہ مزید کچھ بولتا جب ایزل شاہ کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھ کے ذائشہ خان نے جلدی سے اسے ہوش دلانی چاہی تھی۔۔ایزل کی آمد کا سنتے ہی وہ اپنی بے خودی پہ قابو پاتا اپنے آنسو اسکے کندھے پہ رگڑتا اس سے دور ہوتا زمین سے کھڑا ہوا تھا۔وہ آج بھی اسی روز والی بلیو جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔وہ ہر وقت خود کو سنوارنے والا تقریباً ستر گھنٹوں سے اسی ملگجی سی حالت میں تھا۔۔

کاظم اور زوریز کو بتایا ہے تم نے؟؟؟۔۔۔ارزم شاہ کو ایزل شاہ کے ساتھ باہر کی طرف جاتے دیکھ کے میرال شاہ نے اسے ایک دفعہ پھر سے عقل دلانی چاہی تھی وہ سی ان سنی کرتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا کیونکہ اسے اس وقت اپنی مرضی کرنی تھی۔میرال شاہ سر جھٹک کے اوپر ایزل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی جہاں ازمیر سو رہا تھا۔۔

میں اس میجر سے نپٹ لوں گا! تم صرف اپنی پوری کوشش کر کے گل بھابھی کو ساتھ لے آؤں گی لیکن خیال رکھنا ان کی حالت خراب نہ ہو جائے! انہیں ایک ساتھ پوری خبر مت دینا! انہیں صرف لالہ کے ایکسیڈنٹ کے متعلق بتانا! برین ہیمرج کا ذکر بھی مت کرنا!!۔۔۔۔۔۔گاڑی خان مینشن کے پورچ میں پارک کرتے ہوئے ارزم شاہ نارمل انداز میں ایزل شاہ سے مخاطب تھا جس پہ اس نے اپنی بھیگی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے سر ہاں میں ہلایا تھا۔۔اگلے ہی پل وہ دونوں گاڑی سے باہر نکلتے تیزی سے اندر کی طرف بڑھے تھے۔۔

گلالئی کو رات کا کھانا اور میڈیسن کھلانے کے بعد حازق خان جو خود ہاسپٹل کے لئے نکلنے والا تھا سامنے سے آتے ارزم شاہ اور اسے ساتھ موجود ایک لڑکی کو یہاں دیکھ کے وہ حیران ہوتا اپنے قدم روک گیا۔وہ اس لڑکی کو پہچان نہیں پایا تھا کیونکہ وہ اپنا چہرہ چادر میں چھپائے ہوئے تھی۔۔

گل بھابھی کہاں ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے مقابل آ کے کھڑا ہوتا بغیر سلام دعا کئے سنجیدگی سے اس سے گل کے متعلق استفسار کرنے لگا۔۔ایزل شاہ خاموشی سے اس سے دو قدم پیچھے کھڑی تھی۔۔

کیوں؟؟تمہارا یہاں آنے کا مقصد؟؟۔۔۔۔حازق خان دھڑکتے دل سے اسکی یہاں آنے کی وجہ کے متعلق استفسار کرنے لگا،ارزم شاہ کا بنا کسی انوٹیشن کے خود چل کے اسکے مینشن میں آنا کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔۔

ہمیں گل بھابھی سے ملنا ہے لالہ!!۔۔۔۔جواب ارزم شاہ کی بجائے ایزل شاہ کی طرف سے آیا تھا۔ایزل شاہ کا لہجہ بھیگا ہوا تھا، ایزل شاہ کا مدعا سنتے ہی حازق خان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھیں! رات کا کھانا کھا کے جایئے گا لیکن معذرت میں آپ دونوں کو اپنی گڑیا سے نہیں ملوا سکتا۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔۔

کیوں؟؟ کیوں نہیں ملوا سکتے؟؟ وہ میرے لالہ کے نکاح میں ہیں! ان کا ہمارے خاندان سے بہت مضبوط اور گہرا تعلق ہے آپ ہمیں ان سے ملنے سے روک نہیں سکتے!!۔۔۔ارزم شاہ مضبوط لہجے میں دبے دبے انداز میں غرایا تھا۔۔

میں جانتا ہوں آپ دونوں اس وقت یہاں کیوں موجود ہیں! اگر تو آپ دونوں اپنے لالہ کی سفارش کے لئے آئے ہیں! تو یہ ایک بہت غلط اپروچ ہے!! میں اپنی گڑیا کو ہر ٹینشن اور پریشانی سے دور رکھنا چاہتا ہوں! وہ اس حالت میں نہیں ہے کوئی بھی شاکنگ نیوز سن سکے!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور سرد ہوا تھا۔۔

لالہ پلیز مجھے ایک دفعہ گل سے ملنے دیں!! میرے لالہ کا ہوش میں آنا بہت ضروری ہے! اگر وہ اگلے تین گھنٹوں تک ہوش میں نہ آئے تو۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ خود میں اپنا جملہ مکمل کرنے کی ہمت نہ رکھتی بری طرح سے رونے لگی۔۔

بیٹا آپ کا تعارف؟؟۔۔۔۔حازق خان کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ احان شاہ کی بہن ہو لیکن پھر بھی کنفرم کرنے کے لئے تعارف پوچھنا ضروری سمجھا۔۔

ایزل کاظم شاہ!! میں احان لالہ کی بہن ہوں! میری گل سے بہت اچھی دوستی ہے! وہ میری دوست ہے پلیز مجھے اس سے ملنے دیں لالہ!!!۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کا رگڑتی جلدی سے حازق خان کو جواب دینے لگی، چہرہ ہنوز چادر سے ڈھکا ہوا تھا، ارزم شاہ کو اسکا یوں حازق خان کے سامنے رونا پسند نہیں آیا تھا۔حازق خان اسکے تعارف سے ہی سمجھ چکا تھا وہ کاظم شاہ کی بیوی ہے اور کچھ اس نے گل کے منہ سے بھی ایزل کا کئی بار ذکر سنا تھا۔۔

ڈرائنگ روم میں آجائیں!!!۔۔۔۔ان دونوں کو یہی کھڑے دیکھ کے حازق خان رخ موڑ کے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا انہیں بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر گیا۔۔

دیکھیں میں جانتا ہوں آپ گل سے کیوں ملنا چاہ رہی ہیں! لیکن میر ا یقین کریں وہ یہ غم بر داشت نہیں کر پائے گی!! میں اپنی بہن کو مزید کوئی مینٹل سٹریس نہیں دینا چاہتا پہلے ہی شاہ ہویلی والے ہمارا بہت نقصان کروا چکے ہیں! میں اسے اس پورے معاملے سے دور رکھنا چاہتا ہوں! میں نے پہلے ہی کاظم لالہ کو ایک بات کلئیر کی تھی ان کی ہویلی سے کوئی بھی سید احان شاہ کی سفارش میرے گڑیا کے پاس لے کے نہیں آئے گا! ایسے میں آپ دونوں کا ان کی سفارش کے کے آنا بہت کچھ خراب کر سکتا ہے!۔۔۔ حازق خان مدھم آواز میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ کا دل کر رہا تھا اس میجر کا سر پھاڑ دے جو پچھلے پانچ منٹوں سے ایک ہی بات دہرا رہا تھا لیکن وہ اس وقت جزباتی ہو کے کام مزید خراب نہیں کرنا چاہتا تھا، اسے گلالئ کو ہر حال میں ہاسپٹل لے کے جانا تھا۔۔ حازق خان کو پھر سے انکار کرتے دیکھ کے ایزل شاہ نے نم نگاہوں سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

ہم آپ کے پاس کوئی بھی سفارش لے کے نہیں آئے ہیں! گل بھابی میرے لالہ پہ حق رکھتی ہیں! آپ تقریباً تین دنوں سے انہیں اس سارے معاملے سے دور رکھ کے ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں!! اگر تو آپ کو لگ رہا ہے یہ خبر ان کی مینٹل ہیلتھ خراب کر سکتی ہے تو ذرا سوچیئے اگر ان تک احان لالہ کے کوما میں جانے کی یا خدانخواستہ ڈیتھ کی ڈائریکٹ خبر پہنچے گی کیا وہ زندہ بھی رہ پائیں گے ؟؟۔۔۔ ارزم شاہ نے اسے تمیز سے جواب دیتے آخری جملہ نا جانے کس ضبط سے بولا تھا، اپنے احان لالہ کی ڈیتھ اور کوما کا ذکر کرتے ایک پل کو زبان کانپی تھی۔۔ گلالئ جو بے چین ہوتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی تھی ڈرائنگ روم سے ان غیر معمولی آوازوں کو سنتے وہ تجسس اور حیرانگی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی تھی جب ارزم شاہ کے الفاظ سنتے اسے دھچکا سا لگا تھا۔۔ گلالئ کا اپنا پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہو رہا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا وہ ابھی زمین بوس ہو جائے گا۔۔ اپنے لڑکھڑاتے وجود کو دیکھتے اس نے غائب دماغی سے ڈرائنگ روم کے دروازے کا سہارا لیا تھا۔۔ اس کا وجود اس وقت زلزلوں کی ضد میں تھا۔ ارزم شاہ کے الفاظ سننے کے بعد اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔

گل!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ جس کی نظر اچانک سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف اٹھی تھی، گلالئ کو چکراتے سر کے ساتھ ساتھ زور سے دروازے تھامتے دیکھ کے وہ چیختی ہوئی جلدی سے صوفے سے اٹھتی اسکی طرف بھاگی تھی۔۔ ارزم شاہ اور حازق خان نے بے ساختہ چہرہ موڑا تھا، پیچھے کھڑی گلالئ کو کچھ بولنے کی کوشش کرتے

دیکھ کے وہ دونوں جلدی سے اپنی جگہوں سے اٹھے تھے۔وہ کچھ بولنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بول نہیں پا رہی تھی۔۔

ا۔ایزل۔۔ک۔کیا۔۔ہوا۔۔۔تمہارے۔۔لالہ۔۔کو؟کہاں۔۔ہیں۔۔۔وہ؟؟؟۔۔۔خود کو سنبھالتی ایزل شاہ کی طرف دیکھتی گلالئی بے ساختہ چیخی تھی۔۔کتنے ہی آنسو پلکوں کی بار توڑتے گالوں کی زینت بنے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط104(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

گل۔۔میرے۔۔لالہ۔۔ٹھیک نہیں ہیں!!۔۔۔۔۔۔۔گلالئی کے یوں چلا کے استفسار کرنے پہ ایزل شاہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے کیا جواب دے۔وہ نہیں جانتی تھی وہ ان کی کتنی بات سن چکی ہے ۔۔ایزل شاہ کے جواب پہ گلالئی کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا،وہ ایک دفعہ پھر اپنے چکراتے سر کو تھام گئی،ایزل شاہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتی اسے اپنے ساتھ ہولے سے کھینچتے ہوئے صوفے پہ بٹھا چکی تھی۔۔حازق خان اور ارزم شاہ اپنی جگہ پہ سٹل تھے،ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا گل اچانک سے یہاں آ جائے گی۔

ک۔کیا۔۔ہوا۔۔انہیں؟۔۔کون۔۔۔کوما۔۔میں۔۔کیا۔۔بات۔۔کر۔۔رہے۔۔۔تھے۔۔

ابھی۔۔کس۔۔کی۔۔۔ڈیتھ؟؟۔۔۔گلالئی بے آواز زار و قطار آنسو بہاتی ارزم شاہ کی طرف دیکھ کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولتی اسکے کچھ دیر پہلے والے جملے کا مطلب پوچھنا چاہ رہی تھی۔۔ارزم شاہ اس کے سوال پہ گہری سانس بھرتا ہوا اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔۔حازق خان نے اب ان دونوں کو مزید بولنے سے نہیں روکا تھا کیونکہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔وہ اپنی بہن کو جس سٹریس سے بچانا چاہ رہا تھا وہ اس میں ناکام ہو چکا تھا۔۔ارزم شاہ کو گلالئی کے گھٹنوں میں بیٹھے دیکھ کے حازق خان اپنی گھنی ڈارک براؤن بئیرڈ پہ ہاتھ پھیر کے اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔۔

بھابھی!!! لالہ کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے نزدیک صوفے پہ بیٹھی گلالئی کے چہرے کے تاثرات دیکھتا ٹھہر ٹھہر کے مدھم آواز میں بولا تھا،گلالئی نے اپنی بھیگی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلائے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

آج ان کے ایکسڈنٹ کو تیسرا دن ہے!!۔۔۔۔وہ مزید گویا ہوا تھا جس پہ گلالئی نے بے یقینی سے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو اپنا نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبائے ناگواری سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔
انہیں تین دنوں سے تین سیکنڈ تو دور ایک آدھے سیکنڈ کے لئے بھی ہوش نہیں آیا!!!۔۔۔۔۔اسکی حیرانگی سے پھیلی آنکھوں میں ارزم شاہ اپنی سرخ سوجھی شہد رنگ آنکھیں گاڑتا مزید گویا ہوا تھا، گلالئی اس وقت تکلیف سے بے آواز تو رہی تھی لیکن ارزم شاہ سے اسکی خاموشی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔
ان کا ان تین گھنٹوں میں ہوش میں آنا بہت حد ضروری ہے ورنہ۔۔۔ارزم شاہ چاہ کے بھی اب کی بار اپنا جملہ مکمل نہیں کر پایا تھا کیونکہ اب کی بار زبان نے اپنے کچھ دیر پہلے بولے گئے الفاظ دہرانے سے انکار کیا تھا۔۔ شہد رنگ آنکھوں میں آنسوؤں کی لکیر پھر سے واضح ہوئی تھی۔۔
و۔ور۔۔ورنہ۔۔ک۔کیا؟؟۔۔۔۔۔اسکے خاموش ہونے پہ گلالئی نے دھڑکتے دل سے لب کشائی کی تھی، وہ تو ابھی تک یہی بات قبول نہیں کر پا رہی تھی کہ اسکا ایکسڈنٹ ہوا ہے اور اس قدر شدید ہوا ہے کہ اس تین دنوں سے ہوش ہی نہیں آ رہا؟؟
گڑیا! تم کمرے میں چلو! تمہارا اس حالت میں ٹینشن لینا۔۔۔ابھی حازق خان اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئی اسکی بات کاٹ گئی۔
ورنہ کیا؟؟؟؟۔۔۔۔۔۔وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے چلائی تھی۔ایزل شاہ نے خاموشی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کے لب کپکپا رہے تھے۔۔
و۔ورنہ بہت سے چانسز ہیں وہ کبھی ہوش میں نہ آ سکیں!!۔۔۔وہ کپکپاتے لبوں کے ساتھ یہ جملہ ادا کرتا گلالئی کا سکون چین لوٹتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو پیچھے کی طرف دھکیل رہا تھا۔۔
نہی۔۔نہیں!!!۔۔ایسا نہیں ہو سکتا!!!۔۔۔۔وہ اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ کے بری طرح سے روتے ہوئے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔۔ارزم شاہ نے ایزل شاہ کو اسے چپ کروانے کا اشارہ کیا تھا۔ایزل شاہ جس کی خود بار بار آنکھیں بھیگ رہی تھی گلالئی کے پاس بیٹھ کے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔۔

گل پلیز بس ایک دفعہ میرے لالہ سے مل لو؟ پلیز صرف ایک دفعہ! وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں وہ تمہاری موجودگی محسوس کر کے ٹھیک ہو جائیں گے!۔۔۔ ایزل شاہ نے اسکے سامنے روتے ہوئے اپنے لالہ کی سفارش کی تھی۔

تمہارے لالہ ہمیشہ میرے ساتھ اتنی ناانصافی کیوں کرتے ہیں ایزل؟؟۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی التجا سننے کے بعد دھاڑیں مار مار کے روتے ہوئے چلا رہی تھی۔۔ اسکے رونے میں بے حد اذیت اور تکلیف تھی۔ ایزل شاہ اب مزید کچھ بولنے کی بجائے خاموشی سے اسے سننے لگی۔۔

ہمیشہ گلالئی ہی ساری تکلیف کیوں اٹھائے؟ میرے ساتھ ایسا معجزہ پیش کیوں نہیں آتا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کسی طرح سے ہاسپٹل پہنچا دیں! مجھے تین دن تو کیا تین صدیوں تک ہوش نہ آئے اور کوئی میرے لئے بھی تڑپے!!! میں ہی ہمیشہ کیوں تڑپوں؟ مجھے کیوں تڑپایا جاتا ہے؟؟۔۔۔۔۔ وہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ ہچکیوں کے درمیان اپنے دل کی باتیں زبان پہ لا رہی تھی۔۔ ارزم شاہ اور حازق خان اس دوران خاموش تھے، حازق خان اس سے کچھ فاصلے پہ تھا جبکہ ارزم شاہ ابھی تک اس کے گھٹنوں میں بیٹھا ہوا تھا۔۔

تم جانتی ہو ایزل! یہ ایکسڈنٹ بھی انہوں نے مجھے تڑپانے کے لئے کروایا ہے تاکہ وہ مجھے اپنے سامنے جھکا سکیں!! ۔۔۔ گلالئی کے ان الفاظ پہ ارزم شاہ کو اختلاف ہوا تھا، وہ نفی میں سر ہلا کے اسے بتانا چاہتا تھا بلی کے بچے کو بچاتے بچاتے اسکا اتنا برا ایکسڈنٹ ہوا ہے، اسے سوچتے سوچتے اسکے دماغ پہ اتنا پریشر پڑ چکا تھا کہ وہ تاب نہ لاتے ہوئے ایکسڈنٹ سے پہلے ہی بے ہوش ہو چکا تھا لیکن ابھی گلالئی کی بات کاٹنا اچھا نہ لگا تو خاموش رہا۔۔

م۔میر۔۔ میرے سامنے خود کو اتنی تکلیف دی تاکہ میں جھک جاؤں!! جب وہاں نہیں جھکی تو ایکسڈنٹ کروا لیا! تین دنوں سے ہوش میں نہیں آ رہے تاکہ میں ان کے خاندان کے قاتلوں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی معاف کرتی ان کے پاس دوڑی چلی جاؤں؟؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکا اس دن اپنی شہہ رگ اور سینے کو زخمی کرنے والا منظر یاد کرتی اپنے چادر میں چھپے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے نوچتی غرائی تھی۔۔ ارزم شاہ نے اسکے سر سے چادر کی درست کرتے ایک نظر حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو بہن کی تکلیف پہ خود بھی تڑپ رہا تھا۔۔

مجھے تڑپانے سے پہلے اتنا بھی نہیں سوچا میری کوکھ میں موجود ان کی اولاد یہ خبر سن کے تڑپ تڑپ کے سانسیں بھی ہار سکتی ہے!! وہ انسان آج بھی مطلبی ہے! اسے صرف خود سے مطلب ہے لیکن مجھے اپنے دل سے نفرت ہوئی چلی

ہے جو آج بھی اس شخص کے لئے تڑپ رہا ہے!!!!۔۔۔گلالئی پھولتی سانسوں کے درمیان بولتی پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی، وہ اس وقت احان شاہ سے شدید بد گمان نظر آ رہی تھی۔۔

ریشم!!!!! پانی لے کے آؤ!!۔۔۔گلالئی کی پھولتی سانسوں کو محسوس کرتے حازق خان نے بلند آواز میں ملازمہ کو پکارا تھا جو اگلے دو منٹ میں میں اسکے حکم کی تعمیل کرتی اسے پانی کا گلاس تھما کے اسکے ایک ہی اشارے پہ واپس جا چکی تھی۔حازق خان کو گلالئی کے نزدیک آتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکے گھٹنوں کے پاس سے اٹھ چکا تھا۔۔

گڑیا پانی پیو! اور اچھے بچوں کی طرح آنسو صاف کرو!!۔۔حازق خان گلالئی کی دائیں سائیڈ پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھتا اسے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔۔

کیا آپ کو بھی میں ہر کسی کی طرح ایک کھلونا لگتی ہوں لالہ؟ کیا اسی لئے مجھے گڑیا بولتے ہیں؟ ہر کوئی آپ کی گڑیا کے ساتھ کھیل کے اسے توڑ کے چلا جاتا ہے کیا آپ کو برا نہیں لگتا لالہ؟؟۔۔۔وہ پانی پینے کی بجائے اپنی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں لئے حازق خان سے مخاطب تھی۔اسکے الفاظ میں موجود تکلیف اور اذیت ان دونوں کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔

پانی پیو میرا بچہ!! اب میں کسی کو تمہارے ساتھ کھیلنے کا ایک موقعہ بھی نہیں دوں گا! تم جیسا چاہو گی بالکل ویسا ہو گا پلیز رونا بند کرو!!۔۔۔حازق خان اسکے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا التجائیہ لہجے میں بولا تھا۔۔

آپ کسی کو کھیلنے کا موقعہ نہیں دیں گے تو کیا ہوا میرا دل میرے ساتھ خود کھیل جائے گا! کیونکہ یہ اس ستمگر کا وفادار ہے جس نے مجھے پل پل تڑپایا ہے اور اس دل کی مجھ سے بے ایمانی چیک کریں ابھی بھی اسی کے لئے پاگلوں کی طرح دھڑک رہا ہے! اسی کے لئے تڑپ رہا ہے! میرا دل میرا ہو کے بھی میرا کیوں نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ پانی کا گلاس خود سے دور کرتی سسک سسک کے رو رہی تھی، وہ جیسے سارا آج ہی رو لینا چاہتی تھی۔۔اسے یوں سسکیوں سے روتے دیکھ کے ایزل شاہ اور ارزم شاہ شرمندہ سے ہوئے تھے وہ واقعی ہی اس خبر سے کافی سٹریس لے چکی تھی اتنا کہ وہ بار بار اپنا سر نفی میں ہلا کے غائب دماغی سے نا جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی شاید اسے خود بھی معلوم نہیں تھا، چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔۔

لالہ ایک بات بتاؤں ؟ کچھ بھی کیجئیے گا لیکن کبھی کسی عورت کو الفاظ کی مار مت ماریئے گا یقین کریں عورت چاہے جتنی مرضی وفادار ہو پیار کرنے والی ہو لیکن وہ اپنے پسندیدہ شخص کے بولے گئے اچھے اور برے الفاظ کبھی نہیں بھولتی !! ہاں اگر کچھ دیر کے لئے پیار مل جائے تو کچھ لمحوں کے لئے بھول بھی جاتی ہے لیکن الفاظ پوری عمر کے لئے اپنے دل پہ نقش کر لیتی ہے ! پھر جب جب اسے اپنا خسارہ یاد آتا ہے وہ ان الفاظ کو یاد کر کے بہانے بہانے سے روتی ہے ! میرا دماغ اس انسان کے الفاظ نہیں بھولتا ! اسکی شاہ بی بی کے الزام نہیں بھولتا اور وہ آج بھی چاہتا ہے میں اسے میسر آجاؤں ؟ اسکے سامنے جھک جاؤں جیسے ہمیشہ سے جھکتی آئی ہوں ؟؟ میں کیوں جھکوں ؟ ہمیشہ عورت ہی کیوں جھکے ؟؟۔۔۔ وہ احان شاہ کے الفاظ کی مار یاد کرتی اپنے درد سے پھٹتے دماغ کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے چلا رہی تھی۔۔ اسکی پہلے جملے پہ حازق خان کو وہ دن آج پھر سے یاد آیا تھا جب اس نے میرال شاہ کی اپنے الفاظ سے انسلٹ کی تھی، اگر اسکی بہن یہ سب جان جائے گی تو کیا وہ اسے ابھی اپنے اس شوہر سے ملائے گی جس نے اسے پرپل بے سکون کیا ہے ؟ حازق خان کے ماتھے پہ ننھے ننھے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے، وہ اس وقت کچھ بھی بولنے اور سوچنے سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، اسے اس وقت اپنا آپ احان شاہ سے ملتا جلتا معلوم ہوا تھا، آخر وہ ہمیشہ عورتوں کی عزت کرنے والا ایک عورت کی اپنے الفاظ سے انسلٹ کیسے کر سکتا ہے ؟؟

آئی ایم سو سوری بھابھی !! مجھے یہاں نہیں آنا چاہئیے تھا ! مجھے اپنا یہاں آنے کا فیصلہ غلط معلوم ہو رہا ہے ! آپ کی تکلیف آپ کے الفاظ بجا ہیں ! میں آپ کو لالہ کے پاس جانے کے لئے فورس نہیں کروں گا ! یہ آپ کے ساتھ زیادتی ہو گی ! !! میرے کندھے گواہ ہیں جن پہ وہ اپنا سر رکھ کے آپ کی یاد میں آنسو بہاتے رہے ہیں !! میرے کان گواہ ہیں جن میں وہ آپ کو یاد کرتے ہوئے آپ کا نام لے لے کے سرگوشیاں کرتے رہے ہیں !! میری آنکھیں گواہ ہیں جنہوں نے انہیں آپ کے لئے تڑپ تڑپ کے آنسو بہاتے دیکھا ہے !! ارزم شاہ اتنی آسانی سے گواہیاں نہیں دیا کرتا ! لیکن آج سید ارزم شاہ پورے دل سے گواہی دیتا ہے ! اپنے اللہ کو حاضر ناظر جان کے کہتا ہے !! واللہ !!! لالہ آپ سے عشق کرتے ہیں اور بے انتہا کرتے ہیں !! کسی عام عشق کی بات نہیں کر رہا ! روحِ عشق کی بات کر رہا ہوں !" ایک بار آزما لیجئیے ؟ غلط ہوئے ہم تو جو چاہے سزا مقرر کر دیجئیے !!"۔۔۔۔۔ ارزم شاہ مدھم بھاری لہجے میں بولتا اپنے الفاظ سے گلائی کے ساتھ ساتھ حازق خان اور ایزل شاہ کے بھی رونگھٹے کھڑے کر گیا تھا۔۔ جس

طرح سے اس نے احان شاہ کے عشق کی گواہی دی تھی! اسکا مضبوط لہجہ چیخ چیخ کے بتا رہا تھا اسکا ایک ایک لفظ حقیقت پہ مبنی ہے!!

چلو ایزل!!!۔۔۔۔ایزل شاہ کو آنسو بہاتے دیکھ کے ارزم شاہ اسے چلنے کا اشارہ کرتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

گل پلیز میرے لالہ کو معاف۔۔۔ابھی وہ مزید کچھ بولتی جب ارزم شاہ نے بنا مڑے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ایزل!!!! واپس چلیں!؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ سخت ہوا تھا جس پہ وہ گلالئ کو ایک آخری امید کے تحت دیکھتی آنکھوں میں آنسو لئے جلدی سے صوفے سے اٹھ کے ارزم شاہ کے پیچھے قدم بڑھا چکی تھی۔ان دونوں کے جاتے ہی گلالئ ایک دفعہ پھر دھاڑیں مار مار کے روتی حازق خان کے سینے سے لگی تھی۔۔

لالہ! اگر انہیں کچھ ہو گیا میں مر جاؤں گی!!!!۔۔۔وہ ہچکیوں کے درمیان بے بسی سے بولتی حازق خان کا دل دہلا گئی تھی۔۔

جانا چاہتی ہو؟؟۔۔۔۔۔حازق خان اسکے گال پہ ہاتھ رکھ کے اسکے آنسو صاف کرتا نرمی سے پوچھنے لگا۔۔

میں تو نہیں!لیکن یہ دل جانا چاہتا ہے! کاش یہ دل میرے وجود کا حصہ نہ ہوتا!!۔۔۔۔۔۔وہ بھیگے لہجے میں جواب دیتی اپنا آنسوؤں سے لبریز چہرہ بے دردی سے رگڑ کے صاف کر رہی تھی۔حازق خان نے مزید کچھ بھی بولے بغیر پانی کا گلاس اٹھا کے اسکے لبوں کے ساتھ لگایا تھا۔۔اپنی بہن کی تڑپتی حالت دیکھ کے وہ سوچ چکا تھا اسے کیا کرنا ہے۔

تمہیں منع کیا تھا نا تم وہاں نہیں جاؤ گے؟؟ پھر کیوں گئے تم؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ جو ابھی ایزل شاہ کے ساتھ ہاسپٹل کے کوریڈور میں داخل ہوا تھا، کاظم شاہ اسے دیکھتے ہی غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔اسے ابھی کچھ دیر پہلے میر ال شاہ نے کال کر کے ارزم شاہ اور ایزل شاہ کے خان مینشن جانے کے متعلق آگاہ کیا تھا، اور یہ ضروری تھا۔۔ کاظم شاہ کے غرانے پہ ارزم شاہ کے پیچھے کھڑی ایزل شاہ لرزی تھی، اس نے تو اسے بھی منع کیا تھا لیکن وہ اس وقت اپنے لالہ کی فکر میں ہلکان ہوتی ارزم شاہ کے ہمراہ چلی گئی تھی۔۔کاظم شاہ کے غصے کا سوچ سوچ کے ایزل شاہ کی جان جا رہی تھی۔۔

پتا نہیں ؟۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں جواب دیتا آئی سی یو کے دروازے کی طرف دیکھتا دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔
زوریز شاہ جو خود امید بھری نگاہوں سے آئی سی یو کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا انہیں خالی ہاتھ یہاں دیکھ کے وہ اپنی آنکھیں میچ گیا، دل تو ان سب کا بھی یہی چاہتا تھا گلالئ ایک دفعہ ہاسپٹل آجائے لیکن وہ شاید نہیں مانی تھی۔۔
لا۔لالہ۔۔کو۔۔۔ہوش۔۔آ۔۔گیا؟۔۔۔کاظم شاہ کو اب اپنی طرف گھورتا پا کے ایزل شاہ معصومیت سے ہچکیاں بھرتی اسکے قریب آتے ہوئے مدھم لہجے میں استفسار کرنے لگی۔کاظم شاہ اسے جواب دینے کی بجائے خاموشی سے رخ موڑ گیا۔۔اسکے رخ موڑنے پہ ایزل شاہ سسکتی ہوئی اپنے بابا جان کے سینے سے لگی تھی۔۔
بابا لالہ کب ٹھیک ہوں گے ؟؟۔۔۔وہ بری طرح سے روتے ہوئے ان کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔اب تو رو رو کے اسکی آواز بھی بیٹھ چکی تھی۔ھارون شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھتے اسکا ماتھا چومنے لگے۔۔
وہ تم لوگ کے ساتھ نہیں آئی ؟؟۔۔۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے گہری سانس بھر کے گلالئ کے متعلق پوچھنے لگے۔۔ایزل شاہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا گئی۔۔
و۔وہ۔۔کہتی ہے کہ لالہ۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی ایزل شاہ ان کے سینے سے چہرہ باہر نکالتی مزید کچھ بولنے ہی والی تھی جب سامنے کا منظر دیکھ کے اسکی زبان تالو سے چپکی تھی، آنکھیں بے یقین ہوئی تھی، وہ بول چلی تھی وہ اپنے باپ کو کیا بتانے والی ہے، وہ تو اس وقت یک ٹک سامنے دیکھی اس منظر پہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔کیا یہ واقعی ہی حقیقت تھی ؟ایزل شاہ کو یوں خاموشی سے بنا پلکیں جھپکائے سامنے کی طرف دیکھتا پا کے سب کی نگاہیں اسکی نظروں کے تعاقب میں اٹھی تھیں۔سامنے دیکھنے کی دیر تھی جب باقی سب کی آنکھیں بھی ایزل شاہ کی طرح حیرانگی سے پھیلی تھیں، کسی کو بھی اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آیا تھا، حتیٰ کہ مرحا شاہ جو ابھی آئی سی یو نکل رہی تھی سامنے حازق خان کے ساتھ آتی گلالئ کو دیکھتے سٹل ہوئی تھی، وہ اس وقت اپنے چہرے کو ایزل شاہ کی طرح ہی سیاہ چادر سے چھپائے ہوئے تھی لیکن اسکی کرسٹل گرے خوبصورت آنکھوں سے اسے پہچاننا مشکل تھوڑی تھا؟؟
گ۔گل!! ت۔۔تم۔۔آ۔۔گئی!!!۔۔۔۔ایزل شاہ اپنے بابا کے پاس سے اٹھتی تیزی سے گلالئ کی طرف بھاگتی ہوئے نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔حازق خان اپنی بہن کے گرد سے اپنے بازو کا حصار ہٹاتا گہری سانس بھرتے اس

سے فاصلے پہ ہوا تھا، ایزل شاہ کو جزباتی ہوتے دیکھ کے وہ محسوس کر چکا تھا وہ گلالئ کے گلے لگنا چاہ رہی ہے اور وہ اگلے ہی پل اسکے گلے سے لگ چکی تھی۔۔

تھینکو سو مچ گل!! تم بہت اچھی ہو! میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی!! ۔۔۔۔ ایزل شاہ روتے ہوئے اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھتی سرگوشی نما آواز میں بولی تھی، مرحا شاہ تیز تیز قدم اٹھاتی ان دونوں کی طرف بڑھی تھی۔۔

مر۔مرحا۔۔ آپی۔۔ یہ دیکھیں نا ہماری گل آگئی ہے! اسے لالہ کے پاس لے جائیں نا پلیز آپی! ۔۔۔۔ مرحا کو اپنے پاس آتے دیکھ کے ایزل شاہ اسکا ہاتھ تھامتی سسکتے ہوئے بولی تھی، گلالئ کی کرسٹل گرے آنکھیں اس وقت بھیگی ہونے کے ساتھ ساتھ شدید سرخ تھیں جیسے خود پہ ضبط کا بندھ بیٹھا کے یہاں تک آئی ہو۔۔ حازق خان اب مرحا کو بھی یہاں آتے دیکھ کے کاظم شاہ کی طرف بڑھتا اسکے ساتھ جا کے کھڑا ہو چکا تھا، باقی سب نے تشکر بھری نظروں سے حازق خان کو دیکھا تھا جو اتنا سب ہونے کے بعد بھی اپنا دل بڑا کر کے اپنی بہن کو یہاں کا چکا تھا۔

گل کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے وہ لالہ سے مل سکے ایزل!! ہم احان لالہ کو لے کے سیلفش ہو رہے ہیں!!۔۔۔ مرحا شاہ نفی میں سر ہلا کے گلالئ کو اپنے ساتھ لگاتی بھیگی آواز میں بولی تھی، ایزل شاہ جو ابا خاموشی اختیار کر گئی۔۔

جب تک یہاں آچکی ہوں تو دو قدم مزید بھی چل سکتی ہوں!!۔۔ گلالئ نے بھیگی آواز میں مرحا شاہ کو جواب دیا تھا۔

یہ دو قدم کانٹوں بھرے ہیں! تڑپ جاؤ گی تم! ۔۔۔ مرحا شاہ اسکی آنسوؤں بھری آنکھیں صاف کرتی گہری سانس بھر کے بولی تھی، جب کاظم شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ جیسے مضبوط مرد سید احان شاہ کی اس حالت پہ آنسو بہا سکتے تھے تو گلالئ کوکھیت کی مولی تھی؟ وہ جانتی تھی وہ آئی سی یو میں اس کی حالت دیکھ کے اپنی حالت بگاڑ لے گی۔۔

پوری زندگی کانٹوں پہ ہی تو سفر کیا ہے! اب تو تڑپنے کی عادت ہے!!۔۔۔ گلالئ اداسی سے بولی تھی، دل زوروں سے دھڑک رہا تھا آنکھیں اشک بار تھیں، دل تڑپ رہا تھا، وہ اندر تک زخمی تھی لیکن اس انسان سے ملنا چاہتی تھی۔

مرحا شاہ مزید کوئی بھی بحث کئے بغیر گلالئ کو اپنے حصار میں لئے آئی سی یو کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ حازق خان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ اس وقت بے بس تھا اگر اپنی بہن کو یہاں لے کے نہ آتا تو وہ سسک سسک کے اپنی سانسوں سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ ایزل شاہ جو اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی اللہ سے دعائیں مانگ رہی تھی اچانک سے نگاہیں دور سٹریچر کی

طرف اٹھی تھیں جس پہ موجود مریض لہولہان تھا، اسکی حالت دیکھنے لائق نہیں تھی، ایزل شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی، وہ ڈرتے ہوئے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی پہلے سے زیادہ رونے لگی، کاظم شاہ اپنی نازک اووزی کو جانتا تھا وہ اسی لئے تو چاہتا تھا اسکی ڈرپوک اووزی ہاسپٹل نہ آئے وہ ایسے مریض دیکھ دیکھ کے ہی خوف سے آدھی ہو جائے گی لیکن اب جب وہ آ ہی چکی تھی تو وہ اسے سنبھالنے کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا؟ وہ آگے کی طرف بڑھتا اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا پرئیر روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔ ارزم شاہ نم آنکھوں سے حازق خان کی طرف دیکھتا اپنی آنکھیں موند کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گیا، اسے یقین نہیں تھا یہ میجر اتنی جلدی اپنی ضد سے ہٹ جائے گا۔۔ کاظم شاہ کے یہاں سے جانے کے بعد حازق خان بنچ پہ بیٹھے ھارون شاہ کو مکمل طور پہ اگنور کرتا زوریز شاہ کی طرف بڑھتے اسے تسلیاں دینے لگا۔۔ پچھلے تین دن سے ان کے کھانے پینے کا خیال حازق خان اور شہسوار شاہ نے رکھا ہوا تھا۔۔

آہہہہ!!!!!۔۔۔۔۔۔ گلالئ ابھی مرحاشاہ کے ساتھ آئی سی یو میں داخل ہی ہوئی تھی جب سامنے بیڈ پہ موجود پٹیوں میں جکڑے احان شاہ کو دیکھتے اس کی دل دہلاتی چیخ گونجی تھی، اسکے قدم لڑکھڑائے تھے لیکن مرحاشاہ اسے جلدی سے سنبھال چکی تھی۔ مرحاشاہ نے اندر موجود نرس کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

شش!! اس کے پاس جاؤ گی یا واپس جاؤ گی؟۔۔۔۔ مرحاشاہ نے اس کی طبیعت کے پیش نظر پھر سے اس سے پوچھنا مناسب سمجھا تھا وہ اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے تڑپتی ہوئی اسکے حصار سے نکلتی اپنی حالت کی پروا کئے بغیر احان شاہ کی طرف بھاگی تھی۔۔

ش۔شاہ!!! شاہ سائیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔ اسکے چہرے پہ آکسیجن ماکس دیکھتی وہ ہر چیز کو فراموش کئے اسکے بئیرڈ زدہ گال کو اپنے ہاتھ سے تھپتھپاتی روتے ہوئے اسے پکارنے لگی۔۔ عشق بھی کیا چیز ہے محبوب تکلیف میں ہو تو ہر زیادتی بھلا دیا کرتا ہے۔۔

شا۔۔شاہ۔۔سائیں!!۔۔م۔میں۔۔گل۔۔م۔میں۔۔آ۔۔۔گئی۔۔ہوں!!۔۔۔۔ اسے ہنوز ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کے وہ تڑپ تڑپ کے روتی اسکے گالوں پہ موجود اس کی بھوری بئیرڈ پہ اپنا ہاتھ پھیر رہی تھی جو ہمیشہ سے اسکا پسندیدہ کام رہا تھا۔۔ مرحاشاہ بمشکل اپنے آنسو روکے ہوئے تھے۔۔

یہاں بیٹھو گل!! اتنا زیادہ رونا تمہاری سخت کے لئے اچھا نہیں ہے! اگر تمہارا سر چکرایا یا بی پی لو ہو گیا تو پلیز فورا سے یہ میڈیسن کے لینا!! میں باہر جا رہی ہوں تم صرف پانچ سے سات منٹ تک ملاقات کر سکتی ہو! سینیر ڈاکٹرز تمہیں اتنے منٹ کی اجازت نہیں دیں گے لیکن میں بات کر لوں گی!!۔۔۔مرحاشاہ اسکی طرف بڑھتی اسے احتیاط سے تھام کے احان شاہ کے بیڈ کے پاس موجود کرسی پہ بٹھاتی اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی گولی پکڑا چکی تھی۔۔وہ اسے نرمی سے ہدایات دے رہی تھی لیکن وہ اسکی طرف متوجہ ہوتی تو اسکی سنتی نا وہ تو یک ٹک اس ستمگر کو دیکھتی جا رہی تھی۔۔اسکی اس حالت پہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔۔مرحاشاہ اسکے آنسو صاف کر کے اسکا چہرہ تھپتھپاتی باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔مرحاشاہ کے جاتی ہی وہ اسکا ڈرپ والا ہاتھ نرمی سے تھامتی نم کرسٹل گرے آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

سید احان شاہ روئے تو پوری دنیا اس کے ساتھ مل کے روئے؟سید احان شاہ تکلیف میں ہو تو پوری دنیا اسکی تکلیف محسوس کرے؟لیکن گلالئ احان شاہ روئے! دھاڑیں مار مار کے روئے کوئی نہ سنے؟گلالئ احان شاہ کا دل تکلیف میں ہو تو پوری دنیا بے خبر رہے؟کان اور آنکھیں بند کر لے؟یہ کیسا انصاف ہے میرے ساتھ؟۔۔۔وہ اسکے ڈرپس کی وجہ سے سوجھے سرخ و سفید ہاتھ پہ نرمی سے اپنی انگلیاں ہچکیوں سے بول رہی تھی۔۔اس وقت دماغ اس قدر مفلوج تھا کہ وہ جس انسان سے نفرت کرنے کی خواہشمند تھی اسی کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ رہی تھی؟

لیکن میں آپ سے کیا انصاف مانگو شاہ سائیں؟جب میرا دل ہی میرے لئے نہیں دھڑکتا! جب میرا دل ہی میری تکلیف محسوس نہیں کرتا تو آخر کیونکر کسی دوسرے کا دل گلالئ احان شاہ کی تکلیف محسوس کرتے تڑپ تڑپ کے دھڑکے گا؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جما کے سسکتے ہوئے گویا ہوئی۔گلالئ نے محسوس کیا تھا اسکا دودھیا سفید چہرہ اس وقت زرد تھا،خوبصورت ہری آنکھیں بند تھیں،آنکھوں کے گرد خون جم چکا تھا۔۔

بولتے تھے مجھ سے عشق ہو گیا ہے؟؟میں پوچھتی ہوں سید احان شاہ یہ کیسا عشق ہے جس میں محبوب کو ہمیشہ اکیلا کر دینا آپ پہ لازم ہے؟عشق کے ایسے اصول صرف آپ پہ لاگو کیوں ہوتے ہیں؟آپ عشق کریں تو سارے آپ کے عشق کی گواہیاں دیں؟میں عشق کروں اور گواہیاں بھی بذات خود دوں؟لیکن پھر بھی سید احان شاہ میری بجائے کسی دوسرے پہ اعتماد کر لے؟کیا اتنی ناانصافی پہ گلالئ احان شاہ کو مر نہیں جانا چاہئیے؟؟۔۔۔وہ بری طرح

سے ہچکیاں بھرتی اپنے ہچکولے کھاتے وجود کی پروا کئے بغیر کرسی سے اٹھ کے پھر سے اسکے قریب کھڑی ہوتی اسے پیاسوں کی طرح دیکھنے لگی۔۔

آپ بہت ظالم ہیں لیکن گلالئ کا دل آپ کے اسی ظالم روپ سے بے پناہ عشق کر بیٹھا ہے! دل نے اس حد تک مجبور کر دیا ہے کہ آپ سے طلاق مانگنے والی گلالئ اس وقت آپ کے لئے پورے دل سے دعا کرتی ہے یا اللہ میرے شاہ سائیں کو بچالے!! ۔۔۔۔وہ اذیت سے بلند آواز میں چلا چلا کے اللہ سے دعائیں مانگتی اپنا چہرہ اسکے بئیر ڈ ذدہ گال کے ساتھ ٹکا گئی۔۔

آپ بہت برے ہیں لیکن آپ کی یہ بئیر ڈ اچھی لگتی ہے! پتا نہیں کیوں؟۔۔۔۔وہ آج وقتوں بعد اسکی بئیر ڈ کی چھبن اپنے گالوں پہ محسوس کرتی سسکیوں کے درمیان بولی۔۔ اسکی اس قدر نزدیکی پہ مقابل کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا تھا، پلکوں یں جنبش ہوئی تھی، وہ آنکھیں کھولنا چاہتا تھا لیکن اپنی پوری قوت لگا کے بھی وہ اپنی آنکھیں نہ کھول پایا۔۔

آپ میرے اتنے عشق کے لائق نہیں ہیں لیکن پھر بھی گل کا دل آپ سے بے انتہاء عشق کرتا ہے! سب بولتے ہیں میں ایک غدار کا خون ہوں؟ لیکن کوئی یہ کیوں نہیں بولتا میرے خون میں وفا ہے! میں ایک عاشق کی اولاد ہوں! ایک ایسے عاشق کی اولاد جو اپنے قبیلے کی سرداری چھوڑ کے شاہوں کا ملازم بننے پہ مجبور ہو گیا! سب اسماعیل خان کی غداری کا حوالہ کیوں دیتے ہیں؟ کوئی تو اس کا وفاداری کا حوالہ بھی دے دو؟ میرے باپ کے خون میں وفا تھی سید احان شاہ اور میں اپنے باپ کی لاڈلی تھی! لیکن میرا دل میرا لاڈلا ہے کیونکہ وہ میرے محرم سید زادے کا ہے! میرے خون میں وفا ہے! میرے دل میں موجود خون کا وہ لوتھڑا تا عمر آپ کا وفادار رہے گا! ۔۔۔۔وہ اس وقت پاگل دیوانی کی طرح سید احان شاہ سے مخاطب اسکی بئیر ڈ پہ اپنا گال رگڑ رہی تھی۔ احان شاہ کا چہرہ اس کے آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔۔

وفا نبھانی ہو تو گلالئ احان شاہ سے سیکھیں سید احان شاہ! عورت چاہے جتنی مرضی پتھر دل بن جائے لیکن جب وہ عشق کرتی ہے تو ٹوٹ کے کرتی ہے! آخر تک وفا نبھاتی ہے لیکن آپ تو بیوفا نکلے؟ ایکسڈنٹ ہو گیا تھا تو بے ہوش ہونا ضروری تھا؟ میں تو کبھی آپ کے کڑوے الفاظ سن کے بے ہوش نہیں ہوئی؟ کیا یہ ایکسڈنٹ آپ کے ان کڑوے

الفاظ سے بھی شدید تھا؟۔۔۔۔وہ اسکے چہرے پہ موجود اب اپنے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتی اداسی سے بول رہی تھی۔۔چہرہ بے حد اداس اور پریشان تھا۔۔آنسو تھے کہ بند ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔

یہی چاہتے تھے نا؟گلالئی احان شاہ آپ کے سامنے جھک جائے؟تو لیں گلالئی احان شاہ کا دل آپ کے سامنے جھک گیا ہے! وہ آپ سے ناچاہ کے بھی ملنے آگئی ہے! اور کیا چاہتے ہیں؟اور کتنی وفا دیکھاؤں؟اور کتنا عشق کروں آپ سے؟؟۔۔۔۔۔وہ اپنے کانپتے ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھام کے بچوں کی طرح روتی اسکے ماتھے پہ اپنے نرم گرم لب رکھ گئی اور یہی وہ پل تھا جب سید احان شاہ نے اپنی پوری قوت لگاتے ہوئے اپنی آنکھیں وا کی تھیں،وہ اسے سن سکتا تھا لیکن چاہ کے بھی بول نہیں پا رہا تھا،وہ اسے جی بھر کے دیکھنا چاہتا تھا لیکن آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔۔وہ جو اسکے ماتھے سے لب ہٹا کے پھر سے اسکے چہرے پہ نظریں جما گئی تھی اسکی کھلی ہری آنکھیں دیکھتے گلالئی کی کرسٹل گرے آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں۔۔وہ رونا بھول چکی تھی۔۔وہ سانسیں روک کے اسکی طرف دیکھنے لگی جو پھر سے غنودگی میں جا رہا تھا۔۔۔

ش۔شاہ۔۔سائی۔۔سائیں!!!!!۔۔۔۔وہ اسکا گال تھپتھپاتے بلند آواز میں اسے پکارتی پھر سے ہوش دلانے لگی لیکن اسکی آنکھیں بند تھیں۔۔

گل!! سات منٹ سے زیادہ کا وقت ہو چکا ہے! اب تمہیں باہر چلنا چاہئیے! سینیر ڈاکٹرز غصہ کریں گے!!۔۔۔مرحا شاہ جو ابھی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تھی گلالئی کو اسکا گال تھپتھپاتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسکی طرف بڑھتی نرمی سے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتی اپنے پاس کرنے لگی جب وہ نفی میں سر ہلاتی اس سے اپنا بازو چھڑوا گئی۔۔

ش۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔کو۔۔ہوش۔۔آ۔آیا۔۔تھا!! ان۔۔انہوں نے ابھی اپنی آنکھیں کھولیں تھیں دیدہ!! انہیں بولیں نہ پھر سے اپنی آنکھیں کھولیں! جب میرا دل ان کے سامنے جھک گیا ہے تو کیا یہ اس عشق کے صدقے اپنی آنکھیں کھول کے اپنی پٹھانی کو دیکھ نہیں سکتے؟یہ اتنے ظالم کیوں ہیں دیدہ!!۔۔۔۔وہ پھر سے احان شاہ کی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتی پرسوز سسکیوں سے رو رہی تھی۔۔مرحا شاہ اسکے الفاظ پہ حیران ہوئی تھی،وہ بول رہی تھی احان شاہ کو ہوش آیا ہے؟لیکن وہ تو بے ہوش تھا؟؟کیا وہ واقعی ہی پاگل ہو چکی تھی؟؟

گل ابھی لالہ کو ہوش نہیں آیا تم دعا کرو انہیں ہوش آجائے گا! آؤ باہر چلتے ہیں ایسے وہ ڈسٹرب ہوں گے میرا بچہ!!۔۔ مرحاشاہ اسے سنبھالتی ہوئی اپنے ساتھ لگاتی اسکے آنسو پونچھنے لگی۔۔

نہیں!! میں سچ بول رہی ہوں دیدہ انہیں ابھی ہوش آیا تھا!!! میں نے اللہ سے اتنی دعائیں مانگی ہیں شاید اللہ میری دعائیں سن چکا ہے! میں قسم سے جھوٹ نہیں بول رہی! انہوں نے واقعی ہی اپنی ان آنکھوں کو کھول کے مجھے دیکھا تھا!! آنکھیں کھولو سید احان شاہ ورنہ میں ابھی اور اسی وقت اپنے لالہ کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی اور کبھی بھی آپ کے پاس لوٹ کے نہیں آؤں گی!!!۔۔۔۔وہ مرحاشاہ کو روتے ہوئے جواب دیتی اچانک سے احان شاہ کو اپنے ازلی انداز میں دھمکی لگا گئی، وہ جو اسکی دھمکیوں پہ مسکرا دیا کرتا تھا آج اسکی یہ دل دہلاتی دھمکی سن کے سید احان شاہ نے ایک دفعہ سے اپنی پوری قوت لگاتے اپنی نم ہوتی ہری آنکھیں وا کرتے گلالئی کی طرف دیکھا تھا، آنکھوں میں التجاء تھی۔ وہ اسکی آنکھوں کی التجاء پڑھتی بری طرح سے رو دی۔۔

دیکھیں دیدہ شا۔۔ شاہ سائیں کو ہوش آگیا! م۔ میں۔ ان۔۔ کی گل اپنے اللہ سے دعائیں کرتی انہیں ہوش میں لے آئی!! ۔۔۔۔گلالئی اپنے پاس شاک کی کیفیت میں کھڑی مرحاشاہ کا بازو ہلاتی اسے احان شاہ کی طرف متوجہ کرنے لگی، وہ جو پہلے ہی احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی عشق کی اس انتہاء پہ مرحاشاہ کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے۔ وہ زور سے گلالئی کو اپنے سینے سے لگاتی اسکا ماتھا چوم گئی، احان شاہ ایک دفعہ پھر سے بے ہوشی میں جا چکا تھا۔۔

اسی لئے منع کر رہا تھا ہاسپٹل مت آنا!!۔۔۔ اسکے یوں ہچکیوں سے رونے پہ وہ اسے دیوار کے ساتھ لگاتا دبے دبے غصے سے گویا ہوتا اسکے چہرے سے چادر ہٹا گیا جو اسکے رونے کی وجہ سے گیلی ہوتی اسکے چہرے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔۔

ایک تو م۔ میرے لالہ ٹھیک نہیں ہیں اور اوپر سے آپ مجھے چپ کروانے کی بجائے غصہ کر کے مزید رلا رہے ہیں؟؟ دور ہٹیں مجھے ریز لالہ کے پاس جانا ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے ذرا سا غصہ کرنے پہ معصومیت سے روتے ہوئے شکوے کرتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔ اسکے ان معصوم سے شکووں پہ کاظم شاہ کا غصہ جاگ کی طرح بیٹھا تھا۔۔

کتنے پیار سے سمجھایا تھا تمہیں ہویلی میں لیکن تم اپنے لالہ کی طرح بہت ضدی ہو!!۔۔۔۔وہ اسے خود سے دور کرنے کی بجائے سینے کے ساتھ لگاتا اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے آنسو چننے لگا۔

گل میری وجہ سے آئی ہے! میں لے کے آئی ہوں اپنے لالہ کی گل کو!!۔۔۔۔وہ روتے ہوئے اترائی تھی۔۔

اسے گل مت بولو!! اگر اسکے علاوہ اسے کوئی گل بولے تو وہ ناراض ہوتا ہے!!۔۔۔۔کاظم شاہ احان شاہ کی پوززیسو نس یاد کرتا اداسی سے مسکرا کے بولا تھا۔ایزل شاہ کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔۔

کہاں سے لے کے آرہی ہو اتنے انسو؟؟ہاسپٹل میں سیلاب لانے کا ارادہ ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکے آنسو چنتا مدھم آواز میں اسے ڈپٹتے ہوئے اسکے بالوں میں ہاتھ الجھائے اسکے لبوں پہ شدت سے جھک گیا تاکہ اسکا رونے سے دھیان بٹا سکے۔۔اتنی پریشانی میں بھی اسے اپنے لبوں پہ اتنی شدت سے جھکے دیکھ کے وہ اس انسان کو دیکھ کے رہ گئی۔۔وہ اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں الجھائے اسکی سانسیں شدت سے کھینچتا اسکا دھیان بٹانے میں کامیاب ہوا تھا،اب وہ رونے کی بجائے سانس لینے کو ترستی اسکے سینے پہ مکے برسا رہی تھی۔۔

وہ سب اس وقت احان شاہ کے ہوش میں آنے کی خبر سن کے بیک وقت خوش اور بے یقین ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔گلالئ اس وقت ایزل شاہ کے ساتھ بینچ پہ بیٹھی ہوئی تھی،ایزل شاہ نم آنکھوں سے مسکراتی اسے زور سے خود کے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔۔عشق کی اس انتہاء پہ وہ سب تشکر بھری نگاہوں سے گلالئ کی طرف دیکھ رہے تھے جب سب کو سینیر ڈاکٹرز اپنی طرف آتے دیکھائی دیئے تھے۔۔

پیشنٹ کو ہوش آچکا ہے! بھتر گھنٹے سے پہلے آیا یہ اچھی بات ہے لیکن وہ ابھی بھی خطرے میں ہیں! بار بار بے ہوشی اور غنودگی کی کیفیت میں جارہے ہیں!! پیشنٹ کا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کب ٹھیک ہوں گے؟ہم جھوٹی تسلی نہیں دیں گے کیونکہ ایسے پیشنٹ کا بچنا بہت مشکل ہے!! باقی اللہ سے دعا کیجیئے پر اپر علاج کرنا ہمارا کام ہے! لیکن ہم ہوپ فل نہیں ہیں! کیونکہ ایک تو مریض کے جسم میں پہلے ہی انفیکشن پھیل چکا تھا اور اس پہ تضاد سٹریس،ہائی بلڈ پریشر اور پھر اس شدید ایکسڈنٹ کی وجہ سے پیشنٹ کے دماغ کی شریانوں میں بلڈ کلاٹس ہیں جو ابھی ہم سرجری سے ریموو نہیں کر سکتے!! پہلے ہم کوشش کریں گے کہ میڈیسن سے کلاٹس ریموو کئے جاسکیں لیکن اگر ہم ناکام رہے پھر ہم سرجری

والے آپشن کی طرف آئیں گے !!کیونکہ ابھی پیشنٹ کریٹیکل سیچویشن میں ہے پہلے ہی ہم میجر آپریٹ کر کے ان کی بلیڈنگ پہ کنٹرول کر چکے ہیں! ساتھ ساتھ ٹائیفائیڈ کا کورس بھی چل رہا ہے! انفیکشن ختم ہو گا تو کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ابھی نیوروسرجن آپریشن کا رزک نہیں لے سکتے! پیشنٹ کی میموری لاسٹ بھی ہو سکتی ہے!! پیشنٹ نے پہلے ہی اپنا برا حال کیا ہوا تھا باقی رہی سہی کسر ایکسیڈنٹ اور برین ہیمرج نے نکال دی ہے! دعا کریں پیشنٹ کی جان بچ جائے اور آنکھوں یا جسم کے کسی دوسرے حصے پہ اثر نہ پڑے۔ لیکن آپ سب بالکل ناامید مت ہوں! ہم ڈاکٹرز ہیں ہمارا کام آپ کو پیشنٹ کے متعلق سب سچ سچ بتانا ہے تا کہ بعد میں ہمارے اور آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہ سن سکے! برین ہیمرج کے پیشنٹ بہت کم سروائیو کرتے ہیں لیکن اللہ معجزے بھی کرتا ہے! کچھ بھی ہو سکتا ہے! یہ دو ہفتے ان کے کریٹیکل سیچویشن میں ہی گزریں گے کیونکہ پیشنٹ کے دل کی دھڑکنیں کبھی بھی زیادہ اور آکسیجن لیول کبھی بھی کم ہو سکتا ہے! ! دعائیں جاری رکھیئے! تھینک یو!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سب جو احان شاہ کی ہوش میں آنے پہ خوش اپنی مانگی گئی منتیں پوری کرنے کا سوچ رہے تھے سینیر ڈاکٹرز کے الفاظ پہ وہ خوشی پھر سے پریشانی میں تبدیل ہوئی تھی جبکہ گلالئی کا حال بھی برین ہیمرج کا سن کے ویسا ہی ہوا تھا جیسا باقی سب کا ہوا تھا۔۔ اسکی زبان تالو سے چپک چکی تھی، وہ چاہ کے بھی کچھ بول نہ سکی! آنکھیں نے آنسو بہانا ابھی بھی بند نہیں کئے تھے۔ وہ سٹل ہوئی تھی۔۔

ڈیڑھ ہفتے بعد:

وہ ڈیڑھ ہفتے سے آئی سی یو کے اسی بیڈ پہ موجود تھا۔ اور وہ ان ڈیڑھ ہفتوں میں ہر روز اس سے ملنے آتی رہی تھی۔۔ وہ صبح اس کے پاس آجایا کرتی اور رات میں حازق خان کے حکم پہ اسکے ساتھ چلی جایا کرتی۔۔ حازق خان نے اسے بارہا بولا تھا دو دن کا ناغہ کر کے چلی جایا کرے! اسکی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ ہر روز اسپتال کے چکر لگائے لیکن گلالئی کو اس وقت اپنے عشق سے زیادہ کوئی عزیز نہیں تھا۔۔ سب کا دھیان ان نو دنوں سے سید احان شاہ کی طرف لگا ہوا تھا۔۔ کسی نے بھی سکھ کا سانس نہیں کیا تھا۔۔ ایسا نہیں تھا وہ ان نو دنوں سے بے ہوش تھا! وہ ہوش میں آتا تھا سب کی باتیں سن کے آنکھوں سے جواب دیتا پھر سے آنکھیں موند جایا کرتا تھا لیکن جب گلالئی اسکے پاس کرسی رکھ کے بیٹھتی تھی وہ پوری قوت سے آنکھیں کھول لیا کرتا تھا تا کہ وہ اسکی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔۔ ان سب نے یہ

دن کس طرح سے گزارے تھے یہ صرف وہی جانتے تھے۔۔ایزل شاہ بھی ہر روز گلالئی کے ساتھ یہاں رہنے کی ضد کرتی تھی لیکن کاظم شاہ اسے کبھی کبھار احان شاہ سے ملوانے لایا کرتا تھا۔۔احان شاہ دوسرے پیشنٹس کے مقابل جلدی ریکور کر رہا تھا، کافی چانسز تھے وہ جلد ہی اس کریٹیکل سیچویشن سے باہر آجاتا۔۔

یہ آئی سی یو کے کمرے کا منظر تھا۔۔وہ اسکے بیڈ کے پاس کرسی رکھ کے بیٹھی درمیانی آواز میں قرآن کی تلاوت کر رہی تھی اور وہ اپنی ہری آنکھیں اسکے خوبصورت چہرے پہ جمائے دید کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔۔آکسیجن ماسک ہنوز چہرے پہ تھا۔۔وہ اسکی نظروں کی تپش خود پہ محسوس کر رہی تھی لیکن پھر بھی اسکی طرف دیکھے بنا خاموشی سے تلاوت کرتی رہی۔۔وہ تقریباً پندرہ منٹ تک تلاوت کرتی رہی تھی اور وہ ان پندرہ منٹوں میں بار بار آنکھیں کھول کے اسے دیکھتا رہا تھا۔۔تلاوت کرنے کے بعد وہ کرسی سے کھڑی ہوتی سنجیدگی سے احان شاہ کے قریب آتی اسکے چہرے اور سینے پہ پھونک مارنے لگی۔۔اس کے اس عمل سے احان شاہ کی دھڑکنوں میں ہمیشہ کی طرح انتشار پیدا ہوا تھا۔۔وہ اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسکے ناک اور لبوں پہ موجود یہ آکسیجن ماسک اسکی جان کا عذاب بنا ہوا تھا۔۔وہ اس پہ پھونک مارنے کے بعد ایک خاموش نظر اسکے چہرے پہ ڈالتی اپنے سر پہ چادر درست کرتی یہاں سے جا چکی تھی، اور وہ اسکے جاتے ہی اپنی نم ہوتی ہری آنکھیں موند چکا تھا۔۔وہ اسے روکنا چاہتا تھا !!

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 105 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

شاہ ہویلی کے تمام مکین احان شاہ سے وقفے وقفے سے ملنے آتے رہے تھے، شاہ بی بی اور زہرہ مام بھی اس سے مل کے جا چکی تھی، وہ کچھ دیر ہوش میں آکے بنا کچھ بولے پھر سے غنودگی میں چلا جاتا تھا، آج وہ پہلے سے کچھ بہتر تھا، ڈاکٹرز کا ارادہ آج اسے آئی سی یو سے نارمل پرائیویٹ روم میں شفٹ کرنے کا تھا۔ جس دن سے احان شاہ کو ہوش آیا تھا اس دن سے شاہ ہویلی والے ہر روز احان شاہ کے نام پہ بکروں کے صدقے نکال رہے تھے۔ دوپہر کے دو بج رہے تھے، شاہ ہویلی کے تمام مرد حضرات اس وقت ہاسپٹل میں موجود تھے، گل ابھی کچھ گھنٹے پہلے ہی حازق خان کے ساتھ

ہاسپٹل آئی تھی، احان شاہ کے پاس کچھ دیر بیٹھ کے اس پہ دم وغیرہ کرنے کے بعد سے وہ مرحا شاہ کے کیبن میں موجود تھی۔۔

بھی اتار دیا ہے آپ انہیں سہارا دے کے واشروم urine bag، پیشنٹ کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے لے کے جاسکتے ہیں تاکہ پیشنٹ کی باڈی کو حرکت میں لایا جاسکے!!۔۔۔ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولتا ایک چھوٹی سی مسکراہٹ ان سب کی طرف اچھالتا وہاں سے جاچکا تھا۔۔وہ آئی سی یو سے پرائیویٹ روم میں شفٹ ہو چکا تھا ان سب کے لئے یہی کافی تھا۔

تو جائے گا یا میں جاؤں؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ نے ائیبرو اٹھاتے ہوئے ارزم شاہ سے استفسار کیا تھا۔

میں کیوں جاؤں گا؟ آپ کے لالہ ہیں آپ جائیں!! انہیں بتا دیجئیے گا ناراض ہوں میں ان سے!!!۔۔۔ارزم شاہ ناراضگی سے بولتا سر جھٹک گیا، کاظم شاہ نے تاصف سے سر ہلایا تھا جبکہ حازق خان اس انوکھے شاہ کو دیکھ کے رہ گیا جس نے یہ پورا ڈیڑھ ہفتہ پاگلوں کی طرح پریشان ہو کے گزارا تھا اور اب جب اسے مکمل ہوش آچکا تھا تو بھائی صاحب کے نخرے شروع ہو چکے تھے؟

ٹھیک کہا وہ صرف میرے لالہ ہیں! دور رہا کر ان سے!!۔۔۔زوریز شاہ اسے چڑانے کی خاطر اترا کے بولتا اپنے بھورے فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتا پرائیویٹ روم کی طرف بڑھا تھا۔ارزم شاہ چڑا تھا۔۔وہ سب کچھ دیر بعد اس سے اکھٹے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے جب وہ چینج وغیرہ کر کے سکون سے بیڈ پہ بیٹھ کے ان سب کے شکوے شکایت سن سکے۔۔

میری دوسری بیوی کہاں ہے؟۔۔۔زوریز شاہ اس وقت احان شاہ کو سہارا دے کے واپس سے اس کے بیڈ پہ بٹھا رہا تھا، پرائیویٹ روم میں کسی کو بھی نہ دیکھ کے احان شاہ اس سے ارزم شاہ کے متعلق استفسار کرنے لگا۔۔

ناراض ہے آپ سے!!۔۔۔۔زوریز شاہ اسے احتیاط سے بیڈ پہ بٹھانے کے بعد بیڈ کی بیک کو اوپر کی طرف ایڈجیسٹ کرتے اسکی ٹیک لگواتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔۔

کیوں؟میں نے کیا کیا ہے؟۔۔۔۔اسکی ناراضگی کا سن کے احان شاہ حیرانگی سے استفسار کرنے لگا،وہ زیادہ اونچا نہیں بول رہا تھا، آواز مدھم تھی۔۔

ڈیڑھ ہفتہ بے ہوش رہ کے تڑپایا ہے اسے! اب جب تک وہ اپنا بدلا نہیں لے گا اسے سکون کیسے آئے گا؟۔۔۔۔

زوریز شاہ اسکی شرٹ کے بٹن کھولتا اب وائپس پکڑ کے اسکے چٹانی سینے کو صاف کرنے لگا، باقی ڈریسنگ احان شاہ واشروم میں چینج کر چکا تھا۔۔

چھوڑو میں کرلوں گا!! تم لوگ تو بیویوں کی طرح ریکٹ کر رہے ہو!! ۔۔۔۔احان شاہ ہولے سے ہنس کے بولتا اسکے ہاتھ سے وائپس پکڑنے ہی والا تھا جب زوریز شاہ کی آنکھوں میں شرارت سی چمکی تھی۔

اب تو پسلیوں سے بھی قہقے نکلیں گے! بیوی سے ملاقات جو ہو گئی ہے!!۔۔۔۔زوریز شاہ اسے آنکھ ونک کر کے رازداری سے بولتا وائپس سائیڈ پہ رکھ چکا تھا کیونکہ اسکے دماغ نے ایک نئی کھچڑی پکائی تھی۔۔

بکواس نہ کرو! میری وجہ سے اتنا روچکی ہے وہ!!۔۔۔احان شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا، اسے اپنی بیوی کا ایک ایک لفظ یاد تھا، چاہے وہ بے ہوشی میں تھا لیکن بیوی کا ایک لفظ بھی وہ نہیں بولا تھا، وہ جس طرح سے ہچکیوں سے رویا کرتی تھی احان شاہ بے ہوشی میں بھی بے چین رہا کرتا تھا۔۔

ابھی آپ ہی کی وجہ سے آپ کو شرما کے بھی دیکھائیں گی! جسٹ ویٹ اینڈ واچ!!۔۔۔زوریز شاہ چہرے پہ کمینی سی مسکراہٹ سجا کے بولتا اسکی شرٹ پکڑ کے دروازے کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب احان شاہ نے اسے حیرانگی سے پکارا تھا۔۔وہ اسکی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔۔

جی جی جانتا ہوں آپ کو یہ شرٹ پسند نہیں آرہی؟کوئی بات نہیں آپ کے باقی کے کپڑے مرحا کے کیبن میں ہیں اور خیر سے آپ کی بیوی بھی وہی پہ ہیں! ابھی آپ کو آپ کی پسندیدہ عورت اور شرٹ مل جائے گی! پلیز مدہوشی (بے ہوشی) کے عالم میں مت جایئے گا!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ زومعنی لہجے میں اس سے خود ہی سوال کر کے جواب دیتا اسکے کمرے سے جا چکا تھا۔احان شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا بھلا اس نے اسے کب بولا تھا اسے اس وقت اپنی بیوی اپنے سامنے چاہئیے؟یا اسے یہ شرٹ پسند نہیں آرہی؟اس کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا اسکی بیوی اسکے لئے اسپتال آتی رہی ہے۔آج بھی اسکی ہاسپٹل میں موجودگی کا سن کے احان شاہ کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

مرحا!!!۔۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ جو اس وقت گلالئی کو اپنے سینے کے ساتھ لگائے اسکے آنسو پونچھ رہی تھی زوریز شاہ کی پکار پہ اس نے رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ زوریز شاہ نے جواباً آئیبرو اٹھا کے اس سے گلالئی کے رونے کی وجہ استفسار کی تھی جس پہ وہ نفی میں سر ہلا گئی، زوریز شاہ کی آواز سن کے گلالئی اپنے آنسو پونچھتی مرحا کے پاس سے اٹھنے ہی والی تھی جب وہ اسے پھر سے اپنے پاس بٹھا گئی۔۔

ہاں بولو ریز؟؟۔۔۔۔ زوریز شاہ کو الفاظ تلاشتے دیکھ کے مرحاشاہ نے نارمل انداز میں اسے مخاطب کیا تھا۔۔

یار وہ لالہ کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیا ہے! اور اب ان کے نخرے سٹارٹ ہو گئے ہیں! جناب کو یہ والی شرٹ پسند نہیں آ رہی!! اور کب سے نخرے اٹھا اٹھا کے میری اب بس ہو گئی ہے! یہ رہی شرٹ!! اب ان کی کوئی بھی دوسری شرٹ کسی کے ہاتھ بھی بھجوا دو مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے! اور ہاں جو بھی ان کی شرٹ چینج کروانے جائے گا اسے بتا دینا انہیں وائپس سے صاف ضرور کر دے! انہیں گندگی پسند نہیں ہے!۔۔۔ زوریز شاہ مصنوعی خفگی سے بولتا اپنے ہاتھ میں پکڑی شرٹ صوفے کے پاس موجود ٹیبل پہ پھینک چکا تھا، ساتھ ہی ساتھ آخر میں مرحاشاہ کو نا محسوس انداز میں آنکھ ونک کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔۔ اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مرحاشاہ لب دبا کے اپنی مسکراہٹ روکتی معصوم سی گلالئی کی طرف دیکھنے لگی جو ابھی تک بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ زوریز شاہ مزید کچھ بھی بولے بنا ہوا کے گھوڑے کی طرح وہاں سے نکلا تھا۔۔

ریز۔۔۔ یار کون شرٹ لے کے جائے گا؟؟۔۔۔ رکو۔۔ اب میں شرٹ کے کے جاتی اچھی تھوڑی لگوں گی؟؟۔۔ یار رک جاؤ۔۔ حد کرتے ہو تم۔۔۔ ایسا بھی کیا ضروری کام۔۔۔ مرحاشاہ نے بھی اوور ایکٹنگ کی حد کرتے آئے صوفے سے اٹھ کے دروازے تک جاتے زوریز شاہ کو آوازیں لگائی تھیں جو اپنی بیوی کے ڈبل ڈرامائک انداز پہ ہولے سے ہنستا اپنے ماتھے پہ دو انگلیاں ٹکا کے اسے سلیوٹ کرتا وہاں سے جا چکا تھا۔ مرحاشاہ اپنی مسکراہٹ دباتی گہرے سانس بھرتے ہوئے چہرے پہ مصنوعی غصہ سجاتی دروازہ بند کر گئی۔۔

لو اب یہ تو چلا گیا! لالہ کو شرٹ دینے کون جائے گا؟؟۔۔ مرحاشاہ سر جھٹک کے مصنوعی غصے سے بولتی احان شاہ کے حویلی سے منگوائے گئے کپڑوں میں سے بلیک شرٹ نکال چکی تھی۔ گلالئی اس دوران خاموش تھی۔۔

یار یہ شرٹ پسند آجائے گی لالہ کو؟؟۔۔۔مرحاشاہ اپنی نکالی گئی شرٹ گلالئی کے آگے رکھتی معصومیت سے استفسار کرنے لگی۔۔گلالئی اسکے اس اچانک سوال پہ بھوکھلاتی تھی۔۔

ہا۔۔ہاں!!۔۔۔۔۔گلالئی غور سے شرٹ دیکھے بغیر مدھم آواز میں جواب دیتی ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

تھینک گاڈ!! اب ایسا کرتی ہوں نرس کو بلا لیتی ہوں!!۔۔مرحاشاہ تشکر بھری سانس لیتی ٹیبل پہ موجود فون اٹھا کے کان کے ساتھ لگاتی نمبر ڈائل کرنے لگی۔۔

ن۔نر۔۔نرس۔۔کو۔۔کیوں؟؟۔۔۔گلالئی نے بے ساختہ استفسار کیا تھا لیکن لہجہ خود بخود لڑکھڑا گیا۔۔

یار یہ شرٹ بھجوانی ہے لالہ تک!!!۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ ہونٹ لٹکا کے بول رہی تھی۔۔اسکے جواب پہ گلالئی کے دل میں آگ سی لگی تھی۔اسے مرحاشاہ کا جواب پسند نہیں آیا تھا۔۔

ارزم لالہ یا کاظم لالہ کو کال کر لیں!!!۔۔۔گلالئی نے فٹ سے مشورہ دیا تھا جس پہ مرحاشاہ نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

یار ان کے فون بند ہیں! آج کل سب احان لالہ کی طبیعت پوچھنے کے لئے کالز پہ کالز کر رہے ہیں تو سب کی کالز کے جواب بعد میں دینے کے لئے فون بند کر رکھے ہیں انہوں نے!!۔۔مرحاشاہ نے بھی بہانہ گڑھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔گلالئی ضبط سے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

لو شیلا (نرس) بھی اگئی۔۔تھینک گاڈ شیلا!۔۔۔۔اپنے کیبن میں داخل ہوتی شیلا کو دیکھ کے مرحاشاہ شکر کرتی فون واپس سے رکھتی شیلا کی طرف بڑھی تھی، گلالئی نے نگاہیں گھوما کے اوپر سے نیچے تک شیلا میڈیم کو دیکھا تھا، یہ وہی نرس تھی جو آئی سی یو میں بھی احان شاہ کے سر سے نہیں اتری تھی، گلالئی کو تو اس نرس سے چڑ ہوئی چلی تھی۔

مطلب اب یہ نرس اسکے شوہر کو شرٹ دینے جائے گی؟ گلالئی دل میں سوچتی ہوئی وہ شرٹ دیکھنے لگی جو زوریز شاہ ابھی رکھ کے گیا تھا، وہ وائٹ ٹی شرٹ تھی لیکن اس کے اندر ہی ایک دوسری شرٹ بھی موجود تھی جو احان شاہ نے پہلے سے پہن رکھی تھی، یعنی وہ اس وقت شرٹ لیس تھا؟ اور یہ شیلا میڈیم اسے شرٹ لیس دیکھنے والی تھیں؟ گلالئی اس وقت شدید پوزیسو ہو رہی تھی اور وہ خود بھی اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔

شیلا یہ شرٹ احان لالہ تک پہنچادو اور انہیں وائپس بھی دے دینا!!۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ ٹیبل سے سیاہ شرٹ اٹھا کے نارمل انداز میں بولتی نرس کو شرٹ پکڑانے ہی والی تھی جب گلالئ نے صوفے سے اٹھتے ہوئے جلدی سے مرحاشاہ کے ہاتھ سے وہ شرٹ پکڑی تھی۔۔ مرحاشاہ جو کن اکھیوں سے اسکے تاثرات نوٹ کر رہی تھی اسکے اس ریکشن پہ اسکا قہقہ روکنا محال ہوا تھا۔

کیا ہوا؟؟۔۔۔۔۔ مرحاشاہ مصنوعی حیرانگی سے گلالئ کی طرف دیکھ کے گویا ہوئی۔۔

ک۔کچھ۔۔ بھی۔۔ نہیں!!۔۔۔۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں جواب دے کے نفی میں سر ہلاتی اسکے مزید سوالات سے بچنے کی بجائے فٹافٹ کیبن سے باہر نکل چکی تھی۔۔ گلالئ کی اس سپیڈ پہ مرحاشاہ پیٹ پکڑ کے ہنستی ہوئی صوفے پہ بیٹھی تھی، وہ آج کافی دنوں بعد یوں ہنس رہی تھی، ورنہ احان شاہ کی وجہ سے اس قدر پریشانی چھا چکی تھی کہ وہ لوگ ہنسنا تو دور مسکرانا بھی چھوڑ چکے تھے۔۔ شیلا حیرانگی سے مرحاشاہ کو یوں ہنستے دیکھ رہی تھی۔۔

افف عشق بھی کیا چیز ہے!!؟ کبھی ایک خوبصورت احساس لگتا ہے تو کبھی ایک روگ!!۔۔۔۔ شیلا جو اپنی طرف دیکھتا پا کے مرحاشاہ گہری سانس بھر کے چہرے پہ مبہم سے مسکراہٹ سجا کے بولتی شیلا سے مخاطب ہوئی تھی جو اسکے اس گہرے جملے سے متفق ہوتی ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

احان شاہ پرائیویٹ روم میں کسی کو بھی ناپا کے بوریت سے اپنے ہاتھوں کو موو کر رہا تھا اتنے دنوں سے ڈرپس وغیرہ لگوانے کی وجہ سے اسکے بھاری ہاتھ بے حد سرخ اور سوجھے ہوئے تھے، دونوں ہاتھوں پہ ڈرپس کے نشانات واضح تھے، ہاتھ مشکل سے موو کیا جا رہا تھا، وہ ابھی اسی کام میں مصروف تھا جب پرائیویٹ روم کا دروازہ کلک کی آواز سے کھلا تھا، احان شاہ جو اپنی پہلے والی شرٹ کے لئے نگاہیں گھمانے والا تھا کوئی بھی شرٹ یہاں ناپا کے وہ دل میں زوریز شاہ کو گالیاں نکالتا آنے والی ہستی کا انتظار کرنے لگا، اسے لگ رہا تھا ضرور کوئی ڈاکٹر یا نرس ہو گی۔۔ اس وقت اسکے پاس کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جس سے وہ اپنے برہنہ سینے کو چھپا سکتا۔۔ وہ ابھی دروازے کی طرف دیکھ ہی رہا تھا جب گلالئ کو ہاتھ میں شرٹ پکڑے اندر داخل ہوتے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا، اس نے زوریز شاہ کی کسی بات کو سیریس نہیں لیا تھا لیکن اس وقت اپنی پسندیدہ عورت کے ہاتھ میں اپنی پسندیدہ شرٹ دیکھ کے وہ واقعی ہی حیران ہو

چکا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کس طرح سے ریکٹ کرے۔۔ گلالئ اس کی طرف دیکھے بغیر سپاٹ چہرے سے دروازہ بند کرتی اسکے بیڈ کی طرف بڑھی تھی، پرائیویٹ روم کاریڈور سے کافی دور تھا اسی لئے گلالئ کو اس وقت کسی نے بھی یہاں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ خاموشی سے چل کے اسکے پاس آتی سائیڈ پہ موجود ٹیبل سے وائپس اٹھا کے اسے پکڑانے ہی والی تھی جب اسکے سرخ سوجھے ہاتھوں کو دیکھ کے وہ خود ہی ان میں سے وائپس نکالتی اسکے شرٹ لیس وجود کی طرف دیکھنے لگی۔۔ گلالئ کی پلکیں لرزی تھیں وہ آج کتنے مہینوں بعد اسے شرٹ لیس دیکھ رہی تھی اسکے چوڑے چٹانی سینے، شہہ رگ، کندھوں، بازوؤں اور یہاں تک کے ہاتھوں پہ بھی جگہ جگہ سرخ خراشیں تھیں جو اس کے دودھیا سفید بدن پہ آب و تاب سے واضح ہو رہی تھیں۔۔ ایکسیڈنٹ کے دوران اسے کافی چوٹیں لگی تھیں۔۔ گلالئ کی لرزتی پلکوں کے ساتھ ساتھ اسکے سرخ ہوتے گال دیکھتے احان شاہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتا اسکے ہاتھ سے نرمی سے وائپس پکڑ کے خود ہی اپنی گردن، کندھوں اور چٹانی سینے کو صاف کرنے لگا، اسکے پیٹ پہ اچھے سے ڈریسنگ کی گئی تھی۔ اسکے سٹیچز ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔۔ گلالئ نظریں جھکائے اسکی شرٹ پکڑے اب اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتی ٹیبل پہ موجود فروٹس پکڑ کے کچھ دور کرسی پہ بیٹھتی انہیں چھری کے ساتھ کاٹنے لگی۔

کیا واقعی ہی تہجد میں مانگی گئی دعائیں یوں قبول ہوتی ہیں کہ ہم اس قدر خوبصورت قبولیت پہ بے یقین ہو جاتے ہیں؟؟۔۔۔ اسے جان بوجھ کے مصروف ہوتے دیکھ کے احان شاہ وائپس کو ڈسٹ بن میں اچھالتا مدھم آواز میں گلالئ سے مخاطب ہوا تھا۔۔ گلالئ کی یہاں موجودگی اسے ابھی بھی ایک خواب کی کیفیت لگتی تھی۔۔ وہ اسے بتانی چاہتی تھی ہاں تہجد میں مانگی گئی دعائیں یوں ہی خوبصورت انداز میں قبول ہوتی ہیں! کیونکہ گلالئ احان شاہ نے بھی تو اسکی زندگی کی دعائیں تہجد میں یوں ہی روتے ہوئے مانگی تھیں؟ اور اللہ اسے پہلے سے کس قدر بہتر کر چکے تھے ورنہ اسکے بے ہوش وجود کو دیکھ کے کون کہہ سکتا تھا وہ کبھی ہوش میں آئے گا؟ بے شک اللہ معجزے دیکھاتا ہے۔۔ جب ہم اللہ پہ یقین رکھتے ہیں اور جلد بازی نہیں کرتے وہ یوں ہی معجزے دیکھاتا ہے۔۔ گلالئ اسکی باتوں کا جواب اپنے دل میں دیتی بظاہر خاموش تھی۔

تم بولتی ہو سید احان شاہ روئے تو پوری دنیا اس کے ساتھ مل کے روئے لیکن گلالئ احان شاہ روئے تو کوئی نہ سنے؟؟ ایسا کیوں بولتی ہو؟۔۔ اسے خاموش دیکھ کے وہ مزید گویا ہوا تھا، اسکے الفاظ پہ گلالئ کے ہاتھ لرزے تھے تو کیا وہ تمام

باتوں کو یاد رکھے ہوئے تھا جو اس نے اسکے بے ہوش وجود کو دیکھتے ہوئے کہی تھیں؟ افف گلالئ کو خود پہ غصہ آیا تھا جو اپنے دل کی تمام تر باتیں اسکے پاس بیٹھ کے کہہ جایا کرتی تھی۔۔

بتاؤ ایسا کیوں بولتی ہو؟؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ احان شاہ نے پھر سے سوال کیا تھا۔۔

غلط بولتی ہوں؟۔۔۔ وہ سپاٹ انداز میں آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے ہوئے جواب دینے کی بجائے سوال کر رہی تھی۔ وہ ابھی تک شرٹ لیس تھا، اسے ابھی بھی بنا شرٹ کے دیکھتے وہ نظریں جھکاتی اپنے پاس پڑی ہوئی شرٹ اسکی طرف اچھال گئی، احان شاہ نے اسکے انداز پہ مسکراہٹ چھپائی تھی وہ آج بھی ویسی ہی شرمیلی اور معصوم تھی، صرف اوپر اوپر سے ظالم بننے کی ایکٹنگ کرتی تھی۔۔

ہاں غلط بولتی ہو! گلالئ احان شاہ روئے اور سید احان شاہ اسے اکیلے رونے دے؟ ناممکن! مل کے روئیں گے!!۔۔۔

وہ اسکے چہرے پہ حسرت سے اپنی نگاہیں جماتا اداسی سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

ساتھ رہیں گے تو مل کے روئیں گے نا؟۔۔۔ وہ اسکی خوش فہمی دور کرنے لگی۔۔۔ اسکے جواب پہ احان شاہ کے دل کو ٹھوکا لگا تھا۔۔

ابھی مزید سزا دو گی؟۔۔۔۔۔ وہ زخمی لہجے میں بولا تھا۔۔

پلیز تصحیح کیجئیے سید احان شاہ!! میں نے آپ کو سزا دی ہے یا آپ نے میرے عشق کو میرے لئے سزا بنایا ہے؟۔۔۔ گلالئ کا لہجہ بھی زخمی تھا۔

تمہارے عشق کو تمہارے لئے سزا بنایا تھا تو دیکھو اللہ نے کیسی سزا دی ہے! یہ ڈیڑھ ہفتہ ہر پل یوں محسوس ہوا ہے جیسے ابھی جان سے جاؤں گا!! ابھی فرشتے میری روح قبض کر لیں گے! اگلا سانس نہیں لے پاؤں گا! یا آج کے بعد کبھی آنکھیں کھول کے تمہیں دیکھ نہیں سکوں گا! اپنے لبوں سے تمہیں "گلِ جاناں" نہیں پکار پاؤں گا! اپنے ارد گرد تمہاری خوشبو محسوس نہیں کر پاؤں گا! مجھے سب واسطے دے دے کے پکارتے رہے لیکن میری بے بسی کی حد یہ تھی کہ میں چاہ کے بھی ان کی اتنی پکاروں پہ آنکھ نہ کھول پایا! اپنے اپنوں کو خود کے لئے اس قدر تکلیف میں دیکھنا ایک سزا سے کم تو نہیں ہوتا؟ ظاہری چوٹوں سے زیادہ اب دل پہ لگی چوٹیں درد دیتی ہیں! جب تم نے بولا اگر میں نے آنکھیں نہ کھولیں تو تم واپس چلی جاؤں گی! یقین کروں اس وقت اس قدر قوت لگا کے آنکھیں کھولی تھیں

مجھے یوں لگ رہا تھا میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی! دماغ سے بل بل خون نکل آئے گا! لیکن پھر سوچا اگر تم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی یا اگر یہ آنکھیں تمہارا دیدار نہیں کر سکتی تو کیا فائدہ اس بینائی کا جو خدا نے دی ہے؟ میں اللہ کی اس نعمت کی ناشکری نہیں کر رہا! میں تمہیں اپنی بے بسی کی حد بتانا چاہ رہا ہوں! اس وقت آنکھیں کھولتے ہوئے میرا دماغ ہل چکا تھا! سر میں بہت درد ہوا لیکن میں نے محسوس نہ کیا! کیونکہ تم میرے سامنے تھی! مجھے یوں لگا میں کوئی خوبصورت سا خواب دیکھ رہا ہوں۔۔ اگر مجھے تا عمر بھی اتنا درد اٹھا کے تمہیں دیکھنے کا موقع ملے تو قسم خدا کی انکار نہ کروں! تم میری زندگی میں اس قدر ضروری ہو چکی ہو گل کہ میں چاہ کے بھی اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا! مجھے تمہارے آگے تمام الفاظ پھیکے سے لگتے ہیں! مجھے الفاظ کا چناؤ کرنا نہیں آتا مجھے یوں لگتا ہے میں تمہارے لئے اپنے پھیکے سے الفاظ استعمال کر کے تمہیں غلطی سے بے مول نہ کر دوں! تم بہت انمول ہو! کبھی کبھی یقین نہیں آتا مجھ جیسے گناہگار انسان کے نکاح میں اتنی انمول عورت لکھ دی گئی ہے؟ میں نہیں جانتا تم میری کس نیکی کا بدلہ ہو گل!! عشق کا نام نہیں لوں گا کیونکہ گلالئی احان شاہ جیسا عشق کوئی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی گزارش ضرور کروں گا! میری محبت پہ یقین کر لو؟ خدا کی قسم بہت محبت ہے تم سے! اگر ابھی بھی یقین نہیں آتا تو سوچو بستر مرگ پہ جھوٹی قسمیں کون کھایا کرتا ہے؟۔۔۔ وہ مدھم آواز میں بے حد تکلیف اور اذیت تت گویا ہوتا گلالئی کا دل اپنے الفاظ سے چیر رہا تھا۔۔ اسکے آخری جملے پہ اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کیا اسے ابھی بھی لگتا تھا وہ بستر مرگ پہ ہے؟ کیا گلالئی کی تہجد میں مانگی گئی دعائیں رائگاں جا سکتی تھیں؟

I don't want to discuss this further right now! Put on your shirt, someone might come

(!میں ابھی اس بات کو مزید ڈسکس نہیں کرنا چاہتی، اپنی شرٹ پہن لیں کوئی آ جائے گا)

وہ بڑے خوبصورت انداز میں انگریزی میں جواب دیتی احان شاہ کو آج پھر ایک پل کے لئے حیران کر گئی تھی۔ وہ واقعی ہی اسکی سمجھ سے بالاتر جواب دیا کرتی تھی۔۔

مجھے تمہارے جواب کی سمجھ نہیں آئی؟ میری انگریزی کمزور ہے!! اردو ہماری قومی زبان ہے تم اس زبان میں بھی مجھے جواب دے سکتی ہو میں مائینڈ نہیں کروں گا؟ اگر اردو میں نہیں تو پشتون زبان میں دے لو تمہارے لالہ باہر ہی

ہوں گے اس سے ترجمہ کروالوں گا!!۔۔۔ مجال تھی جو احان شاہ کو اس حالت میں بھی سکون ہو، وہ آخر کب تک بیوی کے سامنے رہ کے دیوداس بن سکتا تھا؟ کبھی نہ کبھی اپنی اصل اوقات تو دیکھانی تھی، اسکے جواب پہ گلالئ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو ابھی محبت کی قسمیں کھا رہا تھا اور اب یوں معصومیت سے اتنی اوور باتیں کر چکا تھا جیسے آخری جملہ اسکے منہ سے غلطی سے نکل چکا ہو۔

میرا مطلب شرٹ دور ہے مجھ سے! میرا ہاتھ نہیں جائے گا!!۔۔۔ گلالئ کو سنجیدگی سے آنکھیں نکال کے اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ نے اپنے گھٹنوں کی طرف پڑی شرٹ پہ انگلی سے اشارہ کیا تھا۔۔ گلالئ اپنے ہاتھ میں پکڑی فروٹ کی پلیٹ سائیڈ پہ رکھ کے پیر پٹک کے اسکی طرف بڑھتی اسکے گھٹنوں سے شرٹ اٹھا کے اسکے سینے پہ پھینک چکی تھی۔ احان شاہ نے مصنوعی کراہ بھری تھی جیسے شرٹ نہ ہو گئی کوئی بم کا گولا ہو گیا۔۔ گلالئ جو واپس سے فروٹ کاٹنے جا رہی تھی اسکے کراہ بھرنے پہ پریشان ہوتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

یہاں بیٹھ جاؤ تھک جاؤں گی!۔۔۔۔۔ اس کے چادر میں چھپے وجود کو دیکھ کے احان شاہ اپنے بیڈ کے پاس موجود کرسی پہ اشارہ کرتا مدھم گھمبیر آواز میں فکرمندی سے گویا ہوا تھا۔۔ گلالئ اسے جواب دیئے بنا پھر سے اسی کرسی پہ جا کے بیٹھی تھی جو اس سے کافی دور تھی۔۔ اسے چہرے کو سپاٹ بناتے دیکھ کے احان شاہ عزت سے اچھے بچوں کی طرح شرٹ اٹھا کے پہننے لگا لیکن بٹن ابھی بھی بند نہیں کئے تھے۔

تم پہلے سے زیادہ پیاری ہو چکی ہو! ۔۔۔۔۔ پریگننینسی کی وجہ سے اسکے گول مٹول چہرے کی طرف دیکھتے احان شاہ پیار سے بولا تھا۔۔ اسے افسوس ہو رہا تھا اسکی پیاری بیوی اتنے دن سے اپنی حالت کی پرواکئے بغیر اس کے لئے اسپتال میں چکر کاٹتی رہی ہے۔۔

چادر کے اوپر سے ہی میرے جسم کو ایکسرا کرتی نگاہوں سے دیکھ لیا آپ نے؟۔۔۔۔۔ وہ جو ابا استہزایا انداز میں مسکرا کے بولی تھی۔ اسکے جواب پہ احان شاہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ وہ اسکی بات کا شاید غلط مطلب لے چکی تھی؟ اپنی محرم کے جسم سے محبت کرنا گناہ تو نہیں ہے؟ میرے اُس اظہارِ محبت کو گناہ تو مت بناؤ؟۔۔۔۔۔ احان شاہ گہری سانس بھر کے اپنا درد سے پھٹتا سر پیچھے بیڈ کے ساتھ لگاتا مدھم آواز میں بولا تھا۔۔ وہ جو ابا خاموش رہی۔ وہ فروٹس کاٹ چکی تھی اب انہیں پلیٹ میں ترتیب دے رہی تھی۔۔

میں نہیں جانتا تھا جسم سے محبت کو حوس کے معنوں میں لیا جاتا ہے؟ اگر جان جاتا تو شاید ایسا اظہارِ محبت کبھی نہ کرتا جو تمہیں آج بھی تکلیف دیتا ہے!۔۔۔۔وہ اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتا گویا ہوا تھا۔۔

فروٹس کھایئے! پھر میڈیسن کھانی ہے!۔۔۔۔۔۔گلالئ اسکے بیڈ پہ ڈائینگ بورڈ سیٹ کرتی اس پہ فروٹس کی پلیٹ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی تھی۔

کیا تم مجھے میڈیسن کھلا کے واپس چلی جاؤں گی؟۔۔۔۔۔وہ ایک امید کے تحت پوچھ رہا تھا۔۔

ہمم!!۔۔۔گلالئ نے ہنکارا بھرتے ہوئے اسکی شرٹ کے بٹن اپنے ہاتھوں سے بند کئے تھے کیونکہ اس ڈھیٹ انسان نے تو زحمت نہیں کی تھی، گلالئ کو ڈر تھا کوئی اور کمرے میں نہ آجائے اسی لئے وہ اب اسے کہنے کی بجائے خود ہی اسکی شرٹ کے بٹن بند کرنے پہ مجبور ہو گئی تھی۔۔ اسکے ہاتھ ایک پل کو لرزے تھے وہ بار بار اسکے برہنہ سینے سے نظریں ہٹا رہی تھی جس پہ زخموں کے نشان واضح تھے، وہ نا جانے مزید کتنی دفعہ اس روز والے زخموں کو مزید زخمی کرتا رہا تھا۔۔

پھر کب آؤ گی؟۔۔۔۔وہ فروٹس کھانے کی بجائے اپنے سینے پہ موجود اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتا دھڑکتے دل سے استفسار کر رہا تھا، گلالئ نے اس اچانک افتاد پہ اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تھا لیکن وہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

میری ایک بات رکھیں آپ کے پاس آنے کی پہل میں نے نہیں میرے دل نے کی تھی! کیونکہ میرا دل دغا باز نہیں ہے جس سے محبت کرتا ہے ٹوٹ کے کرتا ہے! آپ اب بہتر ہو چکے ہیں دل کو سکھ کا سکون مل چکا ہے تو پھر کیونکر آؤں گی؟۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

یوں تو مت بولو گلِ جاناں؟ تمہارے بغیر اب گزارا نہیں ہے! اور تم سے کس نے بولا میں ٹھیک ہو گیا ہوں؟ میرے سر سے زیادہ میرے دل میں درد ہے! پلیز اس درد دل کی دوا بن جاؤ؟ جیسا چاہو گی ویسا کروں گا! تمہاری ایک ایک بات ماننا خود پہ فرض کر لوں گا بس میری بن جاؤ؟۔۔۔۔وہ التجائیہ انداز میں بے بسی سے بولتا اسکے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے تھام چکا تھا جیسے وہ ابھی اس کا ہاتھ چھوڑے گا اور وہ چلی جائے گی۔۔ اسکا یہ انداز بچوں سا تھا۔ گلالئ نے بمشکل اپنے آنسو روکے تھے۔۔

تم چاہو گی تمہیں ہاتھ نہ لگاؤں تو آئی سوئیر پوری کوشش کروں گا تمہیں ٹچ بھی نہ کروں لیکن اگر کبھی تمہیں سہارا دینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر تو ٹچ کر سکتا ہوں نا؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ جلدی سے اسکا ہاتھ چھوڑتا بے بسی سے بولتا آخر میں چھوٹی سی اجازت طلب کر رہا تھا۔۔

مجھے آپ کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کے سہارے نے مجھے ہمیشہ بے سہارا کیا ہے! میرے لئے اللہ کا سہارا کافی ہے!!۔۔۔وہ دل سخت کرتے ہوئے بولی۔۔احان شاہ اس وقت بے بسی کی حد پہ تھا کتنا دل چاہ رہا تھا اسے ایک دفعہ سینے میں بھینچنے کو لیکن اس کا دوٹوک انداز اسے حد میں رہنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

میری بیبرڈ کو تمہارے لمس کی عادت ہو چکی ہے!! میں تمہیں برا لگتا ہوں لیکن میری بیبرڈ تو اچھی لگتی ہے نا؟ایک دفعہ اپنے لمس سے مہکا دو؟۔۔وہ اسکے پھولے گلابی گالوں کی طرف دیکھتا مدھم آواز میں بولا۔۔اسکے الفاظ پہ گلالئ کو ایک دفعہ پھر سے خود پہ غصہ آیا تھا، کیا ضرورت تھی اس چالاک انسان کے ساتھ بے ہوشی میں بھی ایسے الفاظ بولنے کی؟

اگر آپ نے فروٹس نہیں کھانے تو میں باہر جا کے دیدہ کو اندر بھیج دوں؟؟۔۔۔گلالئ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے تڑی لگائی تھی۔۔

کھلا دو! میرے ہاتھ درد ہو رہے ہیں! ۔۔۔۔۔اسکے بات پلٹنے پہ وہ اپنی ہری آنکھوں میں موجود نمی کی لکیر پیچھے کی طرف کھینچتا اسے اپنے ڈریس کی وجہ سے سوجھے ہاتھ دیکھانے لگا۔۔وہ جس طرح سے اسے اپنے ہاتھ دیکھا رہا تھا گلالئ کی آنکھ سے ناچاہتے ہوئے بھی آنسو پھسل کے گال پہ گرا تھا۔احان شاہ کا یہ انداز بالکل بچوں سا تھا۔گلالئ نے خود کو بمشکل اسکا ہاتھ تھامنے سے روکتے ہوئے اسکے منہ میں سیب کا چھوٹا سا ٹکڑا ڈالا تھا۔۔

بیٹھ جاؤ! پھر میں ٹچ کر کے سہارا دے کے بٹھاوں گا تو برا مناؤ گی!!۔۔اسے کھڑے دیکھ کے وہ فکر مندی سے بولا تھا۔لہجہ طنزیہ بالکل بھی نہیں تھا۔وہ بنا کچھ بولے اسکے پاس کرسی کھینچ کے بیٹھ گئی۔۔

کل آؤں گی؟۔۔۔۔۔اسکے بات ماننے پہ وہ مسکرا کے گویا ہوا۔۔

نہیں!!۔۔۔وہ نارمل انداز میں جواب دیتی اس کے منہ میں فروٹس کے ٹکرے ڈال رہی تھی۔۔

تھوڑی دیر کے لئے آجانا؟۔۔۔۔۔۔۔اسکے صاف انکار پہ وہ گہری سانس بھرتا اداسی سے بولا تھا۔۔وہ خاموشی سے اسے آرام آرام سے فروٹس کھلاتی رہی۔۔

صرف قرآن کی تلاوت سنا کے اور مجھ پہ پھونکیں مار کے واپس چلی جانا؟۔۔۔۔۔وہ اسے کسی بھی حال میں منانا چاہتا تھا جیسے۔۔اب اسے ایک دفعہ پھر سے اسکی موجودگی کی لت لگ چکی تھی۔۔وہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ بے بس ہوئی تھی۔۔اس نے اسے قرآن سنانے کی دعوت دی تھی! وہ کیسے انکار کرتی؟؟

میں وہ ذات ہوں جسے روند دیا گیا"

جسے اندھیرے جنگل میں جھونک دیا گیا

کہ مقابل کی تکلیف پہ اک دنیا روئی ہے

"میں تو وہ ہوں جسے اپنی تکلیف پہ نہ رونے دیا گیا

(یہ خوبصورت سا شعر میری ایک ریڈر کی ریکوسٹ پہ شامل کیا گیا ہے! کمال)

آؤں گی اللہ کی رضا کے لئے!!۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی اپنی زندگی کے تمام گزرے لمحات یاد کرتی اپنے آنسو روکتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیتی پھر سے فروٹس اسکے منہ میں ڈال رہی تھی، ابھی احان شاہ مزید کچھ بولتا جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔گلالئی جو اس کے منہ میں سیب کے ٹکرے ڈال رہی تھی سب کو اندر آتے دیکھ کے وہ جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف کھینچ گئی۔

کیا ہم نے آپ دونوں کو ڈسٹرب کر دیا؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ ویسے تو شاید ناراضگی دور نہ کرتا لیکن ان دونوں کو یوں دیکھ کے اس نے آئیبرو اٹھا کے استفسار کرتے انہیں چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا، کیونکہ یہاں اسکا سالا موجود نہیں تھا، وہ باہر کوئی کال سننے گیا تھا، زوریز شاہ اور مرحا بھی یہاں نہیں تھے۔۔

اب ڈسٹرب کر ہی دیا ہے تو میں کیا بول سکتا ہوں!۔۔۔احان شاہ منہ بنا کے جواب دیتا ھارون شاہ کے گرد اپنے ہاتھ باندھ گیا جو اسکے قریب آتے ہی اسے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوم رہے تھے۔احان شاہ کے جواب پہ سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا سوائے گلالئی کے جو کنفیوز ہو رہی تھی۔۔

اب ہم اچھے کیوں لگیں گے ؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے بھی اپنا حصہ ڈالتے ہوئے ماحول کو ہلکا پھلکا بنایا تھا۔۔دریاب شاہ کے بعد اب وہ اسے اپنے ساتھ لگاتا اسکے بالوں میں ہولے سے ہاتھ پھیرتا اسکے بال سنوار رہا تھا۔۔

خیر اچھے تو تم پہلے بھی کبھی نہیں لگے تھے !۔۔۔احان شاہ ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔کیا کہنے تھے احان شاہ کے ! کون کہتا تھا وہ اس وقت برین ہیمرج کا پیشنٹ معلوم ہو رہا ہے ؟ احان شاہ کی جوابی کاروائی پہ سب کے ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوتے مرحا شاہ اور زوریز شاہ کا قہقہ بھی بے ساختہ تھا۔کاظم شاہ نے ان سب کو گھوریوں سے نوازا تھا۔۔گلالئ اب کنفیوز ہوتی فروٹس کی پلیٹ سائیڈ پہ رکھتے مرحا شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

سالے تجھ سے اپنی بیوی کے ایک ایک آنسو کا بدلا لوں گا بس ایک دفعہ تو ٹھیک ہو جا پھر تیری حالت خراب کرنا میری ذمہ داری ہے !!۔۔۔کاظم شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں دھمکی دینے لگا۔۔

کہاں ہے میری گڑیا؟؟۔۔۔۔احان شاہ کو اسکی دھمکی سے بے ساختہ ایزل شاہ یاد آئی تھی جو اسکی گے ہوشی میں کتنی کتنی دیر اسکے پاس بیٹھ کے روتی رہی تھی۔

اب گڑیا کیوں یاد آئے گی ؟ اب گڑیا کی بھابھی بھولیں گی تو کوئی دوسرا یاد آئے گا نا؟ میں بتاؤں گا ایزل کو! بھابھی آتے ہی ہمارے قدر کم ہو چکی ہے !!۔۔۔ارزم شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے دہائی دی تھی جس پہ سب کا قہقہ پھر سے بے ساختہ تھا۔۔ارزم شاہ کے پھر سے چھیڑنے پہ سب نے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھتے حازق خان کی تلاش میں نگاہیں گھمائی تھی۔۔سب جانتے تھے یہاں حازق خان نہیں ہے اسی لئے وہ چوڑا ہو رہا ہے۔۔احان شاہ ایک نظر کنفیوز ہوتی گلالئ کو دیکھ کے ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھانے لگا۔۔

شاہ ہویلی کی پھوپھو!! ذرا یہاں آئیں آپ !!۔۔۔۔۔اسکے فساد برپا کرنے والے انداز پہ احان شاہ اسے انگلی کے اشارے سے دانت پیس کے سنجیدگی سے اپنے پاس بلاتا سب کو بلند قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا جبکہ ارزم شاہ اس کے پاس جانے کی بجائے اپنے لئے وائف بوائے کے بعد اس نئے نام کو سنتے چیخا تھا۔زوریز شاہ اور احان شاہ اسے ایک ایک انوکھے نام سے نواز چکے تھے اب دیکھنا یہ تھا کاظم شاہ نے اسے کس لقب سے نوازنا تھا۔۔پھوپھو کے نام پہ ارزم شاہ کو چیختے دیکھ کے گلالئ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی جو احان شاہ خود بھی محسوس کرتے مسکرا دیا۔

ہاں آرہاہوں آدھے گھنٹے تک! اوکے!!۔۔۔وہ الوادعی کلمات کہتا فون رکھتے ہوئے ابھی مڑا ہی تھا جب راہداری سے آگے کی طرف بڑھتی میرال شاہ زور سے اسکے سینے سے ٹکرائی تھی۔۔وہ جو فون اپنی سیاہ جینز میں ڈال رہا تھا اس اچانک افتاد پہ اس نے جلدی سے مقابل کی کہنی پکڑ کے اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسے پیچھے گرنے سے بچایا تھا۔ نگاہیں ڈائریکٹ اس کے چہرے کی طرف اٹھی تھیں۔۔دونوں کی نظروں کا آج ایک دفعہ پھر سے ملن ہوا تھا۔۔

تم!! تمہیں سوائے قربانی کے جانوروں کی طرح ٹکریں مارنے کے اور کوئی کام نہیں ہے؟۔۔۔۔۔وہ اس سے اپنی کہنی چھڑوا کے فاصلے پہ ہوتی دانت پیس کے غراتی اپنی آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتار رہی تھی۔ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ حازق خان کا منہ کھلا تھا۔۔

میں اتنا ہینڈسم نوجوان میجر تمہیں ایک جانور نظر آرہوں؟؟۔۔۔وہ منہ پھولا کے اسے آنکھیں دیکھاتا گویا ہوا تھا۔۔

یہ کس کا جانور کھل گیا ہے؟ عید الاضحی آرہی ہے برائے مہربانی اپنے جانور سنبھال کے رکھیں سب!!۔۔۔۔میرال شاہ اسکا جواب دینے کی بجائے یہاں وہاں دیکھتی سب کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں بولی تھی، سب حیرانگی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ یہ ایک ہاسپٹل ہے!!۔۔۔حازق خان نے دانت کچکچا کے بولتے اسے ہوش دلانی چاہی تھی۔۔

اچھا اسپتال ہے؟ پھر تمہیں دیکھ کے ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ غلطی سے کسی منڈی میں قدم رکھ لیا ہے میں نے!!!۔۔۔ وہ شیرنی کی طرح غرائی تھی۔۔

کیونکہ تمہاری آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں! کہیں نابینا تو نہیں ہو گئی تم؟؟ یہاں دیکھو اور مجھے بتاؤ یہ کتنی انگلیاں نظر آ رہی ہے تمہیں؟۔۔۔وہ بھی جواباً اسکے سامنے اپنا ہاتھ لہرا کے اسے اپنی تین انگلیاں دیکھاتا باقی کی دو فولڈ کرتے ہوئے دانت پیس کے گویا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کہیں سے بھی بارہ بجے کے بعد ولا معصوم میجر نہیں لگ رہا تھا۔۔

انگلیاں؟ فار گاڈ سیک! یہ تو بیل کے ہاتھ لگ رہے ہیں!! قد اونٹ جتنا اور جسم بیل جیسا؟ ابے سالو! یہ اونٹ نما بیل کس کا ہے؟؟۔۔۔میرال شاہ اسکے جواب پہ تپ کے غراتی ہوئی اسکے لمبے چوڑے وجود پہ ٹانٹ مارتی "ابے سالو" پہ

اپنی آواز مدھم کر چکی تھی۔۔اسے یہ گالی دینے کی عادت تھی وہ اپنے منہ سے اس گالی کو نکالنے سے روک نہیں پاتی تھی۔۔ جبکہ حازق خان جو اسکی گالی سن چکا تھا منہ کھول کے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔وہ دونوں اس وقت پہلے والے ٹوم اینڈ جیری معلوم ہو رہے تھے۔۔

ت۔۔تم۔۔تم نے ابھی کیا بولا؟۔۔۔۔۔وہ لڑائی چھوڑ کے ہنوز حیرانگی سے استفسار کر رہا تھا، اسے یقین ہی نہیں رہا تھا کوئی لڑکی اتنے مطمئن انداز میں گالی دے سکتی ہے۔۔

۔۔دیکھو۔۔جا۔۔۔کے! یا(Pogo)و۔وہ۔۔م۔میں۔۔ب۔بول۔۔ر۔۔رہی۔۔ تھی۔۔ک۔کہ۔۔۔پوغو ۔۔پھر۔۔فیڈر۔۔پی۔۔کے۔۔کام۔۔۔چلا۔۔لو!!۔۔۔۔۔اسے بچوں کی طرح اپنی نیلی آنکھیں پھیلاتے دیکھ کے میرال شاہ اس کے تھوڑا سا نزدیک آتی اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں ٹپٹپا کے جان بوجھ کے لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی اسکے معصوم انداز سے ٹانٹ کر رہی تھی۔۔

تم مجھ سے بدتمیزی کر رہی ہو؟؟۔۔۔۔وہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے چڑ کے بولا تھا۔

نہیں تو کیا تمہیں کلمہ طیبہ سناؤں؟ مولوی ہو تم؟؟۔۔۔وہ آنکھیں گھما کے استہزایا انداز میں بولی تھی۔وہ اس وقت گھٹنوں تک آتے لائٹ پرپل کرتے کے نیچے وائٹ فلیپر پہنے گلے میں سفید شفون کا دوپٹا دال کے بالوں کا میسی سا جوڑا بنائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔باقی سب لوگ حیرانگی سے انہیں ہاسپٹل میں تماشا کرتے دیکھ رہے تھے، وہ اس وقت راہداری کے بیچ و بیچ کھڑے تھے۔۔حازق خان اسے جواب دینے میں ناکام ہوا تھا کیونکہ اسے کوئی ملتا جلتا جواب نہیں سوجھ رہا تھا جو اسکی ٹکر کا ہو۔۔

ہٹو راستہ چھوڑو میرا!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسے غصے سے منہ بنا کے اپنی طرف گھورتا پا کے وہ ایٹیٹوڈ سے بولتی پھر سے اپنی آنکھوں پہ چشمہ چڑھا گئی۔۔

نہ چھوڑوں تو؟۔۔۔۔۔وہ بچوں کی طرح ضدی انداز میں بولا تھا۔۔

تو تمہیں عید الاضحی سے پہلے ہی ذبح کر کے قربانی کا فریضہ انجام دیتی پورے اسلامباد میں تمہارا گوشت بانٹ دوں گی میجر!!!۔۔وہ اسے دھمکی دینے والے انداز میں غرائی تھی۔۔

کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تمہارا کزن اس وقت زندگی اور موت سے لڑ رہا ہے اور تم اسکے لئے پریشان ہو!!۔۔۔۔
حازق خان ناک چڑھا کے تپے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

پہلی بات تو یہ کہ پریشان ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے دیو داس والی شکل بنائی جائے اور نہ ہی یہ میرال شاہ کا سٹائل ہے! دوسری بات وہ میرا کزن نہیں ایکس فیانسی ہے اور تیسری اور آخری بات تمہاری بد دعائیں رائگاں گئی کیونکہ وہ اب الحمدللہ پہلے سے کافی بہتر ہے! ۔۔۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں بولتی اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے اسے اپنے آگے سے ہٹاتی مورنی کی چال چلتی آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ اگر وہ اپنے جواب میں ایکس فیانسی کا لفظ استعمال نہ کرتی تو حازق خان کو لگتا وہ ابھی بھی اس کے ساتھ مذاق جاری رکھے ہوئے ہے لیکن اس کا یہ ایک لفظ اسے باور کروا چکا تھا وہ ابھی تک اس کے الفاظ نہیں بھولی!۔۔۔ حازق خان نے گہری سانس ہوا میں بھرتے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔ وہ آج کل کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوا چلا تھا جیسے۔۔

آہاااامیرے بغیر قہقہے لگائے جا رہے ہیں؟؟۔۔۔۔۔وہ سب ابھی ارزم شاہ کے چیخنے پہ قہقہہ لگانے میں مصروف تھے جب میرال شاہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتی آئی تو اٹھا کے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

میرال آپی آپ کو پتا ہے لالہ نے اس کا نام شاہ ہویلی کی پھو۔۔۔۔ابھی زوریز شاہ ہنستے ہوئے ارزم شاہ کا نیا نام وائرل کرتا جب ارزم شاہ نے جلدی سے زوریز شاہ کے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا کیونکہ میرال شاہ کو کسی کا جو بھی نام ملتا تھا وہ مشہور کئے بنا نہیں رہتی تھی۔۔ اسے پوری شاہ ہویلی میں وائف بوائے کے نام سے مشہور زوریز شاہ نے نہیں بلکہ میرال شاہ نے کیا تھا۔۔ ارزم شاہ کو چڑتے دیکھ کے ابھی وہ سب پھر سے قہقہے لگا رہے تھے جب حازق خان کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ ان سب کو یوں ہنستے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے ایک نظر سب پہ ڈال کے گلالئی کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا جو مرحاشاہ کے پہلو میں کھڑی تھی۔۔

چلیں گڑیا؟؟ مجھے ایک ضروری کام سے بھی نکلنا ہے۔۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے اپنی بھاری آواز میں گلالئی کو مخاطب کر رہا تھا جو فوراً سے ہاں میں سر ہلا کے اپنا چہرہ چادر سے چھپاتی مرحاشاہ سے ملتے ہوئے حازق خان کی طرف بڑھی تھی،

البتہ میر ال شاہ کو اس نے پوری طرح سے اگنور کیا تھا۔ گلالئ کو جاتے دیکھ کے احان شاہ کے چہرے پہ اداسی کے چہرے واضح تھے، اسے اداس دیکھ کے سب کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔۔

آپ ضروری کام نپٹانے جائیں میں بھابھی کو چھوڑ جاؤں گا!!!۔۔ ارزم شاہ سے احان شاہ کے چہرے کے اداس تاثرات برداشت نہیں ہوئے تھے جس پہ وہ رخ موڑ کے حازق خان کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔۔

نو تھینکس! میری بہن میری ذمہ داری ہے! اور میں اپنی اس ذمہ داری کو بذاتِ خود نبھا سکتا ہوں!!۔۔۔۔ حازق خان نے سنجیدگی سے انکار کرتے گلالئ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

کیا فائدہ بہنوئی کے سامنے اتنے بھرم مارنے کا؟ جب جانتے ہیں آپکی دوسری بہن کی ذمہ داری میں بذاتِ خود کتنے اچھے سے نبھا رہا ہوں۔۔ ارزم شاہ کو اس کا جواب پسند نہیں آیا تھا جس پہ وہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا آنکھیں گھما کے گویا ہوا تھا، وہ اسے بتانا چاہ رہا تھا وہ غیر ذمہ دار نہیں ہے۔۔ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں جو بلا فضول میں اس سے پنگا لے رہا تھا۔۔

ہاتھ ہولا رکھا ہوا ہے ابھی تم پہ! جب ایک دم سے کھینچوں گا تب ہوش ٹھکانے آئیں گے!!۔۔۔۔ حازق خان اسے سلگانے کی خاطر استہزایا انداز میں جواب دیتا گلالئ کو اپنے بازو کے حصار میں لئے وہاں سے جانے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کی آواز پھر سے اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

ہوش تو تب ٹھکانے آئیں گے جب ماموں بننے کی مٹھائی کھائیں گے! کس بیکری کو پریفر کرتے ہیں بائے دا وے؟؟۔۔۔ ارزم شاہ بنا کسی کا لحاظ کئے بے باکی سے جواب دیتا سب کے چہرے سرخ کرنے کے ساتھ ساتھ حازق خان کا چہرہ بھی سرخ کر گیا۔۔ کاظم شاہ اسے گھور کے دیکھ رہا تھا جبکہ زوریز شاہ نے نامحسوس انداز میں مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا۔۔ میر ال شاہ کا دل چاہ رہا تھا اس میجر کے سرخ ہوتے گال دیکھ کے پیٹ پکڑ کے قہقہے لگائے۔۔

شٹ اپ!!! تمہاری یہ لمبی زبان کسی روز میرے ہاتھوں کٹے گی!!۔۔۔ حازق خان تپ کے اسے جواب دیتا اسکے چہرے پہ مکا جھڑ کے اپنا اگلا پچھلا حساب برابر کرتا اسکا جواب سنے بغیر گلالئ کو لئے وہاں سے جا چکا تھا۔

سالا!! بھرم ختم ہو کے نہیں دے رہے!!!۔۔۔اسکے جانے کے بعد ارزم شاہ اپنے گال کو سہلاتا دبے دبے غصے سے بولتا سب کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔

تم مرو گے اس کے ہاتھوں! اور تمہاری جان بخشی بھی کسی نے نہیں کروانی پھر!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے ارزم شاہ کو عقل دلانی چاہی تھی۔۔

مجھے اپنی بیوی پہ پورا بھروسہ ہے! وہ بیوہ ہونے کے بعد اپنے لالہ کے نام پہ ایف آئی آر کٹوانا نہیں بھولے گی!!۔۔۔ ارزم شاہ اترا کے بولا تھا جس پہ کاظم شاہ نے تاصف سے سر ہلایا تھا۔۔

احان شاہ بظاہر تو مسکرا رہا تھا لیکن دل اسکا ویران ہو چکا تھا کیونکہ وہ جا چکی تھی۔۔وہ اب ایک ایک سیکنڈ گن کے کل ہونے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ وہ بول کے گئی تھی وہ اللہ کی رضا کے لئے آئے گی اور وہ جانتا تھا وہ ضرور آئے گی! اسے ابھی مزید تین سے چار روز ہاسپٹل میں رہنا تھا اس کے بعد اللہ جانے اسکی پٹھانی نے کیا فیصلہ لینا تھا؟

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 105 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

آج احان شاہ کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کئے تین دن ہو چکے تھے، وہ دو دنوں سے اس سے ملنے نہیں آئی تھی، صرف اس روز اس کے کہنے پہ اسے قرآن کی تلاوت سنا کے اس پہ پھونک مارتی اسکے ساتھ کوئی بھی گفتگو کئے بنا ہی واپس جا چکی تھی۔ احان شاہ نے گفتگو کا آغاز کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ سنی ان سنی کرتی اسکا دل ویران کرتی جا چکی تھی۔۔ دو دن سے احان شاہ کے سر میں شدید درد تھا۔ اسکا سر وزنی ہو رہا تھا۔ لیکن اس کی پٹھانی تو جیسے ظالم بن چکی تھی اسے لگ رہا تھا وہ پرائیویٹ روم میں شفٹ ہونے کے بعد بالکل ٹھیک ہو چکا ہے جب کہ ایسا نہیں تھا وہ صرف اس وقت ٹھیک ہوتا تھا جب وہ اس کے آس پاس ہوتی تھی، اب وہ آس پاس نہیں تھی تو دل کی حالت بھی عجیب سی تھی۔۔

مجھے ہویلی جانا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب اس کا انتظار کرتے ہوئے اذلی غصہ عود آنے لگا تو وہ گہری سانس بھرتے اپنے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتا کاظم شاہ اور ھارون شاہ سے مخاطب ہوا تھا، اس وقت اسکے روم میں صرف وہی دونوں تھے، باقی سب ہویلی فریش وغیرہ ہونے گئے تھے۔۔

ابھی دو دن تک تو ہویلی نہیں جا سکتا! ڈاکٹرز تجھے دو ہفتے مزید اسپتال رکھنے کا بول رہے ہیں بہت مشکل سے انہیں منایا ہے! تو دو دن سے پہلے اس بیڈ سے ہل بھی نہیں سکتا!!۔۔۔کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے جھاڑ پلائی تھی۔۔

مجھے ہویلی جانا ہے اور ابھی جانا ہے کاظم شاہ ورنہ میں اس اسپتال کو آگ لگا دوں گا!!!۔۔۔۔احان شاہ غصے سے بیڈ کی سلائیڈ پہ ہاتھ مارتا اپنا ازلی ڈائیلاگ بول رہا تھا۔ وہ اپنی جذباتی ٹون میں واپس آ چکا تھا جو صرف گلالئی کے سامنے غائب تھی۔

پاگل ہو گیا ہے؟ ہاتھ پہ ڈرپ لگی ہے اور تجھے ہیرو گیری کرنے سے فرصت نہیں مل رہی!!!۔۔۔کاظم شاہ نے غصے سے اسکا ہاتھ تھاما تھا جو اس نے زور سے سائیڈ پہ مارتے سرخ کر لیا تھا، ھارون شاہ اسے پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔۔

ہاں پاگل ہو گیا ہوں میں! مجھے اس اسپتال سے چڑ ہونے لگی ہے!! وہ یہی نہیں آتی تو مجھے اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوتی ہیں! پورے دو دن ہو چکے ہیں اس نے مجھ پہ قرآن پڑھ کے پھونک نہیں ماری! یوں لگ رہا ہے جیسے میرا جسم کام کرنا چھوڑ جائے گا! میں ہمیشہ کہتا تھا وہ ایک جادوگرنی ہے! مجھ پہ پھونکیں مار کے اپنے عشق کا جادو چلاتی وہ مجھے پھر سے اکیلا کر چکی ہے! !!۔۔۔وہ دھاڑتا ہوا اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتا شدید غصے سے اپنے ہاتھ کی ڈرپ کھینچنے ہی والا تھا جب اسکے بیڈ سے کچھ فاصلے پہ کھڑی گلالئی تیزی سے اسکی طرف بڑھتی اسکا ڈرپ والا ہاتھ تھام گئی، احان شاہ ساکت ہوا تھا۔۔وہ کب آئی تھی؟ ان تینوں میں سے کوئی بھی جان نہیں پایا تھا۔ دروازے پہ کھڑا حازق خان سنجیدگی سے ایک نظر اس منظر کو ملاحظہ کرتا کمرے سے باہر جا چکا تھا، گلالئی کو یہاں دیکھ کے کاظم شاہ اور ھارون شاہ بھی ان دونوں کو تنہائی دیتے حازق خان کے پیچھے ہی جا چکے تھے۔۔احان شاہ نے نم ہوتی ہری آنکھوں سے گلالئی کی طرف دیکھا تھا جو اسے پورے اڑتالیس گھنٹے تڑپانے کے بعد اب یہاں قدم رکھ رہی تھی۔۔اسکی آنکھوں کا شکوہ پڑتی گلالئی جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کے ہمیشہ کی طرح خود کو مصروف کرنے کے لئے فروٹس کاٹنے لگی۔

یہ دو دن میرے بغیر کیسے گزرے تمہارے؟۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جمائے مدھم آواز میں استفسار کر رہا تھا، اسکے سامنے اب غصے سے آواز اونچی کرنے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔۔

اچھے!!!۔۔۔۔۔گلالئ نے آنسو اپنے اندر کی طرف اتارتے مختصر سا جواب دیا تھا، اسے کیسے بتاتی اس نے ان دو دنوں میں ہر ہر سیکنڈ اسے یاد کیا ہے، آج بس ہوئی تو حازق خان کے ساتھ چلی آئی جو اس کے ایک دفعہ کہنے پہ اسے یہاں لا چکا تھا۔۔

اس کا مطلب تم باقی کی زندگی بھی میرے بغیر اچھی گزار سکتی ہو؟۔۔۔وہ اسکے جواب پہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

رائٹ!!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سنجیدگی سے بولی تھی، اسکے جواب پہ احان شاہ نے شدید غصے سے اپنے ہاتھ پہ لگی ڈرپ کھینچ کے نکالی تھی، آج اسے اس قدر غصہ نا جانے کیوں آ رہا تھا۔۔یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا یوں کہ گلالئ اسکا ہاتھ بھی تھام نہ پائی۔

ی۔یہ۔۔۔ک۔کیا۔۔کیا۔۔آپ۔۔۔نے!!۔۔۔وہ بھوکھلاتی ہوئی اسکا ہاتھ پھر سے تھام گئی۔۔ڈرپ کھینچنے کی وجہ سے اسکے سرخ و سفید ہاتھ پہ خون کی ننھی ننھی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔۔

!! تمہیں تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟؟تم۔۔۔تم تو میرے بغیر اچھی زندگی گزار سکتی ہو لیکن میں نہیں گزار سکتا میں تمہارے بغیر اچھی زندگی تو دور بری زندگی بھی نہیں سکتا گل احان شاہ!! اگر تمہارا ساتھ نہیں تو یہ زندگی بھی منظور نہیں!! تمہارے اس ظلم پہ آج نہیں تو کل مر جاؤں گا!۔۔وہ نفی میں سر ہلاتے جنونی انداز میں بولا تھا۔گلالئ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی اسکا ہاتھ پہ موجود خون اپنی چادر سے صاف کر رہی تھی۔۔اسکے پاس اسے دینے کے لئے کوئی جواب نہیں تھی، وہ اسکی دیوانوں سی حالت کے سامنے لاجواب ہو رہی تھی۔۔

آہہ!!!!!۔۔۔۔۔احان شاہ کے سر میں اچانک سے درد سے ہوا تھا، وہ اپنے بائیں ہاتھ سے سر تھامتا بے ساختہ کراہتے ہوئے تکیے پہ اپنا سر گرا گیا۔۔

ش۔۔شاہ۔۔سائیں!!!!۔۔۔۔گلالئ نے فکر مندی سے بلند آواز میں اسے پکارا تھا، اسے سر پکڑتے دیکھ کے اسکا دل دہلا تھا۔۔کہیں وہ پھر سے بے ہوش نہ ہو جائے۔۔

ٹ۔ ٹھیک۔۔ ہو۔۔ میں!!۔۔۔ اسے پریشان ہوتے دیکھ کے وہ تکلیف سے بمشکل صرف یہی تین لفظ بول پایا تھا، وہ صبح سے ضدی انداز میں چیخ رہا تھا اب یہ تو ہونا ہی تھا۔۔ احان شاہ جو غنودگی میں جاتے دیکھ کے وہ پریشانی سے آنسو بہاتی باہر کی طرف بھاگی تھی۔

دوپہر کے اڑھائی بج رہے تھے، ظہر کی نماز اور قرآن پڑھنے کے بعد سے وہ میرال شاہ کے کمرے میں اکیلی بیٹھی بوریت سے دیواروں پہ نگاہیں دوڑا رہی تھی۔ میرال شاہ اور مرحا شاہ حویلی کی بجائے ہاسپٹل تھیں، وہ دونوں کس وقت ہاسپٹل جاتی تھیں اور کس وقت واپس آتی تھی معلوم ہی نہیں ہوتا، وجہ ان کا انڈیپینڈنٹ ہونا تھا، وہ کسی کی اجازت کی محتاج نہیں تھیں ان کا جب دل چاہتا تھا وہ خود ڈرائیو کر کے کہیں بھی چلی جاتی تھیں، ہاں اگر ہاسپٹل کی بجائے کسی دوسری جگہ جانا ہو تو مرحا شاہ پہلے ایک دفعہ کال پہ زوریز شاہ سے اجازت ضرور لیا کرتی تھی۔ ایزل شاہ پہ اسکے شوہر کا اچھا خاصا کنٹرول تھا، وہ ان دو ہفتوں میں اپنے لالہ کے پاس جاتی رہی تھی لیکن پورا پورا دن وہاں نہیں رہتی تھی کیونکہ کاظم شاہ جانتا تھا وہ مریض دیکھ کے ڈر جائے گی اسی لئے بس لالہ سے اسکی ملاقات کروانے کے بعد وہ اسے واپس حویلی چھوڑ جاتا تھا، شاہ بی بی اور زہرہ مام بھی ایزل شاہ کے ساتھ ہی احان شاہ سے ملنے جاتی تھیں، احان شاہ سنجیدگی سے شاہ بی بی سے ملتا تھا، ان کی سنتا تھا لیکن جواب میں ایک لفظ نہیں بولتا تھا اگر کبھی ضرورت محسوس ہوتی تو ہاں یا ناں میں سر ہلا دیتا۔۔ سب اسپتال سے ہو کے آچکی تھی لیکن صرف ذائشہ خان تھی جسے کوئی لے کے نہیں گیا تھا، ہاں میرال شاہ نے اسے بارہا اپنے ساتھ چلنے کا بولا تھا لیکن وہ کیسے چلی جاتی جب اس کے شوہر نے اسے ایک دفعہ بھی نہیں بولا تھا۔۔ وہ اس کے اجازت دینے کا انتظار کر رہی تھی۔

آپی!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ ابھی خاموشی سے میرال شاہ کے کمرے کی دیواروں کو گھور رہی تھی جب ارزم شاہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی، دروازے کھلتے دیکھ کے ذائشہ خان تیزی سے تکیے پہ پڑا اپنا دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھنے لگی۔ ارزم شاہ جو میرال کو ڈھونڈتا تا اس کے کمرے میں آیا تھا سامنے میرال شاہ کی بجائے ذائشہ خان کو دیکھتے اسکی آنکھیں چمکی تھیں، کافی روز ہوئے تھے بیوی سے ملاقات ہوئے۔۔ اسے خود کو دوپٹے میں چھپاتے دیکھ کے وہ آئیبرو اٹھا کے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

السلام علیکم! ذی (ذہے) نصیب!!!۔۔۔۔۔۔وہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اسے سلام کرتا اسکے بالکل نزدیک بیڈ پہ بیٹھا تھا۔۔

وعلیکم السلام۔۔۔ آپی یہاں۔۔ نہیں۔۔ہیں!!۔۔۔۔وہ اس کی طرف سے دور کھسکتی نظریں جھکا کے اسے جواب دے رہی تھی۔۔ لہجہ سنجیدہ تھا لیکن آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔ آج وہ کتنے دنوں بعد اس سے مل رہا تھا، اس دن اسے سب کے سامنے گلے لگانے کے بعد سے اسے وہ یاد نہیں آئی تھی؟

اوو! یہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے! لیکن تم دور کیوں کھسک رہی ہو؟ یہاں پاس آؤ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ آنکھیں چندھیا کر کے بولتا اسکے کہنی سے پکڑنے ہی والا تھا جب وہ اسکی پہنچ سے دور ہوتی دوسری طرف سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔۔ کہاں جارہی ہو؟ کیا ہوا؟؟۔۔۔۔۔اسے سر پہ دوپٹا لے کے باہر نکلتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھتا اسے بازو سے پکڑ کے دیوار کے ساتھ لگاتا گھمبیر آواز میں استفسار کرنے لگا۔۔

ایزل۔۔کے۔۔پاس۔۔جا۔۔رہی۔۔مجھے۔۔ازمیر۔۔کے۔۔ساتھ۔۔کھیلنا۔۔ہے!!۔۔۔۔وہ اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی تگ و دو کرتی آنسو روکتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔۔

اگر تم چاہو تو ہم ازمیر جیسا اپنا پروڈکٹ بھی اس دنیا میں لاسکتے ہیں ذی ڈارلنگ! پھر جتنا چاہے اس کے ساتھ کھیل لینا! نیور مائینڈ!!۔۔وہ اسکے چہرے پہ اپنا چہرہ جھکا کے بے باکی سے بولتا اسکی حیرانگی سے پھیلتی ہیزل آنکھوں میں دیکھتا آنکھ ونک کر گیا۔۔ اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ذائشہ خان کا گال سرخ ہوئے تھے جب کہ چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اس بے باک انسان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت وائٹ پینٹ پہ گرے وی نیک ٹی شرٹ میں ملبوس پیروں میں وائٹ ہی برینڈڈ سنیکرز پہنے ہوئے تھا۔۔ شہد رنگ بال ہلکے ہلکے سے نم تھا، اس کی نکھرتی شکل و صورت دیکھ کے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی شاور لے کے آیا تھا۔ وی نیک شرٹ کی وجہ سے سلور چین ہمیشہ کی طرح اپنی جھلک دکھلا رہی تھی۔ اسکے پھولے مسلز، ایبز اور چٹانی سینہ اس ٹی شرٹ میں واضح تھا۔

ذی بے بی ایسے دیکھنے ہی دیکھنے سے پروڈکٹ نہیں بن جایا کرتے! اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے میری پتنی!! اور محنت کیسے کرتے ہیں یقیناً مجھے تمہیں اس کی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے؟۔۔۔اسے اپنا جائزہ لیتے دیکھ کے وہ مزید بے باک ہوتا اسکے سر سے دوپٹا ہٹا کے اسکے بالوں کی خوشبو محسوس کرنے لگا۔ اسے اتنے دن بعد اپنے نزدیک

آتے دیکھ کے ذائشہ خان کی آنکھوں سے آنسو پھسلے تھے۔۔ آج وہ کافی ریلکس لگ رہا تھا کیونکہ آج احان شاہ نے ڈسچارج ہو کے ہویلی واپس آجانا تھا۔ وہ ابھی اسپتال ہی جا رہا تھا لیکن پھر اسے یاد آیا تھا اسکے فون میں چارجنگ زیرو ہے اور چارجر اسکا میرال شاہ نے لیا تھا، وہ اس سے چارجر ہی لینے آرہا تھا جب بیوی سے ملنے کا یہ حسین اتفاق ہوا تھا۔۔

کیا ہوا؟؟؟؟۔۔۔۔ اسے اچانک سے سسکتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں سے چہرہ ہٹا کے اسکی ٹھوری پہ ہاتھ رکھتا اسکے چہرے کو اپنے مقابل کرتے ہوئے فکر مندی سے استفسار کرنے لگا، وہ غصے سے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتی دائیں طرف سے اسکے حصار سے نکلتی دروازے کی طرف بڑھ چکی تھی، اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ ارزم شاہ کو جس قدر غصہ آیا تھا اسے یوں روتے دیکھ کے اتنی ہی اسکی فکر بھی ہوئی تھی، ذائشہ خان نے ابھی دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب وہ اسے اسکے کندھوں سے تھامتا زور سے دروازے کی ساتھ لگاتا اسکے بے حد نزدیک ہوا تھا۔۔

کیوں رو رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔ وہ اپنا غصہ پیتے ہوئے متوازن لہجے میں اسکے رونے کی وجہ پوچھنے لگا، وہ جواباً خاموشی سے آنسو بہاتی اپنی پوری قوت صرف کرتی اس کے حصار سے نکلنے کی ناکام کوشش کرنے لگی اسکی بلاوجہ کی یہ مزاحمت ارزم شاہ کو غصہ دلا رہی تھی۔۔

میں پوچھ رہا ہوں رو کیوں رہی ہو؟ بیوہ ہو گئی ہو؟ پتی انتقال کر گیا ہے تمہارا؟۔۔۔۔ وہ ابھی بھی غصہ کرنے کی بجائے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگاتا اسکے کان میں ہلکے پھلکے انداز میں سرگوشیاں کرنے لگا، وہ اس کی دل دہلاتی سرگوشیاں پہ اسکے سینے سے چہرہ اٹھا کے تکلیف سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

چھوڑیں مجھے !!!!!۔۔۔ وہ روتے ہوئے غصے سے بولی تھی اسے اس کے یہ دل دہلاتے الفاظ پسند نہیں آئے تھے، وہ ہمیشہ ایسے ہی الفاظ بولتا اسے تکلیف دیا کرتا تھا۔۔

نہیں چھوڑتا!!! پہلے بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟۔۔۔۔۔ وہ اسکی کمر کو اپنے مضبوط بازو کی گرفت میں قید کرتا اپنے سینے میں زور سے بھینچ گیا یوں کہ ذائشہ خان کو اسکی اس قدر سخت گرفت میں اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

مجھے یہاں نہیں رہنا!!۔۔۔۔ وہ سسکتے ہوئے بولی تھی، ارزم شاہ ایک دم سے پریشان ہوا تھا، دماغ ڈائیریکٹ شاہ بی بی کی طرف گھوما تھا۔۔ کہیں انہوں نے تو کچھ۔۔۔۔؟ اس سے آگے جب سوچنا محال ہوا تو وہ سسکتی ہوئی ذائشہ خان کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر گیا۔۔

خانی!! یہاں میری طرف دیکھو! اور بتاؤ؟ کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ بولا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔۔

میر۔۔میرے۔۔پاس۔۔کوئی۔۔ہو۔۔گا۔۔تو۔۔کچھ۔۔بولے۔۔گا۔۔نا! مجھ سے کوئی بھی کچھ شئیر نہیں کرتا! شاید میں کسی کو اچھی نہیں لگتی! کوئی بھی مجھے یاد نہیں رکھتا! میں تو ہر وقت سب کو یاد رکھتی ہوں یہاں تک کہ ان کو بھی جن سے ایک دفعہ مل لوں! لیکن میرال آپی کے علاوہ کوئی مجھ سے پیار نہیں کرتا! کوئی مجھے کہیں لے کے نہیں جاتا! کوئی اپنا نہیں سمجھتا! میرے ساتھ اپنا دل ہلکا نہیں کرتا! شاید میں واقعی ہی بہت بیوقوف ہوں جو کوئی میرے ساتھ اپنے دل کی باتیں شئیر کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔۔جب کسی کا اپنا دل ہوتا ہے وہ میرے پاس آجاتے ہیں! لیکن جب میں کسی کو یاد کرتی ہوں! میں چاہتی ہوں کوئی مجھ سے بات کر کے اپنا دل ہلکا کر لے! مجھے اپنے دل کی بات بتادے تاکہ میں اسے سمیٹ سکوں لیکن اگلے انسان کے پاس فرصت نہیں ہوتی! وہ مصروف ہوتا ہے! اسے ذی یاد نہیں ہوتی! اسے ذی اچھی نہیں لگتی! ۔۔۔۔۔وہ سسکتے ہوئے اپنے دل کا غبار نکالنے لگی۔۔وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے یہ تمام باتیں بولتی ارزم شاہ کے دل پہ وار کر رہی تھی۔۔۔

ذی!!!! کیا ہو گیا ہے تمہیں میری جان!!!۔۔۔۔وہ اسے تڑپ کے اپنے سینے میں بھینچ گیا، وہ اس وقت بری طرح سے روتے ہوئے لرز رہی تھی۔وہ اسکی باتوں کا مطلب سمجھ چکا تھا وہ کیوں ایسا بول رہی ہے۔۔

مجھے سب سے دور جانا ہے! کوئی مجھے پسند نہیں کرتا! ۔۔۔وہ اس وقت شدید احساس کمتری کا شکار لگ رہی تھی۔۔

مجھ سے بھی دور جانا ہے؟۔۔۔۔وہ اسکے گالوں پہ پھسلتے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتے پیار سے استفسار کرنے لگا۔۔

ہاں! سب سے! آپ کے پاس تو بالکل نہیں رہنا! میں جان چکی ہوں میں آپ کو پسند نہیں ہوں!۔۔۔۔۔وہ روتے ہوئے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی اس سے فاصلہ بنانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

میں تمہارے سامنے اپنا دل کھول کے تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا! صرف اس لئے تم سے دور رہا ذی ڈارلنگ! پلیز یوں مت سوچا کرو! تم مجھے بتاؤ میں آخر کس کس زبان میں تم سے اظہارِ عشق کروں؟ میں ہر وہ زبان سیکھ کے تمہاری مرضی کا اظہارِ عشق کرتا تمہیں اپنے عشق کا یقین دلاؤں گا! لیکن یوں ناراض تو مت ہو؟ تمہیں کس طرح

سے بتاؤں تم مجھے بے حد بے انتہاء پسند ہو!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ جان چکا تھا وہ اسکی دوری پہ ہرٹ ہوئی ہے اسی لئے اسے خود میں قید کئے اسکے گال پہ اپنا گال رگڑتے اسے پیار سے منانے لگا۔

ہمم! اچھی بات ہے! میں ہی پاگل ہوں جو اپنا دل کھول دیتی ہوں! آئندہ سے میں بھی احتیاط کروں گی!۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی سپاٹ انداز میں بولتی اس سے دور ہونے لگی۔۔

ذی! ! دیکھو میری بات سنو! تم جانتی ہو ایک دفعہ بابا جان کو میجر ہرٹ اٹیک ہوا تھا! میں اس وقت اتنا نہیں بکھرا تھا جتنا لالہ کے برین ہیمرج کا سن کے ٹوٹ چکا تھا، تم شاید یقین نہیں کرو گی احان لالہ میرے لئے بہت زیادہ ضروری ہیں! حد سے زیادہ ضروری! کبھی کبھی تو مجھے یوں لگتا ہے میں اپنے سگے لالہ سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہوں! ایسے میں اچانک سے ان کے ایکسڈنٹ کے بعد برین ہیمرج کا سننا میرے لئے ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا، میں رونا نہیں چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں سے خود ہی آنسو پھسل پھسل جاتے تھے! تم چاہتی تھی میں اپنے دل کی ساری تکلیف تمہارے سامنے شئیر کروں؟ تمہارے سامنے روؤں؟ ذی اگر میں ایسا کرتا تا تو یقین مانو بہت کچھ وقت سے پہلے کر جاتا! اس روز تمہیں دیکھ کے میں میں اتنا ایمو شنل ہو گیا کہ میں نے سب کے سامنے تمہیں اپنے حصار میں لے لیا، وہ اس لئے کیونکہ تمہیں دیکھتے ہی یوں معلوم ہوا جیسے تم میری ایمو شنل سپورٹ ہو! مجھے اپنی ہر تکلیف تمہیں بتا دینی چاہئیے! لیکن پھر تم سے دور ہوتے ہی میں نے سوچا تم جو میری سوجھی آنکھیں دیکھ کے تڑپ چکی تھی اگر ہم الگ کمرے میں ہوتے اور تم اس وقت مجھے میسر ہوتی میں صرف تمہیں گلے کبھی مت لگاتا! اس وقت میں جتنا ایمو شنل تھا میں اپنی ایمو شنل سپورٹ پاتے ہی خود کو سکون پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا چاہے مجھے تمہاری روح میں ہی کیوں نا اترنا پڑتا! میں جب ایمو شنل ہوتا ہوں مجھے اپنے اعصاب پہ قابو پانا ایک مشکل امر لگتا ہے! ایسا پہلے نہیں ہوتا تھا لیکن جب سے تم نکاح میں آئی ہو تب سے اگر میں کبھی بھی بے سکون ہوتا ہوں دل چاہتا ہے تم سے سکون حاصل کروں کیونکہ تم سید ارزم شاہ کی پراپرٹی ہو! اسکی ایمو شنل سپورٹ ہو! میں اگر اس وقت اپنے اعصاب پہ قابو نہ پا سکتا تو اپنا مائنڈ ڈائیورٹ کرنے کے لئے تمہاری جان لبوں پہ لا سکتا تھا! تم میرا دھیان بٹانے کی کوشش کرتی اور فرض کرو اگر میں بہک جاتا؟ بہکتے ہوئے کچھ بھی کر جاتا کیا تم مجھے ایک مطلبی انسان سے تشبیہ نہ دیتی؟ کہ اس وقت اپنا دماغ ہٹانے کے لئے میں نے تمہارے بدن کا استعمال کیا؟؟ ایک وقت آتا تم یہ بات ضرور سوچتی! میں نہیں جانتا یہ سب

مردوں کے ساتھ ہوتا ہے یا یہ صرف میرے ساتھ ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب میرے ایموشنز میرے کنٹرول میں نہیں ہوتے میں ہر حد سے گزر سکتا ہوں! کیونکہ میں جانتا ہوں میری ایموشنل سپورٹ زائشہ خان ہے جو مجھے سمیٹ سکتی ہے!!جب انسان ایموشنل ہوتا ہے اور اسے کوئی ایموشنل سپورٹ ملتی ہے تو وہ بہک کے کچھ بھی کر جاتا ہے، اسے اس وقت جو سپورٹ ملتی ہے وہ اسے بے حد عزیز ہوتی ہے، وہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں ہوتا، ہر حد سے گزر بھی سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اگلا انسان اسے سمیٹ لے گا۔۔ یہاں بات ایموشنل مرد اور ایموشنل سپورٹ کے طور پہ ایک عورت کی ہو رہی ہے۔۔ تم میری منکوحہ ہو! نکاح سب کو بے خبر رکھ کے کر لیا لیکن رخصتی چھپ چھپا کے نہیں کرنا چاہتا تھا! اسی لئے تم سے دور رہا! اب سمجھ میں آئی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے سپاٹ ہوتے دیکھ کے وہ گہری سانس بھرتا اب اسے وضاحت دے کے منا رہا تھا کہ وہ اصل میں اس سے دور کیوں رہا۔۔ اسکی وضاحت پہ وہ اسکی باتوں کا مطلب سمجھتی قدرتی طور پہ سرخ پڑی تھی۔۔ وہ کیا کیا سوچتی رہی تھی کہ ارزم شاہ کا اس سے دل بھر چکا ہے، یا شاید وہ اسے بیوقوف سمجھتا ہے جو اس سے اپنا دل نہیں ہلکا کرنا چاہتا لیکن وہ کتنی دور کی سوچ رکھتا تھا۔۔ ذائشہ خان کو آج ایک دفعہ پھر اپنی بیوقوفی پہ رونا آیا تھا۔ وہ اسکے سینے پہ سر ٹکا کے پھر سے رونے لگی۔۔

اب پھر سے رونے کی وجہ؟؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ مصنوعی غصے سے اسے ڈانٹ رہا تھا۔

م۔مجھے۔۔ اسپتال۔۔ نہیں۔۔۔لے۔۔کے۔۔گئے!۔۔احان

لالہ۔۔ میرے۔۔ بھی۔۔لالہ۔۔۔تھے۔۔ لیکن۔۔۔۔ آپ۔۔ وہ جملہ ادھورا چھوڑتی پھر سے رونے لگی، وہ اسے بتا رہی تھی اسے اسکی یہ حرکت بھی بالکل پسند نہیں آئی۔۔

آہہہہ!! ذی!! تمہارا اور احان لالہ کا اتنا انٹریکشن کبھی نہیں ہوا، صرف نکاح پہ ہوا تھا، مجھے لگا تم اکورڈ فیل کرو گی وہاں جا کے! یا وہاں دوسرے مریضوں کا رونا دھونا دیکھ کے پریشان ہو جاؤ گی! ۔۔۔۔ وہ اب اسے پچکار رہا تھا جب کہ اصل وجہ حازق خان اور گلالئی تھے، اگر ذائشہ خان اسپتال جاتی تو حازق خان شاید وہی پہ کوئی نیا ٹاپک کھول لیتا اسی لئے اس نے احتیاط کرتے یہ سارا کام بعد پہ چھوڑا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا ان بہن بھائیوں میں جو بھی ڈسکس ہونا ہے وہ سکون سے ہویلی میں سب کی موجودگی میں ہو۔۔

اگر پہلے نہیں ہوا تو کیا کبھی نہیں ہو گا؟۔۔۔۔ وہ اپنے پھولے گالوں سے آنسو رگڑ کے صاف کرتے ہوئے بولی۔۔

اچھا بابا یہاں میری غلطی ہے! میں مان گیا! اب رونا بند کرو اور آج لالہ ہویلی آرہے ہیں! تب ہو جائے گا دونوں کا انٹریکشن! اب خوش؟ خود سے پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو!!۔۔۔وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے بیڈ کی طرف بڑھتا اب اپنی غلطی مان رہا تھا جس پہ ذائشہ خان کو حوصلہ ملا تھا کہ اس کی ناراضگی ایک بیوقوفی بالکل بھی نہیں تھی۔ اسے مطمئن ہوتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں کو ایک دم سے اپنی گرفت میں لیتا اسے لئے بیڈ پہ گرا تھا، ذائشہ خان کی اس اچانک افتاد پہ آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے ایک دم سے اسے کس کی تھی جس پہ اسکا چونکا بنتا بھی تھا۔ وہ اس پہ جھکے اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ جماتا اپنی پوری شدت اسکے ہونٹوں پہ دیکھاتا ان کی نمی پی رہا تھا۔۔ اس کی اس قدر شدت پہ ذائشہ خان کی سانسیں بکھری تھیں، اسکا بھاری وجود خود پہ محسوس کرتی وہ شرم وحیا سے اپنی آنکھیں میچ گئی، وہ اسکے شانوں پہ موجود دوپٹا ایک جھٹکے میں اس سے الگ کرتا اسے سانس لینے کا موقع دیئے بغیر ایک دفعہ پھر سے اسکے ہونٹوں پہ جھکا تھا، اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی دھڑکنوں کی نرمی اپنے سینے پہ محسوس کرتا اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹائے وہ قطرہ قطرہ کر کے اسکی سانسیں لینے لگا۔۔ ذائشہ خان گردن تک سرخ پڑ رہی تھی، اتنے دنوں بعد اسے پرانی جون میں لوٹتے دیکھ کے وہ تھوک نگل رہی تھی۔ وہ اسکی مسٹرڈ قمیض کی بیک ڈوریاں ایک جھٹکے سے کھولتا اسکی فراک کندھوں سے کھسکاتے اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دونوں ہونٹوں میں پیوست کئے بری طرح سے سک کرنے لگا، ذائشہ خان اسکی سلور چین زور سے تھامتی اسے اشارہ دے رہی تھی وہ اپنے ہونٹوں پہ اسکی مزید شدت برداشت نہیں کر سکتی لیکن ارزم شاہ اس وقت اسکی سننے کے موڈ میں نہیں تھا اسکی بیوی نے اسکی دوری کا غلط مطلب لیتے اس سے فضول کی ناراضگی ڈالی تھی اب اسکے ہوش ٹھکانے لگانا ارزم شاہ کی ذمہ داری تھی۔۔

اسکی سانسوں کو اپنی سانسوں میں الجھائے وہ مصروف انداز میں اسکی قمیض کندھوں سے کھسکاتے ہوئے مزید نیچے کر رہا تھا جس پہ ذائشہ خان کی ہتھیلیاں بھیگی تھیں۔۔ اس نے اپنی پوری قوت سے اس سے اپنے لب آزاد کروانے چاہے تھے جب وہ اسکا ہاتھ اپنی سلور چین سے ہٹا کے اسکے دوسرے ہاتھ کے ساتھ جوڑتا اسکے سر کے پیچھے پن کرتے ہوئے اسکے بالائی لب کو سک کرنے لگا۔۔ ذائشہ خان کی آنکھیں باہر ابلنے کو تھیں، وہ اسپتال جانے سے پہلے یوں اسکا علاج کر کے جائے گا اس نے اپنے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔ اسکی پھیلتی آنکھوں کو دیکھتے وہ اسے ونک کرتا اسکے

ہونٹوں پہ زبان پھیر کے ان پہ موجود خون کی بوندیں چنتا اس کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ سے آزاد کرتا انہیں آزادی بخشتے ہوئے اسکی گردن پہ جھکا تھا۔۔ ذائشہ خان نے گہری گہری سانسیں بھرتے اسکے کندھوں پہ معصومیت سے مکے جھڑے تھے جس نے ہونٹوں کے ذریعے اسکی جان نکالی تھی۔۔ اب وہ اسکی گردن پہ جھکا اسکی سکن اپنے ہونٹوں میں دبا کے ہولے سے کھینچتا ہوا نیچے کی طرف جھکا تھا۔۔ ذائشہ خان کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ اس وقت کمرے میں ان دونوں کی صرف دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں کا شور تھا۔۔ وہ اسکی شرٹ مزید نیچے کئے اسکے سر کے نیچے سے اپنا ہاتھ گزار کے اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ جھکتا یہاں نرمی سے اپنے دانت گاڑتا لو بائٹ بنانے لگا۔۔ ذائشہ خان کا چہرہ اس وقت سرخ قندھاری تھا، سانسیں بھاری ہو رہی تھیں لیکن وہ اس پہ رحم نہیں کھا رہا تھا۔۔

ا۔۔ ارزم!!!۔۔۔۔ اسے اپنے لبوں کی گستاخیا بڑھاتے دیکھ کے ذائشہ خان نے شرم و حیا سے اسے بھاری ہوتی سانسوں کے درمیان پکارا تھا۔ وہ اسکے دل کے مقام سے اپنے لب ہٹاتا اپنی بنائی گئی لو بائٹ پہ انگوٹھا رب کرتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف دیکھنے لگا جس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ ارزم شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

یہاں پہ لو بائٹ بنانے کا اپنا ہی مزہ ہے! میں جانتا ہوں تم میرے جانے کے بعد آئینے میں یہ لو بائٹ ضرور دیکھو گی!۔۔۔۔ وہ ہنوز اسکی دھڑکنوں پہ انگوٹھا رب کرتا گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولتا ذائشہ خان کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا، ذائشہ خان کے تاثرات یوں ہوئے تھے جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو، وہ اسکے ہاتھوں کی بڑھتی گستاخیوں پہ انہیں جلدی سے تھامتی اسے معصومیت اور غصے بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔۔ وہ اسکے اس انداز پہ فدا ہوتا اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ کے اس پہ ڈھیر ہوتا اسکی گردن میں چہرا چھپائے آنکھیں موند تا قہقہے لگانے لگا۔۔ بس اسکی بیوی میں ابھی اتنی ہی ہمت تھی۔۔

تم خود ہی تو بول رہی تھی تمہارا مجھے سمیٹنے کو دل چاہ رہا تھا لیکن میرے پاس فرصت نہیں تھی، لو ابھی فرصت ہی فرصت ہے لیکن مجھے سمیٹنے کی بجائے تم خود مجھ پہ سمٹ رہی ہو!! ہاہاہا! ذی ڈارلنگ ابھی تم مجھے برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتی! تمہاری تو اس چھوٹے سے پرو موسے ہی جان لبوں پہ آچکی ہے تو جب میں ہر رات تمہیں نائٹ لیپسوڈز دیکھایا کروں گا تب تمہارا کیا بنے گا!! ہاہاہاہا۔۔۔ وہ ہنستے ہوئے ذائشہ خان سے مخاطب اسکی گردن کی سکن پھر سے اپنے دانتوں میں دبائے اسے سک کرنے لگا۔۔

افف! کتنے حسین ہوں گے وہ منظر! میں ابھی تک ایک آدھ رومانٹک نائٹ کی ایپسوڈ تو تمہیں دیکھا ہی دیتا لیکن (!!اس سالے میجر نے درمیان میں آ کے سارا کام خراب کر دیا ہے

اسکے کپکپاتے وجود کو دیکھتے وہ دل میں بولتا ہوا اسکی گردن کی جان خلاصی کئے اسکی شرٹ درست کرتا اسکے روہانسے چہرے پہ نگاہیں جمائے اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

ابھی سے منہ بنالیا ہے؟ ابھی اتنی گستاخیاں کب کی ہیں جتنی پہلے بند کمرے میں کرتا ہوں؟ ہاہاہاہا۔۔۔ اسے منہ بناتے دیکھ کے وہ تاصف سر ہلا کے ہلا کے ہنستے ہوئے بولا تھا۔۔

ارکتیں (حرکتیں) ویسا (ویسے) تمارا اس لالہ (میجر خان) کا ماموں بننے والا (والی) ایں (ہیں)! لیکن چوڑو (چھوڑو) دلبرا ابھی امم (ہم) اسے تمارا (تمہارے) صدقہ (صدقے) بخش دیتا (دیتے) ہے (ہیں)!!!۔۔ ارزم شاہ اسکے پھولے گالوں کو کھینچتا جان بوجھ کے پٹھانی ایسنٹ میں بولتا ذائشہ خان کو ہنسنے پہ مجبور کر گیا، اسے پٹھانی ایسنٹ کاپی کرتے دیکھ کے اسکی ہنسی بے ساختہ تھی۔۔ اس نے شاید اسکے الفاظ سے زیادہ اسکے ایسنٹ پہ غور کیا تھا ورنہ اگر الفاظ پہ غور کر لیتی تو سرخ پڑتی حیران ضرور ہوتی۔۔ اسے ہنستے دیکھ کے وہ اسکی چھوٹی سی ناک چومنے کے بعد اسکی آنکھیں اور اسکا ماتھا شدت سے چومتا اسے خود میں بھینچ گیا۔

سٹریس بالکل نہیں لینا! سر درد نہیں ہونے چاہئیے! بی پی کنٹرول میں رہنا چاہئیے! ان تینوں چیزوں پہ پورا کنٹرول ہونا چاہئیے! ایک وقت تک ایسے پیشنٹس کے لئے موت ہے کیونکہ ابھی ان کی وینز کے کلاٹ ریموو نہیں ہوئے، اسکی میڈیسن چلتی رہے گی، دو ہفتوں کے بعد فالو اپ کے لئے انہیں ایک دفعہ پھر سے ہاسپٹل لے کے آنا ہے! اس کے بعد بھی ایسے پیشنٹس بہت سینسٹو ہوتے ہیں! میں ایک دفعہ پھر سے اپنی بات دہرا رہا ہوں انہیں سٹریس اور سر درد نہیں ہونے دینی! سر پہ کوئی چوٹ نہیں لگنی چاہئیے، بی پی کنٹرول کی میڈیسن دی ہوئی ہے جب لگے بی پی زیادہ ہو رہا ہے تو دن میں ایک گولی لے لیں! بی پی کی دوا ہمیشہ دن میں لینا بہتر ہے! رات میں نہیں لیجئیے گا!! اگر فیور ہو جاتا ڈراپ کی تھی بے HB ہے تو فوراً چیک کروانا ہے، انفیکشن نہیں پھیلنے دینا، روز کا ایک سیب ضرور کھانا ہے کیونکہ شک چار بوتلیں خون کی لگی ہیں! لیکن پھر بھی سیب اور دوسرے فروٹس بھی روانہ کھانے ہیں! کچھ آئرن اور وٹامن

آئی ہیں! ریکور ہوں deficiencies سپلیمنٹس بھی ہیں جو ایک ماہ تک ساتھ ساتھ چلیں گے تا کہ باڈی میں جو اور طاقت آئے۔۔ گوشت میں صرف مٹن اسکا قیمہ یا یخنی پینی ہے تا کہ پیشنٹ جلدی ریکور کرے لیکن تیز مرچ، بازاری کھانوں اور ائلی چیزوں سے پرہیز کرنا ہے، سر کو جھکانا نہیں ہے! زیادہ چلنا پھرنا بھی نہیں ہے جب تک دوبارہ فالواپ نہ کروالیں! پیشنٹ کی پراپر کیئر کرنی ہے! اگلے فالواپ کے لئے جب آئیں گے تب دوبارہ ٹیسٹ اور سکین ہوئے یا نہیں! لیکن پھر resolve ہوں گے یہ دیکھنے کے لئے کہ پیشنٹ کے دماغ کی شریانوں میں جو کلاٹس ہیں وہ سے خیال رہے پیشنٹ کو کوئی ٹینشن نہیں دینی!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سینیر ڈاکٹر جو احان شاہ کو ڈسچارج کرنے سے پہلے سب کو ہدایات دیتے وقفے وقفے سے احان شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے اسکا ضبط اور غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے انہوں نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی، وہ احسان کرنے والے انداز میں ڈاکٹر باتیں سنتا وقفے وقفے سے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو چہرہ چادر سے چھپائے ڈاکٹر کی باتیں سنتی فکر مندی سے اپنی آنکھیں نم کرتی مرحاشاہ کی طرف دیکھ رہی تھی، مرحاشاہ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی تھی۔۔

سن رہے ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ھارون شاہ نے احان شاہ کو مصنوعی آنکھیں دیکھاتے ڈاکٹر کی طرف متوجہ کیا تھا۔۔

آپ کی بہو سن رہی ہے!!!۔۔۔۔۔ وہ سنجیدگی سے جواب دیتا آنکھیں گھما گیا، اسکے جواب پہ سب کی نگاہیں گلالئی کی طرف اٹھی تھیں جس کی آنکھوں میں پریشانی تھی لیکن پھر سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ کنفیوز سی ہوتی حازق خان کی طرف دیکھنے لگی۔۔ اس وقت پرائیویٹ روم میں شاہ برادرز، ھارون شاہ، دریاب شاہ، حازق خان، گلالئی، اور مرحاشاہ موجود تھے۔ سینیر ڈاکٹر سب کی طرف مسکراہٹ اچھالتے وہاں اسے جا چکے تھے۔۔

میں بل وغیرہ کلئیر کر کے آتا ہوں پھر اکھٹے نکلیں گے!!۔۔۔۔۔ ڈاکٹر کے جاتے ہی کاظم شاہ سنجیدگی سے ان سب کی طرف دیکھ کے بولتا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

شاہ ہویلی اور خان مینشن مخالف راستوں پہ ہیں! مجھے لگتا ہے مجھے اور گڑیا کو نکلنا چاہئیے! !۔۔۔۔۔ حازق خان سنجیدگی سے بولتا سب کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا، کاظم شاہ جو باہر نکلنے والا تھا حازق خان کی بات پہ اس نے تیزی سے

رخ موڑتے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ہنوز گلالئی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ارزم شاہ نے مٹھیاں بھینچی تھیں جبکہ زوریز شاہ کا چہرہ سپاٹ تھا، وہ اپنی فیملی اور حازق خان کے درمیان بولنا بند کر چکا تھا۔۔

بیٹا کیا ایسا نہیں ہو سکتا تم دونوں ہمیں ایک چانس دے دو؟ جو تم لوگوں کی ڈیمانڈ ہو گی ہم پوری کرنے کو تیار۔۔۔۔۔

ابھی ھارون شاہ نرمی سے التجائیہ انداز میں مزید کچھ بولتے جب حازق خان ان کی بات کاٹ گیا۔

ڈیمانڈ سے کیا مراد ہے آپ کی؟؟ آپ کو کیا لگتا ہے میں آپ سے پیسوں کی ڈیمانڈ کروں گا؟؟۔۔۔۔۔۔ حازق خان بھڑکا تھا۔

نہیں بیٹے تم غلط سمجھ رہے ہو! ڈیمانڈ سے مراد گلالئی اور شاہ کے لئے ایک الگ گھر ہے! جہاں ان دونوں کو کوئی بھی تنگ نہیں کرے گا! یہ دونوں فیملی پالیٹکس سے دور رہیں گے اور سکون میں رہے گے! کوئی بھی ان کے درمیان نہیں آئے گا! جب ہمارا یا ان کا دل کیا کرے گا ہم مل لیا کریں گے! پلیز سمجھداری سے کوئی بیچ کا راستہ نکالو! ورنہ اس طرح سے نہ میرا بیٹا ٹھیک رہے گا اور نہ بہو! ان دونوں کی حالت ایسی نہیں ہے انہیں ٹینشن ڈی جائے!۔۔۔۔ ھارون شاہ بے بسی سے بولے تھے۔ وہ آج ہر حال میں ان دونوں کو ساتھ ہویلی لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی باتوں کو سوچتے ہوئے حازق خان کچھ پل خاموش رہا۔۔ سب اب دل تھامتے ہوئے حازق خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

خیر فکر تو ابھی بھی آپ کو بہو سے زیادہ بیٹے کی ہے! لیکن ٹھیک ہے! ماضی میں جو بھی ہوا وہ آپ کا اور اللہ کا معاملہ ہے! میں اس کا انصاف اپنے اللہ پہ چھوڑتا ہوں! مجھے لگتا ہے آپ کو اپنی ڈیمانڈ پہ عمل کرنا چاہئیے! میں اپنی بہن دو مہینوں کے لئے آپ کے بیٹے کو واپس لوٹاتا ہوں! جس دن مجھے شکایت موصول ہو گی یا خود محسوس ہو گا میری بہن اس کے ساتھ خوش نہیں ہے! میں راتوں رات اپنی بہن اپنے پاس واپس لے آؤں گا اس کے بعد ہم سب کی ملاقات ڈائریکٹ کورٹ میں ہو گی!! یہ صرف یک طرفہ فیصلہ ہے! یعنی ابھی اس فیصلے میں میری بہن کی رائے شامل نہیں ہے! میں آپ سب کے سامنے اسے آپ کے بیٹے کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہوں! یہ اس قابل ہے کہ اپنا ہر فیصلہ خود لے سکے! اب جو فیصلہ میری بہن لے گی مجھے منظور ہے!!۔۔۔ حازق خان نے گلالئی کی پچھلے دنوں کی کنڈیشن کو مدِ نظر رکھتے یہ فیصلہ لینا ضروری سمجھا تھا۔ چاہے اسے شاہ ہویلی والوں سے جتنی بھی چڑ ہو چکی تھی لیکن وہ اب مزید اپنی بہن کا کوئی نقصان نہیں چاہتا تھا، وہ جڑواں بچوں کی ماں بننے والی تھی اسکی ڈیلیوری میں صرف ڈیڑھ ماہ

باقی تھا، اور یہ ڈیڑھ ماہ اسکی کیئر بے حد ضروری تھی، وہ جتنا مرضی اپنی بہن کو خوش کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ اسے مینٹل سٹریس سے دور نہیں رکھ پاتا تھا، اس نے پچھلے دو ہفتے اپنی بہن کو اس انسان کے لئے تڑپ تڑپ کے روتے دیکھا تھا، آج بھی اگر وہ اپنی بہن کو یہ اجازت نہ دیتا تو شاید وہ جھجھک کے مارے کبھی اپنے دل کا فیصلہ نہ لے سکتی۔۔ حازق خان کی اجازت پہ نہ صرف گلالئ اور احان شاہ کا دل دھڑکا تھا بلکہ کمرے میں موجود باقی سب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا، سب کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے گلالئ کی طرف اٹھی تھیں جو حیرانگی سے حازق خان کو دیکھ رہے تھے۔۔ اسکے لالہ سارا معاملہ اس پہ پھنک چکے تھے اور اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا فیصلہ لے۔۔

مجھے یہ ڈیمانڈ منظور نہیں ہے!!!۔۔۔۔۔۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد گلالئ سنجیدگی سے بلند آواز میں اپنے ایک ہی جملے سے سب کے چہرے کے رنگ اڑا چکی تھی۔ اسکے جواب پہ سب کے چہرے ناامید ہوئے تھے، حازق خان اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

گل پلیز مجھے معاف کر دو!! تم جیسے بولو گی میں تم سے معافی مانگنے کو تیار ہوں! میں اپنے تمام ملازموں کے سامنے تم سے معافی مانگنے کو تیار پلیز یوں مت کرو!! ۔۔۔۔۔ اسکے جواب پہ احان شاہ کا لہجہ التجائیہ تھا، وہ اس وقت بے بسی کی حد پہ تھا۔۔

دیکھو بچے سوچ سمجھ۔۔۔۔۔۔ ابھی ھارون شاہ کچھ بولتے جب گلالئ ان کی بات کاٹ گئی۔

مجھے اپنے لیے کوئی الگ گھر نہیں چاہئیے!! میں ایک خانزادی ہوں! میجر خان کی بہن ہوں میدان چھوڑ کے کبھی نہیں بھاگوں گی بلکہ اب سے وہی پہ رہ کے مقابلہ کروں گی! میدان چھوڑنا میجر خان کی بہن کو سوٹ نہیں کرتا! مجھے ایسا لگتا ہے میرے لالہ کے سوا میرے لئے کوئی بھی اچھا فیصلہ نہیں لے سکتا! اگر انہوں نے مجھے یہ اجازت دی ہے تو یقیناً کچھ سوچ سمجھ کے ہی دو گی لیکن مجھے صرف الگ گھر والی ڈیمانڈ پہ اختلاف ہے! میں اپنے عشق کے صدقے آپ کے بیٹے کو ایک آخری چانس دیتی ہوں! یہ ساری بات میں نہیں میرا دل بول رہا ہے کیونکہ ایک وہی ہے جو آپ کے بیٹے کا وفادار ہے! میں اس دل کو وفاداری نبھانے کا آخری موقع دیتی ہوں! اگر اس دفعہ بھی مایوس ہوئی تو اپنی کلائی کاٹ کے حرام موت مرنے کی بجائے آپ کے بیٹے کا قتل کرنا خود پہ فرض کر لوں گی!! ۔۔۔۔۔ گلالئ کا بلند اور مضبوط لہجے میں دیا گیا جواب سب کو آنکھیں پھاڑنے پہ مجبور کر چکا تھا۔ کسی نے بھی معصوم سی گلالئ سے اتنا مضبوط جواب

ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔ احان شاہ کا چہرہ خوشی سے سرخ ہوا تھا۔ ہری آنکھوں میں خوشی کے ننھے سے موتی چمکے تھے جنہیں وہ پلکیں جھپکنا پیچھے کی طرف دھکیل چکا تھا۔۔ اپنے بہن کے اس دبنگ جواب پہ حازق خان مسرور ہوا تھا۔۔

یہ مت سمجھیئے گا اپنے باپ کے قاتلوں کو یا آپ کے بیٹے کو معاف کر چکی ہوں!! فلوقت میرے عشق کا امتحان ہے! مجھے آپ سب کے سامنے یہ بات قبول کرنے میں کوئی عار نہیں ہے میں نے سید احان شاہ سے عشق کیا ہے! اگر آج میں سید احان شاہ کا سہارا نہ بنی تو اس عشق کا کیا فائدہ؟ میں جانتی ہوں اگر آج بھی ہم جدا ہوئے تو مزید خسارے ہمارا مقدر بنیں گے!! آٹھ سال اذیت میں گزار لئے کچھ امتحان مزید صحیح؟ بیوی ہوں اور سب سے بڑھ کر محرم سے عشق کرنے والی ہوں اس موڑ پہ اتنا کامپرومائز بھی نہیں کروں گی تو گلالئی کے مرنے کے بعد اس کے عشق کی مثالیں کون دے گا؟ کون اس عشق کو عشق کا نام دے گا؟ اگر برین ہیمرج کے اس کھٹن موڑ پہ شوہر کا ساتھ چھوڑوں گی تو قصوروار کہلائی جاؤں گی! سب کی نظروں میں بری بن جاؤں گی! میرے عشق پہ سوال اٹھیں گے! میرے دل میں یہ آٹھ سال نقش ہو چکے ہیں! مجھے ایسا لگتا ہے میں یہ آٹھ سال کبھی نہیں بھلا پاؤں گی! اب دیکھنا یہ ہے احان شاہ مجھ پہ اپنا "حق جتائے بغیر" ان آٹھ سالوں کا مداوا کیسے کرتا ہے!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آخری جملے سے احان شاہ کو بہت کچھ سمجھا چکی تھی، وہ اسکے آخری جملے کا گہرا مطلب سمجھ چکا تھا۔ وہ اس کی جسم سے محبت کی بجائے روحِ محبت کا امتحان لینا چاہتی تھی اور احان شاہ کے لئے یہی کافی تھا وہ اسے اپنے ساتھ کا فیصلہ سنا چکی ہے۔ احان شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے دل میں اللہ کا ڈھیروں شکر ادا کیا تھا جس نے اسکی تہجد کی دعاؤں قبول کر لی تھیں۔۔

بہت شکریہ بیٹا! ! میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا!۔۔۔ھارون شاہ نے آگے بڑھتے اسکے سر پہ پیار دیتے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔ گلالئی اپنے آنسو روکنے لگی۔۔ گلالئی کے اس عشق کی انتہاء آج پھر سب کی آنکھیں نم کر گئی تھی۔۔ آخر کیوں تھی اسماعیل خان کی اولاد اس قدر وفادار؟ سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے۔

۔گلالئی کو اپنی طرف دیکھتا پا کے حازق خان نے مدھم سی مسکراہٹ اسکی طرف اچھالی تھی یہ اشارہ دینے کے لئے کہ اسے اس کے فیصلے سے کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔۔ مرحا شاہ نے خوشی کے مارے گلالئی کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔ کاظم شاہ نے تشکر بھرے انداز میں حازق خان کو گلے لگایا تھا، احان شاہ کو آج پہلی بار اپنے سالے پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا، اسکا دل چاہ رہا تھا وہ اسکے سرخ گال کھینچ کھینچ کے مڑوڑ ڈالے۔۔۔

میں ایک سے دو دن تک اپنی دوسری بہن کا بھی حتمی فیصلہ چاہتا ہوں! اس کے بعد عید آجائے گی! میں اس فیصلے کو مزید لٹکانا نہیں چاہتا!!۔۔ارزم شاہ کو مسکرا مسکرا کے احان شاہ کے کان میں بے باک سرگوشیاں کرتے دیکھ کے حازق خان نے اس پہ بم بلاسٹ کرنا بھی اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 106 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

افف جلدی جلدی بس ان سب چیزوں کو ترتیب دینا ہے! وہ لوگ پانچ منٹ تک یہاں پہنچ رہے ہیں!!۔۔۔۔۔۔

میر ال شاہ غباروں کو ڈبل ٹیپ کے ساتھ سیٹ کرتی افراتفری کے عالم میں ایزل شاہ اور ذائشہ خان سے مخاطب تھی ۔جب سے انہیں معلوم ہو رہا تھا احان شاہ کے ساتھ ساتھ گلالئ بھی ہویلی آرہی ہے تب سے وہ سب خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں لیکن ہاں ذائشہ خان اپنے بہن کو ملنے کے لئے اگر خوش تھی تو کنفیوز بھی بہت تھی، نا جانے وہ اسے جانتی بھی ہو گی یا نہیں؟ کیا وہ اسے دیکھتے ہی پہچان جائے گی کہ یہ اسکی بہن ہے؟ شاہ بی بی اور زہرہ مام بھی کافی خوشی سے ان تینوں کو تیاریاں کرتے دیکھ رہی تھیں، میر ال شاہ اور ایزل شاہ کے آئیڈیا پہ شاہ ہویلی کو پورے لاؤنج کے ساتھ ساتھ احان شاہ کے کمرے کو بھی سجایا گیا تھا جبکہ ذائشہ خان خوش ہوتے ہوئے ان کی مدد کروا رہی تھی۔۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے جب شاہ ہویلی کے پورچ میں ایک ساتھ کتنی ہی گاڑیاں آکے رکی تھی، گاڑیوں کی آواز سنتے ہوئے میر ال شاہ اور ایزل شاہ نے پورے لاؤنج کی لائٹس آف کرتے ذائشہ خان کو اپنے ساتھ کھڑا کرتے اسکے ہاتھ میں بھی پارٹی پیپر پکڑایا تھا۔۔

وہ سب جو گاڑیوں سے ایک ساتھ اترتے راہداری سے ہوتے ہوئے اندر لاؤنج میں داخل ہوئے تھے، گھپ اندھیرا دیکھتے وہ حیران ہوئے تھے۔

لائٹس کیوں آف ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔۔لاؤنج میں اندھیرا دیکھتے وہ سب یک زبان ہوتے حیرانگی سے بولے تھے، احان شاہ جو ہر کسی کا سہارا لینے سے انکار کرتا خود اپنے پیروں پہ کھڑا تھا، خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑی گلالئ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھام گیا، وہ جانتا تھا وہ اندھیرے سے کتنا ڈرتی ہے، گلالئ نے اس اندھیرے میں بھی چونکتے

ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن زیادہ اندھیرے کی وجہ سے وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی، پھر حیرت کی بات تھی وہ اسکا ہاتھ کیسے تھام چکا تھا؟ شاید اندازے سے ؟۔۔

رکیں میں چیک کر کے آتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نارمل انداز میں بولتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب ایک دم سے لائٹس آن ہونے کے ساتھ ساتھ پارٹی پیپرز اور غبارے پھوڑنے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔یہ سب ایک پل میں ہوا تھا۔۔سب نے حیرانگی سے لاؤنج کا منظر دیکھا تھا۔گلالئی جو احان شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے والی تھی پارٹی پیپرز کی آواز پہ وہ سہمتی ہوئی اسکے ہاتھ پہ بے ساختہ اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔۔پورا لاؤنج خوبصورت اور ڈیسنٹ انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

Welcome to home

میرال شاہ اور ایزل شاہ نے خوشی سے کھکھلاتے ہوئے ان کا ویلکم کیا تھا، جبکہ ذائشہ خان معصومیت سے اپنے ہاتھ میں موجود پارٹی پیپر کو دیکھنے لگی جسے پھوڑنے کی وجہ سے وہ باقی سب کو ڈرانے کی بجائے خود ہی ڈر چکی تھی۔۔اسے معصومیت سے آنکھیں پھیلا کے پارٹی پیپرز کی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ سے اپنی ہنسی دبانا محال ہو رہا تھا۔اسکے کھلے گلابی ہونٹ دیکھتے اس نے بمشکل اس پر سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔۔

Thanku so much

احان شاہ نے مبہم انداز میں مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا تھا، وہ سمجھ چکا تھا یہ سارا ویلکم اسکے لئے اور گل کے لئے پلین کیا گیا ہے، سب کے چہرے اس وقت خوشی سے کھل رہے تھے سوائے گلالئی کے جس کا چہرہ سنجیدہ تھا، وہ سنجیدگی سے احان شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑوا چکی تھی اور وہ نرمی سے چھوڑ گیا۔ایزل شاہ آگے بڑھتے ہوئے خوشی سے اپنے لالہ کے سینے سے لگی تھی۔کاظم شاہ اپنی بیوی کو اس قدر خوش دیکھ کے خود بھی خوش ہوتا زہرہ مام کے بازوؤں سے اپنا بیٹا پکڑتا اسے پیار سے چومنے لگا۔۔ایزل شاہ سے ملنے کے بعد احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے میرال شاہ اور ذائشہ خان کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔اسے میرال شاہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے کے اور کوئی خوش ہو یا نہ ہو لیکن گلالئی کے کلیجے میں ٹھنڈ ضرور پڑی تھی۔ایزل شاہ اب گلالئی سے مسکراتے ہوئے مل رہی تھی جس پہ گلالئی ناچاہتے ہوئے بھی اسکی اتنی ایکسائیٹمنٹ پہ مسکرا دی، آج وہ کافی وقتوں بعد پرانی اووزی کے روپ میں لوٹی تھی۔۔

ک۔کیسے۔۔ہیں۔۔آ۔۔آپ۔۔لالہ؟۔۔۔۔ارزم شاہ کے اشارے پہ ذائشہ خان جھجکتے ہوئے احان شاہ کا حال احوال پوچھنے لگی۔

ٹھیک ہوں بیٹا! آپ کیسی ہیں؟۔۔۔۔۔احان شاہ اسے مسکرا کے جواب دیتا اب زہرہ مام سے مل رہا تھا، ذائشہ خان نے جواب ہاں میں سر ہلاتے مدھم آواز میں "میں ٹھیک" بولتے کنفیوز انداز میں ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتا اب گل سے ملنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔

کیسی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ خود ہی پہل کرتی گلالئ کے گلے لگتے ہوئے جھجک کے اسکا حال پوچھنے لگی، وہ آج پہلی بار گلالئ کے اتنا نزدیک آئی تھی، ورنہ اسپتال میں گلالئ زیادہ مرحا شاہ کے پاس ہی رہی تھی۔

ٹھیک۔۔۔۔۔۔گلالئ نے مختصراً سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔شاہ بی بی روتے ہوئے احان شاہ کے سینے سے لگی تھیں جس پہ اسکا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔اس نے خالی خالی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تھا، دوسری طرف گلالئ اور ذائشہ خان گلے ملتے ہی نا جانے کس احساس کے تحت رونے لگیں۔۔دونوں کی آنکھوں سے آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے۔۔

د۔دیدہ!!!۔۔۔۔۔گلالئ پھوٹ پھوٹ کے روتی اسے پکارتے ہوئے زور سے اسکے گرد ہاتھ باندھ گئی۔۔

آ۔آپ۔۔ہمیں۔۔۔بہت۔۔۔دیر۔۔۔سے۔۔ملیں!!۔۔۔۔گلالئ روتے ہوئے مزید گویا ہوئی تھی۔۔ذائشہ خان ساکت ہوئی تھی، اسے اندازہ نہیں تھا وہ اسے دیکھتے ہی باسکے کچھ بھی بولنے سے پہلے ہی پہچان جائے گی۔ذائشہ خان کی آنکھوں سے پہلے سے کئ زیادہ آنسو پھسلتے ہوئے عارضوں پہ گرے تھے، گلالئ کو سینے سے لگاتے ہی اس قدر سکون محسوس ہوا تھا کہ ذائشہ خان کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل تھا۔زوریز شاہ کے ساتھ کھڑی مرحا شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ذائشہ خان کو سمجھ نہیں ارہی تھی وہ گلالئ کو کس طرح سے مخاطب کرے یا اسے جواب میں کیا کہے؟ وہ کچھ بھی بولنے کی بجائے روتی ہوئی اسکا گال چومنے لگی۔۔کچھ دیر تک وہ دونوں ہر کسی کو فراموش کرتی ایک دوسرے کے سینے سے لگی رہی جب میرال شاہ نے آگے بڑھتے ان دونوں کے آنسو صاف کرتے بڑی ہونے کا حق نبھاتے انہیں اپنے ساتھ لگایا تھا۔

شش!! آج سے نو رونا دھونا!! ۔۔۔۔۔میر ال شاہ پیار سے بولی تھی۔اپنی اپنی بیویوں کو یوں آنسو بہاتے دیکھ کے ارزم شاہ اور احان شاہ نے بے حد پیار سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا،بس نہیں تھا ابھی ان دونوں کے آنسو سب کے سامنے پونچھ ڈالیں۔شاہ بی بی آگے بڑھتے ہوئے گلالئ سے ملنے کی والی تھیں لیکن وہ ان کی پہنچ سے دور ہوتی انہیں غصے سے دیکھتے ہوئے زہرہ مام سے ملتی انہیں نظر انداز کر گئی۔۔شاہ بی بی وہی پہ اپنے قدم روک گئی۔

لالہ! آپ کا اتنی دیر کھڑے ہونا ٹھیک نہیں ہے! پلیز وہاں صوفے پہ بیٹھ جائیں یا کمرے میں آرام کیجئیے!!!۔۔۔۔ احان شاہ کو کب سے کھڑے دیکھ کے بالآخر مرحاشاہ فکر مندی سے بول اٹھی جس پہ اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ اسکے نفی میں سر ہلانے پہ ارزم شاہ اسکا بازو پکڑ سے زبردستی صوفے کے طرف دھکیل رہا تھا جس پہ باقی سب بھی اپنے قدم اٹھاتے ہوئے یہی پہ آ چکے تھے۔

چلو اب بس تم دونوں کیک کاٹو!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ چٹکی بجاتے ہوئے احان شاہ اور گلالئ کی طرف دیکھتی حکمیہ انداز میں مسکرا کے بولی تھی۔گلالئ نے چونکتے ہوئے ٹیبل کی طرف دیکھا تھا۔۔سینٹرل ٹیبل پہ ایک درمیانے سائز کا کیک اور کچھ پیسٹریز کے ساتھ ساتھ چاکلیٹس رکھی گئی تھیں۔۔

تم سب کاٹو نا؟میں اپنے ہاتھوں کو زحمت کیوں دوں؟ایک تو پہلے ہی اتنے ہفتوں بعد اسپتال سے چھٹی ملی ہے! میں کافی تھک چکا ہوں!!۔۔۔احان شاہ جانتا تھا گلالئ اس وقت کیک قطعی نہیں کاٹے گی اسی لئے باقی سب کی طرف دیکھ کے اترا کے بولتا بہانہ گھڑنے لگا۔۔

سب ہٹو میں اور میر برتھ ڈے کرنے لگے ہیں! ۔۔۔۔۔ابھی کوئی مزید کچھ بولتا جب کاظم شاہ سب کو خاموش کرواتا احان شاہ کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتا ازمیر شاہ کا چھوٹا سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتے کیک کاٹنے لگا۔ازمیر شاہ خوشی سے کھکھلاتا ہوا قلقاریاں مارنے لگا جس پہ سب نے کھکھلاتے ہوئے تالیاں بجانے کے ساتھ ساتھ ہوٹنگ بھی کی تھی۔ایزل شاہ ہنستے ہوئے ارزم شاہ کے ہاتھ سے اس کا آئی فون پکڑتی ان سب کی ویڈیوز بنا رہی تھی۔گلالئ اور ذائشہ خان نم آنکھوں سے مسکرائی تھیں۔۔کیک کٹنے کے بعد احان شاہ اب کاظم شاہ کے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑتا اسے شدت سے چومتے ہوئے اپنے ساتھ لگا گیا۔ان سب کو بچے کافی پسند تھے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو بچوں سے چڑ کھاتا ہو لیکن چونکہ زوریز شاہ اور مرحاشاہ ابھی اپنی میریڈ لائف اور جاب میں کافی مصروف تھے اسی لئے

انہوں نے بے بی پلاننگ بعد پہ چھوڑی ہوئی تھی۔ گلالئی بے ساختہ احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی جو آج کافی فریش لگ رہا تھا، اسے پاگلوں کی طرح ازمیر کو چومتے دیکھ کے گلالئی جلدی سے اپنی نگاہیں پھیر گئی۔۔

کھانا کھایئے! پھر میڈیسن کھانی ہے!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کو بیڈ کی طرف آتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوتی بیڈ پہ کھانے کی ٹرے رکھتی وہاں سے مڑنے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسے چھوئے بغیر اسے مخاطب کیا تھا۔۔

یہاں بیٹھ جاؤ گل! مجھے ابھی بھوک نہیں ہے! تم پلیز یہ کھانا فنش کرو! اور ٹانگیں اوپر کر کے ریلکس ہو کے بیٹھ جاؤ! تم نے خود سے جتنی لاپرواہی برتنی تھی تم برت چکی! اب میں تمہیں زیادہ چلتے پھرتے نا دیکھوں!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ نرمی سے بولتا اسے بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔ لہجے میں فکر تھی۔۔ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آئے تھے، سب نے انہیں نیچے والے روم میں شفٹ ہونے کا مشورہ دیا تھا لیکن احان شاہ انکار کر چکا تھا۔۔ ان کا پورا کمرہ اس وقت ہلکے پھلکے سے انداز میں سجایا گیا تھا لیکن گلالئی کو اس سجاوٹ سے جیسے کوئی سروکار ہی نہیں تھا، وہ اس سجاوٹ کو دیکھ کے بھی لاپرواہ سی رہی تھی البتہ احان شاہ اپنی بہنوں کی اتنی ایکسائیٹمنٹ پہ بے حد خوش تھا۔

میں اپنا خیال رکھنا خود جانتی ہوں! پچھلے ساڑھے سات ماہ سے اپنا خیال خود ہی رکھ رہی ہوں! آپ کو میری فکر کی ضرورت نہیں ہے! کھانا کھایئے!!!۔۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی۔۔

میں تمہارے دل پہ نقش پچھلے اذیت بھرے یہ آٹھ سال مٹانا چاہتا ہوں گل! پلیز مجھے میری کوشش کرنے دو! میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا! لیکن پلیز مجھے اپنی کیئر کرنے سے مت روکو! میرا بہت دل چاہتا ہے تمہاری پریگننینسی کے ان لمحات کو سب سے خوبصورت بنا دوں!! پلیز مت روکو گل!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ التجائیہ انداز میں بولتا اسکی خوبصورت کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ وہ جواباً خاموشی سے اسکا اور اپنا کھانا الگ الگ پلیٹ میں ڈالتی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔ وہ کھانا شروع کر چکی تھی، مطلب یہی تھا وہ بھی بیٹھ کے کھانا کھائے۔۔ اسے ضد کئے بغیر کھانا کھاتے دیکھ کے احان شاہ بھرپور انداز میں مسکراتا اس سے فاصلے پہ بیڈ پہ بیٹھتا چھوٹے چھوٹے نوالے لینے لگا۔۔ ابھی وہ اسے پیار سے دیکھتا کھانا کھا رہا تھا جب اسکے کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔

بیٹھی رہو! میں دیکھتا ہوں!!۔۔۔گلالئ کو اٹھتے دیکھ کے وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا بیڈ سے اٹھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔دروازے پہ موجود ارزم شاہ کے ہاتھ میں گجرے دیکھتا وہ اسکی طرف مسکراہٹ اچھال کے اسکے ہاتھ سے پکڑتا دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا، گلالئ جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی اسکے ہاتھ میں گجرے دیکھتی وہ پہلے تو چونکہ تھی لیکن پھر چہرہ سپاٹ ہی رکھا۔۔وہ پھر سے اپنی جگہ پہ آ کے بیٹھتا اسکے پاس گجرے رکھ کے پھر سے کھانا شروع کر گیا۔۔

یہ تمہارے لئے منگوائے ہیں!!۔۔۔۔۔وہ نوالہ اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے مدھم آواز میں اسے پھر سے مخاطب کر گیا۔۔

نہیں چاہئیے!! مجھے گجرے اور چوڑیوں سے نفرت ہو چکی ہے! مجھے امید ہے آئیندہ کے بعد آپ ان فضول چیزوں پہ اپنے پیسے ضائع نہیں کریں گے! ۔۔۔۔۔۔گلالئ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔۔

تمہیں آج بھی میرے پیسوں کی کتنی فکر ہے گلِ جاناں! جان کے اچھا لگا! لیکن یہ چھوٹے موٹے تحفے تو میں تمہارے لئے ہر روز خریدتا ہوں اور جانتی ہو جس روز میرا ایکسڈنٹ ہوا تھا اس سے سات منٹ پہلے ہی تمہارے لئے راستے سے اپنے معمول کے مطابق گجرے لئے تھے ابھی کہ اس وقت تم مجھے میسر نہیں تھی! مجھے عادت ہے پلیز مت روکو!!۔۔وہ جواباً غصہ کرنے کی بجائے مدھم آواز میں گھمبیر لہجے میں بولا تھا، وہ خاموشی سے بیڈ سے اٹھ کے اس کے منگوائے گئے گجرے ڈسٹ بن میں پھینکتی سنجیدگی سے پھر سے بیڈ پہ بیٹھ کے کھانا شروع کر چکی تھی۔۔

آپ کی مرضی! لیکن ایسی چیزیں خریدنے سے پہلے یہ سوچ لیجئیے گا ان کا ٹھکانہ آج اور آج کے بعد سے یہ ڈسٹ بن ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے حیران تاثرات کی پرواکئے بغیر سنگدلی سے بولتی دو نوالے مزید کھا کے پانی پیتی اسکے پاس اسکی میڈیسن رکھتے ہوئے بیڈ کی دوسری طرف جا کے لیٹ چکی تھی۔احان شاہ نے حسرت سے اسکی چادر سے ڈھکی پشت کو دیکھا تھا، وہ کمرے میں بھی چادر لئے ہوئے تھی کیا اسے اس پہ اتنی بے اعتباری تھی؟

چینج کر لو! اور اگر گرمی لگ رہی ہے تو اے سی کی سپیڈ بڑھا دوں؟۔۔۔وہ گجرے مزید ڈسکس کرنے کی بجائے بات گھما گیا۔۔

مجھ سے کم سے کم مخاطب ہوں! جب مجھے محسوس ہو گا آپ کو مخاطب کرنا چاہئیے میں کرلوں گی! مجھے فالتو باتیں کرنا اور سننا پسند نہیں رہا۔۔وہ اسکی طرف سے کروٹ بدلے اپنے آنسو روکتی سخت لہجے میں بولی تھی۔۔احان شاہ نے آنکھیں میچ کے کھولتے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ کتنی تبدیل ہو چکی تھی؟؟کیا یہ وہی گلالئ تھی جو اسے پورا پورا دن اپنی معصوم باتیں سنایا کرتی تھی۔۔

اوکے تم جیسے ایزی ہو سو جاؤ!!۔۔۔وہ نرمی سے جواب دیتا کھانے کی ٹرے خود سے دور کر گیا۔۔

میڈیسن کھا کے سوئیے گا ورنہ کل سے اس کمرے میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ محسوس کر چکی تھی وہ ٹرے دور کھسکا چکا ہے اور اسی ٹرے میں میڈیسن اور پانی کا گلاس بھی تھا جس پہ گلالئ نے تڑی لگانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔اسکی دھمکی پہ احان شاہ نے حیران ہوتے ہوئے اپنی معصوم سی گل کو دیکھا تھا جسے اسکا لالہ اتنا دبنگ بنا چکا تھا۔۔

اسے حازق خان پہ شدید غصہ آیا تھا جس نے اسکی گل کی معصومیت ختم کروادی تھی۔۔

میں کھا رہا ہوں گل!!!۔۔۔احان شاہ نے فرمانبرداری سے اسکی بات مانتے ہوئے فٹافٹ میڈیسن منہ میں ڈال کے گلالئ کا چھوڑا گیا پانی اپنے حلق میں انڈھیلا تھا۔۔گلالئ اسے جواب دیئے بنا اپنی آنکھیں موند گئی۔۔

تقریباً تین ہفتہ پہلے:

پہلے مجھے میرے سوال کا جواب دیں! حازق خان کون ہے؟؟۔۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے ضدی انداز میں الٹا سوال کرنے لگی۔۔

اس کے ضد کرنے پہ ارزم شاہ اسے اپنے سینے سے لگاتا اسماعیل خان،حازق خان اور گلالئ کے متعلق سب بتانے لگا، ایک ہی رات میں ساری سچائی جانتی ذائشہ خان رو رو کے پاگل ہو رہی تھی،اس نے تو اپنے خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا اسکی زندگی کے اتنے راز اب تک دفن ہوں گے جو اسے ایک ساتھ سننے کو ملیں گے! ارزم شاہ نے اس سے ایک بات بھی نہیں چھپائی تھی،وہ اسے اسماعیل خان کی غداری کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا چکا تھا اسکا قتل شاہ حویلی والوں نے کروایا تھا۔۔وہ دھاڑیں مار مار کے روتی اسکے سینے سے لگی ہوئی تھی۔۔

م۔۔مجھے۔۔بتایا۔۔گیا۔۔تھا۔۔کہ۔۔مجھے۔۔کوٹھے۔پہ۔۔چھوڑنے۔۔والے۔۔بابا۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔۔وہ چندہ بائی کی بارہا کہی گئی بات غائب دماغی سے دہرانے لگی۔۔

نہیں اس بائی نے تم سے جھوٹ بولا تھا! اسماعیل خان غدار ضرور تھا لیکن بے غیرت نہیں تھا! ! تمہیں اس غلیظ جگہ پہ راؤف لکھانی نے پہنچایا تھا تاکہ اسماعیل خان کے مکڑنے کا بدلہ لے سکے۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے آنسو صاف کرتا اسے نرمی سے جواب دے رہا تھا۔۔

ل۔لیکن۔۔آپ۔۔لوگوں۔۔۔نے۔۔۔بابا۔۔کا۔۔۔قتل۔۔کروا۔۔دیا؟۔۔۔۔۔وہ شکوے سے روتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

ذی ہم نے نہیں! داجی نے! مجھے بتاؤ جب ہم خود اتنے سال اس بات سے بے خبر رہے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہمیشہ نسلوں کو بیچ میں کیوں گھسیٹا جاتا ہے؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو اسکا شکوہ اچھا نہیں لگا تھا جس پہ اس نے بے بسی سے جواب دیا تھا۔۔

غداری بولنے کو تو بہت چھوٹا لفظ ہے ذی! لیکن یہ کام چھوٹا نہیں ہے! غداروں کو اس قدر دردناک سزا دی جاتی ہے تم سوچ بھی نہیں سکتی لیکن اسماعیل خان کا قتل اس حد تک دردناک نہیں تھا! ماضی میں جو بھی ہوا اس کا قصور میں کسی ایک پہ نہیں ڈال رہا! سب برابر کے قصوروار تھے لیکن شروعات تمہارے بابا نے کی تھی! اگر وہ پیسوں کے لالچ میں آنے کی بجائے ڈائریکٹ بابا یا تایا سے اپنی تنخواہ بڑھانے کی بات کرتے تو تم اس غلیظ جگہ کی زینت کبھی نہ بنتی! تم اتنے سال وہاں ڈر ڈر کے رہتی رشتوں کو نہ ترستی! اسی لئے کہتے کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے رائے لینا ضروری ہے! جلد بازی میں کئے گئے فیصلے نقصان دیتے ہیں! لالچ بری بھلا ہے لیکن اس وقت اسماعیل خان نے کچھ بھی نہیں سوچا تھا اور دیکھو جب اللہ رسی کھینچنے پہ آتا ہے تو پل میں ماشہ اور پل میں تولا ہونے کا پتا بھی نہیں چلتا! کیا کوئی سوچ سکتا تھا اسماعیل خان کی ایک غلطی سے اسکا خاندان یوں بچھڑے گا؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے روتے بلکتے وجود کو خود میں قید کرتا اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے سمیٹنے لگا۔وہ اتنی حقیقتیں سننے کے بعد پوری رات اسکے حصار میں روتی رہی تھی اور وہ اسے سنبھالتا اسکا چہرہ اپنے لمس سے مہکاتا اسے اپنی محبت کا یقین دلاتا رہا تھا۔۔

:حال

یہ شاہ ہویلی کے لیونگ روم کا منظر تھا۔ جہاں شاہ ہویلی کے تمام مکینوں کے ساتھ ساتھ حازق خان بھی موجود تھا۔۔وہ دو دن کی بجائے تین دن بعد آیا تھا اور ان سب کو بتائے بغیر آیا تھا۔ ارزم شاہ اسکی اس روز والی دھمکی کے بعد ذائشہ خان کو آگاہ کر چکا تھا اس ایک ہفتے کے اندر اندر اس سے اسکا بھائی ملنے آسکتا ہے اور وہ آگیا تھا، ہفتے سے پہلے ہی آچکا تھا، وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس ذائشہ خان سے مخاطب اپنی پوری سٹوری آج ایک دفعہ پھر دہرا رہا تھا جو کلر کی ٹی شرٹ پہنے اپنے (Beige) ارزم شاہ اسے تین ہفتے پہلے ہی سنا چکا تھا۔۔ ارزم شاہ ڈارک براؤن جینز پہ بیج شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اضطراب کی کیفیت میں اس منظر کو ملاحظہ کر رہا تھا۔۔ حازق خان نظریں جھکائے ٹھہر ٹھہر کے بولتا سارا ماضی دہراتے ہوئے سب لڑکیوں کی آنکھیں نم کروا رہا تھا، اسکی اس قدر دردناک بچپن اور جوانی سنتے میرال شاہ نے بمشکل اپنے آنسو پھسلنے سے روکے تھے۔۔ میرال شاہ نے روتی ہوئی گلالئ کو نرمی سے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ پچھلے تین دنوں سے گلالئ اور ذائشہ خان میں کافی انڈرسٹینڈنگ ہو چکی تھی اور ساتھ ہی ساتھ میرال کا بہیوئیر بھی گلالئ کے ساتھ کافی سے زیادہ اچھا تھا جس پہ وہ حیران تھی۔

ی۔یہ۔۔سب۔۔میں جانتی ہوں! میرا آپ سے ایک سوال ہے!!۔۔۔۔۔اسے کافی دیر بولتے دیکھ کے ذائشہ خان نے اسے بالآخر ٹوکتے ہوئے اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھیں پونچھی تھیں۔

کیسا سوال؟۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے نرمی سے اسکی طرف دیکھتے استفسار کیا تھا، وہ دوسرے صوفے پہ گلالئ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

آپ ساڑھے تئیس سال سے کہاں تھے؟ آپ کی باتوں سے معلوم ہو رہا ہے آپ نے گلالئ کے ایک ایک پل کی خبر رکھی! لیکن میری کیوں نہیں؟ میرے ساتھ اتنی ناانصافی کیوں؟ کیوں ساڑھے تئیس سال مجھے رشتوں کے لئے ترسایا؟۔۔۔۔۔۔۔وہ بھیگی آواز میں شکوے سے استفسار کرتی بری طرح سے رو رہی تھی۔۔ اس کے سوال پہ حازق خان نے گہری سانس بھرتے ایک نظر ان سب کی طرف دیکھا تھا جو تجسس سے انہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس سوال کا جواب ان سب کو بھی جاننا تھا۔۔

میں تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا! میں صرف گلالئی کے متعلق جانتا تھا وہ اس لئے کیونکہ تمہیں ہاسپٹل میں کسی مردہ بچی کے ساتھ ریپلیس کروایا گیا اور اس کے بعد تم خود بھی جانتی ہو تمہیں کس جگہ کی زینت بنایا گیا میں وہ سب دہرانا مناسب نہیں سمجھتا! اپنے خاندان کے متعلق ساری انفارمیشن اکھٹی کرلی لیکن تمہارے متعلق نہ جان پایا کیونکہ تمہارے متعلق صرف بابا جانتے تھے! بابا کو بھی مرنے سے کچھ وقت پہلے معلوم ہوا تھا تمہیں غائب کروانے میں راؤف لکھانی کا ہاتھ ہے اور اسی راز کو سینے میں دفن کئے وہ اس دنیا سے چل بسے! یہ راز انہوں نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا شاید اللہ نے مہلت ہی نہیں دی تھی۔ یہ راز مجھے تین ماہ پہلے معلوم ہوا ہے! راؤف لکھانی کے قتل کے بعد کامران لکھانی کو جب اپنے بھائی کی موت خبر موصول ہوئی تھی تو وہ پاگل ہوا تھا۔۔ اور اس پہ تضاد جب اسے معلوم ہوا میں اس کے بھائی کے بعد اس کی ساری ڈارک ہسٹری کھولتے اسے پوری دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے والا ہوں تو مجھے ایک روز اس کا فون موصول ہوا۔۔ اس نے کہا وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے! میں نے پہلے ملنے سے انکار کر دیا لیکن جب مجھے بتایا گیا وہ میرے بابا کے متعلق ایک راز جانتا ہے تو مجھے ناچاہتے ہوئے بھی اس انسان سے ملنا پڑا! تم جانتی ہو اس نے تمہاری برتھ سے متعلق تمام رپورٹس کے ساتھ ساتھ مجھے تمہاری اور بابا کی ڈی این اے رپورٹ دیکھائی تھی! میں حیران ہوا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں اس کمینے انسان نے باقاعدہ مجھے تمہاری بچپن کی تصاویر دیکھاتے اس مردہ بچی کی تصاویر بھی دیکھائی تھیں جس کے ساتھ تمہیں ریپلیس کروایا گیا تھا۔ میرے سامنے تمہاری ساری حقیقت گوش و گزار کرتے اس نے مجھے دھمکی لگائی تھی میں اس کے مشن پہ کام کرنا چھوڑ دوں ورنہ وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا! میں نے اس وقت بالکل تازہ تازہ تمہارے متعلق جانا تھا، مجھے کامران لکھانی پہ کسی صورت یقین نہیں آ رہا تھا، یہ مجھے اس کی رچائی گئی ایک چال لگ رہی تھی، میں اس وقت شاک کی کیفیت میں تھا لیکن صد شکر میں اس کی ساری ریکارڈنگ ثبوت کے طور پہ کر چکا تھا اگر تم چاہو تو سن سکتی ہو! خیر اس روز اسے جلد بازی میں جان سے مارنے کی بجائے میں اسے منہ طور جواب دے کے ان ساری باتوں کو ڈرامے کا نام دیتا وہاں سے جا چکا تھا لیکن تمہاری متعلق تمام کاغزات اپنے ساتھ لانا میں نہیں بولا تھا۔۔ میں نے ان تمام کاغزات کے متعلق تفتیش کرتے تمہیں جاننا شروع کیا تھا۔۔ ان تمام کاغذات کا اچھی طرح سے جائزہ لینے کے بعد مجھے معلوم ہوا تھا کامران لکھانی کی بتائی گئی باتیں سچ ہیں! گلالئی کے علاوہ میری مزید ایک بہن بھی ہے؟ میں یقین نہ کر سکا! میں بے یقین تھا! میں اتنی دیر تم سے بے خبر

رہا! خود پہ لاکھ دفعہ لعنت بھیجی تھی۔۔ میں نے اس روز کے بعد سے تمہیں ڈھونڈھنا شروع کیا! تمہیں ڈھونڈھتے ڈھونڈتے میں چندہ بائی کے کوٹھے تک پہنچا تھا، میں کامران لکھانی سے مزید کانٹیکٹ نہ کر پایا کیونکہ وہ باہر بھاگ چکا ہے لیکن اس کے کچھ خاص ملازموں کو اپنی حوالت میں لینے کے بعد مجھے چندہ بائی کے متعلق سب معلوم ہوا تھا۔۔ تمہاری تلاش کرتے ایک مہینہ یوں گزرا تھا پتا ہی نہیں چلا تھا۔۔ آج سے دو ماہ پہلے میں چندہ بائی کے کوٹھے پہ گیا تھا، خیر اسے ڈرانے دھمکانے کے بعد مجھے تمہارے متعلق مزید باتیں معلوم ہوئی ہوں! احسن ملک کی گھٹیا حرکتوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشر لکھانی نے تمہیں وہاں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے بہادری کا مظاہرہ کیا، یہ سب باتیں مجھے چندہ بائی کی بجائے اس ملازمہ نے بتائی تھیں جس نے تمہیں ساڑھے چھ سال پہلے اس غلیظ جگہ سے نکلنے میں مدد کی تھی ورنہ چندہ بائی کے منہ پہ صرف ایک ہی جملہ تھا :

" !میرا کوئی قصور نہیں ہے! اسے اس ایک سیدزادہ لے جا چکا ہے"

میں حیران تھا آخر کون ہے جو تمہیں لے جا سکتا ہے؟ میں نے اس سے بارہا پوچھنے کی کوشش کی لیکن اس نے منہ سے مزید ایک لفظ نہ پھوٹا شاید وہ ارزم شاہ کی دہشت سے ڈر چکی تھی، اسے لگا ارزم شاہ اگر احسن ملک کی جان کے سکتا ہے تو اسکے کوٹھے کو آگ بھی لگا سکتا ہے! میں نے اسے دو دنوں کا وقت دیا تھا کہ مجھے اس سیدزادے کا نام چاہئیے جو ذائشہ خان کو یہاں سے لے کے فرار ہوا ہے ورنہ میں بذاتِ خود تمہارے کوٹھے کو آگ لگاؤں گا! چندہ بائی یہی جانتی تھی احسن ملک مر چکا ہے جب کہ ایسا نہیں تھا ارزم شاہ نے اسے بے حد زخمی تو کیا تھا لیکن اس کا قتل نہیں کیا تھا، یہ شاید اسے سیاست سے قتل کرنا چاہتا تھا؟ خیر مجھے دو دنوں بعد معلوم ہوا احسن ملک چندہ بائی کا قتل کر چکا ہے کیونکہ اس نے احسن ملک کو دھوکا دیا تھا اور آخری وقت پہ اسکی جان بچانے کی بجائے اسے باہر سڑک کے کنارے پھینکوا دیا تھا لیکن بری ہوئی احسن ملک کے ساتھ اسے بچا لیا گیا شاید اس لئے کیونکہ اسے میرے ہاتھوں سے مرنا تھا؟ احسن ملک سے میرا بدلا ڈبل ہو چکا تھا پہلے میں صرف اتنا جانتا تھا بابا کو قتل کروانے والا احسن ملک ہے لیکن جب مجھے بعد میں معلوم ہوا اس کی میری بہن پہ گندی نظر تھی، غصے سے مجھے اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی معلوم ہوتی تھیں، میں نے شاہ (زوریز) کی شادی کے دوران احسن ملک کی تلاش جاری رکھی! کیونکہ اس وقت مجھے ہر حال میں احسن ملک کو قتل کرنا تھا۔۔ حازق خان نے اتنا سب بولنے کے بعد ایک منٹ سانس لیتے پھر سے اپنی باتوں کا سلسلہ جوڑا تھا۔

تم جانتی ہو شاہ کی قوالی نائٹ والے دن میری اور تمہاری سرسری سی ملاقات یہاں باہر لاؤنج میں ہوئی تھی! اس روز میری قمیض پہ جوس گر گیا تھا میں واشروم میں اپنی قمیض صاف کرنے آیا تھا جب تمہیں دیکھتے ہی میں سٹل ہوا تھا، مجھے وہ تصاویر یاد آئی تھیں جو میں نے زبردستی چندہ بائی سے نکلوائی تھیں وہ تب کی تصاویر تھیں جب تم سترہ سال کی تھی لیکن ان تصاویر کو دیکھنے کے بعد تمہیں پہچاننا بالکل بھی مشکل نہیں تھا اور مجھے تو یوں لگتا ہے اگر میں نے وہ تصاویر نہ بھی دیکھی ہوتی تو تمہیں دیکھتے ہی میں پہچان جاتا کیونکہ تم مجھے بالکل گل کی طرح لگی تھی، میں بہت حیران ہوا، پوری رات سو نہ سکا! اگلے روز مہندی تھی! میں نے مہندی پہ اپنی ایک کوپارٹنر کو سب سمجھا کے عورتوں والی سائیڈ پہ بھیجا تھا تاکہ تمہارا ایک ذرا سا بال حاصل کر سکے! وہ تمہارا بال حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔۔ میں نے اسی روز اپنا اور تمہارا ڈی این اے میچ کروایا تھا۔۔ ہمارا ڈی این اے ہینڈرڈ پرسنٹ میچ تھے! ایک دفعہ پھر حازق خان حیران ہوا تھا، اللہ بھی کیسے کیسے معجزے کرتا ہے! ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا ہمارے ساتھ معجزہ ہو رہا ہے! میں جو تمہیں تلاش کرنے کی ہمت ہار چکا تھا مجھے یقین نہیں تھا تم یوں ملو گی! خیر!! شاہ کی شادی کے دوران مجھے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا تم ارزم شاہ کے نکاح میں ہو تب مجھے چندہ بائی کا وہ جملہ یاد آیا تھا اور میں سمجھ گیا وہ کس سیدزادے کی بات کر رہی تھی۔ تمہیں تلاش کرنے کے بعد میرا اگلا مشن احسن ملک کا قتل کرنا تھا۔۔ احسن ملک کا مشن زوریز شاہ نے کافی مشکلوں سے حاصل کیا تھا، احسن ملک جیسا درندہ انسان اپنے ملک سے ختم کرنا شاہ کا ایک امپورٹنٹ مشن تھا! وہ چاہتا تو اسے ایسے بھی قتل کر سکتا تھا لیکن ہم آرمی والے بنا ثبوت کے بات نہیں کرتے! شاہ نے میرے ساتھ مل کے کافی محنت سے اس کے خلاف ثبوت اکھٹے کئے تھے لیکن میں اسے بتائے بغیر احسن ملک کا قتل کرنے چلا تھا کیونکہ اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی میں اسے کسی بھی جھنجھٹ میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا، میں احسن ملک کے لئے خود ہی کافی تھا۔۔ کافی مشکلوں سے چند دنوں میں احسن ملک کو تلاش کیا جو باہر سے اپنا علاج کروانے کے بعد کچھ وقت پہلے ہی واپس آیا تھا۔۔ میں اپنے طریقے سے اسے اٹھوا چکا تھا۔۔ احسن ملک کو اپنے سامنے دیکھتے ہی میرے دل میں سکون کی لہر دوڑی تھی، میں اسے فرصت سے موت دینا چاہتا تھا، وہ مجھے جان کے کافی حیران ہوا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا میں اسماعیل خان کی اولاد ہوں! خیر اسے فرصت سے قتل کرتے ہوئے مزید ایک راز فاش ہوا تھا کہ بابا کا قتل کروانے میں شاہوں کا ہاتھ ہے! ان کی طرف سے مخبری کروائی گئی تھی۔۔ اس روز میری حیرانگی کی حد نہیں تھی! میں احسن

ملک کو قتل کر چکا تھا جب اس نے آخری چلتی سانسوں کے درمیان مجھے یہ خبر دی تھی! مجھے اس بات کے متعلق ثبوت چاہئیے تھے، لیکن میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔۔ احسن ملک کو دردناک موت دینے کے بعد میں اس کے عالیشان محل پہ پہنچا تھا مجھے پورا یقین تھا اسکے کالے کرتوتوں کے سارے ثبوت اسکے خود کے پاس بھی موجود ہوں گے تاکہ یہ ان ثبوتوں سے بعد میں ہر کسی کو ڈرا دھمکا سکے! خیر اسکا عالیشان محل چھاننے کے بعد مجھے شاہوں کے خلاف ثبوت مل چکے تھے! پہلے میری دشمنی صرف احان شاہ اور شاہ بی بی کے ساتھ تھی وجہ سے سب واقف ہیں لیکن اس روز کے ثبوت دیکھنے کے بعد سے مجھے تقریباً شاہ ہویلی کے تمام مکینوں سے نفرت ہوئی چلی تھی سوائے زوریز شاہ کہ کیونکہ وہ میرا جگر ہے!! مجھے اس کے علاوہ ہر کوئی قصوروار لگا تھا! اس کے بعد سے جو کچھ بھی ہوا وہ تم سب کے سامنے ہے!!!۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان اپنی تفصیل کو جتنا مختصر اور ٹو دا پوائنٹ کر سکتا تھا اس نے کیا۔۔ اسکی یہ ساری تفصیل سب کے لئے ہی ایک نئی بات تھی کیونکہ اسکے متعلق کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔۔ حازق خان کا جواب سننے کے بعد سب حیران تھے اس نے ایک ماہ میں کتنی جلدی اپنی بہن کے متعلق ہر انفارمیشن نکلوائی تھی جسے وہ تئیس سالوں سے جانتا تک نہیں تھا، ذائشہ خان اور گلالئی کے رونے میں اضافہ ہو رہا تھا، اسماعیل خان کے قتل کا ٹاپک آج ایک دفعہ پھر کھلنے پہ عادل شاہ، دریاب شاہ اور ھارون شاہ کو آج ایک دفعہ پھر شرمندگی سی ہوئی تھی۔

کیا ابھی بھی تمہیں مجھ سے کوئی شکوہ ہے؟ تو تم بلا جھجک بول سکتی ہو بچے؟ میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی تمہیں کم سے کم وقت میں تلاش کر سکوں لیکن شاید میں لیٹ ہو گیا؟۔۔۔۔۔ اسکے یوں پھوٹ پھوٹ کے رونے پہ حازق خان پریشانی سے اس سے مخاطب تھا۔۔ ارزم شاہ کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا، حازق خان کے تمام پوائنٹس پاور فل تھے، اب نا جانے اسکی بیوی نے کیا فیصلہ لینا تھا۔۔

اگر مجھے تمہارے متعلق پہلے سے معلوم ہوتا بچے تو یقین مانو تمہیں اتنی کھٹن زندگی نہ گزارنی پڑتی! آئی ایم سو سوری!!!!۔۔۔ اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی حازق خان نے اس سے معافی مانگی تھی جب وہ نفی میں سر ہلاتی اپنی جگہ سے اٹھ کے اسکے نزدیک آتی اسکے سینے سے لگی تھی۔ حازق خان کے پورے وجود میں سکون کی لہر دوڑی تھی، آنکھوں سے آنسو پھسلتا ہوا بیرڈ میں جذب ہوا تھا، وہ اپنا آنسو چھپانے کی خاطر اپنا چہرہ جھکا گیا۔۔ اس بھائی بہن چارے کو دیکھ کے ارزم شاہ کی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔

اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے لالہ! مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے!!۔۔۔۔وہ معصومیت سے روتے ہوئے حازق خان کی پریشانی دور کر رہی تھی، اسے تو اپنی قسمت پہ رشک ہوا تھا کہ وہ دو انسانوں کے لئے اس قدر ضروری تھی کہ انہوں نے اسکے مجرموں کا اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے اسے اپنی جان پہ کھیل کے تلاش کیا تھا، وہ کیسے حازق خان سے ناراض ہوتی؟؟اس کی ایک ایک بات میں سچ کا تاثر واضح تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی ہر بات کے بعد اسے ثبوت دیکھانے کی آفر بھی کرتا تھا۔۔

ارزم شاہ کو اضطراب کی کیفیت میں مسلسل اپنی دائیں ٹانگ ہلاتے دیکھ کے زوریز شاہ اور کاظم شاہ سے اب مسکراہٹ روکنا محال ہو رہا تھا۔۔اسکی نظریں مسلسل اپنی بیوی پہ جمی ہوئی تھیں۔

میرا تم سے ایک سوال ہے! کیا تم ساری حقیقت جاننے کے بعد بھی ارزم شاہ کے ساتھ خوش ہو؟ یا اس انسان نے تمہیں ڈرا دھمکا کے نکاح کیا تھا؟؟ کیا تم اس کے نکاح میں رہنا۔۔۔ابھی حازق خان اپنی بات مکمل کرتا جب ارزم شاہ نے غصے سے اسکی بات کاٹی تھی۔

کیا اول فول بولے (بکے) جا رہے ہو میجر؟؟ ہم دونوں اپنی زندگی میں بہت خوش ہیں! ہاں تم پہ ایک احسان کر دوں گا! تم ہفتے میں ایک دفعہ اپنی بہن اور میری بیوی سے ملنے آسکتے ہو لیکن ساس وماں کی طرح اسے پٹیاں پڑھانے سے پرہیز کرنا ورنہ میں کوئی لحاظ نہیں کروں گا!!!!۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے غصے سے غراتا آخر میں احسان جتانے والے انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ حازق خان نے آئیبرو اچکاتے ہوئے ذائشہ خان کی طرف دیکھا تھا۔۔

تمہیں بیچ میں بلایا میں نے؟؟۔۔۔۔حازق خان نے آئیبرو اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے اس سے سوال کیا تھا جس پہ زوریز شاہ مزید اپنا قہقہ روک نہیں پایا تھا۔۔

میں آپ کی (تمہاری) اجازت کا طلب گار نہیں ہوں! جب جب بات ارزم شاہ کی بیوی پہ آئے گی وہ خاموش نہیں بیٹھے گا!!۔۔۔ارزم شاہ سلگتے ہوئے بولا تھا۔۔

کیا تمہیں یہ بدتمیز شوہر ساری زندگی کے لئے قبول ہے؟؟۔۔۔حازق خان اب ارزم شاہ کو جواب دینے کی بجائے ذائشہ خان سے سوال کر رہا تھا جو رونا چھوڑتی پریشانی سے ان دونوں کی جھڑپ سن رہی تھی۔۔

بولو ذائشہ خان! سید ارزم شاہ تمہیں دل و جان سے قبول ہے!! سو ہزار بار قبول ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ اسے بے شرمی سے سب کے سامنے آنکھ ونک کر تا گلہ کھنکھنار کے گویا ہوا تھا، ارزم شاہ کے انداز پہ سب نے مسکراہٹ چھپائی تھی سوائے ذائشہ خان اور حازق خان کے۔۔ زائشہ خان روہانسی ہوئی تھی جبکہ حازق خان نے گھور کے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

بولو بچے کیا تمہیں یہ انسان قبول ہے؟۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان کو روہانسے ہوتے دیکھ کے حازق خان نے اپنا سوال دہرایا تھا۔۔ ذائشہ خان کچھ پل خاموش رہی پھر سب کو اپنا انتظار کرتا پا کے وہ حازق خان کی طرف دیکھنے لگی۔۔

لالہ! پہلے مجھے لگتا تھا میں بہت بد قسمت ہوں! میرے جیسی خراب قسمت کسی کی نہیں ہو سکتی! لیکن ارزم شاہ سے ملنے کے بعد انہیں جاننے کے بعد مجھے خود سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں لگتا! میں نے اپنے پورے دل سے ان سے نکاح کیا تھا، مجھے کوئی بھی ایسا پل یاد نہیں ہے جب ارزم شاہ نے مجھے کسی کے سامنے لیٹ ڈاؤن کیا ہو! یہ ہمیشہ سے میرے ساتھ کھڑے رہے ہیں! مجھے اگر جنت میں بھی اپنا ہمسفر چننے کا موقع ملے گا تو میں سو بار بھی ارزم شاہ کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے تیار ہوں!!۔۔۔۔ ذائشہ خان نے اپنی شرم وحیا کو دور کرتے کافی مشکل یہ جملے ادا کئے تھے اور اس کی یہ چند سطریں ارزم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا گئی تھیں، سب کے سامنے اسکے اتنے خوبصورت اظہارِ محبت پہ ارزم شاہ خود کو دنیا کا خوش قسمت انسان سمجھ رہا تھا۔ باقی سب کے چہرے پہ خوبصورت سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ کتنی صاف گو اور معصوم تھی اسماعیل خان کی بیٹیاں! اظہار محبت اتنے خوبصورت انداز میں کرتی تھیں کہ اگلا کچھ پل کے لئے سٹل ہو جاتا۔۔

میری بہن جب اس بد تمیز انسان کے حق میں فیصلہ دے چکی ہے تو میں انکار کرنے والا کون ہوتا ہوں؟ مجھے میری بہن کا فیصلہ منظور ہے لیکن۔۔۔۔۔ حازق خان سنجیدگی سے بولتا ہوا اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کے ایک نظر ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو اب ٹیک چھوڑ کے بیٹھتا اس کے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

میں ذائشہ کو اپنے ساتھ لے کے جانا چاہتا ہوں!!۔۔۔۔ حازق خان کے اس ایک جملے نے سب کے سر پہ دھماکہ کیا تھا۔ زائشہ خان نے چونکتے ہوئے اپنے لالہ کو دیکھا تھا۔۔

کیوں؟ کس خوشی میں؟؟ اور آپ کو ایسا لگتا ہے میں ذائشہ خان کو آپکے ساتھ جانے دوں گا!!؟؟۔۔۔ ارزم شاہ دبے دبے انداز میں غرایا تھا۔

پہلے اس کی پوری بات سنو!!!۔۔۔ کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے جھاڑ پلائی تھی۔۔

میں اپنی بہن کو اسکی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد رخصت کرنا چاہتا ہوں! اپنی ایک بہن کی شادی تو میں دھوم دھام سے نہیں کرواسکا لیکن اپنی دوسری بہن کی شادی میں بذاتِ خود کروانا چاہتا ہوں! اپنی بہن پلیٹ میں رکھ کے پیش تھوڑی کروں گا؟ تمہیں کشمیر بارات لے کے آنی ہو گی!!۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے ارزم شاہ کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھ کے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔ ذائشہ خان شرم سے نگاہیں جھکا گئی۔۔

اگر مجھے ذائشہ خان کو پانے کے لئے دنیا کے آخری کونے میں بھی جانا پڑے گا تو میں وہاں بھی اپنی بارات لانے سے گریز نہیں کروں گا بشرطیکہ بارات اسی ایک ہفتے کے اندر اندر ارینج کی جائے! اس ایک ہفتے سے مزید ایک دن کی مہلت دینا میرے دل کی سمجھ سے باہر ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا، وہ کسی صورت ذائشہ خان کی پڑھائی مکمل ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

اگر ایسی بات ہے تو اسکا فیصلہ بھی میں اپنی بہن پہ چھوڑتا ہوں! جو وہ کہے!۔۔۔۔ حازق خان کندھے اچکا کے بولتا ذائشہ خان کی طرف مان بھرے انداز میں دیکھنے لگا، ذائشہ خان کنفیوز ہوئی تھی۔۔ باقی سب مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

بیٹا بلا جھجک اپنا فیصلہ سناؤ! جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔۔۔ دریاب شاہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے ذائشہ خان کو ہمت دی تھی۔۔

ج۔ جیسے۔۔ لا۔۔ لالہ۔۔ چاہتے۔۔ ہیں! ۔۔ میری۔۔ مرضی۔۔ اسی۔۔ میں۔۔ ہے!!۔۔۔۔ ذائشہ خان نظریں جھکا کے لڑکھڑاتے لہجے میں معصومیت سے بولی تھی، وہ ایک دفعہ اگر اپنے شوہر سے اظہارِ محبت کرتی اسے معتبر کر چکی تھی تو اپنے لالہ کا مان بھی وہ نہیں توڑنا چاہتی تھی۔۔ ذائشہ خان کے اس جواب پہ ارزم شاہ نے اسے شدید غصے سے گھور کے دیکھا تھا۔۔

میری بیوی کو پریشر آیز اور ایمو شنل بلیک میل کیا جارہا ہے! میں اس فیصلے کو نہیں مانتا!!!۔۔۔ارزم شاہ تپے ہوئے لہجے میں بولا تھا، سب کی ہنسی بے ساختہ تھی، اس کی بے تابی پہ ذائشہ خان نے بمشکل اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

تمہارے ماننے یا نا ماننے سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں جتنی ڈھیل دینی تھی دے چکا! ابھی تمہارے لالہ کا امتحان باقی ہے! پھر مزید رخصتی کے متعلق بعد میں سوچیں گے! ۔۔۔۔۔۔حازق خان نے بات کو ختم کیا تھا، اس کی ایک بہن اس کے سامنے تھی جس کے شوہر نے اتنی جلد بازی دیکھا کے اسے اٹھارہ سالہ عمر میں ماں کے عہدے پہ فائز کر دیا تھا، وہ ذائشہ خان کی پڑھائی میں کوئی کوتاہی نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ کافی لائق ہے۔احان شاہ نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

ذی ڈارلنگ!!! بتاؤ اپنے لالہ کو ہم تو اپنی شادی کا کپڑے بھی پسند کر چکے ہیں تو پھر یہ (سالا) کیوں رنگ میں بھنگ ڈال رہے ہیں؟؟۔۔۔ذائشہ خان کو سر جھکائے دیکھ کے ارزم شاہ دانت پیستے ہوئے اسے مخاطب کر رہا تھا جو اس نے چونک کے حیرانگی سے منہ کھولتے معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے اپنے لالہ کو یقین دلایا تھا یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ارزم شاہ کو اس کی یہ ایک مزید حرکت سلگا گئی تھی۔۔

میں جانتا ہوں بچے! مجھے لگتا ہے اب ہمیں چلنا چاہئیے! ہر بات کا فیصلہ آپ سب کے سامنے ہے!!۔۔۔حازق خان پیار سے اپنی بہن کا ماتھا چوم کے اسے جواب دینے کے بعد باقی سب سے مخاطب ہوا تھا۔۔

جیسا تم چاہو! لیکن رات کے کھانے سے پہلے میں تمہیں جانے نہیں دوں گا!!۔۔۔کاظم شاہ نے مسکراتے ہوئے حازق خان کو جواب دیا تھا۔ارزم شاہ کے علاوہ کسی کو بھی حازق خان کے فیصلے پہ اعتراض نہیں تھا۔۔

ارے نہیں لالہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے!۔۔۔حازق خان مسکرا کے اسے جواب دیتا پھر سے ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو غصے سے اسکی بہن کو گھور رہا تھا۔

میری ایک ہی انٹری پہ تمہیں اتنا تو معلوم ہو چکا ہو گا؟ کہ اگر میں ذائشہ کو آج لے جا سکتا ہوں تو تمہارے دیئے گئے ایک ہفتے میں بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا لیکن وہ کیا ہے نا مجھے منڈے ہوئے سر والا گنجا بہنوئی قبول نہیں

تھا!!!۔۔۔حازق خان نے اسکی اس روز والوں باتوں کا حوالہ دیتے اسے سلگانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔ جس پہ لڑکیوں کے علاوہ تقریباً باقی سب حازق خان کا بات مطلب سمجھتے قہقہ لگا اٹھے۔۔

ابھی ارزم شاہ سلگتا ہوا کچھ بولتا جب گلالئی نے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتے زور زور سے رونا شروع کیا تھا۔ احان شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی بھوکھلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

گڑیا! کیا ہوا؟؟۔۔۔حازق خان پریشانی سے اسے مخاطب کرتا اپنی جگہ سے اٹھ کے گلالئی کی طرف بڑھا تھا، گلالئی کے بائیں سائیڈ پہ موجود میرال شاہ اس پہ ایک بھرپور نظر ڈالتی اپنی نگاہیں پھیر گئی، اس نے نوٹس کیا تھا وہ جو رنگ پہنتا تھا ہر رنگ اس کی سرخ و سفید رنگت اور معصوم پٹھانی نقوش پہ بے حد جچتا تھا۔۔

ا۔اب۔۔م۔میں۔۔آپ۔۔کے۔۔لئے۔۔۔کوئی۔۔امپورٹینس۔۔نہیں۔۔رکھتی؟۔۔۔دیدہ۔۔کے۔۔آتے ۔۔ہی۔۔۔آپ۔۔۔مجھے۔۔بھول۔۔گئے!!۔۔۔وہ ہر کسی کو فراموش کرتی روتے ہوئے بچوں کی طرح شکوے کرنے لگی، وہ کب سے نوٹ کر رہی تھی حازق خان نے ذائشہ خان کو اپنے حصار میں لئے اسکا ماتھا چوما ہے لیکن اسے ایک دفعہ بھی آنے پاس نہیں بلایا۔۔حازق خان کے ساتھ ساتھ ذائشہ خان نے بھی چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔وہ تینوں ہی بے حد پوزز یسو تھے۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے میرا بچہ!! تم دونوں میری جنت ہو!!۔۔۔۔حازق خان اسے اپنے ساتھ لگا کے اسکا ماتھا چومتا ہولے سے ہنستے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔اسکی ہنسی پہ میرال شاہ ناچاہ کے بھی پھر سے اسی طرف دیکھنے لگی، دونوں کی نظریں ملی تھیں، اسے پہلے سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے اپنی نگاہیں پھیر گئی۔۔انداز لاپرواہ تھا۔

ہٹ سالے!!! رلا دیا میری بیوی کو!!!۔۔۔گلالئی کو اسکے سینے سے لگ کے معصوم بچوں کی طرح روتے دیکھ کے احان شاہ اسے گھور کے دیکھ کے مدھم سرگوشی کرتا ان دونوں سے اپنی نگاہیں پھیر گیا۔۔اسکی سرگوشی پہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

ارزم شاہ نے تپتے ہوئے ذائشہ خان کو باہر کی طرف جانے کے کئی اشارے کر ڈالے تھے لیکن مجال تھی جو اس کی معصوم لیکن ڈھیٹ بیوی نے اسکے ایک بھی اشارے کو سیریس لیا ہو، اس وقت ارزم شاہ اسے زبردستی باہر بھی نہیں

لے جاسکتا تھا کیونکہ اس وقت سب حازق خان کے ساتھ ملے ہوئے تھے، اسکی رخصتی مزید لیٹ بھی ہو سکتی تھی۔۔
اسے آج سمجھ میں آرہا تھا زوریز شاہ اپنی رخصتی کو اتنا کیوں روتا تھا۔۔
یوں ہی کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد حازق خان رات کا کھانا کھائے بغیر ذائشہ خان کو اپنے ساتھ لئے شاہ ہویلی سے لے کے جاچکا تھا۔۔ ذائشہ خان چاہ کے بھی ارزم شاہ سے مل نہیں سکی تھی کیونکہ سب کے سامنے لیونگ روم سے نکلنے پہ شرم آرہی تھی، ارزم شاہ نے عین ٹائم تک یہ رٹ نہیں چھوڑی تھی کہ وہ ذائشہ خان کو کل چھوڑ جائے گا لیکن مجال تھی جو حازق خان نے اسکی ایک بھی بات پہ کان دھرا ہو۔۔ ارزم شاہ کو اس وقت ہر کوئی اپنا دشمن لگ رہا تھا، وہ ذائشہ خان سے بری طرح سے ناراض ہو چکا تھا۔ تین دنوں تک عید تھی اور یہ سب اسے اسکی بیوی سے جدا کرنے پہ تلے ہوئے تھے۔۔ ہاں ٹھیک ہے اس نے سب کے سامنے اس سے خوبصورت اظہارِ محبت کیا تھا لیکن وہ اس سے ایک آخری دفعہ مل کے بھی تو جاسکتی تھی نا؟ کسی نے کیا کہہ لینا تھا؟ ارزم شاہ تو اسکی کلائی پکڑنے تک آچکا تھا لیکن حازق اس سے پہلے ہی اپنی بہن کی کلائی تھامتا اسکے سر پہ چادر درست کئے ارزم شاہ کو دل جلاتی مسکراہٹ اچھالتے وہاں سے جاچکا تھا کیونکہ ارزم شاہ نے اسے جتنا تنگ کرنا تھا جتنا چڑانا تھا وہ چڑا چکا تھا اب باری حازق خان کی تھی۔۔

ذائشہ خان کو شاہ ہویلی سے گئے پورے چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے، ارزم شاہ نے ان چوبیس گھنٹوں سے اسے ایک میسج نہیں کیا تھا، اسکا موڈ کل سے خراب تھا، لیکن آج ان سب کو قربانی خریدنے جانا تھا تو اسے ناچاہتے ہوئے بھی اپنا موڈ اچھا کرنا پڑا تھا کیونکہ ان سب کو جانوروں سے بے حد لگاؤ تھا۔۔ دو دنوں بعد عید تھی، اس دفعہ وہ قربانی خریدنے میں لیٹ ہو چکے تھے وجہ احان شاہ کی وجہ سے ہاسپٹل میں گھن چکر بننا تھا، ورنہ شاہ ہویلی میں جانور عید الاضحی کے دس دن پہلے ہی آجایا کرتے تھے۔۔
جی بھائی صاحب آپ کہاں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رف سے بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس کاظم شاہ جو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے والا تھا براؤن شلوار قمیض میں ملبوس احان شاہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کے کاظم شاہ نے آبیبر واٹھاتے ہوئے اسکے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تھی۔۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ نے چونک کے رخ موڑتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، وہ تینوں اس کے یہاں آنے کا مطلب سمجھ چکے تھے۔۔ ارزم شاہ بلیو شلوار قمیض میں ملبوس تھا جبکہ

زوریز شاہ اس وقت گرے رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اپنی میسی حالت میں بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ اسے جانوروں کے قریب جانے سے فوبیا تھا لیکن ان دونوں کے کہنے پہ اسے ساتھ جانا پڑ رہا تھا۔۔ منڈی میں جاتے ہی زوریز شاہ کوشش کرتا تھا وہ کسی بھی جانور کو ہاتھ نہ لگائے ورنہ اسے عجیب سی کوفت ہوتی تھی۔ اسے جانوروں کو دور سے دیکھنا پسند تھا لیکن قربانی کے گوشت کی خوشبو اسے اچھی نہیں لگتی تھی، کبھی کبھار تو اس خوشبو کو پورا دن سونگھ کے اس کی عید پہ طبیعت بھی خراب ہو جایا کرتی تھی۔۔

منڈی! جانور خریدنے!!۔۔۔۔ احان شاہ چہک کے جواب دیتا ان سب کو ایک نظر دیکھتے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ چکا تھا۔۔

واٹ؟؟ دماغ درست ہے تیرا؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسے جھڑکا تھا۔۔

ہاں درست ہے اور اگر تو تم لوگ بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے آج بھی کمرے میں بیٹھانا چاہتے ہو تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے! مجھے اپنی مرضی کے جانور خریدنے ہیں! اسی لئے برائے مہربانی شٹ یور ماوتھ!!۔۔ احان شاہ جواباً سلگ کے جواب دیتا گاڑی کا اے سی آن کر چکا تھا۔۔

بیوی میری مجھے گھاس نہیں ڈال رہی اسی لئے سوچا منڈی چلا جاؤں؟ اپنا نہیں تو کیا ہوا جانوروں کا رومینس دیکھ کے ہی تھوڑا لطف اندوز ہو جاؤں گا؟ رائٹ؟۔۔۔۔ زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے بے باکی سے احان شاہ کی تصحیح کرتے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ کاظم شاہ اور ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ وہ سب جانتے تھے گل اسے کس طرح سے ایک ٹیچر کی طرح ٹریٹ کرتی اپنی انگلیوں پہ نچا رہی ہے۔۔

Hahahaha jealous peep's

جیلسی بنتی ہے اب تم لوگوں کی! آئی ڈونٹ مائینڈ!!۔۔۔ احان شاہ چاہے دل میں جتنا مرضی سلگا تھا لیکن بظاہر اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپا کے قہقہہ لگاتے ہوئے اترا کے بولا تھا۔ اسے خوش دیکھ کے وہ تینوں دل میں ماشاءاللہ بولتے جب کے بظاہر اسے گھورتے ہوئے گاڑی میں سوار ہوئے تھے۔۔ یونہی باتوں ہی باتوں میں کاظم شاہ گاڑی کو فل سپیڈ میں شاہ ہویلی کے گیٹ سے گاڑی زن سے بھگا لے جا چکا تھا۔۔ اب گاڑی میں وقفے وقفے سے کبھی کسی کی تڑیاں تو کبھی قہقہے گونج رہے تھے۔۔

یہ سالا یہاں کیا کر رہا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔منڈی پہنچتے ہی گاڑی سے باہر نکلتا ارزم شاہ اپنے چہرے پہ ماسک چڑھاتا دور کھڑے حازق خان کو دیکھتے دانت پیس کے زوریز شاہ سے استفسار کرنے لگا۔۔

تمیز سیکھو کچھ! ورنہ تمہاری رخصتی تا قیامت نہیں ہونے دینی اس نے!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی طرف سے باہر نکلتے ہوئے اسے آنکھیں دیکھا کے جواب دے رہا تھا۔۔وہ چاروں اپنے چہروں پہ ماسک چڑھا چکے تھے کیونکہ یہاں کافی ڈسٹ تھی۔۔

اسے یہاں تم نے بلایا ہے؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ کی بات سنتے احان شاہ کی نگاہیں بھی حازق خان کی طرف اٹھی تھیں جس پہ وہ ایک نظر زوریز شاہ کی طرف دیکھتا سر جھٹک کے استفسار کرنے لگا۔۔

ہاں ہم نے بلایا ہے! کیا تکلیف ہو رہی ہے تم دونوں کو؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ ان دونوں کو جھاڑ پلاتا دور کھڑے حازق خان کی طرف بڑھ رہا تھا جو اس وقت بلیک جینز پہ بلیک ٹی شرٹ پہنے سر پہ بلیک ہی پی کیپ پہنے ہوئے تھا۔۔

خوبصورت چہرہ بلیک ماسک سے چھپا ہوا تھا لیکن اس خوبصورت نیلی آنکھیں اسے پہچاننے کے لئے کافی تھے۔۔وہ دونوں جواب دینے کی بجائے ناگواری سے سر جھٹکتے ان کے ساتھ ہی حازق خان کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔ایک کو بیوی کی معصومیت ختم ہونے کی وجہ سے اس پہ غصہ تھا تو دوسرے کو بیوی سے دوری پہ۔۔۔۔۔

وہ اس کے قریب آتے اس کے بغلگیر ہوتے حال احوال پوچھ رہے تھے جب ارزم شاہ اسے ملنے کی بجائے نگاہیں گھماتا ہوا یہاں وہاں جانوروں کی طرف دیکھتے اچانک سے ہولے سے ہنسا تھا، اسکے مدھم آواز میں ہنسنے پہ ان چاروں نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

بھیگے ہونٹ تیرے"

پیاسا دل میرا

لگے ابر سا

"مجھے تن تیرا

ارزم شاہ کو بائیں سائیڈ پہ جانوروں کی طرف دیکھ کے ہنستے ہوئے یہ گانا گنگناتے دیکھ کے سب کی نظریں اسکے تعاقب میں اٹھی تھیں، سامنے کا منظر دیکھ کے سب کی آنکھیں ایک پل کے لیے پھیلی تھیں، جبکہ حازق خان کا ماسک میں چھپا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔ سامنے اونٹ اور اونٹنی کی ایک جوڑی رومانس کرنے میں مصروف تھی جسے خصوصی طور پہ اسکے بے شرم بہنوئی (سالے) نے عمران ہاشمی کا یہ بے شرم ہی گانا گنگنانا خود پہ فرض سمجھا تھا۔۔

شرم کرلے کچھ !اور اگلے لیرکس بول؟۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ بے باکی سے بولتا اسے انوکھے انداز میں شرم دلا رہا تھا۔

احان شاہ، کاظم شاہ اور حازق خان نے دانت پیستے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا جنہوں نے منڈی میں قدم رکھتے ہی اپنی اوقات دیکھانا شروع کر دی تھی۔۔

کبھی میرے ساتھ"

کوئی رات۔۔۔۔

ابھی ارزم شاہ جان بوجھ کے ان لیرکس کا چناؤ کرتا مزید گنگناتا جب احان شاہ اور کاظم شاہ نے گلا کھنکھارتے ہوئے اسے حازق خان کی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔۔ ارزم شاہ گنگنانا بند کر کے رخ موڑ کے حازق خان کی طرف دیکھنے لگا جو اسے شدید غصے سے اپنی نیلی آنکھوں سے گھور کے دیکھ رہا تھا۔ ارزم شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا جبکہ زوریز شاہ کا قہقہہ دبانا محال ہو رہا تھا۔۔

آئی تھنک ہمیں آگے بڑھنا چاہئیے ؟ یا اگر دل نہیں بھر رہا تو تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ یہ منظر ری کریئٹ کر سکتے ہو!!!۔۔۔۔ کاظم شاہ ان دونوں کو آنکھیں دیکھا کے سنجیدگی سے بے باک مشوروں سے نوازتا آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

چھی چھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اور ارزم شاہ چہرے کے زاویے بگاڑتے جلدی سے ایک دوسرے سے فاصلے پہ ہوئے تھے، حازق خان اور احان شاہ کا نا چاہتے ہوئے بھی قہقہہ بلند ہوا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 106 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

شاہ حویلی کا وسیع و عریض لان اس وقت منی منڈی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ پورا لان طرح طرح کے قربانی کے جانوروں سے بھرا پڑا تھا۔ حویلی کے تمام مرد حضرات لان میں کھڑے قربانی کے جانوروں پہ تبصرے کر رہے تھے۔۔

ماشاءاللہ تمام جانور ہی چن کے لائے ہو! اللہ ہم سب کی قربانی قبول فرمائے۔۔۔۔عادل شاہ ان تمام خوبصورت بکروں اور لمبے چوڑے جانوروں کو دیکھتے خوشی سے مسکراتے ہوئے بولے تھے۔۔

آمین!!۔۔۔۔۔سب نے یک زبان ہوتے ہوئے بلند آواز میں آمین دہرایا تھا۔

سب کو بلوالیں! قربانی کے جانور دیکھ لیں۔! پھر ان سب کو حویلی کی بیک سائیڈ پہ بھجوانا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ ابھی نارمل انداز میں ان سب سے مخاطب ہوا تھا جب میرال شاہ اور مرحا شاہ حویلی کی باقی تمام خواتین کو لئے لان میں داخل ہوئی تھی۔۔سب کی زبان سے بے ساختہ ماشاءاللہ ادا ہوا تھا، جبکہ ایزل شاہ اور گلالئی بڑے بڑے اونٹ اور بیل دیکھتی ڈرتے ہوئے کتنے ہی قدم پیچھے کی طرف لے چکی تھی۔ ایزل شاہ کو جانوروں میں صرف بکرے پسند تھے، وہ ان سے بالکل نہیں ڈرتی تھی اور اسی لئے کاظم شاہ نے زیادہ تعداد میں ہر رنگ نسل کا بکرا خریدا تھا۔ ایزل شاہ کو ڈرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے اپنے قریب آنے کی اشارہ کیا تھا، جس پہ وہ اس کے قریب موجود بیلوں کو دیکھتی ڈر کے نفی میں سر ہلا گئی۔ کاظم شاہ نے ایک درمیانے سائز کا خوبصورت سا سفید بکرا اپنے قریب کرتے ایزل شاہ کی طرف مسکراہٹ اچھالی تھی، اب وہ بیلوں سے کافی فاصلے پہ آچکا تھا، ایزل شاہ اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو دیکھ کے کھکھلاتی ہوئی کاظم شاہ کی طرف بڑھی تھی۔۔

یہ سویا نہیں ابھی تک؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے بازوؤں سے کھکھلاتے ہوئے ازمیر شاہ کو اٹھاتا مدھم آواز میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔ رات کے تین بج رہے تھے اور اسکا چھوڑا سا سپوت ابھی تک یوں جاگ رہا تھا جیسے دن کا وقت ہو۔۔وہ سب قربانی خریدتے خریدتے لیٹ ہو چکے تھے، کیونکہ انہیں زیادہ تعداد میں جانور خریدنے تھے۔۔سب پہ قربانی فرض تھی، وہ سب اپنی حیثیت کے لحاظ سے دل کھول کے قربانی خریدا کرتے تھے۔۔

یہ ہم سب کے ساتھ قربانی کے جانوروں کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔وہ چہک کے جواب دیتی اب اس بکرے کے پاس بیٹھ کے اسے پیار کر رہی تھی۔

تجھے کتنی دفعہ بولا ہے رات کو دیر تک مت جاگا کر سالے! یہ ٹائم بابا کا ہوتا ہے!!۔۔۔وہ دانت پیس کے مدھم آواز میں ازمیر شاہ سے مخاطب اسکے پھولے سفید گال پہ ہولے سے دانت گاڑتا اسے مزید کھکھلانے پہ مجبور کر رہا تھا،وہ ان سب جانوروں کو دیکھ کے دوسرے بچوں کی طرح بالکل نہیں ڈر رہا تھا۔۔

شاہ جی! آپ نے پچھلی مرتبہ بولا تھا آپ اگلی بار پنک بکرا لے کے آئیں گے! لیکن یہاں تو کوئی بھی پنک بکرا نہیں ہے!۔۔۔۔۔ایزل شاہ تمام بکروں پہ نگاہیں دوڑاتی ایک دم سے روہانسی ہوتی بلند آواز میں کاظم شاہ سے شکوہ کرتی پہلے والی ایزل لگی تھی۔ایزل شاہ کی بات پہ سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا سوائے گلالئی کے جو ڈرتی ہوئی ان سب سے دور جا رہی تھی لیکن میرال شاہ اسکا ڈر محسوس کرتی اسے خود کے ساتھ لگاتی ریلکس کرنے لگی۔۔

ڈونٹ وری میرا بچہ! میں تمہیں تمہاری پسند کے بکرے پہ پنک کلر کر کر تمہاری خواہش پوری کر دوں گی! بس رونا مت شروع کر دینا!!۔۔۔ایزل شاہ کو ہونٹ لٹکاتے دیکھ کے میرال شاہ جو ابا ہنستے ہوئے اسے مفید مشوروں سے نواز رہی تھی جس پہ سب نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

سچی؟؟؟؟۔۔۔۔ایزل شاہ خوشی سے مسرور ہوتے ہوئے بولی تھی،وہ جان بوجھ کے آج پہلے والی اووزی بن رہی تھی ورنہ وہ اب بیٹا پیدا کرنے کے بعد کافی میچور ہو چکی تھی،لیکن چونکہ اسکے تمام اپنوں کو پرانی والی اووزی پسند تھی تو اب جب سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا تو پرانے والی اووزی بننے میں کوئی خرج تو نہیں تھا۔۔

مچی!!!۔۔۔میرال شاہ قہقہہ لگا کے بولتی سب کے چہرے پہ مسکراہٹیں بکھیر گئی،کاظم شاہ پیار بھری نگاہوں سے اپنی اووزی کی کیوٹ حرکتیں دیکھتا اس کے صدقے واری جا رہا تھا۔۔

بابا جان،تایا جان! یہ دیکھیں یہ اونٹ کی جوڑی پوری منڈی کا دل تھی جو آپ کا لیجنڈ بیٹا نکال کے لایا ہے! اس کی قیمت پہ تبصرے کیجئیے؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی پسندیدہ اونٹ کی جوڑی کے قریب جا کے ان کا سر پیار سے سہلاتا ہوا شیطانی سے مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے ھارون شاہ اور دریاب شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔یہ وہی اونٹ کی جوڑی تھی جسے ارزم شاہ نے منڈی میں قدم رکھتے ہی ایک بے شرم سا گانا ڈیڈیکیٹ کیا تھا۔۔ارزم شاہ کی بات کا زو معنی مطلب سمجھتے کاظم شاہ،احان شاہ اور زوریز شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔زوریز شاہ ان سب جانوروں سے کافی دور فاصلے پہ کھڑا تھا۔۔

ساٹھ لاکھ ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔دریاب شاہ اس خوبصورت جوڑی کو دیکھ کے اسکی قیمت کا اندازہ لگا رہے تھے۔وہ اعلیٰ نسل کی جوڑی تھی۔۔

اسی لاکھ ؟۔۔۔۔۔ھارون شاہ نے بھی اس خوبصورت جوڑی کی قیمت پہ تبصرہ کیا تھا۔۔

ہاہاہا قریب قریب ہیں!!! ایک کروڑ! اگر مجھے اس (رومانٹک) جوڑی کے لئے پانچ کروڑ بھی دینا پڑتا میں پھر بھی اس جوڑی کو خریدنے سے گریز نہ کرتا!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ہولے سے ہنس کے بولتا ہنوز ان کا سر اور چہرہ اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔۔

جوڑی تو ماشاءاللہ سے بہت خوبصورت ہے لالہ! لیکن اس جوڑی کی ایسی کیا اسپیشلٹی ہے کہ آپ اس کے لئے پانچ کروڑ بھی دینے کو تیار ہو جاتے ؟۔۔مرحاشاہ کو تجسس ہوا تھا جس پہ وہ اپنے دل میں آتا سوال فوراً سے پوچھ گئی۔۔

اسکے سوال پہ ارزم شاہ اور زوریز شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

ایسی باتیں بتائی نہیں جاتیں ڈاکٹر صاحبہ! نظر لگ جاتی ہے!!۔۔۔زوریز شاہ ہنستے ہوئے بولا تھا، مرحاشاہ کے تجسس میں اضافہ ہوا تھا۔

اوئے!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔اونٹ اور اونٹنی کو ایک دم سے ایک دوسرے کے ساتھ منہ جوڑتے دیکھ کے ارزم شاہ نے جلدی سے بھوکھلاتے ہوئے ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور دور باندھا تھا، اسے ان دونوں سے اتنی بے شرمی کی امید بھی نہیں تھی کہ وہ اسکی ہویلی کی خواتین کی موجودگی کا لحاظ بھی نہیں کریں گے۔۔یہ منظر لڑکیوں میں صرف میرال شاہ نے دیکھا تھا، باقی سب کے وہاں دیکھنے سے پہلے ہی ارزم شاہ اونٹ اور اونٹنی کو دیکھ دوسرے سے الگ کر چکا تھا۔۔ارزم شاہ کی بھوکھلاہٹ پہ سب لڑکوں کے ساتھ ساتھ میرال شاہ کا قہقہہ بھی بے ساختہ تھا۔۔

یار یہ بلیک بیل کس نے خریدا ہے ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اچانک سے ایک لمبے چوڑے کالے خوبصورت سے بیل کو دیکھتی ان کی طرف دیکھ کے استفسار کرنے لگی۔بیل کافی خوبصورت اور چمکدار سا تھا۔۔

میں نے خریدا تھا! کیوں اچھا نہیں ہے ؟۔۔۔۔احان شاہ نے جواب دیتے ساتھ ہی سب کی رائے لینی چاہی تھی۔۔

احان شاہ نے زیادہ سفید، سیاہ اور براؤن خوبصورت تگڑے سے بیل خریدے تھے۔۔

یہ بھی تو بتائیں نا ہم نے اسے کیوں پسند کیا تھا؟۔۔۔میرال شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارزم شاہ نے کھکھلاتے ہوئے احان شاہ کو آنکھ ماری تھی جس پہ احان شاہ نے نفی میں سر ہلا کے اسے آنکھیں دیکھاتے گلالئی کی طرف اشارہ کرتے اسکی موجودگی کا احساس دلایا تھا جو ڈرتی ہوئی بار بار اندر جانے کی کر رہی تھی لیکن میرال شاہ اسے اپنے ساتھ لگا کے کھڑی تھی۔۔

Don't u guys think this bull looks a lot like my brother -in -law

(کیا آپ سب کو نہیں لگتا! یہ بیل کافی حد تک میرے سالے جیسا لگتا ہے؟)

گلالئی کی یہاں موجودگی کے پیشِ نظر ارزم شاہ نے اپنا جملہ خالص انگریزی میں بولتے سب کی رائے جاننی چاہی تھی، وہ اس وقت خود کو اپنے سالے کی برائی کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا اسی لئے اردو کی بجائے انگریزی زبان کا انتخاب کیا تھا کیونکہ وہ ابھی تب نہیں جانتا تھا گلالئی کی انگریزی ان سب سے کافی اچھی ہو چکی ہے۔۔

?What!!!!! R u like serious lala

ابھی ارزم شاہ کی بات پہ کوئی ریکٹ کرتا جب گلالئی جو کب سے ڈرتی ہوئی میرال میں چھپ رہی تھی ارزم شاہ کا جملہ سنتے ہوئے وہ منہ کھول کے انگریزی میں یہ جملہ ادا کرتی احان شاہ اور میرال شاہ کے علاوہ سب کو حیران کر چکی تھی۔۔اسکی فر فر انگریزی پہ سب نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ارزم شاہ نے صدمے کی کیفیت میں گلالئی کی طرف دیکھتے دوسری نظر احان شاہ پہ ڈالی تھی جو سنجیدگی سے کندھے اچکا گیا۔اس نے اسے اشاروں سے منع بھی کیا تھا یہ سیکریٹ اسکی بیوی کے سامنے ریویل مت کرے لیکن وہ ارزم شاہ ہی کیا جو کسی کی سن لے۔۔میرال شاہ سے اپنا قہقہ دبانا محال ہو رہا تھا۔۔

ارے بھابھی غلط مطلب کیوں لے رہی ہیں؟ آئی مین جس طرح سے یہ بیل خوبصورت اور دل کے بہت قریب ہے اسی طرح سے میرے سالا صاحب بھی۔۔۔۔ارزم شاہ تھوک نگلتے ہوئے کافی ضبط سے اپنی بات کا رخ موڑ تا چاہ کے بھی اپنا جملہ مکمل نہ کر پایا۔زوریز شاہ چہرہ جھکاتے ہوئے اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔۔گلالئی نے جو ابا ناک چڑھائی تھی، وہ اسکی تفصیل سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔۔

اور آپ ذرا یہاں آیئے نا! ایک میجر ہو کے قربانی کے جانوروں سے ڈرتے ہوئے شرم تو نہیں آتی ؟۔۔۔زوریز شاہ کو ہنسی دباتے دیکھ کے ارزم شاہ سلگ کے اسکی طرف بڑھتا اسے اپنی پوری قوت سے اسی سیاہ بیل پہ دھکا دے چکا تھا۔۔

لالہ بچائیں!!!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے کاظم شاہ اور احان شاہ کو پکارا تھا، ہنسی ایک پل میں غائب ہوئی تھی۔۔

ارے اپنے جگڑ سے اس قدر ڈرتے ہیں آپ ؟ چچ چچ! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ایک آدھ دفعہ سینے سے لگالیں! دیکھیں تو کیسے تڑپ رہا ہے آپ کے سینے سے لگنے کو!!۔۔۔ارزم شاہ اسکا جانوروں سے فوبیا اور الرجی جانتے بوجھتے بھی اسے پھر سے بیل کے پاس ہولے سے دھکا دیتا دانت پیس کے بولا تھا۔ اس نے کافی دفعہ اسے اور حازق خان کو ایک دوسرے کا جگڑ کہتے ہوئے سنا تھا اور اس وقت وہ اسکے اسی ازلی جملے پہ چوٹ کر رہا تھا۔

بے غیرت انسان دور ہٹو!!!!!۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے پاس کھڑے ارزم شاہ کو خود سے دور کرتا اس بیل کے حصار سے نکلتے ہوئے غرایا تھا، سب ہنس ہنس کے پیٹ پکڑ چکے تھے جبکہ مرحا شاہ اور گلالئی اپنی ہنسی چھپا رہی تھی۔۔ مرحا شاہ اگر ہنسنے کی غلطی کر جاتی تو کمرے میں جا کے اپنے جنونی شوہر کو جھیلنا بھی اسے ہی تھا، اسی لئے وہ قہقے لگا کے ہنسنے سے گریز کر رہی تھی۔۔

آہہ! ہماری" چھنو" ڈر گئی!!۔۔۔۔زوریز شاہ کو ہاتھ اور کپڑے جھاڑتے دیکھ کے احان شاہ نے ہولے سے ہنستے ہوئے ٹکرا لگایا تھا جس پہ سب سے پہلا قہقہ ارزم شاہ کا گونجا تھا۔ عادل شاہ، ھارون شاہ، دریاب شاہ، اور زہرہ مام ان سب کو خوش دیکھ کے کافی خوش تھے! آج کافی دیر بعد شاہ ہویلی میں یوں خوشیوں بھرے لمحات انجوائے کئے جا رہے تھے۔۔شاہ بی بی کی طبیعت خراب تھی اسی لئے وہ جلدی سو چکی تھیں۔۔

نام سنتا چیخا تھا۔۔ مرحا شاہ اب کی بار اپنی ہنسی cringe چھنو!!!؟واٹ ؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے لئے اس قدر روک نہیں پائی تھی جس پہ زوریز شاہ نے اسکی طرف رخ موڑتے اسے وارن کرتی نگاہوں سے دیکھا تھا، وہ اگلے ہی پل اپنی ہنسی حلق میں دبا گئی۔ گلالئی اس ہلکے پھلکے ماحول کو دیکھتی مینٹلی کافی پر سکون ہو رہی تھی۔۔ میرال شاہ ان تمام خوبصورت لمحات کو اپنے فون میں قید کر رہی تھی۔

شاہ جی!!!!۔۔۔کاظم شاہ کو ہنستے دیکھ کے ایزل شاہ اسکا بازو ہلاتی اسے پکارنے لگی۔

یس سویٹ ہارٹ؟۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکا گال سہلاتے ہوئے اسے پیار سے جواب دینے لگا۔۔

اپنا فون دیں میں نے سب کی تصویریں بنانی ہیں!!۔۔۔۔۔۔وہ مصروف انداز میں بولتی اسکے بلیک ٹراوزر کی جیب سے اسکا آئی فون نکال رہی تھی اور وہ اسکے استحقاق بھرے انداز کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

سو دفعہ بولتا ہوں ایسی خوبصورت ادائیں مت دیکھایا کرو ورنہ مجھے جھیلنا ہر رات کی طرح مزید مشکل بنادوں گا اووزی شاہ!!۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر آواز میں بے باکی سے ایزل شاہ کو سرخ گلاب کر گیا۔۔

لالہ یہ سب بہت خوبصورت جانور ہیں! لیکن مجھے ان سے بہت ڈر لگ رہا ہے!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان ان تمام جانوروں کو دور دور سے دیکھتی معصومیت سے حازق خان سے مخاطب تھی جو اسے اپنی قربانی دیکھانے کے لئے یہاں باہر گراج کے پاس لے کے آیا تھا،وہ بھی قربانی کے جانور دیکھنے کے لئے دیر تک جاگ رہی تھی۔۔

ہاہاہاہا!! تم اس وقت مجھے شاہ(زوریز) کی کاپی لگ رہی ہو! وہ بھی جانوروں کو قریب سے دیکھنے سے یوں ہی ڈرتا ہے!!۔۔۔۔۔حازق خان ہنستے ہوئے اپنے جانوروں کو ہاتھ سے سہلاتا انہیں پیار کر رہا تھا۔۔اس نے دو اونٹ، تین بیل اور چھ خوبصورت سے بکرے خریدے تھے۔۔

لالہ یہاں پہ آجائیں! یہ ماریں گے آپ کو!!۔۔۔اسے جانوروں کے اتنے قریب دیکھ کے ذائشہ خان معصومیت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات سے بولی تھی،اسے اپنے لالہ کی فکر ہوئی تھی،وہ ہنستا ہوا اسکی طرف بڑھتے ہوئے اسے اپنے بازو کے حصار میں لئے پھر سے جانوروں کے پاس آرہا تھا اور وہ ڈرتی ہوئی اس میں چھپ رہی تھی۔۔

کچھ بھی نہیں ہو گا گڑیا! یہ جانور بہت معصوم ہوتے ہیں! ان سے جتنا پیار کرو یہ اتنا ہی ہمیں پیار لوٹانے کی کوشش کرتے ہیں! بہت وفادار ہوتے ہیں!!۔۔۔وہ مسکرا کے بولتا اسکا ڈر ختم کرتے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہولے ہولے سے سفید بڑے سے بیل پہ پھیرتا آہستہ آہستہ اسکا ڈر کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ذائشہ خان اندر سے تو بہت ڈر رہی تھی لیکن جس طرح سے حازق خان اسکا ڈر اتار رہا تھا وہ کچھ ہی دیر میں ریلکس ہوتی ہنستے کھکھلاتے ہوئے بکروں کے ساتھ کھیلنے لگی۔۔

کتنا اچھا ہوتا نا ہمارے ساتھ گل بھی ہوتی!!!۔۔۔وہ بکروں کے ساتھ کھیلتی حسرت سے بولی تھی۔۔

رائٹ! میں اسے صبح کچھ دیر کے لئے لے آؤں گا!!!۔۔۔حازق خان مسکرا کے اسے جواب دیتا اب ان جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے چارا ڈال رہا تھا۔گلالئ کے جانے سے وہ کافی اداس تھا،وہ اسکے ساتھ کافی اٹیچ ہو چکا تھا لیکن ایک نہ ایک دن تو اسے اس سے دور ہونا ہی تھا۔

میرو!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے جب حازق خان نے ناچاہتے ہوئے بھی میرال شاہ کو آج کافی دنوں بعد میسج کر ڈالا۔۔احان شاہ کی طبیعت خرابی کے باعث اس کی اور میرال شاہ کی ملاقات صرف ایک سے دو دفعہ ہی ہاسپٹل میں ہوئی تھی،اس کے بعد سے وہ آج اسے میسج کر رہا تھا۔۔وہ کافی بے سکون سا تھا۔اسکا دل چاہ رہا تھا اس سے بات کر کے اپنا دل کچھ ہلکا کر لے۔۔میرال شاہ میسج سین کر چکی تھی لیکن کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔

آج قربانی کے جانور خرید کے لایا ہوں! دیکھو گی؟۔۔۔۔اسکی طرف سے خاموشی پا کے حازق خان نے اپنی ازلی معصومیت سے میسج لکھا تھا اس نے پھر سے میسج سین کر کے جواب نہ دیا تو وہ خود ہی اسے اپنے تمام جانوروں کی تصاویر سینڈ کرنے لگا۔دوسری طرف میرال شاہ جو اسے بھرم دیکھانے کے لئے اگنور کر رہی تھی اس کے اس قدر خوبصورت جانور دیکھتی وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی جواباً ماشاءاللہ لکھتی اسے میسج سینڈ کر گئی۔۔

میرو!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو پھر سے اسے یہ دلفریب سا میسج لکھ گیا! وہ جب بھی اس کا نام لکھ کے یوں میسج کرتا تھا میرال شاہ کی دھڑکنیں اسے اپنے کانوں میں بنتی سنائی دیتی تھیں۔اس نے ڈھیٹ بنتے ہوئے پھر سے کوئی ریپلائے نہیں لکھا تھا۔۔

میرو آئی ایم سو سوری!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کی طرف سے ایک اور میسج موصول ہوا تو میرال شاہ شش و پنج کا شکار ہوئی تھی وہ آخر رات کے اس وقت کس بات کے لئے سوری کر رہا تھا۔۔۔وہ جان نہ سکی۔۔

فار واٹ (کس لئے؟)۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے تجسس سے مختصر سا میسج ٹائپ کیا تھا۔۔

فار ایوری سنگل تھنگ! میں جانتا ہوں میں نے تمہیں اپنی پہلی ملاقات سے لے کے اب تک بہت ہرٹ کیا ہے! اپنے الفاظ سے اپنے ایکشن سے تمہارا بہت دل دکھایا ہے لیکن تم ہمیشہ اپنی دکھی سائیڈ شو کرنے کی بجائے اسے اپنے

غصے کے لبادے میں چھپا لیتی ہو۔۔ میں آج تک کسی بات پہ اتنا نہیں پچھتایا جتنا تمہاری سالگرہ والے روز تمہیں تھپڑ مارنے پہ پچھتایا تھا۔۔ میں ایسا نہیں ہوں میرال! میں نے آج تک کسی لڑکی کو تھپڑ مارنا تو دور آواز بھی بلند نہیں کی تھی۔ لیکن اس روز جب تم نے میری ماں کی تربیت پہ بات کی میرے دماغ میں وہ پل لہرایا تھا جب بچپن میں بازار کی اس بھیڑ میں میری ماں سے میرا ہاتھ جدا ہوا تھا۔۔ جب وہ میرے لیے بلک بلک کے روئی تھی۔ میں اس وقت خود پر سے قابو کھو تا زندگی میں پہلی اور آخری بار تم پہ ہاتھ اٹھا گیا! آئی ایم سو سوری پلیز! میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں! میں نے تمہیں آج تک اپنے الفاظ سے جتنا بھی ہرٹ کیا ہے وہ دل سے بالکل بھی نہیں کیا!! میں جانتا ہوں تم بھی اندر سے باقی لڑکیوں کی طرح ہو لیکن ہر کسی کے سامنے اپنا آپ ظاہر نہیں کرتی! میں جانتا ہوں میری بہن کو شاہ ہویلی سے نکلوانے میں تمہارا ہاتھ نہیں تھا! میں سب جانتا ہوں! پلیز مجھے میرے تمام الفاظ کے لئے معاف کر دو میرو؟ میں بہت بے سکون رہتا ہوں! تمہیں ہرٹ کیا ہے تو سکون میں کیسے رہ سکتا ہوں؟ میں نے اس روز اپنی باتوں میں جان بوجھ کے احان شاہ کا ذکر تمہارے ایکس فیانسی کے طور پہ کیا تھا! میں بتا نہیں سکتا اس روز میرے اپنے الفاظ سے میرا کس قدر دل جلا تھا لیکن مجھے یہ سب اس وقت ضروری لگا تھا تا کہ تم مجھے زیادہ امپورٹینس دینا شروع نہ کر دو! کیونکہ اس وقت حالات نے یہ سب کرنے پہ مجبور کیا تھا، میں تمہاری امپورٹینس لینے کے بعد تمہاری اگنورینس ہو! مجھے خود بخود addiction برداشت نہیں کر سکتا! اسی لئے خود کو تمہاری عادت نہ ڈالنے دی! لیکن تم تو ایک تمہاری عادت ہو گئی اور پتا بھی نہیں چلا۔۔ تم میرے لئے بہت ضروری ہو چکی ہو میرو! ہم جب فیس ٹو فیس ملتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آتا کس طرح سے بات کا آغاز کروں کیونکہ میں ایسا ہی ہوں! لیکن اگر تم مجھے معاف کرتی ہو تو میں اپنی یہ عادت چینج بھی کر سکتا ہوں! جو باتیں میں اس وقت میسج میں لکھ رہا ہوں میں فیس ٹو فیس تمہارے سامنے دہرا کے تم سے پھر سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہوں! لیکن پلیز میری طرف سے اپنا دل صاف کر لو! آج بہت ہمت کر کے تمہیں یہ میسج لکھا ہے جو میں ہمیشہ سے لکھنا چاہتا تھا۔۔۔ حازق خان نے اپنے دل کی تمام تر باتیں اس ایک میسج میں لکھتے ہوئے میرال شاہ کو سینڈ کیا تھا۔ اسے میسج سینڈ کرتے ہی وہ اپنے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھتا اسکے ریپلائے کا انتظار کرنے لگا۔۔ دوسری طرف میرال شاہ جو اس کا اتنا لمبا میسج دیکھتی پہلے تو حیران ہوئی تھی لیکن پھر اسکا میسج پڑھتے آنسو جھریوں کی مانند اسکی آنکھوں سے پھسلتے اسکے عارضوں پہ گر رہے تھے۔ وہ اسکا میسج غائب دماغی سے نا جانے کتنی ہی

بار پڑھ چکی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ کبھی اپنی غلطیوں کا ازالہ یوں بھی کرے گا! وہ تو سمجھتی تھی وہ اسے ایک اچھی لڑکی نہیں سمجھتا! اسے شاید اس سے عجیب سی چڑ ہے کیونکہ وہ باقی لڑکیوں جیسی نہیں ہے لیکن وہ تو اتنا بھی جانتا تھا کہ میرال شاہ کا دل بھی دکھتا ہے! وہ بھی دوسری لڑکیوں سا دل رکھتی تھی۔۔ وہ اسکا میسج کئی بار پڑھ کے اسے جواب دیئے بنا آف لائن ہو چکی تھی اور وہ اس کے ریپلائے کا انتظار کرتا اسکے پرانے میسج پڑھتے نا جانے کب سویا تھا اسے معلوم بھی نہیں ہوا تھا۔۔

عائشہ خان کے مطابق آج چاند رات تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ آج تو اسے میسج کرے گا لیکن وہ غلط تھی اسکا ایک بھی میسج اسے موصول نہیں ہوا تھا۔ وہ کب سے اپنے ہاتھ میں فون تھامے اسکی چیٹ کھولتے اسکی واٹس ایپ کی ڈی پی دیکھ رہی تھی۔ اس تصویر میں وہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا سیگریٹ کا دھواں منہ سے نکالے ایک ہاتھ گاڑی کے شیشے سے باہر نکالے ہوئے تھا جبکہ دوسرا ہاتھ سٹیرنگ پہ تھا، شہد رنگ بال ماتھے پہ بے ترتیب تھے، چہرے کے تاثرات سنجیدہ جبکہ شہد رنگ آنکھیں سرخی مائل تھیں، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ تصویر اچانک لی گئی ہو۔۔ وہ کسی دیوانی کی طرح اسکی تصویر بار بار زوم کر کے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ آن لائن تھا لیکن اسے میسج نہیں کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ اس سے ناراض ہے لیکن اسے سمجھ نہیں ارہی تھی وہ اسے کیسے منائے؟ وہ اتنی آسانی سے کب مانتا تھا؟ اسے منانے کے لئے تو ہر کسی کو پاپڑ بیلنے پڑتے تھے۔۔

"چاند رات مبارک"۔۔۔۔۔۔ ذائشہ اسکی ناراضگی دور کرنے کی غرض سے ایک چھوٹا سا میسج لکھتی ارزم شاہ کو سینڈ کر گئی، کل عید تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی ان کی عید ناراضگی کی نظر ہو جائے۔۔ جیسے ہی اس نے میسج بھیجا تھا وہ آف لائن ہو چکا تھا۔ ذائشہ خان اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی آنسو روکتی فون بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گئی۔۔

"چاند آٹھ روز پہلے نکل آیا تھا! تو اس حساب سے چاند رات گزر چکی ہے!!"۔۔۔۔۔۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد ذائشہ خان کے فون پہ بیپ ہوئی تھی جس پہ وہ فٹافٹ فون اٹھا کے واٹس ایپ آن کر کے لگی، اسکا میسج دیکھتے ہی ذائشہ خان کو اپنی بیوقوفی کا اندازہ ہوا تھا جس پہ وہ اپنی زبان دانتوں تلے دبا گئی البتہ اسکا ریپلائے دیکھ کے وہ خوش ہوئی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا وہ اپنی ناراضگی میں اسکے میسج کا جواب بھی نہیں دے گا۔۔

اووو! ! میں بھول گئی تھی۔۔۔۔۔ذائشہ خان ایک مختصر سا ریپلائے دیتی ساتھ ایک معصوم سا ایموجی بھی سینڈ کر گئی۔
ارزم شاہ میسج سین کر چکا تھا لیکن اس نے ریپلائے دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔
وہ اپنے ہاتھ میں فون پکڑے کتنی دیر اسکے ریپلائے کا انتظار کرتی رہی لیکن وہ آف لائن ہو چکا تھا۔۔وہ کبھی بھی اسکا میسج سین پہ نہیں چھوڑتا تھا، آج اسکی اس حرکت پہ ذائشہ خان کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔
آپ بزی ہیں شاید!! فی امان اللہ۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کو رگڑ کے صاف کرتی نا جانے کیوں ایک دفعہ پھر اسے مختصر سا میسج لکھ کے سینڈ کر گئی جس پہ ارزم شاہ نے ریپلائے دینے کی بجائے صرف انگوٹھے والے (Thumb's up) ایموجی کے ساتھ اسکے میسج پہ ریکٹ کیا تھا۔ذائشہ خان اسکی اگنورینس پہ اب ناچاہتے ہوئے بھی بچوں کی طرح رونا شروع کر چکی تھی۔

میرال شاہ جو اپنے دوستوں کی طرف سے پارسل کئے گئے تمام تحفوں کو کھول کھول کے دیکھتی مسکرا رہی تھی اچانک سے ایک سائیڈ پہ پڑی پھول کی ٹوکریوں کے ساتھ گجرے، جیولری، کپڑوں اور جوتے کے ساتھ ساتھ پھولوں اور پیسوں کے گلدستے دیکھتی وہ حیران سی ہوئی تھی، کیونکہ باقی سب دوستوں نے ایک ہی پارسل میں یا درمیانے سائز کے ٹوکریوں میں اس کے لئے عید کے گفٹس بھیجے تھے لیکن یہ سب کچھ الگ سے رکھا گیا الگ ہی دکھ رہا تھا۔۔وہ باقی سب تحفے چھوڑ کے تجسس سے ان تمام تحفوں کو دیکھنے لگی جو کسی ایک ہی بندے کے بھیجے گئے لگ رہے تھے کیونکہ سب پہ ایک جیسی پیکنگ اور ربن باندھے گئے تھے، وہ ان سب میں سے کوئی کارڈ یا چھوٹی سی پرچی تلاش کرنے لگی جس سے پتا لگایا جا سکے یہ تحفے کس نے بھیجے ہیں! بالآخر بہت مشقت کے بعد اسے پھولوں کے گلدستے کے اندر کورڈ ایک بڑا سا عید مبارک کا کارڈ ملا تھا، جسے وہ باہر نکال کے آئیبرو آچکا کے پڑھنے لگی۔
میں نے کبھی کسی لڑکی کے لئے تحفہ نہیں خریدا میرو! آج پہلی دفعہ یہ سب خریدا ہے! اور صرف تمہارے لئے" ! !خریدا ہے! مجھے اپنے دل کی باتیں الفاظ میں لکھنی نہیں آتی! صرف اتنا چاہتا ہوں تم اس عید پہ یہ سب پہنو

"I think I am really bad at romantic talks"

"میں تمہیں اور خود کو نامحرم رشتے کی ڈور میں زیادہ الجھانا نہیں چاہتا! صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں! "ذہ تاسرہ مینہ کوم

"منجانب: تمہارا نقلی میجر

اس کارڈ کو پڑھتے ہوئے ہوے میر ال شاہ کی بھوری کانچ سی آنکھیں حیرانگی سے پھیلی تھیں۔۔اس کا یہ انداز سب سے الگ تھا۔۔اس نے آج سے پہلے کب اتنا فری ہوتے ہوئے اسے یوں تحفے بھیجے تھے۔۔وہ اس کارڈ پہ لکھے گئے یہ تمام الفاظ ہضم کرنے کی کوشش کرتی اس کارڈ پہ پشتو زبان میں لکھے گئے اس چھوٹے سے جملے کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنے لگی جب بہت ٹائم لگا کے بھی اس جملے کا مطلب نہ سمجھ پائی تو اسے ذائشہ سے پوچھنے کا سوچ کے وہ تیزی سے اسکے بھیجے گئے تحفے دیکھنے لگی، آج تک تحفوں کی اس قدر خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی میر ال شاہ کو اس وقت اس کے بھیجے گئے تحفوں کو دیکھ کے ہو رہی تھی۔۔اسکے تمام تحفے پٹھان کلچر سے ریلیٹڈ تھے، سارے کپڑے پٹھانی فراک کی طرز کے تھے، جیولری میں ہر طرز کی ماتھا پٹی اور خوبصورت سی جھمکیاں تھیں، ہر چیز بہت نفاست سے پیک کی گئی تھی۔وہ ان ماتھا پٹیوں کو دیکھ کے خوش ہوتی ان میں سے ایک اٹھا کے ایکسائیٹڈ انداز میں آئینے کی طرف بڑھی تھی ۔۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسکے سسرال سے اسکی عید آئی ہو۔۔

سب کو عید ملنے کے بعد وہ ایزل شاہ کو یہاں کہیں بھی نا پاتا اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔کچھ دیر بعد قصائیوں کو بلوا کے انہیں قربانی کا فریضہ بھی وقت پہ انجام دینا تھا اسی لئے وہ چاہتا تھا پہلے ہی تفصیل سے اپنی اووزی سے عید مل لے کیونکہ اس کے بعد سے تو اس نے رات تک تقریباً مصروف ہی رہنا تھا، آج شاہ ہویلی میں ان سب کے دوستوں کی دعوت تھی۔چونکہ قربانی کے جانوروں کی تعداد زیادہ تھی تو اسی لئے عید کے تینوں روز قربانی کی جانی تھی۔

وہ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتا چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ سجائے دروازے کھولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ابھی وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا جب نگاہیں سیدھی سامنے کی طرف اٹھی تھیں اور ان نگاہوں نے پلٹنے سے جیسے انکار کیا تھا۔۔کاظم شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا، کس قدر خوبصورت منظر تھا یہ۔۔۔وہ کتنی ہی دیر اس سے نگاہیں نہ ہٹا پایا۔۔دوسری طرف ایزل شاہ جو دروازہ بند ہونے کی آواز پہ لپ اسٹک چھوڑتی رخ موڑ کے تیزی سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی سامنے ہی سفید شلوار قمیض میں ملبوس کاظم شاہ کی طرف دیکھتے وہ جھینپی تھی، لبوں کو شرمیلی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔وہ نظریں جھکاتی نروس ہوتے ہوئے اپنی ساڑھی کا پلو درست کرتی اپنے برہنہ

سفید بازو چھپانے لگی۔۔ کاظم شاہ کو یقین نہیں تھا وہ اسکے کہے کے مطابق اسکے لئے صبح صبح یہ ساڑھی پہنے گی۔ وہ اس وقت بالکل پلین سادہ لیکن ایزل شاہ کے مطابق واحیات سی میرون ساڑھی میں ملبوس پیروں پہ چھوٹی سی گولڈن بلاک ہیل پہنے لمبے ڈارک براؤن سٹریٹ بالوں کو کھول کے پیچھے کمر پہ بکھیرے میک اپ کے نام پہ تھوڑا سا فاؤنڈیشن اور لبوں پہ میرون ہی لپ اسٹک لگائے اسکا تحفے میں دیا گیا ڈائمنڈ کا نیکلس سیٹ پہنے کوئی اپسرا سی معلوم ہو رہی تھی۔ کاظم شاہ اسے تقریبا پچھلے تین دنوں سے شاپنگ کروا رہا تھا۔۔ عید سے پہلے وہ اسے بیش بہا قیمتی تحفے یعنی اسکی عیدی عید سے پہلے ہی دے چکا تھا۔ وہ اسے اپنی محبت کے رنگوں میں اس قدر مہکا چکا تھا کہ وہ ہر پل اب سرخ گلاب بنی رہتی تھی۔ کاظم شاہ جیسی محبت اسے کوئی دوسرا نہیں دے سکتا تھا۔۔ کاظم شاہ نے رات میں اس سے فرمائش کی تھی کہ وہ صبح اسکے لئے کمرے میں یہ ساڑھی پہنے گی جس پہ وہ شرماتی ہوئی بات گول کر گئی تھی، کاظم شاہ کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا وہ اڈی بات مانتی اسے یوں سرپرائز کرے گی۔۔ اسے ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے دیکھ کے وہ دھڑکتے دل سے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

عید مبارک میری جان!! میری دھڑکن! میرا دل!!۔۔۔ وہ اسکے قریب آتے ہی اسے نرمی سے اپنے سینے میں قید کرتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ ثبت کرتا گھمبیر آواز میں اسے عید کی مبارکباد دے رہا تھا۔۔ ہمیشہ کی طرح اسکی اتنی محبت پہ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔ ایزل شاہ کو بے ساختہ ازمیر شاہ کی پیدائش سے پہلے والی میٹھی عید یاد آئی تھی جب وہ پاکستان کی بجائے آسٹریلیا تھا، کس قدر بری گزری تھی وہ عید۔۔۔ وہ جیسے عید کا نہیں کوئی سوگ کا موقع تھا لیکن آج وہ اسے اس قدر محبت دے چکا تھا کہ اسکی اتنی محبت پہ وہ خود پہ ناز کرتی بار بار اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے روک نہیں پاتی تھی۔۔

(رائٹر: پہلے ٹائم لیپ آنے کی وجہ سے رمضان اور عید الفطر کے سین دیکھائے نہیں گئے تھے)

خ۔ خیر۔۔ مبارک!۔۔۔۔ وہ اسکی قمیض کے بٹنوں پہ اپنی انگلیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی اپنی نم آنکھوں سے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی لبوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجا کے گویا ہوئی تھی۔۔

بنا گولی کے کاظم شاہ کے دل پہ وار کرنا کوئی تم سے سیکھے! اپنے اس قاتل حسن سے کسی دن میرا قتل کرو گی تم!!۔۔ وہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت سخت کرتا اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچتا گھمبیر آواز میں اسکے حسن کی اپنے

انداز میں تعریف کرتا ایک نظر بیڈ پہ موجود سوئے ہوئے ازمیر شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جسے اسی کی طرح کی سفید شلوار قمیض پہنا کے اسے تیار کروا کے پھر سے سلا دیا گیا تھا۔۔ ایزل شاہ اسکے سینے میں سمٹتی خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔۔

اتنی خوبصورت کیوں ہو تم؟۔۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے اسکے بدن کی خوشبو خود میں اتارتا بوجھل گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

ش۔شاہ۔۔جی!!!۔۔۔۔ کاظم شاہ کے ہاتھ اپنی برہنہ کمر پہ محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے دانتوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتی ایزل شاہ ایک دم سے بھوکھلائی تھی۔۔

شاہ جی قربان!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی پکار پہ نثار ہوتا اسکی گردن پہ لو بائٹ بناتا اسکے کان میں مدھم سرگوشی کرتے اسکی کان کی لوں دانتوں تلے دبا گیا۔۔ ایزل شاہ کے دل کی دھڑکنیں ادھم مچانے لگیں۔ لبوں پہ بار بار نا چاہتے ہوئے بھی شرمیلی سی مگراہٹ رقصاں ہو رہی تھی۔۔

ن۔نی۔نیچے۔۔سب۔۔انتظار۔۔۔۔۔ ابھی ایزل شاہ کوئی بہانہ گھڑتی جب کاظم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکی کمر اور پیٹ کے گرد اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے اسے پہلے سے زیادہ شدت سے خود کے ساتھ لپٹایا تھا۔۔

تم نے اتنی محنت سے میری فرمائش پوری کی ہے اب جب تک اپنا انعام نہیں وصولو گی کون کافر تمہیں کمرے سے نکلنے دے گا سویٹ ہارٹ!!۔۔۔۔ کاظم شاہ اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کے قربت کے خمار سے لبریز بھاری بوجھل آواز میں گویا ہوتا ایزل شاہ کو ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھا گیا۔۔ وہ اب اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا اس پہ اپنا چہرہ جھکائے اسے فرصت سے دیکھنے لگا۔ ایزل شاہ کی ہتھیلیاں بھیگی تھیں، وہ دل میں خود کو کوس رہی تھی آخر کیا ضرورت تھی اس بے باک بندے کی فرمائش پوری کرنے کی۔۔

اسے کچھ دیر تک پر تپش نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کاظم شاہ اچانک سے ایک ہاتھ اسکے سلکی سٹریٹ بالوں میں الجھاتا جبکہ دوسرے ہاتھ کی مٹھی سے اسکی کمر دبوچے اسکے میرون لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکتا تھا۔۔ ایزل شاہ تھوک نگلتی ہوئی جلدی سے اسکی قمیض کالر سے تھام گئی۔۔ وہ اسکے سر کو پیچھے کی طرف خم دیتا اس پہ مزید جھکتے اپنی شدت میں اضافہ کرنے لگا، ایزل شاہ سے اب تھوک نگلنا بھی محال ہو رہا تھا۔ وہ اسکے لبوں کو اپنے

عنابی ہونٹوں میں قید کئے بے حد رومانٹک انداز میں سک کرتا اسکی کمر پہ لحہ بالحہ اپنے ہاتھ کی گرفت بڑھاتا تھا۔۔ایزل شاہ اب مکمل طور پہ اسکے حصار میں قید تھی۔وہ اسکی شدت بھری گرفت میں ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔۔کاظم شاہ اپنا ہاتھ دھیرے دھیرے سے اسکے بالوں میں سہلاتے اسکے ہونٹوں پہ اپنی گرفت سخت کرتا اسکی میرون لپ اسٹک چن رہا تھا۔۔ایزل شاہ اسکی قمیض کا کالر جھنجھوڑتی اسے ہوش دلا رہی تھی لیکن وہ اس وقت شاید صرف مدہوش رہنا چاہتا تھا اسی لئے تو اسکی مزاحمت نظر انداز کئے اسکے ہونٹوں پہ اپنی منمانیاں دیکھاتے اسے بے بس کر رہا تھا۔۔ایزل شاہ کی سانسیں اسکے حلق میں اٹک رہی تھیں کیونکہ وہ اسکے لبوں پہ بھرپور شدت آزماتا اسکے حلق سے آتی جاتی ہر سانس کھینچتا جا رہا تھا، ایزل شاہ کے کپکپاتے وجود کے پیشِ نظر وہ ہوش میں آتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی گرفت نرم کئے یہ جھٹکے میں اسکی ساڑھی کا پلو کندھے سے سرکاتا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے اسکے گال پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ گیا۔۔

ن۔نشا۔۔نشان۔۔۔واضح۔۔ہوں۔۔گے۔۔یہاں!!۔۔۔۔اسے اپنے گالوں پہ دانت گاڑتے دیکھ کے وہ پھولتی سانسوں کے درمیان بولتی کاظم شاہ کی طرف دیکھنے لگی، اسکی پل میں خمار آلود سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کے نگاہیں جھکا گئی۔وہ جب جب اس کے قریب آتا تھا اسکی آنکھوں میں یوں ہی ایک پل میں خماری چھا جایا کرتی تھی۔۔کاظم شاہ اسکے نیچے جانے کا خیال کرتا اب اس کے گالوں پہ دانت گاڑنے کی بجائے انہیں اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے سک کر رہا تھا۔وہ جس قدر شدت سے انہیں سک کر رہا تھا اسکا دانت گاڑنا یا نہ گاڑنا ایک برابر تھا، ایزل شاہ جانتی تھی وہ جب تک اسکے چہرے کو اپنے لمس سے ٹھیک سے نہیں بھگوئے گا اسے سکون نہیں ملے گا۔۔اسکے گالوں پہ اپنا پیار دیکھانے کے بعد وہ اسکی چھوٹی سی ناک چومتے اسکے کانوں میں موجود اویزوں کے ساتھ اپنی انگلی سے چھیڑ چھاڑ کرتا اسکی نیلی آنکھوں کو چومتے، اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا اب شدت سے اسکی ٹھوری پہ اپنے ہونٹ ثبت کر گیا۔۔ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ کی جنونیت میں اضافہ ہوتا تھا، وہ اسکے شدت بھرے بوسے سہتی اللہ کو پیاری ہونے کے قریب ہوتی تھی اور جب رات میں اسکے ہویلی آنے کا وقت ہوتا وہ اسکے جنونی انداز کو یاد کرتی اسکے آنے سے پہلے ہی معصومیت سے سونے کی کوشش کرتی تھی لیکن وہ کاظم شاہ ہی کیا جو اووزی شاہ کی جان بخش دے؟ وہ مشکل سے ہی اسکی جان خلاصی کیا کرتا تھا۔۔

بس نہیں چل رہا تمہارے اس وجود کو ابھی اسی وقت اپنی شدتوں سے رنگ ڈالوں لیکن وقت کی کمی ہے، کچھ ہی دیر میں ہمیں قربانی کا سلسلہ شروع کرنا ہے! یہاں سے میں تمہاری روح میں اتروں گا اور وہاں سے پورا ظالم سماج آوازیں دینے لگے گا! اب انہیں کون بتائے مجھے میری بیوی کے حسن پہ بے وقت پیار آتا ہے!!۔۔۔وہ اسکی ساڑھی کا پلو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ کے اب کی بار تھوڑا سا سرکانے کی بجائے ایک جھٹکے سے نیچے گراتا اسکے بدن کے خوبصورت نشیب و فراز پہ نگاہیں جمائے خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔ اسکی پیار بھری سرگوشیاں سنتے ہوئے ایزل شاہ کے پہلے سے سرخ گال مزید سرخ ہو رہے تھے۔۔ کاظم شاہ کی نگاہیں اسکے چہرے سے ہوتے ہوئے آئینے میں نظر آتے اسکے اور اپنے عکس کی طرف اٹھی تھیں، اسکی بیک لیس ساڑھی سے نظر آتی اسکی برہنہ سفید شفاف کمر دیکھتے کاظم شاہ اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبائے اب پھر سے اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔۔

ہمیشہ کی طرح تمہاری کمر کا تل فنا کرنے کی کوشش رات میں فرصت سے جاری رکھوں گا ابھی فلحال مجھے تمہاری دھڑکنوں میں انتشار پیدا کرتے اپنے لبوں کے نیچے اپنے نام صدائیں سننی ہیں!!۔۔۔۔۔وہ ساڑھی کے فٹ بلاؤز پہ نگاہیں جما کے گھمبیر آواز میں گویا ہوتا بلاؤز کی سٹریپ کندھوں سے کھسکاتا اسکے دل کے مقام پہ جھک چکا تھا۔ یہاں اپنے ہاتھوں اور لبوں کی بے باکیاں دیکھائے وہ اس قدر مدہوش ہو چکا تھا کہ ایزل شاہ کی سسکیوں کی پروا بھی نہیں تھی۔ ایزل شاہ کی سسکیوں اسے مزید مدہوش کرتی تھیں، اس وقت ایزل شاہ کا بلاؤز اسکے وجود پہ نا ہونے کے برابر تھا، وہ اس کا بلاؤز اپنے جنونی انداز کے پیشِ نظر کر چکا تھا، وہ ہر اس چیز کی حالت بگاڑ دیتا تھا جو اسکے رومانس کے دوران ڈسٹربینس کا باعث بنتی تھی۔۔ ایزل شاہ شرم و حیا سے لال سرخ ہو چکی تھی۔۔ اپنی حالت دیکھتے وہ اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھتی دھیرے دھیرے سے مزاحمت کر رہی تھی جب وہ اسکے یہی ہاتھ تھام کے انہیں اپنے بالوں میں الجھائے اسکی دھڑکنوں پہ پہلے سے بھی زیادہ شدت دیکھانے میں مصروف کو چکا تھا۔۔

ش۔ شس۔۔ شاہ۔۔۔جی!!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ اسکے بال سہلا کے اسے مزید مدہوش کرنے کی بجائے اسے پکارتی وقت کا احساس دلانے لگی جس پہ اسکے برہنہ پیٹ پہ اپنے ہاتھ پھیرتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے آزاد کرتا خمار

آلود نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگا جو شرم سے پاگل ہوتے اسکے دیکھنے پہ ہی نگاہیں جھکاتی اپنا بلاؤز درست کرنے لگی جسے درست کرنا اور نہ کرنا ایک برابر تھا کیونکہ اسکے بے باک شوہر نے اسے سہی سلامت ہی کب چھوڑا تھا۔

وہ جو اس سوچ کے ذریعے کمرے میں داخل ہوا تھا کہ وہ اس کے لئے نہیں تو آج کے موقعے پہ خود کے لئے ہی سج سنور رہی ہو گی تاکہ کچھ دیر کے لئے انجوائے منٹ حاصل کر سکے! سامنے بیڈ کا منظر دیکھتے ہوئے وہ چونکا تھا۔ وہ ابھی تک اسی طرح سے سو رہی تھی۔ جس طرح سے رات سے اس سے رخ موڑ کے سوئی تھی۔۔ وہ جس دن سے آئی تھی احان شاہ کی ڈائٹ اور اسکی دوا کا بھرپور خیال رکھ رہی تھی لیکن اسے اپنا خیال رکھنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ اگر جو وہ اس کے لئے کوئی تحفہ خرید کے لاتا تھا تو اسے اس کے سامنے ڈسٹ بن میں پھینک کے اسکا دل توڑنا خود پہ فرض سمجھتی تھی لیکن وہ کیا جانے وہ تو اسکی ان اداؤں سے بھی عشق کر بیٹھا تھا۔۔ اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا وہ اسکے دیئے گئے تحفوں کو ہاتھ لگانے کا شرف بخشتی تھی پھر چاہے وہ ان کے ساتھ جیسا بھی سلوک کرے! وہ اسکی مرضی تھی۔۔ وہ چاہے بہت پیار سے اسے عید کی مبارک دینے آیا تھا لیکن اسے سوئے دیکھ کے بھی اسے اس پہ غصے کی بجائے پیار آیا تھا، وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس اپنی سرخ و سفید رنگت اور ہلکی بڑی شیو کے ساتھ کافی خوبصورت لگ رہا تھا۔ رنگت جو کچھ روز پہلے زرد ہو چکی تھی، گلالئ کے آتے ہی پہلے والا رنگ واپس لوٹ آیا تھا۔۔ وہ اسکے خوبصورت چہرے کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے مسکراتا ہوا اپنی متاعِ جاں کی طرف بڑھا تھا۔۔

عید مبارک گلِ جاناں!!!۔۔۔۔ وہ بیڈ کی طرف بڑھتے اسکی سائیڈ کی طرف آ کے اس کے نزدیک بیڈ پہ بیٹھنے کی بجائے اسکے لئے خریدے گئے تحفے رکھتا نیچے زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھتا اسکے کان کے پاس جھک کے اسے عید کی مبارکباد دے رہا تھا۔۔ اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھتے وہ جان چکا تھا وہ جاگ رہی ہے لیکن جان بوجھ کے گریز برتنے کے لئے سونے کی ناکام ایکٹنگ کر رہی ہے۔ اسکی مبارکباد پہ گلالئ کا دل دھڑکا تھا۔۔

بہت دل چاہ رہا ہے اس خوبصورت موقعے پہ تمہارا ماتھا چومنے کا! لیکن جانتا ہوں تم برا مان جاؤ گی! خیر تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا! جب تک دل چاہتا ہے سوئی رہو، تمہیں کوئی نہیں جگائے گا! تمہاری عیدی تمہارے پیچھے رکھ چکا ہوں، دل کیا تو پہن لینا نہیں تو ہمیشہ کی طرح اسے بھی ڈسٹ بن کی زینت بنا دینا! میں برا نہیں مناؤں

گا!!۔۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں اداسی سے گویا ہوتا اسے ہاتھوں اور لبوں سے چھوئے بغیر پیار بھری نظروں سے دیکھتا اسکے پاس سے کھڑا ہوا تھا۔۔اس نے ابھی تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں، اسے مختصر سا جواب دینا بھی اس نے فرض نہیں سمجھا تھا لیکن خیر احان شاہ کے لئے اتنا ہی کافی تھا وہ اسکی ہویلی میں اسکے کمرے میں موجود ہے۔۔وہ اسے ایک آخری نظر دیکھ کے گہری سانس ہوا میں بھرتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔اسے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کے گلالئ نے دھیرے سے اپنی آنکھیں وا کی تھیں۔گلالئ کا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ بہک کے کوئی گستاخی وغیرہ کر جائے گا لیکن اس نے گستاخی کرنا تو دور اسے انگلی کی پوروں سے بھی نہیں چھوا تھا۔وہ صرف اسکی کچھ سیکنڈ کے لیے اسکی غائب ہوتی پشت ہی دیکھ پائی تھی، اسکے جانے کے بعد وہ کہنی کے بل تکیے سے سر اٹھا کے احتیاط سے اٹھ کے بیٹھی تھی۔۔خود سے کچھ فاصلے پہ پڑے اسکے دیئے گئے عید کے تحفوں پہ ایک سنجیدہ سی نظر ڈالتی وہ اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔اسکے دیئے گئے تحفوں میں تقریباً سو چوڑیوں کے سیٹ اور کچھ اتنی ہی تعداد میں گجروں کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے سامان کی ٹوکریوں تھیں جن میں شاید اس کے لئے کپڑے، جوتے اور جیولری وغیرہ تھی۔۔وہ اسکے دیئے گئے تحفے اگر اٹھ کے ڈسٹ بن کی زینت نہیں بنا رہی تھی تو انہیں پہننے کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 107 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

عید مبارک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب سے عید ملنے کے بعد بھی مرحا شاہ کو جان بوجھ کے سب کے درمیان کھڑے دیکھ کے زوریز شاہ نے اسکی طرف بڑھتے اسے سائیڈ سے خود کے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے سب کے سامنے عید کی مبارکباد تھی۔وہ جان بوجھ کے اوپر کمرے میں نہیں گئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ اسے عید کی مبارک دیتے دیتے اسکی عید کی خوبصورت لک کی ایسی کی تیسی کر دے گا۔۔اسی لئے اسکے لاکھ اشاروں پہ بھی ڈھیٹ بنی یہی پہ سب کے ساتھ کھڑی رہی، ہوش تو تب ٹھکانے آئے تھے جب اسکے میاں جی نے بنا کسی شرم لحاظ کے اسے سب کے سامنے اپنے حصار میں لیتے اسے وارن کرنے کی غرض سے اسکی کمر غصے سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بھری

تھی۔۔وہ دونوں اس وقت سفید رنگ میں ملبوس تھے،زوریز شاہ اپنے تینوں بھائیوں کی طرح ہلکی سی ایمبرائیڈڈ کرہائی سے لبریز سفید کرتا شلوار میں ملبوس تھا جبکہ مرحا شاہ سفید انارکلی فراک پہنے ہوئے تھی جس کے گلے بازوؤں اور بارڈر پہ خوبصورت سا گولڈن گوٹے کا کام ہوا تھا،دوپٹے کے چاروں اطراف پہ گولڈن ہی موٹی پٹی نما لیس اسکے لباس کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔یہ لباس زوریز شاہ کی پسند کا تھا۔لائٹ سا میک اپ کئے لبوں پہ ڈارک ریڈ لپ اسٹک لگائے اپنے سنہری بالوں کو لوز کرلز ڈالے وہ کانوں میں ڈیسنٹ سے چھوٹے سے آویزے جبکہ گلے میں زوریز شاہ کا منہ دیکھائی میں دیا گیا لاکٹ پہنے کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔اس وقت یہاں صرف ہویلی کے لوگ تھے اسی لئے وہ دوپٹا سر پہ لینے کی بجائے شانوں پہ اچھی طرح سے لئے ہوئے تھی۔وہ اتنی سی تیاری میں زوریز شاہ کا دل دھڑکاتی اسکی دھڑکنیں منتشر کر گئی تھی۔زوریز شاہ اس پہ دوپٹے کے معاملے میں ہویلی میں زیادہ پابندی نہیں لگاتا تھا لیکن ہاں ہویلی سے باہر وہ اسکے سر سے اترا دوپٹا برداشت نہیں کرتا تھا۔۔وہ جانتا تھا اسکی بیوی آزاد خیال ہے اسکی حد سے زیادہ سختی وہ برداشت نہیں کر پاتی تھی اسی لئے وہ بہت سے معاملات میں اپنی پوززیسونس کا زیادہ اظہار نہیں کرتا تھا تاکہ وہ برا نہ مان جائے جس طرح سے ویڈنگ نائٹ پہ وہ اسکی اوور پوززیسونس اور ناراضگی پہ روپڑی تھی وہ اسے پھر سے نہیں رلانا چاہتا تھا۔۔

خ۔خیر۔۔مبارک۔۔۔۔مرحا شاہ نظریں جھکا کے اسے جواب دیتی سب کی موجودگی کا خیال کرتی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے جلدی سے اس سے الگ ہونے کی کر رہی تھی لیکن وہ اسکی کمر بری طرح سے اسکی مٹھی میں جکڑے اسے اپنے پہلو میں کھڑا کئے ہوئے تھے،ان دونوں کی خوبصورت سی جوڑی کو دیکھ کے سب بے ساختہ مسکرائے تھے

--

ماموں جان سیکھیں کچھ اپنے بھتیجے سے!! زہرہ ممانی اس قدر خوبصورت لگ رہی ہیں اور اس خوبصورت سے موقعے آپ کا انہیں عید مبارک نہ کہنا ان کے ساتھ ناانصافی ہو سکتی ہے!!۔۔میرال شاہ۔مسکرا کے زوریز شاہ کی طرف اشارہ کرتی اب دریاب شاہ اور زہرہ مام کو معاملے میں گھسیٹ رہی تھی۔۔زہرہ مام سٹپٹائی تھی جبکہ دریاب شاہ نے چونک کے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں ٹپٹپا کے سر کو خم دیتی انہیں زہرہ مام سے عید ملنے کا اشارہ دیتی انہیں بھی سٹپٹانے پہ مجبور کر گئی تھی۔وہ اس وقت رائل بلیو خوبصورت سی پٹھانی فراک میں ملبوس

سر پہ پٹھانی طرز کی ماتھا پٹی لگائے گلے میں بلیو ہی نیٹ کا دوپٹا لئے کانوں میں خوبصورت سے سفید موتیوں سے ٹاپس پہنے لائٹ سے میک اپ پہ ڈارک ریڈ لپ اسٹک لگائے ہاتھوں میں سفید چوڑیاں جبکہ پیر پہ سفید ہی پائل اور سفید خوبصورت سی ہیل پہنے وہ کوئی پٹھانی معلوم ہو رہی تھی۔۔ ارزم شاہ اور زوریز شاہ نے آتے ہی اسکی تعریف کی تھی، آج پہلی اسے پٹھانی ڈریسنگ میں دیکھ کے وہ سب کافی حیران ہوئے تھے۔

ہاہاہاہا!! بابا پرہیز کر رہے ہیں کیونکہ سب کے سامنے مام کا شرماناوہ افورڈ نہیں کر سکتے!!!۔۔۔۔ ارزم شاہ جس نے ابھی سب سے عید مل کے صوفہ سنبھالا تھا، میرال شاہ کی بات پہ قہقہ لگاتے ہوئے ٹکرا لگا رہا تھا۔۔ سب کے سامنے ان کی اس قدر بے باکی پہ زہرہ مام کا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ زوریز شاہ سر جھکا کے دلکش انداز میں مسکراتا اپنی پشاوری چپل کی نوک نیچے زمین پہ کرید رہا تھا۔ مرحا شاہ کی کمر سے ہاتھ اس نے ابھی تک نہیں ہٹایا تھا، مرحا شاہ کا بس نہیں تھا سب کے سامنے اسکی گردن توڑ ڈالے جو شرم لحاظ ختم کئے سب کے سامنے اسکے اس قدر نزدیک کھڑا تھا۔۔

کوئی شرم لحاظ ہے تم میں؟؟۔۔۔۔۔۔ دریاب شاہ نے ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے اسے لتاڑا تھا۔۔

اب اس وقت جو میرے منہ میں جواب آرہا ہے اگر وہ میں نے سب کے سامنے آپ کو دے دیا نا بابا جان تو آپ کے گالوں کی سرخی کو آپ کی کسی پرانی معشوقہ نے آکے بالکل نہیں چننا!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ لہجے کو گھمبیر بنا کے بولتا سب کے چہرے سرخ کرتا انہیں چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کرتا خود بھی ہنستے ہوئے اپنے چہرے کے آگے کشن رکھ چکا تھا کیونکہ دریاب شاہ اسے مارنے کے لئے ڈیکوریشن پیس اٹھا چکے تھے۔۔ سیڑھیوں پہ کھڑا احان شاہ جو اداسی سے اپنے کمرے سے نکلا تھا ارزم شاہ کی بے باک باتیں سنتے اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ زہرہ مام کا سرخ لال چہرہ دیکھ کے انہیں ان پہ ترس آیا تھا جن کی یہ بے شرم اولاد انہیں جینے نہیں دیتی تھی۔۔

اس کے فون میں ابھی بھی اسکی پرانی گرل فرینڈز کے نمبر موجود ہیں!۔۔ ھارون شاہ نے ہنستے ہوئے دریاب شاہ کو مزید پھنسایا تھا جس پہ وہ اپنی آنکھیں پھیلا گئے جبکہ زہرہ مام نے مشتوق نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا تھا۔

ھارون شاہ، دریاب شاہ اور عادل شاہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھے جبکہ زہرہ مام گرے خوبصورت اور ڈیسنٹ سے گرے تھری پیس میں ملبوس لائٹ سا میک اپ کئے ہوئے تھیں۔

اگر جو آرام سے مام کو عید کی مبارکباد دے دی ہوتی تو یہ اہم راز فاش نہ ہوتا آپکا!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ معصومیت سے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوتا باپ کو دیکھنے کے بعد شیطانی سی مسکراہٹ سے تایا کو دیکھ رہا تھا جن کی ہنسی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔ آج اتنے وقت بعد ھارون شاہ کو ہنستے دیکھ کے سب سے زیادہ سکون احان شاہ اور زوریز شاہ کے سینے میں اترا تھا ورنہ پچھلے کافی دنوں سے وہ احان شاہ کے لئے شدید پریشان تھے یوں کہ مسکرانا بھی بھول چکے تھے، اس ہنسی کی وجہ ہمیشہ کی طرح ان کا چھوٹا شاہ تھا۔۔

عید مبارک! ایسا کچھ نہیں ہے بیگم صاحبہ! آپ کی اولاد ایک نمبر کی کمینی ہے!۔۔۔۔۔۔۔۔بیوی کے چہرے پہ ناراضگی کے تاثرات دیکھ کے دریاب شاہ گہری سانس بڑھ کے انہیں سائیڈ سے اپنے کندھے کے ساتھ لگاتے ان کا ماتھا چومتے مدھم آواز میں گویا ہوئے تھے۔ زہرہ مام اس اچانک افتاد پہ ایک دفعہ پھر بری طرح سے سٹپٹائی تھیں! اس کیوٹ سے منظر پہ سب نے انہیں تنگ کرنے کے لئے مزید ہوٹنگ کی تھی، ارزم شاہ اور میرال شاہ نے اس خوبصورت منظر کو اپنے موبائل فون میں قید کیا تھا۔۔ عادل شاہ اور شاہ بی بی مسکرا کے ان کی طرف دیکھ رہے تھے، آج تو ان کی اولاد بھی بچوں کے ساتھ بچی بنی ہوئی تھی۔۔

کمرے میں چلو! مجھے تمہیں فرصت سے دیکھنا ہے!!۔۔۔ان سب کو مصروف دیکھ کے زوریز شاہ جھک کے مرحا شاہ کے کان میں سرگوشی کر رہا تھا۔۔

پاگل ہوا ابھی سب کے ساتھ بیٹھ کے ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنا ہے! سب کیا سوچیں گے!!۔۔۔۔مرحا شاہ مدھم آواز میں بولتی اسے آنکھیں دیکھا رہی تھی۔۔

صرف ہلکا پھلکا ہی کیوں؟ پیٹ بھر کے ناشتہ کرنا بے بی! آخر کو دوپہر میں میرا لنچ بنتے ہوئے مجھے جھیلنا بھی تو ہے؟ میں نہیں چاہتا ہمارے رومانس کے دوران تمہارا انرجی لیول ڈراپ ہو جائے!۔۔۔۔۔وہ اسکے کان میں زو معنی انداز میں بے باک سی سرگوشی کرتا مرحا شاہ کے گال گلابی سے سرخ کر گیا۔

شاہ ہویلی کی بیک سائیڈ پہ اس وقت قربانی کی جا رہی تھی۔ ارزم شاہ ان سب جانوروں سے کافی اٹیچ ہو چکا تھا، انہیں قربان ہوتے دیکھ کے وہ کچھ اداس سا ہوا تھا اسی لئے اپنی فیورٹ اونٹ اور اونٹنی کی جوڑی کے ساتھ مزید وقت

گزارنے کے لئے اس نے ان کی قربانی عید کے تیسرے دن کروانے کا سوچا تھا۔ زوریز شاہ ان سب سے دور کھڑا چہرے پہ ماسک لگائے قربانی ہوتے دیکھ رہا تھا، جناب سے قربانی کے گوشت کی سمیل بھی برداشت نہیں ہوتی تھی لیکن قربانی کے یہ مناظر دیکھنا بھی بہت پسند تھا۔۔ ہویلی کے باقی مرد حضرات بھی یہی پہ قصائیوں کے سر پہ کھڑے یہ مناظر دیکھ رہے تھے۔۔ قربانی کا گوشت بنتے ہوئے دیکھنا بھی ایک خوبصورت سا اور پُر سکون سا منظر لگتا تھا۔ دل میں ایک عجیب سی خوشی کی لہر دوڑتی تھی۔ وہ اللہ کا لاکھ شکر ادا کر رہے تھے کہ اس نے انہیں اس قابل بنایا تھا کہ وہ قربانی کی استطاعت رکھ سکیں۔۔

بیک سائیڈ کی طرف کافی گرمی تھی، باہر کھلی جگہ پہ قربانی کی جا رہی تھی، دھوپ سے بچنے کے لئے اوپر چھت کو کور کرنے کے لئے ٹینٹ بھی لگایا گیا تھا، ائیر کنڈیشرز لگائے گئے تھے لیکن پھر بھی گرمی شدید تھی، کاظم شاہ، احان شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ اس وقت ایک جیسی ڈریسنگ کئے سفید کرتے کے بازو کہنیوں تک فولڈ کئے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے، ان چاروں کے نقوش کے دوسرے سے کافی حد تک ملتے تھے۔۔ چاروں پسینے سے بھیگ رہے تھے لیکن جب تک قربانی نہیں ہو جاتی تھی انہوں نے یہاں سے ہلنا نہیں تھا کیونکہ گوشت بنتے دیکھ کے دل کو بچوں سی خوشی ہو رہی تھی۔۔ قصائیوں کو چھریاں چلاتے دیکھ کے اپنا بھی دل گوشت بنانے کا کر رہا تھا لیکن یہ کام ان کے بس سے باہر تھا۔۔

ابھی مرحاشاہ سیڑھیوں سے اترتی ہوئی لیونگ روم کی طرف بڑھنے ہی والی تھی جب لاؤنج میں داخل ہوتے زوریز شاہ نے تیزی سے اسکی طرف بڑھتے اسکی کمر اور پیٹ کے گرد کسی سانپ کی مانند اپنا بازو لپیٹا تھا۔۔ مرحاشاہ نے بھوکھلاتے ہوئے ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے یہاں وہاں نگاہیں گھمائی تھی، صد شکر آس پاس کوئی بھی نہیں تھا ورنہ سب کو ان کا ریکارڈ لگانے کا موقع مل جاتا۔۔ love birds

کیا کر رہے ہو! کوئی آجائے گا!!۔۔۔ اسے ایک دم سے اپنے چہرے پہ جھکتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتی اسے ہوش دلانے لگی جو لاؤنج میں ہی شروع ہونے والا تھا۔۔ اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے اور

اب زوریز شاہ کی بس ہو چکی تھی، وہ بھی جانتی تھی لیکن اسے تنگ کرنے سے ایک عجیب کمینی سی خوشی محسوس ہوتی تھی۔۔

آنے دو! ہاتھ ہٹاؤ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتا دبی دبی آواز میں غراتا اپنے چہرے کو جھٹک کے اسکا ہاتھ ہٹاتا پھر سے اسکے چہرے پہ جھکا تھا جب وہ اپنی ہنسی دباتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔وہ اس وقت اس قدر جنونی ہو رہا تھا کہ اسے کمرے اور لاؤنج میں بھی فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا، مرحاشاہ نے اسے صبح سے تنگ ہی اتنا کر ڈالا تھا کہ اب اسکا یوں پاگل ہونا بنتا تھا، وہ صبح سے نیچے ہر کسی کے ساتھ مصروف ہنس ہنس کے باتیں کرتی اسے سلگا رہی تھی، وہ جو پہلے ہی اسکے ہونٹوں پہ مرمٹتا تھا آج ان سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو بار بار ہنستے کھکھلاتے دیکھ کے زوریز شاہ سے اس قدر دوری برداشت کہاں ہوئی تھی؟ جب بار بار حلق میں کانٹے چبھتے ہوئے محسوس ہوئے تو اسے وارن کرتی نگاہوں سے دیکھتی وہ ہویلی کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھ چکا تھا، ابھی بھی جب وہاں کی گرمی برداشت نہ ہوئی تو یونہی ہویلی کے لاؤنج میں چلا آیا کہ شاید بیوی کا دماغ ٹھکانے لگانے کا موقع مل جائے اور اللہ نے اسکی کیسی سنی تھی کہ اسے موقع مل چکا تھا اور وہ اس موقعے کو قطعی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

کچھ شرم کرو زیز شاہ!! کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے جو۔۔۔ابھی مرحاشاہ اسے مزید تنگ کرتی جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔

جو مجھ میں بالکل بھی نہیں ہے اور یہ بات صرف تم ہی نہیں پورا پاکستان بھی جانتا ہے تو پھر فائدہ باتوں میں وقت برباد کرنے کا؟؟!۔۔۔وہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے دبے دبے غصے سے پھنکارتا اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لئے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتا اسے اپنی گود میں اٹھاتے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مرحاشاہ نے تاصف سے سر ہلاتے اسکی گردن کے گرد اپنے بازو حائل کرتے اسکے کندھے کے ساتھ سر ٹکایا تھا۔۔وہ اس کے اس انداز پہ نثار ہوتا کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اسکے لپ اسٹک سے سجے سرخ ہونٹوں کو شدت سے اپنی گرفت میں قید کرتا اپنے عنابی لبوں میں پیوست کرتے اسکی سانسیں کھینچنے لگا۔ مرحاشاہ نے اسکے سفید کرتے کو سینے سے اپنے بائیں ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتے اسکی ہری سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔وہ پیر کی ٹھوکر سے کمرے کا دروازہ بند کرتا اسے یونہی کس کرتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے بیڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کے مرحاشاہ کا دل زوروں

سے دھڑکا تھا، یعنی اسکا اسے جلدی چھوڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔۔ زوریز شاہ اسکی سرخ لپ اسٹک اپنے ہونٹوں سے برباد کرتا ان رسیلے ہونٹوں کا رس فرصت سے اپنے ہونٹوں سے نچوڑتا اسے لئے بیڈ پہ گرا تھا۔۔ مرحا شاہ اسکی وارن کرتی نگاہوں کے پیشِ نظر تھوک نگلتی ہوئی اسکا ساتھ دینے لگا۔ مرحا شاہ کے لبوں کا نرم و نازک لمس پاتے ہی زوریز شاہ روح تک سرشار ہوتا اپنے انداز میں مزید شدت پیدا کر گیا۔ اسے اپنے لبوں کی شدت بڑھاتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑے تھے، وہ اب کچھ زیادہ جنونی ہو رہا تھا، اور اسکی جنونیت سہنا مرحا شاہ جیسی دبنگ اور بیک وقت نازل لڑکی کے لئے آسان کام نہیں تھا۔۔

ر۔۔یز!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی جنونیت کی تاب نہ لاتے اپنے لبوں کو آزاد کروانے کی کوشش کرتی اسے گھٹی گھٹی آواز میں پکارنے لگی وہ اسکی پکار نظر انداز کرتا پھر سے اسکے لبوں کو اپنی حوالت میں لیتا اس سے بدلا لے رہا تھا، وہ آخر ہوتی کون تھی عید کے اس خوبصورت موقعے پہ اس سے دوری بنانے والی؟؟ وہ صبح سے اس کے صبر کا امتحان کے رہی تھی اب زوریز شاہ کی باری تھی۔۔ مرحا شاہ کی سانسیں بکھر رہی تھیں، زوریز شاہ کو جب محسوس ہوا اب اگر وہ مزید سانس نہیں لے گی تو اس دنیا سے کوچ فرما جائے گی پھر کہیں اس پہ رحم کھا کے اس کے لبوں کو آزاد کرتے اسکے گالوں پہ اپنے دانت گاڑ ڈالے۔۔ دونوں کے ہونٹ بھیگ چکے تھے، زوریز شاہ کے بھیگے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکے دانتوں کا لمس اپنے گال پہ محسوس کرتی مرحا شاہ دھڑکتے دل سے اپنی آنکھیں موندتی پھولتی سانسوں کو ہموار کرنے لگی۔۔

جس قدر آج تم مجھے صبح سے تڑپا چکی ہو مرحا ریز شاہ میرا دل چاہ رہا ہے آج ورلڈ کس ریکارڈ بریک کر ڈالوں لیکن تمہاری نزاکت مجھے ایسا کرنے سے روک رہی ہے!!۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے کان میں مدھم گھمبیر آواز میں سرگوشی کرتا اس کے ہوش اڑاتے ہوئے اب اسکے بھیگے ہونٹوں پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑتا ان لبوں کی نمی چننے لگا۔۔ اسے اپنی فراک کی ذپ کھسکاتے دیکھ کے مرحا شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔

ر۔ریز۔۔۔نیچے۔۔ سب۔۔ مہمان۔۔ آ۔۔۔۔۔ ابھی مرحا شاہ اپنی جان خلاصی کے لئے کوئی بہانہ گھڑتی جب زوریز شاہ نفی میں سر ہلا کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیتا اسکی فراک کندھوں سے نیچے کی طرف کرتا اسکی بلڈ ریڈ سٹریپ میں ہاتھ الجھا کے اسے بھی کندھوں سے نیچے کھسکاتا مرحا شاہ کی جان لبوں پہ لا رہا تھا۔۔

م۔میرا۔۔ڈ۔ڈریس۔۔خراب۔۔ہو۔۔جائے۔۔گا۔۔ریز!۔۔

ابھی۔۔مجھے۔۔سب۔۔مہمانوں۔۔سے۔۔۔ملنا۔۔ہے!!۔۔مرحاشاہ اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی التجائیہ انداز میں مصنوعی معصومیت سے بولی تھی جب وہ اسے آنکھیں دیکھاتا اسکی گردن پہ جھک کے اپنی پوری قوت سے دانت گاڑ گیا۔۔مرحاشاہ سسکی بھرتے ہوئے اسکی گردن پہ زور سے اپنے لمبے لمبے ناخن گاڑ گئی۔۔وہ اسکے ناخنوں کا یہ میٹھا سا ظلم برداشت کئے اسکی گردن پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھاتے لو بائٹ بنانے میں مصروف رہا۔۔مرحاشاہ نے بھاری ہوتی سانسوں کے درمیان اس کی طرف دیکھا تھا جسے چھیڑنا اس پہ ہمیشہ بھاری پڑتا تھا۔

تمہاری لئے صرف مہمانوں سے ہی نہیں بلکہ خود سے بھی زیادہ ضروری صرف ریزشاہ ہونا چاہیئے مرحاشاہ ورنہ تمہارے بدن پہ ہر اس جگہ پہ اپنے ہونٹوں کی شدت بھری مہر ثبت کر ڈالوں گا جہاں سے تمہاری جان آسانی سے نکالی جاسکے!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بے حد بے باکی سے اسکے چہرے پہ غراتا مرحاشاہ کو گردن تک سرخ کر چکا تھا۔مرحاشاہ کی زبان تالو سے چپکی تھی۔اسکے چہرے پہ بکھرے قوس قزح کے رنگ دیکھ کے وہ محضوض ہوتا اسکے بکھرے سراپے کو اپنی گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔وہ سرخ پڑتی اسکی گردن میں چہرہ چھپانے لگی جب وہ اس کی فراک اسکی دھڑکنوں سے نیچے کی طرف کھسکانے لگا لیکن چونکہ فراک اوپر سے فٹ تھی وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا، زوریزشاہ کے ہاتھوں کا لمس اپنے دل کے مقام پہ محسوس کرتی مرحاشاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔یہ فراک جب خریدی تھی تب تو اوپر سے اتنی فٹنگ میں نہیں تھی!؟تم موٹی ہوگئی ہو یا مجھے بہکانے کے لئے اسکی مزید فٹنگ کر ڈالی ہے؟۔۔۔اسے اپنی گردن میں چہرہ چھپاتے دیکھ کے زوریزشاہ اسکی دھڑکنوں کو قمیض کے اوپر سے اپنے ہاتھوں سے چھوتا مرحاشاہ کو بے باکی سے چھیڑنے لگا۔۔وہ اسکی بے باک بات پہ لال بھبھو کا چہرہ لئے شرم اور غصے سے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اس پہ الزام لگا رہا تھا۔۔

میں چاہے فٹنگ پہنوں یا اپنے سے ڈبل سائز لوز لباس پہنوں ریزشاہ! تم مانو تم مجھے ہر حال میں دیکھ کے لائن سے نیچے آتے ہو! ! فضول کے الزام مت لگاؤ ورنہ گردن توڑ دوں گی تمہاری!!!۔۔۔وہ بھڑکتی ہوئی تکیے سے اپنا سر اٹھا کے اسکی قمیض کے بٹن کھولتی اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑ گئی۔۔اسکے یوں بھڑکنے پہ زوریزشاہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

اب تم بات گھمار ہی ہو تم مانو یا نہ مانو تم نے اپنا بدن مزید اٹریکٹو دیکھانے کے لئے اس فراک کی فٹنگ کی ہے!! اب تو مجھے یقین ہوا چلا ہے۔۔وہ اسے جان بوجھ کے مزید تنگ کرتا اپنا قہقہ دبا رہا تھا۔۔

میں تمہاری جان لے لوں گی زوریز شاہ!! مجھے تمہیں خود کی طرف اٹریکٹ کرنے کے لئے ایسی چیپ حرکتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے!! اور چھوڑو مجھے موٹی ہو گئی ہوں نا میں؟ تو کیوں قریب آرہے ہو میرے؟۔۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹا کے اسکی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑتی غصے سے غرائی تھی۔۔

کیوں کیا موٹی بیوی کے قریب آنا گناہ ہے؟۔۔۔زوریز شاہ اسکی غصے سے سرخ ہوتی تیکھی ناک کو اپنے ہونٹوں میں دباتا بوجھل گھمبیر آواز میں بولتا سختی سے اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا۔۔

تم پھر مجھے موٹی بول رہے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آرہی اتنی سلم اینڈ سمارٹ بیوی کو موٹی کہتے ہوئے؟؟۔۔۔وہ دھاڑی تھی، مرحاشاہ کے تو مانو سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی تھی وہ غصے سے اسکے ہاتھ اپنے بدن سے ہٹانے لگی وہ ہاتھ ہٹانے کی بجائے ان کی گستاخیاں بڑھا گیا۔۔

کیا موٹے ہونا ایک گناہ ہے؟ کیا میں نے تم سے کبھی بولا مجھے موٹی لڑکیاں پسند نہیں ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے جان بوجھ کے مزید غصہ دلانے لگا، مرحاشاہ اسکے الفاظ پہ غصے سے پاگل ہوتی اسکا کالر اپنے ہاتھوں سے جکڑ کے اسے خود پہ جھکا گئی۔

تو کیا تمہیں موٹی لڑکیاں پسند ہیں؟؟ کون دیکھ لی ہے جو کمرے میں آتے ہی تمہیں مجھ میں سب سے پہلے اسکا عکس نظر آیا ہے!!!۔۔۔وہ غصے سے جیلس انداز میں غرائی تھی، زوریز شاہ اسکے اسی انداز کا تو انتظار کر رہا تھا۔۔زوریز شاہ کا نا چاہتے ہوئے بھی اب کی بار قہقہ بلند ہوا تھا۔۔مرحاشاہ نے اسے غصے سے گھور کے دیکھا تھا۔۔

مجھے صرف مرحاشاہ پسند ہے! وہ چاہے بانس کی طرح پتلی یا چاہے بھینس جتنی موٹی ہو جائے میں قسم کھاتا ہوں مجھے کبھی اس کے علاوہ کوئی شریک حیات کے طور پہ پسند نہیں آئے گی!!۔۔۔وہ اسکے غصے سے سرخ ہوتے گالوں کو پیار سے چومتا اپنے اس اظہارِ محبت میں بانس اور بھینس کا نام لیتا مرحاشاہ کو مزید تپ چڑھا چکا تھا۔۔

دور ہٹو!!! تم اس لائق ہی نہیں ہو تمہارے لئے تیار ہوا جائے!!۔۔وہ سلگتے ہوئے بولی تھی، وہ اپنی ہنسی دباتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

صرف فٹنگ کا تو پوچھا تھا اب تم خود ہی بھڑک۔۔۔۔ ابھی زوریز شاہ اسے مزید چھیڑتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب وہ اسے خود پہ مزید جھکاتی اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکے ہونٹوں پہ اپنے دانت گاڑ گئی۔۔ زوریز شاہ کی دھڑکنیں ہمیشہ کی طرح آوٹ آف کنٹرول ہوئی تھیں۔۔ وہ دانت گاڑ کے اپنے ہونٹ پیچھے کرنے ہی والی تھی جب وہ ان لبوں کا شدت سے بھرپور بوسا لیتا اسکی کمر سے ساری ذپ نیچے کی طرف کھسکا کے اسکی فراک دھڑکنوں سے نیچے کرتا انہیں اپنے لبوں کے لمس سے مہکاتے مرحاشاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بنا تھا۔۔

تم بہت خوبصورت ہو تمہارا دل بہت شفاف ہے! !تم بے حد پیاری ہو! اور صرف ریز شاہ کی ہو! میں تمہیں تنگ کر رہا تھا بے بی۔۔۔۔۔ اسکی دھڑکنوں پہ اپنی منمانیاں کرنے کے بعد وہ اپنی جیب سے پیسے نکال کے ہمیشہ کی طرح مرحاشاہ کے سر پر سے وارتا اسے معتبر کر گیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کے اس عمل سے نم ہوتی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی، اسے اس کی یہ ادا بے حد پسند تھی۔۔

ماشاءاللہ بہت پیارا لگ رہا ہے میرا بچہ !!۔۔۔۔۔ میرال شاہ پیار سے ذائشہ خان کو اپنے سینے سے لگاتی نرمی سے اسکی تعریف کر رہی تھی، ذائشہ خان ابھی کچھ دیر پہلے ہی حازق خان کے ساتھ ہویلی آئی تھی۔۔ حازق خان اندر آنے کی بجائے ذائشہ خان کو یہاں بھیجتا خود ہویلی کی بیک سائیڈ پہ جا چکا تھا کیونکہ ملازموں سے اسے معلوم ہوا تھا وہی پہ قربانی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔۔

تھینک یو آپی آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں!!۔۔۔ ذائشہ خان جواباً مسکرا کے اسکی تعریف کرتی اب گلا لئی سے مل رہی تھی جسے ابھی کچھ دیر پہلے ہی میرال شاہ اوپر سے نیچے لے کے آئی تھی۔۔ ایک دوسرے کو عید کی مبارک دینے کے بعد گلا لئی اب ذائشہ خان سے اپنے لالہ کے متعلق استفسار کر رہی تھی جس پہ اس نے اسے بتایا تھا وہ ڈائریکٹ بیک سائیڈ کی طرف گئے ہیں۔۔ ابھی ان میں سے کوئی مزید کچھ بولتا جب مرحاشاہ لیونگ روم میں داخل ہوئی تھی۔۔

آیئے آیئے خوش آمدید!! کچھ زیادہ جلدی جان خلاصی نہیں کر دی میرے جیجو نے؟؟۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اسے دیکھتے ہی ہنستے ہوئے اسے چھیڑتی اسکے لیٹ آنے پہ ٹانٹ کر رہی تھی۔

آپی!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ چڑ کے بولتی ذائشہ خان کی طرف بڑھتی اس سے مل رہی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ افف یہ بکھرے بال اور شکن زدہ لباس!! ہائے قیامت۔۔۔ میر ال شاہ اسکی سفید شکن زدہ شلوار قمیض کی طرف دیکھتی شاعرانہ انداز میں بول کے گہری سانس گرتی پھر سے قہقہ لگاتی سب کو ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔ مرحاشاہ نے سٹپٹاتے ہوئے جلدی سے اپنے سیٹ بالوں کو مزید سیٹ کیا تھا۔۔ زوریز شاہ اسکی فراک پہ سلوٹ ڈالنے کے ساتھ ساتھ اسکے بالوں کے لوز کرلز بھی خراب کر چکا تھا، شاید اسی لئے میر ال شاہ اسے چھیڑ رہی تھی۔۔

آپ غلط سمجھ رہی ہیں! ریز تو کب سے بیک سائیڈ پہ۔۔۔۔ مرحاشاہ ابھی سٹپٹا کے کوئی بہانہ گھڑتی جب میر ال شاہ تیزی سے ایک ویڈیو آن کرتی ان چاروں کے سامنے کر گئی۔ مرحاشاہ کے ساتھ ساتھ گلالئی اور ذائشہ خان کا چہرہ بھی سرخ ہوا تھا، جبکہ ایزل شاہ اور میر ال شاہ قہقہے لگاتی ہوئی ازمیر شاہ کو بھی کھکھلانے پہ مجبور کر رہی تھیں کیونکہ انہوں نے یہ منظر لیونگ روم کے دروازے پہ کھڑے ہو کے لائیو دیکھا تھا۔۔

یار آپی!!!!!۔۔۔۔ مرحاشاہ روہانسی ہوتی اس سے اس کا۔ فون کھینچنے ہی والی تھی جب میر ال شاہ اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی۔

ہاہاہاہا۔۔۔ آپی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے بالکل شرم نہیں آتی میرے بچے کو؟ آپی بھی وہ جو سات گھروں کی رپورٹ رکھتی ہوں؟۔۔۔۔ میر ال شاہ ہنستے ہوئے آئیبرو آچکا کے بولتی مرحاشاہ کو اپنی پاور بتا رہی تھی۔ مرحاشاہ کے لال سرخ چہرے کو دیکھ کے ذائشہ خان اور گلالئی نظریں جھکاتی مسکرانے لگیں۔۔

آپ کی شادی کے بعد میں نے گن گن کے بدلے نہ لئے میرا نام بھی مرحا زوریز شاہ نہیں!!۔۔۔۔ مرحاشاہ نے پیر پٹکتے ہوئے اسے دھمکی لگائی تھی، اسے اس ویڈیو کو دیکھ کے شرم محسوس ہو رہی تھی، میر ال شاہ بار بار ان سب کو وہ ویڈیو دیکھا رہی تھی جب وہ ایک دم سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے ہونٹوں پہ جھکنے والا تھا لیکن وہ جلدی سے اسکے لبوں پہ ہاتھ رکھ گئی تھی، ویڈیو دیکھنے والا یہی سمجھتی زوریز شاہ اسے کس کر رہا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ تم کیا بدلے لو گی؟ میں خود تم لوگوں کو اپنے اور اس کے رومانٹک ویڈیوز بنا بنا کے سینڈ کیا کروں گی تاکہ تم لوگوں کو بتا سکوں یوں کرتے ہیں رومانس!!۔۔۔۔۔ میر ال شاہ کندھے اچکا کے کھکھلا کے بولتی ہوئی اپنی ماتھا پٹی درست کر رہی تھی۔۔ اسکی بے باک بات پہ ان چاروں کے چہرے سرخ ہوئے تھے، گلالئی کو آج معلوم ہوا تھا وہ اس قدر بے باک اور مزاحیہ بھی ہے۔۔ ان وہ چاروں اسکی بات پہ سرخ پڑ رہی تھیں جب ارزم شاہ لیونگ روم میں

داخل ہوا تھا۔۔ دروازے کی بند ہونے کی آواز پہ سب کی نگاہیں بے ساختہ ارزم شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس کا سفید کرتا کالر کندھوں اور سینے والی جگہ سے پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ جو یہاں کام سے آیا تھا نگاہیں ڈائریکٹ ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں جو گہرے سبز رنگ کی سٹائلش سی پٹھانی فراک میں ملبوس میک اپ کے نام پہ لبوں پہ پنک گلوز لگائے اب اپنا سر سے سرکتا دوپٹا درست کر رہی تھی۔ ارزم شاہ کی نگاہیں خود پہ محسوس کرتی وہ سرخ پڑی تھی۔ اسے سرخ پڑتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے اس پر سے نگاہیں ہٹاتا باقی چاروں کی طرف دیکھنے لگا جو دلچسپی سے ان دونوں کی نظروں کا ملن دیکھ رہی تھیں۔۔

لالہ بول رہے ہیں آپ سب اپنی دوستوں کی لسٹ تیار کر دیں جنہیں گوشت بھجوانا ہے! باقی سارا گوشت ہاسپٹل، ٹرسٹ، اور ایسی جگہوں پہ پہنچانا ہے جہاں لوگ ضرورت مند ہیں! اور اس قربانی کے گوشت پہ ہم سے زیادہ حق رکھتے ہیں!!۔۔۔ وہ سنجیدگی سے ان سب سے مخاطب ہوتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔ اس دوران اس نے ایک دفعہ بھی ذائشہ خان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ اس کے نگاہیں پھیرنے پہ ذائشہ خان نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھانے لگیں۔۔

میری دوستوں میں سب نے قربانی کی ہے! انہیں گوشت بھجوانے کا کیا فائدہ ہو گا؟ ہاں اگر ایکسٹرا ہو گا تو میں تحفے کے طور پہ بجھوا دوں گا! ۔۔۔ مرحاشاہ کندھے اچکا کے پرسوچ انداز میں جواب دے رہی تھی۔۔

میرا بھی یہی ماننا ہے!۔۔۔۔ میرال شاہ بھی مرحاشاہ سے متفق ہوئی تھی۔۔

لالہ میرے اسلامک سینٹر ضرور بجھوایئے گا! وہاں ضرورت ہو گی!۔۔ ایزل شاہ نے اس جگہ کو یاد رکھا تھا جہاں سے اس نے۔ قرآن کی تفسیر سیکھی تھی۔۔ ارزم شاہ ہاں میں سر ہلا گیا۔۔ گلا لئی خاموش رہی، اسکی کوئی بھی سہیلی نہیں تھی جسے وہ اسپیشل گوشت بجھواتی۔

گوشت کافی زیادہ ہے! آپ لوگ اپنی تمام دوستوں کو بھی تحفے میں بھیج سکتی ہیں! میرے اور لالہ کے تمام دوستوں کو اکبر خان دینے جا رہا ہے تو ایسا کریں آپ دونوں بھی اپنی دوستوں کی اور ان کے ادریس کی لسٹ بنا دیں! دنیاوی باتوں کو بھی مدِ نظر رکھنا ہوتا ہے! نا بھی بھجوائیں تو بھی باتیں سننے کو ملیں گی کہ اتنی قربانی کی لیکن دوست یاد نہیں آئے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ سنجیدگی سے مرحاشاہ اور میرال شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ تو میں تمہیں ٹیکسٹ کر دوں گی لیکن پہلے یہ بتاؤ بیوی کو عید مبارک کون بولے گا؟؟۔۔۔میر ال شاہ اسکی غیر معمولی سنجیدگی پہ بڑی بہنوں والا روبہ جھاڑتی گویا ہوئی تھی۔ارزم شاہ کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں جو بھوکھلا کے میر ال شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔

میں میر کو لے کے جا رہا ہوں! وہاں سب سے عیدی اکھٹی کرے گا میر اشہزادہ!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنی سناتا صوفے پہ کٹی کے ساتھ لیٹے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کے مسکرا کے اسکے گال چومتے ہوئے بولا تھا۔

صبر تو کرو! ابھی ہمارے تصاویر بنوانی ہیں!!۔۔۔اسے تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اسے پھر سے آواز لگائی تھی وہ ارزم شاہ کے بات پلٹنے پہ اندازہ لگا چکی تھی، ضرور ان دونوں میں کوئی نہ کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔۔

یار آپی بعد میں! ابھی باہر بہت کام سمیٹنا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اسکی طرف رخ موڑ کے گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔۔

کام ہوتے رہیں گے! باہر بہت ملازم ہیں! اپنی حالت دیکھو پسینے میں نہا رہے ہو! کچھ دیر اے سی کی ہوا لے لو اور لگے ہاتھ ہم سب کی تصاویر بھی بناتے جاؤ!!۔۔۔۔میر ال شاہ فکر مندی سے بولتی آخر میں بات کا حل نکالتے ہوئے دائیں ہاتھ سے چٹکی بجا گئی۔۔ارزم شاہ کو شاید میر ال شاہ کی بات پسند آئی تھی اسی لئے ارزم شاہ کو چومتے ہوئے واپس سے ان کی طرف بڑھ گیا۔۔

چلیں فٹافٹ دو چار تصاویر بنالیں!!۔۔۔۔۔۔وہ افراتفری کے عالم میں بولا، اس دوران ذائشہ خان کو پھر سے مکمل اگنور کیا تھا۔۔

تمہارا قد اونچا ہے نا! تم سیلفی لو ہم سب کے ساتھ۔۔۔۔میر ال شاہ اسکے ہاتھ میں اپنا فون تھماتی ایکسائیٹڈ انداز میں بولتی ذائشہ خان کو اپنے نزدیک کر گئی۔۔ذائشہ خان کنفیوز ہوئی تھی، میر ال شاہ اسے دیکھتے ہی دیکھتے ارزم شاہ کے بے حد نزدیک کھڑا کر گئی تھی جس پہ ذائشہ خان کے گال سرخ ہوئے تھے جبکہ ارزم شاہ سنجیدگی سے دو سے تین سیلفیاں بنا کے میر ال شاہ کو اس کا فون لٹا چکا تھا۔۔

کس بات کی جلدی ہے بھئی ؟رکو! ابھی ہم سب کے ساتھ الگ الگ تصاویر بھی بناؤ! مجھے اپنی اور تمہاری تصویر اپنے انسٹا پہ لگانی ہے۔۔۔میرال شاہ اسے پھر سے جاتے دیکھ کے آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولی تھی جس پہ وہ سر کو خم دیتا ازمیر شاہ کا چہرہ اپنی طرف کرتے میرال شاہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔۔میرال شاہ اب اپنا فون مرحاشاہ کو تھماتی تصویر لینے کی غرض سے ارزم شاہ کا کان موڑتی بڑی بہنوں والا روبہ جھاڑ کے پوز مارنے لگی۔۔ارزم شاہ نے ہلکی سی کراہ بھرتے چہرے کے زاویے بگاڑتے ہوئے میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا اور اسی طرح سے ان کی ایک کیوٹ سی تصویر کھینچ لی گئی تھی۔ارزم شاہ نے ازمیر کا رخ اپنی طرف اس لئے کیا تھا کیونکہ کاظم شاہ نے اپنے بیٹے کی ایک بھی تصویر ابھی تک سوشل میڈیا پہ نہیں لگائی تھی۔۔

میرال شاہ کے بعد مرحاشاہ نے اسکی ایزل اور گلالئ کے ساتھ تصویر بنانے کے بعد اپنی اور ارزم شاہ کی بھی ایک تصویر بنوائی تھی۔۔

چلو اب بیوی کے ساتھ ہو جاؤ کھڑے!!۔۔۔سب کے ساتھ تصویر بنانے کے بعد میرال شاہ حکمیہ انداز میں ارزم شاہ سے مخاطب ہوتی فون کا کیمرہ خود سنبھال چکی تھی۔۔

لالہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے آپی! باقی سب باتیں بعد میں!۔۔وہ مصروف انداز میں میرال شاہ کو جواب دیتا ذائشہ خان کی طرف ایک بھی نگاہ ڈالتے بغیر کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔۔ذائشہ خان کی انکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔میرال شاہ کے ساتھ ساتھ اب باقی سب بھی محسوس کر چکے تھے ان دونوں میں ضرور کچھ نا کچھ ہوا ہے۔۔

عیدی نکالو! عیدی! جو جو میرے شہزادے کے لئے عیدی نہیں نکالے گا اسے کھانا نہیں ملے گا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اعلانیہ انداز میں کمرے میں موجود سب سے مخاطب ہوتا ازمیر شاہ کے گال چوم رہا تھا۔۔وہ اس وقت بیک سائیڈ کے بڑے سے کمرے میں موجود تھا جہاں ان سب کے دوست انوائیٹڈ تھے۔کچھ دوست جو قربانی کر کے ابھی تک فری نہیں ہوئے تھے وہ آنے سے معذرت کر چکے تھے جبکہ باقی زیادہ تر ان سب کے دوست یہی پہ موجود تھے۔۔وہ سب جو کھانا شروع کرنے والے تھے ارزم شاہ کی آواز پہ سب نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا۔۔کاظم شاہ اپنے بیٹے کو چاچو کی بانہوں میں کھلکھلاتے دیکھ کے مسکرایا تھا۔۔

ادھر آمیری جان! میری کس بہت مہنگی ہے! آجاسب سے پہلے مجھ سے عیدی وصول کر کیونکہ میرے پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں! میں مزید بھوکا رہنے کا رزک نہیں لے سکتا۔۔۔ارزم شاہ کا دوست میکائیل ازمیر شاہ کو انگلی سے اشارہ کرتے مصنوعی معصومیت چہرے پہ سجا کے گویا ہوا تھا۔۔

چھی چھی!! ازمیر اسے بتاؤ تم اس سے فری میں بھی کس نہ لو!!۔۔ازمیر جو غور سے میکائیل کی طرف دیکھ رہا تھا ارزم شاہ کے جواب دینے پہ وہ کھکھلایا تھا جیسے اسکی ساری باتیں سمجھ رہا ہو۔۔ارزم شاہ کے جواب پہ جہاں میکائیل کا منہ بنا تھا وہی پہ سب کا چھت پھاڑ قہقہ گونجا تھا۔۔ان سب دوستوں نے اس وقت سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی یہاں تک کہ حازق خان اور شہسوار شاہ کی شلوار قمیض کا رنگ بھی قدرتی طور پہ ان سے میچ ہوا تھا۔۔

شش! سب کو کھانا کھانے دو!۔۔۔کاظم شاہ نے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے ارزم شاہ اور ازمیر شاہ کو خاموش رہنے کا حکم صادر کیا تھا، باپ پہ نگاہیں پڑتے ہی چھوڑے سے ازمیر شاہ نے قلقاریاں مارنا شروع کی تھیں، وہ شاید اسکے پاس جانے کے لئے مچل رہا تھا۔۔

ایسے ہی کھانے دو؟میر کی عیدی نکالو سب!!!۔۔۔ارزم شاہ نے سب کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے جواباً اپنا حکم صادر کرتے سب سے پہلے اپنے سب دوستوں کی جیبیں خالی کروائی تھیں، پھر احان اور کاظم کے دوستوں کی جیبیں خالی کروانے کے بعد وہ زوریز شاہ کے دوستوں کی طرف بڑھا تھا۔۔کاظم شاہ اسے تاصف سے دیکھ رہا تھا۔۔ان سب کے دوست ازمیر شاہ کا چھوٹا سا ہاتھ چوم کے اسے عید مبارک بولتے اسکے ہاتھ میں اچھے خاصے پیسے تھما رہے تھے جو زیادہ ہونے کی وجہ سے ارزم شاہ اسکی چھوٹی سی جیب میں ڈال کے باقی کے خود پکڑ رہا تھا۔۔

کاش رایان لالہ بھی آجاتے تو کتنا مزہ آتا انہیں خالی کروانے کا!!۔۔ارزم شاہ افسوس سے بولتا زوریز شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ لوگ قبیلے کے سردار ہیں! وہاں خود کافی مہمان جمع ہوتے ہیں! اس کا آنا مشکل تھا۔۔۔زوریز شاہ جو خود رایان خان کو مس کر رہا تھا متوازن لہجے میں ارزم شاہ کی بات کا جواب دیا تھا۔۔

اوو! تو اس صورت میں آپکے باقی دوستوں کو فائن ہوا چاہتا ہے! کیونکہ رایان لالہ آتے تو ظاہر ہے ازمیر کو چھوٹی موٹی عیدی تو نہ دیتے؟اب آپ کے باقی کے دوستوں کو چاہئیے کہ ان کی کمی پوری کرتے ہوئے اپنی جیبوں سے ڈبل

پیسہ نکالیں! کیوں میر؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے نیک خیالات کا اظہار کرتا آخر میں ازمیر شاہ کی رائے جان رہا تھا جو کھکھلاتے ہوئے اسکی بات سے متفق دیکھائی دے رہا تھا۔۔

چلو سالے آئی مین سالے صاحب اپنے بہنوئی کے بھتیجے کی عیدی نکالیں!!۔۔۔ارزم شاہ اپنے تمام لالہ کے گھورنے کی پرواکئے بغیر اب حازق خان کی طرف بڑھتا اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے گویا ہوا تھا۔حازق خان اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اپنی گود میں بیٹھا کے چومتا ہوا اپنی جیب سے ایک سو روپیہ نکال کے اسے تھمانے لگا۔

میر اپنے سر سے وار کے چاچو کے سالے کو واپس کرو!!!۔۔۔ازمیر شاہ اس واحد سو روپے کے نوٹ کو دیکھ کے دانت پیس کے بولتا حازق خان کو گھور رہا تھا جبکہ باقی سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔حازق خان اپنا چہرہ جھکائے مسکراہٹ دباتا ازمیر شاہ کو سو روپیہ تھمارہا تھا لیکن ازمیر شاہ اس نوٹ کو تھامنے کی بجائے پریشانی سے اس سو روپے کے نوٹ کو دیکھ رہا تھا،وہ ابھی اسے تھامنے کے لئے پریشان ہی تھا جب ارزم شاہ کی بات سنتے وہ اس نوٹ کو تھامنے کی بجائے ہونٹ لٹکا کے رونے کی تیاری پکڑتا حازق خان کی طرف دیکھنے لگا۔۔

اتنی کنجوسی کی توقع نہیں تھی تم سے (سالے)!!۔۔۔۔۔ازمیر شاہ کا منہ بنتے دیکھ کے احان شاہ سر جھٹک کے استہزایا انداز میں حازق خان پہ طنز کرنے لگا۔احان شاہ کے طنز پہ حازق خان نے سو کا نوٹ واپس سے جیب میں ڈال کے پچاس کا نوٹ ازمیر شاہ کے سامنے کیا تھا۔۔زوریز شاہ کو پہلی بار حازق خان کی اتنی کنجوسی پہ صدمہ ہو رہا تھا،وہ کنجوس تو بالکل نہیں تھا تو پھر آج کیوں اسکی ناک کٹوا رہا تھا۔۔ازمیر شاہ جو سو کے نوٹ کو دیکھ کے پہلے رونے کی تیاری پکڑ رہا تھا پچاس کا نوٹ دیکھتے ہی اس نے باقاعدہ گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا،مطلب صاف تھا اسے یہ دونوں نوٹ پسند نہیں آئے تھے۔۔

ہائے میرا شہزادہ! چاچو صدقے آپ کے! میری جان تجھے تو گود میں اٹھانے کے بھی پیسے ہیں تو کیوں پریشان ہوتا ہے مجھ سے سارے پیسے لے لے لیکن کنجوسوں کی گود سے نکل کے میری بانہوں میں آجا!!۔۔۔ارزم شاہ اسے روتے دیکھ کے ڈرمائٹک انداز میں گویا ہوتا اسے حازق خان کی گود سے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا جب وہ اسے گھور کے دیکھتا اسکا ہاتھ دور کر گیا۔۔کاظم شاہ تاصف سے اپنے چھوٹے بھائیوں ورڈرامیٹک بیٹے کی طرف دیکھ رہا تھا جو آنسوؤں کے بغیر گلہ پھاڑ پھاڑ کے رو رہا تھا۔

شش میر ابچہ ! میں مذاق کر رہا تھا! سارے تمہارے ہیں!۔۔۔ حازق خان اسکے یوں رونے پہ بھوکھلاتی ہوا اپنی جیب سے والٹ نکال کے پانچ ہزار کے تمام نوٹ نکال کے ازمیر شاہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھمانے لگا، اتنے سارے نوٹ دیکھ کے ازمیر شاہ کی روح کو چین آیا تھا جس پہ اس نے رونا چھوڑ کے کھکھلانا شروع کیا تھا۔۔

بچے کو خوب ٹرین کیا ہوا ہے چاچو جان نے!!!۔۔۔۔ ازمیر کو یوں کھکھلاتے دیکھ کے کاظم شاہ کے دوست نے ہنستے ہوئے ہانک لگائی تھی جس پہ سب کا قہقہ گونجا تھا۔ ارزم شاہ نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے سر کو خم دیتے داد وصول کی تھی

۔۔

ہائے سالا تو بڑا امیر نکلا۔۔۔ آئی مین۔۔۔ میرے سالے صاحب یعنی میجر صاحب کنجوس بالکل بھی نہیں ہیں! آئی سمجھ!!۔۔۔۔ اپنے پہلے جملے پہ حازق خان کی شدید گھوری پہ ارزم شاہ اپنی بات کی تصیح کرتا اب اسکے ہاتھوں سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اسکے پیسے اپنے ہاتھ میں تھام چکا تھا تاکہ نیچے نہ گر جائیں۔ ابھی تک سب سے زیادہ عیدی حازق خان سے وصول ہوئی تھی۔۔ حازق خان کے بعد شہسوار شاہ کی جیب ہلکی کرنے کی باری تھی جو اپنی جیب کی طرف ہاتھ لے جانے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کی بات پہ اس نے اسے دانت پیس کے دیکھا تھا۔۔

میر یہ ایس ایس پی صاحب ہیں! یعنی ان کا تعلق پولیس سے ہے جو پیسہ دینے کی بجائے وصولتے ہیں! سوری ایس ایس پی صاحب! غلطی سے یہاں بریک لگا لی تھی چلان مت کاٹیے گا یار!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسے چھیڑنے کی غرض سے پہلے ازمیر کو مخاطب کرتا بعد میں آنکھیں ٹپٹپا کے شہسوار شاہ کو اندر تک آگ لگاتا سب کو ایک دفعہ پھر چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔۔

شٹ اپ!!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ دانت پیس کے ارزم شاہ کو جھاڑ پلاتا ازمیر شاہ کا ہاتھ چوم کے اسے پیسے تھما چکا تھا۔۔ ازمیر شاہ کا چہرہ اتنے پیسے پکڑ پکڑ کے خوشی سے کھکھلا رہا تھا۔۔

ہائے میر کو اتنی ساری عیدی ہو گئی جو وہ چاچو کے ساتھ ہاف ہاف شئیر کر کے ففٹی ففٹی کرے گا! ہے نا میر؟۔۔۔۔ سب سے عید وصولنے کے بعد ارزم شاہ اسکے گال کے ساتھ گال ٹکا کے اسے بچوں کی طرح پچکارنے لگا لیکن ارزم شاہ کو شاید اسکی بات پسند نہیں آئی تھی جس پہ اس نے پھر سے گلہ پھاڑ پھاڑ کے روتے سب کو قہقہ لگانے پہ مجبور کیا

تھا۔پہلا قہقہہ حازق خان کا بلند ہوا تھا۔۔اپنے بھتیجے کی اس قدر کنجوسی پہ ارزم شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں جو سب کے سامنے اسکی بے عزتی کر رہا تھا۔۔

میر بھی سوچ رہا ہے جب میرے باپ نے سب کو ڈبل کر کے اپنی جیب سے پیسے تھمانے ہیں تو سالے تو ففٹی ففٹی کرنے والا ہوتا کون ہے؟۔۔۔احان شاہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے سب کو ازمیر شاہ کے دل کی بات بتائی تھی، احان شاہ کے ٹکر الگانے پہ ماحول مزید زعفران بنا تھا۔ظاہر تھا بھئی کاظم شاہ نے اپنے سر کسی کا احسان تھوڑی رکھنا تھا؟اس نے کسی نا کسی طریقے ان سب کے دوستوں کو یا ان کے بچوں کو ڈبل کر کے عیدی تو تھمانی تھی۔۔یوں ہی خوشگوار سے ماحول میں کچھ دیر تک سب کھانا شروع کر چکے تھے سوائے کاظم شاہ کے جس کا بیٹا اسے کچھ کھانے نہیں دے رہا تھا، وہ جب بھی نوالا منہ میں ڈالنے لگتا تھا وہ رونا مچا دیتا تھا، وہ شاید اس کے ساتھ کھیلنا چاہ رہا تھا، کاظم شاہ بھی اپنی بھوک سائیڈ کرتا اب اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف اسکے گالوں پہ پیار سے دانت گاڑنے لگا۔۔

سب سے عیدی لے لی ہے میرے کنجوس میر نے تو بابا سے عیدی کون لے کا؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے گالوں پہ پیار کرنے کے بعد اسکے کان میں سرگوشی کرتا اسے کھکھلانے پہ مجبور کر رہا تھا۔اسکے کھکھلانے پہ کاظم شاہ اپنی جیب میں ہاتھ مار کے وقفے وقفے سے نوٹ نکالتا اسکے چہرے اور گردن پہ پھیر کے اسے گدگدی کرتے ہوئے مزید ہنسنے پہ مجبور کر رہا تھا، سب کھانا کھاتے ہوئے ان دونوں کے پیار کو دیکھ کے مسکرا رہے تھے۔زوریز شاہ جسے عید کا گوشت پسند نہیں تھا وہ خود کچھ کھانے کی بجائے اب کاظم شاہ کے منہ میں چھوٹے چھوٹے نوالے ڈال رہا تھا کیونکہ وہ صبح سے بھوکا تھا۔

اختر دے مبارک شا(عید مبارک ہو)۔۔۔۔وہ گلالئی کو اپنے سینے سے لگا کے عید کی مبارکباد دیتا اسکا ماتھا عقیدت سے چوم رہا تھا۔لاؤنج میں داخل ہوتا احان شاہ اس منظر کو دیکھ کے گہری سانس بھر گیا۔گلالئی کو اپنے دیئے گئے تحفوں کی بجائے زنک کلر کی فراک میں دیکھتے وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گیا۔۔اس نے اسکا دیا گیا ایک تحفہ بھی نہیں پہنا تھا۔۔احان شاہ کا دل اداس ہوا تھا لیکن وہ خود کو تسلیاں دیتے ہوئے یہ سوچنے لگا کہ اسکے لئے اتنا کافی ہے وہ اسکی نظروں کے سامنے ہے۔۔

خیر مبارک تاتا ھم مبارک شالالہ (خیر مبارک آپکو بھی مبارک ہو لالہ)۔۔۔۔۔۔۔وہ جواباً مسکرا کے اسے جواب دیتی اسکے ہاتھ کی پشت پہ عقیدت سے اپنے لب رکھ رہی تھی۔۔ میرال شاہ جو بالکل ابھی اپنے کمرے سے نکلی تھی حازق خان کی بھاری آواز سنتے ہی وہ لاؤنج میں جانے کی بجائے فٹافٹ سے اپنے کمرے میں واپس سے بند ہوئی تھی، صد شکر تھا پ اسکے دیئے گئے لباس میں اس کے سامنے نہیں گئی تھی، ہاں یہ سچ تھا کہ اسے اسکے دیئے گئے تحفے بہت پسند آئے تھے لیکن وہ اتنی جلدی اسے بخشنے والی تھوڑی تھی؟ وہ فٹافٹ سے اپنی الماری سے کوئی دوسرا سوٹ نکالتی تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 107 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

وہ سب اب لیونگ روم میں موجود حازق خان کے ساتھ تھوڑی بہت گپ شپ لگا رہے تھے، حازق خان کے اطراف میں اس کی دونوں بہنیں نظریں جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ھارون شاہ کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا احان شاہ مسلسل گلائی پہ اپنی نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ کاظم شاہ اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بیٹھائے ایزل شاہ کے ساتھ براجمان وقفے وقفے سے حازق خان سے قربانی کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔۔ ایزل شاہ جس نے صبح کمرے میں کاظم شاہ کے لئے ساڑھی زیب تن کر کے اپنی نازک جان پہ رزک لیا تھا، وہ اس وقت لائٹ پرپل فراک پہنے سر اور وجود پہ اچھی طرح سے دوپٹا اوڑھے ہاتھ میں سونے کی چوڑیاں پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ کاظم شاہ آج صبح سے جس قدر تھک چکا تھا وہ اپنی ساری تھکاوٹ ابھی اور اسی وقت اس کے نازک وجود پہ اتارنا چاہتا تھا لیکن مہمانوں کو وقت دینا بھی ضروری تھا، تمام مہمان جا چکے تھے سوائے حازق خان کے جسے آج رات کا کھانا کھائے بغیر کسے نے جانے نہیں دینا تھا۔۔ زوریز شاہ اور مرحا شاہ ایک صوفے پہ براجمان تھے، زوریز شاہ بات میں حصہ ڈالتے ہوئے وقفے وقفے سے حازق خان کو ذچ کرنا جیسے اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اسکی کوڈورڈز میں کی گئی زو معنی باتیں احان شاہ، کاظم شاہ اور حازق خان کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ پا رہا تھا، ارزم شاہ یہاں نہیں تھا، اگر وہ یہاں ہوتا تو اپنا حصہ ڈالنا فرض سمجھتا۔۔ زہرہ مام

اور دریاب شاہ ایک صوفے پہ جبکہ عادل شاہ اور شاہ بی بی الگ صوفے پہ تھے۔۔لیونگ روم کافی بڑا تھا،اس میں اس سے ڈبل لوگ بھی سما سکتے تھے۔۔وہ لوگ ابھی باتوں میں مصروف تھے جب میر ال شاہ لیونگ روم میں داخل ہوتی ایک نظر حازق خان پہ ڈال کے نگاہیں گھماتی ہوئی سنگل صوفے پہ بیٹھ چکی تھی کیونکہ باقی ڈبل سیٹر صوفوں پہ کپلز موجود تھے،وہ انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔حازق خان جو احان شاہ کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا میر ال شاہ کو یہاں دیکھ کے وہ بات درمیان میں چھوڑتا اسکی طرف دیکھنے لگا لیکن پھر اگلے ہی پل اپنی نگاہیں اس پر سے پھیر گیا۔۔وہ اسے دیکھتے ہی اپنی بات بھول چکا تھا۔۔وہ اس کے دیئے گئے لباس کی بجائے شہسوار شاہ کے تحفے میں دیئے گئے لباس میں ملبوس تھی،حازق خان نے اسکا ہر ولاگ دیکھا تھا،اس نے کل رات میں ہی تو اپنے تمام دوستوں کے دیئے گئے تحفے تحائف سوشل میڈیا پہ دیکھاتے ساتھ ساتھ ان کے نام بتا کے اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کیا تھا،حازق خان کو اچھی طرح سے یاد تھا،اسے یہ لباس شہسوار شاہ نے دیا ہے کیونکہ باقی سب دوستوں کی طرح شہسوار شاہ نے بھی اسے ایک درمیانی سی ٹوکری میں عیدی بھیجی تھی جس میں سے ایک ایک چیز نکال کے میر ال شاہ نے اسپیشلی کیمرے میں دیکھائی تھیں۔۔حازق خان کا میر ال کو دیکھ کے بات بھول جانا کاظم شاہ،احان شاہ اور زوریز شاہ کے ساتھ ساتھ لیونگ روم میں داخل ہوتے ارزم شاہ نے بھی بغور نوٹ کیا تھا۔۔ارزم شاہ ایک نظر سب پہ دوڑا کے حازق خان کی بائیں سائیڈ پہ بیٹھی ذائشہ خان کو گہری نگاہوں سے دیکھتا احان شاہ کے ساتھ جا کے جگہ بنا کے بیٹھ چکا تھا ۔خود پہ کسی کی گہری نگاہوں کی تپش محسوس کرتی ذائشہ خان کی نگاہیں بے ساختہ سامنے کی طرف اٹھی تھیں لیکن وہ اس کے دیکھتے ہی اپنی نظروں کا زاویہ بدل گیا،ذائشہ خان کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا،وہ پھر سے نگاہیں جھکا گئی۔۔

ہمیں چلنا چاہئیے! کافی رات ہو رہی ہے! اور کل آپ سب خان مینشن میں انوائیٹڈ ہیں!۔۔۔۔۔حازق خان سنجیدگی سے بولتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔

ایسے ہی چلنا چاہئیے؟رات کا کھانا لگ چکا ہے! میں آج کسی صورت تجھے کھانا کھائے بغیر جانے نہیں دوں گا!۔۔۔۔ زوریز شاہ اسکے قریب آتا نروٹھے پن سے بولتے ہوئے اسکا بازو کھینچ کے اسے لئے ڈائینگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔ باقی سب بھی ان دونوں کو دیکھ کے ہنستے مسکراتے ہوئے ڈائینگ روم کی طرف بڑھے تھے۔۔

کہاں جارہے ہو؟ کھانا کھاؤ بیٹھ کے! ۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو ڈائینگ روم کی بجائے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے میرال شاہ نے اسے بے ساختہ بلند آواز میں پکارا تھا، میرال شاہ کے یوں مخاطب کرنے پہ ذائشہ خان ناچاہتے ہوئے بھی مڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

بھوک نہیں ہے آپی! تھک گیاہوں! باتھ لینے جارہاہوں! پھر کچھ دیر سو جاؤں گا!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ خود پہ ذائشہ خان کی نگاہیں محسوس کرتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے میرال شاہ کو جواب دیتا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ ذائشہ خان کی اب بس ہورہی تھی، آنکھوں میں موتی جھلمل کرتے عارضوں پہ بہنے کو بے تاب تھے، ذائشہ خان اب کی بار اپنے آنسو روک نہیں پائی تھی، وہ میرال شاہ سے اپنے آنسو چھپاتی تیزی سے ڈائینگ روم کی طرف بڑھ گئی۔۔

رات کا کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ میرال شاہ خود پہ وقفے وقفے سے اسکی نظریں محسوس کررہی تھی، وہ اس کے بالکل سامنے کرسی پہ براجمان تھی، اسکی نگاہیں کب سے خود پہ محسوس کرتی میرال شاہ نے نگاہیں اٹھائے نظر بھر کے اس کی طرف دیکھا تھا، اسکے دیکھنے پہ وہ آنکھوں میں ناراضگی لئے بچوں کی طرح رخ موڑ گیا۔ اس کے رخ موڑنے پہ وہ اپنی مسکراہٹ دباتی اپنا دھیان کھانے کی طرف مرکوز کرنے والی تھی جب اسکی نگاہیں اس کی چوڑی کلائی میں موجود گھڑی کی طرف اٹھی تھیں۔ میرال شاہ سٹل ہوئی تھی۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا، یہ واچ اسکی دی گئی ہے، وہ اسکی تحفے میں دی گئی واچ اپنی چوڑی کلائی کی زینت بنائے ہوئے تھے، میرال شاہ کا دل خوشی سے مچل اٹھا تھا لیکن چہرے کے زاویے نارمل تھے۔۔

مجھے گلالئی کو اپنے ساتھ لے کے جانا ہے! میں چاہتاہوں وہ کل عید کا پورا دن ہمارے ساتھ گزارے!!۔۔۔۔۔ٹشو کے ساتھ ہاتھ صاف کرتا ہوا حازق خان ایک نظر ان سب کو دیکھنے کے بعد مسکرا کے گلالئی کی طرف دیکھتے گویا ہوا تھا۔ حازق خان کی بات پہ جہاں گلالئی کا چہرہ کھلا تھا وہی پہ گلالئی کے ساتھ بیٹھے احان شاہ کا چہرہ بجھ چکا تھا۔۔

یہ کل ہمارے ساتھ آجائے گی!۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے کھانے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے حازق خان کو جواب دیا تھا۔ گلالئی نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ احان شاہ کے جواب پہ حازق خان نے خاموشی سے گلالئی کی طرف دیکھا تھا، انداز سوالیہ تھا۔ وہ گلالئی کی رائے لینا چاہ رہا تھا۔۔

مجھے آج ہی جانا ہے!! لالہ میں چادر لے کے آتی ہوں۔۔۔۔۔۔گلالئی اعلانیہ لیکن مصروف انداز میں بولتی اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔باقی سب خاموشی اور سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے،مائیکے جانا اسکا حق تھا،وہ اسے روک نہیں سکتے تھے۔اسکے ڈائینگ روم سے باہر نکلنے پہ احان شاہ کچھ منٹ بعد سنجیدگی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا،اسکے قدم اب اوپر سیڑھیوں کی طرف تھے۔حازق خان کی نگاہیں بے ساختہ میرال شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس کی نظریں ابھی تک اسکی چوڑی کلائی میں پہنی گئی گھڑی کی طرف تھیں۔۔

مجھے تم سے ملنا ہے!!"۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنی جیب سے فون نکال کے میرال شاہ کو ایک چھوٹا سا ٹیکسٹ کرتا" پانی کا گلاس حلق میں انڈھیلنے لگا۔میرال شاہ جس کے ہاتھ کے بالکل پاس اسکا فون پڑا تھا،حازق خان کا میسج نوٹیفکیشن سے پڑھتے ہوئے اسکے ہوش اڑے تھے،یہ پہلی بار تھا جو وہ یوں اس سے ملنے کی فرمائش کر رہا تھا۔۔

کھانا کھالیا ہے تو باہر واشروم میں ہاتھ دھو آؤ!!۔۔۔۔۔حازق خان کو بار بار ٹشو سے اپنے ہاتھ کی چپچپاہٹ صاف کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نرمی سے بولتا اپنی گود میں بیٹھے ازمیر شاہ کا سر چوم رہا تھا۔۔حازق خان جسے پہلے ہی یہاں سے نکلنے کا موقع چاہیئے تھا کاظم شاہ کے مخاطب کرنے پہ ہاں میں سر ہلاتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔باقی سب ہنوز کھانا کھا رہے تھے،حازق خان نے کھانا کھایا نہیں بلکہ صرف ٹیسٹ کیا تھا اسی لئے وہ جلد ہی فارغ ہو چکا تھا۔

بیٹا کھانا کھاؤ! دیکھنے کے لئے تھوڑی ہے؟۔۔۔۔۔ذائشہ خان کو کھانے کی بجائے صرف چاولوں میں چمچ گھماتے دیکھ کے زوریز شاہ نے نرمی سے اسے مخاطب کیا تھا،جس پہ وہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے ہاں میں سر ہلاتی کھانے میں مصروف ہوئی تھی۔نگاہیں یہاں وہاں گھما کے دیکھا تھا لیکن وہ یہاں نہیں تھا۔ذائشہ خان کا دل بار بار بھر رہا تھا۔

اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں تمہیں فلرٹ کرنے کے لئے بلا رہا ہوں تو تم غلط سوچ رہی ہو! مجھے صرف چند باتیں" ڈسکس کرنی ہیں! کیا ہم پانچ سے سات منٹ کے لئے مل سکتے ہیں؟"۔۔۔۔۔۔میرال شاہ جو لاپرواہی سے کھانا کھا رہی تھی میجر خان کا میسج پھر سے موصول ہونے پہ وہ دانت پیستے ہوئی سب کو ایکسیوز کرتی فون جان بوجھ کے کان کو لگائے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔

میں تمہیں کل خود چھوڑ آؤں گا گل! پلیز مت جاؤ!۔۔۔۔اسے آئینے کے سامنے کھڑے سر پہ چادر درست کرتے دیکھ کے وہ کب سے بے بسی سے اسکی منت کر رہا تھا۔وہ خاموش تھی۔۔

گل پلیز کل ہم سب ساتھ جائیں گے نا!!۔۔۔۔۔وہ اس کی خاموشی پہ بچوں کی طرح ضد کرنے لگا۔وہ اس کی منت کرتا اس وقت کہیں سے بھی ایک سال پرانا سید احان شاہ نہیں لگ رہا تھا جو صرف حکم دینے کا عادی تھا۔

گل اب تو میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاتا تم پھر بھی میری بات نہیں سنتی ہو!!۔۔۔۔اسے جوتا پکڑ کے صوفے پہ بیٹھتے دیکھ کے وہ شکوے سے بولا تھا،وہ اس کا شکوہ نظر انداز کرتی جھک کے اپنا جوتا پہننے لگی جب وہ تیزی سے اس کے قریب آتا اسکے ہاتھ جوتے سے ہٹاتے خود اپنے ہاتھوں سے اسکے جوتے کے سٹریپ بند کرنے لگا۔اسکے دودھیا سفید پیروں پہ شدت سے لب رکھنے کو دل چاہا تھا لیکن وہ اپنی خواہش دل میں دباتا نارمل انداز میں اس کا جوتا بند کر رہا تھا، وہ یک ٹک اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔اس نے دو سے تین دفعہ اپنے پیر دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسکی مزاحمت نظر انداز کرتا اسے جوتا پہنا چکا تھا۔۔

یہ کیا طریقہ ہے!!۔۔۔۔۔۔۔اسکے جوتے پہنانے کے بعد وہ لہجے کو سخت بناتی غصے سے بولی تھی۔۔

اس حالت میں تمہارا زیادہ جھکنا ٹھیک نہیں ہے! تو بس اسی لئے تمہیں جوتا پہنا دیا اور پرامس میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے تمہیں بالکل بھی ٹچ مت کروں!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ مدھم لہجے میں جواب دیتا اسکے دودھیاں سفید چہرے پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

دور ہٹیں! مجھے نیچے جانا ہے!!۔۔۔۔اسے ابھی تک اپنے گھٹنوں میں بیٹھے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی۔

ابھی وہ سب کھانا کھا رہے ہیں! میں تمہارے لئے کھانا چھوڑ کے آ گیا تاکہ تمہارے جانے سے پہلے تم سے کچھ باتیں کر لوں! ! صبح سے تمہیں مس کر رہا تھا لیکن تم سب کے ساتھ بزی تھی!!۔۔۔۔۔وہ اداسی سے بولتا گہری سانس بھر کے رہ گیا۔۔

آپ کو میری وجہ سے کھانا چھوڑنے کی ضرورت نہیں تھی! میں کل کا دن وہاں گزار کے آ جاؤں گی آپ اتنی عجیب طرح سے ریکٹ کیوں کر رہے ہیں؟۔۔۔۔۔وہ کندھے اچکاتی ہوئی دبے دبے غصے سے گویا ہوئی تھی۔

پتا نہیں! شاید میں ابھی سے تمہیں مس کرنے لگا ہوں! سمجھ نہیں آرہی صبح تک تمہارے بغیر کیسے رہوں گا! تم جانتی ہو تم پر سوا اپنے لالہ کی قربانی کے جانور دیکھنے کچھ گھنٹوں کے لیے خان مینشن گئی تھی! آئی سوئیر وہ چند گھنٹے میں نے جیسے کانٹوں پہ گزارے تھے۔ اب تمہارے بغیر ایک پل گزارنا بھی مجھ پہ بہت بھاری پڑتا ہے! لیکن میں سمجھ سکتا ہوں، تم میری ان نان سینس وجوہات کی وجہ سے میکے جانا تھوڑی چھوڑ سکتی ہو؟۔۔۔وہ اسکے چہرے کو ہمیشہ کی طرح حسرت سے دیکھتا چہرے پہ اداس سی مسکراہٹ سجائے اسے جواب دے رہا تھا۔۔

رائٹ اور میں ان معمولی سی وجوہات کے پیچھے اپنے لالہ سے ملنا چھوڑوں گی بھی نہیں! یہ بھول اپنے دماغ سے نکال دیں اور میرا راستہ چھوڑیں!۔۔۔وہ نپے تلے انداز میں بولی تھی، لہجہ مضبوط تھا۔

ارے نہیں! میں ایسا نہیں چاہتا تم اپنے لالہ سے ملنا چھوڑ دو! تم شاید میری بات کا مطلب نہیں سمجھ رہی! میں صرف۔۔۔۔۔ابھی وہ اسے اپنی صفائی دینے کی غرض سے اپنا جملہ مکمل کرتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔۔

راستے سے ہٹیں!!!۔۔۔۔وہ مضبوط لہجے میں ذرا غصے سے بولی تھی۔۔

کیا میں تمہیں چھوڑ آؤں؟ تمہیں چھوڑ کے باہر سے ہی واپس آجاؤں گا پلیز؟۔۔۔۔۔وہ شاید اس کے ساتھ مزید وقت گزارنا چاہتا تھا اسی لئے گزارش کرنے لگا۔۔

نہیں!!!! کیا آپ ڈاکٹر کی دی گئی تمام ہدایات بھول چکے ہیں؟؟ ابھی آپ کو بیڈ ریسٹ کرنی ہے! آپ کیا چاہتے ہیں میں آپ کی اس خراب طبیعت کی وجہ سے چوبیس گھنٹے آپ کے آگے پیچھے گھومتی رہوں؟؟۔۔۔اسے بار بار ہر بات کی بچوں کی طرح ضد لگاتے دیکھ کے وہ غصے سے غرائی تھی۔۔

تمہارے یوں ڈانٹنے کی وجہ سے سب میرا مذاق اڑاتے ہیں!۔۔۔وہ شکایتی انداز میں بولا تھا۔

کون سب؟؟۔۔۔۔گلائی کو بے ساختہ تجسس ہوا تھا۔۔

سب کے سب!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے بے تکا سا جواب دیا تھا۔۔

پھر تو سب ملازم بھی میرا یوں ہی مذاق اڑاتے ہوں گے جب اس ہویلی میں میری معصومیت کا فائدہ اٹھاتے میرے بال پکڑ کے مجھے یہاں سے نکالا جاتا تھا!!۔۔۔وہ استہزایا انداز میں گویا ہوتی احان شاہ کے دل پہ چھریاں چلا گئی۔۔

مجھے معاف کر دو گل!! آئی سوئیر آئندہ زندگی میں کبھی تمہارے ساتھ نہ کوئی زیادتی کروں گا اور نہ ہونے دوں گا!!۔۔۔وہ بے بسی سے بولتا اسکے نازک ہاتھ تھامتے تھامتے رک گیا، کیونکہ وہ برا مان جاتی۔۔

کھانا اور میڈیسن کھا لیجیئے گا!! اگر ان دونوں چیزوں میں کوئی بھی کوتاہی ہوئی تو آپ جانتے ہیں! آپ کی اس کمرے میں کوئی جگہ نہیں بچے گی!!۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اس پہ اپنا حکم صادر کرتی صوفے سے کھڑی ہوئی تھی۔

اوکے! کیا تم جا رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔اسے صوفے سے اٹھ کے اپنی دائیں سائیڈ کو نکلتے دیکھ کے احان شاہ نے پھر سے سوال کیا تھا۔لہجہ اداس تھا۔

Obviously

وہ سنجیدگی سے جواب دیتی اپنا در میانے سائز کا بیگ اٹھا کے کندھے پہ ٹکاتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

آج عید ہے! تم نے مجھے عید مبارک نہیں کہا!!۔۔۔وہ اسکی چادر سے ڈھکی پشت کی طرف دیکھتا مایوسی سے بولا تھا۔ اسکے اس جملے پہ گلالئی کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔

کیا تمہیں میری دی گئی عیدی پسند نہیں آئی تھی؟ کیا تم نے وہ بھی ڈسٹ بن میں پھینک دی؟۔۔۔۔۔اسے کچھ منٹ خاموش دیکھ کے وہ پھر سے گویا ہوا تھا، اب کی بار لہجے میں افسردگی تھی۔۔

ہمم۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں موجود نمی پیچھے کی طرف دھکیلتی ہنکارا بھرتے ہوئے وہاں سے جانے ہی والی تھی جب وہ تیزی سے اس کے سامنے آ کے کھڑا ہوا تھا۔۔گلالئی نے خود کو بمشکل اسکے سینے سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔وہ اسکی اس حرکت پہ اسے غصے سے آنکھیں دیکھانے لگی۔

کیا میں تمہارا ماتھا چوم کے تمہیں عید کی مبارکباد دے دوں؟۔۔۔وہ اجازت لینے والے انداز میں گویا ہوتا اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔افف اس کا یہ اجازت لینے والا انداز۔۔۔اسکے اس انداز وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسے نظر بھر کے دیکھنے پہ مجبور ہو جاتی تھی۔۔

نہیں!!!۔۔۔۔وہ سنگدلی سے انکار کر گئی۔۔

اوکے ! کیا تم مجھ سے ناراض ہو کے تو نہیں جا رہی ؟۔۔۔۔وہ اب پر سوو الا سوال دہرا رہا تھا جب گلالئ کچھ گھنٹوں کے لئے خان مینشن گئ تھی۔۔

مرضی سے جا رہی ہوں !!۔۔۔۔۔۔گلالئ نے اسی روز والا جواب دہرایا تھا۔۔

پھر واپس آؤ گی نا؟؟۔۔۔۔۔پھر سے اسی روز والا سوال۔۔لہجے میں کھونے کا ڈر واضح تھا۔۔

موڈ پہ ڈیپنڈ کرتا ہے۔۔۔۔ایک دفعہ پھر سے اسی روز والا جواب دیا گیا تھا۔

اوکے ! میں تہجد میں دعا مانگوں گا تمہارا موڈ اچھا اچھا ہو جائے اور تم کل ہمارے ساتھ ہی واپس جاؤ! کیا تم میری دعا کی قبولیت کا وسیلہ بنو گی ؟۔۔۔۔وہ آرام سے اسکی بات مانتا اب اس سے اپنی منوا رہا تھا۔وہ لاجواب ہوئی تھی۔۔

دعا تو بے شک اللہ نے قبول کرنی ہے لیکن تم وسیلہ بھی تو بن سکتی ہو نا؟ جس طرح سے میری جان بچانے کا وسیلہ بنی تھی۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اسے وضاحت دینے لگا۔

تم نہیں مانو گی تو میں اپنی دعاؤں کا زور بڑھا دوں گا! ۔۔۔احان شاہ کی اس قدر پختہ باتیں گلالئ کو بار بار لاجواب کر رہی تھیں،وہ تہجد میں مانگی گئ دعاؤں پہ کس قدر یقین رکھتا تھا۔

ایک دعا مزید کریں گے ؟۔۔۔۔۔۔۔وہ بھرائی آواز میں گویا ہوئی تھی۔

ہاں بولو؟۔۔۔۔۔۔۔وہ فکر مندی سے گویا ہوا۔۔احان شاہ کو اسکی بھرائی آواز پہ فکر ہوئی تھی۔

دعا کیجئیے گا خدا مجھے بیٹی نہ دے ! کیونکہ میں نہیں چاہتی جو اس کے باپ نے میرے ساتھ کیا ہے کل کو کوئی مکافات عمل میں میری بیٹی کے ساتھ دہرائے ! کوئی میری بیٹی کو بالوں سے پکڑ کے اپنے گھر سے نکالے گا تو میں کیسے زندہ رہوں گی ؟ کوئی دوسروں کی باتوں میں آ کے میری بیٹی کی تذلیل کرے گا ! کیا میرا دل نہیں پھٹے گا؟؟ اپنی بیٹی کو جنگل کی اس اندھیری رات میں تصور کرنا جس قدر تکلیف دہ ہے وہ شاید آپ سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ وہ تکلیف گلالئ اسماعیل خان سے بہتر کوئی محسوس نہیں کر سکتا!!اسی لئے ضرور دعا کیجئیے گا اللہ مجھ جیسی گنہگار عورت کو بیٹی جیسی رحمت سے نہ نوازے ! پتا نہیں ایسا کون سا گناہ کیا ہے جو میری آزمائشیں ختم ہونے کو نہیں آتی!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے گالوں پہ لڑھکتے آنسو بے دردی سے صاف کرتی احان شاہ کو ساکت کرتے ہوئے کمرے سے نکل چکی تھی۔

احان شاہ کی زبان جیسے تالو سے چپکی تھی،بولنے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ میری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتے ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ لاؤنج کی مخالف سمت موجود واشروم کی طرف بڑھتی حازق خان کو ہاتھ دھوتے دیکھ کے دبی دبی آواز میں غرائی تھی۔۔وہ اپنے ہاتھ ٹاول سے صاف کرتا اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر کہنی سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتا واشروم کا دروازہ بند کرتے اسے ایک جھٹکے میں دروازے کے ساتھ لگاتا میرال شاہ کے چودہ طبق روشن کر چکا تھا۔۔یہ سب اس نے اس قدر اچانک کیا تھا کہ وہ چیخ بھی نہیں پائی تھی۔

کیا تمہارا دماغ سیٹ ہے؟؟ یہ کیا حرکت ہے؟ میری ہویلی میں میرے چار چار بھائی موجود ہیں جو تمہاری اس حرکت پہ تمہاری چمڑی ادھیڑ کے رکھ دیں گے!!۔۔۔۔وہ اسکے سینے پہ مکا جھڑتی شدید غصے سے گویا ہوتی واشروم کا دروازہ کھولنے ہی والی تھی جب وہ پھر سے اسکا بازو تھامتا اسے اپنے نزدیک کرتے ہوئے اسکا یہی بازو اسکی کمر کی طرف موڑ گیا۔وہ اب اس کے بے حد نزدیک کھڑی تھی۔۔

میں جانتا ہوں یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے! لیکن چونکہ ہمارا ابا ہر سب کے سامنے ملنا ناممکن تھا اسی لئے مجھے ہماری ملاقات کے لئے یہی جگہ چننی پڑی! اور ویسے بھی اگر تمہیں یاد ہو تو ہماری پہلی ملاقات بھی واشروم میں ہوئی تھی تو سوچا کیوں نہ اسکی یاد تازہ کر لی جائے؟؟۔۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔حازق خان کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس کرتی میرال شاہ اپنی پوری قوت سے اس سے اپنا بازو چھڑوا گئی۔

میں تمہیں ٹچ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم باہر بھاگ جاتی اسی لئے مجبوری میں تمہارا بازو تھامنا پڑا!!۔۔۔۔۔۔اسے پھر سے باہر جانے کی کرتے دیکھ کے وہ ایک دم سے اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ ٹکاتا مدھم آواز میں گویا ہوا تھا۔

تمہارا یہاں سے زندہ واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے میجر؟ تمہیں اور مجھے ابھی اس وقت یہاں کسی نے دیکھ لیا تو جان لے لیں گے تمہاری!!۔۔وہ اسکے سینے پہ ایک ساتھ دو سے تین مکے زور سے جھڑتی مدھم آواز میں غرائی تھی۔

سچ بتاؤں تو تمہیں کسی اور کے دیئے گئے لباس میں ملبوس دیکھ کے واقعی ہی یہاں سے زندہ واپس جانے کو دل نہیں کر رہا!۔۔۔وہ گہری سانس بھرتے اسکے سراپے پہ ایک بھی غلط نگاہ ڈالے بغیر استہزایا انداز میں گویا ہوا تھا۔میرال شاہ نے اسکی طرف چونک کے دیکھنے کی ایکٹنگ کی تھی۔۔

کیا مطلب؟ میرا فیانسی مجھے عید بھیجے گا تو کیا میں اس کے دیئے گئے۔۔۔

شٹ اپ میر ال شاہ!!!!!۔۔۔۔ ابھی میر ال شاہ اسے جلتے توے پہ بٹھانے کے لئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ اس پہ اپنا چہرہ جھکاتا شدید غصے سے غرایا تھا، اس نے کافی مشکل سے خود کو دروازے پہ مکا مارنے سے روکا تھا۔۔

Why should I shut up? U go to hell, and leave me

وہ جواباً خاموش رہنے کی بجائے اسے خود سے دور دھکیلتی شیرنی کی طرح غرائی تھی لیکن آواز اتنی ضرور رکھی تھی جو باہر تک نہ جائے۔ اسے غصے میں آتے دیکھ کے حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنا غصہ دبایا تھا۔۔

میں نے تمہیں ایک سوری ٹیکسٹ لکھا تھا! تم نے اس کا ریپلائے کیوں نہیں کیا؟۔۔۔۔ حازق خان نے بات پلٹنا ضروری سمجھا تھا کیونکہ شہسوار شاہ والے ٹاپک پہ ان کی بری والی لڑائی ہو سکتی تھی اور وہ اس وقت لڑائی نہیں چاہتا تھا

۔۔

میں نے ضروری نہیں سمجھا!! اور کچھ؟؟۔۔۔ وہ کندھے اچکا کے سنجیدگی سے گویا ہوتی اب باہر جانے کی بجائے اپنے ہاتھ سینے پہ باندھتی اسکے مزید سوالات کی منتظر تھی۔ اسکے ٹکے سے جواب پہ حازق خان نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے اپنی بیک گردن ہاتھ سے رب کی تھی۔۔

کیا میں تمہارے لئے ضروری نہیں ہوں؟۔۔۔۔ وہ ایک پل میں معصوم بنا تھا۔۔ اسکی معصوم شکل دیکھ کے کون کہہ سکتا تھا وہ ابھی ایک منٹ پہلے غصے سے پاگل ہوا تھا۔۔

نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے دل کو پتھر بناتے ہوئے جواب دیا تھا۔

کیا اب میں تمہیں اچھا نہیں لگتا؟۔۔۔۔ وہ اب اس سے فاصلے پہ کھڑا ٹوٹے دل سے اس سے سوال کر رہا تھا۔ وہ بے حد ضدی تھی اسے سمجھ نہیں آتا تھا وہ اسے پیار سے ڈیل کرے یا غصے سے؟ اسی لئے اپنی ازلی معصومیت والا انداز اپنانے لگا۔

نہیں!! تم پہلے مجھے کب اچھے لگے تھے؟۔۔۔ وہ استہزایا انداز میں ہنسی تھی۔ اسکے جواب پہ حازق خان کے دل کو ٹھوکا سا لگا تھا۔

میں تمہیں اچھا نہیں لگتا تھا تو پھر تم نے مجھے یہ واچ گفٹ کیوں کی تھی؟۔۔۔وہ اسکے جواب پہ بچوں کی طرح غصے کرتے اسے اپنی کلائی میں باندھی گئی واچ دیکھانے لگا۔اسے اس کا جواب بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

غلطی سے!!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کے پاس جیسے اس کے ہر سوال کا جواب تھا۔

میں تمہاری واچ بھی لے کے آیا تھا تاکہ تمہیں پہنا سکوں! اگر میں تمہیں یہ واچ پہنادوں گا تو کیا ہم دونوں دوست بن جائیں گے؟۔۔۔وہ اپنی جیب سے اسکی واچ نکالتا اسے دوستی کے لئے منانے لگا۔۔

نہیں تم میری دوستی کے لائق نہیں ہو! تم میرے لیول پہ پورا نہیں اترتے! میں جس سے دوستی کرتی ہوں جان چھڑک دیتی ہوں! میرا بیسٹ فرینڈ صرف شہسوار شاہ ہے اور ہمیشہ وہی رہے گا! میں نہ خود معصوم ہوں اور نہ تمہاری طرح کے ڈبل فیس لوگوں سے دوستی کرتی ہوں جو پل میں معصوم بن جائیں اور پل میں کوئی دوسرا روپ اختیار کرلیں! ہم ایک دوسرے کے ساتھ فٹ نہیں آسکتے! تم شروع دن سے میرے دشمن تھے اور آخر دن تک صرف دشمن ہی رہو گے!!۔۔آج الفاظ کی مار مارنے کی باری میر ال شاہ کی تھی اور وہ اس کے آگے جھکنے کی بجائے اسے الفاظ کی مار مارتی اپنا بدلہ اتار رہی تھی کیونکہ اسے بدلہ اتارے بغیر سکون ہی کب ملتا تھا؟اس کے اس جواب پہ حازق خان کا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔۔وہ ہمیشہ اسکی معصومیت پہ طنز کیا کرتی تھی۔وہ اسے کیسے یقین دلاتا وہ اسکے سامنے جان کے معصوم نہیں بنتا یہ سب تو اس سے خود ہی ہو جاتا ہے۔۔

میں ڈبل فیس نہیں ہوں!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتا صرف ایک مختصر سا جملہ بول پایا تھا۔اسے اس کے الفاظ نے کافی ہرٹ کیا تھا۔

واٹ ایور!!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کا انداز لاپرواہ تھا۔

میں آئندہ سے کسی لڑکی سے گفٹ نہیں لوں گا نہ ہی کسی کو گفٹ دوں گا! تم سے بھی بات نہیں کروں گا! تمہیں میرو بھی نہیں بولوں گا! تم سب مجھے ہرٹ کرتے ہو!۔۔۔وہ اسے بچوں کی طرح دھمکیاں لگاتا جا رہا تھا لیکن اس کے گفٹ بھی اسے واپس نہیں کر رہا تھا، آخر کو کیسے واپس کرتا؟ان گفٹس میں ہی تو اسکی جان قبض تھی۔۔میر ال شاہ کو اس کے اس قدر کیوٹ انداز پہ بے حد پیار آیا تھا، اسکی نم ہوتی سمندری آنکھوں کو دیکھ کے وہ اسکا مزید دل نہ دکھا پائی۔وہ بہت کم وقت میں جان چکی تھی وہ بے حد سینسٹو ہے۔۔

تو نہ بولو میں کون سا تمہارے منہ سے میر وسننے کے لئے تڑپ تڑپ جا رہی ہوں!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ دل کی پکار کو نظر انداز کرتی ناک چڑھاتے ہوئے لاپرواہی سے گویا ہوئی تھی۔۔

صبح آؤ گی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کڑوی کسیلی بات کے جواب میں ایک امید کے تحت استفسار کرنے لگا۔۔

تمہیں لگتا ہے میں تمہارے اس مینشن میں قدم رکھوں گی جہاں سے تم نے مجھے بے عزت کر کے نکالا تھا؟۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں مسکراتی سر جھٹک کے گویا ہوئی تھی۔حازق خان کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا وہ آخر وہ باتیں بھول کیوں نہیں جاتی تھی۔۔

آئی ایم سوری فار مائے ورڈز!!۔۔۔۔۔حازق خان نے آج پہلی بار اسے اسکے منہ پہ سوری بولا تھا۔میر ال شاہ اس کے پل میں تولہ پل میں ماشہ روپ کو دیکھ کے رہ گئی،وہ ابھی بول رہا تھا وہ اس سے کبھی بات نہیں کرے اور اب پھر سے اس سے بات کرنے کے ساتھ ساتھ معافی بھی مانگ رہا تھا۔۔

مجھے تمہارے سوری کی ضرورت نہیں ہے! مجھے ذائشہ نے کافی دفعہ کل تمہارے مینشن آنے کا بولا ہے لیکن میں کل شہسوار کے گھر انوائیٹڈ ہوں! آئی ڈونٹ ہیو ٹائم (میرے پاس وقت نہیں ہے!)۔۔۔وہ سر جھٹک کے ایٹیٹوڈ سے بولتی واشروم کا دروازہ کھولنے لگی۔۔

اووو! ویسے میں عید کے بعد کشمیر چلا جاؤں گا! اسی لئے سوچا تم سب کے ساتھ آخری بار گیٹ ٹو گیڈر ہو جائے! پھر پتا نہیں کب ملیں!۔۔وہ اب غصہ اور معصومیت دیکھانے کی بجائے اپنے تمام جذبات دل میں دباتا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹتے مدھم آواز میں گویا ہوا تھا۔اسکے منہ سے خود سے زیادہ شہسوار شاہ کی امپورٹینس سن کے جس طرح سے حازق خان کا دل جلتا تھا وہ بیان سے باہر تھا۔اسکا مدعا سننے کے بعد میر ال شاہ ساکت ہوئی تھی،دروازے کے ہینڈل پہ رکھا ہاتھ وہی پہ تھم چکا تھا۔کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کشمیر چلا جائے گا؟؟یہ سوچ ہی میر ال شاہ کا دل چیر چکی تھی۔۔

وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھوں میں موجود آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی تیزی سے واشروم سے باہر نکلتی اپنے کمرے کی طرف بھاگ چکی تھی،صد شکر لاؤنج میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔اسے بنا جواب دیئے ہی جاتے دیکھ کے حازق خان اپنے ہاتھ میں پکڑی واچ واپس سے جیب میں ڈالتا گہری سانس بھرتے اپنے چہرے پہ پانی کے چھینٹے

مارنے لگا کیونکہ آنسو ضبط کرنے کی وجہ سے اسکی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ محبوب کے منہ سے کسی تیسرے کا نام سننا کس قدر تکلیف دہ تھا کوئی حازق خان سے پوچھتا۔

وہ تقریباً بیس منٹ سے اوپر اپنے کمرے میں چکر لگاتا اسکا انتظار کر رہا تھا اور وہ اب تک اوپر نہیں آئی تھی۔ جب وہ اپنا کھانا چھوڑ کے اوپر آسکتا تھا تو کیا وہ اسے منانے کی غرض سے اوپر تک نہیں آسکتی تھی؟ کیا وہ اس کے لئے اتنا غیر ضروری ہو چکا تھا؟ وہ کب سے ٹہلتا ہوا غصے سے صرف یہی باتیں سوچتا وقفے وقفے سے کمرے میں تباہی کر رہا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل، سائیڈ ٹیبل اور سینٹرل ٹیبل سے ایک ایک چیز اٹھا کے دیوار اور زمین کی زینت بنا چکا تھا۔ جب ان پر سے اٹھا کے تمام چیزی۔ توڑ چکا تو غصے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا گیا۔۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا جب نگاہیں لاؤنج کے منظر کی طرف اٹھی تھی جہاں حازق خان، گلالئی خان اور ذائشہ خان سب سے ملتے شاید خان مینشن کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ ارزم شاہ کے غصے میں اضافہ ہوا تھا، وہ اسے منائے بغیر واپس جا رہی تھی؟ بالکل اسی روز کہ طرح؟ اس کا بس نہیں تھا غصے میں اونچا اونچا چیخنا چلانا شروع کر دے لیکن وہ خود پہ ضبط کرتا رہا۔۔ غصے سے سرخ ہوتی شہد رنگ آنکھیں ہنوز اس پہ ٹکی ہوئی تھیں۔ لاؤنج میں میر ال شاہ موجود نہیں تھی، ذائشہ خان اسکے کمرے میں جا کے اس سے پہلے ہی مل چکی تھی جبکہ گلالئی نے یہ زحمت کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ وہ تینوں شاہ بی بی کے علاوہ لاؤنج میں موجود سب کو اللہ حافظ بولتے وہاں سے نکل رہے تھے جب خود پہ نظروں کی تپش محسوس کرتی ذائشہ خان نے بے ساختہ نگاہیں اٹھا کے سیڑھیوں کی طرف دیکھا تھا جہاں سے وہ اسے آگ اگلتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں پانی لئے شکوے سے نگاہیں پھیرتی اپنے لالہ کے ہمقدم ہوئی تھی کیونکہ اسکا شوہر آج اسکی عید خراب کر چکا تھا۔۔ اسکے نگاہیں پھیرنے پہ ارزم شاہ نے شدید غصے سے چیختے ہوئے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے ریلینگ پہ مارا تھا۔ شاہ ہویلی کے تمام مکینوں نے چونکتے ہوئے اوپر سیڑھیوں کی جانب دیکھا تھا، غصے سے سلگتے ارزم شاہ کو دیکھتے وہ سب حیران ہوئے تھے۔۔ خان فیملی جا چکی تھی۔

کیا ہوا ہے تمہیں؟ ہاتھ توڑنے کا ارادہ ہے؟۔۔۔۔ اسے پاگلوں کی طرح ریلینگ پہ مکے مارتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے غصے سے ڈپٹا تھا۔

ہاتھ تو میں اس کے فرصت سے توڑوں گا! بلکہ ہاتھ کیوں؟ میں اس کا منہ توڑوں گا اپنے طریقے سے!!!!۔۔۔۔وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا تیزی سے اپنے کمرے میں بند ہوا تھا، اسکی برابراہٹ کی آواز کم تھی جو ان میں سے کوئی بھی نہیں سن پایا تھا۔۔سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کندھے اچکائے تھے کیونکہ اسکے بلا فضول کے غصے کی سمجھ کسی کو نہیں آئی تھی۔

کمرے میں آتے ہی غصے سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا وہ کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے بنا اوپر اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھتے یونہی حازق خان کی گاڑی میں سوار ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔

اس سالے کا یوں اچانک پیدا ہونا ضروری تھا؟ اگر یہ حیات نہ ہوتا تو اس وقت ذائشہ خان اپنی جان بخشی کے لئے میرے لبوں میں سسکیاں بھر رہی ہوتی لیکن میں اپنی اتنی اگنورینس پہ اسکی جان بخشی کسی صورت نہ کرتا!!۔۔۔وہ غصے سے غراتا ہوا کھڑکی کو زور سے بند کرتا اب اپنے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ عید کا بریینڈڈ سوٹ تمیز سے اتارنے کی بجائے اس نے اپنی سفید قمیض گلے سے چیر کے ایک جھٹکے سے اپنے جسم سے الگ کرتے صوفے پہ پھینکی تھی۔۔وہ تقریباً بیس سے پچیس منٹ تک کمرے میں ٹہلتا پھر سے اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا، سکون چین کسی صورت نہ آیا تو اپنا آیبرو غصے سے اپنے انگوٹھے سے مسلتا سائیڈ ٹیبل پہ پڑا فون اٹھا کے یونہی ان کرنے لگا، سائیڈ ٹیبل پہ واحد یہ فون تھا جو اسکے غصے کا نشانہ نہیں بنا تھا۔ وہ صبح سے فون ابھی چیک کر رہا تھا، جب سے وہ عید کی نماز پڑھنے گیا تھا اس کا فون تب سے اس کے کمرے میں تھا اور اس کے بعد سے وہ کمرے میں نہیں آیا تھا، نیچے لاؤنج میں ماں باپ کو چھیڑنے کے بعد وہ ڈائریکٹ جانوروں کے پاس گیا تھا۔ فون آن کرتے ہوئے نظریں سب سے پہلے واٹس ایپ کے نوٹیفکیشن کی طرف اٹھی تھیں۔۔"ذی بے بی" کی طرف سے ان ریڈ میسجز دیکھ کے اس کا دل دھڑکا تھا، اس نے فوراً سے اس کی چیٹ اوپن کی تھی۔۔

عید مبارک ہو آپ کو!"۔۔۔۔یہ میسج صبح ساڑھے نو بجے کا تھا۔ میسج کے ساتھ ایک عدد سرخ دل والا ایموجی بھی بھیجا گیا تھا۔۔

آپ نے ابھی تک میرا میسج نہیں دیکھا! کیا آپ ناراض ہیں مجھ سے؟۔۔۔یہ میسج صبح گیارہ بجے کا تھا۔۔"

میں آپ کی ہویلی آرہی تھی تو سوچا آپ سے پوچھ لوں کہ کیا پہنوں؟"۔۔یہ میسج ساڑھے گیارہ بجے کا تھا۔۔"
آپ نے ابھی تک میرے میسج نہیں دیکھے؟؟"۔۔۔۔۔یہ میسج گیارہ بج کے پنتالیس منٹ کا تھا۔"
میں آپ کے ریپلائے کا انتظار کر رہی ہوں"۔۔۔۔۔یہ میسج بارہ بجے کا تھا۔۔"
سوچ رہی ہوں ڈارک گرین پہن لوں؟ کیونکہ آپ نے تو کوئی عیدی بھیجی ہی نہیں"۔۔۔۔۔رائے مانگنے کے ساتھ"
ساتھ شکوے کا اظہار بھی کیا گیا تھا، یہ میسج دوپہر ساڑھے بارہ بجے کا تھا۔
اتنے دنوں سے کافی بزی ہیں آپ؟ بندہ ایک ریپلائے ہی کر دیتا ہے!!"۔۔۔یہ میسج دوپہر ایک بجے کا تھا۔۔"
میں آج کے بعد آپ کی ہویلی میں کبھی نہیں آؤں گی! اور نہ ہی اب سے آپ کو میسج کر کے ڈسٹرب کروں"
گی!!"۔۔۔۔یہ میسج دوپہر ساڑھے پانچ بجے کا تھا، یعنی اس وقت کا جب ارزم شاہ لیونگ روم میں اسے عید کی مبارک
دیئے بغیر وہاں سے نکلا تھا، شاید یہ میسج اس نے روتے ہوئے لکھا تھا۔۔افف۔۔اسکے یہ سارے میسج پڑھتے ارزم شاہ کا
غصہ جاگ کی مانند بیٹھا تھا۔دل زوروں سے دھڑک رہا تھا وہ صبح سے اسے میسج کرتی باتوں باتوں میں مناتی رہی تھی اور
وہ تھا کہ اس قدر بے خبر تھا؟ ارزم شاہ کو خود پہ شدید غصہ آیا تھا۔وہ بارہا اس کے میسجز پڑھ رہا تھا۔اسے اپنی ذی بے
بی پہ شدت سے پیار آرہا تھا جس کی عید اسکی وجہ سے خراب ہو چکی تھی۔۔
ذی!!!"۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے شرمندگی سے اسے مختصر سا میسج لکھا تھا لیکن اس کا میسج سین نہیں کیا گیا تھا۔۔"
آئی ایم سوری خانی!!"۔۔۔۔۔۔۔اسکے میسج سین نہ کرنے پہ ارزم شاہ نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے اسے مزید ایک میسج کیا"
تھا لیکن اب ضد دیکھانے کی اسکی باری تھی اور وہ ضد دیکھا رہی تھی۔
عید مبارک"۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اسے عید کی مبارکباد پیش کی تھی جب ایک"
سیکنڈ میں اسکا ریپلائے موصول ہوا تھا۔
شٹ اپ!!! ۔۔۔۔۔۔۔اس قدر کڑک دار ریپلائے؟؟ ارزم شاہ نے اپنے خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا اسکی ذی
بے بی کبھی اسکی یوں بے عزتی کرے گی لیکن وہ کر رہی تھی کیونکہ وہ اس وقت اسکے سامنے نہیں تھا، اگر سامنے ہوتا تو
اسکی طرف دیکھنے کی غلطی بھی کیسے کرتی؟

تم اپنے مجازی خدا سے بد تمیزی کر رہی ہو؟۔۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دباتا ناک چڑھا کے میسج ٹائپ کرتے اسے سینڈ کر گیا۔۔

تمہیں اپنے طریقے سے ایساشٹ اپ کروں گا!یاد رکھو گی تم!!۔۔۔۔۔لگے ہاتھ ارزم شاہ نے سے دھمکی لگائی تھی کیونکہ وہ اسکا میسج سین کر کے اگنور کر چکی تھی۔

بلیک پہنو! لینے آرہوں میں تمہیں!!۔۔۔۔۔۔مسلسل اپنے میسجز کو اگنور ہوتے دیکھ کے وہ اب تپ کے اسے میسج کرتا الماری کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی بلیک شلوار قمیض نکال رہا تھا کیونکہ سفید قمیض تو وہ اپنے ہاتھوں سے چیر چکا تھا۔۔

میں نہیں پہنوں گی اور نہ ہی آپ کے ساتھ کہیں جاؤں گی! !۔۔۔ذائشہ خان کا غصیلا سا ریپلائے پڑھتا وہ مسکراتا ہوا میجر خان کا نمبر ملا گیا۔۔

اب یہ بھی دن آنے تھے جب سید ارزم شاہ نے اس سالے گدھے کو وقت آنے پہ باپ بنانا تھا۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے برابر تا ہوا اسے پھر سے فون ملا رہا تھا کیونکہ پہلی کال وہ اسکی بھرم دیکھاتے ہوئے سرے سے کاٹ چکا تھا۔۔

ہیلو!!!۔۔۔دوسری طرف سے کاٹ کھانے والے انداز میں ہیلو کیا گیا تھا۔ارزم شاہ نے فون کان سے ہٹاتے گھور کے فون کی طرف دیکھا تھا جیسے ہاتھ میں فون نہیں حازق خان کی گردن ہو۔

کہاں ہیں آپ؟ مینشن پہنچ گئے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ضبط سے تمیز کا مظاہرہ کرنے لگا۔

کام کی بات پہ آؤ!!۔۔۔۔۔دوسری طرف موجود حازق خان نے اپنے میجر ہونے کا ثبوت دیا تھا،وہ جیسے اسکی چاپلوسی کرنے پہ ہی جان چکا تھا اس نے ضرور کسی کام کے لئے فون کیا ہے۔۔

اگلے آدھے گھنٹے تک اپنی بہن کو تیار کروا کے لاؤنج سے باہر نکال دیجئیے گا! میں آدھے گھنٹے تک وہاں پہنچ کے اسے لے جاؤں گا!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے بھی کام کی بات پہ آتے ہوئے اس سے اجازت مانگنے کی بجائے حکم صادر کیا تھا۔

کیوں؟؟وجہ؟؟۔۔۔۔۔۔حازق خان کی غصے بھری آواز فون سے گونجی تھی جس پہ ارزم شاہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے بری مشکل سے اپنی بے باک زبان کو کنٹرول میں کرتے گلہ کھنکھارا تھا۔

میں اپنی پرسنل باتیں کسی دوسرے کے ساتھ ڈسکس نہیں کرتا! آدھے گھنٹے تک اسے تیار کروائیں! میں صبح ہونے سے پہلے اسے مینشن چھوڑ جاؤں گا!!۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ ہنوز تمیز سے بھرپور تھا۔۔

صبح ہونے سے پہلے کیوں؟؟ اور تم رخصتی سے پہلے اس سے یوں رات کے وقت نہیں مل سکتے! صبح کی روشنی میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ دعوت پہ آجانا! ۔۔۔۔۔۔حازق خان غصے سے بھڑکا تھا۔۔

مجھے ذائشہ خان سے ابھی اور اسی وقت ملنا ہے اور ہر صورت میں ملنا ہے! آپ مجھے روک نہیں سکتے!! میں نے اگر رات کے اس اندھیرے میں بہکنا ہوتا تو پچھلے دو مہینوں سے بہک چکا ہوتا جب وہ دن رات اپارٹمنٹ میں مجھے میسر تھی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی بات سنتے ہی غصے سے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا، وہ حازق خان کی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔۔

آواز نیچی رکھو! تمہاری اسی بدتمیزی کی وجہ سے تم مجھے کسی صورت قبول نہیں ہو!!۔۔۔۔۔وہ ارزم شاہ کے جواب پہ لاجواب ہوتا دانت پیستے ہوئے غرایا تھا۔۔

نکاح آپ کی بہن کے ساتھ پڑھوانا تھا جو میں الحمداللہ پڑھوا چکا ہوں اب مجھے آپ تو کیا پورا پاکستان بھی قبول نہ کرے تو سید ارزم شاہ کو گھنٹہ فرق نہیں پڑتا! مجھے ذائشہ خان اگلے آدھے گھنٹے میں اپنی گاڑی میں چاہئیے اور ہر صورت چاہئیے ورنہ اس کے ہوش میں بذاتِ خود خان مینشن میں آکے ٹھکانے پہ لگاؤں گا!! ۔۔ارزم شاہ لاپرواہی اور غصے سے جواب دیتا فون بند کر کے صوفے پہ پھینکتا اپنی سیاہ شلوار قمیض لئے باتھروم کی طرف بڑھا تھا۔۔

اسے دھمکی بھرے انداز میں فون کاٹتے دیکھ کے حازق خان نے دانت یوں پیسے تھے جیسے دانتوں تلے ارزم شاہ کی گردن ہو، خیر وہ اپنی منکوحہ سے ملنا چاہتا تھا تو یہ اسکا حق تھا کیونکہ وہ اس کے نکاح میں تھی، وہ اس سے زیادہ اس ضدی انسان پہ پابندی نہیں لگا سکتا تھا، اس نے اسے خان مینشن آنے دیا تھا اور اتنے دن سے یہاں آکے تنگ نہیں کیا تھا حازق خان کے لئے یہی کافی تھا۔۔حازق خان گہری سانس بھرتا ہوا ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

وہ حازق خان کے کہنے پہ ناچاہتے ہوئے بھی ارزم شاہ کے ساتھ جانے کو راضی ہو چکی تھی لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی، وہ سادہ سی سکائے بلیو شلوار قمیض میں ملبوس سر پہ سفید چادر لئے سنجیدگی سے اسکا انتظار کر رہی تھی،

اگر اسکے لالہ کا حکم نہ ہوتا تو وہ آج کسی صورت بھی اسکے ساتھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔۔ گاڑی کے ہارن کی آواز سنتی وہ اسے اندر آنے کا موقع دیئے بغیر خود ہی سنجیدگی سے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی، حازق خان ابھی پانچ منٹ پہلے ہی اس کے پاس سے اٹھ کے گیا تھا۔۔ باہر پورچ تک آنے سے پہلے ہی وہ اپنا چہرہ چادر سے ڈھک چکی تھی۔ ۔اسے اپنی گاڑی کی طرف آتے دیکھ کے ارزم شاہ ہارن سے ہاتھ ہٹاتا گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اسکے لئے پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا لیکن وہ نظر انداز کرتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولنے لگی۔۔

یہاں بیٹھو!!۔۔۔۔۔وہ اسے بازو سے پکڑ کے اپنے قریب کرتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے پیسنجر سیٹ پہ بٹھانے لگا۔

نہیں بیٹھنا!!!۔۔۔وہ ضدی انداز میں بولتی اسکے حصار سے نکلتے ہوئے پھر سے پچھلا دروازہ کھولنے لگی۔۔

نہیں بیٹھنا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے قریب کرتا اسے زو معنی نظروں سے دیکھتا وارن کرنے لگا، وہ اسکے زو معنی لہجے کی پروا کئے بغیر اپنی پوری تگ و دو سے اسے خود سے آزاد کروا رہی تھی۔ وہ اسے گاڑی کے ساتھ لگا کے یہاں وہاں ایک نظر دیکھ کے کسی کو بھی یہاں نہ پاتا اگلے ہی پل اسکے چادر سے چھپے ہونٹوں پہ اپنے دانت گاڑ گیا، ذائشہ خان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔ حازق خان جو ارزم شاہ کی گاڑی کے ہارن کی آواز سنتا اوپر کھڑکی سے بے ساختہ نیچے کی طرف دیکھ رہا تھا اس منظر کو دیکھ کے وہ سرخ چہرہ لئے بھوکھلاتا ہوا جلدی سے اپنی کھڑکی بند کر گیا، اسے کھلے پورچ میں ارزم شاہ سے اتنی بے باکی کی توقع نہیں تھی صد شکر تھا ملازم ان سے کافی دور تھے، ان دونوں کو دیکھ کے وہ اتنا تو سمجھ چکا تھا، ان میں کوئی نا کوئی ناراضگی چل رہی ہے۔ حازق خان کو ارزم شاہ کے ساتھ ساتھ اب خود پہ بھی غصہ آ رہا تھا آخر کیا ضرورت تھی کھڑکی سے نیچے دیکھنے کی؟

بولو! ابھی بھی یہاں نہیں بیٹھنا؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ آبیبرو آچکا کے ذائشہ خان سے استفسار کرنے لگا۔ جو غصے سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

جلدی بولو تاکہ میں تمہیں اگلا ڈیمو دوں!!۔۔۔۔۔اسکی ہیزل رنگ آنکھوں میں غصہ دیکھتے وہ انہیں پیار سے چومتا اسے پھر سے زو معنی انداز میں دھمکی دینے لگا، وہ اس سے اپنا آپ چھڑواتی ہوئی نگاہیں پھرتی بنا مزید بحث کئے پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ چکی تھی۔۔ ارزم شاہ فتح مندی سے دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ کی سیٹ کی طرف بڑھا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوتے ہی وہ اسکا دائیاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتا بائیں ہاتھ سے سٹیرنگ گھماتے ہوئے تیزی سے خان مینشن کا گیٹ عبور کر چکا تھا۔ ذائشہ خان مسلسل اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی لیکن وہ اسکا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اس پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔

پردہ ہٹاؤ! رات کا وقت ہے اور ویسے بھی گاڑی کے مرر بلیک ہیں! کوئی بھی باہر سے ہمیں دیکھ نہیں سکے گا!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسے حکم دیتا گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

میں صرف لالہ کے کہنے پہ آپکے ساتھ آئی ہوں! ورنہ میں کبھی بھی آپکے ساتھ نہ آتی!!۔۔۔۔ذائشہ خان پردہ ہٹانے کی بجائے اسے جتاتے ہوئے اس سے دور ہونے لگی جب ارزم شاہ نے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکی چادر کو اپنے لبوں میں دبا کے کھینچتے ہوئے اسکا چہرہ پردے سے آزاد کیا تھا، ذائشہ خان کا دل دھڑکا تھا اسکے اس بے باک انداز پہ۔ اسکی سوجھی نم آنکھیں دیکھ کے ارزم شاہ پہلے ہی سمجھ چکا تھا وہ ضرور روئی ہے اور اس پہ تضاد اس قدر نزدیکی سے اسکے گالوں پہ آنسوؤں کے مڑے مٹے نشان دیکھتے اسکے شک پہ یقین کی مہر لگی تھی، گالوں کو بے دردی سے رگڑ رگڑ کے صاف کیا تھا، یعنی غصے میں خود کو تکلیف پہنچائی گئی تھی۔۔

کیوں روئی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے اپنے سینے میں قید کرتا ونڈ سکرین پہ نگاہیں جمائے پیار سے استفسار کرنے لگا، وہ اسے جواب دینے کی بجائے غصے کی وجہ سے مزید روتی اسکی گردن میں موجود اس سلور چین کو کھینچتی اپنا غصہ نکالنے لگی۔۔ اسے جب بھی حد سے زیادہ غصہ آتا تھا وہ یوں ہی رو رو کے اپنا غصہ نکالتی تھی۔ بیوی کو ظالم بنتے دیکھ کے ارزم شاہ اپنا نچلا ہونٹ دبائے کراہ روکنے لگا کیونکہ وہ کافی زور سے اسکی گردن سے وہ سلور چین کھینچتی اسے زخمی کر رہی تھی۔۔

روئی کیوں ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اب جانتے بوجھتے بھی پھر سے سوال کرتا اب گاڑی کا موڑ کاٹ رہا تھا۔۔

رونے کی وجہ؟؟۔۔۔۔۔۔۔اس نے جب تک خاموش رہنا تھا ارزم شاہ نے بھی اپنے سوال کو دہرانے سے بعض نہیں آنا تھا، وہ ضدی بنتی خاموش رہی، وہ رونے کے علاوہ ایک لفظ نہیں بول رہی تھی۔

نوڈلز کھاؤ گی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا پیار پوچھنے لگا، نوڈلز کے نام پہ وہ اب باقاعدہ ہچکیاں بھرتے ہوئے رونے لگی، پچھلے دنوں سے کتنا یاد کیا تھا اس نے اسکے ہاتھ کے نوڈلز کو۔

نہیں! مجھے واپس چھوڑ کے آئیں!!۔۔۔۔۔۔وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے بولی تھی۔۔

آئس کریم کھائیں باہر سے؟؟۔۔۔۔وہ اسکی بات نظر انداز کرتا اسے بچوں کی طرح پچکارنے لگا۔۔

واپس جانا ہے!!۔۔۔۔۔ذائشہ خان کی ایک ہی رٹ تھی۔۔

اچھا پہلے رونا بند کرو!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا سر اپنے ہاتھ سے تھپکتا اسکا چہرہ اپنی گردن میں چھپاتے پیار سے بولا۔۔

نہیں! واپس جانا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی گردن سے سر باہر نکالتی ضد سے روتے ہوئے بولی تھی۔ ضد میں وہ گلالئ سے کم بالکل نہیں تھی۔۔

بلیک کیوں نہیں پہنا؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی ضد نظر انداز کرتا بات کا رخ موڑ گیا۔۔

نہیں پہننا! واپس جانا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سوں سوں کرتے ہوئے گویا ہوئی۔۔

اتنی ضد کیوں کر رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ پھر سے نرم اور پیار بھرا تھا۔

واپس جانا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان کے پاس ایک ہی جواب تھا، وہ نفی میں سر ہلا کے اس سے دور ہونے کی تگ و دو کرتی ایک کی جواب دے رہی تھی۔

اپنے لالہ سے ملنے کے بعد ضدی ہو گئی ہو تم!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا شکایتی انداز میں بولا تھا۔۔

واپس چھوڑ کے آئیں مجھے!!!!۔۔۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوتی غرائی تھی۔

تمہارا علاج میں اپارٹمنٹ جا کے کرتا ہوں!! بس مجھے ٹریفک سے گاڑی باہر نکال لینے دو!!۔۔۔۔۔۔اسکے یوں دور ہونے پہ وہ اسے دانت پیس کے وارن کرتا ہوا ٹریفک کی وجہ سے بند روڈ سے مہارت سے اپنی گاڑی نکال رہا تھا۔۔

آج عید تھی، تمام لوگ گھروں سے باہر آؤٹنگ کے لئے نکلے ہوئے تھے اسی لئے کافی ٹریفک تھی۔ اسکی دھمکی پہ ذائشہ خان کا دل دھڑکا تھا لیکن وہ ڈھیٹ بنی واپس سے اس کے قریب جانے کی بجائے اسکی طرف سے رخ موڑ کے باہر شیشے کی طرف دیکھنے لگی۔

یہاں کچن میں آؤ! پہلے نوڈلز بنا کے دیتا ہوں!!۔۔۔۔اسے پیر پٹک کے غصے سے اپنے کمرے میں جاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔۔وہ دونوں بالکل ابھی اپارٹمنٹ پہنچے تھے، پورے راستے میں ارزم شاہ نے اسے خود کی طرف متوجہ کرنے کی منانے کی بھرپور تگ ودو کر ڈالی تھی لیکن مجال تھی جو ذائشہ خان کی ضد کچھ کم ہوئی ہو۔۔وہ ابھی بھی اسکا حکم رد کرتی اپنے کمرے میں بند ہوتی دروازہ لاک کرنے والی تھی جب وہ تیزی سے اسکے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوتا اسے نرمی سے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔

تم مجھے منانے کی بجائے مجھ سے الٹا ناراض ہو رہی ہو؟۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتا اسکے نزدیک ہوا تھا۔۔وہ جواب دینے کی بجائے نظریں جھکائے ہوئے تھی۔۔

میری طرف دیکھو!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا پیار سے بولا تھا، لیکن اس نے اسکی طرف دیکھنا تو دور چہرہ بھی نہیں اٹھایا تھا۔۔

یہاں دیکھو!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی خاموشی پہ جھنجھلاتا ہوا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں نرمی سے دبوچتے اسکا چہرہ اوپر کی طرف کرنے لگا، وہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے ہنوز نیچے دیکھتی اسکا ہاتھ اپنے جبڑے سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کرنے لگی جب وہ اس کی بڑھتی ضد پہ اسکے جھکے سر کو تپے ہوئے انداز میں دیکھتا اپنا چہرہ کافی نیچے کو جھکائے اپنے سر کو بائیں طرف خم دیتا شدت سے اسکے لبوں سے لپٹ گیا کیونکہ اب اسکی ضد ختم کرنے کا ایک یہی طریقہ تھا۔۔وہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی، جو اتنے دنوں بعد اسکے لبوں کا لمس محسوس کرتے آنکھیں موندتا ہوا گھونٹ گھونٹ بھر کے اسکے ہونٹوں کا جام پینے لگا۔۔اس کے حصار میں کھڑی ذائشہ خان اپنی بھرپور طاقت آزماتی اسے خود سے دور کرنے کی تگ ودو کر رہی تھی لیکن وہ اسکی ہر مزاحمت کو نظر انداز کرتا اسکے ہونٹوں کو بھرپور انداز میں سک کرتا اسکی سانسیں بکھیر رہا تھا، ذائشہ خان غصے سے اسکے سینے پہ مکے جھڑتی اسے خود سے دور کرنے لگی جب اس کا ایک ہاتھ اسکی گردن سے سرک کے اسکی دھڑکنوں پہ آ کے رکا تھا۔اسکے ہاتھوں کی اس بے باکی پہ ذائشہ خان کپکپا اٹھی، دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا، وہ اسکی سانسوں کو اسکے حلق سے کھینچتا اسکی دھڑکنوں کو بے دردی سے اپنے بائیں ہاتھ سے چھونے لگا۔۔وہ اسکی بڑھتی گستاخیوں پہ اسکے سینے میں چھپنے لگی۔

وہ جب نڈھال ہوتی اسکے سینے میں سمٹنے لگی تو ارزم شاہ نے اس پہ رحم کھاتے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے اسے سختی سے اپنے سینے کے ساتھ لپٹاتے اسکی دھڑکنوں کو بھرپور انداز میں اپنے سینے پہ محسوس کرتے اسکی جان لبوں پہ لائی تھی۔

تم اپنے لالہ کے آتے ہی مجھے بھول گئی ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتا اسکے کان میں شکوہ کرنے لگا۔ذائشہ خان کو اسکے حصار میں اپنی پسلیاں ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

آہہہ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے اسکی مزید سخت ہوتی گرفت پہ سسکی بھری تھی جب وہ اس پہ رحم کھاتا اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے اسکے تن سے چادر اتار کے دور صوفے پہ اچھال چکا تھا۔

اس دن مجھ سے مل کے بھی نہیں گئی تھی؟۔۔۔۔۔وہ شکوہ کرتے ہوئے اسکی سائیڈ گردن اپنے لبوں میں دبائے زور زور سے سک کرنے لگا۔۔ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی،اسکی اس قدر شدت پہ اس نے اسکی قمیض کو سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔

بولو! مل کے کیوں نہیں گئی تھی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسکی گردن پہ سرخ نشان چھوڑتا وہ اب اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔

و۔وہا۔۔وہاں۔۔سب۔۔تھے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھتی سہمتے ہوئے بے ساختہ اسے جواب دے گئی۔۔

وہاں سب تھے؟تم کرو تو درست؟میں کروں تو غلط؟ایسا کیوں؟میں نے تو اس روز تمہیں سب کے سامنے ملنے کو بھی نہیں بولا تھا صرف اشارہ کرتے ہوئے لیونگ روم سے باہر جانے کو بولا تھا مگر تم نے میں مجھ سے ملنا ضروری نہیں سمجھا!! لیکن تم ان رٹرن مجھ سے کیا ایکسپیکٹ کرتی ہو کہ میں لیونگ روم میں سب کے سامنے تمہیں عید ملتا؟ہمم؟؟ ایسا کیوں؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

م۔میرے۔۔۔میسج۔۔بھی۔۔۔نہیں۔۔سین۔۔کئے!۔۔۔۔ذائشہ خان کو جب محسوس ہوا وہ اب حساب کتاب پہ آچکا ہے تو اس بات کو چھوڑ کے اگلی بات پکڑ گئی۔سوں سوں ہنوز جاری تھی۔۔

میرا فون کمرے میں تھا! واللہ میں نے صبح کا ایک دفعہ بھی اپنا فون نہیں پکڑا! ورنہ تمہارے میسجز کیوں نہ دیکھتا؟؟ ۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنی صفائی دی تھی۔

م۔۔مجھے۔۔سب۔۔کے۔۔۔۔سامنے۔۔۔اگنور۔۔کیا! کبھی مجھے کسی کے سامنے لیٹ ڈاؤن نہیں کیا! لیکن آج کر دیا؟ کیوں؟۔۔۔۔وہ روتے ہوئے شکوے کرنے لگی۔۔

دماغ خراب ہو گیا تھا! تم جانتی ہو خفا ہونے پہ کتنا ایگریسو رومانس کرتا ہوں؟ وہاں سب کے سامنے تمہیں عید کی مبارکباد دیتا تو تم اس دنیا سے کوچ فرما جاتی!!۔۔۔۔۔۔۔وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اسے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا۔

پھر۔۔ بھی!!۔۔۔اگنور تو کیا نہ! میں بھی کروں گی!۔۔۔۔ذائشہ خان اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی ایک عزم سے بولی تھی۔۔

یہ تمہاری اگنورینس کا ہی نتیجہ ہے جو تم اس وقت میرے اپارٹمنٹ میں موجود ہو! اگلی دفعہ اگنور کرو گی تو رخصتی کے تقاضے پورے کرنے میں وقت نہیں لگاؤں گا ذی بے بی!!۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکا بالائی لب اپنے دونوں ہونٹوں میں دبا گیا۔۔

ک۔ک کیوں!؟۔۔آ۔۔آپ۔۔۔کریں۔۔تو۔۔درست۔۔۔میں۔۔کروں تو۔۔۔غلط؟؟۔۔۔وہ اپنا لب آزاد کرواتی غصے سے اسکا جملہ اسے ہی واپس لٹانے لگی۔۔

تم نے مجھے شٹ اپ کا میسج کیا سوچ کے کیا تھا؟ اتنی بد تمیز کیوں بن رہی ہو؟؟ کیا کھلا رہا ہے تمہیں تمہارا لالہ جو زبان دس گز بھر لمبی ہو گئی ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکے یوں لب آزاد کروانے پہ اسکی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھتا اسے خود کے قریب کرتے ہوئے غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔اسے اسکی شٹ اپ والی بد تمیزی ابھی ہی تو یاد آئی تھی۔۔

اسکے غرانے پہ ذائشہ خان نے نچلا ہونٹ موڑتے ہوئے پھر سے رونا شروع کیا تھا۔۔

ہاں میں بد تمیز ہوں! مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں! جیسے اتنے دنوں سے منہ بنایا ہوا ہے ویسے ہی منہ بنا کے رکھیں! لیکن مجھے میرے لالہ کے پاس چھوڑ کے آئیں! میں مزید ایک منٹ بھی یہاں نہیں رہوں گی جہاں مجھے بد تمیز سمجھا

جاتا ہے!!۔۔۔وہ زور و شور سے رونے کے درمیان بولتی اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔۔

اچھا بابا ساری غلطی میری ہے!!! رونا تو بند کرو یار!!۔۔۔۔وہ اسکے یوں رونے پہ اپنا غصہ پیتا ہوا ایک دن سے نرم بنتا اسے اپنے سینے میں قید کرتا اسکے بالوں میں انگلیاں الجھاتے ہوئے اسے چپ کروانے لگا۔۔

ن۔ نہیں!۔۔۔ساری۔۔م۔میری۔۔ غلطی۔۔۔ہے!۔۔م۔میں۔۔بہت۔۔بری۔۔ہوں!!۔۔۔۔وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی اس سے دور ہونے کے لئے ہاتھ پیر چلانے لگی۔

نہیں میری ذی بے بی بہت اچھی ہے! مجھے تم سے فضول میں ناراض نہیں ہونا چاہئیے تھا۔۔۔وہ اب اکثر کوشش کرتا تھا اپنا غصہ پی جائے کیونکہ وہ رو دیا کرتی تھی۔۔

ل۔ لیکن۔۔ا۔اب۔۔تو۔۔آ۔۔آپ۔۔ہو۔۔گئے۔۔ناراض!۔۔عید۔۔میری۔۔برباد۔۔کر۔۔دی! اب ۔۔۔۔د۔دور۔۔ہوں!!۔۔۔ذائشہ خان کے پاس شکووں کی لسٹ تھی۔۔اسے معصومیت سے شکوے کرتے دیکھ کے وہ دیوانوں کا طرح اسکا چہرہ چومتے ہوئے اسکے آنسو اپنے لبوں سے پینے لگا۔۔

سوری! آئی ایم رئیلی سوری! آج کی پوری رات تمہاری! آئی سوئیر تم نے آج سے پہلے اتنی اچھی عید کبھی نہیں گزاری ہو گی!!۔۔۔وہ اسکے گالوں پہ اپنا ہاتھ ٹکا کے اسکی سرخ ہوتی ناک کو اپنے ہونٹوں میں دباتا پیار سے بولا تھا۔ وہ اب مزاحمت کرنے کی بجائے بھیگی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

میں نے تمہیں بہت مس کیا!!۔۔۔وہ اسے نرمی سے اپنے گلے سے لگاتا اپنے دل کی بات بتانے لگا۔۔

م۔میں۔۔۔ن۔نے۔۔تو۔۔نہیں۔۔کیا!!۔۔۔وہ جھوٹ بولنے لگی۔وہ اسکے جواب پہ قہقہ لگاتا اسے اپنے سینے سے لگا کے باہر کی طرف بڑھتا اب اپنے کمرے تک لے جا رہا تھا۔۔

اتنا ناراض ہوتے ہیں؟۔۔۔۔۔وہ اسکے بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسے پیار سے ڈپٹتے ہوئے اب اپنے کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا، وہ ابھی ضد سے کوئی جواب دیتی جب اسکے کمرے کا منظر دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں پھیلی تھیں، اسکا کمرہ خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔۔جگہ جگہ سرخ غباروں والے غبارے اڑ رہے تھے جن پہ سوری کی تحریر لکھی ہوئی تھی۔۔پھولوں سے راہداری بنائی گئی تھی۔۔

آئی ایم سوری!! تم میرے لئے بہت ضروری ہو خانی!!۔۔۔وہ اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ ثبت کرتا اسے کئے اندر کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ جب جب محسوس کرتی تھی وہ کسی کے لئے ضروری نہیں رہی وہ رتب تب اسے یقین دلاتا تھا وہ اسکے لئے بے حد ضروری ہے۔۔۔اسکے اتنے پیار پہ ذائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

میں جانتا تھا تم بلیک پہن کے نہیں آؤں گی! اسی لئے تمہارے اتنے دنوں سے خریدی گئی عیدی اپنے ساتھ ہی اپارٹمنٹ لے آیا!۔۔۔۔وہ اسے لئے اب صوفے کی طرف بڑھتا اسکا دھیان اسکی عیدی کی طرف مرکوز کروا رہا تھا۔۔ذائشہ خان اپنے لئے اتنے زیادہ تحائف دیکھتی رو پڑی تھی۔

اہمم!! رونا نہیں ہے! جلدی سے یہ بلیک فراک اٹھا کے واشروم طرف بھاگو! اور اگر میری ہیلپ چاہئیے تو خادم حاضر ہے!!۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں کو چومتے بے باکی سے گویا ہوتا اسکے چہرے پہ اپنی داڑھی رگڑنے لگا۔۔وہ سرخ پڑی تھی۔۔

آئی ایم سوری! اس دن مجھے سب کے سامنے وہاں سے اٹھ کے باہر آنے میں شرم آرہی تھی اسی لئے میں آپ سے نہیں ملی تھی!۔۔۔وہ سوں سوں کرتے ہوئے اب اسے بھی سوری بول رہی تھی کیونکہ وہ اسے اتنا مان دے چکا تھا، اب اسکا بھی کچھ حق بنتا تھا۔۔

ابھی تو میں تمہیں شرمانے پہ مجبور کروں گا ڈارلنگ! اور اب یہ سوری چھوڑ کے فٹافٹ یہ بلیک ڈریس پہن کے آؤں! پھر کیک کاٹ کے پکچرز لیں گے تمہاری پسند کا کھانا آرڈر کریں گے اور پوری رات باتیں کریں گے!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے بال کان سے پیچھے کرتا نرمی سے بولا تھا۔

لا۔۔لالہ۔۔انتظار۔۔۔۔۔وہ ابھی اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکے لبوں کو قفل لگاتے اسے اپنی بانہوں میں اٹھائے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تھا۔۔ڈریسنگ روم میں داخل ہوتے ہی وہ لائٹس آن کئے بغیر دروازہ بند کرتا ذائشہ خان کی سکائے بلیو قمیض اسکے تن سے الگ کرتا اسے بھوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ دھڑکتے دل سے خود میں سمٹتی اس سے دور ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی جب وہ اسکے جسم کو بے باکی سے اپنے ہاتھوں سے چھوتا اسے پانچ منٹوں میں اسکا لباس تبدیل کروا چکا تھا۔۔ذائشہ خان سے نگاہیں اٹھانا محال ہو رہا تھا۔اسے اپنے لالہ کا ذکر کرنا مہنگا پڑا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط108(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

رات کے تین بج رہے تھے اور میر ال شاہ کو ابھی تک نیند نہیں آرہی تھی،وہ ہاتھ میں موبائل فون تھامے لاشعوری طور پہ اس کے میسج کا انتظار کر رہی تھی، جس دن سے وہ قربانی کے جانور خرید کے لایا تھاوہ اسے ہر رات میسج کرتا تھا، وہ جب تک اسے ریپلائے نہیں کرتی تھی وہ سکون سے نہیں بیٹھتا تھا۔اسکے میسجز میں آدھے سے زیادہ میسج صرف ایک لفظ "میرو۔۔۔" پہ مشتمل ہوتے تھے لیکن آج رات اس نے اسے میسج نہیں کیا تھا، ایون اس نے صبح عید کی نماز پڑھتے ہی اسے عید مبارک کا میسج بھی کیا تھا لیکن میر ال شاہ نے اسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔اسکے ڈھیروں کی تعداد میں موصول ہوتے میسجز میں سے وہ صرف ایک یا دو کا لاپرواہی سے جواب دے دیا کرتی تھی، وہ اسکا ایک میسج سو ہزار دفعہ پڑھتی تھی، اب تو اسے اس کی پوری چیٹ حفظ ہو چکی تھی لیکن وہ جان بوجھ کے اسکے میسجز پہ لاپرواہی ظاہر کرتی تھی تاکہ اس کے سامنے اسکی عزتِ نفس قائم رہے۔۔

کیا میں نے اسے کچھ زیادہ بول دیا؟۔۔۔۔۔وہ خود سے مخاطب اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھی تھی۔۔

کتنا معصوم ہے وہ! اور میں ہمیشہ اسکی معصومیت پہ طنز کر جاتی ہوں! ہائے جب ہرٹ ہوتا ہے تو کتنی معصوم سی شکل بناتا ہے! افف۔۔دل کرتا ہے اس کے سرخ گال چبا جاؤں! ۔۔استغفار میں بھی کیا کیا بول رہی ہوں۔۔۔۔۔وہ خود سے باتیں کرتی اسکا معصوم چہرہ یاد کرنے لگی۔وہ اسے سوچنے میں مصروف مسکراتی ہوئی اس کی پرانی چیٹ پڑھ رہی تھی، وہ بھی آن لائن تھا، شاید وہ بھی اسکی پرانی چیٹ پڑھ رہا تھا۔۔

("تمہیں میرو بھی نہیں بولوں گا! تم سب مجھے ہرٹ کرتے ہو! ۔۔")

تمہارے تو اچھے بھی مجھے میرو بولیں گے جانی!!۔۔۔وہ اسکے دوپہر کے الفاظ یاد کرتی اپنے خیالوں میں اس سے مخاطب تھی۔۔

("کیا اب میں تمہیں اچھا نہیں لگتا؟۔۔۔۔")

سالے یہ پوچھو اب تم سے زیادہ اچھا بھی کوئی لگتا ہے ؟۔۔۔وہ اپنی شہادت والی انگلی اپنے گلابی بھرے بھرے ہونٹوں میں دباتی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی،وہ ابھی تک اسکا دوپہر والا انداز بھول نہیں پا رہی تھی۔

(!اووو! ویسے میں عید کے بعد کشمیر چلا جاؤں گا)

وہ اپنے اسکے خیالوں میں مگن تھی جب اسکا یہ جملہ یاد کرتے ہوئے میر ال شاہ کے چہرے پہ اداسی چھائی تھی۔۔

"کیا تمہیں شہسوار واقعی ہی مجھ سے بہت اچھا لگتا ہے ؟"۔۔وہ جو غائب دماغی سے فون پہ نگاہیں جمائے اسے سوچ رہی تھی،رات کے ساڑھے تین بجے اسکا میسج موصول ہوتے ہی وہ ہوش میں آئی تھی،ساتھ ہی اپنی لاپرواہی پہ غصہ بھی آیا تھا،وہ پہلے سے اسکی چیٹ میں تھی یعنی اسکا میسج موصول ہوتے ہی وہ سین کر چکی تھی۔وہ کیا سوچ رہا ہو گا وہ اسکے میسج کا انتظار کر رہی ہے ؟حازق خان کا میسج پڑھتے ہوئے میر ال شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

ہائے میرا معصوم بچہ !!!۔۔۔۔۔وہ فون سے ہی اسکی بلائیں لیتی ہنستے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

"یہ جاننا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے ! تم اپنی بات پہ قائم رہو ! تم نے بولا تھا تم مجھ سے کبھی بات نہیں کرو گے تو پھر کیوں کر رہے ہو مجھ سے بات ؟۔۔۔وہ لاپرواہ بننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے یہ میسج ٹائپ کرتی ہنسنے لگی۔اب اسے حازق خان کو تنگ کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔۔

"کیا تمہیں میں یاد نہیں آتا؟"۔۔۔۔۔افف اسکا یہ معصومیت بھرا انداز۔۔۔واللہ میر ال شاہ اسکی معصومیت پہ مر مٹی تھی۔۔

"نہیں !میں نے تم سے فلحال کوئی ادھار نہیں لینا ! اسی لئے تمہیں یاد کرنا بنتا نہیں ہے !!"۔۔۔وہ اتراتے ہوئے میسج ٹائپ کرتی اسے سینڈ کر گئی۔

"میں تمہیں ادھار دے دیتا ہوں ؟ پھر تم مجھے یاد رکھو گی ؟"۔۔۔حازق خان کی طرف سے مزید ایک معصومیت سے لبریز میسج موصول ہوتے ہی میر ال شاہ کا قہقہہ پہلے سے زیادہ بلند ہوا تھا۔۔اسے بیک وقت اس پہ ٹوٹ کے پیار آ رہا تھا۔۔

نہیں! غیروں سے ادھار لینا میری فہرست میں شامل نہیں ہے!"۔۔۔۔۔میرال شاہ کی لاپرواہی اور ایٹیٹوڈ ہنوز "
قائم تھا۔۔
تمہیں میرے دیئے گئے تحفے کیسے لگے تھے؟"۔۔حازق خان اسکے جوابات سے ہرٹ ہو رہا تھا اسی لئے بات گھما "
گیا۔۔
دیکھے ہی نہیں! ملازمہ کو دے دیئے تھے!!" ۔۔۔میرال شاہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے میسج ٹائپ کرتے نچلا "
ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا، اب اسے یہ تو بتانے سے رہی وہ پورا دن اسی کے تحفے پہن پہن کے گھومتی رہی تھی۔۔
وہ اسکے اتنے پیار سے دیئے گئے تحفے ملازمہ کو دے چکی تھی؟ حازق خان کا دل ایک دفعہ پھر کرچیوں میں تقسیم ہوا
تھا۔وہ صبر کے گھونٹ بھرتا اسکے میسج کا جواب سوچنے لگا لیکن وہ چاہ کے بھی کچھ ٹائپ نہ کر پایا۔۔حازق خان نے اپنی
فرسٹریشن نکالنے کی غرض سے سائیڈ ٹیبل پہ موجود لیمپ پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارتے ہوئے خود کو زخمی کیا
تھا کہ شاید کچھ سکون محسوس کر سکے۔۔لیکن وہ مزید بے سکون ہوا تھا۔وہ اسکے دل کی کیفیت کیوں نہیں سمجھتی تھی؟
مجھے چوٹ لگ گئی ہے! "۔۔۔۔۔۔۔جب بائیں ہاتھ سے بل بل خون گرتا اسکی بیڈ شیٹ داغدار کرنے لگا حازق "
خان کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو یہ میسج ٹائپ کر گیا، وہ دیکھنا چاہتا تھا کیا وہ آج بھی اسکے لئے اتنا ہی تڑپے گی جتنا اس
رات تڑپی تھی جب اس کے پیٹ میں گولی لگی تھی۔۔
میرال شاہ جو کب سے اسکے میسج کا انتظار کر رہی تھی، پانچ منٹ بعد اسکا میسج موصول ہوتے ہوئے اسکا دل اچھل کے
حلق میں آیا تھا۔۔
کیسے؟؟"۔۔۔۔۔"
کہاں"۔۔۔۔۔۔"
کب؟؟"۔۔۔۔۔"
میرال شاہ بے ساختہ بے چینی سے ایک ساتھ تین سے چار سوال کر گئی، وہ بھول چکی تھی ابھی اسے حازق خان کو مزید
تنگ کرنا ہے۔حازق خان اس کے میسجز میں خود کے لئے اتنی بے چینی محسوس کرتی کافی دیر بعد یوں کھل کے مسکرایا
تھا۔۔

لیفٹ ہینڈ پہ لگ گئی!! بہت زیادہ درد ہو رہا ہے! خون بھی بہت زیادہ نکل رہا ہے!!۔۔۔۔۔وہ کسی کو اپنے زخموں کی ہوا نہ لگنے دینے والا آج پہلی دفعہ میر ال شاہ کو تفصیل سے اپنے ہاتھ کے زخم کے متعلق بڑھا چڑھا کے بتاتا اپنے ہاتھ پہ پھونک مارتے مسکرایا تھا۔ اسے اس زخم پہ بالکل بھی درد نہیں ہو رہا تھا۔۔ وہ جو گولی سے نہیں ڈرتا تھا تو یہ معمولی سا زخم اسکا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

کیسے لگ گئی؟ ابھی تو بات کر رہے تھے مجھ سے؟ دھیان کہاں تھا تمہارا؟ اوپر لگاؤ کچھ!! اور مجھے تصویر بھیجو کتنی لگی ہے!!۔۔ وہ پریشانی سے تفصیلی میسج ٹائپ کرتی اسے سینڈ کرتے ہی اسکے ریپلائے کا انتظار کرنے لگی۔ میر ال شاہ کے چہرے پہ فکر مندی کے تاثرات واضح تھے۔۔ میر ال شاہ کا میسج پڑھتے ہی حازق خان نے ایک نظر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تھا جہاں سے پہلے ہی بل بل خون نکل رہا تھا لیکن حازق خان کو اپنے معصوم پاکستانی ہونے کا ثبوت دینا تھا اور وہ دے رہا تھا، وہ اگلے ہی پل فون سائیڈ پہ رکھتے اپنا بائیاں ہاتھ مزید دبا کے پہلے سے زیادہ خون نکالتا معصومیت سے اپنے زخم کی طرف دیکھتے اپنے فون کا کیمرہ آن کر گیا۔ اپنے ہاتھ کی ہر اینگل سے تصویر بناتے ہوئے اس نے میر ال شاہ کو سینڈ کی تھی۔ اسے یہ کام کرتے ہوئے عجیب سا لطف محسوس ہو رہا تھا۔۔ دوسری طرف موجود میر ال شاہ اسکا لہولہان ہاتھ اور خون سے داغدار اس سفید بیڈ شیٹ کو دیکھتی اپنا دل تھام گئی۔ اسکے ہاتھ میں ابھی تک اپنی دی گئی واچ دیکھتے اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہوئے عارضوں پہ بہت تھے، واچ ہنوز سلامت تھی صرف اس پہ خون کی کچھ چھینٹے گرے تھے۔ میر ال شاہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔۔ اسے اپنے زخم کی اتنی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی جتنا اسکا زخمی ہاتھ دیکھ کے دل میں درد اٹھ رہا تھا۔۔

کیسے لگی ہے؟ کیا تم نے اوپر بینڈیج کی؟؟۔۔۔۔وہ اپنے آنسو بے دردی سے اپنے گالوں سے رگڑ کے صاف کرتی اسے پھر سے میسج کرنے لگی۔

نہیں!! کوئی بینڈیج کرنے والی ہے ہی نہیں! اور اگر ہاسپٹل کبھی کسی زخم کی بینڈیج کروانے چلا جاؤں تو ساری اور "محبوب مٹیریل" بول بول کے چھیڑتی "(husband material) لڑکیاں مجھے "ہز بینڈ مٹیریل ہے!۔۔۔۔۔ہائے حازق خان نے جس قدر معصومیت سے یہ میسج لکھا تھا، میر ال شاہ نے اتنی معصومیت سے بالکل

نہیں پڑھا تھا، وہ اسکا یہ میسج پڑھ کے رونا بھول چکی تھی۔ اسے اسکا یہ معصومیت سے لبریز میسج پڑھ کے اس پہ پیار کی بجائے غصہ آیا تھا لیکن ہمارا معصوم سا میجر خان کیا کرتا؟ وہ تو بس سچ اسکے گوش و گزار کر رہا تھا!

کون ہیں یہ سالی کمینیاں؟ کیا ان کے گھروں میں باپ بھائی نہیں ہیں؟؟۔۔۔ میر ال شاہ کو یہ میسج پڑھ کے اس قدر غصہ آیا تھا کہ وہ رونا چھوڑتی شدید غصے سے یہ میسج ٹائپ کرتی اسے سینڈ کر گئی۔ اب اسکے میسجز پہ قہقہ لگانے کی باری حازق خان کی تھی۔ وہ اس کے میسج میں گالی پڑھتے پہلے تو اس روز کی طرح حیران ہوا تھا لیکن پھر اس میں پوزز یسونس محسوس کرتا بے ساختہ قہقہ لگا اٹھا۔۔

پتا نہیں! میں نے کبھی پوچھا نہیں! کیا اگلی بار پوچھوں؟؟۔۔۔ وہ کسی معصوم بچے کی طرح اجازت مانگنے لگا۔۔

نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے منہ لگنے کی! اور بینڈیج کرو خود ہی!!۔۔۔۔ میر ال شاہ نے حکمیہ انداز میں میسج سینڈ کرتے اپنی آنکھیں گھمائی تھیں۔

لیکن مجھے بینڈیج کرنی نہیں آتی! تم صبح آ کے کر دینا!!۔۔۔۔ وہ لگے ہاتھ اسے ایک دفعہ پھر خان مینشن میں انوائیٹ کرنے لگا۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا اسے بینڈیج کرنی نہیں آتی حتیٰ کہ وہ اور میجر شاہ ایک دوسرے کے زخموں کی کافی اچھی بینڈیج کر لیا کرتے تھے۔۔ وہ اب ٹشو اٹھا کے اسکی تحفے میں دی گئی واچ سے خون کے چھینٹے صاف کر رہا تھا۔۔

میر ال شاہ نے پر سوچ نگاہوں سے اسکے میسج کو دیکھتے اپنے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھا تھا۔

یوٹیوب کی کوئی ویڈیو بھیجتی ہوں! وہاں سے بینڈیج کا طریقہ سیکھ لینا!!۔۔۔۔ وہ اسکی بات ماننے کی بجائے اسے مشورے سے نوازتی ساتھ ہی یوٹیوب سے اس سے متعلق ایک ویڈیو سرچ کرتی اسے سینڈ کر گئی۔ حازق نے اسکا میسج پڑھنے کے بعد اس یوٹیوب ویڈیو کا لنک دیکھ کے منہ چڑھایا تھا۔۔

نہیں مجھے خود نہیں کرنی!! تم صبح آ کے کر دینا پلیز!!۔۔۔۔۔ وہ معصومیت سے فرمائش کرنے لگا۔

تم جانتے ہو میں نہیں آ سکتی!!۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اسکی ضد پہ اسے سمجھانے والے انداز میں گویا ہوئی تھی، وہ اس گھر میں دوبارہ نہیں جا سکتی تھی جہاں سے اسے انسلٹ کر کے نکالا گیا تھا، ہاں وہ کئی بار اس سے معافی مانگ چکا تھا لیکن وہ اپنی انسلٹ بھول نہیں سکتی تھی۔ حازق خان نے اس کے اس ریپلائے کے بعد اسے مزید فورس نہیں کیا تھا، وہ اسے ریپلائے دیئے بغیر فون رکھتا اپنے ہاتھ سے نکلتے خون پہ انگلی ٹریس کرتا اب بیڈ شیٹ پہ اس خون سے "میرو" لکھنے

میں مصروف ہو چکا تھا۔ دوسری طرف موجود میر ال شاہ اسکے ریپلائے کے انتظار میں پاگلوں کی طرح اسکی چیٹ کھول کے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

کر لی بینڈ یج؟۔۔۔۔۔۔۔۔ تقریباً دس منٹ بعد میر ال شاہ نے اسے فکر مندی سے میسج کیا تھا۔۔ بیپ کی آواز پہ جلدی سے اسکا میسج پڑھنے لگا، اسے امید نہیں تھی وہ پھر سے اسے میسج کرے گی۔

نہیں! فائدہ بینڈ یج ضائع کرنے کا؟ جب میں کسی کے لئے ضروری ہی نہیں ہوں!! زخموں پہ مرحم وہاں رکھے جاتے ہیں جہاں ہماری تکلیف پہ ہم خود یا کوئی دوسرا تڑپ اٹھے! لیکن میری تکلیف پہ نہ تو مجھے خود کو درد محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا میرے لئے تڑپتا ہے! تو اسی لئے سوچ رہا ہوں بینڈ یج ضائع نہیں کرتا! چھوٹا سا زخم ہے! کل تک ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔ وہ دائیں ہاتھ سے تیزی سے ٹائپ کرتا اسے میسج سینڈ کرتے گہری سانس بھر کے رہ گیا۔ میر ال شاہ جو پہلے ہی اسکے زخم پہ تڑپ رہی تھی اسکا یہ میسج پڑھ کے اسکی تڑپ میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ آخر ایسا کیسے بول سکتا تھا کہ اسکے زخم پہ کسی دوسرے کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔۔ میر ال شاہ کی آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکے تھے

۔۔

کل تک ٹھیک نہیں ہو گا!! ۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے اپنی نم آنکھیں رگڑتے ہوئے بے بسی سے یہ میسج ٹائپ کیا تھا، وہ اسے چاہ کے بھی بتا نہ سکی وہ اسکا یہ زخم دیکھ کے کس قدر تڑپ رہی ہے۔

نہیں ہو گا تو پرسوں الوینہ سے بینڈ یج کروالوں گا!! اس نے مجھے عید کے تیسرے روز اپنے گھر انوائیٹ کیا ہے!!۔۔۔۔ حازق خان نے معصومیت سے ہوا میں تیر پھینکا تھا جو سیدھا میر ال شاہ کے دل میں جا کے پیوست ہوا تھا۔۔

کون الوینہ؟ وہی میسنی جو تمہارے ساتھ بار میں آیا کرتی تھی؟؟۔۔۔ وہ رونا بھول کے غصے سے میسج ٹائپ کرتی سینڈ کر گئی۔۔ اسکے میسج میں جیلسی محسوس کرتے حازق خان کے دل پہ کیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔۔

لیڈی ہے!!۔۔۔۔ حازق خان نے معصومیت سے جلتی پہ پٹرول پھینکا تھا۔ sensible ہاں وہی!! بہت نائس اور میچر!!!!!!!!!!۔۔۔ میر ال شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے چیختے ہوئے یہ میسج ٹائپ کیا تھا۔

یس!!؟۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اسکے میسج کا ریپلائے کیا تھا، میر ال شاہ نے محسوس کیا تھا آج اس نے اسے ایک دفعہ بھی میر و نہیں بولا۔۔

اپنی خیر مناؤ تم!!!!۔۔۔۔۔وہ غصے سے میسج ٹائپ کر کے اسے سینڈ کرتی اپنی الماری کی طرف بڑھتی صبح خان مینشن جانے کے لئے کپڑے تلاشنے لگی۔ وہ اس وقت شدید غصے میں تھی۔۔ وہ ہوتا کون تھا اس کے علاوہ کسی دوسری لڑکی کا ذکر بھی اپنی زبان پہ لانے والا؟؟ بات پرسنل پراپرٹی پہ آچکی تھی اور میر ال شاہ کو اپنی پراپرٹی میں شراکت داری منظور نہیں تھی۔ دوسری طرف موجود میجر خان اسکا میسج پڑھنے کے بعد نا سمجھی سے اسکے مزید میسجز کا انتظار کرنے لگا لیکن اسے مزید کوئی میسج موصول نہیں ہوا تھا۔

ایسی کون سی تیاریاں ہیں جو ختم نہیں ہو رہی تم سب کی!!!۔۔۔۔۔دوپہر کے پانچ بج رہے تھے، دوسرے دن کی قربانی ہو چکی تھی، سب سب کو خان مینشن کی طرف نکلنا تھا، سب تقریباً پچھلے آدھے گھنٹے سے تیار ہو رہے تھے جبکہ احان شاہ جو صبح سے تیار ہو کے بیٹھا تھا ان سب کو لیٹ ہوتے دیکھ کے وہ لاؤنج میں کھڑا ہوتا اپنی بھاری آواز میں دھاڑتا ان سب کو ہوش دلوا رہا تھا۔ اسکی دھاڑ پہ ارزم شاہ تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ نیچے سے سب بڑے اور میر ال شاہ بھی اپنے کمرے سے نکل چکی تھی۔۔

باس میں ریڈی ہوں! شانت ہو جائیں!!۔۔۔۔۔براؤن شلوار قمیض میں ملبوس ارزم شاہ بری الزمہ ہوتے ہوئے بولا تھا جسے دیکھ کے احان شاہ نے آنکھیں گھمائی تھیں، وہ جانتا تھا وہ اسی کی طرح بیوی کے لئے اتاولہ ہوتا تھا لیکن آج وہ اتنا ریلکس کیسے تھا؟ احان شاہ سمجھ نہ پایا؟ سمجھتا بھی کیسے؟ ارزم شاہ نے اسے بتایا تھوڑی تھا وہ رات سے اپنی بیوی کے ساتھ اسے فجر کے وقت خان مینشن چھوڑ کے آیا تھا۔۔ ابھی احان شاہ مزید کچھ بولتا جب کاظم شاہ اور ایزل شاہ سیڑھیوں سے اترتے دیکھائی دیئے تھے۔۔

کیوں اتنا اتاولہ ہو رہا ہے؟ اتنی جلدی ہے سالے سے ملنے کی؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے گویا ہوتا تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا، ارزم شاہ نے پیار سے مسکراتے ہوئے اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑتے اسکے گالوں کو چوما تھا۔ گرے بے بی آوٹ فٹ میں ملبوس ازمیر شاہ کھکھلایا تھا۔۔

تصیح کیجئیے! سالے کی چھوٹی بہن سے ملنے کی جلدی ہے جنہوں نے کسی ٹیچر کی طرح ان کے لپس پہ فنگر رکھوا کے انہیں کیپ کوائیٹ کروادینا ہے اور انہوں نے عشق میں پاگل ہوتے ہوئے ان کی اس ادا پہ بھی صدقے واری جانا ہے!!۔۔زوریز شاہ جو کاظم شاہ کے پیچھے ہی مرحا شاہ کے ساتھ سیڑھیاں اتر رہا تھا، چہرے کے زاویے بگاڑتے ہوئے اس نے کاظم شاہ کی تصیح کرنا اپنا فرض سمجھا تھا، زوریز شاہ کے جملے پہ سب کا قہقہ بے ساختہ تھا، احان شاہ نے اسے غصے سے آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔احان شاہ تقریباً پچھلے پندرہ منٹوں سے اپنا سپیکر پھاڑ پھاڑ کے سب کو جلدی تیار ہونے کی ہدایت دے رہا تھا جس پہ وہ دونوں تپے ہوئے تھے کیونکہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ دونوں کو ہی اپنی بیویوں کی تیاری سراہنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

تم لوگوں میں مہمان بننے کے آداب معاشرت، تمیز اور اخلاق کی کمی ہے لیکن الحمد اللہ مجھ میں نہیں ہے! کیونکہ میں سید احان شاہ ہوں وقت کی پابندی کرنے والا! اگلا بندہ ہمارا انتظار کر کر کے آدھا ہو جائے۔۔۔۔۔ابھی احان شاہ انہیں تمیز سکھاتا ہوا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا جب کاظم شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔وقت کی پابندی اور سید احان شاہ دو مختلف ٹاپک ہیں! اور میری جان تو اتنی خوش فہمی مت پال! تیرا انتظار وہاں پہ کوئی بھی نہیں کر رہا!!۔۔۔کاظم شاہ نے سر جھٹک کے قہقہ لگاتے اسے سلگایا تھا۔۔زوریز شاہ کا قہقہ بے ساختہ تھا، باقی سب تاصف سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے جبکہ ارزم شاہ اپنے بھتیجے میں مصروف ان کے ساتھ باہر پورچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے! اب تم لوگوں کو اپنی دھڑکنوں کی آواز تو سنانے سے رہا! میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں!! سید احان شاہ کا انتظار کیا جا رہا ہے اور شدت سے کیا جا رہا ہے۔۔۔۔احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر کے اترا کے بولتا ان دونوں کی ہنسی کو بریک لگواتے ہوئے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھنے والا تھا جب ارزم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکے ہاتھ سے گاڑی کی چابی چھینی تھی۔احان شاہ کے شدت پسند اور پختہ لہجے پہ سب کے ایک پل کے لئے رونگھٹے کھڑے ہوئے تھے۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔اب بولے کوئی یوں قسم کھا کے ؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے احان شاہ کی سائیڈ لیتے ہوئے کاظم شاہ اور زوریز شاہ کو چڑایا تھا جو اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو رہے تھے۔۔باپ کو الگ گاڑی میں بیٹھتے

دیکھ کے ازمیر شاہ نے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ اسکے رونے پہ وہ اگلے ہی پل گاڑی سے باہر نکلتا تاصف سے سر ہلاتے ہوئے ارزم شاہ کے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑے اسے اپنے سینے سے لگائے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔۔

مجھے ڈرائیو کرنے دے! کافی دن ہوئے ہیں سٹیرنگ گھمائے!!۔۔۔ احان شاہ ناک چڑھا کے بولتا ارزم شاہ کے ہاتھ سے چابی چھیننے کی والا تھا جب وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر گیا۔۔

نہیں! چپ چاپ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھیں! ابھی آپ کے بیڈ ریسٹ کرنے کے دن ہیں! اور آپ۔۔۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ اسے مصنوعی انداز میں دپٹتا ہوا اپنا جملہ مکمل کرتا جب اپنی گاڑی میں بیٹھتے زوریز شاہ نے شرارت سے اسکی بات کاٹی تھی۔

واٹ بیڈ ریسٹ؟ آر یو سیریس؟ لالہ آپ پریگنینٹ کب ہوئے؟؟۔۔۔ زوریز شاہ ہنس کے نیا شوشا چھوڑتا احان شاہ کی گالیاں سنے بغیر اپنی گاڑی شاہ حویلی سے زن سے بھگا لے گیا، اسکے ساتھ بیٹھی مرحا شاہ سے اپنی ہنسی روکنا محال ہوا تھا۔۔ کاظم شاہ اور ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا، صد شکر تھا ازمیر شاہ میں مصروف ایزل شاہ نے اپنے لالہ کی اتنی بے باک بات نہیں سنی تھی۔ احان شاہ غصے سے منہ میں زوریز شاہ کو گالیاں بکتا پیسنجر سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔

آپی ہمارے ساتھ چلیں نا!!!۔۔۔۔ میرال شاہ کو اپنی گاڑی میں سوار ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے گاڑی کو ہارن دیتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا جس پہ سر ہاں میں ہلاتی ان کی گاڑی کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

حازق خان شاہ حویلی کے تمام مکینوں کا اچھے سے ویلکم کرتا ان سے خوشدلی سے ملتا انہیں ڈرائینگ روم کی طرف لے کے آرہا تھا۔ وہ اب اس کی بہنوں کا سسرال تھا اسکا خوشدلی کا مظاہرہ کرنا بنتا تھا کیونکہ وہ باقی سب کچھ اللہ پہ چھوڑ چکا تھا۔۔ وہ میرال شاہ کو یہاں خوش دیکھ کے جس قدر خوش تھا وہ بیان سے باہر تھا۔۔ بالآخر وہ شہسوار شاہ کی طرف جانے کی بجائے یہاں آچکی تھی۔ وہ اس وقت سیاہ فراک پہ سرخ لال لپ اسٹک لگائے شانوں پہ دوپٹا لئے اپنے باب کاٹ بالوں کو جھٹکتی حازق خان کے ہوش اڑا گئی تھی۔۔ حازق خان بمشکل اس پر سے نگاہیں ہٹاتا ہوا باقی سب کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوا تھا۔ وہ اس وقت بلیک رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس ابھی تک تیار نہیں ہوا تھا کیونکہ

وہ ان کے آنے کے کچھ منٹ پہلے ہی قربانی وغیرہ سے فارغ ہوا تھا۔ ذائشہ خان اور گلالئ باقی سب لڑکیوں کے ساتھ بیٹھتی انہیں وقت دے رہی تھیں۔ گلالئ جو کب سے لاشعوری طور پہ احان شاہ کا انتظار کر رہی تھی، اسے نیوی بلیو شلوار قمیض میں دیکھ کے اسکا دل دھڑکا تھا۔۔ وہ خود بھی اس وقت نیوی بلیو پٹھانی فراک پہ بڑی سی چادر لئے اپنا وجود چھپائے ہوئے تھے، ان دونوں کی قدرتی میچنگ ہوئی تھی۔ کڑہائی والی نیوی بلیو چادر گلالئ کی سرخ و سفید رنگت پہ بخوبی جچ رہی تھی۔۔ احان شاہ جو کب سے دیوانوں کی طرح گلالئ پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا اسے کن اکھیوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے لبوں پہ رکھتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔ ذائشہ خان کو اس وقت شدید نیند آ رہی تھی کیونکہ وہ فجر کے وقت اسے ہویلی چھوڑ کے گیا تھا، پوری رات ان دونوں نے باتیں کر کے گزار دی تھی، اور خان مینشن واپس آ کے بھی وہ اسکی باتیں اور جان لیوا گستاخیاں سوچتی شرماتی رہی تھی، وہ رات سے ابھی تک نہیں سوئی تھی، اب تو اسکی بس ہو رہی تھی لیکن وہ پھر بھی انہیں وقت دینے کے لئے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔۔ ارزم شاہ اسکی سرخ آنکھوں میں نیند کی سرخی نوٹ کرتا بے چین ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ جا کے سو جائے لیکن اس وقت ذائشہ خان کے پاس اسکا فون نہیں تھا، وہ اسے کیسے میسج کرتا۔۔۔ ذائشہ خان اس وقت پیچ پٹھانی فراک میں ملبوس سر پہ اچھے سے دوپٹا جمائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ ایزل شاہ اپنے بیٹے اور شوہر کے ساتھ میچنگ کلر کا گرے ایمبرائیڈڈ اور ڈیسنٹ ساڈریس پہنے ہوئے تھی جبکہ مرحا شاہ اپنے شوہر کے ساتھ میچنگ کئے لائٹ پستہ گاؤن ڈریس میں ملبوس تھی۔۔

میں شاور لے کے آتا ہوں! تب تک آپ لوگ پلیز کچھ لیں!۔۔ حازق خان کافی دیر تک ان سب کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد صوفے سے اٹھتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کے ایکسکیوز کرتا میرال شاہ کو نامحسوس انداز میں باہر آنے کا اشارہ دیتا دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ میرال شاہ اسکا اشارہ سرے سے اگنور کر چکی تھی۔ سب اپنی چوائس سے چائے اور کولڈ ڈرنک وغیرہ لے رہے تھے جب گلالئ نے جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے احان شاہ کے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کا گلاس پکڑ کے سائیڈ پہ رکھا تھا۔۔

ریشم!! سادہ نیم گرم پانی لے کے آئیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔ گلالئ اسکی حیران نظروں کو اگنور کرتی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ریشم سے مخاطب ہوئی تھی۔ احان شاہ نے اپنی بیوی کی اتنی کیئر پہ اترا کے زوریز شاہ اور کاظم شاہ کی

طرف دیکھا تھا جو کچھ دیر پہلے ہویلی اسکا مذاق اڑا رہے تھے۔۔ احان شاہ کے انداز پہ وہ دونوں لب دباتے ہوئے اپنی مسکراہٹ روک رہے تھے۔ ریشم کچھ ہی دیر میں سادہ نیم گرم پانی کا گلاس لا کے گلالئ کے ہاتھ میں پکڑا چکی تھی جو گلالئ نے سنجیدگی سے احان شاہ کو پکڑاتے ہوئے پھر سے ایزل شاہ کے ساتھ جگہ سنبھالی تھی۔۔ احان شاہ کو چاہے اس وقت ٹھنڈی کولڈ ڈرنک یا ٹھنڈے پانی کی طلب تھی لیکن اپنی بیوی کی اتنی کرم نوازی پہ وہ نیم گرم پانی تو کیا گرم آگ پانی بھی اپنے حلق میں انڈھیل سکتا تھا۔۔ باقی سب گلالئ کی اتنی کیئر پہ مسکرائے تھے، وہ ڈاکٹر کی دی گئی تمام ہدایات پہ احان شاہ سے عمل کروا کے سکھ کا سانس لیتی تھی۔۔

Thanku so much for coming

اب پلیز اپنے قدموں کو حرکت دے کے اوپر سیڑھیوں کی طرف لیفٹ سائیڈ والے روم میں آ کے میری بینڈیج کر دو! میرا ہاتھ رات سے تمہارا انتظار کر رہا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔ میرال جو کسی بات پہ ذائشہ خان کو چھیڑ رہی تھی حازق خان کی طرف سے موصول ہوتے میسج پہ اس نے دانت پیستے تھے۔۔

کس نے کہا میں تمہارے کہنے پہ آئی ہوں؟ میں صرف ذائشہ کے لئے آئی ہوں!! آئی سمجھ؟۔۔۔۔ وہ الا پرواہی سے تیزی سے ٹیکسٹ کرتی اسے سینڈ کر گئی۔۔ وہ تو اپنی تیاری سے اسکے ہوش اڑانے آئی تھی، اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا اسکی بینڈیج کرنے کا۔۔ وہ پہلے ہی رات سے اسکے منہ سے الوینہ کا نام سن کے تپی بیٹھی تھی۔

اس کا مطلب مجھے اپنی بینڈیج الوینہ سے کروانی پڑے گی؟؟۔۔۔ حازق خان نے اپنے میسج کے ساتھ معصوم سا ایموجی بھیجتے اللہ جانے میرال شاہ سے اجازت مانگی تھی یا اپنی سے اس کے گوش و گزار کی تھی۔۔ بحر حال اسکے میسج میں ایک دفعہ پھر الوینہ کا ذکر پڑھتی وہ جلتے توے پہ بیٹھی تھی۔۔ وہ ذائشہ خان سے واشروم پوچھتی بہانے سے یہاں سے نکلتی اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی تاکہ اسکی طبیعت درست کر سکے۔

وہ شدید غصے سے دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھولتی اوپر اس کے لیفٹ سائیڈ والے کمرے میں داخل ہوئی تھی، لیکن کمرہ خالی تھی۔۔ وہ خالی کمرے کو دیکھتی پلٹنے کی والی تھی جب نگاہیں بے ساختہ سفید بیڈ شیٹ پہ موجود خون کے سرخ دھبوں کی طرف اٹھی تھیں، وہ اگلے ہی پل وہ بیڈ شیٹ پہچان چکی تھی، یہ وہی بیڈ شیٹ تھی جو اس نے رات کو تصویر

میں دیکھی تھی، اسکا مطلب یہ اسی کا کمرہ تھا۔ وہ تجسس سے تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔ بیڈ شیٹ پہ جگہ جگہ خون سے لکھا "میرو" پڑھتے ہوئے میر ال شاہ کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں، نگاہیں ارد گرد اسکی تلاش میں اٹھی تھیں لیکن وہ وہاں نہیں تھا، واشروم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی وہ شاید نہیں یقیناً باتھ لے رہا تھا۔ اس نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اپنے نام پہ انگلی پھیری تھی۔ اپنی نم آنکھیں رگڑتے ہوئے وہ سائیڈ ٹیبل اور اسکے ارد گرد موجود شیشے کی کرچیاں دیکھتی لمحے کے گیارھویں حصے میں سمجھ چکی تھی اس نے خود غصے میں اپنے ہاتھ کو زخمی کیا تھا۔ وہ ہوتا کون تھا خود کو تکلیف دینے والا۔۔ وہ غصے سے سوچتی ہوئی اسکے واشروم سے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگی۔۔

تقریباً دس منٹ بعد واشروم کا دروازہ کھلا تھا، حازق خان جو اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا سیاہ شلوار قمیض میں باتھروم سے باہر نکلا تھا، میر ال شاہ نے اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے بازو تھامتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دیوار کے ساتھ دھکیلا تھا۔۔ حازق خان اپنے سامنے میر ال شاہ کو دیکھتے حیران در حیران تھا، اسے تو لگ رہا تھا وہ نہیں آئے گی اسی لئے تو وہ نہانے جا چکا تھا۔۔

کیا ہے اس الوینہ میں ایسا جو رات سے تم اس کے قصیدے پڑھ رہے ہو؟؟۔۔۔۔ وہ اسکی سیاہ قمیض کا گریبان اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑ کے اسے خود کے قریب کرتی دھاڑی تھی۔۔ اسکے اس انداز پہ حازق خان کی نیلی آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب تھیں۔ وہ اس کے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹا پایا۔ اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کو دیکھتے حازق خان نے اگلے ہی پل اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔۔

کچھ پوچھ رہی ہوں میں؟؟ سیدھے الفاظ میں بتاؤ آخر چاہتے کیا ہو تم؟؟!!۔۔۔۔۔۔ اسکے یوں آنکھیں پھیلانے پہ وہ پھر سے غرائی تھی۔ وہ الوینہ کے نام پہ اس قدر تپ چکی تھی کہ غصے میں یہ تک بھول چکی تھی وہ اس کے بے حد قریب کھڑی ہے۔۔

تمہیں!! صرف تمہیں چاہتا ہوں! اور پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟؟۔۔ وہ اسکے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے بغیر مدھم گھمبیر آواز میں گویا ہوتا میر ال شاہ کا دل دھڑکا گیا۔۔

میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا میں تمہیں اور خود کو کسی نامحرم رشتے تین نہیں الجھانا چاہتا! جب تم راضی ہو جاؤں گی میں بنا کسی دیری کے تمہارے گھر والوں سے بات کر لوں گا! صرف تم خامی بڑھ دو! اور شہسوار والا چونا مجھے بالکل

مت لگاؤ کیونکہ وہ تم سے پہلے میرا بیسٹ فرینڈ ہے! ہاں میں مانتا ہوں تمہیں اور اسے ساتھ دیکھ کے مجھے قدرتی طور پہ جیلسی ہوتی ہے جس کا تم فائدہ اٹھاتی ہو لیکن شہسوار کے متعلق میں ایک ایک بات جانتا ہوں! ۔۔۔وہ مزید گویا ہوتا اپنے آخری جملوں سے میر ال شاہ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر گیا۔۔

جب میں نے تمہیں بار ہا بتایا ہے تم مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے تو فائدہ اس فضول گوئی کا؟؟۔۔۔وہ جلدی سے اس کے گریبان سے بازو ہٹا کے خود کو یہاں آنے پہ کوستی ہوئی سر جھٹک کے گویا ہوئی تھی۔

اگر میں تمہیں اچھا نہیں لگتا تو تمہیں الوینہ سے اتنی جیلسی۔۔۔۔

شٹ اپ میجر خان!! اب اگر اس چھپکلی کا نام میں نے تمہارے منہ سے سن لیا تو جان لے لوں گی تمہاری!!!۔۔۔۔۔ وہ اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتی دھاڑی تھی۔۔حازق خان نے مصنوعی کراہ بھرتے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

دل بھی تمہارا اور جان بھی تمہاری! جو جی میں آئے کرو افف تک نہیں کروں گا!!۔۔۔۔۔۔وہ اسے بازو سے پکڑ کے دیوار کے ساتھ لگا خود اسکے مقابل کھڑا ہوتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے دلفریب انداز میں گویا ہوتا میر ال شاہ کو اپنا ایک نیا روپ دیکھا رہا تھا۔۔

تمہارا نام میجر خان نہیں ناگ خان ہونا چاہئیے تھا! اتنے روپ ہیں تمہارے! پھر بولتے ہو تمہاری معصومیت پہ طنز کرتی ہوں؟؟۔۔۔وہ آنکھیں پھیلا کے گویا ہوتی دل کی بات زبان پہ لاتی حازق خان کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

جتنے بھی روپ ہیں! ان سب روپوں کو دیکھنے کی حقدار صرف تم کو کیونکہ میرے دل کی سرزمین پہ قدم رکھنے والی تم وہ واحد لڑکی ہو جو حازق خان کی محرم بنتے ہی اسکا ہر روپ جاننے کی حقدار ہو گی!!۔۔وہ لاشعوری طور پہ اسکے سرخ ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا۔اسکے سرخ ہونٹوں کو دیکھتے حازق خان کو اپنے گلے میں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے تھے۔۔میر ال شاہ کا دل مانو کانوں میں دھڑک رہا تھا۔۔

نامحرم محبوب کے سامنے اتنے تیز رنگ کی سرخی لگا کے نہیں آیا کرتے!! وہ بہکتے ہوئے گناہ کر بیٹھتے ہیں!!۔۔۔۔۔

اسے لمحہ بالمحہ حیران ہوتے دیکھ کے حازق خان اسکے ہونٹوں کی طرف ہاتھ بڑھاتا اپنے انگوٹھے سے اسکی سرخی اتارتے بوجھل گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔اسکی اس پیش قدمی پہ میر ال شاہ کا دل سینے سے باہر نکلنے کو بے تاب ہوا

تھا، وہ چاہے جتنی مرضی بولڈ بنتی تھی لیکن وہ آج پہلی بار کسی کو اپنے اس قدر نزدیک دیکھ رہی اور اسپیشلی حازق خان کا یہ روپ جو اس نے خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔

یہ کیا بدتمیزی ہے!!!۔۔۔۔۔۔میرال شاہ ہوش میں آتی ہوئی جلدی سے اس کا انگوٹھا اپنے لبوں سے ہٹاتی لہجے کو سخت بناتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔

میری قسم کھا کے بتاؤ تم میرے کہنے پہ خان مینشن میں نہیں آئی بلکہ ذائشہ کے کہنے پہ آئی ہو؟۔۔۔۔وہ اس سے فاصلے پہ ہوتا آئیبرو اٹھا کے گویا ہوا تھا۔ میرال شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

میں اوپر تمہیں صرف یہ بتانے آئی تھی آئندہ سے مجھے میسج کرنے کی بجائے اپنی الوینہ سے گپیں ہانکنا!!اور تم میرے لئے اتنی امپورٹینس رکھتے جو میں تمہارے نام کی قسمیں کھاتی پھروں!! ہٹو مجھے شہسوار کے گھر جانا ہے مجھے لیٹ ہو رہا ہے!۔۔۔۔۔۔۔وہ بات پلٹتی لہجے کو سخت بناتی وہاں سے جانے ہی والی تھی جب حازق خان نے شہسوار شاہ کا ذکر سنتے اپنے زخمی ہاتھ کا مکا بناتے اسکے کان کے پاس زور سے دیوار پہ مارا تھا۔ مکا اس قدر شدید تھا کہ میرال شاہ کو اسکی انگلیوں کے کڑکڑانے کی آواز اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔۔

چلو جھوٹی قسم ہی کھالو! شاید تمہاری دعائیں قبول ہو جائیں اور مر جاؤں میں!!۔۔۔۔۔وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے مقابل کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ میرال شاہ جو اسکے زخمی ہاتھ سے رستے خون کو منہ کھولتے ہوئے دیکھ رہی تھی اسکے اس جملے پہ میرال شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

پاگل ہو تم!! ہاتھ کا کیا حشر کر ڈالا ہے!!!۔۔۔وہ پھر سے اپنے ہاتھ کو نقصان پہنچانے والا تھا جب وہ غصے سے چیختی ہوئی اسکا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام گئی۔۔

ہاں پاگل ہوں! چھوڑ دو مجھے میرے حال پہ! تمہارا شہسوار شاہ کے گھر جانا زیادہ ضروری ہے نا؟ جاؤ انجوائے کرو!!۔۔۔۔وہ غصے سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گیا، میرال شاہ اسکا ہاتھ پھر سے تھامتی اسے ایک دم سے گریبان سے پکڑ کے اپنے نزدیک کرتے ہوئے اسکے پھولے سرخ گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔ حازق خان اسکے اس اچانک عمل پہ بھوکھلایا تھا۔ وہ اسکے ڈارک براؤن بیرڈ سے لبریز گال پہ اپنے دانتوں کی گھڑی بناتی اسے غصے سے دیکھتی اسکے ہاتھ پہ نگاہیں جما گئی تھی۔۔ میرال شاہ نے یہ حرکت آج پہلی بار کی تھی اور حازق خان آج پہلی بار اس حرکت کا نشانہ

بنا تھا۔۔وہ اسے اپنی ہر ادا سے یوں ہی حیران کرتی تھی۔۔ صرف میر ال شاہ ہی نہیں بلکہ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی بولتی الگ الگ روپ دیکھا کے بند کرواتے تھے۔ میر ال شاہ کا اپنی بے اختیاری پہ خود جا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہوا تھا۔۔

آئینہ خود کو تکلیف دینے سے پہلے اپنے گال پہ موجود اس زخم کو لازمی یاد کر لینا جس کا جواب ابھی تمہیں نیچے سب کے سامنے جا کے دینا ہے!! اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالوں گی تمہارا اب اگر جو خود کو ذرا سا بھی نقصان پہنچایا تو!!۔۔۔۔وہ غصے سے دھاڑتی اسکا ہاتھ چھوڑتے ہوئے اسکی الماری کی طرف بڑھتی فرسٹ ایڈ باکس ڈھونڈھتی پھر سے اسکے قریب آئی تھی۔ حازق خان بنا پلکیں چھلکائے اسکی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔۔وہ اسکے سحر سے نکل نہیں پا رہا تھا۔۔وہ سٹل ہوتا اسکی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔۔ گال پہ ہنوز میٹھی سی جلن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس کی نظریں خود پہ محسوس کر کے بھی اگنور کرتی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑ کے اس پہ بینڈیج کر رہی تھی۔۔

شہسوار زیادہ ضروری ہے تمہارے لئے ؟؟۔۔۔اسے مہارت سے اپنی بینڈیج کرتے دیکھ کے وہ اب جان بوجھ کے مدھم لہجے میں یہ سوال کر رہا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسے غصے سے آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔ کیا تھے وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں لکھی محبت کی تحریر ہمیشہ پڑھ جایا کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کو تنگ کرنا اپنا فرض بھی سمجھتے تھے۔۔

الوینہ زیادہ ضروری ہے تمہارے لئے ؟ جس کے پاس جا کے بینڈیج کروانے کے چکروں میں تم نے اپنے ہاتھ کا یہ حشر کر ڈالا ہے ؟؟۔۔۔وہ جانتے بوجھتے اسے غصے سے آنکھیں دیکھا کے غراتی ہنوز اسکے ہاتھ پہ بینڈیج کر رہی تھی۔ حاذق خان قہقہہ لگا کے ہنسا تھا۔۔

اپنی باری پہ بتیسی بند نہیں ہوتی اور میری باری پہ توڑ پھوڑ شروع کر دیتے ہو ؟۔۔۔۔وہ اسکے قہقہہ لگانے پہ برا مناتی اب اسکے ہاتھ کی انگلیوں پہ چھوٹی چھوٹی بینڈیج لگاتی انہیں نامحسوس انداز میں سہلا رہی تھی۔۔

جو زخم تم نے میرے گال پہ دیا ہے! ایسے سو ہزار زخم مجھے اپنے جسم کے ہر حصے پہ قبول ہیں! صرف ایک التجاء سن لو ؟ نکاح کے لئے راضی ہو جاؤ؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے مدھم آواز میں سرگوشی کرتا میر ال شاہ

کو سرخ کر گیا۔۔ کیا میر ال شاہ کو بھی کوئی سرخ کر سکتا تھا جو سب کو خود سرخ کیا کرتی تھی؟ جی ہاں کر سکتا تھا۔۔ آج ثابت ہوا میجر خان اسے سرخ کر سکتا تھا۔۔

وہ معصوم بالکل نہیں تھا۔۔۔ میر ال شاہ نے اپنے رات والے خیالات کی نفی کی تھی۔

آؤ میدان میں! اور نپٹ لو میرے بھائیوں سے جن کو تم نے اپنی انگلیوں پہ نچایا ہے!!۔۔۔۔۔ وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا کے اپنی مسکراہٹ روکتی اسکے سینے پہ انگلی بجاتی دلفریب انداز میں بولتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتی اسکے ہاتھ آنے سے پہلے تیزی سے اسکے کمرے سے بھاگی تھی۔ وہ جب تک اسکی بات کا مطلب سمجھا تھا وہ جا چکی تھی! حازق خان نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی تیز تیز دھڑکنوں کو محسوس کیا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا وہ محبت کے اس امتحان میں سرخرو ہو چکا ہے یہ جانے بغیر کہ ابھی بہت سے امتحان باقی ہیں!۔۔ وہ آئینے کے سامنے آتا اپنے گال پہ موجود اسکے دانتوں کے دیئے نشان پہ انگلی پھیرتے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔۔

بندی رومانٹک ہے!! ہاہاہاہا۔۔۔۔۔ وہ بھرپور انداز میں قہقہ لگا کے خود سے مخاطب ہوتا اب اسے چھپانے کا طریقہ تلاشنے لگا۔۔ حازق خان کے دماغ نے تیزی سے کام کیا تھا، وہ اپنے کمرے سے نکلتا ہوا جلدی سے اپنے ساتھ ہی گلالئی کے کمرے کی طرف بڑھتا اسکے ڈریسنگ ٹیبل سے کنسیلر نکالتے ہوئے احتیاط سے اس نشان کو چھپانے لگا جو اسکی بیرڈ سے تھوڑا اوپر تھا۔۔ صد شکر تھا تھوڑی سی محنت سے ہی اسکا یہ نشان چھپ چکا تھا۔۔

میر ال شاہ اوپر سے آتے ہی ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے ذائشہ خان کے کمرے کی طرف بڑھی تھی کیونکہ وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے سب لڑکیوں کو وہاں جاتے دیکھ چکی تھی جبکہ حازق خان بھی کچھ دیر بعد نیچے کی طرف آتا ڈرائینگ روم میں بڑھتے شاہ حویلی کے تمام مکینوں کو وقت دے رہا تھا۔۔

گپ شپ لگانے کے کچھ دیر بعد رات کا کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ رات کے کھانے کے دوران ذائشہ خان کے علاوہ سب موجود تھے، ارزم شاہ کا لاکھ اس سے ملنے کو دل تھا لیکن وہ اسکی نیند ڈسٹرب کرنے نہیں گیا تھا، اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے اشارے سے اپنے کمرے میں جا کے نیند ہوتی کرنے کو کہا تھا۔ وہ دونوں پہلے ہی پوری رات ایک ساتھ گزار چکے تھے اسے رومانس سے زیادہ اسکی نیند کی فکر تھی۔۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔۔ حازق خان

کی نگاہیں بار بار میر ال شاہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جو بے نیازی سے ہلکا پھلکا سا کھا رہی تھی۔ احان شاہ اور گلالئی ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، گلالئی نے اسے سب والا کھانا دینے کی بجائے ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق بنوایا گیا کھانا سنجیدگی سے اس کے آگے رکھا تھا۔ احان شاہ کو ٹوٹ کے اپنی بیوی پہ پیار آرہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 108 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

ذرتاج اماں کہاں ہیں؟ میں پچھلے دنوں سے دو سے تین دفعہ انیکسی چکر لگا چکی ہوں لیکن انیکسی خالی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ گلالئی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سنجیدگی سے احان شاہ سے سوال کیا تھا، لیکن اسکا لہجہ پہلے سے مدھم تھا۔ وہ ان کے ساتھ ہی واپس آئی تھی۔۔ گلالئی کے اس اچانک سوال پہ احان شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تم نے وہاں پہ کچھ بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا، بیڈ پہ بیٹھو میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لے کے آتا ہوں!!۔۔۔۔ احان شاہ نرم لہجے میں بات کا رخ موڑ گیا۔ وہ اسکے مدھم لہجے سے محسوس کر چکا تھا اسکا انرجی لیول اس وقت ڈاؤن ہے۔۔۔

میں نے کچھ پوچھا ہے؟ ذرتاج اماں کہاں ہیں!؟۔۔۔۔ اسکے بات بدلنے پہ گلالئی نے اپنے سوال پہ زور ڈالا تھا۔ پہلے کھانا کھالو پھر بتاتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنی بات کہتے ہوئے ابھی مڑا ہی تھا جب اسے گلالئی کا نازک ہاتھ اچانک سے اپنے بازو پہ محسوس ہوا تھا۔ اسکے ہاتھ کا لمس اپنے بازو پہ محسوس کرتے احان شاہ نے دھڑکتے دل سے اسکی طرف رخ موڑا تھا جب اسے کمر پہ ہاتھ رکھے دیکھ کے وہ پریشانی سے جلدی سے اسے اپنے بازو کے حصار میں لے گیا۔۔

گل! کیا ہوا!؟۔۔۔۔۔۔۔ ایک پل میں اس کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھ کے احان شاہ اسکا گال نرمی سے تھپتھپاتے فکرمندی سے استفسار کرنے لگا۔ وہ بنا کچھ بولے سہارا پاتی اسکی قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔۔ اس کی اس یخ قدمی پہ احان شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔

گل بولو کیا ہوا ہے؟ کہیں درد ہو رہا ہے؟ پلیز مجھے بتاؤ؟؟۔۔۔وہ پہلے سے زیادہ فکر مندی سے استفسار کرتا اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔ اسے لگ رہا تھا وہ ابھی اسکے گرد سے اپنے بازو کا حصار ہٹائے گا تو وہ زمین بوس ہو جائے گی۔ گلالئ بنا کوئی جواب دیئے ہمت کرتی اپنی کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے الگ ہونے ہی والی تھی جب احان شاہ نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ اسے اس وقت اپنی گل ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔

چ۔ چھو۔۔ چھوڑیں!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ تکلیف برداشت کر کے بولتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسے چھوڑنے کی بجائے اپنی گود میں اٹھاتا جلدی سے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ بولا۔۔ تھا۔۔ مجھے۔۔۔ نہیں۔۔ چھوئیں۔۔گے!!۔۔ د۔ دور۔۔ ہوں!!!۔۔۔۔۔وہ اسکی گود میں جھٹپٹانے کی کوشش کرتی غصے سے بول رہی تھی لیکن لہجہ تکلیف کی وجہ سے لڑکھڑا رہا تھا۔

تم شاید بھول رہی ہو میں نے کہا تھا جب تمہیں سہارے کی ضرورت ہو گی تب میں تمہیں ٹچ کرنے سے گریز نہیں کروں گا! اور فکر مت کرو! میں کچھ نہیں کر رہا صرف مجھے یہ بتاؤ کہاں پہ درد ہو رہا ہے؟؟ کمر میں؟؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے احتیاط سے بیڈ پہ لٹاتا اسکی کمر کے پیچھے دو بڑے سے تکیے سیٹ کرتا اسکے قریب جگہ بنا کے بیٹھا تھا۔

ا۔ اچانک۔۔۔سے۔۔۔ ٹانگوں۔۔۔ اور۔۔ کمر۔۔ میں۔۔۔ ہو۔۔ رہی۔۔۔۔وہ مزید تکلیف برداشت نہ کر پائی اسی لئے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اسے بتاتی آنکھیں موند گئی، وہ نہیں چاہتی تھی وہ اس کے آنسو دیکھے۔۔

میڈیسن کھا رہی ہو تم!؟ آئی تھنک یہ کمزوری کی وجہ سے ہو رہی ہے! میں تمہاری ٹانگیں دبا دیتا ہوں! تم ابھی ٹھیک ہو جاؤ گی!!۔۔وہ اسکی پلکوں پہ موجود آنسو اپنی انگلی کی پوروں سے چنتا اپنے دائیں ہاتھ سے اسکی ٹانگیں دبانے لگا۔۔

آہہ۔۔۔۔۔گلالئ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنی ٹانگوں سے جھٹکا تھا۔۔ احان شاہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے مزید پریشان ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

ا۔ اتنا۔۔ سخ۔۔ سخت۔۔ ہاتھ۔۔۔ ہے!!۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں کا سوال پڑھتی اسے ہاتھ جھٹکنے کی وجہ بتانے لگی۔

احان شاہ کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔ اس نے بے ساختہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔۔ وہ اسی لئے تو اسے صرف اپنے ایک ہاتھ سے دبا رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسکی گل کتنی نازک ہے وہ اسکا ایک ہاتھ برداشت کر لے وہی بڑی بات ہے۔۔۔

اب اسے تمہارے ہاتھوں سے جیسا نازک اور ملائم کیسے بناؤں؟ مردوں کے ہاتھ ایسے ہی ہوتے ہیں! اور ٹانگیں یہاں پہ کرو اب پوری کوشش کروں گا نرمی سے دباؤ!!۔۔۔۔۔۔۔اسے ٹانگوں کو سمیٹتے دیکھ کے وہ پھر سے اسکی ٹانگیں سیدھی کرتا اب پہلے سے زیادہ نرمی سے دھیرے دھیرے اسکی دائیں اور بائیں ٹانگ دبا رہا تھا۔۔گلالئ کو کچھ سکون محسوس ہوا تھا۔وہ سکون محسوس کرتی آنکھیں پھر سے موند گئی۔۔

صبح ہم تمہاری ڈاکٹر کے پاس فالو اپ کے لئے چلیں گے! ابھی میں مرحا کو بلاتا ہوں تاکہ وہ تمہیں چیک کر لے!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ نے اسے مخاطب کیا تھا،وہ چاہتا تھا وہ دونوں زیادہ سے زیادہ بات کریں۔

ن۔نہیں! میں ٹھیک ہوں! دیدہ کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھیں وا کرتی جلدی سے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی تھی۔۔وہ تکلیف میں اس سے دوبارہ ذرتاج اماں کے متعلق پوچھنا بھی بھول چکی تھی

۔

اوکے میں تمہارے لئے دودھ لے کے آتا ہوں! اور اب سے تم نے پراپر بیڈ ریسٹ کرنی ہے! پورا دن چلتی رہتی ہو اسی لئے پین ہو رہی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔وہ حکمیہ انداز میں بولتا ہوا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔

ن۔نہیں مجھے نہیں پینا!!۔۔۔۔۔۔دودھ کے نام پہ گلالئ نے ہمیشہ کی طرح منہ کے زاویے بگاڑے تھے۔۔

پینا ضروری ہے گلِ جاناں!! ورنہ میں بار بار تمہیں سہارا دوں گا اور تم برا مان جاؤ گی!!۔۔۔۔۔۔وہ مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اسکا گال نرمی سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے چھوتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔اسکے جانے کے بعد گلالئ بے ساختہ اپنے ہاتھ سے اپنے گال کو چھونے لگی۔۔اپنی ٹانگوں پہ اسے ابھی تک احان شاہ کے ہاتھ کا لمس محسوس ہو رہا تھا جس پہ وہ خود میں سمٹ رہی تھی۔کافی عرصے بعد اسکا یہ کیئرنگ انداز دیکھنے کو مل رہا تھا جس پہ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں لیکن وہ اپنے آنسو پینے لگی۔۔

وہ شہزادوں سی آن بان رکھنے والا شخص آج زندگی میں پہلی بار کچن میں کھڑا اپنی بیوی کے لئے دودھ گرم کر رہا تھا۔۔کوئی کہہ سکتا تھا وہ ایک وزیرِ دفاع ہے؟ اسے ویسے بھی وزارت سے زیادہ اپنی بیوی میں انٹرسٹ تھا اسی لئے وہ بہت

جلد یہ سیٹ اپنے باپ کو لٹانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ دودھ گرم کرنے کے بعد ایک گلاس میں ڈال کے اسے ٹرے میں رکھتا ساتھ چند کھجوریں رکھتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔

کمرے میں آتے ہی وہ پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا گلالئی کی طرف بڑھا تھا جو اپنی ٹانگوں کو سمیٹتے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھی۔۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں وا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اسکے ہاتھ میں دودھ کا گلاس دیکھتی وہ جلدی سے آنکھیں موند گئی جیسے پہلے سے سو رہی ہو وہ اسکی معصوم سی چالاکی پہ مسکراتا ہوا پھر سے وہی پہ آ کے بیٹھا تھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے بیٹھا اسکی ٹانگیں دبا رہا تھا۔

گلِ جاناں!! اٹھ کے دودھ پی لو پھر سو جانا!!۔۔۔۔ وہ ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا مدھم آواز میں اسے خود کی طرف متوجہ کر رہا تھا۔

مجھے نہیں پینا! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔ وہ دودھ سے بچنے کے لئے لہجہ سخت بنا کے گویا ہوئی تھی، آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔۔

تم مجھے اپنی کیئر کرنے سے روک نہیں سکتی گلِ جاناں! کیونکہ بنا تمہاری کیئر کے میں تمہیں تمہارے ماضی سے نکالنے میں ناکام رہوں گا! مجھے لگتا ہے یہ ہمارا گولڈن ٹائم ہے! تم جب تک دل چاہے مجھ سے ناراض رہو لیکن ہمارے اس گولڈن ٹائم کو لاپرواہی کی نظر مت کرو! پورا پورا دن مجھے اپنے نخرے دیکھاؤ میں تمہیں سر آنکھوں پہ بٹھانے کو تیار ہوں لیکن تمہاری خاموشی قابلِ قبول نہیں ہے! تم شاید مجھے خاموشی کی مار مارنا چاہتی ہو لیکن ایک وقت آئے گا جب تم اور میں اپنے اس گولڈن ٹائم کو یاد کر کے پچھتائیں گے! زندگی میں پہلے ہی بہت پچھتاوے اور دکھ ہیں مجھے نہیں لگتا اس ایک پچھتاوے کا اضافہ ضروری ہے! ۔۔۔ وہ اسے نرمی سے سمجھاتا اسے کندھوں سے پکڑ کے ٹھیک سے بٹھا رہا تھا۔ وہ اسے اسکی مرضی کے بغیر چھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت یہ ضروری تھا وہ بنا چھوئے اسے سہارا دینے سے تو رہا۔۔۔ وہ اسکی باتوں کے جواب میں خاموش رہی جب احان شاہ نے دودھ کا گلاس اٹھا کے اسکے گلابی ہونٹوں سے لگاتے ان پر سے اپنی نظریں ہٹائی تھیں۔۔ یہ ہونٹ ہمیشہ اسکی پیاس بڑھاتے تھے اسی لئے وہ اب کم ہی ان پہ نظریں جمایا کرتا تھا۔۔ اسے خاموشی سے دودھ کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے دیکھ کے وہ

کھجوروں سے گھٹلیاں نکال کے انہیں گلالئ کے ہاتھ میں پکڑا رہا تھا۔۔وہ کھجوریں کھا کے دودھ کا آدھا گلاس پیتی اسے واپس تھما گئ۔۔

تھوڑا سا اور پی لو؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ التجاء کرنے لگا وہ نفی میں سر ہلاتی آنکھیں موند گئ۔۔وہ اسے مزید فورس کرنے کی بجائے دودھ کا گلاس سائیڈ پہ رکھتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

اب تو کہیں پہ درد نہیں ہو رہا؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے نرمی سے استفسار کیا تھا، گلالئ کو کمر میں شدید درد محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ ضبط کرتی نفی میں سر ہلا گئ۔۔

لائٹس آف کر دیں مجھے آرام کرنا ہے!!۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی ٹھیک سے لیٹنے لگی۔۔احان شاہ سر کو خم دیتا اسے احتیاط سے لٹاتا کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔وہ اس کے سامنے ہر وقت اپنے سر اور وجود کو چادر سے ڈھک کے رکھتی تھی، یہ بات احان شاہ کو ایک عجیب سی کیفیت اور اذیت میں مبتلاء کرتی تھی لیکن وہ اظہار نہیں کرتا تھا۔

دیکھیں یہ ان کا تھرڈ ٹرائمسٹر چل رہا ہے! اس دوران کمر درد، پیٹ درد، پیٹ کے نچلے حصے میں درد اور ٹانگوں میں درد نارمل ہے! ہر پریگننٹ لیڈی اس درد سے گزرتی ہے! اس کا واحد حل صرف کیئر ہے! آپ کی وائف کو دوسری پریگننٹ لیڈیز کے مقابلے میں زیادہ کیئر کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک کی بجائے دو بچوں کی ماں بننے والی ہیں! ان کی۔۔۔۔۔۔ابھی ڈاکٹر ذرین اپنی بات مکمل کرتی جب احان شاہ ان کی بات کاٹ گیا۔۔

?What? Are u talking about twins

احان شاہ حیرانگی اور خوشی میں ملے جلے تاثرات لئے ایک نظر گل اور دوسری نظر ڈاکٹر کی طرف دیکھ کے گویا ہوا تھا۔۔اسکی حیرت کی کوئی انتہاء نہیں تھی۔اسے یاد تھا جب تقریباً ایک ماہ پہلے اس نے گلالئ کی رپورٹس پڑھیں تھیں تو ان میں اس نے ٹوئنز کے متعلق کچھ نہیں پڑھا تھا کیونکہ ان رپورٹس میں گلالئ کے الٹراساؤنڈ کے متعلق کچھ نہیں تھا۔۔شاید ڈاکٹر نے اسے صرف اسکے ریگولر چیک اپ کی رپورٹس دیکھائی تھیں۔۔

Yes Right

اور ایک بات یاد رکھیں ٹوئنز کو ڈیلیور کرنا آسان کام نہیں ہے! آپ کی وائف کو اب پراپر بیڈ ریسٹ اور ڈبل کیئر کی ڈائٹ پلین بنا کے دے رہی ہوں!! آپ نے ہر صورت انہیں یہ ڈائٹ healthy ضرورت ہے! میں ان کا ایک اور فروٹس ساتھ ساتھ چلیں گے! ڈیلی انہیں سہارا دے کے ایک ،folic acid، پلین کو فالو کروانا ہے، ملٹی وٹامنز پراپر ٹائم پہ تقریباً ایک گھنٹہ واک کروانی ہے۔ڈیری پراڈکٹس کا استعمال زیادہ کرنا ہے، کھجوریں وغیرہ کھانی ہیں! میں سب لکھ کے دے رہی ہوں! مجھے امید ہے ان کا یہ تھرڈ ٹرائمسٹر اچھا جائے گا اگر حالات پہلے والے رہے تو پیشنٹ یا بچوں کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے!! آپ کی وائف کی ایج پہلے ہی بہت کم ہے! فرسٹ ٹائم ٹوئنز بچوں کو ڈیلیور کرنے والی ہیں! کافی مشکل مرحلہ ہے! زیادہ چلنے نہیں دینا ورنہ ٹانگوں کا درد مزید بڑھے گا، پیروں میں سوجھ ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں احان شاہ کو ہدایات دیتی پرچے پہ الفاظ گھسیٹ رہی تھی۔۔احان شاہ جو اپنے دو بچوں کا سن کے خوشی سے پاگل ہو رہا تھا اب ڈاکٹر کی ہدایات غور سے سننے لگا۔۔گلالئی اسکے خوشی سے کھلتے چہرے کو دیکھتی نظریں جھکا گئی۔وہ اسے صبح ہوتے ہی زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے کے آیا تھا اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود اس نے ڈرائیونگ بھی خود ہی کی تھی۔کچھ معاملات میں وہ آج بھی بے حد ضدی تھا۔۔

اومائے گاڈ! تھینک یو سو مچ گل!! مجھے سمجھ نہیں آتا میں کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں! تم مجھے دو دو بچوں کا باپ بنانے والی ہو یہ احساس اس قدر خوبصورت ہے کہ بیان سے باہر ہو رہا ہے! میرا دل کر رہا ہے میں تمہارے لئے اور اپنے بچوں کے لئے دنیا کی پرچیز خرید ڈالوں!!۔۔۔۔۔۔۔وہ ایکسائیٹڈ انداز میں گلالئی سے مخاطب گاڑی کی رفتار مدھم رکھے ہوئے تھا۔۔گلالئی نظریں جھکائے اپنی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔۔اسے اندازہ نہیں تھا یہ خبر اس کے لئے اس قدر خوشی کا باعث بنے گی کہ وہ ایک منٹ بھی اپنی زبان بند نہیں کرے گا! اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی بیکری کے آگے گاڑی روکتے ہوئے ڈھیروں مٹھائی اور ہر طرح کی سویٹس خریدی تھیں۔۔گلالئی کو اس وقت کھٹی چیزوں کی بے حد کریونگ محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ خاموش رہی۔

گل تم خاموش کیوں ہو؟ پلیز کچھ بولو؟ میں تمہیں سننا چاہتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔اسے شیشے کی طرف رخ موڑے دیکھتا پا کے وہ اسے خوشی سے مخاطب کرنے لگا وہ اس وقت اسکے دل کی تمام فیلینگز سننا چاہتا تھا۔۔

مجھے کچھ نہیں کہنا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی ابھی تک اسکی طرف سے رخ موڑے ہوئے تھی۔اسکے جواب پہ احان شاہ نے گہری سانس ہوا میں بھرتے سیگریٹ جلایا تھا،ابھی وہ سیگریٹ اپنے لبوں میں دبانے ہی والا تھا جب گلالئی نے تیزی سے اسکی طرف رخ موڑتے اسکے ہاتھ سے سیگریٹ کھینچی تھی۔۔

دماغ کہاں گیا ہوا ہے؟کیا بھول چکے ہیں ابھی تک برین ہیمرج کے مریض ہیں آپ!!!۔۔۔وہ اسے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے گھورتی غراتے ہوئے سیگریٹ شیشے سے باہر پھینک گئی۔وہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلایا تھا۔اسکے کیئرنگ انداز پہ احان شاہ نے ہمیشہ کی طرح اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

دماغ اپنے بچوں میں الجھا ہوا ہے تو دل تمہارے نام کی مالا جپنے میں مصروف ہے! دونوں ہی اس وقت فارغ نہیں ہیں تو سوچا خود کو سیگریٹ کے ساتھ مصروف کرلوں! تم شاید میری باتوں سے ڈسٹرب ہو رہی تھی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اسکے چادر سے ڈھکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔وہ اسکے جواب دینے کے انداز پہ اپنے دھڑکتے دل کی پکار نظر انداز کرتی اسے دیکھنے کی بجائے پھر سے باہر کی طرف دیکھنے لگی۔

کچھ کھاؤ گی؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ سے اسکی خاموشی ہضم نہیں ہوتی تھی اسی لئے باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔گلالئی کو اس وقت گول گپوں کی جتنی کریونگ ہو رہی تھی اگر یہاں میجر خان ہوتا تو وہ فرمائش کرنے سے گریز نہ کرتی لیکن یہاں احان شاہ تھا اسی لئے وہ خاموشی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔اسکے نفی میں سر ہلانے پہ احان شاہ نے گاڑی ریورس کی تھی۔۔اسے گاڑی پیچھے کی طرف کرتے دیکھ کے وہ چونکی تھی۔۔احان شاہ گاڑی کو کافی زیادہ ریسورس کرتا اب گاڑی سڑک کے کنارے لگاتے ہوئے ایک نظر اسکی طرف دیکھتا گاڑی سے باہر نکلا تھا۔

دو منٹ میں آتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ نرمی سے اسے دو منٹ کا اشارہ دیتا گاڑی لاک کرتے ہوئے گول گپے کے ڈھابے کی طرف بڑھا تھا جس ڈھابے کو ابھی کچھ دیر پہلے اسکی بیوی للچائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔گلالئی سائیڈ مرر سے احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔۔وہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔قمیض کے سلیوز کہنیوں تک فولڈ تھے۔۔اسے واپسی پہ گول گپے کی ٹرے پکڑے دیکھ کے وہ حیران ہوئی تھی۔وہ ابھی حیران ہو رہا تھا جب وہ گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے گول گپے کی ٹرے پکڑاتا ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔چٹ پٹے سے گول گپے دیکھ کے گلالئی کے منہ میں پانی آیا تھا لیکن وہ خود پہ ضبط کئے نا سمجھی سے احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔۔

کھانا شروع کرو جاناں! چلتی گاڑی میں کھالو گی یا گاڑی یہی پہ روک کے رکھوں؟۔۔۔۔وہ نرمی سے اسکے چہرے سے پردہ ہٹاتا پیار سے پوچھنے لگا۔۔گلالئی پہلے سے زیادہ حیران ہوئی تھی،وہ کیسے جان چکا تھا اسے اس وقت گول گپوں کی طلب ہو رہی ہے۔۔

م۔مجھے۔۔نہیں کھانے!!۔۔۔۔وہ منہ میں آئے پانی کو نظر انداز کرتی نفی میں سر ہلا کے گویا ہوتی اسے پلیٹ واپس کرنے لگی۔۔

اوکے میں کھلا دیتا ہوں لیکن املی والا کھٹا پانی نہیں دوں گا!!۔۔۔وہ کندھے اچکا کے بولتا ایک گول گپا اٹھا کے اسکے لبوں کے قریب کر گیا۔۔اس نے اس کے لئے کم مرچ والے گول گپے تیار کروائے تھے۔وہ اپنے لبوں کے اس قدر نزدیک گول گپے کو دیکھتی خود کو اسے کھانے سے روک نہیں پائی تھی۔۔اسکے لب غلطی سے احان شاہ کی انگلیوں سے مس ہوتے ان دونوں کی دھڑکنیں بڑھا چکے تھے۔۔

م۔میں۔۔۔خ۔خود۔۔کھا۔۔لیتی۔۔ہوں!!۔۔۔وہ اسکے ہاتھ سے اپنا چہرہ دور کرتی مدھم آواز میں بولی تھی۔۔

احان شاہ نے جواباً اسے ٹرے پکڑانے کی بجائے دیش بورڈ سے ٹشو پکڑتے اسکے گلابی ہونٹوں اور ٹھوڑی کو ٹشو سے ٹیپ ٹیپ کرتے انہیں صاف کیا تھا۔گلالئی نے بھوکھلاتے ہوئے اپنا چہرہ پھر سے اس سے فاصلے پہ کیا تھا۔

پا۔پانی!!! ۔۔۔۔گلالئی پلیٹ میں موجود چھوٹی سی پیالی میں کھڑا پانی دیکھتی لڑکھڑاتے لہجے میں اس سے پانی مانگنے لگی۔۔احان شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا بیک سیٹ پہ پڑی پانی کی بوتل پکڑ کے اسکی گود میں رکھتا اسے پینے کا اشارہ کرنے لگا،گلالئی نے چہرے کے زاویے بگاڑے تھے،اس کا اس وقت کھٹا پانی پینے کا دل چاہ رہا تھا لیکن وہ پھر بھی اس سے کھٹا پانی مانگنے کی بجائے اسی بوتل کو منہ لگا کے پانی پینے لگی۔

میں خود کھالوں گی!!!۔۔۔احان شاہ کو پھر سے اپنے ہونٹوں کی طرف گول گپا بڑھاتے دیکھ کے وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی لیکن وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ انسان اسے پلیٹ پکڑانے کی بجائے ہنوز ویسے ہی گول گپا اسکے ہونٹوں کے قریب کئے ہوئے تھا۔گلالئی کو مجبوراً یہ کھانا پڑا تھا اور اس دفعہ وہ غلطی سے اسکی انگلیاں اپنے دانتوں میں دے چکی تھی، احان شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا۔۔اسکے دانتوں کا میٹھا سا درد اپنی انگلیوں پہ محسوس کرتے وہ یک ٹک اسکی طرف دیکھنے لگا جبکہ گلالئی کو جب محسوس ہوا وہ گول گپے کے ساتھ ساتھ اسکی ثابت انگلیاں چبائے جا رہی ہے وہ اپنی بے

اختیاری پہ شرمندہ سی ہوتی جلدی سے اس کی انگلیاں اپنے دانتوں سے آزاد کرواتی اسکے ہاتھ سے زبردستی پلیٹ تھام گئی۔ احان شاہ نے اپنی ان دو بھیگی انگلیوں کو بے اختیار ہو کے اپنے ہونٹوں میں دبا کے سک کرتے گلالئی کو سرخ پڑنے پہ مجبور کیا تھا، وہ وہی دو انگلیاں سک کر رہا تھا جو غلطی سے گلالئی نے اپنے دانتوں تلے دی تھیں۔۔ گلالئی کو گول گپے کھلانا احان شاہ کو مہنگے پڑے تھے کیونکہ احان شاہ اسکی ذرا سی قربت ہی احان شاہ کے جواب جذبات میں آگ بھڑکا چکی تھی جبکہ گلالئی نظریں جھکائے اب کھٹے پانی کو للچائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ ابھی اس پیالی کو پکڑتی جب احان شاہ نے جلدی سے اسکے ہاتھ سے کھٹے پانی کی پیالی پکڑتے شیشہ ڈاؤن کرتے یہ پانی باہر پھینکا تھا۔۔ گلالئی نے آنکھوں میں حیرانگی اور غصہ لئے اسکی طرف دیکھا تھا جو کھٹا پانی اسکے پینے سے پہلے ہی باہر پھینک گیا تھا۔۔

یہ پانی تمہاری صحت کے لئے اچھا نہیں ہے جاناں! ایون میں تو گول گپے بھی تمہیں ڈر ڈر کے کھلا رہا ہوں کہ کوئی مسئلہ نہ ہو جائے اسی لئے ابھی اس سادہ پانی سے گزارا کرو!!۔۔۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں غصہ محسوس کرتا اسے نرمی سے سمجھانے لگا۔۔

نہیں پینا۔۔۔۔۔۔ وہ غصے سے اپنی گود میں پڑی پانی کی بوتل اسے واپس کر گئی۔۔

نہیں کھانے!!!!۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے اتنے غصے میں دیکھ کے ابھی حیرانگی کا کوئی مظاہرہ کرتا جب وہ گول گپے کی پلیٹ بھی اسے تھماتی ہوئی اپنا چہرہ باہر شیشے کی طرف موڑ گئی۔۔

کیا تم غصے میں ہو؟؟۔۔۔۔۔ وہ جانتے بوجھتے بھی نرمی سے سوال کرتا اپنی مسکراہٹ دبانے لگا۔ وہ اسے کھٹا پانی پلا کے اسکا گلہ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ اسکی بات کے جواب میں خاموش رہی۔

یہ گول گپے کون کھائے گا اب؟ میں تو کھاتا نہیں ہوں اور اپنی بیوی کی جھوٹی چیز کسی کو دینے سے رہا تو کیا کروں؟ ۔۔۔۔۔ وہ اسکی خاموشی پہ مزید گویا ہوا تھا۔

ہویلی چلیں!! وقت کافی ہو گیا ہے!!۔۔۔۔۔ وہ سنجیدگی سے بات بدل گئی۔۔

جب تم یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناراض ہوتی ہو تو اچھی لگتی ہو! اپنی اپنی لگتی ہو!!۔۔۔۔۔۔ اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کے وہ مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اسکے ہاتھ میں پلیٹ پکڑاتے گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ گلالئی اسکے الفاظ پہ حیران ہوئی تھی اس نے تو پوری کوشش کی تھی وہ اسے کوئی ناراضگی یا نخرہ نہ دیکھائے تو پھر وہ کیونکر ایسے بول کے گیا تھا؟ وہ ابھی

اسی سوچ میں گم تھی جب احان شاہ اگلے دو منٹ میں پھر سے گاڑی میں موجود تھا، اب اس کے ہاتھ میں ایک عدد کھٹے پانی والی پیالی موجود تھی۔۔

یہ پکڑو! دونوں چیزیں ختم کرو! ہم ہویلی چل رہے ہیں!!۔۔۔ احان شاہ اسکے ہاتھ میں یہ پیالی پکڑا کے گاڑی سٹارٹ کرتا مصروف انداز میں نرمی سے بولا تھا۔ گلالئ جو اسکے اس اچانک عمل پہ حیران ہوئی تھی اس کھٹے پانی کو دیکھ کے وہ اپنی حیرانگی بھولتی اسے گاڑی چلانے میں مصروف دیکھ کے دیرے دیرے سے یہ پانی پیتی اپنی زبان سے پٹک پٹک کی آوازیں نکالنے لگی اور ایسا کرتے وہ اس قدر کیوٹ لگ رہی تھی کہ احان شاہ نے بمشکل خود کو اسے دیکھنے سے روکا تھا۔۔ وہ اس وقت غائب دماغی میں کھٹا پانی پیتی اپنی کریونگ ختم کر رہی تھی، وہ یہ تک بھول چکی تھی کہ وہ اپنی ان معصوم حرکتوں سے احان شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکانے کا سبب بن رہی ہے۔۔ ہاں وہ ظالم ضرور بنتی تھی لیکن معصوم وہ آج بھی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 109 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

گلالئ کے جڑواں بچوں کی خوشخبری نے عید کے تیسرے دن کی خوشی کو دوبالا کیا تھا۔ ہر کسی نے گلالئ اور احان شاہ کے سر سے پیسے وارتے ہوئے ان کا صدقہ نکالا تھا، شاہ بی بی کو اپنے سر سے پیسے وارتے دیکھ کے گلالئ کے چہرے پہ غصے کے تاثرات واضح ہوئے تھے۔۔ ارزم شاہ، زوریز شاہ اور کاظم شاہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں تھی، ہویلی کے تمام ملازموں سے لے کے ان کے پورے علاقے میں مٹھیایاں بانٹی جا رہی تھیں۔۔ ایزل شاہ، مرحا شاہ اور میرال شاہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔۔ زہرہ مام پیار سے گلالئ کو اپنے حصار میں لئے نظر کی دعا پڑھتی اس پہ پھونک مار رہی تھیں۔۔

احان شاہ دیوانوں کی طرح اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو سب کے اتنا خوش ہونے پہ خود بخود سرخ پڑتی نظریں جھکائے اپنی انگلیاں موڑ رہی تھی۔۔

دل کی کیا کیفیات ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے احان شاہ کے شانے سے شانہ ٹکراتے مدھم آواز میں استفسار کیا تھا۔

بیان سے باہر!!۔۔۔۔۔۔۔وہ ہنوز گلائی پہ نگاہیں جمائے ارزم شاہ کو گھمبیر آواز میں جواب دے رہا تھا۔۔

آپ کو کراس کر گئے ہیں لالہ!! آپ اس وقت دوسری پوزیشن پہ سٹینڈ کر رہے ہیں جبکہ احان لالہ پہلی پوزیشن پہ!! ہچ ہچ کہاں گئی اب ساری بھرم بازیاں؟۔۔۔ارزم شاہ نے لگے ہاتھ مدھم آواز میں بے باکی سے کاظم شاہ کو چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا جو ہمیشہ ان سب کو ایک بیٹے کا باپ ہونے پہ بھرم دیکھایا کرتا تھا۔۔

میرا ایک ہی اسکی دو اولادوں کے برابر ہو گا۔۔۔کاظم شاہ نے کندھے اچکا کے بولتے اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کا ماتھا چوما تھا، ازمیر شاہ کھکھلایا تھا جیسے اپنے باپ کی بات کا مطلب سمجھ گیا ہو۔ احان شاہ اور زوریز شاہ اس وقت خاموش تھے کیونکہ دوسری طرف معاملہ بہن کا تھا اسی لئے بے باکیاں دیکھانے سے بعض رہے۔۔

پھر بھی پوزیشن میٹرز!!۔۔۔۔۔۔۔وہ آنکھ ونک کر کے زو معنی انداز میں بولتا ان تینوں کا چہرہ سرخ کر گیا۔ کاظم شاہ نے اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا جبکہ احان شاہ اور زوریز شاہ نے اسے سرخ ہوتی نگاہوں سے دیکھتے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔ اب اس وقت اسے سب کے سامنے پیٹنے سے تو وہ رہے۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ آپ لوگ یقیناً گندا والا سوچ رہے ہیں جبکہ۔۔۔۔۔ابھی ارزم شاہ قہقہ لگاتے ہوئے اپنی بات مکمل کرتا جب ان تینوں نے ایک ساتھ "شٹ اپ" کہتے ہوئے اسکی زبان بند کروائی تھی۔۔ان کے یوں اچانک بلند آواز میں شٹ اپ کہنے پہ سب نے چونک کے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔ارزم شاہ کو ہنستے دیکھ کے سب نے آئیبرو اچکایا تھا جس پہ وہ چاروں نفی میں سر ہلا گئے جبکہ دریاب شاہ کو اپنی چھوٹی بے شرم اولاد سے کسی اچھے کی امید نہیں تھی وہ جیسے جان چکے تھے وہ یقیناً اپنی بے باک باتوں سے ان کے چہرے سرخ کر رہا ہو گا۔

یہاں تو سب کا دماغ ہی گندا ہے جبکہ ہر بات کے مثبت اور منفی مطلب ہوتے ہیں! لیکن مجھے یہاں کوئی نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔ارزم شاہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا سر جھٹک کے مسکراتا ہوا انہیں مزید سلگاتا اپنی اونٹ اور اونٹنی کی جوڑی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا جن کا آج اسکے پاس آخری دن تھا۔۔اسے جاتے دیکھ کے ان تینوں نے سکھ کا سانس لیا تھا۔۔

ہاں اب تو ترس ترس کے ملاقات کرنی پڑتی ہے! کبھی وہ بھی دن تھے جب ہم پوری رات ایک دوسرے کی بانہوں میں سوئے اگلی دوپہر کو اٹھا کرتے تھے! اور اب یقین کرو سونے کو دل ہی نہیں چاہتا!!۔۔۔وہ کب سے اس سے فون پہ بات کر رہا تھا لیکن اسکی شکووں کی لسٹ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔دوسری طرف موجود ذائشہ خان اسکی باتوں کے جواب میں ہوں ہاں کرتی بس چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھی۔۔

کچھ بولو گی یا میری منکوحہ گونگی ہو گئی ہے؟؟۔۔۔۔اسکی طرف سے خاموشی پاتا ارزم شاہ اب اپنے بالوں میں جیل لگا کے اپنے بال سنوارتا روعب دار آواز میں بولا تھا جس پہ فون ذائشہ خان کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔۔

ک۔کیا۔۔بولوں؟۔۔۔۔وہ معصومیت سے یوں نظریں جھکا کے بولی تھی جیسے وہ اسکے سامنے بیٹھا ہو۔۔

سب بول دو جو بھی دل میں ہے! قسم کھا کے بتاؤ تمہیں بھی میرے بغیر نیند نہیں آتی؟؟۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اب اپنی گھنی شہد رنگ بئیرڈ پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔اسکے اس شوشے پہ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

ل۔لالہ۔۔بو۔۔بول۔۔۔رہے۔۔تھے۔۔کہ۔۔۔وہ بات بدلنے لگی جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔۔

ہاں فرماؤ کیا بول رہا تھا میرا سالا؟؟۔۔۔۔۔اپنے سالے کے ذکر پہ ارزم شاہ کے کان کھڑے ہوئے تھے جبکہ دوسری طرف موجود ذائشہ خان اپنے لالہ کے لئے سالے کا لفظ سنتی ناک چڑھا رہی تھی۔۔

آ۔۔آپ۔۔لالہ۔۔کو۔۔یہ۔۔۔مت۔۔۔بولا۔۔۔کریں!!۔۔۔وہ ناک سکوڑتے ہوئے معصومیت سے گویا ہوئی۔۔

کیا نہ بولا کروں؟ اب سالے کو سالا نہ بولوں تو کیا بولوں؟ تم ہی بتا دو؟۔۔۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے اب اپنی بیئرڈ کو بیئرڈ آئل سے چمکا رہا تھا۔۔

لالہ۔۔لالہ بولا کریں!!۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے معصومیت سے تجویز پیش کی تھی۔۔

اب اگر تمہارا لالہ نامہ ختم ہو گیا ہو تو مجھے بتاؤ میرا سالا کیا بول رہا تھا؟۔۔وہ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے لاپرواہی سے بولا تھا جبکہ اپنے لالہ کے لئے اسکے منہ سے پھر سے سالا سنتی وہ فون کاٹ گئی۔۔اس کی فون کاٹنے والی حرکت نے

ارزم شاہ کو اندر تک سلگایا تھا۔ وہ ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کرتا اسے پھر سے فون ملانے لگا جو پھر سے کاٹ دیا گیا تھا۔۔
ارزم شاہ نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔
ابھی اور اسی وقت تمہارے لالہ کے سامنے آ کے تمہارے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں پیوست کر لوں گا اب اگر جو میری اگلی کال نہ اٹھائی تو!!۔۔ ارزم شاہ نے دانت پیستے ہوئے ایک بے باک سا میسج لکھتے ذائشہ خان کو سینڈ کیا تھا، جس کا چہرہ میسج پڑھتے ہی لال بھبھوکا ہو چکا تھا اور اگر جو وہ واقعی ہی ایسا کر ڈالتا تو اسکا کیا بننا تھا؟ خیر وہ اپنے ماتھے پہ موجود پسینے کی ننھی ننھی بوندیں صاف کرتی نہایت تمیز سے اسکی اگلی کال پک کر گئی۔۔
فون کیوں کاٹا تھا؟؟۔۔۔۔۔۔ اسکے فون اٹھاتے ہی وہ بھڑکا تھا۔
غ۔ غلطی۔۔۔ سے۔۔ کٹ۔۔ گیا۔۔ تھا۔۔ وہ روہانسی ہوئی تھی۔ اسکے روہانسے ہونے پہ وہ اگلے ہی پل اپنا غصہ ضبط کر گیا۔
و۔ وہ۔۔۔ م۔ میں۔۔ کہہ۔۔ رہی تھی کہ لالہ چاہ رہے ہیں میں پھر سے ایڈمیشن لے لوں!۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ خود ہی بات کا آغاز کر گئی کجا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔۔
پھر سے ایڈمیشن لینے کی ضرورت نہیں ہے! میں نے تمہارا اور اپنا سمسٹر فریز کروا دیا تھا اب جیسے ہی نیو سمسٹر کی سٹارٹنگ ہو گی تم اور میں اکھٹے پھر سے وہی سے جوائن کر لیں گے جہاں سے چھوڑا تھا!!۔۔ وہ پیروں میں چمچاتے سیاہ شوز پہنتا اسے تفصیل بتانے لگا۔۔
ا۔ اچھا۔۔۔۔۔ وہ جواباً معصومیت سے مختصر سا جواب دیتی اپنی انگلیاں موڑنے لگی۔۔
ہاں اور بتاؤ آج آئی کیوں نہیں؟ پورا دن تمہارا انتظار کرتا رہا! آج عید کا آخری دن تھا مجھے لگ رہا تھا تم آؤ گی! لیکن میرا انتظار انتظار ہی رہا!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ شاید باتیں ختم نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے پھر سے شکوہ کر گیا۔۔ وہ شرمیلا سا مسکرائی تھی۔۔ وہ اسکا انتظار کرتا رہا تھا یہ احساس کس قدر خوبصورت تھا۔
ا۔ ابھی۔۔۔ کل۔۔ تو۔۔ ملے۔۔ تھے۔۔۔ وہ اٹک اٹک کے جواب دینے لگی۔

خاک ملے تھے ؟کل پورا دن آپ میڈیم صاحبہ کی نیند ہی پوری نہیں ہوئی! بس دور دور سے دیکھ کے گزارا کیا تھا کوئی ایک آدھ ہونٹوں کا بوسہ لے لیا ہوتا تو شاید ابھی تک گزارا ہو جاتا!!۔۔۔وہ سر جھٹک کے بولتا اب اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ سٹپٹائی تھی۔

آ۔آپ۔۔کہیں۔۔جا۔۔رہے۔۔ہیں؟۔۔۔۔وہ بات بدل گئی وہ کافی دیر سے اسکی طرف سے کھٹ پٹ کی آوازیں سن رہی تھی۔

ہاں دوستوں کے ساتھ باہر جا رہا ہوں! لیکن تم بات کرتی رہو!!۔۔۔وہ اس کے بات بدلنے پہ مسکرایا تھا لیکن پھر نارمل انداز میں جواب دیتا اس سے باتیں کرتے ہوئے سیڑھیاں اترتا باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

ریز!!!!!۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ اسکے سینے سے سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتی اسے مخاطب کرنے لگی۔

جان ریز!!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے پیار سے اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔

میں نے ایک فیصلہ لیا ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے کندھے پہ سر ٹکاتی پر سوچ انداز میں بولی تھی۔۔

کیسا فیصلہ ؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے تجسس سے استفسار کیا تھا۔۔

یار میں چاہ رہی ہوں میں آرمی ڈاکٹر کے لئے اپلائی کر لوں!۔۔۔۔مرحاشاہ جو کافی دنوں سے اس چیز کے متعلق سوچ رہی تھی آج بالآخر زوریز شاہ کے گوش و گزار کر گئی۔

وہ کیوں؟؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے چونکتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

پتا نہیں! شاید اس لئے کیونکہ اب پھر سے آئے روز تمہارے مشن شروع ہو چکے ہیں شاید اسی بہانے میں تمہارے قریب رہوں! کتنے کتنے دن انتظار مشکل ہوتا ہے تمہارا!!۔۔وہ اپنے آنسو پیتی اسکی گردن میں چہرہ چھپائے بھرائی آواز میں بولی تھی۔۔اسکی بھرائی آواز پہ تضاد اسکے جملوں میں تکلیف کا عنصر محسوس کرتا زوریز شاہ تڑپا تھا،وہ آج بھی اسے لے کے اتنی ہی انسیکیور تھی اسی لئے تو وہ آرمی میں ڈاکٹری کے لئے اپلائی کرنے کا سوچ چکی تھی! وہ جانتا تھا وہ آرمی کی فیلڈ پسند نہیں کرتی لیکن وہ صرف کسی طریقے اس کے نزدیک رہنا چاہتی تھی۔۔

میری جہاں جہاں پوسٹنگ ہو گی وہاں آرمی کی طرف سے گھر بھی ملے گا شاہ ذادی! ہم دونوں ساتھ رہیں گے!
پریشان کیوں ہوتی ہو؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے ریلکس کرنے لگا۔۔
نہیں! تم ہمیشہ ایسے ہی بولتے ہو لیکن آخر میں افراتفری ڈالتے ہوئے اکیلے چلے جاتے ہو صرف اس لئے کہ میں یہاں اپنے تمام اپنوں کے درمیان رہوں! لیکن تم مجھے نہیں سمجھ رہے مجھے سب سے زیادہ اگر کوئی عزیز ہے تو وہ زوریز شاہ ہے! اور بس میں آرمی ڈاکٹر کے لئے اپلائی کرنے کا سوچ چکی ہوں تم مجھے روکو گے نہیں!!۔۔۔۔وہ ختمی لہجے میں بولتی اسکی گردن میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔
اوکے میں تمہیں نہیں روک رہا! اپلائی کرنے کے لئے پنڈی جانا پڑے گا! میں تمہیں جلد ہی سارا پراسیس بتاؤ گا!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بات مانتا گہری سانس بھرتے ہوئے اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکالتا اسکی آنکھوں میں موجود آنسو اپنے ہونٹوں سے بننے لگا۔۔

Be brave! U are my strong lady

وہ اسکے دل کی حالت محسوس کرتا اسے ہمیشہ کی طرح یہی ایک جملہ بولنے لگا۔وہ اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی سر ہاں میں ہلاتے ہوئے اسکی گلے کی ہڈی اپنے انگوٹھے اور انگلی سے دباتی پھر سے اسکے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔۔زوریز شاہ نے اپنا چہرہ اس پہ جھکاتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنی قید میں لیتے اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ شروع کیا تھا۔وہ آنکھیں موند کے اسکا لمس محسوس کرتی اسکا ساتھ دینے لگی۔۔

مجھے آپ کی شاہ بی بی کا میرے ارد گرد منڈلانا پسند نہیں ہے! اگر اس دفعہ انہوں نے مجھے یا میرے بچوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں خاموش نہیں بیٹھوں گی!!!۔۔۔رات کا کھانا کھلاتی گلالئی سنجیدگی سے احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی جو اسے اسکا ڈائٹ کھانا دینے کے بعد اب اپنا فون استعمال کر رہا تھا۔۔
ایسا کچھ نہیں ہو گا گلِ جاناں! وہ اب پہلے جیسی نہیں رہی وہ پہلے سے بدل۔۔۔۔۔۔ابھی احان شاہ اپنا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا نرمی سے اسے جواب دیتے اپنا جملہ مکمل کرتا جب گلالئی اسکی بات کاٹ گئی۔

کیا مطلب؟ اب آپ کو اپنی شاہ بی بی پھر سے پیاری ہو چکی ہے جو ان کی وکالت شروع کر دی ہے آپ نے؟؟۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے بولی تھی۔۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے اور کھانے کے دوران باتیں نہیں کرتے کھانا سانس کی نالی میں چلا جاتا ہے!!۔۔۔وہ گہری سانس بھر کے بولتا اسکا دھیان پھر سے کھانے کی طرف مرکوز کروا رہا تھا۔وہ بنا کوئی جواب دیئے سر جھٹکتی ہوئی کھانے میں مصروف ہو گئی۔

کل زرتاج اماں کے متعلق پوچھا تھا آپ سے؟؟ آپ نے بتایا نہیں ابھی تک؟؟۔۔۔۔۔۔وہ کھانا کھانے کے بعد اپنے ہونٹ ٹشو سے صاف کرتی سنجیدگی سے احان شاہ سے پھر سے مخاطب ہوئی تھی۔

وہ اب انیکسی میں نہیں رہتی! جلد ملاقات کرواؤں گا تمہاری ان سے!!۔۔۔۔۔۔وہ نارمل انداز میں جواب دیتا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسکے برتن اٹھاتا صوفے کے پاس موجود سینٹرل ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔۔

کیا مطلب انیکسی میں نہیں رہتی تو کہاں رہتی ہیں؟! ۔۔۔گلالئی نے چونکتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

گلہ خراب ہو گیا ہے نا تمہارا؟؟۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکی بھاری ہوتی آواز محسوس کرتا فکر مندی سے بولا تھا۔شاید نہیں یقیناً اس گلے خرابی کی وجہ کھٹا پانی تھا جو صبح اسکی بیوی نے مزے سے پیا تھا۔

اماں کہاں رہتی ہیں؟؟۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنا پرانا سوال دہرانے لگیں۔

یہی اسلامباد میں ہیں! تمہاری ڈیلیوری کے بعد ان سے ملنے چلیں گے!!۔۔۔۔۔۔وہ اسے جواب دیتا اب اسکی کمر کے پیچھے اسکے لیے تکیے سیٹ کر رہا تھا۔۔

ڈیلیوری کے بعد کیوں؟ کل کیوں نہیں؟؟۔۔۔وہ جھنجھلاتے ہوئے بولی۔

راستہ لمبا ہے تھک جاؤ گی تم!! اور یہ سب باتیں چھوڑو مجھے بتاؤ کہیں درد تو نہیں ہو رہا؟؟۔۔۔احان شاہ اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ فکر مندی سے سوال کرنے لگا وہ الجھن بھرے تاثرات چہرے پہ سجائے سر نفی میں ہلا گئی۔۔

زرتاج اماں اب انیکسی میں کیوں نہیں رہتی تھیں یہ بات اسکی سمجھ سے باہر ہو رہی تھی۔

اوکے! ابھی آدھے گھنٹے بعد میڈیسن کھانی ہے اور دودھ پی کے سونا ہے! دودھ پیئے بغیر سونے نہیں دوں گا تمہیں!!۔۔۔وہ تحکم بھرے انداز میں بولتا اپنی سائیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ دودھ کا نام سنتے ہی ناک منہ چڑھا گئی۔ وہ اسے جواب دیئے بنا اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔۔

میرو!!!۔۔۔۔۔۔۔رات کے تقریباً ایک بجے حازق خان نے میرال شاہ کو میسج کیا تھا۔۔وہ جو پہلے ہی اسکے میسج کے انتظار میں تھی اسکی طرف سے موصول ہوتے میسج کو ایک نظر دیکھ کے مسکراتی ہوئی اسکا میسج سین پہ چھوڑ گئی۔۔وہ اسے تنگ کرنے کے لئے کل سے یونہی کر رہی تھی۔

میرو اب تو ہم ٹھیک ہو گئے ہیں! پھر اب کیوں مجھے ریپلائے نہیں دیتی ہو؟؟۔۔۔اسے میسج سین پہ چھوڑتے دیکھ کے وہ معصومیت سے اسے پھر سے میسج سینڈ کر گیا۔۔

کس نے کہا ہم ٹھیک ہو گئے ہیں؟ جب تک میرے چاروں بھائی تمہیں قبول نہیں کر لیتے تب تک تم میرے دشمن ہی رہو گے!!۔۔۔۔۔وہ اسے چھیڑنے لگی۔

کیا مطلب ان کی رضامندی کے بغیر تمہیں یہ کیوٹ میجر خان قبول نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ معصومیت سے اپنی کیوٹنس کے قصیدے پڑھنے لگا۔

نو!!!!۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے یک لفظی جواب دیا تھا۔

بڑی بے مروت ہو تم!!۔۔۔۔وہ ناک سکوڑ کے اسے ریپلائے سینڈ کر گیا۔میرال شاہ اسکے میسج کا جواب دینے کی بجائے ہنستی ہوئی اسے پھر سے سین پہ چھوڑ گئی۔۔

میم۔۔۔۔۔

میم۔۔۔۔۔

پلیز ریپلائے۔۔۔

میم۔۔۔۔۔

Big fan

اسے ایک پہ میسج چھوڑتے دیکھ کے حازق خان نے معصومیت سے ایک ساتھ کتنے میسج بھیجتے میرال شاہ کو پھر سے ہنسنے پہ مجبور کیا تھا۔

I don't have time

وہ اپنی ہنسی ضبط کرتی اسے بھرم دیکھانے لگی۔

الوینہ کے پاس تو میرے لئے وقت ہی وقت ہوتا ہے!!۔۔اسکے جواب کو پڑھنے کے بعد میجر خان آنکھیں ٹپٹپاتا ہوا معصومیت سے میسج ٹائپ کر کے میرال شاہ کو سینڈ کرتا اسے اندر تک آگ لگا گیا۔

تو پھر مجھ سے بات کیوں کر رہے ہو؟؟ جاؤ اسی کو کر لو جا کے!!!!!!!۔۔۔۔وہ غصے سے سلگتی اسے میسج سینڈ کرتے ہی آف لائن ہو گئی۔۔اسکے جواب میں جیلسی محسوس کرتا میجر خان بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔۔

Sorry mam

!!Mam

!!Mam Mam

!!Aray Mam

!!Meeru Mam

اسے ناراض ہو کے آف لائن ہوتے دیکھ کے وہ پھر سے اسے میسج پہ میسج کرنے لگا جو وہ آنکھیں گھماتی ہوئی صرف نوٹیفکیشن سے پڑھتی جا رہی تھی۔۔اسے الوینہ کے ذکر پہ ہمیشہ یوں ہی تپ چڑھتی تھی اور وہ جانتے بوجھتے بھی اسکا ذکر کرتا تھا۔۔

"اي يه زما دا مشما نو جنت جو ° ي °ي"

حازق خان نے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے چھیڑنے کے لئے بالآخر یہ میسج سینڈ کیا تھا، وہ جیسے جانتا تھا وہ اب ریپلائے ضرور کرے گی۔۔

مطلب؟؟؟۔۔۔۔۔۔میرال شاہ کی طرف سے فوراً ریپلائے آیا تھا۔۔وہ اسکی پشتون زبان نہیں سمجھتی تھی۔

مطلب یہ کہ: "کیا تم میرے بچوں کی جنت بنو گی؟"۔۔حازق خان اپنی ہنسی دباتے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتا میرال شاہ کو اپنے جملے کی ٹرانسلیشن بتاتا اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔ میرال شاہ سرخ پڑی تھی۔۔وہ اسے ہمیشہ جب بھی پرپوز کرتا تھا یوں ہی حیران کرتا تھا۔۔

نہیں!! الوینہ کو ہی بناؤ!! اور میں تمہیں پھر سے بتا رہی ہوں تم معصوم بالکل نہیں ہو!!!۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی لاپرواہی سے میسج ٹائپ کرتی اسے سینڈ کر گئی۔ حازق خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

اگر میں معصوم نہیں ہوں تو پھر آج تک کوئی معصوم پیدا ہی نہیں ہوا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتا ہوا ٹائپ کرنے لگا۔

سوفنی!! اچھا مجھے ایک بات بتاؤ؟۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے اسے ریپلائے کیا تھا۔۔

کیا بات؟؟۔۔۔۔۔۔وہ تجسس سے پوچھنے لگا۔

تم نے جو مجھے گفٹس بھیجے تھے ان پہ پشتو میں جو جملہ لکھا تھا اسکا کیا مطلب ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے میسج بھیجتی اب سائیڈ ٹیبل سے وہ پرچہ نکال رہی تھی جو حازق خان نے اپنی خوبصورت لکھائی سے اسے لکھ کے بھیجا تھا۔۔اسکا میسج پڑھتے ہوئے حازق خان کو ایک عجیب سی خوشی نے آن گھیرا تھا، مطلب اس نے اس کے وہ الفاظ پڑھے تھے؟؟ اسے تو لگ رہا تھا وہ سکے محبت سے لکھے گئے ان الفاظ کو پڑھے بغیر ہی وہ تحفے ملازمہ کو دے چکی ہے۔۔

ذہ تا سرہ مینہ کوم "مطلب" مجھے تم سے محبت ہے"۔۔۔وہ بے حد محبت سے یہ میسج ٹائپ کرتا اسے اس پشتون جملے" کا مطلب سمجھا رہا تھا جو اس نے اس دن اس پرچے پہ لکھا تھا۔ میرال شاہ سکا میسج پڑھتی بھرپور انداز میں مسکرائی تھی مطلب وہ اس دن بھی اسے یوں اچانک پرپوز کر چکا تھا؟ اور وہ بے خبر تھی۔

آہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ زور زور سے کھانستی ہوئی اپنے پیٹ کے نچلے حصے پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔رات کے دو بج رہے تھے اور اسے شدید کھانسی کا دورا پڑ رہا تھا۔۔

کیا ہوا گل؟؟۔۔۔۔۔۔احان شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی سویا تھا، گلالئی کے کھانسنے پہ وہ جلدی سے نیند سے بیدار ہوتا سائیڈ لیمپ ان کرتے ہوئے پریشانی سے گلالئی کو مخاطب کرنے لگا۔۔وہ نفی میں سر ہلاتی کھانستی جا رہی تھی۔۔وہ

پریشان ہوتا تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسکی طرف آتا سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتا اس کے اوپر سے چھوٹی سی کرچی اتار کے سائیڈ پہ رکھتا گلالئی کے لبوں سے لگا گیا۔۔وہ دو سے تین گھونٹ بھرتی پھر سے کھانسنے لگی۔۔

کھانسنے کی وجہ سے اسکے بلیڈ ر پہ پریشر پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے پیٹ کے نچلے حصے میں درد سی اٹھتی تھی۔

میں نے منع کیا تھا مت پیو کھٹا پانی!! اب کر لی نا طبیعت خراب!!۔۔اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتا وہ فکر مندی سے بولتے ہوئے گہری سانس بھرتا اسے ٹھیک سے بٹھانے لگا۔۔وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔۔وہ شرٹ اتار کے سونے کا عادی تھا لیکن اب وہ شرٹ اتار کے سونے سے گریز کرتا تھا تاکہ گلالئی ان کمفرٹیبل فیل نہ کرے۔۔

میں اپنے لالہ سے آپ کو اس کھٹے پانی کے پیسے واپس لے دوں گی! مجھے طعنے دینے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ جھٹک گئی، اسے لگا وہ اسے کھٹا پانی پلانے کا احسان جتاتا اسے ڈانٹ رہا ہے۔۔

گل میں نے ایسا کب بولا یار؟ اور تم زیادہ مت بولو! پہلے ہی گلہ خراب ہے!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے جواب پہ حیران ہوا تھا۔اسکی بیوی کے موڈ سونگز اسکی سمجھ سے باہر ہو رہے تھے۔۔گلالئی کو پھر سے کھانستے دیکھ کے احان شاہ نے اسکے قریب بیٹھتے اسکی کمر نرمی سے سہلائی تھی۔۔وہ اس وقت اسکے بے حد نزدیک تھا، گلالئی گلے اور پیٹ کی تکلیف سے نڈھال ہوتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتی احان شاہ کا دل آج ایک دفعہ پھر کانوں میں دھڑکا چکی تھی۔۔وہ شاید غنودگی میں جا رہی تھی۔۔اسکی اس پیش قدمی پہ احان شاہ کی حیرانگی کی انتہا نہیں تھی، وہ اسکے بالوں میں نرمی سے اپنے ہاتھ پھیرتا اسے سلانے لگا۔۔وہ اسکے سینے سے لگی کچھ ہی دیر میں پھر سے سو چکی تھی، احان شاہ اسکے بالوں پہ نامحسوس انداز میں لب رکھتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتا اسے اپنے حصار میں لئے اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔

کب تک ناراض رہنے کا ارادہ ہے تمہارا؟ رات کو بھی بنا کچھ بولے سو گئی تھی؟؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ کو ازمیر میں مصروف دیکھ کے کاظم شاہ اسکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسے خود کے قریب کرتے ہوئے مدھم آواز میں اسے مخاطب کر رہا تھا۔وہ اسکی طرف دیکھے بنا نظریں جھکائے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی۔۔

اچھا میری بات سنو!!۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

اس منتھ کہیں نہیں جارہا! اگر کام کے سلسلے میں جانا بھی پڑا تو شاید ایک سے ڈیڑھ ماہ تک جاؤں! اسی لئے اب اپنا موڈ اچھا کرو!!۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ اسے خود کے ساتھ لگاتا اب تفصیل بتا رہا تھا۔۔ وہ رات سے اس سے ناراض تھی کیونکہ کاظم شاہ نے اسے اطلاع دی تھی وہ کام کے سلسلے میں اس ماہ بیرونِ ملک جارہا ہے اور اس نے جب سے کاظم شاہ کے منہ سے یہ بات سنی تھی وہ خاموشی سادھ چکی تھی۔۔ اسے وہ نو ماہ یاد آرہے تھے جو اس نے اسکے بنا گزارے تھے۔۔ وہ کاظم شاہ کی ابھی والی تفصیل سے بھی مطمئن نہیں ہوئی تھی اسی لئے خاموش رہی۔۔

اووزی! دیکھو میری بات سنو! بزنس چلانا عام بات نہیں ہے! ہمیں دوسرے ممالک سے اچھے تعلقات استوار کرنے کے لئے وہاں وزٹ کرنا پڑتا ہے جس طرح سے بہت سے غیر ملکی لوگ مجھ سے ملنے پاکستان آتے ہیں! میرا نہیں خیال اتنی سی بات پہ موڈ خراب کرنا بنتا ہے؟؟۔۔۔۔۔ اسے ڈھیٹوں کی طرح خاموش دیکھ کے وہ اسے مزید نرمی سے سمجھانے لگا۔۔

ہاں یہ اتنی سی بات ہے نا؟ تو مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں اور آپ جائیں ڈیڑھ ماہ بعد ہی کیوں؟ آج ہی جائیں اور دوسرے ممالک سے اپنے تعلقات سلجھائیں! مجھے اور ازمیر کو اکیلا چھوڑ دیں جیسے پہلے اکیلا کر کے گئے تھے!!!۔۔۔ وہ بھیگی آواز میں چلاتی ہوئی اس سے دور ہونے لگی۔۔

اووزی تم دونوں میری زندگی ہو!! میں کیوں تم دونوں کو اکیلا چھوڑوں گا یار؟ تم اوور تھنک کر رہی ہو!!۔۔۔ وہ گہری سانس بھرتا اسکے گالوں پہ اپنے ہونٹ رکھتے اسے شانت کر رہا تھا۔ وہ اپنا چہرہ اس سے دور کرنے لگی۔۔ ازمیر شاہ ان دونوں کو وقفے وقفے سے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

آپ کے آفس کا ٹائم ہو گیا ہے! مجھے سمجھانے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنے بزنس کو ٹائم دیں!!۔۔۔ اسکے ہونٹوں کا بھیگا لمس اپنے گالوں پہ مسلسل محسوس کرتی وہ اپنی پوری قوت سے اس سے دور ہوتی سنجیدگی سے بولی تھی، اسکے دور ہونے پہ کاظم شاہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکتا اسکی سانسیں سینے میں اٹکا گیا۔ اسے اسکا دور ہونے والا عمل زہر لگا تھا۔۔ ایک ہاتھ اسکے سر کے پیچھے رکھے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے جبڑے کو نرم گرفت میں لئے وہ قطرہ قطرہ اسکی سانسیں خود میں اندھیلتا اسکے ہونٹوں کی نمی اپنے لبوں سے چننے میں مصروف تھا۔۔ وہ اسکی گرفت میں جھٹپٹائی تھی

لیکن وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا اسے آزادی دینے کی بجائے اس کے لبوں پہ اپنی گرفت پہلے سے زیادہ سخت کرتا اسکی گود سے ازمیر شاہ کو اٹھا کے سائیڈ پہ لٹاتا ایزل شاہ کو پیچھے تکیے میں پٹک گیا۔ اسکے ہونٹوں کا شدت سے بھرپور بوسہ لئے اسکی سانسوں کو بکھیرتا بالآخر وہ اسکے لبوں کو اپنی جنونی گرفت سے آزاد کر گیا۔ ایزل شاہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے بھیگی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

تم ابھی تک وہی چھوٹی سی اووزی ہو جسے پیار سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تھی!! ۔۔۔۔۔۔وہ پھولی سانسوں کے درمیان گھمبیر آواز میں بولتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملانے لگا۔۔ ازمیر شاہ جو کب سے انہیں دیکھ رہا تھا خود کو اگنور ہوتا محسوس کر کے اس نے گلہ پھاڑ پھاڑ کے رونا شروع کیا تھا، آخر کو وہ کب تک ان کا رومانس دیکھ سکتا تھا؟

دور ہٹیں! میرا بیٹا رو رہا ہے!!۔۔۔۔ازمیر شاہ کو روتے دیکھ کے وہ کاظم شاہ کو اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

ڈرامے بازیاں کر رہا ہے!! اپنی منگیتر کو مس کر رہا ہے جو چوبیس گھنٹے اسکے تلوے چاٹتی رہتی ہے! اور یجنل رن مرید نہ ہو تو!!!۔۔۔۔کاظم شاہ سر جھٹک کے لاپرواہی سے بولتا ایزل شاہ کے اوپر سے اٹھا تھا۔ (original) کٹی اس وقت نیچے سیر سپاٹوں پہ گئی ہوئی تھی اور کاظم شاہ کے مطابق اسکا اور یجنل رن مرید بیٹا اپنی ہونے والی رن کو مس کر رہا تھا۔ اپنے لئے رن مرید کا نام سنتے ازمیر شاہ نے مزید زور زور سے رونا شروع کیا تھا جس پہ ایزل شاہ اسے بھوکھلا کے اپنے حصار میں لیتی پیار سے چومتے ہوئے تھپکنے لگی۔۔ کاظم شاہ ان دونوں کو سلگ کے دیکھتا ہوا واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 109 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے سوئی چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتی احان شاہ کی جان مشکل میں ڈال رہی تھی، وہ جب سے اسکے سینے سے لگی تھی مجال تھی جو احان شاہ کی ایک منٹ بھی آنکھ لگی ہو۔۔ وہ سر جھکا کے اسکے خوبصورت چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنی آنکھوں کے ذریعے چومنے میں مصروف تھا، لبوں سے چومتا تو اسکی بیوی برا مان جاتی۔۔ ابھی

کچھ دیر پہلے ہی اس نے گلالئ کا سر تکیے پہ رکھتے تہجد کی نماز ادا کی تھی، تہجد پڑھنے کے بعد وہ پھر سے اسے اپنے سینے سے لگاتا اسکے بالوں کو نرمی سے سہلانے لگا۔۔ وہ ابھی اسکے نقوش اذبر کرنے میں مصروف تھا جب فجر کی اذانوں کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ تہجد کے علاوہ وہ باقی تمام نمازیں مسجد میں جا کے ادا کیا کرتا تھا۔ اس وقت اسکے مسجد جانے کا وقت تھا لیکن اسکی بیوی اسکی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچے خوابِ خرگوش کے مزے لینے میں مگن تھی۔ وہ جتنی سمارٹ ہوا کرتی تھی پریگننینسی کی وجہ سے اسکا جسم اتنا ہی پھول چکا تھا، یا زیادہ جسم پھولنے کی وجہ اس کے پیٹ میں موجود ایک کی بجائے جڑواں بچے تھے۔۔ احان شاہ نے محسوس کیا تھا رات کو سوتے ہوئے اسکی کئی بار سانس پھولتی تھی، وہ اس دوران اسے جگا کے پانی پلانا چاہتا تھا لیکن پھر اسکی پر سکون نیند کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھتا۔ اذانوں کے مکمل ہوتے ہی احان شاہ اس کی مٹھیوں سے اپنی شرٹ نرمی سے آزاد کرواتا احتیاط سے اپنے سینے سے الگ کرنے ہی والا تھا جب گلالئ اچانک سے اپنی نیند کا خمار لئے سرخ ہوتی آنکھیں وا کر گئی۔ احان شاہ کے سینے سے اٹھتی اسکی مخصوص مہک محسوس کرتی وہ تیزی سے سر اٹھا کے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی، اسے پہلے سے ہی اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے اس سے الگ ہوئی تھی۔

یہ کیا طریقہ ہے؟؟ آپ میری جگہ پہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ آخر اپنی باتوں سے پلٹتے ہوئے میرے قریب کیسے آسکتے ہیں؟۔۔ وہ اس اچانک افتاد پہ مفلوج ہوتے دماغ سے غرائی تھی، وہ اس وقت رات میں ہوا واقعہ یقیناً بھول چکی تھی۔ احان شاہ نے اسکے یوں اچانک ریکٹ کرنے پہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے اس ریکشن کے لئے تیار نہیں تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے گل! رات میں تمہاری طبیعت خراب۔۔۔۔ ابھی احان شاہ گہری سانس بھرتا اسے اپنی صفائی دیتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔

میری طبیعت خراب ہو یا میں موت کے منہ میں ہوں آپ کو میرے قریب آ کے اپنی قربت بخشنے کی ضرورت نہیں ہے! جب میں پچھلے پونے آٹھ ماہ سے اس حاملہ حالت میں زندہ ہوں تو باقی کا ڈیڑھ مہینہ بھی آپ کی قربت کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ گلہ خراب ہونے کی وجہ سے بھاری ہوتی آواز سے چلاتی ہوئی اسکی پہنچ سے دور ہو چکی تھی۔ اپنا کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی گلالئ کو خود پہ الزام دھرتے دیکھ کے وہ حیران ہو رہا تھا۔

آئینے میں خود کا عکس دیکھو اور مجھے بتاؤ اگر میں تمہاری نیند کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہیں اپنی قربت بخش رہا ہوتا تو کیا تمہارا چہرہ اس وقت نشان زدہ نہ ہوتا؟ کیا تمہاری چادر اب تک تمہارے وجود پہ ہوتی؟ سید احان شاہ چاہے جتنا مرضی بدل جائے لیکن میری ایک بات یاد رکھو گل میرا تمہیں قربت بخشنے کا انداز کبھی نہیں بدلے گا! جتنی محبت اور شدت سے میں تمہیں شروع دن سے چھوتا تھا وہ انداز مر کے بھی تبدیل نہیں ہو گا! ہاں پہلے تم سے زبردستی اجازت ضرور لے لیا کرتا تھا لیکن تمہیں ہمیشہ جنونی انداز میں چھوتا تھا! تمہارے لئے اپنی جنونیت کسی صورت فراموش نہیں کر سکتا لیکن ہاں اب میں وہ احان شاہ بھی نہیں رہا جو تم سے زبردستی اجازت لیا کرتا تھا! میں زبردستی کا قائل نہیں رہا! تم جسم کی محبت کو شاید گناہ سے تشبیہ دیتی ہو صرف یہی ایک وجہ ہے جو مجھے تمہیں اپنی قربت بخشنے سے روکتی ہے! اور بقول تمہارے اگر تم موت کے منہ میں بھی ہو تو مجھے تمہیں اپنی قربت بخشنے کی ضرورت نہیں ہے تو اسکی گارنٹی میں تمہیں نہیں دیتا! عشق اور محبتوں کے معاملات میں محبوب ان لمحات میں مجبور ہوتے ہوئے قسمیں اور وعدے توڑ بھی دیا کرتے ہیں لیکن اگر پھر بھی تمہیں میری یہ ادا پسند نہ آئی تو تم سے پہلے خود کو موت کے منہ میں دھکیلنا مجھ پہ فرض ہو گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کی بھاری آواز زیادہ بلند نہیں تھا لیکن لہجے میں ازلی روعب تھا۔۔ اسکے اس تفصیلی جواب پہ گلائی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔ وہ اپنی کرسٹل گرے آنکھیں پھیلائے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو ایک ہاتھ بیڈ کراؤن پہ رکھے اسکے قریب جھکتا اس سے مخاطب تھا لیکن اسے چھوا بالکل نہیں تھا۔۔ اسکا چہرہ سنجیدہ تھا۔ کبھی لہجہ نرم ہوتا تو کبھی روعب دار۔۔ وہ پیچھے کو کھسکتی اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

اگر تو مجھ سے ڈر کے پیچھے کو کھسک رہی ہو تو اتنی فضول کوششیں مت کرو گل! اگر مجھے تمہیں اپنی قربت لازماً بخشنی ہوتی تو اتنے دنوں کا انتظار قطعی مت کرتا! تمہیں زبان دی ہے تمہارے جسم سے تمہاری مرضی کے بغیر چادر نہیں اتاروں گا تو شوہر ہونے کے ناطے نہ سہی ایک مسلمان کی زبان کے ناطے ہی مجھ پہ یقین رکھو! تمہیں مایوس نہیں کروں گا! ۔۔۔۔۔ اسے پیچھے کھسکتے دیکھ کے احان شاہ کا لہجہ زخمی ہوا تھا۔۔ وہ جواب دینے کی بجائے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔ اسے آہستہ آہستہ دماغ پہ زور ڈالنے سے یاد آچکا تھا وہ اسکی طبیعیت خرابی کی وجہ سے اس کے نزدیک آتا اسے پانی پلا رہا تھا جب وہ سکون پانے کی نیت سے بے اختیار ہوتی اسکے سینے میں چھپ چکی تھی۔

میں اپنی پوری کوشش کروں گا بقول تمہارے تم پہ کم سے کم اپنا حق جتاؤں!! لیکن تمہارے پاس آج بھی مجھ سے لپٹنے اور چھونے کا پورا پورا پرمٹ ہے! تم جس حالت میں ہو میں جانتا ہوں اس وقت کے دوران ایک عورت کو سب سے زیادہ اپنے شوہر کی اٹینشن چاہئیے ہوتی ہے تمہیں جب میری اٹینشن لینی ہو صرف ایک اشارہ دے دینا میں ہر کام چھوڑ کے تمہارے ناز نخرے اٹھاؤں گا! تم جب بھی لو فیل کرو گی میرے سینے سے بنا ہچکچائے لپٹ جانا! جب بھی تمہاری سانسیں پھولنے لگیں، میرے لبوں۔۔۔۔۔۔ اسے خاموش دیکھ کے وہ مزید تفصیل دیتے دیتے رک گیا کیونکہ وہ خود محسوس کر چکا تھا وہ اب بے باک ہو رہا ہے اور اسکی یہ بے باکی سامنے بیٹھی نازک جان پہ کافی بھاری پڑ سکتی تھی۔۔ وہ تو اب بے باک سرگوشیاں کرنا تک بھول چکا تھا لیکن ابھی اسے ہر لحاظ سے ریلکس کرتا وہ نا چاہتے ہوئے بھی بے باک ہوا تھا لیکن اپنا جملہ مکمل کرنے کی بجائے بیچ راہ میں چھوڑتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھا تھا، گلا لئی اسکے آخری ادھورے جملے کا مطلب سمجھتی سرخ پڑی تھی۔ اسے واشروم میں جاتے دیکھ کے اس نے گہری سانس بھری تھی۔۔

اس دن کس طرح سے کہہ رہی تھی یہ ایزل کہ میں نے اس کے لالہ کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے؟ یہ معصوم ہو گئے ہیں؟ آج وہ ان کی گفتگو سنتی تو پھر میں اس سے پوچھتی!! ڈرامے ہیں سارے معصوم بننے کے!! اوور ایکٹر!!۔۔۔۔ اسے واشروم میں بند ہوتے دیکھ کے وہ اپنے تپتے گالوں کی سرخی غصے کے لبادے میں خود سے چھپاتی مدھم آواز میں بڑبڑائی تھی لیکن احان شاہ اپنے تیز کانوں سے واشروم میں بھی اسکی برابر اہٹ سن چکا تھا، اپنے لئے اوور ایکٹر کا نام سنتے اس نے اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتے اپنی ہنسی روکی تھی۔۔

وہ تقریباً دس منٹ بعد فریش ہو کے سفید شلوار قمیض میں ملبوس واشروم سے باہر نکلتا ایک نظر اسکی طرف دیکھتے ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ سو جائے گی لیکن وہ تو ابھی تک بیڈ پہ بیٹھی منہ کے زاویے بگاڑ رہی تھی۔

کیوں جاگ رہی ہو؟ سو جاؤ؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اپنے گیلے بالوں میں برش کرتا آئینے میں نظر آتے اسکے عکس سے مخاطب تھا۔

آپ نے نمازیں پڑھنا شروع کر دی ہیں تو آپ کو کیا لگتا ہے اب صرف آپ ہی مسلمان ہیں اس دنیا میں ؟ میں وضو کرنے کے لئے جاگ رہی تھی! اتنا وقت تو لڑکیاں بھی نہانے میں نہیں لگاتی جتنا آپ نے لگا دیا ہے!!۔۔۔وہ اسکے نکھرے نکھرے چہرے سے نگاہیں چراتی ناک سکوڑتے ہوئے مدھم آواز میں اس پہ طنز کے تیر چلاتی اب بیڈ سے اٹھ رہی تھی جبکہ احان شاہ اپنے بالوں میں برش کرنے کی بجائے آنکھیں پھاڑے اپنی بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔وہ سات سے دس منٹ میں نہا چکا تھا لیکن اسکی بیوی نا جانے کیوں اس پہ تپی رہتی تھی جو آج کل باتوں ہی باتوں میں اس پہ طنز کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔وہ منہ کھولے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو کمر پہ ہاتھ رکھ کے اپنے سر پہ چادر درست کرتی بڑبڑاتے ہوئے اپنی چپل پہن رہی تھی۔وہ ہیئر برش واپس سے ٹیبل پہ پھینکتا لمبے لمبے ڈنگ بھرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔

خود مشقت کرنے کی بجائے تم سہارے کے لئے مجھے پکار سکتی ہو!۔۔۔وہ مدھم سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے کمر سے تھامتے ہوئے بنا اسکی مزاحمت کی پروا کئے واشروم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اللہ نے مجھے ٹانگیں دی ہیں میں خود چل سکتی ہوں! بارہا آپ کو بول چکی ہوں مجھے آپ کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی تگ و دو کرتی غصے سے غرائی تھی۔

ریلکس! کچھ نہیں کر رہا! صرف تمہیں وضو کروا کے جائے نماز پہ بٹھانے کے بعد چلا جاؤں گا!! زیادہ مشقت کرو گی تو مزید پین ہو گا!!۔۔وہ اسے نرمی سے سمجھاتا اسکی کمر سے ہاتھ نکالتے اب اسکا کندھا تھام چکا تھا تا کہ وہ زیادہ اکورڈ فیل نہ کرے! گلالئی سر جھٹکتی ہوئی آنکھیں گھما کے رہ گئی۔اسے واش بیسن تک لانے کے بعد وہ ٹیپ آن کرتا اسے اپنے ہاتھوں سے وضو کروانے لگا۔گلالئی نے اسے گھور کے دیکھتے اسکے سامنے اپنے ہاتھ کرتے اسے جتایا تھا کہ اس کے پاس اپنے ہاتھ موجود ہیں لیکن وہ نظر انداز کرتا اسے خود ہی وضو کرواتا رہا۔۔اسکے چہرے پہ دھیرے سے پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد وہ اب اسکے گورے گورے بازوؤں کو پانی سے بھگو رہا تھا،گلالئی نے بڑی مشکل سے جھجکتے ہوئے اسکے سامنے اپنی کہنیوں سے سلیوز اوپر کئے تھے۔۔اسکے مسح وغیرہ کرنے کے بعد وہ اب جھک کے اسکے دودھیا سفید پیروں پہ پانی گرا رہا تھا،کچھ دیر پہلے اسے گردن کا مسح کرتے دیکھ کے نگاہیں خود بخود اسکی شفاف گردن

کی طرف اٹھی تھیں لیکن وہ اپنے اعصاب پہ قابو پاتا نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔۔ ہونٹوں کی تشنگی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی لیکن وہ مسلسل اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔

تمہارے پیر پھر سے سوجھ گئے ہیں! میں آ کے مساج کر دوں گا!!۔۔۔ وہ نرمی سے اسکے سوجھے پیروں کو اپنی انگلیوں سے چھو کے بولا تھا۔۔ گلالئ کرنٹ کھاتی اپنے پیر پیچھے کرنے ہی والی تھی جب وہ اگلے ہی پل زمین سے اٹھتا اسکی گھوریوں کی پروا کئے بغیر اسے بازو سے پکڑ کے جائے نماز تک لاتا اپنے حصار سے آزاد کر گیا۔۔

نماز اور قرآن پڑھ کے سو جانا! میں مسجد جا رہا ہوں پھر اوپر جم کرنے چلا جاؤں گا! اگر واپس کمرے میں آیا تو تمہاری نیند ڈسٹرب نہیں ہو گی!!۔۔۔۔ وہ نرمی سے بولتا ہوا اسکا ماتھا چومنے کی خواہش دل میں دباتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسکی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی گلالئ پہلے ہی نوٹ کر چکی تھی، اسے باہر جاتے دیکھ کے اس نے اضطرابی کیفیت میں اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھا تھا، بھلا اس نے اسے اندر سونے سے منع کیا تھا جو وہ نماز پڑھ کے آتے ہی سونے کی بجائے جم کا رخ کرے گا؟ گلالئ ناچاہتے ہوئے بھی اسے سوچ رہی تھی۔ اس نے ایک اور چیز نوٹ کی تھی کہ اسے وضو کرواتے ہوئے اسکی سفید قمیض شکن ذدہ ہو چکی تھی اور وہ جو شکن ذدہ لباس سے چڑ کھاتا تھا ان شکنوں کو نظر انداز کرتا اسی شلوار قمیض سمیت نماز پڑھنے کا چکا تھا۔۔ دو سے تین منٹ اسے سوچنے کے بعد وہ اپنا سر جھٹکتی نماز شروع کر چکی تھی۔

تقریباً ایک ہفتہ بعد:

رک! مجھے ساتھ لے کے جا! مجھے تجھ سے ایک ضروری بات کرنی ہے!۔۔۔ ہیڈ کوارٹر سے نکلتے ہی زوریز شاہ کو اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے حازق خان اسے بلند آواز میں مخاطب کرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اپنے سر سے آرمی کیپ اتارتے ہوئے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا۔

آ جا! نیکی اور پوچھ پوچھ؟ اگر تجھے میری گاڑی میں بیٹھنا ہے تو ڈرائیور بننے کا کام انجام دینا پڑے گا!! گاڑی ڈرائیو کر آ کے!! میں بہت تھک چکا ہوں! ۔۔۔ زوریز شاہ سر کو خم دے کے حکمیہ لہجے میں بولتا اسکی طرف اپنی گاڑی کی چابی پھینکتا پیسنجر سیٹ کی طرف بڑھا تھا۔ میجر خان گاڑی کی چابی کیچ کرتے اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا ڈرائیونگ سیٹ کی

طرف بڑھ گیا۔۔ان دونوں کو آرمی کی طرف سے فل پروٹوکول میسر تھا لیکن وہ اکثر اوقات یہ پروٹوکول لینے سے انکار کرتے خود ہی ڈرائیو کیا کرتے تھے۔۔میجر خان اپنی پی کیپ اتار کے اپنے ڈارک براؤن فوجی کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتا کیپ ڈیش بورڈ پہ پھینکتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

ہاں بول کیا بات کرنی تھی؟ کوئی کیس ڈسکس کرنا تھا؟؟۔۔۔اسے گاڑی تیزی سے سڑک پہ چڑھاتے دیکھ کے زوریز شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے اسکی بات کا مدعا جاننا چاہا تھا۔۔

نہیں! ایک ضروری بات ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہا کیسے ڈسکس کروں!!۔۔۔وہ تذبذب کا شکار ہوا تھا۔زوریز شاہ نے اسے شدید گھوری سے نوازا تھا۔۔

تجھے مجھ سے بات کرنے سے پہلے سوچنے کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا جس پہ حازق خان نے اضطرابی کیفیت میں اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے سٹیرنگ پہ گرفت مضبوط کی تھی۔

جب سے مجھے ایک خطرناک بیماری (محبت) لاحق ہوئی ہے!!۔۔میجر خان نے سنجیدگی سے جواب دیتے اس سے بات کرنے کے لئے الفاظ تلاش کئے تھے۔

استغفار! کون سی بیماری؟ کیا ہوا تجھے؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ نے چونکتے ہوئے پریشانی سے استفسار کیا تھا،اسکے دل کو کچھ ہوا تھا۔

مجھے تجھ سے بیٹھ کے بات کرنی ہے! مجھے امید ہے تو میری بات سن کے ہائیپر ہونے کی بجائے مجھے سمجھنے کی کوشش کرے گا!!۔۔۔وہ اسے ڈائریکٹ بات بتانے کی بجائے دیرے دیرے اسے اس انکشاف کے لئے تیار کر رہا تھا۔

میرے خیال سے ابھی بھی ہم بیٹھے ہی ہوئے ہیں خان؟ کیا بات کچھ زیادہ سیریس ہے؟؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ ایک دم سے سنجیدہ ہوا تھا۔۔

ہاں بات سیریس ہے! کسی جگہ پہ چل کے سکون سے بات کرتے ہیں!۔۔میجر خان بھی جواباً سنجیدگی سے گویا ہوا تھا

۔۔

اچھا چل پھر ایسا کر گاڑی کسی قریبی ریسٹورنٹ کی طرف گھما لے!!۔۔وہ تجسس اور فکرمندی کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوا تھا۔۔

نہیں! ریسٹورنٹ میں نہیں (تیرا کیا بھروسہ وہی پہ مجھے پیٹنا شروع کر دے!)۔۔۔۔وہ دل کی بات دل میں رکھتا ہر برا تے ہوئے اسے جواب دے رہا تھا۔

تو پھر تو اپنی مرضی کی جگہ پسند کر لیں جہاں جانے کے سوا تیری اتنی سیریس بات میرے گوش و گزار نہیں ہو سکتی!!۔۔۔زوریز شاہ تپ کے بولا تھا۔

تم لوگوں کے فارم ہاؤس چلتے ہیں تم سے بات کلئیر کرنے کے بعد شاید مجھے کاظم لالہ اور اپنے جانی دشمنوں (ارزم، احان) سے بھی یہ سب ڈسکس کرنا پڑ جائے!!۔۔۔۔۔۔وہ ونڈ سکرین پہ نگاہیں جمائے لب کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

کیوں سالے تو نے مسئلہ کشمیر فتح کرنا ہے جہاں وزیرِ دفاع (احان شاہ)، بزنس ٹائیکون (کاظم شاہ) اور ایک عدد غنڈے (ارزم شاہ) کا ہونا بھی اشد ضروری ہے؟؟ اگر کہتا ہے تو وزیر اعظم کو بھی فون ملاؤ؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے کندھے پہ زوردار مکا جھڑتے سلگ کے گویا ہوا تھا جو خواہ مخواہ بات میں سنیپینس بڑھاتا جا رہا تھا۔۔

ہاں یہی سمجھ لے!! اور وزیر اعظم کو فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے (اسکی بہن نہیں لینی میں نے)۔۔۔۔۔۔وہ لب بھینچتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوتا گاڑی کی رفتار بڑھا گیا۔ اسکی غیر معمولی سنجیدگی پہ زوریز شاہ کو محسوس ہو رہا تھا معاملہ واقعی ہی سیریس ہے!!

ہاں بول! یہ جگہ پر سکون ہے؟ یا فارم ہاؤس کے باتھروم میں چلیں؟؟۔۔۔۔فارم ہاؤس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی زوریز شاہ صوفے پہ گرتا آبیبر واچکاتے ہوئے سنجیدگی سے حازق خان پہ طنز کرنے لگا جس نے اپنی سیریس بات کرنے کے لئے فارم ہاؤس کا تقریباً ایک گھنٹے کا سفر تہہ کیا تھا۔

استغفار!!۔۔۔۔۔حازق خان اسکی طرف کشن پھینکتا اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا دوسرا صوفہ چھوڑ کے تیسرا صوفہ سنبھال چکا تھا جو زوریز شاہ سے کافی فاصلے پہ تھا۔۔

دیکھ!! میری بات۔۔۔۔۔ابھی حازق خان مدھم آواز میں کچھ بولنا شروع کرتا جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

اتنی نزدیک کیوں بیٹھ رہا ہے؟ میرا بچہ ایسا کر یہاں سے اٹھ!! اور وہ پیچھے ڈائینگ روم میں جا کے بیٹھ جا! اور ہاں ایک اور ٹپ گلے کو زیادہ زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے سرگوشیوں میں باتیں کری پلیز!! نیا پاکستان جو بنانے جا رہا ہے تو؟ تو اس لئے میں نہیں چاہتا تیرے یہ راز دیواروں کے علاوہ کوئی اور سن سکے!۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکی بات ٹوکتے ہوئے اسکے اور اپنے درمیان حد سے زیادہ فاصلے کے ساتھ ساتھ اسکی مدھم آواز پہ بھی چوٹ کرتے لاؤنج کی مخالف سمت ڈائینگ روم کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک صوفے پہ نیم دراز ہوا کرتے تھے۔ ایک دائیں سائیڈ پہ۔ تو دوسرا بائیں سائیڈ پہ لیکن آج اسے دوسرے کی بجائے تیسرا صوفہ چنتے دیکھ کے زوریز شاہ کا طنز بے ساختہ تھا جس پہ حازق خان اسے گھوریوں سے نوازتا ہوا تیسرے صوفے سے اٹھ کے دوسرے صوفے پہ بیٹھا تھا۔ وہ تو تیسرے صوفے پہ اس لئے بیٹھا تھا تاکہ زوریز شاہ کو اس پہ جھپٹنے میں کچھ وقت لگے اور وہ اپنا بچاؤ کرنے والا بنے۔۔۔ لیکن ہائے قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔۔

اب میری آواز آ رہی ہے تجھے؟؟۔۔۔۔ حازق خان تقریباً بلند آواز میں چلایا تھا جس پہ زوریز شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے اسے بات شروع کرنے کا اشارہ دیا تھا۔۔

دیکھ! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان فقط یہ ایک لفظ بول کے اگلے الفاظ تلاشتا ہوا زوریز شاہ کی طرف دیکھنے لگا

--

ہاں دیکھ رہا ہوں تیرا حسیں چہرہ! نیلی سرخی چھائی موٹی بڑی بڑی آنکھیں! دودھیا سفید رنگت! کشمیری سیبی سرخ گال! کشادہ ماتھا! ڈارک براؤن زلفیں!، تیرے چوڑے کندھے! اس آرمی شرٹ میں چھپا تیرا فراخ سینہ۔۔۔ اب کیا چاہتا ہے میں مزید نیچے کی طرف جانا شروع کروں؟ یا بات شروع کرے گا؟؟۔۔۔۔۔ اسے خاموش ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ کی زبان پہ پھر سے کھجلی ہوئی تھی! وہ اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیتا اپنا آخری جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے حازق خان کو سرخ کر گیا۔۔ اسکے ادھورے جملے کا مطلب سمجھتے ہوئے حازق خان نے مزید ایک کشن پکڑتے ہوئے اسکے چہرے پہ دے مارا تھا۔ زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

میری اور اسکی آج تک جتنی بھی ملاقاتیں ہوئیں تھیں وہ سب اچانک ہوا کرتی تھیں! میرا نہیں خیال ہماری کوئی بھی ملاقات پری پلینڈ تھی (سوائے شاہ حویلی کے واشروم اور میرے کمرے والی ملاقات کے)۔۔۔ وہ لڑکی مجھے اپنی بہن

کی دشمن لگتی تھی میں نے کبھی اسے سیریس نہیں لیا تھا! میں اس سے خار کھاتا تھا! تو پوچھ رہا تھا مجھے کونسی بیماری لاحق ہوئی ہے تو سن واللہ میں نہیں جانتا مجھے کس ملاقات میں محبت کے سانپ نے ڈسا تھا اور میں اس سے محبت کر بیٹھا جسے میں نے آج تک اپنی شریک حیات کے طور پہ آئیڈیلائز نہیں کیا تھا! میرا اور اسکا کلچر ٹوٹلی ڈفرنٹ ہے لیکن دل محبت کرنے سے پہلے رنگ، روپ، نسل کہاں دیکھتا ہے؟ دل کہاں ہماری اجازت لینا ضروری سمجھتا ہے؟ آئی سوئیر میں نے بہت کوشش کی میں اس سے محبت نہ کروں لیکن مجھے اس سے محبت ہو گئی۔۔ میں نہیں چاہتا تھا میری دوستی پہ کوئی سوال اٹھے! مجھے اپنے دوست کی عزت اسکی بہنوں جیسی کزن سے محبت ہو جائے اور میں دوستی میں دھوکے باز کہلایا جاؤں! لیکن یہ سب لٹرلی خود ہو گیا! میں جانتا ہوں اپنے دوستوں کے گھر کی عزتوں کو اپنی عزت سمجھنا چاہئیے! اگر دوست یوں منہ اٹھا کے آپ کی بہنوں سے محبت کے دعوے کرنے لگ جائیں تو بات قتل و غارت تک آ جاتی ہے لیکن مجھے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کب میرے دل نے یہ پلٹی کھائی تھی! میں کیسے اس دل کو روکتا جس نے محبت کرنے سے پہلے مجھے بتانا تک ضروری نہ سمجھا؟ اب محبت کی بیماری کا مریض بن چکا ہوں لیکن دوا پانے کے لئے مجھے سو بندوں کو منانا ہیں! میں اس سے کوئی بھی نامحرم تعلق رکھنے کی بجائے نکاح کا راستہ اپنانا چاہتا ہوں! اب تو بتا میں کیا کروں؟؟۔۔۔ حازق خان دھڑکتے دل سے مناسب الفاظ کا چناؤ کرتا اپنی ساری بات زوریز شاہ کے گوش و گزار کر رہا تھا، جو اسکی ساری بات سننے کے بعد اسے الجھن بھرے تاثرات سے دیکھ رہا تھا۔

تو انتظار کس بات کا کر رہا ہے! جب محبت کر لی ہے تو اسے وفا کر! سو کی بجائے ہزار بندوں کو منانا پڑے! منا لے! سینے پہ گولی کھانی پڑے تو پٹھان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے یا تو مر جانا یا مار دینا!۔۔۔۔ زوریز شاہ اس سے لڑکی کا نام پوچھنے کی بجائے اسے موٹیویٹ کرنے لگا کیونکہ حازق خان اس وقت اسے ڈیپریس سا لگا تھا۔ وہ اس سے اس دوست کا نام پوچھنا بھی بھول چکا تھا جس کی بہنوں جیسی کزن سے اسے محبت ہوئی ہے۔

اپنی دو بہنوں کو منا چکا ہوں! مطلب میرا خاندان راضی ہے! اب باری لڑکی والوں کی ہے! جن کا ایک بندہ ابھی میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے! ؟ اب بول تو کس طرح سے مانے گا؟۔۔۔۔ حازق خان نے جس دل جگڑے سے ہمت کرتے ہوئے یہ جملے ادا کئے تھے یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اسکے دل میں دوستی ٹوٹنے کا خوف تھا لیکن اللہ پہ بھروسہ ہنوز قائم تھا۔۔ حازق خان کے آخری دو جملوں نے زوریز شاہ کے سر پہ دھماکہ کیا تھا۔ وہ کتنے منٹ کچھ بول نہ سکا! وہ اپنی

ہری آنکھیں پھیلائے حازق خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں اس کی بات کی تہہ تک پہنچا تھا۔۔ مطلب اسکا شک درست تھا۔۔

کب ہوئی تھی تجھے محبت ؟۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے یوں سوال کیا تھا جیسے ابھی تک اسکی بات کا مطلب نہ سمجھا ہو۔۔

شاید ایک سال پہلے !!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے ٹیبل پہ اپنا ناخن کھروچتے ہوئے گلہ کھنکھارتے زوریز شاہ کو درمیانی آواز میں جواب دیا تھا، وہ شاید اب اسے اپنی بات سمجھانے کے لئے کچھ نئے الفاظ تلاش رہا تھا، ہوش تو تب آیا تھا جب زوریز شاہ کسی شیر کی طرح اس پہ جھپٹتا ہوا اسکے دائیں گال پہ مکا جھڑتے اسکی گردن اپنے شکنجے میں لے چکا تھا۔۔

تجھے شرم نہیں آئی تھی ؟؟۔۔۔۔۔۔اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر زوریز شاہ نے پھر سے غراتے ہوئے اسکے سینے پہ مکا جھڑا تھا، حازق خان نے جوابی کاروائی کئے بنا اضطرابی کیفیت میں اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

دیکھ میں نے یہ سب جان۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی حازق خان گہری سانس بھرتے اسے اپنی صفائی دیتا جب زوریز شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔

میں نے پوچھا تجھے شرم نہیں آئی تھی یہ سب ایک سال سے مجھ سے چھپاتے ہوئے ؟ہاں یاناں !!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے دھاڑتے ہوئے اب کی بار اسکے کندھے پہ مکا جھڑا تھا۔حازق خان نے اپنی کراہ روکتے ہوئے پہلے ہاں پھر ناں اور پھر سے ہاں میں سر ہلاتے اپنے چہرے پہ معصومیت کے تاثرات سجائے تھے۔اسکے اس انداز پہ زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ سنجیدگی کے لبادے میں چھپاتے اب کی بار اس کے بائیں گال پہ مکا جھڑتے اسکے دونوں گالوں کو ایک جیسا سرخ کرتے انصاف کا جھنڈا لہرایا تھا۔۔

سالے اگر تو مجھے یہ سب ایک سال پہلے بتا دیتا تو ابھی تک یوں کنوارا نہ ہوتا!!۔۔۔۔۔۔وہ اب حازق خان کو مزید پریشان کرنے کی بجائے اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا پھر سے زوردار مکا اسکے سینے پہ جھڑتا اسکے اوپر سے اٹھتے ہوئے واپس سے اپنے صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔اسکے اس ایک جملے پہ حازق خان کراہ بھرنا بھول چکا تھا، اس نے اپنی نیلی آنکھیں پھیلاتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔اسے لگ رہا تھا وہ اسکی بات سمجھنے میں غلطی کر رہا ہے۔۔

تیرا مطلب ہے تو ایک سال پہلے ہی میری قبر کھود کے مجھے دفنا چکا ہوتا؟؟۔۔۔حازق خان نے نروٹھے پن سے اسکی بات کا اپنا مطلب نکالتے اسکے گوش و گزار کیا تھا جس پہ زوریز شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

تو اتنا ڈرپوک نہیں ہے اسی لئے یہ ڈرپوک بننے کی ایکٹنگ تجھ پہ بالکل سوٹ نہیں کر رہی! میں اپنی فیملی سے پہلے تجھے اپنی فیملی کہتا ہوں جانتا ہے کیوں؟ کیوں کہ تو اپنا بھائی ہے! جگڑ ہے! دل کے بے حد قریب ہے! اگر تو بھائی ہونے کے ناطے میرے سامنے اپنا دل کھولے گا تو تو نے سوچ بھی کیسے لیا میں ٹیپکل اور جاہل دوستوں کی طرح تیرا گریبان پکڑنے پہ آجاؤں گا؟ ہاں مانتا ہوں ان سیچویشنز میں غیرت بیچ راستے آجاتی ہے! قتل و غارت ہوتے ہیں لیکن یہ سب وہاں ہوتا ہے جہاں آپ کے دوستوں کی سیٹنگ ہر دوسری لڑکی کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ منہ اٹھا کے آپ سے آپکی بہن کا رشتہ مانگ لے! لیکن تیرا اور میرا پوری زندگی کا ساتھ ہے! آج تک تجھے کسی عورت پہ نگاہِ غلط ڈالتے نہیں دیکھا! میں ایک نظر میں بندہ پہچان جاتا ہوں! تو پہلی نظر میں نسلی اور اصلی لگا تھا! اور آج تو نے اتنے پاکیزہ طریقے سے نکاح کی ڈیمانڈ کرتے ہوئے میری اس سوچ پہ مہر لگائی ہے کہ تو نسلی ہے! لیکن ایک شکوہ میرا تجھ سے ساری زندگی رہے گا تو ہر کام کرنے کے کوئی ڈیڑھ سال بعد جا کے مجھے بتاتا ہے کہ تو نے یہ کر توت گولی ہے اگر یہی باتیں تو مجھے وقت بتا دے تو ہمیشہ فائدے میں رہے!۔۔۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے اپنی بات حازق خان کے گوش و گزار کرتے اس کے دل پہ ٹھنڈی پھوار برسائی تھی۔۔حازق خان کی نیلی آنکھیں چمکی تھیں۔

تو سیریس ہے یا جان کے میرا دل رکھنے کے لئے بول رہا ہے؟ کیا تجھے میرا یہ ایکٹ بالکل برا نہیں لگا؟ پلیز میں ہم دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رکھنا چاہتا! جو تیرے دل میں ہے تو بول سکتا ہے؟؟۔۔۔حازق خان کو جیسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا، وہ بے یقینی سے سوال کر رہا تھا۔۔

زیرو پوائنٹ فائیو پرسنٹ بھی برا نہیں لگا! آئی سوئیر دل سے بول رہا ہوں! لیکن میرے ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا ل آپی نہیں مان جاتی تب تک کوئی کچھ نہیں کر سکتا!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اسے اپنی طرف سے پتے کی بات بتائی تھی، اس نے کئی دفعہ میرال شاہ اور حازق خان کو آنکھوں ہی آنکھوں سے ایک دوسرے سے باتیں کرتے دیکھا تھا لیکن وہ ہمیشہ اپنا وہم سمجھتا تھا۔۔

اور اسکا کہنا ہے وہ تب تک نہیں مانے گی جب تک اسکے چاروں بھائی نہیں مان جاتے! ایک محاظ تو فتح کر لیا ہے اب سوچ رہا ہوں باقی کے تین کس طرح سے فتح کروں؟۔۔۔۔۔حازق خان نے گہری سانس ہوا میں بھرتے میر ال شاہ کا فیصلہ اسکے گوش و گزار کیا تھا۔زوریز شاہ اسکی اتنی جلدی پہ حیران ہوا تھا! وہ میر ال شاہ سے بات بھی کر چکا تھا؟ خیر میر ال شاہ کے اس جواب کو سن کے زوریز شاہ کو اس پہ فخر سا محسوس ہوا تھا یعنی اس نے اپنے بھائیوں کو فرسٹ پرائیرٹی پہ رکھا تھا۔

ہاہاہا! اس کے لئے تجھے ڈبل محنت کی ضرورت ہے کیونکہ دو شیر (احان، ارزم) تجھ پہ کافی وقت سے تپے بیٹھے ہیں!!۔۔۔۔زوریز شاہ قہقہ لگاتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالتا کاظم شاہ کو فون ملا چکا تھا۔

کسے فون کر رہا ہے؟۔۔۔۔اسے اچانک سے فون کرتے دیکھ کے حازق خان نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

اگلے آدھے گھنٹے میں یہاں موجود ہوں گے! تو (examiners) کاظم لالہ کو! تیرے باقی کے تینوں ایگزیمنرز پیپر کی تیاری پکی کر! شاباش! اور یہاں کوئی بوٹی نہیں چلنے والی!! ہاہاہا۔۔۔وہ قہقہ لگا کے جواب دیتا اسے آنکھ ونک کرتے اب کاظم شاہ سے بات کر رہا تھا۔۔اسے اتنی جلدی مچاتے دیکھ کے حازق خان کچھ کنفیوز ہوا تھا۔۔

کاظم شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی ایک ساتھ فارم ہاؤس پہنچے تھے، زوریز شاہ نے ان سے ایک ضروری کام کا کہتے ہوئے تینوں کا ارجنٹ یہاں بلوایا تھا، یہاں حازق خان کو دیکھ کے وہ چونکے تھے اور جب کچھ دیر بعد معلوم ہوا یہ ضروری بات حازق خان کو ان تینوں سے کرنی تھی تو تینوں ہی تجسس کا شکار ہوئے تھے۔۔حازق خان نے جس طرح مناسب الفاظ میں اپنی ساری بات زوریز شاہ کے گوش و گزار کی تھی یونہی اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں ان تینوں کو اپنی محبت کی داستان سناتے ان تینوں کے سر پہ بم پھینکا تھا۔۔وہ تینوں پچھلے پانچ منٹوں سے کوئی بھی ریکشن دیئے بغیر اسے مسلسل دیکھ رہے تھے۔حازق خان کا دل اتنی تیزی سے میر ال شاہ کے سامنے نہیں دھڑکا ہو گا جتنا اسکے بھائیوں سے اپنا رشتہ مانگتے ہوئے دھڑک رہا تھا۔

لالہ آپ کی بندوق میں اس وقت کتنی گولیاں ہیں؟۔۔۔۔بالآخر ارزم شاہ نے چھ منت بعد خاموشی توڑتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے آرمی یونیفارم میں ملبوس زوریز شاہ کو مخاطب کیا تھا۔

امم!! چھ!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنی بندوق بیلٹ سے نکال کے ٹیبل پہ سرکاتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا، حازق خان نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنے کمینے دوست کی طرف دیکھا تھا جس نے بے حد آرام سکون سے اسکے دشمن کے ہاتھ میں اپنی بندوق تھمائی تھی لیکن خیر وہ اس بندوق سے ڈرے بنا یونہی بیٹھا ان کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ ارزم شاہ نے اگلے ہی پل ٹیبل سے وہ بندوق پکڑتے اپنے ہاتھ میں گھمائی تھی۔۔ ایک ہاتھ سے بندوق گھماتے وہ احان شاہ کی طرف آئیبرو اٹھا کے دیکھتا اگلے ہی لمحے اچانک سے حازق خان کے صوفے کے پیچھے ٹیبل پہ موجود واس کو اس بندوق کا نشانہ بناتے چکنا چور کر گیا تھا۔ حازق خان نے مجال تھی جو اسکی اتنی ایکشن بازی پہ ایک دفعہ بھی پلک جھپکائی ہو۔۔ کاظم شاہ نے گھور کے ارزم شاہ کو دیکھا تھا جس کے پاس انسانوں والا کوئی کام نہیں تھا۔۔ مجھے جو چیز اچھی نہیں لگتی میں اس چیز کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جس طرح سے مجھے یہ واس اچھا نہیں لگ رہا تھا میں نے اسکی قیمت کا اندازہ لگائے بغیر اسے تباہ کر دیا! اسی طرح مجھے آپ اور آپکی کی باتیں بھی اچھی نہیں لگیں اب میں سوچ رہا ہوں ایک بہنوئی ہونے کے ناطے مجھے اپنے سالے کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئیے ؟۔۔۔ ارزم شاہ بے حد سنجیدگی سے اپنا فیصلہ سناتا اب پھر سے بندوق کو اپنے ہاتھوں میں گھما رہا تھا جبکہ زوریز شاہ صوفے پہ نیم دراز بنا کچھ بولے اس پوری فلم کو دلچسپی سے دیکھتا کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر رہا تھا۔۔ حازق خان کو ارزم شاہ سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی اسی لئے وہ خاموشی سے اپنے دوسرے بہنوئی (سالے) کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔۔

ہمم!! مجھے تمہاری باتیں اچھی لگیں! تم نے نکاح کا راستہ چنا! مجھے بہت اچھا لگا لیکن بات پھر وہی آجاتی ہے تم مجھے شروع دن سے ایک آنکھ نہیں بھاتے! تو تم نے سوچ بھی کیسے لیا میں تمہارے ساتھ ڈبل رشتے داری قائم کرنے کے لئے یوں آسانی سے راضی ہو جاؤں گا؟؟۔۔ احان شاہ نے سینٹرل ٹیبل پہ انگلی پھیرتے ہوئے آئیبرو اٹھا کے حازق خان سے استفسار کیا تھا۔۔ احان شاہ اس میجر کے لئے میرال شاہ سے محبت سے کافی دیر سے واقف تھا لیکن اپنے سالے کو نچانا اس نے بھی اپنا فرض سمجھا تھا جس نے ہمیشہ اسکے سامنے صرف اپنا الٹیمیٹو ڈ دیکھایا تھا۔۔ کاظم شاہ ابھی تک خاموش تھا۔۔

میں جانتا تھا یہ دونوں سالے بھاؤ کھائیں گے !!۔۔۔حازق خان دل میں سلگتے ہوئے سوچ رہا تھا لیکن چہرے کے (ایکسپریشن نارمل رکھے تھے۔

ظرف!!! ظرف بڑا کرو! ! دیکھا جائے تو پہلی نظر میں مجھے تم اور تمہارے دوستوں کے ساتھ تمہاری بے باک باتیں بھی ایک آنکھ نہیں بھائی تھیں! لیکن میں نے جوش کی بجائے ہوش سے کام لیتے ہوئے تمہاری قیمت کا اندازہ لگایا! تم میری بہن کی مرضی سے اسکے نکاح میں تھے! تم اسے پسند ہو تو ظاہر ہے میری بہن سستی چیزیں تو پسند کرنے سے رہی! ؟میں نے اپنی بہن کے صدقے اپنا ظرف بڑا کرتا ہوئے تمہارے ساتھ رشتہ داری جوڑلی! ۔۔۔۔۔حازق خان پہلے ارزم شاہ کو جواب دینے کے بعد اب احان شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

اور رہی تمہاری بات تو مجھے تمہاری شکل پسند تھی لیکن تمہاری حرکتیں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں! تمہارا تمہارے اپنوں پہ بلائینڈ ٹرسٹ مجھے زہر سے بھی برا لگتا تھا تو تم اب خود سوچو میں نے اپنا ظرف کس حد تک بڑا کرتے ہوئے تمہیں اپنے بہنوئی (سالے) کے روپ میں قبول کیا ہے؟ اب ظرف بڑا کرنے کی باری تم دونوں کی ہے!!۔۔۔وہ لگے ہاتھ سنجیدگی سے احان شاہ کو بھی جواب دیتا ان کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

آپ میری بہن کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنا اگلا سوال کرتے بندوق کو اپنے ہاتھ میں گھمانا جاری رکھا تھا۔

یہ نہیں کہوں گا چاند تارے توڑ کے لا سکتا ہوں یا اس کے لئے بنا کسی مقصد کے چاند پہ جگہ خرید ڈالوں گا! اگر حقیقی معنوں میں بتاؤں تو اسے اسکی ضرورت کی ہر چیز فراہم کروں گا! اپنی جائیداد کا کبھی اندازہ تو نہیں لگایا صرف اتنا جانتا ہوں دادا نے مرنے سے پہلے اپنا سب کچھ میرے نام کیا ہے! ان کی وراثت سے تم سب اچھے سے واقف ہو! اور الحمد اللہ اپنا بنک بیلنس بھی کافی اچھا ہے تو اس حوالے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے! عزت، احترام اور محبت میں کبھی کوئی کمی نہیں آنے دوں گا!! جب وہ میری محرم بن جائے گی تو اس کے ایک اشارے پہ اپنا سب کچھ اس کے سے وارنے سے گریز نہیں کروں گا!!۔۔۔حازق خان نے اسے سچے دل سے جواب دیتے اسکے چہرے کے تاثرات جاننے چاہے تھے لیکن وہ ابھی تک امپریس ہوتا نظر نہیں آرہا تھا یا شاید وہ اپنے تاثرات چھپا رہا تھا۔۔

ہماری بہن کا اور تمہارا کوئی جوڑ نہیں بنتا اور یہ بات میں سٹیٹس دیکھ کے نہیں بلکہ تم دونوں کا مائینڈ سیٹ دیکھ کے کہہ رہا ہوں! تم پٹھان ہو تو یقیناً تم لوگوں کو اپنی عورتوں کو قید کر کے رکھنا پسند ہے جبکہ میرال ایک آزاد خیال لڑکی ہے! اس نے ہمیشہ سے اپنی مرضی کی ہے! میرا نہیں خیال تم دونوں کی بن سکتی ہے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ کے بعد احان شاہ نے حازق خان سے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔۔

بندہ پٹھان ہو یا پنجابی! بس غیرت مند ہونا چاہئیے! مجھے کوئی ایسا غیرت مند مرد لا کے دیکھا دو جسے اپنی عورت کو دنیا سے چھپانا پسند نہ ہو! تم چاروں میرے سامنے ہو کیا کبھی اپنے نکاح کے موجود عورت پہ کسی غیر کی گندی نظر برداشت کر سکتے ہو؟؟ یقیناً نہیں!! تو مجھے لگتا ہے یہ شادی کے بعد کا ایک الگ ٹاپک ہے!!۔۔۔۔۔ حازق خان نے ان چاروں کی طرف دیکھتے کندھے اچکاتے ہوئے اپنا جواب دیا تھا۔

شادی کے بعد کا ٹاپک کیوں؟؟ میں میرال کو جانتا ہوں! وہ زبردستی کی قائل نہیں ہے! ہم چاروں اس پہ زبردستی کر کے دیکھ چکے ہیں لیکن وہ بے حد ضدی ہے! اگر تو تم سوچ رہے ہو تم شادی کے بعد اسے اپنے کنٹرول میں کر کے پردہ وغیرہ کرنے پہ مجبور کر سکتے ہو! یا اسکا اسکے دوستوں کے ساتھ ملنا جلنا کم کروا سکتے ہو! اسے سوشلی ان ایکٹو کروا سکتے ہو!! تو مجھے لگتا ہے اگر یہ سب شادی کے بعد ڈسکس ہو گا تو بہت سے مسائل پیدا ہوں گے!! اسی لئے میں ہر لحاظ سے جانچ پڑتال کرنا چاہتا ہوں!!۔۔۔۔ احان شاہ نے سنجیدگی سے اپنے سوال پہ زور دیا تھا۔ وہ اب سیریس انداز میں اس سے سوال کر رہا تھا۔۔

میں قسم کھاتا ہوں اسے کسی بات کے لئے مجبور نہیں کروں گا! میں نے سنا ہے عورت اپنے پسندیدہ مرد کی ہر بات آسانی سے مان جاتی ہے! وہ بدلہ لیتے وقت اپنے دماغ کا استعمال کم کرتی اپنے جذبات خود پہ ہیوی کر لیتی ہے لیکن جب اسے محبت ملتی ہے تو وہ جلد موم ہو جاتی ہے! میں اسے اتنی محبت دوں گا وہ میرے منہ سے نکلی ہر بات ماننے کو تیار ہو جائے گی!!۔۔۔ حازق خان کے پاس جیسے ان کی ہر بات کا جواب تھا۔ احان شاہ اور ارزم شاہ دل میں اسکے جوابات سے امپریس ہو رہے تھے لیکن چہرے کے تاثرات ہنوز سنجیدہ تھے۔۔ کاظم شاہ اب تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا وہ کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں جمائے اضطرابی کیفیت میں اپنی بائیں ٹانگ ہلا رہا تھا۔ حازق خان اسکے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

مجھے پھر بھی آپ اپنی بہن کے لئے منظور نہیں ہیں! اب میرا دل آپ کے حق میں فتویٰ نہیں دیتا تو میں کیا کروں؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ نفی میں سر ہلا کے بولتا بندوق سینٹرل ٹیبل پہ پٹک گیا۔۔ارزم شاہ کے اس حتمی فیصلے پہ احان شاہ نے اپنی ناک انگوٹھے سے رگڑتے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

تو اسی بندوق کی گولیاں اپنے اس کمینے دل میں اتار لو سنکی انسان!! یا چلو بھر پانی میں ڈوب مرو!!۔۔۔۔حازق خان) دل میں غصے سے سلگ کے سوچتا صبر کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، جبکہ زوریز شاہ اسکے ایکسپریشن دیکھتے ہوئے اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔اسے کبھی بھی اپنے بھائیوں اور حازق خان میں بولنے کی اجازت حازق خان کی طرف (سے نہیں ملی تھی اسی لئے وہ اچھے بچوں کی طرح خاموشی کا مظاہرہ کرتا کافی پینے میں مصروف تھا۔

میں تمہیں اپنی بیوی سے مشورہ کر کے اپنا حتمی فیصلہ سناؤں گا!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے رن مریدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حازق خان کو حتمی جواب دیا تھا جس پہ حازق خان کے دل کو کچھ سکون ہوا تھا کیونکہ اسکی بہن تو پہلے ہی اسکے حق میں تھی۔۔ہاں پہلے پہل وہ ناراض ضرور ہوئی تھی لیکن پھر اپنے لالہ کی محبت میں ولن بننے کی بجائے خوشی خوشی راضی بھی ہو گئی تھی۔

میں صدقے اس رن مریدی کے!!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے احان شاہ کی بلائیں لی تھیں جس پہ احان شاہ نے اسے گھوریوں سے نوازہ تھا جبکہ حازق خان نے مسکراہٹ دبائی تھی۔کاظم شاہ ہنوز اپنی سوچوں میں مگن تھا۔

اگر آپ میری ڈیمانڈ کے مطابق پچھلے ہفتے میری رخصتی کے لئے راضی ہو جاتے تو شاید آج میں بھی آپ کو احان لالہ جیسا جواب دے کے اپنی بیوی سے مشورہ لے کے کوئی حتمی فیصلہ سناتا لیکن افسوس آپ نے میری رخصتی دو سال تک پینڈنگ پہ ڈالتے ہوئے اپنے پیر پہ خود کلہاڑی ماری ہے۔۔۔احان شاہ کے جواب کے بعد ارزم شاہ نے بھی ناک چڑھاتے ہوئے حازق خان کو اسکی غلطی کا اندازہ لگوانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

ابھی تم چھوٹے ہو! رخصتی کے لئے تمہیں کم از کم اٹھائیس سال کی عمر کراس کرنی پڑے گی!!۔۔۔حازق خان نے اسکے انداز پہ دل میں قہقہہ لگاتے ہوئے اسے اپنے جملے سے سلگایا تھا۔

کیوں یہ کہاں لکھا ہے بندہ صرف اٹھائیس سال کی عمر میں ہی اپنے سالے کو ماموں بنا سکتا ہے ؟؟ مجھے اس کتاب کا نام چاہئیے !!۔۔۔ ارزم شاہ سلگتے ہوئے بے باکی سے دبی دبی آواز میں غراتا ان سب کے چہرے سرخ کر گیا۔۔ ابھی حازق خان اسے جواباً جھاڑ پلاتا جب کاظم شاہ نے لب کشائی کی تھی۔

تم مجھے بہت پسند ہو خان ! حد سے زیادہ پسند ہو نو ڈاوٹ ! لیکن میں تمہیں ابھی کوئی جھوٹی امید دلا کے بعد میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتا ! ہمارے خاندان میں ازلوں سے ایک ریت چلی آ رہی ہے جو آئی تھنک داجی کبھی فراموش نہیں کریں گے !! میں نے اس ریت کے متعلق بہت سے علماء کرام سے یہ سب ڈسکس کیا ہے لیکن مجھے ابھی تک ایک تسلی بخش جواب نہیں مل سکا !! میں تمہارے پرپوزل کے متعلق ہویلی میں سب سے بات کروں گا ! مجھے امید ہے تم مایوس نہیں ہو گے ! لیکن تمہیں کسی بھی حال میں ہمت نہیں ہارنی ہے یا یہ مت سوچنا میں نے تمہیں اپنی بہن کے لئے ریجکٹ کیا ہے ! نو آئی سوئیر ایسا نہیں ہے !! تم ہر لڑکی کے آئیڈیل ہو سکتے ہو ! تم ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو ! لیکن یہاں معاملہ بیٹی، بہن اور خاص طور پہ ایک سید زادی کا ہے !! مجھے امید ہے تم بہت جلد میری بات کا مطلب سمجھ جاؤ گے ! محبت اتنی آسانی سے نہیں ملا کرتی ! ہر کسی کو کسی نہ کسی کٹھن سفر سے گزرنا پڑتا ہے ! تم صرف یہ سمجھو یہ تمہارا امتحان ہے ! اللہ سے مانگنا جاری رکھو وہ تمہیں مایوس نہیں کرے گا !!۔۔۔ کاظم شاہ کے جواب میں اس ریت کا ذکر سنتے ہوئے سب نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔ حازق خان کو اپنا دل کم ہوتا محسوس ہو رہا تھا اسے تو لگ رہا تھا کاظم شاہ بنا کسی دیر کے اسے ہاں میں جواب دے گا لیکن اسے اسکی اتنی دیر کی خاموشی کی اصل وجہ ابھی سمجھ میں آئی تھی۔۔ احان شاہ جو چونک کے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا اسکے الفاظ دماغ میں دہراتا وہ اس ریت کے متعلق سمجھ چکا تھا لیکن اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ کاظم شاہ کی طرف سے حازق خان کو نہ امیدی نہیں دلوانا چاہتا تھا، نہ ہی وہ باقی جواب ایکسپیکٹ کر رہا تھا۔۔ neutral سب کی طرح کاظم شاہ کا

کیسی ریت ؟؟۔۔۔۔۔ حازق خان نے تجسس سے استفسار کیا تھا۔

جلد بتاؤں گا ! پہلے مجھے یہ جاننا ہے داجی اب تک اس ریت کو یاد رکھے ہوئے ہیں یا ان کا مائینڈ سیٹ چینج ہو چکا ہے !!۔۔۔ کاظم شاہ نے نرمی سے جواب دیتے گہری سانس بھری تھی۔۔ ارزم شاہ اور زوریز شاہ بھی کافی حد تک کاظم شاہ کی بات کا مطلب سمجھتے مکمل خاموشی اختیار کر چکے تھے۔۔

ٹھیک ہے میں آپ کے فیصلے کا احترام کرتا ہوں! میں ہتھیلی پہ سرسوں جما کے کل ہی بارات نہیں رچانا چاہتا! مجھے امید ہے فیصلہ میرے حق میں ہو گا کیونکہ پٹھان بھی اپنی بیٹیاں خان خاندان کے علاوہ کسی غیر ذات کو نہیں سونپا کرتے!! چلتا ہوں!!۔۔۔حازق خان سنجیدگی سے جواب دیتا ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں بھی بہت کچھ جتا چکا تھا کیونکہ وہ کہیں نہ کہیں کاظم شاہ کی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔حازق خان کے جواب پہ ارزم شاہ اور احان شاہ کا ماتھا ٹھنکا تھا۔۔

تم ناراض ہو کے جا رہے ہو؟؟۔۔۔۔۔اسے یوں اچانک سے اٹھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اضطرابی کیفیت میں بے ساختہ سوال کیا تھا۔

نہیں ناراض میں آپ سے اس وقت ہوں گا جب میرے حق میں فیصلہ نہیں آئے گا! اس دن کے بعد سے میں میجر شاہ اور اپنی بہنوں کے سواہ آپ میں سے کسی سے نہیں ملوں گا کیونکہ پھر ہم میں وہ بات نہیں رہے گی!!۔۔حازق خان بے تاثر لہجے میں جواب دیتا ان سب کی زبان کو تالو سے چپکاتے وہاں سے جا چکا تھا۔۔زوریز شاہ جلدی سے اٹھتے ہوئے اسکے پیچھے کی طرف بڑھا تھا۔کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔

تمہیں یہ بات ابھی نہیں کہنی چاہئیے تھی!! مجھے تمہاری بات سے اختلاف ہے اگر بہت سے علماء اکرام سے تم نے یہ سب ڈسکس کیا ہے تو میں نے بھی کیا ہے! اور اس پہ کافی ریسرچ بھی کی ہے!!۔۔۔احان شاہ نے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

کیا ریسرچ کی ہے تم نے؟تم جانتے ہو ہمارے خاندان میں سیدزادیاں باہر نہیں بیاہی جاتی!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ گھماتے بے چینی سے بولا تھا۔وہ اس روز سے یہ سب سوچ رہا تھا جس دن سے اسے میرال شاہ کی حازق خان سے محبت کے بارے میں علم ہوا تھا۔۔

میں تمہیں اپنی ریسرچ وقت آنے پہ بتاؤں گا!! فلحال مجھے بھی لگتا ہے یہ سب داجی سے پہلے ڈسکس کر لینا چاہئیے!!۔۔۔احان شاہ نے لاپرواہی سے جواب دیتے اپنا سر جھٹکا تھا جبکہ ارزم شاہ اس سارے معاملے کو خاموشی سے سنتا کندھے اچکاتا سینٹرل ٹیبل پہ پڑی بندوق کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو چکا تھا۔۔

اس وقت شاہ ہویلی میں رات کا کھانا کھایا جارہا تھا۔ سات بج رہے تھے! تقریباً ہویلی کے تمام مکین ہی اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ موجود تھے سوائے میرال شاہ کے۔۔

میرال بچی کہاں ہے؟؟۔۔۔۔۔ داجی نے پورے ڈائینگ ٹیبل پہ نظریں دوڑاتے ہوئے میرال شاہ کی غیر موجودگی کے متعلق استفسار کیا تھا۔۔

آج آپی کا ان کی دوست کی طرف ڈنر تھا تو ابھی کچھ دیر پہلے ہی نکلی ہیں نانا جان!!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ کے لئے کھانا پلیٹ میں ڈالتی مرحا شاہ نے نرمی سے جواب دیا تھا جس پہ داجی نے ناگواری سے سر ہلایا تھا۔

کبھی اپنی بڑی بہن کو سمجھایا کرو کہ گھر پہ ٹک کے ہم سب کو بھی وقت دے لیا کرے! جب دیکھو بچی کے سیر سپاٹے ہی ختم نہیں ہوتے! شادی کی عمر ہے نا کہ دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کی۔۔۔ داجی کچھ سختی سے بولتے ہوئے سر جھٹک گئے۔۔ انہیں اس روز سے میرال شاہ کے باہر گھومنے پھرنے سے اعتراض تھا جس روز سے ان کا شاہ بی بی سے اعتبار اٹھا تھا، وہ شاہ بی بی سے مخاطب ہونا تقریباً چھوڑ چکے تھے۔۔ مرحا شاہ نے داجی کے جواب پہ آبیبر واچکاتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جس نے اسے اشارے سے خاموش رہنے کا اشارہ دیا تھا۔۔ میرال کی شادی کے ذکر پہ کاظم شاہ اور احان شاہ نے آبیبر واچکاتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا، ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا جب داجی کی آواز پھر سے اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

خیر میں نے اور زاویار نے میرال کے لئے ایک اچھا فیصلہ لیا ہے! ہم سب کافی دفعہ شہسوار شاہ سے مل چکے ہیں! کافی اچھا بچہ ہے! سلجھا ہوا ہے! پڑھا لکھا ہے اور سب سے بڑھ کے میرال کا بہترین دوست ہے تو میں چاہتا ہوں کیوں نہ ان کے خاندان میں بات چلائی جائے؟؟۔۔۔ داجی نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے شاہ برادرز کے سروں پہ دھماکہ کیا تھا جنہوں نے ایک دم سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا جبکہ گلالئی کا نازک دل اس فیصلے پہ زوروں سے دھڑکا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 110 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

اچھا فیصلہ ہے! مجھے خود بھی وہ بچہ کافی اچھا لگا تھا! مجھے یاد ہے جب شاہ ہاسپٹل میں تھا تو اس نے وہاں دن رات ایک کرتے ہوئے ہمارا خیال رکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ھارون شاہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے داجی کے فیصلے کو پسند کیا تھا۔۔

جی آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں! بہت سلجھا ہوا بچہ ہے! اور کم از کم وہ میری چھوٹی اولاد کی طرح بد تمیز بالکل نہیں ہے! یہ اسکا پلس پوائنٹ ہے!!۔۔دریاب شاہ نے بات میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے ارزم شاہ کو گھورتے اس پہ گہرا طنز کیا تھا، وہ غصے میں بد لحاظ ہو جایا کرتا تھا اور دریاب شاہ کو اسکی یہ عادت ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

اچھا! میرے خیال میں یہ وہی سلجھا ہوا بچہ تھا جس نے کبھی آپ کی ہویلی میں گھس کے آپ کے ہی بیٹے کو ہتھکڑی لگانے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے چڑتے ہوئے اپنے باپ کی بات کا جواب دیا تھا۔۔

مجھے اس سے یہی گلہ ہے کہ وہ تمہیں جیل تک کیوں نہیں لے کے گیا؟ تمہیں جیل ہوتی اور جب کوئی سال بھر تمہاری ضمانت نہ کرواتا تب جا کے تمہیں کچھ تمیز اور شعور آتا!!۔۔۔دریاب شاہ نفی میں سر ہلا کے سر جھٹکتے ہوئے سب کے سامنے اپنے چھوٹے سپوت کی عزت کر رہے تھے۔۔

اگر تمیز اور شعور جیل پلٹ بن کے آتا ہے تو میرا آپ کو ایک مشورہ ہے اب جب بھی آپ کو میڈیا کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملے گا آپ نے یہ پلس پوائینٹ ایڈ کرنا بالکل نہیں بھولنا کہ بچوں کو تمیز اور شعور خود سکھانے کی بجائے انہیں پیدا ہوتے ہی جیل میں جمع کروا دیں تا کہ بغیر کسی فیس کے آپ کے بچوں کو وہاں سے کچھ سیکھنے کا موقع ملے اور کل کو جب وہ پولیس کی مار کھا کھا کے وہاں سے مردہ نکلیں تو آپ لوگوں کو ان کی لاشوں پہ فخر ہو! یقین مانیں آپ کی یہ تقریر وائرل نہ ہوئی تو میں بھی آپ کا باپ نہیں" آئی مین اپنے باپ کا نہیں"!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے اپنے باپ کو جواب دیتے ان کا چہرہ غصے سے سرخ کیا تھا، اس وقت اس کی ان سب باتوں کا مقصد ان سب کو میرال اور شہسوار شاہ کی شادی کے ٹاپک سے ہٹانا تھا۔۔ارزم شاہ کے یوں بات پلٹنے پہ سب نے بمشکل اپنا قہقہ روکا تھا جبکہ ھارون شاہ اور گلالئی کے علاوہ تمام خواتین اپنا قہقہ چاہ کے بھی روک نہیں پائی تھیں۔زہرہ مام نے مصنوعی غصے سے ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھائی تھیں جو نفی میں سر ہلائے باقاعدہ ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے خوبصورتی سے قہقہ لگا رہا تھا۔

میرا خیال ہے ہم کوئی ضروری بات کر رہے تھے! یہ جگت بازیاں تم باپ بیٹا بات میں فرصت سے کرنا! ۔۔۔عادل شاہ نے کچھ سختی سے بولتے ہوئے ارزم شاہ اور دریاب شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

مجھے لگتا ہے آپ کو اپنا یہ فیصلہ ہم سے ڈسکس کرنے کی بجائے سب سے پہلے میرال سے ڈسکس کرنا چاہئیے تھا!!۔۔ابھی ان میں کوئی مزید کچھ بولتا جب کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اپنی رائے پیش کی تھی۔۔

مجھے امید ہے اسکا جواب ہاں میں ہو گا!! میری ابھی کچھ دن پہلے ہی شہسوار کے بابا عالم شاہ سے بات ہوئی ہے اس بات کا آغاز انہی کی طرف سے کیا گیا ہے! انہیں میرال اپنے بیٹے کے لئے کافی پسند آئی ہے! ۔۔۔زاویار شاہ نے سنجیدگی سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔مرحا شاہ اور ایزل شاہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا کیونکہ وہ دونوں ہی جانتی تھیں میرال کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے! اسے اپنے لئے کسی معصوم شوہر کی تلاش ہے! لیکن وہ یہاں کسی کی بات ٹوک نہ پائیں۔۔

میرال کی عمر بھی بڑھتی جا رہی ہے! سید زادوں میں رشتہ ملنا مشکل ہوتا ہے یہ آپ سب جانتے ہیں اور اب جب ہمیں ایک سید زادے کا اتنا اچھا رشتہ مل چکا ہے تو ہم نہیں چاہتے اپنی نواسی کے لئے اتنا اچھا رشتہ ٹھکرائیں!!۔۔۔۔داجی نے پھر سے اپنا مین مؤقف بیان کیا تھا جس پہ شاہ برادرز نے پھر سے نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا، یعنی وہ جس بات سے ڈر رہے تھے داجی پہلے ہی وہ سب سوچ کے بیٹھے ہوئے تھے۔۔

جو بھی ہے! لیکن جہاں تک میں میرال کو جانتا ہوں اسکا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے! آپ کو آج یہ سب اس سے ڈسکس کرنا چاہئیے پھر مزید اس پہ بات کیجئیے گا یا عالم انکل کو کوئی امید دلائیے گا! ابھی کے لئے اس ٹاپک کو کلوز کریں!!۔۔احان شاہ نے سنجیدگی سے ختمی انداز میں اپنی رائے دیتے بار مکمل کی تھی۔اسکے بعد ان میں سے کسی نے بھی اس ٹاپک پہ بات نہیں کی تھی، زاویار شاہ ہاں میں سر ہلا چکے تھے جبکہ گلالئی کا دل تو ان سب کی باتیں سنتے ہوئے دہل رہا تھا، کیا یہاں غیر ذات میں شادی کرنا ممنوع تھا؟ لیکن اسکی اور احان شاہ کی ذات بھی تو مختلف ہے تو پھر یقیناً اسکے لالہ کے لئے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔۔وہ پہلے پریشان ہوتی بعد میں خود کو خود ہی تسلیاں دیتی سب کچھ اللہ پہ چھوڑ گئی۔۔

کیاہوا پریشان کیوں ہیں آپ؟؟۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ جواز میر شاہ کو سفید نائٹ سوٹ پہنارہی تھی، کاظم شاہ کو اپنے ساتھ باتیں کرنے کی بجائیں سوچوں میں الجھے دیکھ کے وہ اسکی طرف رخ موڑتی فکر مندی سے سوال کرنے لگی۔۔

امم! نہیں میں پریشان نہیں ہوں! تم بتاؤ کیسا گزرا آج کا دن؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے یوں اچانک سوال کرنے پہ ہوش کی دنیا میں لوٹتا اپنے پیروں سے شوز اتار کے اسکے قریب کھسکتا اسے نارمل انداز میں جواب دے رہا تھا۔وہ دونوں ہی اپنی نارمل لائف سے کافی خوش تھے لیکن اپنوں کی پریشانیاں بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کرتی تھیں۔

آج آپ دوپہر میں ہویلی نہیں آئے تھے ازمیر اتنا زیادہ رو رہا تھا! کتنی دفعہ بولا ہے اسے آپ کی عادت ہو چکی ہے! دوپہر میں چکر ضرور لگایا کریں! صبح جب آپ جاتے ہیں وہ سو رہا ہوتا ہے اور جب دوپہر کے بعد رات کو آپ کو دیکھتا ہے تو دیکھیں اس طرح سے چڑچڑا ہو جاتا ہے! دوپہر سے بھوکا ہے لیکن مجال ہے اس نے ایک دفعہ بھی فیڈ کیا ہو!!۔۔ایزل شاہ اپنے چڑے ہوئے بیٹے کو زبردستی نائٹ سوٹ پہناتی مصروف انداز میں کاظم شاہ کو معصومیت سے شکایات لگا رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے مسکراتے ہوئے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت خوبصورت سے لائٹ ییلو کرتے اور سفید پلازو میں ملبوس سفید ہی نیٹ کا دوپٹا خود پہ اوڑھے اپنے ڈارک براؤن بالوں کی بریڈ بنائے آگے سے دو لٹیں نکالے کانوں میں چھوٹی سی جھمکیاں پہنے بنا کسی میک اپ کے بھی اس قدر پیاری اور ڈیسنٹ لگتی کاظم شاہ کی ساری تھکاوٹ اتار گئی تھی، وہ بیوی کی اتنی سی تیاری پہ خوش ہو جایا کرتا تھا، بمشکل اس پر سے نگاہیں ہٹائے وہ جھک کے ازمیر شاہ کے گال چھونے لگا جب وہ سر دائیں بائیں ہلاتا روتے ہوئے اپنے باپ سے ناراضگی کا اظہار کرنے لگا۔۔

میر " میری جان!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے چھوٹے چھوٹے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکا ماتھا چومتے ہوئے " اسے پکارنے لگا لیکن وہ اس وقت خاصہ ناراض لگ رہا تھا، وہ اپنی گولڈن آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے روتے ہوئے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

تیرے پاس فیڈ کرنے کے لئے صرف پانچ منٹ ہیں! اسکے بعد سے تیری ماں میری بانہوں میں اور تو اپنے بے بی کاٹ میں!!۔۔۔وہ پیار سے اسکے آنسوؤں پہ اپنے لب رکھتا ازمیر شاہ کو دھمکی دینے لگا، وہ جو اپنے آنسو روکتا باپ کی بات غور سے سن رہا تھا اسے بات مکمل کرتے دیکھ کے وہ پھر سے رونا شروع کر گیا جبکہ ایزل شاہ سرخ پڑی تھی، اسے

ابھی یاد آیا تھا وہ اسے شکایت لگاتے ہوئے غائب دماغی میں کیا بتا چکی ہے۔۔ ازمیر کے رونے پہ کاظم شاہ اسے پیار سے چومتا اسکے پورے چہرے اور گردن پہ اپنی ناک سہلانے لگا۔۔

کیوں رلا رہے ہیں آپ میرے بیٹے کو؟۔۔۔ ازمیر شاہ کو ابھی تک روتے دیکھ کے ایزل شاہ کو اسکی فکر ہوئی تھی۔

ڈرامے باز ہے تمہارا بیٹا! اتنا یہ رہ گیا میرا عاشق! روٹھ روٹھ کے ایسے دیکھاتا ہے جیسے میری محبوبہ ہو!!۔۔۔ کاظم شاہ مصروف انداز میں ایزل کو جواب دیتا اب ہولے سے ازمیر شاہ کے پھولے گالوں پہ اپنے دانت گاڑ رہا تھا، اس نے جب تک کھکھلانا شروع نہیں کیا تھا کاظم شاہ نے اس پہ اپنا پیار نچھاوڑ کرنا بند نہیں کیا تھا۔ ایزل شاہ ان دونوں کو دیکھتی پیار سے مسکرائی تھی۔۔

آپ لیٹ کیوں آئے آج؟۔۔۔۔۔ اسے ازمیر میں مصروف دیکھ کے ایزل شاہ نے اسے خود سے مخاطب کیا تھا۔۔

کیوں تم مجھے مس کر رہی تھی؟۔۔۔۔۔۔ وہ جو ازمیر پہ جھکا ہوا تھا، ایک دم سے سر اٹھا کے اسکی نیلی آنکھوں میں جھانکتا آئیبرو اٹھاتے شرارت سے پوچھنے لگا۔ وہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔ اسکے نفی میں سر ہلانے پہ کاظم شاہ نے اسکی گردن سے اسکا سفید دوپٹا سرکاتے ہوئے رکھ کے یہاں اپنے دانت گاڑتے اسے اپنے انداز سے بتایا تھا کہ اسے اسکا جواب بالکل پسند نہیں آیا۔۔ کاظم شاہ اس وقت بلیک پینٹ اور وائٹ ڈریس شرٹ میں ملبوس سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے ہوئے تھا، ٹائی اور کوٹ اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اتار کے صوفے پہ پھینکے تھے۔۔

ایزل شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسے کندھوں سے تھاما تھا۔۔

میری جیری ابھی کچھ دیر پہلے مجھے بول رہی تھی وہ مجھے مس نہیں کر رہی تھی لیکن میری اتنی سی قربت پہ تمہاری یہ سسکیاں مجھے صاف الفاظ میں بتا رہی ہیں تم نے مجھے کافی مس کیا! ہاہاہاہا کہیں دوپہر میں تمہارا موڈ تو نہیں ہو رہا تھا؟۔۔ وہ اسکی گردن سے دانت ہٹاتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا ایزل شاہ کو کانوں کی لوں تک سرخ کر چکا تھا۔۔

ک۔ کیسی۔۔۔ باتیں۔۔ کرتے۔۔ ہیں۔۔ آپ!!۔ م۔ میں۔۔ یونہی۔۔ پوچھ۔۔۔ رہی۔۔۔ تھی۔۔۔ وہ برا مناتی ہوئی معصومیت سے بولتی پیچھے کو کھسکی تھی۔۔

اہاں!! پھر بھی بتادو؟ مطلب آج پھر ازمیر ہمارے درمیان نہیں سوئے گا؟؟۔۔وہ اسکی آنکھوں کی سرخی محسوس کرتا پھر سے چھیڑنے والے انداز میں بولتے ہوئے ایک نظر ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو اپنے چھوٹے سے ماتھے پہ ننھے ننھے بل ڈالے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ایزل شاہ کو اپنی آنکھوں پہ غصہ آیا تھا جو اسکے دل کے جزبات بیان کر دیا کرتی تھیں اور وہ لمحے کے گیارھویں حصے میں اسکی آنکھیں پڑھ لیا کرتا تھا۔پہلے احان شاہ کا ہاسپٹل میں رہنا اور پھر ایک ہفتہ اسکا حد سے زیادہ مصروف رہنا۔۔اس دوران ان دونوں نے بہت کم ایک دوسرے کو ٹائم دیا تھا، ایزل شاہ پورا پورا دن ازمیر شاہ کو سنبھالتی رات میں تھک جایا کرتی تھی جس پہ کاظم شاہ چھوٹی موٹی گستاخیوں کے علاوہ اسے زیادہ تنگ کرنے کی بجائے اپنے حصار میں لے کے سو جاتا تھا، آج ایزل شاہ کو اس کی قربت کی چاہ ہوئی تھی اور کاظم شاہ جو کچھ دیر پہلے میر ال اور حازق کو لے کے پریشان تھا بیوی کا موڈ دیکھ کے وہ ایک منٹ میں اپنا موڈ بنا چکا تھا۔۔

آ۔آپ۔۔۔سے۔۔بات۔۔کرنا۔۔ہی۔۔فضول۔۔۔ہے!!۔۔وہ چوری پکڑی جانے پہ معصومیت سے ناک چڑھاتی اس سے فاصلے پہ ہوتی ازمیر کو اٹھا کے اپنی گود میں بٹھا گئی جو اب پھر رونے کی تیاری پکڑے ہوئے تھا۔

یہ بھی سہی ہے بھئی! آنکھوں ہی آنکھوں میں پہلے سب کہہ دو اور پھر سارا الزام شوہر کے سر پہ دھر دو؟۔۔۔۔۔

کاظم شاہ اسکے سر اپے سے اسکا سفید نیٹ کا دوپٹا اتار کے اسکے قریب تر چھاہو کے لیٹتا اس دوپٹے کو اپنے چہرے پہ رکھتے تاصف سے بولا تھا۔۔اسے یہی پہ لیٹتے دیکھ کے ایزل شاہ سٹپٹاتی ہوئی اب ازمیر شاہ کو دیکھنے لگی جو للچاتی نگاہوں سے اسکی شرٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

ڈریس چینج کریں جا کے! پھر آ کے سکون سے آرام فرمایئے گا! میں اور میر آج ایک ساتھ سوئیں گے آپ کو کوئی ڈسٹرب نہیں کرنے والا!۔۔ایزل شاہ بھی بڑی معصومیت بڑی چالاکی سے بولتی اپنے جذبات الفاظ میں بتانے کی بجائے بات کا رخ موڑتی اب ازمیر کو چوم رہی تھی۔

ڈریس تو ابھی ہم دونوں ایک دوسرے کے۔۔۔۔۔اہمم۔۔اہمم۔۔یہ بہت تیز ہے ہماری ساری باتیں سن رہا ہے! پہلے اسے فارغ کروالو پھر تمہیں بتاتا ہوں کون کسے ڈسٹرب کرنے والا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے چہرے سے دوپٹا ہٹا

کے اسکا بازو کہنی سے تھامتا اسے خود سے نزدیک کرتے بے باکی سے اپنا جملہ مکمل کرنے ہی والا تھا جب ازمیر کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جملہ ادھورا چھوڑتا اسے آنکھ ونک کرتے پہلے ازمیر کو سلانے کا اشارہ کرنے لگا۔۔

آپ کو ہو کیا گیا ہے؟ آپ وہاں سٹیچو کی طرح بیٹھے ہی اچھے لگ رہے تھے۔۔۔۔۔ایزل شاہ اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی تگ و دو کرتی اسے معصومیت سے آنکھیں دیکھا کے جواب دیتی فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

مجھے جو ہوا ہے وہ میں تمہیں تب بتاؤں گا جب تم ابھی کچھ دیر بعد میرے وجود کے نیچے دبتی اچھی لگو گی!

۔۔۔۔اسکے ذرا سا پیچھے ہونے پہ اسکے کانوں میں موجود اسکی جھمکیوں کی چھنک دار آواز پہ کاظم شاہ تھوڑا سا اوپر کو اٹھتا اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں اسے اسکے ہی جواب اپنے انداز میں لوٹاتا ان جھمکیوں پہ اپنے لب رکھتے ہوئے پھر سے پہلے کی طرح لیٹتا اسکا بازو چھوڑ گیا۔۔ازمیر شاہ جو کب سے ہمیشہ کی طرح انہیں رومانس کرتے دیکھ رہا تھا اپنی اگنورینس اور اس پہ تضاد بھوک کی وجہ سے اس نے چیخ چیخ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ایزل شاہ جس کا کاظم شاہ کی زو معنی باتوں پہ جسم کا سارا خون سمٹ کے چہرے پہ آچکا تھا، ازمیر کو ہلا بولتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسے فیڈ کروانے لگی۔اس دوران کاظم شاہ بار بار اپنے چہرے سے اسکا سفید نیٹ کا دوپٹا ہٹاتا اسے شرارت سے دیکھ رہا تھا جس پہ وہ ازمیر شاہ کے ذریعے خود کو چھپاتی اس سے نگاہیں چرانے لگی۔۔اسے معصومیت سے نظریں جھکا کے لب کاٹتے دیکھ کے کاظم شاہ خود پر سے قابو کھوتا پھر سے اسکے مقابل ہوتا اب کی بار اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دباتے ایزل شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا تھا۔۔کاظم شاہ کو اپنے لبوں کا جبکہ ازمیر شاہ کو اپنی دھڑکنوں کا دشمن بنتے دیکھ کے چھوٹی سی ایزل شاہ کی جان لبوں پہ آئی تھی۔۔وہ کاظم شاہ کے پاگل پن پہ اسکے سینے پہ اپنی کہنی کا دباؤ ڈالتی اسے ہوش کروانے لگی لیکن وہ مدہوش ہوتا اسکے چہرے سے اسکی آوارہ لٹیں کان کے پیچھے سرکاتا اسکے دونوں ہونٹوں کو سک کرتے ہوئے اسکے نچلے ہونٹ کو نرمی سے اپنے دانتوں کا نشانہ بنا رہا تھا، ہوش تو تب آیا تھا جب ازمیر شاہ نے ڈسٹرب ہوتے ہوئے فیڈنگ چھوڑ کے رونا شروع کیا تھا۔۔ازمیر شاہ کو روتے دیکھ کے وہ جلدی سے ایزل شاہ کے لبوں کو آزاد کرتا اپنا نچلا بھیگا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ایزل کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھنے لگا۔

حد ہو گئی ہے !ابھی مر جاتی میں آپ دونوں کی وجہ سے !!۔۔۔وہ پھولتی سانسوں کے درمیان رندھی ہوئی آواز میں کاظم شاہ کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی اب ازمیر شاہ کو گھورنے لگی جس نے باپ کی طرح نا جانے کس بات کے بدلے اتارے تھے۔۔

اللہ نہ کرے !! اب جب پورا دن ہمیں بھوکا پیاسا مارو گی تو یہ تو ہو گا!!۔۔۔۔۔وہ اس کے انداز پہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا اسکے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے نرمی سے سہلاتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے بولا تھا۔ایزل شاہ نے اسے پھر سے شدید گھوری سے نوازہ تھا جس پہ وہ اپنی غلطی مانتا ایک کان کو سوری کے انداز میں انگلی اور انگوٹھے سے پکڑتا اسکا ماتھا چومتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔ایزل شاہ نروٹھے پن سے پھر سے ازمیر شاہ میں مصروف ہوتی اپنی سانسوں کو ہموار کرنے لگی جو ابھی تک بری طرح سے پھولی ہوئی تھی۔۔اسے ایک پل کے لئے اپنی آنکھوں کے آگے تارے جگمگاتے ہوئے محسوس ہوئے تھے جب کاظم شاہ نے اچانک سے اتنی شدت سے اسکے لبوں پہ حملہ کیا تھا۔

اب ناراض ہو کے مت بیٹھ جانا! جب بیویاں تمہاری طرح ادائیں دیکھانے لگیں تو شوہروں کا بہکنا بنتا ہے!!!۔۔۔۔۔وہ اسکا گال کھینچ کے اسے نرمی سے مناتا مزید کوئی بھی گستاخی کئے بغیر باتھروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔ایزل شاہ اپنے گال اور لبوں پہ ہاتھ رکھتی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ازمیر شاہ کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی وہ جانتی تھی اب اسکا باپ اسکے سونے کے بعد ہی باتھ لے کے باتھروم سے نکلے گا تاکہ بیوی کی جان عذاب میں ڈال سکے۔۔

آپ کے دادا اور دادی کی کیا عمر ہے ؟(کب مریں گے یہ دونوں ؟)۔۔۔سونے کے لئے بیڈ پہ لیٹی گلالئی نے روکھے سوکھے سے انداز میں احان شاہ سے مختصر سا سوال کرتی دل میں معصومیت بھرے غصے سے ان سے مرنے کے متعلق سوچتی سر جھٹک رہی تھی۔۔اسے شاہ بی بی کے ساتھ ساتھ عادل شاہ سے بھی نفرت ہو چکی تھی جو اسکے باپ کے قتل کی وجہ تھے اور اس پہ تضاد اب اسے وہ اپنے لالہ کی محبت کے دشمن نظر آ رہے تھے۔اسکے اس اچانک سوال پہ احان

شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو ابھی اسے میڈیسن وغیرہ کھلا کے اپنی جگہ پہ آتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔ احان شاہ کو گلالئی کا یہ سوال کسی طنز سے کم نہیں لگا تھا۔۔

تیس کا تو میں ہو چکا ہوں! مجھ سے ڈبل ہو گی؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے جان بوجھ کے اس طرح سے جواب دیا تھا تاکہ اسکا اگلا طنز سن سکے۔۔

اچھا تو اسکا مطلب انہوں نے بڑھاپے کی اسپیشل سرجری کروائی ہے؟؟ یا پھر ان کے پیدا ہوتے ہی ان کی شادی ہو گئی تھی؟۔۔۔۔۔ گلالئی نے اس بڈھے اور بڈھی کی ساٹھ سال عمر سنتے ہی سلگتے دل سے طنز کے مزید تیر چلائے تھے، احان شاہ کا قہقہہ روکنا محال ہوا تھا، وہ اپنے لالہ کی طرح طنز کے تیر پھینکنے میں کافی اچھی ہو چکی تھی۔ کمرے میں صرف لیمپ لائٹس چل رہی تھیں۔۔

اہم میں تمہیں غلطی سے بابا جان کی ایج بتا چکا تھا!! داجی اور ان کی وائف کی آئی تھنک اسی یا پچھتر سال ہو سکتی ہے!۔۔۔۔۔ احان شاہ نچلا لب اپنے دانتوں تلے دبائے اپنے جملے کی تصحیح کر رہا تھا۔۔ اس نے شاہ بی بی کا نام نہیں لیا تھا، اب تو کافی عرصہ ہوا تھا انہیں پکارے۔۔

کیا آپ ان دونوں کے مرنے پہ روئیں گے؟؟۔۔۔۔۔ گلالئی کو انہیں مارنے کی اس قدر جلدی تھی کہ وہ غائب دماغی سے بے ساختہ احان شاہ سے یہ سوال کرتی اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک ہٹانے پہ مجبور کر گئی۔ گل اگلے ہی پل اپنے سوال کو دماغ میں دہراتی اپنی عقل پہ ماتم کرتی خاموشی سے دانتوں تلے زبان دے گئی۔۔ احان شاہ جو لیمپ کی روشنی میں پہلے ہی اسکی طرف دیکھ رہا تھا اسکا پرانا انداز دیکھتے اس نے بے حد مشکل سے اسکی سرخ زبان سے نگاہیں ہٹائی تھیں۔۔

کیا تم میرے مرنے پہ روگی؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے اسکے چہرے پہ نگاہیں جمائے گھمبیر آواز میں سوال کر گیا۔۔ اسکے سوال پہ اسکے دل کو کچھ ہوا تھا، چاہے جو بھی تھا ان دونوں سے خون کا رشتہ تھا۔ اسے گل کا یہ سوال اتنا خاص پسند نہیں آیا تھا چاہے اس نے جتنی بھی معصومیت سے پوچھا تھا۔ احان شاہ کے سوال پہ گلالئی نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا۔ گلالئی کو اچانک سے اپنے پیٹ میں درد سا اٹھتا محسوس ہوا تھا، وہ اسے

جواب دینے کی بجائے آنکھیں موندتی جلدی سے اپنے پیٹ میں ہاتھ رکھ گئی، گلالئی کو اسکا سوال ذہر سے بھی برا لگا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم سے روح آزاد ہو رہی ہو۔۔

کیا ہوا گل!!!؟۔۔۔۔۔۔۔اسے اچانک سے تکلیف سے آنکھیں میچتے دیکھ کے وہ پریشانی سے استفسار کرتا اسکے کچھ قریب ہوا تھا۔۔

کچھ نہیں!!!۔۔۔۔وہ رندھی ہوئی آواز میں اسے غصے سے جواب دیتی اسکی طرف سے اپنا رخ موڑتی اپنا سائیڈ لیمپ لائف کر گئی۔ احان شاہ کچھ دیر تک اسکی اسکی چادر سے چھپی پشت پہ نگاہیں جمائے رہا پھر گہری سانس بھرتا پہلے کی طرح بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گیا۔۔ اس نے اپنی طرف کا لیمپ آف نہیں کیا تھا کیونکہ اسے فل اندھیرے میں نیند نہیں آتی تھی۔۔ بات کہاں معصومیت سے شروع ہوئی تھی اور کہاں آ کے اختتام پزیر ہوئی تھی۔۔

میر ال شاہ رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے ڈنر سے واپس آئی تھی، اسکے بابا نے اسے جلدی واپس آنے کی ہدایت دی تھی کیونکہ انہیں اس سے کوئی ضروری بات کرنی تھی لیکن وہ ناچاہ کے بھی لیٹ ہو چکی تھی۔۔ رات کے اس وقت سب اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے وہ اپنے باپ کے کمرے میں جا کے ان کی نیند ڈسٹرب کرنے کی بجائے اپنی ہیل ٹک ٹک کرتی ہوئی اپنا موبائل فون چیک کرتی اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔ اپنے فون پہ میجر خان کا "گڈ مارننگ میرو" کے علاوہ کوئی میسج نہ پاتی وہ حیران ہوئی تھی، وہ تو اسے دن میں سو میسج کیا کرتا تھا، میر ال شاہ اسکے لئے پریشان ہوتی لائٹس آن کرتے ہوئے دروازہ بند کرتی اپنی جینز اور کرتا تبدیل کئے بغیر یونہی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔ اپنی سیاہ ہیل اتارتی وہ ایزی ہوتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھتی اپنی گود میں کشن رکھ گئی۔۔

میجر؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کے دل میں نا جانے کیا سمائی جو اسے خود ہی میسج کر ڈالا۔۔

ہمم؟۔۔۔۔۔۔اگلے ہی پل میر ال شاہ کو اسکا ریپلائے موصول ہوا تھا۔ اسکے اتنے روکھے سوکھے ریپلائے پہ اس نے اپنی آنکھیں گھمائی تھی۔

کہاں تھے صبح سے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی اسے پھر سے میسج کر رہی تھی۔۔

یہی تھا اسلامباد میں!!۔۔۔حازق خان نے اداس دل سے یہ میسج لکھا تھا، وہ جب سے فارم ہاؤس سے آیا تھا، اسے اچھی فیلینگز نہیں آ رہی تھی۔۔

اچھا! کیا تمہیں کچھ ہوا ہے؟۔۔۔۔اسکے بے تکے سے جواب پہ وہ تجسس اور فکر مندی سے استفسار کرنے لگی۔۔

نہیں!! تم سو جاؤ!۔۔۔۔۔۔وہ مختصر سا میسج سینڈ کرتا اپنے سر پہ ہولے سے ہاتھ کی مٹھی بنا کے مار رہا تھا، اسکے سر میں اس وقت شدید درد تھی۔ میرال شاہ کو آج وہ بارہ بجے کے بعد معصوم لگنے کی بجائے کبھی اداس تو کبھی ذرا سا روڈ لگ رہا تھا۔۔

کیا تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہ رہے؟؟۔۔۔۔میرال شاہ نے اسے خفا ہوتے ہوئے یہ میسج لکھا تھا۔۔

ایسی بات نہیں ہے! تم ہر رات مجھے بولتی ہو مجھے میسج مت کیا کرو تو میں نے سوچا کیا تمہیں ڈسٹرب کرنا؟۔۔۔۔۔حازق خان نے بات گھمائی تھی۔۔

شادی کے بعد تو میں تمہیں یہ بھی کہوں گی کہ کمرے کے باہر سویا کرو تو کیا رات باہر صوفے پہ گزارا کرو گے؟؟؟۔۔۔میرال شاہ نے غصے سے تپتے ہوئے اسے غائب دماغی سے ریپلائے کیا تھا، حازق خان کتنے ہی منٹ اسکا میسج بار بار پڑھتا رہا، اسکے میسج میں موجود شادی کا لفظ آج اسکا دل توڑ رہا تھا۔ وہ رات میں ہمیشہ یوں ہی ہر بات کی اوور تھنکنگ کر کے خود کو ڈیپریس کر لیا کرتا تھا۔۔

کیا تمہارے گھر میں کسی نے تم سے کچھ ڈسکس کیا ہے؟۔۔۔حازق خان اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنے دل میں مچلتا سوال کرنے لگا۔۔

نہیں!! میں نو بجے سے اپنی دوست کے گھر پہ ڈنر پہ انوائیٹڈ تھی! ابھی آئی ہوں! کیوں تم مجھے آج پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو؟؟۔۔۔۔میرال شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اسے ریپلائے دیا تھا۔۔

میرال! میں تم پہ ٹانٹ نہیں کرنے والا! لیکن کیا میں تم سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟۔۔۔وہ اسکا میسج پڑھنے کے بعد اس سے سوال کرنے لگا۔۔

ہاں پوچھو؟؟۔۔۔۔۔میرال شاہ کا سسپنس بھر رہا تھا۔

اگر تم لوگوں کے خاندان میں سید ذادیوں کی شادیاں غیر سید میں نہیں کی جاتی! تو تمہیں اتنی آزادی کیوں دی گئی ہے؟ تم ایک سید ذادی ہوتے ہوئے بھی اتنی ماڈرن کیوں ہو؟ اور تم پہ کوئی روک ٹوک کیوں نہیں کی گئی؟ آئی سوئیر لڑکی سمجھتا ہوں لیکن تمہارے خاندان کی یہ ڈبل گیم میری سمجھ سے باہر loyal میں تمہیں بہت اچھی اور ہے؟؟۔۔۔۔حازق خان اس سے اپنے دل میں موجود تمام سوال اس ایک میسج میں پوچھ گیا۔ میرال شاہ اسکے تمام سوال پڑھنے کی بجائے اسکا پہلا سوال پڑھتی حیران ہوئی تھی۔ وہ تو اس بات کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔۔ میرال شاہ کا دل ڈھولا تھا۔۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں کس نے کہا سید ذادیاں کہیں باہر شادی نہیں کر سکتی؟؟۔۔۔وہ فٹافٹ ٹائپ کرتی اسے میسج سینڈ کر گئی۔۔

جس نے بھی کہا ہے اسے چھوڑو ابھی فلحال مجھے پورے میسج کا جواب چاہئیے!!۔۔حازق خان میسج سینڈ کرتا سر پیچھے کی طرف پھینک گیا۔ میرال شاہ اب اسکے کہنے پہ اسکا میسج غور سے پڑھ رہی تھی۔

میں بچپن سے ایسی ہوں! وجہ پھر کبھی بتاؤ گی!! ابھی مجھے اپنے سوال کا جواب چاہئیے! کیا تم کاظم، احان وغیرہ سے ملے ہو؟؟۔۔۔میرال شاہ اسکے سوالات کے متعلق برا منائے بغیر جواب بعد پہ چھوڑتی اس سے اپنا خدشہ ظاہر کرنے لگی۔۔

ہمم! لیکن ابھی کاظم لالہ کی طرف سے کوئی سیٹیسفائیڈ جواب نہیں ملا، انہیں پہلے یہ سب گھر کے بڑوں سے ڈسکس کرنا ہے!! ۔۔۔۔حازق خان اب اپنے پہلے سوال پہ زور ڈالنے کی بجائے بد دلی سے اسکے میسج کا جواب دے رہا تھا۔۔

اللہ جانے بڑوں نے کیا فیصلہ کر کے اسے کہاں پہ پھنسا کے مارنا تھا۔۔۔وہ سر جھٹکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

اچھا اور باقی سب کا کیا بول رہے تھے؟ مجھے وائس نوٹس میں سب بتاؤ اور پریشان مت ہو!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی پریشانی محسوس کرتی اب بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹتے ہوئے اسکے وائس نوٹس کا انتظار کرنے لگی۔۔ حازق خان کا اس وقت وہ سب دہرانے کا دل نہیں تھا لیکن اسے کرائیوسٹی میں چھوڑنے کی بجائے وہ مدھم آواز میں اسے ان سب کے سوالات اور اپنے جواب بتانے لگا۔۔ میرال شاہ اسکی معصومیت سے لبریز آواز کے صدقے واری جاتی اسکے وائس نوٹس سنتی مسلسل مسکرا رہی تھی۔ ارزم شاہ کے ایٹیٹوڈ کے متعلق سن کے اسکی ہنسی نہیں رک رہی تھی جبکہ احان

شاہ کا رن مریدوں والا ختمی جواب بھی اسے قہقہ لگانے پہ مجبور کر گیا تھا، زوریز شاہ کی بے باک باتیں کاٹ کے حازق خان نے اسے اسکی چند خرفی باتیں بتائی تھیں، اس نے سب کے متعلق مختصر سا ہی بتایا تھا جبکہ کاظم شاہ کا پورا جواب اسکے گوش و گزار کرتے جہاں وہ خود اداس تھا وہی پہ میرال شاہ کا دل بھی عجیب سا ہوا تھا۔

پہلی بات تو یہ کہ تمہاری آواز سے یوں لگ رہا ہے جیسے بیڈ کے نیچے لیٹ کے چوری چھپے مجھ سے باتیں کر رہے ہو اور دوسری اور آخری بات!! ہاہاہاہا ویسے مقابلہ اچھا تھا دونوں طرف سے! اور اب سکون سے سو جاؤ جو ہو گا دیکھا جائے گا! نازک لڑکیوں کی طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے! ۔۔۔وہ بھی اسے جواباً وائس نوٹ بھیجتی اپنی کھکھلاہٹ سے تھوڑا سا ریلکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسکی ہنستی آواز سنتے ہوئے حازق خان کو اپنی تمام پریشانیاں بھولتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ آج پہلی بار اسے یوں ہنستی ہوئی وائس نوٹ بھیج رہی تھی۔ دوسری طرف پریشان تو میرال بھی ہوئی تھی لیکن وہ ہمیشہ کی طرح ٹینشن کل پہ چھوڑ چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔ قسط 110 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

رات کے تین بج رہے تھے جب ہمیشہ کی طرح گلالئی کو اپنی سانسیں پھولتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں، اس کا آخری مہینہ چل رہا تھا، اسے اب چلنے اور پھرنے میں کافی مسئلہ ہوتا تھا، وہ تھوڑا سا بھی چلتی تھی تو اسکے نازک پیر بری طرح سے سوجھ جایا کرتے تھے۔۔ احان شاہ اب اسے کم ہی نیچے جانے دیا کرتا تھا، وہ پورا دن میں صرف ناشتے کے وقت یا کبھی کبھار رات کے کھانے کے وقت احان شاہ کے سہارے کے ذریعے نیچے جایا کرتی تھی۔۔ گل کا دل تو نہیں کرتا تھا صبح صبح شاہ بی بی یا عادل شاہ کا چہرہ دیکھنے کو لیکن وہ جان بوجھ کے سب کے سامنے بیٹھ کے کانفیڈنٹ انداز میں ناشتہ کرتی تھی تاکہ وہ لوگ اسے آج بھی وہی دبی ہوئی گلالئی سمجھنے کی غلطی مت کریں۔۔ گلالئی نے نیند میں بے چین ہوتے ہوئے کروٹ بدلی تھی، احان شاہ اسکے سونے کے بعد اسکی پنڈلیوں کے درمیان اور اسکی کمر کے پاس ایک بڑا سا کشن رکھ دیتا تھا تاکہ وہ سوتے ہوئے زیادہ بے چین نہ ہوا کرے۔۔ گلالئی جو پہلے ہی رات سے سائیڈ چینج کر کر کے بیڈ کے درمیان میں آچکی تھی، وہ نیند میں کی ایک دفعہ پھر سے سائیڈ چینج کرتی اب احان شاہ کے بے حد قریب لیٹ

چکی تھی۔ احان شاہ اپنی سائیڈ پہ نیم دراز بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ابھی کچھ دیر پہلے ہی سویا تھا۔ کافی کوششوں کے بعد جا کے اسے تھوڑی سی نیند آیا کرتی تھی۔۔ احان شاہ کی دلفریب خوشبو اپنے اس قدر قریب محسوس کرتی وہ بے ساختہ اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتی اسکی ٹانگ پہ اپنی ٹانگ رکھ گئی کیونکہ اسے اپنی دائیں ٹانگ سن ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ یہ سب نیند میں کر رہی تھی۔ اپنے سینے پہ گلالئ کا نازک ہاتھ جبکہ اپنی ٹانگ پہ اسکی ٹانگ محسوس کرتے احان شاہ نے اگلے ہی پل اپنی سرخ ہوتی ہری آنکھیں وا کرتے گلالئ کی طرف دیکھا تھا جس کا سر اسکے بازو پہ تھا جبکہ دوسرا بازو اسکے سینے کے گرد لپٹا ہوا تھا۔۔ احان شاہ کی دھڑکنیں اس روز کی طرح منتشر ہوئی تھیں، وہ بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھنے لگا، اسے ایک ہفتے پہلے کا منظر یاد آیا تھا جب وہ رات میں خود اسکے سینے سے لگ کے سوئی تھی لیکن صبح سارا الزام اس پہ دھر چکی تھی۔ احان شاہ کو اس الزام سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اگر فرق پڑتا تھا تو صرف اسکی اس جان لیوا پیش قدمی سے پڑتا تھا۔۔ احان شاہ کو اپنا دل باہر آتا محسوس ہو رہا تھا یعنی وہ باقی کی رات آج پھر جاگ کے گزارنے والا تھا۔ وہ پاگل دیوانوں کی طرح اسکی طرف دیکھنے لگا۔ لیمپ کی روشنی میں اسکا خوبصورت سا چہرہ احان شاہ کو گستاخیاں کرنے پہ مجبور کر رہا تھا لیکن وہ اپنے جزبات پہ قابو پائے اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے کچل گیا۔۔ وہ آخر نیند میں ہی اتنی جان لیوا اور خوبصورت حرکات کیوں کرتی تھی؟ کبھی ہوش میں بھی اپنی مرضی سے اسکے سینے سے لگے؟ گلالئ نے کچھ دیر بعد پھولتی سانسوں کے درمیان کھانستے ہوئے اپنا چہرہ اسکے بازو سے ہٹاتے اسکے سینے میں چھپاتے احان شاہ کو مزید پاگل کیا تھا۔ وہ جو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اب نیچے تکیے پہ اپنا سر شفٹ کر چکا تھا تاکہ اسکی بیوی ریلکس ہو کے اسکے فراخ سینے پہ سو سکے۔۔ احان شاہ نے نوٹ کیا تھا وہ جب بھی سوتی تھی اسکی چادر گلے سے لوز نہیں ہوتی تھی شاید اسی وجہ سے رات کو سوتے ہوئے اسکی سانس پھولتی تھی، خیر وہ اسکی چادر چھیڑے بغیر خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسکا آنکھیں موندے کا دل نہیں تھا، وہ اس وقت صرف اسکا نورانی چہرہ دیکھنا چاہتا تھا اور وہ دیکھ رہا تھا۔

کم آن ڈیڈ؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ شہسوار صرف میرا بیسٹ فرینڈ ہے! ہم دونوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کو ایک شریک حیات کی نظر سے نہیں دیکھا!! ہم دونوں کی دوستی میں یہ شادی کا لفظ کہاں سے آ گیا؟! ہم دونوں ہی ایسا کچھ

نہیں چاہتے! اور مجھے امید ہے عالم انکل نے آپ سے یہ بات شہسوار سے پوچھے بغیر کی ہو گی! ۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ اپنے باپ کا مدعا سنتی سنجیدگی سے انہیں جواب دیتی اپنا سر جھٹک گئی، وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی لاؤنج میں آ کے بیٹھی جوس پی رہی تھی جب اسکے باپ نے شہسوار اور اسکی شادی کا ٹاپک چھیڑتے اسے حیران کیا تھا لیکن وہ اپنی حیرانگی اور غصے پہ قابو پاتی انہیں لاپرواہی سے جواب دیتی پھر سے جوس پی رہی تھی۔۔ وہ اس وقت سادہ سی سفید شلوار پہ گھٹنوں سے کچھ اوپر شارٹ سی گول گھیرے والی سفید ہی قمیض پہنے ہوئے تھے، اسکا جب دل کرتا تھا وہ ایسٹرن ڈریسنگ کر لیا کرتی اور جب دل کرتا تھا فل ویسٹرن بن جاتی تھی، یہ اس کے موڈ پہ ڈیپنڈ کرتا تھا۔۔

یہ کہاں لکھا ہے کہ دوستوں سے شادی نہیں ہو سکتی؟ اگر ابھی تم دونوں کا شادی کا ارادہ نہیں ہے تو نکاح کر لو! نکاح کے دو ہفتے بعد شادی رکھ لیں گے تب تک تم دونوں کی سوچ بدل جائے گی! نکاح کے بولوں میں بہت طاقت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ داجی اسکا جواب سنتے ہوئے سختی سے گویا ہوئے تھے۔۔۔ اس وقت لاؤنج میں تقریباً تمام بڑے موجود تھے۔۔۔

مجھے شہسوار شاہ سے شادی نہیں کرنی داجی! اور میں اس ٹاپک پہ دوبارہ کوئی بات نہیں چاہتی!!۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کا انداز حتمی جبکہ لہجے میں دبہ دبہ سا غصہ تھا۔ زاویار شاہ پریشانی سے بیٹی اور داجی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

کیوں نہیں کرنی؟ کوئی پختہ وجہ؟؟۔۔۔۔۔ داجی کی آواز غصے سے ذرا بلند ہوئی تھی۔۔

دو پختہ وجوہات ہیں! لیکن میں وہ دونوں ہی ابھی فلحال یہاں ڈسکس نہیں کرنا چاہتی! مجھے امید ہے اب اس شادی والے ٹاپک کو ٹیپکل فیملیز کی طرح زیادہ کریدا نہیں جائے گا!!۔۔۔۔۔۔وہ پرسوچ انداز میں بولتی لاپرواہی سے اپنا جوس ختم کرتی گلاس ٹیبل پہ رکھتی اٹھنے ہی والی تھی جب داجی کی آواز پھر سے اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

بچی کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ انتیس سال تمہاری عمر ہونے کو آئی ہے اور ابھی بھی تم شادی سے دور بھاگ رہی ہو! لو میں نہیں کہتا تھا بچی کو اتنی آزادی مت دو! یہ باغی ہو جائے گی لیکن تم نے میری ایک نہ سنی!!۔ داجی کی کڑک دار آواز پوری ہویلی میں گونجی تھی۔ وہ میر ال شاہ کو دیکھنے کے بعد زاویار شاہ کی طرف دیکھتے غصے سے بولے تھے۔۔

میں نے شادی سے نہیں رشتے سے منع کیا ہے!! آپ کو شہسوار شاہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر کیوں نہیں آتا؟؟۔۔۔۔ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں غصے سے بولی تھی۔ آج اتوار تھی، ہویلی کے تمام مکین تقریباً ہویلی میں موجود تھے،

اتوار کو تقریباً سب ہی لیٹ اٹھ کے ناشتہ کرتے تھے، آہستہ آہستہ سب لاؤنج میں جمع ہوتے داجی اور میر ال شاہ کو سنجیدگی سے سن رہے تھے۔۔ گلالئ کے علاوہ تقریباً سب لاؤنج میں جمع تھے، وہ ابھی تک سو رہی تھی، پوری رات نیند میں بے چینی کی وجہ سے وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی، اسی لئے احان شاہ نے کمرے میں روشنی کر کے اسے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔

کوئی دوسرا مطلب؟؟ کیا کسی کو پسند کرتی ہو تم؟؟؟۔۔۔ داجی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے غصے سے غرائے تھے۔۔ بابا جان! آرام سے بیٹھ کے بات کریں! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟۔۔۔ داجی کو یوں غراتے دیکھ کے ھارون شاہ نے بات میں مداخلت کی تھی۔ کاظم شاہ، احان شاہ، ارزم شاہ اور زوریز شاہ اس وقت صرف میر ال شاہ کو تسلی دینے والی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، وہ چاروں چاہ رہے تھے وہ اپنی محبت کے لئے سٹینڈ لے۔۔ زاویار شاہ بے بسی سے یہ سارا معاملہ دیکھ رہے تھے، داجی کا شروع سے ہویلی پہ رعب رہا تھا، وہ ان کی بات ٹوک نہ پائے، ان کے مطابق وہ بھی اپنی نواسیوں پہ اتنا ہی حق رکھتے تھے جتنا کہ وہ۔۔۔

مجھے میر ال کے لئے شہسوار شاہ سے زیادہ میجر حازق خان پسند ہے!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اپنا مؤقف بیان کرتے از میر شاہ کو اپنی گود سے نکال کے ایزل شاہ کو پکڑایا تھا۔۔ کاظم شاہ کی بات پہ جہاں میر ال شاہ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا وہی پہ باقی سب نے چونکتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ کیا تم اپنے ہوش میں ہو؟ مجھے تم سے اتنی بیوقوفی کی توقع نہیں تھی کاظم!! ہاں میں مانتا ہوں وہ بچہ بہت اچھا ہے لیکن وہ سید نہیں ہے! تو تم نے سوچ بھی کیسے لیا ہم سید ہوتے ہوئے ایک خانزادے کے نکاح میں اپنی بیٹی دیں گے؟؟۔۔۔۔ داجی کا دماغ اب غصے سے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا، بات جب بھی ریتوں پہ آتی تھی وہ یونہی غصے سے پاگل ہوا کرتے تھے۔۔

کیوں؟ میں اس سے نکاح کیوں نہیں کر سکتی؟ جب احان اور ارزم سید ہوتے ہوئے خانزادی سے نکاح کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ اتنی ناانصافی کیوں؟؟۔۔۔۔ وہ اپنے باپ کو شکوے سے دیکھنے کے بعد داجی کی طرف دیکھتی اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی متوازن لہجے میں بولی تھی۔۔ میر ال شاہ کا یہ ایک جملہ سب پہ واضح کر چکا تھا وہ شہسوار شاہ

کے ساتھ شادی سے انکار کیوں کر رہی تھی۔ اس وقت صورتحال ایسی تھی کہ شاہ برادرز کے علاوہ کسی کو بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا بولے۔۔ مرحا شاہ اور باقی تمام کزنز کی ترحم بھری نگاہیں اس وقت میرال شاہ پہ ٹکی ہوئی تھیں۔۔

وہ سید زادے ہیں اور تم سید زادی ہو! ہم سید گھرانوں میں لڑکے غیر ذات سے شادی کر سکتے ہیں لیکن سید زادیاں نہیں! تمہارے لئے بہتر ہے اسے بھول جاؤ! اور زاویار تم بچی کو آزادی دینے کا نتیجہ دیکھتے ہوئے جلد ہی اس کے ہاتھ پیلے کرواؤ!!۔۔۔۔۔ داجی سر جھٹکتے ہوئے ناگواری سے گویا ہوئے تھے۔۔ احان شاہ نے کچھ بولنے کے لئے لب وا کئے تھے جب میرال شاہ کی بلند آواز سب کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

میں اسے نہیں بھول سکتی!! مجھے اس سے محبت ہے! صرف اسی ایک انسان سے! وہ انسان میرے دل میں میں بس چکا ہے! میں اسے اپنا دل سونپ چکی ہوں! اگر مجھے اپنی محبت کا اقرار پوری دنیا کے سامنے بھی کرنا پڑا تو میں کروں گی لیکن خالی ہاتھ نہیں رہوں گی! میں اس کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی!!۔۔۔۔۔۔ وہ داجی کے صاف انکار پہ کسی پاگل دیوانی کی طرح چھلکتے آنسوؤں کو بہنے سے روکتے ہوئے چلائی تھی۔۔ اسکے کھلے عام محبت کے اظہار پہ سب بڑوں نے اپنے لب بھینچے تھے۔

یہ ممکن نہیں ہے!! تم اپنی اس ضد سے اسے ہمارے ہاتھوں مرواؤ گی! اور تم جانتی ہو کسی کو مروانا ہمارے لئے اتنا مشکل امر نہیں ہے! ہمیں اس خان کو مارنا منظور ہے لیکن اپنے خاندان میں کسی غیر سید خون کی ملاوٹ منظور نہیں ہے!!۔۔۔۔ داجی اسکی بے جا ضد پہ دھاڑے تھے۔ ان کے منہ سے اسکے لئے مارنے کی دھمکی سننا میرال شاہ کے لئے خود مرنے مترادف تھا۔ اس نے اپنی بھیگی آنکھوں میں تڑپ لئے ان کی طرف دیکھا تھا جو اسکی محبت کے بارے میں اتنی ظالم بات کہہ چکے تھے۔۔

آپ ایسا کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی احان، کاظم، زوریز اور ارزم شاہ بلند آواز میں غصے سے داجی کی بات کا کوئی ریکشن دیتے جب مرحا شاہ کے یوں اچانک اٹھ کے سیڑھیوں کی طرف بھاگنے پہ سب نے چونکتے ہوئے پیچھے کی طرف دیکھا تھا، وہاں سیڑھیوں کی ریلینگ کے سہارے سے کھڑی گلالئی کو دیکھتے سب کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی ۔ کیا وہ داجی کی بات سن چکی تھی۔۔

گل!!!!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ جلدی سے صوفے سے اٹھتا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا، باقی سب بھی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔ احان شاہ کے قریب آنے پہ مرحا شاہ اس سے دور ہو چکی تھی، احان شاہ نے اسے اپنے بازو کے مضبوط حصار میں لیتے پکارا تھا لیکن وہ ہنوز داجی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اپنے لالہ کے قتل کا سنتے اس نے ریلینگ کا سہارا لیتے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔۔

سب جانتے ہیں کسی کو مروانا آپ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے!! حیرت کی بات ہے آپ کے مطابق اسلام میں کسی سید ازدی کی شادی غیر سید سے کروانا صحیح نہیں ہے؟ آپ کے مطابق یہ شاید ایک گناہ ہے؟ میں جاننا چاہتی ہوں آپ نے کونسا اسلام پڑھا ہے جہاں کسی کو بھی چٹکیوں میں قتل کر دینا ثواب کا کام ہے؟؟ پہلے میرے بابا کا قتل کروا دیا ہم خاموش ہو گئے! اب آپ کو کیا لگتا ہے میرے لالہ کے ساتھ پرانی تاریخ دہرائے گے اور ہم خاموش رہیں گے؟؟ نہیں بالکل نہیں!! میں نے اتنے سال آپ لوگوں کے ساتھ گزار دیئے ہیں لیکن ہر گزرتے سال کے ساتھ مجھے معلوم ہوتا ہے آپ لوگ کسی سے وفاداری نہیں سیکھا سکتے! انسان آپ لوگوں کے ساتھ جتنا مرضی اچھا بن جائے لیکن آپ لوگوں کی پرانی عادتیں نہیں بدل سکتیں!! سیاست دان جو ٹھہرے؟ مجھے اب یقین ہوا چلا ہے سیاست دان کا کوئی ایک روپ نہیں ہوتا! وہ منٹ منٹ بعد گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے! آپ اس وقت مجھے کہیں سے بھی وہ عادل شاہ نہیں ہے رہے جو مجھ سے اپنے پوتے کی محبت کی بھیک مانگ رہے تھے!! آپ تو آج بھی ظالم سے سیاستدان ہیں جن کی سیاست شاید قبر میں جا کے بھی ختم نہیں ہو گی!!۔۔۔۔۔۔گلالئ اپنی پوری قوت سے غراتی ہوئی احان شاہ سے دور ہونا چاہ رہی تھی لیکن وہ اسکے لرزتے وجود کے پیشِ نظر اسے تھامے رہا۔ گلالئ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کے اسکے گالوں پہ گر رہے تھے۔۔ وہ داجی کو جواب دیتی سب کی زبان تالو سے چپکا گئی تھی۔۔ داجی کا چہرہ غصہ کنٹرول کرنے کی غرض سے سرخ ہوا تھا، ان کے ساتھ آج تک کسی لڑکی نے یوں بات نہیں کی تھی لیکن وہ ان کے پوتے کی محبت تھی اسی لئے وہ اس پہ غصہ کرنے کی بجائے خود پہ ضبط کر رہے تھے۔۔

دیکھو بیٹی وہ سب میں نے غصے میں کہا ہے! اور سیدوں میں اس بات کا رواج ہے وہ اپنی بیٹیاں غیر سید میں نہیں دیتے! تم اس سب کے متعلق کچھ نہیں جانتی تو بہتر ہے خاموشی اختیار کر لو! ہم اپنی بچی کو غیر سید کے نکاح میں دے کے گناہگار نہیں ہونا چاہتے!!۔۔۔۔۔۔۔۔داجی اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے سختی سے بولے تھے۔۔

میں کچھ کہنا چاہتا ہوں داجی! اب جب یہ ٹاپک کھل ہی گیا ہے تو مجھے لگتا ہے آج ہی سب کچھ ڈسکس کر لینا چاہئیے!!۔۔۔۔۔ابھی کوئی کچھ بولتا جب احان شاہ سنجیدگی سے بولتا گلائی کو مرحا شاہ کے حوالے کرتا لاؤنج کے بیچ و بیچ آیا تھا۔۔سب کی نظروں کا مرکز اس وقت احان شاہ تھا۔۔

میں آپ کے مؤقف کے خلاف ہوں! میں نے جتنا اس سب کا مطالعہ کیا ہے! اس سارے مطالعہ کے مطابق سید ذادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے! اب ایک منٹ! میری بات مت کاٹیے گا! کیونکہ اس بات کے دلائل بہت سی احادیث میں موجود ہیں!! ہم سب جانتے ہیں! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحب زادیاں ہیں! ۔۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا۔۔۔سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہا۔۔۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔۔یہ بنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بنات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں! اگر ہم ان چاروں بہنوں کا رشتہ دیکھیں جنہیں قرآن کریم نے بیٹیاں کہاں ہے! تو سورۃ نمبر 33 سورۃ احزاب آیت نمبر 59 سے ہمیں یہ واضح ہوتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں تھیں! اس آیت میں ایک لفظ " وَ بَنٰتِکَ " استعمال ہوا ہے جس کے معنی "صاحبزادیوں کے ہیں!" اس آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں بلکہ چار صاحبزادیاں تھیں! اگر ہم ان کی چار بیٹیوں کا رشتہ دیکھیں سید سے ہوا ہے یا غیر سید سے تو بات فائنل ہو جائے گی!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح حضرت لقید رضی اللہ عنہا سے ہوا ہے جن کو ابو العاص بھی کہتے ہیں! یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے اور پہلے داماد تھے۔۔ابو العاص ابن ربیع بنو امیہ کے ہیں! وہ سید نہیں ہیں! اب ہم ان کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بات کریں تو ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہا سے ہوئی ہے! وہ بھی سید نہیں ہیں! وہ بنو امیہ کے خاندان سے ہیں یعنی بنو امیہ کے چشم و چراغ۔۔۔اسی طرح۔۔۔۔۔۔۔ابھی احان شاہ بلند آواز میں اپنی بات مکمل کرتا جب داجی نے اسکی بات کاٹی تھی۔

یہ سب ہجرت سے پہلے کا ہے اس وقت دین مکمل نہیں ہوا تھا!۔۔۔داجی سختی سے بولے تھے۔

ٹھیک ہے! پھر ہم ہجرت کے بعد کی بات کرتے ہیں جب دین مکمل ہو چکا تھا! حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنے سابقہ داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہا کے نکاح میں دیا تھا۔۔یعنی ہجرت کے بعد دین مکمل ہونے کے بعد ایک دفعہ پھر اپنی ایک صاحبزادی کو بنو امیہ کے چشم وچراغ کے نکاح میں دے دیا!! اور چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ کے نکاح میں دیا گیا۔۔اگر آپ کو ابھی بھی میری باتوں سے اختلاف ہے تو میں آپ کے گوش وگزار ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں جس پہ حضرت علی المرتضیٰ کی مہر تصدیق موجود ہے!! حضرت علی المرتضیٰ سے بڑا سید اس کائنات میں کوئی لا کے دیکھائیں؟ حضرت علی کی بیٹی اور حضرت حسن اور حضرت حسین کی سگی بہن "سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا" جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں! انہیں حضرت عمر فاروق کے نکاح میں دے دیا گیا! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا سید نہیں ہیں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی! "قیامت کے روز تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے سوائے میرے رشتوں کے"۔۔۔ یعنی انہوں نے سادات کی خواہش کی اور حضرت علی نے اپنی بیٹی انہیں اپنے نکاح میں دے دی!! یہ سب تو ڈھیروں کتابوں میں موجود ہے! اس سے بڑا فتوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟؟(یہ مؤقف مفتی عبدالواحد قریشی کا ہے اور پیر نصیر الدین گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی مؤقف تھا جو سید تھے!!)۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے بات مکمل کرنے پہ پورے لاؤنج میں خاموشی چھائی تھی۔زاویار شاہ کو خود پہ افسوس ہوا تھا، انہیں اپنی بیٹی سے یہ معاملہ سب کے سامنے ڈسکس نہیں کرنا چاہئیے تھا کیونکہ اسکی آنکھیں بتا رہی تھیں وہ اس وقت وہ راز کھول دے گی جسے نہ کھولنے کا زاویار شاہ نے ہمیشہ سے وعدہ لیا تھا۔۔

تم مجھے یہ دو چار فتوحات سنا کے راضی نہیں کر سکتے!! ابھی اس وقت ہمارے پاس ایک سید زادے کا رشتہ موجود ہے جس پہ ہم غیر سید کو ترجیح نہیں دے سکتے!!۔۔۔۔۔۔داجی کچھ وقت بعد ناگواری سے احان شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے غرائے تھے۔۔

کیوں نہیں دے سکتے داجی؟؟ ہمیں اس وقت اس غیر سید لڑکے اور سید لڑکے کا موازنا کرنا ہے!! سید لڑکا آپ کی نواسی سے شادی کے لئے راضی نہیں ہے! میں نے بذات خود سید شہسوار شاہ سے اس سب کے متعلق بات کی ہے!

اس کے باپ نے اس سے پوچھے بغیر آپ سب سے اپنے بیٹے کے رشتے کی بات کی تھی، وہ میرال کو صرف ایک بیسٹ فرینڈ سمجھتا ہے! وہ ایک سید زادی سے رشتے کے لئے انکار کبھی نہ کرتا اگر اس کے پیچھے اسکی مجبوری نہ ہوتی تو!!! وہ اپنے باپ کے اس ردِ عمل پہ شرمندہ تھا! جبکہ ایک غیر سید لڑکا آپ کی نواسی کے لئے ہر کسی سے لڑ جانے کو تیار ہے!! اس نے چوری چھپے نکاح کا راستہ اپنانے یا آپ کی نواسی کو ورگلانے کی بجائے ڈائریکٹ ہم چاروں بھائیوں کے سامنے میرال شاہ سے نکاح کی ڈیمانڈ رکھی ہے!! ایسا کسی حدیث یا قرآن میں نہیں لکھا کہ سید زادی کا غیر سید سے نکاح جائز نہیں ہے! نکاح ہر کسی سے ہو سکتا ہے لیکن نکاح کرنے سے پہلے ہم غیر سید کے کفو کو دیکھیں گے! کفو یعنی برابری دیکھنا! اگر ہم اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح غیر سید میں کروانے جا رہے ہیں تو ہم اس غیر سید کی ذات دیکھیں گے اگر تو وہ سندھی، بلوچی، پنجابی یا پٹھان ہے تو ہم سب سے پہلے دیکھیں گے کیا وہ سندھیوں، پٹھانوں، بلوچیوں یا پنجابیوں کی اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہے؟ یہاں پہ ہم پٹھانوں کی ذات دیکھتے ہیں جس میں خانزادہ، یوسفزئی، اور آفریدی وغیرہ اعلیٰ ذاتوں میں شمار ہوتی ہیں! حازق خانزادہ کی ذات پٹھانوں میں بلند ہے!! وہ کفو میں ہر لحاظ سے بہتر ہے۔۔ اگر ہم خطبہ حجتہ الوداع کی بات کریں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں فرمایا تھا:

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جا سکو، تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی روشنی میں نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں! بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقوی ہے۔"

انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔"

یہاں سے سمجھ لیجئیے کہ ایک دوسرے کو فوقیت صرف تقوی پہ ہے! اور تقویٰ سے مراد ہر کام میں اللہ سے ڈرنا! اس میں ہم حسب نصب نہیں بلکہ کفو دیکھیں گے!! اگر ہم مزید بات کریں تو صحیح بخاری، صحیح مسلم میں یہ سب شامل

ہے! ہم چیپٹر "کتاب النکاح" کی بات کر لیتے ہیں!! اس کے اندر بھی صرف چار چیزوں کو اوپر رکھا گیا ہے!! وہاں !! کہیں پہ نہیں لکھا کہ سید ذادی کا نکاح غیر سید سے جائز نہیں ہے بلکہ ان چار چیزوں کو ہائی لائٹ کیا گیا ہے

1) حسب نسب

2) حسن

3) مال دولت

4) ایمان

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے لئے تقوی کو اعلیٰ مقام دیا ہے!! حازق خانزادہ کو اگر حسب نسب کے طور پہ دیکھا جائے تو اسکا دادا سردار تھا وہ جدی پشتی قبیلے کے سردار ہیں! حازق خان کا دادا اپنی وفات سے پہلے اپنا سب کچھ اپنے پوتے کے نام کر گیا ہے! حسن دیکھا جائے تو آپ سب اسکے حسن سے واقف ہیں! مال و دولت کی بات کی جائے تو سرداری سے سب کچھ کلئیر کیا جا چکا ہے۔ اور اگر ایمان کی بات کی جائے تو اسکا مضبوط ایمان یہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کوئی حرام راستہ اپنانے کی بجائے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے!!۔۔۔۔۔ احان شاہ کی بھاری آواز پوری ہویلی میں گونج رہی تھی، احان شاہ کے یوں حوالاجات دینے سے سب کی آنکھیں کھل رہی تھیں۔ گلالئی اس کی طرف دیکھتی مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔۔

ہمیں منظور نہیں ہے!!۔۔۔۔۔ داجی یہ سب سننے کے چند منٹ بعد ضدی اور ختمی انداز میں بولے تھے جس پہ سب نے حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

سب سے پہلے ولی کی اجازت لی جاتی ہے! میرال شاہ کے ولی زندہ ہیں! ہم زاویار انکل کے فیصلے کو سن لیتے ہیں، ان کا فیصلہ سننے سے پہلے میں مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں! اگر ہمارے پاس ہر لحاظ سے بہترین رشتہ منظور ہے اور آپ اپنی بیٹی کو بیاہنے کی بجائے گھر پہ بٹھا کے مزید سیدر شتوں کا انتظار کرنا چاہتے ہیں تو یہ میرال کے ساتھ ناانصافی ہو گی!! ۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ داجی کے انکار پہ بھڑکتا ہوا اب زاویار شاہ سے مخاطب تھا۔ سب انہیں امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

مجھے اپنی بیٹی کے لئے حازق خان قبول ہے! میں اپنی بیٹی کو ساری زندگی کا روگ نہیں دے سکتا!! ۔۔۔۔۔۔زاویار شاہ اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے مضبوط لہجے میں بولے تھے جس پہ وہ آنسو بہاتی ہوئی ان کے سینے سے لگی تھی۔ داجی کے علاوہ سب کے دلوں میں ایک سکون سا اٹھا تھا۔۔سب کے چہرے خوشی سے کھلے تھے، سب ہی حازق خان سے بے حد پیار کرنے لگے تھے، سب کی تشکر بھری نظروں کا مرکز اس وقت احان شاہ تھا۔۔کاظم شاہ، زوریز شاہ، اور ارزم شاہ نے اسے مان بھری نگاہوں سے دیکھا تھا جو اپنے کہے کے مطابق اپنی ریسرچ واقعی ہی سب کے سامنے ظاہر کرتا میرال شاہ کو بہنوں والا مان بخش گیا تھا۔۔

تھینک یو سو مچ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اپنے باپ سے الگ ہوتی اب احان شاہ کے نزدیک آتے ہوئے اسکا شکریہ ادا کر رہی تھی، احان شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

ٹھیک ہے! اپنی من مرضیاں کرو! لیکن ہم اس شادی میں شرکت نہیں کریں گے!! اور نہ ہی ہمیں کوئی مجبور کرے گا!!۔۔۔۔داجی شاید ریتوں کے کچھ زیادہ ہی پکے تھے اسی لئے سب کو ناگواری سے دیکھتے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے وہاں سے جا چکے تھے۔۔سب کی مسکراہٹ سمٹی تھی لیکن دل پر سکون بھی تھے۔۔

میں بھی اس شادی میں شامل ہونا تو نہیں چاہتا تھا کیونکہ میری رخصتی کے لئے بھی کوئی راضی نہیں ہوا تھا لیکن چونکہ معاملہ یہاں میرال آپی کا ہے تو میں اپنا دل بڑا کر سکتا ہوں!!۔۔۔سب کی سمٹتی مسکراہٹ پہ ارزم شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا سب پہ سب کے چہروں پہ پھر سے مسکراہٹ بکھری تھی۔میرال شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے بازو پہ مکا مارتے تشکر بھری نگاہوں سے کاظم اور زوریز شاہ کو دیکھا تھا جو اس کے ساتھ کھڑے رہے تھے۔وہ چاروں کب سے اسے آنکھوں سے تسلیاں دے رہے تھے۔

پریشان مت ہو! بابا جان مان جائیں گے! کچھ ضدی ہیں! ہم انہیں منا لیں گے!!۔۔۔زاویار شاہ کو پریشانی سے عادل شاہ کے کمرے کا دروازہ دیکھتے ہوئے دریاب شاہ اور ھارون شاہ نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی۔۔جبکہ باقی سب لڑکیاں معنی خیزی سے میرال شاہ کو دیکھ رہی تھیں جس نے اس سارے معاملے کی انہیں ہوا تک نہیں لگنے دی تھی۔۔

کیا تمہیں ابھی بھی لگتا ہے ہم کسی کے ساتھ وفاداری نہیں دیکھا سکتے! کیا سیاست دانوں کے واقعی بہت روپ ہوتے ہیں جو وہ گرگٹ کی طرح بدلتے رہتے ہیں اور ان میں تمہارا شوہر بھی شامل ہے؟ کیا مجھے وزیرِ دفاع کے عہدے سے دستبردار ہو جانا چاہیئے؟۔۔۔۔احان شاہ اب مرحا شاہ کو سب کے پاس جانے کا اشارہ کرتا گلالئ کو اپنے حصار میں لے کے اوپر کی طرف بڑھتا مدھم سرگوشی نما آواز میں ایک ساتھ ڈھیروں سوال استفسار کرنے لگا۔۔وہ خاموشی سے سوں سوں جاری رکھے ہوئے تھی۔۔

سیڑھیاں کافی رہتی ہیں! میں تمہیں اٹھا رہا ہوں کیونکہ تمہاری سانس پھول چکی ہے!!۔۔کافی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد احان شاہ کو جب محسوس ہوا اب لاؤنج سے انہیں کوئی دیکھ نہیں پائے گا تو وہ اسے اپنی بات سے آگاہ کرتا اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا۔گلالئ کوئی مزاحمت نہ کر پائی،وہ اس وقت مزاحمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 111 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

احان شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ پیر کی ٹھوکر سے بند کرتا بیڈ کے قریب آتے ہوئے گلالئ کو اپنی گود سے بیڈ پہ منتقل کر گیا۔۔

تمہیں کتنی دفعہ کہتا ہوں یار اب کمرے سے باہر مت نکلا کرو یہ لاسٹ منتھ ہے اور اس میں تمہیں بہت زیادہ کیئر کی ضرورت ہے! اور تم ہو کے پھر سیڑھیاں اتر کے نیچے آ گئی؟ سہی کہتی ہیں مام! مجھے نیچے والا کوئی روم سیٹ کروا لینا چاہیئے!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے نرمی سے دپٹتا اسکے پیروں کے پاس بیٹھتے ہوئے اسکے سوجھے ہوئے پیروں کو اپنے ہاتھوں سے تھام گیا۔۔اسکے پیروں کی مساج کرنا اب احان شاہ کی عادت بن چکی تھی۔وہ نرمی سے اس کے دودھیا سفید پیروں کی مساج کر رہا تھا،وہ بنا کچھ بولے کافی دیر سے مسلسل اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ چاہ کے بھی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔۔احان شاہ کافی دیر سے اسکی نگاہیں خود پہ محسوس کرتا اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پا رہا تھا

۔پہلے ہی پوری رات اسکے سینے سے لپٹ کے سوتے اس نے احان شاہ کی نیندیں اڑائی تھیں اور اب وہ یوں اسکی طرف دیکھتی شاید اسکا دل باہر نکالنا چاہتی تھی۔۔

کیا تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔مزید کافی دیر اسکی نگاہیں خود پہ محسوس کرتا احان شاہ اس کے پیروں کی مساج چھوڑ کے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مدھم آواز میں استفسار کرنے لگا۔۔اسکے یوں اچانک سوال کرنے پہ وہ جلدی سے اس پر سے نگاہیں ہٹا گئی۔۔

ن۔نہیں!!م۔مجھے۔۔کچھ۔۔۔نہیں۔۔کہنا!!۔۔۔۔وہ فٹافٹ نفی میں سر ہلاتی یہاں وہاں دیکھتے ہوئے اسے جواب دینے لگا، آج کافی وقتوں بعد اس کے سامنے یوں زبان لڑکھڑائی تھی۔۔

اوو! اوکے!! ویسے اگر تم کچھ کہنا چاہتی ہو تو بلا جھجک کہہ سکتی ہو!!۔۔احان شاہ نارمل انداز میں کندھے اچکا کے بولتا پھر سے اسکے پیروں کی مساج کرنے لگا۔۔وہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔قمیض کے سلیوز ہمیشہ کی طرح کہنیوں تک فولڈ تھے۔۔

اگر تو آپ کو لگ رہا ہے ابھی نیچے جو سب ہوا اور جس طرح سے آپ اپنے دادا کے خلاف کھڑے ہوئے! مجھے آپ کو اس پہ شکریہ کہنا چاہئیے؟ تو میں شکریہ کسی صورت نہیں بولوں گی کیونکہ وہ سب آپ نے اپنی کزن کے لئے کیا ہے! کیونکہ آپ جانتے تھے آپ کی کزن میرے لالہ سے محبت کرتی ہے!!۔۔۔۔گلالئی ناک سکوڑتے ہوئے آنکھیں گھما کے بولی تھی۔۔انداز میں معصومیت تھی لیکن الفاظ معصوم نہیں تھے۔۔اسکے جواب پہ احان شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، بھلا وہ ایسا کب سوچ رہا تھا؟ اسکی بیوی کو خود سے اندازے لگانے کی عادت کب سے پڑی تھی؟

میں نے یہ سب کسی کے لئے نہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کیا ہے! اگر آج بھی لوگوں کی ان خود سے بنائی گئی ریتوں کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جاتی تو کل کو ہماری آنے والی نسل کے ساتھ بھی یہی تاریخ دہرائے جائی گی جو آج کل ان روایتوں کے نام پہ ہو رہا ہے!!۔۔احان شاہ نے نارمل انداز میں کندھے اچکا کے جواب دیتے نرمی سے اسکے پیروں کی انگلیاں سہلائی تھیں۔۔گلالئی کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی، اسے تو لگ رہا تھا وہ اس پہ احسان جتائے گا کہ اس نے یہ سب اسکے لالہ کے لئے کیا ہے۔

خیال رکھیئے گا اس ریت کو ختم کرنے کے چکر میں آپ کے داجی میرے لالہ کی جان کے دشمن نہ بن جائیں کیونکہ اگر میرے لالہ پہ ذرا سی آنچ بھی پہنچی میں آپ میں سے کسی کو معاف نہیں کروں گی!!۔۔۔۔۔گلالئ کا لہجہ سنجیدہ اور پتھریلا تھا۔احان شاہ نے گہری سانس ہوا میں بھرتے ہوئے گلالئ کے پیر اپنے ہاتھوں سے نرمی سے آزاد کئے تھے۔

۔

زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے گلِ جاناں! تم یا میں کسی کی سانسوں کی ڈور تب تک نہیں چھین سکتے جب تک کہ اللہ نہ چاہے!! اللہ کی ذات پہ بھروسہ رکھو! انشاءاللہ سب ٹھیک ہو گا!!۔۔۔۔وہ اسے نرمی سے جواب دیتا بیڈ سے کھڑا ہوتا صوفے کے پاس موجود سینٹرل ٹیبل سے اپنا فون اٹھا رہا تھا۔گلالئ کو اس کی ہر بات سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اسکا ایمان اس سے بھی زیادہ مضبوط ہو! اس میں ایک ٹھہراؤ آچکا تھا جو پہلے نہیں تھا۔۔

آپ کو ڈاکٹر نے فالو اپ کے لئے بلایا تھا! کیا آپ نے جانے کی زحمت کی تھی؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے سوالیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔۔

ہاں! رات کو فارم ہاؤس سے واپس آتے ہوئے ہاسپٹل گیا تھا! ۔۔۔۔احان شاہ نے اسکی طرف رخ موڑتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح سر ہلا کے جواب دیا تھا۔۔

کیوں؟فارم ہاؤس میں کیوں تھے؟۔۔۔۔گلالئ بے ساختہ تجسس سے یہ سوال کر گئی، آخر کو بیوی جو ٹھہری تو یہ سوچنے والی بات تھی اسکا شوہر کل رات فارم ہاؤس کیوں رہا تھا؟۔۔۔احان شاہ نے اسکا بیویوں والا یہ شکی انداز بغور نوٹ کیا تھا۔۔

تمہارے لالہ کے ساتھ گول میز کانفرنس چل رہی تھی! وہ تو جلدی واپس چلا گیا تھا لیکن ہم چاروں فارم ہاؤس سے لیٹ ہی واپسی کو نکلے تھے! پتا بھی نہیں چلا کاظم نے گاڑی حویلی کی بجائے ہاسپٹل کی طرف موڑ لی تو گھنٹہ وہاں برباد ہو گیا۔۔۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے تفصیلی جواب دے رہا تھا تاکہ اسکے دل میں کسی شک کی گنجائش نہ رہے۔۔

کیا بولا ڈاکٹر نے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے جواب سے مطمئن ہوتی مزید ایک سوال کر گئی۔۔

اوور آل سب بہتر ہے! کلاٹس بھی ریموو ہو رہے ہیں! پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ ابھی اسے جواب دے ہی رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔وہ جانتا تھا حلیمہ ناشتہ لے کے آئی ہو گی۔۔وہ لمبے لمبے ڈگ بڑھتا دروازے کی طرف بڑھتے اب حلیمہ سے ناشتے کی ٹرے تھام رہا تھا جبکہ گلالئ دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اسکے کلاٹس ریموو ہو رہے ہیں۔۔

مکمل ناشتہ کرنا! ویسے اب ناشتے کا ٹائم تو گزر چکا ہے! تو اسی لئے پراپر کھانا کھالینا! میں ایک ضروری کام سے نکل رہا ہوں! !۔۔۔۔احان شاہ اسکے سامنے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے اسے سمجھانے والے انداز میں ہدایات دیتا اب ڈریسنگ مرر کی طرف بڑھا تھا۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے احان شاہ نے اپنے حلیے کا اندازہ لگایا تھا۔۔ آف وائٹ شلوار قمیض شکن زدہ تھی جسے دیکھتے ہوئے وہ گہری سانس بھرتا اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھولتے الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔گلالئ چھوٹے چھوٹے نوالے منہ میں ڈالتی بغور اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو اسکے مطابق اچھے بھلے لباس کو چینج کرنے والا تھا۔۔احان شاہ نے سیاہ شلوار قمیض الماری سے نکالتے ہوئے ڈریسنگ روم کا رخ کیا تھا۔۔گلالئ کی نظروں کا مرکز اسکا اوپری کھلے بٹنوں سے چھلکتا سفید سینا تھا،وہ ضروری کام پہ جانے کے لئے یہ آف وائٹ لباس تبدیل کرنے کے بعد اسپیشلی یہ سیاہ لباس زیب تن کرنے والا تھا؟کیوں؟

کچھ دیر بعد وہ سیاہ لباس پہن کے ڈریسنگ روم سے نکلتا آئینے کی طرف بڑھا تھا۔ اپنا کالر ٹھیک کرنے کے بعد خود پہ پرفیوم چھڑکتا وہ اب اپنے بالوں میں برش گھما رہا تھا۔۔اسکے لباس پہ اس وقت ایک بھی شکن نہیں تھی، پیروں میں اس نے پشاوری چپل پہننے کی بجائے سٹائلش سیاہ چمچماتے شوز پہنے ہوئے تھے جو اپنی قیمت آپ بتا رہے تھے۔۔وہ اس وقت ایک کانفرنس اٹینڈ کرنے جا رہا تھا اسی لئے خود کو اتنا سنوارا جا رہا تھا لیکن گلالئ اس متعلق نہیں جانتی تھی، اسے اللہ جانے کیوں اسکی تیاری چبھ رہی تھی۔۔

کھالیا تم نے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔بال وغیرہ سنوارنے کے بعد وہ نارمل انداز میں استفسار کرتا بیڈ کی طرف بڑھتے سائیڈ ٹیبل سے اپنی قیمتی واچ اٹھا کے اپنی چوڑی کلائی کی زینت بنا رہا تھا۔۔

ہمم۔۔۔۔۔گلالئ نے ہنکارا بھرتے ہوئے ناشتے سے ہاتھ کھینچے تھے۔

صرف اتنا سا کھانا کھایا ہے تم نے؟ یار یہ سارا ختم کرو گل!! اتنے سے کھانے سے تو تمہارے (ہمارے) بچوں کی داڑ بھی گیلی نہیں ہوئی ہو گی!!۔۔۔وہ ٹرے میں ناشتہ ویسے کا ویسے دیکھتا اسکی سائیڈ کی طرف آتے ہوئے اسے نرمی سے ڈپٹتا اسکے قریب بیٹھا تھا۔۔احان شاہ کی پرفیوم کی تیز خوشبو گلالئی کی نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔۔

منہ کھولو؟۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ چھوٹا سا نوالہ بنا کے اسکے لبوں کے قریب کرتا مدھم آواز میں بولا تھا جس پہ وہ جلدی سے اس پر سے اپنی نظریں ہٹاتی اپنے لب وا کر گئی۔۔وہ اسے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کے کھلاتا وقفے وقفے سے اپنی گھڑی پہ وقت دیکھ رہا تھا، وہ کانفرنس سے لیٹ ہو چکا تھا۔۔

اتنا ضروری کام ہے تو جائیں نا مجھے کھانا کھلا کے اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔وہ اسکے دو سے تین دفعہ گھڑی پہ وقت دیکھنے پہ وہ جھنجھلا کے بولتی اب والا نوالہ کھانے کی بجائے خفگی سے رخ موڑ گئی۔۔

نہیں! تم سے زیادہ ضروری نہیں ہے!! یہاں دیکھو!!۔۔۔۔۔اسکے خفا ہونے پہ وہ بھوکھلاتا ہوا جلدی سے اسکی ناراضی دور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

مجھے اب بھوک نہیں ہے! جاتے ہوئے لائٹ بند کر کے جایئے گا!!۔۔۔اس کا پیٹ فل ہو چکا تھا اسی لئے احسان کرنے والے انداز میں اسے جواب دیتی تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتی آنکھیں موند گئی۔

گل پلیز تھوڑا سا اور کھالو؟۔۔۔۔احان شاہ نے پیار سے منت کی تھی، وہ خاموشی سے نفی میں سر ہلا گئی۔اسے اب واقعی ہی بھوک نہیں تھی، اسے لگ رہا تھا وہ زیادہ کھا چکی ہے۔۔

اوکے! اب کچھ دیر بعد میڈیسن لے لینا!! میں ایک کانفرنس پہ جا رہا ہوں!!۔۔۔۔اسکے نفی میں سر ہلانے پہ وہ اسے فورس کرنے کی بجائے میڈیسن کھانے کی ہدایت دیتا ٹرے اٹھا کے سینٹرل ٹیبل پہ رکھ چکا تھا۔گلالئی کو اسکی اتنی تیاری کی اب سمجھ آئی تھی، تو وہ کانفرنس اٹینڈ کرنے کے لئے اتنا تیار ہو رہا تھا؟ گلالئی نے اسکی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔۔

کھالو گی نا میڈیسن؟؟۔۔۔۔۔اسکے جواب نہ دینے پہ اس نے اب کی بار اپنی بات سوالیہ انداز میں دہرائی تھی۔۔

ہمم۔۔۔۔۔۔۔گلالئی نے ہنکارا بھرتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا جس پہ وہ مطمئن ہوتا اپنا والٹ اور گاڑی کی چابیاں پکڑتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میرو!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے میرال شاہ کو حازق خان کا میسج ریسو ہوا تھا، وہ کافی دیر سے اسکے میسج کا انتظار کر رہی تھی۔۔ اسکا میسج دیکھتی وہ شیطانی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجا گئی۔۔

ڈونٹ میسج می اگین!!۔۔۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے حازق خان کے میسج کا ریپلائے دیا تھا۔

حازق خان جو بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا اس سے بات کر رہا تھا اسکا میسج پڑھتے ہوئے اسکا منہ حیرت سے کھلا تھا۔۔

واٹ؟ وائے؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ حیرت سے میسج ٹائپ کرتا اسے سینڈ کر گیا۔

نہیں کرو میسج!! سنا نہیں تم نے!!۔۔۔۔ میرال شاہ کا انداز اب کی بار ڈپٹنے والا تھا۔۔

لیکن کیوں میرو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے اسکی بات ماننے کی بجائے معصومیت سے اسے ریپلائے دیا تھا، دل خوف سے دھڑک رہا تھا، آخر وہ کیوں ایسا بول رہی تھی؟

بابا اور نانا نے رشتے سے انکار کر دیا ہے!! ان کا کہنا ہے مجھے تمہیں بھول جانا چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اسکا نازک دل جانتے ہوئے بھی نا جانے کیوں اسے تنگ کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ میرال شاہ کا میسج پڑھتے ہوئے حازق خان کی دھڑکنیں سست پڑی تھیں، نیلی سمندری آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔

تو کیا تم مجھے واقعی ہی بھول جاؤ گی؟؟۔۔۔۔ وہ کانپتے ہاتھوں سے میسج ٹائپ کرتا لمبے لمبے سانس لیتے اپنے آنسو بہنے سے روک رہا تھا۔۔ اسکا معصومیت سے لبریز میسج پڑھتی میرال شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

ہمم! بھولنے کی کوشش کر رہی ہوں!!۔۔۔۔ وہ اسے مزید تنگ کرنے کی غرض سے یہ میسج سینڈ کر گئی۔۔ میرال شاہ کا میسج پڑھنے کے بعد حازق خان کو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ وہ بے یقین نظروں سے موبائل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی؟

ت۔ تم۔۔۔ مذاق کر رہی ہو نا؟؟۔۔۔۔ حازق خان نے ایک دفعہ پھر کانپتے ہاتھوں سے میسج ٹائپ کرتے ہوئے میرال شاہ کو سینڈ کیا تھا۔۔

نو!! آئی ایم سیریس!! ڈیم سیریس! سو پلیز آئیندہ مجھے میسج کرنے سے گریز کرنا!!۔۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ ظالم بنی تھی۔ حازق خان اب چاہ کے بھی اپنے آنسوؤں کو گالوں پہ بہنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔

Plz don't do this! I will die

حازق خان نے اس وقت بے بسی کی حد پہ اتنا سا میسج ٹائپ کیا تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس وقت ایسا کیا کرے کہ وہ اپنے سارے الفاظ واپس لے لے۔اسکا یہ میسج پڑھتے ہوئے اب کی بار میر ال شاہ کے دل کو جیسے ٹھوکا سا لگا تھا۔۔

اوئے!! میجر!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اسے جلدی سے اپنے پرانے انداز میں میسج کیا تھا لیکن حازق خان کا دھیان اس وقت فون کی طرف نہیں تھا،وہ اس وقت بیڈ سے کھڑا ہوتا اپنی شرٹ اتارتے ہوئے کھڑکی تک گیا تھا تاکہ کچھ ہوا لے سکے ورنہ اسے لگ رہا تھا وہ اس گھٹن سے مر جائے گا۔۔اس سے دور جانے کا احساس ہی مر جانے کے برابر تھا۔۔

میجر!! سنو!!۔۔۔۔۔۔۔اسے دو سے تین منٹ تک ریپلائے نہ دیتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اسے پھر سے میسج کیا تھا، اسے اس روز والا جنونی حازق خان یاد آیا تھا جس نے اس رات اس سے بات کرتے ہوئے اپنا ہاتھ زخمی کیا تھا۔۔

میجر!! میری پوری بات سنو!!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے پہلے اسے جتنا اپنے میسجز سے تڑپایا تھا اب اسکے ریپلائے نہ دینے پہ خود تڑپ رہی تھی جبکہ دوسری طرف حازق خان کا فون سائلنٹ پہ تھا۔۔وہ اس وقت پاگلوں کی طرح میر ال شاہ کے میسجز سوچتا جا رہا تھا جہاں وہ بول رہی تھی وہ اسے بھولنے کی کوشش کر رہی ہے؟؟

حازق خان کو کافی میسجز کرنے کے بعد بھی جب اسکی طرف سے کوئی ریپلائے موصول نہ ہوا تو میر ال شاہ نے اسے کال ملائی تھی۔۔

وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟ آخر کیسے؟؟ کیوں ہر کوئی مجھے ہرٹ کرتا ہے؟ کیا انہیں معلوم نہیں ہے دل پہ چوٹ کتنی بری طرح سے وار کرتی ہے؟؟۔۔۔۔وہ اس کا اس روز اپنے کمرے والا منظر یاد کرتا اپنی آنکھوں کو میچتے زور سے کھڑکی پہ اپنا ہاتھ مارتا اذیت کی انتہا پہ دھاڑا تھا۔وہ اسکی اور اپنی عید کے دوسری روز اپنے کمرے میں ہوئی وہ ملاقات کسی صورت بھول نہیں پاتا تھا۔وہ اپنے زخمی ہاتھ کی پروا کئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بڑھتا پھر سے اپنے بیڈ کی طرف آیا تھا،وہ اپنا فون پکڑتا اسے آن کرنے ہی والا تھا جب "میرو" کے نام سے آتی کال دیکھتے اس نے جلدی سے اٹھاتے ہوئے کان کو لگائی تھی۔۔

حد ہوتی ہے!! اب سے فون کر رہی ہوں تمہیں؟؟۔۔۔ فون چھوٹتے ہی میر ال شاہ نے غصے سے اسے ڈپٹا تھا۔۔
حازق خان اسکی آواز سنتے ہی خاموشی اختیار کر گیا، وہ شاید اس کے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا یا اس کی آواز کو اپنے دل میں یوں اتار رہا تھا جیسے آخری دفعہ سننے کا موقع مل رہا ہو۔
کیا تمہیں میری آواز ا رہی ہے؟ یا کال ریسیو کر کے سو چکے ہو؟؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ تپے ہوئے انداز میں مزید گویا ہوئی تھی۔۔
نہیں جاگ رہا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتا اسے معصومیت سے جواب دے رہا تھا۔۔ اس وقت اس سے شکوہ کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔۔
تو منہ میں دہی جمائی ہوئی تھی کیا؟۔۔۔۔۔ وہ اسکا معصوم لہجہ سنتی اسے روعب سے ڈپٹ رہی تھی۔۔
نہیں!! دہی پسند نہیں ہے مجھے!!۔۔۔۔۔۔ حازق خان کی طرف سے ازلی معصومیت سے جواب دیا گیا تھا کیونکہ بارہ تو کب کے بج چکے تھے یعنی اس کا انوسنٹ موڈ آن تھا۔۔ حازق خان نے سائیڈ ٹیبل سے ٹشو اٹھاتے ہوئے بے دردی سے اپنی نم آنکھوں کو رگڑ کے صاف کیا تھا۔۔
کیا تم رو رہے ہو؟۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے اب کی بار لہجے کو نرم بناتے ہوئے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔ وہ خاموش رہا۔۔
خاموش کیوں ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ میر ال شاہ نے مدھم آواز میں استفسار کیا تھا۔
کیا میں آج کے بعد واقعی ہی تمہیں کبھی میسج مت کروں؟ کیا تم مجھے بھول جاؤ گی؟ کیا کوئی مجھے آسانی سے بھول سکتا ہے؟ مجھ سے تو کوئی ایک دفعہ مل کے سالوں بعد بھی ملے تو وہ بھی مجھے کہتا ہے اس نے مجھے بہت یاد کیا! کیا تم مجھے یاد نہیں رکھو گی؟ کیا میں تمہیں پسند نہیں آیا؟۔۔۔ حازق خان نے معصومیت سے سوالات کے انبار لگائے تھے، وہ اب پھر سے بیڈ پہ اوندھے منہ گر چکا تھا۔۔ اسکے معصومانہ سوالات پہ میر ال شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھی، وہ اس وقت اسے کوئی دنیا سے روٹھا اور ٹوٹا ہوا انسان لگ رہا تھا۔۔
آئی ایم سوری میجر! میں پرینک کر رہی تھی!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے شرمندگی سے اپنی غلطی کا ازالہ کیا تھا، وہ پرینک کرنے کے چکروں میں اسے کچھ زیادہ ہی ہرٹ کر چکی تھی۔۔

پرینک! واٹ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ناسمجھی سے بولا تھا۔

میں وہ سب تمہارے ساتھ مذاق کر رہی تھی تاکہ تمہیں تنگ کر سکوں! تم جب چاہو مجھے میسج کر سکتے ہو! تم سچ بولتے ہو تم بھولنے والی چیز نہیں ہو!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مزید شرمندگی سے بولی تھی جبکہ حازق خان جس کی جب سے سانسیں اٹک رہی تھیں اسے سب کو پرینک کا نام دیتے دیکھ کے اس نے اپنے بال بائیں ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتے خود کو غصے سے چیخنے سے روکا تھا۔۔وہ خاموشی سے اپنا غصہ پینے لگا۔

کچھ بولو؟ کیا تم ناراض ہو چکے ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکی خاموشی پہ پریشانی سے استفسار کرنے لگی۔

اپنے غصے پر سے قابو کھوتا دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے فون کاٹ گیا۔۔ مجھ سے بات مت کرو!!!!!!۔۔۔۔۔۔وہ اس کے یوں روٹھ کے فون کاٹنے پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔۔

(تم بالکل بچے ہو میجر)۔۔۔وہ دل میں ہنس کے بولتی اب اسے ویڈیو کال ملا رہی تھی۔وہ جو غصے سے پاگل ہوتا اپنے آنسو روکتے ہوئے اپنا چہرہ تکیے میں دیئے ہوئے تھا اس کی ویڈیو کال آتے دیکھ کے اس نے غصے سے آنکھیں میچی تھیں! اس کے لئے اسے تنگ کرنا کتنا آسان تھا؟ وہ کیا جانے کہ حازق خان اس کی باتوں پہ اپنی سانسیں ہار رہا تھا۔وہ کتنی ظالم تھی؟ وہ کیسے ایک پرینک کے بھی دوران اتنی ظالم باتیں کر سکتی تھی؟

فون اٹھاؤ نقلی میجر!! مجھے تمہیں ایک گڈ نیوز دینی ہے۔۔۔۔میرال شاہ نے اسے دانت پیستے ہوئے وائس میسج کیا تھا۔۔حازق خان ابھی اس کا میسج سن کے سوچ ہی رہا تھا کہ ایسی کونسی گڈ نیوز ہو سکتی ہے جب اسے پھر سے میرال شاہ کی ویڈیو کال موصول ہوئی تھی، وہ تجسس کے مارے ویڈیو کال پس کرتا کیمرہ خود کی طرف کرنے کی بجائے چھت کی طرف کر گیا۔اس کا فون اس وقت تکیے سے کچھ فاصلے پہ تھا، وہ کن اکھیوں سے میرال شاہ کو دیکھ سکتا تھا لیکن میرال شاہ سوائے چھت کے کچھ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔۔

میجر یہ کیا بچوں کی طرح چھپن چھپائی کھیل رہے ہو؟ اب میں ٹین تک کاؤنٹنگ کروں گی تو تم سامنے آؤ گے؟۔۔۔۔۔وہ چھت کی طرف دیکھتے ہوئے سلگی تھی۔

میں نے شرٹ نہیں پہنی ہوئی! تم اپنی بات مکمل کرو!!۔۔۔۔وہ نارضگی سے بولا تھا۔وہ اس وقت صرف اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ پا رہا تھا۔

(اہاااا!! تو تم بھی شرٹ اتارتے ہو؟ افف ویسے کیا باڈی ہو گی اس میجر کی!!۔۔۔) میر ال شاہ اسکی بات سنتی اسے جواب دینے کی بجائے مسکراتی ہوئی دل میں وہ منظر یاد کر رہی تھی جب ایک سال پہلے ان کی بیکری میں ہونے والی لڑائی پہ وہ اپنا چہرہ صاف کرتا غائب دماغی میں تھوڑی سی شرٹ پیٹ سے اوپر کر چکا تھا لیکن میر ال کو ندیدوں کی طرح اپنے ایبز کی طرف دیکھتا پا کے وہ فٹافٹ اپنی شرٹ نیچے کر گیا تھا۔ میر ال شاہ نے اس کے ایبز کی ایک جھلک کے سوا اسے کبھی شرٹ لیس نہیں دیکھا تھا۔۔

جب تک تم مجھے اپنا چہرہ نہیں دیکھاؤ گے میں تمہیں وہ گڈ نیوز نہیں دوں گی! میں تمہارا لائیو ریکشن دیکھنا چاہتی ہوں!!۔۔۔ میر ال شاہ نے اپنی تیکھی ناک چڑھاتے ہوئے بات بتانے کی شرط رکھی تھی۔۔ حازق خان نے اس کے ضدی انداز پہ سلگتے ہوئے اپنی بلیک ٹی شرٹ پہنتے کیمرہ اپنے چہرے کی طرف کیا تھا۔۔ لیمپ کی روشنی میں اس کا چہرہ میر ال شاہ واضح دیکھ سکتی تھی، اسکے چہرے پہ ناراضگی کے تو جو تاثرات تھے ہی اسکی نیلی سمندری سوجھی آنکھوں کو !!دیکھتے وہ سمجھ چکی تھی وہ ضرور رویا ہے، اسکی خوبصورت آنکھیں اس وقت سرخ تھیں

یہ کام فیانسی کرتے ہیں!! ویڈیو کالنگ اور چیٹنگ والے۔۔ جو آج میں خود کر رہی ہوں!! کچھ شرم کر لو!!۔۔۔ میر ال شاہ نے اسے ڈائریکٹ گڈ نیوز دینے کی بجائے تھوڑی سی شرم دلائی تھی۔ وہ اس کی معصوم باتیں سننا چاہ رہی تھی لیکن وہ خاموش اور سنجیدہ تھا۔۔

اگر تم نے یونہی منہ پہ بارہ بجا کے رکھنے ہیں! تو میں فون رکھ رہی ہوں اگر موڈ ہوا تو تمہارے خواب میں آ کے تمہیں گڈ نیوز دے دوں گی!!!۔۔۔ وہ اسے منہ بنائے دیکھ کے اب سلگ کے بولتی فون کاٹنے ہی والی تھی جب حازق خان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

فیانسی نہیں ڈائرکٹ ہز بینڈ کے رتبے پہ فائز ہونا ہے! میرے نزدیک نکاح سے بڑھ کے اور کوئی دوسری رسم اہمیت نہیں رکھتی!!۔۔۔ حازق خان نے نروٹھے پن سے اسکی سابقہ بات کا جواب دیا تھا۔۔

کیا مطلب تم اور میں صرف سادگی سے نکاح کریں گے؟ کیا میری بارات دھوم دھام سے نہیں لاؤ گے؟ لائک پٹھانوں کے سٹائل میں؟؟۔۔۔ میر ال شاہ کو اپنی بارات کی فکر ہوئی تھی۔ اسکا پریشان ہوتا چہرہ دیکھ کے حازق خان نے بے ساختہ نچلے لب کا کنارہ کاٹتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

پہلے تمہارا خاندان تو راضی ہو جائے!! پھر بتاؤں گا! بارات کیسے لاتے ہیں!!۔۔۔وہ سر جھٹکتے ہوئے لاہرواہی سے بولا تھا۔

اچھا تو تمہیں کیسی دلہن پسند ہے؟شرمیلی یا بولڈ؟۔۔۔وہ اب ایکسائیٹڈ انداز میں مزید سوال کرنے لگی۔اس کے اس سوال پہ حازق خان نے نظر بھر کے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اگلے ہی پل نگاہیں موڑی تھیں!

کیوں جزبات جگا رہی ہو؟۔۔۔وہ شکوے سے بولتا اب اسے دیکھنے کی بجائے یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔بابا تمہارے اور میرے رشتے کے لئے مان گئے ہیں!!!!۔۔۔میر ال شاہ نے اچانک سے کھکھلاتے ہوئے حازق خان کے سر پہ بم پھوڑا تھا۔حازق خان جو اس کے چہرے کی طرف دیکھنے سے اجتناب برت رہا تھا میر ال شاہ کی بات سنتے ہی اس نے ایک دم سے فون کی سکرین کی طرف دیکھا تھا،اسکی نیلی آنکھوں کی پتلیاں حیرت سے ساکت ہو چکی تھی جبکہ منہ معصومیت سے کھل چکا تھا۔میر ال شاہ نے اپنی نظروں کو ڈپٹتے ہوئے اس کے سرخ وا لبوں سے نگاہیں ہٹائی تھیں۔۔

تم۔۔۔تم۔۔۔مزاق۔۔۔کر رہی۔۔ہو۔۔نا؟؟۔۔حازق خان نے حیرت کی انتہا پہ یہ جملہ نا جانے کیسے مکمل کیا تھا۔۔

سر تاج میں بالکل سچ بول رہی ہوں!! آپ کی میرو کی قسم!۔۔۔وہ اپنے منہ میں انگلی ڈال کے آنکھیں ٹپٹپاتی ہوئی دلفریب انداز میں بولی تھی۔۔

واٹ سیریسلی؟!!!۔۔۔وہ خوشی سے چیخا تھا۔اسکا خوشی سے کھلتا چہرہ دیکھتے میر ال شاہ کے رگ و روپے میں سکون کی لہر اٹھی تھی۔۔

یہ سب جانتے ہو کیسے ممکن ہوا ہے؟؟۔۔۔وہ اب اسے صبح والی پوری سٹوری سنانا چاہتی تھی۔

کیسے؟؟۔۔۔وہ تجسس سے استفسار کرتا اب سکرین میں گھس چکا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔اپنا چہرہ تو دور کرو مجھے ہنسی آ رہی ہے(کہیں میں کانہ کر دوں!!)۔۔۔میر ال شاہ میسنی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولی تھی جس پہ حازق خان نے فوراً سے اپنا چہرہ دور کرتے اس کی بات مانی تھی۔۔میر ال شاہ اب گہری سانس بھرتی اسے

اے ٹو ذی سٹوری سنانا شروع ہو چکی تھی جسے سنتے ہوئے حازق خان کی بڑی بڑی آنکھیں مزید پھیل چکی تھیں۔ کتنا معصوم تھا وہ۔۔ ان چکروں میں اپنی ناراضگی تک بھول چکا تھا۔۔

رات کے دو بجے گلالئ کی آنکھیں ناجانے کا احساس کے تحت کھلی تھیں۔۔ وہ جب سوئی تھی تب احان شاہ کمرے میں نہیں تھا۔ وہ دوپہر کا نکلا ناجانے کس وقت واپس آیا تھا۔ وہ کچھ فاصلے پہ موجود بیڈ پہ نیم دراز احان شاہ کو دیکھتی سوئی جاگی کیفیت میں اسے سوچنے لگی۔۔ اسے رات کا کھانا بھی ایزل نے کھلایا تھا۔۔ کھانا اور میڈیسن کھاتے ہی وہ اس کا انتظار کئے بغیر سو چکی تھی۔۔ اسے سوئے دیکھ کے وہ پھر سے سو گئی۔۔ ابھی اسے سوئے کچھ منٹ ہی گزرے تھے جب اسکی سانس بری طرح سے پھولی تھی، وہ اچانک سے کھانستی ہوئی نیند سے بیدار ہوتی کہنیوں کے بل اٹھ کے بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی، احان شاہ جس کی ابھی دس منٹ پہلے ہی آنکھ لگی تھی، گلالئ کو زور زور سے کھانستے دیکھ کے وہ ایک منٹ سے پہلے نیند سے بیدار ہوتا پریشانی سے اس کے قریب کھسکا تھا۔۔

گل!!!۔۔۔ وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے ٹھیک سے بیٹھاتا اسکی کمر نرمی سے سہلانے لگا، وہ نفی میں سر ہلاتی کھانستے ہوئے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی، احان شاہ نے جلدی سے سائیڈ ٹیبلز پہ پانی کی تلاش کے لئے نگاہیں گھمائی تھیں، جگ میں پانی نہیں تھا، آج وہ نہیں تھا تو ایزل بھی جگ میں پانی رکھنا بھول چکی تھی۔۔

گلِ جاناں ویٹ! میں پانی لے کے آتا ہوں!!! ریلکس!!۔۔۔ وہ اسے تکیے کے ساتھ لگاتا اسے کراس کرتے ہوئے جگ پکڑنے ہی والا تھا جب گلالئ ایک دم سے اپنا چہرہ اس کے مقابل کرتی احان شاہ کی گھنی بھوری مونچھوں تلے سرخ ہونٹوں پہ اپنے نازک گلابی لب رکھ گئی، احان شاہ ساکت ہوا تھا، اسے ایک جھٹکا سا لگا تھا، پورے وجود میں جیسے کوئی کرنٹ سا دوڑ چکا تھا، وہ جگ پکڑنے کی بجائے سائیڈ ٹیبل سے زمین بوس کر چکا تھا، وہ اپنی ہری آنکھوں کو پھیلائے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو آنکھیں موندے اسکے لبوں سے سانسیں کھینچتی ہوئی اسکی سیاہ قمیض کا کالر اپنے نازک ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچے ہوئے تھی، کتنے عرصے بعد ان دونوں کے لب ٹکرائے تھے، احان شاہ نے سوچا بھی نہیں تھا ان لبوں کا تصادم یوں ہو گا!! دونوں کی آنکھوں سے آنسو بے مول ہوتے ایک دوسرے کے چہرے پہ گر رہے تھے، کتنے عرصے بعد اتنی سی قربت نصیب ہوئی تھی، دونوں کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، احان

شاہ نے اپنے لبوں کو ذرا سی بھی حرکت نہیں دی تھی، وہ اسکا نرم لمس پاتا اپنی آنکھیں موند چکا تھا، وہ کافی نزاکت سے اسکے ہونٹوں سے سانسیں کھینچتی اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے بار بار مشقت سے آگے ہوتے دیکھے کے وہ ایک دم سے اسکی کمر سے ہاتھ گزار کے اسکا وجود اپنے سینے پہ منتقل کرتا خود تکیے پہ گر چکا تھا۔۔اس دوران گلالئی کے ہونٹ ایک پل کے لئے اس سے جدا ہوئے تھے۔۔

جتنی چاہیں سانسیں پی جاؤ!! احان شاہ کی تمام سانسیں تمہارے نام گلِ جاناں!۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا گلالئی کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتا اسے پھر سے اپنے ہونٹوں پہ جھکا گیا۔۔گلالئی کا چہرہ تندور کی مانند دہک کے لال ہوا تھا، اس کی سانسیں ہموار ہو چکی تھیں لیکن نا جانے ایسا کونسا نشا تھا جو اسے پھر سے اسکی سانسیں پینے پہ مجبور کر گیا، وہ اب اسکے لب زخمی کر رہی تھی، شاید پچھلے پورے سال کا بدلہ اتار رہی تھی؟ لیکن احان شاہ کی رگ رگ میں سکون اترا تھا، اس نے اپنے لبوں سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی گستاخی نہیں کی تھی کیونکہ وہ اس حالت میں اس کی گستاخی برداشت نہ کر پاتی، وہ ویسے بھی اپنے کہے سے پھرنا نہیں چاہتا تھا۔گلالئی اپنی آنکھیں میچے اپنے آنسو پیتی ہوئی زور سے اس کے ہونٹ اپنے موتیوں سے دانتوں سے کترنے لگی، احان شاہ کے دل میں گدگدی سی ہوئی تھی۔۔گلالئی کو جب محسوس ہوا وہ مدہوشی میں کیا کر رہی ہے وہ جلدی سے اسکے ہونٹوں سے اپنے دانت ہٹاتی اسکے سینے سے دور ہٹنے لگی، احان شاہ نے اسکے سرخ لال ہوتے چہرے کو اپنی نگاہوں میں بسائے اسے نرمی سے اپنے سینے سے ساتھ والے تکیے پہ منتقل کیا تھا۔

م۔م۔۔مجھے۔۔۔سا۔۔سانس۔۔نہیں۔۔۔آ۔۔رہی۔۔۔تھی۔۔تو۔۔۔اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اپنے سر کی چادر درست کرتی اپنی سائیڈ کا لیمپ آف کرتے ہوئے مصروف انداز میں لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

جانتا ہوں! آئی ایم سوری میں پانی رکھنا بول گیا!!۔۔۔احان شاہ نے اسکی شرمندگی دور کی تھی۔۔اسے اسکا نگاہیں چرانا اچھا نہیں لگا تھا۔

تم مجھ پہ پورا حق رکھتی ہو! مجھے پورے استحقاق سے چھوتی میرے ضبط کا امتحان لے سکتی ہو! میں اپنی بات سے نہیں پلٹوں گا۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسے جواب دیتا گلالئی کا چہرہ مزید سرخ کر گیا، گلالئی کی طرف اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی، وہ چہرہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھ سکے، اگر دیکھ لیتی تو احان شاہ کے لبوں سے رستا خون دیکھتی اپنے جنگلی پن پہ مزید

شرمندہ ہو جاتی۔۔وہ اسے بنا جواب دیئے جلدی سے لیٹتی تکیے میں اپنا چہرہ چھپا چکی تھی،وہ احان شاہ کی نیندیں اڑا کے ہمیشہ کی طرح خود سونے والی تھی،احان شاہ نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے اسکا لمس اپنے اندر اتارنے کی کوشش کی تھی،وہ اسکی تشنگی بڑھاتی اب آرام فرمانے والی تھی۔۔اور وہ اپنے لبوں پہ انگلی پھیرتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے بار بار وہ منظر یاد کر رہا تھا جب وہ اسکے ہونٹوں پہ قابض ہوئی تھی۔۔آہہ کیا دل دھڑکا دینے والا منظر تھا وہ۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 111 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

نہیں یہ میں نے نہیں کیا!! میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟وہ تو خواب تھا!! نہیں یہ سچ نہیں ہو سکتا!!۔۔۔وہ پچھلے پانچ منٹوں سے اسکے لبوں کا یہ زخم دیکھتی آدھی رات میں ہوئے اس واقعے کی نفی کر رہی تھی۔۔ابھی پانچ منٹ پہلے ہی اسکی آنکھ کھلی تھی،نیند سے بیدار ہوتے ہی اسکی پہلی نگاہ احان شاہ کے عنابی لبوں کی طرف اٹھی تھی جن پہ اسکے دانتوں کے نشان پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔۔وہ ابھی تک اسی سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس گہری سانسیں بھر رہا تھا جو اس نے کل کانفرنس جانے کے لئے پہنی تھی،بھورے بال بے ترتیبی سے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔۔وہ کم ہی فجر کی نماز کے بعد سویا کرتا تھا،ورنہ زیادہ تر وہ فجر کی نماز پڑھ کے آتے ہی جم کیا کرتا تھا۔۔وہ ابھی اس کی طرف دیکھ ہی رہی تھی جب خود پہ نگاہوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اپنی ہری آنکھیں وا کی تھی۔۔اسکے آنکھیں وا کرنے پہ وہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے اپنی آنکھیں زور سے میچ گئی۔۔احان شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے صورتحال سمجھنے کی کوشش کی تھی۔۔گلالئی کی لرزتی پلکوں کو دیکھتے ہوئے احان شاہ نے دیوار کی طرف رخ موڑتے وقت پہ نگاہیں دوڑائی تھیں،صبح کے نو بجنے والے تھے۔۔نو بجنے میں دس منٹ تھے۔احان شاہ نماز پڑھنے کے بعد کوئی تین گھنٹے سویا تھا۔۔تقریباً چھ بجے اسکی آنکھ لگی تھی،باقی کی پوری رات اس نے اپنے لبوں پہ انگلی اور انگوٹھا پھیر کے گزاری تھی۔۔آج نماز اس نے گھر میں ہی پڑی تھی کیونکہ اس وقت لبوں کا زخم تازہ تھا،نشان

واضح تھے،وہ نماز پڑھنے جاتا تو کاظم شاہ اور زوریز شاہ توجو تنگ کرتے ساتھ میں دوسرے لوگ بھی عجیب نگاہوں سے دیکھتے۔۔

احان شاہ اب گلالئ کو مزید دیکھ کے کنفیوز کرنے کی بجائے بیڈ سے اٹھتا ہوا الماری کی طرف بڑھا تھا۔الماری سے کپڑے نکالتے ہی وہ ایک نظر گلالئ کی چادر سے ڈھکی پشت کی طرف دیکھتا باتھروم میں بند ہو چکا تھا۔باتھروم کا دروازہ بند ہوتے دیکھ کے گلالئ کی جان میں جان آئی تھی،اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولتے رخ موڑتے ہوئے واشروم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔وہ اس کے نیچے جانے سے پہلے اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ شاور لے کے بلیو جینز پہ وائٹ ٹی شرٹ پہنتا باتھروم سے باہر نکلا تھا۔اسے ابھی تک یوں ہی لیٹے دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ دباتا ہوا آئینے کی طرف بڑھا تھا،وہ اسکی سونے کی ایکٹنگ کی وجہ جان چکا تھا،وہ یقیناً اپنی رات والی پیش قدمی پہ خود کو کوس رہی تھی۔احان شاہ اپنی معصوم گل کی رگ رگ سے واقف تھا۔وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنے گیلے بالوں کو ہیئر ڈرائیر سے خشک کرتا اپنے ہونٹوں پہ موجود اپنی بیوی کا دیا گیا زخم دیکھ رہا تھا،جو پہلے سے کافی لائٹ ہو چکا تھا،صرف غور کرنے سے اسکے نچلے لب کے زخم محسوس کیا جاسکتا تھا جبکہ بالائی لب کے کنارے کا زخم اسکی گھنی بھوری مونچھیں چھپانے میں کامیاب ہو رہی تھیں۔۔

کاش یہ نشان کبھی مدھم نہ پڑھیں!!۔۔۔احان شاہ اپنے لبوں پہ ایک دفعہ پھر سے انگوٹھا پھیرتا اپنے دل سے مخاطب ہوا تھا۔بالوں میں برش کرنے کے بعد وہ بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔

میں تمہارا ناشتہ اوپر بھجوا دیتا ہوں!سیڑھیاں اتر کے نیچے مت آنا! اور ہاں ناشتہ کرنے کے بعد میڈیسن یاد سے لے لینا!!۔۔۔۔۔احان شاہ جانتا تھا وہ جاگ رہی ہے اسی لئے اپنے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون،والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھاتا اسے ہدایت کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔وہ اسے کچھ دیر اکیلا چھوڑنا چاہتا تھا۔۔اور وہ یوں ریکٹ کر رہا تھا جیسے رات میں کچھ ہوا ہی نہ ہو تاکہ گلالئ اسکا سامنا کرتے ہوئے ان کمفرٹیبل فیل نہ کرے۔۔۔اسکے کمرے سے نکلتے ہی گلالئ نے اپنی تیز تیز دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں وا کی تھی۔

مر جاتی تم گلالئ لیکن اس انسان سے سانسیں نہ لیتی جس نے کبھی تم پہ سانسیں تنگ کی تھیں!!۔۔۔۔وہ غصے سے خود سے مخاطب ہوتی بیڈ شیٹ زور سے اپنی مٹھیوں میں دبوچنے لگی۔۔

خیریت آج اتنی صبح صبح چاند کہاں سے نکلا ہے ؟۔۔ حلیمہ کے ہاتھ گلالئی کو کھانا بھجوانے کے بعد احان شاہ آئیبرو اٹھاتے ہوئے ارزم شاہ مخاطب ہوتا اسکے ساتھ ہی کرسی سنبھال گیا۔۔ اس وقت گلالئی، داجی اور میرال شاہ کے علاوہ سب ہی ڈائینگ ٹیبل پہ موجود تھے۔۔ میرال شاہ کی لیٹ اٹھنے کی عادت ابھی تک نہیں گئی تھی جبکہ داجی سب سے ناراضگی کا اظہار کرتے اپنے کمرے میں ہی ناشتہ کر چکے تھے، وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ھارون شاہ، دریاب شاہ اور زاویار شاہ نے انہیں ناشتے کے ٹیبل پہ لانے کی کافی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی ضد کے پکے تھے۔۔

ایک مقصد لے کے نکلا ہے یہ چاند !!۔۔۔ ارزم شاہ جوس پیتے ہوئے ایک عزم سے بولا تھا، ساتھ ہی گہری نگاہوں سے احان شاہ کو دیکھا تھا۔۔ باقی سب خاموشی سے ناشتہ کرتے ہوئے انہیں سن رہے تھے۔

کیسا مقصد ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے مصروف انداز میں پوچھتے ہوئے اپنی پلیٹ میں بریڈ اور آملیٹ نکالا تھا۔ وہ کل دوپہر سے بھوکا تھا اور رہی سہی کسر آدھی رات کو بیوی نے شدت سے سانسیں پیتے ہوئے نکالی تھی۔۔

مقصد کو چھوڑیں آپ اپنا بتائیں! آپ کے ہونٹوں پہ کیا ہوا ہے ؟۔۔ ارزم شاہ اسے اپنا مقصد بتانے کی بجائے اسکے کان کے پاس جھکتا سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکا چہرہ سرخ کر گیا۔ احان شاہ نے ناشتہ چھوڑتے ہوئے جواباً غصے سے گھور کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں تو صرف حال احوال پوچھ رہا تھا! یہاں تو نیکی کرنا بھی گناہ ہے بھئی !!۔۔۔۔ اسکے یوں گھورنے پہ ارزم شاہ ناک چڑھا کے بولتا کندھے اچکا گیا۔۔ ارزم شاہ کے یوں بولنے پہ سب نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ باقی سب احان شاہ سے دور تھے اسی لئے اسکے لبوں کا زخم نوٹ نہیں کر پائے تھے۔۔

اگر تمہیں صبح جلدی اٹھ کے ناشتہ کرنے کی توفیق مل ہی گئی ہے تو نوٹنکیاں کرنے کی بجائے کچھ کھا بھی لو !!۔۔۔ کاظم شاہ نے ارزم شاہ کو جھاڑ پلائی تھی کیونکہ وہ احان شاہ سے پہلے زوریز شاہ کو تنگ کرنے کا کام انجام دے رہا تھا۔۔

نہیں! آج میں اپنے سالے کو اپنی خدمت کا موقع دینا چاہتا ہوں !! گل بھابھی اپنی بہن کو یاد کر رہی ہیں تو میں چاہتا ہوں آج کا دن ان کی بہن ہماری ہویلی میں گزارے تاکہ سب کا دل لگ جائے !!۔۔۔۔ ارزم شاہ گلہ کھنکھنار کے

بولتا سب پہ اپنی جلدی اٹھنے کی وجہ واضح کرتے ہوئے کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔ اسے گلالئی نے بالکل نہیں بتایا تھا وہ ذائشہ کو یاد کر رہی ہے، یہ ساری کہانی اس نے اپنی بیوی سے ملنے کے لئے خود بنائی تھی۔۔

آہہ!!! لالہ آپ ذائشہ کو کل لے آتے نا!! آج تو میں اپنا ٹیسٹ دینے پنڈی جا رہی ہوں!!۔۔۔۔ مرحا شاہ مایوسی سے ارزم شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔ سب جانتے تھے وہ آج آرمی میں ڈاکٹری کے لئے اپلائی کرنے کے لئے زوریز شاہ کے ساتھ پنڈی ٹیسٹ دینے کے لئے جا رہی تھی۔۔

خیر خیریت سے ٹیسٹ دینے جاؤ بھابھی!! اسے کل سے پہلے جانے کون دے گا؟؟ آئی مین میرا ل آپی اسے جانے نہیں دیں گی!!۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ابھی اسے چل انداز میں جواب دیتا ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھا رہا تھا، جب سب کو تفتیشی نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے اپنے آخری جملے میں اپنی بات کی تصیح کرنے لگا۔۔

نہیں میری بیوی جب اپنی بہن کو یاد کرے گی! میں اس کی بہن کو خود لے آؤں گی! تمہیں بھابھی کا اتنا اچھا دیور بننے کی بالکل ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔ احان شاہ نے ارزم شاہ کو جواب دیتے اسکے کچھ دیر پہلے چھیڑنے کا بدلہ لیا تھا۔۔

دیکھیں لالہ!! نہ تو میں ظالم سماج بنتا ہوں اور نہ ہی مجھے ظالم سماج پسند ہے!! اسی لئے آپ وزیرِ دفاع ہی رہیں ظالم سماج بننے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ ہاتھ اٹھا کے منہ بسور کے بولتا ہوا احان شاہ کا جواب دینے بغیر ڈائینگ روم سے جا چکا تھا۔ اسکے جانے کی سپیڈ پہ سب نے قہقہ لگایا تھا

السلام علیکم!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان اور حازق خان ایک ساتھ ڈائینگ روم میں بیٹھے ناشتے میں مصروف تھے جب ارزم شاہ کی بھاری آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔ ذائشہ خان کی دھڑکنوں نے سپیڈ پکڑی تھی، وہ اس وقت اسکی طرف پشت کئے ہوئے تھے۔۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے آرمی یونیفارم میں ملبوس حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو چونک کے رخ موڑتا ہوا ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ارزم شاہ اس وقت بلیک جینز پہ بلیک ہی ڈریس شرٹ پہنے پیروں میں بلیک شوز پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے صرف منہ سے ہی سلام کا جواب دیا تھا کیونکہ ارزم شاہ اسکی طرف بڑھ کے اسپیشل اس سے گلے ملنے کی بجائے اپنی بیوی کے بالکل ساتھ کرسی سنبھال چکا تھا۔ ذائشہ خان کی نظریں جھکی ہوئی

تھیں، اس نے ابھی تک نظریں اٹھا کے اسے نہیں دیکھا تھا، البتہ اسے اپنے بے حد نزدیک بیٹھتے دیکھ کے فطری شرم و حیا محسوس ہوئی تھی۔۔

کیسے آنا ہوا؟؟۔۔۔۔۔حازق خان نے آبیبرو اٹھاتے ہوئے اسکے آنے کی وجہ پوچھی تھی، وہ جانتا تھا وہ اسے سلگانے کے لئے اسکے سامنے اسکی بہن کے نزدیک بیٹھا ہے۔۔

ہو یلی ناشتہ نہیں بنا تھا تو سوچا کیوں نا آج اپنی بیوی کے ہاتھ کا کچھ کھایا جائے؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کے ٹیبل پہ رکھتا ایک نظر ذائشہ خان پہ ڈالتے دوسری نظر حازق خان پہ گھماتا سنجیدگی سے اسے جواب دے رہا تھا۔۔ اس نے آج دو ہفتوں بعد ذائشہ خان کو اتنے قریب سے دیکھا تھا، دھڑکنیں بڑی تھیں، نظروں نے ہٹنے سے انکار کیا تھا لیکن وہ اسکے لالہ کے سامنے کوئی گستاخی نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔۔ وہ اس وقت لائٹ پرپل شلوار قمیض میں ملبوس خوبصورتی سے سر پہ دوپٹا جمائے ہوئے تھی۔۔

تمہارے مطابق تم پہ دشمنوں کے گھر کا پانی بھی حرام ہے! ۔۔۔۔حازق خان نے آبیبرو اچکاتے اسے اسکا پرانا قول یاد کروایا تھا۔۔

بیوی میری مجھے زہر بھی دے تو آبِ حیات سمجھ کے ہی جاؤں!!۔۔۔ارزم شاہ اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے گھمبیر آواز میں جواب دیتا ذائشہ خان کو سرخ کر گیا۔۔ اپنے لالہ کے سامنے اسے ایسی باتیں کرتے دیکھ کے ذائشہ خان یہاں سے اٹھنے ہی والی تھی جب ارزم شاہ اسکی نامحسوس انداز میں اسکی کلائی تھام گیا لیکن سامنے میجر تھا وہ محسوس کر کے بھی یوں رہا جیسے کچھ نہ دیکھا ہو۔۔ ذائشہ خان کی جان حلق میں اٹکی تھی، اسکے مضبوط ہاتھ کے لمس کی تپش اپنی کلائی پہ محسوس کرتے ذائشہ خان کے ماتھے پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہوئے تھے۔۔

صبح صبح تمہاری اس گفتگو (بکواس) کا مقصد؟؟۔۔۔۔۔حازق خان خود پہ ضبط کرتے ہوئے سوال کرنے لگا۔۔

مقصد آپ کو تھوڑی بتاؤں گا؟؟ فلحال اپنی بہن کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دیں آپ۔۔۔ابھی ارزم شاہ اپنی بات مکمل کرتا جب حازق خان اسکی بات کاٹ گیا۔۔

کیوں کس خوشی میں؟؟۔۔۔۔۔حازق خان نے دانت کچکچاتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

آپ کی دوسری بہن آپ کی اس بہن کو یاد کر رہی ہیں!! تو بس اسی خوشی میں! اب گل بھابھی تو یہاں آنے سے رہیں؟ڈاکٹر نے انہیں ٹریولنگ سے منع کیا ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنی بنائی گئی کہانی حازق خان کے گوش و گزار کی تھی۔۔

ہمم!! ٹھیک ہے!! رات چھ بجے سے پہلے مجھے میری بہن واپس یہاں خان مینشن میں چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ حکمیہ تھا، جبکہ حازق خان کے یوں مان جانے پہ ذائشہ خان نے تھوک نگلا تھا، وہ ارزم شاہ کی اپنی کلائی پہ مضبوط ہوتی گرفت پہ ہی جان چکی تھی، وہ اس سے ملنے اور اسے اپنے انداز میں چھونے کے لئے کس قدر بے تاب ہے۔۔

جیسے میرال آپی چاہیں؟ذائشہ ان کی فیورٹ ہے! مجھے نہیں لگتا وہ اسے اتنی جلدی واپس آنے دیں گی؟اور ہم اور آپ تو پھر ان کے حکم کے غلام ٹھہرے!! چلو ذی!! تمہیں ہویلی چھوڑ کے مجھے ایک ضروری کام سے بھی جانا ہے!!۔۔ارزم شاہ آنکھ دبا کے حازق خان کو جواب دیتے ساتھ ہی ذائشہ خان سے مخاطب ہوتا کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔

میرال شاہ کے ذکر پہ حازق خان کا دل دھڑکا تھا، اس نے چونکتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

پورا دن ہے ہویلی میں سب کے ساتھ گزارنے کے لئے!! رات کو ذائشہ یہاں پہ واپس چاہئیے تو چاہئیے ورنہ اگلی دفعہ اسے کم از کم تمہارے ساتھ تو کہیں نہیں بھیجوں گا!!۔۔۔حازق خان روعب سے بولا تھا۔۔

دیکھیں گے!! ابھی ہم چلتے ہیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ لاپرواہی سے جواب دیتا ذائشہ خان کی کلائی کھینچتے اسے کرسی سے اٹھا رہا تھا۔۔

جاؤں لالہ؟؟۔۔۔۔ذائشہ خان نے بھوکھلاتے ہوئے حازق خان سے احتراماً اجازت لی تھی۔۔

جی بچے!! خیریت سے جاؤ!!۔۔۔۔۔۔حازق خان نے کرسی سے کھڑے ہوتے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔ارزم شاہ نے آنکھیں گھماتے باہر کی طرف قدم گھمائے تھے، اپنے لالہ سے ملتے ہی ذائشہ خان نے باہر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔

چادر لے کے آؤ!! باہر ملازم ہیں!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ کو جلدی میں اسی شفون کے دوپٹے کے ساتھ چہرہ ڈھکتے دیکھ کے ارزم شاہ ذرا سختی سے بولا تھا جس پہ وہ زبان دانتوں تلے دباتی جلدی سے اپنے کمرے میں بھاگی تھی۔۔

او گاڈ مرحا! ایک اچھی اور قابل ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی تم یہ کتابیں نہیں چھوڑ رہی! ریلکس ہو جاؤ! میں جانتا ہوں تم ٹیسٹ ضرور پاس کرو گی!!۔۔ مرحاشاہ کو کتابوں میں سر گھسائے دیکھ کے ڈرائیونگ کرتا ہوا زوریز شاہ تاصف سے سر نفی میں ہلاتے گویا ہوا تھا۔۔ وہ اس وقت آرمی یونیفارم میں تھا جبکہ مرحاشاہ وائٹ سمپل سا ڈریس پہنے سر پہ دوپٹا لئے ہوئے تھی۔۔

یہ ٹیسٹ پاس کرنا میرے لئے بہت ضروری ہے ریز!! میں اس ٹیسٹ میں بالکل بھی کوئی لاپرواہی نہیں چاہتی۔۔۔۔ مرحاشاہ ہنوز کتابوں میں سر دیئے مصروف انداز میں بولی تھی۔

مجھ سے زیادہ ضروری تو نہیں ہے؟ اور تم اس ٹیسٹ کے چکروں میں مجھے پچھلے تین دنوں سے اگنور کر رہی ہو!!۔۔۔ وہ اپنی آرمی کیپ سر پہ درست کرتے ہوئے شکوے سے بولا تھا۔۔ اسکے شکوے پہ مرحاشاہ نے بے ساختہ رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ واقعی ہی اس ٹیسٹ کے چکروں میں اپنے بے باک شوہر سے فاصلہ بنائے ہوئے تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ اس ٹیسٹ کو پاس کر کے پوری زندگی تمہارے ساتھ ہی گزارنی ہے!!۔۔۔۔۔ وہ قہقہہ لگا کے بولتی اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے اسکا گال کھینچ گئی۔۔

اب اگر اس طرح کی باتیں کرو گی تو یہی پہ بریک لگا کے رومانس شروع کر دوں گا!!۔۔۔۔ وہ اسکے ہاتھ کو تھام کے اپنے لبوں سے لگاتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اسے اپنے قریب کھینچ گیا۔

ہاہاہاہا۔۔۔ زیادہ فری نہیں!!۔۔۔۔۔ وہ کھکھلا کے بولتی اس سے دور ہونے لگی۔۔

اوکے!! لیکن واپسی پہ تم مجھے روک نہیں سکتی!!۔۔۔۔ وہ اسکی انگلیاں اپنے دانتوں تلے نرمی سے دباتا بوجھل لہجے میں بولتے ہوئے اسکی طرف جھک کے اسکے ہونٹ زور سے اپنے لبوں میں دبا کے چھوڑتا پھر سے اپنا دھیان ڈرائیونگ کی طرف مرکوز کر گیا۔۔ مرحاشاہ سرخ پڑتی اپنا چہرہ کتابوں میں جھکاتی اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ ضبط کرنے لگی۔۔

رات میں فون کیوں نہیں اٹھایا تھا؟؟۔۔۔۔۔۔خان مینشن سے گاڑی نکالتے ہی ارزم شاہ نے غصے سے ذائشہ خان سے سوال کیا تھا جو پہلے ہی اسکے اس سوال سے بچنے کے لئے پیچھے بیٹھ رہی تھی لیکن ارزم شاہ نے اسے زبردستی آگے بٹھایا تھا۔۔

ج۔جل۔۔جلدی۔۔سو۔۔۔گئی۔۔تھی۔۔۔ذائشہ خان نے انگلیاں موڑتے ہوئے جھوٹ بولا تھا۔گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ پردہ ہٹا چکی تھی۔۔

کتنے بجے سوئی تھی تم؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے دانت پہ دانت جماتے ہوئے استفسار کیا تھا،ساتھ ہی گاڑی کی سپیڈ بھی بڑھائی تھی۔۔

ن۔نو۔۔ب۔بجے۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے مزید ایک جھوٹا بولا تھا۔۔

پکا؟تم رات کے نو بجے سوئی تھی؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے جھوٹ پہ اپنا غصہ دباتے ہوئے دھیمے لہجے میں کنفرم کیا تھا۔۔

ج۔جی۔۔پورے نو بجے میرا مطلب نو۔۔بجے سے پہلے ہی سو گئی تھی۔۔۔ذائشہ خان ایک جھوٹ چھپانے کے لئے معصومیت سے پھر سے جھوٹ بھول گئی۔

منہ توڑ دوں گا میں تمہارا اب اگر مزید ایک بھی جھوٹ بولا تو!! دس بجے میرال آپی سے بات کون کر رہا تھا؟؟۔۔۔وہ اسکا جھوٹ پہ جھوٹ سنتا دھاڑا تھا۔وہ اسکی دھاڑ پہ سہمتی دروازے کے ساتھ لگی تھی۔۔

ہ۔۔ہمم۔۔دس۔۔بجے۔۔کال۔۔کی۔۔وجہ۔۔سے۔۔۔آنکھ۔۔کھل۔۔گئی۔۔تھی۔۔وہ اسکے غصے کے ڈر کی وجہ سے ابھی بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئی تھی۔۔

اچھا مان لیا! اور کوئی ساڑھے دس تک تمہاری میرال آپی کے ساتھ کال پہ بات ہوتی رہی تھی؟! میں نے خود لاؤنج میں ان کے پاس بیٹھ کے تمہاری کال سنی تھی!! ساڑھے دس ان کی کال ختم ہوئی اور اگلے ہی سیکنڈ میں نے تمہیں کال کر ڈالی لیکن تم نے میری کال نہیں اٹھائی!! کیوں؟؟؟۔۔۔۔وہ غصے سے پاگل ہوتے غرایا تھا۔اس نے پوری رات کانٹوں پہ گزاری تھی۔۔ارزم شاہ کے منہ سے یہ سب سنتے ہوئے ذائشہ خان کو اب سہی معنوں میں رونا آرہا تھا۔وہ

رات میں میرال کے ساتھ نا جانے کیا کیا بتاتی رہی تھی اور یہ بھی تو بول رہی تھی کہ اسے نیند نہیں آرہی تھی تو سوچا کیوں نا میرال کو کال کرلے؟؟

و۔وہ۔۔م۔میں۔۔باتھروم۔۔چلی۔۔گئی۔۔۔تھی۔۔پھر۔۔اور۔۔پھر۔۔فون۔۔چیک۔۔کئے۔۔۔بنا۔۔۔

ابھی ذائشہ خان اپنا جھوٹ مکمل کرتی جب ارزم شاہ گاڑی سڑک کنارے درخت کے نیچے لگاتے اسکی بات کاٹ گیا۔۔

مجھے مزید ایک بھی جھوٹ بتائے بغیر میری بات کا جواب چاہئیے ذائشہ خان!! تم نے مجھے بولا تمہیں نیند آرہی ہے تم فون رکھ رہی ہو! میں نے بنا کوئی بحث کئے تمہیں سونے دیا! لیکن تم نے سونے کی بجائے میرال آپی کو فون کیا! اب مجھے تمہارے جھوٹ کی وجہ چاہئیے؟؟ کیا تمہیں مجھ سے کال یا میسج پہ بات کرنا پسند نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ اسکا بازو غصے سے کھینچ کے اسے اپنے قریب کرتا دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔ذائشہ خان کے پورے وجود میں کپکپاہٹ سی ہوئی تھی۔وہ اسے کیسے بتاتی اس کی بے باک اور بے شرم باتوں سے اسکی جان جاتی تھی اسی لئے نیند کا بہانہ بنالیا۔۔اسے کیا معلوم تھا وہ صبح یوں کسی جن کی طرح حاضر ہو جائے گا؟؟

آ۔۔آپ۔۔کو۔۔غلط۔۔فہمی۔۔ہو۔۔رہی۔۔ہے۔۔وہ معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے بولتی اس سے اپنا بازو چھڑوانے لگی۔۔

پھر جھوٹ؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں ذی؟؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ کو اسکا جھوٹ بولنا بالکل پسند نہیں آرہا تھا جس پہ وہ غصے سے حلق کے بل چلاتا ہوا اپنا چہرہ اس کے قریب کر گیا۔۔ذائشہ خان اپنی جگہ سے اچھلتی ہوئی آنسو بہاتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی۔۔

آ۔۔آئی۔۔ای۔۔ایم۔۔سوری!! پلیز۔۔۔غصہ۔۔مت۔۔کریں!!۔۔وہ سہم کے روتی ہوئی اس سے دور ہو چکی تھی۔۔اسے اپنا آخری ہتھیار یعنی آنسو آزماتے دیکھ کے وہ سرد سانس کھینچتا غصے سے اسکا بازو چھوڑتا سٹیرنگ پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مار گیا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔جان۔۔کے۔۔فون۔۔۔بند۔۔۔نہیں۔۔کیا۔۔تھا۔۔مجھے۔۔آپ۔۔۔کی۔۔۔باتوں ۔۔سے۔۔شرم۔۔آ۔۔رہی۔۔تھی۔۔وہ اسے معصومیت سے روتے ہوئے جواب دیتی اپنی آنکھیں رگڑ کے صاف

کرنے لگی، جبکہ پورا جواب یہ نہیں تھا، مین بات تو وہ اسے بتانا بھول ہی گئی تھی کہ اسے اسکو تڑپانے میں بھی مزہ آرہا تھا، اسی لئے اسے تھوڑا تڑپنے دیا۔۔ لیکن یہ سب بتا کے اس نے اپنی جان سولی پہ تھوڑی لٹکوانی تھی؟

تو جب جب شرماؤ گی یوں میرا فون بند کر کے دوسروں کے ساتھ گپیں ہانکوں گی؟ میرا ہر میسج صرف نوٹیفکیشن سے سین کر کے مجھے اگنور کرو گی؟؟۔۔ وہ بھڑکا تھا کیونکہ پوری رات اس نے سلگ کے گزاری تھی، وہ ہمیشہ اسے اگنور کر کے یہی بولا کرتی تھی کہ وہ اس سے یا اسکی باتوں سے شرما گئی تھی۔۔

س۔ سو۔۔ سوری۔۔۔۔۔ وہ سر جھکا کے ہمیشہ کی طرح معصوم بنی تھی۔

حد ہے یار!! پہلے رات بھر انگلیوں پہ نچالو اور بعد میں سوری بول کے مظلوم بن جاؤ! اگر کبھی میں تمہارے ساتھ یوں کرو تو پورا مہینہ ناراضگی نظ ختم ہو تمہاری!!۔۔۔ وہ ہنوز غصے اور ناراضگی سے بولتا ہوا گاڑی پھر سے سٹارٹ کر گیا۔۔ اسکے اس جواب پہ ذائشہ خان کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھری تھیں اسے تو لگ رہا تھا وہ اسے معاف کر دے گا جیسے اکثر اوقات کر دیا کرتا تھا۔۔ وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی نچلے لب کو موڑتے نگاہیں جھکائے رہی۔۔ آج اس نے کوئی رومانٹک گانا بھی تو نہیں گنگنایا تھا، ورنہ وہ ہمیشہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی رومانٹک گانا گنگناتا تا اسے سرخ کیا کرتا تھا۔ پورے دس منٹ سے وہ اپنا دھیان ڈرائیونگ پہ رکھے تیز رفتار پہ ڈرائیو کرتا اپارٹمنٹ کی بجائے ہویلی کے راستے پہ گامزن تھا۔۔ دس منٹ سے اپنی اتنی نظر اندازی پہ ذائشہ خان کے آنسوؤں نے آنکھوں سے گالوں تک سفر کرنا شروع کیا تھا۔ وہ اپنے آنسو اس سے چھپانے کے لئے اپنا چہرہ چادر سے ڈھکتی شیشے کی طرف دیکھنے لگی۔۔ ارزم شاہ نے رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھتے ارزم شاہ کا غصہ جاگ کی طرح بیٹھا تھا۔۔ اس نے جلدی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے قریب کھینچا تھا۔۔ اسکی آنسوؤں سے بھری ہیزل رنگ آنکھوں کو دیکھتے ارزم شاہ کا دل ان میں ہمیشہ کی طرح ڈوب چکا تھا۔۔ اس نے گاڑی ایک دفعہ پھر سے سڑک کنارے لگاتے اسکے چہرے سے چادر ہٹائی تھی۔۔ ذائشہ خان نے سسکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تم ہمیشہ یوں ہی کرتی ہو!! تم جانتی ہو تمہارے آنسو ارزم شاہ کو کمزور کر سکتے ہیں اور تم ہمیشہ اس ہتھیار کا استعمال بہت اچھے سے کرتی ہو!!۔۔۔ وہ اسے خود کے قریب کرتا اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے آنسو اپنے ہونٹوں سے چننے لگا،

وہ آج تقریباً دو ہفتوں بعد اسکے اس قدر قریب تھا، وہ شدت سے اسکا ایک ایک آنسو اپنے حلق میں اتارتا اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے اسکے گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گیا۔ ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔

یہ رات کو شرمانے کی وجہ سے جھوٹ بول کے فون کاٹنے کی سزا تھی۔۔۔۔ وہ اسکے پھولے گال پہ اپنے دانتوں کا نشان چھوڑ کے بولتا اسکے لبوں پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔۔

آپ۔۔۔ ہمیشہ۔۔ مجھ پہ غصہ کرتے ہیں!!۔۔۔۔۔ وہ روتے ہوئے شکوے سے بولتی اسے اسکی غلطی بھی یاد کروانے لگی۔۔

اچھا؟ اور غصہ کب کرتا ہوں؟ جب تم آخری حد تک میرا صبر آزما لیتی ہو!!۔۔۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں جواب دیتا اسکے کان کی لو دانتوں تلے دباتے اسکے ہونٹوں پہ اپنی شہد رنگ مونچھیں رگڑنے لگا۔۔

کس طرح سے چوموں انہیں کہ ان دو ہفتوں کی تشنگی اس ایک ملاقات میں ختم ہو جائے؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے لبوں پہ لب رکھے بوجھل گھمبیر آواز میں بولا تھا، ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، اسکی شدت تو اس وقت برداشت کرنا مشکل تھا جب وہ ہر وقت اسکے پاس ہوتی تھی اور آج تو وہ پھر دو ہفتوں بعد مل رہے تھے۔۔

وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی زبان کے ساتھ گیلا کرتے ہوئے انہیں اپنے ہونٹوں میں اپنی پوری شدت سے پیوست کر گیا۔۔ ذائشہ خان کا دل اچھل کے حلق کو آیا تھا، وہ اسکی سیاہ شرٹ کا کالر اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔ ارزم شاہ اسے اسکی سیٹ کی پشت کے ساتھ لگا کے اسکی سیٹ پیچھے کی طرف کرتا اس پہ مکمل طور پہ جھکے ایک ہاتھ اسکے کان کے پاس جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے بائیں گال پہ رکھے پہلے سے زیادہ شدت سے اسکے لبوں کو سک کرنے لگا۔۔ ذائشہ خان نے اپنی آنکھیں زور سے میچتے اسکی شدت برداشت کی تھی، وہ اب اسکے گال سے ہاتھ اسکی چادر میں الجھاتا اسکے سر اور کندھوں سے سرکانے لگا، لیکن اس دوران اسکی سانسوں سے کھلواڑ بھی جاری تھا۔ اسکی سانسیں پیتا وہ اسکے بالائی لب کو پیار سے چومتے اب اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دونوں لبوں میں دبائے چومتا اپنی تشنگی مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ ذائشہ خان کی جب بس ہوئی تو وہ اسکی گردن میں موجود اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں الجھا گئی ۔۔ ارزم شاہ کو جب اس پہ جھک کے رومانس کرنے میں ڈسٹربینس محسوس ہوئی تو اپنی سیٹ کو پیچھے کی طرف کرتا ذائشہ خان کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنے وجود پہ منتقل کر گیا۔۔ وہ اب پیچھے کی طرف جھکا ذائشہ خان کو اپنے اوپر

کر چکا تھا، ذائشہ خان نے اپنی ہیزل آنکھیں پھیلاتے اسکی طرف دیکھا تھا جس کا رومانٹک موڈ کار میں آن ہو چکا تھا۔۔
ارزم شاہ اس کے لبوں کو اپنی شدت سے سرخ قندھاری کرنے کے بعد اپنا سر اوپر کو اٹھاتے اسکی شفاف گردن پہ اپنی جنون خیزیاں بکھیرنے لگا۔۔

سب میرے ناشتہ نہ کرنے کی وجہ پوچھ رہے تھے! اب وہ کیا جانیں مجھے اپنا ناشتہ اس طرح سے کرنا تھا۔۔۔۔۔
اسکی گردن پہ لو بائٹس بنانے کے بعد وہ اپنا چہرہ اسکے مقابل کرتا اسے آنکھ ونک کر کے بولتا اسکا چہرہ سرخ کر گیا۔۔
آ۔۔ آپ۔۔ جگ۔۔ جگہ۔۔ کا۔۔ تو۔۔ خیال۔۔ کر۔۔ لیں!!۔۔۔ وہ معصومیت سے سر جھکا کے بولتی ارزم شاہ کے سینے پہ ہاتھ رکھتی اس سے فاصلہ بنانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔

دیکھو ذی بے بی!! تم مجھے منانا نہیں جانتی اسی لئے مجھے خود ماننے دو ورنہ میری ناراضگی کے بارے میں تو تم جانتی ہو؟؟۔۔۔۔ وہ ذائشہ کی کمر پہ اپنے بازو کی گرفت بڑھاتا اسے زور اپنے سینے کے ساتھ لپٹا کے بولتے اسکے گال کو اپنے ہونٹوں میں دباتے سک کرنے لگا۔۔ ذائشہ خان اسکے ضدی اور جنونی انداز سے سمجھ چکی تھی وہ اسے جلدی چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔۔

کیا میں اندر آ جاؤں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ دروازے پہ ناک کرتی گلالئی کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے اس سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہی تھی، وہ جو ناشتہ کرنے کے بعد سے تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتی اپنے موبائل میں مصروف تھی، میر ال شاہ کے یوں آنے پہ وہ اپنا موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی اسے نارمل انداز میں اندر آنے کی اجازت دے گئی۔۔

کیسی ہو؟ ناشتہ کر لیا؟۔۔۔۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتی نرمی سے گفتگو کا آغاز کرنے لگی جس طرح سے وہ اکثر اوقات کیا کرتی تھی۔۔

ٹھیک ہوں! جی کر لیا ناشتہ۔۔۔۔۔ گلالئی نے نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔۔

گڈ اور احان کہاں ہے؟؟۔۔۔۔میرال شاہ نے یونہی احان شاہ کی غیر موجودگی کا سوال کیا تھا، وہ ہمیشہ اس سے باتیں کرنے کے لئے یونہی الفاظ تلاش کرتی تھی۔ احان شاہ کے ذکر پہ گلالئی کو پھر سے رات والا واقعی یاد آیا تھا، جس پہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا، میرال شاہ نے بغور اسکی گلابی سے سرخ پڑتی رنگت کو نوٹ کیا تھا۔۔

وہ۔۔وہ۔۔باہر نکلے ہیں!۔۔۔۔۔وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔۔

دیکھو گلالئی! ہم جتنا چاہے نارمل انداز میں بات کر لیں! لیکن میں جانتی ہوں کہیں نا کہیں ہمارے درمیان ابھی بھی ایک رنجش سی ہے!! میں اس رنجش کو ختم کرنا چاہتی ہوں! ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اسے دہرانا نہیں چاہتی! صرف یہ سمجھ لو اس وقت کی میرال بھی اور آج کی میرال میں زمین آسمان کا فرق ہے!! ہمارے درمیان ماضی میں میری وجہ سے جو سب ہوا! میں نے جتنی بھی غلطیاں کی میں ان سب کے لئے سوری کرنا چاہتی ہوں! آئی نو سوری ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن میں واقعی ہی اپنی ان غلطیوں پہ پورے ایک سال سے شرمندہ ہوں! کافی وقت سے تم سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن یوں سمجھ لو! میں معافی مانگتے ہوئے ایک جھجھک محسوس کرتی رہی! آج بھی تم سے ہمت کر کے معافی مانگ رہی ہوں! اور ایک ایسی امید کے تحت کہ تم مجھے معاف کر دو گی؟؟۔۔۔۔میرال شاہ اب ہمیشہ کی طرح مزید رانی گفتگو کرنے کی بجائے اپنے دل کی باتیں زبان پہ لانے لگی، میرال شاہ جیسی اونچی ناک والی لڑکی کو خود سے معافی مانگتے دیکھ کے گلالئی حیران ہوئی تھی۔۔

I know it's not easy to forget that all but plz I am sorry

اسکی خاموشی پہ میرال شاہ مزید گویا ہوئی تھی۔۔

یہ مت سمجھنا کہ وہ سب پوری ہویلی والوں کے سامنے کرنے کے بعد میں آج بند کمرے میں تم سے معافی مانگ رہی ہوں! اس سب کے بارے میں پوری ہویلی جانتی ہے! سارا سچ سب کے سامنے آچکا ہے! اس واقعے کو سال گزر چکا ہے اور اس ایک سال میں اتنا سب ہو چکا ہے! میں چاہتی ہوں ہم دونوں بھی سب کچھ بھلا کے باقی سب کی طرح اپنی بانڈنگ بنا لیں؟ کیا کہتی ہو؟۔۔۔۔میرال شاہ ہر طرح سے اسکا دل صاف کرنا چاہتی تھی، اسے اتنی ساری صفائی دیتے دیکھ کے گلالئی جواباً مسکراتی ہوئی اسکے گلے لگی تھی۔۔

اٹس اوکے! دیدہ بتاتی ہیں آپ نے ان کا بہت خیال رکھا! جب ان کے پاس کوئی نہیں تھا تب آپ اور ارزم لالہ ان کے ساتھ تھے! میں تب ہی آپ کو معاف کر چکی تھی۔۔۔۔گلالئی نے اسکی شرمندگی دور کی تھی۔۔

تھینکو گلالئی! تم تینوں بہن بھائی بہت معصوم ہو!!۔۔۔۔۔وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے چہکتے ہوئے بولی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔ آپ مجھے گل بول سکتی ہیں اور کیا لالہ بھی آپ کو معصوم لگتے ہیں؟۔۔گلالئی نے اسے جواب دیتے ہوئے لگے ہاتھ تجسس سے استفسار کیا تھا۔۔

اللہ اللہ!! تم نہیں جانتی تمہارا شوہر گلے پڑ جاتا ہے اگر تمہیں غلطی سے بھی گل بول دو تو!! اور تمہارے لالہ کے میرے پاس بہت راز ہیں! ہاہاہاہا جب جب شادی کے بعد میری اور اسکی لڑائی ہو گی میں ایک ایک کر کے اس کے ہر راز سے پردہ اٹھاتی جاؤں گی!!۔۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے بولتی گلالئی کو بھی کھکھلانے پہ مجبور کر گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 112 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

مجھے لگتا ہے میرال کی شادی کی ڈیٹ فائنل کر دینی چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ انہیں اوپر والی منزل کے ٹی وی لاؤنج پہ جوائن کرتا سنجیدگی سے بولتے ہوئے صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

میں اور لالہ بھی ابھی یہ ڈسکس کر رہے تھے! کہ اب ہمیں میرال آپی کی شادی میں دیر نہیں کرنی چاہئیے!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اسے جواب دیتے ہوئے اپنے اور کاظم شاہ کے خیالات کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔۔

ہاں کیونکہ معاملہ اب برداشت سے باہر ہو رہا ہے! اتنا بہن چارہ قائم کرنا ہے تو صبح بارہ سے پانچ کا ٹائم رکھ لیں!! ۔۔۔۔کاظم شاہ نے سلگتے ہوئے لہجے میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔

لالہ کا کمرہ تو مان لیا بکڈ ہے تو ان کا یہاں لاؤنج کے صوفے پہ سونا بنتا بھی ہے!! لیکن آپ دونوں کے کمرے تو خالی ہیں؟ جائیں آرام فرمائیں! رات کے اس وقت آپ لوگوں کو میرال آپی کی شادی کی فکر کیوں کھائے جا رہی ہے؟؟۔۔۔۔۔صوفے پہ نیم دراز ارزم شاہ جو کب سے موبائل میں مصروف ساتھ ساتھ ان کی باتیں سن رہا تھا، کاظم شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھتے لہجے کو سنجیدہ بناتے گویا ہوا تھا۔۔

کیونکہ وہ ہماری بیویوں کو اپنے سرہانے بیٹھا کے پچھلے ساڑھے چار گھنٹوں سے مسلسل ان سے باتوں میں مصروف ہے اس صورتحال میں ہم اپنے خالی کمروں میں جا کے دیواریں دیکھیں ؟! میں پوچھتا ہوں ایسی کون سی باتیں ہیں ان خواتین کی جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی ؟؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے بھڑکتے ہوئے اسے جواب دیا تھا جو کب سے چل انداز میں آرام فرماتا ان کی بے چینی کے مزے لے رہا تھا ابھی کہ اسکی اپنی بیوی اندر ان سب کے ساتھ موجود تھی لیکن اسکے ریلکس رہنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اسے ابھی رخصتی سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ سونے کی اجازت نہیں تھی، اور ویسے بھی وہ یقیناً صبح اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزار کے ہی اسے ہویلی لایا ہو گا اسی لئے تو وہ ان کی طرح بے تاب نہیں تھا۔۔

فون ملاؤ اس میجر کو اور اسے بولو صبح ہویلی آ کے شادی کی تاریخ پکی کرے !! میر ال شاہ کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک عدد مجازی خدا کی اشد ضرورت ہے یہ تو اب ہماری بیویوں پہ قبضہ جما رہی ہے بھئی !! پہلے ہی ترس ترس کے بیوی نصیب ہوئی ہے !!۔۔۔احان شاہ نے اکھڑ لہجے میں زوریز شاہ کو حکم دیا تھا، چاہے بیوی نزدیک نہیں پھٹکنے دیتی تھی لیکن نیند میں اس کے سینے میں تو چھپ جایا کرتی تھی؟ اس سے زیادہ کیا چاہئیے تھا احان شاہ کو؟؟ زوریز شاہ نے اسکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اگلے ہی پل فون اپنی جیب سے نکالا تھا۔۔ارزم شاہ تاصف سے سر نفی میں ہلاتا ان کی پلیننگ سن رہا تھا جن سے ایک بہن برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

کوئی ایک دفعہ بھی مجھے آپ پہ شک نہیں ہوا آپی !! مجھے لگتا تھا آپ مجھ سے ہر بات شئیر کرتی ہیں لیکن نہیں آپ تو نیکسٹ لیول بندی ہیں !!!۔۔۔۔مرحا شاہ نے نفی میں سر ہلاتے میر ال شاہ سے شکوہ کیا تھا۔۔اس کی اور زوریز شاہ کی رات سات بجے پنڈی سے اسلامباد واپسی ہوئی تھی۔

ہاہاہا۔۔۔اب تم لوگوں کو کیا کیا قصہ سناؤ اپنی ملاقات کا! تم سب بچیاں یقین ہی نہیں کرو گی !!۔۔۔میر ال شاہ فرضی کالر اچکا کے بولتی قہقہ لگا کے ہنس رہی تھی۔۔اس وقت تمام لڑکیاں اوپر احان شاہ کے کمرے میں موجود گلا لئی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔۔سب کی بیویاں اپنے شوہروں سے دور تھیں اور انہیں باتیں کرتے ہوئے رات کے آٹھ سے گیارہ پنتالیس ہو چکے بجنے تھے۔۔

بتائیں نہ آپی آپ کی اور لالہ کی پہلی ملاقات کب ہوئی تھی؟۔۔۔۔ذائشہ خان نے ایکسائیٹمنٹ سے میرال شاہ سے سوال کیا تھا۔وہ اس وقت گلالئی کے بالکل ساتھ بیٹھی اپنی گود میں کشن رکھے ہوئے تھی۔۔

باتھروم میں!!!۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا کے جواب دیتے ان سب کے چہرے سرخ کئے تھے۔۔

واٹ!!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ حیرانگی سے چیخی تھی۔اسکی گود میں آرام فرماتے ازمیر شاہ نے بھی اپنی بڑی بڑی گولڈن آنکھیں پھیلائے اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا۔۔

یس!!! لیکن وہ ملاقات کوئی رومانٹک نہیں تھی! وہ ایک دشمنی کا آغاز تھا! ہم دونوں نہیں جانتے تھے ہمیں کبھی محبت ہو گی!! ابھی بھی کبھی ہم اپنی پرانی ملاقات کا ذکر کریں نا تو قسم سے کتنی کتنی دیر ہنسی نہیں رکتی!!۔۔۔میرال شاہ اپنی اور میجر خان کی پہلی ملاقات یاد کرتی ہنستے مسکراتے ہوئے انہیں تھوڑی تفصیل بتا رہی تھی۔وہ سب غور سے میرال شاہ کو سن رہی تھیں۔۔

It was basically a hate to love story

گلالئی نے ان کی باتوں میں مسکراتے ہوئے انگریزی میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔

ہاں کہہ سکتے ہیں!! لیکن یہ جو بھی تھا! ایک خوبصورت احساس تھا!۔۔۔۔میرال شاہ ایک نظر اپنے فون کو دیکھ کے سائیڈ سے آف کرتی دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے گلالئی کو جواب دے رہی تھی۔۔

شاید لالہ کے میسجز آ رہے ہیں؟کافی دیر سے آپ کے فون پہ بیپ ہو رہی ہے؟؟۔۔۔میرال شاہ کے فون پہ بار بار میسجز کے نوٹیفکیشن بجتے دیکھ ایزل شاہ نے اسے چھیڑا تھا۔

ہاں اسی کے میسج ہیں! بول رہا ہے میری بہن کو واپس کیوں نہیں بھیجا؟۔۔۔۔۔میرال شاہ نے باقی لڑکیوں کی طرح شرما کے جھوٹ بولنے کی بجائے ہنستے ہوئے انہیں سچ بتایا تھا۔۔

آپی! آپ لالہ کو بتائیں نا میں واپس آ رہی تھی لیکن آپ سب نے مجھے روک لیا۔۔۔کسی کے بھی کچھ بولنے سے پہلے ذائشہ خان پریشانی سے بولی تھی۔۔

میرا بچہ اتنی پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے!! کسی بوائے فرینڈ سے ملنے نہیں آئی تم! اپنے حق حلال کے سسرال میں موجود ہو! اسی لئے ریلیکس!!۔۔۔میرال شاہ نے اسکی پریشانی ہوا میں اڑائی تھی۔۔

کوئی بات نہیں دیدہ! ارزم لالہ بتا رہے تھے وہ لالہ کو بتا کے آئیں ہیں آپ کو دو دن تک یہی رکھیں گے اسی لئے آپ پریشان مت ہوں! مجھے آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں! آپ میرے ساتھ ہی سو جائیں!!ارزم لالہ کتنے اچھے ہیں نا میرے کہے بغیر ہی میری اداسی محسوس کر کے آپ کو ہویلی لے آئے!!۔۔۔ابھی ذائشہ کچھ بولتی جب گلالئی نے مسکراتے ہوئے ذائشہ کو اپنے پاس سونے کی آفر کرنے کے ساتھ ساتھ ارزم شاہ کی تعریفوں کے پل باندھے تھے۔

دیکھو گل میری بچی! سوتے ہوئے باتیں کون کرتا ہے؟ تو تم اسی لئے ذی بے بی کو میرے ساتھ سونے دو تا کہ نہ تمہارا شوہر ڈسٹرب ہو اور نہ بیچاری تمہارے اتنے اچھے ارزم لالہ کی بیوی خود کو کباب میں ہڈی فیل کرے؟ اور رہی بات ارزم شاہ کے اچھے ہونے کی تو صرف اتنا جان لو تمہارے شوہر نے اسے "شاہ ہویلی کی پھوپھو" کا لقب سوچ سمجھ کے دیا ہے! میں تمہیں بتاتی چلوں وہ ایک مطلبی انسان ہے!! ہاہاہاہا وہ بنا مطلب کے بات نہیں کرتا تم اداسی محسوس کرنے کی بات کر رہی ہو؟ وہ خود اپنی بیوی کی یاد میں آدھا ہو رہا تھا اسی لئے تو صبح کا ہویلی سے نکلا اپنی بیوی کے ساتھ اچھا خاصا ٹائم سپینڈ کرنے کے بعد وہ شام کے چھ بجے اسے ہویلی لایا تھا تو یہاں سے ثابت ہوتا ہے تمہارے دیور کو تمہاری اداسی سے زیادہ اپنی اداسی ختم کرنے کی زیادہ فکر تھی۔۔۔۔میرال شاہ نے گلالئی کے ارزم شاہ کے متعلق اتنے نیک خیالات کی تصیح کی تھی۔۔اسکی باتوں پہ گلالئی کا منہ کھل رہا تھا جبکہ ذائشہ خان کی رنگت سفید سے سرخ ہوتی جا رہی تھی، اسے ارزم شاہ کی کار اور اپارٹمنٹ میں کی گئی گستاخیاں یاد آ رہی تھی، وہ کار رومانس کرنے کے بعد اسے اپارٹمنٹ لے جا کے اپنی بانہوں میں بھر تا نیند پوری کرتا رہا تھا کیونکہ وہ اسکی وجہ سے کل پوری رات نہیں سویا تھا، یہ سب یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کے لئے پھوپھو کا لفظ سنتی بھی وہ پریشان سی تھی۔مرحا شاہ اور ایزل شاہ ہنستے ہوئے میرال شاہ کی تفصیل سن رہی تھیں۔۔

آپی ویسے آپ یہ سب باتیں چھوڑیں! مجھے ایک بات بتائیں آپ کو اپنے لئے ایک معصوم شوہر کی تلاش تھی تو کیا آپ کو لگتا ہے آپ اپنی اس تلاش میں کامیاب ہو چکی ہیں؟یعنی حازق لالہ واقعی معصوم ہیں؟۔۔۔مرحا شاہ ہنستے ہوئے تجسس سے پوچھ رہی تھی۔۔

ہاں مجھے لگتا ہے میں کامیاب ہو چکی ہوں!! یار وہ الگ ہے سب سے الگ!! مطلب یار اسکی باتیں پڑھو نا تو دل کرتا ہے پڑھتے جاؤ! اسکی باتیں سنو تو دل کرتا ہے سنتے جاؤ!! اسے دیکھو تو دل کرتا ہے دیکھتے جاؤ!! اس سے لڑو تو دل کرتا ہے بندہ ایک ٹائم پہ خود ہار مان جائے کیونکہ وہ ہار ماننے پہ مجبور کر دیتا ہے کبھی اپنی معصومیت سے تو کبھی اپنی باتوں سے! مطلب مجھے نہیں پتا میں اسے کیسے ایکسپلین کروں لیکن لٹرلی وہ بندہ آؤٹ آف ورڈز ہے! اب یہاں میری یہ دو نندیں(گل، ذائشہ) بالکل مت سمجھیں کہ میں انہیں ایمپریس کر رہی ہوں!! ہاہاہا بالکل نہیں! میں اس سے محبت کا اظہار صرف تم چاروں کے سامنے نہیں بلکہ پوری دنیا کے سامنے بھی کر سکتی ہوں لیکن اسے ہمیشہ نہیں بتاؤں گی وہ میرے لئے کتنا ضروری ہے؟ایسے وہ مغرور ہو جائے گا! ہاں اگر کبھی کبھار مجھے لگے گا وہ ڈاؤن فیل کر رہا ہے اور میرا ایک چھوٹا سا اظہارِ محبت اسے بیٹر فیل کروا سکتا ہے تو میں اسے بول دوں گی "آئی لو یو تقلی میجر" ! ورنہ نہیں! ہاہاہا۔۔۔میرال شاہ ان چاروں کو باری باری دیکھتی انہیں حازق خان کی اہمیت بتانا چاہ رہی تھی لیکن اسے یوں لگ رہا تھا الفاظ کم پڑ رہے ہوں۔۔

آپ کی ان کے لئے اس قدر محبت کو سن کے محسوس ہو رہا ہے میرے لالہ بہت لکی ہیں!۔۔۔۔گلالئی نم آنکھوں سے مسکرا کے بولی تھی۔وہ یہی تو چاہتی تھی کوئی اسکے لالہ کو اس قدر محبت دے کہ وہ اپنا ہر چھوٹے سے چھوٹا درد بھول جائے۔۔

چلو پھر تمہارے لکی لالہ کو فون ملاتے ہیں! تم سب خاموش رہنا!! شادی سے پہلے کوئی ایک آدھ اڈوانچر تو بنتا ہے نا؟۔۔۔۔۔میرال شاہ اپنے باب کٹ بالوں کو جھٹکتی ہنس کے بولتے ہوئے حازق خان کو فون ملا گئی۔۔باقی سب حیرانگی سے میرال شاہ کو دیکھ رہی تھی جو حازق خان کو آڈیو کال ملاتی فون سپیکر پہ کر چکی تھی۔۔

حد ہوتی ہے میرو! میں نے کوئی اڑھائی سو میسج کر دیا ہے تمہیں!!۔۔۔۔۔۔ فون چھوٹتے ہی حازق خان نے جھنجھلاتے ہوئے شکوہ کیا تھا جس پہ گلالئی اور ذائشہ خان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا، کہاں سوچا تو ان کے لالہ جان ان کی ہونے والی بھابھی کو اتنے پیارے نام سے پکارتے ہوں گے۔۔

میرو۔۔۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ اور مرحاشاہ نے منہ سے اشارہ کرتے ہوئے میرال شاہ کو زومعنی انداز میں چھیڑا تھا جس پہ وہ اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتی اپنی مسکراہٹ دبانے لگی۔۔

وہ میں ذائشہ کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ میرال شاہ اپنا نچلا ہونٹ دبا کے اپنی مسکراہٹ دباتی مدھم آواز میں حازق خان کو جواب دے رہی تھی، مرحاشاہ نے اپنا قہقہہ دبانے کی نیت سے منہ پہ ہاتھ جمایا تھا۔ اسکے اس انداز پہ حازق خان پہلے تو حیران ہوا تھا پھر ناچاہتے ہوئے بھی قہقہہ لگا اٹھا۔۔

فار گاڈ سیک میرو!! تم اس طرح سے ریکٹ کیوں کر رہی ہو جیسے تم اپنی بچی سلا کے آرہی ہو اور ہم نے کوئی رومانٹک باتیں کرنی تھیں جو صرف ذائشہ کے سونے کے بعد ہی سو سکتی تھیں؟؟۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے ہنستے ہوئے میرال شاہ کو جواب دیتے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔۔

اب تم ان رومانٹک ہو تو شاید تمہیں پوری دنیا ہی ان رومانٹک لگتی ہے! اپنے اردگرد کے لوگوں سے ہی کچھ سیکھ لو!۔۔۔۔۔۔ اسکے ہنسنے پہ میرال شاہ اپنی مسکراہٹ دباتی بیڈ پہ لیٹتی اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھتے ہوئے اس سے شکوہ کرنے لگی۔ گلالئی اور ذائشہ خان کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔۔

اگر شادی سے پہلے ایک نامحرم سے لمٹ میں رہ کے گفتگو کرنے والے انسان کو ان رومانٹک کہتے ہیں تو مجھے یہ ٹائٹل دل و جان سے قبول ہے!! ہاہاہاہا۔۔۔ حازق خان اسکی باتوں کو سنتے ہوئے مسلسل ہنستے ہوئے جواب دے رہا تھا۔۔ حازق خان کے جواب پہ سب کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔

اور ذائشہ کو کیوں نہیں آنے دیا تم نے؟ میں نے ارزم سے کہا بھی تھا چھ بجے واپس چھوڑ جانا اسے۔۔۔۔ ابھی میرال شاہ اسے کوئی جواب دیتی جب حازق خان نے اس سے ذائشہ کے متعلق سوال کیا تھا۔۔

اب تمہاری ظالم بھابھی بنتے ہوئے تمہارے لالہ کو مرچ مصالحہ لگا کے بتاؤں کہ تمہارا شوہر تمہیں ساڑھے چھ تو ہویلی لے کے آیا تھا چھ بجے واپس خاک چھوڑتا؟ بتا ہی دیتی ہوں تاکہ رخصتی سے پہلے تم دونوں کا ملنا بند ہو؟۔۔ میرال شاہ

سپیکر پہ ہاتھ رکھ کے ذائشہ خان سے مخاطب ہوتی اسے ہنستے ہوئے دھمکی لگا رہی تھی جس پہ ذائشہ خان کے ساتھ ساتھ گلالئ نے بھی پریشانی سے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ان دونوں کے ریکشن پہ ایزل شاہ اور مرحاشاہ کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔وہ دونوں اس وقت ایک ساتھ سر ہلاتی جڑواں معلوم ہو رہی تھیں صرف صحت میں فرق تھا۔

شش!!۔۔۔۔ان دونوں کو ہنستے دیکھ کے میرال شاہ نے انہیں خاموش کروا کے گلہ کھنکھارتی ہوئی سپیکر سے ہاتھ ہٹا گئ۔۔

ہیلو۔۔کہاں چلی گئ؟؟۔۔۔۔۔میرال شاہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پاتا حازق خان اسے پھر سے مخاطب کر رہا تھا۔۔

یہی ہوں!! اور تمہاری بہن سسرال ہی آئی ہے! صبر رکھو! اور جہاں تک رہی تمہاری بات تو تم نے آج خود کے لئے ان رومانٹک کا ٹائٹل اون کر کے مجھے مایوس کیا ہے! مجھے تو کبھی نہیں لگا تھا بارہ یا پندرہ بیس بچوں کو پیدا کرنے کے بعد بھی پٹھان قوم ان رومانٹک ہوتی ہو گی؟ نہیں مطلب تم پٹھانوں کی بیویاں رومانٹک ہوتی ہیں پھر؟ یہ کیا سین ہے؟ میں کنفیوز کیوں ہوں؟؟۔۔۔۔۔میرال شاہ لہجے کو جان بوجھ کے نا سمجھی سے کنفیوز انداز میں سوال پہ سوال کرتی حازق خان کے ساتھ ساتھ ذائشہ خان اور گلالئ کا چہرہ بھی سرخ کر رہی تھی۔۔

واٹ پندرہ بیس بچے؟ تمہیں ہو کیا گیا ہے میرو؟؟۔۔۔حازق خان حیرانگی کے عالم میں صرف اتنا سا جواب دے پایا۔۔

تمہاری unromantic اور dry ہوا کچھ نہیں ہے میں صرف تمہیں تمہارے حالات سے آگاہ کر رہی ہوں! جتنی باتیں ہیں! مجھے لگ رہا ہے تم نے ایک بچہ بھی نہیں کرنا۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے ہنسی روکتے ہوئے سیریس انداز میں جان بوجھ کے اتنی بے باک بات کی تھی۔ایزل شاہ اور مرحاشاہ نے تیزی سے گلالئ اور ذائشہ خان کی طرف دیکھا تھا جنہیں اپنے لالہ کی ہونے والی بیوی کی باتوں پہ حیرت در حیرت ہو رہی تھی۔وہ میرال شاہ کی بے باکی سے پہلے سے واقف تھیں لیکن ہر دفعہ اسے نئے انداز میں اپنی بے باکی دیکھاتے دیکھ کے دونوں کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

تم شاید شادی سے پہلے ہی میرے منہ سے اخلاق سے گری ہوئی باتیں سننا چاہ رہی ہو؟ اگر میں اخلاق سے گر گیا تو میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں تم آج کے بعد میری کال ریسیو نہیں کرو گی!! اور رہی بچوں کی بات تو وہ شادی کے بعد کی

پلیننگ ہے! تم ابھی مجھے اپنے گھر والوں سے شادی کی ڈیٹ فائنل کروا کے دو!!۔۔۔حازق خان کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا، حازق خان کی باتیں سنتے ہوئے مر حاشاہ اور ایزل شاہ نے زو معنی نگاہوں سے میر ال شاہ کو دیکھا تھا۔۔

شادی تم نے کرنی ہے!! میری بلا سے اگلی صدی میں جا کے ڈیٹ فائنل کرواؤ!! مجھے کیا؟۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کو آگ دونوں طرف برابر نہیں بلکہ اس طرف زیادہ محسوس ہو رہی تھی اسی لئے ایٹیٹوڈ سے حازق خان کو جواب دے رہی تھی۔۔ابھی حازق خان کوئی جواب دیتا جب ازمیر شاہ نے بلاوجہ کھکھلاتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔۔

تم اس وقت کہاں پہ ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے تیزی سے سوال کیا تھا۔وہ اس کھکھلاہٹ کی آواز سنتے ہی پہچان چکا تھا یہ ازمیر شاہ کی آواز ہے۔۔حازق خان کے اس اچانک سوال پہ میر ال شاہ نے تھوک نگلا تھا۔۔

میں کمرے میں ہوں!!!۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے ازمیر شاہ کو آنکھیں دیکھاتے ہوئے حازق خان کو جلدی سے جواب دیا تھا۔ایزل شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے ازمیر کے چھوٹے چھوٹے لبوں پہ نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔

تمہارے کمرے میں رات کے بارہ بجے ازمیر کیا کر رہا ہے؟؟۔۔۔۔حازق خان نے تفتیشی انداز استفسار کیا تھا۔

حازق خان کے منہ سے بارہ بجے کا زکر سنتے مر حاشاہ اور ایزل شاہ کو اپنے شوہروں کی فکر ہوئی تھی جو نا جانے کب سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔۔انہیں تو باتوں باتوں میں وقت کی ہوش ہی اب آئی تھی۔

اب یہی سے اندازہ لگالو مجھے بچے کتنے پسند ہیں! میں ازمیر کو اکثر اپنے روم میں لے آتی ہوں تا کہ وہ رات کو اپنے مام ڈیڈ کو ڈسٹرب نہ کرے!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اپنی بے باکی کو استعمال میں لاتے ہوئے اس سارے معاملے کو کور کیا تھا۔۔ایزل شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا، اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا، وہ تو چوبیس گھنٹے ازمیر کو اپنے پاس رکھتی تھی، میر ال شاہ سراسر جھوٹ بول رہی تھی۔۔

چلو ایک چیز تو ہم دونوں میں کامن ہے! ہم دونوں کو ہی بچے کچھ ایکسٹرا پسند ہیں! باقی باتیں کل براہ راست ہوں گی کیونکہ اب مزید گفتگو سے مراد جذبات سے کھیلنے والا کام ہے!! تمہارے بھائیوں نے کل مجھے انوائیٹ کیا ہے تا کہ شادی کی ڈیٹ فائنل کی جا سکے!! میں صبح اپنے ساتھ عالم انکل کو لے آؤں گا جو میرے لئے باپ کی جگہ رکھتے ہیں!! کل بات ہو گی!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان گھمبیر آواز میں اسے جواب دیتا دل پہ پتھر رکھتے ہوئے فون رکھ گیا،، فون

رکھنے کا دل نہیں تھا لیکن اگر وہ آج فون نہ رکھتا تو اسکی میر و اپنی باتوں سے جان بوجھ کے اسکے جذبات میں طغیانی مچانے میں کامیاب ہو جاتی۔۔

واٹ؟ صبح میری بات پکی ہونے والی ہے؟ اور مجھے کسی نے بتایا بھی نہیں؟؟۔۔۔ میر ال شاہ فون بند ہوتے ہی حیرانگی سے بولی تھی ابھی اسکی بات کا کوئی جواب دیتا جب کاظم شاہ کی بھاری آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

ازمیر کو یہاں لے کے آؤ!! کب سے اسکا انتظار کر رہا ہوں!!۔۔۔۔ کاظم شاہ دروازے پہ اپنی دو انگلیوں کی ہڈی بجا کے روعب دار انداز میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔ کاظم شاہ کی آمد پہ سب جلدی سے ٹھیک ہو کے بیٹھی تھیں۔۔ کاظم شاہ صبح میجر خان کو یہاں آنے کی دعوت دینے کے تقریباً پینتیس سے چالیس منٹ بعد اکتا کے یہاں آیا تھا کیونکہ ٹائم بارہ سے کراس کرنے والا تھا۔۔

جاؤ ازمیر کو اسے دروازے سے ہی پکڑا کے واپس آجاؤ ایزل!! کیونکہ یہ صرف ازمیر کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے رخ موڑ کے ایک نظر کاظم شاہ کو دیکھتے دوسری نظر ایزل شاہ پہ ڈالتے اسے مفت مشورے سے نوازہ تھا جس پہ وہ بھوکھلائی تھی جبکہ کاظم شاہ نے گھور کے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ان کے ساتھ زیادہ دیر تک بنا کے نہیں رکھ سکتی تھی۔

رات کے بارہ بج رہے ہیں! سب اپنے کمروں میں سونے جاؤ! یہ باتوں کا وقت نہیں ہے! اتنی دیر تک کون جاگتا ہے؟؟۔۔ ایزل شاہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کے کاظم شاہ نے سختی سے باقی سب کو بھی سونے کی ہدایت دی تھی۔۔ ایزل شاہ نے معصومیت سے اپنا بیٹا اپنے شوہر کے حوالے کیا تھا جو ایزل کو خونخوار نگاہوں سے دیکھتا ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے ایزل شاہ کی کلائی تھام چکا تھا۔۔

ہاں یہ باتوں کا نہیں میرے رومانس کا وقت ہے اور رات کو اتنی دیر تک صرف میں جاگ سکتا ہوں تاکہ ازمیر کے لئے نئے بہن بھائیوں کی پلیننگ کر سکوں!!۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے کاظم شاہ کی طرف سے پشت کرتے ہوئے ہنستے ہوئے چہرے پہ مصنوعی غصہ سجاتے سرگوشی نما آواز میں اسکی نقل اتاری تھی۔ مرحا شاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی جبکہ گلالئی اور ذائشہ خان نے اپنے چہرے کی معصومیت برقرار رکھتے ہوئے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ کاظم شاہ اتنی دور سے میر ال شاہ کی گفتگو نہیں سن پایا تھا۔۔

سوری لالہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کو اپنی طرف افسوس سے دیکھتا پا کے مرحاشاہ اپنی ہنسی دباتی سنجیدگی سے اس سے معذرت کرتی جلدی سے گلالئی کے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

چلو اٹھو ذی بے بی!! ہم بھی نیچے چلیں! اب مزید ایک لالہ (احان) ہمارے سر چڑھ جائیں گے آ کے!!۔۔۔۔۔۔

مرحاشاہ کو بھی یہاں سے جاتے دیکھ کے میرال شاہ آنکھیں گھما کے بولتی بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ کب کا ایزل شاہ اور ازمیر کو لے کے جا چکا تھا کیونکہ حویلی میں موجود ہوتے ہوئے بھی اس سے زیادہ وہ ان سے دوری برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

بیٹھ جائیں دیدہ! وہ کسی دوسرے کمرے میں سو جائیں گے!!۔۔۔گلالئی نے ان دونوں کو پھر سے یہاں بیٹھنے کی آفر کی تھی۔۔اسکے اس جملے پہ اپنے کمرے میں داخل ہوتے احان شاہ نے زور سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا، اسے اپنی بیوی کے یہ نیک خیالات اچھے نہیں لگے تھے۔۔

نہیں! اچھا نہیں لگتا گل!۔۔۔۔۔ابھی ذائشہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتی جب میرال شاہ نے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

لو آ گیا احان! پوچھو اس سے کسی دوسرے کمرے میں جا کے سو جائے گا؟ یہ اپنا کمرہ کبھی بھی ہمیں شئیر کرنے کے لئے نہیں دے گا! میں اسے جانتی ہوں!!۔۔میرال شاہ کمرے میں داخل ہوتے احان شاہ کو دیکھتی آنکھیں ٹپٹپا کے بولتے ہوئے گلالئی سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

جب تم مجھے جانتی ہو تو تمہارا یہ سوال کرنا بنتا نہیں ہے! میں اپنا کمرہ اس صورت میں شئیر کر کے باہر ضرور چلا جاتا اگر تو ہماری حویلی میں تم لڑکیوں کے سونے کے لئے کمرے کم پڑ جاتے! لیکن الحمد اللہ حویلی میں کافی کمرے ہیں! تم ہر گھنٹہ سونے کے لئے بھی کمرہ تبدیل کرو تو کمرے کم نہ پڑیں!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنے سلگتے لہجے پہ قابو پاتے ہوئے کافی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرال شاہ کو جواب دیا تھا۔اسکے جواب پہ گلالئی نے گھور کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

تم ہمیں اس دن اپنے ساتھ سونے کی آفر کرنا جب تمہارا شوہر راضی ہو جائے گا! اسکی تو جان حلق کو آ گئی ہے!! لو چل رہے ہیں ہم! سو جاؤ تم اپنے اس عالیشان کمرے میں! میرا کمرہ بھی تم سے کم نہیں ہے! ہونہہ!!!۔۔۔۔۔

میرال شاہ گل کو جواب دینے کے بعد لگے ہاتھ احان شاہ کو بھی سناتی سر جھٹکتے ہوئے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھی تھی۔

السلام علیکم لالہ!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ جس کی صبح سے ابھی احان شاہ سے ملاقات ہو رہی تھی، اس نے اسے احتراماً سلام کرتے اپنا سر اسکے آگے کیا تھا۔۔وہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا اسے مسکرا کے سلام کا جواب دیتا حال احوال پوچھنے لگا۔وہ مختصراً جواب دیتی نرمی سے احان اور گلالئ کی طرف مسکراہٹ اچھالتے میرال شاہ کے پیچھے ہی کمرے سے جا چکی تھی۔۔

آپکی وجہ سے وہ دونوں جلدی چلی گئیں!!۔۔۔۔ان دونوں کے جاتے ہی گلالئ نے احان شاہ کو قصوروار ٹھہرایا تھا، اس کے مدعے پہ احان شاہ نے دروازہ بند کرتے رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔اس نے اسکے خود سے مخاطب ہونے پہ شکر ادا کیا تھا، ورنہ جس طرح سے وہ صبح سے اس سے نگاہیں چرا رہی تھی، اسے تو لگ رہا تھا، وہ ایک ہفتے تک اس سے گفتگو کرتے ہوئے جھجکے گی۔۔

بارہ بج گئے ہیں! اب سب کے سونے کا وقت ہے! وہ بھی سونے ہی گئی ہیں اور تم آج دیر تک کیوں جاگ رہی ہو؟ پہلے تو نو یا دس بجے ہی نیند آجاتی ہے تمہیں؟۔۔۔احان شاہ اسے مصروف انداز میں جواب دیتا اپنی کلائی سے واچ اتارتے اپنے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔۔

مجھے سب کے ساتھ باتیں کرنی تھیں! لیکن پہلے کاظم لالہ کے ڈانٹنے اور پھر آپ کے آنے کی وجہ سے سب چلی گئی۔۔۔گلالئ نے اسے احسان کرنے والے انداز میں جواب دیا تھا۔۔اسے آج باتیں کرتے ہوئے وقت گزرنے کا علم ہی نہیں ہوا تھا، ابھی وہ مزید باتیں کرنا چاہتی تھی۔

اے سی کیوں بند کیا ہوا ہے؟ گرمی نہیں لگ رہی تمہیں؟۔۔۔کمرے میں ہیٹ محسوس کرتے ہوئے احان شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے بے ساختہ سوال کیا تھا۔۔

نہیں!! مجھے سردی لگ رہی تھی تو اسی لئے مرحا آپی نے اے سی آف کر دیا۔۔گلالئ نے اسکے سرخ و سفید چہرے کو پسینے سے بھیگتے دیکھ کے نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔۔وہ ابھی تک صبح والی بلیو جینز اور شرٹ میں ملبوس تھا۔۔

سردی کیوں لگ رہی تھی؟فیور تو نہیں ہے تمہیں؟۔۔۔۔احان شاہ پریشانی سے اسکی طرف بڑھتے ہوئے استفسار کرتا اسکے ماتھے پہ اپنا ہاتھ رکھ گیا۔اسے یوں اچانک سے پریشان ہوتے اپنے قریب آتے دیکھ کے گلالئی نے نفی میں سر ہلاتے اسکے ہونٹوں سے نگاہیں چرائی تھیں۔قریب سے اسکے نچلے لب کے زخم کا معائنہ کیا جاسکتا تھا۔۔

ہاں فیور تو نہیں ہے!! کھانا کھالیا تم نے؟؟۔۔۔۔اسکا باڈی ٹمپریچر نارمل محسوس کرتے ہوئے وہ مطمئن ہوتا اسکے سر سے ہاتھ ہٹاتے اسکے کھانے کے متعلق پوچھنے لگا۔۔

سب کے ساتھ کھالیا تھا!!۔۔۔۔وہ مختصراً انداز میں جواب دیتی پیچھے تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتی اپنی آنکھیں موند گئی۔۔اسے آنکھیں موندتے دیکھ کے وہ اپنا فون صوفے پہ پھینکتا اپنا نائٹ سوٹ پکڑتے باتھروم کی طرف بڑھا تھا۔

دس منٹ بعد وہ شاور لے کے نائٹ سوٹ میں ملبوس اپنے بیڈ پہ اپنی سائیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔گلالئی اب تکیے پہ ٹھیک سے سر رکھ کے لیٹتی اسکی طرف سے کروٹ لئے ہوئے تھی۔احان شاہ نے ابھی تک گلالئی کی وجہ سے اے سی آن نہیں کیا تھا جبکہ شاور لینے کے بعد بھی گرمی سے اسکی بری حالت ہو رہی تھی۔پنکھے کی اچھی خاصی ہوا تھی لیکن اسے گرمی میں اے سی کے بغیر سونے کی عادت نہیں تھی۔۔کمرے میں صرف لیمپ کی روشنی تھی،لیمپ کی روشنی بھی گلالئی کی وجہ سے کی جاتی تھی کیونکہ زیادہ اندھیرے میں اسکا دم گھٹتا تھا۔گلالئی کو خود کی طرف سے رخ موڑ کے سوتے دیکھ کے احان شاہ اپنی ٹی شرٹ اتار کے دور اچھالتا اپنے پرانے انداز میں اوندھے منہ تکیے پہ گرا تھا،اتنے دنوں سے گلالئی کی وجہ سے مجبوری میں شرٹ پہن کے سویا کرتا تھا تاکہ اسکی بیوی اسکے شرٹ لیس سونے پہ بھی اعتراض نہ اٹھادے،آج کافی دنوں بعد یوں لیٹنے سے سکون محسوس ہوا تھا۔۔وہ پچھلے دو دنوں سے اپنے باپ کی وجہ سے سیمینار اور کانفرنس اٹینڈ کرتا رہا تھا،آج کا پورا دن بھی وہ مصروف رہا تھا،وہ کافی تھک چکا تھا،کتنے دنوں سے جو نیند پوری نہیں ہو رہی تھی،وہ آج کچھ نیند لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ابھی اسے آنکھیں بند کئے پندرہ سے بیس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے جب گلالئی اچانک سے اسکی طرف کروٹ بدل کے لیٹتی اسے شرٹ لیس دیکھتے ہوئے ہولے سے چیخ اٹھی،اسکا چہرہ اس۔وقت تکیے میں چھپا ہوا تھا،وہ اس وقت صرف اسکے چوڑے شانے اور چوڑی پشت دیکھ سکتی تھی۔۔گلالئی کی چیخ پہ احان شاہ نے جلدی سے فکرمندی سے اپنا چہرہ تکیے سے نکالتے اپنی نیند کی وجہ سے سرخ ہوتی ہری آنکھوں کو وا کرتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا ہوا گل ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ فکر مندی سے اسکے چیخنے کی وجہ استفسار کر رہا تھا۔۔

ک۔کچھ نہیں!! ۔۔۔وہ آپ شرٹ اتار کے کیوں سو رہے ہیں؟ میں ڈر گئی تھی۔۔۔۔گلالئ اسکے شرٹ لیس وجود سے نگاہوں کا زاویہ بدلتی سنجیدگی سے بولی تھی۔۔

کیا اتنا خوفناک لگ رہا ہوں میں ؟ میں نے تو اپنی باڈی پہ کوئی ڈراؤنا ٹیٹو بھی نہیں بنوایا جس سے تم ڈر جاؤ!! خیر مجھے گرمی لگ رہی تھی صرف اسی وجہ سے شرٹ اتاری ہے!۔۔۔گلالئ کی سنجیدگی پہ احان شاہ نے بھی اسے جواباً تفصیل اور سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ احان شاہ کو اسکے ڈرنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی تھی۔گلالئ جواباً خاموش رہی، اسے اے سی آن کرنے کا بھی نہیں بول سکتی تھی کیونکہ اسے بلا فضول میں آج سردی لگ رہی تھی۔

شرٹ تو میں نے اس دن بھی اتاری ہوئی تھی جس دن تم مجھ سے ہاسپٹل ملنے آئی تھی؟ اس دن تو تم نہیں ڈری تھی؟ اس دن تو تم نے اپنے ہاتھوں سے میری شرٹ کے بٹن بند کئے تھے؟ آیون کبھی کبھار تو میری شرٹ بھی چینج کروا دیتی تھی۔۔۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے وہ مزید گویا ہوا تھا۔ اسکے یوں یاد کروانے پہ ہاسپٹل کے وہ تکلیف دہ مناظر گلالئ کی آنکھوں کے پردوں میں لہرائے تھے۔۔

ابھی ان باتوں کا مقصد؟۔۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھتی سختی سے بولی تھی۔

باقی سب سے بھی تو باتیں کر رہی تھی تم؟ دو چار باتیں مجھ سے کر لو گی تو کیا جائے گا تمہارا؟۔۔۔۔اسکے سخت ہوتے لہجے پہ وہ شکوے سے بولا تھا۔۔

مجھے نیند آ رہی ہے! رات کو نیند میں کبھی کبھار ہم قریب ہو جاتے ہیں!! غلطی سے نیند میں کبھی مجھے پتا نہیں چلتا تو کبھی آپ کو! اسی لئے درمیان میں تکیے رکھ دیا کریں! تاکہ فاصلہ قائم رہ سکے!!۔۔۔۔۔گلالئ تھوک نگلتے ہوئے گویا ہوتی اسے درمیان میں تکیے رکھنے کی ہدایت دے رہی تھی۔

اگر میری طرف سے یہ غلطی ہوئی ہوتی تو تم مجھے کمرے میں رہنے نا دیتی گلِ جاناں! میری طرف سے درمیان میں تکیے چھوڑ کے دیوار بنوالو! میرے لئے اتنا ہی کافی ہے تم میرے کمرے میں موجود ہو! میں ابھی تک اللہ کا اس چیز پہ بھی شکر ادا کروں تو کم لگتا ہے! تم میری طرف سے ہر لحاظ سے مطمئن ہو جاؤ! شرٹ اتاری بھی ہے تو اپنی اتاری ہے جس پہ تم نے پہلے سے کوئی بھی شرط نہیں رکھی تھی! تمہاری چادر پہ انگلی تک نہیں لگائی! تم ریلکس ہو کے سو

جاؤ!!۔۔۔احان شاہ اسکی ہدایات پہ اپنے سر کے نیچے سے تکیے نکال کے درمیان میں سیٹ کرتا اسے بے حد سنجیدگی سے جواب دیتا اسکا رخ اپنی طرف سے موڑ چکا تھا۔۔اسکے جوابات پہ اور اسکے اس قدر سنجیدہ انداز پہ وہ صرف منہ چڑھا کے رہ گئی، اسے اپنا آپ کہیں سے بھی غلط نہیں لگا تھا۔

مرحاشاہ ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی جب نگاہیں زوریز شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو بیڈ پہ نیم دراز اپنے فون میں مصروف تھا۔ مرحاشاہ اپنی مسکراہٹ چھپاتی دروازہ بند کرتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔زوریز شاہ نے ایک دفعہ بھی مرحاشاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ مرحاشاہ بیڈ پہ بیٹھتی غور سے اسکی طرف دیکھنے لگی جس کا موبائل میں ناجانے کیا گم ہو چکا تھا۔۔

اے سی کا ریموٹ پکڑواؤ؟۔۔۔۔۔۔۔اسے خاموش دیکھ کے مرحاشاہ اسے خود ہی بہانے سے مخاطب کرنے لگی، وہ اس وقت اسے ناراض لگ رہا تھا۔ زوریز شاہ نے بنا بحث کئے اپنے سائیڈ ٹیبل سے اے سی کا ریموٹ اٹھاتے ہوئے اسکی طرف کھسکایا تھا۔۔

اپنا موبائل بھی پکڑاؤ؟؟۔۔۔۔۔۔اسے ہنوز فون میں مصروف دیکھ کے مرحاشاہ اے سی کا ریموٹ پکڑنے کی بجائے اب اس سے اسکا فون مانگنے لگی، زوریز شاہ نے اب کی بار اسکی بات پہ کان نہیں دھرے تھے۔۔مرحاشاہ اسے کچھ منٹ دیکھنے کے بعد اپنا دوپٹا اتار کے سائیڈ پہ رکھتی اسکے قریب کھسکتے ہوئے اسکے دونوں بازو کھول کے اپنی پشت اسکے سینے سے لگا کے بیٹھتی اسکے دونوں بازو اپنے پیٹ کے گرد باندھتی اسکے فون کی طرف دیکھنے لگی، یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا، وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔۔

یہ کیا کوڈ لکھے ہوئے ہیں! مجھے بھی سمجھاؤ؟۔۔۔۔زوریز شاہ کے فون میں کوڈنگ سٹائل میں کچھ لکھا دیکھ کے وہ اپنے سر پیچھے کو گرا کے اسکا چہرہ دیکھتی سوال کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی وہ اسکے لیٹ کمرے میں آنے کی وجہ سے ناراض ہے کیونکہ پہلے ہی پچھلے تین دن اس نے اسکے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہ کے گزارے تھے۔۔

تمہارے کام کی چیز نہیں ہے! تم جاؤ پڑھائی کرو! یا باقی سب کے ساتھ جا کے باتیں کرو جو تمہارے نزدیک سب سے ضروری کام ہے!!۔۔۔وہ خفا لہجے میں سنجیدگی سے بولتا آپ افون آف کر گیا، ساتھ ہی اپنے بازو اسکے پیٹ کے گرد سے ہٹانے چاہے تھے جب وہ اسکے بازوؤں پہ زور سے اپنے ہاتھ جما گئی۔۔

یار باتوں باتوں میں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔۔۔مرحاشاہ اب اسکے سینے کے اوپر آتی مصنوعی معصومیت سے گویا ہوئی تھی، زوریز شاہ نے اپنا چہرہ بے تاثر رکھتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہاں! اچھی بات ہے! جاؤ مزید باتیں کر لو، میں سو رہا ہوں!!۔۔۔۔۔وہ بے تاثر لہجے میں بولتا اسکے ہاتھ اپنے سینے سے ہٹا رہا تھا۔۔

بارہ بجے ہیں ابھی اور تم اس طرح سے ریکٹ کر رہے ہو جیسے تم نے فجر پڑھ لی ہے؟۔۔۔مرحاشاہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ الجھا کے بولتی اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملانے لگی، زوریز شاہ نے سانس روکتے ہوئے اسکی اس ادا کو دیکھا تھا۔۔

کونسی نائٹی پہنوں تمہارے لئے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے گال پہ اپنے لب رکھتی مدھم لہجے میں اس سے استفسار کرتی زوریز شاہ کا دل دھڑکا گئی۔۔

کوئی نہیں!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتے ذرا ناراضگی دیکھانے لگا۔

اوکے! جیسی تمہاری مرضی! سو جاؤ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے لبوں پہ اپنے نازک لب رکھتی انہیں ذرا سا چوم کے پیچھے ہٹتی کندھے اچکا کے بولتے ہوئے اس سے فاصلہ بنانے کی والی تھی جب زوریز شاہ اسکا بازو پکڑ کے اسے ایک دم سے خود کے نیچے کرتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری قوت سے جھکتا انہیں اپنے لبوں کی شدت بھری قید میں لئے اسکے سر کے نیچے ہاتھ رکھتا دوسرے ہاتھ سے اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔ مرحاشاہ اسکے جنونی انداز پہ اپنی مسکراہٹ دباتی اپنی آنکھیں موند گئی، وہ آخر اپنی چھوٹی سی پیش قدمی سے اسکے جذبات جگانے میں کامیاب ہوئی تھی۔۔ اسکے کمرے میں لیٹ آنے کی وجہ سے وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے دانتوں کی قید میں پیوست کرتا اپنا غصہ اتارتے ہوئے اسے بتا رہا تھا وہ کب سے اسکے انتظار میں پاگل ہو رہا تھا۔۔ مرحاشاہ نے اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں الجھاتے اسے ہمیشہ کی طرح شانت کیا تھا۔۔

فجر پڑھنے کے بعد بھی سونے نہیں دوں گا تمہیں!! تم نے مجھے پچھلے تین دنوں سے بہت گھمایا ہے! آج میں تمہیں گھماؤ گا!!۔۔۔۔۔۔اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لینے کے بعد وہ اسکے کان میں جنونی انداز میں سرگوشی کرتا اسکی قمیض کندھوں سے کھسکاتے ہوئے اسکے وجود میں کھونے لگا۔۔

ارے میجر صاحب آپ یہاں؟ کیا بات ہے آج کل کہاں غائب ہیں؟؟۔۔۔شہسوار شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی لنچ کے لئے اپنے پیلس میں آیا تھا، حازق خان کو لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کے وہ خوشگوار حیرت سے بولتا ہوا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔۔وہ اس وقت پولیس یونیفارم میں تھا۔۔

ضروری کام سے آیا ہوں! عالم انکل کہاں ہیں؟۔۔۔۔حازق خان اسکے قریب آتا سکے بغلگیر ہوتے ہوئے نارمل انداز میں اسے جواب دے رہا تھا۔۔

ڈیڈ اپنے روم میں ہوں گے! کیسا ضروری کام؟۔۔۔۔شہسوار شاہ اسے بیٹھنے کا اشارہ سے کرتا اسے جواب دیتے ہوئے خود بھی صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

شادی کر رہا ہوں! آج رشتہ لے کے لڑکی والوں کی طرف جانا ہے!۔۔۔۔حازق خان نے سنجیدگی سے اپنی طرف سے اس پہ بم پھینکا تھا۔۔

اوو تو وہ چاروں مان گئے؟ میرا مطلب لڑکی کے بھائیوں کو منالیا؟۔۔۔۔شہسوار شاہ نے حیران ہونے کی بجائے صوفے پہ نیم دراز ہوتے ریلکس انداز میں جواب دیتے حازق خان کو الٹا حیران کیا تھا۔۔

مطلب؟۔۔۔۔۔۔حازق خان ناسمجھی سے صرف اتنا ہی بول پایا۔۔

بیٹا جب وہ تیری دشمن تھی وہ تب سے میری بیسٹ فرینڈ ہے! ہم دونوں ایک دوسرے سے ایک ایک بات شئیر کرتے ہیں! میں نے اپنی تمام باتیں تجھ سے بھی شئیر نہیں کی ہوں گی جتنی اس سے کرتا ہوں! ان شارٹ ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے واقف ہیں!!۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ نے سے سیدھی طرح سے جواب دینے کی بجائے اتراتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

مطلب تم جانتے ہو میں کس سے شادی کرنے والا ہوں؟؟۔۔۔۔حازق خان نے دانت کچکچاتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

cute and ugly siblings ہاہاہا۔۔۔میں تو اتنا بھی جانتا ہوں اس کے ولاگز پہ ہم دونوں کے بارے میں والے کمنٹس کے ڈھیر بھی تم ہی لگاتے تھے۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ اپنی سیاہ آنکھوں میں شرارت لئے قہقہ لگا کے بولتا حازق خان کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

واٹ! یہ کیا بکواس ہے! میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں تھا!!۔۔۔حازق خان آنکھیں گھماتے ہوئے صاف مکرا تھا جبکہ دل میں اسکی حیرانگی کی انتہاء نہیں تھی۔۔وہ دونوں کتنا مزے لیتے رہے تھے اسکے جذبات کا۔۔۔

ہاں پھر تو نے اسپیشل وقت نکالا ہو گا ان کاموں کے لئے؟۔۔۔شہسوار شاہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا۔۔

No u are not this much important for me

حازق خان نے سلگتے ہوئے جواب دیا تھا۔

Hahahaha, but she is important for u more than anything else

شہسوار شاہ نے آنکھ ونک کرتے ہوئے اسکی حالت کا مزہ لیا تھا۔۔

کب سے جانتا ہے تو میرے اور اس کے بارے میں؟؟۔۔۔۔۔۔حازق خان نے تپے ہوئے لہجے میں سوال کیا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔یہ سیکریٹ ہے!!۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ نے گویا ناک سے مکھی اڑائی تھی۔۔

کیا سیکریٹ ہے؟ اور تمہیں آگئی ہماری یاد؟؟۔۔۔۔۔۔ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا جب عالم شاہ لاؤنج میں داخل ہوتے ان کے سر پہ کھڑے ہوئے تھے۔۔حازق خان ان کا شکوہ سنتے ہی مسکرا کے اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ان کے گلے سے لگا تھا۔۔

کچھ مصروف تھا۔۔۔۔حازق خان نے رسائی سے جواب دیا تھا۔۔

مصروف تھا عشق معشوقی میں!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ نے ان دونوں کے پیار سے جیلس ہوتے ہوئے ٹکرا لگایا تھا، وجہ اسکے باپ کی ناراضگی تھی۔۔اسکا باپ آجکل اس سے ناراض رہنے لگا تھا۔

کیا مطلب؟۔۔۔۔عالم شاہ نے ناسمجھی سے سوال کیا تھا۔۔

انکل یہ بکواس کر رہا ہے! آپ یہاں پہ بیٹھیں! میں آپ کو سب بتاتا ہوں!!۔۔۔حازق خان اسے گھوریوں سے نوازتا عالم شاہ سے نرمی سے مخاطب ہوتے انہیں صوفے پہ بٹھاتا اب خود ان کے پاس بیٹھتے الفاظ تلاشتے ہوئے ساری بات ان کے گوش و گزار کرنے لگا۔۔ شہسوار شاہ نے ملازمہ کو آواز دیتے ہوئے کھانا تیار کرنے کی ہدایت کی تھی۔۔

شادی کے لئے پھر بیس تاریخ پھر فائنل کر لیتے ہیں بھائی صاحب؟۔۔۔۔ھارون شاہ نے بالآخر عالم شاہ کو ایک حتمی تاریخ دی تھی۔ وہ لوگ کافی دیر سے میر ال شاہ اور حازق خان کی شادی کی تاریخ ڈیسائیڈ کر رہے تھے۔۔ اس وقت لیونگ روم میں تمام لڑکیوں اور داجی کے علاوہ تقریباً باقی سب موجود تھے، داجی نے آج بھی شادی کی تاریخ فائنل کرنے سے انکار کر ڈالا تھا، ان کے انکار میں ایک سختی تھی، اسی لئے باقی سب انہیں بار بار یہاں بیٹھنے پہ فورس نہیں کر پائے تھے۔۔ تمام لڑکیاں لیونگ روم کے باہر کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی، جبکہ میر ال شاہ منہ میں دوپٹا دال کے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کرتی ان سب لڑکیوں کو مسکرانے پہ مجبور کر رہی تھی۔۔ وہ اس وقت حازق خان کی عید پہ بھجوائی گئی گرے پٹھانی فراک میں ملبوس تھی، اس نے عید پہ صرف رائل بلیو فراک پہنا تھا، باقی سب اس نے ابھی تک سنبھال رکھے تھے۔۔

سوری تایا جان میں آپ کی بات کاٹ رہا ہوں! لیکن اس مہینے کی بیس تاریخ تو سر پہ ہے! اگلے جمعے کو بیس تاریخ بن رہی ہے! اور گل بھابھی تو اپنے اکلوتے لالہ کی شادی بھی ٹھیک سے انجوائے نہیں کر پائیں گی!! آپ اگلے جمعے کو نکاح رکھ لیں! رخصتی آپ بھابھی کی ڈیلیوری کے بعد پینڈنگ پہ چھوڑ دیں!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اچھا دیور بننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے سنجیدگی سے ھارون شاہ کی بات میں مداخلت کی تھی جس پہ میرون شلوار قمیض میں ملبوس حازق خان نے اسے گھور کے دیکھا تھا جو جان بوجھ کے اسکی رخصتی لیٹ کروانے کے چکروں میں اپنے بدلے اتار رہا تھا جبکہ اس کی دونوں بہنیں اسکی شادی دیکھنے کے لئے اتاولی ہو رہی تھیں، وہ ان دونوں کی مرضی سے ہی آج عالم انکل کو ڈیٹ فائنل کرنے کے لئے لے کے آیا تھا، عالم شاہ جو کل سے شہسوار شاہ کی وجہ سے میر ال شاہ کے رشتے کے انکار سے ناراض ناراض اور بجھے سے تھے، حازق اور میر ال شاہ کی شادی کا سن کے ان کی خوشی کی انتہاء نہ تھی، ان کے لئے تو شہسوار شاہ اور حازق خان دونوں ہی ایک جیسی اہمیت رکھتے تھے، انہوں نے کبھی بھی دونوں میں فرق

نہیں کیا تھا، انہیں میر ال شاہ اب حازق خان کی وجہ سے اپنی بہو کے روپ میں مل رہی تھی ان کے لئے یہی کافی تھا۔ ارزم شاہ کے مشورے پہ سب نے غور و فکر کرتے ہوئے اپنا انرسٹ شو کیا تھا جس پہ وہ مزید چوڑا ہو کے بیٹھتا حازق خان کی طرف ایک دل جلانے والی مسکراہٹ اچھال رہا تھا جبکہ باہر لڑکیوں میں بھی چہ مگوئیاں شروع تھیں، میر ال کو ارزم شاہ کا فیصلہ کافی پسند آیا تھا جس پہ وہ باقاعدہ ہولے سے تالیاں بجا رہی تھی کیونکہ اسے اپنی شادی کی تمام تیاریاں کرنے کے لئے کافی وقت درکار تھا، پانچ دنوں میں تو اسکا نکاح کا سوٹ بمشکل ڈیسائیڈ ہونا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 112 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔۔ علیشے خان

دیکھیں داجی!! آپکا نکاح میں شرکت کرنا لازم ہے!! اور آپ مجھے ہر صورت نکاح کی تقریب میں چاہئیے ہیں!!۔۔۔۔ کاظم شاہ روعب دار انداز میں عادل شاہ سے مخاطب تھا۔

جب تم لوگ ہم سے پوچھے بغیر نکاح کی تاریخ رکھ سکتے ہو تو ہمارے بغیر نکاح بھی پڑھوا سکتے ہو! ویسے بھی تم بچوں نے ہمیں بڑا سمجھا ہی کب ہے!! سب اپنی مرضی کے مالک ہو! اپنی مرضیاں کرو!!۔۔۔۔ داجی اکھڑ لہجے میں گویا ہوئے تھے۔ رات کے نو بج رہے تھے۔۔

اس وقت سب شاہ ہویلی کے لاؤنج میں موجود ناراض داجی کو منانے کی کوشش کر رہے تھا، لڑکیوں کے علاوہ باقی سب بڑے اور ہویلی کے چاروں سپوت یہاں موجود تھے۔۔

ایسی بات نہیں ہے!! نکاح کی تاریخ رکھنے سے پہلے آپ کو کئی دفعہ منایا گیا تھا لیکن آپ کو اپنی ناراضی اپنی نواسی سے بھی زیادہ عزیز تھی شاید جو آپ نے اپنی ناراضی قائم رکھی لیکن مہمانوں سے ملنا مناسب نہیں سمجھا! آپ بڑوں کو جہاں درست کیا جاتا ہے وہاں آپ لوگوں کو چھوٹے غلط لگنا شروع ہو جاتے ہیں! ایسا کیوں؟۔۔۔۔ احان شاہ نے جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں بات میں مداخلت کی تھی۔

شاہ تم نے ہماری صدیوں سے چلتی ریت کو ختم کر کے اچھا نہیں کیا! تمہارے باعث اس کو اتنی شے ملی ہے!! جب وہ تم سب کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی تم میں سے کسی کی غیرت کیوں نہیں جاگی؟ اسکا ساتھ دینے کی بجائے

بھائی ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے غیرت کیوں نہیں دیکھائی؟۔۔۔۔عادل شاہ غصے سے ان چاروں سے محاطب تھے۔

غیرت سے کیا مراد ہے آپکی داجی؟؟ کیا میرال کے اپنی پسند کا اظہار کرنے پہ ہم جھوٹی غیرت کا مظاہرہ کرتے اسکا سر قلم کر دیتے؟ جاہل بھائیوں کی طرح اسے تھپڑ جھڑتے؟ فار گاڈ سیک!! تب آپ نے ہماری غیرت کو کیوں مرنے دیا تھا جب ہم چاروں کو میرال شاہ کی اوور ڈریسنگ پسند نہیں آتی تھی! اسکارات کو باہر گھومنا پسند نہیں تھا؟ تب ہمیں یہ بول کے خاموش کیوں کروایا جاتا تھا کہ وہ صرف زاویار انکل کی بیٹی ہے! اس پہ صرف وہ حق رکھتے ہیں؟؟ آپ نے کبھی ہمیں اسکا بھائی نہیں بننے دیا لیکن ہم نے اسے ہمیشہ بہنوں کی طرح ٹریٹ کیا!! ہم اس وقت پہ غیرت کے نام پہ لڑکی قتل کر دیتے یہی لوگ ہم پہ تھو تھو کرتے جو ہماری پارٹی کو بڑے دل سے ووٹ دے کے جاتے ہیں!! پہلے زمانے میں اور آج کے زمانے میں زمین آسمان کا فرق ہے خدا کے لئے ہوش سے کام لیں! آپ اس وقت بچپنے سے کام لے رہے ہیں!!۔۔۔کاظم شاہ کب سے ان کی ایک ہی ضد سنتا اب غیرت کے نام پہ تو بھڑک اٹھا تھا جس پہ وہ خود پر سے قابو کھوتا ہوا غرایا تھا۔زاویار شاہ خاموشی سے ان کی بحث سن رہے تھے۔

نہیں تم غیرت کا مظاہرہ کچھ دوسرے طریقے سے کر لیتے!! تم بہن کا قتل کرنے کی بجائے اس ساری محبت کے چکر کے قصوروار یعنی اس لڑکے کا قتل کر دیتے! کیا معلوم وہ اپنے باپ کے قتل کے بدلے کے لئے ہماری بچے کے ساتھ رشتہ جوڑ رہا ہو؟!! ابھی بھی وقت ہے برداری میں ناک کٹوانے کی بجائے عقل سے کام لو!!۔۔۔داجی زہر خند لہجے میں گویا ہوئے تھے۔۔

آپ ہوش میں تو ہیں داجی؟؟ اس روز بھی آپ نے خان کو قتل کر دینے کی بات اتنی آسانی سے منہ سے نکال ڈالی لیکن افسوس اس روز مجھے بولنے کا موقعہ نہیں مل پایا کیونکہ بھابھی مجھ سے پہلے بول اٹھی تھیں! آج پھر بنا کسی افسوس کے آپ نے خان کو قتل کرنے کا مشورہ دے ڈالا؟؟ آخر کس منہ سے آپ یہ سب بول رہے ہیں؟؟ کیا صرف اس انسان کا حوصلہ ہے اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی اپنی دو بہنوں کو اپنے باپ کے قاتلوں کے خاندان کو سونپ دینا؟ میرا دل چاہتا ہے میں اس کی طرف اٹھتی انگلی کاٹ ڈالوں!! اس کی طرف آتی گولی اپنے سینے پہ کھاؤں اور آپ ہمیشہ اتنی آسانی سے اسے قتل کروانے کی بات کر دیتے ہیں؟؟ آپ کی اس بات نے سمجھیں مجھے قتل کر دیا! میرا وجود

جھنجھوڑ ڈالا!! آپ سمجھ لیں آپ کی اس بات نے سید زوریز شاہ کا دل چیر دیا!! آپ میرے دوست کے بارے میں میرے سامنے بیٹھ کے اتنی سخت بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟؟ آپ بڑے ہمیشہ کیوں اتنی آسانی سے اپنی باتوں سے اور اپنے فیصلوں سے ہم چھوٹوں کو قتل کر دیتے ہیں؟؟ آپ نے اس وقت مجھے بد تمیزی کرنے پہ اس قدر مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنے منہ سے سخت الفاظ جس قدر مشکل سے روک رہا ہوں وہ صرف میں ہی جانتا ہوں!!! آپ نے اسے قتل کرنے کی بات اپنے منہ سے نکالی تو نکالی کیسے ؟؟؟؟۔۔۔وہ غصے سے سینٹرل ٹیبل زمین پہ پٹکتا صوفے سے کھڑے ہوتے اپنی پوری قوت سے حلق کے بل چلاتے ہوئے داجی کو جواب دے رہا تھا۔۔زوریز شاہ کی گرجدار آواز پوری ہویلی میں گونجی تھی۔۔باقی سب جو پہلے ہی داجی کی باتوں پہ ناگواری سے لب بھینچ چکے تھے، زوریز شاہ کے غصے پہ سب مضطرب ہوئے تھے، وہ سب جانتے تھے وہ اپنے دوست پہ کوئی بات برداشت نہیں کرتا تھا، وہ اس کے لئے سب سے لڑ جایا کرتا تھا، داجی کی یہ باتیں جب باقی سب کو جلتے توے پہ بیٹھا چکی تھیں تو زوریز شاہ کے دل کی حالت کا اس وقت وہ واقعی ہی اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، زوریز شاہ کا غصہ جب کسی صورت کم نہ ہوا تو غصے سے سائیڈ پہ موجود لمبے اور کم چوڑائی والے ٹیبل سے شیشے کا واس اٹھا کے زور سے اپنے ہاتھ میں دباتے اپنا مضبوط ہاتھ زخمی کرتے ہوئے اسے سامنے دیوار کی زینت بناتے چکنا چور کیا تھا۔۔

زوریز!!!۔۔۔۔۔سب جلدی سے اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے تھے، اسکے ہاتھ سے بل بل گرتے خون کو دیکھتے سب نے اسے فکر مندی سے پکارا تھا، مرحا شاہ، میرال شاہ اور ایزل شاہ کب سے میرال کے کمرے کے باہر کھڑی ان کی گفتگو سنتے ہوئے حیرانگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں، گلالئ اس وقت اوپر اپنے کمرے میں موجود تھی جبکہ ذائشہ خان دوپہر کو ہی اپنے لالہ کے ساتھ واپس جا چکی تھی۔

تم چاہے جتنا مرضی چیخ چلالو! ان پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان کے دل میں اسماعیل خان اور ان کی اولاد کے لئے کبھی کوئی نرم جگہ بنی ہی نہیں!! پتا نہیں کیوں وہ نرم دل لوگ ان کا پتھر دل نرم نہ کر سکے؟۔۔۔۔۔ابھی کوئی کچھ بولتا جب میرال شاہ تیزی سے لاؤنج میں آتی زوریز شاہ کو مخاطب کر کے جواب دیتی آخر میں افسوس سے داجی کو دیکھتی اپنے آنسو روک رہی تھی جنہوں نے اس دن کی طرح آج بھی کتنی آسانی سے اسکی محبت اسکے عشق کو قتل

کرنے کی بات کر ڈالی تھی۔ سب کی نگاہوں کا مرکز اب میر ال شاہ تھی، احان شاہ نے پریشانی سے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے گلالئی کی یہاں غیر موجودگی پہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا ورنہ اسکا آج اس دن سے زیادہ دل دکھتا۔۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے بچی! تم بات کو غلط رخ دے رہی مجھے اعتراض تمہارے غیر سید سے شادی کرنے۔۔۔۔۔۔

ابھی عادل شاہ اپنا جملہ مکمل کرتے جب میر ال شاہ نے ان کی بات کاٹی تھی۔

میں سید زادی نہیں ہوں! اللہ نے مجھے اتنا بلند مقام نہیں دیا! میں ایک عام لڑکی ہوں! میں آپ کے خاندان سے نہیں ہوں!! آج سے آپ مجھ سے اور میجر خان سے اپنے تمام اعتراضات ختم کر لیں کیونکہ اگر اسے ایک انچ بھی پہنچی میں خود کو ختم کرنے پہ آجاؤں گی!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ غراتی ہوئی اپنے باپ سے کیا گیا سالوں پرانا وعدہ توڑ گئی تھی۔۔ سب نے میر ال شاہ کی باتوں پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا تھا، مرحا شاہ جو زوریز شاہ کا خون سے رنگا ہاتھ تھامتی فکرمندی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی میر ال شاہ کے ان الفاظ پہ اس نے چہرہ گھما کے اسکی طرف دیکھا تھا، شور کی آواز سنتی گلالئی نماز پڑھتے ہی تیزی سے ریلینگ کی طرف بڑھتی نیچے جھکتے ہوئے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، اس نے ابھی تک صرف میر ال شاہ کے یہی جملے سنے تھے جس پہ وہ باقی سب کی طرح ساکت تھی۔۔

میر ال!!!!!۔۔۔۔۔۔ زاویار شاہ نے بے یقینی سے میر ال شاہ کو پکارا تھا، انہیں یقین نہیں تھا وہ سب کے سامنے یہ راز کھول دے گی۔۔

آئی ایم سوری ڈیڈ!! یہ راز کھولنا ضروری ہے کیونکہ میرے اصل باپ ارسل ملک کے نام کے بغیر میرا نکاح کیسے ہو گا اور ویسے بھی جب نانا جان مجھے سید زادی کا حوالہ دے کے پکارتے ہیں تو میرا دل بری طرح سے دھڑکتا ہے!! میں وہ نہیں ہوں جو آپ لوگ سمجھتے ہیں!! میں مرحا اور ایزل کی طرح سید زادی نہیں ہوں!! میں تو ایک عام اور گنہگار سی لڑکی ہوں!! آپ لوگوں کو بابا نے کبھی میری اصل پہچان اس لئے نہیں بتائی تاکہ آپ لوگ مجھ سے پیار میں کوئی کمی نہ کریں!! میں ارسل ملک کی اولاد ہوں جن کی ڈیتھ ایک ایکسڈنٹ میں ہوئی تھی جب میں ایک دن کی تھی وہ مجھ سے ملنے ہاسپٹل آرہے تھے میں نے اپنے اصل باپ کو اور انہوں نے اپنی بیٹی کا لمس محسوس بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا، میری ماں مجھے پیدا کرتے ہی فوت ہو چکی تھیں، ڈیڈ (زاویار شاہ) تب لندن میں مام کے ساتھ رہ رہے تھے جب انہیں اپنے دوست ارسل کی ڈیتھ کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے اڈاپٹ کر لیا اور

دنیا کی ہر خوشی سے متعارف کروایا۔۔ڈیڈ ایک بیسٹ دوست تھے، انہوں نے اپنے دوست کی بیٹی کو اس طرح سے پالا جیسے میں ان کی سگی اولاد ہوں یا یوں کہا جائے کہ مجھے مرحا سے بھی زیادہ محبت ملی ہے تو غلط نہیں ہو گا!! میں ان کے لئے ان کی بہت شکر گزار ہوں!! جب ڈیڈ نے مجھے اڈاپٹ کیا تو یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان میں اس روز بتایا کہ وہ باپ بننے والے ہیں! ان کی امی کو ان کے بچوں کی ہمیشہ سے بہت خواہش تھی، وہ بابا کی یہ فیک نیوز سن کے کافی خوش ہوئیں! اسی طرح سے آپ کی ہویلی میں بھی یہی سب بتایا گیا اور نو ماہ بعد آپ لوگوں کو بتایا گیا کہ میں اس دنیا میں آچکی ہوں!! سب کو میری وہ تصاویر شئیر کی گئی تھیں جو ایک سال پرانی تھیں!! بابا کبھی نہیں چاہتے تھے کہ آپ میں سے کوئی جان جائے میں ان کی سگی اولاد نہیں ہوں! یہ میری ویلیو میں کبھی کوئی کمی نہیں لانا چاہتے تھے لیکن ہر راز ایک نا ایک دن سامنے تو آتا ہے؟ آج نہ آتا چار دن بعد آجاتا جب میرا نکاح پڑھوایا جاتا۔۔۔ خیر جب مرحا پیدا ہونے والی تھی تب ہم لوگ پاکستان واپس آئے تھے، تب کسی کو بھی محسوس نہیں ہوا تھا میں چار سال کی نہیں بلکہ پانچ سال کی ہوں!! مام کی یہ ڈیلیوری کافی کامپلیکیٹڈ تھی! ایک تو شادی کے اتنے سال بعد مام اولاد پیدا کرنے والی تھی اور اس پہ تضاد یہ کامپلیکیشنز!! اس دوران مرحا کو پیدا کرتے ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ان کی جان چلی گئی!! میرے لئے وہ دن کسی سوگ سے کم نہیں تھا! یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے اپنی اصل ماں کو آج کھویا ہو کیونکہ اگر ڈیڈ نے مجھے اپنی سگی بیٹی کی طرح پالا تھا تو مام نے بھی اپنے پیار میں کبھی کوئی کمی نہیں کی تھی!! انہیں میں جینز شرٹ میں زیادہ پیاری لگتی تھی اسی لئے مجھے بھی یہ لباس پسند تھا!! مام کے مرنے کے بعد نانو مجھے اپنے ساتھ رکھنے لگی انہیں پتا نہیں کیسے مجھ میں اپنی بیٹی کا عکس نظر آتا تھا جبکہ میں تو ان کا خون نہیں تھی!! میں تو کبھی ان کے پیٹ کا حصہ نہیں رہی تھی!! نانو بھی مجھے مرحا سے زیادہ پیار کرنے لگیں! لیکن میرا اپنے کزنز سے کبھی بھی زیادہ بنانے کو دل نہیں کرتا تھا! مجھے یوں لگتا تھا جب ان سب کو معلوم ہو گا میں ان کی رئیل کزن نہیں ہوں یہ مجھے ہرٹ کریں گے اسی لئے میں ان سب کو اٹیٹیوڈ دیکھاتی تھی! جب احان اور کاظم مجھ پہ بڑے ہونے کا رعب جماتے تھے مجھے بچپن میں بھی جینز شرٹ پہننے سے منع کرتے تھے میں جان بوجھ کے پہنا کرتی تھی تاکہ کبھی بھی ان کے دباؤ میں نہ آسکوں!! میں نے خود کو خود ہی الگ بنایا!! خود کو سوشل میڈیا کی طرف متوجہ کر لیا تاکہ میں کبھی بھی ڈیپریشن میں نہ جاسکوں!! دنیا کی ہر خوشی میرے پاس تھی لیکن ایک وہ دکھ کبھی چاہ کے بھی نہیں جاتا تھا کہ میں کتنی بدقسمت یا ایک

تھی۔۔ میرے پیدا ہوتے ہی میرے اصل ماں باپ کی جان چلی گئی!! ڈیڈ میرے لئے سب کچھ ہیں، misfortune
!!انہوں نے میرے لئے وہ سب کیا جو شاید میرے رئیل ڈیڈ بھی نہ کر سکتے

Believe me he is everything for me

لیکن وہ دکھ چاہ کے بھی نہیں جاتا خود سے کبھی کبھار قاتلوں والی فیلینگ آتی ہے! خیر مجھے امید ہے اب آپ کو میرا کسی غیر سید سے نکاح کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟؟۔۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ سب کو مزید تفصیل سے آگاہ کرتی ان سب کے دل دہلاتے ہوئے اب عادل شاہ سے سوال کر رہی تھی۔۔ اوپر کھڑی گل بھی حیرانگی سے یہ سب سنتی ان سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کم ان ڈیڈ!! آپ تو مجھے یوں مت دیکھیں!! میں نے سب کو یہ سب بتا کے کوئی گناہ تو نہیں کیا؟ پلیز ریلیکس کریں! میں نے آپ سے کیا وہ وعدہ توڑ کے سب کو یہ سب بتا دیا اس کے لئے آئی ایم سوری لیکن یہ سب آج مجھے ضروری لگا۔۔ میرال شاہ اپنے آنسو روکتے ہوئے زاویار شاہ کے سینے سے لگی انہیں چل کر رہی تھی۔۔ زاویار شاہ کے بعد سب بڑوں نے اسے سینے سے لگاتے اپنا ہٹ کا احساس دلایا تھا حتیٰ کہ داجی اور شاہ بی بی نے بھی تاکہ ان کی نواسی کبھی بھی خود کو کم تر محسوس نہ کر سکے۔۔ وہ آج بھی ان سب کے لئے ویسے ہی ضروری تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے تم سب کو؟ اب دو چار دن تک ایسے ہی سٹیچو بنے رہنے کا ارادہ ہے؟ کیا تم لوگ بھی میرے جلاد کزنز بن جاؤ گے جیسے اکثر سیریلز میں دیکھائیں جاتے ہیں؟؟۔۔۔۔ سب کو ایک ہی جگہ کھڑے اپنی طرف متوجہ دیکھ کے میرال شاہ ہولے سے ہنستے ہوئے ان سب کو ہوش دلا رہی تھی۔۔

نہیں آپی ایسی بات نہیں ہے!! آپ آج بھی ہمارے لئے ویسی ہی ویلیو رکھتی ہیں! بس یہ سب اچانک سے سنا ہے تو اس لئے ہم شاکڈ ہیں۔۔۔ ارزم شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اس خاموشی کو توڑا تھا۔۔

اگر تم یہ سب پہلے بتا دیتی تو تمہارے ہونے والے شوہر کو داجی سے اتنی لعنت موصول نہ ہوتی؟!۔۔۔۔۔ احان شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے میرال شاہ کو جواب دیا تھا۔۔

تمہاری ویلیو کبھی کم نہیں ہو گی!! تمہیں کبھی ڈی گریڈ نہیں کیا جائے گا!!۔۔ احان شاہ کے بعد کاظم شاہ نے متوازن لہجے میں جواب دیا تھا۔۔

اور تم تینوں کب ہوش میں آؤ گے ؟؟۔۔۔میرال شاہ نے اب ایزل شاہ، مرحاشاہ اور زوریز شاہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔

آپی آپ مجھ سے کچھ بھی شئیر نہیں کرتی!!۔۔۔۔مرحاشاہ نے شکوہ کیا تھا جس پہ میرال شاہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھی تھی۔۔

ان کے ہونے والے شوہر سے بھی مجھے ہمیشہ یہی شکوہ ہوتا ہے!!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی بیوی کے جواب سے متفق تھا۔ وہ اسے جواب دیتا اب ایک نظر داجی کو غصے اور ناراضگی سے دیکھتا وہاں سے جا چکا تھا۔مرحاشاہ نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو غصے میں ہویلی سے نکلا تھا۔۔

مجھے اور ازمیر کو سمجھ نہیں آرہی ہم دونوں کیا بولیں!!؟تو ہم خاموش ہی رہ لیتے ہیں!!۔۔۔۔سب کے بولنے کے بعد ایزل شاہ اپنے بازوؤں میں موجود سب کو ٹکر ٹکر دیکھتے ازمیر شاہ کی طرف دیکھتی معصومیت سے بولتے ہوئے سب کو اس سیریس صورتحال میں بھی ہولے سے ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔کاظم شاہ نے گہری نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تھا جو کبھی اتنی میچور تو کبھی جان بوجھ کے سب کے سامنے یوں پرانی اووزی کی طرح ریکٹ کرتی تھی تاکہ سب ہنس جائیں۔۔

میرال آپی!! جیجو آگئے ہیں!! باہر کب سے ان کی گاڑی کا ہارن بج رہا ہے!!۔۔۔۔ایزل شاہ اسکے کمرے میں داخل ہوتی اسے ہدایت دے رہی تھی جو ریلیکس انداز میں خود کو سنوارتی اپنے کانوں میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ کے ٹاپس پہن رہی تھی۔۔

آہہہ ایک تو اس سے صبر نہیں ہو رہا!! بھئی کس نے کہا تھا سات بجے کا بول کے چھ بجے آنے کو؟۔۔۔۔میرال شاہ اپنے بالوں میں برش کرتی گلے میں دوپٹا لیتے ہوئے حازق خان کو کوس رہی تھی جو اسے رات کے سات بجے کا ٹائم دے کے چھ بجے ہی آچکا تھا۔

ہاہاہا۔۔آپکی شاپنگ کی فکر آپ سے زیادہ ان کو ہے!! یا پھر یہ آپ سے ملنے کا اتاولا پن بھی ہو سکتا ہے!!۔۔۔۔ایزل شاہ نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔وہ تمہارے شوہر کی طرح رومانٹک نہیں ہے!! ۔۔۔۔میر ال شاہ نے شرمانے کی بجائے الٹا ایزل شاہ کو شرمانے پہ مجبور کیا تھا۔

آپ اس بات کا اندازہ نکاح سے پہلے کیسے لگا سکتی ہیں؟ کیا پتا وہ آپکی سوچ سے بھی زیادہ رومانٹک نکلیں؟؟۔۔۔۔

ایزل شاہ سرخ ہوتے گالوں کے ساتھ میر ال شاہ کو جواب دے رہی تھی۔۔

آمین!! تمہارے منہ میں گھی شکر!! ہاہاہاہا۔۔ آپ مجھے بتاؤ میں کیسی لگ رہی ہوں؟؟۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ اب پوری اسکی طرف گھومتی اسے اپنا آپ دیکھا رہی تھی۔۔

وہ اس وقت پیچ کلر کے سٹائلش سے کرتا شلوار میں ملبوس گلے میں دوپٹا لئے لبوں پہ لائٹ پنک لپ اسٹک لگائے پیروں پہ چھوٹی سی بلاک ہیل پہننے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

بے حد خوبصورت۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے چہکتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی جب حازق خان کی گاڑی کے ہارن کا آواز ایک دفعہ پھر سے اسکے کمرے کی کھڑکی کے راستے اسکے کمرے میں گونجا تھا۔۔میر ال شاہ۔اپنا بیگ اور فون پکڑتی ایزل شاہ کا گال مسکرا کے چھوتی ہوئی تیزی سے باہر کی جانب بڑھی تھی۔۔

صبر نام کی کوئی چیز نہیں ہے تم میں نقلی میجر!!۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ اسکی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے اسے مصنوعی غصے سے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

کب سے تمہارے بابا مجھے اندر آنے کو بول رہے تھے اگر ابھی بھی تم نہ آتی تو مجھے مجبوراً اندر جا کے بیٹھنا پڑتا اور پھر تمہاری شاپنگ یہی پہ رہ جانی تھی کیونکہ وہاں تو سب کی باتیں سٹارٹ۔۔۔۔۔۔حازق خان جو زاویار شاہ کو الوداعی کلمات کہتا ابھی گاڑی میں بیٹھتے میر ال شاہ کی بات کا جواب دے رہا تھا، گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بات کرتے کرتے رک سا گیا تھا، اس نازک حسینہ کا حسن اسے ہمیشہ یونہی اپنی طرف اٹریکٹ کرتا تھا اور اس کے حسن سے وہ بڑی ہی مشکل سے اپنی نگاہیں ہٹایا کرتا تھا۔اسے بات درمیان میں روک کے اپنی طرف دیکھتا پا کے میر ال شاہ نے اپنی مسکراہٹ روکتے اپنے تراشیدہ ناخنوں کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت نیوڈ کلر کی نیل پینٹ سے رنگے اسکے ہاتھ کی خوبصورتی بڑھا رہے تھے۔۔

میں تم سے ایک ریکوئسٹ کرتا ہوں!! تم اپنی نکاح کی لک اپنے کسی کی بھی سوشل اکاؤنٹ پہ پوسٹ نہیں کرو گی!!۔۔
وہ کوئی پانچ منٹ بعد اس پر سے نگاہیں ہٹاتا اپنی گاڑی کو شاہ حویلی سے نکالتے ہوئے مدھم آواز میں میرال شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔

ارے وہ کیوں؟؟ میرے فینز تو میری شادی کے ہر ایونٹ کا انتظار کر رہے ہیں! جب سے انہیں پتا چلا ہے دو دنوں بعد میرا نکاح ہونے والا ہے وہ مجھ سے تمہاری آئی ڈی مانگ رہی ہیں!! ان سب کو اپنا جیجو بھی دیکھنا ہے! اب بتاؤ میں کیا کروں؟۔۔۔۔۔وہ حازق خان کو جواب دیتے اسے ساتھ ساتھ اپنے فینز کی باتیں بھی بتا رہی تھی۔۔حازق خان نے اسکے جواب پہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

میں نہیں چاہتا تمہارے نکاح کا روپ میرے علاوہ کوئی بھی غیر مرد دیکھے!!۔۔۔۔۔۔حازق خان نے ایک نظر اسکی طرف دیکھتے ہوئے اسے اپنے دل کی بات بتائی تھی۔ میرال شاہ کا دل دھڑکا تھا اسکے جواب پہ۔۔

کم ان میجر!! نکاح کا ایونٹ بڑے پیمانے پہ ہونے والا ہے!! میری سب فرینڈز آئیں گی! اگر میں چھپ کے بیٹھ جاؤں گی تو وہ میرا مذاق اڑائیں گی! اور ویسے اگر میں پوسٹ نہیں کروں گی تو وہ سب میری پکچرز اپنے اکاؤنٹس پہ ضرور اپلوڈ کریں گی!!۔۔۔۔۔وہ لہجے کو لاپرواہ بناتی حازق خان کو جواب دے رہی تھی۔ حازق خان نے اسکے جواب پہ سرد سانس کھینچتے ہوئے اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔وہ اس پہ زبردستی نہیں کر سکتا تھا اس نے قسم کھائی تھی وہ اس پہ اپنی کوئی زبردستی مسلط نہیں کرے گا لیکن ہاں اسے پیار سے ضرور سمجھایا کرے گا۔۔وہ خاموشی سے صرف ہاں میں سر ہلا کے رہ گیا۔ اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا وہ پچھلے دو دنوں سے سوشل میڈیا سے اسکے متعلق تمام فیک نیوز کو ڈیلیٹ کر چکا تھا۔ وہ ساری ویڈیوز جو لوگوں نے اسے بدنام کرنے کے لئے بنائی تھیں یا اسکی احان شاہ اور شہسوار شاہ کا استعمال کرتے ہوئے وہ سب سوشل میڈیا سے ختم کر چکا hacking skills کے ساتھ ایڈیٹس بنائی تھی وہ اپنی تھا۔

مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے!!!۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ میرال شاہ نے اسے مخاطب کیا تھا۔
بولو۔۔۔۔۔حازق خان نے نارمل انداز میں جواب دیتے ایک نظر میرال شاہ کو دیکھا تھا۔۔

شاپنگ کرنے کے بعد ڈسکس کروں گی!! کیا تم نے مجھے اپنے ساتھ لے جانے سے پہلے ڈیڈ سے اجازت لی تھی؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اسے جواب دیتی ساتھ ہی سوال کرنے لگی۔۔

ہاں اجازت لی تھی!! ویسے تو تمہیں یوں بھی لے کے جا سکتا تھا لیکن مجھے لگا نکاح سے پہلے تم پہ مجھ سے زیادہ تمہارے ڈیڈ کا حق ہے اسی لئے ان سے اجازت لینا ضروری سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اسے اپنی بھاری آواز میں اسے جواب دیا تھا۔۔

اوو جتنے تم ان رومانٹک ہو مجھے لگ رہا ہے تم مجھ سے نکاح کے بعد بھی چوری چھپے ملنے نہیں آؤ گے!!؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میرال شاہ اسکے سنجیدہ سے جواب پہ اسے پھر سے ان رومانٹک کا انتخاب دیتی اسکے متعلق اپنے ریویوز دینے لگی۔

حازق خان نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

کیا تم نکاح کے بعد میرے ساتھ ایک ملاقات ارینج کرنا چاہتی ہو؟۔۔۔۔وہ اب ہلکے پھلکے انداز میں استفسار کر رہا تھا۔۔

کیا تم نے گاڑی میں کبھی کوئی میوزک نہیں لگایا؟ تم تو واقعی ہی بورنگ ہو؟؟۔۔وہ اسے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بات چینج کر گئی۔۔

کونسا گانا سناؤ تمہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے ہولے سے ہنستے ہوئے اس سے استفسار کیا تھا۔۔

جتنے تم ان رومانٹک ہو مجھے تم چاہت فتح علی خان کا "بدوبدی" ہی سنا دو گے تو میرے لئے وہ بھی کافی ہا گا!!۔۔۔۔۔۔۔

میرال شاہ اسکے ہنسنے پہ سر جھٹکتی ہوئی آنکھیں گھما کے بولتی حازق خان کو بلند قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔فار گاڈ سیک میرو!! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ہنسنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتا اپنی گاڑی اب مال کی پارکنگ میں کھڑی کر رہا تھا۔۔

ہم اتنی جلدی مال پہنچ بھی گئے!!!۔۔۔گاڑی کو مال کے باہر دیکھ کے میرال شاہ حیرانگی سے حازق خان سے استفسار کرنے لگی۔۔

تم مجھے دیکھنے میں اتنی مصروف تھی کہ تمہیں محسوس ہی نہیں ہوا میں کتنی فاسٹ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔۔حازق خان کے اس جملے پہ میرال شاہ جھینپی تھی، وہ واقعی ہی اسکی ایک ایک حرکت پہ نظر رکھتا تھا۔۔وہ اسے کافی دیر سے دیکھ

رہی تھی۔۔حازق خان ایک دم سے اسکی طرف جھکتا ڈیش بورڈ سے ٹشو پکڑتے ہوئے اسکے ہونٹوں سے اسکی پنک لپ اسٹک صاف کرتا ٹشو اپنی براؤن قمیض کی جیب میں ڈالتا میر ال شاہ کی حیرانگی سے پھیلی بھوری کانچ سی آنکھوں کو نظر انداز کرتا اسکے سر پہ اسکا دوپٹا اوڑھا رہا تھا۔۔وہ اسکا اتنا جائزہ لے چکا تھا کہ اسے اسکے ہونٹوں پہ لائٹ سی لپ اسٹک بھی نظر آچکی تھی۔۔حازق خان اس وقت اسکے بے حد قریب اسکا دوپٹا اسکے سر پہ اوڑھانے کے بعد اسکے شانوں پہ درست کر رہا تھا۔۔

تمہارے سر پہ دوپٹا اچھا زیادہ لگتا ہے! ۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اس سے فاصلے پہ ہوتے اپنی طرف کا دروازہ کھول رہا تھا۔۔

تم نے میری لپ اسٹک خراب کر دی!!۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اپنے دوپٹے کو چھیڑے بغیر منہ پھولا کے اس سے شکوہ کرتے ہوئے اپنی طرف کا دروازہ کھولا تھا۔

ٹشو سے ہی خراب کی ہے!! ریلکس!!!۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنی گاڑی لاک کرتے ہوئے اسے سنجیدگی سے معنی خیز جواب دے رہا تھا۔۔میر ال شاہ نے اسکے ان الفاظ کو زو معنی انداز میں لیا تھا۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دبا کے اسکے ساتھ قدم ملاتی اب اندر کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

دیکھو میر و مجھے تمہاری ولدیت یا ذات سے کوئی کنسرن نہیں ہے! مجھے صرف تم سے مطلب ہے! تم مجھے مل رہی ہو! میرے لئے اتنا کافی ہے! اور میں سمجھ گیا ہوں تم مجھے میرے سوالات کے جواب دے رہی ہو جو میں نے اس روز تم سے میسج پہ پوچھے تھے! ایک چیز میں تم پہ کلیئر دوں تمہارا ماضی جیسا بھی تھا مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے! لیکن نکاح کے بعد تم میری ذمہ داری ہو! میں تمہاری لائف میں انٹرفیئر کرنے کا پورا حق رکھوں گا! جو لباس مجھے تمہارے لئے پسند نہیں آئے گا میں تمہیں صاف بتا دوں گا! پھر میری باتوں پہ عمل کرنا اور نہ کرنا تمہاری مرضی ہو گی!! میں چاہتا ہوں ہم شادی کے بعد فضول کپلز کی طرح ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ لڑنے کی بجائے انہیں میچورلی ہینڈل کریں! تمہارے رئیل موم ڈیڈ کا سن کے مجھے افسوس ہوا کہ تم اور وہ انہیں محسوس نہیں کر سکے! لیکن ہم اللہ کے کاموں کے آگے کچھ نہیں کر سکتے!! اللہ نے تمہارے لئے ایک بیسٹ ڈیڈ کو زاویار انکل کے روپ میں چنا!!تو

لیٹس ڈونٹ تھنک اباوٹ یور چائلڈ ہوڈ!! ابھی تم مجھے صرف یہ بتاؤ تمہاری تمام شاپنگ پوری ہو چکی ہے یا کچھ رہتا ہے؟؟۔۔۔۔وہ ایک فوڈ کارنر میں میرال شاہ کے ساتھ بیٹھا اسکی باتوں کا تحمل سے جواب دیتا اسکا دھیان اسکے بچپن سے ہٹا رہا تھا۔۔ میرال شاہ نے اس سے اپنے بچپن کے متعلق ہر چیز ڈسکس کی تھی تاکہ شادی سے پہلے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے متعلق سب جان لیں!

نہیں! شاپنگ تو میری کمپلیٹ ہو گئی!! چار گھنٹے لگ گئے ہیں شاپنگ میں!!ابھی بھی کچھ رہے گا؟ایون تم نے سب ایکسٹرا لے کے دیا ہے! ابھی صرف نکاح کا فنکشن ہو رہا ہے اور تم نے اتنے ڈریس لے دیئے!!۔۔۔۔میرال شاہ جوس پیتے ہوئے اسے جواب دیتے اپنے ساتھ چیئرز اور نیچے زمین پہ پڑے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

ہاہاہا یہ شاہ دلی میں نے اس لئے دیکھائی ہے تاکہ تم مجھے ان رومانٹک کے ساتھ ساتھ کنجوس کا ٹائٹل بھی نہ دے دو!!۔۔۔وہ اب ہنستے ہوئے لاپرواہی سے بولتا اسکے دوپٹے میں چھپے سر کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا آیا کوئی اور تو اس پہ نگاہیں جما کے نہیں بیٹھا ہوا؟لیکن یہاں سب تقریباً اپنے کھانے پینے میں مصروف تھے، کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔

پرسو تمہارے لالہ کا نکاح ہے! میں تمہارے لئے کچھ ڈریس، جیولری اور جوتے وغیرہ خرید لے کے آیا ہوں! جو تمہیں اچھا لگے گا پلیز پہن لینا اور اگر تمہیں کسی اور چیز کی ضرورت بھی ہو گی تو بتا دینا!! میں لے آؤں گا!! ابھی دو دن باقی ہیں!!۔۔۔۔احان شاہ بیڈ پہ شاپنگ بیگز رکھتے بیڈ پہ بیٹھی گلالئی سے مخاطب تھا۔گلالئی ایک نظر ان شاپنگ بیگز کو دیکھتی سر اٹھا کے احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔۔

لالہ نے میرے لئے سب بجھوا دیا تھا!! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے! آپ کو اتنے پیسے ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔۔گلالئی نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔احان شاہ نے اسکے جواب پہ اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بنا کچھ کہے سنجیدگی سے واشروم کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ اس کے لئے آج بھی گجرے خرید کے لاتا تھا لیکن وہ نہیں پہنتی تھی۔۔اسکے یوں خاموشی سے باتھروم میں بند ہونے پہ آگے کو ہوتی اسکے لئے شاپنگ بیگز کو

اوپر اوپر سے دیکھنے لگی۔۔وہ ہر رنگ اسکے لئے چن کے لے کے آیا تھا، ہر چیز کافی دل سے خریدی گئی تھی جس پہ اسکے اتنے ٹھنڈے ریسپانس پہ واقعی ہی اسکا دل دکھا ہو گا لیکن وہ اتنے ستم سہنے کے بعد اسے ایک مہینے میں کیسے معاف کر دیتی؟ وہ ان تمام کپڑوں کو باہر نکال کے دیکھنے کی بجائے ایک نظر باتھ روم کی طرف دیکھتی پھر سے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا گئی لیکن احان شاہ کی اتنی خاموشی پہ اسے بے چینی سی ہوئی تھی، اس نے تو آج اس سے کھانے کا بھی نہیں پوچھا تھا، ورنہ وہ ہویلی آتے ہی سب سے پہلے اس کے کھانے کا پوچھتا تھا۔۔

میر ال ملک ولد ارسل ملک کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں حازق خان ولد اسماعیل خان کو ایک کڑوڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتی ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قاضی کی آواز پہ میر ال شاہ نے اپنے سر پہ موجود جالی دار گھونگھٹ سے ایک نظر زاویار شاہ کی طرف دیکھا تھا، اسکے تمام ڈاکومنٹس میں ان کا نام موجود ہوتا تھا آج پہلے بار اسکے نام کے ساتھ ارسل ملک کا نام لگا تھا۔۔زاویار شاہ نے اپنے آنسو چھپاتے ہوئے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔وہ اس سے بے حد پیار کرتے تھے، چاہے آج رخصتی نہیں ہو رہی تھی لیکن اسے دلہن کے لباس میں دیکھ کے ان کی آنکھیں خود بخود نم ہو رہی تھیں۔۔۔

قبول ہے!!(ہاں مجھے وہ نقلی میجر قبول ہے!)۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے کانفیڈنٹ انداز میں قاضی کو جواب دیا تھا۔۔

میر ال ملک ولد ارسل ملک کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں حازق خان ولد اسماعیل خان کو ایک کڑوڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتی ہیں؟؟۔۔۔

قبول ہے!! (ہاں مجھے وہ معصوم میجر قبول ہے!)۔۔۔۔میر ال شاہ نے اسے دوسری دفعہ اپنے نکاح میں قبول کرتے دل میں اسے دلفریب انداز میں قبول کیا تھا۔۔

میر ال ملک ولد ارسل ملک کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں حازق خان ولد اسماعیل خان کو ایک کڑوڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتی ہیں؟؟۔۔۔

ہاں مجھے وہ ان روما۔۔۔ آئی مین قبول ہے (مجھے وہ ان رومانٹک سر تاج قبول ہے!)۔۔۔میر ال شاہ ابھی اپنے دل کی بات زبان پہ لاتی جب وہ جلدی سے اپنی زبان دانتوں تلے دبا کے تمیز سے "قبول ہے" کہہ گئی۔۔اسکے یوں کنفیوز

ہونے پہ سب بڑوں کے ساتھ ساتھ چاروں شاہ برادرز نے انہیں کنفیوز ہوتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن اسکی دو خرفی بات ٹھیک سے سمجھ نہیں آئی تھی۔۔ میر ال شاہ کا نکاح ہو چکا تھا، اسکا نکاح اس کے کمرے میں ہی ہوا تھا، حازق خان نے ڈائریکٹ کاظم شاہ سے بات کرتے ہوئے اسے باہر نالانے کی ہدایت کی تھی، اسکا کہنا تھا وہ اپنی بیوی کا روپ کسی دوسرے انسان کو نہیں دیکھانا چاہتا جس پہ کاظم شاہ نے یا کسی دوسرے نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا، خود میر ال شاہ بھی اسکی کل والی فرمائش کی وجہ سے اندر ہی رہی تھی، وہ اپنی تمام دوستوں کو اپنی تصاویر پوسٹ کرنے سے منع کر چکی تھی۔۔ اسکی سب دوستیں ایک ہی دن میں اس کی اس کے اس چینج پہ حیران تھیں، لیکن پھر جب انہیں معلوم ہوا اسکا شوہر پٹھان ہے تو وہ اسے سوائے دعائیں دینے یا چھیڑنے کے اور کچھ نہ کر پائی۔۔ نکاح ہونے کے بعد سب نے میر ال شاہ کے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔ اسکا نکاح کروانے کے بعد وہ سب باہر حازق خان کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔ شاہ ہویلی کے بڑے سے لان میں بڑی تعداد میں لوگ انوائیٹڈ تھے۔۔ حازق خان کا نکاح وہی پہ ہونا تھا۔۔

حازق خان ولد اسماعیل خان کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں میر ال ملک ولد ارسل ملک کو ایک کڑوڑ حق مہر کے عوض پہ اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟۔۔۔ قاضی اب حازق خان کے پاس بیٹھا اس سے نکاح کی رضامندی چاہ رہا تھا۔۔

جی قبول ہے!!(وہ میک اپ کی دکان مجھے قبول ہے!)

قبول ہے!!(وہ رومانٹک بندی مجھے دل و جان سے قبول ہے!)

قبول ہے!! (مجھے میری محبت میرے نکاح میں قبول ہے!!)

قاضی کے تین دفعہ پوچھنے پہ حازق خان نے ٹھہر ٹھہر کے جواب دیا تھا۔۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض پہ میرون ویسکوٹ پہنے اپنی سرخ و سفید چمکتی رنگت کی وجہ سے سب کی نگاہوں کا مرکز تھا۔۔ اسکی نیلی سمندری آنکھوں کی سرخی اسکی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھی۔۔ اس بھرپور جوان مرد کی خوبصورتی اس وقت سراہے جانے کے قابل تھی۔۔ حازق خان کے نکاح کے بعد سب نے اسے مسکراتے ہوئے اپنے گلے سے لگایا تھا۔۔ داجی نے بھی نکاح میں اپنے دل کی خوشی سے شرکت کی تھی۔

مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو! اور ہماری بہن کو خوش رکھو!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے بغلگیر ہوتا مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔
مبارک ہو!! ابھی اپنے دولیٹر خون کے ضیائع کا بدلہ میں نہیں بھولا!! اور تم آج بھی میرے لئے سالے ہی ہو! خود کو میرا بہنوئی سمجھنے کی غلطی کبھی مت کرنا!!۔۔کاظم شاہ کے بعد احان شاہ اسے اپنے انداز میں مبارکباد دی تھی جس پہ حازق خان نے اسے تاصف سے دیکھا تھا۔

مبارک ہو میری جان! محفل کی شان! پاکستان کی آن بان!! ۔۔۔۔زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا پیار سے چوما تھا جس پہ حازق خان نے اسے بھرپور انداز میں دلکشی سے مسکرا کے دیکھا یا تھا۔

مانتے ہے کہ نہیں پھر مجھے ؟رخصتی میں نے بھی آپ کی نہیں ہونے دی!! انشاءاللہ تب تک پینڈنگ پہ کرواتا رہا ہوں گا جب تک آپ میری بیوی مجھے نہیں سونپیں گے سالے صاحب!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے بغلگیر ہوتا اسے مبارک باد دینے کی بجائے سلگا کے رکھتا اسے باور کروا رہا تھا وہ آج بھی اسکا سالا ہے۔حازق خان کا دل کر رہا تھا اسے ٹانگ مار کے اسٹیج سے نیچے پھینک دے لیکن کیا کرتا اس وقت وہ اتنی عوام کے سامنے اپنے چہرے پہ رسمی سی مسکراہٹ سجائے رہا۔اس وقت بس اسے کسی طریقے سے اپنی بیوی کو دیکھنا تھا جو اسکی پسند کے لباس اور جیولری میں ملبوس ہو گی۔۔

جانِ تمنا۔۔قسط 113 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

سنا ہے تو نے تمام مردوں کی اندر جانے پہ پابندی لگوائی ہے ؟پہلے دن میں ہی اتنا رعب ؟مطلب کیا میں برائیڈ کا بیسٹ فرینڈ ہوتے ہوئے بھی اندر نہیں جا سکتا؟۔۔۔۔۔حازق خان کو نکاح کی مبارکباد دینے کے بعد شہسوار شاہ اسکے ساتھ بیٹھتا مصنوعی حیرانگی اور پریشانی سے گویا ہوا تھا۔۔

ہاں ٹھیک سنا ہے!! اور تو اس وقت برائیڈ کے ہزبینڈ سے مخاطب ہے اب تو اس کی بیسٹ فرینڈز کی لسٹ سے آؤٹ ہو چکا ہے!! اب اسکے سر کا سائیں بھی میں ہوں اور بیسٹ فرینڈ بھی خیر سے میں ہی کافی ہوں! اسی لئے میری بیوی سے

کوئی بھی رشتے داریاں نکالنے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔حازق خان نے اسے گھور کے دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں اسے اتراتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

واٹ!! تجھے پتا ہے میں نے تیری اور اسکی شادی کے لئے کتنی دعائیں مانگی ہے اور تو۔۔۔۔۔۔ابھی شہسوار شاہ اسکے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے پہ اسے مصنوعی غصے سے گھورتا اپنا جملہ مکمل کرتا جب حازق خان اسکی بات کاٹ گیا۔۔

شش!! تو تراخ تو صرف مجھ سے کر سکتا ہے! میری بیوی رشتے میں تیری بھابھی لگتی ہے! اوّل تو تو نے اسے اپنی زبان سے پکارنا نہیں ہے اور اگر کبھی جو ضرورت پڑ جائے تو تمیز سے بھابھی بولنا ہے! ورنہ خاموشی تجھ پہ زیادہ سوٹ کرتی ہے! جب تو اپنی زبان کھولتا ہے مجھے تجھ سے زیادہ زہریلا انسان کوئی نہیں لگتا!!۔۔حازق خان آج اتراتے ہوئے شہسوار شاہ کو لتاڑتا اپنے اگلے پچھلے سارے بدلے اتار رہا تھا۔ شہسوار شاہ اس کی بچوں سی جبلی پہ دل میں ہنس رہا تھا جبکہ چہرے پہ ناراضی، غصہ اور حیرانگی سجائے اسے افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ شہسوار شاہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس اپنی گہری سیاہ آنکھوں میں چمک لئے اپنی روعب دار اور ڈیسنٹ پرسنیلٹی کے ساتھ بے حد پرکشش نظر آرہا تھا۔۔

بہت بداخلاق انسان ہے تو!! نکاح کے دو بول پڑتے ہی خود کو "مسٹر ورلڈ" سمجھنا شروع کر دیا ہے؟ تو مجھ سے میری بیسٹ فرینڈ نہیں چھین سکتا!!۔۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ نے دانت پیستے ہوئے اسکے چوڑے کندھے پہ مکا جھڑا تھا۔۔

ہاں یہی سمجھ لے!! اور اب اگر تو نے مزید ایک دفعہ بھی میری بیوی کے لئے اپنی بیسٹ فرینڈ کا لفظ استعمال کیا تو میں بنا کسی کا لحاظ کئے تجھے یہی پہ پیٹنا شروع کر دوں گا!!۔۔۔۔۔حازق خان اسکی طرف رخ موڑتے غصے سے دانت پیستے ہوئے گویا ہوا تھا۔۔

صبر کر میں بلاتا ہوں تیرے بہنوئیوں کو اور انہیں بتاتا ہوں کہ تو کس طرح سے ان کی بہن سے ملاقات کرنے کے لئے اتاولا ہو رہا ہے جس کا غصہ مجھ پہ نکالا جا رہا ہے! جسٹ ویٹ اینڈ واچ!! بول کس بہنوئی کو بلاؤں؟ بڑے والے کو یا چھوٹے والے کو؟ مطلب کس کی تیرے ساتھ کم بنتی ہے!! کون تجھے زیادہ کھینچ کے رکھتا ہے؟؟۔۔۔۔۔شہسوار شاہ اسے دھمکی دینے والے انداز میں استفسار کرتا اب اسکے بہنوئیوں کی تلاش میں نگاہیں گھما رہا تھا۔۔حازق خان نے اسے شدید قسم کی گھوریوں سے نوازتے اسکے پشاوری چپل میں مقید دودھیا سفید پیر پہ اپنا چمچماتے بوٹوں والا پیر

زور سے رکھتے اسکے پیر کو کچلا تھا۔۔ شہسوار شاہ کی کراہ بے ساختہ تھا، اس نے کراہتے ہوئے جلدی سے اسکے وزنی پیر کو اپنے پیر سے ہٹایا تھا۔۔

کیا تکلیف ہے؟ تو نے آج مجھ پہ ظلم کرنے کے لئے مجھے انوائیٹ کیا تھا؟۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنا سرخ ہوتا پیر دیکھتے اسے نروٹھے پن سے دیکھتے ناراضی سے بولا تھا۔۔

تصیح کر! تو بن بلائے مہمان کی طرح خود آیا ہے میں نے اپنے نکاح کے کارڈ پہ خصوصی طور پہ صرف ایک فرد کو آنے کی اجازت دی تھی! وہ انوٹیشن کارڈ صرف عالم انکل کے لئے تھا، اتنے برے دن نہیں آ گئے اپنے دشمن کو اپنے اتنے اسپیشل دن پہ انوائیٹ کرتے اپنا دل خراب کروں!!۔۔۔ حازق خان خوبصورتی سے اسے ون سائیڈڈ مسکراہٹ پاس کرتا اسے آئینہ دیکھا رہا تھا، اس نے واقعی ہی شہسوار شاہ کو تنگ کرنے کے لئے اسے انوائیٹ نہیں کیا تھا۔

تو بھی تصیح کر! میں بن بلائے مہمان کی طرح نہیں بلکہ ایک مہمانِ خصوصی کے طور پہ انوائیٹ کیا گیا ہوں! میری بیسٹ فرینڈ نے بذاتِ خود اپنی دوستی نبھاتے ہوئے میرے لئے اسپیشل کارڈ چھپوایا تھا، ہونہہ!! یقین نہ آئے تو خود پوچھ لینا!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے اسے تنگ کرنا کسی صورت نہیں چھوڑا تھا، اسکے منہ سے پھر سے میرال شاہ کے لئے بیسٹ فرینڈ کا لفظ سنتے حازق خان نامحسوس انداز میں اسکے جبڑے پہ مکا جھڑتا کے پاس سے کھڑا ہوتا۔ اب زوریز شاہ کو اشارے سے اپنے پاس بلا رہا تھا۔۔ زوریز شاہ جو اپنی ذمہ داری پہ سب ویٹرز سے مہمانوں کو کھانا سرو کروا رہا تھا اسکے ایک اشارے پہ وہ سر کو خم دیتے ویٹرز کو مزید ہدایات دیتے اسٹیج کی طرف بڑھا تھا۔۔ زوریز شاہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس پیروں پہ سیاہ پشاوری چپل پہنے ہوئے تھا۔۔ نکاح کے لئے سب لڑکوں کا تھیم وائٹ تھا جو کہ باقاعدہ کارڈ پہ مینشن تھا اسی لئے سب نے سفید شلوار پہنی ہوئی تھی۔۔ حازق خان اپنی برینڈڈ اور ذرا سی ایمبرائیڈڈ میرون ویسکوٹ کی وجہ سے سب سے الگ تھلگ لگ رہا تھا۔

کھانا کیوں نہیں کھا رہے تم دونوں؟۔۔۔۔۔ اسٹیج پہ آتے ہوئے زوریز شاہ ٹیبل پہ کھانا ویسے کا ویسے سجا دیکھ کے حازق خان اور شہسوار شاہ سے مخاطب ہوا تھا، اس وقت اسٹیج پہ صرف وہی دو تھے، حازق خان کے زیادہ کوئی دوست نہیں تھے جنہیں وہ یہاں انوائیٹ کرتا، نوے فیصد لوگ شاہ حویلی والوں کی طرف سے انوائیٹ کئے گئے تھے۔۔

بھئی یہ فوٹو گرافر ہمارے سر سے اتریں گے تو حلق سے کچھ اترے گا نا؟ نہیں مطلب اتنے فوٹو گرافر تم لوگوں نے اس لئے بلوائے ہیں تا کہ سب کے نوالے گن سکو؟ یا یہ اندازہ لگا سکو کہ کسی نے سلامی دینے سے زیادہ کھانا تو نہیں ٹھونس لیا؟۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکا دھیان اسٹیج کے گرد موجود ڈھیروں فوٹو گرافر کی طرف کرواتا بدمزہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔ زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے ان تمام فوٹو گرافرز کو یہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

ہم نے صرف ایک دو ہی بلائے تھے باقی کے سب خود سے آئے ہیں!! اور اب چلے گئے فوٹو گرافر تو سکون سے ٹھونس لے! اور تو بھی کھانے بیٹھ!!۔۔ زوریز شاہ پہلے شہسوار شاہ کو جواب دیتے اب حازق خان کو بھی کھانا کھانے کی ہدایت دے رہا تھا۔۔

مجھے ابھی بھوک نہیں ہے!! مجھے میری دونوں گڑیا (گلالئی، ذائشہ) سے ملنا ہے، نکاح کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہو سکی اور گل گڑیا سے تو جب سے آیا ہوں ایک دفعہ بھی ملنے نہیں جا سکا!!۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان اسے جواب دیتے ہوئے ایک نظر تمام مہمانوں پہ ڈالی تھی۔

یار وہ سب اندر ہے! تو اندر جا کے مل لے نا؟ یا اب ہماری ہویلی کا فرد ہوتے ہوئے بھی تو اندر جانے کی اجازت مانگے گا؟۔۔۔ زوریز شاہ نے اسکی عقل پہ افسوس کیا تھا۔۔

اہمم!! اندر تو میں چلا جاؤں لیکن میں اصل میں یہ جاننا چاہ رہا ہوں، وہاں زیادہ خواتین تو نہیں ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کو کھانا کھاتے دیکھ کے حازق خان اب زوریز شاہ سے مزید سوال کرتا اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

نہیں سب میرا ل آپی یا مرحا کی فرینڈز ہیں! وہ سب پہلے ہی اپنے جیجو کو دیکھنے کے لئے مجھے کتنے پیغام پہنچا چکی ہیں!! جا سب کو اپنا تعارف بھی کروا دے اور اگر تجھے یہاں سب کو کراس کر کے جاتے ہوئے جھجھک محسوس ہو رہی ہے تو وہ اسٹیج کے پیچھے سے بیک سائیڈ سے چلا جا!!۔۔۔ زوریز شاہ اب اسے مزید ہدایات سے نوازتا اسے بیک سائیڈ سے ہویلی کی اندرونی طرف بھیج رہا تھا۔

مجھے کسی کو اپنا تعارف نہیں کروانا یار تو جانتا ہے مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا! مجھے بس اپنی بہنوں سے (اور نئی نویلی بیوی) سے ملنا ہے۔۔۔ حازق خان سر جھٹک کے گویا ہوا تھا۔۔

اچھا جا بس بہنوں سے مل لے!! لیونگ روم میں چلا جائیں اور حلیمہ کو بول دینا وہ ذائشہ اور گل بھابھی کو وہی پہ بجھوا دیں گی!!۔۔۔زوریز شاہ حتمی انداز میں بولتا اسکی بات کا حل نکال رہا تھا جس پہ وہ مطمئن ہوتا بیک سائیڈ سے جا چکا تھا۔۔حازق خان کے جانے کے بعد زوریز شاہ نے ارزم شاہ، اور سامنے سے نظر آتے اپنے اور اسکے تمام دوستوں کو یہی اسٹیج پہ آنے کا اشارہ دیا تھا تاکہ وہ سب باتیں چھوڑ کے یہی پہ بیٹھ کے اکھٹے کھانا لیں اور شہسوار شاہ کو کمپنی بھی مل جائے۔۔وہ سب اسکے اشارے پہ اسٹیج کی طرف بڑھتے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔۔

وہ میجر کہاں گیا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسٹیج پہ آتے ہی یہاں پہ حازق خان کو نا پاتے مدھم آواز میں سنجیدگی سے زوریز شاہ سے سوال کیا تھا۔۔

اپنی بہنوں سے اندر ملنے گیا ہے!! تم کھانا کھاؤ!!۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسے مختصر سا جواب دیتے اسکے لئے کرسی گھسیٹتے اسکی طرف کی تھی۔ارزم شاہ اسکے جواب پہ چہرے کے زاویے بگاڑتا کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کرتا اب شہسوار شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

جی تو ایس ایس پی صاحب کب تک دوستوں کی شادی کا کھانا کھائیں گے؟ اپنی شادی کا کھانا کب کھلانے کا ارادہ ہے؟؟۔۔۔۔۔شہسوار شاہ کو چھوٹے چھوٹے نوالے میں ڈالتے دیکھ کے ساتھ ساتھ فون میں مصروف دیکھتا پا کے ارزم شاہ اب اپنی پلیٹ میں کھانا ڈال رہا تھا۔۔

وہ رہے میرے ڈیڈ!! یہ سوال مجھ سے ہمیشہ کرنے کی بجائے ان سے کیا کرو!! جس دن وہ مان گئے تو سمجھ لو میں نے دنیا فتح کر لی!!۔۔شہسوار شاہ نے اسکے سوال پہ اپنا فون سائیڈ پہ رکھتے ہوئے سامنے ھارون شاہ اور زاویار شاہ کے ساتھ بیٹھے عالم شاہ کی طرف اشارہ کرتے اسے جواب دیا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔۔رشوت دے کے کام چلا لیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے اسے مشورہ دیا تھا، اسکے اس طنز پہ شہسوار شاہ کی بجائے سب نے بتیسی نکالی تھی، شہسوار شاہ نے اسے گھور کے دیکھا تھا جو ہمیشہ اسکی پولیس کی فیلڈ پہ یونہی طنز کیا کرتا تھا۔

یوں مت دیکھیں ایس ایس پی صاحب!! میری آنکھوں میں ڈوب جائیں گے!! اور آپ کے ڈیڈ سمجھ دار ہیں اسی لئے نہیں مان رہے کیونکہ وہ نہیں چاہتے ان کا بیٹا دنیا فتح کرنے کے چکروں میں کسی معصوم کی دنیا اجاڑ دے! مجھے

میری ہونے والی بھابھی کے ساتھ بہت ہمدردی ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسے اپنی طرف گھورتا پا کے اس پہ چوٹ کرتا ہنستے ہوئے اسکا ریکارڈ لگا رہا تھا۔۔۔

تمہاری آنکھوں میں ڈوبنے سے پہلے میں گہرے سمندر میں ڈبکی لگانا خود پہ فرض کر لوں اسی لئے یہ بھول تم دماغ سے نکال دو!! اور تمہیں بھابھی کا ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں ہے اس کے لئے میں کافی ہوں گا!! اسے فری کے دیور کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے آنکھیں گھما کے اسے جواب دیتے اپنا فون پہ موصول ہوتے نوٹیفکیشن چیک کیا تھا۔

آہاااا!! میں ہی کافی ہوں؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے سب کی طرف دیکھنے کے بعد اس کے فون پہ اشارہ کرتے ہوئے شہسوار کو چھیڑا تھا جس پہ سب اب شہسوار شاہ کے فون پہ جھپٹے تھے لیکن وہ اپنا فون جلدی سے ٹیبل سے اٹھا کے جیب میں ڈال چکا تھا۔

عالم انکل آپ کا نام روشن ہو رہا ہے یہاں! رکے میں وہاں جا کے انہیں بتاتا ہوں!!۔۔ارزم شاہ اسے دھمکی لگا کے کرسی سے اٹھتا اپنے ہاتھ ٹشو سے صاف کرتے ہوئے سٹیج سے اترا تھا۔سب نے کھانا چھوڑتے ہوئے رخ موڑ کے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ شہسوار شاہ کا بس نہیں تھا اس نوٹنکی کا سر پھوڑ دے جو واقعی ہی اسکے باپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

مائے ہاٹ بابا جان!! مجھے عورتوں والی سائیڈ پہ ابھی آپکی ایک پرانی گرل فرینڈ ملی ہیں!! بول رہی ہیں "ڈی" کا کرنٹ نمبر چاہئیے! اب مجھے بتائیں انہیں ڈائریکٹ آپ کا نمبر دوں یا مام کا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ان سب بڑوں کے ٹیبل کی طرف آتا اپنا سر دریاب شاہ کے ساتھ جوڑتے ان کے کان میں سرگوشی نما آواز میں اپنا مدعا بیان کر کے مصنوعی معصومیت سے ان کا گال چومتا انہیں تیس سیکنڈ میں بھوکھلا کے رکھ چکا تھا۔۔ دریاب شاہ نے اپنا سر پوری طرح سے اسکی طرف گھماتے اسے غصے سے گھورا تھا۔۔ دریاب شاہ کی بائیں طرف بیٹھے عالم شاہ ارزم شاہ کی بات سن چکے تھے جس پہ انہوں نے اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی شکل پہ صاف لکھا تھا وہ جان بوجھ کے اپنے باپ کو تنگ کر رہا ہے۔۔۔

اوکے ریلکس!! مام کا نمبر دے دوں گا وہ انہیں ڈیل کر لیں گی! اور انکل آپ میری بات سنیں!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اب باپ کو جواب دینے کے بعد عالم شاہ کو خود کی طرف مخاطب کر رہا تھا۔

جی بیٹے؟؟۔۔۔۔۔عالم شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔۔اسٹیج پہ بیٹھا شہسوار شاہ آگ اگلتی نگاہوں سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جو واقعی ہی اسکے باپ سے مخاطب تھا۔۔

میری مانیں تو اپنے سپوت کے ہاتھ پیلے کریں!! ان کے ارادے نیک نہیں ہیں، میں آپ کو لکھ کے دے سکتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ انہیں سمجھداری سے مشورہ دیتا ایک نظر شہسوار شاہ کو دیکھ کے اسے آنکھ ونک کرتا وہاں سے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ارزم شاہ کے یوں عالم شاہ کو سمجھانے پہ سب بڑے ہولے سے ہنسے تھے جبکہ عالم شاہ نے رخ موڑ کے سٹیج کی طرف دیکھتے اپنے سپوت کو گھوری سے نوازہ تھا۔۔شہسوار شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے اپنا کام کھجایا تھا۔۔ارزم شاہ کے یوں آگ لگا کے لان سے نکلنے پہ اسٹیج پہ بیٹھے اسکے سب دوستوں کا مشترکہ قہقہہ گونجا تھا۔۔ارزم شاہ کو مزید بھوک تھی لیکن اس نے خود صرف دو چار نوالے لئے تھے، وہ اس وقت اپنی بیوی سے ملنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔کھانا اس سے زیادہ ضروری تھا۔۔

گرلز میں باہر کھڑکی سے دیکھ کے آرہی ہوں!! جیجو یہاں آرہے ہیں!! چلو چلو یہاں سے نکلو سب!! کمرہ فارغ کرو!!۔۔۔۔۔۔ہویلی کی سب لڑکیوں کی دوستیں اس وقت میرال شاہ کے کمرے میں اسکے پاس موجود تھیں۔۔ میرال شاہ، ایزل شاہ، مرحا شاہ، گلالئ اور ذائشہ خان بھی یہی پہ موجود میرال کے پاس بیٹھی تھیں جب میرال شاہ کی ایک دوست جلدی سے دروازہ کھول کے اسکے کمرے میں داخل ہوتے چٹکی بجا کے بولی تھی، اسکی اس خبر پہ میرال شاہ کا دل دھڑکا تھا، وہ جو بیڈ پہ سکون سے بیٹھ کے کھانے کے دو چار نوالے لیتی اپنی سب دوستوں کے سامنے آج بھی لاپرواہ بنی بیٹھی تھی، حازق خان کی یہاں آمد کا سن کے اسکا دل پہلو میں بری طرح سے دھڑک رہا تھا، نوالا خود بخود حلق میں اٹکا تھا جس پہ اس نے جلدی سے پانی کا گلاس اپنے میرون لپ اسٹک سے سجے لبوں کے ساتھ لگایا تھا، سب دوستیں میرال شاہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

لالہ آئے ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ چہکتے ہوئے بولی تھی۔وہ کب سے ان سے ملنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

ہاں تمہارے لالہ آئے ہیں! لیکن ابھی تم ان سے ملنے سے پہلے ایک اچھی بہن کی طرح اپنے لالہ کی اپنی بھابھی کے ساتھ ملاقات ارینج کرواؤ گی!! ۔۔۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ کی دوست نوال سمجھداری سے گلالئ کے ہاتھ پکڑتی اسے سمجھا رہی تھی۔۔

و۔وہ کیسے ؟؟۔۔۔۔۔۔گلالئ معصومیت سے جواب دیتی کنفیوز سی لگی تھی۔

تم اور ذائشہ سب کے ساتھ مرحا آپی کے کمرے میں جاؤ گی! کیونکہ جیجو جتنے سیریس لگ رہے ہیں! میں ان کے چہرے سے ہی اندازہ لگا چکی ہوں وہ سب سے پہلے تم دونوں سے ملنے کا بولیں گے اور جب وہ یہ بولیں گے پھر ہم سب سنبھال لیں گے کیوں لڑکیوں ؟؟۔۔۔۔۔نوال پورے مسئلے کا حل نکالتی اپنی اور میرال کی آدھی دوستوں کو اپنے پاس رکھتی بلکہ باقی سب کو ہویلی کی لڑکیوں کے ساتھ مرحاشاہ کے کمرے میں بھیج چکی تھیں۔۔مرحاشاہ یا ایزل شاہ نے اپنے جیجو کو پاگل بنانے کا زمہ خود پہ نہیں لیا تھا کیونکہ اگر یہ بات ان کے شوہروں تک پہنچ جاتی تو ان دونوں کی خیر نہیں ہونی تھی۔۔

لیکن میں لالہ سے کیسے ملوں گی ؟؟۔۔۔۔۔گلالئ سب کے ساتھ مرحاشاہ کے کمرے کی طرف جاتی معصومیت سے انگلیاں موڑتے ہوئے بولی تھی۔

لالہ تم سے ملے بغیر نہیں جائیں گے گل! پریشان مت ہو!!۔۔۔۔ذائشہ اسے اپنے ساتھ لگاتی مسکراتے ہوئے بولی تھی جس پہ وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔مرحاشاہ اب ویڈیو کال میں کبرہ کو جوائن کر چکی تھی جو اسے لائیو ویڈیو کال پہ باہر لاؤنج کی ساری صورتحال دیکھا رہی تھی۔۔

لڑکیوں یہاں آؤ!! جیجو آ گئے!!۔۔۔۔۔۔۔ویڈیو کال میں نظر آتے حازق خان کو دیکھتی مرحاشاہ جلدی سے ہنستے ہوئے ان سب کو مخاطب کرنے لگی جس پہ وہ سب تیزی سے اسکے فون میں منہ دیتی باہر کے حالات دیکھ رہی تھیں۔ حازق خان کافی سنجیدگی سے لاؤنج میں داخل ہوا تھا جب سامنے ہویلی کے جانے پہچانے چہرے دیکھنے کی بجائے ایک گروپ کی صورت میں موجود لڑکیوں کو صوفے پہ بیٹھے دیکھ کے وہ حیران سا ہوا تھا۔وہاں اسے کہیں بھی گل، ذائشہ یا کوئی دوسری ہویلی کی لڑکی نظر نہیں آ رہی تھی۔زہرہ مام اور شاہ بی بی متعلق تو وہ جانتا تھا وہ باہر عورتوں والی طرف موجود تھیں۔۔

ارے آپ جیجو ہیں نا؟؟ جیجو کیسے ہیں آپ؟ ہماری دوست سے نکاح کرنے کے بعد آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے؟ کیا آپ میرال کے ہز بینڈ کے عہدے پہ فائز ہونے کے بعد خود پہ فخر محسوس کر رہے ہیں؟؟ آپ کو ہماری میرال سے محبت کیسے ہوئی؟۔۔۔۔۔۔ابھی حازق خان یہاں وہاں دیکھتا حلیمہ کی تلاش میں نظریں گھما رہا تھا جب ان سب کو صوفوں سے کھڑے ہوتے ایک ساتھ سوالات کا انبار لگاتے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔ مرحا شاہ کے کمرے میں موجود سب لڑکیوں ویڈیو کال میں نظر آتے پریشان سے حازق خان کو دیکھتی دل کھول کے ہنس رہی تھی وہ اس وقت اپنی نیلی آنکھیں پھیلا کے انہیں سنتا بے حد کیوٹ لگ رہا تھا۔

اچھا لگ رہا ہے! گل اور ذائشہ کہاں ہیں؟؟۔۔۔۔ان کے خاموش ہونے پہ حازق خان انہیں مختصر سا جواب دیتا جلدی سے اپنی بہنوں کے متعلق پوچھنے لگا جس پہ گل اور ذائشہ کے لب مسکرائے تھے، وہ نکاح کرنے کے بعد بھی اپنی بہنوں کو نہیں بھولا تھا، حازق خان ان کے سوالات سے ہی جان چکا تھا وہ ضرور میرال شاہ کی دوستیں ہوں گی۔۔ آپ بہت کم گو لگتے ہیں جیجو؟ ہماری میرال کی آپ کے۔۔۔۔ابھی میرال کی دوست کچھ بولتی جب نوال نے جلدی سے اسکی بات کاٹی تھی۔

گل اور ذائشہ اس کارنر والے کمرے میں ہیں اور اسکے بالکل اپوزٹ سائیڈ والے کمرے میں آپکی نئی نویلی منکوحہ بھی موجود ہے!! دونوں کمرے اپنے ہی سمجھیں۔۔۔۔۔۔نوال نے شرارت سے حازق خان کو جواب دیتے مرحا اور میرال کے کمرے کی طرف اشارہ کرتے اسے اسکی بہنوں کا غلط کمرہ بتایا تھا۔ جس کمرے میں میرال شاہ موجود تھی وہ جان بوجھ کے اس کمرے کی طرف اشارہ کرتی اسے غلط انفارمیشن دے گئی تھی کہ وہاں اسکی بہنیں موجود ہیں، اسکی غلط انفارمیشن پہ گلالئی اور ذائشہ خان نے منہ کھولا تھا۔۔ حازق خان۔ اسکی شرارت کا جواب دیئے بنا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کارنر والے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اس نے کافی مشکل سے اپنے دھڑکتے دل کی پکار فلحال اگنور کرتے اس کمرے سے نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا جہاں اسے بتایا گیا تھا میرال شاہ موجود ہے۔۔ بالکل دو قدموں کا فرق تھا

--

حازق خان نے کارنر والے کمرے کے دروازے پہ ناک کیا تھا۔۔ وہ ہمیشہ اپنی بہنوں کے کمروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لیا کرتا تھا۔

کمرے میں صرف گل اور ذائشہ ہیں! آپ چلیں جائیں، وہ آپ کے لئے کمرے میں ہی کھانے کا انتظام کر رہی تھیں۔۔۔ اسے دروازہ کھٹکھٹانے میں وقت ضائع کرتے دیکھ کے کبرہ نے بلند آواز میں حازق خان کو مخاطب کیا تھا جس پہ وہ گہری سانس بھرتا ایک دفعہ مزید ناک کر رہا تھا، اسکے اس دفعہ ناک کرنے پہ کمرے کا دروازہ خود ہی کھل چکا تھا۔ حازق خان نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے کمرے میں اپنے قدم بڑھائے تھے وہ ابھی خالی کمرے میں یہاں وہاں نگاہیں دوڑا ہی رہا تھا جب دروازہ خود بخود بند ہوا تھا۔۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے لاؤنج میں موجود تمام لڑکیوں کے قہقہے چھوٹے تھے جبکہ مرحاشاہ ہنس ہنس کے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ چکی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ دروازہ ضرور اسکی بے باک بہن نے بند کیا ہو گا تاکہ اس کے شوہر کو جائے فرار کا کوئی راستہ نہ مل سکے، وہ ابھی کچھ دیر پہلے کافی بھڑکیں مار رہی تھی اسکی ملاقات اریج کروائی جائے تاکہ وہ اپنے ان رومانٹک سر تاج کو بتا سکے رومانس کس طرح سے کرتے ہی۔۔ دروازہ بند ہونے پہ ذائشہ خان اور گل نے منہ کھولتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا باقی سب ہنستے ہوئے اب کوئی پلین بنا رہی تھیں کہ ان دونوں کا رومانس بھی دیکھا جا سکے لیکن یہ ابھی ممکن نہیں تھا۔۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پہ حازق خان نے تیزی سے رخ موڑا تھا۔۔ دروازے کے ساتھ لگی میرال شاہ کو کو سینے پہ ہاتھ باندھے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔ اسے اتنے چل اور کانفیڈنٹ انداز میں کھڑے دیکھ کے اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔ وہ تو یہاں گل اور ذائشہ سے ملنے آیا تھا تو اسکا مطلب اسکے غلط کمرہ بتایا گیا تھا؟؟ کیونکہ حازق خان کو اچھے سے یاد تھا باہر موجود لڑکی نے اسے یہی بتایا اس کمرے میں اسکی بہنیں تھیں، لیکن ایسا نہیں تھا یہاں اسکی بہنوں کی بجائے اسکی منکوحہ تھی۔ اس حسین اتفاق پہ حازق خان کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ میرال شاہ کو روایتی لڑکیوں کی طرح شرمانے کی بجائے یونہی اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کھڑے دیکھ وہ اسکی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔ وہ اس وقت آف وائٹ شرارے پہ ایمبرائیڈڈ آف وائٹ ہی کرتی پہنے سر پہ بھاری گوٹے کے کام سے لبریز میرون دوپٹا پیچھے کی طرف سیٹ کئے ہوئے تھی۔۔ کلائیوں پہ سرخ گلاب کے گجرے پہنے وہ سر پہ ماتھا پٹی لگائے ناک پہ باریک سی نتھ پہنے اس قدر خوبصورت لگ رہی تھی کہ وہ ہر چیز فراموش کرتا نظر بھر کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتا اسکے قریب آ چکا تھا۔

اس قدر میک اپ کون کرتا ہے وائفی ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے قریب کھڑا ہوتا اسکی تعریف کرنے کی بجائے گھمبیر آواز میں یہ جملہ بولتا مسکراتی ہوئی میرال شاہ کو منہ کھولنے پہ مجبور کر گیا، اس نے کب اتنا میک اپ کیا تھا، ہاں اسکی لپ اسٹک ڈارک تھی لیکن اسکا باقی کا میک اپ تو نہ ہونے کے برابر تھا۔۔ واللہ جس طرح سے اس نے اپنے لپ اسٹک سے سجے ہونٹ وا کئے تھے حازق خان کے حلق میں کانٹے سے اگ چکے تھے۔۔

نئی نویلی منکوحہ کو دیکھ کے اس طرح سے کون بولتا ہے یو مینٹل سر تاج!!!۔۔۔۔وہ اسکی ویسکوٹ سینے سے اپنی مٹھیوں سے جکڑ کے اسے خود کے نزدیک کھینچتی دانت پیستے ہوئے ایک ایک لفظ پہ زور دے رہی تھی۔ افف۔ اس کی یہ ادا۔۔۔ حازق خان اس کی اس ادا پہ ایک دفعہ پھر اپنا دل ہار گیا تھا۔۔

میرا فرسٹ ایکسپیرینس ہے!! تم مجھے سیکھا دو مجھے کیا بولنا چاہئیے تاکہ اگلی دفعہ اگلی بیوی کو امپریس کرنے میں کامیاب ہو سکوں!! ۔۔۔وہ مسکراہٹ دبا کے بولتا اسکے خوبصورت مکھڑے سے نگاہ تک نہ ہٹا سکا۔ حازق خان کے یہ الفاظ میرال شاہ کو اندر تک آگ لگا گئے تھے۔ وہ اسے خود کے مزید قریب کھینچتی اسے غصے سے دروازے کے ساتھ لگا کے خود اسکے مقابل ہوتی اسکے سرخ عنابی لبوں کو اپنے لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں میں قید کرتی شدت بھرے انداز میں اسکی سانسیں کھینچنے لگی۔۔ حازق خان کی نیلی آنکھیں حیرت سے باہر کو ابلی تھیں، یہ سب اس نے ایک پل میں کیا تھا کہ وہ ٹھیک سے حیران بھی نہ ہو سکا۔۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اسے فرسٹ کس اسکی منکوحہ کرے گی۔۔ وہ اسکے لبوں کے ساتھ غصے سے لپٹی ان پہ اپنے دانت گاڑ کے اسکی سانسوں کو کھینچتی حاذق خان کو اسکے الفاظ کی سزا دے رہی تھی۔ آخر اس کی جرآت کیسے ہوئی تھی دوسری بیوی کا ذکر کرنے کی۔۔ کافی دیر تک اسکے لبوں کو شدت بھرے انداز میں زخمی کرتی وہ اسکی اور اپنی پھولی سانسوں کو محسوس کرتی اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گئی۔۔ دونوں کی سانسیں بری طرح سے پھولی ہوئی تھی، دونوں سرخی چھائی نگاہوں سے ایک دوسرے کے بھیگے ہونٹوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ یہ کس صرف میرال شاہ کی طرف سے تھی، حازق خان نے اسے ریسپانس دینے کی بجائے پہلے اسکا سٹیمنا چیک کرنا ضروری سمجھا تھا۔

تم دوسری شادی کرو گے !؟ تمہیں واقعی ہی لگتا ہے تم مجھ سے جڑ جانے کے بعد کسی دوسری عورت کے متعلق سوچ سکتے ہو میجر !؟ آج تو صرف تمہارے ہونٹوں کو زخمی کیا ہے اگلی دفعہ ان ہونٹوں کو چھری سے کاٹ ڈالوں گی جو

میرے علاوہ کسی دوسری لڑکی کا ذکر کریں گے !! وہ غصے سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے چیختے ہوئے اسکے چٹانی سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جھڑتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔ حازق خان نے اسکا اتنا شدید ریکشن ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا۔۔ اسے غصے سے اپنی کلائیوں سے گجرے اتارتے دیکھ کے وہ جلدی سے اس کے قریب ہوتا اسکی کلائیاں اپنے مضبوط ہاتھ کی قید میں مقید کرتا اسے پورے استحقاق سے اپنے سینے میں بھینچتا اسے محسوس کرنے لگا۔ حازق خان کی اس پیش قدمی پہ دونوں کے دل کی حالت غیر ہوئی تھی۔

نکاح مبارک ہو میرو جان!!۔۔۔ وہ اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں اسے مبارکباد دے رہا تھا۔ اسکے پکارنے کے انداز میں میرال شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔

اب کیوں مجھے گلے سے لگا کے کھڑے ہو؟ ابھی بھی بتاؤنا کتنا میک اپ کیا ہے میں نے؟ بتاؤنا اتنی بری لگ رہی ہوں تمہیں کہ مجھے دیکھتے ہی دوسری بیوی کے ارمان تمہارے دل میں جاگ چکے ہیں!!؟۔۔۔۔۔ وہ غصے سے غرا کے بولتی اس سے دور ہونے کی تگ و دو کرنے لگی، وہ اسے مزید مضبوطی سے خود میں قید کرتا اسکی کمر کے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

چھوڑو مجھے !! مجھے تمہارے لئے تیار ہی نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ جینز شرٹ میں قبول ہے کے دو بول بولتی اور سونے کے لئے لیٹ جاتی!! ۔۔۔۔ اسکی بڑھتی گرفت پہ وہ اب جان بوجھ کے اسے ناراضگی دیکھا رہی تھا۔۔ حازق خان اسے اپنے سینے سے تھوڑا سا الگ کرتا اسے اوپر سے نیچے تک استحقاق بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔

میری پسند کے لباس میں میری لگ رہی ہو! اس وقت تم میجر خان کی میرو لگ رہی ہو! اس وقت تم پہ اپنا آپ لٹانے کو دل کر رہا ہے! قسم سے اس وقت تم میرا دل ایک دفعہ پھر لوٹ چکی ہو!! دوسری شادی کس سے کروں گا؟ ہے کوئی تمہارے جیسی رومانس کرنے والی؟ تمہارے جیسی دوسری مجھے کوئی نہیں ملنے والی!! ۔۔۔۔۔ وہ اسکی گردن اور جبڑے کے درمیان اپنا ہاتھ رکھتا اس کا جائزہ لے کے بوجھل آواز میں اس سے مخاطب اس کے سر پہ پیچھے کی طرف سیٹ اسکا دوپٹا اتارنے لگا۔۔ میرال شاہ نگاہیں اٹھا کے اس ساحر کے الفاظ سن رہی تھی، اسے اپنا دوپٹا اتارتے دیکھ کے اسے یقین نہ آسکا یہ اسکا وہی ان رومانٹک سر تاج ہے!

بیڈ پہ چلو گی تو تمہیں نکاح کی مبارکباد مزید آسانی سے دے سکوں گا! اتنی دیر ہیلز میں کھڑے رہ کے تمہارے ٹانگیں بھی تھک سکتی ہیں!! ۔۔۔۔اسکا دوپٹا اتارنے کے بعد اسے اختیاط سے ذرا دور صوفے پہ رکھتا وہ ساتھ ساتھ میر ال شاہ سے باتیں کرتا اسے حیران کر رہا تھا، وہ اسکے زو معنی الفاظ سمجھ چکی تھی، وہ خود بیڈ پہ جانے کی بجائے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔وہ اسکے قریب آتا اسے ایک جھٹکے سے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اسکی گردن پہ جھک کے اپنے سلگتے لب رکھتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا، اسکے لبوں کے اس لمس پہ میر ال شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ جلدی سے اسکے کندھے تھام گئی، حازق خان کے لمس نے شدت اختیار کی تھی وہ اسکی گردن پہ شدت سے بھرپور بوسا دیتا اسکی گردن کی سکن اپنے لبوں میں دبا کے کھینچنے لگا۔۔میر ال شاہ تھوک نگلتے ہوئے اس کے آگ کی طرح دہکتے لبوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کر رہی تھی، اسے آج پہلی بار کوئی مرد اس انداز سے چھو رہا تھا۔۔بیڈ تک آتے ہی اسے اس پہ پٹکتا وہ ایک گھٹنا فولڈ کر کے اسکے پیٹ کے قریب رکھتا اپنے دونوں ہاتھ اسکے اطراف میں رکھتے اپنا وزن ڈالے بغیر اس پہ جھکا تھا، اس وقت میر ال شاہ کی ٹانگیں زمین کے نیچے لٹک رہی تھی، حازق خان کی ایک ٹانگ اس کی بائیں ٹانگ کے ساتھ ٹچ ہو رہی تھی۔اس کا یہ روپ میر ال شاہ کے لئے بالکل نیا تھا۔

آج میں نے زندگی میں پہلی دفعہ لو بائٹ بنائی ہے! مجھے امید نہیں تھی یہ اتنی اچھے بنے گی!! ۔۔۔۔حازق خان اسکی گردن پہ اپنے دیئے گئے سرخ نشان پہ اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا خمار آلود لہجے میں گویا ہوا تھا۔

بس کرو میجر! مجھ سے تمہارا یہ روپ برداشت نہیں ہو رہا! مجھے کچھ کچھ ہو رہا ہے!!۔۔۔۔میر ال شاہ اپنی حیرانگی چھپاتی ڈرامائک انداز میں بولی تھی۔

یہاں کچھ کچھ ہو رہا ہے؟۔۔۔۔حازق خان اسکی گردن سے ہاتھ سرکا اسکی دھڑکنوں تک لاتا یہاں اپنی انگلیاں بجاتے دلفریب انداز میں استفسار کرنے لگا، میر ال شاہ کا مانو دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، پہلی ملاقات میں اس سے اتنی بے باکی کی توقع کب کی تھی بھلا؟ اسے یوں اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں پھیلاتے دیکھ کے وہ اس پہ اپنا وزن ڈال کے سایہ فگن ہوتا اسکے ہونٹوں کے ساتھ اپنی پوری قوت سے لپٹ گیا، میر ال شاہ اسکے یوں اچانک خود پہ وزن ڈالنے پہ سسکی بھرتی جلدی سے اسکے کندھوں کو اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی، حازق خان اسکے گال پہ اپنا ہاتھ جمائے دوسرے ہاتھ سے اسکے باب کٹ بال جکڑے زور سے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں میں پیوست کرتا انہیں سک کر رہا تھا، میر ال شاہ

کے ہوش ابھی ٹھکانے لگے تھے، اس نے اپنے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا وہ نکاح کے بعد پہلی ملاقات میں اسے اپنا یہ رومانٹک روپ دیکھائے گا، وہ میر ال شاہ کے لبوں کو سک کرتے انہیں شدت سے کھینچتا اسکی ایک ایک سانس پی رہا تھا، اسکے اس قدر شدت سے بھرپور انداز پہ میر ال شاہ کی سانسیں حلق میں گھٹ رہی تھیں، وہ مدہوش ہوتی اسکے لبوں سے سانسیں لیتی اسکی گردن پہ ہاتھ پھیرنے لگی، حازق خان نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی ویسکوٹ اور قمیض کے اوپری دو بٹن کھولے تھے جس کی وجہ سے اسکی سفید گردن چھلکتی ہوئی میر ال شاہ کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی، اسے مدہوش ہوتے دیکھ کے وہ میر ال شاہ کے بالائی ہونٹ پہ اپنی شدتیں دیکھانے لگا، میر ال شاہ کا ساتھ ملتے ہی حازق خان میں پہلے سے زیادہ خماری چھائی تھی، وہ زور سے اپنے ہاتھ اسکی دھڑکنوں پہ گھماتا اس کے لبوں کو آزاد کرتے اسے سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا، اسکی شارٹ اور فٹ کرتی سے ابھرتے اسکے خوبصورت نشیب و فراز حازق خان کو پاگل کرنے کے لئے کافی تھے، میر ال شاہ کی سسکیوں پہ حازق خان کے ہاتھوں کی بے باکیوں نے شدت اختیار کی تھی، وہ مدہوش ہوتی حازق خان کے ڈارک براؤن بالوں میں اپنی انگلیاں الجھا گئی، آج ساڑھے اٹھائیس سال بعد محرم کی قربت نصیب ہوئی تھی مدہوشی خود بخود میر ال شاہ پہ طاری ہو رہی تھی، میر ال شاہ سے کئی زیادہ مدہوش اس وقت حازق خان تھا جو اسکی کرتی کے اوپر سے ہی اسکی دھڑکنوں پہ جھک کے اپنے دانت گاڑ رہا تھا۔۔

م۔ میج۔ میجر۔۔۔۔۔ وہ سسکیوں کے درمیان اسکا نام پکارتی اسکا چہرہ اپنے دھڑکنوں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اسکی دھڑکنوں کو اپنے دانتوں سے آزاد کرتا چہرہ اٹھاتے ہوئے ایک دفعہ پھر اسکے اپنی شدت سے سرخ بھیگے لبوں پہ جھکتا میر ال شاہ کے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ دھنساتے ان ہونٹوں کو جنونی انداز میں چوم رہا تھا، اسکے ہر انداز میں ایک شدت اور جنون تھا جو میر ال شاہ جیسی بولڈ لڑکی بھی بمشکل برداشت کر رہی تھی۔ اسے اپنے ہونٹوں میں سسکیاں بھرتے دیکھ کے وہ اسکی زبان اپنے ہونٹوں سے الجھاتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف کرتا اسکی کرتی کی زپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔۔

آج بھی مجھے بتاؤ میں کتنا ان رومانٹک ہوں!؟۔۔۔۔ میر ال شاہ کو اپنے نیچے بن آب مچھلی کی طرح مچلتے دیکھ کے وہ اسکی زبان کے گرد رول ہوئے اپنے ہونٹ ہٹا کے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ کے گویا ہوتا اسکی کرتی کی زپ سرکا گیا۔۔

تم معصوم ہو میجر!! تمہیں سارا رومانس میں نے سیکھانا تھا تم اتنے رومانٹک نہیں ہو سکتے!!! ۔۔۔۔ میر ال شاہ اسکے کندھوں پہ مکا جھڑتی پھولتی سانسوں کے درمیان غراتے ہوئے اسے قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔

مجھے سارا رومانس آتا بھی نہیں ہے میر و جان!! مجھے صرف اوپر اوپر سے رومانس آتا ہے! نیچے نیچے سے تم رخصتی کے بعد سیکھا دینا! ۔۔۔۔ وہ ہنستے ہوئے اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتا میر ال شاہ کے گال سرخ کرتے ہوئے اسکی کرتی کندھوں سے سرکانے لگا۔۔

تم وہ میجر نہیں ہو جو مجھ سے فون پہ بات کرتے تھے! میں نا کہتی تھی تم ناگ خان ہو تمہارے سات نہیں ساٹھ روپ ہیں!! دور ہٹو!! میری ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں تمہارے نیچے دب کے!! ۔۔۔۔ میر ال شاہ اپنی فطری شرم اپنی باتوں میں چھپاتی اسکے کندھوں پہ مکے جھڑتے ہوئے اسے سنا رہی تھی۔۔ حازق خان اسکی ایک بھی سنے بغیر اسکی گردن پہ اپنی پوری شدت سے دانت گاڑتا اسکی کرتی اسکی دھڑکنوں کے مقام سے سرکانے لگا۔۔

ہڈیاں تو تمہاری اس وقت ٹوٹیں گی جب تم مجھے اپنے اندر محسوس کرو گی!! ابھی تو صرف پہلی ملاقات پہ ہاتھ ہولا رکھ رہا ہوں!!۔۔ اسکی گردن پہ مزید نشانات چھوڑنے کے بعد وہ اسکے لبوں پہ اپنے دہکتے ہونٹ رکھے قربت سے بھاری ہوتی گھمبیر آواز میں بے باکی سے گویا ہوتا اسکے سرخ عارضوں کو اپنے ہونٹوں میں لے کے سک کرنے لگا۔۔ میر ال شاہ اسکی گردن پہ دانت گاڑتی اپنی آنکھیں موند گئی، اسکی باتوں کی اتنی بے باکی پہلے کہاں سنی تھی؟

اسکے نڈھال ہوتے وجود کو دیکھ کے حازق خان کروٹ بدل کے خود نیچے ہوتا میر ال شاہ کو اپنے اوپر منتقل کرتے اسکی کرتی کے گہرے ڈیپ گلے سے نظر آتے اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔۔

دل چاہ رہا ہے انہیں اس آخری پردے سے بھی آزاد کر دوں لیکن پھر مجھے تمہارے بدن پہ ترس آ رہا ہے! تم یہاں میرے سلگتے ہونٹوں کا شدت بھرا لمس برداشت کرتی مر جاؤں گی!!۔۔۔ وہ اسکی کرتی فل نیچے سرکا کے اسکی سٹریپ میں انگلی ڈالتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنا بائیاں ہاتھ بے باکی سے جماتا میر ال شاہ کو مزید مدہوش کر رہا تھا، اسکے ہاتھ اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتی وہ قدرتی طور پہ مدہوش ہو رہی تھی۔ حازق خان نے اپنا سر اوپر کو اٹھاتے اسکی دھڑکنوں کو اس آخری پردہ آزاد کئے بغیر یہاں اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

م۔میجر۔۔۔میر ال شاہ نے تڑپتے ہوئے سسکیوں کے درمیان اسکا نام پکارتے اسکے سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اسکے چہرے کو یہاں سے ہٹاتے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھتے اپنی بے چینی دور کی تھی، حازق خان مسکراتے ہوئے اس کی کس میں اسکا ساتھ دیتا ابھی تک اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں سے بے دردی سے چھو رہا تھا، میر ال شاہ کا زوروں سے دھڑکتا دل وہ اپنے ہاتھوں کے نیچے بخوبی محسوس کر سکتا تھا، میر ال شاہ نے اسکے ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے کی ناکام کوشش کرتے بے تابی سے اسکی بیئر ڈ پہ اپنے دانت گاڑتے اسکی قمیض اور ویسکوٹ کے تمام بٹن کھولتے ہوئے اسکی گردن اور سینے پہ اپنے دانت گاڑتے ہوئے اسے پاگل کیا تھا، حازق خان اسکے اس لمس پہ خود پر سے ضبط کھوتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کی مزید بے باکی دیکھا رہا تھا۔۔

میجر!! ہاتھ ہٹاؤ!! آہہ۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹا کے بوکھتی سسکی بھرتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے دور کرنے لگا، وہ اسکے اس عمل پہ اپنے ہاتھوں کا زور بڑھاتے ہوئے اسے اپنے پیٹ پہ بیٹھاتا خود بھی اٹھ کے تھوڑا سا بیٹھتے اسکے نشیب و فراز پہ جھک کے اپنے ہونٹوں سے شدتیں دیکھاتا اسکی ٹانگیں کراس کر کے اپنی پشت کے گرد باندھ گیا۔۔

اب بتاؤ ہاتھوں کا لمس زیادہ اچھا لگ رہا تھا یا لبوں کا؟۔۔۔وہ بوجھل آواز میں بولتا اسے بے بس کرتے ہوئے اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔

ت۔تم بہت بے شرم ہو! تم نے مجھے اپنی معصومیت کا دھوکا دیا تھا!! ۔۔۔وہ اسکا گریبان جکڑتی مدہوشی میں بولتے ہوئے اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑ گئی۔۔

بارہ بجے کے بعد میں آج بھی تمہارے لئے معصوم ہوں میرو جان!! تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوا ریلکس!!۔۔ وہ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کے اسکی کلائیاں چومتا اسکے بکھرے سراپے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگا، وہ اسکی نگاہوں پہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اپنی کرتی سینے سے اوپر کرنے لگی۔۔

جس طرح سے اوپر سے ہاٹ نظر آرہی ہو کیا اندر سے بھی اتنی ہاٹ ہو؟۔۔۔وہ اسکی کرتی پھر سے نیچے کرتا اسکی سٹریپ میں اپنی دو انگلیاں پھنساتے بے باکی سے استفسار کرنے لگا۔۔

آہاں!! سر تاج پہلی ملاقات میں صرف اتنا ہی مزہ ہوتا ہے کیا میں نے تم سے تمہاری ہائٹنیس کا لیول پوچھا ہے جو تم پوچھنے کے ساتھ ساتھ مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہو؟۔۔۔اسے سٹریپ نیچے کرتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسکا ہاتھ قابو میں کرتی اسے بے باکی سے جواب دیتی اپنی مسکراہٹ دبانے لگی۔۔

جتنا میں نے تمہیں دیکھا ہے اتنا ہی تم مجھے دیکھ چکی ہو! میری گردن اور سینے پہ تمہاری شدتوں کے نشان موجود ہیں اور کیا دیکھنا چاہتی ہو؟۔۔۔وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے ایک دم سے اپنے سینے میں بھینچ کے اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرتا زو معنی انداز میں استفسار کرتا میر ال شاہ کا چہرہ سرخ کر گیا۔وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔وہ سب رخصتی کے بعد ٹھیک ہے! ابھی ایک دوسرے کو سارا دیکھ لیا تو آج ہی رخصتی کر لیں گے!! ۔۔۔ میر ال شاہ کے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کے وہ اسے ونک کرتا قہقہ لگا کے بولتا اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

تم کسی سے واحیات پن کی کلاسس لے کے آئے ہو نا؟ سچ سچ بولو؟ کیونکہ تم میرے میجر نہیں ہو!! وہ تو رومانس کے نام سے بھی چڑ کھاتا ہے!!۔۔۔میر ال شاہ خفت سے بولتی اس پر سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

پہلے تم نکاح میں نہیں تھی اسی لئے تم میرے اس روپ سے ناواقف تھی! میں نے تم سے کہا تھا میرا ہر روپ صرف تمہارے لئے ہو گا میر ال شاہ!! کیا تمہیں میرا رومانس انرجیٹک نہیں لگا؟۔۔۔وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنا انگوٹھا پھیرتے ہوئے بولا تھا۔۔

انرجیٹک؟ تم نے میری انرجی کی مدر سسٹر ایک کر دی ہے! ابھی صرف دو نوالے کھائے تھے میں نے اور تم کسی ہالی ووڈ ہیرو کی طرح یہاں حاضر ہوتے ہی شروع ہو گئے!! ۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتے اپنی شرم چھپا رہی تھی۔۔

میں نے صبح سے ایک نوالہ بھی نہیں لیا! نہار منہ تم نے میری سانسیں کھینچی تھیں! کیا میں نے کوئی شکوہ کیا؟۔۔۔وہ اسکے باب کٹ بال اسکے کان کے پیچھے کرتا نرمی سے بولتے ہوئے اسکی گردن پیار سے چومنے لگا، اسکی مونچھوں اور بئیرڈ کی چبھن اپنی گردن پہ محسوس کرتی میر ال شاہ اپنی سسکی دبانے لگی۔۔اسکی باتوں پہ اسے بار بار منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ چاہئے تھی لیکن وہ تھوک نگلتی ہوئی اس کے سامنے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتی اس سے اپنی شرم و حیا چھپا رہی تھی۔۔

کھانا کیوں نہیں کھایا تم نے؟۔۔۔وہ فکر مندی سے استفسار کر رہی تھی۔۔

تمہاری سانسیں پی لیں ہیں کچھ گزارا ہوا ہے! کھانا بعد میں کھالوں گا!!۔۔۔وہ اسکے لبوں کو فوکس میں لے کے جواب دیتا اسکی کرتی ٹھیک کرتے ہوئے اسکی زپ بند کرنے لگا۔۔

چلو اب باہر بھاگو!! کوئی آجائے گا! اور کھانا یاد سے کھالینا!!۔۔۔وہ اسکی سفید قمیض اور ویسکوٹ کے بٹن بند کرتی اسے باہر کا راستہ دیکھا رہی تھی۔۔

کیا میں تمہیں پیارا نہیں لگ رہا؟ تم نے میری تعریف نہیں کی؟۔۔۔میجر خان پل میں معصوم بنتا اب اس سے اپنی تعریف کروانے کے چکروں میں تھا۔۔

پہلے جو تھوڑے بہت پیارے لگتے تھے اب بالکل نہیں لگ رہے! کیونکہ اپنی ان حرکتوں کے بعد تم نے مجھے کہیں منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑا اسی لیے اب تمہاری تعریف نہیں بنتی!!۔۔۔میر ال شاہ اسکے معصوم بننے پہ اسے مصنوعی غصے سے گھور کے دیکھتی اپنے چہرے اور گردن کی طرف اشارہ کرنے لگی۔۔چہرہ اور گردن جگہ جگہ سے سرخ تھی۔۔لب سرخ قندھاری تھے۔حازق خان ہولے سے ہنستا اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتا اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹا کے اسے اپنے بدن کی حرارت پہنچاتا اسکا دل دھڑکا رہا تھا۔اسکا جسم اپنے جسم سے مس ہوتے دیکھ کے وہ لال ہوتی جلدی سے اس پر سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

کم آن محسوس کرو اب میری ہاٹنیس!! ۔۔۔۔اسے مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ بے باکی سے اسکے کان میں بولتا اسے مزید شدت سے خود کے ساتھ لپٹانے لگا،اسکے جنونی انداز پہ میر ال شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔

میری ہاٹنیس تو تم محسوس کر چکی ہو تمہاری اصل ہاٹنیس پھر کسی دن محسوس کروں گا۔۔وہ اسے اپنی گود سے اوپر اٹھا کے اسکی کرتی پیٹ سے اوپر کرتے ہوئے بولتا اسکی ناف کے گرد اپنے ہونٹ گھمانے لگا،وہ سسکتی ہوئی اپنی گردن پیچھے کو پھینک گئی،اسکے ہاتھ سے اسکے کندھوں پہ تھے،جبکہ وہ اب اسکی گود پہ بیٹھنے کی بجائے زرا سا اوپر اٹھی ہوئی تھی،وہ جھک کے اسکے پیٹ پہ اپنے ہونٹ جگہ جگہ رکھتا اسکی سانسوں کو بھاری کرنے کا سبب بنا تھا،حازق خان کا ہاتھ اسکے پیٹ سے زرا سا نیچے کو سرکا تھا جب وہ مچلتی ہوئی اسکا ہاتھ ہٹا گئی۔وہ اب اپنی دھڑکنوں پہ اپنا ہاتھ رکھتی انہیں معمول پہ لانے کی کوشش کر رہی تھی جو دوسو کی رفتار سے دھڑک رہی تھیں۔۔

آہہ میجر تم نے اچھا نہیں کیا!!۔۔۔وہ آہیں بھر کے بولتی اپنے پسینے سے شرابور چہرے کو صاف کرنے لگی،وہ اسکا پورا وجود آگ کی مانند دہکا کے اسے دل میں اپنی طلب جگا گیا تھا۔

صرف تمہاری کرتی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی ہے! اگر نیچے کو جھکتا تو پھر تمہاری یہ بات مان بھی لیتا!! ہاہاہا۔۔۔تم مجھے مکمل دیکھ سکتی ہو! اگر چاہو تو لائٹ آف کر کے مجھے اپنے طریقے سے محسوس بھی کر سکتی ہو!!۔۔۔وہ اب بے باکی کی ہر حد پار کرتا اسکی کمر سے نیچے اپنے ہاتھ سرکاتا میرال شاہ کے کانوں سے دھواں نکال رہا تھا۔۔میرال شاہ کا یوں آگ کی طرح دہک کے مچلنا حازق خان کے دل میں ایک خواہش بیدار کر رہا تھا کہ وہ اسکا جسم اپنے ہاتھوں سے محسوس کرے جس طرح سے وہ اسے محسوس کر رہا تھا۔میرال شاہ اسکی خواہش محسوس کر چکی تھی، لیکن اس وقت وہ !!جتنا اسے پانے کے لئے تڑپ رہی تھی اگر اسے محسوس کرنے بیٹھ جاتی تو وہ دونوں ہی کتنی راتیں نہ سو پاتے

میجر تمہارا دماغ درست ہے؟ہم دونوں نے رات کو اکیلے سونا ہے! کیوں اتنے بے شرم بن رہے ہو؟۔۔۔وہ اسکے سر پہ ہولے سے تھپڑ مارتی اسے شرم دلانے لگی جس پہ وہ ٹھنڈی آہہ بھرتا میرال شاہ کا چہرہ اپنے ہاتھ سے تھام کے خود کے قریب کرتا اسکے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کے اپنی ہنسی دباتا اسکی ناک چومنے لگا،وہ یقیناً آج کے بعد اسے ان رومانٹک نہیں کہے گی۔۔

بہت جلد ایک دوسرے کی بانہوں میں سوئیں گے (صرف اپنے چھوٹے سالے کو سائیڈ کروادوں!) ۔۔۔۔حازق خان اسکا ماتھا چوم کے اسے جواب دیتا اب اسے خود پر سے اٹھا کے بیڈ پہ بٹھاتا بیڈ سے کھڑے ہوتے اپنی قمیض کی شکنیں درست کر رہا تھا۔۔

نہیں ابھی تم اکیلے سونے کے لائق ہو! میں اپنی بانہوں میں ٹھیک ہوں!!۔۔۔وہ سر جھٹک کے لاپرواہی سے جواب دیتی اسکے رومانس پہ طنز کر رہی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔نیند تو آج تمہیں بھی نہیں آئے گی! میں گارنٹی سے کہہ سکتا ہوں! ۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے بولتا صوفے کی طرف بڑھتے اسکا میرون دوپٹا اٹھا کے اسکی طرف بڑھتے اس پہ اچھالتے ہوئے جھک کے آج کے دن میں ایک آخری بار اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لیتے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔میرال شاہ اسکے انداز میں کبھی نرمی تو کبھی شدت

محسوس کرتی دھیرے سے اسکے لبوں کو محسوس کر رہی تھی۔ ان کی اس کس کا دورانیہ کافی دیر رہا تھا، میر ال شاہ کی بکھرتی سانسوں پہ حازق خان نے اسکے لبوں سے الجھے اپنے ہونٹ جدا کرتے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔

پوچھ لینا اپنی دوستوں سے! نکاح کی اتنی اچھی مبارک کسی کو نہیں ملی ہو گی جتنی اچھی اور شدت سے بھرپور مبارک تمہیں ملی ہے!! چلتا ہوں! اگلی ملاقات جلدی ارینج کروانا ورنہ گزارا مشکل رہے گا!! ۔۔۔۔وہ مدھم بھاری آواز میں شرارت سے میر ال شاہ سے مخاطب اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے بھرپور انداز میں دیکھتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔ میر ال شاہ نے دھڑکتے دل سے اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائی تھیں!! اسے دروازہ بند کر کے باہر جاتے دیکھ کے وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتی آئینے کی طرف بھاگی تھی۔۔ اپنے چہرے اور گردن پہ اسکی شدتوں کے نشان دیکھتی وہ اپنے تپتے گالوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔

باپ رے!!! یہ تو اوپر کی چیز ہے!!۔۔۔وہ خود سے مخاطب ہو کے بولتی اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی اسکا لمس یہاں محسوس کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 113 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میر ال شاہ کے کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی سب لڑکیاں مرحا شاہ کے کمرے سے باہر آچکی تھی۔ میر ال شاہ اور مرحا شاہ کی دوستیں بے باکی سے معنی خیز جملے بولتی میر ال شاہ کے بند دروازے کو دیکھتی ہنستے ہوئے ایزل شاہ، گلالئی اور ذائشہ خان کو سرخ کر رہی تھی۔۔ وہ سب بے باکی میں ایک سے بڑھ کے ایک تھیں، مرحا شاہ کچھ باتوں میں ان کا ساتھ دیتی تو کبھی بے باک قہقہے لگاتی۔۔ وہ سب قہقہے لگانے میں مصروف تھیں جب سفید کرکراتے شلوار قمیض میں ملبوس احان شاہ لاؤنج میں داخل ہوتے لڑکیوں پہ ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا، اسے اس وقت کچھ ضروری کالز کرنی تھیں لیکن اسکا موبائل اسکے کمرے میں رہ گیا تھا۔ احان شاہ کو اپنے دراز قد اور چوڑی جسامت سمیت اوپر جاتے دیکھ کے ان سب کی کنواری دوستوں اور کنواری کزنز کی نگاہیں اسکی طرف اٹھی تھیں۔ وہ

ابھی اسے نظر بھر کے دیکھنا چاہتی تھیں لیکن وہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا تیزی سے اوپر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

گلالئی!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد بریرہ (میرال کی دوست) نے جلدی سے گلالئی کو مخاطب کیا تھا۔

جی؟۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی جو ان سب لڑکیوں کی نگاہیں اپنے شوہر پہ محسوس کرتی پہلو بدل رہی تھی بریرہ کی آواز پہ وہ سیڑھیوں سے اپنی نگاہیں ہٹاتی اسکی طرف متوجہ ہوتے اسے جواب دے رہی تھی۔

تمہارا شوہر کبھی ہنستا نہیں ہے، اسے کبھی ہنستے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا؟ میرا مطلب یہ رومانس کرتے ہوئے کیسا لگتا ہے؟ رومانس کرتا بھی ہے یا نہیں؟؟۔۔بریرہ نے بے حد پریشانی سے گلالئی سے یہ سوالات کرتا سب کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کیا تھا۔۔گلالئی اسکے سوالات پہ سٹپٹاتی ہوئی اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔۔ایک ایک کر کے وہ تمام منظر نگاہوں کے سامنے گھومے تھے جب وہ راتوں کو پسینے میں شرابور اس پہ جھکا جنونی انداز میں اسکا اور اپنا جسم پر رات ایک کرتا تھا۔یہ ساری یادیں اچانک سے گلالئی کے دماغ میں لہرائی تھی جس پہ اسکے پورے وجود میں کرنٹ سی دوڑی تھی۔چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

کون شوہر اتنی پیاری اور نازک بیوی کے ہوتے ہوئے رومانس نہیں کرتا ہو گا بریرہ؟ یہ بھی کوئی سوال تھا کرنے والا؟ کیا گلالئی کے ہونے والے ٹوئنز کے بعد بھی تجھے لگتا ہے یہ اس حالت میں بنا رومانس کے پہنچی ہے؟ ہاہاہا۔۔بندہ رومانس رج کے کرتا ہے اسی لئے تو بیچاری نازک سی بیوی اتنی مشکل میں ہے!!۔۔۔بریرہ کے سوال کا جواب گلالئی کی بجائے نوال نے ہنستے ہوئے دیا تھا۔اسکے بے باک جواب پہ سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا، گلالئی روہانسی ہوئی تھی، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی ان کی بے باک باتوں کے جواب کا طرح سے دے؟

بٹ ڈونٹ یو تھنک گلالئی تم نے بہت زیادہ ویٹ گین کر لیا ہے؟ شوہروں کو اتنی موٹی بیویاں پسند نہیں آتی! بیویاں نازک ہوں تو آگے پیچھے گھومتے ہیں لیکن جب وہ موٹی ہو جاتی ہیں تو یوں ریکٹ کرتے ہیں جیسے انہوں نے کبھی اس موٹی عورت کو پہلے چھوا ہی نہ ہو! ہاہاہا آئی مین ان کا چہرہ بالکل اس طرح سے سنجیدہ رہتا ہے جس طرح سے اس وقت

تمہارے شوہر کا تھا!۔۔احان شاہ کی کسی دور پار کی کزن نے چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے اپنی کڑوی باتوں سے گلالئ کا دل خراب کیا تھا۔اس کی باتوں پہ سب کی مسکراہٹ سمٹی تھی،گلالئ کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرایا تھا۔۔ یہ کیسی باتیں کر رہی ہو تم ذینت؟اگر گل نے ویٹ گین کیا ہے تو اس نے جان بوجھ کے نہیں کیا!! وہ دو جڑواں بچوں کی ماں بننے والی ہے! وہ اپنے لاسٹ منتھ میں اس قدرتی بڑھتے وزن کو کیسے روک سکتی ہے!؟اور میرے لالہ ایسے ہیں! وہ جسے چاہتے ہیں ٹوٹ کے چاہتے ہیں! ان کے لئے loyal نہیں ہیں! ایون ہماری ہویلی کے تمام مرد بہت ظاہری خوبصورتی سے زیادہ ان کی عورت کا خوبصورت دل میٹر کرتا ہے!! ایون گل کی پریگننسی کی سیچویشن میں تو لالہ نے گل کو ہتھیلی کا چھالہ بنا کے رکھا ہوا ہے! اور یہ ان کا بیڈ روم نہیں ہے جو وہ خود کو پروف کرنے کے لئے یہی پہ رومانس کرنا سٹارٹ کر دیں!!۔۔۔مرحا شاہ نے زینت کو اچھا خاصا جھاڑا تھا۔اس وقت اسکا لہجہ سپاٹ تھا۔گلالئ کا دل تو زینت کی باتوں میں الجھ چکا تھا،وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی باتوں کو سوچتی اپنے آنسو روکنے لگی۔

میں تو صرف ایک فیکٹ بتا رہی ہوں! ایسے بہت سے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں! میری باتوں پہ متفق ہونا یا نہ ہونا تم لوگوں کی اپنی مرضی ہے!! پچھلے کتنے مہینوں میں گلالئ اور احان کو اکھٹے نہیں دیکھا تھا،وہ شاید کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنے لالہ کے ساتھ رہ رہی تھی!! مجھے پتا نہیں کیوں لگتا ہے ان دونوں کی ناراضگی ابھی بھی قائم ہے،میں جب عید پہ آئی تھی تب بھی نوٹ کیا تھا دونوں میں بہت فاصلے لگتے ہیں۔۔۔۔زینت نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنی مزید کڑوی کسیلی باتیں ان کے گوش و گزار کی تھی۔گلالئ کا چہرہ یوں پریشان ہو رہا تھا جیسے کوئی چوری پکڑی گئ ہو۔۔وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتی نفی میں سر ہلاتے ہوئے سب کے سامنے زینت کی باتوں کی نفی کرتی انہیں یقین دلانا چاہ رہی تھی کہ اس میں اور احان میں سب ٹھیک ہے،لیکن اسکی زبان اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی،حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا ہوا تھا۔۔

زینت آپی آپ کو لالہ اور گل کی پرسنل باتیں یوں ڈسکس کرنی چاہئیے! ان کے درمیان جو بھی ہے وہ ہم جان نہیں سکتے کیونکہ ہم ان کے کمرے میں یا ان کے دلوں میں نہیں رہتے اور مس انڈراسٹینڈنگ ہر رشتے میں ہوتی ہے! جو وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک بھی ہو جاتی ہے!! آپ پلیز گل اور لالہ کو مزید ڈسکس مت کریں ہمیں اچھا نہیں لگ رہا!وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں تو آج بھی ایک دوسرے کے نکاح میں ہیں! ایک ہی کمرے میں

سوتے ہیں اور کیا جانا چاہ رہی ہیں آپ ؟!!۔۔۔ازمیر شاہ کو سنبھالتی ایزل شاہ نے سختی سے زینت کو جواب دیا تھا جس پہ وہ سب کے سامنے اپنی بے عزتی پہ اتنا سا منہ لے کے رہ گئی۔۔باقی سب خاموشی اور پریشانی سے یہ سب باتیں سنتی گلالئی کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ان سب کی نگاہوں میں خود کے لئے اس ترحم کو دیکھتی گلالئی کو ناجانے کیوں رونا آرہا تھا۔۔

میرال آپی کہاں ہیں ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی ان میں سے کوئی مزید کچھ بولتا جب ارزم شاہ نے تیزی سے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی بلند آواز میں سب سے میرال شاہ کے متعلق استفسار کیا تھا،وہ اس وقت جلدی میں لگ رہا تھا،ارزم شاہ کے سوال پہ سب لڑکیوں کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

اپنے کمرے میں ہیں ؟۔۔۔۔سب کو خاموش دیکھ کے ارزم شاہ اب مرحاشاہ سے سوال کرتا میرال کے کمرے کی طرف بھر رہا تھا۔۔

ن۔نہیں!!۔۔ک۔کچن۔۔میں۔۔ہے! آئی مین ذائشہ ابھی کچن میں پانی لینے گئی ہے!!۔۔۔۔۔مرحاشاہ بھوکھلا کے اسے جواب دیتی صوفے سے کھڑی ہوئی تھی،وہ اسے میرال کا بتانے کی بجائے ذائشہ کا بتا رہی تھی۔ذائشہ کا ذکر سنتے ہی ارزم شاہ نے اپنی ناک انگوٹھے سے رب کی تھی۔۔

ابھی میرال آپی سے مجھے ایک کام ہے! انہیں باہر مام اور شاہ بی بی بلا رہی ہیں تاکہ وہ سب عورتوں سے مل سکیں جو کافی دور سے ان کے نکاح میں شرکت کے لئے آئی ہیں! میرال آپی۔۔۔ابھی ارزم شاہ کچھ بولتا جب ذائشہ خان کچن کے دروازے سے اسے دیکھتی اور اسکی باتوں کو سنتے اپنے دہلتے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جلدی سے ارزم شاہ کی طرف بھاگی تھی،اس وقت میرال شاہ کے کمرے میں اس کے لالہ تھے اگر ارزم شاہ دیکھ لیتا تو یہاں طوفان اٹھنا تھا،ان دونوں کی تو پہلے ہی نہیں بنتی تھی۔بس یہی سب سوچتی ذائشہ خان جلدی سے اس کے مقابل آکے کھڑی ہو چکی تھی۔۔

ا۔ارزم۔۔۔وہ۔۔۔ذائشہ خان اسے مزید بولنے کا موقع دیئے بغیر جلدی میں اس کے چٹانی سینے سے ٹکراتی اسے مخاطب کرنے لگی۔ارزم شاہ کے کسرتی سینے سے ٹکراتے وہ معصومیت سے اپنا ماتھا اپنے ہاتھ سے مسلنے لگی۔۔اس کے یوں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح آنے پہ ارزم شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا۔وہ اس وقت لائٹ بے بی پنک کلر کی

شارٹ سی کرتی اور کھلے سے بے بی پنک کلر کے شرارے میں ملبوس شانوں پہ نیٹ کا بڑا سا دوپٹا لئے ہوئے تھی، لائٹ سی جیولری پہنے کلائیوں میں وائٹ اور پنک کلر کے امتزاج کے گجرے پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ تمام برائیڈ میڈز کی ڈریسنگ ایسی ہی تھی۔۔ لڑکوں نے سفید رنگ پہنا تھا تو میرال شاہ کو چھوڑ کے باقی تمام لڑکیوں نے لائٹ بے بی پنک کلر کا تھیم سیٹ کیا تھا۔۔

ارزم سنیں!!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو بنا کسی کا لحاظ کئے دیوانوں کی طرح گہری نگاہوں سے اپنا جائزہ لیتے دیکھ کے ذائشہ خان سٹپٹاتے ہوئے اسے پکارتی اسے ہوش دلا رہی تھی۔

ہمم بولیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسی کی طرز میں جواب دینے لگا۔وہ ہر کسی کو فراموش کئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، وہ نیٹ کا دوپٹا سر پہ لینے کی بجائے شانوں پہ لئے ہوئے تھی جس کی وجہ سے اسکے لمبے سلکی سٹریٹ ڈارک براؤن بال ارزم شاہ کی نگاہوں کا مرکز تھے۔۔ بالوں پہ آگے سے لٹیں نکال کے ڈھیلا فرنٹ بریڈ ہیئر سٹائل بنایا گیا تھا، باقی کے سارے کھلے بال پشت اور کندھوں پہ بکھر رہے تھے۔۔ ارزم شاہ کو ذائشہ میں الجھتے دیکھ کے باقی سب نے سکھ کے سانس لی تھی۔۔

م۔میں۔۔ک۔کیسی۔۔۔لگ۔۔رہی۔۔ہوں؟۔۔۔ذائشہ خان اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتی جس طرح سے یہ سوال کر رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔وہ اس وقت بس کسی طریقے سے ارزم شاہ کو یہاں سے بھیجنا چاہتی تھی تاکہ وہ میرال کے کمرے میں اینٹر نہ ہو جائے۔۔ اسکے سوال پہ ارزم شاہ نے بے ساختہ اسکی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا، وہ لہراتی ہوئی اسکے چوڑے سینے میں سمائی تھی، اس منظر کو دیکھتے سب لڑکیوں کے منہ کھلے تھے، کچھ تو سٹپٹا کے نگاہوں کا زاویہ بدل چکی تھی۔۔

بعد میں فرصت سے بتاتا ہوں!! پہلے میں میرال آپی کو مام کا پیغام پہنچا دوں!!۔۔وہ سرگوشی نما آواز میں اس کے کان میں بولتا اسے نرمی سے خود سے الگ کرتا پھر سے میرال کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔۔ سب کی جان پھر سے ہوا ہوئی تھی۔۔ ایزل شاہ اور مرحا شاہ نے اسے پھر سے ارزم شاہ کے آگے جانے کا اشارہ کرتے اسے روکنے کی منت کی تھی۔ذائشہ خان اپنے سرخ ہوتے گالوں کو اپنی ہتھیلیاں لگاتی خود کو ریلکس کرتی پھر ارزم شاہ کے سامنے آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔

و۔وہ۔۔ارزم۔۔ سنیں!!۔۔۔۔۔ذائشہ اسکی شرٹ اسکے بازو سے پکڑ کے اسے پھر سے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی، اسکے متوجہ کرنے کے انداز پہ ارزم شاہ کا دل دھڑکا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی ان پیش قدمیوں پہ ابھی سب کا لحاظ بھولتا ہر حد سے گزر جائے گا۔۔

بولو خانی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے محبت سے لبریز لہجے میں جواب دینے لگا۔۔

و۔وہ مجھے۔۔ بھوک۔۔لگ۔۔رہی۔۔ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنی انگلیاں مڑورتے ہوئے مدھم آواز میں بولی تھی۔

تو کھانا کھاؤ! ابھی تک کھانا کیوں نہیں کھایا؟ کاظم لالہ نے خود یہاں میرے سامنے سب کے لئے کھانا بھجوایا تھا۔۔۔۔وہ فکر مندی سے بولتا اسکی ٹھوری اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے اوپر اٹھا رہا تھا۔باقی سب پیار سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔زیادہ تر نگاہیں رشک بھری تھی تو کچھ کزنز کی نگاہیں حسد سے بھرپور تھیں۔ارزم شاہ کے نکاح کے متعلق اب پورا خاندان اور دوست وغیرہ جانتے تھے۔۔

و۔وہ۔۔سب۔۔ نہیں۔۔ کھانا۔۔سب۔۔ گوشت۔۔والی۔۔چیزیں۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔اسکی سب کے سامنے اس بے اختیاری پہ وہ کنفیوز ہوتی معصومیت سے بولی تھی۔۔وہ دونوں اس وقت بے اختیاری میں ایک دوسرے کے قریب ہو چکے تھے۔۔

تو پھر کیا کھانا ہے؟ مجھے بتاؤ! میں آرڈر کر دیتا ہوں!!۔۔۔وہ اپنی جیب سے فون نکال کے فکر مندی سے بولا تھا۔۔ اتنے گھنٹوں سے اسکی بیوی اسکی ہویلی میں موجود تھی اور ابھی تک وہ بھوکی تھی؟ ارزم شاہ جانتا تھا اسکی بیوی سے زیادہ دیر تک بھوک برداشت نہیں ہوتی تھی۔۔

ن۔نہیں! آرڈر نہیں کرنا۔۔۔۔وہ۔۔نا۔۔ایسا۔۔کریں۔۔مجھے۔۔نوڈلز۔۔بنا۔۔دیں!!۔۔۔۔۔وہ جلدی سے اسے آرڈر کرنے سے منع کرتی ساتھ ہی معصومیت سے اس سے فرمائش کرنے لگی۔اسکی اس بے وقت کی فرمائش پہ ارزم شاہ نے اسے چونک کے دیکھا تھا۔اس وقت نکاح کا فنکشن چل رہا تھا وہ اسکی منکوحہ کو نوڈلز کھانے تھے؟؟۔۔۔ اسکے چہرے پہ موجود معصومیت دیکھ کے وہ بھرپور انداز میں مسکراتا اسکی کلائی اپنی گرفت میں لیتے کچن کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ارزم شاہ کے یوں اتنی جلدی ذائشہ کی فرمائش ماننے پہ مرحا شاہ اور میرال شاہ کی تمام دوستوں نے ہوٹنگ کرتے ہوئے ساتھ ہی سیٹیاں بھی بجائی تھیں جس پہ ذائشہ خان تھوک نگل رہی تھی لیکن صد شکر تھا وہ اپنے

شوہر کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہوئی تھی۔۔ گلالئی اپنی بہن کو اتنا خوش دیکھ کے مسکراتی ہوئی اسکے لئے ہمیشہ خوش رہنے کی دعائیں مانگتی ماشاءاللہ پڑھتے ہوئے ان دونوں پہ غائبانہ طریقے سے پھونکنے لگی۔۔ ارزم شاہ ان سب کی ہوٹنگ پہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا ذائشہ خان کی کلائی پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا کچن میں داخل ہوتے ہی اسکا دروازے بند کر چکا تھا۔۔

ہائے یار یہ کتنے کیوٹ لگتے ہیں ایک ساتھ!!۔۔۔۔ میرال اور مرحاشاہ کی دوستیں اب ارزم شاہ اور ذائشہ خان کے کپل پہ کمپلینٹ پاس کرتی مسکرا رہی تھیں۔۔ تقریباً مزید پانچ منٹ بعد انہیں احان شاہ پھر سے سیڑھیوں سے اترتا دیکھائی دیا تھا۔۔ وہ اس وقت کسی فون کال پہ بات کرتا مصروف انداز میں تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ وہ ایک دفعہ پھر سے گلالئی اور باقی سب لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز بنا تھا۔۔ گلالئی نے محسوس کیا تھا وہ جب سے حازق خان کے نکاح کے لئے تیار ہوئی تھی احان شاہ نے اس سے تب سے کوئی بات نہیں کی تھی، صرف اسے شکوے بھری نگاہوں سے دیکھا تھا کیونکہ اس نے اسکی لائی گئی شاپنگ میں سے آج پھر ایک بھی چیز نہیں پہنی تھیں۔ اسے اپنی طرف دیکھے بنا یوں ہی باہر جاتے دیکھ کے گلالئی کی آنکھیں نم ہوئی تھیں جنہیں سب سے چھپانے کی غرض سے وہ اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

اگر تمہیں آج ایونٹ میں بھی نوڈلز کھانے تھے تو مجھے پہلے بتا دیتی میں کھانے میں ایک ڈش نوڈلز کی بھی رکھوا لیتا۔۔۔۔ ارزم شاہ کے لئے نوڈلز بناتا ہوا تاصف سے سر جھٹک کے بولا تھا۔ زائشہ خان کو اس نے اپنے پاس ہی سلیب پہ بٹھایا ہوا تھا۔۔

ن۔ نہیں! بس آپ کے ہاتھ کے کھانے تھے۔۔۔۔ وہ معصومیت سے سر نفی میں ہلا ہے بولتی اب اپنے نوڈلز پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔۔ نوڈلز کو دیکھتے ہی اس کے منہ میں پانی آ رہا تھا۔ اسکے اس معصوم سے جواب پہ ارزم شاہ بھرپور انداز میں مسکراتا اسکے قریب آتے ہوئے سلیب پہ اسکے دائیں بائیں اپنے ہاتھ رکھ گیا۔۔

صرف اپنی فرمائشیں پوری کرواتی ہو کبھی میرے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے چھو کے میرے بے چین دل کو بھی راحت پہنچا دیا کرو؟۔۔۔ وہ اسکا چہرہ اپنے چہرے پہ جھکا کے خمار آلود لہجے میں بولتے ہوئے اسکی کمر کے گرد زور سے

اپنے ہاتھ باندھتا اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔۔ ذائشہ خان نے بھوکھلاتے ہوئے اسکے کندھوں پہ ہاتھ جمائے تھے۔۔

م۔میرے۔۔نوڈلز۔۔۔جل۔۔جائیں۔۔۔گے!!۔۔۔۔وہ اسے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکا دھیان پھر سے نوڈلز کی طرف کروا رہی تھی۔۔

تمہیں تمہارے نوڈلز صحیح سلامت ملیں گے!! تم صرف میرے لبوں پہ لب رکھنے والا کام کرو باقی تمہاری سانسوں سے کھلواڑ والا کام میں خود کر لوں گا!!۔۔وہ بے باکی سے بولتے ہوئے اپنے لب اسکے بے حد قریب کر گیا۔۔وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اسکے سرخ عنابی ہونٹوں سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔لالہ کو۔چارے بچاتے اسکی اپنی جان مشکل میں آچکی تھی۔۔

اگر تم نے مجھے کس نہ کی تو تو تمہارے سامنے تمہارے نوڈلز کھا جاؤں گا بے بی اور صرف یہی تک بس نہیں کروں گا!! نوڈلز کھانے کے بعد تمہارے ہونٹ بھی چبا جاؤں گا!!۔۔۔۔وہ اسے بے باکی سے دھمکی لگاتا بھوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔وہ ایک نظر پھر سے اپنے نوڈلز کی طرف دیکھتی روہانسے انداز میں اسکے چہرے پہ ضدی تاثرات دیکھتی اسکی لبوں پہ لب رکھنے کی بجائے اسکی شہد رنگ مونچھوں پہ اپنے لب دو سیکنڈ کے لئے رکھتی پیچھے ہونے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے اس کی اس ادا پہ نثار ہوتے اسکے لبوں کو اپنے ہونٹوں سے الجھایا تھا۔۔وہ اسکے شدت بھرے انداز پہ جلدی سے اسکا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔

حازق خان کو میر ال شاہ کے کمرے میں کوئی چالیس منٹ گزر چکے تھے لیکن وہ ابھی تک باہر نہیں آیا تھا۔۔سب کی باتوں میں اس وقت جیجو کا ذکر مست تھا۔۔وہ سب دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔تقریباً مزید دس منٹ گزرے تو میر ال شاہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔۔میر ال شاہ کے کمرے سے حازق خان کو نکلتے دیکھ کے سب اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے لگی۔۔وہ جو اپنی بہنوں سے ملاقات کے لئے دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے والا تھا سامنے ہی لاؤنج میں بیٹھی گلالئی کو دیکھ کے وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔بہن اسے میر ال شاہ کے کمرے سے نکلتے دیکھ

کے ناجانے کیا سوچ رہی ہو گی۔۔وہ اپنی خفت مٹاتا کسی بھی کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج کی طرف بڑھا تھا۔گلالئی اپنے لالہ کو دیکھتے ہی صوفے سے اٹھتے جلدی سے اس کی طرف بڑھی تھی۔۔

آرام سے گڑیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی کی تیزی پہ وہ فکر مندی سے بولتا اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔۔

نکاح مبارک ہو لالہ! آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں!!۔۔۔وہ اسکے سینے سے سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھتی پیار سے بولتے ہوئے مسکرائی تھی۔۔

خیر مبارک میری جان!! تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو!! میں اور ذائشہ تمہیں بہت مس کرتے ہیں!۔۔۔۔وہ اسکا ماتھا چومتا اسے پھر سے اپنے سینے سے لگاتا پیار سے اسے جواب دے رہا تھا۔۔

ذائشہ گڑیا کہاں ہے؟؟۔۔۔۔۔۔ابھی گلالئی اسے کوئی جواب دیتی جب وہ ذائشہ کو یہاں وہاں نہ پاتا اسکے متعلق پوچھنے لگا۔۔حازق خان کے سوال پہ سب کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

و۔وہ۔۔۔لالہ۔۔دیدہ۔۔تو۔۔۔کھانا۔۔کھانے۔۔کمرے۔۔میں۔۔گئی۔۔ہیں!!۔۔انہوں نے کب سے کچھ نہیں کھایا تھا۔۔۔گلالئی اپنی زبان دانتوں تلے دباتی سیچویشن سنبھالنے لگی۔

اوو! چلو اسے کھانے دو! میں تقریب ختم ہوتے ہی پھر سے لیونگ روم میں آ کے تم سے ڈھیروں باتیں کروں گا! ابھی باہر سب میرا انتظار کر رہے ہوں گے گڑیا۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اس کے لڑکھڑاتے لہجے پہ حیران ہوا تھا لیکن پھر اپنی حیرانگی دور کرتا اسے پیار سے جواب دیتا اب باقی سب لڑکیوں کے سروں پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔گلالئی نے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔مرحا شاہ اور ایزل شاہ بھی وہی پہ تھیں،وہ دونوں کو بھائیوں والا مان دیتا ازمیر کا گال پیار سے اپنے ہاتھ سے چھوتا گلالئی کا گال تھپتھپاتے وہاں سے باہر کی جانب بڑھنے لگا لیکن پھر گلالئی کے چہرے پہ اداسی کے تاثرات دیکھتا وہ رک گیا۔۔

سب ٹھیک ہے نا گڑیا؟ کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے؟ اداس کیوں ہو؟۔۔۔وہ اسکے گول پہ ہاتھ رکھتا بے حد فکر مندی سے پوچھ رہا تھا جس پہ گلالئی ایک نظر زینت کو دیکھتی اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے مسکرانے لگی۔۔

لالہ سب ٹھیک ہے!! مجھے تو یہاں سب کے ساتھ بہت مزہ آرہا ہے آپکو ایسا کیوں لگا؟۔۔۔وہ آنسو چھپا کے بھرپور انداز میں مسکرانے لگی۔۔ مرحاشاہ اور ایزل شاہ نے غصے سے زینت کی طرف دیکھا تھا جو گلالئ کا اچھا بھلا موڈ خراب کر چکی تھی۔۔

بس یونہی لگا!! اوکے تم انجوائے کرو میں آتا ہوں!!۔۔۔۔وہ کندھے اچکا کے نرمی سے اسے جواب دیتا ایک نظر میرال شاہ کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتا وہاں سے جا چکا تھا۔۔

حازق خان کے جانے کے بعد سب لڑکیوں نے میرال شاہ کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔۔دروازہ کھولتے ہی سب اس پہ ٹوٹ پڑی تھیں۔۔اسے بنا دوپٹے کے آئینے کے سامنے کھڑے دیکھ کے سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔اسکے سراپے کی بکھری حالت پہ تضاد اسکے لبوں، گالوں اور اسکی گردن پہ لومارکس دیکھتے ہوئے سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔

ہائے! تیرا پروگرام تو ور گیا۔۔۔جیجو تو رومانس سیکھنے کی بجائے تجھے سیکھا کے چلا گیا!!۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ کی حالت دیکھنے کے بعد بریرہ قہقہہ لگا کے بولتی میرال شاہ کی حالت کا مزہ لیتی سب کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی تھی۔۔

گلالئ اپنی مسکراہٹ دباتی نچلا ہونٹ دانتوں تلے پیوست کرتی میرال شاہ کی حالت سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی، اس نے تو اپنے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا اسکے لالہ اس قدر رومانٹک ہوں گے۔۔وہ دل میں ان کی جوڑی پہ ماشاءاللہ بول رہی تھی۔۔

بکواس نہ کرو!! ۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اپنے باب کٹ بال جھٹکتی بیڈ سے دوپٹا اٹھا کے اپنی گردن چھپاتے ہوئے ان سب کو ڈپٹنے لگی لیکن وہ سب تو اسے چڑانے کیلئے خاموش ہونے کی بجائے اس پہ معنی خیز جملے کستی ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی جن میں مرحاشاہ کا شمار اول درجے پہ تھا۔ایزل اور گلالئ ہمیشہ کی طرح شرم سے لال ہونے والا کام انجام دے رہی تھیں۔۔

ہاں بولو سویٹ ہارٹ ؟۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا جب اسے ایزل شاہ کے نمبر سے کال موصول ہوئی تھی، ایزل شاہ کی کال پہ لب خود بخود مسکرائے تھے، وہ سب سے فاصلے پہ ہوتا ذرا ٹیبل سے دور جا کے کھڑا ہوا تھا۔۔

ازمیر مجھے کب سے تنگ کر رہا ہے!! اتنی دفعہ چپ کروا چکی ہوں لیکن چپ نہیں ہو رہا! اور آپ بھی باہر جا کے واپس اندر آنا بھول آ گئے ہیں؟ ازمیر کو سنبھالنا صرف میری ذمہ داری تو نہیں ہے!!۔۔۔ایزل شاہ اسے تپے ہوئے انداز میں جواب دیتی ساتھ ساتھ اپنا بازو ہلاتے ہوئے روتے ہوئے ازمیر شاہ کو خاموش کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔وہ اس وقت لڑکیوں سے دور لاؤنج کے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔۔

اچھا غصہ نہیں کرو میں دو منٹ تک آ کے اس گول گپے کو لے جاتا ہوں!! جسٹ ویٹ فار ٹو منٹس!!۔۔۔۔اسکے غصے پہ کاظم شاہ اسے پیار سے جواب دیتا فون جیب میں ڈالتے اندر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب دریاب شاہ نے اسے اپنے پاس بلاتے اپنے کچھ دوستوں سے ملنے کو کہا تھا۔ان دوستوں سے ملتے ہوئے کوئی دس منٹ لگ چکے تھے۔۔دس منٹ کے بعد کاظم شاہ بمشکل ان سب سے جان چھڑواتا پھر سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

کیا ہو گیا ہے ازمیر ؟؟ اتنا تنگ کون کرتا ہے مما کو؟۔۔۔ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اکڑا اکڑ کے روتے دیکھ کے ایزل شاہ روہانسی ہوئی تھی، وہ کب سے لاؤنج کے دروازے کے پاس کھڑی کاظم شاہ کے آنے کا انتظار کرتی بے حد مشکل سے ازمیر شاہ کو سنبھال رہی تھی۔ازمیر شاہ اسکے روہانسے ہونے پہ خاموش ہونے کی بجائے مزید چڑ کے رو رہا تھا۔۔

ازمیر !!!! میں تھپڑ لگاؤ گی اب اگر رونا بند نہ کیا تو!! حد ہوتی ہے! پورا پورا دن تمہیں بازوؤں میں اٹھا کے گھومتی ہوں لیکن تم نے مجھے کبھی کوئی ایونٹ ٹھیک سے انجوائے نہیں کرنے دیا!! کیپ کوائیٹ!!!!۔۔۔ایزل شاہ ایک دم سے غصے سے دانت پیستے ہوئے دبے دبے انداز میں غراتی ازمیر شاہ کو خاموش کروانے لگی، اسے اب کاظم شاہ پہ بھی غصہ آ رہا تھا جو دو منٹ کا بول کے ابھی تک نہیں آیا تھا، اب تک تو دس منٹ گزر چکے تھے۔۔ایزل کے یوں ڈانٹنے پہ ازمیر شاہ سہمتے ہوئے ایک دم سے خاموش ہوتا ماں کی طرف دیکھنے لگا۔گولڈن آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔۔

اووزی یہ کیا طریقہ ہے میر کو چپ کروانے کا؟ کس طرح سے ڈر گیا ہے وہ!! اس طرح سے ٹیپکل ماؤں کی طرح ریکٹ کیوں کر رہی ہو؟ بچہ ہے اگر وہ رو رہا ہے تو ایسی کون سی قیامت آگئی ہے؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ جو بالکل ابھی آیا تھا اسے ازمیر شاہ کو بری طرح ڈانٹتے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا۔۔ازمیر شاہ کو سہم کے سانس روکتے دیکھ کے وہ ایزل شاہ پہ غصے سے بھڑکتا ہوا اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑتا اپنے سینے سے لگا گیا۔

بچہ ہے تو پھر کب سے اسے میری ذمہ داری پہ کیوں چھوڑا ہوا ہے؟ صرف میرا ہی نہیں آپکا بھی بیٹا ہے!!۔۔۔۔۔

کاظم شاہ سے ڈانٹ کھانے کے بعد وہ اپنے آنسو ضبط کرتی غصے سے بولی تھی۔۔

میں ہویلی نہیں ہوتا تب بھی اسے ایسے ہی ٹیپکل عورتوں کی طرح ڈانٹتی ہو تم؟ میرا بیٹا سنبھالنا اتنا مشکل ہے تمہارے لئے؟ اگر میں پانچ منٹ مزید لیٹ ہو جاتا تو مجھے یقین ہے تم اسے تھپڑ بھی جھڑ دیتی!!! حد ہوتی ہے یار!! دیکھو اس کے چہرے کی طرف! کس طرح سے ڈر گیا ہے میرا بیٹا!!۔۔۔کاظم شاہ اسے ازمیر شاہ کا ڈرا سہما سرخ چہرہ دیکھاتا شدید غصے سے بولا تھا۔اذمیر شاہ کو سہمتے دیکھ کے ایزل شاہ کو اپنے ڈانٹنے پہ شرمندگی ہوئی تھی، اس نے آج پہلی دفعہ اتنے سخت طریقے سے ازمیر شاہ کو ڈانٹا تھا کیونکہ وہ کافی گھٹنوں سے اسکی جان عذاب کئے ہوئے تھا۔وہ ازمیر کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھانے ہی والی تھی جب کاظم شاہ اس سے دور ہو گیا۔

یہاں پہ کب سے کھڑی ہو؟؟۔۔۔کاظم شاہ نے لاؤنج کے کھلے دروازے اور دروازے کے ساتھ کھلی شیشے کی کھڑکی دیکھتے ہوئے سختی سے ایزل شاہ سے سوال کیا تھا۔

پ۔پندرہ۔۔منٹ۔۔۔سے۔۔۔اسکے سخت لہجے میں وہ اپنے آنسو خود کے اندر اتارتی اسے جواب دے رہی تھی۔

پندرہ منٹ سے یوں ہی ننگے سر کھڑی ہو؟؟۔۔۔۔وہ اسکا بازو غصے سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے کان میں دبے دبے انداز میں غرایا تھا۔

یہاں کوئی بھی نہیں ہے اور دوپٹا نیٹ کا ہے اسی لئے بار بار سر پہ پھسل رہا تھا تو میں نے گلے میں ڈال لیا۔۔۔۔۔۔وہ ناک سکوڑ کے اسے مدھم آواز میں جواب دیتی اسکی سخت گرفت سے اپنا بازو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی ہے۔

دل چاہ رہا ہے ایک الٹے ہاتھ کی رکھ کے لگاؤ تمہیں!! سامنے دیکھو!! پورچ سے یہاں کا منظر صاف نظر آتا ہے!! کتنے ہی مرد ابھی میرے سامنے تقریب سے فارغ ہوتے پورچ سے اپنی گاڑیاں نکالتے ہوئے ہویلی سے نکلے ہیں!! سامنے پورچ میں ڈھیروں گارڈز کھڑے ہیں! اور تم اتنی فٹ اور گہرے گلے والی کرتی میں بنا دوپٹے کے یہاں گھوم رہی ہو؟؟۔۔۔۔وہ اسے دیوار کے ساتھ لگاتا اسکی کرتی کی طرف اشارے کرتے غصے سے غرایا تھا۔ آج وہ کافی عرصے بعد ایزل شاہ پہ یوں غصہ کر رہا تھا۔ ایزل شاہ کی نگاہیں بے ساختہ لاؤنج کے کھلے دروازے اور اس کھلی کھڑکی کی طرف اٹھی تھیں جہاں سے باہر کا منظر واقعی ہی واضح تھا، سامنے کافی گارڈز تھے لیکن وہ ازمیر کو چپ کرواتی باہر دیکھنا بھول چکی تھی۔۔

می۔میں۔۔شور۔۔۔سے۔۔ہٹ۔۔۔کے۔۔یہاں۔۔آپ۔۔کو۔۔کال۔۔۔کرنے۔۔۔آئی۔۔تھی۔۔وہ تھوک نگلتے ہوئے نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔

سوچکر احان اور ارزم ہویلی کے لگا چکے ہیں تب تم نے ازمیر کو میرے پاس کیوں نہیں بجھوایا؟ اور یہ کرتی چینج کرو جا کے!! خبردار جو تم اس واحیات کرتی میں عورتوں کے سامنے بھی بیٹھی تو!! تمہارے بدن کی گہرائیوں کو ماپنے کا حق صرف سید کاظم شاہ کو ہے!! سنا تم نے؟؟ اور یہ نیٹ کے دوپٹے کو آگ لگاؤ جا کے جو تمہارے سر پہ کھڑا ہونے کی بجائے تمہارے گلے میں پٹے کا کام انجام دے رہا ہے!!۔۔۔۔۔وہ اس پہ جھک کے اس کے نازک وجود کو اپنے چوڑے وجود سے چھپاتا اسکی کرتی کا فرنٹ ڈیپ گلہ اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتا غصے سے جنونی انداز میں غرا رہا تھا۔ ایزل شاہ کا نازک دل اس کے غصے سے اس وقت کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔۔وہ بنا کوئی جواب دیتی اپنے گلے سے ہاتھ ہٹانے لگی، کاظم شاہ اسکے چہرے پہ اپنی غصے سے پھولتی سانسیں چھوڑتا اسکی کرتی کندھوں سے پیچھے کی طرف کرتا اسکا دوپٹا اپنے ایک ہاتھ سے کھول کے اس بڑے سے دوپٹے کو ڈبل کرتا اسکے سینے کو چھپا رہا تھا، ایزل شاہ نگاہیں جھکاتی اپنے آنسو پی رہی تھی۔۔وہ اسکے سر اور سراپے پہ دوپٹا فولڈ کر کے دیتا اس سے فاصلے پہ ہوا تھا۔۔

جاؤ یہاں سے!! اور آج کے بعد مجھے اس کھلی کھڑکی کے سامنے کھڑی نظر نہ آؤ تم!! ڈائریکٹ کمرے میں جا کے یہ کرتی چینج کرو پھر سب کے ساتھ گیمز ہانک لینا جن میں ڈسٹربینس کی وجہ سے تم میرے بیٹے کو ڈانٹ رہی تھی۔۔۔ وہ حکمیہ انداز میں ایزل شاہ سے گویا ہوتا اب ازمیر شاہ کو پیار سے چومتے ہوئے اسکا ڈر کم کرنے لگا۔ باپ کا پیار پاتے

ہی وہ اپنے چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹ موڑتا موٹے موٹے آنسو اپنی آنکھوں سے بہانے لگا۔۔ایزل شاہ کا نازک وجود اس وقت کاظم شاہ کے غصے کی وجہ سے کپکپا رہا تھا۔۔وہ ایک نظر ان دونوں کو دیکھتی اپنی نم ہوتی آنکھیں رگڑتی اپنے شرارے کو سنبھالتے ہوئے وہاں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔کاظم شاہ ایک نظر اسکی پشت پہ ڈالتا ازمیر شاہ کا چہرہ مزید پیار اور شدت سے چومتا یہ کھڑکی بند کرتے ہوئے باہر راہداری کی طرف بڑھا تھا۔۔اسے ایزل شاہ کا ازمیر کو ڈانٹنے والا ایکٹ تو جو مشتعل کر گیا تھا اسکا یوں خود سے بے خبر یہاں کھڑے ہونا اسکے وجود۔ین چنگاریاں بھڑ چکا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ اسکے دانت اپنی گردن پہ محسوس کرتی سسکی بھرتے ہوئے اسکی سفید قمیص سینے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔وہ اسکی گردن پہ اپنی شدت مزید بڑھاتے ہوئے اس پر سے بارش کا پانی اپنے سلگتے ہونٹوں سے چننے لگا۔۔وہ دونوں اس وقت ہویلی کی چھت پہ تھے۔تقریب ختم ہوتے ہی شدید تیز بارش شروع ہو چکی تھی جس پہ زوریز شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے بولنے اور سننے کا موقعہ دیئے بغیر اپنی گود میں اٹھاتا کافی منزلوں کی سیڑھیاں چڑھتے بالآخر اسے چھت پہ لیتا اپنے رومانس محو اسکے کان میں وقفے وقفے سے پیار بھری سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔

ریز کوئی آجائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنی کرتی کی ڈھوریاں کھولتے دیکھ کے مرحاشاہ یہاں وہاں دیکھتے ہوئے فکرمندی سے بولی تھی۔۔وہ دونوں اس وقت دیوار کے ساتھ لگے اکھٹے بارش میں بھیگ رہے تھے۔۔

جانِ ریز کوئی نہیں آئے گا میں چھت کا دروازہ لاک کر چکا ہوں! آج رات ہمیں کوئی بھی ڈسٹرب نہیں کرے گا!! آج ہم اس تیز برستی بارش میں بھرپور رومانس کریں گے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی گردن سے چپکتے اسکے سنہری بال پیار سے اپنے ہاتھوں سے پیچھے کرتا گھمبیر بوجھل لہجے میں بولتے ہوئے اسکی کرتی کھسکا رہا تھا۔اس وقت چھت پہ گھپ اندھیرا تھا کیونکہ زوریز شاہ نے چھت کی تمام لائٹس بند کی تھی، وہ ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے لیکن کوئی اور انہیں نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ چھت کی دیواریں لمبی اور چوڑی تھیں اور ویسے بھی شاہ ہویلی کے آس پاس کے تمام گھروں سے بڑی اور الگ تھلگ تھی، آس پاس کے چھت سے

یہاں کوئی بھی نہیں جھانک سکتا تھا اسی لئے تو زوریز شاہ یہاں ریلکس انداز میں اپنی بیوی کے ساتھ رومانس کرنے کے ساتھ ساتھ بارش بھی انجوائے کر رہا تھا۔۔

ریز!! آہہہ۔۔۔ اتنے اگریسو کیوں ہو رہے ہو! دانتوں کو استعمال کم کیا کرو!!۔۔۔۔ اسکے لبوں کے ساتھ ساتھ اسکے دانتوں کا لمس اپنے گلے کی گہرائیوں پہ محسوس کرتی مرحاشاہ سسکی بھرتے ہوئے اسکے سینے پہ تھپڑ مارتے ہوئے اسے ڈانٹ رہی تھی۔ زوریز شاہ نے جواب دینے کی بجائے اسکی اسکی دونوں ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کرتے اسکی تھائی پہ اپنی دائیں ٹانگ کا وزن بڑھایا تھا۔۔ مرحاشاہ سرخ پڑتی اسکی قمیض زور سے کندھوں سے تھام گئی۔

اتنا پیار اتیار کون ہوتا ہے؟ بولا بھی تھا اگر یہ لباس میرے آنے سے پہلے تبدیل نہیں کرو گی تو آج رات تمہیں نہیں چھوڑوں گا!! تم نے مجھے بہکانے والا کام کیا ہے اب بھگتو مجھے!!۔۔۔۔۔ وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکے تن سے اسکی بے بی پنک کرتی ایک جھٹکے سے جدا کرتا اسکے بدن کو اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا۔۔

میں نے تو سمپل سا ڈریس پہنا تھا اور آپی کے نکاح کے لئے تھوڑا بہت تیار ہوئی ہوں! اب تمہیں ہر روز اپنی گولڈن نائٹ منانے کا شوق ہے تو اسکا الزام مجھ پہ مت رکھا کرو!!۔۔۔۔۔۔ وہ مدھم آواز میں ناک سکوڑ کے بولتی اپنے بارش سے بھیگتے چہرے سے بارش کی بوندیں صاف کرنے لگی۔۔

جھوٹ مت بولو صرف مجھے ہی نہیں تمہیں بھی شوق ہے میں ہر رات اپنی تمام ترشدتیں اور جنون تمہارے بدن پہ نچھاوڑ کرتا تمہیں یقین دلاؤں تم میرے لئے کتنی ضروری ہو!!۔۔۔ وہ اسے سرگوشی نما آواز میں جواب دیتا اسکے نشیب و فراز پہ جھکا اپنے لبوں سے اپنی شدتیں بکھیرنے لگا۔ وہ اسکے جنونی لمس پہ اپنی آنکھیں میچتی مضبوط کندھوں کو زور سے تھام گئی۔۔ رومانس میں ڈسٹربینس کی وجہ سے وہ اس کی دھڑکنوں سے وہ آخری پردہ بھی ہٹاتا اب بے باکی سے انہیں اپنے ہاتھوں اور لبوں کی قربت بخشنے لگا۔۔ مرحاشاہ سسکیاں بھرتی اسکی گردن پہ اپنے ناخن گاڑ رہی تھی ۔۔ زوریز شاہ مزید پانچ منٹ تک اسکے اوپری دھڑ کو چومتا اب اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا اس اندھیرے میں مرحاشاہ کے وجود کا حصہ بنتے اسکی کلائیاں اوپر کر کے دیوار کے ساتھ لگائے اس پہ اپنی جنونی شدتیں برسانے لگا۔ مرحاشاہ سسکتی ہوئی نڈھال ہوتے ہوئے اپنا سر دیوار کے ساتھ لگا رہی تھی جس پہ وہ اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے لبوں کو چومتا اپنے عمل میں تیزی لاتے ہوئے مرحاشاہ کی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔۔

یہ چھت ہے ڈارلنگ! اتنی آواز میں سسکیاں بھرو کہ میرے علاوہ دیواریں بھی نہ سن پائیں۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے لبوں کا بھرپور بوسا لینے کے بعد وہ انہیں اپنے ہونٹوں سے آزاد کرتا اسکے کان میں مدھم آواز میں بولتا اسے اپنے سینے میں بھینچتا مسلسل اپنی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔۔

ت۔تمہیں۔۔۔کس۔۔۔نے۔۔کہا۔۔تھا۔۔چھت۔۔۔پہ۔۔۔یہ۔۔۔سب۔۔۔شروع۔۔کر۔۔۔دو!!۔۔۔وہ سسکیاں بھرتے ہوئے غصے سے بولتی اسکے برہنہ سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑ رہی تھی۔۔

کبھی بیڈ تو کبھی صوفے پہ سو دفعہ اپنی گولڈن نائٹ چکا ہوں! سوچا آج جگہ چینج کرتا ہوں تاکہ میرے ساتھ ساتھ تم مجھ سے زیادہ انجوائے کرو۔۔۔زوریز شاہ بے باکی سے قہقہ لگا کے بولتا اب مرحا شاہ کو زمین پہ لٹاتا پھر سے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔بارش کے ساتھ ساتھ اب بجلی بھی زوروں سے چمک رہی تھی لیکن زوریز شاہ کے سر پہ اس وقت اس قدر جنون سوار تھا کہ وہ اسے جواب دینے کا موقع دیئے بغیر ایک دفعہ پھر اس میں تیزی سے سمایا تھا۔مرحا شاہ کے لبوں سے چھوٹی سی چیخ بر آمد ہوئی تھی جسے زوریز شاہ نے اپنے لبوں میں دبایا تھا۔۔وہ اسکے لبوں کو چومتا اسکے بدن کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہوئے اس برستی بارش میں اس پہ ٹوٹ کے برس رہا تھا۔۔اس کے انداز میں ہر رات سے زیادہ جنون شامل تھا۔۔وہ اسکی بانہوں میں ٹوٹ کے بکھرتی اسکے کندھوں پہ زور زور سے مکے برسا رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اسکے گال سہلاتے ہوئے اس میں آخری حد تک شامل ہوتا اسکا وجود خود کے ساتھ سختی سے لپٹاتا ایک دم سے اپنے عمل میں نرمی لاتے ہوئے مرحا شاہ کو ریلکس کرنے لگا۔۔

بہت بد تمیز ہو تم!! ہمیشہ میری جان نکالتے ہو!!۔۔۔وہ بھیگی آواز میں بولتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑ رہی تھی۔۔وہ مسکراتا ہوا اسکا دیا گیا یہ میٹھا لمس برداشت کرتے اسکی کمر پہ بے باکی سے اپنے ہاتھ پھیرتے اسکی پنڈلیوں کو اپنے پیر کی انگلیوں سے چھو رہا تھا۔۔

میں تو تمہاری اور اپنی جان ہمیشہ ایک کرتا ہوں! جان تو تمہاری اس وقت نکالوں گا جب ہم اصل والی بے بی پلیننگ کریں گے!؟۔۔۔۔۔اسکی بانہیں اپنے گلے کے گرد باندھتا وہ اسکا پورا چہرہ دیوانا وار چومتے ہوئے وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولتا اسکے بدن کی گہرائیوں پہ اپنے ہاتھوں کی بے باکیاں دیکھا رہا تھا۔

اس سب کے بعد بھی کوئی بے بی پلیننگ والا سین رہتا ہے؟؟سب کچھ تو کرتے ہو تم!!! دل کرتا ہے گردن توڑ دوں تمہاری!! اللہ جانے مجھ سے چھپ کے کون سی ادویات کا استعمال کرتے ہو جو تمہارا رومانٹک موڈ پورا دن اور پوری رات آن رہتا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتی اسکی گردن پہ اپنے ناخنوں سے خراشیں بنا رہی تھی۔۔

کم آن ڈارلنگ! کیا تمہیں لگتا ہے اتنی باڈی بلڈنگ کے بعد بھی تمہیں الٹنے پلٹنے کے لئے مجھے کسی میڈیسن کی ضرورت ہے؟؟ابھی تو بنا کسی میڈیسن کے تمہارا یہ حال کرتا ہوں اگر میں نے واقعی ہی کوئی میڈیسن لینا شروع کر دی تو پھر تو گئی تم۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے بے باکی سے بولتا مرحا شاہ کو جواب دے رہا تھا۔۔مرحا شاہ جواباً خاموشی سے اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ روکنے لگی۔

ویسے ڈاکٹر صاحبہ آپ مجھے میڈیسن کا نیم بتا سکتی ہیں؟میں ٹرائے کرنے کے لئے تیار ہوں!! پھر شاید ڈاکٹر صاحبہ کو میری پرفامنس مزید اٹریکٹ کرے!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ بے شرمی سے قہقہہ لگا کے بولتا ایک دم سے اپنی شدتوں کا زور بڑھا گیا۔۔

تمہیں صبح دوپہر شام ایک "شرم کی گولی" کی ضرورت ہے! اگر تم یہ گولی کھا لو گے تو مجھے زیادہ اٹریکٹ کرو گے!!۔۔۔۔وہ اسکی شدتوں کو برداشت کرتی اسکی کمر کے گرد ہاتھ باندھتے ہوئے اٹک اٹک کے بولتی زوریز شاہ کو پھر سے کھلکھلانے پہ مجبور کر رہی تھی۔اسکی خوبصورت ہنسی پہ وہ اپنی آنکھیں موندتی اب اسکا ہر انداز سہنے لگی،وہ اسکی اپنی بانہوں میں ٹوٹ کے بکھرتے وجود کو اپنے چوڑے وجود میں سمیٹنے میں لگا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط114(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ رات کے بارہ بجے کمرے میں داخل ہوا تھا۔باہر بارش زور و شور سے ہو رہی تھی، تقریب ابھی کچھ دیر پہلے ہی ختم ہوئی تھی، زیادہ تعداد میں مہمان واپس جا چکے تھے جبکہ ان کی کچھ کزنز اور مرحا اور میرال شاہ کی کچھ دوستیں بارش سٹارٹ ہونے کی وجہ سے یہی حویلی میں رک چکی تھیں۔کمرے میں اندھیرا دیکھتے ہوئے وہ پیر کی ٹھوکر سے دروازے بند کرتا سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو ہولے سے تھپکتے ہوئے اسکے بے بی کاٹ کی طرف بڑھا تھا۔۔بے بی کاٹ کی طرف بڑھتے ہوئے نگاہیں بیڈ کی طرف بھی تھیں، کمرے میں صرف اسکی سائیڈ والے لیمپ کی روشنی جل رہی تھی۔۔سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو احتیاط سے بے بی کاٹ میں لٹائے وہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔چادر میں چھپے اس کے لرزتے وجود کو دیکھتا وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو کوس رہا تھا جس نے اپنی نازک بیوی کو اتنے بڑے طریقے سے ڈانٹ دیا تھا۔وہ چہرے تک چادر لئے ہوئے تھی۔۔وہ اسکے پاس جگہ بنا کے بیٹھتا پیروں سے پشاوری چپل اتارتا اسکے چہرے سے چادر ہٹانے لگا لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتی خود پہ اوڑھی گئی اس سفید چادر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔اسکے چادر یوں دبوچنے پہ وہ جان چکا تھا وہ جاگ رہی ہے۔کاظم شاہ اسکی چھوٹی چھوٹی مٹھیاں اپنے مضبوط ہاتھ سے کھول کے اس سے چادر چھڑواتا اسکے چہرے سے ہٹانے لگا۔۔اسکے چہرے سے چادر ہٹاتے ہی نگاہیں اسکے چہرے کی طرف اٹھی تھیں، اسکا پورا چہرہ اس وقت آنسوؤں سے تر تھا ۔۔نیلی خوبصورت آنکھوں سے آنسو سمندر کی طرح گالوں پہ بہہ رہے تھے۔آنسو گالوں سے نیچے تک سفر کرتے جا رہے تھے۔۔چھوٹی سی ناک رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔۔عارضوں پہ سرخ نشان تھے جیسے ان پر سے آنسوؤں کو رگڑ رگڑ کے صاف کیا گیا ہو۔گلابی بھرے بھرے ہونٹوں پہ دانتوں سے اچھا خاصہ ظلم ڈھایا گیا تھا۔نیلی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ شکوے تھے، اسے اپنے سامنے بیٹھے دیکھ کے وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی اس کے ہاتھ اپنی چادر سے ہٹانے لگی تاکہ اس چادر کو پھر سے چہرے پہ لے سکے لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتا بیٹھے بیٹھے ہی اس پہ جھکا تھا۔۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا جانتے بوجھتے انجان بننے لگا۔

مرنے لگی ہوں میں! ملک الموت میرے سر پہ کھڑے ہیں اسی لئے باؤلی ہو گئی ہوں! دور ہٹیں مجھ سے!!۔۔وہ مدھم آواز میں غصے سے اسے جواب دیتی اسکے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانے لگی۔

شش!! رات کے وقت ایسی باتیں کون کرتا ہے؟غصے میں کیوں ہو؟مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟کس نے کچھ کہا ہے؟۔۔ اسے اتنے غصے میں دیکھ کے وہ اسکے ہاتھ جھٹکنے پہ غصہ کئے بغیر اسکے بکھرے بال اسکے کان کے پیچھے کرتا بے حد پیار سے بولا تھا، اسکے ایسے سولات پہ ایزل شاہ کو مزید غصہ آیا تھا، کیا وہ بھول چکا تھا وہ ابھی اڑھائی گھنٹے پہلے اسے کتنی بڑی طرح سے ڈانٹ کے گیا تھا؟

کچھ نہیں ہوا! نہ ہی مجھے کسی نے کچھ کہا ہے! سب کو میں ہی کچھ کہتی ہوں کیونکہ میں ٹیپکل ہوں! جاہل ہوں! عقل نہیں ہے مجھے میں! اس لئے مجھ جیسی بے عقل سے بات مت کیا کریں اور اپنے بیٹے کے لئے بھی کوئی نئی ماں ڈھونڈ لیں میں تو ٹیپکل ہوں!!!۔۔۔۔وہ غصے سے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی اسے ہچکیوں کے درمیان جواب دیتی ہوئی اوندھے منہ لیٹتے ہوئے اپنا چہرہ تکیے میں چھپا گئی۔۔اسکے اوندھے منہ ہونے کی وجہ سے چادر اسکے بدن سے سرک کے بے ترتیب ہو چکی تھی، بال کمر کی بجائے دائیں کندھے پہ تھے، کاظم شاہ جو اسکے یوں ایک دم سے کروٹ بدلنے پہ گہری سانس بھر رہا تھا اسکا حلیہ دیکھتے ہوئے سانس ایک دم سے حلق میں اٹکی تھی، اسے اپنا دل کانوں میں بجتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ اس وقت سرخ نیٹ کی نائٹی میں ملبوس تھی، نائٹی بیک لیس تھی، کاندھوں کو باریک سی سرخ سٹریپس کا سہارا دیا گیا تھا۔۔کاظم شاہ حیران پریشان ہوتے اسکی کمر کی طرف دیکھ رہا تھا۔بیک لیس ہونے کی وجہ سے اسکی دودھیا سفید بل کھاتی کمر عیاں ہو رہی تھی، اسکی کمر کا سیاہ موٹا تل کاظم شاہ کی نظروں میں آ چکا تھا لیکن وہ اپنی ناراض بیوی کو منائے بغیر اس تل پہ اپنا حق نہیں جتا سکتا تھا۔۔اسکی بیوی جب بھی ناراض ہوتی تھی تو اسے خود کو ہاتھ کب لگانے دیتی تھی۔وہ اسے اپنے ایک ہاتھ سے کنٹرول کر سکتا تھا لیکن اس پہ ضرورت سے زیادہ زبردستی نہیں کیا کرتا تھا۔۔کاظم شاہ نے اسکی کمر اور پیٹ کے گرد ہاتھ لپیٹتے اسے سیدھا کیا تھا، اسے سیدھے کرتے ہوئے وہ پچھتایا تھا، گولڈن آنکھیں باہر ابلنے کو بے تاب ہوئی تھی۔۔اس کی نیٹ کی ڈیپ ریڈ نائٹی میں اسکے بدن کے نمایاں ہوتے خدوخال دیکھتے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔اس کے تن پہ موجود یہ ڈیپ ریڈ نائٹی اس وقت اسے مکمل طور پہ عیاں کر رہی تھی، اسکے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جو اس نائٹی کی مدد سے چھپ رہا ہو۔۔کاظم شاہ نے اس پر

سے چادر مکمل طور پہ اتاری تو معلوم ہوا میڈیم گھٹنوں تک بمشکل آتی نائٹی پہن کے رونے کا شغل فرما رہی تھیں، ایک دفعہ پہلے بھی اسکا دماغ ایسے ہی خراب ہوا تھا جب اس نے بلیک نائٹی پہن کے اسے پوری رات خود کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا اور آج وہ ڈیپ ریڈ نائٹی جیسی سوغات پہنے کاظم شاہ کا دل اسکی ہتھیلی پہ دھڑکا رہی تھی۔۔خود پر سے ساری چادر سرکتے اور کاظم شاہ کو اپنی طرف گہری تپش زدہ نگاہوں سے دیکھ کے ایزل شاہ کے پورے وجود کا خون سمٹ کے اسکے چہرے پہ آیا تھا۔غصے میں نائٹی پہن تو لی تھی اب اسے جھیلنا کیسے تھا؟ کاظم شاہ کی آنکھیں ایک پل میں خمار آلود ہوئی تھیں۔وہ اسے کیا جواب دینے والا تھا اسکے سراپے میں الجھتا وہ بھول چکا تھا۔۔اسکی سفید برہنہ ٹانگیں دیکھتے کاظم شاہ نے اپنا کان کھجاتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔وہ سرخ چہرہ لئے نگاہیں جھکاتی ہوئی اپنی پوری تگ ودو کرتی کاظم شاہ کا ہاتھ اپنی کمر اور پیٹ سے دور کرنے کی ناکام کوشش کرتی خود پہ چادر لینا چاہ رہی تھی لیکن وہ اپنا ہاتھ دور کرنے کی بجائے چادر اسکی پہنچ سے دور کرتا اپنا دائیاں ہاتھ اسکے گال پہ رکھ گیا۔۔

ٹیپکل نہیں ہو لیکن نیچے ازمیر کو تم نے ٹیپکل ماؤں کی طرح ڈانٹا تھا!! آئی سوئیر وہ بہت زیادہ ڈر۔۔۔۔۔۔ابھی کاظم شاہ اپنا جملہ مکمل کرتا جب ایزل شاہ اسکی بات کاٹ گئی۔۔

ہاں میں ٹیپکل ماؤں کی طرح ڈانٹتی ہوں تو آپ اسے شہری باپ کی طرح پیار کر لیا کریں!! اسے صبح اپنے ساتھ آفس لے کے جایئے گا اور پورا دن اور رات اس کے ساتھ گزار کے مجھے بتایئے گا کتنا آسان ہے اسے سنبھالنا!! ابھی مجھ سے دور ہٹ جائیں!! ہاتھ بھی مت لگائیں!!!۔۔۔۔۔وہ اپنی پوری قوت لگا کے اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتی دبی دبی آواز میں چیخ رہی تھی۔وہ اس وقت شدید غصے میں تھی۔

اگر میں ازمیر کو یوں ڈانٹتا تو بیلیو می تم مجھ سے زیادہ ریکٹ کرتی! تم نے آج پہلی دفعہ اسے اتنی بری طرح سے ڈانٹ کے مجھے حیران کیا تھا جس پہ میرا وہ ریکشن بے ساختہ تھا۔ایزل وہ بچہ ہے اگر ہم اس پہ شاؤٹ کریں گے تو اس کے دماغ پہ کتنا برا اثر پڑے گا تم سوچ بھی نہیں سکتی! اتنے سے بچوں کی تو غصے سے سانس سینے میں اٹک جاتی ہے! تم نے ازمیر کو ڈانٹا اور میں نے غصے میں تمہیں ڈانٹ دیا تو یہاں دیکھو تم نے آنسوؤں کی اتنی ٹینکیاں بہا دیں ہیں! تم بڑی ہو یا ازمیر؟ کیا ڈانٹ کا اثر صرف تم پہ ہوتا ہے؟ تمہیں کیا لگتا ہے ازمیر پہ تمہاری ڈانٹ کا اثر نہیں ہوا تھا؟ میں اسے جب سے لے کے گیا تھا وہ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں مسکرایا، مجھے اپنی آنسو بھری آنکھیں دیکھاتے دیکھاتے

میرے بازوؤں میں سو گیا! وہ ڈانٹ تمہیں یہ رئیلائز کروانے کے لئے تھی کہ جب تم ہرٹ ہو سکتی ہو تو ازمیر کیوں ہرٹ نہیں ہوا ہو گا؟ وہ چھوٹا ضرور ہے لیکن وہ ایک ایک بات پک کرتا ہے اووزی!!۔۔۔وہ اسے گال پہ ہاتھ پہ رکھ کے اپنا چہرہ اسکے چہرے کے نزدیک کئے اسے مدھم لہجے میں نرمی سمجھانے لگا، وہ سمجھنے کی بجائے اپنے آنسو بہاتی اس کی طرف سے نگاہوں کا زاویہ بدلتی خود کو اس سے چھپانے کے لئے کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ اس نے اپنے پاؤں سے چادر اپنی طرف کھینچنی چاہی تھی لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بناتا اسکی دونوں ٹانگیں اپنی بائیں ٹانگ سے لاک کرتا اس پہ سایہ کر گیا۔۔ اسے خود کے اوپر دیکھتے ایزل شاہ نے غصے سے اسکے سینے پہ اپنی کہنی سے دباؤ ڈالتے اسے دور کرنے کی تگ ودو کی تھی۔۔

مجھے غصہ کیوں نہیں آسکتا؟ وہ میرا بیٹا بھی ہے! مجھے پورا حق ہے اسے ڈانٹنے کا!! آپ تو شام ہوتے ہی تیار ہو کے باقی کی تیاریاں دیکھنے کے لئے باہر نکل گئے تھے!! اسے اتنے گھنٹوں سے میں سنبھال رہی تھی! خود تیار ہوتے ہوئے اسے بھی ساتھ ساتھ تیار کیا! وہ صبح سے اتنی ضد کر رہا تھا! اتنے ضدی بچے جب ماں کی نہ سنیں تو پھر غصہ خود بخود آتا ہے!!۔۔۔وہ تپے ہوئے انداز میں بولتی اس پہ اپنی بھڑاس نکالنے لگی۔۔

تو سویٹ ہارٹ مجھے پہلے بتا دیتی میں اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی تیار کر کے چلا جاتا! دونوں ایک ساتھ باتھ لے کے ڈریسنگ روم میں بند ہو جاتے! تمہارا وقت بچ جاتا اور ازمیر کو سکون سے تیار بھی کر لیتی! اور اس چھوٹی سی ناک پہ غصہ بھی نہ آتا!!۔۔کاظم شاہ اسکی سرخ ہوتی ناک نرمی سے اپنے لبوں میں دباتا پیار سے اسے جواب دے رہا تھا۔۔

اسکی بے باک بات پہ ایزل شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

آپ مجھ سے نرمی برتنے کی بجائے مجھے الٹے ہاتھ کی رکھ کے لگائیں تاکہ آپ کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ جائے! مجھ سے چپکنے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ اسکا چہرہ اپنے چہرے سے دور کرتی اسے اسکے الفاظ لٹاتی شدید غصے سے غراتی ہوئی اسکی ہتھیلی پہ اپنے موتیوں سے زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔ آج اس نے دوسری دفعہ اسکی ہتھیلی پہ اس قدر زور سے دانت گاڑے تھے، ایک دفعہ غصے سے گاڑی میں اسکے ہاتھ پہ دانت گاڑے تھے تو آج وہ اس سے ڈانٹ کھانے کے بعد یوں اپنا بدلہ اتار رہی تھی۔۔وہ اسے اپنی ہتھیلی پہ دانت گاڑتے دیکھ کے پہلے تو چونکا تھا پھر اپنی

مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسکی شہہ رگ پہ اپنے دوسرے ہاتھ کا انگوٹھا سہلانے لگا۔ اسکا انگوٹھا اپنی شہہ رگ پہ محسوس کرتی وہ جلدی سے اسکے ہاتھ سے اپنے دانت ہٹاتی اسکا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے لگی۔۔

تمہیں کوئی غیر مرد غلطی سے بھی دیکھے مجھے گوارا نہیں!! جس جگہ پہ تم کھڑی تھی وہاں سے ایک نہیں، دو نہیں کوئی پچاس لوگ اس وقت تک گزر چکے تھے! میرا وجود اس وقت آگ کی مانند دہک رہا تھا ایون ابھی بھی وہ منظر یاد کر کے مجھے بے حد غصہ آرہا ہے! تم سید کاظم شاہ کی بیوی ہوتے ہوئے اتنی لاپرواہ کیسے ہو سکتی ہو؟۔۔۔وہ متوازن لہجے میں سنجیدگی سے بولتا اسکی شہہ رگ سے اب نیچے بیوٹی بون پہ اپنا انگوٹھا پھیر رہا تھا۔

میں صرف سید کاظم شاہ کی بیوی نہیں ان کے ضدی بیٹے سید ازمیر شاہ کی ماں بھی ہوں جو مجھے دن رات تگنی کا ناچ نچاتا ہے!! اب مجھے آپ کے سامنے اپنے کردار کی صفائی دینی پڑے گی کہ وہاں غلطی سے کھڑی تھی اپنا آپ مردوں کو دیکھنانے۔۔۔

تم سے تمہارے کردار کی صفائی کس نے مانگی ہے؟ تم میری بات کو ہمیشہ گھماتی ہو اووزی! تم میری بات کو انڈر سٹینڈ نہیں کر رہی! تم فرض کرو اگر میں غلطی سے اپنی قمیض کے اوپری دو بٹن کھول کے کوئی دس سے پندرہ منٹ تک لاؤنج میں عورتوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا کیا تم مجھے بخش دیتی؟؟ بالکل نہیں!! تم میرا جینا حرام کر کے رکھ دیتی! تم مجھ سے کتنے دن بات نہ کرتی! تم بولتی سب کے سامنے آپکی قمیض کے بٹن کھلے تو کھلے کیسے؟ تم جیلسی دیکھاتے ہوئے شکی بن جاتی!! اب خود سوچو جب تم مجھے دو لڑکیوں کے سامنے برداشت نہیں کر سکتی تو میں تمہیں اس جگہ پہ بنا دوپٹے اور اس عجیب سی کرتی میں کیسے برداشت کر سکتا تھا؟۔۔۔۔۔۔وہ ایزل شاہ کو اسکا جملہ مکمل کرنے کا موقع دیئے بغیر تاصف سے اسے جواب دیتا اسکے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کے اسکا چہرہ اوپر کو اٹھاتا اپنے چہرے کے مقابل کر گیا۔۔

ہاں ساری میری غلطی ہے!! اب مہربانی فرما کے دور ہٹ جائیں!! مجھے نیند آرہی ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ سرد لہجے میں جواب دیتی اس سے اپنا آپ چھڑوانے لگی۔۔

تمہیں لگتا ہے تم میری لائی گئی نائٹی پہن کے مجھے انگاروں پہ لٹا کے خود سکون سے سو سکتی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سرد لہجے پہ خود پہ ضبط کرتا اسکی نائٹی کی ریڈ باریک سٹریپس میں اپنی انگلیاں الجھاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

مجھے گرمی لگ رہی تھی! یہ میں نے خود کے لئے پہنی ہے!! آپ خوش فہم مت ہوں!!۔۔۔۔۔۔اس کے لہجے میں ہنوز ناراضی اور غصہ تھا۔۔

اتنے رومانٹک موسم میں تمہیں گرمی لگ رہی ہے! چلو مل کے ایک دوسری کی گرمی کا حل نکالتے ہیں؟ کم آن صاف صاف بولو نا تم یہ نائٹی پہن کے مجھے خود سے دور رکھ کے سزا دینا چاہتی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔وہ خمار آلود لہجے میں بولتا اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ کے پھر سے اپنے نزدیک کرتا اسکے لب چومنے لگا لیکن وہ اپنا چہرہ اپنی پوری قوت سے پیچھے کر گئی۔۔

جیسی لو بائٹ یہاں پہ دی ہے ویسی ہی ایک گردن پہ بھی دے گی تو کام چلالوں گا!!۔۔۔۔۔۔وہ اپنا چہرہ دور کرتی اس کو شدید غصہ دلا چکی تھی لیکن وہ ہارش ہونے کی بجائے اسکے سامنے اپنی ہتھیلی کرتا ساتھ ہی اپنے گردن پہ اشارہ کرتے ہوئے بوجھل لہجے میں گویا ہوتا اسکی گال پہ اپنی بیرڈ رگڑنے لگا۔۔وہ اپنا چہرہ یہاں وہاں ہلاتی پھر سے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب کاظم شاہ نے بے رحمی سے اپنے ہاتھوں سے اسکے نشیب و فراز کو چھوا تھا۔ نیٹ کی نائٹی اسکی گردن کی گہرائیوں کو واضح کر رہی تھی۔۔ایزل شاہ نے اپنی مزاحمت چھوڑتے ہوئے اس اچانک افتاد پہ سرخ پڑتے ہوئے سسکی بھری تھی۔۔

کیا مسئلہ ہے! کیوں بار بار مجھ سے دور رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔وہ جھک کے اسکی دھڑکنوں پہ مقام پہ اپنے لب رکھتا چہرہ اٹھاتے ہوئے اسکی انکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ کے بھاری لہجے میں پوچھنے لگا۔۔وہ خاموشی سے اپنا چہرہ موڑتی اپنی نائٹی درست کرنے لگی جو اس وقت بری طرح سے بے ترتیب تھی۔۔

کیونکہ ابھی مجھے آپ کے قریب نہیں آنا!! مجھے ڈانٹ کے اور اگنور کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ مصروف ہوئے تھے نا؟ ابھی بھی اسے جگا کے اس کے ساتھ رومانس کریں! میں بہت تھک گئی ہوں!!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے باڈی بلڈر وجود کو خود پر سے دھکیلنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے شدید ناراضگی کے عالم میں بولی تھی۔۔

تمہیں میرے قریب نہیں رہنا لیکن مجھے تمہارے بے حد قریب رہنا ہے! یہ رومانٹک موسم صرف تمہارے ساتھ انجوائے کیا جا سکتا ہے، ازمیر کے لئے اسکی کٹی کافی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے دودھیا سفید بازوؤں کو اپنے ہاتھوں سے چھوتا خماری میں ڈوبے لہجے سے بولا تھا۔۔

آپ نکاح کے ایونٹ میں میرا موڈ بری طرح سے خراب کر چکے تھے، اب آپ کو لگتا ہے میں آپ کو یہ رومانٹک موسم اپنے ساتھ انجوائے کرنے دوں گی؟؟ مجھے ابھی فیز کل نہیں ہونا!! میرا موڈ بہت خراب ہے!!۔۔۔وہ بگڑے موڈ کے ساتھ بولتی کاظم شاہ کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹا گئی۔ اسکے جھنجھلاتے چہرے سے واضح ہو رہا تھا اسکا موڈ اس وقت شدید خراب ہے۔ اسے لگ رہا تھا اس وقت کاظم شاہ اپنی رات حسین بنانے کے لئے اسے منا رہا تھا جس کی وجہ سے وہ خود بخود چڑ رہی تھی۔۔

فیز کل ہونے کو کون کہہ رہا ہے؟ یہ رومانٹک موڈ تو صرف تمہیں اپنے سینے میں بھینچ کے بھی انجوائے کیا جا سکتا ہے! تم صرف اپنا موڈ اچھا کرو! میں تمہیں خراب موڈ کے ساتھ سونے نہیں دوں گا!!۔۔۔وہ اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ سہلاتا اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتا اسکے غصے کا اثر زائل کرنا چاہتا تھا۔۔

یہ آپ کو میرا موڈ خراب کرنے سے پہلے یا ازمیر کو اس دنیا میں لانے کی پلیننگ سے پہلے سوچنا چاہئیے تھا۔۔ میں ابھی صرف انیس سال کی ہوں، مجھ سے اپنا آپ اتنی مشکل سے سنبھالا جاتا ہے اور آپ نے اپنی قربتوں کے چکر میں مجھے اپنا یہ ضدی بیٹا سونپ دیا، ابھی ازمیر کو سنبھالنے کے لئے میری عمر بہت چھوٹی ہے! آپ کو یہ پنگا میرے چوبیس ہونے تک لینا چاہئیے تھا تاکہ میں ایک ٹیپکل ماں کی بجائے اسے ایک سمجھدار ماں کی طرح سنبھال لیتی۔۔۔ایزل شاہ کے لہجے سے لگ رہا تھا وہ ابھی تک کاظم شاہ اور ازمیر شاہ پہ اچھا خاصا تپی ہوئی ہے۔۔

کیسی باتیں کر رہی ہو اووزی؟ کیا تم خدا کی اس نعمت کی ناشکری کر رہی ہو؟ ہم لکی ہیں جو اللہ نے ہمیں اتنی جلدی اولاد سے نوازا ہے!! جاؤ ان لوگوں سے جا کے پوچھو جو اولاد جیسی نعمت اور رحمت سے محروم ہیں!! کیا جب تک تم چوبیس کی ہوتی دوسروں کے بچوں کو دیکھ کے تم میں یہ حسرت پیدا نہ ہوتی ہے کہ تمہاری بھی کوئی اولاد ہونی چاہئیے؟ سب مرد یہ پنگا اتنی جلدی ہی لیتے ہیں! میں نے کوئی انوکھا کام نہیں کیا اور میں جانتا ہوں تم اس ٹیپکل ورڈ سے ہرٹ ہوئی ہو اسی لئے مجھے جتا رہی ہو! تو میری بات غور سے سنو میں نے تمہیں صرف تمہارے اس ایکشن پہ ریکشن دیا تھا کہ تم کیوں ٹیپکل ماؤں کی طرح بیہو کر رہی ہو؟ یہ نہیں بولا تھا کہ تم ٹیپکل ہو!! ایون اگر تم ٹیپکل ہوتی اور سید کاظم شاہ کی بیوی ہوتی مجھے پھر بھی بہت پیاری ہوتی!! پلیز ہر بات دل پہ مت لگا لیا کرو! تم بھی تو مجھے ڈانٹتی ہو نا؟ میں تو ناراض نہیں ہوتا ایون مجھے تم سے ڈانٹ کھانا پسند ہے!!۔۔۔وہ اسکے گالوں پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر

کے بولتا اس کے اوپر سے اٹھتے ہوئے الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ اس کے الفاظ پہ غور کرتی اسکے شروعات کے جملوں کے متعلق سوچ رہی تھی۔۔وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب وہ اپنی الماری سے اپنی سیاہ اجرک لئے ایزل شاہ کی طرف بڑھا تھا۔وہ چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ اسکی حیرانگی نظر اندازی کرتا اسکے خوبصورت سراپے سے نگاہیں چراتا اس کے وجود پہ اپنی سیاہ اجرک اوڑھا رہا تھا۔اسکے دعوت کے نظارے پیش کرتے سراپے سے نگاہوں کا زاویہ بدلنا کس قدر مشکل تھا کوئی کاظم شاہ سے پوچھتا۔۔لیکن ان دونوں کے ریلیشن میں consent نام کی بھی کوئی چیز تھی، جب اسکی بیوی کا آج موڈ نہیں تھا تو وہ اس کا موڈ مزید خراب کر کے اپنی رات حسین نہیں بنانا چاہتا تھا۔۔وہ اسکے چھوٹے سے وجود کو مکمل طور پہ اپنی اجرک میں چھپاتا اسے اپنی بانہوں میں اٹھاتے ہوئے کمرے کے ٹیرس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

ک۔کہاں لے کے جا رہے ہیں! مجھے نیند آ رہی ہے!!۔۔۔وہ اسکی بانہوں سے اترنے کی مزاحمت کرتی ناراضی سے بولی تھی۔۔

نیند کا تمہاری آنکھوں سے ابھی دور دور تک کوئی لینا دینا نہیں ہے! صاف صاف بولو نا سونے کے ڈرامے کرنے ہیں مجھے!!۔۔۔۔وہ اسکی نیلی سوجھی آنکھوں کو دیکھ کے بولتا انہیں پیار سے چومنے لگا۔۔نا جانے وہ کب سے رو رہی تھی۔جب ایزل شاہ کو محسوس ہوا وہ اپنی پوری تگ و دو سے بھی اسکے حصار سے نکلنا تو دور ہل بھی نہیں سکتی تو وہ اپنی مزاحمت ترک کر گئی۔۔وہ اسکے سینے پہ سر ٹکانے کی بجائے اپنا چہرہ اس سے دور کئے ہوئے تھی۔۔کاظم شاہ اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کرتا ٹیرس میں داخل ہوتے ہوئے اسے ریلینگ پہ بٹھاتا اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار قائم کر گیا۔۔

آہہہ۔۔۔شاہ جی!! میں۔۔گر۔۔جاؤں گی!!۔۔۔۔وہ اس اچانک افتاد پہ ڈرتی ہوئی بے ساختہ چیخی تھی۔۔پیچھے گرنے کے ڈر سے وہ اسکی سفید قمیض کا کالر زور سے اپنے ہاتھوں میں دبوچ گئی۔۔اس وقت بارش زور و شور سے ہو رہی تھی، بارش دو ہی منٹوں میں انہیں پوری طرح سے بھگو چکی تھی۔کاظم شاہ اس وقت ایزل شاہ کو لے کے جس سائیڈ پہ کھڑا تھا وہاں سے انہیں کوئی بھی دیکھ نہیں سکتا تھا، اس نے احتیاط کے لئے ٹیرس کی لائٹس بھی آف رکھی تھیں، صرف آس پاس کی لائٹس کی وجہ سے یہاں مدھم سی روشنی تھی۔۔

نہیں گرو گی جانِ تمنا!! اپنے شاہ جی کے حصار میں ہوتے ہوئے تم تب نہیں گر سکتی جب تک کہ وہ اللہ نہ چاہے!! ابھی تم صرف یہ بارش انجوائے کرو!۔۔۔وہ اس پہ جھک کے پیار سے اسکی آنکھیں، اسکی سرخ ناک اور اسکے سرخ ہوتے عارض چومتا اسکی کمر پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کر گیا۔ ایزل شاہ اسکے منہ سے خود کے لئے لفظ "جانِ تمنا" سنتی اپنی ادھم مچاتی دھڑکنوں پہ قابو پانے لگی۔۔

کتنے دنوں بعد بارش ہوئی ہے نا؟۔۔۔۔۔بارش برساتے آسمان کی طرف دیکھتا وہ اب ایزل شاہ سے باتوں کا سلسلہ بڑھانے کے لئے یونہی باتیں کرنے لگا۔۔

ہمم۔۔۔۔۔ایزل شاہ ہنکارا بڑھتی اب رخ پیچھے کی طرف موڑ کے نیچے کی طرف دیکھ رہی تھی تاکہ وہ اندازہ لگا سکتے وہ کتنی اونچائی پہ بیٹھی ہے! کاظم شاہ کے کمرے سے لے کے سب سے نچلے پورشن کے فرش تک کی گہرائی اور اونچائی دیکھتی وہ سہمتے ہوئے کاظم شاہ کے گلے کے گرد اپنے بازوؤں کا ہار ڈال گئی۔۔وہ اسکی اس بچوں سی عادت پہ مسکرایا تھا۔۔

نیچے مت دیکھو نا سویٹ ہارٹ!! جب بولا ہے نہیں گرنے دوں گا تو یقین رکھو!! ۔۔۔وہ اسے خود میں زور سے بھینچتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے اسکی کان کی لوں اپنے لبوں میں دبا گیا۔۔

آپ کو پتا ہے میں نے ڈرامے میں دیکھا تھا کہ جو ہیروئین تھی نا وہ یونہی ریلینگ پہ بیٹھ کے آئس کریم کھا رہی ہوتی ہے لیکن ہوا کے تیز جھونکے اور اچانک سے آئے طوفان کی وجہ سے وہ پیچھے کو گر جاتی ہے!! اس کے فرش پہ گرنے سے پہلے اسکی آئس کریم نیچے گرتی ہے! وہ اتنی پاگل تھی نیچے گر کے اپنی آئس کریم پکڑنے کی بجائے کسی درخت کی شاخ کا سہارا لے لیتی ہے اور پھر اپنے ہیرو کو آوازیں لگاتی ہے!! "مجھے بچالو ماہیر۔۔۔میں مر جاؤ گی!!" ۔۔۔۔جب تک ماہیر آتا ہے درخت کی شاخ ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اسی شاخ سمیت نیچے گر جاتی ہے!! لیکن اب اس کے گرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ آئس کریم تو اسکی ضائع ہو گئی نا؟ یہاں تو سانپ بھی نہ مرا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹی لیکن وہ بیچاری لڑکی اس شاخ سے دھوکا کھاتی اپنی کئی ہڈیاں تروا گئی، اسکا سر اور چہرہ خون و خون ہو گیا لیکن وہاں مجھے وہاں ایک بات پسند نہیں آئی!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کاظم شاہ کی گردن میں چہرہ چھپا کے اسے ہمیشہ کی طرح کسی ڈرامے کی سٹوری سنانا شروع ہو چکی تھی اور وہ اسے غور سے سن رہا تھا۔۔

کیابات پسند نہیں آئی میری اووزی کو؟؟۔۔۔۔وہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا کیونکہ وہ اسے کافی سیریس انداز میں سٹوری سنا رہی تھی۔۔

وہ لڑکی خون وخون ہو کے بھی مرنے یا بے ہوش ہونے کی بجائے بولتی ہے "مجھے بچالو ماہیر۔۔۔میں مر جاؤں گی!!"

۔۔۔گھنٹہ ہو گیا تھا مجھے وہ قسط دیکھتے ہوئے ہوئے لیکن ماہیر کی جان مرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔۔۔۔وہ اتنے کیوٹ انداز میں یہ سب بولی تھی کہ کاظم شاہ اپنے قہقہے پہ قابو نہ پاتے ہوئے خوبصورتی سے ہنسنے لگا،وہ اسکی گردن سے اپنا چہرہ باہر نکال لے اسکے چہرے کی طرف دیکھتی خوشی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی،وہ اسکی باتوں پہ ہنس رہا تھا ،ایک چاہنے والی بیوی کے لئے اس سے خوبصورت احساس کیا ہو سکتا تھا کہ اسکا پسندیدہ مرد اسکی باتوں سے ہی خوش ہو جایا کرتا تھا۔۔

پھر کیا ہوتا ہے؟۔۔۔۔ایزل کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ ہنستے ہوئے مزید سٹوری جاننا چاہ رہا تھا۔۔

ہونا کیا تھا ماہیر اوپر سے کود کے اپنی ہیروئن کے پیروں میں گرتا ہے لیکن اسکی ایک ہڈی بھی نہیں ٹوٹتی جبکہ ہیروئین بیچاری کا تو کچومر بن گیا تھا۔۔لیکن وہ شاید آئرن مین تھا! ماہیر اٹھتا ہے اپنی ہیروئن کو اٹھا کے روتا ہوا ہاسپٹل لے کے بھاگ جاتا ہے لیکن وہ آئس کریم وہی کی وہی رہ جاتی ہے! مجھے اس آئس کریم کا بڑا افسوس تھا میں ماہیر کی جگہ ہیروہوتی تو سب سے پہلے وہ آئس کریم اٹھا کے اپنی مرتی ہوئی ہیروئن کے منہ میں ٹھونستی تو پھر ہاسپٹل جانے کا سوچتی!!!۔۔۔۔وہ بے حد افسوس سے بولتی اپنا سر دائیں بائیں ہلا رہی تھی۔۔باہر بارش میں بھیگتے ہوئے اسکا موڈ اچھا ہو رہا تھا۔

آہہہ!! اووزی!! آئی ایم ڈن!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے چہرے کے کیوٹ زاویے اور اسکا آئس کریم کے لئے افسوس دیکھتا پھر سے قہقہے لگا کے ہنس رہا تھا۔جب ہنس ہنس کے تھک گیا تو ہاتھ اٹھا دیئے۔

تو یہ ثابت ہوتا ہے میری بیوی خود سے سکرپٹ رائٹر بھی بن سکتی ہے؟؟۔۔۔۔وہ اسکی ٹھوری پہ اپنے ہونٹ رکھتا ہنستے ہوئے ایزل شاہ سے مخاطب تھا۔۔

ہاں رائٹر تو میں بن سکتی ہوں لیکن جب میں اپنے لکھے گئے ڈرامے ہی نہیں دیکھوں گی تو لکھنے کا فائدہ؟!! جس دن سے آپ آسٹریلیا گئے تھے اس دن کے بعد واقعی ہی کارٹون ز کے علاوہ کوئی فلم ڈرامہ نہیں دیکھا۔۔وہ اسکی سفید قمیض کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتی اسے جواب دے رہی تھی۔

")میرے سر کی قسم کھاؤ۔۔۔ آج کے بعد کارٹون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھوں گا("!!!

اسکے جواب پہ کاظم شاہ کو بے ساختہ اسے اپنی اس دن کی گئی قسم یاد آئی تھی۔اس دن کو یاد کرنے کی وجہ سے ایزل شاہ کے چہرے پہ اداسی کے تاثرات دیکھتا وہ اسکے سر کے پیچھے ہاتھ رکھتا دیوانوں کی طرح اسکا چہرہ چومتے ہوئے اب اس کے لب چوم رہا تھا۔۔وہ دیوانا وار اسکے ہونٹوں کو چومتے ہوئے ایزل شاہ کو بھوکھلا کے رکھ گیا۔۔اسکے لبوں سے بارش کے قطرے چننے کے چکروں میں وہ ان ہونٹوں کو سرخ قندھاری کرتا اسکی سانسیں پھولا رہا تھا۔۔

میں نے آج بہت زیادہ ڈانٹ دیا نا اپنی اووزی کو؟؟ آئی ایم سوری اووزی! میں تمہیں لے کے اتنا جنونی اور پوززیسو ہو جاتا ہوں کہ مجھے خود بھی پتا نہیں چلتا میرا یہ جنونی انداز تمہیں کب کس طرح سے ہرٹ کر جاتا ہے!! تم اور ازمیر میرے لئے ایک جیسے ہو! میں ہمیشہ بولتا ہوں نا تم دونوں ہی میرے بچے ہو؟ اب خود بتاؤ کون اپنے بچوں کو ڈانٹنا چاہتا ہے؟ کبھی کبھی کچھ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جن پہ ڈانٹنا پڑ جاتا ہے لیکن ضروری تو نہیں کہ اپنوں کی ڈانٹ پہ یوں گندے بچوں کی طرح اتنا سارا رویا جائے؟ ان سے اتنا ناراض ہوا جائے کہ بار بار انہیں خود سے جھٹک دیا جائے؟ ان کے منانے پہ بھی نہ مانا جائے؟ تمہیں کسی کے سامنے تو کبھی نہیں ڈانٹا!! ہمیشہ کوشش کی ہے تمہارا مقام کسی کے سامنے نہ گراؤ! ہاں کبھی کبھار اب اکیلے میں تم پہ غصہ آ جاتا ہے تو کیا کروں؟ تم پہ کبھی کبھار آتا ہے نا یار تو پھر کنٹرول نہیں ہوتا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اسکے بھیگے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس سے اپنی غلطی کا ازالہ کر رہا تھا۔۔

ہاں آپ کے غصے سے چاہے میں مر جاؤں؟ اور وہ کرتی میں نے جان بوجھ کے ایسی نہیں سلوائی تھی ٹیلر سے سلائی کرتے ہوئے تھوڑی غلطی ہوئی تھی! اور آپ بول رہے تھے میں ازمیر جیسی نعمت کی ناشکری کر رہی ہوں تو ایسا بالکل نہیں ہے! ازمیر مجھے خود سے بھی زیادہ پیارا ہے!! آج پہلی دفہ اسے غلطی سے ڈانٹ دیا کیونکہ وہ مجھے واقعی ہی بہت تنگ کر رہا تھا۔۔۔وہ جو اس سے شکوے کر رہی تھی، ازمیر کے ذکر پہ اسکی آواز خود بخود بھیگ چکی تھی۔۔۔وہ اپنا

آخری جملہ مکمل کرتے ہی بچوں کی طرح رونے لگی۔۔ اسکے یوں رونے پہ کاظم شاہ اپنا سر پیچھے کو گراتا گہری سانس کھینچتے ہوئے اسکے آنسوؤں اپنے ہونٹوں سے چنتا اسے خود سے لپٹا گیا۔ مسز جیری کو منانا واقعی ہی کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔

سٹاپ کرائینگ سویٹ ہارٹ!! میں جانتا ہوں میری اووزی سب سے پرفیکٹ ہے! پلیز ناراضی ختم کر دو؟ اتنے اچھے موسم میں میری خوبصورت بیوی روئے مجھے منظور نہیں! ۔۔۔وہ اسے مسلسل پیار سے مناتا ہوا اسکے آنسو چن رہا تھا۔

نہیں روتی لیکن رومانس میں آپ کو پھر بھی نہیں کرے دوں گی!!۔۔۔ اسے بیس منٹ تک ایک ہی جملہ بولتے دیکھ وہ بالآخر اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑ کے نروٹھے پن سے بولتی کاظم شاہ کو چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔

ہاہاہاہا۔۔۔ ابھی تمہارے بدن سے ذرا سی اجرک کھسکانے کی دیر ہے اپنا حلیہ دیکھ کے تمہاری خود کی چیخ نکل جانی ہے!! ۔۔۔۔وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے اسکی خوشبو محسوس کرتا اب اسے چھیڑ رہا تھا۔ وہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ سٹپٹائی تھی، وہ جانتی تھی وہ اسکی نائٹی پہ چوٹ کر رہا ہے۔

پتا نہیں وہ کون شوہر ہیں جنہیں بیوی کی نائٹی ان کے تن سے اتارنی نصیب ہوتی ہے! میری والی تو جب بھی نائٹی پہنتی ہے مجھے خود کو ہاتھ تک نہیں لگانے دیتی!! کیوں ہوا اتنی ظالم؟۔۔ اسے سٹپٹاتے دیکھ وہ اسے ریلینگ سے اتارتا اسکا چہرہ سامنے کی طرف کرتے اسکی پشت اپنے سینے سے لگا کے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے شکوہ کرنے لگا۔۔ ایزل شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

وہ شوہر اپنی بیویوں پہ آپکی طرح بلا فضول میں غصہ نہیں کرتے۔۔ وہ مسکراہٹ دبا کے روٹھے ہوئے لہجے میں بولتی اپنے سر کا پچھلا حصہ اسکے سینے پہ ٹکا کے بارش کے نظارے دیکھنے لگی۔۔ اسے اسکے ساتھ بارش میں یوں بھیگ کے بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔

ہاں لگا دو اپنے معصوم اور شریف شوہر پہ ہر بات کا الزام!!۔۔۔ وہ اسکے گرد اپنی بانہوں کا اظہار مضبوط کرتا اسکے کندھے پہ اپنی ٹھوری ٹکا کے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتا خفگی سے بولا تھا۔ وہ اسکے انداز پہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔

آپ کتنے چالاک ہیں نا! آپ جانتے ہیں مجھے بارش کتنی پسند ہے اسی لئے مجھے اٹھا کے بارش میں لے آئے تا کہ میں جلدی مان جاؤں ؟۔۔۔۔ اپنی کمر اور پیٹ کے گرد بندھے اسکے مضبوط ہاتھوں کی وینز پہ انگلیاں پہ پھیرتی وہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اسکی چالاکی سے آگاہ کر رہی تھی جس پہ وہ اپنی مسکراہٹ دبانے لگا۔۔

سمجھدار شوہر اپنی سکیم نہیں بتایا کرتے اسی لئے نو کمنٹس !!۔۔۔۔ وہ اسکے کندھے سے اپنا چہرہ اٹھا کے آگے کی طرف کرتا اسکی گال پہ اپنی بیرڈ رگڑتے ہوئے چالاکی سی گویا ہوا تھا۔ وہ اس کے جواب پہ اسے گھور بھی نہ سکی کیونکہ وہ اسکے گالوں پہ جھکا ہوا تھا۔

بارش کا پانی ٹھنڈا ہے !! تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی ؟۔۔۔۔ کاظم شاہ کو اچانک سے اسکی فکر ہوئی تھی۔۔

نہیں ! مجھے یہاں بہت مزہ آرہا! میرا دل چاہتا ہے ہر روز بارش ہوا کرے اور ہم یونہی رات کے وقت یہاں کھڑے ہو کے بارش میں باتیں کیا کریں! ضروری تو نہیں ہے ہر رات صرف رومانس کیا جائے ؟ کبھی کبھی یہ مومنٹس بھی انجوائے کرنے چاہیئے! صحیح کہا نا میں نے ؟؟۔۔۔ وہ ہنوز اسکے ہاتھ کی وینز کے ساتھ کھیلتی اسے مصروف انداز میں جواب دیتی ساتھ ساتھ سوال بھی کر رہی تھی۔۔

ہاں نہیں تو اور کیا؟ میری بیوی غلط بولتی ہی کب ہے ؟ وہ تو صرف نیٹ کی ریڈ نائٹی پہن کے مجھے اپنے خوبصورت جسم کے نظارے کرواتی میرے ہوش اڑاتی ہے اور پھر مجھے انجوائے کروانے کی بجائے خود بارش کے نظارے انجوائے کرتی ہے !! اگلی دفعہ خبردار جو تم نے ناراضی میں نائٹی پہنی !! میری طلب دوگنا بڑھا کے بدلے لینا کوئی تم سے سیکھے اووزی شاہ !!۔۔۔ وہ دانت کچکچا کے نروٹھے پن سے بولتا اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھتے اپنا سر جھکا کے اسکے سر کے ساتھ جھکاتا اپنا اور اسکا سر ہلانے جلانے میں مصروف ہو گیا۔ ایزل شاہ اسکی بے تابی پہ کھلکھلائی تھی لیکن اسے کاظم شاہ کو تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔ آخر کبھی کبھار تو وہ کنٹرول ہوتا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ آج رات اسکے جسم کو نہیں چھوئے گا کیونکہ اسکے لئے اپنی طلب کو مٹانے سے زیادہ اسکا خراب موڈ ٹھیک کرنا زیادہ ضروری تھا۔۔ وہ کتنی ہی دیر کتنے ہی گھنٹے یونہی بارش میں کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے رہے لیکن کاظم شاہ نے اسے اس دوران ایک دفعہ بھی بیڈ روم میں جانے کو نہیں کہا تھا۔۔ وہ اسے اپنے گرم حصار میں لے کے کھڑا اسکی پشت اپنے سینے سے لگائے اپنا سر اسکے ساتھ جوڑے مسلسل اسکے ساتھ باتیں کرتا اسکے چہرے پہ چھوٹی موٹی گستاخیاں کر رہا تھا۔۔ اسکے

بالوں اور گردن کی خوشبو سونگھنے کے علاوہ وہ نیچے کی طرف نہیں بڑھا تھا، نہ ہی اسکے بدن پہ موجود چادر سرکائی تھی، وہ دونوں ان مومنٹس کو سوفٹ سے رومانس کے ساتھ انجوائے کرتے ہوئے وقفے وقفے سے کھکھلا رہے تھے۔ ایزل شاہ اسکے گال پہ بوسا دینے والی شدید خواہش کو اپنے دل میں دبا گئی کیونکہ اگر وہ اس وقت اسکا گال چوم لیتی تو یقیناً اسے آوٹ آف کنٹرول ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہ لگتی، اسی لئے وہ کم ہی اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ بارش میں بھیگتا اسے بے حد پیارا لگا تھا اور وہ اسکی بانہوں کے حصار میں بارش میں بھیگتی اسے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

چوم لو!! قسم سے ایسا ویسا کچھ نہیں کروں گا جیسا تم سوچ رہی ہو! وہ سب کل کر لیں گے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی آنکھیں ہمیشہ کی طرح پڑھتا اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اپنا گال اسکے لبوں کے قریب کرتا گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔۔

ایزل شاہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگی، کیا وہ کوئی نجومی تھا؟ جو ہمیشہ اسکے دل میں اٹھتی خواہش جان جایا کرتا تھا، اسکی آنکھیں پڑھنا تو جیسے اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا ابھی کہ وہ اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکے قسم کھانے پہ اپنی مسکراہٹ چھپاتی اسکے اپنی طرف جھکے ہوئے چہرے کو دیکھتی اپنی ایڑھیاں اٹھا کے اسکے گولڈن بیرڈ سے سجے دائیں گال پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی۔ کاظم شاہ دھڑکتے دل سے مسکرایا تھا، اسکے نرم لمس کی اتنی سی پیش قدمی اسے بے حد خوش کر چکی تھی۔۔

اس والے کو بھی چوم لو! اس سے کیا دشمنی ہے تمہاری اووزی؟ ایسے تو نہیں چلتا یار!!۔۔۔اسے شرما کے نگاہیں جھکاتے دیکھ کے وہ اب اپنا بائیاں گال اسکے قریب کرتا بے حد ڈرامائک انداز میں بولا تھا۔ وہ اب روہانسی ہوتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی، پھر اسکے چہرے پہ سجی مصنوعی معصومیت کو دیکھتی وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکے بائیں گال پہ بھی اپنے ہونٹ رکھتی جلدی سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتی شرمانے لگی۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔ میری معصوم اووزی!!۔۔۔۔۔اسکے یوں اپنے سینے میں چھپنے پہ وہ اسے پیار سے گلے لگاتا اسکا ماتھا چومتے ہوئے ہنس کے بولا تھا۔۔ وہ معصومیت سے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپائے اسکی تیز تیز چلتی دھڑکنیں سن رہی تھی جو اسکے نام کی مالا جپنے میں مصروف تھیں۔۔

وہ اپنے بیڈ پہ بیٹھی سامنے دیوار کو دیکھتے ہوئے زینت کی باتیں سوچتی اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔ باہر بارش ہو رہی تھی لیکن وہ بارش میں جانے کی بجائے زینت کی باتیں اپنے دل پہ لگا کے بیٹھی ہوئی تھی۔۔ تقریباً بارہ بج کے پندرہ منٹ پہ اسکے کمرے کا دروازا کلک کی آواز سے کھلا تھا۔ گلالئ نے بے ساختہ رخ موڑ کے دروازے کی طرف دیکھا تھا، دروازے سے داخل ہوتے سنجیدہ سے احان شاہ کو دیکھتی وہ نامحسوس انداز میں اپنے سر سے دوپٹا سرکا گئی تھی۔۔ وہ اپنے دھیان دروازہ بند کرتے ہوئے رخ موڑ رہا تھا جب اسے جاگتے دیکھ کے وہ چونکتا ہوا گھڑی پہ وقت دیکھنے لگا۔۔

سوئی نہیں ابھی تک گل ؟؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی طرف دیکھ کے سنجیدگی سے استفسار کرتا اپنا فون اپنے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔ اسکے سر سے اترا دوپٹا دیکھ وہ اسکی کھلی زلفوں سے نگاہیں چرا رہا تھا، اسکے بھورے بالوں کا آگے سے خوبصورت سا ہیئر سٹائل بنایا گیا تھا، باقی کے بالوں کو نیچے سے لوز کرلز ڈالے گئے تھے۔۔ وہ ابھی تک اسی لباس میں ملبوس تھی جو اس نے نکاح کی تقریب میں پہنا تھا، باقی سب نے گرارے اور کرتیاں پہنی تھی لیکن چونکہ گلالئ کا جسم پہلے سے پھیل چکا تھا اسی لئے وہ اپنا پریگننٹ وجود ایک کھلی سی لیکن تھوڑی سی ایمبرائیڈڈ بے بی پنک پیروں کو چھوتی فراک میں چھپا چکی تھی۔۔ وہ خود پہ شفون کا بڑا سا دوپٹا لئے ہوئے تھی جو اب سر پہ نہیں تھا۔۔ لائٹ سی جیولری جو اس نے کچھ دیر پہلے پہنی تھی وہ اتار چکی تھی، کلائیوں پہ اسکے لائے گئے سرخ گجرے نہیں بلکہ سفید اور پنک کلر کے امتزاج کے گجرے پہنے ہوئے تھے جو لڑکے والوں کی طرف سے آئے تھے۔ حازق خان نے آج نکاح کے دن بھی ڈھیروں تحفے تحائف کپڑے، جوتے اور ہر طرح کے پھول، چوڑیاں اور مہندی وغیرہ ہویلی بھجوائی تھیں۔۔ اسی لئے تو میرال شاہ اور مرحا شاہ کی تمام دوستیں اپنے جیجو کی اتنی شاہ دلی پہ بے حد راضی نظر آ رہی تھیں۔۔

نہیں!!۔۔۔۔۔۔ گل نے مختصر سا جواب دیتے اپنی انگلیاں موڑی تھیں۔۔

کھانا کھا لیا؟۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے کن اکھیوں سے دیکھتا مزید سوال کر رہا تھا، وہ اب جواب دینے کی بجائے خاموشی سے اپنا دوپٹا اپنے وجود سے الگ کر کے سائیڈ پہ رکھتی تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے ٹانگیں بیڈ پہ کراس کر کے رکھ گئی۔ احان شاہ جو پہلے ہی اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا اسے اپنے وجود سے دوپٹا اتارتے دیکھ کے وہ اپنی آنکھوں پہ یقین نہ کر سکا، وہ کب اسکے سامنے اپنے وجود سے دوپٹا اتارتی تھی؟ وہ تو اسے تڑپاتی ہوئی پورا پورا دن اور پوری

پوری رات اپنے وجود کو چادر میں قید کئے رکھتی تھی۔ آج وہ کتنے عرصے بعد اسے بغیر چادر کے دیکھ رہا تھا۔ احان شاہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا اپنے نچلے ہونٹ پہ زور سے دانتوں کا زور بڑھائے گلہ کھنکھارتا ہوا اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ غلطی سی اسکی موجودگی میں دوپٹا اتار چکی ہے، لیکن اس نے اسکے گلہ کھنکھارنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔

کھانا کھایا تم نے گل؟؟۔۔۔۔ احان شاہ اپنی بھاری آواز میں اپنے پچھلے سوال کو دہرایا تھا۔ گلالئ پھر خاموش رہی، اسے پتا نہیں کیوں اب بری طرح سے رونا آرہا تھا، اس نے نیچے دیکھا تھا ارزم شاہ کا پیار سے ذائشہ کی فرمائش مان کے اسے کچن میں لے جانا، اس نے دیکھی تھیں میرال شاہ کے چہرے اور گردن پہ اپنے لالہ کی دی گئی محبت کی نشانیاں، اس نے دیکھا تھا زوریز شاہ کا مرحا کے لئے بے تاب ہو کے اسے سب کے درمیان سے اٹھا کے اسکی کلائی پکڑ کے لے جانا۔۔ یہ سب دیکھنے کے بعد اس نے خود کو ایک الگ تھلگ سی جگہ پہ پایا تھا، وہ بھی تو انہی کی طرح پیاری اور نازک سی تھی، لیکن اسے اس طرح کا پیار کیوں نہیں ملتا تھا؟ وہ جیسے اس وقت پیار کی بھوکی ہو رہی تھی۔ اسے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو صاف کرتے دیکھ کے احان شاہ پریشانی سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

کیا ہوا گل؟؟۔۔۔ سب ٹھیک ہے؟؟۔۔۔۔ وہ اسکے سراپے سے نگاہیں چراتا پیار اور فکر مندی سے استفسار کرنے لگا۔۔

ہمم۔۔۔۔ گلالئ نے آنسوؤں کا گولا حلق سے اتارتے ہوئے ہنکارا بھرا تھا۔

پکا سب ٹھیک ہے؟ تمہیں کہیں پین تو نہیں ہو رہا؟؟۔۔۔۔ اسکے صرف ہنکارا بھرنے پہ وہ مزید فکر مندی سے سوال کرنے لگا، گلالئ نے جواباً صرف ہاں میں سر ہلاتے پھر سے اپنی آنکھیں بند کی تھی۔۔

ڈریس کیوں نہیں چینج کیا ابھی تک؟ تمہیں الجھن نہیں ہو رہی اس ایمبرائیڈڈ ڈریس میں؟؟۔۔۔۔ احان شاہ کو وہ کچھ ڈسٹرب لگ رہی تھی اسی لئے مزید سوال کرنے لگا۔ اسکے اس سوال پہ گلالئ کا دل خون کے آنسو رویا تھا، وہ تو اپنا دوپٹا تک اتار کے سائیڈ پہ رکھ چکی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی تعریف کرے گا لیکن وہ تعریف کرنے کی بجائے اسے ڈریس چینج کرنے کا بول رہا تھا؟ کیا اب اس کا حسن پہلے سا نہیں رہا تھا؟؟ وہ روتے ہوئے دل سے خود سے سوال کر رہی تھی۔ ایک دفعہ پھر زینت کی باتیں دماغ میں گونجی تھیں۔۔

")بٹ ڈونٹ یو تھنک گلالئی تم نے بہت زیادہ ویٹ گین کر لیا ہے؟ شوہروں کو اتنی موٹی بیویاں پسند نہیں آتی! بیویاں نازک ہوں تو آگے پیچھے گھومتے ہیں لیکن جب وہ موٹی ہو جاتی ہیں تو یوں ریکٹ کرتے ہیں جیسے انہوں نے کبھی اس موٹی عورت کو پہلے چھوا ہی نہ ہو! ہاہاہا آئی مین ان کا چہرہ بالکل اس طرح سے سنجیدہ رہتا ہے جس طرح سے اس وقت تمہارے شوہر کا تھا("!

میں جانتی ہوں میں اس ڈریس میں آپ کو ناقابلِ برداشت لگ رہی ہوں!! میں نے بہت زیادہ ویٹ گین کر لیا ہے!! اب میرے زیادہ ویٹ کی وجہ سے میں آپ کو پسند کیوں آؤں گی؟ میں اب باقی سب لڑکیوں کی طرح نازک بیوی جو نہیں رہی اس لئے اب کیوں میرے آگے پیچھے گھومے گے ؟؟ میں نے پورے ایونٹ میں کھانا نہیں کھایا کیا آپ ایک نے ایک دفعہ بھی میرے پاس آ کے مجھ سے پوچھا کہ میں نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ کھانا کھایا بھی ہے یا نہیں؟ کیا آپ نے یہ پوچھا کہ میرے پیروں میں درد تو نہیں ہو رہا؟ میں مساج کر دوں؟ آپ تو اس وقت ایسے ریکٹ کر رہے تھے جیسے میرا یہ جسم کبھی چھوا ہی نہ ہو! اس طرح سے مجھے ان سب لڑکیوں کے سامنے اگنور کیا کہ سب کے دل میں ہمارے رشتے کو لے کے عجیب عجیب سوال گزرنے لگی!! اپنے عشق کی قربانی دینے کے بعد بھی سب کی نظروں میں بری کون ٹھہری؟؟ گلالئی اسماعیل خان!!۔۔وہ زینت کی باتوں میں اپنا دماغ الجھاتی ایک دم سے چیخ اٹھی تھی،وہ ہچکیوں کے درمیان روتی ہوئی اپنے آنسو آنکھوں اور عارضوں سے رگڑ کے صاف کرنے لگی۔

گل کیا ہوا ہے؟ اور تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ یار میں لڑکیوں کی طرف آتے ہوئے جھجکتا ہوں! اسی لئے سب کے درمیان نہیں آیا! مجھے لگا مرحا اور ایزل وغیرہ تمہیں کھانا کھلا کے تمہارا خیال رکھیں گی!! واللہ میری تمہیں کسی بھی لڑکی کے سامنے اگنور کرنے کی انٹینشن نہیں تھی! اور تم مجھے بری کیوں لگو گی؟ کیا میں نے اپنی زبان سے اقرار کیا ہے کہ تم بری لگی رہی ہو؟! کسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟؟ مجھے پوری بات بتاؤ؟؟۔۔۔اسکے یوں رونے پہ وہ بھوکھلاتا ہوا اسکے پاس بیٹھتے ہوئے اسکا دائیں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں رب کرتے نرمی سے اسے جواب دے رہا تھا۔۔

میرے شوہر آپ ہیں!! آپ مجھے اپنی ذمہ داری بنا کے میرے لالہ سے لے کے آئے تھے!! میری ذمہ داری ایزل یا مرحا دیدہ کیوں اٹھائیں؟؟ اور آپ اپنا آپ لڑکیوں کو دیکھا سکتے ہیں! لیکن بیوی کے پاس آ کے دو چار سوال نہیں کر سکتے؟؟ سب کو لگتا ہے ہمارا ریلیشن بہت خراب ہے! عید پہ بھی سب نے ہمیں نوٹس کیا تھا۔۔سب پتا نہیں میرے

بارے میں کیا سوچتے ہوں گے !!۔۔۔۔وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتی روتے ہوئے غصے سے غرائی تھی۔احان شاہ تو اسکی باتوں پہ حیران در حیران اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ اسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی بات سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

مجھ سے قسم لے لو میں نے باہر سب کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ہر پل تمہیں سوچا ہے! آئی سوئیر میں تو جانتا بھی نہیں تھا لاؤنج میں کون کون لڑکی کہاں بیٹھی ہے!! زوریز اور ارزم ان میں سے کافی خواتین سے چھوٹے ہیں اسی لئے وہ وہاں آرام سے چکر وغیرہ لگا لیتے ہیں ایون مرحا اور میرال کی کچھ فرینڈز سے دو منٹ بات بھی کر لیتے ہوں گے ! بٹ لٹرلی مجھے لڑکیوں سے بنانی نہیں آتی! میں وہاں تمہارے پاس آتا مجھے سب کے حال احوال پوچھنے پڑتے اور اگر نہ پوچھتا تو اللہ جانے مجھے کون کون سا لقب دے دیا جاتا! صرف اسی چیز سے بچنے کے لئے میں عورتوں میں نہیں آیا تھا! میری جان تمہیں اگنور کیوں کروں گا؟؟ اور مجھے بتاؤ پیروں میں درد ہو رہی ہے؟ میں مساج کر دوں؟؟۔۔۔۔وہ آگے ہو کے اسکے چہرے سے اپنے ہاتھ کی پوروں سے اسکے آنسو صاف کرتا اسے تفصیل دینے لگا ۔وہ چاہے شام میں دل ہی دل میں اس سے ناراض ہوا تھا کہ اس نے لباس پہنتے وقت اسکی کی گئی شاپنگ میں سے کسی کچھ نہیں پہنا تھا لیکن ابھی اسکی اذیت ناک باتیں سن کے اور اسکے آنسوؤں دیکھتے ہی وہ ناراضی بھی پل میں دور ہوئی تھی۔۔وہ اس کے لئے بے حد ضروری ہو چکی تھی۔وہ خفگی سے اپنے چہرے سے اسکے ہاتھ ہٹا گئی۔۔

کیا کسی نے تمہارے ویٹ کے متعلق بات کی ہے جو تم اسے لے کے اتنی سینسٹو ہو رہی ہو؟؟۔۔۔احان شاہ اندازے سے سوال کر رہا تھا۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے پھر سے چہرے پہ ہاتھ رکھتی سسکتے ہوئے چھوٹے بچوں کی طرح رونے لگی۔۔

گل!! یار ہوا کیا ہے؟؟ پلیز مجھے بتاؤ کس نے رلایا ہے میری بیوی کو؟؟۔۔۔وہ اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹا ان پہ بے اختیار ہوتے اپنے لب رکھتا محبت سے لبریز لہجے میں پریشانی سے استفسار کر رہا تھا،اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں وجود یہ آنسو اسے بے چین کر گئے تھے۔۔

نیچے کھانا کھانے جانا ہے!! زینت آپی کے سامنے بیٹھ کے کھاؤں گی!! میری مرضی میں جتنی چاہے موٹی ہو جاؤں!! انہیں کیا ہے؟ میں کیا ان کے باپ کے پیسوں کا کھاتی ہوں؟؟۔۔وہ ایک دم سے احان شاہ سے اپنے ہاتھ چھڑوا کے

خود پہ دوپٹا اوڑھتی بیڈ سے کھڑی ہوتی روتے ہوئے دھاڑی تھی۔۔ احان شاہ اسکی اتنی جلدی پہ حیرانگی سے اپنی بیوی کے ناز و انداز دیکھ رہا تھا۔ اس کے رونے پہ اسے یقین ہوا چلا تھا یہ زبان زینت کے سامنے بالکل نہیں چلی ہو گی جو اس وقت احان شاہ کے سامنے چل رہی تھی۔ وہ اسکے ان دو جملوں سے ہی سمجھ چکا تھا اسکے ویٹ پہ ضرور زینت نے بات کی ہو گی، وہ اپنی اس جیلس کزن سے واقف تھا، وہ یونہی سب کا دل جلاتی تھی، نہ خود خوش رہتی تھی نہ کسی کو خوش رہنے دیتی تھی۔۔

تم یہاں بیٹھو! میں اوپر کھانا لے کے آتا ہوں! بار بار سیڑھیاں چڑھنا اترنا تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے گل!۔۔۔۔۔ وہ جلدی سے اسکے مقابل ہوتا اسکا بازو پکڑ کے اسے بیڈ پہ بٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ اسکی یہ کوشش ناکام کر گئی۔۔

خود سیڑھیاں اتر کے کون جائے گا؟ میں آپ کی ذمہ داری ہوں نا؟ تو پھر مجھے اٹھائیں اور نیچے لے کے جائیں!! ورنہ صبح ہی اپنے لالہ کو بتا دوں گی آپ سے میری ذمہ داری ٹھیک سے پوری نہیں ہو رہی!!۔۔۔۔۔ وہ اب سوں سوں کر کے کندھے آچکا کے بولتی اسے اپنے لالہ کی دھمکی لگا رہی تھی، اسکی دھمکی پہ احان شاہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ اگر کوئی دوسرا اسے اس کے سالے کی دھمکی دیتا تو وہ کبھی اس دھمکی پہ کان نہ دھرتا بلکہ اگلے کو ڈبل چڑاتا لیکن یہاں یہ دھمکی اسے اپنی بیوی سے ملی تھی، احان شاہ کو تو اپنی بیوی کی دھمکیوں سے بھی پیار تھا۔۔ وہ شاید خود نہیں جانتی تھی وہ کیا کیا بول رہی ہے اور یہ سب بولتی وہ احان شاہ کے دل پہ وار کر رہی ہے۔۔ وہ اسکی ان اداؤں پہ دل میں اسکے صدقے اتارتا اسے اگلے ہی پل اپنے بازوؤں میں اٹھاتے اسکا پورا چہرہ دیوانا وار چومنے کی خواہش اپنے دل میں دبا گیا۔ گلالئی اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اب یہاں وہاں دیکھتی اپنی انگلیاں موڑ رہی تھی۔۔ اسے اس وقت نیچے جا کے زینت کو جیلس کروانے کی جلدی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ بارش کی وجہ سے یہی پہ رک گئی ہے۔ احان شاہ کمرے سے باہر نکلتے اب سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔۔ احان شاہ کے سیڑھیوں سے اترنے کی دیر تک جب اسکی بانہوں میں موجود گلالئی نے زینت کی تلاش میں یہاں وہاں نگاہیں گھمائی تھیں لیکن خالی لاؤنج کو دیکھ کے وہ مایوس ہوتی احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔۔

پہلے تو بار بار آپ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہی تھی، آپ کے باہر جاتے ہی لاؤنج سے اٹھ کے آپ کے پیچھے بھی گئی تھی، اب کہاں ہے آپ کی وہ کزن؟۔۔۔گلالئی اب بلا فضول میں احان شاہ پہ اپنی بھڑاس نکالنے لگی جو یہ تک نہیں جانتا تھا زینت کب اسے دیکھ رہی تھی اور کب اسکے پیچھے آئی تھی۔۔

بعد میں مل لینا میری کزن سے!! پہلے کھانا کھالو!!۔۔۔۔وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتا اب کچن میں داخل ہوا تھا۔ اسے کرسی پہ احتیاط سے بیٹھا کے وہ اب فریج سے کھانا نکالتا اسکے لئے گرم کرنے لگا۔گلالئی اب یہاں پہ بھی زینت کو ناپاتی اسے بھاڑ میں جھونکتی احان شاہ کو دیکھنے میں محو تھی، وہ اس سفید شلوار قمیض میں کتنی لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز بنا تھا، اسے بالکل اچھا نہیں لگا تھا لڑکیوں کا اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنا۔۔وہ اسے مسلسل دیکھ رہی تھی، وہ اسکی نگاہیں خود پہ محسوس کرتا اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالنے لگا۔۔دو منٹ میں کھانا گرم ہو چکا تھا، اسکی ڈائیٹ کے مطابق کھانا وہ ایک درمیانے سائز کی ٹرے میں رکھتا ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔۔گلالئی جو اسکی طرف دیکھنے میں مصروف تھی اسے کسی کے پیروں کی آہٹ سنائی دی تھی۔۔

پیچھے مر کے مت دیکھنا!! زینت ہے! اسے دیکھ کے فضول میں تمہارا موڈ خراب ہو گا جاناں! تم سکون سے کھانا کھاؤ!!۔۔۔زینت کو کچن کی طرف آتے دیکھ کے احان شاہ جھک کے ایک ہاتھ گلالئی کی کرسی پہ رکھتا جبکہ دوسرا ہاتھ ٹیبل پہ اسکے قریب رکھتا مدھم آواز میں گویا ہوا تھا۔۔زینت کا نام سننے کی دیر تھی جب گلالئی کا غصے سے برا حال ہوا تھا، یہ پاگل عورت رات کے اس پہر اسکی حویلی میں چڑیلوں کی طرح کیوں بھٹک رہی تھی؟

اتنا پیار ہے آپ میں اور آپ کی کزن میں کہ آپ نے اسے اسکے پیروں کی آہٹ سے محسوس کر لیا؟۔۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی خود پہ جھکے احان شاہ کی طرف دیکھ کم اسے گھور زیادہ رہی تھی۔۔

تمہارا شوہر چھ فٹ دو انچ دراز قد رکھتا ہے جاناں!! میں تمہاری جگہ پہ بیٹھ کے بھی پورے لاؤنج کا منظر ایک نظر میں دیکھ سکتا ہوں تو ابھی تو پھر خیر سے میں کھڑا ہوں!! تم اپنے دماغ پہ زور دینے کی بجائے چھوٹے چھوٹے نوالے لینا شروع کرو۔۔۔۔احان شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔

اچھا اس کا مطلب آپ اسے دیکھ سکتے ہیں؟ ابھی وہ کہاں تک پہنچی ہے؟ بتایئے گا؟۔۔۔وہ چھوٹا سا نوالہ توڑتی مصروف انداز میں معصومیت سے اس سے سوال کرنے لگی۔۔

یہی پہ آرہی ہے!! کوئی دس بارہ قدموں کے فاصلے پہ ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے معصوم سے سوال کا مسکراتے ہوئے جواب دینے لگا۔وہ جو پہلا نوالا چبا رہی تھی دس بارہ قدموں کا سنتے ہی اپنے وجود سے یہ شفون کا دوپٹا نیچے زمین پہ گراتی اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ گئی، احان شاہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتا ہوا گلالئی کی طرف دیکھنے لگا۔۔

آہہ!! مجھے درد ہو رہا ہے!!۔۔۔۔وہ معصومیت سے کراہ کے بولتی احان شاہ کا مضبوط ہاتھ اپنے پیٹ پہ رکھ گئی، اس ایک پل میں احان شاہ کے لئے جیسے ساری دنیا رک چکی تھی۔۔ آج پورے ساڑھے آٹھ ماہ بعد وہ اپنی اولاد کو محسوس کر رہا تھا۔۔ افف یہ لمحہ۔۔ احان شاہ کا دل کیا یہ لمحہ کبھی ختم ہی نہ ہو۔۔۔وہ بنا پلکیں جھپکائیں گلالئی کے پیٹ کی طرف دیکھنے لگا جہاں اس نے خود اسکا ہاتھ رکھا تھا۔۔اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا وہ اپنے بچوں کے دنیا میں آنے سے پہلے اس کے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے انہیں محسوس کرے گا۔۔احان شاہ کی ہری آنکھیں نم ہونے کو بے تاب تھیں۔۔

افف!! مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔۔زینت کے پیروں کی آہٹ اپنے قریب تر سنتی گلالئی نے پھر سے اپنا جملہ دہراتے ہوئے احان شاہ کو ہوش دلائی تھی۔۔

ک۔کہاں؟؟ کیوں درد ہو رہا ہے گل؟ڈاکٹر کے پاس چلیں؟؟۔۔۔۔وہ ہوش میں آتا جلدی سے گلالئی سے سوال کرنے لگا۔۔

ا۔اب۔۔سا۔۔سانس۔۔ بھی۔۔پھول۔۔رہی۔۔۔ہے!!۔۔۔۔وہ آنکھوں میں آنسو لئے معصومیت سے احان شاہ سے گویا ہوئی تھی۔۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی وجہ احان شاہ کا اپنے پیٹ پہ موجود ہاتھ تھا اور اپنے بچوں کی طرف سے ملی کک تھی۔۔

پانی پیو نا گل!! میں ابھی مرحا کو بلاتا ہوں! بولتا بھی ہوں کھانے میں کوتاہی مت کیا کرو یار!!۔۔۔۔۔۔وہ جلدی سے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے اسے فکر مندی سے ڈپٹ رہا تھا۔۔

ن۔نہی۔۔نہیں۔۔پ۔۔پا۔۔پانی۔۔نہیں۔۔پینا!!۔۔۔۔۔وہ سر نفی میں ہلاتی اپنا چہرہ اسکے قریب کرنے لگی۔۔ احان شاہ جو پہلے ہی اسکی کرم نوازی پہ حیران تھا اب اسے اپنا چہرہ خود کے نزدیک کرتے دیکھ کے احان شاہ کا دل ہمیشہ کی طرح کانوں میں ڈانس کرنے لگا۔۔زینت اب کچن کے دروازے پہ کھڑی یہ منظر دیکھتے ہوئے اپنی آنکھیں پھاڑ

چکی تھی۔۔ احان شاہ جس طرح سے اس پہ جھکا ہوا تھا یونہی لگ رہا تھا گل اس کے قریب نہیں بلکہ وہ خود اسکے قریب ہوا تھا۔۔

اپنی کزن کو بتائیں ہم میں سب ٹھیک ہے! تاکہ کل کو وہ پھر سے بھری محفل میں مجھے اپنے سوالات کا نشانہ نہ بنائے!!۔۔۔۔۔ احان شاہ کو سٹل ہو کے اپنی طرف دیکھتا پا کے گلالئی نے اپنا شرم وحیا کو سائیڈ پہ رکھتے ہوئے یہ دو جملے زوروں سے دھڑکتے دل سے احان شاہ کے گوش و گزار کئے تھے۔۔ آواز بے حد مدھم تھی جو احان شاہ نے بمشکل سنی تھی۔۔ زینت چاہ کے بھی ان کی باتیں نہیں سن پا رہی تھی۔۔ اسکا چہرہ اپنے چہرے کے بے حد نزدیک دیکھ کے احان شاہ سمجھ چکا تھا وہ اس سے کیا چاہ رہی ہے لیکن اسے اپنی آنکھوں اور کانوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔۔

میں اسے سمجھا دوں گا!! تم کیوں اپنی جان عذاب میں ڈالنا چاہتی ہو جاناں؟ مجھے اپنی تشنگی اور اپنی جنونی طبیعت سے ڈر لگتا ہے!! تم بے حال ہو جاؤ گی!!۔۔۔۔ وہ بے حد مدھم آواز میں بولتا اسکے ہونٹوں کو اپنے فوکس میں لئے ہوئے تھا۔۔

زبان سے جواب دینے سے کیا ہو گا؟ انکھوں دیکھا جواب وہ کبھی نہیں بولے گی!! ۔۔ گلالئی نے اسے ڈھکے چھپے الفاظ میں جواب دیا تھا۔۔

تو مطلب میں تمہیں کس کر لوں؟؟۔۔۔۔ وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنی سانسیں چھوڑتا گھمبیر آواز میں بے یقینی سے اجازت مانگ رہا تھا، لہجہ بے یقین تھا لیکن آنکھیں وہ زینت کی موجودگی کی وجہ سے جان بوجھ کے خمار آلود کئے ہوئے تھا۔۔ اس میں اور گل میں اس وقت صرف بال برابر فاصلہ تھا۔۔ احان شاہ کے ڈائریکٹ سوال پہ گلالئی کا چہرہ سرخ لال ہوا تھا، وہ نگاہیں جھکا گئی۔۔

ہاں کرو گی تو کروں گا ورنہ پیچھے ہٹ جاؤں گا!!۔۔۔۔ اسکے نگاہیں جھکانے پہ وہ اپنی ادھم مچاتی دھڑکنوں کو سنبھالتا مزید گویا ہوا تھا، گلالئی نے تپتے ہوئے گالوں سے نظریں جھکائے ہاں میں سر ہلایا تھا، اسکے ہاں میں سر ہلانے کی دیر تھی جب وہ گلالئی کا چہرہ اٹھاتا اسکی گردن سے اسکے بال پیچھے کرتا انہیں نرمی سے اپنے ہاتھوں میں دبوچتا تھوک نگلتے ہوئے اسکے گلابی بھرے بھرے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھک گیا۔ دروازے پہ کھڑی زینت کی حیرت کی کوئی انتہاء نہیں تھی، وہ تو نا جانے کیا کیا سوچتی رہی اور اسکا شوہر تو کچن کو لو سپاٹ بنا کے کھڑا تھا۔ اسکا ایک ہاتھ اسکے

پیٹ پہ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے بالوں میں الجھا ہوا تھا، دوپٹا نیچے زمین کو سلامی دے رہا تھا۔ گلالئ کی یہ حالت اور احان شاہ کی بے تابیاں زینت کو کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھیں۔۔ اسکے لبوں کو چھونے کی دیر تھی جب احان شاہ کی پیاس نے شدت اختیار کی تھی، وہ اپنی کہنی ٹیبل پہ رکھ کے دائیں طرف سر کو خم دیتا اسکے ہونٹوں پہ جھکا اپنی پوری قوت سے اسکے ہونٹوں پہ اپنا جنون دیکھاتا اسکے بالائی لب کو اپنے لبوں میں دبانے لگا۔۔ وہ دیوانا وار اسکے لبوں کو چوم رہا تھا جیسے آج کے بعد انہیں چومنے کا موقعہ کبھی نہیں ملے گا۔۔ گلالئ کی حالت غیر ہوئی تھی، دل دوسو کی سپیڈ پہ دھڑک رہا تھا جبکہ چہرہ لال سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ احان شاہ کو ایک سٹائل سے خود پہ جھکے دیکھ وہ دل میں زینت کی حالت کا سوچتی احان شاہ کی قمیض کا کالر اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔ احان شاہ اسکی اس ادا کا مزید اسیر ہوتا اپنا ہاتھ اسکے بالوں سے نکال کے اسکے گال پہ رکھتا اسکا سر کرسی کی پشت کے ساتھ لگا کے اس پہ جھکتا اپنے لبوں کی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔۔

گلالئ کی سانسیں اب بری طرح سے بکھر چکی تھیں، دونوں کی سانسیں دھونکنی کی مانند چلتی کچن کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔۔ اسکی بکھرتی سانسیں محسوس کر کے وہ پیچھے ہٹ جانا چاہتا لیکن اپنی اتنے مہینوں کی تشنگی کیسے مٹاتا؟ جو مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔۔ وہ اسکی سانسیں کھینچنے کی بجائے اس کے لب اپنے ہونٹوں سے وا کرتا ان میں اپنی تمام تر سانسیں انڈھیلتا ہوا اسکی زبان کو زرا سا چھوتے اسکے لبوں کو پھر سے چومنے لگا۔۔ گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی، اسکی جنونیت برداشت کرنا اس کے بس سے باہر ہو رہا تھا، احان شاہ کی کہنی کی بجائے اب ایک ہاتھ ٹیبل پہ تھا، وہ اس ہاتھ کو بھی ٹیبل سے ہٹاتا گلالئ کی کرسی ترچھی کر کے اپنی طرف کھینچتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اس کرسی سے اٹھاتا پہلے سے بھی زیادہ قوت سے اسکے لبوں سے لپٹا تھا۔۔ اس دوران اس نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اسکے لبوں کو اپنی قید سے آزاد کیا تھا، اسے ڈر تھا اس نے ایک دفعہ ان لبوں کو قید کر دیا وہ پھر اسے انہیں چومنے کا موقع نہیں دے گی، وہ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ زینت اسکے اس قدر شدت بھرت انداز کو دیکھتی سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے الٹے پیروں وہاں سے بھاگی تھی۔۔ گلالئ اس کے کرتے کی قمیض زور سے سینے میں دبوچتی اسے جھنجھوڑ رہی تھی جس کا ایک ہاتھ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد ریپ تھا تو دوسرا ہاتھ اسکے گال پہ تھا۔ وہ اس وقت اس قدر جنونی ہو چکا تھا کہ گلالئ کی مزاحمت پہ بھی نہیں رک رہا تھا۔۔ کس کے بڑھتے دورانیے سے گلالئ کی حالت غیر ہو رہی تھی وہ نفی میں سر ہلاتی اس سے اپنے لب چھڑوانے لگی۔۔ گلالئ کو اپنے بازوؤں کی گرفت

میں جھٹپٹاتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسکے نچلے لب کو نرمی سے چومتا انہیں بے حد مشکل سے اپنی قید سے آزاد کر گیا۔۔گلالئ اسے زور سے تھامتی اپنی سانسیں ہموار کرتے ہوئے اسکے سینے پہ زور زور سے مکے جھڑ رہی تھی جس نے اتنی شدت سے اس پہ دانتوں کا ظلم ڈھائے بغیر اسکے ہونٹوں کو چوما تھا کہ وہ اس سے شکوہ بھی نہ کر سکی کیونکہ فرمائش تو میڈیم نے خود کی تھی۔۔احان شاہ اسے اپنے سینے میں بھینچتا اپنی پھولتی سانسیں اسکے کندھے پہ چھوڑتا یہ سکون پورے دل سے محسوس کر رہا تھا۔۔اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت سے لال قندھاری دیکھتے وہ مسکراتا ہوا اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو اسکے سینے پہ مکے جھڑتی اپنا غصہ اتار رہی تھی، وہ شاید اپنی بکھرتی سانسوں کا بدلا لے رہی تھی۔۔احان شاہ نے ایک نظر گلالئ کو دیکھنے کے بعد دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں سے زینت غائب تھی۔

وہاں دیکھو! اس سے پورا شو دیکھا بھی نہیں گیا! ! اب میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں وہ آج کے بعد کبھی تم سے ہمارے رشتے کے متعلق سوال نہیں کرے گی!!۔۔۔زینت کو گیسٹ روم میں بند ہوتے دیکھ کے احان شاہ اپنے حصار میں موجود گلالئ کا چہرہ باہر کی طرف موڑتا ہولے سے ہنس کے بولا تھا۔گلالئ بت ساختہ رخ موڑ کے اس زینت میڈیم کو فتح مندی سے دیکھتی اپنا سر جھٹک گئی۔۔

تمہارے بچوں کو کک مارنے کی اتنی بری عادت کیوں ہے؟ آج میرے سامنے دوسری دفعہ تمہیں کک کیا!!۔۔۔۔۔

احان شاہ کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا، اسکے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ یہ کک اپنے ہاتھوں سے محسوس کر چکا تھا شاید اس دوران اسی لئے گلالئ کی آنکھوں سے آنسو جھڑے تھے۔پریگنینسی کے ان مہینوں میں اس نے پہلی دفعہ آج اسکے پیٹ کو چھو کے یوں اپنے بچوں کی حرکت محسوس کی تھی۔۔

خون پہ ہی جائیں گے نا!! جس طرح سے باپ نے ابھی مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اسی طرح وہ دونوں بھی شاید اپنی ماں کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتے اسی لئے ہاتھ پیر کنٹرول نہیں ہوتے ان کے !!!۔۔۔۔سانسیں ہموار ہونے کی دیر تھی جب گلالئ معصومیت سے اس پہ طنز کا تیر پھینکتی اس سے الگ ہوتے ہوئے خود کو مصروف رکھنے کے لئے کرسی پہ بیٹھ کے پانی پی رہی تھی۔اسکے الفاظ کے چناؤ پہ احان شاہ کا چہرہ خوشی کے احساس سے سرخ تھا وہ آج پہلی دفعہ اپنے الفاظ سے یہ اظہار کر چکی تھی کہ وہ ان بچوں کا باپ ہے، اور اس کے پیٹ میں موجود اسکی دونوں اولادیں اس پہ گئی ہیں۔احان شاہ کا دل چاہ رہا تھا یہ لمحات یہی پہ رک جائیں! اس کا دل چاہ رہا تھا وہ ان لمحات کو کسی طریقے قید کر لے

کیونکہ وہ جانتا تھا صبح ہوتے ہی وہ پھر اجنبی بنتی خود کو اپنی ان حرکتوں پہ کوسے گی، ابھی تو وہ زینت کی وجہ سے غصے میں تھی اسی لئے اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی اسکا دل دھڑکا رہی تھی۔۔

میں نے تمہیں پہلے ہی وارن کیا تھا! میں جانتا تھا میرا جنون سہنا تمہارے لئے آسان نہیں ہو گا!!۔۔۔۔۔۔وہ اسے گھمبیر لہجے میں جواب دیتا اسکے پاس کرسی گھسیٹتے ہوئے اب چھوٹے چھوٹے نوالے بناتا اسے کھلا رہا تھا۔۔گلالئ اس وقت جس منہ سے اسے فیس کر رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔۔وہ اسے جواب دینے کی بجائے چھوٹے چھوٹے نوالے کھاتی اسکی طرف سے نگاہیں چرا رہی تھی۔ دونوں کا دل اس وقت ایک ہی لے پہ دھڑک رہا تھا۔۔

ب۔بس!!۔۔۔۔۔۔گلالئ کو جب محسوس ہوا کہ اسکا پیٹ بھر چکا ہے تو وہ مزید کھانے کی بجائے احان شاہ کا اپنی طرف بڑھایا گیا نوالہ دیکھتی اپنا چہرہ دور کر گیا۔۔احان شاہ سر کو خم دیتا وہ نوالہ اپنے منہ میں ڈال کے دوچار نوالہ لینے لگا۔۔وہ صبح سے بھوکا تھا۔باہر بھی صرف سافٹ ڈرنکس پی کے گزارا کیا تھا۔۔اسے کھانا کھاتے دیکھ کے گلالئ کی نگاہیں اسکے ماتھے پہ بکھرے بھورے بالوں میں الجھی تھیں، دل میں ایک خواہش سی بیدار ہوئی تھی کہ انہیں اس کے ماتھے سے ہٹادے لیکن وہ جلدی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتی پھر سے پانی پینے لگی۔۔پانی پینے کے بعد وہ گلاس پھر سے ٹیبل پہ رکھ گئی، احان شاہ کھانے سے ہاتھ کھینچتا اسکا چھوڑا گیا پانی اپنے حلق میں انڈھیلتے ہوئے کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔اسے خود کا جھوٹا پانی پیتے دیکھ کے وہ نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا گیا۔۔

اوپر چلیں؟؟۔۔۔۔۔۔احان شاہ اس سے نرمی سے سوال کرتا نیچے جھک کے زمین سے اسکا دوپٹا اٹھاتا اسے جھاڑ کے اس پہ اوڑھانے لگا۔وہ یک ٹک خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ اسے کچھ نہیں جتاتا تھا، وہ جانتی تھی وہ سوتے ہوئے ناچاہ کے بھی اسکے قریب ہو جاتی ہے، اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے اپنی ٹانگ اسکی ٹانگوں پہ رکھتی خود کو ریلکس کرتی ہے، اس دن اسکی سانسیں بھی کھینچ چکی تھی، اسکے لب زخمی کر دیئے تھے، اور آج زینت کو مزہ چکھانے کے لئے اسے خود کے قریب بھی کر لیا لیکن اس نے اسے ایک بھی بات نہیں جتائی تھی۔۔وہ چاہتا تھا تو اسکے اٹیٹوڈ پہ یہ طنز کے تیر چھوڑتا اسے منہ توڑ جواب دے سکتا تھا، لیکن وہ نہیں دیتا تھا۔۔اسے خاموشی سے پرسوچ نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا کچن سے باہر نکلا تھا۔خود کو زمین سے اوپر دیکھ کے گلالئ کو ہوش آئی تھی۔۔

اب تو اپنے لالہ کو میری شکایت نہیں لگاؤں گی نا؟ اب تمہیں اٹھا کے اوپر بھی لے کے جا رہا ہوں!!۔۔۔۔وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے نرم لہجے میں گلالئی سے یوں سوال کر رہا تھا جیسے حازق خان کی موجودگی میں تھر تھر کانپتا ہو۔۔

لگاؤں گی!! جس دن میری ذمہ داری ٹھیک سے نہ اٹھائی گئی اسی دن بتاؤ بتاؤں گی! پھر وہ آپ سے خود ہی نپٹ لیں گے!۔۔۔وہ اسے مزے سے ناک سکوڑ کے جواب دیتی کندھے آچکا گئی۔ اسکے معصوم سے جواب پہ احان شاہ کا دل چاہا بلند قہقہہ لگائے لیکن وہ قہقہہ دباتا اب اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

ویسے جن کے سالے میجر ہوں! ان کی بھی کیا زندگی ہے!!۔۔۔کمرے میں داخل ہوتے وہ اسے بیڈ پہ احتیاط سے لٹاتا گہری سانس بھر کے خود سے گویا ہوتے کمرے کی لائٹس آف کر کے لیمپ آن کر رہا تھا۔ احان شاہ کا لہجہ افسوسناک تھا۔۔

بہنوئی ہیں وہ آپکے!!۔۔۔۔۔۔۔گلالئی نے اسکی چوڑی پشت کو گھورتے ہوئے اسکی تصحیح کی تھی کیونکہ اسے اپنے لالہ کے لئے سالے کا لفظ کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔ اسی لئے اس کے ساتھ آج نیا نیا بنا رشتہ یاد کروانے لگی۔۔

تم کہتی ہو تو ماننے کی کوشش کرتا ہوں!!۔۔۔۔وہ سر کو خم دے کے اسے دلفریب انداز میں جواب دیتا اپنا نائٹ سوٹ پکڑے باتھروم میں بند ہوا تھا۔۔ اسکے باتھروم میں بند ہوتے ہی گلالئی اپنے لبوں کو اپنے ہاتھ سے چھوتی جلدی سے تکیے میں اپنا چہرہ چھپاتی شرم سے لال پیلی نیلی ہو چکی تھی۔۔وہ کچن کا وہ منظر یاد کرتی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔۔ آخر کیا ضرورت پڑی تھی اسے زینت کے سامنے جانسی کی رانی بننے کی؟

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 114 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

تیز بارش کی وجہ سے سب نے حازق خان کی منت کر ڈالی تھی کہ آج کی رات ہویلی رک جائے لیکن وہ ان سب کو نرمی سے انکار کرتا ذائشہ خان کو اپنے ساتھ لے جاتا خان مینشن روانہ ہو گیا تھا، اسے اپنے نئے نویلے سسرال میں رکنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ارزم شاہ کو تب سے اپنے سالے پہ غصہ تھا اسے تو لگ رہا تھا آج کی بارش وہ اپنی ذی بے بی

کے ساتھ انجوائے کرے گا لیکن اسکا سالا اسکا پلین چوپٹ کر چکا تھا۔۔میر ال شاہ نائٹ سوٹ پہن کے اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھی بار بار اپنا فون چیک کر رہی تھی، اسکی اور حازق خان کی پھر دوبارہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن وہ اتنا ضرور جانتی تھی وہ کافی تیز بارش میں اپنی گاڑی میں سوار ہوتا ہویلی سے نکلا ہے، اسے تب سے اسکی فکر ہو رہی تھی، وہ اسکے میسج کا لاشعوری طور پہ انتظار کر رہی تھی تاکہ اسکی خیریت جان سکے۔

میر ال سب تیرے نکاح کی تصاویر کی ڈیمانڈ کر رہے ہیں! ایک دو تصویر پوسٹ کر دے نا یار!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ کی دوستیں جو اس وقت فون کی سکرالنگ کرنے میں مصروف تھیں، ان میں سے ایک دوست اچانک سے سر اٹھا کے میر ال شاہ کی طرف دیکھ کے بولی تھی، اسکی سب دوستیں اس وقت اسکے کمرے میں سمائی ہوئی تھیں، زیادہ تر آؤٹ آف کنٹری سے تھیں جو صرف اسکے نکاح کا ایونٹ اٹینڈ کرنے کے لئے آئی تھیں۔کچھ اسکے ساتھ بیڈ پہ موجود تھیں تو کچھ نیچے زمین پہ چادریں بچھا کے لیٹی ہوئی تھیں۔۔وہ سب باہر تو کافی ایٹیٹوڈ رکھتی تھیں لیکن دوستوں کے درمیان بیٹھ کے سارا ایٹیٹوڈ غائب ہوتا تھا۔۔

نہیں!! کوئی بھی کچھ پوسٹ نہیں کرے گا! تم لوگوں کو اپنی تصاویر پوسٹ کرنی ہیں تو ضرور کرو! بٹ میری سائیڈ لک بھی پوسٹ نہیں ہونی چاہیئے!۔۔۔۔میر ال شاہ نے روعب دار انداز میں سب کو منع کیا تھا جس پہ سب اپنا سا منہ لے کے رہ گئی۔وہ سب پھر سے اپنے فون میں مصروف ہو چکی تھیں کیونکہ صبح سے اب تک وہ ڈھیروں باتیں کر چکی تھیں، اب سب کا فون ٹائم تھا، کوئی اپنے شوہر سے بات کر رہی تھی تو کوئی فیانسی سے اور کچھ بیچاری سنگل ان کے ساتھ سر جوڑ کے ان کی کالز سننے میں مصروف تھیں۔

"میرو!!!"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ ابھی اپنے باب کٹ بال جھٹکنے میں مصروف تھی جب اسکے فون پہ میسج کی بیپ ہوئی تھی۔رات کے ایک بجے اسے اسکا میسج موصول ہوا تھا، میر ال شاہ کی جان میں جان آئی تھی وہ فٹافٹ اس کی چیٹ کھولتی اسکا میسج ریڈ کر رہی تھی۔

ہمم؟ پہنچ گئے مینشن؟۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے فکر مندی سے سوال کیا تھا۔۔

ہاں ابھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچا ہوں!!۔۔۔حازق خان اپنی سفید قمیض کے اوپری بٹن کھول کے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے ریپلائے دے رہا تھا۔۔

اتنی لیٹ کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ کا سوال بے ساختہ تھا۔۔

بارش میں ریش ڈرائیونگ کی وجہ سے شاید ٹائر کا تھوڑا مسئلہ ہو گیا تھا، مینشن سے دوسری گاڑی منگوانی پڑی تھی تو بس اسی میں وقت لگ گیا۔۔۔حازق خان اسکی فکر مندی پہ مسکراتا ہوا اسے جواب دے رہا تھا۔۔کتنا خوبصورت احساس تھا یہ کہ کوئی اس کے لئے فکر مندی ہو رہا تھا۔۔

تو تمہیں کس نے بولا تھا ہیرو بننے کو؟ اتنی تیز بارش میں ریش ڈرائیونگ کون کرتا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اب اسے ذرا غصے سے ڈپٹتی ہوئی میسج سینڈ کر رہی تھی۔۔

اس سب کو چھوڑو نا میرو! میری بات سنو!!۔۔۔حازق خان اپنی مسکراہٹ دباتا اب اسے معصومیت سے میسج لکھ رہا تھا۔۔

کون سی بات؟۔۔۔۔۔۔میرال شاہ کو تجسس ہوا تھا۔۔

میرو!! وہ نا میرے لپس میں پین ہو رہی ہے، شاید تمہارے زور سے کس اور بائٹ کرنے کی وجہ سے ان پہ کوئی انفیکشن ہو گیا ہے تو یار اپنی سسٹر سے پوچھ کے کسی لیڈی ڈاکٹر کا نام ہی بتا دو میں اپنے لپس چیک کروالوں!!۔۔حازق خان نے معصومیت سے یہ میسج لکھتے ہوئے ساتھ ہی معصوم سے ایموجیز بھی بھیجے تھے۔اسکا میسج پڑتی میرال شاہ کا چہرہ شرم کی بجائے غصے سے لال سرخ ہوا تھا۔

سالے تم مجھے ملو پھر دیکھو میں تمہارے لپس کیسے چیک کرتی ہوں!! اتنے اچھے سے تمہارا لپس چیک اپ کروں گی کہ تمہیں کسی لیڈی ڈاکٹر کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہو گی!۔۔۔۔۔۔۔وہ اس وقت غصے سے چیخ نہیں سکتی تھی کیونکہ اسکی دوستوں سے اسکا کمرہ بھرا پڑا تھا اسی لئے اپنی بھڑاس اس میسج میں نکالنے لگی۔۔کتنی معصومیت سے وہ اسے جلتے توے پہ بیٹھا چکا تھا۔اسکا میسج پڑھتے ہوئے حازق خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔وہ اسے تنگ کرنا چاہ رہا تھا اور وہ واقعی ہی چڑ گئی تھی۔۔وہ جب حد سے زیادہ غصے میں آتی تھی تو اپنے میسج میں یونہی slang word یوز کر کے اس کے ہوش اڑا دیا کرتی تھی، لیکن اب تو میجر خان کو اس سب کی عادت ہو چکی تھی۔۔

استغفار!! اپنے مجازی خدا کو گالی کون دیتا ہے میرو؟ گالی دینے سے پہلے بندے کی شکل دیکھ لینی چاہیئے! اب میرے فیس سے ہی دیکھ لو یار اتنا معصوم ہوں میں اور تم میری معصومیت کا ناجائز فائدہ اٹھا کے مجھے سالا بول رہی ہو! یہ دن

بھی آنے تھے جب بیویوں نے اپنے ہی شوہروں کو سالا پکارنا تھا!! قیامت!! قیامت!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان بیڈ پہ بیٹھ کے ہی ایک نظر آئینے میں اپنے معصومیت سے لبریز چہرے پہ ڈالتا اب فون پہ میرال شاہ کو میسج لکھتے ہوئے اپنا افسوس اپنے الفاظ اور ایموجی سے ظاہر کر رہا تھا۔۔

تمہیں کتنی عزت سے سر تاج بولتی تھی!! سوچا تھا نکاح ہو گیا ہے تو اب تمہیں کبھی سالا نہیں بولوں گی لیکن نہیں آج تم نے اپنی کمینی حرکتوں سے مجھے یہ لفظ بولنے پہ مجبور کیا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ دل میں اس کی اس چالاک معصومیت پہ لعنت بھیجتی اسے غصے سے یہ میسج ٹائپ کر رہی تھی۔۔اس کی پہلے والی معصومیت کو جیسے کوئی نظر لگا چکا تھا۔۔

بس ڈاکٹر کا نمبر ہی تو مانگا تھا میرو؟ اور مسئلہ صرف لپس کا نہیں تھا! بلکہ ایک اور بھی مسئلہ ہے! یار صبح مجھے ڈیوٹی پہ واپس جانا ہے اور ان hickeys کو دیکھ کے سب کیا سوچیں گے تو میں سوچ رہا تھا ان hickeys کو لے کے کسی لیڈی ڈاکٹر سے مشورہ کر لوں!!۔۔۔۔۔حازق خان اب اسے یہ میسج لکھنے کے بعد باقاعدہ اپنی گردن اور سینے پہ موجود اسکی دی گئی لوبائٹس کی تصاویر بھیجتا معصومیت سے اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے ہنس رہا تھا۔۔اس نے صرف زوم کر کے اپنی گردن اور سینے کی تصاویر بنا کے میرال شاہ کو بھیجی تھیں جنہیں دیکھ وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اپنی دوستوں کی طرف دیکھنے لگی، صد شکر تھا ان سب کا دھیان اپنے موبائلز میں تھا۔۔ان تصاویر کو دیکھ کے وہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی، وہ مدہوشی میں واقعی ہی اسکی گردن اور سینے کو اپنے دانتوں سے جامنی اور شدید سرخ کر گئی تھی۔

قسم سے تم اس وقت میرے سامنے ہوتے نا میجر تو اپنے دونوں ہاتھ تمہارے گالوں پہ رکھ کے تمہارا چہرہ بجا ڈالتی!! ایسی کی تیسی تمہاری لپس پین کی اور تمہاری hickeys کی!! اپنی کرتوت یاد کیوں نہیں کر رہے؟ میرے ساتھ جو پاگلوں کی طرح رومانس کر رہے تھے تب میرے لپس کا اور اپنی دی گئی ظالم لوبائٹس کا خیال کیوں نہیں آیا؟۔۔۔وہ دانت پیستی ہوئی جو دل میں آ رہا تھا ٹائپ کرتی جا رہی تھی۔۔اسکی معصومیت آج اسے موم کرنے کی بجائے غصے سے تپانے کا کام کر رہی تھی۔۔

میرو وہ تو میں صرف فرسٹ ٹرائل کر رہا تھا، مجھے تو لپ کس کرنی آتی ہی نہیں تھی وہ تو جب تم نے مجھے کس کیا تو مجھے تھوڑا کانفیڈنس ملا کہ یار جب ایک لڑکی اتنی ڈیپ کس کر سکتی ہے تو میں ایک میجر ہو کے کیوں نہیں کر سکتا؟ چاہے

معصوم ہوں لیکن ہوں تو میجر نا؟ تو ایسا ہو سکتا ہے میجر خان کے لئے کچھ بھی سیکھنا یا کرنا ناممکن ہو؟ مجھے تو رومانس کی ABC بھی نہیں پتا تھی! لیکن وہ کہتے ہیں ناجب حق حلال کی بیوی پاس ہو تو سب آجاتا ہے! تو میرے پاس تو پھر خیر سے حق حلال کی رومانٹک بیوی تھی اگر میں تم سے اتنا سا رومانس بھی نہ سیکھتا تو میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیتا!!۔۔۔۔۔حازق خان اسکا میسج پڑھ کے اپنی ہنسی دباتا بے حد معصومیت سے ہر چیز سے بری الزمہ ہوتا اپنا سارا کیا دھرا میرال شاہ کے سر ڈال گیا۔۔وہ اسکا میسج پڑھ کے منہ کھولنے کے سوا اور کچھ نہ کر پائی۔۔کتنا جھوٹا تھا یہ انسان!! اس نے بھلا کب اسے رومانس کلاسس دینے کا موقع دیا تھا وہ تو جیسے سیکھا سیکھایا لگ رہا تھا۔

تم نے آج معصومیت کا قتل کیا ہے میجر!! ۔۔۔اور تم لیڈی ڈاکٹر کے متعلق پوچھ رہے تھے نا؟ تاکہ اپنے لپس کی پین کو کم کر سکوں اور ان hickeys کے نشان ختم کرواسکو کیونکہ تم نے صبح ڈیوٹی پہ شرٹ لیس جو جانا تھا اسی لئے تو میرے سالے سرتاج کو سب سے پہلے اپنی hickeys کی فکر ہوئی تھی لیکن میں ہوں نا تمہاری لیڈی ڈاکٹر!! ایسا کرو اپنے لپس کو سوئی اور کی مدد سے سلائی کر لوں تاکہ ساری زندگی کے لئے یہ ہلنے سے محتاج ہو جائیں! صرف کچھ سیکنڈ کی درد تمہیں پوری زندگی کی لپ پین سے بچا سکتی ہے اور رہی تمہاری hickeys کی بات تو واشروم والا خالص تیزاب اٹھا کے اپنی گردن اور سینے پہ تقریباً آدھی بوتل گرالو Hickeys !کے تمام نشان نہ صرف چھپیں گے بلکہ جل کے راکھ ہو جائیں گے !!میرا کمینا میجر!!!۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ نے سلگتے ہوئے اپنے اس میسج میں اپنی بھڑاس نکالی تھی۔۔اسکا یہ میسج پڑھتے ہوئے حازق خان پہلے تو اپنی منکوحہ کے خیالات پہ آنکھیں پھاڑ چکا تھا پھر اسکی جیلسی اس خیالی لیڈی ڈاکٹر کی وجہ سے محسوس کرتا کتنی ہی دیر کھلکھلا کے ہنسا تھا۔اسکا آخری جملہ "میرا کمینا میجر" پڑھتے ہوئے حازق خان کا ہنس ہنس کے برا حال ہو چکا تھا۔۔

میرو جان!! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے ہنستے ہوئے اسے یہ میسج سینڈ کیا تھا۔

بات مت کرو مجھ سے!! ۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ ناراضگی سے اسے ریپلائے دیتی آف لائن ہوتے ہوئے فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گئی۔۔

"میرو! میری بات سنو!!۔۔۔میں لٹرلی مذاق کر رہا تھا! تمہاری محبت کے دیئے گئے ان نشانات کو کوئی دو سو دفعہ دیکھ چکا ہوں! یہ نشانات مجھے بہت پیارے ہیں! دل چاہتا ہے یہ نشان کبھی ختم مت ہوں، ساری زندگی ان کی چھاپ

ایسے ہی میری گردن اور سینے پہ قائم رہے!! اور رہی میرے ہونٹوں کی بات تو یقین مانو جب سے تمہاری گلاب سی پنکھڑیوں کو چھو کے آیا ہوں یوں محسوس ہو رہا ہے دنیا فتح کر کے آیا ہوں! ایک دفعہ پھر سے تمہارے لبوں پہ اپنا تسلط جمانے کا جی چاہ رہا ہے! کاش تم اس وقت میری بانہوں میں ہوتی تو باقی کی رات آسانی سے کٹ جاتی! ہماری وہ چالیس منٹ کی ملاقات مجھے اس وقت اتنا بے چین کر رہی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا!! نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہے کیونکہ اس وقت میرو اپنے میجر سے دور ہے!! تم بہت پیاری ہو میرو! بے حد خوبصورت دل کی مالک ہو! جب تم مجھے بتائے بغیر میری باتیں مان جاتی ہو! نامحسوس انداز میں میرا کہا مانتی ہو تو یقین کرو تم پہ اپنا آپ وارنے کو دل کرتا ہے! تمہیں اپنے نکاح میں لینے کے بعد جو سکون مجھے اپنے پورے وجود میں اترتا ہوا محسوس ہوا تھا اسکا کوئی مول نہیں!! آج بغیر کسی گناہ کے خوف سے تم سے بات کر رہا ہوں! آج تو تم مجھ سے پوری رات بھی باتیں کرو تو میں شاید باتیں ختم نہ کروں! کیونکہ اپنی محرم شریک حیات کے ساتھ وقت گزارنے میں جو لذت ہے وہ شاید دنیا کی کسی چیز میں نہیں" !!

You stole my first kiss, and it will remain the most unforgettable moment of my life۔

حازق خان ایک ایک لفظ سچے دل سے لکھتا مسکراتے ہوئے اسے یہ میسج سینڈ کر گیا۔ میرال شاہ جو پھر سے ناچاہتے ہوئے بھی آن لائن آئی تھی، اسے اتنی لمبی ٹائپنگ کرتے دیکھ کے اسکا دل بے ساختہ دھڑکا تھا۔ وہ فوراً چیٹ واپس بند کرتی میسج کی بیپ کا انتظار کرنے لگی، یہاں سے میسج کی بیپ ہوئی تھی کہ میرال سیکنڈ کا بھی انتظار کئے بغیر اسکی چیٹ کھولتی دھڑکتے دل سے اسکا میسج پڑھنے لگی۔۔ اسکا میسج پڑھتے ہوئے مسکراہٹ میرال شاہ کے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا انگریزی میں لکھا جملہ پڑھ کے وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتی وہ منظر یاد کر رہی تھی جب اس نے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھے تھے۔

آج تمہارے رومانٹک ہارمونز اتنے ایکٹو کیوں ہیں؟ میری بات سنو میجر! چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن تمہاری بارہ بجے کے بعد کی معصومیت میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئیے! تم بارہ بجے کے بعد معصوم رہو گے اور صرف اپنی میرو کے سامنے یہ معصومیت دیکھاؤ گے!۔۔ وہ ناک چڑھا کے یہ حق جتانے والے انداز۔یں میسج لکھ رہی تھی۔۔ اسکا یہ میسج

پڑھتے ہوئے حازق خان اوندھے منہ بیڈ پہ لیٹتا اب اسے ویڈیو کال کر رہا تھا، وہ اسے پہلی دفعہ خود سے ویڈیو کال کر رہا تھا ورنہ ویڈیو کال ہمیشہ صرف وہی کیا کرتی تھی۔۔ اسکی طرف سے آتی ویڈیو کال کو دیکھ کے میر ال شاہ اپنی سب دوستوں کو دیکھتی سوچنے لگی یہ کال کس طرح سے پک کرے! وہ سب تو جیسے پہلے ہی اسے مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں، وہ ان کی نظریں اگنور کرتی چہرے پہ جان بوجھ کے سنجیدگی سجائے اپنا فون پکڑتی ڈریسنگ روم کی طرف بھاگی تھی۔۔

کہاں بھاگ رہی ہو؟ ہمیں بھی بتاؤ جیجو کیا بول رہے ہیں!!؟۔۔۔۔ وہ سب یک زبان ہو کے بولتی جلدی سے اپنی جگہوں سے کھڑی ہوتی میر ال شاہ کے پیچھے بھاگی تھیں لیکن تب تک وہ قہقہ لگاتی ہوئی ڈریسنگ روم کا دروازہ ان کے منہ پہ بند کر چکی تھی۔ میر ال شاہ دروازے پہ ہوتی دستک کو نظر انداز کرتی ڈریسنگ روم کے صوفے پہ لیٹتی حازق خان کی ویڈیو کال پس کر گئی۔۔

اتنی دیر کر دی میرو کال اٹھانے میں؟؟۔۔۔۔ وہ اپنی ازلی معصومیت سے بولا تھا تاکہ اپنی منکوحہ کو یقین دلا سکے وہ آج بھی ویسا ہی معصوم ہے!! میر ال شاہ کی نگاہیں اسکے معصوم چہرے سے ہوتے ہوئے اسکی گردن اور سینے کی طرف اٹھی تھیں، وہ آج بلا جھجک اپنی قمیض کے تمام بٹن کھولے ہوئے تھا ورنہ کہاں کسی کے سامنے اپنا جسم نمایاں کرتا تھا؟ وہ خود کو چھپانے کا عادی تھا لیکن آج اسکے سامنے اس کی محرم تھی جو اسے دیکھنے کا پورا پورا حق رکھتی تھی۔ حازق خان نے اسکی خود کا ایکسرا کرتی نگاہوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

میری دوستوں کا ٹولا میرے کمرے میں موجود ہے جن سے بچ کے میں یہاں ڈریسنگ روم میں آ کے تمہاری کال سن رہی ہوں! کہاں ملے گی تمہیں میرو جیسی loyal بندی!!۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اس کے سفید مردانہ سینے سے اپنی نگاہیں ہٹاتی اترا کے بولتی ہوئی اپنے بال جھٹک گئی۔ میر ال شاہ کا کیمرہ اس وقت صرف اس کے چہرے پہ تھا، وہ اسکے چہرے کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

اور رومانٹک بھی!!۔۔۔۔۔۔۔۔ میجر خان نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اسکے جملے کی تصحیح کی تھی۔ وہ اسکے معصوم سے انداز پہ کھلکھلا دی۔۔ وہ اسکے کھلکھلانے پہ مسکرایا۔۔

تم بہت چالاک ہو میجر!! تم نے آج معصومیت کی دھجیاں اڑائی ہیں!!۔۔۔وہ اپنی ہنسی ضبط کرتی ناک سکوڑ کے بولی تھی۔۔

میرو جان آپ کی آئیز بار بار میرے لپس کو کیوں دیکھ رہی ہیں؟ کیا میں آپ کو بہت پیارا لگ رہا ہوں؟ اسی لئے آپ مجھے کس کرنا چاہتی ہیں؟۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے معصومیت سے بچوں والے انداز میں گویا ہوا تھا۔وہ معصومیت میں اکثر اوقات تم سے آپ پہ آجاتا تھا۔وہ میرال شاہ کی نگاہیں بار بار اپنے سرخ ہونٹوں پہ محسوس کر چکا تھا۔۔میرال شاہ اسکی ان اچانک باتوں پہ سٹپٹاتے ہوئے جلدی سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی وہ اس سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ یہ کیوں بھول جاتی تھی مقابل میجر ہے! جس کی آنکھ سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔۔

یو نو واٹ میجر!! تم اس لائق ہی نہیں ہو تمہارا فون اٹھایا جائے! میرا معصوم میجر تو جیسے کہیں کھو گیا ہے! یہ تو کوئی ٹھرکی میجر ہے جس کی بات لپس پہ شروع ہو کے کس اور لو بائٹ پہ ختم ہو رہی ہے!! رکھ رہی ہوں میں فون! میں مزید تمہاری ٹھرکی باتیں نہیں سن سکتی! جب معصوم بن جاؤ گے تب مجھے بارہ بجے کے بعد فون کرنے کی جرآت بھی کر لینا!!۔۔۔وہ دانت پیس کے دبے دبے غصے سے غراتی فون رکھ گئی۔۔اسکے تپے ہوئے انداز میں فون بند کرنے پہ حازق خان کا دلکش قہقہ کمرے میں گونجا تھا، مطلب اب جو اس کے حالات تھے اسے رات کے بارہ بجے سے پہلے ہی سارا ٹھرک دیکھانا تھا کیونکہ بارہ بجے کے بعد اسکی منکوحہ اسکا معصومیت بھرا ٹھرک بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

سالا کتنا تیز ہے یہ!! ۔۔۔۔۔۔میرال شاہ دل ہی دل میں اسے کوستی اپنا فون اپنے سینے پہ رکھتی آنکھیں موندتے ہوئے تمام پل یاد کرنے لگی جب وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد قریب تھے، کچھ یہی حال خان مینشن میں موجود میجر خان کا بھی تھا۔۔

تین دن بعد:

احان شاہ صبح سے ہویلی سے نکلا دوپہر کے وقت لوٹا تھا۔۔حلیمہ کو گلالئی کے لنچ کے لئے بولتا وہ اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔زینت صرف ایک دن شاہ ہویلی میں رکی تھی، اس کے جانے کے بعد سے گلالئی پھر سے کم گو ہو چکی تھی، پہلے کی طرح ہی خود کو چادر میں چھپانا اور احان کو صرف ضرورت کے وقت جواب دینے والا اسکا ایٹیٹوڈ پھر

سے لوٹ چکا تھا لیکن احان شاہ اتنے میں بھی خوش تھا، وہ تو تین دن پہلے کی رات کا منظر نہیں بھول پاتا تھا جب گلالئ نے اسے خود اپنے قریب آنے کی اجازت دی تھی، اس دن کا جو اس کے ہونٹوں کو چوما تھا، تشنگی مزید بڑھ چکی تھی۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے اسے اپنی بھاری آواز میں سلام کیا تھا، لیکن آج پہلی دفعہ اسے گلالئ سے سلام کا جواب نہیں ملا تھا، ورنہ وہ چاہے جتنا مرضی غصے میں ہوتی تھی، سلام کا جواب ضرور دیا کرتی تھی، احان شاہ دروازہ بند کرتے ہوئے رخ موڑ کے گلالئ کو تلاش کرنے لگا جو اس وقت بیڈ پہ بیٹھنے کی بجائے صوفے پہ بیٹھی اپنی دونوں ٹانگیں سینٹرل ٹیبل پہ رکھے اپنے موبائل میں بے حد مصروف نظر آ رہی تھی۔۔

کیا کر رہی ہو جاناں؟۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے معصومیت سے موبائل میں چہرہ گھسائے دیکھ کے وہ مسکراتا ہوا اپنا فون، گاڑی کی چابی اور والٹ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے نرمی سے سوال کرنے لگا۔۔

افف!!!!!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسے جواب دینے کی بجائے اپنے سر پہ ہاتھ مارتی افسوس سے بولی تھی، ساتھ ہی روہانسی ہوتی اپنے فون کو گھورنے لگی۔۔

کیا ہوا گل؟؟۔۔۔۔۔۔ اسکے چہرے کے بگڑتے زاویوں پہ احان شاہ کو تجسس ہوا تھا۔

آپ یہاں آئیں!! یہ دیکھیں! یہ COD پہ پیمنٹ نہیں کر رہا!! میں تو لالہ کے پاس جب رہتی تھی تب cash on delivery پہ ہو جاتا تھا لیکن اب یہ کریڈیٹ نمبر والی بلا کہاں سے آ گئی؟ یہ مجھے صحیح کر کے دیں! مجھے میرے بچوں کے کپڑے آرڈر کرنے ہیں!!۔۔۔۔۔۔ وہ اسے اپنے پاس بلاتی اپنا فون اسکی طرف بڑھا رہی تھی۔ وہ اس وقت بے حد معصوم تاثر دے رہی تھی احان شاہ کو۔۔ احان شاہ نثار ہوتے ہوئے اسکے پاس بیٹھا تھا، اسے اپنے پاس بیٹھتے دیکھ کے گلالئ اپنی ٹانگیں سینٹرل ٹیبل سے ہٹانے لگی لیکن احان شاہ اسے اشارے سے منع کرتا اسکے ہاتھ سے اسکا فون تھام گیا۔۔ وہ اسکے فون پہ اپنا کریڈیٹ کارڈ نمبر ڈالتا آن لائن پیمنٹ کرنے لگا۔ وہ آج تین دنوں بعد اتنے چل موڈ میں آئی تھی ورنہ پورا دن ایزل، میرال سے باتیں کرتے ہوئے گزار دیا کرتی تھی اور رات میں اسے اِگنیٹو ڈ دیکھاتی تھی۔۔ اسکے موڈ سونگز بھی عجیب تھے کبھی میڈیم ناک چڑھا لیتی تھیں تو کبھی چہرے اور باتوں میں اس قدر معصومیت کہ مقابل سو دفعہ فدا ہو جائے۔۔

یہ لو ہو گیا!! تمہارے بچوں کے سارے کپڑے آرڈر ہو گئے ہیں!! تین دنوں تک آجائیں گے اور اب cash دینے کی ضرورت نہیں ہے میں نے آن لائن پیمنٹ کر دی ہے!!۔۔۔۔گلالئ کو تجسس سے اپنی انگلیوں کی طرف دیکھتا پا کے وہ اپنا کام مکمل کرتا گلالئ کو اسکا فون تھما کے نرمی سے اسے ہدایت دے رہا تھا۔۔

ارے واہ!! یہ کام تو بڑا اچھا ہے!!۔۔۔۔۔وہ چہک کے بولتی اب اس سے اپنا فون پکڑ رہی تھی۔کام تو اچھا لگنا تھا کیونکہ ایک بھاری رقم اسکے شوہر کے بنک بیلنس سے جو جا رہی تھی۔۔

تم نے جب بھی کچھ آرڈر کرنا ہو مجھے بتا دینا میں آن لائن پیمنٹ کر دیا کروں گا! یا ایسا کرو تم میرا کارڈ رکھ لو میں تمہیں سارا پراسیس سمجھا دوں گا!!۔۔۔وہ اسکے چہکنے پہ مسکراتے ہوئے اسے جواب دیتا اسکا چمکتا ہوا چہرہ دیکھ رہا تھا،اس پہ ممتا کا روپ خوب آیا تھا۔ابھی گلالئ اسے کوئی جواب دیتی جب ان کے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔۔

احان شاہ جانتا تھا حلیمہ کھانا لے کے آئی ہو گی! وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔حلیمہ سے کھانا لے کے وہ پھر سے دروازہ بند کرتا گلالئ کی طرف بڑھا تھا۔اسکے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے دیکھ کے گلالئ نے منہ چڑھایا تھا۔۔سینٹرل ٹیبل پہ اسکی ٹانگیں دیکھ کے وہ یہ کھانا صوفے پہ اپنے اور گلالئ کے درمیان رکھ چکا تھا۔۔

پہلے کھانا کھا لو گلِ جاناں! پھر فون یوز کر لینا۔۔۔۔گلالئ کو پھر سے فون میں گم ہوتے دیکھ کے احان شاہ اس کے ہاتھ سے نرمی سے فون پکڑتا ٹیبل پہ رکھ گیا۔۔

میں نے نہیں کھانا یہ سب!۔۔۔۔۔۔وہ آنکھیں گھما کے معصومیت سے بولی تھی۔۔وہ اس وقت لائٹ براؤن ڈریس پہ براؤن ہی کڑھائی والی چادر خود پہ لئے ہوئے تھی۔۔

تو پھر کیا کھانا ہے؟۔۔۔۔۔احان شاہ اس پہ ایک گہری نگاہ ڈالتا بھاری آواز میں سوال کر رہا تھا۔۔

میں نے گول گپے کھانے ہیں!! کھٹی املی کھانی ہے! اور آلو والی چاٹ بھی کھانی ہے! یہ سارا کھانا آپ کھا لیں!!۔۔۔۔گلالئ نے اسے اپنی پسندیدہ کھانی کی ڈشز انگلیوں پہ گن کے بتاتے ہوئے جیسے فیصلہ سنایا تھا۔۔

گل ابھی تم نے کل بھی میرے جانے کے بعد میرال سے یہ سب منگوا کے کھایا تھا! لاسٹ ویک چل رہے ہیں! یہ سب زیادہ کھانا تمہاری صحت کے لئے اچھا نہیں ہے!!۔۔احان شاہ اسے نرمی سے سمجھانے لگا،وہ جانتا تھا وہ آج کل میرال کی لاڈلی بنی ہوئی تھی اور اس سے جو کھانے کی فرمائش کرتی تھی وہ پوری کر دیتی تھی۔گلالئ اسکا جواب سننے

کے بعد اسے گھور کے دیکھتی اگلے ہی لمحے سر جھٹک کے اپنا فون اٹھاتی لالہ کا نمبر ملانے لگی لیکن اس کے فون کا بیلنس ختم ہو چکا تھا۔۔ احان شاہ ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

اپنا فون دیں میرا بیلنس ختم ہو گیا ہے! میں نے اپنے لالہ کو فون کرنا ہے!!۔۔۔۔ وہ اپنا فون ٹیبل پہ پٹک کے روعب سے احان شاہ سے اسکا فون مانگنے لگی۔۔

اچھا فون تو لے لو لیکن اپنے لالہ کو کال کیوں کرنی ہے؟۔۔۔۔ احان شاہ اپنی جیب سے فون نکالتا ناسمجھی سے گلالئ سے استفسار کر رہا تھا۔

انہیں بتاتی ہوں آپ کے پاس مجھے گول گپے لا کے دینے کے پیسے نہیں ہیں! آپ کو پیسے easypaisa کر دیں!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ بڑے مزے سے بولتی احان شاہ کے ہاتھ سے فون لینے والی تھی جب وہ اسکا مدعا سنتا جلدی سے اپنا فون پیچھے کر گیا۔۔ اسکی بیوی کتنی تیز ہو چکی تھی، اپنی چھوٹی چھوٹی باتوں سے اسکے ہوش اڑا دیا کرتی تھی، اسکا سالا اس میں اتنا بدلاؤ لا چکا تھا کہ وہ کبھی کبھی اپنی باتوں سے اسے بری طرح سے حیران کر جایا کرتی تھی۔۔

گل دیکھو میری بات سنو!! تمہاری صحت میرے لئے مذاق نہیں ہے! پچھلی دفعہ یاد ہے نا گاڑی میں گول گپے کھانے سے کتنی بری طبیعت خراب ہوئی تھی؟ میں تمہیں آلو والی چاٹ بنوا دیتا ہوں! لیکن گول گپے اور املی تم نہیں کھاؤ گی!!!۔۔۔۔ وہ اپنا فون جیب میں واپس ڈالتا گلالئ کو پیار سے سمجھا رہا تھا۔۔

نہیں خالی آلو والی چاٹ کا مزہ نہیں آتا! اس پہ چاٹ مصالحہ بھر بھر کے ڈالنا ہے اور گول گپے بھی کھانے ہیں! اور املی رات کو کھالوں گی!!۔۔۔۔ وہ اسکی ایک بھی بات پہ کان نہ دھرتی ضدی لہجے میں ناراضی سے بولی تھی۔۔

نہیں!! املی اور چاٹ کینسل کر دو! میں تمہارے لئے گول گپے لے کے آتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نرمی سے اسکا گال اپنے ہاتھ کی پوروں سے چھوتا پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔ اسکا ہاتھ اپنے گال پہ محسوس کرتی گلالئ کا دل دھڑکا تھا وہ مزید بحث کرنے کی بجائے اسکی طرف دیکھنے لگی جو ابھی تھکا ہارا باہر سے آیا تھا اور اب پھر اسکے لئے گول گپے لینے جا رہا تھا۔۔

میں دس سے پندرہ منٹ تک آتا ہوں!!۔۔۔۔ وہ اسکی نظریں خود پہ محسوس کرتا اسکی خاموشی پہ مزید گویا ہوتے کمرے سے نکل چکا تھا۔۔ اسکے جاتے ہی گلالئ اپنے موبائل کو دیکھتی بے ساختہ ہنس دی، اس نے تو اپنے لالہ کا نمبر

جھوٹ موٹ میں ملایا تھا اور اسے اپنے لالہ کی دھمکی بھی جان بوجھ کے دی تھی ورنہ اس کے لالہ کہاں اسے باہر کی چیزیں کھانے دیتے تھے، وہ جب سے شاہ ہویلی آئی تھی کھانے میں ڈنڈی چل جایا کرتی تھی ورنہ حازق خان اسے کبھی کھانے میں کوتاہی نہیں کرنے دیتا تھا۔۔ یہاں تو وہ زہرہ مام اور میرال کی لاڈلی بنی ہوئی تھی جو اسکے منہ سے لفظ نکلنے سے پہلے ہی اس کی خواہش پوری کر دیا کرتی تھیں۔ گلالئ کو لگ رہا تھا اسکے لالہ کی دھمکی کام آ رہی ہے جبکہ ایسا نہیں تھا احان شاہ کے لئے تو صرف اپنی بیوی کی ناراضگی معنی رکھتی تھی، وہ صرف اسکی ناراضگی دور کرنے کے لئے اسکی ڈائٹ کے خلاف جا کے گول گپے لینے گیا تھا۔ وہ گول گپے کھانے والی تھی گلالئ کے لئے اتنا ہی کافی تھا، ویسے بھی باقی کی دو ڈشز کی شرط تو اس نے چالاکی سے رکھی تھی کہ تین نہ سہی تو ایک ہی سہی؟

مزید ڈیڑھ ہفتے کے بعد:

رات کے تین بج رہے تھے، گلالئ رات کے اس وقت ہمیشہ کی طرح احان شاہ کے سینے میں چھپ کے اپنی ٹانگ اسکی ٹانگوں پہ رکھ کے سو رہی تھی۔ احان شاہ کی آنکھ بھی اسے دیکھتے دیکھتے ابھی کچھ منٹ پہلے ہی لگی تھی۔ احان شاہ نے ابھی سونے کے لئے آنکھیں موندی ہی تھیں جب اسے گلالئ کے ہاتھ اپنے سینے پہ محسوس ہوئے تھے، وہ سختی سے اسکی شرٹ اپنے ہاتھوں میں دبوچ چکی تھی، اس قدر سختی سے کہ احان شاہ کو اپنے سینے کے بال کھینچتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ وہ دونوں اسی پل نیند سے جاگ چکے تھے۔۔ گلالئ درد سے کراہتی ہوئی احان شاہ کو زور سے تھامے ہوئے تھی۔۔

ش۔شاہ۔۔ سا۔۔ سا۔۔ ئیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس نے درد سے بے حال ہوتے بمشکل اسے پکارا تھا۔ احان شاہ جو پہلے ہی پریشانی سے اسکی حالت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اسکے یوں تکلیف سے سسک کے پکارنے پہ اس نے جلدی سے اسکے گال پہ ہاتھ رکھا تھا۔

گل!! میری جان! کیا۔۔ ہوا؟؟ زیادہ پین ہو رہا ہے؟؟۔۔۔۔ احان شاہ بے حد فکر مندی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس کروا رہا تھا، گلالئ نے گھٹن کے احساس سے اپنی چادر جلدی سے خود سے دور کرتے احان شاہ کو پھر سے پکارا تھا۔۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔

گل!! مجھے زور سے پکڑو اور اٹھ کے بیٹھو!! ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا!! میں مرحا کو بلاتا ہوں! ۔۔۔۔۔اسے اس قدر تکلیف میں دیکھ کے احان شاہ کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے، وہ اسے احتیاط سے تھوڑا سا اٹھا کے بڑھاتا اسکا سر تکیے کے سیٹ کرتے ہوئے بیڈ سے اٹھا تھا۔۔

م۔مجھے۔۔ب۔بہت۔۔زیاد۔۔زیادہ۔۔درد۔۔ہو۔۔رہی۔۔ہے!!۔۔وہ روتے ہوئے پھر سے اسکا ہاتھ تھام گئی۔۔

گل ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا میری جان! مجھے مرحا کو بلانے دو!!۔۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رب کرتا اسے ریلکس کرنے کی غرض سے اسکے ماتھے پہ پیار سے بوسا دیتا اسکی نم کرسٹل گرے آنکھیں عقیدت سے چومتا جلدی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے سے نکلتے ہی زوریز شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے جلدی سے اسکا دروازہ ناک کیا تھا۔ اسے کبھی بھی رات کے اس وقت کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا پسند نہیں تھا، لیکن یہاں معاملہ اسکی بیوی کا تھا اسی لئے وہ آج اپنی عادت کے لئے خلاف جا کے زوریز شاہ کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔۔

یا اللہ خیر! رات کے اس وقت دروازے پہ کون ہے؟؟۔۔۔۔مرحا شاہ حیرانگی سے زوریز شاہ سے مخاطب ہوتی اسے خود سے دور کر رہی تھی جو اس کے وجود کو اپنے لبوں سے دہکانے میں مصروف تھا۔۔

ریز!! جلدی اٹھو! دروازے پہ کوئی ہے!! میرا دل گھبرا رہا ہے!!۔۔۔۔مرحا شاہ اسے جلدی سے خود سے دور دھکیلتی اپنی قمیض ذیب تن کر رہی تھی۔۔اسکے یوں گھبرانے پہ زوریز شاہ کو ہوش آئی تھی۔۔

تم پریشان مت ہو! میں دیکھتا ہوں!! جلدی سے اپنا لباس پہن کے دوپٹا اوڑھو!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ جلدی سے خود کو اپنے لباس میں چھپاتا اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا تھا جب اتنے میں پھر سے دستک ہوئی تھی۔

زوریز!!۔۔۔۔۔اب کی بار باہر سے احان شاہ کی بھاری پریشان آواز بھی سنائی دی تھی جس پہ زوریز شاہ کے قدموں میں تیزی آئی تھی، وہ کمرے میں مکمل طور پہ روشنی کرتا جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر کی طرف بڑھتا مرحا کی وجہ سے پھر سے دروازہ بند کر گیا۔

کیا ہوا لالہ! سب خیریت؟؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے فکرمندی سے سوال کر رہا تھا۔

یار وہ گل کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے!! مرحا کو بلاؤ! وہ اسے ایک دفعہ چیک کر لے!! پھر ہاسپٹل لے کے چلتے ہیں!!۔۔۔۔احان شاہ افراتفری کے عالم میں بولتا پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

لالہ آپ پریشان مت ہوں! سب ٹھیک ہو جائے گا! میں ابھی مرحا کو بلاتا ہوں!!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے تسلی دیتا پھر سے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔احان شاہ ہاں میں سر ہلا کے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا گلالئ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پہ آیا پسینے صاف کرتے ہوئے اسکے ماتھے پہ بارہا اپنے لب رکھ رہا تھا۔

کیا ہوا ریز؟ کون تھا؟ اور تم پریشان کیوں ہو؟؟۔۔۔۔۔مرحا شاہ نے بیڈ سے اترتے ہوئے ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر ڈالے تھے،وہ اب اپنا لباس پہن کے خود پہ دوپٹا اوڑھ چکی تھی۔

گل بھابھی کی طبیعت اچانک سے بہت خراب ہو گئی ہے! لالہ تمہیں بلانے آئے تھے!! جلدی چلو!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسے تیزی سے جواب دیتا اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑ رہا تھا۔گل کا سنتے ہی مرحا شاہ جلدی سے اپنے کمرے سے بھاگتی ہوئی احان شاہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔

گل!!!!۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ جلدی سے گلالئ کی طرف بڑھتی اسکا ہاتھ تھام چکی تھی،احان شاہ ان سے کچھ فاصلے پہ ہوا تھا تاکہ وہ آرام سے گل کو چیک کر سکے۔۔وہ گل سے کچھ سوالات کرتی اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رب کرتی اسے ہمت دلا رہی تھی۔

لالہ!!! گل کو ابھی ہاسپٹل لے کے جانا بہت ضروری ہے!! اسکے لاسٹ ڈیز ہیں! مجھے لگ رہا ہے گل کل تک اپنے بے بیز ڈیلیور کر دے گی!! لیکن اس وقت وہ بہت پین میں ہے!! ہمیں ابھی کے ابھی ہاسپٹل جانا ہے بے بیز کی ڈیلیوری کسی بھی وقت ہو سکتی ہے!؟۔۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ نے رخ موڑتے ہوئے بلند آواز میں احان شاہ کو مخاطب کرتے اسے تفصیل بتائی تھی۔اتنی دیر میں زوریز شاہ آ چکا تھا۔۔

گاڑی نکالو زوریز!!!۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ ابھی اس کے کمرے میں داخل بھی نہیں ہوا تھا جب مرحا شاہ کی سننے کے بعد احان شاہ پریشانی سے اسے گاڑی نکالنے کا حکم دیتا گلالئ کی طرف بڑھا تھا،اسکے وجود کو اسکی چادر سے اچھی طرح سے ڈھانپتا وہ اسکا چہرہ ڈھکنے کی بجائے اسے اپنے سینے میں چھپاتا تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔کاظم

شاہ جو ابھی تک جاگتا لیپ ٹاپ پہ اپنا ضروری کام کر رہا تھا، رات کے اس وقت گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز سنتے اس نے جلدی سے کھڑکی سے نیچے کی طرف دیکھا تھا۔ زوریز شاہ کو گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کے وہ بے ساختہ اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ رات کے اس وقت کہاں جا رہا تھا؟

کیا ہوا ہے؟؟ کہاں جا رہے تم سب؟۔۔۔۔۔۔ ابھی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھا ہی تھا جب احان کو گل کی بانہوں میں اور مرحا کو اسکے پیچھے تیز تیز قدم اٹھاتے دیکھ کے اس نے پریشانی سے سوال کئے تھے۔

لالہ!! گل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے!! اسے ہاسپٹل لے کے جا رہے ہیں!!۔۔۔ احان شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مرحا شاہ نے اسے پریشانی سے جواب دیا تھا، وہ سب کسی بھی بڑے کو جگائے بغیر تیزی سے باہر پورچ کی طرف بڑھے تھے۔ کاظم شاہ کی گاڑی کی چابیاں اوپر رہ چکی تھی۔۔ اس نے احان کو پیچھے گل کے ساتھ بیٹھنے کی ہدایت دی تھی جبکہ مرحا شاہ آگے زوریز شاہ کے ساتھ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھی تھی۔۔

میں بھی تم لوگوں کے پیچھے آ رہا ہوں! ان شاءاللہ!! اللہ اپنا کرم کرے گا!! پریشان مت ہونا!!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنا رخ احان شاہ کی طرف موڑتے اسے ہمت دیتا ہوا اسکے کندھے کو تھپتھپاتے اسکا دروازہ بند کر چکا تھا، وہ ابھی اوپر سے اپنی کیز لینے جاتا جب رات کے سوا تین بجے ارزم شاہ کی گاڑی تیزی سے پورچ میں آ کے رکی تھی، سامنے ہی دراز قد کاظم شاہ کو دیکھ کے اس نے زور سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا، یعنی ہویلی لیٹ آنے پہ بے عزتی پکی تھی۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تھا، اسی لئے ہویلی آتے ہوئے دیر ہو گئی۔۔

ابے یہ کہیں پٹائی تو نہیں کرنے والے؟؟۔۔۔ کاظم شاہ کو اب سنجیدگی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا تھا، اسکی نگاہیں ابھی تک زوریز شاہ کی گاڑی کی طرف نہیں اٹھی تھیں، ہوش تو تب آئی تھی جب زوریز شاہ کی گاڑی اسکے بالکل پاس سے تیزی سے ہویلی سے نکلی تھی۔

گاڑی ان کے پیچھے لگاؤ!! ہاسپٹل جانا ہے گل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے!!۔۔۔ کاظم شاہ اسکی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے پریشانی سے بولتا اپنی جیب سے فون نکال رہا تھا۔ اس سب کے متعلق حازق خان کو بتانا بھی ضروری تھا کیونکہ وہ اسکا بھائی تھا، اسکا حق بنتا تھا گل کی ایک ایک خبر متعلق جاننا۔۔ کاظم شاہ کی بات سنتے ہی ارزم شاہ کا چہرہ

پریشان اور سنجیدہ ہوا تھا، اس نے جلدی سے اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ہویلی سے نکالتے زوریز شاہ کے پیچھے لگائی تھی جبکہ کاظم شاہ اس وقت حازق خان کے ساتھ کال پہ مصروف تھا۔۔

م۔م۔میں۔۔ا۔اس۔۔در۔۔درد۔۔سے۔۔مر۔۔جاؤں۔۔گی!!۔۔گلالئ تکلیف سے پاگل ہوتی مدھم آواز میں بولتی ہوئی احان شاہ کی بلیک شرٹ سینے سے زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچے ہوئے تھی۔

شش!! ایسی باتیں نہیں کرتے گل! اللہ پہ بھروسہ رکھو وہ تمہیں میری عمر بھی لگادے!!۔۔۔۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکی کمر پہ اپنا ہاتھ رب کر رہا تھا۔۔گلالئ نے اسکا دائیاں ہاتھ اپنے پیٹ پہ رکھتے ہوئے سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی تھیں۔۔وہ دونوں اس وقت گاڑی میں تھے، زوریز شاہ کا دھیان ڈرائیونگ پہ تھا، اور مرحا شاہ پریشانی سے باہر کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ دونوں ہی انہیں دیکھ کے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے۔۔اسے اپنا ہاتھ اپنے پیٹ پہ رکھتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنا سر اسکے سر کے ساتھ جوڑا تھا۔۔وہ اتنی بھی ظالم نہیں تھی، وہ شاید اسے اس کے بچوں کا لمس ٹھیک سے محسوس کروانا چاہتی تھی۔۔

کیا میں تمہارے گال چوم لوں گل؟؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے آنسوؤں سے بھیگے گالوں پہ اپنا ہاتھ رکھتے اسکے کان میں جھکا اس سے اجازت مانگ رہا تھا۔گلالئ نے سسکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا پھر اسکی آنکھوں میں التجا دیکھتی اپنی آنکھیں موند کے ہاں میں سر ہلا گئی، اسے اس وقت اسکے لمس کی بے حد ضرورت تھی، زوریز شاہ اس وقت بے حد تیز رفتار میں گاڑی چلاتا بس کسی بھی طرح سے جلدی ہاسپٹل پہنچنا چاہتا تھا۔۔اسکے اجازت دینے کے انداز پہ احان شاہ اسکے چہرے پہ جھک کے اس کے گالوں پہ نرمی سے ہونٹ رکھتا اسکے آنسو پینے لگا۔۔

پلیز گل! اتنے آنسو مت بہاؤ! میں ہر پل تمہارے ساتھ رہوں گا! تمہیں ایک منٹ کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا! پلیز ریلکس!!۔۔۔۔وہ اسکے گالوں کو مسلسل چومتا اسکا آدھا وجود اپنی گود میں شفٹ کئے ہوئے تھا، باقی اسکی ٹانگیں سیٹ پہ تھیں۔۔

ا۔اگر۔۔م۔مجھے۔۔کچھ۔۔ہو۔۔گیا۔۔تو۔۔کیا۔۔آپ۔۔دوسری۔۔شادی۔۔کر۔۔لیں۔۔گے؟؟۔۔۔۔گلالئ اس وقت ڈیلیوری کی وجہ سے بری طرح سے ڈری ہوئی تھی، وہ ان لمحات کی

درد محسوس کرتی صرف یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ ابھی مر جائے گی، اسے ان لمحات میں اس طرح کے سوال کرتے دیکھ کے احان شاہ پہلے سے زیادہ پریشان ہوتا گہری سانس بھرتا اسکے چہرے پہ جھکا تھا۔۔

اگر اس طرح کی باتیں کرو گی تو قسم توڑ کے تمہارے لبوں پہ قفل میں اپنے ہونٹوں سے لگاؤں گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنی سانسیں چھوڑتا جنونی انداز میں بولتے گلالئی کے گرد اپنے ہاتھ کی گرفت مزید مضبوط کر گیا، گلالئی اسکا ہاتھ اپنے پیٹ پہ ہر جگہ پھیرتی اسے اسکے بچوں کا لمس محسوس کروا رہی تھی۔

ت۔توڑ۔۔دی۔۔دیں۔۔قسم!خ۔۔خود۔۔تو۔۔بولتے۔۔ہیں۔۔محبوب

۔۔اس۔وقت۔۔قسم۔۔توڑنے۔۔سے۔۔گریز۔۔نہیں۔۔کرتے۔۔جب۔۔ان۔۔کا۔۔محبوب۔۔مرنے۔۔کے۔۔قریب۔۔ہو!یہ۔۔تکلیف۔۔بہت۔۔ظالم۔۔۔۔ہے۔۔اگر۔۔میں۔۔آپ۔۔کو۔۔۔آج۔۔کے۔۔بعد۔۔نہ۔۔ملی۔۔تو؟!۔۔۔وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی اسکی شرٹ پہ اپنے ہاتھوں کا زور بڑھاتے ہوئے سسکتی ہوئی مدھم آواز میں گویا ہوئی تھی۔۔

مجھے اپنے خدا پہ یقین ہے!! وہ تمہیں کچھ بھی ہونے نہیں دے گا!! کیا معلوم میں قسم توڑوا اور وہ ناراض ہو جائے؟ کیا معلوم قسم توڑنے پہ مجھے کسی بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑے؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ جوش کی بجائے اب ہوش سے کام لیتا اسے جواب دیتے ہوئے اسکی گال پہ اپنی ناک سہلاتا اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ چلا رہا تھا۔۔

ت۔تو۔۔پھر۔۔اجازت۔۔۔لے۔۔لیں؟۔۔۔۔وہ شاید ان لمحات میں اسے بہت قریب سے محسوس کرنا چاہتی اسی لئے معصومیت سے روتے ہوئے بولتی اسے مشورے دینے لگی۔

نہیں کرو شاہ سائیں کی ڈکیٹ پٹھانی!! تمہاری سسکیاں میرے ہونٹوں میں دب جائیں گی!! جانتی ہو نا اس روز کتنا جنونی ثابت ہوا تھا تمہارے لئے؟ کیوں اپنی جان ہتھیلی پہ لانا چاہتی ہو؟۔۔۔وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھے بے حد مدھم سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔۔

م۔میر۔۔میری۔سسکیا۔۔سسکیاں۔۔دبا۔۔لیں۔۔نا!! ایسے۔۔۔تو۔۔۔سسکی۔۔بھرتے۔۔ہوئے۔۔بھی۔۔تکلیف۔۔ہوتی۔۔۔ہے!! سا۔۔سانس۔۔بھی۔۔ٹھیک۔۔۔سے۔۔۔۔ابھی گل روتے ہوئے اسکے کان میں مزید کچھ بولتی جب وہ اسکے لبوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا اس میں اپنی سانسیں انڈھیلنے لگا۔گلالئی جانتی تھی وہ قسم

نہیں توڑے گا اسی لئے اسے اپنے انداز میں اجازت دے ڈالی اور وہ اسکی اجازت پاتے ہی اسکے لبوں کو قید کر گیا۔۔ وہ اپنی جنونیت کو ایک سائیڈ پہ رکھتا گلالئ کی کمر کو مسلسل اپنے ہاتھ سے سہلاتا وقفے وقفے سے اسکے لب چومتے ہوئے اسکی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔۔ وہ آنکھیں موندے اسکا لمس محسوس کرتی اسکے سینے پہ اپنا ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔

آ۔۔ آپ۔۔ کے۔۔ بچے۔۔ آپ۔۔ کی۔۔ طرح۔۔ بہت۔۔ تکلیف۔۔ دیتے۔۔ ہیں!! ظالم باپ کی ظالم اولادیں جو ہوئی؟!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کے لب اپنے لبوں پہ محسوس کرتی گلالئ اس وقت یہ شکوہ کرتے ہوئے احان شاہ کا دل چیر گئی تھی۔۔ احان شاہ کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کے گلالئ کے گال پہ گرا تھا۔۔

قسم سے بہت دعا کی ہے مجھ پہ نہ جائیں! !۔۔۔۔۔ وہ بھیگی آواز میں اسے جواب دیتا پھر سے اسکے بھیگے لب چومنے لگا۔۔ احان شاہ کے اس جواب پہ گلالئ کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، آنکھوں سے آنسو زاروقطار گرے تھے۔ وہ آج بھی اپنی غلطی مان لیا کرتا تھا۔۔ وہ آج بھی مان جاتا تھا وہ غلط تھا۔۔ گلالئ وقفے وقفے اسکی سانسوں کو خود میں محسوس کرتی پھر سے تکلیف سے آنکھیں موندتے اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکا گئی۔۔

تقریباً پندرہ منٹ تک وہ سب ہاسپٹل میں موجود تھے! احان شاہ نے گلالئ کے ساتھ لیبر روم میں جانے کی ضد کی تھی، جس پہ مرحا شاہ اسے ہاسپٹل سے اجازت دلوا چکی تھی، وہ گلالئ کے ساتھ اندر لیبر روم میں موجود اسے ہر پل حوصلہ دے رہا تھا۔۔ احان شاہ کو لیبر روم میں واش آپ کروا کے بھیجا گیا تھا۔ ڈاکٹرز ہر تیس منٹ بعد گلالئ کو چیک کرنے لیبر روم میں آ رہے تھے، وہ اندازہ لگا رہے تھے وہ نارمل بے بیز ڈیلیور کر سکتی ہے یا سی سیکشن کرنے کی ضرورت پڑے گی۔۔ گلالئ کی عمر اس وقت صرف ساڑھے اٹھارہ سال تھی وہ بے حد ڈری ہوئی تھی، احان شاہ کی شرٹ اس نے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چھوڑی تھی، احان شاہ لیبر روم میں اسکے پاس کرسی رکھ کے بیٹھا آئتیں پڑھ پڑھ کے اس پہ پھونک رہا تھا۔ احان شاہ کو اپنے ساتھ دیکھ کے گلالئ کو ایک ہمت سی محسوس ہو رہی تھی، وہ اسکی شرٹ اس لئے بھی نہیں چھوڑ رہی تھی تاکہ وہ اس کے پاس سے اٹھ کے نہ چلا جائے۔۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط115(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

سب اس وقت کاریڈور میں پریشانی سے چکر لگا رہے تھے۔۔حازق خان تو کاظم شاہ کی کال ریسیو کرتے ہی ہاسپٹل پہنچ چکا تھا، اسکا مینشن ہر لحاظ سے سیو تھا۔۔وہ ذائشہ کے حوالے سے مطمئن تھا۔ہاسپٹل پہنچتے ہی اسے معلوم ہو چکا تھا احان شاہ لیبر روم میں گلالئ کے ساتھ موجود ہے، اس نے اس بات پہ کوئی اکورڈریکشن نہیں دیا تھا، بلکہ اسے احان کا اپنی چھوٹی سی بہن کے ہر پل ساتھ ہونا اچھا لگا تھا، اسکی بہن اس وقت اسی کی وجہ سے اس حال میں تھی، اسے معلوم ہونا چاہئیے تھا عورتوں کے لئے بچے پیدا کرنا آسان نہیں ہے تاکہ وہ اگلی دفعہ ہوش سے کام لے۔اسکی بہن کو اس وقت سہارے کی بہت ضرورت تھی جو اسے احان شاہ کی صورت میں مل چکا تھا۔وہ سب بالکل ابھی ہی فجر کی نماز ادا کر کے آئے تھے، سب نے نماز پڑھ کے گلالئ اور بچوں کی صحت یاب زندگی کی دعا خصوصی طور پہ مانگی تھی۔ہویلی سے کاظم شاہ، احان شاہ اور زوریز شاہ صبح ہارون شاہ اور دریاب شاہ کے ہمراہ ہی مسجد میں نماز ادا کرنے جاتے تھے، ارزم شاہ عید اور جمعے کی نماز کے سوا باقی نمازوں میں کاہلی کر جایا کرتا تھا۔۔آج ان تینوں کی صبح فجر کے وقت غیر موجودگی پہ وہ کچھ حیران سے تھے جب انہیں باہر چوکیدار سے رات کی آدھی ادھوری سی صورتحال معلوم ہوئی تھی۔ہارون شاہ اور دریاب شاہ نے اسی وقت انہیں فون ملائے تھے، جس پہ انہیں ساری صورتحال کاظم شاہ سے معلوم ہوئی تھی۔۔وہ دونوں نماز پڑھتے ہی اپنی گاڑی میں ہاسپٹل روانہ ہو چکے تھے۔ہاسپٹل پہنچتے ہی انہوں نے اپنے بچوں کو ڈپٹنا ضروری سمجھا تھا جو انہیں بتائے بغیر یہاں ہاسپٹل میں پریشانی کھڑے تھے۔۔

تقریباً چھ سے سات گھنٹے تک گلالئ کی نارمل ڈیلیوری کا انتظار کرنے کے بعد ڈاکٹرز نے گلالئ کو oxytocin کا انجکشن لگانا ضروری سمجھا تھا تاکہ پین induce (درد دلانا) کروائی جا سکے۔

میں نے تم پہ آیت الکرسی پڑھ کے پھونک دی ہے گلِ جاناں!! تم بھی اس سچویشن میں رونے کی بجائے اللہ کو یاد کرے! وہ تمہارے لئے آسانیاں پیدا کرے گا انشاءاللہ!!۔۔اسے خاموشی سے آنسو بہاتے دیکھ کے احان شاہ اسکی برستی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے مدھم سرگوشی نما آواز میں اسے ہمت دے رہا تھا جس پہ گلالئ نے گہری

سانس بھرتے ہوئے اپنے اللہ کو یاد کیا تھا۔ ان دونوں کے لب اس وقت صرف اللہ کا ذکر کرنے میں مصروف تھے۔ عموماً اسپتالوں میں شوہروں کو بیوی کے ساتھ لیبر روم میں جانے کی اجازت مشکل سے ملا کرتی ہے لیکن وہ اس وقت گلالئ کو اسلامباد کے سب سے معروف اور مہنگے اسپتال میں لے کے آئے تھے جہاں اجازت ملنا اتنا مشکل کام نہیں تھا، احان شاہ کے عہدے سے یہاں کون واقف نہیں تھا، لیکن اس نے یہاں اپنے عہدے کا رعب نہیں جھاڑا تھا، مرحا کے ہوتے ہوئے اسے ضرورت ہی نہیں پڑی تھی، وہ اس کے ایک دفعہ کہنے پہ اسے اجازت لے کے دے چکی تھی۔۔ گلالئ کی ڈیلیوری اسکی ڈاکٹر نے ہی کرنی تھی جو اسے شروع دن سے چیک کر رہی تھیں۔۔ ڈاکٹر ذرین اس وقت ہاسپٹل میں موجود تھیں۔ وہ گلالئ کو بار بار چیک کرنے کے لئے آتی اسے پروفیشنلی ڈیل کر رہی تھیں۔۔ مزید چار سے پانچ گھنٹوں تک ڈاکٹرز کو محسوس ہوا، گلالئ کی نارمل ڈیلیوری اب ممکن ہے لیکن اس کے ٹوئنز کی وجہ سے episiotomy کرنا ضروری تھا۔ episiotomy کے دوران پیشنٹ کی نازک جگہ کی سائیڈز پہ دو کٹ لگائے جاتے ہیں۔۔ تاکہ وہ اپنے بچے آسانی سے ڈیلیور کر سکے۔ احتیاط کے طور پہ گلالئ کے لئے پہلے ہی بلڈ کا انتظام کروایا جا چکا تھا، گلالئ کا بلڈ گروپ او پازیٹو تھا۔ اسکا بلڈ گروپ ارزم شاہ کے ساتھ میچ ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ نے بلڈ بنک میں جا کے اپنا بلڈ دیتے دو بلڈ بیگ نرس کے حوالے کئے تھے۔۔ وہ اگر احان شاہ کو اس روز خون نہیں دے سکا تھا تو آج اسکی متاعِ جاں کو خون دیتے ہوئے وہ مطمئن سا تھا۔۔ وہ جانتا تھا احان شاہ کی جان اسکی گل میں قید ہے۔۔

آپ کی وائف کی episiotomy ضروری ہے جس سے وہ اپنے بچے آرام سے ڈیلیور کر سکتی ہیں، انہیں کٹس لگانے کے لئے لوکل anaesthesia دیا جائے گا!!۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ذرین اس وقت لیبر روم میں احان شاہ سے مخاطب تھیں۔

مجھے صرف اپنی گل اور اپنے بچے صحیح سلامت چاہیئے!! آپ کو جو کرنا ہے آپ کریں لیکن مجھے ان تینوں میں سے کسی ایک کی جان بھی رزک پہ قبول نہیں ہے!!۔۔۔ احان شاہ نے دوٹوک انداز میں بے حد سنجیدگی سے ڈاکٹر ذرین کو جواب دیا تھا۔ ڈاکٹر ذرین ہاں میں سر ہلاتی اپنے کام میں لگ گئی۔۔ اس وقت لیبر روم میں سینیر ڈاکٹر زرین کے ساتھ ایک جونیر لیڈی ڈاکٹر اور ہیلپ کے لئے دو نرسز بھی موجود تھیں، احان شاہ کا اس دوران سارا دھیان صرف اپنی گل کی طرف تھا جبکہ ڈاکٹرز اور نرسز بھی اس دوران صرف اپنے کام میں مصروف تھیں۔۔ کچھ ہی دیر میں گلالئ کی چیخیں

لیبر روم میں گونج رہی تھیں۔ گلالئ کو اس قدر تکلیف میں دیکھ کے احان شاہ کے آنسو خود بخود اسکی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے گلالئ کے چہرے پہ گر رہے تھے۔ وہ اسکے چہرے پہ جھکا اسکے ماتھے پہ بارہا بوسا دیتا لگاتار منہ میں آیات کا ورد کر رہا تھا، گلالئ اس وقت درد سے بے حال تھی، وہ احان شاہ کو محسوس کر سکتی تھی، اسے سن سکتی تھی لیکن جواب دینے کی اس میں بالکل ہمت نہیں تھی۔۔

گل جاناں!! تم بہت مضبوط ہو کیونکہ تم سید احان شاہ کی ہو!! جب تک سید احان شاہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہیں کچھ بھی ہونے نہیں دے گا!!!۔۔۔ اسکا چیخنا جب احان شاہ سے برداشت نہ ہوا تو بھیگی آواز میں اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسکے گالوں پہ مسلسل اپنے لبوں کا لمس چھوڑنے لگا۔ گلالئ اپنی پوری قوت سے احان شاہ کی شرٹ پکڑے ہوئے تھی، احان شاہ اسکی بھیگی کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھتا اسکی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھنے لگا۔۔ اسکے سسکنے اور چیخنے پہ وہ خود پر سے قابو کھوتا اپنے چہرے سے ماسک ہٹاتا اسکے ہونٹ نرمی سے چھونے لگا، اس وقت ڈاکٹرز احان شاہ کی طرف متوجہ نہیں تھے، وہ سب اس وقت گلالئ کی ڈیلیوری میں مصروف تھے۔۔ دو سے تین دفعہ گلالئ کے ہونٹ نرمی سے چھونے کے بعد وہ اب اسکے گال اپنے ہاتھوں سے سہلاتا اسکی آنکھوں سے گرتے آنسو اپنے پوروں سے صاف کرنے لگا۔ گلالئ کو اس تکلیف میں دیکھنے کے بعد احان شاہ کو اپنی ہر تکلیف بہت چھوٹی لگی تھی، اتنی تکلیف تو شاید اسکی جدائی میں بھی محسوس نہیں ہوئی تھی، اتنی تکلیف سے تو وہ شاید اس وقت بھی نہیں گزرا تھا جب اسے خود برین ہیمرج ہوا تھا، اسکا دل اقرار کر رہا تھا اسکی نازک اور چھوٹی سی بیوی کی یہ تکلیف احان شاہ کی پوری زندگی کی تمام تکلیفوں کو ملانے کے بعد بھی ان سب سے زیادہ تھی۔۔

گل تمہیں اس حالت میں دیکھنا بہت تکلیف دہ ہے!! افف!! مجھے لگ رہا ہے میرا دل بند ہو جائے گا!!۔۔۔۔۔ اسے پھر سے چیختے دیکھ کے احان شاہ بھیگی سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکی ٹھوری پہ اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا۔ آنسو مسلسل احان شاہ کی گلابی ہوتی ہری آنکھوں سے گلالئ کے چہرے سے ہوتے ہوئے اسکی گردن پہ سفر کر رہے تھے۔ گلالئ اسکی ان تمام سرگوشیوں کو سنتی بار بار اپنی آنکھیں موند لیتی، وہ اسے اپنی تکلیف دیکھا کے تکلیف نہیں پہنچا چاہتی تھی، لیکن یہ بھی سچ تھا اگر اس وقت احان شاہ اسے میسر نہ ہوتا تو وہ شاید اسکے بچے پیدا کرنے سے پہلے ہی اس تکلیف سے مر جاتی۔۔

لمبے لمبے سانس لیں اور پش کریں!!۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین اچانک سے گلالئی سے مخاطب ہوتی اسکا پیٹ پش کر رہی تھیں۔۔ احان شاہ میں اتنی ہمت نہیں تھی وہ گلالئی کے چہرے کے علاوہ اسکے جسم کا کوئی دوسرا حصہ دیکھ سکتا تھا، اس سے تو اسکا تکلیف سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھنا محال ہو رہا تھا تو پھر اپنے بچوں کو اس دنیا میں آتے ہوئے کیسے دیکھتا؟؟ گلالئی نے ڈاکٹر ذرین کی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے لمبے لمبے سانس لئے تھے، وہ اس وقت صرف یہ چاہتی تھی اسکے بچے جلدی سے خیر خیریت سے اس دنیا میں آجائیں، اسے اس وقت صرف اپنے بچوں کی فکر تھی۔ کچھ ہی منٹوں میں گلالئی اپنا ایک بچہ ڈیلیور کر چکی تھی۔

آپ اپنے بچے کی umbilical cord کٹ کر سکتے ہیں!! ہم اس مومنٹ کو آپ لوگوں کے لئے کیپچر کروا سکتے ہیں!! یہ مومنٹ آپ لوگوں کے دل کے بہت قریب ہو گا!!۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین گہرا سانس بھرتی ہوئی احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی، وہ جو گلالئی کے گال پہ لب رکھتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں کچھ بول رہا تھا، ڈاکٹر ذرین کی آواز پہ اس نے چہرہ اٹھا کے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔ ڈاکٹر کی بات سننے کے بعد احان شاہ نامحسوس انداز میں اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتا ہوا اپنے بچے کی umbilical cord کٹ کر رہا تھا جو گلالئی کے placenta کے ساتھ اٹیچ تھی۔۔ لیبر روم میں موجود ایک نرس نے احان شاہ کے فون میں یہ خوبصورت سا مومنٹ ریکارڈ کیا تھا۔۔ cord کٹ ہونے کے بعد ڈاکٹر ذرین نے احان شاہ کا روتا ہوا بیٹا اسکے ہاتھوں میں دیا تھا، احان شاہ نے دل میں خدا کا لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو گلالئی کے سینے پہ لٹاتا ان دونوں کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔ گلالئی کو ایک سکون سا اپنے سینے میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اپنے بیٹے کو روتے دیکھ کے اس نے پریشانی سے بند ہوتی آنکھوں سے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ احان شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اسے تسلی دی تھی۔۔ وہ جانتا تھا پیدا ہوتے ہی بچوں کا رونا مست ہوتا ہے۔۔ تقریباً پانچ منٹوں کے بعد گلالئی اپنی بیٹی بھی ڈیلیور کر چکی تھی جس کی umbilical cord بھی احان شاہ نے کاٹی تھی، یہ مومنٹ بھی نرس نے مسکراتے ہوئے ریکارڈ کیا تھا۔۔ احان شاہ اس وقت خود کو دنیا کا خوش قسمت مرد سمجھ رہا تھا جسے خدا نے ایک خوبصورت بیوی کے ساتھ ساتھ ایک نعمت اور ایک رحمت سے نوازہ تھا۔ وہ گلالئی کی بیٹی اسکے سینے کی دوسری سائیڈ پہ لٹاتا اب ان تینوں کے ماتھے پہ ہونٹ رکھتے اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے روک رہا تھا۔ گلالئی اب اپنے بچوں کو دیکھتی ان کے ساتھ ہی بری طرح سے رو رہی تھی۔۔ بالآخر وہ اس تکلیف

سے گزر کے اپنے بچوں کو اس دنیا میں لا چکی تھی۔۔ دونوں بچوں کی آنکھیں اس وقت بند تھی، وہ دونوں بند آنکھوں سے رو رہے تھے۔۔ کچھ ہی منٹوں میں نرسز ان کے دونوں بچے لے جاتی لیبر روم سے جا چکی تھی۔ گلالئ اتنی تکلیف سہنے کے بعد اب unconscious ہو رہی تھی۔۔ گلالئ کا بلڈ پریشر ایک دم سے ڈراپ ہوتے دیکھ کے ڈاکٹر ذرین نے جلدی سے اسے transamic کا انجکشن لگایا تھا لیکن بلڈ پریشر پھر بھی کنٹرول نہیں ہوا تھا۔۔ مسلسل بلڈ پریشر ڈراپ ہونے کی وجہ سے گلالئ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔ احان شاہ نے پریشانی سے ڈاکٹر زرین کی طرف دیکھا تھا۔

گل مکمل طور پہ unconscious کیوں ہو چکی ہو؟؟۔۔ احان شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے پریشانی سے ڈاکٹر ذرین سے سوال کیا تھا، ڈاکٹر زرین اسکی جذباتی طبیعت سے واقف تھیں، اسی لئے گلالئ کو ٹھیک سے چیک کرنے کے بعد اس سے دور لیبر روم کے دروازے کی طرف جاتے ہوئے احان شاہ کو وہاں پہ اشارے سے بلایا تھا۔۔ احان شاہ کا دل اس وقت شدید گھبراہٹ کا شکار ہو رہا تھا وہ گلالئ سے اپنی شرٹ چھڑواتا جلدی سے ڈاکٹر ذرین کی طرف بڑھا تھا۔۔ دیکھیں! پیشنٹ کا بلڈ پریشر اچانک سے ڈراپ ہوا ہے، بلیڈنگ کنٹرول نہیں ہو رہی۔ انجکشن لگانے سے بھی کنٹرول نہیں ہو رہی، چانسس ہیں پیشنٹ post partum hemorrhage کی طرف چلی جائیں!!۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ذرین نے بے حد پریشانی سے احان شاہ کو جواب دیا تھا۔۔ وہ شیور تھیں episiotomy کے بعد گلالئ ٹھیک سے بچے ڈیلیور کر لے گی لیکن اسکی بلیڈنگ پہ کنٹرول نہ دیکھ کے وہ اب کچھ پریشان سی تھیں۔۔

واٹ؟؟ آپ اتنی آسانی سے post partum hemorrhage کا کیسے کہہ سکتی ہیں؟؟ آپ جانتی ہیں یہ کتنا ڈینجرس ہے؟؟ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا میں ان تینوں کی جان پہ کوئی رزک نہیں لوں گا!! آپ کو ہر چیز سوچ سمجھ کے کرنی چاہئیے تھی!! مجھے اپنی بیوی زندہ سلامت چاہئیے!! مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اندر میری بیوی ہوش میں چاہئیے ورنہ آپ جانتی ہیں میں ہر حد سے گزر جاؤں گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ غصے اور پریشانی سے پاگل ہوتا غرایا تھا۔۔ اسکی آواز لیبر روم سے باہر تک جا رہی تھی۔ احان شاہ کی بلند آواز سننے کے بعد باہر موجود حازق خان اور تمام شاہ پریشان ہوئے تھے۔

دیکھیں! ہم اپنا ہنڈریڈ پرسنٹ دے رہے ہیں!! انشاءاللہ ہم پیشنٹ کو ہیمرج کی طرف لے جانے سے پہلے ہی ان کی بلیڈنگ کنٹرول کر لیں گے!! ان کا جتنا بھی بلڈ لاس ہو گا وہ پہلے سے موجود بلڈ بیگ سے ریکور کر لیا جائے گا!! پریشان مت ہوں! اللہ پہ بھروسہ رکھیں!!۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر ذرین نے اسے رسائی سے جواب دیتے ہوئے ساتھ ساتھ ہمت بھی دی تھی۔وہ گہری سانس بھرتا انہیں جواب دینے کی بجائے سر جھٹکتا ہوا پھر سے اپنی گل کی طرف بڑھا تھا ۔۔گلالئی کے گال نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے وہ اسے مسلسل پکار رہا تھا۔ڈاکٹر ذرین جلدی سے جونیر ڈاکٹر کو ہدایات دیتی اب گلالئی کی بلیڈنگ کنٹرول کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھی تھیں۔

وہ سب رات کے ساڑھے تین بجے سے ہاسپٹل موجود تھے اس وقت دوپہر کے چار بج رہے تھے جب ان سب کو گلالئی اور احان کے جڑواں صحت مند بچوں کی نوید سنائی گئی تھی۔۔ایک نعمت اور ایک رحمت کا سن کے سب ہی بے حد خوشدلی سے ایک دوسرے کے گلے سے لگے تھے،سب بچوں سے ملنے کے لئے بے تاب تھے،لیکن اس وقت انہیں نرسز لے جا چکی تھی،احان اور گل کے علاوہ ابھی تک کسی نے بھی ان کے بچے نہیں دیکھے تھے۔۔زوریز شاہ تو اپنی بھتیجے اور بھتیجی کا سنتے ہی مٹھیایاں لینے جا چکا تھا،ارزم شاہ کا رخ اس وقت حویلی کی طرف تھا تاکہ زہرہ مام اور عادل شاہ کو اسپتال لا سکے،وہ دونوں ہی اسے کافی دیر سے فون کر رہے تھے،حازق خان کو اس وقت اپنی بہن سے ملنے کی بے تابی تھی۔۔کچھ ہی دیر میں لیبر روم سے احان شاہ کی بلند آوازیں سنتا وہ مزید پریشان سا ہوا تھا،اس نے پریشانی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا،جو اسے آنکھوں سے تسلی دیتا مرحا کو کال کر رہا تھا۔مرحا نے انہیں گلالئی کی ان کنٹرولڈ بلیڈنگ کا بتانے کی بجائے تسلی دی تھی کیونکہ وہ پر اعتماد تھی کہ ڈاکٹر ذرین اس بلیڈنگ کو کنٹرول کر لیں گی۔ وہ لیبر روم میں نہیں تھی لیکن پھر بھی مرحا شاہ کو گلالئی کی ہر حالت کے متعلق آگاہ کیا جا رہا تھا۔۔حویلی کال کر کے سب کو گلالئی اور احان شاہ کے جڑواں بچوں کا بتایا جا چکا تھا جس پہ سب اس سے ملنے کو بے تاب تھے،ایزل شاہ یہ خبر سنتے ہی اپنے شاہ جی کو سو دفعہ فون کر کے تنگ کر چکی تھی کہ اسے حویلی آ کے اسپتال لے کے جائیں لیکن وہ ہر دفعہ اسے نرمی سے تھوڑی دیر انتظار کرنے کو بول کے فون رکھ دیتا۔۔

مجھے نہیں پتا مجھے ابھی اسپتال آنا ہے!! میں میرال آپی کے ساتھ آجاؤں؟ وہ ابھی اٹھ کے تیار ہو رہی ہیں! جب تک وہ آئیں گی تب تک تو تھوڑی دیر اور لگ جائیں گی نا تو میں ان کے ساتھ آجاؤں گی!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کو فون سے ایزل شاہ کی ضدی سی آواز سنائی دی تھی۔

تم بہت ضدی ہو اووزی! میں سوچ رہا تھا گلالئی کو پہلے پرائیویٹ روم میں شفٹ ہو لینے دیں! لیکن اب جب تم نے ضدی بچوں کی طرح ریکٹ کرنا ہے تو میرال اور تم ارزم کے ساتھ آجانا! الگ سے میرال کے ساتھ مت آنا! سب ایک ساتھ آنا!!۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی ضد کے آگے ہار مانتا ہوا اسے نرمی سے اجازت دیتا اس سے مزید تھوڑی سی بات کرتے فون رکھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں ارزم شاہ ان سب کو ہویلی سے پک کرنے کے بعد خان مینشن کی طرف بڑھا تھا، اس کا ارادہ اپنی منکوحہ کو بھی اپنے ساتھ اسپتال لے جانے کا تھا تاکہ وہ بھی اپنے بھانجا اور بھانجی دیکھ سکے۔ وہ اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتا تھا، جب سے حازق خان ہاسپٹل میں تھا اسے تب سے لاشعوری طور پہ ذائشہ خان کی فکر تھی۔۔

تقریباً پچیس منٹ تک گلالئی کو ہوش آچکا تھا۔۔ بلیڈنگ اور بلڈ پریشر پہ کنٹرول کر لیا گیا تھا، اسکا جتنا بلڈ لاس ہوا تھا وہ ارزم شاہ کے دیئے گئے بلڈ سے مینج کر لیا گیا تھا۔۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کے احان شاہ کی جان میں جان آئی تھی۔۔ وہ اللہ کا جتنا ہو سکتا تھا شکر ادا کر رہا تھا۔ وہ پاک رب اسکی متاعِ جاں کی سانسیں لٹانے کے ساتھ ساتھ اسے دو اولادوں سے نواز چکا تھا۔ کیا اس سے بڑی خوشی احان شاہ نے اپنی زندگی میں کبھی پائی تھی؟ نہیں بالکل نہیں! اسے آج اپنی تمام خوشیاں اس خوشی کے آگے چھوٹی لگی تھیں۔ باپ بننے کا احساس بے حد خوبصورت تھا۔ گلالئی اسکے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھ کے تکلیف سے ذرا مسکراتی اپنی آنکھیں موند گئی۔

جب anaesthesia کا اثر ختم ہو گا! تو آپ کی وائف کے لئے episiotomy پین فل رہے گی!! انہیں یورن کرتے ہوئے پین ہو گی، بیٹھتے وقت پین ہو گی، پیڈ یوز کرتے وقت اور واشروم کے وقت پین سے گزرنا پڑے گا!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کو گل میں مصروف دیکھ کے ڈاکٹر ذرین نے اسے پھر سے پکارتے ہوئے ہدایت دی تھی، انہوں نے episiotomy کے متعلق صرف احان شاہ کو بتایا تھا۔۔

کب تک پین رہے گی؟۔۔۔۔احان شاہ ایک دم سے پریشان ہوا تھا۔

ایک سے دو ویکس تو بہت پین ہو گی! بعد میں نارمل ہو جائے گی، سٹیجز بھی absorbable ہوتے ہیں تو سٹیجز کی اتنی ٹینشن نہیں ہے! آپ کو ان کی پراپر کیئر کرنی ہے اور جب یہ ڈسچارج ہوں گی اس کے ایک ویک کے بعد فالو اپ کے لئے آنا ہے! رائٹ؟۔۔۔۔۔۔۔اسکے پریشان ہونے پہ وہ اسے پروفیشنل انداز میں جواب دیتی اب جونیر ڈاکٹر کو ہدایت دے رہی تھیں کہ گلالئ کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کروا دیا جائے۔احان شاہ اب ہاں میں سر ہلا کے گلالئ کے ہاتھ چوم رہا تھا۔ڈاکٹرز اور نرسز ان دونوں کے پیار پہ رشک کر رہی تھیں،وہ دونوں واقعی ہی ایک دوسرے کے ساتھ کتنے مکمل لگتے تھے۔۔

کہاں ہیں میرے بچے؟؟اور تم لوگوں نے ہاسپٹل آنے سے پہلے ہمیں بتایا کیوں نہیں؟۔۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ ان سب کے ساتھ اسپتال آتے ہی ذرا رعب سے زوریز شاہ اور کاظم شاہ سے مخاطب تھی،یہی ایک سوال تو اس نے گاڑی میں ارزم شاہ سے کر کے اسکی جان عذاب کی ہوئی تھی۔حازق خان اپنی میرو کی آواز سنتے ہوئے دھڑکتے دل سے رخ موڑ کے اس کی طرف دیکھنے لگا،وہ اس وقت لائٹ پرپل شلوار قمیض میں ملبوس گلے میں دوپٹا لئے ہوئے تھی،اسکا دوپٹا گلے میں دیکھ کے حازق خان نے لب بھینچتے ہوئے اسکے پیچھے ہی ذائشہ خان اور ایزل شاہ پہ نگاہیں دوڑائی تھیں جو سیاہ چادر میں اپنے وجود کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی ڈھکے ہوئے تھیں،اسکا مطلب اسے ابھی اپنی بیوی پہ کافی محنت کی ضرورت تھی،وہ زور زبردستی سے کہاں چلتی تھی؟ذائشہ خان اپنے لالہ کو دیکھتے ہی ان کے سینے سے لگی بے تابی سے گلالئ اور اسکے بچوں کے متعلق پوچھنے لگی،وہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے مدھم آواز میں اسے جواب دیتا ساتھ ساتھ میر ال شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔میر ال شاہ اسکی نظریں خود پہ محسوس کر چکی تھی،لیکن ابھی تک نگاہ اس کی طرف نہیں دوڑائی تھی۔۔

تم اس وقت گھوڑے بیچ کے سو رہی تھی! اور مجھے پورا یقین ہے تم بالکل ابھی نیند سے بیدار ہو کے اسپتال آئی ہو! پہلے اپنا سلیپنگ schedule درست کرو! پھر ہمیں کسی چیز کا ذمہ دار ٹھہرانا۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے ناک چڑھا کے مدھم آواز میں جواب دیتا اب اشارے سے ایزل کو اپنے پاس بلا رہی تھا جو چہکتی ہوئی ھارون شاہ اور دریاب شاہ

سے مل رہی تھی۔۔شاہ بی بی کی طبیعت اس وقت خراب تھی اسی لئے انہیں ہاسپٹل لے کے نہیں آئے تھے اور کچھ وہ نہیں چاہتے تھے ہاسپٹل میں ان کی اور گل کی کچھ ان بن ہو جائے۔۔ایزل شاہ اسکے ایک ہی اشارے پہ اسکے نزدیک آچکی تھی پھر ساتھ ہی اس سے کچھ فاصلے پہ موجود حازق خان کے آگے اپنا سر کرتے ہوئے اسے سلام بھی جھڑا تھا، وہ اسکی سلام کا جواب نرمی سے دیتا اسکے سر پہ ہاتھ رکھ گیا۔۔ازمیر شاہ اس وقت ارزم شاہ کی بانہوں میں اسکا پیار بٹور رہا تھا۔۔ابھی ان میں سے کوئی مزید کچھ بولتا جب احان شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ان کی طرف بڑھا تھا، وہ گلالئی کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کروانے کے بعد یہاں آرہا تھا۔اسکا خوشی سے سرخ چہرہ دیکھ کے سب نے دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔وہ سب سے پہلے اپنے باپ سے گلے ملتا ان کی مبارکباد وصول رہا تھا، پھر عادل شاہ، دریاب شاہ سے ملنے کے بعد وہ کاظم شاہ سے ملتا چہکتی ہوئی ایزل شاہ کو اپنے سینے سے لگا کے اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔۔

مبارک ہو تمہیں!!۔۔۔۔۔۔حازق خان خود سے آگے بڑھتا اس سے بغلگیر ہوتے اسے مبارکباد دے رہا تھا۔ابھی کچھ دیر پہلے اسے لیبر روم سے نکلتے دیکھ کے اسکا چہرہ خود بخود سرخ سا ہوا تھا لیکن وہ ہر پل اسکی بہن کا سہارا بنا رہا تھا، حازق خان کے لئے اس سے زیادہ ضروری کچھ نہیں تھا۔۔

تمہارا مبارکباد دینا بنتا بھی ہے! آخر کو تمہیں دو دو بچوں کا ماموں بنایا ہے کوئی عام بات تو نہیں ہے!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسے سیدھا سا جواب دینے کی بجائے زو معنی انداز میں اسکے کان میں جواب دیتے اسکا چہرہ سرخ گیا۔۔احان شاہ کی سرگوشی اسکے علاوہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے بھی سنی تھی۔جبکہ ایزل شاہ، میرال شاہ اور ایزل شاہ اس وقت مرحا شاہ کی تلاش میں تھیں تاکہ اس سے بچوں کے متعلق پوچھ سکیں۔

شٹ اپ!!۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکے کان میں غراتا ہوا اسے خود سے دور کرتا اب اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑی میرال شاہ کو دیکھ رہا تھا جو ویڈیو کال میں اسے ہر اینگل سے دیکھ لیتی تھی لیکن اس وقت اسے براہ راست دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔۔حازق خان کے یوں غصے سے جواب دینے پہ کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔وہ سب اس وقت احان شاہ کی خوشی میں بے حد خوش تھے۔۔احان شاہ اسے چڑانے کی غرض سے جواباً ہولے سے ہنستا اب زوریز شاہ سے مل رہا تھا جو جزباتی ہوتے ہوئے اسکے گرد زور سے اپنے

ہاتھ باندھتا اسکا گال چوم کے اسے مبارکباد دے رہا تھا۔۔ احان شاہ کی سرخ سوجھی آنکھیں اور سرخ ناک دیکھ کے کون نہیں سمجھا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی تکلیف دیکھ کے کافی رو چکا ہے۔

تم وہی انسان ہو جس نے چھ ماہ مجھ سے میری بیوی کو چھپایا تھا، تمہاری معافی تا قیامت تک نہیں بنتی!!۔۔۔۔ احان شاہ اسکے گال چومنے پہ اسے نروٹھے پن سے جواب دے رہا تھا جس پہ زوریز شاہ کھکھلایا تھا۔

اور میں وہ انسان ہوں جو کسی کو اپنے خون کی ایک بوند نہ دے لیکن آپ کی جان کی جان بچانے کے لئے آپ کے خادم نے دو بلڈ بیگ دیئے ہیں! کوئی ہم سے بھی مل لے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اب ازمیر کو کاظم کے حوالے کرتے ہوئے آنکھیں گھماتے ہوئے احان شاہ سے گویا ہوا تھا۔۔ اسکے طرزِ تخاطب (جان کی جان) پہ حازق خان نے دل میں اس پہ لعنت بھیجی تھی جو بنا جگہ دیکھے شروع ہو جاتا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔۔ تم تو شہزادے ہو اپنے!!۔۔۔۔۔ احان شاہ زور سے ارزم شاہ کو اپنے گلے سے لگاتا اسے جواب دے رہا تھا۔۔ ذائشہ اور میرال شاہ نے بھی خوشدلی سے احان شاہ کو مبارکباد دی تھی، ان سب سے مبارکباد وصولنے کے بعد احان شاہ لیڈز وارڈ میں نرسری کی طرف بڑھتا اپنے بچوں کو اپنی بانہوں میں بڑھ رہا تھا۔ یہاں جانے کی اجازت صرف بچوں کے باپ کو تھی۔ اپنے بچوں کو ایک نظر پیار سے دیکھنے کے بعد وہ پھر سے کاریڈور کی طرف بڑھا تھا۔ سب نے احان شاہ کو یہاں آتے دیکھ کے اسکے ارد گرد گول دائرہ بناتے اس سے بچے مانگنے شروع کئے تھے جس پہ وہ آنکھیں پھیلاتا ہوا انہیں دیکھ کے رہ گیا۔۔ اس ٹولے میں کاظم شاہ، دریاب شاہ، عادل شاہ، ھارون شاہ اور حازق خان کے علاوہ سب تھے۔۔ وہ سب مسکرا کے ان کا بچوں والا انداز دیکھ رہے تھے۔ سب باری باری بچے پکڑ کے ان کا گال چوم رہے تھے۔۔

لالہ یہ تو بالکل آپ پہ ہے! اسے بولیں نا اپنی آنکھیں کھولے!!۔۔۔ اس وقت میجر شاہ اپنی بانہوں میں موجود اپنے بھتیجے کو دیکھتا بچوں سے انداز میں احان شاہ سے مخاطب تھا۔۔ زوریز شاہ جب سے چاچو بنا تھا اسکی خوشی کی انتہاء نہیں تھی۔

ہاہاہا میرا بچہ میری بانہوں میں اپنی آنکھیں کھولے گا!! دور ہٹ جائیں سب!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اعلانیہ انداز میں اترا کے بولتا ہوا زوریز شاہ کی بانہوں سے اپنا بھتیجا تھام گیا۔۔ زوریز شاہ اپنا سا منہ لے رہ گیا۔۔ ارزم شاہ ہمیشہ ایسے ہی

کرتا تھا ازمیر کی دفعہ بھی اس نے زیادہ حق جتایا تھا اور ابھی احان شاہ کے بچوں کی دفعہ بھی اسکے یہی ارادے لگ رہے تھے۔۔ان سب کے شور پہ احان شاہ کے بیٹے نے ارزم شاہ کی بانہوں میں آنکھیں کھولیں تھیں تو بیٹی نے اپنی چھوٹی سی پھوپھو ایزل شاہ کی بانہوں میں۔۔

ہائے اللہ یہ کتنی پیاری ہے لالہ!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ اسکی کرسٹل گرین آنکھیں دیکھتی چہکتے ہوئے احان شاہ سے مخاطب تھی۔اسکی بیٹی کی ہری آنکھیں اس کے باپ پہ تھی۔۔بیٹا اس کی ڈٹو کاپی تھا تو بیٹی کی آنکھیں اس پہ گئی تھی، اب وہ بیٹے کی طرف دیکھنے سے پہلے دل میں دعا مانگ رہا تھا اسکی آنکھیں اسکی بیوی جائیں تاکہ مایوس نہ ہو۔۔

واٹ!! یہ کیا ہے! ایسا نہیں ہو سکتا!!! بالکل نہیں ہو سکتا!! ۔۔۔ارزم شاہ کے ایک دم بلند آواز میں یوں بولنے پہ سب نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ ابھی تک بچے کا چہرہ اپنی طرف کئے ہوئے تھا کیونکہ اس کا مؤقف تھا سب سے پہلے وہ اپنے بھتیجے کی آنکھیں دیکھے گا۔۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔۔۔سب پریشانی سے یک زبانی سے استفسار کرنے لگے۔۔

آپ کے بیٹے نے ہمیں دھوکا دیا ہے لالہ!!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے بیٹے کا رخ اسکی طرف کرتا دانت پیس کے گویا ہوا تھا۔اسکی ڈیپ سمندری نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے سب ایک منٹ کے لئے حیران ہوئے تھے۔۔اسکی آنکھیں سیم ٹو سیم حازق خان پہ تھیں، آنکھوں کے لینز اور یہاں تک کے بناوٹ بھی حازق خان جیسی تھی۔حازق خان ایک دم سے کھکھلاتا ہوا ارزم شاہ کی بانہوں سے اپنا بھانجا پکڑ کے چومنے لگا۔۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا!!یہ ابھی آنکھوں کا کلر چینج کرے گا!! مرحا ایسا ہو سکتا ہے نا؟ یہ ابھی اپنی آئیز کا کلر چینج کرے گا؟؟۔۔۔۔احان شاہ صدمے کی کیفیت میں مرحا شاہ سے تیزی سے بچوں والا سوال کرنے لگا۔۔اسکے لخت جگر کی آنکھیں اسکے سب سے بڑے دشمن اسکے سالے پہ جا چکی تھیں، احان شاہ کو کہا منظور تھا؟ احان شاہ کے بچوں سے سوال پہ سب کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

معجزہ ہی ہو سکتا ہے لالہ!!۔۔۔۔مرحا شاہ جتنا سیریس رہ کے جواب دینا چاہتی تھی وہ ناکام ہوتی قہقہ لگا کے ہنس دی۔۔اسکی پوری فیملی اسے ڈاکٹر سمجھ کے کبھی کبھار یونہی عجیب و غریب سے سوال کیا کرتی تھی جس پہ وہ ہنسنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکتی۔۔

آپ کے بیٹے کا مجھ سے کٹ گیا ہے!! آج سے صرف آپ کی بیٹی میری لاڈلی رہے گی! ۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ گہری سانس بھر کے افسوس سے بولتا اب ایزل کے بازوؤں سے اپنی پیاری سی بھتیجی اٹھا رہا تھا جس کے تمام نقش گلالئی پہ تھے لیکن آنکھیں باپ پہ تھیں جبکہ بیٹے کے تمام نقش احان پہ تھے تو آنکھیں غلطی سے اپنے ماموں پہ جا چکی تھیں۔ اسکی آنکھوں کا رنگ وہ ایزل شاہ سے بھی نہیں ملا سکتے تھے کیونکہ ایزل کی اور حازق خان کی آنکھوں میں بے حد فرق تھا۔ارزم شاہ کے جملے کو سنتے ہی کاظم شاہ کی بانہوں میں موجود ازمیر شاہ نے رونا شروع کیا تھا۔۔

ہاں ہاں ازمیر بھی میرا لاڈلا ہے! میرے میر کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا!!۔۔۔وہ اسکے رونے پہ بھوکھلاتا ہوا اسکا گال چومتے ہوئے اب اسے بھی پریس کر رہا تھا۔کاظم شاہ نے اپنے نوٹکی بیٹے اور اسکے نوٹکی چاچو کی باتوں پہ تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھا۔وہ اللہ جانے اتنی سی عمر میں اسکے بیٹے کو کیا کیا سیکھاتا رہتا تھا۔

ماموں کی جان!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے جب سے اپنے بھانجے کی اپنی طرح کی آنکھیں دیکھی تھیں وہ انہیں مسلسل چومتا اسے پیار سے یونہی پکارتے احان شاہ کو جلتے توے پہ بیٹھا رہا تھا۔حازق خان کو خوش دیکھ کے میرال شاہ کے لب اپنے آپ مسکرا رہے تھے۔احان شاہ کو ابھی تک اپنے بیٹے کی طرف صدمے سے دیکھتا پا کے کاظم شاہ اور زوریز شاہ وقفے وقفے سے ہنس رہے تھے۔۔سب بڑے اپنے بچوں کو خوش دیکھ کے بے حد خوش تھے۔۔کچھ ہی دیر میں میجر شاہ اور میجر خان نے دونوں بچوں کے کانوں میں وقفے وقفے سے اذان دی تھی۔۔آذان دینے کے بعد دونوں بچوں کی تحنیک کروائی گئی تھی۔۔سب نے احان شاہ کو اپنے بیٹے کو گھٹی دینے کا بولا تھا لیکن وہ سنجیدگی سے انکار کر گیا،وہ نہیں چاہتا اسکی ایک بھی عادت اسکے بچوں پہ جائے۔۔اس نے اپنا بیٹا کاظم شاہ کی گود میں پکڑاتے اسے گھٹی دینے کا بولا تھا۔کاظم شاہ اس چھوٹے سے خوبصورت بچے کا ماتھا چومتے اسے شہد سے گھٹی دے رہا تھا جبکہ احان شاہ کی بیٹی کو گھٹی زہرہ مام نے دی تھی۔ابھی وہ سب اسی سب میں مصروف تھے،بچوں کے ایک ایک پل کو کیمرے میں ریکارڈ کر رہے تھے جب انہیں ڈاکٹر ذرین اپنی طرف آتی دیکھائی دی تھیں،ڈاکٹر زرین کو یہاں آتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی تھی وہ اپنی فیملی کو اس قدر خوش دیکھ کے انہیں بچوں کو فیڈ کروانے کی ہدایت دینا تو بھول ہی چکی تھی۔۔

لالہ اپنے بیٹے کی آنکھوں کا کچھ کریں پلیز! دیکھیں مجھے آپ کا بیٹا بہت پیارا ہے لیکن یہ آنکھیں۔۔۔لالہ میں کیسے برداشت کروں گا ان آنکھوں کو چوبیس گھنٹے اپنی ہویلی میں؟؟۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا انداز ڈرمائٹک تھا،وہ اس وقت احان شاہ سے مخاطب تھا۔۔اسے واقعی ہی اس بات کا بے حد افسوس تھا۔۔ابھی حازق خان اسے ہنستے ہوئے مزید جلاتا جب ڈاکٹر ذرین ان کے بالکل قریب پہنچ چکی تھیں۔۔

آپ ابھی تک یہی پہ کھڑے ہیں؟بچوں کو فرسٹ مدر فیڈ کی ضرورت ہے!! آپ پلیز انہیں جلدی سے پرائیویٹ روم میں اپنی وائف کے پاس لے کے جائیں!!۔۔۔ڈاکٹر زرین پروفیشنل انداز میں چونکتے ہوئے احان شاہ سے مخاطب تھی جو ابھی تک اپنے بچوں کے ساتھ یہی پہ تھا۔۔احان شاہ ڈاکٹر کی بات پہ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتا اپنے دونوں بچے حازق اور ارزم شاہ سے پکڑتے ہوئے پرائیویٹ روم کی طرف بڑھا تھا،ان سب کو اب تصاویر ایک دوسرے کو دیکھانے میں مصروف دیکھ کے حازق خان نے نامحسوس انداز میں میرال شاہ کی کلائی پکڑتے ہوئے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔باقی سب اس وقت احان شاہ کی فیملی کا صدقہ دینے کے متعلق بکرے وغیرہ ڈسکس کر رہے تھے۔کچھ مٹھیاں ایک دوسرے کو کھلا رہے تھے تو کچھ باہر بچوں میں پیسے بانٹنے کا چکے تھے۔۔میرال شاہ نے چونکتے ہوئے حازق خان کی طرف دیکھا تھا۔حازق خان اسکی حیرانگی نظر انداز کرتا اسکے گلے سے دوپٹا نکال کے طریقے سے اسکے سر پہ اوڑھاتا اسے فرنٹ سے اچھی طرح سے ڈھک چکا تھا۔۔

تمہارے سر پہ دوپٹا بہت پیارا لگتا ہے میرو!!۔۔۔۔۔اسے ہمیشہ کی طرح دوپٹا اوڑھانے کے بعد حازق خان نے نرمی سے ایک یہی جملہ اسکے کان میں بولا تھا۔وہ دونوں نکاح کے بعد آج مل رہے تھے،اس دن کے بعد سے حازق خان بے حد مصروف رہا تھا،کال پہ بات ہو جاتی تھی لیکن ہویلی میں یا مینشن میں یا باہر کوئی ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔۔

میرال شاہ اسے آنکھیں دیکھاتی سب کا خیال کرتے ہوئے اس سے اپنی کلائی چھڑوا گئی،اسے جھجک سی محسوس ہوئی تھی کوئی ان کی طرف دیکھ نہ لے۔۔وہ اسکے آنکھیں دیکھانے پہ مسکرا کے اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا اسے دیکھنے لگا۔۔دیکھنے میں تو کوئی پابندی نہیں تھا نا؟ملاقات تو وہ اس سے بعد میں بھی کر سکتا تھا۔۔

کیسی ہو گلِ جاناں ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ پرائیویٹ روم میں داخل ہوتے ہی احان شاہ نرمی سے مسکرا کے گلالئ کو مخاطب کرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔ وہ جو پہلے ہی بے تابی سے اپنے بچوں کا انتظار کر رہی تھی۔۔

میرے بچے یہاں لے کے آئیں !!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بے تابی سے مدھم آواز میں احان شاہ کو جواب دے رہی تھی۔ وہ اسکی بے تابی پہ مسکراتا ہوا اسکے نزدیک آتے اسکے سینے پہ اسکے دونوں بچوں کو باری باری رکھ رہا تھا۔ گلالئ ان کی کھلی آنکھیں دیکھ کے مسکرائی تھی۔۔ اس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کے ماتھے پہ لب رکھے تھے پھر بیٹی کو چوما تھا۔ اس نے ہر پل خدا سے بیٹے کی خواہش کی تھی اور اللہ اسکی سن کے اسے اپنی نعمت سے نواز چکا تھا۔ وہ ایک نظر میں اپنے بیٹے کے نقوش محسوس کر چکی تھی۔ احان شاہ جیسے خوبصورت نقوش، کھڑی مغرور ناک، کشادہ ماتھا، چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹ، پھولے گلابی گال۔۔ وہ چھوٹا سا بچہ جیسے کوئی پھول تھا۔۔

میری دعائیں قبول نہیں ہوئی !! اللہ نے مجھے بیٹی جیسی رحمت سے نواز دیا ہے میں دعا کرتی ہوں اسکا نصیب مجھ پہ نہ جائے !!۔۔۔۔۔ وہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے احان شاہ کی طرف دیکھتی بھیگی آواز میں گویا ہوئی تھی۔ اس کی بات پہ احان شاہ کا چہرہ ایک دم اداس ہوا تھا۔

کیا آپ نے تہجد میں میری کہی گئی دعا نہیں مانگی تھی ؟۔۔۔۔۔ گلالئ شکوے سے بولی۔

مانگی تھی ! میں نے اللہ سے یہ دعا مانگی تھی کہ یا اللہ جس دن تو مجھے معاف کر دے گا مجھے بیٹی جیسی رحمت سے نواز دینا ! شاید میرا اللہ مجھ جیسے گناہگار انسان کی دعا قبول فرما کے مجھے معاف کر چکا ہے ! ! تم پریشان کیوں ہوتی ہو ؟ ان کے ساتھ بہت سی دعائیں جڑی ہیں ! ان شاء اللہ میرے گناہوں کی سزا ان دونوں کا مقدر کبھی نہیں بنے گی ! میں بہت دعا کروں گا گل اللہ ان کے لئے ہر پل آسانیاں فرمائے !!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے جواب دیتا اسکے بال اسکے کان کے پیچھے کر رہا تھا۔ گلالئ اس کے جواب پہ حیران سی اسکی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ نم آنکھوں سے پھر سے اپنے بچوں کی طرف دیکھنے لگی۔۔

میری بیٹی کی آنکھیں آپ پہ ہیں !۔۔۔۔۔ وہ اللہ جانے اسے آگاہ کر رہی تھی یا بات کا رخ موڑ رہی تھی۔

نہیں اپنے چاچو پہ ہوں گی !! میرے بچے مجھ پہ نہیں ہو سکتے !! اسکی آنکھیں زوریز پہ ہیں اور تمہارے بیٹے کی آنکھیں تمہارے لالہ پہ !! اور دیکھو میری ڈول سیم تمہارے جیسی ہے ! ۔۔۔۔۔۔ احان شاہ زخمی سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا

کے اسے جواب دیتے اپنے بیٹے کے نقوش کے علاوہ ہر چیز پہ بات کر رہا تھا۔ کوئی بچہ بھی اسکے بیٹے کے نقوش دیکھ کے کہہ سکتا تھا کہ وہ آنکھوں کے علاوہ احان شاہ کی ڈٹو کاپی ہے۔۔ گلالئ اسکے اس زخمی سے جواب پہ اسکی طرف دیکھ کے رہ گئی۔ اسکی بیٹی کے پٹھانی نقوش واقعی ہی گل پہ گئے تھے، دودھیا سفید چمکتی رنگت، پھولے گلابی گال، چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ۔۔ وہ بلاشبہ بے حد خوبصورت تھی۔

انہیں گھٹی دے لی؟؟۔۔۔۔ گلالئ پھر سے بات کا رخ موڑ گئی۔ اسکے جواب کے بعد اسکی بات کا جواب دینے کی ہمت ہی نہیں تھی جیسے۔۔

ہمم!! ۔۔۔۔۔ احان شاہ نے ہنکارا بھرتے ان تینوں کو نرمی سے مسکرا کے دیکھا تھا۔۔

کس نے دی؟؟۔۔۔ گلالئ اپنی نگاہیں بچوں سے ہٹا کے احان شاہ کی طرف دیکھ کے استفسار کرنے لگی۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ یوں مت دیکھو! میں نے نہیں دی! تمہارے بیٹے کو اس کے تایا نے اور بیٹی کو اسکی دادو نے دی ہے۔۔۔۔۔ احان شاہ ہولے سے ہنس کے اسے جواب دے رہا تھا زا اسکی ہنسی میں ایک زخمی سا تاثر گلالئ کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ وہ شاید اسکی چھوٹی چھوٹی باتیں دل پہ لیتا تھا۔۔

دادو؟؟۔۔۔۔۔۔۔ گلالئ ناسمجھی سے بولی تھی، تایا سے تو وہ سمجھ چکی تھی وہ کاظم شاہ کی بات کر رہا ہے لیکن دادو سے اسے پہلا خیال اللہ جانے کیوں شاہ بی بی کا آیا تھا، جس پہ اسکا دل دہل کے رہ گیا۔

زہرہ مام اور کون!! اور اب باتوں میں وقت ضائع مت کرو! ڈاکٹر نے بولا ہے دونوں بچوں کو بنا وقت ضائع کئے مدر فیڈ کروائیں! ان کے لئے تمہارا فرسٹ فیڈ لینا بہت ضروری ہے اس سے بچوں کی immunity سٹرانگ ہو گی۔ مدر کے فرسٹ milk میں ایک immunity factor ہوتا جو بچوں کے لئے بے حد ضروری ہے!!۔۔۔ احان شاہ اسے جواب دیتا ساتھ ہی ڈاکٹر کی باتیں اس کے گوش و گزار کرنے لگا جنہیں سنتے ہوئے گلالئ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

و۔۔ و۔ وہ۔۔ م۔ میں۔۔ ک۔ کیسے؟۔۔۔۔۔۔ گلالئ زوروں سے دھڑکتے دل سے صرف اتنا ہی بول پائی۔ وہ چاہے لیبر روم میں اس کے ساتھ تھا لیکن اس وقت گل کو اپنی ہوش کہاں تھی، اب تو وہ اپنے ہوش و حواس میں تھی اسی لئے فطری شرم و حیا آرے آ رہی تھی۔۔

کم آن گل! ٹرائے کرو! سب تم سے ملنے کا انتظار کر رہے ہیں! وہ سب تب تک اندر نہیں آئیں گے جب تک کہ تم بچوں کو فیڈ نہ کروالو!!۔۔۔۔۔اسکا شرم سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ اسکا گال نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔

م۔مجھے۔۔طری۔۔طریقہ۔۔نہیں۔۔ہے!!۔۔م۔میں۔۔کیسے!!۔۔۔آپ۔۔کیسی۔۔باتیں۔۔کر۔ر۔رہے۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔وہ اسکی گھمبیر آواز پہ سٹپٹاتی ہوئی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولنے لگی۔۔

کم آن!! آوٹ آف سلیبس باتیں تو نہیں کر رہا گل!!۔۔۔۔احان شاہ ناچاہ کے بھی اسے مدھم آواز میں چھیڑنے لگا۔وہ اسکا یہ انداز کافی دیر بعد دیکھتی چونکی تھی،ورنہ وہ کہاں اب اسے ایسے زو معنی انداز میں چھیڑتا تھا۔۔

میں مام کو روم میں بھیجتا ہوں! ریلکس!! پریشان مت ہو!۔۔۔گلالئی کا روہانسا ہوتا چہرہ دیکھ کے وہ اسکا گال تھپتھپاتا اسے مزید چھیڑنے کی بجائے نرمی سے بولتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔مام کا سن کے وہ دل میں شکر ادا کرتی اب اسے روم سے نکلتے ہوئے دیکھ رہی تھی ورنہ اسکے سامنے فیڈ کروانے کا سوچ کے اسکی جان آدھی ہو رہی تھی۔

ابھی اس نے سانس بحال بھی نہیں کیا تھا جب اسے احان شاہ پھر سے اپنی طرف آتا دیکھائی دیا تھا۔

ک۔کیا۔۔ہ۔۔ہوا؟؟۔۔۔۔۔وہ بے ساختہ پوچھنے لگی۔احان شاہ اسکے سینے سے ان دونوں بچوں کو اٹھا کے سائیڈ پہ لٹاتا گلالئی کو احتیاط سے سہارا دے کے تھوڑا سا بیٹھا رہا تھا،وہ اب نیم دراز تھی۔۔گلالئی کراہی تھی۔احان شاہ نے اس کے نیچے کشن ایڈجسٹ کیا تھا۔۔

جب بھی موو کرنا ہو مجھے بتا دینا! تمہارے کٹس تمہیں کچھ دنوں کے لئے پین دیں گے! احتیاط ضروری ہے!!۔۔۔۔اسے کراہ کے اپنی شرٹ زور سے پکڑتے دیکھ کے احان شاہ اسکا ماتھا چوم کے گویا ہوتا اسکی ہلکی نم آنکھوں کو اپنی پوروں سے صاف کرتا خود سے نرمی سے الگ کرتے پھر سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

anesthesia کا اثر ختم ہو چکا تھا اسی لئے گلالئی کو پین محسوس ہو رہی تھی۔۔

احان شاہ کے جانے کے کچھ ہی منٹ بعد زہرہ مام اس کے پاس موجود اسکا ماتھا چومتی اسے ڈھیروں دعاؤں سے نواز رہی تھیں۔۔اسے ریلکس کرتے ہوئے وہ اسے شرٹ اوپر کرنے کا کہتی اسکے بازوؤں میں اسکا بیٹا پکڑا رہی تھیں تاکہ وہ اسے فیڈ کروا سکے۔۔اسکا بیٹا اسکی بیٹی سے پانچ منٹ بڑا تھا۔گلالئی ابھی بھی پریشان سی ان کی طرف دیکھ رہی تھی،

اسے یہ سب کرتے ہوئے بے حد شرم محسوس ہو رہی تھی۔۔ زہرہ مام اسکے چہرے کی معصومیت دیکھتی اسکا ماتھا چومنے لگیں، انہوں نے ایزل کا بھی پہلے دنوں یہی روپ دیکھا تھا جب اس نے ازمیر کو جنم دیا تھا۔۔

بیٹا پہلے پہل ایسا ہی ہوتا ہے! بالکل ریلکس ہو جاؤ! کمرے میں کوئی بھی نہیں ہے! ریلکس ہو کے فیڈ کرواؤ!!۔۔۔۔۔

زہرہ مام اسے طریقہ بتاتی اسکے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیر رہی تھیں۔۔ گلالئ کو اس وقت وہ اپنی ماں محسوس ہو رہی تھیں۔۔ اس وقت اسے زرتاج اماں کی کمی بھی محسوس ہو رہی تھی جس کے متعلق وہ احان شاہ سے کچھ دیر بعد بات کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ ان کے بتائے گئے طریقے سے کچھ دیر اپنے بیٹے کو فیڈ کروانے کے بعد اب اپنی بیٹی کو فیڈ کرواتی اسکی آنکھیں بے حد پیار سے چوم رہی تھی جو اسکے باپ پہ تھیں۔۔ اس سب سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنی شرٹ ٹھیک کرتی خود پہ چادر ٹھیک کر گئی۔۔

بس اتنی سی بات تھی اور تم اتنی پریشان ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔ زہرہ مام مسکراتے ہوئے اسے چل کرنے لگی۔۔

اتنی سی بات کب تھی! یہ دیکھیں مجھے پسینے آ گئے!!۔۔ گلالئ معصومیت سے بولتی انہیں اپنا ماتھا دیکھا رہی تھی جو پسینے سے بھیگ چکا تھا۔۔ وہ ہنستے ہوئے اسکا ماتھا ٹشو سے صاف کرتی اب باہر کی طرف بڑھتی سب کو اندر بلا رہی تھیں۔

سب تو جیسے ان کے اشارے کے منتظر تھے، کچھ ہی دیر میں گلالئ کا پرائیویٹ روم ایک چڑیا گھر میں تبدیل ہو چکا تھا۔۔ سب سے پہلے حازق خان نے آگے بڑھتے ہوئے اپنی بہن کو سینے سے لگاتے اسکے ماتھے پہ بے حد پیار سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔ وہ اپنے لالہ کا سہارا پاتے ہی بے آواز آنسو بہانے لگی۔

"ڈیر ڈیر مبارک شہ ضامہ خور"!!(بہت بہت مبارک ہو میری گڑیا!!)۔۔ حازق خان اسکے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا اسے مبارک دیتا اس کے اور دونوں بچوں کے سر سے ڈھیروں نوٹ وار رہا تھا۔

"ڈیر مہربانی لالا"(بہت شکریہ لالہ)۔۔۔۔۔ وہ اپنے لالہ کا شکریہ ادا کرتی اب اپنی ذائشہ دیدہ سے مل رہی تھی۔

"ڈیر مبارک شہ"(بہت مبارک ہو)۔۔۔۔۔۔ ذائشہ اسے گلے سے لگاتی پشتو میں بولتے ہوئے ارزم شاہ کو حیران کر رہی تھی، اسے اچھی طرح سے یاد تھا اسے بالکل ٹوٹی پھوٹی سی پشتو آتی تھی جو وہ یوٹیوب سے سیکھتی رہتی تھی لیکن اب تو وہ کافی تیزی سے بنا جھجکے بول رہی تھی۔ ارزم شاہ کا بے ساختہ اسکے لب چومنے کو دل کیا تھا۔

"ڈیر مہربانی دیدہ" (بہت شکریہ دیدہ)۔۔۔۔وہ مسکرا کے ذائشہ کا ہاتھ چوم رہی تھی جس کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی آنسو بہا رہی تھیں، وہ شاید اسکی تکلیف کا اندازہ لگا کے رو رہی تھی۔۔

"گل داسونہ خیستہ دہ داستہ پہ شانت" (گل یہ کتنی خوبصورت ہے بالکل تمہاری طرح)۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان بے آواز روتے ہوئے اب اسکی توجہ اسکی بیٹی کی طرف دلا رہی تھی جس پہ گلالئ بے ساختہ مسکرائی تھی، ابھی وہ کوئی جواب دیتی جب حازق خان نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"دادے ستر گے سونہ خیستہ دی" (اور اسکی آنکھیں دیکھو کتنی پیاری ہیں!)۔۔حازق خان مسکرا کے بے حد خوشی سے بولتا اب اسکا بیٹا پکڑا اسے اسکی آنکھیں دیکھا رہا تھا۔ان تینوں کی پشتو باقی سب کے اوپر سے گزر رہی تھی لیکن حازق خان کے یوں آنکھیں دیکھانے پہ سب سمجھ چکے تھے وہ یقیناً ابھی تک اسکی اپنی جیسی آنکھوں پہ اترا رہا ہے۔۔

"جی لالا بلکل ستہ پہ شانت" (جی لالہ بالکل آپ کی طرح)۔۔۔۔۔گلالئ اپنے بیٹے کی آنکھیں چوم کے خوشی سے اپنے لالہ کو جواب دے رہی تھی۔۔باقی سب ان تینوں کا منہ دیکھتے ان کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

اوماڑا!! ام (ہم) سب سے بھی سیدھے منہ بات کر لو نا یار ا!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ ان تینوں کو دیکھ کے انہی کا طرح کا پٹھانی ایسنٹ اپنا کے بولتی سب کو ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔

ان کا پشتو کا ام (ہم) سے پردہ ہے ماڑا!! اللہ جانے!! ام (ہم) کو پشتو میں گالیاں نہ نکال رہے ہوں ماڑا!!۔۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ نے حازق خان کو گھور کے دیکھتے میر ال شاہ کا ساتھ دیا تھا جس پہ ایک دفعہ پھر سے سب کا قہقہ گونجا تھا۔

ذائشہ خان نے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔حازق خان نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔وہ اسکے اور احان شاہ کے تپنے کی وجہ جانتا تھا۔۔ایک کو بیٹے کی آنکھیں دیکھ کے گہرا صدمہ پہنچا ہوا تھا تو چاچو کا بس نہیں تھا اپنے بھتیجے میں کسی طریقے اپنی آنکھیں فٹ کر دے۔۔انہیں بے تاب دیکھ کے ذائشہ خان اور حازق خان مسکرا کے پیچھے ہٹ چکے تھے، اب باقی سب بڑے اور چھوٹے گلالئ کو مبارک دیتے اسے اپنائیت کا احساس دلاتے اسکے اور بچوں کے سر سے پیسے وار رہے تھے۔

بچوں کے نام کیا رکھیں گے؟؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے چہکتے ہوئے ان سب کا دھیان بچوں کے ناموں کی طرف دلوایا تھا، کاظم شاہ اپنی بیوی کو اتنا خوش دیکھ کے بار بار مسکرا رہا تھا۔اسے تو لگ رہا تھا وہ ازمیر کا وقت یاد کرتی روئے گی اس

سے شکوے کرے گی لیکن نہیں وہ شاید پرانی باتیں یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ خوشی کے یہ پل انجوائے کرنا چاہتی تھی

۔

کیا نام سوچیں ہیں تم دونوں نے بچوں کے ؟؟۔۔۔کاظم شاہ اب ہلکے پھلکے انداز میں گلالئ اور احان شاہ سے مخاطب تھا۔گلالئ کے پاس کچھ فاصلے سے کھڑے احان شاہ نے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

"سید یاور شاہ"۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ نے اپنے بیٹے کو اپنی بانہوں میں بھرتے سب کو اسکا نام بتاتے اسکے ماتھے پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

"سید یاور احان شاہ" پرفیکٹ بھابھی!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ مسکرا کے بولتا اسکا نام مکمل کر رہا تھا۔۔گلالئ مسکرائی تھی۔

"یاور" کے معنی" مدد کرنے والا" کے ہیں!! میں چاہتی ہوں میرا بیٹے اپنے نام کے مطابق سب کی مدد کرنے والا ہو! سب کا ہمدرد سب کا ساتھی ہو۔۔۔گلالئ نے مدھم آواز میں انہیں اس نام کے پیچھے خوبصورت سی تفصیل دی تھی جس پہ سب مسکرائے تھے۔۔

اور بیٹی کا؟؟۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ نے تجسس سے سوال کیا تھا۔۔

بیٹی کا میں نے سوچا ہی نہیں تھا!!۔۔۔۔۔گلالئ مدھم آواز میں بولتی اب اپنی رحمت کی طرف دیکھ رہی تھی۔احان شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے باپ دادا اور چاچو کی طرف دیکھا تھا تاکہ وہ کوئی نام بتا سکیں۔۔

تم نے کیا سوچا ہے ؟میں چاہتا ہوں اپنی بیٹی کا نام تم خود رکھو!!۔۔۔ھارون شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے بولے تھے،وہ محسوس کر چکے تھے وہ اپنے بچوں پہ اتنا حق نہیں جتا رہا جتنا اسے جتانا چاہیئے۔اپنے باپ کے مدعے پہ احان شاہ نے آئیبرو اٹھا کے گلالئ کی طرف دیکھا تھا جو کندھے آچکا کے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔وہ اسکے منہ سے نکلنے والے نام کو سننے کے لئے بے تاب تھی۔۔

"یسریٰ شاہ"۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے ایک خوبصورت سا نام ان سب کے گوش و گزار کیا تھا۔۔

"یسریٰ احان شاہ" واٹ آ بیوٹفل نیم!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے پھر سے اسکا نام مکمل کرتے ساتھ ہی احان شاہ کو داد بھی تھی۔۔سب مسکرائے تھے۔۔سب کو ان دونوں کے نام بہت پسند آئے تھے۔۔

اس نام کے پیچھے کی سٹوری آپ بھی سنادیں؟۔۔۔۔مرحاشاہ مسکرا کے اب احان شاہ اس نام کے پیچھے کی کوئی کہانی سننا چاہ رہی تھی۔۔

یسریٰ کے معنی آسانی کے ہیں! میں چاہتا ہوں میری بیٹی اپنی اور اپنے ارد گرد کے تمام لوگوں کی زندگیوں میں آسانی اور خوشحالی کا باعث بنے۔۔۔احان شاہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے پیار سے بول رہا تھا۔۔

یاور اینڈ یسری!! واٹ آ نائس کامبو؟۔۔۔۔۔میرال شاہ ایک دفعہ پھر سے مسکراتی ان دونوں کے خوبصورت ناموں پہ اپنی خوشی ظاہر کر رہی تھی۔۔

ذائشہ ارزم شاہ!! واٹ آ پرفیکٹ میچ!!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی بیوی کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے گھمبیر آواز میں بولتا جان بوجھ کے کمینی سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے حازق خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ارزم شاہ کے اس اچانک تبصرے پہ سب مدھم آواز میں ہنسے تھے۔ذائشہ خان سرخ ہوئی تھی۔۔حازق خان نے گھور کے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

میرال حازق خانزادہ!! مچ پرفیکٹ!!۔۔۔میرال شاہ یہ الفاظ اپنے دل میں سوچتی ایک نظر دور کھڑے حازق خان کو دیکھ کے مسکرائی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔۔قسط 115 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

میرال شاہ ابھی پرائیویٹ روم سے نکلی ہی تھی جب اس کا سر ہمیشہ کی طرح حاذق خانزادہ سے ٹکرایا تھا،وہ شاید پرائیویٹ روم میں داخل ہو رہا تھا اور وہ باہر نکل رہی تھی،دونوں ہی بے دھیانی میں ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔

تمہاری یہ ٹکریں مارنے والی عادت ساری زندگی نہیں جائے گا؟! کیا میرے علاوہ باقی سب لڑکیوں کو بھی دیکھ کے یونہی ان سے ٹکراتے رہتے ہو؟۔۔۔۔میرال شاہ اپنے پیچھے سے دروازہ بند کرتی دانت پیستے ہوئے حاذق خان سے گویا ہوئی تھی۔وہ پہلے ہی اس پہ کافی تپی ہوئی تھی۔۔

تم ہر بار کی طرح اس دفعہ بھی یہ الزام میرے سر نہیں لگا سکتی میرو میڈیم! میں جانتا ہوں ہینڈسم شوہر دیکھ کے ہر بیوی کا اس سے ٹکرا کے اسے اپنی ناز کی محسوس کروانے کا دل کرتا ہے! ایون صرف بیویوں کا نہیں اور بھی بہت سی لڑکیاں ہینڈسم بندوں کو دیکھ کے پاگل ہو جاتی ہیں! جس طرح سے تمہارے ہینڈسم میجر کو دیکھ کے صبح سے کوئی سو ڈاکٹرز اور نرسز مجھ سے ٹکرا چکی ہے!! اب تو عادت سی لگتی ہے!!۔۔حاذق خان نے کندھے اچکا کے سنجیدگی سے بولتے ہوئے میر ال شاہ کو چھیڑا تھا۔۔اسکا مدعا سنتے ہی ہمیشہ کی طرح میر ال شاہ کا پارہ ہائی ہوا تھا۔وہ اسکے خوبصورت چہرے کو سرخ ہوتے دیکھ کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے لگا،وہ ابھی تک اسکے دیئے گئے دوپٹے میں تھی،اس نے اپنے دوپٹے کو سر سے ٹس سے مس نہیں کیا تھا۔۔

آاا!! اب تو عادت سی ہے؟؟تو میرے کمینے میجر نے صبح سے کتنی ڈاکٹرز اور نرسز کو اپنے لپس چیک کروائے ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔وہ دبی دبی آواز میں غصے سے غراتی ہوئی اسکے سرخ ہونٹوں کو زور سے اپنے انگوٹھے اور انگلیوں کی مدد سے مسل گئی۔اسکی یہاں کھلے عام اس حرکت پہ حاذق خانزادہ نے سرخ چہرہ لئے جلدی سے یہاں وہاں اپنی نگاہیں دوڑائی تھیں،صد شکر تھا لوگ ان کی طرف متوجہ نہیں تھے،اس وقت سب ہی پریشانی سے آپس میں باتیں کرتے ایک دوسرے کو تسلیاں دے رہی تھے تو کوئی دعائیں مانگ رہا تھا جبکہ باقی ساری شاہ فیملی ابھی تک اندر پرائیویٹ روم میں تھی،وقفے وقفے سے اندر سے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں،انہوں نے اندر اچھی خاصی رونق لگائی تھی،حاذق خان تو باہر کوئی ضروری کال سننے کے لئے آیا تھا۔حاذق خان نے ابھی تک اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے پیچھے نہیں کیا تھا،وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے اچھی طرح مسل کے اپنا غصہ اتارتی اپنا ہاتھ ہٹا گئی۔۔

تم اس روز جیسا کچھ کرو گی تو لپس چیک کرواؤ گا نا؟ابھی تو جسے لپس چیک کروانے جاؤں گا وہ مجھ جیسے ہینڈسم انسان کو سنگل سمجھ کے۔۔۔۔۔ابھی حاذق خان اسے پھر سے سنجیدگی سے چھیڑتا جب اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی میر ال شاہ نے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے زور سے اسکے پیٹ میں جھڑا تھا،اس نے اپنا ہاتھ ہولا بالکل نہیں رکھا تھا،حاذق خان کو اسکا مکا اچھا خاصا فیل ہوا تھا،اس اچانک افتاد پہ اس نے نچلا لب دباتے ہوئے بمشکل اپنی کراہ روکی تھی۔وہ اسے جواب دیئے بغیر شدید غصے سے دیکھتی اپنی آنکھوں سے آنسو پیچھے دھکیلتے ہوئے پھر سے کمرے میں داخل

ہونے ہی والی تھی جب وہ اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں موجود نمی کی لکیر محسوس کرتا جلدی سے اسکی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں قید کرتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

کیا ہوا میرو؟۔۔۔۔وہ پریشانی سے استفسار کرنے لگا۔

مجھے کیا ہونا ہے؟ ہاتھ چھوڑو اور جاؤ جس مرضی لیڈی ڈاکٹر کو جا کے اپنا چیک اپ کرواؤ لیکن اب مجھے منہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔وہ دبی دبی آواز میں غرا کے بولتی اس سے اپنی کلائی چھڑوانے لگی۔ آنسو وہ پیچھے کی طرف دھکیل چکی تھی تاکہ اس کے سامنے ہمیشہ کی طرلاپروا بنی رہے۔۔لہجہ کرخت اور غصے سے بھرپور تھا۔اسے اس قدر ناراض ہوتے دیکھ کے وہ اپنا نچلا ہونٹ کاٹتا اسے اپنے ساتھ لئے آگے کی طرف بڑھا تھا۔۔

ہاتھ چھوڑو!! مجھے نہیں جانا کہیں بھی تمہارے ساتھ!۔۔۔وہ اسکے ساتھ چلتے ہوئے نامحسوس انداز میں دبی دبی آواز میں غرا رہی تھی۔وہ اسکی سنے بغیر اسے اپنے ساتھ لئے کسی خالی روم کو چیک کرتا اس میں داخل ہوا تھا۔۔اسے دروازے کے ساتھ لگاتے ہی وہ دروازہ لاک کر چکا تھا۔۔

میرو یار تم اتنی جلدی ناراض کیوں ہوتی ہو؟ کیا تم ابھی تک میری نیچر نہیں جان پائی؟ تم کبھی شاہ(زوریز) سے میرے بارے میں پوچھنا! میں اپنی زندگی کی تمام تلخ حقیقتوں کو سائیڈ پہ رکھ کے ہمیشہ سے بہت جولی رہا ہوں! میں صرف ان لوگوں کے ساتھ یہ رویہ اپناتا ہوں جن کے ساتھ میں بہت کمفرٹیبل ہو جاتا ہوں! میں تمہیں ناچاہ کے بھی تنگ کر لیتا ہوں! کیا تمہیں برا لگتا ہے؟۔۔۔میجر خان اپنے چہرے پہ ازلی معصومیت طاری کرتا میرال شاہ سے مخاطب اسکے اطراف میں دروازے پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

تنگ کرنے میں اور سیخ پا کرنے میں فرق ہوتا ہے! تم جان بوجھ کے ہمیشہ مجھے اپنی کمینی باتوں سے غصہ دلاتے ہو! میں تمہارا دیا گیا یہ دوپٹا باہر سب مردوں کے سامنے اتار دیتی کیا تم غصہ نہیں کرتے؟ کیا تم ناراض نہیں ہوتے؟ تم ہمیشہ اگلے کی فیلینگز جانتے بوجھتے اسے آگ لگاتے ہو! ماچس کی تیلی پھینک کے ہمیشہ کی طرح اپنی اس کمینی شکل کو معصوم بنا لیتے ہو اور یوں ریکٹ کرتے ہو جیسے تم نے کچھ کیا ہی نہیں!!۔۔۔وہ غصے سے غراتی ہوئی اسکے سینے پہ ہاتھ مارتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔وہ اس وقت بلیک رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بھی بے حد پیارا لگا تھا میرال شاہ کو۔۔سب لڑکے رات سے یہی ہاسپٹل میں تھے اسی لئے کسی نے بھی اپنا ڈریس چینج نہیں کیا تھا۔۔

تم دوپٹے میں پیاری لگتی ہو! یہ دوپٹا تمہاری عزت بڑھاتا ہے! اسے اپنے گلے میں مت ڈالا کرو! سر سے مت اتارا کرو! کبھی ناراضگی یا غصے کو ظاہر کرنے کے لئے میری دی گئی چادر غیر مردوں کے سامنے اپنے سر سے مت اتارنا!! تمہارا وہ ایک منٹ کا غصہ میری غیرت پہ وار کرے گا! جس دن تم ایسا کرو گی میں اس دن کے بعد تمہارے سر پہ چادر اوڑھانے یا زبردستی کرنے کی بجائے تمہیں تمہارے حال پہ چھوڑ دوں گا! اور رہی میرے مذاق کی بات تو تمہیں اگر میرا مذاق کرنا برا لگتا ہے تو میں آج کے بعد تمہارے ساتھ مذاق نہیں کروں گا! نہ تمہیں میری جولی سائیڈ پسند ہے اور نہ ہی رومانٹک سائیڈ! تو ٹھیک ہے میں اب سے تمہارے ساتھ سیریس رہو گا! ناؤ اوکے؟ اب اپنی ناراضگی ختم کر لو! تم جیسے چاہو گی ویسی نیچر اپنا لوں گا!۔۔۔۔۔۔ حاذق خان کا لہجہ اب واقعی ہی سنجیدہ ہو چکا تھا، وہ اس سے مذاق نہیں کر رہا تھا۔ اسے حقیقتاً سیریس ہوتے دیکھ کے میرال شاہ چونکی تھی، وہ اپنے ہاتھ بھی اسکے اطراف سے ہٹا چکا تھا۔۔

تم نے ناشتہ نہیں کیا صبح سے؟ آؤ میں تمہیں کیفے سے کچھ کھلا دوں؟۔۔۔۔۔۔۔ اسے اپنی طرف چونک کے دیکھتا پا کے حاذق خان اس سے فاصلے پہ ہوتا نرمی سے گویا ہوا تھا۔

ہ۔۔۔ ہمم!! م۔ مجھے بھوک لگی ہے!!۔۔۔ میرال شاہ نے جلدی سے جواب دیا تھا۔ وہ تو بھول ہی چکی تھی وہ صبح سے بھوکی ہے۔۔ حازق خان دل میں اسے چھونے اور چومنے کی لاکھ خواہش کو دل میں دباتا ہاں میں سر ہلاتے ہوئے دروازہ کھولتا باہر کی طرف نکلتا اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا وہ اسکے رومانٹک موڈ کو دیکھ کے مزید ناراض ہو جائے۔۔ ان دونوں کو شاید ابھی ایک دوسرے کو مزید صحیح طریقے سے انڈرسٹینڈ کرنے کی ضرورت تھی۔

باقی سب نے بھی رات سے کچھ نہیں کھایا ہو گا!!۔۔۔ وہ اسکی خاموشی پہ خود سے اس سے مخاطب ہوتی اسکے ہمقدم ہوئی تھی۔۔

ہاں گڑیا کی ٹینشن کی وجہ سے کسی کو موقعہ ہی نہیں ملا لیکن شاہ ابھی کچھ دیر پہلے سب کے لئے کچھ کھانے کو لینے گیا تھا! اب تک آ بھی گیا ہو گا! کیا تمہیں باقی سب کے ساتھ بیٹھ کے کھانا ہے؟۔۔۔ وہ اپنے ماتھے پہ بکھرے ڈارک براؤن بالوں کو پیچھے کرتا نارمل انداز میں اسے جواب دیتا ساتھ ہی اس سے سوال کر رہا تھا۔

ن۔ نہیں! ساتھ کھاتے ہیں!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس میں اور خود میں موجود فاصلہ ختم کرتی اسے مدھم آواز میں جواب دیتی اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی جس پہ اس وقت معصومیت یا شرارتی تاثرات کی بجائے سنجیدہ تاثر تھے۔۔حازق خان نے اس کے جواب پہ ہاں میں سر ہلاتے راہداری کی طرف بڑھتے اپنے قدم کیفے کی طرف بڑھائے تھے، ان دونوں میں پھر سے خاموشی کا دورانیہ بھر چکا تھا۔کیفے میں اینٹر ہوتے ہی حازق خان کونے والے ٹیبل کی طرف بڑھتا میر ال شاہ کو کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا، اس نے میر ال شاہ کو اس کرسی پہ بیٹھایا تھا جہاں سے کوئی بھی اسکے خوبصورت چہرے پہ نگاہیں نہ جما سکے۔۔خود وہ اس کے بالکل سامنے کرسی گھسیٹ کے بیٹھتا تھا، وہ جب جب اسکے ساتھ ہوتی تھی وہ کوشش کرتا تھا اسے ہر کسی کی نگاہ سے چھپا سکے، اسکا بس نہیں چلتا تھا اسکا چہرہ بھی پر وقت ہر کسی سے چھپا کے رکھا کرے لیکن وہ اس پہ ذبردستی نہیں کر سکتا تھا۔وہ اسکی ضدی نیچر کے حساب سے اسے نرمی اور پیار سے ٹریٹ کرنا چاہتا تھا۔

کیا کھاؤ گی؟۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

امم۔۔۔کچھ بھی!!۔۔۔۔۔اس نے کندھے اچکا کے جواب دیا تھا۔

میں نے اس کیفے سے ابھی تک کچھ ٹیسٹ نہیں کیا! آئی ڈونٹ نو اباؤٹ دا ٹیسٹ! بریانی ٹرائی کرو گی؟۔۔۔۔حازق خان اپنی ڈارک براؤن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے نارمل لہجے میں سوال کر رہا تھا۔میر ال شاہ نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

کیفے سے ہلکا پھلکا سا کھانے کے بعد وہ دونوں اب پھر سے ہاسپٹل کی اندرونی طرف بڑھ رہا تھے، ان کا رخ گلالئی کے پرائیویٹ روم کی طرف تھا۔

کیا تم ناراض ہو؟ تمہاری اتنی خاموشی کا مطلب؟۔۔۔۔اسکی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کرتی میر ال شاہ بالآخر سوال کر بیٹھی۔۔

نہیں تو! میں تو صرف تمہارا موڈ اچھا کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو سوچا خاموش رہو! رات میں بھی تم نے میری ویڈیو کال ریسیو نہیں کی تھی! میسج پہ تھوڑی سی بات کرنے کے بعد تم نے بات ختم کر دی! سب ٹھیک ہے

نا؟۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکے ساتھ چلتے ہوئے ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کر رہا تھا۔وہ رات سے ہی اسکا بدلتا رویہ محسوس کر رہا تھا۔۔

کتنے دنوں بعد ویڈیو کال کی تھی تم نے ؟۔۔۔۔میرال شاہ آگے بڑھنے کی بجائے اسی خالی کمرے کی طرف بڑھتی سنجیدگی سے اس سے سوال کر رہی تھی جہاں ابھی کچھ دیر پہلے حازق خان نے اسے اپنے ساتھ لاک کیا تھا۔

تین دنوں بعد! تمہیں اٹھا لینی چاہئیے تھی! میں نے کافی دل سے کال کی تھی۔۔۔۔۔۔وہ اسے جواب دیتے ہوئے ساتھ ساتھ شکوہ بھی کر رہا تھا۔وہ اس کے پیچھے ہی اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

تین دنوں بعد تم نے مجھے ویڈیو کال کی! اور ان تین دنوں میں تم نے مجھ سے ٹیکسٹ پہ بالکل اسی طرح سے بات کی جس طرح سے رات کو میں نے مختصراً کی! تم نے میرا بدلتا رویہ محسوس کیا لیکن اپنے رویے کا نوٹس نہیں لیا؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں بہت لاپرواہ ہوں؟ کسی چیز کا نوٹس نہیں لیتی؟۔۔۔میرال شاہ کا لہجہ سپاٹ ہوا تھا۔لہجے میں شکووں کا تاثر بھی تھا۔

میرو میں نے تمہیں بتایا تھا میں یہ تین دن بزی رہوں گا!! آئی سوئیر تم سے ٹیکسٹ پہ بات بھی بہت مشکل سے ٹائم نکال کے کی تھی! ۔۔۔وہ اسکا شکوہ محسوس کرتا اسے نرمی سے جواب دے رہا تھا۔۔وہ دونوں کمرے کے اندر اس وقت دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے۔

اتنی مصروفیت تھی کہ تمہارے پاس اپنی منکوحہ سے بات کرنے کے لئے وقت نہیں تھا؟؟۔۔۔۔وہ ایک دم غصے سے غراتی ہوئی اسکے نزدیک ہوئی تھی۔۔

ہمم! میں تین دن سے مینشن نہیں گیا تھا۔میں اور شاہ ایک ساتھ تھے! وہ بھی تین دنوں سے ہویلی نہیں گیا تھا۔ہم اسلامباد میں نہیں تھے! آرمی کے ساتھ اچانک سے کہیں جانا پڑا تھا! تم ہمارے کام کی نوعیت جانتی ہو!! آگے چل کے میں اس سے زیادہ مصروف بھی ہو سکتا ہوں! ! جہاں پہ ہم تھے وہاں پہ سگنلز پرابلم کر رہے تھے! کال کرتے ہوئے دشواری کا سامنا کرنا پڑا! کیا تم اس وجہ سے ناراض تھی؟۔۔۔۔وہ اسے وضاحت دیتا اب اسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے اسکی ناراضگی کے متعلق پوچھ رہا تھا۔۔اسکی اس وضاحت پہ میرال شاہ کا غصہ کچھ ٹھنڈا پڑا تھا۔

تم سے ناراض ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں!!۔۔۔۔۔۔وہ مصنوعی غصے سے بولتی اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی۔

مطلب؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

تم یہ سب چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کس کی جرآت ہوئی تھی تم سے ٹکرانے کی! ان سو ڈاکٹرز اور نرسز کے نام اپنے منہ سے فٹا فٹ نکالو جو تم سے ٹکرائی تھیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اب پہلے والی ٹون میں واپس آچکی تھی۔وہ اپنی زبان سے اس سے زیادہ شکوے شکایات نہیں کر سکتی تھی۔۔

نام جان کے کیا کرو گی؟۔۔۔۔۔۔وہ اپنی مسکراہٹ دبا کے سوال کر رہا تھا۔

ان کا وہ حشر کروں گی کہ وہ آئندہ سے کسی کے شوہر سے ٹکرانے کی جرآت نہیں کریں گی! انہیں بالوں سے پکڑ کے ان کا ماتھا زمین کے ساتھ لگا دوں گا! اور بولوں گی چلو اب سب لائن وائز مرغیاں بن کے دیکھاؤ!!۔۔وہ شدید غصے سے دانت پیس کے بولتی اسکی سیاہ شرٹ کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔اسکے خطرناک خیالات پہ حازق خان کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

تمہیں بھی مرغا بنانے میں دیر نہیں کروں گی کمینے میجر اب جو مجھے تنگ کیا تو!! اور تم سے کس نے کہا مجھے تمہاری جولی نیچر سے مسئلہ ہے؟ تم مجھ سے جیسے چاہو ویسے مزاق کر سکتے ہو لیکن وہ صرف میرے متعلق ہونے چاہئیے! تمہاری زبان سے کسی دوسری لڑکی کا ذکر مجھے قطعی قبول نہیں ہے!! ۔۔۔اسکے قہقہ لگانے پہ وہ دبنگ انداز میں گویا ہوئی تھی۔اسے اسکی کچھ دیر پہلے والی خاموشی پسند نہیں آئی تھی۔۔

شوہر سے اتنے دنوں بعد ملاقات ہو تو کون ناراض ہوتا ہے؟ کون تمہاری طرح غصہ کرتا ہے؟ تمہیں پتا ہے میں تمہارے بیہویر سے اتنا پریشان ہو گیا تھا کہ میں نے سوچ لیا تھا آج کے بعد صرف تمہارے سامنے فضول مذاق نہیں کروں گا! صرف سیریس رہوں گا! تم بتائے بغیر ناراض مت ہوا کرو! جو دل میں ہوتا ہے وہ کہہ دیا کرو!!۔۔۔۔۔۔

وہ اسے کلائی سے کھینچ کے نرمی سے اپنے گلے سے لگاتا اسکے کان میں مدھم آواز میں سرگوشی کرنے لگا،وہ واقعی ہی اسکے بدلتے رویے پہ پریشان ہوا تھا۔آج اتنے دنوں بعد ایک دوسرے کے حصار میں دونوں کو ایک سکون سا محسوس ہوا تھا۔

سیریس رہو گے تو منہ بھی تڑواؤ گے مجھ سے!!۔۔۔وہ اسکے گرد اپنی بانہوں کا حصار باندھتی غراتے ہوئے اسکی شرٹ کے اوپر سے ہی اسکے چٹانی سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔وہ پچھلے تین سے چار دنوں سے اس سے کم بات

ہونے کی وجہ سے اداس اور ناراض تھی۔۔وہ اپنے سینے پہ اسکے دانتوں کا دباؤ محسوس کرتا اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں پہ قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

میں اتنے خوبصورت دو بچوں کا ماموں بنا ہوں لیکن تم نے مجھے مبارک نہیں دی! تمہارے علاوہ باقی سب نے مجھے مبارک دی ہے!۔۔۔وہ اسکے بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا معصومیت سے اس سے شکوہ کر رہا تھا۔

ہاہاہا!! مبارک ہو میرے کزن نے تمہیں اتنی جلدی ماموں کے عہدے پہ فائز کر دیا!!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے اسے سیدھی طرح مبارکباد دینے کی بجائے ہنستے ہوئے زو معنی انداز سے مبارکباد دی تھی جس پہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔وہ اب اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹا چکی تھی۔۔

مبارکباد وصول کرو نا! اور بتاؤ منہ کب میٹھا کروا رہے ہو؟۔۔۔وہ اسکا سرخ چہرہ دیکھتی ہنستے ہوئے غائب دماغی سے جو منہ میں آیا بول گئی۔ہوش تو تب آیا تھا جب اس نے اسکے ہونٹوں پہ جھک کے اسکی ہنسی اپنے لبوں میں دبائی تھی۔

اسکے سر سے دوپٹا اتار کے وہ اسکے باب کٹ بالوں میں اپنے ہاتھ الجھاتا اپنی پوری قوت سے اسکے لبوں پہ قابض تھا۔ اسکے ہونٹوں کو جنونی انداز میں چومتا وہ اسکی سانسیں پینے لگا۔میر ال شاہ اتنے دنوں بعد اسکا لمس پاتی اسکی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی،اس نے اسے ایک انچ بھی خود سے دور نہیں کیا۔وہ اسے دور کرنے کی بجائے نا محسوس انداز میں خود کے قریب کر گئی لیکن مقابل میجر تھا جو ہمیشہ کی طرح اسکی چھوٹی سی حرکت بھی محسوس کر گیا۔وہ دل میں مسکراتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنے لبوں کی شدتیں ڈھانے لگا۔اسکی ایک ایک سانس خود میں انڈھیلتا وہ اسکے سرخ قندھاری بھیگے لبوں پہ اپنی ڈارک براؤن گھنی مونچھیں رگڑ رہا تھا۔۔وہ اسکی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن محسوس کرتی کسمسائی تھی،وہ اب اسکے نچلے لب کو ہولے سے دانت سے کاٹتا اسکے بالائی لب کو نرمی سے بارہا چومنے لگا۔۔

میر ال شاہ کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔اسے ایک دم سے پھر سے اپنا جنونی شدت بھرا انداز آزماتے دیکھ کے اسکی سانسیں بکھری تھیں۔۔وہ اسکی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتا اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسا لئے انہیں اپنے لبوں کی قید سے آزادی بخش گیا۔میر ال شاہ نے اپنی کب سے بند بھوری کانچ سی آنکھیں وا کرتے ہوئے حازق خان کی نیلی آنکھوں میں دیکھا تھا جو اب ہلکی ہلکی سرخی مائل ہو رہی تھیں۔

اتنا کافی ہے؟ یا مزید منہ میٹھا کرواؤ؟۔۔۔وہ اب گھمبیر آواز میں بولتا اسکے بھیگے ہونٹوں پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیرنے لگا۔ میرال شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا، اسے تو اسکے جواب سے ابھی سمجھ آئی تھی کہ وہ کب سے اپنے طریقے سے اسکا منہ میٹھا کروا رہا تھا۔۔

افف اچھا بھلا منہ میں بریانی کا ٹیسٹ تھا! سارا منہ کڑوا کر دیا!!۔۔ میرال شاہ اسے ستانے کی غرض سے بولتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اسکے مدعے پہ حازق خان نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے اسکی گردن سے اسکا دوپٹا ہٹاتے جھک کے زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

افف تمہاری گردن کی میل سے میرا منہ بھی کڑوا ہو گیا! بندہ نہا ہی لیتا ہے یار میرو!! میں تو تمہارے بدن کی خوشبو سونگھنے کے چکروں میں جھکا تھا لیکن تم نے مجھے مایوس کیا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اپنی ناک انگوٹھے اور انگلی سے بندہ کرتا اس سے دور ہوتے ہوئے پیروں پہ اپنا بدلا لے رہا تھا۔ وہ ہوتی کون تھی اسکے لمس کو کڑوا بولنے والی؟ میرال شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جیوں ریکٹ کر رہا تھا جیسے اسے میرال سے بہت بدبو آ رہی ہو۔۔

بالکل ایسی ہی بدبو مجھے تمہارے ہونٹوں سے آئی تھی! کیا تم نے رات میں برش نہیں کیا تھا؟؟۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ بھی اسی کی طرح اپنی ناک بند کرتی غصے سے دھاڑی تھی۔۔

واٹ!!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے اس کے مدعے پہ اپنی ناک سے ہاتھ ہٹاتے اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبوچتے اپنے مقابل کرتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ زور سے کس کیا تھا اور پھر وہ رکا نہیں تھا وہ اسکے لبوں کو سک کرتے ہوئے اسے اسکی بات کا جواب دے رہا تھا، اس نے کتنی ہی دفعہ یونہی اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں قید کر کے زور سے چومتے ہوئے اسے بے حال کرتے اسکا جبڑہ آزاد کیا تھا۔

چلو شاباش اب قسم کھا کے بتاؤ کتنا خوشبودار ہوں میں؟۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا ایک دفعہ پھر اسکے ہونٹوں کو چوم گیا۔

قسم سے بہت کمینے ہو تم!!!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی گردن پہ زور سے اپنے ناخن گاڑتی اسکی گردن کی ہڈی پہ اپنے دانت گاڑ گئی۔ وہ قہقہہ لگا کے ہنس دیا۔

اتنا غصہ نہیں کرتے میرو! صرف نہانے کا تو بولا تھا؟!۔۔۔وہ اب پہلے والا نقلی میجر بنتا اسے سلگا رہا تھا۔

نہیں نہاؤں گی!! کیا کر لو گے!! رخصتی تک نہیں نہاؤں گی! دلہن کی بجائے کچرا رانی بن کے تمہارا سواگت کروں گی یو کمینے میجر!!۔۔۔وہ جلتی کڑھتی غصے سے دھاڑی تھی۔

کوئی بات نہیں! میں تمہیں رخصتی کی رات نہانے پہ مجبور کر دوں گا میرو جان!!۔۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے بے باکی سے بولتا اسے اپنے سینے میں بھینچتا اسکا ماتھا چومنے لگا۔۔اسکی بات سمجھتے ہوئے میرال شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

دور ہٹو!!!۔۔۔وہ غراتی ہوئی مزاحمت کرنے لگی۔۔

ایک مذاق برداشت نہیں کرتی ہو اور خود جو مجھے بول رہی تھی؟ وہ نہیں یاد؟۔۔۔وہ اسے آزاد کرنے کی بجائے نرمی سے جواب دیتا اسکے دونوں گال پیار سے چومنے لگا۔۔

ہاں نہیں یاد بس دور ہٹ جاؤ! اب کیوں میرے قریب کھڑے ہو! ابھی بھی مجھے بتاؤ نہ مجھ سے کتنی بدبو آ رہی ہے!!۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اسکے سینے پہ زور زور سے مکے جھڑنے لگی، وہ ابھی نہا کے ہی تو ہاسپٹل آئی تھی اور وہ تھا کہ اپنی باتوں سے اسے جلا جلا کے راکھ کر رہا تھا۔اسکے غصے پہ وہ پھر سے اسکی سفید شفاف گردن پہ جھکتا جگہ جگہ اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرنے لگا۔۔وہ کتنی ہی دیر اسکی گردن چومتے ہوئے اسے یقین دلا رہا تھا اسے اس سے بدبو نہیں آ رہی تھی، وہ صرف مذاق کر رہا تھا۔۔

لو پہلے جو تھوڑی بہت بدبو آ بھی رہی تھی میرے خوشبودار لمس سے وہ ساری غائب ہو چکی ہے میرو جان! اب ریلکس ہو جاؤں!!۔۔۔۔وہ اسکی گردن چومنے کے بعد اسکا چہرہ اپنے سینے میں چھپاتا اپنی ہنسی ضبط کر کے بولتا اسکا سر چومنے لگا۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسے تنگ کر رہا تھا۔وہ اسے تنگ کرنے سے خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔میرال شاہ اسکا جواب سنتے ہی اس کے حصار سے نکلتی اسکے ڈارک براؤن بال اپنے ہاتھوں میں دبوچ کے اسکے سینے اور کندھوں پہ زور زور سے تھپڑ مارتی اسے سالا اور کمینا میجر بولتی اپنی گردن پہ دوپٹا درست کرتے ہوئے شدید غصے سے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے یہاں سے جا چکی تھی، اس نے سر پہ دوپٹا نہیں لیا تھا کیونکہ میجر خان نے اپنا اوڑھایا گیا دوپٹا خود ہی اتارا تھا، اسی لئے اس نے دوبارہ خود سے لینے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔اسکے یوں ایک پل میں یہاں سے جانے پہ وہ بھوکلایا تھا، وہ اسے تنگ کرنے کے چکروں میں اسے بری طرح سے ناراض کر چکا تھا۔۔وہ اپنے بالوں میں انگلیاں

پھیر کے انہیں سنوارتا اسکا غصہ یاد کر کے ہنستا ہوا پھر سے اسکے پیچھے بڑھا تھا تاکہ اسے ابھی منا سکے لیکن وہ اسکے ہاتھ سے نکلتی پرائیویٹ روم میں جا چکی تھی۔ حازق خان اسے دور سے دیکھ کے مسکرایا تھا کیونکہ وہ اب اپنے سر پہ پھر سے دوپٹا لئے ہوئے تھی، شاید وہ یہ دوپٹا اس کمرے سے نکلتے ہی لے چکی تھی۔ حازق خان اپنی گردن پہ موجود اسکے ناخنوں کے نشان اپنی شرٹ کی مدد سے چھپاتا ہوا اس کے پیچھے ہی کچھ منٹ بعد گلالئ کے پرائیویٹ روم میں داخل ہوا تھا۔۔

احان شاہ نے زبردستی سب کو ہویلی آرام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ سب کل رات سے یہاں ہر پل اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ اب تو رات کے نو بج رہے تھے جب انہوں نے ان کی نیند اور تھکاوٹ کا خیال کرتے ہوئے انہیں زبردستی بھیجنا ضروری سمجھا تھا۔۔ سب نے پہلے تو نہ جانے کی ضد کی تھی لیکن احان شاہ کی ضد کے آگے کہاں کسی کی ضد چلنی تھی۔ صرف زہرہ مام ہی تھیں جو گلالئ کو سنبھالنے کے لئے اس کے پاس رات رک چکی تھیں۔ احان شاہ نے تو انہیں بھی ہویلی جا کے آرام کرنے کو بولا تھا لیکن گلالئ ان کا ہاتھ پکڑ کے انہیں معصومیت سے اپنے پاس روک گئی، تب سے احان شاہ کا موڈ کچھ خراب سا تھا، اسے دوپہر سے اس کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، وہ اسکے ساتھ کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن زہرہ مام کی موجودگی میں وہ اس سے کیا ہی باتیں کرتا۔۔ سب کے جانے کے بعد زہرہ مام پرئیر روم کی طرف بڑھی تھیں تاکہ عشاء کی نماز ادا کر سکیں۔ زہرہ مام کے کمرے سے جانے کے بعد احان شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گلالئ کی طرف بڑھا تھا۔ اسکے دونوں بچے اس وقت آرام فرما رہے تھے، وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئے تھے۔۔

میں نے آپ سے کئی دفعہ زرتاج اماں کے متعلق پوچھا ہے! مجھے اس وقت میں ان کی ضرورت ہے! میں باقی سب کے ساتھ اتنا کمفرٹیبل فیل نہیں کرتی جتنا ان کے ساتھ کرتی ہوں! وہ مجھے اس وقت میں اچھے سے سنبھال سکتی ہیں!۔۔۔۔ گلالئ سنجیدگی سے احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔ وہ زہرہ مام کو بھی اپنے متعلق بتاتے ہوئے جھجکتی تھی، صرف ایک زرتاج اماں تھیں جنہیں وہ بنا ہچکچائے کچھ بھی بول سکتی تھی۔۔

کیا تم میرے ساتھ بھی کمفرٹیبل فیل نہیں کرتی گل؟ تم مجھے وہ سب بتا سکتی ہو جو تم اس وقت فیل کر رہی ہو! میں پوری کوشش کروں گا تمہارا خیال رکھ سکوں!۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسکی بات سننے کے بعد احان شاہ فکر مندی سے بولا تھا۔۔

مجھے صبح زرتاج اماں اپنے پاس چاہئیے!! ۔۔۔۔۔وہ اسے سنجیدگی سے جواب دیتی اب لیٹنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے لیٹنے کی کوشش کرتے دیکھ کے احان شاہ نے احتیاط سے اسے سہارا دے کے لٹاتے اسکے سر کے نیچے ٹھیک سے تکیے پہ سیٹ کیا تھا۔گلالئ کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے، اسے ذرا سا موو کرتے ہوئے بھی شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہی وہ ایک سے دو دنوں تک تمہارے پاس ہویلی میں موجود ہوں گی!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں آیا پانی اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اسے نرمی سے جواب دے رہا تھا۔۔وہ اسکا جواب سننے کے بعد اپنی آنکھیں موند گئی۔

کیا تم سو رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسے آنکھیں موندے دیکھ کے وہ اداسی سے گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔وہ کیوں نہیں سمجھتی تھی اسے اس کے ساتھ باتیں کرنی تھیں۔

ہمم! آپ بھی سو جائیں! یہاں میرے پاس صوفے پہ مام سو جائیں گی! آپ ایسا کریں خود کے لئے کوئی وی آئی پی روم بک کروالیں!!۔۔۔وہ اپنی آنکھیں وا کرتی اسے نارمل انداز میں جواب دیتے ہوئے ساتھ ساتھ مشورے سے بھی نواز رہی تھی۔

کیا تمہیں ابھی بھی میرے سٹینڈرڈ بہت ہائی لگتے ہیں گل؟ کیا تمہیں لگتا ہے مجھے تم تینوں کے بغیر کسی وی آئی پی روم میں نیند آسکتی ہے؟ صاف صاف بولو تمہیں تمہارے بچوں کے اوپر میرا سایہ برداشت نہیں ہو رہا، تو میں روم سے چلا جاتا ہوں؟ پھر شاید تم سکون سے سو جاؤ؟۔۔۔۔۔وہ اسے شکوہ کناں اکھیوں سے دیکھتا مدھم لہجے میں بولا تھا۔وہ اس کے جواب پہ چونک کے اسکی طرف دیکھتی نفی میں سر ہلا گئی، اس نے تو ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔ایسا۔۔کب۔۔کہا؟ میں تو صرف آپکی نیند کی وجہ سے بول رہی تھی! ۔۔۔۔۔وہ بھوکلاتے ہوئے اسے جواب دیتی اسکی غلط فہمی دور کر رہی تھی۔

مجھے نیند نہیں آرہی! تم سو جاؤ!!۔۔۔۔۔وہ اسے نرمی سے جواب دیتا ایک نظر اسکے پاس سوئے بچوں پہ نظر ڈالتا اس سے دور ہو گیا۔اس نے ابھی تک اپنے بچوں کو ٹھیک سے بانہوں میں اٹھا کے نہیں دیکھا تھا۔وہ جب بھی باہر انہیں اٹھاتا تھا کوئی نہ کوئی انہیں پکڑ کے تصاویر بنانے لگ جاتا، اور گل کے سامنے تو وہ صرف انہیں دور دور سے دیکھ رہا تھا، جب سے اس نے نرسری سے اپنے بچے لا کے اسکے سینے پہ رکھے تھے تب سے انہیں ایک دفعہ بھی اٹھا کے نہیں دیکھا تھا۔۔گلالئی نے آنکھیں بند کرنے کی بجائے اسے غور سے دیکھا تھا۔وہ ابھی تک کل رات والے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس ملگجی سی حالت میں تھا۔یہی شرٹ تھی جو اس نے تکلیف میں کتنی بار تھامی تھی۔۔

سب بول رہے تھے!" یاور "بالکل آپ پہ ہے!!۔۔۔۔اسے دور سے ترستی نگاہوں سے یاور اور یسریٰ کی طرف دیکھتا پا کے گلالئی نے سونے کی بجائے اسے خود سے مخاطب کیا تھا۔۔

کہاں! جھوٹ بولتے ہیں سب! تم ان کی باتوں میں مت آیا کرو! !بچپن میں مجھے بھی سب یہی بولتے تھے میں بابا پہ ہوں! لیکن جوانی چڑھتے ہی مجھے کوئی بھی ان سے نہیں ملاتا تھا! اب سب کو زوریز ان کے جیسا لگتا ہے! ! میں سب سے الگ ہی چیز ہوں! میں کسی پہ نہیں گیا اور دعا کرتا ہوں کوئی بھی مجھ پہ نہ جائے! اگر میں بابا پہ ہوتا تو بہت مختلف ہوتا! یاور مجھ پہ نہیں ہو سکتا! نہیں کبھی نہیں!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے کھوکھلا سا قہقہ لگاتے ہوئے گلالئی کو جواب دیا تھا۔۔وہ اسکے جواب پہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔۔اسکے جواب میں کس قدر اذیت تھی۔۔

کیوں نہیں ہو سکتا؟۔۔۔۔۔گلالئی بے ساختہ یہ سوال کر گئی۔۔

کیونکہ اس کی تربیت تم کرو گی!! یہ بہت الگ ہو گا!! تمہاری بیٹی کی آنکھیں بھی تم پہ ہوتی تو میں تم سے چھپ کے انہیں تمہاری آنکھیں سمجھ کے چوم لیا کرتا! لیکن اسکی آنکھیں تو اسکے چاچو یاد اپہ چلی گئی ہیں!۔۔۔وہ مدھم سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے گلالئی کو جواب دے رہا تھا۔۔زخمی سی مسکراہٹ۔۔

مجھ سے چھپ کے کیوں؟۔۔۔وہ اپنے آنسو ضبط کرتی پوچھنے لگی۔

لو خود تو بولا تھا تم پہ حق جتائے بغیر ان ساڑھے آٹھ سالوں کی غلطیوں کا ازالہ کروں؟ تم سے مراد تمہارے بچے بھی تو ہیں! اب ان پہ تمہارے سامنے حق جتا کے بات سے تھوڑی پلٹوں گا! یہ نہ ہو تم اس بات پہ ناراض ہو کے اپنے لالہ

کے پاس چلی جاؤ پھر میرا تو کٹ گیا!!۔۔۔۔وہ اب اپنے بچوں سے نظریں ہٹا کے گلالئ کو جواب دیتا آخر میں ہولے سے ہنس رہا تھا۔۔ اسکے اذیت بھرے جواب گلالئ کو بے چین کر رہے تھے۔۔

یار تمہاری بیٹی بہت پیاری ہے! ماشاءاللہ! اسے مجھ سے چھپالو! یوں لگ رہا ہے جیسے میری نظر لگ جائے گی!!۔۔۔۔احان شاہ کی نگاہیں جب ناچاہ کے پھر سے اپنی بیٹی کی طرف اٹھی تو اپنی جیب سے پیسے نکال کے اسکے سر سے صدقہ وار تا بے حد پیار سے گلالئ سے مخاطب ہوا تھا۔۔ ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب سوئے ہوئے یاور شاہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹوں کو موڑتے رونا شروع کیا تھا۔۔ اسکے یوں اچانک سے رونے پہ وہ دونوں بھوکلائے تھے۔

گلالئ جلدی سے یاور کو اپنے سینے پہ لٹاتی اسے تھپکنے لگی لیکن وہ بری طرح سے رو رہا تھا۔۔ احان شاہ اپنا نچلا لب دباتے ہوئے یاور شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے شاید بھوک لگ رہی تھی۔

ی۔یہ۔۔ اتنا۔۔ کیوں رو رہا ہے؟۔۔۔۔۔گلالئ ایک دم سے پریشان ہوئی تھی۔۔

اسے بھوک لگ رہی ہے بیٹا!! پہلے بھی یوں ہی سو گیا تھا! بچے یونہی رات کو تنگ کرتے ہیں تم اسے فیڈ کرواؤ!۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کمرے میں داخل ہوتی زہرہ مام نرمی سے گلالئ کو جواب دیتی اسکی طرف بڑھی تھیں۔ زہرہ مام کی بات سنتے ہوئے گلالئ نے سرخ چہرہ لئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے ایک نظر احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ اسکے یوں دیکھنے پہ وہ بنا کچھ بولے ٹیبل سے اپنا فون اٹھا کے سنجیدگی سے باہر کی طرف بڑھ گیا، وہ گل کو کنفیوز نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن جاتے جاتے اپنی بیٹی کو دیکھنا بھی نہیں بھولا تھا۔۔ گلالئ نے اسکا بار بار یسریٰ کو دیکھنا بغور نوٹ کیا تھا۔۔ اسکے جاتے ہی گلالئ کو کمرہ خالی خالی سا محسوس ہوا تھا۔ وہ باتیں کرتا تھا تو اسکی باتیں دل کو چیرتی تھیں لیکن جب وہ خاموشی سے چلا جاتا تھا تب گلالئ کا دل بھی خاموشی اختیار کر جاتا تھا۔۔

اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈرائیور سے اپنی گاڑی منگوائی تھی۔ وہ ازمیر اور ایزل کو الگ سے اپنے ساتھ لے کے جانا چاہتا تھا۔۔ باقی سب ارزم اور زوریز کے ساتھ ہویلی لوٹے تھے۔۔ حازق خان بھی ایک نظر اپنی ناراض سی میرو کی طرف دیکھتا بڑی ہی مشکل سے ذائشہ کو لئے خان مینشن کی طرف روانہ ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ کو آج ذائشہ سے

ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا کیونکہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی گلالئی کے کمرے سے نہیں نکلی تھی لیکن پھر بھی اس نے سب کے سامنے اسے باتوں باتوں میں چھیڑنا بند نہیں کیا تھا۔ وہ کچھ اس لئے بھی chill تھا، جو تین دن میجر خان نے اسلامباد سے باہر گزارے تھے وہ ان تینوں راتوں میں اپنی ذی کے ساتھ رہا تھا، وہ دھڑلے سے خان مینشن میں گھسا تھا اور اسے منع بھی کسی گارڈ نے نہیں کیا تھا، حازق خان اس سب کے متعلق جانتے ہوئے بھی انجام بنا ہوا تھا۔

اووزی!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ ایک ہاتھ سٹیرنگ پہ رکھے دوسرے بازو کا حصار اسکے بازو کے گرد اوڑھے ہوئے تھا۔۔ اس نے اچانک سے اسے پکارا تھا، وہ جو سوئے ہوئے ازمیر شاہ کا ماتھا چوم رہی تھی اسکے پکارنے پہ سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

جی شاہ جی!!۔۔۔۔۔۔وہ نرمی سے جواب دے رہی تھی۔۔ کاظم شاہ نے اس پہ نثار ہوتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔۔

آئی ایم سو سوری! میں تمہارے مشکل وقت میں تمہارے ساتھ نہیں تھا!۔۔۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں اس سے اپنی غلطی کا ازالہ کرتا اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھا رہا تھا۔ ایزل شاہ خاموشی سے اسے سننے لگی، وہ جان چکی تھی وہ اسکی ڈیلیوری کے متعلق بات کر رہا ہے۔۔

آج میں نے گلالئی والے وارڈ عورتوں کو درد سے چیختے روتے ہوئے دیکھا ہے! ان سب کی چیخیں سننے کے بعد مجھے تم یاد آئی تھی! اسی لئے میں تم سے بول رہا تھا تم اسپتال مت آؤ! مجھے لگ رہا تھا تم یہاں آ کے مجھ سے شکوے کرو گی! ناراض ہو جاؤ گی لیکن اووزی تم تو وہ سب یاد کر کے مجھ سے ناراض نہیں ہوئی؟ تم نے مجھ سے شکوے کیوں نہیں کئے؟ میں تمہارے ساتھ کتنا غلط کر گیا نا اووزی؟ آج دل بہت بھاری ہو رہا ہے! میرا دل چاہ رہا ہے آج ہم کسی کھلی فضا میں جا کے ایک دوسرے کی بانہوں میں باتیں کرتے ہوئے یہ رات گزار دیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے اپنے سینے میں زور سے بھینچتا مدھم آواز میں مزید گویا ہوا تھا۔۔ لہجے میں ایک گلٹ تھا۔۔ آواز ناچاہ کے بھی بھیگ رہی تھی۔۔ اسکی بھیگی آواز پہ ایزل شاہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اپنی آنکھوں میں موجود آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتا اس سے چھپا گیا۔۔ اسکی گولڈن آنکھیں اس وقت ضبط سے بے حد سرخ تھیں۔۔

شاہ جی! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟؟ آپ کیا مجھے آج بھی وہ بے وقوف سی اووزی سمجھتے ہیں جو ایک بات کو لے کے بیٹھ جاتی تھی؟ اب میں سمجھدار ہو گئی ہو کیونکہ میں ازمیر کی مما ہوں! ! جو ہونا تھا وہ قسمت میں لکھا تھا! اگر وہ سب نہ ہوتا تو شاید آج ہم ساتھ نہ ہوتے؟؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتی اسکے سینے پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی۔

اسکا لمس اپنے سینے پہ محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ کا دل دھڑکا تھا۔۔

ازمیر کی مما بعد میں پہلے تم اپنے شاہ جی کی جانِ تمنا ہو! آئی بات سمجھ میں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ زور سے اپنے ہونٹ رکھتا اب اسے بھوکھلا رہا تھا۔۔

دھیان سے گاڑی چلائیں! مجھے زندہ سلامت ہویلی جانا ہے! ابھی تو کل مجھے پھر سے اپنے بھتیجے اور بھتیجی سے ملنے جانا ہے!!! ہے نا شاہ جی؟؟۔۔۔وہ اسکا دھیان گاڑی کی طرف مرکوز کروانے کے ساتھ ساتھ میٹھی سی آواز میں اس سے پیار سے اللہ جانے فرمائش کر رہی تھی یا اپنے کل کے پلین سے اسے آگاہ کر رہی تھی۔۔

نہیں!! بالکل نہیں! کل رات وہ ڈسچارج ہو کے ہویلی آجائیں گے تب جتنا چاہے مل لینا!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے پلین پہ پانی پھیرتا اب اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا رہا تھا۔۔

میں ازمیر کے ساتھ چلی جاؤں گی آپ نہ لے کے جایئے گا!۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتی اس سے دور ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔وہ یوں بولی تھی جیسے اس کا ازمیر گھبرو جوان بن چکا ہو جس کے ساتھ وہ ہر جگہ سفر کر سکتی تھی۔۔

ایسی کی تیسی تمہارے بیٹے کی! بس نہیں جانا!!۔۔کاظم شاہ اسکے ہاتھ کی انگلیاں اپنے لبوں میں دباتا مہارت سے گاڑی چلاتے ہوئے ناک چڑھا کے بولا تھا۔۔

جانا ہے!!۔۔۔۔وہ ضدی انداز میں بولی تھی۔۔

اچھا کل دیکھیں گے! ابھی بتاؤ کیا کھانا ہے؟۔۔۔۔۔وہ اب بات کا رخ موڑ رہا تھا۔

امم۔۔۔۔۔۔وہ سوچنے کے انداز میں بولتی اسکی گولڈن بیرڈ اپنے ایک ہاتھ سے چھونے لگی۔کاظم شاہ اسکی اس ادا پہ فدا ہوتا اسکا ماتھا چوم گیا۔۔

آئس کریم!!۔۔۔۔۔۔۔وہ کافی دیر یوں ہی سوچنے کے بعد اسکے کندھے پہ سر ٹکا کے بولی تھی۔

ہاہاہاہا۔۔۔تمہاری آئس کریم سے مجھے وہ ماہیر کی جان یاد آگئی! ۔۔۔۔اسکے آئس کریم بولنے پہ وہ قہقہ لگا کے بولا تھا۔۔وہ اسکی ہنسی پہ مسکراتے ہوئے اب اسکی بیئرڈ سے ہاتھ سرکاتی اسکی گولڈن مونچھوں پہ اپنی انگلیوں سے گدگدی سی کرنے لگی۔۔اسکی اس ادا پہ کاظم شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔وہ گاڑی کچھ دور آئس کریم پارلر کے پاس روکتا جھک کے اسکے لبوں سے لپٹ گیا کیونکہ وہ اپنی معصوم سی شرارتوں سے کافی دیر سے اسکا دل دھڑکا رہی تھی۔۔ ایزل شاہ نے اپنی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی شرٹ اسکے کندھے سے تھامتے دوسرے ہاتھ سے ازمیر کو سنبھالا تھا۔ اسکی بڑھتی شدت پہ وہ خود کو کوسنے لگی جس نے شیر کی کچھاڑ میں ہاتھ ڈالتے اسے چھیڑا تھا۔۔

جان تمنا۔۔۔۔قسط116(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

آج رات آپ کو ڈسچارج کر دیا جائے گا! مجھے امید ہے آپ دونوں میری دی گئی ہدایات پہ عمل ضرور کریں گے ! Episiotomy کی کیئر بہت ضروری ہے جب تک پین رہے گی جس طرح سے میں نے سب بتایا ہے آپ کو وہ کرنا ہے episiotomy !!کے متعلق صرف آپ کے ہزبینڈ ہی جانتے ہیں اچھا یہی ہے اس صورتحال میں یہ آپ کی کیئر کریں ورنہ آپ جس کے ساتھ زیادہ کمفرٹیبل فیل کریں اس سے بھی اپنی کیئر کروا سکتی ہیں! ڈیپنڈ آن یو! !اور جو ڈائٹ میں نے بتائی ہے صرف وہی کھانا ہے! باہر سے کچھ بھی الٹا سیدھا نہیں کھانا!!۔۔ڈاکٹر زرین اس وقت کمرے میں موجود گلالئی اور احان شاہ سے مخاطب انہیں بہت سی ہدایات سے آگاہ کر رہی تھیں۔ان کی ہدایات سنتے گلالئی سرخ چہرے کے ساتھ سر جھکائے ہاں میں سر ہلا رہی تھی، احان شاہ کا چہرہ بے تاثر تھا، وہ ڈاکٹر کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے سوئے ہوئے بچوں کی طرف دیکھ رہا تھا تو کبھی گل کو۔۔

رات تک آپ کو ڈسچارج کر دیا جائے گا!! تھینک یو!۔۔ڈاکٹر زرین ایک نظر ان دونوں کو دیکھتی وہاں سے جا چکی تھیں۔اس وقت صبح کے گیارہ بج رہے تھے، گل کو رات کے آٹھ بجے تک ڈسچارج کیا جانا تھا۔۔ڈاکٹر زرین کے جانے کے بعد گلالئی خود پہ احان شاہ کی نگاہوں کی تپش با آسانی محسوس کر سکتی تھی۔وہ ڈاکٹر کی باتوں کے بعد اسکی

نگاہیں خود پہ محسوس کرتی مزید سرخ پڑی تھی۔ڈاکٹر زرین نے ابھی کچھ دیر پہلے نرس سے اسکا بیڈ تھوڑا سا اونچا کروایا تھا تاکہ وہ ایزی رہے۔

کہاں تھے آپ رات سے ؟۔۔۔۔۔ان دونوں میں موجود خاموشی بالآخر گلالئ نے خود توڑی تھی۔

وی آئی پی روم میں نہیں تھا!!۔۔۔وہ مدھم آواز میں اسے جواب دے رہا تھا۔۔اسکے جواب پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے اسکی طرف دیکھنے لگی،وہ اسکی رات والی بات دل پہ لے چکا تھا،شاید اسی لئے اس سب کے بعد واپس کمرے میں نہیں آیا تھا۔۔

تو پھر کہاں تھے ؟ان دونوں نے رات میں مجھے اتنا تنگ کیا! مجھے بار بار مام کو اٹھاتے ہوئے بھی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔وہ خفگی سے بولتی اب یاور اور یسری کی طرف دیکھ رہی تھی۔

باہر تھا! پوری رات تمہارے دروازے کے باہر بینچ پہ تھا! تم مجھے ایک آواز دیتی میں تمہاری پکار مکمل ہونے سے پہلے اندر آجاتا! فون تمہارے پاس تھا مجھے کال کر لیتی! مجھے تو یہی تھا تم میری موجودگی میں ڈسٹرب ہو گی اسی لئے کمرے میں نہیں آیا تاکہ تمہاری یا تمہارے بچوں کی نیند نہ خراب ہو!!۔۔اسے خفا ہوتے دیکھ کے وہ اسے نرمی سے تفصیلی جواب دے رہا تھا۔وہ اسکے تفصیلی جواب پہ سوائے اسے دیکھنے کے اور کچھ نہ کر پائی،وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا فون اسکے پاس تھا اسے کال کر لیتی اور ویسے بھی اس نے خود ہی تو اسے وی آئی پی روم میں جانے کا مشورہ دیا تھا۔

اس وقت۔۔۔۔۔۔ابھی گل مزید کچھ بولتی جب احان شاہ اسکی بات کاٹ گیا۔۔

ناشتہ کر لیا تم نے ؟۔۔۔۔۔وہ فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔

جی! مرحا آپی ہاسپٹل آتے ہوئے لے کے آئی تھیں! زوریز لالہ آپ کے لئے کپڑے بھی لے کے آئے ہیں! آپ واشروم میں جا کے چینج کر لیں!!۔۔۔۔وہ اسے نارمل انداز میں جواب دیتی کچھ دور پڑے کپڑوں کے بیگ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

رات میں ہویلی جا کے چینج کروں گا! ابھی یہ شرٹ اتارنے کو دل نہیں کر رہا جس پہ تمہارے ہاتھوں کا لمس موجود ہے!تم خود بھی نہیں جانتی ہو گی تم نے کتنے گھنٹے اس شرٹ کو تھام کے مجھے کس قدر سکون پہنچایا ہے! یہ صرف میں جان سکتا ہوں!!۔۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کرتا اسے بے تاثر لہجے میں جواب دے رہا تھا۔۔اسکے

جواب گلالئی بے ساختہ اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھنے کے بعد اس شرٹ کو دیکھنے لگی جسے اس نے شدید تکلیف میں تھاما تھا۔۔وہ یہ شرٹ صرف اس لئے نہیں اتار رہا تھا کیونکہ اس پہ اسکی گل کے ہاتھوں کا لمس موجود تھا۔

آپ کچھ دیر پہلے ٹی وی پہ آرہے تھے؟اپ ہاسپٹل سے باہر کیوں نکلے تھے؟پہلے ٹی وی پہ کسی نے بھی آپ کو اتنے رف حلیے میں نہیں دیکھا ہو گا مجھے لگتا ہے آپ کو چینج کر لینا چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔گلالئی اب یاور کے بھورے چھوٹے چھوٹے بالوں پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتی اسے مشورے سے نواز رہی تھی،اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے کسی نیوز چینل کی ہیڈ لائٹ بنتے اپنے فون میں دیکھا تھا جہاں رپورٹرز اس سے اسکے بچوں کے متعلق استفسار کر رہے تھے،وہ انہیں مختصر سا جواب دیتا اپنے گارڈز کو اشارہ دیتے وہاں سے جا چکا تھا۔۔

سو واٹ؟ضروری تو نہیں انسان ہر وقت نک سک تیار رہے؟! میں صبح زرتاج اماں کے پاس انہیں تمہارے بچوں کا بتانے گیا تھا،وہ کافی خوش تھیں،ارزم انہیں رات تک ہویلی لے آئے گا! تمہارا اور زرتاج اماں کا روم نیچے شفٹ کروادوں؟ تمہیں اوپر جانے میں پرابلم ہو گی نا؟۔۔۔۔احان شاہ اسکے بیڈ کی سائیڈ پہ اپنی انگلی پھیرتا خالی دل سے گلالئی کو جواب دے رہا تھا۔۔وہ اسکے جواب پہ آنکھیں پھیلائے اس کی طرف دیکھنے لگی،ابھی رات میں ہی تو اس نے اسے زرتاج اماں کا بولا تھا اور وہ صبح ہوتے ہی اسکی بات پہ عمل بھی کر چکا تھا؟

ن۔نہیں! مجھے اوپر۔۔ہی۔۔رہنا۔۔ہے!!۔۔۔وہ نظریں جھکا کے بولی تھی۔۔وہ چاہتی تھی یاور اور یسری شروع دن سے انہی کے کمرے میں ان دونوں کے ساتھ رہیں۔

تمہیں تو میں اوپر لے جاؤں گا لیکن زرتاج اماں بار بار سیڑھیاں کیسے چڑھیں گی؟۔۔۔۔احان شاہ کو اسکے جواب پہ خوشی ہوئی تھی لیکن پھر زرتاج اماں کا سوچتے اپنا خدشہ ظاہر کرنے لگا۔

آپ۔۔ان۔۔کا۔۔کمرہ اوپر سیٹ کروادیں! ویسے بھی آپ کی شاہ بی بی انہیں نیچے برداشت کب کریں گی؟۔۔وپ سر جھٹکتے ہوئے استہزایا انداز میں شاہ بی بی کا ذکر کر رہی تھی۔

ریز بتا رہا تھا! شاہ بی بی ہاسپٹل آنا چاہ رہی تھیں!۔۔شاہ بی بی کے ذکر پہ احان شاہ کو ابھی کچھ دیر پہلے زوریز کی کہی گئی بات یاد آئی تھی جو اس نے بے ساختہ اسکے گوش و گزار کی تھی۔زوریز شاہ اور مرحا شاہ کے علاوہ ابھی کوئی بھی ہاسپٹل نہیں آیا تھا۔باقی سب کچھ دیر تک آنے والے تھے۔۔

نہیں! کوئی ضرورت نہیں ہے! ! انہیں دیکھ کے میرا بی پی خود بخود شوٹ کرتا ہے! مجھے امید ہے وہ ہاسپٹل آ کے میری خوشی تباہ کرنے سے گریز کریں گی! وہ ہویلی ہی ٹھیک ہیں!!۔۔۔گلالئی دبے دبے غصے سے بولی تھی، شاہ بی بی کے ذکر سے ہی اسے ان کی کہی گئی تمام زیادتیاں یاد آتی تھیں، وہ سب یاد کرتے ہوئے آنکھیں خود بخود نم ہو گئی۔۔

میں تمہارے اور شاہ بی بی کے درمیان کبھی کچھ نہیں بولوں گا! جیسا تمہیں صحیح لگے گا تم وہی کرنا! میں جانتا ہوں غلطیوں کا ازالہ آسان نہیں ہوتا!۔۔۔۔وہ اپنے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو پیچھے کرتا سر کو خم دے کے اسے جواب دے رہا تھا۔ ابھی ان میں سے مزید کوئی کچھ بولتا جب ان کے کمرے کا دروازا ناک ہوا تھا۔۔

آجائیں!!!۔۔۔۔۔احان شاہ گل کے سر اپے پہ بے ترتیب چادر اپنے ہاتھ سے درست کرنے کے بعد اس سے فاصلے پہ ہوتا دروازے پہ دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دینے لگا۔ گلالئی ایک دفعہ پھر سے دل میں چونکی تھی، وہ اس کے متعلق کیسے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات نوٹ کر کیا کرتا تھا، بچوں کی وجہ سے اسکی چادر بے ترتیب سی تھی لیکن وہ اسے محسوس کروائے بغیر نوٹ کر چکا تھا۔

السلام علیکم لالہ! !۔۔احان شاہ کے اجازت دینے پہ چہکتی ہوئی ایزل شاہ کمرے میں داخل ہوتی آگے بڑھتے ہوئے اسے سلام کرتی اس کے سینے سے لگی تھی، بالآخر وہ آج پھر اپنے بھتیجے اور بھتیجی سے ملنے آ چکی تھی۔۔

وعلیکم السلام میرا بچہ !!۔۔۔۔۔احان شاہ نرمی سے اسکا ماتھا چوم کے اسے اپنے ساتھ لگا رہا تھا۔۔

لے آیا وہ تمہیں؟۔۔۔۔۔۔۔ایزل کے کھکھلانے پہ احان شاہ ہلکے پھلکے انداز میں اس سے سوال کرنے لگا۔

لو بھلا لے کے کیوں نہ آتے وزیر دفاع کی سفارش لگوائی تھی!! نہ لے کے آنے کی صورت میں جیل جانا تھوڑی پسند کرتے! ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ ہنستے ہوئے رازداری سے بولتی احان شاہ کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

اپنے لالہ کے سامنے زیادہ زبان نہیں چل رہی تمہاری؟ یہ وزیر دفاع بن جائے یا وزیر اعظم! میرے لئے اسکی دھمکیاں کچھ معنی نہیں رکھتی! میں تمہیں اپنی مرضی سے لے کے آیا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ جو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنی معصوم سی اووزی کی چالاک باتیں سن چکا تھا، دانت پیس کے ان دونوں بہن بھائیوں سے مخاطب ہوا تھا جس پہ سب سے پہلے ایزل شاہ کی ہنسی کو بریک لگی تھی، وہ سٹپٹا کے معصومیت سے کاظم شاہ کو دیکھتی جلدی سے گل اور اسکے بچوں کی طرف بڑھ گئی۔ کاظم شاہ صبح ہاسپٹل اکیلے آنے والا تھا، اسکا ایزل کو یہاں لانے کا

کوئی ارادہ نہیں تھا جس پہ ایزل شاہ نے خود پر سے ضبط کھوتے ہوئے ڈائریکٹ احان شاہ کو فون ملاتے اس ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔۔بس پھر احان شاہ جانے اور کاظم شاہ جانے۔۔احان شاہ نے اسے فون پہ صرف اتنی سی دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اسکی بہن کو اسکے کہنے پہ اسپتال نہ لے کے آیا تو وہ اگلے تین دن اسکے کمرے میں اسکی بیوی کے پاس رہے گی! تاکہ دونوں کا دل لگا رہے۔۔وہ صرف ایک دھمکی نہیں تھی، کاظم شاہ جانتا تھا وہ اس بات کو سچ بھی کر کے دیکھا دیتا اسی لئے ناک چڑھاتے ہوئے ایزل شاہ کو اپنے ساتھ لانے کی خامی بھر دی۔

سالا وزیر دفاع ہو یا دیہاڑی دار مزدور! اسکی دھمکیوں سے اچھے اچھے بہنوئیوں کی جان جاتی ہے!! ۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے قریب جا کے سرگوشی نما آواز میں اسے سلگاتا کاظم شاہ کے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو پکڑ کے اپنی بانہوں میں بھر گیا۔

اور اگر میجر ہو تو جان کے ساتھ ساتھ سانسیں بھی ہر وقت سینے میں اٹکی رہتی ہیں! کیوں صحیح بولا نا؟۔۔۔کاظم شاہ نے آئیبرو اٹھاتے ہوئے مدھم آواز میں احان شاہ پہ طنز کا تیر پھینکا تھا، اشارہ اسکے سالے حاذق خان کی طرف تھا۔

نہ کریں لالہ! کیا واقعی ہی میری وجہ سے آپکی سانسیں ہر وقت سینے میں اٹکی رہتی ہیں؟ افف! میری اتنی دہشت ہے آپ پہ؟ ہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی احان شاہ کوئی جواب دیتا جب کمرے میں داخل ہوتے زوریز شاہ نے کاظم شاہ کو قہقہہ لگاتے ہوئے سرگوشی میں جواب دیا تھا۔۔آخر کو وہ بھی تو کاظم شاہ کا میجر سالا تھا۔۔زوریز شاہ کے جواب پہ احان شاہ کا دلکش قہقہہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔ان دونوں بھائیوں کو ٹیم بناتے دیکھ کے کاظم شاہ ان دونوں پہ لعنت بھیجتا ان سے بعد میں نپٹنے کا ارادہ رکھتا گل کی طرف بڑھا تھا۔۔وہ نہیں جانتا تھا اسکا یہ میجر والا طنز زوریز شاہ سن لے گا ورنہ وہ کبھی اس وقت اپنے منہ سے یہ الفاظ نہ نکالتا۔ان کی مدھم آواز کی وجہ سے گل اور ایزل نے ان کی باتیں نہیں سنی تھیں۔۔

کاظم شاہ گل کا حال احوال پوچھنے کے بعد اب مسکرا کے یاور شاہ کو اٹھا رہا تھا کیونکہ یسریٰ تو اس وقت اسکی بیوی کی بانہوں میں تھی۔ایزل شاہ اس وقت چہک چہک کے چھوٹی سی یسریٰ شاہ سے باتیں کرتی ساتھ ساتھ گل کو بھی اسکی طرف متوجہ کر رہی تھی۔۔گل ان دونوں کو دیکھ کے خوش دلی سے مسکراتی ساتھ ساتھ احان شاہ کی طرف بھی دیکھ رہی تھی جو ازمیر شاہ کے پھولے گال دیوانوں کی طرح چومتا اسے اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا۔شاید جو حسرت اس نے اپنے بچوں کو اٹھا کے پوری نہیں کی تھی وہ اس وقت ازمیر شاہ سے پوری کر رہا تھا۔۔آہستہ آہستہ پرائیویٹ روم میں

کل کی طرح مچھلی منڈی لگ چکی تھی۔ میر ال شاہ، ذائشہ خان، ارزم شاہ اور شاہ بی بی کے علاوہ تقریباً باقی سب ہاسپٹل میں موجود تھے۔ میر ال شاہ نے حاذق خان کو خصوصی طور پہ میسج کیا تھا کہ ہاسپٹل جانے سے پہلے ذائشہ کو ہویلی چھوڑ جائے تا کہ وہ اس کے ساتھ گل، احان اور ان کے بچوں کا ویلکم کرنے میں اور ان کا کمرہ سجانے میں ان کی مدد کر سکے۔ حاذق خان اپنی ازلی معصومیت کو استعمال میں لاتے ہوئے اسے رات کو کال پہ منا چکا تھا۔ میر ال کا صبح گیارہ بجے میسج پڑھتے ہوئے وہ مسکرایا تھا، حاذق خان اپنی منکوحہ کی اتنی ایکسائیٹمنٹ پہ خامی بھرتا ابھی کچھ دیر پہلے ہی ذائشہ کو شاہ ہویلی کے گیٹ پہ چھوڑ کے آیا تھا، وہ اندر جانے کی بجائے ڈائریکٹ ہاسپٹل آیا تھا۔۔ حاذق خان سب سے ملنے کے بعد اپنی گڑیا کی طرف بڑھتا اسکے پاس کرسی گھسیٹ کے بیٹھتا ہلکی پھلکی باتیں کرتے ہوئے وقفے وقفے سے یاور کی اپنے جیسی آنکھیں چومتا تو کبھی یسریٰ کے ماتھے پہ پیار کرتا۔۔ احان شاہ ان سب سے بے نیاز ازمیر کے ساتھ مصروف تھا، گلالئ نے اسکی بے نیازی کا بغور نوٹس لیا تھا۔۔

میری جان!! ہمت کرو نا! وہ کچھ نہیں کہے گا!! ۔۔۔ میر ال شاہ اسے اپنے ساتھ لگاتی ہمت دیتے ہوئے ارزم شاہ کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔

لیکن ہم یہ سب چیزیں ڈرائیور سے بھی تو منگوا سکتے ہیں نا آپی!!۔۔۔ وہ روہانسی ہوئی تھی۔

نہیں ڈرائیور کو بتا کے کچھ بھیجیں گے اور وہ ہر وہ چیز اٹھا لائے گا جس کی ضرورت نہیں ہو گی لیکن جن چیزوں کی ضرورت ہو گی وہ سب وہ شاپ سے پکڑنے کی زحمت بھی نہیں کرے گا!! تم چھوٹے شاہ کو اٹھاؤ وہ سب کچھ خود ہی لائے گا، اسے کچھ بتانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نفی میں سر ہلا کے ختمی انداز میں بولتی اب ارزم شاہ کے کمرے کا دروازا کھول کے اسے زبردستی اندر داخل کرتی دروازے بند کرتی مسکرانے لگی۔ وہ باقی سب کے آنے سے پہلے ان دونوں کی ملاقات کروا دینا چاہتی تھی کیونکہ وہ محسوس کر چکی تھی رات کو ارزم شاہ کا موڈ کوئی خاص اچھا نہیں تھا کیونکہ اسکی بیوی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور اگر آج بھی بیچارے کی سب کی وجہ سے ملاقات رہ جاتی تو میر ال شاہ کو خواہ مخواہ اپنے چھوٹے بھائی پہ ترس آتا رہتا جو سب کا باپ تھا۔۔

ذائشہ خان کو اسکے کمرے میں داخل ہوتے ہی شدید ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا، وہ فل سپیڈ میں اے سی لگا کے سو رہا تھا۔ اس کا کمرہ اس وقت برف بنا ہوا تھا اور وہ صرف باریک سی سفید چادر کندھوں تک خود پہ اوڑھ کے سو رہا تھا۔۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ہویلی آئی تھی، ایک گھنٹہ اس نے میرال شاہ کے ساتھ باتیں کی تھیں اور اسکے ہاتھ کا جوس پیا تھا ۔اب بارہ بج چکے تھے لیکن وہ ابھی تک یوں سو رہا تھا جیسے رات ہو رہی ہو۔۔ کمرے میں صرف نیم روشنی تھی۔۔ کھڑکیاں ابھی تک بند تھیں۔ ذائشہ خان چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی تھوک نگلتے ہوئے اسکے بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔ اسکی تو اس کے کمرے میں قلفی جم رہی تھی، وہ اتنا تیز اے سی لگا کے سونے کی عادی نہیں تھی۔۔

ا۔ار۔۔ ارز۔ ارزم!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان نے ہمت کرتے ہوئے ارزم شاہ کو اٹھانے کی کوشش کی تھی جو اوندھے منہ بیڈ پہ سویا ایک تکیہ اپنی بانہوں میں بھرے ہوئے تھا۔ اس نے اتنی کم آواز میں اسے پکارا تھا کہ ذائشہ خان کے اپنے کانوں کو ٹھیک سے اپنی پکار سنائی نہیں دی تھی تو گہری نیند میں سوئے ارزم شاہ کو کیسے سنائی دیتی؟

ا۔ارزم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے خوبصورت چہرے پہ نگاہیں جمائے اب کی دفعہ آواز کو تھوڑا بلند کرتے ہوئے اسے جگا رہی تھی۔۔

ہمم!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے نیند میں ہنکارا بھرا تھا، وہ شاید ذائشہ خان کی اس پکار کو ایک خواب سمجھ رہا تھا۔ وہ جس دن سے یونیورسٹی نہیں جا رہا تھا، پوری رات جاگ کے گزارتا تھا تو صبح سو کے عموماً کوئی دوپہر کے تین یا چار بجے اٹھتا تھا۔ اسکے صرف ہنکارا بھرنے پہ ذائشہ خان کا دل دھڑکا تھا، وہ اپنے دانتوں میں انگلی دبائے اسکے بیڈ کے قریب کھڑی تھی، اب سمجھ نہیں آ رہی تھی اپنی باقی کی بات کیسے کہے۔۔

ارزم۔۔ اٹھ۔۔۔ جائیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ تھوڑا سا جھک کے جھجکتی ہوئی اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے جگا رہی تھی۔ وہ اسکے نازک ہاتھ کے لمس پہ ایک سیکنڈ میں اپنی شہد رنگ آنکھیں وا کر گیا جو نیند کے خمار کی وجہ سے بے حد سرخ تھیں۔ اپنے سامنے کھڑی ذائشہ خان کو دیکھ کے وہ حیران در حیران تھا۔ وہ یہاں کیا کر رہی تھی؟ کیا یہ حقیقت تھی؟ اسے فاصلے پہ ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے جلدی سے خود پر سے چادر ہٹا کے ذرا سا آگے جھکتے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی نازک کلائی اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے محسوس کیا تھا۔ اسکے یوں اتنی جلدی جاگنے پہ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی اور اس پہ تضاد اسکا برہنہ سینہ دیکھتے جان حلق کو آئی تھی۔۔

وہ ہمیشہ کی طرح شرٹ لیس سو رہا تھا۔ وہ اس وقت صرف بلیو ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ ذائشہ خان کے گلابی گال سرخ ہوئے تھے۔۔

ذی بے بی! تم یہاں؟ کس کے ساتھ آئی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسے ایک جھٹکے میں خود پہ گراتا بے یقینی سے استفسار کرنے لگا۔ کیا اس سے حسین صبح کوئی ہو سکتی تھی کہ وہ اسکے کمرے میں اسکی بانہوں میں موجود تھی۔۔

و۔وہ۔۔مجھے۔۔لالہ۔۔ چھوڑ۔۔کے۔۔گئے۔۔ہیں!!۔۔۔۔ وہ اسے لڑکھڑاتے لہجے میں جواب دیتی اسکے حصار میں کسمسائی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ ابھی پٹڑی سے نیچے آجائے گا!! کیا وہ اسکی جان لیوا گستاخیوں سے واقف نہیں تھی؟

اوہو!! مجھ پہ اتنی عنایت کیونکر؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے کسمسانے کا نوٹس لئے بغیر اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچتا اسکے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

آ۔آپ۔۔۔پہ۔۔ نہیں!! میرال۔۔ آپی۔۔کے۔۔کہنے۔۔پہ۔۔یہاں۔۔ چھوڑ۔۔کے۔۔گئے۔۔ہیں!!۔۔ وہ اسکے اس قدر تنگ حصار پہ روہانسی ہوتی اسکی غلط فہمی دور کرنے لگی۔

وہ کیوں؟؟۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کو تجسس ہوا تھا۔۔ وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے آنکھیں موند تا نیند کے خمار سے لبریز آواز میں گویا ہوا۔۔

ہمیں گل کے بچوں کے لئے اس کا کمرہ سجانا ہے!!۔۔۔ وہ اپنے بھانجوں کو یاد کرتی چہکتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔ اب کی بار اسے لڑکھڑانے کی بجائے چہکتے دیکھ کے ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے اسکی گردن پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔ اسکے سلگتے ہونٹ اپنی گردن پہ محسوس کرتے ذائشہ خان کی جان ہوا ہوئی تھی۔۔

کیسے سجانا ہے!؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسے اپنے نیچے کر کے اس پہ سایہ فگن ہوتا اب اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔ وہ اس وقت چیک سٹائل گرے اور بلیک کے امتزاج کے گھٹنوں سے نیچے تک آتے کرتے میں ملبوس اسی طرح کا کھلا سا ٹراؤزر پہنے سر پہ اچھے سے گرے دوپٹا لئے ہوئے تھی، اسکی چادر میرال شاہ کے کمرے میں ہی رہ چکی تھی۔ وہ ہویلی آتے ہی صرف میرال شاہ سے ملی تھی، شاہ بی بی لاؤنج میں نہیں تھی اسی لئے اس نے ان کے کمرے میں جانے کی زحمت بھی نہیں کی تھی، البتہ میرال شاہ نے اسکے ساتھ ساتھ شاہ بی بی کے لئے بھی جوس بنایا تھا، وہ اکثر اوقات نوٹ کرتی تھی میرال شاہ اپنی نانی کے ساتھ کافی اٹیچ ہے۔۔

غبا۔ غبار۔ غباروں۔۔سے!!!۔۔۔۔۔۔اسے اپنے اوپر دیکھ کے وہ اسکے سینے پہ دونوں ہاتھ جما کے اس سے فاصلہ قائم رکھتی مدھم لہجے میں جواب دے رہی تھی۔۔

اچھا اور؟؟۔۔۔۔۔۔۔اسکے معصوم سے جواب پہ وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کر گیا۔۔ اسکی اتنی نزدیکی پہ ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، چاہے ہویلی میں اس وقت اکا دکا لوگ تھے لیکن اسے پھر بھی ڈر تھا کوئی آنہ جائے۔۔

پ۔پھو۔۔پھولوں۔۔سے۔۔بھی۔۔۔ذائشہ خان نے مزید معصومیت سے جواب دیا تھا۔۔

اور؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی ناک اپنے ہونٹوں میں دباتا گھمبیر لہجے میں بولا۔۔

اور۔۔۔لائٹس۔۔سے۔۔بھی!۔۔۔وہ اسکے لمس کو محسوس کرتی شرم سے لال ہوتے ہوئے اسے مزید جواب دے رہی تھی۔

اور؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ شاید اسے مزید سننا چاہ رہا تھا اسی لئے اب اسکے گالوں پہ اپنی ناک سہلاتے ہوئے بوجھل لہجے میں گویا۔ وہ اب کی بار خاموش رہی جس پہ ارزم شاہ نے اسکے تن سے دوپٹا جدا کرتے ہوئے اسکی شہ رگ پہ اپنا انگوٹھا سہلاتے اسکے لبوں پہ اپنی گہری سانسیں چھوڑی تھیں۔۔

اور۔۔۔کینڈلز سے۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنی شہ رگ سے ہٹانے کی ناکام کوشش کرتی جلدی سے اسے جواب دے رہی تھی۔۔

اور؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی تیزی پہ خوبصورتی سے مسکراتا اسکی ہیزل رنگ آنکھوں پہ جھکا انہیں چومنے لگا۔

اور۔۔۔ہاتھوں۔۔۔سے۔۔سارا سجائیں گے!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان کو جب کوئی جواب نہ سوجھا تو بالآخر اپنی جان بخشی کے لئے ختمی جواب دے گئی۔ اس کے جواب پہ ارزم شاہ نے بمشکل اپنا قہقہ گونجا تھا۔

کس کے ہاتھوں سے؟۔۔۔وہ ہمیشہ کی طرح اسکے جواب سے سوال نکالنے لگا۔۔

میرے۔۔۔آپ کے۔۔۔اور۔۔۔میرال آپی۔۔کے۔۔ہاتھوں۔۔۔سے!!۔۔۔۔ذائشہ خان نے معصومیت سے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔ اسکا ہاتھ گردن سے سرکتا محسوس کرتی وہ اب بس رونے کو تھی۔۔

ہمم! تو اسکا مطلب تم اس کام میں میری ہیلپ لینا چاہتی ہو؟ لیکن مجھے تمہاری ہیلپ کرنے پہ کیا ملے گا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا جواب سننے کے بعد اسکی گردن کی گہرائیوں پہ انگلی سرکاتا خمار آلود آواز میں پوچھنے لگا۔۔

ن۔ نہیں!۔۔ میں۔۔ تو۔۔ نہیں!! میرال۔۔ آپی۔۔۔نے۔۔مجھے۔۔ یہاں۔۔۔ آپ۔۔ کو جگانے۔۔۔کے ۔۔۔لئے۔۔ بھیجا۔۔ تھا۔۔ تاکہ۔۔ آپ۔۔ سٹور۔۔۔سے۔

جا۔۔کے۔۔یہ۔۔۔سب۔۔کچھ۔۔۔لے۔۔کے۔۔ آئیں!!۔۔وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولتی اسکی گستاخ انگلی جلدی سے اپنے ہاتھ میں تھام گئی۔۔

تو اسکا مطلب تم مجھ سے خود سے ملنے نہیں آئی؟ تم یہاں صرف کام سے آئی ہو؟۔۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھ سے اپنی انگلی آزاد کرواتا دانت پیس کے بولتے ہوئے اسکی گردن کی گہرائیوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا اسے سسکی بھرنے پہ مجبور کر گیا۔۔

ج۔جی۔۔اب۔۔ جائیں۔۔اور۔۔میرال۔۔ آپی۔۔کا۔۔اور۔۔میرا۔۔کام۔۔۔ کریں!۔۔ پھر۔۔ہم۔۔ کمرہ ۔سجائیں!!۔۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ دور کرنے کی ناکام کوشش کرتی معصومیت سے لبریز لہجے میں بولتی اسے مشورے سے نوازنے لگی۔

میں کیوں کروں؟ نوکر سمجھا ہوا ہے؟ میں کب سے خوش ہو رہا تھا میری بیوی مجھ سے خود ملنے آئی ہے لیکن یہاں تو بیویوں کے خون ہی سفید اور مطلبی ہو چکے ہیں!۔۔۔۔وہ دانت کچکچا کے بولتا اسکے گال پہ ہولے سے چیت لگاتا اسے آنکھیں دیکھانے لگا۔۔

نہ کریں! دور ہو جائیں! میں اور میرال آپی سب کچھ خود کر لیں گے! اور میں میرال آپی کو جا کے بتاتی ہوں آپ مجھے تھپڑ مارتے ہیں!!۔۔۔اسکے ٹکے سے جواب پہ وہ اپنے گال پہ ہاتھ رکھ کے معصومیت بھری ناراضگی سے بولتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔۔ ارزم شاہ نے آنکھیں پھیلا کے اپنی ذی کی طرف دیکھا تھا جو اسے دھمکیاں لگا رہی تھی۔۔ اس نے تو بالکل ہولے سے اسکے گال پہ چیت لگائی تھی لیکن اس نے منہ اس طرح سے پھولایا تھا جیسے ارزم شاہ نے اسے چٹاخ کی آواز کے ساتھ تھپڑ مارا ہو۔۔۔

جاؤ بتاؤ!! چلو اٹھو شاباش! ابھی جا کے بتاؤ! اور یہ لو بائٹ بھی ضرور دیکھانا انہیں!۔۔۔ارزم شاہ پہ جیسے اسکی دھمکی کا بالکل اثر نہیں ہوا تھا وہ اس پر سے ہٹ کے اسکے قریب بیڈ پہ لیٹتا لاپرواہی سے گویا ہوا اپنے ہاتھ سے چٹکی بجاتے اسے ابھی جا کے شکایت لگانے کو بول رہا تھا۔۔وہ اس کے اس لاپرواہ انداز پہ اسے نروٹھے پن سے دیکھتی اس کے پیچھے سے اپنا دوپٹا پکڑنے لگی۔وہ آنکھیں گھما کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

لالہ کو بھی بتاؤں گی آپ تھپڑ مارتے ہیں! اور اب چلی جاؤں گی! کمرہ بھی نہیں سجاؤں گی!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنا دوپٹا پکڑ کے خود پہ اوڑھتی اسے بھیگی آواز میں دھمکیاں دیتی بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی جب وہ پھر سے کلائی پکڑتا اسے خود پہ گرا گیا۔

اچھا چلی جاؤ گی؟؟! مجھ سے مار بھی کھاؤ گی! ایسے ایسے نشان دے کے بھیجوں گی یاد رکھو گی اور لالہ کو دیکھانے کے قابل بھی نہیں رہو گی!!۔۔۔۔۔وہ اسکے پورے چہرے پہ زور زور سے اپنی شہد رنگ بئیرڈ رگڑتا اسے پیار سے ڈپٹتے ہوئے ساتھ ساتھ زو معنی انداز میں دھمکی بھی لگا رہا تھا۔

آپ۔۔واقعی۔۔ہی۔۔ماریں۔۔گے۔۔مجھے؟؟۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے بے یقینی سے استفسار کرنے لگی۔۔

ہاں!! ایسے ماروں گا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے جواب دیتے ہی اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکی سانسوں پہ تسلط جمانے لگا۔۔ اسکے لبوں کی نمی پیتے ہوئے وہ اسکی ہلکی نم پلکوں کو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کر رہا تھا۔۔اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت بڑھاتے وہ ان پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑتا پھر سے چومنے لگا۔۔وہ اسکے شدت بھرے لمس پہ بے ساختہ اسکے برہنہ کندھے کو تھامتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی، لیکن وہ اسکی مزاحمت نظر انداز کرتا اسے اپنے سینے پہ لٹاتے اسکی سانسوں کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے کھلواڑ کرنے لگا۔ذائشہ خان کی پلکیں شرم وحیا کے احساس سے بری طرح سے لرز رہی تھیں۔۔اسکے ہونٹوں کا شدت بھرا بوسا لئے وہ انہیں اپنی قید سے آزاد کرتا پھولتی سانسوں اور خمار آلود نگاہوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔۔

اور ایسے بھی ماروں گا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی اسکے سابقہ سوال کا مزید جواب دیتا اب اسکے گالوں کو باری باری اپنے دانتوں میں دبا کے ان پہ سرخ نشان چھوڑ رہا تھا۔

اور ایسے بھی!!۔۔۔۔۔۔اب وہ اسکی ٹھوری پہ نرمی سے دانت گاڑتا اسکی شہ رگ اور گردن پہ جگہ جگہ اپنا لمس بکھیرنے لگا۔۔ذائشہ خان تو اس سے یہ سوال کر کے پچھتائی تھی۔۔وہ تھوک نگلتی ہوئی اسکا شدت بھرا لمس برداشت کرنے لگی۔

و۔وہ۔۔میر۔۔میرال۔۔۔آپی۔۔انتظار۔۔کر۔۔رہی۔۔ہو۔۔گی!!۔۔وہ اسے ہوش دلانے کی غرض سے میرال شاہ کا ذکر کرنے لگی۔اسے اپنے رومانس میں ڈسٹربنس کرتے دیکھ کے وہ اسے ایک دم سے خود کے نیچے کر گیا۔۔اسکے نشیب و فراز پہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتا اسکے کھلے سے کرتے کے اوپری دو بٹن کھولتا وہ اسکی دھڑکنوں پہ شدت سے جھک گیا۔اسکی دھڑکنوں پہ اپنے لبوں کا جان لیوا لمس چھوڑتے وہ اسے سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔وہ اسکے شدت بھرے حصار میں بن آب مچھلی کی طرح تڑپتے ہوئے مزاحمت کرنے لگی۔

اب پتا چل گیا! کس کس طرح سے ماروں گا تمہیں؟ یا مزید بتاؤں؟۔۔۔اسکے کپکپاتے وجود کو محسوس کرتے وہ اسکی دھڑکنوں سے سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتا چیلنجنگ انداز میں گویا ہوتے اسکے بال اسکے کان کے پیچھے کرنے لگا۔وہ اسکی زو معنی باتوں کا جواب دینے کی بجائے نگاہیں جھکا گئی۔اسکے نگاہیں جھکانے پہ وہ مسکرا کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اس کے اوپر سے اٹھا تھا۔۔

پانچ منٹ میں فریش ہو کے آرہا ہوں پھر اکھٹے روم ڈیکوریٹ کریں گے! اور خبردار جو تم میرے باہر آنے سے پہلے کمرے سے اٹھ کے گئی تو! !ورنہ باقی کا سارا رومانس میرال آپی کے سامنے آ کے کروں گا ذی بے بی!!۔۔۔اپنے بیڈ سے اٹھنے کے بعد اسے بھی بھوکھلا کے اٹھتے دیکھ کے وہ اسے پھر سے تکیے پہ گرا کے اسکے ارد گرد اپنے ہاتھ رکھتا جان لیوا دھمکی لگاتے ہوئے اسکے لبوں کو زور سے چومتے آنکھ ونک کرتا واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔وہ اسکی دھمکی پہ بیڈ سے اٹھنے کی بجائے دم سادھے وہی پہ بیٹھی رہی۔اسے واشروم میں بند ہوتے دیکھ کے وہ اپنے کرتے کے بٹن بند کرتی اپنی دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں معمول پہ لانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

ذائشہ اور میرال کے ساتھ احان شاہ کا کمرہ ڈیکوریٹ کرتے ارزم شاہ سیڑھیاں اور لاؤنج بھی ڈیکوریٹ کر چکا تھا۔سب سے زیادہ کام ارزم شاہ نے، دوسرے نمبر پہ میرال شاہ نے جبکہ تیسرے نمبر پہ زائشہ خان نے کیا تھا۔ذائشہ

خان کو تو تھرڈ پوزیشن دینا بھی پوزیشن کی توہین تھی اس نے انہیں سوائے چیزیں پکڑانے کے اور کچھ نہیں کیا تھا۔۔
ارزم شاہ نے اس سے چیزیں پکڑتے ہوئے بھی اپنی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی تھی۔ وہ لوگ تھک ہار کے بالکل ابھی لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھے تھے جب ارزم شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔ وہ اس وقت وائٹ پینٹ پہ گرے چیک شرٹ پہنے جان بوجھ کے ذائشہ خان کے ساتھ تھوڑی بہت میچنگ کئے ہوئے تھا۔ جیب سے فون نکالنے پہ احان شاہ کی کال دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے ریسیو کر کے کان کو لگائی تھی۔

جی لالہ!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ خود سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی ذائشہ خان کے منہ فرائز ڈالتا احان شاہ سے بات کرنے لگا۔ میر ال شاہ کو تاصف سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اب احسان کرنے والے انداز میں اس کے منہ کے آگے بھی فرائز کر گیا، میر ال شاہ نے کھانے کی بجائے اسکا ہاتھ پھر سے ذائشہ خان کی طرف گھمایا تھا۔۔ زائشہ خان شرماتی ہوئی فرائز کھانے کی بجائے اپنا چہرہ جھکا گئی، اسے شرماتے دیکھ کے وہ دونوں مسکراتے ہوئے اپنی ہنسی دبانے لگے۔۔ ارزم شاہ کندھے اچکا کے وہ فرائز اپنے منہ میں ڈال گیا۔۔

میری آواز آ رہی ہے تمہیں؟؟۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ احان شاہ کی بلند آواز موبائل سے گونجی تھی جس پہ وہ زبان دانتوں تلے دباتا "جی لالہ" بولتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔ وہ شاید کافی دیر سے اسے پکار رہا تھا۔

بیوی سے فرصت ملے گی تو کسی کی آواز آئے گی ناجناب کو!!۔۔۔ میر ال شاہ نے جان بوجھ کے ارزم شاہ پہ طنز کا تیر پھینکتے احان شاہ کو سنایا تھا لیکن ارزم شاہ اس وقت تک سپیکر پہ ہاتھ رکھ چکا تھا تاکہ اس کی آواز احان شاہ تک نہ پہنچ سکے۔۔

ہم ایک گھنٹے میں حویلی پہنچ رہے ہیں! بابا جان، چاچو اور داجی کافی دیر پہلے ہاسپٹل سے نکل چکے ہیں! ان کے حویلی پہنچتے ہی تم زرتاج اماں کو لینے جاؤ گے! میرے آنے سے پہلے وہ حویلی میں موجود ہونی چاہیئے!!۔۔۔ احان شاہ کا لہجہ حکمیہ تھا۔

جی لالہ! میں انہیں لے آتا ہوں! اور کچھ؟۔۔۔۔ ارزم شاہ اب سپیکر سے ہاتھ ہٹا کے اسے احترام سے جواب دے رہا تھا۔

ان کے لئے اوپر ایک روم صاف کروادو! ۔۔۔۔۔احان شاہ نے پر سوچ انداز میں مزید ایک حکم دیا تھا۔۔
جی ٹھیک ہے لالا۔۔۔۔۔۔وہ الوداعی کلمات کہتا فون رکھ گیا۔۔ابھی میرال شاہ اس سے کچھ پوچھتی جب ھارون شاہ، دریاب شاہ اور عادل شاہ حویلی میں داخل ہوئے تھے۔

میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں، اوپر ایک روم صاف کروادیں!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ صوفے سے اٹھتے ہوئے میرال شاہ اور ذائشہ خان سے مخاطب ہوا تھا جس پہ دونوں نے نا سمجھی سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔تینوں بڑوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کے ذائشہ خان کھانا چھوڑتی اپنی جگہ سے اٹھتی انہیں سلام کر رہی تھی۔۔ارزم شاہ اسے ایک نظر مسکرا کے دیکھتا حویلی سے نکل چکا تھا۔

زر۔۔زرتاج۔۔۔تم۔۔۔ی۔یہاں!!۔۔۔۔۔۔۔شاہ بی بی جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی لاؤنج میں بیٹھتی احان شاہ اور اسکے بچوں کا پوچھتے ہی ذائشہ کے سر پہ ہاتھ رکھتی صوفے پہ بیٹھنے والی تھیں، سامنے ارزم شاہ کے ساتھ آتی زرتاج اماں کو دیکھتی وہ حیرانگی سے انہیں پکارتی ان کی طرف بڑھی تھی۔میرال شاہ بھی انہیں یہاں دیکھتی حیران ہوئی تھی، ذائشہ خان نے نا سمجھی سے اس ساری صورتحال کو دیکھا تھا۔عادل شاہ، ھارون شاہ اور دریاب شاہ انہیں یہاں دیکھ کے حیران نہیں ہوئے تھے، احان شاہ اس سب کے متعلق انہیں پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا۔۔وہ تینوں جانتے تھے احان شاہ نے انہیں ایک الگ گھر میں رکھا ہوا تھا، وہ جب بھی زیادہ پریشان ہوتا تھا انہی کے پاس جا کے ان کے گود میں سر رکھ دیا کرتا تھا۔۔

زرتا۔۔زرتاج۔۔تم۔۔کہاں۔۔چلی۔۔گئی۔۔تھی؟۔۔۔شاہ بی بی خاموش سی زرتاج کو اپنی طرف دیکھتا پا کے یوں بھیگی آواز میں بولی تھیں جیسے وہ دونوں کسی زمانے میں سہیلیاں ہوں۔۔زرتاج اماں نے انہیں جواب دینے کی بجائے نفرت سے دیکھا تھا جو ان کی بیٹی کا ہنستا بستا گھر اجاڑ چکی تھیں۔۔

م۔مجھے۔۔معاف۔۔کر۔۔دو۔۔زرتاج!۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔باقی۔۔سب۔۔۔کے۔۔ساتھ۔۔ساتھ۔۔تمہارے ۔۔ساتھ۔۔بھی۔۔بہت۔۔نا۔۔انصافیاں۔۔کی۔۔ہیں!۔۔تمہیں۔۔بلاوجہ۔۔باتیں۔۔سنائی۔۔۔ہیں!۔۔مجھے۔ ۔ہر۔۔اس۔۔بات۔۔کے۔۔۔لئے۔۔۔معاف۔۔کر۔۔دو۔۔۔جس۔۔سے۔۔میں۔۔۔نے۔۔تمہارا۔۔دل۔۔

۔۔دکھایا۔۔۔۔ہے!!۔۔۔۔شاہ بی بی روتے ہوئے اسکے آگے ہاتھ جوڑ گئی،وہ اب اپنی عمر کے جس حصے میں تھیں وہ ہر اس بندے سے معافی مانگنا چاہتا تھیں جن کے ساتھ انہوں نے جانے یا انجانے میں زیادتی کی تھی۔۔

معافی مجھ سے نہیں ان دو بچوں سے مانگیں جن کا آپ نے گھر اجاڑ کے ان میں اس قدر دوریاں پیدا کر دی ہیں کہ دونوں ہی اپنی زندگی کے وہ خوبصورت لمحات گنوا چکے ہیں جو انہیں ایک ساتھ گزارنے تھے!!۔۔۔زرتاج اماں ان کے رونے کا اثر لئے بغیر نم آواز میں گویا ہوئی تھیں ابھی شاہ بی بی کوئی جواب دیتی جب لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہوئے سب ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔۔ان سب کی گاڑیاں کب حویلی کے پورچ میں آ کے رکی تھیں کسی کو آواز ہی نہیں آئی تھیں کیونکہ سب اس وقت زرتاج اماں اور شاہ بی بی کی طرف متوجہ تھے۔دروازہ کھلنے کی آواز پہ سب نے رخ موڑتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔گلالئ اس وقت احان شاہ کے بازو کے حصار میں آرام آرام سے قدم اٹھاتی اپنی تکلیف پہ قابو پا رہی تھی۔۔احان شاہ نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھانا چاہا تھا لیکن وہ اپنے لالہ کی وجہ سے جھجکتی ہوئی اسے مدھم آواز میں منع کر گئی،وہ اس کے منع کرنے پہ بے بس ہوا تھا۔

اماں!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ دروازے سے ہی زرتاج اماں کو دیکھتی انہیں بلند آواز میں پکارتی ہوئی انہیں ملنے کی غرض سے احان شاہ کے بازو سے نکلنے ہی والی تھی جب وہ اس کے گرد اپنے بازو کا حصار مضبوط کر گیا۔۔

کیا کر رہی ہو گل؟ آرام سے میرے ساتھ چلو!بھاگنے کو کس نے بولا ہے؟!!۔۔۔احان شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں ذرا سختی سے بولا تھا،وہ اسکی خود سے اتنی لاپرواہی برداشت نہ کر پایا،وہ جانتا تھا وہ پہلے ہی کتنی تکلیف میں اس کے سہارے سے چل رہی تھی اور اب اسکا یوں جوش سے اپنے حصار سے نکلنا اس کی جان ہی تو نکال گیا تھا۔احان شاہ کے سخت لہجے کو محسوس کرتی گلالئ اپنی جگہ پہ رک گئی۔۔یاور اس وقت حاذق خان کی بانہوں میں تھا۔تو یسریٰ زوریز شاہ کے بازوؤں میں تھی۔۔جبکہ کاظم شاہ اپنے بیٹے کو اٹھائے ہوئے تھا۔۔گلالئ کی آواز پہ زرتاج اماں خود سے روتے ہوئے اسکی طرف بڑھی تھیں،وہ آج کتنے مہینوں بعد اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں،چاہے وہ ان کا خون نہیں تھی لیکن انہوں نے تو اسے بیٹی کی طرح ہی پالا تھا نا۔۔حاذق خان ان خاتون کو جان چکا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا وہ ابھی تک حیات ہوں گی،اس نے یہی اندازہ لگایا تھا وہ وفات پا چکی ہوں گی۔گلالئ کو اپنے پاس رکھنے کے بعد اس نے ان کے متعلق کوئی خاص خیر خبر نہیں لی تھی۔وہ اس وقت کافی مسئلوں میں الجھا ہوا تھا۔

زرتاج اماں کو اپنے نزدیک آتے دیکھ کے گلالئی زبردستی احان شاہ کے بازوؤں سے نکلتی ان کے سینے سے لگتی بری طرح سے رونے لگی۔ احان شاہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا۔۔ زرتاج اماں گل سے ملتے ہوئے اسے سہارا بھی دیئے ہوئے تھیں، تاکہ وہ زمین بوس نہ ہو جائے۔۔

شاہ! تم آ گئے! میں کل سے تم دونوں کا اور تمہارے بچوں کا انتظار کر رہی ہوں!!۔۔۔۔۔۔شاہ بی بی اپنے قدم احان شاہ کی طرف بڑھاتی ایک نظر گل کو دیکھتی روتے ہوئے احان شاہ کے سینے سے لگی تھیں۔۔ احان شاہ نے اس وقت خود کو دنیا کا بے بس انسان محسوس کیا تھا۔ شاہ بی بی اب کافی ضعیف ہو چکی تھیں، وہ جب بھی اس کے ساتھ لگتی تھیں، وہ چاہ کے بھی انہیں خود سے جھٹک نہیں پاتا تھا۔

جی!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے سنجیدگی سے مختصر سا جواب دیا تھا۔

م۔مجھے۔۔اپنے۔۔۔بچے۔۔دیکھا دو شاہ!۔۔۔میں نے ایک ایک منٹ ان کا انتظار کیا ہے!۔۔۔۔وہ اسکے جواب دینے پہ اپنے آنسو رگڑتی بھیگی آواز میں مزید گویا ہوئی۔۔ گلالئی جو روتے ہوئے زرتاج اماں کے ساتھ لگی ہوئی تھی، شاہ بی بی کے مدعے پہ وہ ان سے الگ ہوتی ان کی طرف دیکھنے لگی۔

نہیں!! میں اپنے بچوں پہ آپ کا سایہ تک برداشت نہیں کروں گی!! کوئی بھی انہیں میرے بچے نہیں دیکھائے گا! میں جانتی ہوں یہ میرے بچوں کو مار دیں گی! بالکل اسی طرح جس طرح انہوں نے انیکسی میں میرے چہرے پہ تکیہ رکھ کے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی!! میں اپنی وہ بے بسی آج تک نہیں بول سکی! آپ کو لگتا ہے میں اتنا سب ہو جانے کے بعد آپ کو اپنے بچوں کا ایک دیدار بھی کرواؤں گی؟؟ نہیں کبھی نہیں!!!!!۔۔۔گلالئی تڑپتے ہوئے تکلیف سے غرائی تھی، اسے اس حالت میں غراتے دیکھ کے زرتاج اماں نے اسکی کمر پہ ہاتھ پھیرتے اسے شانت کیا تھا۔ باقی سب اپنی اپنی جگہوں پہ کھڑے حیرانگی سے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے۔۔ گلالئی کے تکلیف دہ الفاظ پہ احان شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولی تھیں۔۔

میں اب ویسی نہیں رہی بیٹا! مجھے معاف کر دو! دیکھو شاہ کے بچے مجھے بہت پیارے ہیں! مجھ پہ اتنا ظلم مت کرو! صرف ایک دفعہ مجھے انہیں اپنے بازوؤں میں اٹھانے دو!!۔۔۔۔شاہ بی بی اب احان شاہ سے الگ ہوتی روتے ہوئے

گلالئی سے مخاطب تھیں۔۔احان شاہ نے گلالئی کو زرتاج اماں کے حصار سے نکالتے اسے اپنے مضبوط حصار میں پکڑا تھا تاکہ وہ گر نہ جائے۔۔

جب آپ کو آپ کا شاہ پیارا نہ ہوا تو ان کے بچے پیارے کیوں ہوں گے ؟؟ اگر آپ کو آپ کا پوتا پیارا ہوتا تو کبھی انہیں مجھ سے الگ کروانے کی سازشیں نہ رچاتی!! آپ کو کسی سے پیار نہیں ہے! آپ کو صرف خود سے اور آپ کے غرور سے پیار تھا جس کا اقرار آپ نے خان مینشن میں کیا تھا! آج آپ صرف گلٹ میں ہیں! اپنے گناہوں کی کسی طریقے معافی چاہتی ہیں تاکہ سکون سے مر سکیں! لیکن میں آپ کو مرتے دم تک معاف نہیں کروں گی! جو آپ نے میرے ساتھ کیا ہے ارے ایسا تو کوئی کافر بھی شاید کسی مسلمان کے ساتھ نہ کرے!! میں کیسے وہ تکلیف دہ لمحات بھول جاؤں جو میرے لئے موت کے برابر تھے ؟ جن کی قصوروار صرف آپ تھیں!! کیسے وہ سب بھول جاؤں ؟ وہ سب نہیں بھولتا!! جس طرح سے آپ کو آپ کا شاہ پیارا ہے اسی طرح سے مجھے بھی تو پیارا تھا لیکن آپ نے تو میری عزت نفس کی دھجیاں اڑادیں! ہر دفعہ انہیں مجھ سے دور کر کے میرے دل کا قتل کیا!! مجھے کہیں کا نہ چھوڑا! آپ نہیں جان سکتیں ایک محرم کے بغیر زندگی کتنی بے رنگ ہوتی ہے کیونکہ آپ آج بھی خوش قسمت ہیں کہ اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی آپ کے محرم نے آپ پر سے اپنا حق ختم نہیں کیا! آپ کو بے سہارا نہیں کیا! آپ خوش نصیب ہیں اتنا سب کر لینے کے بعد بھی آج اس حویلی میں موجود ہیں! بدقسمت تو میں تھی جو کچھ نہ کرتے ہوئے بھی ہر زیادتی کا نشانہ بنی رہی! بدقسمت تو میں تھی جسے بے سہارا کر دیا گیا! غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی اس عالیشان حویلی سے نکال دیا گیا! آپ لوگ یہ کیوں بھول گئے کہ وہ سب کو نوازنے والا چھین لینا بھی جانتا ہیں! آپ کو تو مکافات عمل کا ڈر بھی نہ رہا! ہوتا بھی کیسے ؟ مکافات عمل آپ کے ساتھ تھوڑی ہونا تھا؟ وہ تو اگر ہو گا بھی تو آپ کی نسلوں کے ساتھ ہو گا؟ آپ کو آج بھی میری یا کسی کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی! آپ کو صرف اپنی تکلیف محسوس ہوتی ہے!! آپ کو کن الفاظ میں بتاؤں کہ آپ نے اپنے غرور کے چکر میں اپنی نسل تباہ کر ڈالی ہے!! یہ انسان لاکھ میرے نخرے اٹھاتا ہے! لاکھ میری پروا کرتا ہے لیکن میں وہ لمحات کیسے بھولوں جب مجھے اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی لیکن یہ مجھے میسر ہونے کی بجائے آپ کو میسر تھا!! میرا ظلم کسی کو نظر کیوں نہیں آتا؟ سب کو آج بھی اپنی معافی تلافی کی فکر کیوں ہے ؟؟ صرف اس لئے کہ ان کے دل ہلکے ہو جائیں ؟ اور آپ لوگوں کو معاف کرنے کے بعد

جو بوجھ میرے دل پہ آئے گا اس کا کیا؟ کیا میرا ضمیر مجھے پہ لعنت نہیں بھیجے گا کہ اتنا سب ہونے کے بعد بھی اپنے ساتھ زیادتی کر گئی گلالئی اسماعیل خان؟؟ جب تک میرا دل مجھے نہیں کہتا آپ کو معاف کر دوں مجھے بتائیں میں کیسے آپ کو معاف کروں؟ آپ کو معاف کرنے سے پہلے میرا دل چاہتا ہے میں وہ زہر منگوا کے کھالوں جو آپ نے خود منگوا کے خود ہی کھاتے اس کا الزام بھی میرے سر دھڑ ڈالا تھا!! آپ کی زیادتی گننے بیٹھوں تو کتنی راتیں گزر جائیں لیکن یہ زیادتیاں ختم نہ ہوں! !۔۔۔وہ روتے بلکتے ہوئے شاہ بی بی کو جواب دیتی احان شاہ کا زکر کرتے اسے بھی شکوے سے دیکھ رہی تھی۔۔ احان شاہ کے دل پہ مزید بوجھ آیا تھا۔۔ شاہ بی بی کے پاس کچھ بھی بولنے کو نہیں تھا، باقی سب خاموشی سے انہیں سن رہے تھے، ذائشہ خان اپنی بہن کی تکلیف محسوس کرتی میرال شاہ کے سینے سے لگی بری طرح سے رو رہی تھی۔ کیسا ویلکم کون سا ویلکم؟ گلالئی کی تکلیف محسوس کر کے ہر کوئی ان کا ویلکم کرنا تو بھول ہی چکا تھا۔ شاہ بی بی کو روتے دیکھ کے حاذق خان نے آگے بڑھتے ہوئے یاور شاہ کو ان کے ہاتھوں میں تھمایا تھا۔ سب چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگے۔۔

لالہ!!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی روتے ہوئے شکوے سے حاذق خان کو دیکھنے لگی۔۔

خدا نے نعمت اور رحمت سے نوازا ہے گڑیا تو دل بڑا کرنا بنتا ہے! تمہارا دل بڑا کرنا ہی ان لوگوں کے لئے سزا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے! ہم اسماعیل خان کا خون ہیں! شاہ ہویلی کے کچھ لوگ سمجھتے ہیں ہم ایک غدار کا خون ہیں! ہمارے خون میں وفا نہیں ہے تم اسے وفا کر کے دیکھاؤ! ! جان لینا یا سانسیں گھوٹنا خدا کے ہاتھ میں ہے!! اگر تم اس ڈر سے ان سے اپنے بچے دور رکھ رہی ہے کہ کہیں یہ انہیں جان سے نہ مار دیں تو یہ سراسر ایک بے وقوفی ہے! جب تک اللہ نہ چاہے ایک پتا تک نہیں ہل سکتا تو پھر تم نے سوچ بھی کیسے لیا کوئی تمہارے بچوں کی جان اتنی آسانی سے لے سکتا ہے؟ شاہ ہویلی میں رہنے کا فیصلہ تمہارا اپنا تھا! جس طرح سے دل بڑا کر کے سید احان شاہ کے پاس لوٹی تھی اسی طرح سے دل کو مزید وسیع کر کے اپنا خون وفا کر دو! بے وفاؤں سے وفا کرو گی تو یقین مانو اس سے بڑی سزا ان کے لئے اس دنیا میں کوئی نہیں ہو گی!!۔۔۔۔۔۔۔۔حاذق خان کی بلند آواز اس وقت پورے لاؤنج میں گونجی تھی، ان کی باتوں میں کسی نے دخل اندازی نہیں کی تھی۔۔ شاہ بی بی نے جزباتی ہوتے ہوئے حاذق خان کا ہاتھ چومتے اپنے پوتے کے بیٹے کا سر چوما تھا۔

خون وفا کرتی کسی روز مر جاؤں گی لالہ!!!۔۔۔۔۔وہ ہچکیوں کے درمیان بولتی شاہ بی بی جے بازوؤں میں اپنا لخت جگر دیکھ رہی تھی۔۔

یوں تو مت بولو گل!!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے اس جملے پہ تڑپ اٹھا تھا۔۔وہ بے بسی سے بولا تھا۔وہ خاموش رہی۔۔

ہمارا ذرا سا سخت فیصلہ کسی کی بھی جان لے سکتا ہے گڑیا! ! تمہارے بچے ان ہویلی والوں کا خون ہیں! شاید میں یا ذائشہ تمہارے بچوں کے بغیر رہ بھی لیں لیکن یہ ہویلی والے نہیں رہ سکتے گڑیا! خون میں بہت کشش ہوتی ہے! تمہارے بچے اس خاندان کا خون ہیں یہ لوگ چاہ کے بھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ ان کی ایک چھوٹی سی تکلیف پہ تڑپ ضرور سکتے ہیں! تم انہیں ان کے خون سے دور کرو گی تو یہ نہ ہو کسی بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑے؟ اگر تمہارے اس فیصلے نے کسی کی جان لے لی تو کیا کل کو پچھتاؤ گی نہیں؟ تم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا؟ اگر ہم نے اپنی زندگی کی اتنی تلخ حقیقتوں کے بعد بھی اتنا سا سبق نہ سیکھا تو کیا سیکھا گڑیا؟ آج نہیں تو روزِ محشر صحیح! اللہ ہمیں ہماری ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا اجر ضرور دے گا!!۔۔۔حاذق خان آگے بڑھ کے اسکا ماتھا چومتا اسکے آنسو اپنی پوروں سے صاف کرتے ہوئے نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔وہ اب زوریز شاہ کے بازوؤں سے یسریٰ کو پکڑ کے بھی شاہ بی بی کو پکڑا چکا تھا۔۔شاہ بی بی تو اتنے میں شرم سے ڈوب مر جانا چاہتی تھیں۔۔اتنا سب ہونے کے بعد بھی اسماعیل خان کا بیٹا ان کے سامنے اپنا خون وفا کر رہا تھا۔۔سب نے رشک بھری نظروں سے حاذق خان کو دیکھا تھا جو اتنی اعلیٰ سوچ کا مالک تھا۔۔گلالئی اپنے لالہ کی باتوں پہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتی اپنے بچوں پہ نگاہیں جما گئی۔۔

میں تم لوگوں سے معاف مانگ کے تم لوگوں کا مزید دل نہیں دیکھانا چاہتی! میں واقعی ہی دل سے بہت شرمندہ ہوں! میں اب منہ سے معافی مانگنے کی بجائے اپنے ہر عمل سے تم لوگوں سے معافی مانگو گی! شاید کسی دن گل بیٹی کا دل موم ہو جائے اور یہ مجھے معاف کر دے؟؟۔۔۔شاہ بی بی اب یسریٰ کو چومتے ہوئے گلالئی اور حاذق خان سے مخاطب تھیں۔وہ دونوں جواباً خاموشی سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

اسے کمرے میں لے کے جاؤ!! اور چلو ذائشہ گڑیا! رات ہو گئی ہے!۔۔۔۔۔۔۔۔ان سب کو خاموش دیکھ کے حاذق خان پہلے احان شاہ سے مخاطب بعد میں ذائشہ خان کو بھی خود کی طرف متوجہ کر رہا تھا جو بری طرح سے رو رہی تھی۔ارزم شاہ جو کب سے غور سے حاذق خان کو سن رہا تھا اس کے اس ایک آخری جملے نے اسے بدمزہ کیا تھا۔۔

ابھی ہم نے یاور اور یسریٰ کے ویلکم کا کیک کاٹنا ہے!! وہ صبح سے ان تیاریوں میں مصروف ہے لیکن آپ سب نے میری بیوی کو رلا دیا!! اب میں اسے کم از کم صبح ہونے سے پہلے بالکل نہیں بھیجوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں وہ صبح تک چپ نہیں کرے گی!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اعلانیہ انداز میں حاذق خان کو اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے قدم ذائشہ خان کی طرف بڑھائے تھے، اسے میرال شاہ کے حصار سے نکالتا وہ اسکے آنسو صاف کرتا اپنے کندھے سے لگا گیا۔۔ سب کے سامنے اس کی اس حرکت پہ ذائشہ خان رونا بھولتی شرم سے لال سرخ ہو چکی تھی۔ حاذق خان نے گھور کے ارزم شاہ کو دیکھتے ایک نظر میرال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کب سے اس پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ اب اس کے یوں دیکھنے پہ وہ کندھے اچکا گئی۔ کیونکہ حاذق خان کی آنکھوں میں ایک ہی تحریر تھی "دیکھ رہی ہو اپنے بھائی کی حرکتیں؟"۔۔۔۔ اس پہ میرال اب کیا کہتی۔۔ ارزم شاہ کی باتوں پہ سب نفی میں سر ہلانے کے سوا اور کچھ نہ کر پائے۔۔ وہ ایک منٹ میں اس ایموشنل ماحول کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ چکا تھا۔۔ گلالئ کو اچانک سے تکلیف کی ایک لہر اپنے بدن میں محسوس ہوئی تھی جس پہ وہ جلدی سے احان شاہ کی شرٹ زور سے تھام گئی۔۔ احان شاہ اسکی تکلیف محسوس کرتا بنا کسی کا لحاظ کئے گلالئ کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا، اب وہ سیڑھیاں تو چڑھنے سے رہی۔ گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، سب کے سامنے اسکی یہ حرکت اسے کانوں کی لوں تک سرخ کر گئی تھی۔ حاذق خان نے اپنے دونوں سالوں کی انوکھی حرکتوں پہ اپنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے زوریز شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔۔

چلو ذی! ہم اوپر کیک کاٹنے چلتے ہیں! باقی سب بھی آجائیں! تھوڑا تھوڑا کیک میری بیوی آپ سب کو بھی بانٹ دے گی!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اب اسکی کلائی پکڑ کے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا باقی سب کو بھی احسان جتانے والے انداز میں اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا خاص طور پہ حاذق خان کو۔۔۔ ذائشہ خان نے روہانسی ہوتے کئی دفعہ اپنی کلائی چھڑوانی چاہی تھی لیکن ارزم شاہ ہر دفعہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔۔ کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے سب کو اوپر آنے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ لاؤنج اور سیڑھیوں پہ ڈیکوریشن دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا ارزم شاہ نے اس سب میں کافی محنت کی ہے اب وہ تب تک کسی کو سکون سے جینے نہیں دے گا جب تک سب اسکی اس ڈیکوریشن کو سراہ کے اسکا لایا گیا کیک نہیں ٹھونس لیتے۔۔ سب اوپر کی طرف بڑھ چکے تھے۔۔ شاہ بی بی اور عادل شاہ نیچے ہی تھے کیونکہ سیڑھیاں

چڑھنا ان کے لئے مشکل تھا۔ وہ دونوں اب احان شاہ کے بچوں میں مصروف ہوتے انہیں نم نگاہوں سے دیکھتے حاذق خان کی باتیں یاد کر رہے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 116 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

احان شاہ اپنی بانہوں میں گلالئ کو اٹھائے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ کھولتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا جب اپنے کمرے کی اس قدر خوبصورت ڈیکوریشن کو دیکھتے ہوئے وہ خوشی سے مسرور ہوا تھا۔ اسکی بانہوں میں موجود گلالئ کا ریکشن بھی اس سے مختلف نہ تھا۔ کمرے کی اس قدر خوبصورت سجاوٹ پہ لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔۔ احان شاہ نے پورے کمرے میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے گلالئ کو احتیاط سے جا کے بیڈ پہ لٹایا تھا، بیڈ کراؤن کے ارد گرد بلیو اور پنک لائٹنگ کروائی گئ تھی جبکہ زمین سے لے کے بیڈ تک گلاب کے پھولوں کی خوبصورت سی راہداری بنائی گئ تھی، پورے کمرے میں ہلکے نیلے اور گلابی غبارے اوپر چھت کی طرف اڑتے ایک خوبصورت سا منظر پیش کر رہے تھے۔ بائیں دیوار کی ایک طرف ایک بڑے سے ٹیبل پہ ہر سائز کی خوبصورت سی کینڈلز، سفید اور سرخ گلاب کے بڑے سے گلدستے رکھے گئے تھے، چھوٹے چھوٹے فریمز اور قیمتی ڈیکوریشن پیسز کے درمیان ایک پنک ویلیوٹ کیک یسریٰ کے لئے جبکہ ایک بلیو ویلیوٹ کیک یاور کے ویلکم کے لئے رکھا گیا تھا، کیک کے پاس ہی ایک درمیانے سائز کا چاقو تھا جس پہ بلیو اور پنک ربن باندھا گیا تھا، کمرے کی ہر دیوار پہ یسریٰ اور یاور کی پہلے دن کی لی گئ تمام تصاویر لگائی گئ تھیں۔ کچھ تصاویر میں صرف یسریٰ کی ہری آنکھوں کو زوم کر کے لگایا گیا تھا۔ لیکن آنکھوں کو زوم کر کے یاور کی کوئی بھی تصویر کمرے میں نہیں لگائی گئ تھی، یاور کی جتنی بھی تصاویر کمرے میں لگائی تھیں وہ چن کے وہی لگائی گئ تھیں جن میں اسکی آنکھیں بند تھیں، ہاں کوئی ایک سے دو تھیں جس میں اس کی خوبصورت نیلی سمندری آنکھیں نظر آ رہی تھیں، وہ تصاویر بھی میر ال شاہ نے زبردستی لگوائی تھیں ورنہ ارزم شاہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا یاور کی آنکھوں کو اشتہار بنا کے احان شاہ کے کمرے میں لگانے کا۔۔۔

اس وقت سب احان شاہ کے کمرے میں موجود اس ڈیکوریشن کو دیکھتے ان کی اتنی تیاری کو سراہ رہے تھے۔۔حاذق خان کے ساتھ ساتھ باقی سب نے بھی نوٹ کیا تھا ارزم نے جان بوجھ کے یاور کی آنکھوں کی تصاویر احان کے کمرے میں نہیں لگائی تھیں۔حاذق خان نے اس ڈیکوریشن کو سراہے بنا گھور کے ارزم شاہ کو دیکھا تھا جو سینے پہ ہاتھ رکھے سر کو خم دیتا سب سے تعریفیں بٹور رہا تھا۔

یسریٰ کے ساتھ یاور کی آنکھوں کی بھی تصویر ہوتی تو کتنی خوبصورت لگتی نا!!۔۔۔گلالئ اپنی نگاہیں دیوار پہ یسریٰ کی آنکھوں کی تصویر پہ جمائے مسکراتے ہوئے مدھم آواز میں ارزم، میرال اور ذائشہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

تمہارا شوہر اور یہ دیور ہمارے یاور کی آنکھوں سے جیلس ہوتے ہیں گڑیا! اپنے بیٹے کی خوبصورت آنکھوں کو ان دونوں سے بچا کے رکھنا!!۔۔۔۔حاذق خان خود پر سے قابو کھوتے ہوئے بالآخر بول اٹھا۔حاذق خان کے جواب پہ گلالئ نے چونک کے ارزم شاہ اور احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جنہوں نے ایک ساتھ گل کی طرف دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔میرال شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی ان دونوں کو دیکھنے کے بعد اب حاذق خان کی طرف دیکھ رہی تھی جو اس وقت نیوی بلیو شلوار قمیض میں ملبوس ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔نیلے رنگ میں وہ خود تو جو قیامت ڈھا رہا تھا اسکی نیلی سمندری آنکھیں مزید غضب ڈھا رہی تھیں۔۔خود پہ میرال شاہ کی نگاہیں محسوس کرتے ہوئے حاذق خان نے ذرا سا رخ موڑتے ہوئے ذائشہ اور ارزم کے ساتھ کھڑی میرال شاہ کو دیکھتے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دبایا تھا۔اس وقت ان دونوں کی ملاقات ایک ناممکن سی بات تھی۔۔

نہیں بھابھی! ایسی بات نہیں ہے! ہمارے خلاف آپ کے کان بھرے جا رہے ہیں! میجر صاحب کو بولیں اپنی بات کے ثبوت پیش کریں!!۔۔گلالئ کو اپنی اور احان کی طرف آئیبرو اٹھا کے دیکھتا پا کے ارزم شاہ خفگی سے بولتا حاذق خان کو دیکھ کے آنکھیں گھما رہا تھا۔

میری بات کا سب سے بڑا ثبوت یاور کی میرے جیسی آنکھیں ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کے کل سے تم دونوں کا آدھا خون خشک ہو چکا ہے! دونوں کے لئے ایک مفید مشورہ ہے مزید جلنے کی بجائے دو چار خون کی بوتلیں ضرور لگوا لینا!!۔۔۔۔حاذق خان گلہ کھنکار کے انہیں مشورے سے نوازتا اندر تک سلگا کے رکھ چکا تھا۔۔حاذق خان کے

جواب پہ سب کا چھت قہقہ کمرے میں گونجا تھا سوائے احان شاہ اور ارزم شاہ کے۔۔گلا لئی نا سمجھی سے انہیں ایک دوسرے پہ طنز کرتے دیکھ کے مسکرا رہی تھی۔۔

ویٹ آمنٹ! پہلی بات تو یہ کہ ہمارا خون خشک ہو جائے یا جسم میں خون کی بوند باقی نہ رہے! یہ تیرا مسئلہ نہیں ہے! دوسری بات۔۔ خون کی بات تو مت کیا کر کیونکہ اپنے اس دو لیٹر خون بہا کا بدلہ میں تا قیامت نہیں بھولوں گا یہ نہ ہو آج یاور اور یسری کے ویلکم کا کیک کاٹنے کی بجائے ان کے ماموں کا دائیاں ہاتھ کاٹ کے سلیبریشن کے ایک یونیک طریقے کو نارملائز کیا جائے!! تیسری اور آخری بات یہ کس نے کہہ دیا کہ یاور کی آنکھیں تجھ سے ملتی ہیں؟ ہاہاہا۔۔ نائس جوک آف دا ہسٹری!! یاور کی آنکھیں اپنی مرحومہ دادی پہ ہیں کیوں بابا جان؟؟۔۔احان شاہ نے اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کے حاذق خان کو ہولے سے ہنس کے جواب دیتے اسے اندر تک جلاتے ہوئے آخر میں اپنے بابا کی رائے بھی مانگی تھی۔۔ہارون شاہ نے تاصف سے ان کی طرف دیکھا تھا جو کل سے یاور شاہ کی آنکھوں پہ جنگ کر رہے تھے۔۔

یس!! ہمارے یاور کی آنکھیں اس کی دادی پہ ہیں! یاور کی دادی اماں زندہ باد! اب سب اپنی اپنی غلط فہمیاں دور کر لیں! شاباش!!۔۔۔۔ہارون شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارزم شاہ اپنے ہاتھ کی چٹکی بجا کے کھکھلا کے بولتا حاذق خان پہ چوٹ کر رہا تھا۔ ارزم شاہ کو احان شاہ کا آخری جملہ بے حد پسند آیا تھا جس کا ثبوت اسکی کھکھلاہٹ دے رہی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔نو! ! تائی جان کی آنکھیں یاور سے بالکل مختلف تھیں۔۔ تائی جان سے ان کی آنکھیں صرف ایزل نے چرائی تھیں! بلیو کلر میں بہت سی شیڈز آتی ہیں! لیکن تائی جان کی اور ایزل کی آنکھوں کی شیڈ کہیں سے بھی یاور کی آنکھوں کی شیڈ سے میچ نہیں کرتی! یاور کی آنکھیں اسکے اکلوتے ماموں پہ ہیں! آخر کو مان کیوں نہیں جاتے تم سب؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے احان شاہ اور ارزم شاہ کی بات کا جواب دیتے احان سے صبح اسکی دی گئی دھمکی کا بدلا لیتے ان سب کو حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔ کاظم شاہ کے جواب پہ جہاں احان اور ارزم نے پہلو بدلا تھا وہی پہ حاذق خان کا دلکش قہقہہ کمرے کی زینت بنا تھا، باقی سب کے چہروں پہ دبی دبی سی ہنسی کا عنصر واضح تھا۔۔

اس سب سے میں نے ایک سبق حاصل کیا ہے! جس دن مجھے باپ بننے کی خبر ملے گی میری بیوی کا اس کے لالہ سے ملنا جلنا بند! اُن نو ماہ میں میری بیوی آپ کی گڑیا نہیں تو آپ گڑیا کے لالہ نہیں! ایون میں سوچ رہا ہوں! ہویلی رہنے کی بجائے کسی جنگل میں گھر خرید لوں گا تا کہ غلطی سے بھی میری بیوی کا اسکے لالہ سے سامنا نہ ہو! !میری بیوی صرف صبح شام میرا خوبصورت چہرہ دیکھے گی اور ہمارے بچے صرف مجھ پہ جائیں نا کہ میرے شریکوں پہ!!۔۔۔۔۔۔

حاذق خان کو ہنستے دیکھ کے ارزم شاہ اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے بے باکی سے بولتا ہوا اسکی ہنسی کو بریک لگوا گیا۔۔

احان شاہ اور زوریز شاہ نے بڑی مشکل سے اپنا اٹڈ تا قہقہہ روکا تھا جبکہ کاظم شاہ نے گھور کے چھوٹے شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ ارزم شاہ کی رخصتی سے پہلے ہی اس قدر بے باک بات پہ سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے، دریاب شاہ نے اپنے پیر سے چپل اتارتے ہوئے اسکے سینے کا نشانہ لیا تھا لیکن وہ ان کی چپل کھانے سے پہلے ہی جلدی سے احان شاہ کے پیچھے چھپ چکا تھا جس پہ سب کی دبی دبی سی ہنسی کمرے میں گونجی تھی۔ اسے احان شاہ کے پیچھے چھپتے دیکھ کے دریاب شاہ اسے منہ میں برا بھلا بولتے ہوئے اپنا ہاتھ روک گئے۔۔ ذائشہ خان کا حال اس وقت یوں تھا مانو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔ وہ روہانسی ہوتی نگاہیں جھکائے اپنی انگلیاں موڑتے ہوئے اپنے لالہ کے پاس جا کے کھڑی ہو چکی تھی کیونکہ وہ اب سب کے سامنے مزید ارزم شاہ کی چھیڑ چھاڑ برداشت نہ کر پاتی۔۔

کوئی انوکھی بات تو نہیں کی میں نے! اس دنیا میں سب ہی بچے بن کے آتے ہیں اور سب کو ہی کبھی نہ کبھی والدین کے عہدے پہ فائز ہونا ہے! اور وہ اقبال کہتے ہیں نا کہ:

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

اب اس شعر کو صرف میرے جیسے لیجنڈ لوگ سمجھ سکتے ہیں! "دریا" تو مجھے بیوی کی صورت میں مل گیا اب اقبال بول رہے ہیں" سمندر تلاش کر"۔۔ بیوی سے مراد دریا تو سمندر سے مراد بچے!! یہ سمندر میں صرف رخصتی کے بعد ہی تلاش کر سکتا ہوں! اسی لئے مہربانی فرما کے نیک کام میں دیری نہ کریں!!۔۔۔۔۔۔۔ حاذق خان کو سلگتے ہوئے اپنے سرخ چہرے پہ ہاتھ پھیرتے دیکھ کے احان شاہ کے کندھے میں چہرہ چھپا کے کھڑے ارزم شاہ نے بے حد

سنجیدگی سے سب کو مزید تفصیل سے آگاہ کرتے انہیں لال پیلا کیا تھا۔۔وہ اب زوریز شاہ والی سیٹ سنبھالتا ہر آئے روز اپنی رخصتی کو یوں ہی ڈسکس کیا کرتا تھا۔۔۔

تم کیوں چاہتے ہو جس چاقو کو تم نے کیک کاٹنے کے لئے ربن باندھ کے تیار کیا ہے اسی چاقو سے میں تمہاری دس گز لمبی اور واحیات زبان کاٹ ڈالوں؟۔۔۔۔۔حاذق خان نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے دبے دبے غصے سے ڈپٹا تھا۔

حاذق خان کے ساتھ ساتھ کاظم شاہ اور دریاب شاہ نے اسے شدید گھوریوں سے نوازہ تھا۔۔

افف! جن کے ویلکم کا کیک کاٹنا تھا انہیں تو آپ سب نیچے چھوڑ آئے؟ میں انہیں لے کے آتا ہوں! !۔۔۔سب کو خود پہ گرم ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے یہاں سے نکلنا بہتر سمجھا تھا،وہ احان شاہ کے پیچھے سے نکل کے اپنی گرے شرٹ کا کالر درست کرتا اعلانیہ انداز میں بولتے ہوئے لاپرواہ بننے کی ایکٹنگ کرتا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔

پتا نہیں تمہاری ماں نے کیا کھا کے تم جیسی کمینی اولاد کو جنم دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔اسے دروازے کی طرف جاتے دیکھ کے دریاب شاہ نے اپنا کچھ دیر پہلے والا غصہ اتارنے کی غرض سے غراتے ہوئے گھما کے اپنا جوتا اسکی کمر پہ مارنا چاہا تھا لیکن ارزم شاہ وقت پہ اپنا بچاؤ کرتا تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا دروازہ بند کر چکا تھا۔۔دریاب شاہ کا جوتا دروازے کو لگ کے نیچے زمین پہ گر چکا تھا جس پہ کمرے میں پھر سے سب کی کھکھلاہٹ گونجی تھی سوائے حاذق خان کے جو غصے سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ذائشہ خان سرخ چہرہ لئے اپنی انگلیاں موڑتے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔۔

مام بتایئے گا کیا کھایا تھا؟ پھر میں اپنی ذی کو بھی وہی کھلاؤں گا تاکہ ہمارے بچے میری ڈٹو کاپی ہوں! واللہ مجھے سید ارزم شاہ سے بے حد محبت ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ابھی دریاب شاہ کا غصہ ٹھنڈا بھی نہیں ہوا تھا جب ارزم شاہ تھوڑا سا دروازہ کھول کے اپنا منہ اندر کر کے معصومیت سے زہرہ مام سے مخاطب ہوتا ان کا جواب سنے بغیر جلدی سے دروازہ بند کرتا ہنستے ہوئے نیچے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا تاکہ یسریٰ اور یاور کو لے کے اوپر آسکے۔۔زہرہ مام اپنے بیٹے کی حرکتوں پہ ہمیشہ کی طرح شرمندہ سی ہوتی چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتی دل میں اس پہ اپنی بھڑاس نکال رہی تھیں۔۔گلائی کا موڈ جو شاہ بی بی کی وجہ سے خراب تھا،ارزم شاہ کی باتوں پہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی نیچے منہ کر کے نا محسوس انداز میں ہنس دیتی۔۔

وہ کچھ ہی دیر میں یاور اور یسریٰ کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھائے احان شاہ کے کمرے میں داخل ہوتا ساتھ ساتھ دونوں کو چوم رہا تھا۔ وہ انہیں صوفے پہ بلیو اور پنک کشن پہ بٹھانے ہی والا تھا جب احان شاہ نے اسے اشارے سے انہیں گلالئ کے پاس بٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔۔

لیکن لالہ ساری سیٹنگ تو وہاں کی ہے نا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے اشارے کو سمجھتے ہوئے نا سمجھی سے بولتا اب یاور اور یسریٰ کو گلالئ کے پاس لٹا رہا تھا۔ احان شاہ نے بنا کچھ بولے اپنے ایک ہاتھ سے ٹیبل احتیاط سے گلالئ کے قریب گھسیٹا تھا یوں کہ اس پہ موجود چیزوں کی ڈیکوریشن خراب نہ ہو۔ صوفے پہ موجود پنک اور بلیو کشن پکڑ کے وہ مرحا شاہ کو پکڑاتا انہیں بچوں کے نیچے سیٹ کرنے کا بول رہا تھا۔

لو تمہاری سیٹنگ خراب نہیں ہوئی! اب خوش؟۔۔۔ احان شاہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ ارزم شاہ کو جواب دیتا چاقو اٹھا کے گلالئ کے ہاتھ میں پکڑا گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا گلالئ کو بیڈ سے اٹھا کے ایک دفعہ صوفے پہ بٹھا کے ذرا سی بھی تکلیف سے گزارا جائے۔۔

چلو اپنے بچوں کے ویلکم کے کیک کاٹو!! ذائشہ بچے تم بھی آجاؤ اور میجر تو بھی آجا!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ گلالئ کو مخاطب کرنے کے بعد اب دور کھڑے میجر خان اور ذائشہ خان سے مخاطب تھا۔۔

نہیں لالہ! آپ اور گل مل کے کاٹیں نا!!۔۔۔۔۔ ذائشہ خان جھجکتے ہوئے بولی تھی۔ حاذق خان بھی اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ وہ خاموشی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ گلالئ نے سر اٹھاتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ سب ان کے کیک کاٹنے کے انتظار میں تھے، زوریز شاہ نے اپنے فون کو بلوٹوتھ سے کنیکٹ کرتے ہوئے لائٹ سا بیک گراؤنڈ میوزک لگایا تھا۔ گلالئ یاور کے ویلکم کا بلیو ویلکم کیک کاٹتی اب چاقو احان شاہ کو تھما گئی تھی۔

یہ آپ کاٹ لیں!!۔۔۔ وہ مدھم آواز میں اس سے مخاطب اب پنک ویلیوٹ کیک کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

احان شاہ نے خاموشی سے بنا کسی بحث کے اسکے کہنے پہ وہ کیک کٹ کیا تھا۔ سب نے ہولے سے تالیاں بجاتے ہوئے خوشدلی سے ان کی یہ خوشی سیلیبریٹ کی تھی۔۔

تھینک یو لالہ اینڈ دیدہ!!۔۔۔۔۔۔۔ کیک کاٹنے کے بعد گلالئ مسکراتے ہوئے ارزم شاہ، میرال شاہ اور زائشہ خان کو دیکھتی اس سب کے لئے شکریہ بول رہی تھی۔ وہ واقعی ہی کافی خوش ہوئی تھی۔ جواباً ان تینوں نے مسکرا کے اسکا

شکریہ وصول کیا تھا۔۔ارزم شاہ نے چہرہ گھما کے اپنے لالہ میں چھپتی ذی کو آنکھیں دیکھائی تھیں جو اس کے پاس کھڑی ہونے کی بجائے اسکے سالے کے بازو کے حصار میں کھڑی تھی۔۔

جس نے کیک نہیں کھانا وہ ایک سائیڈ پہ ہو جائیں تا کہ میں اندازہ لگا سکوں کیک کے کتنے پیس کرنے ہیں!!۔۔۔۔۔

کیک کٹ ہونے کے بعد ارزم شاہ بلند آواز میں حاذق خان کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب ہوا تھا تا کہ وہ ایک سائیڈ پہ ہوتے ہوئے اسکی بیوی کو اپنے حصار سے آزاد کرے لیکن وہ یونہی کھڑا رہا۔۔

سب کو کھانا ہے؟؟ایک پیس کم بنے گا کیونکہ میری بیوی کو سب سے ڈبل کھانا پسند ہے! میجر صاحب آپ جاتے ہوئے بیکری سے کھا لیجئے گا!!۔۔۔سب کو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ آنکھیں گھما کے بولتا ہوا اب کیک کے پیس کر رہا تھا۔۔کیک اچھے خاصے بڑے تھے لیکن ایسا ہو سکتا تھا ارزم شاہ اپنی باتوں سے حاذق خان کا دل نہ جلائے؟ڈبل کھانے والی بات پہ سب کی نظریں خود پہ محسوس کرتی ذائشہ خان روہانسی ہوتی ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگی جو ہمیشہ سب کے سامنے اسکی واٹ لگاتا اسے سرخ کیا کرتا تھا۔۔

میجر صاحب سے جب تک تم نے اپنی لائیو دھلائی نہیں کروانی!! تم نے سکون سے نہیں بیٹھنا!!۔۔۔۔جواب حاذق خان کی بجائے زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا جس پہ سب کے مشترکہ قہقہے نے ماحول کو ایک دفعہ پھر سے زعفران بنایا تھا۔۔اپنے دوست کے لئے زوریز شاہ کی ممتا جاگتے دیکھ کے ارزم شاہ نے منہ پھولاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

ازمیر شاہ آج بے وقت سو رہا تھا۔۔پورا دن ہاسپٹل میں سب کی بانہوں میں پیار بٹور کے اب وہ نیند اپنے باپ کے بازوؤں میں پوری کر رہا تھا۔۔

کچھ ہی دیر میں سب کیک کھا چکے تھے،ذائشہ خان نے جھجک کے آج ڈبل کھانے کی بجائے ایک سے بھی کم پیس کھایا تھا،اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سب اس کے کھانے پہ نظر رکھے ہوئے ہیں جبکہ ایسا بالکل بھی نہیں تھا،وہ اوور تھنک کر رہی تھی۔۔ارزم شاہ کی لاکھ نوٹکیاں کرنے کے باوجود میجر خان سب سے ملنے کے بعد ذائشہ خان کو اپنے ساتھ لے کے جا چکا تھا جس پہ وہ اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔اس نے غصے سے ذائشہ کی پلیٹ اٹھا کے اسکا چھوڑا ہوا کیک کھاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔باقی سب اسکی حرکتوں پہ ہنسنے اور مسکرانے کے سوا اور کچھ نہ کر پائے۔۔اڑھائی سے تین ماہ پہلے تو وہ اسکی ایسی حرکتیں دیکھنے کو جیسے ترس چکے تھے۔۔

میجر!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اور ذائشہ خان کو ایک ساتھ گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے میر ال شاہ نے نچلے لب کو دانتوں تلے دباتے ہوئے اسے آواز دی تھی۔ میر ال شاہ کی آواز پہ حاذق خان اور ذائشہ خان نے ایک دم سے رخ موڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ حاذق خان نے صرف ایک خاموش نگاہ ذائشہ خان پہ ڈالی تھی جس پہ وہ اپنی مسکراہٹ روکتی جلدی سے اسکی گاڑی کی طرف بڑھتی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گئی۔۔ حاذق خان لمبے لمبے قدم اٹھاتا میر ال شاہ کی طرف بڑھا تھا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کے وہ پلر کے پیچھے چھپ گئی، اسکی اس بچوں سی حرکت پہ وہ نا سمجھی سے مسکراتا ہوا پلر کے پیچھے جاتے ہوئے اسکے مقابل کھڑا ہوتا آئیبرو اٹھا کے اس کی طرف دیکھنے لگا۔۔

تمہیں تمیز نہیں ہے جب بھی نکاح کے بعد سسرال آتے ہیں تو جاتے جاتے بیوی سے چوری چھپے ملاقات ضرور کر کے جاتے ہیں!!۔۔۔۔وہ اسکی نیوی بلیو قمیض کا گریبان جکڑ کے اسے خود کے قریب کھینچتی اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ حاذق خان اسکی اس ادا پہ نثار ہوتا پلر کے دونوں اطراف ہاتھ رکھتا اس پہ جھکتا گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، وہ اس وقت آف وائٹ فل ایسٹرن ڈریس میں ملبوس شانوں پہ شفون کا دوپٹا لئے ہوئے تھی، پہلے جو دوپٹا گلے میں ہوتا تھا آج اسے پھیلا کے سینے پہ لیا گیا تھا، وہ الگ بات تھی یہ باریک سا دوپٹا اسے چھپانے کے لئے ناکافی تھا لیکن اس نے کوشش تو کی تھی نا؟

جس دن تمہارے بھائیوں جتنا بے شرم بن جاؤں گا بنا کسی لحاظ کے تمہیں سب کے سامنے گلے سے لگا کے جایا کروں گا!! دعا کرو کہ میں اتنا بے شرم بن جاؤں بدلے میں ان کے چہرے سرخ کر پاؤں!!۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر لہجے میں بولتا اپنی مسکراہٹ دبا کے اسے جواب دیتے اسکی کان کی لوں دانتوں تلے دبا گیا۔

بے شرمی میں ان سے دو ہاتھ آگے ہو تم!! ایسے ہی سب کے سامنے جھوٹا رعب سجایا ہوتا ہے چہرے پہ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی پلکیں اٹھا کے اسکی طرف خفگی سے دیکھتی اسکی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔ اس وقت وہ دونوں پلر کے پیچھے تھے، انہیں یہاں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میرا ہر پوشیدہ روپ صرف تمہارے لئے ہے میرو جان!! کیا تم چاہتی ہو میں سب کے سامنے اپنی بے شرمی دیکھاؤ؟۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ ہولے سے اپنے ہونٹ رکھتا دھیرے سے بول رہا تھا۔۔

میری دوستیں ابھی مجھ سے گروپ کال پہ تمہارے بارے میں پوچھتی! وہ سب جانتی ہیں ہماری ہویلی میں دو ننھے سے مہمان آئے ہیں جن کے ماموں تم ہو تو وہ سب مجھ سے پوچھتی جیجو سے ملی کیا؟ پھر میں انہیں کیا بتاتی کہ تم لوگوں کے جیجو میں اتنی عقل بھی نہیں ہے اشارے سے باہر بلا لے؟۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے اپنی سناتی گھوریوں سے نوازنے لگی۔

ایک تو یہ تم لڑکیوں کی چس لینے والی عادت ساری زندگی ختم نہیں ہو سکتی! مجھے لگتا ہے پاکستان کے نوے فیصد مرد صرف اسی لئے اپنی سہاگ رات پہ اپنی بیوی کو اپنی مردانگی کا ثبوت دیتے ہیں تاکہ ان کی بیویاں اگلے روز اپنی سہیلیوں کے سامنے ثابت کر سکیں ان کا شوہر نامرد نہیں ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے مدعے پہ تاصف سے سر ہلا کے بے باکی سے بولتا میرال شاہ کو ایک پل کے لئے سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا تھا۔۔

تم لڑکے کون سے شریف ہوتے ہو؟ اپنے دوستوں کی ویڈنگ نائٹ پہ جو بے شرمی سے انہیں ذلیل کرتے ہو کیا ہم لڑکیاں اس سب سے واقف نہیں ہیں؟۔۔۔۔۔میرال شاہ بھی کہاں دبنے والی تھی، سینہ تان کے روعب سے جواب دیا۔۔

کم از کم ہم ایک دوسرے سے سہاگ رات کی پوری ڈیٹیل نہیں پوچھتے! اور یہ تمہیں لڑکوں کے سیکریٹ بتا کون رہا ہے؟؟ہمم؟؟۔۔۔وہ اسے جواب دیتا ساتھ ہی ائیبرو اٹھا کے دانت پیستے ہوئے سوال کرنے لگا۔۔

وہی جو تمہیں ہم لڑکیوں کے سیکریٹ بتا رہا ہے!! اور جاؤ تم جہاں جا رہے تھے! لڑکیوں کے اتنا خلاف ہو تو مجھ سے نکاح کیوں پڑھوالیا تھا؟ وہ بھی کسی لڑکے کے ساتھ پڑھ لیتے!!۔۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے اسکی قمیض کے بٹنوں سے ہاتھ ہٹاتی جو منہ میں آیا ایٹیٹوڈ سے بولنے لگی۔

خدا کو مانو میرو!! ہمیشہ سوچے سمجھے بغیر بول دیتی ہو! اسے کس کرنے میں مزہ تھوڑی آتا جیسے تمہیں کس کر کے آتا ہے؟۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھا کے بولتا جھک کے اسکے ہونٹوں کو زور سے اپنے لبوں میں دبا کے کچھ دیر کے لئے سک کرتا اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھ گیا۔اسکی اس اچانک کس پہ میرال شاہ کی سانسیں الجھی تھیں۔۔کچھ دیر تک اسکی نازک پنکھڑیوں کی نرمی محسوس کرنے کے بعد وہ اسے نرمی سے اپنے گلے سے لگاتا اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔

کاش تم یہ ملاقات اس دن کی طرح روم میں اریج کروالیتی تو تمہیں اتنی جلدی چھوڑ کے نہ جاتا!! ابھی ذائشہ انتظار کر رہی ہے اور کوئی بھی اس وقت لاؤنج کے دروازے سے باہر آسکتا ہے! ! اگلی ملاقات فرصت سے کریں گے!۔۔۔وہ اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکرا کے خمار آلود آواز میں بولتا جھک کے اسکی گردن پہ زور سے بائٹ کر گیا۔وہ اپنے نچلے بھیگے لب کو اپنے دانتوں میں دباتی اپنی سسکی روک رہی تھی۔اسکی گردن پہ اپنی شدت کا نشان چھوڑ تا وہ ایک دفعہ پھر اسکے لبوں کو چوم گیا۔۔

شکر ہے مجھے یہ تھوڑا بہت رومانس کرنا آتا ہے ورنہ تم اور تمہاری دوستیں اللہ جانے مجھے کس مخلوق سے ملا دیتی! اب انہیں بتانا ان کے جیجو کتنی ڈیپ کس اور ظالم لو بائٹ بنا کے گئے ہیں!!۔۔۔۔۔اسکے لبوں کو رہائی بخشتا وہ افسوس اور تشکر کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوا تھا۔۔وہ اسکی باتوں پہ اپنی ہنسی دباتی اسے گھور کے دیکھتے ہوئے اسکے سینے سے لپٹی تھی۔وہ ایسی ہی تھی جب اسے پیار آتا تھا اپنے ایکشن سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا کرتی تھی۔۔

تم نے آج ہویلی میں میری نانو کے ساتھ جو رویہ اپنایا ہے مجھے بہت اچھا لگا! ! میں جانتی ہوں انہوں نے اپنی زندگی میں بہت گناہ کئے ہوں گے! بہت زیادتیاں کی ہوں گی لیکن وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں،اسی طرح مجھے بھی ان سے بہت محبت ہے! میں چاہ کے بھی خود کو ان سے محبت کرنے سے روک نہیں پاتی! تم نے آج اپنے رویے سے سب کے دل جیت لئے ہیں! خون وفا کرنا کوئی تم سے سیکھے میجر!!۔۔۔وہ اسکے سینے پہ اپنے ہونٹ رکھ کے مدھم آواز میں بولتی حاذق خان کو اندر تک ارشاد کر گئی۔۔

وعدہ کرتا ہوں تمہارے الفاظ کی لاج رکھوں گا! جب تک ذندہ ہوں اپنا خون وفا کرو گا! تم کبھی یہ نہیں کہہ سکو گی میجر تم بے وفا نکلے!!۔۔۔وہ اسکے نازک ہونٹوں کا لمس اپنے سینے پہ محسوس کرتا ایک عزم سے بولتا جھک کے اسکی گردن چوم رہا تھا۔وہ اسکے پر سکون لمس کو محسوس کرتی اپنی آنکھیں موند گئی۔

ہاہاہا۔۔اب جاؤ ورنہ تمہارا چھوٹا بہنوئی تمہاری گاڑی کو یہی پہ دیکھ کے اپنی بیوی کے سر پہ آ کے کھڑا ہو جائے گا!!۔۔۔اسکی بیئرڈ کی چبھن اپنی گردن پہ محسوس کرتے ہوئے وہ کھکھلا کے بولتی اسکا چہرہ دور کرنے لگی۔۔

پہلی بات تو یہ کہ وہ میرا بہنوئی نہیں سالا ہے! اور دوسری بات اسے کچھ عقل سیکھاؤ اور تیسری اور آخری بات مجھے ایک گڈ بائے کس کر دو پھر میں جاؤں!! ۔۔۔۔ میجر خان پہلی اور دوسری بات لاپرواہی سے سر جھٹک کے بولتا تیسری بات اس پہ اپنا چہرہ جھکا کے بولا تھا۔

اہمم؟ گڈ بائے کس؟۔۔۔۔۔۔ وہ اسکا گال اپنے ہاتھ سے کھینچ کے اسکے بیر ڈدہ سرخ پھولے گال پہ اپنے دانت گاڑتی جلدی سے اسکی پناہوں سے آزاد ہوتے ہوئے کھکھلاتی ہوئی اندر کی طرف بھاگ چکی تھی۔۔ وہ جو اپنے ہونٹوں پہ اسکے لمس کا انتظار کر رہا تھا اسکے گال پہ بائٹ کرتی وہ اسے اپنے دانتوں کا وہ پہلا لمس یاد کرواتی مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔ وہ اسے چکما دے کے جا چکی تھی، وہ ہولے سے ہنس کے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔

حاذق خان اپنے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ سجائے اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا، ذائشہ خان جو کب سے بوریت سے اپنی انگلیوں موڑ رہی تھی مسکرا کے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب اسکے گال پہ دانتوں کا نشان دیکھتی وہ سٹپٹا کے باہر کی طرف دیکھنے لگی۔۔ حاذق خان کا دھیان اس وقت گاڑی سٹارٹ کرنے کی طرف تھا اس نے اپنی بہن کے سٹپٹانے پہ غور نہیں کیا تھا۔

زیادہ دیر تو نہیں ہو گئی گڑیا؟ وہ۔۔ ایکچولی۔۔ ہاں۔۔ وہ دراصل مجھے شکریہ بول رہی تھی کہ میں نے تمہیں یہاں اس کی ہیلپ کے لئے بھیجا!!۔۔۔ حاذق خان شاہ حویلی سے گاڑی باہر نکالتے ہوئے یونہی ذائشہ کو اپنے لیٹ آنے کی وجہ بتانے کے لئے بہانہ گڑھ گیا۔ وہ اسکے بہانے پہ باہر دیکھتے ہوئے مسکرائی۔۔

نہیں لالہ زیادہ دیر تو نہیں ہوئی تھی! (اچھا تو میرو بھابھی اس طرح سے شکریہ ادا کرتی ہیں)۔۔۔۔ وہ اسے نرمی سے جواب دیتی اسکے گال پہ دانتوں کا نشان کن اکھیوں سے دیکھتی دل میں شرارت سے سوچنے لگی۔

سب کے جانے کے بعد زرتاج اماں اور گلالئی ایک ساتھ بیٹھی کافی باتیں کر چکی تھیں، احان شاہ انہیں سپیس دینے کی وجہ سے ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ وہ زرتاج اماں کو اپنی ڈیلیوری کے لمحات بتاتی کب سے آنسو بہا رہی تھی اور

وہ اسکی معصومیت پہ مسکراتی ہوئی اس پہ رشک کر رہی تھیں جسے اسکے شوہر نے ایک پل کے لئے بھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔۔

چل اب سو جا گلے! باقی کی باتیں کل کریں گے اور شاہ بھی ہماری وجہ سے کب سے کمرے میں نہیں آیا!!۔۔۔۔۔۔

اسکے آنسو پونچھتے ہوئے بالآخر زرتاج اماں نے باتوں کا سلسلہ ختم کیا تھا۔۔

میرے پاس ہی رہیں نا اماں! رات کو دونوں اتنا تنگ کرتے ہیں! میں اکیلی کیسے سنبھالوں گی؟؟۔۔۔وہ ان کے سینے سے لگی بھیگی آواز میں گویا ہوئی تھی۔

تیرا شاہ ہے نا! وہ سب سنبھال لے گا! تو بس سچے دل سے اپنا آپ اسے سونپ دے!!۔۔۔۔۔۔زرتاج اماں دھیمی سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے بولی تھیں جس پہ وہ ان کے سینے سے چہرہ اٹھا کے چونک کے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

ان کے سنبھالنے سے میری آدھی جان چلی جائے گی اماں! بس آپ کچھ دن مجھے سنبھال لیں نا! میں جلدی ٹھیک ہو جاؤں گی!۔۔۔وہ سرخ چہرے سے بولتی نظریں جھکا کے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

وہ تیرا شوہر ہے گلے! اس کے ہوتے ہوئے شرم وحیا کو ایک طرف کر دیا کر! وہ تجھ پہ پورا حق رکھتا ہے، تو چاہتی ہے میں تجھے سنبھالو تو اس میں مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے! لیکن کیا تو اپنے شوہر کو نہیں جانتی؟ اس سے یہ شراکت داری کسی صورت برداشت نہیں ہو گی! وہ زبان سے اظہار نہیں کر رہا تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے تو اسکا جذباتی پن اور وہ جنونی روپ بھول جائے!! کیا تو بھول گئی ہے ایک دفعہ ہم بازار کو جا رہے تھے اور تیری چادر گیلی تھی، ہلکی سی تیرے وجود کے ساتھ چپک رہی تھی جس پہ اس نے کیا ہنگامہ مچایا تھا! !اس نے تجھے اللہ جانے مجبوری میں ڈاکٹرنی کو کیسے دیکھا یا ہو گا اور تو سنبھالنے کی بات کرتی ہے؟؟۔۔۔زرتاج اماں اسکے سر پہ چپت لگاتے ہوئے اسے کچھ عقل دے رہی تھیں۔

زرتاج اماں کی باتوں پہ اسے بے ساختہ وہ واقعہ یاد آیا تھا جب وہ ان کی پروا کئے بغیر اسے کلائی سے پکڑ کے اندر لے جاتے کمرے میں جانے سے پہلے ہی اسکے لبوں پہ جنونی انداز میں غصے سے جھک چکا تھا، گلائی کو یاد تھا وہ منظر دیکھ کے زرتاج اماں سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے دروازہ بند کر گئی تھی۔ وہ گردن تک سرخ پڑتی ان سے الگ ہوتی اب اپنی چادر درست کرتے ہوئے خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔۔ اسکے سرخ چہرے کو دیکھ کے زرتاج اماں نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔ ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا جب احان شاہ کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے اندر

داخل ہوا تھا۔ ابھی تک زرتاج اماں کو یہی پہ بیٹھے دیکھ کے وہ چونکا تھا وہ تو کافی دیر بعد کمرے میں آیا تھا اسے لگ رہا تھا وہ ابھی تک اپنے کمرے میں جا چکی ہوں گی۔۔ البتہ وہ اپنے چہرے کے تاثرات نارمل رکھتا اب اپنی بیوی کا سرخ چہرہ دیکھ کے بھی کچھ حیران تھا۔ وہ اتنی سرخ کیوں پڑ رہی تھی؟ وہ سمجھ نہ سکا۔۔

چل اب میں چلتی ہوں! تو بھی آرام کر لے!!!۔۔۔ احان کو یہاں دیکھ کے زرتاج اماں اب گل سے مخاطب اسکا گال تھپتھپاتی ہوئی بیڈ سے اٹھی تھیں۔

بیٹھ جائیں اماں! میں صرف اپنا فون لینے آیا تھا!!۔۔۔۔ انہیں اٹھتے دیکھ کے احان شاہ نے بہانہ گھڑا تھا، وہ جانتا تھا وہ ان دونوں کو وقت دینے کے لئے یہاں سے اٹھ کے جا رہی ہیں۔۔

نہیں بیٹا! اب آرام کا وقت ہے! پرسوں سے گھن چکر بنے ہوئے اب آرام کرو!۔۔۔۔۔ وہ اسکا کندھا تھپتھپا کے نرمی سے بولتی کمرے سے جا چکی تھیں۔ گلالئی نے نگاہیں اٹھا کے ایک نظر اسکی طرف دیکھا تھا وہ ابھی تک اسی ٹراؤزر شرٹ میں تھا۔ اسکے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگ بھی تھے جنہیں گلالئی نے اچھنبے سے دیکھا تھا۔۔

میں نے کچھ دیر پہلے کھانا بھجوایا تھا تم نے کھا لیا؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکی طرف بڑھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھنے لگا، گلالئی نے ہاں میں سر ہلاتے یاور اور یسریٰ کو اپنے قریب کیا تھا جنہیں پہلے زرتاج اماں کو اپنے پاس بٹھانے کی وجہ سے کچھ فاصلے پہ کیا تھا۔۔

ڈریسنگ چینج ہو گئی؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے پاس وہ شاپنگ بیگ رہتے ہوئے بیڈ کراؤن پہ ہاتھ رکھتے اس پہ جھک کے مدھم آواز میں استفسار کرتا گلالئی کا چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ کر گیا۔

ہمم؟ کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟ کھلے الفاظ میں پوچھوں؟۔۔۔۔ اسے خاموشی سے یاور کی طرف دیکھتا پا کے وہ اب پہلے سے زیادہ مدھم آواز میں بولا تھا لیکن لہجے میں ایک وارننگ سی تھی۔ وہ اسکی طرف سے ذرا سی بھی لاپرواہی نہیں برتنا چاہتا تھا۔۔

ن۔ نہی۔۔ نہیں!! ام۔۔ اماں۔۔ سے۔۔ کروا۔۔ لیتی۔۔ لیکن۔۔ میرے۔۔ پاس۔۔ کوئی۔۔۔ میڈیکیٹڈ ۔۔ سامان۔۔۔ نہیں۔۔ تھا!!۔۔۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں آہستگی سے اسے جواب دے رہی تھی۔ اسکے جواب پہ احان شاہ نے ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولیں تھیں، اسے اس کے اس جواب میں اماں کا ذکر پسند نہیں آیا تھا۔

اب کیا کسی کے بھی سامنے اپنا وجود عیاں کرو گی گل؟ کیا میں مر چکا ہوں جو تمہیں میرے علاوہ ہر کسی کی ضرورت ہے؟۔۔۔۔وہ اپنے لہجے کو متوازن رکھتا مدھم آواز میں شکوے سے بولتا ہوا گلالئی کا دل بری طرح سے دھڑکا گیا۔۔اسکے مرنے کے ذکر پہ گلالئی کو اسکی برین ہیمرج والی حالت یاد آئی تھی۔۔

آ۔۔آپ۔۔کیسی۔۔باتیں۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں؟۔۔

آپ۔۔کمرے۔۔میں۔۔نہیں۔۔تھے۔۔تو۔۔بس۔۔اس۔۔لئے!!۔۔۔وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں جلدی سے بس یہی جواب دے پائی۔۔

لیکن اب تو میں کمرے میں آ چکا ہوں! تمہارا سارا میڈیکیٹڈ سامان ہی لینے گیا تھا! اب جو تم نے اماں سے کروانا تھا تم مجھے بول سکتی ہو!!۔۔۔وہ سنجیدگی سے گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔۔وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی لب پھیلا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ سنجیدہ لہجے میں بھی اسکی اس طرح کی باتیں اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بن رہی تھیں۔۔اس کے یوں لب پھیلانے پہ احان شاہ جلدی سے ان پر سے اپنی نگاہیں ہٹا گیا۔۔

بولو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ بات پہ زور دینے لگا۔۔

آ۔آپ۔۔۔ا۔اماں۔۔ک۔کو۔۔بھیج۔۔دیں۔۔نا!!۔۔۔وہ چاہ کے بھی اپنی جھجک ختم نہ کر پائی، احان شاہ کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر اگلے ہی لمحے اس پہ مزید جھک گیا۔۔

اتنا حیوان سمجھتی ہو مجھے؟ کہ تمہیں لگتا ہے تمہاری اس حالت کی پروا کئے بغیر اپنی ہوس مٹاؤں گا؟ اگر اتنا ہی ہوس پرست ہوتا تو اپنے راستے میں آئی ایک لڑکی کو نہ چھوڑتا گل!! کب تک بے اعتباری کی سزا مارو گی؟ اس دل پہ تمہاری بے اعتباری کی سزا تمہارے الفاظ سے زیادہ زور کی لگتی ہے! ایک دفعہ آزما کے تو دیکھ لو؟ کیا میں ان دو مہینوں میں بھی تمہارا اعتبار نہیں جیت پایا؟ کیا تمہیں لگتا ہے تمہارا برہنہ وجود مجھے وحشی بنا دے گا؟ وحشت تو میں نے تم پہ تب بھی نہیں دیکھائی تھی جب مجھے ہر رات تمہاری طلب ہوا کرتی گل اور تم میری بانہوں میں مجھے میسر ہوتی تھی پھر کیسے سوچ لیا آج تمہارا اعتبار توڑو گا؟ تب بھی تو صرف پیار دیکھایا تھا؟ قسم خدا کی دل میں پکا ارادہ کیا تھا تمہارے اٹھارہ کے ہونے سے پہلے تمہارے قریب نہیں آؤں گا! لیکن یاد کرو گل تم مجھے لے کے کتنی انسیکیور ہو گئی تھی؟ تمہاری طرف سے گرین سگنل ملنے پہ تمہارے قریب آیا تھا، میں تمہیں اکثر کہا کرتا تھا ایک دفعہ تمہارے

قریب آگیا تو تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا! وہ اس لئے کیونکہ میں تمہیں لے کے اپنے جواں جذبات کے متعلق جانتا تھا میں صرف اس وقت تک خود پہ کنٹرول کر سکتا تھا جب تک میں نے تمہارے بدن کو نہیں چھوا تھا، ایک دفعہ مجھے لگا تم اپنی مرضی سے میری بانہوں میں آچکی ہو تو ہر رات میرے دل و دماغ میں صرف یہی ہوتا تھا کہ تم جب ایک دفعہ مجھے اپنی مرضی سے سونپ سکتی ہو تو پھر ہر رات کیوں نہیں؟ گل وہ نیا نیا احساس قربت تھا، ابھی ہماری شادی کو وقت ہی کتنا ہوا تھا؟ میں اتنی جلدی ہمارے درمیان قربتوں کو کم کیسے کر لیتا؟ ہاں میری غلطی تھی میں ہمیشہ تمہاری رضامندی نہیں لیا کرتا تھا! لیکن گل آج میں ویسا نہیں ہوں! قسم سے ویسا نہیں رہا! یار آزماؤ تو سہی؟ بات سے پلٹ گیا تو جو چاہے سزا دے لینا! ۔۔۔۔۔وہ تکلیف اور اذیت کے ملے جلے تاثرات چہرے پہ سجائے زخمی لہجے میں گویا ہوا تھا۔ اسکے الفاظ میں موجود اذیت پہ گلالئ دم سادھے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔ وہ اسے کیسے بتاتی وہ اس پہ بے اعتباری نہیں دیکھا رہی تھی، وہ تو صرف فطری شرم وحیا کی وجہ سے جھجک رہی تھی۔۔ اسے خاموش دیکھ کے وہ اپنی ہری آنکھوں میں تکلیف لئے اسکی طرف سے نگاہیں ہٹاتا الماری کی طرف بڑھا تھا۔۔ بے حد خراب موڈ سے اپنا بلیو نائٹ سوٹ پکڑے وہ واشروم میں بند ہو چکا تھا۔۔ اسکے واشروم میں بند ہونے کے بعد وہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی اپنی تیز تیز دھڑکنوں کو محسوس کرنے لگی۔ وہ بے ساختہ ان شاپنگ بیگ ذ کو کھولنے لگی، لیکن اگلے ہی پل سٹپٹاتی ہوئی انہیں خود سے دور کر گئی، وہ باقی سارے سامان کے ساتھ اسکی ضرورت کی ہر پرائیویٹ چیز بھی لے کے آیا تھا، شاپنگ وہ اس کے لئے ہمیشہ سے دل کھول کے کیا کرتا تھا۔۔ گلالئ کی نظر اچانک سے ان بڑے سے شاپنگ بیگز کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹے سے بیگ کی طرف اٹھی تھیں۔۔ گلالئ کو وہ گلابی سی چھوٹا سا بیگ بے حد کیوٹ لگا تھا، اس نے ہمت کرتے ہوئے اس بیگ کھولا تھا جب اس میں موجود ہمیشہ کی طرح دو سرخ گلاب کے گجرے دیکھتی وہ اپنی نم آنکھوں سے آنسو پیچھے کو دھکیلنے لگی، وہ اسپتال میں بھی اس کے لئے گجرے اور پھول لانا نہیں بھولا تھا، کیا ہوا جو وہ اس کے لائے گئے پھول اور گجروں کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی؟ وہ ان کی خوشبو سونگھ لیتی تھی احان شاہ کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔۔ وہ ان سرخ گجروں پہ نرمی سے اپنا ہاتھ پھیرتی انہیں پھر سے باقی شاپنگ بیگز کے ساتھ رکھتی گیلی سانسیں اندر کی طرف کھینچنے لگی۔۔ وہ تقریباً دس سے پندرہ منٹ بعد باتھروم سے نکلا تھا۔ آج دو دنوں بعد باتھ لئے وہ اس سادہ

سے نائٹ سوٹ میں بھی نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے جا کے اپنے بال بنانے کی بجائے لاپرواہی سے انہیں ٹاول سے رگڑنے لگا۔ گلالئ کی طرف دیکھے بنا وہ ٹاول صوفے پہ پھینکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

ک۔ کہاں۔۔ جا۔۔ رہے۔۔ ہیں۔۔ آپ؟۔۔۔ اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھ کے وہ بے ساختہ بلند آواز میں اسے مخاطب کر گئی۔۔

تمہارے لئے اماں کو بلانے جا رہا ہوں!!۔۔۔ وہ اسے نرمی سے جواب دیتا دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے اسے کھول رہا تھا جب گل کی آواز پھر سے اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

ن۔ نہیں۔۔ بلائیں۔۔ انہیں!!۔۔ میں۔۔ ان۔۔ کے ساتھ ان کمفرٹیبل فیل کریں گی!

آ۔۔ آپ۔۔۔ ڈ۔ ڈریسنگ۔۔ کر۔۔ دیں!!۔۔۔ گلالئ نے اللہ جانے کس طرح سے ہمت کرتے ہوئے یہ جملے اپنے منہ سے نکالتے اپنا لال بھبھو کا چہرہ جھکایا تھا۔ احان شاہ نے رخ موڑتے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آیا تھا یہ الفاظ اسکی گل نے بولے تھے؟

آ۔۔ جائیں!!۔۔ پھر۔۔۔ بچے۔۔ اٹھ۔۔ جائیں۔۔۔ گے!!۔۔۔ اسے وہی بھی جمے دیکھ کے وہ اب کی بار خفگی سے بولی تھی۔ اسکے اس انداز پہ نا جانے کیوں احان شاہ کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی لیکن وہ چہرے کے تاثرات سنجیدہ رکھے ہوئے تھا، وہ یوں بول رہی تھی جیسے ان دونوں نے اپنی رات حسین کرنی ہو لیکن بچے اٹھ کے انہیں ڈسٹرب کر دیں گے! وہ دروازہ لاک کرتا گلالئ کی طرف بڑھا تھا۔۔ گلالئ کی پوزیشن ٹھیک سے سیٹ کئے وہ اسکے پیٹ سے چادر ہٹاتا دھڑکتے دل سے آگے ڈریسنگ کا پراسیس کرنے لگا۔۔ گلالئ تو شرم سے اپنی آنکھیں زور سے میچ چکی تھی، اتنے عرصے بعد احان شاہ کے ہاتھ اپنے بدن پہ یوں سرکتے ہوئے محسوس کئے تھے۔ اپنی نظروں کو قابو میں کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ہاتھ بھی قابو میں رکھے ہوئے تھا، وہ اسے صرف ضرورت کے مطابق ٹچ کر رہا تھا۔ اس کا wound کلین کرنے کے بعد وہ اچھے سے اسکی ڈریسنگ کرتا اسکی ضرورت کی چیزیں اسے پہنانے کے بعد اسکا لباس درست کر گیا۔۔ گلالئ نے ابھی تک اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں، وہ کسی کبوتری کی طرح اپنی آنکھیں میچے ہوئے تھے، احان شاہ نے حسرت سے اسکی طرف دیکھا تھا، پہلے کس طرح سے وہ اسکی سنے بغیر اس پہ حق جتایا کرتا تھا لیکن آج تو وہ جیسے اسے ذرا سا چھونے کے لئے بھی اسکی اجازت کی محتاج تھا۔۔

ہو گئی ڈریسنگ!۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ پل اسے دیکھنے کے بعد وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھتا اسے آگاہ کرتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھتا اپنے ہاتھ دھو رہا تھا۔۔گلالئی کا چہرہ اس وقت لہو چھلک رہا تھا، آنسو آنکھوں میں قید تھے جنہیں وہ باہر امڈنے سے روک رہی تھی۔۔اس نے محسوس کیا تھا اس کے ہاتھ گستاخ نہیں ہوئے تھے، وہ ایک لمٹ میں رہا تھا، وہ اس کے پاس سے اٹھ کے جا چکا تھا۔۔گلالئی نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اسے تلاش کرنا چاہا تھا، وہ کمرے میں نہیں تھا، شاید باتھروم گیا تھا۔۔وہ یہاں سے ہر چیز اٹھا چکا تھا سوائے اس چھوٹے سے پنک بیگ کے۔۔۔کمرے میں واپس آتے اس نے گلالئی کے پاس سے یہ پنک بیگ پکڑتے اس میں سے گجرے نکالتے ہوئے اسکے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے تھے، ان کا کمرہ اتنی ساری سجاوٹ کی وجہ سے آج پہلے ہی خوشبوؤں میں بسا ہوا تھا لیکن گلالئی کو پھر بھی ان گجروں کی خوشبو سب سے الگ محسوس ہوئی تھی۔۔

سونا ہے؟؟۔۔۔۔۔۔اسے خود سے نگاہیں نہ ملاتے دیکھ کے احان شاہ نے ایک دفعہ پھر اسے خود مخاطب کیا تھا، وہ نچلا لب دانتوں میں دبائے ہاں میں سر ہلا گئی۔احان شاہ اسے احتیاط سے لٹاتا اسکے نیچے کشن سیٹ کر رہا تھا۔۔

تمہارے بچے ہر وقت سوئے کیوں رہتے ہیں؟۔۔۔وہ اب اپنی جگہ پہ جا کے لیٹتا یاور اور یسریٰ کو دیکھتے ہوئے یونہی گلالئی سے سوال کرنے لگا۔

سب بچے یونہی سوتے ہیں!۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی نے اسے معصومیت سے پتے کی بات بتائی تھی۔

اچھا! تم کب تک سو جاؤ گی؟۔۔۔۔۔وہ اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ پر سوچ انداز میں سوال کر رہا تھا۔۔

جب نیند آ جائے گی!!۔۔۔۔وہ کچھ دیر پہلے والی شرم وحیا کے سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اسے نارمل انداز میں جواب دے رہی تھی۔

کیا تم میرے ساتھ تھوڑی سی باتیں کرو گی؟ جیسے پہلے کرتی تھی؟۔۔وہ بے اختیار ہوتے ہوئے کہہ گیا۔گلالئی نے محسوس کیا تھا وہ بے اختیاری میں اکثر اس سے یہ بات کہہ جایا کرتا تھا لیکن وہ جواباً ہونٹ سی لیتی تھی۔

کیسی۔۔باتیں؟۔۔۔۔۔۔آج وہ ہونٹ سینے کی بجائے اسے جواب دے رہی تھی۔۔

امم۔۔پشتو میں کچھ بول دو؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکے جواب دینے پہ اب اپنا چہرہ پوری طرح سے اسکی طرف موڑتا اس سے فرمائش کرنے لگا۔۔کتنا عرصہ ہوا تھا اسکے منہ سے خود کے لئے پشتو میں کچھ سنے؟وہ اسکی فرمائش پہ اسے دیکھتی رہی ۔۔وہ سارے الفاظ یاد آئے تھے جو وہ اکثر بے حد محبت میں اس سے بول دیا کرتی تھی۔۔

"یاور باکل ستہ پہ شانت دے!دہ یسریٰ' ستر گے دہ ترہ پہ شانت نہ بلکل ستہ شانت دی! کہ داترہ پہ شانت وے نو بیابہ یے تل وے داستر گے پہ کمان! کہ پہ نیکہ باندے وے بیابہ یے بناوٹ دہ دے غنتہ کے وے خو دادے ستر گے رنگ سارا یے بناوٹ ھم ستہ شانتہ کے دے لکہ سنگہ دا یاور ستر گے دالالہ پہ شانت دی"

(یاور واقعی ہی آپ کی طرح دکھتا ہے! یسریٰ کی آنکھیں اپنے چاچو پہ نہیں بلکہ آپ پہ ہیں! اگر اس کے چاچو پہ ہوتی تو اسکی آنکھ کی کمان پہ ان جیسا تل ضرور ہوتا! اگر اس کے دادا پہ ہوتیں تو بناوٹ بھی ان جیسی ہوتی لیکن اس کی آنکھوں کے رنگ کے ساتھ ساتھ بناوٹ بھی بالکل آپکی طرح ہے جس طرح سے یاور کی آنکھیں لالہ پہ ہیں!! ۔۔۔۔) وہ اسکی طرف دیکھ کے مدھم آواز میں پشتو بولتی احان شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا گئی تھی، اسے اسکے الفاظ کے معنی سمجھ میں نہیں آئے تھے، لیکن اتنا ضرور نوٹ کیا تھا کہ وہ پشتو بولتے ہوئے بارہا اپنے بچوں کا نام کے رہی تھی! شاید وہ اس سے شکوے کر رہے تھی!؟جس طرح سے اس روز گاری میں کئے تھے؟وہ ہمیشہ کی طرح اسکے الفاظ اپنے دماغ میں نقش کر چکا تھا تاکہ اپنے سالے سے اگلی ملاقات میں ان کی ٹرانسلیشن کرواسکے۔۔وہ جتنی دیر تک پشتو بولتی رہی تھی وہ ناچاہ کے بھی اسکے گلابی ہونٹوں کی طرف دیکھتا رہا تھا۔وہ نا جانے کب اپنے الفاظ مکمل کرتی آنکھیں موندے گئی، احان شاہ کو اندازہ بھی نہ ہوا۔۔اسکی میٹھی الفاظ میں بولے گئے ان الفاظ کی بازگشت ابھی تک اسکے کانوں میں گونج رہی تھی۔وہ پیار سے کتنی ہی دیر اسکی طرف دیکھتا رہا۔اسکے سونے کے تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد احان شاہ نے اچھی طرح سے اسکے سونے کی تسلی کرنے کے بعد جھک کے یاور اور یسری کے چہرے پہ دیوانہ وار اپنے لب رکھے تھے، یاور اسکی مونچھوں کی چبھن کی وجہ سے نیند میں ہی اپنے ماتھے پہ ننھے ننھے سے بل ڈالتا کسمسا رہا تھا جبکہ یسریٰ باپ کا لمس محسوس کرتی نیند میں بھی مسکرا رہی تھی۔اسکے مسکرانے پہ احان شاہ کے لب اپنے آپ مسکرائے تھے جبکہ یاور کو وہ صرف گھور کے دیکھنے لگا جو نیند میں باپ کو اگنیٹو ڈ دیکھا رہا تھا۔۔سونے کی ایکٹنگ کرتی گلالئ اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر چکی تھی۔۔

واٹ؟؟ اتنا سب ہو گیا اور تم مجھے ابھی بتا رہے ہو؟؟ زاویار انکل اس وقت کہاں ہیں؟؟ اور میری کمپنی کی تمام ڈیٹیلز مجھے میل کرو فوراً!!!۔۔۔ کاظم شاہ دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے غصے سے دھاڑا تھا۔ اسے اس وقت ایک دم سے اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ غصے سے اسکے پورے وجود میں شعلے بھڑک رہے تھے!!

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 117 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

واٹ؟؟ اتنا سب ہو گیا اور تم مجھے ابھی بتا رہے ہو؟؟ زاویار انکل اس وقت کہاں ہیں؟؟ اور میری کمپنی کی تمام ڈیٹیلز مجھے میل کرو فوراً!!!۔۔۔ کاظم شاہ دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے غصے سے دھاڑا تھا۔ اسے اس وقت ایک دم سے اپنا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ غصے سے اسکے پورے وجود میں شعلے بھڑک رہے تھے!! وہ شدید غصے سے اپنے کمرے میں داخل ہوتے الماری کی طرف بڑھا تھا۔ اپنا لیپ ٹاپ نکالے وہ ایک نظر سوئے ہوئے ازمیر اور ایزل کو دیکھتا گہری سانس بھرتے ہوئے اب لیپ ٹاپ آن کر رہا تھا۔ اپنی قمیض کے اوپری دو بٹن کھولتا وہ اپنی میلز چیک کرنے لگا۔ اپنی آسٹریلیا میں موجود کمپنی کی تمام ڈیٹیلز پڑھتے اس کا میٹر شارٹ ہو رہا تھا۔ وہ پاکستان آ کے اس کمپنی کو تو فراموش ہی کر چکا تھا۔ وہ اپنی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے اپنے ماتھے کی پھولتی رگیں سہلاتا اپنا فون پکڑ کے رات کے اس وقت اپنے میل اسسٹنٹ کو فون ملانے لگا۔۔

میری کل رات بارہ بجے سے پہلے پہلے لندن کی فلائٹ بک کرواؤ!!۔۔ وہ دبی دبی آواز میں غرا کے حکم دیتا اسکا جواب سنے بغیر فون رکھ گیا۔ اس نے پہلے آسٹریلیا جانے کی بجائے لندن کی فلائٹ بک کروائی تھی۔ ابھی اس نے فون رکھا ہی تھا جب ایزل شاہ نے کسمسا کے کروٹ بدلی تھی۔ رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے، کمرے کی لائٹس آن دیکھ کے وہ بے ساختہ اپنی آنکھیں وا کر گئی۔۔ سامنے صوفے پہ لیپ ٹاپ آن کر کے بیٹھے کاظم شاہ کو دیکھتی وہ اپنی آنکھیں پوری طرح سے کھولتی اٹھ کے بیٹھی تھی۔۔

آپ ابھی تک کام کر رہے ہیں؟۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں اسے اپنی طرف متوجہ کرتی لائٹ گرین دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھتی بیڈ سے نیچے اتری تھی۔اسکی میٹھی سی آواز پہ کاظم شاہ لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔وہ اس وقت لائٹ گرین سادہ سی شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پہ دوپٹا اوڑھے ہوئے تھی۔کاظم شاہ نے اپنا بازو وا کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔وہ تیزی سے آگے بڑھتی اس کے بازو میں سمائی تھی۔

جب بیوی اپنے شوہر کا انتظار کئے بغیر سو جائے تو بیچارے میرے جیسے شوہر جن کا بیوی پہ کوئی کنٹرول نہیں ہے وہ کام کے سوا اور کیا ہی کر سکتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے لہجے میں موجود غم و غصہ ایک طرف کرتا ذرا شرارت سے بولتے ہوئے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا،وہ اسکی بات کا ذو معنی مطلب سمجھتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ اسے اپنے سینے میں چہرہ چھپاتے دیکھ کے کاظم شاہ کا دل کانوں میں بج رہا تھا۔کل کے بعد وہ نا جانے کتنے دن تک اس سے دور رہنے والا تھا؟

میں۔۔آپ۔۔کے۔۔لئے۔۔چائے۔۔بنا۔۔کے۔۔لاؤں؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بات کا رخ پلٹنے لگی۔

نہیں! تم صرف میرے پاس رہو!!۔۔۔وہ شدت پسندی سے بولتا اسے اپنی پوری قوت سے خود میں بھینچ گیا۔اسکے اس قدر تنگ حصار پہ ایزل شاہ نے سسکی بھری تھی۔

ک۔کیا۔۔ہو۔۔گیا۔۔ہے۔۔آپ۔۔کو!!۔۔۔وہ اپنے اور اسکے سینے میں تھوڑا سا فاصلہ بنانے کی ناکام کوشش کرتی شرم سے دوہری ہوتے ہوئے بولی تھی۔

مجھے شاور لینا ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان میں خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔۔

ت۔۔تو۔۔جا۔۔جائیں۔۔نا!!۔۔۔۔وہ اسکی آواز میں موجود خمار محسوس کرتی سٹپٹاتے ہوئے اسے جواب دیتی اس سے الگ ہونے لگی۔۔

تمہارے ساتھ لینا ہے!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ کی آواز مزید پہلے سے زیادہ بھاری اور گھمبیر ہوئی تھی۔اسکی بات پہ وہ گردن تک سرخ پڑتے ہوئے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔۔

م۔مجھے۔۔ن۔نیند۔۔آ۔۔۔رہی۔۔ہے!!۔۔۔وہ شرم سے پاگل ہوتے ہوئے صرف اتنا ہی بول پائی۔اسکے ساتھ شاور لینے کا مطلب تھا" آ بیل مجھے مار"۔۔انہوں نے کئی دفعہ ایک ساتھ شاور لیا تھا لیکن وہ اسکا وہ جنون آج تک

نہیں بھول پائی تھی جو اس نے پچھلے سال آسٹریلیا جانے سے پہلے دیکھا یا تھا، اسی وجہ سے تو وہ ہمیشہ اس کے ساتھ شاور لیتے ہوئے ڈرتی تھی۔۔

پر امس کل سے (کچھ دن تک) تمہیں تنگ نہیں کروں گا! کل سے تم سکون سے سویا کرو گی لیکن آج میں تمہیں کسی صورت سونے نہیں دوں گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکال کے خود کے مقابل کرتا اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی سرخ ہوتی گولڈن آنکھیں گاڑتا بھاری آواز میں بولا تھا۔ اسکی گرم سانسوں کی تپش ایزل شاہ کو اپنے ہونٹوں پہ محسوس ہوئی تھی لیکن اسکے الفاظ پہ دل میں ایک عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔۔وہ کل سے اسے تنگ کیوں نہیں کرے گا؟؟ اسے بے چین ہوتے دیکھ کے وہ اسکی آنکھیں پڑھتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلاتے ہوئے اسکا دھیان بٹانے لگا۔۔

م۔میں۔۔ آ۔ آپ۔۔ کی۔۔باتوں۔۔کا۔۔مطلب۔۔ سمجھی۔۔ نہیں!!۔۔۔۔وہ بالآخر دل میں مچلتی بات زبان پہ لے آیا۔

اہمم!! سب مطلب سمجھتی ہو تم! ہاہاہاہا تم یہ چاہتی ہو نا میں ہر رات تمہیں تنگ کروں گا؟ کسی رات سکون سے چین نہ لینے دوں؟ لیکن اوپر اوپر سے یوں ظاہر کرتی ہو جیسے صرف مجھے تمہاری طلب ہے؟۔۔۔وہ اپنے ایک ہاتھ سے لیپ ٹاپ کی سکرین کی بورڈ پہ گراتا ایزل شاہ کو اپنی باتوں میں الجھاتے ہوئے اسکے گال پہ اپنے ہونٹوں سے پیار نچھاور کرنے لگا۔۔وہ اسکی زو معنی باتوں پہ لال پڑتی جلدی سے نفی میں سر ہلا گئی۔ اسکے چہرے پہ بکھرے قوسِ قزح کے رنگ دیکھتے کاظم شاہ کا اپنا دل بھاری ہو رہا تھا، وہ آخر کیسے اتنے دن اس کے چہرے کے ان رنگوں کو دیکھے بغیر گزارا کرے گا؟

کاظم شاہ کو اپنے گالوں پہ جھکے جھکے اپنی قمیض کی ذپ کھولتے دیکھ کے ایزل شاہ کی جان لبوں پہ آئی تھی، وہ اسکا کالر زور سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتی اسکے ہاتھوں کی گستاخیاں برداشت کرنے لگی۔۔ اسکی کمر پہ اچھی طرح سے اپنا ہاتھ پھیرنے کے بعد وہ صوفے سے اٹھتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھا تھا، اسے بیڈ سے چادر اٹھا کے پھر سے صوفے پہ آتے دیکھ کے ایزل شاہ بھوکھلاتی ہوئی صوفے سے اٹھتی اپنی ذپ بند کرنے ہی والی تھی جب کاظم شاہ نے اسکی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے معنی خیزی سے ون سائیڈڈ مسکراتے ہوئے اسے صوفے پہ گرایا تھا۔۔

ک۔کیا۔۔کر۔ر۔رہے۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔اسے خود پہ سایہ فگن ہوتے دیکھ کے وہ اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ ضبط کرتی دھیمی آواز میں لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی۔۔

یہ سوال تب پوچھنا جب کچھ کروں گا! پھر تمہیں پریکٹکلی تو جو بتاؤں گا، ساتھ ساتھ زبانی کلامی بھی بتاؤں گا کیا کر رہا ہوں!!۔۔۔وہ اسکے نازک وجود کو اپنے دیو ہیکل وجود کے نیچے دباتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے اسکے لبوں پہ اپنے لب رکھ گیا۔اس نے ابھی تک اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں نہیں لیا تھا، وہ ابھی صرف ان پہ اپنی دہکتی سانسیں چھوڑتا اسے پاگل کر رہا تھا۔وہ اپنی آنکھیں زور سے میچ گئی۔۔شادی کو کتنا وقت ہو گیا تھا لیکن اس کا شرمانا گھبرانا آج بھی کم نہیں ہوا تھا۔وہ ہمیشہ یوں ریکٹ کرتی تھی جیسے وہ پہلی دفعہ اس کے قریب آرہا ہو اور وہ ہمیشہ اس پہ یوں اپنا پیار نچھاور کرتا تھا جیسے وہ اسکی پہلے دن کی دلہن ہو۔۔

کتنا بھروسہ کرتی ہو مجھ پہ؟۔۔۔۔۔۔وہ نرم لہجے میں پوچھتا اس کے نازک وجود سے تھوڑا سا اوپر ہوا تھا تاکہ وہ ٹھیک سے اپنی سانسیں بحال کر لے جو کچھ ہی منٹ اسکا وزن برداشت کرتی بکھر چکی تھیں لیکن ہونٹ ابھی بھی اسکے لبوں کے اوپر تھے۔۔

بہت زیادہ!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ اپنا چہرہ کچھ پیچھے کی طرف کھسکانے کی کوشش کرتی مدھم آواز میں بولی۔

ہمیشہ یوں ہی بولتی ہو! لیکن اگر کوئی لڑکی میری طرف دیکھ لے یا میری نظر غلطی سے کسی کی طرف اٹھ کے واپس سے پلٹ کے تم پہ آجائے پھر بھی شک کرتی ہو؟ کیا ساری زندگی ایسا ہی بھروسہ کرو گی مجھ پہ؟ یاد ہے ریز کی شادی پہ کتنی لڑائی ڈالی تھی تم نے؟ غلطی میری تھی یا ان لڑکیوں کی جو تمہارے شوہر کو دیکھ رہی تھیں؟۔۔۔وہ نا جانے کیوں پرانی باتیں دہرا رہا تھا؟ وہ اپنے ہونٹ ذرا سا اس کے لبوں سے فاصلے پہ کر گیا تاکہ ایزل شاہ کو جواب دینے میں آسانی ہو سکے۔۔

ت۔تو۔۔

آ۔۔آپ۔۔کو۔۔کس۔۔۔نے۔۔کہا۔۔تھا۔۔اس۔۔روز۔۔ہیرو۔۔بن۔۔کے۔۔فائرنگ۔۔کرنے۔۔۔کو؟۔۔

۔وہ نروٹھے پن سے بولتی اسکے کالر پہ انگلی پھیرنے لگی، یعنی بھروسہ بھی کرتی تھی لیکن قصور بھی اپنے ہی شوہر کا گنتا تھا۔کاظم شاہ تاصف سے سرنفی میں ہلا گیا، اسکی سمجھ سے باہر تھا وہ اسے کل کس طرح سے ڈیل کرے گا۔۔

مانتی ہو پھر تمہارا شوہر کسی ہیرو سے کم نہیں ہے؟۔۔۔وہ اب بات کا رخ پلٹنے کی کوشش کرتا اترا کے کہتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔اسکی بات سنتے ایزل شاہ نے پلکیں اٹھا کے نظر بھر کے اسکی طرف دیکھا تھا، سرخ و سفید رنگت میں گھلی سرخیاں، خوبصورت نقوش، کشادہ ماتھا، کھری مغرور ناک، چہرے پہ سجی گھنی گولڈن بئیرڈ مونچھیں، عنابی ہونٹ، بڑی بڑی گولڈن آنکھیں۔۔بلاشبہ وہ بے حد خوبصورت تھا۔۔اس نے ابھی تک صبح والی لائٹ براؤن شلوار قمیض اتار کے نائٹ سوٹ نہیں پہنا تھا۔۔

نہیں! میں صرف یہ مانتی ہوں میر اازمیر کسی ہیرو سے کم نہیں ہے! بس تھوڑا سا بڑا ہو لے پھر آپ کی ساری ہیرو گیری کو کراس کر جائے گا!۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے تنگ کرنے کی غرض سے بولتی اب رخ موڑ کے بیڈ کی طرف دیکھتی اپنے چھوٹے سے ازمیر شاہ کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی جو نیند میں غرق تھا۔کاظم شاہ جو اسکے منہ سے اپنی تعریف سننے کے لئے بے تاب تھا اسے اپنے بیٹے کے لئے تعریفوں کے پل باندھتے دیکھ کے وہ ائیبرو اچکا کے اسکی طرف دیکھتا اسکے دونوں گالوں پہ ہاتھ جماتے شدت سے اسکے لبوں پہ جھکا کے اسے مزہ چکھانے لگا، وہ آخر ہوتی کون تھی اس پہ اپنے بیٹے کو فوقیت دینے والی؟ اسکے ہونٹوں پہ اپنے تشنہ لب رکھے وہ اسکی سانسیں خود میں انڈھیلتا اس کے لبوں کا شدت بھرا بوسا لے رہا تھا۔۔

تمہارا ازمیر ہیرو ہے؟ تو چلو آج میں تمہیں بتاتا ہوں تمہارا شوہر ہیرو سے بھی اوپر کی چیز ہے! آج جان نہ نکالی تمہاری تو پھر کہنا!۔۔کافی دیر بعد اسکے لبوں کو آزادی بخشتا وہ دانت کچکچا کے جان لیوا انداز میں بولتا اپنی قمیض ایک جھٹکے سے اتار کے دور اچھالتا اسے سانس لینے کا موقع دیئے بغیر اسکی گردن پہ جھک کے اپنے دانت زور سے گاڑتے ہوئے ایزل شاہ کا نازک سا دل لرز رہا تھا۔۔اپنی گردن پہ اسکی شدتوں کی جلن محسوس کرتی وہ اس کا اور ازمیر کا مقابلہ کرنے پہ خود کو کوسنے لگی۔۔

ن۔نہیں۔۔آ۔۔آپ۔۔۔ہی۔۔ہیرو۔۔ہیں!!۔۔۔اسے گردن کی گہرائیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ تڑپ کے بولتی اسکے کندھے اپنے ہاتھوں سے تھام گئی، اسکا شدت سے بھرپور جنونی لمس برداشت کرنا چھوٹی سی اووزی کے بس سے ہمیشہ کی طرح باہر ہو رہا تھا۔۔وہ اسکی سنے بغیر دو ہی منٹوں میں اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا

اسے بھوکھلاتے ہوئے خود پہ اور اس پہ سفید چادر اوڑھ گیا۔۔اپنے سراپے پہ اسکے ہاتھوں اور لبوں کی جان لیوا گستاخیوں کو محسوس کرتے ایزل شاہ کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

چلو یہ تو اچھی بات ہو گئی کہ تم مان گئی تمہارا ہیرو صرف میں ہی ہوں اب ذرا مجھے اپنی ہیرو گیری دیکھانے کا موقع دو پھر فیصلہ کرنا کیا تمہارا ازمیر اپنے باپ کی ہیرو گیری کر اس کرنے لائق ہے؟۔۔۔وہ اسکی کچھ دیر پہلے والی بات کا جواب دیتا اسکے سراپے کی رعنائیوں میں کھوتا ہوا اسکی دھڑکنوں پہ گستاخیاں کرنے لگا۔اسے دھڑکنوں سے نیچے پیٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ سسکیاں بڑھنے لگی۔۔وہ اسکے پیٹ پہ اپنے لبوں کی چھاپ چھوڑتا پھر سے اسکی شہ رگ کی طرف بڑھتے اپنے دانت گاڑ گیا۔۔

ش۔شاہ۔۔۔جی۔۔۔۔۔ایزل شاہ سسکیوں میں اسے پکارتی اسکے چوڑے سینے پہ اپنے ہاتھ دھر گئی۔۔کاظم شاہ اسکی سسکیوں کی پروا کئے بغیر اپنے پیروں کی مدد سے اسکی پنڈلیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا اسکی ناک اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔

قربان!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی پکار کا ہمیشہ کی طرح دلفریب انداز میں جواب دیتا اسکی روح کی گہرائیوں میں سماتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی چیخ دبانے لگا کیونکہ ازمیر شاہ سو رہا تھا،وہ ابھی ازمیر کا اٹھنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ایزل شاہ اپنی آنکھیں زور سے میچتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپائے اسکی شدتیں برداشت کرتی آدھ موئی ہو رہی تھی۔وہ اس وقت کو پچھتا رہی تھی جب وہ نیند سے بیدار ہو کے اس چالاک انسان کے بازوؤں میں سمائی تھی۔۔وہ اس پہ رحم کھائے بغیر اس پہ اپنی جنونی شدتیں ڈھاتا اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکالتے ہوئے اسکے گالوں کو اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔۔ہاتھ گالوں سے ہوتا ٹھوڑی پہ تو ٹھوڑی سے ہوتا گردن اور گردن سے ہوتا دھڑکنوں پہ آ رکا۔۔ایزل شاہ کا اوپر کا سانس اوپر تو نیچے کا نیچے رہ گیا۔۔کمرے کی معنی خیز خاموشی میں دونوں کی ہنگم ہوتی دھڑکنوں کا شور رقص پیدا کرنے لگا۔ایزل شاہ کی دھونکنی کی مانند سانسیں محسوس کرتے ہوئے کاظم شاہ ایک دفعہ پھر اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اپنی شدتوں میں آخری حد تک اضافہ کرتے ہوئے اسکی زبان تالو سے چپکا رہا تھا۔۔وہ نازک جان کہاں اس بپھرے شیر کی شدتیں برداشت کرنے کی ہمت رکھتی تھی،ہمیشہ کی طرح سر نفی میں ہلاتی اپنی آنکھوں میں التجاء لئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔وہ ہمیشہ کی طرف کچھ دیر کے لئے نرم ہوا پھر اسکی دونوں مزاحمت کرتی

کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ کے پیچھے صوفے کے بازو کے ساتھ لگاتا اس کی روح میں پہلے سے زیادہ شدت سے سرایت کرنے لگا۔۔ اپنی قربت کے باعث اسکی یہ جان لیوا سسکیاں کاظم شاہ کے کانوں کو سکون پہنچانے کا سبب بن رہی تھیں، ان سسکیوں میں شاہ جی کی پکار سنتے وہ اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ جھکتا خود پر سے قابو کھونے لگا۔۔ اسکے پور پور پہ سرخ نشان چھوڑتے وہ اسکے گال لبوں میں بھر کے سک کرتے ہوئے اسے نیچے سے کھسکنے کی کوشش کرتے دیکھ کے آنکھیں دیکھاتا ہوا خود میں زور سے بھینچتے ایزل شاہ کی جان ہتھیلی پہ لے آیا۔۔

آ۔ آپ۔۔ بہ۔۔ بہت۔۔۔ برے۔۔ ہیں!۔۔۔ وہ اسکی جنونیت کی تاب نہ لاتے اسکے کندھے پہ اپنا ہاتھ مارتے ہوئے رو پڑی تھی، کاظم شاہ نے بالکل ایک منٹ پہلے اسکی کلائیاں آزاد کی تھیں۔۔ اسکی بھیگی آواز پہ کاظم شاہ نے ہوش میں آتے ہوئے اپنے عمل میں نرمی برتتے ایزل شاہ کے ہونٹوں کو بارہا پیار سے چوما تھا۔۔

ابھی تو میں نے اپنی ساری ہیرو گیری دیکھائی ہی نہیں جانِ تمنا!!۔۔۔۔۔ اپنی شدتوں کے باعث اسکے کپکپاتے وجود کو نرمی سے خود میں بھینچتا وہ شرارت سے بولتا اسکی گردن اور دھڑکنوں پہ اپنی بیرڈ رگڑتے ہوئے ایزل شاہ کی سانسیں بھاری کرنے کا سبب بنا۔۔

چلو باقی کی کاروائی باتھروم میں جاری کرتے ہیں! اگر یہاں تمہاری ذرا سی چیخ یا سسکیوں سے خدانخواستہ میر اٹھ گیا تو پھر اپنی خیر منانا!!۔۔ وہ اسے اپنے سینے میں قید کر کے مدھم بھاری آواز میں بولتا اس پہ اور خود پہ چادر اوڑھتے ہوئے صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔ باتھروم کا سنتے ہوئے ایزل شاہ کی جان نکلی تھی۔۔

ن۔ن۔ نہیں!!۔۔۔ م۔ میں۔۔ ب۔۔ بعد۔۔ میں۔۔ با۔ باتھ۔۔ ل۔ لے۔۔ لوں۔۔۔ گی!!۔۔۔۔ وہ روہانسی ہوئی تھی۔ وہ اسے جواب دیئے بنا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتا باتھروم کا دروازہ کھول گیا۔۔

ا۔۔ ازمیر!! مما۔۔ کی۔۔ جان! اٹھ جاؤ! ہم کھیلتے۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنے چھوٹے سے دماغ کا استعمال کرتی بلند آواز میں ازمیر شاہ سے مخاطب اسے جگانے لگی جب کاظم شاہ اسکی معصوم سی چالاکی پہ اسکے لب جلدی سے اپنے ہونٹوں میں دباتا اسے اور خود کو واشروم میں بند کر چکا تھا۔ وہ ازمیر کو جگا کے اسکی مزید شدتوں سے بچنا چاہ رہی تھی لیکن وہ اس کا پلین پورا ہونے سے پہلے ہی چوپٹ کر چکا تھا۔۔

میر چاہتا ہے پہلے اسکی مما اسکے بابا کے ساتھ کھیل لیں! ۔۔۔۔۔کاظم شاہ کی آواز جذبات و احساسات سے بھاری ہوتی ایزل شاہ کی دھڑکانے بڑھانے لگی۔ایزل شاہ کی تیز دھڑکنوں کا شور اپنے سینے پہ محسوس کرتا کاظم اب مسکراتے ہوئے شاور کے نیچے جا کے کھڑا ہو چکا تھا۔اب باتھروم میں کاظم شاہ اور اسکی جنونی شدتیں تھیں جو نازک سی اووزی کو ہر صورت برداشت کرنی تھی۔

کاظم شاہ نے رات سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنی آنکھ نہیں لگائی تھی، ایزل شاہ اسکی پناہوں میں دو سے اڑھائی گھنٹے پہلے ہی سوئی تھی لیکن اس نے پھر بھی اپنی گستاخیاں بند نہیں کی تھی۔۔رات میں شاور لینے کے بعد اسے کچھ دیر کے لئے سونے دیا تھا لیکن فجر کی نماز پڑھتے ہی وہ پھر سے اسے اپنی پناہوں میں لے چکا تھا۔نیند میں بھی اسکے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا وہ وقفے وقفے سے اسکے چہرے پہ اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑ تا رہا، آج تو ازمیر کو بھی بیڈ سے اٹھا کے بے بی کاٹ میں نہیں ڈالا تھا، اس نے پوری رات صرف ایزل اور ازمیر کو دیکھ کے گزاری تھی۔وہ صرف کچھ دنوں کے لئے بیرونِ ملک جا رہا تھا لیکن یوں لگ رہا تھا کتنی صدیوں کے لئے ان سے دور جا رہا ہو۔۔ازمیر شاہ رات کے آٹھ بجے سے سویا ہوا تھا، اس نے پوری رات ماں باپ کو تنگ نہیں کیا تھا ورنہ اکثر اوقات وہ تنگ کیا کرتا تھا۔اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے جب ازمیر شاہ نے کسمساتے ہوئے اپنی بڑی بڑی گولڈن آنکھیں وا کی تھیں۔۔کاظم شاہ جس نے بالکل ابھی ایزل شاہ سے اپنا رخ ازمیر کی طرف موڑا تھا اسے جاگتے دیکھ کے وہ اداسی سے مسکرایا تھا۔اب کچھ دنوں تک ایسی حسین صبح کہاں نصیب ہونی تھی۔وہ جھک کے ازمیر شاہ کے چہرے پہ نرمی سے پیار کرنے لگا۔

میر بابا کی جان ہے یا مما کی؟۔۔۔۔۔اسکے گولڈن بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارتا وہ اسکے کان میں مدھم آواز میں استفسار کرتے اسکی گردن پہ اپنی ناک سہلانے لگا۔۔ازمیر شاہ ہاتھوں پیروں سے قلقاریاں مارتے ہوئے کھکھلایا تھا۔وہ غور سے اپنے باپ کی طرف دیکھتا اسکی باتیں سن رہا تھا۔۔

بابا کی جان ہے؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کھکھلاہٹ پہ اندر تک سکون محسوس کرتا اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھتے مزید سوال کرنے لگا۔ازمیر شاہ پھر سے کھکھلایا۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ نہیں میر بابا کی جان نہیں بلکہ بابا کی جان کا عذاب ہے!!۔۔ کاظم شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے پھولے گال پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔ ازمیر شاہ نے اب کھکھلانے کی بجائے اپنے ماتھے پہ ننھے ننھے سے دو بل ڈالے تھے۔ کاظم شاہ اسکے ایٹیٹوڈ پہ پھر سے ہنسنے لگا، رات سے تھکی ہاری ایزل شاہ کا ابھی اٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ کاظم شاہ کے کندھے میں سر چھپانے کی کوشش کر رہی تھی، کاظم شاہ کا ایک ہاتھ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد بندھا ہوا تھا۔۔ ابھی وہ ایزل کی طرف متوجہ ہوتا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔ کاظم شاہ نے سائیڈ ٹیبل پہ ہاتھ مارتے ہوئے جلدی سے فون ریسیو کیا تھا تاکہ ایزل کی نیند خراب نہ ہو جائے۔۔ فون اس کے اسسٹنٹ کا تھا۔

ہاں بولو۔۔۔۔۔۔۔ فون کان سے لگاتے کاظم شاہ نارمل لہجے میں استفسار کرتا ازمیر کے گالوں پہ اپنی ناک سہلانے لگا۔ دوسری طرف کا مدعا سننے کی دیر تھی جب غصے سے ماتھے پہ ڈھیروں بل پڑے تھے۔

واٹ؟ میں نے تمہیں رات کی فلائٹ بک کروانے کو کہا تھا!!۔۔۔ کاظم شاہ آس پاس ازمیر اور ایزل کو فراموش کرتے ہوئے غصے سے غرایا تھا۔

سر رات کی فلائٹ بہت دیر سے مل رہی تھی! رات کے دو بجے فلائٹ مل رہی تھی لیکن آپ نے اتنی لیٹ فلائٹ بک کروانے سے منع کیا تھا! رات کے دو بجے سے پہلے تقریباً تمام سیٹیں بک تھیں، کافی مشکل سے دوپہر دو بجے کی فلائٹ بک کروائی ہے!!۔۔۔۔۔ اسسٹنٹ اسکے غصے سے ڈرتے ڈرتے گویا ہوا تھا۔

ڈیم اٹ!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ فون بند کر کے اپنے تکیے پہ پھینکتا ماتھے کی پھولتی رگوں کو انگوٹھے اور انگلی سے مسلتے ہوئے غرایا تھا۔ ایزل شاہ اسکی پہلی غراہٹ پہ ہی اٹھ چکی تھی۔ وہ دھڑکتے دل سے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ بولنا چاہ رہی تھی لیکن اسکے لبوں سے الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے۔ وہ اسکے بے حد قریب لیٹی تھی وہ اسکی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ اسکے اسسٹنٹ کی باتیں بھی سن چکی تھی۔ ایزل شاہ کی جان سینے میں اٹک رہی تھی۔۔

("پرامس کل سے تمہیں تنگ نہیں کروں گا! کل سے تم سکون سے سویا کرو گی لیکن آج میں تمہیں کسی صورت سونے نہیں دوں گا!!"۔۔۔) کاظم شاہ کے رات میں بولے گئے یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے اسکی دھڑکنیں بڑھا رہے تھے۔ نیند ایک منٹ میں بھک سے اڑی تھی۔۔

ک۔ کونس۔۔ کونسی۔۔ فلائٹ؟؟۔۔۔ کس۔۔ کی۔۔ فلائٹ۔۔۔ہے؟۔۔۔وہ تھوک نگلتے ہوئے اسکے برہنہ بازو پہ ہاتھ رکھتی بھیگی آواز میں استفسار کرنے لگی۔ ایزل شاہ کے جاگنے پہ کاظم شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اسکے سوال پہ گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔

نیچے سب ناشتے پہ انتظار کر رہے ہوں گے! چلو پہلے ناشتہ کرتے ہیں! ۔۔۔کاظم شاہ اسے ابھی جواب دینے کی بجائے مدھم لہجے میں بولتا اسکا گال نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلانے لگا۔۔

کس کی فلائٹ ہے؟؟۔۔۔۔۔۔۔اسکے بات پلٹنے پہ وہ اب کی بار بلند آواز میں روتے ہوئے چلائی تھی۔

کیا ہو گیا ہے اووزی؟ میری آج آسٹریلیا کی فلائٹ ہے! تمہیں بتایا تو تھا ایک سے ڈیڑھ ماہ تک جاؤں گا تو اب تو ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کا وقت ہو گیا ہے! جانا بے حد ضروری ہے، انشاءاللہ کچھ دنوں تک واپس تم لوگوں کے پاس ہوں گا!!۔۔ اسکے یوں رونے اور چلانے پہ وہ اسے نرمی سے خود کے ساتھ لگاتا نارملی ایکٹ کرنے لگا تاکہ ایزل زیادہ شدید ریکشن نہ دے۔۔ اسکی اس تفصیل پہ ایزل مرنے والی ہوئی تھی، پچھلے سال کے تمام منظر ایک ہی پل میں نگاہوں کے آگے گھومے تھے جب وہ اسے نو ماہ تڑپانے کے بعد آسٹریلیا سے واپس آیا تھا۔

ن۔ نہیں!!۔۔ آپ۔۔ جھوٹ۔۔ بول۔۔ رہے۔۔ ہیں۔۔ نا؟۔۔ اب تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں ہے شاہ جی! اب۔۔ پھر۔۔ اب۔۔ کیوں مجھے چھوڑ کے جا رہے ہیں؟۔۔۔ اب تو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا! رات بھر آپ کے کہنے پہ آپکو سکون پہنچایا ہے۔۔ کچھ غلط نہیں کیا۔۔ آخر اب کس غلطی کی سزا دینا چاہتے ہیں؟؟۔۔۔۔۔۔وہ ایک دم سے ہچکیوں سے روتے ہوئے چلاتی اسکی بانہوں سے آزاد ہوئی تھی۔۔ اسکے الفاظ میں موجود اذیت کاظم شاہ کا دل چیر گئی تھی۔۔

اووزی ریلکس! صرف چند دنوں کی تو بات ہے؟ آج سوموار ہے! ان شاءاللہ پوری کوشش کروں گا اگلے ہفتے تک واپس آجاؤں!! کیوں پرانی باتیں سوچتی میرا اور اپنا دل جلا رہی ہو؟ کیا تمہیں میری باتوں پہ بھروسہ نہیں ہے؟۔۔۔ اسے پینک ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ نرمی سے بولتے ہوئے اسے پھر سے قابو کر کے اپنے سینے سے لگانے والا تھا جب وہ جلدی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہ اس وقت کاظم شاہ کی بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس تھی جو اسکے گھٹنوں تک آ رہی تھی۔ گوری گوری ٹانگیں واضح ہو رہی تھیں، اگر وہ اس وقت اپنے بکھرے سراپے پہ ایک دفعہ

بھی نگاہ ڈال لیتی تو شاید اس وقت کاظم شاہ کے سامنے یوں دھڑلے سے کھڑی نہ ہوتی۔ نیلی خوبصورت آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو اسکے عارضوں کی زینت بن رہے تھے۔ لمبے بھورے بال دونوں کندھوں پہ بکھرے پڑے تھے، وہ شکوے سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اسے اینڈ وقت پہ اپنی فلائٹ کا بتا رہا تھا؟ اسکے پاس بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا کیونکہ وہ کونسا اسکی مان لے گا؟ پچھلی بار بھی تو اپنی مرضی سے آسٹریلیا گیا تھا جب اس وقت اسکے رونے بلکنے پہ نہیں رکا تھا تو پھر آج کیسے رکے گا؟

ہمم! صرف چند دنوں کی تو بات ہے؟ مرضی آپ کی! چند دنوں میں بھی آسٹریلیا سے دل نہ بڑھا تو چند ہفتے رہ لیجئیے گا نہیں تو چند ماہ یا چند سال سہی؟ ویسے بھی آپ کو تو عادت ہے ہمیشہ چھوڑ کے جانے کی!!۔۔۔ ایزل شاہ اس کے سامنے اپنے مزید آنسو ضائع کرنے کا ارادہ کینسل کرتی سنجیدگی سے رندھی ہوئی آواز میں بولتی جلدی سے ڈریسنگ روم کی طرف بھاگی تھی۔

اووزی! میری بات۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتا ابھی اسے کوئی جواب دیتا جب وہ اسکی سنے بغیر ڈریسنگ روم کا دروازہ اپنی پوری قوت سے بند کرتی اندر بند ہوئی تھی۔ اسکے یوں دروازہ بند کرنے پہ اپنے منہ میں انگلیاں ڈالتا ازمیر شاہ ایک دم سے ڈر کے رونے لگا۔۔ کاظم شاہ اپنا سر پیچھے کی طرف گراتا گہری سانس بھرتے ہوئے۔ ازمیر شاہ کے پاس نیم دراز ہوتا اسے چومنے لگا، دماغ ابھی تک ایزل کی طرف لگا ہوا تھا۔۔ ایزل شاہ کو منانا کاظم شاہ کو اس وقت دنیا کا مشکل کام لگا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ڈریسنگ روم سے نکلتی کاظم کی طرف دیکھے بغیر آئینے کی طرف بڑھ گئی، وہ اس وقت انگوری رنگ کے کرتے کیپری میں ملبوس شانوں پہ دوپٹا لئے ہوئے تھی، چہرہ بے تحاشا رونے کی وجہ سے سرخ تھا، نیلی آنکھیں شدید سرخی مائل تھیں۔۔ وہ بال کھولنے یا ان کی چوٹی بنانے کی بجائے لاپرواہی سے میسی سا بن بناتی سر اور سراپے پہ اچھی طرح سے دوپٹا لے رہی تھی۔۔ کاظم شاہ کو اسکی خاموشی بری طرح سے چبھ رہی تھی، وہ بیڈ پہ ازمیر کے پاس بیٹھا آئینے سے نظر آتے اسکے عکس سے ایک ہی منٹ میں اسکا جائزہ لے چکا تھا۔۔ اسے پہلے ہی یقین تھا وہ ڈریسنگ روم سے اچھی طرح سے رودھو کے باہر نکلے گی۔ ازمیر شاہ کو وہ تھپک تھپک کے سلا چکا تھا، اسے کافی بھوک لگ رہی تھی اسی لئے اپنی انگلیاں چوستے چوستے سو گیا، کاظم شاہ نے اسے سونے دیا تھا وہ چاہتا تھا ایزل پہلے خود ناشتہ کرلے پھر اپنے بیٹے کی بھوک کا بندوست کرے کیونکہ وہ خود رات سے

اسکی شدتیں برداشت کرتی اس وقت یقیناً بھوک سے پاگل ہو رہی ہو گی۔ کاظم شاہ اپنے انگوٹھے سے ناک رگڑتا ہوا بیڈ سے کھڑے ہوتے آئینے کی طرف بڑھا تھا۔ وہ ابھی تک سیاہ ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔۔

اووزی میری بات سنو!!۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے قریب کھڑا ہوتا اسے کندھے سے پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کرنا چاہ رہا تھا لیکن وہ تیزی سے اس سے دور ہو گئی۔

جو بھی بات کرنی ہے پھر کبھی بتا دیجئیے گا! ویسے بھی آپکی نظر میں میری اہمیت ہی کیا ہے؟ ہمیشہ ہر بات اینڈ ٹائم پہ ہی تو پتا چلتی ہے مجھے! مزید ایک بات لیٹ سن لوں گی تو کیا آفت آجائے گی؟۔۔۔ وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پا کے سپاٹ لہجے میں بولتی اب بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے سوئے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا رہی تھی۔ کاظم شاہ نے رخ موڑ کے بے بسی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

ناشتہ کرنے جا رہی ہوں! جب پیکنگ کرنی ہو بتا دیجئیے گا!!۔۔ ایزل شاہ اپنے سر سے ڈھلکتے دوپٹے کو ٹھیک کرتی کاظم کی طرف دیکھے بغیر اس سے مخاطب ہوتے ہوئے اسکا جواب سنے بغیر دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ خاموش رہا۔۔ وہ چاہتا تھا وہ پہلے ناشتہ کر لے۔۔ وہ ناشتے کے بعد اسے منانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا اپنی وہی شرٹ تلاش کر کے پہننے لگا جو ابھی کچھ دیر پہلے ایزل نے پہنی ہوئی تھی۔ شاور وہ دونوں پہلے ہی لے چکے تھے اسی لئے وہ ایک دفعہ پھر باتھروم جانے کی بجائے اسی شرٹ کو پہنتے رف سے حلیے میں نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت شاہ حویلی کے تمام مکین ڈائینگ ٹیبل پہ موجود ناشتے میں مصروف تھے اور معجزہ یہ تھا کہ ارزم شاہ اور میرال شاہ بھی آج دیر تک سونے کی بجائے یہی پہ سب کے ساتھ موجود تھے۔۔ احان شاہ بالکل ابھی حلیمہ کو گل کے لئے ناشتہ تیار کرنے کی ہدایت دیتا ڈائینگ روم میں سب کو سلام کرتے ہوئے کرسی گھسیٹ کے بیٹھا تھا۔۔ کل پورا دن اس نے کیک کے چھوٹے سے پیس کے سوا کچھ نہیں کھایا تھا، اس وقت اسے انرجی کے لئے جوس کی سخت ضرورت تھی۔

آج دوپہر دو بجے میری فلائٹ ہے! جانا ہے ضروری ہے کچھ دنوں تک آجاؤں گا!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے جوس کا گھونٹ بمشکل حلق میں انڈھیلتے سب کو سنجیدگی سے آگاہ کیا تھا۔ سب نے ایک پل کے لئے چونک کے اسکی طرف

دیکھا تھا۔ صرف ایک ایزل شاہ تھی جو خود کو لاپرواہ ظاہر کرتی چھوٹے چھوٹے نوالے منہ میں ڈال رہی تھی، ہاں ایک پل کو ہاتھ پھر سے رکے تھے لیکن وہ دل پہ پتھر رکھتی پھر سے ناشتہ کرنے لگی، کاظم شاہ نے کئی دفعہ اسکی گود سے سوئے ہوئے ازمیر کو لینے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ آرام سے ناشتہ کرلے لیکن وہ انکار کر گئی۔۔

کہاں کی فلائٹ ہے؟ اور جانا کیوں ضروری ہے؟ کتنے دن تک واپس آئے گا؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے ماتھے پہ بل ڈالتے ایک ساتھ کتنے سوال کر ڈالے۔

آسٹریلیا کی فلائٹ ہے! جو کمپنی میں نے پچھلے سال وہاں پہ اوپن کروائی تھی! کافی لاس ہو چکا ہے! جب تک اس سارے لاس کی وجہ نہیں جان لیتا تب تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا! اگلے ہفتے تک آجاؤں گا!!۔۔ کاظم شاہ نے رسائی سے اسکے تمام سوالات کے جواب دیئے تھے۔۔

کم آن سب میری طرف یوں کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے میں پہلی دفعہ بیرونِ ملک جا رہا ہوں؟ ہاہاہاہا اکثر تو جاتا رہا ہوں! اور کبھی کبھار بغیر بتائے بھی جاتا تھا تو اب آپ سب کی مشتوق نظروں کا مطلب؟۔۔۔ سب کو ناشتہ چھوڑ کے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

ہم آپ کا پچھلا آسٹریلیا کا وزٹ ساری زندگی نہیں بھول سکتے لالہ جو ہمارے لئے کسی ناسور سے کم نہیں تھا! اگر آپ کا یہ وزٹ بھی ہمارے لئے ایک ناسور ثابت ہوا تو مجھے زندہ نہیں پائیں گے! آپ کے کہے کے مطابق مجھے اگلے ہفتے آپ پاکستان میں چاہیئے ورنہ قسم خدا کی میں جہاں گم ہوں گا آپ سب مل کے بھی مجھے تلاش نہیں کر پائیں گے!!۔۔۔ کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ارزم شاہ شدید غم و غصے سے دبی دبی آواز میں غرا کے دھمکی دینے والے انداز میں بولتا بنا ناشتہ کئے ٹیبل سے اٹھتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اسکی باتوں پہ سب کا دل ایک پل کو لرزا تھا۔

جانا بہت ضروری ہے؟؟۔۔۔۔۔۔ کچھ دیر بعد ھارون شاہ نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

جی تایا جان! !۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے ایک نظر ایزل اور ازمیر کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

لالہ آپ نے گل کو ناشتہ بھجوا دیا؟۔۔۔۔۔ ابھی مزید کوئی کچھ بولتا جب ایزل شاہ کرسی سے اٹھتے ہوئے احان شاہ سے سنجیدگی سے سوال کرنے لگی۔ سب کی نگاہیں اب ایزل شاہ کی طرف اٹھی تھیں جس کی آنکھیں سرخ سوجھی ہوئی تھیں، چہرہ ضبط سے بے حد سرخ تھا۔

حلیمہ کو بول دیا تھا بچے! تم جا کے دیکھ لو!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنی بہن کی سوگوار حالت سے نگاہیں چراتے نرمی سے جواب دیا تھا۔وہ اب غصے سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جی بہتر لالا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سر ہلا کے احان شاہ کو جواب دیتی یہاں سے نکل گئی۔کاظم شاہ ٹیبل سے اٹھنے ہی والا تھا جب زہرہ مام کے خود سے مخاطب ہونے پہ اسے یہی پہ بیٹھنا پڑا۔۔

تم ایزل اور ازمیر کو بھی ساتھ لے جاؤ! ان کی بھی تھوڑی آؤٹنگ ہو جائے گی!!۔۔۔۔۔زہرہ مام نے اسے سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا،سچ بات تو یہ تھی اسکے آسٹریلیا جانے کا سن کا ان کا دل بجھ چکا تھا۔ایزل شاہ اپنے اور ازمیر کے ذکر پہ ناچاہ کے بھی باہر کھڑی ہوتی کاظم شاہ کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔۔

نہیں مام! ابھی نہیں! ان کے ساتھ پھر کبھی پلین کروں گا! ابھی میں صرف وہاں اپنا لاس ریکور کرنے جا رہا ہوں! ان کو بالکل وقت نہیں دے پاؤں گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بے بسی سے جواب دیا تھا۔۔باہر کھڑی ایزل اسکا جواب سننے کے بعد اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ رگڑ کے صاف کرتی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔سب اسکے جانے پہ نیم راضی نظر آ رہے تھے کیونکہ انہیں کاظم شاہ کی زبان پہ بھروسہ تھا اگر اس نے بولا تھا وہ اگلے ہفتے تک یہاں موجود ہو گا تو پورے وثوق سے ہی بولا ہو گا۔۔

کوشش کرنا ایک ہفتے سے پہلے واپس آ جاؤ! میری بہو تمہارے جانے سے پہلے ہی مرجھا چکی ہے!!۔۔۔۔۔دریاب شاہ اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹنے لگے۔کاظم شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہاں میں سر ہلا دیا،اس نے باپ سے یہ شکوہ نہیں کیا تھا کہ اس کمپنی کو شروع کرنے کی اصل وجہ آپ تھے۔کاظم شاہ اپنا اچھا خاصہ بزنس پاکستان میں سیٹ کئے ہوئے تھا لیکن وہ ایک بزنس ٹائیکون تھا،اس کا بزنس کافی ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس کے باعث اسکا کبھی کبھار ان ملکوں میں جا کے وزٹ کرنا ضروری تھا۔۔ایک زوریز شاہ تھا جو اپنی چیل سی نگاہیں کاظم شاہ پہ گاڑے ہوئے تھے،اس نے کاظم شاہ کی ایک ایک حرکت نوٹ کی تھی،وہ ایک میجر تھا وہ سمجھ چکا تھا وجہ صرف بزنس نہیں تھی،اگر وجہ صرف بزنس ہوتی تو وہ اس قدر پریشان نظر نہ آتا جتنا اس وقت تھا۔کاظم شاہ چاہے اپنی پریشانی چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا لیکن میجر شاہ اسکا ایک ایک تاثر پڑھ چکا تھا۔۔

میں ہویلی میں ہی ہوں لالہ! آپ کو ائیر پورٹ میں خود چھوڑ کے آؤں گا!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے کب سے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔ اسکے یوں اچانک سے بولنے پہ کاظم شاہ نے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا جب وہ اسکی چیل سی نگاہوں میں موجود سوالات پڑتا دانت پیس کے رہ گیا۔ کوئی بات جو اس میجر سے چھپ جائے؟

واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے! وہی پہ دوسری شادی کر لینا! ویسے بھی میری بہن کا چہرہ بتا رہا تھا وہ تمہارے ان چونچلوں سے تنگ آچکی ہے!!۔۔۔۔۔احان شاہ اپنا جوس ختم کرتا کرسی سے کھڑے ہوتے کاظم شاہ کو مفید مشورے سے نوازتا یہ جا وہ جا ہو چکا تھا۔۔وہ پہلا سالا تھا جو اپنے بہنوئی کو دوسری شادی کا مشورہ دے رہا تھا۔ کاظم شاہ نے غصے سے گھور کے اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھا تھا۔۔

وہ صبح ناشتہ کرنے کے بعد سے اسکے سامنے نہیں آئی تھی، کاظم شاہ کب سے پاگلوں کی طرح اپنے کمرے میں چکر لگاتا اسکا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ جو گل کے کمرے میں بند ہوئی تھی باہر نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اسے گل کے کمرے میں تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے۔۔بارہ بج رہے تھے، اسکی فلائٹ میں صرف دو گھنٹے باقی تھے۔۔کاظم شاہ سرد سانس کھینچتا باہر کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب زوریز شاہ اسکے کمرے کے کھلے دروازے کو ناک کرتا اندر داخل ہوا۔۔۔

آپ کے اسسٹنٹ نے آپکی فلائٹ غلط بک کروادی ہے! ۔۔اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کاظم شاہ پہ دھماکہ کیا تھا۔۔

مطلب؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ ناسمجھی سے گویا ہوا تھا۔ اسے ایک دم سے اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ اس وقت اسکا پورا دھیان ایزل کی طرف تھا۔

مطلب یہ کہ نیچے آپ سب کو آسٹریلیا کی فلائٹ کا بتا کے آئے ہیں؟ لیکن آپ کی فلائٹ آسٹریلیا کی بجائے لندن کی بک کروائی گئی ہے! یا تو اسسٹنٹ سے غلطی ہوئی ہے یا آپ ہمیں گھما رہے ہیں!۔۔۔زوریز شاہ اپنی بلیو جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا سنجیدگی سے بولا۔۔کاظم شاہ کا دل کیا آئینے کے سامنے سے پرفیوم اٹھا کے اسکے سر میں مارتے دو حصے کر دے۔۔کس قدر چالاک اور فاسٹ انسان تھا یہ۔۔

دو سے تین دن لندن میں سٹے کروں گا پھر آسٹریلیا جاؤں گا!!۔۔۔کاظم شاہ صاف گوئی سے بولا تھا۔وہ اس میجر کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

ہمم؟لندن جانے کی وجہ؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کا تفتیشی موڈ آن ہو چکا تھا۔

آ کے بتاؤں گا!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ جواب دے کے اسے گھوری سے نوازنے لگا۔۔

آپ کو لگتا ہے آپ کے لندن سے واپس آنے تک میں خود وجہ معلوم نہیں کر سکتا؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ آئیبرو اٹھا کے طنزیہ انداز میں بولا۔۔

فقیر بن کے سڑک پہ بیٹھ کر مانگ لیتے لیکن سالا میجر نہ بنتے! تم نے میجر کے عہدے پہ فائز ہونے کے بعد جتنا ہمارے پورے خاندان کو گھمایا ہے اتنا ہماری پشتوں میں سے کسی نے نہیں گھمایا ہو گا!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے چیلنجنگ انداز پہ غرایا۔۔

لندن جانے کی وجہ بتائیں شاہ صاحب؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے سنجیدگی سے یوں بولا تھا جیسے واقعی ہی اس وقت میجر کی ڈیوٹی نبھا رہا ہو۔۔

رکھ کے گردن پہ لگانی ہے میں نے!!۔۔۔۔اسکے ایٹیٹوڈ پہ کاظم شاہ اسے اپنے بھاری ہاتھ دیکھا کے آنکھیں نکال کے بولا تھا۔۔

ایک میجر پہ ہاتھ اٹھانا قانون جرم ہے! میں آپ پہ کیس کر سکتا ہوں شاہ صاحب!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اب اسے سلگا رہا تھا۔۔

اور میں آپ کو اس دنیا سے کوچ بھی کروا سکتا ہوں میجر صاحب! میرے ایک ہاتھ کی مار ہیں آپ!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے بڑے ہونے کا رعب جھاڑا تھا۔

آپ مجھے باتوں میں الجھا رہے ہیں شاہ صاحب!! مجھے وجہ جاننی ہے!!۔۔زوریز شاہ ابھی تک اپنے سوال پہ قائم تھا۔۔ زاویار انکل کے ساتھ ایک مسئلہ ہو گیا ہے! انہیں لندن۔۔۔۔اسے ضد پہ اڑے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے وجہ بتانی شروع کی تھی۔

ایک بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے جب کاظم شاہ کی بس ہوئی تھی، وہ تیزی سے گلالئی کے کمرے کی طرف بڑھتا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔۔

آجائیں!۔۔۔۔۔۔۔۔۔اندر سے گلالئی نے اپنی باریک سی آواز میں نرمی سے آنے کی اجازت دی تھی۔۔

میری پیکنگ کرو آکے! اور ازمیر کو بھی لے کے آؤ!!!۔۔۔۔دروازہ کھلنے کے بعد ایزل شاہ کو تیزی سے اپنے آنسو صاف کرکے زہرہ مام سے الگ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ سنجیدگی سے ایزل شاہ کو حکم دیتا پھر سے اپنے کمرے میں جاچکا تھا۔زہرہ مام کے اشارے پہ وہ زرتاج اماں سے ازمیر پکڑتی کمرے سے باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔گلالئی کو بے ساختہ اسکی حالت پہ رونا آرہا تھا، وہ جانتی تھی ایزل اپنے شاہ جی سے کتنا پیار کرتی ہے۔۔

ایزل شاہ نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی ازمیر شاہ کو بیڈ پہ لٹاتے کاظم شاہ کو ایک دفعہ پھر سے اگنور کرتے ہوئے قدم الماری کی طرف بڑھائے تھے تاکہ اسکی پیکنگ کرسکے۔۔کاظم شاہ نے جلدی سے اسکے قریب ہوتے اسے پیچھے سے اپنی بانہوں میں بھرتے اسکی پشت اپنے سینے سے لگائی تھی۔۔

اتنی دیر سے انتظار کررہا ہوں تمہارا! کمرے سے کیوں غائب تھی؟؟۔۔۔وہ نرمی سے اسکی کمر اور پیٹ کے گرد ہاتھ باندھ کے گویا ہوتا اسکے گال چومنے لگا۔۔

کیا کیا پیک کرنا ہے؟۔۔۔۔۔وہ اپنا چہرہ اس سے دور کرتی اپنے پیٹ سے اسکے ہاتھ ہٹانے کی بھرپور تگ ودو سپاٹ انداز سے بولی۔۔

تھوڑی بہت پیکنگ کرنی تھی جو میں کرچکا ہوں! ایک ہفتے کے لئے جارہا ہوں ایک سال کے لئے نہیں!! تم اس وقت صرف مجھے دیکھو!! ۔۔۔۔۔وہ اسکا رخ خود کی طرف موڑ کے اسے نرمی سے گلے سے لگاتا بچوں کی طرح پچکارنے لگا۔۔

اگر پیکنگ کرچکے تھے تو مجھے بلانے کا مقصد؟۔۔۔۔۔ایزل کا لہجہ ابھی تک سپاٹ تھا۔وہ اس کی بانہوں میں مسلسل مزاحمت کررہی تھی۔

ایک گھنٹے تک چلا جاؤں گا! کیا یہ گھنٹہ بھی میری پناہوں سے دور گزارنا چاہتی ہو؟۔۔۔۔۔۔وہ جھک کے اسکے گالوں پہ ہولے سے دانت گاڑ کے اسے اوپر اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا، اب اسکے پیر ہوا میں لہرا رہے تھے۔۔

اووو!! ابھی تو کافی وقت ہے آپ کے جانے میں! ۔۔۔۔اسکے جانے کا سن کے وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کا بندھ باندھتی لاپرواہی سے بولی لیکن بھیگتی آواز پہ قابو نہ کر پائی۔

اووزی وہ بیویاں بھی تو ہیں جن کے شوہر سالہا سال بیرونِ ملک رہتے ہیں اور صرف کسی ایونٹ کے موقعے پہ آیا کرتے ہیں؟ میں تو پھر ایک ہفتے کے لئے جا رہا ہوں! یوں آنسو بہاؤ گی تو وہاں سارا لاس ریکور کیسے کروں گا؟۔۔۔۔وہ اسکا چہرہ پیار سے چومتا محبت سے لبریز لہجے میں گویا ہوا۔۔

تو وہاں جا کے انہی کی جیسی کوئی کر لیں! میں آپ کے ٹائپ کی نہیں ہوں!!۔۔۔وہ روتے ہوئے چلائی۔اب کی بار اسکے سامنے اپنے آنسو نہ روک پائی۔۔

افف!! ایک تو تم دونوں بہن بھائیوں (احان، ایزل) کا دماغ خراب ہو گیا ہے! ! اگر تو تمہارے دماغ میں یہ فتور چل رہا ہے کہ میں وہاں دوسری شادی کرنے جا رہا ہوں یا اپنی کسی دوسری بیوی سے ملنے جا رہا ہوں تو پہلی فرصت میں اپنے دماغ کی اس سوچ کو غائب کر دو ورنہ تمہارے دماغ پہ لگا یہ زنگ میں اپنے طریقے سے صاف کروں گا!!۔۔وہ اسکے دوسری شادی کے مشورے پہ دانت پیس کے بولتا اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔اسے بیڈ پہ پٹختا وہ اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔

صرف دوسری کیوں؟ وہاں جا کے چار شادیاں کرتے ہوئے اسلام کا جھنڈا لہرائیں! ویسے بھی آپ مردوں کو صرف شادیوں کے وقت ہی تو اسلام یاد آتا ہے! ہاتھ مت لگائیں مجھے! دور۔۔بالکل دور۔۔۔۔۔ایزل شاہ مفلوج ہوتے دماغ جو منہ میں آئے بولتی جا رہی تھی حتیٰ کہ کاظم شاہ نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا تھا۔وہ کاظم شاہ کے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹانے لگی۔وہ چلا رہی تھی اور وہ بے بسی کی انتہا پہ اسے سن رہا تھا۔

کیا کیا بولتی جا رہی ہو اووزی؟ یہ بھروسہ کرتی ہو مجھ پہ؟ ابھی رات میں بول رہی تھی مجھ پہ بہت بھروسہ کرتی ہو لیکن ابھی تم ثابت کر رہی ہو تمہیں مجھ پہ بالکل بھروسہ نہیں ہے! یار اووزی میں ایک لڑکی نہیں ہوں جو چوبیس گھنٹے گھر قید رہوں! شوہروں کو کمانے کے لئے پردیس میں پوری پوری زندگی گزارنی پڑتی ہے! ہم تو خوش قسمت ہیں ہر وقت ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں! صرف ایک ہفتہ ہے جو میں جانتا ہوں بہت مشکل کٹنے والا ہے!! تمہارے پاس تو ازمیر بھی ہو گا میں وہاں پہ اکیلا رہوں گا! اگر یوں دل چھوٹا کرو گی! ناراضی سے مجھے بھیجو گی میرا وہاں گزارا

کیسے ہو گا یار؟؟۔۔۔وہ ایک ہاتھ نرمی سے اسکی گردن پہ تو دوسرا اسکے گال پہ رکھے اسے سمجھاتا ہوا اسکا ماتھا چوم رہا تھا۔۔

آسٹریلیا کی گوریاں دیکھ کے گزارا ہو جائے گا آپکا! !۔۔۔وہ شدید غصے سے اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے بولی تھی۔ اسکے اس انداز پہ کاظم شاہ نے پیار سے اسکی یہ انگلی چومتے اسکے لب زبردستی چومے تھے،وہ بھرپور مزاحمت کر رہی تھی لیکن وہ اپنی من مرضی سے انہیں کتنی ہی دیر سک کرتا ہوا پیچھے ہوا تھا۔۔

تم جانتی ہو میں لعنت بھی نہیں بھیجتا ایسے کاموں پہ! ! ایک ہفتے کے اندر اندر واپس نہ آیا تو سر قلم کر دینا میرا!! افف تک نہیں کروں گا!!۔۔۔اسکے سر اور سراپے سے دوپٹا اتار کے دور کرتا وہ اسکے بالوں کو کیچر سے آزاد کرتا ان میں نرمی سے اپنی انگلیاں سہلاتے ہوئے مدھم لہجے میں گویا ہوا۔۔وہ خاموش رہی۔جب مزاحمت کرتی کرتی تھک گئی تو اسکی طرف سے نگاہوں کا زاویہ پلٹ کے کمرے کی دیوار کی طرف دیکھنے لگی۔۔

اگر جانا ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی نہ جاتا اووزی!! قسم سے جانا بہت ضروری ہے! اپنی جگہ کسی اور کو بھی نہیں بھیج سکتا کیونکہ احان اور زوریز فارغ نہیں ہیں اور بات کروں چھوٹے شاہ کی تو ماشاءاللہ سے میں جانتا ہوں وہ وہاں بنا بنایا کام بھی اپنی غنڈہ گردی سے بگاڑ کے آجائے گا! ! یہاں میری طرف دیکھو! ایک چھوٹی سی کس دے کے بتاؤ نا تم راضی ہو چکی ہو؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے چہرے کا رخ اپنی طرف کرتا اسے مزید تفصیل دے رہا تھا۔وہ اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

میری بات آپ چھوڑ دیں! ! ازمیر آپ کے بغیر نہیں رہے گا! آپ کبھی دوپہر میں آفس سے ہو لی نہیں آتے تو آپ جانتے ہیں رات تک رو رو کے اپنی کیا حالت کر لیتا ہے؟اگر آپ کے جانے کے بعد میرے بیٹے نے اپنی حالت خراب کی تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی!!۔۔۔۔وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولتی اپنی بھیگی آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑ گئی۔۔اسکی باتوں کو سننے کے بعد کاظم شاہ نے بے ساختہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تھا جو ٹکر ٹکر بے شرمی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔وہ ابھی صرف تین ماہ کا تھا لیکن صحت مند اور ہوشیار ہونے کی وجہ سے وہ بڑا بڑا سا لگتا تھا۔اپنے گول گپے کی طرف دیکھتے کاظم شاہ کا دل دھڑکنے لگا۔پہلے صرف ایزل سے دوری برداشت نہیں ہوئی تھی اب کی بار اپنے لختِ جگر اور جانِ تمنا کے بغیر یہ ایک ہفتہ کیسے گزارے گا؟

جانِ تمنا۔۔۔قسط117(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ تقریباً پچھلے چالیس منٹوں سے اسے منا رہا تھا، ایزل کا دل اب تک بے چین تھا لیکن اب وہ نارمل ایکٹ کر رہی تھی تاکہ وہ مزید اس کے نخرے نہ اٹھائے۔۔ اسکا اس وقت کاظم کو نخرے دیکھانے کا بھی موڈ نہیں تھا، وہ اس وقت ہر چیز سے جیسے تنگ آئی ہوئی تھی۔۔ اسکے نارمل ایکٹ کرنے پہ وہ صبح سے ابھی ایک بج کے پندرہ منٹ پہ شاور لینے گیا تھا، ایزل کو منانے کے چکروں میں وہ لیٹ ہو چکا تھا، وہ جانتا تھا وہ ٹھیک سے مانی نہیں ہے صرف راضی رہنے کی ایکٹنگ کر رہی ہے لیکن کاظم اب اگر مزید اسے مناتا تو وہ زبردستی کے زمرے میں آتا، وہ اس بات کو سمجھ سکتا تھا جب ہمارا دل کسی بات کے لئے راضی نہیں ہوتا تو انسان چاہ کے اپنی کوششوں سے اسے راضی نہیں کر سکتا، دل کو جب راضی ہونا ہوتا ہے وہ خود ہی ہو جاتا۔۔ پتا بھی نہیں لگنے دیتا۔۔

پندرہ منٹوں کے بعد وہ جانے والا تھا، اسکا سفری بیگ دیکھ دیکھ کے ایزل کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں جس پہ وہ خود کو ڈپٹتی ہوئی یہ سمجھا رہی تھی کہ صرف ایک ہفتے کی ہی تو بات ہے لیکن دل کو کیسے سمجھاتی جس پہ وہ نو ماہ نقش تھے۔ ان نو مہینوں کا ایک ایک پل اسکے دل پہ نقش تھا، وہ بار بار اظہار نہیں کرتی تھی وہ ایک الگ بات تھی۔۔ ازمیر شاہ نے کل سے کافی سو لیا تھا، اس وقت کٹی اسکے گھٹنوں سے لگی بیٹھی تھی اور وہ اپنے باپ کے کہے کے مطابق اور یجنل رن مرید بنا اسکی اداؤں پہ کھکھلا رہا تھا۔ اسکے کھکھلانے پہ کٹی اسکے پیروں کے تلوے چاٹنے لگی۔

پانچ سے چھ منٹوں میں کاظم شاہ نہا کے جلدی سے باتھروم سے نکلا تھا، باتھروم سے نکلتے ہی نگاہیں گھڑی کی طرف دورائی تھیں، اسکی فلائٹ میں صرف اڑتیس منٹ باقی تھے۔۔ اسے ان آٹھ منٹوں میں ہر صورت حویلی سے نکلنا تھا ورنہ ائیر پورٹ پہ اسے دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ آئیر پورٹ حویلی سے زیادہ دور نہیں تھا اسی لئے وہ وقت سے زیادہ پہلے نہیں نکلا تھا۔ گھڑی سے نگاہیں ہٹاتے اس نے ایک نظر ایزل کی طرف دیکھا تھا جو ازمیر کے ساتھ بیٹھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ جلدی سے نگاہیں جھکا گئی کیونکہ وہ شرٹ لیس تھا۔ وہ اس وقت صرف وائٹ پینٹ میں ملبوس تھا۔۔

میری شرٹ لے کے آؤ اووزی! بہت ٹائم ہو گیا ہے!!۔۔۔اسے اپنے پاس بلانے کی غرض سے وہ افراتفری میں بولتا جلدی سے آئینے کی طرف بڑھ گیا۔۔

کونسی شرٹ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل اب بیڈ سے اٹھ کے الماری کی طرف بڑھتی درمیانی آواز میں پوچھنے لگی۔

کوئی سی بھی لے آؤ!!۔۔۔۔وہ اپنے گولڈن بالوں کو ہیئر ڈرائیر سے خشک کرتا مصروف انداز میں بولا۔۔ایزل شاہ اسکے پسندیدہ کلر کو مدِ نظر رکھتی سیاہ شرٹ باہر نکالنے لگی جب وہ اسے روک گیا۔۔

بلیک کے علاوہ کوئی سی بھی لے آؤ۔۔۔کاظم جانتا تھا ایزل کو اسکا سب کے سامنے سیاہ رنگ پہننا کچھ خاص نہیں بھاتا تھا اسی لئے نچلے ہونٹ کا کنارہ دباتے اپنی پسند کو بھاڑ میں جھونکتا فلحال اپنی ناراض بیوی کا موڈ اچھا کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔ایزل ہاں میں سر ہلا کے بلیک شرٹ نکالنے کی بجائے گرے شرٹ لئے اسکی طرف بڑھی تھی۔۔کاظم شاہ اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے اس سے شرٹ پکڑ کے پہننے لگا۔۔اسے شرٹ پکڑانے کے بعد وہ مڑنے ہی لگی جب وہ اسے کلائی سے پکڑ کے اپنے مقابل کرتا ڈریسنگ مرر کے ساتھ لگا گیا۔

بٹن بند کرو!!۔۔۔۔۔۔اسکے ہاتھ اپنی شرٹ کے بٹنوں پہ رکھتا وہ گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اپنے گھنے گولڈن بال کو جیل سے سیٹ کرنے کی بجائے یونہی فارمیلٹی کے طور پہ برش پھیرنے لگا۔ایزل اپنی لرزتی پلکوں پہ قابو پاتی اسکی طرف دیکھے بغیر اسکی شرٹ کے بٹن بند کرتی اسکے چوڑے سفید مردانہ سینے سے نگاہیں چرا رہی تھی جس پہ ہلکے گولڈن بال بے حد دلکش لگتے تھے۔۔

کچھ بول نہیں رہی ہو! ویسے تو میری اووزی کی دنیا جہان کی باتیں نہیں ختم ہوتی؟۔۔۔اسے اب ایڑھیاں اٹھا کے اوپری بٹن بند کرنے کی کوشش کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا نرمی سے بولا۔اسے اوپر کرنے کی وجہ شرٹ کے تمام بٹن اسکے ہاتھوں سے بند کروانا تھی۔۔

آیت الکرسی پڑھ دوں؟ اب تو ویسے بھی تین سے چار منٹ تک نکل جائیں گے؟؟۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے نارمل رہنے کی بھرپور کوشش کرتی سوال کرنے لگی۔کاظم شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے اسے ڈریسنگ ٹیبل پہ بٹھاتے ہوئے اسکے سر پہ نرمی سے دوپٹا اوڑھایا تھا۔وہ اب اسکے دائیں بائیں ٹیبل پہ ہاتھ رکھے اس کے آیت الکرسی

پڑھنے کا انتظار کرنے لگا۔۔ اسے غور سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اپنی آنکھیں بند کرتی آیت الکرسی پڑھتے ہوئے پچھلے سال کے منظر نا چاہتے ہوئے بھی یاد کر رہی تھی۔۔

(آیت الکرسی پڑھو اور اچھی بیویوں کی طرح اپنے شوہر کو کبھی واپس نہ آنے کے لئے رخصت کرو۔۔) افف اس کے پچھلے سال کے یہ الفاظ۔۔۔ وہ کیسے بھول جاتی؟

آیت الکرسی پڑھتے ہوئے ایزل شاہ کی بند آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح عارضوں پہ گرے تھے۔۔۔ کاظم نے بے بسی سے اسکی طرف دیکھتے ان آنسوؤں پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔ وہ اسکی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اسکا چہرہ بھی پڑھ لیا کرتا تھا، وہ جان چکا تھا وہ پچھلے سال کے تمام مناظر سوچ رہی ہے۔۔ آیت الکرسی مکمل ہونے کے بعد وہ اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کرتی اس کے سینے تک پھونک مارتی اسے اللہ کے امان میں دے گئی۔۔ کاظم شاہ اسے احتیاط سے نیچے اتارتا اپنے بازو کے حصار میں لئے اب بیڈ کی طرف بڑھا تھا، بیوی کو منانے کے چکروں میں بیٹے کو ٹھیک سے پیار کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔۔

دیکھو میرا بیٹا کتنا بریو ہے؟ رونے کی بجائے رن مرید بنا بیٹھا ہے! ۔۔۔۔ کاظم نے اللہ جانے اپنے بیٹے پہ طنز کیا تھا یا اسکی تعریف کے پل باندھے تھے، خیر جو بھی تھا وہ ایزل کو مخاطب کرنے کے بعد بیڈ پہ بیٹھتا اپنے بیٹے کے تلوے چاٹتے کٹی کو اٹھا کے نیچے زمین پہ پھینکتا جھک کے ازمیر شاہ کا چہرہ دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔۔ ایزل جو ابا خاموشی سے باپ بیٹے کو دیکھ رہی تھی جبکہ کٹی نے اپنی کنچی آنکھوں میں غصہ لئے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کبھی اس سے عزت سے پیش نہیں آسکتا تھا۔ کاظم شاہ اپنے بیٹے کو اٹھا کے اپنے سینے میں بھینچتا اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچانے لگا۔۔ صرف ازمیر کو ہی نہیں اسے خود بھی بری طرح سے ازمیر کی عادت ہو چکی تھی۔ جب سے وہ پاکستان آیا تھا اس کے بعد سے کب وہ ایک دن بھی اپنے بیٹے سے دور رہا تھا؟

میرا اور یجنل رن مرید بیٹا اپنی مما کا خیال رکھے گا نا؟۔۔۔۔۔ اسکا چہرہ کافی دیر تک چومنے کے بعد کاظم اب اسکے چھوٹے چھوٹے سے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑ کے لبوں سے لگاتا مسکرا کے اپنے بیٹے سے مخاطب تھا جو اپنی گولڈن بڑی بڑی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتا اسے غور سے سن رہا تھا۔۔ ابھی ازمیر نے کوئی ریکشن نہیں دیا تھا جب کاظم شاہ کا فون رنگ ہوا تھا۔۔ اسسٹنٹ کی کال دیکھ کے وہ کال اٹھائے بنا بیڈ سے اٹھتے ہوئے ایزل شاہ کو نرمی سے گلے سے

لگا رہا تھا۔ ایک ہفتے کے لئے ہویلی سے نکلنا اس کے لئے دوبھر ہو رہا تھا۔ شادی سے پہلے وہ کتنی کتنی دیر بزنس ٹورز پہ جاتا رہتا تھا لیکن دل اتنا عجیب یا خالی خالی سا کبھی محسوس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہو رہا تھا۔ ایزل اب رونے کی بجائے نارملی اس کے سینے سے لگی تھی، اس نے ایک دفعہ بھی اسے رکنے کو نہیں بولا تھا حتیٰ کہ تب بھی نہیں جب وہ اس پہ اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔۔

آپ لیٹ ہو رہے ہیں! باقی سب سے بھی مل لیں!۔۔۔۔ اسکے فون پہ پھر سے آتی کال دیکھ کے ایزل مدھم آواز میں کاظم شاہ سے مخاطب ہوتا اسکے بازوؤں سے ازمیر کو پکڑ کے اپنے سینے سے لگا گئی۔۔ کاظم شاہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اپنے بے شرم بیٹے کا رخ اسکے سینے کی طرف کرتا جھک کے شدت سے ایزل کے ہونٹوں سے لپٹا تھا۔ ایزل اس اچانک افتاد پہ جلدی سے اسکی شرٹ سینے سے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی سے دبوچ گئی۔۔ اسکے ہونٹوں کو پیار سے کتنی ہی دیر چومتے وہ انہیں سک کرتا رہا تھا۔۔ ایزل شاہ نے اسکی شرٹ جھنجھوڑتے ہوئے اسے وقت کی ہوش دلائی تھی۔۔

تم نے ہمارا یہ قیمتی وقت ہماری ناراضی کی نظر کر کے اچھا نہیں کیا! اگر تم مجھ سے ناراض نہ ہوتی تو ہم یہ پل ایک دوسرے کی بانہوں میں گزارتے!! شاید اس سے دل کو کچھ سکون مل جاتا؟۔۔۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت سے آزاد کر کے چھوٹا سا شکوہ کرتا اسکا ماتھا پیار سے چومنے کے بعد اپنا بیگ گھسیٹتے ہوئے اسے بازو کے حصار میں لئے باہر کی طرف بڑھنے لگا۔

مجھے کمرے میں ہی رہنا ہے! مجھ سے اور ازمیر سے مل تو لیا ہے آپ نے!۔۔۔ ایزل کا باہر جانے کا دل نہیں تھا، اسی لئے اس کے بازو سے آزاد ہونے کی کوشش کرتی آہستگی سے بولی۔ وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسے اپنے ساتھ لئے باہر کی طرف بڑھا تھا۔ کیا وہ اپنی اووزی کو نہیں جانتا تھا؟ اسے معلوم تھا یہاں سے وہ باہر جائے گا اور وہاں سے وہ رونا شروع کر دے گی۔۔

وہ سب سے مل کے جب چکا تو ایزل نے سب کے درمیان سے اٹھ کے اوپر جانے کی کوشش کی تھی لیکن میرال اسے مصروف کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں لے گئی۔۔ کاظم شاہ کو ہویلی سے جاتے دیکھ کے ازمیر شاہ نے ہمیشہ کی

طرح روناڈالا تھا لیکن ارزم شاہ اسے اپنی بانہوں میں بھر تا چومتے ہوئے اوپر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ ارزم شاہ کے پاس آنے کے کچھ دیر بعد وہ خاموش ہو گیا۔ پورچ کی طرف بڑھتے ہوئے کاظم شاہ کو لگا تھا وہ پچھلی دفعہ کی طرح بھاگتی ہوئی اسے روکنے کے لئے اس کے پیچھے ضرور آئے گی لیکن وہ نہیں آئی تھی۔۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی زوریز شاہ کے ساتھ ہویلی سے نکلا تھا۔

ہمارا میر کس کے ساتھ دوستی کرے گا؟ یاور کے ساتھ یا یسریٰ کے ساتھ؟۔۔۔ ارزم شاہ اس وقت گلالئی کے کمرے میں موجود بیڈ پہ لیٹے یاور اور یسریٰ کے قریب بیٹھ کے ارزم شاہ کو گود میں بٹھاتا شرارت سے ازمیر سے مخاطب تھا، کاظم کو ابھی تک ہویلی میں نہ دیکھ کے وہ اب ارزم کے پاس بھی رو رہا تھا جس پہ ارزم شاہ نے اسے یاور اور یسریٰ کے ساتھ کچھ دیر مصروف رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ گلالئی، زرتاج اماں اور زہرہ مام مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں، وہ سب ابھی انہیں دیکھ کے مسکرانے میں مصروف تھے جب احان شاہ دروازہ کھول کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ رات کے آٹھ بجے ان سب کو اپنے کمرے میں دیکھ کے وہ چونکا تھا۔

اللہ اللہ میرے شہزادے کو یسریٰ کے ساتھ دوستی کرنی ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ کی بڑی بڑی گولڈن آنکھوں کو یسریٰ پہ مرکوز دیکھ کے وہ ہنس کے بولتا ازمیر شاہ کے سر کے ساتھ ہولے سے اپنا سر ٹکرا رہا تھا۔۔ ازمیر شاہ اپنے ہاتھوں پیروں سے قلقاریاں مارتے کھکھلاتا ہوا یسریٰ کی طرف دیکھ رہا تھا جو معصومیت سے سو رہی تھی جبکہ یاور جاگتے ہوئے اپنی نیلی سمندری آنکھوں سے یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔۔

بھابھی دیکھ لیں! اس کی نیت آپ کی بیٹی پہ خراب ہو رہی ہے! اپنی بیٹی کو چھپا کے رکھے ہمارے ٹھرکی میر سے!!۔۔۔۔ ازمیر کے یوں کھکھلانے پہ ارزم شاہ ہنستے ہوئے گلالئی سے گویا ہوا تھا، وہ نہیں جانتا تھا احان شاہ اسکے سر پہ کھڑا اسے گھور رہا ہے۔۔ گلالئی اسکی بات پہ مسکرائی۔۔

کبھی کوئی عقل والی چیز سیکھائی ہے تو نے اسے؟ وہ ابھی تک ٹھیک سے زمین سے باہر نہیں نکلا اور تو نے اسے بیغیرتیاں سیکھانا شروع کر دی ہیں؟؟۔۔۔ احان شاہ پیچھے سے ارزم کے سر پہ ہولے سے تھپڑ لگاتا دانت پیس کے گویا ہوا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔لالہ میں تو صرف اسکی اور یاور کی دوستی کروا رہا تھا لیکن میر کو یاور کی آنکھوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اسی لئے اسے لفٹ نہیں کروا رہا، ہمارا میر اس وقت یسریٰ کو جگا کے اسکی آنکھیں دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہا ہے!!۔۔۔ارزم شاہ خوبصورتی سے ہنستے ہوئے احان شاہ کو ازمیر کے خیالات سے آگاہ کر رہا تھا۔

کوئی شرم ہے تم میں؟ اتنے بچے اپنے نام کی پکار سمجھ جائیں بڑی بات ہے اور یہاں تم نے اپنا کمینا پن شروع کیا ہوا ہے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے گھوریوں سے نوازتے مصنوعی غصے سے ڈپٹنے لگا۔۔

وہ بچے کوئی اور ہوتے ہیں لالہ یہ تو کوئی اور ہی پیس ہے! اب آپ اسے خود دیکھ لیں! ایک سیکنڈ کے لئے جو آپ کی بیٹی سے نگاہیں ہٹا لیں ہوں۔۔۔ارزم شاہ اسکی گھوریوں کی پروا کئے بغیر اسکا دھیان ازمیر کی طرف کروا رہا تھا جو واقعی ہی ٹکر ٹکر اسکی بیٹی کو تار رہا تھا۔۔

میرے شہزادے اپنے سسر کی حیا تو کر لے یہ نا ہو بیٹی کے معاملے میں ابھی اپنی غیرت جگا کے تجھے ڈنڈے مار کے کمرے سے نکال باہر کر دیں؟!!۔۔۔۔ازمیر کی حرکتوں پہ احان شاہ کو اپنی مسکراہٹ دباتے دیکھ کے ارزم شاہ بلند آواز میں ازمیر کو ہدایت دینے لگا۔گلا لئی اس کے طرزِ تخاطب پہ سٹپٹاتی ہوئی آنکھیں پھیلا گئی۔۔اس کی بکواس پہ احان شاہ نے اسکے کندھے پہ زور سے مکا جڑتے اسکے بازوؤں سے ازمیر کو اٹھا کے اپنے سینے سے لگایا تھا، وہ اس کے سینے سے چہرہ باہر نکال کے رخ موڑتا پھر سے یسریٰ کی طرف دیکھنے لگا جس پہ سب نہ چاہ کے بھی اپنی ہنسی نہ دبا سکے۔۔ارزم شاہ کا دلکش قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔۔

ہو سکتا ہے وہ اس سے بہن سمجھ کے دوستی کرنا چاہ رہا ہو؟ تو اپنے گندے دماغ کی افلاطون سوچیں سائیڈ پہ رکھ!!!۔۔۔۔۔ارزم کے قہقہے پہ احان شاہ نے اسے کچھ شرم دلائی تھی۔

ہاہاہا!! بہن سمجھ کے دیکھنا ہو تو اپنا یاور کیوں نہ اپنی پیاری بہن کو اس طرح سے دیکھے! آپ مانیں یا نہ مانیں معاملہ کچھ اور ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے ابھی بھی اپنی دبائی تھی کیونکہ شرم سے اسکا کوئی لینا دینا نہیں تھا اور نہ ہی وہ چاہتا تھا اسکے بھتیجوں کا شرم سے کبھی کوئی واسطہ پڑے۔۔ارزم شاہ اب یاور کو اٹھا کے اسکی آنکھوں پہ لب رکھنے کی بجائے اسکا پورا چہرہ چوم رہا تھا جس پہ وہ اسکی مونچھوں کی چبھن سے برا سا منہ بناتا کسمسا رہا تھا لیکن مجال تھی جو ارزم نے

اسے چومنا بند کیا ہو، شروع شروع میں ازمیر بھی اسی طرح کا ایٹیٹوڈ دیکھاتا تھا لیکن وہ بالآخر اسے خود کے ساتھ اٹیچ کرواہی چکا تھا اسی طرح سے اسے یقین تھا وہ یاور کو بھی اپنا عادی بنالے گا۔۔

بکواس نہ کرو!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے آنکھیں دیکھاکے ڈپٹتا اب ازمیر میں مصروف اسکے گال چوم رہا تھا۔۔

اب تم لوگ بھی آرام کرلو اور تم چھوٹے شاہ ایسا کرو ازمیر کو ایزل کے پاس چھوڑ آؤ وہ اس کا انتظار کر رہی ہو گی!!۔۔۔۔۔۔۔زہرہ مام ان کے آرام کا خیال کرتی اب احان کا کمرہ خالی کروانا چاہ رہی تھیں۔۔

جی مام اچھا یاد کروایا! ایزل اسکا انتظار کر رہی ہو گی! وہ کہاں رہتی ہے اپنے بیٹے کے بغیر!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتا یاور کو احتیاط سے گلالئ کو پکڑاتے اب احان کے بازوؤں سے ازمیر کو پکڑ رہا تھا۔۔

اس (کاظم) کے جانے کے بعد رویا تو نہیں ازمیر؟۔۔۔۔۔اسے ازمیر کو پکڑاتے ہوئے احان شاہ نے سنجیدگی سے ارزم شاہ سے سوال کیا تھا۔۔

کب سے رو رہا تھا ابھی کس حال سے چپ کروایا!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ بھی اب سنجیدہ ہو چکا تھا۔

ان شاءاللہ کل تک کال کرلے گا وہ!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نرمی سے ازمیر کا گال اپنے ہاتھ سے چھوتے ہوئے بولا جس پہ ارزم جواباً ان شاءاللہ بولتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔احان شاہ نے زرتاج اماں اور زہرہ مام کو یہی پہ بیٹھنے کا کہا تھا لیکن وہ دونوں انہیں آرام کرنے کا کہتی وہاں سے چلی گئی۔۔گلالئ جو کب سے احان شاہ کو ازمیر کو پیار کرتے دیکھ رہی تھی ان کے جانے کے بعد اس کی نگاہیں اسکے سرخ و سفید چہرے کی طرف اٹھی تھیں جو پسینے سے بھیگ رہا تھا، اس کی ڈیلیوری کو آج تیسرا دن تھا، احتیاط کے طور پہ کمرے کا اے سی بند رکھا گیا تھا۔وہ جانتی تھی احان کو گرمی میں اے سی میں رہنے کی عادت تھی لیکن ان تین دنوں سے اس نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اے سی آن نہیں کیا تھا۔۔

کھانا کھالیا گل؟؟۔۔۔۔۔۔۔اسکی نظریں خود پہ محسوس کرتے احان شاہ نے نرمی سے پوچھتے اپنے قدم الماری کی طرف بڑھائے تھے۔۔وہ اس وقت لائٹ گرین شلوار قمیض میں ملبوس تھا، قمیض کے سلیوز ہمیشہ کی طرح کہنیوں تک فولڈ کئے ہوئے تھے، یہ رنگ وہ کم ہی پہنتا تھا لیکن اس پہ کافی جچتا تھا۔۔

جی!!۔۔۔۔گلالئی نے اپنا دھیان یاور کی طرف مرکوز کرتے مختصر سا جواب دیا تھا۔احان شاہ اپنا نائٹ سوٹ نکال کے صوفے پہ پھینکتا اسکی طرف بڑھا تھا۔اسکے قریب ہوتے وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے احتیاط سے اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا،اس اچانک افتاد پہ وہ چونک کے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

کچھ نہیں کر رہا Sits bath !لینا ہے جیسے صبح لیا تھا!۔۔اسکے یوں چونک کے دیکھنے پہ احان شاہ اسکی آنکھوں کا سوال پڑھ کے نرمی سے اسے جواب دیتا باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔

اب۔۔پ۔۔پھر۔۔سے؟۔۔۔۔گلالئی نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

ہمم! ڈاکٹر کی ہدایات یاد نہیں ہیں تمہیں؟ایک دن میں دو دفعہ کا بولا تھا۔۔۔وہ اسکے یوں معصومیت سے منہ بنانے پہ مسکراہٹ ضبط کرتا اپنا لہجہ مسلسل نرم رکھے ہوئے تھا۔باتھروم میں داخل ہوتے ہی گلالئی کی پلکیں لرزنے لگیں۔۔ sits bath کے دوران باتھ ٹب میں پاوئڈین یا نمک کا استعمال کر سکتے ہیں! احان شاہ نے گلالئی کے لئے پاوڈین کا استعمال کیا تھا۔۔اسکے مکمل جسم کو باتھ نہیں دینا تھا،پانچ دن تک تک صرف sits bath دینا ضروری تھا۔ باتھ دلوانے کے بعد احان شاہ اسکے wound کو خشک کرنے کے بعد پاوڈین لگاتا اب واشروم کی لائٹس ڈم کرنے لگا۔۔

میں تمہارا ڈریس لے کے آتا ہوں! کل سے یہی پہنا ہوا ہے!!۔۔۔وہ گلالئی کے ڈریس کو دیکھنے کے بعد مصروف انداز میں بولتا واشروم سے نکلا تھا۔گلالئی سٹپٹائی تھی،اب وہ اسکا ڈریس بھی چینج کروائے گا؟

یہ تو اس طرح سے ریکٹ کر رہے ہیں! جیسے میں معذور ہو گئی ہوں!۔۔۔گلالئی روہانسی ہوتی دل میں بولی تھی۔اتنی دیر میں احان پھر سے واشروم میں موجود تھا،اب اس کے ہاتھ میں گل کا کھلا ڈھلا سا گلابی ڈریس تھا۔

میں چینج کروادوں تمہیں؟۔۔۔۔۔۔۔اپنی اتنی خدمت کے بعد بھی اسے اجازت لیتے دیکھ کے گلالئی نے منہ چڑھایا تھا،ایک تو اسکی منٹ منٹ بعد کی اجازت سے وہ اب تنگ آچکی تھی۔۔وہ خاموش رہی۔۔

تمہاری خاموشی کو تمہاری ہاں تصور کر رہا ہوں!!۔۔۔۔وہ مدھم سرگوشی نما آواز میں بولتا اب اسکا ڈریس چینج کروا رہا تھا،اس دوران اس نے پوری کوشش کی تھی اسے ہاتھ نہ لگائے۔۔اسے اپنی ایک ایک چیز چینج کرواتے دیکھ کے گلالئی کے گال دہک کے لال ہو رہے تھے،دل زوروں سے دھڑک رہا تھا،وہ دل میں شکر ادا کر رہی تھی،واشروم کی

لائٹس ڈم تھیں، دوسری طرف احان شاہ کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا، اسکے وجود پہ حق ہوتے ہوئے بھی اسے نہ چھونا کس قدر مشکل تھا کوئی اس سے پوچھتا۔۔ اسکا ڈریس چینج کروانے کے بعد وہ اسکے بال سمیٹتا اسے اسکا دوپٹا ٹھیک سے اوڑھاتے ہوئے اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔

م۔میں۔۔ چل۔۔۔ بھی۔۔ سکتی۔۔ہوں!۔۔اب۔۔میں۔۔ٹھیک۔۔ہوں۔۔گلالئ اس کی ایکسٹرا کیئر پہ بالآخر آہستگی سے بول اٹھی۔۔

نہیں ڈاکٹر نے دس سے بارہ دنوں تک تمہاری پراپر کیئر کا بولا ہے! چل سکتی بھی ہو تو چلنا نہیں ہے! کم از کم آٹھ سے دس دن تک چلنے سے تمہیں پین ہو گا۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا کے اسے سنجیدگی سے ہدایت دیتا اب بیڈ پہ اسکی جگہ پہ بٹھا رہا تھا۔۔وہ خاموشی سے نگاہیں جھکا گئی۔۔گلالئ نے محسوس کیا تھا وہ اتنی سی مشقت سے پسینے سے بھیگ چکا تھا، اسے کہاں خود کا یا کسی کا کام کرنے کی عادت تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے اس قدر کیئرنگ انداز سے گلالئ کو ہمیشہ حیران کرتا تھا۔۔وہ لاپرواہی سے صوفے کی طرف بڑھتا اپنا نائٹ سوٹ پکڑے واشروم کی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب گلالئ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

پہلے پسینہ تو خشک کر لیں! ایسے ہی باتھ لیں گے تو فیور ہو جائے گا!!۔۔۔گلالئ نے اسے عقل کی بات بتاتے اسکی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا، وہ پھر سے یاور اور یسریٰ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسکی بات مکمل ہوتے ہی احان شاہ نے چونکتے ہوئے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا پھر اسکی ہدایت پہ عمل کرتا ٹیبل سے ٹشو اٹھا کے اپنے چہرے اور سفید گردن سے پسینہ صاف کرنے لگا۔۔ تقریباً دو سے تین منٹ بعد وہ واشروم میں بند ہو گیا تھا۔۔

سارے جلتے ہیں میرے بیٹے کی آنکھوں سے ؟۔۔۔یاور کو اپنی طرف دیکھتا پا کے گل مدھم آواز میں ہنس کے اس سے مخاطب ہوتی اسکی خوبصورت آنکھیں چوم گئی۔۔

اتنی پیاری تو ہیں میرے بچے کی آنکھیں!!۔۔۔وہ اسکے دونوں ہاتھ پیار سے چومتی لاڈ سے بولی۔ یاور غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھتا اسکی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی، وہ پچھلے دس منٹوں سے باتھروم میں نہا رہا تھا۔۔

یاور کے بابا جان میرے بچے کو اگنور کر کے میر کو پیار کر رہے تھے؟ کیوں میر ابچہ انہیں پارا نہیں لگتا؟۔۔۔۔ احان کا ازمیر کو دیوانوں کی طرح پیار کرنے والا منظر یاد کرتے ہوئے گل اپنے بیٹے کے گال پہ ہاتھ رکھتی معصومیت سے بولی، اس نے دو دنوں سے محسوس کیا تھا وہ اپنے بیٹے کو اٹھانے سے زیادہ میر کو اٹھا کے پیار کرتا تھا، رات میں صرف اس کے سونے کے بعد کچھ دیر اسے پیار کیا تھا لیکن جب یاور کسمسانے لگا تو وہ یسریٰ میں مگن ہو گیا۔ گلالئ کو احان کا میر کو پیار کرنا برا نہیں لگا تھا اسے صرف اسکا اپنے بچوں کو اگنور کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ احان شاہ جو بالکل ابھی باتھروم سے نکلا تھا گلالئ کے الفاظ پہ وہ یک دم چونک کے رک گیا، اسکے منہ سے بابا جان کا لفظ اور یہ معصوم سا شکوہ احان شاہ کے دل پہ وار کر گیا۔۔ وہ کتنی دیر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔۔ اس نے جس انداز میں اس کے لئے بابا جان کا لفظ استعمال کیا تھا احان شاہ کو اپنا دل خوشی سے پاگل ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح اسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پہ بلیک ہی ویسٹ پہنے ہوئے تھا، اس نے ٹی شرٹ نہیں پہنی تھی کیونکہ کمرے میں اسے ہیٹ محسوس ہو رہی تھی۔ دل تو ویسٹ پہننے کا بھی نہیں تھا لیکن گلالئ کی بلا فضول کی جھجک پہ پہننی پڑی۔۔ وہ تو یوں ایکٹ کرتی تھی جیسے کبھی اسے شرٹ لیس دیکھا ہی نہ ہو۔۔ احان شاہ نے اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے واشروم کا دروازہ بند کیا تھا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پہ گلالئ نے تیزی سے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اسے بلیک ویسٹ میں دیکھتی وہ جلدی سے نظریں جھکا گئی، اسکے سفید مردانہ سینے پہ اس کے بھورے بال واضح تھے، چوڑے شانے، بازوؤں کے نمایاں ہوتے پھولے مسلز پہ پانی کی بوندیں جمی ہوئی تھیں۔۔ اسکے نگاہیں جھکانے پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ بیڈ پہ بیٹھنے ہی والا تھا جب یاور نے اچانک سے رونا شروع کیا تھا۔ گلالئ جس کا دماغ احان کی طرف جبکہ نگاہیں یاور کی طرف تھیں، اسے یوں اچانک سے روتے دیکھ کے وہ بھوکھلاتی ہوئی اسے جلدی سے بیڈ سے اٹھا کے اپنی گود میں بٹھا گئی۔ یاور کے رونے سے یسریٰ بھی اٹھ چکی تھی لیکن وہ رونے کی بجائے معصومیت سے ہونٹ مڑور رہی تھی، شاید وہ رونے کی تیاری پکڑ رہی تھی؟ احان شاہ تو اسکے معصوم نقوش دیکھ کے صرف اتنا ہی سمجھا تھا۔۔ گلالئ نے یاور کو تھپک کے چپ کروانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اب بھوک کی وجہ سے رو رہا تھا۔ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے خود پہ یہ بڑا سا دوپٹا پھیلا کے ڈالا تھا، وہ اب ہمت باندھتے ہوئے یاور کو فیڈ کروانے کا سوچتی تھوک نگل رہی تھی، احان شاہ کے سامنے ایک عجیب سی جھجک اور شرم محسوس ہو رہی تھی۔۔ احان شاہ اسکی طرف دیکھنے کی

بجائے یسریٰ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ شاید اسکے رونے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ وہ بے حد کیوٹ انداز میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ مڑور رہی تھی شاید نیند خراب ہونے کی وجہ سے اسے رونا آرہا تھا۔۔ وہ ابھی اسے دیکھ ہی رہا تھا جب یسریٰ نے اگلے ہی پل اونچی آواز میں رونا شروع کیا تھا لیکن اس کے رونے میں بے حد معصومیت تھی۔ یاور اور یسریٰ کو ایک ساتھ روتے دیکھ کے گلالئی روہانسی ہوئی تھی۔ ایک نظر گلالئی کے روہانسے تاثرات دیکھتا احان شاہ جلدی سے روتی ہوئی یسریٰ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کے پیار سے اسکے گال چومنے لگا۔ گلالئی بنا پلکیں جھپکائے اس خوبصورت منظر کو دیکھ رہی تھی، وہ پیار سے اپنی بیٹی کے گال چومتا اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یاور کو پہلے سے زیادہ بلند آواز میں روتے دیکھ کے وہ ہوش میں آتی جلدی سے اسے فیڈ کروانے لگی۔۔ وہ خود پہ دوپٹا پھیلائے ہوئے تھی لیکن یاور کو اس دوپٹے کی وجہ سے ڈسٹرب ہو کے ہاتھ پیر اکڑاتے دیکھ کے وہ مجبوری میں دوپٹا ہٹا کے اپنا بائیاں بازو اس طرح سے سیٹ کر گئی کہ احان شاہ کی اس طرف نظر نہ پڑ سکے ساتھ ہی وہ دوسری طرف کو مزید کھسکتی تھوڑی سی ترچھی بھی ہو چکی تھی۔ احان شاہ نے شدت سے اسکی یہ حرکت نوٹ کی تھی۔ خیر وہ ابھی بھی اسکی طرف دیکھنے کی بجائے یسریٰ میں مگن اب اپنے سائیڈ ڈرار سے کچھ نکال رہا تھا۔۔

شش میرا بچہ !!۔۔۔۔۔۔ یسریٰ کو ہنوز روتے دیکھ کے وہ پیار سے اسکا ماتھا چومتا ڈرار سے نکالی چھوٹی سی ڈبی سے ڈائمنڈ رنگ نکال رہا تھا۔۔ ڈائمنڈ رنگ کا سائز بالکل چھوٹا سا تھا۔ گلالئی اس کھٹ پٹ کو سنتی بے ساختہ رخ تھوڑا سا موڑ کے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ احان شاہ کو پیار سے اسکے ہاتھ میں رنگ پہناتے دیکھ کے وہ دنگ رہ گئی، وہ ہیرے کی چھوٹی سی انگوٹھی خوبصورتی سے چمکتے ہوئے اپنی قیمت آپ بتا رہی تھی۔۔ احان اسے انگوٹھی پہنانے کے بعد اپنی بیٹی کی بالکل چھوٹی سی کلائی میں اب ہیرے کی بریسلیٹ پہنا رہا تھا، وہ یہ دونوں چیزیں کل رات کو ہی اپنی پھول سی بیٹی کے لئے خرید کے لایا تھا۔۔ احان شاہ نے اپنی بیٹی کی کلائی پہ اپنے لب رکھتے اسکے ہاتھ کی پشت پہ بھی لب رکھے تھے، اس نے جب سے یسریٰ کو انگوٹھی پہنانا شروع کی تھی وہ رونا بند کر کے اپنی کرسٹل گرین آنکھوں سے ٹکر ٹکر باپ کو دیکھ رہی تھی۔ احان شاہ اسکے یوں دیکھنے پہ بے ساختہ ہولے سے ہنسا تھا۔۔

میرا پیارا بچہ !! اپنے گفٹس پسند آئے آپ کو؟۔۔۔ وہ مدھم آواز میں یسریٰ سے باتیں کرنے لگا، یسریٰ کے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ مسکرائے۔۔ گلالئی کی ساری توجہ اس وقت احان اور یسریٰ لئے ہوئے تھے، وہ رشک

سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی، آنکھوں کے گوشے نم ہوئے تھے، اس نے اس کے سامنے ابھی پہلی دفعہ یسریٰ کو یوں کھل کے پیار کیا تھا اور گلالئ کو اسکا یہ انداز اچھا لگا تھا۔۔ یاور کے گلہ پھاڑ کے رونے پہ وہ خود کو کوستی جلدی سے اپنے جذباتی بیٹے کو سنبھالنے لگی جسے وہ باپ بیٹی کا پیار دیکھتی بھول ہی چکی تھی کہ وہ فیڈ کر رہا ہے۔۔ یاور کے رونے پہ احان شاہ نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا، اسی وقت گلالئ کی نگاہیں پھر سے اس سے ملی تھیں۔

کیا آپ واقعی ہی میرے بیٹے کی آنکھوں سے جیلس ہوتے ہیں؟ صرف یسریٰ کے لئے گفٹس لائے ہیں، میرے بیٹے سے کیا دشمنی ہے آپ کی؟۔۔۔ اس سے آنکھیں ملنے کی دیر تھی جب وہ خفگی سے اس سے شکوہ کر گئی۔ اس کے شکوے پہ وہ لب سکیڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اب تک اسکی طرف سے ترچھی ہو کے بیٹھی تھی، صرف چہرہ اسکی طرف تھا۔ احان شاہ اپنی مسکراہٹ دبا کے پھر سے دراز کھول کے دو درمیانے سائز کی ڈبیاں اسکی طرف بڑھا گیا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی تمہارے بیٹے کے لئے کیا گفٹ خریدوں پھر میں نے چھوٹے شاہ کا آئیڈیا چرا لیا! ازمیر کے پیدا ہونے پہ چھوٹے شاہ نے اسے سلور چین گفٹ کی تھی، میں نے بھی تمہارے بیٹے کے لئے یہی گفٹ لے لیا، بلیک باکس میں اسکی سلور چین ہے اور وہ جو دوسری ریڈ والی ڈبی ہے اسے تم کبھی فرصت سے دیکھ لینا! تمہارے لئے ایک چھوٹا سا گفٹ خریدنے سے خود کو روک نہ پایا! برا نہ مان جانا!۔۔۔۔ احان شاہ نے اسے تفصیلی جواب دیتے اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ چیک کئے تھے البتہ اسکے پہلے سوال کا جواب ابھی بھی نہیں دیا تھا، گلالئ کچھ دیر تک ان ڈبیوں کی طرف دیکھتی رہی پھر اسٹیتوڈ سے پکڑ کے اپنے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گئی جیسے اس کا حق ہو۔۔ احان شاہ کو امید نہیں تھی وہ ریڈ باکس بھی تھام جائے گی لیکن وہ تھام گئی تھی۔ احان شاہ کا چہرہ خوشی سے مسرور ہوا تھا۔۔ وہ بیس سے پچیس منٹ تک یاور کو فیڈ کروا کے اب تھک چکی تھی، شروعات تھی یہ احساس بے حد خوبصورت تھا لیکن گلالئ کو شرم سے دوچار بھی کرتا تھا۔۔

تمہارا بیٹا زیادہ ٹائم لے رہا ہے!! میری آئی مین تمہاری بیٹی پھر سے رونے کی تیاری پکڑ رہی ہے!!۔۔۔۔۔ یاور کو ابھی تک اپنی بھوک مٹاتے دیکھ کے احان شاہ بالآخر بول اٹھا، زبان ایک پل کو پھسلی تھی لیکن وہ جلد ہی قابو پا گیا۔۔ گلالئ اسکی بات پہ سٹپٹاتی تھی، وہ پہلی بار اسکے سامنے اس صورتحال میں تھی ورنہ رات میں بچوں نے اتنا تنگ نہیں کیا تھا، فجر کے بعد کیا تھا جب وہ نماز پڑھنے کا چکا تھا، اسکے بعد سے ان کی ٹھیک سے ملاقات ابھی ہی ہوئی تھی۔ اسکا زبان

پھسلنا گلالئی نے شدت سے نوٹ کیا تھا۔ مزید دو سے تین منٹ بعد یاور کو پر سکون ہو کے سوتے دیکھ کے اس نے سکون کا سانس بھرتے اپنی شرٹ ٹھیک کر کے اسے بیڈ پہ اپنے پاس لٹاتے جگ سے گلاس میں پانی ڈالتے اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ اسکے سرخ ہوتے گالوں پہ تضاد اسے یوں معصومیت سے پانی پیتے دیکھ کے احان شاہ بے ساختہ کھل کے مسکراتا اپنا چہرہ یسریٰ کے پھولے گال میں چھپا گیا۔۔ وہ جانتا تھا اسکی ایسی حالت کیوں ہو رہی ہے۔۔ وہ اسکی موجودگی کی وجہ سے کنفیوز ہو رہی تھی۔۔

تمہیں پانی کی بجائے دودھ پینا چاہئیے!!۔۔۔۔ احان شاہ نے اللہ جانے کیوں اسکی پشت کی طرف دیکھتے یہ زو معنی سا جملہ کسا تھا۔۔ گلالئی آنکھیں پھیلاتی پانی کا گلاس جلدی سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی کھانسنے لگی۔ اس نے ابھی آج یہاں بیٹھے بیٹھے دو دفعہ اپنے جملوں سے اسے سرخ کیا تھا۔ یہ اسکا پرانا انداز تھا جو وہ کبھی کبھار شاید غلطی سے دیکھا دیتا تھا؟ ویسے بھی ہر چیز کی اجازت تو اسے مل گئی تھی تو اپنے پرانے انداز میں کیونکر نہ لوٹتا؟ وہ تھوک نگلتے ہوئے دل میں سوچنے لگی۔

آئی مین انرجی کے لئے!! تم کیا سوچ رہی ہو؟۔۔۔۔ اسے ایک ہی جگہ سٹل ہوتے دیکھ کے احان شاہ کو اپنی زبان کی بے اختیاری کا خیال آیا تھا۔۔ وہ اب لہجے کو سنجیدہ بنانے کی کوشش کرتا مدھم آواز میں بولا۔

ک۔کچھ۔۔ن۔ نہیں!!۔۔۔۔ وہ اپنے تپتے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے نارمل ہوتی اسکی طرف رخ موڑ کے سنجیدگی سے جواب دے رہی تھی لیکن لہجہ لڑکھڑا گیا، وہ اسکے چوڑے شانوں کی طرف دیکھنے سے پھر سے گریز کرنے۔

کتنی صابر بچی ہے تمہاری!! بیٹا تمہارا اتھرا لگتا ہے!!۔۔۔ یسریٰ کو رونے کی بجائے اب تک خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے احان اسے گل کو پکڑاتا اب اسکے دونوں بچوں پہ کمنٹ پاس کر رہا تھا۔۔

(آپکا ہی خون ہے!) میرے بیٹے سے کس چیز کی دشمنی رکھتے ہیں؟ اتنا پیارا تو ہے!۔۔ گلالئی شدید خفگی کے عالم میں بولی تھی، اسے اسکا یاور پہ کیا گیا کمنٹ اچھا نہیں لگا تھا۔۔

اچھا پیارا ہے؟ مجھے کیوں نہیں لگتا پھر؟۔۔۔۔ احان شاہ اب یاور کے اپنے جیسے نقوش پہ نگاہیں جمائے مصروف انداز میں اسے جواب دے رہا تھا۔ اسکی بند آنکھوں کو دیکھ کے ذرا سکون ملا تھا، اب وہ اسے پیار سے دیکھ سکتا تھا ورنہ

جب جب وہ اپنی نیلی آنکھیں کھولتا تھا اسے اپنی دماغ جھنجھاتا ہوا محسوس ہوتا تھا کیونکہ نگاہوں کے سامنے اپنا میجر سالا جو گھومتا تھا۔۔

پیارا نہیں لگتا تو پھر نہ دیکھیں نا میرے بیٹے کی طرف! اور یہ اپنے گفٹ بھی پکڑے مجھے اور یاور کو آپ کے تحفے نہیں چاہئیے! !۔۔۔اسکے جواب پہ گلالئ کا مانو میٹر شارٹ ہوا تھا جس پہ اپنے سائیڈ ٹیبل سے اسکے دیئے گئے تحفوں کی دونوں ڈبیاں اسکی طرف اچھال گئ۔گلالئ کے اس لڑاکا انداز پہ احان شاہ نے گہری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ آج وہ کافی عرصے بعد اتنی باتیں کر رہی تھی۔

یار میں مذاق کر رہا تھا تم تو برا مان گئ ہو! تمہارا بیٹا بھی اچھا ہے!۔۔۔وہ اسکے خفا تاثرات دیکھ کے کان کھجا کے بولتا اب بلیک باکس کھولتے اس میں سے سلور چین نکال کے یاور کی گردن میں پہنا رہا تھا۔ابھی گلالئ کوئی جواب دیتی جب یسریٰ کی معصومیت سے رونے کی آواز پہ وہ جلدی سے اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

کیوں رلا رہی ہو اسے گلِ جاناں ؟۔۔۔۔۔بیٹی کے دوسری باریوں رونے پہ احان شاہ فکر مندی سے بول اٹھا،لہجے میں بیٹی کے لئے تڑپ واضح تھی۔۔

اب تو آپ کو یقین آ گیا ہو گا یہ صابر نہیں ہے!!۔۔۔گلالئ اسے الٹا جواب دیتی اب اسکی طرف سے مکمل رخ موڑ کے اسے دوسری سائیڈ سے فیڈ کروا رہی تھی اگر رخ نہ موڑتی تو احان شاہ کی نگاہیں سیدھا اسکی طرف اٹھتی۔وہ جو اس کے جواب پہ اسے آنکھیں سکیڑ کے دیکھ رہا تھا اسکے یوں رخ موڑنے پہ مسکرا کے یاور کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا نرمی سے اسکے گال چومنے لگا۔۔وہ یوں ریکٹ کر رہی تھی جیسے احان شاہ نے کبھی اسے دیکھا نہ ہو۔۔بالکل ابھی اس نے اسکے کپڑے چینج کروائے تھے لیکن میڈیم کے مزاج ہی نہیں ملتے تھے۔۔

مجھے کم از کم آپ سے اتنے ان پروفیشنلزم کی توقع نہیں تھی انکل! چاہے کچھ بھی ہو جاتا آپ کو پراجیکٹ درمیان میں نہیں چھوڑنا چاہئیے تھا! آپ سوچ بھی نہیں سکتے مخالف ٹیم کو کتنا نقصان ہوا ہے! یہ پاکستان نہیں ہے جہاں کسی چیز پہ پرا پر ایکشن نہیں لیا جائے گا! یہ لندن ہے مخالف ٹیم کا صاف کہنا ہے وہ آپ پہ کیس کریں گے!! اتنے سال لندن میں بزنس کرنے کے باوجود آپ یہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں ؟۔۔۔کاظم شاہ اس وقت زاویار شاہ کے مقابل کھڑا

سنجیدگی سے اپنے غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ زاویار شاہ یہاں لندن کی کسی پارٹی کے ساتھ پروجیکٹ کی ڈیل دن کرنے کے بعد اسے بیچ راہ میں چھوڑ چکے تھے۔۔

یار مجھے اندازہ نہیں تھا بات تھریٹس تک آجائے گا! مجھے اچانک سے اس پروجیکٹ میں جھول نظر آئی تھی جس کے باعث میں نے درمیان میں چھوڑنے کا فیصلہ یوں اچانک کر لیا!! وہ فیصلہ جلدی میں کیا تھا اسی لئے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا! پارٹی سے کہا بھی ہے پھر سے ڈیل کر لیتے ہیں! لیکن صاف انکار ملنے کے ساتھ ساتھ پچھلے دو دنوں سے تھریٹس مل رہے ہیں!!۔۔۔۔ زاویار شاہ فکر مندی سے جواب دیتے کچھ شرمندہ سے تھے۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ انہوں نے کوئی پروجیکٹ یوں بیچ راہ میں چھوڑا تھا۔۔

ایک کامیاب بزنس مین ہوتے ہوئے آپ کو ہر فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا چاہئیے تھا! خیر جو بھی ہو گیا ہے آپ پریشان مت ہوں! میں صبح بذاتِ خود ان سے میٹنگ کر کے کوئی بیچ کی راہ نکال لوں گا!!۔۔۔۔ انہیں شرمندہ ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ انہیں ریلکس کرنے لگا۔۔

لیکن ایسے تمہارا نام خراب۔۔۔۔۔ ابھی زاویار شاہ مزید کچھ بولتے جب وہ ان کی بات کاٹ گیا۔۔

وہ سب آپ مجھ پہ چھوڑ دیں! جتنا ان کا لاس ہوا ہے ڈبل پے کر دوں گا لیکن آپ کو بحفاظت پاکستان پہنچاؤں گا ان شاء اللہ!!۔۔۔۔ کاظم شاہ ایک عزم سے بولا تھا۔۔

ایزل نے آج صبح اٹھتے ہی ارادہ باندھا تھا وہ خود کو مصروف کرنے کی غرض سے اسلامک سینٹر ضرور جائے گی کیونکہ وہ پہلے ہی کافی چھٹیاں کر چکی تھی، اسکا تفسیر کا سارا کورس تو مکمل ہو چکا تھا لیکن اسے وہاں جا کے ایک سکون سا ملتا تھا، ہر روز اپنے دین کے بارے میں کچھ نہ کچھ نیا سیکھنے کو ملتا تھا۔ وہ آج لاکھ جانے کی خواہش رکھتی ازمیر کی وجہ سے جا نہ سکی کیونکہ اس نے صبح اٹھتے ہی ضدی انداز میں رونا تلاش کیا تھا، کیونکہ اسکی صبح باپ کو دیکھ کے نہیں ہوئی تھی۔ کبھی کبھار کاظم اس کے اٹھنے سے پہلے بھی آفس چلا جایا کرتا تھا لیکن جب سے اسے معلوم ہوا تھا اسکا بیٹا اسکے جانے کے بعد روتا ہے تو وہ کوشش کرتا تھا اسکے جاگنے کے بعد ہی آفس جائے۔۔ ایزل کے لئے ازمیر کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا ۔۔ وہ روہانسی ہوتی اپنے کمرے میں چکر کاٹتے ہوئے اسے سنبھال رہی تھی لیکن وہ چپ ہونے کا نام نہیں لے رہا

تھا۔۔ اسے سنبھالتے سنبھالتے دوپہر کے بارہ بج چکے تھے، وہ تھک ہار کے بیڈ پہ بیٹھنے ہی والی تھی جب سائیڈ ٹیبل پہ موجود فون رنگ ہوا تھا۔۔ ایزل نے تیزی سے فون اٹھا کے آنکھوں کے سامنے کیا تھا۔ وہ واٹس ایپ کال تھی۔ ایزل شاہ کال دیکھ کے ایک پل کو سٹل ہوئی تھی۔ "شاہ جی" کے نمبر سے واٹس ایپ پہ کال آ رہی تھی۔ وہ رات سے اس کی کال کا پاگلوں کی طرح انتظار کر رہی تھی جو اسے ابھی دوپہر کے بارہ بجے موصول ہوئی تھی۔۔ ایزل کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے۔

Scene to be continued

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 118 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

اس نے دل پہ پتھر رکھتے ہوئے پہلی بیل پہ ویڈیو کال نہیں اٹھائی تھی۔ وہ اپنی نم ہوتی آنکھیں رگڑتی گزری رات یاد کر رہی تھی جو اس نے جاگ کے گزاری تھی، کمرے میں اسکی غیر موجودگی اسے چاہ کے بھی سونے نہیں دے رہی تھی۔ ایک دفعہ پھر سے شاہ جی کی کال موبائل فون پہ جگمگانے لگی۔ وہ اسے پھر سے ویڈیو کال کر رہا تھا۔ ایزل ویڈیو کال یس کرتی اپنے موبائل کی سکرین ازمیر شاہ پہ سیٹ کر گئی جو بری طرح سے رو رہا تھا۔ ازمیر اب اسکی گود کی بجائے بیڈ پہ تھا، وہ اپنے ہاتھ پیر ضد سے اکڑا کے روتا ہوا دوسری طرف موجود کاظم شاہ کا دل تڑپا گیا۔ اسے لگ رہا تھا اسے ایزل کا چہرہ دیکھنے کو ملے گا لیکن یہاں تو اسے اپنے جگر کا روتا ہوا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ نظر آ رہا تھا۔۔

میر!! میری جان! مما کہاں ہیں؟۔۔۔ کاظم نے تڑپ کے بولتے ہوئے ازمیر کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا، وہ اس سے اسکا ماں کا یوں پوچھ رہا تھا جیسے چھوٹا سا ازمیر اسے منہ سے جواب دے گا، جس طرح سے ازمیر پہ فون سیٹ تھا وہ سمجھ چکا تھا ایزل فون پکڑے ہوئے ہے۔ کاظم کی آواز پہ ازمیر رونا چھوڑ کے فون کی سکرین کی طرف دیکھنے لگا جس پہ کاظم کا چہرہ واضح طور پہ دیکھائی دے رہا تھا۔ وہ جو اسے سننے کے لئے خاموش ہوا تھا، اسے دیکھتے ہی ہاتھ ہوا میں اٹھاتا پھر سے رونے لگا، وہ شاید اس کے پاس جانا چاہتا تھا۔ کاظم نے بے بسی سے اسکے رونے کی وجہ سے سرخ لال چہرے کو

دیکھا تھا۔ اسکی گولڈن آنکھیں بھی ہلکی سی سرخی مائل تھیں، شاید وہ کافی دیر سے رو رہا تھا، اس نے ویڈیو کال سے یہی اندازہ لگایا تھا۔ ایزل نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ازمیر کا چہرہ صاف کیا تھا۔

اووزی!!۔۔۔۔ اسکے ہاتھ دیکھتے ہی کاظم شاہ نے اسے پکارا تھا۔

جی!!۔۔۔۔ ایزل نے اپنی طرف کیمرہ کئے بغیر اسے نارملی جواب دیا تھا۔۔

میرا اتنی بری طرح سے کیوں رو رہا ہے؟۔۔۔ وہ اسکی مدھم سی آواز سنتا پریشانی سے سوال کر رہا تھا۔۔

پتا نہیں! کل سے رو رہا ہے!۔۔۔۔ اسکی آواز میں پریشانی محسوس کر کے وہ کیمرہ آف کرتی اپنی بھیگی آواز پہ قابو پا کے جواب دینے لگی، اب اسکی طرف سے کیمرہ بند ہو چکا تھا، صرف ایزل اسکی ویڈیو کال دیکھ سکتی تھی، کاظم صرف اسے سن سکتا تھا۔ ایزل نے نظر بھر کے موبائل سکرین پہ نظر آتے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ابھی تک اسی گرے شرٹ میں تھا جو وہ کل یہاں پاکستان سے پہن کے گیا تھا۔ ماتھے پہ گولڈن بال بکھرے پڑے تھے۔ چہرے پہ فکر مندی کے تاثرات تھے، وہ ازمیر کے رونے کی آواز پہ بری طرح سے پریشان ہو رہا تھا۔۔

کیوں؟ اور تم نے اپنی ویڈیو کیوں بند کی؟ کیمرہ آن کرو!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ حکمیہ تھا۔۔

شاید آپ کو کل سے نہیں دیکھا اسی لئے رو رہا ہے!۔۔۔۔ ایزل نے صرف اسکے پہلے سوال کا جواب دیا تھا، کیمرہ اس نے ابھی بھی آن نہیں کیا تھا۔۔

میر کا گلہ خشک ہو رہا ہے اسے سلا دو!! ۔۔۔ کاظم شاہ نے تجویز پیش کی۔ لہجے کے ساتھ چہرے پہ بھی بیٹے کے لئے تڑپ تھی۔

نہیں سو رہا!! کب سے کوشش کر رہی ہوں! رات میں کچھ دیر سویا تھا پھر جاگ گیا! ۔۔۔۔ ایزل اب اپنے بیٹے کو گود میں لے کے تھپکتی ہوئی اسے جواب دے رہی تھی۔۔

کیمرہ آن نہیں کیا ابھی تک؟۔۔۔۔ اسکا ابھی تک بند کیمرہ دیکھ کے وہ سنجیدگی سے بولا۔ ازمیر کا رونا ابھی سسکیوں میں بدل چکا تھا۔

ابھی ازمیر رو رہا ہے! مجھے اسے خاموش کروانے دیں! بعد میں کال کر لیجئیے گا!!۔۔۔ ازمیر کے اس قدر رونے پہ وہ اب روہانسی ہوئی تھی۔۔

سنا نہیں تم نے؟ کیمرہ آن کرو!!۔۔۔کاظم کا لہجہ ذرا سخت ہوا تھا، وہ کہاں نرمی سے اتنی جلدی سنتی تھی۔ اسکے لہجے میں غصے کی رمک محسوس کرتی وہ اگلے ہی پل کیمرہ آن کر گئی، کیمرہ پھر سے اپنی طرف کرنے کی بجائے ازمیر کی طرف کیا تھا۔

میر! بابا کی جان کے عذاب!! لک ایٹ می (میری طرف دیکھو)!!۔۔۔اسے سسکتے دیکھ کے کاظم شاہ بلند آواز میں بولتا اسے پھر سے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ اسکی آواز پہ ازمیر رونا چھوڑ کے ایک دفعہ پھر اسکی طرف متوجہ ہوا۔ وہ غور سے اسے سننے لگا۔۔

میر گندے بچوں کی طرح کیوں رو رہا ہے؟ میرے رن مرید بیٹے کی منگیتر کہاں پہ ہے؟؟۔۔۔کاظم شاہ اپنے ہاتھ اور انگوٹھے کی مدد سے چٹکی بجاتا مسکرا کے بولا لیکن وہ اسکی باتوں پہ آج کھکھلانے کی بجائے صرف خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ کٹی ابھی کچھ دیر پہلے ہی نیچے کا چکر لگانے گئی تھی۔۔

ہاااا!! کوئی لفٹ نہیں کروا رہا میرے گول گپے کو؟ اور یہ اتنا کیوں روئے جا رہا ہے؟۔۔۔۔ازمیر کو پھر سے اپنے چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹ مڑورتے دیکھ کے کاظم محبت سے لبریز لہجے میں گویا ہوا۔ ایزل خاموشی سے اسے سنتی ازمیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کاظم یونہی کافی دیر تک ازمیر سے باتیں کرتا رہا تھا، وہ اگر اسے ہنسانے میں کامیاب نہیں ہوا تھا تو اسکا رونا بند کروانے میں کامیاب ضرور ہو چکا تھا۔۔

کال آن رہنے دو! اور اسے سلاؤ!!۔۔۔۔۔ازمیر سے کافی دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اسکی آنکھوں میں نیند بھانپتا ایزل کو نرمی سے حکم دے رہا تھا۔۔ وہ اسکا چہرہ دیکھنا چاہ رہا تھا لیکن وہ ظالم بنی ہوئی تھی، ایک سیکنڈ کے لئے بھی کیمرہ اپنی طرف نہیں کیا تھا۔ ایزل جواب دیئے بنا فون سائیڈ پہ رکھتی ازمیر کو اپنے سینے سے لگاتی تھپکنے لگی، اس نے کافی دفعہ اسے فیڈ کروانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اتنی سی عمر میں بھی بے حد ضدی تھا، بھوک مٹانے کی بجائے یونہی سو گیا۔۔ تقریباً پانچ منٹ تک کاظم کیمرے سے نظر آتی چھت کو گھورتا رہا تھا۔ ازمیر کے سونے کے بعد ایزل نے خاموشی سے کاظم کو اسکا سویا ہوا چہرہ دیکھایا تھا۔ اسے سوئے دیکھ کے کاظم شاہ پر سکون ہوا تھا ورنہ وہ رو کے اسے اس قدر بے چین کر چکا تھا کہ کاظم کا بس نہیں تھا اڑ کے اپنے بیٹے کے پاس پہنچ کے اسے اپنے مضبوط سینے میں قید کر لے۔۔

کیمرہ اپنی طرف کرو!!۔۔۔۔کاظم کا لہجہ پھر سے حکمیہ ہوا تھا،وہ جانتا تھا وہ اسکے نرم لہجے میں ضد کر کے دیکھائے گی۔ایزل نے اپنے سراپے اور سر پہ دوپٹا اچھی طرح سے سیٹ کرتے تھوک نگلتے ہوئے کیمرہ اپنی طرف کیا تھا لیکن نگاہیں گود میں موجود ازمیر کی طرف ہی رکھی تھیں۔۔

تم جانتی ہو اگر ابھی اس وقت میں تمہارے پاس ہوتا تو دوپٹا تمہارے وجود کی بجائے زمین پہ سلامی دے رہا ہوتا! خیر اچھی بات ہے ابھی خود کو مجھ سے چھپا کے رکھو! جتنا تمہارے سراپے کی طرف دیکھوں گا اتنے ہی جذبات بھڑکیں گے!!۔۔۔۔اسکی طرف دیکھنے کی دیر تھی جب کاظم شاہ اسکے دوپٹے کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔۔

آپ خیریت سے پہنچ گئے وہاں؟۔۔۔ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے ایزل بات کا رخ پلٹ گئی۔۔

ہمم الحمدللہ!! کل ایک امپورٹینٹ میٹنگ ہے دعا کرنا سب ٹھیک ہو جائے!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے اپنے لہجے کی پریشانی پہ قابو پاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

جی ضرور!۔۔۔۔۔ایزل نے اسکی طرف دیکھے بغیر مختصر سا جواب دیا تھا۔۔

رات میں سوئی کیوں نہیں؟۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی پہلے ہی بھانپ چکا تھا اسی لئے بے ساختہ سوال کیا۔۔

سوئی تھی!۔۔۔۔ایزل نے جھوٹ بولا۔

صاف بتاؤ نا تمہیں میری پناہوں کی عادت ہو چکی ہے؟میری چھیڑ چھاڑ کی عادت ہو چکی ہے! رات میں تمہیں چھیڑنے کے لئے میں نہیں تھا اسی لئے نیند نہیں آئی؟۔۔۔۔۔اسکے جھوٹ کے جواب میں وہ زومعنی سے بولا۔

ایزل کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی،وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئی۔۔

اپنے دانتوں سے کہو حد میں رہیں! صرف ایک ہفتے کے لئے یہاں آیا ہوں واپس آ کے تمہارے یہ دانت توڑ دوں گا جو فضول میں فری ہوتے میرے حق پہ ڈاکہ ڈال رہے ہیں!!۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لئے ان پہ دانتوں کا دباؤ محسوس کرتا دبے دبے غصے سے گویا ہوا تھا،گولڈن آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھی۔ان ہونٹوں کو اپنے لبوں

میں دبانے کی خواہش دل میں شدت سے جاگنے لگی۔ اسکے غصے پہ وہ جلدی سے اپنے ہونٹ دانتوں کی قید سے آزاد کر گئی۔۔

اپنی لوبائٹس دیکھاؤ جو میں نے آتے ہوئے تمہاری گردن پہ بنائی تھیں! انہیں دیکھے بغیر میرا گزارا نہیں ہے!۔۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ بوجھل ہوا تھا۔ اسکے پور پور پہ اپنی شدتوں کے نشان دیکھے بغیر کہاں اس کا پورا دن گزرتا تھا؟

م۔میں۔۔ناشتہ۔۔کرنے۔۔جا۔۔رہی۔۔ہوں!!۔۔۔اسے بے باکیوں پہ اترتے دیکھ کے ایزل سٹپٹا کے جلدی سے بولتی فون بند کرنے لگی جب وہ اسے روک گیا۔۔

ویٹ! پاکستان میں اس وقت دوپہر کے بارہ: پندرہ ہو رہے ہیں اور تم نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا؟۔۔۔۔کاظم شاہ کو اسکی لاپرواہی پہ غصہ آیا تھا لیکن وہ اپنے غصے پہ قابو پاتا دانت پیس کے بولا تھا۔۔

ن۔نہیں! ازمیر۔۔۔نے کرنے نہیں دیا!!۔۔۔ایزل کا خود کا کچھ کھانے کو دل نہیں تھا لیکن اپنی مزید کلاس سے بچنے کے لئے سارا مدعا بیٹے پہ ڈال گئی۔۔

جب خود ناشتہ نہیں کیا تھا تو اسے خاک کرواؤ گی؟ اسکا رونا تو بنتا تھا!۔۔۔۔۔وہ سر جھٹک کے خفگی سے بولا تھا۔

جی نہیں!! وہ آپ کی وجہ سے رو رہا ہے! جب بچوں کو اپنی عادت ڈال کے ان کی ماں کے سہارے چھوڑ جائیں تو وہ یونہی روتے ہیں!!۔۔ایزل بھی جواباً خفگی سے جواب دیتی فون بند کر گئی۔ کاظم نے اسے فلحال کے لئے دوبارہ فون نہیں ملایا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا وہ آرام سے ناشتہ کر لے۔

تھینک گاڈ سب کلئیر ہو گیا!!۔۔۔۔۔کاظم گہری سانس بھر کے زاویار شاہ سے مخاطب ہوتا گاڑی کا دروازے کھولتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔۔ان کی گاڑی وہ خود ڈرائیو کرنے والا تھا۔۔

یہ سب تمہاری بدولت ہوا ہے! اگر تم اس میٹنگ کو ارینج نہ کرتے تو مسئلہ سمٹنے کی بجائے مزید پھیلنا تھا! تھینک یو بیٹا! آئی ایم پراوڈ آف یو!!۔۔زاویار شاہ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھتے فخر سے اسکی طرف دیکھ کے جواباً گویا ہوئے۔۔وہ پچھلے کچھ دنوں سے کافی پریشان تھے، لیکن آج ان کی ساری پریشانی کاظم کی بدولت دور ہو چکی تھی۔۔جس پارٹی کے ساتھ انہوں نے معاہدہ توڑا تھا وہ پہلے سے کاظم شاہ کے ساتھ کام کر چکے تھے، کاظم نے ان سے ان کے لاس کی اماؤنٹ

پوچھتے ڈبل پے کرنا چاہا تھا لیکن وہ انکار کر گئے، کاظم شاہ کے ساتھ ان کے تعلقات کافی اچھے تھے، ان سب فارمیلٹیز کے بعد وہ ان تعلقات کو خراب نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ مزید کام کرنے کی خواہش رکھتے اور یہ خواہش وہ اس پہ ظاہر بھی کر گئے۔۔ ان کی اتنی اپنائیت پہ کاظم شاہ نے خوشدلی سے ان کی آفر کو قبول کیا تھا۔۔ اسے زیادہ مشقت کرنی ہی نہیں پڑی تھی، الٹا وہ زاویار شاہ کو تھریٹس دینے کے لئے apologies کرنے لگے لیکن کاظم سارا معاملہ سنبھال چکا تھا۔۔

تھینک یو مت بولیں انکل! میں نے آپ کی آج رات کی پاکستان کی فلائٹ بک کروادی ہے! مجھے لگ رہا تھا یہاں تین دن تو مسٹ لگیں گے لیکن چلیں دو ہی دنوں میں کام ختم ہو گیا! آپ آج رات کی فلائٹ سے پاکستان جائیں گے اور میں آسٹریلیا جاؤں گا۔۔۔۔ کاظم شاہ ونڈ سکرین پہ نگاہیں جمائے انہیں تفصیل بتانے لگا۔۔

خیریت آسٹریلیا کیوں؟۔۔۔۔۔۔ اسکے آسٹریلیا جانے کا سن کے زاویار شاہ چونکے، وہ تو سمجھ رہے تھے وہ انہی کے ساتھ پاکستان جائے گا۔۔

لاسٹ ائیر وہاں پہ جو کمپنی کھولی تھی وہ مسلسل لاس میں جا رہی ہے! میں ایک دفعہ وہاں جا کے خود سب کچھ چیک کرنا چاہ رہا ہوں!۔۔۔ کاظم شاہ کچھ پریشانی سے بولا تھا۔ اسے واقعی ہی اس کمپنی سے کافی لاس ہو چکا تھا۔ زاویار شاہ اسے حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی دے رہے تھے۔

آج تو تم گئے ریز شاہ!! اب تو تمہارے اچھے بھی مجھے اپنے ساتھ لے کے جائیں گے!!۔۔۔۔ وہ اپنے ہونٹوں کو سرخ لپ اسٹک سے رنگتی اپنے سنہری بال جھٹکتے ہوئے قہقہہ لگا کے خود سے مخاطب ہوئی تھی۔ لپ اسٹک لگانے کے بعد وہ اپنے ہونٹوں کا پاؤٹ بنا کے آئینے میں خود کو فلائنگ کس دیتی زوریز شاہ کے کمرے میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔ اور اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا کیونکہ اگلے دو منٹوں میں وہ کمرے کا دروازا کھول کے اندر داخل ہوا تھا۔ ابھی مرحا شاہ کی تلاش میں نگاہیں گھمائی ہی تھی جب ڈریسنگ ٹیبل کے قریب موجود اپنی بیوی کو دیکھ کے نگاہیں ساکت رہ گئی۔ اسکی گہری نگاہیں خود ہی محسوس کرتی مرحا شاہ اپنی مسکراہٹ دباتی ایک ادا سے اپنے تن سے نائٹ گاؤن اتار کے زمین کی زینت بناتی زوریز شاہ کی طرف بڑھ گئی۔ اسکے قریب آتے ہی وہ اسکی آرمی شرٹ کے بٹن کھولنے لگی۔

زوریز شاہ نے اسکی اس ادا پہ تھوک نگلا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس قدر خوبصورت منظر دیکھنے کو ملے گا اس نے بھلا کب سوچا تھا؟ وہ اس وقت بلڈ ریڈ شارٹ سی نائٹی میں ملبوس زوریز شاہ کے ہوش ہی تو اڑا گئی تھی۔ نیٹ کی بلڈ ریڈ نائٹی اسے کہیں سے بھی چھپانے سے قاصر تھی، نائٹی بے حد شارٹ تھی، اس قدر شارٹ کہ اسکے گھٹنوں تک بھی بمشکل آ رہی تھی۔۔ سٹرپس نا ہونے کے برابر تھے۔۔ دونوں کندھوں پہ صرف موتیوں کی باریک سی لڑی کا سہارا دیا گیا تھا۔ وہ اس کی شرٹ کے تمام بٹن کھول چکی تھی لیکن وہ ابھی تک صرف اسے دیکھنے میں محو تھا۔۔

آج جلدی آ گئے ؟۔۔۔ وہ اسکے سفید مردانہ سینے پہ اپنی مخروطی انگلیاں پھیرتی ایک ادا سے بولی۔ ناخنوں پہ سرخ نیل پینٹ لگا کے ہاتھوں کو مزید خوبصورت بنایا گیا تھا۔۔

اگر مجھے اس تیاری کے متعلق پہلے بتا دیا ہوتا تو میں اس سے پہلے بھی آ سکتا تھا مائے!!se_xy lady ۔۔ زوریز شاہ قربت کے خمار سے بھاری ہوتے لہجے میں جواب دیتا اسکی کمر کے گرد اپنے بازو کا حصار باندھ گیا۔۔

ہاہاہاہا۔۔ میں نے سوچا! کیوں نا آج اپنے پیارے سے ہبی کو سرپرائز دیا جائے ؟۔۔۔ وہ خوبصورتی سے ہنستی شرارت سے بولتے ہوئے اسکے سینے پہ اپنے ہونٹ رکھتی اپنے دیئے گئے اس لپ اسٹک کے نشان پہ اب انگوٹھا پھیر رہی تھی۔

زوریز شاہ کا دل بے قابو ہوا تھا۔ اسکی اس ادا پہ وہ اسکی کمر کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچتا اسے اپنے بے حد قریب کر گیا۔ وہ پہلے بھی اسکے لئے ایسی نائٹیز پہنتی تھی لیکن آج اسکی یہ ادائیں زوریز شاہ کا قتل کرنے کے لئے کافی تھیں۔۔

ایسا سرپرائز تو میری بیوی ہمیشہ مجھے اس وقت ہی دیتی ہے جب اسے مجھ سے کوئی کام ہوتا ہے! اسی لئے میرا بچہ ڈائریکٹ کام کی بات پہ آؤ! پھر دیکھو میں تمہارے بدن کے ایک ایک حصے کو کیسے سرپرائز کرتے ہوئے سراہتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔ وہ مدہوشی کے عالم میں اسکی گردن پہ جھک کے اپنا شدت بھرا لمس چھوڑتا چہرہ باہر نکال کے اسکے مقابل کرتا دلفریب انداز میں بولا۔۔ اسکی بیوی ہمیشہ یہ کیوں بھول جاتی تھی مقابل میجر ہے ؟ مرحاشاہ سلگ کے رہ گئی۔۔

Good Question!!۔۔۔ مرحاشاہ چہرے کے تاثرات نارمل رکھتی لبوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ سجا کے اسکی گردن کے گرد اپنی بانہوں کا حصار باندھتی ایڑھیاں اوپر کو اٹھاتے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ نرمی سے اپنے

ہونٹ رکھ گئی، احتیاط برتی تھی یہاں پہ لپ اسٹک کا کوئی مارک نہ لگے۔۔ اسکے نرم لمس پہ زوریز شاہ اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔۔

دو دن بعد ہم دونوں ساتھ چل رہے ہیں ناڈئیر کریک شاہ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسے خود پہ مزید جھکا کے اسکی مڑی ہوئی پلکوں پہ پھونک مارتی ون سائیڈ مسکرا کے بولی۔ زوریز شاہ نے اپنی خمار کے احساس سے سرخ ہوتی ہری آنکھوں کو وا کرتے اسکے خوبصورت سراپے پہ اپنی نگاہیں جمائی تھیں۔۔

نائٹ ایٹ آل بے بی!!۔۔۔۔ وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتا صاف انکار کر گیا۔۔ اسکے صاف انکار پہ مرحاشاہ کا موڈ پل میں خراب ہوا تھا، وہ جلدی سے اپنی کمر کے گرد بندھے اسکے ہاتھ ہٹاتی اس سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

اوکے نو پرابلم! ! بیڈ سے ایک تکیہ اور چادر پکڑو اور باہر صوفے پہ جا کے ٹائم پہ سو جاؤ! ۔۔۔ وہ اسے سنجیدگی سے جواب دیتی بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے ایک تکیہ اور چادر اٹھاتی اسکی طرف پھینک گئی۔۔ زوریز شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی شرٹ اتار کے صوفے پہ اچھالی تھی۔ شوز کے لیسس کھولتا وہ اپنے پیروں کو آزاد کرتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔

خبردار جو میری طرف بڑھنے کی کوشش بھی کی تو ریز شاہ!! جان لے لوں گی تمہاری!!۔۔ اسے اپنی سائیڈ آتے دیکھ کے وہ غصے سے غراتی دوسری طرف کھسکی تھی۔۔

جان لے لو لیکن اپنی طرف بڑھنے سے مت روکو! ویسے بھی اگر ابھی رک گیا تو جان نکل جائے گی میری!!۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ دبا کے ڈرامائک انداز میں بولتا بیڈ پہ چڑھتے ہوئے اسے ٹانگوں سے پکڑ کے واپس سے اسکی جگہ پہ لاتا اس پہ قابض ہوا تھا۔ وہ ایک ہی منٹ میں اسے قابو کر چکا تھا۔ مرحاشاہ کو اپنی بے بسی پہ رونا آیا تھا لیکن وہ اسے غصے سے دیکھتی بھرپور مزاحمت کرتی اسکے حصار سے نکلنے کی تگ و دو کرنے لگی۔۔

چھوڑو مجھے!! جب تم ہر جگہ اکیلے جانا ہے تو مجھے بھی اس وقت اکیلا چھوڑ دو!!۔۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں سے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی غصے سے دھاڑی تھی۔۔ وہ اسکی دونوں پینک ہوتی ٹانگوں کو اپنی ایک ٹانگ سے لاک کرتا اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسے۔ خود کے قریب کرتا اسکی سنہری آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لمبی مڑی ہوئی پلکوں پہ

مسکارے کی تہہ لگا کے ان سنہری آنکھوں کو مزید خوبصورت بنایا گیا تھا۔ اسکے قاتل ہونٹ۔۔ افف۔۔ زوریز شاہ بنا کسی وقفے کے ان لبوں پہ جھکنے لگا لیکن وہ غصے سے اپنا چہرہ موڑ گئی۔۔

Okay! Come on

مناؤ مجھے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسکے رخ موڑے پہ وہ سلگ کے کروٹ لیتا اسے خود کے اوپر کرتے ہوئے دبے دبے غصے سے بولا۔۔ اسکا رخ موڑنا سخت زہر لگا تھا۔

تم پھر بھی نہیں لے کے جاؤ گے! آئی نو! چھوڑو مجھے چینج کرنا ہے!!۔۔۔۔ مرحا شاہ تھکے ہوئے لہجے میں بولتی اپنے آنسو روکنے لگی۔۔ زوریز شاہ کے آثار بتا رہے تھے وہ اسے لے کے نہیں جائے گا۔۔

کوشش کرو بے بی!!۔۔۔۔۔ وہ اسکے تاثرات پڑھتا نرم لہجے میں جواب دیتا اسے اپنے چہرے پہ جھکا گیا۔ ان گلاب کی پنکھڑیوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کرنے کے لئے وہ پاگل ہو رہا تھا۔ مرحا شاہ ہمت کرتی سائیڈ ٹیبل پہ موجود واس سے تازہ گلاب کی کلی نکالتی اسکے ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسکے لبوں پہ شدت سے جھکتی زوریز شاہ کے دل کی حالت بگاڑ گئی۔ اسے اس سے اس قدر رومانٹک انداز کی توقع نہیں تھی۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو شدت سے سک کرتی اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ الجھا گئی۔ زوریز شاہ اسکی کمر زور سے جکڑ گیا۔ اس نے مرحا شاہ کی شدت میں اپنے لبوں کی شدت شامل کرتے دوسرا ہاتھ اسکے گال پہ رکھا تھا۔ ان کی کس کا دورانیہ کافی بھر چکا تھا۔۔ سانسیں پھولنے پہ مرحا شاہ اس سے اپنے ہونٹ چھڑواتی اسکی شہ رگ زور سے اپنے دانتوں میں دبا گئی۔ زوریز شاہ کا ہاتھ اسکے گال سے سرک کے اسکی گردن پہ آیا تھا۔ وہ اپنے انگوٹھے سے اسکی گردن مسلنے لگا۔۔ مرحا شاہ سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولتی اس میں سے سرخ لپ اسٹک نکال کے اپنے ہونٹوں پہ پھر سے لگاتی اسکے سینے اور ایبز پہ اپنے لب رکھتی لپ اسٹک مارک جگہ جگہ پہ چھوڑ رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اسکی اداؤں کے آگے بے بس ہو رہا تھا۔۔ پھر سے ہونٹوں پہ لپ اسٹک لگاتی وہ اسکے چوڑے سفید شانوں اور پھولے بائسیپس پہ بھی ایسے ہی مارک چھوڑتی فتح مندی سے زوریز شاہ کی طرف دیکھتی اپنے بال جھٹک گئی جیسے جان گئی ہو وہ بے بس ہو رہا ہے۔۔ زوریز شاہ اسے پھر سے اپنے لبوں پہ جھکا تا شدت سے اسکی سانسیں حلق سے کھینچنے لگا۔ مرحا شاہ اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھ جماتی اسکی شدت برداشت کرنے لگی۔۔

آگے کا پراسیس کون کرے گا ڈارلنگ؟ ابھی تک میں نے کوئی منظوری نہیں دی!!۔۔۔۔وہ بوجھل لہجے میں بولتا اسے کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا۔۔

Okay, I am trying last time

کروٹ لو!!۔۔۔وہ اپنی شرم پہ قابو پاتی اسکا گال اپنے ہاتھ سے سہلاتی قاتلانہ ادا سے بولی۔ زوریز شاہ تو جیسے اسکے حکم کے انتظار میں تھے۔ وہ کروٹ لینے کی بجائے اٹھ کے بیٹھتا مرحاشاہ کو اپنی گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔۔ وہ اسکی گود سے اتر کے اسکی پچھلی گردن کی طرف آتی زور سے اپنے دانت گاڑتے ہوئے یہاں بھی لپ اسٹک کے مارک چھوڑ رہی تھی۔۔ وہ جھک کے اسکی پوری کمر پہ اپنے دانتوں کے نشان بناتی جگہ جگہ اس سرخ لپ اسٹک کے نشان چھوڑ چکی تھی۔ وہ اسے منانے کے چکروں میں ہانپ چکی تھی۔۔ اسکے اتنے رومانٹک انداز پہ بھی وہ نہ مانتا تو مرحاشاہ کے ساتھ زیادتی کر جاتا۔۔ زوریز شاہ نے آئینے میں اپنی حالت دیکھی تھی۔۔ جیب سے فون نکالتے اس نے زوم کرتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھے بیٹھے ہی ایک مرر سیلفی لی تھی۔ اس مرر سیلفی میں مرحاشاہ اسکی پچھلی گردن پہ جھکی ہوئی تھی، اسکے بال اسکے چہرے پہ آتے اسکا چہرہ چھپا رہے تھے۔۔ زوریز شاہ نے یونہی دو سے تین سیلفیز لینے کے بعد فون سائیڈ پہ رکھتے مرحاشاہ کو پیچھے سے پکڑ کے اپنے مقابل کرتے بانہوں میں اٹھا کے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔۔ اسے ڈریسنگ ٹیبل پہ بٹھا کے وہ اسکے سرخ لال چہرے کی طرف دیکھتا اپنی حالت دیکھ رہا تھا۔ اسکی بیوی نے اپنی بات منوانے کے چکروں میں ایک فوجی کی کیا حالت کر ڈالی تھی۔ اسکے پھولے کٹاو دار سینے پہ لپ اسٹک مارک سب سے زیادہ بھلے لگ رہے تھے۔ اس نے سکے ایبز، اسکے شانے اور یہاں تک اسکی پچھلی کمر کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اسکی بیک لیس کمر کا جائزہ لینے کے بعد وہ ٹیبل سے بلڈ ریڈ لپ اسٹک اٹھا کے اسکی نائٹی کی سٹریپ کھسکاتا اسکے دل کے مقام سے اسے مزید کھسکاتے وہاں پہ اپنی خوبصورت لکھائی میں اس لپ اسٹک کی مدد سے بڑے بڑے خروف میں RAIZ SHAH لکھتا اسکے نشیب و فراز پہ اپنے ہونٹوں کا شدت بڑھا لمس بکھیرتا اسے کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔

تمہاری ان اداؤں کے بعد کون تمہیں یہاں پہ چھوڑ کے جائے گا مائے لیڈی؟ ساتھ چلیں گے! ایون کار رومانس کرتے ہوئے جائیں گے!!۔۔۔وہ مدہوشی کے عالم میں خمار آلود آواز میں گویا ہوتا اسکی گردن اور دھڑکنوں کو اپنے لمس سے سرخ لال کرتے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جو اسکے الفاظ پہ خوشی سے سرشار تھا۔ وہ مان چکا تھا، مرحاشاہ

کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔۔اس نے اسی خوشی میں اسکی بے باک باتوں کا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔زوریز شاہ نے اسکا رخ آئینے کی طرف موڑتے اسکے دل کے مقام کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا تھا،وہاں انگریزی میں اسکا نام پڑھتی وہ شرم سے دوہری ہوتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔زوریز شاہ کا قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔۔

کم از کم اتنی رومانٹک ادائیں دکھانے کے بعد تمہارا شرمانا بالکل نہیں بنتا بے بی!!۔۔۔وہ شرارت سے ہنس کے بولتا اسے پھر سے بانہوں میں اٹھا کے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔کمرے کی لائٹس ڈم کرتے وہ اسے اور خود کو پردے سے آزاد کرتا کپڑے زمین پہ اچھالتے ہوئے اسے اپنی گود میں بٹھاتا اچانک سے اسکی رخ میں سمایا۔۔مرحاشاہ اس اچانک افتاد کے لئے تیار نہیں تھی۔۔مرحاشاہ اپنی چیخ روکنے کی غرض سے اسکی گردن پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔وہ اب بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے اسکے گرد زور سے اپنے ہاتھ باندھتا اسکی دھڑکنوں پہ بے رحمی سے اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرتا اپنی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔۔مرحاشاہ نے شرم سے پاگل ہوتے اسکی گود سے نکلنا چاہا تھا۔۔وہ اسکی گردن میں زور سے اپنے ناخن گاڑ رہی تھی۔۔اسکی زبان کنگ ہوتے دیکھ کے وہ قہقہ لگا کے کروٹ بدلتا اس پہ اور خود پہ چادر اوڑھا گیا۔اسکے بے باک قہقے پہ وہ غصے سے اسکے کندھوں پہ مکے جھڑتی اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپا گئی

--

یو آر لکی! تمہارا شوہر تمہیں ایک ہی طرح کے رومانس سے بور نہیں کرتا! ہر دفعہ اپنے الگ انداز سے تمہاری جان نکالتا ہے!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے ہوئے اسکے کان میں اترا کے سرگوشی کرنے لگا۔

U are lucky too

ہر بیوی اپنے شوہر کو ایسی رومانٹک ادائیں نہیں دیکھا سکتی جیسی مرحاشاہ تمہیں دیکھاتی ہے!!۔۔۔مرحاشاہ بھی اسی کے انداز میں بولتی آنکھیں گھما گئی۔۔

For real, I am so lucky

وہ اسکی بات سے متفق ہوتا اسکے ہونٹ پیار سے چومتا اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے اپنی شدت کے رزلٹ میں نکلتی اسکی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔

مزید دو دن بعد:

کاظم کو ہویلی سے گئے آج چوتھا دن تھا۔۔ زاویار شاہ دو دن پہلے ہی پاکستان آ کے سب سے ملنے کے ساتھ ساتھ احان کے بچوں کو دیکھ کے بھی بے حد خوش تھے۔۔ انہوں نے ہویلی میں آ کے سب کو لندن میں ہوئے اس سارے معاملے کے متعلق آگاہ کیا تھا جس میں کاظم نے ان کی مدد کی تھی۔ زوریز کے علاوہ کاظم کی لندن میں موجودگی کو سب نے حیران کیا تھا۔ اس نے سب کو زاویار انکل کے ساتھ ہوا یہ واقعہ اس لئے نہیں بتایا تھا تاکہ سب پریشان مت ہوں! زاویار شاہ نے جس طرح سے کاظم کا ذکر ہویلی میں کرتے فخر کا اظہار کیا تھا، دریاب شاہ کا سینہ چوڑا ہوا تھا۔ وہ واقعی ہی ہر سیچویشن کو ڈیل کرنا جانتا تھا۔۔ اب وہ آسٹریلیا میں تھا اس سب کے متعلق بھی سب جانتے تھے۔

شام کے پانچ بج رہے تھے، گل کے علاوہ تقریباً سب ہی ہویلی کے لاؤنج میں موجود تھے، داجی کافی دیر سے نیوز لگا کے بیٹھے یونہی ملک کے حالات سن رہے تھے جب ایک خبر نے ان سب کو اچانک سے حیران کیا تھا۔۔ نیوز پہ اس وقت راوف لکھانی کے قتل کی خبر چل رہی تھی، ذرائع کے مطابق قاتل کا نام حارث خان بتایا جا رہا تھا جو نا جانے کہاں چھپا بیٹھا تھا۔ راؤف لکھانی کی لاش جو صرف اب ہڈیوں کے ڈھانچے کے مطابق تھی وہ جنگل میں موجود ایک گھر سے ملی تھی۔ اس گھر میں صرف راؤف لکھانی اور کچھ گارڈز کی لاشیں پڑی تھیں جن کی تصاویر نیوز چینل پہ دیکھائی جا رہی تھیں۔ یہ سب حاذق خان کی بدولت ہوا تھا۔ اس نیوز کو سن کے زوریز شاہ کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی لیکن سب کے سامنے وہ کنٹرول کر گیا۔ قاتل کا نام میجر حاذق خان کی بجائے حارث خان بتایا جا رہا تھا۔ جس قاتل کا نام بتایا جا رہا تھا اسے بھی میجر خان صاحب نے ہی قتل کیا تھا لیکن اس کے ٹکرے اس قدر نفاست سے کئے تھے کہ کسی کے فرشتوں کو بھی بھنک نہیں لگی تھی۔۔ میجر خان نے راؤف لکھانی کی موت کے تمام ثبوت کافی ہوشیاری سے چھوڑے تھے تاکہ سارا نام اسکی بجائے حارث خان پہ آئے جو کہ راؤف لکھانی کا ہی خاص بندہ تھا۔۔ وہ راؤف لکھانی کے ٹکرے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا لیکن اس وقت شہسوار شاہ نے اسے جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی ہدایت دی تھی۔ راؤف لکھانی ایک پالیٹیشن تھا انہیں ہوشیاری سے کام لینا تھا۔۔ حاذق خان اسکے ٹکرے ٹکرے تو نہ کر سکا لیکن اس نے اسکی لاش کی حالت کافی بری طرح سے بگاڑی تھی۔۔

یہ کب ہوا؟لاش تو کافی پرانی لگ رہی ہے؟کافی دیر سے نیوز میں راؤف لکھانی کے لاپتا ہونے کا ذکر کیا جارہا تھا! ایون اس کے سگے بھائی نے بھی کوئی سٹیٹمنٹ نہیں دی تھی! ! یہ سب اچانک سے کیسے سامنے آیا؟۔۔۔۔۔ہارون شاہ اس خبر کو دیکھ کے چونکتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔زوریز شاہ، احان شاہ اور ارزم شاہ نے نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا وہ تینوں جانتے تھے یہ کام میجر خان کا ہے لیکن خاموشی سے چہرے کے زاویے یوں بنائے رکھے جیسے پہلی دفعہ یہ خبر سن رہے ہوں۔۔

چھوڑیں بابا! اسکا انجام اس سے بھی برا بننا تھا جس نے بھی اس کا قتل کیا ہے میرے نزدیک کافی لوگوں کی دعائیں پائیں ہیں!! ۔۔۔۔۔۔۔۔میجر شاہ سر جھٹکتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

کہیں یہ کام تمہارا تو نہیں ہے؟کیا تم نے یہ سب کسی دشمنی کی عار میں تو نہیں کیا؟۔۔۔۔۔ہارون شاہ آنکھیں سکیڑ کے اسکی طرف دیکھتے شکی انداز سے بولے تھے۔۔

کاش یہ کام میں نے خود اپنے ہاتھوں سے کرتا تو زیادہ سکون ملتا! ! بابا جان آپ کیسے بھول سکتے ہیں یہ وہی انسان ہے جس نے میرے جگر سے اسکا بچپن چھین کے اسے اسکے ماں باپ سے دور رکھا تھا! یہ وہی انسان ہے جس نے چھوٹی سی ذائشہ کو اسکے ماں باپ سے دور کیا! یہ وہی انسان ہے جو ہر پل گل بھابھی کی تاق میں رہا! اس کے گھر سے بھابھی کی کچھ تصاویر موصول ہوئی تھیں۔کچھ ان کی ساڑھے دس سالہ عمر کی تصاویر تھیں اور کچھ وہ تصاویر تھیں جب وہ لالہ کے ساتھ حلیمہ کی بیٹی کی شادی پہ گئی تھیں، وہاں پہ غلطی سے ان کا نقاب ان کے چہرے سے ہٹا تھا اور اسی وقت انہیں کیپچر کر لیا گیا! اس دن کے بعد سے ان کا مشن گل بھابھی کو اپنی قید میں لینا تھا تاکہ خان اور لالہ (احان) کو ایک ساتھ لیٹ ڈاؤن کر سکیں۔گل بھابھی کو جنگل تک لے جانے والا خبیس انسان یہی تھا!! اللہ نے کیسا مکافات عمل دیکھایا! جس گھر میں اس نے گل بھابھی کے ساتھ برا کرنے کا سوچا تھا وہی پہ اس عبرت ناک حالت میں اسکی لاش پڑی ہے!! میرا بس چلے تو میں اسکی لاش پہ کتے چھوڑ دوں! ! جتنی نفرت میں نے اپنی زندگی میں اس انسان سے کی ہے شاید ہی کسی سے کی ہو!!۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کے لہجے میں راؤف لکھانی کے لئے نفرت ہی نفرت تھی۔غصے سے اسکی آواز بلند ہوئی تھی۔ایک دفعہ پھر سے وہی سب دہراتے سب کو اسماعیل خان کے بچوں سے ہمدردی سی محسوس ہوئی تھی۔احان شاہ کا دل غم و غصے کے احساس سے بھاری ہوا تھا، اسکا حال بھی زوریز شاہ سے کم نہیں تھا اسے

جس وقت زوریز نے راؤف لکھانی کے گھر سے موصول ہوئی تصاویر احان شاہ کے حوالے کی تھی اسی روز سے جب جب راؤف لکھانی کا ذکر ہوتا تھا اسے اپنا دل و دماغ غصے سے پاگل ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ وہ ان سے ہر دفعہ اسکی لاش کی ڈیمانڈ کرتا تھا تاکہ اسکے ٹکرے ٹکرے کر دے لیکن وہ ہمیشہ بات پلٹ جاتے۔۔

غصے تھوک دو! ! اللہ اس سے اس سب کا حساب ضرور لے گا اور مرحابتا رہی ہے تمہاری پوسٹنگ ہوئی ہے؟ تم نے اس سب کے متعلق کچھ بتایا نہیں؟۔۔۔۔۔ھارون شاہ نے اسکا دھیان بٹایا تھا۔۔

السلام علیکم!! ۔۔۔ابھی زوریز شاہ کوئی جواب دیتا جب حاذق خان کی بھاری آواز ان سب کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

وعلیکم السلام!!۔۔۔۔سب مشترکہ اسکی سلام کا جواب دیتے اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے تھے۔ میرال شاہ اسے یوں اچانک یہاں دیکھ کے حیران ہوئی تھی۔۔

اکیلے آئے ہیں آپ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔حاذق خان ابھی سب بڑوں سے بغلگیر ہو رہا تھا جب اسے اکیلے یہاں دیکھ کے ارزم شاہ کی زبان پہ کھجلی ہوئی تھی، وہ اسکا جواب سنے بغیر پہلے حاذق خان سے ملنے کی بجائے تیزی سے یہاں سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔ ارزم شاہ کی اس حرکت پہ سب نے تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ میجر خان اب زوریز شاہ اور احان شاہ سے ملنے کے بعد مرحا اور ایزل کے سر پہ ہاتھ رکھتا سوئے ہوئے ازمیر کا گال پیار سے ہاتھ سے چھوتا گہری نگاہوں سے میرال کو دیکھتا زوریز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سب کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے نظر بچا کے میرال شاہ کو صرف ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے "سلام میرو جان" کہا تھا جس پہ وہ مسکراہٹ روکتی نظروں کو ذاویہ بدل گئی۔۔

اس نے ابھی لاؤنج سے ٹرن ہی لی تھی جب سامنے سے ہی اسکی ذی بے بی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسی کی اوڑھ بڑھ رہی تھی۔ اپنی ذی بے بی کو یہاں دیکھ کے ارزم شاہ کے ہونٹوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ رینگی تھی، قدموں میں تیزی آئی تھی۔ اسے تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کے ذائشہ خان اپنے قدم روکتی دل کی دھڑکنیں سنبھالنے لگی۔ ارزم شاہ نے اسکے قریب آتے ہی اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچا تھا۔۔ وہ دونوں اس وقت باقی سب کی مخالف سمت تھے، ان دونوں کو اس وقت کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

قسم لے لو ابھی تمہیں ہی یاد کر رہا تھا!! اگر آج میر اسالا تمہارے بغیر یہاں آیا ہوتا تو میں نے world war 3 شروع کر دینی تھی ذی بے بی!!۔۔ذائشہ کو بھوکھلاتے دیکھ کے وہ دیوانوں کی طرح اسکے گال پہ اپنے ہونٹ رکھتا پیار سے دانت کچکچا کے بولا۔ذائشہ اسکے اتنے سے پیار پہ پوری طرح سے ہل چکی تھی،اس پہ تضاد اسکی بھاری آواز پہ جلدی سے یہاں وہاں دیکھنے لگی کہ کہیں کوئی اسکی باتیں تو نہیں سن رہا۔۔اس نے اپنا والیوم کم کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔

و۔وہاں۔۔سب۔۔انتظار۔۔کر۔۔رہے۔۔ہوں۔۔گے!!۔۔لالہ۔۔کیا۔۔سوچیں۔۔گے!!۔۔۔اپنی کمر کے گرد اسکے بازوؤں کی سخت گرفت محسوس کرتے ذائشہ خان روہانسی ہوئی تھی۔اگر وہ سب کے پاس لیٹ جاتی تو سب کیا سوچتے یہ سوچ سوچ کے اسکے ماتھے پہ پسینے کے ننھے ننھے سے قطرے نمودار ہوئے تھے۔۔

تمہارے لالہ مجھے سوچنے سے پہلے دس بار ضرور سوچیں گے کہ مجھے سوچنے کا رزک لیں بھی یا نہیں؟ہاہاہا۔۔۔ارزم شاہ اترا کے جواب دیتا اسے پیچھے دیوار کے ساتھ لگاتا مسکرا کے جائزہ لینے لگا۔وہ اس وقت اپنا وجود میرون کڑھائی والی چادر سے چھپائے ہوئے تھی۔بنا آپ کے شفاف چہرہ ارزم شاہ کی تمام تر توجہ حاصل کر رہا تھا۔ارزم شاہ کو گہری نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے اسکے گال گلابی سے سرخ ہو رہے تھے۔۔ذائشہ نگاہیں جھکائے تھوک نگل رہی تھی۔اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھتے وہ جھک کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھنے کے بعد اسکی ہیزل رنگ آنکھیں چوم گیا

۔۔

ک۔کوئی۔۔آ۔۔جائے۔۔گا!!۔۔۔وہ اسکے لمس پہ کپکپاتے ہونٹوں سے بولتی اسے ہوش دلا رہی تھی جو وقت اور جگہ کا لحاظ کئے بغیر شروع ہو گیا تھا۔۔

آنے دو اور خصوصی دعا کرو نا تمہارے سسر یا تمہارے لالہ آئیں تا کہ جلد از جلد ہماری رخصتی کا سوچا جائے!!۔۔۔۔۔وہ اسکے چہرے کے مقابل اپنا چہرہ لا کے جواب دیتا بنا کسی دیری کے اسکے بھرے بھرے ہونٹوں سے لپٹ گیا۔اسکی کھلے عام اس حرکت پہ ذائشہ خان اسکے سینے پہ اپنی کہنی کا دباؤ ڈالتی اسے فاصلے پہ کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔۔اسکی مزاحمت پہ وہ اسکے آنکھیں دیکھاتا اسکی کلائیاں اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔اب کی بار لمس میں پہلے سے کئی زیادہ شدت اور تپش تھی۔وہ ہمیشہ کی طرح ااتنے دنوں کی پیاس شدت

سے بھرپور انداز میں بجھا رہا تھا۔ اسے اپنے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ زبان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کے ذائشہ خان کے پورے وجود کا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا۔ وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اسکی وائٹ ٹی شرٹ اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں تھامتی اپنے ہونٹوں پہ اسکی شدتیں برداشت کرنے لگی۔۔ اسکی شدت پہ ذائشہ خان کی سانسیں بکھر رہی تھیں، کسی کی یہاں اچانک آمد کا سوچ سوچ کے کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ کسی کے پیروں کی آہٹ پہ ذائشہ خان بری طرح سے پینک ہوتی اسکی شرٹ جھنجھوڑتے ہوئے اسے ہوش دلانے لگا۔ وہ جو فرصت سے اسکے دونوں ہونٹوں کو چومنے میں مصروف اسکی زبان کے گرد انہیں الجھا رہا تھا اسکی شدید مزاحمت اور بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتا وہ بدمزہ ہوتے اسے آزادی بخش گیا۔

ک۔ کوئی۔۔ آ۔ رہا۔۔ ہے!!۔۔۔۔ اسے اپنی طرف گھورتا پا کے ذائشہ خان نے معصومیت سے اس اپنی مزاحمت کی وجہ بتائی تھی۔ اسکے اس شوشے پہ ارزم شاہ نے رخ موڑ کے پیچھے کی طرف دیکھا تھا، کسی انسان کی بجائے اس کٹی کو دیکھ کے ارزم شاہ کا دل چاہا ایک دفعہ پھر اپنی ذی بے بی کے ہونٹوں سے لپٹ کے اسکے ہوش ٹھکانے لگائے۔۔

آج سے تمہاری اور ازمیر کی منگنی ختم کروانا میرا ٹاپ مشن ہے یو کمینی کٹی!!۔۔۔۔۔۔ وہ کٹی کی طرف دیکھ کے دبی دبی آواز میں غراتا ذائشہ کے ہونٹوں پہ موجود نمی اپنے انگوٹھے سے صاف کرتا اسے سانسیں ہموار کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ کٹی نے تو جیسے ارزم شاہ کی بات پہ کان بھی نہیں دھرے تھے، اسے سننے کے بعد وہ دم ہلا ہلا کے ناچتی جس طرح سے آئی تھی ویسے ہی مڑ گئی، شاید اسکا مقصد صرف ان کا یہ رومانٹک مومنٹ spoil کرنا تھا۔ ارزم شاہ نے کلس کے سوچا تھا۔۔

س۔ سب۔۔ کے۔۔ پاس۔۔ چلتے۔۔ ہیں۔۔ پلیز۔۔۔۔ اسے پھر سے دیوار پہ کہنی ٹکراتے دیکھ کے وہ جلدی سے دوسری طرف نکل کے روہانسے لہجے میں بولی۔ ارزم شاہ نے دانت پیسے تھے۔۔

ہاں چلو سب کے پاس چل کے اپنی رخصتی کی بات کرتے ہیں! بس بہت ہوئی یہ دوریاں!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے قریب آتا اسکی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے مدھم آواز میں بولتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔ وہ اسکی باتوں پہ بری طرح سے سٹپٹائی تھی۔۔ ذائشہ نے اپنی کلائی آزاد کروانے کی بھرپور کوشش کر ڈالی تھی لیکن مجال تھی جو اس نے

اسکی کلائی آزاد کی ہو۔۔ وہ اب سب کے سامنے لاؤنج میں موجود تھے، ذائشہ کو بے ساختہ شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

ہم سب نے تو سوچ لیا تھا ایک سے ڈیڑھ مہینے تک تمہاری اور میرال کی رخصتی کر دیں گے اب یہ پوسٹنگ والا چکر کہاں سے آ گیا؟۔۔۔ دریاب شاہ ان کی پوسٹنگ کا سننے کے بعد مایوسی سے حاذق خان سے گویا ہوئے۔ پوسٹنگ کا سن کے میرال شاہ کا دل ویران سا ہوا تھا لیکن چہرے کے تاثرات پہ کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ابھی حاذق خان کوئی جواب دیتا جب سب کی توجہ ارزم اور ذائشہ نے لی تھی۔۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔۔ ذائشہ زبردستی اپنی کلائی آزاد کرواتی سب کو سلام کرتی آگے بڑھ کے سب سے ملنے لگی، ارزم شاہ نے اس پہ رحم کھاتے ہوئے اسکی کلائی آزاد کی تھی ورنہ وہ کہاں اسکی مضبوط گرفت سے رہائی پا سکتی تھی۔۔ حاذق خان کا بس نہیں تھا اس کمینے انسان کو کچا چبا جائے جو دھڑلے بسے اسکی بہن پہ حق جماتا تھا۔۔

قربان جاؤں آپکی اس نیک سوچ پہ! ایسی ہی سوچ اگر اپنے بیٹے کے لئے بھی رکھ لی ہوتی تو آج ازمیر کے ساتھ ساتھ۔۔۔ ابھی ارزم شاہ سر جھٹک کے دریاب شاہ کی طرف دیکھتا اپنا جملہ مکمل کرتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئے کیونکہ وہ جانتے تھے وہ یقیناً کچھ بے باک بولے گا۔

پہلے اپنے سب لالہ کی طرح اپنے پیروں پہ کھڑے ہو جاؤ! پھر تمہارے لئے اس سے زیادہ نیک سوچ رکھوں گا!!۔۔۔۔ دریاب شاہ طنزیہ بولے تھے۔۔ حاذق خان اسے گھورنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا؟ باقی سب ان کی نوک جھوک انجوائے کرتے بیچاری ذائشہ کو آتے ہی سرخ ہوتے دیکھ کے اس کی رحم کھا رہے تھے۔۔

اس سے زیادہ نیک کیا سوچیں گے آپ بابا جان؟ آپ کی اس بات نے تو میرے دل کے تار ہلا ڈالے ہیں یار!! یعنی آپ کا مطلب ہے میری رخصتی والے دن ہی مجھے ہنی مون پہ بھیج دیں گے؟!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنا قہقہہ دبا کے بے باکی گویا ہوتا ان کا چہرہ سرخ کر گیا۔ ذائشہ خان کو چھپنے کے لئے کہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

شٹ اپ! ابھی تمہاری دوسروں کی رخصتیوں میں شرکت کرنے کی عمر ہے!!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹا تھا، دل اسے سلگانے کو تھا اور وہ سلگ بھی چکا تھا۔۔ ارزم شاہ نے منہ پھولا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔

یہاں بات کیا چل رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح تم دونوں باپ بیٹے کی جگت بازی نے سارا ماحول خراب کر دیا ہے!!۔۔۔ داجی دبے دبے غصے سے دریاب شاہ اور ارزم شاہ کو ڈپٹنے لگے۔۔

ایک ماہ کی پوسٹنگ ہو گی داجی! رخصتی اپنے مقررہ وقت پہ ہو گی! آپ سب ہمارے جانے کے بعد شادی کی تیاریاں شروع کریں! ۔۔زوریز شاہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے بولا، پوسٹنگ کے ذکر پہ ارزم شاہ چونک کے اب سنجیدگی سے انہیں سننے لگا۔ رخصتی کے ذکر پہ میرال شاہ اور حاذق خان کی نگاہیں بار بار ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن کس مقصد کے لئے وزیرستان جا رہے ہو؟۔۔۔ زاویار شاہ نے حاذق خان اور زوریز شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔۔

کورس کے لئے جائیں گے!! دراصل یہ یونٹ کے کورس ہوتے ہیں! ہم مختلف علاقوں کو سرچ کرنے جاتے ہیں! وہاں کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں جس سے ہر طرح کے علاقوں میں survive کرنا سیکھا جاتا ہے! مطلب hard areas میں کون کونسی سیچویشن فیس کرنی پڑتی ہے اور پھر ان کو کیسے ہینڈل کیا جاتا ہے!!۔۔۔ جواب حاذق خان کی طرف سے آیا تھا۔۔ سب غور سے اسے سن رہے تھے۔۔

کب تک نکلنا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

آج رات آٹھ بجے کے قریب قریب نکلنا تھا اسی لئے سوچا گڑیا کے ساتھ ساتھ آپ سب سے بھی مل لوں! ذائشہ یہ ایک ماہ آپ کی ہویلی میں گزارے گی!۔۔۔ حاذق خان نے نارملی جواب دیا۔ حاذق کے آخری جملے پہ سب کو لگا تھا ارزم شاہ خوشی سے ناچ اٹھے گا لیکن وہ خاموش رہا۔۔

لالہ میں نے سنا ہے وزیرستان میں ابھی پچھلے دنوں کافی خطرناک حملہ ہوا ہے! مجھے لگتا ہے وہ علاقہ سیف نہیں ہے! ۔۔۔۔ ارزم شاہ پریشانی سے زوریز شاہ سے مخاطب تھا۔۔ ارزم شاہ کی بات پہ میرال شاہ کا دل پہلے سے بھی زیادہ ویران ہوا تھا جبکہ مرحا شاہ کا دل آج پہلی بار مطمئن تھا کیونکہ وہ ضد سے زوریز شاہ کے ساتھ جا رہی تھی، وہ پہلے سے جانتا تھا وہ اس دفعہ ضد کرے گی اسی لئے اپارٹمنٹ کے لئے پہلے ہی اپلائی کر چکا تھا۔ اس کا مرحا کو ساتھ لے جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اسکی ضد، ناراضی اور اسکی رومانٹک اداؤں کے آگے وہ ہار گیا تھا۔۔

اس دنیا میں کوئی بھی جگہ اب محفوظ نہیں رہی چھوٹے شاہ! آئے روز ہزاروں ایسے واقعات ہوتے ہیں جن سے ہم بے خبر رہتے ہیں! آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے! صرف کورس کے لئے جا رہے ہیں! ان شاءاللہ سب اچھا رہے گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کا انداز سمجھانے والا تھا۔۔

اللہ میرے بچوں کی حفاظت کرے!!۔۔۔۔شاہ بی بی نے انہیں سچے دل سے دعا دی تھی جس پہ سب نے آمین بولا تھا۔حاذق خان کی نگاہیں ایک دفعہ پھر سے میرال کی طرف اٹھی تھیں، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی پوسٹنگ کا سن کے باقی لڑکیوں کی طرح پینک یا پریشان ہو گی لیکن اسکے چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، وہ نامحسوس انداز میں اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتی اب مدھم آواز میں ذائشہ سے باتوں میں مصروف ہو گئی۔۔

آپ کی بیٹی ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہے! اسے کچھ سمجھائیں! ۔۔۔۔زوریز شاہ نے لگے ہاتھ زاویار شاہ کو مرحا شاہ کی شکایت لگائی تھی جس پہ وہ اسے گھور کے رہ گئی۔۔

بابا میں نے آپ سب کو بتایا تھا نا میں نے آرمی ڈاکٹر کے لئے اپلائی کیا تھا! میرا ٹیسٹ پاس ہو گیا ہے! اب صرف ساتھ ساتھ کورس چلے گا! میں ضرور جاؤں گی!!۔۔۔۔مرحا شاہ کسی کے منع کرنے سے پہلے ہی خفگی سے بولی۔۔

حاذق خان ان دونوں کے پیار پہ مسکرایا۔۔وہ تو ویسے ہی شروع سے انہیں لوبرڈز بولتا تھا۔۔

لیکن بچے یہ جگہ خطرناک ہے تم نیکسٹ ٹائم ساتھ چلی جانا!!۔۔۔احان شاہ نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

نہیں کریں نا لالہ! پہلے ہی اتنی مشکل سے مانا ہے!! ہمیشہ مجھے یہی چھوڑ کے جاتا ہے! اس دفعہ میں کسی صورت یہاں نہیں رکوں گی!!۔۔۔مرحا شاہ کے لہجے میں اداسی تھی جسے سب نے محسوس کیا تھا۔۔یہ صرف مرحا شاہ جانتی تھی اس نے اسے کیسے منایا تھا، اس کے کہنے پہ اسے کتنے رومانٹک انداز میں منایا تھا لیکن سب کے سامنے بیٹھ کے وہ منکر گیا۔۔مرحا شاہ کا دل چاہ رہا تھا واقعی ہی اس کریک شاہ کی گردن توڑ دے۔۔

تم نے جب اتنا پکا ارادہ کر لیا ہے گڑیا تو میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتا! جاؤ ضرور جاؤ! خوش رہو!!۔۔۔۔احان شاہ اسکے اداس ہوتے چہرے کو دیکھ کے مسکرا کے جواب دیتا اسے کھکھلانے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ اب اترا کے زوریز شاہ کو دیکھ رہی تھی جیسے بول رہی ہو اب روک کے دیکھائے لیکن بدلے میں اس نے جن زومعنی نگاہوں سے اوپر سے نیچے تک دیکھا تھا، جلدی سے سٹپٹا کے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط118(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

لالہ! آپ کا جانا ضروری ہے؟مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے!!۔۔۔۔گلالئ بھیگی آواز میں میجر خان سے مخاطب تھی۔ اسے جب سے پتا چلا تھا وہ اور میجر شاہ وزیرستان جا رہے ہیں وہ تب سے یوں ہی وقفے وقفے سے اپنی پریشانی کا اظہار کر رہی تھی جس پہ میجر خان مسکراتے ہوئے اسے بار بار سمجھا کے ریلکس کر رہا تھا،کچھ ایسا ہی ریکشن خان مینشن میں ذائشہ کا بھی تھا اسے بھی میجر خان نے یوں ہی پیار سے ڈیل کیا تھا۔

یہ میری ڈیوٹی کا حصہ ہے بچے! میں اپنی ڈیوٹی سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا! اور ویسے بھی ہماری پہلی دفعہ تو پوسٹنگ نہیں ہو رہی؟کئی دفعہ ایسی پوسٹنگ ہوتی رہی ہے! کبھی کبھار ہم تم لوگوں کو بتائے بغیر کتنی کتنی دیر غائب رہتے ہیں!! بہت ہارڈ علاقوں کی ٹریننگ لی ہے! بے فکر ہو جاؤ!!۔۔میجر خان اپنے بازوؤں میں موجود یسریٰ کو چومتے دھیرے دھیرے سے اسے جواب دے رہا تھا۔وہ اوپر گل سے ملنے آیا تھا،باقی سب نے ان بہن بھائیوں کو ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔۔وہ چاہتے تھے وہ بلا جھجک ایک دوسرے سے باتیں کر لیں۔۔ذائشہ انہی کے ساتھ بیٹھی خاموشی سے مسکرا کے انہیں سنتی یاور کو پیار کر رہی تھی۔۔

یہ کتنی پیاری رنگ اور بریسلیٹ ہے! دیکھو ہماری یسریٰ کے ہاتھ پہ کتنی جچ رہی ہے نا گڑیا؟۔۔۔میجر خان کب سے یسریٰ کی چھوٹی سی کلائی پہ یہ ڈائمنڈ رنگ اور بریسلیٹ نوٹ کر رہا تھا۔بالآخر وہ دل کی بات زبان پہ لے آیا۔۔گلالئ اسکے نوٹس کرنے پہ بھرپور انداز میں مسکرائی۔۔

جی لالہ!! یہ اس کے بابا جان نے اسے گفٹ کی ہیں!۔۔۔گلالئ اسے چہک کے بتانے لگی۔

اور یاور کو؟۔۔۔۔حاذق خان آنکھیں سکیڑ کے پوچھنے لگا۔۔دل میں وہ احان شاہ کے اس قدر پیار پہ کافی خوش ہوا تھا

۔۔

یہ دیکھیں لالہ! یاور کی گردن میں یہ سلور چین کتنی پیاری لگ رہی ہے! آئی تھنک یاور کو یہ گفٹ ملا ہے؟۔۔۔ذائشہ خان نے اندازہ لگاتا ہوئے یاور کا چہرہ ان دونوں کی طرف کیا تھا۔حاذق خان نے سوالیہ انداز میں گل کو دیکھا تھا۔

جی لالہ یاور کو یہی گفٹ ملا ہے!!۔۔۔گلالئ خوشدلی سے مسکرا کے بتا رہی تھی۔اسکی یہ مسکراہٹ حاذق خان کو اندر تک سرشار کر چکی تھی۔۔

اور تمہیں کوئی گفٹ نہیں دیا لالہ نے؟۔۔۔ذائشہ منہ پھولا کے پوچھنے لگی۔حاذق خان کے سامنے اسکے اس سوال پہ گلالئ بھوکھلائی تھی۔اسکے بھوکھلانے پہ حاذق خان چہرہ جھکا کے مسکراتا یسریٰ کا گال پیار سے سہلا رہا تھا۔۔

بتاؤنا!!۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ ذائشہ نے معصومیت سے اپنا سوال دہرایا تھا۔۔

دیا۔۔ہے۔۔دیدہ!! گولڈ کی چوڑیاں دی تھیں!!۔۔۔گلالئ نے اسے معصومیت سے مدھم آواز میں جواب دیا تھا لیکن حاذق خان سن چکا تھا۔۔

تو تم نے پہنی کیوں نہیں؟لالہ نے اتنے پیار سے دی ہوں گی!۔۔۔ذائشہ اسکی خالی کلائیاں دیکھ کے خفگی سے پوچھنے لگی۔۔حازق خان کے سامنے اسکے ایسے سوالات پہ گلالئ جز بز ہوئی تھی۔میجر خان اس وقت خاموشی سے اپنی بہنوں کی باتیں سن رہا تھا جو وہ کافی رازداری سے سر جوڑ کے کر رہی تھیں۔وہ سننا تو نہیں چاہتا تھا لیکن ان کی آواز اتنی ضرور تھی کہ حاذق خان آسانی سے سن سکے۔۔

کسی ایونٹ پہ پہن لوں گی دیدہ!۔۔۔گلالئ روہانسی ہوتی اسکے سوالات سے جان چھڑوانے لگی۔ابھی ذائشہ مزید کچھ بولتی جب میر ال شاہ نے گل کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔۔تینوں بہن بھائیوں نے رخ موڑ کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔میر ال شاہ کو دیکھ کے تینوں کے لب اپنے آپ مسکرائے تھے۔حاذق خان کی آنکھیں تو جیسے اس پر سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھیں۔وہ اس وقت رائل بلیو پٹھانی فراک میں ملبوس تھی،یہ وہی فراک تھی جو اس نے عید کے پہلے روز پہنی تھی لیکن حاذق خان کو بھنک بھی نہیں لگنے دی تھی۔اسے حاذق خان کے بھیجے گئے تمام کپڑوں میں یہ فراک سب سے زیادہ پسند تھی اسی لئے تو میر ال شاہ نے یہ فراک ریپیٹ پہ پہنی تھی،ورنہ وہ کہاں کپڑے ریپیٹ پہ پہنا کرتی تھی۔حاذق خان اپنی بہنوں کے سامنے چاہ کے بھی اپنی نگاہوں کی بے اختیاری روک نہ پایا۔۔

آجائیں آپی وہاں پہ کیوں کھڑی ہیں؟!!۔۔۔میر ال کو وہی پہ کھڑے دیکھ کے گلالئ نے مسکراتے ہوئے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔

آپی نہیں بھابھی!!!۔۔۔۔۔ذائشہ خان آنکھوں سے حاذق خان کی طرف اشارہ کر کے شرارت سے بولی تھی۔گلالئی نے بے ساختہ حاذق خان کی طرف دیکھا تھا جو دیوانوں کی طرح میرال شاہ کو دیکھ رہا تھا۔میرال شاہ اسکی نظروں کی بے اختیاری پہ خائف ہوتی اپنی مسکراہٹ چھپانے لگی۔۔

جی جی بھابھی آجائیں اور ہمارے لالہ کو سلام پیش کریں!!۔۔۔۔گلالئی چہکتے ہوئے اب ذائشہ کی شرارت میں اسکا ساتھ دے رہی تھی۔حاذق خان نے ہوش میں آتے ہوئے اپنی نظروں پہ قابو پاتے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے گلالئی اور ذائشہ کو مصنوعی گھورا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔آداب میجر صاحب!!۔۔۔۔میرال شاہ ہولے سے ہنس کے آگے بڑھتی ایک ادا سے سر جھکا کے اپنی ہتھیلی ماتھے کی طرف لے جاتی حاذق خان کو آداب کرتے ہوئے بے حد پیاری لگی تھی۔حاذق خان اسکی اس ادا پہ فدا ہوا تھا۔کہاں اندازہ تھا وہ اسکی دونوں بہنوں کے سامنے اس سے اس طرح سے فرینک ہو گی؟

ہائے ماشاءاللہ!!۔۔۔۔۔انہیں نظریں ملاتے دیکھ کے گلالئی اور ذائشہ نے بے ساختہ بلند آواز میں ماشاءاللہ کہا تھا۔وہ دونوں مسکرائے۔۔

لالہ آپ بھی کچھ بولیں نا!!۔۔۔۔۔ذائشہ کی زبان جو ارزم شاہ کے سامنے کبھی نہیں کھلتی تھی،ابھی وہ چہک چہک کے انہیں تنگ کر رہی تھی۔۔

"قربان شمہ ذہ،راز شم ستانا"۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ اور گل کو دلچسپی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے حاذق خان کچھ دیر بعد مسکرا کے میرال شاہ کی طرف دیکھتا اپنی پختون زبان میں گویا ہوا تھا۔۔ذائشہ خان اور گلالئی نے کھکھلاتے ہوئے شرارت سے میرال کی طرف دیکھا تھا۔۔

مطلب بھی بتاؤ نا ماڑا؟میرا پشتو کمزور ہے!!۔۔میرال شاہ اسی کی طرح کا پٹھانی ایونٹ اپنانے کی کوشش کرتی تجسس سے ڈائریکٹ حاذق خان سے مخاطب تھی۔حاذق خان نے اپنے انگوٹھے کی مدد سے ناک رگڑتے ہوئے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ایک تو اسکی پشتو زبان سے دوری۔۔حاذق خان کو کبھی چڑ چڑھاتی تھی تو کبھی ٹوٹ کے اس پہ پیار آتا تھا۔چڑ اس لئے چڑھاتی تھی کیونکہ وہ اسکے اچھے خاصے رومانٹک موڈ کا ستیاناس کر دیتی تھی جب "مطلب" مطلب" کی رٹ لگاتی تھی۔۔

ہم بتا دیتے ہیں بھابھی!!۔۔۔ذائشہ اور گل کھکھلا کے بولی۔۔

نہیں بتانا! اسکا پشتو کمزور رہنے کی سزا دو اسے!!۔۔۔۔۔۔حاذق خان نے اپنی بہنوں کو دیکھتے صاف انکار کیا تھا جس پہ میر ال شاہ اسے گھور کے رہ گئی۔۔

یار ابتا دو نا؟۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ اب گلالئ اور ذائشہ کے پاس بیٹھ کے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجا کے گویا ہوئی جس پہ وہ دونوں پہلے سے زیادہ کھکھلائی تھی۔اپنی بہنوں کو کھکھلاتے دیکھ کے حاذق خان کا سیروں خون بڑھا تھا جبکہ اپنی میر وجان کی اس مصنوعی معصومیت پہ اسکا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا۔وہ اتنی معصوم بالکل نہیں تھی جتنی اس نے اس وقت معصوم شکل بنائی ہوئی تھی۔۔

"قربان شمہ ذہ" مطلب "میں آپ کے قربان" ۔۔۔لالہ آپ کے قربان جا رہے تھے۔۔۔۔گلالئ ہنستے ہوئے اسے حاذق خان کے جملے کے پہلے حصے کا مطلب بتا رہی تھی۔۔

"راز شم ستانا" مطلب "میں آپکے واری جاؤں"۔۔ہاہاہالالہ آپ کے بھی واری جا رہے تھے!!۔۔۔۔بالکل گل کی طرح ذائشہ نے میر ال کو اسکے جملے کے دوسرے حصے کا مطلب بتایا تھا۔۔ان کے اس طرح سے ترجمہ کرنے کے بعد حاذق خان اب میر ال کے ریکشن کا انتظار کرتا اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"ہائے نہ کرو میجر! مجھے شرم آ رہی ہے!!"۔۔میر ال شاہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کے ہنستے ہوئے مصنوعی شرم وحیا کا اظہار کرنے لگی جس پہ ان سب کا مشترکہ قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔

میں تم لوگوں کو کھانے کے لئے بلانے آئی تھی اور لو یہاں باتیں کرنے بیٹھ گئی! کھانا لگ گیا ہے اب کچھ دیر نیچے سب کو ٹائم دے لو! پھر سب مل کے کھانا کھاتے ہیں!۔۔۔۔۔۔شرماتے شرماتے اچانک سے میر ال کو یاد آیا تھا وہ انہیں کھانے کے لئے بلانے آئی ہے جس پہ وہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتی جلدی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی۔۔

لالہ آپ اور بھابھی جائیں! میں تھوڑی دیر تک آؤں گی! مجھے ابھی یسریٰ اور یاور کے ساتھ کھیلنا ہے!!۔۔۔۔۔۔

ذائشہ خان جلدی سے بولی،وہ ان دونوں کو سپیس دینا چاہ رہی تھی۔۔میر ال اور حاذق خان کی نگاہیں پھر سے ملی تھی۔۔

میں پھر سے تم سے ملنے آؤں گا گڑیا!!۔۔۔احان شاہ اپنی گود میں موجود یسریٰ کو گل کی گود میں بٹھاتے نرمی سے بولتا اپنی دونوں بہنوں کے ماتھے چومتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔

میں ذرا تم لوگوں کے لالہ سے ملاقات کرلوں!!۔۔۔حاذق خان کے باہر نکلنے کے بعد میر ال شاہ شریر لہجے میں گل اور ذائشہ سے مخاطب ہوتی آنکھ ونک کرتی انہیں آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گئی۔اسے باہر کی طرف بھاگتے دیکھ کے وہ دونوں کھکھلا کے ہنس دیں۔۔

میر ال شاہ ابھی گل کے کمرے سے نکلی ہی تھی جب حاذق خان اسکی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے کونے والے کمرے کی طرف بڑھا تھا،وہ جانتا تھا وہ کمرہ کسی کے بھی استعمال میں نہیں ہے! میر ال شاہ بنا کسی مزاحمت کے اسکے ساتھ کھنچتی چلی گئی،یہ سب اس نے اچانک سے کیا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی حاذق خان نے اسے دیوار کے ساتھ لگاتے اسکے اطراف میں اپنے ہاتھ رکھے تھے۔۔

کیا ہو گیا ہے میجر! حوصلہ کرو! آگے پیچھے دیکھ کے ملاقات کیا کرو! اوپر میرے چاروں بھائیوں کے کمرے ہیں! ارزم ابھی کچھ دیر پہلے اوپر آیا تھا! وہ جتنا اپنی رخصتی کے پینڈنگ ہونے پہ تم پہ تپا ہوا ہے اگر ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ لیتا تو ہنگامہ مچا دیتا!!۔۔۔اسکی بے تابی پہ میر ال شاہ ہنستے ہوئے اسے کچھ عقل دیتی ایک نظر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جو حاذق خان نے پیر کی ٹھوکر سے بند کیا تھا۔۔

ڈرتا نہیں ہوں میں اس سے! ایون اگر کسی دن مجھے موقع ملا اور میں موڈ میں ہوا تو تمہیں اس کے سامنے کس کر کے اپنے اگلے پچھلے سارے حساب برابر کروں گا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے ذکر پہ حاذق خان اپنی نیلی سمندری آنکھیں گھماتا دانت کچکچا کے بولا۔۔

کچھ شرم کرو! تمہیں لگتا ہے تمہاری اتنی بے شرمی پہ وہ بے شرم انسان خاموش بیٹھے گا؟وہ تمہیں ڈبل شرمندہ کرے گا!!۔۔۔میر ال شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ مارتی بھوکھلا کے بولی۔

شرم کروں تو بے شرم بننے پہ مجبور کرتی ہو اور اگر بے شرم بنو تو شرم کا لیکچر دیتی ہو! آخر چاہتی کیا ہو میرو جان؟۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکے شانوں پہ موجود رائل بلیو دوپٹے کو گول کرتے ہوئے دور صوفے پہ پھینک گیا۔۔

کیسی لگ رہی ہوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسے خود سے تھوڑا سا فاصلے پہ کر کے اسے گول گول گھوم کے دیکھاتی کھکھلاتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔حازق خان نے اداسی سے مسکراتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا، اب ایک مہینے تک ایسی ملاقات کہاں نصیب ہونی تھی جس میں وہ اپنی ان اداؤں کو دیکھا دیکھا اسے زیر کیا کرتی تھی۔۔

میرے دیئے گئے تحفے میں میری جان لگ رہی ہو! دل کا ٹکرا لگ رہی ہو! زندگی لگ رہی ہو!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کے اوپر کی طرف کرتا اسے گھما کے اپنے سینے میں زور سے بھینچتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے اپنے اتنے سے جملے سے اسے معتبر کر گیا۔۔میرال شاہ اپنے آنسو پیتے ہوئے کھکھلاتی اسکے سینے میں اپنی چہرہ چھپا گئی۔

تمہاری ہنسی میں آج وہ بات نہیں ہے میرو جان جو پہلے ہوتی ہے! اسی لئے جو دل پہ چل رہا ہے فٹافٹ زبان پہ لے آؤ ورنہ تمہاری زبان کی خیر نہیں ہونی!!۔۔۔۔۔۔۔حاذق خان جو کب سے محسوس کر رہا تھا بالآخر اس کے گوش و گزار کرتا اسکا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکال کے اسکے نورانی چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔۔

مجھے کیا ہونا ہے! تم بتاؤ کیسا لگ رہا ہے وزیرستان جانے کا سوچ کے؟۔۔۔۔میرال شاہ لہجے کو نارمل رکھتی الٹا اس سے سوال پوچھنے لگی۔اسکے بات پلٹنے پہ حاذق خان نے جھک کے اسکے لبوں سے اسکی زبان کھینچتے اپنے ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسکی گردن کے پیچھے اپنا ایک ہاتھ رکھتے دوسرا اسکی کمر کے گرد لپیٹا تھا۔۔میرال شاہ اسکے لمس میں سکون پاتی ہمیشہ کی طرح آنکھیں موند گئی۔وہ اس وقت آرمی یونیفارم میں ملبوس تھا۔وہ اسکی آرمی شرٹ زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچے ہوئے تھی۔اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں الجھائے وہ اسکی شہہ رگ پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا مسلنے لگا، میرال شاہ اسکے لمس میں اسکا ساتھ دیتی یہی عمل اسکی زبان پہ دہرانے لگی۔۔سانسوں کے پھولنے پہ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوتے ایک دوسرے کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکراتے سانسیں ہموار کر رہے تھے۔۔۔

میں نے ایک ہی نظر میں تمہارا مکمل جائزہ لے لیا تھا لیکن کیا تم نے مجھے اب تک نوٹ نہیں کیا؟۔۔۔۔۔ حاذق خان اپنی سانسیں ہموار کرنے کے بعد اسکا گال چومتے ہوئے معصومیت سے شکوہ کرنے لگا۔

میرے دیئے گئے یونیفارم میں اچھے لگ رہے ہو!!۔۔۔ وہ اسکے شکوے پہ اپنے آنسو پھر سے پیچھے کی طرف دھکیلتی اسے نظر بھر کے دیکھ کے بولتی اپنے ایک جملے سے اسکے شکوے کا جواب دے گئی۔۔

کیا تم میرے جانے سے اداس ہو رہی ہو؟ تمہاری کانچ سی آنکھیں آج چمکنے کی بجائے ویران کیوں ہیں؟۔۔۔۔۔ حاذق خان اسکی بھوری آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں گاڑتا فکر مندی سے کہنے لگا۔۔

سچ بتاؤں تو ہاں ہو رہی ہوں اداس! تم مجھے اتنی دور اکیلے چھوڑ کے کیوں جا رہے ہو میجر؟ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے! ہماری رخصتی سر پہ ہے! تمہاری اس قدر عادت ہو چکی ہے کہ اب یوں لگتا ہے میں تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی ۔۔اور جن لوگوں کے لیے تم مجھے چھوڑ کے جا رہے ہو ان لوگوں کو نہ تمہاری قدر نہ تمہاری فوج کی!! جانتے ہو سوشل میڈیا پہ ہر جگہ تمہاری فوج کو ڈالر آرمی اور ڈالر کی ناجائز اولاد بولا جاتا ہے اور تم پھر بھی ان جیسے لوگوں کیلئے مجھے اکیلے چھوڑ کر جاؤ گے؟۔۔۔۔۔ میرال شاہ جو کب سے اپنے آنسو روکتی کھکھلا رہی تھی اچانک سے اسکے سینے سے لپٹتی بے آواز آنسو بہاتے ہوئے بھیگی آواز میں شکوے کر گئی۔۔

میری طرف دیکھو میرو!! پہلی بات ہے یہ ملک میرا ہے اور اسکی عوام بھی میری ہے! اور ان کی حفاظت کرنا ہم وردی والوں پر فرض ہے۔۔۔۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتی ہے کہ شر پسند لوگ فوج کو گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ ان کا دل کیوں دکھاتے ہیں؟ اور یہ جو کہتے ہیں! ملک کا 80٪ بجٹ فوج کھاتی ہے اور یہ کہ ہمارے ٹیکس پہ فوج پل رہی ہے کیا ان کا دیا گیا ٹیکس ان بوڑھے ماں باپ کا دکھ کم کر سکتا ہے جن کے جوان بیٹے شہید ہو گئے ہوں؟؟ اور ان شہیدوں نے اپنی زندگی میں نہ جانے کتنی مرتبہ 80٪ بجٹ کھانے کا طعنہ سنا ہو گا؟۔۔۔ اور یہ جو ڈالر آرمی بولتے ہیں آجائیں ایک دن باڈر پہ اور لے لیں وہ ڈالر جو ہمیں ملتے ہیں۔۔۔۔ ایک گھنٹے کیلئے لائٹ بند ہو جائے تو تم لوگوں کی گرمی سے چیخیں نکلنے لگ جاتی ہے اور ہم فوجی جون جولائی کی گرمی میں 25 کلو کی جیکٹ پہن کے 7 کلو کی رائفل پکڑے ایک دم الرٹ دھوپ میں کھڑے ہو کر باڈر پر آٹھ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دیتے ہیں بجلی کے بغیر کیا ہمیں گرمی نہیں لگتی؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں؟ اور اوپر سے بارڈر بھی ایسا یہاں پر زندگی اور موت کے درمیان صرف ایک لکیر ہے یہ وہ جگہ ہے

جہاں پر کسی بھی وقت سنسناتی گولی آپکا سر چیرتی ہوئی آپ کو ہمیشہ کیلئے موت کی نیند سلا سکتی ہے خاص طور پر جب آپ کو پتہ ہو کہ گولی لگنے کے بعد آپکی لاش کو علاقہ کلئیر ہونے تک نہیں اٹھایا جائے گا پھر چاہے کلیرنس آپریشن میں چوبیس گھنٹے لگے یا اٹھائیس کوئی نہیں اٹھاتا تاکہ مزید کوئی جوان گولی کا نشانہ نہ بنے۔۔ لیکن یہاں سینہ تان کے کھڑے ہوتے ہیں وردی والے جوان!! گولی بھی کھاتے ہیں اور پھر بعد میں گالی بھی کیوں؟ ہم بھی والدین کے لاڈلے بیٹے ہوتے ہیں بچپن میں ماں جن کے بال تک بکھرنے نہیں دیتی تھی آج بارڈر پر انکے بیٹے خاک میں خاک ہوئے پڑے ہیں صرف اپنے ملک اور قوم کی بقاء کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔

ہم فوجی بارود کے نہیں بنے ہوتے۔۔

ہمارے سینے میں دل کی جگہ پتھر نہیں ہوتے۔۔۔۔ ہمارے بھی جزبات ہوتے ہیں ہمیں بھی رونا آتا ہے اپنوں کی یاد ستاتی ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اپنے بوڑھے ماں باپ کا سہارا بنیں۔ اپنے بیوی بچوں کا خیال رکھیں، بہن بھائیوں کے ساتھ وقت گزاریں لیکن ہم تو اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اپنی خوشیاں تک صرف اپنے ملک کے لیے اگر صرف پانچ منٹ کے لیے فوج ہٹ جائے تو نہ اس ملک کا نظام چلے گا اور نہ کسی کی بہن بیٹی کی عزت محفوظ رہے گی؟ ہم اپنا آج قربان کر دیتے ہیں ان لوگوں کے بہتر کل کیلئے۔۔۔۔

اپنی اولاد کو یتیم کر دیتے دوسروں کے بچوں کو بہتر مستقبل مل سکیں۔۔ ان سب قربانیوں کے باوجود بھی اتنی نفرت کرنا اور شر پھیلانا کیا یہ ٹھیک ہے؟ ان شہداء کے لواحقین پر کیا گزرتی ہو گی جب وہ اپنے بیٹوں کیلئے ایسے الفاظ سنتے ہوں گے؟ کیا کوئی انکی تکلیف کا اندازہ لگا سکتا ہے؟؟۔۔۔۔ ہاں!! مخالفت کرو مگر اعتدال کے ساتھ اتنی نہ کرو کے کہ آپ ہی کو نقصان اور آپ کی آنے والی نسلوں میں جزبہ حب الوطنی ہی ختم ہو جائے؟؟ ملکی دفاع پہ کوئی سمجھوتا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔۔ اگر لوگ انکی قربانیوں کو سراہ نہیں سکتے تو اپنے سخت الفاظ سے انکو تکلیف بھی مت دیں۔۔۔۔۔ یہ جو آرمی کو گالیاں دیتے ہیں یہ تو انکی ایک رات کی ڈیوٹی کا بدلہ بھی نہیں اتار سکتے!!

یہ جو تھوڑا بہت سکون ہے نہ اسکے پیچھے وردی والوں کا خون ہے!!

جوانی کی موت کس کو پسند ہے؟؟

فقط ہم نہ مریں گے تو تم کیسے جیو گے؟؟

میر ال شاہ کی باتیں ایک پل کے لئے حاذق خان کے دل میں آگ لگا گئی تھیں، وہ جب بھی آرمی والوں کے متعلق لوگوں کے اس قدر شر پسند خیالات سنتا تھا اسکا خون یونہی کھول اٹھتا تھا اسی لئے اس نے بھڑکتے ہوئے میر ال شاہ کو جواب دیتے اسکا دماغ آرمی والوں کے متعلق ٹھیک کیا تھا۔ اسکے جواب پہ میر ال شاہ کو اپنے پورے جسم کے رونگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے تھے، وہ کتنی دیر ہل نہ سکی۔ اسکے جواب پہ جسم کا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے مجھے یاریز کو اس جاب کی ضرورت ہے میرو؟ نہیں بالکل نہیں! ہم اس ڈیوٹی کو نبھائے بغیر بھی luxuryلائف گزار سکتے ہیں! لیکن ہمارے دل میں موجود حب الوطنی کا جذبہ ہمیں پیچھے ہٹنے سے روک نہیں پاتا! یہ جذبہ بہت الگ اور پر سکون ہے! باخدا شہادت سے ڈر نہیں لگتا! دل کی صرف ایک خواہش ہے اگر کسی مقام پہ غازی بن کے نہ لوٹوں تو شہید ہو جاؤں لیکن کبھی غداری کی موت نہ مارا جاؤں!! ۔۔۔وہ اب مزید گویا ہوتے میر ال شاہ کا دل لرز اگیا تھا۔۔ میر ال شاہ نے اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھاتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں تمہیں اپنے اللہ کے سپرد کرتی ہوں اور سنا ہے اللہ کو سپرد کی گئی امانتیں کبھی ضائع نہیں ہوتی۔۔۔۔۔وہ شدت سے روتے ہوئے اسکے سینے سے لپٹتی اپنے اس ایک جملے سے حاذق خان کا دل دھڑکا گئی۔۔ حاذق خان نے زور سے اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھے تھے۔۔

اچھا رونا بند کرو اور میری بات سنو! میں نے اپنا اور تمہارا نکاح نامہ آرمی میں رجسٹر کروایا ہے! تم میری تنخواہ بڑھانے کا سبب بنی ہو اور اس دن کے بعد سے مجھے اور پیاری ہو گئی ہو! ٹھیک کہتے ہیں بیوی اپنی قسمت خود لے کے آتی ہے! اور تم نے میرے بنک بیلنس میں اضافہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے تم میرے لئے ایک خوش نصیبی سے کم نہیں ہو!!۔۔۔ حاذق خان اسکے آنسو اپنے لبوں سے چنتا ہنستے ہوئے اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتے ہوئے بولا۔۔

وہ روتے روتے ہنس دی۔۔ حاذق خان اسکی پلکوں پہ موجود آنسو اپنے ہونٹوں سے پی رہا تھا۔۔

کبھی سوچا نہیں تھا میرے لئے بھی کوئی روئے گا! کوئی میری بھی یوں فکر کرے گا جس طرح سے تم کرتی ہو!!۔۔۔ حاذق خان کے لہجے میں حسرت کے ساتھ ساتھ ایک خوشی بھی تھی، وہ اسکا ماتھا چومتے پیار سے بولا۔۔

تا عمر ایسے ہی رہوں گی! پورے دل سے نکاح کیا ہے تم سے نقلی میجر! اور مجھے بتاؤ وہاں جا کے مجھے بھولو گے تو نہیں؟۔۔۔وہ اسکے سینے سے لگی سکون محسوس کرتے ہوئے آنکھیں موند کے بولی۔حاذق خان اسکی تیز دھڑکنیں اپنے سینے پہ با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔۔

کیا بات کرتی ہو! تمہیں بھول گیا تو سانسوں کی ڈور نہ تھم جائے؟کوشش کروں گا پہلے کی طرح ہر روز کال کروں! تم شادی کے لئے جو بھی شاپنگ کرو گی سب مجھے بتانا! !۔۔۔۔وہ اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا کے اسکے بدن کی خوشبو محسوس کرتا بوجھل لہجے میں بولا۔۔

ہمم! سب بتاؤں گی! لیکن لہنگے تمہارے ساتھ فائنل کرنے جاؤں گی!۔۔۔۔وہ لاڈ سے بولی۔

اگر میں نے آنے میں دیر کر دی تو؟۔۔۔۔۔حاذق خان نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔۔

تو پھر رخصتی بھی دیر سے کریں گے لیکن اپنی شادی کے جوڑے ہم دونوں ایک ساتھ پسند کریں گے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی کمر میں مکا جھڑتی نروٹھے پن سے بولی۔۔

ہاہاہاہا۔۔ڈن! لیکن ایک شرط پہ!!وعدہ کرو رخصتی پہ سارا رومانس تم خود کرو گی؟۔۔۔۔وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا۔ساتھ ہی اسے سینے میں بھینچتے اسکی گردن سے چہرہ جھکا کے اسکے دل کے مقام پہ بے باک سی شرارت کی تھی۔ وہ اسکے سینے میں سمٹی۔۔

میرے موڈ پہ ڈیپنڈ کرتا ہے!! ۔۔۔میرال شاہ کندھے آچکا کے لاپرواہی سے بولتی اسے کالر سے پکڑ کے خود پہ جھکاتی اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں قید کر گئی۔۔حاذق خان دل میں مسکراتا اسکی کمر پہ اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اسے اوپر کو اٹھاتے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدتیں بکھیر رہی تھی جب وہ اسے اسی پوزیشن میں لئے بیڈ پہ گرتا اسکے سراپے پہ اپنے ہاتھوں سے گستاخیاں کرنے لگی،وہ کچھ دیر اسکی گستاخیاں برداشت کرتی اسکے لب چومتی رہی لیکن جب ان ہاتھوں کی گستاخیاں اپنی دھڑکنوں پہ برداشت سے باہر ہوئی تو جلدی سے اسکے کب چھوڑتی اسکے ہاتھوں پہ ہولے سے تھپڑ مارنے لگی۔۔وہ اس سے اپنے ہاتھ چھڑواتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی فراک کی ذپ کھسکاتا کندھوں سے نیچے کرنے لگا۔۔میرال شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

نیچے سب کھانے پہ انتظار کر رہے ہیں ہوں گے یو پاگل میجر!!۔۔وہ اپنی فراک کندھوں سے ٹھیک کرتی اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹنے لگی لیکن وہ اسکی سنے بغیر اسکے بدن کی خوبصورت خدوخال پہ جھکتا اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرنے لگا۔۔

میرال شاہ کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑی تھی۔

مجھے فلحال تمہیں کھانا ہے پھر پتا نہیں کب موقع ملے!!۔۔وہ شدت پسندی سے اسکی بات کا جواب دیتا اسکی گردن کا دشمن بنا ہوا تھا۔۔اسکی گردن پہ جگہ جگہ سرخ سوغاتیں دیتا وہ اسکے پورے جسم پہ وزن ڈالے ہوئے تھا۔۔دونوں کی ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹک رہی تھیں۔۔

آہہہ!! میجر!!!۔۔۔اسکی بڑھتی شدت پہ وہ سسکتے ہوئے اسے پکارنے لگی۔اسکے لبوں کے لمس سے زیادہ ظلم تو اسکی دھڑکنوں پہ اسکے ہاتھ کر رہے تھے۔۔وہ کافی ایگریسو ہو رہا تھا۔

مت روکو!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سر اٹھا کے پھولتی سانسوں کے درمیان بولتا اپنے ہاتھوں میں مزید تیزی لے آیا۔۔

وہ سسکتی ہوئی اسکے کندھوں کو زور سے تھام گئی۔۔

تم۔۔مجھے۔۔ہرٹ۔۔کر۔۔رہے۔۔ہو۔۔میجر!! کیوں اتنے وائلڈ ہو رہے ہو؟۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بے رحمی پہ شکوہ کر گئی جس پہ گہری سانس بھرتا ہوش میں آتے ہوئے اپنے ہاتھ یہاں سے ہٹاتا اسکی دھڑکنوں پہ سر گرا گیا۔۔

نکاح کے بعد انہیں چھونے کا آج موقع ملا ہے اب ڈائریکٹ ایک مہینے کے بعد رخصتی پہ یہ موقع ملے گا! تو سوچا آج ان پہ ایسا لمس چھوڑوں جو تم چاہ کے بھی نہ بھول پاؤ!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا جذبات اور احساسات کے تحت ہوتی بھاری آواز میں بولا۔۔

ہاں اور ان چکروں میں چاہے میری جان نکل جائے گا!!۔۔۔وہ خفگی سے بولتی سر اٹھا کے اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتی اسکے سفید سینے پہ اپنی پوری قوت سے اپنے دانت گاڑ گئی۔۔

تمہاری جان تو مجھ میں بسی ہے میرو جان! جب تک میری جان نہیں نکلے گی تمہاری جان کیسے نکل سکتی ہے؟؟۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے توجیہہ پیش کرنے لگا۔۔

میری جان کی حفاظت کرنا!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے اپنے دانت ہٹاتی اداسی سے بولی۔۔اسکا اتنا سا جملہ حاذق خان کا دل کانوں میں دھڑکا گیا۔۔

کرو گے نا؟۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اپنی بات پہ دباؤ ڈالنے لگی۔۔وہ اسکی اداس مسکراہٹ بھانپتا اسکے گال کو پیار سے اپنے ہاتھ کی چٹکیوں میں بھر کے کھینچتا ہاں میں سر ہلا گیا۔۔

"ذی بے بی! تم ابھی تک یہی پہ بیٹھی ہو؟ نیچے روٹی کھل گئی ہے! چلو نیچے چلیں یہ نا ہو ہمارے جانے سے پہلے ہی تمہارے لالا ہر چیز کا صفایا کر جائیں!!"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی حاذق یا میر ال مزید کچھ بولتے جب ارزم شاہ کی بلند بھاری آواز ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔وہ یقیناً گل کے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی اپنی ذی بے بی کو الرٹ کر رہا تھا۔۔

سن رہی ہو اس حر۔ا۔م۔۔ذ۔ا۔د۔ے۔ کی حر۔ا۔می۔بکواس؟۔۔حازق خان اپنے متعلق اسکے خیالات جاننے کے بعد دانت پیس کے میر ال شاہ سے گویا ہوا تھا جو ارزم شاہ کی بات پہ اپنی ہنسی روکنے کے چکروں میں سرخ ہو چکی تھی۔۔

ایک ہی ایک رونق ہے وہ ہماری ہویلی کی! مذاق کرتا ہے!!۔۔وہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے حاذق خان کو جواب دے رہی تھی۔لہجے میں چھوٹے شاہ کے لئے محبت ہی محبت تھی۔

رونق نہیں سوالیہ نشان ہے!! وہ کسی محفل میں بیٹھنے کے لائق نہیں ہے! اگر بیٹھ جائے تو دوسروں کو شرمندہ کروا کے اٹھتا ہے!!۔۔۔حازق خان آنکھیں گھما کے مصنوعی غصے سے بولا۔میر ال شاہ کا ناچاہتے ہوئے بھی اب قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

بڑی ہنسی آرہی ہے؟ ابھی یہ ہنسی قید کر لینی ہے میں نے!!۔۔۔وہ دھمکی دینے والے انداز میں بولتا اسکی گردن اور گردن کی گہرائیوں پہ اپنی بیئرڈ سہلانے لگا۔۔میر ال شاہ کو گدگدی سی ہوئی تھی۔۔وہ مزید ہنسنے لگی۔حاذق خان نے اپنا عمل جاری رکھتے ہوئے اسکی خوبصورت کھکھلاہٹ سنی تھی۔۔ہنس ہنس کے میر ال شاہ کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا جس پہ وہ اسکا کالر جھنجھوڑتی اسے ہوش دلانے لگی۔۔

میرے جانے کے بعد بھی یونہی خوش رہنا! رہو گی نا؟۔۔۔وہ اسکی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکے ہونٹوں پہ نرمی سے اپنا انگوٹھا پھیرتے ہوئے بولا۔۔

نہیں! تمہارے بغیر خوشی کا کیا مزہ؟ جس دن سے تمہارے ساتھ نکاح پڑھا تھا اسی دن سوچ لیا تھا میری ہر خوشی تمہاری اور تمہارا ہر غم میرا! ساتھ خوش ہوں گے ساتھ روئیں گے! وزیرستان جا کے مجھ سے رابطہ منقطع مت کرنا! کہتے ہیں اگر رابطے ختم ہونے لگیں تو دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے! اتنی تکلیف جیسے کسی نے بے دردی سے خنجر سینے میں کھونپ دیا ہو!!۔۔۔وہ اپنے اس تفصیلی جواب سے حاذق خان کو ایک دفعہ پھر حیران کر گئی۔۔وہ کبھی کبھی کتنی گہری باتیں کہہ جاتی تھی۔

میں کوشش کروں گا تمہیں ایک سوئی جتنی تکلیف بھی نا دوں میرو جان، خنجر تو دور کی بات ہے!!۔۔۔۔وہ مسکرا کے اسے جواب دیتا اسکے ہونٹ بے حد نرمی سے سک کرنے لگا ساتھ ہی اسکی فراک ٹھیک کرتے ہوئے اسکی ذپ بھی بند کر رہا تھا کیونکہ ان کی ملاقات کو کافی وقت ہو چکا تھا۔میرال شاہ نے اسکے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے انہیں ماتھے سے پیچھے کرتے ہوئے اسکی شرٹ کے اوپری بٹن بند کئے تھے۔وہ ابھی تک اسکے لبوں پہ جھکا ہوا تھا۔ان ہونٹوں کا شدت سے بھرپور بوسا لیتا وہ اسے اپنی پوری قوت سے خود میں بھینچ گیا۔

بہت ضروری ہو گئی ہو خدا کی قسم!! جان بن گئی ہو تم میجر خان کی!!۔۔۔۔وہ شدت پسندی سے بولتا اسے لیے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔

جان کو یوں چھوڑ کے جایا کرے تو روح اکیلی پڑ جاتی ہے! !۔۔۔وہ اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔

مجبوری ہے میرو جان! مجھے ہر پل اپنی دعاؤں کے حصار میں رکھنا! ۔۔۔۔وہ سرد سانس کھینچ کے اسے نرمی سے جواب دیتا اسے بازو کے حصار میں لئے صوفے تک جاتے ہوئے اسکا دوپٹا اٹھا کے اسکے سر پہ دیتا اسکا گردن اور سینہ ڈھکنے لگا۔۔

کافی ٹائم ہو گیا ہے! نیچے چلتے ہیں؟۔۔۔۔۔اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ ایک نظر گھڑی کی طرف دوڑاتا مدھم لہجے میں بولا۔۔گھڑی ساڑھے سات بجا رہی تھی۔۔آٹھ بجے انہیں نکلنا تھا۔۔وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلا گئی۔وہ اسکا سر عقیدت سے چومتا اسے لئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

شاہ حویلی میں کھانا کھایا جا چکا تھا۔ احان شاہ نے گل اور زرتاج اماں کا کھانا اوپر ہی بجھوایا تھا، باقی سب نے بالکل تھوڑا تھوڑا سا کھایا تھا کیونکہ حاذق، زوریز اور مرحا کے جانے کا سن کے سب کے ہی دل اداس تھے لیکن چہرے کے تاثرات نارمل تھے۔۔ حاذق خان بالکل ابھی اوپر زرتاج اماں اور گلالئی سے پھر سے مل کے آیا تھا کیونکہ وہ نکلنے والے تھے۔۔

اللہ کے امان میں جاؤ میرے بچو!!۔۔۔ زہرہ مام پیار سے بولتی ان کے کندھے تھپتھپا رہی تھیں۔ شاہ بی بی اور عادل شاہ سے ملنے کے بعد وہ اب باقی سب سے مل رہے تھے۔۔ ارزم شاہ سب سے پہلے زوریز شاہ سے ملتا اسکے سینے سے لپٹا ہوا تھا۔ اسکا دل ہی نہیں کر رہا تھا اس سے دور ہونے کو!!

مجھے کچھ پشتو لائنز کی ٹرانسلیشن کروانی ہے!!۔۔۔ احان شاہ اپنے سالے کے گلے لگتے اسکے کان میں سرگوشی سے بولا تھا۔۔

اس دفعہ فیس لوں گا!!۔۔۔۔ حاذق خان نے اترا کے سرگوشی میں جواب دیا تھا جس پہ احان شاہ نے اسکی کمر پہ زور سے چٹکی کاٹی تھی۔ حاذق خان نے لب بھینچتے ہوئے اپنی کراہ روکی تھی۔

بول!؟؟۔۔۔۔۔ حاذق خان کے لہجے میں تجسس تھا۔۔

")یاور باکل ستہ پہ شانت دے! دہ یسری' ستر گے دہ ترہ پہ شانت نہ بلکل ستہ شانت دی! کہ داترہ پہ شانت وے نو بیا بہ یے تل وے داستر گے پہ کمان! کہ پہ نیکہ باندے وے بیا بہ یے بناوٹ دہ دے غنتہ کے وے خو دا دے ستر گے رنگ سارا یے بناوٹ ھم ستہ شانتہ کے دے لکہ سنگہ دا یاور ستر گے دا لالہ پہ شانت دی("

احان شاہ نے گلالئی کی پرسو کی بولی گئی لائنیں حاذق خان کے گوش و گزار کی تھی، آواز بے حد آہستہ رکھی تھی۔ اسکے ٹوٹے پھوٹے پٹھانی ایسنٹ پہ حاذق خان کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی لیکن وہ کنٹرول کر گیا۔

تو نے پشتو کی ٹانگیں توڑ دی ہیں! میں نہیں بتا رہا!!۔۔ وہ اپنی ہنسی پہ قابو پا کے افسوس سے بولتا اس سے الگ ہوا۔۔

شکر ہے لو برڈز نے ہگ (Hug) بریک کیا ہے ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا ایک دو سال تک یہ ہگ بریک نہیں ہو گا تا کہ کوئی نیا ریکارڈ بن سکے!!۔۔۔ انہیں کافی دیر بعد ایک دوسرے سے الگ ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے پوائنٹ پہ طنز کا

تیر چھوڑا تھا۔ زوریز شاہ جو اس وقت زور سے اپنے بابا جان کے سینے سے لگا انہی کی طرف دیکھ رہا تھا، ارزم کے شوشے پہ کھکھلا اٹھا۔

تو کیوں جیلس ہو رہا ہے؟۔۔۔۔ حاذق خان نے اسکے سر پہ چپت لگاتے اسے گلے سے لگایا تھا۔ ارزم شاہ نے بے ساختہ اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھے تھے۔ سب ان دونوں کے اس مومنٹ کو دیکھ کے مسکرائے تھے۔۔

اب آپ کی بہن کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے کان میں شرارت سے بولا۔

خبردار جو مجھے تیری بیغیرتی کی کوئی خبر موصول ہوئی! ہاتھوں پیروں سے معذور کر کے تمہاری یہ واحیات زبان تمہاری گردن کے گرد لپیٹ دوں گا! تمہیں ایسے سوچ سوچ کے ہی اتنا مزہ ارہا ہے تو میں جب یہ کام اپنے ہاتھوں سے انجام دوں گا تب کتنا مزہ آئے گا؟ ذرا سوچو؟۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے اسے مزے سے دھمکی لگاتے ہوئے سلگایا تھا۔۔

ذی بے بی! میجر صاحب مجھے دھمکیاں لگا رہے ہیں! سمجھالو اپنے لالا کو!!۔۔۔ ارزم شاہ خفگی سے بلند آواز میں ذائشہ کو اسکے لالہ کی شکایت لگاتا حاذق خان کا جھانپڑ کھائے بغیر جلدی سے اس سے الگ ہو گئی۔ ذی بے بی اسکے اعلان پہ شرمندہ ہونے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی؟ باقی سب کا قہقہہ ہوا میں گونجا تھا۔

لالہ! میں اور ازمیر آپ کو بہت یاد کریں گے!!۔۔۔ ایزل شاہ بے آواز روتے ہوئے زوریز شاہ کے سینے سے لگی تھی، ازمیر اس وقت اسکے بازوؤں میں موجود خاموش تھا۔ کاظم شاہ کے جانے کے بعد تو وہ ہنسنا اور کھکھلانا جیسے بھول چکا تھا۔۔

میں بھی!!۔۔۔ زوریز شاہ اسکا ماتھا چومنے کے بعد اب جھک کے ازمیر کا ماتھا چومتا اسکے ہاتھ پیر چوم رہا تھا۔۔ مرحا شاہ سب سے ملنے کے بعد اب پھر سے اپنے بابا کے ساتھ لگی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ سب ایک دوسرے سے مل چکے تھے، صرف میرال تھی جو ذائشہ کے پاس کھڑی اپنے ناخن دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔ وہ شاید خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی۔۔ حاذق خان جو ذائشہ سے ملتا اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسکا ماتھا چوم رہا تھا تھوڑا سا آگے بڑھتے ہوئے میرال کو سائیڈ سے اپنے ساتھ لگاتے اسکے ناخن اسکے منہ سے نکالتے اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے شاک کر گیا۔

میرال شاہ کو سب کے سامنے اس سے اس بے اختیاری کی توقع نہیں تھی۔ باقی سب اپنی نگاہوں کا ذاویہ بدل گئے۔۔

کسی کو بھی حاذق خان کا یہ ایکٹ برا نہیں لگا تھا۔ یہ تو صرف affection کا ایک چھوٹا سا اظہار تھا۔

مبارک ہو! تمہاری دعائیں قبول ہو گئی ہیں! میرے سالوں کی بے شرمی مجھ میں ٹرانسفر ہو گئی ہے!!۔۔۔ حاذق خان اسکے کان میں مدھم آواز میں سرگوشی کرتا نرمی سے اس سے الگ ہوتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ میرال شاہ اپنے دل کی دھڑکنیں سنبھالنے لگی، وہ بار بار چھلکنے سے بے تاب آنکھوں کو آنسو بہانے سے روک رہی تھی۔۔ زوریز شاہ اور مرحا شاہ بھی حاذق خان کے پیچھے ہی بڑھے تھے۔ احان شاہ اور ارزم شاہ ہمیشہ کی طرح انہیں باہر تک چھوڑنے گئے تھے۔۔

کاظم کو اپنی پوسٹنگ کا بتایا تھا؟۔۔۔ احان شاہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے زوریز شاہ سے استفسار کرنے لگا۔۔

جی لالہ! جب انہیں ائیر پورٹ چھوڑنے گیا تھا تب ہی سب بتا دیا تھا! آج بھی کال کی تھی!۔۔ زوریز شاہ نے نرمی سے مسکرا کے جواب دیا جس پہ وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔۔

خود سب کے سامنے رومانس کر لیتے ہیں اور ہماری دفعہ دھمکیاں ختم نہیں ہوتی میجر صاحب کی!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے پورچ میں داخل ہوتے حاذق خان پہ طنز کیا تھا۔۔

وہ صرف دھمکی نہیں تھی! اگر تم حد سے بڑھے تو اسے سچ کر کے بھی دیکھاؤں گا!!۔۔۔ حاذق خان نے ہولے سے ہنس کے جواب دیتے سر جھٹکا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا جب اس نے رخ موڑ کے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو کافی دیر سے اسے گھوریوں سے نواز رہا تھا۔ حاذق خان ہنستا ہوا اسکے قریب آتا اسکے کان کے پاس جھک گیا۔

(یاور واقعی ہی آپ کی طرح دکھتا ہے! یسریٰ کی آنکھیں اپنے چاچو پہ نہیں بلکہ آپ پہ ہیں! اگر اس کے چاچو پہ ہوتی تو اسکی آنکھ کی کمان پہ ان جیسا تل ضرور ہوتا! اگر اس کے دادا پہ ہوتیں تو بناوٹ بھی ان جیسی ہوتی لیکن اس کی آنکھوں کے رنگ کے ساتھ ساتھ بناوٹ بھی بالکل آپکی طرح ہے جس طرح سے یاور کی آنکھیں لالہ پہ ہیں!! ۔۔۔۔) وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے پشتون الفاظ کی ٹرانسلیشن کرتا اسے ساکت چھوڑتے ہوئے ارزم شاہ کے بال بگاڑتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔ احان شاہ تو ابھی تک ان الفاظ کے سحر میں خود کو جکڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ لبوں پہ اپنے آپ مسکان پھیلی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط118(منی پارٹ)

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

سب کے ساتھ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آچکی تھی۔کمرے میں آتے ہی وہ تیزی سے باتھروم کی طرف بھاگی۔اس کی آنکھوں سے آنسو متواتر گرتے عارضوں پہ بہہ رہے تھے۔۔وہ سلیب پہ ہاتھ رکھے اپنا چہرہ جھکاتی ہچکیوں سے رونے لگی۔دوپٹا سر اور سراپے پہ ابھی تک یونہی موجود تھا جس طرح سے وہ اپنے ہاتھوں سے دے کے گیا تھا۔۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسو خود بخود بہہ رہے تھے۔وہ اپنی ہچکیاں چاہ کے بھی دبا نہ پائی۔وہ سب کے سامنے خود کو جتنا مضبوط اور لاپرواہ ظاہر کرتی تھی وہ اتنی لاپرواہ نہیں تھی۔اسکا دل بھی باقی لڑکیوں کی طرح نازک تھا۔۔وہ جتنی دیر باہر سب کے سامنے رہی تھی اپنے جذبات اور آنسوؤں پہ قابو پائے ہلکی پھلکی سی باتوں میں مصروف رہی تھی لیکن کمرے میں آتے ہی وہ خود پر سے قابو کھو چکی تھی۔۔کچھ دیر تک روہی رونے کے بعد وہ تھوڑا سا آگے کھسک کے ٹیپ اوپن کرتی اپنے چہرے پہ چھینٹے مارنے لگی۔اسکی بھوری کانچ سی آنکھیں رونے کی وجہ سے بے حد سرخ ہو رہی تھیں،دل آج پہلی دفعہ اتنی زور سے دھڑک رہا تھا۔۔وہ بار بار اپنے چہرے پہ چھینٹے مارتی وہ آخری منظر یاد کر رہی تھی جب اس نے سب کے سامنے اسے اپنے حصار لیا تھا۔اسکے جانے کے بعد دل خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔میر ال شاہ کے دل کو جب کافی دیر تک سکون نہ ملا تو وضو کرنے لگی۔وہ نمازوں کی پابند نہیں تھی۔اسے یاد تھا اس نے آخری دفعہ نماز اپنے نکاح والے روز ادا کی تھی اور اس سے پہلے عید پہ سب کے ساتھ کچھ نوافل ادا کئے تھے۔آج وہ پھر سے نماز پڑھنے کا ارادہ دل میں باندھ گئی کیونکہ سکون پانے کا راستہ صرف اک یہی تھا۔۔۔

")مجھے ہر پل اپنی دعاؤں کے حصار میں رکھنا("!

وہ اسے اپنی دعاؤں کے حصار میں رکھنا چاہتی تھی۔

وہ ابھی سوئے ہوئے اذمیر کو احتیاط سے بیڈ پہ لٹا رہی تھی جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اس کا فون رنگ ہوا تھا۔وہ جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھاتی کال چیک کرنے لگی،شاہ جی کی کال تھی۔وہ کال اٹھانے والی تھی لیکن کال غلطی سے کٹ

ہو گئی تھی، فون کی سکرین پہ شاہ جی کی طرف سے ایک سو بیس کالز کو دیکھتی وہ منہ کھول گئی، وہ پتا نہیں اسے کب سے کالز کر رہا تھا لیکن اسکا فون روم میں تھا اور وہ کب سے نیچے سب کے ساتھ تھی۔ وہ بالکل ابھی کمرے میں آئی تھی۔۔ وہ کھلے منہ کے ساتھ فون چیک کر رہی تھی جب شاہ جی کی کال پھر سے موبائل کی سکرین پہ جگمگائی۔ وہ ہمیشہ کی طرح ویڈیو کال کر رہا تھا۔ وہ پچھلے چار دنوں سے دن میں کئی دفعہ فون کرتا تھا، وہ اٹھا بھی لیتی تھی لیکن زیادہ بات نہیں کرتی تھی، وہ صرف اسکی سنتی تھی یا نارمل انداز میں جواب دے دیا کرتی تھی، جس دن سے کاظم گیا تھا ازمیر اس دن سے لے کے کل تک کافی روتا رہا تھا لیکن آج وہ صبح سے خاموشی اختیار کئے ہوئے تھا یا وقفے وقفے سے سو رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کال اٹینڈ کرتے ہوئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھی تھی۔

کہاں تھی؟ کب سے کالز کر رہا تھا!۔۔۔ کاظم شاہ اپنے سامنے کھلا لیپ ٹاپ بند کرتا متوازن لہجے میں ایزل شاہ سے استفسار کرنے لگا۔ اسکے کال نہ اٹھانے اور پھر کال کاٹنے پہ وہ کافی غصے میں تھا لیکن اسکا چہرہ دیکھتے ہی سارا غصہ جاگ کی طرح غائب ہوا تھا۔

نیچے تھی! ۔۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ نے اپنے دوپٹے کے کنارے کو انگلیوں میں لپیٹتے مختصر سا جواب دیا۔ صرف ایک نظر اسکی طرف دیکھا تھا وہ سکائے بلیو شرٹ پہنے کہنیوں تک بازو فولڈ کئے ایک ہاتھ سے اپنی بیئر ڈ سہلا رہا تھا۔۔

ازمیر کہاں ہے؟۔۔۔۔۔ وہ اسکے موڈ کا اندازہ لگاتا اب اپنے بیٹے کا پوچھ رہا تھا۔۔

سو رہا ہے!۔۔۔۔۔۔ ایزل اب خود سے کیمرہ ہٹا کے سوئے ہوئے ازمیر پہ کیمرہ کر چکی تھی۔

صبح بھی سو رہا تھا! طبیعت ٹھیک ہے اسکی؟۔۔۔ ازمیر کو آج بے وقت سوتے دیکھ کے کاظم شاہ پریشان ہوا تھا۔

کل رات سے کافی تیز بخار تھا! مرحا آپی نے میڈیسن دی تھی اب بہتر ہے!!۔۔۔ ایزل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تھا۔ وہ کیا جانے وہ کل رات سے اپنے بیٹے کے لئے کتنا پاگل ہو رہی تھی۔ وہ کل سے بخار میں تپ رہا تھا اور اسکی وجہ سے اس نے ایک منٹ کے لئے بھی آنکھ نہیں لگائی تھی۔ بخار کی وجہ بھی باپ سے دوری تھی۔۔

مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں نے کل رات میں بھی کال کی تھی! صبح بھی فون کیا تھا لیکن تم نے مجھے ایک دفعہ بھی میر کی حالت کا نہیں بتایا؟۔۔۔۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔ اسے ایزل کا یوں خود سے اپنے بیٹے کی حالت چھپانا بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔

آپ وہاں بیٹھ کے کیا کر لیتے ؟۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی استہزایا انداز میں ہنسی، کیمرہ ابھی تک ازمیر پہ ہی تھا، اسکا کوئی موڈ نہیں تھا اسے اپنا چہرہ دیکھانے کا۔۔

اپنے بیٹے کے لئے دعا کر لیتا!! سنا ہے دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے!۔۔۔وہ اسکے استہزایا انداز پہ گہری سانس بھرتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔وہ ازمیر کے لئے بے حد پریشان ہو رہا تھا۔۔وہ اسکے جواب پہ کچھ بول نہ سکی۔وہ لاجواب ہوئی تھی۔۔

دو سے تین تک واپس آجاؤں گا! کام تو یہاں کافی زیادہ ہے لیکن میں اپنے وعدے سے نہیں پلٹوں گا!۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ نرمی سے اسے اپنی واپسی کے متعلق بتانے لگا۔۔

صحیح!!۔۔۔ایزل اب سائیڈ ٹیبل پہ فون رکھ کے چھت کی طرف کرتی اسے یک لفظی جواب دے رہی تھی۔ چھت کو دیکھنے کے لئے نہیں تمہیں اور ازمیر کو دیکھنے کے لئے فون کیا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ نے دانت پیسے تھے۔۔

دیکھ تو لیا ہے! اب کام کر لیں! مجھے بھی نیند آرہی ہے!!۔۔۔۔۔ایزل نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔

مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ ایزل؟ کیا میں یہاں کسی کے ساتھ ڈیٹ پہ آیا ہوں؟ یا غیر لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارنے آیا ہوں جو اس طرح سے بیہو کر رہی ہو؟ پچھلے چار دنوں سے تمہیں ٹائم دے رہا ہوں کہ تمہارا دل اچھا ہو جائے! کسی بات کے لئے زبردستی نہیں کی! لیکن تم ہمیشہ صرف یہی چاہتی ہو تمہیں سب انڈرسٹینڈ کریں لیکن تم مجھے انڈرسٹینڈ نہیں کرتی! تم لوگوں کی فکر ہے تو اسی لئے کام کو آگ لگا کے بھی دن میں دو سو دفعہ فون کرتا ہوں لیکن تم حد کرتی ہو یار! تم نے ایک دفعہ نہیں پوچھا یہاں کمپنی کن حالات میں ہے؟ کتنا لاس ریکور ہوا؟ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ مطلب تمہیں مجھ میں یا میرے کام میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے؟ اگر یہی لاپرواہی ان چار دنوں میں میں تمہارے یا ازمیر کے ساتھ برتتا تو تم میری جان عذاب کر دیتی! بے حد خفا ہوتی لیکن تمہیں میری خفگی کی کوئی پروا نہیں ہے! تمہیں میری کالز کی کوئی فکر نہیں ہے! صحیح ہے کل سے کال نہیں کروں گا! کرو جو دل میں آتا ہے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی لاپرواہی پہ غصے سے بھڑکتے ہوئے دھاڑا تھا۔ایک تو وہ پہلے ہی اس لاس کی وجہ جاننے کے بعد تپا ہوا تھا اور اس پہ تضاد ایزل کی لاپرواہی اسے شدید غصہ دلا گئی تھی۔۔ایزل نے اسے جواب دینے کے لئے ابھی ہونٹ وا کئے تھے جب وہ اسکا جواب سنے بغیر اسے غصے سے سنا تا فون رکھ گیا۔۔وہ شکوے سے فون کی سکرین دیکھتی

ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کر گئی۔ اب کمرے میں صرف لیمپ کی روشنی تھی۔ اپنی آنکھوں سے پھسلتے آنسوؤں کو نظر انداز کرتی وہ اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے میسی سابن بنانے لگی۔ وہ صبح سے ازمیر کو سنبھال سنبھال کے روہانسی ہو رہی تھی اور اب اس نے بھی ڈانٹ دیا تھا۔

ویسے بھی انہیں ڈانٹنے کے علاوہ آتا ہی کیا ہے؟۔۔۔ وہ اپنے گال غصے سے رگڑ کے صاف کرتی تکیے پہ اپنا سر گرا گئی۔ اس سے نخرے اٹھوانے کی عادت ہو گئی تھی کہاں اسکا ذرا سا غصہ برداشت ہوتا تھا؟ وہ اپنی لاڈلی بیوی پہ غصہ کیسے کر سکتا تھا؟ وہ سوں سوں کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ کل رات ازمیر کے بخار کی وجہ سے جاگ کے گزاری تھی تو آج اسکے غصے کو سوچ سوچ کے یاد رو رو کے گزارنی تھی۔۔

کال کروں یا نہ کروں؟۔۔۔ کچھ دیر رو کے دل میں اپنی بھڑاس نکالنے کے بعد وہ معصومیت سے سوچنے لگی۔ پھر اپنی تھوڑی تھوڑی غلطی مانتی سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کے اسے کال ملا گئی، اس نے ویڈیو کال کی بجائے آڈیو کال کی تھی۔ کال کچھ سیکنڈز گزرنے کے بعد اٹھائی گئی تھی۔۔

وہاں آپ کی کمپنی کے کیا حالات ہیں؟۔۔۔ کافی دیر دونوں طرف خاموشی رہی جب ایزل نے خود ہمت کرتے ہوئے اس خاموشی کی توڑا۔۔

بہتر۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے یک لفظی جواب دیتے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پہ ہاتھ چلائے تھے۔۔

کتنا لاس ریکور ہوا؟۔۔۔۔ اسکے یک لفظی جواب پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے مزید ایک سوال کر گئی لیکن ساتھ ہی اس کی اس روز کی دی گئی دھمکی یاد آئی تھی جب اس نے اسکے دانتوں کو حد میں رہنے کی وارننگ دی تھی۔ وہ اپنے دانتوں سے لب آزاد کروا گئی۔

کوشش جاری ہے!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے فون سائیڈ پہ رکھتے اپنا پورا دھیان لیپ ٹاپ پہ لگاتے اسے جواب دیا تھا۔۔ اسکا موڈ بری طرح سے خراب ہو چکا تھا۔۔

اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟۔۔۔ اسکے چھوٹے چھوٹے جوابات پہ ایزل نے اگلا سوال پوچھا تھا۔ تینوں سوال وہی تھے جو کاظم شاہ نے غصے کے دوران بولتے اس پہ طنز کیا تھا۔

ہے ایک جسے اسکی موت یاد کر رہی ہے!!۔۔کاظم شاہ سر جھٹک کے سپاٹ لہجے میں بولا۔۔ایزل کو سمجھ نہ آئی اگلا سوال کیا کرے اسی لئے خاموشی سے دوسری طرف سے آتی کی بورڈ پہ تیزی سے انگلیاں بجانے کی آواز سنتی رہی۔۔ آپ مصروف ہیں شاید؟فون بند کر دوں؟۔۔۔وہ اس کے مزید بولنے کا انتظار کرتی رہی جب وہ پانچ منٹ تک کچھ نہ بولا تو وہ بھی کندھے اچکا کے ناک سکوڑ کے اجازت لینے لگی کجا کے وہ اسکے یونہی فون بند کرنے پہ پھر سے غصے میں نہ آ جائے۔اسکے اجازت لینے کے اس انداز پہ کاظم شاہ نے فون ہاتھ میں پکڑتے لیپ ٹاپ سائیڈ کرتے ہوئے اس آڈیو کال کو ویڈیو کال پہ کنورٹ کیا تھا۔۔اسکی ویڈیو کال پہ وہ کمرے میں موجود لیمپ کی روشنی بھی بجھا گئی تا کہ وہ اسکا چہرہ نہ دیکھ سکے۔اب کمرے میں صرف زیرو بلب اور اے سی کی لائٹ کی تھوڑی سی روشنی تھی۔۔

ساری لائٹس کیوں آف ہیں؟۔۔۔۔کاظم شاہ کو صرف اسکا تھوڑا بہت چہرہ دیکھائی دے رہا تھا۔وہ کمرے کی تمام لائٹس بند دیکھ کے چونک کے پوچھنے لگا۔

سونے کے لئے آف کی تھیں!۔۔۔۔ایزل نے جھوٹ بولا۔۔

سائیڈ لیمپ آن کرو!۔۔۔کاظم شاہ کا انداز حکمیہ تھا۔ایزل نے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے ایک سے ڈیڑھ منٹ بعد لیمپ آن کیا تھا تو کاظم شاہ کا شک درست نکلا تھا وہ کب سے رو رہی تھی۔اسکا چہرہ اسکے رونے کی گواہی دے رہا تھا۔ گلابی ہوتی نیلی آنکھیں،رونے کی وجہ سے گلابی ہوتی ناک،جبکہ گلابی گال بار بار آنسو رگڑنے کی وجہ سے اس وقت سرخ تھے۔کاظم شاہ اسکے روئے روئے چہرے کو دیکھتے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے خود کو کوسنے لگا۔۔وہ اسے ایک نظر دیکھ کے کب سے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔۔

آئی ایم سوری اووزی! تم مجھے اگنور کر رہی تھی اسی لئے مجھے غصہ آ گیا! ۔۔۔۔کاظم شاہ تھکے ہارے انداز میں اسے نرمی سے منانے لگا۔وہ جتنے دنوں سے بیرونِ ملک آیا تھا اس نے ہر وقت صرف کام کیا تھا۔نیند وہ اپنی بالکل کم کر چکا تھا۔تھکاوٹ ہوتے ہوئے بھی وہ اسے کال کرتا تھا تا کہ کچھ سکون میسر ہو! اس سے کچھ باتیں کر کے یہ جسمانی تھکاوٹ دور ہو! وہ صرف اسے سنا کرتی تھی لیکن وہ ہر وقت صرف اسکی سننا چاہتا تھا۔۔

ہمیشہ ڈانٹنے کے بعد یونہی بولتے ہیں! مجھے تو عادت ہو گئی ہے آپ سے ڈانٹ کھانے کی! کیا ضرورت ہے سوری کہنے کی؟ابھی بھی ڈانٹیں؟ساری بھڑاس آج ہی نکال لیں ویسے بھی کل سے آپ نے کونسا مجھے کال کرنی ہے!!

۔۔۔اسکے نرم ہونے کی دیر تھی جب وہ اپنے چہرے پہ دوپٹار کھتی پھوٹ پھوٹ کے روتی اسے معصومیت سے جواب دیتی بے چین کر گئی۔ ایک تو وہ جب سے پاکستان سے گیا تھا اس کے دن کا آدھا وقت تو ایزل اور ازمیر کو چپ کروانے میں لگ جاتا تھا۔۔ کاظم شاہ نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتا اسے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

اچھا میری بات سنو؟ ہونٹ یہاں پہ کرو! تمہیں سکرین کے زریعے کس کرنا سیکھاتا ہوں!۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بے باکی سے بولتا اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ وہ یوں اچانک اسکی اس بے باک پہ بھوکھلا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اسکی طرف دیکھا تو وہ اپنے سرخ ہونٹوں کو گول کئے اسے ہوائی کس دے رہا تھا۔۔ ایزل شاہ کے گال سرخ ہوئے۔۔

آنسو صاف کرو سویٹ ہارٹ!!۔۔۔ اسکی لرزتی پلکیں دیکھتا وہ مسکرا کے نرمی سے بولا۔۔

نہیں کرنے!!۔۔۔۔وہ ضدی ہوئی تھی۔۔

تم شاید وہ لمحات مس کر رہی ہو جب تم میری شدتوں سے میری بانہوں میں ٹوٹ کے بکھرتی تھی اور میں تمہارے یہ آنسو اپنے ہونٹوں سے پیتا تھا! ہاہاہا کیا تم آج بھی چاہ رہی ہو میں تمہارے آنسو پی جاؤں؟۔۔۔۔۔وہ اپنے بالوں میں ہاتھ گھماتا کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے بے باکی سے بولتا ہولے سے ہنسنے لگا۔۔ ایزل شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی۔ وہ اسکی مزید بے باک باتوں سے بچنے کے ڈر سے جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتی ناک سکوڑنے لگی اور ایسا کرتے ہوئے وہ کاظم کو بے حد کیوٹ لگی تھی۔۔

غصے میں بول دیا تھا کل سے کال نہیں کروں گا! !آئی سوئیر تم ابھی فون نہ کرتی تو میں کچھ دیر تک خود ہی کر لیتا! تمہارے بغیر گزارا کہاں ہوتا ہے؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ کاظم نرمی سے مسکرا کے اسے پیار سے منانے لگا۔

مجھے ڈانٹے بغیر بھی گزارا نہیں ہوتا آپ کا!۔۔۔۔وہ خفگی سے بولتی رخ موڑ گئی۔۔ کاظم شاہ کا خوبصورت قہقہ بلند ہوا تھا۔

چلو تمہیں ڈانٹنے کا کچھ تو فائدہ ہوا اب لگ رہا ہے اپنی بیوی سے بات کر رہا ہوں پہلے لگ رہا تھا خدانخواستہ کسی اور کی بیوی کو فون ملا دیا ہو!!۔۔۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اسے چھیڑنے لگا، ایزل جواباً صرف اسے گھور کے رہ گئی۔۔

زوریز چلا گیا؟۔۔۔۔وہ اسکے گھورنے پہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا ساتھ ہی مسکرا کے پوچھنے لگا۔۔

ہمم! مرحا آپی بھی چلی گئی ہیں! ہویلی خالی ہو گئی ہے!۔۔۔۔وہ اداسی سے بولی۔

خالی کب ہوئی ہے؟ خان جاتے ہوئے ذائشہ کو چھوڑ کے گیا ہے! ڈرامے نہ کرو!۔۔وہ اسکا موڈ چل کرنے کی غرض سے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔۔

ہمم ان کے آنے کی بھی بہت خوشی ہے! لیکن جو چلا جائے اسکی کمی کوئی دوسرا شخص پوری نہیں کر سکتی!۔۔۔وہ ابھی تک اداسی سے بول رہی تھی۔ آخری جملہ خصوصی طور پہ کاظم شاہ کے لئے تھا۔

لیکن میں آ کے یہ کمی اس طرح سے پوری کروں گا کہ تم کانوں کو ہاتھ لگاؤں گی!!۔۔وہ زومعنی انداز میں بولتا اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ایزل شاہ اسکے گہرے لہجے پہ سٹپٹائی۔۔ نیند کے جھونکے سے کب سے اسکی آنکھیں تھوڑی تھوڑی بند ہو رہی تھیں لیکن اس کا یہ زومعنی انداز ایک پل کے لئے نیند اڑا گیا۔۔

ہاہاہا۔۔۔سو جاؤ سویٹ ہارٹ! میں جانتا ہوں آج ازمیر نے کافی تنگ کیا ہو گا؟ آئیز بھی ریڈ ہو رہی ہیں تمہاری! پر سکون ہو کے سو جاؤ باقی تمہاری جتنی بھی ناراضگیاں ہیں وہ آ کے اپنے طریقے سے دور کروں گا!!۔۔۔۔۔اسکے چہرے پہ تھکاوٹ کے تاثرات دیکھتا وہ فکرمندی سے بولتا ہولے سے ہنسا۔ اپنے سکون کے لئے وہ اسے بے سکون نہیں کر سکتا تھا۔ ایزل کی آنکھوں میں نیند کی سرخی واضح تھی۔ وہ کل رات سے نہیں سوئی تھی، اب اسے واقعی ہی نیند آ رہی تھی۔۔

چلیں ٹھیک ہے! خیال رکھیئے گا!۔۔۔وہ تو جیسے اسکی اجازت کے انتظار میں تھی۔۔جمائی لے کے نیند میں بولتی فون بند کئے بغیر یونہی ہاتھ میں پکڑے ازمیر کے پاس سونے کے لئے لیٹ گئی۔۔اسکی بے خبری پہ کاظم شاہ مسکرایا۔

اچھا ایسا کرو یہ فون ازمیر کے تکیے پہ ترچھا کر کے سیٹ کر دو! اور پھر سو جاؤ!۔۔۔۔۔اسکی ابھی آنکھ لگی ہی تھی جب کاظم شاہ کی آواز پھر سے کانوں سے ٹکرائی۔ کال آن دیکھ کے اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا تھا۔

نہیں ایسے آپ مجھے دیکھتے رہیں گے اور مجھے نیند نہیں آئے گی نہ ہی آپ سے کام ہو گا!!۔۔۔۔۔ایزل شاہ ایک دفعہ پھر سے جمائی لیتے ہوئے سمجھداری سے بولتی ہاتھ ہلا کے اسے بائے بائے کرتی فون بند کرنے کے بعد مسکرائی۔۔

دوسری طرف موجود کاظم شاہ نے بدمزہ ہوتے ہوئے فون کی طرف دیکھا تھا جہاں سے کال کٹ چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط119(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

احان شاہ کے چہرے سے تب سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی جب سے حازق خان نے اسے گلالئی کے الفاظ کا اردو ترجمہ بتایا تھا۔ان کے جانے کے کوئی ایک گھنٹے بعد وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا، آج اس وقت اس کے کمرے میں ذرتاج اماں یا کوئی بھی دوسرا نہیں تھا۔وہ دروازہ بند کرتے رخ موڑ رہا تھا جب گل کو اپنے بچوں سے باتیں کرتے دیکھ کے وہ مسکرایا۔وہ یاور اور یسریٰ سے باتیں کرتی مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے ہوئے تھی۔

دروازے بند ہونے کی ہونے کی آواز پہ وہ سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔اسکی مسکراہٹ دیکھ کے وہ تھوڑا چونکی بھی تھی۔پہلے کب یوں مسکراتا رہتا تھا؟اسکی مسکراہٹ بے حد پیاری تھی،وہ جلدی سے اسکی مسکراہٹ سے نگاہیں چرا گئی۔

کل فالواپ کے لئے جانا ہے گل!! جانا تو آج تھا لیکن آج وقت نہیں مل سکا! کل لازمی جائیں گے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی طرف آتے ہوئے نرمی سے بولتا اسکے قریب بیٹھا تھا۔گلالئی نے ایک نظر اسکی طرف دیکھ کے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

چلو اٹھو واک کر لو کچھ دیر!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے کھڑے ہوتے اسکے آگے اپنا ہاتھ پھیلایا تھا۔۔ڈاکٹرز کی ہدایت کے مطابق وہ روز اسے پینتالیس منٹ سے ایک گھنٹہ واک ضرور کروایا کرتا تھا۔۔

مرحا آپی مجھے واک کروا کے گئی تھیں!۔۔۔۔گلالئی نے نرمی سے جواب دیا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا تھا کیونکہ وہ پہلے واک کر چکی تھی اب واک کرنے کا کوئی خاص موڈ نہیں تھا۔

آج تم نے پہلے ہی واک کر لی؟ پہلے تو میں کرواتا تھا!۔۔۔احان شاہ کی خوبصورت مسکراہٹ سمٹ گئی تھی،لہجے میں ذرا سے شکوے کی رمک تھی،ایک یہی وقت تو ہوتا تھا پورے دن میں جب وہ اسکے ہمقدم چلتا کچھ سکون محسوس کرتا تھا۔

جی پہلے دل کیا تو مرحا آپی سے بول دیا!انہوں نے کروا دی اسی لئے اب دل نہیں ہے!۔۔۔گلالئی نے نارملی کندھے اچکا کے جواب دیا تھا،احان شاہ اسکے آگے اپنا پھیلایا گیا ہاتھ پیچھے کرتا ہاں میں سر ہلا گیا۔وہ گہری سانس بھرتے ہوئے

ایک نظر اسے دیکھ کے اپنی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی اپنی طرف ٹکر ٹکر دیکھتی یسریٰ کو پکڑنے ہی والا تھا جب جیب میں موجود فون تھرتھرایا۔ احان شاہ نے اپنی سفید قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالتے فون باہر نکالا۔ کاظم شاہ کی کال تھی۔۔

ہاں بول؟ رات کے اس وقت ڈسٹرب کرنے کا مقصد؟۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کال پس کرتے ہی کان کو لگا تا روعب دار انداز میں بولتے ہوئے اپنی سائیڈ پہ بیٹھتا جھک کے پیروں سے پشاوری چپل اتار رہا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔ بول ایسے رہا ہے جیسے بیوی نے سرہانے بٹھایا ہو!!۔۔۔ کاظم شاہ نے فون چھوٹتے ہی اسکا جملہ سننے کے بعد قہقہ لگاتے اسے سلگایا تھا۔

بکواس کر فون کیوں کیا ہے؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اب سلگ کے بولتا اپنی کلائی سے واچ اتارتے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔

یہ پوچھنے کے لئے کہ اس وقت جم میں ڈمبلز کے ساتھ رومانس کر رہا ہے یا بیوی کو شریف بن کے دیکھا رہا ہے؟۔۔ ہاہاہاہا۔۔ ویسے بھی وزیر دفاع صاحب کو ان دونوں کاموں کے علاوہ اور کام بھی کیا ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔ کاظم شاہ نے تو جیسے خصوصی طور پہ اس کا دل جلانے کے لئے فون کیا تھا۔

ہو گئی بکواس؟ تو کام کی بات پہ آ!!۔۔۔۔ احان شاہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ وہ ہمیشہ اسکا میٹر یونہی شارٹ کرتا تھا ۔

اچھا پہلے ایک بات بتا! تو وہی ہے نا جس کی رخصتی کے بعد بے باک باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں؟ فلیکس یوں مارتا تھا جیسے تیرے علاوہ اس دنیا میں کوئی بیوی والا نہیں ہے؟ اب رومانس اور بیوی کے نام سے جان کیوں جاتی ہے تیری؟۔۔۔۔۔۔۔۔ مجال تھی جو کاظم شاہ کام کی بات پہ آیا ہو۔

چاہتا کیا ہے تو حرام زادے!!!۔۔۔ احان شاہ جلتے بھنتے ہوئے دھاڑا۔ اس وقت گلالئی کی طرف سے اسکی پشت تھی، وہ اب غصے میں بیوی بچوں کو بھی فراموش کر گیا تھا۔ اسکے منہ سے گالی سننے کے بعد گلالئی کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

میں تو صرف یہ چاہتا ہوں تیری بیوی تجھے گھاس ڈال دے اور میرے دشمنوں جیسے بھائی کا گھر بس جائے! اتنی اچھی سوچ بھی کسی کسی کی ہوتی ہے! اور مزے کی بات میں نے کبھی اپنی اتنی اچھی سوچ پہ غرور بھی نہیں کیا!۔۔۔کاظم شاہ اب لہجے میں مصنوعی سنجیدگی لاتا اپنی ہنسی دباتے ہوئے اترا کے بولا۔۔

غرور کرنا بھی نہیں چاہئیے! تھو تھو کر سالے!!۔۔۔۔احان شاہ اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتا پھر سے غرایا۔گل اور اسکے بچے اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے اسے خاموشی سے یوں سن رہے تھے جیسے وہ کوئی امپورٹنٹ لیکچر دے رہا ہو۔اسکے سلگتے ہوئے جواب پہ کاظم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

ہاں اکثر جب فرصت ملتی ہے تو تجھ پہ تھو تھو کرتا ہوں جس سے دو مہینوں سے ایک بیوی نہیں قابو ہوئی!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نا جانے کیوں رات کے اس وقت اسکے جذبات میں آگ بھڑکا رہا تھا۔وہ اس طرح سے ریکٹ کر رہا تھا جیسے پاکستان آنے کے دو دن بعد ہی ایزل کو قابو کر لیا ہو۔۔

کلاسس چاہئیے تو مجھے بتا دے! میں تجھے فری سروسز دے سکتا ہوں جو تیرے لئے کافی کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں!! آخر کو تیری ضدی بہن کو جھک مار کے قابو تو نہیں کیا؟۔۔۔۔ابھی احان شاہ غراتا جب کاظم شاہ اپنی کرسی پہ گھومتے ہوئے مزید گویا ہوتا بلند آواز میں ہنسا۔۔

میں دو دن خاموش کیا ہوا ہوں سالو!! سارے اوقات سے باہر ہو گئے ہو؟۔۔احان شاہ سلگ کے دھاڑتا ہوا فون رکھتے ایک دم سے پیچھے کو کھسکتا گلالئ کے قریب ہوتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو اپنی پوری قوت سے اپنے لبوں میں جکڑ گیا۔گلالئ جو کب سے اسکے دھاڑنے اور غرانے پہ پریشان تھی اس اچانک افتاد پہ حیران در حیران ہوتی اسکی سفید قمیض اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتی جھنجھوڑتے ہوئے اسے ہوش دلانے لگی۔وہ ایک ہی پل میں کھسک کے اسکے بے حد نزدیک آ چکا تھا،یاور اور یسریٰ ان سے کچھ فاصلے پہ تھے۔اسکا فون پھر سے تھرتھرا رہا تھا لیکن احان شاہ کو ابھی اس وقت فون کی کوئی ہوش نہیں تھی،ایک ہاتھ گلالئ کی کمر کے گرد لپیٹے دوسرا ہاتھ اسکے سر کے پیچھے رکھتے ہوئے وہ اپنی پوری شدت سے ان لبوں کا جام پینے میں مصروف تھا۔۔گلالئ سرخ ہوتے گالوں سے اپنے ہونٹوں پہ اسکا لمس برداشت کرنے لگی،وہ شدت سے بھرپور انداز میں اسکے ہونٹوں کو سک کر رہا تھا۔آج انداز میں اس روز سے کئی زیادہ جنونیت تھی جب گلالئ نے زینت کو جیلس کروانے کے لئے اسے اپنے قریب آنے کی اجازت دی تھی۔۔

احان شاہ اسکے لبوں پہ جھکے ہی اچانک سے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے اسکا سر تکیے پہ گراتا پہلے سے بھی زیادہ جنونیت سے ان ہونٹوں کو چومنے لگا۔۔ گلالئ کی سانسیں بری طرح سے بکھر رہی تھیں، وہ مسلسل اسکی قمیض کے کالر پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتی اسے ہوش کروا رہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی اسے اچانک سے کیا ہوا ہے، وہ فون پہ کسے گالیاں دے رہا تھا لیکن اسکا کس کرنے کا انداز چیلنجنگ سا لگ رہا تھا۔ احان شاہ کا ہاتھ اسکے سر سے سرک کے اسکے گال پہ آیا تھا، لمحہ بالمحہ لمس میں پہلے سے زیادہ جنونیت کا عنصر شامل ہو رہا تھا۔ گلالئ نے زبردستی اپنا سر تکیے پہ پٹکتے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانے چاہے تھے جب وہ انہیں سختی سے چومنے لگا۔ وہ کسی صورت ان لبوں کو اپنے ہونٹوں کی قید سے آزاد نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اسکا جان لیوا انداز گلالئ کی جان نکالنے کے لئے کافی تھا۔۔ وہ جو ہر کام میں اسکی اجازت لینے پہ دل میں خائف رہتی تھی اسکی اچانک سے یہ حرکت گلالئ کے لئے کسی شاک سے کم نہیں تھی۔ یاور جو اپنی نیلی سمندری آنکھوں سے کب سے ماں باپ کی طرف دیکھتا ماتھے پہ ننھے ننھے سے بل ڈالے ہوئے تھے، اچانک سے کسمسا کے رونے لگا۔ اسکے رونے پہ گلالئ نے زور زور سے احان شاہ کے کندھوں پہ ہاتھ مارے تھے لیکن احان شاہ پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا، گلالئ نڈھال ہوتے ہوئے اپنی مزاحمت ترک کر گئی۔ اسکے مزاحمت ترک کرنے پہ تضاد یاور کے مزید رونے پہ وہ بدمزہ ہوتا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی سرخ ہوتی ہری آنکھیں گاڑتا اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنی سانسیں چھوڑنے لگا۔۔ گلالئ نے آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھتے اسکا چہرہ خود سے دور کیا تھا، وہ اپنی سانسیں ہموار کرنے کی غرض سے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔ احان شاہ نے چہرہ ترچھا کرتے ہوئے یاور کو مصنوعی آنکھیں دیکھائی تھیں جس نے اسے ایک کس سکون سے نہیں کرنے دی تھی، اور زیادہ سلگانے والی بات یہ تھی کہ اسکے گلالئ سے دور ہونے کی دیر تھی جب وہ رونا چھوڑتے خود کو گھورتے باپ کی طرف ٹکر ٹکر دیکھنے لگا۔۔

یہ کیا حرکت تھی!؟۔۔۔۔۔۔۔ گلالئ اپنی سانسیں ہموار کرنے کے بعد غراتی ہوئی احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔ احان شاہ جو یاور کو گھورتا اپنے مزید امڈتے جذبات پہ قابو پا رہا تھے، گلالئ کے غرانے پہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ہونٹ بری طرح سے رگڑ کے صاف کر رہی تھی، اسکی یہ حرکت احان شاہ کے انگ انگ میں آگ بھڑکا چکی تھی لیکن وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، وہ شاید اسے مزید سننا چاہتا تھا۔۔

آپ اپنی بات سے کیسے پلٹ سکتے ہیں؟۔۔۔۔وہ تکیے سے سر اٹھاتی کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کرتی مزید دھاڑی۔۔احان شاہ اسکے دھاڑنے کی پرواکئے بغیر اسے سہارا دے کے بٹھانے والا تھا جب وہ اسکے ہاتھ خود سے دور کر گئی۔

بناوقت اور صورتحال کے آپ کی اس حرکت کا میں کیا مطلب سمجھوں؟ آج بنا اجازت لئے ہونٹ چھوئے ہیں کل کو جسم چھوئیں گے؟ کہاں گئی آپ کی اجازتیں؟ کہاں گئے وہ ڈائیلاگ؟۔۔۔گلا لئی کڑوے الفاظ کا استعمال کرتی اسے تکلیف دے رہی تھی۔احان شاہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ حیران تھا! اسے امید نہیں تھی وہ اتنا شدید ریکشن دے گی نہ ہی اسکا خود اسکے لبوں کو چھونے کا ارادہ تھا،وہ تو صرف کاظم شاہ کے بھڑکانے کی وجہ سے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ یہ حرکت انجام دے گیا تھا اور کونسا اسکے حویلی لوٹنے کے بعد پہلی دفعہ اسکے لبوں کو چھوا تھا؟ احان شاہ کے کے پاس دینے کو بہت سے جواب تھے لیکن وہ خاموشی سے زبان بند کئے اسے سن رہا تھا۔۔

آپ نے ثابت کیا ہے آپ آج بھی روایتی مرد ہیں!۔۔۔وہ سر جھٹک کے استہزایا انداز میں بولتی پھر سے اپنے ہونٹ رگڑ رہی تھی۔احان شاہ کچھ دیر تک اسکی یہ حرکت دیکھتا رہا،اسے ڈر تھا وہ اپنے غصے پہ قابو کھوتا ایک دفعہ پھر ان ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور اس وقت اس پہ رحم بھی نہیں کھائے گا اسی لئے ضبط کرتا ہوا جلدی سے بیڈ سے نیچے اتر گیا۔۔

اب نگاہیں چرا کے کیوں جا رہے ہیں؟ آپ نے کیا سوچا تھا لالا ایک مہینے کے لئے اسلام آباد سے گئے ہیں تو آپ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں؟۔۔۔اسے اپنا فون اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتے دیکھ کے وہ مزید غرائی۔۔وہ جو اسکے منہ سے اسکے لالا دھمکیاں سن کے ہمیشہ مسکرا دیتا تھا یہ طنز بری طرح سے دل میں چبا تھا۔۔

ہاں! جو تم سوچ رہی ہو ایسا ہی ہے! بالکل ایسا ہی ہوں میں! آج بھی ایک روایتی مرد ہوں! آج بھی صرف تمہارے جسم سے محبت ہے! اور کچھ؟ مزید بولو؟ میں مزید سننا چاہتا ہوں؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سرد سانس کھینچتا متوازن لہجے میں بولتا سینے پہ ہاتھ باندھ گیا۔احان شاہ کے اس جواب پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتی خاموش ہو گئی۔

پچھلے دنوں تمہاری کیئر کے بھی ڈرامے کر رہا تھا! تمہاری فکر میں تمہارا لباس تبدیل نہیں کرواتا تھا اصل مقصد صرف تمہارے جسم کو چھونا تھا! اور نہ ہی تمہاری فکر میں پاگل ہو کے تمہیں باتھروم تک لے کے جاتا تھا وہ سب تو

صرف تمہارا جسم دیکھنے کے لئے کرتا تھا! کیا نتیجہ ہونا چاہئیے اب مجھ جیسے غلیظ مرد کا؟ کیا فیصلہ کرتی ہو میرا؟ اٹھاؤ فون اور ملاؤ اپنے لالا کو کال! اسے بتاؤ میں تمہارے ساتھ زبردستی کرتا ہوں! تمہیں اپنی حرکتوں سے مینٹل ٹارچر کرتا ہوں! ابھی اسلامباد میں ہو گا! تمہارے اتنے سے جملے پہ زیادہ سے زیادہ کیا کر لے گا؟ واپس آ کے میرے سینے پہ بندوق رکھ لے گا؟ رکھنی بھی چاہئیے! مجھ جیسا انسان اسکی بندوق کی گولی کے لائق ہے! ۔۔۔ احان شاہ کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا لیکن آواز درمیانی تھی۔۔ اسکے اس تفصیلی جواب پہ گلالئ پہ گھڑوں پانی پڑا تھا۔ وہ نگاہیں جھکا گئی۔۔

صرف یہی نہیں! اور سنو!! ابھی غلط مقصد کے لئے تمہارے قریب آیا تھا! اگر تم نہ روکتی تو یہ چادر تو دور شاید تمہارے وجود پہ اب تک یہ لباس بھی باقی نہ ہوتا! میرے جیسی گھٹیا سوچ ہو سکتی ہے کسی شوہر کی؟۔۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ احان شاہ کھوکھلی سی ہنسی ہنس کے بولتا سر جھٹکتے ہوئے تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا، سارا غصہ جس پہ کب سے ضبط کیا ہوا تھا ایک دم دروازے پہ نکالتے اس قدر زور سے بند کیا تھا کہ گلالئ کو لگا وہ دروازہ اگلے ہی پل گر کے زمین بوس ہو جائے گا۔ یاور اور یسریٰ کا ڈرنا بے ساختہ تھا۔ دروازہ بند ہونے کی اتنی بلند آواز پہ دونوں سہم کے رونے لگے۔۔ ان دونوں کو ایک ساتھ روتے دیکھ کے وہ روہانسی ہوئی تھی۔۔ وہ جانتی تھی وہ جان بوجھ کے اس طرح کے الفاظ بول کے گیا ہے۔ وہ اچانک ہی اتنا شدید ریکشن دے گئی تھی جس پہ اب خود بھی پچھتا رہی تھی۔ اسکا انداز ہی اس قدر جان لیوا اور شدت سے بھرپور تھا کہ وہ مزاحمت میں ناکام ہوتی تپ چکی تھی، وہ اسکی حالت کی پروا کئے بغیر اتنی دیر تک اسے کس کرتا رہا تھا۔ یاور اور یسریٰ کو اکھٹے روتے دیکھ کے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ دونوں میں سے پہلے کسے اٹھائے؟ وہ ایک کو سنبھالتی تھی تو وہ دوسرے کو اٹھا کے چپ کروا دیتا تھا لیکن وہ تو جا چکا تھا، اب اسے خود ہی اپنے دونوں بچے سنبھالنے تھے۔

یار ایزل آج رہنے دو! پھر کسی دن چلی جانا! ازمیر کا فیور پہلے ہی بہت مشکل سے کم ہوا ہے یہ نا ہو آج پھر سے فیور ہو جائے!!۔۔۔ ارزم شاہ فکرمندی سے بولتا اسکے بازوؤں میں موجود ازمیر کو اٹھا کے اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا۔ اسکا بخار اب پہلے سے کم تھا۔

نہیں لالا! مجھے لگتا ہے کچھ دیر اسلامک سینٹر جاؤں گی تو یہ وہاں سب سے مل کے کچھ بہتر فیل کرے گا! ورنہ حویلی میں پورا پورا دن تنگ کرتا رہتا ہے! تھوڑا سا ماحول چینج ہو گا!۔۔۔۔۔ ایزل شاہ کا لہجہ التجائیہ تھا۔

چلو ٹھیک ہے! جیسے تمہیں بہتر لگے! گاڑی میں بیٹھو، ذی بھی بس آتی ہو گی!!۔۔ ارزم شاہ اسے نرمی سے جواب دیتا ازمیر شاہ کا چہرہ پیار سے چوم رہا تھا۔ ایزل ہاں میں سر ہلاتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی، اپنا چہرہ وہ پہلے ہی ڈھک چکی تھی جب ارزم اور ذائشہ کے یونیورسٹی جانے کا سن کے نیچے آئی تھی تاکہ ارزم راستے میں ہی اسے اسلامک سینٹر ڈراپ کر دے۔۔

چاچو کا شہزادہ اتنا خاموش کیوں ہے؟۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکا چھوٹا سا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کے ازمیر شاہ کو پیار سے مخاطب کر رہا تھا جب اسے سامنے سے ہی ذی بے بی آتی دیکھائی دی تھی۔ وہ چادر کی بجائے عبایئے میں ملبوس تھی۔ ارزم شاہ نے اسے پھر سے عبایئے گفٹ کرنے شروع کر دیئے تھے، وہ آئے روز اسے نئے نئے سٹائل کے عبایئے گفٹ کرتا تھا، لیکن عبایئے کافی لوز ہوتے تھے، عبایئے ایسے نہیں ہوتے تھے جو جسم کے ساتھ چپک کے پہننے کا مقصد ختم کر دیں۔۔

ارزم شاہ نے اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتے آگے بڑھتے ہوئے اسکے لئے گاڑی کی پیسنجر سیٹ کا دروازہ اوپن کیا تھا۔۔۔۔ ذائشہ خان بنا بحث کئے جھجکتی ہوئی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گئی، ویسے بھی اگر بحث کر لیتی تو اس نے کونسا جیت جانا تھا؟ اسی لئے ایزل کے سامنے اسکی بے باک باتوں سے بچنے کی خاطر اچھے بچوں کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ نیو سمسٹر سٹارٹ ہو گیا تھا، وہ دونوں آج یونہی یونیورسٹی جا رہے تھے تاکہ کلاسس کا پتا وغیرہ لگا سکیں! اسکے آرام سے بیٹھنے پہ وہ مسکراہٹ دباتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

لائیں لالا ازمیر کو مجھے دے دیں! آپ آرام سے ڈائیونگ کریں! ۔۔۔ ارزم کو یوں ازمیر کو اپنی گود میں بٹھا کے گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کے ایزل مسکرا کے بولی ساتھ ہی مسکرا کے ذائشہ کو بھی دیکھا تھا۔۔

نہیں! میرا شہزادہ میرے پاس رہے گا! ہے نا چاچو کی جان؟۔۔۔ ارزم شاہ چھوٹے سے ازمیر کے پھولے گال پیار سے چومتا ایزل کو نرمی سے جواب دیتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرتا حویلی سے ان سے بھگا لے گیا۔ ذائشہ نے شکر کیا تھا

گاڑی میں ایزل تھی ورنہ وہ رات سے اسے جن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کوئی بعید نہیں تھی اگر وہ اسکے ساتھ گاڑی میں اکیلی ہوتی تو وہ اسکی جان لبوں پہ لے آتا۔۔

ان کی حویلی میں ان کے کمرے میں واپس آگئی ہوں اماں! کیا یہ کافی نہیں ہے؟۔۔۔وہ زرتاج اماں کے سمجھانے پہ ہمیشہ والا جواب دیتی انہیں بھیگی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔اس نے رات میں ہوئی اپنی اور احان شاہ کی جھڑپ انہیں نہیں بتائی تھی،وہ ہمیشہ کی طرح خود ہی اسے سمجھا بجھا رہی تھیں۔۔

دیکھو بیٹی جب ایک فیصلہ لیا جاتا ہے تو اس فیصلے کو مکمل طور پہ اپنانا چاہیئے نہ کہ خود کو اور مقابل کو یوں دو کشتیوں پہ سوار رکھو! اگر زیادتی تمہارے ساتھ ہوئی ہے تو زیادتی اس کے ساتھ بھی ہوئی ہے! وہ بچپن سے شاہ بی بی کا لاڈلا تھا، ماں کے مرنے کے بعد اور زیادہ لاڈلا ہو گیا۔اب تم خود سوچو، جس عورت نے اس کے اتنے لاڈ اٹھائے ہوں کیا وہ اسکی باتیں فراموش کرتا؟ وہ اسکے لئے ماں برابر تھیں! کوئی بھی وفادار بیٹا بیوی کے آنے کے بعد ماؤں کو اتنی جلدی نہیں بھول جاتا! اگر بھول جائے تو سمجھ جائے جو اپنی ماں کا سگا نہ ہو سکا وہ تمہارا سگا کیا ہو گا؟ وہ چاہے ضدی تھا، بڑوں کے فیصلے اپناتے ہوئے اپنی ضد لگاتا تھا لیکن آخر میں وہ ان کے فیصلے مان بھی جاتا تھا! اس نے ہمیشہ اپنے اپنوں کی قدر کی ہے، لیکن اس کے اپنے اسکی قدر نہ کر سکے جس طرح وہ تمہاری قدر نہ کر سکا! تم دونوں کا حال ایک سا ہے! نہ وہ پورا گنہگار ہے اور نہ تم پوری مظلوم ہو! دیکھا جائے تو" شاہ "والی غلطی تو تم نے بھی دہرائی تھی؟ شاہ بی بی کی تمام پرانیاں زیادتیوں کو بھلا کے تم ان کے کچھ پل کے میٹھے رویے پہ موم بن جاتی تھی؟ پھر شاہ کے سامنے بیٹھ کے اسکی شاہ بی بی کی تعریفوں کے پل باندھتی تھی! کہ وہ تیرے ساتھ کتنی اچھی ہیں! اب اس میں پورا قصور اس کا بھی نہیں ہے! جب اسکی بھولی بیوی اسکے سامنے بیٹھ کے اسکی دادی کی بڑھا چڑھا کے تعریفیں کرے گی تو کیا اسے اپنی دادی پہ زیادہ پیار نہیں آئے گا؟ گلے تو اپنی معصومیت میں رہی اور وہ عورت تجھے ڈس گئی! وہ تو پورا دن حویلی سے باہر ہوتا تھا! دن میں ایک آدھ دفعہ حویلی آتا تھا؟ وہ نہیں جانتا تھا اسکے جانے کے بعد کیا کیا ہوتا رہتا ہے! ہاں مانتی ہوں وہ کانوں کا کچا تھا لیکن اسے کانوں کا کچا تیری معصومیت نے بنایا! لوگ تیری معصومیت کا فائدہ اٹھا کے تم دونوں کو الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے! کہیں نہ کہیں تیری معصومیت بھی اس سب کی زمہ دار ہے! میں تجھے عقل دیتی تھی شاہ بی بی کی

باتوں میں مت آلیکن تو میری سننے کی بجائے اپنے نرم دل کی سنتی تھی! شاہ نے جس روز تجھے شاہ حویلی سے نکالا تھا تیری آواز اپنے حق کے لئے اتنی بلند کیوں نہیں ہوئی کہ سب خاموش ہو کے تجھے سننے پہ مجبور ہو جاتے؟ تو نے ہمت کر کے اس نگہت کو رکھ کے کیوں نہیں لگائی تھیں؟ وہ حویلی کی ملازمہ ہوتے ہوئے تجھ پہ الزام لگا گئی اور تو حویلی کی بہو ہوتے ہوئے خاموش رہی؟ تجھے اس حویلی کی بہو بننا نہیں آیا! تو صرف خیالات یا خوابوں کی دنیا میں گم رہی! اس وقت چیختی چلاتی! بولتی کہ ثابت کر یہ زہر میں نے دیا ہے تو اس حویلی سے جانے کی بجائے ساری زندگی کے لئے شاہ کی زندگی سے چلی جاؤں گی! لیکن تو خاموش رہی! جب تو سچی ہوتے ہوئے بھی اپنے حق میں نہ بول سکی تو دوسروں سے یہ امید کیوں لگاتی ہے کہ وہ تیرے حق میں بولیں گے؟ تیرے بنا کہے سب سمجھ جائیں گے؟ جس روز شاہ نے تجھے حویلی سے انیکسی کا رخ کروایا غلطی تیری بھی تھی تو سید احان شاہ کی بیوی تھی لیکن اسکی طرح کا رعب و دبدبہ نہ اپنا سکی! اپنا حق استعمال کرتے ہوئے اسکی طرح کی دو دھاڑیں لگاتی پھر میں دیکھتی کون نکالتا تجھے اس روز حویلی سے؟ پھر آجا اس سے دو ماہ کے بعد کی بات پہ! تو سننے میں آتا ہے بشارت علی کی لاش ان تمام ملازموں کے لئے عبرت کا نشان بنائی گئی تھی؟ اس روز بارش کا موسم تھا شاید تجھے یاد ہو گا؟۔۔۔۔۔۔۔۔زرتاج اماں سنجیدگی سے بولتی جا رہی تھیں اور وہ آنکھوں میں آنسو لئے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا یا شاید وہ کچھ سمجھنا نہیں چاہتی تھی؟

تو دو مہینے حویلی نہیں گئی! تو نے اور شاہ نے دو ماہ ایک دوسرے کو انا دیکھائی؟ یہ انا کی دیوار بعد میں بیچ میں نہ آتی اگر تو یہی انا اس روز دیکھا لیتی جس روز اس نے تجھ پہ ہاتھ اٹھایا تھا!! میں پوری طرح سے نہیں جانتی اس رات حویلی میں کیا ہوا تھا؟ میں اس روز اپنی سہیلی کے ہاں میلاد پہ گئی تھی! جب تیز بارش شروع ہو گئی تو مجھے کچھ دیر وہاں رکنا پڑا لیکن رات میں تیرے ڈرنے کے خیال کو سوچ کے میں اپنی سہیلی کی سنے بغیر بارش میں نکلتی کوئی رکشہ یا ٹیکسی ڈھونڈنے لگی! رات کے وقت تیز بارش میں یہ دونوں چیزیں ڈھونڈنا مشکل تھیں! کچھ دیر بعد میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا! مجھے کوئی ہوش نہیں تھا میں کہاں ہوں! مجھے کون اٹھا کے اسپتال لے کے آیا! میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تو بولتی ہے تجھے جنگل میں چھوڑ دیا گیا اور وہ تجھے ڈھونڈنے نہ آیا؟ اسے تیری پروا نہیں تھی؟ یا شاید وہ اس روز بھی اپنی شاہ بی بی کے پاس موجود ہو اور تجھے بھول گیا ہو؟ جا پوچھ حویلی کے ایک ایک ملازم سے کہ اس رات اسکی کیا حالت تھی! اسکی

گرجدار دھاڑوں سے اس روز ہویلی لرز اٹھی تھی! کیا تجھے کسی ملازمہ نے نہیں بتایا اس رات اس نے سفیر خان کو اس قدر سفاکی سے قتل کیا تھا کہ کوئی اس کی لاش نہ پہچان سکتا! سفیر خان وہی نامرد دود جو تجھے چند پیسوں کے عوض جنگل چھوڑ کے آیا تھا! جا ملازموں سے جا کے اسکی دیوانگی کا عالم تو پوچھ؟ جا پوچھ حویلی کے ملازموں سے وہ جو ہر کسی کو اپنے روعب کے نیچے رکھتا تھا! ہر کسی کا لحاظ بھلائے تیرے لئے کتنی دفعہ اپنے باپ کے سینے سے لگ کے رویا تھا!! میں اسپتال میں تھی کبھی میرے پاس چکر لگاتا کیونکہ میں تیری ماں تھی تو کبھی گن چکر بنا تجھے ڈھونڈتا رہتا۔۔ جب اسے پتا چلا تھا سفیر خان تجھے کسی جنگل میں چھوڑ کے آیا تھا اس نے ہر جنگل چھان مارا لیکن تو نہ ملی کیونکہ تو ایک میجر کے پاس تھی! اس میجر کے پاس جو اسکے سگے بھائی کا جگری یار تھا تو ایسے میں تو وہ پورا پاکستان چھان مارتا لیکن میجر کا گھر چھوڑ دیتا! اس کے گھر تیری تلاشی کیوں لینے جاتا؟ اسے الہام ہوا تھا تو کس جنگل میں ہے اور پھر کس طرح سے وہاں سے آزاد کروائی گئی ہے؟ اگر وہ کہیں تیرے ساتھ زیادتی کر گیا تو تیرے پہ عنائیت بھی کم نہیں کی گلے! خاندان میں ہر خوبصورت لڑکی کا رشتہ ہوتے ہوئے بھی وہ تیرا اور اسکا نکاح نہیں بھولا تھا! ہاں مانتی ہوں بہت مغرور تھا، زبان سے اقرار نہیں کرتا تھا لیکن جب حق جتانے پہ آتا تھا تو تیری زبان تالو سے چپکا دیتا تھا! کوئی اس جتنا مغرور اور امیر باپ کی اولاد ہوتی تو میں دیکھتی کیسے وہ ایک نوکر کی بیٹی سے کیا گیا نکاح ہمیشہ یاد رکھتا؟ حقیقت تو کوئی نہیں بدل سکتا؟ اسماعیل خان نے اس وقت جن بھی حالات میں غداری کی تھی وہ حقیقت بھولنا کوئی عام بات نہیں تھی گلے؟ لیکن اس نے سب سے لڑ کے تجھے اپنی ہویلی میں بیوی کا مان دیتے ہوئے متعارف کیا! اس نے جب تجھے سید احان شاہ کی بیوی کے نام سے متعارف کروایا تھا تو تو نے اس جیسا انداز کیوں نہیں اپنایا تھا؟ کہ کوئی دیکھتے ہی کہتا ہوں یہی سید احان شاہ کی بیوی ہے! اس کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی؟ تو دبنگ کیوں نہ بنی؟ کیوں معصومیت کے چکروں میں ماری گئی؟ عورت اپنی قصوروار کہیں نہ کہیں خود بھی ہوتی ہے لیکن ماننے سے خار کھاتی ہے! میں کچھ مہینے کوما میں رہی کیونکہ چوٹ دماغ پہ لگی تھی۔۔ میں جتنے ماہ کوما میں رہی وہ ہر روز میرے پاس آتا رہا! میرے آدھ موئے وجود کو دیکھ کے پاگلوں کی طرح تیری باتیں کرتا رہتا! یہ صرف میں جانتی ہوں اس نے ان مہینوں میں تجھے کتنا یاد کیا تھا! میں جب کوما سے واپس آئی تو مجھے حویلی لانے کی بجائے اپنے کسی خوبصورت گھر میں لے آیا! مجھے اس گھر کی مالکن بنا دیا! گھر زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن مجھے بہت پیارا تھا! کہتا تھا آپ اور آپ کی وفائیں اس حویلی کے لائق نہیں ہیں! مجھے اپنا بیٹا بنا

لیں ویسے تو میں بھی آپکا بیٹا بننے کے لائق نہیں ہوں؟ لیکن کوشش کر سکتا ہوں؟ وہ اپنی کوششوں سے میرے لئے بیٹے سے بڑھ کے ہو گیا گلے! کوئی ایسا پل نہیں تھا جب مجھے اس کی ضرورت ہو اور وہ میرے پاس موجود نہ ہو! اگر تیری ماں آج زندہ ہے تو صرف اس انسان کی کوششوں سے! ! اس نے میرے علاج پہ پیسا پانی کی طرح بہایا تھا! کہتا تھا آپ میری گل کی ماں ہیں! مجھے بہت پیاری ہیں! اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا اور اگر خود کو معاف نہ کر سکا تو وہ کیا معاف کرے گی؟۔۔۔زرتاج اماں نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے احان شاہ کے بارے میں مزید بتا رہی تھیں۔ وہ بنا کچھ بولے صرف خاموشی سے انہیں سنتی جا رہی تھی۔

آپ مجھ سے زیادہ ان کی سائیڈ لے رہی ہیں اماں! آپ کو مجھ سے زیادہ وہ پیارے ہو چکے ہیں؟۔۔۔وہ روتے ہوئے شکوہ کرنے لگی۔

تم دونوں میرے بچے ہو! دونوں کی میرے دل میں ایک الگ جگہ ہے! اگر اس کے بارے میں مزید کچھ بتاؤں گی تو شاید تو اپنے الٹے دماغ سے سوچے کہ یہ سب اس نے مجھے تجھ سے کہنے کو بولا ہے لیکن ایسا نہیں ہے اس نے آج تک مجھ سے گزارش نہیں کی کہ میں تجھے یہ سب بتا کے تیرا دل نرم کرنے کی کوشش کروں! بلکہ وہ ہمیشہ مجھے منع کرتا تھا۔ کہتا تھا دل نے جب نرم ہونا ہو خود ہی ہو جاتا ہے! اگر اسے زبردستی نرم کروایا جائے تو وہ نرم ہونے کی بجائے مزید سخت ہو جاتا ہے! میں نہیں چاہتا میں کبھی اس کے دل سے اتروں! ۔۔۔زرتاج اماں اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اب اپنی باتوں کا اختتام کر رہی تھیں۔۔

شاہ نظر نہیں آ رہا صبح سے؟۔۔۔۔۔۔زرتاج اماں صبح نو بجے سے اسکے کمرے میں موجود تھیں، اس وقت دوپہر کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے، انہوں نے احان کو صبح سے حویلی نہیں دیکھا تھا۔۔ابھی گلالئی رات کے تمام مناظر یاد کرتی تذبذب کا شکار ہوتے کچھ بولتی جب کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ دونوں نے چہرہ اٹھا کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔۔

السلام علیکم اماں! !۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے سنجیدگی سے انہیں سلام کیا تھا۔

وعلیکم السلام بچے! کیا حالت بنائی ہوئی ہے؟۔۔۔۔۔۔وہ اسکی ملگجی سی حالت دیکھتی فکر مندی سے پوچھنے لگی۔ اسکی سفید شلوار قمیض اس وقت شکن ذدہ تھی۔ آنکھوں میں رت جگے کی سرخی واضح تھی، بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے، وہ رات سے ابھی حویلی میں آیا تھا، گلالئی نے کن اکھیوں سے اسکا جائزہ لیا تھا۔

شاور لینے جارہا ہوں! گلالئی تم تیار ہو جاؤ ہمیں آج ڈاکٹر کے پاس جانا ہے! یاد ہے نا؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ نرمی سے زرتاج اماں کو جواب دیتا ایک نظر گلالئی کی طرف دیکھ کے اسے بھی مخاطب کرتا اسکا جواب سنے بغیر الماری سے اپنے کپڑے نکالتا باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔ گلالئی اسکے طرز تخاطب پہ حیران ہوتی اسے تب تک دیکھتی رہی تھی جب تک وہ واشروم میں بند نہیں ہوا تھا۔ شادی کے بعد آج شاید پہلی دفعہ اسے گل یا گلِ جاناں بولنے کی بجائے گلالئی بولا تھا۔۔

آج تم جان سے جاؤ گے کاظم شاہ! بلکہ صرف تم ہی کیوں؟ تم سب حویلی والوں کی جان آج میں اپنے طریقے سے نکالوں گا! میرا راستہ تو تم سب نے خود بخود صاف کیا ہے! ہاہاہا میرا آدھا کام تو تم بے وقوف لوگوں نے خود کر دیا ہے!!۔۔۔۔وہ شیطانی قہقہ لگاتا کاظم شاہ سے خیالات میں مخاطب از میر شاہ کی تصویر پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

چچ چچ!! تمہیں کیا لگا تھا؟ میں اتنی آسانی سے وہ بے عزتی بھول جاؤں گا؟ اتنی جلدی راستے الگ کر لوں گا؟ ہاہاہا! آج تمہاری بیوی اور تمہارے بیٹے کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا!! خود تو تم آسٹریلیا جا کے بیٹھ گئے! دونوں میجر اسلامباد سے غائب ہیں! وزیرِ دفاع صاحب اسپتال میں بیوی، بچوں کو لے کے گھوم رہے ہیں تو چھوٹے شاہ صاحب اپنی بیوی کے ساتھ یونیورسٹی پڑھنے گئے ہیں تاکہ وہاں پڑھنے کی بجائے دوسروں کی ہڈی پسلی توڑ کے باپ کا نام پہلے سے زیادہ روشن کر سکے!! ۔۔۔۔۔۔۔۔اب کی بار خباثت سے بھرپور قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔

اب پیچھے کون رہ گیا؟ پیچھے رہ گئی تمہاری نازک سی بیوی اور تمہارا خوبصورت سا بیٹا جن دونوں میں تمہاری جان بستی ہے! آج میں تمہیں بتاؤں گا جان نکلنا اصل میں کسے کہتے ہیں!! ہاہاہاہا۔۔۔

ایزل باہر آجاؤ! میں باہر گیٹ پہ ہوں!۔۔۔۔۔ایزل کو اسلامک سینٹر میں آئے ابھی ایک گھنٹہ بھی پورا نہیں ہوا تھا جب اسے کسی ان ناؤن نمبر سے یہ میسج موصول ہوا تھا۔ایزل اس میسج کو ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔وہ سمجھ نا سکی اسے کون میسج کر رہا ہے؟

?Who

ایزل نے مختصر سا ریپلائے دیتے میسج کرنے والی شخصیت کو جاننا چاہا تھا۔

ارزم ہوں! بیٹری ڈیڈ ہو گئی تھی اسی لئے دوسرے فون سے میسج کر رہا ہوں!۔۔۔۔۔۔۔۔ریپلائے فوراً سے آیا تھا۔۔

لیکن لالا اتنی جلدی لینے کیوں آگئے؟ آپ تو یونیورسٹی میں تھے نا؟۔۔۔ایزل ایک منٹ میں مقابل کی بات پہ یقین کر گئی۔۔

آج کوئی کلاس نہیں تھی! اسی لئے ہم جلدی واپس آگئے ہیں! تم ابھی ہمارے ساتھ ہی جاؤ گی یا کچھ دیر بعد لینے آ جاؤں؟۔۔۔۔مقابل نے پوری کوشش کی تھی،اسے یقین دلا سکے وہ ارزم ہی ہے۔۔

ابھی ہی آجاتی ہوں لالا کیونکہ ازمیر کو پھر سے فیور ہو رہا ہے! جاتے ہوئے اسکی میڈیسن بھی لے جائیں گے!۔۔۔۔۔۔ایزل اپنے سینے سے لگے ازمیر کا ماتھا چومتی فکرمندی سے بولتے ہوئے سب کو اللہ حافظ کہتی کلاس سے باہر نکلی تھی۔

اوکے جلدی آجاؤ!۔۔۔۔دوسری طرف سے مختصر سا ریپلائے موصول ہوا تھا۔ایزل کا دماغ اس وقت نا جانے کہاں الجھا ہوا جو وہ یہ تک نہ محسوس کر پائی کہ ارزم اسے کال کرنے کی بجائے ٹیکسٹ میسج کرنے میں مشقت کیوں کر رہا ہے؟ایزل اپنے سر اور چہرے پہ چادر درست کرتی ازمیر کو اپنے ساتھ لگائے ابھی اسلامک سینٹر سے باہر نکلی ہی تھی جب ایک بڑی سی گاڑی تیزی سے گیٹ کے باہر آکے کھڑی ہوئی تھی،ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا جب وہ گاڑی ایزل اور ازمیر کو اندر کی طرف کھینچتی فل اسپیڈ سے وہاں سے غائب ہو گئی۔گیٹ پہ کھڑے دونوں چوکیدار ہکا بکا ہوتے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے رہ گئے،انہوں نے اس اچانک افتاد پہ گاڑی کے ٹائرز پہ فائر کرنے چاہے تھے لیکن گاڑی کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ انہیں فائر کرنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط119(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

ہاہاہااور جانتی ہو یہ پول میرا فیورٹ ہے کیونکہ اس دن میں نے اسی جگہ پہ اس کمینے لکھانی کو پوری دنیا میں "کاکا" کے نام سے مشہور کیا تھا! اچھا بندہ تھا اللہ جہنم میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے! آمین!۔۔۔۔ارزم شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے ایک گھٹنہ فولڈ کر کے نیچے زمین پہ بیٹھتا پول کا پانی میں ہاتھ ڈالتا ذائشہ خان سے مخاطب تھا۔ آج اس نے اور ذائشہ خان نے پورا دن یونیورسٹی گھوم کے گزار دیا تھا۔ وہ دونوں یونیورسٹی گھومتے ان تمام پرانے لمحات کو یاد کر رہے تھے جو انہوں نے ایک ساتھ گزارے تھے۔

فیورٹ تو ہو گا؟ اس روز یونی کی تمام لڑکیوں نے شرٹ لیس بھی تو دیکھا تھا آپ کو؟۔۔۔۔۔ذائشہ خان کے لہجے میں جیلسی واضح تھی۔ ارزم شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دباتے اسکا اس روز والا ناراض سا چہرہ یاد کیا تھا۔

ہاہاہا نہیں! اتنا بھی فیورٹ نہیں ہے! اس سے زیادہ فیورٹ اپارٹمنٹ کا پول ہے کیونکہ اس میں ہمارا وہ واٹر رومانس میں کبھی نہیں بھول سکتا! دل کر رہا ہے ابھی تمہیں لے کے اس پانی میں گھس جاؤں! اور گھس بھی جاتا اگر یہ یونیورسٹی کی بجائے اپارٹمنٹ ہوتا! لیکن ہائے یہ ظالم سماج!۔۔۔۔ارزم شاہ سر جھٹک کے افسوس کرنے والے انداز میں بولتے ہوئے زمین سے کھڑا ہوا تھا۔ اس کی باتوں پہ ذائشہ خان کی لمبی گھنی مڑی ہوئی پلکیں لرزتی سجدہ ریز ہوئی تھیں۔ نقاب کے پیچھے چھپے گال گلابی سے سرخ ہوئے تھے۔

رات کو تو تم مجھ سے بچ کے کمرے میں غائب ہو گئی تھی لیکن آج تمہیں مجھ سے کون بچائے گا ذی بے بی؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسے کلائی سے پکڑ کے اپنے قریب کھینچتے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔ ابھی سوئمنگ پول ایریا میں کوئی بھی موجود نہیں تھا، سارا ایریا خالی پڑا تھا، یہاں زیادہ رش سپوٹس ویک کے دنوں میں ہی لگتا تھا۔

ک۔کلا۔۔کلاس۔۔م۔میں۔۔چل۔۔چلتے۔۔ہیں!۔۔۔وہ اسکے خطرناک ارادے بھانپتی سٹپٹا کے بولی ساتھ ہی اس سے فاصلہ بنانے کی غرض سے اس سے تھوڑا سا دور ہونا چاہا تھا جب وہ اسکے ہاتھ کی بجائے اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔

رائٹ! کسی خالی کلاس میں چلتے ہیں! کل کی وہ آدھی ادھوری کس میری تشنگی کم کرنے کی بجائے کئی گنا بڑھانے کا سبب بنی ہے! لمحہ بالمحہ گزرتے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے حلق میں کانٹے اگ رہے ہوں!۔۔۔۔وہ اسکی بات کو اپنے مطلب کا رنگ دیتا مسکراہٹ دبا کے سنجیدگی سے بولا۔۔ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی ۔۔ذائشہ سے کچھ بولا نہ گیا۔

اپارٹمنٹ چل کے رومانس کرنا پسند کرو گی یا یونی کی کسی خالی کلاس میں جا کے پرانی یادیں تازہ کریں؟۔۔۔۔۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ اسے چھیڑنے لگا۔ نکاح کے بعد کے تمام دن ذائشہ خان کی آنکھوں کے آگے لہرائے جب وہ اسے ہر خالی کلاس میں لے کے گھس جاتا تھا اور جب تک اپنی تشنگی نہیں مٹاتا تھا اسکی جان خلاصی نہیں کرتا تھا۔۔

ک۔کیسی۔۔با۔۔باتیں۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں؟!۔۔۔۔۔ذائشہ بھوکھلائی۔

میری ایسی باتوں کے جواب میں کبھی تو کوئی نیا سوال کر لیا کرو ذی ڈارلنگ؟۔۔وہ اسکے ہمیشہ والے سوال پہ ہولے سے ہنس کے بولتا اسے لئے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ذائشہ خان جھینپی۔۔

چلو کلاسس کو چھوڑو! وہ لفٹ سائیڈ والے روم میں چلتے ہیں! وہاں اکثر میں سپورٹس یونیفارم چینج کرنے جاتا ہوں! وہاں سکون سے ہمارا رومانس ہو سکتا ہے، کوئی ڈسٹرب بھی نہیں کرے گا!۔۔۔۔ارزم شاہ اس ایریے سے باہر جانے کی بجائے لفٹ سائیڈ کی طرف دیکھ کے پرسوچ انداز میں بولتا ذائشہ کو لئے اس روم کی طرف بڑھ گیا۔ذائشہ نے اپنی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلائیں۔۔

ک۔کوئی۔۔آ۔۔جائے۔۔گا۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اپنا آپ چھڑوانے لگی۔

کوئی نہیں آئے گا ذی ڈارلنگ! میرے ہوتے ہوئے ڈرنے کی فکر چھوڑ کے صرف رومانس پہ فوکس کیا کرو!!۔۔۔۔ وہ زیر لب مسکرا کے شدت پسندی سے بولتا اسے لئے روم میں داخل ہوا تھا۔ذائشہ خان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ دروازہ بند کر کے اسے دروازے کے ساتھ لگاتا نقاب کے اوپر سے ہی اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔ان ہونٹوں کو چھونے کی اس قدر بے تابی تھی کہ نقاب ہٹانا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔کمرے میں گھپ اندھیرا تھا کیونکہ ارزم شاہ نے روم کی لائٹس آن نہیں کی تھیں۔ذائشہ خان سہمتی ہوئی اسکی وائٹ شرٹ کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔اسکے نقاب کی وجہ سے ڈسٹرب ہوتے ارزم شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے دانتوں کی مدد سے اسکے نقاب کو

چہرے سے ہٹاتے اسکے گلابی ہونٹوں کو شدت سے اپنے لبوں کی گرفت میں لیتے اسکے گال پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ ذائشہ خان اس گھپ اندھیرے میں اسکا چہرہ بھی مشکل سے دیکھ پا رہی تھی۔ اس نے اسکا کالر جھنجھوڑتے ہوئے اسے ہوش دلانی چاہی تھی کہ وہ دونوں اس وقت حویلی یا اپارٹمنٹ میں نہیں بلکہ یونیورسٹی میں ہیں لیکن وہ اسکی مزاحمت کی پرواہ کئے بنا اس پہ جھکے رہا۔ ذائشہ خان نے اسکی سلور چین میں اپنی انگلی گھماتے اسے ذرا سا کھینچا تھا جس پہ ارزم شاہ نے پہلے سے زیادہ شدت سے اس کے ہونٹوں کو دبوچا تھا۔ ذائشہ خان کا دل بری طرح سے دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا، اسے ڈر تھا یہاں کوئی آ نہ جائے اور یہ ڈر اگلے ہی پل سچ ثابت ہوا تھا جب کلک کی آواز ان دونوں کے کان سے ٹکرائی تھی۔

مارے گئے!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جلدی سے اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتا لب دبا کے سرگوشی نما آواز میں بولتے ہوئے اسکے چہرے پہ نقاب درست کرتا اپنی پھولی سانسوں کو درست کرنے لگا۔ وہ اس کے بے حد قریب کھڑا اپنی سانسیں درست کرنے میں مصروف تھا جب اگلے ہی لمحے کمرہ روشن ہوا تھا۔ کسی نے لائٹس ان کی تھیں۔۔

?Who is here

کوچ کی دبنگ آواز سنتے ارزم شاہ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے لمبے لمبے سانس لیتے اپنی سانسیں ہموار کرتے ہوئے ذائشہ خان کی نم ہوتی آنکھوں میں دیکھا تھا، وہ شاید بہت ڈر چکی تھی، اپنی پھولتی سانسوں کو ہموار کرنے کی بجائے سانس روک چکی تھی پاگل۔۔ ارزم شاہ کا لمبا چوڑا وجود ذائشہ خان کو چھپائے ہوئے تھا، کوچ نے ابھی تک صرف ارزم شاہ کی چوڑی پشت دیکھی تھی، ذائشہ خان کو دیکھنے میں وہ ناکام ٹھہرے تھے۔۔

!Who are u? Turn your face

کوچ کی سخت آواز پہ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ مونچھوں تلے عنابی بھیگے ہونٹوں کو صاف کرتے اپنا چہرہ کوچ کی طرف ٹرن کیا تھا، وہ شاید ابھی ہی واشروم سے نکلے تھے۔ کوچ ارزم کو یہاں دیکھ کے حیران ہوئے تھے، وہ آج کافی مہینوں بعد اسے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، اسے یہاں دیکھ کے ان کے لب اپنے آپ مسکرائے تھے۔۔

السلام علیکم سر! کیسے ہیں آپ؟۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں احترام سے سلام کرتا ان کی طرف بڑھا تھا۔ ان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دیکھ کے کچھ سکون ہوا تھا۔

وعلیکم السلام بچے! کہاں غائب تھے؟ اتنا یاد کیا تمہیں!۔۔۔ کوچ خوشدلی سے بولتے اسکے ساتھ ہاتھ ملاتے اسکے بغلگیر ہوئے تھے جب ان کی نگاہوں ذرا فاصلے پہ دروازے کی ساتھ کھڑی عبایئے اور نقاب میں ملبوس لڑکی کی طرف اٹھی تھیں۔

نکاح تھا! سمسٹر فریز کروایا تھا!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ان سے الگ ہوتے ہوئے ان کی الجھی نگاہیں ذائشہ پہ محسوس کر چکا تھا اسی لئے فٹافٹ سے جواب دیا تاکہ وہ اسے دیکھ کے کچھ غلط نہ سوچیں، جبکہ ذائشہ خان مسلسل نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔

تو چند دنوں کی چھٹی لے لیتا؟ سمسٹر فریز کروانے کی کا ضرورت تھا! اور یہ بیٹی کون ہے؟۔۔۔۔۔ کوچ اسکا کان کھینچتے ہوئے اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا کے بولے۔

یار کان تو چھوڑیں! ! کیوں میری منکوحہ کے سامنے میری ریٹنگ گرا رہے ہیں!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ منہ پھولا کے بولتا ان سے اپنا کان آزاد کروانے کی کر رہا تھا، وہ اکثر سپورٹس میں حصہ لیتا تھا، اسکی اور کوچ کی کافی بنتی تھی۔۔

نکاح میں کیوں نہیں بلایا۔۔۔۔۔ کوچ نے اسکی بات پہ کان نہ دھرتے ہوئے دانت پیس کے اگلا سوال داغا تھا۔

ذائشہ خان جو کب سے ڈری ہوئی تھی ان کی نوک جھوک پہ ہیزل آنکھیں پھیلا کے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

آپس کی بات ہے نکاح پہ تو میں نے اپنے باپ کو بھی نہیں بلایا تھا!! ہاہاہا۔۔ شادی پہ پوری یونیورسٹی کو بلاؤں گا! پکا!! اب تو کان چھوڑ دیں یار! ۔۔۔ ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے انہیں اپنے پہلے جملے سے حیران کیا تھا، وہ اسی حیرانی کے زیر اثر اسکا کان چھوڑ کے اسے گھورنے لگے۔

مطلب تم نے یہاں بھی غنڈہ گردی دیکھا کے اس بیٹی کو کڈنیپ کر کے نکاح کیا تھا؟۔۔۔ کوچ خود سے تانے بانے بنانے لگے، ان کے اس اندازے پہ ارزم شاہ کا دلکش قہقہ پھر سے روم میں بلند ہوا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔ نہیں! لمبی سٹوری ہے فرصت سے سناؤں گا! آخر کو میرے بیسٹ فرینڈ جو ہیں آپ!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ آنکھ دبا کے بولتا اب کنفیوز سی ذائشہ خان کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنے گلوز میں مقید ہاتھ ایک دوسرے میں الجھا کے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔۔

یہاں کیا کر رہے تھے؟۔۔۔۔۔ کوچ کے اس سوال پہ ذائشہ خان کی سانسیں پھر سے اٹکی تھیں۔

آ۔۔۔ آپ۔۔۔سے ہی ملنے آیا تھا! ۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے کان کھجھاتے ہوئے جلدی سے بہانا گھڑا تھا۔اب انہیں کیا بتاتا رومانس کرنے آیا تھا؟

اوو!! رئیلی ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کوچ نے اسے زو معنی نگاہوں سے دیکھتے اس پہ طنز کیا تھا جس پہ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتا اپنی مسکراہٹ روکنے لگا۔۔

یہاں آؤ بچے!!۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو مشتوق نگاہوں سے گھورنے کے بعد کوچ نے نرمی سے ذائشہ کو مخاطب کیا تھا۔ وہ کنفیوز سی ان کی طرف دیکھتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے کو بڑھی۔ان کے پاس آ کے کچھ فاصلے پہ کھڑی ہو گئی۔ارزم شاہ اسے پیار سے دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں ناراضی کی جھلک واضح تھی،وہ یقیناً اس اچانک پیش آتی صورتحال کی وجہ سے ناراض ہوئی تھی۔

یہ کمینا تنگ تو نہیں کرتا تمہیں ؟۔۔۔۔۔۔کوچ ایک نظر ارزم شاہ کو گھورنے کے بعد ذائشہ خان کے سر پہ ہاتھ رکھتے نرم لہجے سے بولے۔۔ جس پہ ذائشہ خان نے نہ میں سر ہلانے کے بعد زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔اسکی اس چالاکی پہ ارزم شاہ اسے دیکھ کے رہ گیا جبکہ کوچ نے پھر سے اسکا کان کھینچا تھا۔۔

اب اگر تنگ کرے گا تو پھر سے مجھے بتانا! اسکے یہ کان جڑ سے اکھڑ دوں گا!۔۔۔۔۔۔۔کوچ کا لہجہ روعب دار ہوا تھا۔

بس کر دیں یار! پہلے ہی اسکے لالا سے تنگ تھا میں! (سالا) میجر گلے پڑ گیا ہے اور اب آپ بھی اسکی سائیڈ پہ ہو رہے ہیں!۔۔۔ارزم شاہ منہ پھولا کے کوچ سے مخاطب تھا،جو دریاب شاہ کے ہم عمر تھے۔۔اسکے یوں منہ پھولانے پہ کوچ بے ساختہ ہنس دیئے جبکہ ذائشہ خان تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔۔

م۔میں۔۔کلاس۔۔میں۔۔ چلتی۔۔ہوں!۔۔۔ذائشہ خان معصومیت سے لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ان کاموں کے لئے یونیورسٹی ہی ملی تھی تمہیں؟۔۔۔ذائشہ کے جانے کے بعد کوچ نے رکھ کے ارزم شاہ کے کندھے پہ مکا جڑتے اسکی کلاس لی تھی،وہ کچھ دیر پہلے ذائشہ اور ارزم کی بے حد نزدیکی نوٹ کر گئے تھے لیکن ذائشہ کے سامنے لہجہ ہلکا پھلکا سا رکھا تھا۔

آہہ!! میں نے کیا کیا ہے؟ کل اس فسادن کٹی نے ڈسٹرب کر دیا تھا اور آج آپ۔۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ کراہتے ہوئے غائب دماغی سے اپنا جملہ مکمل کر تا جب کوچ کو اپنی طرف گھور تا پا کے جلدی سے زبان کو بریک لگا گیا۔

میری منکوحہ ناراض ہو گئی ہے! چلتا ہوں!۔۔۔ وہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے اب کوچ کی گھورتی نظروں سے اوجھل ہونا چاہ رہا تھا۔

تمہاری وجہ سے بچی کتنی شرمندہ تھی! آئندہ ایسی حرکتوں سے گریز کرنا! ورنہ تمہارا فٹ بال بنا کے تمہیں اسٹیڈیم سے باہر پھینک دوں گا!۔۔۔ کوچ مصنوعی غصے سے گویا ہوئے۔۔

میں کچھ کروں یا نہ کروں! بچی کو ہر صورت میں شرمندہ ہونے کی عادت ہے! یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے!۔۔۔۔۔ وہ اپنی شہد رنگ آنکھیں گھما کے بولتا شدید بدمزہ نظر آرہا تھا، تشنگی مزید بڑھ چکی تھی۔۔

تمہیں شرم نہیں آسکتی!۔۔۔۔۔۔ کوچ نے ہمیشہ والا جملہ دہرایا تھا۔ وہ اکثر اپنے دوستوں کے ساتھ ان سے بھی بے باک باتیں کہتا انہیں سرخ کر دیا کرتا تھا۔

ویسے قسم سے آپ ایک منٹ پہلے لائٹ جلا دیتے نا آپ کو بہت شرم آنی تھی! تھینک گاڈ آپ کو میری وجہ سے کوئی شرمندگی نہیں اٹھانی پڑی ورنہ کل کو آپ مجھ سے نظریں کیسے ملاتے؟!! ہاہاہا۔۔۔ کوچ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ ان سے فاصلے پہ ہو کے دروازے کی طرف بھاگتا قہقہہ لگا کے بولتے یہ جا وہ جا ہوا تھا۔ کوچ اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے مسکرانے لگے۔۔

گلالئی بار بار نظر بچا کے احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو ایک دفعہ بھی اس سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔ وہ دونوں اب اسپتال سے واپس حویلی لوٹ رہے تھے، وہ اسپتال جاتے ہوئے بھی خاموش رہا تھا اور اب واپسی پہ بھی خاموش تھا۔

ان دونوں کے ساتھ صرف یاور آیا تھا، یسریٰ سو رہی تھی اسی لئے وہ زرتاج اماں کے پاس ہی تھی، یاور سے زیادہ یسریٰ اپنی نیند پوری کرتی تھی جبکہ یاور کافی ایکٹو تھا، اسپتال میں یاور کو احان شاہ نے ہی سنبھالا تھا، گل کو سہارا بھی دیا تھا لیکن زبان بند رکھی تھی۔

ابے یار!!!۔۔۔۔ٹریفک کی وجہ سے روڈ جیم دیکھ کے احان شاہ سٹیرنگ پہ غصے سے ہاتھ مارتا سائیڈ ونڈو پہ کہنی رکھتے ٹریفک کم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔۔وہ جہاں سے ہو سکتا تھا راستہ بنا کے گاڑی نکالنے کی کر رہا تھا۔وہ کافی مہارت سے اس ٹریفک سے گاڑی نکال رہا تھا لیکن مجبوری میں بار بار بریک لگانی پڑ رہی تھی کیونکہ اب اگلی گاڑی کے اوپر تو اپنی گاڑی چڑھانے سے رہا۔۔

احان شاہ نے جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے ایک ہاتھ سے جلاتے اپنے عنابی ہونٹوں میں دبایا تھا۔سیگریٹ کے گہرے کش بھرتا وہ اپنا پورا دھیان ونڈ سکرین پہ جمائے ہوئے تھا،جب کوئی بچہ پھول اور گجرے پکڑے اسکی گاڑی کے پاس آ کے رکتا آدھ کھلے شیشے پہ ہاتھ مارنے لگا۔احان شاہ نے گردن ترچھی کرتے ہوئے اس بچے کی طرف دیکھا تھا۔

صاحب لے لو!! تازہ گلاب سے بنے گجرے!! تازہ پھول کی کلیاں بھی ہیں!۔۔۔۔۔۔وہ تیرہ سے چودہ سالہ بچہ معصومیت سے احان شاہ کی منت کرنے لگا۔احان شاہ نے جیب سے والٹ نکالتے چند نوٹ نکالتے ہوئے اس بچے کو تھماتے اسے مسکرا کے دیکھا تھا۔اس بچے کے چہرے پہ خوبصورت سی مسکان پھیلی تھی،وہ اتنے سارے پیسے دے کے ہربراہٹ میں اسے اپنے ہاتھ میں پکڑے تمام پھول اور گجرے پکڑانے لگا۔

یہ تم کسی اور کو بیچ دینا بچے! مجھے نہیں چاہئیے!!۔۔۔۔۔احان شاہ نرمی سے بولتے انہیں لینے سے انکار کرتا اسکی طرف مسکراہٹ اچھالتے ہوئے گاڑی آگے کی طرف بڑھا گیا۔وہ بچہ پورے دل سے مسکرا کے اسکی گاڑی کی طرف دیکھتا رہا۔گلالئ جو کب سے انتظار کر رہی تھی وہ ہر روز کی طرح آج بھی اس کے لئے گجرے لے گا اسکی اس حرکت پہ وہ چونک کے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔اس نے اس بچے سے گجرے تو دور ایک پھولوں کی کلی تک نہیں پکڑی تھی۔ وہ جو دل میں اترا رہی تھی کہ وہ یہ گجرے خرید کے اسکی گود میں رکھتا اسے ہمیشہ کی طرح ملتجی نگاہوں سے دیکھے گا ساری خوش فہمی ہوا ہوئی تھی۔اس نے آج پہلی دفعہ اس کے لئے گجرے نہیں خریدے تھے،گلالئ کی حیرت چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔۔

سالے نے آنکھیں کرائے پہ دی ہوئی ہیں!! جاہل لوگ گاڑی چلانی آتی نہیں ہے تو لے کے کیوں نکلتے ہیں!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ سٹیرنگ پہ ہاتھ مار کے غراتا ہوا سائیڈ مرر میں دیکھ رہا تھا کیونکہ اس ٹریفک میں کوئی پیچھے

سے اپنی گاڑی اسکی گاڑی میں گھساتا پچھلی لائٹ کی تباہی کر چکا تھا، اسے غصے میں آتے دیکھ کے گلالئ کا دل لرزا تھا، اسکی سبز آنکھیں غصے سے لال سرخ ہو رہی تھیں! اسے لگ رہا تھا یہ جذباتی انسان ابھی گاڑی سے نکل کے لڑائی شروع کر دے گی لیکن صد شکر وہ یہاں تماشا کرنے کی بجائے مہارت سے وہاں سے گاڑی نکالتا اس ٹریفک کو پار کر چکا تھا۔۔

لالا!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آگے احان شاہ کی گاڑی کو دیکھتی بلند آواز میں اسے پکارنے لگی لیکن نقاب پوش جلدی سے اسکے چہرے پہ ہاتھ رکھ گیا۔۔وہ بن اب مچھلی کی طرح تڑپتی احان شاہ کو پکارنا چاہ رہی تھی لیکن وہ وہاں سے جا چکا تھا۔۔

کیا کر رہا ہے! دھیان سے چلا! ابھی گاڑی سے نکل جاتا تو یہاں الگ تماشا شروع ہونا تھا!۔۔۔احان شاہ کی گاڑی کو یہاں سے نکلتے دیکھ کے ان سب کی سانسیں بحال ہوئی تھیں، پیچھے بیٹھا نقاب پوش غصے سے ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔۔۔

آرام سے چلائیں! یاور ڈر جائے گا!!۔۔۔۔۔۔۔ٹریفک سے نکلتے ہی احان شاہ کو گاڑی بھگاتے دیکھ کے گلالئ نے ان کے بیچ کی خاموشی کو توڑا تھا۔

ڈر گیا تو اسے گاڑی سے باہر پھینک دینا!! ۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے گاڑی کی سپیڈ کم کئے بغیر اسے سنجیدگی سے جواب دیا تھا، آواز مدھم تھی۔لہجے کے غصے پہ وہ قابو پا چکا تھا۔اسکے سنجیدہ مشورے پہ گلالئ منہ کھول کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔اسکا یہ مشورہ گلالئ کا دل دہلا گیا تھا۔۔

ک۔کیوں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ خفگی سے بولی۔

ڈرپوک بیٹا قبول نہیں ہے مجھے!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کندھے اچکا کے سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔گاڑی کی سپیڈ میں مزید اضافہ کیا گیا تھا، ابھی گلالئ کچھ بولتی جب احان شاہ کا فون تھرتھرایا۔احان شاہ نے سیگریٹ کا گہرہ کش بھرتے تھوڑا سا آگے ہوتے ہوئے ڈیش بورڈ سے اپنا فون اٹھا کے آنکھوں کے سامنے کیا تھا، کسی ان ناؤن نمبر سے کال دیکھ کے چہرے پہ ناسمجھ تاثرات نے احاطہ کیا تھا۔۔

یس! سید احان شاہ ہئیر!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوسری طرف سے اپنا نام سننے کے بعد احان شاہ نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کروایا تھا۔۔

واٹ؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔احان شاہ دوسری طرف کا مدعا سننے کے بعد ایک دم سے شدید غصے سے دھاڑا تھا ۔۔اسلامک سینٹر کی طرف سے فون تھا، احان کو ایزل اور ازمیر کے متعلق اطلاع دی جا رہی تھی۔

کنفرمیشن کے بغیر آپ لوگوں نے ایزل کو وہاں سے نکلنے کیسے دیا؟۔۔احان شاہ گرج دار آواز میں دھاڑا۔۔اسکی اس قدر بلند دھاڑ پہ گلالئی کو اپنی رگوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔دوسری طرف سے نجانے کیا بولا جا رہا تھا، احان شاہ نے فون کاٹتے ہوئے جلدی سے ارزم شاہ کو کال ملائی تھی۔

ایزل اور ازمیر کو اسلامک سینٹر تم چھوڑ کے آئے تھے؟۔۔۔۔چھوٹتے ہی احان شاہ نے غراتے ہوئے ارزم شاہ سے سوال کیا تھا۔ارزم شاہ جو کب سے ذائشہ کو منانے کی کوشش کر رہا تھا، احان شاہ کے غصیلے لہجے پہ وہ جلدی سے الرٹ ہوا۔۔

جی لالا! ! کیوں کیا ہوا؟۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ سنجیدہ تھا۔۔

ازمیر بخار میں تپ رہا تھا اور تم اس حالت میں اسے اور ایزل کو اسلامک سینٹر چھوڑ آئے؟ڈیم اٹ!!۔۔۔احان شاہ کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا، وہ شدید غصے سے بولتا گاڑی کی رفتار پہلے سے زیادہ بڑھا گیا۔۔

ازمیر صبح ٹھیک تھا لالا اور ایزل کی التجاء کی وجہ سے اسے اسلامک سینٹر چھوڑنا پڑا! ہوا کیا ہے؟۔۔۔ارزم شاہ فکر مند ہوا تھا۔

ایزل اور ازمیر کو واپسی کے لئے لینے کون گیا ہے؟۔۔۔۔احان شاہ کی سانسیں سینے میں اٹک رہی تھیں، وہ ارزم شاہ سے کسی مثبت جواب کی امید لگائے ہوئے تھا۔

ظاہر ہے لالا میں نے ڈراپ کیا ہے تو یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد اسے پک کرنے بھی میں ہی جاؤں گا! لیکن ابھی تو وقت نہیں ہوا!۔۔۔ارزم شاہ اسکے سوال کے جواب میں سنجیدگی سے بولا تھا، اسے سمجھ نہیں آئی تھی احان اس وقت یہ سوال کیوں کر رہا ہے؟ وہ تو اکثر ایزل کو اسلامک سینٹر چھوڑنے جاتا تو پھر ابھی یہ سوال کیوں؟

ایزل اور ازمیر کو کسی گاڑی نے اسلامک سینٹر سے پک کیا ہے! اور اتنی جلدی میں کیا ہے کہ گیٹ کیپر دھیان سے دیکھ بھی نہیں پائے کہ ایزل اور ازمیر کو پک کرنے والا کون تھا؟۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنے دو جملوں سے ارزم شاہ کو ہلایا تھا بالکل اسی طرح جس طرح سے وہ اسلامک سینٹر سے کال سننے کے بعد ہلا تھا۔۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ کاظم لالا یا زوریز لالا تو اسلام باد میں نہیں ہیں تو پھر کون ایزل اور ازمیر کو پک کر سکتا ہے!

۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بال مٹھی میں دبوچتے غرایا۔

کاظم نے آج پاکستان آنا تھا، اس نے مجھے رات میں بتایا تھا وہ آج جلدی آ کے سب کو سرپرائز کرے گا لیکن مجھے نہیں لگتا ایزل کو پک کرنے والا کاظم ہے کیونکہ وہ اسے انسانوں کی طرح لے کے جاتا یوں چوری چھپے نہیں! معاملہ کچھ اور ہے! میں حویلی کے راستے پہ ہوں! مجھے اسلامک سینٹر جاتے ہوئے دیر ہو جائے گی! تم ایسا کرو فوراً سے یونیورسٹی سے نکل کے اسلامک سینٹر پہنچو! کنٹرولر آفس جا کے تمام کیمرے چیک کرو! گاڑی کا نمبر نوٹ کرو جو ایزل کو لے کے گئی ہے! میں دس سے پندرہ منٹ تک وہاں آنے کی کوشش کرتا ہوں! اور ان کی سکیورٹی کی دیکھو میں کیسے ماں بہن ایک کرتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ شدید غصے سے غراتا فون ڈیش بورڈ پہ پھینکتے پریشانی سے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا فل سپیڈ میں گاڑی دوڑانے لگا۔۔

ک۔۔کیا۔۔ہ۔۔ہوا۔۔ہے؟۔۔۔گلالئ پریشانی سے احان شاہ سے سوال کرنے لگی کیونکہ جتنی اس نے احان کی گفتگو سنی تھی اس سے صاف یہی ظاہر ہو رہا تھا ایزل اور ازمیر کسی مصیبت میں ہیں!!۔۔

میرے فون سے میرال کو کال ملاؤ!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسے جواب دینے کی بجائے سنجیدگی سے حکم دیا تھا۔گلالئ نے جلدی سے اسکا فون پکڑتے میرال کا نام سرچ کرتے ہوئے اسے کال ملائی تھی۔ بیل جا رہی تھی، وہ فون احان شاہ کی طرف بڑھا گئی۔کچھ ہی سیکنڈز بعد کال اٹھا لی گئی تھی۔احان شاہ نے فون کان کو لگاتے میرال کو حویلی کے گیٹ تک آنے کا حکم دیتے فون بند کیا تھا۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ حویلی کے مین گیٹ پہ گاڑی کھڑی کر چکا تھا، میرال شاہ پہلے سے ہی وہاں موجود تھی۔احان شاہ نے گاڑی سے نکلتے ہوئے تیزی سے پیسنجر سیٹ کی طرف بڑھتے گلالئ کا دروازہ کھولا تھا۔

اسے سہارا دے کے اندر لے جاؤ!! مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے اور ایزل کا بتاؤ! کیا وہ اسلامک سینٹر سے واپس آ گئی ہے؟؟۔۔۔احان شاہ اشارے سے میرال کو گاڑی کے پاس بلاتا لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

نہیں ابھی تک تو نہیں آئی! ارزم کے ساتھ گئی تھی اور شاید اسی کے ساتھ واپس آئے! کیوں؟۔۔۔میرال اسکے چہرے پہ بے حد پریشانی نوٹ کرتی نرمی سے جواب دیتے ہوئے گاڑی سے گلالئی کو نکال رہی تھی۔گلالئی کن اکھیوں سے احان شاہ کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات رقم تھے۔۔

نہیں کچھ نہیں! یوں ہی پوچھا!!۔۔۔احان شاہ رسائی سے جواب دیتا پیسنجر سیٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوا تھا۔انہیں حویلی کے اندر جاتے دیکھ کے وہ اپنی گاڑی بھگاتا ہوا اسلامک سینٹر کے راستے پہ موڑ چکا تھا۔۔

میں نے رات کو شاہ کو بولا بھی تھا احتیاط سے کام لے! آپ کو ایزل کو اسلامک سینٹر نہیں بھیجنا چاہئیے تھا! وہ کمینا مظہر واپس آ چکا ہے! آسٹریلیا میں میرے سارے لاس کے پیچھے مظہر شاہ کا ہاتھ تھا! ! مجھے شک نہیں یقین ہے وہ پھر سے کوئی الٹی حرکت کرے گا! اور اگر ایسا ہوا تو اسے میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا! پچھلی دفعہ تو زندہ بچ گیا تھا اس دفعہ جب تک اسے قبر میں نہیں اتاروں گا مجھے سکون نہیں ملے گا!! ۔۔۔۔۔کاظم شاہ دبے دبے غصے سے حویلی کے بڑوں سے مخاطب تھا،وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی آیا تھا،اسے دو دن پہلے ہی حویلی دیکھ کے سب کافی خوش ہوئے تھے،کاظم نے جب سب سے بے تابی سے ایزل اور ازمیر کا پوچھا تو سننے کو ملا وہ میڈیم اسلامک سینٹر گئی ہیں جس پہ وہ بھڑک اٹھا تھا۔۔مسئلہ اس کے اسلامک سینٹر جانے کا نہیں بلکہ ان حالات میں حویلی سے نکلنے کا تھا۔وہ ایزل اور ازمیر کی جان پہ کوئی رزک نہیں لے سکتا تھا،اسے مظہر شاہ سے نہ کبھی اچھے کی امیدیں تھیں اور نہ ہی کبھی آنے والے وقتوں میں ہو سکتی تھیں۔مظہر شاہ نے اسکے سٹاف میں موجود چند لوگوں کے ساتھ مل کے جس پلیننگ کے تحت اسکی کمپنی کا لاس کروایا تھا وہ ان سب کو فائر کر کے نیا سٹاف ہائر کر چکا تھا۔۔

مظہر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اور تم کہاں جا رہے ہو؟۔۔۔دریاب شاہ شش و پنج کی کیفیت میں گویا ہوئے۔۔

وہ ایسا کر چکا ہے اور ابھی میں ایزل اور میر کو لینے جا رہا ہوں! باقی سب باتیں بعد میں ہوں گی!!۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا حویلی سے نکل گیا۔

کاظم شاہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتے ہوئے تقریباً بارہ منٹوں میں اسلامک سینٹر پہنچا تھا، وہاں پہلے سے احان شاہ اور ارزم شاہ کی گاڑیاں دیکھ کے اسکی حیرانگی بے ساختہ تھی۔۔اگر صرف ان دونوں میں سے ایک کی گاڑی ہوتی تو وہ اتنا حیران نہ ہوتا لیکن ان دونوں کی ہی گاڑیاں گیٹ کے بالکل سامنے کھڑی تھیں۔کاظم شاہ نے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے احان شاہ کی گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنا چاہا تھا لیکن گاڑی لاک تھی، یہی عمل اس نے ارزم شاہ کی گاڑی کے دروازے کے ساتھ دہرایا تھا وہ بھی لاکڈ تھی۔وہ شش و پنج کا شکار ہوتا گیٹ کیپر کی طرف بڑھا تھا۔۔

السلام علیکم! ایزل کو بلا دیں!۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نرمی سے گیٹ کیپر سے مخاطب ہوا تھا جس کا چہرہ کاظم کو یہاں دیکھ کے ہی سفید ہو چکا تھا کیونکہ ابھی احان اور ارزم نے کنٹرول روم میں جو تباہی کی تھی وہ سب تو ابھی تک ان کی دہشت سے کانپ رہے تھے اور یہاں تو سیدھا سیدھا اب ایزل کا شوہر اسکے سامنے کھڑا تھا۔۔چوکیدار کی ٹانگیں بے ساختہ کانپی۔۔

و۔وہ۔۔ص۔صاحب۔۔آ۔۔آپ۔۔کے۔۔بھائی۔۔وہاں۔۔گئے۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔چوکیدار نے اسے ایزل کا بتانے کی بجائے گیٹ کھولتے ہوئے کار نر پہ موجود کنٹرول روم کی طرف راہ دیکھائی تھی۔۔کاظم شاہ اپنی آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتارتے ہوئے تجسس سے اس روم کی طرف بڑھ گیا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا احان اور ارزم شاہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

ایزل کا واٹس ایپ میں نے ہیک کر لیا ہے لالا! لیکن فون سوئچ آف جا رہا ہے! اس کے فون پہ کال نہیں جا رہی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کمپیوٹر پہ ہاتھ مارتے ہوئے غرایا تھا۔احان شاہ جو کب سے سی سی ٹی وی فوٹیج روک کے بار بار زوم کرتا گاڑی کا نمبر نوٹ کر رہا تھا اسے اچانک سے خیال آیا تھا یہ گاڑی وہی تھی جس نے اسکی گاڑی کی لائٹ ٹریفک میں تباہ کی تھی!!

آہہہ!! کاش وہ اس وقت اتر کے اس گاڑی میں ایک دفعہ جھانک لیتا تو ان کی اووزی اس وقت ان سے دور نہ ہوتی!

احان شاہ کو شدید پچھتاوے نے آن گھیرا تھا جب ارزم کی آواز سنتے وہ اسکی طرف بڑھ گیا۔۔

کاظم شاہ جو کنٹرول روم میں داخل ہو تا حیرانی سے اس کمرے کی تباہ کن حالت دیکھ رہا تھا ارزم شاہ کی بات پہ دل زوروں سے دھڑکا۔۔ وہ جلدی سے زمین پہ بکھری چیزوں کو پھلانگتے ہوئے آگے کی طرف بڑھا تھا۔ کنٹرول روم میں موجود عملہ کاظم شاہ کو یہاں دیکھ کے تھوک نگلتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غلطی جہاں ایزل کی تھی وہی پہ ان کی سیکورٹی کی بھی تھی۔ انہیں بنا چھان بین کے ایزل کو گیٹ سے نکلنے ہی نہیں دینا چاہئیے تھا۔۔

کیا ہوا ہے؟ ایزل کہاں ہے؟ اور تم دونوں یہاں پہ کیا کر رہے ہو؟۔۔ کاظم شاہ کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ کاظم شاہ کی آمد پہ احان شاہ اور ارزم شاہ نے رخ موڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ دونوں کے پاس اسے دینے کے لئے جیسے کوئی جواب ہی نہیں تھا۔۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں!! ایزل اور میر کہاں ہیں؟۔۔۔ ان دونوں کی خاموشی پہ وہ حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔

لالا۔۔۔ وہ۔۔ آپ یہ کلپ دیکھیں!!!۔۔۔۔ ارزم شاہ جب اسے چاہ کے بھی جواب نہ دے پایا تو وہ کلپ لگا کے اس کے سامنے کیا جب کوئی گاڑی تیزی سے ایزل اور ازمیر کو اپنے ساتھ کھینچتی غائب ہوئی تھی۔ اس کلپ کو دیکھ کے کاظم شاہ کو لگا اس کے جسم سے روح کھینچ لی گئی ہو۔۔

یہ سب کیا ہے؟؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا اور نہ میں سمجھنا چاہتا ہوں!! مجھے اس وقت صرف میری بیوی اور میرا بیٹا میری آنکھوں کے سامنے چاہئیے ورنہ میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں گا!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ مفلوج ہوتے دماغ سے اس قدر قوت سے چیخا تھا کہ سب کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے، وہ جیسے اس وقت کسی بات کو سوچنے یا سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، اس کی نگاہیں صرف سکرین پہ نظر آتے اس کلپ پہ جم چکی تھیں جس میں یہ دردناک اور ہولناک منظر قید تھا۔۔

گاڑی کا نمبر نوٹ ہو چکا ہے! میں اس نمبر کو ٹریس کرواتا ہوں! انشاء اللہ ہم بہت جلد ایزل تک پہنچ جائیں گے!!۔۔۔۔ اسکے چیخنے پہ احان شاہ گہری سانس بھر کے پریشانی سے بولتا اپنی جیب سے فون نکال رہا تھا۔ کاظم شاہ

نے شدید طیش کے عالم میں اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس نے ابھی رات کو اسے احتیاط برتنے کے لئے وارن کیا تھا لیکن کیا فائدہ ہوا تھا؟

وہ اس گیٹ سے باہر نکلی کیسے!! اسے باہر جانے کیسے دیا؟؟۔۔۔۔وہ احان شاہ پہ دھاڑنے کی بجائے اب اپنا رخ عملے کی طرف کرتا غرایا تھا۔۔

دیکھیں سر! وہ۔۔ گاڑی اچانک سے۔۔۔۔۔۔ ابھی ان کا ہیڈ کوئی جسٹفکیشن دیتا جب ارزم شاہ اس کی بات کاٹ گیا۔ لالا جو ہونا تھا وہ ہو گیا! آپ یہاں آئیں اور یہ چیٹ دیکھیں!!۔۔۔ ارزم شاہ غم و غصے کے عالم میں کاظم شاہ کو خود کی طرف متوجہ کر رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کمپیوٹر پہ کھلی واٹس ایپ چیٹ کی طرف دیکھتا اس کے نزدیک ہوا تھا۔۔ ارزم شاہ جیسے جیسے سکرال کر رہا تھا وہ چیٹ پڑھتا جا رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کا دماغ غصے سے آوٹ ہو رہا تھا۔ وہ کیا کسی دوسرے پہ چیختا جب اسکی اپنی بیوی اس قدر بے عقل تھی کہ کسی بھی اجنبی کو ارزم سمجھ بیٹھی تھی؟ اسکا دل کیا ایزل اسکے سامنے ہو اور وہ رکھ کے اسکے چہرے پہ لگا کے اسکا دماغ درست کرے۔۔

گاڑی ٹریس ہو گئی ہے لیکن گاڑی اس وقت خالی ہے!! بہت ممکن ہے وہ جو کوئی بھی ہے ایزل اور ازمیر کو بہت ہوشیاری سے کسی دوسری گاڑی میں شفٹ کر چکا ہے!!۔۔۔۔۔ احان شاہ فون بند کرنے کے بعد اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا شدید پریشانی کے عالم میں بولا۔۔ کاظم شاہ کو لگ رہا تھا وہ مر جائے گا! یا شاید وہ یہ سب سن کے مر رہا تھا! وہ تو اپنی بیوی اور بیٹے کو سرپرائز کرنے جلدی پاکستان آیا تھا لیکن اسے نہیں معلوم تھا وہ یہاں آ کے خود سرپرائز ہو جائے گا!!۔۔

کاظم شاہ کے دماغ میں اچانک سے کچھ کلک ہوا تھا۔ اسے یاد تھا اس نے ایزل کو گفٹ کئے گئے نیکلس میں جی پی ایس ٹریکر لگا کے دیا تھا۔۔ وہ دعا کر رہا تھا اس نے اس وقت وہ نیکلس پہنا ہو۔ وہ نیکلس وہ اکثر اوقات پہن کے رکھتی تھی کیونکہ کاظم شاہ اسے وہ خوبصورت سا نیکلس کبھی اتارنے نہیں دیتا تھا۔ کاظم نے جلدی سے اپنی جیب سے فون نکالتے اس پہ انگلیاں چلائی تھیں۔۔

یہاں سے ایزل کی واٹس ایپ لاگ آؤٹ کرو!!!۔۔۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد کاظم شاہ نے اس خاموشی کو توڑتے ارزم شاہ کو حکم دیا تھا۔ ارزم نے اسکے حکم کی تعمیل کرتے فوراً سے ایزل کی واٹس ایپ یہاں سے لاگ آؤٹ کی تھی۔

ایزل کی لوکیشن ٹریس ہو گئی ہے!! لوکیشن بار بار چینج ہو رہی ہے! ابھی اس وقت وہ شاید گاڑی میں ہے! گاڑی مسلسل چل رہی ہے! راستہ پنڈی کی طرف جا رہا ہے!! ہمیں فوراً نکلنا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ طیش کے عالم میں غراتا ہوا بنا عملے کو کچھ کہے تیزی سے کنٹرول روم سے نکلا تھا کیونکہ ابھی اس کے پاس کسی سے الجھنے کا وقت نہیں تھا ویسے بھی کنٹرول روم کی تباہی دیکھ کے وہ سمجھ چکا تھا احان اور ارزم شاہ نے ان کی اچھی خاصی صفائی کی ہو گی۔ احان شاہ اور ارزم شاہ جلدی سے کاظم کے پیچھے لپکے تھے۔ کاظم شاہ نے حویلی کے گارڈز کو فون کرتے ہوئے ہتھیاروں کا بندوبست کرنے کی ہدایت دی تھی۔ جس نے بھی اس کی بیوی اور بیٹے پہ آنکھ رکھی تھی، وہ اسے چھوڑنے والا بالکل نہیں تھا۔ ارزم شاہ یونیورسٹی سے ڈائریکٹ یہی پہ آیا تھا، اسے تھوڑی بہت ہیکنگ کی ٹرکس پتا تھیں اسی لئے وہ ایزل کی واٹس ایپ ہیک کر کے وہ نمبر نوٹ کر چکا تھا جس نے ایزل کو وہ ٹیکسٹ کئے تھے۔۔ ذائشہ خان کو اکبر خان یونیورسٹی سے حویلی لے جا چکا تھا۔

وہ تینوں اسلامک سینٹر سے نکلتے ہوئے تیزی سے اپنی اپنی گاڑیاں کی طرف بڑھے تھے۔۔

لالا مجھے لگتا ہے ہمیں ایس ایس پی کو فون کرنا چاہیئے؟ وہ اس معاملے میں ہماری ہیلپ کر سکتا ہے؟۔۔۔ ارزم شاہ نے ان اپنے دماغ میں کلک ہوتا ایس ایس پی شہسوار شاہ کا خیال ان دونوں کے گوش و گزار کیا تھا۔۔

نہیں!! ایس ایس پی کو فون کوئی نہیں ملائے گا!! وہ قانون کا پکا ہے! وہ ہمیں قانون ہاتھ میں نہیں لینے دے گا لیکن آج میں قانون اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں!! آج میں مظہر شاہ کی بوٹیاں اپنے ہاتھ سے بنانا چاہتا ہوں!!۔۔۔ کاظم شاہ طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا تھا۔۔ مظہر شاہ کا نام سنتے احان شاہ اور ارزم شاہ نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ دو منٹ لگے تھے ساری بات سمجھنے میں!

دل چاہ رہے پہلے تم دونوں کی بوٹیاں بناؤں جن سے میری ایک بیوی اور بیٹا نہیں سنبھالا گیا لیکن یہ کام میں فرصت سے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں!۔۔ ان دونوں کے کچھ بولنے سے پہلے وہ انہیں اپنی سرخ انگارہ ہوتی گولڈن آنکھوں

سے گھورتا اپنی گاڑی میں سوار ہوا تھا۔۔ان دونوں نے سرد سانس کھینچتے ہوئے کندھے اچکائے تھے،ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا آج یہ مصیبت ان کے سروں پہ ٹوٹنے والی ہے۔۔

کاظم شاہ انہیں ایزل کی لائیو لوکیشن سینڈ کر چکا تھا۔۔وہ تینوں اپنی گاڑیوں کا دھواں اڑاتے ہوئے تیز رفتار میں یہاں سے اپنی گاڑیاں بھگا چکے تھے۔۔

مجھے میرا بچہ دو!!!۔۔۔۔وہ روتے ہوئے دھاڑتی کسی طرح سے لپک کے ازمیر کو پکڑنا چاہ رہی تھی لیکن اس گاڑی میں موجود نقاب پوش بار بار اسکی یہ کوشش ناکام بنا رہے تھے۔۔ازمیر ان نقاب پوشوں کو دیکھ کے بری طرح سے روتا ہوا کسی بھی طرح جیسے ایزل کی آغوش میں جانا چاہتا تھا لیکن یہ ظالم نقاب پوش ماں اور بیٹے کو ایک دوسرے سے دور کئے ہوئے تھے۔۔

ازمیر!!!!۔۔۔۔ایزل شاہ پھوٹ پھوٹ کے روتی بار بار اپنے بیٹے کو پکار رہی تھی جس پہ اس کے ساتھ بیٹھے نقاب پوش نے تنگ آتے ہوئے اسکے منہ پہ الٹے ہاتھ سے تھپڑ جڑتے اسے کلوروفام سنگھا کے ہوش و حواس سے بیگانہ کیا تھا۔فون وہ پہلے ہی اس سے چھین گیا تھا جب وہ ہوشیاری سے کسی کو کال کرنے والی تھی۔

بہت اچھا کیا! اس کا بھی باجا بند کروا! کان پک گئے ہیں اس کا رونا سن سن کے!!۔۔۔۔۔۔دوسرا نقاب پوش اسے داد بخشتا اب ازمیر کو بے ہوش کرنے کی بھی ہدایت دے رہا تھا،وہ اسکی ہدایت پہ عمل کرتا اگلے ہی پل روتے ہوئے ازمیر شاہ کو بھی کلوروفام سنگھاتا بے ہوش کر گیا۔۔اب ان کی گاڑی میں مکمل خاموشی چھا چکی تھی۔۔کچھ مزید سفر کے بعد یہ گاڑی کسی سنسان جگہ پہ ایک پرانی سی بلڈنگ کے پاس آ کے رکی تھی۔۔وہ سب گاڑی سے باہر نکلتے بے ہوش ایزل کو بے دردی سے گھسیٹتے اندر کی طرف بڑھ رہے تھے جبکہ ایک نقاب پوش ازمیر کو اٹھائے نخوت سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط120(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ گاڑی چلاتے ہوئے مسلسل ازمیر اور ایزل کو سوچ رہا تھا۔ وہ رات کو ایزل کا اسکی بانہوں میں ٹوٹ کے بکھرنا، اسکی معصوم باتیں، اسکی معصوم ناراضگیاں، اسکا معصوم غصہ۔۔۔۔۔

وہ کاظم کا ہر صبح اپنے بیٹے کو اپنی بانہوں میں بھر کے "میر بابا کی جان کے عذاب" کہنا، ازمیر کا کھکھلانا، اسکے دوپہر کو حویلی نہ آنے پہ رات تک روتے رہنا، ضد سے بھوکا سو جانا۔۔۔ یہ سب یاد کرتے ہوئے کاظم شاہ سے گاڑی چلانا محال ہو رہی تھا۔ بار بار اسکے ہاتھ سے سٹیرنگ چھوٹ رہا تھا۔ وہ دونوں نجانے اس وقت کس حال میں ہوں گے، سوچ سوچ کے کاظم شاہ کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ دل سینے کی دیواروں سے پٹکتا باہر نکل آنا چاہتا تھا۔ وہ اس وقت اپنی گاڑی فل سپیڈ سے دوڑا رہا تھا لیکن جب گاڑی ایک دفعہ پھر سے ڈس بیلنس ہوئی، وہ سمجھ چکا تھا اس سے مزید گاڑی نہیں چل سکتی، کاظم شاہ نے اپنی گاڑی سڑک کے کنارے لگاتے سٹیرنگ پہ سر گرایا تھا۔ اسکے یوں گاڑی کو بریک لگانے پہ اسکے ساتھ چلتی احان، ارزم اور گارڈز کی گاڑیاں بھی وہی پہ رک گئی تھیں۔۔ ان کی گاڑیوں کے ٹائرز کی چرچرانے کی آواز سنتے کاظم شاہ ہمت باندھتا، اللہ پہ اپنا بھروسہ مضبوط کرتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلتا اسے لاک کر رہا تھا۔

کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟۔۔۔۔ احان شاہ اور ارزم شاہ جو اپنی گاڑیوں سے باہر آ چکے تھے، تیزی سے کاظم شاہ سے پوچھا۔۔

ہاں سب ٹھیک ہے!! گاڑی تھوڑا مسئلہ کر رہی ہے!!۔۔۔۔ کاظم شاہ مدھم آواز میں بہانہ گھڑتے ہوئے اپنے سے قریب کھڑی احان شاہ کی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ اس نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا اس میں اس وقت گاڑی چلانے کی ہمت نہیں ہے!!

ہمیں اس بلڈنگ تک پہنچنے میں دیر ہو جائے گی! مجھے لگتا ہے مجھے اس علاقے سے قریبی پولیس کو کال کر کے یہ جگہ گھیرنے کو کہہ دینا چاہئیے؟۔۔۔۔ احان شاہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کے گاڑی سٹارٹ کرتا کاظم شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔ ارزم شاہ بھی اپنی گاڑی میں سوار ان کے بالکل ساتھ ہی گاڑی چلا رہا تھا۔ گارڈز کی گاڑیاں ان کے پیچھے تھیں، کاظم شاہ کی ایک کال پہ انہوں نے جتنی جلدی ہو سکتا تھا انہیں جوائن کیا تھا۔۔

نہیں!! میں جانتا ہوں تیری ایک کال پہ سب الرٹ ہو جائیں گے لیکن تو کسی پولیس یا آرمی کو فون نہیں کرے گا! میں نہیں چاہتا یہ خبر لیک ہو!! دنیا والوں کو تو ویسے ہی باتوں کا موقع چاہئیے جب انہیں معلوم ہو گا کوئی سید کاظم شاہ کی بیوی اور بیٹا اتنی آسانی سے کیڈنیپ کر چکا ہے!! طرح طرح کی خبریں پھیلیں گی! لوگ افواہیں اڑانے سے بعض نہیں آئے گے! ہم تین کافی ہیں! گارڈز بھی صرف بلڈنگ کی نیچے نیچے رہ کے اس بات.بیغیرت مظہر کے چمچوں کا مقابلہ کریں گے! یہ ہماری بتائی گئی حدود کراس نہیں کریں گے!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ حتمی تھا جس پہ احان شاہ گہری سانس بھر تا صرف سر ہلا کے رہ گیا۔

چلو! چلو نکلو اس کمرے سے! اب مجھے ذرا اکیلے میں اس حسینہ کا فرصت سے نظارہ کرنے دو! بعد میں شاید تم لوگوں کی باری بھی آجائے۔۔۔۔۔مظہر شاہ خباثت سے بھرپور قہقہ لگا کے نقاب پوشوں سے مخاطب ہوتا انہیں کمرے سے باہر کرتے ایزل کے وجود سے ایک جھٹکے سے چادر کھینچ کے اتار تازمین کی زینت بنا گیا۔۔بیہوش ازمیر شاہ کچھ دور پرانے سے صوفے پہ پڑا تھا۔۔بلڈنگ کافی پرانی تھی، اسی لئے بلڈنگ میں موجود کمروں میں سامان بھی دھول اور مٹی سے لبریز کافی پرانا سا تھا۔مظہر شاہ نے ابھی کچھ دیر پہلے منگوائی گئی پانی کی بالٹی اٹھا کے ایک جھٹکے میں ایزل کے چہرے پہ پھینکی تھی۔۔ایزل شاہ ہربراتی ہوئی جلدی سے اپنی آنکھیں وا کر گئی، اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے اٹھا نہ گیا کیونکہ اس کے وجود کو کرسی کے ساتھ رسیوں سے باندھا گیا تھا۔سامنے کھڑے شیطانی قہقہ لگاتے مظہر شاہ کو دیکھ کے اسکا پورا وجود ساکت وصامت ہوا تھا۔اسے اپنے سامنے دیکھ کے وہ جیسے ایک پل کے قوت گویائی سے مفلوج ہوئی تھی۔۔

چچ چچ!! اب شاہ حویلی کی لاڈلی بیٹی کو مجھ سے کون بچائے گا!!۔۔۔۔۔ایزل کو نیلی آنکھیں پھیلا کے اپنی طرف دیکھتا پا کے مظہر شاہ ریلکس انداز میں تالی بجاتے ہوئے ہنسا تھا۔۔

ا۔از۔۔ازمیر!! مما کی جان!!!۔۔۔ایزل شاہ کی نگاہیں اچانک سے صوفے پہ ہوش وحواس سے بیگانہ چھوٹے سے وجود کی طرف اٹھی تھیں، وہ چھوٹا سا وجود اس کے بیٹے کا تھا۔ایزل تڑپتے ہوئے رو دی! وہ اپنی پوری قوت لگا کے کرسی سے اٹھنا چاہ رہی تھی لیکن اسے کافی زور سے کرسی کے ساتھ باندھا گیا تھا یوں کہ اسے سانس بھی مشکل سے آ

رہی تھی اسکا وجود اس وقت چادر سے بغیر تھا، وہ اس وقت گھٹنوں تک آتے آف وائٹ کرتے اور کھلے سے ٹراؤزر میں ملبوس تھی، رسیوں سے اسکا وجود جکڑا ہوا تھا، پانی کی وجہ سے چہرہ اور قمیض اچھی خاصی گیلی ہو چکی تھی۔۔ سانسوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اسکے بدن کے نشیب و فراز واضح تھے، مظہر شاہ کی غلیظ نگاہیں اپنے وجود میں گڑھتی محسوس کرتے ایزل کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اگر اس وقت کاظم شاہ اسے اس حلیے میں اس غلیظ انسان کے سامنے دیکھ لیتا تو نا جانے کیا کر بیٹھتا۔۔

م۔ میرا۔۔ بیٹا!!۔۔۔ م۔ میری۔۔۔ چادر!!۔۔۔ وہ ازمیر کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ملتجی انداز میں بولی۔۔

آج کے بعد نہ تو تم اپنے بیٹے کو اٹھاؤ گی اور نہ ہی تمہیں چادر اوڑھنے کی ضرورت پیش آئے گی! کیونکہ آج میں جو تمہارے وجود کا حشر کروں گا تم بدنامی کے ڈر سے خود ہی مر جاؤ گی! تمہارا بیٹا چاہے بے ہوش ہے لیکن وہ تمہاری چیخ و پکار اپنے دماغ میں محفوظ کر لے گا! اور جب تھوڑا سا بڑا ہو گا تو اپنے باپ کو اس رات کی ساری کہانی اپنی زبانی سنائے گا کہ کوئی تھا جس نے اسکی ماں کا پوری رات چیخنے پہ مجبور کیا تھا۔۔ ہاہاہاہا۔۔ اس کہانی کو سن کے کاظم شاہ جیتے جی مر جائے گا! میرا ڈنر بننے کے لئے تیار ہو جاؤ ایزل شاہ کیونکہ آج رات میں تمہارے وجود کو کچل کے رکھ دوں گا!!۔۔۔۔۔۔ مظہر شاہ غلاظت سے بھرپور لہجے میں گویا ہوتا ایزل کے قریب ہوا تھا۔ تقریباً دوپہر کے وقت ایزل کو کیڈنیپ کیا گیا تھا، اسے بار بار دوسری گاڑیوں میں شفٹ کرتے اور پنڈی کی اس اولڈ بلڈنگ تک لاتے ہوئے مغرب ہو چکی تھی۔۔ اندھیرا ہر سو چھانا شروع ہو چکا تھا۔۔

م۔ مجھ۔۔۔ سے۔۔ د۔ دور۔۔ ہو۔۔ جاؤ!! دور۔۔ ہٹو۔۔ گھٹیا۔۔۔ انسان!!۔۔۔ ایزل شاہ دھاڑتی ہوئی اپنی کرسی گھسیٹ کے اس سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی، وہ اس کی بے بسی پہ قہقہ لگاتا ہوا اسکے مزید نزدیک ہوا۔ ایزل شاہ کا دل خوف سے بری طرح سے دھک دھک کرنے لگا۔ اسے اپنی دھڑکنوں کی دھک دھک کی آوازیں کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔۔

ا۔۔ ازمیر۔۔ مما۔۔ کو۔۔ بچاؤ!!۔۔۔ مظہر شاہ کا غلیظ ہاتھ اپنے چہرے پہ محسوس کرتی ایزل جلدی سے اپنا چہرہ جھٹکتے ہوئے ازمیر کو یوں پکار رہی تھی جیسے وہ چھوٹا سا بچہ ابھی اٹھ کے اسے اس ہوس پرست انسان سے بچا لے گا۔۔

ہاہاہاہا۔۔مجھے تمہاری یہ بے بسی بہت مزہ دے رہی ہے! تم وہی ہو نا جس کی وجہ سے تمہارے شوہر نے مجھے پوری ہویلی کے سامنے بے عزت کیا تھا؟ مجھے مرنے کے لئے ارزم شاہ کے حوالے کر دیا تھا؟ آج میں تمہارے پور پور پہ اپنی وحشت لٹاتا تمہیں بتاؤں گا! مظہر شاہ خود کو بھول سکتا ہے لیکن اپنا بدلہ کبھی نہیں بھول سکتا!۔۔۔۔۔مظہر شاہ اپنا چہرہ اسکے نزدیک لاتا اسکے جبڑے کو زور سے اپنے ہاتھ میں قید کئے دھاڑا تھا۔۔

(اگر عورت ہر وقت رونے دھونے کی بجائے ایک مضبوط اور روعب دار کردار کی مالک ہو تو کیا مجال ہے کوئی غیر مرد اسے آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ لے؟) مظہر شاہ ابھی اسکے چہرے پہ اپنا غلیظ لمس چھوڑتا جب وہ کاظم شاہ کے ایک سال پہلے والے الفاظ یاد کرتی ہمت باندھتے ہوئے اسکے چہرے پہ تھوک گئی۔۔مظہر شاہ اسکی اس غیر متوقع حرکت پہ حیران ہوا تھا۔غصے اور اہانت کے احساس سے اسکا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔

ا۔ازمیر!!۔۔۔ش۔شاہ۔۔جی!!۔۔لالا۔۔مجھے بچائیں!!۔۔۔۔ایزل شاہ اپنی پوری قوت سے خود کو اس کرسی سے آزاد کروانے کے چکروں میں بے حال ہوتی اپنے محافظوں کو پکارنے لگی۔

وہ تینوں اور ان کے گارڈز کی گاڑیاں اس بلڈنگ کو ٹریک کرتی یہاں پہنچ چکی تھیں! انہوں نے ہوشیاری سے کام لیتے اپنی گاڑیاں بلڈنگ سے کچھ فاصلے پہ کھڑی کی تھیں۔۔گارڈز سے اپنی اپنی بندوق اور کچھ ایکسٹرا گولیاں پکڑتے وہ اب اس پرانی بلڈنگ میں داخل ہو رہے تھے۔

لالا رکیں!! اس بلڈنگ کے دو گیٹ ہیں! فرنٹ گیٹ پہ سیکورٹی ٹائٹ ہے جبکہ بیک سائیڈ والے گیٹ پہ اتنی سیکورٹی نہیں ہے!! ہمارے تمام گارڈز کو فرنٹ سے حملہ کرنا ہے! تاکہ گولیوں کی آوازیں سن کے سب فرنٹ سائیڈ کی طرف متوجہ ہوتے یہاں پہ آجائیں!! جب ساری سیکیورٹی یہاں آجائے گی! تمام گارڈز ان سے نٹپنا شروع کریں گے اور ہم تینوں بیک گیٹ سے ڈائریکٹ اندر داخل ہوں گے!!۔۔۔۔انہیں فرنٹ سے اینٹر ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے انہیں روکتے ہوئے جلدی سے اپنا پلین بتایا تھا، وہ ان سے چند منٹ پہلے پہنچ کے اس بلڈنگ کا چاروں طرف سے جائزہ لے چکا تھا۔۔

گڈ آئیڈیا!!۔۔۔۔ احان شاہ اور کاظم شاہ یک زبان ہو کے بولتے اب گارڈز کو ہدایات پیش کرتے بیک سائیڈ والے گیٹ کی طرف بڑھے تھے۔۔ گارڈز نے ان کی ہدایات پہ عمل کرتے ہوئے اچانک سے فرنٹ سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع کی تھی۔

کمینی عورت تیری اتنی جرآت کہ تو مظہر شاہ پہ تھوکے ؟؟تو دیکھ اب میں تجھے کیسے ادھیڑتا ہوں!!۔۔۔ مظہر شاہ اچانک سے اسکی طرف بڑھ کے اسکے بال اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ کے غلیظ الفاظ بکتا ایزل کے چہرے پہ زوردار تھپڑ جڑ گیا۔ ایزل شاہ کو اپنا دماغ جھنجھناتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

دور ہٹو مجھ سے غلیظ انسان! برباد ہو جاؤ تم!!۔۔۔ ایزل شاہ دھاڑتی ہوئی اپنی پوری طاقت صرف کرتی کسی طریقے یہ رسیاں کھول کے اپنے بیٹے کو یہاں سے لے کے بھاگنا چاہتی تھی لیکن وہ بار بار ناکام ٹھہر رہی تھی۔ ابھی مظہر شاہ مزید کچھ بولتا یا پھر سے اسے تھپڑ جڑتا جب گولیوں کی تھرتھراہٹ کی آواز سنتے وہ الرٹ ہوا تھا۔۔

بلڈنگ میں بہت سے لوگ ایک ساتھ داخل ہوئے ہیں! پولیس یا آرمی والا کوئی سین نہیں ہے! بہت ممکن ہے شاہ ہویلی والوں نے چھاپا مارا ہے!!۔۔۔ کوئی اچانک سے دروازہ کھولتا ہربراتے ہوئے مظہر شاہ کو ساری صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا، اسکے الفاظ نے ایزل شاہ کو اندر تک پرسکون کیا تھا۔

وہ۔۔ یہاں کیسے آسکتے ہیں؟ میری اتنی پلاننگ کے بعد یہ سب کیسے ممکن ہے؟۔۔۔۔ مظہر شاہ اپنا چکراتا سر تھامتے ہوئے دھاڑا تھا۔۔ اس نے کتنا انتظار کیا تھا اس دن کا جب وہ کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ شاہ ہویلی کے تمام مکینوں کو سبق سیکھائے گا!!۔۔

ایسے تو پھر ایسے ہی سہی! آج تمہارے بھائی تمہیں میرے سامنے برہنہ حالت میں دیکھیں گے آدھی جان تو ان کی ویسے ہی نکل جائے گی اور باقی کی آدھی جان ان کی میرے گارڈز نکال دیں گے اور رہی تمہارے شوہر کی بات جو آسٹریلیا میں اپنا لاس ریکور کرتے ہوئے پاگل ہو رہا ہے اسے مارنے کے لئے تمہارے رندھے ہوئے وجود کی چند تصاویر کافی ہوں گی!! ہاہاہاہا۔۔۔۔ مظہر شاہ اچانک سے شیطانی قہقہہ لگا کے ہنستا اسکے آف وائٹ کرتے کی آستین چیر گیا۔۔ ایزل شاہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ وہ بری طرح سے خوفزدہ ہو چکی تھی۔ اسکے غلیظ الفاظ سننے کے بعد اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔۔

نیچے والے فلور پہ وقت ضائع کرنے کی بجائے اوپر کی طرف بڑھو! یہاں کوئی نہیں ہے!!۔۔۔کاظم شاہ نے دبی دبی آواز میں غراتے احان اور ارزم کو اوپر جانے کی ہدایت دی تھی، نیچے والے فلور پہ موجود تمام نقاب پوشوں پہ انہوں نے ڈائریکٹ فائر کرتے ہوئے انہیں موت کی نیند سلایا تھا۔۔وہ تینوں اب اوپر والے فلور کی طرف بھاگے تھے۔اوپر والے فلور پہ تقریباً پندرہ سے بیس نقاب پوش ہتھیار تھام کے کھڑے شاید انہی کے اوپر آنے کا انتظار کر رہے تھے

۔۔

ان غلیظ لوگوں کی تعداد زیادہ ہے! ہوشیار رہنا! پلرز کے پیچھے سے فائر کرو!!۔۔۔احان شاہ نے ان دونوں کو خبردار کیا۔ان کے تمام گارڈز ابھی تک نیچے نقاب پوشوں سے نپٹ رہے تھے۔کاظم شاہ نے پلر کے پیچھے ہوتے اپنی ایک آنکھ دباتے ہوئے کونے والے کمرے کے دروازے پہ موجود دونوں گارڈز کی گردنوں پہ فائر کئے تھے، وہ جیسے اندازہ لگا چکا تھا ایزل اور ازمیر اسی کمرے میں موجود ہیں کیونکہ صرف وہی ایک واحد کمرہ تھا جس کے دروازے پہ نقاب پوش کھڑے تھے باقی سب یہاں وہاں یونہی پھیلے ہوئے تھے۔۔

دونوں مجھے کور کرو! مجھے اس کارنر روم تک پہنچنا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی میگزین میں مزید گولیاں ڈالتا احان اور ارزم سے درمیانی آواز میں مخاطب ہوا تھا۔اس فلور پہ موجود تمام نقاب پوش الرٹ ہو چکے تھے۔۔

لالار کیں! تھوڑا سا رش کم ہونے دیں! ۔۔۔ارزم شاہ فکر مند ہوا تھا۔۔

ہم پہلے ہی بہت دیر کر چکے ہیں! میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتا! کور کرو!!!۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ حکمیہ تھا، وہ پلر کی اوٹ سے نکلتا اپنے راستے میں آئے تمام نقاب پوشوں پہ فائر کرتا تیزی سے کارنر روم کی طرف بھاگنے کی کر رہا تھا۔۔

اس دوران ارزم اور احان شاہ نے پلر کے پیچھے کھڑے ہوتے اپنی پوری جان لگاتے اسے کور کیا تھا، نقاب پوشوں کی کاظم شاہ کے سینے میں گولیاں اتارنے کی تمام کوششیں وہ دونوں ناکام بنا چکے تھے۔پوری بلڈنگ میں اس وقت ہر طرف سے گولیوں کا شور اٹھ رہا تھا۔۔دو سے تین نقاب پوش کاظم شاہ کے پیچھے بھاگے تھے۔۔صرف سات نقاب پوش بچ چکے تھے، تین کاظم کے پیچھے بھاگے تھے تو باقی چار کی گولیاں ختم ہو چکی تھیں، احان اور ارزم نے اپنی بندوق پینٹ کی بیلٹ میں اڑساتے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے دو دو نقاب پوش اپنی گرفت میں لیتے ان کے سر ایک

دوسرے سے ٹکراتے انہیں کھڑکی کے شیشوں کی طرف پھینکا تھا۔۔ان کے سر کھڑکی کے شیشوں پہ مارتے انہیں گھونسے اور لاتیں مارتے وہ ان کی حالت بری طرح سے بگاڑ چکے تھے۔۔

رسیاں کھول کے تمہیں زیادتی کا نشانہ بناؤں یا پھر یونہی تمہاری بے بسی کا مذاق بناؤں؟ ہاہاہا کتنی خوبصورت ہیڈ لائن ہو گی وہ جب کوئی اینکر چیخ چیخ کے کاظم شاہ کی بیوی کے ساتھ ہوئی زیادتی کی خبر پوری دنیا کو دے گی!!۔۔۔مظہر شاہ باہر سے آتی گولیوں کی آواز کو اگنور کرتے ہوئے پاگلوں کی طرح ہنستا ایزل کو بالوں کو جھٹکا دے کے اسکی قمیض مزید پھاڑنے والا تھا جب دروازے پہ کھڑا کاظم شاہ اسکے غلیظ اور گندے الفاظ سن کے پاگل ہوتا اسکے اسی ہاتھ پہ فائر کر گیا جو ایزل کے آستین پہ موجود تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔۔۔مظہر شاہ اپنے لہولہان ہوتے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے پکڑتے میرال کا چیخا تھا۔

کاظم جھک!!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کو اپنے پیچھے سے احان شاہ کی آواز سنائی دی تھی جس پہ اس نے جلدی سے اپنا سر جھکا کے کلابازی مارتے ہوئے اپنی پوزیشن چینج کی تھی۔۔احان شاہ اتنی دیر میں اس کے پیچھے موجود نقاب پوش کو دو ہی گولیوں میں ڈھیر کر چکا تھا، جبکہ ارزم شاہ نے باقی دو کی ٹانگوں پہ فائر کیا تھا، اسے ان کو تڑپا تڑپا کے مارنے سے سکون مل رہا تھا، وہ کوشش کر رہا تھا کسی کو بھی ایک جھٹکے میں ختم کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے ان کی دھلائی کرے!! زمین پہ پڑے ان نقاب پوشوں کو دیکھ کے وہ اپنی گن پھر سے بیلٹ میں اڑسا تا زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کے ان کی گردنوں کو دبوچتا زور سے ان کے سر ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ان کے چہروں پہ مکوں کی برسات کر رہا تھا۔۔ان تینوں نے جنونی انداز میں غصے سے پاگل ہوتے مظہر شاہ کی اس دو ٹکے کی فوج کا مقابلہ کیا تھا جو اسی کی طرح ڈرپوک تھی۔کاظم شاہ جہاں ایزل کی طرف بڑھا تھا، وہی پہ احان شاہ جلدی سے صوفے کی طرف موجود ازمیر شاہ کی طرف بڑھ گیا۔

ایزل کا حلیہ دیکھتے کاظم شاہ کے پورے وجود میں شعلے بھڑکے تھے، وہ اس وقت بغیر کسی چادر کے اس گیلے کرتے میں تھی جو اسکے وجود کے ساتھ چپکتا اسکے بدن کو نمایاں کرنے کا کام انجام دے رہا تھا۔۔کاظم شاہ کی گولڈن آنکھوں میں شدید طیش کی لالی واضح تھی۔اپنے سامنے کاظم شاہ کو دیکھتے ایزل پہلے تو حیران ہوئی۔۔وہ تو بیرون ملک تھا! وہ یہاں کیسے اسکتا تھا؟ کیا اللہ نے اسکی دعائیں سن کے اسکے لئے اس کے تمام محافظ بھیج دیئے تھے؟ ایزل کی ہچکیاں بے ساختہ

تھیں، ایزل کے چہرے پہ تھپڑوں کے نشان دیکھتے کاظم شاہ پاگل ہوا تھا، مظہر شاہ ابھی تک اپنا ہاتھ پکڑ کے چیختا انہیں خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ اسے تو لگ رہا تھا کاظم ابھی تک بیرونِ ملک ہے، جبکہ ارزم یا احان میں سے ایک تو اسکے گارڈز کے ہاتھوں مارا جائے گا لیکن وہ غلط نکلا تھا۔ وہ تینوں بپھرے شیر تو یہاں بھی ایک دوسرے کے ہمقدم اور اسکے بالکل سامنے کھڑے اسے گھیر چکا تھا۔

کاظم شاہ نے جلدی سے ایزل کو رسیوں سے آزاد کرتے اسے کرسی سے اٹھایا تھا، زمین پہ جھک کے ایزل شاہ کی چادر اٹھاتے ہوئے اس نے مظہر شاہ کی ٹانگ پہ فائر کرتے اسے زمین پہ ڈھیر کیا تھا۔ ایزل کی چادر اس کے وجود پہ اوڑھاتے اس نے اسے آگ اگلتی نگاہوں سے گھورا تھا، ایزل نگاہیں جھکاتی روتے ہوئے ہچکولے کھا رہی تھی۔

میری بیوی پہ ہاتھ کس نے اٹھایا؟؟۔۔۔۔۔ کاظم شاہ آگے بڑھ کے مظہر شاہ کے سینے پہ اپنی پوری قوت سے ٹانگ مارتے ہوئے حلق کے بل چلایا۔۔ مظہر شاہ تھوک نگلتے ہوئے پیچھے کی طرف کھسکنے لگا۔ ایزل شاہ کا پورا وجود بری طرح سے کانپ رہا تھا، کاظم شاہ کو اس قدر غصے میں دیکھ کے اسکی جان ہوا ہو رہی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ مظہر شاہ کو جان سے مارنے کے بعد اسکا گلہ بھی گھونٹ دے گا۔۔

میں نے پوچھا!! ہاتھ کس نے اٹھایا میری بیوی پہ؟؟۔۔۔ مظہر شاہ کی خاموشی پہ وہ جھک کے اسکے سر پہ بندوق کا بٹ مارتا گرجا۔۔ مظہر شاہ نے درد سے کراہتے ہوئے اپنے سر پہ ہاتھ رکھا تھا، اسکی ٹانگ اور ہاتھ میں گولی پیوست تھی، اسی سمجھ نہیں آ رہا تھا، اسے اپنے وجود کے کس حصے پہ زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔۔ وہ بری طرح سے چیخ رہا تھا، کاظم شاہ نے اسکے سینے پہ اپنے گھٹنے کا دباؤ ڈالتے اسکی گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبوچا تھا۔

گ۔ گا۔۔ گارڈ۔۔۔ نے۔۔ غلطی۔۔۔ سے۔۔ اٹھایا۔۔۔ مظہر شاہ گھٹی گھٹی آواز میں سارا الزام اپنے گارڈز پہ ڈال گیا ۔۔ اسکی آنکھوں میں جھوٹ کی تحریر پڑھتے کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ زوردار مکا جڑا تھا اور پھر وہ رکا نہیں تھا اس نے اسکے چہرے پہ جنونی انداز میں مکوں کی برسات کرتے اسکا گلہ دبایا تھا۔۔

کیا بکواس کر رہا تھا تو؟؟ جرات بھی کیسے کی میری بیوی پہ اپنی غلیظ نظر رکھنے کی؟ تو نے ہمت کیسے کی کاظم شاہ کی عزت کے تن سے اسکی چادر کھینچنے کی؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ گرجدار آواز میں دھاڑتا اسکے گلے پہ اپنے مضبوط ہاتھوں کا دباؤ بڑھا رہا تھا۔ مظہر شاہ چاہ کے بھی کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔۔ ایزل شاہ جو کانپتے ہوئے کاظم شاہ اور ارزم شاہ کے اس

جنونی روپ کو دیکھ رہی تھی، احان شاہ کو حواس باختہ ہو کے ازمیر شاہ کا چہرہ تھپتھپاتے دیکھ کے جلدی سے اپنے بیٹے کی طرف بھاگی۔۔

کس ہیڈ لائن کی بات کر رہا تھا تو؟ ہمت ہے تو ابھی وہ الفاظ اپنی زبان سے نکال!! اگر مرد کا بچہ ہے تو ابھی وہ الفاظ دہرا پھر دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے گلے سے ہاتھ ہٹاتا حلق کے بل چیخا تھا۔ اسکا چہرہ اس وقت شدید غصے سے لال سرخ ہوا پڑا تھا، چہرے کے ساتھ ساتھ پورا وجود پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ مظہر شاہ اسکے دھاڑنے سے تھر تھر کانپتا اپنے گلے پہ ہاتھ رکھے کھانس رہا تھا۔۔

تیرے جیسے نامرد ہوتا ہیں جو اپنی مردانہ کمزوری کے علاج کے لئے حکیموں کے پاس جانے کی بجائے دوسروں کی عزت پہ گندی نظر رکھ کے اپنی اوقات سے بڑے بڑے کام کرتے ہیں! مرد ہوتا تو سامنے سے مقابلہ کرتا! یوں نامردوں کی طرح پیٹھ پیچھے وار نہ کرتا!!۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے دونوں بازوؤں کو ایک دوسرے میں الجھا کے ایک دم سے چیخ کی آواز نکال کے ان کی ہڈیاں توڑتا دھاڑا تھا۔ مظہر شاہ کی چیخیں آسمانوں کو چھو رہی تھیں لیکن کاظم شاہ کے سر پہ اس وقت جنون سوار تھا۔۔ اس نے یہی حال اسکی ٹانگوں کے ساتھ کیا تھا، اسکی ٹانگوں کو ایک دوسرے میں الجھا کے وہ اسے ان سے بھی معذور کر گیا۔۔ ابھی وہ مزید کچھ کرتا جب ایزل شاہ کے ہچکیوں سے رونے اور چیخنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ ارزم شاہ جو ان دونوں نقاب پوشوں کی فرصت سے دھلائی کر رہا تھا انہیں آخری سانس لیتے دیکھ کے استہزایا ہنسا تھا جب ایزل کے یوں بین ڈال کے رونے پہ اس نے جلدی سے اسکی طرف دور لگائی۔۔

ازمیر!! میری جان!! مما کی جان پلیز اپنی آنکھیں کھولو!!!۔۔۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ازمیر کو اپنے سینے سے لگا رہی تھی جو آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔ احان کب سے اسکے ہاتھ پیر رب کرتا اسے جگانے کی بھرپور کوشش کر چکا تھا لیکن ازمیر ٹس سے مس نہیں ہوا تھا، گولیوں کی اتنی تیز آوازیں بھی اسے ہوش میں نہ لا سکیں! ارزم شاہ نے جلدی سے دور پڑی بالٹی پکڑتے اس میں موجود تھوڑا سا پانی اپنے ہاتھ میں انڈھیلتے ازمیر کے چہرے پہ ہولے سے پھینکا تھا لیکن ازمیر کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی نہ ہی اسکی پلکوں نے جنبش کی تھی۔۔

کیاہوا ہے میرے بیٹے کو؟ میرا بیٹا مجھے دو!!!۔۔۔۔ کاظم شاہ تڑپ کے چیختا ہوا ایزل کے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو اپنے سینے سے لگا گیا۔ ازمیر کا وجود اس وقت حرکت نہیں کر رہا تھا، وہ بالکل ساکت تھا۔۔ کاظم شاہ کو لگا اسکے دل کو کسی نے زور سے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔۔

"میر" بابا کی جان! آنکھیں کھولو!! آئی ایم ہئیر!!۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکا چہرہ دیوانوں کی طرح چومتا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔۔ اس وقت وہ آس پاس سب کو فراموش کر چکا تھا، اسے کوئی مظہر یاد نہیں تھا جس کی اس نے بوٹیاں بنانی تھیں، اسے اس وقت صرف ازمیر کو ہوش میں لانا تھا۔۔

کاظم!! ۔۔۔۔لالا۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اور ارزم شاہ ایک دم سے یک زبان ہوتے دھاڑے تھے۔۔ احان شاہ اسے دھکا دے کے اسکی جگہ سے ہٹا گیا جبکہ ارزم شاہ نے مظہر شاہ کے بائیں ہاتھ پہ بنا کسی دیری کے فائر کیا تھا لیکن تب تک وہ اپنے ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے کاظم شاہ پہ فائر کر چکا تھا، جو گولی کاظم شاہ کے سینے یا ازمیر کے چھوٹے سے وجود کا نشانہ بنی تھی، احان کے وقت پہ دھکا دینے سے وہ گولی کاظم شاہ کے بازو کو چھو کے گزری تھی۔۔ ایزل شاہ کی دہل دہلاتی چیخیں گونجی تھیں۔۔ کاظم شاہ نے اپنے بازو میں اٹھتی تکلیف کو نظر انداز کرتے ازمیر شاہ کو جلدی سے اپنے سینے میں چھپایا تھا یوں کہ اسے کوئی گرم ہوا بھی چھو کے نا گزرے۔۔ احان اور ارزم نے مظہر شاہ کی طرف بڑھتے اسکے سینے میں اپنی بندوق کی تمام گولیاں اتاری تھیں، کاظم شاہ نے زمین سے اپنی گن اٹھائی تھی جس کا استعمال ابھی کچھ دیر پہلے مظہر نے اپنے ٹوٹے ہاتھ سے کرنا چاہا تھا، اپنی بندوق اٹھاتے اس نے اسکے دماغ کے بیچ و بیچ فائر کرتے اگلا فائر اسکی شہہ رگ پہ کیا تھا، ہر طرف خون کے چھینٹے پھیل چکے تھے۔۔ مظہر شاہ کا لہولہان وجود ساکت ہو چکا تھا، اسکی کھلی بے حسی و حرکت آنکھیں اس وقت چھت کو گھور رہی تھیں۔ مظہر شاہ کا کام تمام ہو چکا تھا۔۔

اگر میرے بیٹے کو کچھ ہوا ایزل شاہ تو میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں تمہارے سامنے اس بندوق سے اپنی جان لوں گا اور تم مجھے روک بھی نہیں پاؤ گی!!۔۔ مظہر شاہ کی کہانی ختم کرنے کے بعد کاظم شاہ شدید غصے سے ایزل شاہ کی طرف دیکھ کے اپنے ان دو ہی جملوں سے اسکا دل خوف سے دھڑکا گیا بالکل اسی طرح جس طرح پچھلے کئی گھنٹے اسکا دل پریشانی سے پاگل ہوتا رہا تھا۔ ابھی ایزل کچھ بولتی جب کاظم شاہ اسکی سنے بغیر ازمیر کو اپنے سینے میں مضبوطی سے قید کرتا باہر

کی طرف بھاگا تھا۔ اسے اس وقت کسی بھی طرح سے اپنے بیٹے کی جان بچانی تھیں کیونکہ اسکی سانسوں کی رفتار بے حد کم تھی۔۔

مجھے تم سے اتنی بے وقوفی کی توقع نہیں تھی ایزل!!!۔۔۔ احان شاہ افسوس سے ایزل کی طرف دیکھ کے گویا ہوتا تیزی سے کاظم شاہ کے پیچھے لپکا تھا۔ پہلے کاظم اور اب احان کے بھی یوں رخ موڑ کے جانے سے ایزل شاہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں رونے لگی، ارزم شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے امڈتے غصے پہ قابو پایا تھا کیونکہ اپنی ذی کی بے وقوف حرکتوں کی وجہ سے اسے لڑکیوں کی ایسی بے وقوفیاں دیکھنے کی عادت ہو چکی تھی۔۔

ریلکس ایزل! ازمیر ٹھیک ہو جائے گا! چلو میرے ساتھ!!۔۔۔ ارزم شاہ نے نرم لہجہ اپناتے اسے اپنے کندھے کے ساتھ لگاتے خاموش کروایا تھا۔ وہ اسے جلدی سے اپنے ساتھ لے جاتا نیچے کی طرف بڑھا تھا۔۔

مجھے مظہر شاہ کی لاش میرے فارم ہاؤس پہ چاہئیے!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے دھاڑتے ہوئے اپنے گارڈز کو حکم دیا تھا جنہوں نے تیزی سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

میرے صبر کا امتحان مت لو ایزل شاہ!!! ایک سیکنڈ سے پہلے اپنا چہرہ ڈھکو! یا میں آ کے اپنے طریقے سے ڈھکو؟؟۔۔۔۔ وہ جو احان کی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھنے والا تھا بے پردہ ایزل کو روتے ہوئے ارزم شاہ کی گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے غصے سے چیخا تھا جس پہ اس نے جلدی سے ہوش میں آتے اپنے چہرے اور سر پہ چادر درست کی تھی، اس دوران گارڈز نے ایزل کی طرف دیکھنے کی جرآت نہیں کی تھی۔۔ کاظم شاہ کے بیٹھنے پہ احان شاہ نے جلدی سے اپنی گاڑی سڑک پہ دوڑائی تھی۔

گاڑی میں بیٹھو! لالا ابھی غصے میں ہیں! کچھ دیر تک ان کا غصہ اتر جائے گا! وہ ازمیر کو لے کے کافی پریشان ہیں! دعا کرو اسے جلدی ہوش آ جائے!!۔۔ ایزل کو گاڑی کے ساتھ لگ کے بری طرح سے روتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا نرمی سے اسے حوصلہ دے رہا تھا، ابھی کہ اپنے چھوٹے سے شہزادے کا سوچ سوچ کے اسکا خود کا دل پھٹ رہا تھا لیکن اسے اپنے خدا پہ بھروسہ تھا۔

احان شاہ نے جلدی سے پنڈی کے ہی کسی چلڈرن اسپتال کی طرف رخ کیا تھا، کاظم شاہ مسلسل پاگلوں کی طرح اپنے بیٹے کو چومتا اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو رب کر رہا تھا لیکن ازمیر تو جیسے اس سے بری طرح سے روٹھ چکا تھا، اس نے اسکی ایک آواز نہیں سنی تھی، کاظم شاہ کی آواز میں موجود تڑپ احان شاہ کا دل دہلا رہی تھی۔۔وہ تقریباً پندرہ منٹ بعد اس سنسان جگہ سے نکلے تھے، میپ کے مطابق چلڈرن ہاسپٹل صرف چند منٹوں کی دوری پہ تھا۔

گاڑی کی سپیڈ بڑھا!!!۔۔۔۔۔ازمیر کو ہوش میں لانے کی تمام کوششوں میں ناکامی کا سامنا کرتے کاظم شاہ اپنی پوری قوت سے غرایا۔۔احان شاہ خاموشی سے ونڈ سکرین پہ نگاہیں جمائے مہارت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا، اسکا سر اس وقت درد سے پھٹ رہا تھا لیکن وہ پھر بھی فل سپیڈ میں ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ان کے پیچھے ہی ارزم شاہ کی گاڑی انہیں فالو کر رہی تھی۔۔ایزل شاہ رو رو کے اپنا برا حال کرتی حسرت سے احان شاہ کی گاڑی کی طرف دیکھ رہی تھی جس میں اس کا بیٹا تھا۔۔وہ اپنے ازمیر کو اپنے سینے میں بھینچنا چاہتی تھی لیکن ان دونوں میں ایک گاڑی کا فاصلہ تھا۔ اور کاظم شاہ کو گولی بھی تو چھو کے گزری تھی نا؟ اس نے دیکھا تھا کس طرح سے اسکی وائٹ شرٹ منٹوں میں خون سے بھیگی تھی لیکن اسے تو جیسے اپنی پرواہی نہیں تھی۔ایزل شاہ اپنی بے بسی پہ بچوں کی طرف روتی ارزم شاہ کی کسی بات کا اثر نہیں لے رہی تھی۔ارزم شاہ نے اسے کافی سمجھایا تھا لیکن اسکا رونے پہ زور دیکھ کے وہ صرف گہری سانس بھر کے رہ گیا۔۔

"زیادہ کلوروفام دینے کی وجہ سے بچے کا سانس اکھڑنے لگ گیا اور اسے ٹھیک سے سانس نہیں آرہا! مسلسل اتنی دیر بے ہوشی کی وجہ سے بچے کی جان کو خطرہ ہے!!"۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑا بار بار ڈاکٹر کے یہ الفاظ اپنے دماغ میں دہرا رہا تھا، ان الفاظ کو یاد کرتے اسکا کلیجہ منہ کو آرہا تھا، احان اور ارزم شاہ نے اسے کافی حوصلہ دینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔آنکھیں ضبط سے لال انگارا ہو رہی تھیں، اسے لگ رہا تھا وہ ابھی رو دے گا لیکن وہ لمبے لمبے سانس لیتا خود کو مضبوط ظاہر کر رہا تھا۔کتنے بے رحمی تھے وہ سب! کیا ان میں سے کوئی ایک انسان بھی رحم دل نہیں تھا جو اسکے بیٹے پہ رحم کے دوسروں کو تھوڑی ہدایت دے لیتا کہ یہ کلوروفام اسکے بیٹے کی جان لے سکتا ہے! کیا دنیا میں واقعی ہی اچھے لوگوں سے زیادہ برے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا؟

ایزل شاہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی لیکن اس نے ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

لالا آپ کے بازو سے خون بہہ رہا ہے! ڈریسنگ کروالیں!!۔۔۔ارزم شاہ نے کوئی پانچویں دفعہ اسکی منت لی تھی۔۔

نہیں! جب تک میرا "میر" ہوش میں نہیں آئے گا میں یہاں سے ایک انچ نہیں ہلوں گا!!۔۔۔وہ جنونی انداز میں بولتا اپنی لہولہان گولڈن آنکھیں زور سے میچ گیا۔ایزل شاہ کی سسکیوں میں اضافہ ہوا تھا۔احان شاہ نے تاصف سے کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ایزل کی طرف بڑھتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا،لاڈلی بہن کا اب سسک سسک کے رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ایزل شاہ اسکے مضبوط فراخ سینے پہ سر رکھتی ہچکیوں سے رونے لگی۔۔

تمہیں منع کیا تھا تم ہویلی سے نہیں نکلو گی! پھر میری اجازت کے بغیر اور میرے منع کرنے کے باوجود ہویلی سے کیوں نکلی؟۔۔اسکی سسکیوں پہ کاظم شاہ اپنا رخ اسکی طرف موڑتا خود پر سے ضبط کھوتے ہوئے دبی دبی آواز میں چلایا تھا،اس وقت ان کے آس پاس کوئی بھی موجود نہیں تھا۔اندر ڈاکٹر ازمیر کو چیک کر رہی تھی،وہ چاروں باہر کھڑے اسکی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے،ہویلی سے سو فون آچکے تھے لیکن انہوں نے ایک فون نہیں اٹھایا تھا۔۔کیا جواب دیتے ان سب کو؟

ایزل شاہ اسکے چلانے پہ سہمتی ہوئی مزید احان شاہ میں چھپی تھی۔۔

دل کر رہا ہے سب سے پہلے اس کمینے ریز شاہ کا قتل کروں جس نے میری بات کی نفی کرتے ہوئے مظہر شاہ کو اسی روز مارنے کی بجائے قانون کے حوالے کیا تھا! بولتا تھا تین سے پانچ سال سے پہلے باہر نہیں آئے گا!! ابھی سالا میرے سامنے ہوتا تو اسکا چہرہ بگاڑ کے اس سے پوچھتا! کہاں گیا اسکا قانون؟۔۔۔۔وہ ایزل کے سہمنے کی پرواکئے بغیر پاس پڑے بنچ کو زور سے ٹھوکر مارتا دبی دبی آواز میں دھاڑا۔۔

چپ ہو جاؤ میرا بچہ! سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔احان شاہ نے روتی بلکتی ایزل کے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے ہونٹ رکھتے اسے شانت کرنے کی کوشش کی۔۔

خود کو اور اپنے اس بچے کو لے کے حویلی کا رخ کرو!! اسکا رونا دھونا میرا میٹر مزید شارٹ کر رہا ہے! یہ نہ ہو میں خود کو کچھ کر بیٹھوں!! ۔۔ایزل کو ہچکیوں سے احان کے سینے سے لگ کے روتے دیکھ کے کاظم شاہ سرد لہجے میں احان سے

مخاطب ہوا تھا جس پہ اس نے اسے جو ابا گھوریوں سے نوازا تھا۔ وہ جب پیار کرتا تھا تو ٹوٹ کے کرتا تھا لیکن جب غصہ آتا تھا تو کہاں اس پہ قابو پانا جانتا تھا۔ ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب انہیں روم سے ڈاکٹر باہر نکلتی دیکھائی دی تھی۔۔

انہیں سو فون کر ڈالے ہیں! لیکن ایک کال نہیں اٹھا رہے!۔۔۔ میر ال شاہ پریشانی سے گلالئی اور ذائشہ خان سے گویا ہوئی۔ اب تو رات ہونے کو آئی تھی لیکن ان تینوں کا اور ایزل ازمیر کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

ارزم تو کافی غصے سے یونیورسٹی سے نکلے تھے اور مجھے بھی ڈرائیور کے ساتھ ہویلی بھیجا تھا! اللہ خیر کرے!!۔۔۔

ذائشہ خان پریشانی سے اسے جواب دے رہی تھی۔ ہویلی کے تمام بڑے باہر لاؤنج میں موجود فکر مندی سے یہاں وہاں ٹہل رہے تھے، کسی نے بھی رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سب کا دل گھبرا رہا تھا۔ گلالئی انہیں بتانا چاہتی تھی ایزل اور ازمیر کے ساتھ کوئی مسئلہ ہوا ہے لیکن وہ انہیں مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، اسی لئے بس دل میں ان کی سلامتی کی دعا کرتی اپنے دھڑکتے دل کو سنبھال رہی تھی۔

جانِ تمنا۔۔ قسط 120 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

دیکھیں! میں نے ازمیر کی عمر اور اسکے وزن کے مطابق ڈوز ایڈجسٹ کر کے اسے hyzonate اور کچھ ایمرجنسی ڈرگز دی ہیں Ambu Bag !سے مصنوعی آکسیجن کے ساتھ ساتھ اسے اسکی عمر کے مطابق ڈرپ لگائی ہے! ان شاءاللہ دو سے تین گھنٹوں تک ازمیر کو ہوش آجائے گا!! آپ لوگ اس سے مل سکتے ہیں!۔۔۔۔ ڈاکٹر نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ پروفیشنل انداز میں انہیں ازمیر کی کنڈیشن بتا کے وہاں سے جا چکی تھیں۔ وہ چاروں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے تیزی سے اسکے روم کی طرف بڑھے تھے۔۔

وہ چاروں پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اس وقت ہاسپٹل کے روم میں ازمیر کے ارد گرد موجود تھے، ڈاکٹر نے انہیں بتایا تھا بہت ممکن ہے ازمیر کو دو سے تین گھنٹوں تک ہوش آجائے۔ تب سے وہ کچھ پر امید ہوئے تھے ورنہ چاروں کے دل کسی انہونی کے احساس سے بری طرح سے دھڑک رہے تھے۔ کاظم شاہ بیڈ پہ ازمیر کی دائیں طرف بیٹھا اسکا چھوٹا سا ہاتھ بار بار اپنے لبوں سے لگا رہا تھا جس پہ ڈرپ لگی ہوئی تھی جبکہ ایزل مجرموں کی طرح ازمیر کی بائیں سائیڈ پہ بیٹھی بے آواز رو رہی تھی۔ احان اور ارزم ان دونوں کے سر پہ کھڑے ہویلی کے بڑوں سے بات کرتے انہیں پُر سکون کر رہے تھے۔۔ احان شاہ اپنے باپ سے بات کرتا انہیں مختصر سا سارا واقع بتا رہا تھا تو وہی پہ ارزم شاہ کال پہ میرال کی ڈانٹ سن رہا تھا کیونکہ وہ کب سے اسکا فون جو نہیں اٹھا رہا تھا۔ ایزل نے اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اس دوران شاید ایک دفعہ بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔ شاید وہ اس کے لئے اتنی ضروری نہیں تھی جتنا ضروری اسکے اسکا "میر" تھا۔ اتنے بڑے حادثے کے بعد اس نے ایک دفعہ بھی اسے سینے سے لگا کے ریلکس کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جیسے پہلے اسے سینے میں بھینچ کے اسکی تمام پریشانیاں ختم کرتا تھا۔

آ۔ آپ۔۔ اپنے۔۔ بازو۔۔ کی۔۔ ڈریسنگ۔۔۔ کروا۔۔ لیں!۔۔۔ ایزل جس کا دل کب سے اسکی فکر میں پاگل ہو رہا تھا، پھر سے اسکی سفید شرٹ کے بازو پہ خون دیکھ کے وہ اب بالآخر مزید خاموش نہ رہ پائی، درمیانی آواز میں اسے ڈریسنگ کروانے کا مشورہ دیا۔ کاظم شاہ خاموش رہا۔ وہ اس کی بات سنی ان سنی کئے ازمیر کا پھولا گال نرمی سے سہلا رہا تھا۔۔

جی بابا جان سب بہتر ہے! ہم ابھی پنڈی میں ہیں! آتے آتے وقت لگ جائے گا! آپ لوگ کھانا کھا کے سو جائیں! باقی باتیں بعد میں ہوں گی!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے ھارون شاہ سے ختمی گفتگو کرتے ہوئے فون رکھا تھا جبکہ ارزم شاہ ڈانٹ سنتے ہوئے کچھ بولنا چاہ رہا تھا لیکن میرال اسے بولنے کا موقع کہاں دے رہی تھی؟ وہ اپنی شہد رنگ بیئر ڈ پہ ہاتھ پھیرتے کندھے اچکاتا منہ پہ ڈپ لگائے سر کو مسلسل خم دیتا اسکے غصے کا نشانہ بن رہا تھا۔ وہ واقعی ہی ان سب پہ کافی تپی ہوئی تھی۔۔ کال بند ہونے کے بعد احان شاہ نے یہاں وہاں نگاہیں گھمائی تھیں، بیڈ سے کچھ فاصلے پہ ایک فرسٹ ایڈ کٹ پڑی ہوئی تھی۔ وہ فرسٹ ایڈ کٹ اٹھا کے بیڈ پہ رکھتا کاظم شاہ کے ہاتھ سے ازمیر کا ہاتھ چھڑواتے ہوئے اسکی سفید شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔۔ کاظم شاہ نے اس اچانک افتاد پہ تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو بے حد

سنجیدگی سے اسکی شرٹ کے تمام بٹن کھول چکا تھا، ایزل جو کب سے کاظم کو کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھی، احان کو کاظم کی شرٹ اتارتے دیکھ کے نگاہیں جھکاتی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں موڑنے لگی۔ اسکے کٹاوداز چوڑے سینے کو دیکھتی وہ ہمیشہ یوں ہی نظریں جھکا جایا کرتی تھی۔

کیا کر رہا ہے؟۔۔۔کاظم شاہ دانت پیس کے غصے سے بولا۔

عزت لوٹنے لگا ہوں تیری! اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا بے بی!!۔۔۔۔احان شاہ اسکے بے تکے سوال پہ اسکے کان کے پاس جھک کے بے باکی سے سرگوشی نما آواز میں جواب دے کے آنکھ دباتا ہوا اسکی شرٹ تیزی سے اتار کے اسکی گود میں رکھ گیا۔ اسکی یہ بے باک بات صرف کاظم شاہ ہی سن پایا تھا۔

شٹ اپ! دور ہٹ! مجھے کوئی ڈریسنگ نہیں کروانی!۔۔وہ اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتا دبی دبی آواز میں غرایا کیونکہ آواز بلند کر کے ازمیر کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔میرال کی کال آف ہونے پہ ارزم شاہ نے دل میں شکر ادا کرتے مسکرا کے احان اور کاظم کی طرف دیکھا تھا۔

ڈریسنگ تو تیرے اچھے بھی کروائیں گے!!۔۔۔احان شاہ دانت پیس کے بولتے ہوئے زبردستی اسکا بازو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکے بائیسیپ پہ موجود زخم مہارت سے صاف کر رہا تھا۔ ایزل ان کی طرف دیکھنے کی بجائے مسلسل نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔۔

مجھے اور میرے بیٹے کو اس حال میں پہنچانے والے تم تینوں ہو! ۔۔وہ دانت کچکچا کے ہر بات کا قصوروار ان تینوں کو ٹھہراتا مسلسل احان شاہ سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا، احان شاہ نے تنگ آتے ہوئے اسکے جبڑے پہ مکا جڑا تھا۔

اب اگر تو ذرا سا بھی ہلا تو تیری ڈریسنگ کرنے کی بجائے اگلا مکا تیرے اس زخم پہ مار کے اسے پھوڑ ڈالوں گا!!۔۔۔احان شاہ کے لہجے میں ایک وارننگ تھی۔۔

لالا میرا نام تو نہ ہی لگائیں اس سب میں! میں نے تو صرف آپ کی بیوی کا حکم شریف ماننے کی غلطی کی تھی اور میری کوئی غلطی اس وقت ہوتی جب آپ نے مجھے الرٹ رہنے کا بولا ہوتا! نہ آپ نے مجھے کچھ بتایا اور نہ تو مجھے الہام ہونا تھا!!۔۔۔۔ارزم شاہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولتا اسکے الزامات سے بری الزمہ ہوا تھا۔۔

جب تم جانتے تھے میر کو بخار ہے تو اسے اپنے ساتھ لے جانے کی بجائے اسکے باپ سے یا مجھے فون کر کے اسکی کلاس لگواتے لیکن نہیں تم میں سے کسی میں عقل نہیں ہے!!۔۔۔کاظم شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہوا تھا۔ایزل شاہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتی اپنے امڈتے آنسوؤں پہ قابو پانے لگی۔

ہاں ساری عقل اللہ نے اس میں کوٹ کوٹ کے بھری ہے! تجھ میں اتنی عقل ہوتی تو ہمیں سسپینس میں چھوڑ کے فلم چلانے کی بجائے پوری بات بتاتا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی احان شاہ نے بھڑکتے ہوئے اسے جواب دیا تھا،وہ اب اسکے بازو پہ بینڈیج کرتا اس پہ ٹیپ کر رہا تھا۔

اگر تیری عقل موٹی نہ ہوتی تو تو میرے اتنے سے ہنٹ سے بھی پوری بات سمجھ جاتا اور تو کہاں تھا جب یہ میڈیم حویلی سے نکلی تھی؟۔۔کاظم شاہ اپنی شرٹ پہنتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

میں حویلی میں نہیں تھا! گل کو فالواپ کے لئے ہاسپٹل لے کے گیا تھا! اور ساری غلطی میری بہن کی نہیں ہے! اس نے کونسا خود کو خود کیڈنیپ کروایا ہے جو یوں بھڑکتا جا رہا ہے؟۔۔۔احان شاہ نے اسے گھور کے جواب دیتے ہوئے بہن کی سائیڈ کی تھی۔۔

کیا مطلب تیری بہن کی غلطی نہیں ہے؟کوئی بھی اسے میسج پہ بولے گا میں کاظم،احان،ارزم یا زوریز ہوں تو یہ منہ اٹھا کے اسکی بات سنتی اسکے ساتھ چل دے گی؟کیا یہ غلطی تجھے چھوٹی لگتی ہے؟اسکی اتنی سی غلطی کی وجہ سے ہمارا بیٹا اس وقت اس حال میں ہے! وہ حرامی انسان اپنے منہ سے جو مغلظات بک رہا تھا! ان الفاظ کو سوچ سوچ کے میرے جسم میں شرارے پھوٹ رہے ہیں! وہ الفاظ سننے سے بہتر تھا میں مر جاتا!! اگر ہم وقت پہ یہاں نہ پہنچتے تو تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے وہ کتنی گھٹیا حرکت انجام دیتا! میری بیوی اس گھٹیا انسان کے سامنے بے پردہ موجود تھی صرف اور صرف اسکی چھوٹی سی بیوقوفی کی وجہ سے!! کیا یہ چھوٹی بچی ہے جسے آج کل کے حالات کی کوئی خیر خبر نہ ہو؟کیا یہ نہیں جانتی ہمارے کتنے دشمن ہیں جو ہر وقت ہم پہ وار کرنے کی تاق میں ہوتے ہیں اور تم بجائے بہن کو سمجھانے کے اسے شے دے رہے ہو تا کہ وہ اگلی دفعہ پھر سے ایسی غلطی دہرائے؟کیا تم مجھ سے زیادہ اس سے پیار کر سکتے ہو؟ نہیں! نہیں کر سکتے! تم میری فیلینگز کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب میں نے اسے اس بھوکے شکاری کے سامنے بغیر چادر کے دیکھا تھا!! میں تو اسے حویلی میں تم لوگوں کی پاکباز نظروں کے سامنے سر سے چادر نہ اتارنے دوں تو وہ تو پھر

ایک حوس پرست وحشی انسان تھا! اسکا چہرہ دیکھ رہے ہو؟ اسکے چہرے پہ اس کے تھپڑوں کے نشان دیکھ رہے ہو؟!میں جو اسے ایک کانٹے جتنی تکلیف دیتے ہوئے بھی تڑپ جاؤں کیسے اسکے چہرے پہ کسی دوسرے کے دیئے گئے تھپڑ کا نشان برداشت کروں؟؟ وہ ہوتا کون ہے میری بیوی پہ ہاتھ اٹھانے والا؟! میں ایک منٹ لیٹ ہو جاتا تو اگلا منظر دیکھ کے تم میں بلکہ ہم سب مر جاتے!! اگر میں اس وقت اسکے ہاتھ پہ فائر نہ کرتا تو اس سے مزید ہولناک منظر ہم سب مل کے دیکھتے! کیا وہ منظر دیکھنے کے بعد ہم ایک دوسرے سے نگاہیں ملا پاتے؟؟ تم لوگ میری حالت کیوں نہیں سمجھتے؟ میں وہ انسان ہوں جس نے اسے شادی سے پہلے بھی بغیر دوپٹے کے حویلی سے نکلنے نہیں دیا تو اب تو پھر یہ میرے نکاح میں موجود میری عورت ہے! ایسی کی تیسی ہر اس شخص کی جو اس پہ ایک گندی نظر بھی ڈالے!! یہ حرکت کوئی بچی کرتی تو ماننے میں آتی! یہ بچی نہیں ہے! یہ سید کاظم شاہ کی بیوی اور سید ازمیر شاہ کی ماں کے عہدے پہ فائز ہے! جب خود اتنی بڑی بڑی غلطیاں کرے گی تو بیٹے کو خاک سیکھائے گی؟ آج میں اسے اسکی غلطیوں پہ گلے سے لگاؤں گا تو کل کو یہ دوبارہ یہ غلطی دہرائے گی! عورت ہمیشہ پیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتی ہے اور یہ ہم تینوں مردوں سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا!!۔۔۔ کاظم شاہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے غصے سے جو غرانا شروع ہوا تھا تو پھر خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔

ابھی بھی دل میں سوچ رہی ہو گی یہ لالا کے سامنے میری انسلٹ کر رہے ہیں لیکن اس نے یہ نہیں سوچا ہو گا ان باتوں سے میں اسے کیا سمجھانا چاہ رہا ہوں! جب سارا کچھ تمہارے لالا کے سامنے ہوا ہے! میری جان اسکے سامنے نکل رہی تھی اور پھر بھی یہ بہن کا سگا بنا ہوا ہے تو میں تم دونوں کو ایک ساتھ عقل کیوں نہ دوں؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے اب احان اور ارزم کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں ایزل کے دل میں چلتی بات بتائی تھی اور وہ واقعی ہی سچ بتا رہا تھا، وہ اپنے آنسو روکتی دل میں معصومیت سے یہی سوچ رہی تھی۔۔

چل اب زیادہ بکواس نہ کر! ہمیں تیرے لیکچر کی کوئی ضرورت نہیں ہے! کہاں میری بہن انیس سال کی بچی اور تو تیس سال کا بھرپور مرد! تم دونوں کی عقل میں زمین آسمان کا فرق ہے! آہستہ آہستہ سب سمجھ جائے گی!!۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے جواباً گھور کے دیکھتا ایزل کے پاس جاتے ہوئے اسے پھر سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ وہ جو کب سے بے آواز رو رہی تھی اب پھر سے ہچکیوں سے رونے لگی۔ ارزم شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے صرف یہ

سارا تماشا دیکھ رہا تھا، وہ کسی کی سائیڈ نہیں لے رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا ایزل اور کاظم ایک دوسرے سے کتنا پیار کرتے ہیں! ان دونوں نے ابھی کچھ دیر میں ٹھیک ہو جانا تھا اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے لڑ جھگڑ کے پھنس جاتا!

اسی لئے خاموشی سے ازمیر کی طرف دیکھتا اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

جب تو اسے سمجھانے کی بجائے ایسے لاڈ اٹھائے گا تو یہ میڈیم سمجھ بیٹھی ہے! جب تک کسی کو اسکی غلطی ریئلائز ہی نہ کروائی جائے وہ کیسے سمجھے گا کہ اسے اگلی دفعہ یہ غلطی نہیں دہرانی؟ یا کیسے خود کو اگلی دفعہ اس ظالم دنیا سے بچانا ہے؟ وہ تو یہی سمجھے گا میں یہاں سے غلطی کروں گا اور وہاں سے مجھے کوئی بچا کے سینے سے لگا کے لاڈ اٹھالے گا!۔۔۔ کاظم شاہ سر جھٹک کے دانت پیستے ہوئے بولا۔۔

م۔مجھے۔حویلی۔۔جانا۔۔ہے۔۔لالا!!۔۔

ازمیر۔۔تو۔۔صرف۔۔ان۔۔کا۔۔بیٹا۔۔ہے۔۔نا۔۔یہ۔۔سنبھال۔۔لیں۔۔گے۔۔۔اسے۔!!۔مجھے۔۔تو۔۔ جیسے۔۔اپنے۔۔بیٹے۔۔کی۔۔کوئی۔۔فکر۔۔نہیں۔۔ہے!!۔۔میں۔۔تو۔۔ہوں۔۔ہی۔۔بے وقوف!۔۔۔

ایزل ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے احان سے مخاطب اسکے سینے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔۔اسکے یوں رونے پہ کاظم شاہ نے بے چینی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔اسکی بے چینی پہ ارزم شاہ مسکراتے ہوئے سر جھکا گیا۔۔

ہاں ہم حویلی چلتے ہیں! جب اپنے پیس کو اکیلا سنبھالے گا تب اسے پتا چلے گا ماں بننا کتنا مشکل کام ہے!۔۔۔۔احان شاہ نے یہاں بھی ایزل کا ساتھ دیتے اسکے سر پہ چادر درست کرتے ہوئے یہاں پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب ازمیر کے رونے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔سب جلدی سے اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔

میر!! میری جان!!۔۔۔۔اسکے ہوش میں آنے پہ کاظم شاہ جھک کے اسکے چہرے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسے پیار سے اپنی طرف متوجہ کرنے لگا لیکن وہ بری طرح سے رو رہا تھا۔ایزل اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتی احان شاہ سے الگ ہوتے ان دونوں باپ بیٹے کی طرف دیکھنے لگی۔۔اتنی ہی دیر میں نرس روم میں آتی دیکھائی دی تھی، ازمیر کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اسکا آکسیجن لیول چیک کرتے ہوئے مصنوعی آکسیجن اتارتی خاموشی سے باہر چلی گئی تاکہ ڈاکٹر کو اس کے ہوش میں آنے کی اطلاع دے سکے۔۔

میرا بچہ بابا سے ناراض ہے؟۔۔۔۔۔وہ ازمیر کو اپنی گود میں بٹھا کے اسکے موٹے موٹے آنسوؤں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی اپنے جیسی گولڈن آنکھیں چومتے اسے پیار سے اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا۔۔ازمیر مزید زور زور سے روتا جیسے اسکی گود سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

آئی ایم سوری میری جان! اب بابا کبھی بھی آپ کو چھوڑ کے نہیں جائیں گے!!۔۔۔۔اسکے مزید رونے پہ کاظم شاہ تڑپ کے بولتا اسکا پورا چہرہ پیار سے چومنے لگا لیکن اسکے رونے میں کمی نہیں آئی تھی۔وہ ایزل کی طرف دیکھتا اپنے ہاتھ تھوڑے تھوڑے اٹھا کے نیچے گراتا پھر سے رونے لگتا۔۔

لالا اسے ابھی ایزل کے پاس جانا ہے! فیور میں بھی پورا دن ایزل کے پاس رہتا تھا، کسی کے پاس نہیں جاتا تھا!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا خود ازمیر کو اس وقت اٹھانے کا بہت دل تھا لیکن وہ ازمیر کی بار بار بازو اٹھانے والی حرکت سے سمجھ چکا تھا وہ ابھی اپنی ماں کے پاس جانا چاہ رہا ہے۔کاظم شاہ نے بے ساختہ ایزل کی طرف نگاہیں گھمائی تھیں۔ایزل نے آگے بڑھتے اسکے بازوؤں سے اپنا بیٹا پورے استحقاق سے چھینتے اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔ازمیر اسکے پاس آتے اگلے ہی پل خاموش ہو گیا۔کاظم شاہ نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دباتے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

ہاں اب بول بیٹا؟ کہاں گیا تیرا لیکچر؟ دو منٹ بیٹا نہیں سنبھالا گیا اور باتیں کروالو اس سے!!۔۔۔۔احان شاہ نے لگے ہاتھ کاظم پہ طنز کا تیر پھینکا تھا، ارزم شاہ ہولے سے ہنسا جبکہ کاظم نے ان دونوں کو شدید گھوری سے نوازا تھا۔۔ایزل اپنے بیٹے میں مصروف روتے ہوئے اسکا پورا چہرہ چوم رہی تھی۔

میں بل پے کر کے آتا ہوں! ازمیر کو ہوش آ گیا ہے کچھ دیر تک حویلی نکلتے ہیں! سب کافی پریشان ہیں!۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد احان شاہ سنجیدگی سے بولتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔اسے باہر جاتے دیکھ کے ارزم شاہ بیڈ پہ پڑی فرسٹ ایڈ کٹ سے پین کلر نکالتا اسکے پیچھے ہی باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔انہیں باہر جاتے دیکھ کے کاظم نے اپنا رخ ترچھا کرتے ہوئے ایزل اور ازمیر کی طرف دیکھا تھا، ازمیر اسکے ساتھ لگا اسکی چادر سینے سے اپنے چھوٹے سے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچے ہوئے تھے، وہ شاید آج والے واقعے سے کافی ڈر چکا تھا، اسے اسکی ماں کی گود سے چھینا گیا تھا اسی لئے تو وہ اسکے ساتھ چپکا ہوا تھا۔۔ایزل کمرے میں کاظم شاہ کی موجودگی کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے اپنی شرٹ اوپر کرتی اسے فیڈ کروانے کی کوشش کی تھی لیکن ازمیر روتے ہوئے اپنا چہرہ دوسری طرف کر گیا۔وہ صبح سے بھوکا تھا، صبح بھی

صرف تھوڑا سا فیڈ کیا تھا اور اسکے بعد سے بخار کی وجہ سے ضد کرتا رہا یا روتا رہا تھا۔۔کاظم اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا بیڈ سے اٹھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھتا اسے لاک کرتے ہوئے وہی پہ کھڑا ہو تا جیب سے فون نکالتے خود کو مصروف ظاہر کرنے لگا۔ دروازہ لاک صرف اس لئے کیا تھا تا کہ احان یا ارزم غلطی سے بغیر دستک دیئے اندر نہ آ جائیں!!

کس کی نظر لگ گئی ہے میرے بیٹے کو!!۔۔۔ازمیر کے فیڈ نہ کرنے پہ ایزل روتی ہوئی اسے اپنے سینے سے لگاتی اسکا ماتھا چومنے لگی،وہ پچھلے کئی دنوں سے ٹھیک سے فیڈ نہیں کر رہا تھا۔ایزل نے اسے کئی دفعہ فیڈر دے کے بھی دیکھ لیا تھا لیکن یہ کوشش بھی ناکام نکلی۔اسے اور ازمیر کو اکھٹے روتے دیکھ کے کاظم شاہ اپنی ناراضگی ایک سائیڈ پہ رکھتا لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکی طرف بڑھا تھا۔

کیا ہو گیا؟وہ تو بچہ ہے اس لئے رو رہا ہے اور تم بھی رو رو کے اس کے ساتھ بچی بنی ہوئی ہو؟۔۔۔کاظم اسکی ٹھوری کو اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتے ہوئے نرمی سے بولا۔۔اسکی نیلی سوجھی آنکھوں میں رونے کی وجہ سے بے حد سرخی دیکھتے وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔اسکا نرم لہجہ پاتے ہی وہ غصے سے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے دور کرتی ازمیر کو پھر سے فیڈ کروانے کی کوشش کرنے لگی،وہ گردن دائیں بائیں کرتا کسمسا رہا تھا لیکن فیڈ نہیں کر رہا تھا۔۔

اسے بھوک نہیں ہو گی!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کے ضبط سے بولتا پھر سے اسکے آنسو صاف کرنے لگا۔

صبح سے بھوکا ہے وہ! !۔۔۔۔وہ درشتی سے بولتی اپنا چہرہ موڑ گئی۔

تم بھی تو بھوکی ہو! شاید تمہیں کچھ کھانے کی ضرورت ہو؟۔۔۔۔وہ اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اپنا چہرہ اس پہ جھکا کے زو معنی انداز میں بولا۔

آپ کی ڈانٹ کھا تو لی ہے؟ابھی بھی آپ کو لگتا ہے میں بھوکی ہوں؟۔۔۔وہ استہزایا لہجے میں بولتی سر جھٹکتے ہوئے اپنے آنسو روکنے لگی۔اسکی بار بار نم ہوتی آنکھیں اسے گھائل کرنے کے لئے کافی تھیں،وہ خاموشی سے اسکے چہرے

کی طرف دیکھتا رہا جس پہ انگلیوں کے نشان چھپے تھے، دل کر رہا تھا مظہر شاہ ایک دفعہ پھر سے زندہ ہو اور وہ پہلے سے زیادہ بے دردی اور بے رحمی سے اسکی جان لے ڈالے۔۔

دروازہ کھول دیں جا کے!! لالا آتے ہی ہوں گے!۔۔۔وہ اپنی شرٹ ٹھیک کرتے ہوئے مصروف انداز میں مزید گویا ہوتی اپنا چہرہ پھر سے اس سے فاصلے پہ کر گئی۔ اپنی چادر ٹھیک کرنے کے بعد ازمیر کو پھر سے سینے سے لگا گئی۔ ازمیر اب خاموش ہوتا پھر سے اسکی چادر اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بھر گیا۔۔ کاظم شاہ اسکے چہرے کے ناراض تاثرات پڑھ رہا تھا جب دروازہ ناک ہوا تھا۔۔ وہ اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولتے ہی نگاہیں ڈاکٹر کی طرف اٹھی تھیں، انہوں نے ڈاکٹر کو صرف مختصر سا واقعہ سنایا تھا تاکہ وہ خود سے کچھ غلط اخذ نہ کر لے۔ سامنے ڈاکٹر کو دیکھتا وہ ایک سائیڈ ہو چکا تھا، ڈاکٹر مسکرا کے ایزل کی طرف بڑھی۔۔

سو فائنلی آپ کے پیارے سے بیٹے کو ہوش آ چکا ہے!

Let me check his fever

ڈاکٹر نرمی سے ایزل کو بولتی اب ازمیر کو چیک کرنے لگی۔

فیور کنٹرول ہو گیا ہے! اگر پھر سے بچے کو فیور ہو جائے تو ٹیپ واٹر سے اسکے ماتھے، پیٹ، سینے اور پاؤں پر پٹیاں کرنی ہیں! اور کچھ میڈیسن دے رہی ہوں باقاعدگی سے دینی ہیں!!۔۔۔۔۔ازمیر کو چیک کرنے کے بعد ڈاکٹر سمجھانے والے انداز میں ایزل کو ہدایت دے رہی تھی۔

یہ فیڈ بھی نہیں کر رہا! بہت ضد کر رہا ہے اور چڑچڑاہٹ کا شکار بھی ہے! میں بہت پریشان ہوں!۔۔۔۔۔ڈاکٹر کے خاموش ہونے کے بعد ایزل پریشانی سے مدھم آواز میں بولی۔ کاظم شاہ ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑا خود کو فون میں مصروف ظاہر کر رہا تھا لیکن ان دونوں کی باتیں وہ آسانی سے سن سکتا تھا۔۔

کتنے دن سے نہیں کر رہا؟۔۔۔۔۔ڈاکٹر نرمی سے ازمیر کے گال اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔۔

تین سے چار دن ہو گئے ہیں!۔۔۔۔ایزل کے لہجے میں ہنوز بے حد پریشانی تھی۔

میں ایک برینڈڈ ملک لکھ کے دے دیتی ہوں! آپ وہ ٹرائے کر لیں! اگر تو پھر بھی دودھ نہیں پیئے گا تو ایک دفعہ پھر سے consult کر لیجیئے گا!!۔۔ڈاکٹر پرچے پہ کچھ الفاظ گھسیٹتے ہوئے پروفیشنل انداز میں بولی۔ ایزل ابھی بھی

مطمئن نظر نہیں آرہی تھی۔وہ کبھی بھی اپنے بیٹے کو پاؤڈر ملک پہ نہیں لگانا چاہتی تھی۔کاظم شاہ خاموشی سے اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ پڑھ رہا تھا۔۔

یہ پکڑیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے سنجیدگی سے احان کی طرف ٹیبلیٹ اور پانی کی بوتل بڑھائی تھی۔احان جو کاؤنٹر پہ بل پے کرنے کے بعد واپس سے ازمیر کے روم کی طرف جارہا تھا چونک کے اسے دیکھنے لگا۔

یہ کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔احان نے بے ساختہ پوچھا۔۔

پین کلر ہے! میں کافی دیر سے نوٹ کر رہا ہوں آپ کا سر درد ہو رہا ہے؟ آپ یہ ٹیبلیٹ کھالیں؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے منہ کے پاس ٹیبلیٹ لے کے آتا فکر مندی سے بول رہا تھا۔احان اسکی فکر مندی پہ مسکرا دیا۔اسکے ہاتھ سے پین کلر اور پانی کی بوتل پکڑتا وہ ایک پل میں ٹیبلیٹ نگل گیا۔۔

میں آپ کا سر دبا دوں لالا؟ آپ یہاں بینچ پہ بیٹھیں!!۔۔۔۔اسکے ٹیبلیٹ کھانے کے بعد بھی ارزم شاہ کی فکر مندی قائم رہی۔

ہاہاہا۔۔۔بس کر!! مانا تجھے دوسری بیوی کا ٹائٹل دیا ہے اب اسکا یہ مطلب نہیں ہے تو اپنی حرکتیں بھی زنانہ کر لے!!۔۔۔۔احان قہقہہ لگا کے اسکے سر پہ چپت لگاتا بینچ پہ بیٹھنے کی بجائے آگے کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ارزم شاہ منہ پھولاتے ہوئے اسکے ہمقدم ہوا تھا۔

آپ کو نہیں لگتا آپ نے زیادہ جم شروع کر دیا ہے؟ پہلے ہمارے بائیسپ میں اتنا فرق نظر نہیں آتا تھا! اب دیکھیں واضح فرق دکھتا ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے ساتھ چلتے ہوئے اپنے اور اسکے بائسیپ کا اندازہ لگانے لگا۔۔احان اس وقت بلیک ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا تو ارزم وائٹ فارمل شرٹ پہنے ہوئے تھا، دونوں کے بازوؤں کے پھولے مسلز واضح دیکھائی دے رہے تھے۔۔

نہیں! اتنا کوئی خاص فرق نہیں ہے! میں نے ٹی شرٹ پہنی ہے اسی لئے تجھے لگ رہا ہے!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے جان بوجھ کے جھوٹ بولا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا ارزم اپنی باڈی کو لے کے کتنا انسیکیور ہے اگر وہ اسکی ہاں میں ہاں ملاتا تو وہ خوامخواہ میں ٹف ایکسرسائز شروع کر دیتا۔

چلو نکلتے ہیں اب!! ۔۔۔۔۔احان اور ارزم کو روم میں داخل ہوتے دیکھ کے کاظم سنجیدگی سے ان دونوں سے مخاطب ہوا تھا،ڈاکٹر بالکل ابھی ازمیر کو چیک کر کے اسکے ہاتھ میں دواؤں کا پرچہ تھماتے ہوئے گئی تھی۔

ازمیر کی کنڈیشن کیسی ہے اب؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم نے ایزل کے قریب جاتے نرمی سے پوچھتے ازمیر کے گال سہلائے۔۔

پہلے سے بہتر ہے لالا!!۔۔۔۔۔۔ایزل بیڈ سے کھڑی ہوتی اپنی چپل پہن کے اب اپنا چہرہ ڈھک رہی تھی۔

تو میرے ساتھ آجا!ارزم ان دونوں کو لے جاتا ہے!!۔۔۔۔۔۔احان نے گلہ کھنکھارتے ہوئے کاظم کو مفید مشورے سے نوازا تھا جس پہ وہ اسے گھورتا ہوا اسکے ہاتھ سے اسکی گاڑی کی چابی چھین گیا۔۔

کباب میں ہڈی بننے کی نہیں ہو رہی!! پہلے ہی تم دونوں کی وجہ سے میری بیوی ناراض ہو گئی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم انہیں آنکھیں دیکھا کے روعب دار انداز میں بولتا ایزل کی طرف بڑھتے ہوئے اسے اپنے کندھے سے لگا گیا۔کاظم کے الزام پہ احان اور ارزم نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو بیوی کو اپنی مرضی سے ڈانٹنے کے بعد سارا مدعا ان پہ ڈال رہا تھا۔ایزل اس اچانک افتاد پہ غصے سے اس سے فاصلہ بنانے لگی لیکن وہ اسکے کندھے پہ گرد اپنے بازو کی گرفت مضبوط کر گیا۔۔

آئی ایم سوری سویٹ ہارٹ!!۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا احان اور ارزم کے سامنے اس سے معافی مانگ رہا تھا کیونکہ باتیں بھی تو ان دونوں کے سامنے سنائی تھیں نا؟

نہیں ایزل اتنی جلدی معاف مت کرنا اسے!!۔۔۔۔احان ناک چڑھا کے بولا۔

لالا مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے!!۔۔۔۔۔ایزل اپنی پوری قوت سے کاظم سے دور ہوتی احان کی طرف بڑھ گئی۔

تمہارے لالا کے سر میں درد ہے! وہ ڈرائیونگ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے! تمہیں میرے ساتھ ہی جانا پڑے گا ڈارلنگ!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی بلیک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا کندھے اچکا کے مسکراہٹ دبا کے بولا۔۔کاظم کے منہ سے اپنی سر درد کا ذکر سنتے احان بے ساختہ حیران ہوا۔۔اس نے تو ان دونوں کو اپنے سر درد کا نہیں بتایا تھا لیکن وہ

دونوں اس کے بغیر کہے جان گئے تھے؟شاید اسکے چہرے پہ سر درد کے تاثرات واضح تھے اور کچھ وہ بار بار اپنے دماغ کی پھولتی رگیں انگلیوں کے ساتھ ہولے سے دباتا۔۔

کیاہوا آپ کولالا؟سر میں کیوں درد ہے؟۔۔۔ایزل فکر مندی ہوئی۔۔

کچھ نہیں ہوا بچے! صبح سے ڈرائیونگ کر رہا ہوں صرف اسی لئے تھوڑا سا درد تھا! پین کلر لے لی ہے اب ٹھیک ہوں!۔۔۔۔۔احان نے مسکرا کے نرمی سے جواب دیا۔

چلو آجاؤ ایزل! ہم نکلتے ہیں! احان لالا کے سر میں درد ہے لیکن کوئی بات نہیں کاظم لالا ان کی کار ڈرائیو کر لیں گے!یہ تو کافی فٹ نظر آرہے ہیں!جانتی ہو نا ابھی کچھ دیر پہلے تمہیں کتنے انرجیٹک انداز میں ڈانٹ رہے تھے!۔۔۔۔ارزم شاہ نے حویلی کی پھوپھو والے ٹائٹل پہ پورا اترتے ہوئے ایزل کو بھڑکایا۔۔

جی لالا! میں آپ کے ساتھ جاؤں گی!۔۔۔۔ایزل اسکی ہاں میں ہاں ملاتی اپنی بھیگی پلکیں صاف کرتے ہوئے ارزم کی سائیڈ کھڑی ہو گئی۔کاظم کے چہرے کے بگڑتے تاثرات دیکھ کے احان اپنی مسکراہٹ دبانے لگا۔۔

نہیں مجھے تیری ڈرائیونگ پہ بھروسہ نہیں ہے کیونکہ تو ڈرائیونگ نہیں کرتا بلکہ مقابل کے ساتھ ریس لگاتا ہے! میں اپنی بیوی اور بیٹے کو خود حفاظت سے حویلی لے کے جانا چاہتا ہوں!۔۔۔۔۔۔کاظم نے ارزم کو دیکھ کے دانت پیسے تھے۔

لیکن آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہیں جانا چاہتی اور بیٹے کو خود دیکھ لیں آپ کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا! آپ ایک کام کریں آج رات کی فلائٹ سے پھر سے آسٹریلیا کا چکر لگا آئیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ قہقہہ لگا کے ہنستا اسے مشورہ دینے لگا جس پہ کاظم نے اسکے کندھے پہ زوردار مکا جڑتے اسے کراہنے پہ مجبور کیا تھا۔۔

مجھے غصہ آگیا تھا اور مجھے لگتا ہے اگر یہاں میری جگہ کوئی دوسرا شوہر ہوتا تو وہ مجھ سے زیادہ ریکشن دیتا لیکن یہاں میرا پیار غالب آجاتا ہے!! وہ سب میں نے اپنا رعب جھاڑنے کے لئے نہیں بلکہ اسے سمجھانے کے لئے کہا تھا! انسان اسے ہی سمجھاتا اور ڈانٹتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے! جس کی اسے فکر ہوتی ہے تاکہ اگلی دفعہ وہ غلطی سے بھی ایسی غلطی نہ کر ڈالے!!۔۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے بولتا ایزل کو اپنی نرم گرم نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھا لیکن مجال تھی جو اس نے ایک دفعہ بھی اسکی طرف دیکھا ہو۔

بس ہو گئی ہو اس کی ڈائیلاگ بازی شروع! بیٹا یہاں کوئی sympathy sympathy نہیں کھیل رہا! چل اب سزا بھگت میری بہن کو ڈانٹنے کی!!۔۔۔۔ احان دل میں ان دونوں کے پیار کو ہمیشہ ایسے ہی رہنے کی دعائیں دیتا اوپر اوپر سے روعب جھاڑنے لگا۔

ابے ہٹو یہاں سے!! زیادہ بھاؤ نہ کھاؤ!!۔۔۔۔ کاظم اپنے دونوں بھائیوں کو گھور کے دیکھتا دانت کچکچا کے بولتے ایزل کو اپنے بازو کے حصار میں لئے زبردستی باہر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ لالا کو صرف آوازیں لگاتی رہ گئی لیکن کاظم نے اسے ایک قدم بھی رکنے نہیں دیا تھا بلکہ اسکے کان میں زو معنی انداز میں دھمکیاں لگاتے اسے چپ چاپ ساتھ چلنے کا بولا تھا۔۔ ان کے جانے کے بعد احان اور ارزم ہولے سے ہنستے ہوئے ان کے پیچھے ہی بڑھ کی طرف بڑھ گئے۔۔

اس میں ازمیر کی تمام دوائیں ہیں!۔۔۔۔ کاظم نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ایزل کی گود میں ازمیر کی دواؤں کا شاپر رکھتے گاڑی سٹارٹ کی تھی، اس نے صرف ازمیر کی دوائیں لی تھیں، کوئی بھی برینڈڈ پاؤڈر ملک نہیں لیا تھا کیونکہ وہ ازمیر کی ضد اور چڑچڑاہٹ ختم کرنے کے لئے ایک آیت سرچ کر چکا تھا جو وہ حویلی جا کے ایزل کو بتانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یہ آیت اس نے اس وقت سرچ کی تھی جب ایزل پریشانی سے ہلکان ہوتی ڈاکٹر سے مخاطب تھی۔ اس کے پیچھے ہی ارزم بھی اپنی گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا جبکہ احان اسکے ساتھ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ کے سر سیٹ کی پشت سے ٹکائے پورے دن کے متعلق سوچنے لگا۔ گزری رات کا وہ منظر اسکی آنکھوں کے آگے لہرایا تھا جب اس نے کاظم کی باتوں کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے خود پر سے قابو کھویا تھا، وہ منظر سوچ سوچ کے خود سے عجیب سی نفرت ہو رہی تھی اسے۔۔

جب ہم اسلامباد اینٹر ہو جائیں تو راستے میں کسی پھولوں والی شاپ پہ گاڑی ضرور روکنا! مجھے گجرے لینے ہیں!!۔۔۔۔ وہ بند آنکھوں سے ارزم سے مخاطب ہوا۔۔

جی لالا!!۔۔۔۔ ارزم نے بنا کسی سوال کے مختصر سا جواب دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسے کس کے لئے گجرے لینے ہیں۔۔ اسے کس کی کلائیوں میں گجرے پسند ہیں۔۔

ہاں مجھے پتا ہے کیا کیا سوچا جا رہا ہے میرے بارے میں؟ یہی نا کہ انہیں تو مجھ سے کوئی پیار ہی نہیں ہے؟ مجھ سے زیادہ اپنا بیٹا پیارا ہے؟ مجھے ہر وقت ڈانٹ کے انہیں سکون ملتا ہے؟ میں کتنی معصوم ہوں اور یہ اتنے ہی جلاد؟ ہاں سب بتاؤ ؟اور کیا کیا سوچ رہی ہو؟۔۔۔۔۔روڈ پہ گاڑی لاتے ہوئے کاظم شاہ رفتار بڑھاتے ہوئے ایزل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا نرم لہجے میں استفسار کرنے لگا۔وہ خاموشی سے اپنا غصہ دیکھاتی اسکے مضبوط ہاتھ سے اپنا نازک ہاتھ نکالنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔

اگر تم مجھے پیاری نہ ہوتی تو میں مظہر کے چھترے نہ اڑاتا!! اگر تم پیاری نہ ہوتی تو وہاں پہنچتے ہی میں تمہاری بجائے ازمیر کے لئے پاگل ہوتا! ازمیر ہم دونوں کا بیٹا ہے اور سب سے بڑی بات مجھے ازمیر جیسا خوبصورت تحفہ سونپنے والی تم ہو! وہاں پہنچتے ہی میری نگاہیں ازمیر کی بجائے سب سے پہلے تمہاری تلاش کے لئے اٹھی تھیں! ایزل تم یقین مانو اس وقت میں نے تمہیں جس حالت میں دیکھا تھا وہ فراموش کئے جانے کے قابل نہیں ہے! وہ منظر ابھی بھی میرا خون جلا رہا ہے لیکن میں اپنے غصے پہ قابو پا رہا ہوں کیونکہ تم پہ غصہ نکالنے کے بعد میرا اپنا دل عجیب ہوتا ہے!!۔۔۔۔۔وہ مزید بولتا اب اسکا نازک ہاتھ اپنے سلگتے ہونٹوں سے لگا رہا تھا۔بلڈنگ والے تمام مناظر یاد کرتے ایزل کا پورا جسم بے ساختہ کپکپایا تھا، یہاں تک کہ کاظم کے ہاتھ میں موجود اسکا ہاتھ بھی بری طرح سے کانپنے لگا۔وہ اسکے ہاتھ سے زبردستی اپنا ہاتھ چھڑواتی اپنے بدن کی کپکپاہٹ پہ قابو پانے لگی۔عزت چھن جانے کا خوف وڈر یاد کرتے ہوئے گلے میں بار بار گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی۔۔

کیا ہوا ایزل؟۔۔۔۔کاظم جو اسکے ہاتھ کی کپکپاہٹ نوٹ کر چکا تھا پھر سے اسکا ہاتھ تھامتا فکر مندی سے پوچھنے لگا۔۔کچھ نہیں ہوا! آپ کو میری فکر کی ضرورت نہیں ہے! اور ڈانٹیں مجھے! جب مجھے آپ کے حصار کی ضرورت تھی تب آپ کو اپنا بیٹا مجھ سے زیادہ پیارا تھا!!۔۔۔۔وہ سوں سوں کر کے روتی ہوئی اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی لیکن وہ اسکا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اسے اپنے نزدیک کھینچ گیا۔۔

اووزی! تم دونوں میرے لئے ایک جتنے ضروری ہو! جب میں نے تمہیں اس حوس پرست انسان کے سامنے بے پردہ دیکھا میں پاگل ہوا تھا باخدا!! اور جب اپنے بیٹے کی سانسیں رکتی محسوس ہوئی تو واللہ میرا دل تڑپ اٹھا! ایسی تڑپ شاید میں نے کبھی محسوس نہ کی ہو جتنی اس وقت کی تھی جب ازمیر میرے بازوؤں میں اپنی سانسیں کھو رہا تھا!

وہ سب ریکشن نیچرل تھے! اور جہاں تک رہی تمہیں اپنے حصار میں لینے کی بات تو احان اور ارزم تمہارے ساتھ تھے، شاید اگر وہ اس وقت نہ ہوتے تو تم میری بانہوں میں ہوتی لیکن میں جانتا تھا وہ دونوں تمہیں ڈیل کر لیں گے! ایسے حالات میں کسی ایک سخت ہونا بنتا ہے تاکہ ہم اپنی غلطیوں سے کچھ سیکھیں!!۔۔۔۔وہ اسکے معصوم سے شکوے پہ گہری سانس بھر کے بولتا اسکا سر اپنے سینے سے لگا گیا۔وہ بلک بلک کے روتی اسکی شرٹ اپنے آنسوؤں سے گیلی کرنے لگی۔۔

اووزی یار رونا بند کرو! اب چلتی گاڑی میں تمہارے آنسو پیوں گا تو اچھا تھوڑی لگے گا تمہیں؟۔۔۔۔کاظم اسکی کنپٹی پہ اپنے ہونٹ رکھتا ہلکے پھلکے انداز میں بولتے ہوئے گاڑی کی سپیڈ تھوڑی سلو کر گیا۔وہ اب اسکی آنکھوں سے نکلتے آنسو اپنے ہونٹوں کے ذریعے حلق میں اتار رہا تھا، ایزل اسکے سینے پہ کہنی رکھتی فاصلہ بنانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ارزم جو پیچھے فل سپیڈ میں گاڑی دوڑا رہا تھا اسکے ایک دم سے سپیڈ سلو کرنے پہ ہارن پہ ہاتھ رکھ کے ہٹانا بھول گیا۔ابھی کہ وہ سائیڈ سے بھی گاڑی نکال سکتا تھا لیکن اسے تنگ کرنا اپنا فرض سمجھا۔۔

کان ایکسپائر کروائے گا کیا؟۔۔۔احان جو کب سے آنکھیں موندے ہوئے تھا، اسکے ہارن پہ ہارن دینے پہ اپنی سرخی چھائی ہری آنکھیں وا کرتا بھڑکا تھا۔

ہاہاہا!! اگلی گاڑی کی سپیڈ اچانک سے سلو ہوئی ہے! مانے یا نہ مانیں دل میں کچھ نہ کچھ ضرور کالا ہے!!۔۔۔ارزم زومعنی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔۔

شٹ دا ہیل اپ!! کبھی اپنے گندے دماغ کو کسی اچھے کام کے لئے بھی استعمال کر لیا کر!!۔۔۔احان اسکی زومعنی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے سرخ چہرے سے غرایا۔۔ارزم قہقہہ لگا کے ہنس دیا، لیکن ہارن سے ہاتھ ابھی تک نہیں ہٹایا تھا۔۔کاظم شاہ جو ایزل کی مزاحمت کی پرواکئے بغیر اسکے آنسو پی رہا تھا، ارزم کے بار بار ہارن دینے پہ شدید بدمزہ ہوتا اپنی بیلٹ کے ساتھ اڑسی گن نکالتا اپنی طرف کا شیشہ ڈاؤن کرتے ہوئے چہرہ باہر نکال کے ایک آنکھ دباتا ارزم کی گاڑی کے ٹائر کے بالکل پاس زمین پہ فائر کر گیا، اسکا یہ انداز کافی دلفریب تھا۔۔ارزم کا فلگ شفاف قہقہہ بلند ہوا تھا، وہ جلدی سے اپنی گاڑی کو کٹ دے گیا تاکہ اسکا ٹائر پنکچر نہ جائے جبکہ احان ہنسی دباتا پھر سے آنکھیں موند گیا۔گولی کی

آواز پہ ایزل شاہ نے چیختے ہوئے کاظم کی گردن میں چہرہ چھپایا تھا جبکہ ازمیر کو اس فائر کی آواز سن کے بھی جیسے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔

شش کچھ نہیں ہوا! یہ اس کمینے کے لئے شٹ اپ کال تھی جو مجھے خواہ مخواہ میں ڈسٹرب کر رہا تھا!۔۔۔۔ایزل کے ڈرنے پہ وہ اسکے سر پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی کمر سہلاتے ہوئے اسے شانت کرنے لگا۔

اب میں نے ایسا بھی کیا کر دیا ہے جو چھوٹے بھائی کی جان لینے پہ آ گئے ہیں؟ آجائے ایک ریس ہو جائے؟۔۔۔۔۔ ارزم اپنی گاڑی اسکے برابر لاتا شیشہ ڈاؤن کرتے ہوئے بلند آواز میں قہقہ لگاتے ہوئے بولا، کاظم نے ایزل کو نرمی سے خود سے الگ کرتے پھر سے اپنا شیشہ ڈاؤن کیا تھا۔

ہر دفعہ یہ کیوں بھول جاتا ہے؟ سینیر ہمیشہ سینیر ہی رہتا ہے!!۔۔کاظم اسے چیلنجنگ انداز میں آئیبرو اٹھا کے جواب دیتا اپنی گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے بڑھاتے ہوئے گاڑی کا دھواں اڑاتا اسکی نظروں سے اوجھل ہوا تھا۔وہ شاید اسکا ریس لگانے والا چیلنج ایکسپٹ کر چکا تھا۔۔

یہ چیٹنگ ہے!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے یوں غائب ہونے پہ منہ کھول کے اسکی دھواں اڑاتی گاڑی کی طرف دیکھتا اپنی گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھاتے ایک دفعہ پھر اسکے برابر لا چکا تھا۔۔روڈ خالی اور کافی smooth تھا اسی لئے وہ ایسی حرکتیں کر رہے تھے، ورنہ رش والے روڈ پہ وہ ایسی حرکت کبھی نہ کرتے۔۔احان تاصف سے اس کی طرف دیکھتا سر جھٹک گیا۔۔

تقریباً ایک گھنٹے کے اس سفر کے بعد کاظم شاہ کی دھول اڑاتی گاڑی شاہ حویلی کے پورچ میں داخل ہوئی تھی، اسکے بالکل ایک ہی منٹ بعد ارزم شاہ کی گاڑی بھی پورچ میں اینٹر ہو چکی تھی، اسے سامنے ہی کاظم شاہ گاڑی سے نکلتا دیکھائی دیا تھا جو چہرے پہ دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے اسی کی گاڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

Please accept my warmest congrats on your well deserved defeat! May it be a valuable learning

?experience for u or not

ارزم کے گاڑی سے نکلنے کی دیر تھی جب کاظم نے قہقہہ لگا کے انگریزی کی یہ دو سطریں بولتے اسے اندر تک سلگایا تھا۔
احان اور ایزل بھی گاڑی سے باہر نکل چکے تھے۔۔
صرف پنتالیس سیکنڈ سے جیتے ہیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ منہ پھولا کے بولا تھا، اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا اپنی ہار ایکسپٹ کرنے کا۔۔
ہاہاہا۔۔۔یہ رنڈی رونا میرے سامنے نہیں! بیسٹ آف لک فار دا نیکسٹ ٹائم!!۔۔۔۔کاظم شاہ اترا کے قہقہہ لگا کے بولتا گاڑی لاک کرتے ہوئے ایزل کی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔
کس نے کہا تھا سینیر شاہ کو چیلنج کر؟۔۔۔۔ارزم کے چہرے پہ بارہ بجتے دیکھ کے احان کندھے اچکا کے اسے مزید جلاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ارزم شاہ نے پیر پٹکتے ہوئے ان کے پیچھے قدم بڑھائے تھے۔۔صرف پنتالیس سیکنڈ سے توہارا تھا وہ۔۔۔۔ہونہہ۔۔
گاڑیوں کی آوازیں سنتے ہوئے حویلی کے تمام مکینوں کی جان میں جان آئی تھی جو سونے کی بجائے ان کا انتظار کر رہے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔قسط 121 (پارٹ ون)
از قلم۔۔۔۔علیشے خان
زہرہ مام اپنے بیٹے کے سینے سے لگ کے روئے جا رہی تھیں، اسکی شرٹ کے بازو پہ خون دیکھ کے وہ چیختی ہوئی اس سے لپٹی تھیں، جس پہ کاظم شاہ نے انہیں ریلیکس کیا تھا کہ گولی صرف چھو کے گزری ہے! احان شاہ اور ارزم شاہ کے ہاتھوں پہ بھی چوٹ آئی تھی لیکن وہ اپنے زخم چھپانے کی غرض سے ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے ہوئے تھے، احان شاہ کے بائیں ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جس میں سرخ گجرے تھے۔چاہے کاظم اور ارزم کی ریس لگی ہوئی تھی لیکن ارزم پھر بھی اسلامباد اینٹر ہوتے ہی گاڑی روک کے گجرے لینا نہیں بھولا تھا۔۔
حویلی میں سب ازمیر کو پکڑنے کی کوشش کر چکے تھے لیکن وہ اپنی ماں کے سوا کسی کے بھی پاس نہیں جا رہا تھا۔سب پریشانی سے ساری صورتحال پوچھ رہے تھے جس پہ کاظم نے انہیں ایزل کی بے وقوفی مائنس کرتے ہوئے تقریباً باقی

سب کچھ بتایا تھا۔ میرال اور ذائشہ ایزل کے قریب بیٹھی اسے باری باری خود کے ساتھ لگا رہی تھیں۔ وہ سب ہی اس واقعہ کو سن کے کافی ڈسٹرب لگ رہے تھے۔۔

یار کھانا لگوائیں! صبح سے گھن چکر بنے ہوئے ہیں ہم!! اور میں جانتا ہوں آپ سب نے بھی کچھ نہیں کھایا ہو گا! مظہر اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے آئیں اب مل کے اس پہ لعنت بھیج کے کھانا کھاتے ہیں!!۔۔۔۔۔ لاؤنج میں مکمل خاموشی دیکھتے کاظم نرمی سے زہرہ مام کا ماتھا چوم کے انہیں خود سے الگ کرتا_ سنجیدگی سے بولتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

اسے پولیس کے حوالے کرتے! خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔۔ دریاب شاہ کو ان کے اس قدر جذباتی پن پہ اختلاف ہوا تھا۔۔

پچھلے سال اسے قانون کے حوالے کیا تھا اسی لئے تو یہ نتیجہ نکلا! اگر اسی روز اسکی قبر کھود دی ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا!!۔۔۔۔ کاظم شاہ کا لہجہ سرد تھا۔ میرال اور ذائشہ کھانے لگانے کی غرض سے کچن کی طرف بڑھ گئی کیونکہ رات کے اس وقت تمام ملازمین اپنے کوارٹر میں آرام فرما رہے تھے۔۔

جو ہونا تھا ہو گیا! اس نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے اور وہ اپنے انجام کو پہنچا دیا گیا ہے! بچے صبح سے بھوکے ہیں! کچھ کھا لیتے ہیں!۔۔۔۔ عادل شاہ ختمی انداز میں بولتے صوفے سے کھڑے ہوئے تھے۔ زہرہ مام خاموش تھیں، مظہر شاہ ان کی بہن کا بیٹا تھا، وہ نہیں جانتی تھیں وہ آستین کا سانپ نکلے گا، ان اس وقت پہ افسوس تھا جب انہوں نے اسے پہلی دفعہ اپنی حویلی میں آنے کی اجازت دی تھی۔۔

بچوں کا تو صرف بہانہ ہے! صاف صاف بولیں نا آپ کے اپنے پیٹ میں چوہے بھوک سے ڈسکو ڈانس کر رہے ہیں!۔۔۔۔ ارزم شاہ ماحول کا تناؤ کم کرنے کی غرض سے داجی کو چھیڑتا سب کو ایک دن سے ہنسنے پہ مجبور کر گیا۔۔ داجی کی گھوری پہ سب نے جلدی سے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

ایک یہ میراثی کی اولاد ہماری حویلی میں ہی پیدا ہونی تھی!!۔۔۔۔ عادل شاہ اسکے ہر وقت جگت مارنے پہ چوٹ کرتے غصے سے غرائے۔ دریاب شاہ ان کے جملے پہ بھوکھلائے۔۔ آخر کو اولاد تو انہی کی تھی نا؟

میں میراثی میرا پیو میراثی

میرا دادا میراثی

اپا سارے میراثی آاا۔۔۔

ارزم شاہ گلہ کھنکھارتے ان کے مراثی لفظ سے ایک گانا یاد کرتا اپنی خوبصورت آواز میں گنگناتے ہوئے ڈائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسکے آن داسپاٹ اتنے relateable گانے پہ لاؤنج میں ہمایوں کا شور اٹھا تھا جبکہ داجی اور دریاب شاہ صرف مٹھیاں بھینچ کے رہ گئے۔۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ باپ اور دادا کو بھی رگڑ گیا تھا۔ ذائشہ اور میرال کچن کے دروازے پہ کھڑی ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں۔ ذائشہ کو ہنستے دیکھ کے ارزم شاہ نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے سیٹی ماری تھی جس پہ وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے کچن میں بھاگ گئی۔ ارزم شاہ باپ کی چپل اترنے سے پہلے ہی ہنستا ہوا اب واقعی ہی ڈائینگ روم میں اینٹر ہو گیا تھا۔۔

)یہاں پہ میراثی لفظ کا مطلب الٹا مت نکالئے گا یا خدا کے لئے اسے کوئی slang word تصور مت کیجئیے گا! میراثی کا لفظ اصل میں میراث سے نکلا ہے(

سب کھانا کھا کے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، کھانا ہلکا پھلکا سا کھایا گیا تھا کیونکہ کچھ ہی دیر تک سب نے سو جانا تھا اسی لئے کسی نے بھی اوور ایٹنگ نہیں کی تھی، گل اس وقت میرال کے کمرے میں تھی، میرال نے گلالئ کو پہلے ہی رات کا کھانا زبردستی کھلا دیا تھا کیونکہ اسے دو بچوں کو فیڈ کروانا تھا، وہ اس کی طرف سے چاہ کے بھی لاپرواہی نہ برت پائی۔ احان تھوڑا سا کھانے کے بعد میرال کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، اس وقت اس کے کمرے میں صرف گل، یاور اور یسری تھے۔ احان اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکی طرف بڑھا جو اپنے سوئے ہوئے بچوں کو پیار سے دیکھ رہی تھی۔ احان شاہ کی پرفیوم کی مخصوص خوشبو محسوس کرتے ہی وہ نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

اوپر چلیں یا آج یہی رہنے کا ارادہ ہے؟۔۔۔ احان شاہ آئیبرو اٹھا کے نرم لہجے میں گل سے مخاطب ہوا۔۔ گل کو لگ رہا تھا وہ صبح کی طرح ناراضگی دیکھائے گا، یا اسے مخاطب ہی نہیں کرے گا لیکن اسکا پھر سے وہی نرم لہجہ اسے حیران کر گیا۔۔

جا۔۔ جانا۔۔ ہے اوپر!۔۔۔ گل نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔۔

سہارا لے کے چل لو گی یا تمہیں اٹھالوں ؟۔۔۔ احان شاہ نے یسریٰ اور یاور کو ایک نظر دیکھتے گل سے اگلا سوال داغا تھا۔۔ وہ پہلے اسے اٹھانے کی ہر روز اجازت نہیں مانگتا تھا لیکن شاید گزری رات ہوئے واقعے کی وجہ سے وہ اجازت مانگ رہا تھا۔۔

چل۔لوں۔۔گی!۔۔۔۔ گل نظریں جھکا کے بولی۔

میرال!!۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ دروازے کے پاس جاتا سر باہر نکالتے ہوئے میرال کو آواز لگا رہا تھا۔ میرال جو میجر خان کی کال اٹھانے والی تھی، احان کی آواز سنتی اس سے بعد میں بات کرنے کا ارادہ رکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ وہ اسکی کال اٹھانے کو بے تاب تھی جب سے گیا تھا ابھی اسکی پہلی کال دیکھنے کو ملی تھی۔

ہاں بولو ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ میجر خان کو پانچ منٹ ویٹ کرنے کا ٹیکسٹ کرتے ہوئے مصروف انداز میں احان شاہ کو جواب دے رہی تھی۔

گل کو اوپر روم میں لے جاؤ! میں بچوں کو اٹھالیتا ہوں!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ سنجیدگی سے میرال کو حکم دیتا یسری اور یاور کی طرف بڑھتے انہیں اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔ گل اسے دیکھ کے رہ گئی، اسے تو لگا تھا وہ اسے اپنا سہارا دے گا جس طرح سے ہمیشہ سے دیتا ہے۔۔

تم بچے مجھے پکڑاؤ نا اور بیوی کو اٹھا کے اوپر لے کے جاؤ! اتنی باڈی جھک مارنے کے لئے بنائی ہے ؟۔۔۔ میرال کمر پہ ہاتھ رکھ کے تنک کے بولی۔ گلالئی بھوکھلا کے نیچے دیکھنے لگی۔

ہاہاہا۔۔ جتنا بولا ہے اتنا کرو!۔۔۔ وہ ہولے سے ہنس کے میرال کے سر پہ چپت لگاتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔ میرال مسکرا کے اپنا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی گل کی طرف بڑھ گئی۔

تمہاری اور احان کی کوئی لڑائی چل رہی ہے ؟۔۔۔ میرال اسے سہارا دیتے ہوئے مدھم آواز میں نرمی سے دریافت کرنے لگی، ویسے تو گل خود بھی چل سکتی تھی لیکن وہ سب اسکی ایکسٹرا کیئر کرتے تھے۔۔

ن۔ نہیں!! س۔سب۔۔ ٹھیک۔۔ ہے!۔۔ گلالئی نے ہربراتے ہوئے اسکی بات کی نفی کی، جس پہ وہ اسے پر سوچ نگاہوں سے دیکھتی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے لئے باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔

میں نے میر کے لئے کوئی پاؤڈر ملک نہیں لیا تھا! بچوں کا ضدی یا چڑچڑا ہونا ایک نارمل چیز ہے! سات سے گیارہ دفعہ یہ آیت پڑھ کے میر پہ پھونک دو! ان شاء اللہ اسکی ضد اور چڑچڑاہٹ ختم ہو جائے گی اور وہ فیڈ کر لے گا!۔۔۔ ایزل کو جائے نماز سے اٹھتے دیکھ کے کاظم نے اس کی طرف اپنا فون کرتے اسے وہ آیت دیکھائی دی تھی جو اس نے ہاسپٹل میں سرچ کی تھی۔۔ وہ ابھی پانچ منٹ پہلے ہی کمرے میں آیا تھا جب نگاہیں ایزل کی طرف اٹھی تھیں جو شاید عشاء کی نماز ادا کر رہی تھی، یہ پانچ منٹ وہ ازمیر کے پاس بیٹھا اس کے ساتھ کھیلتا رہا تھا لیکن ازمیر نے اسکی باتوں پہ کوئی ریکشن نہیں دیا تھا، وہ کسمسانے یا رونے لگتا۔ کاظم اپنے بیٹے کی ناراضگی پہ کافی فکر مند تھا۔۔

ایزل اس سے فون پکڑتی بنا جواب دیئے ازمیر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے گاڑی میں بھی اسکی باتوں کا کوئی خاص جواب نہیں دیا تھا، وہ وقفے وقفے سے اس سے باتیں کرتا رہا تھا لیکن وہ خاموش رہی۔۔ ازمیر کے بعد اب ایزل کی خاموشی کاظم شاہ کو پاگل کر رہی تھی۔

"اللہ یَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ "(سورہ الشوریٰ، آیت 13)

)اور اللہ اپنے قریب کے لئے چن لیتا ہے جسے چاہے، اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے(

ایزل نے ازمیر کو گود میں بٹھاتے اسکے سر پہ نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے یہ آیت گیارہ دفعہ پڑھتے ہوئے اسکے چہرے اور سینے پہ پھونک ماری تھی ساتھ ہی پیار سے اسکے ماتھے کو چومتے فون پھر سے کاظم شاہ کو پکڑاتے ازمیر کو فیڈ کروانے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کے کلام میں اس قدر برکت تھی کہ اب وہ واقعی ہی ضد دیکھانے کی بجائے آرام سے فیڈ کر رہا تھا۔ ایزل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ اتنے دنوں سے ازمیر کو لے کے پریشان تھی، اللہ سے شکوے کرتی رہی تھی کہ اسکے بیٹے کو نظر کیوں لگ گئی ہے لیکن شاید اس پہ آیات پڑھ کے پھونکنا بھول گئی تھی، اور آج اللہ کے ذکر کی برکت سے سب ٹھیک ہو چکا تھا۔ ایزل کو یہ کسی معجزے سے کام نہیں لگا تھا۔ وہ اپنی بھیگی پلکوں کو صاف کرتے ہوئے ازمیر کے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی، ایک ماں کے لئے اپنے بچے کی چھوٹی چھوٹی بات کس قدر ضروری ہوتی ہے وہ اسے خود ماں بن کے پتا چلا تھا، وہ پچھلے چار دنوں سے فیڈ نہیں کر رہا تھا تو ایزل کو اپنا آپ ادھورا ادھورا سا لگ رہا تھا، آج جیسے رگ و روپے میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔ کاظم دل میں اللہ کا شکر ادا کرتا اپنی شرٹ اتار کے صوفے پہ اچھالتے ہوئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔ وہ ابھی اسے اور ازمیر کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایزل

کو منانے کے لئے ہمیشہ کی طرح کافی محنت درکار تھی۔۔ازمیر پھر سے ایزل کی شرٹ اپنے چھوٹے سے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچے ہوئے تھا،وہ شاید اپنی ماں کی موجودگی محسوس کر رہا تھا،وہ تب سے یوں ہی ریکٹ کر رہا تھا جب سے اسے اسکی ماں کی گود سے چھیننے کے بعد ماں واپس ملی تھی۔ایزل بار بار اسکا ہاتھ چومتے ہوئے بے آواز روتی۔کاش وہ اس کال پہ یقین نہ کرتی تو اسکے بیٹے کو اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔۔اگر اسکے ازمیر کو کچھ ہو جاتا تو؟یہ سوچ سوچ کے ایزل کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔یا وہ غلیظ انسان اگر اسکے خود کے ساتھ اپنے کہے کے مطابق غلط کر دیتا تو کیا وہ زندہ رہتی؟۔۔یہ سب سوچ سوچ کے ایزل کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔کس قدر خوفناک مناظر تھے وہ۔۔وہ شاید چاہ کے بھی آج والا واقع اپنی پوری زندگی میں کبھی بھولا نہ سکتی۔۔

تمہارے دل میں کیا چل رہا ہے؟۔۔۔۔ازمیر کو کافی دیر تک ایزل کے ساتھ چپکے دیکھ کے کاظم شاہ نے بالآخر گہری سانس بھرتے ہوئے ایزل کو مخاطب کیا تھا،پہلے ازمیر فیڈ نہیں کر رہا تھا اور اب اسکی جان بھی نہیں چھوڑ رہا تھا۔پچھلے چار دنوں کی بھوک شاید ایک ساتھ مٹانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

کچھ بھی نہیں!! آپ ایک لمبی فلائٹ سے آئے تھے اور اس کے بعد میری وجہ سے اتنی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا! آپ تھک گئے ہوں گے! سو جائیں!۔۔۔ایزل مدھم آواز میں سنجیدگی سے جواب دیتی اپنا سارا دھیان ازمیر کی طرف لگائے ہوئے تھی۔۔ایزل اسکی طرف دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی۔

تمہیں نہیں لگتا ہم اپنے یہ دن ناراضگی میں ضائع کر رہے ہیں! ہفتہ ہو چکا ہے ہماری سیدھے منہ بات نہیں ہوئی!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے لہجے میں ناراضگی نوٹ کرتا تھکے ہارے انداز میں بولا۔کل ان کی فون پہ دو منٹ ٹھیک سے بات ہوئی تھی لیکن اب پھر سب کچھ ویسے ہی ہو چکا تھا۔وہی ناراضگی پھر سے قائم ہو چکی تھی۔۔

یہ آپ کو مجھے ڈانٹنے سے پہلے سوچنا چاہئیے تھا! بند کمرے میں آتے ہی سب مردوں کی طرح آپ کو بھی اپنی عورت کی قربت کی طلب ہو رہی ہو گی؟رائٹ؟۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی طنزیہ لہجے میں بولی۔ازمیر پُرسکون نیند سو چکا تھا،وہ اپنی شرٹ درست کرتی اسے درمیان میں لٹانے کی بجائے اپنی دائیں طرف لٹا گئی،تاکہ وہ ان کے درمیان میں سو کے ان کی باتوں سے ڈسٹرب نہ ہو۔۔

جب جب تم غلطی پہ ہو گی میں تمہیں ڈانٹوں گا! اور رہی تمہاری قربت کی بات تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے! یہ طلب تو مجھے چوبیس گھنٹے رہتی ہے! مجھے تم سے جڑی ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز سے بھی عشق ہے! تمہاری قربت پانا میرا حق ہے! میرا جب دل کرے گا اپنا حق استعمال کروں گا لیکن فلحال یہاں بات حق کی نہیں ناراضگی کی ہو رہی ہے!۔۔۔کاظم شاہ کو اس کا یہ طنز پسند نہیں آیا تھا لیکن پھر بھی خود پہ ضبط کر کے اسے جواب دیتا کہنی سے پکڑ کے خود کے قریب کر گیا۔اسکے یوں کھینچنے کی وجہ سے وہ اسکے برہنہ کٹاوداز سینے پہ گری تھی۔۔

میرا ابھی بحث کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا! ہمیں سو جانا چاہئیے کیونکہ باتوں میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا! آپ مقابل کو اپنے الفاظ میں الجھانا جانتا ہیں! ۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سینے پہ اپنی کہنی کا دباؤ ڈالتی اس سے فاصلے بنانے کی کوشش کرتے ہوئے مدھم آواز میں سنجیدگی سے بولی۔کاظم شاہ اسکی کمر پہ اپنے بازو کی گرفت مضبوط کرتا اسے ایک جھٹکے سے خود کے اوپر منتقل کرتا اسکے نورانی چہرے کو اپنی نرم گرم نظروں سے دیکھنے لگا۔وہ اس وقت حجاب سٹائل میں دوپٹا لئے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

دل کی تمام باتیں منہ سے نکالو ورنہ اگر میں نے تمہارے دل کے مقام پہ اپنے ہونٹوں کی ضربیں لگانی شروع کر دیں تو پچھتاؤ گی!۔۔۔کاظم شاہ اسکے سر سے دوپٹا اتار کے سائیڈ پہ رکھتا اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتے زو معنی انداز میں بولا۔

مانا مجھ سے غلطی ہوئی تھی! لیکن آپ نے اس غلطی کے پیچھے وجہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی! اور مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا؟۔۔۔۔وہ رندھی آواز میں بولتی اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکالنے لگی۔

کیا وجہ اتنی بڑی تھی کہ تمہیں میرے منع کرنے کے باوجود میری غیر موجودگی میں حویلی سے باہر قدم نکالنا پڑا؟۔۔۔کاظم شاہ اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑتا یہاں سے چہرہ باہر نکالتے سنجیدگی سے بولا۔

شاید آپ کے نزدیک چھوٹی ہو کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ عقل رکھتے ہیں! آپ کے مطابق میں بیوقوف ہوں! ایک انیس سال کی بیوقوف لڑکی جو چار سے پانچ دنوں سے اپنے ضدی بیٹے کو اکیلی سنبھال رہی ہو،وہ بخار میں تپ رہا ہو اور ماں کے سوا کسی کے پاس نہ جا رہا ہو! تو مجھے نہیں لگتا میں نے تھوڑا سا ماحول تبدیل کرنے کے لئے حویلی سے نکل کے کوئی گناہ کیا ہے؟وہ جب بھی کبھی چڑچڑا ہوتا تھا آپ بھی تو اسے حویلی سے باہر لے جاتے تھے! کبھی پارک، کبھی مال

تو کبھی بیکری! وہ خوش ہو جاتا تھا! اسی لئے میں نے سوچا تھوڑی دیر اسلامک سینٹر چلی جاتی ہوں! اسکی اوٹنگ ہو جائے گی لیکن میں نہیں جانتی تھی وہ میرا گناہ بن جائے گا!!۔۔اسلامک سینٹر جاتے ہی اسے پھر سے بخار ہو گیا، وہ ضد کرنے لگا اور اسی وقت مجھے ایک ان ناؤن نمبر سے میسج آیا! میں ازمیر کے ساتھ پاگل ہو رہی تھی، میں نے اتنا نوٹ نہیں کیا کہ مجھے کوئی ٹریپ کر رہا ہے کیونکہ ارزم لالا آئے دن نئے ماڈل کا فون چینج کرتے ہیں! مجھے یہی لگا واقعی ہی انہوں نے واقعی ہی دوسرے فون سے میسج کیا ہو گا۔۔اسی لئے میں باہر آ گئی! میں نہیں جانتی تھی اس وقت میرا نکلنا مجھ پہ حیرت کے پہاڑ توڑنے والا ہے! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی اسے پوری بات تفصیل سے بتانے لگی۔ اسکے کچھ دیر خاموش ہونے پہ کاظم شاہ اسکا گال سہلاتے ہوئے اسکے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔

آپ نے اپنے دل کے تمام احساسات اور جذبات کو بیان کیا لیکن کیا آپ نے میرے احساسات کے بارے میں سوچا؟ کیا آپ نے یہ سوچا وہ لڑکی جو قرآن کی تفسیر سمجھنے کے بعد خود کو حجاب سے ڈھکنا پسند کرتی ہے اگر کوئی غیر مرد اسکا حجاب کھینچے گا تو وہ کیسا محسوس کرے گی؟ اس غلیظ انسان نے میری چادر کھینچی کیا آپ میری اس وقت کی فیلینگز محسوس کر سکتے ہیں؟ میں اس وقت اس قدر خوفزدہ تھی کہ مجھے میرا دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ عزت چھن جانے کا خوف چھوٹا نہیں ہوتا! چاہے وجہ میری بیوقوفی تھی لیکن باخدا میں نے کبھی نہیں چاہا کوئی غیر مرد مجھے بنا چادر کے اپنی غلاظت سے بھرپور نگاہوں سے دیکھے۔۔مجھے سید کاظم شاہ کے علاوہ دنیا کا ہر مرد خود پہ حرام لگتا ہے! میں کیسے خود پہ ایک حرام انسان کی نگاہیں محسوس کرنے کے بعد نارمل ہو سکتی ہوں؟ اس وقت آپ میری مینٹل کنڈیشن کا اندازہ نہیں لگا سکتے! میرے لالا مجھے ڈانٹ لیتے مجھے برا نہ لگتا لیکن اس موڑ پہ آپ کا رخ موڑنا میری جان نکال گیا! دل میں کیا کیا وسوسے نہیں آئے تھے کہ کہیں آپ مجھے غلط تو نہیں سمجھ رہے؟ کہیں آپ کو شیطان میرے خلاف بھڑکا تو نہیں رہا؟ کہیں آپ یہ تو نہیں سمجھ رہے کہ میں مظہر سے خود ملنے۔۔۔۔۔۔۔۔

ایزل!!!!!۔۔۔۔۔وہ ابھی روتے بلکتے ہوئے مزید بولتی جب کاظم شاہ اسکی بات کاٹتے ہوئے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ازمیر جس کی آنکھ مشکل سے لگی تھی اسکی دھاڑ پہ کسمسا کے تھوڑا سا رونے کے بعد پھر سے سو گیا۔۔

کیا تمہیں واقعی ہی ایک سیکنڈ کے لئے ایسا لگا تھا کہ سید کاظم شاہ تمہارے بارے میں اتنی غلیظ باتیں سوچ سکتا ہے؟ تم نے خیالات میں بھی ایسا کیوں سوچا ایزل؟۔۔۔۔وہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کرتا زخمی لہجے میں دبی دبی آواز میں غرایا۔

جب ناز اٹھانے والے شوہر ایسے موقعوں پہ رخ موڑ جائیں تو بیوقوف بیویاں ایسا سوچنے پہ مجبور ہو جاتی ہیں!!۔۔۔وہ اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتی شدید ناراضگی کے عالم میں بولتے ہوئے اسکے سینے سے اٹھنے لگی۔کاظم شاہ کروٹ لیتے ہوئے اسے ایک جست میں خود کے نیچے کرتا اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔اسکے مزاحمت کرتے ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے قابو کرتا اپنی پوری شدت سے اسکے ہونٹ چومنے لگا۔آج اتنے دنوں بعد وہ اسکے لب چوم رہا تھا،اسکا شدت بھرا انداز سہتے ایزل کے پورے وجود میں بجلی کی لہر دوڑی تھی،وہ جنونی انداز سے اپنی تشنگی مٹاتا ایزل کی چھوٹی سی جان کو مشکل میں ڈالے ہوئے تھا۔ایزل کی ٹوٹتی سانسوں کی پرواکئے بغیر وہ بے قابو ہوتا اسکی گلاب کی پنکھڑیوں کی نمی کے ہر قطرے کو خود میں انڈھیلتا جا رہا تھا۔ایزل نے اپنے لب ناراضی سے چھڑوانے چاہے تھے جس پہ کاظم کی پکڑ بے رحم ہوئی تھی۔وہ اب بے رحمی سے اسکی سانسوں کو اسکے حلق سے کھینچتا ان لبوں کو مسلسل سک کر رہا تھا۔ایزل کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔اسکے بے رحم لمس پہ وہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی۔کاظم شاہ اسکے شکوے کو محسوس کرتا اپنی شدت میں کمی کرتے ہوئے اسے چھیڑنے کی غرض سے اسکے نچلے ہونٹ کو ہولے سے اپنے دانتوں میں دبا کے کاٹنے لگا۔ایزل کی سسکی بے ساختہ تھی۔ابھی اس نے پوری سسکی بھی نہیں بھری ہو گی جب وہ ایک دم سے پھر سے اسکے دونوں ہونٹوں کو دبوچتا انہیں اپنے لبوں کی مدد سے وا کرتے ہوئے ان میں اپنی سانسیں انڈھیلنے لگا۔ایزل اسکے ہاتھ سے اپنی کلائیاں آزاد کروانے کی ضد کرنے لگی،وہ اسکی کلائیاں آزاد کرتے ہوئے اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنی شدتیں لٹاتا جا رہا تھا۔ایزل نے غصے سے اسکی برہنہ کندھے پہ مکا جڑا تھا جو اسے جان سے مارنے کے درپہ تھا۔وہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسکے بالائی لب کو کنارے سے دانتوں سے کاٹتا انہیں آزادی بخشتے ہوئے اسکے سراپے پہ اپنی نگاہیں جما گیا۔ایزل اپنی بکھرتی سانسیں ہموار کرنے لگی۔۔اس کے بدن کے نشیب و فراز سانسوں کے اتار چڑھاؤ پہ ایک خوبصورت سا منظر پیش کر رہے تھے۔وہ آتے ہی اپنا لباس تبدیل کر چکی تھی، جس پہ کاظم شاہ کے روم روم میں سکون کی لہریں دوڑی تھی ورنہ اسے اس آف وائٹ کرتے میں دیکھنا کس قدر دل

جلانے والا کام تھا کوئی کاظم شاہ سے پوچھتا جس نے اپنی نگاہوں کے سامنے اپنی بیوی کے وجود پہ اس غلیظ انسان کی گندی نظریں محسوس کی تھیں۔۔وہ تو شاید انسان کہلانے کے لائق بھی نہیں تھا۔۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو! مجھے اس وقت تمہاری انسیکیورٹی دور کرنی چاہئیے تھی جیسے ہمیشہ کرتا آیا ہوں! لیکن وہ سیچویشن مجھے پینک کر گئی تھی! جیسا خواب میں بھی نہ سوچا ہو اور وہ ایک ڈراؤنی حقیقت بن جائے تو انسان سمجھ اور عقل سے مفلوج ہو جاتا ہے! آئی ایم سوری اووزی میرا وہ ریکشن تمہیں ہرٹ کر گیا! ۔۔۔۔۔۔۔وہ مزید جسارتیں کرنے کی بجائے اسکے گال پہ ہاتھ رکھ کے نرمی سے بولتا اسکا ماتھا چوم گیا۔ایزل اپنی نم نگاہیں جھکا گئی۔وہ اتنی جلدی اپنی غلطی مان جاتا تھا کہ ایزل کو اپنا مزید ناراض رہنا ہمیشہ کی طرح فضول لگنے لگا لیکن پھر بھی کچھ دیر بھرم دیکھانے کے لئے خاموش رہی! آخر کو اتنی جھاڑ بھی تو پلائی تھی نا اس نے!!۔۔۔

میرے سامنے ایسی ناٹک بازیاں کرو گی تو تمہیں سونے نہیں دوں گا سویٹ ہارٹ!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے چہرے پہ مصنوعی ناراضگی کے تاثرات دیکھتا اسکی گردن پہ بئیر در گڑتے ہوئے شدت پسند انداز میں بولتا یہاں پہ اپنے ہونٹ رکھنے لگا۔اسے پٹری سے نیچے اترتے دیکھ کے ایزل ایک منٹ میں الرٹ ہوئی تھی۔۔

م۔مجھے۔۔نیند۔۔آ۔۔رہی۔۔ہے!۔۔دور۔۔ہٹیں!۔۔آپ۔۔اتنے۔۔بھاری۔۔ہیں۔۔مجھے۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے۔۔میری۔۔سانسیں۔۔بند۔۔ہو۔۔جائیں۔۔گی!!۔۔۔وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔

ویسے اتنے دنوں بعد ملے ہیں! دور رہنا بنتا تو نہیں ہے ڈارلنگ! آج تو ہمارا ایک دوسرے میں سمانا بنتا ہے لیکن جاؤ کیا یاد کرو گی کس سخی شوہر سے پالا پڑا ہے تمہارا! آج نیند پوری کر لیتے ہیں ایک دوسرے میں سمانے والا کام کل صبح کر لیں گے! کیا کہتی ہو؟۔۔۔۔۔وہ بے باکی کی حدیں پار کرتے ہوئے بولتا اسکے لب چومنے لگا۔۔وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسے خود کے اوپر سے دور دھکیلتی ازمیر کے پاس کھسک گئی،کاظم نے اپنا وجود ڈھیلا چھوڑا ہوا تھا اسی لئے تو وہ اسے کھسکا پائی تھی ورنہ کیسے اس کے دیو ہیکل وجود کو ایک انچ بھی دور کر سکتی تھی۔۔

آہاااا! میرے بیٹے کو مت چھیڑو! وہ پہلے ہی بہت مشکل سے سویا ہے! اب مجھے سونے دو!!۔۔۔۔۔اسے ازمیر کے ساتھ چمٹتے دیکھ کے کمرے کی لائٹس ریموٹ سے بند کرتا اسے اپنے پاس کھینچتا زور سے گلے سے لگاتا اسکی نازک ٹانگوں پہ اپنی بھاری ٹانگ رکھ گیا۔ چھوٹی سی ایزل اسکے چوڑے وجود میں مکمل طور پہ چھپ چکی تھی۔۔

پر سکون ہو کے سو جاؤ! آج جو بھی ہوا سب بھول جاؤ جانم!!۔۔وہ اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے گھمبیر آواز میں بولا تھا۔وہ اسکے گرد اپنے بازو کا حصار باندھتی اسکی پناہ گاہ میں خود کو محفوظ تصور کرتے اسکے سینے میں چھپتی جا رہی تھی۔۔

بالآخر اسکی پیش قدمی پہ وہ مسکراتا ہوا اسکا چہرہ دیوانوں کی طرح چومتا اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے آنکھیں موند گیا۔۔ آج وہ سب کافی تھک چکے تھے۔۔

میرال اوپر گل کو چھوڑنے کے بعد پھر سے نیچے جا چکی تھی۔وہ اپنی جگہ پہ بیٹھی باتھروم کے دروازے پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی،وہ اسکے سائیڈ ٹیبل پہ ہمیشہ کی طرح گجرے رکھنے کے بعد وہ شاور لے رہا تھا۔ابھی تک ان دونوں میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔وہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے گجرے اپنی نگاہوں کے حصار میں رکھتی انگلی دانتوں تلے دبائے ہوئے تھی۔اس کے صبح گجرے نہ لینے پہ تو اسے لگا تھا وہ آج کے بعد کبھی بھی اسکے لئے گجرے نہیں لے گا لیکن وہ غلط تھی۔"سید احان شاہ شاید اپنا آپ بھول سکتا تھا لیکن اپنی گلِ جاناں کے لئے گجرے خریدنا نہیں۔"

گل!!۔۔۔۔۔وہ نجانے کن سوچوں میں گم تھی جب احان کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

ج۔جی!!۔۔۔وہ ہوش میں آتے ہوئے اسکی طرف دیکھتی جواب دینے لگی۔وہ گرے ٹراؤزر پہ بلیک ویسٹ پہنے ہوئے تھا۔۔

آئی ایم سوری!! میں اپنی کل والی حرکت پہ بہت شرمندہ ہوں! مانا تم نے مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دی تھی لیکن وہ سب صرف ایک حد تک تھا! میں کل اپنی حد سے گزر گیا! میں شاید تمہاری ان نازک لمحات میں دی گئی اجازتیں پانے کے بعد کچھ زیادہ اوور کانفیڈنٹ ہو گیا تھا! آئی نو میرا کل والا ایکٹ جسٹفائی نہیں کیا جا سکتا!لیکن وہ سب اچانک سے ہوا تھا آئی سوئیر! میرا تمہیں ڈرانے کا یا انسیکیور فیل کروانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا!۔۔۔وہ اس سے کافی فاصلے پہ کھڑا اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شرمندگی سے بول رہا تھا۔۔گلالئی جو زرتاج اماں کی باتیں سمجھنے

کے بعد مر مر جا رہی تھی،، اس پہ تضاد اسکے سوری کرنے پہ اسکا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے جواب کیا دے۔۔

اب تم ٹھیک ہو رہی تو میں جانتا ہوں میرا تمہیں بلا فضول میں ٹچ کرنا نہیں بنتا! ! آئیندہ سے ایسا نہیں ہو گا! رائٹ؟ میں جانتا ہوں میری اس کل والی حرکت پہ میرا امیج تمہاری نظروں میں پھر سے پہلے والے احان شاہ والا بن چکا ہے! پلیز اپنا دل میری طرف سے صاف کر لو!۔۔۔۔۔ احان شاہ کا انداز التجائیہ ہوا تھا۔۔ وہ آج اس کی سائیڈ پہ سکے قریب بھی نہیں بیٹھا تھا جیسے ہر روز بیٹھتا تھا۔

ک۔ کوئی۔۔ بات نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔ گلالئی اسکی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے ناخنوں کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مختصر سا جواب دے گئی، اسکے علاوہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے کیا جواب دے۔

بچے کب سوئے؟۔۔۔۔ احان شاہ بات بدلنے کی غرض سے بچوں کے متعلق سوال کرتا اپنی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی کچھ ہی دیر ہوئی ہے! ۔۔۔۔۔۔۔۔ گلالئی نے نارمل انداز میں جواب دیا۔

ہمم۔۔۔۔۔ احان شاہ نے ہنکارا بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں موندتے اپنے سر پہ ہولے سے ہاتھ کی مٹھی بنا کے ماری تھی۔ ٹیبلیٹ کھانے کے بعد بھی سر کی درد شدید تھی کیونکہ وہ کافی دنوں سے برین ہیمرج والی دوائیں کھانا چھوڑ چکا تھا۔۔

حویلی آتے ہوئے اتنا لیٹ کیوں ہو گئے آپ؟ اور ایزل اور ازمیر کے ساتھ کیا ہوا تھا؟۔۔ گل اسے غور سے دیکھتی اب خود ہی سوال کر رہی تھی۔ اس کے سوال پہ احان نے اپنی ہری آنکھیں وا کرتے اپنے بچوں کی طرف دیکھا تھا۔۔ وہ جھک کے فرط جذبات میں ان دونوں کے چہرے دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔ ازمیر کی جگہ ان دونوں کو رکھ کے دیکھا تو جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ گل چونک کے اسے دیکھنے لگی جو آج یسری سے زیادہ یاور کو پیار کرتا اسکی آنکھیں تک چوم گیا تھا جن سے اسے اکثر جلن محسوس ہوتی تھی، وہ شاید اس وقت یاور کو ازمیر کی جگہ پہ محسوس کر رہا تھا۔۔

میں تمہارے بچوں کو پیار کرتا ہوں! تمہیں برا تو نہیں لگتا؟۔۔۔کچھ دیر بعد وہ اپنے بچوں کے چہروں سے ہونے ہٹاتا گل سے سادگی سے پوچھنے لگا،وہ جلدی سے زور زور سے نفی میں سر ہلاتی لب پھیلا گئی، بھلا اس نے کب اس سے کہا تھا کہ اسے اسکا یہ ایکٹ برا لگتا ہے؟

مظہر نے یہ ساری چال چلی تھی! ایزل اور ازمیر کو اس نے کیڈنیپ کروایا تھا! ہم سب وقت پہ وہاں پہنچ گئے! صد شکر کسی بڑے نقصان سے بچ گئے! کلوروفام دینے کی وجہ سے ازمیر کی حالت کافی خراب تھی! دو سے تین گھنٹے تو اسپتال میں لگ گئے! اب وہ کافی بہتر ہے!۔۔۔۔۔۔اپنا جواب ملنے کے بعد وہ اب اسے اسکے سوال کا تفصیلی جواب دے رہا تھا۔

ا۔اور۔۔ایزل۔۔کیسی۔۔ہیں؟۔۔۔وہ بھیگی آواز میں پوچھنے لگی۔یہ واقع کافی دردناک سا لگا تھا جسے سننے کے بعد اپنے ساتھ ہوئے تمام اذیت بھرے واقعات یاد آئے تھے۔۔

کافی ڈر گئی تھی لیکن اب ٹھیک ہے! !۔۔۔اسکی بھیگی آواز وہ اسکے چہرے کی طرف دیکھ کے نرمی سے جواب دے رہا تھا۔اسکی طرف سے مزید کوئی سوال نا پا کے وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتا آنکھیں موند گیا۔۔گلالئی بے اختیار ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔وہ محسوس کر رہی تھی اسکے سر میں کافی درد ہو رہی ہے! اس نے ہر رات کی طرح آج اس سے یہ فرمائش نہیں کی تھی۔۔"کیا تم میرے ساتھ کچھ دیر باتیں کرو گی؟"

وہ کچھ دیر بعد بیڈ کراؤن سے سر تکیے پہ شفٹ کر گیا۔سر کا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔اسکے سرخ و سپید چہرے پہ درد کے آثار واضح تھے۔ابھی پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب احان اپنے تن سے بلیک ویسٹ جدا کر کے زمین پہ پھینکتا اپنی سائیڈ کا لیمپ آف کرتے ہوئے اوندھے منہ گر گیا۔۔گلالئی اسکی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہی تھی۔

کمرے میں اب صرف گل کی سائیڈ کا لیمپ روشن تھا۔لیمپ کی روشنی میں اسکی چوڑی مضبوط پشت دیکھتے وہ تھوک نگل کے رہ گئی،اسکا وجود پہلے سے زیادہ چوڑا ہو چکا تھا جو اسکے کثرت سے جم کرنے کا ثبوت دے رہا تھا۔وہ بے ساختہ خود کو اسکے نیچے امیجن کرتے ہوئے سٹپٹائی تھی۔اس نے تو اسکے نیچے دب کے مر ہی جانا تھا جیسے کل اسکی ایک ذرا سی کس سے اسکی جان نکلی تھی۔۔وہ کنفیوز ہوتی معصومیت سے اس کی طرف دیکھنے لگی پھر کچھ دیر بعد ہمت کرتی یاور اور یسری کو درمیان سے ہٹا کے اپنی بائیں طرف احتیاط سے لٹاتی احان کے پاس کھسکی تھی۔۔احان کو دو منٹ بعد اپنے

سر پہ نرم و نازک سی انگلیوں کا لمس محسوس ہوا تھا۔۔وہ چونکتا ہوا رخ موڑ کے پیچھے کی طرف دیکھنے لگا۔ گل کو یوں اپنا سر دباتے دیکھ کے آنکھیں پھیلی کی پھیلی رہ گئی۔۔

و

۔۔وہ۔۔ آپ۔۔کا۔۔ سر۔۔ درد۔۔ ہو۔۔ رہا۔۔ ہے۔۔نا۔۔تو۔۔۔ میں۔۔۔نے۔۔ سوچا۔۔ سر۔۔ دبا۔۔ دوں!!۔۔

۔۔وہ احان کی پھیلتی آنکھوں میں دیکھتی جلدی سے اسے تفصیل بتانے لگی۔ احان کے لب اپنے آپ مسکرائے۔۔

افف اسکی بھوری گھنی مونچھوں تلے عنابی ہونٹوں پہ یہ مسکان۔۔ گل جلدی سے نظروں کا زاویہ بدلتی اس کا سر ہولے سے دبانے لگی۔ اب وہ اوندھے منہ لیٹنے کی بجائے سیدھا لیٹا ہوا تھا۔۔وہ پوری رات اسکی طرف دیکھنا چاہتا تھا لیکن جب اسے محسوس ہوا وہ اسکی نظروں سے کنفیوز ہو رہی ہے تو وہ خود پہ ضبط کرتا اپنی آنکھیں موند گیا۔ اسکے مخملی ہاتھوں کا یہ لمس احان کے سر کی درد منٹوں میں غائب کر گیا تھا۔ اس پہ نیند حاوی ہو رہی تھی۔ تقریباً پانچ سے سات منٹ بعد اسکی آنکھ لگی تھی۔ اسکی گہری سانسوں کو محسوس کرتی وہ اسکے سینے پہ نگاہیں جما گئی، ایک وقت تھا جب وہ اس پہ اپنی شدتیں لٹاتا زبردستی اسکی انگلیاں اپنے سینے کے بھورے بالوں میں پھنسا دیا کرتا تھا۔ گلالئی وہ لمحات یاد کرتی خود بخود سرخ پڑنے لگی۔ اسکی گہری سانسوں پہ وہ مطمئن ہو چکی تھی کہ وہ یقیناً سو رہا ہو گا! اسی لیے تھوڑا سا بائیں طرف کھسک کے سائیڈ ٹیبل سے اسکے لائے گئے گجرے پکڑتی انہیں اپنی کلائیوں کا حصہ بنانے لگی۔ آج کتنے عرصے کے بعد اسکے لائے گئے گجرے پہن رہی تھی۔ گلالئی کی آنکھوں سے آنسو تواتر گالوں پہ بہنے لگے۔۔ گجرے پہننے کے بعد وہ نم آنکھوں سے مسکرا کے اپنی کلائیاں دیکھتی احان کا سر احتیاط سے اپنی گود میں رکھ گئی۔ احان اسکی ذرا سی موومنٹ پہ جاگ چکا تھا لیکن دھڑکتے دل سے آنکھیں موندے رہا۔۔ احان شاہ کا دل پہلو میں زوروں سے دھڑکنے لگا۔ اسکا گود میں یوں اپنا سر رکھنا تمام پرانی یادیں تازہ کر گیا۔ جب کبھی وہ بیمار ہوتا وہ یونہی تو کیا کرتی تھی۔ احان کا دل کیا آنکھیں کھول لے لیکن نہیں اگر وہ آنکھیں کھول لیتا تو وہ یہی پہ رک جاتی۔۔ گلاب کے پھولوں کی خوشبو اسکی ناک نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ تو کیا وہ اسکے دیئے گئے گجرے پہن چکی تھی؟

گلالئی اسکے لائے گئے گجرے پہن کے اسکا سر دبانے لگی۔۔ ایک ہاتھ سے اسکا سر دبا رہی تھی تو دوسرے ہاتھ سے اسکی بڑھی ہوئی بھوری بیئرڈ کو چھیڑ رہی تھی۔۔

ہیئر ڈ ٹھیک کروانے کا دل نہیں کرتا کیا؟ اتنی بڑھی ہیئر ڈ میں بالکل terrorist لگتے ہیں!!۔۔وہ اسکی ہیئر ڈ سلجھاتی مدھم آواز میں اسے سویا ہوا سمجھ کے اس سے باتیں کرنے لگی۔۔ اسکے تبصرے پہ احان دل میں حیران ہوا۔ اس پہ ایک دنیا مرتی تھی اور وہ اسکی ہیئر ڈ کو لے نقص نکال رہی تھی؟ ویسے وہ ٹھیک بول رہی تھی کافی دیر ہوئی تھی اس نے اپنی ہیئر ڈ کی ٹرمنگ نہیں کروائی تھی۔۔

کل رات لے کے صبح تک ناک پہ غصہ تو یوں رکھا ہوا تھا جیسے میں ڈر جاؤں گی!!۔۔۔وہ اب اپنا ہاتھ ہیئر ڈ سے اسکی کھری مغرور ناک پہ رکھتی مزید بولی۔۔ لہجے میں مصنوعی اتراہٹ تھی۔ احان کا پھر سے دل کیا ابھی آنکھیں کھول دے لیکن نہیں اسے اسکو مزید سننا تھا۔

احان کا دل مسکرانے لگا۔ کیا دل بھی مسکراتا ہے؟ ہاں شاید مسکراتا ہے؟ جب دل خوشی سے مسرور ہوتا جھوم اٹھتا ہے۔۔ شاید وہ واقعی ہی مسکرا دیتا ہے۔۔ دل کے لب تو نہیں ہوتے؟ پھر وہ کس طرح سے مسکراتا ہے؟ مجھے لگتا ہے جب ہمارے دل میں خون کی گردش خوشی سے تیز ہو جاتی ہے۔۔ جب سیروں خون بڑھنے لگتا ہے تب وہ اصل میں مسکرا رہا ہوتا ہے!! دل بھی کیا چیز ہے جہاں اسکا مسکرانا انسان کا دن بنا دیتا ہے وہی پہ اسکا ذرا سا اداس ہونا انسان کا دن برباد کر دیتا ہے۔۔۔ آہہ۔۔

گلالئی کے دل میں نا جانے آج کیوں اتنا رحم آرہا تھا جو جھک کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی۔ اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھنے کی دیر تھی جب آنکھوں سے پھر سے آنسو پھسلے تھے۔۔ آنسو اسکی آنکھوں سے احان کی آنکھوں پہ گر رہے تھے۔۔ احان کو لگا وہ اسکی ان اداؤں پہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔۔ ہونٹ اسکے ماتھے سے سرک کے اسکی بند آنکھوں پہ آرہے تھے۔ وہ یہاں بھی اپنے ہونٹ رکھ گئی۔۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے! موت آجائے غالب! دل نا آئے کسی پہ!!۔۔۔وہ اسکے کان میں بھیگی آواز میں بولی۔ دل ہی تو اصل فساد کی جڑ ہے! اچھے بھلے انسان کو پاگل کر دیتا ہے!۔۔۔وہ اسکے برہنہ سینے کے بالوں میں ہاتھ الجھاتی اب شاید اپنے دل سے شکوے کر رہی تھی جو اس انسان کے لئے پاگل تھا۔ اسکی تیز دھڑکنوں کو محسوس کرتی کچھ پل کے لئے چونکی بھی تھی پھر اپنا وہم سمجھتی دوسرے ہاتھ سے اسکا سر دبانے لگی۔ احان اسکے ایک ایک لفظ کو اپنے دل میں اتارتا اسکے ہاتھ کی ایک ایک موومنٹ پہ اپنے پسلیوں سے سر ٹکراتے دل پہ قابو پانے لگا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 121 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ اس سے باتیں کرتے کرتے اسکے چہرے پہ اپنا چہرہ رکھے سو چکی تھی۔اسکے چہرے کا ہر نقش احان کے چہرے کے تمام نقوش کے ساتھ ٹچ ہو رہا تھا۔اسکے گلابی ہونٹ احان شاہ کے آتشی لبوں سے ٹکرا رہے تھے۔احان شاہ اپنی سانسیں روکے اسے اپنے بے حد نزدیک دیکھ رہا تھا۔دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے چہرے کو دہکا رہی تھیں۔ وہ خود تو سو چکی تھی لیکن ہمیشہ کی طرح اسکی نیند اڑا گئی تھی۔احان شاہ کی کل سے رات سے نیند پوری نہیں ہوئی، کل پوری رات وہ سڑکوں پہ گاڑی گھماتا رہا تھا اور آج رات اسکی بیوی نے اسے گھمایا تھا۔یہ تو سراسر زیادتی تھی، وہ اسکے چہرے کے ساتھ اپنا چہرہ چپکا کے سو چکی تھی یہ سوچے بغیر کہ مقابل لحہ بالحہ اسکی ان اداؤں کا مزید اسیر ہو رہا ہے۔ وہ نیند میں احان شاہ کی دہکتی سانسیں اپنے چہرے پہ محسوس کرتی ذرا سا کسمسائی تھی جس پہ اسکے ہونٹ پھر سے احان شاہ کے لبوں سے ٹکرائے تھے۔احان شاہ اور گلالئی کے لبوں میں اب بال برابر فاصلہ بھی نہیں تھا، وہ چاہ کے بھی ان ہونٹوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں نہ لے پایا۔وہ ناراض ہو جاتی۔پہلے ہی وہ اسکا کل والا ریکشن نہیں بھولا تھا۔وہ اس وقت اسکے چہرے کو اپنی چھوٹی چھوٹی سانسوں سے دہکا رہی تھی احان شاہ کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔وہ پُر سکون ہوتا اپنی آنکھیں موند گیا، تاکہ کچھ دیر کے لئے نیند لے سکے۔۔

میجر خان اس وقت وزیرستان کے شہر لکی مروت میں اپنے یونٹ کے ساتھ DC Office میں موجود تھا۔وہ اور میجر شاہ الگ الگ یونٹ لیڈ کر رہے تھے۔میجر خان لکی مروت میں جبکہ میجر شاہ بنوں ڈویژن میں زیر پذیر تھا۔میجر خان اس وقت اپنے روم میں موجود میرال کو کال پہ کال کر رہا تھا جو اسے پانچ منٹ ویٹ کرنے کا بول کے ابھی تک اسکی کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔وہ پچھلے دس سے بارہ منٹ سے اسے کال کر رہا تھا۔۔

میرال جو راستے میں اپنے ڈیڈ کے پاس رکتی ان سے اپنا پیار بٹورتی مرحا کو مس کر رہی تھی، میجر خان کی کال کا خیال آتے ہی فٹافٹ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہوئی۔ فون بجتے دیکھ کے وہ مسکراتی ہوئی سائیڈ ٹیبل تک آئی۔۔ نقلی میجر کے نام سے ویڈیو کال دیکھتے ہی وہ یس کرتی فون سیٹ کر کے رکھنے لگی۔۔

سلام میرو جان!! کب سے کال کر رہا ہوں!۔۔۔ میجر خان نے سلام کرتے ساتھ ہی معصومیت سے شکوہ کیا تھا۔ بارہ بجے کے بعد معصومیت والا موڈ آن ہو چکا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔ وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ موبائل فٹ کئے خود اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ اسکے برہنہ چوڑے شانے موبائل کی سکرین پہ واضح نظر آ رہے تھے، وہ اس وقت شرٹ لیس تھا لیکن اسکے اوندھے منہ ہونے کی وجہ سے وہ صرف اسکے شانے ہی دیکھ پائی۔ میرال نے نظر بھر کے اسکے خوبصورت چہرہ کو دیکھا تھا۔۔

وعلیکم السلام! مل گئی فرصت کال کرنے کی؟۔۔۔ وہ اسکے شکوے کا جواب منہ بنا کے شکوے سے دے رہی تھی۔۔ یہاں آتے ہی مصروف رہا تھا۔ بالکل ابھی وقت ملا!۔۔ وہ ہنوز معصومیت سے بولتا گہری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ لہجے میں معصومیت ضرور تھی لیکن آنکھوں میں اس وقت قطعی معصومیت نہیں تھی۔۔ وہ میک اپ سے پاک چہرہ لئے ناخن دانتوں تلے دبائے کتر رہی تھی۔۔ اس نے لائٹ سکن کلر کا کافی سٹائلش اور برینڈڈ کرتا پہنا ہوا تھا۔ باریک سا دوپٹا اس وقت گلے میں تھا۔ حازق خان نے اپنی تیز نظروں سے کچھ ہی سیکنڈز میں اسکا مکمل جائزہ لیا تھا۔ وہ فون سائیڈ ٹیبل پہ لیمپ کے ساتھ سیٹ کئے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے تھوڑا سا ترچھا ہو کے بیٹھی اسی کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ اس نے حازق خان کی نظروں کا چہرے سے اپنی گردن تک اور پھر گردن سے نشیب و فراز تک پھسلنا بخوبی نوٹ کیا تھا جس پہ وہ دل میں مسکراتی خود کو بظاہر لاپرواہ شو کرتے ہوئے اپنے سنہری بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی۔۔

میں نے کل رات نوٹ کیا تھا! تمہارے بالوں کی لینتھ بڑھ رہی ہے؟۔۔۔۔۔۔ اسے بالوں کو سیٹ کرتے دیکھ کے وہ مخمور لہجے میں بولا۔۔

ہمم! کافی ٹائم سے کٹنگ نہیں کروائی! کیوں بڑھی ہوئی لینتھ اچھی نہیں لگ رہی کیا؟۔۔۔۔۔ میرال اپنے کندھوں تک آتے بالوں کو جھٹکتے ہوئے بیڈ سے کھڑی ہوتی فون اٹھا کے اب آئینے کی طرف بڑھی تھی۔۔

بہت اچھی لگ رہی ہے! ایک مہینے کے اندر اندر جتنا ہو سکتا ہے بال لمبے کرو تا کہ میں رخصتی کے بعد انہیں کھینچ کھینچ کے ان پہ اپنا غصہ اتار سکوں!۔۔۔۔۔۔وہ معصومیت سے اپنی نیلی سمندری آنکھوں کو ٹپٹپا کے بولتا اسے تنگ کرنے لگا۔ میر ال شاہ اسکا مدعا سننے کے بعد منہ کھول کے اسے دیکھنے لگی۔۔

ہاتھ توڑ دوں گی تمہارے!۔۔۔۔وہ مصنوعی غصے سے چیختی فون آئینے کے ساتھ سیٹ کرتے ہوئے ٹیبل سے سرخ لپ اسٹک اٹھا کے اپنے ہونٹوں پہ لگاتی اسے بہکانے کی تیاری کر رہی تھی۔۔

مجھے لگا شاید تم جواب دو گی! "اتنی زور سے تمہیں کس کروں گی کہ تمہارا منہ خود بخود ٹوٹ جائے گا"۔۔۔۔۔وہ معصومیت سے بولتا قہقہ لگا کے ہنس دیا۔ اسے اپنے گلابی ہونٹوں کو سرخ رنگ سے رنگتے دیکھ کے میجر خان کے دل پہ بجلیاں گری تھیں۔۔

اگر ضرورت پڑی تو یہ کام کرنے سے بھی گریز نہیں کروں گی!۔۔۔لپ اسٹک لگانے کے بعد اپنے دونوں ہونٹوں کو ایک دوسرے سے ملا کے سرخی سیٹ کرتی وہ کندھے اچکا کے بولی۔

کیسی لگ رہی ہے لپ اسٹک؟۔۔۔۔ابھی میجر خان کوئی جواب دیتا جب میر ال شاہ اپنے بالوں کو جھٹک کے ہونٹوں کا ذرا سا پاؤٹ بناتی دلفریب انداز میں اس سے سوال کر گئی۔۔

اتنے ڈارک لپ کلر میں میک اپ کی دکان لگ رہی ہو!!۔۔۔۔حازق خان اسکے ہونٹوں سے نگاہیں چراتا اسکی تعریف کرنے کی بجائے الٹا جواب دے رہا تھا۔ اس سے اتنا دور ہوتے ہوئے بھی وہ اپنی ان گھائل کرتی اداؤں سے اسے پاگل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اوو! آل رائٹ! لیکن آئینے کو میں اچھی لگ رہی ہوں! اسی لئے اس کی ایک کس تو بنتی ہے!!۔۔۔اسکے تعریف نہ کرنے پہ میر ال صبر کا گھونٹ پیتی ضبط سے مسکراتے ہوئے بیک کیمرہ آن کرتی مرر کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔۔ حازق خان ابھی اسکا جواب سمجھ بھی نہیں پایا تھا جب اس نے آئینے کے قریب اپنا چہرہ لاتے اس پہ اپنے ہونٹوں کا مارک چھوڑتے ہوئے اس پہ کیمرہ زوم کرتے حازق خان کے جذبات میں طغیانی مچائی تھی۔

تمہارے ہونٹوں کو تمہیں خود کو چھونے کی بھی اجازت نہیں ہے میر ال شاہ یہ آئینہ تو دور کی بات ہے!! تو اسی لئے بہتر ہے ان فضول حرکات سے گریز کرو! یہ ہونٹ صرف مجھے چھونے کے لئے یا میرے ہونٹوں میں قید ہونے کے

لئے بنے ہیں! ان ہونٹوں کی ایسی گستاخیاں مجھے کسی صورت قبول نہیں ہیں!۔۔۔۔۔۔حازق خان کو اسکی یہ حرکت قطعی پسند نہیں آئی تھی۔ وہ جنونی انداز میں دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ نکاح کے بعد شاید یہ پہلا ایسا لمحہ تھا جب وہ اس پہ یوں غصے سے غرا رہا تھا۔ لہجے میں ناراضی اور غصے کا عنصر واضح تھا۔۔

جب دور جاؤ گے تو ایسی گستاخیاں سہن کرنی پڑیں گی! یہ میرال شاہ کا سٹائل ہے!۔۔۔۔میرال شاہ اسکے غرانے کی پرواکئے بغیر ایٹیٹوڈ سے بولتی ایک دفعہ پھر سے آئینے پہ ہونٹوں کا مارک چھوڑ گئی۔ حازق خان نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے اسکی اس حرکت پہ اپنے غصے پہ قابو پانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔۔

رائٹ! تو میرا کل والا سٹائل یاد ہو گا تمہیں؟ یا اتنی جلدی بھول گئی؟ اپنے کرتے کے اوپری بٹن کھولو!! مجھے اور اس آئینے کو وہ سوغاتیں دیکھاؤ جو کل رات میں نے تمہیں کافی محنت سے دی تھیں! تمہاری دھڑکنیں سرخ ہوتی میرے ہاتھوں اور ہونٹوں کے لمس سے پناہ مانگ رہی تھی! انہی سرخ ہونٹوں سے سسکیاں بلند ہو رہی تھیں ناجو اس وقت اپنی حدود کراس کر رہے ہیں!" جتنے سٹائل دیکھانے ہیں دیکھالو! اگلی ملاقات پہ جو سٹائل میں اپناؤں گا۔۔ ڈائریکٹ نسل بڑھاؤں گا! یاد رکھنا میری بات"!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان چیلنجنگ انداز میں بے باکی سے غرایا۔ اسکے آخری بے باک جملوں پہ میرال شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔ وہ جو اسکے غرانے کے مزے لے رہی تھی! اسکی بے باک بات پہ کانوں کی لوئیں سرخ ہوئی تھیں۔۔

اچھی بات ہے! آج کل ترقی کے بغیر انسان کچھ نہیں ہے! محنت کرو اور ترقی کرو! آئی مین نسل بڑھاؤ!۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اپنے کرتے کے اوپری دو بٹن کھولتے ہوئے اسے بے باکی سے ٹکر کا جواب دیتی حازق خان کو حواس باختہ کر گئی۔ اسکی گردن کی گہرائیوں پہ اپنی دی گئی سوغاتوں کے نشان دیکھتے حازق خان کے جذبات منہ زور ہوئے تھے۔ دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔ اسے اس سے اتنی بے باکی کی امید نہیں تھی۔ تو ثابت ہوا تھا وہ اسکی بے باک باتوں پہ منہ بند کرنے والوں میں سے نہیں بلکہ منہ بند کروانے والوں میں سے تھی۔ اسکی آنکھوں کو ایک دم سے خمار سے سرخ ہوتے دیکھ کے میرال شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے جلدی سے اپنے کرتے کے بٹن بند کئے تھے۔۔

افف!! نہیں کرو میرو جان! بہت پچھتاؤ گی!!۔۔۔وہ بے چینی سے غراتا ہوا اپنا منہ تکیے میں دیتا جذبات پہ قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

ہاہاہا۔۔" غریب تباہ دے "(غریب برباد ہے)۔۔۔۔وہ اسکی بے تابی پہ قہقہ لگا کے ہنستے ہوئے بولی، پشتو کا یہ چھوٹا سا جملہ اس نے آج صبح ہی گلالئ سے سیکھا تھا جو اسے ابھی استعمال کرنے کا موقعہ بھی مل گیا تھا۔ حازق خان نے جلدی سے تکیے سے چہرہ باہر نکالتے اسکی طرف دیکھا تھا۔

کیا بولا تم نے ؟۔۔۔۔۔حازق خان نے فوراً سے پوچھا۔

ہاہاہا۔۔ آئی تھنک تمہیں نیند آرہی ہے ؟ تمہیں سو جانا چاہئیے ؟۔۔۔وہ اسکی آنکھوں کی سرخی پہ چوٹ کرتے ہوئے دوبارہ سے اپنا جملہ دہرانے کی بجائے اسے سونے کا مشورہ دے رہی تھی۔۔

پھر سے بولو!! میں تمہارے منہ سے پشتو سنتے ہوئے ان سرخ ہونٹوں کی حرکت دیکھنا چاہتا ہوں!!۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ خمار آلود ہوا تھا۔ اسکے منہ سے پشتو کا اتنا سا جملہ اسے پاگل کر گیا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔۔ غریب تباہ دے!!!۔۔۔۔۔وہ اپنے ہونٹوں کو گول کر کے اسے ہوائی کس دیتے ہوئے قہقہ لگا کے بولی۔ حاذق خان کے دل کے تار اتھل پتھل ہوئے تھے۔۔

"داغریب تباہ کولوو آلہ تہ یے! دہ ستہ سوانہ سوک وو، نہ سوک دا اور نہ بہ سوک رازی!!"(اس غریب کو تباہ کرنے والی صرف تم ہو! تمہارے سوا نہ کوئی تھی، نہ کوئی ہے اور نہ کوئی آئے گی!!)۔۔۔۔۔۔وہ اپنی پختون زبان میں بوجھل لہجے میں بولتا اپنی ایکسرا کرتی نگاہوں سے اسکا وجود پورے استحقاق سے دیکھ رہا تھا۔

کیا کیا بولتا جا رہا ہے ماڑا؟ ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کرو! ام کو صرف اتنا ہی پشتو آتا تھا جو ام نے تم کو سنا دیا!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی پختون زبان پہ ہمیشہ کی طرح منہ لٹکا کے پٹھانی اہانت اپناتے ہوئے بولی۔ حازق خان نے چڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

میں پوچھ رہا ہوں! تم نے ایک دن میں اتنی ساری پشتو کیسے اور کس سے سیکھی ؟۔۔۔۔۔وہ سلگتے ہوئے اپنی بات تبدیل کرتا اسکے بدن کی رعنائیوں کو پر تپش نظروں سے دیکھتا نظروں کا زاویہ بدل گیا۔

افف نہ پوچھو اس ایک لائن کو سیکھنے کے لئے کتنے پاپڑ بیلے ہیں! اتنی مشکل سے گل سے سیکھا اور پھر نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارا نمبر بھی "غریب تباہ دے" کے نام سے سیو کر چکی ہوں۔۔۔۔میرال اپنی ہنسی دباتے ہوئے اسکے طنز کا جواب سیریس انداز میں دینے لگی۔ وہ مذاق کر رہی تھی اس نے اسکا نمبر اس نام سے سیو نہیں کیا تھا۔۔

واہ کیا کہنے تھے ان دونوں کزنز کے۔۔ اسکی بیوی اسکی بہن سے پشتو سیکھتی تھی اور اسکی بہن کا شوہر اسکے شوہر سے اپنی بیوی کے بولے گئے الفاظ کا ترجمہ یوں کرواتا تھا جیسے دونوں انہیں پشتو سیکھنے کی فیس دیتے ہوں!!

یہاں آ کے بہت ان رومانٹک چس ماری ہے تم نے! مجھے تو لگ رہا تھا تم جیسی رومانٹک بندی نے میرا نمبر کافی رومانٹک انداز میں سیو کیا ہو گا!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان سر جھٹک کے بولتا آنکھیں گھما گیا۔۔

امم! دل میں کافی رومانٹک انداز میں سیو کیا ہے! اب فون کو سارے راز تھوڑی بتاؤں گی!!۔۔۔ وہ آنکھ دبا کے بولتی فون پھر سے مرر کے ساتھ سیٹ کرتی لپ اسٹک اٹھا کے اپنے ہونٹوں پہ پھر سے لگانے لگی۔۔

اچھا؟ دل میں کس نام سے سیو کیا ہے؟۔۔۔ حازق خان نے مسکراتے ہوئے تجسس سے پوچھا۔ وہ جانتا تھا وہ جان بوجھ کے اپنے ہونٹوں پہ لپ اسٹک کا کوٹ کرتی اسے بے چین کر رہی ہے، لیکن اسے اسکی یہ ادائیں اچھی لگ رہی تھیں۔ چاہے جذبات میں آگ بھڑک رہی تھی، لیکن واللہ اسکی یہ ادائیں قیامت خیز تھیں۔۔

جب واپس آؤ گے تب بتاؤں گی!۔۔۔۔ وہ لپ اسٹک واپس سے ٹیبل پہ رکھتی مصروف انداز میں بولتے ہوئے اپنے بالوں میں برش کر رہی تھی۔

اگر واپس نہ آیا تو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان کے اس جملے پہ میرال کے ہاتھ سے برش چھوٹتا ہوا زمین پہ گرا تھا۔ وہ چونک کے موبائل کی سکرین کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

کیا مطلب؟ کہیں تم نے وہاں پہ دوسری شادی کا پلین تو نہیں بنا رہے؟۔۔۔۔۔ میرال شاہ دانت پیستی غصے سے بولی، اسکی یہ اتنی سی بات اسکے دل کو کچوکے لگا رہی تھی۔ دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے اسکی بات کا یہ مطلب نہیں لیا تھا جس متعلق وہ سوال کر رہی تھی۔۔ وہ تو اسکے واپس نہ آنے سے کوئی اور ہی مطلب لے رہی تھی جو اسکا دل دہلا رہا تھا۔۔

ہاہاہاہا۔۔ رائٹ۔۔ اچھی خاصی باڈی ہے میری!! ان دونوں بازوؤں میں دو بیویاں آسانی سے سمائی جا سکتی ہیں! کیا کہتی ہو؟۔۔۔ حازق خان جو کب سے اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا، ایک دم سے اٹھ کے بیٹھتا میرال کو اپنی باڈی کے کٹس دیکھاتے ہوئے قہقہہ لگا کے بولا۔ میرال اسکی بات پہ غور کرنے کی بجائے اسکا کٹاؤ دار سینہ دیکھتی اب اسکے ایبس دیکھ رہی تھی۔۔ اسکے چوڑے شانے، بیکس، چٹانی سینہ دیکھتی وہ تھوک نگل رہی تھی۔ اسکے سینے اور گردن پہ ابھی تک کل

رات کے دیئے گئے میر ال شاہ کے دانتوں کے نشان واضح تھے۔حازق خان اسکی گہری نگاہیں خود پہ محسوس کر تا زیر لب مسکرانے لگا۔

ہمم !بد قسمتی سے ان میں سے تمہاری دوسری بیوی مردہ ہو گی اور تمہاری موت بھی عنقریب تمہاری پہلی بیوی کے ہاتھوں سے ہو گی!!۔۔۔۔۔۔تقریباً پانچ منٹ تک اسکا جائزہ لینے کے بعد میر ال شاہ نے اسکی بات کا جواب استہزایا انداز میں دیتے زمین پہ جھک کے برش اٹھایا تھا۔اسکے جھکنے پہ اسکے بدن کے رعنایاں چھلکتے نشیب و فراز واضح ہوئے تھے۔۔حازق خان جو اسکے جواب پہ قہقہ لگا رہا تھا،اسکے جھکنے پہ نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبا گیا۔کاش وہ اسکی وقت اسکی بانہوں میں ہوتی۔۔

اچھا ویسے میرے دماغ میں ایک سوال آیا ہے! میں نے اکثر دیکھا ہے باڈی بلڈرز اپنے سینے کے بال کٹوا دیتے ہیں! لیکن تم نے نہیں کٹوائے؟ کیوں؟ کیا ان میں پسینہ نہیں جمتا؟ پسینے کی بدبو نہیں آتی؟۔۔۔میر ال شاہ نے ایک ساتھ کتنے سوال کر ڈالے تھے۔انداز میں ایک تجسس سا تھا۔

ہاہاہا۔۔وہ مرد نہیں ہوں گے پھر! انہیں صنفِ مخالف زیادہ اٹریکٹ کرتی ہو گی! جو مرد اپنے سینے کے بال کاٹتے ہیں میرے نزدیک ان میں نسوانیت کا عنصر پایا جاتا ہے! پسینہ آتا ہے تو کیا ضروری ہے اللہ کی عطاء کی گئی چیز کو بگاڑیں؟ نہا نہیں سکتے؟ جتنے پیسے ان بالوں کی ٹرمنگ میں لگانے ہیں اتنے پیسوں کی ایک اچھی سی پرفیوم لے کے اپنے پسینے کی بدبو ختم کر لیں! اور جہاں تک رہی میرے باڈی بلڈر ہونے کی بات تو یہ باڈی صرف تمہیں قابو کرنے کے لئے بنائی ہے دنیا کو دیکھانے کے لئے نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہنستے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔میر ال شاہ اسکے جواب پہ ہنس دی۔۔اسے اسکا جواب اچھا لگا تھا۔

کیا تمہیں یہ بال پسند نہیں ہیں؟۔۔۔۔۔اسے اپنی لمبی گھنی پلکوں پہ مسکار الگاتے دیکھ کے حازق خان نے اس سے اپنے سینے کے بالوں کے متعلق رائے لینی چاہی تھی۔۔

مجھے میجر حازق خانزادہ پورا کا پورا پسند ہے! مجھے یہ بال بہت اٹریکٹ کرتے ہیں! !۔۔۔۔۔۔۔وہ محبت سے لبریز لہجے میں بولتی اپنی نچلی پلکوں پہ مسکار الگا رہی تھی۔۔حازق خان پورے دل سے مسکرایا تھا۔اسکے منہ سے اپنا پورا نام دل دھڑکا گیا تھا۔۔

میک اپ کرتے ہوئے منہ کیوں کھول لیتی ہو؟ کیا منہ بند کر کے میک اپ نہیں ہو سکتا؟۔۔۔۔۔اسے بار بار اپنے ہونٹ وا کر کے چہرے کے زاویے بگاڑ کے مسکارا لگاتے دیکھ کے وہ بالآخر بول اٹھا۔ اسے اسکے ہونٹ اٹریکٹ کر رہے تھے۔

ہاہاہاہا۔۔بہت گندی عادت ہے!!۔۔۔۔میرال شاہ کھکھلا کے ہنس دی۔وہ واقعی ہی اسکی ایک ایک چیز نوٹ کرتا تھا۔ وہ اسکے لئے ہی ہلکا پھلکا سا تیار ہو رہی تھی تاکہ اپنی خوبصورت منکوحہ دیکھ کے اسکی ساری تھکاوٹ اڑن چھو ہو جائے۔۔اس نے اپنی باتوں میں آج ایزل اور ازمیر کے ساتھ ہوئے واقعے کا ذکر نہیں کیا تھا۔وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

کوئی بات نہیں رخصتی کے بعد تمہارے ہونٹ اپنے لبوں میں دبا کے تمہاری یہ بار بار منہ کھولنے والی عادت ختم کر ڈالوں گا!!۔۔اسکی ہنسی اپنے ہونٹوں سے چننے کی خواہش دل میں دباتا وہ مخمور لہجے میں بولا۔

تم بہت بے شرم ہو گئے ہو میجر!!۔۔۔۔۔۔وہ سرخ پڑتی لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر سے ہنس دی۔۔

جب سے تمہارے نکاح میں آیا ہوں بے شرم ہو گیا ہوں! میں اپنی معصومیت مس کرتا ہوں!!۔۔۔۔وہ معصوم سی شکل بنا کے آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا سارا مدعا میرال پہ ڈالتے خود بری الزمہ ہو گیا۔۔میرال شاہ اسے آنکھیں دیکھتی اسکے جھوٹ پہ کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھی۔۔

بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟ تمہارے لئے فٹافٹ سے تیار ہوئی ہوں!۔۔۔۔۔۔میرا اپنے گلے سے دوپٹا نکال کے اسے کھولتی ہوئی اسکے ساتھ مکمل طور پہ گھومتی بالآخر اپنے سر پہ دوپٹا لیتی تھوڑا سا کونا دانتوں تلے دبا کے اسکے آنکھ ونک کرتی پوچھنے لگی، ساتھ ہی جتایا بھی تھا کہ وہ اسکے لئے تیار ہوئی ہے۔۔وہ جوں جوں گھوم رہی تھی حازق خان کے دل کی دھڑکنیں سپیڈ پکڑ رہی تھی۔افف اسکی ایک ایک ادا حازق خان پہ بھاری پڑ رہی تھی۔جذبات میں ایک شور سا اٹھا رہا تھا۔۔

"میرا دل لگ رہی ہو! میری آنکھوں کا نور لگ رہی ہو! خان کی میرو جان لگ رہی ہو!!"۔۔۔حازق خان نے اپنے ازلی انداز میں اسکی تعریف کی تھی، لہجہ پیار، محبت اور مٹھاس سے لبریز تھا۔۔

جب تم یوں شرافت سے میری تعریف کرتے ہو! تو میرو کے میجر لگتے ہو!۔۔۔۔۔وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے شرمانے کی ناکام کوشش کرتی قہقہہ لگا کے اسے جواب دیتی اب اسے چوری چوری دیکھنے کی ایکٹنگ کر رہی ے تھی۔ حازق خان کو اپنی زندگی دن بدن مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ میرال شاہ کی ان خوبصورت اداؤں پہ اسکی بلائیں لے رہا تھا۔۔

وہ نیچے والے پورشن میں قیام پذیر تھی، اسکا کمرہ میرال سے کچھ فاصلے پہ تھا۔وہ کب سے بیڈ پہ لیٹی بے چینی سے کروٹ بدل رہی تھی، اس نے ارزم کے ہاتھوں پہ کافی چوٹیں دیکھی تھیں جنہیں وہ سب سے چھپانے کی کوشش میں لگا رہا تھا لیکن وہ نوٹ کر چکی تھی۔وہ کب سے اوپر اسکے کمرے میں جانا چاہ رہی تھی لیکن پھر اسکی بے باکیوں کا سوچتے خود کو روک لیتی۔وہ جو سب کے سامنے اپنی بے باکیاں دیکھانے سے باز نہیں آتا تھا اسے اپنے کمرے میں دیکھ کے تو اس نے آسمان سر پہ اٹھا لینا تھا۔وہ ابھی تک وہ دن نہیں بھولی تھی، جب وہ یسریٰ اوریاور کے ویلکم کے لئے اسکے کمرے میں اسے جگانے گئی تھی اور اس نے کس طرح سے اسکی جان لبوں پہ لائی تھی۔۔ویسے بھی وہ یونی میں اس سے ناراض تھی جب اس نے اسکی مزاحمت کو نظر انداز کرتے سپورٹس روم میں قدم بڑھاتے اپنا رومانس جاری کیا تھا۔کتنی شرمندہ ہوئی تھی وہ کوچ کے سامنے۔۔صد شکر تھا کوچ نے ان کا لائیو رومانس نہیں دیکھا تھا۔۔یہ سب سوچنے کے بعد بھی وہ اس کے لئے بے چین تھی لیکن اس کے کمرے میں جانے کی ہمت نہیں تھی۔۔

وہ دونوں پر سکون نیند سوئے ہوئے تھے جب فجر کی اذانوں کی آواز گلالئی کے کانوں سے ٹکرائی تھی، اسے ان دنوں نماز نہیں پڑھنی تھی لیکن پھر بھی اسے فجر کے وقت نیند سے بیدار ہونے کی عادت تھی۔گلالئی ہولے سے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں وا کر رہی تھی جب نگاہیں احان شاہ کے چہرے سے ٹکرائی۔احان شاہ کو اپنے اس قدر نزدیک دیکھ کے گلالئی کی گردن میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اسکا سر اپنی گود میں دیکھ کے اسے دھیرے دھیرے سے یاد آرہا تھا اس نے رات کو اسکا سر خود اپنی گود میں رکھا تھا۔اپنی کلائیوں میں موجود احان شاہ کے دیئے گئے گجرے دیکھتی وہ اپنے پر سورات بولے گئے الفاظ یاد کرنے لگی۔۔

"بناوقت اور صورتحال کے آپ کی اس حرکت کا میں کیا مطلب سمجھوں؟ آج بنا اجازت لئے ہونٹ چھوئے ہیں کل کو جسم چھوئیں گے؟ کہاں گئی آپ کی اجازتیں؟ کہاں گئے وہ ڈائیلاگ؟"

"اب نگاہیں چرا کے کیوں جا رہے ہیں؟ آپ نے کیا سوچا تھا لالا ایک مہینے کے لئے اسلامباد سے گئے ہیں تو آپ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں؟۔۔۔"

اپنے الفاظ یاد کرتے ہی وہ جلدی سے اسکے سینے سے اپنا ہاتھ ہٹاتی اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کرتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اسکی ذرا سی موومنٹ پہ احان شاہ نے اپنی نیند کا خمار لئے سرخ ہوتی ہری آنکھوں کو بے ساختہ وا کیا تھا۔ گلالئی کے حواس باختہ چہرے کو دیکھتے نیند ایک پل میں اڑ گئی۔ کہیں وہ کچھ غلط نہ سوچ رہی ہو۔۔۔

و۔و۔وہ۔۔ آپ۔۔کے۔۔ سر۔۔میں۔۔درد۔۔ تھا۔۔نا۔۔ت۔تو۔۔

آپ۔۔۔نے۔۔ نیند۔۔میں۔۔اپنا۔۔ سر۔۔ میری۔۔ گود۔۔میں۔۔رکھ۔۔دیا!!۔۔ک۔۔ کوئی۔۔بات۔۔۔ نہیں !۔۔ آئیندہ۔۔خیال۔۔ کیجئیے۔۔ گا!۔۔۔۔۔ گلالئی کے جو منہ میں آ رہا تھا جھوٹ بولتی ہوئی احان شاہ کو لب پھیلانے پہ مجبور کر گئی۔

فار رئیل؟؟ کیا واقعی ہی میں نیند میں اتنا مدہوش ہو چکا تھا؟۔۔۔ احان شاہ اپنی مسکراہٹ دباتا آنکھیں پھیلا کے استفسار کر رہا تھا جس پہ گلالئی نے روہانسے ہوتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

اوو! واقعی ہی میری مدہوشی کا ثبوت تمہاری کلائیوں میں یہ گجرے اپنے منہ آپ دے رہی ہیں! حیرت کی بات ہے کوئی سستا نشہ تو کر کے نہیں آیا تھا جو اس قدر مدہوشی طاری ہو گئی کہ تمہیں نیند میں اتنے پرفیکٹ انداز میں گجرے بھی پہنا دیئے؟ اور بتاؤ کیا کیا میں نے نیند میں؟۔۔۔۔۔ احان شاہ کا لہجہ گھمبیر اور شرارتی ہوا تھا۔ گلالئی سٹپٹا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اسکا شریر لہجہ اسکا دل دھڑکا رہا تھا۔۔

اور بتاؤ نا؟ نیند میں کہیں پہ کس بھی کیا تمہیں؟۔۔۔۔۔۔۔ گلالئی کے سٹپٹانے پہ وہ محظوظ ہوتا اپنے سوال پہ دباؤ ڈال رہا تھا۔ گلالئی نے بھوکھلا کے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ اسکا سر دبانا اور اس پہ تضاد اس سے جھوٹ بولنا تو جیسے اسکے گلے ہی پڑ گیا تھا۔

آئی ایم سوری یار! مجھے نیند میں واقعی ہی پتا نہیں چلا! نیکسٹ ٹائم خیال رکھوں گا!!۔۔۔۔۔گلالئی کے گالوں کو گلابی سے سرخ ہوتے دیکھ کے وہ اس پہ رحم کھاتا اسکی گود سے سر ہٹاتے آٹھ کے بیٹھتا اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی سوری کرنے لگا۔گلالئی نگاہیں جھکائے اب اپنی کلائیوں میں موجود گجرے اتار رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا وہ ابھی بھی اسکے جھوٹ پہ طنز کر رہا ہے۔۔

نہیں اتارو یار! بہت اچھے لگ رہے ہیں!۔۔۔۔۔احان شاہ نے التجاء کی تھی۔اسکے التجائیہ انداز پہ گلالئی نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔اسکی آنکھوں میں لکھی عشق کی داستان پڑھنا مشکل تو نہ تھا۔۔

مجھے سونا ہے! انہیں پہن کے سوؤں گی تو الجھن ہو گی!!۔۔۔وہ نگاہیں چرا کے بولی۔۔

پہلے بھی تو پہن کے سوتی تھی نا!؟۔۔۔۔۔احان کا لہجہ اداس ہوا۔۔وہ اس وقت تمام پرانے لمحات یاد کر رہا تھا۔

گلالئی اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتی وہ منظر یاد کر رہی تھی جب وہ اسکی گجروں سے مزین کلائیاں اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتا اسکی روح میں سماتا تھا۔۔وہ اسکا اسکے منہ سے نکلتی چیخ ہونٹوں میں دبانا،وہ پھولوں کا بیڈ شیٹ پہ بکھرنا، وہ اسکا اسکی شدتوں سے بکھر کے اسی میں سمٹنا۔۔کیا کیا یاد نہیں آیا تھا گلالئی کو۔۔وہ سرخ ہوتے چہرے سے جلدی سے وہ گجرے اتار کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی سونے کے لئے لیٹ گئی۔۔احان شاہ جو اسکے چہرے پہ بکھرے قوسِ قزح کے رنگ دیکھتا مسرور ہوا تھا،اسے سونے کے لئے لیٹتے دیکھ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے ان گجروں کو دیکھنے لگا۔اس نے کچھ دیر کے لئے پہن لئے تھے،احان شاہ کے لئے یہی کافی تھا۔اذانیں ہوئے پانچ منٹ گزر چکے تھے،احان شاہ جلدی سے بیڈ سے اٹھتا وضو کرنے کی غرض سے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔۔اسے باتھروم میں بند ہوتے دیکھ کے گلالئی کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔۔وہ یسریٰ اور یاور کو سوئے دیکھ کے مسکراتی ہوئی خود بھی آنکھیں موندے گئی۔

آج سنڈے تھا۔یونیورسٹی سے چھٹی تھی۔رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے سب کی ہی آنکھ لیٹ کھلی تھی۔ذائشہ خان دو گھنٹے پہلے جاگ چکی تھی،وہ احان کے حویلی سے نکلنے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ اوپر گل کے کمرے میں جا کے یاور اور یسری کے ساتھ جا کے کھیل سکے۔احان شاہ کی گاڑی کی آواز سنتے ہی وہ فٹافٹ اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی،وہ حویلی سے نکل گیا تھا اب اس نے رات کو لیٹ ہی آنا تھا،وہ اپنے جیجو کے ہوتے ہوئے گل کے

کمرے میں نہیں جاتی تھی، اسے انہیں ڈسٹرب کرنا پسند نہیں تھا۔ اس وقت دوپہر کے دو بج رہے تھے، وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی جب حلیمہ کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

جی؟!!۔۔۔۔۔۔ ذائشہ نے ان کی طرف رخ موڑتے نرمی سے ان کی پکار کا مقصد جاننا چاہا تھا۔

بی بی جی مجھے شاہ بی بی بلا رہی ہیں! چھوٹے شاہ صاحب نے مجھے فریش جوس بنانے کا کہا تھا میں نے بنا دیا ہے آپ کی مہربانی ہو گی انہیں اوپر جم

میں دے آئیں میں تب تک شاہ بی بی کی سن لوں! ان کی رات سے طبیعت کچھ ناساز سی ہے۔۔ حلیمہ جھجکتے ہوئے اپنا کام ذائشہ کو سونپ رہی تھی۔ چھوٹے شاہ کے ذکر پہ ذائشہ کے گلے میں ایک پل کے لئے گلٹی بھر کے معدوم ہوئی لیکن پھر ان کی التجاء پہ وہ ان کے ہاتھ سے فریش جوس تھام گئی۔ اس سے ملاقات کا خود بھی دل تھا لیکن افف اسکا ہر وقت کا رومانٹک موڈ اسے اس سے ملنے سے روکتا تھا۔۔ خیر وہ سر اثبات میں ہلا کے فریش جوس پکڑتی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ حلیمہ اسے شکریہ کہتی شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

"بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم

قسم چاہے لے لو

قسم چاہے لے لو خدا کی قسم

بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم"

ذائشہ خان نے اپنے لرزتے دل پہ ہاتھ رکھتے ہمت سے جم کا دروازے کھولا تھا جب گانے کے یہ بول اس کے کانوں سے ٹکرائے۔۔ وہ خود نہیں گنگنا رہا تھا بلکہ جم میں اپنا فون بلوٹوتھ کے ساتھ کنیکٹ کئے تیز آواز میں گانا لگائے خود نجانے کہاں تھا۔ میوزک کی آواز صرف دروازے کھلنے کی صورت میں باہر جا سکتی تھی ورنہ نہیں۔۔۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھتے ہوئے ارزم شاہ کو تلاش کرنے لگی۔ ابھی وہ کچھ قدم ہی چلی تھی جب اسے ارزم شاہ تیزی سے رننگ مشین پہ بھاگتا دیکھائی دیا تھا۔۔ ارزم شاہ جس نے اپنا چہرہ آئینے میں دیکھنے کے لئے سر اٹھایا تھا اپنے پیچھے ہی ذائشہ خان کو کھڑے دیکھ کے وہ چونکا تھا۔ وہ یہاں کیا کر رہی تھی؟ اس کے ہاتھ میں فریش جوس دیکھتے ارزم

شاہ نے آئیبر واچکا کے اسکی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ چہرہ اور جسم کافی زیادہ سرخ پڑ رہا تھا۔ وہ شاید کافی دیر سے جم کر رہا تھا۔ ارزم شاہ ایک جھٹکے سے رننگ مشین بند کرتا اپنا پسینہ چھوٹے سے ٹاول سے صاف کرتا رننگ مشین سے جمپ مار کے اترتا ذائشہ کے چہرے کے آگے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے چٹکی بجانے لگا جو اسے بنا پلکیں جھپکائے دیکھتی جا رہی تھی۔ اسکے یوں چٹکی بجانے پہ وہ ہربراتی ہوئی جلدی سے نگاہیں جھکا گئی۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پہ بلیک ویسٹ پہنے ہوئے تھا۔۔

خیریت؟ ذی نصیب (ذہ نصیب) یہاں؟۔۔۔ وہ اسکے ہاتھ سے فریش جوس پکڑتا ہولے سے مسکرا کے پوچھتا اسے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔ وہ چاکلیٹ براؤن اور سکن کلر کے امتزاج کے کرتے اور کیپری میں ملبوس ڈیسنٹ طریقے سے سر اور سر اپے پہ دوپٹا لئے ہوئے تھے۔

"ہمیں ہر گھڑی آرزو ہے تمہاری
ہوتی ہے کیسی صنم بے قراری
ملیں گے جو تم کو تو
ملیں گے جو تم کو تو بتائیں گے ہم
بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم"

وہ اپنی پھولتی سانسوں کو نارمل کرتا اسے بھرپور انداز میں دیکھتا گانے کے ان بولوں پہ مسکرایا تھا۔

م۔ میں۔۔ صر۔۔ صرف۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ یہ۔۔ جوس۔۔ دینے۔۔ آئی۔۔ تھی۔۔۔ وہ اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھاتی نگاہیں جھکا کے جواب دیتی جانے کی تیاری پکڑ رہی تھی جب ارزم شاہ تیزی سے اسکے سامنے آ کے کھڑا ہوا۔ اسکے ہاتھ میں فریش جوس پھر سے پکڑاتے اس نے اپنی پسینے سے بھیگی ویسٹ اتار کے دور اچھالی تھی۔ ٹاول سے اپنا جسم صاف کرتے وہ پھر سے اسکے ہاتھ سے جوس پکڑ گیا۔ اس دوران مجال تھی جو ذائشہ نے ایک دفعہ بھی نگاہ اٹھا کے اسکی طرف دیکھا ہو۔ اسکے آس پاس آتے ہی وہ جیسے بھول جاتی تھی اس کے منہ میں زبان بھی ہے۔۔

شوہر کی کوئی فکر ہے تمہیں؟ جب دیکھو مجھ سے دور بھاگتی رہتی ہو! کیا تمہیں میرا پیار کرنے کا انداز پسند نہیں ہے؟ صاف صاف بتاؤ!!۔۔۔ وہ سنجیدگی سے ذائشہ سے سوال کرتا جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگا رہا تھا۔۔ ذائشہ اسکے

سوالات پہ تیزی سے سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔اسکے چہرے پہ سجی یہ غیر معمولی سنجیدگی اسے تھوک نگلنے پہ مجبور کر گئی۔۔!

م۔میں۔۔۔نے۔۔کیا۔۔۔کیا۔۔۔ہے۔۔وہ منمنائی۔

جانتی ہو کل کا دن کتنا بھاری گزرا ہے ہم پہ؟ کیا تم ایک دفعہ بھی میرے پاس آئی؟ مجھ سے پوچھا ارزم آپ کیسے ہیں؟ مجھ سے سارے واقعہ کے متعلق پوچھا؟ کیا تمہیں مجھ سے کوئی کنسرن نہیں تھا؟ ایک حویلی میں رہتے ہوئے بھی تم مجھ سے ملنا تو دور مجھے ایک میسج نہ کر سکی؟ مجھے ہی میسج کر لیا ہوتا میں خود تمہارے کمرے میں آجاتا؟۔۔۔ارزم شاہ نے بے حد سنجیدگی سے اسے شرم دلائی تھی۔ذائشہ خان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔اب اسے کیا بتاتی تمہاری بے شرم حرکتوں کی وجہ سے تم سے ملنے نہیں آئی؟

رات کو۔۔سب۔۔لیٹ۔۔آئے۔۔تھے!۔۔۔ذائشہ نے بہانہ گھڑا۔

تو؟؟۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ میوزک کی آواز سلو کرتے ہنوز سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔

خدانخواستہ تم کسی مشکل میں ہوتی؟ میں تم سے اتنی لاپرواہی برتتا جتنی تم نے کل مجھ سے برتی ہے! کیا تم برداشت کر لیتی؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید گویا ہوا۔

کل پورا دن بندوقوں میں کھیلا ہوں لیکن میری منکوحہ اس قدر بے خبر رہی کہ ایک دفعہ میری خیریت پوچھنا ضروری نہ سمجھا؟۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ سپاٹ تھا،وہ جوس پی کے گلاس بنچ کے پاس پڑے چھوٹے سے ٹیبل پہ رکھ گیا تھا۔ذائشہ خان کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا،وہ مجرموں کی طرح سر جھکاتی خود کو کوسنے لگی۔

جہاں محبت ہو وہاں محبوب سے اتنی لاپرواہی تو نہیں برتی جاتی؟ بتادو مجھے؟ اگر پسند نہیں رہا تو تمہارے سامنے نہیں آؤں گا؟ اگر میرا چھونا تمہیں پسند نہیں ہے تو اپنے جذبات پہ بندھ باندھنا سیکھ لیتا ہوں؟ کل میری ایک کس کی وجہ سے ناراض ہوئی تھی نا؟ بتاؤ شاباش! صاف صاف جواب دو تاکہ میں تمہارے قریب رہنے سے گریز برتنا شروع کر دوں!!۔۔۔ارزم شاہ سولات کی بوچھاڑ کرتا اب میٹ پہ جھکتے ہوئے پش اپس لگا رہا تھا۔وہ جو ایکسپیکٹ کر رہی تھی وہ ابھی اپنا رومانٹک موڈ آن کر لے گا! اسکے یوں نظر انداز کرنے پہ تضاد اسکے ان ڈائریکٹ سوالات پہ ذائشہ خان کی ہیزل آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ نم آنکھوں سے اسکی برہنہ چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔۔

م۔میں۔۔نے۔۔ایسا۔۔کب۔۔کہا!!۔۔وہ بھیگی آواز پہ قابو پاتے ہوئے لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔۔

کہتی نہیں ہو لیکن تمہارے ایکشن صاف بتاتے ہیں تمہیں مجھ میں مزید کوئی انٹرسٹ نہیں ہے!!۔۔۔وہ دبی دبی آواز میں غراتا ہوا پش اپس لگانے میں مصروف رہا۔اسکے الفاظ پہ وہ تڑپ اٹھی تھی۔۔اسکے لہجے میں موجود غراہٹ اسے اپنی جگہ سے اچھلنے پہ مجبور کر گئی۔

ابھی بھی کیوں آئی ہو؟جاؤ جا کے نیند پوری کرو!! مجھے ضرورت نہیں ہے تمہاری!۔۔۔وہ جو ابھی اسے دیکھ کے مسکرا رہا تھا اب اچانک سے اسکا یوں غصہ کرنا ذائشہ خان کو ایک منٹ میں رونے پہ مجبور کر گیا۔۔وہ اسے جواب دیئے بنا اپنے گالوں سے آنسو رگڑتی وہاں سے بھاگنے ہی والی تھی جب ارزم شاہ نے تیزی سے پش اپس چھوڑ کے سیدھے لیٹتے ہوئے اسکی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں الجھاتے اسے اپنے سینے پہ گرایا تھا۔۔ذائشہ خان کی دھڑکنوں کا اسکے چٹانی سینے سے ٹکراؤ شدید تھا۔وہ اس اچانک افتاد کے لئے تیار نہیں تھی، جلدی سے اسکے سینے پہ اپنی کہنی سے دباؤ ڈالتی اسکی طرف دیکھے بغیر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی جب وہ کروٹ بدلتا اسے اپنے نیچے کر کے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتا اسکے آنسو دیکھنے لگا۔۔

م۔مجھے۔۔جانا۔۔ہے! آپ۔۔کو۔۔میری۔۔ضرورت۔۔نہیں۔۔ہے! جب۔۔کسی ۔۔لڑکے۔۔کو۔۔دوسری۔۔۔لڑکی۔۔پسند۔۔آ۔۔جاتی۔۔۔ہے۔۔تو۔۔وہ۔۔یوں۔۔ہی۔۔اپنی۔۔عورتوں۔ ۔پہ۔۔چڑھائی۔۔کرتے۔۔ہیں!۔۔ان۔۔کی۔۔محبت۔۔پہ۔۔سوال۔۔اٹھاتے۔۔ہیں!!۔۔۔وہ بری طرح سے روتے ہوئے بولتی اسے خود سے دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔وہ جو اسے تنگ کرنے کے بعد ہنسنا چاہتا تھا، اسکے آنسوؤں پہ ساری ہنسی سارا مذاق اڑن چھو ہوا تھا۔۔اسے نچلا ہونٹ باہر نکال کے معصومیت سے روتے دیکھ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

آئی ایم سوری ذی بے بی!!تمہاری قسم مذاق کر رہا تھا!!۔۔۔۔اسکے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتا وہ اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا۔۔

میری جھوٹی قسم مت کھائیں! ! مجھے مار کے کسی دوسری لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو صاف صاف بولیں!!۔۔۔ وہ روتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیختی اسکا چہرہ خود سے دور کرنے لگی۔

ہاہاہاہا۔۔فار گاڈ سیک ذی!! مام کی قسم مذاق کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔وہ ہولے سے ہنستے ہوئے اسکے گالوں کو پیار سے چوم کے بولا۔۔ذائشہ خان سوں سوں کرنے لگی،اب وہ ماں کی قسم جھوٹی تھوڑی کھا سکتا تھا؟خیر جو بھی تھا اسکا یہ مذاق ذائشہ پہ بھاری پڑا تھا۔وہ تو اسکے اس انداز پہ دہل ہی گئی تھی۔

کرتے رہیں ایسے مذاق! سب کے سامنے مجھے ہمیشہ اپنی بے شرم باتوں سے شرمندہ کرواتے ہیں! کسی دن آپ کی ان حرکتوں کی وجہ سے مر گئی نا۔۔۔۔ذائشہ غصے اور ناراضی کے ملت جلے تاثرات سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے کی چٹکی میں مسلتا اسکی چھوٹی سی ناک ہونٹوں میں دبا گیا۔۔

مر جائیں ذی(ذہ) نصیب کے دشمن!! تم مجھے اتنی پیاری لگ رہی تھی سوچا تھوڑا بہت پرینک کر کے کوئی خوبصورت سی میموری بنالوں! !لیکن میں نہیں جانتا تھا سید ارزم شاہ کی بیوی اس قدر ڈرپوک ہے کہ اسکی دو دھاڑوں پہ رونا شروع کر دے گی!۔۔۔۔۔وہ افسوس سے نفی میں سر ہلا کے بولتا اسکے چہرے پہ اپنی شہد رنگ بئیر ڈر گڑنے لگا۔۔ جان نکال دی تھی آپ کی باتوں نے میری!!۔۔۔وہ معصومیت سے شکوہ کرتی نروٹھے پن سے اسکا چہرہ دور کرنے لگی۔۔

ہاہاہا تمہیں لگتا ہے میں کبھی تمہیں پیار کرنا چھوڑوں گا؟ کبھی تمہیں چھونا چھوڑوں گا؟تم خود کہو گی تو بھی نہیں چھوڑوں گا! تمہیں چھونے کی تمہیں محسوس کرنے کی اس قدر عادت ہو چکی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا!۔۔۔ وہ کھکھلا کے ہنستا اسے جواب دیتے ہوئے اسکے سر اور سراپے سے اسکا دوپٹا اتار کے دور اچھالتا اسکی گردن پہ جھک گیا۔۔

ک۔کوئی۔۔آ۔۔جائے۔۔گا۔۔۔دروازے لاک نہیں تھا جس پہ ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی اسے وقت پہ روکنے لگی۔

کوئی نہیں آئے گا!ریز لالا حویلی میں ہی نہیں! احان لالا ابھی کچھ دیر پہلے ہی جم کر کے حویلی سے نکلے ہیں اور کاظم لالا کا آج جم جوائن کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے! ہاہاہا اتنے دنوں بعد آسٹریلیا سے آئے ہیں! تمہیں لگتا ہے اتنی جلدی کمرے کا دروازہ کھولیں گے ؟؟۔۔۔وہ زو معنی انداز میں ذائشہ خان کو جواب دیتا اسے سرخ کر گیا۔۔

"ہماری غزل ہے تصور تمہارا

تمہارے بنا اب نہ جینا ہمارا

تمہیں یوں ہی چاہیں گے

تمہیں یوں ہی چاہیں گے جب تک ہے دم

بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم"

ذائشہ خان کو سرخ ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ اسکے کان کے پاس جھکتا اپنی خوبصورتی آواز کے سر بکھیرتا بیک گراؤنڈ میں چلتا گانا گنگنانے لگا۔ اسے شرماتے دیکھ کے وہ اسکے کان کی لو دانتوں تلے دباتا اسکی گردن کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسکا چہرہ خود کے قریب کر گیا۔

کل کو چ ڈسٹرب نہ کرتے نا تو تمہاری ان گلاب کی پنکھڑیوں کو کھا جانا تھا میں نے!!۔۔ ارزم شاہ اسکی ہیزل آنکھوں کو چومتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے اسکے لبوں پہ جھک گیا۔۔ ذائشہ خان کانوں کی لو تک سرخ پڑتی زور سے آنکھیں میچ گئی۔ اسکی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتے ذائشہ خان کے دل میں ہمیشہ کی طرح گدگدی سی ہو رہی تھی۔ وہ اسکی سانسوں میں اپنی سانسیں الجھائے اسکے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ پھنسا تا لحہ بالحہ اسکے ہونٹوں پہ گرفت سخت کر رہا تھا۔ اسکی بے رحم پکڑ پہ وہ بن آب مچھلی کی طرح مچلنے لگی، اسکے لمس میں اچانک سے اس قدر شدت برداشت کرنا مشکل ہوا تھا ذائشہ خان کے لئے۔۔ دو دنوں سے اسکا رومانس ڈسٹرب ہو رہا تھا جس کا بدلہ آج وہ اسکے ہونٹوں پہ اتارتا اسے اپنی جنونیت سے روشناس کروا رہا تھا۔ ذائشہ خان کے وجود کو مچلتے دیکھ کے وہ اس پہ اپنا وزن ڈالتا اسکے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکی زبان کو بے باکی سے چھونے لگا۔ ذائشہ خان کے گال دہک کے لال سرخ ہو چکے تھے۔۔ اسکا ایک ہاتھ اسکے بالوں سے سرک کے اسکے دل کے مقام پہ آ کے رکا تھا۔ اسکی دھڑکنوں پہ اپنا ہاتھ مسلتے وہ اسکے ہونٹوں کی نمی قطرہ قطرہ اپنے حلق میں انڈھیل رہا تھا۔۔ ذائشہ خان کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہو رہا تھا، اسکے ہاتھوں اور لبوں کی جان لیوا گستاخیاں ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بن رہی تھیں۔۔ کافی دیر تک اسکے لبوں پہ اپنی شدت دیکھانے کے بعد وہ نیچے کی طرف جھکنے لگا۔ اسکی ٹھوری پہ اپنا لمس چھوڑتا اسکی شہہ رگ پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑتا شدت سے اسکی سائیڈ گردن پہ اپنے دانت ثبت کر گیا۔ ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی۔

آئی سوئیر تمہارے ہونٹوں کا جوس اس فریش جوس سے کئی گنا زیادہ ٹیسٹی ہے!!۔۔۔اسکی گردن پہ کوبائٹ بنانے کے بعد وہ اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنی مونچھیں رگڑتا بے باکی سے بولتے ذائشہ خان کو آنکھ ونک کر گیا۔۔وہ اسکی بے باک گفتگو میں اپنا چہرہ اسکے برہنہ کندھے میں چھپانے لگی۔۔

آ۔۔آپ۔۔ر۔رومانس۔۔چھوڑیں۔۔مجھے۔۔بتائیں۔۔کل۔۔کیا۔۔ہوا۔۔تھا!؟۔۔

آپ۔۔کے۔۔ہاتھ۔۔پہ۔۔چوٹ۔۔ائی۔۔تھی؟۔۔وہ روہانسی ہوتی اسکا دھیان بٹانے لگی۔۔

ہاہاہا بے بی! جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب جو میں کرنا چاہ رہا ہوں مجھے وہ کرنے دو ورنہ تم جانتی ہو دماغ گھومنے پہ میں نے تمہیں الٹ پلٹ کے رکھ دینا ہے!!۔۔۔وہ اسکا چہرہ اپنے کندھے سے نکال کے ہنستے ہوئے بولتا اسکے کرتے کو کندھوں سے کھسکاتا یہاں پہ اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔ذائشہ خان اسکی دھمکی پہ سانس روکے ہوئے تھی۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔آنا۔۔تھا۔۔رات۔

کو۔۔پوچھنے!!۔۔۔۔وہ ناک سکوڑ کے بولی۔

لیکن پھر جب میرے رومانٹک موڈ کا سوچ کے تمہاری دھڑکنوں نے تمہارے کانوں میں ڈانس کرنا شروع کر دیا تو تم تک گئی؟رائٹ؟۔۔۔وہ اسکا جملہ مکمل کرتا اسکے فرنٹ بٹن کھولتے ہوئے گردن کی گہرائیوں پہ اپنا جنونی لمس بکھیرنے لگا۔۔ذائشہ خان سسکی بھرتی اسکی گردن میں موجود سلور چین میں اپنی انگلیاں اڑسا گئی۔وہ کیسے جان گیا تھا وہ اسکے رومانٹک موڈ کے ڈر سے نہیں آئی تھی؟

آہہ۔۔۔۔کیا۔۔ہو۔۔گیا۔۔ہے۔۔آپ۔۔کو!!۔مجھے۔۔گل۔۔کے۔۔پاس۔۔جانا۔۔ہے!!۔۔۔اسے اپنی دھڑکنوں پہ بے رحمی دیکھاتے دیکھ کے ذائشہ اسکی سلور چین کھینچتی اسے ہوش کروانے لگی۔۔

شش!! ڈونٹ ڈسٹرب می!! ورنہ مجھے برداشت کرتی پاگل ہو جاؤ گی لیکن اپنی بانہوں سے آزاد نہیں کروں گا! مجھے کچھ دیر سکون لینے دو!اتنے دنوں سے سب نے مل کے جینا حرام کیا ہوا ہے!۔۔۔وہ اسکی مزاحمت پہ بدمزہ ہوتا اسکی دھڑکنوں سے سر اٹھا کے اسکے ہونٹوں پہ ہولے سے دانت گاڑتا پھر سے اسکے دل کے مقام پہ جھک گیا۔۔ذائشہ خان تھوک نگلتی ہوئی اپنی زبان کو بریک لگا گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط122(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

دیکھیں لالا میری بات سنیں! رات کے اس وقت آپ کو کسی شادی شدہ مرد کو فون کرنا ذیب نہیں دیتا!۔۔وہ جھنجھلاتے ہوئے کاظم شاہ کی بات بیچ میں کاٹتا اسے جواب دے رہا تھا۔ایزل کو سلانے کے بعد کاظم شاہ اسے تقریباً پچھلے پانچ منٹوں سے لگاتار گالیوں سے نواز رہا تھا۔۔

ایسی کی تیسی تیری!! تو صبح ہی اسلامباد واپس آ! میں جب تک تجھ پہ اپنے ہاتھ صاف نہیں کروں گا مجھے سکون نہیں ملے گا!!۔۔۔۔کاظم شاہ غرایا تھا۔۔وہ اس وقت ٹیرس پہ کھڑا اس سے کال پہ بات کر رہا تھا۔۔

ویٹ!! ہاتھ صاف کرنے سے کیا مراد ہے آپ کی لالا؟ مانا میں ہینڈسم ہوں! خوبصورت ہوں s e.x.y!ہوں! میری آنکھ کی کمان کا تل میری بیوی کے ساتھ ساتھ ہر کسی کو بہت بھاتا ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے آپ میری عزت لوٹنے کے پلین بنائیں!! ۔۔۔۔۔زوریز شاہ ڈرامائک انداز میں بولتا اپارٹمنٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

شٹ اپ!! مجھے یہ بتا اس وقت مظہر شاہ کونسی جیل میں ہے؟ اسے کس قانون کے حوالے کیا تھا تو نے؟۔۔۔کاظم شاہ دانت کچکچا کے گویا ہوا۔۔

آپ کو رات کے اس وقت مظہر شاہ کی یاد کیوں ستا رہی ہے؟ بولا تو تھا تین سے پانچ سال تک باہر نہیں آئے گا یار! کیوں فکر کرتے ہیں؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا چل انداز میں بولا۔

کیوں فکر کرتا ہوں اس بات کی تفصیل میں تجھے اس روز دوں گا جب تو میرے سامنے اپنا تھوبرا لے کے آئے گا! تیرے سارے قانون کی مدر سسٹر ایک نہ کی پھر کہنا!!۔۔۔کاظم شاہ کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

مجھے ایک بات بتائیں! رات کے اس وقت اتنا کیوں تپے ہوئے ہیں اور میری نائٹ برباد کرنے کے چکروں میں کیوں ہیں؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے حد سنجیدگی سے بے باک سوال کر رہا تھا جس پہ کاظم شاہ کا دل کیا وہ اسکے سامنے ہو اور وہ اسکا تھوبرا واقعی ہی توڑ دے۔۔

بھاڑ میں جاتو اور تیری نائٹ! ایک بات لکھ کے رکھ لے ریز شاہ تیری میرے ہاتھوں خیر نہیں ہے! سوچ سمجھ کے شاہ حویلی کی دہلیز پہ قدم رکھی!!!۔۔۔۔کاظم شاہ ریلینگ پہ ہاتھ مارتا دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے فون رکھ گیا۔ وہ ان سے دور تھا وہ چاہ کے بھی اسے آج والا واقعہ نہ سنا سکا جو مظہر نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ وہ زوریز شاہ سے بعد میں نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

چھوڑیں! شور۔۔کی۔۔وجہ۔۔سے۔۔ازمیر۔۔اٹھ۔۔جائے۔۔گا! بس۔۔کر۔۔دیں!۔۔مجھے۔۔شاور۔۔لینا ۔۔ہے! نیچے۔۔سب۔۔کیا۔۔سوچ۔۔رہیں۔۔ہوں۔۔گے ؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی شدتیں سہتی ہوئی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بمشکل صرف اتنا ہی بول پائی۔ اسکی طوفانی شدتیں برداشت کرنا ایزل کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔۔

تو تم شور نہیں کرو ناسویٹ ہارٹ! مجھے میرا کام کرنے دو!! جتنی نیند پوری کرنی تھی تم کر چکی ابھی رومانس ٹائم ہے تو باقی سب کو چھوڑ کے صرف مجھ پہ فوکس کرو!!۔۔۔وہ اسے گھمبیر آواز میں جواب دیتا اپنی شدتوں میں کئی گنا زیادہ اضافہ کر گیا۔ ایزل مرنے والی ہو رہی تھی۔ آج اسے اتنے دنوں بعد برداشت کر رہی تھی اور وہ نرم بننے کی بجائے جنونی بن رہا تھا۔۔

دوپہر کا ایک بج رہا ہے! ازمیر اس دوران دو دفعہ اٹھ کے سو چکا ہے اور آپ کا رومانس ٹائم ابھی تک ختم نہیں ہو رہا؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے کندھے تھامتی دانت پیس کے بولتی نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔۔

تھینک گاڈ تم نے ایڈمٹ تو کیا کہ ازمیر نے اس دوران ہمیں دو دفعہ ڈسٹرب کیا ہے! اب مجھے وہ ٹائم بھی ساتھ ہی کور کرنے دو! شش!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ دبا کے گھمبیر آواز میں بولتا اس پہ اپنی تمام تر شدتیں توڑتا ایزل کو بلند سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

ش۔شاہ۔۔جی!!۔۔۔۔ایزل سسکیوں کے درمیان اسے پکارتی اسکے کندھوں پہ ہاتھ مار رہی تھی۔ وہ صبح سے اسکی جان ہلکان کئے ہوئے تھا، نجانے اسے کب اسکے چھوٹے سے وجود پہ رحم آنا تھا۔۔

قربان!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ہمیشہ کی طرح محبت سے لبریز لہجے میں اسکی پکار کا جواب دیتا اسکے ہونٹ چومنے لگا۔اس دوران شدتوں میں مزید اضافہ کیا تھا، ایزل کی سسکیاں اب اسکے ہونٹوں میں دب رہی تھیں، وہ اسکے کندھے زور سے تھامے نڈھال ہوتی اسکے سینے میں سمٹنے لگی۔

وہ اپنی گیلی زلفیں سلجھاتی آئینے سے دونوں باپ بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھی۔کاظم شاہ کب سے اپنے گول گپے کو منانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجال تھی جو اس نے ایک دفعہ بھی غور سے باپ کی طرف دیکھا ہو۔۔وہ دونوں شاور لے چکے تھے۔کاظم اپنے بال ڈرائے کئے بغیر اپنے گولڈن بالوں سے پانی کی بوندیں جھٹکتا ازمیر کے چہرے پہ پھینکتے مسکرا رہا تھا، ازمیر اسکے اس عمل سے بار بار کسمساتے ہوئے رخ موڑتا اپنے ہونٹوں میں اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیاں دبا رہا تھا۔

یار یہ تو مان کے نہیں دے رہا اووزی!! یہ تو مجھ سے بھی زیادہ ضدی ثابت ہو رہا ہے!!۔۔۔ازمیر کی خاموشی پہ کاظم شاہ فکر مندی سے ایزل سے مخاطب ہوا تھا جو اسکی بات پہ اپنی مسکراہٹ دبا رہی تھی۔

آپ کی وجہ سے کتنے دن بیمار رہا ہے میرا بیٹا! اتنے آنسو تو شاید میں نے آپ کے لئے نہ بہائے ہوں جتنے آنسو یہ ہر روز بہاتا تھا! اب اسکی اتنی ناراضی سہنا تو آپ پہ فرض ہے!۔۔۔ایزل اپنے بالوں کو ہیئر ڈرائیر سے خشک کرتی معصومیت سے اپنے بیٹے کی سائیڈ لے رہی تھی۔

ضد میں یہ اپنے ماموں (احان شاہ) پہ چلا گیا ہے! ظاہر ہے گھٹی کا تھوڑا بہت اثر تو ہونا تھا! تم سے کس نے کہا تھا اسے اس جلاد انسان کی گھٹی دلاؤ؟۔۔۔۔کاظم شاہ دانت پیس کے بولتا ازمیر کی کھری مغرور ناک اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔

مجھے تو اس وقت اپنی ہوش نہیں تھی! مجھے بعد میں مام نے بتایا تھا ارزم لالا اور احان لالا نے شرط لگائی تھی! احان لالا شرط جیت گئے تو پھر انہوں نے زبردستی ازمیر کو گھٹی دی اور نام اس کا ارزم لالا نے رکھا! بیچارے زوریز لالا صرف مٹھیاں بانٹتے رہ گئے!!۔۔۔۔۔ایزل وہ لمحات یاد کرتی اپنی اداسی کو ایک سائیڈ پہ کرتے ہوئے لبوں پہ مسکراہٹ

سجا کے اسے تفصیل بتانے لگی۔ اس وقت کاظم شاہ اس کے پاس نہیں تھا، وہ تین دن بعد آیا تھا۔ وہ تکلیف دہ لمحات یاد کرتے ہوئے ایزل ناچاہتے ہوئے بھی کبھی کبھار اداس ہو جاتی تھی لیکن ظاہر نہیں کرواتی تھی۔۔

یہاں آؤ!۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ جو اسکی باتیں کافی غور سے سنتا اسکے کے چہرے کے اتار چڑھاؤ نوٹ کر رہا تھا اپنا بازو وا کرتے ہوئے ایزل کو اپنے پاس بلایا۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا جبکہ ایزل لائٹ پیچ ڈیسنٹ سے کرتے اور کیپری میں ملبوس تھی، دوپٹا صوفے پہ پڑا ہوا تھا۔ کاظم شاہ کے یوں بازو وا کرنے پہ وہ ڈرائیر ٹیبل پہ رکھتی اسکی طرف بڑھتی اسکے سینے سے لگی تھی۔

میں جانتا ہوں وہ لمحات تمہارے لئے بہت تکلیف دہ تھے اووزی! ! میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں! جس روز ازمیر پیدا ہونے والا تھا میں اس متعلق کچھ نہیں جانتا تھا لیکن باخدا میں اس روز کی فلائٹ سے پاکستان آ رہا تھا۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے دو دن فلائٹ ڈیلے ہوتی رہی اسی لئے میں تیسرے روز پاکستان پہنچا! اس دوران تم جانتی ہو میں نے کیا کیا؟ چھوٹے شاہ کی آئی ڈی پہ کسی چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں اور پیروں کی تصویر تھی۔ یقین مانو میں پاگلوں کی طرح وہ تصویر دیکھتا رہا۔ میں نہیں جانتا تھا یہ بچہ ہمارا میر ہے! لیکن اسکے ہاتھوں پیروں کی تصویر میں جب جب دیکھتا تھا میرا دل الگ ہی لے پہ دھڑکتا تھا۔ میں نے سو ہزار دفعہ اس تصویر کو چوم لیا تھا! میں اس تصویر کو چومنے سے خود کو روک نہ پایا! کاش وہ فلائٹ ڈیلے نہ ہوتی اور میں اس مشکل وقت میں تمہارے ساتھ ہوتا! اس بات کا افسوس مجھے ساری زندگی رہے گا!۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکا ماتھا چومتے ہوئے اسے اپنے سینے میں بھینچتا گہری سانس بھرتے ہوئے یہ سب بتا رہا تھا۔۔

اگر آپ اسی روز پاکستان آ جاتے تو ازمیر کو گھٹی دینے پہ آپ کی اور احان لالا کی لڑائی ہو جاتی!۔۔۔۔۔ ماحول کو اداس ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ ہنستے ہوئے بولتی اسکے سینے پہ ٹھوری ٹکا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

پھر اس سالے کو میں نے اسپتال بھی ٹکنے نہیں دینا تھا! اگر گھٹی دلانی تھی تو اس جذباتی کمینے کی بجائے ریز کی دلاتے! وہ کافی سمجھدار ہے! ایگل آئی رکھتا ہے! اسکی طرح حد سے زیادہ جذباتی نہیں ہے! غصے میں مار دھاڑ کی بجائے اپنے الفاظ سے مقابل کو آگ لگاتا ہے! ہاں بس ضرورت سے زیادہ بے شرم ہے۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اب ہولے سے ہنستا ہوا احان شاہ اور زوریز شاہ کی طبیعت پہ تبصرہ کر رہا تھا۔

ہاااامیرے لالا نے کب بے شرمی دیکھائی؟ آپ کو لگتا ہے آپ سے زیادہ بے شرم ہیں وہ؟۔۔۔ایزل منہ بنا کے بولتی زوریز شاہ کی سائیڈ لیتی کاظم شاہ کو رگڑ گئی جس پہ اس نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔۔

ہاہاہاہا۔۔اس نے بے شرمی میں ڈبل پی ایچ ڈی کر رکھی ہے! شکر مناؤ تم نے اسکی باتیں نہیں سنی ورنہ اپنے کان جڑ سے اکھیڑ لیتی! ہاں بہنوں کے سامنے وہ اپنی اصلیت دیکھانے سے گریز کرتا ہے لیکن ایونٹس پہ جو لیٹ نائٹ سب لڑکے حویلی کی بیک سائیڈ پہ رکتے ہیں وہ اصل میں اسی بے شرم انسان کی بے شرم حرکات کی وجہ سے رکتے ہیں! وہ تو جو بے شرم ہے تمہارے ارزم لالا بھی اس سے کم نہیں ہیں! اس قدر تمیز دار (آئٹم) گانے گنگناتا ہے کہ سب کے کانوں سے دھوئیں نکل جاتے ہیں! یہ دونوں سالے ایک کیٹگری میں آتے ہیں!۔۔۔کاظم شاہ ہنستے ہوئے ایزل کی انفارمیشن میں اضافہ کر رہا تھا۔ایزل اسکی بات سنتی بے یقینی سے منہ کھولتی جا رہی تھی۔

آ۔آپ۔۔جھوٹ بول رہے ہیں!۔۔۔ایزل بے یقین تھی۔۔

ہاہاہاہا کاش میں تمہیں ان دونوں کی اصلیت کے ویڈیو اور آڈیو پروف دیکھا سکتا! لیکن چھوڑو زیادہ ہو جائے گا! تم اپنے لالا کی ان حرکات کو دیکھنے کے بعد شرم سے ڈوبنے کے لئے چلو بھر پانی تلاش کرو گی!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا بلند قہقہ کمرے میں گونجا تھا۔وہ شاید خود کو معصوم ظاہر کروانا چاہ رہا تھا۔

سب کے سینیر آپ جو ہیں! آپ سے ہی کلاسز لی ہوں گی!!۔۔۔۔۔۔ایزل آنکھیں گھما کے بولتی سارا مدعا اس کے سر ڈال رہی تھی کیونکہ وہ تو صرف اسکی بے شرمی سے واقف تھی اور اسے لگتا تھا کاظم شاہ سے زیادہ بے شرم انسان اس پوری حویلی میں کوئی نہیں ہے۔۔

نہیں! میں رومانس کی کلاسز صرف تمہیں دیتا ہوں سویٹ ہارٹ!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکی بات کی نفی کرتا آنکھ دباتے ہوئے اسکے بالائی لب پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑتا اسکی قمیض کے گلے پہ جھکتا اسکے بدن کی دلفریب مہک اپنی سانسوں میں اتارنے لگا۔ایزل اپنے بیٹے کا خیال کرتی جلدی سے کاظم شاہ سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔ازمیر چاہے تین ماہ کا تھا لیکن وہ حد سے زیادہ تیز تھا۔ایک ایک بات نوٹ کرتا تھا، ابھی بھی وہ انہی دونوں کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

بیٹے کے سامنے تھوڑی سی شرم کا مظاہرہ کر لیا کریں! صبح سے دوپہر ہو گئی ہے لیکن آپ کا رومانس ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا! صبح سے ناشتہ نہیں کیا میں نے! لیکن آپ کو صرف اپنے رومانس کی فکر ہے۔۔۔۔۔۔ایزل خفگی سے گویا ہوتی اسکے پاس سے اٹھتی پھر سے آئینے کی طرف بڑھ گئی۔۔

بولا تھا پہلے ناشتہ کر لو، مجھے برداشت کرتے ہوئے بے ہوش ہو جاؤ گی لیکن تب میڈیم کی آنکھیں بھی پوری نہیں کھل رہی تھی! اب جب شوہر کے سامنے دوپٹے سے ندار دوجود لئے بیٹھو گی تو بیچارا شوہر شرافت تو دیکھانے سے رہا!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ مسکراہٹ دبا کے اسے دیتا ازمیر کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔ایزل آئینے میں اپنے بنا دوپٹے کے وجود کو دیکھتی لال پڑتے ہوئے جلدی سے صوفے کی طرف بڑھتی خود پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھ گئی۔

اب کیا فائدہ خود کو چھپانے کا؟ صبح سے تمہارے بدن کی گہرائیوں کے انچ انچ کو ماپ چکا ہوں سویٹ ہارٹ! اب اگر مزید کمرے میں رکی تو لنچ کی بجائے ڈائریکٹ ڈنر کرو گی! اسی لئے میرے شریف موڈ کا فائدہ اٹھا کے آجاؤ نیچے چلتے ہیں!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے زومعنی انداز میں دھمکی لگائی تھی جس پہ وہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی بال سکھانے کی بجائے جلدی سے اپنے سر اور سراپے پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھتی دروازے کی طرف بھاگ گئی۔ازمیر بار بار کاظم شاہ کی بانہوں میں کسمسا رہا تھا جس پہ وہ اسے پیار سے چومتا ایزل کی سپیڈ پہ مسکراتے ہوئے اسکے پیچھے بڑھ گیا۔

آہاں ٹماٹر بڑے مزے دار

واہ ٹماٹر بڑے مزے دار

آہاں ٹماٹر بڑے مزے دار

واہ ٹماٹر بڑے مزے دار

ارزم شاہ اس وقت لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھا یاور اور یسریٰ کو کو ٹماٹر دیکھاتے ہوئے کوئی بچوں والی نظم گنگناتا سب کے چہروں پہ مسکراہٹیں بکھیر رہا تھا۔یاور اور یسریٰ اس نظم کو سنتے مسکرائے جا رہے تھے۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی یاور اور یسریٰ کو نیچے سب کے پاس لے کے آیا تھا۔اس وقت رات کے سات بج رہے تھے۔۔

یار ازمیر نہیں آیا ابھی تک ؟۔۔۔۔اپنی نظم درمیان میں روکتے ارزم شاہ نے ایزل کی طرف دیکھتے یہ سوال کو ساتویں دفعہ دہرایا تھا۔

نہیں لالا کتنی دفعہ بتایا تو ہے وہ اپنے بابا کے ساتھ باہر گیا ہے! اب جب تک اس کا موڈ اچھا نہیں ہو جاتا وہ اسے حویلی لے کے نہیں آئیں گے !!۔۔۔۔ایزل نے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے جواب دیا تھا جس پہ وہ منہ بنا کے رہ گیا۔کاظم شاہ نے آج پورا دن حویلی میں گزارا تھا۔وہ ابھی دو گھنٹے پہلے ہی ازمیر کو باہر گھمانے لے کے گیا تھا تاکہ اسکی ناراضی دور کر سکے۔۔وہ جانتا تھا اسکا بیٹا گھومنے پھرنے کا شوقین ہے۔۔ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب کاظم شاہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا وہ ازمیر کے گال پہ ہولے سے دانت گاڑتا اسے کھکھلانے پہ مجبور کر رہا تھا۔ان دونوں کو ایک ساتھ خوش دیکھ کے سب مسکرائے تھے،سب نوٹ کر رہے تھے کاظم شاہ صبح سے اپنے بیٹے کو منا رہا تھا لیکن وہ اسے بالکل لفٹ نہیں کروا رہا تھا اور اب کیسے کھکھلاتا جا رہا تھا۔کاظم شاہ کے ہاتھ میں کافی شاپنگ بیگ تھے وہ پتا نہیں کیا کیا خرید لایا تھا۔۔وہ جب بھی اسے باہر لے کے جاتا تھا اسکے کھلونوں کا ڈھیر خرید کے لاتا تھا اور اس پہ تضاد بیکری سے اتنا سامان آتا تھا جیسے سارا اسکے چھوٹے سے گول گپے نے کھانا ہو۔۔ایزل ان شاپنگ بیگز کو دیکھتی تاصف سے نفی میں سر ہلا کے رہ گئی۔۔

ہو گئے تیرے سیر سپاٹے ؟وہ تیری منگ تجھے کب سے یاد کرتی بین ڈالتے ہوئے (میاؤں میاؤں کرتی) پوری حویلی کے چکر لگا رہی تھی! بیچاری کے پیر گھس گئے ہیں لیکن نواب صاحب کو ہونے والی بیوی کی کوئی پروا نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ صوفے سے کھڑا ہوتا کاظم شاہ کے بازوؤں سے ازمیر کو پکڑتے اسکا دھیان کٹی کی طرف کرواتا افسوس سے بولا تھا لیکن ازمیر صاحب کٹی کو دیکھنے کی بجائے یسریٰ کی طرف دیکھ رہے تھے جو یاور کے ساتھ لیٹی مسکرائے جا رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے سارے بیگ سینٹرل ٹیبل پہ رکھے تھے۔ایزل کو میرال اور ذائشہ کے پاس بیٹھے دیکھ کے وہ احان شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا جو کسی کے ساتھ کال پہ مصروف تھا۔آج کل اسکی مصروفیات حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں وزیر دفاع کے عہدے پہ جو فائز تھا۔۔

اوئے!! ہاہاہاہا۔۔نہیں کر!! باپ اور سسر سے پٹے گا!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتا قہقہ لگاتے ہوئے ازمیر کو شرم دلانے لگا۔ارزم شاہ کی بات پہ احان شاہ نے کال پہ الوادعی کلمات کہتے فون رکھا تھا۔اب

سب کا دھیان ارزم شاہ کہ طرف تھا، احان شاہ اسے گھوریوں سے نواز رہا تھا جو سب کے سامنے شروع ہو چکا تھا جبکہ کاظم شاہ ابھی تک ناسمجھی سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ نہیں جانتا تھا وہ اسکے جانے کے بعد اسکے بیٹے کو کیا کیا سیکھاتا رہا ہے۔۔

یہ دیکھیں لالا اپنے بیٹے کی حرکتیں! وہ اپنی آنکھوں سے صاف بتا رہا ہے اسے کٹی کے ساتھ اریجنج میرج نہیں کرنی بلکہ اپنی مرضی کی لڑکی کے ساتھ لو میرج کرنی ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنا رخ کاظم شاہ کی طرف موڑتا اسے ازمیر کے کرتوت بتانے لگا۔ ازمیر کی آنکھوں کو یسریٰ پہ ٹکے دیکھ کے کاظم شاہ کو ایک منٹ نہیں لگا تھا پوری بات سمجھنے میں۔۔۔ باقی سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔ احان شاہ اور کاظم شاہ نے کندھے اچکا کے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ ہائے ماں صدقے! کتنا پیارا کپل لگ رہا ہے نا ایزل؟۔۔۔ ارزم شاہ اب ازمیر اور یسریٰ کو ایک ساتھ لٹاتا یا ور شاہ کو اٹھا کے احان کو پکڑاتے ایکسائیڈ انداز میں ایزل سے مخاطب ہوا تھا جس نے چہک کے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ ازمیر رخ موڑ کے اپنی بڑی بڑی گولڈن آنکھوں سے خوبصورت اور معصوم سی یسریٰ کو دیکھتا جا رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے ہوئے اپنی ٹھوری پہ رکھتے مسکراہٹ دبائی تھی جبکہ احان جھک کے اپنے بیٹے کے گال چومتا اسے اپنے سینے سے لگا رہا تھا۔ احان شاہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس پہلے سے کافی فریش لگ رہا تھا۔ آج اس نے صبح اٹھتے ہی سب سے پہلا کام اپنی بڑھی ہوئی بیئرڈ کی ٹرمنگ کا کیا تھا۔ وہ پہلے سے کافی چمکتا دمکتا نظر آ رہا تھا۔ لاحول ولا قوۃ!! کچھ شرم کر لو! بچوں کو تو بخش دو بردار!!۔۔۔ عادل شاہ جو ابھی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے ارزم کی بات سنتے ہی کانوں کو ہاتھ لگاتے روعب سے بولے۔ سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

جب تک آپ لوگ میری رخصتی کی خامی نہیں بڑھیں گے! میں آپ لوگوں کی نسلوں کو یوں ہی خراب کروں گا! ان شاء اللہ!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اعلانیہ انداز میں بولتا ذائشہ کا چہرہ سرخ کر گیا۔۔ دریاب شاہ نے جی بھر کے اپنے چھوٹے سپوت پہ لعنت بھیجی تھی۔۔

میرے بیٹے کو بچپن میں لو میرج کے چکروں میں نہ ہی پھنسا تو اچھا ہے! ! ہم تیری لو میرج بھگت رہے ہیں ہمارے لئے یہی کافی ہے! کل کو خدانخواستہ اس نے بھی تیری طرح اپنے باپ کو اپنے نکاح پہ نہ بلایا تو میں نے نہ آؤ دیکھنا ہے نہ

تاؤ! دونوں کو ایک ہی جگہ پہ بیٹھا کے چمڑی ادھیڑ دینی ہے!۔۔۔۔کاظم شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے اسے مصنوعی ڈپٹا تھا

۔

ہاہاہا۔۔قسم سے چھپ چھپا کے نکاح کرنے کا بھی اپنا ہی مزہ ہے! میری زندگی کا حسین ایڈونچر تھا وہ!۔۔۔ارزم شاہ اپنے باپ کی گھوریوں کی پرواکئے بغیر انہیں سلگانے کی خاطر ہنستے ہوئے بولا۔ذائشہ خان روہانسی ہوتی میرال کی طرف دیکھ رہی تھی جو مسکراہٹ دباتی اسے اپنے ساتھ لگا رہی تھی۔۔احان شاہ اسے تاصف سے دیکھتا اپنے بیٹے کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا رہا تھا۔اس وقت گل اوپر زرتاج اماں کے ساتھ اپنے کمرے میں موجود تھی۔۔

چل اوئے! منہ سیدھا کر! جب تک تو ٹماٹر نہیں کھا سکتا تو فلاپ ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ اب ازمیر کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اسے ٹماٹر دیکھاتا پیار سے دانت پیس کے بولا۔۔ابھی کوئی مزید اسکی بات میں حصہ ڈالتا جب ارزم شاہ نے گلہ کھنکھارتے ہوئے اپنی درمیان میں چھوڑی گئی نظم پھر سے بولنا شروع کی تھی۔

"اک دن اس کو چوہے نے کھایا

بلی کو بھی مار گرایا

اک دن اس کو چوہے نے کھایا

بلی کو بھی مار گرایا"

ارزم شاہ کی سریلی آواز میں یہ نظم سنتے ہوئے ازمیر کھکھلایا تھا جبکہ یسریٰ مسکرا رہی تھی۔یاور اپنے باپ کے سینے سے لپٹا اپنے ماتھے پہ ننھے ننھے سے بل ڈالے ہوئے تھا شاید اسے اپنی بہن کے ساتھ رہنا تھا۔۔ازمیر کی بڑی بڑی گولڈن آنکھیں بالکل اسی طرح سے گول گول گھوم رہی تھیں جس طرح سے ارزم اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹماٹر گھما رہا تھا۔۔ایک چوہے کا انتظام کرو! اسے ٹماٹر کھلا کے پہلی فرصت میں اس بلی(کٹی) کا قتل کرواؤ!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسکی نظم بیچ میں ٹوکتے ہوئے اسے حکم دیتے کٹی کی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ وہ اس میڈیم سے بہت تنگ آچکا تھا، صبح بھی ان کے رومانس میں انہیں وقفے وقفے ڈسٹرب کرتی رہی تھی۔۔ایزل نے دہل کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی کٹی کو مارنے کی پلیننگ کر رہا تھا۔۔

جو حکم آقا!!۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ سینے پہ ہاتھ رکھتے تمیز سے اسے جواب دیتا پھر سے ٹماٹر گھمانے لگا۔ آخر کو وہ خود کٹی کو سائیڈ کروانے کے خیالات رکھتا تھا۔

"آہاں ٹماٹر بڑے مزے دار

واہ ٹماٹر بڑے مزے دار

اک دن اس کو چیونٹی نے کھایا

ہاتھی کو بھی مار گرایا"

جہاں یسری اور ازمیر شاہ جہاں اپنے چاچو کی نظم کو انجوائے کرتے ہنس مسکرا رہے تھے وہی پہ یاور شاہ چھوٹی سی جمائی لیتا بوریت سے باپ کے سینے پہ سر ٹکائے ہوئے تھا۔ شاید وہ کافی موڈی تھا۔

نیچے سب کے ساتھ کافی وقت گزارنے کے بعد احان اپنے بچوں کو لئے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔وہ اپنی معصوم سی بیٹی کو مسلسل چوم رہا تھا جس کا پرمنٹ کپل ارزم شاہ ازمیر کے کے ساتھ بنا چکا تھا۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بیڈ کی طرف بڑھتا انہیں احتیاط سے لٹاتے ہوئے گلالئ کی تلاش میں نگاہیں گھما رہا تھا جو اگلے ہی پل اسے ڈریسنگ روم سے نکلتی دیکھائی دی تھی۔۔وہ اس وقت لائٹ پنک کھلی سی فراک میں ملبوس سر اور سراپے پہ اپنی بڑی سی چادر لینے کی بجائے شفون کا دوپٹا اوڑھے ہوئے تھی جو بار بار اسکے سر سے پھسل پھسل جا رہا تھا۔ احان شاہ اپنی نظروں کو بے ایمان ہوتے دیکھ کے جلدی سے خود پہ قابو پاتا یاور اور یسریٰ کے پاس بیٹھ گیا۔ گل نے غور سے اس پہ نگاہ ڈالی تھی، وہ صبح اسے نظر بھر کے دیکھ نہیں پائی تھی کیونکہ وہ جلدی میں حویلی سے نکلا تھا۔ اسے سیاہ شلوار قمیض میں دیکھتے وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی۔ اس نے اپنی بیرڈ کی ٹرمنگ کروائی تھی جو وہ کافی وقت سے نہیں کروا رہا تھا۔ کہیں اس نے اسکی رات والی باتیں سن تو نہیں لی تھیں؟ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے سوچا۔ اسکی طلسماتی شخصیت گلالئ کو بار بار اسے دیکھنے پہ مجبور کر رہی تھی۔

تمہیں زیادہ چلنا نہیں چاہیئے! بیٹھ جاؤ آ کے!!۔۔۔گلالئ کو وہی پہ کھڑے دیکھ کے وہ اپنی جیب سے فون نکالتا اسے ہدایت دے رہا تھا جس پہ وہ اس پر سے نگاہیں ہٹاتی اپنی سائیڈ کی طرف آ گئی۔۔

احان شاہ اپنے آئی فون کا کیمرہ آن کرتے اب یسری اور یاور کی فوٹو گرافی کر رہا تھا جو اسے کافی دنوں سے کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔۔ ان کی فوٹو گرافی کرتے ہوئے وہ کافی خوش نظر آ رہا تھا۔ فرطِ جذبات میں جھک کے باری باری ان دونوں کے گالوں پہ ہولے سے اپنی بیئر ڈر گڑ تا یسریٰ کو کھکھلانے تو یاور کو ماتھے پہ بل ڈالنے پہ مجبور کر گیا۔۔ گلالئ خاموشی سے ان تینوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے ہر وہ لمحہ یاد آ رہا تھا جب وہ اسکے ساتھ رومانٹک انداز میں تصاویر لیا کرتا تھا۔ کیا وہ تمام تصاویر آج بھی اسکے پاس سیو تھیں؟ گلالئ اسکے موبائل کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے پر سوچ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔۔ کچھ دیر تک ان کے ساتھ تصاویر بنانے کے بعد وہ یہ تصاویر اب خود دیکھتا مسکرا رہا تھا۔۔

کیا تم بھی اپنے بچوں کی تصاویر دیکھو گی؟۔۔۔ گلالئ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ خوشی سے مسکرا کے پوچھنے لگا۔ وہ خاموشی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔ احان شاہ نے اسکی طرف پیاری سی مسکراہٹ اچھالتے اسے اپنا فون پاس کیا۔ اپنے بچوں کی تصاویر دیکھتے گلالئ خود بھی مسکراتی جا رہی تھی اس نے ان کی فوٹو گرافی کافی اچھی کی تھی۔ بچوں کی تصاویر دیکھتے دیکھتے اسکی نظروں سے احان شاہ کی تصاویر گزر رہی تھیں۔ کافی تصاویر پریس کانفرنس کے دوران اچانک سے لی گئی تھیں۔۔ اب وہ اسکی تصاویر آگے کرتے ہوئے دیکھتی جا رہی تھی اور ایک بات نوٹ کر رہی تھی اسکی کافی تصاویر میں ایک لڑکی اسکے پیچھے پیچھے تھی، ہر تصویر میں اسکے ہاتھ میں کچھ کاغذات موجود تھے، کچھ تصاویر میں تو وہ احان کے کان کے پاس جھکی کچھ بول بھی رہی تھی۔ اس بندی کو دیکھ کے گل کا میٹر شارٹ ہوا تھا۔ خانزادیوں والا غصہ ایک دم سے عود آیا تھا۔ احان نے نوٹ کیا تھا اسکی چہرہ جو پہلے خوشی سے مسکرا رہا تھا اب اس چہرے پہ غصے کے تاثرات واضح تھے۔۔

کیا ہوا؟ تمہیں پسند نہیں آئیں تصاویر؟۔۔۔۔۔ وہ چونک کے پوچھ رہا تھا۔۔ وہ جواب دینے کی بجائے جلتی ہوئی اسکی طرف فون پھینک گئی۔ احان نے جلدی سے فون کیچ کیا تھا اگر وہ بروقت فون کیچ نہ کرتا تو وہ سیدھا یاور کی آنکھ کا نشانہ بنتا۔۔ احان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا اگر اسکے بیٹے کی آنکھ پہ فون لگ جاتا تو؟

یار کیا ہو گیا ہے؟ فون آرام سے بھی پکڑا سکتی تھی گل!!۔۔ احان شاہ کو اسکی لاپرواہی پہ شدید غصہ آیا تھا لیکن وہ غصے پہ قابو پاتا سخت لہجے میں بولا۔

ٹوٹا نہیں ہے! اگر ٹوٹ جاتا تو میرے لالا آپ کو نیا فون خرید دیتے!!۔۔۔وہ غصے سے جواب دیتی اپنا دوپٹا اتار کے زمین پہ پھینکتی اپنا تکیہ سیٹ کر رہی تھی۔احان شاہ اسکے اس اچانک ہارش ریکشن پہ حیران ہو رہا تھا۔

فون ٹوٹنے کی بات نہیں ہو رہی ہے گل! ابھی یاور کی آنکھ پہ لگ جاتا!!۔۔۔۔احان شاہ نے ہنوز سخت لہجے میں جواب دیا تھا۔وہ اس وقت کافی مشکل سے اپنا غصہ دبا رہا تھا۔وہ ایک غصیلا مرد تھا گلالئی کے سامنے اپنا غصہ دبانا اسکے لئے کافی مشکل ہوتا تھا۔وہ اسے اپنی دھاڑوں سے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔آج اتنے عرصے بعد اسکے ذرا سے سخت لہجے پہ وہ آنکھوں میں آنسو لئے اسکی طرف دیکھتی اپنا سر تکیے پہ گرا گئی۔اسے اچانک سے کیا ہوا تھا احان شاہ چاہ کے بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔

پورا دن جب حویلی سے باہر گزار دیتے ہیں تو رات کے وقت آپ کو بچوں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے! جایئے ابھی بھی ان لڑکیوں کے ساتھ جا کے میٹنگز کیجیئے جن کے خوبصورت چہرے آپ کے فون میں سیو ہیں!!۔۔۔وہ غصے سے جواب دیتی اپنے امڈتے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی یسریٰ اور یاور کو اپنے نزدیک کر رہی تھی۔احان شاہ نے اسکے جواب پہ ہکا بکا ہوتے اپنے فون کی طرف دیکھا تھا،وہ کن لڑکیوں کی بات کر رہی تھی؟وہ تیزی سے سکرین پہ انگلیاں چلاتا فون آن کر رہا تھا،سامنے ہی اسکی آج کی پریس کانفرنس کی تصاویر کھلی ہوئی تھیں جو اسے ابھی ہی اسکے کسی کو ور کرنے سینڈ کی تھیں۔اس نے تو ابھی تک خود ان تصاویر کو نہیں دیکھا تھا۔احان نے غور سے اس تصویر پہ نگاہیں دوڑائی تھیں۔اس میں صرف ایک ہی لڑکی تھی جو اسکی سیکرٹری تھی! اور تو کوئی بھی لڑکی احان کی نگاہوں سے نہیں گزر رہی تھی۔۔

گل یہ میری سیکرٹری ہے فار گاڈ سیک!!۔۔۔احان شاہ افسوس سے سر ہلا کے بھوکھلاتے ہوئے اسے جواب دے رہا تھا لیکن وہ اسے جواب دینے کی بجائے یاور کو فیڈ کروانے لگی۔اتنے غصے میں تھی کہ آج خود کو احان شاہ سے ڈھکا بھی نہیں تھا،نہ ہی رخ موڑنے کی زحمت کی تھی۔اسکے ناز و انداز دیکھتے احان شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھیں۔اسکی یہ حرکت احان شاہ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر گئی تھی۔۔وہ منہ زور ہوتے جذبات پہ قابو پاتا جلدی سے اسکے سراپے سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔۔

کوئی بھی ہو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا!!۔۔۔۔گلالئی بے رخی سے جواب دیتی یاور کی طرف متوجہ تھی۔یسریٰ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اٹھاتے ہوئے یہاں وہاں دیکھ رہی تھی۔۔

یہ تصاویر مجھے کسی نے اچانک سے واٹس ایپ پہ سینڈ کی ہیں! اور ہر روز ایسی کئی تصاویر مجھے شئیر کی جاتی ہیں! کیا ان تصاویر میں میں کسی کو غلط نگاہ سے دیکھ رہا ہوں؟۔۔۔احان شاہ پھر سے ان تصاویر کو آگے پیچھے کر کے دیکھتا گلالئی سے سوال کر رہا تھا۔وہ اسکے ناراض چہرے کو دیکھ کے پریشان ہو رہا تھا۔اتنی مشکل سے تو وہ تھوڑی بہت نارمل ہو رہی تھی۔۔

پتا نہیں غور سے دیکھیں! پھر شاید معلوم ہو جائے کون آپ کو کس نگاہ سے دیکھتا آپ کے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے!!۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں جواب دیتی سر جھٹک گئی۔احان نے اب مزید غور سے ان تصاویر کو دیکھا تھا جب اسے معلوم ہوا تھا کچھ تصاویر میں اسکی سیکرٹری اسکے کان کے پاس جھکی ہوئی تھی جبکہ وہ کرسی سنبھالے ہوئے تھا۔وہ صرف اسے پریس کانفرنس کا ختمی وقت بتا رہی تھی، ایسا ویسا کچھ نہیں تھا جیسا گلالئی نے اخذ کر لیا تھا۔اسکا پرانا پوزیسو انداز دیکھتے جہاں ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا وہی پہ اسکی ناراضگی پریشان بھی کر رہی تھی۔۔وہ اپنے بھورے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتا گلالئی کی طرف دیکھنے لگا۔۔

کئی سو لڑکیاں ہر روز مجھے اپنے انداز سے دیکھتی ہیں! اب اس میں میری کیا غلطی ہے؟۔۔۔۔وہ کندھے اچکا کے معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔۔اسکے جواب پہ گلالئی اندر تک جل کے راکھ ہوئی تھی۔۔وہ اسے دیکھنے سے اجتناب برتتی اپنی آنکھیں غصے سے میچ کے کھولتے ہوئے یاور کو فیڈ کروا رہی تھی۔

تمہارا دوپٹا نیچے گرا ہوا ہے!!۔۔۔۔احان شاہ نے مسکراہٹ دباتے اسے اسکے دوپٹے کی ہوش کروائی تھی۔۔

تو آپ نہ دیکھیں مجھے!!!۔۔۔۔وہ ترخ کے جواب دیتی اس وقت کہیں سے بھی معصوم نہیں لگ رہی تھی۔

تم خود دیکھا رہی ہو!!۔۔۔۔وہ کون سا ہار مارنے والا تھا؟اسے لڑائی کے موڈ میں آتے دیکھ کے خود بھی ٹکر کا جواب دیا۔۔اسکے زومعنی جواب پہ گلالئی کے پورے جسم کا خون سمٹ کے چہرے پہ آیا تھا۔

آپ کی طرح نامحرموں کو اپنا آپ نہیں دیکھاتی!!۔۔۔وہ غصے میں صرف یہی جواب دے پائی۔

شارٹس میں تو میں بھی نہیں گیا تھا پریس کانفرنس اٹینڈ کرنے!!۔۔احان شاہ نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی دباتے ہوئے ناک چڑھا کے جواب دیتے پھر سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔گلالئ کا یہ موڈ اب اسے مزہ دے رہا تھا۔۔

اگلی دفعہ شارٹس میں ہی جایئے گا تاکہ آپ کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔۔۔وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتی دانت پیس رہی تھی۔۔

بلیک knee شارٹس میں یا چاکلیٹ براؤن چلیں گی؟۔۔مجال تھی جو اب احان شاہ نے اسے مزید ٹھنڈا کیا ہو۔۔وہ سنجیدگی سے استفسار کرتا مسلسل اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔گلالئ کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی،اسکی آنکھوں سے آنسو عارضوں پہ پھسلے تھے جنہیں وہ بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی یاور کو خود سے الگ کرتے ہوئے اپنی فراک درست کرتی ریموٹ سے کمرے کی لائٹس آف کر گئی۔پہلے اسکا غصہ اور اب یوں اسے معصومیت سے روتے دیکھ کے احان شاہ نے خود کو کوستے ہوئے جلدی سے اپنی سائیڈ کا لیمپ آن کیا تھا۔

گل!! کیا تم ناراض ہو؟۔۔۔۔وہ اسکی طرف جھکتا اب شرافت والا سوال کر رہا تھا۔گلالئ چاہ کے بھی اپنی سسکیاں نہ روک پائی۔۔۔ایک تو وہ پہلے ہی اسے سیاہ شلوار قمیض میں اتنا خوبصورت لگ رہا تھا اور اس پہ تضاد کسی لڑکی کا یوں اسکے نزدیک ہونا اسکے دل میں بھانبڑ جلا رہا تھا۔گلالئ کے رونے کو سسکیوں میں بدلتے دیکھ کے احان شاہ اب حقیقتاً پریشان ہوتا اسکی آنکھوں پہ ٹکی اسکی کہنی نرمی سے ہٹا رہا تھا۔۔

یار گل قسم سے وہ صرف ایک سیکرٹری ہے!!Nothing Else!۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے نرمی سے اسے اپنی صفائی دی تھی۔۔گلالئ نے اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے زور سے اسکے چٹانی سینے پہ مکا جڑا تھا۔۔

میری بلا سے اسے دوسری بیوی بنالیں! مجھے نیند آرہی ہے!۔۔۔۔وہ خفا لہجے میں جواب دیتی احان شاہ کا دل بے چین کر رہی تھی۔اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا اسے اپنے بچوں کی تصاویر دیکھانا اسکے لئے اتنا بڑا گناہ بن جائے گا۔۔اگر تمہارا وفادار نہ ہوتا تو جدائی کے ان گزرے لمحات میں جنسی سکون حاصل کرنے کے لئے شاید یہ کام بھی کر لیتا! خود سوچو جو کام میں نے ان نازک لمحات میں نہیں کیا وہ اب کیوں کروں گا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ یاور اور یسریٰ کو اٹھا کے اپنے پیچھے کرتا گلالئ کے قریب ہوتے اسکے چہرے پہ اپنی سانسوں کی تپش چھوڑتا بوجھل لہجے میں بولا تھا۔۔

کیونکہ آپ کو ڈر تھا آپ کے پہلے نکاح میں موجود پٹھانی آپ کی اس بھری جوانی میں آپ کے سینے میں اپنے لالا کی بندوق کی ساری گولیاں نہ اتار دے!!۔۔وہ غصے سے اسے جواب دیتی اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔اسکی یہ ادائیں احان شاہ پہ قیامت ڈھا رہی تھیں۔وہ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھتا انہیں چومنے کی بجائے اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرنے لگا۔۔اسے اپنے اتنے نزدیک ہوتے ہوئے بھی لبوں کی بجائے ہاتھوں کا استعمال کرتے دیکھ کے گلالئ کا دل پھر سے بھر آیا۔وہ شاید اس وقت اسکے لبوں کے لمس کی خواہش مند تھی۔۔

یار وہ صرف سیکرٹری۔۔۔۔ابھی احان اپنا پہلے والا جملہ دہراتا جب گلالئ اسکی بات کاٹتے ہوئے غصے سے اوپر اٹھتی اسکی بھوری مونچھوں پہ اپنے دانت زور سے گاڑتی اسکے بالائی لب کے کنارے کو بری طرح سے زخمی کر گئی۔۔احان شاہ اپنی جگہ پہ سٹل ہوا تھا۔افف۔۔اسکے موتیوں سے دانتوں کی یہ میٹھی سی چبھن احان شاہ کے دل کے تار ہلا چکی تھی۔احان شاہ نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے کی بجائے اسکے بالوں میں اپنا ہاتھ پھنساتا اسے اپنے مزید قریب کیا تھا۔گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی،وہ اپنے اس عمل پہ تھوک نگلتی بے ایمانی کرتے ہوئے ذرا سا اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چکھتی جلدی سے اپنا چہرہ اس سے فاصلے پہ کر گئی۔۔اسکی آخر والی معصوم سی حرکت پہ احان شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

اب اس سیکرٹری کو صبح جا کے بتائیے گا! دو بچوں کے باپ ہیں آپ!!!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی مسکراہٹ سے نگاہیں چراتی اسے غصے اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے جواب دیتی اپنا رخ اسکی طرف سے موڑ گئی۔۔

وہ میرے ہونٹ پہ یہ نشان دیکھ کے خود ہی سمجھ جائے گی میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھکا دلفریب انداز میں اسے جواب دیتا گلالئ کے دھک دھک کرتے دل کو مزید دھڑکا گیا تھا۔۔

اس حویلی میں جھک مارنے واپس نہیں آئی بلکہ آپ کو تیر کی طرح سیدھا کرنے کے لئے واپس آئی ہوں! کیونکہ جو چیز میری ہے وہ صرف میری ہے!!۔۔۔۔وہ اسکی طرف رخ پلٹنے کی بجائے اسے ہمت سے جواب دیتی اسکے سینے میں اپنی کہنی ثبت کر گئی۔۔اسکے یہ معصوم وار احان شاہ کو تکلیف دینے کی بجائے اسکے دل کو گدگدانے کا باعث بن رہے تھے۔۔

آئی لائک اٹ جاناں!!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ہولے سے ہنس کے بولتا اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے اسکا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔گلالئی نے تھوک نگلا۔۔

اگر یہی نشان میں نے تمہارے ہونٹ پہ دیا ہوتا تو پورا کمرہ سر پہ اٹھا لیتی تم!!۔۔۔۔وہ بوجھل گھمبیر لہجے میں بولتا اسکے ہونٹوں کو ٹچ کرنے کی بجائے ان پہ اپنی گرم سانسیں چھوڑتا اس سے فاصلے پہ ہوتا یا ور اور یسریٰ کو اسکے پاس کرتے خود اپنی سائیڈ پہ لیٹ گیا۔گلالئی کے پیٹ میں تتلیوں کا ایک طوفان اٹھا تھا۔احان شاہ کا دل کر رہا تھا اپنی بیوی کی جیلسی پہ بلند قہقہے لگائے لیکن وہ اسے مزید ناراض نہیں کروانا چاہتا تھا۔۔گلالئی اسے جواب دینے کی بجائے اب یسریٰ کو اپنے نزدیک کرتی رخ موڑتے ہوئے اسکی ضرورت پوری کروانے لگی۔احان شاہ اسکی پشت پہ نگاہیں جمائے اپنے بالائی ہونٹ کے کنارے پہ زبان پھیرتا اسکا لمس محسوس کرنے لگا۔۔۔

تقریباً تیئس دنوں بعد:

وہ صبح سے ابکائیاں کرتی بے حال ہو رہی تھی۔آج اپنی طبیعت خرابی کی وجہ سے وہ سی ایم ایچ بھی نہیں گئی تھی۔وہ جب سے یہاں بنوں میں اپارٹمنٹ میں رہ رہی تھی وہ باقاعدگی سے سی ایم ایچ ڈیوٹی پہ جایا کرتی تھی لیکن آج اسکی طبیعت اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی اپنا سر ہولے سے اپنے نازک ہاتھ سے دبا رہی تھی۔وہ ایک قابل ڈاکٹر تھی اتنی پاگل نہیں تھی کہ اپنی حالت ہی نہ سمجھ سکتی۔رات کے تقریباً نو بجے زوریز شاہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔مرحا کو یوں نڈھال بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھ کے وہ پریشان ہوتا اسکی طرف بڑھا تھا جب وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی تیزی سے واشروم کی طرف بھاگ گئی۔زوریز شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا والٹ، گاڑی کی چابی اور فون بیڈ پہ پھینکتا جلدی سے اسکے پیچھے بھاگا تھا۔اسے سنک پہ جھکے ابکائی کرتے دیکھ کے وہ اسکے قریب آتا اسکی کمر سہلانے لگا۔۔

کیا ہوا میری جان؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ پریشانی سے بولتا اسکا فیس واش کرواتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔

یہ سب تمہاری لاپرواہی کا نتیجہ ہے!!۔۔۔وہ بھیگی آواز میں بولتی اسکی آرمی شرٹ کے اوپر سے ہی اسکے سینے پہ دانت گاڑ گئی۔۔

میں نے کیا کیا ہے؟ اور طبیعت کب سے خراب کی ہوئی ہے؟ مجھے کال کر لیتی یار!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی بھیگی آواز پہ مزید پریشان ہوتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔

ہاں کال کر کے اپارٹمنٹ بلا لیتی تاکہ تم اپنا ہر وقت والا رومانس شروع کر دیتے! اور آتا کیا ہے تمہیں!!۔۔۔وہ خفگی سے بولتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔

اور کروانا کیا چاہتی ہو ڈارلنگ؟۔۔۔۔۔وہ مسکراہٹ دباتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھتا اسے اپنی گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔۔وہ خاموشی سے اسکی گردن میں چہرہ چھپائے رہی۔

یار ہوا کیا ہے مرحا؟۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی مضبوط بیوی کو یوں ایک دم کمزور اور نڈھال دیکھ کے زوریز شاہ اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکالتے اپنے مقابل کرتے ہوئے پیار سے پوچھنے لگا۔

تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہو! ڈیڑھ سال بعد والی فیملی پلاننگ کو ایک سائیڈ پہ کر کے جو بد احتیاطی تم نے برتی ہے اسکا نتیجہ ہے یہ سب!!۔۔۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔

پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو یار؟ صاف صاف بولو تمہارا رومانس کا موڈ ہو رہا ہے اسی لئے مجھے وارم اپ کر رہی ہو؟۔۔۔وہ اسکے ہمیشہ والے شکوے کو ہوا میں اڑاتا اپنے مطلب کی بات پہ آ رہا تھا۔۔

شٹ اپ ریزشاہ!! اس وقت میرا رومانس کا بالکل موڈ نہیں ہے!! میرا پریگننسی کا ٹیسٹ پازیٹیو آیا ہے!!۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اسے آسان الفاظ میں حقیقت بتانے لگی۔زوریز شاہ ایک دم سے یہ خبر سنتا منہ کھول گیا۔چہرہ خوشی سے لال سرخ ہو چکا تھا۔

منہ تو ایسے کھول رہے ہو جیسے تم نے کچھ کیا ہی نہیں ہے! اس بچے کو اس دنیا میں لانے کا واحد ذریعہ صرف میں بن رہی ہوں!!۔۔۔۔۔۔اسے اوور ایکٹنگ کرتے دیکھ کے وہ اسکے کھولے منہ پہ ہولے سے اپنا ہاتھ بجاتی غصے سے بولی۔۔

قسم کھاؤ یار؟ مجھے سچ میں یقین نہیں آ رہا!! ہاں مانا میں کام پکا کرتا ہوں لیکن اتنی جلدی یہ سب!! افف! میری جان میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں!!۔۔۔وہ بے یقینی سے خوشی سے مسرور لہجے میں اسے جواب دیتا اپنی پوری قوت سے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ اسے اس قدر خوش دیکھ کے وہ اسکے کندھے پہ سر رکھے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

کیا ہوا کیا تم خوش نہیں ہو؟ منہ کیوں بنایا ہوا ہے؟ تمہیں تو چاہیئے تھا مجھے یہ خبر سنانے کے لئے ایک رومانٹک سا سرپرائز پلین کرتی!!۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتی اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا۔۔

اولاد کی خوشی کسے نہیں ہوتی؟ صرف میں اپنے کام کو لے کے تھوڑی پریشان تھی! آئی مین ہم نے نیکسٹ ائیر کے لئے پلین کیا تھا نا!!۔۔۔۔وہ منہ پھولا کے بولتی اسکے گال کے ساتھ اپنا گال ٹکا گئی۔

ہاہاہا! کیا تمہیں میری اتنی محنت پہ واقعی ہی لگتا تھا میں نیکسٹ ائیر تک یہ کام پینڈنگ پہ چھوڑتے سب سے پیچھے رہنے والا تھا؟ وہ تو صرف ایک مذاق تھا ڈارلنگ! اور پریشان مت ہو سب کچھ ٹھیک سے ہو جائے گا! میں ہوں نا تمہارے ساتھ!!۔۔۔زوریز شاہ بے باکی سے قہقہہ لگا کے اسے جواب دیتا آخر میں اسے ریلکس کرتے ہوئے اسکی کمر سہلاتا پیار سے اسکے گال چومنے لگا۔

تمہیں پتا ہے ریز! سب سمجھتے ہیں میں بہت بہادر ہوں لیکن میں اتنی بہادر نہیں ہوں! میں ایک ڈاکٹر ضرور ہوں! ہر طرح کے پیشنٹ کو ٹریٹ کر لیتی ہوں! بہت سی ڈیلیوریز کی ہیں! لیکن خود کو اس جگہ پہ رکھتے ہوئے میں ہمیشہ سے بہت خوفزدہ رہی ہوں! تم جانتے ہو جب مام نے مجھے برتھ دی تھی ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی تو خدانخواستہ اگر میرے ساتھ بھی ایسا ہو گیا تو؟ مجھے ابھی تمہارے ساتھ بہت لمبی زندگی جینی ہے! میں نہیں چاہتی تم میرے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لو!!۔۔۔وہ نجانے کیوں اتنی سینسٹو ہو رہی تھی، اسے اپنی دل کی کیفیات بتاتے وہ اچانک سے روتی ہوئی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ زوریز شاہ جو غور سے اسکی باتیں سنتا پریشان ہو رہا تھا اسکے آخری جملے پہ اسکا دل کیا اپنا سر دیوار کے ساتھ مار لے۔ ایک تو یہ ہر بیوی کا شوہر کی دوسری شادی کو لے کے اتنا انسیکیور ہونا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

اللہ نہ کرے یار!!

Remember! U are my strong Lady

وہ محبت سے بولتا اسکا ہاتھ تھام کے لبوں سے لگاتا اسے اپنے نرم گرم حصار میں لئے تحفظ کا احساس دلا رہا تھا۔۔

مجھے ڈر لگتا ہے جب تم مجھ سے دور جاتے ہو! میرا دل خوف سے دھڑکتا ہے ریز!! مجھے ایسا لگتا ہے تم سے ذرا سی دوری پہ میرا دل پھٹ جائے گا! میرا دل تم سے بے انتہاء عشق کرتا ہے! ۔۔۔وہ اسکے گرد زور سے اپنے ہاتھوں کا حصار باندھتی روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی اور وہ اسے سنتا جا رہا تھا۔۔

ڈارلنگ اتنی سینٹی کیوں ہو رہی ہو یار؟ چلو اٹھو نیچے کچن میں چلتے ہیں! میں تمہارے لئے کچھ کھانے کے لئے بناتا ہوں! بس آج سے میرے بچے کی ماں صرف ریسٹ کرے گی! آج سے تمہارا شیف، بلکہ یوں سمجھ لو تمہارا خادم صرف ریز شاہ ہے!!۔۔اسے ضرورت سے زیادہ ایموشنل ہوتے دیکھ کے وہ اپنی جیب سے والٹ نکال کے ڈھیروں نوٹ نکالتا اسکے سر کا صدقہ نکال کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اسکے ہونٹ شدت سے چومتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

حویلی میں سب کو یہ سرپرائز دے دیا؟۔۔۔زوریز شاہ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے مرحا شاہ سے مخاطب ہوتا اب کچن کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

نہیں کل اکھٹے کال کریں گے تم بتانا!!۔۔۔وہ لاڈ سے بولتی اسکے سر کے ساتھ اپنا سر جوڑ گئی۔

ہاہاہاڈن! کافی وقت ہو گیا ہے خان سے بھی نہیں ملا! ہم ڈفرنٹ یونٹ لیڈ کر رہے تھے اسی لئے الگ الگ جگہوں پہ ہیں! کل اس سے بھی ملوں گا! اسکا مطلب کل کا دن بہت مصروف ہونے والا ہے!!۔۔۔۔۔وہ اسے سلیب پہ بٹھاتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ کے اسے تفصیلی جواب دیتا فریج کی طرف بڑھتے اب اسکے لئے کچھ ہیلتھی سا بنانے کا سوچ رہا تھا۔ مرحا شاہ اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے خود پہ رشک کرنے لگی، وہ آتے ہی کپڑے تبدیل کرنے کی بجائے اسکی فکر میں گھل رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 122 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

تقریباً تئیس دنوں بعد:

وہ صبح سے ابکائیاں کرتی بے حال ہو رہی تھی۔ آج اپنی طبیعت خرابی کی وجہ سے وہ سی ایم ایچ بھی نہیں گئی تھی۔ وہ جب سے یہاں بنوں میں اپارٹمنٹ میں رہ رہی تھی وہ باقاعدگی سے سی ایم ایچ ڈیوٹی پہ جایا کرتی تھی لیکن آج اسکی طبیعت اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔ وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی اپنا سر ہولے سے اپنے نازک ہاتھ سے دبا رہی تھی۔ وہ ایک قابل ڈاکٹر تھی اتنی پاگل نہیں تھی کہ اپنی حالت ہی نہ سمجھ سکتی۔ رات کے تقریباً نو بجے زوریز شاہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ مرحا کو یوں نڈھال بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھ کے وہ پریشان ہوتا اسکی طرف بڑھا تھا جب وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی تیزی سے واشروم کی طرف بھاگ گئی۔ زوریز شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑا والٹ، گاڑی کی چابی اور فون بیڈ پہ پھینکتا جلدی سے اسکے پیچھے بھاگا تھا۔ اسے سنک پہ جھکے ابکائی کرتے دیکھ کے وہ اسکے قریب آتا اسکی کمر سہلانے لگا۔۔

کیا ہوا میری جان؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ پریشانی سے بولتا اسکا فیس واش کرواتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔

یہ سب تمہاری لاپرواہی کا نتیجہ ہے!!۔۔۔ وہ بھیگی آواز میں بولتی اسکی آرمی شرٹ کے اوپر سے ہی اسکے سینے پہ دانت گاڑ گئی۔۔

میں نے کیا کیا ہے؟ اور طبیعت کب سے خراب کی ہوئی ہے؟ مجھے کال کر لیتی یار!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی بھیگی آواز پہ مزید پریشان ہوتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔

ہاں کال کر کے اپارٹمنٹ بلا لیتی تاکہ تم اپنا ہر وقت والا رومانس شروع کر دیتے! اور آتا کیا ہے تمہیں!!۔۔ وہ خفگی سے بولتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔

اور کروانا کیا چاہتی ہو ڈارلنگ؟۔۔۔۔۔ وہ مسکراہٹ دباتا گھمبیر آواز میں بولتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھتا اسے اپنی گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔۔ وہ خاموشی سے اسکی گردن میں چہرہ چھپائے رہی۔

یار ہوا کیا ہے مرحا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنی مضبوط بیوی کو یوں ایک دم کمزور اور نڈھال دیکھ کے زوریز شاہ اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکالتے اپنے مقابل کرتے ہوئے پیار سے پوچھنے لگا۔

تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہو! ڈیڑھ سال بعد والی فیملی پلاننگ کو ایک سائیڈ پہ کر کے جو بد احتیاطی تم نے برتی ہے اسکا نتیجہ ہے یہ سب!!۔۔۔۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتی اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔

پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو یار؟ صاف صاف بولو تمہارا رومانس کا موڈ ہو رہا ہے اسی لئے مجھے وارم اپ کر رہی ہو؟۔۔۔ وہ اسکے ہمیشہ والے شکوے کو ہوا میں اڑاتا اپنے مطلب کی بات پہ آ رہا تھا۔۔

شٹ اپ ریز شاہ!! اس وقت میرا رومانس کا بالکل موڈ نہیں ہے!! میرا پریگننینسی کا ٹیسٹ پازیٹیو آیا ہے!!۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اسے آسان الفاظ میں حقیقت بتانے لگی۔ زوریز شاہ ایک دم سے یہ خبر سنتا منہ کھول گیا۔ چہرہ خوشی سے لال سرخ ہو چکا تھا۔

منہ تو ایسے کھول رہے ہو جیسے تم نے کچھ کیا ہی نہیں ہے! اس بچے کو اس دنیا میں لانے کا واحد ذریعہ صرف میں بن رہی ہوں!!۔۔۔۔۔۔اسے اوور ایکٹنگ کرتے دیکھ کے وہ اسکے کھلے منہ پہ ہولے سے اپنا ہاتھ بجاتی غصے سے بولی۔۔

قسم کھاؤ یار؟ مجھے سچ میں یقین نہیں آ رہا!! ہاں مانا میں کام پکا کرتا ہوں لیکن اتنی جلدی یہ سب!! افف! میری جان میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں!!۔۔۔وہ بے یقینی سے خوشی سے مسرور لہجے میں اسے جواب دیتا اپنی پوری قوت سے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ اسے اس قدر خوش دیکھ کے وہ اسکے کندھے پہ سر رکھے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

کیا ہوا کیا تم خوش نہیں ہو؟ منہ کیوں بنایا ہوا ہے؟ تمہیں تو چاہیئے تھا مجھے یہ خبر سنانے کے لئے ایک رومانٹک سا سرپرائز پلین کرتی!!۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا اسے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا۔۔

اولاد کی خوشی کسے نہیں ہوتی؟ صرف میں اپنے کام کو لے کے تھوڑی پریشان تھی! آئی مین ہم نے نیکسٹ ائیر کے لئے پلین کیا تھا نا!!۔۔۔۔وہ منہ پھولا کے بولتی اسکے گال کے ساتھ اپنا گال ٹکا گئی۔

ہاہاہا! کیا تمہیں میری اتنی محنت پہ واقعی ہی لگتا تھا میں نیکسٹ ائیر تک یہ کام پینڈنگ پہ چھوڑتے سب سے پیچھے رہنے والا تھا؟ وہ تو صرف ایک مذاق تھا بے بی! اور پریشان مت ہو سب کچھ ٹھیک سے ہو جائے گا! میں ہوں نا تمہارے ساتھ!!۔۔۔زوریز شاہ بے باکی سے قہقہہ لگا کے اسے جواب دیتا آخر میں اسے ریلکس کرتے ہوئے اسکی کمر سہلاتا پیار سے اسکے گال چومنے لگا۔

تمہیں پتا ہے ریز! سب سمجھتے ہیں میں بہت بہادر ہوں لیکن میں اتنی بہادر نہیں ہوں! میں ایک ڈاکٹر ضرور ہوں! ہر طرح کے پیشنٹ کو ٹریٹ کر لیتی ہوں! بہت سی ڈیلیوریز کی ہیں! لیکن خود کو اس جگہ پہ رکھتے ہوئے میں ہمیشہ سے بہت خوفزدہ رہی ہوں! تم جانتے ہو جب مام نے مجھے برتھ دی تھی ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی تو خدانخواستہ اگر میرے ساتھ بھی ایسا ہو گیا تو؟ مجھے ابھی تمہارے ساتھ بہت لمبی زندگی جینی ہے! میں نہیں چاہتی تم میرے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لو!!۔۔۔وہ نجانے کیوں اتنی سینسٹو ہو رہی تھی، اسے اپنی دل کی کیفیات بتاتے وہ اچانک سے روتی ہوئی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔زوریز شاہ جو غور سے اسکی باتیں سنتا پریشان ہو رہا تھا اسکے آخری جملے پہ اسکا دل کیا اپنا سر دیوار کے ساتھ مار لے۔ایک تو یہ ہر بیوی کا شوہر کی دوسری شادی کو لے کے اتنا انسیکیور ہونا اسکی سمجھ سے باہر تھا۔۔

اللہ نہ کرے یار!!

Remember! U are my strong Lady

وہ محبت سے بولتا اسکا ہاتھ تھام کے لبوں سے لگاتا اسے اپنے نرم گرم حصار میں لئے تحفظ کا احساس دلا رہا تھا۔۔

مجھے ڈر لگتا ہے جب تم مجھ سے دور جاتے ہو! میرا دل خوف سے دھڑکتا ہے ریز!! مجھے ایسا لگتا ہے تم سے ذرا سی دوری پہ میرا دل پھٹ جائے گا! میرا دل تم سے بے انتہاء عشق کرتا ہے! ۔۔۔وہ اسکے گرد زور سے اپنے ہاتھوں کا حصار باندھتی روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی اور وہ اسے سنتا جا رہا تھا۔۔

ڈارلنگ اتنی سینٹی کیوں ہو رہی ہو یار؟ چلو اٹھو نیچے کچن میں چلتے ہیں! میں تمہارے لئے کچھ کھانے کے لئے بناتا ہوں! بس آج سے میرے بچے کی ماں صرف ریسٹ کرے گی! آج سے تمہارا شیف، بلکہ یوں سمجھ لو تمہارا خادم صرف ریز شاہ ہے!!۔۔اسے ضرورت سے زیادہ ایموشنل ہوتے دیکھ کے وہ اپنی جیب سے والٹ نکال کے ڈھیروں نوٹ نکالتا اسکے سر کا صدقہ نکال کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اسکے ہونٹ شدت سے چومتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

حویلی میں سب کو یہ سرپرائز دے دیا؟۔۔۔زوریز شاہ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے مرحا شاہ سے مخاطب ہوتا اب کچن کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

نہیں!کل اکھٹے کال کریں گے ! تم بتانا!!۔۔۔وہ لاڈ سے بولتی اسکے سر کے ساتھ اپنا سر جوڑ گئی۔
ہاہاہاڈن! کافی وقت ہو گیا ہے خان سے بھی نہیں ملا! کل اس سے بھی ملنا ضروری ہو گیا ہے ! اسکا مطلب کل کا دن بہت مصروف ہونے والا ہے!!۔۔۔۔وہ اسے سلیب پہ بٹھاتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ کے اسے تفصیلی جواب دیتا فریج کی طرف بڑھتے اب اسکے لئے کچھ ہیلتھی سا بنانے کا سوچ رہا تھا۔ مرحاشاہ اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے خود پہ رشک کرنے لگی، وہ آتے ہی کپڑے تبدیل کرنے کی بجائے اسکی فکر میں گھل رہا تھا۔۔

بہت بہت مبارک ہو تم دونوں کو!!۔۔۔۔زوریز شاہ اور مرحاشاہ کی طرف سے گڈ نیوز کا سنتے ہوئے لاؤنج میں بیٹھے حویلی کے تمام افراد انہیں خوشی سے یک زبان ہوتے مبارکباد دے رہے تھے۔ وہ سب ابھی ناشتہ کر کے کچھ دیر اکھٹے بیٹھے تھے۔۔ مرحاشاہ شرما کے نگاہیں جھکائے ہوئے تھی، یہ گڈ نیوز سب کو مرحا نے نہیں بلکہ زوریز شاہ نے دی تھی۔۔
بھئی خیریت؟ میری رخصتی کی تاریخ تہہ ہو گئی ہے کیا جو ہر طرف سے مبارکباد کا شور اٹھ رہا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ جو ابھی سیڑھیوں سے اترتا لاؤنج کی طرف آرہا تھا سب کے چہروں کو خوشی سے مسرور دیکھتا گلہ کھنکھارتے ہوئے اعلانیہ انداز میں پوچھنے لگا۔ اسکے سوال پہ سب نے تاصف سے نفی میں سر ہلایا تھا۔
ہاہاہا۔۔ ہمارے پاس تمہیں ڈسکس کرنے کا اتنا فضول ٹائم نہیں ہے!۔۔۔۔۔۔جواب دوسری طرف کال پہ موجود زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا۔ وہ سب لیپ ٹاپ سینٹرل ٹیبل پہ رکھے اس سے اور مرحا سے بات کر رہے تھے۔
بڑے بڑے لوگوں کو فرصت مل گئی آج بات کرنے کی؟۔۔۔ارزم شاہ صوفے کی طرف بڑھتا احان شاہ اور کاظم شاہ کے درمیان میں گھس کے بیٹھتے ہوئے لیپ ٹاپ کا رخ اپنی طرف موڑتا طنزیہ لہجے میں بولا۔ زوریز کافی بزی رہتا تھا وہ کئی دنوں بعد حویلی والوں سے کال پہ بات کیا کرتا تھا جبکہ مرحاشاہ تقریباً ہر روز فون کیا کرتی تھی۔۔
سمجھا کر! اپنے پروڈکٹ کی آمد کی مبارکباد وصولنے کے لئے فرصت سے وقت نکالنا پڑتا ہے!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسے زومعنی انداز میں جواب دیتے آنکھ دبائی تھی۔ مرحاشاہ کا چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ ہوا تھا، وہ تو اب شرم کے

مارے کیمرے کے سامنے سے ہٹ چکی تھی۔ ارزم شاہ نے اسکے جواب پہ اپنی شہد رنگ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

واٹ! فار رئیل؟ مطلب میں ایک دفعہ پھر سے چاچو بننے والا ہوں؟ اومائے گاڈ!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ایک منٹ میں اسکی بات کی تہہ تک پہنچتا خوشی سے چہک کے بولا تھا۔۔

ہاں! تجھے مام نے صرف چاچو اور ماموں بنانے کے لئے پیدا کیا تھا!!۔۔۔۔۔ زوریز شاہ قہقہہ لگاتے ہوئے صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتا اسے سلگانے لگا۔ زوریز شاہ کے جواب پہ حویلی کے تمام مکینوں کا قہقہہ گونجا تھا۔ سب لڑکیاں بھی مرحا اور ریز کے لئے خوشی سے پاگل ہوتی دل میں انہیں دعائیں دے رہی تھیں۔

میری آپ سب خوبصورت خواتین سے ایک گزارش ہے!! کچن کا رخ کیجیئے اور مل کے کچھ میٹھے کا انتظام کیجیئے! آخر کو اتنا بڑا کام کیا ہے ریز لالا نے آئی مین اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے! منہ میٹھا کرنا تو بنتا ہے نا؟۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جو تمام لڑکیوں کو مخاطب کرتا انہیں یہاں سے کھسکانا چاہ رہا تھا زبان جب خود بخود پھسلی تو کاظم شاہ اور احان شاہ کی گھوریوں کو خود پہ محسوس کرتا جلدی سے اپنا جملہ درست کر گیا۔

ناٹ آبیڈ آئیڈیا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اسکے آئیڈیا سے متفق نظر آتی چہک کے بولتے ہوئے جلدی سے صوفے سے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھا دیکھی باقی سب لڑکیاں بھی کھڑی ہو چکی تھی۔۔

شاہ جی اسے پکڑیئے گا!!۔۔۔ ایزل اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو کاظم کے حوالے کرتی مدھم آواز میں بولی جس پہ وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا اسکے ہاتھوں سے ازمیر کو پکڑتے ہوئے اپنے سینے سے لگا گیا۔

احان اور گل میں ان تئیس دنوں میں اتنی تبدیلی ضرور آئی تھی کہ اب وہ نارمل بات کر لیا کرتے تھے، لیکن رومانس کا سین مکمل بند تھا۔ گل نے اپنی اس دن غصے میں کی گئی اس رومانٹک جسارت کے بعد کوئی گستاخی نہیں کی تھی چاہے جتنا ہی غصہ کیوں نہ ہو۔۔

بچے ہمیں پکڑا جاؤ بیٹا!!۔۔۔۔۔۔ گل کو صوفے سے اٹھتے دیکھ کے ھارون شاہ نرمی سے بولے جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتی انہیں یاور تھماتے ہوئے احان کے اشارہ کرنے پہ یسریٰ اسکے حوالے کر گئی۔ احان شاہ نے اپنی بیٹی کے ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگاتے اسکا ماتھا چوما تھا۔ یسریٰ کھلکھلائی۔۔

میری بیوی سے زیادہ کام مت کروایئے گا وہ صرف کھا سکتی ہے! کھانا بنانا اسکے بس کی بات نہیں ہے ایسے ہی خود کو نقصان پہنچائے گی!!۔۔سب کے ساتھ ساتھ ذائشہ کو بھی کچن کی طرف بڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ کو اپنی بیوی کی فکر ہوئی تھی۔۔

اتنی فکر ہو رہی ہے تو اپنی بیوی کو اپنے پاس بیٹھا کے رکھو!۔۔۔میرال کچن کے دروازے کے پاس جاتی مسکراہٹ دبا کے بلند آواز میں بولی۔

میرے پاس آجاؤ ذی بے بی! !(صوفہ تو بک ہے صرف گود میں ہی جگہ بچی ہے!)۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی منکوحہ کو چھیڑنے کی غرض سے پہلا جملہ بلند آواز میں جبکہ دوسرا بے باک جملہ مدھم آواز میں بولا تھا۔اسکا دوسرا جملہ احان شاہ اور کاظم شاہ کے سوا کوئی بھی سن نہیں پایا تھا۔ان دونوں نے سرخ چہرہ لئے اسے پھر سے گھور کے دیکھا تھا۔جبکہ ذی بے بی اسکی سن کے اسکے پاس آنے کی بجائے فٹافٹ کچن میں بھاگی تھی۔۔

جی تو کوئی بول رہا تھا میں صرف چاچو اور ماموں بننے کے لئے اس دنیا میں لایا گیا ہوں؟ ہاہاہا۔۔نائس جوک!! اب میری سنیں میں آپ لوگوں کی حویلی کا وہ واحد مرد ہوں گا جو رخصتی کے بعد آنے والے ہر سال میں بلاناغہ اپنے بھائیوں کو چاچو کے عہدے پہ فائز کروں گا!! کیونکہ میرے ساتھ زیادتی یہ ہے کہ میری رخصتی آپ سب سے لیٹ ہو رہی ہے! میرے لئے وقت کم اور مقابلہ سخت ہونے والا ہے! ان شاءاللہ ونر صرف سید ارزم شاہ کہلایا جائے گا!!۔۔۔۔۔سب لڑکیوں کے غائب ہونے کے بعد ارزم شاہ اترا کے بے باکی سے زوریز شاہ کو جواب دیتا ان سب کے چہرے سرخ کر گیا۔مرحا شاہ جو کیمرے سے ہٹ کے دوسرے صوفے پہ بیٹھ چکی تھی ارزم شاہ کے بے باک خیالات سنتی آنکھیں پھیلاتے ہوئے اپنی ہنسی دبانے لگی۔زہرہ مام اس کی مزید بے باکی سننے سے پہلے ہی کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔شاہ بی بی اور عادل شاہ تاصف سے سر نہ میں ہلاتے صرف لاحول ولا قوۃ بول کے رہ گئے۔۔

Hahaha I like your Spirit, F.u.c.* innocence, be a bagaiart

ویسے بھی آج کل بیغیرتی کا بہت سکوپ ہے!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے بے باکی سے اسے داد تھی، وہ جانتا تھا سب لڑکیاں اٹھ کے جا چکی ہیں! اسی لئے اپنی بے شرم ٹون میں واپس آگیا۔

بیٹا جی صرف بچیاں اٹھ کے گئی ہیں! باپ دادا تم لوگوں کے ابھی بھی یہی پہ موجود ہیں!!۔۔۔زاویار شاہ نے تاصف سے انہیں ہدایت دی تھی جس پہ ارزم شاہ اور زوریز شاہ کا قہقہ پھر سے بلند ہوا تھا جبکہ احان شاہ اور کاظم شاہ نچلا لب دانتوں تلے دباتے مسکراہٹ روک رہے تھے۔۔شاہ بی بی نے پوتوں کی مزید بے باکی سننے سے گریز برتتے حلیمہ کو آواز لگائی تھی جو ان کے کہنے پہ انہیں ان کے کمرے کی طرف لے جانے لگی۔۔

باپ دادا کو خوش کرنے کی ہی تو پلاننگ کر رہے ہیں؟ ویسے بابا جان بتایئے گا ہر سال میرے بچوں کا دادا بن کے کیسا محسوس کریں گے آپ؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی ہنسی دبا کے سنجیدگی سے دریاب شاہ سے سوال کرنے لگا جس پہ احان شاہ کی ناچاہتے ہوئے بھی ہنسی چھوٹی سی تھی لیکن وہ یسریٰ کا گال چومتے ہوئے اپنی ہنسی چھپانے لگا۔۔

میں تم پہ لعنت بھیجنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں؟ ایک دن ڈاکٹر جب خود اپنے سامنے بیٹھا کے تمہیں بے عزت کرے گی خود سمجھ لگ جائے گی اگلی دفعہ کتنا وقفہ لینا ہے!!۔۔۔۔۔۔دریاب شاہ نے خود پر سے ضبط کھوتے ہوئے سلگنے کی بجائے اسے زو معنی انداز میں بے عزت کیا تھا۔۔

اوہووو!!!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ، احان شاہ اور زوریز شاہ ان کے جواب پہ قہقہ لگاتے انہیں داد پیش کرنے پہ مجبور ہوئے تھے۔انہیں ان سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔۔

تیرا تجربہ تو ایسے بول رہا ہے جیسے تجھے ڈاکٹر نے لائیو بے عزت کر کے بتایا تھا؟۔۔۔۔۔۔۔ھارون شاہ نے لگے ہاتھ دریاب شاہ کی ٹانگ کھینچی تھی جس پہ سب سے پہلا قہقہ ارزم شاہ نے لگاتے باقاعدہ تالیاں بجائیں تھیں۔۔زوریز شاہ دیوانوں کی طرح ہنستا اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کر رہا تھا، آج کافی دنوں بعد یوں فیملی کے ساتھ بیٹھ کے ہنسنے کا موقع مل رہا تھا۔مرحا شاہ ان سب کی باتوں پہ کانوں کو ہاتھ لگانے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی؟

ہماری نسل اصل میں تم دونوں نے برباد کی ہے! بے شرمی کی ایک حد ہوتی ہیں! گندی اولاد نے گندی نسل پال رکھی ہے!!۔۔۔عادل شاہ ان کی باتوں پہ سرخ پڑتے ھارون شاہ اور دریاب شاہ کی طرف دیکھ کے غصے سے چیختے ہوئے وہاں سے واک آؤٹ کر گئے۔۔دریاب شاہ اور ھارون شاہ نے اپنی کچھ دیر پہلے والی بے اختیاری پہ زبان دانتوں تلے دبائی تھی جبکہ زاویار شاہ ان دونوں کی اس عمر میں ہوئی بے عزتی پہ بلند قہقہ لگا رہے تھے۔۔

لالا یہ بتائیں واپس کب آرہے ہیں؟ ہم نے آپ لوگوں کی واپسی پہ یسریٰ اور یاور کے عقیقے کی بڑے پیمانے پہ سرمنی پلین کی ہے!۔۔۔ کچھ دیر یوں ہی ہنسنے کے بعد ارزم شاہ نے اچانک سے اس سے اسکی واپسی کی خبر لی تھی۔۔ یسریٰ اور یاور کے عقیقے کی چھوٹی سی سرمنی پہلے سے ہو چکی تھی جس میں صرف کچھ خاندان والے تھے باقی بڑی سرمنی کا انہوں نے ان کے آنے کے بعد پلین کیا تھا۔۔

یہی کوئی ایک ہفتے تک! ان شاءاللہ!!۔۔۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

ان شاءاللہ!۔۔۔۔۔۔۔ سب نے یک زبان ہوتے ان شاءاللہ دہرایا تھا۔ زوریز اب یسریٰ، یاور اور ازمیر کو اپنی طرف متوجہ کرتا ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا ساتھ ہی باقی سب کی باتوں کا بھی جواب دے رہا تھا۔۔

یہ دیکھو! یہ فراک میں نے ابھی کل ہی خریدا ہے! جس روز تم لوگ اسلامباد واپس آؤ گے! اسی روز رات کے وقت یسریٰ اور یاور کے عقیقے کی سرمنی ہو گی اور اس سے دو سے تین دنوں بعد ہماری شادی کے فنکشن شروع ہو جائیں گے!۔ میرال شاہ اسے اپنی تمام تر شاپنگ دیکھاتی چہکتے ہوئے پٹر پٹر بولتی جا رہی تھی اور وہ لبوں پہ مسکراہٹ سجائے اسے سنتا جا رہا تھا۔۔

تم ان دو سے تین دنوں میں شادی کی ساری شاپنگ کر لو گی؟۔۔۔ وہ ائیبرو اٹھا کے استفسار کرنے لگا۔

ہاں!! شاپنگ میں تو میں ایکسپرٹ ہوں اور تمہیں بھی شادی کے بعد اس کام میں ایکسپرٹ بنا دوں گی! اور ویسے بھی میں کافی برینڈڈ شاپس پہ جا کے بہت سے ڈریس دیکھ کے آئی ہوں! کچھ ڈریس ہولڈ بھی کروائے ہیں! باقی جب تم آؤ گے تو تم میرے کپڑے ڈیسائیڈ کرنا اور میں تمہارے کپڑے ڈیسائیڈ کروں گی!!۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ ایکسائیٹڈ انداز میں اسے پوری بات بتاتی ڈریسنگ ٹیبل کی چیئر پہ بیٹھی تھی۔

مطلب تم میرا کافی خرچہ کروانے والی ہو؟ آہہ۔۔۔ میجر خان مصنوعی آہہ بھرتے اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا۔

بہت زیادہ! سوچ سمجھ کے میرے ساتھ شاپنگ پہ جانا!!۔۔۔ میرال شاہ اسے آنکھ دبا کے بولتی اپنی تیکھی ناک چڑھاتے ہوئے دلفریب انداز میں بولی۔

اور ہاں! میجر میری بات سنو!!۔۔۔۔۔۔۔ ابھی میجر خان اسے کوئی جواب دیتی جب وہ کچھ یاد آنے پہ افراتفری میں اسے مخاطب کر گئی۔

آپ کو سننے کے لئے ہی تو زندہ ہیں میر و جان! حکم کریں!!۔۔۔۔ وہ سینے پہ ہاتھ رکھتا جان لیوا انداز میں گویا ہوا۔

ہاہاہا۔۔ وہ میں یہ کہہ رہی تھی ہم اپنی مہندی اور مایوں پہ کپل ڈانس کریں گے!! کتنا مزہ آئے گا نا؟۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ تالیاں بجاتے ہوئے خود کو داد دینے لگی۔

نہیں! تمہارا ہر روپ صرف میرے لئے ہو گا! ! سب کے سامنے کپل ڈانس کرنا ایک خانزادہ کی بیوی کو زیب نہیں دیتا میر و جان!!۔۔۔۔ وہ نرمی سے انکار کر گیا۔ اسے میر ال کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی لیکن وہ کوئی ہارش ریکشن دینے کی بجائے اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔

اوہو و! باہر مردوں کے سامنے تھوڑی کریں گے یار! صرف لاؤنج میں کریں گے! میری سب دوستوں نے مجھ سے ریکسوٹ کی ہے اور تم انکار نہیں کرو گے!!۔۔۔۔۔ وہ دھونس جمانے والے انداز میں بولی۔

امم!! اس پہ سوچا جا سکتا ہے! لیکن میں صرف تمہیں گھمانے کے علاوہ اور کوئی ڈانس موو نہیں لوں گا!!۔۔۔۔ میجر خان اسکی بات کا مان رکھتا اب اسے ساتھ ڈیل کر رہا تھا۔۔

ڈن!!!۔۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اسکے مان جانے پہ خوشی سے مسرور لہجے میں بولی۔

ایسا گھماؤ گا یاد رکھو گی! نکاح والی ملاقات بھی بھول جاؤ گی! جتنا تنگ تم نے مجھے ان تئیس دنوں میں اپنی اداؤں سے کیا ہے اتنا آج تک کسی نے نہیں کیا!!۔۔۔۔ میجر خان کا لہجہ ایک دم سے گھمبیر اور بوجھل ہوا تھا۔ انداز چیلنجنگ تھا۔ میر ال شاہ اس کی بات کا مطلب سمجھتی نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی۔

سب کے سامنے رومانس کرتے ہوئے شرم نہیں آئے گی تمہیں؟۔۔۔ میر ال شاہ آنکھیں ٹپٹپا کے استفسار کرنے لگی۔۔

ہاہاہا سب کے سامنے تو میں ہمیشہ کی طرح معصومیت کی اعلیٰ مثال قائم کروں گا! اصل میں تو تمہیں تب گھماؤ گا جب تم ہماری اکیلے میں ملاقات کا انتظام کرواؤ گی! افف! کیا حسین منظر ہو گا وہ جب تمہارے یہ قاتل ہونٹ میرے ہونٹوں میں قبض میرے رحم و کرم پہ ہوں گے! ! جس طرح سے تم نے ان دنوں میں اپنی گھائل کرتی اداؤں سے

میری سانسیں رکوائی ہیں اسی طرح سے میں تمہاری تمام تر سانسیں چراتا ہوا ایک ہی بار میں اپنا بدلہ اتاروں گا!۔۔۔

حاذق خان بے باکی سے جواب دیتا اسے آنکھ ونک کر گیا۔۔

ہاہاہا اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے میں ہماری اکیلے میں ملاقات کا انتظام کرواؤں گی سر تاج؟ بھول ہے تمہاری! ! غریب ہو تو "غریب تباہ دے "رہو زیادہ "محبوب تباہ دے" بننے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔وہ اپنی ہنسی روکتی لاپرواہی سے بولتی اپنے بال جھٹک گئی۔

ہاہاہاہا۔۔یونہی کوشش کرتی رہو شاید تم پشتو سیکھ جاؤ یا پشتو تمہیں سیکھ جائے لیکن ایک مہربانی ہے! " ہماری زبان کو زندہ رہنے دو اے حسن والو"!!۔۔۔میجر خان اسکے جواب پہ قہقہ لگاتے ہوئے اسے جواب دے رہا تھا، آخر کا جملہ گنگنانے والے انداز میں گایا تھا۔۔

ہاہاہا! تمہاری آواز گنگنانے میں کافی اچھی ہے! جانتے ہو میں نے تمہیں پہلی دفعہ ریز کی قوالی نائٹ پہ گنگناتے دیکھا تھا! افف کیا قوالی گائی تھی تم نے اور چھوٹے شاہ نے مل کے! !۔۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکی آواز کی کھل کے تعریف کرنے لگی۔

ڈیرہ مہربانی (بہت شکریہ!) میرو جان!۔۔۔وہ محبت سے لبریز لہجے میں اسکا شکریہ ادا کرنے لگا۔۔

کیا تمہارے لئے کوئی پختون گانا گنگناؤں؟۔۔۔وہ میرال کے مزید کچھ بولنے سے پہلے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے پیار سے پوچھنے لگا۔۔

یس پلیز!!؟۔۔۔۔۔میرال فوراً سے چہک کے بولی۔

میں جانتا ہوں تم مجھے بہت یاد کرتی ہو میرو جان! یہ گانا گنگنا کے اصل میں میں اپنے دل کو تمہاری تھوڑی بہت ملتی جلتی کیفیات بتانا چاہتا ہوں تاکہ وہ جلدی سے تمہارے پاس آنے کی تیاری پکڑے!۔۔۔۔حاذق خان اداسی سے بولتا اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔میرال شاہ نے بمشکل اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے روکا تھا، تو وہ جانتا تھا وہ اسے پل پل یاد کرتی ہے!

"زما پہ ذڑہ کے اوسہ

زما خائستہ جانانہ

تایاداؤوم جانانہ

مایاداواجانانہ)"2(

حازق خان نے گہری سانس بھرتے اسکے خوبصورت چہرے کو اپنی نگاہوں میں لئے پختون گانا گنگنانا شروع کیا تھا۔ میرال شاہ اسکی آواز میں سکون محسوس کرتی اپنی آنکھیں موندے اسے محسوس کرنے لگی۔ آنکھیں موندتے ہی ہر وہ پل نگاہوں کے سامنے لہرایا جب وہ دونوں ایک دوسرے کی سانسوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے۔۔

"بغیر کہ تامی جوندون

پیکہ پیکہ تیریگی

مسافرواوخواڑے

کورتہ رازہ جانانہ)"2(

میرال کو ان الفاظ کی سمجھ نہیں آرہی تھی لیکن پھر بھی بند آنکھوں میں آنسو جمع ہونا شروع ہوگئے۔۔وہ اس دوران حازق خان کو دیکھنے سے گریز برتتی صرف اسے سن رہی تھی۔۔

"وراز خولا بیاھوم خہ وی

پہ سہ مشخولہ یمہ

لکہ بے جالے مرغے

تیراوم شپہ جانانہ)" 2(

حازق خان کی خوبصورت آواز اسکے پورے کمرے میں سرکھیر رہی تھی۔ میرال شاہ کے آنسو اچانک سے اسکی بند آنکھوں سے پھسلتے عارضوں پہ گرے تھے، وہ اپنے چہرے سے کیمرہ ہٹاتی جلدی سے ٹشو پیپر پکڑتے ہوئے اپنے آنسو صاف کرنے لگی، اسکے دل کو عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی لیکن وہ اس پہ یہ بے چینی ظاہر کر کے اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔حازق خان جو اسکے آنسو دیکھ چکا تھا اسے خود پر سے کیمرہ ہٹاتے دیکھ کے وہ وہی پہ گانا گنگنانا بند کر گیا۔۔

ہیے میرو جان!!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے لہجے میں محبت اور پریشانی لئے اسے پکارا تھا۔

ہ۔۔ہمم!! اسکی اردو میں ٹرانسلیشن بھی کرونا! مجھے سمجھ نہیں آرہی!۔۔وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتی کیمرہ درست کرنے کی بجائے لہجے کو لاپرواہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔۔

پہلے تم میری طرف دیکھو! اسکی ٹرانسلیشن میں تمہارے پاس آکے کروں گا!!۔۔۔۔۔حازق خان بے تابی سے سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ اسے نظر نہیں آرہی تھی۔صرف کمرے کا بیڈ نظر آرہا تھا کیونکہ وہ کیمرہ ترچھا کر چکی تھی۔۔

سارے بہانے ہیں تمہارے! جو کام بولو تمہارا ایک ہی جواب ہے واپس آکے کروں گا!!۔۔۔۔وہ اپنے چہرے سے اچھے سے آنسو صاف کرتی کیمرہ خود کی طرف کرتے ہوئے مصنوعی روعب ڈالنے والے انداز میں بولی۔۔

تم روئی کیوں؟۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بے بسی سے سوال کرنے لگا۔

کب روئی ہوں؟ آنکھ میں پلک چلی گئی تھی تو بس وہی نکال رہی تھی!۔۔۔میرال شاہ نے مضبوط لہجے میں ہولے سے مسکرا کے بہانہ بنایا۔۔

مجھ سے جھوٹ بولو گی تو مار بھی کھاؤ گی! چلو اپنی ایک عدد رومانٹک ادا ہی دیکھا دو؟۔۔۔۔۔۔وہ اس کا موڈ چینج آپ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

ہاہاہا۔۔۔جب واپس آؤ گے تب دیکھاؤں گی!!۔۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کرتی اسی کے الفاظ اسے واپس لٹانے لگی۔۔ واپس آکے تو تمہیں اپنے سارے جلوے صرف میں دیکھاؤ گا میرو جان! ! تمہاری زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑا کے تمہاری بولتی اپنے انداز میں بند کروں گا!۔۔۔۔۔وہ بے باک ہوتا اپنے ہونٹ گول کرتے ہوئے اسے ہوائی کس دے رہا تھا۔۔میرال شاہ نے مسکرا کے اسکی کس اپنے ہاتھ سے کیچ کرتے اپنا یہی ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا کے اسے چومنے کے بعد اپنے دل پہ رکھا تھا۔اسکا یہ انداز کافی دلفریب تھا۔وہ ہمیشہ کی طرح اسکی اداؤں سے گھائل ہوتا اس میں کھونے لگا۔

ابھی صبح کے ناشتے کے بعد ہی ان دونوں کی حویلی میں سب سے بات ہوئی تھی، سب ان کی گڈ نیوز پہ کافی خوش نظر آ رہے تھے۔ آج جمعہ مبارک تھا۔۔ میجر شاہ ابھی چند منٹ پہلے ہی جمعہ کی نماز ادا کر کے گھر آیا تھا، اپنے کچھ ضروری کاغذات لئے اور مرحا کو رات کے کھانے میں کچھ خاص بنوانے کا کہہ کے گاڑی کی چابیاں لیتا باہر کی طرف بڑھ گیا میجر شاہ کو اسکے عہدے کی وجہ سے ہر کام کیلئے سرکاری ملازم مہیا کیے گئے تھے جن میں کک، مالی اور گارڈز شامل تھے ،وہ بہت جلدی میں تھا پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکا تھا رات ہونے سے پہلے اسے لکی مروت سے واپس آنا تھا کیونکہ وہ ایسی حالت میں مرحا کو زیادہ دیر اکیلے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔ جبکہ مرحا اسکی آدھی ادھوری کہی بات سمجھنے کیلئے پیچھے احتیاط سے بڑھی۔۔

ریز کہاں جا رہے ہو؟ اور کھانا کس کیلئے بنوانا ہے؟ کچھ بتاؤ تو۔۔۔ مرحا شاہ نے ناسمجھی سے ایک ساتھ سوال کئے تھے۔

یار بتایا تو تھا میری جان میں آج لکی مروت جا رہا ہوں یونٹ کے کسی کام سے اور دوسرا خان سے ملنے جانا ہے تاکہ اسے بتا سکوں میں اس سے پہلے باپ کے عہدے پہ فائز ہو چکا ہوں، واپسی پہ وہ میرے ساتھ آئے گا تو اس کیلئے اچھا سا ڈنر تیار کروانا، ہم رات تک آ جائیں گے اور اپنا خیال رکھنا، خبردار تم نے کچن میں گھسنے کی کوشش بھی کی تو!! رحیم چاچا (کک) کو بس ہدایت دینا کیا کیا بنانا ہے باقی وہ سب خود ہی دیکھ لے گا۔۔۔۔۔ میجر شاہ اسے تفصیل سے آگاہ کرتا پیار سے اپنے ساتھ لگائے اس کے سر پر بوسہ دینے کے بعد اپنی گاڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ پیچھے سے مرحا اسکی پشت کے ساتھ آ لگی تھی اور اپنے بازو اسکے پیٹ کے گرد حائل کر گی۔۔

پلیز جلدی واپس آنا ریز مجھے اس جگہ پہ اکیلے بہت ڈر لگتا ہے اور جب بھی تم کینٹ سے باہر نکلتے ہو میرا دل بہت گھبراتا ہے۔۔۔ وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لئے اس شخص سے التجا کر رہی تھی جو اسکی کل کائنات تھا جس کا وجود مرحا شاہ کیلئے اپنی سانسوں سے بھی زیادہ ضروری تھا مرحا شاہ کیلئے اسکی آنکھیں صرف ریز کے حسین چہرے کا طواف کرنے کیلئے بنائی گئی تھی اسکا دل صرف ریز سے محبت کرنے کیلئے بنایا گیا تھا اسکا جسم ریز کی روح بسانے کیلے جیسے بنایا گیا تھا مرحا شاہ کے جسم میں میجر سید زوریز شاہ روح کے جیسے تھا اور روح کے بغیر جسم مردہ تصور کیا جاتا ہے۔۔۔ جس طرح آنکھوں کیلئے نور ضروری ہے، دل کیلے دھڑکن اور جسم کیلئے روح بلکل اسی طرح ریز شاہ ضروری تھا مرحا شاہ کیلئے۔۔۔

وہ اسکی پشت کیساتھ لپٹی اپنے خدشات کا اظہار کر رہی تھی اور اسے جلدی لوٹنے کا بول رہی تھی ریز شاہ اسکی بات سن کر ہنسنے لگا وہ اسکی طرف مڑے بغیر اسکے ہاتھوں کو اپنے پیٹ سے ہٹا کر لبوں کے قریب کرتا دیوانہ وار بار بار چومنے لگا۔۔

اگر ایسے ہی ایلفی کی طرح چپکی رہو گی تو جاؤ گا کیسے شاہ ذادی؟ جلدی جاؤ گا تو جلدی واپس آؤ گا نہ اور پھر جلدی واپس آ کے تمھیں اپنی بے شرمی بھی دیکھانی ہے اور تھوڑی سی سیکھانی بھی ہے تم نالائق ہوتی جا رہی ہو اس معاملے میں!! پہلے ہی تمہاری نالائقی کی وجہ سے میں تم سے آگے ہوں تبھی تو فرسٹ پوزیشن لے کے اپنا ایک عدد بے شرم پیس تم میں ٹرانسفر کر چکا ہوں جو کہ کچھ ہی مہینوں میں اس دنیا میں آنا والا ہے،(وہ وجود جو ابھی صرف ایک خون کا لوتھڑا تھا، تخلیق کے مراحل میں تھا اور کچھ عرصے میں وہ کسی کی آنکھ کا اور جگر کا ٹکڑا بننے والا تھا اسکے وجود کا صرف سوچ کے ہی میجر شاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا جب وہ اس دنیا میں آئے گا تو میجر شاہ خوشی سے ہی پاگل ہو جائے گا،، اور اسی خوشی سے اسکا چہرہ اور آنکھیں چمک رہی تھی باپ بننے کا احساس کتنا خوبصورت ہوتا ہے اس وقت کوئی میجر شاہ سے پوچھتا)۔۔۔

پھر دو دو بے شرموں کو اپنی دھڑکنوں پہ قابض ہوتا دیکھ کے کیسے برداشت کرو گی؟؟ اسلئے میرا مشورہ ہے پہلے ہی بے شرم بن جاؤ۔۔۔ وہ اپنا رخ اسکی طرف موڑ کے بے باکی سے بولتا مرحا شاہ کو حیران کر گیا آواز آہستہ رکھی تھی تاکہ اس پاس کے گاڈز اسکی بے باک باتیں نہ سن لیں گارڈز باہر گیٹ پہ کھڑے تھے وہ ان کو دیکھ نہیں سکتے تھے ۔اسکی بات سن کر مرحا تیزی سے پیچھے ہٹی اور اپنے سر پہ دوپٹہ لے کے زوریز شاہ کے مقابل ہوتی آیت الکرسی پڑھ کر دم کرنے لگی!۔۔ دم کرنے کے بعد وہ اسکے قریب ہوتی اسکے یونیفارم کے کالر کو اپنی ایک ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کر دبی دبی آواز میں غرائی۔۔

بات سنو میری!! مجھے میجر کریک شاہ رات کو اپنے کمرے میں اپنی پوری بے شرمی پلس بے باکی سمیت چاہیئے نہیں تو تمہاری گردن مروڑ کے رکھ دوں گی۔۔۔۔ وہ اسکو تھوڑا سا اپنی طرف کھینچتی حکم صادر کرنے لگی اسکی بات سننے کے بعد میجر شاہ اپنا سر تسلیم خم کر گیا۔۔ میجر شاہ نے گہری سانس بھری تھی اگر اسے اس وقت جانے کی جلدی نہ ہوتی تو وہ کہاں اپنی شاہ ذادی کی اس پیش قدمی کے بعد اسے چھوڑ کے جاتا؟

جو حکم ملکہ عالیہ!! غلام حاضر ہو جائے گا۔۔۔میجر شاہ اب کی بار سینے پہ ہاتھ رکھتا دلفریب انداز میں بولا اور اسکے دل موہ لینے والے انداز پہ مرحا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔۔

اب جاؤ اجازت ہے ملکہ ؟۔۔۔وہ اس سے جانے کی اجازت لینے لگا۔

ہاں جاؤ! جلدی واپس آنا۔۔۔۔مرحا اداسی سے بولتی تھوڑا سا اوپر کی طرف اٹھتے ہوئے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی۔۔زوریز شاہ اسکے ہونٹوں کا نرم لمس محسوس کرتا اب کی دفعہ خود پر سے قابو کھوتے اسے کھینچتے ہوئے کونے کی طرف بڑھا تھا تاکہ کوئی گارڈ غلطی سے بھی انہیں دیکھ نہ پائے۔۔اسے نرمی سے دیوار کے ساتھ لگاتا وہ جھک کے شدت سے اسکے ہونٹوں پہ قابض ہوا تھا۔۔مرحا شاہ اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتی جلدی سے اسکی شرٹ کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔زوریز شاہ اسکی گردن پہ اپنا ہاتھ جمائے سر کو خم دیئے اس کے ہونٹوں پہ جھکا ان پہ اپنی شدتیں نچھاوڑ کر رہا تھا لیکن پھر اسکی طبیعت کا خیال کرتے جلدی سے انہیں نرمی سے چومتا اسکے ہونٹوں کو آزاد کر گیا۔۔مرحا شاہ نے اسکے سینے پہ سر ٹکاتے اپنی پھولتی سانسوں کو ہموار کیا تھا۔۔

اگر مزید ایک منٹ بھی یہاں رکا تو تمہاری جان مشکل میں ڈال دوں گا بے بی! اللہ حافظ۔۔۔اسے اپنے سینے میں بھینچ کے میجر شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

فی امان اللہ۔۔۔مرحا اپنے آنسو کو روکتے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔

دوپہر کے تقریباً ساڑھے تین بج رہے تھے جب میجر شاہ لکی مروت پہنچا تھا وہ سب سے پہلے اپنا ضروری کام نبٹانا چاہتا تھا جس کیلئے وہ آیا تھا اور میجر خان کو اپنے باپ بننے کی خبر بھی دینی تھی پھر اسکو لے کر بنوں روانہ ہونا تھا۔

میجر خان اپنے کمرے میں اوندھے منہ لیٹا شاید اپنی میر و جان سے بات کر رہا تھا جب میجر شاہ کمرے میں داخل ہوا۔۔

پیروں کی آہٹ کی آواز پہ میجر خان نے رخ موڑ کر دیکھا تو میجر شاہ اس کے بیڈ سے کچھ فاصلے پہ کھڑا تھا۔۔

شرم نہیں آتی کسی کی پرسنل باتیں سنتے ہوئے ؟؟۔۔۔میجر خان خفگی سے بولا تھا اسکو نہیں پتہ تھا وہ کب سے یہاں آیا تھا اور اسکی کتنی باتیں سن چکا تھا،، لیکن وہ تو ابھی ابھی آیا تھا اور صرف اسکے ایک دو جملے سن کے ہی کانوں کو ہاتھ لگایا گیا۔۔اتنا معصوم اور شریف دکھنے والا انسان اتنا بے شرم کیسے ہو سکتا تھا وہ بس سوچ کے ہی رہ گیا۔میرال شاہ

کیمرے میں انہیں واضح توڑ پہ دیکھتی زوریز شاہ کی اس اچانک آمد پہ سٹپٹائی تھی، صد شکر تھا وہ اس وقت اپنی بے باکی دیکھانے کی بجائے صرف میجر خان کی بے باک باتیں سننے پہ اکتفاء کر رہی تھی۔۔

میں تو ہوں ہی بے شرم! اور یہ بات سب کو پتہ ہے! تیری طرح ڈبل فیس نہیں ہوں، ویسے تو بڑا معصوم بنتا ہے لیکن آج پتہ چلا تیرے سے بڑا حرامی کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔وہ سائیڈ ٹیبل پر مٹھائی کا ڈبہ رکھتا میجر خان کی طرف بڑھ کے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔۔وہ آج کافی دنوں بعد مل رہے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے انکی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھی۔۔اس کے گلے لگتے میجر خان کا رخ فون کی طرف ہوا تھا، وہ اشارے سے ابھی کے لئے میرال کو کال بند کرنے کا کہہ رہا تھا۔۔میرال ان دونوں کو کچھ دیر تک دیکھتی رہی اور پھر دل پہ پتھر رکھتے ہوئے کال بند کر گئی

۔۔

تجھ سے تو کم ہی بے شرم ہوں اور میں ابھی بھی معصوم ہی ہوں۔۔سکرین آف ہونے کے بعد میجر خان میجر شاہ کے سینے پہ مکہ جھڑتے ہوئے اس سے الگ ہوا تھا۔۔

ہاں آج پتہ چل گیا ہے جتنا توں معصوم ہے۔۔۔میجر شاہ آگے بڑھتے ہوئے میجر خان کو جبڑے سے پکڑ کر اسکے منہ کا ہر زاویے سے معائنہ کرنے لگا۔۔

یہ چہرہ اور معصوم؟ ہونہہ!! منہ مومناں تے کرتوت کافراں۔۔۔ایک نظر بند موبائل کی طرف دیکھ کر وہ ایک پنجابی کا محاورہ بولتے ہوئے میجر خان کو اسکی اصلیت بتانے لگا۔

بکواس بند کر اور یہاں آنے کی وجہ بتا اور یہ مٹھائی کس خوشی میں؟؟۔۔۔۔میجر خان میجر شاہ کے یہاں اچانک آنے کے متعلق پوچھنے لگا۔۔

ہاں یونٹ کا ایک کام تھا اور دوسرا بتانا تھا میری پروموشن ہو گئی ہے اسی خوشی میں تجھے لینے آیا ہوں!۔۔۔۔اتنے دن ہو گئے ساتھ وقت گزارے سوچا ویک اینڈ ساتھ گزار لیتے ہیں۔۔

تیری پروموشن کب ہو گئی میری تو نہیں ہوئی؟ سارے مشن تو ہم دونوں نے مل کر سرانجام دیئے تھے، ہماری کارکردگی بھی سیم ہے ان تین ہفتوں میں توں نے ایسے کونسے تیر چلائے ہیں جو تیری پروموشن ہو گئی اور میری نہیں ہوئی؟؟۔۔۔۔میجر خان حیرانگی اور افسوس کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ میجر شاہ سے سوال کرنے لگا۔۔

پروموشن تو میری ہو گئی ہے اور اب میں تجھ سے سینئر ہوں اسلئے عزت سے پیش آنا،، اور جہاں تک رہی تیر چلانے کی بات وہ تو میں کب سے چلا رہا تھا بس نشانے پہ اب جا کے لگا ہے۔۔۔۔۔ میجر شاہ ہنستے ہوئے میجر خان کو سلگانے لگا۔۔

سیدھے منہ پھوٹ اور پوری بات بتا مٹھائی کس خوشی میں لایا ہے۔۔۔۔۔۔ اسے پہیلیاں بجھواتے دیکھ کے میجر خان اب اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔۔

ریلیکس یار غصہ نہ کر!! اتنی محنت سے تجھے چاچو بنایا ہے میں نے! تھوڑا تو خیال کر۔۔۔۔ میجر شاہ منہ پھولا کے مصنوعی معصومیت سے بولا تھا۔۔

چاچو مطلب؟؟؟۔۔۔ میجر خان نے نہ سمجھی سے پوچھا۔

مطلب میں بہت جلد اپنے پروڈکٹ کا باپ بننے والا ہوں! اور توں اسکا منافق چاچو!!۔۔۔۔ میجر شاہ نے خوشی سے پاگل ہوتے ہوئے میجر شاہ کو اپنی بات کا مطلب سمجھایا تھا۔۔۔ میجر خان اسکے منہ سے باپ بننے کا لفظ سنتے ہی زور سے اسکو سینے سے لگا گیا۔۔

کیسے سنبھالے گا اپنی اولاد؟ خدانخواستہ وہ تجھ سے زیادہ بے شرم ہوئی تو؟۔۔۔۔۔ حاذق خان نے شریر لہجے میں اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا۔

جس طرح میرا باپ بیچارا مجھے سنبھال رہا ہے میں بھی کوشش کروں گا ورنہ دور کھ کے لگاؤں گا!! ویسے بھی جب اسے پتا چلے گا اسکا باپ فوجی ہے تو وہ میری موجودگی سے تھر تھر کانپے گا!!۔۔۔۔ میجر شاہ نے ہنستے ہوئے اترا کے جواب دیا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔۔ بہت بہت مبارک ہو یار تجھے!! اللہ تعالیٰ یہ خوشی نصیب کرے آمین!!۔۔۔ حاذق خان اسکے لئے کافی خوش نظر آرہا تھا۔۔

ادھر ایسے مبارک باد نہیں لوں گا تجھے اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں۔۔ میجر شاہ اسکے سینے سے الگ ہوتا اسے اپنے ساتھ آنے کا کہنے لگا۔

نہیں یار میرے ابھی ادھر کرنے والے بہت سے کام ہیں!! اب تیرے ساتھ جاؤں گا پھر پرسوں واپس آؤں گا ایسے ہی فضول میں ٹائم ضائع ہو جائے گا اور ویسے بھی ہمارا ادھر ایک ہفتہ ہی رہ گیا ہے پھر اسکے بعد ساتھ ساتھ ہی ہونا ہے۔۔۔۔۔میجر خان گہری سانس بھرتے ہوئے اسے اپنی مصروفیات سے متعلق آگاہ کرنے لگا۔۔دل تو اسکا بھی بہت تھا اسکے ساتھ کچھ وقت گزارنے کو لیکن یہ کام۔۔ہائے۔۔

اچھا اب میرے ساتھ ٹائم گزارنا تجھے فضول لگ رہا ہے ابھی تو تیرا صرف نکاح ہوا ہے تو یہ حال ہے! شادی کے بعد تو تو مجھے گھاس بھی نہیں ڈالے گا۔۔۔۔میجر شاہ اسکے کندھے پہ مکا جڑتا مصنوعی غصے سے بولا۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے میری جان۔۔۔۔۔میجر خان اپنی صفائی دینے لگا۔

مجھے کچھ نہیں معلوم! مرحا ہمارا انتظار کر رہی ہے ہمیں جلدی نکلنا ہو گا!!اور موسم بھی خراب ہو رہا ہے میری بیوی پریشان ہو جائے گی۔۔۔میجر شاہ کا لہجہ ضدی تھا۔

اچھا یار چلتے ہیں مٹھائی تو چکھنے دے!!۔۔۔۔اسکی ضد کے آگے میجر خان نے ہتھیار ڈال دیئے اور ساتھ چلنے کیلے راضی ہو گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں جب نکلے تو تب ہلکی ہلکی بوندا باندی اور ہوا چلنا شروع ہو چکی تھی تھوڑی ہی مسافت طے کرنے کے بعد بارش نے اچانک سے زور پکڑا تھا اور ہوا طوفان کی صورت اختیار کر چکی تھی۔میجر خان اور میجر شاہ ایک گاڑی میں تھے جبکہ انکے پیچھے ایک گاڑی تھی جس میں پانچ سیکیورٹی اہلکار موجود تھے۔۔میجر خان اور میجر شاہ اس وقت اپنے مکمل آرمی یونیفارم میں ملبوس تھے۔۔ان دونوں کے وائرلیس فون بھی ان کے پاس تھے تاکہ ہنگامی صورتحال میں پیچھے رابطہ کیا جا سکے۔۔

جانِ تمنا۔۔قسط 123 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

"میرو جان میں بنوں کے لئے نکل رہا ہوں! شاہ ضد کر کے اپنے ساتھ لے کے جا رہا ہے! ان شاءاللہ وہاں جا کے کال کروں گا! خیال رکھنا" زمہ داستر گوتورہ "(میری آنکھوں کا نور)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نماز پڑھنے کے بعد جب

میر ال شاہ نے اپنا فون آن کیا تو سامنے ہی حاذق خان کے میسج کا نوٹیفکیشن دیکھ کے ہونٹوں پہ خوشگوار سی مسکراہٹ نے گھیرا کیا تھا۔ وہ جس روز سے اس سے دور گیا تھا وہ باقاعدگی سے نماز ادا کرنے کی کوشش کرتی تھی لیکن ناچاہتے ہوئے بھی کبھی کبھار فجر کی نماز چھوٹ جاتی۔۔ حاذق خان کی چیٹ کھول کے اس کا میسج پڑھنے کے بعد میر ال شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ وہ جب بھی سفر کی بات کیا کرتا تھا اسکا دل اسی وقت خوف کے ڈر سے دھڑکنے لگتا تھا۔

"محبوب تباہ دے" یہ تم نے آخر میں پشتو میں کیا لکھا ہے ماڑا؟ اسکا ترجمہ بتاؤ؟۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ ہمیشہ کی طرح اس پہ اپنی پریشانی ظاہر کرنے کی بجائے اپنا ازلی لاپرواہ انداز اپناتی اسے میسج سینڈ کر گئی۔ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا حاذق خان اسکا میسج پڑھتے زیر لب مسکرایا۔

اس کا ترجمہ میں تمہارے پاس آ کے تمہاری آنکھیں چوم کے تمہیں بتاؤں گا!۔۔۔ حاذق خان اپنے ساتھ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھے میجر شاہ سے نظر بچا کے میر ال شاہ کو میسج لکھ کے سینڈ کرتا موبائل اپنی گود میں رکھ گیا۔ وہ میسج سینڈ تو کر گیا تھا لیکن سگنل پرابلم کی وجہ سے اسکا میسج میر ال شاہ کو کافی لیٹ پہنچا تھا۔ وہ جو کب سے اسکے میسج کا انتظار کرتی اسکی چیٹ کھول کے بیٹھی تھی، اسکا میسج موصول ہوتے ہی اس نے منہ پھولایا تھا، وہ ہمیشہ یونہی کرتا تھا، اسے اپنے پشتو میں بولے گئے الفاظ کے مطلب نہیں بتاتا تھا۔۔

"خیریت سے جاؤ! وہاں جا کے اپنے پہنچنے کی اطلاع دے دینا! فی امان اللہ "۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ اداس دل سے یہ میسج ٹائپ کرتی اسے سینڈ کرنے کے بعد بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتی آنکھیں موند گئی۔۔

رکیں!! کہاں جا رہے ہیں؟۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کسی کو کال ملاتا فون کان سے لگائے کمرے سے باہر نکلنے ہی والا تھا جب اسے اپنے پیچھے سے گل کی آواز سنائی دی تھی۔ اسکی آواز پہ وہ فون کان سے ہٹا کے کال بند کرتا اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔

ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں! کیوں کیا ہوا؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے جواب دیتا ساتھ ہی سوال کرتے ہوئے اسکے چہرے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔ احان شاہ کو وہ اس وقت پریشان سی لگی تھی۔

لالا کا نمبر نہیں لگ رہا! میں کافی دیر سے کوشش کر رہی ہوں! مجھے پریشانی ہو رہی ہے!۔۔۔۔گلالئ ایک دفعہ پھر سے حاذق خان کا نمبر ملاتی احان شاہ کو اپنی پریشانی کی وجہ بتا رہی تھی۔

ابھی رات میں تو بات ہوئی تھی تمہاری اس سے!! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے! وہاں سگنل پرابلم ہو گی! وہ تمہیں کال بیک کر لے گا!۔۔۔احان شاہ نے اسے ریلکس کرنے کی کوشش کی تھی۔

اچھا رکو! میں اپنے فون سے ٹرائے کرتا ہوں!۔۔۔۔۔گلالئ کو ہنوز پریشان اور بے چین دیکھ کے وہ اسکے ہاتھ سے اسکا فون پکڑتا سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اب اپنے فون سے "خان" کا نمبر ملانے لگا۔۔احان شاہ نے کافی دفعہ کوشش کر کے دیکھ لی تھی لیکن کال نہیں لگ رہی تھی۔۔

دیکھ لیا! آپ کے فون سے بھی کال نہیں اٹھا رہے! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے!۔۔۔وہ بھیگی آواز میں بولی۔

یار اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے گل؟ ایسا اکثر اوقات ہوتا ہے جب ہم ریز یا خان کو کال کرتے ہیں وہاں سگنل پرابلم کرتے ہیں پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں خود ہی کال بیک کر لیتے ہیں! رات تک اسکی کال کا ویٹ کر لو! ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو گا!۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کے رب کرتا اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا جس پہ وہ نگاہیں جھکا کے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

مرحا اس وقت باتھ روم میں شاور لے رہی تھی جب باہر صوفے پہ پڑا اسکا فون بجنے لگا۔۔فون پہ اب تک چار کالز آ چکی تھی لیکن مجال تھی کوئی آگے سے فون اٹھاتا۔۔مرحا نے فون بجنے کی آواز نہیں سنی تھی کیونکہ اندر پانی کا شور تھا، شاید کال کرنے والا کسی ایمرجنسی میں تھا تبھی وہ بار بار کالز کئے جا رہا تھا۔۔

تقریبا بیس منٹ کے بعد مرحا باتھروم سے باہر نکلی تو اسکا فون ایک دفعہ پھر سے بجنا شروع ہو گیا مرحا تیزی سے موبائل کی طرف بڑھی تھی اسے لگا شاید ریز کی کال ہو لیکن جب نمبر دیکھا تو وہ ہاسپٹل کے ایک سینئر ڈاکٹر کا تھا۔۔

مرحا جلدی سے یس کر کے فون کان کو لگا گئی۔۔

اسلام علیکم!!!شکر ہے مسز شاہ!! آپ نے کال اٹھائی!! میں کب سے آپ کو کالز کر رہا تھا وہ دراصل آج میرے وارڈ کے دو جونیئر ڈاکٹرز اپنے کسی ذاتی مسئلے کی وجہ سے چھٹی پہ ہیں ایک مریض کی حالت سیریس ہے اسے آج ہی آپریٹ

کرنا ہے ورنہ وہ جان سے چلا جائے گا مجھے اس سب میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیا آپ ایک گھنٹے کیلئے ہاسپٹل آ سکتی ہیں؟۔۔۔ سینئر ڈاکٹر مرحا شاہ کی سنے بغیر اپنے فون کرنے کا مقصد بتانے لگا۔

جی ٹھیک ہے سر!! میں زوریز کو انفارم کرلوں پھر میں بیس منٹ میں ہاسپٹل پہنچتی ہوں۔۔ مرحا نے ان کی بات تحمل سے سنتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

آل رائٹ!!۔۔۔ جلدی آنے کا کہہ کے ڈاکٹر فون رکھ گیا۔۔

باہر بہت تیز بارش ہو رہی تھی مرحا نے جلدی سے اپنے بال سمیٹ کے کپڑے بدلنے کی غرض سے ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ اپنا فون اٹھا کے ریز کو کال کرنے لگی۔

میجر شاہ اور میجر خان کو لکی مروت سے نکلے تقریباً تیس سے پینتیس منٹ ہو چکے تھے۔۔

خان تھوڑی سپیڈ آہستہ کرلے! بارش بہت تیز ہے اور دھیان سے گاڑی چلا!! مجھے بھری جوانی میں مرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ تجھے مرنا ہے تو فرصت سے مر لینا۔ لیکن مہربانی فرما کر مجھے سائیڈ پہ پہلے ہی اتار دینا!!۔۔۔ میجر شاہ جان بوجھ کے اسے تنگ کرنے لگا حالانکہ وہ تو بہت احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

اور ہاں!!! اپنی منکوحہ کے خیالات سے باہر نکل کے ہوش کی دنیا میں لوٹ آئیں خان صاحب!!۔۔۔۔ وہ کافی دیر سے میجر خان کا دھیمہ دھیمہ مسکرانا نوٹ کر رہا تھا۔۔ میجر خان شاید اپنی میرو جان کی بے باک باتوں کو یاد کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا تبھی تو میجر شاہ اسکی مسکراہٹ پہ چوٹ کرنے لگا، میجر شاہ کی بات سن کر میجر خان چونک کر حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا اور پھر سوالیہ نظروں سے خود کو فرنٹ مرر میں دیکھا بھلا وہ کب مسکرایا تھا؟؟ (محبت میں اکثر ایسا ہوتا ہے جب انسان اپنے دماغ میں من پسند شخص کا تصور کرتا ہے تو اسکے جسم کا ہر اعضاء باغی ہو جاتا ہے، آنکھیں اس شخص کے دیدار کے تعاقب میں نکل پڑتی ہے، لب اپنے آپ مسکرانے لگ جاتے ہیں، دل سینے سے باہر نکلنے کو بیتاب ہو جاتا ہے، پاؤں خود بخود اسکی جانب بڑھنے لگ جاتے ہیں، ہاتھ اسے چھونے کیلئے بے قرار ہو جاتے ہیں ،روح اس سے ملنے کو تڑپنے لگ جاتی ہے اور کان کسی دوسری آواز کو سننا خود پہ حرام کر لیتے ہیں،، ان سب اعضاء کا باغی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے،، لیکن ان سب میں ناک کا کیا کام ہے؟؟ اس معاملے میں وہ بھی پیچھے نہیں ہے اسکو بھی

محبوب کے جسم کی خوشبو کے علاوہ کوئی خوشبو اچھی ہی نہیں لگتی،،،،،اور اس سب میں محبت میں مبتلا انسان کا کوئی قصور نہیں ہوتا ہے وہ تو بے بس ہوتا ہے، کیونکہ محبت اچھے بھلے انسان کا بیڑہ غرق کر دیتی ہے، بے بس کر دیتی ہے۔۔)

اس سے پہلے میجر خان اس کے طنز کا جواب دیتا جب اچانک سے میجر شاہ کا فون بجنے لگا اس نے فون پس کر کے کان سے لگایا۔

ہیلو ہاں مرحا!!! ہم واپس آرہے ہیں راستے میں ہیں تم پریشان مت ہونا!!۔۔۔میجر شاہ کے مزید کچھ بولنے یا مرحا کو سننے سے پہلے ہی کال کٹ گی یہاں سگنلز کا کافی مسئلہ تھا، میجر شاہ نے کال بیک کی لیکن نمبر مصروف جارہا تھا۔۔مرحا شاید اسے ہی کال کر رہی تھی۔۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے فون بجا لیکن اس دفعہ اٹھانے کا حکم ہی نہیں تھا۔۔

میجر شاہ ابھی اپنا فون اٹھاتا جب اسکو سامنے ایک سائیڈ سے وین نکلتی دیکھائی دی اور کچھ گڑبڑ سی محسوس ہوئی تھی۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس وین میں موجود نقاب پوش افراد نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔۔انھوں نے سب سے پہلے انکی گاڑی کے ٹائرز کو نشانہ بنایا تھا گولیاں ٹائرز پر لگنے کی وجہ سے گاڑی آؤٹ آف کنٹرول ہوتی سڑک کے قریب سائیڈ پہ پڑے پتھر سے ٹکرائی تھی۔یہ سب اچانک سے ہوا تھا، سیکیورٹی اہلکاروں نے بھی اس اچانک سے ہونے والے حملے پر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔۔

پتھر سے گاڑی ٹکرانے کی وجہ سے میجر شاہ کا فون اسکے ہاتھ سے چھوٹا نیچے گاڑی میں گر گیا اس نے سیٹ بیلٹ نہیں باندھی تھی۔۔

معاملہ خراب ہے! ہمیں جلدی سے اپنی پوزیشن لینی ہے!!۔۔۔وہ ڈیش بورڈ سے اپنا پسٹل نکالتا میجر خان سے مخاطب ہوتے اسکی طرف دیکھے بغیر تیزی سے گاڑی سے نکل کر پیچھے پتھر کے ساتھ پوزیشن لینے کیلئے بڑھا ہی تھا جب ایک سنسناتی گولی اسکی ران پہ لگی تھی جس کی وجہ سے اسکی رفتار میں کمی آئی لیکن وہ ہمت کر کے پتھر کے ساتھ ہو گیا۔اس اچانک افتاد پہ وہ سب افراد تفری کا شکار ہوئے تھے، میجر شاہ کو پوزیشن لے کے اس ساری صورتحال کو کور کرنا تھا، وہ نہیں جانتا تھا گاڑی ٹکرانے کی وجہ سے میجر خان کا منہ یکدم اسٹیرنگ پہ لگنے کی وجہ سے اسکے ناک سے خون بہہ رہا ہے، میجر خان نے سیٹ بیلٹ باندھ رکھی تھی، حملہ اسکی سائیڈ سے ہوا تھا وہ گولیوں سے بچنے کیلئے اپنا سر

نیچے جھکائے سیٹ بیلٹ کھولنے کی کوشش کرنے لگا تاکہ میجر شاہ والی سائیڈ سے نکل سکے لیکن سیٹ بیلٹ نہیں کھل رہا تھا وہ باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا شاید وہ پھنس چکا تھا۔

وہ ابھی تک گاڑی سے باہر نہیں نکلا تھا،، جب اچانک ہر طرف دھواں ہی دھواں ہو گیا شاید ان افراد نے سموک گرینیڈز پھینکے تھے تاکہ ان لوگوں کو کچھ دیکھائی نہ دیں اور ان کا زیادہ سے زیادہ نقصان کیا جائے سکے، سیکیورٹی اہلکار تھوڑے فاصلے پر تھے گاڑی کی اوٹ پیچھے۔۔۔ گولیوں کی آوازیں ہر طرف گونج رہی تھی دو سیکیورٹی اہلکار شدید زخمی ہو چکے تھے لیکن جوابی فائرنگ پھر بھی کر رہے تھے یہ لوگ تعداد میں کم تھے اور وہ تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ان پر بھاری پڑ رہے تھے،، وہ غیر ملکی دہشت گرد معلوم ہوتے تھے وہ مکمل پلینگ اور تیاری کے ساتھ آئے تھے انکے پاس بھاری مقدار میں گولہ بارود اور اسلحہ تھا انکے پاس مہنگی اور جدید گنز تھیں۔

تھوڑی دیر جب گزر گئی اور خان گاڑی سے نکل کر ابھی تک میجر شاہ کے پاس نہیں پہنچا تھا اور کہیں اور بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا تو میجر شاہ کو اسکی فکر ستانے لگی وہ تھوڑا سا آگے ہوتے ہوئے گاڑی کی طرف دیکھنے لگا جس میں میجر خان اور وہ سوار تھے وہ ابھی تک باہر کیوں نہیں آیا تھا؟؟ گاڑی میں کیا کر رہا تھا؟؟ سموک کی وجہ سے کچھ صاف دیکھائی نہیں دے رہا تھا ابھی میجر شاہ کی نظریں خان کو ڈھونڈنے میں مصروف تھی جب اچانک گاڑی میں ایک زور دار بلاسٹ ہوا تھا۔۔

بلاسٹ میں بہت زیادہ مقدار میں بارودی مواد استعمال کیا گیا تھا جسکی وجہ سے پوری گاڑی اپنی جگہ سے ہل کے رہ گی بلاسٹ اتنا زور دار تھا کہ گاڑی کے شیشوں کے کانچ اڑ کے میجر شاہ کے منہ پہ آ لگے اور اسکا چہرہ زخمی کر گئے جبکہ میجر شاہ کی آنکھیں اسی منظر پہ ٹھہر گئی تھی اسکی آنکھوں کے سامنے پوری گاڑی تباہ ہو گئی تھی اور میجر خان کا کہیں نام و نشان نہیں تھا اسکا مطلب وہ گاڑی سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو پایا تھا؟؟ اگر وہ نکل آتا تو اسے ضرور کہیں دیکھائی دیتا لیکن وہ یہاں کہیں بھی نہیں تھا۔۔

خان!!! خان تم کہاں ہو!! خان تم ٹھیک ہو؟ خان مجھے جواب دو!!! تم مجھے سن رہے ہو؟؟۔۔۔ وہ حلق کے بل چلاتا ہوا اسے آوازیں دینے لگا، لیکن دوسری طرف مکمل خاموشی تھی اسکی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا،، دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آنے پر میجر شاہ کا دماغ اس وقت اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو رہا تھا وہ زور سے

اپنی آنکھیں میچ گیا صرف اس خوش فہمی میں کہ جب وہ اپنی آنکھیں کھولے گا تو سارا منظر بدلا ہوا ہو گا جیسے یہ کوئی ڈراؤنا خواب تھا اور آنکھیں کھلتے ہی وہ اس حادثے کی کیفیت سے نکل آئے گا، لیکن ایسا کچھ نہیں ہونے والا تھا کیونکہ یہ خواب نہیں یہ سب حقیقت تھا۔۔ ایک ایسا سچ تھا جسے ماننے سے وہ انکاری ہو رہا تھا، اپنی زندگی کا اتنا بڑا نقصان کر بیٹھا تھا، سب سے قیمتی دوست کو اس نے صرف چند لمحوں میں کھو دیا تھا۔۔

ان چند لمحوں نے اتنے سال پرانے تعلق کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا اور ان چند لمحوں میں ہی اسکا دوست اس سے چھین لیا گیا تھا، میجر خان کے بارے میں سوچتے ہی میجر شاہ کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی وہ اس سب میں خود کو ملامت کرنے لگا وہ کیوں گاڑی سے اکیلا نکل آیا تھا؟ اسے اپنے ساتھ لے کر کیوں نہیں نکلا؟ وہ اگر نہیں نکل پا رہا تھا وہ اسکی مدد کیلئے کیوں نہ جا سکا؟ شاید وہ میری مدد کیلئے منتظر تھا؟ کہ میرا دوست مجھے گاڑی سے نکالے گا، میں کیوں اس کے پاس وقت پہ نہیں پہنچا؟۔۔۔۔ میجر شاہ اذیت سے چلاتے ہوئے اس سب کا خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہا تھا جیسے ساری غلطی اسکی تھی وہ یہ سب سوچتے ہوئے زور سے اپنی زخمی ران کو مٹھی میں جکڑ کر دبانے لگا جس سے اسکی تکلیف میں مزید اضافہ ہوا۔۔ بارش میں وہ مکمل طور پر بھیگ چکا تھا اسکے چہرے پہ کانچ لگنے کی وجہ سے آئے زخموں میں سے خون لکیروں کی صورت میں بہہ رہا تھا۔۔ اسکا چہرہ آنسوؤں اور بارش کے قطروں سے تر تھا اتنے بڑے نقصان کے بعد وہ زندہ کیوں تھا؟؟ اسے بھی مر جانا چاہیے تھا یا ان ہاتھوں کو کٹ جانا چاہیے تھا جنہوں نے اس سے اسکا دوست چھین لیا تھا یہ سب سوچتے ہوئے ایک دم اسکی آنکھیں غصے سے لال ہو گی اب میجر شاہ نے تب تک نہیں رکنا تھا جب تک ان سب افراد کو جہنم رسید نہیں کروانا تھا۔۔

تم تینوں ایسے ہی پاگل بن رہی ہو! ریز سے صبح ہم سب کی بات ہوئی ہے اور میجر سے میری کچھ گھنٹہ پہلے بات ہوئی تھی، وہ دونوں بنوں جا رہے تھے! سگنلز پرابلم کر رہے تھے! رات میں وہاں پہنچ کے کال کریں گے!۔۔۔۔۔۔

میر ال شاہ جس کا خود دل گھبرا رہا تھا خود کو مضبوط ظاہر کرتی ذائشہ خان، گل، اور ایزل کو ڈپٹنے لگی جو پریشانی سے کبھی چکر لگاتیں تو کبھی بیٹھ جاتیں۔۔

بچیوں یوں پریشان ہو کے بیٹھنے سے بہتر ہے! قرآن خانی کر لو!۔۔۔سب لڑکیوں کو پریشانی سے لاؤنج میں گھومتے دیکھ کے زرتاج اماں بالآخر بول اٹھیں۔۔

ہاں اماں ٹھیک بول رہی ہیں! ہم قرآن خانی کر لیتے ہیں! ۔۔۔۔۔ایزل ان کی بات سے متفق ہوئی تھی۔باقی سب بھی ہاں میں سر ہلاتی وضو کرنے کی نیت سے یہاں سے جا چکی تھیں۔زہرہ مام،زرتاج اماں اور شاہ بی بی تسبیح کر رہی تھیں جبکہ ھارون شاہ اور دریاب شاہ نے آج صبح ہی کافی بکروں کو زبح کرواتے سب کا صدقہ نکالا تھا تاکہ ہر آنے والی پریشانی یا مصیبت ٹل جائے۔

تم بھی نا ذی بے بی! اس میں رونے والی کیا بات ہے؟اچھی بات ہے میرا سالا فون نہیں اٹھا رہا! وہ شاید ہمیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا! تم ایسا کرو اسکے حصے کی باتیں بھی میرے ساتھ کر لو!!۔۔ارزم شاہ اسے اپنے سینے میں بھینچتا اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے شریر لہجے میں گویا ہوا۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے لاؤنج سے گزر رہا تھا جب اسے ذائشہ روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جاتی دیکھائی دی تھی،وہ اوپر جانے کی بجائے پریشانی سے اسکی طرف بڑھ آیا۔۔وجہ پوچھنے پہ معلوم ہوا تھا میڈیم اپنے لالا کے فون نہ اٹھانے پہ پریشان ہیں۔

ہر بات مذاق کی نہیں ہوتی! میرا واقعی دل گھبرا رہا ہے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے شریر لہجے میں وہ مزید روتی اس سے فاصلے پہ ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا۔

ہاں صحیح بول رہی ہو! ہر بات مذاق کی نہیں ہوتی! کچھ باتیں میری طرح رومانٹک اور تمہاری طرح ان رومانٹک بھی ہوتی ہیں؟۔۔۔وہ اپنی چہرہ اس پہ جھکا کے گھمبیر لہجے میں بولتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک ملاتے اسکا دھیان بٹانے لگا۔اسکا رونا ارزم شاہ کو ہمیشہ بے چین کرتا تھا۔۔

پیچھے ہٹیں! آپ کو کچھ بتانا ہی فضول ہے!!۔۔۔۔۔اسے موڈ تبدیل کرتے دیکھ کے وہ خفگی سے بولتی اپنی پوری قوت سے اس سے فاصلے پہ ہونے کی کوشش کرتی اپنے آنسو بے دردی سے صاف کرنے لگی۔۔

اچھا سوری!! رونا تو بند کرو یار! پیاری لڑکیوں کی آنکھوں میں آنسو کتنے گندے لگتے ہیں،، کبھی خود کو روتے ہوئے آئینے میں دیکھ کے نوٹ کرنا!!۔۔۔۔۔۔ اسے خفا ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ شرافت سے سوری کہتا اسے پیار سے گلے سے لگاتے ہوئے بولا۔۔

مجھے سب کے ساتھ قرآن خانی کرنی ہے! میں یہاں وضو کرنے آئی تھی!۔۔۔۔ کچھ دیر تک خاموشی سے اسکے حصار میں سکون پاتی ذائشہ خان مدھم آواز میں بولی۔۔

او کے بے بی کر لو اور ہماری رخصتی کی دعا مانگنا مت بھولنا!!۔۔۔۔۔ اسے نرمی سے خود سے الگ کرتا وہ اسکی آنکھیں چومتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے ہولے سے ہنستا اسے آنکھ ونک کرتا وہاں سے چلا گیا۔ وہ اس وقت قرآن پڑھنا چاہتی تھی، اسی لئے اسے مزید تنگ کرنا اسے مناسب نہ لگا۔ اسکی ہمیشہ والی بے باک بات پہ ذائشہ خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ تاصف سے نفی میں سر ہلاتی باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔

مرحا بار بار ریز کو کال کر رہی تھی پہلے تو نمبر آن تھا لیکن کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا پھر اچانک نمبر بند ہو گیا مرحا پریشانی میں بار بار کالز کئے جا رہی تھی کہ شاید اب کی بار وہ کال اٹھا لے۔۔ میجر شاہ اپنے کام کی نوعیت کی وجہ سے نمبر کبھی آف نہیں کرتا تھا مرحا نے اسکا جلدی سے دوسرا نمبر ملایا لیکن یہ نمبر بھی بند جا رہا تھا۔۔

باہر موسم کافی اچھا اور ٹھنڈا تھا لیکن مرحا کو پھر بھی پسینہ آ رہا تھا اور ایک عجیب سی گھٹن اور گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔۔ کیا یہ گھبراہٹ کسی برے وقت کا عندیہ تو نہیں تھی؟؟ کہیں کچھ برا تو نہیں ہونے والا تھا؟؟۔۔

ریز کہہ رہا تھا ادھر سگنلز کا کافی پرابلم ہے شاید اسلئے نمبر آف ہے۔۔۔ یہ سوچتی وہ تیزی سے اپنے خیالات جھٹک گئی کیونکہ وہ اسکے ساتھ کچھ بھی برا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی ابھی وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ایک دفعہ پھر سے ہاسپٹل سے کال آئی۔۔ اس نے جلدی سے کال پک کی۔

یس سر!! میں بس نکل رہی ہوں آپ فکر نہ کریں میں ٹائم پر پہنچ جاؤ گی!!۔۔۔ یہ کہہ کر وہ فون رکھ گی اور باہر کچن میں موجود رحیم چاچا کو آواز لگائی۔۔

چاچاڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا بولیں! مجھے ایک گھنٹے کیلئے ہاسپٹل جانا ہے۔۔۔۔ مرحا کی بات سنتے ہی رحیم چاچا ہاں میں سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھ گئے تا کہ ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا بول سکیں۔

مقابلہ ابھی تک جاری تھا،، فائرنگ کا تبادلہ دونوں جانب سے کیا جارہا تھا میجر شاہ اپنے ران کے زخم کو نظر انداز کرتا ایک دفعہ پھر پتھر کے پیچھے سے سارا منظر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا تا کہ انکی پوزیشن اور تعداد معلوم کی جاسکے وہ لوگ سڑک کی دوسری سائیڈ پہ تھے اور دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے کچھ لوگ وین کے پیچھے تھے اور باقی نیچے لیٹ کے اپنی پوزیشن لئے ہوئے تھے میجر شاہ نے اس جگہ پہ بیٹھے ہوئے اپنے پسٹل سے ایک لیٹے ہوئے شخص کا نشانہ لیا، نشانہ بالکل درست تھا، گولی سیدھی اسکے دماغ میں جا لگی اور وہ ہلاک ہو گیا۔۔ میجر شاہ نے اپنے پسٹل کی ساری گولیاں استعمال کر دیں تھی لیکن صرف ایک شخص کو ہلاک کر سکا اور ایک کو زخمی، اسکے کے پاس گولیاں ختم ہو گئی تھی اور اب اسے ایک عدد گن کی ضرورت تھی۔۔

میجر شاہ نے نیچے زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے اس گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کی تھی جس کے پیچھے سیکیورٹی اہلکار موجود تھے تا کہ ان سے گن لیکر جوابی کاروائی کر سکے۔ ادھر دوسری طرف جب دہشتگردوں کو پتھر کے پیچھے سے گولیاں نکلتی دیکھائی دی اور انہی گولیوں کی وجہ سے انکا ایک بندہ ہلاک ہو چکا تھا ان کو اب معلوم ہو گیا تھا کہ پتھر کے پیچھے بھی کوئی ہے جو ان پر چھپ کر وار کر رہا ہے ان میں سے ایک آدمی نے تیزی سے پن نکال کے پتھر کی جانب دو دستی بم پھینکے تا کہ پتھر کے پیچھے جو بھی ہے وہ وہی ہلاک ہو جائے۔ لیکن میجر شاہ ان کے بم پھینکنے سے پہلے ہی اس جگہ سے نکل چکا تھا۔ کافی محنت کے بعد بالآخر وہ گاڑی تک پہنچ آیا اور آتے ہی زخمی اہلکاروں کا حوصلہ بڑھانے لگا اور انہیں ہمت دینے لگا حالانکہ جتنا نقصان اس نے اٹھایا تھا اس حملے میں اس ساری ہمت کی اسے ضرورت تھی لیکن اسکو ہمت اور حوصلہ دینے والا یہاں موجود نہیں تھا یہ سب کچھ سوچتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا لیکن یہ وقت اپنا غم منانے کا نہیں تھا بلکہ جرآت اور دلیری کا مظاہرہ کر کے دشمن کو خاک میں ملانے تھا اور یہی جذبہ تو جوانوں کو طوفانوں سے بھی لڑ جانے کا حوصلہ دیتا ہے، پھر اگر لڑتے لڑتے موت آجائے اور موت بھی اتنی خوبصورت "شہادت کی موت" پھر ایک جوان کو اس سے زیادہ کیا چاہیئے ہوتا ہے؟ یونہی تو نہیں شیر دل جوان

میدان جنگ میں اپنے وطن کی حفاظت کے لیے اپنا آپ قربان کر دیتے ان کو طلب ہوتی ہے شہادت کی موت کی۔۔ انکو طلب ہوتی ہے انکے خون سے بھرے وجود کو پرچم میں لپیٹا جائے۔۔ انکو طلب ہوتی ہے چھ کندھوں پہ انکے جسد خاکی کو اٹھائے جائے۔۔ انکو طلب ہوتی ہے جب انکو قبر میں اتارا جائے تو انکے سر پر سبز ہلالی پرچم لہرایا جائے۔۔ تو پھر جنون کی حد تک شہادت مانگنے والا انسان کیا کبھی موت سے ڈر سکتا ہے؟؟

مرحا تقریباً پندرہ منٹ میں ہاسپٹل پہنچ چکی تھی اور ان پندرہ منٹوں میں وہ مسلسل ریز کے بارے میں سوچتی رہی پتہ نہیں کیوں آج اس پہ ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، پھر وہ یہ کہہ کر خود کو تسلی دینے لگی کہ شاید اسکی یہ حالت پریگننینسی کی وجہ سے ہو رہی ہے ابھی وہ خود کو تسلیاں دینے میں ہی مصروف تھی جب اچانک ڈاکٹر کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔۔

مسز شاہ!! جلدی آجائیں!! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔۔

جی سر میں بس آپ ہی کی طرف آرہی تھی۔۔ وہ ڈاکٹر کی پکار کا جواب دیتی آپریشن تھیٹر کی جانب بڑھ گی۔

میجر شاہ اب سیکیورٹی اہلکاروں سے مخاطب تھا کہ ان کو دو دو لوگ ہو کے الگ الگ پوزیشن لینی ہے تاکہ تین مختلف جگہوں سے فائرنگ کر کے دشمن کو کنفیوز کیا جاسکے ان کو جلد از جلد انجام تک پہنچایا جاسکے ان کے پاس اب گولیوں کی مقدار کم تھی اور ایک ایک گولی سوچ سمجھ کے چلانی تھی۔ اور انہیں گولیوں سے تب تک مقابلہ کرنا تھا جب تک پیچھے سے مدد نہیں آجاتی تھی، اہلکاروں کو سمجھانے کے بعد میجر شاہ نے تیزی سے اپنے یونیفارم کی جیب میں ہاتھ ڈال کے اپنا وائرلیس فون نکال کر DC office کی مروت مدد کیلئے رابطہ کیا۔۔

ہیلو!! ہیلو!! میجر سید زوریز ہارون شاہ سپیکنگ!!۔۔۔

یس سر!! میں آپ کو سن سکتا ہوں بولیں!! دوسری طرف آپریٹنگ روم سے جواب آیا۔۔۔

ہمیں مدد کی ضرورت ہے ہم پہ دہشتگردوں نے حملہ کر دیا اور ہم اس وقت DI Khan روڈ پہ ہیں!! ہمارے پاس اس وقت ان سے مقابلہ کرنے کیلئے گولیاں اور نفری کم ہے وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور ہم زیادہ دیر تک انکو نہیں روک

سکیں گیں اس لئے جلد از جلد ہمیں مدد بھیجی جائے۔۔۔میجر شاہ جلدی سے اسے صورتحال سے آگاہ کرتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔۔

اوکے سر!! ہم ابھی آپ تک مدد پہنچاتے ہیں۔۔میجر اسکا جواب سن کر وائرلیس فون جیب میں ڈال گیا۔۔لکی مروت اور حملے والی جگہ کا فاصلہ آدھے گھنٹے کا تھا مطلب مدد آنے میں ٹائم لگ جانا تھا۔۔

اسلام علیکم سر!!۔۔۔

وعلیکم السلام میجر عزیر!! خیریت تو ہے اتنے پریشان کیوں ہو؟۔۔۔کرنل صاحب میجر عزیر کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر وجہ پوچھنے لگے۔۔

خیریت نہیں ہے سر!! میجر حازق خان اور میجر زوریز شاہ کی گاڑی پہ حملہ ہو گیا ہے وہ لوگ بنوں جا رہے تھے اور اس وقت وہ ڈی آئی خان روڈ پر موجود ہیں! ان میں سے کچھ اہلکار زخمی ہو گئے ہیں، ان کو اس وقت ہماری مدد کی ضرورت ہے۔۔میجر عزیر بنا وقت ضائع کئے ایک ہی سانس میں پوری کہانی سنا گیا، کرنل صاحب اسکی بات سن کر شوکڈ رہے گئے۔۔

کیا؟اور کب ہوا یہ سب؟؟اور آپ ابھی تک ادھر ہیں فور آسے پہلے مدد بھیجی جائے۔۔۔کرنل صاحب نے حیرانگی کا اظہار کرتے میجر ضرار کو ہدایت دی اور پھر کچھ ہی منٹوں میں نا جانے کتنی ہی سیکیورٹی فورس کی گاڑیاں اور اہلکار مدد کیلئے روانہ کر دیئے گئے۔۔

اب میجر شاہ کو مدد آنے تک دشمن کو روک کے رکھنا تھا تا کہ مزید قیمتی جانوں کا ضیائع ہونے سے بچ جائے۔میجر شاہ نے تھوڑا سا آگے کو ہوتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر سیٹ کے نیچے سے ایک کپڑا نکالا اس کپڑے کو لیکر اپنی زخمی ران پر زور سے باندھ دیا تا کہ زخم سے مزید خون نہ نکلے وہ اس وقت بہت تکلیف میں تھا لیکن یہ وقت تکلیف پہ رونے کا نہیں بہادری کا مظاہرہ کرنے کا تھا۔۔وہ اپنی ران پہ پٹی باندھنے کے بعد اپنی گن لوڈ کرنے لگا۔۔پلین کے مطابق دو دو لوگ ہو کر پوزیشن لینے والے تھے۔۔دونوں زخمی اہلکار ادھر ہی گاڑی کے پیچھے رہیں گے کیونکہ وہ کسی دوسری

جگہ جانے سے قاصر تھے، دولوگ سڑک کی دوسری طرف سے درختوں کے پیچھے سے لیٹ کر حملہ کریں گیں۔ جبکہ میجر شاہ اور ایک اہلکار اپنی ہی گاڑی جو کہ بلاسٹ سے تباہ ہو گی تھی اسکے پیچھے پوزیشن لیں گیں۔۔

بارش ہنوز جاری تھی کبھی کم ہونے لگ جاتی تو کبھی زیادہ۔۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سب اپنی اپنی پوزیشن لے چکے تھے اور تین مختلف جگہوں سے نشانہ لگا کر فائرنگ کرنے لگے تقریباً سب نشانے صحیح ہی لگ رہے تھے میجر شاہ انکے زیادہ قریب تھا اور وہ اسکو زمین پہ لیٹے صاف دیکھائی دے رہے تھے میجر شاہ نشانہ لگا کر فائر کرتا اور پھر گاڑی کی اوٹ پیچھے ہو جاتا کیونکہ وہ بھی سامنے سے فائر کر رہے تھے۔۔

اس طرح نشانہ لگا کر فائر کرنے سے انکے مزید دو اور افراد ہلاک ہو چکے تھے اب تک ان کے ٹوٹل چار افراد کو جہنم وصل کروادیا گیا تھا اب سڑک کی دوسری طرف موجود دو اہلکاروں میں ایک اہلکار نے آگے سر نکال کر فائر کرنے کی کوشش کی لیکن دشمن اسکا پہلے ہی نشانہ لیئے بیٹھا تھا اسکے سر آگے کرنے کی دیر تھی جب تیزی سے آتی ایک گولی اسکے سر سے آر پار ہو گی اور وہ شہادت کے رتبے پہ فائز ہو گیا۔۔ جبکہ دوسرا اہلکار اس کو اٹھانے کیلے آگے ہوا تو دوسری گولی اسکے بازو پہ لگ گئی اور وہ زخمی ہو گیا۔۔

اب کی بار ان کا نشانہ میجر شاہ کی طرف تھا کیونکہ وہ انکے زیادہ بندے مار رہا تھا انھوں نے بہت بار نشانہ لینے کی کوشش کی لیکن ہر بار ضائع جاتا۔۔ اسی لئے اس دفعہ ان کے کمانڈر نے ایک دستی بم اس گاڑی کے پیچھے پھینکا جس کے ساتھ میجر شاہ اور ایک اہلکار موجود تھا۔۔ دستی بم میجر شاہ کے بلکل پیچھے آیا تھا۔ میجر شاہ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اسکے ساتھ موجود سیکیورٹی اہلکار اس بم کے اوپر لیٹ گیا اور بم پھٹ گیا۔۔ وہ اہلکار وہی پہ شہید ہو گیا۔۔ میجر شاہ نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اسے سیدھا کر کے اسکی آنکھوں کو بند کیا اور اسے زور سے اپنے سینے سے لگا گیا۔۔ یہ سارا منظر دیکھ کے اسکی آنکھوں سے لہو نکلنے کو تیار تھا۔۔ میجر شاہ نے احتیاط سے اسے زمین پہ لٹایا اور زوردار آواز میں دھاڑتے ہوئے باقی سب اہلکاروں کو فائرنگ کرنے کا اشارہ کرنے لگا یکدم اتنی تیز فائرنگ سن کر ان کا کمانڈر گھبرا گیا، چار افراد اسکے ہلاک ہو چکے تھے اور ایک زخمی تھا اگر وہ مزید یہاں رکتا تو نقصان اٹھاتا ویسے بھی وہ جس مقصد کیلے یہاں آیا تھا وہ اس میں کامیاب ہو چکا تھا اس لئے اس نے یہاں سے نکلنے میں بہتری سمجھی انھوں نے سموک گرینیڈز ایک دفعہ پھر

سے پھینکے اور وین سٹارٹ کر کے کچھ افراد بھاگ گے لیکن سب نہیں بھاگے تھے کچھ افراد باقی تھے جو فائرنگ کر رہے تھے اور انھوں نے خود کش جیکٹس پہن رکھی تھی۔۔۔

جب کہ میجر شاہ اب اپنی گن ایک دفعہ پھر سے لوڈ کر رہا جب اسکی نظر اچانک گاڑی کے نیچے پڑی ہوئی واچ پہ گئی تھی وہ واچ اپنی اصل حالت میں بلکل بھی نہیں تھی بلاسٹ کی وجہ سے وہ سیاہ ہو گئی تھی اور اس کا اوپری شیشہ بلکل ٹوٹ چکا تھا لیکن اتنی بری حالت میں بھی وہ اس واچ کو پہچان سکتا تھا وہ بھلا اس واچ کو کیسے بھول سکتا تھا جسے میجر خان ہر وقت اپنی سرخ و سفید کلائی کی، زینت بنائے رکھتا تھا جب سے میرال نے اسے یہ واچ دی تھی وہ یہی استعمال کرتا تھا۔ کوئی بھی اور واچ استعمال کرنا اب اسے پسند نہیں رہا تھا۔۔ میجر شاہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس واچ کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن اسکے ہاتھ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے اس نے ہمت کر کے ایک دفعہ پھر سے ہاتھ بڑھایا اور واچ کو اٹھا کر اسے غور سے دیکھنے لگا اب کی بار وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو نہ پا سکا اور اس برستی بارش میں شدت سے رونے لگا۔۔ کیوں؟؟ وہ اس واچ کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچ گیا۔ اور ایک دم اٹھ کے گاڑی کے پیچھے سے نکل کر سینہ تان کر سامنے کھڑے ہو کر فائرنگ شروع کر دی۔۔ اسے نہیں پتہ تھا کتنے لوگ بھاگے تھے اور کتنے یہاں موجود ہیں وہ تو بس جس سمت سے گولیوں کی آوازیں آ رہی تھی اس سمت فائرنگ کرتا جا رہا تھا اور اسی دوران اس کو ایک آدمی زمین پہ لیٹا نظر آیا۔۔ میجر شاہ نے اسکا نشانہ لے کر اسکی کھوپڑی اڑا دی۔۔ اس آدمی کے مرنے کے بعد گولیاں چلنے کی آوازیں آنا بند ہو گی اور اتنی دیر میں سیکیورٹی فورسز کے اہلکار مدد کیلئے پہنچ گے تھے۔۔

سڑک کی دوسری سائیڈ پر درخت کے پیچھے پڑے زخمی سیکیورٹی اہلکار نے میجر شاہ کو مدد کیلئے پکارا۔ اور اسکی پکار سن کر میجر شاہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا ہی تھا جب اچانک ایک زخمی دہشت گرد نے گولیاں چلا دی اور اسے گولیاں چلاتے دیکھ کر درخت کے ساتھ لگے زخمی سیکیورٹی اہلکار نے ہمت کر کے بروقت اس پر جوابی فائرنگ کی۔۔ وہ پہلے ہی زخمی تھا صرف ایک گولی لگنے سے ہی ہلاک ہو گیا تھا لیکن ہلاک ہونے سے پہلے وہ اپنا کام کر چکا تھا۔۔ اسکی چلائی گئی گولیوں میں سے دو گولیاں میجر شاہ کو لگ چکی تھی ایک سینے پر جبکہ دوسری گردن پر، گولیاں لگنے کے بعد وہ بے جان ہوتا ہوا زمین پہ گر گیا اور گرنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ سے میجر خان کی واچ چھوٹ کے دور جا گری۔۔ وہ اپنی آنکھیں بند ہونے تک اپنی نظریں اسی واچ پہ جمائے رہا۔۔ بارش کی وجہ سے تیزی سے اسکا خون بارش کے پانی کے ساتھ بہنے

لگا اور پوری سڑک خون سے بھرنے لگی۔۔ اسکی گردن سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔۔ اسکے کانوں کو لوگوں کی مدھم ہوتی اوازیں سنائی دے رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ آوازیں بھی سنائی دینا بند ہو گی۔۔۔ جبکہ سیکیورٹی اہلکار تیزی سے اسکی جانب بڑھے اور اسکے بے جان ہوتے وجود کو اٹھا کر گاڑی میں منتقل کرنے لگے تا کہ اسے ابتدائی طبی امداد فراہم کی جاسکے اور مزید خون بہنے سے روکا جاسکے۔۔ باقی سب زخمیوں اور شہداء کو بھی اٹھا کر گاڑی میں منتقل کر دیا گیا تا کہ ان کو جلد از جلد بنوں CMH پہنچایا جاسکے۔۔۔ اور پھر سڑک پر آگے پیچھے تیز رفتاری سے سیکیورٹی فورسز کی گاڑیاں دوڑنے لگی تا کہ زخمیوں کو وقت پر ہسپتال پہنچا کر مزید کسی قیمتی جان کا ضیائع ہونے سے بچایا جاسکے۔۔۔ لیکن پھر بھی ایک اہلکار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے راستے میں ہی جام شہادت نوش کر گیا۔
باقی حملے والی جگہ کو سیل کر دیا گیا تھا تا کہ بعد میں تحقیقات کر کے حقائق جاننے کی کوشش کی جاسکے۔۔

مرحا شاہ کو آپریشن تھیٹر میں گئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اور اس دوران وہ مسلسل بے چین رہی تھی اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے اور دل بار بار کچھ انہونی ہونی کی گواہی دے رہا تھا۔ اسکا بے چین ہونا ڈاکٹر بخوبی نوٹ کر چکا تھا اسلیئے اس نے اس کو باہر بھیج دیا۔۔ جیسے ہی وہ آپریشن تھیٹر سے باہر نکلی تو کوریڈور میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی اور سب زخمیوں کیلئے وارڈ خالی کروانے کا بولا جارہا تھا، وہ پریشان ہوتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑی ایک جونیئر ڈاکٹر سے اس ساری صورتحال کے متعلق استفسار کرنے لگی جس پر اس نے بتایا کہ افسران اور سیکیورٹی اہلکار کی گاڑیوں پر غیر ملکی دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے جن میں سے کچھ اہلکار شہید ہو گئے ہیں اور کچھ زخمی ہیں اور زخمیوں کو علاج کے لیے ادھر ہی لایا جا رہا ہے اسلئے ہمیں آج رات ادھر ہی ڈیوٹی کیلے رکنا پڑا گا۔۔
کون تھے وہ افسر؟؟ ان کا نام کیا ہے؟ کچھ پتہ ہے؟۔۔۔ وہ اپنے کانپتے ہوئے ہونٹ سے بس اتنا ہی بول پائی تھی جب اچانک اسکی نظر سامنے دیوار پہ نصب سکرین کی طرف اٹھی تھی۔۔

بریکنگ نیوز!!!!!

جی تو ناظرین ہم آپ کو بتاتے چلیں۔۔ ڈی آئی خان روڈ پر سیکیورٹی اہلکاروں اور افسران کی گاڑیوں پر غیر ملکی دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے جس کے نتیجے میں چھ دہشت گردوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جبکہ جوابی کاروائی کے

نتیجے میں ہمارے چار جوان وطن پر قربان ہو گئے ہیں! ابتدائی اطلاعات کے مطابق افسران میں میجر حازق اسماعیل خان اور میجر سید زوریز بارون شاہ شامل تھے لیکن ابھی تک یہ معلومات نہیں مل سکیں کہ شہداء اور زخمیوں میں کون کون شامل ہے ؟۔۔۔ یہ خبر سنتے ہی مرحا کے سر پر آسمان گرا تھا، وہ شاکڈ کیفیت میں پیچھے گرنے ہی والی تھی جب پاس کھڑی ڈاکٹر اسے تیزی سے تھام گی۔۔

مسز شاہ!!! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ آپ ٹھیک ہیں؟؟ ڈاکٹر پریشانی سے اسکے چہرے کی طرف دیکھ کر سوال کرنے لگی

۔۔

وہ میرا ریز تھا!!! وہ میرے لالہ تھے!!! ۔۔ وہ انگلی کے اشارے سے بتانے لگی، بس اس سے آگے وہ ایک لفظ نہ بول پائی کیونکہ اس کی زبان نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا تھا جبکہ اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 123 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

مسز شاہ!!!! وہ کون ہیں؟ اور کیا لگتے ہیں آپ کے ؟۔۔۔۔۔ مرحا شاہ کو یوں پریشان اور روتے ہوئے دیکھ کر جونئیر ڈاکٹر اسکے ہاتھ کے اشارے کی سمت دیکھ کر استفسار کرنے لگی۔۔

وہ۔۔ م۔ میرا۔۔ ریز۔۔ اور۔۔ وہ۔۔ لالا۔۔۔۔ مرحا صدمے کی کیفیت میں جونئیر ڈاکٹر کی طرف دیکھے بنا اسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں جواب دینے لگی۔۔ اسکی نگاہیں اس وقت اس سکرین پہ ٹکی تھی جو حملے والی جگہ کا ہولناک منظر دیکھا رہی تھی۔۔ تباہ شدہ گاڑیوں کی حالت اور سڑک پہ بکھرے گولیوں کے خول اس منظر کی صاف عکاسی کر رہے تھے کہ حملہ کتنا شدید تھا۔۔

مسز شاہ!!! ہمت کریں اور اللہ پہ بھروسہ رکھیں!! انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا!! یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ زخمیوں میں شامل ہو؟ اپ بس انکے لئے دعا کریں۔۔۔ جونئیر ڈاکٹر مرحا کی حالت دیکھ کر اسے حوصلہ دینے لگی، اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے بھی ڈاکٹر اتنا تو سمجھ چکی تھی اسکا ان دونوں افسران سے کوئی گہرا تعلق ہے۔۔۔

اسکی بات سن کر مرحا کے دل میں ایک امید سی جاگی تھی۔وہ زخمیوں میں شامل بھی تو ہو سکتے تھے نا؟لیکن انکا زخمی ہونا بھی کہاں برداشت کر سکتی تھی مرحا؟اور ایک دل تھا جو مخالف سمت جا رہا تھا جو کچھ برا ہونے کی تصدیق کر رہا تھا ۔دوسرا اسکا جسم بے جان ہو رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے اسکے جسم سے اسکی روح کو الگ کیا جا رہا تھا اور ریز اسکے جسم میں روح کے جیسے ہی تو تھا!!

تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب سیکیورٹی فورسز کی گاڑیاں باہر آ کر رکی اور تیزی سے زخمیوں کو نکال کر ایمرجنسی وارڈ منتقل کیا جانے لگا۔۔جیسے ہی ہاسپٹل کا عملہ سٹریچرز پہ زخمیوں کو لے کر کوریڈور میں داخل ہوا،مرحا دیوار کا سہارا لیتے ہوئے تھوڑا آگے بڑھی تا کہ زخمیوں میں سے اپنے ریز اور لالہ کو پہچان سکے۔۔تقریباً پانچ سٹریچرز گزر چکے تھے جن میں سے تین شہید تھے اور دو زخمی شامل تھے لیکن ان میں نہ ریز تھا نہ میجر خان۔۔اور یہ سب دیکھ کر مرحا کی حالت مزید خراب ہو رہی تھی۔۔

وہ دونوں کہاں تھے؟اور انکو ابھی تک اندر کیوں نہیں لایا گیا تھا؟وہ ابھی اپنی سوچوں میں ہی گم تھی جب ایک سٹریچر کو پکڑے کچھ آدمی کوریڈور میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک آدمی ہدایت دے رہا تھا کہ سر کو ڈاکٹر خضر حیات کے ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کیا جائے۔

سر!!!کا نام سنتے ہی مرحا نے چونک کر اس جانب دیکھا تو سٹریچر پہ پڑا وجود مکمل طور پر سفید چادر میں ڈھکا ہوا تھا اور یہ منظر دیکھ کر مرحا کے آس پاس کی دنیا تھم سی گی۔۔آگے بڑھتے ہوئے اسکے کانوں میں سٹریچر کے ٹائرز کی آوازیں گونجنے لگی۔وہ دھڑکتے دل سے اپنے قدم آگے کی طرف بڑھانے لگی۔یہ دو منٹ کا راستہ اسے دو صدیوں برابر معلوم ہو رہا تھا۔اسکے قدم اسکا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔پورا وجود پسینے سے بھیگ چکا تھا۔وہ جیسا سوچ رہی تھی ویسا بلکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

اگر ایسا تھا تو وہ ابھی اس وقت اندھی ہو جانا چاہتی تھی۔وہ لرزتے قدموں سے سٹریچر کی جانب بڑھ رہی تھی جسے کتنے ہی لوگ تھام کر بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔اسے اپنا دل سینے سے باہر نکلتا ہوا محسوس ہوا۔اس کا دماغ اس وقت بلکل ماؤف تھا۔وہ کسی چیز کا سہارا لے کر رکنا چاہتی تھی لیکن اسکے قدم رکنے اور اٹھنے سے بیک وقت انکاری تھے۔وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ سٹریچر کی جانب بڑھے یا یہی پہ اپنے قدم روک لے؟اور پھر وہ اگلے پل ہی

رک گی۔ کیونکہ مزید چلنے کی ہمت ختم ہو چکی تھی۔ مرحا ابھی رکی ہی تھی جب دماغ میں اسکا ہمیشہ بولا جانے والا جملہ گونجا تھا۔۔

Remember You Are My"

"Strong Lady"

اسکا جملہ یاد کرتے ہوئے مرحا پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے دیوانوں کی طرح پھر سے آگے بڑھنے لگی۔ آس پاس کے لوگ مرحا کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ جسے اس وقت کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ بالاخر وہ کافی تگ و دو کے بعد سٹریچر تک پہنچ چکی تھی۔ اور اپنی بھیگی آنکھوں سے سفید چادر میں لپٹے وجود کی طرف دیکھنے لگی جس کا چہرہ بھی ڈھکا ہوا تھا۔ مرحا نے ہاتھ کے اشارے سے سٹریچر روکنے کیلئے کہا اور سٹریچر روک دیا گیا۔

مرحا پچھلے تین ہفتوں سے یہاں ڈیوٹی دے رہی تھی اور ہاسپٹل کا سارا اسٹاف اب اس سے واقف تھا۔ اسلئے انھوں نے مرحا کے کہنے پہ سٹریچر روک دیا تھا۔ مرحا کی نگاہ اس سفید چادر پر ساکت ہو گئی تھی کیونکہ اس میں اس چادر میں چھپے چہرے کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ ایک منٹ گزرنے کے بعد پاس کھڑے ڈاکٹر نے وقت کی کمی کے باعث جلدی سے سٹریچر پہ پڑے وجود کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ جیسے ہی کپڑا ہٹا مرحا کی دلخراش چیخ پورے کوریڈور میں گونج اٹھی تھی۔ اسکی دل دہلا دینے والی چیخ میں جس قدر درد تھا وہ یہاں پر موجود ایک ایک انسان نے محسوس کیا تھا ۔اس لہولہان وجود کی آرمی شرٹ پر نظر پڑتے ہی مرحا کو اپنا جسم بے جان محسوس ہوا تھا۔ اسکی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گی تھی۔ مرحا رونا بھول چکی تھی اسکے آنسو رک گئے جب اس نے اس وجود کی خون سے بھری شرٹ پر اسکا نام پڑھا۔ اسکے نام کے چار حروف بھی خون سے تر تھے۔ اسکا پورا یونیفارم بھیگا ہوا تھا اسکے براون گیلے بال ماتھے پہ بکھرے پڑے تھے۔۔ سحر انگیز ہری آنکھیں بند تھی۔۔ اپنی شاہ ذادی کا رونا بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ ہائے صدقے!!!! آج تو کمان کا تل بھی خون سے لت پت تھا۔۔

اسکے خوبصورت چہرے کا ایک ایک زخمی نقوش حملے کی شدت بتا رہا تھا۔ اس جان لیوا منظر کو دیکھ کر مرحا کو اپنی دنیا ختم ہوتی دیکھائی دی۔ مرحا نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے تھوڑی سی چادر پیچھے کی اور چادر میں سے اسکا کیچڑ، خراشوں

اور خون سے بھرا ہوا ہاتھ نکال کر تھام گی اور اپنی نازک انگلیاں اسکے ہاتھ کی پھولی رگوں پر پھیرنے لگی اور پھر کسی دیوانی کی طرح اسے پکارنے لگی۔

ریز!!!!! ریز!!!! اٹھو ریز آنکھیں کھولوں اور میری طرف دیکھوں!!!! دیکھو تمہاری شہزادی رو رہی ہے!!!تم اپنی شہزادی کا رونا کیسے برداشت کر سکتے؟ اٹھو مجھے چپ کرواؤ! دیکھو ادھر کوئی نہیں ہے تمہارے سوا تمہاری شہزادی کو چپ کروانے والا۔۔۔ مرحا روئے جا رہی تھی لیکن وہ اسکی التجا نہیں سن رہا تھا اس کی طرف سے مکمل خاموشی تھی اور اسکی یہ خاموشی مرحا کو موت سے بھی زیادہ تکلیف دے رہی تھی۔۔

موت تو بس ایک دفعہ تکلیف دیتی ہے اور جان قبض کر لیتی ہے لیکن یہ تکلیف تو پل پل مار رہی تھی اور پھر مرحا کو اچانک اسکی کہی گئی بات یاد آئی جب وہ اکھٹے لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے اور ٹی وی پر کسی شہید کو سلامی دی جا رہی تھی تو اس نے کہا تھا" جانتی ہو مرحا میں بھی ایک دن ایسے آؤ گا سبز پرچم میں لپٹا ہوا۔" تو کیا وہ اپنے مقصد میں آج کامیاب ہو چکا تھا؟؟ کیا وہ اسکو اکیلا چھوڑ گیا تھا؟ کیا اس نے اپنے بچے کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا؟ یہ سب سوال مرحا اپنے دماغ میں دہراتے ہوئے وہ اذیت سے روتی زمین پہ بیٹھ گی۔۔

وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں گرا کر دھاڑیں مار مار کے رونے لگی۔۔۔ جبکہ وہ لوگ میجر شاہ کو لے کر ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھ گے۔۔ یہ تکلیف دہ پل تھے کہ گزرنے کا نام نہیں لے رہے تھے بلکہ ان کا دورانیہ لمبا ہوتا جا رہا تھا۔ مرحا کو یوں روتے دیکھ کر ایک نرس آگے بڑھی اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا اور اسے زبردستی دو گھونٹ پانی پلانے لگی۔۔ پانی پیتے ہوئے اس کو اچانک میجر خان کا خیال آیا جو کہ ابھی تک اندر نہیں لایا گیا تھا۔ وہ پانی کا گلاس وہی رکھتی ایک سکیورٹی اہلکار کی طرف بڑھی جو کہ اندر کی طرف آ رہا تھا۔

وہ۔۔ میرے۔۔ لالہ۔۔ میجر حازق۔۔ خان کہاں۔۔ ہیں؟۔۔ انکو اندر۔۔ نہیں لایا گیا۔۔ ابھی تک؟۔۔۔۔۔ مرحا اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں میجر خان کے متعلق استفسار کرنے لگی۔

میم!!!!! باہر تو اب کوئی نہیں ہے؟؟ جتنے بھی زخمی اور شہید جوان تھے ان سب کو اندر منتقل کر دیا گیا ہے۔۔۔ سکیورٹی اہلکار مرحا کو آگاہ کرنے لگا۔ ابھی مرحا مزید اس سے کوئی سوال کرتی جب ڈاکٹر خضر کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی ڈاکٹر خضر ینگ اور نہایت ہی قابل سینئر ڈاکٹر تھے اور مرحا انہی کے ساتھ انکے وارڈ میں کام کرتی تھی۔۔۔

مسز شاہ!! آپ یہی پہ کھڑی ہیں! جلدی ایمر جنسی وارڈ میں آئیں مریض کی حالت سیریس ہے! ہمیں جلد از جلد اسکے جسم سے گولیاں نکالنی ہوں گی!! میجر شاہ کی گردن پہ جو گولی لگی ہے وہ کافی خطرناک ہے اگر ہم نے ذرا سی بھی دیر کر دی تو انکی جان بھی جاسکتی ہے جلدی آئیں۔۔۔۔ میجر شاہ کا نام سنتے ہی مرحانے ڈاکٹر خضر کی طرف چونک کر دیکھا۔ تو کیا اسکا ریز زندہ تھا؟ کیا وہ ابھی بھی اسکے لئے سانسیں لے رہا تھا؟ تو پھر اس کو سفید چادر میں کیوں لپیٹا ہوا تھا؟ اپنے دماغ میں آتے سب سوالات کے ساتھ وہ تیزی سے ایمر جنسی وارڈ کی طرف بھاگنے کے انداز میں بڑھی تھی۔ وہ ایک سرجن نہیں تھی، یہاں اس سے سینئر اور قابل ڈاکٹر تھے، وہ ان سرجنز کی اچھی ہیلپ کروا سکتی تھی۔

تمام لڑکیاں ابھی ابھی قرآن خوانی سے فارغ ہوئی تھی، دل پہلے نسبت اب تھوڑا سا پر سکون تھا۔ کیونکہ اس کلام پاک میں اثر ہی اتنا ہے جیسے جیسے پڑھتے جاؤ گے۔۔ ویسے ویسے روح میں سکون اترتا جائے گا اور

" بے شک دلوں کا سکون تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے"

گلالئی نیچے لاؤنج کی طرف بڑھ گی کیونکہ یاور کے رونے کی آواز آرہی تھی جبکہ ایزل بھی ازمیر کو لینے کیلئے اسکے ساتھ ہی کمرے سے نکل گی کیونکہ اسے ازمیر کو فیڈ کروانا تھا وہ بھوکا تھا۔ تینوں بچے نیچے تھے۔

یسریٰ زرتاج اماں کی گود میں اپنی ہری آنکھیں پھیلائے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔ زرتاج اماں اس گڑیا کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں اسکی نظریں اتار رہی تھی جبکہ ازمیر اپنے دادا کی گود میں بھوکا سو چکا تھا اور یاور عادل شاہ کے پاس تھا جو کہ اپنے ہاتھ اوپر کو اٹھائے آنکھیں بند کر کے بس روئے جارہا تھا گلالئی تیزی سے آگے بڑھی اور روتے ہوئے یاور کو پیار سے تھام گئی۔

اوو میرا شہزادہ کیا ہوا؟ میرے بچے کو بھوک لگی ہے۔۔۔ گلالئی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے یاور کے چہرے کو پیار سے چومتی اس سے باتیں کرتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی تاکہ اسکی بھوک مٹا سکے۔۔

ایزل میرا بچہ ادھر میرے پاس آؤ۔۔۔۔ زہرہ مام کے بلانے پر ایزل انکے سینے سے جا کر لپٹ گی۔

پریشان نہیں ہوتے میرا بچہ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو گا۔۔۔زہرہ مام اسے تسلی دیتے ہوئے سر پر بوسہ دینے لگی ۔۔حویلی کے تقریباً تمام بڑے لاؤنج میں تھے ارزم اپنے کمرے میں تھا۔کاظم اور احان حویلی میں موجود نہیں تھے احان کسی ضروری کام سے گیا تھا جبکہ کاظم اپنے آفس میں تھا۔۔

ذائشہ کو یوں دور صوفے پہ پریشان بیٹھے دیکھ کر میرال نے اسکو اپنی طرف بلایا۔

میری جان کیوں اتنی اداس ہو رہی ادھر میرے پاس آؤ۔۔۔میرال کے بلانے پر ذائشہ اٹھ کے بیڈ پر اسکے پاس جا کر بیٹھی۔میرال اسکے نازک ہاتھوں کو پکڑ کر سہلانے لگی اور ریلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

آپی آپ ایک دفعہ پھر سے لالہ کو کال کریں نا۔۔۔ذائشہ کی بھیگی آواز میں کئی گئی التجاء پہ میرال نے اپنا فون اٹھا کر ایک دفعہ پھر سے اپنے نقلی میجر کا نمبر ملایا تھا لیکن نمبر ہنوز بند تھا۔

نمبر بند ہے تم پریشان نہیں ہو وہ ضرور ہم سے رابطہ کرے گا شاید اسکے سگنلز نہ ہو۔۔کافی پرابلم ہے اس ایریا میں سگنلز کا۔۔۔میرال ذائشہ کو حوصلہ دینے لگی حالانکہ اسکا اپنا دل بھی دھک دھک کر رہا تھا جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا لیکن وہ ویسا کچھ بھی تصور ہی نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ صرف میرو کا خان تھا اور وہ اسکی قسمت میں تاحیات لکھ دیا گیا تھا۔۔اسلئے مضبوط بنی ہوئی تھی کیونکہ وہ میرال شاہ تھی۔۔ذائشہ میرال کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گی۔جبکہ میرال اپنے خان کی پرانی chat پڑھنے لگی جو کہ ساری محبت کے الفاظ سے بھری ہوئی تھی وہ سارے الفاظ صرف اسکی میرو کیلئے تھے وہ جیسے جیسے اسکی chat پڑھتی جا رہی تھی اسکی معصوم شکل اور معصومانہ ادائیں میرال کی آنکھوں کے سامنے لہراتی انہیں نم کر رہی تھیں۔۔

گل یاور کو پچھلے پندرہ منٹوں سے اپنی گود میں لے کر بیٹھی تھی۔وہ فیڈ تو کب کا کر چکا تھا لیکن سونے کے کوئی ارادے نہیں تھے جناب کے۔۔گل اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پکڑ کر چومنے لگی۔یسریٰ زیادہ تنگ نہیں کرتی تھی،وہ کافی صابر تھی،لیکن یاور جب تک اپنی اماں کو نہیں دیکھتا تھا اسکا رونا بند نہیں ہوتا۔۔

"یاور" مورے کی جان آپ کو پتہ آپ کی آنکھیں کتنی پیاری ہیں؟ بلکل میرے لالہ جیسی بلکہ نہیں میرے لالہ کی زیادہ پیاری ہیں کیونکہ وہ بڑی ہیں اور تمہاری تو اتنی چھوٹی چھوٹی سی ہیں۔۔۔گلالئ اپنی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان بال برابر فاصلہ رکھ کر آنکھیں چندھیا کر یاور کو اسکی آنکھوں کا سائز بتانے لگی۔جبکہ یاور سنجیدگی سے اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔۔گلالئ اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر دیوانہ وار چومنے لگی۔۔

تم بھی بہت پیارے ہو اور سارے کے سارے ہو۔۔۔گلالئ کی یہ بات سن کر یاور مسکرانے لگا جبکہ گلالئ نے ایک ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا اور حازق خان کو پھر سے کال کرنے لگی لیکن نمبر ابھی تک بند جارہا تھا اب تک تو نمبر آن ہو جانا چاہیے تھا گلالئ کی پریشانی میں پھر سے اضافہ ہونے لگا وہ اپنا موبائل سائیڈ پہ رکھتی اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی کیونکہ اب وہ نیچے لاؤنج میں جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔کمرے میں اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔۔

ارزم شاہ سیٹی کی دھن بجاتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھرتا سیڑھیاں اتر رہا تھا جب دریاب شاہ کی نظر اس پر پڑی۔۔(یا اللہ خیر)وہ دل میں ہی اس سے پناہ مانگنے لگے۔۔

خیریت تو ہے سب اتنے خاموش اور پریشان کیوں ہیں۔۔۔جب لاؤنج میں بیٹھے ہوئے سب افراد کو اتنا سیریس دیکھا تو ارزم خود کو یہ سوال کرنے سے روک نہ پایا اور آگے بڑھ کر سوئے ہوئے ازمیر کا منہ چوم گیا۔۔

پتہ تو ہے تمہیں ہمارا زوریز اور خان سے رابطہ نہیں ہو رہا پھر بھی پوچھتے ہو۔۔۔جواب ہارون شاہ کی طرف سے آیا تھا

۔

یار ہو جائے گا رابطہ آپ لوگ پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔ارزم اب صوفے پہ بیٹھتا ریموٹ پکڑ کے ٹی وی آن کر گیا اور چینلز کو آگے پیچھے گھومانے لگا جب اچانک:

"" کڑیوں کا نشہ پیارے

نشہ سب سے نشیلا ہے

جسے دیکھو یہاں وہ حسن

کی بارش میں گیلا ہے

میں کروں تو سالا

کریکٹر ڈھیلا ہے ""

یہ گانا سن کر ارزم شاہ کے لب اپنے آپ مسکرائے پھر وہ دریاب شاہ کی نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتے ہوئے تیزی سے چینل بدل گیا۔ اب کی بار اس نے ایک نیوز چینل لگایا تھا۔۔۔۔۔۔۔ بریکنگ نیوز !!!!!

"جی تو ناظرین ہم آپ کو بتاتے چلیں تقریباً پانچ بجے کے قریب DI Khan روڈ پر سیکیورٹی اہلکاروں اور دو افسران کی گاڑیوں پر غیر ملکی دہشت گردوں نے حملہ کر دیا تھا۔۔ اس حملے میں دہشت گردوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور انکے چھ افراد کو ہلاک کر دیا گیا تھا جبکہ جوابی کارروائی میں ہمارے چار جوان شہید ہو گئے ہیں! کہا جا رہا ہے کہ دو افسران اور کچھ اہلکار لکی مروت سے بنوں جا رہے تھے جب ان پہ یہ اچانک حملہ ہوا تھا۔۔ "لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تمام افراد کی نگاہیں سکرین پہ جم گی تھی۔ کاظم شاہ اور احان شاہ ابھی ایک ساتھ ہی حویلی کے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔۔

"ابتدائی اطلاعات کے مطابق کہا جا رہا ہے دو افسران میں میجر سید زوریز ہارون شاہ جن کا تعلق اسلام آباد سے ہے اور معروف و مشہور سیاسی رہنما وزیر دفاع سید احان شاہ کے چھوٹے بھائی ہیں جبکہ دوسرے میجر حازق اسماعیل خانزادہ ہیں، ان کا تعلق کشمیر سے بتایا جا رہا ہے جن کی گاڑی پہ حملہ کیا گیا تھا۔ ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا کون شہید ہے اور کون زخمی۔۔۔۔ مزید معلومات کے لئے ہمارے ساتھ رہئیے"

یہ خبر سن کر ایزل اور گلالئ کی چیخ بے ساختہ تھی گلالئ جو کہ سیڑھیوں سے اترتی یہ خبر سن چکی تھی اسکی چیخ سن کر احان شاہ تیزی سے اسکی طرف لپکا اور اسکے ہاتھوں سے گرتے یاور شاہ اور اسکے بے جان ہوتے وجود کو تھام گیا ۔۔ جبکہ کاظم شاہ سمیت تمام حویلی والوں پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔۔ ان سب کے کان اس بات کو ماننے سے انکاری ہو رہے تھے۔۔ اس خبر نے ہویلی کے تمام افراد کے سروں پہ حویلی کی چھت گرائی تھی۔ یہ خبر سن کے سب بڑوں کی زبان سے " یا اللہ خیر بیک وقت نکلا تھا۔۔ ارزم کے ہاتھ سے ریموٹ چھوٹ کر زمین پہ گر گیا جبکہ اسکی نگاہیں سکرین پر ہی ساکت ہو گی تھی۔ کانوں میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ انڈھیل دیا گیا تھا۔۔ کاظم شاہ اپنے مضبوط قدموں کے ساتھ

آگے بڑھا۔ جبکہ احان یاور اور گل کو اپنے سینے میں بھینچے کھڑا مسلسل روتی ہوئی گل کی کمر سہلا رہا تھا۔ اسکا اپنا سینہ یہ خبر سن کے پھٹ چکا تھا لیکن وہ مضبوط رہا اور اسے مضبوط رہنا تھا تاکہ باقی سب کو سنبھال سکے۔۔۔

چھوٹے بھائی تو بڑے بھائیوں کی جان ہوتے ہیں! انکے کو بہت پیارے ہوتے ہیں چھوٹے کو کانٹا بھی چبھے تو بڑا بھائی برداشت نہیں کر سکتا۔

لالا۔۔۔۔۔۔ گل اور ایزل اونچی آواز میں اذیت سے چلاتے ہوئے اپنے لالا کو پکارنے لگی ان سب کو روتا دیکھ کر تینوں بچے ڈر گئے۔ وہ بھی رونے لگے جبکہ نیچے دبی دبی رونے کی آوازیں سن کر میرال اور ذائشہ تیزی سے بیڈ سے اٹھتی نیچے کی جانب ننگے پاؤں بھاگی تھیں کمرے کا دروازہ بند تھا اسلیئے ان تک صاف آواز نہیں آ سکی تھی۔۔ ٹی وی پر مسلسل وہی نیوز ریپیٹ کی جا رہی تھی جو کہ سیڑھیوں سے نیچے اترتی ذائشہ اور میرال سن چکی تھی۔ یہ خبر سن کر دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے۔۔ بے یقین سی میرال تیزی سے سیڑھیاں اتر چکی تھی اور ٹی وی کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی جبکہ یہ خبر سن کے ذائشہ کے پاؤں میں زنجیریں پڑ چکی تھی اگر وہ ایک قدم بھی اور اٹھایتی تو بری طرح سے گر جاتی اور ایسا ہی ہوا جیسے ہی اس نے ایک قدم آگے کی طرف بڑھایا تھا وہ تیسرے سٹیپ سے نیچے آ گری کیونکہ بے جان قدم تھے اور اسے کتنا سہارا دیتے؟؟

نیچے گرتے ہی ایک کراہ اسکے منہ سے نکلی اور اسکا منہ نیچے لگنے کی وجہ ہونٹ پہ بری طرح سے چوٹ لگ گئی۔۔ ہونٹ سے تیزی سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ یہ رشتے بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں کبھی انسان کی سب سے بڑی طاقت بن جاتے ہیں تو کبھی سب سے بڑی کمزوری۔۔۔۔

ذی!!!!!!!!۔۔۔۔۔ ارزم جو ابھی تک سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا ذی کے گرنے کی آواز پہ تیزی سے اسکی طرف بھاگا جبکہ باقی سب بھی اسکے گرنے پہ چونکتے سیڑھیوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔۔ ارزم نے جلدی سے اسکے روئی سے نازک وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں بھر کر صوفے پہ لا کر بیٹھایا اور ٹیشو لیکر اسکے لبوں سے ٹھوری تک پھسلتا خون صاف کرنے لگا۔۔ زرتاج اماں اسکے پاس آ کر اپنے سینے سے لگا گی جبکہ کاظم شاہ اووزی کو یوں روتا دیکھ کر اسکو اور اپنی ماں کو سینے سے لگا گیا۔۔

شاہ جی!!! میرے لالہ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔وہ بلکل ٹھیک ہونگے آپ انکو لیں آئیں گے نا میرے پاس؟ مجھ سے وعدہ کریں آپ میرے لالہ مجھے لا کے دیں گے ؟۔۔اوزی روتے ہوئے اپنے شاہ جی سے التجا کر رہی تھی۔

قربان!!! انشاءاللہ میں ضرور لے آؤں گا سب ٹھیک ہو گا ان کو کچھ بھی نہیں ہوا ہو گا۔۔ ہمیں اس وقت رونے دھونے کی بجائے اللہ پہ بھروسہ رکھنا ہے!۔۔۔کاظم شاہ اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا لہجے کو مضبوط بنا کے سمجھانے والے انداز میں بولتا ایزل کو خاموش کروا رہا تھا۔۔

شاہ بی بی، عادل شاہ، دریاب شاہ اور ہارون شاہ سب پریشان تھے لیکن رو نہیں رہے تھے اور اللہ سے اپنے بچوں کی حفاظت کی دعا کر رہے تھے جوان بیٹے کو کھونے کا ڈر کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے کوئی ہارون شاہ سے پوچھے لیکن وہ اپنی نم ہوتی آنکھوں ہ قابو پاتے مضبوط بنے ہوے تھے کیونکہ انکو اللہ تعالیٰ پر پورا یقین تھا اس عمر میں اسکو یہ دکھ نہیں دے گا جسکو برداشت کرنے کی اس میں استطاعت ہی نہیں ہے

"اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انکی استطاعت سے بڑھ کر دکھ نہیں دیتا"

میرال کی نظریں ابھی تک ٹی وی سکرین پر جمی ہوئی تھی جیسے یا تو ٹی وی والے جھوٹ بول رہے تھے یا اسکے کان غلط سن رہے تھے۔۔وہ ان سب کو آوازوں کو آگنور کر دینا چاہتی تھی لیکن یہ آوازیں نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔۔ اینکر بار بار حلق پھاڑ کے چیختی ایک ہی نیوز دیتی جا رہی تھی۔۔

ڈیڈ!!!! دیکھیں نہ یہ کیا بکواس کر رہے ہیں۔۔میری ابھی شام کو خان سے بات ہوئی تھی۔۔وہ اس وقت بلکل ٹھیک تھا۔۔۔میرال آنسوؤں بہاتی ہوئی تیزی سے اپنے باپ سے مخاطب ہوئی تھی جو اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑے خود اس خبر پہ حیران پریشان تھے۔۔میرال اکیلی کھڑی آنسوؤں بہا رہی تھی سب کو کوئی نہ کوئی سینے سے لگا کر تسلی دے رہا تھا لیکن وہ جس سینے کی منتظر تھی وہ یہاں نہیں تھا اگر وہ یہاں ہوتا تو اس نے کہاں برداشت کرنا تھا اپنی میرو جان کا یوں تڑپ تڑپ کے رونا؟؟ اسکا سینہ نہ پھٹ جاتا؟ لیکن وہ رو رہی تھی اور جس کے لئے رو رہی تھی اسے کوئی خبر ہی نہیں تھی؟؟؟۔۔۔۔میرال کو یوں روتا دیکھ کر زاویار شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا وہ ہوش میں آتے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگا گئے۔۔

ڈیڈ میں آپ کو بتا رہی ہوں میں یہ خسارہ برداشت نہیں کر سکتی۔ بچپن میں میں نے موم ڈیڈ کو کھو دیا تھا اس وقت میں چھوٹی تھی نا سمجھ تھی۔۔ آپ نے مجھے سنبھال لیا تھا اسی لئے میں وہ سب برداشت کر گئی لیکن اب میں بڑی ہو گئی ہوں۔۔ میں سمجھدار ہوں اب اپنی زندگی کا یہ خسارہ برداشت نہیں کر پاؤ گی میں مر جاؤ گی۔۔۔۔۔ یہ سمجھداری بڑے نقصان دیتی ہے ڈیڈ!!!!! میر وا اپنے میجر کے بغیر مر جائے گی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ اپنی جان کی حفاظت کرے گا میں نے اس کو اپنے اللہ کے سپرد کیا تھا۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟۔ میر ال اپنے باپ کے سینے سے لگی بچوں کی طرح روتی جو منہ میں آ رہا تھا بولتی جا رہی تھی۔۔

مجھے اپنے لالہ کے پاس جانا ہے شاہ سائیں مجھے لالہ کے پاس لے چلیں پلیز!!۔۔۔ گلا لئی اسکے سینے سے لگی دھاڑیں مار مار کے روتی اس سے مخاطب تھی۔

ہاں گل ہم جائیں گے تم بس حوصلہ رکھو اور اللہ پہ بھروسہ رکھو انشاء اللہ وہ دونوں صحیح سلامت ہونگے!! وہ دونوں بہت مضبوط ہیں!۔۔۔ احان اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں سے گل کے آنسوؤں صاف کرتا اسے پیار سے خاموش کروا رہا تھا۔۔ گل کی بات سنتے ہی باقی سب نے بھی ساتھ جانے کی ضد کی تھی۔۔

یہ سب میرے گناہوں کی سزا ہے جو ہر دفعہ میرے پوتوں کا مقدر بنتی ہے! یا اللہ مجھے اٹھا لے لیکن میرے بچوں کی سانسیں انہیں لٹا دیں!!۔۔۔ شاہ بی بی سینے پہ ہاتھ رکھتی شدت سے روتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتی اللہ سے دعائیں مانگنے لگیں۔۔ زہرہ مام نے انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے تسلی دی تھی حالانکہ اس وقت وہ خود کافی دل برداشتہ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے کبھی بھی کاظم، احان، ارزم یا زوریز میں فرق نہیں کیا تھا۔ وہ چاروں ان کے بیٹوں کی طرح تھے۔۔

ان سب کو ایک نظر دیکھ کے کاظم ایزل کو نرمی سے خود سے الگ کرتا اسے تسلی دیتے ہوئے ازمیر کو لئے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔۔ کمرے میں آتے ہی اس نے اپنی جیب سے فون نکالا اور ایک نمبر ڈائیل کرنا لگا۔

جی السلام علیکم!!!! ہماری پوری فیملی کے آج رات کے بنوں کے ٹکٹس بک کروا دو۔۔۔ کاظم سنجیدگی سے دوسری طرف موجود آدمی کو ہدایت دینے لگا۔۔

ٹھیک ہے سر میں کروادیتا ہوں۔۔اسکا جواب سن کر کاظم فون رکھ گیا۔۔اس نے پھر سے ایک نمبر ڈائل کیان۔۔
اب یہ نمبر بنوں کینٹ میں موجود میجر شاہ کے ایک دوست کا تھا تاکہ باقی کی صورتحال اس سے معلوم کی جاسکے لیکن یہ نمبر بھی بند جارہا تھا وہ اپنا فون جیب میں ڈالتا ازمیر کو لئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔
زرتاج اماں زائشہ اور گل کو سنبھالے ہوئے تھی جبکہ احان مسلسل پریشانی سے چکر لگاتا فون کان کو لگائے جتنا ممکن ہو سکے اس حملے کے متعلق مزید انفارمیشن لینا چاہ رہا تھا لیکن زوریز کے جتنے دوستوں کے نمبر اس کے پاس تھے ان میں سے کوئی بھی نمبر نہیں لگا تھا۔۔کاظم کو سیڑھیاں اترتے دیکھ کر ارزم اسکی جانب بڑھا۔
لالہ ہمیں ابھی اسی وقت بنوں کیلے نکلنا ہو گا۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ سنجیدہ اور حتمی تھا۔اسکا بس نہیں تھا وہ اڑ کے بنوں پہنچ جائے۔۔
ہاں میں نے ٹکٹس بک کروادی ہیں اگلے پنتالیس منٹوں میں ہماری فلائٹ ہے ہمیں جلدی نکلنا ہو گا اور تم سب لڑکیاں جلدی کرو بچوں کی جو کچھ ضروری چیزیں پیک کرنی ہے کرلو کیونکہ وقت کم ہے۔۔۔۔ارزم کی بات سن کر کاظم نے سنجیدگی سے اسے جواب دیا تھا۔ارزم شاہ کاظم کی بات سن کر اوپر کمرے کی جانب بڑھ گیا جہاں ابھی کچھ دیر پہلے میرال اور ذائشہ موجود تھے۔۔کمرے میں پڑے ذی اور میرال کے جوتے نیچے لا کر ان کو پہنانے لگا اور ان کو تسلی دینے لگا۔۔
تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ سب اپنا اور بچوں کا کچھ ضروری سامان پیک کر کے حویلی سے ائیرپورٹ کی جانب نکلنے لگے حویلی سے ائیرپورٹ کا فاصلہ آدھے گھنٹے کا تھا تو انھوں نے آرام سے پہنچ جانا تھا۔سب اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہونے لگے۔۔ارزم، ذائشہ، میرال اور زاویار شاہ ایک گاڑی میں دوسری گاڑی میں احان، گل، بچے اور زرتاج اماں تھیں، تیسری گاڑی میں کاظم، ایزل، ازمیر اور زہرہ مام تھی جبکہ چوتھی گاڑی میں عادل شاہ، ہارون شاہ، دریاب شاہ اور شاہ بی بی موجود تھی۔یہ گاڑی دریاب شاہ ڈرائیو کر رہے تھے کیونکہ ھارون شاہ میں اس وقت ڈرائیونگ کی بالکل ہمت باقی نہیں تھی۔انہیں ہمیشہ ان کی اولاد کی طرف سے ایسے ہی غم ملتے تھے۔۔سب کی گاڑیاں برق رفتاری سے آگے پیچھے حویلی سے نکلی تھیں۔اس امید کے ساتھ وہ دونوں جو اس وقت ان سب سے دور تھے جو کسی کا بھائی تھا، کسی کا بیٹا تھا، کسی کا شوہر تھا اور کسی کا داماد تھا وہ خیر خیریت سے ہوں۔ابھی صبح ہی تو وہ سب کھکھلا کے ان سب سے فون پہ

باتیں کر رہے تھے، ان کے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا شاہ حویلی پہ یہ پہاڑ ٹوٹنے والا ہے۔ ان کی کھکھلاہٹوں کو ایک دفعہ پھر نظر لگ گئی تھی۔۔

اور آج زندگی میں پہلی بار پوری شاہ حویلی خالی ہو گی تھی جب مصیبتیں پڑتی ہیں تو انسان کو اپنے آشیانے بھی چھوڑنے پڑتے ہیں۔۔

ان سب کو ایک ساتھ اسلئے جانے پڑا کیونکہ وہ تینوں ان سب کی جان تھے۔۔ دشمنی کی وجہ سے نہ تو وہ عورتوں کو اکیلا گھر چھوڑ کے جا سکتے تھے نہ بوڑھوں کو تو کاظم شاہ نے سب کو اپنے ساتھ لے جانا بہتر سمجھا۔۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سب ائیر پورٹ پہنچ چکے تھے اور جہاز میں سوار ہونے لگے۔ ارزم کو پتہ تھا ذی کو ہوائی سفر سے ڈر لگتا ہے اسلئے اس نے اپنے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھایا تھا۔۔ وہ مسلسل پاگلوں کی طرح رو رہی تھی اور وہ اسے اپنے سینے میں چھپائے پیار سے خاموش کروا رہا تھا۔ اسکا اپنا دل ویران تھا۔۔ وہ اپنے اپنوں کے لئے بے حد سینسٹو تھا لیکن اس وقت لڑکیوں کی طرح رونے کی بجائے اسے ان لڑکیوں کو خاموش کروانا تھا جنہوں نے پورا راستہ ایک منٹ کے لئے آنسو بند نہیں کئے تھے۔۔

وہ جب بنوں پہنچے تو وہاں کا موسم خراب تھا۔۔ بنوں ائیر پورٹ سے بنوں کینٹ کا فاصلہ نو کلو میٹر کا تھا یعنی کہ ان کو کینٹ پہنچنے تک پندرہ سے بیس منٹ لگ جانے تھے۔ میرال نے جو پچھلا راستہ اتنی مشکل سے طے کیا تھا اب یہ فاصلہ اسے صدیوں برابر لگ رہا تھا۔۔ ڈیڈ ہم کب پہنچے گے ؟؟۔۔۔ میرال نے رندھی ہوئی آواز میں اپنے باپ سے سوال کیا تھا۔۔۔

بس ہم دس سے پندرہ منٹوں میں پہنچنے والے ہیں! صبر کرو اور مضبوط بنو!! زاویار شاہ میرال کو اپنے ساتھ لگائے اس کے سوال کا جواب دینے لگا۔۔

ڈیڈ!!!!!! یہ دکھوں کے راستے اتنے لمبے کیوں ہو جاتے ہیں؟؟ اب مجھے لگ رہا ہے میرا یہ راستہ ختم ہونے کی بجائے بڑھتا جا رہا ہے میں دو قدم آگے کی طرف لیتی ہوں لیکن پھر خود کو چار قدم پیچھے پاتی ہوں ایسا کیوں ہوتا ہے؟؟۔۔۔ میرال نے بھیگی آواز میں زاویار شاہ کو ایک دفعہ پھر سے مخاطب کیا تھا۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے تم زیادہ سوچ رہی ہو اب دیکھوں ہم بس پہنچنے والے ہیں۔۔۔زاویار شاہ اپنی بیٹی کی تکلیف دیکھ کر اپنے لفظوں سے اس کا دھیان ہٹانے لگے۔۔

پندرہ منٹ بعد وہ بنوں کینٹ میں انٹر ہو چکے تھے احان شاہ نے اپنا کارڈ دیکھایا تھا اور پھر میجر شاہ اور میجر خان کا حوالہ دیا تو ان سب کو آسانی سے کینٹ میں جانے کی اجازت دے دی گی۔۔۔وہ ہاسپٹل جانے کی بجائے سیدھا ریز کے اپارٹمنٹ آئے تھے۔۔

ان کو دیکھ کر رحیم چاچا اور گارڈز نے دروازہ کھول دیا رحیم چاچا ان سب کو اندر کی جانب لے جا رہے تھے۔۔کاظم ان سے پہلے ہی رابطہ کر چکا تھا، وہ ان کی آمد کے متعلق جانتے تھے۔۔اندر آتے ہی میرال اور باقی سب نے رحیم چاچا سے مرحا کے بارے میں پوچھا کیونکہ وہ بھی کب سے انکی کالز نہیں اٹھا رہی تھی جس پر رحیم چاچا نے بتایا کہ وہ ایک گھنٹے کیلئے ہاسپٹل کی تھی لیکن ابھی تک واپس نہیں آئیں۔۔

ابھی ہم سب مرد ہاسپٹل جاتے ہیں! ہمیں پہلے وہاں جا کے صورتحال کا اندازہ لگانا ہے پھر میں تم سب کو باری باری آ کے لے جاؤ گا کیونکہ وہاں اتنے لوگوں کے جانے کی اجازت نہیں ہے اور موسم بھی خراب ہے۔۔۔کاظم شاہ سنجیدگی سے سب سے مخاطب ہوا تھا اور اسکی بات سن کر سب نے نفی میں سر ہلایا تھا خاص کر لڑکیوں نے۔۔

نہیں ہمیں ابھی آپ کیساتھ جانا ہے۔۔۔سب لڑکیوں نے یک زبان ہوتے ضد کی تھی۔۔سب کی رو رو کے بری حالت ہو گی تھی تقریباً سب کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو چکی تھی بس وہ جلد از جلد ریز اور خان کو صحیح سلامت دیکھنا چاہتی تھیں۔۔

ہاں میں تم سب کو لے جاؤ گا اور آج رات ہی لے جاؤ گا لیکن پہلے ہمیں جا کے کچھ معلوم تو کرنے دو۔۔۔۔کاظم شاہ نے انہیں رسائی سے سمجھایا تھا جس پہ میرال کے علاوہ باقی سب لڑکیاں تھوڑی بہت متفق ہوئی تھیں۔۔

تم لوگ مجھے لے کے نہیں جاؤ گے تو میں پیدل آ جاؤں گی لیکن یہاں ٹک کے نہیں بیٹھوں گی! اگر میں مزید ایک منٹ بھی یہاں رکی میری سانسیں گھٹ جائیں گی!!۔۔۔میرال شاہ روتے ہوئے آج ان پہ اپنی حالت ظاہر کر گئی۔وہ ہمیشہ خود کو مضبوط ظاہر کرنے والی آج ٹوٹ کے بکھرے رہی تھی۔۔۔اسکی حالت دیکھتے ہوئے کاظم شاہ نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ سب مرد بالآخر ان لڑکیوں کو سمجھانے کے بعد ہاسپٹل کیلئے نکل پڑے۔

زوریز شاہ کی حالت اس وقت کافی سیریس تھی۔ سینئر ڈاکٹر حضر اسکی گردن کی سائیڈ پہ لگی گولی نکالنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ جبکہ دوسرا سینئر ڈاکٹر اسکی ران کی گولی نکال رہا تھا۔ اب صرف اس کے سینے سے کچھ اوپر موجود گولی بچی تھی۔ مرحا اور دو جونیئر ڈاکٹرز اس وقت آئی ٹی سی میں ہیلپ کے لئے موجود تھیں لیکن مرحا تو جیسے ہر چیز فراموش کرتی صرف زوریز شاہ کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ اسے تو جیسے اس دنیا مافیہا سے کوئی لینا دینا ہی نہیں تھا۔۔ وہ دیوانی بنی اسے دیکھتے ہوئے مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔

ڈاکٹر مرحا آر یو اوکے ؟۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر حضر جو اسے مدد کے لئے پکارنے والے تھے مرحا شاہ کو بے آواز روتے دیکھ کے وہ چونکے تھے۔ وہ اتنا ضرور جانتے تھے مرحا شاہ شادی شدہ ہے لیکن یہ نہیں جانتے تھے اس کا شوہر میجر زوریز شاہ ہے جس کا وہ سب اس وقت دلجمعی سے علاج کر رہے تھے۔۔

ہیے ! ڈاکٹر مرحا!!۔۔۔۔۔۔ مرحا کو خیالات میں گم دیکھ کے ڈاکٹر حضر نے انہیں پھر سے پکارا تھا۔۔

ی۔یس۔۔ سر۔۔۔۔۔ مرحا شاہ ہوش میں آتی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے جلدی سے ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔

آر یو اوکے ؟؟۔۔۔۔۔ڈاکٹر حضر نے اپنا سوال دہرایا تھا جس پہ مرحا شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ انہیں کیا جواب دے۔۔

سر میجر زوریز شاہ ان کے ہزبینڈ ہیں! آئی تھنک وہ انہیں دیکھ کے دل برداشتہ ہو رہی ہیں! انہیں کچھ دیر کے لئے باہر بھیج دینا چاہئیے !!۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر مرحا کی کچھ ہی ہفتوں میں بنی ایک اچھی سی دوست ڈاکٹر زویا اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتی اسکے حصے کے جواب ڈاکٹر حضر کو دے رہی تھیں۔۔ اس کے جواب پہ صرف ڈاکٹر حضر ہی نہیں باقی سب بھی چونک کے ان کی طرف دیکھنے لگے۔۔ وہ سب کتنے پاگل تھے باہر مرحا کا شدت سے رونا بھی شاید ٹھیک سے نوٹ نہیں کیا تھا۔۔

بی سٹرانگ مسز شاہ!! اگر آپ یہاں کمفرٹیبل فیک نہیں کر رہی تو آپ باہر جا سکتی ہیں! اس وقت آپ کے ہزبینڈ کو ٹریٹمنٹ کے ساتھ ساتھ آپ کی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے! ان شاءاللہ اگر اللہ نے ساتھ دیا تو ہم انہیں آپ کو بالکل صحیح سلامت لٹائیں گے !!۔۔۔ڈاکٹر حضر پروفیشنل انداز میں اسے حوصلہ دیتے اب زوریز شاہ کے سینے کی گولی ٹٹول رہے تھے۔۔ مرحا شاہ باہر جانے کی بجائے گہرے گہرے سانس بھرتی اپنے آنسوؤں پہ کنٹرول کرتی ہمت

کرتے ہوئے ان کی ہیلپ کروانے لگی۔۔اسے باہر کسی صورت نہیں جانا تھا،وہ ایک منٹ کے لئے بھی زوریز شاہ کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

میجر شاہ کے جسم سے تینوں گولیاں نکال دی گئی تھیں۔اس وقت اس کی laparotomy کی جارہی تھی۔مرحا شاہ کو بار بار اسکی تمام پرانی باتوں کو خیالات آرہے تھے۔۔وہ چاہ کے بھی ان خیالات جو جھٹلا نہیں پارہی تھی۔وہ ہر وقت اسکا اس سے چپکے رہنا۔۔اسکی گردن توڑنے کی دھمکی پہ ہنس کے سر کو خم دینا۔۔اس سے ہمیشہ فرمائش کرنا کہ وہ اس کی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے ہونٹ رکھے۔۔ان تمام خیالات کو یاد کرتی وہ اب اپنی ہچکیوں پہ قابو نہیں کر پارہی تھی اسی لئے جلدی سے ITC سے باہر نکل آئی۔اسے اس وقت اپنے اپنوں کی ضرورت تھی جو اسے سمیٹ سکتے۔۔اسے حوصلہ دے سکتے۔۔وہ اس وقت خود کو اس بھری دنیا میں اکیلا محسوس کر رہی تھی۔وہ حویلی میں سب کو فون کرنے کی نیت سے باہر آئی تھی تاکہ ان سب کو جلد از جلد اپنے پاس بلا سکے جب اسے حویلی کے تمام مرد اور میرال شاہ تیزی سے اسی طرف آتے دیکھائی دیئے تھے۔۔مرحا شاہ ہچکیوں سے روتی ان کی طرف بھاگی تھی۔۔

ل۔۔لالا۔۔وہ۔۔ریز!!۔۔۔۔وہ احان شاہ کے سینے سے لگی بری طرح سے روتے ہوئے کچھ بولنا چاہ رہی تھی ان کے سامنے اپنا دل ہلکا کرنا چاہ رہی تھی لیکن اسکی زبان سے الفاظ نکلنے سے انکاری تھی۔۔میرال شاہ اب زاویار شاہ سے الگ ہو چکی تھی۔وہ سب اس وقت مرحا کے قریب کھڑے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے اس کے مزید کچھ بولنے کے منتظر تھے۔

ریز اور خان کہاں ہیں بچے؟؟۔۔۔احان شاہ نے اسے اپنے کندھے سے لگاتے اسکے آنسو نرمی سے اپنے ہاتھ سے صاف کرتے دھڑکتے دل سے زوریز شاہ اور میجر خان کے متعلق استفسار کیا تھا۔وہ سب اس وقت کوئی بھی بری خبر سننے کی کیفیت میں نہیں تھے۔۔

لالا ریز آئی ٹی سی روم میں ہے!! اس کا ٹریٹمنٹ جاری ہے! تین گولیاں لگی تھیں! بلڈ کافی لاس ہو چکا ہے! ابھی اس کی laparotomy کی جارہی ہے! اسے بلڈ کی ضرورت ہے! لالا وہ بالکل ٹھیک نہیں ہے! آنکھیں نہیں کھول رہا! اتنی ضد تو وہ صرف غصے میں کرتا تھا لیکن آج تو وہ غصہ بھی نہیں تھا! آپ سب جانتے ہیں نا وہ کتنا خوش

تھا؟!۔۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ نے بچوں کی طرح روتے ہوئے لڑکھڑاتے لہجے میں انہیں زوریز شاہ کی حالت بتائی تھی جس پہ سب نے اذیت سے اپنی آنکھیں میچی تھیں۔۔ زاویار شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اپنی بیٹی کو اپنے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چومتے اپنے حصار میں لیا تھا۔۔

ا۔اور۔۔خان۔۔ کہاں۔۔۔ہے؟؟؟۔۔ مرحا۔۔میرا۔۔میجر۔۔کیسا۔۔ہے؟۔۔۔۔ میرال شاہ اسکے مقابل آتی اپنی سوجھی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے حاذق خان کا پوچھنے لگی۔اس نے صرف ریز کی حالت کا بتایا تھا جبکہ میرال اسکے منہ سے میجر خان کا ذکر نہ سن کے بے چین سی ہوئی تھی۔۔ میرال شاہ کے سوال پہ۔سب نے ایک دفعہ پھر سے مرحاشاہ کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔

م۔۔میں۔۔۔نے۔۔لالا۔کا پوچھا تھا! لیکن مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔۔لالا ہاسپٹل میں نہیں ہیں۔۔ کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں ہے! سب یہی بول رہے ہیں بلاسٹ کی تحقیقات جاری ہیں! رات کے نو سے دس بجے تک پریس کانفرنس میں سب بتایا جائے گا!!۔۔۔ مرحاشاہ نے اپنے چہرے پہ ناسمجھ تاثرات سجاتے سنہری آنکھوں میں آنسو لئے اسے جواب دیا تھا۔۔

ن۔ نہیں! نہیں مرحا تم نے دھیان سے دیکھا نہیں ہو گا! میں نے خود ٹی وی پہ نیوز سنی ہے! وہاں میرے میجر کا بتا رہے تھے! وہ یہی پہ ہے! میں۔۔ میں خود دیکھتی ہوں! مجھے یقین ہے وہ بالکل ٹھیک ہو گا!۔۔۔۔۔ میرال شاہ اسکے جواب پہ صاف انکاری ہوتی نفی میں سر ہلا کے روتے ہوئے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔ آنکھوں کے آگے وہ نیوز میں دیکھایا جانے والا وہ منظر گھوم رہا تھا جب گاڑیاں بلاسٹ کی وجہ سے بری طرح سے تباہ و برباد ہو گئی تھیں۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 124 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

زخمیوں اور شہداء کو اٹھانے کے آدھے گھنٹے کے اندر اندر ایک سات رکنی تحقیقاتی ٹیم حملے والی جگہ پر پہنچی جس کی نگرانی میجر عزیر خود کر رہے تھے۔۔ انھوں نے حملے والی جگہ کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور ایک چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔

پہلے آس پاس کے سارے ایریا کو سرچ آپریشن سے کلیئر کروایا تا کہ ایسا نہ ہو کہیں کوئی مزید دہشت گرد ن چھپا بیٹھا ہو یا کہیں بارودی مواد نہ نصب کیا گیا ہو جو کہ بعد میں نقصان کا باعث بن سکے۔۔جو دہشت گرد مارے گے تھے انکی لاشوں کو اکٹھا کر کے اس جگہ سے ہٹا دیا گیا تھا۔

تحقیقاتی ٹیم اب سڑک اور تباہ شدہ گاڑیوں کی سرچنگ کر رہی تھی۔سیکیورٹی اہلکار کی گاڑی میں دھماکہ نہیں ہوا تھا لیکن اس پر بے انتہا گولیاں برسانے کی وجہ سے ساری گاڑی تباہ ہو چکی تھی۔اس سات رکنی تحقیقاتی ٹیم میں طبی عملہ بھی شامل تھا جو کہ اس جگہ پہ موجود بلڈ کے سیمپل لے رہے تھے۔اور یہ کام کافی مشکل تھا کیونکہ بارش کی وجہ سے خون تیزی سے پانی کے ساتھ مکس ہو کے زمین میں جذب ہوتا جا رہا تھا انھوں نے تقریباً سڑک اور گاڑیوں کے آس پاس پڑے خون کے سیمپل لے لئے تھے اور ان کو ٹیسٹنگ کیلے لیب بھیج دیا گیا تا کہ جلد از جلد رپورٹ مل سکے اور حتمی طور پر پریس کانفرنس کے ذریعے شہداء اور زخمیوں کے بارے میں عوام کو آگاہ کیا جا سکے۔

اب باقی کی ٹیم میجر خان اور میجر شاہ کی تباہ شدہ گاڑی کی حالت دیکھ رہے تھے اور اندازہ لگا رہے تھے اس بلاسٹ میں کتنی مقدار میں بارودی مواد استعمال کیا تھا جب اچانک ایک آدمی کو میجر خان کا"insignia" ملا(بیج کو " "insigniaبولتے ہیں،،میجر کے بیج میں ایک چاند ستارہ ہوتا ہے،،یہ میٹل کا ہوتا ہے اور آرمی یونیفارم پہ کندھے پہ لگا ہوتا ہے۔۔(

سر!!!سر!!!یہ دیکھیں میجر کاinsignia ۔۔۔وہ آدمی تیزی سے میجر عزیر کی جانب بڑھا اور اسے بیج دیکھانے لگا ۔میجر کا insignia دیکھ کر میجر عزیر پریشان ہو ہے تھے تو اس مطلب تھا کہ میجر خان بلاسٹ میں شہید ہو گئے تھے ؟؟یہ سوچتے ہوئے وہ بیج کو غور سے دیکھنے لگے جو بلکل سیاہ ہو گیا تھا۔

ابھی میجر عزیر اس بیج کو ہی دیکھ رہے تھے جب دوسرے آدمی کو سڑک کے کنارے پڑی ہوئی میجر خان کی واچ ملی ۔وہ اس جگہ پہ اس لئے تھی کیونکہ وہ میجر شاہ کے ہاتھ سے چھوٹ کے وہی زمین پہ گری تھی۔میجر عزیر اس واچ اور بیج کی تصویریں لے کے کسی کو سینڈ کرے لگے اور پھر ان دونوں چیزوں کو لیکر اپنے پاس رکھ لیا اور جلدی سے بنوں CMHفون کیا۔۔

میجر شاہ کے یونیفارم پہ میجر کا بیج چیک کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی غلط فیصلہ لے لیں اور کسی کو دکھ پہنچائیں۔۔۔ میجر عزیر کی بات سن کر دوسری طرف موجود آدمی تیزی سے آپریشن تھیٹر کی جانب بڑھا کیونکہ میجر شاہ کا یونیفارم ادھر ہی تھا تاکہ تصدیق کی جاسکے کہ وہ میجر خان کا ہی بیج تھا۔

سر مجھے لگتا ہے میجر خان بلاسٹ میں شہید ہو گئے ہیں کیونکہ سر بلاسٹ میں اتنا بارودی مواد استعمال کیا گیا تھا کہ گوشت کا ٹکڑا تو دور ہڈی کا ملنا بھی ناممکن ہے۔۔۔ میجر عزیر کے پاس کھڑے ایک اہلکار نے اپنی رائے دی جس پہ میجر عزیر پر سوچ نگاہوں سے آس پاس کے منظر کو دیکھنے لگے۔۔

انھوں نے تقریباً ایک گھنٹے میں اس سارے ایریا کو سرچ کر لیا تھا جہاں حملہ ہوا تھا اور سارے ثبوت لے کر وہ وہاں سے روانہ ہو گے۔۔

مرحا بتاؤ نہ میرا میجر کہاں ہے ؟۔۔۔ کچھ دیر تک سب کو خاموش دیکھ کے میرال رونا بند کرتی مرحا سے الگ ہوتی روتے ہوئے مرحا سے سوال کرنے لگی کیونکہ اب اسکی برداشت ختم ہوتی جا رہی تھی وہ بس جلدی سے اپنے خان کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی تھی زندہ اور صیح سلامت۔۔

آپی مجھے جتنا معلوم تھا میں آپ کو بتا چکی ہوں! ۔۔۔ مرحا اس کے آنسو صاف کرتی ہچکیوں کے دوران بولی۔

تو پھر اس کا کیا مطلب تو یہی ہوا نا مرحا کہ وہ زندہ ہے اگر وہ زخمیوں اور شہداء میں شامل نہیں ہے تو اسکا مطلب میرا میجر زندہ ہے اور وہ ٹھیک ہے لیکن سوچنے والی بات یہ ہے وہ ہے کہاں ؟۔۔۔ میرال اپنے میجر کے بارے میں کچھ بھی غلط نہیں سوچنا چاہتی تھی، اسی لئے خود سے تانے بانے بناتی مرحا سے سوال کرنے لگی۔

آپی یوں مت روئیں! قسم سے بہت بری لگ رہی ہیں ایسے روتے ہوئے!!۔۔۔ ارزم شاہ کی برداشت جب جواب دے گئی تو میرال شاہ کی طرف بڑھتا اسے اپنے کندھے کے ساتھ لگا کے لہجے کو ہلکا پھلکا بنا کے بولتا اپنی جیب سے ٹشو نکالتے ہوئے اسکے آنسو صاف کرنے لگا۔ وہ اسکے سینے سے لگتی بری طرح رونے لگی۔۔ وہ اس کے لئے چھوٹے بھائیوں کی طرح تھا۔۔

لالہ آپ لوگ پتہ کر کے آئیں نہ لالہ کدھر ہیں اور وہ ابھی تک ادھر کیوں نہیں آئے۔۔۔مرحا بھیگی آواز میں کاظم اور احان کو مخاطب کرنے لگی جو ابھی ہی زوریز شاہ کو بلڈ دے کے آئے تھے، ان کا بلڈ زوریز شاہ سے بالکل میچ ہوتا تھا۔۔مرحا کی بات سن کر کاظم اور احان نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گے تا کہ خان کے بارے میں کچھ معلوم کیا جا سکے۔۔۔۔

تم سب دعا کرو نہ میرا میجر ٹھیک ہو۔۔میرال شاہ اپنے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کرتی ارزم شاہ سے الگ ہوتے ہوئے سب سے مخاطب ہوئی تھی۔بڑے اسے چپ کروا کے تھک چکے تھے لیکن وہ چپ نہیں کر رہی تھی۔

انشااللہ آپی وہ ٹھیک ہوں گے آپ پریشان مت ہوں۔۔۔مرحا اسکو تسلی دینے لگی حالانکہ وہ اس وقت خود ٹوٹی بکھری حالت میں۔۔

وہ سب ابھی کاریڈور میں کھڑے تھے جب احان اور کاظم بھی انہی کی جانب آرہے تھے، ان کے ساتھ ہی ایک آدمی ان کی طرف آتا دیکھائی دیا۔

اسلام علیکم سر!!!!آپ میجر حازق اسماعیل خان کی فیملی سے ہیں؟؟۔۔۔اس آدمی نے سنجیدگی سے کاظم شاہ سے سوال کیا۔

وعلیکم السلام!!!جی ہم انہی کی فیملی سے ہیں!! ان کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟۔۔۔کاظم شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھتے تیزی سے جواب دینے کے ساتھ ساتھ بے تابی سے سوال بھی کیا تھا۔۔

سر!!وہ سب آپ کو پریس کانفرنس میں بتا دیا جائے گا! ابھی آپ یہ دیکھیں کیا یہ انکی واچ ہے۔۔۔اس آدمی نے اپنا موبائل آگے کیا اور اس میں موجود میجر خان کی واچ کی تصویر انہیں دیکھانے لگا۔

واچ کے نام پہ سب نے تجسس سے اس آدمی کی طرف دیکھا تھا جبکہ کاظم اس کے ہاتھ سے موبائل تھام کے احان اور ارزم کو وہ واچ دیکھا رہا تھا۔وہ تینوں تصویر دیکھنے کے بعد موبائل میرال کی طرف بڑھا گئے کیونکہ انکو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔واچ بلکل سیاہ ہو چکی تھی اور اپنی اصلی حالت میں نہیں تھی۔نہ پہچان پانے کی صورت میں وہ فون نا سمجھی سے میرال کی طرف بڑھا گئے۔میرال نے جیسے ہی وہ واچ دیکھی اسکے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔وہ بھلا اس واچ

کو کیسے بھول سکتی تھی جو اس نے اپنے خان کو خود گفٹ کی تھی۔۔ واچ کی اتنی بری حالت دیکھ کے ایک دفعہ پھر سے میرال کی آنکھوں سے آنسو نکل کر بے مول ہوئے تھے۔۔

یہ تو میرے میجر کی واچ ہے۔۔۔۔ وہ اپنی رندھی ہوئی آواز میں کاظم شاہ کو جواب دینے لگی۔ جبکہ پاس کھڑے آدمی نے ایک دفعہ پھر سے کنفرم کیا کہ یہ میجر خان کی ہی واچ ہے؟ آپ کو یقین ہے؟ جس پر میرال نے آنسو کنٹرول کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ آدمی انکی کسی بھی بات کا جواب دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔۔

جبکہ کاظم ریز کے اپارٹمنٹ میں لڑکیوں کو لینے چلا گیا کیونکہ وہ سب اب بہت زیادہ بے چین ہوتی کاظم کو بار بار کالز کر رہی تھی۔۔ جبکہ احان کے کہنے پہ ارزم سب بڑوں کو لیکر کینٹین ایریا میں چلا گیا۔۔

کاظم نے اپارٹمنٹ پہنچتے ہی سب کو جلدی نکلنے کا حکم دیا کیونکہ دس بجے پریس کانفرنس ہونی تھی اور اسے وہاں سب کے ساتھ موجود ہونا تھا۔۔ کاظم کی آواز سن کر گلالئی، ذائشہ اور ایزل جلدی سے باہر آئی اور ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گی۔۔ تینوں بچے سو رہے تھے اور وہ اس وقت زرتاج اماں اور زہرہ مام کے پاس تھے۔۔ وہ ہاسپٹل نہیں جا رہی تھی۔۔ وہ صبح جانے کا ارادہ رکھتی تھی کیونکہ ابھی بچوں کے پاس کسی نہ کسی کا ہونا ضروری تھا۔۔

کاظم شاہ ان تینوں کو لے کر جلدی سے ہاسپٹل روانہ ہو گیا۔۔۔ راستے میں ان تینوں نے یک زبان ہو کر میجر خان اور میجر شاہ کے متعلق استفسار کیا جس پر کاظم نے انہیں مختصراً ساری صورتحال سے آگاہ کیا اور دعا کرنے کی تلقین کی۔۔

احان، مرحا اور میرال کوریڈور میں کھڑے کسی اچھی خبر کا انتظار کر رہے تھے جب کاظم تینوں لڑکیوں کو لیکر اندر داخل ہوا۔۔ تینوں نے بے چینی سے اب کی بار احان شاہ سے میجر خان اور میجر شاہ کے متعلق پوچھا۔ دس بج چکے تھے احان ابھی انکی کسی بھی بات کا جواب دیتا جب سب کی نظریں سکرین کی طرف اٹھی تھیں۔۔ DGISPR پریس کانفرنس کیلئے آ چکے تھے۔ اور اپنے سامنے رکھے گئے مائیک درست کرنے لگے۔۔۔ جبکہ ان سب کے دلوں کی دھڑکنیں تیز تی کانوں میں بجتی سنائی دینے لگیں۔ وہ سب غور سے سکرین کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم !!!!! اسلام علیکم !!!! جیسا کہ آج کے ہوئے حملے کے بارے میں آپ سب جانتے ہیں جو کہ ڈی آئی خان روڈ پر ہوا تھا اور کس طرح ہمارے جوانوں نے جوان مردی کا مظاہرہ کیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اس وطن عظیم کی حفاظت کی اور دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کی بروقت کارروائی کی وجہ سے ہم

کسی بھی بڑے نقصان سے بچ گئے۔۔اس حملے میں ہلاک ہونے والے دہشتگردوں کی تعداد چھ ہے جبکہ جوابی کارروائی میں ہمارے چار جوانوں نے جام شہادت نوش کیااور تین زخمی ہوئے ہیں۔زخمی ہونے والوں میں میجر سید زوریز ہارون شاہ،سپاہی محمد ادریس اور سپاہی اظہر محمود شامل تھے" ۔۔دل تھام کے اس خبر کو سنتے ہوئے کوریڈور میں موجود سب شاہ حویلی والوں کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا کیونکہ زخمیوں میں میجر خان کا نام نہیں لیا گیا تھا اور میرال کا پورا جسم ٹھنڈا ہونا شروع ہو گیا تھا کیونکہ جو وہ سوچ رہی تھی اس کو سہنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔۔وہ تیزی سے مرحا کو تھام گی۔

"ہمارے چار جوان جو شہید ہوئے ان میں سپاہی محمد خلیل،سپاہی علی حمزہ،سپاہی زبیر منیر جبکہ ایک افسر میجر حازق اسماعیل خانزادہ ہیں۔میجر حازق اسماعیل خانزادہ کی باڈی کا کوئی پارٹ نہیں مل سکا کیونکہ انکو بلاسٹ سے ہٹ کیا گیا تھا۔باقی جائے وقوعہ سے ہمیں انکا،insignia اور واچ ملی ہے! مکمل تحقیق کے بعد انکو شہید ڈکلئیر کیا گیا ہے اللہ انکے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔۔" یہ خبر سن کے میرال،ذائشہ اور گلالئ کے منہ سے زوردار چیخ بر آمد ہوئی تھی۔۔ان پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔۔ان تینوں نے جگہ کا لحاظ کئے بغیر دھاڑیں مار مار کے رونے شروع کر دیا تھا۔۔باقی سب بالکل ساکت سکرین کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔۔

وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟وہ مجھے چھوڑ کے نہیں جا سکتا؟یہ سب جھوٹ ہے میرا میجر زندہ ہے وہ اپنی میرو کو کبھی اتنا بڑا دکھ نہیں دے سکتا۔وہ تو میرا اپنا ہے اور اپنوں کے ساتھ کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے؟؟ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے میرے اپنے مجھے چھوڑ دیتے ہیں کیا میں اتنی بری ہوں میجھ سے جڑا ہر رشتہ مجھے تنہا کر دیتا ہے؟؟کیا جدائیاں صرف میرے ہی حصے میں لکھی گئی ہیں؟۔۔۔۔۔اسکا سینہ یہ خبر سن کے چھلنی ہو چکا تھا وہ اذیت سے روتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑی مرحا سے لپٹتی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے چلا رہی تھی۔۔۔سب بڑے اور ارزم یہ خبر کینٹین ایریا میں لگی سکرین پر سن کر تیزی سے اندر کی طرف بھاگے تھے،کھانے کا تو ویسے ہی دل نہیں تھا، وہ سب ارزم کی ضد پہ یہاں آئے تھے لیکن یہ خبر تو جیسے ان سب کی جان نکال گئی تھی۔۔

گلالئ اور ذائشہ صدمے کی حالت میں تھیں کتنی آسانی سے ان کے لالہ کو شہید کہہ دیا گیا تھا؟یہ سوچے بنا کہ اس کی بہنوں پہ کیا گزرے گی۔۔گلالئ اور ذائشہ کو یوں روتے دیکھ کر احان اور ارزم نے ان دونوں کو اپنے حصار میں لیا

تھا۔۔وہ سب شام سے رو رہی تھی اب تو رو رو کے سن کے آنسو بھی ختم ہو گے تھے ان کی آنکھوں سے سب لہو چھلکنے کو تیار تھا۔۔

میرے لالہ مجھے ابھی تو ملے تھے میں ساری زندگی رشتوں کو ترسی تھی، اب زندگی میں کچھ سکون کے پل آئے تھے وہ بھی چھین لیے گے، ابھی تو میرے لالہ کی زندگی شروع ہوئی تھی، ابھی تو خوشیوں نے دستک دی تھی، وہ بھی تو ساری زندگی رشتوں کو ترسے تھے، انکا بھی خوشیوں پہ حق تھا، تو اتنی جلدی سب کچھ کیسے ختم ہو سکتا ہے؟؟۔۔گلالئ بری طرح سے روتی ہوئی احان کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچ گی۔ذائشہ کا بھی یہی حال تھا۔۔

تمہیں فخر ہونا چاہئیے گل تم ایک شہید کی بہن ہو!!۔۔۔۔احان شاہ بے حد مشکل سے اپنے آنسو روکتا گلالئ کے آنسو صاف کرتے اسے ہمت دینے لگا۔احان شاہ کی آنکھوں کے آگے ہر وہ پل گزرا تھا جب وہ حاذق خان کو چڑاتا تھا، اس سے گل کی بولی گئ پشتو کے الفاظ کے مطلب پوچھتا تھا جس پہ وہ احسان جتانے والے انداز میں اسے ترجمہ کر کے بتایا کرتا تھا۔۔گلالئ اس کے جواب پہ مزید زوروں سے رونے لگی۔۔

ارزم دیکھیں نہ یہ کیا ہو گیا ہے تیئس سال لاوارثی اور یتیمی کی زندگی گزری تھی جس جگہ سے مجھے منسلک کر دیا تھا میں عزت، تحفظ، مان، پیار سب کو ترستی رہی پھر آپ میری زندگی میں آئے اور اپنا آپ خاص لگنے لگا آپ نے مجھے عزت، تحفظ، پیار سب کچھ دیا لیکن پھر بھی میں یتیم اور لاوارث ہی تھی۔۔۔جب سے لالہ میری زندگی میں آئے تھی میں لاوارث نہیں رہی، ابھی تو لالا نے میرے لاڈ اٹھانے تھے اور میں اتنی جلدی پھر سے لاواث ہو گئی میں آج ایک بار پھر یتیم ہو گئی!! کیوں؟۔۔۔ذائشہ اپنی باتوں سے نہ صرف اپنا بلکہ ارزم کا دل بھی چیر گئی تھی وہ اسکے سینے سے لپٹ کے روتے ہوئے اسے آج ایک بار پھر سے رولا گئی، ارزم شاہ اسے کیا حوصلہ دیتا خود اسکے کندھے میں چہرہ چھپا کے بے آواز رونے لگا۔وہ چاہے کب سے ان سب کو حوصلے دیتا خود کو لاپرواہ ظاہر کر رہا تھا لیکن جب سے اسے میجر خان نہیں مل رہا تھا اس کی جان لبوں پہ آ رہی تھی، چاہے ہر وقت اسکا دشمن بنا رہتا تھا لیکن اس سے کئ زیادہ اس سے محبت بھی کرتا تھا۔۔احان بھی اپنی گل کو یوں تڑپ کے روتا دیکھ کر اپنے آنسوؤں پہ ظبط نہ کر پایا۔۔ھارون شاہ، دریاب شاہ اور زاویار شاہ کو ابھی تک اس خبر پہ یقین نہیں آ رہا تھا، بچیوں کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹوں کی آنکھوں میں

آنسو دیکھتے وہ انہیں ہمت دینے لگے، ان سب کو آج پتا چل رہا تھا حاذق خانزادہ ان کے دلوں میں کتنا اونچا مقام رکھتا ہے۔۔

کاظم شاہ آگے بڑھتے ہوئے میر ال کو حوصلہ دے رہا تھا۔ ناچاہ کے بھی اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔۔ نقصان ہی اتنا بڑا تھا جتنا رویا جاتا کم تھا۔ زاویار شاہ اپنی بیٹی کو یوں روتا دیکھ کر اسے اپنے سینے میں چھپا گئے، اوزی بھی بری طرح سے رو رہی تھی، اس صورتحال پہ سب باقی سب بڑوں کی آنکھیں بھی نم ہو رہی تھیں۔۔

ابھی وہ سب اس حادثے کی کیفیت سے باہر نہیں نکلے تھے جب اچانک باہر چار گاڑیاں آ کے رکی تھیں۔۔ ان میں سے ایک کرنل صاحب کی تھی، دوسری میں میجر عزیر تھے، جبکہ باقی کی دو میں سیکیورٹی فورسز کے اہلکار تھے۔ وہ تیزی سے گاڑیوں سے نکل کر راہداری سے ہوتے ہوئے کوریڈور کی جانب بڑھے تھے۔

کرنل صاحب آگے تھے باقی سب اہلکار انکے پیچھے تھے وہ ساری رپورٹس اور مکمل تحقیق کرنے کے بعد ان سب کی طرف آ رہے تھے۔۔

اسلام علیکم !!!!! آپ میں سے میر ال حازق اسماعیل خانزادہ کون ہے؟ کرنل صاحب نے آتے ہی ان سب کو مخاطب کر کے نرمی سے سوال پوچھا۔۔ جس کے جواب میں کاظم شاہ نے میر ال کی طرف اشارہ کیا اور میر ال نے اپنے باپ کے سینے سے منہ نکال کر انکی طرف دیکھا۔

مسز خان!!! ہم آپ کو آپ کی امانت پہنچانے آئے ہیں، آپ کے شوہر کی قابل فخر خدمات کو یہ ملک اور یہ ادارہ ہمیشہ سراہتا رہے گا، انکی ان خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا، وہ ایک نہایت ہی قابل، نڈر اور دلیر افسر تھے، انکے جیسے افسر اور وطن سے بے لوث محبت رکھنے والے بہت ہی کم پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں انکی قربانی پہ فخر ہے۔۔

کرنل صاحب نرمی سے میر ال شاہ سے مخاطب تھے۔ وہ سب جانتے تھے ایک ہفتے بعد حاذق خان کی شادی تھی، اس نے یہاں پہ سب کو اپنی شادی کا بتایا تھا اور یہاں تک کے سب کے کہنے پہ ٹریٹ بھی پہلے ہی دے چکا تھا۔۔

کرنل صاحب کے بات ختم کرنے کے بعد تین آدمی سامنے آئے۔۔ ایک آگے جبکہ دو اسکے پیچھے۔۔ آگے والے آدمی نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے، ان ہاتھوں پر سبز ہلالی پرچم نیچے اور اسکے اوپر میجر خان کا دوسرا یونیفارم جو اس کے کمرے سے لیا گیا تھا اور یونیفارم کے اوپر میجر کا insignia اور واچ رکھی گی تھی۔۔ اس آدمی

نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے میر ال کو تھمائے اور پیچھے ہٹ کر ان تینوں نے بیک وقت سلیوٹ کیا میر ال کو مزید بتایا کہ اب انکا درجہ کتنا بلند اور عظیم ہے۔۔وہ ایک شہید کی بیوی ہے۔۔ کرنل صاحب اور میجر عزیر نے بھی انکی بہادری کو داد دیتے ہوئے میر ال کو سلیوٹ مارا،،اور آگے بڑھ کر کرنل صاحب میر ال کے سر پر ہاتھ رکھ گئے،،اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔۔اب وہ سب زخمیوں کی عیادت کرنا چاہتے تھے۔۔ جبکہ میر ال ابھی تک ہاتھ میں وہ پرچم اور یونیفارم تھامے ساکت کھڑی تھی۔۔وہ کب سے زبان کو تالا لگائے خاموش تھی، بولنے کو جیسے الفاظ چھن چکے تھے، جس کے بدلے اس نے اپنا خان قربان کیا تھا اس یونیفارم سے آتی اسکے بدن کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے میر ال تیزی سے ان سب چیزوں کو سینے میں بھینچ گی۔۔ڈیڈ دیکھیں آپ کی بیٹی کو کیا ملا ہے؟ غم میر ال کے حصے میں لکھ دئے گئے ہیں ساری زندگی میری آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ہیں لیکن میرے غم ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے؟؟میر ال پھوٹ پھوٹ کے روتی اپنے ڈیڈ سے سوال کرتے ہوئے میجر خان کے یونیفارم کو پاگلوں کی طرح چومتی اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔۔

وطن کے ساتھ وفا نبھا گئے لیکن اپنی میر و جان کے ساتھ تم بے وفائی کر گئے میجر!! میں تو تمہارے انتظار میں تھی؟تم نے تو انتظار کی مہلت ختم ہونے کا انتظار نہ کیا اور مجھے چھوڑ کے چلے گئے؟اتنی جلدی تھی تمہیں؟؟۔۔۔وہ چلاتی ہوئی زمین پہ بیٹھ گئی۔اسکے چلانے پہ ارزم شاہ ہوش میں آتا جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتے ذائشہ کو خود سے الگ کر کے دریاب شاہ کے حوالے کرتا زمین پہ میر ال شاہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا اسے سنبھالنے لگا۔۔کاظم شاہ روتی ہوئی ایزل کو سنبھالتا اسکا ماتھا چومتے بار بار سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا جس پہ ایک ہی نیوز دی جا رہی تھی۔۔

عالم انکل اس وقت اپنے روم میں بیٹھے اپنی کچھ دوائیں نکال کر لے رہے تھے جبکہ شہسوار شاہ ڈیوٹی پہ تھا آج کل اسکی رات کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی لیکن عالم انکل کے اکیلے ہونے کی وجہ سے وہ ساڑھے دس گیارہ بجے تک گھر لوٹ آتا تھا۔۔۔

عالم انکل اپنی دوائیں لینے کے بعد ٹیبل پہ اپنا پڑا ہوا فون اٹھا کر ملکی حالات کی خبر لینے لگے۔۔یہ ان کا روز کا معمول تھا، جیسے ہی انھوں نے یوٹیوب آن کیا تو سامنے ہی کسی نیوز چینل کے تھمب نیل پر بنوں اور لکی مروت کے درمیان

ہونے والے حملے کے بارے میں بتایا جارہا تھا، زخمی اور شہید جوانوں کی تعداد بھی بتائی جارہی تھی، اور ان کے نام بھی، جیسے ہی شہیدوں میں میجر خان کا نام لیا گیا تو اسکا سکرین پر چمکتا نام اور تصویر دیکھ کر انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔۔

" یااللہ خیر میرا بچہ " انکے منہ سے سب سے پہلے یہیالافاظ نکلے تھے، وہ موبائل کو چھوڑ کر تیزی سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر گئے کہ شاید موبائل پہ فیک نیوز ہو لیکن ٹی وی پر بھی DGISPR کی پریس کانفرنس ریپیٹ کی جارہی تھی۔۔

یااللہ یہ کیا ہو گیا! میرے بچے کے جانے کا ابھی تو ٹائم نہیں تھا!!۔۔۔۔وہ اپنی نم آنکھوں سے پھر سے اپنے موبائل کی طرف بڑھے تا کہ کال کر کے شہسوار کو بلا سکیں۔ انہوں نے حاذق خان اور شہسوار شاہ میں کوئی فرق نہیں کیا تھا، اس خبر کو سن کے ان کا سینہ پھٹ رہا تھا۔ وہ ابھی شہسوار کو کال کرنے ہی والے تھے لیکن انکی کال کرنے سے پہلے ہی شہسوار انکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

شاہ دیکھوں یہ کیا ہوا ہے ہمارے خان کے ساتھ!!۔۔۔۔عالم شاہ بے یقینی سے اسے ٹی وی کی طرف متوجہ کرنے لگے، شہسوار کو یہ خبر پہلے ہی مل چکی تھی اس لئے وہ ڈیوٹی چھوڑ کے دوڑا چلا آیا تا کہ وہ بھی جلد از جلد بنوں کیلے روانہ ہو سکیں۔۔ ٹکٹ اس نے پہلے ہی بک کروا دیئے تھے اسکی اپنی سرخ آنکھیں صاف بتا رہی تھی کہ دوست کے چھوڑ جانے کا غم کتنا سنگین ہوتا ہے۔۔۔وہ بھی بنوں آرمی ائیر پورٹ سے ہی لینڈ کریں گے جو کہ آرمی نے اپنے استعمال کیلئے بنوایا تھا لیکن اس سے آرمی کی فیملیز کو ایمر جنسی کی صورت میں لینڈ کرنے کی اجازت تھی جس طرح شاہ فیملی گئی تھی اس طرح شہسوار بھی ایک حاضر سروس پولیس آفیسر اور حاذق خان کا فیملی ممبر تھا۔

ڈیڈ آپ صبر کریں اور اپنا کچھ ضروری سامان لیں۔۔ ہم بنوں کیلے نکل رہے ہیں۔۔۔۔ شہسوار شاہ سنجیدگی سے عالم شاہ کو ہمت دیتا ان کے کمرہ سے نکلتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔ کمرے سے نکلتے ہی اسکے آنسو پھر سے اسکی گہری سیاہ آنکھوں سے پھسلتے اسکی سیاہ بئیرڈ میں جذب ہوئے تھے۔۔

ڈیڈ دیکھیں نہ میں کتنی بد قسمت بیوی ہوں مجھے اپنے شوہر کا آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوا!! ایک بار آخری بار تو مجھے میرے خان کا چہرہ دیکھا دیتے؟ اتنا ظلم بھی کوئی کرتا ہے کیا؟؟ میرال ہنوز آرمی کی طرف سے دیئے گے پرچم اور خان کے یونیفارم کو اپنے سینے سے لگا کر بار بار چوم رہی تھی۔۔۔

ہاں ماناڈیڈ!!! میں مضبوط تھی میں دلیر اور نڈر تھی، میں کسی سے نہیں ڈرتی تھی۔۔ لیکن ہمیشہ رشتوں کے معاملوں میں انسان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ انکو کھونے سے ڈرنے لگتا ہے اور دیکھیں میں نے اپنے خان کو کھو دیا، آج مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ڈیڈ۔۔ یہ دیکھیں ہاتھ کیسے کانپ رہے ہیں! دل ایسے دھڑک رہا ہے جیسے ابھی باہر آجائے گا۔۔۔ وہ دیوانی بنی اپنے باپ سے سوال پہ سوال کئے جا رہی تھی۔ اور اسکے باپ کے پاس اسکے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ وہ تو بے بسی سے اپنی بیٹی کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ رہا تھا اور وہ نازک بیٹی یہ غم کیسے برداشت کرے گی یہ سوچ سوچ کے اسکا سینہ پھٹا جا رہا تھا۔۔ ارزم شاہ ابھی تک میرال کے پاس گھٹنوں کے پل بیٹھا اسے حوصلہ دے رہا تھا لیکن وہ کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہیں تھی۔۔

شہسوار اور عالم انکل تقریبا بارہ بجے تک بنوں پہنچ گئے تھے۔۔۔ اور وہ ائیر پورٹ سے سیدھا ہاسپٹل جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔۔

ہاسپٹل پہنچتے ہی شہسوار شاہ اور عالم شاہ ان سب کی طرف بڑھے تھے۔۔ عالم شاہ سب بڑوں سے مل رہے تھے جبکہ شہسوار شاہ سب لڑکوں سے ملنے کے بعد زمین پہ بیٹھی میرال شاہ کی طرف بڑھا تھا جو بار بار اپنے ہاتھ میں پکڑی چیزوں کو دیکھتی روتے ہوئے ارزم شاہ کو نجانے کیا کیا بتا رہی تھی۔ گل، ذائشہ اور ایزل اپنا چہرہ اور وجود اچھی طرح سے چادر سے چھپائے ہوئے تھیں، وہ جس طرح سے اپارٹمنٹ سے آئی تھیں۔ ان کی چادریں اب تک ویسی ہی تھیں، ہاں رونے بلکنے کی وجہ سے بے ترتیب ضرور ہوئی تھیں جو ان کے شوہروں نے بروقت درست کی تھی جبکہ میرال شاہ کو چہرہ ڈھکنے کی کبھی بھی عادت نہیں تھی، اس نے دعائیں مانگنے کے لئے سر پہ دوپٹا لیا تھا جو بار بار سر سے ڈھلک رہا تھا۔۔

میر ال!!!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ ایسے کون سے الفاظ بولے جس سے میر ال کو سکون پہنچایا جا سکے، وہ کچھ بولنے میں ناکامی کا سامنا کرتا صرف اسکا نام پکارتے ہوئے بالکل ارزم کی طرح اس سے کچھ فاصلے پہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ارزم شاہ نے میر ال کے سر پہ چادر درست کی تھی، حاذق خان کے ساتھ رہ کے وہ اتنا تو جان گیا تھا وہ اپنی موجودگی میں ہمیشہ میر ال کا دوپٹا ٹھیک کرتا رہتا تھا۔۔

تم آگئے شہسوار؟ دیکھو میجر ہمیں دھوکا دے گیا!! میں ہمیشہ تمہیں کہتی تھی نا یہ آرمی والوں کو دھوکا دیتا ہے اصل میں اس کا تعلق مافیہ سے ہے! دیکھو وہ میری بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے آج اپنے ملک کے لئے شہید ہوتے اپنے سے جڑے سب لوگوں کو دھوکا دے گیا ہے!! مجھے ہر روز فون پہ کہتا تھا میں آؤں گا تو ہم ساتھ شادی کی شاپنگ کریں گے! دیکھو شہسوار وہ کتنا بے وفا نکلا؟ تمہارا دوست بہت بے وفا ہے! آج میں تمہارے منہ سے اسکی کوئی وکالت نہ سنوں!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ شہسوار شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی روتے ہوئے بولنا شروع ہو گئی، جیسے اپنا غم سنانے کے لئے مزید ایک ساتھی ملا تھا، لیکن غم تو ہلکا ہونے کی بجائے مزید بڑھتا جا رہا تھا۔۔

وکالت نہیں کرتا! لیکن اپنی طرف دیکھو! کیا کبھی کسی شہید کی مضبوط بیوی کو یوں بین ڈال کے روتے دیکھا ہے؟ شہید ہمیشہ زندہ رہتا ہے! شہید کی موت قوم کی حیات ہوتی ہے! شہید کا لہو قوم کی زکوٰۃ ہے! اگر تم اس طرح سے رو گی تو اسے تکلیف ہو گی! وہ ناراض ہو جائے گا!۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنے آنسو روکتا میر ال شاہ کا رونے سے دھیان بٹانے لگا لیکن آج پہلی بار تھا میر ال شاہ کسی کو بھی سمجھنے کی بجائے، مضبوط اور لاپرواہ بننے کی بجائے کمزور بنتی بار بار اپنے آنسوؤں کو سہارا لیتی اپنا غم ہلکا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

تین دن گزر چکے تھے، زوریز شاہ بھی تک آئی ٹی سی میں تھا۔ اسے ہوش نہیں آیا تھا۔ شاہ حویلی کے تمام مکینوں پہ ہاسپٹل میں گزرے یہ دن ایک دفعہ پھر سے بھاری پڑ رہے تھے۔ پہلے احان شاہ کے برین ہیمرج نے ان کی نیندیں اڑائی تھیں اور اب وہی کام زوریز شاہ کر رہا تھا۔ میجر خان کا اس دنیا سے اتنی جلدی چلے جانا ان میں سے کوئی بھی قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا اس کی شہادت پہ مزید آنسو بہائیں یا اس پہ فخر کریں؟ وہ ان کے ذہنوں اور دلوں پہ اپنی گہری چھاپ چھوڑ کے جا چکا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی اسکے سحر سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ تاریخ کے مطابق

چار دن بعد اس کی اور میر ال کی دھوم دھام سے شادی تہہ کی گئی تھی، سب جانتے تھے میر ال اپنی شادی کو لے کے کتنا خوش تھی، اس نے ان دنوں سب سے زیادہ گھن چکر ارزم شاہ کو بنایا تھا، جو آئے روز اسے، ذائشہ، زہرہ مام اور کبھی گل تو کبھی ایزل کو لے کے مال کے چکر لگاتا رہا تھا لیکن شادی کی تیاریاں تھی کہ سمٹنے کی بجائے بھرتی جاتی تھی۔ وہ تو اپنی شادی کے دن گن رہی تھی اسے کیا معلوم تھا وہ دن آنے سے پہلے ہی اسکی سانسیں اس سے جدا ہو جائیں گی، اسے کیا معلوم تھا وہ اسکی جان کی حفاظت نہیں کر پائے گا؟ اسے کیا معلوم تھا اسکی واپسی کا ہر وعدہ یوں دھڑا کا دھڑا رہ جائے گا اور وہ اسے اتنے بڑے غم سے دوچار کر کے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ کے چلا جائے گا؟ کچھ دن پہلے یہی لوگ ایک ساتھ بیٹھ کے ہنس کھیل رہے تھے جو اب ہنسنا تو دور مسکرانا تک بھول چکے تھے۔۔

مرحا شاہ ہمیشہ کی طرح باہر بے چینی کا سامنا کرتی اندر آئی ٹی سی روم کی طرف بڑھ گئی، تاکہ زوریز شاہ کے بے ہوش وجود کے ساتھ باتیں کر کے اپنا دل کچھ ہلکا کر سکے۔ وہ جب اس سے باتیں کرتی تھی اور وہ ہوش میں نہیں آتا تھا تو وہ کافی مایوس ہوتی تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا احان شاہ نے شدید برین ہیمرج کے دوران اپنی بیوی کی ایک دھمکی پہ کس طرح سے آنکھیں کھولیں تھیں، لیکن زوریز شاہ اسکی دھمکی تو دور اسکی التجاؤں پہ بھی آنکھیں نہیں کھولتا تھا۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کی بے بس لڑکی محسوس کو رہی تھی۔ باہر کاریڈور میں صرف احان شاہ، کاظم شاہ اور ارزم شاہ موجود تھے، باقی سب کو انہوں نے زبردستی اپارٹمنٹ بھیجا تھا، شاہ بی بی، زہرہ مام اور زرتاج اماں بھی ان دنوں میں ہاسپٹل کا چکر لگا کے جا چکی تھیں۔ مرحا شاہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اداس آنکھوں سے پٹیوں اور نالیوں میں جکڑے زوریز شاہ کی طرف دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی۔۔ آج اسکی ہمت جواب دے رہی تھی، اسے کسی بھی صورت زوریز شاہ کو ہوش میں لانا تھا ورنہ اسے لگ رہا تھا اسکی اپنی سانسیں آج حقیقتاً بند ہو جائیں گی۔ آج زوریز شاہ کو ہوش میں لانا ہر حال میں ضروری تھا ورنہ اسکی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ اسکی حالت کافی خراب تھی۔ سب کو امید تھی وہ کل ہوش میں آ جائے گا لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا تھا، وہ سب کی امیدوں پہ پانی پھیر گیا تھا، آج پھر سے سب اسکے لئے دعا گو تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 124 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ریز! بس کر دو میں تھک چکی ہوں! اب مزید برداشت نہیں ہو رہا!! پلیز آنکھیں کھول لو! اپنی شاہ ذادی کا اتنا امتحان مت لو!۔۔۔۔وہ اسکے ہاتھ پہ اپنا سر رکھے کب سے روتے ہوئے آج پھر سے اس سے التجائیں کر رہی تھی۔

میں تم سے ہمیشہ کہتی تھی آرمی چھوڑ دو لیکن تم بھڑک جاتے تھے! اب دیکھو تمہاری حب الوطنی نے تمہیں کس حال میں پہنچا دیا ہے! تم تو یہ سب اپنے ملک سے محبت کی خاطر کر چکے ہو! مجھے بتاؤ میں کس سے جا کے اپنی محبت کے ان زخموں کا حساب مانگوں؟۔۔۔۔وہ سسکیوں سے روتے ہوئے اسکے ہاتھ سے سر اٹھاتی اسکے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے لگی، اسکی سرخ و سفید رنگت اس وقت زرد پڑی ہوئی تھی۔ کرچیوں کے نشان ابھی تک مندمل نہیں ہوئے تھے۔۔ ہری آنکھیں اب تک بند تھیں۔ وہ اسکی کمان کا تل ان تین دنوں میں کتنی دفعہ چوم چکی تھی اس نے ایک دفعہ بھی حساب نہیں لگایا تھا۔۔

آج کے بعد تمہاری کمان کا تل نہیں چوموں گی! تم بہت درد دیتے ہو!!۔۔۔۔۔۔وہ اس سے دھمکی دینے والی انداز میں مخاطب ہوتی لاکھ نا چاہنے کے باوجود ایک دفعہ پھر روتے ہوئے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی۔۔ اسکا نرم لمس محسوس کرتے ہوئے زوریز شاہ نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں۔۔ وہ تین دنوں سے اپنے چہرے پہ اسکا نرم و ملائم لمس محسوس کر رہا تھا لیکن پوری قوت لگا کے بھی آنکھیں کھولنا اس کے لئے مشکل تھا۔۔

خ۔خان۔۔۔۔ک۔۔ کہاں۔۔ہ۔۔ہے!!۔۔۔۔ہوش میں آتے ہی میجر شاہ کے ہونٹوں نے پہلا ذکر میجر خان کا کیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں سب سے پہلے وہ منظر لہرایا تھا جب ان کی گاڑی اسکی آنکھوں کے سامنے تباہ ہوئی تھی۔۔ مرحا شاہ جو اسکے تل پہ اپنے ہونٹ رکھے ہوئے تھی، زوریز شاہ کی آواز سنتے ہی اس نے تیزی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اس کی سحر انگیز ہری آنکھوں کا دیدار نصیب ہوتے ہی مرحا شاہ کی ہچکیاں بندھی تھیں۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسکی طرف دیکھتی اسکے گال پہ نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ گئی۔

خا۔۔خان۔۔ کہاں۔۔ہے؟۔۔۔۔مرحا شاہ کی خاموشی پہ میجر شاہ نے تکلیف سے مدھم آواز میں اپنا سوال پھر سے دہرایا تھا۔ گردن پہ لگی گولی کی وجہ سے بولتے ہوئے تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔۔

و۔وہ۔۔ابھی۔۔ابھی۔۔ان۔۔کا۔۔کسی۔۔۔نے۔۔کچھ۔۔نہیں۔۔بتایا۔۔۔مرحاشاہ اسے پریس کانفرنس والی سٹیٹمنٹ سنانے کی بجائے جھوٹ بھول گئی۔وہ اسکا جواب سنتے ہی تکلیف سے آنکھیں موندے گیا۔وہ شاید پھر غنودگی میں جاچکا تھا۔۔

ر۔ریز۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے ایک دفعہ پھر سے پکارا تھا لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں تھی۔وہ پچھلے تین دن سے اسکے لئے بے حال ہو رہی تھی اور وہ اسے نظر بھر کے دیکھے بغیر پھر سے آنکھیں موندے گیا تھا؟اس نے ایک دفعہ بھی مرحا اور اپنے بچے کے متعلق نہیں پوچھا تھا؟

ریز کیسے ہو؟کیا تمہیں کہیں پہ درد ہو رہا ہے؟۔۔۔۔وہ اپنی ہچکیوں پہ قابو پاتی پھر سے سوال کرنے لگی۔دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔وہ مزید کچھ بولنے کی بجائے اسکے ہاتھ کے اوپر سے اپنا ہاتھ ہٹاتی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ ہر گزرتے وقت کے ساتھ اسکے عشق میں مزید پاگل ہوتی جا رہی تھی،مرحاشاہ اب اپنے بڑھتے جذبات پہ بیڑیاں ڈالنا چاہتی تھی کیونکہ یہ اسے ہرٹ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے تھے۔اس نے ایک دفعہ اس سے نہیں پوچھا تھا۔۔مرحا تم نے اتنے آنسو کیوں بہائے؟۔۔مرحا تم کیسی ہو؟۔۔ہمارا بچہ کیسا ہے؟۔۔۔تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟۔۔مرحاشاہ نے شدت سے یہ سب نوٹ کیا تھا۔۔زوریز شاہ اس وقت بے حد تکلیف میں تھا اس نے جان بوجھ کے مرحا کی موجودگی کو اگنور نہیں کیا تھا۔وہ چاہ کے بھی اس سے باتیں نہ کر پایا۔

تم دونوں اپارٹمنٹ جاؤ!میں یہی پہ ہوں!۔۔۔۔مرحا کے آئی ٹی سی روم میں جانے کے بعد کاظم شاہ سنجیدگی سے ارزم شاہ اور احان شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔

اپارٹمنٹ جا کے کیا کریں؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔جس دن سے زوریز شاہ کو ہوش نہیں آ رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا وہ کسی بھی وقت اپنے ہوش کھو دے گا۔اسے ایسا لگ رہا تھا یہ سب اسکے ساتھ ہو رہا ہے۔پچھلے تین دنوں سے اسکا سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔جب سے برین ہیمرج ہوا تھا زیادہ غصہ کرنے یا ٹینشن لینے سے اسکا سر ہر وقت یونہی دہکتا رہتا تھا۔میجر شاہ اور میجر خان کے ساتھ ہوئے اس واقعے نے ان سب کو کافی ایفیکٹ کیا تھا۔

جا کے اپنی بیویوں کو سنبھالو جو اپنے لالا کے جانے کے بعد خود کو یتیم سمجھ رہی ہیں! ! میرال اب سے ہم سب کی زمہ داری ہے، وہ اگر یونہی خود کو کمرے میں بند رکھے گی وہ ڈیپریشن کا شکار ہو جائے گی! اسے پینک اٹیکس آئیں گے لیکن وہ کسی کو نہیں بتائے گی! سیچویشن چاہے جیسی بھی ہو ہمیں بکھرنا نہیں ہے۔۔جو چلا گیا ہم اسے واپس نہیں لا سکتے لیکن اپنی جو امانت وہ ہمارے حوالے کر گیا ہے اس میں کوئی کوتاہی بھی نہیں کر سکتے! ہم پچھلے تین دنوں سے یہاں کھڑے ہیں! ہمارے یہاں کھڑے ہونے سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا! اس وقت ہمارے اپنوں کو ہماری ضرورت ہے! میں یہاں ہاسپٹل میں ہوں جیسے ہی ریز کو ہوش آئے گا تم دونوں کو کال کر دوں گا! فلحال اپارٹمنٹ جا کے سب بڑوں اور چھوٹوں کو تسلی بخش جواب دے کے ان کی ہمت بڑھاؤ!!۔۔۔کاظم شاہ انہیں سنجیدگی سے سمجھانے لگا، وہ جانتا تھا سمجھنا ان دونوں نے نہیں ہے، ضد سے یہی پہ کھڑے رہنا ہے لیکن وہ پھر بھی ایک کوشش کر رہا تھا۔۔ایسا نہیں تھا وہ تینوں ان تین دنوں میں اپارٹمنٹ نہیں گئے تھے۔۔وہ تینوں گئے تھے اپنی بیویوں کو، میرال کو اور باقی سب بڑوں کو بہت اچھے سے سنبھالا تھا لیکن وہ تینوں زیادہ تر وقت اسپتال میں گزار رہے تھے کیونکہ میجر خان کی ہوئی شہادت کے بعد زوریز شاہ سے دوری بنانا کسی کے بھی بس سے باہر تھا۔۔

تم دونوں اپارٹمنٹ چلے جاؤ! میں یہی پہ ہوں! میرا اس ہاسپٹل سے باہر دل نہیں لگ رہا! میں راہداری تک جاتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے میرے پیچھے کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے جس کے بعد پچھتاوا میرا مقدر بنے!۔۔۔۔۔احان شاہ ضدی انداز میں بولتا نفی میں سر ہلاتے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔اسکے جواب کے بعد کاظم شاہ نے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

لالا وہ (ذائشہ) بولتی ہے اس کا دل نہیں مانتا اسکے لالا اتنی جلدی جا سکتے ہیں! میرال آپی بولتی ہیں اگر ان کا میجر اس دنیا سے جا چکا ہے تو ان کی سانسیں ان سے جدا کیوں نہیں ہو رہی؟ دل کیوں اس حقیقت کو ماننے سے انکار کر رہا ہے؟ گل بھابھی کے پاس جاؤ تو بولتی ہیں پریس کانفرنس پہ یقین نہیں ہے! ! وہ تینوں ابھی تک اس حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں تو ہمت کس بنا پہ دیں؟ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ لالا کو اپنے منہ سے شہید کہہ سکوں کیونکہ ان تینوں کی طرح میرا اپنا دل اس حقیقت کو ماننے سے انکار کر رہا ہے! میرا دل کہتا ہے لالا (حاذق خان) اتنی جلدی نہیں جا سکتے! وہ ریز لالا کے ساتھ تھے، ایک دفعہ ریز لالا ہوش میں آ جائیں مجھے پورا یقین ہے وہ آرمی کی اس سٹیٹمنٹ

کی نفی کریں گے!! شاید میں ان کی ڈیڈ باڈی دیکھ لیتا تو اتنا بچوں والا ریکشن نہ دیتا لیکن ابھی میں چاہ کے بھی اس حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہا! آپ جانتے ہیں جب وہ حویلی سے نکل رہے تھے، جاتے ہوئے پہلی دفعہ میرے بگاڑے! یہ بات کہنے کو چھوٹی سی ہے! دیکھنے والے کو بھی شاید یہ منظر عام لگے! لیکن وہ مومنٹ میرے لئے عام نہیں تھا۔ وہ مومنٹ میرے لئے بہت اسپیشل ہو گیا تھا!! میں جب بھی اپنے بال سلجھاتا ہوں مجھے وہ منظر یاد آتا ہے!! میں نے سوچا تھا وہ اسلامباد واپس آئیں گے تو ان کی شادی پہ ان سے پیسے بٹورنے کے لئے کچھ دیر کے لئے دوستی کر لوں گا لیکن انہیں تنگ کرنا بند نہیں کروں گا!! ان کی شہادت نے مجھے اندر تک ہلا کے رکھ دیا ہے! ابھی مجھے بہت کچھ کرنا تھا! ابھی ان کا دل میری طرف سے شاید صاف نہیں ہوا تھا! یہ بات میرے دل کو کچوکے لگا رہی ہے! وہ ہر چیز کلئیر کئے بنا کیسے جا سکتے ہیں؟!۔۔۔ ارزم شاہ اسکی باتوں کا جواب دینے کی بجائے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتا اپنے دل و دماغ میں چلتی تمام باتیں اسے کھوئے ہوئے انداز میں بتانے لگا۔ کہتے ہیں کسی کے جانے کے بعد اسکی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہی ارزم شاہ کے ساتھ ہوا تھا۔ حاذق خان کے جانے کے بعد اسے معلوم ہو رہا تھا وہ اسکے لئے کتنا ضروری ہے۔۔ ابھی کاظم شاہ اسکی بات کا کوئی جواب دیتا جب اسے مرحا شاہ اپنی طرف آتی دیکھائی دی تھی۔۔

کیسا ہے وہ؟ کیا اسے ہوش آیا؟۔۔۔ احان شاہ نے بے تابی سے زوریز شاہ کے متعلق سوال کیا۔۔

جی کچھ دیر کے لئے ہوش میں آیا تھا پھر سے غنودگی میں جا چکا ہے!!۔۔ وہ چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجا کے جواب دے رہی تھی۔۔

کیا بول رہے تھے لالا؟۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے دل میں شکر ادا کرتے ہوئے بے چینی سے مرحا سے سوال کیا۔

احان شاہ اور کاظم شاہ بھی اسکے جواب کے منتظر تھے۔۔

حاذق لالا کا پوچھ رہے تھے۔۔۔ وہ آنسوؤں پہ بند باندھ کے بولی۔

پھر تم نے کیا کہا؟۔۔۔ احان شاہ نے تیزی سے استفسار کیا۔

میں نے جھوٹ کہا ابھی تک کوئی سٹیٹمنٹ نہیں آئی! وہ سن کے بنا کچھ کہے پھر سے آنکھیں بند کر گیا۔۔۔۔ وہ اپنی بھیگتی آنکھوں کو صاف کرتی انہیں تفصیل بتا رہی تھی۔

اچھا کیا اسے خان کی شہادت کے متعلق نہیں بتایا! اور پریشان مت ہو! احان اور ارزم کے ساتھ کچھ دیر کے لئے اپارٹمنٹ چلی جاؤ! فریش ہو کے پھر سے واپس آجانا!! میں یہی پہ ہوں!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا نرمی سے بولا۔وہ بنا بحث کئے ہاں میں سر ہلا گئی۔۔

یہاں آؤ شاہ!!مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے!۔۔۔عالم شاہ سنجیدگی سے شہسوار شاہ سے مخاطب ہوئے تھے جو اس وقت پولیس یونیفارم میں ملبوس اپنی ڈیوٹی پہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔وہ دونوں آج ہی بنوں سے واپس آئے تھے۔

جی ڈیڈ بولیں۔۔۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ ان کے پاس صوفے پہ بیٹھتا نرمی سے جواب دیتے اچھنبے سے ان کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا،وہ اس وقت ضرورت سے زیادہ سیریس لگ رہے تھے۔حاذق خان کے جانے کا انہوں نے کافی اثر لیا تھا۔

تم جانتے ہو نا خان اور میرال کی شادی آج سے چار دن بعد تہہ کی گئی تھی؟۔۔۔۔عالم شاہ گلہ کھنکھارتے ہوئے اپنے الفاظ کو ترتیب دے رہے تھے۔۔

جی ڈیڈ! لیکن اس بات کو دہرا کے اپنے غم ہرے کرنے کا مقصد؟۔۔۔۔۔شہسوار شاہ جو ابھی تک حاذق خان کے غم سے نہیں نکل پایا تھا عالم شاہ کا یوں اس بات کا ذکر اسے بے معنی سا لگا تھا۔۔۔

میں چاہتا ہوں وہ شادی اپنی مقررہ تاریخ پہ ہو!!۔۔۔عالم شاہ نے اسکا بات کا جواب دینے کی بجائے اپنا جملہ مکمل کیا۔شہسوار شاہ ایک دم سے چونک کے ان کی طرف دیکھتا اپنی گہری سیاہ آنکھیں پھیلا گیا۔۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں ڈیڈ؟یہ سب کیسے ممکن ہے؟۔۔۔۔۔شہسوار شاہ بھرپور حیرانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کے بولا۔۔

سب ممکن ہے! تم جانتے ہو مجھے میرال بچی ہمیشہ سے بہت پسند رہی ہے! خان میرے لئے بیٹوں کی طرح تو تمہارے لئے بھائی کی طرح تھا۔کیا تم اپنے بھائی کی بیوہ کو سہارا دینے کے لئے اسے اپنے نکاح میں نہیں لے سکتے؟۔۔۔۔عالم

شاہ نے اپنے مدعے سے شہسوار شاہ پہ پیلس کی چھت گرائی تھی۔۔وہ اپنی گہری سیاہ آنکھوں میں غضب کی سرخی لئے بے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

فار گاڈ سیک ڈیڈ!! آپ ہوش میں تو ہیں؟ ابھی خان کو شہید ہوئے ایک ہفتہ نہیں گزرا اور آپ کو شادی کی فکر ستانے لگی ہے؟؟ آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟۔۔۔ شہسوار شاہ کی آواز غصے سے آج پہلی بار عالم شاہ کے سامنے بلند ہوئی تھی۔وہ سب جانتے بوجھتے بھی اپنا یہ مدعا بیان کر کے اسے شدید غصہ دلا چکے تھے۔۔

اتنا بھڑک کیوں رہے ہو؟ کیا میں نے تمہیں کوئی ایسا کام کرنے کو کہہ دیا ہے جو اسلام میں حرام ہے؟ میرال تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے! کیا تم اپنے بھائی کی بیوہ کو سہارا دینے سے پیچھے ہٹ رہے ہو؟ کیا یہی تک تھی خان کے لئے تمہاری محبت؟۔۔۔۔۔جواباً عالم شاہ بھی طیش میں آئے تھے۔

مجھے اس سے کتنی محبت تھی یہ مجھے آپ کو یا کسی دوسرے کو پروف کرنے کی ضرورت نہیں ہے! کیا آپ اسے نہیں جانتے؟ وہ بندہ اپنی چیزیں تباہ کر دیتا لیکن میرے ساتھ شئیر نہیں کرتا تھا! آپ چاہتے ہیں میں اس کی بیوہ سے نکاح کر لوں جس پہ اس نے ابھی تک ٹھیک سے حق بھی نہیں جتایا تھا؟ اوپلیز ڈیڈ! مجھے یہ سوچتے ہوئے بھی ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں اس کا گنہگار بن گیا ہوں! آپ نے یہ بات مجھ سے تو کہہ دی ہے میرال کے سامنے کبھی مت کہیئے گا میں نہیں چاہتا اس بات کو لے کے ہماری دوستی میں کوئی دراڑ آئے! اس نے جتنا عشق حاذق خانزادہ سے کیا ہے اتنا خود سے بھی نہیں کیا! مجھ سے اچھا ان دونوں کو کوئی نہیں جان سکتا! وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے پاگل تھے اور صرف ایک دوسرے کے لئے تھے! مجھے اس معاملے میں گھسیٹے گے تو آپ جانتے ہیں مزید ایک نہیں دو نہیں تین جانوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا! اتنے سخت فیصلے مت لیں جن کا نتیجہ آپ اس عمر میں برداشت نہ کر پائیں! ابھی تو ایک منہ بولے بیٹے کی جان گئی ہے تو آپ کی ایسی حالت ہو گئی ہے اگر آپ کے اس سخت فیصلے پہ آپ نے اپنا آخری سہارا بھی کھو دیا تو کیا اکیلے زندہ رہ لیں گے؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ شدید غصے کے الم میں دھاڑا تھا۔اسکی سیاہ آنکھیں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھیں،ماتھے اور گردن کی نیلی رگیں ابھر کے واضح ہو رہی تھیں۔اسکے الفاظ پہ عالم شاہ کی زبان کو بریک لگی تھی۔وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگے۔ان دونوں میں مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی کیونکہ شہسوار شاہ اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھاتے غصے کے الم میں پیلس سے نکلا تھا۔۔

گل!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوپہر کے وقت کمرے میں اندھیرا دیکھتے احان شاہ لائٹ آن کئے بغیر بیڈ کی طرف بڑھتا نرمی سے گل کو پکارنے لگا۔ گل خاموش رہی۔

گل! کیا حالت بنائی ہوئی ہے اپنی؟۔۔۔۔۔۔وہ اس کے پاس بیٹھتا اسے کلائی سے پکڑ کے اٹھا کے بٹھانے لگا جب احان شاہ کو محسوس ہوا تھا اسکی کلائی اس وقت آگ کی طرح دہک رہی ہے۔۔ احان شاہ اسکی کلائی چھوڑ کے اسکے ماتھے پہ ہاتھ لگا تا اسکا بخار چیک کرنے لگا۔ وہ اس وقت آگ میں دہک رہی تھی۔۔ احان شاہ کو اپنے قریب بیٹھے دیکھ کے وہ خاموشی سے آنکھیں موند گئی، وہ ان تین دنوں سے مکمل خاموشی اختیار کر چکی تھی۔ اسے حاذق خان کی شہادت کا گہرا صدمہ پہنچا تھا۔

گل تمہیں اتنا تیز بخار ہے یار اور تم میڈیسن لینے کی بجائے خود سے اتنی لاپرواہ بنی ہوئی ہو؟؟ لنچ کیا؟۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسے اٹھا کے بٹھاتا نرمی سے ڈپٹنے لگا۔ وہ اسے ناشتہ خود کروا کے گیا تھا جو اس نے صرف تھوڑا سا ہی کھایا تھا۔ گلا لئی اسے جواب دینے کی بجائے نڈھال ہوتی اسکے سینے میں بہرہ چھپا گئی، وہ رونا چاہتی تھی لیکن اب آنسو بھی آنکھوں سے نکلنے سے انکاری ہو رہے تھے۔۔ احان شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھتا اسکے آگ کی مانند دہکتے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

کیا کھاؤ گی؟ آج تمہارے لئے تمہاری پسند کا کھانا بنواتا ہوں! پھر میڈیسن بھی کھانی ہے!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے بخار کی وجہ سے پریشان ہوتا اسے پیار سے پچکارنے لگا تا کہ وہ میڈیسن کھانے کے لئے خود کو تیار کر لے۔

کچھ نہیں کھانا! مجھے لالا کے پاس جانا ہے!۔۔۔۔وہ نفی میں سر ہلا کے بولتی پھر سے آنسو بہانے لگی۔ نجانے اتنے آنسو کہاں سے لے کے آ رہی تھی۔۔

تم ناممکن سی باتیں کر رہی ہو گل! کسی ایک انسان کے جانے سے زندگی نہیں رکتی! ہاں میں جانتا ہوں یہ دکھ بہت بڑا ہے! چاہ کے بھی کم نہیں کیا جا سکتا لیکن اس سب میں تمہارے بچوں کا کیا قصور ہے جن سے ان تین دنوں سے لاپرواہ بنی بیٹھی ہو؟ اس دوران خود کو اتنا فراموش کر چکی ہو کہ تمہیں اپنی ڈاؤن ہوتی صحت کی پروا بھی نہیں ہے؟ تمہاری صحت ڈاؤن ہو گی تو تمہارے ساتھ جڑی ان دو جانوں کی صحت آٹو میٹکلی ڈاؤن ہو گی! بی بریو!!۔۔۔۔۔۔۔وہ

اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتا اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔ وہ اسکی باتیں سننے کے بعد یاور اور یسریٰ کو دیکھنے لگی جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئے تھے۔ ان تین دنوں میں اس نے ان سے بہت لاپرواہی برتی تھی، صد شکر تھا زرتاج اماں ساتھ تھیں جو انہیں سنبھالتی رہی تھیں۔ احان شاہ نے کھڑے ہوتے کمرے کی لائٹس آن کی تھیں کیونکہ کمرے میں نیم روشنی کی وجہ سے وہ ٹھیک سے اسکے چہرے کو دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر بخار کی شدت کی وجہ سے لال سرخ تھا۔ کرسٹل گرے آنکھیں بری طرح سے سوجھی ہوئی تھی۔ چھوٹی سی ناک سرخ جبکہ گلابی ہونٹ بالکل خشک تھے۔ وہ یاور کی طرف جھکتی اسکی اپنے لالا جیسی آنکھیں چومنے لگی جو اس وقت بند تھیں۔۔

اٹھو! منہ ہاتھ دھو کے آؤ! میں تمہارے لئے لنچ لے کے آتا ہوں!۔۔۔۔ وہ پھر سے گلالئی کے قریب جاتے اسے نرمی سے بیڈ سے اترنے میں مدد کرتا اسکا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کرتے اس پہ اسکا دوپٹا اوڑھانے لگا۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتی باتھروم میں منہ ہاتھ دھونے چلی گئی جبکہ احان شاہ اسکے لئے لنچ لینے کی غرض سے کمرے سے باہر جا چکا تھا

۔

اٹھو! کھانا کھاؤ!!۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے سیدھا کرتا نرمی سے بولا۔ وہ ابھی میرال شاہ کے کمرے سے ہو کے آ رہا تھا، وہ میجر خان کا یونیفارم اپنی بانہوں میں بھرے اسکی خوشبو محسوس کرتی سو چکی تھی۔

م۔مجھے۔۔ بھوک۔۔ نہیں۔۔ہے۔۔۔۔ یہاں اچانک ارزم شاہ کو دیکھتی وہ اپنے آنسو صاف کرتی نفی میں سر ہلا کے مدھم آواز میں بولتی اس سے اپنی کہنی چھڑوا رہی تھی۔

چپ چاپ کھانا کھاؤ ذی! مجھے مام نے بتایا ہے تم نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا؟۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے قریب بیٹھتا نرمی سے بولا۔۔

نہیں کھانا! مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔۔ وہ زور زور سے نفی میں سر ہلا کے بولتی اپنا چہرہ گھٹنوں میں چھپا گئی۔

میں نے تمہارے لئے نوڈلز بنائے ہیں!۔۔۔۔۔ وہ اسکے بالوں میں ہاتھ سہلاتا پیار سے بولتے جھک کے اسکی کنپٹی پہ اپنے لب رکھ گیا۔

نہیں کھانے!۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے آج پہلی دفعہ اس کے بنائے گئے نوڈلز کھانے سے انکار کیا تھا۔
اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے میں تمہاری مان کے تمہیں بھوکا رہنے دوں گا؟ منہ اوپر کرو!۔۔۔۔۔۔۔وہ لہجے کو سنجیدہ بناتا اسکا سر اسکی گود سے ہٹانے لگا لیکن وہ ضدی انداز میں اپنا چہرہ گھٹنوں میں چھپائے ہوئے تھی۔
مجھے اکیلا چھوڑ دیں ارزم! مجھے کچھ نہیں کھانا۔۔۔۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے سر سے ہٹاتی بدتمیزی سے بولی تھی۔وہ اس وقت صرف اپنے لالا کی یادوں میں وقت گزارنا چاہتی تھی۔وہ ابھی عید پہ اپنے لالا کے ساتھ گزارے لمحات یاد کر رہی تھی جب ارزم شاہ آ گیا۔اسے اپنے لالا کے خیالات میں اس وقت یہ مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔اس کی بدتمیزی پہ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں سرخی مائل ہوئی تھیں۔۔
چہرہ اوپر اٹھاؤ ذی!! تمہیں کچھ کھلائے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے غصے پہ ضبط کرتا لہجے میں نارمل رکھتے ہوئے بولا۔
نہیں کھانا مجھے!! دو دن نہ کھا کے مر نہیں جاؤں گی!۔۔۔۔وہ اب کی بار چلائی تھی۔ارزم شاہ نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچی تھیں۔۔وہ زبردستی اسکا چہرہ اوپر کرتا اپنے مقابل کر گیا۔۔اسکے سرخ چہرے پہ مرے مٹے آنسوؤں کے نشان دیکھتا غصہ کم ہوا تھا۔اس دن سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ سے اسکا نچلا ہونٹ ابھی تک زخمی اور سوجھا ہوا تھا۔۔
شش!! بہت بدتمیز لگ رہی ہو اس وقت!۔۔۔۔اسے پھر سے کچھ بولنے کے لئے ہونٹ وا کرتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں پہ نرمی سے انگلی رکھتا سنجیدگی سے بولتے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا نوڈلز کا باؤل اٹھا کے اسکے ہاتھوں میں پکڑا رہا تھا۔
مجھے نہیں کھانے نوڈلز! مجھے بھوک نہیں ہے! میں نے آپ سے اس روز بولا تھا لالا مشکل میں ہیں! وہ ٹھیک نہیں ہیں! اس لئے ہمارا فون نہیں اٹھا رہے لیکن آپ نے میری بات کو مذاق لیا!! میرے لالا اب کبھی میرے پاس نہیں آئیں گے آج بھی مجھ پہ ہنسیں! آج بھی میری باتوں کو مذاق میں لیں!۔۔۔۔۔۔وہ۔اسکی انگلی اپنے ہونٹوں سے ہٹاتی غصے سے بولتی اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔وہ اس وقت بہت زیادہ چڑی ہوئی تھی۔ارزم شاہ اسکی اتنی بدتمیزی پہ ششدر سا اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

ذی! اس سب میں میرا یا کھانے کا کیا قصور ہے؟اس ساری بد تمیزی کا مطلب؟۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ کچھ سخت ہوا تھا۔۔وہ خاموشی سے دیواروں کی طرف دیکھنے لگی،اس وقت اسکا کچھ بھی بولنے کا موڈ نہیں تھا۔اس کی خاموشی پہ ارزم شاہ نے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے اسکی طرف نوڈلز کا چمچ بڑھایا تھا۔

جب مجھے بھوک ہی نہیں ہے تو میں کیوں زبردستی کھاؤ؟؟۔۔۔وہ رخ موڑتی جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں بولی تھی

۔۔

زبردستی کرنے پہ آیا نا تو یہ جو ابھی تمہاری زبان بد تمیزی کرنے کے لئے چل رہی ہے اگلی دفعہ بد تمیزی کرنا بھول جائے گی! تم جانتی ہو مجھے نوڈلز کھلانے کے کتنے طریقے آتے ہیں اور بقول تمہارے وہ سب طریقے ولگر ہیں! ابھی اس وقت میرا ولگر بننے کا کوئی موڈ نہیں ہے لیکن اگر تمہارا یہی اٹیٹیوڈ رہا تو مجھے مجبوراً سیچویشن کا لحاظ کئے بغیر ولگر بننا پڑے گا! ایک منٹ سے پہلے منہ کھولو!!۔۔۔۔۔وہ اسکے جان چھڑوانے والے انداز دبے دبے غصے سے بولتا اسے کمر سے پکڑ کے اپنے نزدیک کر گیا۔۔ذائشہ خان نے اسکی زو معنی باتوں کا مطلب سمجھتے تھوک نگلا تھا۔اس نے اسکے قریب ہوتے محسوس کیا تھا اسکی شہد رنگ آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔۔ناک سرخ تھی۔وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی روتا تھا تو ناک کتنی دیر سرخ رہتی تھی۔وہ خاموشی سے اس کے ہاتھ سے نوڈلز کا باؤل پکڑ کے نظریں جھکاتی نوڈلز کھانے لگی ساتھ ہی مزاحمت کرتی اس سے فاصلے پہ ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکے بازو کی گرفت اسکی کمر پہ مضبوط تھی۔۔تھوڑے سے نوڈلز کھانے کے بعد وہ اسے باؤل واپس کر گئی۔ارزم شاہ اب مزید زبردستی کرنے کی بجائے باؤل سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا جھک کے اسکے ہونٹوں پہ لگے نوڈلز کے چھوٹے سے ذرے اپنے ہونٹوں سے چنتا ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بنا تھا۔اسکا نرم لمس اپنے نچلے ہونٹ کے زخم پہ محسوس کرتی وہ آنکھیں میچتی اس سے دور ہونے کی تگ و دو کرنے لگی۔اسکی مزاحمت پہ وہ اسکے نچلے لب کو اپنی گرفت سے آزاد کرتا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔

سو جاؤ! اب تمہیں ڈسٹرب کرنے نہیں آؤ گا لیکن تمہارے کھانے پہ بھی کوئی کمپرومائز برداشت نہیں کروں گا!۔۔۔وہ اسکے کمرے کی لائٹس آف کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولتا اسکے کمرے کا دروازہ بند کرتے باہر جا چکا تھا۔ذائشہ خان بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی اب اپنی بد تمیزی یاد کرتی ہونٹ بھینچ گئی۔

کیوں فون کیا ہے ؟۔۔۔۔۔۔وہ اپنی گاڑی میں سوار ہوتے ہمیشہ کی طرح اس کے فون پہ بھرم دیکھا رہا تھا۔

ڈھیٹ ہوں اس لئے۔۔۔۔۔۔دوسری طرف کسی نے اپنے ناخنوں پہ پھونک مارتے ہوئے جواب دیا تھا۔

فون کرنے کی وجہ ؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اب گاڑی سڑک پہ دوڑاتے ہوئے دانت پیس کے بولا تھا۔۔

آپ کی یہ خوبصورت آواز۔۔۔۔۔۔۔۔مقابل نے ڈھیائی کی ایکٹنگ کرتے منہ میں انگلی دباتے ہوئے جواب دیا۔

تم یہ سب کر کے صرف اپنا اور میرا وقت ضائع کرتی ہو! میں پہلے ہی غصے میں ہوں اس لئے بہر حال مجھے مزید غصہ دلانے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ بدلحاظی سے بولا یا شاید اس کے سامنے جان کے یوں غصہ ظاہر کیا کرتا تھا اور وہ برا بھی نہیں مانتی تھی۔

اچھا تو ایسا کریں نا یہ غصہ مجھ پہ نکال لیں! ! جب بھی غصہ آئے مجھے فون کر لیا کریں! دل میں جتنی بھی بھڑاس ہو مجھ پہ نکال دیا کریں! بندی افف تک نہیں کہے گی!۔۔۔۔۔۔مقابل چہکتے ہوئے بولی۔

میں لیٹ ہو رہا ہوں! ہزار دفعہ بولا ہے مجھے فون مت کیا کرو! کیوں خود کے لئے اور میرے لئے مشکلات کھڑی کرنا چاہتی ہو ؟۔۔۔۔وہ غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔

میری وجہ سے آپ کے لئے مشکلات کھڑی ہوتی ہیں ؟۔۔۔مقابل کی چہکتی آواز ایک دم سے بجھی تھی۔وہ اسکی آواز میں اداسی محسوس کرتا کچھ دیر خاموش رہا۔۔

ہاں! ہوتی ہیں!۔۔۔۔۔۔۔وہ دل پہ پتھر رکھتے ہوئے بے رخی سے بولا۔

ہاں جانتی ہوں ابھی غصے میں ہیں اس لئے مجھ پہ غصہ نکال رہے ہیں! بول دیں غصے میں بول دیا! میں مرنے سے پہلے معاف کر دوں گی!۔۔۔وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو پاتی ہنستے ہوئے بولی۔

میں سیریس ہوں!۔۔۔۔۔۔۔وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتا سپاٹ لہجے میں گویا ہوا۔

ہاں غصے میں سب سیریس ہی ہوتے ہیں سوائے میرے! جس دن میں غصے میں آ گئی نا پر تھوی (زمین) ہلا ڈالوں گی۔۔۔۔وہ کسی اداکارہ کی طرح ایک ادا سے بولتی کھکھلاتے لگی۔اسکے ڈائیلاگ پہ اسکے ہونٹوں کو بے اختیار

مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ وہ جلدی سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گیا جیسے وہ اسکی مسکراہٹ دیکھ کے مزید فری ہو جائے گی۔۔

تم نے ہمیشہ کی طرح یہ فضول باتیں کرنے کے لئے فون کیا ہے؟۔۔وہ لہجے کو سخت بنا کے بولا۔

ہاں جی! ! آپ چاہتے ہیں تو پیار بھری باتیں بھی کر لیتی ہوں! اور اگر میرے پاس آجائیں گے تو شاید پیار بھری جسارت بھی کر ڈالوں۔۔وہ سرخ گالوں سے اپنی شرم ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے بولی۔ اسکے آخری جملے پہ مقابل حیرانگی سے اپنی آنکھیں پھیلا گیا۔۔

شٹ اپ! یہ کیا بکواس ہے!۔۔۔۔۔۔وہ ایک دم سے غصے سے بھڑکا تھا۔ اسکے دھاڑنے پہ دوسری طرف ایک دم سے مکمل خاموشی چھا گئی۔ گال جو پہلے شرم سے سرخ ہوئے تھے، اب اپنی اختیاری کی وجہ سے شرمندگی سے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ پہلے اس سے کتنی بھی فضول باتیں کرتی تھی لیکن کبھی بولڈ الفاظ استعمال نہیں کئے تھے، ہاں ہمیشہ فون بند کرنے پہ محبت کا چھوٹا سا اظہار کرتی تھی لیکن یوں بے شرم کبھی نہیں بنی تھی۔۔

آئی ایم سوری! میرے منہ سے نکل گیا، شاید آپ نے تین دن بعد فون اٹھایا نا اسی لئے جو منہ میں آرہا ہے بولتی جا رہی ہوں۔۔۔وہ شرمندگی سے جلدی سے سوری کر گئی۔ آواز بھیگی تھی۔ وہ جتنی جلدی ہنس دیتی تھی اتنی ہی جلدی رو بھی دیتی تھی لیکن اگلے پہ ظاہر کم ہی کیا کرتی تھی۔ ابھی بھی وہ اس پہ اپنا رونا ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اسکی بھیگی آواز محسوس کر گیا۔

آئندہ خیال رکھنا! مجھے ایسی فضولیات پسند نہیں!!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولا۔

اچھا! آپ ناراض نہ ہوں میرے پہ غصہ نکال لیں!۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں موجود آنسو پونچھتی بیڈ شیٹ پہ انگلی کی مدد سے ڈیزائن بناتے ہوئے بولی۔

اتنا فضول کا وقت نہیں ہے میرے پاس جو ایسے چونچلے کروں!۔۔۔وہ تیز رفتار میں گاڑی چلاتا اس سے بات کر رہا تھا۔ اسے بھرم ایسے دیکھاتا تھا جیسے اس سے بات کرنا پسند نہ ہو، لیکن جب تک اسکے منہ سے محبت کا اظہار نہیں سنتا تھا فون بند کرنے کو دل بھی نہیں کرتا تھا۔۔

چلیں ٹھیک ہے! آپ کام کر لیں! ویسے ایک بات بولو؟۔۔۔وہ فون بند کرتے ہوئے اپنی بات کہنے کی اجازت لینے لگی۔

ہاں جلدی بولو وقت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔وہ نچلے سرخ ہونٹ کو مسلسل دانتوں سے کاٹتا خود کو لاپرواہ ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ اسے لگ رہا تھا وہ ہمیشہ کی طرح فون بند کرنے سے پہلے "آئی لو یو" بولے گی۔

کبھی تو خود سے ٹیکسٹ کر دیا کریں میں کچھ دیر کے لئے فارغ ہوں تم سے باتیں کر سکتا ہوں! جانتے ہیں پچھلے تین دن پاگلوں کی طرح آپ کے کال اٹھانے کا انتظار کرتی رہی۔۔۔۔وہ ڈرامائک انداز میں گویا ہوئی۔

تم کیا چاہتی ہو اگر کبھی جو کچھ دیر کے لئے فارغ ہو کے دو سکون کے پل گزار لیتا ہوں۔۔اپنے پیر پہ کلہاڑی مار کے وہ رہا سہا سکون بھی تباہ کر لوں؟۔۔۔۔وہ استہزایا انداز میں گویا ہوتا سر جھٹک گیا۔۔

ہائے!! اتنی بری لگتی ہوں میں آپ کو؟۔۔۔۔۔۔وہ برا ماننے کی بجائے کھکھلا کے پوچھنے لگی۔

ہاں اب پتا چل گیا؟ اب فون رکھ دو!!۔۔۔۔۔وہ جان چھڑوانے والے انداز میں بولا۔

آپ کو ایسی فضولیات پسند تو نہیں ہیں! لیکن پھر بھی آئی لو یو!! بائے بائے۔۔۔۔وہ فٹافٹ بولتی اسکی ڈانٹ سننے سے پہلے ہی فون کاٹ گئی۔ وہ مسکراتا ہوا اپنے کان سے فون ہٹا کے سامنے ڈیش بورڈ پہ رکھ گیا۔

"آپ کو ایسی فضولیات پسند نہیں ہیں! لیکن پھر بھی آئی لو یو"

تین دنوں بعد مسکرایا بھی تھا تو اسکی باتوں پہ۔۔وہ اسے ہر حال میں مسکرانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔ اور وہ ہر حال میں اسے بھرم دیکھاتا تھا کیونکہ جانتا جو تھا مقابل اسکے لئے پاگل ہے۔۔

مزید دو دن بعد:

بابا جان میری آنکھوں کے سامنے وہ گاڑی بلاسٹ میں تباہ ہو گئی اور میں کچھ نہ کر پایا!۔۔۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں نمی لئے ھارون شاہ سے مخاطب تھا جو ابھی اسکا ماتھا چومتے اسکے پاس بیٹھے تھے۔ زوریز شاہ کو پانچ دن آئی ٹی سی روم میں رکھنے کے بعد آج پرائیویٹ روم میں شفٹ کیا گیا تھا۔ آج وہ ہوش سنبھال چکا تھا۔ ان سے باتیں بھی کر سکتا تھا۔

ابھی وہ صرف سب بڑوں اور اپنے بھائیوں سے ملا تھا، اس نے ہر کسی سے خان کے متعلق پوچھ لیا تھا لیکن سب جواب میں خاموشی اختیار کر جاتے۔ ان کی خاموشی زوریز شاہ کو بہت کچھ سمجھا چکا تھی۔

اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے ریز!! ۔۔۔۔ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلٹ سے باہر نکالنے کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ جب سے اس کے پاس کھڑے تھے وہ یونہی مایوسی کی باتیں کر رہا تھا۔

اس سب کا قصوروار میں ہوں! وہ بول رہا تھا اسے بنوں نہیں جانا! میں اسے زبردستی ضد سے اپنے لا رہا تھا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا، ہم پہ اچانک سے اٹیک ہوا میں اس کی طرف دیکھے بغیر گاڑی سے باہر کیوں نکلا؟ وہ میری آنکھوں کے سامنے اس بلاسٹ کی نظر ہو گیا اور میں منہ دیکھتا رہ گیا؟ میں زندہ کیوں ہوں؟ ہم دونوں کو تو ایک ساتھ شہید ہونا تھا؟ وہ مجھ سے پہلے شہید کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔۔ زوریز شاہ کرب سے آنکھیں میچتی اذیت سے بولا۔

اسی میں اللہ کی مرضی تھی! یہ سب اسی طرح سے ہونا لکھا تھا۔۔ مایوسی مت کرو! مایوسی گناہ ہے!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا تھا۔

لالا ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ وہ بلاسٹ کی نظر نہ ہوئے ہوں؟ کچھ اور بھی تو ممکن ہو سکتا ہے؟ ایک سے ڈیڑھ گھنٹے کی تحقیقات کے بعد آرمی کس طرح سے ہمیں ڈیڈ باڈی دیکھائے بغیر لالا کو شہید ڈیکلیئر کر سکتی ہے؟۔۔۔ ارزم شاہ نے کب سے اپنے دل میں مچلتے سوال زوریز شاہ کے گوش و گزار کئے تھے۔۔

آرمی کی طرف سے کی جانے والی تحقیقات عام نہیں ہوتی! دعا کرو کوئی معجزہ ہو جائے اور وہ ایک دفعہ ہمیں پھر سے مل جائے! میں ان تحقیقات پہ مکمل طور پہ یقین نہیں کر پا رہا کیونکہ یہ تحقیقات میں نے بذاتِ خود نہیں کی! میں اپنے طور پہ خود تحقیقات کروں گا! بلکہ میں بالکل ٹھیک ہو چکا ہوں میں آج ہی اس جگہ پہ جا کے پھر سے تحقیقات شروع کروں گا!۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اسکی بات کا جواب دیتا ایک دم سے جذباتی ہوتے ہوئے اپنی ڈرپ کھینچ کے اتارنے والا تھا جب احان شاہ نے جلدی سے اسکا مضبوط ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تھا۔۔

کیا کر رہا ہے؟ جو کرنا ہو گا ایک ہفتے بعد کر لینا! تین خطرناک جگہوں پہ گولیاں لگیں ہیں! کوئی عام بات نہیں ہے اور تو بجائے خود کو مضبوط بنانے کے خود کے ساتھ لاپرواہی برت رہا ہے؟ معجزے ہونے ہوں تو خود بخود ہو جاتے ہیں! ہم

اپنی تقدیر کے ساتھ نہیں لڑ سکتے! اپنا یا ہمارا نہیں تو اپنی بیوی اور بچے کا کچھ سوچ لے! وہ ان پانچ دنوں میں تیرے لئے رو رو کے پاگل ہو چکی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسے غصے سے ڈپٹتے اسکا سر تکیے پہ احتیاط سے رکھا تھا۔۔

کہاں ہے وہ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے کان کھجاتے ہوئے مرحا شاہ کے متعلق پوچھا۔اس کی ابھی تک مرحا شاہ سے ٹھیک سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ صرف اسے ایک سے دو نظر دیکھا تھا، بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا، پانچ دن تو بے ہوشی اور غنودگی کے عالم میں ہی نکلے تھے، صرف کچھ دیر کے لئے ہوش میں آتا اور بنا بات کئے غنودگی میں چلا جاتا تھا۔۔احان کو جواب دینے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ اگلے ہی پل مرحا شاہ پرائیویٹ روم کا دروازہ کھولتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ مرحا کو یہاں دیکھ کے وہ سب ایک دوسرے کو اشارہ کرتے کچھ دیر کے لئے باہر چلے گئے تاکہ ان دونوں کو سپیس دے سکیں! مرحا شاہ کو ان کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔وہ آج رو دھو نہیں رہی تھی، سنجیدگی سے اسکے تمام زخموں کی ڈریسنگ کرنے لگی۔۔اس کی خاموشی پہ زوریز شاہ نے اسکا ہاتھ اپنے سینے سے تھامتے ہونٹوں کے ساتھ لگایا تھا۔وہ نگاہیں اٹھا کے سنجیدگی سے اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

آج میرا حال نہیں پوچھو گی؟۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ مدھم آواز میں اسے خود سے مخاطب کر رہا تھا۔

نہیں! اب پہلے سے بہتر لگ رہے ہو! ابھی تک بیڈ پہ کیوں لیٹے ہو بائے داوے؟تم تو تحقیقات کے لئے جانے والے تھے نا؟۔۔۔وہ سنجیدگی سے جواب دیتی اپنا ہاتھ نرمی سے چھڑواتی پھر سے اسکی ڈریسنگ میں مصروف ہو گئی۔۔زوریز شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے اسکا سنجیدہ چہرہ دیکھا تھا۔

کب تک ڈسچارج ہو جاؤں گا میں؟۔۔۔زوریز شاہ نے بے چینی سے پوچھا۔اس ہاسپٹل میں مزید رہنا اب سوہان روح تھا۔

جب تمہارا دل چاہے۔۔۔۔مرحا شاہ نے سپاٹ انداز میں جواب دیا تھا۔زوریز شاہ سمجھ چکا تھا وہ اس پہ طنز کر رہی ہے۔اسے سینئر ڈاکٹر نے ابھی مزید ایک ہفتہ ہاسپٹل میں رہنے کی سخت تاکید کی تھی۔

میرا ابھی ہی ڈسچارج ہونے کا دل چاہ رہا ہے! تم مجھے چھٹی لے دو! اور لالا کو بتاؤ میں بالکل ٹھیک ہوں! مجھے اب اس بیڈ سے وحشت ہو رہی ہے!۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے طنز کا اثر لئے بغیر ڈھیٹائی سے گویا ہوا۔اسکا پورا دھیان اس وقت پھر سے میجر خان کی طرف جا چکا تھا۔مرحا شاہ نے جواباً شکوے سے اسکی طرف دیکھا تھا جسے نا اپنی فکر تھی اور نہ اسکی

تکلیف کی۔۔وہ اتنی بری حالت میں ہاسپٹل سے ڈسچارج ہونے کی باتیں کر رہے تھا؟وہ خاموشی سے اسکے سینے کی ڈریسنگ کرنے کے بعد اسکی laparotomy پہ ڈریسنگ کر رہی تھی۔۔

تم کیسی ہو؟۔۔۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں شکوہ محسوس کر گیا تھا اسی لئے جلدی سے اسکا حال پوچھا۔مرحاشاہ نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

ہمارا بچہ کیسا ہے؟۔۔۔۔۔اسکی طرف سے خاموشی پا کے زوریز شاہ نے دوسرا سوال داغا۔وہ پھر سے خاموشی رہی۔

تمہاری خاموشی کی وجہ؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ زوریز شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے خود پہ گرا گیا۔سینے پہ بری طرح سے تکلیف ہوئی تھی لیکن یہ تکلیف اسکی خاموشی کی تکلیف سے زیادہ نہیں تھی۔

کیا کر رہے ہو! لگ جائے گی تمہیں!!۔۔۔مرحاشاہ اسکے لئے پریشان ہوتی خود کو اس سے ٹکرانے سے روکنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن اس نے کافی فورس سے اسے اپنی طرف کھینچا تھا،بالآخر وہ اسکے سینے سے ٹکرا گئی۔۔

لگ گئی ہے! بہت زور کی لگی ہے! دل میں لگی ہے! میں دوستی کے امتحان میں سرخرو نہیں ہو پایا مرحا! وہ میری آنکھوں کے سامنے مجھ سے جدا ہو گیا! اس قدر بے بسی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے میں کسی طرح سے ایک دفعہ پھر اپنے ماضی میں جا کے اسے بچا لوں! اسے کہیں چھپا ڈالوں! اس خوفناک سی حقیقت کو ختم کر ڈالوں! یہ حقیقت برداشت سے باہر ہو رہی ہے!۔۔۔وہ اداسی کے عالم میں بولتا مرحاشاہ کے چہرے کے ایک ایک نقوش پہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔۔مرحاشاہ غور سے اسکی طرف دیکھتی اسے سن رہی تھی۔

ریز! ایک بات کہوں؟۔۔۔۔۔وہ جو ارادہ باندھ کے آئی تھی اس سے مخاطب نہیں ہو گی پھر سے عہد بھولتی روتے ہوئے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتی اسے مخاطب کر گئی۔

بولو؟۔۔۔۔۔وہ تجسس سے اسکے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

آرمی چھوڑ دو؟پلیز میری زندگی کی یہ آخری بات مان لو میں اس کے بات تم سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کروں گی! یہ پانچ دن ہم سب پہ اتنے بھاری پڑے ہیں کہ انہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا! میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں پلیز میری یہ آخری بات سمجھ کے مان لو؟میں جانتی ہوں زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن میں اپنے دل کا کیا کروں؟یہ نہیں سمجھتا! میرا ایک ایک دن خوف میں کٹتا ہے! ایزل،گل یا ذائشہ کو بالکل پریشانی نہیں ہوتی

ہو گی جب ان کے شوہر حویلی سے باہر جاتے ہیں لیکن جب تم باہر جاتے ہو میرا دل قسم خدا کی بند ہوتا ہے! یہ پانچ دن پتا نہیں میں کیسے زندہ رہی ہوں؟ میں دوسری بیویوں کی طرح ٹینشن فری ہو کے تمہیں خود سے دور کیوں نہیں بھیج سکتی؟ تم پلیز یہ آرمی چھوڑ دو تا کہ میں تمہارے کہیں بھی جانے سے پریشان ہونا چھوڑ دوں! میں تمہیں ایک دفعہ پھر سے زخمی دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھ سکتی ریز!۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے اس سے التجائیں کر رہی تھی۔وہ اس وقت وہ پرانی مرحا لگ رہی تھی جسے زوریز شاہ نے کافی کاوشوں سے سمجھایا تھا۔

مرحا! تم جانتی ہو میں یہ نہیں کر سکتا! تم اس وقت پرانی باتیں ریپیٹ کر کے خود کو اور مجھے تکلیف دے رہی ہو! رونا بند کرو! جس ذات نے آج تمہاری دعاؤں کے صدقے بچا لیا ہے آئندہ بھی بچا لے گی!۔۔۔وہ اسکے آنسو صاف کرتا اسے پچکارنے لگا۔اسکے انکار پہ وہ جلدی سے اس سے دور ہو گئی۔

آل رائٹ! میں کچھ بھی ریپیٹ نہیں کرتی! مجھے تمہاری ڈریسنگ کر کے دوسرے پیشنٹس کو چیک کرنا ہے! تمہیں اگر آرام کرنا ہے تو تم آنکھیں بند کر سکتے ہو!۔۔۔۔۔۔وہ اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کے صاف کرتی سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے تیزی سے مگر احتیاط سے اسکی ڈریسنگ کر رہی تھی۔زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جس کے دماغ سے وہ آرمی سے متعلق فتور اور یہ ڈر ساری زندگی نہیں نکال سکتا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 125 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

ایک ہفتے بعد:

میجر شاہ کو آج ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا جانا تھا اسکی حالت پہلے سے اب کافی بہتر تھی لیکن زخم گہرے ہونے کی وجہ سے ابھی بھی اسے مکمل آرام اور احتیاط کی ضرورت تھی۔جبکہ میجر شاہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا تا کہ وہ لکی مروت جا کر خود اس کیس کو ری اوپن کروا سکے۔جس بے صبری سے اس نے یہ ہفتہ گزارا تھا صرف وہی جانتا تھا۔

اس وقت پرائیویٹ روم میں کاظم، احان، ارزم اور ہارون شاہ کھڑے ڈاکٹر خضر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ میجر شاہ کا چیک اپ کر کے اس ڈسچارج کریں اور اسے لیکر اپارٹمنٹ روانہ ہو سکیں۔۔ہارون شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے ریز کی پیشانی پہ شفقت بھرا بوسا دیا۔۔

اب کہیں درد تو نہیں ہے میرے بچے کو؟۔۔۔نرمی سے اسکی طبعیت کے متعلق استفسار کرنے لگے۔وہ ان دنوں میں پہلے سے کمزور ہو چکے تھے۔اولاد کی تکلیف نے انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

نہیں بابا میں بلکل ٹھیک ہوں آپ پریشان مت ہو۔اور مجھے کہیں درد نہیں ہے سوائے دل کے اور دل کے درد کا علاج دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے، صرف اس شخص کے پاس ہے جو اسکا مکین ہوتا ہے اور دل کا مکین کبھی کرائے دار نہیں ہوتا کہ ایک گیا تو دوسرا آجائے گا بلکہ وہ مالک ہوتا ہے بلکل کسی سلطنت کے بادشاہ کی طرح!! اس نے جیتا ہوتا ہے اس دل کو تاکہ اپنی مرضی کی حکومت کر سکے۔پھر وہ شخص اگر دل سے جانے کی کوشش بھی کرے تو دل کی سلطنت کرچیوں کی صورت میں ٹوٹ کے بکھرے جاتی ہے اور ٹوٹنے کا درد پورے وجود میں سرائیت کرنے لگتا ہے۔پھر صرف اسی شخص کا وجود مرہم بن سکتا ہے جو اسکا مالک تھا۔جو اس میں رہتا تھا۔۔ریز مسلسل اپنے دماغ میں میجر خان کو سوچتے ہوئے کسی صدمے کی کیفیت میں میں اپنے باپ کو جواب دے رہا تھا۔

اس کا درد بھرا جواب سن کر نہ صرف ہارون شاہ بلکہ باقی سب کے دلوں کو بھی کچھ ہوا تھا۔جبکہ ارزم آگے بڑھ کر بیڈ کی سائیڈ پہ بیٹھتا نرمی سے ریز کے بے ترتیب بھورے بالوں کو اپنی ہاتھوں کی انگلیوں سے درست کرنے لگا۔۔وہ سب سمجھ چکے تھے وہ ہر روز کی طرح میجر خان کو یاد کر رہا ہے۔۔

ابے اوئے!!!!! مجنوں ہٹ پیچھے تیری بیوی نہیں ہوں میں، یہ سب میری بیوی نے دیکھ لیا نہ تو اس نے میری گردن مروڑ کے رکھ دینی ہے اور ویسے بھی جب میں تجھے حویلی چھوڑ کے آیا تھا۔۔تب تو پورا مرد تھا یہ تو عورت نما مرد کب سے بن گیا؟؟۔۔۔ریز شاہ ماحول میں تناؤ کو محسوس کر چکا تھا جو کہ اسکے پچھلے جواب کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔اسلئے اپنی ازلی ٹون میں واپس آتا ارزم شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔وہ یہ سب زبردستی بول رہا تھا اسکی باتیں اسکے چہرے کے تاثرات کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔وہ ابھی تک میجر خان کے غم سے نکل نہیں پا رہا تھا۔۔غم چھوٹا نہیں تھا۔۔

جس طرح پچھلے کئی دنوں سے آپ کے ناز نخرے اٹھا رہا ہوں اس حساب سے بیوی تو آپ میری ہی ہیں۔۔اور جہاں تک رہی میرے مرد ہونے کی بات تو کبھی آئیں ناحویلی خوشبو لگا کے!! گارنٹی دیتا ہوں آپکو بھرپور جوان مردی کا مظاہرہ کر کے دکھاؤں گا۔۔"میری چھنو" میرے پیار کی ہی نہیں بلکہ میری شدتیں برداشت کرنے کی حقدار بھی صرف آپ ہی ہیں۔۔۔ارزم شاہ بھی جو اباً شرم وحیا کی ساری حدیں پار کرتا بے باکی سے گویا تھا یہ بھی بھول گیا کہ مقابل مرد ہے۔۔ آج کافی دنوں بعد ان میں کوئی ایسی بات ہوئی تھی ورنہ پچھلے دنوں تو سب کو صرف چپ لگی ہوئی تھی۔۔ابھی کوئی بھی ارزم شاہ کی اس بے شرم بات کا ردعمل دیتا جب روم میں ڈاکٹر خضر اور ان کے پیچھے کیپٹن ڈاکٹر مرحا داخل ہوئی۔۔ڈاکٹر خضر اس وقت آرمی یونیفارم میں ملبوس تھا جبکہ مرحا نے بھی آرمی کی خاکی ساڑھی پہن رکھی تھی۔۔

سر کے ارد گرد سکارف لپٹا تھا اور سکارف کے اوپر ہی سر پہ اپنی CORE کی BERET پہن رکھی تھی وہ یونیفارم میں اس قدر حسین لگتی تھی اگر کوئی اسکی طرف دیکھے تو پھر اپنی نظریں ہٹانا ہی بھول جائے۔۔وہ پہلے جب بھی ہاسپٹل کیلئے اس طرح سے تیار ہوتی تھی ریز شاہ اپنی شاہ زادی کے صدقے واری جاتا تھا۔۔اپنی اور اسکی یونیفارم میں ڈھیروں تصویریں بنانے کے بعد باقاعدگی سے صدقہ دیا کرتا تھا۔لیکن آج کل تو وہ جیسے بھولے ہی بیٹھا تھا۔۔

ڈاکٹر خضر نے سنجیدگی سے میجر شاہ کی فائل چیک کی۔میڈیسن لکھ کے دینے کے بعد کچھ احتیاطی تدابیر اور مکمل آرام کی ہدایت کی۔ڈاکٹر کی بات سب نے دھیان سے سنی تھی۔جبکہ ڈاکٹر خضر نے آگے بڑھتے ہوئے میجر شاہ کے کان کے پاس جھک کر

"well done Mr Ghazii"اسکو قابل ستائش نظروں سے دیکھتے ہوئے اسکی ہمت اور جرات کو داد دی جس کی وجہ سے آج ریز شاہ "غازی" کے رتبے پہ فائز ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر خضر کی بات سن کر ریز شاہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی حالانکہ کے اس کے اپنے اندر ایک جنگ چل رہی تھی اس جنگ نے تب تک ختم نہیں ہونا تھا جب تک اسکو میجر خان کا ایک دفعہ دوبارہ دیدار نصیب نہیں ہونا تھا۔۔

میجر شاہ کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور وہ کچھ ہی دیر میں اپارٹمنٹ پہنچ چکے تھے شاہ فیملی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایک بیٹے کے آنے کی خوشی منائیں یا دوسرے بیٹے کے جانے کا غم ؟؟ حازق خان ان کے لئے بیٹوں سے بڑھ کے ہو چکا تھا۔ غم بہت بڑا تھا لیکن پھر بھی سب بڑوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا کہ انکا ایک بیٹا تو صحیح سلامت تھا۔ دوسرا بھی مرا کب تھا! وہ تو شہید تھا؟ اور شہید تو ہمیشہ زندہ ہوتا ہے ؟۔۔۔ گلالئی، ذائشہ اور میرال کا غم اور انکی حالت ویسی ہی تھی جیسے پہلے تھی۔۔

میرال اس وقت اپنے بیڈ پر سامنے میجر خان کا یونیفارم رکھ کے بیٹھی تھی اور مسلسل اسکے نام پہ اپنی کانپتی ہوئی انگلیاں پھیر رہی تھی جب سے یہ واقعہ ہوا تھا وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی بند رہتی تھی اور زار و قطار روتی رہتی تھی۔۔ زندگی سے بھرپور لڑکی آج زندگی سے بیزار ہوئے بیٹھی تھی۔۔ اب پھر وہ میجر خان کو یاد کرتے ہوئے رو رہی تھی جب اچانک سے مرحا اسکے کمرے میں داخل ہوئی اور اسے یوں تڑپ کے روتا دیکھ کے تیزی سے اپنے سینے سے لگا گئی۔

آپی پلیز بس کر دیں اپنی اور ڈیڈ کی حالت پہ رحم کھائیں!! آپ کے یوں رونے سے جو نقصان ہوا ہے کیا وہ پورا ہو جائے گا؟؟ یا لالہ واپس آ جائیں گے ؟؟۔۔۔ مرحا اسکی حالت کو دیکھ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی اسے سمجھانے لگی۔۔ مرحا وہ آئے گا تم دیکھنا مجھے اپنے اللہ پہ پورا بھروسہ ہے وہ ضرور کوئی معجزہ کرے گا! کرم کرے گا! میری اور اسکی کہانی پھر سے لکھے گا اور اس کہانی میں میرا اور اسکا ساتھ ہمیشہ کیلئے ہو گا۔۔ میرا اللہ ہماری کہانی میں ردوبدل کرے گا! اسکا مجھ سے بچھڑنا بنتا ہی نہیں ہے یار!!!!! اللہ اپنے بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے انکی پیاری چیزیں چھین کر!! میرا بھی یہ امتحان ہے مجھے بھی اس امتحان میں سرخرو ہونا ہے پھر میرا اللہ مجھے میرا میجر لوٹا دے گا!!!!! تمہیں پتہ ہے مرحا جدائی کا مرحلہ اتنا آسان نہیں ہوتا جب محبوب بچھڑتا ہے تو معشوق سچ مچ میں مر جاتی ہے!!!! وہ کسی گہرے صدمے کی کیفیت میں مرحا سے لپٹی روتے ہوئے اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ مرحا شاہ بے بسی سے اس کے آنسو صاف کرتی اسے خود میں بھینچے ہوئے تھی۔

مرحا میں نے اسے اللہ کے سپرد کیا تھا! تم مجھے سمجھاتی تھی نا ہمیں اپنی ہر پسندیدہ چیز کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئیے تا کہ وہ جہاں بھی ہو محفوظ رہے! مرحا میں نے تو اپنے پسندیدہ شخص کو اللہ کے سپرد کیا تھا! مرحا یہ چیز تو نہیں ہے جو اتنی

آسانی سے چھن جائے؟جب اللہ اپنے سپرد کی گئی چیزوں کو محفوظ رکھ سکتا ہے تو میں کیسے مان لوں اس پاک رب نے میرا میجر محفوظ نہیں رکھا ہو گا؟۔۔۔وہ مرحا کو کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر شدتوں سے روتی اسکے ساتھ اپنے دل کی باتیں کرنے لگی۔مرحاشاہ اس دوران اسے خاموشی سے سنتی اپنے آنسوؤں پہ قابو پا رہی تھی۔۔

ریزشاہ کل سے مسلسل لکی مروت جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوئی اسکی زخمی حالت کی وجہ سے اسے جانے نہیں دے رہا تھا اسکو میجر خان کی شہادت پر بلکل بھی یقین نہیں آ رہا تھا جب سے اسے پتہ چلا تھا اسکا کوئی باڈی پارٹ نہیں ملا ہے تب سے وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری تھا وہ خود اسکی یونٹ جا کر سارے حقائق جاننا چاہتا تھا۔۔
سب اپنے اپنے کمروں میں تھے جبکہ مرحا ہاسپٹل ڈیوٹی پر تھی اج ریزشاہ نے سب سے چھپ کر اپارٹمنٹ سے نکلنے کا پلین بنایا تھا اور گارڈ کو جلدی سے گاڑی نکالنے کا کہا۔۔گارڈ نے اسکے حکم کے مطابق جلدی سے گاڑی نکالی۔۔۔ریز شاہ چوروں کی طرح اس میں سوار ہوا اور پھر کچھ ہی منٹوں میں وہ اپارٹمنٹ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اس کو نکلتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔اب اسکی گاڑی سیدھی لکی مروت کی جانب روانہ تھی۔
ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ لکی مروت پہنچ چکا تھا۔۔گارڈز اسے سہارا دینے کے لئے آگے بڑھے تھے لیکن وہ سر نفی میں ہلاتا کرنل کے آفس کی طرف بڑھنے لگا۔۔وہاں پہنچ کے معلوم ہوا کہ کرنل صاحب آفس میں نہیں ہیں کہیں باہر ہیں۔۔
ریزشاہ نے انکا انتظار کرنے کی بجائے یونہی میجر خان کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔اسکے قدم خود بخود اس کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔وہ ابھی چند قدم ہی چلا تھا جب اچانک اسکی نظریں سامنے کی طرف اٹھی تھیں اور سامنے کے منظر کو دیکھ کر اسکی نظریں ساکت ہوئی تھیں۔وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔۔

اٹیک والے روز:

گولیاں میجر خان کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی۔اور وہ ابھی تک سر نیچے جھکائے اپنی سیٹ بیلٹ کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا لیکن وہ سیٹ بیلٹ کھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی جب اچانک ہر طرف دھواں ہی دھواں ہو گیا اور اسی دھواں میں تین افراد میجر خان کی گاڑی کی طرف بڑھے اور گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے جھکے ہوئے میجر خان

کے سر پر زور سے اپنی گنز کے پچھلے حصے سے وار کیا اور وار اتنا زور دار کیا گیا تھا کہ میجر خان اسی لمحے نیم بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ تینوں افراد گاڑی میں بلاسٹ کا بارودی مواد فٹ کرتے، میجر خان کو تیزی سے باہر نکال کر اپنی وین میں منتقل کر گئے تھے جب اگلے ہی پل ایک زور دار بلاسٹ ہوا اور میجر خان اور میجر شاہ کی پوری گاڑی تباہ ہو گی تھی۔۔ میجر خان کے ہاتھوں کو مضبوط رسی سے باندھ کر اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔۔ اس سب کے بعد وہ افراد وین کو لاک کر کے سیکیورٹی اہلکاروں اور میجر شاہ پر حملہ کرنے لگے تقریباً پینتالیس منٹ کے مقابلے کے بعد جب ان کو اپنا نقصان ہوتا دیکھائی دیا تو وہ اپنے کچھ افراد کو لیکر بھاگ آئے اور میجر خان بھی انکے پاس ہی تھا یعنی کہ وہ میجر خان کو اغواء کر چکے تھے۔

رات کافی ہو چکی تھی تیز ہوا اور بارش ابھی تک جاری تھی جب اچانک وین کو بریک لگائی گی یہ علاقہ کافی سنسان اور غیر آباد معلوم ہوتا تھا کیونکہ ہر طرف سناٹا چھا ہوا تھا اسی وقت کچھ افراد تیزی سے وین سے نکلے اور میجر خان کو پچھلی گردن سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے گاڑی سے باہر نکالنے لگے۔۔

باہر نکلتے ہی اسکے پاؤں لڑکھڑا گئے ایک تو سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے کافی زخمی تھا دوسرا زمین ناہموار تھی اسکو اپنے پاؤں کے نیچے پتھر محسوس ہوئے جس سے وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ کوئی پتھریلا یا پہاڑی علاقہ ہے اسکی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی وہ دیکھ نہیں سکتا تھا صرف محسوس کر پایا، ہاتھ پیچھے پشت کیساتھ لگا کر مظبوطی سے باندھے گئے تھے جبکہ منہ میں ڈھیر سارا کپڑا ٹھونسا گیا تھا تاکہ وہ کوئی مزاحمت نہ کر پائے۔

پہاڑیوں کے بیچوں بیچ اس ویران جگہ پر کچھ ہی فاصلے پر لگے کیمپ میں میجر خان کو لے جا کر اسکے تن سے آرمی شرٹ اتار کر دور پھینک دی گی تھی یہ جاننے کی بھی کوشش نہ کی کہ اس شرٹ میں کیا ہے؟ جیسے ہی خاکی شرٹ تن سے جدا ہوئی میجر خان کو اسے پہ لگے سبز ہلالی پرچم کا خیال آیا۔ وہ کیسے زمین پہ پھینک سکتے تھے؟؟ اس پرچم کو جس کی حفاظت کیلئے ایک سپاہی اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیتا ہے۔۔ وہ اذیت سے صرف سوچ سکتا تھا کچھ کر نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ بے بس تھا۔۔۔

اسکو اوندھے منہ لیٹا کر پشت کے ساتھ لگے ہوئے بازوؤں میں سے ایک مظبوط ڈنڈا گزارا، اس ڈنڈے کو کہنیوں کے ساتھ رسی کی مدد سے باندھ دیا گیا اور اسکے پاؤں کو بھی باندھ دیا تا کہ وہ کوئی حرکت نہ کر پائے۔۔۔

کمانڈر ہم بارڈر کے حالات کا جائزہ لیکر آتے ہیں ہمیں اس کو یہاں سے جلد از جلد لیکر نکلنا ہو گا کیونکہ یہ ایک بہت قیمتی بندہ ہے وہ اسکی تلاش ضرور کریں گے۔۔ان میں سے ایک آدمی اپنے کمانڈر سے مخاطب ہوا۔۔۔

ہاں!! قیمتی تو یہ ہے کیونکہ یہ ایک سیکریٹ ایجنٹ ہے اس سے ہم سارے راز اگلوایں گے۔۔ان کے پورے security system کو Hack کر کے اپنے سارے مقاصد پورے کریں گیں کمانڈر ایک بلند قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا اور اسکے پیچھے باقی سب کی ہنسی کی آوازیں بھی گونجنے لگی یہ جگہ بارڈر سے تقریباً پندرہ کلو میٹر دور تھی۔۔

میجر خان انکی گفتگو آسانی سے سن سکتا تھا ایک پل نہیں لگا تھا اسکو سارا معاملہ سمجھنے میں۔۔۔

وہ اس کو کسی دوسرے ملک منتقل کر رہے تھے تا کہ اسکو استعمال کر کے پاکستان کو نقصان پہنچا سکیں اور یہ سب کچھ سوچتے ہوئے بھی میجر خان کو اپنا جسم ٹھنڈا ہوتا محسوس ہوا تھا، لیکن وہ ایک بہادر اور نڈر آرمی آفیسر اور ایجنٹ تھا اپنے اعصاب کو قابو کرنا اور اس طرح کے حالات سے نبٹنا اسے اچھی طرح سے آتا تھا۔

جاسوسی اور مخبری کا کام صدیوں سے چلتا آرہا ہے لیکن جنگ میں عملی طور پر پہلی بار 1794 میں فرانسیسی حکمران نے کیا انہوں نے ہائیڈروجن گیس کے غباروں کا استعمال کر کے دشمن کی نگرانی کی اور انکی تعداد معلوم کی تا کہ بہترین حکمت عملی کر کے دشمن کو شکست دی جاسکے پھر دوسری جنگ عظیم میں بھی جاسوسی کا کام کیا گیا جاسوسی اور مخبری کا مقصد دشمن کی چالوں پر نظر رکھ کر جنگ کئے بغیر اپنے ملک کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔۔

پاکستان کی خفیہ انٹیلیجنس ایجنسی یعنی کہ ISI

(inter services intelligence) کا قیام 1948 میں ہوا۔۔پاکستانی سیکریٹ ایجنٹس نے اپنی قابلیت اور کارکردگی سے پوری دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا ہے تبھی تو پوری دنیا میں ISI خفیہ ایجنسیز کی ریکنگ میں ٹاپ پر ہے۔اور یہ بات پاکستان کے مخالفین بھی مانتے ہیں کہ ISI کی Quality of command and control بڑے بڑے ملکوں کی ایجنسیوں سے اعلیٰ ہے۔ ISI کی کامیاب تاریخ میں کوئی بھی ایجنٹ دوغلا یا غدار نہیں دیکھا گیا۔

سیکریٹ ایجنٹس دشمن کے بیچ رہ کر اپنے ملک کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بناتے ہیں کوئی بھی حملہ ہونے سے پہلے اسکی مکمل انفارمیشن مہیاء کرتے ہیں تاکہ قبل از وقت بہترین مورچہ بندی کر کے دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا سکیں اور دشمن کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔۔۔

سیکریٹ ایجنٹس میں قوت برداشت بہت زیادہ ہوتی ہے یہ ہر طرح کے حالات اور موسم میں زندہ رہ سکتے ایسے ایسے روپ دھارتے ہیں کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ عام انسان ہے یا کوئی جاسوس؟؟ پاکستان میں اس وقت چالیس سے زائد غیر ملکی خفیہ ایجنسیز اپنے مفادات کیلئے کام کر رہی ہیں اور اتنی خفیہ ایجنسیز ہونے کے باوجود کوئی بھی ہمارے جوہری ہتھیاروں کا سراغ تک نہیں لگا پایا اور اسکے پیچھے ISI اور اسکے گمنام ہیروز کی محنت شامل ہے۔۔

ایک جاسوس war winner ہوتا ہے کیونکہ جو جنگ ہتھیاروں سے نہیں جیتی جاسکتی وہ مخبری یا جاسوسی کر کے جیتی جاسکتی ہے جاسوس دشمن ملک کی حساس انفارمیشن نکال کر اسکا پورا سیکیورٹی سسٹم ناکارہ بنا دیتا ہے۔۔ایک سیکریٹ ایجنٹ وہ خطرناک ہتھیار ہوتا ہے جو کسی بھی ملک کو دیمک کی طرح چاٹ دیتا ہے

ایک جاسوس تیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اسکے پیچھے ٹریننز کی سالوں کی انتھک محنت شامل ہوتی ہے اور پھر ہزاروں افراد میں سے کوئی ایک بنتا ہے

"SECRET AGENT"

السلام علیکم سر!!

ہاں میجر عزیر!! کیا انفارمیشن ہے۔۔میجر خان کے متعلق کچھ اور پتہ چلا؟۔۔اسکا کوئی بھی body part نہیں ملا مجھے معلوم ہے لیکن ہم نے دنیا کو بتانے کیلئے اسکو شہید ڈکلیئر کر دیا ہے اور یہ سب کچھ کرنا ہماری مجبوری تھی کیونکہ وہ ایک سیکریٹ ایجنٹ تھا اگر اسکو شہید ڈکلیئر نہ کرتے تو نہ صرف ہماری بلکہ اس پورے ادارے کی بدنامی ہوتی اور دشمن قوت ہمارے اور ہمارے ملک کے خلاف اور متحرک ہو جاتی۔۔۔کرنل صاحب افسردگی سے میجر عزیر سے مخاطب ہوئے۔

نہیں سر!!! بس وہی واچ اور insignia ہی ملا ہے اور وہاں کے بلڈ سیمپل بھی میجر خان کے بلڈ سے میچ نہیں کرتے ۔اور ابتدائی تحقیق سے مجھے لگتا ہے سر میجر خان کو وہ اغواء کر کے لے گئے ہیں تا کہ اس سے ملکی سیکیورٹی کوڈز حاصل کئے جا سکیں یا اسکو استعمال کر کے ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔۔۔۔میجر عزیر سنجیدگی سے کرنل صاحب کو ساری حقیقت سے آگاہ کرنے لگا۔۔

!!!What

یہ بات تم مجھے اب رات کے ایک بجے بتا رہے ہو؟ جبکہ حملہ پانچ بجے ہوا تھا ابھی تک تو وہ میجر خان کسی محفوظ مقام پر منتقل کر چکے ہوں گے۔۔۔کرنل صاحب دبے دبے غصے میں میجر عزیر سے مخاطب ہوئے جنہوں نے اسے وقت پر آگاہ نہیں کیا تھا انکو لگا تھا معاملہ کوئی اور ہے۔۔۔

نہیں سر ایک تو موسم خراب تھا اور دوسرا ہم اپنی مکمل یقین دہانی کرنا چاہتے تھے اور کوئی بھی فیصلہ بنا ثبوت نہیں کر سکتے تھے۔۔میجر عزیر کرنل صاحب کے سوال کا جواب دینے لگا۔۔

ٹھیک ہے!!! ہمیں جلد از جلد غلام محمد بارڈر پر سیکیورٹی ہائی الرٹ کرنے کا بولنا ہو گا کیونکہ وہ میجر خان کو ادھر سے لے کر نکلنے کی کوشش کریں گے اگر وہ لیکر نکل گئے تو ہمیں بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیکن مجھے میجر خان پر بھروسہ ہے وہ مر جائے گا پر دشمن کو اپنے ملک کے راز نہیں دے گا۔۔باقی مجھے ایک ایک پل کی خبر چاہیئے۔۔۔۔وہ میجر عزیر سے حکمیہ انداز میں مخاطب ہوا۔۔

?? Is It clear

میجر عزیر Yes sir !!! :

صبح کے تقریباً چار بج رہے تھے جب کیمپ کی طرف ایک وین آتی دیکھائی دی۔۔ان میں سے ایک شخص بھاگ کر آگے گیا اور بارڈر کی صورتحال پوچھنے لگا جبکہ وہ دونوں افراد اس کو کوئی بھی جواب دیئے بغیر وین سے نکل کر کمانڈر کی طرف بڑھ گے کمانڈر کے پاس آتے ہی بارڈر پر ہوئی سختی کے بارے میں بتانے لگے۔۔

ہم کچھ دن اسکو لیکر ادھر سے نہیں نکل سکتے کیونکہ بارڈر پر سیکیورٹی ہائی الرٹ کر دی گی ہے شاید انکو ہمارے راستے کا پتہ چل گیا ہے؟

کبھی نہیں وہ اس جگہ پر کبھی نہیں پہنچ سکتے ہم اتنی آسانی سے اسکو نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ کمانڈر سیکیورٹی کا سن کر غصے سے دھاڑا تھا۔۔ وہ بس کسی طرح میجر خان کو یہاں سے لیکر نکلنا چاہتے تھے۔۔ وہ دہشت گرد تعداد میں ٹوٹل چھ تھے اور چھ انکے حملے میں مار دیے گئے تھے۔

آج کا پورا دن میجر خان اسی حالت میں پڑا رہا جس حالت میں وہ پچھلی رات تھا اور اب پھر رات ہو چکی تھی ان چوبیس گھنٹوں میں اسے کھانے پینے کیلئے کچھ نہیں دیا گیا تھا۔۔ پچھلی رات بارش کی وجہ سے گرمی کم تھی لیکن اب کیمپ میں اسے گرمی اور گھٹن محسوس ہو رہی تھی اور پیاس سے گلا خشک ہو رہا تھا اس نے ہمت کر کے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے الٹا اسکی پشت اور بازو زخمی ہو رہے تھے کیونکہ ڈنڈا کھردرا اور کانٹے دار تھا۔۔

وہ ابھی اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش میں لگا ہوا تھا جب اچانک ایک آدمی اندر داخل ہوا اور اس کو حرکت کرتے دیکھ کر اس پر تشدد کرنے لگا۔۔

تیری ساری کوششیں ناکام ہے بہتری اسی میں ہے چپ چاپ پڑا رہے یہاں!!۔۔۔ وہ اسکے منہ پر اپنی گندی بدبو دار سانسیں چھوڑتا ہوا چلایا تھا۔۔ اس نے میجر خان کو بالوں سے پکڑ کر اسکا منہ اوپر کی جانب کیا اور اس میں دھنسا ہوا کپڑا نکال کر چند گھونٹ پانی کے انڈیلے اور پھر واپس منہ میں کپڑا ڈال کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ پانی اسلئے دیا تھا کیونکہ وہ اسے سیکیورٹی کوڈز حاصل کرنے تک زندہ رکھنا چاہتے تھے۔۔۔

میجر خان کو آج یہاں پر تیسرا دن تھا ان تین دنوں میں مسلسل وہ اپنی پرانی حالت میں تھا بس کھانے یا پانی پلانے کے وقت منہ سے کپڑا نکالا جاتا تھا اور مسلسل تین بندھے رہنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ اور پاؤں شل ہو چکے تھے اور اسے اپنا جسم بے جان ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ ابھی شام کا وقت ہو رہا تھا جب دو آدمی اندر آئے اور میجر خان کو اٹھا کر

سیدھا زمین پر بیٹھا دیا منہ میں دھنسا ہوا کپڑا نکال دیا اور اسکی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔۔وہ تین دنوں کے بعد کچھ دیکھ رہا تھا اسے ان تین دنوں میں پہلی بار درد میں تھوڑی راحت محسوس ہوئی تھی کیونکہ پچھلے تین دنوں سے وہ اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔اسے کھانا اور پانی بھی اسی حالت میں دیا جاتا تھا۔۔میجر خان نے اپنی آنکھیں کھول کر جب انکی طرف دیکھا تو انکی شکلیں بہت زیادہ خوفناک اور عجیب تھی۔ایک آدمی آگے بڑھا اور میجر خان کو جبڑے سے پکڑ کر اسکی نیلی گہری سمندری آنکھوں اور اسکے خوبصورت نقوش کو غور سے دیکھنے لگا۔۔

کیا تم پختون ہو؟؟۔۔۔وہ آدمی آئیبرو اٹھا کے میجر خان سے سوال کرنے لگا۔

ہاں ہوں!!! کیوں تم نے اپنی بہن کا رشتہ دینا ہے مجھے؟؟لیکن افسوس میں پہلے ہی کسی کا ہو چکا ہوں نہیں تو تجھے سالے اور ماموں کے عہدے پہ ضرور فائز کرتا۔۔میجر خان بناڈرے استہزائیہ انداز میں اسکے سوال کا جواب دینے لگا ۔۔میجر خان کے جواب نے اس آدمی کو اندر تک سلگایا تھا وہ طیش میں آکر میجر خان کے منہ پر مکوں کی برسات کر گیا۔۔۔

تیری تو ہم وہ حالت کریں گے تو پل پل مرے گا تو موت کی بھیک مانگے گا لیکن موت نہیں ملے گی! تجھے تیرے ہی ملک کے خلاف استعمال کر کے غدار ثابت کریں گے۔۔۔یہ سب بولنے کے بعد وہ میجر خان پر تشدد میں مزید اضافہ کر گیا اور اس میں دوسرا آدمی بھی اسکا ساتھ دینے لگا۔۔۔مسلسل بیس منٹ تشدد کرنے کے بعد وہ پیچھے کو ہٹ گے اور بیٹھ کر پانی پینے لگے۔۔۔میجر خان اچھا خاصا زخمی ہو چکا تھا اسکے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔۔درد کی شدت سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا لیکن ایک کراہ بھی اسکے منہ سے نہیں نکلی تھی۔۔۔۔۔

تھک گئے ہو؟؟بس اتنا ہی تھا؟اس سے بہتر تو میرا وارم اپ ہوتا ہے!! اور تم لوگوں کو کیا لگتا ہے تم میرے ملک میں آؤ گے! مجھے اغواء کرو گے اور یہاں سے دوسرے ملک منتقل کرو گے اور بدلے میں سر جھکائے تم لوگوں کیساتھ چلا جاؤ گا بنا کسی مزاحمت کے؟میں نے تو جیسے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی کہ تم لوگوں کو اتنی آسانی سے تمہارے مقصد میں کامیاب ہونے دوں گا؟ہاہاہاہا۔۔میجر خان ان کا مذاق اڑانے والے انداز میں مزید گویا!

شاید تم لوگ ابھی تک مجھے جانتے نہیں ہو میں کون ہوں؟اور کیا ہوں؟؟میری ہڈیوں سے گوشت تو الگ کیا جا سکتا ہے میں اپنی زبان تو کٹوا سکتا ہوں لیکن اپنے ملک کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔انڈوں سے نکلے نہیں ہو اور باپ سے

مقابلہ کرتے ہو؟؟ اور موت سے کس کو ڈر ارہے ہو؟ موت تو خود ہم سے ڈرتی ہے کیونکہ ہم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔۔ شہید کبھی نہیں مرتا۔ میری خواہش ہے کہ مجھے سو بار زندہ کیا جائے اور سو بار شہید کیا جائے اور مجھے سو بار شہادت کا جام پینا نصیب ہو۔۔ دن میں پانچ وقت شہادت مانگنے والے سے ٹکراؤ گے تو باخدا فنا ہو جاؤ گے۔۔ جس

دن تن پہ یہ خاکی وردی، پیروں میں " Dm shoes" اور سر پہ "BERET"

پہنی تھی Beret)ٹوپی کو کہتے ہیں اور یہ مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں اور انہی رنگوں سے "CORES" کی پہچان ہوتی ہے کہ کون کس CORE سے تعلق رکھتا ہے CORES میں آرٹلری، انجینئرنگ، ای ایم ای، ارمڈ اور سگنل وغیرہ شامل ہیں)۔ اور کندھے پہ سبز ہلالی پرچم سجایا تھا اسی دن اپنی جان کا سودا کر دیا تھا جنت کے بدلے۔۔ اس دن فیصلہ کر لیا تھا میری جان میرے پاس میرے وطن کی امانت ہے!! وہ جب مانگے گا میں اپنا آپ اسکی حفاظت کے لیے قربان کر دوں گا موت کا خوف ہمیں نہیں ہوتا ہمیں تو طلب ہوتی ہے شہید ہونے کی اور ہم صبر کرتے ہیں شہادت کی موت کیلے اور

"" بات جب شہادت کی آتی ہے تو کہانی عظیم ہو جاتی ہے
ان آنکھوں میں دیکھ خدا کے سوا کوئی خوف نہیں ""

میں غازی بنایا شہید ہوا دونوں صورتوں میں جیت میری ہی ہے!!! اور ہار تم بزدلوں کے حصے میں آئے گی۔۔۔ میجر خان اپنے چہرے پہ دھیمی سی مسکراہٹ لئے اپنے وطن سے والہانہ محبت کا اظہار کر رہا تھا میجر خان کے یہ الفاظ ان دونوں کو تو جیسے آگ لگائے گے تھے۔۔۔ ایک آدمی آگے بڑھا اور میجر خان کو بالوں سے پکڑ کر پوچھنے لگا۔۔۔ کون ہو تم؟ اور کیا ہوا ایک بے بس اور لاچار انسان کے علاوہ کچھ نہیں؟؟۔۔۔ ان میں سے ایک آدمی دھاڑا۔۔

"مجھے گمنام ہی رہنے دو
جان پہچان بہت مہنگی پڑ جائے گی "

کون بے بس ہے اور کون ہے لاچار یہ وقت آنے پہ ہی پتہ چلے گا۔۔ میجر خان اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسکے سوال کا جواب دینے لگا۔۔۔ اسکا جواب سن کر دوسرا آدمی تیزی سے آگے بڑھا اور میجر خان کے سر پر اپنی بندوق کا پچھلا حصہ زور سے دے مارا اور وار اسی جگہ پر کیا گیا تھا جو پہلے سے زخمی تھی وہ زخم کافی گہرا تھا اس جگہ سے خون بل

بل کے نکلنا شروع ہو گیا میجر خان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ کچھ ہی دیر میں بے ہوش ہو کے پیچھے کو گر گیا اور وہ دونوں آدمی اسکے بے ہوش وجود کو چھوڑ کر باہر نکل گے۔۔

کرنل صاحب: ہاں میجر ضرار کچھ معلومات ملی میجر خان کے بارے میں؟

میجر ضرار: نہیں سر ابھی تک اس معاملے میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی!! ہم نے اپنی سیکیورٹی فورسز کو ہائی الرٹ کر دیا ہے ہر جگہ پہ جیسے ہی کوئی خبر آتی ہے میں آپ کو انفارم کر دوں گا۔۔۔

کمانڈر ہمیں یہاں سے نکلنے کا راستہ مل گیا ہے ایک سرنگ ہے! یہ وہ واحد راستہ ہے جس سے ہم سیکیورٹی فورسز کی نظروں سے بچ کے نکل سکتے ہیں اور ہمیں آج رات ہی ادھر سے نکلنا ہو گا! کہیں ایسا نہ ہو ہم پکڑیں جائیں اور ہماری ساری محنت ضائع ہو جائے۔۔

کمانڈر: ٹھیک ہے!! دو لوگ پہلے جائیں گے اور باقی ہم چار اس کو لے کر پیچھے سے بعد میں آئیں گے۔۔۔ اور اسکی جا کے خبر لو رات کا بے ہوش پڑا ہے کہیں مر گیا تو ہمارے کسی کام کا نہیں۔۔

کمانڈر کے حکم کے مطابق ایک آدمی کیمپ میں داخل ہوا اور گرمی کی وجہ سے اپنی جیکٹ اتار کر ادھر ہی رکھ دی اور تھوڑا پانی لیکر میجر خان کے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارنے لگا جس سے میجر خان نے اپنے جسم کو تھوڑی سی حرکت دی لیکن آنکھیں نہیں کھولی۔۔ اسکی حرکت سے جب اسکو یقین ہو گیا کہ زندہ ہے تو وہ باقی کا پانی لے کر باہر کی طرف نکل گیا۔۔

اسکے باہر نکلتے ہی میجر خان نے جلدی سے اپنی آنکھیں کھول کے ارد گرد گھمائیں تھیں۔۔ اسکو یہاں سے آج رات ہر حال میں نکلنا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسکو دوسرے ملک منتقل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور پھر وہ اسکو ٹارچر کر کے اس سے راز حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ انکا ٹارچر نہ سہہ پایا تو پھر کیا ہو گیا؟؟ اگر اسکی برداشت ختم ہو گی تو وہ کیا کرے گا؟؟۔۔(۔ سیکریٹ ایجنٹس کی ایک داہڑ نکال دی جاتی ہے اور اسکی جگہ ایک زہریلا مواد فکس کر دیا جاتا ہے کہ فرض کرو اگر یہ پکڑے جاتے ہیں تو دشمن کی طرف سے دیا گیا ٹارچر برداشت کرنے کی قوت

ختم ہو جاتی ہی تو وہ اس داہڑ میں رکھے گے زہریلے مواد کو نگل جاتے ہیں اور پھر کچھ ہی منٹوں میں انکی موت ہو جاتی ہے۔ موت کو گلے لگا لیتے ہیں لیکن اپنے ملک کے ساتھ غداری نہیں کرتے)۔ میجر خان نے یہ سب کچھ سوچتے ہوئے پورے کیمپ کا جائزہ لیا تا کہ کوئی تیز دھار چیز مل سکیں جس سے وہ اپنے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ سکے۔۔

پہلی نظر اسکی اپنی آرمی شرٹ پہ پڑی اور اس میں ایسا کچھ نہیں تھا جس سے رسی کٹ سکے اس نے اپنی نظریں کوئی تیز دھار چیز تلاشنے کیلئے پھر گھمائیں تو اسکی نظر اچانک اس جیکٹ پر پڑی جو وہ آدمی اندر ہی بھول گیا تھا میجر خان نے ہمت کر کے رینگتے ہوئے اس جیکٹ تک پہنچنے کی کوشش کی اور اپنے دانتوں کی مدد سے جیکٹ کو اپنی طرف کھینچا تو اس میں سے ایک چھوٹا سا چاقو نظر آیا۔۔

اس نے تیزی سے چاقو کو باہر نکالا اور اپنے دانتوں میں لیکر پیچھے کو اپنے ہاتھوں کے قریب پھینکا اور پھر تھوڑا سا ایک طرف جھکاؤ کر کے اپنی انگلیوں کی مدد سے چاقو کو پکڑ لیا اور پیچھے واپس اپنی جگہ پر ہٹ گیا اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ میجر خان کے چہرے پر نمودار ہوئی۔۔

"جب کھیل عقل کا ہو

وہاں طاقت آزمانا بے وقوفی ہے"

دراصل رات کو میجر خان بے ہوش نہیں ہوا تھا بلکہ وہ بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا تا کہ وہ اسکی آنکھوں اور منہ پر پٹی نہ دے سکیں کیونکہ اپنی آنکھوں کو استعمال کیے بغیر وہ یہاں سے نہیں نکل سکتا تھا وہ بس موقع کے انتظار میں تھا اور وہ بے وقوف اسے یہ موقع دے چکے تھے۔۔ میجر خان اب آہستہ آہستہ رسی کو کاٹنے کی کوشش کرنے لگا ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے ایک تو چاقو پر گرفت کمزور تھی اور دوسرا رسی پر دباؤ بھی کم پڑ رہا تھا اب رسیوں کو کاٹنے کیلئے گھنٹوں کی محنت درکار تھی۔

آج چوتھے دن کی شام ہونے کے قریب تھی اور آج رات ہی انھوں نے میجر خان کو لیکر دوسرے ملک منتقل ہو جانا تھا۔۔ تم دونوں پہلے جاؤ اگر تم لوگ نکلے میں کامیاب ہو گئے تو ہم چاروں بعد میں اسکو لیکر اندھیرے میں آجائیں گے

۔۔۔کمانڈر اپنے دو آدمیوں کو حکم دینے لگا اور کمانڈر کے حکم کے مطابق دو لوگ پیدل بارڈر کی طرف بڑھ گے ۔بارڈر یہاں سے پندرہ کلو میٹر دور واقع تھا انکو پہنچنے تک ویسے ہی اندھیرا ہو جانا تھا۔۔

کافی محنت کے بعد میجر خان اپنے ہاتھ کی رسیاں کاٹنے میں کامیاب ہو چکا تھا اب وہ تیزی سے اپنی کہنیوں پہ بندھی رسیاں بھی کاٹنے لگا جن کے ساتھ ڈنڈے کو باندھا گیا تھا اور پھر وہ کچھ ہی دیر میں اپنے جسم کو تمام تر رسیوں سے آزاد کر گیا اور کھڑے ہو کر ایک سائیڈ پہ چاقو کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑے گھات لگائے انکے آنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔

کمانڈر اور ایک آدمی وین میں سوار ہو چکے تھے انکو آدھا راستہ وین پہ طے کرنا تھا اور باقی کا راستہ آگے پیدل چل کے جانا تھا تاکہ پکڑے جانے کے چانسز کم ہو۔ جبکہ باقی کے دو آدمی میجر خان کو اٹھانے کے لئے آگے پیچھے کیمپ کی جانب بڑھے۔۔۔کیمپ میں نیم اندھیرا تھا جیسے ہی پہلا آدمی اندر داخل ہوا۔۔۔میجر خان جو پہلے ہی اسکے انتظار میں کھڑا تھا اگلے ہی پل اسے پیچھے سے جکڑ کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسکی گردن پہ پوری طاقت لگا کر چاقو پھیر دیا۔۔اسی اثناء میں اچانک دوسرا آدمی اندر داخل ہوتا یہ منظر دیکھ چکا تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ اپنی گن اپنے کندھے سے اتار کے استعمال کرتا میجر خان نے اسے پہلے ہی دبوچ لیا اور چاقو سیدھا اسکے دل میں گھونپ دیا۔۔درد کی وجہ سے اسکے منہ سے کراہ نکلی۔ میجر خان نے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھ کر واپس اسی جگہ پہ پے در پے وار کر کے اسے شانتی سے موت کی نیند سلا دیا۔ جبکہ اس آدمی کی کراہ سن کر کمانڈر اور دوسرا آدمی کیمپ کی طرف بھاگے۔ انکے آنے سے پہلے میجر خان مرے ہوا دمی کی گن اٹھا کر لوڈ کر چکا تھا۔۔

میجر خان کیمپ سے باہر نکلا اور تھوڑا نیچے جھک کر ان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ انھوں نے بھی سامنے سے گولیاں چلانی شروع کر دی لیکن انھوں نے سنبھلنے میں دیر کر دی تھی۔

میجر خان نے اسی موقعے کا فایدہ اٹھاتے گولیوں سے انکے سینے چھلنی کر دیئے اور وہ دونوں وہی اپنے انجام کو پہنچ گے جبکہ انکی چلائی گئی گولیوں میں دو میجر خان کو لگ چکی تھی ایک پیٹ پر اور دوسری بازو پر۔۔ گولیاں لگنے کے بعد وہ اگلے ہی لمحے زمین پر جا گرا۔ اسکے پیٹ اور بازو سے خون تیزی سے بہنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ اپنے خون کو روکنے کیلئے کس چیز کا استعمال کرتا۔۔۔وہ پچھلے چار دنوں سے بندھا ہوا تھا اور مکمل

خوراک، پانی نہ ملنے پر اور اس پہ تضاد تشدد کی وجہ سے اس جسم لاغر اور کمزور ہو چکا تھا۔۔ میجر خان درد کی شدت سے اپنی آنکھیں بند کر گیا۔۔ میرال کا حسین چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا اور پہلی بار اسکی آنکھوں سے آنسوں نکل کر زمین میں جزب ہونے لگے۔ اسے وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ ایک دفعہ اسکے گولی لگنے کی وجہ سے اپنی انا کو سائیڈ پہ رکھتی اسکے لئے پریشان ہوتی اسے اسپتال لے کے روانہ ہوئی تھی۔ اسی روز تو اس نے پہلی دفعہ اسکی اجرک کو اپنے سر پہ اوڑھا تھا۔۔ افف کس قدر حسین منظر تھا وہ۔۔

وہ کب سے اپنی کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کے اسے دائیں بائیں گھماتا پر سوچ نگاہوں سے اپنے فون کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوپہر سے شام ہونے والی تھی لیکن آج اسکی کال نہیں آئی تھی۔ وہ پورے دن میں بار بار فون کرتی اسے تنگ کرتی رہتی تھی، وہ الگ بات تھی کہ وہ صرف ایک دن میں ایک دفعہ ہی اسکا فون اٹھایا کرتا تھا یا کبھی کبھار اس کے ٹیکسٹ سے تنگ آ کے جواب دے دیا کرتا تھا۔۔ وہ ابھی اپنے فون پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا جب اسی کی کال آنے لگی جس شیطان کی اولاد کو وہ یاد کر رہا تھا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح بھرم دیکھاتے ہوئے پہلی بیل پہ فون نہیں اٹھایا تھا۔۔

اپنی شرٹ کا کالر درست کرتے ہوئے کوئی تیسری بیل پہ جا کے فون کان کو لگایا۔

ہمم! کیا مسئلہ ہے؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ مصروف انداز میں گویا ہوا۔

ایک بہت بڑا تو نہیں لیکن بہت چھوٹا بھی نہیں میرا مطلب ایک درمیانہ مسئلہ ہو گیا ہے!!۔۔۔۔ وہ روہانسے انداز میں تیزی سے بولتی تھوک نگل رہی تھی۔۔

پوائنٹ پہ آؤ میرے پاس فضول وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ اسکی روہانسی آواز محسوس کرتا اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹنے لگا۔۔ دل اسکے لئے پریشان ہوا تھا آخر میڈیم نے اب کونسا نیا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔

و۔وہ۔۔ میں۔۔۔نے۔۔ جہانگیر انکل (پروسی) کی گاڑی کا شیشہ نہیں توڑا لیکن وہ مجھ پہ الزام لگائے جا رہے ہیں کہ شیشہ میں نے توڑا ہے! اور دھمکی دے رہے ہیں امی کے آنے پہ انہیں شکایت لگائیں گے! امی اپنی سہیلی کے گھر گئی تھیں! ابھی آتی ہی ہوں گی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے! اگر امی کو پتا چل گیا تو وہ میرا کچومر بنا ڈالیں گی! ۔۔وہ

معصومیت سے اسے اپنی آپ بیتی سناتی اپنے ہاتھ میں موجود بلا اور گیند دور صحن میں پھینک گئی۔۔وہ میڈیم ابھی باہر گلی کے بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتی اپنے پڑوسی کی گاڑی کے شیشے کا کباڑہ کر چکی تھیں لیکن ماننے سے انکاری تھی۔

اگر تم نے یہ نقصان نہیں کیا تو تمہیں ڈر کیوں لگ رہا ہے؟ اور تمہارے فون پہ موجود ہاتھ کیوں کانپ رہے؟ تمہارے جسم کو وائبریشن کیوں لگی ہوئی ہے اور حیرت کی بات یہ ہے اس وائبریشن کی ٹرٹر کی آواز مجھے یہاں اپنے کانوں تک سنائی دے رہی ہے۔۔۔وہ دانت پیس کے دبے دبے غصے سے گویا ہوا تھا۔ ہر آئے روز اسے اپنے انہیں مسئلوں کے لئے فون کرتی تنگ کیا کرتی تھی۔

آ۔۔اپ۔۔کو۔۔کیسے۔۔پتا۔۔مجھے۔۔وائبریشن۔۔میرا مطلب میں جہانگیر انکل کے الزام کے۔۔خوف۔۔۔سے۔۔کانپ۔۔رہی۔۔ہوں!!۔۔۔۔وہ اپنی پھسلتی آواز پہ قابو پاتی حیرانگی سے لب پھیلا کے مقابل سے استفسار کرنے لگی۔ ساتھ ہی پاؤں کی انگلیوں کو موڑتے ہوئے اپنے بدن کی لرزش پہ قابو پانے کی کوشش کی جو ماں کی ڈانٹ کے ڈر سے کانپ رہا تھا۔

الزام نہیں حقیقت کا سامنا کرنے سے کانپ رہی ہو! جب سزا کا وقت قریب آتا ہے تو مجرموں کی جان یوں ہی لبوں پہ آتی ہے! یہ بات تو تم، جہانگیر انکل اور یہاں تک کے تمہارا پورا محلہ جانتا ہے ان کی گاڑی کا شیشہ توڑنے والی صرف تم ہو! لہٰذا مجھے دوبارہ فون کر کے ٹائم ویسٹ کرنے سے بہتر ہے جائے نماز بچھا کے اللہ سے اپنی سزا معاف کرواؤ!!۔۔۔وہ ہونٹوں پہ دل جلانے والی مسکراہٹ سجاتا سر جھٹک کے بولتا فون بند کرنے ہی والا تھا جب وہ جلدی سے اسے پھر سے مخاطب کر گئی۔۔

پلیز۔۔۔آجائیں نا! ایک آخری دفعہ جہانگیر انکل سے معافی دلا دیں! اگلی دفعہ ماں قسم جب بھی ان کی پرانے زمانے والی اس گاڑی کے پاس سے گزروں گی تو اپنے ماہانا خرچے میں سے دس سے بیس روپے اپنا صدقہ نکال کے فقیر کو ضرور دوں گی!۔۔۔وہ منتوں پہ اتر آئی تھی۔ مقابل جو ایکسپیکٹ کر رہا تھا وہ جہانگیر انکل کی گاڑی کا صدقہ دیا کرے گی اسے یہاں بھی نوٹنکی کرتے دیکھ کے وہ دانت کچکچا کے رہ گیا۔۔

میرا اس وقت تمہاری شکل دیکھنے کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا اسی لئے میں نہیں آرہا! اور ویسے بھی آخر کب تک تمہیں ڈانٹ سے بچانے کے لئے اپنے پیسوں کی قربانی دیتا رہوں گا؟ فضول کے پیسے نہیں ہیں میرے پاس جو ہر آئے روز

جہانگیر انکل پہ لٹا تا رہوں! میری مانو تو جاؤ ایک دفعہ پھر گلی کے بچوں کے ساتھ میچ لگا کے آؤ!!۔۔۔وہ بھرم دیکھاتے ہوئے صاف انکار کرتا اسے سلگا رہا تھا۔۔

ہائے!! اتنے کنجوس کیوں بن رہے ہیں؟ میں بہت جلد آپ کو آپ کا یہ ادھار لٹا دوں گی پلیز آجائیں ورنہ امی آج صرف مجھے ڈانٹیں گی نہیں اپنا جوتا اتار لیں گی۔۔وہ آج صبح سے پتا نہیں کیوں میرے پہ تپی ہوئی ہیں!!۔۔۔اسکے صاف انکار پہ اب اسے رونا آرہا تھا۔وہ اپنی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتی التجائیہ انداز میں بولی۔

بس ہو گیا؟اب مجھے میرا کام کرنے دو! پہلے ہی بہت وقت ضائع کروا چکی ہو میرا!!۔۔۔وہ جمائی لیتا یوں بولا تھا جیسے اسکی باتوں نے اسے بے حد بور کیا ہو۔

آپ نہ آئے نا تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی!۔۔۔۔۔۔۔وہ معصومیت سے اسے دھمکی لگانے لگی۔

پلیز! ہاہاہاہا۔۔پلیز یار مجھ سے ناراض ہو جاؤ! ابھی اس وقت ناراض ہو کے فون بند کر دو! اور اب اپنی زبان کی لاج رکھنا! کم از کم ناراضگی ایک سال جتنی لمبی ضرور ہونی چاہئیے! آج کے بعد میرا نمبر ملانے سے پہلے یاد کر لینا تم مجھ سے ناراض ہو!۔۔۔وہ اسکی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کرسی سے اٹھتے اپنا ضروری سامان اٹھا رہا تھا۔۔وہ مایوس ہوتی بنا کچھ بولے فون رکھتی اپنے کمرے میں بھاگتے ہوئے اپنے جورے گئے سارے پیسے نکال کے گننے لگی تا کہ جہانگیر انکل کو کچھ پیسے دے کے باقی کے ادھار کر کے انکی زبان کچھ دیر کے لئے بند کروا سکے جو کہ ایک مشکل ترین امر تھا کیونکہ وہ پہلے ہی باہر گیٹ پہ کھڑے اسکی امی کے آنے کے انتظار میں تھے تا کہ اسکی پورے محلے کے سامنے بے عزتی کروا سکیں۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 125 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

پچھلے چار دنوں میں وہ اپنا آپ تک بھول گیا تھا۔۔صرف ایک بات یاد تھی کہ وہ ایک نہایت ایماندار افسر ہے ۔۔اپنے ملک کے ساتھ کبھی غداری نہیں کرے گا۔۔اس مقام پر رشتے ناطے سب پیچھے رہ جاتے ہیں۔۔۔ملک اور اس کی حفاظت ہر جوان کی اولین ترجیح بن جاتی ہے۔۔

میرو جان!!!!!! میں غدار ہونے سے بچ گیا۔ وطن کے ساتھ وفا نبھالی اب اپنی میرو کے ساتھ بھی وفا نبھاؤں گا۔ میں نے سنا تھا ماں کی دعا میں بہت زیادہ اثر ہوتا ہے ماں کی دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔۔ لیکن میرے ساتھ تو ماں کی دعا نہیں تھی۔۔ میرے ساتھ تو تمہاری دعائیں تھی۔۔ تم نے مجھے اپنے اللہ کے سپرد کیا تھا۔۔ اور اللہ اپنی امانتوں کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔ میں تمہاری دعائیوں کے حصار میں تھا۔۔ تو مجھے کچھ کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟؟؟ میرو جان تمہارا نقلی میجر تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہے۔۔ میں خود کو تمہارے عشق میں فنا کر دینا چاہتا ہوں۔۔ میں اپنا آپ تم پر قربان کر دینا چاہتا ہوں۔۔ تم سے وعدہ کیا تھا تمہاری جان کی حفاظت کروں گا۔۔ میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤ گا۔۔ میں تمہارے پاس لوٹ کر ضرور آؤ گا۔ میجر خان اپنے خیالات میں اپنی میرو جان سے مخاطب تھا۔۔۔۔

پندرہ منٹ گزر چکے تھے اسکا وجود بے جان ہو رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور خون کافی مقدار میں ضائع ہو چکا تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی۔۔ وہ اس ویران اور غیر آباد پہاڑی علاقے کیسے بچ کے نکل سکتا تھا؟؟ پانچ منٹ مزید گزرنے کے بعد میجر خان نے ہمت کر کے اپنے جسم کو حرکت دی۔۔ اور اوپر اٹھنے کی کوشش کی وہ شدید زخمی ہو چکا تھا۔۔ اگر وہ یہاں تھوڑی سی دیر کر دیتا تو شہید ہو جاتا۔۔

اسکی میرو تو اسکے بغیر مر جاتی یہ سب کچھ سوچتے ہوئے وہ اٹھنے میں کامیاب ہو گیا اور آہستہ آہستہ اپنے قدم کیمپ کی جانب بڑھانے لگا۔۔ اسکے بے جان قدم آخر اسے کیمپ تک کے ہی آئے تھے۔۔ وہ اپنی آرمی کی شرٹ کے پاس آکر پھر سر گرا گیا۔۔ اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس میں موجود وائرلیس فون نکالنے لگا لیکن یہ کیا وائرلیس فون تو شرٹ میں تھا ہی نہیں۔۔

اس نے ایک دفعہ پھر سے اپنے ہاتھ اس اندھیرے میں تیزی سے چلائے تھے لیکن وائرلیس فون کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔۔ اس کا دماغ ایک دم بھک سے اڑ گیا۔ وہ پیچھے رابطہ کر کے انکی مدد لئے بنا یہاں سے زندہ نہیں نکل سکتا تھا بارڈر یہاں سے پندرہ کلو میٹر دور تھا اور وہ زخمی حالت میں ادھر بھی جانے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ آہہہ!! یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ زور سے زمین پہ دے مارا۔ اب تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ اس نے تیزی سے اپنی آرمی شرٹ اپنے پیٹ کے زخم پہ باندھ دی تاکہ کچھ خون تو بہنے سے رک جائے۔ وہ مایوس ہوتا ہوا ایک دفعہ پھر سے پیچھے زمین پہ گر گیا۔۔

پیچھے گرنے کی وجہ سے اسکا سر کسی چیز سے ٹکرایا اور ایک کرک کی آواز آئی۔۔ اس آواز پہ اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ سر والی جگہ پہ ادھر ادھر مارنے شروع کر دیے جس کے نتیجے میں اسکے ہاتھ ایک چیز آئی اور یہ وائرلیس فون تھا۔۔ میجر خان کے پورے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گی اور وہ اللہ کا شکر ادا کرنا لگا جس ذات نے اسکا قدم قدم پہ ساتھ دیا تھا اور اسکی حفاظت کی تھی۔۔

وہ تیزی سے اپنے جسم کو گھسیٹتے ہوئے باہر کی جانب بڑھا تھا، اندر بہت اندھیرا تھا لیکن باہر چاند کی تھوڑی بہت روشنی تھی وہ اسی روشنی میں وائرلیس فون سے کچھ ڈائل کرنے کے بعد اپنے منہ کے نزدیک کرتا دوسری جانب سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔۔۔

اگلے ہی پل دوسری جانب سے جواب آگیا۔۔ ہیلو!!!!

ہیلو!!!!!! ہیلو!!!! میجر حازق اسماعیل خان سپیکنگ !!!!

دوسری طرف آپریٹنگ روم میں بیٹھے آدمی نے تجسس سے اسکا جواب سننا چاہا۔۔

میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہے ہوں اور ادھر باقی سب کلئیر کر دیا ہے۔۔ مجھے نہیں معلوم میں اس وقت کس جگہ پہ موجود ہوں۔۔ شدید زخمی ہونے کی وجہ سے میں یہاں سے نکل نہیں سکتا تو مجھے آپکی مدد کی ضرورت ہے جلد از جلد مدد بھیجی جائے۔۔۔ میجر خان اپنی بند ہوتی آنکھوں اور ساتھ چھوڑتی زبان سے جلدی سے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کر گیا۔۔

سر!!!!! آپ ہمت کریں اور اپنے اعصاب پر قابو پائیں ہم آپ کو ریسکیو کرنے کیلئے ٹیم بھیج رہے ہیں۔۔۔ دوسری جانب سے جواب تیزی سے آیا تھا لیکن میجر خان نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید وہ بے ہوشی کی حالت میں جا چکا تھا۔ اور وائرلیس فون اسکے ہاتھ سے گر گیا تھا۔

میجر خان کے رابطے کے بعد آپریٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے دو آدمی تیزی سے کنٹرول روم کی جانب بھاگے تھے تاکہ ریڈار سکوپ سے اسکی لوکیشن ٹریس کی جا سکے کہ اس نے کس جگہ سے رابطہ کیا ہے۔۔ میجر عزیر اور کرنل صاحب کو بھی خبر پہنچ چکی تھی وہ بھی جلدی سے کنٹرول روم کی طرف بڑھ گئے اور آتے ساتھ ہی میجر خان کے متعلق استفسار کرنے لگے۔۔

مجھے اگلے دو منٹ میں میجر خان کی لوکیشن چاہیے۔۔وہ اس وقت کہاں ہے اور کتنی دور ہے! مجھے پوری انفارمیشن چاہئیے۔۔۔ کرنل صاحب کنٹرول روم میں بیٹھے آدمیوں سے حکمیہ انداز میں مخاطب ہوئے تھے جبکہ وہ دونوں آدمی تیزی سے اپنی انگلیاں کی بورڈ پہ چلانے لگے۔۔انکی نظریں سامنے سکرین پہ جمی تھی جس پہ پورا میپ دیکھا جارہا تھا اور پھر اگلے کچھ ہی لمحوں میں انھوں نے میجر خان کی لوکیشن کو ٹریس کر لیا۔۔

سر!!!! میجر خان اس وقت غلام محمد بارڈر سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں۔پہاڑیوں کے بیچوں بیچ۔۔۔اور یہ غیر آباد علاقہ ہے اور کافی خطرناک ہے اور رات کے اس وقت زمینی راستے سے میجر خان تک پہنچنا مشکل ہے۔۔اگر ہم زمینی راستے سے جائیں گے تو اس میں بہت وقت لگے گا اور میجر خان پہلے ہی شدید زخمی ہے اتنے وقت تک زندہ نہیں رہ سکے گے۔۔۔ایک آدمی تیزی سے میجر خان کی لوکیشن کے ساتھ ساتھ مدد میں دیر ہونے کی صورت میں نقصان سے بھی آگاہ کرنے لگا۔۔اسکی بات سن کے کرنل صاحب نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جلدی سے Army Aviation کے کنٹرول روم سے رابطہ کرنے کا حکم دیا۔۔۔اور پھر کچھ ہی دیر میں اعلی افسران کے حکم پر ایک عدد ہیلی کاپٹر بھیجنے کی تجویز پیش کی گئی تا کہ میجر خان کو مدد ملنے میں کوئی دیر نہ ہو جائے اور اس کی جان کو محفوظ کیا جاسکے ۔حکم ملتے ہی Pakistan Army Aviation کی دو پائلٹ اور بارہ SSG (Special Service Group)ZARAR COMMANDOS کے جوان میجر خان کو ریسکیو کرنے کیلئے روانہ ہو گئے۔۔ضرار کمانڈوز کے جوانوں کو اسلئے بھیجا گیا تھا کیونکہ انکی اعلی تربیت کی وجہ سے یہ بہت کم تعداد اور وقت میں ساری صورتحال پر قابو پا سکتے تھے۔انکی سخت ٹریننگ انہیں اس قابل بناتی ہے کہ یہ ناممکن کو ممکن کر دیتے ہیں۔۔فلموں اور ڈراموں میں تو بہت آئرن مین دیکھائے جاتے ہیں لیکن اصل زندگی میں ضرار کمانڈوز ہی آئرن مین ہوتے ہیں۔۔سخت جان، جسم لوہے کے جیسا مضبوط اور حوصلہ اور جرات چٹانوں جیسی ہوتی ہے۔۔

میجر خان کو ریسکیو کرنے کیلئے ہیلی کاپٹر Z9C استعمال کیا گیا تھا۔۔یہ ہیلی کاپٹر زیادہ تر سرچ اینڈ ریسکیو آپریشن کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔اس ہیلی کاپٹر کی سپیڈ 310 km فی گھنٹہ ہے۔اس کا ریجن کنٹری اٹلی ہے۔پاکستان آرمی ایویشن کے پاس اسکی بیس سے زائد یونٹس موجود ہیں۔اس ہیلی کاپٹر میں پندرہ افراد کو کیری کرنے کی طاقت ہے۔۔

چند منٹوں میں ہی ہیلی کاپٹر میجر خان کی ٹریس کی گئی لوکیشن پر پہنچ چکا تھا۔۔اس سارے ایریا کا ہوائی چکر لگاتے ہوئے پہلے ٹارچ سے نیچے کے حالات کا جائزہ لیا گیا کہ نیچے کوئی دہشت گرد تو موجود نہیں؟ کیونکہ انکو نہیں معلوم تھا ۔۔میجر خان کو کتنے آدمیوں نے اغواء کیا تھا اور میجر خان نے کتنے مارے تھے اور کتنے زندہ باقی ہیں؟ اسلئے وہ اپنی مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔۔

ضرار کمانڈوز کے جوانوں نے بلٹ پروف ہیلمٹ اور جیکٹس پہن رکھی تھی۔۔وہ اسلحے سے لیس تھے تاکہ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں دشمن کو منہ توڑ جواب دیا جاسکے۔۔تھوڑی دیر سارے ایریا کا جائزہ لینے کے بعد تیزی سے آٹھ جوان رسی کی مدد سے نیچے اترے۔۔دو جوان میجر خان کی جانب بڑھے جبکہ باقی چھ آس پاس نظر رکھے ہوئے تھے ۔۔جب وہ جوان میجر خان کے پاس پہنچے تو اسکا وجود بلکل بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اسکی آنکھیں بند تھی اور پورا وجود مٹی سے بھرا ہوا تھا اسکے زخموں سے حد سے زیادہ خون بہہ چکا تھا۔۔۔

سر!!!سر!!!!اٹھیں۔۔۔۔ایک جوان میجر خان کے گال پہ ہاتھ رکھ کے آہستہ سے تھپتھپانے لگا لیکن میجر خان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔اب دوسرا جوان میجر خان کی گردن کی سائیڈ پہ اپنی دو انگلیاں رکھ کے اسکی نبض چیک کرنے لگا۔۔اسے اپنی انگلیوں کے نیچے سانسوں کے چلنے کا شور سنائی دیا۔

سر کی سانسیں ابھی چل رہی ہیں۔۔جلدی سے اوپر اٹھاؤ۔۔۔وہ جوان اپنے دوسرے ساتھی سے مخاطب ہوا۔اور وہ جوان تیزی سے میجر خان کو اوپر اٹھا کے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر اسکا سر اپنے کندھے پہ رکھ کے گیا جبکہ باقی سب نے مل کر میجر خان کو اس جوان کے ساتھ مضبوطی سے باندھا اور پھر اوپر کھینچنے کا اشارہ کیا۔اب وہ جوان اور میجر خان کا بے جان ہوتا وجود آہستہ آہستہ اوپر بڑھنے لگا اوپر پہنچنے پر ہیلی کاپٹر میں موجود جوانوں نے میجر خان کو تھام کر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اسے ابتدائی طبی امداد دی۔اور باقی کے جوان جو نیچے تھے وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے اور میجر خان کو ان ویران وسنسان پہاڑیوں سے لیکر نکل پڑے۔۔

میجر خان اور میجر شاہ سیکریٹ ایجنٹ بھی تھے۔۔میجر شاہ کو سب کے سامنے غازی جبکہ میجر خان کو شہید ڈیکلیئر کیا گیا تھا کیونکہ میجر خان اغواء ہوا تھا جبکہ میجر شاہ صرف زخمی تھا۔وہ آرمی کے پاس موجود تھا۔۔ایک سیکریٹ ایجنٹ کے

اغواء ہونے کا سر عام بتایا جاتا تو ملک کی بدنامی ہوتی، اسی لئے میجر خان کے اغواء ہونے کی خبر کو تمام لوگوں سے چھپایا گیا تھا۔۔

وہ میجر خان کو علاج کیلئے CMH نہیں لے جاسکتے تھے۔۔ اسلئے اسکو ایک خفیہ مقام پر منتقل کر دیا جہاں پر پہلے ہی اسکے علاج کیلے قابل ڈاکٹرز کا عملہ موجود تھا۔ ہیلی کاپٹر سے اتار کر میجر خان کو سٹریچر پر لیٹایا گیا اور پھر کچھ افراد اسے لیکر اندر کی جانب بڑھ گے۔ شرٹ اسکے جسم پر پہلے ہی موجود نہیں تھی اسکے پورے جسم پر تشدد کے نشان واضح تھے جن میں سے خون رس رہا تھے۔۔ اس کے پیروں سے فوجی بھاری بوٹ اتار دیے گئے تھے۔۔

اسکے مٹی سے بھرے جسم کو صاف کرنے کے دو ڈاکٹرز بڑی مہارت سے اسکے پیٹ اور بازو کی گولی نکال گئے میجر خان کو جتنی بلڈ کی ضرورت تھی وہ اسکو لگا دیا گیا تھا۔۔ یہ سب انتظام کرنل صاحب نے کروائے تھے۔۔ ان کو میجر خان کے بلڈ گروپ کے متعلق تمام معلومات تھیں، اسی لئے اسکی شدید زخمی حالت کا سن کر انھوں نے بلڈ پہلے سے ارینج کروا دیا تھا۔۔

ڈاکٹرز اب گولیاں نکالنے کے بعد اسکے پورے جسم کا معائنہ کر رہے تھے۔ اسکے پورے جسم پر تشدد کیا گیا تھا جبکہ اسکی سر کی چوٹ کافی گہری تھی۔ وہ اسکے مکمل ہوش میں آنے کے سارے ٹیسٹ کرنا چاہتے تھے۔۔ اسکا بیان بھی ریکارڈ کرنا تھا کہ اتنے دنوں میں ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ اور یہ انکو مارنے میں کیسے کامیاب ہوا۔؟؟

دوسرے دن دوپہر کو میجر خان کو ہوش آگیا تھا ہوش میں آتے ہی اسکی زبان سے پہلا لفظ "میرو" نکلا تھا۔ میجر خان کو ہوش میں آتے دیکھ کر ایک ڈاکٹر تیزی سے اسکی جانب بڑھا اور اسکی طبعیت کے متعلق استفسار کرنے لگا۔ جس پر نا سمجھی سے میجر خان نے انکی جانب دیکھا تھا۔ ڈاکٹر اسکے چہرے کے تاثرات اچھی طرح سے پڑھ چکے تھے۔۔ اسلئے وہ میجر خان کو ریسکیو کرنے سے لیکر اس کے ہوش میں آنے تک کی ساری کہانی اسے سنا گیا۔۔ جس پر میجر خان نرمی سے مسکراتے ہوئے آنکھیں موندھ گیا۔۔

قابل ڈاکٹرز کی نگرانی میں میجر خان کو اس جگہ پہ تقریباً پانچ دن رکھا گیا تھا۔۔۔ انھوں نے اسکے پورے جسم کے ایک ایک حصے کا جائزہ لیا خاص کر اسکے سر کی چوٹ کا کہ کہیں انھوں نے اسے ناکارہ تو نہیں بنا دیا۔۔ اسکے سارے ٹیسٹ بار

بار کئے گے اور پھر ٹیسٹ رپورٹس کے بعد اسے زہنی اور جسمانی طور پر فٹ قرار دیا گیا اور انہی پانچ دنوں میں ایک تحقیقاتی ٹیم نے اسکا بیان بھی ریکارڈ کر لیا تھا۔

اب اسکی حالت کافی بہتر تھی تو کرنل صاحب واپس اسے یونٹ کے گئے تا کہ باقی کے ایک دو دن وہ انکی نگرانی میں رہے۔۔۔ میجر خان کو لکی مروت آئے آج دوسرا دن تھا۔۔ دو دن سے اسکا کھانا پینا سب کمرے میں آجاتا تھا۔۔ اسے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔۔ لیکن اب وہ کمرے میں بیٹھا بیٹھا اکتا گیا تھا۔۔ وہ بے صبری اور بے بسی سے کل کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ کل اسے اپنی میر و جان سے اپنی بہنوں سے ریز شاہ اور باقی سب سے ملنا تھا۔۔

اس نے یہ دس سے گیارہ دن بہت مشکل سے گزارے تھے۔۔ وہ سب سے ملنے کی خوشی سوچتا ہوا آج اپنے کمرے سے نکل کر باہر کی تازہ ہوا لینے کے لئے دو قدم بڑھا ہی رہا تھا جب سامنے اسے اپنے کمرے کے دروازے سے داخل ہوتا لڑکھڑاتا زخمی ریز شاہ نظر آیا تھا۔۔ میجر عزیر اسے حملے کے بعد والی ساری صورتحال سے آگاہ کر چکے تھے ۔۔ انھوں نے اسے شہید ڈکلیئر کرنے، میجر شاہ کے زخمی ہونے، اسکے حملے والی جگہ سے واچ اور بیج ملنے سب کا بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ میجر شاہ بلکل ٹھیک اور صحیح سلامت ہے جس پر میجر خان نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

زخمی میجر خان بھی تھا لیکن اس کے شرٹ پہننے کی وجہ سے زخم چھپ چکے تھے۔۔ اسکے زخم کچھ ٹھیک ہوئے تھے لیکن بھرے نہیں تھے۔ میجر شاہ کو یوں زخمی حالت میں دیکھ کے اسکے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ ابھی وہ اسکا دیکھنے میں ہی مصروف تھا جب میجر شاہ کی نظریں اس پر پڑی اور وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتا پکار بکارہ گیا۔ پہلے تو اسے لگا یہ اسکا وہم ہے لیکن پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھ کر اسے بے تابی سے اپنے ہاتھوں سے چھونے لگا اور چھونے کے بعد پتہ چلا کہ یہ کوئی جن بھوت نہیں بلکہ اصلی والا حرامی دوست ہے۔۔ میجر خان اسکے حیران و پریشان چہرے کو محبت سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے یوں بے یقینی سے چھونے پہ وہ اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔ میجر شاہ اپنے جزبات پہ قابو کھوتا ہوا زور سے اسکے سینے سے آلگا۔۔ اور پھر اپنے آنسوؤں پہ ضبط نہ رکھ سکا۔

خان تو ٹھیک ہو؟ تو صحیح سلامت ہے؟ تو کدھر تھا اس دن؟ تو نے میری پکار کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ میں تیرے باہر آنے کا منتظر تھا لیکن تو باہر نہیں آیا اور گاڑی بلاسٹ سے پھٹ گی۔۔ میں تجھے پہلی دفعہ گاڑی میں اکیلا چھوڑ کے اکیلا باہر نکل آیا اور اسکی مجھے تجھ سے اتنے دن دور رہ کر سزا ملی ہے! یہ سزا میرے لئے موت سے زیادہ سخت

تھی۔۔۔میجر شاہ اسکے ساتھ لپٹا بے تابی سے اس سے سوال کرتے ہوئے ساتھ ساتھ اسے اپنی کیفیات بتا رہا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ ایک منٹ کے لئے بھی اس سے الگ ہوا تھا تو وہ کسی خیال کی طرح غائب ہو جائے گا۔۔میجر شاہ کو یوں روتے ہوئے دیوانوں کی طرح سوال پہ سوال کرتا دیکھ کر میجر خان نے اسے زور سے اپنے سینے سے لگایا تھا۔۔وہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت سخت کر گیا۔۔

میں بلکل ٹھیک ہوں یار!!! تو بتا تو ٹھیک ہے؟ اور یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تو نے اپنی ناکام عاشقوں والی؟ اتنا پیار کرتا ہے مجھ سے؟ ہاں!!! پیار تو تجھے مجھ سے ہو گا ہی!! ماشاءاللہ سے میں ہوں ہی اتنا پیارا کبھی کبھی مجھے تیرے پیار سے خوف آتا ہے کہیں تو اکیلے موقع دیکھ کے میری عزت ہی نہ لوٹ لے کیونکہ تجھ جیسے بے شرم انسان میں شرم ولحاظ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔۔ہاہاہا!!!! میجر خان اسکی حالت بخوبی نوٹ کر چکا تھا اسی لئے ہنستے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔میجر شاہ پہلے ہی زخمی تھا اور اسکی گردن کا زخم ابھی بھی تازہ تھا مکمل طور پر بھرا نہیں تھا اور اوپر سے وہ جزباتی ہو کر اپنے زخموں کو تکلیف دے رہا تھا۔۔اگر میجر خان بھی اسکے ساتھ جزباتی ہو جاتا تو میجر شاہ کا اسے گاڑی میں اکیلا چھوڑ کر آنے کا گلٹ اسے اور تکلیف دیتا۔۔اسی لئے میجر خان اسکا دھیان ہٹانے کیلئے اسی کی طرح بے باک بنتا میجر شاہ کو ہمیشہ کی طرح نئے سرے سے حیران کر گیا۔۔میجر شاہ اسکے سینے سے ہٹتا زور سے اسے مکا جڑ گیا۔

اتنے بھی برے دن نہیں آئے میرے کہ تجھے منہ لگاؤں!! وہ تو بس دل کے فیصلے ہیں جس نے تجھے اپنی سلطنت کا بادشاہ بنایا ہوا ہے اور جب تک ریز شاہ کا دل دھڑکتا رہے گا تو وہاں کا بادشاہ ہمیشہ رہے گا۔۔۔میجر شاہ پھر سے اپنی آنکھوں میں آنسو لیے جزباتی ہو رہا تھا۔۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے!!! تو میری جان! میں تیری جان! باقی ہماری کسی سے جان نہ پہچان!!!!۔۔۔میجر خان اسکی آنکھوں میں درد دیکھ چکا تھا اسی لئے اسے مزید تنگ کرنا بہتر نہیں سمجھا تھا اور اسے اپنے ساتھ لگائے اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

کدھر؟ ہمیں ابھی اور اسی وقت اپارٹمنٹ جانا ہے۔۔تجھے پتہ ہے سب کی کیا حالت ہو گئی ہے رو رو کے؟ کسی کو تیرے شہید ہونے پہ یقین نہیں ہے جس طرح مجھے نہیں تھا اور بتا حملے کے دوران تیرے ساتھ کیا ہوا تھا جو تو اچانک

غائب ہو گیا تھا۔۔ میجر خان کو سب کی حالت کا سن کے اپنی بہنوں اور اپنی میر و جان کا خیال آیا تھا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں اتنی تکلیف دے گیا تھا۔۔ سوچ سوچ کے ہی میجر خان کے دل کو کچھ ہونے لگا۔۔۔

کدھر گم ہو گیا ہے؟ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ابھی اپارٹمنٹ چلنا ہے تا کہ تجھے دیکھ کے سب کی تکلیف کم ہو سکے!!۔۔۔ اسے گہری سوچ میں دیکھ کر میجر شاہ نے اسے پھر سے مخاطب کیا۔۔ میجر خان جو اپنی سوچوں میں گم تھا، ریز کے مخاطب کرنے پر چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

میں کرنل صاحب سے اجازت لیکر آتا ہوں اور رہی میرے غائب ہونے کی بات تو وہ ساری کہانی میں تجھے راستے میں سناؤں گا!!۔۔۔۔ اب میجر خان کا اپنوں کے بغیر ایک پل نہیں گزارا تھا وہ بس اڑ کے ان کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا

۔۔

ٹھیک ہے! جلدی جا میں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔۔ اس کا جواب سن کر میجر شاہ باہر اسکا انتظار کرنے لگا جبکہ میجر خان اجازت لینے کیلئے کرنل صاحب کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شام کے پانچ بج رہے تھے جب مرحا ہاسپٹل سے لوٹتی سیدھا اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔ ریز کو کمرے میں نہ پا کر وہ بے ساختہ پریشان ہو گئی۔۔ اس نے سب سے پہلے باتھروم میں چیک کیا تھا شاید ادھر ہو۔۔ لیکن وہ ادھر نہیں تھا۔۔

کہاں جا سکتا ہے۔۔۔ ایسی حالت میں مرحا پریشانی سے سوچتی ہوئی اب سیڑھیاں اتر رہی تھی جب لاؤنج میں بیٹھے ہوئے سب بڑوں نے ریز کی طبعیت کے متعلق استفسار کیا۔

انھوں نے دوپہر میں اسکے کمرے میں جا کر اسکے آرام میں خلل نہیں ڈالا تھا اسے بہت زیادہ آرام کی ضرورت تھی اب مرحا آئی تھی اور وہ اپنے کمرے میں گئی تھی تو سب نے مرحا سے ہی اسکی طبعیت کے متعلق پوچھنا بہتر سمجھا جبکہ مرحا انکی بات سن کر حیران رہ گئی۔ وہ تو خود ان سے ریز کی غیر موجودگی کے متعلق پوچھنے آئی تھی۔۔

ریز تو کمرے میں نہیں میں تو اسے نیچے ڈھونڈنے آئی تھی۔۔۔۔ مرحا شاہ نے فکر مندی سے جواب دیا تھا۔۔

کیا مطلب وہ کمرے میں نہیں ہے؟؟۔۔۔ کاظم شاہ اور احان شاہ نے تیزی سے مرحا سے سوال کیا۔

جی لالہ ریز کمرے میں نہیں ہے!! میں خود ابھی دیکھ کے آرہی ہوں!!۔۔۔مرحا نے اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا کیونکہ وہ جانتی تھی وہ اس حالت میں کدھر جاسکتا ہے۔مرحا کی جواب سن کر کاظم اور احان کو ایک منٹ نہیں لگا تھا سمجھنے میں وہ اس وقت کہاں ہو سکتا ہے۔

یہ لڑکا اپنی لاپرواہی کی وجہ سے ایک دن میرا مرا ہوا منہ دیکھے گا!!اسے اپنے بوڑھے باپ کے دکھ کا احساس نہیں ہے! کیوں بار بار مجھے آزماتا ہے؟میرے صبر کا امتحان لیتا ہے؟پتہ نہیں میری آزمائشیں کب ختم ہو گئ!! اب تو مجھ میں انکو برداشت کرنے کی سکت ختم ہوتی جارہی ہے! یااللہ تو مجھے اٹھالے!۔۔۔ہارون شاہ کی اب بس ہو چکی تھی وہ اذیت بھرے الفاظ میں اپنی تکلیف بیان کر رہے تھے۔۔انکی باتوں میں تکلیف محسوس کرتے احان نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کو سینے سے لگالیا۔۔ہارون شاہ کی باتیں سن کے مرحا نے زور و شور سے رونا شروع کر دیا۔۔اسی راستے پہ حملہ ہوا تھا تو پھر وہ بار بار اسی راستے پہ جاکے اسے تکلیف کیوں دینا چاہتا تھا؟؟؟مرحا کے یوں رونے کی آواز میرال شاہ کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔وہ تیزی سے نیچے کی جانب بڑھی جبکہ ایزل اور گلالئ مرحا کو سنبھالنے لگی،وہ سب جان چکی تھیں وہ ریز کو لے کے بے حد سینسٹو ہے۔۔

ریز شاہ کے پاس اپنا فون نہیں تھا اس لئے کاظم شاہ بار بار گارڈ کو فون کر رہا تھا جو اس وقت زوریز کے ساتھ موجود تھا لیکن گارڈ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔۔احان اور کاظم نے اسکے پیچھے جانے کا فیصلہ کیا۔ابھی وہ لاؤنج سے نکلتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھے ہی تھے کہ گارڈ کی کال آگئی۔۔

ہیلو!!!کہاں مر گئے تھے فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے!!۔۔۔کاظم شاہ غرایا تبا۔۔کاظم کو لگا کہ گارڈ ہے لیکن دوسری طرف سے زوریز شاہ کی آواز سنتا وہ دانت پیس کے رہ گیا۔۔

تم ایک دفعہ واپس آؤ!! تمہارا علاج میں خود اپنے ہاتھوں سے کروں گا! ہر چیز کو تم نے مزاق سمجھ کے رکھا ہوا ہے!کسی کا کوئی احساس ہے تمہیں؟؟!! ۔۔کاظم شاہ ریز کی آواز سنتا بھڑک اٹھا تھا۔

یار! غصہ کیوں کر رہے ہیں؟ایک کام کریں! بلڈ پریشر کی گولی لیں! ایک گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں!۔۔۔زوریز شاہ اسکی مزید ڈانٹ سنے بغیر فون رکھ گیا۔

میجر خان اور میجر شاہ لکی مروت سے نکل چکے تھے۔۔ایک گھنٹے تک انھوں نے اپارٹمنٹ پہنچ جانا تھا۔۔میجر شاہ کے پھر سے پوچھنے پہ راستے میں ہی میجر خان نے اسے اپنی کہانی سنانا شروع کر دی۔۔۔

سات کب کے بج چکے تھے لیکن ریزا ابھی تک نہیں پہنچا تھا جس سے سب کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔سب لاؤنج میں موجود تھے۔۔میر ال شاہ بھی مرحا کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔۔وہ بلکل خاموش تھی۔۔باقی سب دروازے کی جانب بے صبری دیکھ رہے تھے جب اچانک باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔۔گارڈ نے جلدی سے دروازہ کھولا اور گاڑی اندر داخل ہو گئی جبکہ احان شاہ اور کاظم شاہ اسے لینے کے لئے باہر کی جانب بڑھ گے۔۔

ابھی وہ لاؤنج سے نکلے ہی نہیں تھے جب میجر شاہ کے ساتھ موجود میجر خان کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پہ اعتبار نہ رہا۔۔وہ سب بے یقینی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔کیا یہ سچ ہے؟کیا واقعی ہی ایسے معجزے بھی ہوتے ہیں؟؟

گلالئ اور ذائشہ میجر خان کو دیکھ کر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ایک ساتھ آکر اسکے سینے سے لپٹ گی اور رونے لگی۔۔

لالہ آپ ہمیں چھوڑ کے کہاں چلے گئے تھے؟؟آپ نے ہمارے بارے میں ایک دفعہ بھی نہیں سوچا کہ ہم آپ کے بغیر کیسے رہیں گے لالہ!! ہمیں یقین تھا آپ ضرور آئیں گے آپ اپنی بہنوں کو اتنا بڑا دکھ نہیں سکتے۔۔۔ذائشہ اور گلالئ ہنوز روتے ہوئے اپنے لالہ سے شکوہ کرنے لگی۔۔میجر خان سے اپنی بہنوں کا یوں رونا بلکل بھی برداشت نہیں ہوا۔۔وہ اپنے سینے میں بھینچے باری باری ان کے سر پر بوسہ رے رہا تھا۔۔۔جبکہ میر ال شاہ کی نگاہیں اسکے چہرے پہ جمی ساکت ہو گئ تھی۔۔پہلے اسکو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔۔یہ سب کچھ حقیقت نہیں ہے!!لیکن پھر اسکی دھیمی دھیمی کانوں میں رس گھولتی آواز اسکے بدن کی مہک جو میر ال بہت دور سے بھی محسوس کر سکتی تھی اور پھر اسکا سینے سے باہر نکلتا دل جو اسکے سامنے کھڑے وجود کا تابعدار تھا،اس وقت میر ال کے قابو سے باہر ہو رہا تھا۔۔اس کا دل اسکے سینے سے نکل اسکی جان لینے کے درپے تھا۔۔اور جب جسم سے ایک بار پھر جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تو میر ال کو اس بات کا یقین ہونے لگا وہ سچ میں لوٹ آیا ہے۔

یہ کتنی عجیب بات ہے جب محبوب سامنے ہو تو بھی جان لبوں پہ لے آتا ہے اور جب آنکھوں سے اوجھل ہو تو تب بھی جان حلق میں اٹکی رہتی ہے۔کتنا دکھ دیا تھا اس نے میر ال شاہ کو اپنی جدائی میں۔۔۔اسے ایک ایک پل مارا تھا۔وہ گزرے تکلیف دہ لمحے یاد کرتی تیزی سے روتے ہوئے اسکی طرف بڑھنے کی بجائے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گی لیکن

دروازہ لاک نہیں کیا کیونکہ یہ دل کا فیصلہ تھا وہ اپنے اس نافرمان دل کو زبردستی اوپر تولے آئی تھی لیکن اس پہ زیادہ پابندیاں نہیں لگا سکی۔۔ سب کو بے یقینی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجاتا ان سب سے مل رہا تھا۔ وہ سب ابھی تک اس شاک سے باہر نہیں نکل پا رہے تھے۔ کاظم شاہ اور احان شاہ سے ملنے کے بعد وہ ارزم شاہ کی طرف بڑھا تھا جو اپنی شہد رنگ آنکھوں میں آنسو لیے ساکت و جامد اسے دور سے دیکھتا جا رہا تھا۔

لالا!!۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے اپنے قریب کھڑے اپنے بال بگاڑتے دیکھ کے وہ بنا کسی دیری کے اسکے سینے سے لگتا اسے بھیگی آواز میں پکارتے اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔۔ میجر خان اسکی ملگجی سی حالت پہ تاصف سے نفی میں سر ہلاتا اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اسکا چہرہ اوپر کی طرف اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اپنے آنسو چھپانے کی غرض سے اس سے دور ہونے کی بجائے اسکے ساتھ لپٹا رہا۔۔ وہ اس وقت چاہ کے بھی کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکا ہوا تھا۔ ان سب کی دعائیں قبول ہو چکی تھیں۔۔

سب سے ملنے اور انہیں پوری سٹوری پھر سے سنانے کے بعد وہ ان کے چہروں پہ مسکراہٹ بکھیرتا اب اپنی میر و جان کے کمرے کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ دروازے پہ ہاتھ رکھتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔۔ نگاہیں سامنے بیڈ پہ بیٹھی میر ال کی طرف اٹھی تھیں جو بلکل چپ تھی۔۔ وہ اب آنکھوں سے نہیں رو رہی تھی بلکہ اب خاموش آنسو اس کے دل پہ گر رہے تھے۔۔

میجر خان کمرے میں داخل ہوتا کمرہ لاک کر گیا اور اپنے قدم میر ال کی جانب بڑھائے۔۔ میر ال اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر بیڈ سے اٹھ کر دور جا کھڑی ہوئی۔۔ اچانک میجر خان کی نظریں بیڈ پہ پڑی اسکی یونیفارم، واچ اور بیج پہ پڑی تو وہ زور سے اپنی آنکھیں میچ گیا وہ اسکی تکلیف کا اندازہ لگا سکتا تھا۔۔

وہ اب دھیرے سے بڑھتا ہوا میر ال کی پشت کو اپنے سینے سے لگا گیا جبکہ اپنا منہ اسکے کندھے تک آتے بالوں میں چھپا کر انکی خوشبو کو محسوس کرنے لگا اور اپنے ہاتھ مضبوطی سے اسکے پیٹ کے گرد حائل کر گیا۔ ایک سکون تھا جو دونوں کے پورے وجود میں اترا تھا۔ میر ال نے اسے بلکل بھی نہیں جھٹکا کیونکہ وہ مجبور تھی۔۔ وہ پورے ایک مہینے کے بعد اسکا لمس محسوس کر رہی تھی لیکن اپنی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی۔۔

اس کو ایسے خاموش کھڑے دیکھ کر حازق خان نے اب اسکے بال گردن سے پیچھے ہٹا کر اسکی گردن پر محبت بھرا بوسہ دیا۔۔

"میرو جان" شہد سے لبریز لہجے میں اسے پکارا۔

مت کہو مجھے میرو جان!! نہیں ہوں میں تمہاری میرو جان!! جان کہتے ہو اور پھر اپنے ہی ہاتھوں سے سولی پہ بھی لٹکا دیتے ہو!! اگر میں تمہاری جان ہوتی تو تم مجھے اتنا بڑا غم کبھی نہ دیتے۔ تمہیں پتہ ہے تمہارے بچھڑنے کا غم اور جدائی نے مجھے زندہ قبر میں اتار دیا تھا نہ میں زندوں میں بچی نہ مردوں میں۔ تم میرے اذیت میں گزرے ایک ایک پل کو اگر چننے بیٹھو تو میں تمہیں گارنٹی دیتی ہوں تمہارے ہاتھ زخمی ہو جائیں گے تو سوچو میں تو ان سب سے گزری ہوں! تمہاری جدائی نے میرا روم روم زخمی کر کے رکھ دیا ہے میجر!!۔۔۔ میرال اسکے مقابل آتی ازیت کی انتہا پہ چلائی تھی ۔۔ دونوں کی نگاہیں اس دوران پہلی بار ایک دوسرے سے چار ہوئی تھیں۔ میرال کا چہرہ مرجھا ہوا تھا۔۔ رو رو کے آنکھیں سوجی ہوئی تھی۔۔ دیکھنے میں وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ اسکے الفاظ پہ تضاد اسکی حالت دیکھ کر میجر خان کو اپنا سینہ پھٹتا ہوا محسوس ہوا اور وہ اپنی آنکھیں میچ گیا۔۔ جبکہ میرال نے جب اسکے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ زرد تھا، نیلی آنکھوں میں پہلے والی چمک نہیں تھی۔۔ کافی کمزور لگ رہا تھا، ڈارک براؤن بال بڑھے ہوئے تھے اور بار بار آنکھوں میں آرہے تھے۔۔ اس نے پچھلے ایک مہینے سے بال نہیں کٹوائے تھے۔ جبکہ باقی چہرے پہ تشدد کے مٹے مٹے نشان موجود تھے۔۔ میرال سے جب اسکی مزید حالت دیکھنا برداشت نہ ہوئی تو تیزی سے پھر سے رخ موڑ گی۔ اور حازق خان کو اس کا رخ موڑنا زہر لگا تھا، وہ ایک مہینے بعد اسکے چہرے کا دیدار کر رہا تھا اور وہ بار بار رخ موڑے جا رہی تھی۔ میجر خان اپنا غصہ سائیڈ پہ کرتا ایک دفعہ پھر سے اسکو پیچھے سے پکڑ کر اپنے حصار میں لے گیا۔

تم نے اپنی تکلیف تو بتا دی لیکن مجھ سے تو پوچھو! میرے یہ پل کا طرح سے گزرے ہیں؟ تمہارے بغیر میرے جسم اور روح دونوں کو زخمی کیا گیا ہے۔ کیا میں اپنی خوشی سے تمہیں تھوڑی چھوڑ کے گیا تھا؟ مجھے تو تم سے چھینا گیا تھا باخدا میں اپنی میرو جان کو اتنا بڑا دکھ دینے سے پہلے مر نہ جاؤں؟ دیکھو تمہاری دعا میں کتنا اثر تھا!! تمہاری دعا تمہارے نقلی میجر کو موت کے منہ سے نکال لائی۔۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا تمہاری جان کی حفاظت کروں گا تو کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں تھا؟؟۔۔۔ میجر خان اب اپنے لفظوں سے اسکے زخموں پہ مرہم رکھنے لگا لیکن اسکی طرف سے ہنوز

خاموشی تھی جو میجر خان کو اندر ہی اندر سے کھائے جا رہی تھی۔ میر ال شاہ اسے آسانی سے معاف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ میجر خان اب کی بار اسکے بالوں کو سہلانے لگا۔

ویسے تمہارے بال کافی لمبے ہو چکے ہیں آسانی سے کھینچے جا سکتے ہیں!!۔۔۔ وہ اسکی اتنی خاموشی دیکھ کر اب اسے چھیڑنے لگا شاید کوئی جواب دے دیں اور توقع کے عین مطابق جواب فوراً آیا تھا۔

میں تمہارے ہاتھ جڑ سے اکھیڑ دوں گی اگر میرے بالوں کو ہاتھ بھی لگا تو ایک منٹ سے پہلے تمہیں گنجا کر دوں گی۔۔۔۔ میر ال غصہ سے دھاڑی تھی جو اسے منانے کی بجائے الٹا اسکے بال کھینچنے کے درپے تھا۔۔ میجر خان اس کا جواب سن کر کھلکھلا کر ہنسا اور اسکی ہنسی دیکھ کر میر ال نے زور سے اسکے پیٹ میں اپنی کہنی دے ماری۔۔ کہنی اسی جگہ پہ ماری جہاں گولی لگی تھی۔

اہہہہہ!!!!۔۔۔۔ زخم پہ کہنی لگنے وجہ سے میجر خان کے منہ سے ایک درد بھری کراہ نکلی تھی۔ اسکی کراہ پہ میر ال تیزی سے اسکی طرف مڑی اور درد کی شدت سے اسکا سرخ ہوتا چہرے دیکھ کر بس یہی وہ مقام تھا جہاں میر ال کی ساری انا ء سارا درد سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔۔ محبوب چیز ہی ایسی ہے اپنی ایک ادا سے سامنے والا کا خاموش قتل کر دیتا ہے۔

کیا ہوا؟؟ کہیں چوٹ لگی ہے؟؟۔۔۔ اسکا درد سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر میر ال شاہ نے بے چینی سے سوال کیا تھا جس کے جواب میں میجر نے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے نفی کر گیا۔ میر ال شاہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ایک جھٹکے سے اس کے تن سے اسکی شرٹ جدا کر گی۔۔۔ شرٹ ہٹنے کی دیر تھی جب اسکے جسم پہ تشدد کے نشان، پیٹ اور بازو پہ پٹی دیکھ کر وہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کھوتی ایک دن سے چیخی اور شدت سے رونے لگی۔۔ میجر خان نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔۔

زیادہ درد ہے؟؟۔۔۔ کچھ دیر تک یوں ہی آنسو بہاتی وہ ہوش میں آتے ہوئے اب سے گردگھوم کر اسکے سارے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے بھیگی آواز میں سوال کر رہی تھی۔۔ پیچھے کمر بھی زخموں اور خراشوں سے بھری تھی اسکے اتنے زخمی وجود کو دیکھ کر میر ال کو اپنے آنسو کنٹرول کرنا محال لگ رہا تھا۔ وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسکے زخموں کو چھونے لگی۔۔

زیادہ درد ہے؟؟۔۔۔۔میر ال نے پہلا سوال کا جواب نہ پا کر پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔

ہاں!!!! تھوڑا تھوڑا۔۔۔وہ اپنی ازلی معصومی پہ اترتا میر ال کو جواب دینے لگا۔ ایک یہی تو پوائینٹ تھا جہاں اپنی معصومیت کو استعمال میں لا کے اسے آسانی سے منایا جا سکتا تھا۔۔اس کا جواب سن کر میر ال نے اسکے زخموں پہ دیوانہ وار اپنے لبوں کی بوچھاڑ کرتے روتے ہوئے اسے شدت سے چوما تھا۔۔اسکے لمس نے میجر خان کو اندر تک سکون پہنچایا تھا۔۔وہ کتنے وقتوں بعد اسے چوم رہی تھی۔وہ اسکی کمر کے زخموں اپنے لبوں کا لمس بکھیرتی اب اسکے سینے کو مہکا رہی تھی۔۔

اس دوران میجر خان نے اسے ٹچ کرنے کی کوشش کی تو وہ زور سے اسکے سینے پہ اپنے دانت گاڑھ گئی۔۔میجر خان اسکی اس حرکت پہ حیران ہوا تھا۔خود اسے چومتی جا رہی تھی اور اسکے ذرا سا ٹچ کرنے پہ جنگلی بن گئی تھی۔

اور کہیں درد تو نہیں ہو رہا؟؟۔۔۔وہ اپنی سرخ اور سوجی ہوئی آنکھیں اٹھا کر اس سے اسکے مزید درد کے متعلق پوچھنے لگی۔ جس کے جواب میں میجر خان نے اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کر اپنے ہونٹوں پہ رکھی۔۔

یہاں بہت درد ہو رہا ہے!! حد سے زیادہ ہو رہا ہے۔۔۔وہ بے حد معصومیت سے گویا ہوا۔ میر ال شاہ کو اسکی معصومیت پہ غصہ اور پیار بیک وقت آیا تھا۔وہ اسکے نزدیک ہوتی اسکے پاؤں پہ اپنے پیر رکھتی اسکے سرخ لبوں کو اپنے نازک لبوں میں قید کرتی اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے کاٹنے لگی جبکہ میجر خان نے اس میٹھے سے درد کو فتح مندی سے قبول کیا تھا۔۔اپنے ایک بازو کے زور پہ اسکے روئی سے نازک وجود کو اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھا دیا۔۔

وہ ابھی تک اسکے ہونٹوں سے ہنوز لپٹی ہوئی تھی جب وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھاتے ہی شدت سے اسکے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر گیا۔۔وہ مسلسل اسکو ہونٹوں کو دیوانوں کی طرح سک کرتے اپنا خشک حلق تر کرنے لگا ۔۔وہ کافی دیر تک ایک دوسرے کے ہونٹوں سے لپٹے رہے تھے۔۔ مسلسل اتنی دیر ہونٹ سک کرنے کی وجہ سے اب انکی سانسیں اکھڑ رہی تھی۔

میجر خان اسکی بکھری سانسوں کو تھوڑی سے مہلت دینے کیلئے چہرہ جھکا کے اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا۔وہ شرٹ کے اوپر سے ہی اپنے لبوں اور دانتوں سے اسکی دھڑکنوں پہ اپنا لمس چھوڑنے لگا جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ کندھے سے اسکی شرٹ سرکا رہا تھا۔۔شرٹ ڈھیلی سی تھی تھوڑی سی نیچے کرنے پہ ہی وہ ساری نیچے ہو گئی جس کے نتیجے میں اسکے

وجود کے نمایاں ہوتے خروخال دیکھ کر میجر خان کا دل مزید بے ایمان ہوا تھا۔۔وہ آج اس آخری پردے کو بھی اسکی دھڑکنوں سے ہٹاتا شدت سے پھر سے اسی مقام پہ جھک گیا اور جگہ جگہ اپنے دانتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔۔وہ اپنے شدت بھرے لمس سے میرال کو سسکیاں بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔اور میرال شاہ کی یہ میٹھی سی سسکیاں اسکے سکون کا باعث بننے لگی۔۔

وہ اسکی دھڑکنوں پہ مزید ظلم ڈھاتے جنونی ہو رہا تھا۔۔اسے اتنا جنونی ہوتے دیکھ کے میرال نے زور سے اسے بالوں سے پکڑ کر اسے ہوش دلانے کی کوشش کی جس پہ وہ آنکھوں میں پیاس کی شدت لئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اپنی سانسیں اب نارمل کر چکی تھی، میجر خان اسے خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا اسکا منہ کھولتے ہوئے اسکے دانتوں پہ اپنی زبان رب کرنے لگ جاتا تو کبھی اسکی زبان میں اپنی زبان الجھائے اسکا منہ کی خوشبو کو اپنے اندر اتارنے لگا۔۔وہ مسلسل اسکے دانتوں پہ اپنی زبان رب کر رہا تھا۔۔اسکی اس قدر بے باکی پہ میرال شاہ تیزی سے اسکی زبان کو اپنے دانتوں تلے دبا گئی۔۔وہ اب اس کی زبان پہ اپنے دانتوں کا زور دینے لگی جس پہ میجر خان اس کو تھائیز سے جکڑ کر اپنے مزید قریب کرتا اسے آنکھیں دکھانے لگا تاکہ وہ اسکی زبان اپنے دانتوں سے آزاد کرے لیکن میرال کے ایسے کوئی ارادے نہیں تھے۔۔وہ شرارت سے اسے آنکھ مار گی جس پہ میجر خان اسکی یہ حرکت دیکھ کر آئیبرو آچکاتا ایک ہاتھ سے اسکی تھائیز کو بے باکی سے سہلانے لگا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکی دھڑکنوں کو بے رحمی سے مسلنے لگا۔۔اسکے بے باک ہاتھوں کو اپنے تھائیز سے بدن کی گہرائیوں کی طرف جاتے دیکھ کر میرال شاہ کی جان ہوا ہوئی تھی۔۔وہ تیزی سے اسکی زبان کو اپنے دانتوں سے آزادی بخش گئی۔۔جس پہ میجر خان فتح مندی سے ایک دفعہ پھر سے اسکو ہونٹوں پہ قابض ہوتا اپنی پیاس بجھانے لگا۔لمحہ بالمحہ اسکے ہونٹوں کو مزید شدت سے جکڑتے وہ اسکو اپنے بازوؤں میں اٹھا کے بیڈ پہ لے آیا۔۔کتنی ہی دیر اسکی سانسوں سے کھلواڑ کرتے وہ اسکی زبان پہ اپنا لمس چھوٹتے ہوئے اسکی گردن پہ مسلسل اپنا ہاتھ سہلاتا رہا تھا۔وہ اپنے محرم کے لمس میں مدہوش ہوتی اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدتیں لٹانے کے بعد وہ اسے ایک جھٹکے سے الٹا کے اسکی بل کھاتی کمر سے شرٹ ہٹا کے جگہ جگہ کاٹنے لگا۔میرال شاہ زور سے بیڈ شیٹ اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑتی اپنی سسکیاں دبانے لگی۔۔میجر خان کے ہونٹ جہاں اسکی کمر کو بے باکی سے چھو رہے تھے وہی پہ ہاتھ کمر سے نیچے کی طرف بڑھتے اسکے جسم کے ایک ایک حصے کو چھونے کے لئے بے

تاب ہو رہے تھے۔۔ اسکی کمر کو اپنے لمس سے گیلا کرنے کے بعد وہ اسکی پچھلی گردن پہ شدت سے اپنے دانت گاڑتا جگہ جگہ کچھ دیر کے لئے سک کرتے ہوئے لو بائٹس بنا رہا تھا۔۔ آج اسکے لمس میں پہلی تمام ملاقاتوں سے زیادہ جنونیت اور بے تابی تھی۔۔

جس وقت تمہارے شہید ہونے کی خبر ٹی وی پہ چلائی گئی تھی! کیا تمہیں خیال نہیں آیا تھا تمہاری میرو یہ خبر سن کے زندہ لاش بن جائے گی؟۔۔۔ وہ اسکا جنونی لمس برداشت کرتی زور سے آنکھیں میچ کے اس سے سوال کرنے لگی جس پہ میجر خان اسکی۔ پچھلی گردن کی جان خلاصی کرتی اسے ایک جھٹکے سے سیدھا کر کے اپنے مقابل کرتا اسکے چہرے پہ جھک کے اپنی سانسیں چھوڑتا اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ گیا۔ وہ جانتا تھا وہ اس سے بہت سے سوال اور شکوے کرنا چاہتی ہے اور وہ اسکے تمام سوالات اور شکووں کے جواب دینے کے لئے تیار تھا۔۔

ابھی کل ہی اپنی گاڑی کا نیا شیشہ ڈلوایا تھا شبنم بہن! لیکن دیکھ لیں اپنی بیٹی کی حرکتیں! اب مجھے بتا دیں میں دیہاڑی دار مزدور کہاں سے روز اتنے پیسے لا کے اپنی گاڑی ٹھیک کرواتا پھروں؟ غلط کر لیا تھا جو پرانے زمانے میں یہ گاڑی خرید ڈالی تھی! آج زمانہ بدل گیا ہے آج کل تو پٹرول ڈلوانے کے پیسے نہیں ہیں تو اتنا مہنگا شیشہ کہاں سے ڈلواتا پھروں؟ پورے محلے کی بچیاں سلجھی ہوئی ہیں سوائے آپ کی بیٹی کے!! مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑھ رہا ہے آپ نے اسے چھوٹے بڑوں کی تمیز نہیں سیکھائی۔۔ ایک تو میرا نقصان کیا اور بدلے میں معافی مانگنے کی بجائے مجھے ہی بد تمیزی سے باتیں سنا ڈالیں۔ اپنے ساتھ ساتھ ان بچوں کو بھی بد تمیز بنا رہی ہے! یہ سارے بچے مجھے گنجا بول بول کے چھیڑتے ہیں! اب مجھے بتائیں اس عمر میں بال کہاں سے لاؤں جو دھوپ میں کام کرنے کی وجہ سے اڑ چکے ہیں! ہر روز میری دکان کے پاس سے گزرتے ہوئے میری توند پہ باتیں کرتی ہے! میں اس کے باپ کی عمر کا ہوں اپنی بیٹی سے پوچھیں اسے میری توند سے کیا لینا دینا ہے۔ بھئی حد ہو گئی ہے بد تمیزی کی۔۔ مجھے میرے نقصان کے پیسے چاہئیے شبنم بہن تاکہ اپنی گاڑی ٹھیک کروا کے اسے بیچ دوں کیونکہ آپ کی بیٹی نے قسم کھائی ہے ہر آئے روز اس گاڑی کا شیشہ توڑنے کی!۔۔۔۔ جہانگیر انکل جو آئرہ پہ اچھے خاصے تپے ہوئے تھے شبنم بیگم کے آتے ہی ہاتھ نچاتے ہوئے عورتوں کی طرح ان سے ان کی بیٹی کی شکایات لگانے لگے، ساتھ ہی محلے کی بہت سی آنٹیوں کو بھی جمع کر رکھا تھا جو

آئرہ کی چلبلی عادت کی وجہ سے اس سے خار کھاتی تھیں۔ آئرہ کے ساتھ کھیلنے والے بچے کب سے اسکی حمایت میں بولنا چاہ رہے تھے لیکن مجال تھی جو جہانگیر انکل نے انہیں بولنے کا ایک موقع بھی دیا ہو۔۔

آج پھر آئرہ کی شکایات سنتے شبنم بیگم کا غصہ آسمانوں کو چھو رہا تھا۔ پہلے تو شہسوار شاہ آ کے معاملہ رفع دفعہ کروا دیتا تھا، بات یہاں تک آتی ہی نہیں تھی لیکن آج محلے کی تمام عورتوں کے سامنے اپنی تربیت پہ سوال اٹھتے دیکھ کے شبنم بیگم کو اپنی زندگی کی تمام تر محنت بیکار ہوتی نظر آئی تھی، آئرہ جس نے اپنے سارے پیسے نکال کے گننے کے بعد جہانگیر انکل کو دینے کا سوچا تھا، دروازہ کھولتے ہی اتنا انٹینس ماحول دیکھ کے اس نے تھوک نگلتے ہوئے کسی ستی ہوئی ہیروئین کی طرح معصومیت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا۔۔ شبنم بیگم نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ چٹاخ کی آواز سے ایک زوردار تھپڑ آئرہ شاہ کے مومی گلابی گال پہ جڑ دیا۔

سب عورتیں جو جہانگیر انکل کے ساتھ کھڑی ہو کے آئرہ کی بدتعریفیوں کے پل باندھ رہی تھیں، شبنم بیگم کی اس حرکت پہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی آنکھیں پھیلا گئی۔ تھپڑ اس قدر شدید تھا کہ آئرہ اگلے ہی پل زمین بوس ہوتی اپنے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی سے اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی جس نے آج پہلی دفعہ اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا اور محلے کی تمام عورتوں کے سامنے اٹھایا تھا۔

آئرہ آپی!!!۔۔۔۔۔ آئرہ کے ساتھ کھیلنے والے تمام بچے فٹافٹ اسکی طرف بڑھتے اسے زمین سے اٹھانے میں مدد کرنے لگے۔ جہانگیر انکل نے اپنی باتوں میں جھوٹ کی کافی مقدار میں ملاوٹ کی تھی، آئرہ چاہے شرارتی اور چلبلی تھی لیکن اس نے کبھی کسی کے ساتھ بدتمیزی نہیں کی تھی۔ وہ کسی کے بدتمیزی نہیں کرتی تھی لیکن پھر بھی سب کو چبتی تھی کیونکہ جہاں بہت آنٹیاں اس کے خلاف تھیں وہی پہ بہت سی عورتیں اور بچے اس پہ پیار بھی کرتے تھے جو ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔۔

بھائی صاحب آپ مجھے اپنے نقصان کی قیمت بتا دیجئیے گا! میں بہت جلد آپ کو آپ کے نقصان کی قیمت لٹا دوں گی! اور تم سب بچے جاؤ کھیلو جا کے! آج کے بعد یہ گھر سے نہیں نکلے گی نہ ہی تم لوگ یہاں اس کے ساتھ کھیلنے آؤ گے!!۔۔۔۔ شبنم بیگم سنجیدگی سے جہانگیر انکل کو جواب دیتی سب بچوں کو سختی سے آئرہ سے دور کر کے یہاں سے نکالتی دروازہ بند کر گئی۔۔

آئرہ اپنی آنکھوں سے آمڈتے آنسو بے دردی سے رگڑتی ماں کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے ہوئے زمین سے اٹھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔۔ شبنم بیگم اسکا شکوہ نظر انداز کرتی اپنا غصہ دباتے ہوئے زمین پہ پڑے اسکے پیسے اکھٹے کرنے لگیں جو وہ یہی پہ چھوڑ کے بھاگ گئی تھی۔وہ جانتی تھیں وہ ان سے بہت ناراض ہو گئی ہو گی لیکن آج ان کا دل خود بھی بہت دکھی ہوا تھا کیونکہ آج ان کی تربیت پہ سوال اٹھایا گیا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط126(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

میجر خان اور میجر شاہ کے اپارٹمنٹ آتے ہی کاظم شاہ نے سب کی واپس اسلامباد کی ٹکٹس بک کروائی تھیں کیونکہ ان دونوں کا اب بنوں یا لکی مروت میں کوئی کام نہیں تھا۔ان دونوں کی یہاں پہ پوسٹنگ اینڈ ہو چکی تھی اب یہاں مزید رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔میجر خان کی واپسی نے ان سب کو کافی خوش اور بیک وقت ایموشنل بھی کیا تھا۔سب جانتے تھے وہ اس وقت میرال شاہ کے کمرے میں ہے۔۔باقی سب کاظم شاہ کے کہنے کی واپس چلنے کی تیاری پکڑ رہے تھے۔زوریز شاہ اپنے باپ کے پاس بیٹھ کے انہیں اپنی طبیعت سے مطمئن کرتا مرحا شاہ کے پیچھے گیا تھا جو اسے خاموشی سے کچھ دیر دیکھنے کے بعد اوپر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کمرے میں آتے ہی مرحا شاہ نے اپنی اور زوریز کی پیکنگ سٹارٹ کی تھی۔وہ الماری سے تمام کپڑے نکالتی بیڈ پہ پڑے اپنے سفری بیگ میں نفاست سے رکھ رہی تھی جب زوریز شاہ کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔

کیا کر رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ پیر کی ٹھوکر سے کمرے کا دروازہ کھولتے یونہی مرحا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے سوال کرتا اسکی طرف بڑھا تھا۔مرحا شاہ جواباً خاموشی اختیار کرتی اپنے کام میں مصروف رہی۔اس نے ایک دفعہ بھی نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

ڈارلنگ!!۔۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اس کے نزدیک آتا اسکا ہاتھ نرمی سے تھامتے اسے محبت سے پکارنے لگا۔وہ اگلے ہی پل آہستگی سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی۔

مجھے پیکنگ کرنے دو! ہمیں کچھ دیر میں نکلنا ہے!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی الماری کی طرف مڑ گئی۔

پیکنگ میں کرلوں گا! تم بیڈ پہ بیٹھ کے آرام کرو! صبح سے ڈیوٹی پہ گئی تھی، تھک گئی ہو گی!۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے چہرے پہ ناراضی کے تاثرات پڑھ چکا تھا، اسی لئے نچلا لب دباتا اسکے پیچھے آ کے کھڑا ہو گیا۔وہ اس وقت اسکے بے حد نزدیک کھڑا تھا۔اگر وہ ذرا سا بھی موو کرتی تو مرحاشاہ کی پشت اسکے سینے سے جا ٹکراتی۔۔

نہیں! یہ چھوٹے موٹے کام میری ڈیلی روٹین کا حصہ ہیں! مجھے ان کاموں سے تھکاوٹ نہیں ہوتی! تم پلیز اس وقت مجھے ڈسٹرب نہیں کرو۔۔۔وہ سنجیدگی سے اسے جواب دیتی الماری سے مزید چیزیں نکالتے ہوئے مڑی تھی۔۔

اگر تمہیں تھکاوٹ نہیں ہوتی تو اس وقت تمہارے چہرے پہ تھکاوٹ کے آثار کیوں ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے ہاتھ تمام چیزیں پکڑ کے بیڈ پہ پھینکتا اسکے دونوں ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

فرصت مل گئی تمہیں میرے تاثرات پہ غور و فکر کرنے کی؟۔۔۔وہ استہزایا انداز میں گویا ہوتی زبردستی اس سے اپنے ہاتھ چھڑوانے لگی۔

پہلے بھی نوٹ کر رہا تھا لیکن صورتحال کی وجہ سے فرصت نہیں مل رہی تھی! میں تمہیں سکون سے وقت دینا چاہتا تھا!۔۔۔زوریز شاہ اسکا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اپنے نزدیک کرتا اسکی کنپٹی پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

تم کیا کرنے چاہتے تھے کہا نہیں! فلحال مجھے اس سب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے زوریز! مجھے ہمارے جانے کی پیکنگ کرنی ہے، تمہیں ریسٹ کرنی چاہئیے!۔۔مرحاشاہ کا انداز ٹو دا پوائینٹ تھا۔وہ اسکے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن وہ گرفت مضبوط کئے اپنی نگاہیں اسکے خوبصورت چہرے پہ جمائے ہوئے تھا۔

تمہارا موڈ کیوں آف ہے؟۔۔۔زوریز شاہ اسکے آف موڈ کی وجہ جانتے بوجھتے اسکا گال اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

نہیں تو! تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے! میرا موڈ بالکل ٹھیک ہے! تم بیڈ پہ بیٹھو میں تمہارے زخموں کی ڈریسنگ کر دیتی ہوں!۔۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے اسکی گرفت سے آزاد ہوتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی۔اسکے یوں دور ہونے پہ وہ نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دباتا گہری سانس بھر کے اسکی طرف دیکھتا مزید بحث کئے بنا چپ چاپ بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔چاہے ڈریسنگ کرنے کے بہانے ہی صحیح وہ اسکے قریب تو آئے گی نا؟۔۔۔مرحاشاہ پیکنگ

کرنے کے بعد فرسٹ ایڈ باکس اٹھاتی اسکی طرف بڑھی تھی۔اسکے پاس بیڈ پہ بیٹھنے کی بجائے وہ چیئر گھسیٹ کے اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی اسکی شرٹ ان بٹن کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے اسکی ڈریسنگ کر رہی تھی۔۔وہ اس دوران مسلسل اسکی سنہری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

خاموشی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی مرحا! میں تمہیں بارہا بولتا ہوں خاموشی سے ناراض ہونے سے بہتر ہے ہر بات کلئیر کی جائے!!۔۔۔اسے مسلسل خاموش دیکھ کے زوریز شاہ اپنے سینے پہ موجود اسکا ہاتھ پھر سے اپنے ہاتھ میں تھامتے مدھم آواز میں بولا۔

بولنا یا خاموش رہنا میری مرضی ہے زوریز! جس طرح سے تم ہر وقت اپنی مرضی کر کے اپنے پوائنٹ آف ویو کو ویلیو دیتے ہو اسی طرح سے مجھے بھی خود کو ویلیو دینے دو! مجھے اگر خاموش رہنا ہے تو مجھے خاموش رہنے دو! دیٹس اٹ!۔۔وہ اب کی بار غصے سے اسکی بات کا جواب دیتی اس سے اپنا ہاتھ آزاد کرواتی پھر سے اسکا زخم کلین کر رہی تھی۔

زوریز شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے چیئر سے اٹھاتا احتیاط سے اپنے سینے پہ گرا گیا۔اس دوران سینے کے زخم پہ تکلیف ہوئی تھی لیکن کوشش کی تھی مرحا شاہ کی طبیعت کی وجہ سے اسکے ساتھ مکمل طور پہ احتیاط برتی جائے۔

تمہیں لگتا ہے میں تمہیں خاموش رہنے دوں گا ڈارلنگ؟۔۔۔۔وہ اسکا بازو اسکی کمر کے ساتھ لگا کے چہرہ اپنے مقابل کرتا ائیبرو اٹھا کے گھمبیر آواز میں بولا۔

فار گاڈ سیک زوریز پلیز مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی مرحا شاہ جھنجھلاتی ہوئی اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔۔ریز!! کال می ریز!! اب اگر تمہارے منہ سے میں نے اپنا پورا نام سنا تو تمہاری زبان میرے دانتوں کے رحم و کرم پہ ہو گی ڈارلنگ!اور تم جانتی ہوں میرے لئے تمہارا طرزِ تخاطب کتنا میٹر کرتا ہے! جب تم مجھے پیار سے پکارتی ہو تب تمہارے ہونٹ چوم کے انہیں انعام بخشتا ہوں اور جب ناراضگی میں مجھے میرے پورے نام سے پکارتی ہو تب ان کا حشر نشر بھی بذاتِ خود کرتا ہوں! ناراضگی اپنی جگہ لیکن ناراضگی میں بھی مجھے تمہاری پرسنیلٹی میں کوئی چینج نہیں چاہئیے!!۔۔۔وہ ایک ہاتھ اسکے سر کے پیچھے رکھتا اسے خود پہ مزید جھکاتے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے اسکے ہونٹوں پہ جسارت کرنے ہی والا تھا جب وہ تیزی سے اس سے دور ہو گئی۔۔

تمہارے لئے مرحاشاہ سے زیادہ صرف تمہارے مطلب کی چیزیں میٹر کرتی ہیں! تمہارے لئے صرف وہ سب میٹر کرتا ہے جس سے تمہیں سکون پہنچتا ہے! جس چیز سے تمہیں بے سکونی پہنچتی ہے تم چاہتے ہو وہ بات فٹافٹ سے کلئیر ہو اور سب پھر سے پہلے جیسا ہو جائے! تم خود کو بے سکون نہیں رکھ سکتے لیکن مرحاشاہ اگر تمہاری چھوٹی سی حرکت کی وجہ سے بھی بے سکون رہتی ہے تو تم اس حرکت کو سدھارنے کی بجائے ریپیٹ پہ انجام دیتے ہو! میں تمہارے لئے کبھی بھی فرسٹ پرائیریٹی پہ نہیں رہی !! I know my place !سو پلیز مجھے میرے حساب سے میری زندگی گزارنے دو! ۔۔۔۔۔ مرحاشاہ آنکھوں میں آنسو لئے دبی دبی آواز میں چلاتی اس سے دور ہونے لگی لیکن وہ لمحہ لمحہ گرفت مضبوط کرتا اسے اپنے نزدیک کر رہا تھا۔۔

Okay! Let's map out the space, u occupy in

?my heart

وہ سنجیدگی سے مرحاشاہ سے سوال کرنے لگا۔۔

It's not worth discussing Mirha Shah, so I

think it's better to just keep

..quiet

مرحاشاہ نے اپنی بھیگی پلکوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اسے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تھا۔ زوریز شاہ نے اسکے اذیت بھرے جواب پہ اسے پھر سے اپنے نزدیک کرتے چہرہ اوپر کو اٹھا کے اسکے ہونٹ قید کرنے چاہے تھے لیکن وہ پھر سے چہرہ موڑ گئی۔۔

Mirha Shah is the oxygen I need, discussing

her is essential to my

!!existence

زوریز شاہ نے دانت پہ دانت جماتے ہوئے جواب دیا تھا، اسکا بار بار رخ موڑ جانا اسے بری طرح سے غصہ دلا رہا تھا لیکن ابھی اس وقت وہ اسکا موڈ ٹھیک کرنا چاہ رہا تھا، جس کے آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے۔۔

These are just dialogues, far away from

!the reality, please let's just drop this topic

وہ ختمی انداز میں بولتی اس سے اپنا آپ چھڑواتی خاموشی سے اب اسکی ڈریسنگ کر رہی تھی۔ زوریز شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسکے روئے روئے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس وقت اسے زبردستی منانا نہیں چاہ رہا تھا، وہ کچھ دیر کے لئے اسکی مان کے خاموش رہنا چاہتا تھا۔۔ شاید وہ کچھ دیر تک نارمل ہو جائے۔۔

احمد!! یہاں آؤ!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے بلند آواز میں دور بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے ایک سرخ و سپید اور موٹے سے بچے کو آواز لگائی تھی جو ہاتھ گھما کے بالنگ کر رہا تھا۔ شہسوار شاہ کی آواز سنتے ہی وہ رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھتا گیند اپنے دوست کو کیچ کروا گیا۔ وہ بچہ اب شہسوار شاہ کی طرف بھاگ رہا تھا۔

جی لالا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے قریب آتا سر اٹھا کے شہسوار شاہ کی طرف دیکھتے معصومیت سے اپنے بلانے کا مقصد پوچھ رہا تھا۔ وہ بچہ پٹھان تھا، بے حد خوبصورت اور گول مٹول سا۔۔ اور سب سے بڑی بات وہ خود کو آئرہ کا بیسٹ فرینڈ کہتا تھا۔ اسکی عمر صرف آٹھ سال تھی لیکن خواب آئرہ سے شادی کرنے کے تھے۔۔

کل کیا ہوا تھا؟ اور آج تم لوگ اکیلے کیوں کھیل رہے ہو؟ آئرہ کہاں ہے؟۔۔۔۔۔۔ وہ آئرہ کے فون کے بعد کل یہی پہ آ رہا تھا لیکن اسے اچانک سے کہیں جانا پڑا تھا۔۔ اوپر سے آرڈر آئے تھے جنہیں وہ کسی صورت فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایک ذمہ دار آفیسر تھا۔ اپنے کام کو لے کے وہ کافی پروفیشنل تھا۔۔

میں آئرہ آپی کو بلانے گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا۔ وہ شاید ہم سب سے ناراض ہو گئی ہیں۔ میں نے کل انہیں کتنا بچانے کی کوشش کی لیکن۔۔۔۔۔ احمد خود میں مزید بولنے کی ہمت نہ رکھتا اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ موڑتے رونے لگا۔

لیکن کیا؟۔۔۔۔۔ اسکی یہ سسپنس پھیلانے اور اتنی جلدی رونے والی گندی عادت پہ شہسوار شاہ بھوکھلاتے ہوئے اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتا اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرتا استفسار کرنے لگا۔

لیکن ان کی امی نے انہیں سب کے سامنے مارا! وہ اتنا زیادہ رو رہی تھیں، میں انہیں چپ کروانے لگا تو ان کی امی نے مجھے گھر سے نکال دیا۔۔۔ احمد ہچکیوں سے روتے ہوئے شہسوار شاہ کو ساری تفصیل بتا رہا تھا۔۔

واٹ ؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنی آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتارتے احمد کی باتوں پہ حیرانگی ظاہر کرنے لگا۔۔ وہ اس وقت پولیس یونیفارم کی بجائے سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ اسکی رات کی ڈیوٹی تھی اسی لئے اس وقت یونیفارم نہیں پہنا تھا۔

جی آئرہ آپی کو اتنی زور سے یہاں مار پڑی ہے!۔۔۔ احمد اپنے گال پہ ہاتھ رکھتا سوں سوں کرتے ہوئے مزید بولا۔۔

شہسوار شاہ نے نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دباتے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔ احمد اسے اب جہانگیر انکل سے متعلق کل کی پوری سٹوری سنا رہا تھا جسے سنتے ہوئے شہسوار شاہ کچھ فاصلے پہ موجود آئرہ شاہ کے گھر کے دروازے پہ پر سوچ انداز میں نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔۔

السلام علیکم اپھو! کیسی ہیں آپ ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنا سر ان کی طرف جھکاتا انہیں سلام کر رہا تھا۔۔

احمد سے ملاقات ختم کرنے کے بعد وہ ڈائریکٹ شبنم بیگم کا دروازہ کھٹکھٹانے ہی آیا تھا۔ اسے اپنے سامنے دیکھتے وہ نرمی سے مسکراتی ایک سائیڈ پہ ہوتی اندر آنے کی اجازت دینے لگی۔

وعلیکم السلام! ٹھیک ہوں بچے! تم بتاؤ کیسے آنا ہوا؟۔۔۔۔ وہ شفقت سے بولتی اسے لئے آگے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اندر جانے کی بجائے صحن میں ہی چارپائی پہ بیٹھ گیا۔

بس یونہی گزر رہا تھا تو سوچا آپ سے ملتا جاؤں! آئرہ کہاں ہے ؟۔۔۔ شہسوار نے نرمی سے مسکراتے ہوئے انہیں جواب دینے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کیا تھا۔

اسکے چچوں نے تمہیں کل کی ساری خبر تو باہر ہی دے دی ہو گی؟ بس اسی وجہ سے کل سے کمرے میں بند ہے! ابھی تھوڑی دیر میں جب بھوک سے پاگل ہو گی تو خود ہی ساری ضد توڑ کے باہر نکل آئے گی! پورے محلے میں بے عزت کروا کے رکھ دیا ہے مجھے اس لڑکی نے!!۔۔۔۔ شبنم بیگم اسے پانی کا گلاس تھما رہی تھیں، اس وقت صبح کا وقت تھا

لیکن پھر بھی دھوپ کی وجہ سے شہسوار شاہ تھوڑا سا چلنے سے ہی پسینے سے بھیگے چکا تھا۔ شبنم بیگم اسٹینڈ والے پنکھے کا رخ اسکی طرف موڑ چکی تھیں۔۔

آپ کو سب کے سامنے اس پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئیے تھا اپھو جان!!۔۔۔ شہسوار شاہ رخ موڑ کے آئرہ کے بند کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتا افسوس سے بولا۔ اسے واقعی ہی کل کا سارا واقعہ سن کے کافی تکلیف ہوئی تھی۔

اسکے چمچوں نے تمہیں اسکے ساتھ ہوئی زیادتی کا بتایا ہو گا لیکن اس کی بد تمیزی بتانے کی زحمت نہیں کی ہو گی! پورے محلے کی ناک میں دم کر رکھا ہے! ایک اچھا رشتہ ہے میری نظر میں! پڑھائی تو اس نے جتنی کرنی تھی کر لی بس اب اسکے ہاتھ پیلے کرنے کا سوچ رہی ہوں۔۔۔۔۔ شبنم بیگم پاس ہی چارپائی پہ بیٹھ کے سبزی کاٹتے ہوئے دبے دبے غصے سے بولی تھیں۔ ان کے آخری جملے پہ شہسوار شاہ کو پانی پیتے پیتے اچھو لگا تھا۔

بسم اللہ! کیا ہو گیا بیٹا؟ دھیان سے!۔۔۔۔۔ اسے کھسانستے دیکھ کے وہ پریشانی سے بولیں۔۔

اپھو میں ٹھیک ہوں! آپ کو نہیں لگتا آئرہ کے ہاتھ پیلے کرنے میں آپ جلد بازی کر رہی ہیں؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ پانی کا گلاس سائیڈ پہ رکھتا دھڑکتے دل سے بولا تھا۔ چہرے کے تاثرات نارمل رکھے تھے۔ ابھی شبنم بیگم کوئی جواب دیتا جب دھاڑ سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ ان دونوں نے رخ موڑ کے آئرہ کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ بائیس سالہ آئرہ شاہ اس وقت لائٹ پستہ شلوار قمیض میں ملبوس دوپٹے سے ندارد وجود لئے ہوئے تھی۔ سیاہ بالوں کا میسی سا جوڑا بنایا ہوا تھا جبکہ لائٹ گرین آنکھیں بری طرح سے سوجھی ہوئی تھیں، آنکھوں میں سرخی کے ڈھوڑیں واضح تھیں۔ گلابی گال پہ شبنم بیگم کی انگلیاں کا نشان چھپ چکا تھا۔۔ کٹاوداد گلابی ہونٹ خشک تھے۔۔

شہسوار شاہ اسکے بغیر دوپٹے کے وجود کو دیکھتا اگلے ہی پل نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔ اسکا رعنائیاں چھلکتا وجود اسکا دل کان میں دھڑکا رہا تھا۔ اسکی ملگجی سی حالت، اسکا رویا رویا سا چہرہ اسے بے چین کر رہا تھا۔۔ شبنم بیگم کی گھوریوں پہ آئرہ شاہ اپنے سراپے پہ نگاہیں دوڑانے کے بعد جلدی سے بیڈ کی طرف بڑھتی دوپٹا اٹھا کے خود پہ پھیلاتی شہسوار شاہ کو سلام کئے بغیر صحن کی مخالف سمت سنک کی طرف بڑھ گئی۔۔ وہ کل شام کے بعد ابھی کمرے سے باہر نکلی تھی۔ اس نے شبنم بیگم اور شہسوار شاہ کو سرے سے اگنور کیا تھا۔۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد وہ ڈائریکٹ چھوٹے سے کچن کی طرف بڑھ گئی کیونکہ اس سے زیادہ بھوک ہڑتال وہ نہیں کر سکتی تھی۔

اگر کسی کی ضد توڑنی ہو تو اسے دو دن بھوکا پیاسا اس کے حال پہ چھوڑ دو!۔۔۔ اسے کچن میں گھستے دیکھ کے شبنم بیگم نے سر جھٹکتے ہوئے شہسوار شاہ کو مشورے سے نوازہ تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا وہ آئرہ پہ طنز کر رہی ہیں۔ آئرہ ان کا طنز سن چکی تھی لیکن پھر بھی صبر کے گھونٹ بھرتی اندر ہی سلیب کے پاس کھڑی زہر مار کے دو نوالے کھانے لگی کیونکہ رات سے چوہے اسکے پیٹ کو شاید اسٹیڈیم سمجھ کے اندر کرکٹ کھیل رہے تھے۔ شبنم بیگم جتنا اس سے پیار کرتی تھیں اتنا ہی اسکی صفائی بھی اچھے سے کرتی تھیں جب وہ ایکسٹرا شرارتوں پہ اترتی تھی۔۔ شہسوار شاہ اور شبنم بیگم ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے جب وہ انہیں کچن سے نکلتی دیکھائی دی تھی۔ وہ آج ہمیشہ کی طرح شہسوار شاہ کے پاس بیٹھ کے اسکے ساتھ فضول گپیں ہانکنے کی بجائے اپنے کمرے میں جا کے صفائی کرنے لگی۔ جتنی شرارتی تھی اتنی ہی نفاست پسند تھی۔ گھر کی صفائی اور کچن کا کام وہی سنبھالتی تھی۔ ہاں جب وہ شبنم بیگم سے ناراض ہوتی تھی تب انہیں کبھی کبھار کچن سنبھالنا پڑتا تھا۔۔ اپنا اور اپنی ماں کا کمرہ صاف کرنے کے بعد وہ اب صحن میں جھاڑو لگا رہی تھی۔ شہسوار شاہ وقفے وقفے سے کن اکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسکا چہرہ آج سپاٹ تھا، ہمیشہ کی طرح چہرے پہ شرارتی تاثرات نہیں تھے۔۔ شہسوار شاہ نے بے چین ہوتے ہوئے اپنی سیاہ قمیض کے اوپری دو بٹن کھولے تھے جس کے باعث اسکا سفید مردانہ سینہ ذرا سا اپنی جھلک دکھلانے لگا۔۔

کل یہاں صحن میں میرے پیسے گرے تھے! وہ سارے پیسے کہاں رکھیں ہیں؟ مجھے دیں میں اس گنجے جہانگیر کی توند پہ مار کے آؤں!!۔۔۔۔ پورے گھر کی صفائی کرنے کے بعد وہ اپنے سرخ و سفید چہرے سے پسینہ صاف کرتی شبنم بیگم سے مخاطب تھی۔۔ لہجہ سنجیدہ تھا۔۔ اسکے آخری جملے پہ شہسوار شاہ نے اپنی سیاہ گہری آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

دیکھ رہے ہو اس کی بدتمیزی؟ بڑوں کو بلانے کی تمیز بھول چکی ہے! میری تربیت پہ سوالیہ نشان ہے یہ!!۔۔۔۔ شبنم بیگم غصے سے بولتی شہسوار شاہ کو اس کی شکایت لگانے لگیں۔ شہسوار شاہ سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پہلے تو اس ٹکلے کو کبھی گنجا نہیں بولا تھا لیکن اب جب جب آئرہ شاہ اسکی دکان کے پاس سے گزرے گی! "بڑی توند والا ٹکلا جہانگیر" کے نعرے لگانا خود پہ فرض کر لے گی! کیونکہ اس گنجے نے آئرہ شاہ سے پنگا لے کے اچھا نہیں کیا! جب

لوگوں سے آپ کی اچھی سائیڈ برداشت نہ ہو تو میرا ماننا ہے انہیں وہی بن کے دیکھایا جائے جو وہ ڈیزرو کرتے ہیں!!
میرے پیسے دیں!!۔۔۔وہ دانت پیستی ہوئی شبنم بیگم سے مخاطب ہوتی اپنا دوپٹا کھول کے اب سر پہ لے رہی تھی۔
گھر بیٹھو! میں انہیں ان کے نقصان کے پیسے لٹادوں گا!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے اس دوران اسے سنجیدگی سے پہلی بار مخاطب کیا تھا۔

آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے! اپنے پیسے اپنے پاس سنبھال کے رکھیں! آخر کب تک اپنا پیسہ ہم پہ لٹا کے اپنے پیسوں کی قربانی دیتے رہیں گے ؟۔۔۔وہ جواباً طنزیہ انداز میں بولتی اسے کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔ شہسوار شاہ نے محسوس کیا تھا وہ اسکے کل کال پہ بولے گئے الفاظ اسے اپنے انداز میں لٹا رہی تھی۔ وہ لب بھینچتا اسے گھوریوں سے نواز رہا تھا۔

آئرہ یہ کس ٹون میں بات کر رہی ہو تم شاہ سے ؟!!!۔۔۔ شبنم بیگم دبے دبے غصے سے غراتی آئرہ شاہ سے مخاطب ہوئی۔

معافی چاہتی ہوں آپ کے بھتیجے کی شان میں گستاخی کر بیٹھی ہوں! یہ لیں میرا دوسرا گال حاضر ہے! یا ایسا کریں یہ چھوٹے موٹے تھپڑوں والا ٹرینڈ فالو کرنے کی بجائے کچن سے چھری پکڑ کے میری گردن پہ پھیر دیں تاکہ آئرہ کے مرنے کے بعد آپ سب کی جان کو سکون آجائے! ! ۔۔۔وہ اپنی لائٹ گرین آنکھیں ٹپٹپا کے طنزیہ انداز میں بولتی شبنم بیگم کو خاموش کروا گئی۔ شہسوار شاہ اسکے لہجے میں تکلیف محسوس کر چکا تھا۔ وہ لاکھ لہجے کو لاپرواہ بنا رہی تھی لیکن اسکی آنکھوں کی تکلیف پڑھنا مشکل نہیں تھا۔ وہ ابھی اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جب جیب میں موجود اسکا فون وائبریٹ ہوا تھا۔ شہسوار شاہ نے ہوش میں آتے ہی جیب سے فون نکال کے کان کو لگایا تھا۔ دوسری طرف اسکے سر کی کال تھی۔ وہ آج کل ایک ایسا کیس ڈیل کر رہا تھا جب کسی بھی وقت اسکی ضرورت پیش آسکتی تھی۔۔

یس سر! میں کچھ ہی منٹوں میں آپ کے پاس آرہا ہوں!۔۔۔ شہسوار شاہ سنجیدگی سے بات کرنے کے بعد الوداعی کلمات کہتا فون جیب میں ڈالتے چارپائی سے کھڑا ہوا تھا۔

کہاں جا رہے ہو بیٹا؟ کھانا کھا کے جانا۔۔۔۔ اسے جلدی میں دیکھ کے شبنم بیگم بے ساختہ بولی۔

نہیں اپھو جان پھر کبھی! ابھی مجھے ایک ضروری کام سے نکلنا ہے اور آپ جہانگیر انکل کو لے کے پریشان مت ہوں انہیں میں ڈیل کرلوں گا!۔۔۔ شہسوار شاہ نرمی سے جواب دیتا ان کے پاس اپنا سر جھکا رہا تھا۔

جیتے رہو بیٹا۔۔۔۔۔۔ شبنم بیگم نے پیار سے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

امی انہیں بتادیں ہمیں ان کے احسان کی ضرورت نہیں ہے! اس ٹکلے (جہانگیر انکل) سے میں خود نپٹ لوں گی!۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ پیر پٹکتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔۔

اسے گھر بٹھا کے رکھیں! اب بچی نہیں رہی ہے یہ!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکی بات کو نظر انداز کرتا شبنم بیگم کو سنجیدگی سے مشورے سے نوازتا ایک آخری نگاہ آئرہ کے نشان زدہ گال پہ ڈالتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اگر میں بچی نہیں ہوں تو میرے ابا آپ بھی نہیں ہیں! اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں!!۔۔۔۔۔ وہ اس کی چوڑی پشت پہ نظریں جما کے طنزیہ انداز میں غصے سے جواب دیتی اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔ شبنم بیگم اسکے جواب پہ خواہ مخواہ شرمندہ ہوئی تھی۔ شہسوار شاہ رخ موڑ کے ایک نگاہ اسکے کمرے کے بند دروازے کی طرف ڈالتا تیزی سے یہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔ اس وقت اسے ایک ضروری کام تھا، اسکے ساتھ بحث وہ فون پہ بھی کر سکتا تھا۔ آج پہلی دفعہ وہ اتنے غصے میں لگی تھی۔ وہ شاید واقعی ہی اس سے ناراض ہو گئی تھی۔۔

وہ سب رات کو کافی لیٹ حویلی پہنچے تھے، آتے ہی سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کے لئے جا چکے تھے۔ حازق خان اپنے مینشن جانا چاہ رہا تھا لیکن سب بڑوں کے اصرار پہ اسے یہی رکنا پڑا تھا۔ وہ آج پہلی بار اپنے سسرال رات گزار رہا تھا۔ میرال کو وہ بنوں کے اپارٹمنٹ میں منانے میں کامیاب ہو چکا تھا، اسے جب اپنے اغواء ہونے کی ساری داستان سنائی تو وہ اسے لے کے اور سینسٹو ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی منکوحہ سے کافی پیار بٹورا تھا۔۔ مرحاشاہ نے پلین میں ایک دفعہ بھی زوریز شاہ کو نہ مخاطب کیا تھا نہ اسکی سنی تھی، سب زوریز شاہ کی حالت پہ اپنی ہنسی دباتے رہے تھے، اس کے چہرے پہ بے چینی کے تاثرات واضح تھے، مرحاشاہ کا بار بار رخ موڑنا اسے غصہ دلاتا رہا تھا، لیکن وہ گردن کے پچھلے حصہ پہ خود پھیرتا خود پہ قابو پاتے اس سے مسلسل بات کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا، مجال تھی جو مرحا نے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا ہو۔۔ ذائشہ اور گل کو اپنے لالا کے واپس آنے کے بعد جیسے نئی زندگی ملی تھی، مسکراہٹ

دونوں کے چہروں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔ ارزم شاہ پورے سفر کے دوران خاموش رہا تھا، ذائشہ اسکے پاس بیٹھی تھی لیکن اس نے کسی سے کوئی فالتو بات نہیں کی تھی، ذائشہ خان نے محسوس کیا تھا وہ پچھلے دنوں اپنے لالا کی غیر موجودگی کی وجہ سے چڑ کے اس سے کئی دفعہ بد تمیزی کر چکی تھی بدلے میں وہ اسے ڈانٹنے کی بجائے خاموشی اختیار کر جاتا۔ شاید وہ اسکی بد تمیزی کی وجہ سے اس سے ناراض تھا۔ گلالئی اور ایزل دونوں اپنے بچے اپنے شوہروں کے حوالے کرتی ان کے سینے پہ سر رکھ کے پورا راستہ نیند پوری کرتی رہی تھی جو اتنے دنوں سے پوری نہیں ہوئی تھی۔۔

اپنی گاڑی کی چابیاں کیچ کرو!!۔۔۔۔۔ڈائینگ ٹیبل پہ بیٹھے حازق خان نے اپنے سامنے بیٹھے ارزم شاہ کی گاڑی کی چابیوں کی طرف دیکھتے اسے درمیانی آواز میں پکارا تھا۔۔ اس وقت میرال کے لئے تقریباً سب ناشتے پہ موجود تھے، میرال شاہ کتنے دنوں سے نہیں سوئی تھی، وہ شاید اپنی ساری نیند آج پوری کر لینا چاہتی تھی۔۔

کیوں آپ کو کہیں پہ جانا ہے؟۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی طرف چابیاں پھینکتا نا سمجھی سے پوچھنے لگا۔۔

ہاں! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان نے چائے ختم کرتے یک لفظی جواب دیتے اپنے بائیں ہاتھ سے چابیاں کیچ کی تھیں۔۔

آتے ہی کہاں جانا ہے تجھے؟ یہ حالت ہے گاڑی ڈرائیو کرنے والی؟۔۔۔احان شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے دبے دبے غصے سے سوال کیا تھا۔ وہ اس سے اور زوریز شاہ سے بہت تنگ تھا جنہیں اپنی اور اپنے سے جڑے لوگوں کی بالکل پروا نہیں تھی۔

مجھے عالم انکل اور شہسوار سے ملنے جانا ہے! وہ دونوں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں! جانتا ہوں یہ دن ان کے لئے بہت تکلیف دہ گزرے ہوں گے! عالم انکل نے مجھے اپنے بیٹے کی طرح پالا ہے میرا اس وقت ان کے پاس جانا بہت ضروری ہے! وہ مجھے لے کر کافی پریشان ہوں گے!!۔۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے اسے تفصیل بتائی تھی جس پہ سب خاموش رہے۔۔

میں آفس جاتے ہوئے تمہیں چھوڑ دوں گا خان! ابھی ناشتہ کرو!!۔۔کاظم شاہ نے نرمی سے اسے جواب دیا تھا جس پہ ہاں میں سر ہلا کے رہ گیا۔۔

دو سے تین دنوں تک بچوں (یاور اور یسریٰ) کا عقیقہ رکھ لیتے ہیں!! کافی لوگ ریز اور خان کے متعلق فون کر کے استفسار کر رہے ہیں! سب سے ملاقات بھی ہی ہو جائے گی! اور تھوڑا سا ماحول بھی تبدیل ہو گا! سب بچیاں کافی پریشان رہی ہیں!۔۔۔ ھارون شاہ نے تجویز پیش کی تھی جس پہ تقریباً سب نے متفق ہوتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

مجھے ابھی بھی لالا کا واپس آجانا ایک خواب لگتا ہے! کچھ معجزے کتنے خوبصورت اور دل کے قریب ہوتے ہیں نا؟۔۔۔۔ گلالئ خوشی سے مسکرا کے احان شاہ سے مخاطب یاور اور یسریٰ کے کپڑے چینج کروا رہی تھی۔۔

ہمم! معجزے بہت خوبصورت ہوتے ہیں بالکل تمہاری طرح! مجھے تو آج بھی یقین نہیں آتا تم میرے پاس واپس لوٹ آئی ہو!۔۔۔ احان شاہ اپنی چوڑی مضبوط کلائی میں گھڑی پہنتا نرمی سے مسکرا کے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اسے جواب دینے لگا۔ وہ سب واپس آتے ہی اپنی روٹین پہ آ چکے تھے۔ وہ ابھی کہیں جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ گلالئ اس کے جواب پہ نگاہیں اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے جس طرح سے اسے پچھلے دنوں سنبھالا تھا گلالئ دل ہی دل میں اسکی مزید اسیر ہو چکی تھی۔

میرے لالا کی طبیعت خراب ہے اور آپ بجائے انہیں وقت دینے کے حویلی سے جا رہے ہیں؟۔۔۔۔۔ اسے ڈارک براؤن شلوار قمیض میں نک سک تیار دیکھ کے گلالئ اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑتے ہوئے گویا ہوئی۔۔

تمہارے لالا کو حویلی میں سکون ہو گا تو ہم اسے وقت دیں گے نا؟ صبح کا عالم انکل کے پاس نکلا ابھی تک واپس نہیں آیا! دوپہر کے دو بج رہے ہیں!۔۔۔ احان شاہ نے اسکے شکوے پہ تنک کے جواب دیا تھا جس پہ وہ آنکھیں گھما گئی۔

اس سیکریٹری کو معلوم ہے میں دو بچوں کا باپ ہوں! اور ویسے بھی وہ اب میرے انڈر کام نہیں کرتی!۔۔۔۔ اسکے آنکھیں گھمانے پہ وہ اسکی آنکھوں میں جلن محسوس کر چکا تھا اسی لئے مسکراہٹ دبا کے اسے چھیڑنے لگا۔۔ اس کی بات پہ تقریباً تین ہفتوں پرانا منظر یاد کرتی گلالئ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔ اپنی بے باک حرکت یاد آئی تھی جو اس نے غصے میں اسکے لبوں کو زخمی کرتے انجام دی تھی۔

کیا میں نے آپ سے اس متعلق پوچھا ہے؟۔۔۔ وہ تذبذب کا شکار ہوتی اپنی چھوٹی سی ناک پھلاتے ہوئے بولی۔

ہمم! تمہاری آنکھوں نے سوال کیا! میرا دل کیا میں نے جواب دے دیا! کیونکہ تمہارے ایک ایک سوال کا جواب دینا مجھ پہ فرض ہے!۔۔۔وہ ایک دم سے اس پہ جھک کے اسکی گھنی مڑی ہوئی پلکوں پہ پھونک مارتا دلفریب انداز میں بولتے گلالئ کا دل دھڑکا گیا۔اسکی وجود سے اٹھتی اسکی مخصوص پرفیوم کی مہک گلالئ کے حواسوں پہ چھا رہی تھی۔

آ۔آپ۔۔۔کہیں۔۔جا۔۔رہے۔۔تھے!!۔۔۔گلالئ کو جب سمجھ نہ آئی اس کے سوال کا کیا جواب دے تو اسے ہوش دلانے لگی جس کی ہری آنکھوں میں ایک دم سے سرخی چھائی تھی۔نگاہوں کا مرکز اسکے گلابی ہونٹ تھے۔۔

ہمم!! کل بچوں کے عقیقے کی شاپنگ پہ چلیں گے!۔۔۔اسکے نگاہیں جھکانے پہ وہ اس سے فاصلے پہ ہوتا اب جھک کے یسریٰ اور یاور کے ماتھے پہ پیار کرتے ہوئے بولا۔

مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہیں گلِ جاناں تمہیں میری کس چاہئیے ؟۔۔۔بچوں کو پیار کرتے ہوئے گلالئ کی گہری نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتے احان شاہ آئیبرو اٹھا کے زو معنی سے بولتا ایک دم سے پھر سے گلالئ کے قریب ہو گیا۔وہ اسکی بے باک بات پہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے نفی میں سر ہلا گئی۔۔

میں forehead kiss کی بات کر رہا ہوں جاناں! تم کیا سمجھی؟۔۔۔اسکے سرخ گالوں کو دیکھتا احان شاہ اپنی امڈتی مسکراہٹ دباتا گلالئ کو تنگ کر رہا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔کیا۔۔سمجھنا۔۔ہے!۔۔

خود۔۔۔سے۔۔سوال۔۔کر۔۔۔کے۔۔خود۔۔۔ہی۔۔جواب۔۔دیتے۔۔جا۔۔رہے۔۔ہیں!۔۔۔وہ گلال ہوتے اپنی انگلیاں مڑوڑتی بولی۔

اس کا مطلب تم میری بات کا خود سے اپنے انداز سے جواب دینا چاہ رہی تھی؟ تمہیں forehead پہ نہیں بلکہ کہیں اور کس چاہئیے ؟۔۔۔اسے ہونٹ دانتوں تلے دباتے دیکھ کے احان شاہ اسکے لب اپنے انگوٹھے کی مدد سے اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتے گھمبیر لہجے میں ہنوز زو معنی انداز میں گویا ہوا تھا۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔اپنے ہونٹوں پہ اسکے انگوٹھے کا لمس دل بری طرح سے دھڑکا گیا تھا۔۔

آ۔ آپ۔۔ کو۔۔ کیا۔۔ ہو۔۔ گیا۔۔۔ ہے۔۔ اچانک۔۔۔ سے ؟۔۔۔ گلالئ تھوک نگلتے ہوئے گویا ہوئی۔ اسے یاد تھا وہ جب بھی اسکے ہونٹوں پہ کس کرتا تھا اسے پاگل کر دیتا تھا، اور وہ اس وقت پاگل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ پہلے ہی اپنے خوبصورت شوہر کو دور دور سے دیکھ کے دل اسکے سینے میں پناہ لینے کے لئے اتاولا ہو رہا تھا۔ گلالئ سمجھ نہیں پا رہی تھی وہ آج کل اسکی طرف اتنی اٹریکٹ کیوں ہو رہی تھی؟ شاید یہ سب اسکی کیئر اور اسکے پیار کا نتیجہ تھا۔۔

جب مجھے چھپ چھپ کے دیکھو گی پھر یہ تو ہو گا! ؟ خیر ریلکس رہو! مذاق کر رہا تھا! جا رہا ہوں اور تمہارے کہے کے مطابق رات کو تمہارے لالا کو ٹائم بھی دوں گا! بس اسے دو سے تین حویلی باندھ کے رکھو! مینشن جا کے وہ خود سے بے احتیاطی برتے گا!!۔۔۔۔۔ اسے کنفیوز ہوتے دیکھ کے وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابیاں اور فون پکڑتے مصروف انداز میں بولتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گلالئ نے اسکے جانے کے بعد اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا، کیا ہوتا تو اس کے کہے بغیر اپنے بچوں کی طرح اسکے ماتھے پہ بھی ہونٹ رکھ جاتا تو؟ ہونہہ۔۔

گلالئ میڈیم کسی حال میں خوش نہیں تھیں!!

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 126 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

ذائشہ بچے سب سے مل کے آ جاؤ! پھر چلتے ہیں!۔۔۔ دروازے پہ موجود حازق خان کی بھاری آواز سنتے ہوئے سب لڑکیوں نے سر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا تھا۔ میر ال شاہ نے اسکی طرف گھور کے دیکھا تھا، وہ صبح سے سو دفعہ اسے ڈھونڈ چکی تھی، بالآخر ذائشہ اور گل سے پوچھنے کے بعد معلوم ہوا تھا وہ عالم انکل کی طرف گیا ہے اور اب آتے ہی اس نے مینشن جانے کی تیاری پکڑ لی تھی۔۔

کہاں چلتے ہیں؟؟۔۔۔۔ میر ال شاہ ائیبرو اٹھا کے تنک کے اس سے ڈائریکٹ سوال کرنے لگی۔ اس وقت تمام لڑکیاں میر ال شاہ کے کمرے میں موجود تھیں۔

کچھ دیر میں رات ہونے والی ہے تو سوچ رہا ہوں ٹائم سے مینشن کی واپسی پکڑتے ہیں!۔۔۔۔۔حازق خان نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا، وہ اس وقت آف وائٹ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔ آج پورا دن شاید میڈیم نے نیند پوری کر کے ہی گزار دیا تھا اسی لئے ٹراؤزر اور شرٹ چینج کرنے کی بھی زحمت نہیں کی گئی تھی۔۔

نہیں لالا! میں آپ کو اتنی جلدی نہیں جانے دوں گی! جب تک آپ بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتے آپ مینشن نہیں جائیں گے!۔۔۔۔گلائی بیڈ سے اٹھ کے حازق خان کے قریب آتی اسکے سینے سے لگتے ہوئے لاڈ سے بولی تھی۔

نہیں گڑیا بہنوں کے سسرال میں ڈیرا نہیں جمایا جاتا! اچھا نہیں لگتا!۔۔۔۔حازق خان نے اسے نرمی سے مسکرا کے جواب دیتے اسکے ماتھے پہ بوسا دیا تھا۔

تو تم گھر جمائی بن کے رہ لو!۔۔۔۔میر ال شاہ نے چٹکی بجاتے ہوئے جیسے اسکے مسئلے کا حل نکالا تھا۔ میر ال شاہ کے جواب پہ مرحا اور ایزل نے اپنی ہنسی دبائی تھی جبکہ ذائشہ اور گل لب پھیلا کے کبھی میر ال تو کبھی حازق کو دیکھنے لگیں۔۔حازق خان نے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دباتے میر ال شاہ کی طرف دیکھا۔

آاا!! کیا ہوا؟ گھر جمائی بننے سے میرے سر تاج کی ego ہرٹ ہو گی؟۔۔میر ال شاہ اپنے کندھے تک آتے بالوں کو کان کے پیچھے کرتی لب لٹکا کے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔ انداز مذاق اڑانے والا تھا۔۔

تم انڈائریکٹلی بولنا چاہ رہی ہو تمہارا خوبصورت منکوح ہر وقت تمہاری نگاہوں کے سامنے رہے تو تمیز سے بولو نا پر سو عقیقے کے ساتھ ساتھ رخصتی بھی رکھ لیتے ہیں؟۔۔۔اسے سب کے سامنے خود سے پنگا لیتے دیکھ کے حازق خان نے میدان میں اترنا بہتر سمجھا تھا۔۔حازق خان نے جواب پہ میر ال شاہ کے علاوہ سب کی دبی دبی ہنسی کمرے میں گونجی تھی۔

آاااا! کیا ہوا؟ اتنا سچ سننے کے بعد ego ہرٹ ہو گئی میڈیم کی؟۔۔۔میر ال شاہ کو اپنی طرف گھورتا پا کے وہ اسی کے انداز میں بولتا اسے اس کے الفاظ واپس لٹا رہا تھا۔ باقی سب اب خوشگوار حیرت سے ان کی زبانی کلامی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کب سوچا تھا وہ دونوں یوں بچوں کی طرح لڑتے ہوں گے۔

نہیں Ego ! تو تب ہرٹ ہو گی نا جب تم اسے ہرٹ کرنے کی ہمت خود میں رکھو گے! چیلنج ہے تمہیں، عقیقے تک گھر جمائی بن کے رہو یا میری ego ہرٹ کرنے کے لئے آج ہی مینشن واپس لوٹ جاؤ! ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا

پانی ہو جائے گا! ایک اور بات اگر تم یہ تین دن گھر جمائی نہ بنے میں کبھی رخصتی کے لئے ہاں نہیں کروں گی!!۔۔۔۔
میر ال شاہ سب لڑکیوں کی موجودگی کا لحاظ کئے بغیر اسے گھر جمائی بننے کا چیلنج دے گئی۔ اسکے انداز میں چیلنج کے ساتھ ساتھ ایک مان بھی تھا، جیسے وہ جانتی تھی وہ اسکی بات کسی صورت رد نہیں کرے گا! حازق خان نے اسے گھور کے دیکھا تھا جو اپنے اس چیلنج سے اسے مشکل میں پھنسا چکی تھی، مرحا، ذائشہ، گل اور ایزل ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتی باہر کی طرف بڑھنے لگی۔

ارے رکو! کہاں چلیں؟ اپنے لالا کا جواب تو سنتی جاؤ!۔۔ ان سب کو جاتے دیکھ کے میر ال شاہ نے انہیں بلند آواز میں پکارا تھا جس پہ وہ سب حازق خان کی نگاہوں کو میر ال پہ ٹکے دیکھ کے کھکھلاتی ہوئی اسے انگوٹھے سے بیسٹ آف لک کا اشارہ دیتی وہاں سے غائب ہو گئیں۔۔ ان سب کے غائب ہونے کے بعد وہ پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا میر ال شاہ کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کے میر ال شاہ بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگاتی ٹانگ پہ ٹانگ جماتے اپنی مسکراہٹ دبا کے اسکی طرف دیکھنے لگی جسے وہ اپنی شرط سے اچھا خاصہ پھنسا چکی تھی۔۔

ان کے لالا کا جواب انہیں نہیں بلکہ ان کے لالا کی کھسکی ہوئی بیوی کو سننے کی ضرورت ہے! ۔۔۔۔ وہ اس کے قریب آتا اس پہ جھک کے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا دانت پیس کے بولا تھا۔ میر ال شاہ کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ لبوں پہ مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔۔

میں جانتی ہوں تمہارا جواب ہاں ہوں گا! میجر حاذق خانزادہ کبھی اپنی میر و جان کی ایگوہرٹ نہیں کر سکتا!۔۔ وہ اسے آنکھ ونک کر کے بولتی ہولے سے ہنسی تھی۔ اسکے جواب پہ حازق خان اپنی مسکراہٹ دباتا اسکا جبڑہ نرمی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا اس کے نزدیک ہوا تھا۔ اسکا ایک گھٹنہ اسکی ٹانگوں کے قریب بیڈ پہ فولڈ تھا۔ وہ گہری نگاہوں سے اسکے چہرے کے نقش نقش پہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔۔

تصیح کرو!! میجر حاذق خانزادہ اپنی رخصتی پہ کوئی رذک نہیں لے سکتا اسی لئے اسکا جواب ہاں ہو گا!۔۔۔ وہ اس کے گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا۔

کان سیدھے پکڑو یا الٹے، بات تو ایک ہی ہوئی نا؟ دونوں صورتوں میں تمہارے لئے خود سے زیادہ ضروری صرف میر ال شاہ ہے!۔۔۔وہ مغرور ہوئی تھی اور حازق خان اسکے اس مغرور انداز کا اسیر ہوا تھا۔وہ اپنی اہمیت بہت اچھی طرح سے جانتی تھی۔

اپنی اہمیت جانتے بوجھتے بھی مجھے سب کے سامنے چیلنج کر کے اچھا نہیں کیا تم نے میر وجان!! یہ دن بھی آنے تھے میجر خان کو کسی نے گھر جمائی بننے پہ مجبور کرنا تھا!۔۔وہ مصنوعی افسوس اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے سر نفی میں ہلا کے بولتا اب اسکے دوسرے گال پہ اپنے دانت گاڑ رہا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔میر ال شاہ جواباً قہقہہ لگانے کے سوا کچھ نہ کر پائی۔

کس بات کا غرور ہے میڈیم میں؟ ابھی مینشن روانہ ہو گیا نا تمہاری ساری ایگو کی ایسی کی تیسی ہو جانی ہے!۔۔۔اسکے ہنسنے پہ وہ اسے تکیے پہ گرا کے اس پہ سایہ فگن ہوتا سلگ کے بولتے اسکے یاقوتی ہونٹوں کی طرف دیکھنے لگا جو آج مسلسل مسکرا رہے تھے۔۔

غرور اس بات کا ہے، میجر خان کی جان ہتھیلی پہ لے کے گھومتی ہوں!! جب دل چاہے مٹھی دبا کے قبض کر سکتی ہوں!!۔۔۔۔وہ اسکی نیلی سمندری آنکھوں میں اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں گاڑتی اسے ہنوز مغرور انداز میں جواب دے رہی تھی۔

میجر خان کو اگر کوئی لڑکی لاجواب کرنے کا فن رکھتی ہے تو وہ صرف میر وجان ہے! ہمیشہ حیران کرتی ہو! لاجواب کرتی ہو! ایک نئے انداز میں اپنا اسیر بنا لیتی ہو!۔۔وہ اسکی تیکھی ناک پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا اسے اپنے الفاظ سے معتبر کر رہا تھا۔

ہاہاہا۔۔پھر تو تمہیں اپنی میر وجان کے لئے پوری زندگی بھی گھر جمائی بننا پڑے تو کم ہے؟ رائٹ؟۔۔۔میر ال شاہ اسکی بلیک ٹی شرٹ کا گریبان اپنے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کے اسے خود کے مزید نزدیک کرتی کھکھلا کے بولتے ہوئے اسے آنکھ ونک کر گئی۔

ناٹ ایٹ آل! زیادہ فری ہونے کی نہیں ہو رہی!۔۔وہ اپنی آنکھیں چندھیا کر کے اسے گھورتا ذرا رعب سے بولتے ہوئے اس کے ہونٹوں پہ سجی کمینی سی مسکراہٹ اپنے عنابی لبوں سے چننے لگا۔میر ال شاہ نے اپنا سر دائیں بائیں ہلاتے

اسے تنگ کرنا چاہا تھا، اسے اس کو تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔ اسے اپنی کس ڈسٹرب کرتے دیکھ کے حازق خان اسکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتا اسکے ہونٹوں کو اپنی پوری قوت سے اپنے لبوں میں پیوست کرتا دوسرا ہاتھ اسکی گردن سے نیچے کی طرف سرکانے لگا۔ اب وہ چاہ کے بھی اپنا چہرہ موو نہیں کر پا رہی تھی کیونکہ وہ ہر طرح سے اسے قابو کر چکا تھا۔ اسکی سانسوں کے ساتھ شدت سے کھلواڑ کرتے وہ اب اسکی زبان کے ساتھ اپنی زبان الجھا گیا تھا۔ ہاتھ گردن سے ہوتے اسکی شرٹ کے بٹنوں میں الجھ چکا تھا، اسکی سانسوں پہ بری طرح سے قابض وہ اب ساتھ ساتھ اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہا تھا۔ میر ال شاہ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ مارتے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے باز رہنے کا اشارہ کیا تھا جس پہ وہ اسکی زبان پہ اپنے دانت گاڑتا اسکی شرٹ میں ہاتھ سرکا چکا تھا۔ میر ال شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔ وہ جب بھی اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں یا لبوں کا لمس چھوڑتا تھا وہ بے حد جنونی ہو جایا کرتا تھا۔۔ اور ایسا ہی ہوا تھا وہ اسکی زبان کو آزادی بخشتا ایک دم سے اسکے دل کے مقام پہ جھکتا اپنے ہونٹوں اور دانتوں سے جنونیت کی گہری چھاپ چھوڑنے لگا۔

میجر!!!!۔۔۔۔ میر ال شاہ نے اسے سسکیوں کے درمیان پکارتے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کی تھی جس پہ وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا خود کے مزید قریب کرتے اسکے دل کے مقام پہ بے رحمی دیکھانے لگا۔

کم آن! اتنی جلدی بس ہو گئی؟ ابھی تو میں نے گھر جمائی بننے کی آدھی فیس بھی نہیں وصولی میرو جان!! ۔۔۔ اسے سسکیاں بھرتے دیکھ کے وہ اپنا سر اسکی دھڑکنوں سے اٹھا کے اپنے بھیگے ہونٹ اسکے خشک ہوتے لبوں پہ رکھتا دلفریب انداز میں بولتے اسے آنکھ مار گیا۔۔ میر ال شاہ اس چالاک انسان کا مدعا سنتی اسکے بالائی لب پہ دانت گاڑ گئی۔

مطلب اب وہ جب تک گھر جمائی بنا رہے گا یوں ہی اسکی جان لبوں پہ لائے گا؟

کیا کر رہی ہو! ابھی تمہارے بھائیوں کے سامنے بیٹھنا ہے! کیا سوچیں گے ان کی بہن رخصتی کے لئے اتنی اتاولی ہوئی پڑی ہے؟۔۔۔۔ وہ اپنا ہونٹ اسکے دانتوں کی قید سے آزاد کرواتا ذرا سا سر موڑ کے آئینے میں اپنا عکس دیکھتا ڈرامائک انداز میں گویا ہوا۔ اسکے بالائی لب پہ میر ال شاہ کے دانتوں کا نشان واضح ہو رہا تھا۔

تو جاؤ کس نے بلایا ہے تمہیں یہاں؟ اپنی بات کرو نا تمہارا بس نہیں چل رہا آج ہی رخصتی کر ڈالو!! ۔۔۔۔وہ اس کے ڈرامائک انداز پہ چڑتی ہوئی اسکے کندھے پہ مکا جڑ کے دانت پیستے ہوئے اسکی تصیح کرنے لگی۔ حازق خان کا دلکش قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔۔

ہماری رخصتی کے لئے آج بھی سب راضی ہیں! ایک ہفتہ پہلے تم میری ہو جاتی اگر جو اللہ ہمیں اس آزمائش سے نہ گزارتا! میری دہشت سے ڈرو میرال شاہ اگر میں چاہوں تو ابھی اسی وقت تمہاری روح کی گہرائیوں میں اتر کے تم میں سما سکتا ہوں!۔۔۔حازق خان اسکی دھڑکنوں پہ اپنی ناک سہلاتے ہوئے بوجھل گھمبیر لہجے میں بولتا پھر سے اسی مقام پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔اسکی بے باک بات کا مطلب سمجھتے میرال شاہ کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔

میری دہشت سے ڈرو میجر حاذق خانزادہ!! کیوں بھول رہے ہو؟اس وقت تم گھر جمائی کے عہدے پہ فائز ہو! تمہیں خود پیٹ کے اپنے بھائیوں سے بھی پٹوا سکتی ہوں۔۔۔۔وہ شرمانے لجھانے کی بجائے اسکے گھنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ الجھا کے اسکا چہرہ خود کے مقابل کرتی ایٹیٹوڈ سے بولتے ہاتھ کی چٹکی بجا گئی۔۔وہ آئیبرو اٹھا کے اسے داد پیش کرتا اس پر سے ذرا سا اٹھ کے اپنی بلیک ٹی شرٹ اتار کے دور اچھالتا کروٹ بدلتے ہوئے خود اس کے نیچے ہوتا اسے اپنے سینے پہ لٹا گیا۔۔میرال شاہ اسکے دودھیا سفید بدن پہ تشدد کے نشان دیکھتی اس پر سے اٹھنے لگی تاکہ اسے تکلیف نہ ہو لیکن وہ بروقت اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے مزید خود کے نزدیک کر گیا۔

گھر جمائی والا کھیل بعد میں کھیلیں گے! فلحال مجھے ان زخموں پہ تمہارے لبوں کے مرحم کی ضرورت ہے!۔۔۔وہ سر اٹھا کے اسکی گردن پہ اپنے دانت زور سے گاڑ کے اسے اپنے سینے پہ جھکاتا خمار آلود آواز میں بولا۔۔میرال شاہ کل کی طرح اسکے زخموں پہ اپنے ہونٹ رکھتی اسے راحت بخشتے ہوئے اپنے آنسو روکنے لگی۔اسکے زخم دیکھتے ہی وہ دل برداشتہ ہو جاتی تھی۔حاذق خان اسکے نرم ہونٹوں کا لمس محسوس کرتا سکون سے اپنی آنکھیں موند گیا۔وہ اسکے چوڑے چٹانی سینے پہ جگہ جگہ اپنے ہونٹ رکھتی اسکا دل تیزی سے دھڑکنے کا سبب بن رہی تھی۔

آپ اور یاور ایک جیسی ڈریسنگ کریں گے ؟۔۔۔احان شاہ کو اپنا اور یاور کا ایک جیسا ڈریس سیلکٹ کرتے دیکھ کے گلالئی بے ساختہ استفسار کرنے لگی۔وہ دونوں اس وقت اسلامباد کے سب سے بڑے مال میں موجود تھے۔احان شاہ اپنے کہے کے مطابق اسے عقیقے کی شاپنگ کے لئے لے کے آیا تھا۔

ہمم ! ! یہی سوچا تھا،اگر تمہیں اچھا نہیں لگ رہا تو میں کلرڈ فرنٹ کر لیتا ہوں ؟۔۔۔۔احان شاہ جو سیلز مین سے مخاطب تھا،اس کے اس اچانک سوال پہ چونک کے اسکی طرف دیکھتا مدھم آواز میں بولا۔اس وقت ان کے ساتھ بچے نہیں تھے،بچوں کو حویلی میں زہرہ مام اور زرتاج اماں کے حوالہ کیا تھا۔

ن۔نہیں تو!! ایسا کب بولا میں نے ؟مجھے کیوں نہیں اچھا لگے گا!۔۔۔گلالئی اپنی چادر درست کرتی برا مناتے ہوئے بولی۔وہ کڑھائی والی میرون چادر لئے خود کو اچھی طرح سے ڈھکے ہوئے تھی۔

آپ یہ دونوں پیک کر دیں!۔۔۔وہ گل کا جواب سننے کے بعد سر اثبات میں ہلاتا سیلز مین سے مخاطب ہوا تھا جو اگلے ہی پل اسکے حکم کی تابعداری کرنے لگا۔

اس کا مطلب تمہیں اچھا لگے گا؟ تمہیں اب میرے متعلق بہت سی چیزیں اچھی لگنے لگی ہیں گلِ جاناں! خیریت تو ہے ؟۔۔۔سیلز مین کو دور جاتے دیکھ کے وہ گلالئی کے کان کے پاس جھک کے مسکراہٹ دبا کے بولتا اسے چھیڑنے لگا۔گلالئی ایک دم سے جھینپتی ہوئی نگاہیں جھکا گئی۔

م۔میں۔۔نے۔۔ایسا۔۔بھی۔۔نہیں۔۔بولا۔۔اب!۔۔وہ ہنوز نگاہیں جھکا کے بولی۔

اوکے ! میں پے کر کے آتا ہوں ! یہی پہ کھڑی رہو ! پھر تمہاری اور یسریٰ کی شاپنگ بھی کرنی ہے !۔۔۔۔اسے کنفیوز ہوتے دیکھ کے وہ بات بدلتا کاؤنٹر کی طرف بڑھتے اپنے اور یاور کے ڈریس کا بل پے کرتا گلالئی کو لئے کسی اور شاپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔یسریٰ کے لئے ڈریس گلالئی نے اپنی مرضی سے پسند کیا تھا،وہ چاہتی تھی احان شاہ بنا کہے اسکی اور یسریٰ کی شاپنگ میں ہیلپ کرے لیکن وہ خاموش رہا کیونکہ وہ بھی اسکی اور یاور کی شاپنگ کے دوران خاموش رہی تھی۔اس نے جو پسند کیا تھا خود سے کیا تھا۔یسریٰ کے لئے خوبصورت ساٹی پنک فراک خریدنے کے بعد گلالئی نے اپنے لئے آف وائٹ فراک پسند کی تھی۔احان شاہ نے اسکی پسند کی فراک پیک کروانے کے ساتھ ساتھ

اس کے لئے سیم یسریٰ کے ڈریس کلر کی طرح کی ہلکی ایمبرائیڈڈ سی فراک پیک کروائی تھی۔شاپنگ بیگ تھامتے ہوئے وہ اب شاپ سے باہر نکلتا گلائی کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔۔

اس شاپنگ بیگ میں تمہارے لئے ایک گفٹ ہے! اگر دل چاہا تو کل پہن لینا نہیں تو اسے بھی باقی سب گفٹس کی طرح الماری یا ڈسٹ بن کی زینت بنا دینا! میں مائینڈ نہیں کروں گا!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی توجہ اس ٹی پنک فراک والے بیگ کی طرف مبذول کرواتا مدھم آواز میں التجاء کرتے لفٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔گلائی اسکی التجاء پہ اسکی طرف دیکھتی اسکے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔لفٹ نے سب سے نیچے والے فلور پہ جا کے رکنا تھا،وہ دونوں لفٹ میں اکیلے نہیں تھے،اور بھی بہت سے لوگ ان کے ساتھ موجود تھے،احان شاہ ایک پبلک فگر تھا اس نے چہرے پہ بلیک ماسک پہن رہا تھا تاکہ کوئی بھی اسے پہچان نہ لے ورنہ مال میں رش لگ جاتا۔احان شاہ نے محسوس کیا تھا لفٹ میں ایک مرد بار بار کسی عورت کو ٹچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ عورت بار بار فاصلے پہ ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

احان شاہ اپنی بائیں طرف کھڑی گل کو کنفیوز ہوتے دیکھ کے اسے اپنی دائیں طرف کرتا اس درمیانی عمر مرد کی گردن پہ زور سے اپنا ہاتھ دباتا اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا،وہ آدمی اگلے ہی پل اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔گلائی نے سہم کے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کی ہری آنکھوں میں سرخی چھا چکی تھی۔

بندہ بن نامرد نا بن! ۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ کے روعب دار انداز میں صرف اتنے سے بولے گئے جملے نے اس آدمی کے اوسان خطا کئے تھے۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔کیا۔۔کیا۔۔ہے۔۔میں۔۔تو۔۔صرف۔۔ان۔۔کا۔۔دوپٹا۔۔ٹھیک۔۔کر۔۔رہا۔۔تھا۔۔وہ آدمی لڑکھڑاتے لہجے میں بولتا اس کا ہاتھ اپنی پچھلی گردن سے چھڑوانے کی کوشش کرنے لگا،اب لفٹ میں موجود تمام لوگ ان کی طرف متوجہ تھے۔ابھی احان شاہ کوئی جواب دیتا جب لفٹ نیچے والے فلور پہ آ کے رکی تھی۔وہ عورت تشکر بھری نگاہوں سے احان شاہ کو دیکھتی وہاں سے جا چکی تھی،سب کے لفٹ سے نکلنے کے بعد احان شاہ نے اس آدمی کا دائیاں ہاتھ اپنی پوری قوت سے اپنے ہاتھ میں موڑتے کڑک کی آواز نکالی تھی۔اس آدمی کی چیخیں لفٹ میں بلند ہوئی تھیں۔گلائی نے سہمتے ہوئے جلدی سے احان شاہ کا بازو تھاما تھا۔

میں نے بھی کچھ نہیں کیا! میں تو بس تیرے ہاتھ کی کتی ہڈی چیک کر رہا تھا۔۔ غلطی سے ٹوٹ گیا! اب یقین مان اتنا مزہ تجھے اس عورت کی چادر کو ہاتھ لگا کے نہیں آیا ہو گا جتنا اس ہاتھ پہ پٹی کروا کے آئے گا!! کیری آن!!۔۔ گلالئی کے سہمنے کی وجہ سے وہ اس آدمی کی مزید دھلائی کرنے کی بجائے اسکا ٹوٹا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نکالتا روعب دار لہجے میں پھنکارتا ہوا گلالئی کو لئے وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ نہ خود کسی نامحرم کی طرف دیکھتا تھا اور نہ ہی اسے وہ آدمی مرد لگتے تھے جو نامحرموں پہ گندی نگاہیں ڈالتے تھے، اسکا جی چاہتا تھا اسے آدمیوں کو چن چن کے مار ڈالے جو مردوں کے نام پہ دھبہ تھے۔ لفٹ میں موجود وہ آدمی اب اپنے ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو پکڑ کے چیختا اس عورت کو چھیڑنے پہ پچھتا رہا تھا۔۔

ساری شاپنگ کرنے کے بعد وہ دونوں اب واپسی کی راہ پکڑ رہے تھے، گارڈز کی گاڑی مال کے باہر کھڑی تھی۔ احان شاہ نے پورے مال میں گھومتے ہوئے گلالئی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا تھا، گلالئی شاپنگ کر کے تھک چکی تھی لیکن احان شاہ کا تو بس نہیں چل رہا تھا اپنی بیوی اور بچوں کے لئے دنیا کی ہر چیز خرید لے، گل کے التجاء کرنے پہ وہ شاپنگ ختم کرتا اسے اپنے ساتھ لئے مال سے باہر نکل رہا تھا۔۔

رکو گل! ایک امپورٹنٹ کال ہے وہ ریسو کر لوں!۔۔۔ گل کو تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ کے احان شاہ نے اپنی بلیک پینٹ سے موبائل نکالتے اسے ہدایت دی تھی، ساتھ ہی کال پس کر کے فون کان کو لگایا۔ گل جو تھکاوٹ کا شکار تھی اس کی بات سنی ان سنی کرتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ احان شاہ کال پہ بات کرتے ہوئے گلالئی کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے اسی کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن گلالئی کی سپیڈ کچھ زیادہ تھی۔ گاڑی ان سے کچھ زیادہ فاصلے پہ تھی۔ احان شاہ دور سے ہی گاڑی کی چابی پہ لگے بٹن سے لاک کھول چکا تھا جس کے باعث گلالئی پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولتی اندر بیٹھنے ہی والی تھی جب بائیک پہ موجود دلڑکوں میں سے ایک نے اسکی چادر کھینچی تھی۔ اس اچانک افتاد پہ گلالئی کا چہرہ بے پردہ ہوا تھا، سر سے چادر سرک چکی تھی۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے احان شاہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔۔ اسکے ہاتھ سے شاپنگ بیگز چھوٹتے زمین پہ گرے تھے۔ بائیک پہ موجود لڑکوں کو ہنستے دیکھ کے احان شاہ کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ لال ہوا تھا، وہ تو پہلے ہی لفٹ میں ہوئے اس واقعی کی وجہ سے بے حد غصے میں

تھااور اس پہ تضاد یہ منظر دیکھتے اس کے خون میں غصے سے شرارے پھوٹے تھے۔ احان شاہ نے اپنی پینٹ کی بیلٹ کے ساتھ اڑسی گن نکالتے ان لڑکوں کی بائیک کے ٹائرز کا نشانہ لیا تھا، گاڑی کا ٹائر اسی وقت پنکچر ہوا تھا، اس منظر کو دیکھ کے تمام گارڈز جلدی سے اپنی گاڑی سے اترے تھے، گلالئ تیزی سے اپنی چادر درست کرتی چہرہ پھر سے ڈھک گئ تھی۔ وہ اس وقت کافی سہمی ہوئی لگ رہی تھی۔ احان شاہ کی پسٹل سے نکلی گولی کی آواز سنتے اسکی چیخ بے ساختہ تھی، بہت سے لوگ ایک دم سے سہمتے رک کے اس منظر کو دیکھنے لگے۔۔ گارڈز آگے بڑھتے ان دونوں بائیک سواروں کی گردن دبوچ چکے تھے۔۔

گاڑی میں بیٹھو!!۔۔۔۔۔ احان شاہ بلند آواز میں گلالئ کو حکم دیتا چہرے سے ماسک اتارتے ان لڑکوں کی طرف بڑھا تھا۔ گلالئ نے دہلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو گارڈز سے ان دونوں لڑکوں کو چھڑوا کے اپنی پوری قوت سے ان دونوں کے سر ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا چکا تھا۔۔ گلالئ کی چیخ بلند ہوئی تھی۔ گارڈز احان شاہ کے ایک اشارے پہ پیچھے ہٹتے اب آس پاس لوگوں سے ان کے موبائل چھین رہے تھے جو احان شاہ کو پہچانتے ہی اسکی ویڈیو بنانے لگے تھے۔

ہاتھ کیسے لگایا!!!۔۔۔۔۔ احان شاہ غصے کی شدت سے گرجتا ہوا ایک کے سینے پہ ٹانگ مار کے اسے زمین پہ گراتا دوسرے کے چہرے پہ مکوں کی برسات کر رہا تھا، آس پاس لوگوں کا مجمعہ اکھٹا ہو چکا تھا۔ وہ دونوں لڑکے سانس روکتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ تو یونہی آتی جاتی لڑکیوں کو چھیڑا کرتے تھے انہیں نہیں پتا تھا اس دفعہ انہوں نے غلط بندے کی بیوی کو چھیڑ دیا ہے۔۔ ان کے تو علم میں بھی نہیں تھا اس لڑکی کا تعلق سید احان شاہ سے ہو گا۔ وہ دونوں تھر تھر کانپتے احان شاہ سے معافی مانگنے لگے۔۔ گلالئ کو جب کوئی کام نہ ملا تو پریشانی سے رونا شروع کر دیا۔۔

میں نے پوچھا ہاتھ کیسے لگایا میری بیوی کی چادر کو!!۔۔۔۔ انہیں معافیاں مانگتے دیکھ کے وہ دو ہی منٹوں میں ان کا حشر بگاڑتا انہیں زمین پہ لٹا کے ان کی گردنیں اپنے ہاتھ میں دبوچتا حلق کے بل چلاتے ہوئے ان کے سر زمین پہ پٹک رہا تھا۔۔

م۔ معاف۔۔ ک۔۔ کر۔۔ دو۔۔ صاحب۔۔۔ وہ دونوں گھٹی گھٹی آواز میں صرف اتنا ہی بول پائے۔۔

ش۔۔شاہ۔۔سائیں!۔۔۔۔۔گلالئی نے چیختے ہوئے اسے پکارا تھا جو ان دونوں کی حالت آدھ موئی کر کے ان پہ پسٹل تان چکا تھا۔گلالئی کے چیخنے پہ احان شاہ نے بے ساختہ اسکی طرف دیکھا تھا جو ابھی تک گاڑی سے باہر کھڑی تھی۔ ایک سیکنڈ کے اندر اندر گاڑی میں بیٹھو!!!!۔۔احان شاہ کی دھاڑ سڑک کی چاروں اوڑھ گونجی تھی۔گلالئی اس کی دھاڑ پہ اچھلتی اگلے ہی پل پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گئی۔۔آج کافی وقتوں بعد وہ اسے اس قدر غصے میں دیکھ رہی تھی۔آج اس کے چہرے کے تاثرات اس روز سے زیادہ خطرناک تھے جس روز اس نے بشارت علی کا قتل کیا تھا۔احان شاہ جو غصے سے پاگل ہوتا ان دونوں پہ فائر کرنے والا تھا اس کے ہاتھ سے کسی نے تیزی سے پسٹل چھینا تھا،احان شاہ نے رخ موڑتے اس جرات کو انجام دینے والی ہستی کو دیکھا تھا۔وہ کوئی اور نہیں بلکہ کاظم شاہ تھا،وہ سڑک کی چاروں طرف لگا لوگوں کا مجمہ دیکھنے کے بعد اسے افسوس سے دیکھ رہا تھا۔

میری پسٹل واپس کر! !۔۔۔۔احان شاہ نے غصے سے دھاڑتے کاظم شاہ کے ہاتھوں سے اپنی پسٹل پکڑنی چاہی تھی لیکن وہ پسٹل اسے دینے کی بجائے اپنی پینٹ کی بیلٹ میں اڑساتا اسے ان لڑکوں سے دور کرنے لگا۔۔

سڑک پہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے؟ہمیشہ ہوش کی بجائے جوش سے کام کیوں لیتا ہے؟؟۔۔۔کاظم شاہ اسے دبے دبے غصے سے عقل دینے لگا۔۔وہ اپنے عہدے کو بھولتا ہوا سڑک پہ مار دھاڑ شروع کئے ہوئے تھا۔کاظم شاہ آج آفس سے واپس آتے ہوئے لیٹ ہو چکا تھا،راستے میں اس قدر لوگوں کو جمع دیکھ کے اس نے ساری صورتحال کا جائزہ لیا تھا۔ احان شاہ کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے گاڑی سے اترتا اسکے قریب آیا تھا،اگر وہ ایک سیکنڈ بھی لیٹ ہو جاتا تو اسکی بندوق کی گولی ان دونوں لڑکوں میں سے ایک کی کھوپڑی میں پیوست ہوتی۔۔

مجھے ہوش سے کام نہیں لینا!! مجھے ان دونوں کا آن دا سپاٹ قتل کرنا ہے! ان کی جرات کیسے ہوئی میری بیوی کی چادر کو ہاتھ لگانے کی! میری بندوق واپس کر کاظم شاہ!!۔۔۔۔۔احان شاہ ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے چلاتا ہوا کاظم شاہ سے مخاطب تھا،اس سب کے دوران بھی اس نے ان دونوں لڑکوں پہ اپنی گرفت ایک پل کے لئے ڈھیلی نہیں کی تھی۔۔کاظم شاہ کو یہاں دیکھ کے روتی ہوئی گلالئی کو کچھ ڈھارس ملی تھی۔۔

یہ سب بعد میں بھی ہو سکتا ہے شاہ!! اگر یہ نیوز لیک ہوئی تو تجھ پہ ایک سکینڈل بن جائے گا!! تو گاڑی میں بیٹھ! ان دونوں کو میں دیکھ لوں گا!۔۔کاظم شاہ نے اسے دبی دبی آواز میں سمجھاتے ہوئے ان دونوں لڑکوں سے اپنی پوری

قوت لگا کے دور کرنا چاہا تھا لیکن احان شاہ ابھی تک مضبوطی سے ایک کے سینے پہ گھٹنہ رکھے ہوئے تھا تو دوسرے کا گلا اپنے ہاتھوں سے دبایا ہوا تھا۔

سیکنڈل بنے یا احان شاہ کو پھانسی چڑھا دیا جائے! ان دونوں کی جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا!!۔۔۔۔ احان شاہ دھاڑتے ہوئے کاظم شاہ کا ہاتھ خود سے دور کرتا ان دونوں کا گلا پھر سے دبانے لگا۔۔ کاظم شاہ نے اسکی شرٹ گریبان سے پکڑتے اسے پھر سے اپنی پوری طاقت سے ان سے الگ کیا تھا۔ کاظم شاہ کے فورس لگانے کی وجہ سے احان شاہ کی سفید شرٹ کے اوپری بٹن ٹوٹ چکے تھے، سفید کٹاؤ دار کسرتی سینے نے اپنی جھلک دکھلائی تھی، چہرے کے ساتھ ساتھ جسم بھی سرخ ہوتا ہوا اسکے شدید غصے کا پتا دے رہا تھا۔۔

وعدہ کرتا ہوں یہ دونوں فارم ہاؤس پہ موجود ہوں گے لیکن تو یہاں مزید کوئی تماشا نہیں کرے گا!!۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکی سرخ ہوتی ہری آنکھوں میں دیکھ کے غصے سے بولتا اسے اسکی گاڑی کی طرف دھکیل رہا تھا۔ گارڈز اب ان دونوں لڑکوں کے سروں پہ کھڑے ہو چکے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ پائیں۔۔

میری بیوی کی چادر اس سڑک پہ کھینچی گئی ہے! میں جب تک ان دونوں کو اسی سڑک پہ عبرت کا نشان نہیں بناؤں گا مجھے چین نہیں آئے گا!! دور ہٹ!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کی گرجدار آواز پہ کتنے ہی لوگوں کے دل دہلے تھے، گلالئی کے رونے میں اضافہ ہوا تھا وہ تو حویلی سے باہر نکل کے پچھتا رہی تھی۔

پاگل ہو چکا ہے؟ سڑک پہ سرعام بے دردی سے قتل کرے گا تو وہ دونوں مظلوم کہلائے جائیں گے! سب کے لئے اتنا سبق کافی ہے! گاڑی میں بیٹھ۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کا غصہ سنبھالنا ہمیشہ سے ہر کسی کے لئے مشکل ہوتا تھا، اس جزباتی انسان کو ڈیل کرنا آسان نہیں تھا، اسے ضد پہ اڑے دیکھ کے کاظم شاہ اسکی گاڑی کا دروازہ کھولتا اسے ڈرائیونگ سیٹ پہ بٹھانے کی پوری تگ و دو کرنے لگا لیکن احان شاہ نے اپنا سر گاڑی کے اندر نہیں کیا تھا، وہ تیزی سے اسکی بیلٹ کے ساتھ لگی اپنی بندوق نکال کے ان دونوں لڑکوں کے ہاتھوں پیروں پہ فائر کرتا انہیں معذور کر گیا۔۔ ابھی وہ ان کے سینوں پہ گولیاں برساتا جب کاظم شاہ نے اسکا ہاتھ اوپر کی طرف اٹھاتے اس سے بندوق چھین کے گارڈز کی طرف پھینکی تھی، اب کی بار کاظم شاہ نے اسکے چہرے پہ مکا جڑا تھا جو اسکی ہر بات کو رد کرتا چلتی سڑک پہ

سب کی سانسیں روک رہا تھا۔ گولیوں کی ٹھاہ ٹھاہ کی آواز ہر طرف گونجی تھی، وہ دنوں لڑکے اپنے ہاتھ پیر پکڑ کے چیخ رہے تھے۔ کچھ لوگ دلچسپی سے تو کچھ پریشانی سے احان شاہ اور کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

مجرم کو سزا نہ دی جائے وہ چوڑا ہو جاتا اور صرف وہی نہیں بلکہ دیکھنے والے بھی تیس مار خان بن جاتے ہیں! اب میں گارنٹی دے سکتا ہوں آج کے بعد یہاں کھڑے تمام مردوں میں سے کوئی ایک بھی کسی کی عورت کو چھیڑنے سے پہلے سو ہزار دفعہ سوچے گا کیونکہ ایسا سوچتے ہوئے ان کو سید احان شاہ یاد ضرور آئے گا! آج تو ہاتھوں پیروں سے معذور کیا ہے اگلی دفعہ ایسے حرامیوں کو سڑک کے بیچوں بیچ سولی چڑھاؤ گا!!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کی گرجدار آواز ایک دفعہ پھر سے گونجی تھی اس دفعہ وہ صرف ان دو لڑکوں سے نہیں بلکہ آس پاس کھڑی ساری عوام سے مخاطب تھا۔ کاظم شاہ نے اسے جس حال سے گاڑی میں بٹھایا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔۔

تجھے قسم ہے تو ایسا نہیں کرے گا!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کو گاڑی سٹارٹ کر کے ریورس کرنے کی بجائے ان لڑکوں کی طرف لاتے دیکھ کے کاظم شاہ غصے سے چلایا تھا۔ وہ اسکی اگلی حرکت بھانپتا تیزی سے اسکی گاڑی کے سامنے کھڑا ہو چکا تھا، اگر وہ ان دونوں لڑکوں کے سامنے نہ آتا تو احان شاہ اب تک انہیں اپنی گاڑی کے نیچے مسل چکا ہوتا۔ گلالئی نے ہچکیوں سے روتے ہوئے احان شاہ کے کندھے پہ ہاتھ مارتے اسے ہوش دلائی تھی۔۔۔ کاظم شاہ کے سامنے آنے پہ تضاد اسکے یوں قسم دینے پہ احان شاہ اپنا ارادہ بدل کے گاڑی کو کٹ دیتا شیشہ ڈاؤن کر کے زمین پہ لیٹے چیخیں مارتے ان دونوں غلیظ لڑکوں پہ تھوکتا غصے سے گاڑی ذن سے بھگا لے گیا۔ اسکے یہاں سے جانے پہ کاظم شاہ نے تشکر کی گہری سانس بھرتی تھی۔ اگر وہ وقت پہ یہاں گاڑی نہ روکتا تو کوئی بعید نہیں تھی یہاں خون کی ندیاں بہہ رہی ہوتیں۔ ایک دفعہ ایزل کی وجہ سے وہ بھی سڑک پہ لڑا تھا لیکن وہ لڑائی ایسی نہیں تھی جیسا تماشا احان شاہ نے لگایا تھا۔ اس نے کہا تھا وہ انہیں عبرت کا نشان بنائے گا اور وہ بنا کے گیا تھا۔۔ کاظم شاہ گارڈز سے ان دونوں کو طبی امداد دینے کے بعد فارم ہاؤس لے جانے کا بولتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ گارڈز اس کے حکم پہ عمل کرتے سڑک پہ گرے احان شاہ کی شاپنگ کے سارے شاپرز اٹھاتے اب سڑک خالی کروا رہے تھے کیونکہ لوگ ابھی تک وہی پہ کھڑے کاظم شاہ کو گاڑی تک جاتے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس وقت بلیک تھری پیس میں ملبوس تھا۔ اس نے جس طرح سے بپھرے ہوئے احان شاہ کو ڈیل کیا تھا وہ قابلِ داد تھا۔۔

احان شاہ تیز رفتار میں گاڑی ڈرائیو کرتا حویلی کے راستے پہ گامزن تھا۔غصے سے ابھی تک اس کا برا حال ہو رہا تھا۔وہ بار بار سٹیرنگ پہ اپنا ہاتھ مارتے کبھی کاظم شاہ کو گالیوں سے نواز رہا تھا تو کبھی ان لڑکوں کو۔۔۔کاظم شاہ کو اس لئے کیونکہ اس نے اسے انہیں قتل کرنے نہیں دیا تھا۔۔اس وقت غصہ اس کے سر پہ اس قدر سوار تھا کہ اس نے گلالئ کی ہچکیوں کی آواز کا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔

آہہ۔۔۔۔احان شاہ کو کچھ دیر بعد پھر سے غصے سے سٹیرنگ پہ ہاتھ مارتے دیکھ کے گلالئ روتے ہوئے سہم کے چیخی۔اسکے چیخنے پہ احان شاہ گاڑی کی رفتار کم کرتا اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔گلالئ کے لرزتے بدن کو دیکھ کے اس نے سرد سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔وہ کافی ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔احان شاہ نے اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے گاڑی کنارے پہ لگائی تھی۔

شش!! رو کیوں رہی ہو؟ان دونوں کو ان کی سزا دے چکا ہوں جاناں!!۔۔۔۔احان شاہ نرمی سے اسکی کہنی پکڑ کے اسے خود کے قریب کرتا اپنے سینے سے لگاتے مدھم آواز میں اسے خاموش کروانے لگا۔گلالئ اسکے کھلے گریبان میں چہرہ چھپاتی بری طرح سے رونے لگی۔وہ اس اچانک کریئٹ ہوئی سیچویشن پہ پوری جی جان سے کانپ گئی تھی۔۔

آج۔۔کے۔۔بعد۔۔میں۔۔آپ۔۔کے۔۔ساتھ۔۔باہر۔۔نہیں۔۔آؤں۔۔گی!۔۔میری جان نکال دی تھی آپ نے۔۔۔۔گلالئ نے پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے اسے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

بالکل اسی طرح سے میری جان نکلی تھی جب ان۔خ۔ب۔ی۔سو۔ں۔نے تمہاری چادر کھینچی تھی!۔۔۔اس منظر کو یاد کرتے احان شاہ کا غصہ پھر سے عود آیا۔اسے پھر سے غصے میں آتے دیکھ کے گلالئ کانپتی ہوئی اس میں مزید چھپی تھی۔

آج۔۔سے۔۔میں۔۔باہر۔۔ہی۔۔نہیں۔۔نکلوں۔۔گی۔۔۔گلالئ سہمتے ہوئے بولی تھی،ہمیشہ ہر کوئی چادر کی حفاظت کرنے والوں کی چادر کیوں کھینچتا ہے؟ہمیشہ اسی کی چادر کیوں کھینچی جاتی تھی؟

کیوں نہیں نکلو گی؟تم سید احان شاہ کی بیوی ہو! تمہیں چاہئیے تھا روتے کی بجائے رکھ کے ان کے منہ پہ دو لگاتی!!! ہم خود کو کبھی نہیں بدلیں گے بلکہ اس دنیا کے لوگ ہمارے لئے خود کو بدلیں گے! ورنہ میری عزت پہ ہاتھ ڈالنے والے

موت کو بھی ترسیں گے !!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے خود کے مقابل کرتا ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے ضدی انداز میں بولا تھا۔گلالئ نے سوں سوں کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کے بڑی سی ہچکی لی تھی۔

احان شاہ کی سرخی چھلکاتی ہری آنکھیں اسکی سوجھی کرسٹل گرے آنکھوں سے چار ہوئی تھیں۔

کیا میں تمہیں کس کرلوں ؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ایک دم سے اسکے چہرے پہ اپنا چہرہ جھکاتا اس سے اجازت لینے لگا، اس وقت غصہ کم کرنے کو کوئی اور طریقہ نظر نہیں آرہا تھا۔گلالئ نے رونا بھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو ابھی اتنے غصے میں تھا اور اب اتنی ہی نرمی سے اس سے کس کی اجازت مانگ رہا تھا۔اسکی نگاہوں کا مرکز اسکے گلابی بھرے بھرے ہونٹ تھے۔۔گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیر کے انہیں تر کیا تھا۔گلالئ کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی، وہ اسکے کچھ دیر پہلے والے جلالی روپ کو سوچتی معصومیت سے ہاں میں سر ہلاتی اس کی گردن میں چہرہ چھپانے لگی جب وہ اسکی کوشش کو ناکام بناتا اسکی پچھلی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کے اسے خود کے قریب کھینچتا جھک کے اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔۔گلالئ نے اسکی شدت کی تاب نہ لاتے اسکا کھلا گریبان اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچا تھا۔۔احان شاہ اسکے لبوں سے لپٹا اپنے اندر کا سارا غصہ ان پہ اتارنے لگا، وہ کوشش کر رہا تھا ان نرم پنکھڑیوں کو زخمی نہ کرے لیکن اسکی بے رحم شدت کی وجہ سے اسکے نازک ہونٹ ناچاہ کے بھی زخمی ہو رہے تھے۔۔گلالئ اپنی آنکھیں زور سے میچتی اسکے لمس میں سکون تلاش کر رہی تھی، آج اتنے تنے ہفتوں بعد اسکے قریب آیا تھا۔اسکی جان لیوا شدت سہتی وہ نڈھال ہو رہی تھی لیکن اسے خود سے دور نہیں کیا تھا، احان شاہ ایک دم سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اپنی گود میں بٹھاتا اسکا سر پیچھے سٹیرنگ کے ساتھ لگاتے اسکے ہونٹوں پہ پہلے سے زیادہ شدت سے قابض ہوا تھا۔گلالئ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔وہ اسکے ہونٹوں کو دیوانوں کی طرح چومتا اسکی زبان سک کرنے لگا۔گلالئ کے پیٹ میں تتلیوں کا جہاں آباد ہوا تھا۔ اسکی ذرا سی قربت گلالئ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بنتی تھی۔اسکی زبان کے گرد اپنے ہونٹ ریپ کر کے اسے پہلے سے زیادہ شدت سے سک کرتے ہوئے وہ گلالئ کا دل بری طرح سے دھڑکا رہا تھا۔گلالئ آنکھیں میچتی اس کے ہونٹوں میں سسکیاں بھرنے لگی۔۔اسکا کس کرنے کا انداز اسے مدہوش کر رہا تھا۔۔احان شاہ نے اس دوران اپنے بے قابو ہاتھوں کو اس کے سراپے کو بے باکی سے چھونے سے باز رکھا تھا۔اسکے دونوں ہاتھ اس وقت اسکے

گالوں پہ تھے، وہ اپنا تمام تر غصہ اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے اتار رہا تھا۔ گلالئ کو جب لگا وہ مزید سانس نہیں لے پائے گی وہ سٹیرنگ سے سر ہٹاتی اس سے اپنی زبان چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی جس پہ احان شاہ کے ہونٹوں نے مزید شدت پکڑی تھی۔۔ وہ اس وقت جنونی ہوا پڑا تھا اور گلالئ کو اس کی اس قدر جنونیت سے ہمیشہ ڈر لگتا تھا۔ گلالئ کی سانسیں بری طرح سے پھول رہی تھیں لیکن احان شاہ کی کس کا دورانیہ کسی ایکسپرٹ کی طرح بڑھتا جا رہا تھا۔۔ وہ اسکی زبان کو آزادی بخش کے پھر سے اسکے ہونٹوں کو چومنے لگا۔ گلالئ کے حویلی لوٹنے کے بعد اسے جب جب گلالئ کو کس کرنے کا موقع ملا تھا اس نے یہ وقت ضائع کرنے کی بجائے اسے بتایا تھا کس اصل میں کس طرح سے کی جاتی ہے۔ اس نے ہمیشہ گلالئ کی جان ہتھیلی پہ لائی تھی۔ گلالئ نے اسکے سینے پہ ہاتھ مارتے اسے ہوش دلائی تھی جو وقتاً فوقتاً مدہوش ہوتا جا رہا تھا۔ احان شاہ بالآخر اپنی من مانی کرتا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش کے اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنی بھوری مونچھیں رگڑنے لگا۔ گلالئ کے شرم سے لال سرخ چہرے کو دیکھ کے وہ دو سے تین دفعہ پھر سے اسکے ہونٹوں کو اپنی زبان سے چھوتا اسے اپنے ساتھ مدہوش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ گلالئ کے پورے جسم کا خون سمٹ کے چہرے پہ آ چکا تھا۔ اسے اپنی پھولی سانسیں ہموار کرتے دیکھ کے وہ اس پہ رحم کھاتا اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ گلالئ شرم سے لال ہوتی اسکی گود سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ احان شاہ مزید کچھ بھی کرنے کی بجائے اسے اسکی سیٹ پہ بٹھاتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔ فرنٹ ویو مرر میں اپنی شرٹ کے ٹوٹے بٹن دیکھتے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔ وہ اب دعا کر رہا تھا حویلی جاتے ہی اسکا سامنا اپنے باپ سے نہ ہو ورنہ انہوں نے ساری صورتحال کو جاننے کے بعد اس وزیر دفاع پہ لعنت بھیجنے کے سوا کچھ نہیں کرنا تھا۔ گلالئ نگاہیں جھکائے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی اپنی دھڑکنوں کو معمول پہ لا رہی تھی۔ احان شاہ نے ایک نظر اسکی طرف دیکھتے گاڑی پھر سے سٹارٹ کرتے سڑک پہ دوڑائی تھی۔ اب غصہ کچھ کم ہوا تھا لیکن بیچاری بیوی کی چھوٹی سی جان وہ اپنی لمبی سی کس سے ہلکان کر گیا تھا۔۔

مطلب حد ہو گئی ہے! یہ رئیلٹی ہے کوئی مولا جٹ کی فلم نہیں چل رہی تھی جو تو سڑک کے بیچوں بیچ اتنی ہیرو گیری دیکھا رہا تھا۔۔۔۔ کاظم شاہ جو کب سے اسکی کلاس لے رہا تھا اس ڈھیٹ انسان کی مسلسل خاموشی پہ تپے ہوئے لہجے

میں مزید غرایا۔ وہ اس وقت نیچے والے لاؤنج کی بجائے اوپری منزل کے ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے۔ زوریز شاہ، ارزم شاہ اور حازق خان ان کے پاس بیٹھے کب سے کاظم شاہ کو غراتے ہوئے سن رہے تھے، وہ تینوں پوری سیچویشن سمجھ چکے تھے، وہ کب سے کاظم شاہ کی باتوں کو سیریس لے رہے تھے لیکن ابھی مولاجٹ کے ذکر پہ تینوں نے لب دبایا تھا۔۔

وہ سالے سڑک چھاپ میری بیوی کو سڑک کے بیچ و بیچ چھیڑیں تو تو کیا ایکسپیکٹ کرتا ہے؟ میں ان کی چمڑی ادھیڑنے کی بجائے انہیں مجرہ کر کے دیکھاؤں؟؟ میں ان سے ہی مجرہ کیوں نہ کرواؤں؟؟؟!!!۔۔ احان شاہ سینٹرل ٹیبل پہ ہاتھ مارتا غصے سے دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ احان شاہ کے جواب پہ اتنی سیریس سیچویشن میں بھی ارزم شاہ اور زوریز شاہ کی ہنسی چھوٹی تھی۔ حازق خان کی گھوری پہ دونوں نے اپنی ہنسی دبا کے سیریس فیس بنایا تھا۔

بہت اچھا کیا ہے اس نے!! کل ایک آدھ فارم ہاؤس کا چکر لگانا تو میرا بھی بنتا ہے!!۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ سے پوری بات جاننے کے بعد حازق خان نے احان شاہ کو داد پیش کرتے ہوئے اپنی رائے بھی پیش کی تھی جس پہ کاظم شاہ نے ان دونوں سالا بہنوئی پہ افسوس بھری نگاہ ڈالی تھی۔

ہاں اب بول؟!! دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے احان شاہ ایسے لوگوں کو سبق سیکھانا کبھی زندگی نہیں چھوڑے گا کیونکہ مجھ سے یہ مطمئن بے غیرتوں والے کام نہیں ہوتے!!۔۔۔۔۔ حازق خان کو اپنی سائیڈ لیتے دیکھ کے احان شاہ نے مزید چوڑے ہوتے کاظم شاہ کو جواب دیا تھا۔

ایسا کریں نا! آپ دونوں میں سے اگلی دفعہ ایک بندہ کشتی میں تو دوسرا کبڈی میں حصہ ضرور لے! ہم آپ دونوں کو سپورٹ کرنے کے لئے آپ کے نعرے لگانے ضرور آئیں گے!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ صوفے پہ نیم دراز ہوتا حازق خان اور احان شاہ کو مخاطب کرتے قہقہ لگا کے بولا جس پہ دونوں نے ہی اسے شدید گھوری سے نوازا تھا۔۔ زوریز شاہ نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہنستے ہوئے اسے داد پیش کی تھی۔ کوئی یہاں بیوی سے ناراض تھا تو کسی کی بیوی ناراض تھی اور انہیں ہنسنے اور لڑنے سے فرصت نہیں تھی۔۔

آپ کی شرٹ کے بٹن کس نے توڑے ہیں لالا؟۔۔۔زوریز شاہ نے چہرے کو سنجیدہ بنانے کی کوشش کرتے احان شاہ سے سوال کیا تھا جس پہ احان شاہ نے اپنے کھلے گریبان پہ نظریں دوڑاتے شدید غصے سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسے پہلے ہی خون آشام نگاہوں سے گھور رہا تھا۔۔

اس سالے نے توڑے تھے اور کوئی ایسی جرآت کر سکتا ہے؟۔۔۔احان شاہ سر جھٹک کے غصے سے بولا۔

تو اس کا مطلب آپ دونوں نے سڑک پہ لائیو لڑائی کی ہے؟ Aditya کون بنا تھا دونوں میں سے بائے دا وے؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنا خدشہ ظاہر کرتے قہقہ لگا اٹھا۔

یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے لالا؟پوری Tholi Perma (فلم کا نام) چلائی ہو گی انہوں نے سڑک پہ Aditya ! (احان شاہ) اپنی Varsha (گلالئ) کو بچانے کے لئے ہیرو گیری دیکھا رہا ہو گا جب کاظم لالا نے آ کے شرٹ کے بٹن توڑ دیئے! پھر احان لالا یوں بول رہے ہوں گے! "تو نے میری شرٹ کا بٹن توڑ دیا؟"۔۔۔۔"اسی۔۔اسی ہاتھ سے چھوا تھا نا میرے بٹن کو؟"۔۔۔۔اور بس پھر عوام کو وہی پہ موقع مل گیا فری میں فلم دیکھنے کا!۔۔اینچ تے فیر اینچ ہی سہی!!۔۔مطلب مجرہ نہ صحیح فلم صحیح۔۔۔۔یہاں پہ صرف ارزم شاہ تھا جس نے لمحے کے گیارھویں حصے میں زوریز شاہ کی بات کا مطلب سمجھ کے انہیں فلم کا پورا سین زبانی سنایا تھا کیونکہ وہ کوئی فلم نہیں چھوڑتا تھا۔اسے فلموں کا ایک ایک سین یاد ہوتا تھا۔۔ارزم شاہ کے اتنی جلدی پکڑنے پہ زوریز شاہ نے حیرانگی سے قہقہ لگایا تھا اور اس پہ تضاد اسے صوفے سے اٹھ کے اپنی شرٹ کا بٹن اکھیڑ کے Aditya کی ایکٹنگ کرتے دیکھ کے سب کا ناچاہتے ہوئے بھی مشترکہ قہقہ بلند ہوا تھا۔

سالے! حرامی!!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی ہنسی چھپاتا ان سب پہ لعنت بھیج کے دانت پیس کے غراتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔سارے انٹینس ماحول کی ایسی کی تیسی ہو چکی تھی۔

یہ وہی ہے جس نے ابھی اگلے دن پنڈی میں قتل کئے تھے! اس پہ سب کے قتل کرنا حلال ہے لیکن بقول اسکے ہم پہ یہ سب حرام ہے! بے غیرت کو ہماری دفعہ مدر ٹریسا بننا یاد آ جاتا ہے!۔۔۔احان شاہ اسکے لعنت بھیجنے پہ بھڑکتا ہوا غرایا تھا۔۔کاظم شاہ نے اپنا امڈتا قہقہ بمشکل دبایا تھا۔اسکی ان کی طرف سے پشت تھی اسی لئے کوئی بھی اسکے تاثرات نہیں دیکھ پایا تھا۔۔

پنڈی میں قتل؟ کب؟ کیوں؟؟۔۔۔۔ حازق خان اور زوریز شاہ جو اس سب سے بے خبر تھے ایک ساتھ سیدھے ہوتے حیرانگی سے استفسار کرنے لگے۔۔

اس دن پنڈی میں کئے تھے! ایک دفعہ تیرے زخم بھر جائیں اگلا قتل شاہ حویلی میں تیرا کروں گا ریز شاہ!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ رخ موڑ کے زوریز شاہ کو گھور کے بولتا اسے ہکا بکا چھوڑتے اپنے کمرے میں بند ہوا تھا۔ ارزم شاہ نے مسالہ لگاتے ہوئے ان دونوں کو اس دن پنڈی میں ہوئی واردات کی ایک ایک تفصیل بتائی تھی جس پہ دونوں کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔ احان شاہ صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتا اپنی آنکھیں موند گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 127 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

اچھا اب مان جانہ میری جان! ماں کے ساتھ ضد لگائے گی؟۔۔۔۔ شبنم بیگم اسے اپنے سینے سے لگاتی پیار سے بولی تھی، وہ پچھلے کافی منٹوں سے اسے منا رہی تھیں لیکن آئرہ میڈیم کے نخرے ختم ہونے کے نام لے رہے تھے۔۔

اتنی زور سے چانٹا کھانے کے بعد آسانی سے تھوڑی مانوں گی؟ بچپن میں بھی یوں ہی بولتی تھیں، آجا آئرہ امی کی جان نہیں ماروں گی لیکن اپنے پاس بلا کے زور سے چانٹا جب تک آپ نہیں لگاتی تھیں آپ کو چین نہیں آتا تھا!۔۔۔ وہ بچوں کی طرح ڈرامائک انداز میں روتی ان کے ساتھ لپٹتے ہوئے چیخی۔۔ اسکے یوں بچوں کی طرح چیخنے پہ شبنم بیگم اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ چھپاتی اسکا ماتھا چوم رہی تھیں۔ بچپن میں وہ مار کھاتی تھی لیکن ہوش سنبھالنے کے بعد کل پہلی دفعہ اس نے ماں سے تھپڑ کھایا تھا اسی لئے تو دل پہ لے بیٹھی تھی۔

تو تو چانٹے کھانے والے کام ہی کیوں کرتی تھی؟۔۔۔۔۔ شبنم بیگم پیار سے بولتی اسکے بال سنوارنے لگیں۔

دیکھو شبنم بیگم ابھی میں مانی نہیں ہوں! مجھے مناؤ!۔۔۔۔ وہ شبنم بیگم کے طنز پہ ان کے سینے سے چہرہ ہٹا کے شہادت والی انگلی اٹھا کے سوں سوں کرتے ہوئے بولی تھی جس پہ شبنم بیگم بے ساختہ ہنس دیں۔ وہ بے حد کیوٹ اور شرارتی تھی۔

اچھا صبح ہوتے ہی تجھے اپنے ہاتھوں کی حلوہ پوری بنا کے ناشتہ کرواؤں گی! اب تو مان جا میری ماں!۔۔۔۔۔۔۔ شبنم بیگم نے اپنی ضدی بیٹی کے آگے ہتھیار ڈالتے اسکے آنسو صاف کئے تھے جس پہ وہ کچھ مطمئن ہوتی پھر سے ان کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔ روناماں کے نہ منانے پہ نہیں بلکہ شہسوار کے خود سے کال نہ کرنے پہ آرہا تھا اسی لئے تو کب سے رونے کے بہانے تلاش رہی تھی۔ وہ ناراض تھی لیکن مقابل کو تو جیسے اسکے ہونے یا نہ ہونے سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ وہ بھی ارادہ کر چکی تھی اب سے اسے کال کر کے تنگ نہیں کرے گی۔۔

مرحا شاہ کو کمرے میں جاتے دیکھ کے زوریز شاہ اپنی زبان کو بریک لگاتا جلدی سے صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔ انہی باتیں کرتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اسے یوں الرٹ ہوتے دیکھ کے میجر خان، احان شاہ اور ارزم شاہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ مرحا شاہ اسکی طرف دیکھے بغیر یا شاید اسے جان بوجھ کے اگنور کرتی اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی۔

ایسا کیا کہہ دیا ہے آپ نے ہماری بھابھی کو جو وہ آپ کو لفٹ ہی نہیں کروا رہی؟۔۔۔ ارزم شاہ جو کافی دیر سے ان کی ناراضگی نوٹ کر رہا تھا بالآخر زوریز شاہ سے شرارت سے سوال کرتا حاذق خان کی گود میں تکیہ رکھ کے اپنا سر رکھ گیا، وہ دونوں ایک ہی صوفے پہ موجود تھے۔

میں تو چاہتا ہوں وہ کبھی اس اوور انسان کو لفٹ نہ کروائے! مجھے ایسا لگتا ہے مرحا ہماری حویلی کی وہ واحد لڑکی ہے جو ہر حال میں سب کو ہمت دیتی ہے۔ چاہے وہ اس وقت کتنا ہی low فیل کیوں نہ کر رہی ہو لیکن اسے واپس ویسا ریسپانس نہیں ملتا جو وہ ڈیزرو کرتی ہے! ۔۔۔۔ جواب احان شاہ کی طرف سے آیا تھا، وہ اس وقت بے حد سنجیدگی سے زوریز شاہ کی طرف دیکھ کے اس سے مخاطب تھا۔ سب نے محسوس کیا تھا زوریز شاہ کو اسپتال کے بیڈ پہ اگر کسی کی فکر تھی تو وہ صرف میجر خان تھا۔

آپ ٹھیک بول رہے ہیں لالا! مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے ہم سب مرحا کو ڈیزرو نہیں کرتے! وہ ہمیشہ سب کی فکر کرتی ہے اور ناچاہ کے بھی اتنا ہی نیگلیکٹ (neglect) ہو جاتی ہے لیکن اس نے ہم سے کبھی شکوہ نہیں کیا!

I am feeling really bad for her, she is a real gem yar

ارزم شاہ کا لہجہ اب شریر نہیں تھا، وہ احان شاہ سے متفق سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔ زوریز شاہ کمرے میں جانے کی بجائے وہی پہ رک کے ان کی گفتگو سنتا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا رہا تھا۔ حاذق خان ناسمجھی سے انہیں سنتا زوریز شاہ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھ رہا تھا، وہ جاننا چاہ رہا تھا اس نے اب کون سی حرامی حرکت انجام دے کے اسکی بھابھی کو ناراض کیا تھا۔

ہم لوگ جتنے دن اسپتال میں رہے! سب کو صرف اپنے اپنے دکھ کی پروا تھی! ہم حویلی میں سب لڑکیوں کو ہمت دیتے رہے لیکن مرحا واحد تھی جو چوبیس گھنٹے ایک ٹانگ پہ اسپتال میں کھڑی رہی صرف اس خبیس انسان (زوریز) کے لئے! ہمیں تمام لڑکیوں کو پل پل ہمت دینا یاد رہا لیکن مرحا کو اس لیول کا console نہیں کر سکے! کیونکہ وہ سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرواتی رہی! جو لوگ خود کو حد سے زیادہ مضبوط ظاہر کرواتے ہیں ان کا بھی ایک ویک پوائنٹ ہوتا ہے! ان کی برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے! ان کا بھی دل چاہتا ہے کوئی بولے بغیر ان کے دل کی کیفیات معلوم کر لے! اگر وہ کچھ بولتی نہیں ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے ہمیشہ اسے سیکنڈ پرائیرٹی پہ رکھا جائے! ۔۔۔۔۔ احان شاہ اپنے چند ہی جملوں میں زوریز شاہ کی اچھی خاصی کلاس لے چکا تھا۔ زوریز شاہ نگاہیں جھکائے اس بے عزتی کو فیل کر رہا تھا۔

اس نے ضرور اس وقت میری وجہ سے انہیں نیگلیکٹ کیا ہو گا؟۔۔۔ حاذق خان ان کی باتوں سے اندازہ لگاتے ہوئے بولا جس پہ ارزم شاہ نے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

میں اسے نیگلیکٹ نہیں کر سکتا یار! وہ صورتحال ہی ایسی تھی۔۔۔ زوریز شاہ بے بسی سے اپنی صفائی دینے لگا۔ اس وقت سب مرحا کی سائیڈ ہو چکے تھے۔۔

صورتحال چاہے جیسی بھی ہو تیرے لئے تیرے نکاح میں موجود عورت سب سے پہلے نمبر پہ ہونی چاہیئے! مجھے لگتا ہے مرحا بھابھی جیسے لوگ صرف ایک واحد انسان کے سامنے اپنا دل کھولتے ہیں جو ان کا شریکِ حیات ہوتا ہے! لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ محسوس کرتے ہیں اب ہم اس واحد انسان کے لئے بھی زیادہ ضروری نہیں رہے تو وہ یا تو خاموش ہو جاتے ہیں یا پیچھے ہٹ جاتے ہیں! ایک ٹائم پہ میں بھی ایسا ہی تھا اسی لئے میں انہیں totally انڈرسٹینڈ کر سکتا ہوں! اور ہیلیو می اس بات سے زیادہ ہرٹ کوئی اور چیز نہیں کر سکتی جب ہمیں کسی کی بے حد فکر ہو لیکن اسے

ہماری بجائے کسی دوسرے انسان کی فکر ہو! کچھ سینسٹو لوگ ان چیزوں کو بہت سیریس لیتے ہیں! اور ایسے سینسٹو لوگ ہر کسی پہ اپنا آپ شو نہیں کرواتے!۔۔۔حاذق خان نے اپنا مشاہدہ ان سب کے سامنے رکھا تھا۔۔

آپ بھی سمجھداری کی باتیں کرتے ہیں! مجھے لگتا تھا آپ صرف میری رخصتی پینڈنگ کروانے اور فضول کا روعب جھاڑنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں! میں بھی ایسا ہی سینسٹو ہوں! مجھے بھی کوئی سمجھے۔۔مجھے اپنی شریک حیات کی بے حد ضرورت ہے!۔۔۔۔حاذق خان کا مشاہدہ سننے کے بعد ارزم شاہ اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے حاذق خان سے مخاطب ہوتا پھر سے انٹینس ماحول کو بھاڑ میں جھونک گیا۔حاذق خان نے اسکا جواب دینے کے بعد اسکے سینے پہ مکا جڑتے اسے آنکھیں دیکھائی تھی جسے آج بھی صرف اپنی رخصتی کی فکر تھی۔۔احان شاہ مسکراہٹ دبائے انہیں دیکھ رہا تھا۔

یہاں کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ جا کے معافی تلافی کرو! مجھے کل میرے بچوں کے عقیقے پہ میری بہن کا موڈ بالکل ٹھیک چاہئیے ورنہ تمہیں فٹ بال کی طرح kick کر کے حویلی سے باہر پھینک دوں گا! ۔۔۔زوریز شاہ کو یہی پہ کھڑے دیکھ کے احان شاہ نے اسے دھمکی لگائی تھی۔۔

ہاہاہا۔۔رکیں! ایک فری ٹپ لے جائیں! ۔۔۔زوریز شاہ کو منہ پھولا کے کمرے کی طرف جاتے دیکھ کے ارزم شاہ نے آواز لگائی تھی جس پہ وہ رک کے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

بیوی کو منانے کے لئے آواز کا سریلا ہونا بے حد ضروری ہے۔۔اگر تو آپ کی آواز سریلی ہونے کی بجائے ایک پھٹا ہوا اسپیکر ہے۔۔تو میرا مشورہ ہے بیوی کے سامنے اپنی چونچ بند رکھ کے بیک گراؤنڈ پہ کوئی رومانٹک سا گانا ضرور لگائیں! پھر آگے آپ نے کیا کرنا ہے وہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں!۔۔۔۔ارزم شاہ نے زومعنی انداز میں زوریز شاہ کو ٹپ دیتے اسے آنکھ ونک کی تھی۔

یہ ٹپ نہیں ایک چس تھی! بیوی کو کیسے مناتے ہیں!!

I know much better, AfterAll I am the father of romance

۔۔۔زوریز شاہ جو ابا اترا کے بولتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ارزم شاہ اور احان شاہ نے جہاں قہقہہ لگایا تھا وہی پہ حاذق خان کا چہرہ ان کی باتوں کو سمجھتے ہوئے سرخ ہوا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔ یہ زیادہ ڈیپ چلے گئے ہیں!!۔۔۔۔۔ سرخ چہرہ لئے حاذق خان کو خاموش دیکھ کے ارزم شاہ قہقہ لگا کے بولا تھا جس پہ زوریز شاہ اور احان شاہ نے بھی اسے چھیڑنے کے لئے قہقہ لگایا تھا، اس وقت کاظم شاہ اپنے کمرے میں تھا ورنہ ان پہ مزید لعن تن کرتا۔

شٹ اپ!! دور ہٹو! ۔۔۔۔۔ حاذق خان نے دبی دبی آواز میں غصے سے غراتے ارزم شاہ کا سر اپنی گود سے ہٹانا چاہا تھا جب وہ ہٹنے کی بجائے اسکے سرخ گالوں پہ اپنی انگلیاں پھیرنے لگا۔

"بنا بولے جو نظر کہہ جائے

ہولے ہولے دل کو دل سے ملائے

جانِ جاناں، مجھے بہکانہ۔۔"

وہ حاذق خان کو مزید تنگ کرنے کے لئے رومانٹک انداز میں اسکے چہرے پہ انگلیاں پھیر کے اپنی سریلی آواز میں گنگناتا ہنسی دبانے لگا جبکہ حاذق خان کے چہرے کو مزید سرخ ہوتے دیکھ کے احان شاہ اور زوریز شاہ کا ہنس ہنس کے برا حال ہوا تھا۔

"دعاؤں میں صدائیں تھیں

صداؤں میں نہ تھا کوئی

چھوا جو گرم سانسوں نے

لگا یوں ہو صلہ کوئی"

حاذق خان کو اس اچانک افتاد پہ کنفیوز ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ مزید بے غیرتی کرتا اسکی گردن کے پیچھے ہاتھ ڈال کے اسے تھوڑا سا خود پہ جھکاتا مزید گنگنانے لگا جس پہ حاذق خان نے اسے جلدی سے اپنی گود سے نیچے کالین پہ پھینکا تھا۔۔ وہ منہ کھولتے ہوئے اس بے غیرت انسان کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے ایک منٹ میں اسے بھوکھلاتے پہ مجبور کیا تھا۔ ہنستے ہنستے احان شاہ اور زوریز شاہ کی آنکھوں میں پانی جمع ہو چکا تھا۔۔

"لبوں پہ التجا آئی

اثر لے کے وفا آئی

دل مسافر دربدر

کس ڈگر پہ ہے لائی"

کالین پہ گرنے کے بعد بھی ارزم شاہ نے گنگنانا بند نہیں کیا تھا، اس کی سریلی آواز ہر طرف سرسبکھیرتی کسی کے کانوں میں رس گھولنے کا باعث بن رہی تھی۔۔

"بنا بولے جو نظر کہہ جائے

ہولے ہولے دل کو دل سے ملائے

جانِ جاناں، مجھے بہکانہ۔۔"

ارزم شاہ نے حاذق خان کی چوڑی کلائی اپنی طرف کھینچ کے ماحول کو مزید رومانٹک کرنے کے لئے اسے اپنے ساتھ نیچے کالین پہ گرانا چاہا تھا جب حاذق خان نے تپتے ہوئے اسکی کمر پہ ٹانگ جڑی تھی۔ ارزم شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔

واللہ اس رومانٹک ماحول نے میرے جزبات جگا دیئے ہیں! مجھے لگتا ہے مجھے بنا ٹائم ویسٹ کے اپنے کمرے میں جانا چاہیئے!!۔۔۔ زوریز شاہ ہنس کے بے تابی سے بولتے ہوئے اپنے کمرے میں بند ہوا تھا۔ حاذق خان نے دانت پیستے ہوئے اسکے کمرے کے بند دروازے کو گھورنے کے بعد پھر سے ارزم شاہ کو گھور کے دیکھا تھا۔

"جانِ جاناں مجھے بہکانا"۔۔۔۔ ارزم شاہ تو جیسے حاذق خان کے اپنی طرف دیکھنے کے انتظار میں تھا۔ حاذق خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اسے آنکھ ونک کرتا لہجے کو گھمبیر بناتے ہوئے گنگنایا۔

بہت ہی کوئی کتی چیز ہو تم!!۔۔۔۔۔۔۔ حاذق خان نے بے ساختہ اس ڈھیٹ انسان پہ لعنت بھیجی تھی۔۔

جب ہمارے لڑکے کی رخصتی کی خامی نہیں بھرے گا! پھر یہ تو ہو گا!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ ہنستے ہوئے چھوٹے شاہ کی سائیڈ لیتا صوفے سے اٹھتے اب اپنے کمرے میں جانے کی تیاری پکڑ رہا تھا۔۔

میرے ہوتے ہوئے تو یہ ناممکن ہے! اگر اس کی یہی حرکتیں رہی تو نکاح شدہ ہونے کے باوجود سنگل مرے گا!!۔۔۔۔۔ حاذق خان غصے سے غراتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔

ہاہاہا۔۔ وعدہ رہا جانان! ! میں مرنے سے پہلے آپ کو ماموں ضرور بناؤں گا ورنہ مجھے سید ارزم شاہ کہہ کے سلام کون پیش کرے گا؟۔۔۔ ارزم شاہ جوابا بے باکی سے ہنس کے بولتا کالین سے اٹھ کے صوفے پہ لیٹ چکا تھا۔

Epic!۔۔۔احان شاہ قہقہ لگا کے اسے داد پیش کرتا زوریز اور کاظم کی طرح کمرے میں بند ہو چکا تھا۔حاذق خان سرخ چہرہ لئے ان پہ لعنت بھیجتا سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

ذائشہ خان جو کب سے سیڑھیوں پہ کھڑی اس منظر کو دیکھتی لال ہو رہی تھی،حاذق خان کو نیچے کی طرف آتے دیکھ کے وہ جلدی سے پلر کے پیچھے چھپ گئی، تا کہ اسکے نیچے جانے کے بعد ارزم شاہ کو منا سکے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی زوریز شاہ کا استقبال اندھیرے نے کیا تھا۔انہیں باہر باتیں کرتے کرتے تقریباً بارہ بج چکے تھے،وہ کمرے میں آتے ہی سو گئی تھی یا سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی تا کہ زوریز شاہ سے مخاطب ہی نہ ہونا پڑے۔۔زوریز شاہ نے کمرے میں زیرو بلب کی ہلکی سی روشنی کرتے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے تھے۔وہ بیڈ کی دائیں طرف سمٹ کے سو رہی تھی۔اسکی طرف آتے ہوئے زوریز شاہ نے سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آن کیا تھا،مرحا شاہ کی پلکوں میں جنبش سی ہوئی تھی لیکن وہ سوتی بنی رہی۔۔زوریز شاہ جگہ بناتے ہوئے اسکے قریب بیٹھا تھا۔

تم جانتی ہو تم میجر شاہ کی چیل سی نگاہوں سے نہیں بچ سکتی بے بی! اوپن یور آئیز! میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو!۔۔۔زوریز شاہ اس پہ جھک کے اسکے چہرے پہ پھونک مارتا مدھم لہجے میں بولا تھا۔وہ ہمیشہ رات میں اس کے لئے تیار ہوا کرتی تھی،ہر رات اسکا انداز الگ ہوتا تھا،ہر رات اسکے لئے سکون کا باعث بنتی تھی،لیکن کل سے اس نے اسے منہ نہیں لگایا تھا،اس کے لئے تیار ہونے کا بالکل تکلف نہیں کیا تھا،سادہ سے جوڑے میں ملبوس رہی تھی، ابھی بھی سمپل سی بلیو شلوار قمیض میں سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔کل پورا دن وہ اسے مناتا رہا تھا،رات کو بھی کوشش کی تھی لیکن مرحا نے اسے اپنے قریب تک پھٹکنے نہیں دیا تھا،یہاں تک کہ صبح اٹھتے بھی کوشش جاری رکھی تھی لیکن وہ اپنے کمرے میں ٹکی ہی نہیں تھی۔وہ خاموش تھی لیکن اسکے چھوٹے موٹے کام خود ہی کیا کرتا تھی۔

سونے کی کوشش کر رہی ہوں! پلیز ڈسٹرب نہیں کرو!۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتی اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھ گئی۔۔

یہ کوشش تم کل بھی کرتی رہی تھی لیکن ناکام ٹھہری! کیونکہ تمہیں میری پناہوں میں مجھ میں سما کے سونے کی عادت ہے ڈارلنگ! ۔۔۔وہ اسکی آنکھوں سے کہنی ہٹا کے اس پہ مزید جھکتے ہوئے بولا۔۔

ہم! عادت تھی! اب میں کوشش کر رہی ہوں اپنی بہت سی عادتوں کو بدل لوں! کیونکہ جیسا میں چاہتی ہوں ویسا ہر کوئی تو نہیں چاہ سکتا!؟ کوئی میری مرضی کا محتاج تھوڑی بننا چاہے گا؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی سنہری آنکھیں وا کرتی اسکی ہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خالی خالی لہجے میں بولی۔

یار ایسا کیوں بول رہی ہو مرحا؟ پلیز سب کلئیر کرو! مجھ سے تمہاری خاموشی برداشت نہیں ہو رہی!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے خالی خالی لہجے پہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا بے بسی سے بولا تھا۔ وہ ناراضی میں خاموش ہو جاتی تھی، کچھ بھی بولنا پسند نہیں کرتی تھی اور زوریز شاہ کو اس کی یہی بات بے چین کرتی تھی۔۔

تمہیں مجھے کس کرنی ہے کر لو!! مجھ سے اپنا حق لینا ہے! لے لو! میں تمہیں نہیں روکتی! میں تم سے ناراض بھی نہیں ہوں! مجھے صرف کچھ باونڈریز سیٹ کرنی ہیں تاکہ میں مزید ہرٹ ہونے سے بچ سکوں! ۔۔۔۔۔۔وہ اداسی سے بولی تھی۔ وہ اس کے جواب پہ گہری سانس بھرتا اسکی اداس آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

تمہیں لگتا ہے میں تمہارے قریب آنے کے لئے تمہیں منا رہا ہوں مرحا؟؟ مجھے میری غلطی بتاؤ! آئی ول ٹرائے ٹو میک اٹ بیٹر!!۔۔۔زوریز شاہ نرمی سے بولتا اسکے بکھرے بال سمیٹنے لگا۔۔

نہیں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے!! تمہارے پاس بہت سے رشتے ہیں! تم بہت اچھا کرتے ہو! ہر۔رشتے کو اپنے حساب سے بیلنس کر کے چلتے ہو! غلطی تو میری ہے میں اتنے سارے رشتوں کو سائیڈ پہ کر کے صرف تمہیں ہی اپنا سب کچھ مانتی ہوں۔۔میں شاید اسی لئے تم سے زیادہ expectations رکھتی ہوں اسی لئے بعد میں خود ہی ہرٹ ہوتی رہتی ہوں! مسئلہ تم میں نہیں مجھ میں ہے! میری پرسنیلٹی عجیب ہے جو میری خود کی سمجھ میں نہیں آتی تو تمہیں کیا سمجھ آئے گا! میں صرف اتنا چاہتی ہوں تم میری ان عادات کی وجہ سے بیزار ہو کے مجھ سے دوری نہ بنالو، اسی لئے میں اپنی ان عادات کو ختم کرنا چاہتی ہوں!!۔۔۔وہ اپنے آنسو پیتی ہوئی کھوکھلی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولی تھی۔

زوریز شاہ سنجیدگی سے اسے سنتا جا رہا تھا۔۔

آئی ایم سوری مرحا! میں نے تمہیں قسم خدا کی جان بوجھ کے اگنور نہیں کیا تھا! وہ سیچویشن ہی ایسی تھی! تم یہ سمجھ لو! میں اس وقت صدمے کا شکار تھا! اسی لئے unintentionally تمہیں اور باقی سب کو اگنور کر دیا۔۔اس وقت میری نگاہوں کے سامنے صرف وہ بلاسٹ والا منظر گھوم رہا تھا۔۔سالوں پرانی دوستی ایک بلاسٹ کی نظر ہو جائے تو

انسان جیتے جی مر جاتا ہے مرحا! ! اس وقت شاید میں سب کی ہمدردیاں اور پیار بٹورتے ہوئے کچھ پل کے لئے یہ بھول چکا تھا کہ تمہیں میرے پیار کی سب سے زیادہ ضرورت ہے! فار دیٹ آئی ایم لٹرلی سو سوری!!۔۔۔زوریز شاہ نے بے بسی سے اسے اپنی صفائی دی تھی، مرحا شاہ اس وقت کافی زیادہ ہرٹ تھی، زوریز شاہ کو بے حد شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ ایک پل کے لئے بھی اپنی متاعِ جاں کو نظر انداز کیسے کر سکتا تھا؟

صدمے کا شکار صرف تم تھے؟ کیا مرحا شاہ کے دل میں پتھر فٹ ہے؟ مرحا شاہ کو تمہاری خون سے لے پت باڈی دیکھائی جاتی ہے! کیا اسے صدمہ نہیں لگا ہو گا؟ مرحا شاہ تمہارے ٹریٹمنٹ کے دوران تمہارے پاس رہی! تمہارے وجود سے گولیاں نکلتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں! کیا مرحا کو تکلیف نہیں ہوئی؟ مرحا شاہ چار دن پاگلوں کی طرح تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کرتی رہی۔۔کیا اسے اپنے ہونے والے بچے کے باپ کی فکر نہیں ستائی ہو گی؟ چوتھے دن تمہیں ہوش آتا ہے! تم میری سوجھی آنکھوں پہ ہونٹ رکھنے کی بجائے، ہمارے بچے کا پوچھنے کی بجائے صرف سرسری سے سوالات کرتے ہو؟ کیا مرحا شاہ کا دل کرچیوں میں نہیں بٹا ہو گا؟ اپارٹمنٹ میں آ کے تم مجھے بتائے بغیر، ایک کال یا میسج سے انفارم کئے بغیر اسی راستے واپس لوٹ جاتے ہو جہاں وہ سارا واقع ہوا تھا کیا مرحا شاہ کی جان نہیں نکلی ہو گی؟ مجھے بتاؤ میرا قصور کیا ہے؟ تمہیں اپنی فرسٹ پرائیرٹی پہ رکھنا؟ تم سے بے حد عشق کر لینا؟؟ کیا قصور ہے میرا؟؟ بولو؟؟ میں جاننا چاہتی ہوں؟ میرے دوسرے رشتے مجھے اگنور کریں، مجھے منہ نہ لگائیں، مجھ سے قطع تعلق ہو جائیں مجھے نہیں فرق پڑتا! فرق پڑتا ہے تو صرف ریز شاہ سے پڑتا ہے! تمہاری ایک ایک چھوٹی چھوٹی بات مجھ پہ بہت بری طرح سے اثر انداز کرتی ہے! تم مجھے تھوڑا سا پیار دیتے ہو میں کھل جاتی ہوں! خود پہ رشک کرتی ہوں! تم مجھے تھوڑا سا اگنور کرتے ہو! میں مرجھا جاتی ہوں! اپنا عشق بیکار لگنے لگتا ہے! یوں لگتا ہے جیسے میں اس واحد انسان کے لئے بھی ضروری نہیں رہی جو اس دنیا میں میرے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسکے جواب پہ وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے اس سے سوال پہ سوال کرتی اپنے دل کی کیفیات بتانے لگی۔ اسکی باتیں سنتے ہوئے زوریز شاہ کا دل ڈوب کے ابھر رہا تھا، وہ تو جانتا ہی نہیں تھا وہ اس حد تک ہرٹ ہوئی ہے۔۔اس حد تک اپنی فیلینگز اس سے چھپاتی ہے۔۔ہاں وہ یہ جانتا تھا مرحا کے لئے سب سے زیادہ ضروری صرف وہ ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا وہ دل میں اتنا سب سمائے بیٹھی ہے۔۔

مرحا اگر تم میرے لئے ضروری نہ ہوتی تو میں تمہارے لئے تڑپ تڑپ کے چھ سال کا ہجر نہ کاٹتا!! تم میرے لئے بہت زیادہ ضروری ہو! وہ ایک لمحہ تمہیں اتنی بری طرح سے ہرٹ کرے گا میں نہیں جانتا تھا! میں نے اس وقت تمہاری سوجھی ہوئی آنکھوں پہ ہونٹ نہیں رکھے مجھے نابینا کر دو! ہونٹوں سے محروم کر دوں لیکن اپنی آنکھوں سے مزید آنسو مت بہاؤ! ۔۔۔۔زوریز شاہ اسکی آنکھوں کو شدت سے چومتے محبت سے لبریز لہجے میں گویا ہوا تھا۔

میرے بس میں ہوتا تو میں سب سے التجاء کرتا میرے زخموں سے چور وجود کو تمہاری نگاہوں کے سامنے لے کے نہ جایا جائے! میں جانتا ہوں محبوب کو تکلیف میں دیکھنا بہت مشکل ہے! مجھ سے اس وقت تمہارے آنسو برداشت نہیں ہو رہے تم نے اس وقت میرا لہولہان وجود دیکھ کے کس طرح سے صبر کیا ہو گا؟ میں سمجھ سکتا ہوں! ہوش میں آنے کے بعد میں مینٹلی سٹیبل نہیں تھا، اور جب کچھ سٹیبل ہوا تو میں چاہتا تھا میں ان سب پریشانیوں کا خاتمہ کر کے تمہیں سکون سے وقت دوں! اپارٹمنٹ آنے کے بعد لکی مروت جاتے ہوئے تمہیں اس لئے نہیں بتایا تھا کیونکہ مجھے لگا میں تمہارے ہاسپٹل سے آنے سے پہلے لوٹ آؤں گا! لیکن بائے چانس میں لیٹ ہو گیا! ! میری یہ چھوٹی چھوٹی باتیں تمہیں اس طرح سے ہرٹ کریں گی کہ تم خود کو بدلنے پہ آجاؤ گی! آئی سوئیر اگر مجھے معلوم ہوتا تو یہ سب نہ ہوتا! پلیز پہلے جیسی ہو جاؤ! مجھے یہ خاموش مرحا تکلیف دیتی ہے!۔۔وہ اسکے آنسو اپنے ہونٹوں سے چننے کے بعد مزید بولنے لگا۔وہ۔ صرف اس انسان کے لئے ہچکیوں سے روسکتی تھی ورنہ مرحاشاہ کو دلانا آسان نہیں تھا۔اسے جواباً کچھ بولنے کی بجائے ہچکیاں بھرتے دیکھ کے زوریز شاہ اسکے لبوں پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا انہیں چومتے ہوئے اسکی ہچکیاں دبا رہا تھا۔اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا وہ اسے تکیے سے اٹھا کے اپنے سینے کے ساتھ لگاتا دیوانوں کی طرح اسکے لب چوم رہا تھا۔ہونٹوں کو چومنے کے بعد وہ اسکے ایک ایک نقوش پہ پاگلوں کی طرح اپنا لمس چھوڑنے لگا۔۔

رہی تمہاری آرمی کو لے کے انسیکورٹی کی بات تو مرحا یہ میرا پروفیشن ہے! اسے چھوڑنا میرے بس میں نہیں ہے! جس طرح تم ایک ڈاکٹر ہو تمہیں لوگوں کی جان بچا کے سکون ملتا ہے! تم اس پروفیشن کو نیگلیکٹ نہیں کر سکتی اسی طرح میں بھی آرمی کو نیگلیکٹ نہیں کر سکتا! ہاتھوں پہ چوڑیاں پہن کے گھر نہیں بیٹھ سکتا! تم صرف میرے پروفیشن پہ کمپرومائز کر لو! آئی سوئیر ٹو گاڈ، نیکسٹ ٹائم تمہیں مجھ سے ایسی کوئی بھی شکایت نہیں ہو گی! میری فرسٹ پرائیرٹی ہر حالت میں صرف مرحاشاہ رہی ہے اور رہے گی، صرف کبھی کبھار صورتحال کی وجہ سے تمہیں ایسا فیل ہو جاتا ہے

میرا تمہیں لیٹ ڈاؤن کرنے کا کبھی کوئی ارادہ نہیں رہا! آئی ایم سوری تم میری وجہ سے اتنا ہرٹ ہو گئی!!۔۔۔اسکے نازک وجود کو سختی سے اپنی بانہوں میں بھینچتا وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسکے گال پہ اپنی بیرڈ رگڑنے لگا۔

ابھی تو میں ہرٹ ہوں نا! ابھی مجھے ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا! ۔۔۔وہ اترا کے بولتی اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرنے لگی۔

نہیں کرو لالا پہلے ہی میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں! بول رہے ہیں انہیں کل تک اپنی بہن کا موڈ بالکل ٹھیک چاہئیے ورنہ مجھے حویلی سے آؤٹ کر دیں گے! تمہاری اس ناراضگی نے میری بہت بے عزتی کروائی ہے!!۔۔۔۔وہ اسکے گالوں پہ ہونٹ رکھتا منہ پھولا کے بولا تھا۔۔

انہیں کس نے بتایا ہماری ناراضگی کا؟ میں نے تو کسی سے ذکر نہیں کیا!۔۔۔مرحا شاہ حیران ہوئی۔۔

جب سب کے سامنے ماتھے پہ نو لفٹ بورڈ چپکا کے گھوموگی تو کون محسوس نہیں کرے گا؟ آتے جاتے مجھے اگنور مار رہی تھی! مجھ سے پوچھو کتنی تکلیف ہوئی کل اس ایک بیڈ پہ ہوتے ہوئے بھی تم سے فاصلے پہ سوتے ہوئے!۔۔۔

اب کی بار شکوہ کرنے کی باری زوریز شاہ کی تھی۔وہ شکوہ کرتے ہوئے اسکے گال پہ زور سے دانت گاڑ گیا۔

اب پتا چلا محبوب کی اگنورینس کتنی تکلیف دیتی ہے!۔۔۔۔۔وہ پھر سے آنکھوں میں آنسو لئے بولی۔

قسم سے حویلی کے تمام افراد کو آج کل میں ولن لگ رہا ہوں!! خان کو واپس لا کے جو ہیرو گیری دیکھائی تھی وہ تمہاری اس ناراضی نے اڑن چھو کروا دی ہے!! پہلے کاظم لالا سے بے عزتی پھر احان لالا سے بے عزتی اور اب مجھے لگ رہا ہے اگر تم صبح تک ناراض رہی تو داجی، بابا جان اور زاویار انکل مجھے اکھٹے بے عزت کریں گے!! کیوں چاہتی ہو تمہارے شوہر کی اچھی بھلی پرسنیلٹی اس بے عزتی کی نظر ہو جائے!!۔۔۔۔وہ اسکی آنکھیں پھر سے چومتا بچوں کی طرح شکوے سے بولنے لگا۔۔اسے اپنی بے عزتی گنواتے دیکھ کے وہ ناچاہتے ہوئے بھی کھکھلا اٹھی۔

تم بے عزتی کے لائق ہو!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی گود سے نکلنے کی کوشش کرتی ہنسی دباتی نروٹھے پن سے بولی تھی۔۔

ابے!! کہاں؟؟ یہاں پہ ہونٹ کون رکھے گا؟۔۔۔۔وہ اسکی اپنی گود سے نکلنے کی کوشش ناکام بناتا اپنی آنکھ کے کمان کے تل کی طرف اشارہ کرتے فرمائشی انداز میں گویا ہوا۔۔

میں دس دن تڑپتی رہی ہوں! تم بھی تڑپو! جاؤ نہیں چوموگی تمہارے اس تل کو! مجھے یہ تل پسند نہیں ہے!!

ہونہہ!!۔۔۔۔مرحاشاہ اپنا چہرہ دور کرتی بدلا لینے والے انداز میں پٹر پٹر بولی۔۔

اب یوں تو نہیں بولو بے بی! ! میں جانتا ہوں اس تل میں تمہاری جان بستی ہے!۔۔۔۔۔زوریز شاہ چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجاتے ہوئے بولا۔وہ بے ساختہ اسکی کمان کے تل پہ نگاہیں جما گئی، آنکھوں کے سامنے اسپتال کا منظر لہرایا تھا۔

جانتے بوجھتے بھی جان نکال لیتے ہو ریز شاہ!! تم نے اس تل پہ آنچ بھی کیسے آنے دی؟ جان نکل گئی تھی اسے خون میں لت پت دیکھ کے!!۔۔۔۔وہ اس تل کو اپنی پوروں سے چھوتی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے بولی۔زوریز شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

آئی ایم سوری!! جانتا ہوں میرا جسم میرے پاس تمہاری امانت ہے! میں کوشش کرتا ہوں اس جسم اور جان کی تمہارے لئے حد سے زیادہ حفاظت کروں! لیکن قسمت میں لکھا ہم نہیں ٹال سکتے مرحا! ۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے لگاتے پیار سے بولتے ہوئے اسے اپنے گلے سے لگا گیا۔۔

پتا نہیں کن لوگوں کے دل اتنے بڑے ہوتے ہیں جو اپنے بھائیوں، شوہروں، اور بیٹوں کو آرمی میں بھیج دیتے ہیں! میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے ریز! تمہارے معاملے میں یہ دل بہت چھوٹا ہے! !۔۔۔۔وہ پھر سے ہچکیوں سے روتی زوریز شاہ کا دل دھڑکائے جا رہی تھی۔

زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے مرحا!شاید اللہ ہم دونوں کو اتنی جلدی ایک دوسرے سے الگ نہیں کرنا چاہتا اسی لئے تو مجھے موت سے بچا کے تمہارے پاس تمہاری امانت لٹا دی! ! جب بھی تمہیں لگے تم سے تمہاری محبوب چیز چھین لی جائے گی دعاؤں کا زور بڑھا دو! ! اگر ہم پہ یہ چھوٹی موٹی آزمائشیں بھی نہ آئیں تو ہم شاید اپنی مصروفیات میں خدا کو یاد کرنا بھی بھول جائیں! ! ہم خوش قسمت ہیں ہمیں اسے یاد کرنے اس سے مانگنے کا موقع ملتا ہے اور دیکھا وہ کتنا رحیم اور کریم ہے جو ہم جیسے گناہگار لوگوں کی دعائیں سن لیتا ہے!!۔۔۔۔۔وہ جھک کے اسکی گردن پہ نرمی سے بوسے دیتا مضبوط لہجے میں بولتے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار مضبوط کر گیا۔۔وہ اسے سنتی خاموشی سے اسکی گردن میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔۔

ہمارا بچہ کیسا ہے؟اسکی تو کوئی خیر خبر ہی نہیں دی تم نے؟ تمہیں تنگ تو نہیں کرتا ڈارلنگ؟۔۔۔۔۔کچھ منٹ خاموشی سے ایک دوسرے کو محسوس کر کے گزارنے کے بعد زوریز شاہ اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتا آنکھوں کو چندھیا کر کے پوچھنے لگا۔۔

تم سے ناراض ہے! اسے اپنا باپ پسند نہیں ہے!! تم دیکھنا ہمارا بیٹا ہوا یا بیٹی وہ میری سائیڈ ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ نے نروٹھے پن سے بولتے اسے پتے کی بات بتائی تھی۔وہ قہقہ لگا اٹھا۔۔

مت رویا کرو بے بی! ! تم صرف مجھے پیار کرتی ہوئی اچھی لگتی ہو!۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے ماتھے پہ پیار سے ہونٹ رکھ کے بولتا اسے تکیے پہ لٹاتے اپنی شرٹ اتارتے ہوئے اس پہ جھکا تھا۔

جاؤ میں نہیں کرتی تم سے پیار!!۔۔۔۔۔مرحا شاہ اسکے چوڑے سینے سے نگاہیں ہٹاتی رخ موڑ کے خفگی سے بولی۔

تمہارے اچھے تو کیا تمہارے بچے بھی مجھ سے ہی پیار کریں گے بے بی ڈارلنگ! اسی لئے شرافت سے میرے سینے پہ لو بائٹ بناؤ! !۔۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کے بولتا اس پہ وزن ڈالے بغیر جھک گیا۔۔

جاؤ نہیں بناتی!!۔۔۔۔۔مرحا شاہ اسکی فرمائش پوری کرنے کی بجائے اترا کے بولی۔۔

ہٹو پھر مجھے بنانے دو!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ دانت پیس کے بولتا اسکی گردن پہ جھک کے زور سے اپنے دانت گاڑ گیا۔

مرحا شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھے تھے۔۔اسکی گردن پہ لو بائٹس بنانے کے بعد وہ اسکی سادہ سی قمیض کے بٹن کھولتے اسکے سینے پہ یہی عمل دہرانے لگا۔۔

ر۔ریز!!!۔۔۔۔مرحا شاہ سسکیوں میں اس کا نام پکارتی اسکی گردن میں اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔

بناؤ لو بائٹ! ورنہ دو منٹوں میں تمہاری دھڑکنوں کا حشر بگاڑ کے رکھ دوں گا!!۔۔۔۔وہ اپنا چہرہ اسکے دل کے مقام سے اٹھا کے اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتی بے تابی سے دھمکی لگا رہا تھا۔مرحا شاہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق سر اٹھا کے اسکے سینے پہ اپنے دانت گاڑتی اسکی فرمائش پوری کرنے لگی۔اس نے اپنی بھرپور شدت سے یہاں پہ دانت گاڑتے اپنے اگلے پچھلے بدلے اتارے تھے۔زوریز شاہ اسکے میٹھے سے ستم پہ مسکرایا تھا۔اسکے موتیوں سے دانتوں کی چھبن سے بدن کے انگ انگ میں سکون کی لہر دوڑی تھی۔اسے پیچھے ہٹتے دیکھ کے وہ اسے اور خود کو دو ہی منٹوں میں ہر پردے سے آزاد کرتا اسکے لبوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔مرحا شاہ اسکے شدت بھرے لمس پہ اسے آنکھیں دیکھا

رہی تھی، وہ جانتی تھی وہ اسکے قریب آتے ہی اپنی شدت کا اندازہ لگانا بھول جاتا تھا اسی لئے اسے اپنی آنکھوں سے وارن کرنے لگے کہ اب وہ اکیلی نہیں ہے اسکے ساتھ اسکا بچہ بھی ہے۔۔ وہ اسکی وارننگ سمجھتا اسکے لب آزاد کر کے قہقہ لگاتے ہوئے اسکے ہاتھ اپنی گردن کے گرد ریپ کرتے نرمی سے اسکی روح میں سرائیت کرنے لگا۔۔ مرحاشاہ اپنی آنکھیں میچتی اسکے سینے پہ ناخن گاڑ گئی۔

جانتا ہوں دل ہی دل میں تم بھی مجھے پانے کے لئے برابر تڑپ رہی ہو! لیکن اپنے مظلوم شوہر کو بھرم تو دیکھانے ہیں بھئی!!۔۔۔۔ وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتے اپنے عمل میں بے حد نرمی لئے اسکی گردن اور کندھوں پہ دانت گاڑنے لگا۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کی غرض سے اسکے کندھے پہ زور سے ہاتھ مارتی اسی میں چھپ کے اسکی نرم مگر جان لیوا قربت برداشت کرنے لگی۔

میں ابھی بھی ناراض ہوں!!۔۔۔ مرحاشاہ لہجے کو جان بوجھ کے سنجیدہ بناتی اعلانیہ انداز میں بولی۔

میں تمہیں منالوں گا بے بی!!۔۔۔۔ وہ اسے نرمی سے جواب دیتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے اسکی دھڑکنوں پہ پھر سے جھک گیا۔۔

ٹی وی لاؤنج خالی ہونے کے بعد ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا صوفے سے کھڑے ہوتے اپنی چپل پہننے والا تھا جب نگاہیں سامنے کھڑی ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں۔۔

ا۔ارزم۔۔۔۔ اسکے یوں اپنی طرف دیکھنے پہ ذائشہ خان نے جلدی سے اسے پکارا تھا جس پہ وہ سنجیدگی سے آئیبرو اٹھا گیا۔۔ تھوڑی دیر پہلے والے شرارتی تاثرات چہرے سے غائب ہو چکے تھے۔۔

و۔۔وہ۔۔ میں۔۔نے۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ ابھی۔۔ گانا۔۔ گنگناتے۔۔ ہوئے۔۔ سنا۔۔ تھا!۔۔ بہت اچھا تھا!۔۔۔۔

ارزم شاہ کے اس قدر سنجیدہ تاثرات دیکھتی ذائشہ خان اپنی انگلیاں مڑوڑتے ہوئے اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈنے لگی۔۔ ارزم شاہ اسکی تعریف پہ سپاٹ انداز میں ہاں میں سر ہلاتا بنا کچھ بولے اپنا فون سینٹرل ٹیبل سے اٹھانے لگا۔

و۔وہ۔۔مجھے۔۔آپ۔۔سے۔۔ایک۔۔بات۔۔کرنی۔۔تھی!۔۔اسکی خاموشی پہ ذائشہ خان ہمت کرتے ہوئے مزید بولی۔

میرا ابھی تم سے بات کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے! سو جاؤ جا کے! کافی رات ہو چکی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ دوٹوک انداز میں بولا تھا، اسے اتنے دن بعد اس سے بات کرنا یاد آیا تھا؟ وہ سوچتے ہوئے استہزایا انداز میں مسکرا دیا۔۔

مجھے نیند نہیں آرہی! ۔۔بات سن لیں!۔۔۔ذائشہ خان اپنے سر پہ دوپٹا درست کرتی معصومیت سے بولی۔

ہمم؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے سپاٹ تاثرات کے ساتھ ہنکارا بھرا تھا۔۔

ک۔کل۔۔یاور اور یسریٰ کا عقیقہ ہے! میں نے کوئی شاپنگ نہیں کی!۔۔وہ روہانسے انداز میں بولی تھی۔ارزم شاہ جسے لگ رہا تھا وہ اسے منانے آئی ہو گی اسے اس وقت بھی اپنا ہی کوئی رونا روتے دیکھ کے اسے شدید غصہ آیا تھا۔۔

تو میں کیا کروں؟ رات کے بارہ بجے تمہیں شاپنگ یاد آرہی ہے؟۔۔۔۔وہ تپے ہوئے لہجے میں بولا۔۔اسے غصے میں آتے دل کے ذائشہ خان کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا تھا۔

ہ۔۔ہاں۔۔جی! ابھی یاد آئی ہے!!۔۔۔وہ معصومیت سے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

میرے پاس وقت نہیں ہے!! تمہیں تمہارے لالا کی شادی کی ڈھیروں شاپنگ کروائی تھی اسی میں سے کچھ پہن لینا! ابھی سامنے سے ہٹو! مجھے اپنے دوستوں سے ملنے جانا ہے!!۔۔۔وہ بے تاثر لہجے میں بولتا جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکال کے جلاتا ہوا اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔اسے صاف انکار کرتے دیکھ کے وہ چہرہ لٹکاتی اس کے سامنے سے ہٹ گئی، نگاہیں اس کے ہونٹوں میں دبے اس سیگریٹ پہ ٹکی تھیں جس کے وہ گہرے کش بھر رہا تھا۔ارزم شاہ اسے چھوئے بغیر اسکے پاس سے گزرتا سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔۔ذائشہ خان اپنے آنسو روکتی اسکے پیچھے ہی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔

ن۔نوڈلز۔۔کھانے۔۔ہیں!!۔۔۔۔۔اسے آخری سیڑھیاں اترتے دیکھ کے ذائشہ خان نے آخری حربہ آزماتے اسے روکنا چاہا تھا۔۔

جس طرح تمہارا کچھ دن پہلے کھانے کو دل نہیں تھا بالکل اسی طرح آج میرا بنانے کا موڈ نہیں ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ رخ موڑتے اسکی معصومیت پہ رحم کھائے بغیر دانت پہ دانت جما کے بولا تھا، اسے منانا اتنا آسان تو نہیں تھا جتنا ذائشہ خان نے سمجھا ہوا تھا۔۔ ذائشہ خان اب بالکل رونے والی ہو چکی تھی۔۔

اور ہاں! خوش ہو جاؤ تمہارے لالا کی رخصتی کے بعد میں تمہیں اسلامباد میں نظر نہیں آؤں گا! بہت بری لگتی ہے نا تمہیں میری قربت؟ اب سے تمہیں میری قربت نہیں سہنی پڑے گی کیونکہ میں نے سوچ لیا ہے میں مزید پاکستان میں پڑھنے کی بجائے USA جا کے اپنی سٹڈیز کا نٹینیو کروں گا تاکہ ہم دونوں کی سٹڈیز ایفیکٹ نہ ہوں! صرف ایک ہفتہ تمہیں میری شکل دیکھنی پڑے گی اس کے بعد تم اپنے راستے میں اپنے!!۔۔۔۔۔۔ وہ جو باہر کی طرف بڑھ رہا تھا ایک دفعہ پھر سے رک کے اسکی طرف رخ موڑ کے اسے سنجیدگی سے اپنا فیصلہ سناتا اسکا جواب سنے بغیر حویلی سے نکلتا چلا گیا۔۔ ذائشہ خان کے جسم سے جیسے کسی نے روح کھینچی تھی۔ وہ ساکت و صامت اس جگہ کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گزر کے گیا تھا۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 127 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

گلالئی جو اپنے چھوٹے سے بیٹے کو مسکراتے ہوئے تیار کر رہی تھی، باتھروم کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ رخ موڑ کے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو سفید شلوار قمیض میں ملبوس اپنے بال ٹاول سے سکھاتے آئینے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ ٹاول صوفے پہ اچھالتے وہ اب تیزی سے اپنے بال ہیئر ڈرائیر سے خشک کر رہا تھا کیونکہ نیچے سب مہمان آ چکے تھے اور وہ انہیں ریسیو کرنے میں لیٹ ہو چکا تھا۔۔

گل! ابھی تک تیار نہیں ہوئی تم یار؟ نیچے سب مہمان آ چکے ہیں!۔۔۔ آئینے میں اس کا عکس دیکھتے احان شاہ نے ہیئر ڈرائیر ٹیبل پہ رکھتے اپنی طرف پہلے سے متوجہ گل کو ہوش دلائی تھی جو آج ہاتھ آہستہ چلا رہی تھی، ابھی تک اس نے یسریٰ کو بھی تیار نہیں کیا تھا۔

و۔وہ۔۔بس۔۔ہو رہی ہوں تیار!۔۔۔وہ اسے جواب دینے کے بعد یاور کی بلیو ویسکوٹ کے بٹن بند کرتی اسکی نیلی سمندری آنکھیں پیار سے چومنے لگی۔

جلدی اٹھ کے تیار ہو! اسے بعد میں پیار کر لینا! ابھی یسریٰ کو بھی تیار کرنا ہے!۔۔۔اسے ریلیکس انداز میں یاور کو پیار کرتے دیکھ کے وہ اپنے بال ہیئر برش سے سیٹ کرتا افراد تفری کے عالم میں بولتے اپنی گھنی بھوری بیئرڈ اور مونچھیں ہاتھ سے سیٹ کرتی خود پہ ایک آخری نگاہ ڈال رہا تھا۔۔گلالئ نے ایک دفعہ پھر سے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اپنی بلیو ویسکوٹ پہننا تو بھول ہی گیا تھا۔۔گلالئ بیڈ سے اٹھتی صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے اسکی ویسکوٹ اٹھا کے آئینے کی طرف چل دی۔

ویسکوٹ نہیں پہنیں گے ؟۔۔۔وہ اس کے قریب کھڑی ہوتی نارمل انداز میں استفسار کرنے لگی۔اسکی آواز پہ وہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

ارے! یہ تو میں بھول ہی گیا!۔۔۔احان شاہ نرمی سے مسکرا کے اسے جواب دیتے اسکے ہاتھ سے ویسکوٹ پکڑ کے پہنتا اسکے بٹن بند کرنے لگا۔۔گلالئ کو لگ رہا تھا وہ بازو وا کرے گا اور وہ خود اسے ویسکوٹ پہنائے گی اور پھر وہ اس سے بٹن بند کرنے کی فرمائش کرے گا لیکن ایسا تو کچھ نہیں ہوا تھا۔۔گلالئ مسلسل اسکی طرف دیکھتے ہوئے الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگی۔احان شاہ کو نک سک تیار دیکھ کے گلالئ کو اب اسے ویسکوٹ یاد دلانے والی حرکت غلط لگ رہی تھی کیونکہ اب وہ پہلے سے زیادہ پیارا اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔اسکے طلسماتی نقوش اور چہرے پہ سجے روعب دار تاثرات اسکی شخصیت میں ہمیشہ کی طرح نکھار پیدا کر رہے تھے۔وہ اپنی شخصیت سے ہر کسی کو اپنی طرف متوجہ کروانے کا فن رکھتا تھا۔

کچھ کہنا ہے گل ؟۔۔۔۔گلالئ کو یہی پہ کھڑے اپنی طرف دیکھتا پا کے احان شاہ آئیبرو اٹھا کے سوال کرتا خود پہ پرفیوم کا چھڑکاؤ کرنے لگا۔۔

ن۔نہیں۔۔تو!۔۔۔گلالئ اسے جواب دیتی جلدی سے اپنی نگاہیں اس سے ہٹا کے بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

تم وقت سے تیار ہو جاتی تو میں تمہیں ایک نظر دیکھ کے دلی سکون حاصل کر لیتا! لیکن خیر آئی ڈونٹ نو تم کیوں لیٹ ہو گئی اور ابھی تک تیار ہونا شروع نہیں کر رہی، میرا ابھی نیچے سب کے پاس جا کے ان سے ملنا ضروری ہے! یاور کو

میں اپنے ساتھ لے کے جارہاہوں تاکہ تمہیں تنگ نہ کرے! اس دوران تم خود کو اور یسریٰ کو فٹافٹ تیار کر کے نیچے پہنچو!۔۔۔۔۔ احان شاہ صوفے پہ بیٹھ کے اپنے دودھیا سفید پیروں کو چمچماتے شوز میں مقید کرتا ساتھ ساتھ گلالئی سے باتیں کر رہا تھا۔۔

جی میں اور یسریٰ تیار ہونے والے ہیں! آپ یاور کو ساتھ لے جائیں! وہ بالکل تیار ہے!۔۔۔۔ گلالئی نے یاور کے پھولے سرخ و سفید بال چومتے احان شاہ کا جواب دیا تھا۔

تم کیا پہننے والی ہو؟۔۔۔۔ احان شاہ بیڈ کے پاس آتے جھک کے یاور کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتے یونہی گلالئی سے سوال کر گیا۔ گلالئی اس کے سوال پہ تذبذب کا شکار ہوتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

وہی وائٹ فراک جو کل لیا تھا۔۔۔۔ وہ اسکے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگانے کے لئے جھوٹ بول گئی۔ احان شاہ جو اپنے بیٹے کے گال چومتا مسکرا رہا تھا اسکے جواب پہ اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ اسکی تحفے میں دی گئی فراک پہنے گی لیکن نہیں یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔

گریٹ!! تم آرام سے تیار ہو جاؤ! میں نیچے جارہا ہوں!۔۔۔۔ احان شاہ جھک کے یسریٰ کے ماتھے پہ ہونٹ رکھتا گلالئی کو مدھم آواز میں جواب دیتے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گلالئی اسکے جانے کے بعد منہ پھولا گئی، وہ اس سے فرمائش یا منت بھی تو کر سکتا تھا نا کہ اسکی تحفے میں دی گئی فراک اور وہ سونے کی چوڑیاں پہن لے؟ اور ساتھ میں اسکے ابھی تازہ لائے گئے گجرے بھی ضرور پہنے؟ لیکن نہیں۔۔۔ یہ سب بولتے تو جیسے اسکی زبان کو لقوہ ہو جانا تھا۔۔۔ وہ دانت پیس کے سوچتی یسریٰ کا ڈریس نکالتی اسکی طرف بڑھ گئی۔۔

مورے کی جان!!۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی احان شاہ جیسی کرسٹل گرین آنکھوں پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھتی مسکرا کے اسے پکارتے اسکا ڈریس چینج کروا رہی تھی۔

ش۔شاہ۔۔جی۔۔۔ اتنا۔۔وقت۔۔ہو۔ گیا۔ہے!۔۔نیچے۔۔سب۔۔انتظار۔۔ کر۔ر۔رہے۔۔ہوں۔۔گے!!۔۔۔ ۔کاظم شاہ کو آج بے وقت موڈ میں دیکھ کے ایزل شاہ نے اسکے کندھوں کو زور سے تھامتے اسے روکنا چاہا تھا لیکن وہ ان سنی کرتا اپنی شدتوں میں بھرپور اضافہ کئے اسکی گردن پہ کاٹ رہا تھا۔۔ ایزل کی غلطی صرف یہ تھی کہ اس نے

جان بوجھ کے اسکے سامنے سٹائل مارنے کے لئے اپنی گیلی زلفوں کو لہرا لہرا کے سنوار اتھا،وہ جان بوجھ کے گیلے بالوں کو کبھی آگے کرتی تو کبھی پیچھے۔۔یہ سب کاظم شاہ کو صرف یونہی ادائیں دیکھانے کے لئے کیا تھا جس پہ وہ ایک ہی سیکنڈ میں ارزم شاہ کو کال کر کے اپنے کمرے کے دروازے پہ بلا کے سفید شلوار قمیض میں ملبوس ازمیر شاہ اسے تھما گیا اور اسکی زومعنی نظروں کی پروا کئے بغیر دروازہ اسکے منہ پہ بند کرتا اپنی چھوٹی سی بیوی کی طرف بڑھ گیا جس نے آ بیل مجھے مار والا کام کیا تھا۔۔بس تب سے ہی وہ اسکی جان کا دشمن بنا آج بیڈ کی بجائے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس رومانس کر رہا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔اسے ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ لگائے وہ وقت اور اسکی مزاحمت کی پروا کئے بغیر ایک دفعہ پھر سے بے رحمی سے اس میں سماتا اسے بلند سسکیاں بڑھنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ایزل شاہ کب سے اسکی شدتیں سہتی بے حال ہو رہی تھی ،وہ اسکے برہنہ کندھے تھامتی اس میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی،وہ اسکی تمام کوششیں ناکام بناتا اسکی کمر اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لئے لحہ بالحہ اپنی جنونی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔۔

ش۔۔شاہ۔۔جی!!۔۔۔۔اسے حد سے زیادہ جنونی بنتے دیکھ کے وہ اسے پھر سے سسکیوں کے درمیان پکارنے لگی۔۔

قربان!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ ہمیشہ کی طرح دلفریب انداز میں اسکی پکار کا جواب دیتا اسکی روح میں ایک دفعہ پھر سے شدت سے سرائیت کرتا ایزل کو گہرے سانس بھرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔دونوں کے جسم ایک دوسرے سے ٹکراتے کمرے میں شور کا باعث بن رہے تھے،سانسیں دھونکنی کی مانند چلتی کمرے میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔

تیار۔۔ہونا۔۔ہے۔۔وقت۔۔۔ابھی ایزل اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ اس پہ چہرہ جھکا کے شدت سے اسکے لب اپنی دسترس میں لیتا اسے یونہی اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ایزل شاہ سرخ چہرہ لئے آنکھیں زور سے میچے ہوئے تھے۔۔اسے بیڈ پہ گراتا وہ گھٹنوں کے بل ہوتے اس پہ پھر سے جھکتے اس کی گردن پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑتا اس میں آخری حد تک داخل ہوا تھا۔ایزل شاہ خود پہ لعنت بھیج رہی تھی جس نے اپنے بے شرم شوہر کے سامنے سٹائل مارنے کا سوچا تھا۔

تم نے مجھے خود چھیڑا ہے سویٹ ہارٹ!! ورنہ اس وقت میرا یہ سب کرنے کا ارادہ نہیں تھا!۔۔۔۔۔اسکی گردن پہ جگہ جگہ اپنے دانت گاڑنے کے بعد وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کے خمار آلود لہجے میں بولتا اس پہ اپنی جنونی شدتیں

نچھاوڑ کرتے اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ ایزل کا نازک وجود اسکے نیچے دب چکا تھا۔ اسکی شدتیں برداشت کرتے اسے اپنا حلق سوکھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ آنکھیں موندیں سسکیاں بھرتی کاظم شاہ کے کانوں کو راحت پہنچانے کا سبب بن رہی تھی۔۔ ایزل کی ٹانگوں کو پینک ہوتے دیکھ کے وہ اپنے ہاتھ اسکے کندھوں سے ٹانگوں تک لا چکا تھا۔۔ ایزل کا ہمیشہ کی طرح آج بھی شرم سے برا حال ہونے لگا۔۔ اپنے ہاتھوں سے اسکی ٹانگوں کو کنٹرول کئے وہ اسکی دھڑکنوں پہ جھکتا سرخ نشان چھوڑنے لگا۔۔ اسکے انداز پہ ایزل شاہ پہ مدہوشی طاری ہونے لگی، آخر کب تک اپنے جذبات پہ قابو پا سکتی تھی؟ وہ اسکا چہرہ اپنی دھڑکنوں سے باہر نکالتی اپنے خشک ہونٹ اسکے عنابی ہونٹوں سے جوڑتی اسکی سانسیں کھینچنے لگی۔ وہ اسکی پیش قدمی پہ دل میں خوشی سے مسکراتا ایزل شاہ کے چھوٹے سے وجود کو مکمل طور پہ خود میں بھینچے اسکی کمر کو اوپر کی طرف اٹھاتے اس میں پہلے سے زیادہ قوت سے داخل ہوتے اسکی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔ اسکی جان لیوا جنونی شدت پہ ایزل شاہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔۔ اسکا لمس جتنا سکون دیتا تھا اتنا ہی اسکی جان لیوا قربت کو برداشت کرنا ایزل کے لئے آسان نہیں تھا۔ وہ اسکے لبوں سے سانسیں کھینچتی زور سے آنکھیں میچ گئی۔۔ کاظم شاہ اسکی زبان کو شدت سے سک کرتے اس میں اپنی سانسیں انڈھیلتے اپنی من مرضی سے کچھ وقت بعد اسکی جان خلاصی کرتا بیڈ پہ اوندھے منہ کرتے اسکی کمر پہ چمکتے اس سیاہ موٹے تل پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔ ایزل شاہ اسکے دانتوں کے لمس پہ تڑپتی ہوئی اپنی جگہ پہ اچھلی تھی جس پہ کاظم شاہ کے دانتوں نے مزید شدت پکڑی تھی۔۔ وہ سسک کے رہ گئی۔۔

ہلو مت!!!!۔۔۔۔ اسے مزاحمت کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکے تک سے اپنے دانت ہٹاتا اسکے کان میں بے چینی اور دبے دبے غصے سے غراتے پھر سے اسکی کمر پہ جھک گیا۔ ایزل شاہ تھوک نگلتے ہوئے اسکا لمس برداشت کرتی تکیے میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔۔

رات۔۔ کو۔۔ میرے۔۔ قریب۔۔ بھی۔۔ مت۔۔ آیئے۔۔ گا!۔۔ میں۔۔

بہت۔۔ تھک۔۔ گئی۔۔ ہوں!!۔۔۔۔ ایزل شاہ تکیے میں چہرہ چھپائے دبے دبے غصے سے اعلانیہ انداز میں بولی جس پہ وہ مسکراتا ہوا اسکی پوری کمر کو اپنے ہونٹوں اور دانتوں کے لمس کا نشانا بنانے کے بعد اب اسکی پچھلی گردن پہ دانتوں کی گھڑیاں بنا رہا تھا۔

اوکے سویٹ ہارٹ! اب ہم فجر کے بعد کانٹینیو کریں گے!!۔۔۔وہ اسکے کان کی لوں دانتوں تلے دباتا مسکراہٹ روکتے اسکا رخ پھر سے اپنی طرف موڑ گیا۔وہ اسکی چالاکی پہ لب پھیلاتی تیزی سے نفی میں سر ہلاتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔۔کاظم شاہ بجائے دور ہونے کے اسکی ٹانگوں کو اپنی پشت پہ ریپ کرتا ایزل شاہ کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے اس پہ جھکتا اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا گیا۔

ابھی کے لئے ایک آخری دفعہ؟ پھر پرامس تمہیں تیار ہونے سے نہیں روکوں گا!!۔۔وہ اپنی فرمائش سے ایزل شاہ کو پھر سے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔وہ کب سے اس پاگل انسان کو جھیل رہی تھی اور وہ تھا کہ جی نہیں بھر رہا تھا؟ نہیں!! کب سے ایسے ہی بول رہے ہیں! دور ہٹیں!!۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اس سے اپنی کلائیاں آزاد کرواتی اسکے سینے پہ مکے جڑنے لگی۔وہ ہولے سے ہنستا اسکی کلائیاں پھر سے اپنی گرفت میں لئے اپنے کہے کے مطابق اس میں پھر سے شامل ہوتا ایزل شاہ کو آنکھ ونک کر گیا۔۔وہ شرم وحیا کے احساس سے نگاہیں جھکا گئی۔۔

یہ تمہارا آج کا سبق ہے! آئیندہ سے جب جب اپنے دیوانے شوہر کے سامنے اپنی گیلی زلفوں کی ادائیں دیکھاؤ گی! تاریخ گواہ رہے گی۔۔ تمہیں پھر سے ہاتھ لینا پڑے گا! اور یہ ہاتھ تم اکیلی نہیں بلکہ ہم دونوں ساتھ مل کے لیا کریں گے سویٹ ہارٹ!! ہاہاہاہا۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھ کے شرارت سے بولتا ایزل کو شرم سے پاگل کر گیا تھا۔۔ آئیندہ اس کی توبہ جو اسکے سامنے اپنی گیلی زلفوں کی ادائیں دیکھائے۔۔

نہیں! پہلے یہ سب کھاؤ! پھر ہو جانا تیار! میں جانتا ہوں نیچے جا کے دوستوں میں مصروف ہو کے کھانا پینا بھول جاؤ گی!۔۔۔زوریز شاہ روعب دار انداز میں بولتا اس کے سامنے اسکی ڈائٹ کے مطابق healthy کھانا رکھ رہا تھا۔ مرحا شاہ نے دوپہر میں بھی صرف تھوڑا سا کھایا تھا اور ابھی بھی میڈیم کو سب مہمانوں کے آنے سے پہلے تیار ہونے کی پڑی ہوئی تھی لیکن زوریز شاہ اسکے کھانے میں کوئی بھی کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔

میں تم سے ناراض ہوں! زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے! میں بعد میں کھانا کھاؤں گی!!۔۔۔مرحا شاہ کھانا کھانے سے بچنے کی غرض سے شہادت والی انگلی اٹھا کے اسی کی طرح روعب سے بولتی بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی، ابھی اس نے ایک قدم ہی اٹھایا تھا جب زوریز شاہ اسے کلائی سے پکڑ کے اپنی گود میں بٹھا گیا۔

تمہاری ناراضگی کی وجہ اب جو مجھے سمجھ میں آرہی ہے۔۔ اگر تمہیں بتادی تو کانوں کی لوں تک سرخ پڑو گی!!۔۔۔۔ زوریز شاہ اسکے کان میں گھمبیر آواز میں بولتا چھوٹا سا نوالہ بنا کے اسکے ہونٹوں کے قریب لے کر آیا۔ مرحاشاہ نوالہ منہ میں ڈالتی اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

رات کو تمہاری ساری ناراضگی دور کرنے کی پوری کوشش کر چکا ہوں لیکن اب مجھے لگتا ہے تم اس لئے ناراض ہو رہی ہو کیونکہ رات کو میں نے وہ شدت نہیں دیکھائی جو میں ہمیشہ سے دیکھاتا ہوں! شاید تمہیں میری رات کی پرفارمینس پہلے سے ڈاؤن لگی تھی اسی لئے منہ بنایا ہوا ہے؟ بے بی میں تو صرف تمہاری پریگننینسی کا خیال کر رہا تھا لیکن مجھے لگ رہا ہے تمہیں ٹھیک سے منانے کے لئے آج رات اپنی پرانی پرفارمینس۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ جو بے باکی سے بولتا جا رہا تھا مرحاشاہ اسکی بے باک باتوں کی مزید تاب نہ لاتی جلدی سے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔ وہ گردن تک سرخ پڑی تھی۔

تمہیں شرم نہیں آتی ایسی فضول باتیں کرتے ہوئے؟؟۔۔۔ وہ تپے ہوئے لہجے میں صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔۔ نہیں بے بی! شرم تو میری اسی دن فوت ہو گئی تھی جس دن میں نے تمہاری بائیولوجی کی بک میں غلطی سے reproductionوالا چیپٹر پڑھ لیا تھا!۔ زوریز شاہ اپنے لبوں سے اسکا ہاتھ ہٹاتا قہقہ لگا کے بولا تھا۔

ریز تم چوری چوری میری میڈکل کی بکس پڑھتے رہے ہو؟!!۔۔۔۔ مرحاشاہ بھوکھلاتی ہوئی آنکھیں پھیلا گئی۔

ہاہاہا۔۔ غلطی سے کبھی کبھار صرف یہ اندازہ لگانے کے لئے پڑھ لیتا تھا کہ تمہیں کہاں تک انفارمیشن مل چکی ہے!!۔۔۔۔ زوریز شاہ پھر سے دلکشی سے قہقہ لگا کے اپنے پرانے راز فاش کرتا اسکے کھلے منہ میں چھوٹا سا نوالہ ڈال گیا۔۔

میں نے تم سے زیادہ بے شرم انسان اپنی زندگی میں نہیں دیکھا ریز شاہ!! کتنے چالاک تھے تم!!!۔۔۔ مرحاشاہ اسکے سینے پہ مکا جڑتی دبے دبے غصے سے غرائی۔۔

بابا جان بھی یہی بولتے ہیں! اور میں اسے as a compliment لیتا ہوں کیونکہ بے شرمی بھی کسی کسی پہ سوٹ کرتی ہے!! ۔۔۔ زوریز شاہ اترا کے بولتے ہوئے اسکے لبوں کے ساتھ پانی کا گلاس لگاتا اسے پانی پلا رہا تھا۔

مجھے تو ایف ایس سی تک پتا بھی نہیں تھا میں بائیولوجی میں کیا پڑھ رہی ہوں اور تم کتنے تیز تھے!! تم نے اتنی ساری انفارمیشن کہاں سے لی تھی بائے داوے؟۔۔۔۔۔۔۔ مرحاشاہ پانی پینے کے بعد دانت پیس کے بولی تھی۔

ہاہاہا۔۔۔ میں ماں کے پیٹ سے یہ ساری انفارمیشن لے لے اس دنیا میں پیدا ہوا تھا بے بی! زیادہ مت سوچو!!۔۔۔۔ زوریز شاہ اسے آنکھ ونک کر کے جواب دیتے اسکے نم ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔ اس کا رخ اب ڈریسنگ روم کی طرف تھا۔۔ اسکے لب ہنوز شدت سے چومتے وہ ایک ہاتھ اسکی کمر میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے وارڈروب کھول رہا تھا۔ مرحاشاہ کا اور اپنا ڈریس نکالتے وہ اسکے ہونٹوں کو آزادی بخش گیا۔۔

میرے ہاتھ سلامت ہیں ریز شاہ!!!۔۔۔۔ مرحاشاہ اسکے ہاتھ اپنے بدن پہ محسوس کرتی دانت پیس کے بولی تھی۔ وہ سنی ان سنی کرتا اسکا لباس اسکے تن سے جدا کرتے اسے اسکی سمپل سی لائٹ پنک فراک پہنانے لگا۔۔ سب لڑکیوں نے اپنا تھیم آل موسٹ پنک ہی ڈیسائیڈ کیا تھا۔

میں جانتا ہوں مرحاریز شاہ! اللہ کرے یہ ہاتھ مجھے چینج کروانے کے لئے ہمیشہ یونہی سلامت رہیں!!۔۔۔۔ اسے ڈریس چینج کروانے کے بعد وہ اسکے ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتا مصنوعی معصومیت سے جواب دیتے اپنی ہنسی دبانے لگا۔۔ مرحاشاہ سرخ پڑتی اس سے اپنے ہاتھ چھڑواتی اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جڑتی پیر پٹک کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔۔ زوریز شاہ ٹھنڈی آہ بھرتے قہقہ لگاتا ہوا اسے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔

احان شاہ اپنے بیٹے کو بازوؤں میں اٹھائے مردوں والی سائیڈ پہ کھڑا تمام مہمانوں کو خوش دلی سے ریسیو کر رہا تھا، وہ دونوں باپ بیٹے ایک جیسی ڈریسنگ میں ایک دوسرے کا عکس لگ رہے تھے، ہر کوئی خوبصورت سے یاور شاہ کو پیار کرتا اسکے ماتھے پہ ننھے ننھے بل دیکھ کے مسکرا رہا تھا۔ وہ پیار بٹورنے کے معاملے میں کافی موڈی تھا، اسے اپنی ماں کے علاوہ شاید کسی کا پیار کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہاں ایک حاذق خان تھا جس کے بازوؤں میں وہ اکثر مسکرا دیا کرتا تھا۔ سب سے ملنے کے بعد وہ تمام فیملی فرینڈز کی طرف بڑھا تھا، ان سے وہ پہلے ہی مل چکا تھا، ارزم شاہ، کاظم شاہ، شہسوار شاہ

اور حاذق خان یہی پہ کھڑے تھے اسی لئے وہ ان کے پاس آ کے کھڑا ہو گیا۔ زوریز شاہ ابھی تک نیچے آ کے مہمانوں سے نہیں ملا تھا کیونکہ وہ ابھی اپنی بیوی کے نخرے اٹھانے میں مصروف تھا۔۔

یہ پکڑیں اپنا بیٹا!! مجھے ذرا اپنے دوسرے بھتیجے کے ساتھ پیار لیول کرنے دیں!!۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کو کاظم شاہ کے حوالے کرتا ناک سکوڑ کے بولتے احان بازوؤں سے یاور شاہ کو پکڑتے اسکے گال چومنے لگا۔ حاذق خان جو یاور کو پکڑنے والا تھا ارزم شاہ کو حصہ ڈالتے دیکھ کے اس نے دانت کچکچائے تھے، کبھی جو اس نے سکون سے اسے اپنے بھانجے کو پیار کرنے دیا ہو؟ ازمیر شاہ جو باپ کے بازوؤں میں آتے کھکھلا رہا تھا اس منظر کو دیکھتے بے ساختہ اپنے چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹ لٹکا کے رونے لگا۔۔ بچوں میں اگر ارزم شاہ سے زیادہ کوئی اٹیچ تھا تو وہ ازمیر تھا کیونکہ یاور تو اپنی ماں اور ماموں کے علاوہ زیادہ کسی کو لفٹ کروانا پسند ہی نہیں کرتا تھا، اور یسریٰ سب کی بانہوں میں مسکراتی پیار بٹورتی رہتی تھی۔۔ ازمیر کو جیلسی سے روتے دیکھ کے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔ ارزم شاہ اسے چھیڑنے کی غرض سے یاور شاہ کو مزید پیار کرنے لگا جس پہ ازمیر شاہ کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ کے بازوؤں میں ضدی انداز میں اکڑتے اپنے ہاتھ پیر موو کر رہا تھا۔۔

کیوں رلا رہا ہے میرے بیٹے کو!!۔۔۔۔ کاظم شاہ نے ارزم شاہ کو گھورتے ہوئے مصنوعی غصے سے ڈپٹا تھا جس پہ وہ ہنستا ہوا یاور شاہ کے ماتھے پہ موجود ننھے ننھے سے بلوں پہ ہونٹ رکھتا منہ پھولا کے اسے حاذق خان کے حوالے کر گیا اور یہی وہ وقت تھا جب ازمیر شاہ نے رونا بند کیا تھا۔۔ ارزم شاہ نے اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ اس کے پاس آنے کی بجائے کاظم شاہ کی سفید قمیض اپنی چھوٹی سی مٹھی میں بھینچتا اسکی طرف سے رخ موڑ گیا۔ یہ شاید ناراضگی کا اظہار تھا۔۔ وہ چاہے چھوٹا تھا لیکن کافی سمجھدار تھا۔ یہ ناراض ہونے والے اور منہ پھولانے والے سارے ڈرامے اسے ارزم شاہ نے ہی سیکھائے تھے۔۔ ازمیر کے اب کی بار ارزم کو نہ لفٹ کروانے پہ پھر سے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔

قسم سے آئٹم ہے یہ پوری! ! کتنے میں دیں گے ؟۔۔۔ شہسوار شاہ نے ازمیر شاہ پہ تبصرہ کرتے کاظم شاہ سے شرارت سے سوال کیا تھا۔۔

انہی حرکتوں کی وجہ سے ابھی تک آپکی شادی نہیں ہو رہی! دوسروں کے بچوں پہ نظر رکھنے کی بجائے اپنی فیوچر پلاننگ پہ فوکس کریں! !محنت اور محنت کا پھل اپنا اپنا! ۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے زومعنی لہجے میں شہسوار شاہ کو

افسوس سے جواب دیا تھا۔۔ اسکے زو معنی جواب کا مطلب سمجھتے سب کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔۔ حاذق خان اس دوران یاور شاہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اپنے لبوں سے لگاتا اپنے چھوٹے سالے پہ لعنت بھیج رہا تھا۔ ارزم شاہ کے جواب پہ شہسوار شاہ کو بے ساختہ آئرہ شاہ کا خیال آیا تھا جس پہ وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔۔

خود کنوارے ہوتے ہوئے تو مجھے ایسے مشورے دیتا بالکل اچھا نہیں لگ رہا!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسے لاپرواہی سے جواب دیتا ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔ ابھی ارزم شاہ کوئی جواب دیتا جب شہسوار شاہ کے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ نے اپنا ہاتھ موو کرتے یاور شاہ کے گال پہ چانٹا مارا تھا۔۔ یہ سب اچانک سے ہوا تھا، سب ہکا بکا ہوتے ازمیر شاہ کی طرف دیکھنے لگے جو ایک سیکنڈ میں یاور شاہ کو رلا گیا تھا۔ احان شاہ نے تڑپتے ہوئے اپنے بیٹے کو حاذق خان کے بازوؤں سے پکڑتے اسکا سرخ و سفید گال دیکھا تھا جو لال سرخ ہوا پڑا تھا اور اس پہ تضاد اس پہ ازمیر شاہ کی انگلیوں کا نشان بھی چھپا ہوا تھا، یاور شاہ کو روتے دیکھ کے ازمیر شاہ کھکھلانے لگا جیسے اپنا کچھ دیر پہلے والا بدلا اتارا ہو جو اس نے ارزم شاہ سے پیار بٹور کے اسے جیلس کروایا تھا۔۔ شہسوار شاہ اور حاذق خان بالکل ایک ساتھ کھڑے تھے اسی لئے ازمیر شاہ کو یاور شاہ کو چانٹا مارنے میں آسانی ہوئی تھی۔

ازمیر!!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھتے اسے ڈپٹا تھا لیکن آواز مدھم رکھی تھی تاکہ وہ اسکی بلند آواز سے ڈر نہ جائے۔ ازمیر بجائے اسکے غصیلے تاثرات سے ڈرنے کے مزید کھکھلانے لگا جیسے بہت بڑا مخاظ فتح کیا ہو۔۔

کیسا میجر ہے تو! میرے چھوٹے سے بیٹے کی حفاظت نہیں ہوئی تجھ سے!! لعنت ہے تیرے ایس ایس پی اور تیرے میجر ہونے پہ!!۔۔۔ احان شاہ اپنے بیٹے کا گال پیار سے چومتا میجر خان اور شہسوار شاہ کو ایک ساتھ لتاڑنے لگا جنہوں نے اس کے بیٹے کو پٹوا دیا تھا۔ ابھی حاذق خان یا شہسوار شاہ کچھ بولتے جب احان شاہ کے دائیں بازو میں موجود ہونٹ لٹکا کے روتے ہوئے یاور شاہ نے ذرا سا ترچھا ہوتے ازمیر شاہ کے گال پہ ناخن مارا تھا، اب رونے کی باری ازمیر شاہ کی تھی۔۔ شہسوار شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے جلدی سے ازمیر شاہ کو کاظم شاہ کے حوالے کیا تھا۔۔

بھئی میرے توبہ جو میں آئندہ تم لوگوں کے پروڈکٹ کو ہاتھ لگاؤں! انہوں نے تو بڑے بڑے ریسلرز کو پیچھے چھوڑ دیا ہے!! ۔۔۔۔ شہسوار شاہ اتنے نکے نکے بچوں کے بدلے کو دیکھ کے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا تھا جس پہ سب نے

اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔ ازمیر کے گال پہ یاور کے چھوٹے سے ناخن کی خراش پڑ چکی تھی، وہ پھوٹ پھوٹ کے روتا کاظم شاہ کو اپنا درد سنانے لگا جو سوائے اسکا گال چومنے کے کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ پنگا پہلے اس کے بیٹے نے ہی لیا تھا۔۔ اب یاور شانت ہو چکا تھا لیکن ازمیر کا رونا جاری تھی، وہ غصے سے یاور شاہ کی طرف دیکھتا روتا جا رہا تھا۔۔ اس دوران ارزم شاہ اور حاذق خان صدمے کی کیفیت میں اپنے لاڈلوں کو دیکھ رہے تھے۔۔ اس وقت دونوں میں سے کسی کی سائیڈ لینا بہتر نہیں لگا تھا کیونکہ دونوں نے اپنا پورا بدلا اتارا تھا۔۔

بری بات ہے یاور! لالا پہ ہاتھ نہیں اٹھاتے!!۔۔۔ احان شاہ نے اچھے باپ کی طرح اپنے بیٹے کو تمیز سیکھائی تھی جیسے وہ ابھی اس کی جی خضوری کرے گا لیکن وہ تھا کہ جمائی لیتے ہوئے ایسا ریکشن دینے لگا جیسے احان شاہ کی بات نے اسے بے حد بور کیا ہو۔۔ ان بچوں کی حرکتوں پہ ارزم شاہ کے دوست ہنس ہنس کے پاگل ہوتے ایک دوسرے پہ گر رہے تھے۔

بیٹا تیرا ہی ہے! تونے کبھی میرا لحاظ کیا تھا جو وہ ازمیر کا کرے گا!۔۔۔ کاظم شاہ نے احان شاہ کو جھاڑ پلاتے اپنے بیٹے کا پھولا گال پھر سے چوما تھا جس پہ خراش کا نشان واضح تھا۔ سب لڑکے اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھے، صرف احان اور یاور تھے جنہوں نے سفید شلوار قمیض پہ بلیو ویسکوٹ پہن رکھی تھی اور وہ سب سے منفرد دیکھائی دے رہے تھے۔۔

جب تیرا بیٹا بے دردی سے میرے بیٹے کا گال لال کرے گا تو وہ کیا ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لے؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے بھی اب کی بار اپنے بیٹے کی سائیڈ لیتے یاور کا گال پھر سے چوما۔۔

میری جان تجھے کتنا سمجھایا تھا سسر اور سالے کے ساتھ ہمیشہ بنا کے رکھتے ہیں! کر دیا نا دونوں کو ناراض!!۔۔۔ ارزم شاہ افسوس سے ازمیر سے مخاطب ہوتا اسے کاظم شاہ کے بازوؤں سے تھام گیا۔ ازمیر شاہ نے اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

اچھا اب پھر سے رونا نہ شروع کر دی! چل آجا صلح کر لیتے ہیں!!۔۔ ارزم شاہ اسکی آنکھیں صاف کرتا پیار سے بولتے ہوئے اسے احان اور یاور کی طرف لایا تھا تاکہ ان کی صلح کروا سکے لیکن ازمیر نے بجائے صلح کرنے کے پھر

سے یاور کو چانٹا مارنا چاہا تھا لیکن اس دفعہ یاور شاہ اپنے باپ کے مضبوط ہاتھوں میں تھا جو اس کا ارادہ بھانپتے تیزی سے اپنے بیٹے کو اپنے سینے میں چھپا کے خونخوار نظروں سے کاظم شاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

ازمیر میری جان کیا ہو گیا ہے تجھے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ صدمے کی کیفیت میں ازمیر کی طرف دیکھنے لگا جو آج لڑاکوں والی حرکتیں کر رہا تھا۔۔

یہ میرا داماد بننے کے لائق نہیں ہے! پہلے جو تھوڑا بہت اسے داماد بنانے کا ارادہ ہے تھا آج وہ بھی کینسل! یہ تو میرے بیٹے کو نہیں چھوڑ رہا!! میری بیٹی کا کیا حال کرے گا!۔۔۔ احان شاہ دانت پیس کے بولا تھا، صد شکر تھا وہ یاور کو اپنے سینے میں چھپا گیا تھا ورنہ اسکا دوسرا گال بھی اب تک لال سرخ ہو چکا ہوتا۔۔ احان شاہ کے جواب پہ سب کا مشترکہ قہقہہ ہوا میں بلند ہوا تھا۔ کاظم شاہ مسکراہٹ دبا کے ازمیر کی طرف دیکھ رہا تھا جس کا ابھی بھی بس نہیں چل رہا تھا یاور کو پیٹ ڈالے جس نے اسکے گال پہ اپنے ناخن کی خراش ڈالی تھی۔۔ ان کی نوک جوک انجوائے کرتے ہوئے شہسوار شاہ نے اپنی سفید قمیض کی جیب سے فون نکالتے ہوئے چیک کیا تھا، آج بھی آئرہ شاہ کی طرف سے کوئی فون، یا میسج نہیں آیا تھا۔۔ آج ان کی ناراضگی کو تیسرا دن شروع ہو چکا تھا۔ وہ کیسے اس سے بات کئے بغیر اتنا وقت گزار سکتی تھی؟ شہسوار شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹتا آئرہ شاہ کا نمبر ملا کے ان سے کچھ دور جاتے فون کان کو لگا گیا۔ اسکا فون اٹھانے کی بجائے کاٹ دیا گیا تھا۔۔ شہسوار شاہ نے جبڑے بھینچتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے فون ملایا تھا، دوسری طرف سے پھر سے فون کاٹ دیا گیا۔ شہسوار شاہ کی مزید چار کالز یونہی کاٹنے کے بعد پانچویں کال ریسیو کی گئی تھی۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 128 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ان کی نوک جوک انجوائے کرتے ہوئے شہسوار شاہ نے اپنی سفید قمیض کی جیب سے فون نکالتے ہوئے چیک کیا تھا، آج بھی آئرہ شاہ کی طرف سے کوئی فون، یا میسج نہیں آیا تھا۔۔ آج ان کی ناراضگی کو تیسرا دن شروع ہو چکا تھا۔ وہ کیسے اس سے بات کئے بغیر اتنا وقت گزار سکتی تھی؟ شہسوار شاہ نے غصے سے سوچا تھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹتا

آئرہ شاہ کا نمبر ملا کے ان سے کچھ دور جاتے فون کان کو لگا گیا۔ اسکا فون اٹھانے کی بجائے کاٹ دیا گیا تھا۔۔ شہسوار شاہ نے جبڑے بھینچتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے فون ملایا تھا، دوسری طرف سے پھر سے فون کاٹ دیا گیا۔ شہسوار شاہ کی مزید چار کالز یونہی کاٹنے کے بعد پانچویں کال ریسیو کی گئی تھی۔۔

کال کیوں کاٹ رہی تھی!؟ کب سے فون کر رہا ہوں!!۔۔۔ اسکے اتنی لیٹ فون اٹھانے پہ شہسوار شاہ دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔ اس نے آج پہلی دفعہ اسے خود سے فون کیا تھا اور وہ بجائے اسے پروٹوکول دینے کے اسکی کالز ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ کاٹ گئی تھی؟

مصروف تھی! کیوں فون کیا؟۔۔۔۔۔۔۔۔ بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹی آئرہ شاہ سپاٹ انداز میں بولی تھی، وہ کب سے یونہی آنسو بہا رہی تھی لیکن آواز لاپرواہ سی رکھی تھی۔ وہ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پا چکی تھی۔ بہت سے لوگوں کو لگتا ہے جو انسان ہر کسی کو ہنسا رہا ہے وہ کبھی نہیں رو سکتا۔۔۔ اس کا دل کبھی نہیں دکھ سکتا بلکہ لوگ تو شاید اسے انسان کی کیٹیگری سے ہی نکال دیتے ہیں۔۔ اتنا سا بھی مارجن نہیں دیتے۔۔۔ بجائے اسکے رونے کی وجہ پوچھنے کے مذاق اڑانا خود پہ فرض کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے میرا مشاہدہ ہے جو انسان ہر کسی کو ہنساتا ہے اسے اکیلے میں اتنی ہی رونا پڑتا ہے۔۔ ہاں ایسے لوگ اپنی پریشانیاں اپنی تکلیفات ہر کسی پہ ظاہر نہیں کیا کرتے۔۔ لیکن دل ان کے پاس بھی ہوتا ہے جو چھوٹی سی تکلیف سے کرچیوں میں بٹ سکتا ہے۔۔ آنکھیں ان کے پاس بھی ہوتی ہے، آنسو بہانا ان کی آنکھوں نے بھی سیکھے ہوتے ہیں۔۔

کہاں مصروف تھی؟۔۔۔۔ وہ دانت پیس کے بولا، اسے اپنے فون کرنے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

کپڑے استری کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔ وہ بیڈ شیٹ پہ اپنی انگلی سے ڈیزائن بناتی بے تاثر لہجے میں بولی تھی۔

رات کے اس وقت کس میٹنگ پہ جانا تھا تم نے؟ جو میری کال اٹھانے کی بجائے کپڑے استری کرنا تمہارے لئے زیادہ ضروری تھا!۔۔۔۔ وہ اس کا سپاٹ لہجہ نوٹس کرتا اب کی بار غصے سے غرانے کی بجائے سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔۔

امی نے بولا تھا ابھی استری کر لو ورنہ صبح کسی بھی وقت لائٹ جا سکتی ہے!! اب صبح مہمانوں کے سامنے شکن زدہ کپڑوں میں بیٹھتی تو ان کی طرف سے تو جو انکار ہونا تھا بعد میں اس بات پہ بھی امی سے چانٹے بھی مجھے ہی پڑنے تھے۔۔۔ وہ اپنے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ اندر کی طرف اتارتی مدھم آواز میں بولی۔۔

کون سے مہمان آرہے ہیں؟؟؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے ناسمجھی سے پوچھا تھا۔ وہ اس وقت اسکی بات سمجھ کے بھی نہیں سمجھنا چاہ رہا تھا۔۔

آپ نے فون کیوں کیا؟ اگر تو امی سے بات کرنی تھی تو پہلے ہی بتا دیتی ہوں وہ سو رہی ہیں! یونہی میری فضول باتیں سن کے اپنا وقت نہ برباد کریں!۔۔۔۔ وہ اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے بات کا رخ موڑ گئی۔۔

میں نے پوچھا کون سے مہمان آرہے ہیں؟۔۔۔ شہسوار شاہ کی آواز میں اب کی بار غصے کی جھلک واضح تھی۔۔

پتا نہیں! ان کی سہیلی شاید میرے لئے کوئی رشتہ لا رہی ہے!!۔۔۔ وہ کھوکھلی سی ہنسی ہنستے بولی۔ آنکھوں سے آنسو تواتر گالوں پہ بہہ رہے تھے۔۔ شہسوار شاہ اس کے جواب پہ کتنی دیر کچھ بول نہ سکا۔۔

جانتی ہوں! بہت خوش ہوں گے آپ! !۔۔۔۔ اسکی طرف سے خاموشی محسوس کرتی وہ اپنے آنسو تکیے پہ رگڑتے ہوئے چھپکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔ اس بھری محفل میں بھی شہسوار شاہ کو اپنا دل خالی ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

تم کسی مہمان کے سامنے نہیں جاؤ گی!!!۔۔۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔

جاؤں گی! ! عید والا سیاہ سوٹ استری کیا ہے ساتھ سرخ لپ اسٹک لگالوں گی بس اسی وقت مقابل مجھ پہ فلیٹ ہو جائے گا! ! اور میں آپ سب کو چھوڑ کے اپنے سسرال چلی جاؤں گی! پھر کبھی امی سے چانٹے کھانے واپس نہیں آؤں گی، نہ آئے روز جہانگیر انکل کی گاڑی کا شیشہ ٹوٹے گا نہ آپ کو میری وجہ سے اپنے پیسوں کی قربانی دینی پڑے گی اور نہ ہی آپ میری کالز سے ڈسٹرب ہوں گے! سب سیٹ ہو جائے گا!!۔۔۔ وہ ہونٹوں پہ اداس سی مسکراہٹ سجائے اسے پوری تفصیل بتانے لگی۔ اسکے تفصیلی جواب پہ شہسوار شاہ کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔۔ اسکی عید والی خوبصورت سی لک اسکی نگاہوں کے سامنے گھوم رہی تھی، وہ عید پہ شبنم بیگم سے ملنے کے بہانے ان کے گھر آیا تھا، اصل مقصد تو اس کا دیدار کرنا تھا۔ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی عید پہ وہ اس سیاہ سوٹ میں۔۔ وہ کیسے خود کو سجا کے کسی کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔۔

جان نکال دوں گا تمہاری اگر کسی کے سامنے سج سنور کے بیٹھی تو!!۔۔۔ ارزم شاہ اور اسکے دوستوں کو دور سے زومعنی نظروں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ ان کی طرف سے رخ موڑتا شدید غصے سے دھاڑا تھا۔ کب سے اپنا غصہ ضبط

کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی یہ تفصیل تو جیسے اس کے دل میں آگ لگا چکی تھی۔ اسکی دھاڑ پہ آئرہ شاہ کے ہاتھوں سے فون تکیے پہ گرا تھا۔ وہ شاید فون کو ہونٹوں کے قریب کر کے دھاڑا تھا جو آئرہ کو اپنے کان کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے تھے۔

میرے ابو جی بننے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو! ! بتائیں کیوں فون کیا تھا؟؟۔۔۔ وہ فون اٹھا کے پھر سے کان کو لگاتی ذرا غصے سے بولی تھی۔

تین دنوں سے کال کیوں کی نہیں تھی؟؟۔۔۔ وہ اسے اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے ہنوز غصے سے سوال کر رہا تھا۔۔ اس کے مدعے پہ آئرہ شاہ نے لب پھیلائے تھے، اسے بھلا کب سے اسکے کال نہ کرنے سے فرق پڑنے لگا تھا؟ میری شادی ہونے والی ہے اس لئے مجھ میں عقل آگئی ہے مجھے کسی نامحرم سے بات نہیں کرنی چاہئیے! کیونکہ مجھے فیل ہو رہا ہے کسی نامحرم سے فون یا میسج پہ بات کرنے سے ایمان کمزور ہوتا ہے، مجھے پرہیز کرنا چاہئیے۔۔۔ آئرہ شاہ سنجیدگی سے بولی تھی، لہجے میں سمجھداری کا عنصر تھا۔۔

کسی نامحرم سے فون پہ بات کرنے سے تمہارا ایمان کمزور ہو گا لیکن کسی نامحرم مرد کے سامنے عید والا سوٹ پہننے پہ تضاد سرخ لپ اسٹک لگا کے تمہارا ایمان تازہ ہو گا؟؟ واٹ دا ہیل!!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ تو مانو اسکی بات سنتے جلتے توے پہ بیٹھا تھا۔

شاید لڑکا خود نہ آئے! اور اگر آ بھی جاتا ہے تو کوئی بات نہیں کل کو میرا محرم بھی اسی نے بننا ہے۔۔۔ آئرہ شاہ غائب دماغی سے بولتی شہسوار شاہ کے پورے جسم میں آگ بھڑکانے کا سبب بن رہی تھی۔۔

تم کسی کے سامنے نہیں جاؤ گی چاہے رشتہ دیکھنے کوئی عورت آئے یا مرد! تم اگر کمرے سے نکلی آئرہ شاہ، نتیجے کی ذمہ دار خود ہو گی!! بہت برے طریقے سے جان نکالو گا تمہاری!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ سپیکر کے قریب اپنے ہونٹ کرتا اس قدر قوت سے دھاڑا تھا کہ دوسری طرف فون پہ موجود آئرہ شاہ کا موبائل اس کے ہاتھ سے تو جو چھوٹا تو وہ خود بیڈ کے کنارے پہ ہونے کی وجہ سے زمین پہ گرتے گرتے بچی تھی۔ حویلی کے لان میں مہمانوں کا کافی شور تھا اسی لئے شہسوار شاہ کی دھاڑیں کوئی بھی سن نہیں پا رہا تھا، ویسے بھی وہ کافی دور کھڑا ہو کے آئرہ سے باتیں کر رہا تھا۔۔

کیوں نہیں جاؤں؟؟ آپ کس حق سے مجھ پہ اپنا رعب و دبدبہ دیکھا رہے ہیں؟ میں اپنی امی کی بات رد کر کے آپ کی بات کیوں مانوں اور آپ کو رات کے اس وقت آئرہ شاہ کو فون کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ کیا آج آپ کا وقت ضائع نہیں ہو رہا؟۔۔۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ بجائے ڈرنے یا رونے کے ایک ایک لفظ چبا کے بولی تھی۔

ایک کام کرو! قینچی پکڑ کے اپنی یہ پٹر پٹر کرتی زبان کاٹ ڈالو! کیونکہ جس دن تمہاری اس چلتی زبان کو میں نے اپنے طریقے سے بریک لگائی، اگلی دفعہ کے لئے میرے سامنے اپنی چونچ کھولنا بھول جاؤ گی!!۔۔۔۔ وہ جھنجھلا کے غراتا ہوا اپنے سرخ و سفید چہرے پہ ہاتھ پھیرنے لگا، غصے کی وجہ سے اسکا پورا جسم جیسے آگ میں دہک رہا تھا۔ آئرہ شاہ کو اسکا بلا فضول میں غصہ کرنا سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ شہسوار شاہ نے جس انداز میں یہ بات کہی تھی اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ضرور ہوئی تھی لیکن اس نے اسکی بات کو لے کے زو معنی انداز میں بالکل نہیں سوچا تھا۔

کر لیں غصہ!! جی بھر کے اپنا غصہ اتاریں! ایک وقت آئے گا آپ آئرہ شاہ کے ہم ناموں کی قبریں کھودتے پھریں گے لیکن وہ آپ کو نہیں ملے گی!۔۔ وہ اسکے شدید غصے پہ اپنے آنسو روکتی دل دہلانے والے انداز میں بولتے ہوئے کال کاٹ گئی۔۔ اسکی بات ڈائریکٹ شہسوار شاہ کے دل پہ جا کے لگی تھی۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اپنے فون کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ واقعی ہی ٹھیک کہتی تھی جس دن اس نے غصہ کر لیا وہ پر تھوی ہلا ڈالے گی اس نے پر تھوی نا جانے ہلائی تھی یا نہیں لیکن اپنی اس ناراضگی اور غصے سے وہ شہسوار شاہ کے دل کے تار ضرور ہلا چکی تھی۔

کیا ہو گیا جناب؟ کن سوچوں میں گم ہیں؟ کس کے خواب و خیال دیکھے جا رہے ہیں؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنا غصہ ضبط کرنے کی غرض سے گہرے سانس بھر رہا تھا جب اپنے پیچھے سے زوریز شاہ کی آواز سنتے وہ رخ موڑتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھی انہی کی طرح سفید شلوار قمیض میں ملبوس سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا، شہسوار شاہ مسکرانے کی کوشش کرتا اسکے بغلگیر ہوا تھا۔

میری بات چھوڑ اپنا بتا؟ کمرے سے نکلنے کا دل کیسے کر آیا جناب کا؟۔۔ شہسوار شاہ لہجے کو شریر بناتا بات کا رخ اسی کی طرف موڑتا اسکے نیچے لیٹ آنے پہ چوٹ کرنے لگا۔

دل تو نہیں تھا لیکن پھر سوچا تم لوگ میری کمپنی مس کر رہے ہو گے تو کیوں نہ یہاں نیچے آ کے تم لوگوں کو سرخ کیا جائے!!۔۔۔۔ زوریز شاہ قہقہہ لگا کے ہنستا اسے جواب دیتے اب باقی سب کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ شہسوار شاہ جواباً

اسکے کندھے پہ مکا جڑتا ہنستے ہوئے اسی کے ساتھ باقی سب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جانتا تھا اب زوریز شاہ کی بے باک باتیں ہونی تھیں جن میں حصہ ارزم شاہ اور اسکے دوستوں نے ڈالنا تھا اور باقی سب نے کبھی سر خ پڑنا تو کبھی ہنستے ہوئے ان کے مزید بولنے کا انتظار کرنا تھا۔

یار آپ سب ابھی تک یہی پہ کھڑی ہیں؟ عورتوں والی سائیڈ پہ چلیں! گیسٹ کب کے آچکے ہیں! !۔۔۔۔ ارزم شاہ جو بالکل ابھی لاؤنج میں داخل ہوا تھا سب لڑکیوں کو یہی پہ کھڑے ایک دوسرے کے بال، میک اپ سیٹ کرتے اور انہیں ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے دیکھ کے افسوس سے بولا تھا، وہ تو اوپر سے اپنا فون لینے جا رہا تھا اسے نہیں پتا تھا یہ لڑکیاں باہر جا کے سب مہمانوں کو ریسیو کرنے کی بجائے یہی پہ موجود ہوں گی۔۔ ارزم شاہ کی بھاری آواز پہ اپنے کمرے سے نکلتی ذائشہ خان کا دل دھڑکا تھا۔

میں کب سے بول رہی ہوں! باہر چلتے ہیں! انہیں ہی باتوں سے فرصت نہیں مل رہی!۔۔۔ میرال شاہ جو نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھ کے کٹی کا کراؤن ٹھیک کر رہی تھی ارزم شاہ کی بات سے متفق دیکھائی دے رہی تھی۔

پانچ منٹ میں آپ سب باہر موجود ہوں ورنہ لالا غصہ کریں گے! ۔۔۔ ارزم شاہ نے یہاں وہاں دیکھتے مصروف انداز میں ان سب کو حکم دیا تھا، وہ جسے ڈھونڈ رہا تھا وہ اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑی یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ جیسے ہی ارزم شاہ کی نگاہ اسکی طرف اٹھی وہ خود کو ڈپٹتا ہوا جلدی سے یسریٰ کی طرف متوجہ ہو گیا جسے گلالئی نے اٹھایا ہوا تھا۔ اسکے رخ موڑنے پہ ذائشہ خان کے دل میں جیسے کسی نے خنجر گھونپا تھا۔۔

ہائے صدقے!! یہ ڈول کتنی پیاری لگ رہی ہے! ! ماشاءاللہ!! کسی کی گندی نظر نہ لگ جائے!!۔۔ ارزم شاہ جھک کے اسکے پھولے گال چومتا بے حد پیار سے بولتے اپنی جیب سے پیسے نکالتا اب چھوٹی سی یسریٰ کا صدقہ نکال رہا تھا۔

سب اسے دیکھ کے مسکرا رہے تھے جو بچوں پہ اپنی جان چھڑکتا تھا۔

ہاہاہا۔۔ ڈول کے ساتھ ساتھ اسکی مورے بھی کسی ڈول سے کم نہیں لگ رہی!!۔۔ مرحا شاہ پیار سے بولتی گلالئی کو اپنے ساتھ لگا رہی تھی جو ہر کسی سے منفرد اور خوبصورت لگ رہی تھی۔۔ زینت تو کب کی اسے دیکھ کے جل جل کے مر رہی تھی۔

ہاہاہا آج تو احان گیا!! لاشیں گریں گی یہاں پہ لاشیں!!۔۔۔۔میرال شاہ ان کے نزدیک آتی قہقہہ لگا کے ایک ادا سے بولتے ہوئے گلالئی کو چھیڑ رہی تھی جس پہ ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔گلالئی سرخ پڑتی نگاہیں جھکا گئی۔

آج تو وہاں بھی لاشیں گریں گی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے میرال شاہ کی طرف دیکھتے اسے چھیڑا تھا،اس کا اور میرال شاہ کا ایسا مذاق چلتا تھا۔میرال شاہ سمجھ چکی تھی وہ حاذق خان کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔۔

ہاہاہا۔۔اپنی والی کو دیکھ کے ابھی یہاں کچھ ہی فاصلے پہ تمہاری بھی گرے گی بیٹا!۔۔۔میرال شاہ جو ابا خاموش رہنے یا سرخ پڑنے کی بجائے اسے تنگ کرنے لگی۔میرال شاہ کی بات پہ سب لڑکیوں کا قہقہہ گونجا تھا۔سب لڑکیاں اس وقت پنک سمپل سی فراک میں ملبوس لائٹ سا میک اپ کئے ہوئے تھیں۔۔ان سب میں صرف گلالئی کی پنک فراک ایمبرائیڈڈ تھی کیونکہ اس کے بچوں کا عقیقہ تھا تو باقی سب نے خود لائم لائٹ لینے کی بجائے اسے لائم لائٹ دینے کا سوچا تھا۔۔سب ہی اپنی جگہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔

آ بھی جائیں دیدہ!!۔۔لالا آپ کا انتظار کر رہے ہیں!!۔۔۔۔ایزل شاہ چہکتے ہوئے دروازے پہ کھڑی ذائشہ خان سے مخاطب ان کی چھیڑ چھاڑ میں اپنا حصہ ڈال رہی تھی۔ارزم شاہ نے مصنوعی مسکراتے ہوئے آنکھوں کو چندھیا کرتے ایزل شاہ کو گھورا تھا جس پہ وہ کھکھلا دی۔۔ذائشہ خان ان کے پاس آنے کی بجائے ابھی تک اپنی جگہ پہ کھڑی رہی۔مرحاشاہ،میرالی اور ایزل نے ارزم شاہ کی خوبصورتی کی تعریف بھی کئے جسے اس نے سر کو خم دیتے وصول کیا تھا۔۔

اچھا باقی سب باتیں بعد میں!! ابھی واقعی ہی بہت ٹائم ہو گیا ہے!آپ سب باہر چلیں! میں اوپر سے اپنا فون لینے جا رہا ہوں!!۔۔۔۔ارزم شاہ نرمی سے بولتا ان سب کو وقت کا احساس دلوا رہا تھا جس پہ وہ سب افراتفری ڈالتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔انہیں باہر جاتے دیکھ کے وہ ذائشہ پہ ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔

ذائشہ ان سب کے ساتھ جانے کی بجائے آنسو پیتے ہوئے اس کے پیچھے ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔اسکی سیڑھیاں چڑھنے کی سپیڈ کافی زیادہ تھی وہ شاید ابھی تک اپنے کمرے میں بھی پہنچ گیا ہو اور وہ ابھی تک چوتھی سیڑھی پہ تھی۔خیر وہ اپنی سپیڈ بڑھاتی تیزی سے اوپر کی طرف بڑھنے لگی۔وہ ابھی اسکے کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی جب کمرے سے باہر نکلتے ارزم شاہ سے بری طرح سے ٹکرائی تھی۔ارزم شاہ اس اچانک افتاد پہ اسے گرنے سے

بچانے کے لئے جلدی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال گیا، اسے بچانے کے چکروں میں اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کے زور سے زمین پہ گرا تھا۔۔ ذائشہ خان کی دھڑکنیں زور سے اسکے چٹانی سینے کے ساتھ ٹکرائی تھی، وہ اسکی سفید قمیص سینے سے زور سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

دھیان سے نہیں چل سکتی تھی؟ فون توڑ دیا میرا!!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے ہاتھ اپنے سینے سے ہٹاتے دبے دبے غصے سے بولتا جھک کے اپنا فون زمین سے اٹھانے لگا جس کی سکرین کرچی کرچی ہو چکی تھی۔ ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اپنے آئی فون کی ٹوٹی سکرین افسوس سے دیکھ رہا تھا۔

کس بات کی جلدی تھی! اور یہاں کیا کر رہی ہو؟۔۔۔ اسے خاموشی سے اپنے سامنے کھڑا پا کے وہ دانت کچکچا کے بولتا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

و۔وہ۔۔م۔میں۔۔ یہاں۔۔ آپ۔۔ کو۔۔۔ وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئی، اسکے چہرے کے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تاثرات ذائشہ خان کا دل دہلا رہے تھے۔۔

کیا وہ میں؟؟ جلدی بولو مجھے نیچے جانا ہے!!۔۔۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

میں۔۔ یہ۔۔ بتانے۔۔

آئی۔۔ تھی۔۔ میں۔۔۔ نے۔۔ نئ۔۔ شاپنگ۔۔ نہیں۔۔ کی۔۔ یہ۔۔ آپ۔۔ کی۔۔۔ اس۔۔ روز۔۔ دلائی۔۔ گئی۔۔ پنک۔۔ فراک۔۔ پہنی۔۔ ہے!۔۔۔ ذائشہ خان پوائنٹ پہ آنے کی بجائے معصومیت سے یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگی۔ ارزم شاہ نے اس کی بات پہ اسے ایک نظر اوپر سے نیچے تک دیکھا تھا، اگلے ہی پل وہ اسکے سراپے سے نگاہیں ہٹاتا بے تاثر انداز میں اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ لائٹ پنک فراک میں ملبوس میک اپ کے نام پہ صرف لائٹ پنک سی لپ اسٹک ہونٹوں پہ لگائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہیزل رنگ آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ بالوں کو کھولنے کی بجائے سمپل سے بریڈ ہیئر سٹائل میں مقید کیا گیا تھا۔

اچھی بات ہے! اب راستے سے ہٹو!!۔۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ پر احساس سے عاری تھا۔

آ۔۔ آپ۔۔ اچھے۔۔ لگ۔۔ رہے۔۔ ہیں!۔۔۔ وہ آگے سے پیچھے ہٹنے کی بجائے اسکی تعریف کرنے لگی۔ وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے واقعی ہی بہت شاندار لگ رہا تھا۔۔

جانتا ہوں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ نیچے بہت سی لڑکیوں کے منہ سے اپنی تعریف سن کے جان گیا ہوں تو غلط نہیں ہو گا!۔۔۔ارزم شاہ کندھے آچکا کے بولتا ذائشہ خان کا خون جلا گیا تھا۔

ک۔۔کون سی لڑکیاں؟۔۔۔وہ اپنے آنسو روکتے ہوئے فوراً سے سوال کرنے لگی۔لہجے میں غصے اور جیلسی کی رمک واضح تھی۔۔وہ اسے جواب دیئے بنا سائیڈ سے نکلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔

ا۔ارزم۔۔۔سوری۔۔۔۔۔۔وہ بھیگی آواز میں اسے سوری کہتی اپنی پیروں کو چھوتی فراک سنبھالتے ہوئے اسکی طرف بڑھی تھی۔

تمہارا ہر دفعہ کا یہی ہے! مجھے تمہارے سوری کہنے یا نہ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا!!۔۔۔۔۔وہ اسے رک کے جواب دینے کی بجائے تیزی سے سیڑھیاں اترتے جواب دے رہا تھا۔۔

ارزم پلیز۔۔مجھے۔۔معاف کر دیں! میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔۔۔۔۔وہ اسکے پیچھے سیڑھیاں اترتی روتے ہوئے بولی تھی۔وہ رک کے اسکا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھنے کی بجائے آگے کی طرف بڑھتا رہا کیونکہ اگر وہ اسکے آنسو دیکھ لیتا تو شاید اگلے ہی پل مان جاتا۔

تم نے ابھی چند دن پہلے خود ہی کہا تھا! تم سے دور رہوں! تو اٹس آل رائٹ! میں دور ہوں اور اسی طرح سے سکون میں ہوں! مجھے تمہاری احسان جتانے والی قربت نہیں چاہیئے۔۔ذرا سا پاس آجاؤ تمہارا رونا دھونا ختم نہیں ہوتا یوں جیسے کسی وحشی انسان نے تمہیں چھو لیا ہو تو اس سے بہتر یہی ہے ہم دور رہیں! کیونکہ ابھی تم میرے پاس آنے کے لئے مینٹلی تیار نہیں ہو!۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے غراتے ہوئے لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا،ایک دفعہ بھی رخ موڑ کے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

ا۔ارزم۔۔پلیز۔۔مجھے۔۔چھوڑ۔۔کے۔۔مت۔۔جائیں!۔۔آپ۔۔پلیز۔۔۔پاکستان۔۔۔۔۔وہ آخری سیڑھیاں اترتے ہوئے کچھ بول رہی تھی جب اسکی فراک اسکے پیروں میں رول ہوئی تھی،وہ چیخ مارتی ریلینگ زور سے تھامتے ہوئے خود کا گرنے سے بچاؤ کر گئی ورنہ اس دن کی طرف اسکے چہرے پہ ضرور لگ جاتی۔۔اسکی چیخ پہ ارزم شاہ نے تیزی سے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ جو لاؤنج کے داخلی دروازے پہ تھا لمبے لمبے ڈگ بڑھتا اسکی طرف آتے اسے سیڑھیوں سے کھینچ کے اتارتے زور سے ریلینگ کے ساتھ لگاتا اسکے نزدیک ہوا تھا۔

کیا چاہتی ہو تم ذائشہ خان؟ جب ذائشہ بی بی چاہ رہی ہیں انہیں چاہا جائے تب ارزم شاہ دیوانگی کی ہر حد پار کر جائے اور جب ذائشہ میڈیم کا موڈ نہیں ہے تب ارزم شاہ سوفٹ کا فاصلہ اختیار کر لے؟؟ کیوں کرتی ہو ایسا؟ کیوں ہمیشہ اپنی ان حرکتوں سے مجھے تکلیف دیتی ہو؟ تم جانتی ہو میں ذائشہ خان کو لے کے پاگل ہوں اور تم اسی بات کا فائدہ اٹھا کے مجھے مزید پاگل بناتی ہو!! کیوں!!؟۔۔۔۔۔وہ غصے سے دھاڑتا ہوا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔

میں۔۔نے۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ اپنے۔۔ الفاظ۔۔سے۔۔بہت۔۔ ہرٹ۔۔ کر۔۔ دیا۔۔۔ ارزم۔۔ میں۔۔ نے۔۔ جان۔۔ بوجھ۔۔کے۔۔ نہیں۔ کیا۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے جبڑے سے اسکا سخت ہاتھ ہٹانے کی ناکام کوشش کرتی گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی۔۔

ہاں تم کچھ بھی جان بوجھ کے نہیں کرتی!! سب کچھ خود ہی جاتا ہے؟ کم آن ذائشہ خان! کچھ نیا سناؤ! یہ سن سن کے میں پک چکا ہوں!!۔۔۔وہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کرتا اسکے کان کے پاس اپنے ہونٹ کرتا غرایا تھا،

ذائشہ خان اسکے غرانے پہ اپنی جگہ سے اچھلتی اسکی قمیض زور سے اپنی مٹھیوں میں بھر گئی۔۔

آئی۔۔ایم۔۔سوری۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی ہوئی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔

پلیز۔۔۔مجھے۔۔ چھوڑ۔۔کے۔۔مت۔۔ جائیں۔۔ارزم!۔۔

آپ۔۔۔نے۔۔تو۔۔ ساری۔۔ عمر۔۔ ساتھ۔۔ رہنے۔۔کا۔۔وعدہ۔۔ کیا۔۔ تھا۔۔ آپ۔۔ اپنی۔۔ ذی۔۔ کو۔۔۔ یہاں۔۔ اکیلے۔۔ چھوڑ۔۔کے۔۔ بیرونِ۔۔ ملک۔۔۔ کیسے۔۔۔ جا۔۔سکتے۔۔۔ ہیں؟؟۔۔۔وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی اس سے التجاء کرتے ہوئے اسکی پشت کے گرد اپنے دونوں ہاتھ باندھ گئی۔۔

تمہیں صرف میرے وعدے یاد ہیں؟ کیا اپنے کئے گئے تمام وعدے بھول چکی ہو؟ ہمیشہ وعدہ کرتی ہو مجھے کبھی خود سے دور نہیں کرو گی! کبھی کسی دوسرے کو مجھ پہ فوقیت نہیں دو گی اور ہمیشہ اپنے یہ وعدے توڑتی ہو!۔۔۔وہ اسکے رونے پہ آج پل میں نرم پڑنے کی بجائے غصے سے بولتا اسے اپنے سینے سے الگ کرنے لگا۔۔وہ الگ ہونے کی بجائے اس کے ساتھ مزید چمٹتی اسکے پیروں پہ اپنے پیر رکھتے ہوئے اسکے گردن میں اپنا ہاتھ ڈالتی ارزم شاہ کا چہرہ خود پہ جھکا گئی۔ ارزم شاہ اس دوران سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ارزم شاہ کی گرم سانسیں اسکا چہرہ دہکاتی اسے سرخ کر رہی تھیں۔ اسے خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ اسکا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے والا تھا جب وہ اسکے لبوں پہ

اپنے لب رکھتی آنکھیں زور سے میچ گئی۔ ارزم شاہ اسکا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی بجائے حیرانگی سے آنکھیں پھیلاتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔ بالکل ایسی ہی حرکت اس نے ایک دفعہ اپارٹمنٹ میں انجام دی تھی جب وہ اس سے بری طرح سے ناراض تھا۔ آج وہ دوسری دفعہ اسے منانے کے لئے یہ حرکت انجام دے گئی تھی۔۔ وہ آنسو بہاتے ہوئے اسکے ہونٹوں کو چومتی اسکی قمیض کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔ ارزم شاہ نے جان بوجھ کے ناراضگی کا اظہار کرتے اس سے اپنے لب آزاد کروانے چاہے تھے جب وہ اسکے نچلے ہونٹ کو زور سے اپنے دانتوں تلے دباتی اسے ایسا کرنے سے روکنے لگی جواباً ارزم شاہ نے اسکے بالائی لب کو زور سے اپنے دانتوں میں دباتے اپنا بدلا اتارا تھا۔ ذائشہ خان اپنی آنکھیں وا کرتی اسے شکوے سے دیکھتے ہوئے اب نرمی سے اسکے ہونٹ چومتی اپنے نرم سے لمس سے اسکے دل میں گدگدی کا باعث بن رہی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ اسکے USA جانے کے ارادے کو رد کرنے کے لئے یہ کوششیں کر رہی تھی لیکن وہ اتنی دیر بعد اس سے ناراض ہوا تھا، اتنی جلدی مان جاتا تو اسے ارزم شاہ کون کہتا؟ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا اسکا سٹیمنا دیکھنا چاہ رہا تھا آخر وہ کب تک اسے کس کر سکتی تھی؟ ذائشہ خان سے جتنا ہو سکتا تھا اپنی کس کا دورانیہ بڑھا رہی تھی لیکن اسکی طرف سے کوئی ریسپانس نہ دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتی اپنی پھولتی سانسوں کو ہموار کرنے لگی۔۔ ارزم شاہ اسکے دوپٹے کے کنارے سے اپنے ہونٹوں پہ لگی اسکی پنک لپ اسٹک صاف کرتا سر جھٹک کے اسکی طرف دیکھنے لگا جو ڈیڑھ منٹ بھی اسے کس نہیں کر سکی تھی۔ ذائشہ خان اپنے آنسو صاف کرتی اسکے چہرے کے سرد تاثرات دیکھنے لگی۔

میں اپنی ہر چیز فائنل کر چکا ہوں! اگلے ہفتے میری USA کی فلائٹ ہے! تمہاری یہ کچھ دیر کی نزدیکیاں مجھے میرا فیصلہ واپس لینے سے نہیں روک سکتی!!۔۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ سنجیدگی سے بولتا باہر کی طرف بڑھنے لگا۔

ا۔ارز۔ارزم۔۔پلیز!!۔۔ایسا۔۔مت۔۔بولیں!۔۔میں۔۔آپ۔۔کے۔۔بغیر۔۔کیسے۔۔رہوں۔۔گی!۔۔۔وہ پھر سے ہچکیوں سے روتی اسکی طرف بھاگتے ہوئے اسکی پشت پہ سر ٹکراتی اسکے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار باندھ گئی۔۔

جس طرح سے پچھلے دس بارہ دن میرے بغیر گزاریں ہیں بالکل اسی طرح سے آگے بھی گزارہ کر لو گی!! میں تمہیں ہر روز میسر ہوتا ہوں شاید اسی لئے بہت آسانی سے میری ناقدری کر دیتی ہو! دو سے تین سال بعد ملیں گے تو ہمارے رشتے میں ایک چارم نظر آئے گا! صرف میری طرف نہیں تمہاری طرف بھی برابر کی آگ لگے گی!! میں

فیصلہ کر چکا ہوں تم مجھے اس فیصلے سے ہٹا نہیں سکتی!! ۔۔۔وہ مضبوط لہجے میں بولتا اسکے ہاتھ اپنے پیٹ سے ہٹانے لگا۔
ذائشہ خان اسکے فیصلہ کن انداز پہ اپنی ہچکیاں روکتی اسکے مقابل آ کے کھڑی ہوئی تھی۔۔
م۔میں۔۔بدتمیزی۔۔نہیں۔۔کروں۔۔گی!۔۔آ۔۔آپ۔۔کو۔۔پیار۔۔بھی۔۔کروں۔۔گی۔۔جیسے۔۔آپ۔
۔مجھے۔۔کرتے۔۔ہیں!۔۔بہت۔۔زیادہ۔۔قدر۔۔کروں۔۔گی۔۔لیکن۔۔پلیز۔۔مجھ۔۔سے۔۔دور۔۔مت
۔جائیں۔۔ارزم۔۔وہ لاکھ نہ رونے کی کوشش کرتی پھر سے شدتوں سے روتی اسکے گلے میں ہاتھ ڈال کے اسکے فراخ سینے میں چہرہ چھپاتی بولنے لگی۔۔
کرو پیار!! میں دیکھنا چاہتا ہوں کیا تم میں اتنا سٹیمنا ہے تم مجھے میرے جتنا پیار دے سکو؟؟ نہیں دے سکتی میں تمہیں گارنٹی دے سکتا ہوں!۔۔۔ارزم شاہ اسکے گرد ہاتھ باندھنے کی بجائے سنجیدگی سے بولا۔۔ذائشہ خان اسکے چیلنجنگ انداز پہ اسکے سینے سے چہرہ نکالتی اسکی طرف دیکھنے لگی۔وہ اسکی ہیزل نم آنکھوں میں نہ دیکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا تاکہ نرم نہ پڑ جائے۔۔وہ ہمیشہ اسے منانے کی بجائے خود ناراض ہو کے بیٹھ جاتی تھی، اس دفعہ وہ اتنی جلدی ماننے کا ارادہ قطعی نہیں رکھ رہا تھا۔۔ذائشہ خان پھر سے اسکے پیروں پہ چڑھتی اسکی قمیض کے اوپری بٹن کھولتی اسکی گردن پہ موجود سلور چین کے نزدیک اپنے ہونٹ رکھ گئی، ارزم شاہ کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا، اسکا نرم لمس اسکا دل تیزی سے دھڑکانے کا باعث بن رہا تھا۔وہ اسکی گردن پہ ایک ہی جگہ سک کرتی شاید لو بائٹ بنانے کی کوشش کر رہی تھی جس طرح سے وہ اسکی گردن پہ بناتا تھا۔اسکا یوں اپنی گردن کو سک کرنا ارزم شاہ کو حیرت میں مبتلا رہا تھا، آج پہلی دفعہ وہ اس طرح سے اپنے پیار کا اظہار کر رہی تھی۔۔کچھ دیر تک اسی ایک جگہ پہ سک کرتی وہ یہاں سرخ نشان چھوڑتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی، ارزم شاہ جو اسکے لمس میں مدہوش ہوتا اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا، اسکے اپنی طرف دیکھتے ہی چہرے کے تاثرات پھر سے پہلے جیسے سنجیدہ کر لئے۔۔ذائشہ خان روہانسی ہوتی اب اسکا چہرہ نیچے کرتی اسکے بئیر ڈڈہ گالوں پہ نرمی سے ہونٹ رکھتے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، ارزم شاہ جس کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے، اس سے مزید پیار بٹورنے کی غرض سے اپنا فیس سیریس رکھا۔ذائشہ خان پھر سے اسکی گردن پہ سک کرتی مزید ایک سرخ نشان چھوڑنے کے بعد اسکے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسکے تاثرات کو بدلتے نہ دیکھ کے وہ حوصلہ شکن ہوئی تھی، آنکھوں میں آنسو پھر سے جمع ہوئے جنہیں وہ پیچھے کی طرف دھکیلنے لگی۔

م۔مجھے۔۔پتا۔۔نہیں۔۔ان۔۔دنوں۔۔کیا۔۔ہوا۔۔تھا۔۔ارزم۔۔پلیز۔۔پہلے۔۔کی۔۔طرح۔۔ہو۔۔جائیں!

۔۔۔۔وہ آنسو روک کے بولتی اسکے پیروں سے نیچے اتر آئی۔

بس اتنا ہی سٹیمنا تھا تم میں ؟! ۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ استہزایا ہوا تھا۔وہ نظریں جھکا گئی، اس سے زیادہ وہ کیا کرتی اس کی سمجھ سے باہر تھا، وہ ظاہری طور پہ صرف اتنا ہی پیار کر سکتی تھی۔۔

م۔میں۔۔لالا۔۔سے۔۔ہماری۔۔رخصتی۔۔کی۔۔بات۔۔کروں۔۔گی۔۔پھر۔۔آپ۔۔رک۔۔جائیں۔۔گے ؟۔۔۔۔وہ بھیگے لہجے میں بولتی ایک امید کے تحت اسکی طرف دیکھنے لگی۔ارزم شاہ گنگ ہوتا اسکی طرف دیکھنے لگا، زبان تالو سے چپکی تھی۔وہ جو اسکے ذرا سے پیار پہ نڈھال ہو جاتی تھی اسے روکنے کے لئے اپنی پڑھائی کو بھی بھاڑ میں جھونکتی ساری عمر کے لئے اسکی بانہوں میں قید ہونے کے لئے تیار تھی اور اس پہ تضاد وہ اتنی بڑی بات اپنے لالا سے خود کرنے کے لئے تیار ہو چکی تھی؟ ارزم شاہ حیران کیوں نہ ہوتا؟

اگر۔۔ن۔نہیں؟۔۔تو۔۔پھر۔۔میں۔۔آپ۔۔کے۔۔USA ۔۔۔جانے ۔۔۔سے۔۔پہلے۔۔ہی۔۔ہمیشہ۔۔کے۔۔لئے۔۔کشمیر۔۔چلی۔۔جاؤں۔۔گی!۔۔آپکو خدا حافظ بھی نہیں کہوں گی کیونکہ مجھے خدا حافظ کہنا بہت مشکل لگتا ہے! میں نے جان بوجھ کے بدتمیزی نہیں کی تھی لیکن اگر آپ مجھے اس بدتمیزی کے لئے دو سے تین سال کی سزا دینا چاہتے ہیں مجھے منظور ہے!! کہتے ہیں محبوب کی دی گئی سزا میں بھی ایک لطف ہوتا ہے!۔۔جائیں!۔۔باہر۔۔سب۔۔آپ۔۔کا انتظار کر رہے ہوں گے!۔۔۔وہ اپنی بھیگی پلکیں صاف کرتے ہوئے بولتی اس کے سامنے سے ہٹ گئی۔ارزم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔وہ باہر جانے کی بجائے اندر کی طرف بڑھتی شاید واپس سے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے والی تھی جب ارزم شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے مقابل کرتا اسکے لبوں پہ جھک کے اپنی پوری قوت سے دانت گاڑ گیا۔ذائشہ خان کی سسکی اسکے ہونٹوں میں دبی تھی۔اسکے ہونٹوں کو زخمی کرتا وہ ایک ہاتھ اسکے سر کے پیچھے رکھتے اپنے لبوں کی مدد سے اسکے ہونٹ وا کرتا اسکی زبان اپنی زبان سے الجھا کے باہر کی طرف کھینچتا اس پہ نرمی سے اپنے دانت گاڑ گیا۔اسے ایگریسو موڈ میں آتے دیکھ کے ذائشہ خان تھوک نگلتے

ہوئے اسکی قمیض کو کالر سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔۔ اسے یونہی اپنے بازوؤں میں اٹھا کے وہ لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھا رہا تھا۔ اسکی زبان سک کرتے وہ اسے اپنے ساتھ لئے صوفے پہ گرتا اسکی دونوں ٹانگیں اپنی ایک ٹانگ سے کنٹرول کر چکا تھا، صوفے پہ گرنے کی وجہ سے ذائشہ خان کی دھڑکنیں ایک دفعہ پھر سے اسکے پتھریلے سینے سے ٹکراتی اسے سسکی بھرنے پہ مجبور کر گئی، وہ اس پہ جان بوجھ کے اپنا سارا وزن ڈالے اسکے چہرے پہ جھکا اسکی زبان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ ذائشہ خان اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھتی اسے التجائیہ انداز میں دیکھ رہی تھی جو اسکی سانسیں روکنے کے درپہ تھا۔ وہ شاید اس سے بھی ایسا ہی پیار ایکسپیکٹ کرتا تھا لیکن وہ بھلا کیسے اسکے لمبے چوڑے وجود کو اٹھا اٹھا کے پٹک کے اسے اتنے ایکسپرٹ انداز میں کس کر سکتی تھی؟۔۔ ذائشہ خان اسکی طرف دیکھتی روہانسی ہوتے سوچ رہی تھی۔۔

ہمیشہ کے لئے کشمیر جاؤ گی مجھے چھوڑ کے؟؟ ایک دفعہ پھر سے بولنے کی جرآت کرو پھر دیکھو تمہارے ہونٹوں کا کیا حشر کرتا ہوں!!۔۔۔ کافی دیر بعد اسکی زبان کو آزادی بخشتا وہ غصے کی شدت سے غراتے ہوئے اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔ ذائشہ خان سہم کے اسکی طرف دیکھتی نگاہیں جھکا گئی۔

خ۔خود۔۔ بھی۔۔ تو۔۔ مجھے۔۔۔ چھوڑ۔۔ کے۔۔ USA۔۔ جانے۔۔ کی۔۔ بات۔۔ کر۔ر۔رہے۔۔ ہیں!۔۔۔ وہ نگاہیں جھکاتی شکوہ کناں انداز میں بولی تھی۔

تو میں ناراض ہوں! ناراضگی میں میرا دل کرے گا تو میں یہ دنیا چھوڑنے کی بات بھی کروں گا! تمہاری یہ مجھے منانے کی بجائے الٹا دھمکیاں دینے والی گندی عادت کب ختم ہو گی؟۔۔۔ وہ دانت پیس کے بولتا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں کہتے ایک دفعہ پھر سے اسکے بالائی لب پہ دانت گاڑ گیا۔۔ ذائشہ خان نے سسکتے ہوئے اسکی قمیض کو زور سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچا تھا۔ ذائشہ خان خاموشی سے اسکا غصہ برداشت کرنے لگی کیونکہ پچھلے دس دنوں اس نے بھی تو اسکے بلا فضول کے موڈ سونگز برداشت کئے تھے۔

لالا سے رخصتی کی بات کیوں کرو گی تم؟ کیا میں نے تمہیں کبھی فورس کیا ہے کہ جا کے لالا سے ایسی ڈیمانڈیں کرتی پھرو؟ شرم نہیں آئے گی اپنے منہ سے بولتے ہوئے کہ مجھے رخصتی کروانی ہے؟ کیا مجھے اتنا گرا ہوا سمجھا ہے کہ میں اپنی بیوی کی اس بات پہ اس کے صوتے واری جاؤں گا؟ منہ توڑ دوں گا تمہارا جو اس طرح کی فضول باتوں پہ عمل

کرنے کا سوچا بھی تو!!۔۔۔وہ طیش و اشتعال کے عالم میں غراتا اسکی گردن پہ جھک کے اپنی پوری شدت سے دانت گاڑ گیا۔۔ذائشہ خان اسکے حصار میں مچلی تھی۔۔

آ۔۔آپ۔۔بھی۔۔تو۔۔کہتے۔۔ہیں۔۔لالا۔۔سے۔۔بار۔۔بار۔۔رخصتی۔۔کا۔۔۔وہ اپنی گردن پہ اسکی شدت برداشت کرتی سسکیوں کے درمیان نروٹھے پن سے بولی تھی۔

میں کنوئیں میں چھلانگ لگاؤں گا تو کیا میرے ساتھ چھلانگ لگا دو گی؟ میں۔۔۔۔ابھی ارزم شاہ اسکی گردن سے چہرہ نکالتا دبے دبے غصے سے بات جاری رکھتا جب وہ اسکے اتنے سے جملے پہ زور زور سے ہاں میں سر ہلاتی اسکے ساتھ ہی کنوئیں میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہو گئی۔ ارزم شاہ مزید بولنے کی بجائے اسکے سے اثبات میں ہلتے سر کو دیکھنے لگا۔۔

لگا دو گی میرے ساتھ چھلانگ؟۔۔۔۔وہ اسکی اس ادا پہ اب کی بار غصہ کرنے کی بجائے گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔۔ ذائشہ خان نے پھر سے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا، وہ جھک کے اسکے ہونٹوں پہ موجود خون کی بوندیں اپنے لبوں سے نرمی سے چننے لگا۔ وہ غصے میں ان پنکھڑیوں کو زخمی کر گیا تھا لیکن اب خود کو کوستا ہوا اپنے دیئے گئے زخم پہ نرمی اور پیار سے مرحم رکھتا ذائشہ خان کو سرخ کر گیا۔

ابھی مجھے چھوڑ کے کشمیر جانے کی باتیں کر رہی تھی؟۔۔۔اسکے ہونٹ نرمی سے چومنے کے بعد وہ اسکی فراک کے فرنٹ ٹسلز کھولتا بوجھل لہجے میں بولا۔ وہ جواباً خاموش رہی۔ اسکے ہاتھوں کی بے باک حرکت پہ گال سرخ لال ہوئے تھے۔۔

رخصتی کروانی ہے تمہیں؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ مزید سوال کرتا اسکے دل کے مقام پہ بے باکی سے اپنے ہاتھ چلانے لگا۔۔ذائشہ خان اسکے سوال پہ سرخ پڑی تھی۔

بولو؟ رخصتی کروانی ہے؟ یا تمہیں ایسا لگ رہا تھا تمہارے منہ سے رخصتی کی رضامندی کے ساتھ ساتھ لالا کو خود ہی منانے کی تمہاری اعلیٰ سوچ سن کے میں خوشی سے پاگل ہوتا بندروں کی طرح اچھلوں گا؟۔۔۔۔اسکے زبان بند کرنے پہ وہ اسکی دھڑکنیں زور سے اپنے ہاتھوں سے مسلتا اسے سسکی بھرنے پہ مجبور کرتا دبی دبی آواز میں غصے سے بولا۔۔

آ۔۔ آہہ۔۔ارزم۔۔وہ سسکتی ہوئی اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ گئی، ارزم شاہ نے اسکے سسکنے پہ بھی اسکی دھڑکنوں سے ہاتھ نہیں ہٹایا تھا۔

سنو میری بات!! اگر مجھے اپنی مرضی سے رخصتی کروانی ہو تو باخدا میرے پاس سو ایسے طریقے ہیں کہ میں تمہارے لالا سے پہلے ہی اپنی رخصتی کروانے پہ سب کو مجبور کر دوں! لیکن میں ان حربوں کو آزمانے کی بجائے تمہارے لالا کے فیصلے کی دل سے قدر کرتا ہوں! اوپر اوپر سے انہیں چھیڑتا ہوں ان سے صرف رخصتی کا ہی نہیں اور بھی بہت سے مذاق کرتا ہوں جنہیں سن کے تمہاری روح کانپ جائے! پیروں تک سرخ پڑ جاؤ تم! میری باتیں یاد کر کے تمہارا چادر سے منہ نکالنے کو دل نہ کرے! ! تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ تمہیں لالا سے اپنی رخصتی کی بات خود کرنی چاہئیے؟ بے غیرت سمجھا ہوا ہے مجھے یا اپنے لالا کو؟؟ تمہارے منہ سے اتنی اچھی ڈیمانڈ سن کے وہ تمہیں کیا جواب دیتے؟ وہ کیا سوچتے؟ وہ مجھے بیغیرت سمجھتے!! وہ سوچتے کہ میری غیر موجودگی میں دس دن اس کمینے انسان کے پاس رہی ہے اسی نے میری معصوم بہن کو یہ بکواس کرنے پہ مجبور کیا ہو گا!! میں تو تمہارے لالا کی نظروں میں ساری عمر کے لئے بیغیرت بن جاتا اور تم ہمیشہ کی طرح معصوم ثابت ہوتی!! کیوں اپنے بیوقوف دماغ سے اتنی جلد بازی میں فیصلے لیتی ہو؟ شوہر ناراض ہے تو کیا اپنی عزتِ نفس بھول جاؤ گی؟ بھائی بہن کے رشتے کا احترام بھی بھول جاؤ گی؟۔۔۔وہ آج اسے نرمی سے ڈیل کرنے کی بجائے جان بوجھ کے غصہ کرتا اسکا دماغ ٹھکانے پہ لا رہا تھا جو ہمیشہ اپنا ہر فیصلہ اپنی بے وقوفی کی نظر کر دیا کرتی تھی۔ ارزم شاہ کی باتوں پہ ذائشہ خان پہ گھڑوں پانی پڑا تھا۔

م۔مجھے۔۔ آ۔۔ آپ۔۔ کو۔۔روکنے۔۔کا۔۔ کوئی۔۔ طریقہ۔۔ نظر۔۔ نہیں۔۔ آ۔۔رہا۔۔ تھا!۔۔۔۔۔وہ روہانسی ہوتی اس سے نظریں ملائے بغیر بولی تھی۔۔

صدقے!! اگر تھوڑا سا اپنا یہ دماغ استعمال کر لیتی تو شاید کچھ زیادہ نہیں تو یہ ضرور سوچ لیتی کہ میرے بیرونِ ملک جانے کے اس فیصلے پہ سب سے پہلے احان لالا میری چمڑی ادھیڑتے پھر کاظم لالا اور زوریز لالا اپنا حصہ ڈالتے مجھ پہ اپنے ہاتھ صاف کرتے!! وہ مجھے ایک رات حویلی سے باہر برداشت نہیں کرتے تو دو سے تین سال کے لئے بیرونِ ملک کیسے جانے دیں گے؟؟ کب اپنے چھوٹے سے دماغ کا استعمال کرنا شروع کرو گی؟؟۔۔۔ارزم شاہ اسکے دماغ پہ اپنی انگلیاں بجاتا سر جھٹک کے افسوس سے بولتا ذائشہ خان کو لب پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

م۔ مطلب۔۔ آپ۔۔ مذاق۔۔ کر۔۔ رہے۔۔ تھے ؟۔۔۔ وہ اپنی بیوقوفی پہ خود کو کوستی خفگی سے بولی۔

مذاق نہیں کر رہا تھا! سچ بول رہا تھا! اگر لالا مجھے بیرونِ ملک نہ جانے دیتے تو میں تم سے فضول میں قربتیں بڑھانا بند کر دیتا کیونکہ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے تم اکورڈ فیل کرتی ہو! مجھے اپنے لمس پہ تمہارے چہرے پہ ایک شکن قبول نہیں ہے! تمہارے چہرے کا ایک ایک تاثر میرے لئے بہت معنی رکھتا ہے! ۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ سنجیدہ رہا، وہ چاہے بیرونِ ملک جانے والا مذاق کر رہا تھا لیکن اس پہ ظاہر نہیں کیا تھا کیونکہ ایسے وہ ہر دفعہ یونہی جانے انجانے میں اسکے جذبات کی ناقدری کرتی، وہ اسے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس دلانا چاہتا تھا۔۔

م۔ میں۔۔ اکورڈ۔۔ فیل۔۔ نہیں۔۔ کرتی۔۔ ارزم! بس ان دنوں میں مجھے پتا نہیں کیا ہوا تھا! آئی ایم سو سوری!۔۔۔۔۔ وہ معصومیت سے سوری کرتی اسکی گردن کے گرد اپنی بانہوں کا ہار ڈال گئی، اسکی مزید ناراضگی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ارزم شاہ اسکے چہرے سے نگاہیں ہٹا کے اسکے سراپے میں اپنی نگاہیں الجھا گیا، اسکے فرنٹ کھلے ٹسلز سے نظر آتی اسکے بدن کی گہرائیوں پہ نظریں جماتا ذائشہ خان کے گال سرخ کر گیا۔۔ اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے وہ اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ جھکتا اپنے لبوں کی شدتیں ڈھانے لگا۔۔۔ ذائشہ خان اسکے شدت بھرے لمس پہ اپنی سسکیاں روکتی اسکے کندھوں کو زور سے تھام گئی۔۔

میرے اتنے سے لمس پہ کانپ جاتی ہو تم! ! جس دن تمہارے پورے وجود پہ ہونٹوں کے بل چلتا اپنی شدتوں کی ضربیں لگاؤں گا تب تمہارا کیا حال ہو گا ذائشہ ارزم شاہ؟۔۔۔ وہ خمار آلود لہجے میں بولتا اسکے بدن کے رعنائیاں چھلکتے خدوخال پہ اپنے انگارہ ہونٹوں کا لمس بکھیرنے لگا۔۔ ذائشہ خان کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں پھنسا رہی تھی۔ اسکی گردن پہ اپنے دیئے گئے دو سرخ نشان دیکھتی وہ شرم سے بوجھل پلکیں جھکا گئی۔۔ وہ اب اسکی ہیزل آنکھوں میں اپنی خمار آلود شہد رنگ آنکھیں گاڑتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں سے بے رحمی دیکھا رہا تھا، وہ سسکیاں بھرتی اسے مزید مدہوش کرتی اپنی آنکھیں موندے گئی۔۔ اسکی یہ میٹھی سی سسکیاں ارزم شاہ کے کانوں میں سکون کا باعث بنتی اسکے جذبات میں مزید آگ بھڑکا رہی تھیں۔۔

یہ تمہاری آخری وارننگ تھی ذائشہ شاہ!! اگر آج کے بعد مجھے محسوس ہوا میری محبت کی ناقدری کی جا رہی ہے باخدا میں رک جاؤں گا! اگر تمہیں پیار لینا آتا ہے تو اسے واپس کرنا بھی سیکھو! اپنے الفاظ سے ہی سہی کبھی کبھار مجھے یہ

محسوس کروادیا کرو تم میرے لمس سے کیسا محسوس کرتی ہو؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ اب دھیما کو چکا تھا، انداز سمجھانے والا تھا، ذائشہ خان زور زور سے ہاں میں سر ہلاتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔۔

ب۔بہت۔۔اچھا۔۔لگتا۔۔ہے۔۔جب۔۔آپ۔۔پیار۔۔کرتے۔۔ہیں!۔۔۔آپ۔۔۔کے۔۔لمس۔۔۔سے۔۔بہت۔۔سکون۔۔ملتا۔۔ہے!۔۔۔۔۔۔وہ ابھی کے ابھی اسکی بات پہ عمل کرتی بے حد کیوٹ لگی تھی، ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے اسکی کان کی لوں اپنے دانتوں میں دبا گیا۔۔

گڈ گرل!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے کان میں پیار سے سرگوشی کرتا اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکال کے اسکے ہونٹ نرمی سے چومنے لگا۔کچھ دیر تک ان لبوں کو نرمی سے اپنے ہونٹوں میں لئے قطرہ قطرہ ان کا رس پیتے اپنی قید سے آزاد کرتا وہ اسکی ہیزل آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

کو۔۔کوئی۔۔آ۔۔نہ۔۔جائے!۔۔۔۔ارزم شاہ کو خود میں مصروف ہوتے دیکھ کے ذائشہ خان نے اسے جگہ کا احساس دلایا تھا۔ارزم شاہ نے آئیبرو اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

م۔میرا۔۔مطلب۔۔یہ۔۔تھا۔۔ہم۔۔کمرے۔۔میں۔۔نہیں۔۔ہیں!۔۔مجھے۔۔آپ۔۔کا۔۔لمس۔۔اچھا۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے!۔۔وہ اسکے پھر سے ناراض ہونے کے ڈر سے معصومیت سے اسے اپنی بات کی تفصیل بتانے لگی۔۔

لو بائٹس اچھی بنالیتی ہو تم!۔۔۔۔۔وہ اپنی گردن پہ اسکے دیئے گئے نشان پہ انگلی پھیرتا اسے چھیڑنے لگا۔۔ذائشہ خان اپنے ہونٹوں کی شرمیلی سی مسکراہٹ چھپانے کے لئے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی جب ایک بات یاد آنے پہ وہ پھر سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

کون تھیں وہ لڑکیاں جنہوں نے آپ کی تعریف کی تھی؟۔۔وہ اسکا گریبان اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچتی ایک دم سے غصے سے پوچھنے لگی۔ارزم شاہ اسکے اس اچانک ریکشن پہ پہلے تو حیران ہوا پھر اسکی بات سمجھتا مسکراہٹ روکنے لگا۔۔

تھیں کوئی تین چار اور ان کے ساتھ ساتھ ان کی کچھ دوستیں بھی تھیں جو آنکھوں ہی آنکھوں سے میری تعریف کر رہی تھیں!۔۔۔وہ اپنی ہنسی دباتا اسے مزید تنگ کرنے لگا۔۔

کون؟ آپ لڑکیوں والی سائیڈ پہ کیا کر رہے تھے؟۔۔۔ذائشہ خان کے لہجے میں غصے کی رمک واضح تھی۔

ہاہاہا! تمہیں لگتا ہے میں بلا فضول میں لڑکیوں والی طرف جا کے اٹنشن لوں گا؟ لڑکیوں سے مراد میرال آپی، مرحا اور ایزل تھیں! ہاہاہا انہوں نے تمہارے سامنے ہی یہاں لاؤنج میں میری تعریف کی تھی! میں تو صرف غصے میں تمہیں بھی اتنی ہی آگ لگانا چاہ رہا تھا جتنے میرے اندر لگی تھی۔۔۔۔ وہ ہنس کے بولتے ہوئے اب اسکے فرنٹ ٹسلز ٹھیک سے باندھ رہا تھا۔ اسکی ہنسی پہ ذائشہ خان کچھ مطمئن ہوئی تھی، کتنے دنوں بعد وہ اسکے سامنے یوں ہنسا تھا۔

چلو باہر چلتے ہیں! باہر کیک کٹنگ سرمنی ہونے والی ہو گی! سب انتظار کر رہے ہوں گے ہمارا!۔۔۔۔۔ وہ اسکی شہہ رگ تھوڑی دیر سک کرنے کے بعد اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اپنے مزید جذبات پہ بیڑیاں ڈالتے اس کے اوپر سے اٹھتا اسے بھی اپنے ساتھ اٹھاتے ہوئے بولا جس پہ ذائشہ خان نے ہاں میں سر ہلایا تھا، وہ اپنی سفید قمیض کے اوپری بٹن بند کرنے کے بعد اسکے سر اور سراپے پہ ٹھیک سے دوپٹا اوڑھاتا اسے اپنے ساتھ لئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

لان میں کیک کاٹنے سے پہلے حاذق خان اور میرال کی رخصتی کی ڈیٹ کا مائک میں اعلان کیا جا رہا تھا جو ابھی تک پینڈنگ تھی۔ اس ہفتے کے آخر میں ان دونوں کی رخصتی کی تاریخ تہہ کی گئی تھی۔ اس اناؤنسمنٹ کے دوران حاذق خان کے ہونٹوں پہ مسلسل مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا جس پہ شہسوار شاہ نے اسے چھیڑنا خود پہ فرض سمجھا تھا۔ کچھ ہی منٹوں کے بعد یاور شاہ اور یسریٰ شاہ کے عقیقے کا کیک پہلے مردوں والی سائیڈ پہ کاٹا جا رہا تھا۔ یسریٰ ھارون شاہ کے بازوؤں میں تھی تو یاور شاہ دریاب شاہ کے بازوؤں میں جبکہ ازمیر کاظم شاہ کے بازوؤں میں تھا۔ لڑکوں والی سائیڈ پہ فیملی کے تمام مرد اور ان کے میل فرینڈز ھارون شاہ اور دریاب شاہ کے پاس کھڑے ہولے سے تالیاں بجاتے مسکرا رہے تھے، کیک ھارون شاہ اور دریاب شاہ نے کاٹا تھا، ازمیر شاہ نے اس دوران بھی یاور کو چانٹا مارنے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں پکڑتا اپنے لبوں سے لگاتا رہا تھا۔ یہاں کیک کاٹنے کے بعد عورتوں والی طرف بھی دو کیک کاٹے جانے تھے، مردوں اور عورتوں کے درمیان میں پردہ حائل تھا اسی لئے خوبصورت سی سجاوٹ دونوں طرف سیم کروائی گئی تھی۔۔ کیک کاٹنے کے دوران احان کو یہاں نہ دیکھ کے ایزل شاہ نے اسے فون ملا کے زبردستی لاڈ سے تھوڑی دیر کے لئے یہاں بلوایا تھا

کیونکہ اکیلی گلالئی اپنے بچوں کا کیک کاٹتی اچھی نہ لگتی۔۔ حویلی کی تمام لڑکیاں، زہرہ مام اور شاہ بی بی اس وقت گلالئی کے پاس کھڑی احان شاہ کے یہاں آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔ یسریٰ شاہ اور یاور شاہ کو یہاں پہلے سے بھیج دیا گیا تھا۔ تقریباً تین سے چار منٹ کے انتظار کے بعد احان شاہ یہاں عورتوں والی سائیڈ کی طرف آتا دیکھائی دیا تھا، اس دوران وہ اپنے بازوؤں میں موجود ازمیر سے مسکرا کے باتیں کرتا اسکا گال چوم رہا تھا جس پہ اس کے بیٹے نے ناخن کی چھوٹی سی خراش ماری تھی۔ ازمیر سے نگاہیں ہٹا کے سامنے کی طرف دیکھا تو نظروں نے گلالئی سے ہٹنے سے انکار کیا تھا، وہ اس کی تحفے میں دی گئی پنک ایمبرائیڈڈ سی فراک میں ملبوس لائٹ سا میک اپ کئے اسی کی تحفے میں دی گئی جیولری پہنے ہوئے تھی، نازک کلائیوں میں اسکی دی گئی چوڑیاں اور گجرے پہنے گئے تھے، احان شاہ یہ تین سے چار قدم عبور کرنے کی بجائے وہی پہ کھڑا ایک ٹک اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا وہ اسکے تحائف کو اس طرح سے قبول کرتی اسے شاک کرے گی۔۔

ہاہاہا۔۔ آجاؤ! تمہاری ہی بیوی ہے! بعد میں سکون سے تار لینا!۔۔ میرال شاہ نے ہنستے ہوئے دور سے ہانک لگائی تھی جس پہ سب لڑکیوں کی دبی دبی سی ہنسی گونجی تھی، گلالئی نے اپنی کرسٹل گرے آنکھیں اٹھاتے بے ساختہ احان شاہ کی طرف دیکھا تھا جو میرال کو مصنوعی غصے سے گھورتا گلالئی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ گلالئی کے قریب کھڑے ہوتے وہ لائٹر اٹھا کے دونوں کیک پہ موجود کینڈلز کو جلاتا گلالئی کا نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے دونوں کیک کاٹ چکا تھا۔۔ ہر طرف ہوٹنگ اور تالیوں کا شور اٹھا تھا۔ احان شاہ نے تھوڑا سا کیک پکڑ کے گلالئی کے ہونٹوں کے قریب کیا تھا جو اس سے نگاہیں ملائے بغیر سرخ گالوں سے تھوڑا سا منہ کھول کے یہ کیک کھاتی اسکی گہری نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرنے لگی۔۔

جان تمنا۔۔۔ قسط 128 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

لڑکیاں کتنا ہی مہنگا لباس پہن کے میک اپ اور جیولری سے خود کو کیوں نہ سجالیں لیکن جب تک ان کے چہرے پہ شوہر کی محبت کے رنگ نہ کھلے ہوں وہ خوبصورت نہیں لگ سکتی! اور یہی حال تمہارے ساتھ ہے! تم نے دنیا والوں

کے سامنے خود کو خوش ظاہر کرنے کے لئے خود کو ہر لحاظ سے تیار کیا ہے لیکن تمہارے چہرے سے احان شاہ کی محبت کے رنگ غائب ہیں! ۔۔۔۔۔۔گلالئ کو کونے والے ٹیبل پہ اکیلے بیٹھ کے یاور کو فیڈ کرواتے دیکھ کے زینت کلستی ہوئی اس کے قریب آ کے بیٹھتی بلا فضول میں خود ہی بولنا سٹارٹ کر چکی تھی، گلالئ نے اسکی جلی کڑھی آواز پہ چونک کے نگاہیں اٹھاتے اسکی طرف دیکھا تھا، اسکی نگاہوں کا ارتقاء یاور شاہ کی طرف دیکھتی وہ اپنا بڑا سا دوپٹا خود پہ پھیلا رہی تھی جس نے یاور کو ڈسٹرب کیا تھا۔

میں آپ کی ان باتوں کا مقصد سمجھی نہیں ؟۔۔۔گلالئ سنجیدگی سے جواباً گویا ہوئی تھی۔

میری باتیں اتنی مشکل تو نہیں ہیں! ! مجھے تو لگتا ہے تم احان کے لئے آج بھی ایک نوکرانی کی حیثیت رکھتی ہو اور رہی تمہارے بچوں کی بات تو وہ تم سے اپنا وارث پیدا کروانے کے لئے زبردستی بھی کر سکتا تھا! پھر تمہارا یوں بننا سنورنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟ تمہارے چہرے کی مسکراہٹ مصنوعی معلوم ہوتی ہے! تمہارے آنکھوں کی چمک مانند ہے! چہرے سے پیار یا محبت کی لالیاں غائب ہیں۔۔یہ سب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم ایک پولیٹیشن کی بیوی ہو تو ضروری نہیں ہے یوں آرٹیفیشل تیار اور خوش ہو کے باقی سب کے ساتھ بھی پولیٹکس کھیلو! کم آن بی رئیل!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔زینت سے اسکی خوشی اور احان شاہ کا ابھی کچھ دیر پہلے اسے نظر بھر بھر کے دیکھنا برداشت نہیں ہو رہا تھا اسی لئے کلس کے بولتی اپنے دل کی تمام سڑی ہوئی باتیں زبان پہ لے آئی۔۔

زینت آپی! کیا آپ رات کو ہمارے بیڈ روم میں ہمارے ساتھ سوتی ہیں؟ یا آپ کو رات کو چڑیلوں کی طرح شادی شدہ جوڑوں کے کمرے میں گھسنے کا کوئی خاص منتر وغیرہ آتا ہے؟ شاہ میرے کتنے دیوانے ہیں اس سوال کا جواب آپ کو اسی دن معلوم ہو جانا چاہئیے تھا جب آپ نے لالا کے نکاح والی رات کو کچن میں ہمارا رومانس ڈسٹرب کیا تھا! آپ کی ڈسٹر بینس نے ان کا کافی موڈ خراب کیا تھا جس کا بدلہ بھی انہوں نے مزید رومانٹک ہوتے مجھ سے۔۔۔خیر چھوڑیں مجھے اپنی پرسنل باتیں کسی اجنبی کے ساتھ شئیر کرنا بالکل اچھا نہیں لگتا اور آپ تو ویسے بھی ابھی تک کنورای ہیں شاید؟ ان کی ایگریسو اور بیک وقت رومانٹک نیچر کے متعلق سن کے آپ کے دل پہ چھریاں بھی چل سکتی ہیں! مجھے ضرور پرہیز کرنا چاہئیے۔۔۔۔گلالئ اپنے چہرے پہ مسکراہٹ سجا کے بے حد احترام سے اسے جواب دیتی اندر تک آگ لگا گئی، اسے زینت کا یوں اپنے سامنے بیٹھ جانا اچھا نہیں لگا تھا یہ جانتے بوجھتے کہ وہ یہاں ایک سائیڈ پہ یاور کو

فیڈ کروانے کے لئے آئی ہے اسی لئے اپنی فراک درست کرتی یاور کو اپنے ہاتھوں سے تھپکنے لگا جس نے کسمسا کے رونا شروع کیا تھا۔ گلالئ کے جواب پہ زینت کی آنکھیں پھیلی تھیں، اسے نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا وہ اسے یوں ٹکا کے جواب دے گی، آج وہ اپنے جواب سے سید احان شاہ کی بیوی لگی تھی۔۔۔ اسکی طرح مقابل کو زیر کر دینے والا انداز۔۔۔

کیا آپ یہاں سے جائیں گی؟ مجھے میرے بیٹے کو فیڈ کروانا ہے! اپنے بابا جان کی طرح اپنا حق نہیں چھوڑتا اور اس دوران ڈسٹربینس تو اسے آپ سے بھی بری آئی مین زہر سے بھی زیادہ بری لگتی ہے!!۔۔۔ زینت کو ہکا بکا ہوتے دیکھ کے گلالئ نرمی سے مزید گویا ہوتی روتے ہوئے یاور شاہ کو اپنے سینے سے لگا گئی، اسکی فراک ایمبرائیڈڈ تھی اسی لئے اسے فیڈ کروانے میں مشکل ہو رہی تھی۔۔

یاور کہاں پہ ہے بچے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نرمی سے مرحا شاہ کو مخاطب کرتا یہاں وہاں گلالئ کو تلاش کر رہا تھا تاکہ یاور کا آسانی سے پتا لگایا جا سکے۔ اسکے کچھ سیاسی دوست ابھی عقیقہ اٹینڈ کرنے آئے تھے، انہوں نے اسکے بیٹے کو دیکھنے کی فرمائش کر ڈالی تھی جس کی وجہ سے احان شاہ کو اس طرف پھر سے آنا پڑا تھا ورنہ وہ کیک کاٹ کے کسی بھی عورت پہ نگاہِ غلط ڈالے بغیر یسریٰ کو لئے یہاں سے جا چکا تھا، یسریٰ ابھی تک دوسری سائیڈ پہ زوریز شاہ کے پاس اسکے بازوؤں میں کھلکھلا رہی تھی، یاور اگر حاذق خان کے بازوؤں میں خوش رہتا تھا تو یسریٰ بھی زیادہ تر زوریز شاہ کے بازوؤں میں خوش رہتی تھی، شاید اسے زوریز شاہ میں اپنے باپ کی جھلک نظر آتی تھی۔۔ دونوں بھائیوں کے نقوش ایک دوسرے سے کافی حد تک ملتے تھے، صرف زوریز شاہ کی آنکھ کی کمان کا تل سب سے منفرد تھا۔۔

لالا!! یاور ضد کر رہا تھا! ! گلالئ اسے وہ آخر والے ٹیبل پہ لے کے گئی ہے!!۔۔۔۔ مرحا شاہ اپنی کرسی سے احتراماً کھڑی ہوتی اسے جواب دیتے ہوئے اشارے سے گلالئ کا ٹیبل بتا رہی تھی، گلالئ کے ساتھ زینت کو بیٹھے دیکھ کے وہ سر کو خم دیتا تیزی سے اسکی طرف بڑھ گیا۔ کتنی ہی لڑکیوں کی نظریں اس وقت احان شاہ کی طرف اٹھی تھیں، جو کسی کو بھی دیکھے بغیر ناک کی سیدھ میں چلتا گلالئ کی طرف بڑھتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔

اپنی اوقات بھول گئی ہو تم؟ اگر بھول گئی ہو تو تمہیں یاد کروا دوں اسی حویلی کی نوکرانی تھی تم! مجھے کئی دفعہ چائے اور کھانا اپنے ہاتھوں سے سرو کر چکی ہو یوب۔ل۔ڈ۔ی۔۔ گرل!!۔۔۔ زینت اپنی بے عزتی پہ دبی دبی آواز میں غصے

سے بولی۔ اسکا یہ طنز گلالئی کے دل پہ بری طرح سے لگا تھا لیکن اس نے چہرے کے تاثرات نارمل رکھے تھے۔۔ گلالئی نے کچھ بولنے کے لئے اپنے ہونٹ وا ہی کئے تھے جب احان شاہ کو یہی پہ آتے دیکھ کے زینت گلالئی کا جواب سنے بغیر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

یہاں پہ اکیلی کیا کر رہی۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے قریب آتا ابھی اپنا سوال مکمل کرتا جب یاور شاہ کو اپنی بھوک مٹاتے دیکھ کے وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑتا سنجیدگی سے زینت کی طرف دیکھنے لگا جو ابھی تک ان کے سر پہ کھڑی تھی۔

کیسے ہو احان!؟۔۔۔۔۔۔۔۔ احان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے زینت چہرے پہ مسکراہٹ سجا کے میٹھی سی آواز نکالتی اس کا حال پوچھتے ہوئے نامحسوس انداز میں اپنا دوپٹا بے ترتیب کرتی گلے میں ڈال گئی، سر پہ تو اس نے پہلے ہی نہیں لیا ہوا تھا لیکن سر اپے پہ جو تھوڑا بہت لیا تھا وہ بھی احان شاہ کو اپنی طرف متوجہ کروانے کے لئے ہٹا گئی۔۔ احان شاہ نے ناگواری سے نگاہوں کا رخ پھر سے گلالئی کی طرف موڑا تھا۔۔

شاہ۔۔ سائیں! آپ یہاں میرے سامنے کھڑے ہو جائیں تاکہ میں کسی کو نظر نہ آؤں! کب سے یاور ڈسٹرب ہو رہا ہے! میں اسے آرام سے فیڈ نہیں کروا پا رہی! زینت آپی بھی نا کب سے یہاں پہ بیٹھی میرے بیٹے کو پیار والی گندی نظر لگائے جا رہی ہیں! ! ۔۔۔۔۔۔ احان کے زینت کو کوئی بھی جواب دینے سے پہلے ہی گلالئی اسکا مضبوط ہاتھ اپنے نازک سے ہاتھ میں تھام کے لاڈ سے بولتی اسے اپنے قریب کر رہی تھی۔ احان شاہ نے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔ گلالئی کی مداخلت پہ تضاد اسکے آخری جملے پہ زینت جل جل کے مڑی تھی۔۔

تم یہاں پہ بیٹھ کے اسے فیڈ کیوں کروا رہی ہو؟ مہمانوں سے لان بھرا پڑا ہے کسی کی بھی نظر یہاں پہ پڑ سکتی ہے! کمرے میں جاؤ یا بعد میں یہ کام کر لینا!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کو اسکے یہاں پہ بیٹھ کو یاور کو فیڈ کروانے پہ شدید غصہ آیا تھا لیکن وہ ضبط کرتا مدھم لہجے میں بولا، احان شاہ کی آنکھوں میں غصے کی لالی دیکھتی گلالئی اسکا کل سڑک والا روپ یاد کرتی اندر تک لرزی تھی، نا جانے کیوں وہ اسکا کل والا غصہ نہیں بھول پا رہی تھی۔

میں کونے میں سب کی طرف سے پشت کر کے بیٹھی ہوں! کسی کو بھی نظر نہیں آ رہی اور اب تو آپ اگئے ہیں نا آپ کے سامنے تو اب زینت آپی کو بھی نظر نہیں آ رہی ہوں گی! ! یاور رو رہا ہے یہ کام میں بعد میں نہیں کر سکتی!۔۔۔

گلالئی اس سے نگاہیں ملائے بغیر جواب دیتی یاور کی طرف دیکھنے لگی، دل زوروں سے دھڑکتا پاگل ہو رہا تھا، اسکی لوں دیتی نگاہوں کی تپش گلالئی کو حلق تر کرنے پہ مجبور کر رہی تھی۔

تم کمرے میں بھی جا سکتی ہو گل!! اٹھو یہاں سے!!۔۔۔ احان شاہ اسکے سراپے سے بمشکل نگاہیں چراتا سنجیدگی سے بولتے اب وارن کرتی نگاہوں سے رخ موڑ تا زینت کی طرف دیکھ رہا تھا جو ابھی تک ڈھیٹوں کی طرح یہی پہ کھڑی تھی، وہ ابھی کچھ دیر پہلے گلالئی کی اس بے ترتیب حالت میں اس کے سامنے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی، احان شاہ کا غصے سے میٹر شارٹ ہو رہا تھا لیکن وہ اپنا غصہ اس وقت کسی پہ نکال نہیں سکتا تھا۔ زینت اسکی سرخ ہوتی ہری آنکھوں کو دیکھ کے جھرجھری لیتی جلدی سے وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی تھی۔۔

کیوں آپ کو یہاں سب کی موجودگی میں میرے پاس کھڑے ہونا اچھا نہیں لگ رہا؟ کیا آپ لوگوں کی باتوں کو سچ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟۔۔۔ زینت کے جانے کے بعد وہ اپنے آنسو روکتی احان شاہ کو جواب دے رہی تھی۔

گل ایسی کوئی بات نہیں ہے! میں عورتوں والی سائیڈ پہ صرف اکیلا مرد کھڑا خود اکورڈ فیل کر رہا ہوں! میں یہاں یاور کو لینے آیا تھا اور تم کن لوگوں کی باتوں کی بات کر رہی ہو؟۔۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے جواب دیتا آخر میں چونک کے استفسار کرتے ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

کچھ نہیں! جائیں آپ یہاں سے! میں کمرے میں چلی جاتی ہوں!!۔۔ وہ اپنے حلق سے آنسوؤں کا گولا نیچے اتارتی یاور کو خود سے الگ کر رہی تھی جب احان شاہ کرسی کھینچ کے اسکے بالکل سامنے بیٹھا تھا، وہ احان شاہ کے لمبے چوڑے وجود کے آگے بالکل چھپی ہوئی تھی، کافی لڑکیاں دلچسپی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں لیکن۔ احان شاہ کی چوڑی پشت کے علاوہ وہ کچھ بھی دیکھنے سے قاصر تھیں۔۔ یاور شاہ بار بار ڈسٹربینس کا سامنا کرتا اب چیخ چیخ کے رونا شروع کر چکا تھا

۔

بھوک لگی ہے اسے!! تمہارے کمرے میں جانے تک پاگل ہو جائے گا یہ! اور مجھے بتاؤ کسی نے کچھ کہا ہے؟۔۔۔۔ گلالئی کو فراک ٹھیک کرتے خراب ہوتے موڈ کے ساتھ کرسی سے کھڑے ہوتے دیکھ کے احان شاہ اسے کلائی سے کھینچ کے واپس سے کرسی پہ بٹھاتا اپنی کرسی اسکے مزید نزدیک کرتے نرمی سے پوچھنے لگا۔

آپ یہاں میرے پاس بیٹھ کے اکورڈ فیل کر رہے ہیں! آپ کو یہاں پہ مزید نہیں بیٹھنا چاہئیے!!میں یاور کو کچھ دیر میں آپ کے پاس بجھوادوں گی!!۔۔گلالئ اسے زینت کی باتیں بتانے کی بجائے اپنی آنکھوں کے بھیگتے کنارے صاف کرتی روتے ہوئے یاور کو تھپکنے لگی۔احان شاہ اسکی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کے پریشان ہوا تھا،اس نے تو ایسا کچھ کہا بھی نہیں تھا جو وہ فضول میں اپنا موڈ آف کر رہی تھی۔۔

گل میر اوہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو جاناں! مجھے تمہارے پاس بیٹھنا نہیں بلکہ اتنی عورتوں کے درمیان میں کھڑے ہونا اکورڈ لگ رہا ہے! اور مجھے بتاؤ رو کیوں رہی ہو؟ایک تو پہلے ہی اتنی پیاری لگ رہی ہو اور اس پہ تضاد اپنی ان خوبصورت آنکھوں کو بھیگا کے مجھے گھائل کرنے کے پورے ارادے ہیں تمہارے؟رائٹ؟!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے نرمی سے بولتا اسکے چہرے پہ جھک کے اسکی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا،گلالئ سب کے سامنے اسکی بے اختیاری پہ سرخ پڑتی نگاہیں جھکا گئی۔پہلے اسکی ذرا سی بات بری طرح سے دل پہ لگی تھی اور اب اسکے چھوٹے سے affection کے اظہار پہ پلکیں خود بخود عارضوں پہ سجدہ ریز ہوئی تھیں،اسکے چہرے پہ بکھرتے رنگ احان شاہ کو حد سے بڑھنے پہ مجبور کر رہے تھے۔

تمہاری اتنی تیاری کا میں کیا مطلب سمجھوں؟۔۔۔۔۔اسے نگاہیں جھکا کے یاور کو پھر سے فیڈ کروانے میں مصروف ہوتے دیکھ کے وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جماتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا۔اسکے سوال پہ گلالئ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔

م۔میں۔۔اپنے۔۔بچوں۔کی۔۔تقریب۔۔کے۔۔لئے۔۔تیار۔۔ہوئی۔۔ہوں!۔۔وہ لڑکھڑاتے لہجے میں اسے اپنی تیاری کی وجہ بتانے لگی۔

رائٹ! اوپر سے نیچے تک میرے دیئے گئے تحفوں میں ملبوس تم بچوں کے لئے تیار ہوئی ہو جنہیں تمہاری تیاری سے نہیں صرف تمہاری دھڑکنوں سے مطلب ہے! لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے تم آج بچوں کے بابا کے لئے تیار ہوئی ہو جس کے لئے ہر کام سے زیادہ ضروری تمہاری چھوٹی چھوٹی تیاری،تمہاری ایک ایک ادا،تمہاری ایک ایک حرکت سے لے کے تمہارے ایک ایک نقش کا جائزہ لینا ہے!!۔۔وہ اسے سر تا پاؤں دیکھتا آئیبرو اچکاتے ہوئے شرارت سے پوچھنے لگا۔اسکے لہجے میں بے باکی کا عنصر محسوس کرتے گلالئ کا رنگ تانبے کی مانند سرخ ہوا تھا۔

کچھ بول دو ورنہ میں یونہی خوش فہمی کا شکار ہوتا رہوں گا!!۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا۔

ک۔کیا۔۔بولوں!۔۔۔۔۔۔۔گلالئی ہنوز نگاہیں جھکائے کنفیوز انداز میں بولی۔

جو تمہارے دل میں ہے!۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی بائیں کلائی میں پہنے گجرے پہ اپنی انگلیاں پھیرتا لہجے میں ایک آس لئے بولا تھا،اب اس سے دور رہنا بے حد مشکل تھا۔

فراک خریدنی ہی تھی تو کوئی کھلی سی خرید لیتے جس میں میں کم از کم سانس تو ٹھیک سے لے سکتی اور بچوں کی ضرورت پوری کرواتے ہوئے بھی مشکل پیش نہ آتی!! ۔۔۔۔گلالئی کی زبان اچانک سے پھسلتی اس سے شکوہ کر گئی،وہ اس فراک میں جتنی خوبصورت لگ رہی تھی اسکی فٹنگ نے اسے اتنا ہی تنگ کیا تھا۔

کھلی خرید تا تو خوبصورت نظارے دیکھنے سے محروم رہ جاتا! ! ابھی تو ان نظاروں کو سب کے سامنے نظر بھر کے دیکھنے کی گستاخی نہیں کر رہا اور تب تک نہیں کروں گا جب تک تم مجھے رضامندی نہیں دو گی! اگر تو آج بھی صرف میرے جذبات میں آگ لگانے والا کام کیا ہے تو مجھے پہلے ہی بتا دو تا کہ سب کے دوستوں کے ساتھ حویلی کی بیک سائیڈ والے روم میں بند ہو جاؤں کیونکہ تمہاری اتنی تیاری کے بعد تمہارے قریب ہوتے ہوئے بھی تم سے دور رہنا میری سانسیں روک سکتا ہے!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ کا نا صرف لہجہ خمار آلود تھا بلکہ آنکھوں میں بھی خمار کی شدید سرخی تھی جس پہ گلالئی سٹپٹا کے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

آج تمہاری خاموشی نہیں چلے گی میری ڈکیٹ پٹھانی! ! ہاں یا ناں میں جواب دو! اگر تمہارا جواب ناں میں ہو گا میں قسم کھاتا ہوں اپنے جذبات پہ بیڑیاں ڈال لوں گا! لیکن تمہاری زبان کی خاموشی منظور نہیں ہے کیونکہ تمہاری آنکھیں آج مجھے کوئی اور ہی کہانی سنا رہی ہیں!۔۔اسکی خاموشی احان شاہ کو بے چین کر رہی تھی جس پہ وہ بے تابی سے گلالئی سے استفسار کرتا اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

یاور۔۔کو۔۔۔لے۔۔جائیں!! اسکا۔۔پیٹ۔۔بھر گیا ہے!!۔۔۔گلالئی اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے اپنے زوروں سے دھڑکتے دل پہ قابو پاتی فراک درست کرتے ہوئے یاور اسکے حوالے کر گئی،اس دوران اس نے احان شاہ کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا،اسے اسکی آنکھوں کی سرخی سے ڈر لگ رہا تھا۔اسکی آنکھوں میں جزبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر آباد تھا،وہ ان کی جذبات کی رو میں بہکتا اپنے جنونی انداز سے اسے اپنے ساتھ اسی سمندر میں بہا

لے جاتا۔۔وہ تو اسکی ایک کس برداشت نہیں کر سکتی تھی پھر بھلا کیسے اپنی نازک جان پہ اسکی شدتیں برداشت کر پاتی؟زرتاج اماں نے اسکی آج جو ہمت باندھی تھی وہ ہمت پھر سے ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔اسکے بات پلٹنے پہ احان شاہ گہری سانس بھرتا اسکے ہاتھوں سے یاور کو تھامتا کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔

دوپٹا ٹھیک سے لو!! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ کو ٹیبل پہ اپنی انگلیوں سے ڈیزائن بناتے دیکھ کے احان شاہ نے اسے سنجیدگی سے حکم دیا تھا جس پہ وہ اگلے ہی پل عمل کرتی اپنے سر اور سراپے پہ دوپٹا پھیلا گئی،وہ اس پہ ایک آخری گہری نگاہ ڈالتا سب کی نظروں کو اگنور کئے یاور شاہ کو یہاں سے لئے مردوں والی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا،گلالئ تب تک اسے دیکھتی رہی تھی جب تک کہ اسکی چوڑی پشت اسکی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئی،سب لڑکیوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اپنے شوہر کی طرف یوں ندیدوں کی طرح دیکھنا اسے سخت زہر لگا تھا۔خیر وہ خود پہ جبر کرتی یہاں سے اٹھتے ہوئے زینت کو آنکھیں گھما کے ایٹیٹوڈ سے دیکھتی مرحا،ایزل،میرال اور ذائشہ خان کی طرف بڑھ گئی،زینت جو پہلے ہی جل جل کے راکھ ہو رہی تھی گلالئ کا یہ ایٹیٹوڈ اسے جلتے توے پہ بٹھا گیا تھا۔۔

رات کے بارہ بجنے والے تھے،وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔یاور اور یسریٰ بھی اس نے ارزم شاہ کے ہاتھوں اسکے کمرے میں پہنچائے تھے،خود وہ اپنے کہے کے مطابق شاید سب دوستوں کے ساتھ بیٹھا ان کی محفل انجوائے کر رہا تھا۔۔گلالئ یونہی تیار بیٹھی بچوں کو سلانے کے بعد سے اسکا انتظار کر رہی تھی۔۔اسے لگ رہا تھا وہ اس کا جواب سنے بغیر بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کے کمرے میں ضرور آئے گا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔گلالئ ہر وہ پرانا لمحہ یاد کر رہی تھی جب وہ اسکی پناہوں میں اسکے رحم و کرم پہ ہوتی تھی،وہ تو تب ہر رات اسے پناہوں میں لینے کے بعد بھی فجر تک آزاد نہیں کرتا تھا اور اب اگر وہ اسکی پناہوں میں اتنے عرصے بعد قید ہو گئی تو وہ اسکا کیا حال کرے گا بس یہی سوچ سوچ کے گلالئ کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے،اسکی پناہوں میں جانا بھی جاتی تھی لیکن منہ سے اقرار کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی،اور اس پہ تضاد اسکی جنونی اور ایگریسو طبیعت سوچتے بار بار گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہو رہی تھی۔

نیچے لاؤنج میں وہ زینت چڑیل سب لڑکیوں کے ساتھ موجود ہو گی کیونکہ میرال اور مرحا نے اپنی سہیلیوں کو جانے نہیں دیا تھا جنہیں دیکھا دیکھی ان کی کچھ کزنز بھی رات رک چکی تھیں جن میں زینت سرِفہرست تھی،وہ تو پہلے ہی

ان کے رشتے کو لے کے اللہ جانے کون کون سی باتیں بناتی تھی اور اب احان کو ابھی تک کمرے میں آتے نہ دیکھ کے وہ نا جانے کیا سوچ رہی ہو گی۔ گلالئ کو خواہ مخواہ میں یہ فکر ستائے جا رہی تھی۔ اسکے ایام خاص پچھلے ہفتے اختتام پذیر ہو چکے تھے، آج وہ بہت دل سے اس کے لئے تیار ہوئی تھی تا کہ دونوں میں موجود اس فاصلے کو عبور کر لیا جائے۔۔

گھڑی کی سوئی جب بارہ سے کراس کرنے لگی تو گلالئ کا دل اس خالی کمرے کو دیکھ کے عجیب سا ہونے لگا۔ زینت کی باتیں سوچتے ہوئے آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں، رونے کا بہانہ جو چاہئیے تھا۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک یہ تھوڑا تھوڑا رونا ہچکیوں میں بدل چکا تھا، وہ کیسے اسکی اتنی تیاری کو اگنور کر سکتا تھا؟ چاہے وہ اس وقت منہ سے کچھ نہیں پھوٹی تھی لیکن وہ اسکی آنکھیں تو پڑھ چکا تھا؟ پھر اسے اتنا ستانے کا مقصد؟ وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب کمرے کا دروازا کلک کی آواز کے ساتھ کھلا تھا، احان شاہ کو اندر داخل ہوتے دیکھ کے وہ لمبی سی ہچکی لیتی کمرے میں جلتا اپنی سائیڈ کا واحد لیمپ بھی بجھا گئی لیکن لیمپ تب بجھایا تھا جب وہ اسے روتے ہوئے دیکھ چکا تھا تا کہ وہ تڑپ اٹھے اور ایسا ہی ہوا تھا وہ دروازہ بند کرتا تڑپتے ہوئے اسکی طرف بڑھا۔۔ کمرے میں اس وقت ہر سو اندھیرا تھا، صرف زیرو بلب کی لائٹ روشنی کئے ہوئے تھی۔۔

گل!!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکی سائیڈ آتا اسکے قریب بیٹھتے فکر مندی سے اسے پکارنے لگا، ساتھ ہی اسکی سائیڈ کا لیمپ آن کیا تھا۔ وہ اسکی پکار کا جواب دینے کی بجائے اوندھے منہ ہوتی پہلے سے زیادہ رونے لگی۔ اسکے رونے کی وجہ سے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھتے احان شاہ حیران پریشان ہو رہا تھا، اسے آج ہر تھوڑی بعد کیا ہو رہا تھا وہ سمجھ نہ سکا۔۔

فراک کافی فٹنگ میں تھی، ڈیزائنر فراک تھی اسی لیے پیچھے کا گلہ کافی ڈیپ تھا جس پہ احان شاہ کی نگاہیں ابھی پڑی تھیں، نیچے وہ خود پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھے ہوئے تھی اسی لئے وہ اسکی بیک دیکھ نہیں پایا تھا، وہ اسکی بل کھاتی کمر سے نگاہیں چراتا اسے کہنی سے پکڑ کے اسکا رخ سیدھا اپنی طرف موڑنے لگا۔۔

چھوڑیں مجھے!! ابھی بھی کیوں آئے ہیں کمرے میں؟؟ پورے اسلامباد میں اعلان کرتے کہ گلالئ احان شاہ کی کیا اوقات ہے!!۔۔۔۔۔ وہ سرعت سے اس سے اپنی کہنی چھڑواتی روتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرائی۔ احان شاہ اسکے ریکشن پہ حیران در حیران ہو رہا تھا۔

گل ہوا کیا ہے یار ؟۔۔۔۔وہ پریشانی سے اسکی کلائی پکڑنے لگا جب وہ اس کی پہنچ سے دور ہوتی اپنی کلائیوں سے گجرے اتار کے اسکے سینے کا نشانہ لیتی غصے سے اس پہ اچھال گئی۔رونے کی وجہ سے کاجل اور مسکارا آنکھوں کے ارد گرد پھیلتا آنسوؤں کی صورت میں گالوں پہ بہہ رہا تھا۔

رو کیوں رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے ؟؟۔۔۔۔۔۔اسے اب گجروں کے بعد سونے کی چوڑیاں اتارتے دیکھ کے وہ تیزی سے اسکے قریب ہوتا اسکی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لے کے خود کے نزدیک کھینچتا نرمی سے پوچھنے لگا۔۔

کسی نے کچھ نہیں کہا! اپنے نصیبوں کو رو رہی ہوں!! اپنی اوقات یاد کر کے رو رہی ہوں!۔۔۔۔وہ روتے ہوئے چلائی تھی۔احان شاہ اسکی کلائی پیچھے اسکی کمر کی طرف موڑتے اسے مزید خود کے نزدیک کرتا اسکے روئے روئے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

مجھے سے ناراضگی کا اظہار کیوں کر رہی ہو؟ میں نے کیا کیا ہے ؟۔۔۔دوسرے ہاتھ سے اسکی ٹھوری کو اونچا کرتا اسکے چہرے کو اپنے مقابل کرتا پیار سے پوچھنے لگا۔۔

آپ نے آج ثابت کیا ہے! آپ کی نظروں میں میری اوقات آج بھی ایک نوکرانی جیسی ہے!! مجھے اس چڑیل زینت کی نظروں کے سامنے ڈیگریڈ کیا ہے!!۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتی اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی جب وہ اسکا مدعا سنتا اسکی کمر کے گرد زور سے اپنا ہاتھ باندھتا اسے اپنے مزید نزدیک کر گیا۔

کس طرح سے ڈیگریڈ کیا ہے ؟ایکسپلین کرو؟؟۔۔۔۔احان شاہ کا لہجہ سنجیدہ ہوا تھا۔اسے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے اسکا دل بے چین ہو رہا تھا لیکن وہ وجہ نہیں بتا رہی تھی۔

میں ہی پاگل ہوں جو آپ کے لئے تیار ہوئی!! آپ کے دیئے گئے تحفوں میں سج سنور کے بیٹھ گئی! مجھے نہیں پتا تھا میرا شوہر اپنی زبان کا اتنا پکا اور ڈھیٹ ہے کہ مجھے پورے اسلامباد میں اعلان کرنا پڑے گی میری آنکھیں پڑھ لی ہیں تو وقت سے کمرے میں آجانا!! دور ہٹو سید احان شاہ!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ شدید غصے سے آؤٹ آف کنٹرول ہوتے دماغ کے ساتھ چلاتی اس سے اپنی کلائی چھڑواتی اپنی پوری قوت سے اسکے سینے پہ مکے جڑ رہی تھی۔اسے جب بھی غصہ آتا تھا وہ احان شاہ کی طرح خطرناک ہوتا تھا۔۔احان شاہ اسکے ہاتھوں کے اس نازک سے ظلم کو اگنور کرتا ابھی تک اسکے

الفاظ کے سحر میں جکڑا ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اسکے الفاظ کے چناؤ پہ ہنسے یا اسکے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتا اسے چپ کروائے! وہ بالکل بلینک ہوتا اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ آخر کہنا کیا چاہ رہی تھی؟

کیا کہنا چاہ رہی ہو؟۔۔۔۔۔ احان شاہ نے اب کی بار جان کے بوجھ کے نا سمجھی کا اظہار کرتے اسے مزید خود کے نزدیک کیا تھا۔

بکواس کرنا چاہ رہی تھی جو میں نے کر لی ہے!! دور ہٹیں۔۔۔۔ وہ اسکے انجان بننے پہ اپنی آنکھیں رگڑ کے صاف کرتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرائی، وہ اتنا نا سمجھ تو نہیں تھا، جتنا اس وقت بن رہا تھا۔۔

کس کی باتیں دل سے لگا کے بیٹھی ہو؟ کیا زینت نے کچھ بولا ہے جو تمہاری ہر بات میں اس کا ذکر شامل ہے؟۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکی کمر پہ گرفت مزید مضبوط کرتا سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

جس نے جو بھی بولا ہے بالکل درست بولا ہے!! میرے چہرے پہ شوہر کی محبت کے رنگ نہیں کھل سکتے کیونکہ ایک نوکرانی کی حیثیت۔۔۔۔ گلالئی نے اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب احان شاہ اسکے سر اپے سے دوپٹا کھینچ کے اتارتا اسکی گردن پہ جھکتا اپنے دانت گاڑ گیا۔۔ گلالئی کا باقی کا جملہ منہ میں رہ چکا تھا، آج کتنے مہینوں بعد اپنی گردن پہ اسکا شدت بھرا لمس محسوس کیا تھا۔ وہ رونا بھولتی ہوئی اسکے بھورے بالوں کی طرف دیکھنے لگی، وہ ابھی تک اسکی گردن پہ جھک کے اپنے دانتوں کے نشان پہ لبوں سے سک کرتا شدت سے لو بائٹ بنا رہا تھا۔۔ گلالئی کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔

صرف تمہارے چہرے کو ہی نہیں بلکہ آج تمہارے انگ انگ کو اپنی محبت کے رنگوں سے مہکا کے سرخ کر دوں گا! اپنی اوقات پوچھتی ہو نا تم؟ تمہارے پورے بدن پہ جب آج سید احان شاہ اپنی شدت کی چھاپ چھوڑے گا تمہارے دماغ کے تہہ خانوں میں یہ بات ضرور بیٹھے گی۔۔ آئندہ سے اپنے شوہر سے یہ سوال قطعی نہیں کرنا ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہو سکتا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی ہری سرخی چھائی آنکھیں گاڑتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے بولتے اسکے پھولے گال کو اپنے ہونٹوں میں بھر کے زور سے سک کرنے لگا۔۔ احان شاہ کے الفاظ پہ گلالئی کے رونگھٹے کھڑے ہوئے تھے، وہ لرزتی پلکوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔۔

جس نے آج تمہاری اوقات پہ بات کی ہے واللہ وہ صبح تمہارے چہرے پہ میری محبت کے بکھرے رنگ دیکھ کے خون کے آنسو روتے ہوئے اپنی اوقات یاد کرے گی! ! تمہارے جسم کا ایک انچ ایسی نہیں چھوڑوں گا جس پہ میرے انگارہ ہونٹوں کا لمس نہ ہو! اتنے عرصے بعد وصل کی رات نصیب ہونے جا رہی ہے! اتنا ٹوٹ کے تمہیں پیار کروں گا پاگل ہو جاؤ گی تم!!۔۔۔۔۔۔وہ خمار آلود لہجے میں بے باکی سے بولتا اسکے دوسرے گال پہ بھی یہی عمل دہرانے لگا ۔گلالئی کانوں کی لوں تک سرخ پڑتی اسکی قمیض سینے سے اپنی مٹھی میں جکڑ گئی۔۔

تمہارا شوہر اپنی زبان کا جتنا پکا اور ڈھیٹ ہے اس سے کہیں زیادہ تمہارے لئے پاگل ہے!! لاکھ دل کو ڈپٹتے ہوئے بھی صرف تمہارا دیدار کرنے کمرے میں چلا آیا! قسم خدا کی معلوم نہیں تھا تم اس قدر غصے میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہو گی ورنہ کون کافر تھا جو اس رات کا ایک منٹ بھی جانتے بوجھتے ضائع کرتا!!۔۔۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ وہ بوجھل لہجے میں بولتا اسکی ٹھوری کو شدت سے اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا، گلالئی اپنا حلق تر کرتے ہوئے اسکی طرف نظریں جھکا گئی، اسکی ٹھوری سے ہوتے وہ اسکی شہ رگ کی طرف بڑھتا یہاں بھی اپنے ہونٹوں کا شدت بھرا لمس چھوڑتے اسکی گردن پہ گلٹی بھر کے معدوم ہوتے دیکھ کے مسکرایا تھا۔۔

م۔میں۔۔ آ۔۔ آپ۔۔کا۔۔انتظار۔۔ نہیں۔۔ کر۔رہی۔۔ تھی!۔۔وہ جھوٹ بولتی بری الزمہ ہونے لگی۔

اب اتنا بھی ڈھیٹ نہیں ہوں کہ تمہاری آنکھوں میں لکھی انتظار کی تحریر نہ پڑھ سکوں جاناں!!۔۔۔وہ شرارت سے مسکرا کے بولتا اسکی چھوٹی سی ناک پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لئے ہوئے تھا۔۔

جب غصے میں میرا پورا نام پکارتی ہو! واللہ کمال لگتی ہو!۔۔۔اسے اتنی جلدی روہانسی ہوتی دیکھ کے احان شاہ مخمور لہجے میں بولتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھک آیا۔۔گلالئی آنے والے لمحات کا تصور کرتی اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اسکی سفید قمیض کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔وہ اسکے بالائی لب کو اپنے دونوں ہونٹوں میں بھرے اسکے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے دبانے لگا۔۔اسکی سانسوں کو تیزی سے کھینچتے وہ اسکے ہونٹوں کا سارا رس ایک ہی وقت میں نچوڑ لینا چاہتا تھا۔احان شاہ کا ایک ہاتھ اسکی کمر گرد جبکہ دوسرا اسکے پچھلی گردن کے گرد لپیٹا ہوا جس پہ وہ زور ڈالتا اسے لمحہ بالمحہ خود کے مزید نزدیک کرتا اسکے ہونٹوں کو پہلے سے زیادہ شدت سے قید کرتا جا رہا تھا۔گلالئی اسکے لبوں میں سسکیاں بھرتی اسکی قمیض کا کالر جھنجھوڑ رہی تھی لیکن وہ اسکی سنے بغیر اپنی آنکھیں موندتا اسکے

ہونٹوں کو بری طرح سے سک کرتا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک اسکے ہونٹ شدت سے چومنے کے بعد وہ اسکی کمر سے ہاتھ ہٹا کے اسکے جبڑے پہ رکھتا ذرا سا کھولتے ہوئے اسکی زبان پہ قابض ہوا تھا، گلالئ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگے چکی تھیں، سانسیں بری طرح سے پھول رہی تھیں لیکن وہ پرواکئے بغیر مدہوش ہوتا اسکی زبان کے ساتھ اپنی زبان الجھاتے ہولے ہولے سے اس پہ دانت رگڑنے لگا۔۔ اس کے انداز پہ گلالئ کی گرفت اسکے کالر پہ مضبوط ہوئی تھی۔۔ کچھ دیر بعد اسکی زبان چھوڑ کے وہ اسے ایک سیکنڈ کی بھی مہلت دیئے بغیر ایک دفعہ پھر سے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے اسے پیچھے تکیے پہ گرا کے بیٹھے بیٹھے ہی اس پہ جھکا تھا، ہاتھ اسکے اطراف میں تکیے پہ رکھے تھے، اسکے ذرا سا مچلنے پہ یہی ہاتھ گلالئ کے بھورے بالوں میں الجھا لئے گئے۔۔ اسکے بالوں میں ہاتھ الجھائے وہ اسکے لبوں پہ اپنا پاگل لمس چھوڑتا دیوانا بنتے ہوئے اسکی سانسوں کو حلق سے کھینچنے لگا۔۔ گلالئ کی اب بس ہو چکی تھی، وہ اپنا سر ہلاتی اسکی گردن پہ اپنے ناخن گاڑتی اسے ہوش دلا رہی تھی، احان شاہ اس میں اپنی سانسیں انڈھیلتا انہیں ہموار کرتے اسکی سرخ زبان کو پھر سے اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔ جب گلالئ نے حد سے زیادہ ہاتھوں پیروں سے مزاحمت شروع کر دی تو وہ اس پہ رحم کھاتا نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوڑتے اسکے ماتھے کے ساتھ ٹیک لگاتا اپنی پھولتی سانسوں کو نارمل کرنے لگا۔۔ گلالئ آنکھیں زور سے میچتی گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔۔ احان شاہ نے جذبات پر سے قابو کھوتے پھر سے اسکے ہونٹوں کو پاگلوں کی طرح چھوتے بار بار ہونٹوں میں بھر کے چھوڑا تھا۔ اب تو اسے صرف آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ لبوں سے بھی اجازت مل چکی تھی وہ پورے حق سے اپنا حق وصولنے والا تھا۔۔ گلالئ کا دل باہر آنے کو بے تاب ہوتا پسلیوں سے سر پٹکنے لگا۔

کیا تم میں واقعی ہی مجھے برداشت کرنے کی سکت ہے؟ مجھے اپنے وجود کی گہرائیوں میں برداشت کر لو گی یا پیچھے ہٹ جاؤں؟ ابھی بھی وقت ہے اپنے فیصلے پہ غور و فکر کر سکتی ہو!!۔۔۔۔۔۔۔ اسے کانپتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنی بھوری مونچھیں رگڑتا بے باک سوال کرنے لگا۔۔

یہ دو بچے آپ نے خود تو نہیں پیدا کئے جو مجھ سے میری برداشت کا لیول پوچھا جا رہا ہے؟۔۔۔۔ گلالئ اپنے وجود کی کپکپاہٹ پہ قابو پاتی کلس کے بولی تھی، اسکے تپے ہوئے انداز پہ وہ ہنستا ہوا اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبا کے نرمی سے کھینچنے لگا۔ وہ اسکے کمرے میں لیٹ آنے کی وجہ سے خفگی کا اظہار کر رہی تھی۔۔

دو بچے پیدا کرنے کے بعد تمہارے جواب مجھے مات دینے لگیں ہیں گلِ جاناں!! ۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اسے داد دینے والے انداز میں بولتے اپنی قمیض کے بٹن کھولتا اسے نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا۔۔گلالئ اسکے کھلے گریبان سے نظر آتے اسکے سفید چٹانی سینے سے نگاہیں چراتی اپنے نازک وجود پہ دل میں فاتحہ پڑھنے لگی جو اس کے دیو ہیکل وجود کے نیچے دبنے والا تھا۔وہ کتنی کتنی دیر جم کر تا رہتا تھا جس کا ثبوت اسکی وائٹ ٹائٹ ویسٹ سے نظر آتا اسکا کسرتی جسم دے رہا تھا۔احان شاہ ایک جھٹکے سے اپنی قمیض خود سے الگ کر کے دور اچھالتا گلالئ پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔اس نے ابھی اس پہ اپنا ذرا سا وزن بھی نہیں ڈالا تھا جب گلالئ کے ہونٹوں سے چیخ برآمد ہوتی اسے قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

جانان!! تھوڑا فور پلے کرنے دو! چیخوں والا پروسیس بعد میں سٹارٹ کرتے ہیں!!۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی ہنس دبا کے بے باکی سے بولتا گلالئ کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ ثبت کرتے اسکے بھیگے ہونٹوں پہ انگلی پھیرتے اسکی گردن پہ جھک آیا۔وہ اپنے چیخ مارنے پہ تو جو شرمندہ ہوئی تھی اسکی بے باک بات پہ کانوں کی لوں تک سرخ پڑ گئی۔۔احان شاہ اسکی سفید شفاف گردن پہ اپنی زبان پھیرتے اسکی بیوٹی بون پہ دانت گاڑنے کے بعد اسکی سائیڈ گردن کی طرف آیا تھا۔۔اسکی سائیڈ گردن پہ زور سے دانت گاڑ کے اسکی سکن ہونٹوں میں سک کرتا وہ گلالئ کو سسکی بھرنے پہ مجبور کر گیا۔۔گلالئ کی پوری گردن پہ یونہی نشان چھوڑتا وہ اسکے بدن کی رعنایاں خمار آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔فٹنگ ٹی پنک فراک میں اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال ایک خوبصورت سامنظر پیش کر رہے تھے،اسکی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اسکی اوپر نیچے ہوتی دھڑکنیں احان شاہ کے جزبات میں طغیانی مچانے کا باعث بنی تھیں۔۔احان شاہ اسکی دھڑکنوں پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا آج مہینوں بعد اسے یوں محسوس کر رہا تھا،گلائی کے پورے وجود میں سپارک اٹھ رہے تھے۔۔اسکے بے باک ہاتھوں کے لمس پہ تضاد اسکی ایکسرے کرتی آنکھوں کو اپنے وجود کے اندر دھنستے محسوس کر کے وہ لال ٹماٹر بن چکی تھی۔

اوپری نظارہ تو کافی خوبصورت لگ رہا ہے! اب مین نظارہ دیکھنے کے لئے پردہ ہٹانے کا وقت ہوا چاہتا ہے جانان!!۔۔۔احان شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بولتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکی فراک کی ذپ کھینچ کے نیچے کرنے لگا۔ذپ کی چڑچڑھ کی آواز پہ گلالئ کا دل مانو کانوں میں دھڑکنے لگا،اس نے تھوک نگلتے ہوئے اسکی وائٹ

ویسٹ مٹھیوں میں بھینچی تھی۔ احان شاہ نے اسکی فراک کندھوں سے مزید نیچے کو کھسکائی تو اسکے کندھے پہ موجود چھوٹے چھوٹے موتیوں سے لبریز خوبصورت سی سٹریپ دیکھ کے شرارت سے مسکرا کے گلالئی کی طرف دیکھنے لگا۔

تم نے تو نیچے کا سامان بھی میرا خرید اگیا پہنا ہے! آئی ایم امپریسڈ! پہلے بتاتی اتنی تیاری میں ہو جاناں تو تقریب بھاڑ میں جھونک کے تمہیں اسی وقت اپنی بانہوں میں اٹھا کے اوپر لے آتا!۔۔۔۔ احان شاہ کی بے باک باتوں پہ گلالئی کو کہیں چھپنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔۔ اسکے چہرے پہ بکھرتے قوس قزح کے رنگ دیکھتا وہ اپنی ویسٹ اتار کے دور اچھالتے اسکی فراک اسکے تن سے جدا کر گیا۔ لیمپ کی روشنی میں وہ اسے آسانی سے دیکھ سکتا تھا، گلالئی شرم سے پاگل ہوتی اسکے سینے میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

اب راہ فرار ناممکن ہے میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔ وہ اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے مدھم آواز میں بولتا اسکے ماتھے پہ پھر سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ گلالئی کی زبان اس دوران تالو سے چپکی ہوئی تھی۔۔ احان شاہ اسکے پورے جسم پہ استحقاق سے ہاتھ پھیرتا اسے محسوس کرنے لگا۔ وہ دیوانوں کی طرح اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے زور سے خود میں بھینچ رہا تھا۔ دونوں کے جسم ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے گلالئی کو شرم سے دوہرا ہونے پہ مجبور کر رہے تھے

۔۔

کیا تم چیخوں والے پراسیس کے لئے تیار ہو؟۔۔۔ وہ اپنی مسکراہٹ دباتا اسکے کپکپاتے ہونٹوں کو اپنی انگلیوں میں بھر کے پوچھنے لگا جس پہ وہ جواب دینے کی بجائے روہانسی ہوتی نگاہیں جھکا گئی۔۔ احان شاہ اسکی دائیں کلائی پہ موجود ان سونے کی چوڑیوں پہ اپنے لب رکھ گیا۔۔ احان شاہ اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کے تکیے کے ساتھ لگاتا اسکے چہرے کو لوں دیتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔ گلالئی نے سہمتے ہوئے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے قریب تو آچکا تھا اب اسے برداشت کس طرح سے کرنا تھا، یہ بات گلالئی کی سمجھ سے باہر تھی۔۔

کوئی تو اشارہ دو!۔۔۔۔ احان شاہ اسکی آواز پہ خمار سے لبریز آواز میں گویا ہوتا خود کو اس پہ ایڈجسٹ کر رہا تھا، گلالئی منہ سے کچھ بولنے کی بجائے شرم سے لال ہوتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی جب اگلے ہی پل احان شاہ جو خود میں اترتے محسوس کر کے اسکے لبوں سے چیخ بلند ہوئی تھی۔۔ احان شاہ جھک کے اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیتا اسکی چیخ روکتے ہوئے شدتوں سے اس میں سمانے لگا۔۔ گلالئی کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کے عارضوں پہ گرے تھے۔۔

احان شاہ اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں مزید زور سے پھنساتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے گلالئ کے لبوں کو آزادی بخشتا اسکی سسکیاں سننے لگا۔۔

ا۔احا۔۔احان!!۔۔۔۔۔۔گلالئ نے سسکیوں کے درمیان اسے اس کے نام سے پکارتے التجائیہ انداز میں دیکھا تھا۔۔ کیوں اتنے خوبصورت انداز سے مجھے پکارتی ہو؟کیا چاہتی ہو ہر وقت تمہارے ہونٹوں سے لپٹا رہوں؟۔۔۔احان شاہ پیار سے بولتا اسکے ہونٹ پھر سے چومتے گلالئ کو اپنی شدتوں سے نڈھال کرنے لگا۔۔ان دونوں کی سانسیں دھونکنی کی مانند رقص کر رہی تھیں۔۔گلالئ نے اسکی شدتوں کی تاب نہ لاتے اپنے ہاتھ آزاد کروانے چاہے تھے لیکن وہ ان پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا ایک دفعہ پھر سے اپنی پوری قوت سے اسکی گہرائیوں میں اترتا اسے اپنے ہونٹوں میں سسکنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔گلالئ اسکے نیچے مچلتی ہوئی اپنی ٹانگوں کو موو کرنا چاہ رہی تھی لیکن وہ ہر طرح سے اس پہ قابو پائے ہوئے تھے۔۔

میں نے بولا تھا اب فرار کی راہیں ممکن نہیں جاناں! ! اتنی دیر بعد تمہارے قریب آیا ہوں! چاہ کے بھی اپنے جذبات پہ بیڑیاں نہیں ڈال پا رہا! ناراض مت ہونا!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے لب آزاد کرتے شدت پسندی سے بولتا اس پہ ٹوٹ کے برسنے لگا۔۔گلالئ کی آہیں اور سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔۔احان شاہ اسکی کلائیاں آزاد کرتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں بھرتے مزید شدت پسند ہوا تھا۔۔گلالئ کی سانسوں کا زیر بم دیکھتے وہ جھک کے اسکے دل کے مقام پہ اپنے لبوں سے شدتیں ڈھانے لگا۔گلالئ کی سسکیوں میں اضافہ ہوا تھا۔وہ ہر طرح سے اس پہ قابو پا چکا تھا۔۔گلالئ کا نازک وجود اسکے نیچے دب چکا تھا،وہ سسکتی ہوئی اسکے سینے کے بالوں میں اپنی انگلیاں الجھا گئی۔۔احان شاہ کروٹ بدل کے اسے خود کے اوپر کرتا دیوانوں کی طرح اسے خود میں بھینچ کے اسکے بدن کے ہر حصے پہ ہونٹ رکھتے اسے مزید خود میں سموتا جا رہا تھا۔۔اسکی جان لیوا شدتیں برداشت کرتے گلالئ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔۔وہ اسکی گردن کے گرد ہاتھ ڈال کے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔احان شاہ بار بار کروٹ بدلتے اس پہ ہر پچھلے منٹ سے زیادہ جنونی ثابت ہو رہا تھا۔۔گلالئ میں اس وقت سسکنے کے علاوہ کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں تھی۔۔احان شاہ اسکے اوپر آتا اسکی دھڑکنوں کو سرخ کرتے اسکے پیٹ پہ جھکا تھا۔اسکی ناف کے گرد اپنی

زبان پھیرتے وہ جگہ جگہ اپنے ہونٹ رکھنے لگا۔۔ اسکے ہاتھ اسکے پیٹ سے ہوتے تھائیز تک آتے اسکے بدن کی ہر گہرائی کو محسوس کر رہے تھے۔۔

ش۔شاہ۔سائیں!!! ۔۔۔۔ اسکے ہاتھوں کی بے باکیوں پہ تضاد اسکی شدتیں برداشت کرتی وہ آدھ موئی ہوتے اسے پکار رہی تھی۔۔ احان شاہ کی جان لیوا شدتوں سے آج بیڈ بھی پناہ مانگ رہا تھا۔ دونوں کا وجود اس وقت پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ وہ دونوں اب بنا کچھ بولے ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے، احان شاہ اسے کچھ دیر کے لئے اپنی شدتوں سے رہائی دیتا اس سے الگ ہوتے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھتا اسکا خوبصورت چہرہ دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔۔ گلالئ نے راہ فرار دیکھتے بیڈ سے اٹھ کے بھاگنا چاہا تھا جب وہ ہنستا ہوا اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے اوپر گراتا اسے اپنی لیپ میں ایڈجسٹ کرتے آہستہ آہستہ اس میں سرایت کرنے لگا۔۔ گلالئ اس کے سینے پہ مکے جڑتی تھوک نگلتے ہوئے اسے سہہ رہی تھی۔۔ اسکی چوڑیوں کی چھنکار نے احان شاہ کو مزید بے خود کیا تھا۔۔ کافی دیر تک وہ اس پہ اپنی طوفانی شدت نچھاوڑ کرتا اسے اوندھے منہ گرا گیا۔ اسکی کمر پہ جھک کے جگہ جگہ اپنے دانتوں کے نشان بناتا وہ گلالئ کا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ وہ تو اسکے آگے ایک چیونٹی دکھتی تھی جسے وہ کسی بھی وقت اپنی طاقت سے الٹ پلٹ کے رکھ رہا تھا۔۔ گلالئ کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھی لیکن احان شاہ کا ابھی اسے مہلت دینے کا کوئی موڈ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ اسکی پوری بیک کو اپنی شدتوں کے نشانات سے داغدار کرتے اسکی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں کے گرد ریپ کرتے اسے ایک دفعہ پھر سے خود میں مکمل طور پہ بھینچتا اپنے سینے میں سمیٹنے لگا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 129 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ہاہاہا۔۔ ایسے کیا دیکھتے جا رہے ہو!۔۔۔۔ میرال شاہ اسکی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھتی ہنستے ہوئے بالآخر بول اٹھی، وہ کب سے اسکی پر تپش نگاہیں خود پہ محسوس کرتی اسکی بانہوں میں کھڑی تھی۔ رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے جب حاذق خان اپنے دوستوں کو خدا حافظ کہتا بیک سائیڈ والے کمرے سے نکلتے حویلی کی اندرونی سائیڈ کی طرف بڑھا تھا تاکہ اپنی منکوحہ کا دیدار کر سکے۔۔ اسے اس سے ملاقات کرنے کے لئے زیادہ مشقت نہیں کرنی پڑی تھی کیونکہ وہ

لاؤنج سے ہوتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جب حاذق خان نے اسے اپنے بازوؤں میں قید کرتے اسکے کمرے کے دروازے کے ساتھ لگایا تھا۔وہ کب سے منہ سے ایک بھی لفظ نکالے بغیر صرف اسے دیوانوں کی طرح دیکھتا جا رہا تھا۔

سوچ رہا ہوں تم ایسٹرن ڈریس میں کافی پیاری لگتی ہو! رخصتی پہ تو تباہی مچاؤ گی!!۔۔۔وہ اسکی ہاتھ اپنی انکھوں سے ہٹا کے نرمی سے اپنے ہونٹوں سے لگاتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکے مزید نزدیک ہوا تھا،اس وقت تقریباً سب بڑے اپنے کمروں میں بند تھے،کاظم شاہ،احان شاہ اور زوریز شاہ بالکل ابھی کچھ دیر پہلے اپنے کمرے میں گئے تھے،ارزم شاہ کے علاوہ اب حویلی کی بیک سائیڈ والے روم میں کوئی بھی موجود نہیں تھا کیونکہ سب کے دوست حاذق خان کی شادی پہ شغل لگانے کا وعدہ کر کے جلدی روانہ ہو چکے تھے،صرف ارزم شاہ کے دوست تھے جو ابھی تک یہی پہ موجود اسکے بے باک گانے سن رہے تھے۔۔

تمہارے دل کے تار ہلاؤں گی اور یاد ہے ناکل سے ہم نے اپنی شادی کی شاپنگ شروع کرنی ہے؟۔۔۔۔وہ اسکی سفید قمیض کالر سے جکڑ کے اسے خود پہ جھکاتی دلفریب انداز سے گویا ہوئی۔۔

چھوڑو شاپنگ کو! ہم کل ہی اپنی رخصتی کر لیتے ہیں! میرے دوست میری شادی کا کھانا کھانے کے لئے اتاولے ہو رہے ہیں! !۔۔۔وہ جھک کے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتا معصومیت سے بولا۔۔میرال شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔

ہٹو! کوئی آجائے گا!۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکے کندھے پہ ہاتھ مارتی اسے ہوش دلانے لگی جو اس کی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے اسکی گردن نرمی سے چوم رہا تھا۔

سب شادی شدہ ہیں! بیوی کے پاس ہوتے ہوئے رات کے اس وقت کمرے سے نکلنے کی غلطی کون کافر کرے گا؟ جسے میں نے ابھی تک سنگل رکھا ہوا ہے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ راگ الاپ رہا ہے۔اس لئے مجھے ڈسٹرب مت کرو! !۔۔۔۔۔۔وہ ہنوز اسکی گردن پہ جھکے گھمبیر آواز میں جواب دیتا اسکی شہ رگ پہ اپنے دانت گاڑنے لگا۔گھر جمائی بننے کا بھی الگ مزہ تھا آئے روز منکوحہ سے ملاقات نصیب ہو رہی تھی۔کل وہ واپس مینشن روانہ ہونے والا تھا کیونکہ میڈیم کی دی گئی شرط ختم ہونے والی تھی۔۔

کیاہو جائے گا جو تم اسکی رخصتی کی رضامندی دے کے ہمارے ساتھ ہی فائنل کر دو؟! جانتے بھی ہو وہ اپنی ذی بے بی کو لے کے کتنا پاگل ہے اسی لئے اسے انتظار کی سولی پہ لٹکایا ہوا ہے؟۔۔۔میر ال شاہ نے چھوٹے شاہ کی سائیڈ لی تھی جس پہ حاذق خان کا ہاتھ اسکی دھڑکنوں کو اچھے سے محسوس کرنے کے بعد نیچے کی طرف سرکنا شروع کر چکا تھا، سائیڈ گردن پہ دانتوں کا دباؤ مزید بڑھاتے لو بائٹ بنائی گئی تھی۔

اس کی بے شرمی سے کون واقف نہیں ہے؟ تم چاہتی ہو میں اتنی جلدی اپنی معصوم بہن اس بے شرم انسان کے حوالے کر دوں؟ تاکہ وہ اس کا دھیان پڑھائی سے ہٹا کے خود میں لگا دے؟ اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ جب ہمارے بچے پانچ سے چھ سال کے ہو جائیں گے تب اسکی رخصتی کا بھی سوچ لیں گے!!۔۔۔۔حاذق خان اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے ریلکس انداز میں کندھے آچکا کے بولا تھا۔۔

اور ئیلی؟ اور تمہیں لگتا ہے وہ اتنے سال انتظار کرے گا؟ ہاہاہا۔۔ ہم سب اسکی بے شرمی کے ساتھ ساتھ ایک اور بات سے بھی واقف ہیں کہ وہ اپنا بدلہ کبھی نہیں چھوڑتا! اسے جتنا ستاؤ گے وہ بدلے میں تمہیں دوگنا ستائے گا، اسی لئے اسے اتنا ستاؤ جتنا وہ اور بدلے میں تم برداشت کر سکو!۔۔۔میر ال شاہ نے اسے آئینہ دیکھاتے اسکا کالر درست کیا تھا۔۔

زیادہ شوق ہو رہا ہے اپنے بھائی کی سائیڈ لینے کا!؟۔۔۔وہ اسکی گردن پہ بنائی گئی اپنی لو بائٹ پہ انگوٹھا ڈ سہلاتا آئیبرو اٹھا کے پوچھنے لگا۔۔ میر ال شاہ نے زور زور سے ہاں میں سر ہلاتے ہنسی دبائی تھی، اسکے ارزم شاہ کی سائیڈ لینے پہ وہ ہمیشہ منہ پھولا لیا کرتا تھا۔

استغفار!! استغفار!! اپنی حویلی میں کھلے عام ایسے مناظر دیکھنے سے پہلے میں نابینا کیوں نہیں ہو گیا؟۔۔۔۔۔۔۔

حاذق خان جو میر ال شاہ کے اثبات میں سر ہلانے پہ دانت پیستا اسکے ہونٹوں پہ جھکنے والا تھا، پیچھے سے ارزم شاہ کی آواز سنتا تیزی سے میر ال شاہ سے اپنا چہرہ اس سے دور کرتا رخ موڑ کے اس شیطان کی طرف دیکھنے لگا جو کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ استغفار کر رہا تھا، اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے سیڑھیاں بھی چڑھ سکتا تھا لیکن نہیں وہ ارزم شاہ ہی کیا جو حاذق خان کو سکون سے جی لینے دے۔۔

چند دن میں رخصتی ہے! اتنا سا انتظار نہیں ہو رہا آپ سے؟ یہاں لاؤنج میں میری آپی کا راستہ روک کے کھڑے آپ میری غیرت للکار رہے ہیں!!۔۔۔۔ارزم شاہ کا انداز ڈرامائک تھا۔۔وہ بالکل ابھی یہاں آیا تھا، انہیں اتھے نزدیک دیکھ کے چہرہ سرخ ہوا تھا لیکن انداز لاپرواہ جان۔وجھ کے رکھا تھا۔۔میرال شاہ نے حاذق خان کا ہاتھ اپنے پیٹ سے ہٹاتے اسکے پیٹ میں نامحسوس انداز میں مکا جڑتے اسے خود سے دور کیا تھا جو ارزم شاہ کے آنے کے بعد بھی فاصلہ بنانے کی بجائے یونہی کھڑا تھا۔ارزم شاہ کی یوں اچانک آمد نے میرال شاہ کا چہرہ سرخ کیا تھا وہ ان دونوں کی طرف دیکھے بغیر جلدی سے اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی۔۔میرال شاہ کے کمرے کا دروازہ بند ہوتے دیکھ کے حاذق خان نے شدید غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو ان کا اچھا خاصا رومانٹک مومنٹ سپوائل کر چکا تھا۔ابھی تو اس نے اپنی منکوحہ کو ٹھیک سے محسوس بھی نہیں کیا تھا۔

چلو شکر ہے میں نے تمہاری غیرت تو جگائی ہے! ورنہ ابھی باہر کچھ دیر پہلے تم مجھے بے غیرت ہی لگے تھے!!۔۔۔۔

حاذق خان بگڑتے موڈ کے ساتھ بولتا لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔۔

اچھا کیا بے غیرتی کی ہے میں نے؟؟ کہیں خدانخواستہ آپ نے مجھے باہر n_u_d_e تو نہیں دیکھ کیا تھا؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی ہنسی دبا کے اس سے بے باکی سے سوال کرتا اسی کے پیچھے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔وہ جان گیا تھا وہ اسکی بے باک باتوں اور آئٹم سانگ پہ چوٹ کر رہا ہو گا جو اس نے تمام دوستوں کے سامنے بیٹھ کے گنگنائے تھے۔۔وہ تب سے اس پہ تپا ہوا تھا کیونکہ اس انسان نے ایک ایک بندے کے جزبات جگائے تھے، اسی لئے تو سب جلدی سے اپنے گھروں کو بیویوں کے پاس بھاگے تھے۔۔

شٹ اپ!!!۔۔۔۔حاذق خان اس کے جواب پہ سرخ چہرہ لئے اسے زور سے کشن مار گیا جو اسکے سینے سے لگتا زمین پہ گرا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔۔اسکے سرخ ہوتے گال دیکھ کے ارزم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔وہ اپنی جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالتا اسی کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا تھا، سیگریٹ جلا کے ہونٹوں میں دبائے وہ حاذق خان کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا۔۔

سرعام رومانس صرف سید ارزم شاہ کر سکتا ہے! یہ آپ جیسے معصوم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے! ۔۔۔۔ارزم شاہ اسے مزید چڑانے کے لئے اتراتے ہوئے کشن اٹھا کے اسکی گود میں رکھتا اس پہ سر رکھ گیا۔۔بالکل کل کی طرح

دور ہٹ!!۔۔۔۔حاذق خان غراتا ہوا اسے خود سے دور کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔۔

ہاہاہا۔۔وہ بھی اسی طرح سے بولتی ہے لیکن اس کے لہجے میں تمیز ہوتی ہے! "دور ہٹیں کوئی آجائے گا"۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ قہقہ لگا کے اسے زو معنی انداز میں جواب دیتا آخر میں ذائشہ خان جیسی باریک آواز نکالتا حاذق خان کو مزید سرخ کر گیا۔۔حاذق خان نے اسکے جبڑے پہ مکا جڑنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا جب ارزم شاہ سیگریٹ کا گہرا کش بھر کے دھواں اوپر کو اسکے چہرے کی طرف اٹھاتا اسکی آنکھوں کا منظر دھندلاتے جلدی سے خود کا بچاؤ کرتا اسکی گود سے نکلا تھا۔

میرے صبر کا امتحان مت لیا کر ارزم شاہ!!۔۔۔۔حاذق خان نے غصے سے سینٹرل ٹیبل سے چھوٹا سا ڈیکوریشن پیس اٹھاتے اسکی طرف پھینکا تھا لیکن ارزم شاہ تیزی سے اپنا بچاؤ کرتا گلہ کھنکھارنے لگا۔ڈیکوریشن پیس نیچے زمین پہ گر کے چکنا چور ہو چکا تھا۔

"کیا جانے تو میرے ارادے

لے جاؤں گا سانسیں چرا کے

دل کہہ رہا ہے، گنہگار بن جا

بڑا چین ہے ان گناہوں سے آگے"

ارزم شاہ اسکی گھوریوں کی پروا کئے بغیر اسکی طرف جھک کے گنگناتا ہوا اسکے چہرے پہ سیگریٹ کا دھواں اڑانے لگا، حاذق خان کھسانستے ہوئے اس کے گھٹنے پہ ٹانگ مارنے والا تھا جب وہ اسکا یہ وار بھی ضائع کرتا اسکا سرخ گال زور سے کھینچتا ہنسی دباتے یونہی گنگناتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔حاذق خان کے ناک میں دم کرنا اسکا فیورٹ کام تھا اور یہ کام وہ پورے حق سے کرتا تھا۔۔حاذق خان نے کھانستے ہوئے اسے پشتو میں اچھی خاصی گالیاں نکالی تھی جو اسے تنگ کرنے کے بعد ریلکس انداز میں کندھے اچکاتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تمہارے چہرے پہ میری محبت کے بکھرے رنگ اس قدر خوبصورت لگ رہے ہیں کہ میرا دل چاہ رہا ہے ایک دفعہ پھر سے تمہاری روح میں سرائیت کر جاؤں!۔۔۔ احان شاہ اسکے لال ٹماٹر چہرے کی طرف دیکھتا اپنی مسکراہٹ دباتے گھمبیر آواز میں بولا تھا۔ گلالئ اس کی بے باک بات پہ سٹپٹاتی اس کی بانہوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی کجا کے وہ اگلے ہی لمحے اپنی بات پہ عمل نہ کر بیٹھے، فجر ہونے والی تھی، احان شاہ نے پوری رات اسے اپنی شدتوں سے رہائی نہیں دی تھی، بالکل ابھی دس منٹ پہلے اسکی نڈھال حالت پہ رحم کھاتا اسے کچھ دیر کے لئے نرمی سے اپنی بانہوں میں قید کئے اسکا خوبصورت چہرہ تکنے لگا۔ گلالئ کو سٹپٹا کے اپنے بازوؤں سے نکلنے کی ناکام کوشش کرتے دیکھ کے احان شاہ خوبصورتی سے ہنستا اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔ آج وہ مسلسل کبھی مسکرا رہا تھا تو کبھی خوبصورتی سے ہنستا گلالئ کا دل الگ ہی لے پہ دھڑکانے کا باعث بن رہا تھا۔

پہلے یوں ہوتا تھا نا رات میں ہم اسی طرح خوش ہوتے تھے اور اگلی صبح یا دوپہر کو کسی نا کسی بات پہ ہماری لڑائی ہو جاتی تھی؟؟۔۔۔۔ احان شاہ نرم گرم نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتا اسے مدھم لہجے میں مخاطب کرتا پرانی بات یاد کروا رہا تھا جس پہ گلالئ غور سے اسکی طرف دیکھتی اسکے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

اگر تو تمہارے دل میں ایک لمحے کے لئے بھی ایسا خیال آرہا ہے کہ آج صبح یا دوپہر کو پھر سے وہی پرانی تاریخ دہرائی جائے گی تو اس خیال کو فوراً اپنے دل و دماغ سے نکال دو! ! گل تب شاید میں تم سے محبت تو کرتا تھا لیکن اس کے معنی ٹھیک سے نہیں جانتا تھا! آج میں نے محبت کے ساتھ ساتھ عشق کو بھی سمجھ لیا ہے! محبت اور عشق کی ایک ایک گہرائی پڑھ لی ہے! جسم سے محبت کرنے چلا تھا قدرت نے مجھے تمہاری روح سے عشق کرنا سیکھا دیا!! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ہر پل تمہارے ساتھ رہوں گا! تمہیں ہر پل یہ احساس دلاؤں گا! آج والا احان شاہ پہلے والے احان شاہ سے بہت الگ ہے!!۔۔۔ احان شاہ اسکی ناک کی ٹپ پہ اپنے ہونٹ رکھتا میٹھے لہجے میں بولتے گلالئ کے کانوں میں رس گھولنے لگا۔۔

اللہ نا کرے اب اگر ایک دفعہ بھی مزید جدائی ہمارا مقدر بنی شاہ سائیں تو میں اپنے ہاتھوں سے اپنی جان لے ڈالوں گا! ذہنی اور دلی تکالیف برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے نا؟ تو بس یہی سمجھ لیں میری وہ حد ختم ہو چکی ہے!! ۔۔ وہ اسکے گرد اپنا ہاتھ باندھتی بھیگے لہجے میں بولی تھی، احان شاہ اسکے گال پہ اپنی بئیر ڈر گڑتا اسکے کان کی لوں چوم گیا۔ میں جانتا ہوں اب میری گل پیار کی بھوکی ہو چکی ہے! اور میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں تمہاری سوچ سے زیادہ پیار دوں گا!!۔۔ احان شاہ مضبوط لہجے میں اس سے عہد کر رہا تھا، گلالئی کے ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا، جسے وہ اس سے چھپانے کے لئے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

گلے شکوے کر لو! جو بھی تمہارے دل میں ہے وہ سب کہہ ڈالو! کیونکہ ہم اپنے رشتے کا پھر سے ایک خوبصورت چیپٹر سٹارٹ کر چکے ہیں میں نہیں چاہتا آج کے بعد اس چیپٹر میں ہماری پرانی تکلیف دہ یادیں دہرائی جائیں!۔۔۔ احان شاہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے خود کے مقابل کرتا نرمی سے بولا۔

پرانی باتیں دہرائیں گے تو اس چیپٹر کا سٹارٹ اچھا نہیں ہو گا!! اگر کبھی آپ کی بائیو گرافی لکھی گئی تو لوگ اتنے خوبصورت چیپٹر کی شروعات پڑھ کے بور ہو جائیں گے!! جو ہو چکا ہے وہ ہم دونوں اچھی طرح سے جانتے ہیں!! جو سبق ہم نے ماضی میں ہوئے ان تمام واقعات سے لئے ہیں مجھے لگتا ہے ہمیں وہ تکلیف دہ واقعات دہرانے کی بجائے وہ سبق دہرا لینے چاہئیے؟ مجھے "آئی ایم سوری" کی بجائے ان الفاظ کی ضرورت ہے جو میرے دل پہ مرحم کا کام کریں!۔۔۔ گلالئی نے بے حد خوبصورت الفاظ کا چناؤ کرتے اسکی باتوں کا جواب دیا تھا۔ احان شاہ مسکرایا تھا۔

پہلا سبق تو میں نے یہ لیا ہے کہ تم بہت خطرناک اور سمجھدار ہو چکی ہو! تم سے بچ کے رہنا پڑے گا جاناں!! ۔۔۔۔ احان شاہ اسکی ناک سے اپنی ناک ملاتے ہولے سے ہنستے ہوئے بولا جس پہ گلالئی مسکراتی ہوئی نگاہیں جھکا گئی۔

ہاں اب بول دو! میجر کی بہن ہوں، کوئی مذاق ہے؟ ہر وقت تو اس سالے میجر کی دھمکیاں لگا لگا کے میرا خون خشک کرتی رہتی ہو!۔۔۔ وہ اسکی کمر کو زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں بھرتا پیار سے دانت کچکچا کے بولا تھا، وہ اسے آنکھیں دیکھاتی اس میں مزید سمٹنے لگی۔

اچھا! میں بتاتا ہوں میں نے کیا سبق سیکھا!! میں نے سیکھا ہے اپنے نکاح میں موجود عورت سے زیادہ اعتماد کسی دوسرے انسان پہ نہیں کرنا چاہئیے! چاہے وہ انسان ہمارے کتنے ہی قریب کیوں نا ہو! ۔۔ میں نے سیکھا ہے عورت کو

صرف رات کو ہی پیار کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ چاہتی ہے صبح کے اجالے میں بھی اسے سب کے سامنے اپنی آنکھوں میں محبت لے کے دیکھا جائے یا الفاظ سے معتبر کر دیا جائے!۔۔ میں نے سیکھا ہے جب کسی کو نکاح میں لے لو تو سٹینڈرڈ بھول کے اسی کے رنگ میں رنگ جاؤ!۔۔ میں نے سیکھا ہے اگر تم سے تمہاری پسندیدہ چیز چھین لی جائے تو یہ سوچنے میں وقت ضائع مت کرو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پلٹنے میں بہت دیر ہو چکی ہے بلکہ اسی وقت پلٹ جاؤ! کیونکہ وہ ہر کسی کی سنتا ہے!!۔۔۔ میں نے سیکھا ہے تہجد میں کثرت سے مانگی گئی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتی!۔۔ میں نے سیکھا ہے اگر تمہیں محبت سے عشق تک کا فاصلہ تہہ کرنا ہے تو ہجر کاٹنا لازم ہے چاہے وہ کانٹوں سے بھرا ہجر ہمارا پور پور زخمی کر ڈالے کیونکہ ہجر ایک امتحان ہے! اگر ہم اس امتحان میں سرخرو ہو گئے تو سمجھ لو عشق تمہارا ہے! جہاں بھی ہے تمہارا ہے، اسے تم سے کوئی نہیں چھین سکتا! لیکن اگر تم اس امتحان سے پیچھے ہٹ گئے، بے وفائی کر بیٹھے تو سمجھ لو عشق نے تم سے منہ موڑ لیا! اور عشق کا منہ موڑ لینا بہت تکلیف دیتا ہے۔۔۔۔ میں نے سیکھا ہے تمہاری محرم اگر گلالئی احان شاہ کا عکس ہو تو اسکی انگلش کو کبھی انڈر اسٹیمیٹ مت کرو۔۔ خود پہ رشک کرو۔۔ اسے ہر پل سب کی نگاہوں میں معتبر کرو۔۔ کبھی فیمیل سیکریٹری رکھنے کی جرآت مت کرو۔۔ کبھی اس سے اس کی برداشت کا لیول مت پوچھو کیونکہ وہ دو بچوں کی ماں ہے۔۔ جب اسکی آنکھیں پڑھ لو تو ڈھیٹ بننے کی بجائے وقت سے کمرے کا رخ کرو۔۔ اگر وہ بول رہی ہے "دور ہٹو سید احان شاہ" تو لکیر کے فقیر بن کے دور ہونے کی بجائے اسے اپنی بانہوں میں قید کر لو کیونکہ اگر تم دور ہوئے تو تمہاری شامت پکی ہے۔۔۔ میں نے سیکھا ہے اسکے سامنے اس کے لالا سے ڈرو، اکیلے میں چاہے اس میجر کی بینڈ بجا دو تو وہ تم سے کبھی ناراض نہیں ہو گی!!۔۔۔ احان شاہ جو کھوئے ہوئے لہجے میں اسے اپنے مشاہدے بتا رہا تھا آخر میں آ کے اسکا لہجہ شریر ہوا تھا۔ گلالئی جو بڑے غور سے اسے سن رہی تھی اسکے آخر کے جملوں پہ سرخ پڑتی اسکے سینے پہ مکا جڑ گئی۔۔ احان شاہ کھکھلا کے ہنسا تھا۔

تم نے کیا سیکھا ہے؟۔۔۔۔۔۔ اسے اپنے کندھوں سے کھسکتی شرٹ درست کرتے دیکھ کے وہ اسکے الجھے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر تا سوال کرنے لگا۔ وہ اس وقت احان شاہ کی سفید شرٹ میں ملبوس کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔

میں نے سیکھا ہے۔۔ شوہر اگر سید احان شاہ کی طرح ٹیڑھا ہو تو اسے تیر کی طرح سیدھا کرنے کے لئے بیوی اسی کی طرح ٹیڑھی بن جائے!۔۔ وہ ناک سکوڑ کے معصومیت سے بولتی احان شاہ کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔

تو پھر میرے جتنی ٹیر ھی بن کے دیکھاؤ؟ پوری رات تمہیں ٹیر ھا سیدھا کر کے تمہارے ساتھ رومانس کیا ہے! تب تو ٹیر ھی بننے کی بجائے چھوئی موئی بنی ہوئی تھی میڈیم!!۔۔۔۔ احان شاہ اسکے گال پہ ہولے سے دانت گاڑتے اترا کے بولا تھا۔ گلالئی گردن تک سرخ پڑتی نگاہیں جھکا گئی۔۔ آج احان شاہ کا ہر انداز الگ اور خوبصورت تھا۔

آپ جم کرنا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟۔۔۔ گلالئی اسکے کٹاؤ دار چٹانی سینے پہ ہاتھ پھیرتی اس قدر معصومیت سے بولی تھی کہ احان شاہ کا دل کیا زور زور سے قہقہے لگائے۔۔ وہ سمجھ چکا تھا وہ ایسا کیوں بول رہی ہے۔۔

جم کرنا چھوڑ دیا تو پھر چیخوں والا پروسیس کرنے میں مزہ نہیں آئے گا میری ڈکیٹ پٹھانی!۔۔۔۔ احان شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بے باکی سے جواب دیتا چہرہ اپنے کندھے میں چھپانے پہ مجبور کر گیا۔۔ احان شاہ اسے ایک جھٹکے میں خود کے اوپر کرتا اسکی پچھلے گردن پہ ہاتھ کا دباؤ ڈالتے تکیے سے سر اوپر کو اٹھاتا اسکے ہونٹ پہ زبان پھیرنے لگا۔۔ اسے پھر سے پہلے والے موڈ میں آتے دیکھ کے گلالئی سہمتی ہوئی اسے کندھوں سے تھام گئی۔

فجر ہونے والی ہے! ہاتھ لے لیتے ہیں پھر میں تمہیں اپنی امامت میں نماز پڑھاؤ گا!۔۔۔۔ وہ گھڑی پہ وقت دیکھتا گلالئی کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ سے کھڑا ہوتا مدھم آواز میں بولا۔ وہ اس وقت بلیک ٹراوزر میں ملبوس تھا جبکہ گلالئی اسکی وائٹ شرٹ پہنے ہوئے تھی جس کے اوپری بٹن احان شاہ نے ابھی ہی باتوں کے دوران چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے کھولے تھے۔ شرٹ اسے پہلے ہی اتنی کھلی تھی اب مزید ڈھلکتی اسکے وجود کی گہرائیاں ظاہر کر رہی تھی۔

م۔میں۔۔ خود۔۔ باتھ۔۔۔لے۔۔لوں۔۔ گی!!۔۔۔نیچے۔۔ اتاریں!۔۔ گلالئی جانتی تھی وہ باتھ لینے کے دوران اسے باتھ روم رومانس کی کلاسس نہ دے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا، اسی لئے معصومیت سے اس کے بازوؤں سے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔

شور مت کرو! تمہارے بچے اچھے بچوں کی طرح سو رہے ہیں، اگر جاگ گئے تو باتھ روم رومانس اور نماز یہی پہ رہ جائے گی! شش!!۔۔۔ احان شاہ اسے جواب دیتا بے بی کاٹ میں سوئے یسری اور یاور پہ ایک نظر ڈالتا ہولے سے مسکرایا تھا جنہوں نے اپنے ماں باپ کو پوری رات تنگ نہیں کیا تھا۔ اسے ٹوٹ کے اپنے بچوں پہ پیار آیا تھا۔

وہ دونوں جاگنے والے ہوں گے ! ! جب پوری رات تنگ نہ کریں تو اسی ٹائم جاگتے ہیں! آپ پہلے باتھ لے لیں۔۔ میں تب تک ان کا دھیان رکھتی ہوں!۔۔۔ گلالئ نے روہانسے ہوتے بچنے کی آخری کوشش کی تھی لیکن احان شاہ اسے نیچے اتارنے کی بجائے اسے مزید مضبوطی سے اپنی بانہوں میں قید کرتا باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔۔

اسے شاور کے نیچے کھڑا کئے وہ اسکے بے حد قریب کھڑا اسکے تن پہ موجود شرٹ کے تمام بٹن کھول رہا تھا، ٹھنڈا پانی ان دونوں کو اوپر سے نیچے تک بھگو رہا تھا، وہ اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتی اسے روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی، وہ اسکا ہاتھ ہٹاتا شرٹ کے تمام بٹن کھول کے اسے اس کے تن سے جدا کرتا اپنے برہنہ سینے میں زور سے بھینچا اسکے بدن کی نازکی محسوس کرنے لگا۔۔ گلالئ اسکے سینے میں سکون محسوس کرتی اسکی بڑھتی گرفت پہ سسکی بھرتے اس سے ذرا سا فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو پانی کے نیچے بھیگتا اسے خود میں بھینچتا جا رہا تھا، باتھروم کی ڈم لائٹس آن کی گئ تھیں پھر بھی گلالئ کی شرم آرے آ رہی تھی، رات کو اتنا رومانس کرنے کے بعد بھی اسکا بے باک شوہر ابھی تک پیاسا لگ رہا تھا۔ اسکی تشنگی تھی کہ مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔۔

ویٹ کرو جاناں! میں دو منٹ میں آتا ہوں اور خبردار جو تم نے باتھروم کا ڈور لاک کیا، نتیجے کا ذمہ دار تمہارا یہ نازک وجود ہو گا!!۔۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے خود سے الگ کرتا وارن کرنے والے انداز میں بولا تھا، وہ ہولے سے ہاں میں سر ہلاتی اس کے باہر جانے کا انتظار کرنے لگی۔۔ احان شاہ ابھی باتھروم سے نکلا ہی تھا جب گلالئ نے ہوشیاری سے ڈور لاک کرتے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا، اسکی دھڑکنیں اس وقت بے حد سپیڈ میں دوڑ رہی تھیں۔ وہ اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسکا کچھ دیر پہلے والا جنونی روپ یاد کرتے اسکے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ کیا ابھی بھی کوئی کسر باقی رہتی تھی؟۔۔ وہ ناک سکوڑ کے سوچتی شاور کے نیچے جا کے کھڑی ہو گئ تا کہ اسکے دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے باتھ روب میں چھپ کے باہر نکل جائے اور پھر بعد میں وہ اکیلا باتھروم کی دیواروں کے ساتھ رومانس کرتا پھرے۔۔ احان شاہ جو منی روم فریج سے پھول نکال رہا تھا باتھروم کا دروازہ لاک ہونے کی آواز سنتے مسکرا دیا۔ یہ پھول وہ گلالئ کے گجروں کے ساتھ یونہی لایا تھا، گلالئ کو گلاب پسند تھا وہ کوشش کرتا تھا کمرے میں ہر وقت گلاب کی خوشبو موجود رہے۔۔ پھولوں کا شاپر پکڑنے کے بعد وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے چھوٹی مگر خوبصورت

اور کیوٹ سی کینڈلز نکالتا اپنے سائیڈ ٹیبل سے سیگریٹ کے پاس پڑا لائٹر اور باتھروم کے دروازے کی چابیاں اٹھاتا اپنی منزل کی طرف بڑھ گیا۔۔ باتھروم کے دروازے تک آتے اس نے دستک دیئے بغیر لاک میں چابی گھمائی تھی۔۔ دروازہ کلک کی آواز سے کھولتے وہ شاہانہ چال چلتا باتھ ٹب کی طرف بڑھا تھا، گلالئ کا کھلا منہ دیکھتے وہ اسے آنکھ ونک کر گیا۔ وہ یقیناً اسکے اندر آنے پہ حیران ہو رہی تھی، اس نے تو اپنے ہاتھوں سے لاک لگایا تھا۔۔

بولا بھی تھا میری پٹھانی! دروازہ لاک کر کے اتنی مشقت مت کرنا ورنہ بدلے میں مجھے ڈبل مشقت کرنی پڑے گی! بٹ اٹس اوکے تم شاید یہی چاہ رہی تھی!۔۔۔۔۔۔ احان شاہ زو معنی انداز میں بولتے باتھ ٹب میں پھولوں کی پتیاں گراتا اب مصروف انداز میں اسکے کناروں پہ دو چھوٹی سی کینڈلز جلاتا باتھروم کا ماحول رومانٹک بنانے کی ذرا سی کوشش کر رہا تھا۔۔ گلالئ نے تھوک نگلتے ہوئے باتھ روب پہنے بغیر یہاں سے بھاگنا چاہا تھا جب وہ ایک جست میں اسکی طرف بڑھتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے اسکے ہونٹ سک کرتا باتھ ٹپ کی طرف بڑھا تھا۔۔ گلالئ نے آنکھوں میں معصومیت لئے اسکی طرف دیکھا تھا لیکن وہ اس پہ رحم کھائے بغیر اسے پانی اور گلاب کی پتیوں سے بھرے اس باتھ ٹب میں احتیاط سے لٹاتا باتھروم کی لائٹس مزید ڈم کرتے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ وہ دونوں اب ہر پردے سے آزاد ایک دوسرے کے پہلو میں تھے۔۔ گلالئ بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ معصومیت سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو اسکی شہ رگ پہ اپنا ہاتھ سہلاتا نیچے کی طرف بڑھتا اسکے پورے جسم کو بے باکی سے سہلا رہا تھا۔ گلالئ کے چہرے پہ ایک دفعہ پھر سے گلابیاں بکھری تھیں۔۔ وہ باتھ ٹب کی والز پہ پڑے پھولوں کا شاپر اٹھا کے اس میں سے کچھ پتیاں نکال کے گلالئ کے چہرے پہ پھینکتا ایک بڑی سی پھول کی کلی ترچھی کر کے اسکے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔ گلالئ کے چہرے کے ساتھ ساتھ دل میں بھی جیسے ٹھنڈک کی پھوار پڑی تھی۔ گلاب کے پھولوں کی خوشبو سونگتے ہی اسکے دل میں ایک سکون سا اٹھتا تھا۔۔ احان شاہ اس رومانٹک ماحول کو فیل کرتے ہوئے مدہوش ہوتا اسکی گلاب سی پنکھڑیوں پہ جھکتا ان کا رس نچوڑنے کے ساتھ ساتھ اس کلی کے ساتھ بھی انصاف کر رہا تھا۔ گلالئ زور سے اسکے کندھے تھامتی اپنے ہونٹوں پہ اسکا شدت بھرا لمس محسوس کرنے لگی۔۔ اسکی سانسیں پیتا وہ اسکی دونوں کلائیاں پکڑ کے باتھ ٹب کے ساتھ لگاتا اپنی ٹانگوں کے ساتھ اسکی ٹانگوں کے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔۔ گلالئ مچلی تھی۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتا اسکے سراپے کی طرف دیکھنے لگا جو پھولوں کی پتیوں سے چھپا ہوا تھا۔۔۔ احان شاہ ان پھولوں کی

پتیوں کو اسکے سراپے سے ہٹا کے اسکے بدن کی گہرائیوں پہ جھکا تھا۔ اسکے نشیب و فراز پہ اپنا شدت سے بھرپور لمس چھوڑتے وہ اسکی کلائیوں پہ اپنے ہاتھوں کا زور بڑھاتے اس میں شدت سے سما گیا۔۔ گلالئ اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دباتی اسے ایک دفعہ پھر اسے خود میں برداشت کر رہی تھی۔۔

اگر تم اکیلی باتھ لے کے چلی جاتی تو کیا اتنا مزہ آتا جتنا تمہیں اس وقت آرہا ہے؟۔۔۔ گلالئ کی آنکھوں میں سرخی دیکھتے وہ بے باکی سے بولتا اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹ سے کھینچ کے اسکے دانتوں کے قید سے آزاد کروا رہا تھا۔۔ گلالئ اسے جواب دینے کی بجائے نگاہیں جھکا گئی، اسکی کلائیاں اسکے قبضے میں تھی، وہ اسکی شدتوں سے نڈھال ہوتی مزاحمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔۔ باتھ ٹب میں موجود گلاب کی پتیوں کی خوشبو دونوں کے حواسوں پہ چھا رہی تھی۔۔ احان شاہ لمحہ بالمحہ اس میں آخری حد تک سماتا جا رہا تھا۔۔ گلالئ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں سے برآمد ہوتی اسکے کانوں کو راحت پہنچانے لگیں۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں گم تھے جب یاور کے رونے کی آواز گلالئ کے کان سے ٹکرائی تھی، باتھروم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اسی لئے وہ یاور کی آواز آسانی سے سن سکتی تھی لیکن اس پہ شدتیں لٹاتے احان شاہ نے شاید اسکی آواز نہیں سنی تھی۔۔

ش۔۔ شاہ۔۔ سائیں!!۔۔۔ گلالئ نے سسکیوں کے درمیان اسے ہوش دلانے کی کوشش کی جو بے رحم بنا اسکے نازک وجود میں سرائیت کرتا جا رہا تھا۔ احان شاہ مدہوش ہوتے اسکی گردن پہ جھکا تھا۔۔

ا۔ احا۔۔ احان!!۔۔۔ گلالئ اسکے چٹانی وجود کو ہلا نہیں پا رہی تھی اسی لئے سسکیوں میں توڑ توڑ کے اسکا نام پکارنے لگی۔۔ احان شاہ نے اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکے ہونٹ پیار سے چومے تھے جن سے وہ اتنے خوبصورت انداز میں سسکیوں کے درمیان اسے پکارتی تھی۔۔

یاور۔۔ رو۔۔ رہا۔۔ ہے!!۔۔۔ گلالئ اس کے ہاتھوں سے اپنی کلائیاں آزاد کروا کے اسکے کندھے ہلاتی اسکا دھیان یاور کی طرف متوجہ کروا رہی تھی۔

ابے یار!! اس سالے کو بھی ابھی جاگنا تھا!!۔۔۔ احان شاہ جسے ابھی کچھ دیر پہلے اپنے بچوں پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا گلالئ کی بات سنتے ہی بگڑے موڈ کے ساتھ بولتا اسے باڈی واش لگانے لگا۔۔ گلالئ اپنے بیٹے کے لئے سالے کا لفظ سنتی اسے گھور کے دیکھنے لگی۔

گھورو مت! یہ واقعی ہی اس میجر کی طرح (ازمیر کا) سالا ہے! پہلے میں تمہیں بولتا تھا نا۔۔ "اپنی حرکتیں دیکھ رہی ہو گل؟"۔۔ اب میں تمہیں بولوں گا۔۔ "اپنے بیٹے کی حرکتیں دیکھ رہی ہو گل؟"۔۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے گھورنے پہ سر جھٹک کے افسوس سے گویا ہوا تھا۔

کیوں ایسا کیا کیا ہے میرے بیٹے نے؟ اور آپ ابھی تک دور کیوں نہیں ہو رہے؟ وہ رو رہا ہو گا!۔۔۔ گلالئ کو اپنے بیٹے کی فکر ہوئی تھی۔

ازمیر کے گال پہ ناخن کا نشان دیکھا تھا؟ وہ تمہارے بیٹے کی ہی کارستانی تھی! ! بچپن میں ہی اتنا لڑاکا ہے بڑے ہو کے اسکا کیا بنے گا؟۔۔ احان شاہ ازمیر کی غلطی بتانے کی بجائے اسے بڑھا چڑھا کے یاور کی غلطی گنوانے لگا۔۔

مجھ سے کیوں گلہ کر رہے ہیں؟ خون پہ ہی جائے گا نا! جس طرح سے کل آپ نے سڑک پہ تماشا لگایا تھا کل کو وہ بھی لگائے گا! !۔۔ گلالئ نے نروٹھے پن سے سارا مدعا اس پہ ڈالا تھا۔۔ احان شاہ اسکے لاجک پہ عش عش کر اٹھا۔۔ یاور کی رونے کی آواز اب بذاتِ خود سنتے وہ جلدی سے گلالئ کے اوپر سے اٹھتا باتھ روم کی وال کے ساتھ ہینگ اسکالائٹ گرے باتھ روب پکڑتا اسکی طرف بڑھا تھا۔۔ گلاب کی طرح سرخ گلالئ کو ایک دفعہ شاور کے نیچے کھڑا کرنے کے بعد اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ پھر سے شاور بند کرتے اسے باتھ روم میں قید کئے باہر بھیج چکا تھا تاکہ جلدی سے جا کے یاور کو دیکھے جو اسکا اچھا بھلا رومانٹک باتھ برباد کر چکا تھا۔۔

اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔ احان شاہ کسی کام سے باہر جا رہا تھا، گلالئ اسے پہلے کی طرح سی آف کرنے کے لئے اسکے ساتھ ہی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی، یسریٰ احان کی بانہوں میں تھی جبکہ یاور اوپر ایزل کے روم میں ازمیر کے ساتھ پنگے بازی میں مشغول تھا۔ وہ دونوں ہلکی پھلکی سی باتیں کرتے آخری سیڑھیوں پہ تھے جب گلالئ کو سامنے سے زینت آتی دیکھائی دی تھی، اسکا رخ شاید کچن کی طرف تھا، لاؤنج اس وقت خالی تھا۔ زینت کو دیکھتے گل نامحسوس انداز میں احان شاہ کے مزید قریب ہوتی اسکا بازو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے گئی۔ احان شاہ جو بظاہر یسری میں مصروف تھا گلالئ کی اس حرکت پہ اس نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

آج میں آپ کے لئے کیا بناؤں ؟۔۔۔گلالئ معصومیت سے احان شاہ سے سوال کرتی اسے خود کی طرف متوجہ کر رہی تھی تا کہ زینت میڈیم کو اچھی طرح سے جلا کے اسکی اوقات یاد دلا سکے۔۔

تمہیں کچھ بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے جانان ! ! میرا کھانا تو تم ہو ! جسے اب میں اجازت لئے بنا کسی بھی وقت نگل سکتا ہوں !۔۔احان شاہ اسکی طرف جھک کے زو معنی انداز میں مسکرا کے بولتا گلالئ کے چہرے پہ سرخیاں بکھیر گیا۔۔

وہ دونوں اب سیڑھیاں اتر چکے تھے، زینت اپنے قدم روکتی دور سے انہیں دیکھ رہی تھی۔۔ صبح ناشتے کے دوران بھی احان شاہ کا بار بار گلالئ کی طرف دیکھنا اس نے شدت سے نوٹ کیا تھا، گلالئ کے چہرے پہ اسکی محبت کے خوبصورت رنگ دیکھتی وہ بری طرح سے آگ میں جھلس رہی تھی، اس پہ تضاد سامنے کا یہ منظر اسے مزید سنگل فیل کروا رہا تھا، احان شاہ کی جزبات لٹاتی نگاہیں، اسکا گلالئ کے چہرے کے قریب جھکنا۔۔گلالئ کا شرما کے نگاہیں جھکا جانا۔۔۔افف کیا آگ لگانے والا منظر تھا۔

کس چاہئیے گل بے بی کو ؟۔۔۔۔احان شاہ اسکا چہرہ ٹھوری سے پکڑ کے اونچا کرتا اسے آنکھ ونک کرتے شرارت سے بولتا اس دن کچن والا منظر یاد کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔گلالئ خفت کا شکار ہوئی تھی، تو وہ چالاک انسان سمجھ چکا تھا وہ زینت کو جیلس کروانا چاہ رہی ہے۔۔احان شاہ یسریٰ کو اپنے کندھے میں چھپائے گلالئ کو تنگ کرنے کے لئے اسکے ہونٹوں کے بے حد قریب ہوا تھا جب وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اس سے فاصلہ قائم کر گئی، دوپہر کا وقت تھا کوئی بھی لاؤنج میں آسکتا تھا۔وہ زینت کو تو جیسے انسانوں میں گن ہی نہیں رہا تھا، اس بیچاری کے بھی کچھ جزبات تھے جن میں احان شاہ پر سکون انداز میں آگ لگاتا گلالئ کو کہنی سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا اسکے ماتھے اور گالوں پہ ہونٹ ثبت کرتے یسریٰ کے بھی ماتھے اور گالوں پہ یہی عمل دہراتا اسے گلالئ کے ہاتھوں میں تھماتا اللہ حافظ کہتے باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔گلالئ کے ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔وہ نامحسوس انداز میں اپنا دوپٹا گردن سے تھوڑا سا لوز کرتی یسریٰ کو چومتے ہوئے میرال کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، راستے میں ہی زینت کھڑی تھی جو اسکی گردن پہ احان شاہ کی شدتوں کے سرخ لال نشان دیکھتی جل کے کوئلہ ہوئی تھی۔۔

زینت آپی ! آپ کو کپلز کو ڈسٹرب کرنے کی عادت ابھی پڑی ہے یا بچپن سے تھی ؟ چچ چچ ! بہت بری حرکت ہے ایسے مناظر یوں سر عام دیکھنا !!۔۔۔۔۔گلالئ اسکے پاس سے گزرتے ہوئے آگ لگانے والے سوال جواب کرتی

اسکی ایک بھی سنے بغیر ہونٹوں پہ معصوم اور شیطانی سی مسکراہٹ سجاتی میرال کے کمرے میں بند ہو گئی۔زینت اہانت سے سرخ چہرہ لئے پیر پٹکتے ہوئے کچن کی طرف بڑھی تھی،ایسے مناظر دیکھنا بری حرکت تھی لیکن اس کے شوہر کا یوں سرعام لاؤنج میں ایسے سین انجام دینا ثواب کا کام تھا؟؟۔۔۔زینت بیچاری نہ جلتی تو اسے زینت کون کہتا۔۔ہائے۔۔

")تم کسی مہمان کے سامنے نہیں جاؤ گی!!!۔۔"

"جان نکال دوں گا تمہاری اگر کسی کے سامنے سج سنور کے بیٹھی تو!!۔۔("

وہ رات کو کال پہ کہی گئی شہسوار شاہ کی باتوں کو نظر انداز کرتی اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو اچھی طرح سے خشک کرتی کاجل لگانے لگی۔۔اسکی لائٹ گرین آنکھوں میں یہ کاجل غضب ڈھا رہا تھا۔کاجل لگانے کے بعد وہ ہونٹوں پہ سرخ لال لپ اسٹک اٹھا کے لگا رہی تھی۔سیاہ سوٹ میں اسکا بدن چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔۔وہ تھوڑی سی تیاری میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی،چہرے کے نقوش معصوم تھے لیکن وہ اتنی بھی معصوم نہیں تھی،اسے منہ پہ جواب دینے کی عادت تھی۔۔پیروں پہ بدلہ لینا اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

آ رہی ہوں امی!!۔۔۔۔۔۔شبنم بیگم کی آواز سنتے وہ انہیں بلند آواز میں جواب دیتی سر پہ سیاہ دوپٹا اوڑھ رہی تھی۔

")تم کسی کے سامنے نہیں جاؤ گی چاہے رشتہ دیکھنے کوئی عورت آئے یا مرد! تم اگر کمرے سے نکلی آئرہ شاہ،نتیجے کی ذمہ دار خود ہو گی!! بہت برے طریقے سے جان نکالو گا تمہاری("!

وہ اسکی بات یاد کرنے کے بعد استہزایا انداز میں سر جھٹکتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی،حق تو ایسے جتا رہا تھا جیسے اسے خرید رکھا ہو۔۔وہ اسکی غلام نہیں تھی جو اسکا حق مانتی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 129 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔علیشے خان

ہمیں تو بچی بہت پسند آئی ہے! ماشاءاللہ بہت خوبصورت اور سلیقہ شعار ہے!۔۔۔۔۔۔۔رضیہ بیگم چہرے پہ میٹھی سی مسکراہٹ سجا کے شبنم بیگم سے مخاطب ہوئی تھیں۔۔یہ اصل میں لڑکے کی ماں تھی جس کا رشتہ شبنم بیگم کی سہیلی لے کے آئی تھی۔رضیہ بیگم کا بیٹا بھی انہی کے قریب بیٹھا اوپر سے نیچے تک سامنے بیٹھی آئرہ شاہ کو دیکھتا جا رہا تھا۔ آئرہ نہیں جانتی تھی لڑکا بھی اپنا رشتہ دیکھنے ساتھ ہی آئے گا وہ تو رات کو یوں ہی فون پہ گیس لگا رہی تھی لیکن یہ تو شاید کوئی نیا ہی رواج نکلا تھا کہ رشتے والی لڑکے کو بھی اسکی ماں کے ساتھ آج ہی اٹھا لائی تھی، جیسے آج ہی ان کی منگنی کر دینا چاہتی ہو۔ آئرہ شاہ اس لڑکے کی نگاہوں سے خائف ہوتی چہرے کے تاثرات سپاٹ کر چکی تھی۔۔

ماشاءاللہ آپ کا بچہ بھی بہت پیارا ہے!!۔۔۔۔۔شبنم بیگم نے بھی جواباً ان کے بیٹے کی تعریف کی تھی جو ایک خوش شکل نوجوان تھا۔

آپ کی سہیلی بتا رہی تھی، آپ کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے؟اور آئرہ بیٹی کا بھی کوئی بھائی نہیں ہے!! بغیر کسی مرد کے اکیلے گھر میں رہنا مشکل ہوتا ہو گا نا؟۔۔۔۔۔۔رضیہ بیگم یونہی باتوں کو طول دینے لگیں۔۔

جی مشکل تو ہوتی ہے لیکن اللہ کا کرم ہے!۔۔۔شبنم بیگم تشکر سے بولیں۔بھائی اور باپ کے ذکر سے آئرہ شاہ کا دل اداس ہوا تھا لیکن چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

ویسے بیٹا آج ہم تمہاری منگنی کی تاریخ تہہ کرنے تو نہیں آئے تھے جو تم نے اتنے گہرے رنگ کی سرخی لگا رکھی ہے!۔۔۔۔رضیہ بیگم کے ساتھ بیٹھی عورت سے جب آئرہ شاہ کی اتنی تعریفیں برداشت نہ ہوئی تو طنزیہ انداز میں بولتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگیں۔وہ شاید لڑکے کی پھوپھی تھیں جو اس لڑکے کا رشتہ اپنی بیٹی کے ساتھ کروانے کی چاہ رہتی تھی۔۔ان کی سڑی ہوئی شکل دیکھ کے کم از کم آئرہ کو تو یہی سمجھ آئی تھی۔اس عورت کی بات پہ آئرہ شاہ کو آنکھیں ٹپٹپا کے کچھ بولنے کے لئے ہونٹ وا کرتے دیکھ کے شبنم بیگم نے اسے التجائیہ انداز میں دیکھتے جواباً چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھیں، ان کی بیٹی ان کی بات کا جواب ضرور دے گی لیکن وہ آئرہ شاہ ہی کیا جو ایسے موقعوں پہ اپنی زبان بند کر لے؟

ارے سموسے کے منہ والی پیاری آنٹی!! آپ بھی تو پچھلے پندرہ منٹوں سے ایسے سموسے کھا رہی ہیں جیسے آپ کا منہ صبح سے روزے کی وجہ سے بند تھا جو صرف اس وقت ٹھونسنے میرا مطلب افطار کرنے کے لئے کھلا ہے! کیا میں نے

کچھ بولا کہ آپ باقی سب کے حصے کے سموسے کیوں کھا گئی ہیں؟ نہیں نا؟ کیونکہ میں سمجھ گئی تھی آنٹی کو ضرور سموسے ضرورت سے زیادہ پسند ہوں گے اسی طرح سے تھوڑا سا دماغ لڑانے کے بعد آپ کو بھی سمجھ جانا چاہئیے مجھے اس سرخی کا رنگ پسند ہے! اسی لئے تو لگایا ہے! لیکن شاید آپ کو بھی پسند آ گیا ہے! یہاں آئیں اسی سرخی سے آپ کے گال پہ ایک چمی دوں کیوٹ آنٹی کہیں کی!!۔۔۔ آئرہ شاہ اپنی لائٹ گرین آنکھیں ٹپٹپاتی چہرے پہ مسکراہٹ سجا کے جس انداز سے اس عورت کو جواب دے رہی تھی، وہ بیچاری سمجھ نہ سکی وہ اس سے پیار جتا رہی ہے یا زیادہ سموسے کھانے پہ اسکی بے عزتی کر رہی ہے۔۔ رضیہ بیگم اور شبنم بیگم نے نگاہوں کا تبادلہ کرتے زبردستی مسکراتے ہوئے آئرہ شاہ اور اس عورت کی طرف دیکھا تھا۔ لڑکا جو کب سے بیٹھا آئرہ شاہ کو تار رہا تھا اسکے اتنے دبنگ جواب کے ساتھ ساتھ بیک وقت اسکے معصومانہ انداز میں آنکھیں ٹپٹپانے پہ امپریس ہوا تھا۔۔

شہسوار شاہ نے کافی کوشش کی تھی وقت پہ شبنم بیگم کی طرف پہنچ جائے لیکن اسکے کچھ ضروری کام تھے جنہیں انجام دیتے وہ لیٹ ہو چکا تھا، اس وقت دوپہر کے اڑھائی بج رہے تھے جب اسکی گاڑی شبنم بیگم کے گھر سے کچھ فاصلے پہ آ کے رکی تھی۔ وہ گاڑی لاک کرتا اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے سنجیدگی سے سامنے گھر کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔۔ گیٹ کے باہر ایک چھوٹی سی پرانے ماڈل کی گاڑی دیکھ کے اس نے زور سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا، تو وہ کافی لیٹ ہو چکا تھا۔ شہسوار شاہ کو خود پہ شدید غصہ آیا۔۔ اس نے گیٹ پہ دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا جب اسکے ایک دفعہ ہی دستک دینے پہ گیٹ کھلتا چلا گیا۔

رشتے کی اتنی خوشی تھی کہ انہیں گیٹ بند کرنا تک یاد نہیں رہا؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ کھلے گیٹ کو دیکھ کے غصے سے سوچتا لب بھینچ گیا۔ وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتے ڈائریکٹ بیٹھک کی طرف بڑھا تھا ۔ وہ جانتا تھا مہمان بیٹھک میں موجود ہوں گے کیونکہ اکثر اوقات شبنم بیگم مہمانوں کو اسی صاف کمرے میں بٹھایا کرتی تھیں۔ وہ ابھی بیٹھک میں داخل تھا جب سامنے دو عورتوں کے ساتھ ایک لڑکے کو دیکھ کے شہسوار شاہ کی گردن اور ماتھے کی رگیں ابھر کے واضح ہوئی تھیں۔ وہ لڑکا مسلسل آئرہ شاہ کو اپنی گندی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جبکہ آئرہ شاہ مسکرا کے ان میں سے ایک عورت کو نجانے کیا بول رہی تھی، وہ دور ہونے کی وجہ سے سن نہ پایا۔ آئرہ شاہ کے چہرے پہ مسکراہٹ یوں سجی ہوئی تھی جیسے یہ عورتیں اس کی سہیلیاں ہوں۔

شاہ بیٹا تم!! آؤنا۔۔وہاں پہ کیوں کھڑے ہو؟۔۔۔ آئرہ کو گھور کے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے شبنم بیگم کی نگاہیں اچانک سے شہسوار شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو دروازے پہ کھڑا سب کا جائزہ لے رہا تھا۔۔وہ اسے خوشدلی سے کمرے میں بلا رہی تھیں۔ شبنم بیگم کے منہ سے شاہ کا ذکر سنتی آئرہ شاہ نے اپنی لمبی پلکیں اٹھاتے دروازے کی طرف نگاہیں گھمائی تھیں، شہسوار شاہ کو وہی سے کھڑے قہر برساتی نگاہوں سے خود کی طرف گھورتا پا کے آئرہ شاہ ایک لحظے کو چونکی تھی لیکن اگلے ہی پل لاپرواہ بنتی اسکی طرف نگاہوں کا رخ پھیر گئی۔وہ اس وقت پولیس یونیفارم میں ملبوس پیروں پہ بھاری بوٹ پہنے اپنی سرخ و سفید رنگت، گھنی سیاہ بئیرڈ اور مونچھوں کے ساتھ بے حد ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ پولیس یونیفارم میں ملبوس شہسوار شاہ کو دیکھ کے رشتے کے لئے آئے مہمان چونکے تھے۔۔

شبنم بہن! پولیس آپ کے گھر پہ کیا کر رہی ہے؟سب خیریت؟۔۔۔رضیہ بیگم تیزی سے شبنم بیگم سے سوال کرنے لگیں،وہ پولیس کو یہاں دیکھ کے حیران تھیں۔۔

جی جی سب خیریت ہے! یہ میرا بھتیجا ہے بالکل بیٹوں کی طرح۔۔۔۔ابھی شبنم بیگم اپنا جملہ مکمل کرتی جب شہسوار شاہ نے آگے بڑھتے آئرہ شاہ کی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچی تھی، شبنم بیگم اپنا جملہ ادھورا چھوڑتی سنجیدگی سے شہسوار شاہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ آئرہ شاہ نے اسکے مضبوط ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کی تھی جب وہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا اسے کھینچ کے صوفے سے اٹھاتا مہمانوں کی طرف دیکھنے لگا۔۔

ہمیں آپ کا بیٹا پسند نہیں آیا! یہ جب کسی کی بیٹی کو اتنی گندی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے تو پتا نہیں اپنی ماں بہن کو بخشتا ہو گا یا نہیں جو ہر وقت اسکے ساتھ گھر میں موجود ہوتی ہیں! آپ لوگ جا سکتے ہیں!!۔۔۔ شہسوار شاہ اس لڑکے کو شدید غصے سے گھورتا رعب دار لہجے میں غراتے آئرہ شاہ کو کھینچتا ہوا بیٹھک سے لے کے نکلتے اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ شہسوار شاہ کے اس حتمی انداز پہ سب اپنی جگہ سٹل ہوئے تھے۔رضیہ بیگم اپنے بیٹے کی اتنی تذلیل پہ اپنا پرس اٹھاتی جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ شبنم بیگم پریشانی سے اس ساری صورتحال کو دیکھ رہی تھیں۔۔

یہ کیا طریقہ ہے!! چھوڑیں مجھے۔۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ دبی دبی آواز میں غراتی اسکے ہاتھ سے اپنی کلائی نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام رہی۔وہ تیزی سے اسکے کمرے میں داخل ہوتا دروازے بند کرتے ساتھ ہی اسے پوری قوت سے دروازے پہ دھکیل گیا۔ آئرہ شاہ کے ہونٹوں سے چھوٹی سی چیخ برآمد ہوئی تھی، اسکی کمر پہ

لوہے کا دروازہ کافی زور سے لگا تھا۔ شہسوار شاہ اسکی چیخ نظر انداز کرتا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے غور سے دیکھنے لگا۔۔

کیا بولا تھا میں نے رات کو؟؟۔۔۔۔وہ اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ نگاہیں جمائے غصے سے پھولتی سانسوں کے درمیان سوال کرنے لگا۔وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھتی بن آب مچھلی طرح مچلتے ہوئے اپنے جبڑے سے اسکا ہاتھ ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی،وہ بجائے ہاتھ ہٹانے کے اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔

کیا بکواس کی تھی میں نے رات کو فون پہ؟؟؟۔۔۔اسکے جواب نہ دینے پہ وہ اب کی بار اسکے کان میں دھاڑتا ہوا زور سے دروازے پہ اپنا بائیاں ہاتھ مار گیا۔ آئرہ شاہ ایک پل کو لرزی تھی۔

مجھے یاد نہیں!! دور ہٹیں مجھ سے! آپ یوں اس طرح سے میرے قریب نہیں آسکتے!!۔۔۔ آئرہ شاہ اسے گھٹی گھٹی آواز میں غصے سے جواب دے رہی تھی جب شہسوار شاہ کا انگوٹھا اسکے جبڑے سے ہوتا نازک بھرے بھرے ہونٹوں کی طرف سرکا تھا۔وہ اپنی آنکھوں میں طیش و اشتعال کی لالی لئے اپنا چہرہ اسکے بے حد قریب کر گیا۔اسکی غصے سے پھولتی گرم سانسوں کی تپش اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتے آئرہ شاہ کی جان نکلی تھی۔وہ سہم کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

تمہیں میری رات والی باتیں یاد نہیں لیکن یہ ضرور یاد تھا کہ آج مہمان تمہارا رشتہ دیکھنے آرہے ہیں اور تم نے اس عید والے سیاہ جوڑے کے ساتھ ہونٹوں پہ سرخ رنگ چڑھانا تھا؟؟۔۔۔۔وہ اسکی لائٹ گرین آنکھوں میں دیکھتا اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔۔ آئرہ شاہ اسکی دھاڑ پہ خوفزدہ ہوتی اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی،اس سے اتنی اونچی آواز میں صرف یہی بات کر سکتا تھا ورنہ کسی میں جرآت نہیں تھی آئرہ شاہ سے اس لہجے میں بات کرے۔۔اسے اپنے کندھے میں چھپتے دیکھ کے شہسوار شاہ نے دھڑکتے دل سے اسکی طرف دیکھا تھا،وہ دونوں آج پہلی دفعہ ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوئے تھے۔۔ آج پہلی دفعہ شہسوار شاہ کے کندھے میں کسی لڑکی نے یوں اسی کے غصے سے سہم کے چہرہ چھپایا تھا۔ شہسوار شاہ کے خاموش ہونے پہ آئرہ شاہ اپنی بے اختیاری پہ خفت کا شکار ہوتی جلدی سے اس سے دور ہوئی تھی۔

میرے منع کرنے کے باوجود کیوں گئی تھی مہمانوں کے سامنے ؟؟۔۔۔وہ اسے کہنی سے پکڑ کے اپنے قریب کرتا دبے دبے غصے سے بولا تھا۔ اسکی آنکھوں میں کاجل، ہونٹوں پہ سرخ رنگ اور اس پہ تضاد اس سیاہ سوٹ میں اسکا چاندی کی طرح مہکتا بدن شہسوار شاہ کو پاگل کر چکا تھا تو اس غلیظ انسان کا اسے دیکھ کے کیا حال ہوا ہو گا؟ وہ کس طرح سے اپنی آنکھوں میں غلاظت لئے آئرہ شاہ کے پورے وجود کا جائزہ لے رہا تھا، وہ سب سوچ سوچ کے شہسوار شاہ کا غصہ آسمانوں کو چھو رہا تھا۔۔ وہ غصے کا کافی برا تھا، جو چیز اسکی پسند کے خلاف ہوتی تھی اس کے بعد پھر تباہی ہی ہوتی تھی۔ وہ غصے میں اکثر چیزوں کو تہس نہس کر دیا کرتا تھا۔

لڑکیوں کا جب رشتہ آتا ہے انہیں یوں ہی مہمانوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے! میں نے کوئی انوکھا کام نہیں کیا!۔۔۔۔ آئرہ شاہ غصے سے چیخی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے لگی، وہ اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتا اسے مزید قریب کر گیا۔۔ غصے سے اسکا دودھیا سفید چہرہ سرخیاں چھلک رہا تھا۔۔ اسکا ہاتھ اپنی کمر پہ محسوس کرتے آئرہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ آج پہلی دفعہ اسے کوئی مرد یوں چھو رہا تھا۔۔ وہ اسکے لئے نامحرم تھا۔ آئرہ شاہ مچلتی ہوئی اپنی کمر سے اسکا ہاتھ ہٹانے کی بھرپور تگ و دو کر رہی تھی۔۔

کس مشرقی اور سلیقہ شعار لڑکی کو دیکھا ہے پہلی ہی بار میں رشتے والوں کے سامنے اتنا سج سنور کے جاتے ہوئے یو میڈ گرل!!!۔۔۔ شہسوار شاہ اسکی کمر اپنے ہاتھ کی مٹھی میں بھرتے اسکے چہرے پہ غصے سے پھنکارا۔۔ اسکے ہاتھ کے بے باک لمس پہ آئرہ شاہ کا دل بری طرح سے لرزنے لگا۔۔

میں نے کب بولا میں سلیقہ شعار ہوں؟ میں بہت بے ڈھنگی ہوں اسی لئے یوں تیار ہو کے رشتے والوں کے سامنے بیٹھی تھی تاکہ وہ مجھے پہلی ہی بار میں پسند کر جائیں!! ہر آئے روز کسی نہ کسی پارٹی کے سامنے بیٹھ کے ان کی rejection کا سامنا نہ کرنا پڑے!! یہ میری زندگی ہے جس میں صرف میری مرضی چلے گی! آپ مجھ پہ دھاڑنے والے ہوتے کون ہیں؟ دور ہٹیں!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ کے لہجے میں غصے کی رمک واضح تھی، اسکے جواب پہ شہسوار شاہ کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی محسوس ہو رہی تھی۔۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس سے محبت کا اظہار کیوں نہیں کر رہی تھی؟ کیوں اتنی بے رخی دیکھاتی اسکا خون خشک کر رہی تھی؟

تم نے خود کو سنوار کے اس غلیظ آدمی کی نگاہوں کا مرکز بنا کے اچھا نہیں کیا آئرہ شاہ!! میں نے بکواس کی تھی مہمانوں میں چاہے کوئی عورت ہو یا مرد تم سامنے نہیں جاؤ گی! پھر کیوں گئی تم؟ کہاں گئے تمہاری محبت کے دعوے جو تم مجھ سے کرتی تھی؟ ایک ہی رشتے پہ اس محبت کو بھلا بیٹھی ہو؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکی کہنی پیچھے کمر کی طرف موڑتا بڑھتے غصے سے بولا۔

آپ کو یاد ہے! ایک دفعہ میں نے آپ کو بھی یونہی حکم دیا تھا کہ آپ اپنی دوست (میرال) کے ساتھ لندن وزٹ کرنے کے لئے نہیں جائیں گے لیکن آپ اسی روز ضد سے گئے تھے! ہر روز اس کے ساتھ یوٹیوب پہ نظر آتے تھے، میں کتنی پاگل تھی، پورا پورا دن آپ کے فارغ ہونے کا انتظار کرتی تھی اور جب آپ احسان جتانے والے انداز میں فون اٹھاتے تھے، محبت کا اظہار کر دیتی تھی۔ ایک ایسے انسان کے سامنے اپنی محبت کے راگ الاپتی تھی جسے شاید میرا وجود اس زمین پہ بھی برداشت نہیں ہے! مجھے یاد ہے آپ سے بہت دفعہ محبت کے دعوے کئے ہیں، آئندہ سے نہیں کروں گی کیونکہ جب ہمیں ہماری اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور لگے کہ آپ کسی کے لئے اتنے ضروری نہیں ہیں جتنے آپ خوش فہم ہوتے ہیں۔ تو میرا ماننا ہے وہاں مزید بچھنے کی بجائے کنارہ کر لینا چاہئیے! یہی سمجھ لیں میری محبت نے بھی آپ سے کنارہ۔۔۔ آئرہ شاہ نے ابھی اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا جب شہسوار شاہ نے اپنا دائیاں ہاتھ اسکے ہونٹوں کی طرف بڑھاتے اسکے لبوں کو زور سے اپنے انگوٹھے سے مسلتے ہوئے اسکی سرخ لپ اسٹک مٹائی تھی۔۔ آئرہ شاہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا، وہ تھوک نگلتی ہوئی اسکے سینے پہ ہاتھ مارتی اس سے فاصلے بنانے لگی جب وہ اسے خود کے مزید نزدیک کرتا اچھی طرح سے اپنے انگوٹھے سے اسکی لپ اسٹک صاف کرتا اسکے ہونٹوں کے ارد گرد پھیلا گیا۔۔ اسکے ہونٹوں کے ارد گرد پھیلی لپ اسٹک نے اسے جب پہلے سے زیادہ بہکایا تو جیب سے رومال نکال کے اسکے ہونٹ اور ارد گرد پھیلی لپ اسٹک اچھے سے صاف کرتا رومال پھر سے جیب میں ڈال گیا۔ آئرہ شاہ سانس روکے یک ٹک اسکی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔۔

تو تم اپنی محبت سے پیچھے ہٹ رہی ہو؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے سرخ ہوتے گال دیکھتا سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا۔۔ ہمم! کیونکہ میں نے ایک جگہ پہ پڑھا تھا۔۔ مرد اگر شوہر ہو تو "محافظ" "محبت ہو تو "رسوائی"۔۔۔ جس وقت پڑھا تو تب ان الفاظ کی سمجھ نہیں آئی تھی! اب آتی ہے! ہر لڑکی کی طرح مجھے بھی رسوائی سے ڈر لگتا ہے! محبت کرنا مجھ

جیسی لڑکیوں کے بس کی بات نہیں ہے! اور مجھے لگتا ہے آج کے زمانے میں کوئی ویسی محبت کر بھی نہیں سکتا جیسی پہلے زمانوں میں لیلا مجنوں، ہیر رانجھا، سوہنی ماہیوال نے کی تھی!! آج کل تو صرف ہم جیسے لوگ اٹریکشن کے احساس کو محبت کا نام دے کے محبت کا معنی تبدیل کر دیتے ہیں۔۔۔۔ آئرہ شاہ اپنے آنسو روکتی اسے سنجیدگی سے جواب دیتی اس سے اپنی کہنی اور کمر آزاد کروانے کی کوششوں میں نڈھال ہو رہی تھی۔

جن پرانے زمانوں کی محبت کی مثالیں تم مجھے دے رہی ہو، سچی بات تو یہ ہے انہوں نے بھی صرف ٹھرک ہی کیا تھا، شادی تو ان میں سے کسی نے نہیں کی۔۔۔ شہسوار شاہ سر جھٹک کے لاپرواہی سے بولتا اسکے ہونٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو ذرا سا رگڑنے کی وجہ سے سرخ پڑ چکے تھے۔۔ شہسوار شاہ سے اسکا اتنا سیریس موڈ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔

مرد اگر ہر برا کام کرنے والا ہو اور شوہر ہو تو کیا کوئی لڑکی اس کے ساتھ محفوظ رہ سکتی ہے؟ کیا ہر برا کام کرنے والا اشوہر ایک اچھا محافظ بن سکتا ہے؟ اور اگر میں بات کرو محبت کی۔۔ ایک ایسے مرد سے محبت کی جس میں ہر وہ خوبی پائی جاتی ہے جو عورت کو اس سے محبت کرنے پہ مجبور کر دے تو تم کیسے کہہ سکتی ہو وہ محبت رسوائی کا باعث بن سکتی ہے؟ کیا وہ مرد اپنی محبت کو رسوا ہونے دے سکتا ہے جو ہر لحاظ سے اچھا ہو؟۔۔ بات نسلوں پہ بھی ختم نہیں ہوتی۔۔ ہر مرد ایک طرح کا نہیں ہوتا۔۔۔ ہر مرد عورت کے مقدر میں رسوائی کا باعث نہیں بنتا۔۔ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو عورتوں کے سر پہ چادر اوڑھانے کا باعث بنتے ہیں! اسی لئے تم ہم سب مردوں کو ایک کیٹگری میں نہیں گن سکتی!!۔ جس نے مرد کو جیسا پایا ویسا لکھ دیا۔۔۔ پڑھی لکھی باتیں چھوڑ کے تم اپنی بات کرو! تم میں محبت کرنے کا سٹیمنا ختم ہو چکا ہے! ۔۔ عورت بے وفا بننے کے بعد بھی کہتی ہے اس بے وفائی کی وجہ مرد ہے! ۔۔ تم بے وفا ہو رہی ہو؟۔۔ تمہیں بے وفا ہونا ہے تو صاف صاف منہ سے اقرار کرو!! اپنی محبت کے کندھے پہ رکھ کے بندوق مت چلاؤ!!۔۔۔ اسے خاموش دیکھ کے وہ مزید گویا ہوتا اسکے چہرے کے سپاٹ نقوش کی طرف دیکھنے لگا۔۔

جی میں بے وفا ہوں! ! بائے داوے آپ کے یہاں آنے کا مقصد؟؟ کیا اب کسی نئے انداز سے مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں؟ یا یہ چاہتے ہیں مہمانوں کے ناراض ہو کے جانے کے بعد امی ایک دفعہ پھر میرا چہرہ تھپڑ سے سرخ کر دیں جس

طرح اس روز جہانگیر انکل کی وجہ سے کیا تھا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ کا لہجہ سپاٹ ہوا تھا۔ اسکے منہ سے تھپڑ کا لفظ سنتے شہسوار شاہ کی نگاہیں اسکے نرم و ملائم روئی سے گلابی گالوں کی طرف اٹھی تھیں۔

میں اس روز آنے والا تھا لیکن اوپر سے ضروری آرڈر آئے تھے اسی لئے اس روز آ نہیں سکا!۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے مومی گال کو بے اختیاری میں اپنی انگلی سے چھوتا نرمی سے بولا تھا۔ وہ اسکے نرم لہجے پہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے سر جھٹکتے ہوئے اسکی انگلی اپنے گال سے ہٹائی تھی۔

آپ میرے باپ، بھائی یا شوہر تو ہیں نہیں جن سے میرا ناراض ہونا بنتا ہے؟ کوئی بات نہیں اگر آپ نہیں آ سکے تھے! صرف امی سے ایک تھپڑ تو پڑا تھا جس نے مجھے بہت کچھ سیکھا دیا۔۔ اس ایک تھپڑ نے مجھے بتا دیا میں سب کی زندگی میں کتنی اہمیت رکھتی ہوں!! ۔۔۔۔۔ وہ کھوکھلی سی ہنسی ہنس کے بولتی اس کی ڈھیلی پڑتی گرفت سے اس سے فاصلے پہ ہو گئی۔

محبت تو ہوں تمہاری؟ محبوب سے تو حق سے ناراض ہوا جاتا ہے؟ کیا تمہارے ہاں ایسا کوئی رواج نہیں ہے؟؟۔۔۔۔ اسے دروازے کے ساتھ لگتے دیکھ کے شہسوار شاہ اسکے دائیں بائیں دروازے پہ ہاتھ رکھتا مدھم گھمبیر آواز میں بولا۔ آئرہ شاہ اسکے بدلتے رویے پہ حیران تھی۔۔

نہیں!! میرے ہاں محبت کے سر چڑھنے یا محبوب کو سر چڑھانے کا رواج نہیں ہے جب تک کہ مقابل میرا محرم نہ بن جائے!! کبھی سر چڑھنے کی عادت تھی لیکن اپنی اہمیت جاننے کے بعد اب وہ عادت بھی ختم کر ڈالی ہے!۔۔۔ آئرہ شاہ کا لہجہ بے تاثر تھا۔۔

کبھی اظہارِ محبت کی بجائے مقابل سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے؟۔۔۔۔۔ وہ اسکے بے تاثر جواب پہ اسکے قریب ہوتا اسکا جبڑہ پھر سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں دبوچ گیا۔ آئرہ شاہ اسکے سوال پہ بنا پلکیں جھپکائیں اسکی طرف دیکھنے لگی۔

نہیں کی نا؟ تو پھر تم کن باتوں کو بنیاد بنا کے اپنی محبت کے سر چڑھنے والی عادت ختم کر سکتی ہو؟ کیا معلوم اسے تمہارا سر چڑھنا پسند ہو؟۔۔ اسکی خاموشی پہ شہسوار شاہ شدت پسندی سے بولا تھا۔۔ آواز بلند ہوئی تھی۔

جانتے ہیں عورت اظہارِ محبت کب کرتی ہے؟۔۔۔وہ اپنی آنکھوں میں چھلکتے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی اس سے استفسار کرنے لگی۔وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھتا اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

عورت اپنے کردار کو لے کے بہت سینسٹو ہوتی ہے! عورت۔۔۔ابھی آئرہ مزید بولتی جب شہسوار اس کی بات کاٹ گیا۔۔

مرد بھی!! مرد بھی اپنے کردار کو لے کے اتنا ہی سینسٹو ہوتا ہے جتنی ایک عورت ہوتی ہے!! آگے بولو۔۔۔ شہسوار شاہ نے اسے ٹوک کے اسکی تصیح کی تھی۔۔

عورت محبت کا اظہار ہر کسی سے نہیں کر دیا کرتی! وہ چاہے تو بہت سے مردوں کو اپنی جانب لبھا سکتی ہے! عورت کبھی نہیں چاہتی اسے کسی سے اظہار محبت خود کرنا پڑے،وہ یہی چاہتی کوئی اسکی محبت میں پاگل ہو! لیکن جب وہ اظہارِ محبت کرتی ہے تو سمجھ جائیں وہ آپ کے لئے پاگل ہے کیونکہ اس نے آپ سے اظہارِ محبت کرنے کے لئے اپنی انا تک مار لی لیکن آج کل کے مرد پتا ہے کیا سمجھتے ہیں؟ کہ اگر ایک عورت اظہارِ محبت کر رہی ہے تو وہ اچھی نہیں ہے! یا شاید اسکا کردار اچھا نہیں ہو گا! وہ یہ نہیں سوچتے وہ عورت ہوتے ہوئے بھی ان سے اظہارِ محبت کر بیٹھی ہے تو اس کی نظر میں ان کا مقام کتنا اونچا ہو سکتا ہے؟ مرد سے اگر وقت سے پہلے محبت کا اظہار کر لیا جائے تو مجھے ایسا لگتا ہے ہمیشہ ناقدری ہی عورت کا مقدر بنتی ہے! میری محبت کی منزل نکاح تھی!! خیر اب تو نہ محبت رہی نہ کوئی منزل! اب صرف قسمت کے سہارے بیٹھی ہوں شاید کوئی ہو گا جس کے لئے آئرہ شاہ سب سے زیادہ ضروری ہو گی!! اور رہی آپ سے اظہارِ محبت کی بات تو میں نے آپ سے اگر محبت کا اظہار کیا تھا تو آپ کو خدانخواستہ " زنا" کی طرف راغب کرنے کے لئے نہیں۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے ابھی اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا جب شہسوار شاہ پھر سے اسکی بات کاٹ گیا۔ آئرہ شاہ!!!!!۔۔۔ شہسوار شاہ نے دھاڑتے ہوئے اسکی بات کاٹی تھی۔اسکے آخری جملے پہ شہسوار شاہ کے پورے بدن میں چنگاریاں پھوٹی تھیں۔۔

کیا میں نے کبھی تمہارے کردار کے متعلق کوئی واحیات یا غلیظ بات کہی ہے؟ یا کبھی تمہاری محبت پہ کیچڑ اچھالا ہے؟؟ کیا کبھی میں نے یہ کہا کہ تم مجھے زنا کے لئے۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ شدید غصے سے دھاڑتا ہوا آپ س جملہ جب چاہ کے بھی مکمل نہ کر پایا تو ہاتھ کا ملا بنا کے زور سے اس لوہے کے دروازے پہ مار ڈالا۔۔ آئرہ شاہ کے ساتھ ساتھ باہر صحن

میں کھڑی شبنم بیگم بھی لرزی تھیں، وہ کب سے شہسوار شاہ کی دھاڑیں سن رہی تھیں لیکن اندر جانے سے خود کو بعض رکھا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہوئے بھی انہیں شہسوار شاہ پہ پورا بھروسہ تھا، وہ کبھی ان کی بیٹی کے ساتھ کچھ غلط نہیں کر سکتا تھا۔۔ وہ اسکے یوں اچانک آ کے اس قدر شدید ریکشن دینے پہ حیران تھیں۔۔

م۔میرے۔۔ کمرے۔۔۔سے۔۔ جائیں!!۔۔۔ وہ اپنے لرزتی دل پہ قابو پاتی اسکی طرف سے رخ موڑتے صرف اتنا ہی بول پائی۔ وہ مزید بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

تم پہلے اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور میرے دل سے نکلو! ! بولا تھا نہ جان نکال دوں گا تمہاری اگر ان مہمانوں کو اپنی جھلک بھی دیکھائی تو!!۔۔۔ وہ دانت پیس کے اسے جواب دیتا اپنا چہرہ اس کے بے حد قریب کرتا غرایا تھا، آئرہ شاہ اگر جواباً کچھ بھی بولتی تو اسکے ہونٹ شہسوار شاہ کے عنابی لبوں سے ٹچ ہو جاتے اسی لئے وہ تھوک نگلتی ہوئی خاموش رہی۔

کتنی گندی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ تمہیں!! آہہہ۔۔ کاش تم اس وقت میرے نکاح میں ہوتی تو ہمارے درمیان اس وقت ہوا کا اتنا سا فاصلہ بھی مجھے گراں گزرتا! بغیر نکاح کے اگر تمہاری جان نکالوں گا گنہگار کہلایا جاؤں گا!

تمہاری جان نکالنا مجھ پہ ادھار رہا آئرہ شاہ! ! بہت جلد تم سے اپنا یہ ادھار چکتا کروں گا!! ۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے لبوں پہ اپنی سانسیں چھوڑتا اسے اپنے بے باک الفاظ سے ہکا بکا چھوڑتے دروازے سے پیچھے ہٹتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔ آئرہ شاہ سینے پہ ہاتھ رکھتی اپنی دھونکنی کی مانند چلتی دھڑکنوں کو محسوس کرنے لگی، اسکے گال دہک کے لال ہو رہے تھے، اسکے زو معنی الفاظ کی سمجھ ابھی آئی تھی۔

کیا ہوا بیٹا؟ اتنے غصے میں کیوں ہو؟ کیا محلے سے پھر سے کسی نے اسکی شکایت لگائی ہے؟۔۔۔۔۔ اسے غصے سے آئرہ کے کمرے سے نکلتے دیکھ کے شبنم بیگم فکر مندی سے پوچھنے لگیں۔

ان رشتے والوں کو صاف انکار کریں! اور آئندہ کے بعد میں آپکے گھر پہ کوئی ایسا کیس نہ دیکھوں!! آئرہ کسی ایسے ویسے مہمان کے سامنے نہیں جائے گی!!۔۔۔ شہسوار شاہ آپے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے غصے کو پینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔۔ وہ چاہ کے بھی اپنی آواز مدھم نہیں کر پایا تھا۔۔

لیکن بیٹا وہ اچھے لوگ۔۔۔۔ ابھی شبنم بیگم اسکا غصہ کم کرنے کے لئے کچھ بولتی جب وہ ان کی بات کاٹ گیا۔

لوگ اچھے ہوں یا برے! آئرہ کسی کے سامنے نہیں جائے گی! بہت فکر ہو رہی ہے نا آپ کو اسکی شادی کی؟ تو سن لیں پھر اسے سید شہسوار شاہ کے علاوہ کوئی بھی اپنے نکاح میں لینے کی جرآت نہیں کر سکتا جو یہ جرآت کرے گا وہ میرے ہاتھوں مرے گا!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتا دبے دبے غصے سے غراتے ہوئے ان کا جواب سنے بغیر گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑی آئرہ شاہ اسکے یہ جملے سنتی منہ کھولتے ہوئے اسکی چوڑی پشت پہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔ شبنم بیگم کا حال بھی اس سے کچھ کم نہ تھا۔۔ وہ ان دونوں کو حیران پریشان چھوڑتا وہاں سے جا چکا تھا۔

کہاں جا رہی ہو؟۔۔۔۔۔۔ حاذق خان جلدی سے اسکا ہاتھ پکڑتا خود کے نزدیک کرتے سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

چینج کرنے جا رہی ہوں!! لہنگا وئیر کر کے تمہیں دیکھاؤں گی تو ڈیسائیڈ ہو گا نا کون سا خریدنا ہے!!۔۔۔۔ میرال شاہ اسکی عقل پہ افسوس کر کے اسے جواب دیتی اپنے ہاتھ میں موجود لہنگا چولی دیکھانے لگی۔

نہیں! حویلی جا کے چینج کرنا! مال کے چینجنگ روم میں نہیں!!۔۔۔ حاذق خان اسکے ہاتھ سے لہنگا اور چولی پکڑتے ختمی انداز میں بولا تھا۔

حد کرتے ہو میجر! اب اتنے سارے لہنگے اٹھا کے حویلی لے کے جاؤں؟ تمہیں ساتھ اسی لئے تو لے کے آئی ہوں تا کہ ہر فنکشن کے لئے کوئی ایک لہنگا پسند کرنے میں میری ہیلپ کر سکو! لیکن نہیں میجر صاحب کی ایک الگ دنیا ہے!!۔۔۔۔ میرال شاہ ہاتھ نچاتی اسے خفگی سے جواب دے رہی تھی جو پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اسے لے کے مال میں گھوم رہا تھا لیکن مجال تھی جو ابھی تک انہوں نے لہنگا ڈیسائیڈ کیا ہو۔۔

ویٹ!! پہلے مجھے چینجنگ روم کا ٹھیک سے جائزہ لینے دو! اندر کیمرہ بھی ہو سکتا ہے!!۔۔۔ حاذق خان اسے لے کے کافی کنسرن تھا اسی لئے اپنی منواتے اس کا ناک سے ڈھلکتا ماسک ٹھیک کرتے لہنگا چولی اسکے ہاتھ میں تھماتے چینجنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

یار اتنے بڑے مال میں ایسا کچھ نہیں ہوتا میجر!! اور جس نے کیمرا لگانا بھی ہو گا وہ عقل کا اندھا اشتہار بنا کے کیوں لگائے گا؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کسی نے خفیہ لگائے ہوں!۔۔۔۔ اسکی جاسوس حرکتوں پہ میرال شاہ کا پارہ ہائی ہو رہا تھا

اسی لئے منہ پھولا کے بولی۔ جب سے اسکے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی وہ سیکریٹ ایجنٹ والی کوئی نا کوئی حرکت کر کے اسے تپا دیتا تھا، ابھی بھی اسکی باتیں ان سنی کرتا چینجگ روم میں موجود چھوٹی سی سٹول پہ چڑھ کے ہاتھ اوپر کو اٹھا کے بلب اتارتا انہیں اچھے سے چیک کر رہا تھا۔

کیا کر رہے ہو پاگل میجر؟ کرنٹ لگ گئی پھر؟؟۔۔۔ میر ال شاہ دانت پیستے ہوئے غرائی۔۔

تم یہ کیوں بھول رہی ہو میں ایک میجر ہونے کے ساتھ ساتھ خفیہ ایجنٹ بھی ہوں! اسی لئے مجھے مشورے دینے کی بجائے مجھے میرا کام کرنے دو! بلکہ اگر تم چاہو تو میری شاگرد بن سکتی ہو! ۔۔ حاذق خان اپنا کام کرتا اسے مصروف انداز میں جواب دے رہا تھا۔۔

نہیں مجھے تو تم معاف ہی کرو اور جلدی باہر نکلو! ! بھاڑ میں گئی تمہاری جاسوسی!!۔۔۔ میر ال شاہ جو دل ہی دل میں اسکے اتنے پروٹیکٹو انداز پہ خوش ہو رہی تھی اوپر اوپر سے اترا کے بولی۔ میجر خان اپنی تسلی کرتا سٹول سے اترتے ایک آخری نگاہ چینجگ روم پہ ڈالتا باہر نکلا تھا۔

بس ہو گئی تسلی؟ بولا تھا نا کوئی کیمرہ نہیں ہو گا! قسم سے میجر تمہارے جتنا ویلا انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا!۔۔۔ اسکے باہر نکلتے ہی وہ تپے ہوئے انداز میں پٹر پٹر بولتی اسکے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھیرتی چینجنگ روم میں بند ہو گئی۔

یہ لباس پہن کے خود باہر مت آنا! مجھے اندر بلا لینا کیونکہ یہاں کوئی بھی آسکتا ہے! میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی ایسے لباس میں دیکھے!۔۔ حاذق خان دروازے کے قریب ہوتا سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

تو کس نے کہا تھا اتنا واحیات لہنگا پسند کرنے کو؟؟۔۔۔ وہ اسکی بات سنتی اندر چینج کرتے ہوئے خفگی سے غرائی۔ حاذق خان نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

تو تمہیں کس نے کہا تھا شادی کی شاپنگ کے لئے شوہر کو ساتھ لے کے آؤ؟ اب بھگتو!!!۔۔۔ وہ کندھے آچکا کے ریلکس انداز میں بولا تھا۔ ویسے بھی اسکا ہر روپ صرف اسکے لئے ہونا تھا اسی لئے وہ اپنی ہونے والی بیوی کے لئے کسی بھی قسم کا ڈریس پسند کر سکتا تھا۔

میجر!!۔۔۔۔۔۔ میر ال شاہ نے تقریباً دو سے تین منٹ بعد اسے ذرا پریشانی سے پکارا تھا۔

ہمم! بولو؟۔۔۔۔حاذق خان تو جیسے اسکی پکار کا منتظر تھا۔

اس لہنگے کا بلاؤز مجھے فٹ نہیں آرہا! کوئی اور لہنگا ڈیسائیڈ کر کے مجھے دروازے سے پاس کر دو!!۔۔۔میرال شاہ جھنجھلا کے بولی تھی۔

اچھا تم ڈور اوپن کرو میں دیکھتا ہوں!!۔۔۔۔حاذق خان اسکی بات پہ عمل کرنے کی بجائے اپنی کر رہا تھا۔۔

منہ توڑ دوں گی تمہارا! کوئی تمیز والا لہنگا ڈھونڈ کے دو!۔۔میرال شاہ دانت کچکچا کے بولی تھی۔۔

دروازہ کھولو میرو جان!۔۔۔۔حاذق خان ہنسی دباتے ہوئے اپنی بات پہ اڑے رہا۔۔

میں واپس سے اپنے کپڑے پہن کے باہر آجاؤں گی میجر! مجھے تنگ مت کرو! ۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اسے غصے سے دھمکی لگائی تھی۔حاذق خان اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنی جیب سے سوئی نما چیز نکالتے دروازے کا لاک کھولنے لگا۔۔چینجنگ روم قدرے سائیڈ پہ تھا اسی لئے کوئی بھی ان دونوں کی حرکتیں دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ایک منٹ میں دروازہ کھولتا وہ مسکراتے ہوئے فرضی کالر اچکاتا چینجگ روم میں داخل ہوتے دروازہ لاک کر گیا۔میرال شاہ جو آئینے کے سامنے کھڑی خود کو اس لہنگے اور بلاؤز میں دیکھتی منہ کے زاویے بگاڑ رہی تھی آئینے میں نظر آتے اپنے پیچھے حاذق خان کا عکس دیکھتی وہ حیرانگی سے رخ موڑ کے اسے دیکھنے لگی جو اسے آنکھ ونک کرتا نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتا اسے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔بلڈ ریڈ اور گولڈن رنگ کے امتزاج کے لہنگے پہ سرخ کامدار فٹ بلاؤز میں ملبوس میرال شاہ کو دیکھتے حاذق خان کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔وہ بنا میک اپ کے کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔اسے گہری نگاہوں سے اپنا جائزہ لیتے دیکھ کے میرال شاہ نے اپنا رخ اسکی طرف سے موڑا تھا کیونکہ بلاؤز اسے کافی فٹ تھا۔۔

کم آن! اتنی فٹنگ اچھی لگ رہی ہے!!۔۔۔حاذق خان دروازے سے ٹیک چھوڑ کے اسکی طرف بڑھتا مخمور لہجے میں بولتے اسکی پشت اپنے سینے سے لگا کے اسکے پیٹ پہ ہاتھ باندھتا آئینے میں خود کا اور میرال شاہ کا عکس دیکھنے لگا۔۔

تمہیں تو اچھا لگے گا کیونکہ سانس تو اس میں میری بند ہو رہی ہے! اور تمہیں میں نے کیا بولا تھا؟! تم۔۔تم اندر کیسے آئے؟؟تم اب بالکل معصوم نہیں رہے میجر! میری ہر بات ماننا تو جیسے تم نے خود پہ حرام کر کیا ہے!!۔۔۔وہ اپنے

پیٹ پہ بندھے اسکے ہاتھوں پہ تھپڑ اور مکے جڑتی روہانسی ہوئی تھی۔۔ حاذق خان نے ہنستے ہوئے اپنے ایک ہاتھ سے اسکے چہرے پہ موجود ماسک اتار کے اپنی بلیک پینٹ کی جیب میں ڈالا تھا۔۔

شش!! ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں اسے خاموش کرواتا اسکا چہرہ تھوڑا ترچھا کرتے اپنا چہرہ اسکے قریب کرتا اسکی ناک کے ساتھ اپنی ناک سہلانے لگا۔۔ اس کے چہرے کو نقوش جو اپنی آنکھوں کے راستے دل میں اتارتے میجر خان کے بے باک ہاتھ اسکے پیٹ سے ہوتے اوپر کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔ میر ال شاہ اسکی انکھوں میں اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں ڈالے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جب اسکے ہاتھ اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتے اسکی پلکیں لرزی تھیں۔ اس فٹنگ بلاؤز میں اس کے نشیب و فراز ابھر کے مزید واضح ہوتے ایک خوبصورت سا منظر پیش کر رہے تھے، میجر خان اسکی پلکوں کا رقص دیکھتا مسکراتے ہوئے اسکی دھڑکنوں پہ ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا، کل رات کے اس ادھورے رومانس نے اسے کافی تنگ کیا تھا اسی لئے ابھی موقع ملتے ہی اسکے لبوں سے لپٹ گیا۔ وہ گاڑی میں بھی اس کے ساتھ رومانس کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا لیکن ان کے ساتھ مر حا شاہ موجود تھی جسے انہوں نے راستے میں ہاسپٹل تک ڈراپ کیا تھا۔ زوریز شاہ اسے ہاسپٹل خود ڈراپ کرنے جا رہا تھا لیکن میر ال شاہ اپنے میجر کو ستانے کے لئے بہن چارہ کی مثال قائم کرنے لگی۔ میجر خان اسکی اس حرکت کا بدلہ بھی ابھی اتارتے اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت کا گہرا رنگ چڑھاتا اسکی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کرتے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے بے باک ہاتھ چلا رہا تھا۔۔ میر ال شاہ کا چہرہ ابھی تک ترچھا تھا، جبکہ جسم کا رخ آئینے کی طرف تھا، وہ اسکی شدت سہتی اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانا چاہ رہی تھی لیکن وہ مزید بے خود ہوا۔ سانسوں کے بکھرنے پہ میر ال شاہ اپنا رخ مکمل طور پہ اسکی طرف موڑتا اس سے سانسیں کھینچنے لگی۔۔ حاذق خان کو بے رحمی سے اپنی دھڑکنیں سہلاتے دیکھ کے وہ مچلتی ہوئی اسکے ہاتھوں پہ تھپڑ مار رہی تھی۔ وہ ہمیشہ رومانس کرتے ایگریسو ہو جاتا تھا۔۔ حاذق خان اسکی سانسیں اچھی طرح سے چراتا اسکے نچلے لب کو دانتوں تلے دباتے اسکی گردن پہ جھکا تھا۔ اسکی گردن کو اپنے ہونٹوں میں لے کے کچھ دیر کے لئے سک کرتا وہ سائیڈ پہ لو بائٹ بنا رہا تھا۔ ہاتھ اس کے ابھی تک اسکے دل کے مقام پہ موجود تھے۔۔

پاگل ہو گئے ہو! بلاؤز کے پرلز خراب ہو جائیں گے!!۔۔۔ میر ال شاہ اسکی عقل پہ ماتم کرتی اسکے بے باک ہاتھوں کی گردش روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ وہ اسکی بات نظر انداز کرتا اسکی گردن سے نیچے کی طرف سفر کرنے لگا۔

بلاؤز کے گہرے گلے سے واضح ہوتے اسکے نشیب و فراز دیکھتے وہ پاگل ہوا تھا۔ اپنا سر اٹھا کے اسے خمار آلود نیلی سمندری آنکھوں سے دیکھتے وہ اسکے بھیگے ہونٹ اپنے لبوں سے چھو کے پھر سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکتا اپنے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا۔۔ اسکے جان لیوا لمس پہ میر ال شاہ اسکی تھی۔۔

رومانس کا ٹائم نہیں ہے میجر!! باہر اگر کوئی ویٹنگ پہ کھڑا ہو گا تو کیا سوچے گا؟؟۔۔۔ اسے لمحہ بالمحہ مزید بہکتے دیکھ کے میر ال شاہ اسکے پیٹ میں ہولے سے کہنی جڑتی اسے ہوش دلانے لگی۔۔ میجر خان اسکی بات ان سنی کرتا اسکی کمر پہ ہاتھ کا دباؤ ڈالتے اس کی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹوں اور دانتوں کی شدتیں لٹاتا رہا۔۔ ابھی دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب چینجنگ روم کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

دیکھا!! میں نے بولا تھا نا!!۔۔۔ میر ال شاہ دانت پیس کے بولتی اسکے کندھے پہ مکا جڑ گئی، حاذق خان نے سر اٹھا کے میر ال کو گھورنے کے بعد دروازے کو گھورا تھا جیسے ساری غلطی بیچارے دروازے کی ہو۔۔

اس ڈسٹربینس کا بدلہ میں تم سے گاڑی میں لوں گا!!۔۔ حاذق خان اسے روعب دار انداز میں جواب دیتا اسکا بلاؤز ٹھیک کرتے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔

میں باہر ہی کھڑا ہوں! جلدی سے چینج کر کے باہر آؤ!۔۔۔ روم سے نکلتے ہوئے اس نے مدھم آواز میں میر ال شاہ کو حکم دیا تھا جس پہ وہ مسکراہٹ روکتی ہاں میں سر ہلا گئی۔ حاذق خان نے چینجنگ روم سے نکلتے دروازہ ساتھ ہی بند کیا تھا جس پہ سامنے کھڑی لڑکی عجیب سے انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگی۔ وہ لڑکیوں کے چینجنگ روم سے لڑکے کو دیکھ کے غش نہ کھاتی تو بیچاری کیا کرتی؟ حاذق خان نے اس لڑکی کی نگاہوں سے خائف ہوتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

ایکسکوزمی سائیڈ پلیز!!۔۔۔ حاذق خان کو دروازے کے سامنے چپکے دیکھ کے وہ لڑکی بالآخر بول اٹھے، اسکے ہاتھ میں ایک لہنگا تھا جو اسے ٹرائے کرنا تھا۔۔

My wife is still in the changing room! Wait

حاذق خان کو آج پہلی بار اس سیچویشن کا سامنا کرنا پڑا تھا، وہ خفت سے اس لڑکی کو جواب دیتا اسکا ریکشن نوٹ کرنے لگا جو سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے یہاں سے بھاگنے کے انداز میں واپس کو مڑی تھی۔

عجیب! سارا موڈ خراب کر دیا!!۔۔۔اس لڑکی کو جاتے دیکھ کے حاذق خان بگڑتے موڈ کے ساتھ خود سے گویا ہوتا میرال کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط130(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ اس وقت شدید غصے میں ریش ڈرائیونگ کرتا شاہ پیلس کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ابھی اس کے ضروری کام پینڈنگ پہ تھے لیکن وہ ان کاموں کو انجام دینے کی بجائے سب سے پہلے اپنے باپ کے پاس جانا چاہتا تھا کیونکہ آج اسکا صبر جواب دے چکا تھا۔وہ لڑکا جس طرح سے اسکی محبت کو دیکھ رہا تھا،اسکی نگاہوں کا مرکز یاد کرتے ہوئے شہسوار شاہ کے وجود میں شعلے بھڑک رہے تھے۔۔وہ چاہتا تو اسکی آنکھیں نکال کے اسے سبق سیکھا سکتا تھا لیکن وہ اسکی آنکھیں کیوں نکالتا جب اس کی محبت خود اپنی مرضی سے ان رشتے والوں کے سامنے خود کو سجا کے بیٹھی تھی۔دعوت کا نظارہ تو اس نے خود پیش کیا تھا پھر وہ کسی دوسرے سے کیا سوال کرتا؟

")یہی سمجھ لیں میری محبت نے بھی آپ سے کنارہ۔۔۔"

"کبھی سر چڑھنے کی عادت تھی لیکن اپنی اہمیت جاننے کے بعد اب وہ عادت بھی ختم کر ڈالی ہے"!

"خیر اب تو نہ محبت رہی نہ کوئی منزل"!

"آپ سے اگر محبت کا اظہار کیا تھا تو آپ کو خدانخواستہ "زنا" کی طرف راغب کرنے کے لئے نہیں۔۔۔("

آہہ!! وہ اتنی آسانی سے اپنی محبت سے پیچھے کیسے ہے سکتی ہے؟۔۔۔شہسوار شاہ غصے سے دھاڑتے ہوئے سٹیرنگ پہ اپنی پوری قوت سے ہاتھ مار گیا۔اسکی تمام تر باتوں کو سوچتے وہ یوں ہی سڑتا کڑھتا ہوا پیلس کے راستے پہ گامزن تھا، تیز رفتار کے باعث اس نے تیس منٹ کا فاصلہ بارہ منٹوں میں تہہ کیا تھا۔اپنی گاڑی پیلس کے گراج میں کھڑی کرتا وہ تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتے اپنی پولیس یونیفارم کی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا بازوؤں کو ٹھیک سے کہنیوں تک فولڈ کر رہا تھا۔

ڈیڈ کہاں ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔لاؤنج کو خالی دیکھتے اس نے سرد لہجے میں ملازم سے استفسار کیا تھا۔

صاحب وہ اپنے کمرے میں آرام فرما رہے ہیں!۔۔۔ اسے غصے میں دیکھ کے ملازم نے تیزی سے جواب دیا تھا،
شہسوار شاہ مزید کوئی بھی سوال کئے بنا اپنے گھنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے عالم شاہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آج ناک کئے بغیر عالم شاہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا، عالم شاہ جو بیڈ پہ نیم دراز کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھے، اس وقت شہسوار شاہ کو اپنے سامنے دیکھ کے آنکھوں سے چشمہ اتارنے لگے جو انہوں نے کتاب پڑھنے کے لئے لگایا تھا۔ شہسوار شاہ کے سرخ چہرے پہ تضاد اسکی لال سرخ ہوتی سیاہ گہری آنکھوں کو دیکھتے وہ شش و پنج کا شکار ہوتے آئیبرو آچکا گئے۔

کیا ہوا شاہ؟ سب ٹھیک ہے؟۔۔۔۔۔۔ اسے دروازے پہ کھڑے دیکھتا پا کے عالم شاہ نے اسے خود سے مخاطب کیا تھا۔

نہیں!! کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ بے حد سنجیدگی سے جواب دیتا ان کی طرف بڑھ گیا۔

کیا مطلب؟۔۔۔۔۔۔ عالم شاہ اسکے جواب پہ اپنی کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے شہسوار شاہ کی طرف پوری طرح سے متوجہ ہوئے تھے۔

آپ آج رات اپھو جان کی طرف جا رہے ہیں!!۔۔۔ شہسوار شاہ حکمیہ انداز میں کہتا ان کے پاس بیڈ پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھا تھا۔ اسکے منہ سے اپھو جان کا ذکر سنتے عالم شاہ کے چہرے کے تاثرات تنے تھے۔

ہم اس پہ آلریڈی بہت بحث کر چکے ہیں شاہ!! میں مزید اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں چاہتا!۔۔۔ عالم شاہ کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

آپ جانتے ہیں ڈیڈ!! میں یہ ٹاپک اس وقت تک بند نہیں کروں گا جب تک کہ وہ میری نہیں ہو جاتی!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ کی آواز غصے سے بلند ہوئی۔

میں اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی سے ملا۔۔۔۔ ابھی عالم شاہ اپنا جملہ مکمل کرتے جب وہ ان کی بات کاٹ گیا۔

فار گاڈ سیک ڈیڈ!! آئی ایم ناٹ یور بزنس ڈیل جس کے لئے آپ آئے روز اپنے کسی بزنس پارٹنر کی بیٹی تلاش رہے ہوتے ہیں! ! میں ایک جیتا جاگتا انسان ہوں! آپ مجھ پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتے! مجھے وہ چاہیئے!!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ بیڈ سے کھڑا ہوتا اپنے ایک ایک لفظ پہ زور دیتا غصے سے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ بولا۔۔

میرے ہوتے ہوئے تم اس لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے جس کی ماں سے مجھے حد درجہ نفرت ہے! مجھے اس عورت کا ذکر بھی اپنے ارد گرد برداشت نہیں ہے!۔۔۔عالم شاہ غصے سے دھاڑے تھے۔

آپ جانتے ہیں ڈیڈا؟ دھوری محبتیں کتنی تکلیف دیتی ہیں یوں لگتا ہے جیسے جسم کے پور پور سے خون رس رہا ہو! دل میں ہر سو اس قدر تکلیف اٹھتی ہے جیسے وہ پھٹنے کے قریب ہو! اور مجھے حیرت اس بات پہ ہے اتنی کتابیں اور ناول پڑھنے کے بعد بھی آپ اپنے بیٹے کو ادھوری محبت کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں!؟۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ کا لہجہ زخمی ہوا تھا۔

میں اس عورت سے کوئی رشتہ داری نہیں رکھنا چاہتا جس نے جوانی میں ہمارے پورے خاندان کا سر نیچا کیا تھا، اسکی بیٹی بھی یقیناً ایسی ہی ہو گی! ماں باپ اپنے بچوں کے لئے کوئی غلط فیصلہ نہیں لیتے! جس طرح سے میرے ماں باپ نے میرے لئے ایک اچھا فیصلہ لیا تھا، تم بھی میرے اچھے فیصلے کا انتظار کرو! یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں زندگی برباد کرتی ہیں! محبت اور عشق کا حقیقت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے!!۔۔۔۔۔عالم شاہ سر جھٹکتے ہوئے زہر خند لہجے میں بولے۔

کیا آپ نے مام سے محبت نہیں کی تھی؟ آپ اتنی آسانی سے کیسے بول سکتے ہیں محبت یا عشق کا حقیقی دنیا سے کوئی لینا دینا نہیں ہے؟۔۔۔۔شہسوار شاہ انہیں جواب طلب نگاہوں سے دیکھتے بے تاثر لہجے میں پوچھنے لگا۔

مانتا ہوں تمہاری مام سے محبت کی تھی! !مان لو میں محبت کو نہیں جھٹلاتا! میں صرف محبت کے اس مفہوم کو جھٹلا رہا ہوں جو آج کل کی جنریشن نے بنا دیا ہیں!! تم لوگوں کو لگتا ہے کہ اگر تمہیں محبت نہ ملی تم مر جاؤ گے!! تمہارا وجود ناکارہ ہو جائے گا! محبت نہیں ملی تو زندگی ختم۔۔سب ختم!۔۔فار گاڈ سیک شاہ! ان سب چیزوں سے باہر نکلو! تمہاری مام آج سے سات سال پہلے مجھے چھوڑ کے چلی گئی! ہم دونوں نے کتنے سال ایک ساتھ گزارے! آج کل تو ہم کوئی کتا بھی پالیں تو اس سے بھی لگاؤ ہو جاتا ہے تو خود سوچو وہ میری بیوی اور میرے اکلوتے بیٹے کی ماں تھی کیا مجھے اس سے محبت نہیں ہو سکتی تھی؟ مجھے اس سے بے حد محبت تھی لیکن کیا میں اس کے مرنے کے ساتھ مر گیا؟ نہیں نا؟ آج بھی تمہارے سامنے زندہ سلامت ہوں! کوئی کسی کے مرنے سے نہیں مرتا! کوئی محبت کے روٹھ جانے پہ نہیں مرتا! کوئی محبت کے پوری زندگی منہ موڑ جانے پہ نہیں مرتا! یہ سب صرف سنی سنائی باتیں ہیں! ان پہ کان دھرنا چھوڑو!

تم ایک مضبوط اعصاب کے مالک ہو! ہاں مانتا ہوں تمہیں اس لڑکی سے اٹریکشن ہو سکتی ہے لیکن محبت نہیں!۔۔۔۔۔۔۔عالم شاہ کا انداز سمجھانے والا تھا۔

آپ اگر محبت کے اس مفہوم سے متفق نہیں ہیں تو ٹھیک ہے وہ آپ کا دردِ سر ہے! لیکن آپ یوں منٹوں میں میری محبت نہیں جھٹلا سکتے ڈیڈ! میں کیسے بیان کروں وہ تکلیف جو آج مجھے اسے کسی کے سامنے سجے سنورے دیکھ کے ہوئی ہے! میں تو آج اسے کسی کے سامنے سیاہ لباس میں برداشت نہیں کر پایا اگر وہ خدانخواستہ خود کو سرخ رنگ کے لباس میں کسی کے لئے سجائے گی تو میں تو جیتے جی مر جاؤں گا! اور یہ صرف ڈائیلاگ نہیں ہے! میں قسم سے واقعی ہی مر جاؤں گا! آپ کی یہ ضد آپ کے بیٹے کی جان لے سکتی ہے! مجھے آئرہ شاہ چاہئیے! مجھے وہ اپنے نکاح میں اپنی پناہوں میں ہر صورت چاہئیے ورنہ میں خود کو فنا کر لوں گا!!۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ سرخ آنکھوں سے طیش و اشتعال کے عالم میں دھاڑا تھا، لہجہ بے حد ضدی تھا۔

کیا اپنے باپ سے زیادہ محبت کرتے ہو اس سے؟۔۔۔۔۔۔عالم شاہ نے سنجیدگی سے اس سے بے حد مشکل سوال کر ڈالا تھا۔وہ ان کے سوال پہ خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

اگر تمہارا باپ اس عورت کی دہلیز پہ قدم رکھتے سانسیں ہار گیا جسے یاد کرتے ہوئے میری ماں نے سانسیں ہاری تھیں! کیا برداشت کر لو گے؟۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ عالم شاہ نے اپنے مزید ایک سوال سے شہسوار شاہ کا دل دہلایا تھا۔۔ شہسوار شاہ کی زبان تالو سے چپکی تھی۔

ڈ۔ڈیڈ!!! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟۔۔۔۔وہ چند منٹ کی خاموشی کے بعد دھیمے لہجے میں صرف اتنا ہی بول پایا۔

تمہاری آواز کبھی میرے سامنے اونچی نہیں ہوئی تھی شاہ! لیکن اس لڑکی کی حمایت کرتے ہوئے تمہاری آواز اب آئے روز مجھ پہ بلند ہوتی ہے! جو لڑکی شادی سے پہلے ہی تمہیں نافرمان بنا رہی ہے خود سوچ لو اس کے ساتھ شادی تمہیں کتنا نقصان دے سکتی ہے!!۔۔۔عالم شاہ کا لہجہ سپاٹ تھا۔

ڈیڈ ایسی بات نہیں ہے! آئی سوئیر میں آپ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی مجھے آئرہ نے کبھی یہ بولا ہے کہ تم باپ کے مقابل کھڑے ہو جاؤ! ! آئی ایم سوری ڈیڈ مجھے غصے میں معلوم نہیں ہوتا اور میری آواز بلند ہو جاتی ہے! میں

آئیندہ خیال کروں گا!۔۔۔عالم شاہ کی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھ کے شہسوار شاہ جلدی سے ان کے گھٹنوں میں بیٹھتا شرمندگی سے بولا تھا۔

اس لڑکی کو بھول جاؤ شاہ! ! اور اگر تو اپنے باپ کی انا کا قتل کرنا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ میں کل ہی تمہارا رشتہ لے کے اس عورت کے گھر چلا جاؤں گا چاہے اسکی دہلیز پہ میری سانسیں ہی میرا ساتھ کیوں نہ چھوڑ جائیں!!۔۔۔۔۔۔عالم شاہ کے یوں ماننے پہ شہسوار شاہ کے ہونٹوں پہ زخمی سی مسکراہٹ بکھری تھی۔عالم شاہ کا انداز ایموشنل بلیک میل کرنے والا تھا۔۔ شہسوار شاہ اس وقت خاموشی سے ہاں میں سر ہلا گیا۔۔عالم شاہ ہرٹ پیشنٹ تھے وہ انہیں زیادہ ٹینشن نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ شہسوار شاہ کا دل اس وقت جیسے کوئی مٹھی میں جکڑ رہا تھا، محبت اسے زندگی کے کس دوراہے پہ لا کے کھڑا کر چکی تھی۔۔ آگے کنواں تو پیچھے کھائی تھی۔۔۔

اس گلی سے گاڑی گزر جائے گی؟ آگے راستہ ہے؟۔۔۔۔۔حاذق خان نے گاڑی کی سپیڈ کم کرتے میر ال شاہ سے سوال کیا تھا جو اسے گلیوں میں گھما رہی تھی اور وجہ بھی ٹھیک سے نہیں بتائی تھی۔

ہاں گزر جائے گی! ! صرف یہ گلی تنگ ہے! آگے سب راستہ کھلا ہے!!۔۔۔میر ال شاہ نے ناخن دانتوں سے کترتے جواب دیا۔حاذق خان اثبات میں سر ہلاتا گاڑی آگے کی طرف بڑھاتے اسکا ہاتھ تھام کے اسکے دانتوں سے اسکا ناخن آزاد کروانے لگا۔۔حاذق خان کو اسکی ناخن کترنے والی عادت پسند نہیں تھی۔۔میر ال شاہ نے چونک کے اسکی طرف دیکھا تھا جو اس وقت مصروف انداز میں گاڑی چلا رہا تھا لیکن اسکی ایک ایک چھوٹی چھوٹی حرکت پہ اسکی نظر ہوتی تھی۔وہ مسکرائی۔

ان میں سے کون سا والا گھر ہے تمہاری دوست کا؟۔۔۔۔گلی کراس کرتے ہی حاذق خان نے پھر سے میر ال شاہ سے سوال کیا۔

ہاں بس یہی سامنے والا ہے! تم گاڑی ایک سائیڈ پہ پارک کرو!!۔۔۔میر ال شاہ کے جواب پہ حاذق خان نے سائیڈ پہ گاڑی کھڑی کرتے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا کے چھوڑا تھا۔ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے اسکے سر سے ڈھلکتا دوپٹا درست کیا۔۔

چلو اترو! کیا تم نہیں جا رہے ؟۔۔۔۔۔۔حاذق خان کو اپنی جگہ پہ بیٹھے دیکھ کے گاڑی سے اترتی میر ال شاہ ائیبرو اٹھا کے بولی۔

نہیں!! تم جاؤ! میں یہی پہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں! زیادہ دیر مت کرنا!۔۔۔۔حاذق خان نے نرمی سے جواب دیتے سیٹ کی پشت کے ساتھ سر لگایا تھا۔۔اسکے جواب پہ میر ال شاہ نے کوئی بحث نہیں کی تھی، وہ اثبات میں سر ہلاتی شبنم بیگم کے گھر کی طرف بڑھ گئی۔۔

آ۔۔آپ یہاں!!۔۔۔۔۔۔۔آئرہ شاہ جو شہسوار شاہ کے جانے کے بعد سے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھی، کھلے دروازے پہ دستک دیتی میر ال شاہ کو دیکھ کے وہ چونکتی ہوئی جلدی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔

ہاں میں!! کیوں نہیں آسکتی ؟۔۔۔۔میر ال شاہ اسے نرمی سے مسکرا کے جواب دیتی اسکی طرف بڑھی تھی۔

ن۔نہیں! میں نے ایسا کب کہا!۔۔۔۔آئرہ شاہ اپنی حیرت چھپاتی زبردستی مسکرا کے بولی۔میر ال شاہ مسکرا کے اس کی طرف بڑھتی اسے اپنے ساتھ لگا کے نرمی سے اسکا حال احوال پوچھنے لگی۔اسکے نرم لہجے پہ آئرہ شاہ پھر سے چونکی تھی۔اس نے میر ال شاہ کا صرف مغرور روپ دیکھا تھا، وہ ایک دفعہ پہلے شہسوار شاہ کے ساتھ ان کی طرف آچکی تھی، تب تو وہ کافی مغرور اور بولڈ دیکھتی تھی، اسکی اس روز جینز اور شرٹ والی ڈریسنگ کے مقابلے میں آج وہ ایسٹرن شلوار قمیض میں کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

آپ یہاں بیٹھیں! میں پانی لے کے آتی ہوں!۔۔۔اسے اپنا حال احوال بتانے کے بعد آئرہ کو مہمان نوازی کا خیال آیا تھا جس پہ وہ اسے بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتی دوپٹا اٹھا کے خود پہ لیتی باہر بڑھنے ہی والی تھی جب میر ال اسکا ہاتھ تھام گئی۔

میں بالکل ابھی باہر سے لنچ کر کے آئی ہوں آئرہ! ! میں تمہیں صرف اپنی شادی پہ انوائیٹ کرنے کے لئے آئی ہوں! جلدی میں ہوں! جب تم میری شادی پہ آؤ گی تب ٹھیک سے گپ شپ لگائیں گے !!۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ خوشدلی سے بولتی اپنے بیگ سے شادی کا ڈیسنٹ اور خوبصورت سا کارڈ نکالتی آئرہ کے ہاتھ میں تھمانے لگی۔۔میر ال

شاہ کی شادی کے ذکر پہ آئرہ نے ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔وہ یوں اچانک کس سے شادی کرنے والی تھی؟وہ شش و پنج کا شکار ہوئی۔

آ۔آپ۔۔کی۔شادی؟۔۔۔۔۔آئرہ شاہ دھک دھک کرتے دل سے اس سے سوال کر گئی،وہ اسکے اور میجر خان کے نکاح کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی،جب شہسوار شاہ اسکے ساتھ لندن سے واپس آیا تھا،وہ اسکے بعد سے میرال کو دیکھنا چھوڑ چکی تھی۔۔اپنی محبت کے ارد گرد کوئی نامحرم صنفِ مخالف کس طرح سے برداشت ہو سکتی ہے؟

ہاں!! شہسوار نے تمہیں نہیں بتایا؟میرا نکاح ہو چکا ہے اس پہ ان فارچیونیٹلی تمہیں بلا نہیں سکی! میرے مائینڈ سے اسپک ہو گیا تھا اور وہ ہینڈسم شاہ(شہسوار شاہ) اتنا پاگل ہے اس نے بھی تمہارا یاد نہیں کروایا لیکن رخصتی پہ تم ضرور آؤ گی! سنا تم نے؟۔۔۔۔میرال شاہ نے آنکھوں کو چندھیا کر کے اسکی طرف دیکھتے اسے جواب دیا تھا۔اسکے جواب پہ آئرہ شاہ کچھ بول نہ سکی۔وہ اپنی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں لئے میرال شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔وہ کارڈ پہ میرال شاہ کے دلہے کا نام دیکھے بغیر اسکے جواب سے ہی یہ اخذ کر چکی تھی کہ میرال اور شہسوار کا نکاح ہو چکا ہے،اور اب میرال اسے مزید جیلس کرنے کے لئے رخصتی کی دعوت دینے آئی ہے۔۔ائرہ شاہ کے سینے میں جیسے کسی نے پوری قوت سے خنجر گھونپا تھا۔اگر وہ نکاح کر چکا تھا تو پھر ابھی دوپہر کے وقت کس حق سے اسکے قریب آیا تھا؟اس کی ماں کو دھڑلے سے نکاح کا آرڈر دیا تھا۔یہ سب سوچتے ہوئے آئرہ شاہ کو اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ابھی ان دونوں میں سے کوئی مزید بولتا جب حاذق خان کی گاڑی کے ہارن کی آواز میرال شاہ کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

ایک تو اس انسان سے ذرا سا انتظار نہیں ہوتا! آئرہ میں چلتی ہوں تم ہماری شادی پہ ضرور آنا! ایکچولی میں تمہارے ساتھ بہت سی باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن باہر آنٹی کے پاس بیٹھ کے باتیں کرتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا اور اب اگر میں ابھی بھی باہر نہ گئی تو میرا ہونے والا سر پھرا سر تاج نجانے کیا کر ڈالے!!۔۔۔۔۔۔۔ہارن کی آواز پہ میرال شاہ فوراً سے بیڈ سے کھڑی ہو کے بت بنی آئرہ شاہ سے ملتی تیزی سے بولتے ہوئے اپنی بیگ اٹھا رہی تھی۔وہ آئرہ کا کوئی بھی جواب سنے بغیر اپنے فون پہ آتی حاذق خان کی کال اٹھا کے کان کو لگاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔میرال شاہ کے جانے کے بعد آئرہ شاہ کی آنکھوں نے پھر سے آنسو بہانا شروع کئے تھے،وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کارڈ کو کھولے بغیر اسے اپنے تیزی سے پھاڑتی ٹکروں میں تقسیم کر گئی،اتنا بڑا دھوکا؟ان دونوں کا نکاح ہو چکا تھا۔۔اور وہ اس بات سے بے

خبر تھی؟۔۔دل و دماغ میں خود سے تانے بانے بناتی آئرہ شاہ نے ٹھیک سے ہارن کی آواز بھی نہیں سنی تھی، اگر سن لیتی تو جان جاتی یہ شہسوار شاہ کی گاڑی نہیں ہے۔ آئرہ شاہ خود سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹک رہا تھا، وہ اپنے چکراتے سر کو تھامتی دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔

اتنا بڑا دھوکا؟۔۔۔۔ویسے دھوکا کس بات کا؟ انہوں نے کب مجھے کبھی جھوٹے دلاسے دیئے تھے؟ یا شادی کا وعدہ کیا تھا؟ لیکن آج تو امی کے سامنے نکاح کا اعلان کیا؟ تو پھر وہ کیا تھا؟؟ یا اللہ یہ سب کیا ہے؟؟ اتنی بڑی ڈبل گیم!!۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ خود سے باتیں کرتی ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنے گھٹنوں میں چہرہ چھپا گئی، اس وقت اسکا پورا وجود کپکپاہٹ کا شکار تھا، وہ انسان کسی اور کا ہونے جا رہا تھا جو اسکی محبت تھا!۔۔ آہہ۔۔ آئرہ شاہ کا دل کیا وہ ابھی اللہ کو پیاری ہو جائے!۔۔

لالا ہم نے کل سے ڈھولک رکھنا شروع کرنی ہے! میں اکیلی ساری تیاریاں کیسے دیکھوں گی! گلالئ کو کچھ دن ہمارے ساتھ جانے دیں!!۔۔۔۔ ذائشہ خان ناک سکوڑ کے احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی جو سب کے سامنے حاذق خان کو صاف انکار کر چکا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو اسکی شادی سے تین دن پہلے مینشن نہیں بھیجے گا۔۔ حاذق خان نے جان بوجھ کے گلالئ کو اپنے ساتھ لے جانے کا شوشہ چھوڑا تھا جس پہ ذائشہ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ وہ سب اس وقت شاہ حویلی کے لاؤنج میں موجود تھے۔ ارزم شاہ اس وقت حویلی میں موجود نہیں تھا اسی لئے ذائشہ میڈیم کی زبان پٹر پٹر چل رہی تھی۔

بچے تمہیں کوئی بھی تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں ہیں! جس کی شادی ہے وہ سب خود سنبھال لے گا اور جہاں تک رہی گل کو ساتھ لے جانے کی بات تو وہ کل ہم سب کے ساتھ وقت پہ آجائے گی پھر تم دونوں اپنی بہن کے ساتھ وقت گزار لینا! کوئی بھی ڈسٹرب نہیں کرے گا! ابھی تو تم لوگ جاتے ہی سو جاؤ گے تو کیا فائدہ ہو گا گل اور بچوں کو ساتھ لے جانے کا؟۔۔۔۔ احان شاہ نے اپنے ساتھ بیٹھی گلالئ پہ ایک نظر ڈالتے نرمی سے ذائشہ خان کو جواب دیا تھا، انداز سمجھانے والا تھا۔۔

تمہیں کس نے کہا ہم جاتے ہی سو جائیں گے ؟ میری بہنوں کو ان دنوں نیند کیسے آئے گی ؟ وہ دونوں میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہیں اور صرف بہنیں ہی نہیں اپنے بیٹے کو بھی دیکھو وہ بھی ماموں کے ساتھ جانا چاہتا ہے ! ہے نا یاور ؟۔۔۔ حاذق خان مصنوعی غصے سے احان شاہ کو جواب دیتے اپنے بازوؤں میں مسکراتے ہوئے یاور شاہ کی آنکھیں چومتا احان شاہ کو جیلس کرنے لگا۔۔ یاور کو مسلسل حاذق خان کی بانہوں میں مسکراتے دیکھ کے احان شاہ نے ان دونوں کو گھورا تھا۔

میری بیٹی میرے بغیر نہیں سوتی اور میں اپنی بیوی کے بغ۔۔۔ آئی مین تم صرف اپنے چچے کو لے جا سکتے ہو ! میں کل اپنی بیوی اور بیٹی کو بذاتِ خود لے کے آؤں گا !۔۔ احان شاہ جو اسے دانت پیس کے جواب دینے والا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے بغیر نہیں سو سکتا۔۔ ذرا سی زبان پھسلنے پہ کاظم شاہ کا مکانا محسوس انداز میں اپنی کمر پہ پڑتے دیکھ کے اسے خیال آیا تھا وہ اس وقت حاذق خان کے ساتھ اکیلا نہیں بلکہ حویلی کے تمام مکینوں کے درمیان بیٹھا ہے۔۔ گلالئ اس کے ادھورے جملے کا مطلب سمجھتی سرخ پڑتے ہوئے نگاہیں مزید جھکا گئی جبکہ اس کے منہ سے "میری بیٹی" سن کے دل کو عجیب سی خوشی ہوئی تھی، اسکا حق جتاتا انداز اچھا لگا تھا، ورنہ وہ یسری اور یاور کو ہمیشہ "تمہارے بچوں" سے تشبیہ دیا کرتا تھا۔۔ حاذق خان نے یوں ظاہر کیا تھا جیسے احان شاہ کے ادھورے جملہ کا مطلب ہی نہ سمجھا ہو۔۔ زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے یسریٰ کے گال چومتے اسے کھکھلاتے پہ مجبور کیا۔ اس وقت یسریٰ شاہ اپنے چاچو کی گود میں اس سے پیار بٹور رہی تھی۔

تم سے اجازت کس نے مانگی ہے ؟ جو میری بہن چاہے گی صرف وہی ہو گا !! بتاؤ گڑیا ہمارے ساتھ ہی جاؤ گی یا کل آؤ گی ؟۔۔۔۔۔ حاذق خان دل جلانے والی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجاتا احان شاہ کو جواب دیتے ڈائریکٹ گلالئ سے سوال کر گیا۔۔ باقی سب ان کی نوک جھوک سے محضوظ ہو رہے تھے۔۔ گلالئ نے نگاہیں اٹھا کے اپنے لالا کی طرف دیکھا تھا، احان شاہ جو گلالئ اور کاظم شاہ کے درمیان میں بیٹھا تھا، نامحسوس انداز میں گلالئ کی طرف کھسکتا اسکی کمر زور سے اپنی مٹھی میں دبوچ کے اسے انکار کرنے کا اشارہ کر رہا تھا، گلالئ نے اسکا اشارہ سمجھتے تھوک نگلا تھا لیکن وہ یوں محفل میں اپنے لالا کو انکار کیسے کر سکتی تھی ؟ احان شاہ کا ہاتھ کسی نے بھی گلالئ کی کمر پہ نہیں دیکھا تھا، احان شاہ کے چہرے کے تاثرات لاپرواہ تھے جبکہ گلالئ کی کمر پہ ہاتھ کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ اسکے ہاتھ کے تپش زدہ لمس پہ

گلالئی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی، وہ آج پھر اسے برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھی، احان شاہ کا ارادے بتا رہے تھے وہ آج اسے آسانی سے بخشنے والا نہیں تھا۔

لالا جیسا آپ چاہیں!!۔۔۔۔۔۔گلالئی نے معصومیت سے حاذق خان کو جواب دیا تھا، گلالئی کے جواب پہ احان شاہ کا منہ بنتا دیکھ کے زوریز شاہ کا قہقہہ پھر سے گونجا تھا۔ وہ یسریٰ کے ہاتھوں کو چومتا اب دلچسپی سے حاذق خان کے ہونٹوں پہ بکھری فتح مند مسکراہٹ دیکھ رہا تھا۔۔

میں چاہتا ہوں تم ابھی ہمارے ساتھ چلو! ! تاکہ میں اپنی دونوں بہنوں کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں (یسریٰ، یاور) کے ساتھ بھی وقت گزار سکوں!۔۔۔حاذق خان مسکرا کے گلالئی سے بولتا یاور کے پیٹ میں ہولے سے گدگدی کرنے لگا جس پہ وہ کھلکھلایا تھا۔ ازمیر کو سلانے کے لئے ایزل بالکل ابھی دس منٹ پہلے ہی میرال کے ساتھ اسکے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

جی لالا! !۔۔۔۔اپنے لالا کی اس قدر چاہت پہ گلالئی نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے جواب دیا تھا کیونکہ احان شاہ کی انگلیاں اب اسکی فراک کی ذپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔۔

م۔میں۔۔جاؤں ؟۔۔۔۔۔۔حاذق خان کو جواب دینے کے بعد گلالئی نے تھوڑا سا رخ ترچھا کر کے احان شاہ سے اجازت مانگی تھی۔ اسکے اس انداز نے سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھیری تھی، احان شاہ کا دل کیا اسکے لبوں کو ابھی یہی پہ جکڑ لے جو اسکا جواب جانتے بوجھتے بھی سب کے سامنے معصومانہ انداز میں اس سے سوال کر رہی تھی۔۔ کتنی چالاک تھی! جانتی جو تھی وہ سب کے سامنے اسے اجازت نہ دے کے خود ہی پھنسے گا۔۔ احان شاہ کو خاموشی سے گلالئی کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ اور زوریز شاہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔ احان شاہ کے چہرے کے ریکشن انہیں اس وقت شدید مزہ دے رہے تھے، وہ دونوں شکر کر رہے تھے ان کی بیویوں کا میکہ اور سسرال ایک ہی ہے۔

قسطوں پہ اجازت دو گے بچی کو؟۔۔۔بالآخر ہارون شاہ نے ان کی بات میں مداخلت کی تھی جس پہ احان شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے کان کھجایا تھا۔

میں تمہارے اجازت مانگنے پہ صدقے گلالئ احان شاہ!!۔۔۔احان شاہ دانت پیس کے اسکے کان میں بولا تھا جو اسکا دل جلا کے اس سے اجازت مانگ رہی تھی یہ جانتے بوجھتے کہ اسکی رات کانٹوں پہ کٹنی تھی۔۔گلالئ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی نگاہیں پھر سے جھکا گئ۔

اب میں کیا بول سکتا ہوں!! جس کی شے پہ یہ اجازت مانگ رہی ہے اس سالے سے اپنا حساب میں خود بے باک کر لوں گا!!۔۔۔۔۔احان شاہ اپنے باپ کو دیکھنے کے بعد حاذق خان کو گھوریوں سے نواز کے جواب دیتا صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔یسریٰ کو زوریز شاہ کے بازوؤں سے اٹھاتا وہ حاذق خان کی مسکراہٹ کو کینہ توڑ نگاہوں سے دیکھتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔مرحاشاہ اور ذائشہ خان اپنی ہنسی دبا کے نگاہوں کا تبادلہ کر رہی تھیں۔

یسریٰ کو تو یہاں پہ چھوڑ جاؤ۔۔وہ ہمارے ساتھ جائے گی!!۔۔۔حاذق خان نے لگے ہاتھ اسے مزید آگ لگانا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

یسریٰ میری بیٹی ہے!! میرا جب تک دل چاہے گا اس کے ساتھ وقت گزاروں گا! یسریٰ کو ساتھ لے جانے کے لئے تجھے انتظار کرنا ہو گا کیونکہ یہ وقت میرا میری بیٹی کے ساتھ کھیلنے کا ہے! اس سالے (یاور) کو اپنا چمچہ بنالیا ہے یہی کافی ہے!!۔۔۔احان شاہ جلتے کڑھتے لہجے میں حاذق خان کو جواب دیتا تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔اسکے جانے کے بعد حاذق خان سمیت سب کا قہقہ گونجا تھا،اب کی بار تو یاور بھی کھکھلایا تھا جیسے باپ کو جلتے کڑھتے دیکھ کے الگ ہی مزہ آیا ہو۔۔

لالا میں چادر لے کے آتی ہوں!!۔۔۔۔۔احان شاہ کے اوپر جانے کے تقریباً تین سے چار منٹ بعد گلالئ صوفے سے اٹھتے حاذق خان کو آگاہ کرتا اسکے ہاں میں سر ہلانے پہ اوپر کی طرف بڑھ گیا۔۔باقی سب پھر سے ہلکی پھلکی باتوں میں مشغول ہو چکے تھے۔

گلالئ جب اپنے کمرے میں داخل ہوئی بیڈ پہ احان شاہ کو یسریٰ کے ساتھ کھیلتے اور اسے چومتے دیکھ کے مسکراہٹ دباتی بنا کچھ بولے الماری کی طرف بڑھ گئ۔۔گلالئ کو کمرے میں دیکھ کے احان شاہ یسریٰ کے ہاتھ میں چھوٹا سا کھلونا تھماتا تیزی سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا۔

تو تم نے سوچ لیا ہے تم اپنے لالا کے ساتھ جاؤ گی؟؟۔۔۔احان شاہ اسکے پیچھے آ کے کھڑا ہوتا اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر آواز میں بولا۔گلالئ جو الماری سے اپنی چادر نکال رہی تھی اپنے اتنے قریب سے احان شاہ کی آواز سنتی اپنی جگہ سے اچھلی۔احان شاہ اسکے پیٹ کے گرد اپنا ہاتھ باندھتے اسکے کندھے پہ اپنی ٹھوری ٹکا کے سر تھوڑا آگے کی طرف کرتا گلالئ کو دیکھنے لگا۔۔

ج۔جی! میرے لالا کی شادی ہے نا۔۔۔گلالئ نے معصومیت سے جواب دیا،احان شاہ نے اس کی اتنی معصومیت پہ اسکے پیٹ کو مٹھی میں بھرتے اسکی پشت زور سے اپنے سینے کے ساتھ لگائی تھی۔۔گلالئ نے کراہتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔

لالا کی شادی کی خوشی ہے یا تمہیں شوہر کو تڑپانے کے لئے بیٹھے بٹھائے ایک بہانہ ملا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ دانت گاڑتا دانت کچکچا کے پوچھنے لگا۔۔

ک۔کیا۔۔کر۔رہے ہیں! نشان پڑ جائیں گے! ابھی نیچے جاؤں گی سب کیا سوچیں گے!۔۔۔احان شاہ کو اپنے دانتوں کو دباؤ بڑھاتے دیکھ کے وہ اس سے اپنا گال چھڑوانے کی کوشش کرتی روہانسی ہوئی تھی۔۔

زینت کو یہ نشان دیکھاتے ہوئے تو تم نے ایسا ویسا کچھ نہیں سوچا تھا!۔۔۔وہ اسکی گردن پہ موجود اپنی سوغاتوں کے نشان پہ انگلی پھیر کے گھمبیر آواز میں بولتا اسکے گال سے اپنے دانت ہٹا گیا۔گلالئ اس چالاک انسان کی بات سنتے ہوئے سٹپٹائی،تو وہ اسے صبح دوپٹا لوز کرتے بھی دیکھ چکا تھا،کس قدر چالاک تھا یہ۔۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔کب۔۔دیکھائے۔۔۔وہ صاف منکرنے لگی۔

اچھا! میرے ساتھ چالاکی؟۔۔۔۔۔وہ اسکا رخ اپنی طرف موڑ کے اسے زمین سے اٹھا کے اپنی بانہوں میں بھرتا دانت پیس کے بولتے صوفے کی طرف بڑھا تھا۔۔

لالا انتظار کر رہے۔۔۔۔ابھی گلالئ اپنا جملہ مکمل کرتی جب احان شاہ اسکے چہرے کے قریب ہوتا اسکے لبوں پہ اپنے عنابی ہونٹوں سے قفل لگا گیا۔اسکی سانسوں کو خود میں اتارتے وہ اسے صوفے پہ لٹاتے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔اسکا رومانٹک موڈ آن ہوتے دیکھ کے گلالئ نے خود کو کوسا تھا جو چادر لینے اسپیشل خود اوپر آئی تھی،وہ کسی اور کو بھی تو بھیج سکتی تھی نا؟لیکن سچ بات تو یہ تھی کہ میڈیم کو خود اپنے شوہر کے بے تاب تاثرات دیکھنے تھے۔

کب واپس آؤ گی!؟۔۔۔۔اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لینے کے بعد احان شاہ نے آئیبرو اٹھا کے استفسار کیا جس پہ گلالئ اپنی پھولتی سانسوں کو ہموار کرتی اسے دیکھنے لگی۔۔

لالا کی شادی ختم ہونے کے بعد۔۔۔۔گلالئ نے پھر سے جملہ مکمل نہیں کیا تھا جب احان شاہ نے ایک دفعہ پھر اس کے ہونٹوں پہ قبضہ جمایا تھا، لمس میں اس قدر شدت تھی کہ گلالئ مچل اٹھی، احان شاہ کے رف کس کرنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا اسے گلالئ کا جواب پسند نہیں آیا تھا۔وہ بے رحمی سے اسکی سانسیں اسکے حلق سے کھینچتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کہ طرف اٹھاتا اسکی فراک کی ذپ ایک ہی جھٹکا میں نیچے کو کھسکا گیا۔اسکے بے باک ہاتھوں کا لمس اپنی کمر پہ محسوس کرتے گلالئ کے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے۔احان شاہ اسکے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکی زبان پہ بھی اپنی شدت دیکھاتے اسکی فراک کندھوں سے نیچے کھسکانے لگا۔۔گلالئ نے نفی میں سر ہلایا تھا،۔نیچے حاذق خان ان کا انتظار کر رہا تھا، اگر وہ کمرے سے لیٹ باہر جاتی تو وہ کیا سوچتا۔۔گلالئ روہانسی ہوئی۔۔

احان شاہ اسکے ہونٹوں کو لال قندھاری کر کے چھوڑتا اسکی جامنی نشانات سے لبریز گردن دیکھنے لگا۔۔

تم کل چپ چاپ میرے ساتھ واپس آ گی جاناں! ورنہ تمہاری حالت گزری رات سے زیادہ نڈھال کروں گا!۔۔۔۔

احان شاہ شدت پسندی سے بولتا اسکی گردن پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا اپنے ہاتھ اسکے نشیب و فراز پہ موو کرتے اسکے جسم پہ استحقاق سے اپنا حق جتا رہا تھا۔گلالئ اسکے ہاتھوں کے لمس سے سرخ پڑتی گہری سانسیں بھرنی لگی، اسکی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کے اس خوبصورت منظر پہ احان شاہ نے اس کی فراک مزید کھسکاتے اسکے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ شدت سے ثبت کئے تھے۔

تمہارے بغیر یہ رات کیسے گزرے کی جاناں؟ گزری رات کے بعد آج رات تمہارے بغیر گزارنا بہت مشکل ہے!

کیوں جان لینا چاہتی ہو! اس وقت میرے جزبات پیک پہ ہیں!۔۔۔۔احان شاہ شکوہ کناں انداز میں بولتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی بئیرڈ رگڑنے لگا۔۔اسکی بئیرڈ کی میٹھی سی چبھن پہ گلالئ نے سسکی بھری تھی۔اسکی سسکی پہ احان شاہ کے ہاتھ اسکی دھڑکنوں سے ہوتے پیٹ پہ تو پیٹ سے ہوتے نیچے تھائیز کی طرف بڑھے تھے، گلالئ اسکے ہاتھ کے بے باک لمس پہ تڑپ کے مچلی تھی، وہ اس کی تھائیز شدت سے سہلاتا جاجان بوجھ کے اسے تڑپا رہا تھا، گلالئ کو اپنی کمر

اوپر کی طرف اٹھاتے دیکھ کے احان شاہ نے شدت سے اسکے بدن کی گہرائیوں کو محسوس کرتے اسے آہیں بھرنے کی مجبور کیا تھا۔۔

ا۔۔اح۔۔احان۔۔۔گلالئ اسکی بے باکی پہ سرخ لال چہرہ لئے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتی اسے خوبصورت انداز میں پکارنے لگی، اسکے پکارنے کے انداز پہ احان شاہ نے مدہوش ہوتے اسے مزید شدت سے اپنے ہاتھ کی مدد سے محسوس کرتے مزید تڑپایا تھا، اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اسکے خشک ہوتے ہونٹوں پہ اپنے لب شدت سے رکھ گیا۔گلالئ کی آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتے وہ فتح مندی سے اسکی تھائیز سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا۔۔گلالئ کی آنکھوں میں اسے پانے کی تڑپ واضح ہوئی تھی۔۔

کل ملیں گے جاناں! آج رات اگر میں نہیں سوؤں گا تو سو آج گلالئ احان شاہ بھی نہیں پائے گی! میں تمہیں گارنٹی دے سکتا ہوں! تمہاری آنکھیں مجھ سے وہ سب کرنے کو کہہ رہی ہیں جو ہمارے درمیان گزری رات کو ہوا ہے! کیا کہتی ہو پھر؟ تمہارے لالا کو مزید انتظار کروایا جائے؟۔۔۔۔۔احان شاہ اپنے بے باک اور زو معنی الفاظ سے گلالئ کا چہرہ لال بھبھوکا کر گیا۔گلالئ نے جلدی سے اپنی آنکھیں جھکائی تھیں۔اسے اپنے مدہوش ہونے پہ غصہ آیا تھا۔

د۔دو۔دور۔۔ہٹیں!۔۔لالا انتظار میں ہوں گے!!۔۔۔۔۔گلالئ اپنی تڑپ نظر انداز کرتی مصنوعی مزاحمت کرنے لگی، وہ اسکی مزاحمت پہ مسکراہٹ چھپاتا اس کے اوپر سے اٹھ گیا۔۔اسکے اتنی جلدی بات ماننے پہ گلالئ نے قہر برساتی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا، اسے اسکا اتنی جلدی شریف بننا اچھا نہیں لگا تھا کیونکہ اب اسکی بے باکیاں اور جنونی انداز سہنے کی عادت ہو چکی تھی۔۔اسے اب باقاعدہ صوفے سے شرافت سے اٹھ کے یسریٰ کی طرف جاتے دیکھ کے گلالئ اسے گھورتی جلدی سے صوفے سے کھڑی ہوئی تھی، اپنی کمر کی طرف ہاتھ لے جا کے ذپ بند کرتی وہ پھر سے الماری کی طرف بڑھ گئی، الماری سے بڑی سی چادر نکالتی وہ بیڈ کی طرف بڑھ کے اب یسریٰ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا رہی تھی۔

کچھ کہنا چاہتی ہو؟۔۔۔احان شاہ اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے ہنسی دباتا اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں جکڑ کے مصنوعی معصومیت سے استفسار کرنے لگا، جانتا جو تھا اپنے عمل سے وہ گلالئ کے دل میں بھی برابر جذبات جگا چکا ہے، اور میڈیم کو غصہ اسی لئے آ رہا تھا۔۔یا تو دور نہ ہٹتا یا پھر قریب آ کے اتنی بے غیرتی نا کرتا۔۔

نہیں!!۔۔۔وہ دانت پیس کے دبی دبی آواز میں غراتی اس سے اپنی کلائی چھڑوا گئی۔

آجاؤ کر لیتے ہیں!۔۔۔۔۔احان شاہ ہولے سے ہنس کے بولتا گلالئ کو اپنے بے حد قریب کر گیا، گلالئ کی بانہوں میں موجود یسریٰ ٹکر ٹکر دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔۔احان شاہ کی بے باک بات کا مطلب سمجھتے گلالئ کے چہرے پہ مانو پورے جسم کا خون سمٹ آیا۔

آئی مین باتیں! آجاؤ کچھ باتیں کر لیتے ہیں!۔۔گلالئ کے تاثرات احان شاہ کو مزہ دے رہے تھے، اسی لئے پھر سے شریف بنتا اپنی زو معنی بات کا مطلب تبدیل کر گیا۔گلالئ پھر سے غصے سے اس سے دور ہوئی۔وہ کیا چاہ رہی تھی خود بھی نہیں جانتی تھی۔۔

میں لالا کی شادی ختم ہونے سے پہلے نہیں آؤں گی! خبر دار جو آپ اس دوران میرے نزدیک آئے!۔۔۔۔وہ اس سے دور ہوتی دانت پیس کے تپے ہوئے انداز میں بولتی پیر پٹک کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔

جانان اتنا غصہ؟ ابھی تو صرف انر تھائیز کو ہاتھ سے محسوس۔۔۔۔۔احان شاہ ہنستے ہوئے مزید بے باک ہوتا جب وہ اسکا جملہ سنے بغیر دروازہ زور سے بند کرتی باہر چلی گئی۔۔

آہہ۔۔۔اللہ کسی کو اتنا خ۔ب۔یس۔۔سالانہ دے جتنا میرے والا ہے!!۔۔۔گلالئ کے جانے کے بعد احان شاہ سرد آہہ بڑھتا اوندھے منہ تکیے پہ گرا تھا۔گلالئ کی تڑپ یاد کرتے اسے ایک دفعہ پھر سے ہنسی آئی تھی یہ جانے بغیر کہ ابھی کچھ ہی دیر میں وہ کل کے تمام لمحات یاد کر تا بری طرح سے تڑپنے والا ہے۔آج defence minister کی رات واقعی ہی کانٹوں پہ گزرنے والی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط130(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔علیشے خان

تین دن بعد:

خان مینشن اور شاہ حویلی میں ڈھولک رکھنے کے بعد گزری رات خان مینشن میں قوالی نائٹ انجوائے کی گئی تھی، قوالی نائٹ پہ کافی رونق لگی تھی، لڑکوں نے تو خود بھی قوالیاں گنگنا کے خوب انجوائے کیا تھا، لڑکیوں نے صرف تصاویر اور

ویڈیوز بنا کے اپنے شوق پورے کئے تھے، لڑکیاں لڑکوں کے مقابلے میں جلدی تھک چکی تھیں، کیونکہ ان سب نے ساڑھی کیری کی ہوئی تھی اسی لئے خان مینشن کے لان میں رات کے بارہ بجے تک قوالی نائٹ انجوائے کرنے کے بعد وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔۔ خان مینشن میں تقریب کے دوران حاذق خان نے ہر لحاظ سے پردے کا انتظام کروایا تھا، کھانے کا سارا سسٹم بھی اس نے خود دیکھا تھا، ہاں سجاوٹ کی ارینجمنٹ میں اس کی ہیلپ اسکے سالوں نے کروائی تھی ۔۔رات سب کے جانے کے بعد وہ سب لڑکے مردوں والی سائیڈ پہ انجوائے کرتے وہی مردان خانے میں ہی سو گئے تھے جبکہ لڑکیوں کو بھی جب ان کا شاہ حویلی واپس جانے کا موڈ نظر نہ آیا تو وہ بھی انجوائے کرتی یہی کمروں میں سو گئی۔ زہرہ مام کے علاوہ تمام بڑے شاہ حویلی روانہ ہوئے تھے۔ آج رات مہندی کا فنکشن تھا اور سب گھوڑے بیچ کے یوں سو رہے تھے جیسے صدیوں بعد نیند نصیب ہوئی ہو۔

مردان خانے کی طرف کافی کمرے تھے جن میں سے ایک کمرے کے بیڈ پہ حاذق خان، زوریز شاہ، ارزم شاہ اور شہسوار شاہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس نیند میں غرق تھے جبکہ احان شاہ اور کاظم شاہ ان سے باتیں کرتے کمرے کے صوفوں پہ ہی سو چکے تھے، باقی سب دوست مردان خانے کے دوسرے کمروں میں موجود تھے، وہ سب بھی یقیناً انہی کی طرح آڑھے ترچھے انداز میں سوئے تھے۔ سورج کی کرنوں کی روشنی کھڑکیوں سے ہوتی کمرے کی دیواروں پہ دستک دیتے ان سب کو ایک میٹھی سی صبح سے روشناس کروا رہی تھی۔ سورج کی تیز روشنی پہ سب سے پہلے کاظم شاہ کی آنکھیں کھلی تھیں۔ آنکھیں کھلتے ہی کچھ سیکنڈ کے لئے خود کو اپنے کمرے کی بجائے کسی اجنبی جگہ دیکھ کے وہ حیران ہوا لیکن پھر گزری رات کے تمام مناظر سوچتے وہ صوفے سے اٹھتا اپنے گردن دائیں بائیں موو کر رہا تھا جو صوفے پہ سونے کی وجہ سے اکڑ چکی تھی۔ احان شاہ اس کے ساتھ والے صوفے پہ سینے پہ ہاتھ باندھ دائیں طرف کو کروٹ لئے سویا ہوا تھا، اسکے بھورے بال اسکے ماتھے پہ بکھرے اسے مزید خوبصورت بنا رہے تھے، احان شاہ کو دیکھنے کے بعد جب کاظم شاہ نے بیڈ کے حالات چیک کئے تو بے ساختہ کھکھلا کے ہنس دیا۔ اسکی ہنسی کی آواز پہ اگلے ہی پل احان شاہ بھی اپنی آنکھیں کھول گیا۔۔

صبح صبح کیا موت پڑ رہی ہے تجھے!!۔۔۔ احان شاہ نیند کے خمار سے لبریز بھاری ہوتی آواز میں اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹتا پھر سے آنکھیں بند کر گیا۔ پچھلے تین سے چار دنوں سے ان کی نیند پوری ہو کے نہیں دے رہی تھی۔

ہاہاہا!! ان کی طرف دیکھ!! ۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ پھر سے ہنستا ہوا بیڈ کی طرف اشارہ کرتے اسے وہاں پہ دیکھنے کا بول رہا تھا۔ احان شاہ نے آنکھیں پھر سے کھولتے اب بیڈ کی طرف دیکھا تھا، اگلے ہی پل احان شاہ کا دلکش قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا۔۔

سالوں تم لوگوں کے سونے کے اتنے s_e_x_y پوز کی ویڈیو بنا کے اگر تمہاری بیویوں کو بھیج دی نا تو ترسو گے ان کے قریب جانے کو!۔۔۔۔۔ احان شاہ ہنستے ہوئے اپنی بھاری بلند آواز میں ان سوئی صورتوں سے مخاطب ہوا تھا جس پہ سب سے پہلے حاذق خان اور زوریز شاہ نے آنکھیں کھولیں تھیں، خود کو ایک دوسرے کے اس قدر قریب دیکھ کے وہ دونوں ہربرائے تھے۔۔ زوریز شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا تو حاذق خان نے اپنی ٹانگوں کا وزن اس پہ ڈالا ہوا تھا۔۔ دونوں تیزی سے ایک دوسرے سے الگ ہوئے تھے، رات کو نیند میں پتا نہیں چلا تھا وہ دونوں کب ایسے سو گیے۔۔ ان کے یوں ہربرا کے دور ہونے پہ کاظم شاہ اور احان شاہ کا پھر سے قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

آہہہ!! مار دیں مجھے!!! ۔۔۔۔۔ حاذق خان جو ہربرا کے اچانک سے پیچھے کو ہوا تھا اسکی بیک زور سے ارزم شاہ کے کندھے سے ٹکراتی اسکی بھی نیند خراب کرنے کا باعث بنی، ارزم شاہ کے یوں نیند میں غصے سے چیخنے پہ وہ پھر سے زوریز شاہ کے قریب ہوتا رخ موڑ کے ارزم شاہ اور شہسوار شاہ کو دیکھنے لگا، بیچارا شہسوار شاہ بالکل کنارے پہ تھا جبکہ ارزم شاہ اس کی بھی آدھی جگہ پہ قبضہ جمائے سینے میں تکیہ بھینچے پھیل کے سو رہا تھا۔۔

سالا ترسا ہوا ہے! اسکی بھی رخصتی کرواؤ! پوری رات مجال ہے جو اس نے مجھے سکون سے سونے دیا ہو!! ۔۔۔۔ شہسوار شاہ جو ان کی طرف سے رخ موڑ کے سو رہا تھا، ان کی باتوں کی آواز سنتا غصے سے نیند میں غراتا ارزم شاہ کو کہنی مار گیا جس نے پوری رات اسکے باڈی بلڈر وجود کو دوسری طرف کھسکا کھسکا کے اپنی جگہ کھلی کی تھی۔ شہسوار شاہ نے اگر سائیڈ ٹیبل کا سہارا نہ لیا ہوتا تو پوری رات نیچے کارپٹ پہ گزارتا۔

الزام مت لگائیں! نا تو آپ کے سینے سے لپٹا تھا اور نہ ہی آپ کی اتنی سخت اور چوڑی کمر کو مٹھیوں میں جکڑا تھا جو صبح صبح تھرڈ کلاس ہیروئین کی طرح رونا شروع کر دیا ہے جیسے رات کو آپکی عزت لوٹ لی ہو!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ بند آنکھوں سے خفگی سے شہسوار شاہ جو جواب دیتا تکیے میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔ اسکے جواب پہ زوریز شاہ، احان شاہ اور کاظم شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا، حاذق خان اپنی مسکراہٹ دباتا اس کی چوڑی پشت گھورنے لگا۔

ڈونٹ یو ڈئیر ٹو انڈر اسٹیمیٹ ایس ایس پی شہسوار شاہ!!۔۔۔ شہسوار شاہ اسکی طرف رخ موڑ تا اسکی پچھلی گردن کو اپنے ہاتھ سے دبا کے اسے مزید تکیے میں گھسا تا دبی دبی آواز میں مصنوعی غصے سے غرایا۔۔

آہہہہ۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کے یوں ڈرامائک انداز میں بلند آواز میں چیخیں مارنے پہ سب کا قہقہ گونجا تھا۔

بول تو ایسے رہا ہے "انڈر اسٹیمیٹ مت کرو" جیسے کل سالے کی سہاگ رات ہے اور یہ پرفار مینس کے لئے بالکل تیار ہے!!۔۔۔ زوریز شاہ بے باکی سے قہقہ لگا کے شہسوار شاہ کو جواب دیتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔ شہسوار شاہ کے ساتھ ساتھ اسے حاذق خان نے بھی اچھی خاصی گھوریوں سے نوازا تھا۔ احان شاہ اور کاظم شاہ نے سرخ چہرہ لئے ہنسی دبائی تھی۔

میرے سے لکھوالیں ان دونوں نے اس بات کو ڈیپ جا کے سوچا ہے! دماغ اپنے گندے ہیں اور اب آپ کو ایسے گھور رہے ہیں جیسے آپ نے ڈانس پرفار مینس کا نہیں خدانخواستہ گولڈن پرفار مینس کا بول دیا ہو!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اور حاذق خان کی خاموشی پہ ارزم شاہ اپنا چہرہ تکیے سے باہر نکال کے ان سب کو باری باری دیکھتا زوریز شاہ کی معنی خیز بات کا مطلب جان بوجھ کے تبدیل کرتا حاذق خان اور شہسوار شاہ کا چڑانے لگا۔۔ زوریز شاہ کا قہقہ پہلے سے زیادہ بلند ہوا تھا۔۔ شہسوار شاہ اور حاذق خان نے اپنی سوچ پہ لعنت بھیجی جن کا دماغ ڈانس پرفار مینس کی طرف نہیں واقری ہی گولڈن پرفامینس کی طرف گیا تھا۔۔

سالو double meaning میں مت گھماؤ! میں نے گھمایا نا تو وہاں پہ ماروں گا جہاں پہ بیوی میرا مطلب پانی کا دیدار بھی نصیب نہیں ہو گا!! روح تڑپ جائے گی!۔۔۔۔ شہسوار شاہ اترا کے بولتا ہوا اوندھے منہ گر گیا۔ اپنے ایک لفظ بیوی سے وہ ان سب کو ان کی بیوی کی یاد دلا گیا تھا۔۔

میری روح نے تڑپنا ہے! آپ مقابلہ بازی شروع کریں!۔۔۔ ارزم شاہ آئیبرو اٹھا کے چیلنجنگ انداز میں بولا تھا، جیسے اس سے مقابلے بازی کے لئے تیار ہو۔ باقی سب اب تجسس سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

تمہاری روح تو آل ریڈی تڑپ رہی ہے! بیچارے کی رخصتی جو نہیں اپروو ہو رہی! چچ چچ! اب میں اس تڑپتی روح پہ مزید سالٹ (نمک) گراتا ہوا اچھا تھوڑی لگوں گا!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے ہنستے ہوئے اسکا مذاق اڑایا تھا۔ ارزم شاہ کے علاوہ سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

میری تو چلیں رخصتی نہیں اپرووہو رہی لیکن آپ کا تو نکاح بھی اپرووہ نہیں ہو رہا!! اس پہ زرار وشنی توڈالیں!! چچ چچ!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپا کے اسے جواب دیتے باقی سب کو بھی چھت پھاڑ قہقہ لگانے پہ مجبور کیا تھا۔۔

تجھے کس نے بتایا سالے!!۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے اتنے اچھے اندازے پہ تکیے سے چہرہ باہر نکال کے چونک کے اسکی طرف دیکھتے غائب دماغی سے سوال کر گیا جس پہ سب پہلے سے زیادہ ہنسے تھے۔

میرال آپی آپ سے پہلے میری بیسٹ فرینڈ ہیں!۔۔۔ارزم شاہ نے اتراتے ہوئے جواب دیا۔۔ شہسوار شاہ کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ یہ سب اسے میرال نے بتایا ہے۔

میری ہے وہ!!۔۔۔۔حاذق خان غصے سے ان دونوں کی طرف دیکھتا دانت پیس کے بولا۔۔حاذق خان کے انداز پہ سب نے مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔ نکاح کے بعد میرال شاہ اپنے تمام پرانے دوستوں کو چھوڑ چکی تھی سوائے شہسوار شاہ کے۔۔ کیونکہ وہ اسکا ہمراز تھا۔حاذق خان نے بھی کبھی نکاح کے بعد اس پہ شہسوار شاہ کو لے کے کوئی پابندی نہیں لگائی تھی، وہ دونوں کونسا باہر ڈنر وغیرہ کرتے تھے، صرف حویلی میں یا کسی فنکشن پہ ہی ملاقات ہوتی تھی۔حاذق خان اور شہسوار شاہ دونوں ایک دوسرے کی نیچر سے واقف تھے، حاذق اور میرال کے نکاح کے بعد شہسوار شاہ خود بھی میرال شاہ سے زیادہ فری ہونے سے پرہیز کرتا تھا کیونکہ وہ حاذق خان کی پوزیسو نیچر سے واقف تھا۔۔

ابھی تک ہماری بہن ہمارے قبضے میں ہے! آواز نیچی!!۔۔صوفے پہ لیٹے احان شاہ نے کشن حاذق خان کے چہرے پہ پھینکتے روعب دار انداز میں اسے جواب دیا تھا۔

سب جانتے ہیں خان مینشن میں اس وقت موجود ہوتے ہوئے وہ کس کے قبضے میں ہے!!۔۔۔حاذق خان واپس سے کشن اسکی طرف پھینکتا آنکھیں گھما کے بولا تھا۔۔

زیادہ تیس مار خان نا بن!! جس طرح سے تو اس وقت ہمارے قبضے میں ہے وہ تیرے مینشن میں ہوتے ہوئے بھی تیری بجائے لڑکیوں کے قبضے میں ہے!!۔۔۔اسے چوڑے ہوتے دیکھ کے شہسوار شاہ نے اسکی تصیح کرنا خود ہی فرض سمجھا تھا جس پہ جہاں حاذق خان نے اسے آنکھیں دکھائی تھی باقی سب نے شہسوار کو داد پیش کی تھی۔۔

ابے "رایان خان" کیوں نہیں آیا؟ اسے ود فیملی انوائیٹ کیا تھا!!۔۔۔ کاظم شاہ کو اچانک سے رایان خان کا خیال آیا تھا، رات کو بھی سب نے اسکی کمی محسوس کی تھی، سب کو لگ رہا تھا وہ مہندی پہ آئے گا اسی لئے سوال نہیں کیا تھا، لیکن اب کاظم شاہ نے یہ سوال کرنا ضروری سمجھا تھا۔

مجھے کال آئی تھی اس کی!! وہ سالا پاکستان میں نہیں ہے! اسکا آئے روز ہنی مون ہی ختم نہیں ہوتا!!۔۔۔ زوریز شاہ نے بدمزہ ہوتے جواب دیا تھا۔ (وہ بنوں اس سے ملنے اسپتال آیا تھا لیکن تب زوریز شاہ کو اپنی ہوش نہیں تھی)

تم سے بہتر ہے!! تمہاری طرح صرف اپنے پروفیشن میں نہیں گھسا رہتا، اپنی فیملی کو بھی ٹائم دیتا ہے!!۔۔۔ احان شاہ نے لگے ہاتھ زوریز شاہ کی بے عزتی کی تھی، اسے اس دن سے اس پہ تپ چڑھی ہوئی تھی جب اس نے مرحا کو ہرٹ کیا تھا۔

تایا آپ کو بنانے والا ہوں، دادا اپنے باپ کو بنانے والا ہوں! لیکن دونوں کا ایک ہی شکوہ ہے اپنی فیملی کو ٹائم نہیں دیتا! حد ہے بھئی! اب ایک ساتھ بیس بچوں کا باپ بن کے ثبوت پیش کروں؟!۔۔۔ زوریز شاہ خفگی سے ناک چڑھا کے بولتا سب کے چہرے سرخ کر گیا۔ احان شاہ نے دانت پیستے ہوئے دور سے اسکے چہرے کا نشانہ لیتے کشن اس کے منہ پہ مارا تھا۔

آپ سب کی انہی باتوں کی وجہ سے ان کے نکاح کے چھوارے یہی پہ رہ گئے!! یار بتائیں تو لڑکی نہیں مان رہی یا ابا نہیں مان رہے؟ پھر ہم کوئی سکیم چلائیں!!۔۔۔ ارزم شاہ نے واپس سے ان سب کی توجہ شہسوار شاہ کی طرف دلائی تھی۔۔ اب سب کی نگاہوں کا مرکز شہسوار شاہ تھا، سب اسکے جواب کے منتظر تھے۔۔

ظالم سماج!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اسے جواب دیتے ہیں اپنی آنکھیں موندی تھیں، آنکھیں موندتے ہی آئرہ شاہ کا سیاہ شلوار قمیض والا وہ روپ اسکی آنکھوں کے پردوں پہ لہرایا تھا۔

مجھے ڈیٹیل نہیں بتائی سالے!!۔۔۔ حاذق خان نے غصے سے اسکے کندھے پہ مکا جڑا تھا، وہ لڑکی پسند کر چکا تھا، اتنا تو وہ جانتا تھا لیکن ڈیٹیل سے ذکر نہیں ہوا تھا۔

آہہ۔۔ تو نے اپنی باری میں بتائی تھی!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ کراہتے ہوئے اپنا کندھا سہلاتا غصے سے بولا۔

فیملی کی ہے؟؟۔۔۔انہیں مزید لڑائی سے بعض کرنے کی خاطر کاظم شاہ نے آئیبرو اٹھا کے شہسوار شاہ سے سوال کیا تھا۔۔

جی!! لیکن کچھ فیملی ایشوز کی وجہ سے ڈیڈ اپنی ضد پہ اڑے ہوئے ہیں!۔۔۔ شہسوار شاہ نے اسے سنجیدگی سے جواب دیتے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کے چیک کیا تھا، اسکی طرف سے کوئی فون یا میسج نہیں آیا تھا۔

مجھے پہلے بتا دیا ہوتا تو ابھی تک منہ لٹکا کے نہ گھوم رہا ہوتا! میری ایک سفارش کی مار ہے تیرا نکاح!!۔۔۔حاذق خان اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیر کے سر جھٹک کے بولتا بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔

اس معاملے میں تیری سفارش بھی کام نہیں آسکتی!! پورے دو سال سے ڈیڈ کو منا رہا ہوں۔۔وہ کہتے ہیں محبت اور عشق کا حقیقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے! ۔۔۔مجھے مشورہ دیتے ہیں محبت سے پیچھے ہٹ جاؤ!۔۔۔میں جب جواباً کہہ دوں کہ مر جاؤں گا تو بولتے ہیں آج تک محبت کے منہ موڑنے سے کوئی نہیں مرا!! ان کی ایموشنل بلیک میلنگ کی وجہ سے تین دنوں سے اپنی محبت سے منہ موڑا ہے! انہیں کیسے بتاؤں میرا دل مر رہا ہے!! تین دن سے اسکی کال پہ آواز نہیں سنی تو تم لوگ یقین کروگے اسکے علاوہ ہر آواز کانوں کو جیسے چبھ رہی ہے!! ۔۔محبت کے منہ موڑنے سے شاید ظاہری طور پہ نہ مروں لیکن دل مر گیا تو سمجھو بندہ بھی گیا۔۔پتا نہیں یہ ظالم سماج اس بات کو کب سمجھے گا!! آہہ۔۔۔۔۔۔شہسوار شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہنستا ہوا اپنا درد چھپا رہا تھا، اس کے اس تفصیلی جواب میں رقم اذیت کو محسوس کرتے ان سب کو اس پہ رحم آیا تھا، وہ سب بھی تو محبت کی ایسی آزمائشوں سے گزر چکے تھے، وہ سب جانتے تھے محبت کا منہ موڑنا مرنے سے بھی بدتر تکلیف دیتا ہے۔

تہجد میں مانگ کے دیکھ! نہ ملی پھر کہنا!!۔۔۔۔سب سے پہلا جواب احان شاہ کی طرف سے آیا تھا۔۔

دعاؤں کا زور اور اللہ پہ توکل بڑھا لے!!۔۔۔زوریز شاہ نے اسے بھی وہی مشورہ دیا تھا جو احان شاہ کو اسکے مشکل وقت میں دیا تھا۔

محبت سے منہ موڑنا ایک بے وقوفی ہے! اللہ کی طرف رجوع کر کے اپنی محبت کی طرف پھر سے منہ موڑ لے! لاحاصل کو حاصل کرتے ہوئے مشقت تو کرنی پڑتی ہے؟ ضروری تو نہیں ہے کسی کے کہنے پہ ہار مان لو؟ وہ "کسی" چاہے آپ کے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں! میں یہ نہیں کہتا والدین کی نافرمانی کر کے محبت پا لو! لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں

آخر تک ہمت مت ہارو! محبت مت کرو یا محبت سے رخ مت موڑو! جس محبت سے رخ موڑا ہے اس کی تکلیف اس وقت تجھ سے دگنی ہو گی!! کیا اپنی محبت کو تکلیف میں دیکھنا آسان کام ہے؟ کیا اسے تکلیف میں دیکھ سکتا ہے؟۔۔۔ کاظم شاہ نے اسے سنجیدگی سے تفصیلی جواب دیتے اپنا پوائینٹ آف ویو شئیر کیا تھا۔ اسکے آخری سوالات پہ شہسوار شاہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

میرا تجربہ کہتا ہے! محبت نہ مل رہی ہو تو رات کے بارہ بجے کے بعد معصوم بن جاؤ۔۔۔ تو محبت تمہاری! لیکن اس کے لئے شکل پہ معصومیت ہونا ضروری ہے جسٹ لائک می!!۔۔۔۔۔۔ حاذق خان نے ہلکا پھلکا سا جواب دیتے ماحول کی کشیدگی کو کم کیا تھا۔ اسکے تجربے پہ سب نے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا جو آئینے کے سامنے کھڑا اپنے معصوم چہرے کی بلائیں لے رہا تھا۔۔ اسکا یہ انداز کافی کیوٹ تھا۔۔

ہاہاہا۔۔ اور میرا ماننا ہے لڑکی راضی تو کیا کرے گا قاضی؟ فل پرائیویسی کے ساتھ ظالم سماج کو انوائیٹ کئے بغیر لڑکی سے نکاح کرو۔۔ اور عیش کرو۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نے انگڑائی لیتے ہوئے شہسوار شاہ کو آنکھ رنک کرتے ہوئے مفید مشورے سے نوازہ تھا جس پہ اس نے اس پہ لعنت بھیجی تھی جبکہ باقی سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

آج اس واقعے کو تین دن ہوئے چلے تھے، لیکن اس نے اس دن کے بعد سے اپنا منہ نہیں دیکھایا تھا، اسکے گھر کی دہلیز پہ قدم رکھنا تو دور اسے ایک فون یا میسج تک نہیں کیا تھا، ہمیشہ پٹر پٹر بولنے والی آئرہ شاہ ان دنوں مکمل خاموش تھی، شبنم بیگم اسکی خاموشی پہ کافی پریشان سی تھیں، انہوں نے اس سے کئی دفعہ شہسوار شاہ کے فون کے متعلق پوچھا تھا لیکن آئرہ کے پاس انہیں دینے کو کوئی جواب نہیں تھا۔ آئرہ شاہ نے ایک نظر اپنے فون پہ گھمائی تھی، اسکی طرف سے کوئی فون یا میسج نہیں آیا تھا۔۔ آنا بھی کیوں تھا؟ آج تو اسکی مہندی تھی۔۔ اسے اپنی مہندی کی خوشی میں وہ یاد کیوں آئی ہو گی؟ وہ پاگلوں کی طرح پچھلے تین دنوں سے اپنے دماغ سے ہی تانے بانے بناتی الٹا سیدھا سوچتی جا رہی تھی۔۔ وہ روتے ہوئے ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب اس کا فون رنگ ہوا تھا۔ فون پہ شہسوار شاہ کی کال دیکھتے وہ پہلے تو چونکی لیکن پھر اگلے ہی پل استہزایا مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے کال کاٹ گئی۔ کال کاٹنے کے بعد پھر سے اسکا فون رنگ ہوا

تھا۔۔اس نے شہسوار شاہ کی دس دفعہ کال کاٹی تھی اور شہسوار نے دس دفعہ پھر سے ملائی تھی۔اسکی ڈھیاٹی پہ وہ اپنے آنسور گڑ کے صاف کرتی کال پیس کر کے کان کو لگا گئی۔۔

کیوں فون کیا ہے ؟۔۔۔۔ شہسوار کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ مضبوط لہجے میں سوال کرنے لگی۔

تمہاری آواز سننے کے لئے۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کا لہجہ آج بیزار یا غصیلا نہیں بلکہ جذبات سے لبریز تھا۔اس وقت حاذق خان کی مہندی چل رہی تھی، پیچھے سے تیز میوزک کی آواز آئرہ شاہ آسانی سے سن سکتی تھی، جس پہ دل ایک دفعہ پھر خون کے آنسو رونے لگا۔۔

آپ میں کچھ شرم باقی ہے ؟ یا جو تھوڑی بہت تھی وہ بھی بیچ کھائی ہے ؟؟۔۔۔ آئرہ شاہ اسکے جواب پہ غصے سے دھاڑی تھی۔اسکی اس قدر بد تمیزی پہ دوسری طرف موجود شہسوار شاہ چونکا تھا۔وہ اسکی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔وہ آج پہلی دفعہ اس کے ساتھ اتنی بد تمیز ہوئی تھی۔

یہ کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم مجھ سے !!۔۔۔وہ ایک دم سے بھڑکا تھا۔

وہی جو آپ جیسے مرد ڈیزرو کرتے ہیں! آپ کو یہ ڈبل گیم کھولتے ہوئے تھوڑی سی بھی شرم نہیں آئی تھی ؟۔۔۔ وہ غصے سے اسے جواب دیتی آخر میں بھیگی آواز میں سوال کرنے لگی۔

کیا فضول بولتی جا رہی ہو ؟ پی رکھی ہے کیا؟؟۔۔۔۔۔۔وہ غصے سے بولا تھا۔وہ بنا سر پیر کے یوں بات کرتی اسے غصہ ہی تو دلا گئی تھی۔

نہیں !شاید پہلے پی رکھی تھی! ابھی ہی تو اصل ہوش میں آئی ہوں میں! ! ابھی ہی تو آپ کی اصلیت میرے سامنے آئی ہے! مجھے نہیں پتا تھا میری محبت کی توہین آپ اتنی بری طرح سے کریں گے !!۔۔۔۔ آئرہ شاہ مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ چلائی تھی۔۔ شہسوار شاہ اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسے مزید سننا چاہ رہا تھا کیونکہ ابھی تک اس کے پلے کچھ نہیں پڑا تھا۔

جب یہی سب کرنا تھا تو اس روز میرے قریب کیوں آئے تھے ؟ کیوں مجھے اپنے لمس سے روشناس کروایا تھا۔۔ آئرہ شاہ روتے ہوئے دھاڑی تھی۔

ایسا کون سا گناہ کر دیا ہے میں نے ؟؟ کیا تمہارے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے چھوا تھا جنہیں سرخ لپ اسٹک سے رنگ کے تم اس غلیظ آدمی کے سامنے بیٹھی تھی؟ یا تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تھی؟ مجھے میرا قصور بتاؤ آئرہ شاہ!! تمہاری اس ساری بکواس کا کیا مطلب ہے ؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اپنی پوری قوت سے غصے سے دھاڑا۔۔ کچھ پل کے لئے آئرہ شاہ کی زبان گنگ ہوئی تھی۔۔

جب میں آپ کے قابل نہیں تھی! آپ کو کسی اور سے نکاح اور شادی رچانی تھی تو پھر مجھے اپنے ہاتھ سے چھونے کی غلطی بھی کیوں کی؟ کیوں میرے محرم کے حق میں ملاوٹ کا باعث بنے؟ کیوں میرے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے بھی چھونے کی جرآت کی؟ کل کو میری شادی جس کے ساتھ ہو گی اگر اسے یہ سب معلوم ہو گیا! کیا وہ مجھ سے بد گمان نہیں ہو گا؟؟۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

تم سے کس نے کہا تمہارے علاوہ کسی سے شادی رچانے کی غلطی کروں گا؟ اور جہاں تک رہی تمہارے محرم کے حق میں ملاوٹ کی بات تو مجھے تمہاری یہ بات پسند آئی ہے! میری ہونے والی بیوی کو خود کی اور اپنے جسم کی حفاظت یونہی کرنی چاہئے کہ وہ اتنے سے نامحرم لمس پہ بھڑک اٹھے، اس وقت میں خود پہ کنٹرول نہیں کر پایا اسی لئے میرے ہاتھ نے تمہیں چھونے کا گناہ کر ڈالا جو میں مانتا ہوں اور تم کہو تو ٹھیک سے سوری بھی کہہ دوں گا! لیکن جہاں تک رہی تمہاری شادی کی بات تو مجھے تمہیں مزید کتنی دفعہ بتانا پڑے گا آئرہ شاہ کہ تم سے نکاح تو جو میں کروں گا تمہاری روح میں ملاوٹ کا باعث بھی صرف سید شہسوار شاہ بنے گا!! کیوں اول فول سوچتی جا رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے جواباً بھڑکنے کی بجائے اسے گھمبیر آواز میں پھر سے تفصیلی جواب دیا تھا۔

آپ کو کیا لگتا ہے؟ میں باقی لڑکیوں کی طرح آپ کی ان بے باک باتوں سے ایمپریس ہوں گی؟ مسٹر سید شہسوار شاہ آپ کی یہ ڈبل گیم آج ختم ہو چکی ہے! مجھے اپنی محبت کو دفن کرنا منظور ہے لیکن وہ شخص منظور نہیں ہے جو ہر کسی کی روح میں ملاوٹ کا باعث۔۔۔ آئرہ شاہ کا جملہ شہسوار شاہ نے مکمل نہیں ہونے دیا تھا۔

شٹ اپ آئرہ شاہ!! جسٹ شٹ یور ماؤتھ!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ حلق کے بل دھاڑتا ہوا اپنا ہاتھ زور سے دیوار پہ مار گیا۔۔ آئرہ شاہ کی بات پہ شہسوار شاہ کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے بدن پہ چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔۔ آئرہ شاہ اسکی دھاڑ پہ تھوک نگلتے ہوئے اپنی زبان کو بریک لگائی۔

بتاؤ مجھے کس کی روح میں ملاوٹ کا باعث بنا ہوں میں ؟؟ کیا مجھے ریڈ لائٹ ایریا میں جاتے ہوئے دیکھ لیا ہے ؟ کیا مجھے طوائفوں کے ساتھ زبردستی کرتے دیکھا ہے ؟؟ بکواس مکمل کرو! خاموش کیوں ہو اب ؟؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ پاگل ہوتے ہوئے اپنی پوری قوت سے چیخ رہا تھا، صد شکر تھا میوزک کی آواز کافی تیز تھی اسی لئے کوئی بھی اسکی دھاڑیں سن نہ پایا۔ حاذق خان پہ پیسوں کی برسات کرتے شاہ برادر زنے دور سے شہسوار شاہ کو نوٹ ضرور کیا تھا جو اس وقت غصے میں پاگل ہوتا اپنے پیروں کے پاس پڑی کرسیاں زمین بوس کر رہا تھا۔

یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ آپ کل کس کی روح میں ملاوٹ کا باعث بنیں گے !!۔۔۔۔۔۔ وہ پھر سے لہجے کو مضبوط بناتی استہزایا انداز میں بولی۔۔

تم مجھے اس وقت اپنی فضول باتوں سے پاگل کر رہی ہو آئرہ شاہ! رات کے ساڑھے گیارہ ہو رہے ہیں، اگر اس وقت میں تمہارے پاس آیا بارہ بج جائیں گے ! کیوں چاہتی ہو میں اپنے ساتھ ایک عدد مولوی اور دو چار گواہوں کو بھی لے کے آؤں اور کل کسی اور کی روح میں اترنے کی بجائے آج رات ہی تمہاری روح میں ملاوٹ کر کے تمہارے ہوش ٹھکانے لگاؤں ؟ لیکن پھر تمہاری چیخوں کی گارنٹی میں نہیں دیتا کیونکہ اپنے الفاظ سے جس قدر غصہ تم نے مجھے دلایا ہے کوئی بعید نہیں ہے تم اس سارے پروسیس کے دوران اپنے ہوش گنوا بیٹھو! تمہارے بے رحم الفاظ میرے اندر اس قدر آگ بھڑکا چکے ہیں، خدا کی قسم میرا دل چاہ رہا ہے ابھی اور اسی وقت تمہیں اپنی بے رحمی کا ثبوت دوں !!۔۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کی شدید غصے میں کہی گئی اس قدر بے باک باتوں پہ آئرہ شاہ کے فون پہ موجود ہاتھ کانپے تھے، چہرہ نجانے کس احساس سے لال سرخ ہوا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ الگ اور دل الگ ہی لے پہ دھڑک رہا تھا۔۔

کسی اور کے نکاح میں ہوتے ہوئے ایک نامحرم کے ساتھ اتنی بے شرم باتیں کرنا آپ کو زیب نہیں دیتا!!۔۔۔۔۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے اپنا آخری جملہ کہتی کال کاٹ کے فون سوئچ آف کر گئی۔ آنکھوں سے پھسلتے آنسو رگڑ کے صاف کئے تھے۔۔

"کسی اور کے نکاح میں ہوتے ہوئے"۔۔۔۔۔اس کے ان الفاظ پہ شہسوار شاہ کا دل چاہا پورے لان کا نقشہ بگاڑ دے ۔۔اس بیوقوف کے دماغ میں کیا چل رہا تھا؟ شہسوار شاہ نے اسے کئی دفعہ پھر سے کال ملائی تھی لیکن نمبر بند جا رہا تھا۔۔

"نکاح بھی تم سے کروں گا! بے شرم باتیں بھی تم سے کروں گا اور جہاں تک رہی ملاوٹ کی بات تو وہ بھی صرف تمہاری روح میں کروں گا آئرہ شاہ! روک کے دیکھانا!"۔۔۔ شہسوار شاہ نے تیزی سے یہ میسج لکھتے ہوئے آئرہ شاہ کو سینڈ کیا تھا یا یوں کہہ لیا جائے کہ اسے چیلنج کر کے غصے کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی تو بھی غلط نہیں ہو گا۔

یار لالا کو کال کرو! وہ تمہارے ساتھ بیٹھے گے تو ہم تمہیں مہندی لگائیں گے ورنہ نہیں!!۔۔۔میرال شاہ کی دوست عائشہ نے منہ بنا کے بولتے صاف اعلان کیا تھا۔

ہاں اور یاد ہے نا تو نے ڈانس پرفامینس کا بھی وعدہ کیا تھا؟ لالا تیرے ساتھ ڈانس بھی کریں گے! یہ سب فائنل تھا اسی لئے شاباش جلدی سے اپنے سر تاج کو فون ملا۔۔۔ کبری ہاتھ کی چٹکی بجاتے ہوئے میرال کو حکم دے رہی تھی۔

وہ کر ہی نہ لے ڈانس!۔۔۔میرال شاہ ہنستے ہوئے سر جھٹک گئی۔

یار اسے فون تو ملا!۔۔۔میرال کی اب تمام دوستیں اس سے التجاء کر رہی تھیں! نارنجی لہنگے چولی میں ملبوس ایزل اور گلالئی اپنے بچوں کو سنبھالنے میں مصروف تھیں، شاکنگ پنک لہنگے میں ملبوس مرحا شاہ بلوٹوتھ پہ کوئی اچھا سا سانگ سیٹ کر رہی تھی جبکہ لائٹ پرپل لہنگے میں ملبوس ذائشہ خان اپنی ہونے والی بھابھی کے کندھے پہ سر ٹکائے مسکرا کے سب کو دیکھ رہی تھی، میرال شاہ اب ساری زندگی کے لئے ان کے ساتھ رہنے والی تھی، ذائشہ خان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی؟ وہ پاگل اس ایکسائیٹمنٹ میں یہ بھول چکی تھی کہ اس کی یونی کشمیر میں نہیں اسلامباد میں ہے! اسے پڑھائی کے لئے کشمیر کی بجائے اسلامباد میں زیادہ وقت گزارنا تھا۔

اچھا منہ بند کرو سب!۔۔۔میرال شاہ ان سب کی بات مانتی اپنی گود سے فون اٹھا کے نقلی میجر کا نمبر ملا گیا۔کال پہلی بیل پہ اٹھائی گئی تھی۔

آ گئی یاد اپنے میجر کی؟۔۔۔دوسری طرف سے چھوٹتے ہی شکوہ کیا گیا تھا، ذائشہ خان جو پہلے ہی میرال کے کندھے کے ساتھ سر ٹکائے ہوئے تھی اب اسکے فون کے ساتھ کان لگا کے اپنے لالا کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگی۔

سب دوستیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں! یہاں تشریف لاؤ گے یا وقت سے حویلی واپس چلی جاؤں؟۔۔۔۔میرال شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا یا اسے دھمکی لگائی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی، مرحاشاہ نے ہنسی دباتے میرال شاہ کی بائیں سائیڈ سنبھالی تھی۔

دوستوں کا بہانہ چھوڑو اپنا بتاؤ! میڈیم ہماری رومانٹک ملاقات کے لئے بے تاب ہو رہی ہیں!۔۔۔حازق خان کونسا کم تھا؟ اس نے کہاں اس کی دھمکی کو سیریس لیا تھا، اسکے ساتھ کان لگا کے بیٹھی ذائشہ خان اور مرحاشاہ نے حازق خان کی بات پہ میرال شاہ کو اشاروں سے چھیڑا تھا، جس پہ باقی سب دوستیں بھی دوسری طرف کی باتیں سننے کو بے تاب ہوئی تھیں!

سراسر خوش فہمی!۔۔۔، میرال شاہ ناک چڑھا کے بولی۔

مجھے ابھی یہاں ڈیڑھ گھنٹہ لگ جائے گا! دوستوں کے ساتھ ہوں! گیسٹس سے لان بڑھا پڑا ہے۔۔۔حازق خان نے یہاں وہاں دیکھتے ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا جس پہ ذائشہ خان اور مرحاشاہ نے منہ بنایا تھا۔

ٹھیک ہے تم رہو اپنے دوستوں کے ساتھ، مرحا تم ایسا کرو ارزم کو کال کر کے یہاں بلاؤ، ہم وقت سے حویلی کے لئے نکلتے ہیں!۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اسے جواب دینے کے ساتھ ساتھ سنجیدگی سے مرحاشاہ کو حکم دیتے فون بند کیا تھا، مرحاشاہ جو اسکے اتنی جلدی سیریس ہونے پہ واقعی ہی ارزم شاہ کو فون ملانے والی تھی، میرال شاہ ہنس کے نفی میں سر ہلاتی اسکے ہاتھ سے فون پکڑ گئی۔

کہہ رہا تھا دوستوں کے ساتھ ہوں ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا! سب ٹائم نوٹ کرو! اگر اگلے پانچ منٹ سے پہلے یہاں موجود نہ ہوا تو میرال شاہ اور میجر خان کی رخصتی کا فینشکن کینسل!!۔۔۔میرال شاہ اپنے سر پہ بھاری دوپٹا ٹھیک کرتی ایک ادا سے بولتے ہوئے سب کو قہقہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔۔میرال شاہ کے مطابق ایسا ہی ہوا تھا وہ اگلے تین منٹ میں خان مینشن کے لاؤنج میں آتا دیکھائی دیا تھا۔ میرال شاہ اسے ستانے کے لئے خود پہ پہلے ہی گھونگھٹ لے چکی تھی تاکہ وہ اسکا روپ دیکھنے کے لئے تڑپے۔۔

رشک کریں میرے لالا کی محبت پہ!! ۔۔۔۔ذائشہ خان اسکے کان میں مسکرا کے بولتی حازق خان کی طرف بڑھی تھی، وہی پہ گلالئ بھی یاور کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتی حازق خان کے قریب آتی اسکے سینے سے لگی تھی۔ حازق خان اپنی دونوں بہنوں کے ماتھے پہ لب رکھتا گل کے بازوؤں سے یاور کو تھام گیا۔ وہ دونوں اب پشتو میں اپنے لالا کی تعریف کر رہی تھیں جو وائٹ کرتا شلوار میں ملبوس ویسکوٹ میرال شاہ کے لہنگے سے میچ کئے ہوئے تھا، میرال شاہ کا لہنگا ڈارک گرین تھا۔۔ان دونوں کا کپل ڈیزائنر ڈریس تھا جو میرال نے خود سے ڈیزائن کروایا تھا۔ گرین نفیس سی ویسکوٹ حازق خان کی سرخ و سفید رنگت پہ کافی جچ رہی تھی۔

اچھا اب بس خود مل لیائے تو لالا سے ہمارا ابھی تعارف کروادو!۔۔۔ان دونوں بہنوں کو اپنے لالا سے چمٹے دیکھ کے میرال کی باقی کی دوستیں منہ پھولا کے بولیں جس پہ وہ ہنستی ہوئی سب کا تعارف کروانے لگیں، حازق خان سب کے سروں پہ ہاتھ رکھتا مسکرا کے ان کی باتیں سنتا گھونگھٹ سے چہرے چھپائے میرال شاہ کے ساتھ جھولے پہ بیٹھا تھا۔

حازق خان کو سلام کرنے کے بعد ایزل شاہ روہانسی ہوتی ضدی ازمیر کو سنبھالنے میں ناکام زہرہ مام سے اپنا فون پکڑ کے کاظم شاہ کو ملا رہی تھی تاکہ وہ یہاں آکے اپنے بیٹے کو لے جائے جسے کل رات سے مردوں کی محفل کا چسکا لگ گیا تھا۔۔یاور کے حالات بھی اس سے کم نہ تھے جبکہ یسریٰ کو ابھی کچھ دیر پہلے زوریز شاہ اپنے ساتھ لے کے گیا تھا۔

سلام میرو جان!۔۔۔حازق خان نے ہمیشہ کی طرح اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں سلام کیا تھا۔

وعلیکم السلام! مل گئ فرصت؟۔۔۔وہ گھونگھٹ کے نیچے سے خفگی سے بولی۔

فرصت تو مل گئ ہے اگر تھوڑی سی پرائویسی بھی مل جاتی تو تمہاری زبان اس وقت تمہارے منہ کی بجائے میرے ہونٹوں میں دبی ہوتی!۔۔۔حازق خان بے باک ہوا تھا، باقی سب لڑکیاں ڈیسائیڈ کر رہی تھیں سب سے پہلے مہندی کون لگائے گا!

اس پرائیویسی کو تم کل تک ترسو گے!۔۔۔وہ سرخ پڑتی اسے تنگ کرنے لگی، حازق خان نے اس کے جواب پہ آئیبرو اچکاتے اسکے گھونگھٹ سے اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹھیک سے دیکھ نہ پایا۔۔

لگاتی ہو شرط؟۔۔۔وہ چیلنجنگ انداز میں بولا۔ بیک گراؤنڈ میوزک ہنوز جاری تھا۔ حازق خان کے چیلنجنگ انداز پہ تضاد اس کا ہاتھ اپنی کمر پہ محسوس کرتی میرال شاہ نے ہونٹوں پہ زبان پھیری تھی، ان دونوں میں سے ابھی کوئی کچھ

بولتا جب شاہ بی بی مہندی کی رسم کرنے کے لئے ان کی طرف بڑھ گئی۔ ان کی آمد پہ حازق خان میر ال شاہ کی کمر بے باکی سے اپنے ہاتھ میں دبوچنے کے بعد نرمی سے چھوڑ گیا۔ شاہ بی بی انہیں ہمیشہ خوش رہنے کی دعائیں دیتی ان کے ماتھے چوم کے رسم کر رہی تھیں! حازق خان مسکرایا، اس کا دل ان سب کی طرف سے صاف ہو چکا تھا، شاہ بی بی کے بعد ذہرہ مام اور زہرہ مام کے بعد تمام لڑکیاں چہکتی ہوئی رسم کرنے لگیں۔۔

کہیں میک اپ اوور تو نہیں کر لیا جسے چھپانے کے لئے گھونگھٹ لئے بیٹھی ہو؟۔۔۔ حازق خان جس کا دل اسے دیکھنے کے لئے بری طرح سے مچل رہا تھا، جان بوجھ کے اسکے گھونگھٹ پہ چوٹ کرنے لگا۔۔

یہ ایک رسم ہے ایڈیٹ!! ۔۔۔ میر ال شاہ تپ کے اپنے چہرے سے گھونگھٹ پلٹتی اسے جواب دے رہی تھی جس پہ حازق خان جہاں اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھ کے سٹل ہوا تھا وہی پہ باقی سب لڑکیوں نے ہوٹنگ کی تھی، انہیں ہوٹنگ کرتے دیکھ کے میر ال شاہ کو اپنی جلد بازی پہ غصہ آیا تھا، وہ پھر سے گھونگھٹ گرانے لگی جب وہ اسکی کلائی تھام گیا، اسکے کلائی تھامنے پہ سب نے پہلے سے زیادہ ہوٹنگ کی تھی۔۔ حازق خان چاہ کے بھی اسکے روپ سے نگاہیں نہ ہٹا پایا۔۔ وہ ڈارک گرین اور گولڈن کلر کے امتزاج کے لہنگے چولی میں ملبوس سر پہ اچھے سے دوپٹا سیٹ کئے نیوڈ سے میک اپ میں اس کا دل لوٹ گئی تھی، لائٹ سی جیولری کے ساتھ ماتھے پہ ماتھا پٹی پہننا وہ نہیں بھولی تھی۔ اس پہ ٹوٹ کے روپ آیا تھا، جتنی تعریف کی جائے کم تھی۔۔

"زمہ داستر گوتورہ" ۔۔۔ حازق خان محبت سے لبریز آواز میں سرگوشی نما لہجے میں اپنے چھوٹے سے جملے سے اسے معتبر کرتا بمشکل اس پر سے نگاہیں ہٹا گیا۔

ترجمہ بھی بتاؤ!؟ یہ تم نے مجھے پچھلے مہینے بھی بولا تھا!۔۔ میر ال شاہ کی ترجمہ پوچھنے والی عادت نہیں گئی تھی۔

کل بتاؤں گا!۔۔۔ حازق خان نے نامحسوس انداز میں اسے جواب دیتے باقی سب کی طرف توجہ دی تھی، سب لڑکیاں دلچسپی سے انہی کی طرف دیکھ رہی تھیں!

اب تمہیں پشتو آتی ہے تو اس میں زیادہ فری ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ میری دونوں نندیں کب کام آئیں گی!۔۔۔ میر ال شاہ اترا کے بولتی حازق کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر گل اور زائشہ کو آواز لگاتی اپنی طرف متوجہ کر گئی۔

جی بھابھی۔۔۔ ان دونوں نے ایک ساتھ اسکی پکار کا جواب دیا تھا۔

تمہارے لالا نے ابھی مجھے دیکھ کے بولا! "زمہ داستر گوتورہ"۔۔سچ سچ بتاؤ کہیں یہ میری بد تعریفیاں تو نہیں کر رہا؟۔۔۔میرال شاہ شکی انداز میں بولی تھی، حازق خان کا دل کیا وہ یا تو اپنا سر پیٹ لے یا اپنی بیوی کا جو ہر بات کا ڈھنڈوڑا پیٹتی تھی۔باقی سب بھی اب تجسس سے گل اور ذائشہ کے جواب کا انتظار کرنے لگیں۔۔

ہاہاہاہا۔۔"زمہ داستر گوتورہ" کا مطلب میری آنکھوں کا نور!۔۔گل اور ذائشہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے ہنستے ہوئے یک زبانی سے بولیں جس پہ میرال شاہ نے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتے مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

اوہو و! لالا رومانٹک ہیں!۔۔۔میرال شاہ کی کسی ایک دوست نے ہانک لگائی تھی جس پہ باقی سب نے ہوٹنگ کرتے ماحول زعفران بنایا تھا، حازق خان نے شکر کیا تھا اس نے پشتو میں کوئی بے باک بات نہیں کہہ ڈالی تھی کیونکہ اسکی بیوی تو سرعام دھوتی کھولنے والے کام کرتی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 131 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔علیشے خان

میرال شاہ کے ساتھ بیٹھ کے مہندی کی رسم کروانے کے بعد اسکی سب دوستوں کی کپل ڈانس کی فرمائش پہ حاذق خان نے صرف اسے سب کے سامنے گھما کے اپنے کندھے کے ساتھ لگایا تھا، اس سے زیادہ وہ ان سب کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا تھا خیر وہ سب دوستیں اتنے میں ہی خوش ہو گئی تھیں، میرال شاہ اور حازق خان کے چہرے کی مسکراہٹ آج دیکھنے والی تھی، سب ماشاءاللہ بول کے ان کی نظر اتار رہے تھے۔

لالا ابھی نہیں جانا! ابھی مجھے آپ دونوں کے مزید دو تین کیوٹ مومنٹ ریکارڈ کرنے ہیں! وہاں پہ بیٹھیں!۔۔۔۔حازق خان کو یہاں سے جانے کی تیاری پکڑتے دیکھ کے مرحا شاہ تیزی سے بولی جس پہ وہ مسکرا کے سر کو خم دیتا پھر سے میرال کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔وہ دونوں آج نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہے تھے۔۔

لالا سامنے سے مہندی پکڑیں! اور میرال آپی کی ہتھیلیوں پہ لگائیں! مجھے آپ دونوں کی ویڈیو ایڈٹ کرنی ہے!۔۔۔مرحا شاہ ایکسائیڈ انداز میں حازق خان کو مشورہ دے رہی تھی جس پہ حازق خان کی نظر میرال شاہ کے گجرے اور

چوڑیوں سے بھرے ہاتھوں کی طرف اٹھی تھیں، اسکے دونوں ہاتھوں پہ مہندی پہلی سے لگی ہوئی تھی، اور مہندی کا رنگ بھی اچھا خاصا گہرا آیا تھا۔

لیکن اس کے ہاتھوں پہ مہندی تو پہلے سے لگی ہے!۔۔۔ حازق خان محبت سے اسکی بائیں کلائی پکڑتا کنفیوز ہوتے ہوئے مرحا کو جواب دے رہا تھا۔ میرال شاہ اس دوران خاموشی سے مسکرائے جا رہی تھی۔ اسے یہ پل اپنی زندگی کے خوبصورت ترین لگ رہے تھے۔۔

لالا ہتھیلیوں پہ لگائیں نا!!۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان نے چہکتے ہوئے اسے مشورہ دیا جس پہ حازق خان سر کو خم دیتا میرال شاہ کی سرخ و سفید ہتھیلیاں اپنے سامنے کر گیا۔۔ میرال شاہ اس دوران اپنی آنکھوں میں محبت لئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جس نے نرمی سے اسکی ہتھیلیاں اپنے انگوٹھے سے سہلائی تھی۔

چھوڑیں بھابھی! مجھے مہندی لگانی نہیں آتی! ایسے ہی اسکی ہتھیلیاں خراب ہو جائیں گی! پہلے بتا دیا ہوتا تو میں تھوڑی بہت پریکٹس ہی کر لیتا! ۔۔۔۔ حازق خان اپنی مسکراہٹ دبا کے مرحا شاہ کو جواب دیتا اب میرال شاہ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جو پہلے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

لالا کوشش تو کریں نا! اور درمیان میں اپنا نام بھی لکھیں!۔۔۔ اب کی بار گلالئی نے منہ پھولاتے ہوئے فرمائش کی تھی۔ حازق خان تاصف سے نفی میں سر ہلاتا ٹیبل سے مہندی پکڑ کے اسکی پن اتارتا میرال شاہ کی ہتھیلی مضبوطی سے تھام گیا۔۔ سب پیار سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ حازق خان اب مصروف انداز میں تھوڑی سی مہندی ٹشو پہ نکالنے کے بعد اسکی ہتھیلی کے درمیان میں مہندی کی نوک رکھ گیا۔۔

یار میجر مہندی تو ٹھیک سے پکڑو! اس طرح سے تو نرسری کا بچہ پنسل بھی نہیں پکڑتا! ۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ اپنی ہنسی دباتی سرگوشی نما آواز میں اسے ہدایت دینے لگی۔

"تاچپ شہ "(تم خاموش ہو جاؤ)!!!۔۔۔۔۔ حازق خان نے اسکی ہدایت پہ سر اٹھاتے ہوئے اسے مصنوعی گھوری سے نوازتے خاموش کروایا تھا جس پہ وہ سر کو خم دیتی پھر سے مسکراہٹ روکنے لگی، اس لفظ کا مطلب وہ آسانی سے سمجھ چکی تھی کیونکہ اس طرح کے چند ایک چھوٹے چھوٹے الفاظ اس نے ذائشہ اور گل سے سیکھ رہے تھے۔۔ حازق خان نے کافی مشقت کے بعد اسکی ہتھیلی پہ گول سی ٹکی بنائی تھی۔۔

ٹھیک بنی ہے ؟۔۔۔۔حازق خان نے گہری سانس بھرتے اپنی تمام سالیوں کے ریووز لینے چاہے تھے جس پہ سب نے ہوٹنگ کرتے اسے داد پیش کی تھی۔

لالا اس میں اپنا اور آپی کا نام بھی لکھیں نا!۔۔۔۔از میر شاہ کو سنبھالتی ایزل شاہ چہک کے بولی جس پہ حازق خان نے پھر سے اپنا دھیان میر ال شاہ کی ہتھیلی کی طرف کیا تھا۔۔

کیا بولتی ہو لکھ دوں پھر "میک اپ کی دکان"۔۔۔۔۔حازق خان اسے چھیڑنے کی غرض سے سرگوشی نما آواز میں بولتا نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا گیا۔۔

لکھ کے دیکھاؤ!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ دبی دبی آواز میں دانت پیس کے بولی۔

لو لکھ دیا۔۔۔۔۔حازق خان نے اپنا کام پورا کرنے کے بعد اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے اسے جواب دیا تھا۔

میر ال شاہ نے جب خفگی سے نگاہیں اپنی ہتھیلی پہ مرکوز کی تو گال خود بخود سرخ ہوئے تھے، ہونٹوں پہ خوبصورت سی مسکان نے گھیرا کیا تھا۔

ہمیں بھی دیکھاؤ! اکیلے اکیلے کیوں مسکرایا جا رہا ہے ؟۔۔۔۔۔میر ال شاہ کی مسکراہٹ پہ نوال زو معنی انداز میں گویا ہوئی۔ ابھی میر ال شاہ انہیں اپنی ہتھیلی دیکھاتی جب حازق خان اسکی کلائی کے گلے کھنکھارتے پہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔

بس بھابھی جی؟ یا اور بھی کچھ ریکارڈ کرنا ہے آپ نے ؟۔۔۔۔حازق خان نے ویڈیو بناتی ہوئی مرحا شاہ سے اجازت چاہی تھی۔ وہ اسے شروع سے بھابھی بولتا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔ پوری رسم ریکارڈ کرنی ہے لالا۔۔ اپٹن کون لگائے گا ؟۔۔۔مرحا شاہ ہنستے ہوئے اسے مزید مشکل میں ڈال رہی تھی، حازق خان نچلے لب پہ دانتوں کا زور بڑھاتا میر ال شاہ کی طرف دیکھنے لگا جو اپنی ماتھا پٹی ٹھیک کرنے میں مصروف تھی۔

اتنا مشکل کام بھی نہیں ہے لالا!!۔۔۔۔۔اسے کنفیوز ہوتے دیکھ کے میر ال کی ایک دوست اقصیٰ شرارت سے بولی۔

حازق خان نے ٹیبل پہ پڑے اپٹن کے باؤل میں اپنی تین انگلیاں ڈبونے کے بعد میر ال شاہ کے گالوں پہ چھاپے اپنی

سالی کی یہ خواہش بھی پوری کر ڈالی تھی۔ میر ال شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے جبکہ باقی سب لڑکیوں نے ہلا مچاتے ماحول کو مزید زعفران کیا تھا۔ اپٹن لگاتے ہوئے دونوں کی نگاہیں ملی تھی۔

چل تو بھی لالا کو اپٹن لگا! اتنی شریف بننے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔عائشہ نے لگے ہاتھ میر ال کو بھی ساتھ ہی پھنسایا تھا، جس پہ سب نے عائشہ کی بات پہ زور دیا۔

ابھی مت لگانا! مجھے دوستوں میں جانا ہے! تمہارا محبت سے لگایا گیا اپٹن اتارنے کو دل نہیں کرے گا اور دوستوں کو مجھے چھیڑنے کے لئے مزید ایک بہانہ مل جائے گا! خفیہ ملاقات کا انتظام کرو تب تک مردوں کی طرف جارہا ہوں اور خبردار جو تم مجھ سے پرائیویٹ ملاقات کئے بغیر شاہ حویلی روانہ ہوئی! جانتی ہو نا اگر آج ملاقات نہ ہوئی تو پھر پرسوں ہو گی اور پرسوں تک کا انتظار میں کسی صورت نہیں کر سکتا! ملاقات کے دوران چاہے مجھے منہ لگانا یا اپٹن، مائنڈ نہیں کروں گا!!۔۔۔۔میر ال کو اپنی دوستوں کی بات پہ عمل کرنے کی تیاری کرتے دیکھ کے وہ اسکی کلائی نرمی سے تھام کے اسکے کان میں تفصیلی جواب دینے کے ساتھ ساتھ ملاقات کی فرمائش کرتا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔۔

میری دلہن مجھے سب کے سامنے اپٹن لگاتے ہوئے شرما رہی ہے!!۔۔۔حازق خان سارا مدعا میر ال شاہ کے سر ڈالتا گلالئی کے بازوؤں سے یاور کو تھام کے اپنے سینے سے لگا گیا۔ حازق خان کو بات پلٹتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اسکی چوڑی پشت کو گھورتے ہوئے کندھے آچکا کے اپنی دوستوں کی طرف دیکھا۔۔

لیکن لالا ابھی تو آپ آئے تھے! تھوڑی دیر اور بیٹھیں نا ہماری بھابھی کے ساتھ!!۔۔۔ذائشہ خان منہ لٹکاتی فرمائشی انداز میں بولی۔

گڑیا یہ دیکھو مجھے کب سے کالز آرہی ہیں! اگر ابھی بھی وہاں نہ گیا تو تمہاری بھابھی کے چاروں بھائی خود یہاں تشریف لے آئیں گے!!۔۔۔حازق خان نے اپنی جیب سے فون نکالتے ذائشہ خان کے سامنے کیا تھا جس پہ "چھوٹے شاہ" کی کال آرہی تھی۔ ارزم شاہ کی کال دیکھتی وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔۔

لالا اسے بھی لے جائیں! کب سے شاہ جی کو فون کر رہی ہوں! اٹھا نہیں رہے!۔۔۔۔۔ایزل شاہ جھجک کے بولتی اپنے ضدی سے ازمیر کی طرف اشارہ کرنے لگی جس پہ حازق خان نرمی سے مسکرا کے سر کو خم دیتا اپنے دوسرے بازو میں ازمیر کو اٹھائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے احتیاطاً ازمیر اور یاور کو ایک دوسرے سے فاصلے پہ رکھا تھا تاکہ

دونوں کے ہاتھ قابو میں رہیں۔ حازق خان کے جانے کے بعد سب دوستیں میر ال شاہ کے ارد گرد جمع ہوتی اسکی ہتھیلی پہ حازق خان کی لگائی گئی مہندی دیکھتے اس پہ رشک کر رہی تھیں۔ گول ٹکی میں نفاست سے لکھا "میجر کی میرو جان" پڑھتے سب میر ال شاہ کو زو معنی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

لالا تیرے کان میں کیا بول رہے تھے؟۔۔۔۔ میر ال شاہ کی ایک دوست نے نیا شوشہ چھوڑتے میر ال سے سوال کیا۔

کچھ تو پرائیویسی رہنے دے سالی! سب بتادوں؟۔۔۔ میر ال شاہ دانت پیس کے بولتی ان سب کو قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گئی۔ دلہن بنے ہوئے بھی وہ اپنی دوستوں کو یہ واحد گالی دینے سے باز نہیں آئی تھی۔

ا۔ار۔ارزم۔۔۔ کوئی۔۔ آ۔۔جائے۔۔ گا!۔۔۔ اسے فرصت سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ذائشہ خان کچن کے دروازے کی طرف دیکھتی روہانسی ہوئی تھی۔ وہ اسے سلیب کے ساتھ لگائے اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا جا رہا تھا۔۔ وہ تو صرف میر ال کے کہنے پہ کچن سے پانی لینے آئی تھی جب اچانک سے کچن کے بیک سائیڈ ڈور سے ارزم شاہ نے نازل ہوتے اس کے ہوش اڑائے تھے۔ اصل میں آج بھی ان دونوں کی ملاقات کے پیچھے ذائشہ خان کا ہاتھ تھا، آج دوسری دفعہ چھوٹے شاہ کی فرمائش پہ میر ال نے ان کی کچن میں ملاقات کروائی تھی اور ان کی سکیم سے معصوم سی ذائشہ خان ناواقف تھی ورنہ کبھی بھی کچن میں قدم نہ رکھتی۔

کوئی آ گیا تو مجھے بتا دینا بے بی! میں اسی وقت تمہارے لپس لاک کر کر لوں گا تاکہ ہمیں ڈسٹرب کرنے والی ہستی الٹے پیر واپس مڑ جائے!!۔۔۔۔ اس کی ہمیشہ والی رٹ پہ ارزم شاہ گھمبیر آواز میں بے باکی سے گویا ہوتا ذائشہ خان کی شفاف گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ ذائشہ خان سٹپٹائی تھی۔۔

ا۔ار۔ارزم۔۔۔۔۔۔۔ اپنے سر اپے سے دوپٹا کھسک کے زمین پہ گرتے دیکھ کے ذائشہ خان نے اسکی آف وائٹ قمیض بازوؤں سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتے اسے بے ساختہ پکارا تھا جو اسکی حالت بگاڑنے کے چکروں میں تھا۔ ارزم شاہ نے اس کی پکار نظر انداز کرتے اسکی گردن کو اپنی انگلیوں سے سہلاتے یہاں نرمی سے اپنے ہونٹ ثبت کئے تھے۔

تم کشمیر نہیں جاؤ گی! کل میرال آپی کی مہندی کا فنکشن ہماری حویلی میں ہے، تمہارے بغیر میرا دل نہیں لگے گا! تم مجھے اپنے نگاہوں کے سامنے چاہئیے ہو!۔۔۔۔ارزم شاہ کے لہجے میں حکم، التجاء، اور محبت جیسا عنصر تھا۔وہ دیوانوں کی طرح اسکی گردن پہ بوسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔

ل۔لیکن۔۔اگر۔۔میں۔۔کشمیر۔۔نہیں۔۔جاؤں

۔۔۔گی۔۔تو۔۔اپنے۔۔لالا۔۔۔کی۔۔بارات۔۔میں۔۔شامل۔۔کیسے۔۔ہوں۔گی!۔۔ذائشہ خان اسکی فرمائش پہ روہانسی ہوئی تھی۔

ہم دونوں لڑکی والوں کی طرف سے ہوں گے نا بے بی! پریشان کیوں ہوتی ہو!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکا جواب دینے کے بعد اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑنے لگا۔لہنگے کی کرتی ڈیپ necked تھی، دوپٹا ہٹانے کے باعث ذائشہ خان کے گلے کی گہرائیاں واضح ہو رہی تھیں۔

ل۔لیکن۔۔میرے۔۔تو۔۔صرف۔۔ایک۔۔ہی۔۔لالا

۔۔ہیں۔۔نا۔۔مجھے۔۔ان۔۔کی۔۔طرف۔۔سے۔۔آنا۔۔ہے!۔۔۔ذائشہ خان ہمت کرتے اسے اپنے دل کی بات بتا رہی تھی، وہ اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سن کے سر کو خم دیتا اسے پیچھے سلیب کی طرف بینڈ کرتے اس پہ پھر سے جھک گیا۔ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے طرف دیکھا تھا جو اسے بالکل پیچھے کی طرف بینڈ کئے اس کے گلے کی گہرائیوں پہ جھکا تھا۔اسکی لائٹ پرپل کرتی کے ڈیپ گلے کو دانتوں سے تھوڑا سا سائیڈ پہ ہٹاتا وہ یہاں پہ اپنے دانت گاڑتے اسکی سکن تیزی سے ہونٹوں سے سک کرتا سرخ نشان چھوڑنے لگا۔ذائشہ خان کی سسکیاں بے ساختہ تھی۔وہ اسے لڑکھڑاتے لہجے میں پکارتی اسکے گلے میں موجود سلور چین میں اپنی انگلی الجھائے ہوئے تھی۔۔

کل کشمیر جانا چاہتی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتا سلیب کے ارد گرد اپنے ہاتھ جما گیا۔اسکے سوال پہ ذائشہ خان نے معصومیت سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

ٹھیک ہے کچھ ایفرٹ دیکھاؤ تاکہ میں دل پہ پتھر رکھتے ہوئے تمہیں ڈیڑھ دن کے لئے خود سے دور کر سکوں!۔۔۔۔ ۔وہ زو معنی انداز میں بولتا پہلے سے زیادہ اس کے نزدیک ہوا۔۔ذائشہ خان اسکی ایفرٹ سے مراد سمجھتی سرخ پڑی تھی۔ارزم شاہ کی نگاہیں اسکے سرخ چہرے سے ہوتی پھر سے اس کے سراپے میں الجھی تھیں، ذائشہ کے پیچھے کی

طرف بینڈ ہونے کے باعث اسکے نشیب و فراز ایک خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے، وہ گہری گہری سانسیں بھرتی ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی، اسکی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کا یہ منظر ارزم شاہ کو مزید بے خود کر رہا تھا جس پہ اس نے ذائشہ خان کے بدن کے خدوخال کی طرف ہاتھ بڑھاتے اسے کرتی کے اوپر سے چھوا تھا، ذائشہ خان کپکپاتی ہوئی اسکی سلور چین پہ اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔۔

ایفرٹ دیکھاؤ گی یا لڑکی والوں کی طرف سے آؤ گی؟۔۔۔وہ بوجھل آواز میں بولتا اپنے ہاتھوں کی بے باکی میں اضافہ کر گیا۔۔

ک۔کیا۔۔ایفرٹ۔۔دیکھاؤں؟۔۔۔۔۔وہ اسکی بات کا مطلب جانتے بوجھتے معصومیت سے پوچھنے لگی۔۔

میرے ہونٹ چبا جاؤ!!۔۔۔۔۔۔وہ بے حد سیریس انداز میں بے باکی سے بولتا اپنے لب اسکے لائٹ پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں کے بے حد قریب کر گیا۔۔اسکی اس قدر بے باک بات پہ ذائشہ خان کے کانوں سے دھواں نکلا تھا، وہ معصومیت سے اسے گھورنے لگی۔

ہاہاہا۔۔شوہر سے ایسے سوال پوچھو گی تو یوں ہی کھلے الفاظ میں مطلب سمجھاؤں گا بے بی!!۔۔اسکی معصوم سی گھوریوں پہ وہ ہنس کے بولتا اپنے اور اسکے لبوں کے درمیان آدھی انچ کا فاصلہ بھی ہٹاتا اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسے آنکھ سے زو معنی اشارہ کر رہا تھا۔ذائشہ خان شرم و حیا سے پاگل ہوتی اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے کی بجائے نگاہیں جھکا گئی۔

کس کر و یا پوری رات یونہی کچن میں گزارنے کا ارادہ ہے!۔۔۔ارزم شاہ اسکے لبوں پہ اپنی شہد رنگ مونچھیں رگڑتا دانت پیس کے بولا تھا جس پہ ذائشہ خان نے اسکی ناراضی کے ڈر سے جلدی سے اپنے ہونٹوں کو تھوڑا سا وا کرتے اسکے عنابی ہونٹوں پہ چھوٹی سی کس کی تھی۔۔اسکے نرم ملائم لبوں کے لمس پہ ارزم شاہ کی شہد رنگ آنکھیں خمار آلود ہوئی تھی۔

ڈونٹ پلے وڈمی بے بی! ٹھیک سے کس کرو!۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے اسے وارننگ دی تھی، ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، وہ اپنی لرزتی پلکیں میچتی اسکی زبان کا بے باک لمس اپنے ہونٹوں پہ اور ارد گرد برداشت کرنے لگی۔وہ اسکی پنک لپ اسٹک ایک منٹ سے پہلے چن چکا تھا۔۔

ٹھیک سے کس کرو!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ اب سیریس ہوا تھا، جس پہ ذائشہ خان نے اپنے ہونٹ وا کرتے ہمت سے اسکے ہونٹوں کے ساتھ جوڑتے اسکی سانسیں کھینچی تھیں۔ارزم شاہ دل میں مسکرایا۔۔وہ اب اسکی ناراضگی سے کافی ڈرتی تھی۔پرواکرنے لگی تھی۔

بس۔۔دیکھا۔۔دی۔۔ایفرٹ! اب۔۔جاؤں۔۔گی۔۔کشمیر!۔۔۔کچھ دیر اسکی سانسیں کھینچنے کے بعد وہ نگاہیں جھکائے معصومیت سے بولی۔نجانے اسے بتارہی تھی یا اجازت لے رہی تھی۔

میں تمہاری واپسی کا یوں انتظار کروں گا جس طرح سے ماں اپنے پیٹ میں موجود بچے کا اس دنیا میں آنے کے لئے کرتی ہے!۔۔۔وہ محبت سے لبریز لہجے میں اسے کشمیر جانے کی اجازت دیتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، اجازت تو ویسے بھی دینی تھی، اسکے لالا کی بارات کشمیر سے آنی تھی وہ اس کا دل مار کے اسکے ساتھ زیادتی کیسے ہونے دیتا؟وہ جانتا تھا وہ اپنے لالا کی شادی کے لئے کتنی خوش ہے۔اسکے جواب پہ ذائشہ خان سرخ پڑتی اپنی شرمیلی سی مسکراہٹ دبانے لگی۔

بہت پیاری لگ رہی ہو!! مہندی کیوں نہیں لگائی؟۔۔۔ارزم شاہ اسکے سرخ وسفید ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا آئیبرو اٹھا کے استفسار کرنے لگا۔

مجھے مہندی پسند نہیں ہے! !۔۔۔وہ مدھم آواز میں بولی۔

کیا مطلب تم ہماری مہندی پہ اپنی ہتھیلی پہ میرا نام نہیں لکھواؤ گی؟۔۔۔ارزم شاہ اسکا گال کھینچتا دانت پیس کے بولا۔

وہ تو آپ لکھیں گے نا جیسے آج لالا نے بھابھی کے ہاتھ پہ لکھا!۔۔۔ذائشہ خان کی زبان پھسلی تھی جس پہ وہ اسے تیزی سے جواب دے گئی۔۔

کب لکھا تھا؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے یوں تفتیشی انداز میں پوچھنے پہ ذائشہ خان نے معصومیت سے زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہم سب کے بلانے پہ وہ آئے تھے! مہندی کی رسم کر کے چلے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کو جواب طلب نگاہوں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ذائشہ خان نے اپنی انگلیاں موڑتے ہوئے جواب دیا۔

بہت چھپے رستم نکلے تمہارے لالا! میں تو انہیں معصوم سمجھتا تھا!۔۔۔وہ اسکی ہتھیلیوں پہ ہونٹ رکھتا جان بوجھ کے بات کو طول دینے لگا۔۔

و۔وہ۔۔ معصوم ہی ہیں!۔۔۔۔وہ ناک چڑھا کے اپنے لالا کی سائیڈ لینے لگی۔

اور میں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اپنے چہرے پہ مصنوعی معصومیت طاری کرتے اسکی اپنے بارے میں رائے لینا چاہی تھی۔

آ۔۔ آپ؟۔۔ آ۔۔ آپ۔۔تو۔۔۔بے۔۔شرم۔۔ہیں!۔۔۔ذائشہ خان چاہ کے بھی خود کو یہ جواب دینے سے روک نہ پائی۔اس کے جواب پہ ارزم شاہ نے اپنی ہنسی دباتے اسکی کرتی کے اندر ہاتھ ڈالتے اسکا پیٹ بے باکی سے چھوا تھا۔ ذائشہ خان نے سٹپٹا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ا۔۔ار۔۔ارزم!۔۔۔۔ارزم شاہ کو اپنے بیلی بٹن میں انگلی گھماتے دیکھ کے وہ مچلی تھی۔۔

ارزم نہیں بے شرم بولو!؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ گھمبیر آواز میں بولتا اسکے بیلی بٹن پہ اپنی انگلی کی حرکت بڑھا گیا جس پہ وہ سسکیوں میں اسکا نام پکارنے لگی۔

یہی پہ بس ہو گئی ہے تمہاری؟جب اپنے بے شرم شوہر کو خود کے اندر محسوس کرو گی تب تو چیخ چیخ کے پوری حویلی میں اعلان کرو گی! ہم ایک ہو رہے ہیں!۔۔۔ارزم شاہ ہنوز اپنی ہنسی دباتا حد سے زیادہ بے باک ہوتا اپنا ہاتھ اب پیٹ سے اوپر کی طرف کھسکا رہا تھا۔۔ذائشہ خان کے پاس اسکی بے باک باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا، اسکے بے باک ہاتھوں کے لمس پہ اسکا پورا جسم لرز رہا تھا۔

ن۔نہیں!۔۔آپ۔۔۔بے۔۔شرم۔۔تو۔۔نہیں۔۔ہیں!۔۔ذائشہ خان روہانسی ہوتی اپنے مؤقف سے پلٹی کھا گئی۔

ارزم شاہ قہقہہ لگا کے ہنسا تھا، ہاتھوں کی موومنٹ ابھی تک نہیں رکی تھی، اسکے ہاتھ اب اسکی دھڑکنوں کی نزاکت محسوس کر رہے تھے، ذائشہ خان کے گال تپ کے انگارہ ہو رہے تھے، وہ بار بار اس کے سینے میں چھپنا چاہ رہی تھی لیکن وہ اسکی کوشش ناکام بنا گیا۔۔

ہاں بے شرم تو نہیں ہوں! تمہاری دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے اتنی شرم آ رہی ہے نا! مت پوچھو!۔۔۔۔وہ بے باک قہقہہ لگا کے گویا ہوتا اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ذائشہ خان نے اسکا ہاتھ اپنی کرتی کے اندر سے ہٹانا

چاہا تھا جب وہ اسکے ہونٹوں کو مزید سختی سے اپنے لبوں سے جکڑ گیا۔ وہ ابھی رومانس میں مصروف تھا جب باہر سے کسی لڑکی کی ہیل کی ٹک ٹک کی آواز سنتے ذائشہ خان کو سہمتے دیکھ کے وہ اسکی کرتی سے ہاتھ نکال کے اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔ اسکی کرتی ٹھیک کرنے کے بعد اس نے جھک کے زمین پہ گرا اسکا دوپٹا اٹھایا تھا۔۔

ا۔ارزم۔۔ کوئی۔۔ آ۔۔رہا۔۔ہے!!۔۔۔ذائشہ خان پینک ہوئی تھی۔

شش! ریلیکس! باقی کی بے شرمی اگلی ملاقات میں دیکھاؤ گا! ابھی اگر ہمیں کسی نے رومانس کرتے دیکھ کیا تو ذی میڈیم یہی پہ رونا شروع کر دیں گی!۔۔۔ارزم شاہ اسکے سر اپے پہ ٹھیک سے دوپٹا اڑاتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکے لبوں کا ایک آخری بوسا لیتا اسکے ماتھے پہ لب رکھتے جہاں سے آیا تھا وہی سے واپس چلا گیا۔ اسکے جانے کے بعد وہ اپنی سانسیں درست کر رہی تھی جب کچن میں میرال کی دوست کو داخل ہوتے دیکھ کے وہ اپنے بھیگے ہونٹوں کو ہتھیلی سے صاف کرنے لگی، اگر ارزم شاہ اسکی یہ حرکت دیکھ لیتا تو اسکی خیر نہیں ہونی تھی۔

کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟۔۔۔۔کبری جو پانی پینے آئی تھی ذائشہ کو کنفیوز ہوتے دیکھ کے بے ساختہ سوال کر اٹھی۔۔

ج۔جی۔۔ٹھیک ہوں بالکل!۔۔۔ذائشہ خان سٹپٹا کے جواب دیتی ایک آخری نظر کچن کے بیک سائیڈ کے کھلے ڈور کو دیکھتی اس کے مزید سوالات سے بچنے کی لئے باہر کی طرف بھاگ گئی۔

کیا مطلب آج پھر یہاں پہ رہنا ہے؟۔۔۔۔احان شاہ اسکا مدعا سننے کے بعد دانت کچکچا کے سوال کرنے لگا۔ اس نے تو اسے ڈھولک والے روز یہاں پتا نہیں کیسے رہنے دیا تھا اور آج میڈیم پھر سے یہی پہ رہنے کی بات کر رہی تھی، صرف یہی نہیں اسکا کہنا تھا وہ کل اپنے لالا کے ساتھ کشمیر کے لئے نکلے گی تا کہ وہاں سے اپنی بھابھی کی بارات لا سکیں۔

جی یہی پہ رہنا ہے!۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتی یسریٰ کو فیڈ کروا رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت گل کے کمرے میں موجود تھے۔۔ احان شاہ نے سب لڑکیوں کو حویلی واپس جانے کی تیاری کرنے کا حکم دیا تھا۔۔

کوئی نہیں رہنا! بس ہم واپس حویلی چل رہے ہیں! ۔۔۔۔احان شاہ حتمی انداز میں بولتا بیڈ پہ نیم دراز ہوتے یاور شاہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام گیا۔

اب کیوں پکڑ رہے ہیں اپنے بیٹے کو؟ اتنے دنوں سے میرے لالا سنبھال رہے ہیں، یاور تو جیسے آپ کا سوتیلا ہے، آپ کو اپنے فائرنگ کے شوق پورے کرنے سے فرصت ملے تو پھر بیٹے کی یاد آئے نا!!۔۔۔۔ اسے یاور کے ہاتھ چومتے دیکھ کے گلالئ خفگی سے بولی۔

مجھے کب پیار نہیں آتا اپنے بیٹے پہ؟ وہ سالا ہی ہم دونوں کے درمیان دیوار بنا ہوا ہے!!۔۔۔۔ احان شاہ ناک چڑھا کے اسے جواب دیتا جھک کے اپنے بیٹے کے پھولے سفید گال چومنے لگا۔۔

ہونہہ!!۔۔۔۔ گلالئ آنکھیں گھماتی پھر سے یسریٰ کی طرف متوجہ ہو گئ۔۔

میں گاڑی سٹارٹ کرنے جا رہا ہوں! تم میرے ساتھ واپس روانہ ہونے کی تیاری کرو!۔۔۔۔ یاور شاہ کو اپنے سینے سے لگاتے وہ بیڈ سے کھڑا ہوتے گلالئ کو حکم دے رہا تھا۔

اب شادی کے بعد ہی حویلی آؤں گی! مجھے میرے لالا کی شادی ٹھیک سے انجوائے کرنے دیں!۔۔۔ گلالئ نے بھرم دیکھایا تھا، وہ اس سے اس روز کا بدلا لے رہی تھی جب اس نے جانتے بوجھتے اسے تڑپتے چھوڑا تھا۔

مجھے لفٹ نہ کروا کے بھی تمہیں لگ رہا ہے تم اپنے لالا کی شادی ٹھیک سے انجوائے نہیں کر پا رہی؟ کشمیر دور ہے! میں تمہیں اور اپنے بچوں کو اتنی دور بھیجنے کا رزک نہیں لے سکتا!!۔۔۔۔ وہ گلالئ کے اپنی شدت سے سرخ ہونٹوں بھیگے ہونٹوں کو انگلیوں میں بھرتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔ کمرے میں آتے ہی سب سے پہلے اس نے اسکی تیاری خراب کرنے کا کام کیا تھا جس میں آج یاور کی بجائے یسریٰ نے ڈسٹربینس کریئٹ کی تھی لیکن مجال تھی جو کبھی احان کو اپنی بیٹی پہ غصہ آیا ہو۔

تو کیا مطلب اب میں کبھی اپنے میکے اور میرے بچے کبھی اپنے سسرال نہیں جائیں گے؟۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ نگاہیں اٹھاتی شکوہ کناں انداز سے بولی۔

جائیں گے! میں خود اپنی نگرانی میں لے کے جاؤں گا لیکن ابھی میں تمہارے اور بچوں کے بغیر آدھا دن بھی نہیں گزار سکتا!۔۔۔ احان شاہ نے اس پہ اپنی بے بسی ظاہر کرتے اسکے ہونٹوں سے ہاتھ اسکی گردن پہ ٹریس کیا تھا۔

گلالئ نے خفگی سے اسکی گردن سے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا۔

اچھا یار چلی جانا! صبح نکلنا ہے نا تم لوگوں نے؟ ابھی حویلی چلتے ہیں صبح وہ سالا تمہیں حویلی سے پک کر لے گا! ویسے ضرورت کیا پڑی ہے اسے اتنی دور سے بارات لانے کی!!۔۔۔۔۔۔اسے منہ بناتے دیکھ کے احان شاہ نے ہتھیار ڈالتے دانت پیس کے حازق خان کے اس فیصلے پہ اپنا غصہ ظاہر کیا تھا۔۔

لالا بول رہے تھے، کشمیر کی حویلی ڈیکوریٹ کروانی ہے! اس کے لئے ایک دن پہلے جا کے سب دیکھنا پڑے گا اور اسی بہانے بارات بھی وہاں سے آجائے گی! !۔۔۔۔۔۔۔گلالئ نے اسکے مان جانے پہ اسے نرمی سے جواب دیا تھا۔وہ اسکے ہتھیار ڈالنے پہ خوش ہوئی تھی۔

سالوں والے کام کرنے سے کب باز آئے گا تمہارا لالا؟۔۔۔اسے یسریٰ کو سائیڈ پہ لٹا کے اپنی کرتی ٹھیک کرتے دیکھ کے وہ یاور کو بھی اپنی بیٹی کے ساتھ لٹاتا گلالئ کو تکیے پہ گرا کے ایک گھنٹہ فولڈ کر کے بیڈ پہ رکھتا مصنوعی خفگی سے سوال کرتے گلالئ پہ جھکا تھا۔۔گلالئ مسکراہٹ دباتی نگاہیں جھکا گئی، وہ ان دنوں حازق خان سے جس قدر جیلس ہوا تھا اسکا مزہ سب نے لیا تھا۔

آپ کو میرے لالا سے جیلس ہونے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے!۔۔گلالئ اسکی قمیض کے بٹنوں کے ساتھ کھیلتی بے حد معصومیت سے بولتے ہوئے اسکے دل میں آگ لگا گئی۔

بیٹا ایک دفعہ حویلی چلو! تمہاری تھکاوٹ کا بھی لحاظ نہیں کروں گا! پھر پتا چلے گا مجھے کیا کیا آتا ہے!؟۔۔۔احان شاہ زو معنی انداز میں بولتا دانت کچکچاتے ہوئے گلالئ کی گردن پہ جھکتا زور سے اپنے دانت گاڑ گیا، اسکی معصوم بیوی اب بہت تیز ہو چکی تھی۔گلالئ سرخ پڑتی اپنے لئے خیر کی دعا مانگنے لگی۔۔

وہ جب سے حویلی واپس لوٹی تھی، حازق خان کا تب سے موڈ خراب تھا، دوستوں نے اسے کتنی دیر اپنے گھیرے میں لئے رکھا تھا، وہ چاہ کے بھی اس سے ملاقات نہ کر پایا اور وہ بھی اتنی چالاک تھی اسے فون یا میسج کئے بغیر ہی نو دو گیارہ ہو چکی تھی۔وہ چاہتا تو ابھی شاہ حویلی جا کے اس سے خفیہ طریقے سے مل سکتا تھا لیکن وہ اپنا ارادہ کینسل کر کے ایک ہی دفعہ ویڈنگ نائٹ پہ اسکے ہوش اڑانے کے پلین بناتا ویسکوٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتے باتھروم میں بند ہو گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 131 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

حازق خان نے ڈھولکی قوالی نائٹ اور مہندی کے فنکشنز اسلام اباد میں کئے تھے لیکن وہ اپنی بارات کشمیر سے لانا چاہتا تھا جو کہ اس کا آبائی علاقہ تھا۔ اسی سلسلے میں وہ اپنی دونوں بہنوں کو کشمیر لے کے جا رہا تھا، تا کہ وہ اسکی بارات کے ساتھ کشمیر سے آئیں۔۔ بہنوں کے بہت ارمان ہوتے ہیں جو وہ اپنے بھائیوں کی شادیوں پہ پورے کرتی ہیں اسلئے حازق خان چاہتا تھا کہ وہ دونوں اسکے ساتھ کشمیر چلیں اور اپنے اکلوتے بھائی کو دولہا بنا کے اسلام آباد لے آئیں۔

مہندی کا فنکشن تقریباً ختم ہو چکا تھا سب مہمان جا چکے تھے اور باقی کے آرام کرنے کیلئے چلے گئے تھے۔۔

رات کے تقریباً دو بج رہے تھے جب ریز شاہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ سامنے صوفے پہ مرحا کو منہ پھلا کے بیٹھے دیکھ کر تیزی سے اسکی جانب بڑھا۔۔

کیا ہوا میری شاہ زادی کو؟ سب خیریت؟۔۔۔ ریز شاہ مرحا کو ایک جست میں اٹھا کے اپنی گود میں شفٹ کرتا اسکے منہ پھولانے کی وجہ پوچھنے لگا۔۔

کچھ نہیں ہوا ہے اور چھوڑو مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں بہت تھک گی ہوں۔۔۔۔۔ مرحا لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے اسکی گود سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

کچھ تو ہوا ہے جو تمہارا موڈ اتنا خراب ہے؟۔۔۔۔ ریز شاہ اسکا چہرہ اپنی طرف کر کے نرمی سے استفسار کرنے لگا۔

پورے فنکشن میں تم ایک دفعہ بھی میرے پاس نہیں آئے! میری تعریف نہیں کی! مجھے نظر بھر کے دیکھا بھی نہیں! تم ہمیشہ مجھے کیوں بھول جاتے ہیں؟؟ کیا میں اتنی غیر ضروری ہوں تمہارے لیے؟۔۔۔ مرحا اپنی آنکھوں میں نمی لئے اس سے شکایت کرنے لگی۔

نہیں میری شاہ زادی ایسی کوئی بات نہیں ہے! میں سانسیں تو لینا بھول سکتا ہوں لیکن تمہیں نہیں! دراصل میں میرال آپی کی دوستوں کی وجہ سے اندر نہیں آیا تھا! ایسے مناسب نہیں لگتا لڑکیوں کے درمیان میں آنا۔ تم لڑلی میرے لئے سب سے زیادہ اہم ہو!۔۔۔۔ ریز شاہ اب آہستہ آہستہ اپنی انگلیاں اسکے بالوں میں سہلاتے ہوئے اسکی گردن کو اپنے لبوں سے سک کرتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی

اور ہاں!!!مرحا میں صبح کشمیر جاؤ گا اور پھر خان کی بارات کے ساتھ واپس آؤ گا! تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے ؟۔۔۔زوریز شاہ نے اس سے اجازت لینا ضروری سمجھا تھا تاکہ وہ پھر سے ہرٹ ہو کے خود کو سیکنڈ پرائیرٹی پہ نہ سمجھے!

نہیں مجھے بھلا کیوں اعتراض ہو گا اور ویسے بھی ایک ہی دن کی تو بات ہے۔۔۔یہ بات مرحا اچھی طرح سے جانتی تھی کہ خان ریز کیلئے کتنا ضروری تھا وہ اسے کیسے منع کر سکتی تھی۔اسکی اندر نہ آنے کی وضاحت دینے کے بعد اپنا غصہ سائیڈ پہ کرتی مرحا اسکے سینے سے سر لگائے آسانی سے ریز کو جانے کی اجازت دے گئی تھی۔

چلو یہ تو گڈ ہو گیا!!! اب مجھے اپنا حسین چہرہ دیکھنے دو۔۔۔ریز اسکی نازک کمر کو اپنے مٹھیوں میں بھرتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کے بالکل اپنے سامنے کرتا اسکے چہرے کے ہر خوبصورت نقوش کو اپنے لبوں سے مہکانے لگا۔۔مرحا اسکے لمس پہ پُر سکون ہوتی خود کو مزید اسکے قریب کرتی اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ لب رکھتی اپنی باہنیں اسکی گردن کے گرد حائل کر گئی۔

ریز شاہ اسکی جان لیوا ادا پہ تیزی سے اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں جکڑتا بے تابی سے اسکی سانسیں پینے لگا۔جبکہ ساتھ ہی ساتھ اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے ہوئے ایک پل میں مہندی کا ہیوی ڈریس اسکے جسم سے ریموو کر گیا۔مرحا شرم وحیاء سے دوہری ہوتی ہوئے اسکے لبوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑھ گی۔ریز شاہ اس میٹھے سے درد پہ مسکراتا ہوا اسکے نچلے لب کو زور سے باہر کی جانب کھینچتا اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا کیونکہ اب مرحا کی سانسیں پھول چکی تھی۔۔

ریز اسکے لبوں کو آزادی دیتے ہوئے اسکی بلیک سٹریپ میں انگلیاں الجھاتے ہوئے اسکو آخری پردے سے آزاد کرتا شدت سے اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا اور جگہ جگہ اپنے ہونٹوں اور دانتوں کی مہریں ثبت کرنے لگا۔۔مرحا شاہ کی سسکیاں بے ساختہ تھیں۔۔ریز کی انگلیاں اسکے پور پور پہ رینگنے لگی۔

آہہہ۔۔۔اسکے ہاتھوں کی گستاخی اپنے بدن کے حساس حصّے پہ محسوس کرتی مرحا اسکے لمس پہ مدہوش ہوتی تیزی اسے کندھوں سے تھام گی۔اسے مدہوش ہوتے دیکھ کر ریز اب اسکی دھڑکنوں کو نرمی سے اپنے ہونٹوں سے چھونے

لگا۔ کمرے کی روشنی میں مرحا کا کندن جیسا دہکتا بدن ریز شاہ کو مزید بہکانے لگا وہ جب جب اسکا بدن دیکھتا تھا اسے ہر بار مرحا سے نئے سرے سے عشق ہو جاتا تھا۔

وہ ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر اسے اپنی بانہوں میں بھر تا بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔۔ اسے احتیاط سے لیٹاتے ہوئے اپنی قمیض اتار تا مرحا پر وزن ڈالے بغیر اس پر کسی گھٹا کی طرح چھا تھا۔

تم اتنی میٹھی کیوں ہو؟ میری شاہ زادی!! دل کرتا ہے تمہیں کچا چبا جاؤ۔۔۔۔۔ وہ اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی بئیر ڈر گڑتا آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے محبت سے سرشار ہو کے اسے سوال کرنے لگا۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔۔

ہاہاہا!!! اگر چبا جاؤ گے تو پھر تو میں ختم ہو جاؤ گی پھر کیا کروں گے ؟۔۔۔۔ مرحا اسکی ٹھوڑی کو پیار سے چومتی اسکی بئیرڈ کی میٹھی سی چبھن پہ ہنستی ہوئی اسے جواب دینے لگی۔ ریز شاہ جو کہ جواب کے انتظار میں اسکی طرف دیکھا رہا تھا اسکے یوں کھلکھلانے پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔ اسکی ہنسی کی جلترنگ زو ویز شاہ کو ہمیشہ سے بہت بھاتی تھی۔۔

ہاں یہ بھی ہے!! اچھا ٹھیک ہے پھر ایک ہی دفعہ نہیں چباؤ گا بلکہ روز تھوڑا تھوڑا چکھوں گا۔۔ تمہیں صرف لک کروں گا پھر تو ختم نہیں ہو گی ؟۔۔۔ وہ جواب دیتا ایک دم سے مرحا کو اپنے سینے پہ منتقل کر گیا۔ اور خود پر اور اس پر اچھے سے سفید چادر اوڑھ گیا۔ ریز شاہ اپنی کل کائنات کو اپنے پناہوں میں لئے ریموٹ سے کمرے کی لائٹ آف کر تے اسے خود میں سما گیا۔ مرحا شاہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔۔

حازق خان، ذائشہ، گل، بچے، زرتاج اماں اور ریز شاہ تقریباً دوپہر کے وقت کشمیر کیلے نکل آئے تھے۔۔ بارات چاہے کل تھی لیکن ان کو بہت ساری تیاریاں کرنی تھی، اور حازق خان نے سب کو کشمیر ہی آنے کا کہا ہوا تھا تا کہ سب مہمان اسکی بارات میں شرکت کر سکیں۔ اور میرال شاہ کی سب دوستوں نے اسکے ساتھ دھوکا کیا تھا سوائے عائشہ ، کبری اور اقصی کے، باقی سب کشمیر کیلئے نکل گی تھی کیونکہ وہ سب بارات کے ساتھ آنا چاہتی تھی جس کا مزہ ہی الگ تھا شہسوار، عالم انکل اور الوینا بھی شام تک کشمیر پہنچ چکے تھے۔۔ وہ سب ایک رات کے لئے خان حویلی سٹے کرنے والے تھے جبکہ اسلامباد کی شاہ حویلی میں اس وقت میرال کی مہندی کا چھوٹا سا فنکشن آج پھر سے کیا جا رہا تھا۔۔

خان حویلی کا لاؤنج اس وقت لڑکیوں کے قہقہوں سے گونج رہا تھا اور ان لڑکیوں میں زیادہ تعداد میرال کی دوستوں کی تھی جن میں، ماہا، آمنہ، ماہ نور، اریبہ، ثمرہ، جینان، ہامن، حمدا، اوکاشا، شفا، ایزاء، زری، خدیجہ، علیشہ، پریحا، ماہ روش ، رملہ، نمل، رباب، سبیکا، زارا، ماہین، ذری، ایمن، مشعل، رقیہ شامل تھی۔۔ میرال کا سوشل سرکل زیادہ تھا اسلئے اسکی دوستوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ اور باقی زائشہ کی کچھ ہوسٹل کی پرانی دوستیں تھی مہمانوں میں کچھ رشتے دار، دوست تھے اور باقی زیادہ تر لوگ حازق خان کی فیلڈ سے انوائٹڈ تھے جن میں بڑی تعداد آرمی آفیسرز اور انکی فیملیز کی تھی حازق خان نے میجر عزیر اور اپنے کرنل صاحب کو خاص طور پر انوائٹ کیا تھا۔۔ انہوں نے بنوں والے حادثے میں اسکا کافی خیال رکھا تھا اور میجر عزیر اس کا بہت اچھا دوست بھی تھا۔

بارات والا روز:

گل آج تمہارے معصوم لالہ تو گئے ہماری بے باک میرال کے ہاتھوں۔۔ کہیں ایسا نہ ہو تیرے لالہ شرم سے کمرے سے ہی بھاگ جائیں۔۔۔۔ میرال کی ایک دوست آمنہ گل سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ اس کی بات سن کر سب لڑکیوں کے چہرے پہ ایک کمینی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔

کیا پتہ سب الٹا ہو جائے اور میرے لالہ بھابھی کے کانوں سے دھواں نکالیں تو پھر؟۔۔۔۔ جواب معصوم سی ذائشہ نے دیا تھا کیونکہ وہ ایک دو بار اپنے لالہ کی باتیں سن چکی تھی۔۔

ذائشہ کے جواب پہ، اووووو!!! سب نے بیک وقت کیا تھا۔

مطلب تمہارے لالہ چھپے رستم ہیں؟۔۔۔ شفا نے ابرو آچکا کے ذائشہ کی طرف دیکھا تھا۔

ہاں ہو بھی سکتا ہے۔۔۔۔ ذائشہ نے اسے فوراً سے جواب دیا تھا۔ اہم اہم میری بات سنو سب!!!۔۔۔۔ ماہا نے گلہ صاف کرتے ہوئے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جس پہ سب اگلے ہی پل اس کی طرف غور فرمانے لگیں۔۔

یار ایک بات بتاؤ بے شرموں!!!! یہ زرتاج اماں کے زمانے میں گولڈن نائٹ کیسے مناتے تھے؟؟ مطلب پہلے کے زمانے کی عورتیں بہت زیادہ معصوم اور شرمیلی تھی۔ تو میں یہ سوچ رہی ہوں، سہاگ رات تو ساری انکے شرمانے میں ہی گزر جاتی ہو گی؟۔۔۔ ماہا کی نظر اچانک کچن کی طرف جاتی زرتاج اماں پہ پڑی تو یہ بے باک سوال اسکے دماغ

میں آیااور بے شرمی سے سب کے سامنے کر بھی ڈالا۔۔اسکا سوال سن کے سب کی ہنسی چھوٹی تھی جبکہ گل،ذائشہ اور ذائشہ کی معصوم دوستیں سرخ پڑی تھی۔

کیا مطلب کیسے مناتے تھے۔۔زمانہ جو بھی ہو پہلے والا ہو یا آج والا مقصد تو سب ایک ہی ہوتا ہے نا اور وہ مقصد ہے "چین ٹپک ڈم ڈم"۔۔۔۔۔ثمرہ نے ہاتھوں کے اشاروں سے چہرے پہ زو معنی ایکسپریشن لئے مزاحیہ انداز میں جواب دیا تھا جس پر سب کا چھت پھاڑ قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

ہنس ہنس کے اب انکے پیٹ میں درد ہو رہا تھا اور آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو گیا تھا لیکن انکی گندی باتیں نہیں ختم ہو رہی تھی۔۔یسری اس وقت اریبہ کی گود میں تھی اور بلکل چہرہ سنجیدہ لئے اپنی کرسٹل گرین آنکھوں سے ان سب کو گھور گھور کے دیکھ رہی تھی شاید اس کو یہ سب باتیں نہیں پسند آرہی تھیں یا وہ اپنے باپ کے لمس کو مس کر رہی تھی جبکہ یاور جینان کی گود میں ہنستے اپنے ہاتھ پاؤں تیزی سے چلا رہا تھا۔۔اس کو یہ حسین لڑکیاں اور انکی باتیں بہت پسند آرہی تھی۔۔تبھی تو وہ اچھل اچھل کے خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔۔یہاں پہ دو چار لڑکیاں جمع ہو اور وہ گندی باتیں نہ کریں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

"حسین لڑکیاں پلس گندی باتیں پرفیکٹ کامبو"(combo)۔۔۔اب کی بار سبیکا نے حصہ ڈالا تھا۔۔

جتنی مرضی گندی باتیں کر لو! رہو گے سنگل ہی! پریکٹیکلی کچھ نصیب نہیں ہو گا۔کوئی آڈیو ویڈیو سین نہیں بننے والا تم ترسی ہوئی عوام کا۔۔۔۔ماہین نے ان سب کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا وہ اور ماہا نکاح فائیڈ تھی جبکہ باقی سب سنگل تھی اور وہ دونوں ہمیشہ اس بات کا بھرم مارتی تھی اور سب کو شدید سنگل ہونے کا احساس دلاتی رہتی تھی ۔۔میرال شاہ کی سبھی دوستیں اسکی طرح بولڈ اور آزاد خیال تھی۔مجھے لگتا ہے لڑکیوں کو اتنا آزاد خیال اور خود اعتماد ہونا چاہیے تاکہ وہ اس معاشرہ کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں اور اس میں زندہ رہ سکیں اور کوئی بھی شخص انکے صنف نازک ہونے کا غلط فائدہ نہ اٹھا سکے کیونکہ معصوم اور کمزور لڑکیوں کو اجکل کا معاشرہ زندہ نگل جاتا ہے۔

ریز شاہ نے بارات کے سارے انتظامات اپنی نگرانی میں کروائے تھے تاکہ اسکے جگری یار کی شادی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔۔

شام کے ساڑھے چھ بج رہے تھے اور سب مہمان آچکے تھے حازق خان ابھی تک سادہ سی شلوار قمیض میں ملبوس سب مہمانوں سے مل رہا تھا جب ریز شاہ نے پیچھے سے آکے اسکی گردن دبوچی۔۔ریز شاہ نے اس وقت اوف وائٹ شلوار قمیض کے ساتھ اوف وائٹ ہی ڈیسنٹ سی ویسٹ کوٹ پہن رکھی تھی۔۔ سرخ و سفید کلائی پہ بریںڈ ڈواچ اور پیروں میں پشاوری چپل، بالوں کو اچھی طرح سے جیل سے سیٹ کیا گیا تھا اور اتنی سی تیاری سے وہ اپنی بیوی کا ہری آنکھوں والا شہزادہ کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا۔۔

اوئے!!!! کیا ارادے ہیں جناب کے ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئے؟ بارات لے کر نہیں جانا ہے کیا؟؟۔۔۔ریز شاہ اسکے اتنے ریلیکس انداز پہ حیران ہوا تھا جو ابھی تک تیار نہیں ہوا تھا اور بارات کے نکلنے کا ٹائم ہو گیا تھا۔۔

ہو جاتا ہوں تیار!! میں نے کونسا دس کلو میک اپ کرنا ہے!! جو اتنا ٹائم لوں گا!!۔۔۔حازق خان اپنی گردن چھڑواتے ہوئے دانت پیس کے اسے جواب دیا تھا جس نے بھری محفل میں ایک میجر اور سیکریٹ ایجنٹ کی گردن دبوچی تھی۔

اب ٹائم نہیں ہے تیرے پاس!! ایک کام کر یونیفارم اٹھا اور گاڑی میں بیٹھ۔۔۔راستے میں پہن لینا اور میری مدد کی ضرورت پڑی تو میں کر دوں گا۔۔۔ریز شاہ آنکھ دباتے ہوئے اب باقاعدہ طور پر حاذق خان کو چھیڑ رہا تھا۔

ہٹ سالے تیری مدد تو میں مر کے بھی نہ لوں! تیرا کیا بھروسہ میری عزت کو داغ دار کر دے جتنا تو بے شرم ہے ۔۔۔۔حازق خان اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے ریز شاہ کو صاف انکار کر گیا تھا۔کیونکہ ریز شاہ جیسے بے باک بندے پہ اعتبار کرنا حرام موت مرنے کے برابر تھا۔۔میجر عزیر جو انکی گفتگو کافی دیر سے سن رہا تھا حازق خان کے جواب پہ تالی مار کے ہنستے ہوئے ان دونوں کی جانب بڑھا اور اسکے یوں قہقہے لگا کے ہنسنے پر ریز شاہ کا منہ لٹکا تھا۔

تیری کیوں بتیسی باہر آرہی ہے؟۔۔۔اسے یوں ہنستے ہوئے دیکھ کے حازق خان اس سے استفسار کرنے لگا۔جبکہ میجر عزیر آگے بڑھتے ہوئے حازق خان کے سرخ گالوں پر انگلیاں ٹریس کرتے ہوئے نیچے گردن کی جانب بڑھا۔۔

ویسے خان تو چیز تو بڑی مست ہے!!! کوئی بھی تجھ پہ فلیٹ ہو سکتا ہے!! میجر عزیر اسے تنگ کرنے کی غرض سے اسکے گریبان سے نظر آتے سفید چٹانی سینے پر دلفریب انداز میں اپنی انگلیاں بجاتے ہوئے گویا تھا۔۔

اس میں ریز بیچارے کا کوئی قصور نہیں ہے تو ہے ہی بہت چکنا!! تجھے دیکھ کے کوئی بھی بے ایمان ہو سکتا ہے

اہہہہ!!افففف یہ حسن!!۔۔۔۔میجر عزیر اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبائے حازق خان کے سینے سے چپک گیا ۔۔اسکا محبوبہ والا موڈ آن ہوتے دیکھ کر حازق خان جھنجھلاتے ہوئے اسے تیزی سے خود سے دور کر گیا۔۔

ابے اوئے!!!میرے پاس تجھے دینے کیلے کچھ نہیں ہے۔یہ تو میں جانتا تھا تو بھی اس ریز کی طرح بے غیرت ہے لیکن کس لیول کا تھا آج پتہ چل گیا ہے۔۔۔حازق خان اپنے بھوکھلاتے تاثرات چھپاتا خفگی سے بولا تھا جبکہ میجر عزیر حازق خان کے دور دھکیلنے سے ریز شاہ سے جا کے ٹکرایا تھا جس پر دونوں کا قہقہ بیک وقت بلند ہوا تھا۔دیکھ تیرا سرخ ہوتا چہرہ صاف بتا رہا ہے تجھے میرا لمس اچھا لگا تھا۔۔۔۔میجر عزیر اب اسے مزید چھیڑنے لگا۔

ہاں مجھے بھی یہی لگتا ہے۔۔۔ریز شاہ نے بھی میجر عزیر کی سائیڈ لی تھی۔حازق خان کے تقریباً تمام دوست ہی بے شرم اور حرامی تھے۔وہ اکثر حازق خان سے بے باکی سے مخاطب ہوتے تھے اور پھر اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ بہت انجوائے کرتے تھے کیونکہ وہ ان سب کو بہت زیادہ معصوم اور شریف لگتا تھا۔لیکن حقیقت میں وہ ان سب سے دو ہاتھ آگے تھا۔اور یہ بات صرف ریز شاہ جانتا تھا۔۔

اگر تم دونوں کی بکواس ختم ہو گی ہو تو میں تیار ہونے چلا جاؤں؟؟۔۔۔۔۔ان کو یوں پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر حازق خان کو اب غصہ آ رہا تھا۔۔

ہاں جاؤ وقت ویسے بھی بہت کم ہے اور ہاں سن!!!! نہانے پہ وقت ضائع نہ کرنا۔۔بس منہ دھونا!نہانے والا کام بعد میں فرصت سے کر لینا۔۔ہم لیٹ ہو رہے ہیں!!۔۔۔جواب شہسوار شاہ کی طرف سے آیا تھا جو ان کے پیچھے کھڑا کب سے ان کی بے باک باتیں سن رہا تھا،اسی لئے اب اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔۔اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے ریز شاہ اور حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ میجر عزیر کا قہقہ ہوا میں گونجا تھا۔۔حازق خان رخ موڑتے شہسوار شاہ کے سینے پہ مکے جھڑتے ان تینوں کو پشتو میں گالیاں دیتا تیزی سے اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔کیونکہ اب اس میں مزید انکی بے باک باتیں سننے کی ہمت نہیں تھی۔

ہائے!!!!میری گلابو شرما گی!!!۔۔۔میجر عزیر مزید گویا تھا۔حازق خان کے یوں بھاگنے والے انداز پہ اسکی، شہسوار شاہ اور ریز شاہ کی ہنسی کی آواز پورے لان میں گونجی تھی۔

حازق اس وقت اپنے کمرے میں آرمی یونیفارم میں ملبوس آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بالوں کو جل سے سیٹ کر رہا تھا اس نے اپنے یونیفارم پہ بلیک ہارٹ اولی نیم سٹرپ لگا رکھی تھی جو میرال نے اسے یونیفارم کے ساتھ گفٹ کی تھی۔۔

یس آجائیں!!۔۔۔دروازے پہ دستک کی آواز سنتے حازق خان مصروف انداز میں بولا تھا۔۔جب دروازہ کھلا تو آئینے میں نظر آتے خوبصورت چہروں کے عکس کو دیکھ کر تیزی سے پلٹا۔ جبکہ ذائشہ اور گلالئ کی نگاہیں تو اپنے لالہ پہ ٹھہر گی تھی جو آرمی یونیفارم میں کسی سلطنت کا شہزادہ لگ رہا تھا۔۔حازق خان کے چہرے کے خوبصورت نقوش مزید نکھرے نکھرے لگ رہے تھے۔ نیلی آنکھوں میں آج الگ ہی چمک تھی اسکا چاند کی طرح دمکتا چہرہ اسکے دل کی کیفیات صاف بتا رہا تھا کہ وہ کتنا خوش تھا۔ افففف آج کی رات میرال شاہ پہ بہت بھاری گزرنے والی تھی وہ حازق خان کی محبت، شدتیں اور سحر انگیز حسن کو کیسے برداشت کرے گی؟؟ جبکہ حازق خان کو اپنی بہنیں آسمان سے اتری ہوئی حوریں لگ رہی تھی اور دل ہی دل میں ان کی نظر اتارنے لگا۔۔

گلالئ اور ذائشہ نے میرون کلر کے لہنگے پہن رکھے تھے جو کہ گولڈن پرلز اور کڑھائی سے مزین تھے ساتھ میں میچنگ جیولری پہن رکھی تھی انہوں نے بلکل لائٹ سا میک اپ کیا ہوا تھا جس میں وہ بے حد زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ یسری کا ڈریس بھی سیم انکے جیسا تھا۔ اور یاور کا سیم حازق کے جیسا یونیفارم آڈر پہ تیار کروایا گیا تھا اور وہ اس یونیفارم میں خوبصورت ننھا سا آفیسر لگ رہا تھا۔۔

ماشاءاللہ ماشاءاللہ!! لالہ آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں!!۔۔۔۔۔گلالئ اپنی نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی حازق خان کے بازو پہ ماشاءاللہ کا امام ضامن باندھنے لگی تا کہ اسکے لالہ نظر بد اور تمام بلاؤں سے محفوظ رہیں۔۔

گل بچے کیا ہوا؟۔۔۔اسے یوں اپنے سینے سے لگ کے روتے دیکھ کر حازق خان نے پریشانی سے سوال کیا تھا۔۔

لالہ اگر آج مورے اور بابا بھی زندہ ہوتے تو وہ آپ کو دولہا بنا دیکھ کر کتنے خوش ہوتے۔ گلالئ اپنی بھیگی آواز میں حازق خان کو جواب دینے لگی۔ جبکہ گلالئ کا جواب سن کر ایک درد کی لہر حازق خان کے سینے میں اٹھی تھی واقعی میں زندگی میں کئی ایسے مقام آتے ہیں یہاں پر والدین کی کمی محسوس ہوتی ہے اور ان کی کمی کو کوئی بھی انسان پورا نہیں کر

سکتا کیونکہ والدین کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا اور انسان جتنا مرضی بڑا اور مضبوط ہو جائے اسے والدین کا ساتھ اور انکی دعائیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان والدین کے ساتھ اور انکی دعا کے بغیر بلکل ایسے ہے جیسے بنا جڑ کے پودا۔۔۔ گلالئ کو یوں سینے سے لگا دیکھ کر ذائشہ بھی اپنے لالہ کے سینے سے لگ کے رونے لگی۔۔ حازق خان اس پل کو کبھی بھول نہیں پاتا جب بھیڑ میں اس چھوٹے سے پٹھان کا ہاتھ اسکی ماں کے ہاتھ سے جدا کروایا گیا تھا۔

شش!!!,چپ بلکل چپ!!! زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے ہمارے بابا اور مورے کا وقت مقرر تھا وہ اتنی ہی زندگی لکھوا کر لائے تھے۔۔ جتنی انہوں نے جی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہیں وہ جن کو مرضی لمبی زندگی عطا کرے اور جن کو مرضی کم۔ ہمیں اللہ کی رضا پہ راضی رہنا چاہیے اور جو رشتے ہمارے پاس موجود ہیں ان پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے!! اگر وہ ہم سے کچھ لیتا ہے تو بدلے میں ہمیں بہترین عطاء کرتا ہے جیسے تم دونوں مجھے ملی اور میں تم دونوں کو۔۔ اللہ اپنے بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا وہ ان کو جینے کے سہارے بنا دیتا ہ۔۔ چلو شاباش اب تم دونوں رونا بند کرو نہیں تو میک اپ خراب ہو جائے گا۔۔۔ حازق خان ان کو پیار سے سمجھانے کے بعد انکے میک اپ خراب ہونے سے متعلق آگاہ کرنے لگا جس پر وہ دونوں اپنے لالہ کی خوشی کیلے کھکھلا کے ہنس دی۔۔

ہاہاہا!!! یہ ہوئی نہ بات!!! چلو اب جلدی سے بتاؤ اپنے لالہ سے نیگ میں کیا لینے کا ارادہ ہے ؟۔۔۔ حازق خان یوں انکو کھکھلاتا دیکھ کر تیزی سے سوال کر گیا۔۔

نہیں لالہ ہمیں ابھی نہیں چاہیئے وہ جب آپ میرال آپی کے کمرے میں جائیں گئے تب لیں گے تب مزہ زیادہ آئے گا۔۔۔ جواب ذائشہ نے چہک کے دیا تھا جس میں گلالئ نے بھی ہاں ملائی تھی۔

مطلب میرا راستہ روک کر مجھے تنگ کرنے کا ارادہ ہے تم دونوں کا؟۔۔۔۔۔۔ حازق نے ائبرو اچکا کر اپنی دونوں معصوم بہنوں کی طرف دیکھا تھا جو اسے تڑپانے کی مکمل پلینگ کر چکی تھی۔۔

جی ہاں تھوڑا تھوڑا ارادہ ہے آپ کو تنگ کرنے کا!! آخر کو آپ ہمارے اکلوتے لالہ ہیں! سارے ارمان پورے کریں گے۔۔۔۔۔ گلالئ نے ایک مان سے جواب دیا تھا۔

تم لوگ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہو باہر سب انتظار کر رہے ہیں۔۔۔ ہمیں وقت پہ بارات لے کے پہنچنا ہے۔۔ زرتاج اماں کمرے میں داخل ہوتے ہی ان کو وقت کی کمی کا احساس دلانے لگی۔ اور آگے بڑھ کر حازق خان کی پیشانی پر بوسہ دے گئی۔

اللہ میرے بچے کو خوشیاں نصیب کرے اور بری نظروں سے محفوظ رکھے آمین۔ زرتاج اماں حازق خان کا صدقہ اتارنے لگی اور اس کو دعائیں دینے کے بعد ان کو جلدی نکلنے کی ہدایت دینے لگی۔

باہر لان میں حازق خان کے دوست ڈھول کی تھاپ پہ جھومر ڈال رہے تھے کچھ فائرنگ اور آتش بازی میں مصروف تھے۔ پوری خان حویلی کو لائٹنگ سے سجایا گیا تھا۔ رنگ برنگی قمقموں کی روشنی سے ساری حویلی جگمگا رہی تھی ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں اپنے سر بکھیر رہی تھی ریز شاہ نے فائرنگ کرنے کیلئے سپیشل گنز منگوائی تھی جن میں AK47 AK21,AKM,M762 اور دوسری بہت سی جدید گنز تھی۔۔ پوری حویلی میں گولیوں کی آواز اور آتش بازی کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

ڈھول کی تھاپ پہ سب سے خوبصورت جھومر میجر عزیر نے ڈالی تھی اور اسکے ساتھ حازق خان کے اور دوست بھی شامل تھے اور جھومر ڈالتے ہوئے ساتھ ساتھ ہوٹنگ بھی کر رہے تھے اور حازق خان کو آگے آنے کا اشارہ بھی کر رہے تھے لیکن وہ مسلسل انکار کر رہا تھا شاید اسکو سب کے سامنے ناچنے میں شرم آ رہی تھی۔ جب شہسوار شاہ اور ریز شاہ آگے بڑھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کھینچنے لگے۔

ہمیں پتہ ہے یونیفارم پہن کے تو بابو شونا بن گیا ہے! تیری ہی شادی ہے اگر تھوڑے سے ہاتھ پاؤں ہلا لے گا تو کچھ نہیں ہو گا!! نہیں تیری پرفارمینس میں کمی آتی۔۔ ہم ناچ ناچ کے پاگل ہوئے کھڑے جب تک تجھے نہیں نچائیں گے حساب برابر نہیں ہو گا۔۔۔۔ شہسوار شاہ بے باک ہوتا اس کو ناچنے پہ مجبور کرنے لگا جس پر حازق خان مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق آگے ہو کر آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اوپر کی جانب لے جا کر جھومر ڈالنے لگا اگر وہ یہ نہ کرتا تو ریز شاہ اور شہسوار شاہ کی بے باک باتیں برداشت کرنی پڑتی جس میں سونا پہ سہاگا آج میجر عزیر بھی شامل تھا تو مجبوراً اسے جھومر ڈالنی پڑی۔۔

ناچ بسنتی ناچ!!!ناچ بسنتی ناچ!!!۔۔۔حازق خان کو یوں آہستہ آہستہ ہلتے جلتے دیکھ سب دوستوں نے ہونٹوں کے گرد ہاتھ جماتے زور زور سے نعرے لگانا شروع کئے، ساتھ ہی اس پہ پیسوں کی برسات کی تھی، شاید ان سب کو اس معصوم میجر کو تنگ کرنے کا مزہ زیادہ آرہا تھا۔۔

مر جاؤ تم سب حرامی!!!۔۔۔حازق خان پیر پٹکتے ہوئے اپنا سرخ چہرہ لئے واپس اپنی جگہ پہ آکر کھڑا ہو گا گیا تھا اسے یوں ناراض ہوتا دیکھ کر سب کی ہنسی چھوٹی تھی آج تو کرنل صاحب بھی ان کی بے غیرتیاں دیکھ کر کانوں کو ہاتھ لگا رہے ہونگے۔۔ جبکہ زائشہ، گلالئ اور باقی کی سب لڑکیاں یہ سارا منظر کھڑکی کے پیچھے چھپ کے دیکھ رہی تھی اور انکی حرکات دیکھ کے ہنس ہنس کے پاگل ہو رہی تھی۔

تقریباساڑھے سات بجے کے قریب آتش بازی اور فائرنگ کے شور میں بارات خان حویلی سے اسلام آباد کیلئے روانہ ہوئی تھی۔۔ذائشہ، گل اور بچے حازق خان کی گاڑی میں تھے حازق خان کی گاڑی ریز شاہ ڈرائیو کر رہا تھا اور اس بلیک مرسیڈیز کو فریش گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔ گاڑی کے فرنٹ پر گلاب کی پتیوں سے "ایم"(میرو جان) لکھوایا گیا تھا، حازق خان کی گاڑی کے پیچھے تقریباًسو گاڑی اور تھی اور وہ سب بھی گلاب کے پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔۔زرتاج اماں شہسوار اور عالم انکل کی گاڑی میں انکے ساتھ تھی۔۔۔

جب بارات ہال پہنچی تو شاہ حویلی کے تمام فرد استقبال کیلے کھڑے تھے جبکہ تمام خواتین اندر ہال میں موجود تھی۔۔ ہاتھوں میں سرخ گلاب کے پھولوں کی پتیوں سے بھری پلیٹیں اٹھائی ہوئیں تھی ہال پہنچنے پر ایک دفعہ پھر سے فائرنگ اور آتش بازی کی گی تھی۔۔حازق خان اب گاڑی سے نکل کر باہر کھڑا ہو گیا تھا اور اسکے ارد گرد ریز شاہ، شہسور اور باقی سب دوستوں نے بھنگڑا ڈالتے ہوئے اس پر سے پیسے وارنا شروع کر دیا۔ جبکہ گلالئ، ذائشہ اور باقی لڑکیاں اپنے منہ چادروں سے ڈھک کے تیزی سے اندر ہال کہ جانب بڑھ گی، احان شاہ اور ارزم شاہ کی نگاہوں نے اتنے رش میں بھی تیزی سے اپنی بیویوں کو سکین کیا تھا، ذائشہ کے ہاتھ میں یسریٰ جبکہ یاور اپنی ماں کے پاس تھا، احان شاہ نے ارزم شاہ کو آنکھوں سے اشارہ کرتے انہیں اپنی نگرانی میں اندر پہنچانے کی ہدایت کی تھی جس پہ وہ ہاں میں سر ہلاتا ان کی طرف بڑھ گیا۔۔

کاظم شاہ نے مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام کروایا تھا خاص طور پر عورتوں والی سائیڈ پہ فیملی ممبر کے علاوہ کسی مرد کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ حال میں اینٹر ہوتے ہی شہسوار شاہ کو میر ال شاہ کی ڈھیروں کالز اور میسجز ریسیو ہوئے تھے جنہیں سننے کے بعد وہ گہری سانس بھر تا حال سے نکلتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ ابھی تو اس نے حال کے اندر جا کے ٹھیک سے نہیں دیکھا تھا اور میر ال میڈیم اسے حکم دے چکی تھیں، ہر صورت میں آئرہ شاہ کو آج کے فنکشن پہ لے کے آئے، دلہن بنے ہوئے بھی اسے سب کی فکر تھی۔۔

حازق خان کو سب سے پہلے مردوں والی سائیڈ پہ لے جایا گیا۔ تمام مہمانوں کے آجانے اور تھوڑے شغل میلے کے بعد اسے آرمی کی طرف سے گارڈ آف آنر دیا گیا۔۔ اور اسکی ادارے کیلئے قابل قدر خدمات پر سراہا گیا تھا ہال میں موجود ہر شخص قابل ستائش نگاہوں سے حازق خان کو دیکھ رہا تھا۔۔ عالم انکل اور شہسوار کا سینہ فخر سے بلند ہوا تھا اور اسے مقام پر دیکھ کر انکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکے تھے جبکہ زاویار شاہ بھی اپنی بیٹی کے نصیب پر رشک کر رہے تھے جس کی قسمت میں میجر حازق خانزادہ آیا تھا۔ جبکہ کاظم، احان، ارزم، شہسوار اور ریز شاہ نے اسے باقاعدہ گلے لگا کر مبارک دی تھی۔

جی اپھو جان میں بالکل ٹھیک ہوں! آئرہ کہاں ہے!۔۔۔ وہ انہیں اپنے کندھے سے لگا تا نرمی سے انہیں اپنا حال احوال بتاتے ساتھ ہی آئرہ شاہ کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔

آئرہ اپنے کمرے میں ہے بیٹا! کوئی ضروری کام ہے؟۔۔۔۔ شبنم بیگم اسے شفقت سے جواب دیتی اسکی طرف غور سے دیکھنے لگیں جو اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا، شاید وہ کسی ضروری تقریب کے لئے تیار ہوا تھا۔ شبنم بیگم نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔

میں اسے پک کرنے کے لئے آیا ہوں! اگر تو وہ تیار ہے اسے بولیں باہر آجائے، بارات آچکی ہے!۔۔۔۔ شہسوار شاہ انہیں اپنے آنے کا مقصد بتاتا کرسی سنبھالنے لگا۔

لیکن بیٹا کس کی بارات ہے؟۔۔۔۔۔ شبنم بیگم نا سمجھی سے استفسار کرنے لگیں، وہ اس متعلق شاید کچھ نہیں جانتی تھی۔

آج میرال کی بارات ہے اپھو جان! اس نے مجھے خصوصی طور پہ کال کی ہے کہ آئرہ کو اپنے ساتھ لے کے آؤں کیونکہ وہ اسکی مہندی کے فنکشنز میں غائب رہی ہے! کیا آپ میرال کی شادی کے متعلق نہیں جانتی؟۔۔۔ شہسوار شاہ انہیں تفصیلی جواب دینے کے ساتھ ساتھ چونک کے سوال بھی کر رہا تھا۔

میں جانتی تھی بیٹا لیکن تاریخ میرے دماغ سے نکل گئی! اور مجھے نہیں لگتا یہ نکمی لڑکی جانے کے لئے تیار ہوئی ہو گی! نجانے کیا ہوا ہے اسے؟ پچھلے کتنے دنوں سے کمرے میں بند ہے، نہ ٹھیک سے کھا، پی رہی ہے، نہ بات کر رہی ہے!!۔۔۔ شبنم بیگم فکر مندی سے بولیں۔ شہسوار شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے آئرہ شاہ کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔۔

اس سے بولیں دس منٹ میں تیار ہو کے باہر آئے! میں انتظار کر رہا ہوں، اسے لئے بغیر گیا تو میرال ناراض ہو گی!!۔۔ شہسوار شاہ سنجیدگی سے شبنم بیگم جو حکم دیتا جیب سے فون نکالتے کالز چیک کرنے لگا۔۔ شبنم بیگم ہاں میں سر ہلاتی آئرہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

شبنم بیگم کی منت کرنے پہ وہ شادی پہ جانے کے لئے تیار ہوئی تھی، آج اس کی شادی تھی اور وہ مزید اسے تڑپانے کے لئے خود لینے آیا تھا؟ وہ چاہتا تھا وہ اسکی شادی میں شریک ہو تا کہ اس کا دل جو پہلے ہی کرچیوں میں بٹا ہوا ہے مزید ریزہ ریزہ ہو جائے!!؟ دل اپنی محبت کی اس ناقدری پہ خون کے آنسو رو رہا تھا، خیر وہ اپنے آنسو صاف کرتی سپاٹ انداز میں تیار ہو رہی تھی، جب اسے اس کی محبت سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا تو وہ کیوں اس کے لئے رو رہی تھی؟ اگر وہ یہی چاہتا تھا وہ اسکی شادی میں شمولیت کرے تو وہ اسکے سامنے کمزور بن کے اسے اسکے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی، وہ ہر پل مضبوط رہے گی۔ آئرہ شاہ نے خود سے عہد کیا تھا، اس نے اپنی دوست کی گفٹ کی گئی سیاہ ساڑھی زیب تن کی تھی، میک اپ کے نام پہ چہرے پہ ہلکی سی فاؤنڈیشن، انکھوں پہ مسکارا، جبکہ لبوں کو سرخ لپ اسٹک سے جان بوجھ کے رنگا تھا۔ وہ اپنے چہرے کے اداس تاثرات چھپاتی چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجاتی اپنی ساڑھی کا پلو درست کر رہی تھی۔۔ وہ اس سیاہ ساڑھی میں اپنے حسن سے جلوے بکھیرتی کسی کو بھی اپنا اسیر کر سکتی تھی۔ شبنم بیگم کی

پانچویں آواز سنتی وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے سیاہ سٹریٹ بال پیچھے کمر پہ پھینکتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

آئرہ۔۔۔۔ شبنم بیگم کی اگلی پکار ان کے منہ میں ہی رہ چکی تھی کیونکہ وہ اسے سامنے ہی کمرے سے نکلتے دیکھ چکی تھی ، شہسوار شاہ جو کال بند کرتا فون جیب میں رکھ رہا تھا، اچانک سے نگاہیں آئرہ شاہ کی طرف اٹھی تھیں، اسکا حسن دیکھتے شہسوار شاہ کے دل پہ جیسے بجلیاں گری تھیں۔۔، رات کے اس اندھیرے میں سیاہ ساڑھی پہنے وہ اس اندھیری رات کا حصہ لگ رہی تھی لیکن چمک چاند کی طرح رہی تھی۔۔ شہسوار شاہ بے اختیار ہوتا اسکی طرف دیکھتا جا رہا تھا، اسے ہوش ائرہ شاہ کی ہیلز کی ٹک ٹک کی آواز پہ آیا تھا۔ وہ اپنی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا کرسی سے کھڑا ہوا تھا۔۔

یہ مجھے لینے کیوں آئے ہیں امی؟ میں خود جا سکتی ہوں! انہیں اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی!۔۔۔ آئرہ شاہ اسے دیکھتے ہی بے حد سنجیدگی سے بولی تھی۔

میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں، چادر لے کے باہر آؤ!!۔۔۔ جواب شہسوار شاہ کی طرف سے آیا تھا، اسکا لہجہ سپاٹ تھا کیونکہ وہ اسکی اس روز فون پہ کہی گئی باتیں نہیں بھولا تھا۔۔ شبنم بیگم اس دوران خاموشی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ ائرہ شاہ اندر جا کے چادر لینے کی بجائے اپنی ماں کو اللہ حافظ کرتی یونہی اس کے پیچھے بڑھی تھی۔۔ قدم من من بھاری ہو رہے تھے لیکن وہ خود کو مضبوط بنائے ہوئے تھی۔۔

سنا نہیں تم نے؟ چادر لے کے آؤ!! اس لباس میں میں تمہیں بنا چادر کے نہیں لے کے جاؤں گا!!۔۔۔ اسے اپنے حکم کی نفی کرتے دیکھ کے وہ اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے دبے دبے غصے سے بولا تھا۔

تو نہ لے کے جائیں!! امی میں جانتی ہوں مجھے کون سا لباس کس طرح سے کیری کرنا ہے! یہ مجھ سے زیادہ میرے جسم کی حفاظت نہیں کر سکتے!! ساڑھی کے اوپر دس گز کی چادر لوں گی تو منہ کے بل گروں گی!! انہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے!!۔۔۔ آئرہ شاہ بظاہر تو اسے جواب دے رہی تھی، لیکن نگاہیں اس نے اپنی ماں پہ مرکوز رکھی تھیں۔ وہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے صرف دوپٹا ٹھیک سے لیا کرتی تھی، بڑی چادر اس سے سنبھالی نہیں جاتی تھی۔ اسکے جواب پہ شہسوار شاہ نے اپنی مٹھیاں بھینچے تھیں۔۔

آئرہ کیوں ضد کر رہی ہو بیٹا؟ شاہ ٹھیک کہہ رہا، چادر لے لو! اور میں نے تمہیں سو دفعہ منع کیا ہے ساڑھی مت خریدا کرو، تم نے اپنے جوڑے ہوئے پیسے پھر سے ساڑھی پہ برباد کر دیئے؟۔۔۔ شہسوار شاہ کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے شبنم بیگم نے آئرہ کو جھاڑ پلائی تھی۔۔

امی مجھے یونہی جانا ہے ورنہ نہیں جانا!! ۔۔۔ آئرہ شاہ نے دانت پیستے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا تھا، وہ جب اپنی مرضی سے شادی کر رہا تھا پھر اسے اپنی مرضی کرنے سے کیسے روک سکتا تھا؟؟ آئرہ شاہ غصے سے سوچنے لگی۔

اچھو آپ اسکی چادر لے کے آئیں!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ اب آئرہ سے مخاطب ہونے کی بجائے ڈائریکٹ شبنم بیگم سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ ہاں میں سر ہلاتی اسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔

مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ!!!۔۔۔۔۔ وہ غصے سے دبی دبی آواز میں غرائی تھی، وہ کیوں ہمیشہ اپنی دفعہ ہر ضد پوری کرتا تھا؟؟

یہی سوال میرا تم سے ہے آئرہ شاہ جس کی جواب میں تم سے تفصیلی طور پہ گاڑی میں لوں گا!! تم نے مجھے تپایا ہے!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ اس کے نزدیک ہوتے دانت پیس کے غصے سے بولا۔۔ ابھی ان دونوں میں سے کوئی مزید بولتا جب شبنم بیگم اپنی طرف آتی دیکھائی دی تھیں، ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ چادر تھی جو انہوں نے آئرہ کی طرف بڑھائی تھی لیکن اس نے اپنے تاثرات سے ہی اسے تھامنے سے انکار کیا تھا، اسے ضدی بنتے دیکھ کے شہسوار شاہ وہ چادر تھامتا کھول کے خود ہی اسکے سر اپے پہ اوڑھانے لگا، آئرہ شاہ کے گول خود بخود سرخ ہوئے تھے، وہ غصے سے اسکا ہاتھ جھٹکتی خود ہی اس چادر کو ٹھیک سے سنبھالتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی، شہسوار شاہ اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کے غصے دباتا شبنم بیگم کو اسکی واپسی کے متعلق بے فکر کرتا اسکے پیچھے بڑھا تھا۔۔

جان تمنا۔۔۔ قسط 132 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔۔ علیشے خان

آگے بیٹھو! مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں!!۔۔۔ آئرہ شاہ کو گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے دیکھ کے شہسوار شاہ دروازے پہ اپنا ہاتھ ٹکراتا سنجیدگی سے اسے حکم دیے لگا۔۔

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی! بہتر یہی ہے مجھ سے کلام کرنے سے گریز کریں!! ۔۔۔۔ آئرہ شاہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتی غصے سے بولی۔

پیسنجر سیٹ پہ بیٹھو آئرہ شاہ! میں فلحال سڑک پہ کوئی تماشا نہیں لگانا چاہتا!!۔۔۔۔۔۔وہ دبے دبے غصے سے اسکے کان کے پاس غرایا۔ ائرہ شاہ کے گھر سے ہی کچھ فاصلے پہ گاڑی کھڑی تھی جہاں سے اس وقت اکا دکا لوگ بھی گزر رہے تھے لیکن شہسوار شاہ کو گوارہ نہیں تھا یہ اکا دکا لوگ بھی ان کا تماشا دیکھیں۔۔

سڑک پہ تماشا لگے یا فلم چلے! میں آگے نہیں بیٹھوں گی سید شہسوار شاہ!! ۔۔۔۔وہ اسکی بات ماننے سے انکاری ہوئی تھی، لہجے میں بد تمیزی تھی۔

تمہیں تو یہ چادر بھی نہیں لینی تھی آئرہ شاہ؟ اور اب تم خود پہ غور فرما کے دیکھ سکتی ہو یہ تمہارے بدن پہ موجود ہے کیونکہ اس میں شہسوار شاہ کی مرضی شامل تھی، تو کیا تمہیں لگتا ہے تمہاری پیچھے بیٹھنے والی یہ کوشش شہسوار شاہ کامیاب ہونے دے گا؟؟ تمہاری پوجا کرنے کے لئے تمہیں اپنے ساتھ نہیں بٹھا رہا بلکہ مجھے تمہاری اس روز کی بد تمیزی کا حساب چاہیے!!۔۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے غصے سے بولتا پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولتے اسے کہنی سے پکڑ کے احتیاط سے اندر بیٹھانے لگا۔

ہاتھ مت لگاؤ مجھے شہسوار شاہ! مجھے تمہارے نامحرم لمس سے نفرت ہو رہی ہے!۔۔۔۔اپنی کہنی پہ اسکے ہاتھ کا لمس محسوس کرتی آئرہ شاہ غرائی۔۔

چپ!! بالکل چپ!! تمیز سے بات کرو!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ جو اسکی بد تمیزی پہ تپ چکا تھا، اسے پیسنجر سیٹ پہ دھکیلتا غصے سے سیٹ کی پشت پہ ہاتھ مارتے غرایا، آئرہ شاہ کی سانسیں سینے میں اٹکی تھی کیونکہ وہ دونوں لاشعوری طور پہ ایک دوسرے کے نزدیک آ چکے تھے، شہسوار شاہ کی سیاہ گہری آنکھیں غصے سے سرخ تھیں جبکہ سیاہ گھنے بال سلکی ہونے کی وجہ سے بے ترتیب ہوتے ماتھے پہ بکھر چکے تھے، وہ اس وقت سیاہ کرتا شلوار پہ ہم رنگ سیاہ ویسکوٹ میں ملبوس تھا، ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ میچنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن بائے چانس یہ میچنگ ہو چکی تھی۔ اسے خاموش ہوتے دیکھ کے وہ دور ہوتا اسکی طرف کا دروازہ بند کرتے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا تھا۔ آئرہ شاہ

کے محلے سے نکلتے ہی گاڑی کچھ ہی دیر میں ہواؤں سے باتیں کرنے لگی۔ شہسوار شاہ فل سپیڈ میں سڑک پہ گاڑی دوڑا رہا تھا۔

اتنی سپیڈ میں اگر کوئی دوسرا گاڑی چلائے تو ان وردی والوں کو چلان کاٹنا یاد آجاتا ہے!! ہونہہ صدقے اس قانون کے!!۔۔۔ اسے گاڑی کی سپیڈ آخری حد تک بڑھاتے دیکھ کے آئرہ شاہ نے اس کی قانون کی نوکری پہ طنز کیا تھا، اس کا دل اتنی سپیڈ پہ لرز رہا تھا لیکن وہ ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ اس نے سرگوشی نما آواز میں طنز کیا تھا لیکن شہسوار شاہ سن چکا تھا، اسکے طنز پہ شہسوار شاہ نے گہری سانس بھرتے گاڑی کی رفتار کچھ کم کی تھی۔

دو دن پہلے کال کی تھی تمہیں؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے ایک نظر اسکی طرف دیکھتے بات کا آغاز کیا تھا لیکن جواب ندارد، وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی اپنے تن سے چادر اتار کے پیچھے پھینکتی اسے بتا چکی تھی کہ یہ چادر اس نے اسکے کہنے پہ نہیں صرف اپنی ماں کی وجہ سے لی تھی، جس پہ وہ جبڑے بھینچے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

کیا بول رہی تھی تم کال پہ؟ اپنے الفاظ یاد ہیں یا میں یاد کرواؤں؟؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ وہ دانت پیس کے استفسار کرنے لگا۔

تم سے مخاطب ہوں میں ائرہ شاہ!!!۔۔۔ اسکی مسلسل خاموشی پہ وہ دھاڑا تھا۔ وہ اس کی دھاڑ پہ بے ساختہ ونڈو کے ساتھ لگی۔۔

مجھے وہ سب پھر سے ڈسکس نہیں کرنا، آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں وہ کیا بات ہوئی تھی اور کیوں ہوئی تھی اسی لئے مجھے مزید ذچ مت کریں!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے بھی جواباً غصے سے جواب دیا تھا۔

نہیں!! میں نہیں جانتا تم نے وہ ساری فضول بکواس کیوں کی تھی!! میں وجہ جاننا چاہ رہا ہوں اور وجہ جانے بغیر میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا آئرہ شاہ!!۔۔۔۔۔ وہ سٹیرنگ پہ زور سے اپنا ہاتھ مارتا چلایا۔

ان فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنی شادی کی مبارک وصول کریں! شادی مبارک ہو آپکو!!۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ اپنے آنسو اندر کی طرف اتارتی اپنی محبت کو اسکی شادی کی مبارکباد دے رہی تھی، اسکی مبارکباد پہ شہسوار شاہ کے ہاتھ سے ایک پل کے لئے سٹیرنگ چھوٹا تھا، اس نے جلدی سے اپنی ڈسبیلنس ہوتی گاڑی

سنبھالتے ڈیش بورڈ پہ ہاتھ رکھا تھا، گاڑی کے ڈسبیلنس ہونے کی وجہ سے آئرہ شاہ کا سر جو ڈیش بورڈ سے ٹکرانے والا تھا، شہسوار شاہ کے ہاتھ کی وجہ سے بچ بچاؤ ہو چکا تھا۔۔

واٹ دا ہیل یو سیڈ؟؟؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ حیرانگی کے عالم میں اس سے سوال کر رہا تھا، شادی کی مبارکباد پہ اسکا دماغ چکرایا تھا۔۔ اسکی شادی تھی اور آئرہ میڈیم کے علاوہ کوئی بھی اس بات سے واقف نہ تھا؟

صرف شادی کی مبارکباد تو دی ہے اس میں اتنا حیران ہونے کی ایکٹنگ کرنے کی ضرورت ہے؟! اگر مجھے اپنے نکاح کا پہلے بتا دیتے تو اسکی مبارکباد بھی الگ سے دے دیتی!!۔۔۔۔۔ وہ اسکے اتنا حیران ہونے پہ طنزیہ انداز میں بولی، وہ آنکھوں کو آنسو چھلکنے سے بمشکل روکے ہوئے تھی۔

واٹ؟ کیا تم اپنے ہوش میں ہو؟؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اسکی باتوں پہ کس طرح سے ریکٹ کرے، وہ لمحہ بالمحہ اسے حیران کر رہی تھی۔ آئرہ شاہ اس دفعہ خاموش رہی کیونکہ اب آنسو چاہ کے بھی کنٹرول نہیں آ رہے تھے، حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکا تھا، وہ جلدی سے اسکی طرف سے نگاہیں پھیر گئی۔۔

کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی میری امی کے سامنے میرے ساتھ نکاح کا اعلان کرتے ہوئے شرم نہیں آئی تھی آپ کو؟۔۔۔ کچھ پل گزرنے کے بعد وہ بھیگی آواز میں گویا ہوئی۔ یہ تمام باتیں شہسوار شاہ کے سر کے اوپر سے گزرتی جا رہی تھیں۔۔

کس سے نکاح کیا ہے میں نے؟ کیا بکواس کرتی جا رہی ہو؟۔۔۔۔ وہ جھنجھلاتے انداز میں غرایا۔۔

وہی جس کے ساتھ آج رخصتی رچانے جا رہے ہیں! میں بھی محبت میں کتنی اندھی ہو چکی تھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ شادی کے لئے صرف میرال کا انتخاب کریں گے آپ سے محبت کے گیت گاتی رہی!! مجھے یہ تک بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ آپ میرال سے نکاح۔۔۔ ابھی وہ مزید بولتی جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔۔

کیا اول فول بولتی جا رہی ہو؟ کونسا نشہ کرنا شروع کر دیا ہے؟؟ چرس پی ہوئی ہے جو فضول بولتی جا رہی ہو؟ تم مجھے اور میرال کو کس حق سے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ سکتی ہو؟ آر یو میڈ!!۔۔۔ شہسوار شاہ حلق کے بل دھاڑا۔ اسکی باتیں اسکا خون گرم کر رہی تھیں۔۔

اگر اس کے شوہر نے تمہارے منہ سے یہ الفاظ سن لئے ہوتے تو اس وقت میں تمہارا جنازہ پڑھ رہا ہوتا یو میڈ گرل!!۔۔۔اسے اپنی دھاڑ پہ سوں سوں کرتے دیکھ کے وہ پاگل ہوتا سٹیرنگ پہ بار بار اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مار رہے تھے۔۔وہ دونوں ہی اس وقت مس انڈر سٹینڈنگ کا شکار لگ رہے تھے، دونوں ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔۔ان دونوں میں سے مزید کوئی کچھ بولتا جب شہسوار شاہ نے حال کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کی تھی۔

چادر اوڑھو خود پہ!! اور ہاں دودھ پلائی کی رسم میں باقی سب لڑکیوں کے ساتھ شرکت ضرور کرنا پھر شاید تمہارے اس موٹے دماغ کی چربی میں کچھ کمی آجائے!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسے اپنے آنسو صاف کرتے گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ کے شہسوار شاہ پیچھے کی طرف ہوتا چادر اٹھا کے اسکی گود میں پھینکتا کرخت لہجے میں گویا ہوا۔۔آئرہ شاہ ابھی بھی اسکی باتوں کا مطلب ٹھیک سے نہیں سمجھی تھی، اسکی سوئی اسکی اور میرال کی شادی پہ ہی اٹکی ہوئی تھی، وہ چادر خود پہ اوڑھے بغیر یوں ہی گاڑی سے باہر نکلنے لگی، جب شہسوار شاہ اسے کہنی سے پکڑ کے خود کے نزدیک کرتا اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، اسکے ہونٹوں پہ یہ سرخ رنگ آج بھی ایک آنکھ نہیں بھایا تھا کیونکہ وہ ابھی اس سرخ رنگ کو اپنے ہونٹوں سے چننے کا حق نہیں رکھتا تھا، شہسوار شاہ ڈیش بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ٹشو پکڑتے ہوئے آئرہ کو سوچنے کا موقع دیئے بغیر ان ہونٹوں سے یہ سرخی صاف کر گیا جو کب سے اسکے جذبات جگا رہی تھی، آئرہ شاہ مچلتے ہوئے اس سے اپنی کہنی آزاد کروانے لگی۔

ساڑھی پہننے کا اتنا ہی شوق تھا تو بلاؤز کچھ کھلا سلوا لیتی! کیا درزی نے زیادہ پیسے مانگ لئے تھے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے سراپے کی طرف دیکھے بغیر دانت پیس کے بولا تھا، آئرہ شاہ کا چہرہ شرم اور غصے سے لال ہوا تھا۔

یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے!!۔۔۔وہ اس سے اپنی کہنی آزاد کرواتی غصے سے جواب دیتی خود پہ اچھے سے چادر اوڑھتی گاڑی سے نکلی تھی۔ شہسوار شاہ اپنے درد سے پھٹتے سر پہ ہولے سے مکا مارتا گاڑی سے باہر نکلتے اسکے ہمقدم ہوا تھا تاکہ اسے لڑکیوں والی طرف بھیج سکے۔

آرمی کی طرف سے گارڈ آف آنر وصول کرنے کے بعد حازق خان اب اپنے کچھ سینئر آفیسر سے مل رہا تھا۔۔جب ریز شاہ نے اسے پکارا تھا۔

خان آجا!! دوسری سائیڈ پہ چلتے ہیں!! سب تیرا انتظار کر رہے باقی جو بھی رسمیں ہیں بس جلدی سے ادا ہو جائیں پھر کھانا بھی لگوانا ہے اور مہمانوں کو بھی رخصت کرنا۔ ہم زیادہ لیٹ نہیں کر سکتے !!تم لوگوں نے واپس کشمیر بھی جانا ہے۔۔۔۔ ریز شاہ خان کی طرف قدم بڑھاتا مصروف انداز میں ساری صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا۔ جب پیچھے سے شاہ حویلی کے تمام مرد حازق خان کی طرف بڑھے تھے اور اسے لیکر ہال کی دوسری طرف جہاں سب خواتین تھیں، داخل ہوئے۔۔ کیونکہ خواتین تو مردوں والی طرف جا کے رسومات نہیں کر سکتی تھیں۔۔

حازق خان اور اسکے ساتھ باقی جو تمام لوگ تھے ان پر گلاب کی پتیاں نچھاور کر کے استقبال کیا گیا تھا۔۔ اور ہال میں موجود تمام خواتین کی نگاہیں اس وقت اس شہزادے پہ مرکوز تھی جو آرمی یونیفارم میں ملبوس آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا اب سٹیج کی طرف آرہا تھا۔۔ خواتین کی طرف الگ سٹیج تھا اس طرف کوئی بھی غیر مرد نہیں تھا۔۔

کاظم شاہ جانتا تھا کہ خان فیملیز میں دلہن کو سب کے سامنے سٹیج پہ بیٹھانے کی اجازت نہیں تھی، اس لئے خواتین کی سائیڈ خاص پردے کا انتظام کیا گیا تھا تاکہ کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو اور ویسے بھی میرال سٹیج پہ آئے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ اسکو بھی تو اپنے سارے ارمان پورے کرنے تھے۔ حازق خان سٹیج پہ پہنچ چکا تھا۔ اور پھر اچانک پورے ہال کی لائٹس آف ہو گئی اور ایک فوکس لائٹ ہال کی انٹرینس کی طرف سے آتی میرال شاہ پہ پڑ رہی تھی ۔لائٹ کے تعاقب میں دوڑتی حازق خان کی نظریں اس چاند سے جیسے چمکتے چہرہ پہ جا کے ٹھہر گی تھی جو آج سے مکمل طور پر اس کا ہونے والا تھا اور تاحیات اس چاند نے حازق خان کی زندگی کو روشنی سے منور کرنا تھا۔ پورے ہال میں اس وقت بیک گراونڈ میوزک کی دھن بج رہی تھی۔

"ملے ہو تم ہم کو بڑے نصیبوں سے

چرایا ہے میں نے تم کو قسمت کی لکیروں سے!"

میرال کی تمام دوستیں اسکے پیچھے تھیں جبکہ مرحا اور گلالئی میرال کے بھاری لہنگے کو سائیڈ سے سنبھالے سٹیج کی طرف بڑھنے لگی۔۔۔ ان پر گلاب کی پتیوں کی بارش ہو رہی تھی۔۔۔ میرال کو یہ چند قدم کا سفر اپنے زندگی کا سب سے خوبصورت سفر لگ رہا تھا کیونکہ اس کو تہہ کرنے کے بعد میرال شاہ کو جسم اور روح سے حازق خانزادہ کا ہو جانا تھا۔۔

حازق خان کو اپنی میرو اسکی پسند کے لہنگے میں سجی ماہ رخ لگ رہی تھی۔۔

"صدا ہی رہنا تم میرے قریب ہو کے

چرایا ہے میں نے تم کو قسمت کی لکیروں سے"

میرال کے سٹیج کے پاس پہنچتے ہی حازق خان آگے بڑھتے ہوئے اس کا نرم و نازک ہاتھ تھامتا خود کے قریب کرتا شدت سے اسکے ماتھے پہ لب رکھ گیا۔ جس پر میرال شاہ کی سب دوستیں نے ہوٹنگ کی تھی اور تمام بڑوں نے بھی ان کی نظر اتاری تھی، ان دونوں کی جوڑی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے آئرہ شاہ کی زبان مانو تالو سے چپک چکی تھی، وہ بے یقینی سے اس جوڑے کو دیکھ رہی تھی، اس نے تو حازق خان کی جگہ شہسوار شاہ کو ایکسپیکٹ کیا تھا۔۔ یا خدایا۔۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟

ریز نے آج سب سے پہلے آتے ہی اپنی شاہ شادی سے ملاقات کی تھی اور اسکے خوبصورت روپ کو اپنے محبت بھرے الفاظ سے معتبر کیا تھا اور ڈھیروں پیسے اسکے سر سے وار کے صدقہ دیا تھا۔۔ اور مرحا اس کے بس اتنے ہی عمل سے خود کو دنیا کی خوش نصیب لڑکی پاتی تھی۔

سب لڑکیاں سٹیج پر موجود تھی۔۔ دودھ پلائی کی رسم ہو رہی تھی اور بہت سی رقم کی ڈیمانڈ کی جا رہی تھی لیکن حازق خان نے ان سب کو تنگ کرنے کیلئے اپنی جیب سے ایک سو روپے کا کڑکتا نوٹ نکال کر ماہا کو تھمایا تھا کیونکہ سب سے زیادہ شور اسی نے مچایا ہوا تھا، ماہا اس نوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔۔ اسکے یوں منہ بگاڑنے کے انداز پہ سب نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے بیک وقت گلہ کھنکھارتے ہوئے "# celebrity "کا نعرہ لگایا تھا کیونکہ انسٹاگرام پہ تین سو فالورز لے کے خود کو سلیبرٹی کہنا اسکی ایک گندی عادت تھی۔۔ وہ سب یہ نعرہ لگاتی دراصل ماہا کو اسکی حقیقت اور اہمیت سے آگاہ کر رہی تھی جو کہ صرف ایک سو روپے کی تھی۔۔

ویسے لالہ سو روپے کا کیا آئے گا۔۔۔ آمنہ چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی لئے حازق خان سے سوال کر رہی تھی حالانکہ اس سو روپے کے ساتھ ماہا کی شکل دیکھ کے ہنسی آ رہی تھی۔

"ترترے دس روپے تے ترترے "(کر کرے دس روپے کے کر کرے)۔۔۔ تم سب کیلئے آجائیں گے جواب ثمرہ نے دیا تھا اور اسکے یوں توتلا بولنے پر سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔ سوائے ماہا کے۔۔ میرال ان کی سو روپے والی اوقات کافی انجوائے کر رہی تھی کیونکہ ان سب نے اس کو عین وقت پہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا تھا۔۔

لالہ کنجوسی نہ کریں اور اپنی جیب تھوڑی ڈھیلی کریں!!۔۔۔اب کی بار مرحابولی تھی جس پر اگلے ہی پل حاذق خان انکی منہ مانگی قیمت ادا کر گیا۔اچھااب میرے لالہ کو دودھ تو دے دو پیسے تو تم لوگوں نے لے لئے۔۔۔۔گلالئی نے اپنے لالہ کی سائیڈلی تھی۔جس پر اگلے ہی پل ایک دودھ کا گلاس حازق خان کو دیا گیا تھا۔حازق خان گلاس پکڑے سٹرا منہ میں ڈالے دودھ پینے کی کوشش کرنے لگا لیکن سٹرا سک کرنے کے باوجود بھی دودھ اوپر نہیں آرہا تھاحازق خان نے ایک دفعہ پھر سے کوشش کی لیکن بے سود اور سب کی حازق کے یوں دودھ پینے کی کوشش پر ہنسی نکلی تھی، کیونکہ سٹرا کو نیچے سے گراہ لگی ہوئی تھی تو دودھ اوپر کیسے آتا ان سب کو ہنستے ہوئے دیکھ کر حازق خان نے تیزی سے سٹرا باہر نکالا اور سٹرا کو گراہ لگا دیکھ کر میرال بھی اپنی ہنسی پہ کنٹرول نہ رکھ سکی۔۔

ہنس لو جتنا ہنسنا ہے، رات کو تمہاری یہ ہنسی چینخوں اور سسکیوں میں نہ بدلی تو پھر کہنا!!۔۔۔۔۔حازق خان اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں گویا تھا جو کہ اسکی بے عزتی پہ ہنس رہی تھی۔

ہمم دیکھیں گے!!۔۔۔اسکی بات کو میرال نے ہوا میں اڑا دیا اور ائیر واچ کا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔آخر اس کی لیجنڈ دوستیں اسکے میجر کو ستانے میں کامیاب ہوئی تھیں۔۔

ارزم، احان ندیدوں کی طرح اپنی بیویوں کو دیکھ رہے تھے، جن سے ملاقات کی ان کو کوئی راہ نہیں مل رہی تھی، وہ انکے اتنے خوبصورت روپ کو دیکھ کے خود پر مشکل سے کنٹرول کئے ہوئے تھے۔شاہ حویلی کے تمام مرد سٹیج سے دور کھڑے تھے کیونکہ ان کو سب لڑکیوں کے درمیان سٹیج پہ جانا مناسب نہیں لگا۔۔کاظم شاہ ازمیر کو اٹھائے ہوئے تھا جس کی نظریں مسلسل سٹیج پر ذائشہ کی بانہوں میں موجود یسری پر تھیں، وہ اپنے ہاتھ پاؤں اکڑائے باپ کو جیسے آگے بڑھنے کے اشارے دے رہا تھا لیکن اسکا باپ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔۔اور پھر یاور کو سٹیج پہ دیکھ کے ماتھے پہ ننھے ننھے بل ڈالے زور زور سے رونے لگے۔۔جب ارزم شاہ نے آگے بڑھتے اسے کاظم سے تھام گیا۔ارزم کے پاس آتے ہی ازمیر نے رونا بند کر دیا، اسکو شاید لگ رہا تھا اسکا چاچو اسے سٹیج پہ لے جا ہے گا، ارزم اسکے ہاتھ پاؤں مارنے اور بار بار سٹیج کی طرف دیکھنے سے سب سمجھ چکا تھا کہ یہ کیا چاہتا ہے۔۔

لالہ دیکھ لیں اپنے داماد کو!! کیسے اپنی منزل کے پاس جانے کیلئے اتاولا ہو رہا ہے۔۔۔ارزم شاہ نے احان کو مخاطب کرتے زو معنی بات کہی تھی۔جس پر احان اور کاظم نے سر جھٹک کے اسکی سوچ پہ افسوس کیا تھا۔جبکہ ازمیر نے پھر

سے رونا شروع کیا تھا، اسکا چاچو اسے آگے لے جانے کی بجائے اسکی شکایت لگا رہا تھا۔ رونے کے ساتھ ساتھ ازمیر کا چہرہ اب غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اسکا سرخ چہرہ دیکھ کر ارزم نے ہنستے ہوئے اسکے منہ پہ جھک کر بوسا دینے کی کوشش کی لیکن اگلے ہی پل ازمیر نے اسکے دونوں گالوں پہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ جماتے انہیں اپنے چھوٹے مگر تیز ناخنوں سے نوچ ڈالا تھا۔ جس ہر ارزم شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی جبکہ احان، کاظم اور ریز کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

تو نے ہی بگاڑا ہے میرے بیٹے کو اور خیر سے ان سب کاموں پہ بھی تو نے ہی لگایا ہے اب بھگت!! تیری یہ ہی سزا ہے!!۔۔۔ کاظم شاہ استہزائیہ انداز میں ارزم کو اسکے کارنامے بتا رہا تھا۔۔ لڑکیاں اب سٹیج سے اتر چکی تھی کیونکہ باقی سب کو بھی حازق اور میرال سے ملنا تھا۔ سٹیج خالی ہوتا دیکھ کے ارزم شاہ تیزی سے ازمیر کو لے کر ذائشہ کی جانب بڑھا کیونکہ یسری ذائشہ کے پاس تھی۔ ذائشہ کے قریب پہنچتے ہی ازمیر نے رونا بند کیا تھا اور اپنے ہاتھوں کو اپنی مدد آپ کے تحت چلاتے ہوئے یسری کی چھوٹی سی میرون کرتی کو پیچھے سے اپنی مٹھیوں میں دبوچ کے اپنے آپ آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے یسری کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ یوں پیچھے سے کرتی دبوچنے پہ یسری کی ننھی سی گردن پہ دباؤ پڑا تھا جس پر اس نے اپنے گلابی ہونٹ مروڑتے ہوئے رونا شروع کیا تھا، یسری کے یوں رونے پہ ارزم بوکھلاتے ہوئے ازمیر کی مٹھیوں سے اسکی کرتی آزاد کروایا گیا، ذائشہ پریشانی سے یہ ماجرہ دیکھتی روتی ہوئی یسری کو تھپکنے لگی۔ ازمیر اب رو نہیں رہا تھا بلکہ کھکھلا رہا تھا جبکہ اسکا چہرہ آنسو سے بھیگا ہوا تھا۔۔ اس نے تو ارزم کو کچھ بھی اور کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا وہ منہ کھولے اس آفت کو دیکھنے لگا، جبکہ ذائشہ پریشانی سے ارزم شاہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی جس پر چھوٹی چھوٹی خراشوں کے سرخ نشان موجود تھے۔ اسکی شہد رنگ بیرڈ ان نشانات کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ذائشہ خان اسکے اتنے قریب کھڑی ایک منٹ میں اس کا جائزہ لے چکی تھی جس طرح سے وہ لیتا تھا۔ وہ اس وقت براؤن شلوار قمیض پہ ہم رنگ ویسکوٹ میں ملبوس پیروں پہ چمچماتے بوٹ پہنے بے حد خوبصورت لگتا یہاں نجانے کتنی ہی لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔۔

بلکل یہی ڈیزائن تم بھی ہماری گولڈن نائٹ پہ میری شدتوں سے چور ہوتے ہوئے میری کمر پہ بنانا!!!۔۔۔۔ ارزم اسکو اپنی طرف دیکھتا پا کر بے باکی سے گویا تھا جس پر ذائشہ خان لال سرخ ہوتی تیزی سے اپنی نظریں پھیر گی۔۔ یاور نے پورا وقت سٹیج پہ گزارا تھا وہ کافی خوش رہا تھا حسین لڑکیوں کے بیچ، لیکن جب سے ازمیر آیا تھا اسکا موڈ بگڑ چکا تھا

اور اس نے رونا سٹارٹ کر دیا تھا جس کو لیکر گلالئ سٹیج سے اترتی ایک صوفے پہ آکر بیٹھ گی۔۔اس کو صوفے پہ بیٹھا دیکھ کے احان شاہ ایک کولڈ ڈرنک کا گلاس اٹھاتا گلالئ کے قریب آیا تھا اور گلاس اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسکے پاس بیٹھتا آرمی یونیفارم میں ملبوس اپنے چھوٹے سے خوبصورت بیٹے کو پکڑنے ہی والا تھا جب یاور نے روتے ہوئے اپنا ہاتھ مارا اور پورا کولڈ ڈرنک کا گلاس گلالئ کے کپڑوں پہ گر گیا۔

اہہہ!! یاور یہ کیا کیا؟ مورے کے کپڑے گندے کر دیئے؟۔۔۔احان شاہ سنجیدگی سے چھوٹے سے یاور شاہ سے مخاطب ہوتا افسوس کا اظہار کرنے لگا۔اور اسکو گلالئ کی گود سے نکالتے کچھ فاصلے پہ کھڑے زوریز شاہ کو تھماتا گلالئ کو لے کر باتھروم کی طرف بڑھ گیا جبکہ زوریز شاہ نے یاور کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں قید کرتے اسکے پورے چہرے کو پیار سے چوما تھا،ہاتھ کنٹرول کرنے کی وجہ ٹرسٹ ایشوز تھے،کیونکہ ان بچوں کا کوئی بھروسہ نہیں تھا جب کسی کا منہ نوچ ڈالیں،وہ ابھی ازمیر کا منہ نوچنے والا پرو موو دیکھ چکا تھا۔

گلالئ کے بھاری لہنگے کی وجہ سے اسے چلنے میں کافی مشکل ہو رہی تھی۔تھوڑا سا سب کی نظروں سے اوجھل ہونے کی دیر تھی جب احان شاہ تیزی سے ادھر ادھر دیکھتا اسکو اپنی بانہوں میں بھرتا واشروم میں داخل ہوا تھا۔گلالئ نے بوکھلاتے ہوئے اس کو مضبوطی سے تھاما تھا۔وہ اس کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پہلے کتنی ہی دیر گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا،شاید اس کا دل نہیں بھر رہا تھا،اور پھر جب اچانک نظر اسکے گلابی ہونٹوں پہ پڑی تو اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا اور وہ شدت سے اس کے لبوں پہ جھکتا اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔وہ لمحہ بہ لمحہ اپنے لبوں کو اسکے لبوں میں پیوست کرتا اپنی پیاس بجھانے لگا،وہ بنا سانس لئے کتنی ہی دیر اسکے لبوں سے چپکا رہا،گلالئ کی سانسیں اب اکھڑنے لگی تھی،احان شاہ اسے دیوار کے ساتھ لگاتا اسکے گالوں پہ اپنے ہاتھ جمائے اپنی پوری قوت سے اسے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اسکی زبان جکڑ گیا جس پہ گلالئ مچلتے ہوئے اسکے کالر کو اپنی مٹھیوں میں دبوچتی اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگی۔احان شاہ اسکے مچلنے کی پرواکئے بغیر اسکی نازک پنکھڑیوں سے لپٹے رہا۔سانسوں کے بند ہونے پہ گلالئ نے اسکے سینے پہ مکا جڑا تھا جس پر اگلے ہی پل احان شاہ اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔

کیا کر رہے ہیں کوئی آجائے گا!یہ ہمارا بیڈ روم نہیں ہے۔۔۔گلالئ اپنی پھولی سانسوں کے درمیان خفگی سے بولی تھی ساتھ ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی جو میرون شلوار قمیض پہ ہم رنگ ویسکوٹ پہنے ہوئے اپنی روعب دار شخصیت

سے ہمیشہ کی طرح پر کشش لگ رہا تھا، حویلی کے تمام لڑکوں اور فیملی فرینڈز کی ڈریسنگ ایک جیسی تھی، صرف رنگوں میں فرق تھا۔

تو کس نے کہا تھا مجھے سے ڈیڑھ دن دور رہنے کیلئے؟ جتنا مجھے تڑپاو گی، اتنا ہی شدت سے بھرپور پاؤ گی۔۔۔۔۔ احان شاہ اسے جواب دیتے ہوئے اب اسکے کپڑوں پہ گری کولڈ ڈرنک صاف کر رہا تھا۔۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسکے سراپے پہ اپنے ہاتھوں کی بے باکیاں بھی دیکھا رہا تھا۔۔ جس پر گلالئی سرخ چہرہ لئے خاموشی سے کھڑی اسکے ہاتھوں کا بے باک لمس محسوس کر رہی تھی۔

سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، اب رخصتی کا وقت تھا سب بڑے، میرال اور حازق سے باری باری ملنے لگے اور انکو دعائیں دیتے ہوئے نظر اتارنے لگی جبکہ زہرہ مام میرال کو اپنے سینے میں بھینچے بیٹھی تھی اور انکی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھی۔۔ ان کے ساتھ زاویار شاہ کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے جس کی چھوٹی سی بیٹی آج اتنی بڑی ہو گی تھی کہ وہ بیاہ کے دوسرے گھر جا رہی تھی۔۔ میرال اپنے باپ کے آنسو دیکھ کے تیزی سے اسکے سینے لپٹی تھی۔۔

ڈیڈ!!! کم ان کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ میں کونسا دور جا رہی ہوں پاس ہی تو ہے کشمیر!۔۔۔۔ میرال اپنے آنسو پیچھے کی طرف دھکیلتی اپنے باپ کو دلاسہ دینے لگی۔۔ جبکہ مرحا بھی انکے ساتھ آ کے لپٹی تھی اور میرال کا ہاتھ پکڑ کے چومنے لگی، اسکے آنسو اسکی آنکھوں سے نکلتے میرال کے ہاتھوں پہ گر رہے تھے، میرال شاہ اس وقت رونے کی بجائے خود کو مضبوط ظاہر۔۔ شاہ بی بی، عادل شاہ، دریاب شاہ اور ہارون شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھی وہ انکی گھر کی رونق تھی۔۔ اپنی مرضی کرنے والی سب سے الگ لڑکی تھی، حازق خان نے سب بڑوں کو مطمئن کیا تھا کہ وہ ہمیشہ ان کی بیٹی کا خیال رکھے گا۔ زوریز شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے روتی ہوئی مرحا کو میرال سے الگ کرتے اپنے سینے سے لگایا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا مرحا کے یوں رونے پہ میرال بھی خوف پہ کیا گیا ضبط کھو دے، کاظم شاہ، اور احان شاہ نے میرال کے سر پہ ہاتھ رکھتے اسے بہنوں والا مان دیا جبکہ ارزم شاہ اس وقت منظرِ عام سے غائب تھا کیونکہ میرال شاہ اسکی دوسری ماں تھی، وہ اسکے ساتھ اتنا اٹیچ ہو چکا تھا کہ کسی سے اپنی باتیں شئیر نہ کرنے والا انسان اس سے اب بہت سی باتیں شئیر کر لیا کرتا تھا، وہ رشتوں کو لے کے بہت حساس تھا، رخصتی کے اس موقعے پہ سب کو اپنے آنسو نہیں دیکھانا چاہتا تھا، اسی

لیے وہ ان سب کی نگاہوں سے پہلے ہی اوجھل ہو گیا۔ ایزل سے ملنے کے بعد میر ال نے ارزم کا پوچھا تھا لیکن کوئی بھی اسکے متعلق نہیں جانتا تھا، ایزل شاہ یوں رو رہی تھی جیسے میر ال کی نہیں اسکی رخصتی ہو رہی ہو۔ کاظم شاہ اپنے ہاتھ کی پوروں سے اسکے آنسو صاف کرتا اسے خاموش کروانے لگا۔۔

سب سے ملنے کے بعد کچھ ہی دیر میں آگے پیچھے سب مہمانوں کی گاڑیاں کشمیر کی طرف روانہ ہو گی۔ جاتے ہوئے حازق خان اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرنے والا تھا کیونکہ زوریز شاہ نے اب باقی سب کے ساتھ ولیمے کی تقریب کے لئے کل کشمیر پہنچنا تھا، حازق خان نے ذائشہ کو اپنی گاڑی میں میر ال شاہ کے ساتھ بیٹھایا تھا، اس نے گل کو آج بھی اپنے ساتھ کے جانے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن احان شاہ کی طرف سے صاف انکار کے ساتھ فیوچر کے لئے دھمکیاں سنتے وہ اس سے بحث میں ناکام رہا۔۔ احان شاہ نے آج اپنی بیوی اور بچوں کو کشمیر نہیں بھیجا تھا۔ گلالئی اپنے لالا اور شوہر کے معاملے میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ ان دونوں میں بول کے ہمیشہ خود ہی پھنستی تھی۔

واپس وہی لوگ کشمیر گئے تھے جو بارات کے ساتھ آئے تھے۔۔ باقی سب شاہ حویلی والے اپنی اپنی گاڑیاں نکال کر حویلی کی طرف نکل گئے۔ شہسوار شاہ اپنے بابا کو ڈرائیور کے ساتھ بھجوانے کے بعد ائرہ شاہ کی طرف بڑھا تھا جو کب سے اس سے نگاہیں چرا رہی تھی، اور وہ اسکے نگاہیں چرانے کی وجہ جانتا تھا۔۔

کاظم اور ایزل کی ملاقات ہال میں بلکل بھی نہیں ہو پائی تھی وہ بس اسے دور سے ہی دیکھ کے تڑپتا رہا تھا۔ ابھی رخصتی کے دوران کی وہ اس کے ہاتھ میں آئی تھی، اس نے کافی مشکل سے اسکا رونا بند کروایا تھا، مردوں کو رخصت کرنے کے بعد وہ ایزل کی طرف بڑھا تھا جب اوزی شاہ پہلے اسے اپنی طرف آتی دیکھائی دی تھی، وہ کافی مشکل سے چل رہی تھی، اسکا ڈریس کافی بھاری تھا اور اوپر سے سوئے ہوئے ازمیر کو تھاما ہوا تھا۔ کاظم نے پورا وقت ازمیر کو خود سنبھالے رکھا تھا وہ کچھ دیر پہلے ہی اس کو اوزی کے حوالے کر گیا تھا تاکہ مردوں کی جانب جا کر سب مہمانوں کو رخصت کر سکے۔۔ کاظم شاہ اوزی کے یوں مشکل سے چلنے پر اسکی جانب بڑھتا اسکے ہاتھوں سے سوئے ہوئے ازمیر کو تھام گیا اور دروازہ کھول کر اوزی کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔ جس پر اوزی تھکی ہاری تیزی سے گاڑی میں بیٹھ گی وہ اس فنکشن میں کافی تھک چکی تھی۔ کاظم ازمیر کو پیار کرتا اسے اوزی کو تھما گیا اور خود گاڑی سٹارٹ کرتا حویلی کی جانب

گامزن ہوا تھا۔ وہ مسلسل ایزل شاہ کے خوبصورت سراپے سے نظریں چرا رہا تھا۔ کیونکہ اوزی شاہ کا یہ روپ اسے بہکا رہا تھا اور وہ اپنے جزبات پہ مشکل سے کنٹرول کئے ہوئے تھا وہ بس حویلی کے پہنچنے تک اپنے آپ کو قابو رکھنا تھا جو کہ ناممکن تھا۔ پچھلے کئی دن اس نے ایزل کی تھکاوٹ کی وجہ سے اسکی رات کی نیند ڈسٹرب نہیں کی تھی لیکن آج وہ اپنے جذبات مزید نہیں سلا سکتا تھا۔۔

شاہ جی!!! آج کتنا مزہ آیا جو حازق لالہ کے ساتھ ہوا۔۔۔ اوزی اپنے نازک ہاتھ اسکے سرخ و سفید ہاتھوں پہ رکھتی محبت سے لبریز لہجے میں اسے اپنی طرف متوجہ کروانے لگی۔ کاظم جو پہلے ہی اپنے جزبات پہ بند باندھے بیٹھا تھا اس کے یوں " شاہ جی" کہنے پر اس کے انگ انگ میں ملن کی ایک لہر دوڑی تھی اور وہ اپنی گاڑی مین روڈ سے ہٹاتا نیچے پہاڑی کی طرف ایک کچے راستے پر ڈال گیا یہ جگہ درختوں سے گھری کافی سنسان تھی۔

شاہ جی ہم ادھر کیوں رکے ہیں! یہ راستہ حویلی کی طرف نہیں جاتا؟۔۔۔ اس سنسان جگہ پہ کاظم شاہ کو گاڑی روکتے دیکھ کے ایزل نے پریشانی سے سوال کیا تھا۔

تمہارا یہ جان لیوا روپ میری قطرہ قطرہ کر کے جان نکال رہا ہے اوزی!!!!۔۔۔۔ وہ اسے جواب دیتا تیزی سے گاڑی سے نکلا تھا۔ اسکی انکھوں میں خمار کی سرخی چھائی ہوئی تھی جسے دیکھ کر اوزی کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ کاظم شاہ، اوزی کی سائیڈ آتا اسکی گود سے احتیاط سے ازمیر کو اٹھاتا اسکو باہر نکلنے کا اشارہ کرنے لگا جس پر اوزی کنفیوز انداز میں گاڑی سے باہر نکل گئی، اسے اس سنسان راستے سے خوف ارہا تھا لیکن کاظم شاہ کی وجہ سے ہمیشہ کی طرح خود کو محفوظ پایا۔ کاظم ازمیر کو اب آگے والی سیٹ پہ لیٹاتا اسکے ارد گرد اوزی کی چادر لپیٹ کے رکھنے لگا تا کہ وہ نیند میں گر نہ جائے۔۔

شاہ جی آپ کیا۔۔۔ ابھی ایزل کچھ بولتی جب کاظم شاہ ازمیر کو لیٹانے کے بعد احتیاط سے دروازہ بند کرتا پاس کھڑی اوزی کو مزید بولنے کا موقع دیئے بغیر بے صبری سے اپنی طرف کھینچتا اسکے گلابی ہونٹوں کو اپنے عنابی ہونٹوں کی گرفت میں لے گیا اور ایک ہاتھ سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اوزی کو اپنی بانہوں میں لئے پچھلی سیٹ پر منتقل ہو گیا۔ ایزل شاہ حیران پریشان سی اسکی طرف دیکھتی اپنے ہونٹوں پہ اسکی شدت برداشت کرنے لگی، کافی دیر تک اس کے ہونٹوں سے لپٹا وہ ایزل شاہ کی سانسوں کو شدت سے چرا رہا تھا۔

شاہ جی!!! وہ وہ۔۔۔۔۔شاید وہ اسے وقت اور جگہ کا احساس دلانا چاہ رہی تھی لیکن کاظم شاہ اسے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر اسکا بھاری لہنگا اسکے تن سے جدا کرنے لگا اور پھر اگلے ہی پل وہ اسکی کرتی بھی اتار گیا۔ اور اس سارے عمل کے دوران اس نے اوزی کے لبوں کو آزادی نہیں بخشی تھی بلکہ مزید شدت اختیار کی تھی۔ کاظم نے گاڑی کو اچھے سے لاک کیا تھا اور اس گاڑی کے مرر بلیک تھے باہر سے کوئی بھی اندر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ویسے بھی رات کا وقت تھا اور کاظم کی بے تابیاں بتا رہی تھی آج اس نے اوزی کی ننھی سی جان عذاب کرنی تھی۔۔ وہ ہنوز اسکے لبوں سے لپٹا گھونٹ گھونٹ بڑھ کے اسکے لبوں کی چاشنی پی رہا تھا جب کاظم نے اپنے ہاتھ اوزی کی ریڈ سٹریپ میں الجھاتے ہوئے اس کے تن سے آخری پردے کو بھی جدا کر دیا۔ اوزی کی سانسیں اب اکھڑ رہی تھی کیونکہ کاظم اسے سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دے رہا تھا، آج وہ پھر سے اپنے جنونی روپ میں آچکا تھا، اوزی نے تیزی سے اس کی ویسکوٹ کو مٹھیوں میں جکڑ کر اسے زور سے جھنجھوڑتے ہوئے ہوش دلائی تھی جو آج مدہوش ہوتے ہوئے اسکی جان لینے کے درپے پہ تھا۔ اوزی کے یوں جھنجھوڑنے پر کاظم بھاری دل سے اس کے لبوں کو آزاد کرتا اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا ۔ اسکے وجود کے اس خوبصورت، نرم و نازک حصے پر اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑنے لگا کچھ دیر وہ انہیں اپنے لبوں سے نرمی سے چھوتا اور پھر اگلے ہی پل شدت سے ان پہ دانت گاڑھ دیتا۔۔ کاظم شاہ کے اس شدت بھرے لمس پر اوزی کی سسکیاں بے ساختہ تھی۔۔

ابھی میں تم سے بہت نرمی سے پیش آرہا ہوں اوزی! !ورنہ تم نے اور تمہارے اس روپ نے آج میری روح کو تڑپانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔۔۔۔ وہ اسکے کانوں کی لو اپنے دانتوں میں دباتا سرگوشی نما آواز میں گویا ہوا تھا، اسکی بھاری ہوتی آواز اسکی تڑپ کی صاف ترجمانی کر رہی تھی۔

وہ اوزی کے ماتھے پر لب رکھتا اس پر سے تھوڑا سے اٹھتا خود کو ہر پردے آزاد کر گیا۔ اوزی نے شرم سے اپنی آنکھیں جھکائی تھی، اسے یوں نظریں جھکاتے دیکھ اسکے ٹانگوں کے درمیان اپنی جگہ بناتا پھر سے اسکے لبوں کو اپنی قید میں لئے وہ اسکی خوشبودار سانسیں اپنے اندر اتارنے لگا، کبھی اوزی کے نازک لبوں کو اپنے دانتوں سے کترنے لگتا تو کبھی اسکی زبان کو دانتوں میں دباتا سک کرنے لگتا۔۔ وہ اسکے نچلے لب کو زور سے چومتے ہوئے دانتوں سے باہر کی جانب کھینچتے ہوئے آزادی بخشتا اسکی گردن اور پھر گردن سے اسکی دھڑکنوں پر پھر سے قابض ہو گیا تھا جبکہ کاظم

کے ہاتھ اسکی نیچے گہرائیوں کے ارد گرد گردش کر رہے تھے اور اسکے ہاتھوں کی بے باکیاں پہ اوزی مچلتے ہوئے اسکے نیچے سے نکلنے کی ناکام کوشش کرنے لگی، اس وقت اوزی کا پورا جسم کپکپا رہا تھا، اسے یوں کپکپاتے دیکھ کر کاظم اسکی ٹانگوں کو مظبوطی سے اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر اسکے پیٹ پہ جھک گیا، اسکی سانسوں کی تپش اور اسکے لبوں کا گیلا لمس محسوس کرتی اوزی مدہوش ہوتی اپنی کمر اوپر کی جانب کر کے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

شاہ جی!!!۔۔۔اسکے بے باک لمس پر وہ بے ساختہ اسے پکار اٹھی۔وہ اس قدر تڑپ رہا تھا کہ اس سے حویلی جانے کا انتظار بھی نہیں ہوا تھا، ایزل شاہ کو اسکے جنون سے ڈر لگ رہا تھا۔۔

ریلیکس اوزی!!!!۔۔۔۔۔۔اسکی آنکھوں میں ڈر دیکھ کے وہ انہیں چومتا اسے ریلکس کرتے ہوئے کاظم شاہ اسکے لبوں پہ جھکتا ایک جھٹکے سے اوزی کے وجود میں اپنا وجود گھول گیا۔۔

اہہہہ شاہ۔۔۔شاہ۔جی!!!!!!۔۔۔اسکی جنونی شدت پہ اس کی کراہ بے ساختہ تھی اور آنسو ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گرے تھے۔

شاہ جی قربان!!!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے لبوں سے اسکے آنسو چنتا اپنے عمل میں مزید تیزی لاتا اوزی شاہ کی جان لبوں پہ لے آیا۔اسکے یوں شدت سے سمانے پہ اوزی کا پورا وجود حرکت کر رہا تھا اور سانسوں کے اتار چڑھاؤ سے اسکے جسم کے خدوخال کاظم کو مزید بہکانے لگے۔وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا بے باک لمس چھوڑتا آخری حد تک اوزی میں سما گیا۔اس عمل سے دونوں کی سانسیں اب پھول چکی تھی۔وہ دونوں پسینے سے بھیگے چکے تھے انکی سانسوں کی تپش گاڑی کے شیشوں پہ بھاپ چھوڑنے لگی۔اوزی پسینے میں مکمل بھیگ چکی تھی جس کی وجہ سے اس کے بال اسکی گردن کے ساتھ چپک رہے تھے اور اوپر سے کاظم شاہ کا وزن اسے مزید برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

شاہ۔۔۔۔شاہ۔۔جی!!!!۔۔۔وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی آواز میں اسے پکار رہی تھی لیکن آج کاظم شاہ اسکی نہیں سن رہا تھا وہ اسکے وجود میں سرائیت کرتا خود کو اور اوزی کو سکون کی وادیوں میں لیا گیا تھا۔۔اسکے یوں شدت سے اوزی میں سمونے پہ ایزل شاہ کی سسکیاں گاڑی کے شیشوں سے ٹکراتی واپس لوٹ رہی تھیں، ازمیر بار بار نیند میں کسمسا رہا تھا۔

شش اووزی!! میرا ساتھ دو!!۔۔۔۔کاظم ایک دم سے اوزی کو اپنے نیچے سے نکالتا اپنی گود میں بیٹھاتے پھر سے اس میں سمایا گیا اور اوزی کی نازک کمر کو اپنے مٹھیوں میں جکڑ کر اپنی تڑپ ختم کرنے لگا۔۔باہر اندھیری کالی رات چھائی ہوئی تھی، ہر سو خاموشی تھی لیکن اندر گاڑی میں انکے ملن کی آوازیں گونج رہی تھی، کاظم شاہ اپنی پناہوں میں لئے اوزی شاہ کے چودہ طبق روشن کر چکا تھا۔۔انکو تقریباً دو گھنٹے ہونے والے تھے لیکن کاظم کا دل ابھی تک نہیں بھرا تھا جبکہ اوزی شاہ اب تھکاوٹ سے چور ہو چکی تھی، اس میں مزید اسے برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی وہ اسکی شدتوں سے نڈھال ہوتی اسکے کندھے پہ سر ٹکا کے آنکھیں موند گئی، اسے یوں نڈھال ہوتے دیکھ کر کاظم تیزی سے اپنا آپ اس سے الگ کر گیا، اور پیار سے اسکے ماتھے پہ لب رکھتے اسکے جسم کے ایک ایک پور کو اپنے لبوں سے مہکانے کے بعد اسکی کمر کے تل پہ شدت سے اپنے لب اور دانت گاڑھتا اسے اسکا لباس پہنانے کے بعد خود بھی اپنا لباس پھر سے اوٹھتا ایزل کو اپنی بانہوں میں بھرتے آگے شفٹ ہوا تھا۔

بہت برے ہیں آپ!!!۔۔۔اورزی ازمیر کو گود میں لئے اسکے کندھے سے لگ کے آنکھیں موندتی شکوہ کرنے لگی، جس نے اس گاڑی میں آج اسکی جان ہلکان کی تھی، اب تو وہ اسکے ساتھ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے بھی ڈرے۔ ساری باتیں چھوڑو، یہ بتاؤ! آج حویلی سے باہر رومانس کر کے الگ مزہ آیا ہے کہ نہیں؟؟۔۔۔وہ اسکے شکوے پہ قہقہہ لگا کے ہنستا اسے چھیڑتے گاڑی سٹارٹ کر گیا، ایزل شاہ اسکے سینے پہ مکا جھڑتی اسی میں چھپ گئی۔

احان پریشانی میں کب سے کاظم کو کال کر رہا تھا جو دو گھنٹے گزر گئے تھے ابھی تک حویلی نہیں پہنچا تھا، وہ نہیں جانتی تھی وہ حویلی کی بجائے اس سنان راستے پہ رومانس کرتا ان سب کے ریکارڈ ہمیشہ کی طرح بریک رہا ہے۔

اسلامباد سے کشمیر آتے ہوئے انہیں کافی رات ہو چکی تھی، اس وقت رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے اور وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا، میرال شاہ صوفے پہ بیٹھ کے اسکا انتظار کرنے کے ساتھ کھانے سے انصاف کر رہی تھی جو اسے ابھی کچھ دیر پہلے ذائشہ دے کے گئی تھی۔۔دلہن بننے کی خوشی میں میرال نے صبح سے ٹھیک سے کچھ نہیں کھایا تھا، ابھی بھی وہ کھانے کے دوران پوری احتیاط برتی رہی تھی کہ اسکا میک اپ نہ خراب ہو جائے۔۔تقریباً سات منٹ بعد وہ کھانے سے فارغ ہوتی پیٹ بھرنے پہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے صوفے سے اٹھتی آئینے کی طرف بڑھ

گئی، وقت کافی ہو رہا تھا، اب شاید وہ دوستوں سے فارغ ہو کے کمرے میں آنے والا تھا۔ میرال شاہ خود سے اندازہ لگاتی آئینے میں اپنے میک اپ کا جائزہ لینے لگی۔

لالا۔۔۔لالا۔۔ایسے نہیں!!۔۔پہلے ہماری نیگ!!۔۔۔۔۔۔۔لمبے لمبے قدم اٹھاتے حازق خان کو اپنے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کے ذائشہ خان اور باقی تمام لڑکیاں نجانے کہاں سے حاضر ہوتی اسکے کمرے کے دروازے کے سامنے آ کے کھڑی ہوتی نیگ کی ڈیمانڈ کرنے لگیں، ایک پل کو تو حازق خان بھی ان سب کی سپیڈ اور اتنی پرفیکٹ ٹائمنگ پہ حیران ہوا تھا۔ ان سب میں گلالئ شامل نہیں تھی کیونکہ وہ اسلامباد کی شاہ حویلی میں تھی۔

تم لوگ سوئی نہیں ابھی تک!!۔۔۔ایک بجنے والا تھا، سب کافی تھک چکے تھے، ان لڑکیوں کو ابھی تک جاگتے دیکھ کے حازق خان نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

لالا آپ نے آتے آتے دیر کر دی! اسی لئے اب جلدی سے نیگ نکالیں تاکہ ہم سب آپس میں بانٹ کے فٹافٹ سو جائیں! بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے!!۔۔۔ذائشہ خان منہ پھلاتے ہوئے گویا ہوئی۔

کل لے لینا گل کے ساتھ۔۔۔۔حازق خان مسکراہٹ دبا کے گویا اسے چھیڑنے والے انداز میں گویا ہوا۔

ٹھیک ہے پھر آپ بھی بھابھی سے کل مل لیجئیے گا آج مردان خانے میں اپنے دوستوں کو جا کے کمپنی دیں!!۔۔۔ذائشہ خان آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے بے حد معصومیت سے حازق خان کے ساتھ کھیل گئی، آج کل تو اسکی پٹر پٹر بند ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اپنی بہن کی چالاکی پہ حازق خان کی آنکھیں پھیلی تھیں، اس نے ہنستے ہوئے اسکے سر پہ ہولے سے چپت لگائی تھی، باقی سب لڑکیاں اس دوران خاموشی سے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھیں، کیونکہ ان کا کام صرف نیگ سے تھا جو ذائشہ خان نے پورا کروانا تھا، اس دوران انہیں بہن اور بھائی کے معاملے میں بولنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

اب اپنے لالا پہ اس طرح سے ظلم کرو گی گڑیا؟ بولو کیا چاہیئے نیگ میں؟۔۔۔حازق خان اپنی پینٹ کی پاکٹ سے والٹ نکالتے مصنوعی خفگی سے گویا ہوا۔

ہاہاہاہا۔۔لالا سنیں تو! پیسے نہیں چاہئیے! نیگ میں آپ سے صرف ایک وعدہ چاہئیے کہ آپ ہماری میر وبھابھی کا ہمیشہ خود سے زیادہ خیال رکھیں گے، ان کا وقار کبھی گرنے نہیں دیں گے، انہیں ہمیشہ اتنی عزت دیں گے کہ وہ خود پہ رشک کریں!!۔۔۔۔ذائشہ اسکے سینے سے لگتی خوبصورت الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے حازق خان کو پورے دل سے مسکرانے پہ مجبور کر گئی، باقی سب منہ کھول کے اسکی طرف دیکھنے لگیں، جو عین ٹائم پہ پیسے مانگنے کی بجائے اپنے لالا سے وعدے کروا رہی تھی۔۔

اس طرح کے وعدے اپنی بھابھی سے بھی کروانے تھے؟ یا یہ سب صرف مجھ پہ لاگو ہوتا ہے؟۔۔۔۔وہ اسکے ماتھے پہ بوسا دیتا اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتے ہوئے بولا جس پہ ذائشہ خان کھلکھلا کے ہنس دی۔

وعدہ کرتا ہوں تمہاری کہی گئی ہر بات پہ عمل کروں گا! اب یہ نیگ پکڑو اور کمرے میں سونے بھاگو!!۔۔۔۔۔

حازق خان اسکی تمام باتوں کا مان رکھتا اپنا والٹ ذائشہ خان کو تھما گیا۔ذائشہ خان کے ساتھ ساتھ باقی سب کا چہرہ خوشی سے چمکا تھا۔

ہاہاہا ٹھیک ہے! میں اپنے گینگ سے مشورہ کر کے بتاتی ہوں آپ کو اندر جانے کی اجازت دی جائے یا نہیں؟۔۔۔ ذائشہ خان ہنستے ہوئے معصومیت اور چالاکی کے ملے جلے تاثرات سے بولتی تمام لڑکیوں سے جھوٹ موٹ کا مشورہ کرنے لگی، اپنی بہن کی اتنی ڈرامے بازی پہ حازق خان نے منہ لٹکاتے ہوئے اپنے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔۔

جی تو لالا ہمارا مشورہ ہو گیا ہے!! سنیں!!۔۔۔۔ذائشہ خان گلہ کھنکھار کے بولی۔

فرمائیے!!۔۔۔۔حازق خان دانت پیس کے گویا ہوا۔۔

میرے گینگ کا کہنا ہے! ہم آپ کو اندر جانے کی اجازت صرف ایک صورت میں دیں گے، اور وہ صورت یہ ہے کہ آپ کو کل گلالئی کے ساتھ ساتھ ہمیں پھر سے نیگ دینی پڑے گی!۔۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان نے ہنستے ہوئے حازق خان کے سامنے اپنا مدعا پیش کیا تھا۔

ذی میر ابچہ تم میں تمہارے شوہر والی حرکتیں ٹرانسفر کیوں ہو رہی ہیں؟ اسی طرح سے اس نے آج اپنی ایجاد کردہ رسومات سے مجھے لوٹا ہے اور اب اس کی کمی تم پوری کر رہی ہو!!۔۔۔۔حازق خان کے اس جواب پہ ذائشہ خان کے

گال سرخ ہوئے تھے۔ارزم شاہ کا صرف ذکر ہی اسے شرمانے پہ مجبور کر دیتا تھا اور اس پہ تضاد ارزم کی وجہ سے سب کو ہی اسے "ذی" بولنے کی عادت پڑ چکی تھی اور سب کی یہ عادت ارزم شاہ کو بالکل پسند نہیں تھی کیونکہ وہ صرف اسکی ذی تھی۔۔

لالا!!!۔۔۔۔۔سب لڑکیوں کو زومعنی نظروں سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ذائشہ خان چڑی تھی۔۔

ہاہاہا!! کل کی کل دیکھی جائے گی! ابھی آج والی نیگ تو آپس میں تقسیم کر لو گڑیا!!۔۔حازق خان کو اپنی بہن کے یوں چڑنے پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا،اسی لئے ہنستے ہوئے بات بدل گیا جس پہ وہ سب ہاں میں سر ہلاتی کھکھلاتے وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی تھیں۔ان سب کے جانے کے بعد حازق خان اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا گہری سانس بھرتے دروازے کا ہینڈل گھمانے لگا۔حازق خان جب دروازہ کھول کے کمرے میں اپنے خوشبوؤں میں بسے کمرے میں داخل ہوا تو اسے میرال شاہ کو ڈھونڈنے کے لئے بالکل مشقت نہیں کرنی پڑی تھی کیونکہ وہ میڈیم آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھنے میں مصروف تھی،اسکی حازق خان کی طرف سے پشت تھی،وہ اس کا چہرہ ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا تھا۔کلک کی آواز پہ میرال شاہ نے چہرہ موڑنے کی بجائے کمرے کا دروازہ لاک کرتے حازق خان کا عکس آئینے میں دیکھا تھا۔وہ بیڈ کی طرف جانے کی بجائے یہی پہ کھڑی اپنا رخ دیوار کی طرف موڑتی گھڑی پہ وقت دیکھنے لگی،ایک بجنے میں دس منٹ تھے اور وہ ابھی کمرے میں آرہا تھا۔وہ ابھی تپے ہوئے انداز میں یہی سب سوچ رہی تھی جب حازق خان کے بھاری بوٹوں کی آواز اسے کافی نزدیک سے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔

Night to be continued۔۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط132(پارٹ2)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

"زما خکولے جانانہ "(میری پیاری جانان)۔۔۔۔حازق خان اسکی کمر اور پیٹ کے گرد اپنے دونوں ہاتھ باندھتے اسکی پشت اپنی کمر کے ساتھ لگاتا محبت سے لبریز سرگوشی نما آواز میں بولتا اپنے دل میں اندر تک سکون اترتے محسوس کر رہا تھا،سکون تو نکاح والے روز اسے اپنے ساتھ لگا کے بھی محسوس ہوا تھا لیکن آج حازق خان کو جو سکون محسوس ہو رہا تھا

وہ آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، کیونکہ آج وہ پوری طرح سے اسکی ہو چکی تھی، اب اسکے ساتھ ملاقات کے لئے بہانے بنانے کی ضرورت نہیں تھی، وہ اب کسی بھی وقت اسے اپنی بانہوں میں لے سکتا تھا، کسی بھی وقت اسکے چہرے کے نقوش چوم سکتا تھا۔ اسکی سرگوشی نما آواز سنتی میرال شاہ دھڑکتے دل سے اپنا چہرہ دوسری طرف مزید ترچھا کر گئی تاکہ وہ آسانی سے آئینے سے اسکا عکس نہ دیکھنے پائے، اسے کچھ محنت کرنی پڑے۔۔

کچھ تو بولو میرو جان!! ہر لحاظ سے میری ملکیت بن کے، میرے کمرے میں قدم رکھ کے کیسا لگ رہا ہے؟؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ حازق خان اسکے پیٹ پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کر کے اسکی پشت اپنے سینے میں بھینچتا بھاری آواز میں استفسار کرنے لگا۔۔

اگر تم پانچ منٹ مزید لیٹ ہو جاتے تو میں تمہیں اس لباس میں نہ ملتی میجر!! تمہیں شرم نہ آئی اپنی بیوی کو اتنا انتظار کرواتے ہوئے!!؟۔۔۔۔۔ وہ جو اس سے رومانٹک جملے سننے کا خواش مند تھا، اپنے پیٹ میں اسکی کہنی کا داؤ محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی غصیلی آواز سنتے مسکراہٹ دباتا اسکے کندھے پہ اپنی ٹھوری ٹکا گیا۔

سوری میرو جان!! اتنا لیٹ کبھی نہ ہوتا اگر جوریز کی غیر موجودگی کی کمی آج شہسوار پوری نہ کرتا!! مت پوچھو کتنی مشکل سے جان چھڑوا کے آیا ہوں۔۔۔۔ حازق خان معصومیت سے گویا ہوتا اسکا خوبصورت چہرے دیکھنے کے لئے بے تاب ہوتا اسے ایک جھٹکے میں خود کے مقابل کر گیا۔ میرال شاہ اور حازق خان کی نگاہیں ایک دوسرے سے الجھی تھیں، وہ دونوں ایک دوسرے میں گم ہوتے اپنے محرم کے حسین چہرے کا طواف کرنے لگے۔۔ حازق خان کی نگاہیں میرال شاہ کا اس قدر حسن دیکھتے ہمیشہ کی طرح اس پہ جم چکی تھیں، وہ جب جب اسکی نیو لک دیکھتا تھا یوں ہی پاگل ہوتا تھا۔ میرال شاہ آج اپنے خاص دن پہ اسلامباد کے سب سے بڑے سیلون سے تیار ہوئی تھی، بیوٹیشن کو اسکے چہرے کو سنوارنے کی زیادہ ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ وہ قدرتی کافی خوبصورت تھی، وہ اپنی سکن کا خاص خیال رکھتی تھی، لپ اسٹک کے علاوہ باقی سارا میک اپ کافی لائٹ تھا، میرال شاہ آج اپنے خاص دن پہ ذرک کے بھاری کام سے لبریز خوبصورت سا بلڈ ریڈ اور گولڈن کلر کے امتزاج کا لہنگا پہنے روایتی دلہنوں کی تیار خوبصورتی سے تیار حازق خان کا دل زور سے دھڑکانے کا باعث بنی۔۔ یہ وہ لہنگا نہیں تھا جس نے اس روز مال کے چینجنگ روم میں سین کریئٹ کیا تھا، کافی لہنگے ٹرائے کرنے کے بعد میرال شاہ نے اپنے خاص دن کے لئے جو لہنگا سیلکٹ کیا تھا وہ اس نے

اس روز حازق خان کے سامنے بھی نہیں پہنا تھا تا کہ وہ اسکی لک پہلے سے ہی تصور نہ کر لے، اس روز تو صرف اسکے ساتھ زیادہ وقت گزارنے، اور رخصتی سے پہلے اس طرح کے خوبصورت لمحات بنانے کے لئے شغل میلا لگاتی رہتی تھی۔۔وہ آج حازق خان کی سوچ سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، بھاری لہنگے پہ حازق خان کی پسند کی ساری گولڈ جیولری پہن رکھی تھی، اسکی ناک میں موجود موتیوں کی لڑی سے بنی نتھ بے حد دلکش لگ رہی تھی، نتھ کا ایک موتی اسکے سرخ لپ اسٹک سے سجے بالائی لب کو چھوتا حازق خان کی آنکھوں میں سرخی کا باعث بن رہا تھا، وہ مکمل خاموشی سے اسکے ایک ایک نقش کا جائزہ لیتا نیلی آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔ اسکی بھوری کانچ سی آنکھوں میں کاجل کی تہہ گھائل کر دینے والی تھی۔

قربان دے شمہ (آپکے قربان جاؤں)۔۔۔۔۔۔اسکی گہری نظروں کی تپش پہ میر ال شاہ نے جب اپنی لمبی گھنی پلکیں عارضوں پہ سجدہ ریز کی تو وہ ان پلکوں کے اس خوبصورت رقص پہ مسکراتا سرگوشی نما آواز میں بولتے جھک کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ ثبت کر گیا۔۔میر ال شاہ کی ہائیٹ کافی اچھی تھی، اسی لئے اس نے لہنگے کے نیچے ہیل پہننے کی بجائے آرڈر پہ بنوائے گئے برائیڈ شوز پہنے تھے تا کہ وہ کمفرٹیبل رہے۔۔

ہمیشہ کی طرح اپنے حسن سے لاجواب کر رہی ہو!! کلِ کائنات لگ رہی ہو! متاعِ جاں لگ رہی ہو! میجر خان کی "جانِ تمنا" لگ رہی ہو!۔۔۔وہ اسکے گلابی گال پہ اپنی ہتھیلی جماتا مخمور آواز میں ہمیشہ کی طرح اپنے انداز میں اس کی تعریف کرنے لگا، اتنی رومانٹک تعریف کے لئے پشتو کے الفاظ کا چناؤ اس لئے نہیں کیا تھا کیونکہ وہ ساتھ ہی ترجمے کی ڈیمانڈ کرتی اسکے رومانٹک موڈ کا بیڑا غرق کر دیتی۔۔اس کے اتنے خوبصورت الفاظ کا چناؤ کرنے پہ میر ال شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔حازق خان نے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے اسے اپنے بے حد قریب کھینچا تھا، وہ دوپٹا اس طرح سے سیٹ کئے ہوئے تھی، کہ اسکے لہنگے کی لک بھی خوبصورت آئے اور اس ریولنگ کرتی میں اسکے جسم کا کوئی حصہ بھی نظر نہ آئے، اس سے نکاح کے بعد میر ال شاہ نے پوری کوشش کی تھی حازق خان کی پسند کا خیال رکھے، وہ اپنی مرضی سے ولاگنگ چھوڑ چکی تھی لیکن حازق خان کو جتایا نہیں تھا، وہ خود میں جو جو چینج لاتی تھی اسکا اعلان اسکے سامنے نہیں کرتی تھی بلکہ حازق خان خود محسوس کر لیتا تھا۔۔اسکے خود کے قریب کھینچنے پہ میر ال شاہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ جمایا تھا۔۔

تمہاری نتھ کا یہ موتی مجھ سے زیادہ تمہارے ہونٹوں پہ حق جتا رہا ہے میرو جان! !نوچ کے جڑ سے اکھیڑ ڈالتا اگر جو میرے اس عمل سے تمہیں تکلیف نہ ہوتی تو!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے بالائی ہونٹ پہ نگاہیں ٹکاتا جنونی انداز میں بولا تھا، میر ال شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکی پوزیسو اور بیک وقت کیئرنگ نیچر کا جائزہ لیا۔ حازق خان کو میر ال شاہ کے ہونٹوں پہ جب مسکراہٹ کا شائبہ معلوم ہوا تو مزید وقت برباد کئے بغیر اپنی تمام تر شدت سے اسکے بالائی لب کو اپنے دونوں ہونٹوں کی گرفت میں لے کے سک کرتا اس پہ اپنی حق جتانے لگا، اسے بے قابو ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ اسکی آرمی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی، حازق خان اسکے لبوں پہ جھکا نرمی سے اسکی نتھ اتار چکا تھا کیونکہ اس سے زیادہ وہ اپنی متاعِ جاں کے ہونٹوں پہ اس بے جان چیز کا حق برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ حازق خان کے لمس میں آج حد سے زیادہ شدت تھی، وہ اسکے سر کے پیچھے بیک جوڑے پہ ہاتھ جمائے میر ال شاہ کو خود کی طرف مزید کھینچتے اسکے ہونٹوں پہ اپنی شدت بڑھاتا جا رہا تھا، اسکے لبوں کو اپنی قید میں پھنسائے وہ اپنے جان لیوا انداز سے اسکی بلڈ ریڈ لپ اسٹک چن رہا تھا، اس دوران میر ال شاہ اس کی شرٹ دونوں ہاتھوں سے اپنی مٹھیوں میں دبوچے بنا کسی مزاحمت کے اسکی شدت برداشت کر رہی تھی۔ حازق خان اسکی سانسیں بکھیرتا اپنے لبوں کی مدد سے اسکی زبان جکڑ گیا، اسکی زبان سک کرتے ہوئے وہ مسلسل میر ال شاہ کو خود کے ساتھ لگا رہا تھا، سانسوں کے اکھڑنے پہ میر ال شاہ نے اسکی زبان پہ ہولے سے اپنے دانت گاڑے تھے جس پہ وہ مزید بے خود ہوتا اپنی شدت بڑھا گیا۔ اپنی من مرضی سے اسکی زبان کی جان خلاصی کرتا وہ اسکے نچلے ہونٹ پہ دانت گاڑ کے آزادی بخشتا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکاتے میر ال کو سانس لینے کا موقع دیتا اپنی پھولی سانسیں درست کرنے لگا۔۔

"چے تہ ذما سرہ وے زما زڑہ ڈیر خوشال وی"۔۔۔۔وہ پھولتی سانسوں کے درمیان بولتا اپنی نیلی سمندری آنکھوں سے اسکے نقوش چوم رہا تھا۔

ترجمہ بھی بتاؤ!!۔۔۔۔۔وہ اکھڑتی سانسوں سے جواب دیتی حازق خان کو ہنسنے پہ مجبور کر گئی۔۔

"جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو، میرا دل بہت خوش ہوتا ہے"۔۔۔حازق خان نے آج بنا نخرہ کئے اسے اپنے پشتو میں بولتے گئے الفاظ کا ترجمہ بتایا تھا جس پہ مسکرائی۔۔

اور؟۔۔۔مزید بولو!!۔۔۔۔۔وہ آئیبرو اٹھا کے لاڈ سے بولی تھی،شاید اسکے مزید محبت بھرے الفاظ سننے کی خواہش مند تھی۔۔

میری جانا۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اب اردو زبان کا انتخاب کرتا اسکی فرمائش پہ مزید گویا ہونے والا تھا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔

اہم!! پشتو میں بولو پھر اس کا ترجمہ کرو! مجھے تمہارا پٹھانی ایسنٹ بہت پسند ہے!!۔۔۔۔۔وہ اسکی شرٹ پہ اپنی مٹھیوں کا دباؤ ڈالتے مدھم آواز میں بولی،انداز فرمائشی تھا۔۔حازق خان خوبصورتی سے مسکراتا سر کو خم دیتے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے ڈریسنگ ٹیبل پہ بٹھا گیا۔

"زما جانانہ تازما ڈیر خواخ یے "(میری جانان تم مجھے بہت پسند ہو!)۔۔۔۔۔حازق خان پشتو میں اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ بھی کر رہا تھا،وہ بولتے ہوئے اسکے کانوں سے بھاری آویزے اتارتا جھک کے اسکی کان کی لوں پہ اپنے ہونٹ پیار سے رکھ رہا تھا۔۔

"چے کلہ زاستہ سرہ خبارے کوم،زمہ زڑہ داسے خوشال وی،چے لکہ یو اپچے تاہغے داخواخے کھیلونہ ورکے "(جب میں تم سے بات کرتا ہوں میرا دل یوں خوش ہوتا ہے جیسے کسی بچے کا اپنی پسندیدہ چیز پا کے ہوتا ہے)۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی خوبصورت اور نرم آواز میں بولتے میرال شاہ کے کانوں کو راحت پہنچانے لگا۔۔

"چے کلہ نہ تازما جوانتہ راغلے!خپل زان انمول راتہ خکاری "(جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو،اپنا آپ انمول لگنے لگا ہے)۔۔۔وہ اسکا گلے میں پہنا نیکلس اتارنے کے بعد اسکی گردن پہ نرمی سے بوسے دیتا عقیدت سے بولا۔

میرال شاہ اپنی آنکھوں میں محبت لئے اسکی طرف جا رہی تھی۔۔

"زما!زڑ گیہ زہ تاسرہ ڈیر مینہ کوم "(میرا دل! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں)۔۔۔۔۔۔۔۔اب کی بار اسکی آنکھوں میں دیکھتے شدت پسند لہجے میں محبت کا اظہار کرتے اسے زور سے اپنے گلے سے لگایا تھا۔۔

"زہ ہم ستہ سرہ مینہ کوم "(مجھے بھی تم سے محبت ہے)۔۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکے گلے میں بانہوں کا ہار ڈالتی اس سے جواباً محبت کا اظہار کرتے ہوئے حیران کر گئی۔حازق خان نے فوراً سے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

میں نے ذائشہ سے تمہارے ہمیشہ کہنے والے "زہ تا سرہ مینہ کوم" والے جملے کا جواب سیکھا تھا! یوں حیران مت ہو!!۔۔۔اسکی اتنی حیرانگی پہ مصنوعی خفگی سے بولی۔۔

ترجمہ بتاؤ؟۔۔۔۔۔۔۔حازق خان ہنسی دباتے ہوئے اسی کے انداز میں بولا، لیکن لہجے میں معصومیت کا عنصر تھا جس پہ میر ال شاہ اسکے سینے پہ مکا جڑتی مسکراہٹ دبانے کی غرض سے اسکے فراخ سینے میں چہرہ چھپا گئی۔حازق خان نے اپنا سر جھکاتے اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑے تھے، اسے خود میں زور سے بھینچتے وہ اسکی دھڑکنوں کی نزاکت اپنے سینے پہ بھرپور انداز میں محسوس کرنے لگا۔۔

کیا کر رہے ہو! بلاؤز چبھ رہا ہے مجھے!!۔۔۔۔اسے ہمیشہ کی طرح ایگریسو ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ نے نروٹھے پن سے اسے اپنے لہنگے کے کامدار بلاؤز کا احساس دلایا تھا۔

پیار بٹورنے کے لیے تھوڑا بہت درد تو برداشت کرنا پڑتا ہے میر و جان!!۔۔۔۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کرتا بے باکی سے بولتے اسے سختی سے خود میں بھینچ گیا، میر ال شاہ نے اسکی کمر پہ مکا جڑا تھا، وہ اسکی کمر پہ اپنے بے باک ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے اسکے آگے اور پیچھے سیٹ کئے گئے دوپٹے کی پنز تلاشنے لگا۔کافی مشقت سے حازق خان نے اسکی تمام پنز اتارتے اس بھاری کامدار دوپٹے کو میر ال شاہ کے بدن سے الگ کرتے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا تھا۔دوپٹا سائیڈ پہ رکھنے کے بعد وہ اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتا گہری برتپش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔اسکا بلاؤز کافی ریولنگ تھا، بلاؤز کا گلہ آگے پیچھے سے ڈیپ تھا، پیٹ کا کچھ حصہ ریول ہو رہا تھا جسے اس نے دوپٹے سے چھپا رکھا تھا، وہ دوپٹے کے بغیر اس کے سراپے کے خوبصورت نشیب و فراز کا جائزہ لینے لگا، لہنگا حازق خان کی پسند کا تھا جسے خریدتے ہوئے حازق خان نے اسے خاص ہدایت کی تھی کہ وہ دوپٹا اس طرح سے سیٹ کروائے کہ اسکے جسم کا ایک حصہ بھی کسی کو نظر نہ آئے اور میر ال شاہ نے اسکی اس ہدایت پہ عمل بھی کیا تھا۔۔وہ پورے استحقاق سے اسکے بدن کی گہرائیوں پہ نظریں جمائے میر ال شاہ کے گال سرخ کروانے کا باعث بنا تھا۔۔

"میری پسند کے لہنگے میں بہت دلکش لگ رہی ہو میر و جان!"۔۔۔حازق خان اسکے پیٹ کے نظر آتے حصے پہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیرتا مخمور آواز میں بولا۔

تھینک یو! تم بھی آرمی یونیفارم میں قابلِ قبول لگ رہے ہو!۔۔۔وہ اپنی تعریف پہ شکریہ کہتی جواباً اسکی تعریف میں جان بوجھ کے کنجوسی کر گئی۔

اتنا خوبصورت شوہر ملنے کے بعد بھی ناشکری ہی رہنا!!۔۔۔وہ خفگی سے بولتا ٹیبل کا دراز کھولتے اس میں موجود دو درمیانے سائز کے کیس باہر نکالنے لگا۔

تمہاری رونمائی کے تحفے!! ۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ کی ہتھیلیاں اپنے سامنے کرتے حازق خان نے اسکے ہاتھوں میں یہ دونوں کیس تھمائے تھے،وہ اپنی آنکھوں میں تجسس لئے جلدی سے یہ کیس اوپن کرنے لگی۔پہلے ریڈ کیس میں ایک ساتھ چار ہیرے کی انگوٹھیاں تھیں،ایک انگوٹھی میں نکاح کی تاریخ،دوسری میں ان کی رخصتی کی تاریخ،تیسری انگوٹھی میں "میجر خان کی میرو جان" جبکہ چوتھی انگوٹھی میں "زمہ زڑگیہ "(میر ادل) جیسی تحریر درج تھیں،وہ چاروں انگوٹھیاں بے حد خوبصورت سٹائل کی تھیں،میر ال شاہ نے ان انگوٹھیوں سے بمشکل نگاہیں ہٹاتے میجر خان کی طرف دیکھا تھا جو اب اسے دوسرا کیس کھولنے کا اشارہ دے رہا تھا۔میر ال شاہ کھولا ہوا کیس اسے پکڑاتی اب دوسرا کھولنے لگی،اس کھیس میں خوبصورت سے سٹائل کے نیکلس کو دیکھتی وہ پہلے سے زیادہ خوش ہوئی تھی،اس نیکلس میں حازق خان اور میر ال شاہ کے فنگر پرنٹس چھپے ہوئے تھے۔۔ان تحفوں کو دیکھتی میر ال شاہ کی بھوری کانچ سی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔۔

یہ سب بہت خوبصورت ہیں! تم سے بھی زیادہ خوبصورت! تھینک یو!!۔۔۔۔۔۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکرا کے ان کی تعریف کرتی حازق خان کو پھر سے چھیڑ گئی۔۔

ہمم!! بالکل اسی طرح جس طرح سے تمہاری باتیں تم سے زیادہ خوبصورت ہیں!!۔۔۔۔حازق خان بھی مصنوعی خفگی سے جواباً گویا ہوتا اب اسکے دونوں ہاتھوں کی مڈل اور رنگ فنگرز میں یہ انگوٹھیاں پہنا رہا تھا،اس نے ایک ہاتھ کی انگلیوں پہ "نکاح ڈیٹ" اور " زمہ زڑگیہ "والی انگوٹھیاں پہنائی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ پہ "رخصتی ڈیٹ اور میجر خان کی میرو جان" والی انگوٹھیاں پہنائی تھیں،میر ال کو رنگز پہننے کا کافی شوق تھا،اسی لئے میجر خان نے اس کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے اسکے لئے یہ اسپیشل رنگز costumize کروائی تھیں۔۔میر ال شاہ کی مخروطی انگلیوں میں یہ انگوٹھیاں کافی جچ رہی تھیں،وہ جھک کے اس کے ہاتھوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔۔

نیکلس کل صبح پہن لینا! ابھی جا کے چینج کر لو، رات کافی ہو رہی ہے اور میں بھی کافی تھک چکا ہوں! سو جاتے ہیں!۔۔۔حازق خان نیکلس والا کیس سائیڈ پہ رکھتے اپنی ہنسی دبا کے بولتا میر ال شاہ سے اگلے پچھلے بدلے اپنے اس آخری جملے سے لے گیا۔۔وہ چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اسے چینج کرنے کا بول رہا تھا، حال میں تو سٹیج پہ بیٹھے اسکی بے باک سرگوشیاں ختم نہیں ہو رہی تھیں، اب وہ اسے اتنی آسانی سے چینج کرنے کے لئے کیسے بول سکتا تھا؟۔۔۔میر ال شاہ نے تپے ہوئے انداز میں سوچتے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جو اتنا معصوم اور شریف بالکل نہیں تھا جتنا اس وقت بن رہا تھا، ضرور اسکے دماغ میں کچھ چل رہا تھا، وہ بھی میجر کی بیوی تھی۔۔ایک منٹ میں بھانپ گئی۔۔

تمہیں نیند آ رہی ہے؟؟۔۔۔۔وہ دانت پیس کے استفسار کرنے لگی، اس رخصتی کو لے لے صرف حازق خان کے ہی نہیں میر ال کے بھی کافی ارمان تھے، اس نے اپنی زندگی کے انتیس سال کنوارے گزارے تھے، اتنے سالوں بعد شادی ہوئی تھی، یہ تمام ارمان اور جذبات نیچرل تھے، حازق خان اور میر ال شاہ کی عمر میں زیادہ فرق نہیں تھا، میر ال اس سے ایک ماہ بڑی تھی۔۔وہ یکم جنوری کو ہوئی میں تھی جبکہ حازق خان انتیس فروری کو۔۔

ہاں تو تمہیں نہیں آ رہی؟ میں نے سنا ہے ویڈنگ نائٹ پہ تمام کپل صرف باتیں کرتے ہیں اور سو جاتے ہیں! کیا تم نے اس کے علاوہ کچھ سنا ہے جو تمہاری آنکھوں سے نیند کوسوں دور ہے؟؟۔۔۔۔حازق خان اسکی آنکھوں میں دیکھتا معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے استفسار کرنے لگا، میر ال شاہ کا دل چاہا اسکا منہ توڑ دے جو سب جانتے بوجھتے انجان بن رہا تھا۔۔

نہیں تو!! تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے میں نے اسکے علاوہ کچھ سنا ہے؟؟ ہمیں واقعی ہی سو مر جانا چاہیئے!!۔۔۔۔

میر ال شاہ اسکے کندھوں پہ مکے جڑ کے ڈریسنگ ٹیبل سے اترتی دبے دبے غصے سے بولتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھی تھی، میر ال شاہ کو لگ رہا تھا وہ ابھی اسے تھام کے اپنی بانہوں میں بھر لے گا لیکن اس پہ تو جیسے اسکی سوچوں پہ پورا اترنا حرام تھا، وہ بجائے اسے تھامنے کے جمائی لیتا ڈریسنگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کے اس پہ بیٹھ گیا۔

جلدی باہر آنا میرو جان! مجھے سونے سے پہلے شاور لینے کی عادت ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسے الماری سے اپنا لباس نکال کے باتھروم میں بند ہوتے دیکھ کے حازق خان نے ہانک لگائی تھی، اسکے اتنے ان رومانٹک انداز پہ وہ مزید تپی تھی، وہ یہ بھی تو بول سکتا تھا" آؤ مل کے شاور لے لیتے ہیں!؟"۔۔۔۔۔میرال شاہ نے مزید غصے سے سوچا۔۔

میں تمہاری زندگی میں آگئی ہوں نا اب ان شاءاللہ تمہیں سونے سے پہلے زہر کھانے کی عادت بھی ڈال دوں گی!!۔۔۔وہ غصے سے غراتی ہوئی زور سے باتھروم کا دروازہ بند کر گئی، حازق خان نے ہنستے ہوئے اپنا سر چیئر کی پشت کے ساتھ لگایا تھا۔۔افف اسکے یہ تاثرات اسکی قاتل ادائیں حازق خان کو اسکا مزید دیوانا بنا گئی تھیں۔۔حازق خان نے اپنی ہنسی کو بریک لگائی تھی تاکہ میرال شاہ کو اسکے ہنسنے کے متعلق معلوم نہ سکے۔۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد باتھروم کا دروازہ کھلنے کی آواز حازق خان کے کانوں سے ٹکرائی تھی، جس پہ وہ تیزی سے اپنی آنکھیں بند کر تا سونے کی ایکٹنگ کرنے لگا، اسے کرسی کے ساتھ لگ کے سوتے دیکھ کے میرال شاہ کو اس پہ مزید غصہ آیا تھا، اس نے آج ایسے کونسے پہاڑ توڑ ڈالے تھے جو اسے تھکاوٹ کی وجہ سے ڈیڑھ بجے نیند آرہی تھی؟ پہلے تو انہیں باتیں کرتے کرتے فجر ہو جاتی تھی تب اسے یہ نیند کیوں نہیں آتی تھی؟؟ میرال شاہ طیش سے سوچتی اپنے بلوڈرائے کئے بالوں کو جھٹکتی اسکی طرف بڑھی تھی، اسکے بے حد قریب آتی وہ حازق خان کو آنکھیں کھولنے کا موقع دیئے بغیر اسکے دونوں بازو پکڑ کے پیچھے کرسی کی طرف موڑتی اپنے ہاتھ میں پکڑے ربن سے زور سے باندھنے لگی، اسکی اس حرکت پہ حازق خان نے تیزی سے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں، میرال شاہ کے سنہری بال اسکے چہرے پہ پڑ رہے تھے، وہ اس پہ جھکی اسکے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھ رہی تھی۔۔

کیا کر رہی ہو میرو جان!!۔۔۔۔حازق خان نے بھوکھلاتے ہوئے اسے پکارا، وہ اسکی پکار نظر انداز کرتی اپنا کام کرنے کے بعد ہاتھوں کو جھاڑتی اپنے بال ایک ادا سے جھٹکتی حازق خان کے حیران تاثرات کا مزہ لینے لگی۔۔حازق خان کی نگاہیں اسکے چہرے سے ہوتی سراپے میں الجھیں، وہ گھٹنوں سے کچھ نیچے تک آتی سیاہ ٹائٹ نائٹی میں ملبوس ہونٹوں کو پھر سے سرخ لپ اسٹک سے رنگے، بالوں کو بلوڈرائے کر کے اسکے ہوش اڑانے کے لئے مکمل تیار تھی۔۔حازق خان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، وہ اتنی بے باک نائٹی پہن کے اسے شادی کی پہلی رات سرپرائز کرے گی۔

کافی تھک چکا ہے نا میرا سر تاج؟ تو اسی لئے سوچا آج تمہیں اس نئے طریقے سے سونے کا سٹائل سیکھاؤ! یہ ایک ایکسر سائز ہے جس سے تھکاوٹ جلدی دور ہوتی ہے، صبح تک تمہارے انگ انگ کی تھکاوٹ نہ اتری پھر کہنا!! گڈ نائٹ!!۔۔۔۔ میرال شاہ ایک ایک لفظ چبا کے طنزیہ لہجے بولتی اسکے بال اپنے مٹھی میں بار کے کھینچتی اپنا غصہ اتارنے لگی، حازق خان ڈرامائک انداز میں چیختا اپنے ہاتھ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

میرے ہاتھ کھولو یار! نیند سے میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں! مجھے اپنے بیڈ کے علاوہ کہیں پہ نیند نہیں آتی۔۔۔۔ حازق خان اپنا سر جھٹک کے اپنے بالوں سے اسکے ہاتھ دور کروانے کی کوشش کرتا معصومیت سے بولا تھا۔ وہ اسکے بال چھوڑتی ایک نظر اسکے معصوم تاثرات کو دیکھتی ناک چڑھانے لگی۔۔ حازق خان کی نگاہیں اسکے سراپے سے ہٹنے سے انکاری ہو رہی تھیں، وہ بے تابی سے اسکے رعنائیاں چھلکتے بدن کی گہرائیوں کا جائزہ لینے لگا۔ اسے لگ رہا تھا اسکی بیوی اس پہ رحم کھا کے اسکے ہاتھ ابھی آزاد کر دے گی، لیکن نہیں وہ اسکی سوچ کے برعکس اسکی آرمی پینٹ کا بیلٹ ایک جھٹکے میں اتارتی حازق خان کے طوطے اڑا گئی، وہ اپنی نیلی سمندری آنکھوں کو آخری حد تک پھیلاتے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ اسکے تاثرات پہ میرال شاہ کا دل کیا قہقہ لگائے، وہ اس کا دماغ پڑھ گئی تھی کیونکہ اپنا دماغ جو ڈارک تھا۔۔

کیا ہوا؟ تمہاری آنکھوں سے نیند کوسوں دور کیوں چلی گئی ہے؟ کیا سوچ رہے ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے بیلٹ کو ایک ادا سے اپنے ہاتھ میں گھماتی ہنسی دبا کے پوچھنے لگی۔ اس نے ہمیشہ کی طرح اسے اس کے الفاظ لٹائے تھے کیونکہ ادھار رکھنا اسے پسند نہیں تھا۔۔

ک۔ کچھ نہیں!! میرے ہاتھ کھولو!!۔۔۔ وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دانت پیس کے مصنوعی روعب سے بولا۔۔

دل کر رہا ہے اس بیلٹ سے تمہاری چھانٹی شروع کر دوں ان رومانٹک میجر!! تمہیں نہیں پتا ویڈنگ نائٹ کس بلا کا نام ہے؟؟ کیا تمہارے اماں ابا ویڈنگ نائٹ پہ الگ الگ چارپائی پہ سو گئے تھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے غائبانہ طریقے سے ان کی الماری میں پھینک دیا تھا تاکہ تم بغیر محنت کے پیدا ہو جاؤ؟؟۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ کی اس قدر بے باک باتوں

پہ حازق خان کے گال مزید سرخ ہوئے تھے،وہ خود جتنی مرضی بے باک باتیں کرلیتا تھا کبھی شرم نہیں آئی تھی لیکن دوسروں کی بے شرم باتیں سن کے اسکے گال قدرتی سرخ ہوتے تھے۔

ایک دفعہ میرے ہاتھ کھولو! پھر تمہیں پریکٹیکل انداز میں ڈیٹیل سے بتاتا ہوں میں کیسے پیدا ہوا تھا!!!۔۔۔وہ دانت پیس کے بولتا کرسی پہ ہلتے ہوئے اپنے ہاتھ آزاد کروانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا،میرال شاہ لاپرواہی سے ہونہہ کرتی اسکی بے بسی کا مزہ لیتے جھک کے اسکے پہلے سے بندھے ہاتھوں پہ اسکا بیلٹ بھی باندھ گئی تاکہ وہ پوری رات اس کرسی سے ہل نہ پائے۔۔۔میرال شاہ کی نائٹی کا اگلا گلہ کافی گہرا تھا،اسکے جھکنے کی وجہ سے اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال مزید واضح ہوئے تھے۔حازق خان کے پورے وجود میں بے تابی کی لہر دوڑی تھی۔۔اسکے ہاتھوں پہ بیلٹ باندھنے کے بعد وہ سیدھی ہوتی گہری سانس بھرتے خود کا عکس آئینے میں دیکھنے لگی،پورا کمرہ پھولوں سے سجایا گیا تھا، آئینے کے ارد گرد سرخ پھول ہی پھول تھے۔۔وہ حازق خان کو نظر انداز کرتی اپنے بالوں کو اداؤں سے جھٹک کے اسکے سامنے بیک لیس نائٹی سمیت کھڑی اسکے دل میں مزید آگ بھڑکا رہی تھی،اسکی جرآت کیسے ہوئی تھی میرال شاہ سے پنگا لینے کی؟بالوں کو جھٹکنے کے بعد وہ ایک سرخ گلاب کی کلی نکالتی پھر سے حازق خان کی طرف مڑ گئی جو اپنی آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے اسے دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔۔

?He loves me

میرال شاہ خود سے مخاطب ہوتی اس پھول کی کلی سے پتی جدا کرتے ہوئے حازق خان کے چہرے پہ پھینکنے لگی۔۔

!He loves me not

اپنے سوال کا خود ہی منہ پھولا کے جواب دیتی وہ اس کے چہرے پہ پھولوں کی پتیاں پھینکنا ابھی بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔۔یہی دو جملے بار بار دہراتی وہ اس پہ پھول کی تمام پتیاں پھینک چکی تھی۔

.Huh! He loves me not

وہ پھول کی آخری پتی اس پہ پھینک کے نروٹھے انداز میں بولتی اسکی شرٹ کے اوپری بٹن کھولنے لگی،حازق خان اس دوران خاموشی سے اسکی دلفریب اداؤں پہ غور و فکر کر رہا تھا،میرال شاہ اسکے اوپری تین بٹن کھولنے کے بعد جھک

کے اسکے سینے پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑتی اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے اس سے دور ہوئی تھی، حازق خان کا دل پہلو میں تیزی سے دھڑکنے لگا۔

اوکے گڈ نائٹ! تم بھی سو جاؤ، میں بھی سو جاتی ہوں!!۔۔۔۔وہ بازو اوپر اٹھاتی انگڑائی لے کے بولتی تیزی سے سرخ گلاب کے گلدستوں سے سجے بیڈ کی طرف بڑھ گئی، اسکے یوں انگڑائی لینے پہ حازق خان کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا۔۔وہ اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس نے اپنی بیوی کو چھیڑنے کے لئے سونے کا ڈرامہ رچایا تھا۔۔حازق خان آئینے میں نظر آتے عکس سے اسے صاف دیکھ رہا تھا، وہ لاپرواہی سے بیڈ پہ اوندھے منہ گری تھی۔بیک لیس نائٹی کی وجہ سے اسکی شفاف خم دار کمر حازق خان کے جواں جذبات میں آگ بھڑکانے لگی۔۔

سو گئی ہو کیا؟؟۔۔۔۔تقریباً پانچ منٹ تک اسے یونہی دیکھنے کے بعد حازق خان نے اسے پکارا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔حازق خان جانتا تھا وہ جاگ رہی ہے لیکن جان بوجھ کے سونے کی ایکٹنگ کرتی اسکے جذبات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے۔۔

اچھا مجھے تو کھول دو! میں بھی سو جاتا ہوں! صبح ولیمے کی تیاری بھی کرنی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان لہجے میں نارمل بناتے تھکاوٹ زدہ انداز میں بولا تھا جس پہ میرال کو مزید غصہ آیا تھا، وہ اپنی آنکھیں مزید زور سے میچ گئی۔حازق خان کافی دیر تک یونہی اسے بلاتا رہا لیکن وہ میڈیم اپنی طرف سے کام پورا کر کے سونے کی تیاری میں تھیں۔

(مجھے باندھنے سے پہلے تم یہ کیوں بھول گئی میرو جان کہ تمہارا شوہر ایک میجر ہے؟)۔۔۔۔حازق خان دل میں افسوس سے سوچتا ذرا سی مشقت سے ہی اپنے ہاتھ اس بیلٹ اور معمولی سے ربن سے آزاد کر گیا۔۔وہ تو کب سے اسکی اداؤں کو دیکھنے کے لئے ڈرامائٹک ہو رہا تھا اور اسکی بیوی اسکی بے بسی کو سچ سمجھ بیٹھی!؟ چچ چچ چچ!!۔۔۔حازق خان کرسی سے کھڑے ہوتے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا دلفریب انداز میں مسکراتے اپنی آرمی شرٹ ایک جھٹکے سے خود سے الگ کرتا اپنا کٹاؤ دار سینہ آئینے میں دیکھنا لگا، اسکے سینے پر میرال شاہ کے دانتوں کے نشان واضح تھے، وہ اس سرخ نشان پہ انگلی پھیرتے اپنے قدموں کی آہٹ پیدا کئے بغیر بیڈ کی طرف بڑھا۔۔اس وقت وہ ربن حازق خان کے ہاتھ میں تھا جس سے میرال نے اسکے ہاتھ باندھے تھے۔بیڈ پہ اسکے قریب پہنچتے حازق خان نے اسکی کمر اور پیٹ کے گرد ہاتھ لپیٹتے اسے ایک جست میں سیدھا کیا تھا، میرال شاہ جو اوندھے منہ تھی اس اچانک افتاد

پہ بھوکھلا کے اپنے سامنے موجود شرٹ لیس حازق خان کو دیکھنے لگی جو اسے ون سائیڈڈ مسکراہٹ پاس کرتا اسکی دونوں کلائیوں کو اپنی گرفت میں لے کے اوپر کی طرف کرتے تکیے کے ساتھ لگاتے انہیں جوڑتا ربن سے باندھ گیا۔۔

کیا کر رہے ہو!! چھوڑو مجھے!! تمہیں کس نے کھولا؟؟۔۔۔میرال شاہ غصے سے چیختے ہوئے سوال پہ سوال کرتی خود کو آزاد کروانے کی سعی کرنے لگی، حازق خان اسکی باتوں کو اسی طرح سے نظر انداز کر رہا تھا جس طرح سے کچھ دیر پہلے وہ کر رہی تھی، اسے مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ اسکی تھائیز پہ اپنا گھٹنہ فولڈ کر کے رکھ گیا، میرال شاہ مزاحمت روکتی خونخوار نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اگلے ہی پل اس پہ سایہ فگن ہو چکا تھا۔

تیار ہو یہ جاننے کے لئے کہ میں کس طرح سے پیدا ہوا تھا؟؟۔۔۔حازق خان اسکے کان کے پاس جھک کے بے باک سرگوشی کرتا میرال شاہ کو تھوک نگلنے پہ مجبور کر گیا۔۔

د۔دور۔۔ہٹو۔۔میجر!! تمہیں نیند آ رہی ہے بھولو مت!!۔۔۔وہ اپنے لڑکھڑاتے لہجے کو سنبھالتی اسے اسکی بات یاد کروانے لگی۔

تم اپنی اداؤں سے میری صرف آج رات کی نہیں بلکہ اگلی کئی راتوں کی نیندیں اڑا چکی ہو میرو جان!اب میری باری ہے تمہاری نیند حرام کرنے کی!!۔۔۔۔حازق خان خمار آلود آواز میں گویا ہوتا اسکے سرخ ہونٹوں پہ جھک آیا۔۔ اسے شدت سے بھرپور انداز میں کس کرتے وہ اسکی نائٹی کی ڈوڑیاں کھولنے لگا، سیاہ نائٹی پہ کافی ڈوڑیاں تھیں جنہیں کھولتے ہوئے کافی وقت لگ رہا تھا، وہ الماری سے یہ نائٹی کس وقت لے کے باتھروم میں گئی تھی، حازق خان جان نہ سکا، ڈوریوں والی نائٹی بھی شاید اسی لئے پہنی تھی تاکہ اسے اتارنے میں وقت لگے؟ حازق خان تپے ہوئے انداز میں سوچتا اسکے لبوں پہ اپنے دانت گاڑ گیا، میرال شاہ کے ہاتھ ربن میں قید تھے، وہ چاہ کے بھی مزاحمت نہیں کر پا رہی تھی۔۔حازق خان اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں بھر بھر کے سک کرتا ان پہ وقفے وقفے سے دانت گاڑتا اپنے بدلے اتار رہا تھا، جب نائٹی کی تمام ڈوڑیاں کھل گئی تب جا کے میرال شاہ کے ہونٹوں کو بھی آزادی مل گئی، وہ گہرے سانس بھرتی غصے سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی، حازق خان اسے آنکھ ونک کرتی اسکی گردن پہ جھکتے لو بائٹس بنانے لگا۔۔

تم نے خود کو کیسے کھولا؟؟ کس کی مدد لی ہے تم نے؟؟۔۔۔وہ غصے سے غرائی، وہ اسکی سنے بغیر اسکی گردن اپنے دانتوں سے داغدار کرنے لگا۔ اسے خود کے نیچے سے کھسکنے کی کوشش کرتے دیکھ کے وہ سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسکے گال پہ اپنے دانت ثبت کر گیا۔۔

تمہارا میرے سامنے اس بولڈ نائٹی میں گھومنا تمہاری رضامندی کا اشارہ ہے میڈیم تو پھر اس مزاحمت کا مطلب ؟؟۔۔۔وہ دانت پیس کے استفسار کرتا اسکے دوسرے گال پہ بھی دانت گاڑ گیا۔۔ میرال شاہ اب مزاحمت کرنے کی بجائے نروٹھے پن سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

ہاتھ کھولو میرے!! ۔۔۔۔وہ اپنی ٹانگوں کو موو کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔

یہ ہاتھ اب فجر کے وقت کھلیں گے "زمازڑہ (میرا دل) اسی لئے خود کو چپ چاپ میرے حوالے کر دو!!۔۔۔۔وہ گھمبیر آواز میں بولتا کمرے کی تمام لائٹس کو ریموٹ سے آف کر گیا، کمرے میں اب صرف چھوٹی چھوٹی رومانٹک لائٹس روشنی کئے ہوئے تھیں، اس پھولوں سے سجے بیڈ پہ اپنی پھول سی بیوی اپنی بانہوں میں محسوس کرتے حازق خان کے سینے میں سرشاری کی لہر دوڑ رہی تھی۔

تم تھک چکے تھے! تمہیں نیند آ رہی تھی میجر! اب کس منہ سے اپنی بات سے منکر کے بیان بدل رہے ہو!! ۔۔۔۔وہ دانت کچکچا کے بولتی اپنی کلائیاں مسلسل اس ربن سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسکی کوشش ناکام رہی۔۔

واللہ میں تمہیں تنگ کر رہا تھا جان! ! میں نہیں جانتا تھا میری بیوی کے اس نائٹ کو لے کے اتنے ٹائٹ خیالات ہوں گے ؟ اگر معلوم ہوتا تو باتوں اور رونمائی کے تحفوں کو صبح پینڈنگ پہ چھوڑ کے مین کام کی طرف آتا جس کے لئے میری بیوی مجھ سے زیادہ تڑپ رہی تھی!!۔۔۔۔وہ بے باکی سے بولتا اسے آنکھ ونک کرتے اسکے بدن پہ موجود نائٹی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

شٹ اپ!! میں کیوں تڑپو گی!!۔۔۔۔وہ صاف منکری تھی، چہرہ اپنی بے باک باتوں کو یاد کر کے سرخ ہوا تھا۔۔ اسکے منکرنے پہ حازق خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

چلو یہی سمجھ لو تمہارا شوہر تمہیں پانے کے لیے تڑپ رہا ہے!! اگر مزید ذرا سی بھی دیر ہو گئی تو اس تڑپ سے مر بھی سکتا ہے!! اجازت دو گی یا مزید نخرے دیکھاؤ گی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان جزبات سے بھاری ہوتی آواز میں بولتا اسکے ہونٹ پیار سے چوم گیا۔۔

میرے ہاتھ کھولو تمہارے بالوں کو کھینچ کے تمہیں اجازت دوں گی ورنہ نہیں!!۔۔۔۔۔۔۔وہ چالاکی سے بولتی دانت پیسنے لگی۔۔

ہاہاہا۔۔۔یہ ہاتھ اب اس وقت ہی کھلیں گے جب میں تمہیں یقین دلاؤں گا کہ:

!!He loves u

حازق خان خوبصورتی سے ہنس کے بولتا اسکے بدن سے ایک جھٹکے سے نائٹی اتار کے دور اچھال گیا، رومانٹک لائٹس کی ذرا سی روشنی میں بھی خود کو اسکے سامنے اس حالت میں دیکھتے میر ال شاہ کو چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔وہ اب مزاحمت کرنے کی بجائے خاموشی سے اسکی طرف دیکھنے لگی، وہ اپنا آپ اسے اسی وقت سونپ چکی تھی جس روز اس نے نکاح نامے پہ سائن کئے تھے۔۔

ہماری گولڈن نائٹ کا یہ خوبصورت وقت گزرتا جا رہا ہے میرو جان! جلدی سے اپنی ان گلاب سی پنکھڑیوں سے مجھے اجازت دو تاکہ میں تم میں سما جاؤں!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکی خاموشی پہ قربت سے بھاری لہجے میں بولتا اسکے نچلے لب کے کنارے کو ہونٹوں میں دبا گیا۔۔میر ال شاہ نے اپنی پلکوں کو بچھا کے دوبارہ سے اوپر کو اٹھاتے حازق خان کو اپنی آنکھوں سے اجازت دی تھی، وہ سب سے الگ تھا، اس نے نہیں سوچا تھا وہ اسکے اس بولڈ انداز کے بعد بھی اس سے یوں اجازت طلب کرے گا لیکن وہ کر رہا تھا کیونکہ وہ میجر حازق خانزادہ تھا۔۔اسکی طرف سے اجازت پاتے ہی حازق خان نے اسکی کمر کے نیچے کشن سیٹ کرتے اسے اپنے بے حد قریب کیا تھا، میر ال شاہ چاہے جتنی مرضی بولڈ تھی لیکن آنے والے لمحات کے متعلق سوچتے جان اسکی بھی لبوں پہ آچکی تھی، حازق خان اسکی گردن کی گہرائیوں پہ جھکتا اپنا جنونی لمس نچھاوڑ کرنے لگا۔۔اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتا وہ مسلسل یہاں اپنے ہونٹوں اور دانتوں کا لمس چھوڑ رہا تھا، میر ال شاہ نے سسکیاں بھری تھیں، جس پہ حازق خان مزید بے خود ہوتا یہاں اپنے لمس سے بے رحمی دیکھانے لگا، وہ ہمیشہ کی طرح ایگریسو ہوا تھا۔۔

م۔میجر!!۔۔۔۔۔میرال شاہ نے سسکتے ہوئے اسے پکارا تھا جس پہ وہ اپنے ہونٹوں کے لمس میں نرمی پیدا کرتا یہاں پہ اپنی شدت دیکھاتے اس سے تھوڑا سا اوپر اٹھتے خود کو ہر پردے سے آزاد کرنے لگا، میرال شاہ اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیرتی جلدی سے نگاہیں جھکا گئی، حازق خان اس پہ پھر سے جھکتا اسکے بدن کی نزاکت اپنے ہاتھوں سے محسوس کر رہا تھا، اسکے بے باک ہاتھوں کا لمس اپنے بدن پہ محسوس کرتی میرال شاہ اپنی آنکھیں موند گئی، وہ اسکے بدن کے ایک ایک حصے پہ اپنا ہاتھ گردش کروا رہا تھا، اسے بار بار نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتے دیکھ کے حازق خان اسکے خشک ہونٹوں کے ساتھ اپنے عنابی لب جوڑتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھ سے سہلانے لگا۔۔میرال شاہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دبی تھیں، اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے وہ اسکے سراپے پہ پھر سے جھک کے اسکے پورے بدن کو اپنے سلگتے لبوں کے لمس سے مہکا رہا تھا، اسکے پیٹ پہ اپنا لمس چھوڑتے وہ اسکے بیلی بٹن پہ اپنی زبان گھمانے لگا، میرال شاہ اسکے اس عمل پہ مچلی تھی، اسے مچلتے دیکھ کے حازق خان نے اسکے بیلی بٹن پہ اپنے دانت گاڑتے یہاں مزید شدت دیکھائی تھی، میرال شاہ بے ساختہ اپنی کمر اٹھاتی سسکیاں بھرنے لگی، حازق خان اسکی کمر کے نیچے کشن پھر سے سیٹ کرتا خود کو اسکی ٹانگوں میں ایڈجسٹ کر رہا تھا، وہ دونوں اس دوران خاموش تھے، دونوں کی دھونکنی کی مانند چلتی سانسیں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں، دونوں کے دل ایک لے پہ دھڑک رہے تھے۔۔

میں تم میں سمانے لگا ہوں جہاں پہ سانسیں ٹوٹنے لگیں میرے لب تمہارے لئے حاضر ہیں! انہیں جکڑ لینا!!۔۔۔۔۔

حازق خان اپنے ہونٹ اسکے قریب کرتا اسے اپنے اگلے عمل سے آگاہ کرتے میرال شاہ کی آنکھوں میں دیکھتا اپنی پوری شدت سے اس میں داخل ہوا تھا، میرال شاہ کے ہونٹوں سے چیخ برآمد ہوئی تھی، اسکے شدت سے بھرپور انداز پہ آنکھوں سے آنسو عارضوں پہ گرے تھے، حازق خان فتح مندی سے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا اسکے عارضوں سے آنسو چنتے اسکے لبوں پہ پھر سے جھک گیا، میرال شاہ کو اپنی ٹانگیں ساکت ہوتی محسوس ہو رہی تھیں، منٹوں میں اسکا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔

م۔م۔می۔۔میجر!!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان کی جنونی شدتوں کو برداشت کرتے میرال شاہ سسکتی ہوئی تکیے کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں بھرنے لگی۔

He loves u !!۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکی پکار کا جنونی انداز سے جواب دیتا اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنساتے اس میں مزید قوت سے سمانے لگا۔۔ میر ال شاہ کے چودہ طبق روشن ہو رہے تھے، اس نے تو سوچا تھا وہ اپنے معصوم میجر کو رومانس خود سیکھائے گی! کیا اسے مزید سیکھانے کی کسر رہتی تھی؟؟ وہ روہانسی ہوتی اب اسکے رحم و کرم پہ تھی۔۔

!!He loves u even more

حازق خان ایک دفعہ پھر سے اس کے بدن کی گہرائیوں میں سرائیت کرتا خمار آلود آواز میں بولتے اسے اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے جملوں کے اپنے انداز سے جواب دے رہا تھا۔۔ میر ال شاہ اس وقت اسکی طوفانی شدتوں کے رحم و کرم پہ تھی، میر ال شاہ نے اپنے ناخن زور سے حازق خان کے ہاتھوں میں گاڑے تھے جو اسکے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے۔۔ آج پہلی دفعہ میر ال شاہ کی زبان بھی کسی نے تالو سے چپکائی تھی۔۔ وہ اس وقت کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔ حازق کافی دیر تک اس پہ اپنی شدتیں ڈھاتا اسے یونہی اپنی بانہوں میں قید کئے بیڈ سے اترتا دیوار کی طرف بڑھا تھا جہاں تمام سٹائلش کینڈلز کو لائن وائز رکھا گیا تھا، میر ال شاہ کو اس دیوار کے ساتھ لگاتا وہ کینڈل لائٹس کی روشنی میں اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا، دونوں اس وقت ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے، دونوں کے چہروں پہ جسم کا سارا خون جیسے سمٹ آیا تھا، میر ال شاہ جو بیڈ پہ اسکی شدتوں سے پینک ہو رہی تھی، ابھی زرا سی رہائی پہ کچھ پُر سکون ہوئی تھی جب حازق خان اسے دیوار میں دھنسانے کی کوشش کرتا اس پہ اپنے وجود کا وزن ڈالتے اسکی روح کی گہرائیوں میں پھر سے داخل ہوا تھا۔۔

آہہہ۔۔۔۔ میر ال شاہ نے سسکتے ہوئے اپنے ہاتھ پھر سے آزاد کروانے چاہے تھے، حازق خان نے اگلے ہی پل اسکے ہاتھوں کو ربن سے آزاد کیا تھا، ہاتھوں کو آزادی ہی میر ال شاہ اسکے کندھوں اور سینے پہ اپنے ناخن گاڑتی اپنا تمام تر غصہ اتارنے لگی، حازق خان مسکراتے ہوئے اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا اسکے لب چوم گیا۔۔

Believe me, he loves u even more and more

وہ پیار سے بولتا اسکی گردن پہ بوسے دیتا اسے اپنی طوفانی شدتوں سے روشناس کروا رہا تھا، میر ال شاہ گہرے گہرے سانس بھرتی اسکی پشت پہ اپنے ناخن گاڑ گئی۔۔ حازق خان نے اسے اوپر کی طرف اٹھاتے اسکی ٹانگیں زور سے اپنی

پشت کے گرد باندھتے اپنی شدتوں میں اضافہ کیا تھا، میرال شاہ کی سسکیاں لحہ لحہ مزید بلند ہوتی پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔۔

میجر!!!!۔۔۔۔ میرال شاہ نے اسے ہوش دلانی چاہی تھی، جو پاگل ہوا پڑا تھا۔۔

شش!! آج اس کمرے کے کونے کونے کو معلوم ہونا چاہئیے تم اور میں ایک ہو رہے ہیں! ہم دو جسم ایک جان ہیں!!۔۔۔۔ حازق خان سرگوشی نما آواز میں اسے جواب دیتا صوفے کی طرف بڑھ گیا۔۔ اسے صوفے پہ لٹاتے وہ پھر سے اس پہ جھک گیا۔۔ میرال شاہ کو اس وقت وہ کوئی جنونی اور دیوانا لگ رہا تھا۔ وہ ہر دفعہ پہلے سے زیادہ شدت پسند ہوتا تھا، حازق خان اسے ٹانگوں سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتا اس پہ زرا سا جھکتے پھر سے اسکے وجود میں شامل ہو گیا۔۔ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکا جسم تھوڑا سا اوپر کی طرف اٹھاتا وہ اسکی سسکیوں کی پرواکئے بغیر اس پہ جھکتا جا رہا تھا۔

بس کرو نقلی میجر ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی!!۔۔۔ میرال شاہ نے بالآخر اسے دھمکی لگائی تھی جو اسکی جان نکال چکا تھا، وہ تو اپنے جنونی انداز سے اسے ابھی تک شاکڈ کئے ہوئے تھا، اس نے کب سوچا تھا اسکا بارہ بجے کے بعد والا معصوم میجر اتنا جنونی اور ظالم نکلے گا۔۔

شش!! آج مجھے بتانے دو میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں! تاکہ جب تم پاکی کا غسل لو تو تمہارے بدن کے پور پور پہ میری شدتوں کے یہ نشان تمہیں احساس دلائیں تم صرف اور صرف حازق خانزادہ کی ہو جو تم سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں کا لمس چھوڑتا بے باکی سے بولا۔۔ میرال شاہ سر تا پاؤں سرخ پڑ رہی تھی۔۔

ت۔ تم۔۔ بالکل۔۔۔ بھی۔۔ معصوم۔۔ نہیں۔۔ ہو!!۔۔۔ میرال شاہ نے سر اٹھا کے اسکے لبوں پہ دانت گاڑتے ہمیشہ والا شکوہ کیا تھا جس پہ حازق خان کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔

If there's a matter of romance, no one can

!!do it better than pakhtoons

حازق خان دلفریب انداز میں قہقہہ لگا کے جواب دیتا آنکھ دباتے ہوئے اس خود میں سماتا چلا گیا۔۔ چاند بھی ان کے ملن کے پہ شرماتا بادلوں کی اوٹ چھپ چکا تھا۔ میرال شاہ کی سسکیاں جاری تھیں لیکن حازق خان کی شدتوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 133 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

وہ دونوں ہال سے نکل چکے تھے، اس دفعہ وہ بغیر ضد کئے پیسنجر سیٹ پہ بیٹھ گئی تھی، کہے بغیر وجود پہ اچھے سے سیاہ چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی کب سے مین روڈ پہ ڈال چکا تھا، وہ دونوں مکمل خاموش تھے، شہسوار شاہ اپنا تمام تر دھیان ونڈ سکرین پہ مرکوز کئے ہوئے تھا۔

کچھ کہنا چاہتی ہو؟؟۔۔۔۔۔۔۔کافی دیر بعد شہسوار شاہ نے خود خاموشی توڑنا بہتر سمجھا تھا۔ آئرہ شاہ جو دل میں دعائیں مانگ رہی تھی وہ کوئی سوال نہ کرے، اسکی بھاری آواز میں پوچھے گئے سوال پہ تھوک نگلنے لگی۔

ن۔۔نہیں۔۔تو!۔۔۔وہ جو اسکے سوالات سے بچنا چاہ رہی تھی، تھوک نگلتے ہوئے بمشکل جواب دیا۔

لیکن میں بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں! !۔۔۔شہسوار شاہ سنجیدگی سے بولتا سیگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتے کہنی ونڈو پہ ٹکا گیا۔ آئرہ شاہ نے بنا کوئی جواب دیئے چادر کو کونے سے اپنی انگلیوں میں رول کرنا شروع کیا۔۔

کیا میرال تمہارے گھر آئی تھی؟۔۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ شہسوار شاہ نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔۔

ج۔جی!!۔۔۔آئرہ شاہ کا جواب یک لفظی تھا۔۔

کیا اس نے تمہیں انوٹیشن کارڈ تھمایا تھا؟۔۔۔شہسوار شاہ نے بنا سانس لئے اگلا سوال داغا۔۔

ج۔جی!۔۔۔۔۔آئرہ کی طرف سے پھر سے یک لفظی جواب۔۔

کیا تم نے انوٹیشن کارڈ کھولنے کی زحمت کی تھی؟؟۔۔۔شہسوار شاہ اپنے تفتیشی انداز سے اپنے شعبے کا ثبوت دے رہا تھا۔

ن۔نہ۔نہیں!!۔۔۔آئرہ شاہ شرمندگی سے نگاہیں جھکا کے بولی۔

تو پھر کیا اسے بیچ کے چورن کھایا تھا؟؟۔۔۔۔شہسوار شاہ کی آواز ایک دم سے بلند ہوئی تھی، لہجے میں غصہ واضح تھا۔

ن۔نہیں!!!۔۔۔وہ لرزتے دل کے ساتھ بولی۔

جو الزامات تم نے کال پہ مجھ پہ لگائے تھے ان کے متعلق کیا کہنا چاہو گی؟ میں وہ الفاظ دہرانا نہیں چاہتا لیکن تمہارے الفاظ نے مجھے یہ تین دن سونے نہیں دیا! کون سی ڈبل گیم کھیلی ہے میں نے تمہارے ساتھ؟ کیا دھوکا دیا ہے میں نے تمہیں؟ کس کی روح میں ملاوٹ کا باعث بنتا رہا ہوں؟۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کا لہجہ زخمی اور سپاٹ تھا، آئرہ شاہ پہ گھڑوں پانی پڑا تھا۔

و۔وہ۔۔سب۔۔ایک۔۔مس۔۔انڈر اسٹینڈنگ تھی!!۔۔۔وہ شرمندگی سے بولتی اپنے آنسو روکنے لگی۔

جس تفصیل سے تم نے مجھے یہ تمام باتیں کہی تھیں، مجھے اسی تفصیل سے جواب چاہئیے آئرہ شاہ!! ۔۔۔۔۔وہ اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ آئرہ شاہ اسکی دھاڑ پہ سہمی تھی۔

آئی ایم سوری! وہ سب ایک غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتی معذرت خواہ لہجے میں بولی۔

اور اس غلط فہمی کا حادثہ کیوں پیش آیا؟۔۔۔۔وہ دانت کچکچا کے پوچھنے لگا۔

میں کشمیر سے واپس آ کے تم سے ان تمام سوالات کے جواب ڈیٹیل میں لینا چاہوں گا! ہمیں ابھی بہت کچھ کلئیر کرنے کی ضرورت ہے! تم کشمیر میں انوائیٹڈ ہو لیکن میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کا اس لئے نہیں بول رہا تا کہ تم میرے ساتھ ان کمفرٹیبل فیل نہ کرو! یا پھر تمہیں مجھ سے متعلق اور بھی غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں جو ابھی دور نہیں ہوئی، اسی لئے بہتر یہی ہے ہم رات کے وقت اس لمبے اور اکیلے سفر سے گریز کریں!!۔۔۔۔۔۔۔۔اسے شرمندگی سے سر جھکاتے دیکھ کے وہ ختمی انداز میں بولتا گاڑی آئرہ شاہ کے گھر کی طرف ڈال رہا تھا۔ اسکی یوں سپاٹ انداز میں کہی گئی باتوں کو سن کے آئرہ شاہ مزید بے چین ہوئی تھی۔

رات کے اس وقت اکیلے کشمیر جائیں گے؟۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے بے ساختہ سوال کر ڈالا۔ لہجے میں فکرمندی تھی۔

کیوں تم ساتھ جانا چاہتی ہو؟۔۔۔۔۔وہ ائرہ شاہ کے گھر کے دروازے کے باہر گاڑی کھڑی کرتا سیگریٹ کا کش لگاتے ہوئے بولا۔۔

ن۔ نہیں!۔۔۔میرا مطلب۔۔اتنی دور گارڈز کے بغیر جائیں گے؟۔۔۔ آئرہ شاہ سٹپٹا کے بولی۔

محبت تو تم مجھ سے ختم کر چکی ہو! پھر تمہیں میری فکر کیوں ہو رہی ہے ؟۔۔۔ شہسوار شاہ کا لہجہ گھمبیر اور استہزایا ہوا تھا۔۔

م۔میں۔۔۔نے۔۔یونہی۔۔۔پوچھا!!۔۔خدا حافظ !!۔۔۔ آئرہ شاہ اسکے سوال پہ تذبذب کا شکار ہوتی جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی، شہسوار شاہ نے اسے کہنی سے پکڑتے ہوئے اپنے قریب کھینچا تھا، وہ بھوکھلا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

جب کوئی سفر پہ جا رہا ہو اور آپ اسکی واپسی کے منتظر رہیں تو اسے خدا حافظ کہنے کی بجائے اللہ کے امان میں دیتے ہیں! تا کہ آپکی امانت واپس آپ تک پہنچا دی جائے !۔۔ شہسوار شاہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جمائے مدھم گھمبیر آواز میں بولا، آئرہ شاہ کا دل اس وقت پہلو میں زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔

چ۔چھوڑیں!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے اس سے اپنی کہنی آزاد کروانی چاہی۔

کیا تمہیں اب واقعی ہی مجھ سے محبت نہیں رہی آئرہ؟ کیا تم میری واپسی کا انتظار نہیں کرو گی؟۔۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کو لگا تھا وہ اس پہ آیت الکرسی پڑھ کے پھونکے گی لیکن وہ تو جیسے جانے کی تیاری پکڑے ہوئے تھے، اسکے انداز پہ وہ زخمی لہجے میں بولا۔اسکی انکھوں میں اذیت بھانپتے ہوئے آئرہ شاہ نا سمجھی کا شکار ہوئی تھی، وہ نہیں جانتی تھی مقابل اسکی محبت میں اس سے زیادہ پاگل ہے اور نہ ہی ابھی جان پائی تھی کیونکہ وہ اسے کبھی بھی کوئی امید نہیں دلاتا تھا۔۔ آئرہ شاہ اب کی دفعہ جواب دینے کی بجائے آنکھیں موند کے آیت الکرسی پڑھتی شہسوار شاہ پہ پھونک گئی۔۔ شہسوار شاہ کے دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی، اسکے پھونک مارنے پہ شہسوار شاہ کو اسکی چھوٹی چھوٹی گرم سانسیں اپنے سینے پہ محسوس ہوئی تھیں، دل چاہا اسے سینے میں بھینچ لے لیکن وہ ابھی اس پہ کوئی حق نہیں رکھتا، یہ سب سوچتے ہوئے وہ اسکی کہنی آزاد کر گیا۔۔

آپ کو اللہ کے امان میں اس لئے نہیں دیا کہ میں آپ کی منتظر رہوں گی بلکہ اس لئے دیا ہے کیونکہ آپ اپنے والد کی اکلوتی اولاد ہیں! میں چاہتی ہوں آپ ان کے لئے ہمیشہ سلامت رہیں اور ہم سے قطع تعلق کر دیں کیونکہ اگر انہیں معلوم ہوا آپ ہم سے ان ٹچ رہتے ہیں وہ ضرور غصہ ہوں گے !!۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ بے تاثر لہجے میں اسے جواب دیتی گاڑی سے باہر نکلی تھی، شہسوار شاہ خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا، وہ کتنی آسانی سے قطع تعلقی کی بات کر گئی

تھی؟۔۔وہ تب تک اسکی طرف دیکھتا جارہا جب تک کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز پار نہیں کر گئی تھی، پھر کچھ منٹوں بعد گاڑی سٹارٹ کر کے فل سپیڈ میں یہاں سے نکل گیا کیونکہ اسے باقی تمام گاڑیوں کے ساتھ جا کے ملنا تھا تاکہ وہ سب اکھٹے اور بحفاظت کشمیر کے لئے روانہ ہوں!!

وہ دونوں فجر کی نماز پڑھ کے باتیں کرتے کرتے ایک دوسرے کی بانہوں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے، صبح کے تقریباً نو بجے میر ال شاہ کی آنکھ خود بخود کھلی تھی، وہ اتنی جلدی اٹھنے کی عادی نہیں تھی، لیکن نئی نئی جگہ تھی، اس کی نیند بار بار اکھڑتی رہی تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی نگاہیں حازق خان کی طرف اٹھی تھیں، جو اسے کسی تکیے کی طرح خود میں بھینچے گہری نیند سو رہا تھا، نیلی سمندری آنکھیں بند تھیں جن میں پوری رات خمار کی سرخی چھائی رہی تھی۔ حازق خان کا آدھا وزن میر ال شاہ کے نازک وجود پہ تھا، وہ دانت پیس کے اسکی طرف دیکھنے لگی جس نے پوری رات اسکی جان ہلکان کی تھی، فجر کے بعد بھی اس نے جس مشکل سے اسے سونے دیا تھا وہ صرف میر ال جانتی تھی۔

اسکارات والا جنونی انداز یاد کرتے میر ال شاہ کے گال لال سرخ ہو رہے تھے۔

شکل سے معصوم دکھنے والے لوگ اتنے نیکسٹ لیول بے شرم کیوں ہوتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔میر ال شاہ اسکے چہرے کے معصوم تاثرات کو گہری نگاہوں سے دیکھتی نروٹھے پن سے خود سے مخاطب ہوئی لیکن جواب ندارد۔۔حازق خان جو گہری نیند میں سو رہا تھا، میر ال شاہ کے اس سرگوشی نما سوال پہ اسکی نیند اکھڑی تھی لیکن وہ آنکھیں کھولنے کی بجائے سوتا بنا رہا۔۔اسکی بند آنکھوں پہ گھنی مڑی ہوئی پلکیں دیکھتے میر ال شاہ نے بے ساختہ ان پہ پھونک ماری تھی، حازق خان کا دل دھڑکا۔۔

میر ال شاہ نے اپنی پوری قوت لگا کے اسکے چٹانی وجود کو خود کے اوپر سے دھکیلنا چاہا تھا لیکن ناکام رہی، وہ اسکے فولادی وجود کو دھکیلنے کی اس مشقت میں سرخ ہو چکی تھی لیکن وہ ایک انچ دور نہیں ہوا تھا، میر ال شاہ ناک چڑھاتی اسکے عنابی لبوں پہ اپنا انگوٹھا پھیرنے لگی جن سے اس نے رات کو کئی دفعہ سانسیں کھینچتے درد کو کم کرنا چاہا تھا۔ میر ال شاہ اپنا سر تھوڑا سا تکیے سے اٹھا کے اسکے سرخ ہونٹوں پہ اپنے دانت گاڑ گئی، اسکے دانتوں کی شدت پہ حازق خان نے اگلے ہی پل اپنی نیند کا خمار لئے سرخ ہوتی آنکھوں کو وا کرتے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے لبوں پہ مصروف انداز

میں ظلم ڈھا رہی تھی۔ حازق خان اسکے دانتوں کی میٹھی سی چبن برداشت کرتا اسکی کمر اپنی مٹھیوں میں بھرنے لگا، میرال شاہ جس کا فوکس اسکے لبوں پہ تھا، اسکے ہاتھوں کی بے باک موومنٹ پہ تیزی سے نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھنے لگی، وہ نہیں جانتی تھی وہ جاگ گیا ہے لیکن وہ جاگ چکا تھا تو ایک طرف اچھا ہی ہوا تھا، اب اسے اسکے دیو ہیکل وجود سے آزادی تو کم از کم ملے گی۔۔

کیا ایک ہی دن میں مجھے توڑ مڑوڑ کے رکھ دینا چاہتے ہو؟۔۔۔۔ وہ اسکے لب آزاد کرتی۔ دبے دبے غصے سے بولتے ہوئے اسکے ڈارک براؤن بالوں کو ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کے جھٹکے دینے لگی۔ اسے صبح صبح غصے میں دیکھ کے حازق خان نے بھوکھلاتے ہوئے اسکے ہاتھوں سے اپنے بال آزاد کروانے چاہے تھے۔۔

آہہ! میرے بال چھوڑو پاگل عورت!!۔۔۔۔ حازق خان نے دانت پیستے ہوئے اسکے بال نرمی سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچے تھے، وہ صبح اٹھتے ہی اسکی گردن کو جھٹکا دے کے اسے پوری طرح سے ہلا چکی تھی۔۔

کیا!؟ کیا بولا میں پاگل ہوں؟؟ تمہارا مطلب تمہاری بیوی پاگل ہے جو پوری رات تمہاری پاگل شدتوں کو سہتی رہی ہے؟؟ رات کو میں میرو جان تھی! زمہ زڑ گیہ تھی! میرا چہرہ چاند سا حسین تھا، میرے بدن کی رعنائیاں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، یہاں تک کہ میرے ہاتھوں کے ناخن بھی تمہاری جان تھے! صبح اٹھتے ہی میں تمہارے لئے پاگل عورت بن گئی ہوں!!؟۔۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ دانت پیس کے دبی دبی آواز میں دھاڑتی اسے تکیے پہ گراتے ہوئے اس کے اوپر آئی تھی، حازق خان نے اسکے الفاظ اور ایکسپریشن پہ بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔ دونوں کے بال ابھی تک ایک دوسرے کے ہاتھ میں تھے۔۔

صبح صبح اپنے نئے نویلے شوہر پہ اس طرح سے ظلم ڈھاؤ گی تو وہ بیچارہ کچھ تو بولے گا نا!۔۔۔۔ حازق خان نے معصومیت سے بولتے اپنی سائیڈ پہ تھی جس پہ میرال شاہ نے مزید زور سے اسکے بال کھینچے تھے، حازق خان نے اسکے بال کھینچنے کی بجائے ان میں ہاتھ پھنساتے اسے خود پہ مزید جھکاتے شدت سے اسکے لبوں کو جکڑتے ان پہ دانت گاڑ دیئے، اسکے اس عمل پہ وہ اگلے ہی پل اسکے بال آزاد کر چکی تھی۔ حازق خان نے ہنستے ہوئے اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشی اور اسکی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھتے اسے پیار سے اپنے سینے کے ساتھ لپٹا لیا۔

کیا ہوا؟ کیوں صبح صبح تپی ہوئی ہو؟۔۔۔۔ وہ محبت سے پوچھتا اسکے گالوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔۔

تمہاری وجہ سے ایک تو مجھ سے چلا نہیں جا رہا تھا اور اب فجر سے لے کے ابھی تک میرے اوپر اپنا سانڈ جتنا وزن لے کے سوئے ہوئے تھے تو کیا تپنے کی بجائے تمہیں پھولوں کے ہار پہناتی؟۔۔۔وہ غصے سے غراتی اسکے برہنہ سینے پہ اپنے دانت گاڑ گئی۔

ہاہاہا۔۔چلا کیوں نہیں جا رہا تھا؟۔۔۔وہ زو معنی انداز میں استفسار کرتا بے باکی سے قہقہ لگا گیا، میر ال شاہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

کافی اچھے کارنامے انجام دیئے ہیں نا تم نے رات کو؟ جواب میرے منہ سے وہ ساری کہانی پھر سے سننا چاہتے ہو؟۔۔۔۔وہ دانت پیس کے جواب دیتی اسکے سینے پہ مکا جڑ گئی۔۔

میری عزت کا سوال تھا میر و جان! ! اگر رات کو وہ حسین کارنامے انجام نہ دیتا تو تمہارے چہرے پہ بکھرے یہ قوسِ قزح کے رنگ دیکھنے سے محروم رہ جاتا!!۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکا چہرہ اپنے مقابل کرتے شریر لہجے میں بولتا نرمی سے اسکے پورے چہرے پہ اپنے ہونٹ رکھنے لگا۔میر ال شاہ ناک چڑھاتی ہوئی اسکا پیار بٹورتے اسکی گردن کی ہڈی پہ نرمی سے اپنی انگلی پھیر رہی تھی۔۔حازق خان اسکے چہرے کو اپنے ہونٹوں سے مہکانے کے بعد اسکی وائٹ نائٹ شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔۔

میجر!!!!!۔۔۔۔۔اسے پھر سے رات والے موڈ میں آتے دیکھ کے میر ال شاہ چیخی تھی، جس پہ وہ قہقہ لگا کے کروٹ بدلتے اگلے ہی لمحے اسکے اوپر آ گیا۔۔

اللہ کی قسم یہ ارادہ کر کے سویا تھا کہ بارہ بجے تک خود بھی سوؤں گا اور تمہاری نیند بھی خراب نہیں کروں گا لیکن تم نے میری نیند خراب کر کے مجھے میرے ارادوں سے ہٹا کے اچھا نہیں کیا میر و جان جس کی سزا اب تمہارا یہ نازک وجود میری پیاری پیاری شدتیں برداشت کرتے جھیلے گا!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حازق خان بے حد معصومیت سے بولتا اسکی شرٹ کے تمام بٹن کھولتے اسکے بدن کے نشیب و فراز پہ اپنے ہاتھ پھیرنے لگا۔

نہیں!! تم بہت ایگریسو ہوتے ہو!!۔۔۔میر ال شاہ نے دہائی دیتے ہوئے اسکے سینے پہ مکا جڑا تھا۔حازق خان نے اسکے معصوم سے شکوے پہ اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھتے اسکی آنکھیں چومی تھیں۔

۔۔۔۔وہ محبت سے بولتا اسے اٹھا کے بیڈ کے کارنر پہ لے کے آیا تھا۔۔"I will be lenient this time"
میر ال شاہ نے مصنوعی خفگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے اور خوف کو ہر پردے سے آزاد کرتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے اسکے ہونٹوں پہ قبضہ جمائے ہوئے تھا، لیکن پھر اسکے ہاتھوں اور لبوں کے لمس میں بے حد نرمی محسوس کرتی وہ خود بخود اسکی ساتھ دینے لگی۔۔۔کافی دیر تک اسکے ہونٹوں کا نرمی سے بوسا لینے کے بعد وہ اسکی گردن پہ جھکتا اپنا لمس یوں نرمی سے بکھیر رہا تھا جیسے پھولوں سی گڑیا چھو رہا ہو۔۔اسکے اوپری جسم پہ اپنا لمس کے ساتھ لگاتا خود کو اس پہ ایڈجسٹ کرنے لگا۔۔میر ال شاہ نے اسکی گردن edge بکھیرنے کے بعد وہ اسے بیڈ کے کے گرد اپنی بانہیں پھیلاتے اسکی آنکھوں میں موجود خود کے لیے فکر بھانپی تھی۔۔وہ اسے آنکھ سے اشارہ کرتا نرمی سے اسکی روح میں سرائیت کرتا چلا گیا، اسکی نرمی پہ بھی میر ال شاہ کے ہونٹ خشک ہوئے تھے، وہ اپنی آنکھیں موندتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی، حازق خان کافی دیر تک اسے نرمی سے اپنے لمس سے واقف کرواتا رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی شدت پکڑ رہا تھا، جب اسے محسوس ہوا میر ال شاہ بھی اسکے لمس میں سکون محسوس کر رہی ہے تو اسکے ہونٹوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا اس میں آخری حد تک سماتے اپنی شدتیں بڑھانے لگا۔اسکے ہاتھ اسکی دوران اسکی دھڑکنوں کو چھو رہے تھے، میر ال شاہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دبا رہی تھیں، حازق خان اسکی تھائیز پہ نرمی سے اپنے ہاتھ پھیرتا اسکی ٹانگیں خود کے گرد ریپ کرتا اس میں سماتا جا رہا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے کمفرٹ کا خیال بھی رکھ رہا تھا جس پہ میر ال شاہ کو نئے انداز سے اس سے عشق ہو رہا تھا۔

حویلی پہنچتے ہی سب بڑوں نے آرام کرنے کیلئے اپنے کمروں کا رخ کیا تھا۔ارزم شاہ بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنے کمرے میں آیا تھا اور آتے ساتھ اپنی قمیض اور جوتے اتار کے بیڈ پہ اوندھے منہ گرا تھا۔میر ال کے جانے کی وجہ سے وہ کافی اداس تھا۔وہ جو اپنی ہر بات میر ال سے کرتا تھا۔اب اسکے بغیر اسے ایڈجسٹ ہونے میں تھوڑا ٹائم تو لگنا تھا، اور اس پہ تضاد آج اسکی ذی نے اسے بالکل لفٹ نہیں کروائی تھی، وہ آج صرف گلالئی کے بچوں کو سنبھالتی رہی تھی، ارزم شاہ نے اسے کافی دفعہ زو معنی اشارے سے ملاقات کی التجاء کی تھی لیکن نہیں آج تو میڈیم کے مزاج ہی نہیں

مل رہی تھی۔وہ اسے تڑپا کے کتنا خوش رہی تھی نا؟اب اسے ذرا سا تڑپانے کی باری ارزم شاہ کی تھی کیونکہ وہ ارزم شاہ ہی کیا جو بدلہ چھوڑ جائے؟

"میری یو ایس اے کی ارجنٹ فلائٹ ہے! میں کل ولیمے میں شرکت نہیں کر پاؤں گا ذی بے بی!"

"اپنا خیال رکھنا، جلد ملیں گے!"

وہ ٹیبل سے فون اٹھاتا زی کو اپنے یو ایس جانے کے متعلق دو میسج کرتا اپنا فون سائلینٹ پہ کر کے ایک کمینی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے سو گیا۔کیا صرف وہی اسے تڑپا سکتی تھی؟وہ ہمیشہ کیوں بھول جاتی تھی اسکا شوہر ایک کمینی چیز ہے؟اسے شاہ حویلی کی پھوپھو کا نام احان شاہ نے سوچ سمجھ کے دیا تھا۔۔

رات کے بارہ بج رہے تھے، احان پچھلے دو گھنٹوں سے وقفے وقفے سے کاظم شاہ کو کالز کر رہا تھا لیکن مجال تھی اس نے ایک بھی کال اٹھائی ہو۔اب احان شاہ کو کیا معلوم کہ اس کا بہنوئی جنگل میں منگل کر رہا تھا۔احان اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے انکے انتظار میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔کیونکہ اب تو دو گھنٹے سے اوپر ٹائم گزر چکا تھا اور وہ ابھی تک نہیں آئے تھے اسے اب پریشانی ہو رہی تھی۔وہ اپنی سوچوں میں گم اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے والا تھا تاکہ انہیں تلاش کرنے کے لئے نکلے جب حویلی کا گیٹ کھلا اور کاظم شاہ کی گاڑی تیزی سے پورچ میں داخل ہوئی۔۔

یہ سالا ابھی تک جاگ رہا ہے؟اب تو اسے بیوی بھی میسر ہے!پھر کیوں یوں آتماؤں کی طرح گھومتا رہتا ہے؟ ۔۔۔۔۔۔احان شاہ کو سامنے کھڑا دیکھ کر کاظم نے اپنا نچلہ لب ہونٹوں تلے دباتے گاڑی کو بریک لگائی تھی۔ایزل گاڑی رکتے ہی باہر نکلتی اپنے لالہ سے نظریں ملائے بغیر تیزی سے ازمیر کو تھامے اندر کی جانب بڑھ گی۔۔

کہاں تھے تم لوگ؟بیس منٹ کا سفر تھا اور تم دو گھنٹے بعد آ رہے ہو؟اب تک تو میر اسالا بارات لے کے کشمیر بھی پہنچ چکا ہو گا۔۔۔کاظم کو گاڑی سے نکلتا دیکھ کر احان تیز قدم اٹھاتا اس کے پاس آتے دبے دبے غصے سے اسکے لیٹ آنے پہ سوال کرنے لگا۔۔

بچہ نہیں ہوں میں جو تم میرے لیٹ آنے پہ اتنا پریشان ہو رہے ہو؟گاڑی خراب ہو گئی تھی آس پاس کوئی مکینک نہیں تھا!اسلئے پھر فون کر کے بلانا پڑا اور گاڑی ٹھیک ہونے میں ٹائم لگ گیا۔۔اسلئے لیٹ ہو گئے۔۔کاظم شاہ مسلسل

نچلا لب کاٹتا احان سے نظریں چرا کر اسکی بات کا جواب دینے لگا۔۔ اسے آج پہلی بار پتہ چلا تھا لوگ اپنے کرتوت چھپانے کیلئے اتنے پاپڑ کیوں بیلتے ہیں۔۔ جو اس وقت کاظم شاہ اچھے سے بیل رہا تھا۔

ہاں تو بچہ نہیں ہے۔ لیکن ایک بچے کا باپ ضرور ہے!! کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیاء ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ احان شاہ افسوس سے سر جھٹکتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ خود دو بچوں کا باپ تھا۔ ایزل کا نگاہیں چرانا اور اس پہ تضاد کاظم کی بکھری حالت صاف صاف اسکے کارنامے بتا رہی تھی۔ اسلئے بحث کرنا فضول تھا۔

جو تجھ میں بلکل بھی نہیں ہے!! میرا ایک مشورہ مان تو ڈیفنس منسٹری چھوڑ کے چوکیداری کی جاب شروع کر دے! وہ تجھ پہ زیادہ سوٹ کرے گی!۔۔۔ کاظم شاہ اسکی شرم و حیاء والی بات پہ اونچی آواز میں اترا کے جواب دیتا اسکی چوڑی پشت کو گھورتے اسی کے پیچھے اپنے قدم بڑھانے لگا۔۔ دونوں میں بحث و تکرار تب تک جاری رہی تھی جب تک وہ اپنے کمروں میں بند نہیں ہوئے تھے۔۔

گلالئی نے آتے ساتھ ہی سب سے پہلے اپنا ہیوی لباس چینج کیا تھا کیونکہ وہ اس لباس میں بچوں کو فیڈ نہیں کروا سکتی تھی ۔یسری کو وہ فیڈ کروا کے سلا چکی تھی لیکن یاور ابھی تک نہیں سویا تھا۔ احان شاہ جب کمرے میں داخل ہوا تو گلالئی ہنوز یاور کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

یہ ابھی تک سویا کیوں نہیں؟؟۔۔۔۔ احان آگے بڑھتے ہوئے یاور کے ہاتھوں کو پیار سے چومتے پاس سوئی یسری کے ماتھے پہ لب رکھتے ہوئے گویا تھا۔

ابھی بس سو جاتا ہے! پتہ تو ہے کتنا موڈی ہے! مرضی کا مالک ہے آخر بیٹا کس کا ہے۔۔۔۔۔۔ گلالئی طنزیہ لہجے میں احان کی طرف دیکھے بنا اسکی بات کا جواب دے گی۔

ہونہہ میری کاپی کر کے اپنا پورا حق لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن اسے بتاؤ برینڈ برینڈ ہی ہوتا ہے! اور برینڈ صرف اسکا باپ ہے یہ میری سستی کاپی بننے سے گریز کرے!! جلدی سے اسے سلاؤ تب تک میں چینج کر کے آتا ہوں!! مجھے اپنا حق آج سود سمیت چاہئیے جو کتنے دنوں سے تم ٹال رہی ہو۔۔۔ احان شاہ جان بوجھ کے یاور پہ ٹانٹ کر کے گلالئی کو تپانے کے ساتھ حکم صادر کرتا اپنا نائٹ سوٹ لئے واشروم میں بند ہو گیا۔ اسکی حق والی بات پہ گلالئی حلق خشک ہوا

تھا۔وہ تقریباپندرہ منٹ کے بعد فرش ہو کے واشروم سے باہر نکلا تھا۔۔گلالئ سوئے ہوئے یاور کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔احان شاہ اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکی طرف بڑھتے ہوئے یاور کو اسکی گود سے نکال کر یسری کے ساتھ احتیاط سے بیڈ پہ لیٹا گیا۔۔احان کو یاور کے ساتھ مصروف ہوتے دیکھ کر گلالئ چھلانگ لگاتے ہوئے بیڈ سے اترتی واشروم میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی آج اسکی شامت آنے والی ہے۔لیکن احان تیزی سے اسکی طرف بڑھتا اسکو بازو سے تھام گیا۔جس پر گلالئ ناک سکوڑتے ہوئے اس سے اپنا آپ چھڑوانے لگی۔حالانکہ اپنی یوں چوری پکڑی جانے پر اسے ہنسی آرہی تھی لیکن ہنس کے وہ احان شاہ کو مزید فری نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔۔

عورت ہمیشہ سے چاہتی آئی ہے کہ مرد اس سے اظہار محبت کرے لیکن خود وہ کبھی بھی اظہار نہ کرے کیونکہ اسکو لگتا ہے اگر وہ اپنی محبت کا اظہار کر دے گی تو بے مول ہو جائے گی۔وہ اپنی محبت کو راز کی طرح چھپا کے رکھتی ہے اور یہ راز اسکی خوشیوں کی ضمانت ہوتا ہے۔۔مرد اس راز کو جاننے کیلئے خود کو بہتر سے بہتر کرتا جاتا ہے۔۔محبت سے عشق کے رتبے پہ فائز ہو جاتا ہے تب جا کے اسے یہ راز پتہ چلتا ہے کہ اسکی عورت اسے کتنی محبت کرتی ہے۔۔

کدھر بھاگی جارہی ہو! ہمم؟!! سید احان شاہ کے چنگل سے بچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے جاناں!!!۔۔۔۔احان شاہ گلالئ کے پھولوں سے نازک وجود کو اپنی مظبوط بانہوں میں بھر کے صوفے پہ لے آیا اور اسکے کانوں میں سرگوشی نما آواز میں اپنی طاقت سے واقف کروانے لگا۔

لباس کیوں بدلا میرے آنے سے پہلے ؟؟اور تمہارے گجرے کہاں ہیں ؟۔۔۔۔۔۔۔۔احان شاہ جھکتے ہوئے گلالئ کے ماتھے پہ لب رکھتا اسکے لباس اور گجروں کے متعلق استفسار کرنے لگا۔

بچوں کو فیڈ کروانا تھا اسلئے اتار دیئے !!یہ پڑے ہیں گجرے!!۔۔۔گلالئ سینٹرل ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکی بات کا جواب دینے لگی۔اسکی بات سن کر احان اگلے ہی پل گجرے اٹھا کے پھر سے اسکے ہاتھوں میں پہنا گیا ۔اسکے ہاتھوں پہ اپنے لب نرمی سے رکھتے ہوئے مہندی اور گجروں کی خوشبو اپنے اندر اتارنے لگا۔۔

گل تم نے میرا نام نہیں لکھوایا اپنے ہاتھ پہ ؟۔۔۔احان اسکا ہاتھ الٹ پلٹ کر اپنا نام ڈھونڈھنے کی کوشش کرنے لگا

۔۔

آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے میں پہلے دن کی دولہن اور آپ دولہا ہو۔وہ دیکھیں دو بچوں کے باپ ہیں آپ! یہ چونچلے اچھے نہیں لگتے اب!!۔۔۔گلالئ اپنی ہنسی دباتی بچوں کی طرف اشارہ کرتی احان شاہ کو حقیقت سے آگاہ کرنے لگی۔

میں پہلے دن کا دولہا نہیں ہوں لیکن تم ہمیشہ میرے لئے پہلے دن کی دولہن ہی رہو گی اور میں ہر بار تمہیں پہلی بار کی طرح ٹوٹ کے چاہوں گا گل جاناں!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی بات کا جواب دیتے ہوئے اسکے گلابی ہونٹوں پر پیاسوں کی طرح جھک گیا۔۔اسکے لبوں کا جام گھونٹ گھونٹ بھر کے پیتے ہوئے اپنی پیاس بجھانے لگا۔۔گلالئ اسے اپنے ہونٹوں کے ساتھ الجھتا دیکھ کر بوکھلاتے ہوئے اسکی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ گی۔۔وہ کتنی ہی دیر بنا سانس لئے اسکے ہونٹوں سے لپٹا رہا۔اب گلالئ کو مشکل سے سانس لیتا دیکھ کر اسکے بالائی لب کو زور سے چومتے ہوئے آزادی بخش گیا۔۔وہ اس پر سے اٹھتے ہوئے کمرے کی لائٹ اوف کرتا بیڈ سے چادر پکڑتے پھر سے گلالئ کی طرف بڑھا تھا ۔۔گلالئ کو تھوڑا اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے اسکو اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا پھر سے گلالئ کے لبوں پہ جھکا گیا ۔جبکہ اسکے ہاتھوں کی من مرضیاں گلالئ کے پور پور پہ جاری تھی۔۔اسکے ہاتھوں کے بے باک لمس پہ گلالئ سرخ پڑتی جا رہی تھی۔احان شاہ اسکے لبوں سے گردن اور گردن سے دھڑکنوں پہ جھکا تھا۔۔اور یہاں پہ شدت سے بھرپور انداز میں اپنا لمس چھوڑنے لگا جسے گلالئ سسکتی ہوئی برداشت کرنے لگی۔۔

کیا مجھے تمہاری روح میں اترنے کی اجازت ہے؟؟میری ڈکیٹ پٹھانی!؟تاکہ میں تمہیں اور خود کو سکون پہنچاتے ہوئے جنت تک لے جا سکوں۔۔۔احان تھوڑا سا اوپر ہوتے ہوئے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں کو چومتے اس سے اجازت طلب کرنے لگا۔اسکے آج پھر سے اجازت مانگنے پر گلالئ شرما کر اسکے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے اجازت دے گی تھی جس پر احان شاہ نے فتح مندی سے مسکراتے ہوئے اسکے چہرے پر لبوں کی بوچھاڑ کی تھی۔جبکہ اسکے جسم کی سختی اپنے نازک وجود پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئ کا دل خوف سے لرزا تھا۔۔احان شاہ نیچے کی طرف آتا گلالئ کو اسکی پنڈلیوں سے پکڑ کر اپنے بے حد قریب کرتا ایک ہاتھ اسکی تھائی پہ جبکہ دوسرا اسکے گال پہ رکھتے ہوئے بے حد نرمی سے اسکی روح کی گہرائیوں میں اترا تھا۔۔

اہہہہہ !!!!! شاہ سائیں !!!!۔۔۔۔ اسکی اتنی نرمی پر بھی گلالئی کی چیخ بے ساختہ تھی جسے احان آگے بڑھتے ہوئے تیزی سے اپنے لبوں میں دبا گیا۔ اور پھر ایک دم سے اپنے عمل میں شدت لانے لگا۔۔۔ اسکا شدت بھرا لمس برداشت کرنا ہمیشہ گلالئی کی جان نکال دیتا تھا۔۔ وہ گلالئی کو کندھوں سے تھامے اپنے عمل میں میں مزید تیزی لانے لگ گیا۔ گلالئی اپنے لرزتے وجود پر قابو پانے کیلئے اسکے سینے کے بالوں میں اپنی انگلیاں الجھائے انہیں مظبوطی سے جکڑ گی۔۔

شاہ سائیں !!!! اسے یوں دیوانوں کی طرح خود پہ برستے دیکھ کر گلالئی نے ایک دفعہ پھر سے اسے پکارا تھا۔۔۔ وہ اسکی پکار سن کر اس سے الگ ہوتا اسے چند منٹوں کی مہلت دیئے اسکے جسم کو اپنے لمس سے مہکانے لگا۔۔ اسکی آنکھوں میں خمار کی سرخی واضح تھی۔۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک دفعہ پھر سے گلالئی میں آخری حد تک سمایا تھا۔۔ ایک دفعہ پھر سے اس کے بھاری بھر کم وجود کو خود پہ محسوس کرتے ہوئے گلالئی زور سے اسکے کندھے پہ دانت گاڑھ گی۔۔

آپ۔۔ آئندہ۔۔ کے بعد جم۔۔ نہیں جائیں۔۔ گے آپ۔۔ کا کیا جاتا ہے برداشت تو مجھے۔۔ کرنا پڑتا ہے !!۔۔۔۔۔ گلالئی خفگی سے بولی تھی جس پہ احان شاہ کا قہقہ بے ساختہ تھا۔ اس کی سولڈ بادی نے گلالئی کی جان نکال کے رکھ دی تھی۔ گلالئی اسکی شدتوں سے چور ہوتے ہوئے پسینے سے شرابور ہو چکی تھی۔ اسکی آہوں اور سسکیوں کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اسے یوں پسینے میں بھیگا دیکھ کے احان نے پاس ٹیبل پہ پڑی اپنی شرٹ اٹھا کے اسکا پسینے سے بھیگا چہرہ صاف کیا تھا۔۔ اسکے یوں اپنا چہرے صاف کرنے پر گلالئی کو ٹوٹ کے اس پہ پیار آیا تھا۔۔ وہ چہرہ اوپر کو اٹھاتی اسکی بیئر ڈ پر اپنے نرم و نازک لب رکھ گی۔ اسکے لبوں کے نرم لمس پر احان روح تک سرشار ہوا تھا۔۔ وہ اسکے گجرے والوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ میں مظبوطی سے تھامتا اپنی ایک ٹانگ کا گھٹنہ فولڈ کئے جبکہ دوسری ٹانگ صوفے سے نیچے زمین پہ رکھتا گلالئی کے نازک وجود میں مزید سفر کرتا اس پر اپنی شدتوں کے پہاڑ گرانے لگا۔۔۔ گلالئی کی کلائیوں سے گجرے ٹوٹ کے بکھرتے زمین کی زینت بن رہے تھے۔۔ احان شاہ اپنے عمل میں تیزی لاتا جا رہا تھا، آج احان شاہ نے تب تک نہیں رکنا تھا جب تک اسکی پیاس نہیں بجھتی تھی کیونکہ وہ پچھلے کافی دنوں سے اسے پیاسا چھوڑے ہوئے تھی۔۔

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے، فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سب پھر سے سو گئے تھے۔۔ مسلسل چار پانچ دن فنکشنز کی وجہ سے کسی کی نیند ٹھیک سے نہیں پوری ہوئی تھی۔ کھڑکی سے پڑتی سورج کی روشنی مرحا کے چہرے کو مزید چمکا رہی تھی اور وہ آنکھوں پہ روشنی پڑنے کی وجہ سے بار بار ریز کے سینے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی کیونکہ ابھی تک ٹھیک سے اسکی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔۔ وہ اور سونا چاہتی تھی لیکن ریز شاہ اسے تنگ کرنے کیلئے پھر سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکال کر روشنی کی طرف کر دیتا جس پر مرحا نے تپتے ہوئے زور سے اپنے باریک دانت اسکے سینے پہ گاڑھ دیئے دانت کافی زور سے گاڑھے تھے۔۔

اہہہہ!!! کتنی ظالم ہو تم میری شاہ زادی!!۔۔۔ اس کے یوں اچانک حملے پر ریز شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی جس پہ وہ لاپرواہی سے آنکھیں موندے رہی۔۔

ادھر آؤ اب میری باری!!!۔۔۔۔ ریز شاہ مرحا کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے اپنے مزید قریب کرتا اسکے پیٹ پہ وزن ڈالے بغیر اسکے اوپر آیا تھا۔ اسے اپنے اوپر آتے دیکھ کر مرحا نے بوکھلا کے آنکھیں کھولتے چادر کو خود پہ درست کیا تھا کیونکہ جس حالت میں وہ تھی اسے بے باک آدمی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا اسکی دھڑکنوں کا حشر نشر کر دیتا۔ مرحا کے یوں خود کو چھپانے پر ریز شاہ کا قہقہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔۔

بدلہ تو میں لوں گا! چاہے جو مرضی کر لو بالکل اسی طرح کی لو بائٹ بناؤں گا!! جان کے بدلے جان۔۔ لو بائٹ کے بدلے لو بائٹ!!۔۔ ریز شاہ اپنے سینے پہ انگلی رکھتا مرحا کو اسکے دانتوں کا ظلم دیکھانے لگا۔

جلدی ڈیسائیڈ کرو، اگر منہ اور گردن پہ بنائی تو تمہارے لئے پرابلم ہو سکتی ہے، کیونکہ آج شام کو خان کا ولیمہ ہے اور تم جانتی ہو میری شدتوں کے دیئے گئے نشان اتنی جلدی غائب نہیں ہوتے!!۔۔۔۔ اسکی خاموشی پہ ریز شاہ مزید گویا تھا۔ ریز کے منہ سے ولیمہ کا سنتے ہی مرحا کی نیند بھک سے اڑی تھی۔۔ اس نے تیزی سے اپنی نگاہیں گھڑی کی طرف دوڑائی تو دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔۔

اللہ اللہ!! بارہ ہو گئے ریز!!! ہٹو پیچھے!! مجھے آپی کے پاس جلدی پہنچنا تھا ہم لیٹ ہو جائیں گے!! میں اتنی دیر کیسے سوتی رہ گئی؟۔۔۔ مرحا پریشانی سے ریز شاہ سے مخاطب ہوتی اسے وقت کا احساس دلانے لگی۔۔

نہیں ہوتے لیٹ!!ہم آرام سے پہنچ جائیں گے اور تمہیں پتہ ہے آج دو دو تقریبات ہیں!۔۔۔ریز شاہ مرحا کے پورے چہرے پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑتے ہوئے مصروف انداز میں گویا ہوا تھا۔

دو دو تقریبات مطلب ؟۔۔۔مرحا نے سوالیہ نگاہوں سے ریز کی دیکھا تھا۔۔

ایک خان کے ولیمے کی اور دوسری تقریب آرمی کی طرف سے ہے!!ہم دونوں کو یعنی خان کو اور مجھے آرمی کی طرف سے اعزازی تقریب میں شرکت کرنی ہے جس میں ہمیں ہماری بہادری کی بنا پر جرآت کے نشان سے نوازا جائے گا کیونکہ خان اور میں غازی ہیں۔ ہمیں اس متعلق کل ہی آگاہ کیا گیا ہے!! اور تقریباً سب آرمی والے خان کے ولیمے پہ انوائٹڈ ہیں!! تو یہ تقریب بھی خان کے ولیمے کے ساتھ اکٹھی ہی ہو جائے گی!! دیکھو مرحا تمہارا یہ سنکی فوجی صرف بے شرم اور بے باک ہی نہیں بلکہ غازی بھی ہے اور تم کتنی خاص ہو تم ایک غازی کی بیوی ہو۔۔۔ریز شاہ مرحا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فخر سے اپنے غازی ہونے کا بتا رہا تھا۔اسکا جواب سن کر مرحا کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے اور اپنا آپ اور بھی خاص لگنے لگا کہ وہ ایک غازی کی بیوی ہے۔مرحا اپنا چہرہ اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے ریز کے سینے پہ اسی جگہ اپنے لب رکھ گی جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے غصے سے دانت گاڑھے تھے۔

ریز تم میرے لیئے بہت ضروری ہو،!!! تمہارا وجود بالکل میرے لئے ایسا ہی ہے جیسے صحرا میں ایک گھنا سرسبز، گہری اور ٹھنڈی چھاؤ والا درخت جس کے سائے سے میں اگر ذرا سا بھی نکلوں گی نا تو مرجھا جاؤ گی یا شاید مر بھی جاؤں گی!!۔جب تم میری آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہو نا تب میں اپنے آپ کو بے سروسامان اس تپتے ہوئے صحرا میں پاتی ہوں جو میری روح کو جھلسا کے رکھ دیتا ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے میرے جسم سے میری روح الگ ہو رہی ہے۔اور پھر میں پاگلوں کی طرح دوڑتے ہوئے تمہیں تلاش کرتی ہوں کیونکہ میری سانسوں کی ڈوریاں تمہارے وجود کے اس سائے سے جڑی ہیں جو کہ اس صحرا میں میرے لئے زندہ رہنے کا اکلوتا سہارا ہے۔۔میں تمہیں کیسے اپنے دل کی کیفیت بتاؤ کہ تم میرے لئے کتنے خاص ہو ریز!!۔۔۔۔مرحا اسکے سینے میں منہ چھپائے اپنے دل کا حال سنانے لگی۔۔

خبردار جو تم نے اپنے منہ سے آئندہ مرنے کی بات نکالی تو!!! ۔۔مرحا کی مرنے والی بات سن کر اسکے دل کو دھچکا سا لگا تھا،وہ ہمیشہ ایموشنل ہوتے ہوئے اسے ایسے دھچکے دیتی تھی۔وہ مرنے کی بات اتنی آسانی سے کیسے کر سکتی تھی؟؟ وہ بس سوچ کے ہی رہ گیا۔۔

میں مانتا ہوں کبھی کبھی میں تمہیں بالکل بھی ٹائم نہیں دے پاتا جس کی وجہ سے تم اگنور فیل کرتی ہو لیکن باخدا میں یہ سب کچھ جان بوجھ کے نہیں کرتا!! میرا ارادہ تمہیں بالکل بھی تکلیف پہنچانے کا نہیں ہوتا! یہ سب بس خود بخود ہی ہو جاتا ہے! مجھے تم سے محبت نہیں عشق ہے مرحا!!!! ۔۔اگر میں اس صحرا میں تمہارے لئے سرسبز درخت ہوں تو اس کو سرسبز رکھنے والی تم ہو۔۔اگر تمہارا وجود اور تمہاری محبت مجھے سیراب نہ کرے تو میں بھی مرجھا کے سوکھی لکڑی بن جاؤ گا۔۔میں مانتا ہوں تمہارے ساتھ زیادتی کر جاتا ہوں جانے انجانے میں!! اور تم میری ہر زیادتی کو آسانی سے معاف کر دیتی ہو۔لیکن آج سے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ایک پل کیلئے بھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا ۔۔ہمیشہ تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھوں گا۔۔تمہیں مزید کوئی تکلیف نہیں دو گا۔میری شاہ زادی!!۔۔۔۔۔۔ریزشاہ مسلسل مرحا کی سنہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسکا درد پڑھتے اپنی غیر ارادی طور پر کی گی لاپرواہیوں کی وضاحت دینے لگا۔۔۔

پکا وعدہ؟!۔۔۔۔۔۔۔اسکے یوں وعدہ کرنے پر مرحا نے چہکتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔۔

ہاں ہاں پکا وعدہ!!! ۔۔۔۔۔ریز نے اسکا نرم و ملائم دودھیا سفید ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنے لبوں کے ساتھ لگایا۔۔

آج سے تم میری ساری باتیں مانو گے !میرے اشاروں پہ چلو گے۔میری مرضی کے بغیر تم واشروم بھی نہیں جاؤ گے ؟۔۔مرحا اپنی آنکھوں میں شرارت لیئے مزید گویائی تھی۔کیونکہ وہ اسکے چہرے کی اداسی پڑھ چکی تھی وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتی تھی اسلئے اپنی باتوں سے اسکا موڈ اچھا کرنے لگی۔

جو حکم ملکہ !!یہ غلام ساری زندگی آپکی جی حضوری کرے گا۔آپکے قدموں میں پڑا رہے گا۔۔۔ریزشاہ بھی اسکے انداز میں سر تسلیم خم کر کے جواب دینے لگے۔۔

ٹھیک ہے!!! ملکہ کو دیر ہو رہی ہے۔ملکہ کو اپنی ہمشیرہ کی دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی ہے اور تیار ہونا ہے اسلئے اسکے اوپر سے اٹھا جائے۔۔۔۔۔مرحا اپنی گردن اونچی کر کے ہنسی دباتے ہوئے ملکہ کی طرح حکم کرنے لگی۔۔

آپ کا حکم بجا ہے ملکہ !!! لیکن غلام کو اپنی اجرت چاہیئے !۔۔۔وہ اپنے سینے پہ بنائی گی اسکی لو بائٹ کی طرف اشارہ کیا ۔ابھی مرحا شاہ کچھ بولتی جب وہ اپنا جملہ مکمل کرتے ہی چادر میں اپنا سر کرتے ہوئے مرحا کی دھڑکنوں پہ قابض ہو

گیا۔۔وہ اسکے لبوں اور دانتوں کی بے باکیاں اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتے ہوئے سسکی تھی۔۔ مرحا نے زور سے اپنے ناخنوں کی مدد سے ایک باریک لیکن زوردار چٹکی اسکی کمر پہ کاٹی جس پہ ریز شاہ کرنٹ کے جھٹکے جیسے پیچھے ہوا۔ گستاخ غلام!!!! ملکہ کی شان میں گستاخی ؟؟۔۔۔ مرحا دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔۔ جس کے جواب میں ریز شاہ دانت پیستے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکنے والا تھا جب اسکا سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون رنگ ہوا۔۔ ریز نے بدمزہ ہوتے ہوئے فون کی طرف دیکھا۔ وہ گہری سانس بھرتا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے فون اٹھا گیا۔۔ اسے فون میں مصروف دیکھ کر مرحا تیزی سے اٹھ کر باتھروم کی طرف بھاگی تھی کیونکہ ایسا موقع فرار بار بار نہیں ملنا تھا۔۔ اسکے یوں بھاگنے والے انداز پہ ریز شاہ اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پیچھے تکیہ پہ گرتا کال پہ موجود مقابل کی بات سننے لگا، اسکا دھیان ابھی تک مرحا شاہ میں لگا ہوا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 133 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ایزل رات کو آتے ساتھ ہی ازمیر اور اپنا لباس تبدیل کر کے سو گئی تھی۔ ایک تو شادی کی تھکاوٹ اور دوسرا اسکے شاہ جی کی مہربانی تھی۔ اسکی کار میں شدتوں کو سہتے ہوئے اب اس کی کمر میں ہلکا ہکا درد ہو رہا تھا۔ اور وجہ ان کمفرٹیبل پوزیشن تھی۔۔ وہ کاظم شاہ کو کچھ بھی بتائے بغیر اپنی سائیڈ کا لیمپ آف کرتی ازمیر کو اپنی بانہوں میں لئے آنکھیں موند گئی۔ کاظم نے بھی اسے مزید تنگ نہیں کیا تھا وہ بھی چپ چاپ ان کے ساتھ لیٹتا اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا کیونکہ اب اگر بیوی کو اور تنگ کرتا تو وہ اپنے لالا کی طرح بھگڑ جاتی اسی لئے شرافت کا مظاہرہ کیا۔۔

ابھی دوپہر کا ایک بج رہا تھا اور ایزل صوفے پہ بیٹھی اپنا ہاتھ پیچھے کر کے آہستہ آہستہ اپنی کمر دبا رہی تھی اسکی کی تکلیف کی شدت اسکا چہرہ صاف بتا رہا تھا۔ کاظم جو کب سے بیڈ پہ لیٹا ازمیر کے ساتھ مصروف وقفے وقفے سے ایزل کی طرف دیکھ رہا تھا، اسکے چہرے پہ تکلیف کے تاثرات دیکھتا وہ پریشان ہوا تھا۔۔

اوزی کیا ہوا ہے ؟ سب ٹھیک ہے ؟ تمہیں کہیں درد ہو رہا ہے ؟۔۔۔۔۔۔ کاظم اسکا درد سے مرجھا ہوا چہرہ دیکھ کر تیزی سے بیڈ سے اترتا اسکی طرف بڑھتا پاس آتے ہی اس سے سوال کرنے لگا۔۔

میری کمر میں بہت درد ہے، رات سے پہلے کم تھا لیکن اب زیادہ ہو رہا ہے اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے ۔۔اوزی اپنی کمر پہ ہاتھ رکھتی اس کو خفگی سے جواب دیتی صوفے سے اٹھی تھی۔۔ لیکن کاظم نے اگلے ہی پل اسے بازو سے پکڑ کر واپس اپنے پاس بیٹھایا تھا۔

میں نے کیا کیا ہے ؟اور دیکھاؤ مجھے کہاں درد ہو رہا ہے۔۔۔۔کاظم شاہ چہرے پہ معصومیت لئے رات والی اپنی ساری کاروائی سے انجان بنتا اوزی کی کمر کو سہلاتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

جی آپ کچھ نہیں کرتے ! ساری غلطی کی میری ہے ! کیا ضرورت پڑی تھی مجھے آپ کے ساتھ سفر کرنے کی!!۔۔۔وہ اسکے یوں معصوم بننے پہ اوزی نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتی دانت پیس کے بولی جس پہ کاظم شاہ نے مسکراہٹ دبائی۔۔

اچھا لیٹو ادھر !!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسے صوفے پہ احتیاط سے لٹاتا خود ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے لئے واپس اسکی طرف آیا تھا، اسکے پاس بیٹھتے وہ اوزی کو اوندھے منہ کرتا اسکی شرٹ اوپر کی جانب massage oil کرتا درد والی جگہ پہ اپنی انگلیوں سے نرمی سے مساج کرنے لگا۔۔ اپنی کمر پہ اسکی رینگتی ہوئی انگلیوں کے لمس پہ اوزی سرخ پڑی تھی اور بار بار سیدھا ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کاظم اسکی ہر کوشش ناکام بناتا اسکی کمر پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کر گیا۔ اسکی کمر کا تل دیکھ کے وہ بہکتے ہوئے اس تل پہ اپنے لبوں کی گستاخی کرنے لگے، اس تل کو نرمی سے چومتے جس پہ پہلے ہی اسکے دانتوں کے نشان واضح تھے، وہ اب اسکی پوری کمر پہ نرمی سے اپنے ہونٹوں کی بوچھاڑ کرتا اسے اپنی گود میں شفٹ کر رہا تھا۔ وہ اب صوفے کی بجائے اسکی گود میں کروٹ لئے ہوئے تھے، کاظم شاہ اسکی کمر پہ بے حد نرمی سے کافی دیر مساج کرتا رہا تھا، کاظم شاہ کو پھر سے لائن سے اترتا دیکھ کے وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہو کے بیٹھ گی۔۔

نہیں آپ نہ کریں میرا مساج !!میں پین کلر لے لوں گی درد ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔اوزی اسکی حرکتوں پہ ناک سکوڑتے ہوئے بولی تھی جس پہ وہ مسکراہٹ چھپانے لگا۔

نہیں اوزی وہ اثر دوائیوں میں کہا جو میرے ہاتھوں کے لمس میں ہے ! تم دیکھو تمہارا درد منٹوں میں غائب ہو جائے گا ۔۔۔کاظم شاہ اس کے سرخ ہوتے چہرہ کو دیکھ اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا تھا۔

بہت مہربانی آپ کی مجھے آپکے ان شفا بھرے ہاتھوں کی مزید خدمات نہیں چاہئیے۔۔۔۔۔۔اوزی خفگی سے بولتی اسکے پاس سے اٹھ کے بیڈ پہ لیٹے ازمیر کی طرف بڑھ گی، کاظم شاہ اب چاہ کے بھی اپنا قہقہ دبا نہیں پایا تھا۔۔

ایزل شاہ کو اپنے درد میں پہلے سے تھوڑی کمی محسوس ہوئی تھی۔۔کاظم اس کا اتنا مساج تو کر چکا تھا کہ اس کا درد کچھ دیر میں ٹھیک ہو جاتا۔۔ازمیر کی نظریں دم ہلاتی کٹی پہ جمی تھی۔۔وہ اپنا ہاتھ پاؤں مارتا کٹی کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کٹی کی نگاہیں مسلسل صوفے پہ ہی مرکوز رہی تھی۔۔کاظم اپنی رات والی ٹی شرٹ اتار کے کٹی کے منہ کے اوپر پھینکتا پیچھے صوفے پہ نیم دراز ہوا تھا جو بے شرموں کی طرح ان کا سارا مساج سین دیکھ چکی تھی۔

تجھے شرم نہیں آتی ہماری پرائویسی انویڈ کرتے ہوئے بے شرم کٹی!!؟اب ضرور تیرے اندر بھی اس رومانٹک سین کو ریکریئیٹ کرنے کی حسرت جاگ رہی ہو گی؟لیکن افسوس تو میرے " میر " کے ہاتھ پیر چاٹتی کنواری ہی مرے گی!!۔۔۔۔کاظم کٹی کو قہر برساتی نظروں سے دیکھتے ہوئے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔۔جبکہ کٹی میاؤں میاؤں کرتی اسکی شرٹ کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ایزل شاہ ہنستے ہوئے اب ازمیر کو دیکھ رہی تھی جو اپنی گولڈن بڑی بڑی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے کھکھلا رہا تھا۔۔

ریز جلدی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔مرحا جلدی میں ڈریسنگ روم سے نکلی تھی وہ اس وقت اپنی آرمی کی خاکی ساڑھی میں ملبوس بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔مرحا اس تقریب میں آرمی کی طرف سے خاص طور پر چانوائنڈ تھی کیونکہ وہ اب ایک کیپٹن ڈاکٹر تھی اور آرمی اس کا پیشہ تھا۔ریز شاہ جو کہ آئینے کے سامنے کھڑا خود پہ پرفیوم کا چھڑکاؤ کر رہا تھا اس کے عکس کو دیکھ کر فورا اسکی طرف پلٹا تھا۔

چشم بدور۔۔۔۔ریز شاہ اسکی طرف آتا اس کا ساڑھی میں قیامت ڈھاتا روپ دیکھ کر دل فریب آواز میں بولا تھا۔اور اپنی جیب سے پیسے نکال کر ہمیشہ کی طرح اس کا صدقہ دیتے ہوئے اسکے ماتھے پہ اپنے سلگتے لب رکھ گیا۔۔ریز شاہ خود بھی اس وقت آرمی یونیفارم پہنے ہوئے کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔مرحا شاہ شرمیلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجاتے اسکے سینے سے لگی تھی۔۔زور یز شاہ اسے بانہوں میں بھر کے آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا اسکی اور خود کی مرر سیلفیز

لے رہا تھا کبھی اسکے کندھے پہ کہنی اور ٹھوری ٹکا کے تو کبھی اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے۔۔۔اسے تصویریں لینے کے دوران بے باک ہوتے مرحاشاہ اسکے سینے پہ ہاتھ مار کے ہنستے ہوئے اسے وقت کا احساس دلانے لگی۔۔

حویلی کے تمام بڑے اور احان، کاظم اس وقت لاونج میں موجود زوریز اور خان کی اعزازی تقریب اور ولیمے سے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔ صد شکر تھا بڑوں کو کاظم شاہ کے رات لیٹ آنے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ورنہ اسے اپنی رات کی گی کاروائی کی صفائی دینا پڑتی۔ ارزم شاہ لاؤنج میں داخل ہوتے مصروف انداز میں اپنا فون چیک کر رہا تھا جس پہ ذی کے میسجز اور کالز کا ڈھیر لگا تھا۔ تو میڈیم کو اب اسکی قدر آئی تھی، کل تو نخرے کی ختم نہیں ہو رہے تھے! اسے جب تک اپنے انداز سے اپنی قدر کا احساس نہیں دلایا جاتا تھا وہ یونہی بیوقوفیاں کرتی تھی۔۔وہ ناک چڑھا کے سوچتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے وہاں پہ جا کے جواب دینے کا ارادہ رکھتا تھا، وہ شاید اسے تھوڑا مزید ستانا چاہ رہا تھا۔۔

تقریباً دو بجے کے قریب سب حویلی والے کشمیر کیلئے نکلے تھے۔ تمام کپلز الگ الگ گاڑیوں میں تھے چونکہ ارزم شاہ کا فلحال کپل نہیں تھا، اسی لئے شاہ بی بی، عادل شاہ اور ھارون شاہ اسکی گاڑی میں موجود تھے۔۔ارزم شاہ جو وقفے وقفے سے رومانٹک گانے گنگناتا تاداجی کو تپا رہا تھا، کشمیر کے ایریا میں انٹر ہوتے ہی پہاڑوں کو دیکھ کر وہ اپنی گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے بڑھاتا ان سب کی گاڑیوں کو کراس کر کے بیچ راستے میں کھڑی کرتا ان کے آگے جانے کا راستہ روک گیا، ارزم شاہ کے اس سٹنٹ پہ ان سب نے تیزی سے اپنی گاڑیوں کو بریک لگائی تھی، اگر وہ بروقت بریک نہ لگاتے تو گاڑی سیدھی ارزم شاہ کی گاڑی میں جا دھنستی، سب ناسمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

کیا ہوا؟ گاڑی کیوں روکی ہے چھوٹے شاہ؟؟۔۔۔۔احان شاہ نے اپنا سر ونڈو سے باہر نکالتے فکرمندی سے ارزم شاہ سے وجہ دریافت کی تھی۔ ارزم شاہ نے جواب دینے کی بجائے اپنی گاڑی کا دل تیز آواز میں میوزک ان کیا تھا، میوزک کی اتنی تیز آواز سب کے کانوں میں رس گھولنے کی بجائے درد کا باعث بن رہی تھی۔

"تم چلے آو پہاڑوں کی قسم

تم چلے آؤ پہاڑوں کی قسم

ہم تمہاری راہ دیکھیں گے صنم"

یہ سونگ پلے کرنے کے بعد وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکلتا بھنگڑے ڈالنے لگا۔ وہ بھنگڑا ڈالتے ہوئے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ سب حیران پریشان ہو کے اسکی طرف دیکھنے لگے، انہیں اسکی دماغی حالت پہ شک ہوا تھا۔ ان پہاڑوں میں میوزک کی آواز ہر سو گونج رہی تھی۔۔

اوئے!!! تیرا دماغ درست ہے؟؟۔۔۔ کاظم شاہ نے گاڑی کے ہارن پہ ہاتھ رکھتے ارزم شاہ کو مصنوعی غصے سے ڈپٹا تھا جو گانا گنگنانے کے ساتھ ساتھ ہنوز بھنگڑا ڈالنے میں یوں مصروف تھا جیسے اسکی اپنی شادی ہو۔۔

داجی میری کمپنی میں بور ہو رہے ہیں لالا!! بول رہے تھے کہ کشمیر آنے سے بہتر تھا حویلی میں چھپ کے کوئی رومانٹک مووی ہی دیکھ لیتا تو میں نے سوچا مووی نہیں تو کیوں نا یہاں اپنے ڈانس کے جلوے بکھیر کے داجی کی بوریت کو دور کر دیا جائے!!۔۔۔۔۔ وہ بھنگڑا روکتے ہوئے اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھ جما کے بلند آواز میں جواب دیتا سب کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا۔۔

لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔۔۔ داجی غصے سے غرائے۔۔ پیسنجر سیٹ پہ بیٹھے ھارون شاہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

لالہ آئیں نہ پلیز مزہ آئے گا!! تھوڑا سا بھنگڑا ڈال لیں آپ کے سالے کی ہی شادی ہے۔۔۔۔۔۔ ارزم، احان، زوریز اور کاظم کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کرنے لگا جس پہ انہوں نے اسے شدید گھوریوں سے نوازنے کے بعد پیسنجر سیٹ پہ بیٹھی اپنی اپنی بیویوں کی طرف تھا جو پہلے ہی ارزم شاہ کی سائیڈ لیتی دیکھائی دے رہی تھی جیسے آنکھوں سے کہہ رہی ہوں، دو ٹھمکے لگا لیں گے تو آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں ہو جائے گی۔۔

لالا آئیں نا! کیوں شرما رہے ہیں؟۔۔۔۔ انہیں اپنی طرف گھورتا پا کے وہ نروٹھے پن سے بولا تھا۔ ان کے سامنے وہ جان بوجھ کے ایسی حرکتیں کرتا تھا تا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں کے چہروں پہ مسکراہٹ بکھیرنے کا سبب بن سکے۔۔

شاہ جی جائیں نا پلیز!! دیکھیں ازمیر کتنا خوش ہو رہا ہے!!۔۔۔ ایزل شاہ ضدی انداز میں بولتی اسکا دھیان ازمیر کی طرف کر رہی تھی جو سامنے ارزم شاہ کو بھنگڑا ڈالتے دیکھ کے کھکھلاتا جا رہا تھا۔

اب تمہارے بیٹے کے مزے کے لئے میں یہاں بسنتی کی طرح ناچنا شروع کر دوں؟۔۔۔۔۔۔وہ دانت پیس کے جواب دیتا ازمیر شاہ کا گال زور سے کھینچ رہا تھا جس نے اب کھکھلانا چھوڑ کے رونا شروع کیا تھا، اسے روتے دیکھ کے کاظم شاہ جلدی سے اسکے گال سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا، وہ تو صرف اسکے پھولے گال دیکھ کے بے خود ہو جاتا تھا اور اس کا بیٹے اسکے اس پیار کو ستم سمجھ کے رونا شروع کر دیتا تھا۔۔ ایزل شاہ نے نروٹھے پن سے اسکی طرف دیکھتے ازمیر شاہ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تھپکا تھا۔ اسکے ناراض ہوتے چہرے کی طرف دیکھ کے کاظم شاہ نے دل میں ارزم شاہ کو گالیوں سے نوازتے ونڈو سے سر نکالتے ہوئے احان شاہ کی گاڑی کی طرف دیکھا تھا، وہ ابھی تک گاڑی سے نہیں نکلا تھا تو پھر کاظم شاہ گاڑی سے نکل کے اکیلا حویلی کے تمام مکینوں کے سامنے کیوں ناچتا؟۔۔۔

اوہو و!! بسنتی نے آگ لگا دی!!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنی گاڑی میں ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتا سیٹ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے بلند آواز میں نعرہ لگانے والے انداز میں گویا ہوتا ساتھ ساتھ ہوٹنگ کر رہا تھا، صد شکر تھا شیشے بند تھے اسی لئے اسکی آواز ارزم تک نہیں جا رہی تھی ورنہ وہ خود کے لئے بسنتی کا لفظ سنتا بھنگڑا ڈالنا یہی پہ بند کر دیتا جس طرح سے کل حازق خان نے کیا تھا۔۔ زوریز شاہ کو خوبصورتی سے ہنستے دیکھ کے مرحا شاہ کے بھی قہقہے چھوٹ رہے تھے۔۔

جائیں بھی!! ۔۔۔۔۔۔گلا لئی کوئی تیسری دفعہ احان شاہ کو باہر جا کے بھنگڑا ڈالنے کا حکم دے رہی تھی جس پہ وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

پاگل ہو گل! ! تمہارا شوہر ڈیفنس منسٹر کے عہدے پہ فائز ہوتے ناچتا ہوا کیسا لگے گا یار؟ خود سوچو!!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اب کی بار بھوکھلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ انداز ڈرامائک تھا۔۔

کبھی رومانس کرتے ہوئے آپ کو اپنے عہدے کا خیال تو نہیں آیا تو پھر ذرا سا بھنگڑا ڈالنے کے لئے یہ شوشا کیوں چھوڑ رہے ہیں؟۔۔۔۔وہ منہ بنا کے خفگی سے بولتی یاور اور یسریٰ کو مزید اپنے سینے سے لگا گئی جو دونوں ازمیر کی طرح سامنے اپنے چاچو کو بھنگڑا ڈالتے دیکھ کے مسکرا رہے تھے۔

"تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

تیرے عشق نے ڈیرا میرے اندر کیتا"

(بابا بلّھے شاہ)

گلالئ کو خفا ہوتے دیکھ کے احان شاہ اسکے کان کے قریب جھکتا بے حد پیار سے بابا بلّھے شاہ کے یہ الفاظ دہرا گیا، گلالئ نے چونکتے ہوئے اسکے طرف دیکھا تھا، وہ آج پہلی دفعہ اسکی گلابی پنجابی سن رہی تھی، وہ پنجابی بولتے ہوئے کافی پیارا لگا تھا۔۔

آج تمہارے عشق میں ناچ بھی لیتا ہوں! مجھے تو تمہاری ان فرمائشوں سے بھی عشق ہے جاناں!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کرسٹل گرے آنکھیں چوم کے پیار بھری سرگوشی کرتا گلالئ کو سرخ کر گیا۔ گلالئ کے ہونٹوں پہ خود بخود شرمیلی سی مسکراہٹ نے گھیرا کیا تھا، گاڑی کے مرر بلیک تھے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے احان شاہ نے جھک کے ان ہونٹوں کی شرمیلی سی مسکراہٹ اپنے لبوں سے چنتے اسے آنکھ ونک کی تھی۔۔ گلالئ نے سرخ پڑتے ہوئے سامنے ونڈ سکرین کی طرف دیکھتے اسکا دھیان اس طرف کروایا تھا، کاظم شاہ کو گاڑی سے باہر نکلتے دیکھ کے احان شاہ بھی گہری سانس بھرتا اپنی گاڑی سے نکل چکا تھا، بیوی کی فرمائش رد تھوڑی کی جاسکتی تھی؟

پہلے تو شروع کر!!۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ خود بھنگڑا ڈالنے کی بجائے احان شاہ کو حکم دینے لگا۔۔

پہلے آپ کیونکہ لیڈیز فرسٹ!!۔۔۔۔۔احان شاہ نفی میں سر ہلاتے تمیز سے بولتا کاظم شاہ کا جینڈر چینج کرتے اسے آگ لگایا، اگلے ہی پل کاظم شاہ کا مکا اسکے سینے پہ ثبت ہوا تھا۔ دریاب شاہ اور ھارون شاہ دلچسپی سے اپنی بڑی اولادوں کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ دونوں جو ہر وقت چہرے پہ سنجیدگی سجا کے رکھتے تھے، آج بیویوں کے کہنے پہ ارزم شاہ کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے سب کو ہنسنے پہ مجبور کر گئے۔۔۔۔

ان تینوں کو بھنگڑا ڈالتے دیکھ کے زوریز شاہ جو ہنس ہنس کے پاگل ہو رہا تھا اپنی شاہزادی کے کہنے پہ فوجی صاحب بھی آرمی یونیفارم میں ملبوس ناچتے ہوے گاڑی سے نکل کر ان کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے لگے، اپنے دل کے شہزادے کو یوں ناچتا دیکھ کر مرحا ہنس ہنس کے پاگل ہو رہی تھی اور اسکے ساتھ اوزی، گلالئ، زہرہ مام شاہ بی بی بھی ہنس رہی تھی۔۔

عادل شاہ، زاویار شاہ، ہارون شاہ اور دریاب شاہ بھی کافی انجوائے کر رہے تھے۔ وہ کافی دیر تک بھنگڑا ڈالتے رہے تھے، مرحا اور اوزی نے ان خوبصورت لمحات کو اپنے کیمروں میں محفوظ کر لیا تھا، اوزی کے شاہ جی اور گلالئ کے شاہ

سائیں آج پہلی دفعہ ناچے تھے۔انکو یوں پاگلوں کی طرح بھنگڑا ڈالتے دیکھ کر دریاب شاہ اور ہارون شاہ نے انہیں آواز لگائی اور وقت کی کمی کا احساس دلایا۔۔

ایک کام کرو اس میرا سی کو روڈ پہ ناچنے دو ہم چلتے ہیں۔۔۔۔۔دریاب شاہ دانت پیس کے سب سے مخاطب ہوتے ارزم شاہ کا حوالہ دے رہے تھے،جو رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔جس پر ارزم شاہ ناک سکوڑتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ کے میوزک بند کر گیا۔احان شاہ اور کاظم شاہ نے شکر کیا تھا۔ان پہاڑوں کی تصاویر اپنے آئی فون میں قید کرنے کے بعد وہ چاروں اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔

"تو میرا خواب ہے

تو میرے دل کا قرار

دیکھ لے جانِ من

دیکھ لے بس ایک بار"

اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ارزم شاہ نے فرنٹ ویو مرر سے پیچھے بیٹھے داجی کو دیکھ یہ گانا گنگناتے انہیں آنکھ ونک کی تھی،وہ آج داجی کو بری طرح سے ذچ کر چکا تھا۔۔ھارون شاہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے چہرے کا رخ ونڈو کی طرف موڑا تھا۔۔شاہ بی بی اپنے پوتے کی حرکتوں پہ مسکرا رہی تھیں۔۔

لعنت ہو تم پہ!! کچھ حیا کرو! آج کل کے بچے تو بڑوں کا احترام ہی بھول چکے ہیں!!۔۔۔۔۔داجی بیچارے سرخ چہرے سے اور کیا بولتے؟اسی لئے اپنے ازلی ڈائیلاگ بولتے غرا اٹھے جس پہ ارزم شاہ نے اپنا امڈ تا قہقہہ دباتے داجی کے سرخ ہوتے چہرے پہ نگاہیں جمائی تھیں۔۔

"چین کھو گیا ہے

کچھ تو ہو گیا ہے(2)

تم سے ملنے کے بعد دلبر

تم سے ملنے کے بعد دلبر

دلبر دلبر!!"

وہ داجی کے گال اپنے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے کھینچ کے مزید گنگنا تا ان کا مکار سید کرنے سے پہلے ہی تیزی سے ان سے دور ہو تا ڈرائیونگ سیٹ پہ سیدھا ہوا تھا، جہاں داجی اسکی بے عزتی کر رہے تھے وہی پہ ھارون شاہ اور شاہ بی بی کی ہنسی گاڑی میں گونجتی ارزم شاہ کے مسکرانے کا سبب بن رہی تھی۔ کچھ ہی منٹ میں ان سب کی گاڑیوں پھر سے کشمیر خان حویلی کی طرف روانہ ہو چکی تھیں۔۔

ریز اس وقت اپنے آرمی یونیفارم میں ملبوس تھا جبکہ باقی سب لڑکے نیوی بلیو شلوار قمیض پہ بیج کلر بریڈڈ کوٹ پہنے اپنی طلسماتی شخصیت سے بے حد شاندار لگ رہے تھے۔ وہ سب اس وقت مردان خانے کی طرف حازق خان سے مل رہے تھے جو پہلے سے وہاں مہمانوں کو وقت دے رہا تھا۔ لڑکیوں نے آتے ساتھ ہی میر ال کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

ارزم جو خود میر ال کو مس کر رہا تھا حازق خان سے ملنے کے بعد اسکے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔

غدار!! کہاں تھے کل؟۔۔۔۔ ارزم شاہ کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کے میر ال شاہ جو سب لڑکیوں کو یہاں دیکھ کے بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھی، اپنے بیڈ سے کھڑی ہوتی ارزم شاہ کی طرف بڑھتے اسے کل رخصتی کے وقت منظر عام سے غائب ہونے پر ڈپٹنے لگی۔۔ ارزم شاہ مسکراتے ہوئے اسے اپنے فراخ سینے کے ساتھ لگا گیا، وہ اس سے کئی سال بڑی تھی، اسکے لئے بڑی بہن اور ماں کا درجہ رکھتی تھی۔۔

کس دل سے اپنے سالے کی رخصتی دیکھ لیتا جب وہ میری رخصتی پینڈنگ لسٹ میں ڈالے ہوئے ہیں؟ آپ سمجھائیں نا انہیں!۔۔۔ ارزم شاہ اسکے بالوں پہ ہولے سے اپنے لب رکھتا نروٹھے پن سے سفارش کرنے لگا، میر ال شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے سینے پہ مکا جڑا تھا، وہ جانتی تھی وہ اپنی اداسی اس ہلکے پھلکے انداز کے پیچھے چھپا رہا ہے، وہ چاہے اس سے چھوٹا تھا لیکن اس کی ہائیٹ اس سے کافی لمبی تھی۔۔ میر ال شاہ کو ہنستے دیکھ کے ارزم شاہ بے حد خوش دیکھائی دے رہا تھا، باقی سب ان کی نوک جھوک پہ مسکرائے جا رہی تھیں۔۔

یہاں بیٹھو نا! کہاں جا رہے ہو؟۔۔۔۔۔۔ کچھ باتوں کے بعد ارزم شاہ کو اپنے کمرے سے جانے کی تیاری پکڑتے دیکھ کے میر ال شاہ روعب سے بولی۔

میرا دل کہہ رہا ہے میری بیوی مجھ سے ناراض ہے! اسی لئے میں یہاں مزید نہیں بیٹھ سکتا، اسکے کمرے کا ایڈریس بتایئے؟۔۔۔ارزم شاہ سرگوشی نما آواز میں معصومیت سے بولا۔۔

تم نے اسے پھر سے تنگ کیا ہے نا؟۔۔۔۔۔ذائشہ خان کے ناراض ہونے کا سن کے وہ ارزم شاہ کی مصنوعی معصومیت کو طول دیئے بغیر مصنوعی غصے سے اسے ڈپٹنے لگی۔وہ خود حیران تھی ذائشہ آج صبح سے ایک دفعہ بھی اس سے ملنے کیوں نہیں آئی تھی؟

یار آپی بعد میں بتاتا ہوں پہلے اس کے کمرے کا تو بتائیں!!۔۔۔ارزم شاہ نے جان چھڑائی تھی جس پہ وہ اسے ذائشہ کے کمرے کا بتانے کے ساتھ ساتھ اسے غصے سے ڈپٹ بھی رہی تھی، وہ اسکی ڈانٹ ڈپٹ سنتا تیزی سے اسکے کمرے سے نکل گیا۔۔میرال کے ساتھ اب ایزل، گل، مرحا اور انکی سب دوستیں موجود تھیں جو مسلسل اسکی گزری رات سے متعلق اسے چھیڑ رہی تھی۔۔

میرال شاہ کے کمرے سے نکلتے ہی ارزم شاہ کا رخ اب ذائشہ خان کے کمرے کی طرف تھا۔وہ رات کو اسکو کافی تنگ کر چکا تھا، اللہ جانے اب وہ کون سا روگ لگا کے بیٹھی ہو گی۔ذائشہ خان کے کمرے کے قریب آتے وہ دروازہ آہستہ سے کھولتے ہوئے اندر داخل ہوتے ہی کمرہ لاک کر گیا کیونکہ یہ شادی والا گھر تھا کوئی کسی بھی وقت کہیں بھی آسکتا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی ارزم شاہ کی نظریں اپنی دل کی دھڑکن کی طرف اٹھی تھیں، جو دوپہر کے اس وقت کمرے میں اندھیرا کئے سو رہی تھی، اب تو شام ہونے والی تھی، کمرے میں صرف زیرو بلب کی روشنی تھی۔وہ دبے پاؤں چلتا اسکے بیڈ کی طرف آیا تھا، اسکے پاس بیٹھتا وہ اس کے چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان دیکھنے لگا، اسکی خوبصورت بند آنکھیں ہلکی ہلکی باہر سے سرخ تھی جو اس کے شدت سے رونے کی گواہی دے رہی تھی۔یہ سب دیکھتے ہی ارزم شاہ اپنی آنکھیں زور سے میچ گیا۔ارزم شاہ کو ہمیشہ کی طرح مذاق کرنے کے بعد افسوس ہو رہا تھا، وہ اسکے ہر مذاق کو سیریس لے جاتی تھی۔ذائشہ خان کی آنکھ ابھی کچھ دیر پہلے ہی لگی تھی، پوری رات اسکی کہی گی بات کو لے کر وہ روتی رہی تھی اور اسے بار بار میسجز اور کالز کرتی رہی تھی لیکن اس نے ایک کال بھی جواب نہیں دیا تھا۔۔وہ اسکی مزاق میں کہیں گی بات کو سچ مان بیٹھی تھی۔اور رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا۔ارزم شاہ کو خود پہ تو جو غصہ آرہا تھا ساتھ ہی اپنی منکوحہ کی بیوقوفی پہ ہمیشہ کی طرح افسوس بھی ہو رہا تھا جسے وہ ڈیٹیل میں سمجھا چکا تھا اسکے لالا اسے

کبھی بیرونِ ملک نہ جانے دیں اور وہ پھر بھی اسکی بات کو سچ مان گئی تھی.؟؟ آہہہ۔۔ ارزم شاہ سرد آہہ بھرتے اسکے قریب بیٹھا تھا۔ ذائشہ خان کا حسین چہرہ اس وقت اسکے ڈارک براؤن بالوں میں چھپا تھا، اسکے بال اسکے منہ پہ بکھرے پڑے تھے بالکل ایسے ہی جیسے چاند کے گرد سیاہ بادل کی گھٹا چھا جائے۔ بیڈ پہ بیٹھتے ہی ارزم نے اسکے مخملی پاؤں چادر سے نکال کر اپنے ہاتھوں میں لئے اور ان پر اپنی انگلیاں کا پیار بھرا لمس چھوڑنے لگا لیکن وہ ابھی تک نہیں جاگی تھی۔۔

ارزم شاہ اسکے چہرہ پہ ذرا سا جھک کے اسکے بالوں کو اپنی ایک انگلی سے ہٹاتے ہوئے اسکے چہرے پر اپنی خوشبو دار سانسوں سے پھونک مارتے باقی کے بالوں کو پیچھے کرنے لگا۔ اسکی پھونک پر ذی تھوڑا سا کسمساتے کروٹ بدل کر سیدھی ہو گئی۔ اسکے سیدھا ہونے کی دیر تھی جب اس کے خوبصورت سراپے کی رعنائیاں ارزم شاہ کی نگاہوں کا مرکز بنی تھیں۔۔ اسکے سراپے کو دیکھتے ہی ارزم شاہ کی نیت خراب ہوئی تھی جس پہ وہ زور سے اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبا گیا۔۔

ذی!!۔۔۔۔۔ پھر جب مزید صبر نہ ہوا تو اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے گلابی لبوں پر اپنی زبان پھیرتے ہوئے آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے اسے پیار سے پکارنے لگا۔۔ لیکن ذی گہری نیند میں تھی، اس نے اسکی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جواب نہ ملنے پر ارزم شاہ ایک دفعہ پھر سے اسکے گلابی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انہیں شدت سے اپنے عنابی لبوں کی دسترس میں لے گیا۔ وہ بے تابی سے اسکی دھڑکنوں پہ ہاتھ جمائے انہیں سک کرنے لگا۔۔ کسی کو یوں اچانک اپنے ہونٹوں پہ قابض ہوتے دیکھ کے زی نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تھی، یہ خوشبو جانی پہچانی تھی، وہ اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس کے لبوں سے لپٹا ہوا تھا۔ ارزم شاہ کو دیکھتے ہی وہ ہوش میں آتی ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کر گئی۔ پوری رات اسے بے چین کرنے کے بعد وہ اب یہاں کیا کر رہا تھا؟؟

کیوں آئے ہیں اب آپ میرے پاس؟ یہ دیکھنے آئے ہیں کہ زندہ ہوں یا مر گئی ہوں؟ آپ کی تو یو ایس اے کی فلائٹ تھی نا؟ پھر میری حویلی میں کیا کر رہے ہیں؟؟۔۔۔۔۔ زی آنسوؤں بہاتی دبے دبے غصے میں غرائی تھی ۔۔ وہ رات والی بات پہ اس سے کافی غصہ تھی۔۔ کتنی آسانی سے یہ شخص اسکے جذبات کے ساتھ کھیل جایا کرتا تھا۔ اس کے یوں جھٹکنے پہ ارزم شاہ کو شدید غصہ آیا تھا لیکن اپنی رات والی کارستانی یاد کرتے ہوئے اپنے غصے کو سائیڈ پہ کر گیا۔۔ وہ اس سے ذرا سا دور ہوتے اپنا کوٹ اتار کر سائیڈ پہ رکھتا اس کے پاس جگہ بناتے ہوئے اسے اپنی مضبوط

بانہوں میں بھر گیا لیکن ذی مسلسل مزاحمت کرتی اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی جس پر وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسے مزید اپنے سینے میں قید کرنے لگا۔۔

آئی ایم سوری خانی!! میں صرف مزاق کر رہا تھا!!۔۔۔۔وہ اسکی آنکھیں چومتا ندامت سے بولا۔۔

مذاق ایسے کرتے ہیں کہ سامنے والی کی جان ہی نکل جائے اور پھر مذاق کر کے فون بند کر کے سو جانا چاہئیے ؟؟ سامنے والا آپ کے اس مزاق پہ چاہے جیے یا مر جائے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیا جن سے محبت کی جاتی ہے یا جو آپ سے محبت کرتا ہے اسکے ساتھ ایسے چھوڑ جانے کے مزاق کئے جاتے ہیں۔۔۔۔زی شدید غصے میں شاہ حویلی کی پھوپھو سے سوال پہ سوال کئے جا رہی تھی جس نے پھوپھیوں کی طرح شوشہ تو چھوڑ دیا تھا۔۔اب سنبھالے گا کیسے یہ دیکھنا باقی تھا۔ آج ارزم شاہ نے اپنی معصوم ذی کو پہلی بار اتنے غصے میں دیکھا تھا۔ منانا کافی مشکل لگ رہا تھا لیکن ناممکن نہیں تھا۔

آئی ایم سوری بے بی! آئیندہ نہیں کروں گا!!۔۔۔۔ارزم شدت سے اسکے ماتھے پہ لب رکھ کے اپنے کئے کی معافی مانگنے لگا۔

آپ کا یہ سوری میری گزری رات کی تکلیف کو کم نہیں کر سکتا۔۔ذائشہ خان روتے ہوئے بولتی اس سے فاصلے پہ ہو ے کی بھرپور کوشش کرنے لگی۔۔

اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے ؟میرے ذرا سے مذاق پہ اپنی کیا حالت بنالی ہے ؟۔ تم بہت معصوم ہو میری ذی!! میں بھلا تمہیں کبھی خود سے الگ کر سکتا ہوں ؟تم سے الگ ہوا تو مر جاؤ گا! پھر تم خود سوچو تمہیں کیسے چھوڑ کے جا سکتا ہوں! تمہارے لالا کی شادی مجھ پہ بہت بھاری پڑی ہے کیونکہ یہ ہماری ناراضگی سے شروع ہوئی تھی اور ناراضگی پہ ختم ہو رہی ہے۔ تمہیں کتنی دفعہ بتانا پڑے گا میری ایسی باتوں کو سیریس مت لیا کرو" میری بے وقوف ذی"

۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکی کمر سہلاتے ہوئے اپنے کئے پہ شرمندہ ہونے لگا۔۔

ہاں ہوں میں بے وقوف کیونکہ آپ کے عشق میں پاگل جو ہوں ؟اور مجھے پاگل کرنے والے آپ ہیں۔ سمجھدار ہوتی تو خود کو اتنی اذیت نہ دیتی۔۔۔ذی کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔اس کی ہمت کیسے ہوئی تھی، پھر سے چھوڑ کے جانے والی بات کرنے کی۔۔۔ سبق سیکھانا تو بنتا تھا۔ ذی اپنے ننھے سے دماغ میں سوچنے لگی۔۔

اچھا اب معافی نہیں مل سکتی کیا؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ جھک کے اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کرتا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کرنے لگا۔

نہیں بالکل بھی نہیں!!۔۔۔ذی نے بھی لاپرواہی اور خفگی سے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا تھا جس پر ارزم ایک جست میں اسکے پاؤں پکڑتے ان پر شدت سے اپنا لب رکھ گیا۔۔

ارزم کیا کر رہے ہیں آپ؟؟۔۔۔۔۔ذی نے فوراً حیرانگی سے اسکے ہاتھوں سے اپنے پاؤں چھڑوائے تھے۔

معافی مانگنے کی ذرا سی کوشش کر رہا ہوں! اب تو معاف کر دو پلیز! مجھے واقعی یقین نہیں تھا تم اتنا ہرٹ ہو جاؤ گی! ہاں جانتا تھا تم بے چین ہو گی لیکن مجھے لگا تم میرے اس دن ڈیٹیل میں سمجھانے کے بعد اسے مذاق تصور کرو گی، میں رات کو جلدی سو گیا تھا اسی لئے اس وقت تمہارے کالز اور میسجز نہیں دیکھ سکا!!۔۔ارزم اس سے التجا کرنے لگا جس پہ ذی کی آنکھیں مزید پھیلی تھیں۔ کیا تھا وہ شخص۔۔وہ آج اسکے پیروں پہ ہونٹ رکھتا اسے پھر سے معتبر کر گیا تھا۔ کیا مرد عورت کے پاوں چوم سکتا ہے؟؟ ہاں مرد اپنی پسندیدہ عورت کے پاوں بھی چومنے سے گریز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ سر سے لیکر پاؤں تک اس سے محبت کرتا ہے۔ اور عورت کے جسم کا ہر حصہ چاہے جانے کے قابل ہے۔۔

معافی زبان سے بھی مانگی جا سکتی ہے! !پلیز آئندہ سے میرے پاؤں پہ اپنے ہاتھ یا ہونٹ نہیں رکھئیے گا! میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو محبوب شوہر کو اپنے قدموں میں بٹھا کے خوش ہوتی ہیں! آپ کی جگہ میرے پیروں میں نہیں میرے دل میں ہے!!۔۔۔ذائشہ خان بھیگی آواز میں بولی، جتنا مرضی اس سے ناراض تھی لیکن ارزم شاہ کی اس پیش قدمی پہ وہ اپنے دل میں موجود اسکی عزت اور احترام بتائے بغیر نہ رہ سکی۔۔

میں تو اس زمین کو بھی چوم لوں خانی جس پہ تم اپنے قدم رکھتی ہو!۔۔۔وہ اس کے لہجے میں خود کے لئے اتنی عزت اور محبت محسوس کرتا بے حد پیار سے بولتے اس کی ہیزل رنگ آنکھیں چوم گیا جو سو جھی ہوئی تھیں، ارزم شاہ کی اس بات پہ ذائشہ کی آنکھیں پھر سے چھلکی تھیں۔۔

رات کو میری جان نکال دی تھی آپ نے!!۔۔۔وہ روتے ہوئے شکوہ کناں انداز میں بولتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔۔

اور جو تم اتنے دنوں سے مجھ سے فاصلے پہ رہ کے میری جان نکال رہی ہو؟ میں اسکا شکوہ کس سے کروں؟۔۔۔۔وہ بھی جو ابا نروٹھے پن سے بولا تھا جب ذائشہ خان نے اگلے ہی پل اسکی سلور چین کو زور سے کھینچا، ارزم شاہ سمجھ چکا تھا اس وقت میڈیم غصے میں ہے اور وہ اسکے ان شکووں میں بالکل انرسٹڈ نہیں ہے بلکہ اسے ہمیشہ کی طرح صرف اپنا رونا رونا تھا۔۔

اپنے اس ظالم انداز سے کسی دن میری گردن میرے دھر سے الگ کر دو گی!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے کراہتے ہوئے اپنی گردن پہ انگلی پھیری تھی جو ہمیشہ کی طرح اسکے چین کھینچنے کے انداز سے سرخ پڑ چکی تھی۔ اسکے کراہنے پہ ذائشہ خان نے اسکی سرخ ہوتی گردن پہ نرمی سے انگلی پھیری تھی۔

آپ کو میری جان نکالے بغیر چین کیوں نہیں آتا؟ سب کے سامنے اپنی بے باک باتوں سے میری جان نکالتے ہیں اور اکیلے میں دور جانے کی دھمکیاں دیتے ہیں؟ میں اگر ایسی دھمکیاں دوں تو غصے سے کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑتے ہیں!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی گردن پہ انگلی پھیرتی بھیگی آواز میں مزید شکوہ کرنے لگی۔

اچھا اب ان دونوں طریقوں سے تمہاری جان نکالنا کینسل!! آج سے تمہاری جان میں یوں نکالوں گا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسے تکیے پہ پٹک کے گھمبیر آواز میں بولتے اسکے اوپر آتا اسکی تھائیز پہ اپنا ہاتھ پھیرنے لگا۔۔ ذائشہ خان اپنی ہیزل آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے مچل اٹھی تھی۔ اسکے ہاتھ کا بے باک لمس ذائشہ خان کو کانوں کی لوں تک سرخ کر گیا تھا۔۔

ا۔۔ار۔ارزم۔۔۔۔وہ بھوکھلا کے بولتی اس کا ہاتھ کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے بری طرح سے سٹپٹاتے دیکھ کے ارزم شاہ اپنی کمینی مسکراہٹ چھپاتا اپنے ہاتھ کو اسکی تھائیز سے ہٹاتے اسکی دھڑکنوں پہ لے آیا۔۔ تمہاری جان اتنی کمزور کیوں ہے ذی بے بی جو میرے ہاتھ کے ذرا سے لمس سے نکل جاتی ہے؟ اتنی نزاکت بھی اچھی نہیں ہوتی، ورنہ ویڈنگ نائٹ تو تمہیں سہلاتے سہلاتے ہی گزر جانی ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بے حد بے باکی سے بولتا ذائشہ خان کو اپنے سینے میں چھپنے پہ مجبور کر گیا۔۔ ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے اسکے گال زور سے چومتے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کی سختی دیکھائی تھی۔۔ ذائشہ خان بن آب مچھلی کی طرح مچلتے ہوئے کروٹ بدلنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام ٹھہری۔۔

ک۔کیا۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں!۔۔آپ۔۔کے۔۔کپڑوں۔۔۔پہ۔۔سلوٹ۔۔پڑ۔۔جائیں۔۔گے!!۔۔۔۔۔۔
ذائشہ خان نے اسے ہوش دلائی تھی، جو ولیمہ شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے لباس کو شکن زدہ کرنے میں مصروف تھا۔۔تمام مرد اس لئے پہلے سے تیار تھے کیونکہ انہیں ولیمے سے پہلے ہال میں ریزاور خان کی تقریب اٹینڈ کرنے جانا تھا جو آرمی کی طرف سے تھی۔

تم میرے لباس کی شکنوں کی پروا چھوڑ کے مجھے ٹھیک سے گلے لگاؤ! جانتی ہو کتنے دن سکون کے لئے ترستا رہا ہوں! !۔۔۔۔وہ کروٹ بدل کے اسے اپنے سینے پہ لٹا کے بے تابی سے بولا تھا ساتھ ہی ذائشہ خان کے گلے میں بانہیں ڈالے اسے زور سے خود کے ساتھ لگاتے سکون محسوس کرنے کی کوشش کی۔۔ذائشہ خان نے اسکے سینے پہ سر ٹکاتے اسکی محضوض پرفیوم کی خوشبو محسوس کرتے اپنی آنکھیں موند لیں۔۔

ذی یہ شادی ختم ہونے کے بعد تم کشمیر نہیں رہی ہو گی نا بے بی؟۔۔۔ارزم شاہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا کیونکہ اس کے بغیر دو دن گزارنا اسے سوہان روح لگتا تھا، وہ دونوں چاہے شاہ حویلی میں ایک کمرے میں نہیں سوتے تھے لیکن پورا دن ایک دوسرے کی نگاہوں کے سامنے رہتے تھے، تھوڑی سی محنت سے ملاقات بھی نصیب ہو جاتی تھی۔۔

رہوں گی!!۔۔۔۔ذائشہ خان نے زور زور سے ہاں میں سر ہلاتے اسے اپنے جواب سے تنگ کیا تھا۔

میں رہنے دوں گا تو رہو گی نا بے بی؟ ہماری یونی سٹارٹ ہے اسی لئے اپنے لالا کے سامنے یہ چونچ فضول میں مت کھولنا ورنہ انہی کے سامنے اپنے ہونٹوں سے تمہاری چونچ کو لگام لگاؤں گا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے سنجیدگی سے جواب دیتا ذائشہ خان کا چہرہ خود پہ جھکاتے اسکے ہونٹ اپنی گرفت میں لینے والا تھا جب وہ اس کے جواب پہ سرخ چہرہ لئے اسے تنگ کرنے کی غرض سے چہرہ تھوڑا سا پیچھے کر گئی، ارزم شاہ تکیے سے ذرا سا سر اٹھاتا پھر سے اسکے لبوں کو قید میں لینے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ مسکراہٹ دباتی پھر سے چہرہ اس سے فاصلے پہ کر گئی، اب کی دفعہ ارزم شاہ نے مزید کوشش کرنے کی بجائے اپنا سر پھر سے تکیے پہ گرایا تھا، ذائشہ خان اسکے اتنی جلدی ہار مان جانے پہ حیران ہوئی تھی، وہ ابھی ٹھیک سے حیران بھی نہیں ہوئی تھی جب ارزم شاہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے اسے تکیے پہ گرا کے خود اسکے اوپر آتا بے تابی سے اپنی زبان اور ہونٹوں سے اسکے لب جکڑ گیا۔۔انداز میں بے حد شدت تھی جس پہ ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔۔

مجھ سے چالاکی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹ ایک سیکنڈ کے لئے چھوڑ کے اترا کے بولتا پھر سے اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکی سانسیں اسکے حلق میں گھونٹ گیا۔۔

حازق، ریز، مرحا اور حویلی کے تمام مردوں کے ساتھ شہسوار اور عالم انکل اعزازی تقریب میں شرکت کرنے کے لیے کشمیر کے سب سے بڑے ہال میں پہنچے تھے۔۔پورا ہال تقریب میں مدعو کئے گئے مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ ۔چیف آف آرمی سٹاف۔ڈی جی آئی ایس آئی۔ڈی جی آئی ایس پی آر۔اور دوسرے اعلیٰ عہدیداران آفیسرز میں شامل تھے۔انکے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں غازی اور شہداء کی فیملیز بھی موجود تھی۔حکومتی رہنما، سیاسی اور سماجی کارکنوں کی بھی بڑی تعداد اس تقریب میں شریک تھی۔۔جبکہ میڈیا بھی اس تقریب کی لائیو کوریج کیلئے موجود تھا۔۔حازق اور ریز سٹیج کے پیچھے ہی موجود تھے کیونکہ انہیں اپنی پکار کے اسٹیک پہ تشریف لانا تھا جبکہ مرحا اور باقی سب شاہ حویلی والے آگے بڑھتے ہوئے پہلی نشست میں آرمی کے اعلی افسران کے ساتھ اپنی اپنی سیٹ سنبھال چکے تھے۔۔سٹیج پہ موجود ایک مرد اور عورت ہوسٹنگ کر رہے تھے اور شہداء اور غازیوں کی بے مثال قربانیوں کی یاد تازہ کروا رہے تھے۔جبکہ بیک گراونڈ ملی نغموں سے پورا ہال گونج رہا تھا۔۔

جی تو ناظرین اب ہم بلانا چاہیں گے اپنے ان شیر دل جوانوں کو جنہوں نے جرآت اور دلیری کا مظاہرہ کر کے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر دشمن کو منہ توڑ جواب دیا۔۔اور بتایا کہ اسکی دھرتی کی طرف میلی آنکھ دیکھنے والوں کی آنکھیں نوچ ڈالیں گئیں اور اسکی طرف ہاتھ بڑھانے والے کے ہاتھ جڑ سے اکھیڑ کے رکھ دیں گے۔۔۔۔۔ہوسٹ اونچی آواز میں ریز شاہ اور حازق خان کی بہادری کو داد دے رہی تھی۔۔پھر کچھ ہی دیر بعد زور یز شاہ اور حازق خان کا نام پکارے گیے اور انہیں سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی تھی۔۔اپنے نام سنتے ہی دونوں اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم سٹیج کی طرف بڑھانے لگے۔۔اس قدر عزت بخشنے پر ریز شاہ اور حازق خان کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو چمکے تھے۔۔۔جبکہ سب کی نگاہیں ان دو نوجوانوں پہ ٹکی ہوئی تھی۔۔ان کی ہمت کو داد دیتے ہوئے سب تالیوں کی گونج میں ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے تھے۔۔یہ سارا منظر خان حویلی کے لاؤنج میں نصب سکرین پر لائیو دیکھایا جا رہا تھا۔میرال، ذائشہ، گلالئ، حویلی کی تمام خواتین اور میرال کی دوستوں سب کی نظریں سکرین پہ جمی

تھی۔۔ جیسے جیسے ریز اور حازق آگے بڑھ رہے تھے سب کے دلوں کی دھڑکنیں تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ جبکہ میرال کی نظریں تو حازق خان سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔۔ مرحا کیپٹن تھی اس لئے اسکا وہاں جانا ضروری تھا باقی پوری فیملی بھی انوائیٹڈ تھی لیکن ان سب نے وہاں جانے کی بجائے حویلی میں ہی یہ سین دیکھنا مناسب سمجھا تھا کیونکہ وہاں مردوں کی تعداد زیادہ تھی۔

تمام شاہ حویلی کے مکینوں کے ساتھ ساتھ، عالم انکل اور شہسوار شاہ کے سر فخر سے مزید بلند ہوئے تھے۔۔ کیونکہ غازی کے رتبے پہ فائز ہونے والے یہ جوان ان سے جڑے تھے۔ ریز شاہ اور حازق خان سٹیج پر پہنچتے ہی اپنے سامنے کھڑے سینئر آفیسر سے بغلگیر ہوئے تھے جس پہ انہوں نے ان دونوں کو اس مقام پہ پہنچنے کی مبارک دی تھی۔ اور آگے بڑھتے ہوئے ریز شاہ اور حازق خان کو تمغہ جراءت سے نوازا۔

جی تو میجر شاہ اور میجر خان آپ اپنی اس کامیابی کے بعد اپنے جوانوں اور دشمن کو کیا پیغام دینا چاہیں گے ؟؟۔۔۔۔۔ پاس کھڑی ہوسٹ نے تالیوں کی گونجتی آواز میں ان سے سوال کیا تھا۔۔

نوجوانوں کو ہم یہی کہنا چاہتے کہ اپنی ملکی سالمیت اور اسکی حفاظت کیلئے کبھی بھی اپنی جان کی پرواہ نہ کرنا اسکے استحکام کیلئے ہمیشہ اپنا آپ وار دینا!! باقی دشمن کو ہم یہی کہنا چاہیں گے کہ ہمارے ساتھ الجھنے سے پہلے سوچ لینا۔ تم جب جب بھی آؤ گے ہمیشہ منہ کی کھاؤ گا۔۔ کیونکہ اپنے وطن اور اسکے لوگوں کی حفاظت کیلئے ہم ہمہ وقت تیار رہتے ہیں ۔۔۔۔۔ جواب ریز شاہ اور حازق خان نے مل کر دیا تھا۔ اور انکا جزبہ حب الوطنی سے بھر جواب سن کر ایک بار پھر سے تالیوں کا شور گونجا تھا۔ اور ان تالیوں کی آواز میں سب سے اونچی آواز مرحا کی تالیوں کی تھی۔ جو اپنی نم ہوتی آنکھوں سے بجا رہی تھی۔ وہ اس وقت خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی تصور کر رہی تھی جس کے حصے میں ایک جانثار کرنے والا غازی تھا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے ہری آنکھوں والے شہزادے کی نظریں اتار رہی تھی جو کہ اس وقت سٹیج پہ کھڑا سب کی قابل ستائش نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔۔ ریز شاہ کی مسلسل ایک نظر اپنی شہزادی پہ تھی جو آج خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔ آرمی چیف اپنی نشست سے اٹھ کر اب سٹیج پہ آتے ہوئے ریز شاہ اور حازق خان کو سامنے کھڑا کر کے ایک سرخ اور سبز چھوٹی سی دو سٹریپس انکے نیم پلیٹ کے اوپر یونیفارم پر چپکا گئے ۔ سبز سٹریپ کسی بھی آپریشن میں شدید زخمی ہونے جبکہ سرخ سٹریپ غازی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔۔۔ اب

کوئی بھی دور سے دیکھتے ہی انکے سینے پہ سجی سٹر یپس سے انکار تبہ جان جائے گا۔۔ ریز شاہ اور حازق خان یہ سب پاتے ہی اپنے پیشے پہ اور بھی فخر محسوس کرنے لگے اور انکی خوشی اور دل کی کیفیات انکی چمکتی آنکھیں صاف بتا رہی تھی

میجر خان بہت بہت مبارک ہو آپ کو شادی کی!! اب تو اپکو دو دو محاذوں پہ لڑنا پڑے گا۔۔۔۔۔ پوسٹ نے ہلکے پھلکے انداز میں حازق خان کو اسکی شادی کی مبارکباد پیش کی تھی۔۔

ہاں ملکی محاز پہ تو میں جیت جاؤ گا۔ لیکن گھریلوں محاذ کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔۔۔ بیوی چیز ہی ایسی ہے سارے ایٹمی ہتھیاروں کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے اور شوہر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتی ہے!!۔۔ حازق خان نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے ہوسٹ کو انکے سوال کا جواب دیا تھا۔۔ ہوسٹ نے حازق خان کی بات سن کر اسے جواب دیتی دبی دبی آواز میں ہنسنے لگی اور اسکی بات سن کر پورے ہال قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔۔

میجر شاہ آپ بتائیں آپ تو اب پرانے چاول ہو چکے ہیں کیسا جا رہا ہے آپکا شاری کا تجربہ ؟۔۔۔۔۔ اب کی بار مرد ہوسٹ نے میجر شاہ سے سوال کیا تھا۔

میری بیوی اس دنیا کی سب لڑکیوں سے مختلف ہے! اس نے ہر جگہ میرا ساتھ دیا! میری ہر جائز ناجائز بات پہ آمین کی۔۔ مجھے کبھی نخرے نہیں دیکھائے مجھ سے کبھی لمبی دیر تک ناراضگی نہیں رکھی! حالانکہ میں بہت سی جگہوں پر اس کی حق تلفی کر جاتا ہوں اس کا دل دکھا جاتا ہوں لیکن وہ ہمیشہ اپنی تکلیف کو پیچھے کر کے میرے بارے میں سوچتی ہے۔۔ ہمیشہ میری غلطیوں کو معاف کر دیتی ہے۔۔ میرے سکون کے بارے میں سوچتی ہے۔۔ میں خود کو سب سے زیادہ خوش قسمت سمجھتا ہوں کیونکہ میرے حصے میں کیپٹن ڈاکٹر مرحاز وریز شاہ آئی اور میری زندگی کو جنت سے بھی زیادہ حسین بنا دیا۔۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں اور جو

مقام مجھے ملا ہے سب اسی کے عشق کی وجہ سے ملا ہے اور آج میں اپنی یہ ساری کامیابیاں تمہارے نام کرتا ہوں ڈیئر وائفی!!۔۔۔ ریز شاہ اپنی آنکھوں میں محبت لئے اپنی شاہ زادی کی خوبیاں گنوانے کے ساتھ اپنی کامیابی بھی اسکے نام کرتا مرحا کو سٹیج پہ آنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔ اب کی بار مرحا اپنے آنسو پہ قابو نہ رکھ سکی۔۔

میجر شاہ کی باتیں سن کر ہال میں بیٹھے تمام مہمانوں کی نظریں اس لڑکی کو دیکھنے کیلئے دوڑی تھی جس کی ریز شاہ تہہ دل سے تعریف کر رہا تھا۔۔ مرحا اپنی نشست سے اٹھ کر آنسو صاف کرتی سٹیج کی طرف بڑھی تھی اور سب نے تالیوں سے مرحا کا استقبال کیا تھا۔۔ مرحا سٹیج پہ موجود تمام آفیسرز کو سلام کرتی ریز کی طرف بڑھی تھی۔۔۔

یہ تمہاری دعاؤں اور قربانیوں کا صلہ ہے! اس پر مجھ سے زیادہ تمہارا حق ہے مرحا ریز شاہ!!۔۔۔ زوریز شاہ آگے بڑھتے ہوئے اپنا جرآت کا نشان مرحا کو تھما گیا جسے مرحا نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے پکڑا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی ہو تھی کہ یہ جرات کا نشان کتنے تکلیف دہ مراحل سے گزر کر ملا ہے۔۔ اسکی آنکھوں کے سامنے آج ایک بار پھر سے ریز کا خون سے لت پت وجود لہرایا تھا۔۔ لیکن آج اسکو یہ منظر یاد کر کے خوف محسوس نہیں ہوا۔ بلکہ فخر محسوس ہوا تھا اور یہ حملہ ریز کی خوش نصیبی لگا تھا کیونکہ غازی اور شہداء کے رتبے پہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور خاص بندے ہی فائز ہوتے ہیں۔ ساری تکلیف تو ریز شاہ نے برداشت کی تھی۔۔ بھلا اس نے کہاں سوچا تھا اس کا یہ بے باک اور بے شرم شہزادہ اسے یوں پوری دنیا کے سامنے اپنے الفاظ اور عمل سے معتبر کرے گا۔۔ وہ جانتی تھی وہ اسے لے کے بے حد پوزیسو ہے، اسے شروع سے پردہ کرنے کی التجاء کیا کرتا تھا لیکن مرحا شاہ سانس رکنے کا بہانہ بنا کے انکار کر دیا کرتی تھی جس پہ زوریز شاہ اس پہ زیادہ پابندی لگانے کی بجائے اپنی نگاہوں سے اسکی حفاظت کرتا تھا۔۔ وہ جس دن شادی والی رات اسکی اوور پوزیسونس کی وجہ سے اس سے ناراض ہوئی تھی اس کے بعد کبھی بھی زوریز شاہ نے اس پہ بے جا پابندی نہیں لگائی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا مرحا شاہ اپنی پوری کوشش کرتی ہے خود کو اسکے رنگ میں رنگ لے، وہ ایک میچور انسان تھا، وہ اسکے اور خود کے پروفیشن کو اچھے سے سمجھتا تھا، اس پروفیشن میں بہت سے مرد اور عورتوں سے ملنا پڑتا ہے، جب زوریز شاہ ہر قدم پہ اس کے ساتھ تھا تو کس میں جرآت تھی اسکے ہوتے ہوئے اسکی بیوی پہ اپنی گندی نگاہ ڈالے؟ وہ اس وقت اسی آرمی ساڑھی میں ملبوس تھی جس میں دیکھ کے زوریز شاہ ہمیشہ اسکی نظر اتارا کرتا تھا۔۔

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کی جوڑی کو ایسے ہی سلامت رکھے اور بری نظروں سے محفوظ رکھے آمین!!۔۔۔ سٹیج پہ موجود تمام آفیسرز اور حازق خان نے انہیں دعا تھی۔ جس پر ریز اور مرحا نے ثم آمین بہت شکریہ بولا تھا۔۔

ہاہاہا۔۔ بابا جان! یوں تو مت گھوریں! اب آپ کے متعلق ہی بولنے والا تھا ایکچولی ہوسٹ نے سب سے پہلے بیوی کے متعلق سوال کیا تو اسی لئے آپ کا ذکر کچھ لیٹ ہو چکا ہے! اپنے خوبصورت بیٹے کو معاف کیجئیے گا!!۔۔۔ ہارون شاہ

جو اپنی نم ہوتی آنکھیں پونچھ رہے تھے زوریز شاہ کی آواز سنتے ہی انہوں نے سر اٹھا کے اسکی طرف دیکھا تھا جو جان بوجھ کے ان پہ گھورنے کا الزام لگا رہا تھا۔ زوریز شاہ کے یوں بولنے اور ھارون شاہ کے بھوکھلاتے پہ پھر سے سب کا قہقہ گونجا تھا۔ پھر اسی طرح زوریز شاہ نے اپنے بابا جان اور اپنی فیملی کے ہر شخص اور دوستوں کا زکر مختصر سے انداز میں کرتے انہیں بھی معتبر کیا تھا دوسری جانب حازق خان نے عالم انکل کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا تھا جن کی سپورٹ کی وجہ سے آج وہ اس مقام پہ تھا۔۔

شہسوار شاہ کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے میں آپ سب سے التجاء کرتا ہوں اسکی شادی کی دعا کی جائے!!" وہ خود گھوڑی چڑھنے کے لئے تیار ہے لیکن "ابا نہیں مان رہے "!!!۔۔۔۔عالم انکل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد حازق خان نے جس انداز میں شہسوار شاہ کے لئے سب سے دعا کروائی تھی، سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔ کیمرہ مین نے شہسوار شاہ کا وہ سین ضرور ریکارڈ کیا تھا جہاں وہ دانت پیس کے اسے "سالا" بول رہا تھا پھر خود کو سکرین پہ دیکھتے ہی جلدی سے زبان دانتوں تلے دے گیا اور ایسا کرتے وہ بے حد کیوٹ لگا تھا۔۔ شہسوار شاہ کا یہ ریکشن پورے ہال میں قہقہوں کا باعث بن رہا تھا جبکہ عالم شاہ اپنی مسکراہٹ روک رہے تھے۔۔ حویلی میں یہ تمام مناظر دیکھتی لڑکیاں ان پہ فخر محسوس کرتی ان کی باتوں پہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں۔۔

زاویار شاہ اور حویلی کے تمام افراد بھی ان کی نظریں اتار رہے تھے۔ اس پوری تقریب کی لائیو کوریج کی جا رہی تھی۔ اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی یہ اعزازی تقریب نشر ہو رہی تھی۔۔

یہ کیا بات ہوئی لالہ!! یہ تو زیادتی ہے صرف ایک ہی ایوارڈ دیا ہے۔۔ دوسرا تو دیا ہی نہیں جو بے حد ضروری ہے جس کی وجہ سے میرے لالہ راتوں کو محنت کرتے پسینے سے بھیگے جاتے ہیں۔۔۔۔ارزم شاہ نے نہایت ہی افسوس کے ساتھ بولتے ہوئے کاظم کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

دوسرا کونسا ایوارڈ؟؟۔۔۔کاظم اور احان نے نے سمجھی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔ پاس بیٹھا احان بھی اسکی یہ بات سن چکا تھا جس پر وہ فورا ابرو آچکا کے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ کاظم اور احان کے ایک ساتھ پوچھنے پہ ارزم شاہ نے اپنی کمینی سی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

بے شرمی کا ایوارڈ وہ تو دیا ہی نہیں!! لگے ہاتھوں اس کے ساتھ وہ بھی دے دیتے تو میرے لالہ کا سینہ فخر سے اور ہی چوڑا ہو جاتا اور پھر وہ اپنی کارکردگی مزید بہتر کرنے کی کوشش کرتے!!۔۔۔۔۔ارزم اپنی ہنسی دباتا چہرہ پہ مصنوعی معصومیت لئے زومعنی انداز میں ان کے سوال کا جواب دیتا تیزی سے اپنی نشست سے اٹھتا ڈی جی آئی ایس آئی کے ساتھ جا کے بیٹھ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا۔ریز کو ایوارڈ ملے یا نہ ملے اس کو لعنتیں ضرور پڑنی تھی۔۔۔جبکہ کاظم اور احان کا دل کیا اسکی گردن مروڑ کے رکھ دیں جسے اس وقت بھی مستی سوجھ رہی تھی۔۔ارزم شاہ کے چہرے پہ ایک کمینی سی مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی جبکہ کاظم اور احان اسے مسلسل گھوریوں سے نواز رہے تھے۔۔

ریز شاہ اور حازق خان تمام مہمانوں سے ملنے اور مبارک وصول کرنے کے بعد اپنے اپنے تمغے ہاتھوں میں لئے جلدی میں خان حویلی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔حازق کے ولیمے کی تقریب حویلی میں ہی منعقد کی گئی تھی۔۔یہاں پہ ہال میں تمام مہمانوں کے لیے عشائیہ کا انتظام کیا گیا تھا لیکن ریز شاہ اور حازق خان نے معزرت کر لی تھی۔۔۔اور ان سب کا اتنے تکلف پہ شکریہ ادا کیا تھا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے ہر طرف مہمانوں کی آمد و رفت جاری تھی۔

ساری حویلی آج پھر سے ولیمے کے ایونٹ کیلئے نئے سرے سے سجائی گئی تھی آج بھی مردوں اور عورتوں کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔۔عورتوں والی سائیڈ پہ سٹیج بنوایا گیا تھا۔اور سٹیج کو سفید اور گلابی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔سب لڑکیاں کب کی تیار ہو کے نئے نئے پوز بنا کے اپنی تصویریں لے رہی تھی اور ان خوبصورت لمحات کو اپنے کیمروں میں قید کر رہی تھی۔۔۔

حازق نے واپس آتے ہی اپنے ولیمے کا چوز کیا گیا سوٹ پہنا تھا۔۔۔میرال بھی پارلر سے تیار ہو کے آچکی تھی اب ان دونوں نے ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالی اکٹھے انٹری ماری تھی سب نے انکا تالیوں سے استقبال کیا تھا، انٹری عورتوں والی طرف سے کروائی گئی تھی۔حازق خان گرے ڈیسنٹ سے فور پیس میں ملبوس تھا جبکہ میرال شاہ گرے بھاری کامدار ٹیل میکسی میں ملبوس سر پہ بھاری دوپٹا سجائے خوبصورت سے میک اپ میں کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔

میرال کی ساری دوستیں چمگادڑوں کی طرح اس سے چپکی ہوئی تھی۔اسکو اور حازق کو توبات کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی وہ تو بس معصوم چہرہ لئے انکی پٹر پٹر چلتی زبان کو دیکھ رہا تھا جس سے اتنی باتیں یہ سب اگل رہی تھی۔۔

آج سٹیج پہ شاہ بی بی اور زہرہ مام بھی میرال کے ساتھ تھیں جبکہ زرتاج اماں پاس ہی صوفے پہ بیٹھی ان دونوں کی جوڑی کی نظر اتار رہی تھی۔۔گلالئ نے آتے ساتھ ہی اپنے لالہ سے نیگ کے پیسے لیئے تھے۔اور اسکے ساتھ باقی سب کی بھی عید ہوئی تھی کیونکہ رات کو ڈیل ہوئی تھی اس بات کی۔۔۔اور یہ ڈیل اسکی معصوم ذی نے ڈن کی تھی۔جس پر حازق خان کو ایک بار پھر اپنی جیب ڈھیلی کرنی پڑی تھی۔۔سب میرال اور حازق کے ساتھ اپنی اپنی مستی میں مصروف تھے،حازق خان کن اکھیوں سے بار بار میرال شاہ کے حسین چہرے کا طواف کر رہا تھا،پہلی تقریب کی وجہ سے وہ کافی لیٹ ہو چکا تھا اسی لئے اپنی بیوی کے حسن کو سراہنے کا موقع نہیں ملا تھا،انہیں ابھی تک اکیلے میں ملاقات نصیب نہیں ہوئی تھی۔

میں دوسری طرف جا رہا ہوں تم تب تک ان سب کے ساتھ باتیں کرو!!۔حازق خان کو اب یہاں بیٹھنا فضول لگ رہا تھا اسی لئے سرگوشی نما آواز میں میرال شاہ کو اپنے جانے کے متعلق آگاہ کرتا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔۔یہاں بیٹھ کے اسکے جذبات میں آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ بیوی پاس ہوتے ہوئے بھی اس سے زیادہ حق اسکی دوستیں اس پہ جتا رہی تھی۔۔

ناراض ہو رہے ہو؟۔۔۔۔۔میرال شاہ اسکا ہاتھ پکڑتی بے ساختہ فکرمندی سے پوچھنے لگی،اسے لگا وہ اپنی اگنورینس پہ ناراض ہو گیا ہے۔۔اسکی آنکھوں میں خود کے لئے فکرمندی محسوس کرتے حازق خان کے جذبات مزید بے لگام ہوئے تھے۔۔

ہمم! اب رات کو اچھی بیویوں کی طرح مجھے منانے کی تیاری پکڑو!!۔۔۔حاذق خان بھی جواباً بھرم دیکھانے والے انداز میں ذرا خفگی سے بولتے اسکی مزید ایک بھی سنے بغیر دوسری جانب بڑھ گیا،اسکی بیوی نے دوستوں میں مصروف اسے ایک دفعہ بھی اسکے تمغے پہ اسے مبارکباد نہیں دی تھی،اپنی اگنورینس بری تو لگی تھی لیکن وہ اسے انڈرسٹینڈ کر سکتا تھا اسکی دوستیں اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی اٹیچ تھیں،وہ تو صرف بھرم دیکھانے کے لئے ناراض ہوا تھا لیکن میرال شاہ سچ سمجھ چکی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط134(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

ہمیشہ تم میرا صدقہ دیتے ہو آج میں تمہارے سر سے پیسے وار رہی ہوں، میرا بس چلے تو تم پہ اپنا آپ وار دوں ریز شاہ!!۔۔۔وہ محبت سے لبریز لہجے میں بولتی ایڑھیوں کے بل اونچی ہوتے زوریز شاہ کے سر سے پیسے وار رہی تھی جس نے آج سب کے سامنے اپنا تمغہ اسکے حوالے کرتے اسے معتبر کیا تھا۔۔وہ دونوں اس وقت حویلی کے روم میں تھے، باہر لان میں میرال اور حازق خان کی اینٹری ہو رہی تھی لیکن زوریز شاہ تیاری میں دیر کر چکا تھا اسی لئے مرحا شاہ نے اسکے ساتھ ہی باہر جانے کا سوچا تھا۔ جہاں زوریز شاہ نیوی بلیو شلوار قمیض پہ بیج کلر کوٹ پہنے اپنے دراز قد اور چوڑی جسامت سے خوبرو نوجوان لگ رہا تھا وہی پہ مرحا شاہ لائٹ بلیو میکسی میں ملبوس نیوڈ میک اپ اور لائٹ سی جیولری میں خوبصورت سی گڑیا لگ رہی تھی۔ مرحا شاہ کے اس انداز پہ زوریز شاہ اپنی آنکھوں میں محبت لئے اسکے دونوں ہاتھ تھام کے اپنے ہونٹوں سے لگاتا اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔

تھینک یو فار ایوری تھنگ مائے ڈارلنگ!!!۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے گرد اپنے ہاتھ باندھتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکے چہرے کے نقوش پہ نگاہیں دوڑانے لگا۔۔ مرحا شاہ کو مسکراتے دیکھ کے وہ اسکے پورے چہرے پہ اپنے ہونٹ رکھتا اب پیاسی نگاہوں سے اسکے نیوڈ پنک لپ اسٹک سے سجے لبوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

نو ابھی مجھے پورا فنکشن اٹینڈ کرنا ہے!! میری لپ اسٹک خراب ہو جائے گی!!۔۔۔۔۔۔مرحا شاہ اسکی پیاسی نگاہوں کو بھانپتی اسکے جھکنے سے پہلے ہی اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔

بے بی اگر تمہاری لپ اسٹک خراب نہ کی تو پورا ایونٹ بے چینی اور بے تابی میں گزرے گا! ذرا سی پیاس بجھانے دو یار!۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں التجائیہ انداز میں بولا جس پہ مرحا شاہ نے اسکے سینے پہ مکا جڑتے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

بہت ظالم ہو تم شاہ زادی!! ۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے نفی میں سر ہلانے پہ زبردستی کرنے کی بجائے اسکی کمر اپنی مٹھیوں میں بھرتے شکوہ کیا تھا۔

نیچے سب مہمان آ چکے ہیں ریز!!۔۔۔۔اسکے پٹری سے اترنے سے پہلے ہی مرحاشاہ نے اسے وقت کا احساس دلایا تھا جس پہ زوریز شاہ اسے اپنے مقابل کھڑا کر تا سر تا پاؤں دیکھنے لگا۔

ہیلز کیوں پہنی ہیں؟ منع بھی کیا ہے اس حالت میں اتنے اونچے جوتے مت پہنا کرو!!۔۔۔۔۔۔اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے زوریز شاہ کی نظریں اچانک سے اسکی بلاک ہیل کی طرف اٹھی تھیں جس پہ وہ خفگی سے بولتا اسکے پیروں میں بیٹھتا یہ ہیل اتارنے لگا۔۔

کیا کر رہے ہو ریز!! چھوٹی سی کمفرٹیبل ہیل ہے یار! اس سے کچھ نہیں ہوتا اور ویسے بھی میرے پاس کوئی alternative نہیں ہے!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ کو اپنی پنڈلیوں پہ ہاتھ جما کے یہ ہیلز اتارتے دیکھ کے مرحاشاہ منہ پھولا کے بولی تھی جس پہ زوریز شاہ نے سر اٹھا کے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔

نہ ملے تو مجھے بتا دینا! پورے alternative میرال آپی کے روم سے کوئی فلیٹ جوتا پہن لو! اور اگر پھر بھی کوئی ایونٹ میں تمہیں اپنے بازوؤں میں اٹھا کے گھوم لوں گا لیکن تمہیں ان ہیلز میں ایک قدم بھی چلنے نہیں دوں گا!!۔۔۔۔زوریز شاہ حتمی انداز میں بولنے کے بعد ان ہیلز کو دور پھینکتا ابھی سیدھا کھڑا ہی ہوا تھا جب مرحاشاہ اسکی اتنی کیئر پہ اپنی ایڑھیاں اٹھاتے ہوئے اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گئی، اس دفعہ اپنی لپ اسٹک کے خراب ہونے کی پروا بھی نہیں کی تھی۔۔زوریز شاہ اس اچانک افتاد پہ پہلے تو حیران ہوا لیکن پھر دل میں مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ سے اسکی کمر پہ دباؤ ڈال کے اسے زمین سے اوپر کی طرف اٹھاتا دوسرا ہاتھ اسکی گردن کے پیچھے رکھتا اسکے ہونٹوں کو شدت سے بھرپور انداز میں جکڑتا اسکا ساتھ دینے لگا۔۔دونوں ایک دوسرے کے ہونٹ چومتے چومتے اب ایک دوسرے کی زبان اپنی گرفت میں لے چکے تھے، مرحاشاہ اسکی شدت کا مقابلہ نہیں کر پا رہی تھی اسی لئے بکھرتی سانسوں کے درمیان اسکا کوٹ اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔وہ اب زوریز شاہ کے رحم و کرم پہ تھی کیونکہ اس نے اپنی پیش قدمی سے اپنے شوہر کو خود بے خود کیا تھا۔

بھئی یہ کیا بات ہوئی لالا! ہم تو آج اپنی آپی کو لینے آئے تھے اور انہیں لئے بغیر ہم یہاں سے نہیں جائیں گے! ہم ان کے بغیر اداس ہو گئے ہیں!!۔۔۔ایزل شاہ منہ پھولاتے ہوئے حازق خان کو جواب دے رہی تھی جس نے میرال شاہ

کو ان کے ساتھ بھیجنے سے انکار کیا تھا جس پہ وہ سب چونکے تھے سوائے میر ال شاہ کے کیونکہ حازق خان اسے پہلے ہی اس رسم کے متعلق آگاہ کر چکا تھا۔۔ ولیمے کا فنکشن ابھی کچھ دیر پہلے ہی اختتام پذیر ہوا تھا، تقریباً سب مہمان واپسی کے لئے روانہ ہو چکے تھے سوائے شاہ فیملی کے۔۔ وہ سب اس وقت خان حویلی کے لاؤنج میں موجود صوفوں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔

بھابھی یہ ہماری خاندانی رسم ہے، ہمارے ہاں دلہن شادی کے ایک ہفتے بعد میکے جاتی ہے!!۔۔۔۔۔۔ حازق خان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے ایزل شاہ کو جواب دیتے ایک نگاہ میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا جو تھکی ہاری اپنے ڈیڈ کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

یہ رسم تو مجھے کافی اچھی لگی ہے لالا! اسکا مطلب ذی بے بی بھی ہماری شادی کے ایک ہفتے بعد تک آپ کی شکل نہیں دیکھے گی؟ شکر الحمد اللہ!!۔۔ جواب چہکتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا جس پہ جہاں سب نے اپنی ہنسی روکی تھی، ذائشہ خان ہمیشہ کی طرح اسکے جواب پہ شرمندہ سی ہوئی۔۔ جبکہ حازق خان نے اسے گھوری سے نوازہ تھا جو ہر بات میں اپنی شادی کا ٹاپک گھسا دیتا تھا۔۔

ہم ایسی رسموں کو نہیں مانتے! یہ سب تمہارے ڈرامے ہیں! ہمارے خاندان میں ولیمے والے روز لڑکی اپنے میکے آتی ہے اور ہم اپنی بہن کو ہر صورت اپنے ساتھ لے کے جائیں گے!!۔۔۔۔ احان شاہ تپے ہوئے انداز میں دانت پیس کے بولتا حازق خان کو گھور رہا تھا، اس نے اپنی شادی پہ اسکی بیوی کو اس سے دور رکھ کے کتنا تنگ کیا تھا؟ اب بدلہ لینے کی بھاری احان شاہ کی تھی۔۔ باقی سب خاموشی سے انہیں سنتے آرگیو کے اینڈ ہونے کا ویٹ کر رہے تھے۔۔

یہ رسم مجھے میرے دادا نے بتائی تھی جو میں کسی صورت فراموش نہیں کر سکتا! بہن کے بغیر اگر آپ سب اتنا اداس ہو چکے ہیں تو یہاں کشمیر میں ہی کچھ دن گزار لیں! ایک ہفتے بعد سب اکھٹے شاہ حویلی چلیں گے!!۔۔ حازق خان نے کافی چالاکی سے احان شاہ کو جواب دیتے باقی سب کو یہی پہ رہنے کی دعوت دی تھی۔ میر ال شاہ اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے حازق خان کی بے تابی پہ غور فرما رہی تھی جو بظاہر اس سے ناراض تھا لیکن اسے سب کے ساتھ جانے دینے کے لئے بھی راضی نہیں ہو رہا تھا، اگر وہ پہلے سے اس ناراض نہ ہوتا تو وہ جانے کا شوشہ ضرور چھوڑتی لیکن اب وہ اسے مزید تنگ نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لئے خاموشی سے اس صورتحال سے اخذ اٹھانے لگی۔۔

ہم سب کے کام کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ ایک ہفتہ مزید کشمیر میں گزارا جاسکے! بہت سے کام پینڈنگ پہ ہیں! دونوں بحث کرنے کی بجائے بیچ کی ڈیل کرلو!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ انہیں سمجھداری سے مشورہ دیتا ازمیر شاہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پیار سے اپنے ہونٹوں سے لگا رہا تھا جو اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکائے ہوئے تھا۔۔

بیچ کی ڈیل کیوں کرنی ہے؟میرال آج ہی ہمارے ساتھ جائے گی بس بات ختم!!۔۔۔۔۔احان شاہ کا فیصلہ ختمی تھا، لہجے میں ضد اور انتقام کی جھلک تھی۔

کیوں ضد کر رہے ہیں؟ابھی میرے لالا کی نئی نئی تو شادی ہوئی ہے! تین سے چار دن بعد ملنے آجائیں گے ناوہ اور بھابھی!!۔۔۔۔ابھی حازق خان جواباً کچھ بولتا جب احان شاہ کے پاس بیٹھی گل اسکے بازو پہ ہاتھ رکھتی معصومیت سے درمیانی آواز میں بولتی حازق خان کو دل جلانے والے انداز میں مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔وہ جانتا تھا وہ اسکی بہن کے فیصلے پہ ہر صورت گھٹنے ٹیک کے ہار مانے گا اسی لئے اسے اتراتے ہوئے مسکراہٹ پاس کرنے لگا۔۔احان شاہ نے گردن ترچھی کرتے ہوئے اپنے قریب بیٹھی گلالئی کو دیکھا تھا جس کے چہرے پہ اس وقت لالا کے لئے ہمدردی ہی ہمدردی تھی۔۔باقی سب اب دلچسپی سے احان شاہ اور گلالئی کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔احان شاہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا آنکھوں سے بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا،اسکی نگاہوں کی تپش اور زو معنی اشارے پہ وہ چہرے پہ خفگی کے تاثرات لاتی اسکے بازو سے ہاتھ ہٹا کے نگاہیں جھکاتی یاور کو تھپکنے لگی۔۔

ہاہاہا۔۔یسریٰ ڈول کا کیا کہتی ہے؟مورے کے غلام کیا فیصلہ کریں گے؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ کو ہنوز گلالئی کی طرف دیکھتا پا کے زوریز شاہ ہنستے ہوئے اپنے سینے سے لگی یسریٰ شاہ سے مخاطب ہوا تھا،جو اپنی کرسٹل گرے آنکھوں میں معصومیت لئے ٹکر ٹکر سب کی طرف دیکھ رہی تھی،زوریز شاہ کے مخاطب کرنے پہ وہ مسکرائی جبکہ "مورے کے غلام" پہ باقی سب کا چھت پھاڑ قہقہہ بلند ہوا تھا۔گلالئی کا چہرہ شرم سے لال جبکہ احان شاہ کی گھوریوں کا رخ اب زوریز شاہ کی طرف تھا جس نے حازق خان کے بعد آگ لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

ہماری ڈول کی مسکراہٹ بتا رہی ہے ان کی مورے کے غلام مزید بحث کرنے کی بجائے اسی فیصلے پہ آمین کہیں گے!!۔۔۔زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے مزید ٹکر لگایا تھا جس پہ احان شاہ کا دل چاہا پاس پڑا کشن اسکے چہرے پہ دے

مارے لیکن وہ اسکی پھولوں سی بیٹی کو بھی لگ سکتا تھا اسی لئے خود پہ کنٹرول کر گیا جبکہ باقی سب اپنی مسکراہٹ دباتے احان شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

دیکھ رہی ہو اپنے لالا سے ہمدردی کا نتیجہ ؟ کس طرح سے چوڑا ہو رہا ہے یہ سالا!!۔۔۔ احان شاہ اپنے پاس بیٹھی گل کے کان میں دبی دبی آواز میں دانت پیس کے بولا تھا، حازق خان کو پھر سے اپنی طرف دل جلانے والی مسکراہٹ پاس کرتے دیکھ کے اس کا بس نہیں تھا زوریز شاہ اور حازق خان کا سر ایک دوسرے کے ساتھ بجا ڈالے جو اسے دو منٹوں میں سلگا کے رکھ چکے تھے۔۔

یوں گھوریں تو مت میرے لالا کو! ! آپ کی بھینس بھگائی ہے کیا انہوں نے ؟۔۔۔۔۔۔۔ اسے حازق خان کی طرف قہر برساتی نگاہوں سے دیکھتا پا کے وہ مدھم آواز میں احان شاہ سے شکوہ کر گئی لیکن اس کی مدھم آواز میں آس پاس بیٹھے تمام مکین تقریباً سن چکے تھے۔ احان شاہ نے ناراضگی سے گلالئی کی طرف دیکھا تھا جس نے مجال ہے شوہر کی کبھی اپنے لالا کے سامنے سائیڈ لی ہو ؟

میرے خیال سے ہمیں وقت سے نکلنا چاہئیے !! رات ہو رہی ہے ! جاتے جاتے وقت لگے گا!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنی ہنسی دباتا انہیں مزید بحث سے باز رکھنے کی غرض سے صوفے سے کھڑا ہوتا سنجیدگی سے بولا، ازمیر شاہ اسکے سینے سے سر ٹکائے سو چکا تھا۔

اٹھو ذی بے بی ہم ان سب سے پہلے نکلتے ہیں !! چادر لے لے آؤ!!!۔۔۔ ارزم شاہ اپنی نیوی بلیو قمیض کے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتے صوفے سے کھڑا ہوتا یوں دھڑلے سے ذائشہ خان پہ حق جتا رہا تھا جیسے حازق خان نے اسکی رخصتی اپروو کر دی ہو۔

اوہیلو ہیرو!! کس خوشی میں ؟؟۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان جو کب سے چل بیٹھا ہوا تھا ارزم شاہ کو فلیکس مارتے دیکھ کے آئیبرو اچکاتا ناسمجھی سے بولا۔

نہیں آپ غلط سمجھ رہے ہیں !! ابھی فلحال ہماری رخصتی نہیں ہوئی تو آپ کو خوشخبری سنانے والا کوئی سین نہیں ہے ! ایکچولی ہمیں صبح سے اپنی یونیورسٹی کا نٹینیو کرنی ہے !۔۔۔۔۔ ارزم شاہ زومعنی انداز میں بولتے اچانک سے سنجیدگی

اختیار کرتا اپنی ناک انگوٹھے سے رگڑنے لگا کیونکہ اسکے پہلے جملے پہ اسے سب نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

ابھی گڑیا یونیورسٹی نہیں جائے گی! وہ کچھ دن بعد ہمارے ساتھ ہی اسلامباد آئے گی! ابھی اسے اپنی بھابھی کے ساتھ وقت گزارنے دو!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان سنجیدگی سے ارزم شاہ کو جواب دیتا ذائشہ خان کی طرف دیکھ رہا تھا جو نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔

اب آپ کیا چاہتے ہیں ایک سال تک آپکی شادی کی خوشی مناتے رہیں؟ صبح ہمارا یونیورسٹی جانا ضروری ہے!! ذی بتاؤ اپنے لالا کو؟۔۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ دانت پیس کے حازق خان کو جواب دیتے ہوئے ساتھ ہی ذائشہ خان کو مخاطب کر رہا تھا جو تذبذب کا شکار ہوتی اسکی طرف دیکھ کے یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ صبح ایسا بھی کیا تھا جو ان کا یونیورسٹی جانا اس قدر ضروری تھا؟

ج۔جی۔۔لالا!۔۔پیپرز۔۔ہونے۔۔والے۔۔ہیں!!۔۔۔ارزم شاہ کی جذبے لٹاتی گہری نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتی ذائشہ خان نظریں جھکا کے بولتے ہوئے اپنی انگلیاں موڑنے لگی۔۔ارزم شاہ فتح مندی سے مسکرا دیا۔۔

یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن میری دو بہنوں کے بغیر میری حویلی سنسان ہو جائے گی!! میں سوچ رہا ہوں ذائشہ کا ایڈمیشن یہی پہ کشمیر کی کسی اچھی سی یونیورسٹی میں کروا دیتا ہوں پھر اسے روز روز تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی پڑے گی؟۔۔۔وہ حازق خان ہی کیا جو اپنے دونوں سالوں کو سکون اور چین سے رہنے دے جائے؟ وہ جب تک ان دونوں کا سکون چین برباد نہیں کرتا تھا اسے مزہ نہیں آتا تھا، ان دونوں کی اپنی بہنوں کے لئے شدید محبت اسے کافی پسند تھی۔۔احان کو تو وہ اکثر چھیڑتا رہتا تھا لیکن ارزم کو چھیڑنے کا بہانہ کم ہی ملتا تھا کیونکہ وہ خود ہر وقت اسکا دشمن بنا رہتا تھا۔۔حازق خان کے مدعے پہ سب کی نگاہوں کا مرکز ارزم شاہ کے غصے سے شدید سرخ ہوتا چہرہ تھا جبکہ ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے نگاہیں جھکا گئی، وہ خود بھی کہاں ارزم شاہ کے بغیر رہ سکتی تھی؟ اسکے بغیر تو یونی میں ایک منٹ نہیں گزارا جاتا تھا اور اس کے لالا یونیورسٹی تبدیل کرنے کی بات کر رہے تھے؟

میں سوچ رہا ہوں!! میں اپنی ذی بے بی کو یہاں سے رات ورات فرار کروا کے پاکستان سے بھاگ جاؤں تاکہ ہمیں روز روز آپ کا چہرہ دیکھنے کا تکلف نہ کرنا پڑے اور پھر ایک ہی دفعہ نو ماہ بعد آپ کو خوشخبری دینے کے لئے فون کیا

جائے؟ کیا کہتے ہیں؟۔۔۔ ارزم شاہ آئیبرو اٹھا کے بے باکی سے بولتا سب کے چہرے سرخ کر گیا۔۔ ذائشہ خان اپنا نچلا لب زور سے دانتوں تلے دباتی روہانسی ہوتی اپنے لالا کے لال ہوتے چہرے کو دیکھ رہی تھی جبکہ احان شاہ نے اپنا قہقہ دبانے کی غرض سے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے ہونٹوں پہ جمائی تھی۔۔

شٹ اپ!! صرف یہ سمسٹر گزرنے دو! اس کے بعد میں تمہیں دیکھ لیتا ہوں! جب ذائشہ کی سٹڈیز کو کشمیرا مائیگریٹ کروا کے تمہارے سر پہ بم پھوڑوں گا تب ہی تمہیں بڑوں سے مخاطب ہونے کی تمیز آنی ہے کمینے انسان!!۔۔۔

حازق خان دبی دبی آواز میں غراتا ہوا کشن اٹھا کے اسکے سینے پہ جڑ گیا، وہ ہر کسی کا لحاظ کئے بغیر بکواس کرتا تھا تو حازق خان کیوں کسی کا لحاظ کرتا؟

انٹر سٹنگ!! آپ سٹڈیز مائیگریٹ کروا کے بم پھوڑیں گے؟ میں اپنی ذی بے بی کو اپنے کمرے میں مائیگریٹ کروا کے آپ پہ دھماکہ کروں گا!! اس لئے "ڈونٹ اینگری می! جو میں بولتا ہوں وہ میں کرتا ہوں۔۔۔ جو میں نہیں بولتا وہ میں ڈیفنٹلی کرتا ہوں!" اب آپ خود سمجھ جائیں جو میں نے بول دیا ہے اگر وہ کر دیکھایا تو جو میں نے نہیں بولا وہ ڈیفنٹلی ہو گا اور نتیجے میں ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھے گا!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کے اس قدر زو معنی جواب کو سمجھتے حازق خان کا چہرہ جہاں پہلے سے سرخ ہوا تھا وہی پہ احان شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔ احان شاہ نے ہنستے "Rowdy Rathore ہے اور وہ ہے ہمارا" Rowdy اس گاؤں کا صرف ایک ہی ہوئے حازق خان کو آنکھ ونک کرتے راؤڈی راٹھور یعنی ارزم شاہ کی طرف اشارہ کیا تھا جس نے یہاں بھی فلم کا ڈائیلاگ پوائینٹ پہ مارتے ہوئے اپنے سالے کو اندر تک جلا کے راکھ کیا تھا اور اس پہ تضاد احان کا بھی اسکی بے غیرتی میں اس کا ساتھ دینا حازق خان کے دل میں بھانبھڑ جلا رہا تھا۔۔ احان شاہ ایک پل میں ارزم شاہ کا وہ ڈائیلاگ پکڑ چکا تھا جو اس نے یہاں راؤڈی راٹھور کا کوٹ کیا تھا۔۔ ایسی کون سی فلم تھی جو احان شاہ اور ارزم شاہ نے چھوڑی ہو؟ احان شاہ کے ساتھ دینے پہ ارزم شاہ نے فرضی کالر اچکاتے ہوئے اٹیٹیوڈ سے سر جھٹکا تھا۔۔ زوریز شاہ اور کاظم شاہ سے ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا، ہنسی روکنے کے چکر میں دونوں کے چہرے سرخ ہو چکے تھے جبکہ باقی سب بڑے ان پہ افسوس کر رہے تھے جو کسی بھی وقت ایک دوسرے کو چھیڑے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ میرال شاہ مسکراہٹ دباتی اپنے سرتاج کو دیکھ رہی تھی جو ارزم شاہ کی بے باک باتوں کا یہاں سب کے سامنے تو ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

تمہارے ٹکرے ٹکرے کر دوں گا اگر ایسی حرکت انجام دینے کا سوچا بھی تو!!۔۔۔۔حازق خان دانت پیس کے روعب دار انداز میں گویا ہوتا ارزم شاہ کو ڈپٹ رہا تھا جس پہ وہ اب کی بار بنا جواب دیئے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔یہ نہیں تھا کہ وہ حازق خان کی اس دھمکی سی ڈر چکا تھا، مذاق اپنی جگہ لیکن کبھی کبھار چھوٹوں کو بڑوں کے روعب کا بھرم رکھنے کی لئے خاموشی بھی اختیار کرنی پڑتی ہے۔۔

صرف پیپرز کی وجہ سے گڑیا کو آپ سب کے ساتھ بھیج رہا ہوں، کوشش کیجیئے گا میری بہن کو اس سستے راؤڈی سے دور رکھا جائے!!۔۔۔۔ارزم شاہ کی خاموشی پہ حازق خان کی نگاہوں کا رخ اب دریاب شاہ کی طرف تھا جنہوں نے ارزم کو گھورتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے حازق خان کو مطمئن کیا تھا۔۔پھر یونہی ایک دوسرے کو مزید چھیڑنے، اور باتیں لگانے بجھانے کے بعد میر ال شاہ اور حازق خان کے علاوہ وہ سب اسلامباد روانہ ہوئے تھے، میر ال اور حازق خان نے انہیں کافی دفعہ رات رکنے کو بولا تھا لیکن وہ انکار کر گئے۔۔احان شاہ جہاں مسلسل گل کو خفا نگاہوں سے دیکھ رہا تھا وہی پہ ارزم شاہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں تھی کیونکہ اسکی ذی بے بی اسکے ساتھ جو جا رہی تھی۔۔

سب کے جانے کے بعد میر ال شاہ تھکی ہاری اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اپنی نگاہیں میجر خان کو ڈھونڈنے کیلئے ارد گرد گھمائی جو اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔۔میر ال شاہ کمرے کا دروازہ بند کرتی اپنا بھاری جوڑا دونوں سائیڈوں سے پکڑتی آگے کی طرف بڑھی تھی۔۔

میجر کہاں ہو؟ کیا تم باتھروم میں ہو؟۔۔۔حازق خان کو کمرے میں نہ پا کر میر ال اب واشروم کی طرف دیکھتے ہوئے آواز لگانے لگی لیکن اندر شاید پانی کی آواز کی وجہ سے حازق خان سن نہیں پایا تھا، اسی لئے میر ال کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا۔اگر وہ سن بھی لیتا تو آج اس نے جواب نہیں دینا تھا۔کیونکہ میر ال اسے اسکے اتنے خاص دن اور کامیابی پہ اگنور کر چکی تھی یہاں تک کہ مبارک باد دینے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

میر ال اپنا بھاری کام دار دوپٹہ اتار کے صوفے پہ رکھتی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی اور ایک ایک کر اپنے بالوں کی پنز اور اپنی ساری جیولری اتارنے لگی جب اسکی نظر سامنے پڑے میڈل کا مرکز بنی تھی۔وہ اپنے ہاتھوں کو آگے بڑھاتی اس میڈل کو تھام گئی۔وہ ابھی اس میڈل کو دیکھنے میں مصروف تھی جب کلک کی آواز سے باتھروم کا دروازہ

کھلا تھا۔۔باتھروم سے نکلتا حازق خان اپنے بالوں کو ٹاول سے خشک کرتا آئینے کی جانب بڑھ گیا۔وہ برش اٹھاتا مصروف انداز میں اپنے گیلے بالوں پھیرنے لگا اور اس سب میں حازق خان نے ایک دفعہ بھی میرال شاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔میرال جو کہ میڈل ہاتھ میں تھامے اسکے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔اس پہ سنجیدگی اور ناراضگی کا عنصر دیکھ کے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کی جانب بڑھی تھی۔

بہت بہت مبارک ہو میرے میجر!!۔۔۔۔میرال اسکی پشت سے لگ کر اپنے نرم و نازک لب اس پہ رکھتے ہوئے اسے مبارک باد دینے لگی جبکہ حازق خان برش ٹیبل پہ پٹکتا اسکی بات کا جواب دیئے بغیر بیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔اسے بیڈ کی طرف بڑھتا دیکھ کے میرال تیزی سے اسکا ہاتھ تھام گی۔۔

ناراض ہو؟۔۔۔۔۔۔میرال نرمی سے اس سے سوال کرتے ہوئے اسکے مزید قریب ہوئی تھی۔

نہیں میں نے ناراض کیوں ہونا ہے؟تم اپنی دوستوں کو امپورٹینس دو،میرا کیا ہے؟! میں کونسا ضروری ہوں تمہارے لئے؟لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ جب انسان کسی کو آسانی سے میسر ہو جاتا ہے تو پھر وہ بے مول ہو جاتا ہے اور اس سب میں اس انسان کی اپنی غلطی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی محبت اپنی وفائیں یہاں تک کہ اپنا آپ بھی اسے کے پاس گروی رکھا دیتا ہے۔۔۔وہ اپنے من پسند شخص تک پہنچنے کیلئے کتنے ہر تکلیف دہ مراحل سے گزرتا ہے۔اور پھر ایک خوف ہوتا ہے اگر اسکے پاس پہنچ گیا تو کیا وہ اسکی محبت کو اور اسے قبول کرے گا؟؟یا ٹھکرا دے گا؟؟لیکن پھر بھی وہ اپنائے جانے یا ٹھکرائے جانے کے ڈر سے بلاتر ہو کے اس کو اپنے دل کا حال بتاتا ہے۔۔یہ بھی نہیں سوچتا اسکی جذبات کی قدر ہو گی بھی کے نہیں؟؟کیونکہ اس وقت اسکی سوچوں پہ بس وہ ایک من چاہا انسان سوار ہوتا ہے۔جو کہ اسکے دل و دماغ میں نسوں کے جیسے لپٹا ہوتا ہے اور خون میں جیسے دوڑ رہا ہوتا ہے۔پھر مجھے بتاؤ وہ سمجھداری کیسے کر سکتا ہے؟ اگر وہ سمجھداری کرنے کی کوشش کر بھی لے تو اسکی نسیں پھٹ جائیں گی اور خون کی گردش رک جائے گی۔۔مطلب اس شخص کو پھر آپ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کھو دو گے جو آپ کے دل و دماغ پہ راج کرتا ہے۔اور محبت کے معاملے میں انسان کی من مرضیاں نہیں چلتی بلکہ جو اس کا دل کہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اس وقت ہمیشہ دل کا غلط فیصلہ بھی صحیح لگتا ہے۔۔۔حازق خان اپنا چہرہ بالکل سنجیدہ کئے کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے آج میرال کو اپنے دل کی حالت اور خدشات سے آگاہ کرنے لگا۔

اور یہ ایوارڈ جو مجھے ملا ہے۔۔ اور یہ گولیاں جو میں نے اپنے پیٹ اور سینے پہ کھائی ہیں!! یہ دراصل بے شرمی کی تھی۔۔ میں بہت زیادہ معصوم تھا نہ تو اسلئے کھانی پڑی اور یہ ایوارڈ میری حوصلہ افزائی کیلئے ملا ہے تاکہ مزید بے شرم ہو سکوں۔۔۔۔۔ حازق خان ایوارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے استہزائیہ انداز میں ہنستا ہوا مزید گویا تھا۔۔ وہ میرال سے زیادہ ناراض نہیں تھا وہ بھلا اس سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے لیکن میرال کی مبارک باد نہ دینے والی بات اسے تھوڑی بری لگی تھی۔ کیونکہ اسکی اتنی بڑی کامیابی کی بات میرال کیسے نارمل لے سکتی تھی؟ ایونٹ میں وہ پھر سے کئی دفعہ ساتھ بیٹھے تھے لیکن ایک دفعہ بھی میرال نے اسے مبارکباد دینا ضروری نہیں سمجھا تھا؟ حازق پوری زندگی رشتوں کے لیے ترسا تھا۔ اس نے کبھی بھی کسی سے ناراضگی نہیں دیکھائی تھی۔ حالانکہ وہ بھی انسان تھا اس کا بھی دل کرتا تھا وہ ناراض ہو اور اسے بھی کوئی منائے اس کو احساس ہو کہ وہ بھی کسی کیلے خاص ہے۔ جب سے گلالئ اور ذائشہ اسے ملی تھیں، اسکی زندگی کافی پرسکون ہو چکی تھی لیکن اس نے کبھی بھی ان سے اپنے دل کی بات نہیں کی تھی۔۔ اور وہ ان سے اپنے دل کی بات کیا کرتا وہ تو خود ٹوٹی بکھری ہوئی تھی۔۔ زمانے کی ٹھوکروں سے۔۔۔۔ لیکن جب سے حازق خان کو میرال ملی تھی۔ اسے اپنا آپ بہت خاص لگنے لگا تھا۔۔ اسکی تکلیف اور دل کا حال سننے کیلئے بھی کوئی ہے ۔ میرال سے وہ اب روح اور جسم سے جڑ چکا تھا۔۔ اسکی ذرا سی بھی لاپرواہی اسکی جان نکال دیتی تھی۔۔ میرال کب سے حازق خان کی خاموشی سے ساری باتیں سن رہی تھی۔۔ اور اسکی آنکھوں میں غیر اہم ہونے کا ڈر دیکھتی نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگا گی۔۔ اس نے کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا۔۔ اس نے نہیں کہا تھا کہ تم میری محبت پہ شک کر رہے ہو ؟ بلکہ اسے اچھا لگا تھا کہ حازق نے اپنے دل کی بات اسے بتائی اور اسے کھو جانے کا ڈر بتایا ہے۔۔

ادھر میری طرف دیکھوں!!۔۔۔۔ میرال حازق خان کا چہرہ اپنی طرف کرتی پیار سے بولی۔۔

میری بات اب غور سے سنو!! اگر تم مجھے میسر ہو چکے ہو تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں نے تمہیں بے مول کر دیا۔ یا تم میرے لئے ضروری نہیں رہے۔ تم میری انتیس سالہ زندگی میں آنے والا سب سے قیمتی اثاثہ ہو جسے میں ساری زندگی اپنے سینے میں چھپا کے رکھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں تو میں زمانے کی گرم ہوا بھی نہ لگنے دوں!! اتنی مشکل سے تمہیں پایا ہے!! تمہیں اور تمہاری محبت کو ٹھکراؤ گی تو کیا زندہ رہ پاؤ گی؟؟ اگر میں تمہارے لئے دل و دماغ میں نسوں اور خون کی جیسی ہوں نا تو تم میرے جسم میں روح کے برابر ہو۔۔۔۔ میرال آہستہ سے اپنی نازک انگلیاں اسکے

سینے پہ پھیرتی اسے خاص ہونے کا احساس دلانے لگی۔وہ اس وقت بچہ بن رہا تھا۔میرال اسے بچوں کی طرح اپنی آنکھوں میں آنسو لئے پیار سے ڈیل کر رہی تھی کیونکہ حازق خان کے پاس صرف چند رشتے ہی تھے جو اس کیلئے بے حد ضروری تھے۔۔وہ بھی چاہتا تھا کہ اسکا وجود بھی سب سے زیادہ ضروری ہو،خاص کر میرال شاہ کیلئے۔۔اس لئے بنا کسی جھجھک اپنے دل کی بات کر دی۔۔۔

"بہت بہت مبارک ہو تمہیں یہ اعزاز میرے غازی"۔۔۔۔۔میرال اسکی گردن پہ اپنے لب رکھتی اسے پیار سے مبارک باد دینے لگی۔۔حازق خان حیران ہوا تھا میرال کے اتنے سکون سے اسے جواب دینے پر۔۔۔اور اسے سمجھنے پر۔۔اس نے میرال شاہ جیسی ضدی لڑکی کا اتنا کول اینڈ کام ریکشن ایکسپیکٹ نہیں کیا تھا،اسے تو لگ رہا تھا وہ بدلے میں خود ناراض ہو کے بیٹھ جائے گی لیکن وہ تو اسے جیسے لاجواب کر گئی تھی۔۔

اتنی آسانی سے نہیں مانوں گا!! اور یہ روکھی سوکھی مبارک باد بھی نہیں لوں گا!!۔۔۔۔۔۔۔حازق خان اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے تھوڑی نرمی اور ناز سے بولا تھا۔۔وہ اندر سے روح تک سرشار ہوا تھا۔۔میرال اسے جج کرنے کی بجائے اسکی دل کی کیفیات اتنی آسانی سے سمجھ گئی تھی۔۔

کیا مطلب ہے روکھی سوکھی؟اب تمہیں دودھ میں یا پانی میں بھگو کے دوں؟۔۔۔۔۔۔میرال اسکی بات پہ آئبرو آچکا کے بولتی جواب کیلئے اسکے چہرے کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔

نہیں دودھ،پانی سے نہیں بلکہ اپنے لبوں کے جام سے بھگو کے دو۔۔۔حازق خان اپنی نیلی آنکھیں ایک ادا سے گھما کے بولا تھا۔۔

اچھا ٹھیک ہے ویسے بھی محبوب مانگے تو دینی پڑتی ہیں!! کہاں کہاں چاہیئے تمہیں مبارک باد کی نشانیاں؟؟۔۔۔۔۔۔میرال پھر سے آئبرو آچکا کے اس سے پوچھتی ایک ہی جھٹکے میں اسکی شرٹ اتار کے زمین پہ پھینکتے اسے پیچھے دیوار کے ساتھ دھکیل گئی۔

سب جگہ!!!۔۔۔۔۔۔حازق خان نے سوچتے میں وقت ضائع کئے بغیر اسکی گھائل کرتی اداؤں کو دیکھتے اپنی آنکھیں چندھیا کئے اسے جواب دیا تھا۔۔

اچھاڈن!! پھر نہیں کہنا مجھے جلن ہو رہی ہے!! کیونکہ مبارک باد مرچوں والی ہو گی۔۔۔۔۔۔یہ کہتے ہی میرال شاہ اسکا جواب سنے بغیر اس کے سینے پہ اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑنے لگی، حازق خان کے دل کے تاروں میں ہلچل مچی تھی۔۔اب وہ اوپر کی جانب بڑھتی اسکی گردن اور گردن سے چہرے پر اپنے لبوں کی بوچھاڑ کر گئی۔۔اسکی نیلی سمندری آنکھوں پہ اپنے لب رکھنے کے بعد وہ پیچھے ہٹنے ہی والی تھی جب حازق خان تیزی سے اسے کمر سے تھامے اسکے لبوں پہ قابض ہوتا بے چینی سے انہیں سک کرنے لگا۔ساتھ ساتھ اسکے سر اپے پہ ہاتھوں کی گستاخیاں جاری تھی۔۔حازق خان اب نیچے جھکتے ہوئے اسے اٹھائے بیڈ پہ لیٹاتا اس پر پھر سے سایہ فگن ہوا تھا۔وہ اسکے پورے چہرے اور دھڑکنوں پہ شدتوں کے نشان چھوڑتا اسے ہر پردے سے آزاد کرنے لگا۔اسے ہر پردے سے آزاد کرنے کی دیر تھی جب حازق خان کی نگاہیں اسکے خوبصورت جسم پہ کی طرف اٹھیں۔کل کمرے میں نیم اندھیرا تھا جس کی وجہ سے کچھ بھی دیکھ نہیں پایا تھا لیکن اب اسکا دودھیا سفید جسم اسکے سامنے تھا۔۔اسکی نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی میرال کو قدرتی شرم وحیاء نے آن گھیرا تھا۔کیونکہ عورت شرم وحیاء کی مٹی سے گوندھی گئی ہے وہ جتنی مرضی بولڈ بن جائے لیکن شرم وحیاء کے ساتھ رہتی ہے کیونکہ یہ دو چیزیں عورت کی صفت کا قدرتی حصہ ہیں۔
میرال تیزی سے اپنی کروٹ بدل گی۔اسکی کروٹ بدلنے کی دیر تھی جب حازق خان نے اسکے کندن جیسے دہکتے بدن کی بل کھاتی حسین کمر پہ اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے ٹریس کرنا شروع کی۔۔اسکی انگلیوں کا لمس اپنی کمر سے نیچے جاتا محسوس کر کے میرال خود میں سمٹی تھی۔۔اسے یوں سمٹتا دیکھ کر حازق خان جھک کے اسکی کمر پر اپنے لبوں کا لمس بکھیرتے ہوئے نیچے اسکی ٹانگوں کی جانب بڑھا تھے جس پہ میرال شاہ مچلتی فوراً رخ پلٹتے ہوئے اسے بازو سے تھام گئی۔
حازق خان اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتا تھوڑا سا اوپر اٹھتا خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا کمرے کی لائٹس آف کر گیا۔اب وہ میرال کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنساتا اسکی گردن پر شدت سے دانت گاڑ رہا تھا۔۔وہ اسکی دھڑکنوں پہ نرمی دیکھانے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ وہاں پہ اسکے دانتوں کے نشان پہلے ہی بہت گہرے تھے۔۔حازق خان اب مکمل پیچھے لیٹتے ہوئے اسکے پیٹ پہ جھکتا اسکے بیلی بٹن میں زبان پھیرنے لگا۔وہ آہستہ آہستہ اس کے پیٹ پہ کاٹ رہا تھا۔جس پہ میرال مدہوش ہوتی نرمی سے اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کے کھینچنے لگی۔میرال شاہ کی سسکیاں بے

ساختہ تھیں۔ اسکے پیٹ پہ لمس بکھیرنے کے بعد حازق خان اوپر اٹھتا گھٹنوں کے بل ہوتے اسکو پنڈلیوں سے تھامے خود کو نزدیک کرتا اب آہستگی سے اسکی تھائی کو سہلانے لگا۔۔

بھروسہ رکھو!! نرمی سے پیش آؤ گا۔۔۔۔۔وہ اپنے عمل کی وجہ سے میرال کی آنکھوں میں خوف محسوس کرتا بے حد محبت سے بولا۔۔وہ ایک ہاتھ اسکی تھائی پہ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے کندھے پہ رکھتا بے حد نرمی سے اپنا آپ اسکے وجود میں گھول گیا۔۔

اہہہہہ!!! میجر!!۔۔۔۔۔۔۔۔میرال نے سسکتے ہوئے اسے پکارا۔۔وہ اسکی سسکی اپنے لبوں میں دباتا اسکی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے پینے لگا اور آہستہ آہستہ اپنی شدتوں میں اضافہ کرنے لگا۔۔اسکی شدتوں سے میرال کا پورا وجود لرز رہا تھا۔وہ اپنے لرزتے وجود پہ قابو پانے کیلئے بیڈ شیٹ کو زور سے مٹھیوں میں بھینچ گئی۔۔۔اسکے یوں بیڈ شیٹ کو پکڑنے پر حازق خان اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اسکی مٹھیوں سے بیڈ شیٹ کو آزادی دیتا اسکے ہاتھوں کو اپنی کمر پہ رکھتا مضبوطی سے جکڑنے کا اشارہ کرنے لگا۔جس پہ میرال نے اپنے ہاتھوں کی گرفت اسکی کمر پہ مضبوط بناتے حازق کی شدتوں سے بے حال ہوتے اسکی کمر میں اپنے لمبے ناخن گاڑے تھے لیکن وہ ہر درد سے بے نیاز ہوتا میرال کو اور خود کو سکون کی وادیوں میں لیا گیا۔حازق خان کو کافی دیر ہو چکی تھی اور اس نے ایک بار بھی میرال کو سانس لینے کا موقع نہیں دیا تھا۔ مسلسل ایک دوسرے کی روح میں سفر کرنے سے دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی جبکہ جسم پسینے میں شرابور ہوتا بیڈ شیٹ کو گیلا کر رہا تھا۔۔۔

میجر!!!!۔۔۔۔۔۔میرال نے اپنی ٹوٹی آواز میں اسے پکارا تھا۔جس پر وہ اسکی پکار سنتا اس سے تھوڑی دیر کیلئے الگ ہوتا اسکے چہرے اور ماتھے پہ عقیدت سے اپنے لب رکھ گیا۔میرال بھی اسکی طرف سے مہلت پاتی پیار سے اسکی تھوڑی پہ لب رکھ گی جسے محسوس کرتے ہوئے حازق خان نے ایک جھٹکے میں اسے اپنے اوپر کیا تھا۔۔وہ اسکی کانچ سی بھوری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا اس میں ایک دفعہ پھر سے شدت سے سما گیا۔اس کے اس عمل سے میرال سرخ پڑتی اس پر سے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی جس پر حازق اس کو کمر سے جکڑ گیا۔۔

میری طرف دیکھوں میرا ساتھ دو!!۔۔۔۔۔حازق اس کو اپنی نظروں کے حصار میں لئے اپنے عمل میں تیزی کرنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔۔جس پر میرال تھوک نگلتے ہوئے اسکے سینے پہ ہاتھ جماتی سرخ چہرے سے اسکی منشاء پوری کرنے

لگی۔ آج اسے منانا تھا اور منانے کیلئے میرال کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔ دیوار پہ پڑتا میرال کا رقص کرتا سایہ حازق خان کے سکون کا باعث بننے لگا۔۔ اس دوران حازق خان وقتاً فوقتاً اسکے چہرے اور دھڑکنوں پر اپنے لبوں اور ہاتھوں کی جسارت کرنے میں مصروف تھا۔ میرال کی سانس پھول چکی تھی۔ وہ تھک کے پیچھے ہٹتی اس کے ساتھ اسکے سینے سے لپٹ کے لیٹ گئی۔۔

تمہیں بے شرم ہونے کیلئے گولیاں کھانے کی ضرورت نہیں ہے!! تمہیں بے شرم میں خود بنا دوں گی!! ماشاءاللہ سے 99٪ تم پہلے ہی ہو باقی ایک پرسنٹ میں دیکھ لوں گی۔۔۔۔۔ میرال اسکے سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑھتی اپنی شرم و حیا چھپانے لگی۔

آل رائٹ میرو میم!! پھر تو میں ایک چھٹی بھی نہیں کروں گا ایون ایکسٹرا کلاس بھی لیا کروں گا!!۔۔۔۔۔ حازق خان معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے بولا تھا جس پہ میرال زور سے اسکے ڈارک براؤن بال نوچ گی۔

تم جنگلی بلی۔۔!!۔۔۔ حازق خان کی کراہ بے ساختہ تھی۔ وہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں اگنور کیا تھا اور جان بوجھ کے مبارک باد نہیں دی تھی؟؟ ایسا بلکل بھی نہیں ہے بلکہ مجھے وہ اپنے اذیت میں گزارے لمحے یاد آئے تھے جو میں نے تمہارے بغیر گزارے تھے۔ اور یہ مناظر ایک دفعہ پھر سے یاد کرنے کے بعد میرا دماغ بند ہو چکا تھا، اس لئے تمہیں مبارک نہیں دے سکی۔ میرال اسکے سینے کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرتی مبارک نہ دینے کی وجہ بتانے لگی جس پر حازق خان اسکی تکلیف کو سمجھتا ہوا اسے مزید اپنے قریب کرتا اسکے سرخ و سفید گال پر اپنے لب رکھ گیا۔ کچھ ہی دیر تک باتیں کرتے کرتے وہ دونوں ایک دوسرے کا لباس بنے اپنے محرم کے پُرسکون حصار میں سو چکے تھے کیونکہ وہ دونوں پچھلی کئی راتوں سے مسلسل جاگ رہے تھے۔ تھکاوٹ سے جسم چور تھا۔۔

گلالئی نے کافی مشکل سے اپنے دونوں بچوں کو سلایا تھا، ان دونوں کے سونے کے بعد اس نے بے ساختہ شکر ادا کیا کیونکہ اسکا شوہر اس سے خفا ہو چکا تھا، وہ اسے منا لینا چاہتی تھی کیونکہ وہ تو خفا بھی ٹھیک سے نہیں ہوتا تھا، اسکی خفگی میں بھی پیار شامل تھا۔۔ کشمیر سے اسلام آباد آتے ہوئے وہ چاہے جتنی مرضی خفگی شو کر رہا تھا کیونکہ اس نے اپنے لالا

کے سامنے اسکی سائیڈ نہیں لی تھی، لیکن جب راستے سے ہمیشہ کی طرح اسے گجرے اور پھول خرید کے دیئے تو گلالئی کو ٹوٹ کے اس پہ پیار آیا، اس نے سنجیدہ چہرے سے اسے گجرے اور پھول تھمائے تھے، وہ اسکی خفگی کے اس انوکھے انداز پہ ہنسنا چاہتی تھی لیکن مسکراہٹ دبائے اسے دیکھتی رہی۔۔ اسے سفر کے دوران گلالئی سے باتیں کرنے کی عادت تھی چاہے وہ جواب دے یا نہ دے۔۔ جب وہ اس سے سخت ناراض تھی وہ تب بھی سفر کے دوران اس سے باتیں کرتا رہتا تھا، اپنی اس عادت کی وجہ سے وہ آج بھی کوئی بات شروع کرنے لگتا لیکن جب یاد آتا کہ وہ اس سے خفا ہے تو ساتھ ہی زبان کو بریک لگا کے گاڑی کی رفتار بڑھا دیتا، گلالئی نے آج اس پورے سفر کو کافی انجوائے کیا تھا۔

کیا کوئی اتنی خوبصورتی سے خفا ہو سکتا تھا جتنی خوبصورتی سے گلِ جاناں کے شاہ سائیں اس سے خفا ہوتے تھے!؟

احان شاہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا کیونکہ ان سب لڑکوں کی ہی عشاء کی نماز قضاء ہو چکی تھی، اسلامباد پہنچتے ہی سب نے نیچے پرئیر روم میں سب سے پہلے عشاء کی نماز ادا کی تھی، سب کو نماز پڑھتے دیکھ کے ارزم شاہ کو جب اپنے باپ کی لعن تن سننی پڑی تھی شرافت سے وضو کرتا انہی سب کے ساتھ نماز کے لئے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔۔

وہ شاید ابھی تک نیچے سب کے ساتھ تھا؟ گلالئی نے پرسوچ انداز سے کمرے کے بند دروازے کی دیکھتے اپنے قدم الماری کی طرف بڑھائے تھے۔۔ گلالئی کے لئے تحفے خریدنا احان شاہ کا پسندیدہ مشغلہ تھا، وہ جب بھی کام سے فارغ ہوتا تھا بیوی کے لئے تحفے خریدنے نکل جاتا تھا۔۔ وہ الماری کھول کے اس کے دیئے گئے تمام تحفے الٹنے پلٹنے لگی۔۔

اسے منانے کے لئے آج وہ اسکی لائی گئی وہ تمام نائنٹیز غور سے دیکھ رہی تھی جنہیں ایک ہی دفعہ میں دیکھ کے وہ سرخ پڑتی اپنی الماری میں چھپا کے رکھ دیا کرتی تھی، وہ ان تمام نائنٹیز کو دیکھتی روہانسی ہو رہی تھی کیونکہ مجال تھی جو ایک بھی نائٹی قابلِ قبول ہو؟ وہ تمام نائنٹیز باڈی ریولنگ تھیں، خیر کچھ ہی دیر میں وہ احان شاہ کی اس ذرا سی خفگی کو دور کرنے کے لئے دل پہ پتھر رکھتی ایک میرون کلر نائٹی سیلیکٹ کر چکی تھی۔ نائٹی کافی بے باک تھی لیکن شوہر کے سامنے پہننے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا کیونکہ وہ ہر اینگل سے اسکے بدن کی ایک ایک گہرائی دیکھ چکا تھا۔۔ وہ لال سرخ پڑتے خود کو سمجھاتی بجھاتی یہ نائٹی تھامتے ہوئے ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 134 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

گل نے کافی محنت کرتے ہوئے خود کو اس بے باک نائٹی پہننے کیلئے راضی کیا تھا۔۔ حالانکہ اس نائٹی کو دیکھتے ہی اس کے گال تپ کے انگارہ ہو رہے تھے۔۔ وہ اسے پہن کر اپنے شاہ سائیں کے سامنے کیسے جائیں گی؟ یہ سوچ کے ہی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں لیکن آج گل نے خود سے فیصلہ لیا تھا وہ اپنے شاہ سائیں کو منائے گی چاہے اسکی خفگی چٹکیوں میں اڑائی جاسکتی تھی۔ لیکن روٹھنے کا حق اس کا بھی بنتا ہے اور گل اسکی لاڈلی اور اکلوتی بیوی تھی، اگر وہ اسے پیار سے منالے گی تو میں اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ وہ بھی گلالئی کی توجہ، پیار، مان، اہمیت، یہاں تک اسکے وجود پہ دسترس بھی رکھتا ہے۔ جب گلالئی کے وجود کا ایک ایک انچ سید احان شاہ کا ہے تو پھر گلالئی اس کو منانے کیلئے اپنے وجود کا استعمال کیوں نہ کرے؟؟۔۔ جو کہ گلالئی کے پاس اسکی امانت ہے۔۔

گلالئی کا وجود تو کیا اس میں چلتی ایک ایک سانس پر احان شاہ کا حق ہے۔۔ گلالئی باتھروم میں میرون نائٹی زیب تن کئے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کے شرما رہی تھی۔ اسکی شدتیں یاد کرتے ہوئے دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا لیکن ساتھ ساتھ خود کو ہمت بھی دے رہی تھی۔ یہ سب کچھ سہنے کے لئے۔۔

گلالئی ابھی آئینے کے سامنے کھڑی خود کو تسلیاں دے رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی ۔ احان شاہ کے بھاری بوٹوں کی آواز سن کے گلالئی کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔۔ وہ تیزی سے اپنی چلتی سانسوں کو آہستہ کرنے کیلے اپنے سینے پہ دونوں ہاتھ رکھتی انہیں نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی جبکہ شرم اور ڈر کے مارے اس کے ماتھے پہ ننھی پسینے کی بوندیں نمودار ہو رہی تھیں جسے وہ پاس پڑے ٹاول کو اٹھا کے صاف کر گئی۔ اور ایک لمبی سانس اندر کی جانب کھینچتی باہر نکلنے کی تیاری کرنے لگی۔۔

احان کی نگاہوں نے کمرے میں آتے ساتھ ہی گل کو ڈھونڈا تھا۔۔ اسے کہیں نہ پا کر باتھروم کے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔۔ اندر پانی کا شور سن کر وہ پھر سے پیچھے ہٹتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔ اس نے گل کو آواز نہیں لگائی تھی اور لگانی بھی نہیں تھی کیونکہ وہ آج اس سے خفا تھا۔۔ وہ صرف اسے کمرے میں اپنے سامنے نہ پا کر اسکو تلاش کرتے ہوئے باتھروم کی طرف بڑھا تھا اور یہ تسلی کرنے کے بعد کہ وہ اندر ہی تب پیچھے ہٹ گیا۔

""جن چہروں کو روز دیکھنے کی عادت پڑ جائے۔۔ پھر اگر ان چہروں کی زیارت نہ کی جائے تو اس لمحہ انتظار میں انسان کو اپنی آنکھوں کی بینائی جاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے" من پسند شخص کے دیدار کی طلب بھی کیا چیز ہے۔۔ وہ سامنے ہو تو ان آنکھوں کو شرم وحیاء، لحاظ و مروت آڑے آجاتا ہے، اسکی ایک جھلک دیکھنے کے لئے نگاہیں اوپر نہیں اٹھائی جاتی لیکن اگر من پسند شخص چند لمحوں کیلئے آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو پھر یہی آنکھیں اسے تلاشنے کیلے ان چند لمحوں میں سات براعظموں کا سفر طہ کر جاتی ہیں۔ اور بے چینی سے اسے ایک بار دیکھنے کیلے تڑپنے لگتی ہیں کہ کہیں اسکے شفا کی مانند چہرہ کا دیدار نصیب ہو جائے اور ان مریض اور مسافت زدہ آنکھوں کو سکون مل جائے۔۔۔۔ عشق اور محبت جیسے جزبات کی شروعات ہمیشہ آنکھیں ہی کرتی ہیں کیونکہ سب سے پہلے اسے ہی وہ انسان اچھا لگتا ہے ۔۔ پھر یہ آنکھیں اس انسان کو لیکر دل و دماغ تک جاتی ہیں اور اپنے اس اچھے لگنے والے عمل میں ان دونوں کو شریک کرتی ہیں پھر آنکھوں کے زریعے دل اور دماغ میں اترنے والے انسان سے جسم کا ہر اعضاء محبت کرنے لگتا ہے۔۔ پھر یہی آنکھیں دیدار یار کرواتی جاتی ہیں اور دل و دماغ کے ساتھ جسم کے ہر ایک اعضاء کو سکون پہنچاتی جاتی ہیں لیکن اگر وہ انسان جو کہ آپ کی آنکھوں کو اچھا لگا تھا اور وہ آپ کو میسر نہیں ہے تو سب سے زیادہ تکلیف آنکھوں کے حصے میں آتی ہے کیونکہ دل و دماغ اور جسم کے ہر حصے کی تکلیف اور اذیت انہی آنکھوں سے ہو کے نکلتی ہے آنسوؤں کی صورت میں۔۔ قدرت کا نظام ہے جہاں سے ابتدا ہوتی ہے وہی پہ انتہا بھی ہوتی ہے۔۔ بالکل اسی طرح اگر شروعات آنکھیں کرتی ہیں تو پھر انتہا بھی انہیں پہ آکے ہوتی ہے۔۔۔

بیڈ پہ بیٹھتے ہی احان نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر سوئے ہوئے یاور اور یسری کو پیار سے چوما تھا۔۔ اسکے لمس پہ یسری پر سکون ہو کے سوتی رہی لیکن یاور اسکی مونچھوں کی چبھن محسوس کر کے اپنا سر ادھر ادھر مارنے لگے اور اپنا جسم اکڑانے لگے۔۔ شاید اسے اس وقت باپ کا پیار پسند نہیں آیا تھا۔۔ دیکھ بھی رہے ہیں کہ میں سو رہا ہوں پھر بھی اپنی نوک دار مونچھیں میرے منہ پہ مار رہے ہیں۔۔ یاور کے چہرے کے بگڑتے زاویے شاید نہیں یقیناً احان شاہ سے یہی سب کچھ کہہ رہے تھے۔۔ یاور کے چہرے کے تاثرات اور اسکو اٹھتا دیکھ کے احان شاہ اپنا چہرہ تیزی سے پیچھے کر گیا۔۔

میرے بیڈ پہ میری ہی جگہ پہ سو رہا ہے اور مجھے ہی نخرے دیکھا رہا ہے ٹڈے!!!!۔۔۔ احان شاہ اب اسے آہستہ سے تھپتھپاتے ہوئے مصنوعی غصے سے مخاطب ہوا تھا جس پہ یاور نیند میں اپنا چہرہ دوسری جانب کر گیا جیسے کہہ رہا ہو" بابا مجھے آپ کی باتوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔" اسے یوں چہرہ پھیرتے دیکھ کر احان شاہ حیران ہوا تھا۔۔ خیر وہ اتنے چھوٹے سے اپنے لخت جگر کے ساتھ کیا ہی کر سکتا تھا سوائے برداشت کرنے کے۔۔ احان اب بیڈ سے اٹھتا اپنی واچ اور جوتے اتارنے کے بعد اپنی قمیض کی سلیوز اوپر فولڈ کرتا ٹیرس کی جانب بڑھ گیا۔۔ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ اور لائٹ نکال کے اسے سلگانے لگا۔۔ سگریٹ سلگانے کے بعد وہ ہر تھوڑی دیر بعد اسے اپنے عنابی ہونٹوں میں دباتا گہرے گہرے کش بھرتے ہونٹوں اور ناک سے دھواں نکالنے لگا۔۔

کافی دیر کمرے میں خاموشی محسوس کرتے ہوئے گل نے باتھروم کا دروازہ کھولا اور اپنا زرا سا منہ باہر نکال کر کمرے میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے دو سے تین بار جھانک کر دیکھا تھا لیکن احان شاہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔۔ کیا وہ اس سے اتنا ناراض تھا کہ کمرے میں آ کے واپس چلا گیا تھا؟؟۔۔ اسے ایک بار آواز بھی نہیں دی؟؟۔ گلالئی اپنی نم ہوتی آنکھوں سے یہ سب کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے اسی میرون نائٹی میں باتھروم روم سے باہر نکل آئی۔ باہر نکلتے ہی اسکی سب سے پہلے نظر ٹیرس پہ کھڑے احان شاہ کی چوڑی پشت پہ پڑی تھی۔۔ اسکے چہرے کی سائیڈ سے اڑتا دھواں وہ آسانی سے دیکھ سکتی وہ شاید سیگریٹ پی رہا تھا؟۔ اسے دیکھتے ہی گلالئی پر سکون ہوئی تھی وہ اس سے ناراض ضرور تھا لیکن اسے چھوڑ کے حویلی سے باہر نہیں گیا تھا۔ گلالئی اپنی چھوٹی نائٹی کو کھینچ کھینچ کے نیچے کرتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی، اس پہ پڑے احان کے آج کشمیر سے واپسی پہ دلائے گئے گجرے اٹھا کے اپنی نرم و نازک کلائیوں میں پہننے لگی۔۔ گجرے پہننے کے بعد وہ اپنے کھلے لمبے سلکی بالوں میں برش کرتی خود پہ احان شاہ کی پرفیوم کا چھڑکاؤ کرنے لگی۔ اور اس پہ تضاد اپنے ہونٹوں پہ لپ گلوز لگانے کے بعد خود کو ایک نظر پھر سے آئینے میں دیکھتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ ٹیرس کی جانب بڑھ گئی۔۔ گل اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ہو کے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے اسے پکارنے کی ہمت کرنے لگی جبکہ احان شاہ گلالئی کے بدن میں ملتی جلتی پرفیوم کی اس خوشبو سے ہی اسے محسوس کر چکا تھا لیکن پلٹا نہیں تھا کیونکہ وہ اسکی پکار کا منتظر تھا جو اس کے کانوں میں ہمیشہ رس گھولتی تھیں۔ شا!!!! شاہ!!!!! شاہ سائیں!!۔۔۔ گل نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو میں رکھتے ہوئے

اسے پکار تھا لیکن اسکی پہلی پکار پہ احان شاہ نہیں پلٹا تھا۔۔وہ کیوں پلٹتا؟ اسکی جرآت کیسے ہوئی اپنے لالا کے ساتھ مل کے اسے تنگ کرنے کی؟ وہ ہمیشہ اپنے لالہ کی سائیڈ کیوں لیتی تھی۔۔ آج تھوڑا تنگ کرنے کا موقع احان شاہ کے پاس تھا۔۔۔اب دیکھنا یہ تھا گلالئ احان شاہ کیسے اپنے شاہ سائیں کو اپنی محبت، عمل اور الفاظ سے معتبر کر کے اسے خاص بناتی ہے۔۔گلالئ احان کو دو دفعہ پکار چکی تھی لیکن اس نے پیچھے پلٹ کے نہیں دیکھا تھا۔اب کی تیسری بار گلالئ نے اپنی آواز تھوڑی سی اونچی کی اور پھر سے پکارا۔اس دفعہ احان شاہ اپنے لبوں سے سگریٹ نکال کر اپنی دو انگلیوں میں دباتے ہوئے پیچھے مڑ گیا اور اسکے پیچھے مڑنے کی دیر تھی جب اسکی نظریں گلالئ کے روپ سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھی۔۔وہ پہلے چند لمحے تو کچھ بول ہی نہ سکا۔وہ تو حیران ہوا تھا اپنی معصوم سی گل کی ہمت پہ جو اسے منانے کیلے اس کی مرضی کے روپ میں ڈھلی کھڑی تھی۔وہ اسکی من پسند نائٹی میں اور لائے گئے گجروں میں احان شاہ پہ قیامت ڈھا گی تھی۔۔وہ دنیا جہاں کا ہوش بھلائے ندیدوں کی طرح مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔اسکے ہاتھوں کی انگلیوں میں سلگتا سگریٹ کب سے ختم ہو کے اسکی انگلیاں جلا رہا تھا لیکن سید احان شاہ ہر درد سے بے نیاز اسکے جادوئی روپ میں کھویا کھڑا تھا۔گلالئ اسکی نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی سرخ چہرہ لئے کھڑی تھی جب اسکی اچانک نظر احان کی جلتی ہوئی انگلیوں کی طرف گی۔۔

شاہ سائیں!!!۔۔۔وہ اسے پکارتے ہوئے تیزی سے اسکی جانب لپکی اور بچا ہوا سگریٹ نکال کر دور پھینک گئی۔۔وہ فکر مندی سے اسکی انگلیوں کے زخم کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر اسکے سرخ و سفید ہاتھ کی جلی ہوئی انگلیوں کو اپنی نازک انگلیوں سے سہلانے کے بعد نم آنکھوں سے نرمی سے ان پہ اپنے لب رکھ گئی۔۔ آج گلالئ کی ہر ادا احان شاہ کو بری طرح سے گھائل کر رہی تھی۔

آئی ایم سوری!!!!۔۔۔۔۔وہ اسکی زخمی انگلیوں کو اپنے ایک ہاتھ میں تھامے اسکے پیروں پہ جڑتی اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لے جانے کی کوشش کرنے لگی لیکن دراز قد احان شاہ تک پہنچنا چھوٹی سی گلالئ کے لئے مشکل تھا۔۔ وہ اسکے یوں سوری بولنے پہ پرسکون ہوتا آج جان بوجھ کے اپنی گردن مزید اکڑا کے کھڑا اپنی ڈکیٹ پٹھانی کی حرکتیں انجوائے کر رہا تھا۔۔

کیا مصیبت ہے میں اتنی چھوٹی کیوں ہوں؟؟ اور آپ اتنے لمبے کیوں ہیں؟؟ مجھے خود سے لمبے انسان بلکل بھی نہیں پسند۔۔۔۔ گلالئ اسکے چہرے تک پہنچنے میں ناکام ہوتی جھنجھلاتے ہوئے اپنے درمیانے اور اسکے لمبے قد پر افسوس کرنے لگی۔ اسکا قد ایزل سے تھوڑا لمبا تھا، آج اسے ایزل کا دکھ سمجھ میں آیا تھا کہ وہ کیوں اپنے چھوٹے قد کو لے کے اتنی حساس ہے؟ اسکے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو دیکھ کر احان شاہ اپنی ہنسی ہونٹوں میں دبا گیا لیکن اسکی ہنسی گلالئ نوٹ کر چکی تھی جس پہ وہ اسکی قمیض کے کالر کو زور سے کھینچ کے اپنی طرف جھکاتی اسکے عنابی لبوں کے ساتھ اپنے گلابی لب جوڑتی ان پر زور سے اپنے دانت گاڑھ گئی۔۔ پہلے تو احان شاہ اسکی جسارت پہ حیران ہوا تھا جو اسے آج جھٹکے پہ جھٹکے دے رہی تھی وہ بھی 440 واٹ کے۔۔۔۔ پھر اسکے لب کترنے والی ادا پہ اندر تک سرشار ہوتا اسے کمر سے پکڑے زمین سے اوپر کی طرف اٹھا گیا۔۔ گلالئ ہنوز اسکے لبوں سے لپٹی ہوئی تھی اسے یوں خود کی سانسیں چراتا دیکھ کر احان شاہ اسکی کمر پہ اپنے ایک ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتا دوسرا ہاتھ نرمی سے اسکے بالوں میں پھنساتے ہوئے شدت سے اس کے لبوں کو سک کرنے لگا۔۔ وہ کتنی ہی دیر گلالئ کی نازک پنکھڑیوں کا رس نچوڑتا رہا تھا۔ کافی منٹوں بعد بالآخر گلالئ کو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھی وہ اپنا پورا زور لگا کر اسکے لبوں سے اپنے لب اور زبان آزاد کروا گئی۔ احان شاہ اپنے بھیگے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے گلالئ کی گردن پہ جھکتا اسے زور سے اپنے دانتوں میں دبانے لگا۔۔ گلالئ نے سسکتے ہوئے اسکے کندھے تھامے تھے۔۔

بہت شوق ہے تمہیں اپنے لالا کی سائیڈ لینے کا؟؟۔۔۔ احان شاہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے نروٹھے پن سے بولتا جواباً اسکے نفی میں ہلتے سر کو دیکھ کے پھر سے اسکی گردن کی سائیڈ پہ جھکتا اپنی پوری شدت سے یہاں دانت گاڑ گیا۔ کتنی تیز تھی وہ اپنے لالا کے سامنے اسکی سائیڈ لینے کے بعد اب شوہر کے سامنے معصومیت سے اشاروں میں جواب دے کر کام چلانا چاہ رہی تھی؟ گلالئ نے بمشکل اپنی سسکی دباتے اسکا شدت سے بھرپور انداز برداشت کیا تھا۔ گلالئ کو اپنے بازوؤں میں بن آب مچھلی کی طرح مچلتے دیکھ کے وہ اسکی گردن پہ اپنی بنائی گئی لو بائٹ پہ زبان پھیرنے لگا۔

وہ سالا ہمیشہ میرے سامنے فلیکس کرتا ہے اور تم بجائے اپنے لالا کو سمجھانے کے اس کا ساتھ دیتی ہو؟۔۔۔۔ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکے چہرے کے مقابل کرتا وہ دانت پیس کے مدھم آواز میں شکوہ کرتا اسکے معصومیت سے لبریز چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

میں نے ایسا بھی کیا بول دیا!!۔۔۔۔وہ معصومیت سے اسکی قمیض پہ اپنی انگلی کی مدد سے ڈیزائن بناتی منہ پھولا کے بولی، احان شاہ اسکے پھولتے چہرے کو گھور کے دیکھتا اسکے بھیگے ہونٹوں پہ نرمی سے دانت گاڑتا اسے ستانے لگا۔ گلالئ کو دل میں گدگدی سی ہوئی تھی، وہ مسلسل اسکے ہونٹوں پہ اپنے دانت نرمی سے رگڑ رہا تھا، وہ تھوک نگلتے اپنا چہرہ پیچھے کرنا چاہ رہی تھی جب احان شاہ کے ہاتھ اگلے ہی پل گل کی نائٹی میں الجھتے اسے نیچے کھسکانے کا باعث بننے لگے۔

ش۔۔شاہ۔۔س۔۔گلالئ اسکی اتنی بے تابی توڑ توڑ کے اسکا نام لیتی اسے پکارنا چاہ رہی تھی جب احان شاہ اسکی نائٹی مکمل طور پہ کھسکاتا اسے نیچے زمین پہ کھڑا کر چکا تھا۔۔اسے اسکی نائٹی کو کھسکانے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا، گلالئ سرخ پڑتی اسکے سینے میں اپنا چہرہ گھسیرنے لگی۔

شش!! مجھے ٹھیک سے دیکھنے دو!!۔۔۔احان شاہ اسکی چھپنے کی کوشش ناکام بناتا اسے نرمی سے اپنے سینے سے الگ کرتا پھر سے خود کے مقابل کر گیا۔ اسکے بدن کو اپنے سامنے یوں دیکھتے ہوئے احان شاہ کی آنکھوں میں خمار کی سرخی چھائی تھی۔۔

کیا تم نے اپنے لالا سے سفارش کروائی تھی کہ تم آج کی رات کشمیر رہنا چاہتی ہو؟؟۔۔۔۔وہ اسکے بدن کو اپنی بے باک نگاہوں کے حصار میں لئے اسکی گردن اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہلاتا سوال کرنے لگا۔

ن۔ نہیں۔۔تو!!۔۔۔گلالئ نے فوراً سے انکار کرتے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

پھر وہ سالا ہماری واپسی کے دوران تمہیں اور بچوں کو آج کی رات پھر سے روکنے کا شوشہ کیوں چھوڑ رہا تھا؟۔۔۔۔

احان شاہ دانت پیس کے کے بولتا اب اپنی انگلی اسکی گردن سے نیچے کی طرف ٹریس کر رہا تھا۔

ایسے ہی پیار سے تنگ کرتے ہیں آپ کو اور آپ یوں غصے سے منہ پھولا کے بیٹھ جاتے ہیں!!۔۔۔۔گلالئ معصومیت سے ناک سکوڑتی اسکے سامنے پھر سے اپنے لالا کی سائیڈ لے رہی تھی جس پہ احان شاہ نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں۔

چھوڑیں مجھے! ایک تو آپ کے لئے اتنا واحیات لباس پہن کے ماڈلوں کی طرح گھوم رہی تھی اور آپ نے یہ بھی میرے وجود پہ ٹکنے نہیں دیا!۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئ اسکی گھوریوں پہ خفگی سے بولتی اسکی بانہوں سے آزاد ہونے کی

کوشش کرنے لگی، احان شاہ نیچے زمین پہ گری اسکی نائٹی کو دیکھ کے مسکراہٹ دباتا جھک کے اسکے بالوں سے اٹھتی مہک انہیل کرنے لگا۔۔

شوہر کے سامنے ماڈل بن کے گھومنے سے پہلے یہ جان لینا چاہئیے کہ وہ میری اس پیش قدمی پہ بے تاب ہوتا میرے ساتھ ساتھ اپنے وجود پہ بھی لباس ٹکنے نہیں دے گا!۔۔۔وہ بے باکی سے سرگوشی نما آواز میں گویا ہوتا اسکے بالوں کی خوشبو محسوس کرتے بے خود ہوتا اسکے گالوں اور گردن پہ اپنی شدت کے سرخ نشانات چھوڑ رہا تھا۔ گردن کے بعد اپنی دھڑکنوں پہ احان شاہ کی بیرڈ کی چبھن محسوس کرتی گلالئ مدہوش ہوئی تھی، وہ سسکی بھرتی اسکا چہرہ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے لگی، اسکی ذرا سی مزاحمت پہ احان شاہ بے قراری سے خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا گلالئ کو اپنی مضبوط بانہوں میں بھرتا سائیڈ پہ پڑی چیئر پہ اپنی گود میں لے کے بیٹھ گیا۔ احان اور گل کے کمرے کا ٹیرس حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف تھا۔۔ پوری حویلی بیک سائیڈ سے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی بس فرنٹ پہ کچھ ضروری لائٹس جل رہی تھی۔ باہر ہر طرف اندھیرا تھا کچھ بھی دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ جبکہ گلالئ نے ٹیرس کی طرف آتے اپنے ایک ہاتھ کو آگے بڑھاتے کمرے کی لائٹ آف کی تھی۔۔ بس کمرے میں جلتے زیرو بلب کی تھوڑی تھوڑی روشنی پڑ رہی تھی جس سے وہ دونوں قریب سے نگاہیں ملا کے ایک دوسرے کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔

شاہ سائیں کمرے میں چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔ احان شاہ کو چیئر پہ بیٹھتے دیکھ کے گلالئ اپنی اور اسکی حالت پہ نظریں چرا کے بولی تھی۔۔

نہیں اندر بچے سو رہے ہیں! تمہاری چیخوں سے اٹھ جائیں گے۔۔ احان شاہ نفی میں سر ہلا کے گھمبیر آواز میں جواب دیتا اسکی ٹانگیں اپنے دائیں بائیں کرنے لگا۔۔ اسکے ہونٹوں کو پیار سے چومتے وہ اسکی کمر پہ اپنی انگلیوں کا لمس چھوڑتے گلالئ کو ٹھیک سے اپنی لیپ میں ایڈجسٹ کرنے لگا۔۔ اسکے مزید قریب ہوتا وہ گلالئ کی نازک کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ کر اپنے لب اسکے لبوں کے ساتھ جوڑتا ایک جھٹکے سے گلالئ کی روح کی گہرائیوں میں سرائیت کر گیا۔۔

اہہہہ شاہ سائیں!!!!۔۔۔۔۔۔۔ اسکے جنونی جھٹکے پر گلالئ کی چیخ بے ساختہ تھی جسے تیزی سے وہ اپنے ہونٹوں میں دبا گیا۔۔ اسکے شدت بھرے انداز پہ گلالئ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر سیدھا احان شاہ کے چہرے پہ گرے تھے

جنہیں وہ لبوں سے چنتا اب آہستہ آہستہ اپنے عمل میں مزید شدت لاتا جارہا تھا لیکن نیچے ہونے کی وجہ سے وہ اس عمل سے پر سکون نہ ہو پایا۔۔وہ گل کی کمر کو مضبوطی سے پکڑے اسے حرکت دیتے ہوئے وہ اپنے عمل میں شدت لانے کی کوشش کرنے لگا۔

شاہ سائیں!!!!! ۔۔۔۔ایک اپنی کمر پہ اسکے ہاتھوں کی سخت گرفت اور دوسرا اسکے درد بھرے عمل پہ گلالئ بے ساختہ اسے سسکیوں کے درمیان پکار اٹھی تھی۔۔

دو بچوں کی ماں بننے کے بعد کم از کم اب تو مجھ سے مت ڈر کرو گلِ جاناں!! صرف مجھے خود میں محسوس کرو۔۔۔۔۔۔ احان شاہ اسکے دل کے مقام پر لب رکھتا محبت سے لبریز لہجے میں بولا۔۔گلالئ سرخ پڑتی اپنے دونوں بازو اسکی گردن کے گرد لپیٹ کر اپنے لرزتے وجود پر قابو پا رہی تھی۔جبکہ گلالئ کے بال احان شاہ کے چہرے پہ بکھرے ہوئے تھے اور وہ اسکے سینے میں منہ چھپائے اسکی دھڑکنوں کو آپنے ہونٹوں اور دانتوں سے نرمی سے چھونے اور کاٹنے لگا۔۔

شاہ سائیں!!! بس کریں!!!۔۔۔۔گلالئ اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھتی اسکے سر کے ساتھ اپنا ٹکاتے اسکی شدتوں کی تھکن سے چور ہوتی احان کو اپنی طرف متوجہ کروانے لگی۔۔وہ کافی دیر سے مسلسل اسکے وجود سے لپٹا ہوا تھا، ایک پل کیلئے بھی اسے نارمل ہونے کی مہلت نہیں دی تھی۔۔اس کے پسینے سے بھیگے اور اپنی شدتوں سے نڈھال ہوتے بدن کو دیکھ کر احان اسے خود کے ساتھ لپیٹے چیئر سے اٹھا تھا، شاید وہ اب کمرے میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا جب اچانک یاور کی زور زور سے رونے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔یاور کے رونے سے یسری بھی اٹھ چکی تھی۔اور اسے نے بھی رونا سٹارٹ کر دیا تھا۔۔

یہ پہلے تو نہیں اٹھتا تھا پھر آج کل کیوں اتنا بگڑ گیا ہے؟ اور اپنے ساتھ ساتھ میری بیٹی کو بھی بگاڑنے کی کوشش کر رہا ہے سالا میرا!!۔۔۔۔۔اپنے رومانس میں خلل ڈلنے پر احان شاہ دانت پیس کے بولتے گلالئ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جبکہ گلالئ اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی تا کہ اپنے بچوں کو جا کے چپ کروا سکے۔میں ان کو سلا کے اپنا کام یہی سے کانٹینیو کروں گا!!مجھے صرف پانچ منٹ دو!!۔۔۔احان شاہ اپنی من چاہی بیوی کو بانہوں سے آزاد کرتا اپنا لباس زیب تن کرتے چٹکی بجا کے مدھم گھمبیر آواز میں بولتا اندر بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔بیڈ پہ بیٹھتے سب

سے پہلے یسری کو اپنے سینے سے لگایا اور پھر دوسرا ہاتھ بڑھاتے ہوئے یاور کو تھام گیا۔وہ اپنے دونوں بچوں کو تھپتھپا کے سلانے کی کوشش کرنے لگا۔۔

ان کو بھوک لگی ہے دودھ پیئے بنا نہیں سوئیں گئے۔۔۔گلالئ جو وہی نائٹی ذیب تن کرنے کے بعد احان کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی،احان کو یوں خالی پیٹ بچوں کو سلانے کی کوشش پہ اسے مدھم آواز میں آگاہ کرنے لگی

۔۔

کمرے میں آتے ہی یہ دونوں تم سے اپنا حق اور وقت لے چکے ہیں!! یہ میرا ٹائم ہے اور اس وقت میرے سوا تمہاری دھڑکنوں کو کوئی نہیں چھوئے گا اور تم دیکھو آج میں تمہیں انہیں بھوکے پیٹ سلا کے دیکھاؤں گا گل جاناں!۔۔۔احان شاہ آنکھوں میں اسکے وجود کی تڑپ لئے گلالئ کی بات کا جواب دینے لگا۔۔جبکہ گلالئ احان کی تڑپ بھانپ چکی تھی۔وہ اس کو بچوں میں مصروف ہوتا دیکھ کے تیزی سے باتھروم کی طرف شاور لینے کیلئے بھاگ گئی۔

شاور لے کے فضول میں پانی ضائع مت کرنا کیونکہ میں پھر سے تمہیں شاور لینے پہ مجبور کر دوں گا۔۔۔۔۔احان شاہ اسکے یوں برق رفتاری سے بھاگنے پہ قہقہ لگاتے ہوئے اپنی گل جاناں سے مخاطب ہوا تھا جو اسکی پکار سنی ان سنی کرتی باتھروم میں بند ہو چکی تھی۔۔یسری اپنے باپ کا لمس پاتے ہی رونا بند کر چکی تھی۔جبکہ یاور کا سپیکر ہنوز آن تھا۔یاور کے یوں رونے پہ دونوں باپ بیٹی کو غصہ آرہا تھا۔باپ کے رومانس کی اس نے ماں بہن ایک کی تھی جبکہ یسری کی نیند بلاوجہ سے خراب کر گیا۔یاور کو نہ چپ ہوتا دیکھ کر یسری نے اپنے سر موو کرتے ہوئے اپنا چہرہ یاور کی طرف گھمایا تھا اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو آگے بڑھاتے ہوئے یاور کے ایک کان کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر اپنے ماتھے پہ ننھے بل لئے زور سے اپنی طرف کھینچنے لگی جس نے ایک تو اسکی نیند خراب کی تھی اور اوپر سے رونا بھی نہیں بند کر رہا تھا تو یسری نے اسکی ٹیونگ کرنا بہتر سمجھا تھا۔یسری بہت معصوم اور صابر بچی تھی۔لیکن اپنی نیند میں خلل وہ بلکل بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔۔۔اسلئے شاید اسے نے یاور کو آئندہ کیلئے محتاط رہنے کی تلقین کی تھی۔۔یسری کے یوں یاور کا کان نوچنے پہ احان شاہ بوکھلاتا ہوا یسری کے ننھے سے ہاتھ یاور کا کان آزاد کروا گیا۔۔جبکہ یاور نے اور زور وسے

رونا شروع کیا تھا۔۔یاور کو یوں ہچکیوں کے ساتھ دکھی روتے دیکھ کے احان نے یسری کو بیڈ پہ لیٹا دیا۔اور یاور کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔۔

یاور میرا بیٹا، میرا پیارا شہزادہ!!!!۔۔۔۔۔۔۔احان اسے محبت سے لبریز لہجے میں پکارتا اسے کے چہرہ اور سرخ ہوتے کان پہ اپنے لب رکھ گیا۔۔باپ کو یوں خود سے پیار کرتا دیکھ کر یاور کی ہچکیوں میں کمی آئی تھی، جبکہ نیلی سمندری آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے جن پہ احان شاہ نے بے حد محبت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔احان یاور کو اپنے سینے سے لگاتا بیڈ پہ پڑی یسری کو دیکھنے لگا جو کہ منہ دیوار کی طرف کر کے پھر سے سو چکی تھی۔۔شاید وہ اپنے باپ سے ناراض ہو چکی تھی جس نے اسے اپنی بانہوں میں سلانے کی بجائے بیڈ پہ لیٹا دیا تھا۔۔آج احان شاہ کو پتہ چلا تھا دو بچے کرنا آسان ہے لیکن انہیں ہینڈل کرنا کتنا مشکل ہے۔۔بیس منٹ گزر چکے تھے۔اور احان کافی تگ و دو کے بعد بچوں کو بھوکا سلانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔خیر بھوکے تو وہ نہیں تھے اسکے کمرے میں آنے سے پہلے اچھا خاصا پیٹ بڑھ چکے تھے۔۔ابھی احان یہی سب سوچ رہا تھا جب گلالئ گرے باتھ روب میں ملبوس اپنے گیلے بالوں کے ساتھ لباس پہننے کی غرض سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی تھی۔۔احان اسے دیکھتے ہی یاور کو اپنے سینے سے ہٹا کے احتیاط سے یسری سے کچھ فاصلے پر لیٹا گیا۔۔وہ ان دونوں کے ارد گرد تکیے رکھتا نرمی سے ان دونوں کے چہروں پہ بوسا دیتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ڈریسنگ روم میں داخل ہوا تھا۔سامنے کھڑی گلالئ لباس نکالنے میں مصروف تھی ۔۔وہ تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اسے پیچھے سے تھام گیا۔۔

منع کیا تھا نہ کہ شاور نہیں لینا!؟بے کار میں وقت ضائع کیا تم نے۔۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی کان کی لو اپنے دانتوں میں دباتا ایک جست میں اسکے جسم سے گرے باتھ روب جدا کر گیا۔۔

شاہ سائیں!!نہیں!! میں نے ابھی شاور لیا ہے! پھر سے نہیں لے سکتی اور میں اب تھک گئی ہوں! مجھے نیند آ رہی ہے!!۔۔۔گلالئ تھوک نگلتے ہوئے احان کو اپنے جزبات پہ لگام دینے کی ہدایت کرنے لگی۔۔

تمہاری تھکن بھی اتارو گا اور تمہیں شاور بھی اپنے ہاتھوں سے دلاؤں گا اسلئے چپ چاپ فی الحال میری تھکن اتارنے میں میرا ساتھ دو۔۔۔احان شاہ بہکے انداز میں کہتا گلالئ کو پیچھے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔اسکی ایک ٹانگ کو تھائی سے پکڑتے وہ اسے تھوڑا سا اوپر کی جانب کرتا خود کو اسکی ٹانگوں کے درمیان مزید نزدیک کرتے ایک دفعہ پھر بے صبری

سے اپنا آپ اسکی گہرائیوں میں منتقل کر گیا جس پہ اب گلالئ کی آہوں کی آواز پورے ڈریسنگ روم میں گونج رہی تھی۔۔وہ اپنی شدتوں میں اصافہ کرتا اس میں آخری حد تک سمایا تھا۔وہ مسلسل گلالئ کو اپنے عمل سے پیچھے پش کرتا اسکی کمر میں درد کا باعث بن رہا تھا کیونکہ گلالئ کی کمر اسکی شدتوں کی وجہ سے بار بار دیوار سے ٹکرا رہی تھی جس پر گلالئ نے اپنی آہوں کے درمیان اسکے کندھے پہ زور سے دانت گاڑھے تھے۔۔احان شاہ پہ اس کے دانت گاڑنے کا زرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔۔کیونکہ وہ اس وقت اس میں کھویا اپنی طلب پوری کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔۔احان شاہ اسکے سینے پہ بکھرے گیلے بالوں سے نکلتی پانی کی بوندوں کو اپنے لبوں سے سک کرنے لگا۔۔وہ مسلسل اسے خود میں لپیٹے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ شدت پسند ہوتا جا رہا تھا۔۔

احان اب گلالئ کی دونوں ٹانگوں کو پکڑے اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے اپنی کمر کے گرد لپیٹ گیا۔اور اسکی روح میں جنون کی حد تک سماتے ہوئے خود کو اور گلالئ کو لذت کی انتہا تک لے گیا۔۔اسکے اس قدر جنونی انداز پہ گلالئ کی مدہوش کن سسکیاں رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔صد شکر تھا ڈریسنگ روم کا دروازہ بند تھا ورنہ گلالئ کی چیخوں سے بچوں نے پھر سے اٹھ جانا تھا اور احان شاہ کے رومانس کا پروگرام وڑ جانا تھا۔۔

گلالئ اپنے بازوؤں میں یاور کو اٹھائے روہانسی ہوتی سیڑھیاں اتر رہی تھی، احان شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی سے نکلا تھا، وہ جب سے ضروری کام سے نکلا تھا، یاور تب سے مسلسل روئے جا رہا تھا، ایون یاور آج صبح سے کافی چڑچڑا ہو رہا تھا جسے لے کے گل پریشان سی تھی۔وہ اسے اپنے سینے سے لگا کے تھپکتی سیڑھیاں اترتے ہوئے سامنے لاؤنج میں زہرہ مام کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ زرتاج اماں اپنے کمرے میں ظہر کی نماز ادا کر رہی تھیں۔۔

کیا ہوا بیٹی؟ کیوں پریشان ہو؟۔۔۔گلالئ کو لاؤنج میں آ کے روہانسے انداز میں کسی کو ڈھونڈتے دیکھ کے شاہ بی بی نے خود سے گلالئ کو نرمی سے مخاطب کیا تھا۔۔

زہرہ مام کہاں ہیں؟۔۔۔۔گلالئ انہیں پریشانی کی وجہ بتانے کی بجائے سنجیدگی سے زہرہ مام کے متعلق استفسار کرنے لگیں، انہوں نے جتنی زیادتیاں اسکے ساتھ کی تھیں وہ معافی کے لائق نہیں تھیں لیکن اپنے لالا کے بے جا سمجھانے پہ وہ ان کی انسلٹ کرنے کی بجائے سنجیدگی سے ان کی بات کا جواب دے دیا کرتی تھی۔احان شاہ کا رویہ بھی شاہ بی بی

کے ساتھ نارمل تو تھا لیکن پہلے والے پیار اور بانڈ میں کئی نہ کئی دراڑیں ضرور آچکی تھی اور اس میں قصور سراسر شاہ بی بی کا تھا۔۔

بیٹی وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھنے گئی ہے! کیا ہوا کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتادو؟۔۔۔شاہ بی بی اسکا سپاٹ لہجے محسوس کرتی ہنوز نرمی سے بولیں۔۔

یاور کب سے روئے جارہا ہے! فیڈ بھی نہیں کر رہا بس اسی لئے پریشان تھی خیر میں بعد میں آجاؤں گی!!۔۔۔گلالئ اپنے روتے ہوئے بیٹے کو تھپک کے بے تاثر لہجے میں جواب دیتی جانے ہی والی تھی جب شاہ بی بی نے اسے پھر سے پکارا تھا۔

یہاں میرے پاس لے کے آؤ! میں دیکھتی ہوں! ہو سکتا ہے اس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہو!!۔۔۔شاہ بی بی پیار سے گلالئ کو اپنے پاس بلا رہی تھیں، یاور کو پہلے سے زیادہ روتے دیکھ کے وہ ناچاہتے ہوئے بھی ان کی طرف بڑھ گئی، شاہ بی بی کو ہتھیلیاں پھیلاتے دیکھ کے گلالئ نے احتیاط سے یاور انہیں تھمایا تھا۔۔وہ یاور شاہ کے پیٹ سے شرٹ ہٹاتی اپنے ہاتھ سے اسکا پیٹ چیک کر رہی تھیں جو اس وقت سخت تھا۔

اسکے پیٹ میں درد ہے بیٹی!! پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے! مساج کرنے سے ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔شاہ بی بی نے گلالئ کو جواب دیتے ہوئے حلیمہ کو آواز لگاتے زیتون کا تیل منگوایا تھا۔ حلیمہ دو ہی منٹوں میں انہیں زیتون کا تیل تھما کے جاچکی تھی۔شاہ بی بی خوبصورت سے یاور شاہ کا ماتھا چومتی اسکے پیٹ پہ نرمی سے مساج کرنے کے بعد اسے اپنی ٹانگ پہ الٹا لٹاتی اسکی بیک پہ بھی یونہی مساج کرنے لگیں، گلالئ اس دوران غور سے انہیں دیکھ رہی تھی، اس نے نوٹس کیا تھا، ان کی مساج سے یاور شاہ کے رونے میں کافی کمی آئی تھی۔وہ ان کے تجربے پہ حیران ضرور کوئی تھی۔وہ جو پریشانی میں کب سے ہلکان ہو رہی تھی، یاور کو پرسکون ہوتے دیکھ کے خود بھی پرسکون ہو گئی۔

جانِ تمنا۔۔قسط 135 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

آئرہ نے آج کافی وقت بعد یوٹیوب کھولی تھی، یوٹیوب کھولتے ہی اس کی نگاہوں کے سامنے سے آرمی کی اعزازی تقریب کی ویڈیو گزری۔ تھمب نیل پہ شاہ برادرز اور میجر حازق خان کے ساتھ ساتھ ایس ایس پی شہسوار شاہ کی تصور بھی لگائی گئی تھی۔۔ تصویر میں شہسوار شاہ زبان دانتوں تلے دبائے بے حد کیوٹ لگ رہا تھا، آئرہ شاہ ناچاہتے ہوئے بھی وہ پوری اعزازی تقریب دیکھنے پہ مجبور ہو گئی کیونکہ وہ اس میں سے شہسوار شاہ کا کلپ ڈھونڈنے کی جستجو میں تھی۔۔ اس اعزازی تقریب میں سب ماؤں کے جوانوں کی خوبصورت باتیں سنتے اسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں اور پھر جس طرح سے زوریز شاہ نے اپنا تمغہ اپنی بیوی کو سونپا، وہ اسکی اس حرکت پہ دل میں ان کی جوڑی کے لئے ماشاءاللہ بولتی جا رہی تھی۔ حازق خان نے جس طرح سے شہسوار شاہ کی اجتماعی دعا کی التجاء کی تھی، آئرہ بے ساختہ کھکھلائی اور بیک وقت گال سرخ ہونے کے ساتھ دل بھی شدت سے دھڑکا تھا۔ حازق خان کی التجاء پہ شہسوار شاہ کا ریکشن آئرہ کر کے دیکھ رہی تھی۔ وہ "سالا" بولنے کے بعد زبان اپنے دانتوں تلے دباتا اسے اتنا پیارا لگ رہا Replay شاہ بار بار تھا کہ وہ اسے بارہا دیکھنے پہ مجبور ہو گئی تھی۔ وہ ابھی اسے دیکھنے میں مصروف تھی جب شبنم بیگم کی آواز اسکے کانوں کے ساتھ ٹکرائی۔

آئرہ! دروازے پہ دیکھ! کون ہے؟۔۔۔۔۔ مین دروازے پہ دستک کی آواز سنتے ہوئے کچن میں روٹیاں بناتی شبنم بیگم بلند آواز میں آئرہ شاہ کو مخاطب کر رہی تھی جو اس وقت اپنے کمرے میں نجانے کیا کر رہی تھی۔۔

آئی امی!!۔۔۔۔۔ وہ بمشکل فون سے اپنی نگاہیں ہٹاتی شبنم بیگم کو جواب دیتے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔ خود پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھتی وہ اپنے کمرے سے نکلی تو دستک کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی، ورنہ موبائل میں شہسوار شاہ کو دیکھتے تو جیسے وہ ہر چیز کا ہوش بھول چکی تھی۔۔ اسے پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا دروازے پہ شہسوار شاہ ہو گا کیونکہ رات کو وہ کشمیر سے واپس آ چکا ہو گا اور آج ہی اپنی اپھو جان سے ملنے آیا ہو گا، اسکے اور محلے کے بچوں کے علاوہ اور آتا ہی کون تھا ان کے گھر؟؟ وہ اپنی مسکراہٹ دبا کے چہرے پہ سنجیدہ تاثرات قائم کرتی دروازے کی طرف بڑھ گئی، کیونکہ وہ ابھی تک وہ تھپڑ نہیں بھولی تھی جو شبنم بیگم نے اسے اسی دروازے پہ جڑا تھا، اگر وہ اس روز اسکی مدد کے لئے پہنچ آتا تو معاملہ کبھی بھی تھپڑ تک نہ آتا۔۔ یہی سب سوچتے ہوئے آئرہ شاہ نے جب منہ پھولاتے ہوئے دروازہ کھولا، سامنے کھڑی ہستی کو دیکھتے اسکا منہ خود بخود کھل گیا، وہ اپنی لائٹ گرین آنکھیں پھیلائے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

سامنے کھڑی ہستی کوئی اور نہیں بلکہ روعب دار شخصیت اور سنجیدہ نقوش کے مالک سید عالم شاہ تھے۔ان کے چہرے پہ سفید داڑھی کافی جچ رہی تھی، نقوش شہسوار شاہ سے کافی حد تک ملتے تھے، انہیں دیکھتے ہی یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ شہسوار شاہ نے سارا حسن انہی سے چرایا ہے۔۔وہ عالم شاہ کو اندر آنے کی دعوت دینے کی بجائے یک ٹک ان کی طرف دیکھتی جارہی تھی، اس نے میرال شاہ کی شادی پہ انہیں ہال کی پارکنگ میں دور سے دیکھا تھا اور کبھی کبھار انٹرنیٹ پہ ان کی کوئی تصویر یا انٹرویو دیکھ لیتی لیکن اتنے نزدیک سے وہ آج انہیں پہلی بار دیکھ رہی تھی، دوسری طرف عالم شاہ اس لڑکی کو حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ماتھے پہ بل لئے اسکے دروازے سے ہٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔

کون ہے آئرہ؟۔۔۔۔۔۔۔۔ہوش آئرہ شاہ کو شبنم بیگم کی آواز پہ آیا تھا۔۔

و۔وہ۔۔ا۔امی۔۔۔۔و۔وہ۔۔۔ آئرہ شاہ دروازے سے ہٹتے ہوئے کچن کے پاس کھڑی شبنم بیگم کو کوئی جواب دینا چاہ رہی تھی جب عالم شاہ اسکے لڑکھڑاتے لہجے کو محسوس کرتے خود ہی اندر داخل ہو گئے۔۔عالم شاہ کو یہاں دیکھ کے شبنم بیگم پہ سکتہ طاری ہوا تھا۔۔وہ بنا پلکیں جھپکائے اپنی جگہ پہ ساکت ان کی طرف دیکھنے لگی۔۔ آج وہ ساڑھے تئیس سال کے بعد انہیں دیکھ رہی تھیں، عالم شاہ کو صحن کی طرف آتے دیکھ کے شبنم بیگم کی آنکھوں سے آنسو جڑیوں کی مانند ان کے عارضوں پہ گر رہے تھے۔۔ آئرہ شاہ تیزی سے دروازہ بند کرتی بیٹھک کا دروازہ کھولتے ہوئے لائٹس اور فین آن کرنے لگی کیونکہ صحن میں سوائے چارپائی کے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔۔ شبنم بیگم اور عالم شاہ کافی منٹوں تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے، جہاں شبنم بیگم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا وہاں پہ عالم شاہ دل سخت کئے تنے نقوش کے ساتھ سنجیدگی سے کھڑے انہی کی طرف دیکھ رہے تھے، کچھ منٹ گزرنے کے بعد شبنم بیگم تیز تیز قدم اٹھاتی عالم شاہ کہ طرف بھاگی تھیں۔۔

لالا!!۔۔۔۔۔وہ انہیں پکارتی روتے ہوئے ان کے سینے سے لگنے والی تھیں جب عالم شاہ اپنا ہاتھ ہوا میں اٹھا کے انہیں وہی پہ روکتے کئی قدم پیچھے کی طرف لے گئے۔۔ شبنم بیگم کے منہ سے آج ساڑھے تئیس سالوں بعد لالا سنتے ان کا دل دھڑکا تھا لیکن وہ دل پتھر کر کے کھڑے رہے کیونکہ ان کے چہرے کو دیکھتے ہی پرانے تمام زخم تازہ ہوئے تھے۔۔ماں باپ کا کفن میں لپٹا وجود ان کی آنکھوں کے سامنے گھوما تھا جن کی موت کی زمہ دار شبنم شاہ تھیں۔عالم

شاہ انہیں اپنے سینے سے لگانے کی بجائے وہ سب یاد کرتے غصے سے بیٹھک کی طرف بڑھ گئے جس کے دروازے پہ آئرہ شاہ کھڑی تھی، انہوں نے آئرہ شاہ کے سر پہ ہاتھ رکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

ذائشہ اس وقت احان شاہ کے کمرے میں بیٹھی یاور اور یسری کے ساتھ لگی ہوئی تھی جو ذائشہ کی معصوم باتوں اور ذائشہ کے ان کے پیٹ میں گدگدی کرنے سے کلکاریاں مار کے ہنس رہے تھے۔ انکی کلکاریوں کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اور ان دونوں کو یوں ہنستے ہوئے دیکھ کے گلالئ اور ذائشہ نے ماشاءاللہ بولا تھا۔ دیدہ اللہ کا شکر ہے! یاور کے پیٹ کا درد ٹھیک ہو گیا ورنہ میں تو بہت پریشان ہو گی تھی کہ پتہ نہیں میرے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے! پھر شاہ بی بی نے اسکے پیٹ پہ مالش کی اور اسکا درد ختم ہو گیا ورنہ فضول میں یاور کو کیمیکلز والی دوائیں دینا پڑتی۔۔۔۔۔

گلالئ زائشہ کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھتی اسے یاور کے پیٹ درد کے بارے میں بتانے لگی۔۔

ہاں گل! اب جب بھی کبھی ان دونوں کو کچھ ہو نہ تو تم ان کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے پہلے ان کو دیکھا دینا!! وہ بڑی اور کافی تجربہ کار ہیں! ان کو بچوں کے معاملات کے بارے میں زیادہ معلوم ہو گا! ویسے بھی اتنے چھوٹے بچوں کیلئے میڈیسنز ٹھیک نہیں ہیں!!۔۔۔ زائشہ گلالئ کی بات سنتی اسے آئندہ سب سے پہلے شاہ بی بی کے پاس جانے کی ہدایت دینے لگی۔۔

ہمم!!!۔۔۔۔ گلالئ ذائشہ کی بات پہ ہنکارا بھرتے یاور کی طرف متوجہ ہو گی کیونکہ وہ زیادہ شاہ بی بی کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بے شک اپنی محبت اور عشق کیلئے وہ اس حویلی میں واپس آ گئی تھی۔ لیکن انہیں اتنی آسانی سے معاف نہیں کر سکتی تھی کیونکہ جو تکلیفیں اس نے شاہ بی بی کی وجہ سے اٹھائی تھی وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی ۔۔کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو کبھی نہیں بھرتے، نہ ان پہ کوئی دوا اثر کرتی ہے نہ کسی حکیم کا تجربہ۔۔۔ اور ساری زندگی ان میں سے خون رستا رہتا ہے۔ جو زخم انجانے میں ملتے ہیں وہ پھر بھی بھر جاتے لیکن جو وار بتا کے کئے جائیں وہ کبھی نہیں بھرتے بلکہ تاحیات تازہ رہتے ہیں اور پھر قبروں تک ساتھ جاتے ہیں۔۔

ارزم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جب ذی اور بچوں کی ہنسی کی جلترنگ اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی، ہنسنے کی آواز سن کر وہ احان کے کمرے کا رخ کر گیا۔۔

خیریت تو ہے آج کسی کو اتنی زیادہ ہنسی کیوں آرہی ہے؟خوشی کس بات کی ہے؟۔۔۔۔کمرے میں داخل ہوتے ہی ارزم شاہ آئیبرو اچکا کے ذائشہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسکی ہنسی پہ چوٹ کرنے لگا۔۔

لالہ وہ ہم بچوں کی وجہ سے ہنس رہے تھے۔۔جواب گلالئی نے مسکرا کے دیا تھا جبکہ ارزم کو دیکھتے ہی ذائشہ کے چہرے پہ ایک چمک سی آئی تھی لیکن ارزم کے اسکی ہنسی اور خوشی پہ طنز کرنے پر وہ شرماتے ہوئے فوراً اپنی ہنسی روک گی۔۔ ہاں یہ بات سچ تھی۔ذی کو حویلی میں واپس آنے کی خوشی بہت زیادہ تھی کیونکہ وہ اب ارزم کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی تھی۔۔بے شک وہ اسکی بے باک باتوں اور حرکتوں پہ تھوڑا گھبراتی تھی۔لیکن اسے اچھا لگتا تھا ارزم کا ہر وقت اس کا خیال رکھنا۔۔اس پہ حق جتانا۔۔وہ ہر بار اسے اپنے عمل اور محبت بھرے الفاظ سے خاص بنا دیتا تھا۔۔تو پھر ذائشہ کیوں نہیں چاہے گی اسکے ساتھ رہنا؟""انسان چاہتا ہے کہ اس کا من چاہا شخص ہر وقت اسکی آنکھوں کے سامنے رہے اور بس اسکی ذات کے ارد گرد گھومتا رہے۔۔۔اور من چاہا شخص چاہے جتنا مرضی اسکو گھمائے انسان گھومتا رہتا ہے۔۔کیونکہ من چاہے شخص کی محبت اور اسکا وجود ہی اسکی حیات کا دائرہ ہوتا ہے۔اگر وہ اس دائرے سے نکلے گا تو فنا ہو جائے گا۔۔""

بلکل اس طرح ذائشہ کے گرد ارزم گھومتا رہتا ہے۔جس سے اسے اپنی قسمت اور اپنے محبوب پہ رشک اتا ہے۔۔ ارزم نے آگے بڑھتے ہوئے گلالئی کے ہاتھوں سے یاور کو لینا چاہا تھا لیکن وہ فوراً اپنا رخ موڑتا اپنی ماں کے سینے میں منہ چھپاتے اسکے پاس آنے سے انکار کر گیا۔۔یاور کسی کی گود میں آسانی سے نہیں جاتا تھا وہ بس اپنے ماموں اور اپنی مورے سے زیادہ اٹیچ تھا وہ بس انہی کے ساتھ زیادہ کمفرٹیبل رہتا تھا۔۔یاور کے یوں رخ موڑنے اور اس کے ارزم کو صاف صاف انکار کرنے پر گلالئی اور ذائشہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

کر دی نہ میرے سالے والی حرکت!!!تو ہمارا ہے ہی نہیں!،میرے سالے کا بننا ہے تو پھر اسی کا ہو کے رہنا کیونکہ مجھے معلوم ہے بہت جلد تو سائیڈ چینج کرنے والا ہے لیکن میری ایک بات سن لے تیرا ماموں محبت کرنے والوں کو ہمیشہ جدا رکھتا ہے،اور تجھے اپنے عشق اور محبت کے قصوں کو پروان چڑھانے کے لیے سید ارزم شاہ کی ضرورت پڑے گی بہت جلد۔تب میں بھی بھرم دیکھاؤ گا۔۔۔۔۔ارزم دانت کچکچاتے ہوئے یاور سے مخاطب ہوا تھا۔اور اپنی ذی کے ہنسنے پر اسے آنکھیں دیکھتا پاس پڑی یسری کو اپنی بانہوں میں اٹھا گیا۔

میری گڑیا میرے پاس آ گی!!!۔۔۔۔ارزم پیار سے یسری کو چومتا اپنی گود میں لے کے ذی کے ساتھ بیٹھ گیا جبکہ گلالئ اور ذائشہ اسکی بات سن کے اتنے چھوٹے سے یاور کی عشق و محبت کے قصوں پہ حیران ہوئی تھی۔ اسکے لیجنڈ چاچو نے اسے بھی ازمیر کی طرح محبت اور عشق کی باتیں سیکھانا شروع کر دی تھیں۔۔

مرحا، ریز اور ازمیر کو بازوؤں میں اٹھائے ایزل بالکل ابھی گلالئ کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔۔ سب نے یاور کی طبیعت کے متعلق پوچھا تھا۔ مرحا، ریز ابھی ڈیوٹی سے واپس آئے تھے وہ دونوں اس وقت آرمی یونیفارم میں ملبوس تھے۔ لاونج میں بیٹھی شاہ بی بی فکر سے ایزل کو یاور کے پیٹ درد کا بتا رہی تھیں جب لاؤنج میں داخل ہوتے مرحا اور ریز نے بھی ان کی بات سن لی تھی۔ اسلئے وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے پہلے یاور کا حال احوال پوچھنے چلے آئے۔ کیا ہوا تھا میرے بیٹے کو؟۔۔۔۔ریز شاہ اپنی انگلیوں سے یاور کا گال سہلاتے نرمی سے یاور سے مخاطب ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی ارزم کے سینے سے لگی یسری کو تھام گیا۔ یاور ریز کی بات سن کر کھکھلانے لگا۔۔

ازمیر میرا بچہ!! چاچو کی جان!!!ادھر میرے پاس آؤ!۔۔ یسریٰ کو اپنے چہیتے چاچو کے پاس جاتے دیکھ کے ایزل کے قریب آتے ہی ارزم نے اپنے دونوں بازو پھیلاتے ازمیر کو اپنی طرف متوجہ کروایا تھا لیکن ازمیر اس کے پاس جانے کی بجائے پاس کھڑے ریز شاہ کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچ گیا جبکہ ازمیر کی نظر ریز شاہ کی بانہوں میں موجود یسری پہ تھی جسے بار بار ریز شاہ پیار سے چوم رہا تھا۔ اپنی شرٹ پر دباؤ محسوس کرتے ہوئے ریز شاہ نے چہرہ اٹھا کے دیکھا تو ازمیر اپنے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اسکی گود میں جانے کیلے اتاولا ہو رہا تھا۔ ازمیر کو یوں بے صبرا بنتے دیکھ کر ریز شاہ تیزی سے اسے اپنے دوسرے بازو میں تھام گیا جبکہ ارزم شاہ کے پھیلے ہوئے بازو وہی پہ رہ گے ازمیر نے اسکی بات سننا تو دور اسکی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ ارزم کی شکل اس وقت دیکھنے کے لائق تھی جس کی آج ان چند ماہ کے بچوں نے بے عزتی کر کے رکھ دی تھی۔ اسکے بڑے ہونے کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔ ارزم افسوس سے اپنے بازو نیچے جھٹک گیا۔ ازمیر کے یوں ارزم کو لفٹ نہ کروانے پر اور ازمیر کے یسری کی طرف متوجہ ہونے پر سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔ سب سے زیادہ ہنسی گلالئ اور ذائشہ کو آ رہی تھی کیونکہ وہ دونوں اسکا یاور سے بھی میٹھا میٹھا بے عزت ہونا دیکھ چکی تھی۔ بار بار یاور اور ازمیر کا ایکٹ یاد کرتے ہوئے ذائشہ کو بے ساختہ ہنسی آئے جائے رہی تھی جس پر ارزم نے اسے گھوریوں سے نوازا تھا۔ ارزم کے یوں گھورنے پر ذی اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش

کرنے لگی جو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔شاہ حویلی کی پھوپھو کے ساتھ کوئی برا کرے اور وہ اس کا بدلہ نہ لے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔۔اتنا تو اسے بچوں کا بے عزت کرنا فیل نہیں ہوا تھا جتنا اسکی معصوم ذی ہنس ہنس کے اسے کروا رہی تھی۔

بہت ہنسی آرہی ہے نہ تمہیں!!! ہمم!!! تمہاری یہ ہنسی میں نے حلق میں نہ دبائی تو میر انام بھی ارزم شاہ نہیں۔

۔۔۔ارزم سرگوشی نما آواز میں بولتا ذائشہ خان کی ہنسی روک گیا۔ذاحشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی،ریز ازمیر اور یسری کو لئے صوفے پہ بیٹھ گیا۔ازمیر اپنے ایک ہاتھ کی انگلی آگے بڑھاتے ہوئے یسری کو چھونے کی کوشش کرنے لگا۔وہ اپنی انگلی زور سے یسری کے گلابی گالوں میں دباتا اور پیچھے ہٹاتا اور پھر اوپر ریز شاہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کھکھلا کے ہنسنے لگتا جبکہ یسری اپنا چہرہ سنجیدہ لیے ہوئے ریز شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اسے بتا رہی ہو مجھے یہ چھچھوری حرکتیں بلکل بھی نہیں پسند۔۔یسری صرف اپنے باپ کے لمس پہ کھکھلا کے ہنستی تھی۔۔ازمیر بار بار اپنی انگلی سے یسری کے گال کو چھو رہا تھا اور کھکھلا رہا تھا سب ازمیر کی یہ حرکت کافی انجوائے کر رہے تھے سوائے ارزم شاہ کے کیونکہ اس نے اسے نظر انداز کیا تھا۔۔

مان لیں آپ کا بھانجا ٹھرکی ہے۔اسکی ابھی سے یہی حرکتیں ہیں تو بڑا ہو کے یہ کیا کرے گا؟؟اسلئے میرا مشورہ ہے اس کیلئے کنیا کماری کا بندوست کیجیے۔۔۔۔ارزم گھور کے ازمیر کی طرف دیکھتا سب کو ابھی سے اسکی شادی کروانے کا مشورہ دینے لگا۔۔

تم کروا دو نہ تمہیں زیادہ تجربہ ہے کس کی کس عمر میں شادی کرنی چاہیے؟اور کس کا رشتہ کس کے ساتھ اچھا جڑ سکتا رشتے والی آنٹی!!!! بلکہ ایک کام کرو چھوڑو یہ پڑھائی رشتہ سنٹر کھول لے! لوگوں کے گھر بھی بس جائیں گے اور تیرا بزنس بھی چل پڑے گا!کام کا کام اور کمائی کی کمائی بھی ہو جائے گی۔۔۔۔ریز شاہ قہقہ لگاتے ہوئے ارزم شاہ کو رشتہ کروانے کے فوائد سے آگاہ کروانے لگا۔

اگر ایسے فسادی اور پھوپھو ٹائپ لوگوں نے رشتہ سنٹر کھول لئے تو گھر بسیں گے نہیں اجڑیں گے!!۔۔۔کمرے کے دروازے کے پاس کھڑے کاظم شاہ نے بھی ریز کی بات سن کر اس میں حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا۔۔کاظم شاہ ابھی

ابھی آفس سے واپس آیا تھا۔ ایزل اور ازمیر کو کمرے میں نہ پا کر وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں آ گیا تھا جبکہ ریز شاہ کا ارزم کو رشتے والی آنٹی کہنے پر سب کا چھت پھاڑ قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

دیکھ لوں گا میں تم سب کو!!۔۔۔۔ ریز کی بات سننے کے بعد یوں سب کو ہنستا ہوا دیکھ کر ارزم پیر پٹکتے ہوئے بیڈ سے اٹھتا باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔

نہیں تو ہمیں دیکھنے کی زحمت مت کرنا، ایسے ہی نظر لگائے گا ہم سب کو!!۔۔۔ ارزم کو جاتے جاتے مزید چھیڑنا کاظم شاہ نے اپنا فرض سمجھا تھا۔ ارزم مڑے بغیر اسکی بات سنتا روٹھے پن سے اپنے کمرے میں گھس گیا تھا۔۔

کیسا ہے اب یاور؟۔۔۔۔۔ ارزم کے جانے کے بعد کاظم شاہ سنجیدگی سے گل سے مخاطب ہوا تھا۔

جی لالہ اب تو ٹھیک ہے!۔۔۔۔ گل نے نرمی سے کاظم شاہ کو جواب دیا تھا۔۔ ایزل شاہ کی نظریں اپنے تھکے ہارے شاہ جی پہ ٹکی تھی جو تھکن کی وجہ سے بار بار اپنی گردن دبا رہا تھا۔ وہ سب کافی دیر تک گل کے روم میں باتیں اور ہنسی مزاق کرتے رہے تھے۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے جب ملازمہ سب کو کھانے کیلئے بلانے آئی تو سب نے پہلے اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا تھا۔ تاکہ فریش ہو کے نیچے کھانے پہ جا سکیں۔۔ گل اگر پھر سے اسکے پیٹ میں درد ہوا تو مجھے بتانا میں میڈیسن دے دوں گی۔ مرحا گل کو ہدایت دیتی اسکے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گی۔

سب اس وقت ڈائنگ ٹیبل پہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے سوائے احان اور ارزم شاہ کے۔۔۔ احان اس وقت حویلی سے باہر تھا جبکہ ارزم اپنے کمرے میں صوفے سے بیڈ اور بیڈ سے پھر صوفے پہ لیٹتا ذی کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا تاکہ وہ اسکی سانسیں حلق میں اٹکا کے اپنا بدلہ پورا کر سکے۔۔۔

چھوٹا شاہ کہاں ہے؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کو ڈائیونگ ٹیبل پہ ناپا کے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے دریاب شاہ نے زہرہ بیگم سے استفسار کیا تھا۔۔

وہ اپنے کمرے میں ہے!! میں گئی تھی اسکے کمرے میں بلانے کیلئے لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ اسے بھوک نہیں ہے وہ آرام کرنا چاہتا ہے، کل سے اسکی یونیورسٹی سٹارٹ ہے!!۔۔۔ زہرہ شاہ کھانے سے توجہ ہٹاتے ہوئے دریاب شاہ کو جواب دینے لگی۔۔

ہمم ٹھیک ہے!!۔۔۔۔۔دریاب شاہ، زہرہ شاہ کی بات سن کر پھر سے کھانے میں مصروف ہو گئے جبکہ ذائشہ کو یونیورسٹی کا نام سنتے ہی کل ہونے والے سکیجول ٹیسٹ کے بارے میں خیال آیا جس کا اس نے ایک لفظ نہیں پڑھا تھا ۔۔جب سے وہ کشمیر سے حویلی آئی تھی بس ایزل اور گلالئ کے کمروں کے چکر ہی لگا رہی تھی۔۔پڑھنے کا ٹائم ہی نہیں ملا تھا۔۔۔

کاظم اپنی پلیٹ پیچھے کرتا ٹیشو سے ہاتھ صاف کرتا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔اس نے بہت کم کھانا کھایا تھا۔ اور آج وہ بالکل خاموش اور سست سا تھا شاید تھکن کی وجہ سے اسے سستی ہو رہی تھی۔۔ صبح سے رات تک کام میں سر کھپانے والا انسان تو تھک ہی جاتا ہے۔۔کاظم کو کمرے کی طرف جاتا دیکھ کے ایزل نے بھی اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے اسکے پیچھے قدم بڑھائے تھے۔۔ کھانا کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں کا رخ کر چکے تھے۔۔

ذائشہ نے کمرے میں آ کے سب سے پہلے اپنے ٹیسٹ کی تیاری شروع کی تھی لیکن آدھا گھنٹہ دماغ لڑانے کے باوجود بھی اسے کوئی ٹاپک سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔۔ آخر کار اس نے اپنی کنپٹی پہ پنسل رکھ کے سوچتے ہوئے ارزم کے پاس جانے کا فیصلہ کیا تھا۔اور یہ فیصلہ آ بیل مجھے مار کے مترادف تھا۔۔۔وہ تو نارمل حالات میں اسکے پاس جانے سے ڈرتی تھی آج تو پھر بھی سب نے اسے تنگ کیا تھا اور اسکا مزاق بنایا تھا اور ہنسنے والوں میں سب سے بلند قہقے ذائشہ کے ہی تھے لیکن جانا ضروری تھا اسے ٹیسٹ میں پاس ہونا تھا۔اسلئے ذائشہ ہمت کرتی اپنی بکس اور ایک رف رجسٹر ڈاٹھاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔وہ ارزم کیلئے ٹرے میں کھانا لگاتی اسکے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔ذائشہ دروازہ نوک کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دی۔ارزم میں آپ کیلئے کھانا لائی ہوں؛ آپ نیچے نہیں آئے تھے تو میں نے سوچا!! میں خود دے آتی ہوں اور مجھے کل کے ٹیسٹ کی سمجھ نہیں آ رہی آپ تھوڑا سا سمجھا دیں گے ؟؟۔۔۔ذائشہ اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے معصومیت سے ارزم شاہ سے مخاطب ہوئی تھی جو اس وقت بیڈ پہ اوندھے منہ پڑا موبائل چلا رہا تھا۔اس نے دستک کی آواز پہ کوئی ریسپانس نہیں دیا تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا اسکے بابا یا لالا ضرور اسکے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے کلاس لینے آئے ہوں گے لیکن ذی کی آواز سنتے ہی ایک کمینی سی مسکراہٹ اسکے چہرے پہ چھائی تھی۔۔وہ اپنی کہی گئی باتوں سے کبھی نہیں پھیرتا تھا اور بدلہ اپنے وقت پہ لیتا ہے۔۔

ارزم تو کب سے اس کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اسے پتہ تھا ذی کل کے ٹیسٹ سے متعلق اس کی مدد لینے ضرور آئے گی

--

ذی(زہے)نصیب!! آپ خود ہمارے کمرے میں چل کے آئی!!۔۔۔۔ارزم کروٹ بدل کے سیدھا ہوتا ایک ادا سے بولا تھا۔ذائشہ اسکی طرف دیکھنے کی بجائے ادھر اُدھر دیکھنے لگی کیونکہ اس میں ارزم سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

اچھا ادھر دیکھاؤ کیا سمجھ نہیں آرہا؟؟۔۔۔ارزم ذی کو اپنے پاس بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ شارہ کرنے لگا جس پر ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال گئی۔۔وہ بیڈ پہ چڑھتی اس سے تھوڑا فاصلے پر اپنی دونوں ٹانگیں پیچھے فولڈ کئے بیٹھی تھی۔

کونسا ٹاپک سمجھ نہیں آرہا؟۔۔۔۔ارزم اسکے ہاتھ سے بک پکڑ کے صفحے الٹنے پلٹنے لگا۔

یہ والا!!۔۔۔۔اسے یوں صفحے آگے پیچھے کرتے دیکھ کر ذائشہ خان نے پنسل کی نوک رکھتے ہوئے ٹاپک کی نشاندہی کی تھی۔جس پر فی الحال تو ارزم اسے تمیز سے سمجھانے لگا جبکہ ذی غور سے اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔وہ چند منٹوں میں اسے سارا ٹاپک سمجھا چکا تھا۔۔لیکن ذی کو سمجھ آدھا ادھورا آیا تھا۔جس پر ارزم نے اسے پھر سے سمجھانا شروع کیا تھا اور اس دوران ذی بار بار نا سمجھی سے پنسل اپنے ہونٹوں میں دبا رہی تھی۔ذائشہ خان کا بار بار ہونٹوں میں پنسل دبانا ارزم شاہ نوٹ کر چکا تھا، جس پہ وہ کافی دیر تک اپنی نگاہیں پھیرتا رہا لیکن وہ ہر بار اسکے گلابی ہونٹوں سے نظریں نہیں چرا سکتا تھا۔اسلئے اب کی بار جب ذی نے اپنے ہونٹوں میں پنسل دبائی تو ارزم ایک جھٹکے سے اسے خود کے قریب کرتا پینسل اسکے لبوں سے نکال کے دور پھینکتے اسکی نازک پنکھڑیوں کو اپنے عنابی ہونٹوں کی دسترس میں لیتا شدت سے اسکے لبوں کا گھونٹ گھونٹ بھر جام پینے لگا جبکہ ذائشہ اس اچانک افتاد پر گھبراتی ہوئی اسکی طرف دیکھنے لگی جو آنکھیں بند کئے سکون سے اسکی ایک ایک سانس چرا رہا تھا۔۔اسے یوں ہی اپنے ہونٹوں سے لپٹا دیکھ کر ذائشہ خان اسکے کالر کو مضبوطی سے تھام گئی جبکہ ارزم اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے مزید اپنے قریب کرتا پیاسوں کی طرح اسکی زبان کے ساتھ اپنی زبان الجھا کر اسکی نمی سک کرنے لگا۔۔وہ اسکی زبان کی نمی سک کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے دانتوں میں بھی دبا رہا تھا۔۔اس کے اتنے بے باک لمس پہ ذائشہ خان اسکی سلور چین میں انگلیاں

پھنساتے ہوئے اس کی گردن پر دباؤ ڈالتی اسے ہوش دلانے لگی جو اسکے لبوں پہ قابض تھا۔اور اسکی سانسیں روک کے جان لینے کے درپے تھا۔۔کافی دیر تک وہ یونہی اسکے لبوں سے لپٹا رہا تھا ذائشہ کی ساری مزاحمتیں بیکار گی تھی۔ اس لئے اس نے تھک کے مزاحمت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ارزم نے اسکی رکتی ہوئی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تھا جو سانس رکنے کی وجہ سے سرخ تھا جبکہ اسکی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا تھا۔۔ذی کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ ارزم تیزی سے اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔۔لبوں کو آزادی ملتے ہی ذی ایک لمبی سانس لیتے ہوئے اسکے کندھے کے ساتھ سر ٹکا گی۔۔

کہا تھا نہ جب میرے پاس آؤ گی تمہاری ہنسی اور سانسیں حلق میں اٹکاؤں گا!۔۔۔۔اسے یوں نڈھال ہوتا دیکھ کر ارزم اسکی کمر سہلاتے ہوئے اپنی کہی گئی بات یاد دلانے لگا۔۔اسکی بات سن کر ذی نے زور سے اسکی گردن پر اپنے باریک دانت گاڑھے تھے،وہ اپنے شدت بھرے لمس سے اسکی جان نکال چکی تھی،اسکے اتنے زور سے دانت گاڑھنے پر ارزم بے ساختہ کراہ بھرتے اسے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔۔ذی میڈیم کو بھی اب اپنے شوہر کی طرح بدلے لینے کی عادت ہو چکی تھی۔۔اپنا بدلہ لیکر ذی کے دل کو تھوڑا سا سکون ملا تھا۔۔اسے یوں اپنے کندھے کے ساتھ ریلیکس ہوتا دیکھ کے ارزم ایک جست میں اسے نیچے کرتا اسکا دوپٹہ اتار کے نیچے پھینک گیا اور خود اسکے اوپر آتا اسکی گردن پہ جھکا تھا۔۔وہ شدت سے وہاں پہ اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑنے لگا۔۔اسکی گردن پہ اچھے خاصے نشان چھوڑنے کے بعد وہ اسے تھوڑا سا اوپر اٹھاتا اسکی فراک کی زپ کھولتے ہی اسے کندھوں سے کھسکا گیا۔ارزم نہیں!!۔۔۔۔ذی شرم سے لال چہرہ لئے اسے آنکھیں دیکھاتی معصومیت سے روکنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ ارزم اسکی سنے بغیر پیچھے کو ہوتا اپنا پورا وزن اس پہ منتقل کرتا اسکے دونوں بازوؤں کو اپنے ایک ہاتھ میں جکڑ کے شدت سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا۔۔۔وہ جگہ جگہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے لبوں اور دانتوں کے نشان چھوڑنے لگا جس پر ذائشہ سسکتی ہوئی اسکی لائٹ براؤن شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ گی۔۔

ارزم!!! کھانا کھالیں ٹھنڈا ہو رہا ہے!۔۔۔اسے یوں اپنی دھڑکنوں کے ساتھ ظلم کرتے دیکھ کے ذائشہ نے لڑکھڑاتی آواز میں اسکی توجہ کھانے کی طرف دلانی چاہی تھی۔۔۔وہ کھانا میں روز کھاتا ہوں جبکہ یہ کھانا کبھی کبھی ملتا ہے تو اس لئے آج میں یہی کھاؤں گا۔۔۔ارزم اپنی آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے گھمبیر آواز میں بولتا اسکی

دھڑکنوں پر مزید شدت دیکھانے لگا۔۔وہ کبھی انہیں نرمی سے اپنے لبوں سے چھوتا تو کبھی اپنے دانتوں سے ان پر ظلم ڈھانے لگتا۔۔۔اس کے اتنے بے رحم لمس پہ ذائشہ کی دھڑکنیں سرخ ہو چکی تھی۔۔وہ سسکتی ہوئی زور زور سے اپنا سر ادھر ادھر پٹک کر اسے رکنے کا اشارہ کر رہی تھی کیونکہ وہ اسکے نازک ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔اسکی دھڑکنوں کے مقام کو سرخ ہوتا دیکھ کر ارزم اسکے ہاتھوں کو آزادی دیتا اوپر کی طرف آتے ہوئے اسکی آنکھوں کو پیار سے چومتا اسکے ماتھے پہ عقیدت سے لب رکھتا ایک دفعہ پھر سے اسکے لبوں پہ جھکا تھا۔۔

ارزم ایک ہاتھ اسکی کمر میں جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی گردن میں ڈالے اسکی خوشبودار سانسوں کو اپنے لبوں سے کھینچتے ہوئے اپنے حلق میں اتارنے لگا جبکہ ذائشہ اسکی سلور چین میں انگلیاں پھنسائے چپ چاپ اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی۔۔کافی دیر بعد ارزم شاہ مطمئن ہوتا اسکے نچلے ہونٹ کو اپنے دانتوں سے باہر کی جانب کھینچتا اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔وہ ابھی رکا نہیں تھا بلکہ زور سے اسکے لبوں کو چومتے ہوئے اسکے چہرے پر اپنے بوسوں کی بوچھاڑ کر گیا۔۔اسے کچھ ہی منٹوں میں اپنی حالت بگاڑتے دیکھ کے ذائشہ اسکی طرف خفگی سے دیکھنے لگی۔۔

ایسے مت دیکھو خانی!! تمہاری پریکٹس کروا رہا ہوں تاکہ بعد میں تم مجھے آسانی سے برداشت کر سکو کیونکہ جتنا تمہارے لالا ہماری رخصتی میں دیر کروا رہے ہیں مجھے ہماری گولڈن نائٹ پہ اتنا ہی شدت پسند پاؤ گی!!۔۔۔ارزم شاہ اسکی خفگی پہ جواب دینے کے ساتھ ساتھ اسکی فراک درست کرتا زپ بند کر گیا۔اسے روہانسے ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ اسے مزید تنگ کرنے کی بجائے مسکراہٹ دباتا اسکے نازک وجود پر سے اپنا وزن ہٹا گیا۔۔

میں یہاں پہ ایک ٹاپک سمجھنے آئی تھی اور آپ نے وہ سمجھانے کی بجائے اپنی ایک الگ کلاس کھول لی ہے!! آئندہ کے بعد ٹیسٹ میں فیل ہو جاؤ گی لیکن آپ کے پاس سمجھنے کیلئے نہیں آؤں گی!۔۔۔ذائشہ خان بیڈ سے اٹھتی دوپٹہ ٹھیک کرتے اپنی بکس اٹھاتی ارزم شاہ کو غصے سے اعلانیہ انداز میں سناتی جان بچانے کی غرض سے اسکے کمرے سے بھاگ گئی جبکہ ارزم اسکی چھوٹی سی ناک پہ اتنا غصہ دیکھ کر اور اسکے بھاگنے کے انداز پر قہقہ لگا کر ہنسنے لگا۔۔۔ذائشہ خان نے کمرے میں آتے ساتھ ہی آئینے میں اسکے دیے گئے نشانات کو دیکھا تھا جن پر اب بہت زیادہ جلن ہو رہی تھی۔وہ ان نشانات کو دیکھتی سرخ پڑتے آئینے کے سامنے سے ہٹ گی۔

لالا ایک دفعہ مجھے اپنے سینے سے لگالیں؟ اتنے سخت دل مت بنیں! ساڑھے تیئس سال آپ سے دور رہی ہوں! آپ کے عقیدت بھرے لمس کے لئے تڑپ رہی ہوں! خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں! میری جان اپنے ہاتھوں سے لے لیں لیکن میرے سامنے بیٹھ کے مجھے نفرت بھری نگاہوں سے مت دیکھیں!۔۔۔ شبنم بیگم ان کے آگے ہاتھ جوڑتی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے ان سے اپنے کئے کی معافی مانگنے لگیں۔۔ ان کی ہچکیوں کو سنتے آئرہ شاہ کی اپنی آنکھیں نم ہو رہی تھیں، وہ ان کے کندھے کو تھپکتی ان کی طرف پانی کا گلاس بڑھا رہی تھی لیکن شبنم بیگم پینے سے انکار کرتی عالم شاہ کے سامنے ہاتھ جوڑ رہی تھیں۔۔

یہ ہاتھ میرے سامنے مت جوڑو کیونکہ اسی طرح سے امی نے تمہارے آگے ہاتھ جوڑے تھے جن کی تم نے ایک نہیں سنی تھی! میرے سامنے تمہارے ان جڑے ہاتھوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا! میں یہاں صرف ایک مقصد کے لئے آیا ہوں اور وہ مقصد یہ ہے کہ تم دونوں میرے بیٹے سے دور رہو!!۔۔۔۔ عالم شاہ دبے دبے غصے سے غرائے تھے ۔۔ ان کے آخری جملے پہ شبنم بیگم اور آئرہ شاہ نے اپنی آنکھوں میں نا سمجھی اور بیک وقت حیرانگی لئے ان کی طرف دیکھا تھا۔۔

کیا آپ نے ہمیں کبھی اپنے عالیشان محل میں آتے دیکھا ہے جو آپ ہمیں یہ حکم دے رہے ہیں؟ یہ حکم اپنے بیٹے کو دیں تو بہتر ہو گا!!۔۔۔ آئرہ شاہ جواباً سنجیدگی سے لیکن مدھم لہجے میں بولی تھی، وہ ایسی ہی تھی منہ پہ بول دینے والی

۔۔

آئرہ!!!!۔۔۔۔ شبنم بیگم نے غصے سے آئرہ کو آنکھیں دیکھاتے خاموش رہنے کی تنبیہ دی تھی جس پہ وہ اپنی آنکھیں خفگی سے گھما گئی۔

یہ حکم میں اپنے بیٹے کو کافی دفعہ دے چکا ہوں لیکن تم ماں بیٹی نے اس پہ نجانے کون سا جادو کر ڈالا ہے جو وہ ہر آئے روز یہاں پایا جاتا ہے! یا تو اپنا ٹھکانا بدلو یا دوٹوک شاہ سے بات کر کے اسے آئندہ یہاں آنے سے منع کرو! میرا بیٹا ہر آئے روز تمہارے بیٹی سے نکاح کرنے کی ضد کرتا ہے! تمہاری بیٹی کی وجہ سے وہ میری نافرمانی کر جاتا ہے! میری ایک بات کان کھول کے سن لو میں تم سے یا تمہاری بیٹی سے مزید کسی بھی طرح کی کوئی رشتے داری نہیں نبھانا چاہتا!! ہمارا رشتہ اسی روز ختم ہو چکا تھا جس روز تم نے پورے خاندان کے خلاف جا کے اپنی ضد منوائی تھی! مجھے امید ہے یہ

ہماری آخری ملاقات ہو گی!!۔۔۔عالم شاہ بے حد سنجیدگی اور غصے سے ایک کے لفظ پہ زور دے کے بولتے صوفے سے کھڑے ہوئے تھے۔۔

ہم اپنا ٹھکانا کبھی نہیں بدلیں گے کیونکہ یہ میرے مرحوم والد کا ابائی گھر ہے!! ہم ان بزدل لوگوں میں سے نہیں ہیں جو آپ جیسے اونچے لوگوں کی دھمکیوں پہ ٹھکانے بدل کے چھپتے پھرتے ہیں! بیٹا آپکا ہے، جگہ ہماری ہے! آپ اپنے بیٹے کو سنبھالیں ہم اپنی جگہ سنبھالتے ہیں کیونکہ ہم اپنے سٹیٹس سے واقف ہیں اور ہمیں اس سٹیٹس پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے! آپ کا عالیشان محل اور آپ کا اکلوتا بیٹا آپ کو مبارک ہو! ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے کافی ہیں اور سکون میں ہیں!۔۔۔۔۔۔شبنم بیگم جو عالم شاہ کی اتنی بے رخی پہ پھر سے رونا شروع کر چکی تھیں، انہیں جواباً کچھ نہ بولتے دیکھ کے آئرہ شاہ نے خود عالم شاہ کو جواب دینا ضروری سمجھا تھا، اس کا لہجہ کہیں سے بھی بدتمیز نہیں تھا، آواز مدھم تھی لیکن جواب ٹکر کا تھا۔۔عالم شاہ نے بغور اس چھوئی موئی سی جوانی چڑھتی لڑکی کو دیکھا تھا، اسکے نڈر انداز پہ وہ شبنم بیگم کو طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے سر جھٹکتے ہوئے وہاں سے جا چکے تھے، شبنم بیگم نے ان کے پیچھے بھاگتے انہیں کافی دفعہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں نے اسکی ایک نہیں سنی تھی۔۔

"میرا بیٹا ہر آئے روز تمہارے بیٹی سے نکاح کرنے کی ضد کرتا ہے! تمہاری بیٹی کی وجہ سے وہ میری نافرمانی کر جاتا ہے!"۔۔۔۔آئرہ شاہ ان کے ان الفاظ کو بار بار اپنے دماغ میں دہراتی جا رہی تھی، کیا وہ واقعی ہی اس سے دل سے نکاح کرنے کا خواہشمند تھا؟ وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب شبنم بیگم نے روتے ہوئے اسکی عالم انکل کے سامنے جواب دینے والی حرکت کو بدتمیزی بول کے اسے ڈانٹنا شروع کیا تھا۔وہ چپ چاپ ان کی ڈانٹ سنتی عالم انکل کی تمام باتیں اپنے دماغ میں دہرائے جا رہی تھی۔

جان تمنا۔۔۔قسط 136 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

ارزم شاہ کو چھوڑ کے باقی سب شاہ حویلی کے مکین اس وقت لاؤنج میں بیٹھے آپس میں ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے، آج ارزم اور ذی کی یونیورسٹی سے چھٹی تھی اور ارزم شاہ جس کی عام دنوں میں نیند پوری نہیں ہوتی تھی وہ بھلا

چھٹی والے روز جلدی اٹھنے کی غلطی کیسے کر سکتا تھا؟سب نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ناشتہ کیا تھا،ناشتہ کرنے کے بعد وہ سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔ایزل چائے کا کپ پکڑے ان سب کو خاموشی سے دیکھتی منہ پھولا رہی تھی۔اسکے پھولتے منہ کو دیکھ کے کاظم شاہ نے سنجیدگی سے باقی سب کی طرف دیکھا تھا جو ایزل کو مکمل اگنور کئے اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

لالا آج کیا دن ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے تقریباً دو منٹ بعد اپنی خاموشی توڑتے احان شاہ اور زوریز شاہ کی طرف دیکھتے سوال کیا تھا لیکن وہ اپنی باتوں میں اس قدر مصروف نظر آ رہے تھے کہ بہن کو جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ان کی اپنی بیوی سے اتنی لاتعلقی دیکھتے کاظم شاہ کے سنجیدہ چہرے میں غصے کی سرخیاں گھلی تھیں۔ان کی طرف سے جواب نہ پا کے ایزل شاہ کے چہرے پہ پہلے سے زیادہ خفگی کے تاثرات چھائے تھے۔مرحا شاہ اور گلالئ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے خاموشی سے چائے پیتی اپنی مسکراہٹ دبا رہی تھیں۔

بابا جان! آپ کو یاد ہے آج کیا ہے؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ مزید دو منٹ بعد خفگی سے اب ھارون شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

یاور میرے پاس آنا چاہ رہا ہے! اسے مجھے پکڑ دو بچے!؟۔۔۔ھارون شاہ نے ایزل شاہ کو جواب دینے کی بجائے گلالئ کو مخاطب کیا تھا جو یاور شاہ کو گود میں لئے ہوئے تھے جبکہ یسریٰ اس وقت زوریز شاہ کے سینے سے لگی ٹکر ٹکر احان شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو باتوں باتوں میں وقفے وقفے سے اسکے پھولے گال نرمی سے کھینچ رہا تھا۔اپنے لالا کے بعد باپ کی اگنورینس پہ ایزل شاہ کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں،وہ چائے کا کپ سینٹرل ٹیبل پہ پٹک گئی جس کے باعث تھوڑی سی چائے اچھلتی ہوئی ٹیبل پہ گری تھی لیکن سوائے کاظم شاہ کے کسی نے نوٹس لینا جیسے ضروری ہی نہیں سمجھا تھا۔۔

کیا کہتی ہو گزری رات کی طرح آج رات پھر تمہارا ایک بذاتِ خود اپنے انداز میں کاٹوں؟کیونکہ یہاں کیک کاٹنا تو دور تمہیں وش کرنے کا ارادہ بھی کسی کا نہیں لگ رہا؟!!۔۔۔۔کاظم شاہ اسکا دھیان سب کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کرتا سرگوشی نما آواز میں جواب دیتے ایزل کو اپنی طرف متوجہ کروا رہا تھا۔اس کی طرف متوجہ ہوتے ایزل کی نگاہوں کے سامنے گزری حسین رات کے منظر لہرائے تھے اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کے ہونٹوں کی معنی خیز

مسکراہٹ پہ وہ جلدی سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی، وہ اسکی کیک کاٹنے والی بات سے مراد سمجھ چکی تھی، آج اسکی سالگرہ تھی جس کا سرپرائز کاظم شاہ اسے گزری رات ہی اپنے انداز میں دے چکا تھا، ان کی رات ہوٹل میں گزری تھی، تقریباً آدھی رات کو وہ دونوں ازمیر کو لئے حویلی واپس آئے تھے، کاظم شاہ جو ہوٹل کے کمرے میں جنونی ہوا پڑا تھا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا صبح سے پہلے حویلی آنے کا لیکن ایزل شاہ اسے ہوش دلاتی زبردستی فجر سے پہلے حویلی لے کے آئی تھی، کل پورا دن ازمیر میں مصروف رہنے کی وجہ سے وہ اپنی سالگرہ تک بھول چکی تھی ورنہ شادی سے پہلے ایزل شاہ اپنی سالگرہ کے روز ہاتھوں پہ گنا کرتی تھی۔ رات میں تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کاظم شاہ اسے اسکی برتھڈے کا سرپرائز دینے کے لئے حویلی سے باہر گھمانے لے کے جا رہا ہے، ازمیر ان کے ساتھ تھا، کچھ وقت ازمیر کے ساتھ اپنی خوبصورت سی میموریز بنانے کے بعد کاظم شاہ کے حکم پہ اسے سلا دیا گیا تھا پھر باقی کا وقت کاظم شاہ کا تھا جو اس نے اپنے جنونی انداز میں ایزل شاہ کے ساتھ گزارتے اسکی یہ سالگرہ یادگار بنائی تھی۔ وہ ایزل شاہ کی زندگی کا سب سے خوبصورت سرپرائز تھا، صبح ناشتے پہ اسے لگا تھا سب اسے وش کریں گے لیکن ان میں سے کسی نے وش کرنا تو دور آج اس سے روزمرہ کی باتیں کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔

آپ میں سے کسی کو بھی آج کا دن یاد نہیں ہے؟۔۔۔ وہ کاظم شاہ کی طرف سے نگاہیں ہٹانے کے بعد اب ذرا تھوڑی سی بلند آواز میں خفگی سے سب کو مخاطب کر رہی تھی جس پہ ذائشہ خان نے پریشانی سے اسکی طرف دیکھا تھا جس کی کوئی نہیں سن رہا تھا۔

مجھ سے پوچھ لو ایزل!! جس دن میں اور ارزم یونی نہ جائیں تو سمجھ جایا کرو آج سنڈے ہے! کیا ہوا غصہ کیوں کر رہی ہو؟۔۔۔ ذائشہ خان چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھتی معصومیت اور فکرمندی سے ایزل شاہ کو جواب دیتی گلالئی اور مرحا شاہ کو ہنسنے پہ مجبور کر رہی تھیں لیکن وہ دونوں اپنی ہنسی روک چکی تھیں کیونکہ ایسے ان سب کا پلین بگڑ جاتا جس سے ذائشہ واقف نہیں تھی کیونکہ رات کو وہ اپنے کمرے میں پڑھائی کرتی رہی تھی اور ان سب نے ایزل کو تنگ کرنے کی یہ پلیننگ رات میں ہی کی تھی لیکن اس پلیننگ سے کاظم شاہ بھی واقف نہیں تھا ورنہ وہ کبھی بھی انہیں اپنی بیوی کو یوں تنگ کرنے کی اجازت نہ دیتا جبکہ اس پلیننگ کا مشورہ لیجنڈ "سید ارزم شاہ" نے پیش کیا تھا جو ابھی گدھے گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا۔ ذائشہ خان کا فکرمند جبکہ ایزل شاہ کی خفا چہرہ دیکھتے سب اپنی مسکراہٹ دبا رہے تھے۔

افکورس ایزل آج سنڈے ہے! اسی لئے تو آج اتنے سارے چاند حویلی میں ایک ساتھ نظر آرہے ہیں!۔۔۔۔جواب ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا جو اپنے شہد رنگ بالوں میں انگلیاں پھیر تا سیڑھیاں اتر رہا تھا، وہ اس وقت رف سے بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس خلافِ معمول جلدی اٹھ گیا تھا، آنکھوں میں نیند کی سرخی واضح تھی، وہ ابھی فریش نہیں ہوا تھا صرف منہ پہ پانی کی چھینٹے مارتے نیچے آچکا تھا تاکہ ایزل کو تنگ کرنے میں ان سب کا ساتھ دے سکے۔۔

لالا کیا آپ کو بھی یاد نہیں ہے آج سنڈے کے علاوہ کیا ہے؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ کو ارزم شاہ کے جواب پہ مایوسی ہوئی تھی جس پہ وہ منہ پھولا کے اپنا رخ اسکی طرف موڑتی افسوس سے استفسار کرنے لگی۔۔

امم۔۔۔ایک منٹ! یاد کرنے دو!۔۔۔۔ارزم شاہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتا دریاب شاہ کے ساتھ صوفے پہ جگہ سنبھال چکا تھا۔ارزم شاہ کے جواب پہ ایزل شاہ نے پر امید ہوتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

ہاں!! یاد آیا!۔۔۔۔تقریباً تیس سیکنڈ تک سوچنے کی ایکٹنگ کرنے کے بعد ارزم شاہ چٹکی بجاتے ہوئے سسپینس کریئٹ کرنے والے انداز میں بولا تھا، ایزل کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی، وہ بے تابی سے اسکے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

ویسے تو یہ ایک سیکریٹ ہے! لیکن میں آپ سب کو بتادیتا ہوں! آج سے تقریباً سات سال پہلے میری اور ذی بے بی کی سڑک پہ پہلی ملاقات ہوئی تھی!! افف کیا حسین ملاقات تھی وہ!! میڈیم اپنا نازک پیر میری گاڑی کے ٹائر کے نیچے دے چکی تھیں!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی ہنسی دباتے افسوس سے سر جھٹکتا ذائشہ خان کی طرف دیکھ رہا تھا جس نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔سب کی تجسس بھری نگاہوں کا رخ اب ارزم شاہ کی طرف تھا۔۔وہ سب جیسے اسکی اور ذائشہ کی پہلی ملاقات کا پورا منظر سننے کو بے تاب ہو رہے تھے لیکن ایزل کے سوال کا جواب پھر سے وہی پہ رہ گیا تھا۔۔

احان شاہ اپنی مسکراہٹ دبانے کی غرض سے زوریز شاہ سے اپنی بیٹی پکڑتا اسکے پھولے گال پیار سے چوم رہا تھا تاکہ اسکے ہونٹوں پہ بار بار پھیلتی مسکراہٹ سے سارا کام خراب نہ ہو جائے۔اس منظر کو دیکھتے ایزل شاہ کی آنکھوں سے آنسو چھلکے تھے جنہیں وہ جلدی سے پیچھے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

اووزی! یہ۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے پھر سے اپنی طرف متوجہ کرنے والا تھا جب وہ تیزی سے صوفے سے کھڑی ہوئی تھی۔

سب بدل گئے ہیں! میں بھی بدل جاؤں گی۔۔۔ صحیح کہتے ہیں لوگ! بیوی اور بچوں کے بعد بھائی بدل جاتے ہیں!۔۔ ایزل شاہ ایک دم سے ہچکیوں سے روتی ہوئی بمشکل یہ دو جملے کہتی تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی۔اسے کبھی بھی اپنے لالا کے بیوی اور بچوں کے پیار سے جیلسی نہیں ہوئی تھی لیکن آج کے دن ان کی طرف سے اتنی لاپرواہی پہ وہ اپنے آنسوؤں سے قابو کھو چکی تھی کیونکہ آج انہوں نے پہلی دفعہ اسے اتنے برے طریقے سے اگنور کیا تھا۔۔ایزل شاہ کے یوں رونے پہ سب بھوکھلائے تھے۔۔

پکرائیں میرا بیٹا!! اب بابا جان بھی صرف اپنے پوتے کو پکڑیں گے! میں اپنے بیٹے کو خود سنبھال لوں گی! اسکی ماں ابھی زندہ ہے!!۔۔۔۔۔وہ ابھی دو سیڑھیاں بھی نہیں چڑھی تھی جب ایزل شاہ کو اپنے ازمیر کا خیال آیا تھا جس پہ وہ پھر سے لاؤنج میں آتی کاظم شاہ کے ہاتھوں سے اپنا بیٹا چھینتی ھارون شاہ کی طرف دیکھ کے روتے ہوئے بولتی کسی کی بھی سنے بغیر سب کو ہکا بکا چھوڑتی وہاں سے بھاگ گئی۔انہوں نے ایزل کو تنگ کرنے کا ضرور سوچا تھا لیکن یہ قطعی نہیں سوچا تھا معاملہ اتنا سیریس ہو جائے گا۔۔ھارون شاہ پچھتائے تھے کہ انہوں نے کیوں اپنے بچوں کی اس پلیننگ میں ان کا ساتھ دیتے اپنی بیٹی اور ازمیر کو صبح سے اگنور کیا تھا؟ وہ جب بھی یاور کو پکڑتے تھے ساتھ ہی گود میں ازمیر کو بھی اٹھاتے تھے لیکن آج ایزل کا ریکشن چیک کرنے کی وجہ سے انہوں نے ازمیر کو نہیں اٹھایا تھا جس پہ وہ برا منا کے ناراض ہوتی اپنے سسرال یعنی اوپر والے پورشن کی طرف بھاگ گئی تھی۔۔

خبردار جو اب کوئی میرے کمرے میں آیا! ! کسی نے میرے ازمیر کو ہاتھ بھی لگایا!!۔۔۔۔۔وہ روتے ہوئے اپنا بیٹا چومتی اونچی آواز میں سب کو سنانے کے لئے بڑبڑاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔۔

مجھے شاہ جی کے علاوہ کوئی اووزی نہیں بولے گا! مر گئی آپ سب کی اووزی!!۔۔۔۔۔وہ معصومیت سے اپنے آنسو رگڑ کے ان سب سے اعلانیہ انداز میں بائیکاٹ کرتی ان کی نگاہوں سے غائب ہو چکی تھی۔۔اسکے غائب ہونے پہ ان سب کو ہوش آیا تھا،وہ سب پریشانی سے سیڑھیوں کی طرف دیکھ رہے تھے،وہ سب اپنی جگہوں سے اٹھنے ہی والے تھے تاکہ ایزل کے پیچھے جا سکیں لیکن کاظم شاہ ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک گیا۔

یہ سب کیا تھا؟میری بیوی کے ساتھ آپ سب کے اس رویے کی وضاحت چاہوں گا؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اپنے غصے پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتی مٹھیاں بھینچتے ہوئے سختی سے بولا۔

اس کمینے سے پوچھ! یہ سب اسکا کیا دھرا ہے!!۔۔۔احان شاہ نے دانت پیستے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے الٹے مشورے سے سب کچھ کروانے کے بعد اب نچلا ہونٹ دباتے سب کو مصنوعی معصومیت سے دیکھ رہا تھا۔ مرحا، گل اور ذائشہ اوپر جانا چاہ رہی تھیں لیکن کاظم شاہ کے روکنے کی وجہ سے وہ یہی پہ بیٹھی رہیں۔۔احان شاہ کے جواب پہ کاظم شاہ نے غصے سے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

یہ سب ہمارا سیکریٹ پلین تھا! آپ سب آخر میں غداری کر کے مجھے سولی پہ کیوں لٹکا رہے ہیں؟۔۔۔۔۔۔ان سب کے منکرنے پہ ارزم شاہ نے دہائی دی تھی۔

ایسی کی تیسی تمہارے ہر اس سیکریٹ پلین کی جس کے نتیجے میں میری بیوی کی آنکھیں آنسو بہائیں!!۔۔۔کاظم شاہ ٹیبل پہ ہاتھ مارتا دانت کچکچا کے اسے ڈپٹ رہا تھا۔

اگر آپ کی ڈانٹ صرف میرے حصے میں آنی ہے تو مجھے پہلے ہی بتا دیں تاکہ میں ابھی سے روٹھ کے ایزل کی طرح اپنے سسرال چلا جاؤں!! ٹھکانوں کی کمی نہیں ہے میرے پاس!۔۔۔ارزم شاہ اسکی ڈانٹ کو سیریس لئے بغیر ناک سکوڑ کے بولتا صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔

یعنی تمہیں اپنے دیئے گئے مشورے پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے؟۔۔۔۔اسکے اتنے ریلیکس انداز پہ اب کی بار زوریز شاہ نے اسے ڈپٹا تھا تاکہ وہ خود کاظم کی ڈانٹ سے بچ سکے۔۔

بھولیں مت میجر صاحب! میرے مشورے پہ سب سے پہلے ہاں میں ہاں آپ نے ملائی تھی!!۔۔۔زوریز شاہ کا خون سفید ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ جتاتے انداز میں جواب دے رہا تھا۔ارزم کے جواب پہ کاظم شاہ کی گھوریوں کا رخ اب زوریز شاہ کی طرف تھا جو نگاہیں چراتا اپنے انگوٹھے سے ناک رب کرنے لگا۔۔

ایک دوسرے کو الزام دینا بند کرو سالو! میری توبہ جو میں آج کے بعد تم لوگوں کے کسی بھی گھٹیا پلین میں ساتھ دوں!تم دونوں کی وجہ سے مجھ سے میری لاڈلی بہن ناراض ہو چکی ہے!۔۔۔انہیں آپس میں لڑتے دیکھ کے احان شاہ اپنی بیئرڈ پہ ہاتھ پھیرتا اضطرابی کیفیت میں بولا۔۔

لعنت ہے تیرے وزیر دفاع ہونے پہ! تیرے میجر ہونے پہ اور تیرے سٹوڈنٹ ہونے پہ!!! تینوں لعنتی ہو!!۔۔۔
کاظم شاہ ایک ایک کر کے اپنی انگلی سے ان تینوں کی طرف اشارہ کرتا غصے سے بولتے ہوئے صوفے سے کھڑا ہوا تھا۔
باقی سب بھی ہمارے ساتھ شامل تھے لالا! ان پہ بھی کچھ پھول برسائیں ورنہ یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو گی!!۔۔۔
ارزم شاہ کی زبان ابھی تک بند نہیں ہوئی تھی صرف انہی تینوں بھائیوں پہ لعنت کیوں دی گئی تھی؟ باقی سب بھی تو اسکے ساتھ اس پلین میں شامل تھے؟؟ کاظم شاہ جو سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا، ارزم شاہ کے شوشے پہ مڑ کے تمام بڑوں کی طرف شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا تھا جو شرمندہ اور پریشان سے نظر آ رہے تھے۔ گلالئی اور مرحا اپنی جگہ شرمندہ ہو رہی تھیں، آخر وہ دونوں کیوں ان کے پلین میں شامل ہوئی تھیں؟
لالا ہم رات تک اوزی کو منالیں گے! ہمیں نہیں پتا تھا مسئلہ اتنا خراب ہو جائے گا!!۔۔۔۔ مرحا شاہ اپنی شرمندگی کا اظہار کئے بنا رہ نہیں پائی تھی۔۔
نہیں رات کو لالا حویلی نہیں ہوں گے جیسے کل رات نہیں تھے! ہمیں ابھی ہی کچھ پلین کرنا چاہئیے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ گلہ کھنکھارتے ہوئے زو معنی انداز سے کاظم شاہ کی طرف دیکھ کے بولتا اسے آنکھ ونک کر گیا، سب کے سامنے ارزم شاہ کی اس بات پہ کاظم شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا، مجال تھی یہ انسان کبھی جو اپنے پیٹ میں کوئی بات بچا لیتا۔۔ کاظم شاہ تو اسکی پڑھائی پہ چوٹ کر کے یہ بھی نہیں بول سکتا تھا کہ یہی دھیان اگر پڑھائی میں لگا لیا ہوتا تو آج ٹاپ کر رہے ہوتے! کیونکہ ارزم شاہ نے انہیں پڑھائی میں کبھی کوئی شکایت نہیں دی تھی، وہ ہمیشہ سے پڑھائی میں اچھا رہا تھا۔ کاظم شاہ کو اپنے سرخ ہوتے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے دیکھ کے سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی، احان اور زوریز شاہ نے ارزم شاہ کو گھوریوں سے نوازا تھا جو سنجیدہ چہرہ لئے زو معنی بات کر گیا تھا۔
بکواس بند کرو اپنی! اب تو تمہیں دینے کے لئے میرے پاس لعنتوں کا سٹاک بھی ختم ہو گیا ہے!!۔۔۔۔۔۔ سب کو مسکراہٹ روکتے دیکھ کے کاظم شاہ غصے سے دانت پیس کے ارزم شاہ کو جواب دیتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ کاظم شاہ کے غائب ہونے پہ ارزم شاہ کا بلند قہقہہ لاؤنج کی زینت بنا تھا۔
لالا اس میسج کا جواب ضرور دیجئیے گا!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے یہاں لڑکیوں کی حیا کرتے ہوئے منہ سے کچھ بولنے کی بجائے کاظم شاہ کو میسج لکھ کے سینڈ کرتے بلند آواز میں ہانک لگائی تھی۔۔

"چلیں زیادہ نہیں تو ہوٹل کا نام ہی بتا دیں؟ رخصتی کے بعد میرے کام آئے گا؟۔۔۔۔۔"کاظم شاہ جوان کی نظروں سے اوجھل ہوتا اوپر والی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا ارزم شاہ کی آواز سنتے اس نے اپنے ہاتھ میں بجتے فون پہ اسکا میسج پڑھا تھا۔۔اسکا میسج پڑھتے ہی چہرہ پہلے سے زیادہ سرخ ہوا تھا، وہ کبھی جو کسی کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دے! آخر اسے پتا کیسے چلا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو ہوٹل لے کے گیا تھا؟

باقی سب افسوس سے ارزم شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اس نے یقیناً کوئی بے باک میسج لکھ کے بھیجا ہو گا۔

"ابھی تمہاری رخصتی کو پانچ سال پڑے ہیں! ان پانچ سالوں میں مجھے تمام ہوٹلز کا تجربہ کر لینے دو! رزلٹ میں تمہاری سہاگ رات پہ تمہیں بتاؤں گا!!"۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے بھی جواباً دل جلانے والا ریپلائے دیتے فون آف کر کے جیب میں ڈالا تھا۔اسکا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا تاکہ اس ظالم سماج کی وجہ سے اپنی ستائی ہوئی بیوی کو بہلا سکے۔۔

واٹ پانچ سال؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکا ریپلائے پڑتے ہوئے ایک دم سے چیخ اٹھا۔اسکے یوں چیخنے پہ سب ایک دم سے اسکی طرف دیکھنے لگے۔

بابا میں آپ کو بتا رہا ہوں! مجھے اس سال اپنی رخصتی ہر صورت چاہیئے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اعلانیہ انداز میں دہائی دی تھی جس پہ سب افسوس سے اپنا سر جھٹک گئے، اسے اپنی رخصتی کا رونا رونے کے علاوہ اور آتا ہی کیا تھا؟؟اپنے شوہر کی ہر وقت کی بے باک ڈیمانڈ پہ ذائشہ خان ہمیشہ کی طرح خواہ مخواہ شرمندہ ہوئی تھی۔

رات کے نو بج رہے تھے جب حازق خان حویلی میں داخل ہوا تھا۔وہ اپنے کسی ذاتی کام کے سلسلے میں باہر گیا تھا ورنہ ڈیوٹی سے تو اسکی ایک ماہ کی چھٹیاں تھی۔۔جب سے شادی ہوئی تھی وہ میرال کو ایک پل کیلئے بھی اکیلا نہیں چھوڑتا تھا ۔دن رات اسکی جان ہلکان کئے رکھتا تھا۔وہ گاڑی سے نکل کر چابی اپنے ہاتھ میں گھوماتا میرال شاہ کو ڈھونڈنے کی غرض سے اپنے کمرے کی جانب گیا لیکن وہ کمرے میں تھی ہی نہیں تو ملتی کہاں سے؟حازق کمرے میں تلاشنے کے بعد باہر کی جانب بڑھا تھا۔جب کچن سے اسے کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی تھی۔وہ اپنا رخ موڑتا کچن کی جانب بڑھ گیا

۔جہاں میرال اسکی طرف سے پشت کئے کچھ بنانے میں مصروف تھی۔پہلے تو وہ میرال کو کچن میں دیکھ حیران ہوا تھا۔ پھر دبے پاؤں آگے بڑھتا چپکے سے اسے پیچھے تھامتا اسکی گردن میں منہ چھپا کے اسکے بالوں کی خوشبو سونگھنے لگا۔اس یوں اچانک افتاد پر میرال بے ساختہ ڈری تھی جس کے باعث اسکے ہاتھ میں پکڑا ہوا کریم کا پیکٹ نیچے گر گیا صد شکر تھا وہ کھلا ہوا نہیں تھا ورنہ میرال کے کپڑے گندے ہو جاتے۔۔

میرال پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اور اس پہ تضاد پیچھے مڑنے بھی نہیں دے رہا تھا۔

حد کرتے ہو!! ڈرا دیا مجھے۔۔اگر کیک خراب ہو جاتا تو؟؟؟۔۔۔۔میرال حازق کے بنا آواز کئے اس کو یوں اچانک پکڑنے پر خفا ہونے لگی۔

خیریت تو ہے!!! آج میرو جان کچن میں اور یہ کیک کس خوشی میں بن رہا ہے۔؟؟۔۔۔حاذق کیک کو دیکھ کر میرال شاہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

اوزی کی سالگرہ ہے تو میں نے سوچا ہم اسے فون پہ وش کر دیں گے ہم ادھر جا نہیں سکتے تو گھر پر ہی اپنے ہاتھوں سے کیک بنا کر وش کر دوں گی!اسے اچھا لگے گا۔۔۔۔میرال مڑے بغیر حازق خان کو جواب دیتی کیک بنانے میں مصروف تھی۔میرال اس وقت بلیک سلیولیس لونگ شرٹ اور کیپری میں ملبوس تھی جبکہ کندھوں پہ نیٹ کا ڈارک ریڈ دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ہلکا سا میک اپ کئے کانوں میں چھوٹے چھوٹے جھمکے پہنے اپنی اتنی سی تیاری پہ وہ کافی خوبصورت لگتی حازق خان کے دل کے تار ہلا گئی تھی۔۔دوپٹے سے نظر آتے اسکے دودھیاں سفید بازوں چمک رہے تھے۔جسے دیکھتے ہی حازق اسکا دوپٹہ اتار کے دور اچھال گیا۔

چلو ایزل کی سالگرہ کی خوشی میں میرا بھی منہ میٹھا کرواؤ!!!۔۔۔حازق خان اس کا دوپٹہ اتارنے کے بعد اسے اپنی طرف موڑتا اس کے ہونٹوں کو فوکس میں لئے بہکے ہوئے انداز میں بولتا اسکے دودھیاں سفید بازوں پر اپنی انگلیاں ٹریس کرنے لگا۔۔

وہ میں تمہارا روز کرواتی ہوں!بلکہ دن رات بنا پیسے لئے!!اس لئے ہٹو اور فریج سے نکال کر تھوڑی سبز مرچی کھاؤ کیونکہ اتنا زیادہ میٹھا تمہاری صحت کے لئے مفید نہیں ہے میجر صاحب!!!۔۔میرال شاہ اس کی ناک پہ تھوڑی سی

چاکلیٹ لگاتی اپنے کندھوں تک آتے بال جھٹکتی ایک ادا سے بولتی اپنا رخ اسکی طرف بدل گئی جبکہ حازق خان اسکی بات سنتا پاس ٹاپنگ کیلے پڑی چاکلیٹ سے اپنا منہ بھرتا ایک دم سے میرال کو اپنی طرف کئے اسکے لبوں پہ جھک گیا۔ وہ اپنے منہ میں بھری ہوئی چاکلیٹ اس کے ہونٹوں میں منتقل کرنے لگا۔ میرال بوکھلاتی ہوئی اپنے ہاتھ اوپر کی طرف اٹھا گی کیونکہ اسکے ہاتھوں پہ چاکلیٹ لگی ہوئی تھی جو حاذق خان کے کپڑوں کو گندا کر سکتی تھی جبکہ حازق خان میرال کو ٹانگوں سے پکڑ سلیب پہ بیٹھاتا اسکے ہونٹوں پہ مزید شدت دکھانے کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اسکی دھڑکنوں کو بے دردی سے چھونے لگا جس پہ میرال سسکتی ہوئی اسکی شرٹ کو اپنے چاکلیٹ والے ہاتھوں سے زور سے تھام گی حازق خان اپنے منہ میں لی ساری چاکلیٹ اسکے حلق میں اتار چکا تھا۔ میرال کے لبوں پہ لگی چاکلیٹ کو وہ اب اپنی زبان سے صاف کرتے اسکے لبوں کو اپنے دانتوں میں دباتے ہوئے پیچھا ہٹا تھا۔۔

اب آئندہ کے بعد تم اس طرح کی کڑوی باتیں نہیں کرو گی کیونکہ ایسی کڑوی باتیں کرنے سے پہلے میری اتنے رومانٹک انداز میں کھلائی ہوئی چاکلیٹ تمہیں لمحہ بالمحہ یاد آئے گی!!۔۔۔حاذق خان نے اس سے مرچی والی بات کا بدلہ یوں اپنے انداز میں لیا تھا۔

کیا بدتمیزی تھی یہ ؟۔۔۔میرال غصے سے اسکی طرف دیکھتی اپنی سانسیں ہموار کرنے لگی جو کہ اسکے لبوں اور چاکلیٹ کی وجہ سے حلق میں اٹک چکی تھی۔۔حاذق خان اسکی بات سنتا ایک دفعہ پھر سے اسکے نزدیک ہوتا اسکے لبوں پہ اپنی زبان پھیرنے لگے ابھی وہ اسکے لبوں کو پھر سے قید میں لیتا اسے بدتمیزی کا مطلب سمجھاتا جب اچانک اس کا فون رنگ ہوا تھا۔۔

آہہ کون ہے اس وقت ؟؟۔۔۔حاذق خان بدمزہ ہوتا اپنا فون جیب سے نکال کر دیکھنے لگا۔ عالم انکل کا نمبر دیکھ کر وہ یس کر کے فوراً کان سے لگا گیا۔ وہ جوں جوں ان کی کال سن رہا تھا حازق خان کے چہرے کا رنگ اڑ رہا تھا، اسے پریشان ہوتے دیکھ کے میرال شاہ ٹیشو سے اپنے ہاتھ صاف کرتی اسکی کال بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

عالم شاہ اس وقت اپنے روم میں ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے شہسوار کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ شہسوار کا میسج پڑھنے کے بعد وہ کافی پریشان ہو رہے تھے۔۔

شہسوار کی طرف سے اتنا تکلیف دہ میسج موصول ہونے کے بعد انھوں نے شہسوار کو مسلسل بیس منٹ تک کالز کی تھی۔۔ تاکہ وجہ جان سکیں کے ہوا کیا ہے۔؟؟ لیکن انھیں اپنی کسی بھی کال کا جواب نہیں ملا تھا۔۔۔ عالم شاہ اسکی نافرمانی والی بات سے آدھی صورتحال تو سمجھ چکے تھے کہ کس سلسلے میں اسے یہ میسج سینڈ کیا گیا تھا۔۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھے جب اچانک ان کا فون رنگ ہوا تھا، کسی ان ناؤن نمبر سے کال آرہی تھی۔۔ نمبر دیکھ کے عالم شاہ یس کر کے فون کان سے لگا گئے۔

لالا ہمارے شہسوار پہ کسی نے حملہ کر دیا ہے! اسے۔۔ اسے گولیاں لگی ہیں! و۔وہ۔۔ زخمی۔۔ ہو گیا ہے! آپ جلدی ہاسپٹل پہنچ جائیں!!۔۔۔۔ دوسری طرف سے روتے ہوئے کوئی عورت بول رہی تھی۔۔ لفظ لالہ سنتے ہی عالم انکل کو ایک پل نہیں لگا تھا سمجھنے کے لیے کہ کال کرنے والی کون ہے جبکہ کا شہسوار کا نام سن کے ان کے پیروں تلے سے زمین نکلی تھی۔ صدمے کی کیفیت میں انھیں اپنا آپ اندھیرے میں جاتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ ان کا پورا وجود بیٹے کو کھو دینے کے ڈر سے کانپ رہا تھا۔۔

کیا ہوا ہے میرے بیٹے کو؟ وہ۔۔ وہ کہاں ہے؟ کس ہاسپٹل میں ہے وہ؟ کس جگہ پہ گولیاں لگی ہیں؟۔۔۔۔ عالم شاہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کھوتے مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ شبنم بیگم سے تفصیل مانگ رہے تھے لیکن وہ انہیں اتنے سارے سوالات کا جواب دینے کی بجائے ہاسپٹل کا نام بتاتی کال کاٹ چکی تھی۔۔

شبنم بیگم کی کال سننے کے بعد وہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگے تھے، کسی بھی ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا حکم دینے کی بجائے وہ دیوانوں کی طرح اپنی گاڑی خود سٹارٹ کر کے ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

"ڈیڈ آپ کے یہ سخت الفاظ اور رویہ کسی دن میری جان لے گا" میں نے کب آپ کی نافرمانی کی میں نے کب کا بھرم نہیں رکھا آپ ہمیشہ اپنے عمل اور الفاظ سے مجھے تکلیف دیتے ہیں"۔۔۔ عالم شاہ شہسوار کی میسج پہ کہی گئی باتوں کو یاد کرتے ہوئے اذیت سے رو رہے تھے۔۔ ان کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ ایک بوڑھے باپ کا جوان بیٹے کو کھو دینے کا ڈر زندہ قبر میں دفنا دینے کے برابر ہوتا ہے۔۔

میرے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا انشاء اللہ! وہ صحیح سلامت ہو گا۔۔۔عالم شاہ اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کے لئے دعائیں کرنے لگے، عالم شاہ کی آنکھوں کے سامنے اس وقت اندھیرا چھا رہا تھا۔۔ گاڑی بار بار ان کے کانپتے ہاتھوں کی وجہ سے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہی تھی۔۔

کوریڈور میں اس وقت شبنم بیگم بیٹھی بری طرح سے روتی اللہ سے شہسوار کی صحت یابی کیلئے دعا مانگ رہی تھیں جبکہ آئرہ دیوار کے ساتھ لگی خاموش آنسو بہاتے ہوئے آپریشن تھیٹر کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں شہسوار کو لے جایا گیا تھا ۔۔ آئرہ اپنے سخت الفاظ یاد کرتے ہوئے اپنے منہ پہ دونوں ہاتھ رکھ کے دھاڑیں مار مار کے رونے لگی۔۔

آئرہ میری بچی حوصلہ کرو! اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔اسے روتے دیکھ کے شبنم بیگم ائرہ اپنی جگہ سے اٹھتی اسے اپنے سینے سے لگاتی اسے تسلی دینے لگی۔وہ جانتی تھیں ان کی بیٹی شہسوار شاہ سے کتنی محبت کرتی ہے! چاہے ائرہ نے کبھی انہیں اپنی محبت کے متعلق نہیں بتایا تھا لیکن وہ ماں تھیں وہ سب جانتی تھیں۔ابھی وہ اسے تسلی دے رہی تھیں جب عالم شاہ تیزی سے کوریڈور میں داخل ہوئے تھے۔

کہاں ہے میرا بیٹا؟ کیا ہوا ہے اس کو؟۔۔۔۔عالم شاہ ان کے قریب آرے اپنے آنسوؤں پہ ضبط رکھتے تیزی سے شبنم بیگم سے مخاطب ہوئے تھے۔۔

لالہ ہمارا بچہ !!!! وہ!!!وہ اس کو گولیاں لگی ہیں۔۔۔۔شبنم بیگم اپنی ٹوٹی پھوٹی آواز میں انہیں سارا ماجرہ بتاتی بے ساختہ عالم شاہ کے سینے میں چہرہ چھپا کے رونے لگی۔عالم شاہ نے شبنم بیگم کے یوں سینے سے لگ کے رونے سے انکے دل کو کچھ ہوا تھا۔انھوں نے اپنی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی۔لیکن انھوں نے شبنم بیگم کو خود سے دور بھی نہیں کیا تھا۔۔انسان جب غمگین ہوتا ہے تو وہ اپنوں کو تلاشنے لگتا ہے۔جب چھوٹا بچہ بھوکا ہوتا ہے تو وہ روتے ہوئے اپنی ماں کو تلاش کرتا ہے تاکہ اسکی بھوک مٹ سکے۔بالکل اسی طرح انسان جب غم زدہ ہوتا ہے تو وہ اپنوں کے ٹھنڈے سائے اور کندھوں کی تلاش کرتا ہے جس سے اسکے غم بھی بٹ جاتے ہیں اور بے چین روح کو سکون بھی مل جاتا ہے۔جس طرح سے شبنم بیگم کو ان کے سینے سے لگ کے کچھ سکون ملا تھا اسی طرح سے عالم شاہ کے دل پہ بھی جیسے ٹھنڈی پھوار گری تھی۔۔

کچھ دیر بعد عالم انکل کی خاموشی کو دیکھ کر شبنم بیگم خود ہی پیچھے ہٹ گی تھی لیکن ساڑھے تیئیس سال بعد اپنے لالا کے سینے سے لگ کے انھیں جو سکون ملا تھا وہ کبھی لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی جبکہ شبنم بیگم کے ہٹتے ہی عالم انکل تیز تیز قدم اٹھاتے آگے کی طرف بڑھے تھے تا کہ ڈاکٹر سے مزید تفصیل حاصل کر سکیں۔۔ آئرہ ہنوز دیوار کے ساتھ لگی آنسو بہائے جا رہی تھی۔۔

شہسوار کو ہاسپٹل لاتے ساتھ سیدھا آپریشن تھیٹر کی طرف لے جایا گیا تھا۔ کسی کاغذی کاروائی کی ضرورت کی نہیں پڑی تھی کیونکہ سب ہاسپٹل والے ایس ایس سید شہسوار شاہ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔۔

ڈاکٹر سے بات کرنے بعد عالم شاہ تھکے ہارے قدموں سے واپس کاریڈور میں آئرہ اور شبنم بیگم کے ساتھ آ کے کھڑے ہو گئے۔۔ وہ اپنی جیب سے فون نکال کر حازق خان کو اطلاع دینے لگے جو وہ اپنی پریشانی میں پہلے بھول چکے تھے، شہسوار شاہ کی اس حالت پہ انہیں سب سے زیادہ ضرورت اس وقت حازق خان کی تھی۔

امی اتنا وقت کیوں لگا رہے ہیں؟؟ اب تک تو ان کو باہر آ جانا چاہیئے تھا!!۔۔۔۔ ائرہ اپنی ماں کے سینے سے لپٹی روتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی تھی۔

صبر کرو اور دعا کرو! بے شک اللہ ہماری دعائیں سنتا ہے!۔۔۔ شبنم بیگم آئرہ کو اپنے ساتھ لگاتی دعا کی تلقین کرنے لگی ۔۔ اپنے بیٹے کیلئے ان دونوں کو یوں تڑپتا اور پریشان ہوتا دیکھ کر عالم شاہ کی آنکھیں کھلی تھی۔۔ انہیں آج معلوم ہوا تھا کہ کوئی ان کے علاوہ بھی انکے بیٹے کو چاہتا ہے اور حد سے زیادہ چاہتا ہے۔۔ وہ تینوں اب بس بے صبری سے آپریشن تھیٹر کی طرف دیکھ رہے تھے اس امید کے ساتھ کہ وہاں سے کوئی خیر کی خبر آئے۔۔

ڈاکٹر نے دو گھنٹے کے آپریشن کے بعد شہسوار کے جسم سے ساری گولیاں احتیاط سے نکال دی تھی شہسوار کو دو گولیاں پیٹ میں جبکہ ایک گولی کندھے پہ لگی تھی۔۔ گولیاں لگنے کی وجہ سے اس کا خون کافی ضائع ہو چکا تھا جس کی کمی کو پورا کرنے کیلئے ہاسپٹل والوں نے خود خون ارینج کیا تھا۔۔

کچھ گھنٹوں بعد میرال اور حازق خان بھی اسلامباد پہنچ چکے تھے! انھوں نے بھی آتے ساتھ ہی شہسوار کے متعلق پریشانی سے استفسار کیا تھا جس پر عالم انکل نے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ حازق خان آگے بڑھ کر عالم انکل

کو سینے سے لگا کر تسلی دینے لگا جبکہ میر ال شاہ دل میں دعا گو ہوتی ائرہ کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ کتنی محبت کرتی ہے شہسوار شاہ سے جبکہ شبنم بیگم میر ال کو جانتی تھی لیکن حازق خان سے وہ آج پہلی مرتبہ مل رہی تھی۔ وہ سب دیوار کے ساتھ کھڑے کافی دیر سے ڈاکٹر کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھے جب انہیں سامنے سے آتا ڈاکٹر دیکھائی دیا تھا۔عالم شاہ اور حازق خان تیزی سے ڈاکٹر کی جانب بڑھے تھے لیکن ان سے پہلے آئرہ بھاگتے ہوئے ڈاکٹر سے مخاطب ہوئی تھی۔

شہسوار کیسے ہیں؟وہ ٹھیک تو ہیں نا؟ان کو ہوش آگیا ہے؟کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟۔۔۔آئرہ شاہ نے بے صبری سے ڈاکٹر سے سوال پہ سوال کئے تھے۔

جی اللہ کا شکر ہے وہ بلکل ٹھیک ہیں۔انکے جسم سے ساری گولیاں نکال دی گئی ہیں ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے!! بہت جلد انہیں ہوش آجائے گا۔ہم انہیں کچھ دیر تک پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیں گے۔تھوڑی دیر بعد آپ ان سے باری باری مل سکتے ہیں۔۔۔ڈاکٹر آئرہ کے سوالات پہ تفصیل سے جواب دیتا آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔حازق خان اور عالم شاہ نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔میر ال اس وقت آئرہ کو اپنے ساتھ لگائے بینچ کی طرف بڑھی تھی۔۔

شہسوار کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کرنے کے بعد سب سے پہلے عالم انکل ملے تھے پھر انکے بعد باقی سب باری باری کچھ منٹ کی ملاقات کے لئے گئے تھے۔سب سے آخر میں آئرہ شاہ گئی تھی کیونکہ اب اس میں اسے دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔

ائرہ اپنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر داخل ہوتی سامنے بیڈ پہ پڑے شہسوار کی طرف بڑھی تھی۔جس کے چہرے پہ اس وقت آکسیجن ماکس لگا ہوا تھا۔رنگت بلکل زرد ہوئی پڑی تھی۔ائرہ آگے بڑھتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں تھام گی۔۔اور شاید آج پہلی بار اس نے خود سے شہسوار شاہ کا ہاتھ تھاما تھا۔وہ اسکی حالت دیکھ کر بے آواز رونے لگی۔۔اسکے آنسو شہسوار شاہ کا سرخ و سفید ہاتھ بھیگو رہے تھے۔آئرہ اسکی سائیڈ پہ تھوڑی سی جگہ بناتی اسکے پاس بیڈ پہ بیٹھ گی۔

شہسوار کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامے وہ اسکے چہرے کے ایک ایک خوبصورت نقش کو دیوانوں کی طرح بیٹھ کے حفظ کرنے لگی۔۔وہ ساری رات شہسوار کو اسی طرح دیکھتی رہی تھی ایک پل کیلئے بھی اس سے نظر نہیں ہٹائی تھی اس کو لگتا تھا اس نے اگر اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں تو وہ اسے کھو دے گی۔وہ رات کو ضد کر کے اندر رکی تھی جس پر پھر سب نے خاموشی اختیار کی تھی۔حازق نے میرال اور شبنم بیگم کو حویلی جا کے آرام کرنے کا کہا تھا لیکن ان دونوں نے صاف انکار کیا تھا جس پہ حازق خان خاموشی اختیار کر گیا۔۔

آئرہ ابھی بھی شہسوار کا ہاتھ پکڑے اسے دیکھنے میں مصروف تھی جب اذان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ احتیاط سے نیچے رکھتی وضو کرنے کیلئے باتھروم کی جانب بڑھی تھی۔وضو کر کے وہ باہر سے جائے نماز لے کر اندر آئی اور بچھا کے نماز کی نیت باندھ گی۔نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے ہاتھ اٹھائے اللہ سے دعا کرنے لگی۔۔دعا کرتے ہوئے اس کا پورا چہرہ آنسو سے تر تھا۔اپنے سخت الفاظ یاد کرتے ہوئے وہ مزید رونے لگی۔۔زار و قطار رونے کی وجہ سے اسکی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔شہسوار کسی کے یوں بری طرح سے رونے اور ہچکیوں کی آواز سنتا آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولنے لگا۔۔

سامنے زمین پہ بیٹھا وجود اسے مدہم نظر آرہا تھا وہ اپنی آنکھیں مزید کھولتا اسکو پہنچاننے کی کوشش کرنے لگا۔۔کچھ دیر تک ٹھیک سے دیکھنے پہ اسے روتی ہوئی آئرہ دیکھائی دی تھی۔۔

ائرہ!!! ائرہ!!!۔۔۔۔۔شہسوار اسے روتا دیکھ کر ہاتھ اٹھائے مدھم آواز میں پکارنے لگا۔۔اس کی پکار سن کر آئرہ شاہ نے جونہی پیچھے کی طرف دیکھا، شہسوار شاہ کو ہوش میں دیکھ کر وہ جائے نماز سے اٹھتی اسکی جانب لپکی تھی۔

آپ ٹھیک ہیں؟ آپ کو کہیں درد تو نہیں ہو رہا؟شکر ہے آپ کو ہوش آگیا۔۔۔آئرہ اسکے پاس پہنچتے ہی اس کا ہاتھ پکڑے اسکی طبعیت کے متعلق بے چینی سے پوچھنے لگی جبکہ شہسوار اپنی آدھی کھلی آدھی بند آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔وہ نیم بے ہوشی میں بھی اسکی تکلیف دہ حالت دیکھ چکا تھا۔چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔چھوٹی سی ناک سرخ تھی۔جبکہ لائٹ گرین آنکھیں رو رو کے سوجھی پڑی تھیں یوں جیسے لہو چھلکنے کو تیار تھی۔۔وہ آنکھوں میں دید کی طلب لئے اسکے چہرے کی طرف سوالیوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔

آئی ایم سوری!!! میں نے آپ کے ساتھ بہت برا کیا تھا۔ اپنے سخت الفاظ سے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی۔ آپ کو خود سے دور کرنا چاہا تھا۔۔۔ شہسوار کو یوں خاموشی سے خود کی طرف دیکھتا پا کے آئرہ اپنی آنکھوں میں درد اور شرمندگی لئے اسکا ہاتھ تھامتی اپنے کیے کی معافی مانگنے لگی جبکہ شہسوار تو اسکے اپنا ہاتھ تھامنے پہ حیران تھا۔ جس پر لمحہ بہ لمحہ آئرہ گرفت مضبوط کر رہی تھی جیسے وہ اس ہاتھ کو اب کبھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ شہسوار چونکہ غنودگی میں تھا اور چہرے پہ ماکس ہونے کی وجہ سے اسے کوئی بھی جواب دینے سے قاصر تھا لیکن اسکی حالت اور باتیں سیدھا شہسوار کے دل پہ لگ رہی تھی جنہیں وہ غور سے سن رہا تھا۔۔

مجھے آپ پہ اور آپ کی محبت پہ یقین ہے!! مجھے معلوم ہے آپ کی محبت خالص، پاکیزہ اور سچی ہے!! آپ کی محبت میں کوئی کھوٹ، کوئی ملاوٹ نہیں ہے!! آپ کی محبت ہر مفاد سے پاک ہے! میں نے ہمیشہ آپ سے محبت کا اظہار کیا اور آپ کو دیوانوں کی طرح چاہا!! لیکن آپ نے مجھ سے محبت کرتے ہوئے بھی شریعت کے اصولوں میں رہ کر کبھی مجھ پہ غلط نگاہ نہیں ڈالی! کبھی مجھے بیڈ ٹچ کرنے کی کوشش نہیں کی! میرے بچپنے اور دیوانے پن کا کبھی فائدہ نہیں اٹھایا! ہمیشہ مجھے اپنی شریک حیات اور ہم سفر کے روپ میں دیکھا!! اپنے نکاح میں لینا چاہا!! آپ اظہار نہیں کرتے تھے۔۔ مجھے کبھی کبھی یوں لگتا تھا جیسے آپ کو مجھ سے محبت ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ شہسوار شاہ کو مجھ سے خود سے بھی زیادہ محبت ہے!۔۔ اگر کبھی ہم نہ مل سکے تو آئرہ کا دل نہ ٹوٹ جائے بس یہی سوچ کر آپ اپنی محبت سے پیچھے ہٹتے رہے! خود کو اور مجھے تکلیف دیتے رہے۔۔۔ آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ کے بغیر زندہ رہ لوں گی؟؟ یا آپ کے بغیر آئرہ کی زندگی اچھی گزر جائے گی؟؟ اپ میرے جسم میں سانسوں کے جیسے سفر کرتے ہیں! آپ کا جدا ہونا مجھے مردہ قرار دے گا! آپ کو معلوم ہے محبت کا مرکز صرف ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ اگر اس کو مرکز سے دور لے جانے کی کوشش کروگے تو سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوں گی۔ محبت کے مرکز میں کشش ہوتی ہے جتنے قریب آؤ گے سکون پاؤ گے اور جتنا اس سے دور بھاگو گے مخالف سمت بڑھو گے تو جان سے جاؤ گا۔ اگر ہم ایک دوسرے سے دور ہونے کی کوشش بھی کریں گیں نا تو جان سے جائیں گے۔ جب میں نے کہا تھا کہ چلے جائیں یہاں سے!! تو آپ کیوں چلے آئے؟ مجھے دو تھپڑ لگانے تھے میری اس بات پہ!! اور کہتے کہ نہیں جاتا کیا کر لو گی!!!!؟ وہی پہ دھرنا دے کے بیٹھ جانا تھا۔۔ لیکن آپ کو تو اپنے پیشے کی وجہ سے جی حضوری کرنے کی عادت پڑ گئی

ہے!! میں نے آپ کو دل سے جانے کیلئے نہیں کہا تھا۔ بس اوپر اوپر سے کہا تھا۔ کیونکہ میں اس وقت تھوڑی غصے میں تھی نہ اسلئے !!!! ۔۔۔ آئرہ رونے کے ساتھ ساتھ شہسوار کی محبت کو سچا قرار دیتی اپنی ناک سکوڑتے ہوئے اب اپنی بے وقوفیاں گنوا رہی تھی جو اس نے شہسوار کو خود سے دور جانے کا کہہ کی انجام تھیں جبکہ اس کے منہ سے اپنی محبت پہ یقین سن کر شہسوار کی سیاہ آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ اسکی آنکھوں کی نمی دیکھ کے آئرہ اپنے نرم و نازک ہاتھوں کو آگے بڑھاتے ہوئے نرمی سے صاف کر گئی۔ اور بعد میں اسکی بے وقوفیاں سن کر شہسوار اسے آنکھیں دکھانے لگا۔۔ وہ پوری کوشش کر رہا تھا اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کی تاکہ آج اپنی آئرہ کو سکون سے سن سکے جس کی ساری باتیں آج بھی اسے ہمیشہ کی طرح سکون دے رہی تھی۔

اب اگر کبھی میں کہوں چلے جاو تو اس کا مطلب ہو گا کہ کبھی نہیں جاؤ!!! بات سمجھ میں آئی سرکاری غلام!!!۔۔۔ آئرہ اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں میں جان بوجھ کے شرارت لئے شہسوار کو آئندہ کیلئے تنبیہ کرنے لگی۔۔ شہسوار کی آنکھیں پھیلی تھی اسکے سرکاری غلام کہنے پہ!!!!وہ سرکاری غلام کہاں تھا بھلا؟؟ وہ تو صرف ائرہ شاہ کا غلام تھا۔۔ شہسوار سوچتے ہوئے اسکے شرارتی چہرے کی طرف دیکھنے لگا جس پہ غم اور خوشی کے تاثرات واضح تھے۔۔

آپ مجھے اپنی دلہن بنائیں گے ؟؟ میں آپ کی پسند کا جوڑا بھی پہنوں گی اور اپنے ہاتھوں میں آپ کے نام کی مہندی بھی لگواؤں گی۔۔ آئرہ شہسوار کے مزید قریب ہوتی آج اپنے دل کی ساری باتیں کہہ رہی تھی، اسے ہاسپٹل کے بیڈ پہ دیکھتے ائرہ شاہ کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔ شہسوار اسکی دلہن والی بات سن کر مسکراتا ہوا اپنے ہاتھ میں پیوست اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام گیا۔۔

تمہیں کون نہیں اپنانا چاہے گا آئرہ شاہ؟ تم ایک دفعہ کہو گی تمہارا غلام تمہیں سو دفعہ اپنائے گا!!۔۔۔ شہسوار شاہ، آئرہ شاہ کی باتوں پہ روح تک پر سکون ہوتا اس سے آنکھوں سے کلام کرتے کچھ دیر بعد اپنی آنکھیں موند گیا شاید وہ پھر سے بے ہوشی کی حالت میں جا چکا تھا جبکہ آئرہ اسے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر آگے بڑھتے ہوئے اس کے آنسو صاف کر گئی جو دلہن بنانے والی بات پہ اسکی گھنی سیاہ مڑی ہوئی پلکوں پہ ٹھہر چکے تھے۔۔

جان تمنا۔۔۔ قسط 136 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

سویٹ ہارٹ! رونا تو بند کرو یار! کب تک یونہی روتی رہو گی؟۔۔۔ کاظم شاہ اسکا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامتا پیار سے بولا۔۔ وہ صبح سے یونہی وقفے وقفے سے رو رہی تھی اور اب دوپہر ہو چکی تھی، کاظم شاہ اسے کافی دفعہ خاموش کروانے کی کوشش کر چکا تھا جس پہ وہ کچھ دیر خاموش ہوتی اور تھوڑی دیر بعد پھر حویلی کے مکینوں کا صبح والا رویہ یاد کر کے رونے لگتی۔۔

دیکھ رہے ہیں انہیں! میں ناراض ہوں لیکن کسی کو میری فکر نہیں ہے! صبح سے دوپہر ہو چکی ہے! کوئی مجھے منانے نہیں آیا!۔۔۔۔۔۔ ایزل شاہ اپنے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھتی بھیگی آواز میں شکوے کرتی اپنے عارضوں پہ پھیلے آنسو رگڑ رہی تھی۔۔

سب کو چھوڑ کے تم صرف مجھ پہ فوکس کرو! جس دن میں انتقال کر گیا اور تمہیں لگا اب تمہاری فکر کرنے کے لئے کوئی نہیں بچا تب یہ آنسو میری میت پہ بہا لینا! ابھی ایک منٹ سے پہلے رونا بند کرو ورنہ بہت برا پیش آؤں گا!!۔۔۔۔۔ اسے پاگلوں کی طرح رو رو کے اپنی آنکھوں کا حشر نشر کرتے دیکھ کے کاظم شاہ اب کی بار نرم لہجہ اپنانے کی بجائے سختی سے بولتا اسے کہنی سے پکڑ کے خود کے نزدیک کر گیا۔ اب اسکا رونا کاظم شاہ کو غصہ دلا رہا تھا، وہ اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسکے سخت لہجے پہ ایزل شاہ سانس روکتی اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اسکے الفاظ پہ ایزل شاہ کا دل چیرا گیا تھا، وہ کتنی آسانی سے اپنے مرنے کی بات کر گیا تھا۔۔ وہ اپنی پوری قوت سے اس سے اپنی کہنی چھڑواتی دور ہوئی تھی۔۔

آپ کے ہی ڈانٹنے کی کسر باقی رہ گئی تھی! شوق سے یہ کسر بھی پوری کر لیں! مجھے میرے ازمیر کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا!!۔۔۔ وہ اسکی ذرا سی ڈانٹ پہ پہلے سے زیادہ روتی ازمیر کو اٹھا کے اپنی گود میں بٹھا گئی۔ اسکے روٹھنے پہ کاظم شاہ نے سرد سانس کھینچتے اسکی طرف گہری نگاہوں سے دیکھا تھا جو اپنی نیلی آنکھوں سے پھر سے آنسو بہاتی ازمیر شاہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ چوم رہی تھی۔

اووزی میری جان وہ سب تمہیں تنگ کر رہے ہیں! ۔۔۔ کاظم شاہ صبح سے اب تک یہ جملہ شاید سو دفعہ دہرا چکا تھا لیکن مجال تھی جو اسکی بیوی عقل سے کام لے کے رونا بند کر کے اسے سمجھے۔۔ ایزل شاہ اسے جواب دینے کی بجائے

اپنے بیٹے میں مصروف رہی۔ وہ ازمیر شاہ کے گولڈن گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اپنے آنسو پھر سے صاف کر رہی تھی۔

میں تمہارے رونے کی وجہ سے بے چین ہو جاتا ہوں ڈارلنگ! بس اسی لئے تھوڑا سا غصہ آ گیا۔۔ تمہیں ڈانٹنے کا کوئی مقصد نہیں تھا! یہاں میری طرف دیکھو!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اسکے قریب ہوتا اسے پیار سے اپنے سینے سے لگا کے جھک کے اسکا گال شدت سے چومتا اپنے پہلے والے سخت لہجے کی صفائی دے رہا تھا۔۔ ایزل اسکا نوٹس لئے بغیر اس سے فاصلے پہ ہونے کی بھرپور تگ و دو کرنے لگی جس پہ کاظم شاہ نے اسکی کمر پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے اسے مزید اپنے سینے کے ساتھ لپٹایا تھا۔۔

دیکھو آپ کی مما کس طرح سے گندے بچوں کی طرح رو رہی ہیں میر! انہیں چپ کروانے کے لئے کیا کیا جائے؟۔۔۔۔ اس کی خاموشی پہ کاظم شاہ اپنی ناک ایزل کے گال پہ رگڑتا شوخ انداز میں ازمیر شاہ سے سوال کر رہا تھا جیسے وہ ابھی اسکی بات کا جواب دے گا۔۔ ازمیر کچھ بولنے کی کوشش میں ناکام ہوتا اپنے سرخ چھوٹے چھوٹے سرخ ہونٹوں کو وا کئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ہاااا!! میر بول رہا ہے اسکی مما کو لپ کس کر دی جائے!! اکیلے میں یہ سب سکھاتی ہو میرے بیٹے کو؟۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنے بیٹے کے کھلے ہونٹوں کو نرمی سے اپنی انگلی کے ساتھ چھیڑتا ایزل شاہ کے کان میں بے باکی اور مصنوعی حیرانگی سے سرگوشی نما آواز میں گویا ہوتا اسے بھوکھلانے پہ مجبور کر گیا۔ اسے آنکھیں پھیلا کے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ اسکے ماتھے پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا اسکے بالوں میں خوشبو محسوس کرنے کی غرض سے ان میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔

دور ہٹیں! ابھی بھی ویسی ہی فضول باتیں کریں جیسی ابھی کچھ دیر پہلے کر رہے تھے تاکہ میں آپ کی ان باتوں کی تاب نہ لاتی جلدی انتقال کر جاؤں!! ۔۔۔ وہ کاظم شاہ کے سینے پہ مکا جڑتی غصے سے بولتے ہوئے اسے اسکے کچھ دیر پہلے بولے گئے سخت الفاظ یاد کروا رہی تھی۔

شش!! رونا بند کرو! اجلدی اٹھ کے تیار ہو جاؤ! ہم باہر چل رہے ہیں!!۔۔۔۔ کاظم شاہ اس سے دور ہونے کی بجائے اسکی سوجھی آنکھیں پیار سے چومتا مدھم آواز میں بولا تھا۔

مجھے نہیں جانا! میرا موڈ نہیں ہو رہا!۔۔۔ایزل شاہ ناک سکوڑ کے بولی تھی، اسکا نیچے سب کے سامنے سے گزر کے باہر جانے کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔

اچھا تو اسکا مطلب میری بیوی اس وقت کمرے میں رہنا چاہتی ہے؟ آل رائٹ! تو پھر یہ بھی بتا دو اس وقت کس چیز کا موڈ ہو رہا ہے؟۔۔کاظم شاہ اسکے لاپرواہ سے جواب کو اپنے انداز میں لیتا مدھم گھمبیر آواز میں بولتے اسکی کمر پہ رینگتے اپنے ہاتھ سے ایک جھٹکے سے اسکی قمیض کی ذپ نیچے کھسکا گیا۔ایزل شاہ نے چونک کے تیزی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اپنے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبائے اسے بے باک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

ک۔۔کیا۔۔کر۔۔۔رہے۔۔ہیں!۔۔۔اسکا ہاتھ اپنی خم دار کمر پہ رینگتا محسوس کرتے ایزل شاہ مچلتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش میں ناکام ہو رہی تھی۔ازمیر شاہ ان دونوں کی طرف دیکھتا بار بار آنکھیں اپنے ہاتھوں سے مسل رہا تھا، شاید اسے نیند آ رہی تھی۔۔

میرا موڈ تمہارے اور میر کے ساتھ باہر جا کے کچھ وقت گزارنے کا تھا لیکن مجھے لگ رہا ہے میری بیوی کا کوئی اور ہی موڈ ہے تو بس اپنے موڈ کو تمہارے موڈ میں بدلنے کی کوشش کر رہا ہوں! شش ڈونٹ ڈسٹرب!!۔۔۔کاظم شاہ اسے آنکھ ونک کر کے بے باکی سے دیکھتا اسکی کمر پہ جان بوجھ کے اوپر نیچے اپنی انگلیاں بجاتا اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا باعث بن رہا تھا۔۔

میں نے ایسا کب کہا؟ ازمیر جاگ رہا ہے! ہوش کریں!۔۔ایزل شاہ لال پڑتی دانت پیس کے بولتی اسکا ہاتھ پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔

اگر تم اگلے ہی منٹ تیار ہونے کے لئے نہ اٹھی تو باخدا میں مدہوش ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا! اچھا ہے ازمیر بھی اپنے بابا سے اس عمر میں رومانس کی کلاسس لے لے گا اسے جوان ہو کے اپنے بابا، چاچو اور ماموؤں کی طرح عمران ہاشمی کی فلمیں دیکھنے پہ وقت ضائع نہیں کرنے پڑے گا!!۔۔۔کاظم شاہ کے اس قدر بے باک جواب پہ ایزل شاہ نے کانوں کی لوں تک سرخ پڑتے اپنے معصوم سے بیٹے کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت نیند میں جھول رہا تھا اور اسکا باپ اسے اپنی فلم دیکھانے کے خواب سوچ رہا تھا۔۔وہ سٹپٹاتی ہوئی ازمیر کو سائیڈ پہ پڑے تکیے پہ لٹاتی تیزی سے کاظم

شاہ کی پناہوں سے آزاد ہوئی تھی۔ ذپ کھلی ہونے کی وجہ سے اسکی قمیض کندھوں سے ڈھلکتی اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال واضح کر رہی تھی۔ کاظم شاہ نے بمشکل خود کو کوئی گستاخی کرنے سے روکا تھا۔۔

عمران ہاشمی بھی آپ سے پناہ مانگے گا! وہ بیچارا تو ایسے ہی رومانس کے نام پہ بدنام ہے! آپ عمران ہاشمی سے دس ہاتھ آگے ہیں! آپ کی بے شرم حرکتیں دیکھنے کے بعد عمران ہاشمی کے دل میں بھی حسرت جاگے گی کہ کاش وہ عمران ہاشمی نہیں بلکہ کاظم ہاشمی ہوتا!!۔۔۔ کاظم شاہ کی بے باک نگاہیں اپنے نشیب و فراز پہ محسوس کرتی ایزل شاہ جلدی سے اپنی ڈھلکتی قمیض کو سینے سے تھامتی دانت کچکچا کے دبی دبی آواز میں غصے سے بولتی ڈریسنگ روم کی جانب بھاگی تھی۔۔ کاظم شاہ کا فلگ شگاف قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔

تمہارا تجزیہ کہہ رہا ہے تم نے ضرور اسکی کوئی فلم دیکھی ہے۔۔۔ اسے ڈریسنگ روم میں گھستے دیکھ کے کاظم شاہ نے ہانک لگائی تھی۔ ایزل شاہ نے منہ کھول کے اسکی طرف دیکھتے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

آپ کی طرح بے شرم فلمیں نہیں دیکھتی تھی میں!!!۔۔۔ وہ خفگی سے بولتی زور سے دروازہ بند کر گئی۔

دیکھ کے مجھ سے منہ تھوڑی تروانا تھا؟۔۔۔۔ کاظم شاہ بلند آواز میں ناک چڑھا کے بولتا ازمیر شاہ کے گال چومنے لگا۔۔

ہاں خود مرد چاہے جتنا مرضی گند دیکھ لے! بس ساری پابندیاں بیوی اور بہنوں کی دفعہ یاد آتی ہیں!۔۔۔۔ ڈریسنگ روم سے ایزل شاہ کی بلند خفگی بھری آواز گونجی تھی جس پہ کاظم شاہ نے آئیبرو اٹھا کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔۔

جس فلم پہ ہاتھ رکھو گی اکھٹے بیٹھ کے دیکھنے کے ساتھ !I am not of this type سویٹ ہارٹ زیادہ مت تڑپو! ! ساتھ اپنی لائیو فلم بھی چلائیں گے! ناراض کیوں ہوتی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنے بیٹے کے پھولے گال کو زور سے اپنے ہونٹوں میں دبا کے پیچھے ہٹتا بلند آواز میں اسے جواب دے رہا تھا۔۔ اسکے جواب پہ ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا۔ دل دو سو کی سپیڈ پہ دھڑکا تھا۔۔

میں کیوں تڑپو گی! خود تو آسٹریلیا جانے سے پہلے اپنی قسم دی تھی کہ کارٹونز کے علاوہ کچھ مت دیکھوں!!۔۔۔ ایزل شاہ اپنی شرم پہ قابو پاتی نروٹھے پن سے بولی تھی۔ اس وقت وہ کاظم شاہ کے سامنے نہیں تھی اسی لئے ابھی تک پٹر پٹر

زبان چل رہی تھی۔۔ ایزل شاہ کی بات سنتے کاظم شاہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھری تھی۔ وہ اسکی غصے میں کہی گئی باتوں کا بھی یوں مان رکھتی تھی جیسے خرفِ آخر ہوں۔۔

That was my Red flag era though! hahah

تب تو نئی نئی محبت یا شاید عشق کی دہلیز پہ قدم رکھا تھا!! آج میری سوچ کچھ مختلف ہے! جو کام میں کر سکتا ہوں وہ تم کیوں نہیں کر سکتی؟ اکھٹے بیٹھ کے دیکھیں گے جہاں لڑکا شرٹ لیس ہو گا میں تمہیں کس کر دوں گا اور جہاں لڑکی نیم برہنہ ہو گی وہاں تم مجھے کس کر دینا! اس تیکنیک سے ہم انہیں دیکھنے کی بجائے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھیں گے! کیا کہتی ہو پھر ہو جائے رات کو ایک ایسی پریکٹس؟۔۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے اسکے سوال کا تفصیلی جواب دیتے اسے سر تا پاؤں سرخ کیا تھا۔ وہ جواباً کچھ بول نہ سکی۔۔ کچھ بولتی بھی کیسے؟ شرم سے دہری ہوتی اس بے باک انسان کو آخر کیا جواب دیتی؟ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ کا مزید ایک قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔۔

Happy Birthday to u, Happy Birthday to u! Happy Birthday Dear Ozzie! Happy Birthday to you

وہ اپنے سر پہ دوپٹا ٹھیک کرتی کاظم شاہ کے ہمراہ بالکل ابھی کمرے سے نکلی تھی جب سب کو اپنے کان کے پاس پارٹی پیپرز اور غبارے پھوڑتے دیکھ کے ایک دم سے ڈرتی کاظم شاہ کے سینے میں چھپ گئی۔۔ ارزم شاہ اپنی سریلی آواز میں ایزل کو سب کی طرف سے ہیپی برتھڈے وش کرتا گنگناتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف بڑھتا اسکے بازوؤں میں موجود ازمیر شاہ کے سر پہ برتھڈے کیپ پہنا رہا تھا۔ کاظم شاہ نے سب کا خیال کرتے ہوئے ایزل کو نرمی سے خود سے الگ کرتے اسکا رخ سب کی طرف کروایا تھا۔ ایزل آنکھیں پھیلائے ان سب کی طرف دیکھ رہی تھی جو ارزم شاہ کے گنگنانے پہ تالیاں بجا رہے تھے۔۔ احان شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے اپنی لاڈلی بہن کو خود کے ساتھ لگایا تھا جبکہ زوریز شاہ نے اس دوران ہنستے ہوئے اسکے سر پہ پنک برتھڈے کیپ پہنائی تھی۔۔

اپنے سر پہ کیپ دیکھ کے ازمیر شاہ کھکھلاتے ہوئے اپنے بابا کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ کاظم شاہ کو اس سرپرائز کے متعلق ابھی کچھ دیر پہلے ہی بتایا گیا تھا جس پہ اس نے ایزل کو باہر جانے کے بہانے زبردستی تیار کروایا۔۔ ایزل شاہ کے

فرشتوں کو بھی علم نہیں تھی کمرے سے نکلتے ہی وہ سب اس پہ یوں ٹوٹ پڑیں گے۔۔یاور اور یسریٰ کے سر پہ بھی کیپ پہنائی گئی تھی جس پہ یسریٰ تو نہیں البتہ یاور ضرور برے برے سے منہ بنا رہا تھا۔

تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا ایزل کہ تمہارے لالا شادی کے بعد بدل جائیں گے ؟۔۔۔۔احان شاہ اسکا ماتھا چومتے پیار سے بولا تھا۔۔وہ اس وقت میرون خوبصورت سی فراک پہنے سر پہ اچھے سے دوپٹا سجائے ہوئے تھی جبکہ کاظم شاہ اور ازمیر شاہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس ایک دوسرے کا عکس دیکھائی دے رہے تھے۔۔

صبح مجھے اتنا اگنور کیا!۔۔۔۔ایزل شاہ بھیگی آواز میں شکوہ کرتی انہیں نروٹھے انداز سے دیکھ رہی تھی۔

ایزل ہمارے جتنے بھی بیوی بچے آجائیں تم ہمیشہ ہمارے لئے ہماری گڑیا رہو گی تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا! ہم سب تمہیں صبح تنگ کر رہے تھے!!۔۔۔۔۔جواب زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا۔۔

جتنے بھی بیوی بچوں سے کیا مراد ہے آپکی لالا؟ میں پہلے ہی بتا رہا ہوں! میں آپ کے بیس بچوں کا چاچو بننے کو تیار ہوں لیکن میری بھابھی صرف مرحا رہے گی! میں اپنی بھابھی پہ سوتن برداشت نہیں کر سکتا!!۔۔۔ارزم شاہ جو ازمیر کے گال پاگلوں کی طرح چوم رہا تھا زوریز شاہ کے جملوں پہ غور کرتے ہی نگاہیں مرحا شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو ہاتھ میں کیک پکڑے ذائشہ سے کسی بات میں مصروف تھی۔شاید اس نے زوریز شاہ کا جملہ غور سے نہیں سنا تھا اسی لئے ارزم شاہ نے یہ نیک کام کرنا یعنی اس کا بھرپور نوٹس زوریز شاہ کے جملے کی طرف دلانا خود پہ فرض سمجھا تھا۔۔زوریز شاہ جو اپنی بہن کو سینے سے لگائے اسکا ماتھا چومتا اسکی انسیکیوریٹیز دور کر رہا تھا، ارزم شاہ کے آگ لگانے پہ مرحا شاہ کو خونخوار نظروں سے خود کی طرف دیکھتا پا کے تیزی سے نفی میں سر ہلا گیا۔۔

کا نام دے دیں گے!!۔۔۔ slip of toungہاں! مرحا اب لکھوالو! اپنے دل کے ارمان بتانے کے بعد اسے زوریز شاہ کو بہانہ سوچتے دیکھ کے ارزم شاہ تیزی سے مزید آگ لگانے لگا جس پہ مرحا شاہ خفگی سے زوریز شاہ کو دیکھتی اپنے ہاتھ میں پکڑا کیک کاٹنے کے لئے چاقو اسے دیکھانے لگی۔۔سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔جہاں زوریز شاہ نے دانت پیستے ہوئے ارزم شاہ کے کندھے پہ مکا جڑ رہا تھا وہی پہ ھارون شاہ اپنی بیٹی کو سینے سے لگا کے اسے سالگرہ وش کرتے اسکی صبح کی ناراضگی دور کر رہے تھے۔۔اوپر چھوٹا سا کیک کاٹنے کے بعد وہ سب نیچے آچکے تھے۔۔نیچے والے پورے پورشن کو سب نے مل کے سجایا تھا۔ہر طرف برتھڈے کے لحاظ سے کافی خوبصورت سی ڈیکوریشن کی گئی تھی، ایزل

شاہ یہ سب دیکھتے ہی اپنی ناراضگی بھولتی خوشی سے چہکتے ہوئے کاظم شاہ کے دل پہ ٹھنڈی پھوار برسا رہی تھی۔۔وہ جتنا صبح رو رہی تھی اب اتنا ہی چہکتے ہوئے اس ساری ڈیکوریشن کو سراہ رہی تھی جبکہ ازمیر شاہ کا دھیان سامنے پڑے بڑے سے کیک کی طرف تھا جسے ابھی تھوڑی دیر میں ایزل کاٹنے والی تھی۔۔

ایزل شاہ کو کیک کاٹتے دیکھ کے ازمیر بار بار اپنے باپ کے بازوؤں میں اکڑتا آگے کو ہوتے ہاتھ مارنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کاظم شاہ اسکا دھیان بٹانے کی غرض سے احان شاہ کے سینے سے لگی یسریٰ کو اپنے دوسرے بازو میں تھام گیا۔۔ازمیر اب اسکی گال کو انگلی سے ٹچ کرنے کی کوشش کرتا کھکھلائے جا رہا تھا۔۔کاظم شاہ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کے مسکراہٹ دباتے ہوئے انہیں فاصلے پہ رکھا تھا۔۔باقی سب تالیاں اور ہوٹنگ کرتے ایزل شاہ کو کیک کاٹتے دیکھ رہے تھے۔۔کیک کاٹنے کے بعد ایزل سب کو تھوڑا تھوڑا چکھا رہی تھی، اس نے اس وقت کاظم شاہ کو کیک چکھانے کی بالکل کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ گزری رات اسکا کیک رومانس یاد کرتے ہی سرخ پڑ رہی تھی۔وہ اپنے بے باک شوہر کو جانتی تھی، اس وقت کافی مشکل سے اپنے جذبات پہ قابو پائے اسکے قریب کھڑا ہو گا اسی لئے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔۔کاظم شاہ اسکی چالاکی پہ دل میں مسکراتے ہوئے اب ضد کرتے ہوئے ازمیر کی طرف دیکھ رہا تھا جس کا دھیان یسریٰ کی اگنورینس کے بعد پھر سے کیک کی طرف جا چکا تھا۔۔باپ کو اپنی طرف دیکھتا پا کے آنکھوں میں آنسو لاتا اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ سے وہ کیک کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیوں ترسا رہے ہو میرے بیٹے کو!!۔۔۔۔پاس کھڑا احان خود اپنی انگلی پہ تھوڑا سا چاکلیٹ کیک لگا کے ازمیر شاہ کے ہونٹوں کے قریب لایا۔ازمیر شاہ نے کھکھلاتے ہوئے اسکی انگلی سک کرتے کیک ٹیسٹ کیا تھا۔۔

نہیں کر!! اور ضد کرے گا!!۔۔۔۔ازمیر کو پھر سے للچاتی نظروں سے کیک کی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے احان کو منع کیا تھا جو ازمیر کا گال پیار سے چومتے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ایزل جو احان شاہ کو تھوڑا سا کیک چکھانے والی تھی ازمیر شاہ نے ہاتھ مارتے ہوئے تقریباً اس سے کیک چھینا تھا جس پہ سب ہکا بکا ہوتے اسکی طرف دیکھنے لگا جو کھکھلاتا ہوا اب یہ چھینا ہوا آدھا ادھورا کیک یسریٰ کے ہونٹوں کی طرف بڑھا رہا تھا۔۔

Hahaha New Couple in the town

اس منظر کو دیکھتے ارزم شاہ نے قہقہ لگاتے ہوئے ہمیشہ والا نعرہ لگایا تھا جبکہ اسکے بازوؤں میں موجود یاور نے ماتھے پہ بل ڈالے تھے، اسے شاید ازمیر کی یہ چھچھوڑی حرکتیں پسند نہیں آرہی تھیں۔۔ارزم شاہ کی آواز پہ ایزل کا سکتہ ٹوٹا تھا جس پہ وہ تاصف سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھی، یسریٰ اسکے ہاتھ سے کیک کھانے کی بجائے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

اوئے اپنے بیٹے کو سنبھال کے رکھ! میرے سامنے میری بیٹی کو چھیڑ رہا ہے!۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کاظم شاہ کے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو پکڑ کے اپنے سینے سے لگایا تھا۔احان شاہ کے جملے پہ سب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

جس دن تجھے یاور کے ہاتھ پڑ گئے نا تیر کی طرح سیدھا ہو جائے گا سالا!۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ان کے قریب آتا ازمیر شاہ کو مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے بولا تھا، یاور نے بنا سیکنڈ لگائے اپنے ہاتھ کا استعمال کرتے ازمیر پہ حملہ کرنا چاہا تھا لیکن کاظم شاہ احتیاط برتتا ازمیر کا چہرہ جلدی سے اپنی گردن میں چھپا گیا جس پہ ازمیر شاہ کے سر پہ پہنی برتھڈے کیپ زمین بوس ہوئی تھی۔اس خوبصورت منظر کو دیکھتے ایک دفعہ پھر سے ماحول زعفران بنا تھا۔ازمیر نے باپ کی گردن سے چہرہ نکال کے رخ موڑتے یاور کو سبق سیکھانا چاہا تھا لیکن اس دفعہ ارزم شاہ اسے بچا چکا تھا۔۔ازمیر کو منہ پھولاتے دیکھ کے کاظم شاہ ہنستا ہوا اسکا چھوٹا سا ہاتھ تھام کے چومتے ہوئے اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا، اسکا کیک والا ہاتھ اسکی سیاہ قمیض گندی کر رہا تھا لیکن کاظم شاہ کو پروا نہیں تھی، اسے اپنے بیٹے کی اتنی پیاری حرکتوں پہ ہمیشہ یونہی ٹوٹ کے پیار آتا تھا۔

آج شاہ حویلی کے تمام مکینوں نے کافی انجوائے کیا تھا۔۔خوب تصاویر لیتے ان لمحات کو یادگار بنایا گیا تھا۔شاہ بی بی کی پچھلے دو دونوں سے طبیعت کافی ناساز تھی اسلئے وہ سب کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکی تھی خاص کر بچوں کے ساتھ۔۔

وہ بچوں کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ملازمہ کی مدد سے واپس اپنے روم میں واپس چلی گئی تھی کیونکہ یہاں پہ کافی شور اور ہلہ گلہ تھا۔۔بچے اس وقت گل کی گود میں تھے جس کی وجہ سے شاہ بی بی اسے کہہ بھی نہ

سکی کہ اسے بچوں کو پیار کرنا ہے۔۔وہ اپنے دل میں بچوں کو پیار کرنے کی حسرت لئے چپ چاپ اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔۔ازمیر کو کاظم روز صبح انکے روم میں لے جاتا تھا لیکن یاور اور یسری ان کے روم میں کبھی نہیں آئے تھے وہ بس نیچے لاؤنج میں ہی ان سے مل لیتی تھی۔عادل شاہ نے شاہ بی بی کے چہرے کی طرف بخوبی نوٹ کیا تھا جب وہ بچوں کو اٹھانے کی تڑپ لئے دیکھ رہی تھی۔۔سب کو اوزی کے ساتھ مصروف دیکھ کے احان نے اپنے کمرے کا رخ کرتے جاتے ہوئے گلالئ کو اوپر آنے کا اشارہ کیا تھا۔اس کے اشارے کو سمجھتے ہوئے گلالئ سرخ پڑتی گھبرا کے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔وہ تو شکر تھا ارزم اس وقت احان کی طرف متوجہ نہیں تھا ورنہ اسے احان کو تنگ کرنے کا ایک نیا ٹاپک مل جانا تھا۔۔گلالئ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد اٹھتی بچوں کو سنبھالتے ہوئے اوپر کی جانب بڑھی تھی۔

رکو گل بیٹا!!!! بچے مجھے دے دوں مجھے ان کے ساتھ وقت گزارنا ہے۔۔۔عادل شاہ نے پیچھے سے گلالئ کو آواز لگائی تھی۔جس پہ گلالئ واپس مڑتی دھیمی سی مسکراہٹ لئے دونوں بچے ان کو تھماتی خود اوپر کمرے کی جانب بڑھ گی ۔۔دونوں بچوں کو گلالئ نے ابھی تھوڑی پہلے ہی فیڈ کروایا تھا جب وہ سو کے اٹھے تھے۔۔ابھی انکے کھیلنے کا ٹائم تھا۔ اسلئے گلالئ بے فکر ہو کے انہیں بچے تھما کے اوپر آچکی تھی جبکہ ریز شاہ دونوں بچوں کو ان کے بازوؤں سے پکڑ کے اپنی بانہوں میں بھرے پیار سے چومتے ہوئے عادل شاہ کے کمرے میں چھوڑ کے پھر واپس سے لاؤنج میں آچکا تھا۔ کمرے میں آتے عادل شاہ دونوں بچوں کو بیڈ پہ لیٹائے ان سے پیار بھری باتیں کر رہے تھے جب شاہ بی بی شاور لے کے باتھروم سے نکلی تھی۔ان کو کافی سستی ہو رہی تھی اسلئے انہوں نے شاور لینے کا سوچا تھا شاید طبعیت میں کچھ بہتری آجائے۔۔وہ بچوں کو دیکھتی تیزی سے اپنے گیلے بال سمیٹتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔

میرے بچے دادو سے ملنے آئے ہیں دادو نے آپ کو بہت یاد کیا!!! ۔۔۔شاہ بی بی بے تابی سے دونوں بچوں کو پیار کرتی انکے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پکڑ کے چومتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔۔جس پر یاور اور یسری غور سے شاہ بی بی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔

آرام سے!!!! تمہارا جب تک دل چاہے ان کو پیار کر سکتی اور جب ان کی یاد آئے انہیں نیچے منگوا لیا کرو۔۔۔عادل شاہ انہیں بچوں کو دیوانوں کی طرح پیار کرتے دیکھ کر نرمی سے شاہ بی بی کے چہرے کی طرف دیکھ کر مخاطب ہوئے تھے۔وہ عادل شاہ کے دن بدن پہلے سے بدلتے رویے پہ انہیں نم نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔۔ورنہ باقی سب کی

طرح وہ بھی ان سے سیدھے منہ بات کرنا چھوڑ چکے تھے لیکن جوں جوں باقی سب کا رویہ شاہ بی بی کے ساتھ کچھ بہتر ہو رہا تھا عادل شاہ بھی اپنے پرانے نرم انداز میں لوٹ رہے تھے۔۔

گل اپنے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھولتی اپنے سر اندر کر کے جھانکتے ہوئے احان شاہ کو ڈھونڈھنے کی کوشش کرنے لگی۔ کیونکہ وہ اسکے اشارے سے اسکے سارے نیک خیالات اور ارادے سمجھ چکی تھی اسلئے ڈرتے ہوئے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ جب دروازے کے پیچھے چھپے کھڑے احان شاہ نے اسے فوراً سے دبوچا تھا۔ گلالئ کے یوں چوروں کی طرح پکڑے جانے پر احان کا قہقہ بلند ہوا تھا۔ جبکہ گلالئ کی ڈر کے مارے چیخ نکلی تھی۔ اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ احان دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گا۔۔۔

آہہ چھوڑیں مجھے!!! میں ڈر گئی تھی! شکر ہے میرا دل نہیں بند ہوا۔۔۔ گلالئ غصے سے بولتی اسکی مضبوط گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی جو وہ اسکے دھڑکنوں کے مقام پہ اپنے بازو کی مدد سے بنائے ہوا تھا۔

تمہارا دل کبھی بند نہیں ہو سکتا گل جاناں!! کیونکہ اس دل میں سید احان شاہ بستا ہے جو تمہارے دل کا خیال ہر لحاظ سے رکھتا ہے البتہ تمہاری سانسیں روکنے کی گارنٹی میں نہیں دے سکتا!۔۔۔۔۔ احان اسکے دل کے مقام پر اپنی انگلیاں ٹریس کرتا اسکی گردن پہ اپنے لبوں کا لمس چھوڑتا بہکے ہوئے انداز میں بولا تھا۔ گلالئ اسکے لبوں اور اپنے دل کے مقام پہ احان کی انگلیوں کی گستاخیاں محسوس کرتے ہوئے سمٹی تھی۔ اسے یوں سمٹتے دیکھ کر احان اسکے پھول سے نازک وجود کو اپنی بانہوں میں اٹھاتا بیڈ پہ کی طرف بڑھ گیا۔

تم سے زیادہ تو تمہارے اس غرارے شرارے کا وزن زیادہ ہے! ایک کام کرتے ہیں اس فضول بوجھ کو ہٹا دیتے ہیں!۔۔۔ یہ کہتے ہی احان ایک پل میں اسکی ڈیسنٹ سی پرپل فراک کو اسکے تن سے جدا کر گیا۔ یہ فراک کافی سیمپل اور لائٹ ویٹ سی تھی بس گلے اور بازو پہ کڑھائی تھی۔ اسکے یوں فراک اتارنے پہ گلالئ کانوں کی لوں تک سرخ پڑی تھی تیزی سے اپنے پاس پڑا تکیہ اٹھا کے اپنے آگے کرتی خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ جبکہ وہ اسکے غرارے شرارے والی بات پہ حیران ہوئی جسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ اس نے فراک پہنی ہوئی ہے یا غرارہ؟ یا شاید وہ

ڈرامے کر رہا تھا۔۔احان اسکے خود کو یوں تکیے سے چھپانے پہ آگے بڑھتے ہوئے شرارت سے مسکراتا ایک پل میں تکیے کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ کے دور پھینک گیا۔

مجھ سے چھپنے کی تمام کوششیں بیکار ہیں گلِ جاناں!میں تمہارے وجود کے ایک ایک انچ کو اپنی نگاہوں سے ماپنے کا حق رکھتا ہوں!۔۔۔احان شدت پسند انداز میں بولتا اسکے چمکتے صاف شفاف پیٹ پہ جھکا تھا اور اس پہ اپنی مونچھیں اور ٹیر ڈر گڑ کے گدگدی کرنے لگا جس پہ گلالئ پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کھلکھلانے لگی۔اسے یوں کھلکھلاتا دیکھ کر احان اسکی کمر کے نیچے سے ہاتھ گزار کے اسکے پیٹ کو تھوڑا سا اوپر اٹھاتا اس پہ مزید اپنی مونچھیں اور ٹیر ڈر گڑنے لگا۔۔اس میٹھی سی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے گلالئ کی کھلکھلاہٹ کی آواز پورے کمرے میں گونجنے لگی۔

چلو بہت کھلکھلا لیا تم نے اب تمہیں سرخ کرتا ہوں۔۔۔احان آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے اسکے پیٹ پہ اپنے دانتوں اور لبوں کا لمس چھوڑنے کے بعد اپنی زبان اسکے پیٹ سے پھیرتے ہوا اوپر اسکی دھڑکنوں کی جانب بڑھا تھا۔اسکی دھڑکنوں کو ہر پردے سے آزاد کرتا ان پہ شدت سے جھکا تھا۔گلالئ اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر اسکے بے رحم لمس کو برداشت کرنے لگی۔۔احان بے رحمی سے اسکی دھڑکنوں کو اپنے ہونٹوں اور دانتوں سے زخمی کرنے لگا جس پہ گلالئ کی سسکیاں بلند ہوئی تھی۔اسے یوں سسکتا دیکھ کے احان اسکی دھڑکنوں سے گردن پر آیا تھا وہاں پہ اپنا لمس چھوڑنے کے بعد وہ پیاسوں کی طرح اسکے گلابی لبوں پہ جھکتا جنونی ہوتے انہیں اپنے لبوں میں قید کرنے لگا۔وہ پر سکون ہوتا اسکی سانسوں کی خوشبو کے ساتھ اسکی زبان کا میٹھا ذائقہ اپنے اندر اتارنے لگا جبکہ گلالئ اپنا ایک ہاتھ اسکی گردن پر اور دوسرا اسکے گال پہ جمائے احان کا ساتھ دینے کی کوشش کرنے لگی۔اسکی طرف سے اشارہ ملتے ہی احان اس کو کمر سے جکڑتے مزید اسکے لبوں پہ اپنی محبت کی مہریں ثبت کرنے لگا۔وہ کبھی اسکے بالائی لب کو اپنے لبوں اور دانتوں کی گرفت میں لیتا تو کبھی نچلے لب کو۔۔۔۔وہ مسلسل اسکے لبوں سے لپٹا گلالئ کو سانس لینے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔اپنی سانسیں بند ہوتی دیکھ کے گلالئ نے اپنے ہاتھ چلا کے اسے ہوش لانے کی کوشش کی تھی لیکن مجال تھی وہ ایک انچ بھی پیچھے ہٹا ہوا۔۔اسے یوں اپنی سانسوں کا دشمن بنتا دیکھ کے گلالئ نے زور سے اسکے نچلے لب کو اپنے باریک دانتوں میں دبایا تھا۔۔اتنا زور سے دبایا تھا کہ اسکے دانت احان کے لب کو اندرونی سائیڈ سے زخمی کر گئے

۔درد محسوس کرتے ہوئے احان اسکے لبوں کو اسی کی طرح کاٹتے ہوئے آزادی بخش گیا۔گلالئی نے ایک لمبی سانس لے کر اسکی طرف خفگی سے دیکھا تھا۔

میرے والے کام مجھ سے نہیں!!!۔۔۔گلالئی کی خفگی محسوس کرتا اسکی گال پہ زور سے کاٹ گیا۔۔

صبر کرو تم! تم دیکھو اب تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں! اب تو اللہ کے فضل و کرم سے میری بیوی بھی شدت پسند ہو چکی ہے تو یہ میرے لئے ایک پلس پوائنٹ ہے!! جو زخم تم نے مجھے میرے ہونٹ پہ دیا ہے،وہ زخم تمہیں اپنے جسم کے ہر حصے پہ برداشت کرنا ہو گا میری ڈکیٹ پٹھانی!!۔۔۔۔احان اپنے زخمی لب پہ انگلی رکھتا وارننگ دینے والے انداز میں اسے دھمکی لگاتا مزید گستاخی انجام دینے والا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔۔فون پہ حازق خان کا نمبر دیکھتے اس نے منہ کے زاویے بگاڑے تھے۔

ایک تو اس کو چھٹی والے دن بھی سکون نہیں ہے! نہ خود سکون لیتا ہے نہ ہمیں لینے دیتا ہے سالا میرا!! ۔۔۔احان شاہ سر جھٹک کے غصے سے بولتا گلالئی کو اسکے لالا کا نمبر دیکھا تا فون یا کرتے ہوئے کان کو لگا گیا،گلالئی نے خفگی سے اسکی طرف دیکھتے خود کو پھر سے تکیے سے ڈھانپنے کی کوشش کی تھی۔۔

واٹ!! کب؟ کیسے؟؟۔۔۔۔۔احان شاہ دوسری طرف سے شہسوار شاہ کی حالت کے متعلق سنتا حیرانگی سے جواب دیتا تیزی سے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔۔

نہیں انھیں اپنے کمرے میں بلوانے کا حق میں کھو چکی ہوں۔جس پر سے ایک دفعہ سب کا بھروسہ اٹھ جائے۔پھر بھلا کیوں کوئی اس پہ اعتبار کرے گا؟؟میں بہت بری ہوں میں نے اپنی انا اور ضد میں آ کے اس بچی کے ساتھ بہت برا کیا!بہت زیادتیاں کی ہیں میں نے!!چھوٹی سی عمر میں ہی اسکا بچپنہ چھین لیا۔ہر وقت اپنے سخت الفاظ سے اسکی عزت نفس کو مجروح کرتی رہی۔۔اسے نوکرانی اور غدار کی بیٹی کا خطاب دیتی رہی۔۔اس پہ ظلم کئے۔اور آخر میں آ کے میں نے اپنی نفرت اور ظلم کی اس پہ انتہاء کر دی اس معصوم کو میں نے درندوں کے حوالے کر دیا۔یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ اسکے جسم کو نوچ ڈالیں گے۔۔میرے گناہ اتنے زیادہ ہو گئے ہیں شاہ صاحب!!مجھے اب موت بھی نہیں آ رہی ہے ۔قبر بھی میرے گنہگار وجود کو تسلیم نہیں کر رہی ہے۔میری زندگی لمبی ہوتی جا رہی ہے تاکہ جتنا ہو سکے مجھے میرے

گناہوں کی سزا اسی جہان میں مل جائے۔ میں بہت روتی ہوں اللہ تعالیٰ سے رو رو کے معافی مانگتی ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے تب معاف کرے گا جب اسکی بندی مجھے معاف کرے گی۔ میں گل سے ہر پل معافی مانگنے کیلئے تیار ہوں میں اسکے پیر پکڑ لوں گی۔ وہ مجھے ضرور معاف کر دے گی۔۔ وہ بہت اچھی ہے اور نازک دل کی مالک ہے۔ وہ میری معافی کبھی رد نہیں کرے گیں۔ جب تک وہ مجھے معاف نہیں کرے گی میری روح کو سکون نہیں ملے گا۔ میری کوئی عبادت قبول نہیں ہو گی کیونکہ میرے گناہ میری عبادتوں پہ بھاری ہیں۔۔ بس وہ مجھے ایک دفعہ معاف کر دے۔ مجھ سے جو گناہ ہوئے ہیں ان کی ایک دفعہ معافی مل جائے تو شاید میں آسانی کی موت مر سکوں۔۔۔۔ شاہ بی بی عادل شاہ کی بات سن کے انہیں جواب دیتے ہوئے زار و قطار روتی اپنے کئے گے گناہوں پہ شرمندہ تھی اور معافی کی طلب گار تھی۔ جبکہ شاہ بی بی کے آنسو یاور کے چہرے پہ گر رہے تھے جسے وہ اپنی گود میں لے کے بیٹھی دیوانوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ اور یاور شاہ بی بی کے چہرے کی طرف مسلسل اپنے منہ میں دونوں ہاتھ ڈالے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔

شش!!! ناامید نہیں ہوتے ہم انسان ہیں۔ انسان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور گناہ بھی کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اور پھر جب ہم اپنے گناہوں کی سچے دل سے معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کر دیتا ہے اور اسکے بندے بھی جن کو ہم نے تکلیف پہنچائی ہوتی ہے۔ اور تم پریشان نہیں ہو گل کا دل بہت بڑا ہے وہ تمہیں تمہارے معافی مانگے بغیر ہی معاف کر دے گی!!۔۔۔ عادل شاہ آگے بڑھتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ لگاتے تسلی دینے لگے۔ جبکہ گلائی جو بچوں کو لینے آئی تھی ان کی باتیں سن کے دروازے پہ ہی ساکت ہو گی تھی۔ وہ شاہ بی بی کی شرمندگی، معافی اور درد محسوس کرتے ہوئے بے آواز رو رہی تھی۔ آنسو واسکے گالوں سے پھسل کر دوپٹے میں جزب ہو رہے تھے۔

وہ مجھے معاف کر دے گی؟۔۔۔ شاہ بی بی ایک امید کے ساتھ عادل شاہ کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کرنے لگی۔

ہاں ضرور کیوں نہیں!!۔۔۔ عادل شاہ اسے نرمی سے جواب دے کر انکی خالی کلائیوں کی طرف دیکھنے لگے۔۔ اور پھر سہارا لیکر کھڑا ہوتے ڈریسنگ ٹیبل سے شاہ بی بی کے خاندانی کڑے جو وہ ہر وقت اپنے ہاتھوں میں پہنے رکھتی تھی اور عادل شاہ نے اسے کبھی انہیں اتارنے یا بدلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ وہ عادل شاہ نے شاہ بی بی کو منہ دکھائی میں دئے تھے۔ اور کتنی چاہت اور محبت سے لیے تھے وہ صرف عادل شاہ ہی جانتے تھے۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل سے

کپڑے اٹھائے شاہ بی بی کی طرف بڑھے تھے۔۔ انکے بے حد نزدیک بیٹھتے وہ شاہ بی بی کے ہاتھوں کو نرمی سے تھام کے باری باری دونوں کلائیوں میں پہنا گئے۔

کیا کر رہیں! کوئی آجائے گا!! ۔۔۔۔ شاہ بی بی نے بوکھلاتے ہوئے ان کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آزاد کروائے تھے

۔

کوئی نہیں آتا اس رات بھی وہ کپڑے پہنانے کے بعد ہی اس دنیا میں آئے تھے۔ تو اب وہ پہلے کیسے آسکتے ہیں؟۔۔۔ عادل شاہ آنکھوں میں شرارت لئے اپنی پہلی رات شاہ بی بی کو یاد کروانے لگے جو انہوں نے کپڑے پہنانے کے بعد شروع کی تھی۔۔ شاہ بی بی عادل شاہ کو بے حد عزیز تھی۔ وہ انکی شریک حیات، ہمسفر اور محبت تھی۔ مرد اگر عورت سے ایک دفعہ سچی محبت کرلے تو پھر وہ چاہے عمر کے جس حصے میں چلی جائے مرد کی محبت اس کیلئے کبھی ختم نہیں ہوتی اور یہ عورت کا حق ہے کہ اس کا شریک حیات اسے عمر کے کر حصے میں چاہے۔۔ گلالئ جو دروازے پہ کھڑی شاہ بی بی کی باتیں سن کے رو رہی تھی۔۔ عادل شاہ کے پورے کا پورے ماحول چینج کرنے پر سرخ پڑتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ اسے آج پتہ چلا تھا اسکے شاہ سائیں اتنے رومنٹک کیوں تھے؟ ارزم شاہ جو بچوں کی اکھٹی تصاویر بنانے کے لئے شاہ بی بی جے کمرے کی طرف بڑھا تھا تاکہ یاور، یسری اور ازمیر کی اکھٹی تصاویر بنا سکے گلالئ کے ساتھ ساتھ عادل شاہ کے آخری جملے وہ خود بھی سن چکا تھا جس پہ اسکی آنکھیں پھیلی تھیں، گلالئ اس سے نگاہیں ملائے بغیر سیڑھیوں کی طرف بھاگ گئی تھی جبکہ عادل شاہ کی بات سن کے ارزم شاہ کا دل چاہ رہا تھا بلند قہقہے لگائے! یہ وہی داجی تھے جو اسکی ذرا سی بے باک بات پہ سرخ پر جایا کرتے تھے؟

اپنے ان سفید بالوں اور عمر کا ہی لحاظ کرلیں!!۔۔۔ شاہ بی بی عادل شاہ کی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے سرخ پڑتی ان سے فاصلے پہ ہوئی تھی۔۔

اچھا چلو اب اپنے آنسو وصاف کرو ورنہ انھیں میں اپنے طریقے سے صاف کرو گا جس طرح جوانی میں کرتا تھا! خیر جوان تو میں اب بھی ہوں کیا کہتی ہو کرو صاف؟۔۔۔۔ عادل شاہ چہرے پہ کمینی سی مسکراہٹ لئے شاہ بی بی کے پھر سے قریب ہوتے انھیں سٹپٹانے پہ مجبور کر گئے۔۔

لاحولاولا قوہ!!! ۔۔۔شاہ بی بی بوکھلاتے ہوئے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی وہ رونا بھول چکی تھی جبکہ شاہ بی بی کے یوں کھڑے ہونے پہ عادل شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔ عادل شاہ کے ساتھ ساتھ یسری اور یاور بھی اپنے ہاتھ پاؤں مارتے کھکھلا اٹھے تھے۔ شاید انہیں دادا کا دادی کو چھیڑنا پسند آچکا تھا۔ اب تو وہ روز ان کی رومانٹک باتیں سننے کیلئے انکے روم میں آنا پسند کریں گے۔

ایک منٹ ابھی مت صاف کیجئیے گا دادجی آپ کو خدا کا واسطہ ہے پہلے کمرے کا دروازہ ٹھیک سے بند کرلیں! پھر چاہے میری چھوٹی سی پھوپھو کا انتظام کریں میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گا!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اپنی ہنسی روکتے بے حد بے باک لہجے میں بولتا عادل شاہ اور شاہ بی بی کے کانوں سے دھواں نکال گیا۔

مجھے آج پتا چلا ہمارا ازمیر دن بدن ٹھرکی کیوں ہو رہا ہے! !۔۔۔ان کی طرف سے خاموشی پا کے ارزم شاہ ان کا تھوڑا سا کھلا دروازہ زور سے بند کرتا افسوس سے سر جھٹک کے بولتا اپنے دادا کو ان ڈائریکٹ ٹھرکی بول چکا تھا۔۔ شاہ بی بی نے خفگی سے عادل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ عادل شاہ سنجیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ کبھی بھی ایسی باتیں نہیں کرتے تھے۔ لیکن شاہ بی بی کی تکلیف دہ حالت ان سے دیکھی نہ گی اسلئے اسکی توجہ ہٹانے کے لئے تھوڑی دیر مزاق کیا تھا جو ارزم شاہ کی وجہ سے الٹ پلٹ ہو چکا تھا۔ اگر انہوں نے مذاق کر بھی لیا تھا تو کونسا غلط کیا تھا۔ اپنی بیوی سے عمر کے ہر حصے میں محبت سے پیش آنا سنت ہے۔۔ عادل شاہ اسلامک پوائینٹس آف ویو سے سوچتے غصے سے سر جھٹکتے دل میں ارزم شاہ کو گالیوں سے نوازنے لگے۔

گلا لئی کمرے میں آتے ہی عادل شاہ کی باتوں کو بھلاتی شاہ بی بی کی درد اور تکلیف بھری باتوں پہ غور کرنے لگی۔ کیا وہ میری معافی کی اتنی طلبگار ہے؟؟ کیا میری معافی انکی روح کے سکون کیلئے اتنی ضروری ہے؟؟ گلا لئی صوفے پہ بیٹھتی شاہ بی بی کے بارے میں سوچتی کہیں دور نکل گئی تھی، احان شاہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اسے شہسوار شاہ کے متعلق تھوڑا بہت بتاتا حویلی سے نکلا تھا۔ اس نے پہلے خود ہاسپٹل جانا ضروری سمجھا تھا تاکہ وہاں جا کے حالات کا جائزہ لے سکے لیکن جب اسے لگا کاظم شاہ، زوریز شاہ اور ارزم شاہ کا بھی یہاں ہونا ضروری ہے تو انہیں بھی وقت پہ کال کر کے اس ساری صورتحال سے آگاہ گیا۔ ارزم شاہ کا فون کمرے میں تھا اس لئے وہ اس سب کے متعلق نہیں جانتا تھا۔۔

لاؤنج میں آتے ہی ارزم شاہ پیٹ پکڑ کے ہنس رہا تھا جب سیڑھیوں سے تیزی سے اترتے زوریز شاہ کو دیکھ کے وہ اسکی طرف بڑھ گیا کیونکہ کاظم شاہ بھی اسی کی طرح پریشان سا تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

کیا ہوا لالا؟۔۔۔۔۔ان کے پریشان چہروں کو دیکھ کے ارزم شاہ نے تیزی سے سوال کیا تھا۔زوریز شاہ کا جواب سنتے ایس ایس پی شہسوار شاہ کا چہرہ ارزم شاہ کی آنکھوں کے پردوں میں لہرایا تھا۔

جان تمنا۔۔۔قسط 137 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

زوریز شاہ کے ہاسپٹل جانے کے بعد مرحا سونے کیلئے جا چکی تھی کیونکہ رات کو اس کو ڈیوٹی پہ جانا تھا جو تین گھنٹے کی تھی۔ آج صبح وہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سوئی ہی نہیں تھی۔اور پورا دن ایزل کو منانے اور اسکی برتھڈے سیلیبریٹ کرنے میں ہی گزر گیا تھا۔اسلئے وہ کافی تھک چکی تھی اسی لئے تھوڑی دیر آرام کرنے کیلئے اوپر بڑھ چکی تھی۔وہ تقریبا چار گھنٹے کی نیند لینے کے بعد اٹھی تھی جس سے اسکی ساری تھکن اڑ چکی تھی۔۔وہ اٹھ کے فریش ہوتی اپنے بالوں کو سمیٹتی بالکل ابھی ہی نیچے آئی تھی جب سامنے سے اسے زوریز کے ساتھ میرال اور حازق خان آتے دیکھائی دیئے۔

آپی!!!۔۔۔۔مرحا تیزی سے سیڑھیاں اترتی چہکتے ہوئے دوڑتی میرال کے سینے سے آ کے لگی تھی۔

کیسی ہیں آپ؟؟۔۔۔۔مرحا میرال کے گال پہ بوسا دیتا ہوئے اسکے سینے سے لگی اسکا حال پوچھنے لگی۔وہ میرال سے ولیمے کے بعد آج مل رہی تھی اسلئے میرال کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔۔

آرام سے!!! کیا کرتی ہو؟؟۔۔۔۔۔ریز شاہ اس حالت میں مرحا کے یوں تیزی سے سیڑھیاں اترنے پر اسے ڈپٹنے لگا جس پر مرحا اسے گھوریوں سے نوازتی حازق خان کو سلام کرتی میرال کو لیکر صوفے پہ بیٹھی تھی۔میرال بھی مرحا سے پیار کرنے کے ساتھ اسکی طبعیت کے متعلق استفسار کرنے لگی۔۔تھوڑی دیر میرال کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد وہ تیار ہونے کی غرض سے اپنے روم کی طرف روانہ ہوئی تھی تاکہ ڈیوٹی پہ جا سکے۔۔ریز اس سے پہلے کمرے سے

تیار ہو کے نکلتا اسے جلدی آنے کا کہہ کے نیچے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ تقریبا پندرہ منٹ کے بعد مرحا اپنی آرمی ساڑھی میں ملبوس گاڑی میں آ کے کے بیٹھی تھی۔

چلیں!!!۔۔۔۔۔ریز اسے بیٹھتا دیکھ کر نرمی سے پوچھنے لگا جس پر مرحا نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ریز کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ وہ اپنے کسی ضروری کام سے جا رہا تھا۔ حویلی سے گاڑی نکلتے ہی ریز شاہ نے مرحا کا ہاتھ تھامتے ہوئے اپنے لبوں کے ساتھ لگا گیا۔

آرام کیا تھا تم نے؟ اور میڈیسن لے لی تھی؟۔۔۔۔ریز شاہ فکر مندی سے اسکے ہاتھ پہ اپنے لب رکھنے کے ساتھ ساتھ سوال کرنے لگا۔۔

ہمم! میں نے آرام بھی کیا تھا اور میڈیسن بھی لی تھی۔۔ایک ڈاکٹر سے ایسے سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اس کو اپنی صحت کا خود ہی خیال ہوتا ہے۔۔۔۔مرحا اسکی فکر مندی پر اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی شرارت سے بولتی اپنے ڈاکٹر ہونے کا بھرم دیکھا رہی تھی۔۔

ڈاکٹر کو اپنی صحت کا خود ہی خیال ہوتا ہے لیکن بیوی کی صحت کا خیال ہمیشہ اس کا شوہر ہی رکھتا ہے۔ میری شاہ زادی!!! ۔۔۔۔ریز شاہ اسکی بات کا جواب دیتا ایک جست میں اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اپنے قریب کر گیا۔ اپنی جیب سے ڈھیروں پیسے نکال کے اسکے سر سے وار صدقہ اتارنے لگا۔ ہمیشہ سے مرحا اسکی صدقہ اتارنے والی ادا پہ گھائل ہوتی اسکے سینے سے مزید لپٹی تھی جبکہ ریز شاہ اسے اپنے سینے میں چھپتا دیکھ کر جھک کر اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اپنی توجہ ڈرائیونگ پہ مرکوز کر گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ ہاسپٹل پہنچ چکے تھے۔

جب فری ہو جاو تو مجھے کال کر دینا میں لینے آ جاؤں گا۔۔۔زوریز شاہ نرمی سے اس سے مخاطب ہوتا مرحا کے گاڑی سے اترنے کے بعد اپنے ضروری کام کیلئے نکل گیا تھا جبکہ مرحا اپنی ساڑھی درست کرتی اندر کی جانب بڑھ گی تھی۔۔ تقریبا دو گھنٹے کے بعد ریز شاہ اپنا کام نبٹا کے واپس ہاسپٹل آیا تھا۔۔کوریڈور میں داخل ہوتے ہیزوریز شاہ کی پہلی نظر سامنے دو جوان میل ڈاکٹرز کے ساتھ کھڑی مرحا پہ پڑی تھی۔ وہ دو جوان چہرے پہ مسکراہٹ لئے مرحا کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔ وہ کسی مریض کی حالت کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ مرحا سنجیدہ چہرہ لئے ان کی باتوں کو غور سے سن رہی تھی جبکہ یہ منظر دیکھ کے زوریز شاہ کے چہرے کے نقوش تنے تھے۔ اسے ہمیشہ سے میل ڈاکٹرز

کے قریب دیکھ کے اسے جیلسی ہوتی تھی لیکن وہ اظہار صرف اس لئے نہیں کرتا تھا تاکہ مرحا اسکی پوززیسویس کو شک کا نام نہ دے! زوریز شاہ ان کی بات میں خلل ڈالنے کی بجائے پاس پڑے بینچ پہ بیٹھتا انکی بات ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بلکل مرحا کے سامنے بیٹھا تھا تاکہ وہ اسے دیکھ کے اپنی بات ختم کر کے اسکے پاس آئے لیکن مرحا نے ایک نظر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ دونوں جوان اسے اپنی بیوی کے بے حد قریب کھڑے ایک آنکھ نہیں بھا رہے تھے۔ ریز شاہ نے انکی بات ختم ہونے کا دس منٹ انتظار کیا تھا لیکن نہ تو انکی بات ختم ہو رہی تھی اور نہ ہی مرحا اسکی طرف توجہ دے رہی تھی جس پہ زوریز شاہ زور سے اپنی مٹھیاں بھینچے بینچ پہ مارنے لگا۔۔ اس کا چہرہ غصے اور جیلسی سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر اچانک دونوں جوان قہقہ لگا کے اپنی بات ختم کر گئے۔ ان کو قہقہ لگاتے دیکھ کر زوریز شاہ بینچ سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیزی سے ان کی جانب بڑھا تھا جبکہ مرحا ان دونوں ڈاکٹرز کی بات ختم ہونے پہ پیچھے مڑی ہی تھی کہ اسکی ساڑھی کا پلو اسکے پاؤں میں اٹک گیا۔ وہ اپنا توازن کھوتی منہ کے بل گرنے ہی والی تھی جب پاس کھڑے دونوں ڈاکٹرز نے اسے تھامنے کیلئے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔ یہ سب دیکھتے ہوئے ریز شاہ برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا ان دونوں کے بڑھتے ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے دور جھٹک گیا جبکہ دوسرے ہاتھ سے تیزی سے مرحا کو تھام کے اسے گرنا سے بچایا تھا۔ مرحا آنکھوں میں خوف لئے اسکی شرٹ کو زور سے تھام گی تھی، اگر وہ بروقت اسے نہ تھامتا وہ منہ کے بل گری ہوتی۔ دوسرے دونوں ڈاکٹرز یوں ہاتھوں کے جھٹکنے پر شش و پنج ہوتے ریز شاہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے جو اس وقت غصے سے سرخ ہوا پڑا تھا۔

میجر سید زوریز ہارون شاہ ہئیر!!! شی از مائی مسز!!! ۔۔۔ ریز شاہ ان دونوں ڈاکٹرز کی سوالیہ نگاہوں کو دیکھتے ہوئے دانت پیس کے ایک ایک لفظ پہ زور ڈال کے جواب دیتا مرحا کو احتیاط سے تھامتا اسکے روم کی طرف بڑھا تھا۔ روم میں آتے ساتھ ہی اندر داخل ہوتا دروازہ لاک کرتے مرحا کو دروازے کے ساتھ لگا گیا۔۔

ریز کیا کر رہے ہو؟۔۔۔۔۔ اسے یوں دروازہ لاک کرتے دیکھ کر مرحا حیرانگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کے سوال کرنے لگی۔ ریز شاہ کا چہرہ اور آنکھیں غصہ ضبط کرنے کی وجہ سے لال ہوئی پڑی تھی۔۔

کیا ہوا ہے اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟؟۔۔۔۔ مرحا پریشانی سے اسکی لال ہوتی آنکھیں اور چہرہ دیکھ کر وجہ پوچھنے لگی

--

ان کی ہمت کیسے ہوئی تم سے ہنس ہنس کے باتیں کرنے کی؟؟ تمہیں چھونے کی کوشش بھی کرنے کی؟؟۔۔۔۔ریز شاہ اس کے ارد گرد اپنے دونوں ہاتھ رکھتا دبے دبے غصے میں غرایا تھا۔۔

اوہ کم آن ریز!!! یہ میرا پیشہ ہے مجھے روز ان سب چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔تو ہمیں نہ چاہ کے بھی ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی کام کے سلسلے میں بات کرنا پڑتی ہے۔ڈاکٹری کے پیشے میں یہ سب نارمل ہے۔بائے داوے! کہیں تم جیلس تو نہیں ہو رہے ہو؟؟۔۔۔۔مرحا اسے اپنے کام کی نوعیت بتاتی اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کر اصل مدعے پی آئی تھی۔

میں تمہارے ساتھ فری ہوتا ہوا ہنستا ہوا کوئی بھی انسان نہیں دیکھ سکتا۔۔ان کی جرات کیسے ہوئی تمہارے وجود کو چھونے کی کوشش بھی کرنے کی؟مجھے تمہارے وجود کے ساتھ ہوا کا چھو کے بھی گزرنا منظور نہیں ہے۔۔اگر ہوا بھی تمہارے وجود کو چھونے کی کوشش کرے گی تو میں اسکے ساتھ بھی لڑ پڑوں گا کیونکہ تمہارے وجود کو چھونے کا حق صرف مجھے ہے۔ذرا سی بھی شراکت داری برداشت نہیں ہے مجھے مرحا زوریز شاہ!!!!۔۔۔۔وہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے پیچھے دروازے پہ مارتا اپنی گرم سانسیں اسکے چہرے پہ چھوڑتا دھاڑتا تھا۔مرحا ایک دم اسکی دھاڑ پہ سہمی تھی لیکن پھر اندر سے اسے ہنسی بھی آرہی تھی اپنے سنکی فوجی کی حالت دیکھ کے۔۔

ادھر میری طرف دیکھو!! تمہیں جب مجھ پہ بھروسہ ہے تو پھر یہ سب باتیں فضول ہیں کون ہنس کے بات کر رہا ہے کون نہیں؟میں نے کبھی کسی سے فری ہونے کی کوشش کی ہے؟یا کسی سے ہنس ہنس کے بات کی؟نہیں ناں!!! مجھے پتہ ہے میری ہنسی میری خوشی ایون کے میری ہر ادا پہ صرف تمہارا حق ہے اور میرا پورا وجود تمہاری دسترس میں ہے ۔تم بادشاہ ہو اس کے!! اس لئے بے فکر ہو کر اپنی بادشاہت چلاؤ۔تم ہمیشہ مجھے وفاداروں میں صف اول پہ پاؤ گے ریز!!۔۔۔وہ اسکی حالت کو دیکھتی اپنی ایڑیاں اٹھائے نرمی سے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پر اپنے لب رکھتی اس کا غصہ اور جیلسی ختم کرنے کی کوشش کرنے لگی جبکہ ریز شاہ اسکی باتوں اور جان لیوا جسارت پہ پرسکون ہوتا اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔۔مرد کا غصہ صرف اسکی پسندیدہ عورت ہی کنٹرول کر سکتی ہے۔۔۔

بس کرو اب جلنا!! ورنہ جلنے کے ساتھ ساتھ کالے بھی ہو جاؤ گے !!!! اور پھر میں کیا کرو گی جلے ہوئے کالے ریز کا!۔۔۔ مرحا اسے یوں خاموش اور سنجیدہ کھڑے دیکھ کے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اپنے دل کی بات کہتی زور زور سے ہنسنے لگی جو وہ اس کی جیلسی والی حالت دیکھ دیکھ کے کب سے کنٹرول کر رہی تھی۔۔

میں خود جل کے تمہیں اسی تندوڑ میں گرم کر دوں گا بے بی!! میرا جلنا میری پرفارمینس میں کمی لانے کی بجائے مزید امپروومنٹ کا باعث بنے گا پرامس!! ۔۔۔۔۔۔۔ ریز اسکی بات پہ آنکھیں پھیلانے کی بجائے اسے زو معنی انداز میں اسکی بات کا جواب دیتا مرحا کو نگاہیں ادھر ادھر گھمانے پر مجبور کر گیا۔

ہائے اللہ!!! ریز تم اگر یونہی جل جل کے کالے ہو گئے تو پھر اس کا مطلب ہمارا بچہ بھی کالا ہو گا۔ کیونکہ میں تو سارا دن تمہیں ہی دیکھتی رہتی ہوں تو اگر تمہارے جل کے کالے ہونے پہ وہ بھی کالا پیدا ہو گیا! پھر؟ نہیں نہیں اللہ نہ کرے آج سے تمہیں دیکھنا بند پکے والا!!۔۔۔ ہمیشہ سے ریز شاہ اپنی بے باک باتوں سے مرحا کو چھیڑتا تھا۔ آج مرحا کو اسکی حالت اور جیلسی والا پوائنٹ مل گیا تھا تو مرحا نے بھی اپنا بدلہ اتارنا اور اسے مزید چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا ۔۔ مرحا افسردگی سے اپنا چہرہ جھٹک کے بولتی زور ریز شاہ کو اب آنکھیں پھیلانے پر مجبور کر گئی۔

ادھر آؤ!!! آج میں اپنی ساری جیلسی تمہارے اندر اتارتا ہوں پھر نہ میں کالا رہوں گا اور نہ ہمارا بچہ کالا پیدا ہو گا ۔۔۔ یہ کہتے ریز شاہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اسکے لبوں پہ جھکتا اسکی ہنسی کی آواز اسکے حلق میں ہی دبا یا گیا تھا۔ جبکہ مرحا اس اچانک افتاد پر حیران ہوتی اسکی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں تھام گئی۔ ریز شاہ اسے کمر سے پکڑ کر اوپر اٹھائے اپنی دونوں بانہوں میں جکڑتا اسکے لبوں کو اپنے لبوں سے ملا کے تشنگی مٹانے لگا، وہ بے تاب ہوتا اسکے دانتوں کے ساتھ اپنی زبان رب کرتا اپنی زبان کی نمی اس کے منہ میں اتارنے لگے۔ مرحا اسکی زبان کی نمی کو اپنے حلق میں اتارتی اس کا ساتھ دینے کی کوشش کرنے لگی تاکہ اسکی جیلسی جلدی سے ختم کرے کیونکہ اس روم میں کوئی بھی کسی بھی وقت آسکتا تھا لیکن اس کے ساتھ پہ ریز شاہ اسے چھوڑنے کی بجائے مزید اسکے ہونٹوں کے ساتھ لپٹا تھا وہ اسکی زبان کو دانتوں کی مدد سے باہر کھینچ کر اسے اپنے لبوں میں لئے سک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ مرحا اسکی بے باک حرکت پہ بوکھلاتی ہوئی اسکی شرٹ کو زور سے اپنی مٹھیوں میں بھینچ گی۔ ریز شاہ اس کو اٹھائے پاس پڑے سنگل بیڈ پہ لے آیا تھا جو کہ پیشنٹ کو لٹا کے انہیں چیک کرنے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔۔ زور ریز شاہ اسے بیڈ پہ لیٹائے کمرے کی کھڑکی کی

طرف بڑھا تھا وہاں پر سارے پردے اچھے سے درست کرتا دروازے کا لاک ایک دفعہ پھر سے چیک کرتا کمرے کی لائٹ آف کر کے ایک دفعہ پھر سے مرحا کی طرف بڑھ گیا لیکن مرحا اسکے ارادے سمجھتی ہوئی بھاگ کے بیڈ سے اترتی باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگی جسے اگلے ہی پل ریز پکڑ کے پھر بیڈ پہ لے آتا نرمی سے لیٹا گیا۔

ریز ادھر نہیں پلیز!!! کوئی آجائے گا! میری ڈیوٹی کا ایک گھنٹہ باقی ہے کسی بھی وقت مجھے بلا سکتے ہیں!۔۔۔ مرحا روہانسی ہوتی اس پاگل انسان کو سمجھا رہی تھی۔۔

کوئی نہیں آئے گا یہاں! شش۔۔۔۔۔۔۔ ریز اسکی بات سنی ان سنی کرتا بہکے ہوئے انداز میں بولتا اسکی ساڑھی کا پلو نیچے گرا گیا۔ مرحا نے تیزی سے اسکے ہاتھوں کو روکنا چاہا تھا لیکن وہ ریز شاہ ہی کیا جو رک جائے۔ وہ اپنے ہاتھ اس سے چھڑواتا ایک ہی جست میں مرحا کی ساڑھی اسکے تن سے جدا کر گیا۔ اپنی آرمی شرٹ اتار کے دور اچھالتے وہ اسکے قریب ہوتا اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اسکی پنڈلیوں سے ٹریس کرتے ہوئے اسکی دھڑکنوں تک آیا تھا۔ مرحا شاہ کو مزاحمت کرتے دیکھ کے وہ اسے زور سے کمر سے پکڑے اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے اپنے دانتوں سے اسے آخری پردے سے بھی آزاد کر گیا۔ نیم اندھیرے میں ہی اسکے جسم کی رعنائیوں کو دیکھتا وہ شدت سے ان پہ جھک گیا تھا۔ ان پہ اپنے دانتوں اور لبوں کا ظلم ڈھاتے وہ مرحا شاہ کو اندازہ لگوا رہا تھا کہ وہ اسے کسی میل کے قریب دیکھ کے کس قدر جیلس ہوتا ہے۔۔۔ مرحا سسکتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام گی۔ ریز شاہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے لمس کی چھاپ چھوڑنے کے بعد اسکی گردن کو اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے اسکے لبوں کو پیار چومنے لگا۔

تم تیار ہو میری جیلسی اپنے اندر اتارنے کیلئے؟۔۔۔ زور ریز شاہ آنکھوں میں ملن کی تڑپ لئے گھمبیر آواز میں بولا تھا جس پہ مرحا نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ تو اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے اس جیسے بے باک بندے کو کالا اور جیلس بولا تھا۔ ریز شاہ اسکی نفی کو نظر انداز کرتا اسے نیچے لیٹائے اسکے پیٹ پہ جھکتا وہاں پہ پیار سے اپنے ہونٹ سے چھونے لگا جبکہ اسکی انگلیوں کی گستاخیاں اپنی تھائیز پہ محسوس کرتے مرحا مچلتی ہوئی اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسائے اسکے بے باک لمس کو برداشت کرنے لگی۔ اسے مچلتے ہوئے دیکھ کے ریز نے اپنی انگلیوں کی گستاخیاں مزید تیز کی تھی۔ جس کی مرحا تاب نہ لاتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اس کی کوشش کو ناکام بناتا تھوڑا سا اوپر اٹھتے خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا پھر سے واپس مرحا پہ جھکاؤ کر گیا۔۔ ریز

شاہ اسکی ٹانگوں کو مظبوطی سے تھامے انہیں ایک ہاتھ اسکی گردن پر جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی تھائی پہ رکھتا ایک جھٹکے سے اس سمایا تھا۔ اسکے یوں خود میں سمانے پر مرحا کی چیخ بے ساختہ تھی۔

اہہہہ ریز!!!!۔۔۔۔۔وہ بے ساختہ اسے پکار اٹھی۔ زوریز شاہ پر سکون ہو کے اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسکی مزید چیخوں کو اپنے لبوں میں دبایا گیا۔۔

شششش!! آہستہ کوئی سن لے گا۔۔۔۔ اسکے ہونٹوں کو آزاد کرتا وہ مرحا کے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا پھر سے اسکے لبوں سے لپٹتے اب اپنے عمل میں شدت لانے لگا۔ اسکی شدتوں کی وجہ سے بیڈ کے ساتھ ساتھ مرحا کا پورا وجود لرز رہا تھا جس پر قابو پانے کے لیے وہ اسے کمر سے تھام گی۔ ریز شاہ اب اسکے لبوں کو آزادی بخش کے پیچھے ہوتا اسکی کمر کو اپنی دونوں ہاتھوں میں جکڑتا اوپر کی طرف اٹھاتے ہوئے اپنے عمل میں شدت پسندی اختیار کر گیا جبکہ مرحا سے اسکا جنونی انداز برداشت کرنا محال ہو رہا تھا اسلئے وہ اپنی آنکھیں بند کئے اسے لڑکھڑاتی آواز میں پکارتے ہوئے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

رررر!!!!ریز!!ریز!!!۔۔۔۔۔۔۔۔

جی جان ریز!!! ۔۔۔۔۔۔وہ اپنی پھولی سانسوں کے درمیان اسکی پکار کا جواب دیتا اپنی شدتوں میں کمی لاتے ہوئے اسکی ماتھے پہ لب رکھ گیا۔ دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی جبکہ جسم پسینے سے شرابور ہو چکے تھے۔ ریز شاہ کے بال ماتھے پہ بے ترتیب ہو کے بکھرے پڑے تھے جنہیں مرحا اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پیچھے کرتی اسکے کمان کے تل کو چوم گئی۔ ریز شاہ اسکی جسارت پہ روح تک سرشار ہوتا اسکے چہرے پہ اپنے لبوں کی بوچھاڑ کر گیا۔ وہ اسے نارمل ہونے کا موقع دینے کے بعد ایک دفعہ پھر سے اس کی گہرائیوں میں اپنا وجود منتقل کر گیا۔ وہ اس میں مدہوش ہوتا اپنا آپ اس میں جنون کی حد تک سمو گیا۔ وہ مرحا کہ ساڑھی کے پاس پڑا اس کا سٹیتھو سکوپ اٹھا اسکے کے سرے کو اپنے کانوں میں ڈال گیا جبکہ دوسرا سرا وہ مرحا کے دل پہ رکھتا اپنے نام کی دھڑکنوں کی آواز سننے لگا۔ وہ مرحا کا دل اپنے کانوں میں بجتا سن کر خود کو سکون پہنچانے لگا۔۔ ریز شاہ مرحا کے وجود میں گھلتا ابھی اپنی لزتوں میں ہی مصروف تھا جب مرحا نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تھی وہ تیزی سے ریز کا بازو پکڑتی اسے ہوش دلا گی جس پہ اگلے ہی پل وہ رک گیا۔ اور اس کے لبوں پہ انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کی ہدایت دینے لگا۔ مرحا اس وقت بہت ڈری ہوئی

تھی۔اس کا کوئی بھی سینئیر اس وقت دروازے پہ دستک دے سکتا تھا۔وہ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے ریز سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن ریز اسکی ہر کوشش کو ناکام بنا گیا۔اب قدموں کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔

ریلیکس مرحا کوئی نہیں ہے!!! یہاں میری میری طرف دیکھو اور خود کو ڈھیلا چھوڑو!!۔۔۔۔مرحا کو پکڑے جانے کا ڈر کھائے جا رہے تھے۔جس کی وجہ سے وہ اپنا جسم اکڑا گی۔۔لیکن اس کے بے باک اور بے شرم سید زادے کو تو اپنی طلب پوری کرنی تھی اسلئے وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے نارمل ہونے کی ہدایت دینے لگا۔۔ریز شاہ اسے اٹھا کے پاس پڑے ٹیبل پہ اٹھالایا۔۔اسے ٹیبل پہ بیٹھاتا وہ اسکی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد باندھ کے نرمی سے اسی کی روح میں سفر کرتے ہوئے اسے اپنی شدتوں سے روشناس کروانے لگا۔جبکہ مرحا اسکی شدتوں کو برداشت کرتی سسکتے ہوئے اسکے کندھوں پر اپنے دانت گاڑھنے لگی۔۔اس دوران زوریز شاہ اسکی دھڑکنوں کے ساتھ انصاف کرتا اسے مزید سسکنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

ریز!!! بس کرو یہ ہاسپٹل ہے تمہارا گھر یا کمرہ نہیں۔بہت لیٹ ہو گیا ہے سب پریشان ہو رہے ہونگے۔۔۔۔مرحا اب کی بار اسکے بال نوچتے ہوئے اسے وقت اور جگہ کا احساس دلانے لگی جسے ریز شاہ پچھلے تین گھنٹوں سے بھولا ہوا تھا۔اگر مرحا اسے ہوش نہ دلاتی تو ریز شاہ نے اسکی فجر تک جان نہیں چھوڑنی تھی۔۔

اب تو ہمارا بچہ کالا پیدا نہیں ہو گا نا؟ہمم کیونکہ میں اپنی ساری جیلسی تمہاری روح کی گہرائیوں میں منتقل کر چکا ہوں! اب تمہیں ہر روز مجھے دیکھنے پہ کوئی پابندی نہیں ہے کیونکہ میں جب جب جیلس ہو گی اپنی جیلسی یونہی تم میں ٹرانسفر کیا کروں گا!!!۔۔۔۔ریز شاہ آنکھوں میں شرارت لئے مرحا کے بولے گئے لفظوں کی اسے اچھی طرح سزا دینے کے بعد زو معنی انداز میں گویا تھا۔

پیچھے ہٹو!! سو بے شرم مرے ہونگے تب جا کے تم ایک پیدا ہوئے تھے! لوگ ہاسپٹل بیماریوں کے علاج کے لیے آتے ہیں اور تم نے آج ہاسپٹل کو رومینس زون بنا دیا ہے۔۔۔۔مرحا خفگی سے بولتی ہوئی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔اس کی بات سن کر ریز کا قہقہ بلند ہوا تھا۔وہ اس کی آنکھوں کو چومتا نرمی سے اپنا آپ اس سے الگ کر گیا۔۔کچھ ہی دیر میں وہ دونوں اپنی حالت درست کرتے ہوئے باہر کی جانب نکلے اور گاڑی میں بیٹھ کر حویلی کیلیے روانہ ہو گے تھے۔

تاریخ میں لکھا جائے گا! ایک سید زادہ ایسا بھی تھا جس نے ہاسپٹل میں بھی رو مینس کیا تھا جہاں لوگ شفا پانے کیلے آتے تھے۔۔۔۔۔۔۔دیز شاہ اپنی گردن بلند کئے مرحا کو آپنے کارنامے بتا رہا تھا۔وہ اسکی بات سنتی بنا کوئی ری ایکشن دیئے خفگی سے ونڈو سے باہر کی جانب دیکھنے لگی کیونکہ اس وقت اسکی کمر میں شدید درد ہو رہا تھا۔۔اور یہ سب ریز شاہ کی کرم نوازی کی وجہ سے ہوا تھا۔۔

اچھا اب یوں منہ مت پھولاؤ!! آئندہ احتیاط کروں گا۔۔۔اسے یوں منہ موڑ کے بیٹھے دیکھ کر ریز اسے اپنے قریب کرتا اسکی کمر سہلاتے ہوئے آیندہ احتیاط سے پیش آنے کا عہد کر رہا تھا۔

چار بج رہے تھے جب شہسوار ہوش میں آیا تھا! اسے ہوش میں آتا دیکھ کر خوشی سے آئرہ باہر کی جانب بڑھی تھی تاکہ سب کو بتا سکے وہ سب رات سے یہی تھے ان میں سے کوئی گھر نہیں گیا تھا۔وہ سب شہسوار شاہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے جب آئرہ چہکتی ہوئی ان کے پاس آئی تھی۔

امی شہسوار کو ہوش آگیا ہے۔۔۔۔۔ائرہ کاریڈور میں آتے ہی خوشی سے لبریز چہرہ لئے ماں سے مخاطب ہوئی تھی، آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمک رہے تھے۔ آئرہ کی بات سن کے سب خوشی سے اندر کی جانب بڑھے تھے۔کمرے میں آتے ہی عالم شاہ شہسوار کو دیکھتے ہی اسکی طرف بڑھ گئے۔

کیسا ہے میرا بچہ ؟ کہیں درد تو نہیں ہو رہا؟۔۔۔عالم انکل شہسوار کا ماتھا چومتے نرمی سے ان سے سوال کرنے لگا۔بچے چاہے جتنے مرضی بڑے ہو جائیں لیکن ماں باپ کے لئے وہ ہمیشہ بچے ہی رہتے ہیں، وہ اپنے مضبوط جوان بیٹے کی اس حالت کو دیکھ کے بھی اس سے وہ سوالات کر رہے تھے جب بچپن میں اسے کوئی چوٹ لگ جاتی تھی اور وہ اسکے ذرا سے آنسوؤں پہ تڑپ اٹھتے تھے۔۔

میں ٹھیک ہوں ڈیڈ!!! ۔۔۔۔۔انہیں خود کے لئے پریشان دیکھ کے شہسوار شاہ نے نرمی سے جواب دیا تھا۔وہ جان بوجھ کے اپنے باپ کے ساتھ بد تمیزی نہیں کرتا تھا وہ بہت ہی فرمانبردار بیٹا تھا، ہاں کبھی کبھار اسکی آواز غصے میں کچھ بلند ہو جاتی تھی جب اسکی برداشت کی حد ہوتی تھی۔اگر نافرمان ہوتا تو اپنی محبت کے لئے تین سال نہ تڑپتا بلکہ انکی

مرضی کے خلاف جا کے آئرہ سے نکاح کر لیتا اور اسے اپنا لیتا۔۔ پسند کی شادی کرنے کا حق سب کو حاصل ہے پسند کی شادی کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔۔

عالم شاہ کے بعد شبنم بیگم بھی پیار سے شہسوار کا ہاتھ پکڑ کے چومتی اسکی طبعیت کے متعلق پوچھنے لگی۔۔

اور سنا ایس ایس پی کیسا فیل ہو رہا ہے تین گولیاں کھانے کے بعد ؟؟ یہ گولیاں نکاح کی شیرینی ہیں تیرے لئے جن کو کھائے بغیر تیرا نکاح نہیں ہونا تھا! اب لکھوا لے مجھ سے ہر فلم کی طرح یہ ابا بھی آج ہی تیرے نکاح کے لئے راضی ہو جائیں گے ! ان اما ابا کو بھی تب تک راضی نہیں ہونا ہوتا جب تک کہ بچے فلم نہ چلا لیں یا موت کو چھو کے ٹک سے واپس نہ آ جائیں!!۔۔۔۔۔۔ حاذق خان شہسوار کے کان کے پاس جھک کے اس کا حال پوچھتا اسکو لگی گولیوں کو نکاح کی شیرینی سے تشبیہ دیتا مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا جن کو کھائے بغیر اس کا نکاح ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا ۔۔ شہسوار اسکی بات سنتا دانت پیستا زور سے اسکے سینے پہ مکا جھڑ گیا جس پر حازق خان کراہتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا میرال اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کرنے لگی۔۔ حازق خان کیلئے اسکے پیشے کی وجہ سے تین گولیاں لگنا بلکل معمولی سی بات تھی تبھی تو شہسوار کو سیریس لینے کی بجائے چھیڑ رہا تھا۔ ہاں اسے تکلیف میں دیکھ کے خود کو تکلیف ضرور ہو رہی تھی لیکن وہ اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ عالم انکل شہسوار کے پاس جگہ بناتے اسکا ہاتھ نرمی سے پکڑ گئے۔۔

کیا چاہتا ہے میرا بیٹا؟؟ تمہاری خوشی کس میں ہے ؟ جو تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا، ؟ میری انا، ضد اور نفرت مزید تمہاری خوشیوں کے درمیان نہیں آئے گی ! مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے بتاؤ تمہیں کیا چاہیئے ؟۔۔۔ عالم شاہ آنکھوں میں نمی لئے آج شہسوار کی محبت کے آگے گھٹنے ٹیک چکے تھے۔ وہ بن ماں کے بچہ تھا ساری زندگی اپنوں کیلئے اور اپنوں کی محبت کیلئے ترسا تھا جب سے اسے شبنم بیگم اور آئرہ شاہ ملی تھی۔ اسکی زندگی بھی پر سکون ہو چکی تھی اور وہ کافی خوش رہنے لگا تھا۔ جب انکے بیٹے کی خوشی آئرہ شاہ کے ساتھ تھی تو عالم شاہ بھلا کیسے اپنے بیٹے کی خوشیوں کا گلا گھونٹ سکتے تھے ؟ وہ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے نرمی سے اسکی خوشی اور رضا پوچھنے لگے۔

ڈیڈ آپ جانتے ہیں مجھے کیا چاہیئے ! اور میری خوشی کس میں ہے ؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے عالم شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔ شہسوار شاہ کی بات سن کر عالم شاہ خاموشی سے شبنم بیگم کی طرف دیکھنے لگے۔

لالہ مجھے معاف کر دیں! میں جانتی ہوں میری غلطی معافی کے قابل نہیں ہے! میں نے آپ لوگوں کی مرضی رد کر کے اپنی مرضی کی شادی کرتے آپ کا اور امی ابو کا دل توڑا تھا۔۔ مجھ سے وہ سب انجانے میں ہو گیا تھا۔ مجھ سے اتنی نفرت مت کریں! آپ کو خدا کا واسطہ ہے میرے گناہوں کی سزا ان بچوں کو نہ دیں! ان کی خوشی کی خاطر مجھے معاف کر دیں۔ شبنم بیگم عالم شاہ کو خاموش دیکھ کر آگے بڑھی تھی انکے سامنے ہاتھ جوڑ کے روتے ہوئے اپنے کئے کی معافی اور ان بچوں کی خوشیوں کی بھیک مانگنے لگیں۔۔ عالم انکل نم آنکھیں لئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کی غلطی اتنی بڑی تو نہیں تھی؟ صرف خاندان کے خلاف جا کے اپنی مرضی کی شادی کی تھی، گھر سے بھاگ کے شادی تھوڑی کی تھی؟ یہ غلطی اس وقت معاشرہ بہت بڑی بنا چکا تھا کیونکہ ہمارا یہ معاشرہ کسی بھی انسان کو زرا سا مارجن دینا پسند نہیں کرتا۔۔

نہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے تم سے نفرت کبھی بھی نہیں تھی!! میں صرف تم سے ناراض تھا! اور یہی ناراضگی کا خول میرے دل کو سخت کئے ہوئے تھا۔ ورنہ بہنیں کسے عزیز نہیں ہوتی؟ بہنوں کا رونا کوئی بھی بھائی نہیں برداشت کر سکتا! میں نے تمہیں کب کا معاف کر دیا تھا لیکن اپنی انا اور ضد کی وجہ سے تم سے تعلق نہیں بحال نہ کر سکا۔۔۔ عالم شاہ شبنم بیگم کے جڑے ہوئے ہاتھ نیچے کرتے انہیں پیار سے اپنے سینے سے لگاتے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے آج اپنے دل کی بات کہہ رہے تھے۔

اچھا رونا بند کرو!! ادھر میری طرف دیکھو!! کیا تم میرے نالائق بیٹے کو اپنی پھولوں جیسی بیٹی کا رشتہ دینا پسند کرو گی؟۔۔۔۔۔۔ عالم شاہ شبنم بیگم کو اپنے سامنے کرتے آج اپنے منہ خود عزت و مان سے انکی بیٹی کا ہاتھ مانگ گئے۔ آپ کے شہزادے جیسے بیٹے کو اپنی بیٹی سونپنے کے لئے کون پاگل ماں انکار کرے گی لالا!!۔۔۔۔ شبنم بیگم اپنے آنسو صاف کرتی خوشی سے رشتے کیلئے ہاں کر گی۔ ائرہ ایک کونے میں کھڑی اپنی محبت کی تکمیل پہ حیران و پریشان عالم شاہ کی کہی گی باتوں پہ ساکت ہوئی تھی۔ عالم شاہ اسے یوں حیران پریشان دیکھ کے اسکی طرف بڑھتے محبت سے اسے اپنے سینے سے لگا گئے۔۔ زندگی میں پہلی بار آئرہ نے کسی اپنے کا اتنا خاص اور تحفظ بھرا لمس محسوس ہوا تھا۔ مجھے میرے سخت رویہ کے لئے معاف کر دو بیٹی جو میں نے اس دن تمہارے ساتھ اپنایا تھا۔۔۔۔ عالم شاہ اسکے سر پہ بوسا دیتے ہوئے اپنے رویے کی معافی مانگنے لگے۔۔

نہیں ماموں جان آپ معافی مت مانگیں! آپ بڑے ہیں کچھ بھی کہہ سکتے ہیں! مجھے بلکل بھی برا نہیں لگا تھا!! صرف تھوڑا سا دکھ ہوا تھا، ان رنجشوں کے مٹنے کے بعد وہ دکھ بھی ختم ہو چکا ہے!!۔۔۔ آئرہ نے عالم شاہ کو شرمندہ ہوتے دیکھ کر تیزی سے انہیں اپنے جواب سے مطمئن کیا تھا۔۔

میری بیٹی بنو گی ؟۔۔۔ عالم انکل ائرہ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کے اس سے سوال کرنے لگے جس پہ آئرہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے شرما کے ان کے سینے میں چہرہ چھپا گی جبکہ شہسوار بھی اپنے باپ کے اتنی آسانی سے راضی ہونے اور ایرہ کو پا لینے پر حیران ہوا تھا۔ اس نے اسے اللہ سے مانگا تھا اور وہ اتنے ان ایکسپیکٹڈ طریقے سے اسے اسکی محبت نواز چکا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں نمی لئے خوشی سے اپنے باپ کے سینے میں چھپی اپنی ائرہ کو دیکھنے لگا۔

مبارک ہو ابا مان گے !!۔۔۔۔ حازق خان نے بلند آواز میں نعرہ لگایا تھا۔ جس پر سب کی ہنسی کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی۔۔ اس وقت سب ہنسنے میں مصروف تھے جب تمام شاہ برادرز پرائیویٹ روم میں داخل ہوئے تھے اور سب نے بیک وقت مبارک کی وجہ پوچھی تھی کیونکہ وہ حازق خان کا نعرہ باہر سن چکے تھے۔۔ وہ چاروں رات میں بھی چکر لگا کے گئے تھے، اب فجر کا وقت تھا، نماز پڑھنے کے لئے جاگے تھے تو سوچا سب سے پہلے ہاسپٹل کا چکر لگا لیں۔۔

ایس ایس پی گھوڑی چڑھنے والا ہے! اسکے ابا اسکی شادی کیلے مان گئے ہیں۔۔۔ جواب حازق خان نے خوش ہوتے ہوئے دیا تھا۔

اچھا پھر تو مبارک ہو ایس پی صاحب!!۔۔۔ وہ چاروں اسے شرارت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے مبارک دیتے اس سے بغلگیر ہوئے تھے، شہسوار شاہ نے سر کو خم دیتے ہوئے ان کی مبارکباد وصول کی تھی۔۔ شہسوار سے ملنے کے وہ چاروں اب میرال اور حازق سے مل رہے تھے۔

کیسی ہو خوش ہو ؟؟۔۔۔۔ کاظم شاہ نے سنجیدگی سے میرال کی طرف دیکھتے ہوئے بھائیوں کے جیسے فکرمند ہوتے ہوئے سوال کیا تھا۔ حازق خان نے میرال شاہ کا جواب سننے کے لئے بے تابی سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

ہمم! میں بہت خوش ہوں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے!۔۔۔ میر ال نے چہرے پہ مسکراہٹ لئے کاظم شاہ کو جواب دیا تھا۔ میر ال اور حازق دونوں نے شہسوار کو مبارک دی تھی۔ شاہ برادرز نے وہاں کھڑی ائرہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے اسے بھی بہنوں والا مان بخشا تھا۔

کیا بات کر رہے ہیں لالا!!۔۔۔ ارزم شاہ کے یوں اچانک شہسوار شاہ کو دیکھ کے بلند آواز میں ڈرامائک انداز میں بولنے پہ سب بے ساختہ اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے یہاں تک کہ شہسوار شاہ بھی دانت پیس کے اسکی طرف دیکھ رہا تھا جو کب سے اسکے کان میں بے باک اور زو معنی باتیں کر رہا تھا لیکن اب وہ سب کے سامنے نا جانے کیا شوشا چھوڑنے والا تھا۔۔

لالا آپ کی مجھ سے محبت اپنی جگہ لیکن میں نے کبھی نہیں چاہا میری وجہ سے آپکی شادی میں تاخیر ہو!!۔۔۔۔ سب کو اپنی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا پا کے ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ روک کے شہسوار شاہ کے ساتھ چپک کے بیٹھتا آنکھیں ٹپٹپا کے معصومیت سے بولا تھا۔ شہسوار شاہ کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹی بھری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اسکے مشکوک تاثرات نوٹس کر چکا تھا۔۔

مطلب؟؟۔۔۔ احان شاہ اور زوریز شاہ نے ایک ساتھ نا سمجھی سے ارزم شاہ سے سوال کیا تھا۔۔

ضد کر رہے ہیں جب تک میری رخصتی نہیں ہو جاتی اپنی بھی نہیں کروائیں گے! اب انہیں کوئی سمجھائے کہ ابا روز روز نہیں مانتے!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ معصومیت سے شہسوار شاہ کا گال کھینچ کے بولتا اسے ہکا بکا چھوڑ گیا۔۔ باقی سب کا رخ اب شہسوار شاہ کی طرف تھی جو اسے خود سے دور کرنے کی ناکام کوشش کرتا نفی میں سر ہلا کے سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

چل ایس ایس پی! پھر ملتے ہیں پانچ سال بعد! ۔۔۔ حازق خان نے ہنستے ہوئے شہسوار شاہ کو سلام ٹھوکی تھی۔۔

بکواس کر رہا ہے تیرا سالا! مجھ پہ حرام ہے جو میں ایسی بد شگونی والی باتیں کروں!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ نے دانت پیستے ہوئے ارزم شاہ کے سینے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جڑا تھا جو بنا بنایا کام بگاڑ رہا تھا۔ جہاں پہ ارزم شاہ اپنے چٹانی سینے پہ ہاتھ رب کرتے کراہ بھر رہا تھا وہی پہ سب کا مشترکہ قہقہ بلند ہوا تھا۔ میر ال شاہ نفی میں سر ہلاتی ائرہ شاہ کو خود کے ساتھ لگا رہی تھی جس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ وہ سب یونہی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد باہر جا چکے تھے، عالم انکل

نے میرال حازق کو آرام کرنے کی غرض سے شاہ برادرز کے ساتھ حویلی بھیج دیا تھا کیونکہ وہ رات سے یہاں پہ تھے۔۔ سفر سے آئے تھے کافی تھک چکے تھے۔ عالم انکل اور شبنم بیگم باہر تھی جبکہ آئرہ اندر شہسوار کے ساتھ روم تھی۔۔

میری دلہن یہاں میرے پاس آؤ!۔۔۔ آئرہ جو دور کھڑی کب سے اپنی انگلی مروڑ رہی تھی شہسوار کے یوں بلانے پہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی شرماتے ہوئے اسکی طرف بڑھی اور تھوڑے سے فاصلے پہ جا کے کھڑی ہو گی۔ اس فاصلے کو قہر برساتی نگاہوں سے دیکھتے شہسوار شاہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے ایک جست میں اسے اپنی طرف کھینچا تھا جس پہ وہ ایک دم اسکے چٹانی سینے سے آ ٹکرائی۔۔

کیا کر رہے ہیں؟ میرا ہاتھ چھوڑیں!!۔۔۔ آئرہ شرماتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

مجھ سے اب کسی رعایت اور رحم کی امید مت رکھنا آئرہ میڈم!! اب تڑپانے کی میری اور برداشت کرنے کی تمہاری باری ہے۔۔۔ وہ ائرہ کے چہرے پہ آئے بالوں کو اپنی انگلیوں سے پیچھے کرتا گھمبیر آواز میں بولا تھا۔ آئرہ اسکی بات سن کے شرماتے ہوئے نظریں پھیر گی۔ کاش مجھے وہ دو لڑکے کہیں سے مل جائیں جنہوں نے میرا اور تمہارا ملنا ممکن بنایا ہے! میں ان کے منہ چوم کے انہیں تمغہ محبت سے نوازوں!!۔۔۔ ائرہ شاہ کے گال ہوتے چہرے کو دیکھ کے شہسوار شاہ اسے مزید اپنی طرف کرتا خود پہ حملہ کرنے والوں کا شکر گزار نظر آ رہا تھا جو ان دونوں کی محبت کے ملن کا وسیلہ بنے تھے۔۔

ایک ہفتے بعد:

بالآخر وہ دن آ چکا تھا جسے سوچ سوچ کے شہسوار شاہ کے پاؤں زمین پہ نہیں لگ رہے تھے۔ آج رات عالم شاہ پیلس کے لان میں شہسوار شاہ اور ائرہ شاہ کے نکاح کی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اسپتال سے آنے کے بعد عالم شاہ بذات خود پھر سے عزت سے اپنے بیٹے کا رشتہ لینے شبنم بیگم کے ہاں گئے تھے، پورے محلے میں ائرہ شاہ کی سادی کی خبر آگ کی طرح پھیلی تھی۔۔ کسی کو یقین نہیں تھا ائرہ شاہ جیسی چلبلی اور باؤلی سی لڑکا کی شادی ایس ایس پی شہسوار شاہ سے ہو رہی ہے لیکن جب گھر گھر میں بات پھیلنے لگی تو ان سب کو معلوم ہو چکا تھا وہ ائرہ کے ماموں کا بیٹا ہے۔۔ کچھ لوگوں کو

باتیں بنانے کا موقع ملا تھا کہ فلاں ماموں کو آج سالوں بعد ائرہ کی یاد کیسے آگئی؟ اللہ جانے دونوں کا کیا چکر ہو گا جو اس روز ائرہ اسے خون میں لت پت دیکھ کے اسکے سینے سے لگی بین ڈال رہی تھی۔۔ تو کچھ لوگ ائرہ شاہ کو تہہ دل سے دعائیں دے رہے تھے۔۔

شہسوار شاہ نے آئرہ کے پارلر کی ساری زمہ داری میر ال شاہ کے سر سونپی تھی اور اسے ہدایت دی تھی کہ اسکی ہونے والی منکوحہ کو ڈیسنٹ اور نیوڈ میک اپ کروائے کیونکہ زیادہ شوخ میک اپ شہسوار شاہ کو پسند نہیں تھا لیکن ہاں ریڈ لپ اسٹک اسکی فیورٹ ہو چکی تھی کیونکہ یہ رنگ آئرہ شاہ کی گلابی پنکھڑیوں پہ کافی جچتا تھا۔

رات ہو چکی تھی نیچے پیلس میں تقریباً سارے مہمان آ چکے تھے، شہسوار شاہ اور عالم شاہ نے کافی تعداد میں لوگوں کو نکاح کی تقریب کے لئے انوائیٹ کیا تھا۔۔ شہسوار شاہ اس وقت اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا آف وائٹ شلوار قمیض پہ لائٹ گولڈن اور سکن کلر کے امتزاج کی نفیس سی ڈیسنٹ ویسکوٹ پہنے خود پہ پرفیوم چھڑک رہا تھا۔ سیاہ سلکی بالوں کو جیل کے ساتھ سیٹ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سرخ و سفید رنگت، طلسماتی خوبصورت نقوش، کھری مغرور ناک، کشادہ ماتھا، گہری سیاہ آنکھیں جو اس پہ خوب جچتی تھیں، سیاہ تراشیدہ گھنی بیرڈ مونچھیں۔۔ بلاشبہ وہ خوبصورتی میں کسی سے کم نہیں تھا۔ وہ اتنی سی تیاری میں بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ خود کو دیکھ کے وہ مسکراتا ہوا اب اپنی چوڑی کلائی میں واچ پہنتے اپنا فون اٹھاتا حازق خان جو کال کرتے نیچے کے حالات پوچھتا کمرے سے نکلا تھا، حازق خان آج صبح ہی کشمیر سے اسلامباد آیا تھا، صبح سے سارے انتظامات اسی نے دیکھے تھے، شاہ پیلس کے لان میں ساری ڈیکوریشن اور پردے کا انتظام اس نے خود کروایا تھا۔۔

"سید شہسوار شاہ ولد عالم شاہ کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں آئرہ شاہ ولد حارث شاہ کو ایک کروڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟"

"جی قبول ہے!" (مجھے وہ ہری آنکھوں والی گڑیا قبول ہے۔

سید شہسوار شاہ ولد عالم شاہ کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں آئرہ شاہ ولد حارث شاہ کو ایک کروڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟"

"جی قبول ہے "(مجھے میری محبت دل و جان سے اپنے نکاح میں قبول ہے)

سید شہسوار شاہ ولد عالم شاہ کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں آئرہ شاہ ولد حارث شاہ کو ایک کروڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتے ہیں؟"

"جی قبول ہے!" (مجھے میری دلہن سو بار قبول ہے!)

شہسوار شاہ کے مائیک میں تین دفعہ " قبول ہے "بولنے پہ ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھا تھا۔۔ شہسوار شاہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا جبکہ چہرہ خوشی سے سرشار تھا، اپنے ڈیڈ کو ملنے کے بعد وہ باقی سب سے ساتھ بغلگیر ہو رہا تھا، اسے خوش دیکھ کے عالم شاہ کا چہرہ بھی خوشی سے چمک رہا تھا، بالآخر وہ آج اپنے بیٹے کا فرض ادا کر چکے تھے۔۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں! محبت سے منہ موڑنے کی بجائے اسکے لئے اس دنیا سے لڑا جاتا ہے!۔۔۔ کاظم شاہ سے مبارکباد وصول کرتے ہوئے شہسوار شاہ مدھم آواز میں بولا جس پہ اس نے مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھے تھے۔۔

مجھے یقین ہو گیا ہے تہجد میں مانگی گئی دعائیں واقعی ہی رائیگاں نہیں جاتی!۔۔۔۔ احان شاہ سے بغلگیر ہوتے شہسوار شاہ نے یہ چھوٹا سا جملہ کہتے اسے یہ احساس دلایا تھا اس نے اسکی نصیحت پہ عمل کرتے اپنی محبت کو تہجد میں مانگا تھا، احان شاہ اسکے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اسے خوشی سے مبارک پیش کر رہا تھا۔۔

تمہارے کہنے پہ میں نے خدا پہ توکل اور دعاؤں پہ زور بڑھایا تھا!۔۔۔۔ زوریز شاہ سے مبارکباد وصول کرتے شہسوار شاہ اسکے کان میں مشکور انداز میں بولا۔۔ انہوں نے کم از کم اس کی محبت کی داستان سن کے مذاق بنانے کی بجائے اسے اچھی راہ دیکھائی تھی اور آج وہ اپنی محبت پا چکا تھا۔

بس کر دے! میرے لئے بھی کچھ الفاظ بچا کے رکھ!!۔۔۔ شہسوار شاہ کے مسلسل ہلتے ہونٹ دیکھ کے حازق خان ناک چڑھانے بولا۔

تیرے لئے عام الفاظ نہیں بلکہ دعائیں ہیں! " اللہ سسرال میں تیرے پیر بھاری کرے آمین!! کب کھلا رہا ہے باپ بننے کی مٹھائی؟۔۔۔ شہسوار شاہ اسے آنکھ ونک کر تازو معنی انداز میں شرارت سے بولتا اسکے گلے سے لگا تھا، شہسوار شاہ کی اس قدر زنانہ دعا پہ سب کا قہقہ بلند ہوا تھا، حازق خان نے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دباتے سرخ چہرہ لئے اسکی کمر میں مکا جڑا تھا۔ شہسوار شاہ کے علاوہ باقی سب نے سفید شلوار قمیض کا تھیم سیٹ کیا تھا۔ نکاح کے لحاظ سب نے ہی لائٹ کلرز پہن رہے تھے۔

میرے لئے بھی کچھ دعائیں بچائی ہیں ایس ایس پی صاحب یا ساری بانٹ ڈالی ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ نروٹھے پن سے بولتا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

تیرے لئے ایک خاص چیز بچائی ہے جاناں! یہاں قریب آ!!۔۔۔ شہسوار شاہ، حازق خان سے الگ ہوتا ارزم شاہ کو جواب دیتے اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔۔

استغفار!! ایسی بھی کون سی خاص چیز دینا چاہ رہے ہیں مجھے جس کے لئے میرا آپ کے قریب آنا ضروری ہے ؟۔۔۔۔ ارزم شاہ کا لہجہ بے باک ہوا تھا، اسکی زو معنی بات پہ سب کے ہونٹوں پہ ہنسی نمودار ہوئی تھی۔۔

یہی تھی وہ خاص چیز! تو ہمیشہ صرف میرے گھونسوں اور مکوں کے لائق رہے گا بغیرت انسان!!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کو اپنے گلے لگتے دیکھ کے شہسوار شاہ نے دانت پیس کے بولتے زور سے اسکی کمر میں مکا جڑا تھا جس پہ اسکی کراہ بے ساختہ تھی، ایس ایس پی کا مکا زوردار تھا۔۔

آئرہ شاہ ولد حارث شاہ کیا آپ تمام گواہان کی موجودگی میں سید شہسوار شاہ ولد عالم شاہ کو ایک کروڑ حق مہر کے عوض اپنے نکاح میں قبول کرتی ہیں؟

قب۔ قبول ہے!!۔۔۔ آئرہ شاہ نے اپنے دل کی تیز دھڑکنوں پہ قابو پاتے نروس ہوتے قاضی کو جواب دیا تھا۔۔ اسکا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ اس کا نکاح پیلس کے نیچے والے پورشن میں ہو رہا تھا۔۔ عالم شاہ اور حازق خان کے ساتھ تمام برادرز قاضی کے ساتھ یہاں آئے تھے، وہ ان سب کے لئے بہنوں کی طرح تھی۔۔

قبول ہے!!(مجھے وہ اکڑو اور کھڑوس شاہ قبول ہے!)

قبول ہے!(مجھے میرا خوبصورت دلہا قبول ہے!)

جانِ تمنا۔۔۔قسط138(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

تقریباً دو سال بعد:

بابا۔۔بابا۔۔۔۔۔وہ بے حد پیار سے اپنے باپ کے گال پہ ہاتھ رکھے اسے کب سے جگانے کی کوشش کر رہا تھا جو اسکی ایک بھی پکار پہ نہیں اٹھ رہا تھا اور باپ کی یہی ڈھیٹائی اس ننھے سے بچے کو غصے دلا رہی تھی۔اسکی کھری مغرور ناک غصے سے سرخ ہو رہی تھی، وارڈروب صاف کرتی مرحاشاہ وقفے وقفے سے ان دونوں کی دیکھتی تاصف سے نفی میں سر ہلا رہی تھی، یہ تو اب ان دونوں کا معمول ہو چکا تھا جیسے۔۔۔

بابا۔۔۔۔۔اس ننھے سے بچے نے فلحال اپنا غصہ باپ کے سامنے دیکھانے کی بجائے پیار سے اسکے گالوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ رکھتے اسے مزید ایک دفعہ پیار سے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا باپ شاید نہیں یقیناً ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا جو ہر روز صبح اٹھتے ہوئے اسے یونہی تنگ کرتا تھا۔۔وہ بچہ غصے سے سوچتا ہوا زوریز شاہ کے کان کی طرف جھکتا اسے زور سے اپنے دانتوں تلے دبا گیا۔۔

آہہ۔۔زیان!!!۔۔اگلے ہی پل زوریز شاہ ہر روز کی طرح کراہتا ہوا نیند سے جاگا تھا۔اسکی کراہ پہ مرحاشاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی، ماں کو ہنستے دیکھ کے زیان شاہ نے ہنستے ہوئے باپ کے کان کی لوں پہ اپنے چھوٹے مگر تیز دانتوں کا دباؤ مزید بڑھایا تھا۔

تب شے ٹھارا(کب سے اٹھا رہا)۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کو پھر سے کراہتے دیکھ کے بالآخر زیان شاہ اسکے کان لی لوں اپنے دانتوں سے آزاد کرتا غصے سے ہانپتے ہوئے بولا تھا۔۔زوریز شاہ نے ایک نظر دور وارڈروب کے پاس کھڑی مرحاشاہ کو گھوری سے نوازنے کے بعد زیان شاہ کو گھورا تھا جو ہر روز کی طرح اسکی نیند خراب کر چکا تھا۔۔

پارے بابا(پیارے بابا) ۔۔۔باپ کو اپنی طرف گھورتا پا کے زیان شاہ اپنے عنابی ہونٹوں پہ پیاری سی مسکان لاتا لاڈ سے اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑ گیا، جب سے اسکے دانت آئے تھے زیان شاہ بھرپور انداز میں ان کا استعمال کیا کرتا

تھا جس طرح سے بالکل ابھی لاڈ سے اپنے باپ کے کان کا حشر کرنے کے بعد اسکے گال کا دشمن بنا ہوا تھا، وہ کافی دیر سے زیان کی میٹھی سی پکار سن رہا تھا لیکن سوتا بنا رہا کیونکہ زوریز شاہ ہمیشہ کی طرح ہر رات مرحا شاہ کو اپنی پناہوں میں لئے فجر کے وقت سویا تھا اسی لئے اس وقت اسکا نیند سے جاگنے کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا تھا۔۔ ابھی صبح کے آٹھ بجے تھے اور اسکا بیٹا اسکی نیند کا دشمن بن چکا تھا۔۔

زیان! بابا کو پیار سے کس کرتے ہیں میرا بیٹا!! نہیں تو بابا یہ گندے دانت اپنے ہاتھ سے توڑ دیں گے!!۔۔۔۔ زوریز شاہ اس سے اپنا گال چھڑوا کے اپنے سینے پہ بیٹھے زیان کو مزید خود میں بھینچتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔۔ زیان اس دوران اپنی ہری آنکھوں کو بڑا کئے غور سے باپ کو سن رہا تھا۔۔

مے دانت توگے ؟(میرے دانت توڑو گے ؟)۔۔۔ زیان کو باپ کی بات پسند نہیں آئی تھی جس پہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ باہر نکال کے آدھے الفاظ بول کے جملہ مکمل کرنے کی کوشش کرتا روہانسا ہوا تھا۔ وہ تقریباً تین ماہ بعد پورے ڈیڑھ سال کا ہونے والا تھا، بالکل چھوٹے چھوٹے فقرے توڑ توڑ کے بولتا تھا اور ان فقروں کی سمجھ صرف مرحا، ریز اور ارزم شاہ کو ٹھیک سے آیا کرتی تھی۔۔

جی میری جان! آپ کے یہ دانت میں اپنے ایک پنچ سے توڑ دوں گا اگر اب مجھے کاٹی کی تو!!۔۔۔ زوریز شاہ اپنے بیٹے کے چہرے کے خوبصورت نقوش آنکھوں نظروں میں بسائے اسے تنگ کرنے کی غرض سے بولتا اپنے مضبوط ہاتھ کا پنچ بنا کے دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔ مرحا شاہ ان دونوں کی پیاری سی نوک جھوک سنتی اب وارڈروب صاف کرنے کے آخری مراحل میں تھی، وہ زوریز شاہ کے ساتھ ہی فجر کے وقت سوئی تھی، زیان نے پوری رات فیڈ نہیں کیا تھا اسی لئے اسے صبح صبح جگا ڈالا، اسکے بعد سے مرحا شاہ کو نیند نہیں آئی تھی، ماں کو جگانے کے بعد اسکا مشن باپ کو جگانے کا تھا جو وہ پورا کر چکا تھا تاکہ اپنے اگلے مشن کی طرف قدم بڑھا سکے۔۔ مرحا شاہ کو زیان شاہ کی صورت میں جیسے ایک اور زوریز شاہ ملا تھا، زیان شاہ بالکل اپنے باپ کی کاپی تھی، اسکا ایک ایک نقش اپنے باپ سے ملتا تھا یہاں تک کہ اسکی آنکھ کی کمان کا تل بھی ریز شاہ پہ تھا جسے مرحا شاہ پورا پورا دن چوم کے نہیں تھکتی تھی، اب زوریز شاہ کی آنکھ کے کمان کے تل سے زیادہ زیان شاہ کی کمان کے تل کو پیار ملتا تھا جس پہ زوریز شاہ جل بن کے کوئلہ بنتا تھا، اسکی جیلسی جاننے کے بعد مرحا شاہ جان بوجھ کے یہ حرکت اسکے سامنے بار بار دہرایا کرتی تھی کیونکہ زوریز شاہ کو جیلس

کرنے کا مزہ ہی الگ تھا لیکن جب وہ رات کو بدلے لینے پہ آتا تھا تب مرحا میڈیم کی جان ہوا ہوتی تھی کیونکہ وہ اسے کسی قسم کی رعایت نہیں بخشتا تھا۔

مزے ماؤ دے؟(مجھے مارو گے؟)۔۔۔زیان شاہ اپنے باپ کے ہاتھ کا پنچ دیکھتا آنکھوں میں حیرت لئے بولا تھا۔

زوریز شاہ کا دل چاہ رہا تھا اسکا چہرہ چٹاچٹ چوم لے لیکن اسکے بیٹے نے اسکی نیند خراب کی تھی وہ اس وقت اس پہ اپنا پیار لٹا کے اسے مزید فری کرنے کی بجائے چہرہ سنجیدہ بنا کے اثبات میں سر ہلاتا اپنے ہاتھ کا پنچ اسکے گال کے قریب لے آیا۔۔وہ اب بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا، ہری آنکھیں نیند کے خمار سے سرخ تھیں لیکن اسکی نیند اسکے بیٹے سے زیادہ ضروری نہیں تھی۔وہ جانتا تھا وہ اسے صبح صبح کیوں جگا رہا ہے۔

م۔مما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باپ کے پنچ کو اپنے چہرے کے قریب دیکھتے زیان شاہ نے آنکھوں میں آنسو لئے مرحا شاہ کو بھیگی آواز میں پکارا تھا۔۔مرحا شاہ اسکی آواز پہ تڑپتی ہوئی وارڈروب چھوڑ کے تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھی جبکہ زوریز شاہ آنکھیں چھوٹی کئے اپنے نوٹنکی بیٹے کی حرکتیں دیکھ رہا تھا جو اسے تنگ کرنے کے بعد اب اپنے بچاؤ کے لئے اپنی ماں کو آواز لگا رہا تھا۔

کیا ہوا مما کی جان؟۔۔۔مرحا شاہ بیڈ پہ ان دونوں کے قریب بیٹھتی پیار سے اپنے بیٹے کے گال پہ ہاتھ رکھتی اسکے آنسوؤں کی وجہ پوچھنے لگی۔

بابا تے نارا(بابا نے مارا)۔۔۔۔۔۔۔زیان شاہ اپنے ہاتھ ماں کی طرف پھیلا کے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لے کے بولتا زوریز شاہ کے پنچ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا۔۔مرحا شاہ اگلے ہی پل اپنے بیٹے کو زوریز شاہ کی بانہوں سے نکالتی خود سے لگا کے غصے سے زوریز شاہ کا پنچ والا ہاتھ مڑوڑ گئی جس سے وہ زیان کو ڈرا رہا تھا۔

شرم نہیں آتی تمہیں میرے بیٹے کو پنچ مارتے ہوئے!!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ موڑتی دبے دبے غصے سے اپنے بیٹے کی سائیڈ لینے لگی جس پہ زیان شاہ اسکے کندھے پہ سر ٹکائے باپ کی درگت بنتے ہوئے دیکھ رہا تھا، چہرے پہ ابھی تک روہانسے تاثرات سجائے ہوئے تھے۔۔مرحا کو خود پہ جھکے دیکھ کے زوریز شاہ نے موقعے کا فائدہ اٹھاتے مرحا شاہ کی اسی کلائی کو کھینچتے اپنے برہنہ سینے پہ گرایا تھا، موسم سرما چل رہا تھا لیکن وہ اتنی سردی میں بھی شرٹ اتار کے سوتا تھا خیر کمرے میں موجود ہیٹر ماحول کو گرم کئے ہوئے تھے۔۔

شرم تو مجھے اپنے پروڈکٹ کو اس دنیا میں لانچ کرتے ہوئے نہیں آئی تھی تو پھر اس نوٹنکی کے دانت توڑتے ہوئے کیوں آئے گی ڈاکٹر صاحبہ ؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بے باکی سے بولتا مرحا کو سرخ کر گیا۔ مرحا شاہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے اس سے فاصلہ بنایا تھا کیونکہ زیان شاہ ان دونوں کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔۔ مماباباتو تیاوالے دہا؟(مماباباکو کیاہوا ہے یہاں ؟)۔۔۔۔۔زیان شاہ کی باپ جیسی چیل نگاہیں اچانک سے زوریز شاہ کے سرخ وسفید سینے کی طرف اٹھی تھیں جن پہ دانتوں کے نشان واضح تھے۔۔زیان شاہ کے اشارے پہ مرحا شاہ کی نگاہیں ریز شاہ کے برہنہ سینے کی طرف اٹھی تھیں، اپنے دانتوں کے نشانات دیکھتی وہ جلدی سے زوریز شاہ پہ کمبل پھینکتی غصے سے اسے آنکھیں دیکھا رہی تھی جو ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے زومعنی انداز میں اسکے ہونٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

شرم کرو کچھ !شرٹ پہن کے سویا کرو تمہاری طرف سے دیکھ کے زیان بھی رات کو اتنی سردی میں شرٹ اتارنے کی ضد کر رہا تھا!!۔۔۔۔۔مرحا شاہ اسکے کان میں دبی دبی آواز میں غصے سے غراتی تھی بس نہیں تھا اسکے ہونٹوں پہ مکا جڑ دے جن پہ وہ کمینی سی مسکراہٹ سجائے اسے صبح صبح چھیڑ رہا تھا۔

ترم ترو(شرم کرو)۔۔۔۔۔۔زیان جس نے ماں کے صرف پہلے دو لفظ سنے تھے، مرحا کی طرح ہی چہرے کے ڈیزائن بنا کے زوریز شاہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے خفگی سے بولا۔۔وہ اس وقت اتنا کیوٹ لگا تھا کہ زوریز شاہ کو اپنے دل میں گدگدی سی محسوس ہوئی تھی، وہ ہنسی دبائے اسکے خفا تاثرات دیکھ رہا تھا جو صرف اسکے پنچ دیکھانے پہ روٹھا بیٹھا تھا

۔

مماباہر تلے (مماباہر چلیں!)۔۔۔۔۔۔۔زیان شاہ اپنے باپ سے نگاہیں موڑنے کے بعد مرحا شاہ کی طرف دیکھتا اپنے مین مشن پہ آیا تھا، اسے صبح صبح کمرے سے نکل کے پوری حویلی اور حویلی سے باہر کی سیر کرنی ہوتی تھی جو وہ اکثر اوقات زوریز شاہ کو جگا کے اسکی بانہوں میں کرتا تھا لیکن چونکہ آج اسکے باپ نے اسے پنچ دیکھایا تھا تو وہ یہ مشن اپنی ماں کو استعمال کر کے کمپلیٹ کرنے والا تھا۔ زوریز شاہ نے گہری نگاہوں سے زیان کی طرف دیکھا تھا جو اسکی طرف سے رخ موڑ چکا تھا، وہ ناراض ہو چکا تھا۔ ارزم شاہ نے سب بچوں کو اتنی سی عمر میں ناراضگی میں ایکسپرٹ کر دیا تھا، کوئی زرا سا بھی انہیں چھیڑتا تھا یہ منہ بنا کے بیٹھ جاتے تھے، ارزم شاہ تو اپنے ناراض بھانجوں اور بھتیجوں کو منانے کے

لئے باہر لے جاتا تھا کیونکہ وہ تو ٹھہرا ویلا، جب تک باپ اور لالا اس پہ سر پہ تھے اس نے بھی قسم کھائی تھی خود کوئی بزنس نہیں کرے گا۔۔۔اسکی یونی ابھی ایک ماہ پہلے ہی ختم ہوئی تھی، آج کل وہ بالکل فارغ تھا، اور ویسے بھی وہ جب فارغ نہیں بھی ہوتا تھا تب بھی اپنے بھانجوں اور بھتیجوں کو الٹی باتیں سیکھانے کے لئے وقت ضرور نکال لیتا تھا جس کا خمیازہ بعد میں ان کے ماں باپ کو بھگتنا پڑتا تھا۔۔

چلو میرا بچہ!!۔۔۔۔مرحاشاہ اسکی آنکھ کی کمان کا تل چومتی بیڈ سے اپنا دوپٹا اٹھانے والی تھی جب زوریز شاہ اسکی کلائی تھام گیا۔۔

جب سے یہ ٹڈہ ہماری زندگی میں آیا ہے تم صرف اس کی ہو کے رہ گئی ہو! تمہارا پیار بدل گیا ہے! یہ ٹڈہ سالا میرا کان اور گال زخمی کر چکا ہے لیکن تم ابھی بھی صرف اسکی سائیڈ لے رہی ہو! کوئی فکر ہے تمہیں اپنے شوہر کی؟؟۔۔۔۔

زوریز شاہ جلے بنے انداز میں بولتا آنکھوں میں سرخی لئے مرحا اور زیان شاہ کو گھورنے لگا۔۔مرحاشاہ کی نگاہوں کا مرکز زوریز شاہ کا سرخ کان بنا تھا جس پہ زیان شاہ کے چھوٹے چھوٹے دانتوں کا نشان واضح ہو رہا تھا، زوریز شاہ کے گھورنے پہ زیان نے رونا شروع کیا تھا، وہ زوریز شاہ کی باتوں سے اتنا تو اخذ کر چکا تھا کہ وہ ضرور اسکی برائیاں کر رہا ہے۔۔

ریز تم پاگل ہو؟ کیوں ہمیشہ خود کا اور زیان کا مقابلہ کرتے ہو؟ رلا دیا نا میرے بیٹے کو!!۔۔۔۔زوریز کو بچوں کی طرح جیلس ہوتے دیکھ کے مرحاشاہ اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹتی زیان شاہ کو پیار سے خود کے ساتھ لگا رہی تھی جس نے ابھی تک رونا بند نہیں کیا تھا۔

دندے بابا کٹی (گندے بابا کٹی)۔۔ مما تلے بائی (مما چلیں باہر)۔۔۔زیان شاہ اپنا بھیگا چہرہ مرحاشاہ کے سینے سے باہر نکال کے زوریز شاہ سے کٹی کرنے کے بعد بھیگی آواز میں مرحاشاہ کے گال پہ ہاتھ رکھتے معصومیت سے بولا۔۔مرحا شاہ نے تڑپ کے اسکے آنسو صاف کرتے اسکے پورے چہرے کو پیار سے چوما تھا۔۔معاملے کو سیریس ہوتے دیکھ کے زوریز شاہ اپنی بلیک ٹی شرٹ اٹھا کے پہنتا مرحاشاہ کے بازوؤں سے زیان شاہ کو تھام کے اپنے سینے سے لگا گیا۔اسکا ایک ہی بیٹا تھا اسکی ناراضگی کیسے افورڈ کر سکتا تھا؟

بابا مذاق کر رہے تھے میری جان! چلو باہر چلتے ہیں! کہاں جانا ہے میرے بیٹے نے ؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ اسے پیار سے چومتا لاڈ سے بولتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا، زیان شاہ نے کھکھلاتے ہوئے جواب دینے کی بجائے پھر سے اپنے باپ کے گال پہ دانت گاڑے تھے، مرحاشاہ مسکراہٹ دبا کے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی، بالآخر اسکا بیٹا باپ کو ایموشنل بلیک میل کر کے بیڈ سے اٹھانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔

پچھلے ایک ہفتے سے ارزم شاہ اپنے یونی فرینڈز کے ساتھ ناردن ایریاز گھومنے پھرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ناران کاغان گھومنے کے بعد وہ ابھی پرسوں ہی کشمیر آیا تھا۔ان دنوں میں وہ ایک دفعہ بھی اپنی ذی سے ملنے کیلئے نہیں گیا تھا۔اس کے دوستوں نے اسکی جان ہی نہیں چھوڑی تھی تو وہ جاتا کیسے ؟ارزم شاہ ناردن ایریاز میں کافی مشکل سے آیا تھا کیونکہ کاظم شاہ اور احان شاہ اسکے اس ٹرپ سے بلکل بھی مطمئن نہیں تھے۔۔ایک ہفتے بعد اسکی شادی تھی تو اس صورتحال میں وہ اسے کہیں بھی جانے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ارزم شاہ کے بغیر حویلی سنسان سی معلوم ہوتی تھی اسی لئے اسے کوئی بھی زیادہ دیر کے لئے حویلی سے باہر برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر ارزم کی ضد کی وجہ سے انھوں نے مشکل سے ہی سہی لیکن ایک سے ڈیڑھ ہفتہ کے لئے اسے جانے کی اجازت دے دی تھی کیونکہ اگلے ہفتے سے اسکی اپنی شادی سٹارٹ تھی۔وہ پچھلے سال بھی چھٹیوں میں یونہی دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے نکلا تھا جب کامران لاکھانی نے اپنے بیٹے اور بھائی کا بدلا لینے کے لئے شاہ حویلی کے چھوٹے شاہ کو ٹارگٹ کیا تھا، صد شکر تھا اس وقت ارزم شاہ کو کوئی نقصان نہیں ہوا تھا کیونکہ زوریز شاہ اور حازق خان اسکی سائیکی کے متعلق پہلے ہی جان چکے تھے، ان دونوں نے کامران لاکھانی کے خلاف اسکی زندگی کے تمام کالے دھندوں کے ثبوت اکھٹے کرتے احان شاہ کے حوالے کئے تھے، احان شاہ اپنا وزیرِ دفاع کا عہدہ استعمال کرتے کامران لاکھانی کو ساری زندگی کے لئے جیل میں قید کروا چکا تھا، انہوں نے اس پہ اتنے کیس ڈالے تھے کہ اس کی نسلیں بھی اسے جیل سے آزاد نہیں کروا سکتی تھیں

--

شادی کی تاریخ ارزم شاہ کی ضد اور مرضی کے مطابق تہہ کی گئی تھی ورنہ سب اسکی پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی اسے چھیڑنے کے لئے مزید تین سال انتظار کرنے کی رائے دے رہے تھے لیکن ارزم شاہ نے مزید ایک مہینہ بھی

انتظار کرنے سے صاف انکار کیا تھا، وہ اب اپنی ذی بے بی کے بغیر مزید ایک لمحہ نہیں گزار سکتا تھا، وہ ایک مہینے سے کشمیر آئی ہوئی تھی، ارزم شاہ پورے تیس دنوں سے اس سے نہیں ملا تھا، دل بار بار اس سے ملنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ وہ ان دنوں اس سے کس دل سے دور رہا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

ارزم شاہ کو کل رات سے تھوڑا تھوڑا بخار تھا جس کے باعث اس نے رات کو میڈیسن لے لی تھی اسی لئے آج صبح سے اس کا دن اچھا گزر گیا تھا لیکن آج شام سے اسکی طبعیت کچھ زیادہ ہی خراب ہو چکی تھی۔ موسم بہت زیادہ سرد تھا۔ اور پہاڑوں پر بہ نسبت میدانی علاقوں کے سردی زیادہ پڑتی ہے۔ ارزم شاہ اور اس کے دوست اس وقت پہاڑوں کے درمیان کیمپس لگا رہے تھے۔ جب ارزم طبعیت ناسازی کی وجہ سے ہٹ کے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے سر میں اس وقت شدید درد ہو رہا تھا۔ اور وہ باہر پڑتی دھند میں پتھر کے ساتھ ٹیک لگا کے اپنی آنکھیں بند کر گیا۔ ان سب نے ہوٹل میں رومز بھی بک کئے ہوئے تھے۔ لیکن رات ہمیشہ وہ پہاڑوں میں آ کر کیمپس میں گزارتے تھے۔ اس وجہ سے ارزم شاہ کو سردی لگ چکی تھی۔

اوئے چل آ میں تجھے ہوٹل چھوڑ کے آؤ۔ ادھر بہت ٹھنڈ ہے تیری طبعیت اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔ وہاں پہ آرام سے جا کے روم میں آرام کرنا۔۔۔۔۔ ارزم کا دوست میکائیل اسے یوں پتھر کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر اس کی طرف فکر مندی سے بڑھا تھا۔ اور اسے ہوٹل چل کے آرام کرنے کا کہنا لگا تھا۔۔

نہیں مجھے ہوٹل نہیں جانا!! وہاں پہ اکیلا میں بور ہو جاؤ گا۔۔۔ ارزم نے اپنی آنکھیں موندتے ہوئے جواب دیا تھا۔ بور ہونے والی اس میں کونسی بات ہے! تو میڈیسن لے کے سو جانا اور ہم صبح فرسٹ ٹائم تیرے پاس پہنچ جائیں گے۔ چل اب اٹھ!! زیادہ بیمار ہو گیا تو شادی کیسے کرے گا؟۔۔۔ میکائیل زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کے اٹھاتا ایک ہاتھ ارزم کے کندھے پہ رکھے اسے ساتھ لے کے گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔ ارزم شاہ نے اسکا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا تھا جو اسے ایسے ٹریٹ کر رہا تھا جیسے وہ بیمار نہیں خدانخواستہ معذور ہو گیا ہو۔

یار میں تم لوگوں کے ساتھ ہی رک جاتا ہوں!! مجھے ہوٹل نہیں جانا! یہاں مزہ آ رہا ہے۔۔۔ ارزم شاہ مسلسل ضد کرتے ہوئے ہوٹل جانے سے انکار کر رہا تھا۔

اچھا چل نہیں چھوڑتا تجھے اکیلا میں تیرے پاس رک جاؤ گا۔ اور تجھے اپنے بانہوں میں لیکر اپنے جسم کی ساری حرارت تجھ میں منتقل کرو گا۔ تیرا بخار بھی اتر جائے گا اور تو اکیلا بور بھی نہیں ہو گا۔۔۔ ارزم کو یوں بچوں کی طرح ضد کرتے دیکھ کر میکائیل نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے اس کے اکیلے پن کو دور کرنے کا حل بتایا تھا۔۔

مت بھول سید ارزم شاہ ہوں میں!! میرے ساتھ گزاری آدھی رات بھی تجھے بھاری پڑ سکتی ہے!! ۔۔۔ ارزم میکائیل کے پیٹ میں زور سے مکا جھڑتے ہوئے بخار سے سرخ ہوتی اپنی آنکھوں میں وارننگ لئے بولا تھا جبکہ ارزم کو بانہوں اور حرارت والی بات پہ بے ساختہ اپنی زی بے بی یاد آئی تھی۔

اہہہ!!!! اچھا چل نہیں رکتا تیرے ساتھ ویسے بھی ایک ہفتے کے بعد تیری شادی ہے تو میں نہیں چاہتا تو اپنی ساری شدتیں مجھ پہ لٹا دے اور تیری گولڈن نائٹ پہ تیری پرفارمینس میں کوئی کمی آئے۔۔۔ میکائیل اسکے مکا مارنے کی وجہ سے کراہتا ہوا اسکے ساتھ رکنے سے صاف انکار کرتا گاڑی کی پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر ارزم کو بیٹھاتا خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے ہوٹل کی طرف روانہ ہوا تھا۔

ایک کام کر مجھے ہوٹل چھوڑنے کی بجائے میرے سسرال چھوڑ دے۔۔۔۔ ارزم شاہ کو آج زی بہت شدت سے یاد آ رہی تھی۔ رخصتی رواج ایک ہفتے کے بعد تھی لیکن آج وہ اس سے ملنے سے خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔ ارزم شاہ خود کو پچھلے ایک ہفتے سے خان حویلی جانے سے روکے ہوئے تھا لیکن آج اس کا دل ضد کر رہا تھا اپنی زی کو دیکھنے کیلئے اس سے ملنے کیلئے۔۔

تیرا سالا تجھے اپنی حویلی گھسنے دے گا؟؟۔۔۔۔۔ میکائیل اسکی بات سنتا ابرو آچکا کے اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

زیادہ زبان نہیں چل رہی تیری؟ زبان چلانے کی بجائے دھیان سے گاڑی چلا! مجھے صحیح سلامت اپنی منکوحہ کے پاس پہنچنا ہے۔۔۔ ارزم شاہ اپنا سر پیچھے سیٹ پہ ٹکاتا میکائیل کو دانت پیس کے حکم دینے لگے جس پر میکائیل نے مزید کچھ کہے بغیر منہ پھولا کے اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔ باہر ہلکی ہلکی بارش ہونا شروع ہو گئی تھی جو سردی میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ کشمیر میں موسم بدلنے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔۔ اچانک موسم تبدیل ہو جاتا ہے۔۔ تقریباً پنتالیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد میکائیل ارزم شاہ کو خان حویلی کے گیٹ کے سامنے چھوڑتا گاڑی واپس لئے باقی دوستوں کی طرف

روانہ ہو چکا تھا جہاں انہوں نے کیمپس لگائے تھے۔ ارزم آگے بڑھتے ہوئے آہستہ سے گیٹ پہ دستک دینے لگا لیکن اس کی دستک کا کوئی ریسپانس نہیں آیا تھا، اتنی بڑی حویلی تھی لیکن گارڈز شاید گھوڑے بیچ کے سو چکے تھے؟؟ ارزم شاہ نے دانت پیس کے سوچا تھا یا شاید گارڈ اس وقت اپنے کوارٹر میں بھی ہو سکتے تھے کیونکہ باہر بارش ہو رہی تھی۔۔ اور ارزم کی اتنی آہستہ دستک کی آواز انکے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔ اسلئے کسی نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ اور بل بجا کے وہ حازق خان کو جاگنا نہیں چاہتا تھا۔ حازق خان اگر جاگ جاتا تو وہ اسے اندر تو ضرور لے جاتا لیکن ذائشہ کے کمرے میں رکنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ بہت بڑے دل سے اسے گیسٹ روم میں ٹھہرنے کی اجازت دیتا۔۔۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے ارزم شاہ دستک دینے کی بجائے حویلی کی پچھلی سائیڈ سے جا کر دیوار پھلانگتے ہوئے حویلی میں انٹر ہوا تھا۔ حویلی کی دیواروں پر خاردار تاریں لگی ہوئی تھی جس سے ارزم کی ایک ہتھیلی زخمی ہو چکی تھی۔ تاریں تو ایسے لگوائی ہوئی ہیں جیسے پرائم منسٹر ہو سالا؟ دو پیسے کا میجر!!۔۔ ارزم اپنی زخمی ہتھیلی کو دیکھتا دانت پیس کے بولا تھا۔ وہ حازق خان کو ویسے تو لالا بولتا تھا لیکن جب اسکی ایسی حرکتوں پہ غصہ آتا تھا تو وہ اپنی زبان کو اسکی توہین کرنے سے روک نہیں پاتا تھا۔۔ وہ اپنی جیب سے رومال نکال کے خون صاف کرتا اس پہ باندھ گیا۔۔ بارش اچھی خاصی ہو رہی تھی۔ ارزم کی بلیک جیکٹ اور شہد رنگ بال پوری طرح سے بھیگ چکے تھے۔ وہ اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا کچن کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ میر ال حازق اس وقت اپنے کمرے میں اپنے ایک سال کے چاند سے بیٹے کے ساتھ آرام فرما رہے تھے۔

ذائشہ خان اس وقت باتھروم سے نکلتی اپنا بھیگا چہرہ ٹاول سے صاف کر رہی تھی۔ وہ اس وقت سادہ سی گرم شلوار قمیض میں ملبوس تھی جبکہ دوپٹہ بیڈ پہ پڑا ہوا تھا۔ وہ ٹاول صوفے پہ رکھتی اپنے بال سمیٹ کے بیڈ کی طرف سونے کے لئے بڑھی تھی جب کلک کی آواز سے دروازہ کھلا تھا۔ ذائشہ نے ڈرتے ہوئے فورا پیچھے مڑ کے دیکھا تھا۔۔ رات کے اس وقت اس کے کمرے میں کون آ سکتا تھا؟؟ ذائشہ خان نے خوف سے سوچا تھا لیکن پیچھے مڑ کے دیکھنے پر اسکی ہیزل رنگ آنکھیں پھیلی تھیں۔۔ آنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ارزم شاہ تھا۔۔ وہ رات کے اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا؟ وہ کشمیر کب آیا تھا؟ ذائشہ خان نہیں جانتی تھی کیونکہ ایک ہفتے سے ان کا رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا، کشمیر میں ان روز کافی

سگنل پر ابلم چل رہا تھا۔۔ رابطہ کرتے ہوئے کئی دفعہ مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور کچھ ارزم شاہ نے بھی اس لئے نہیں بتایا تھا تاکہ ایک ہی دفعہ اسے بانہوں میں بھر کے سرپرائز دے۔۔

وہ ارزم شاہ کو یہاں دیکھ کے اپنی جگہ پہ سٹل تھی جبوہ اس قریب آتے ساتھ ہی اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھ کے اس کے سینے سے لگا تھا۔ اسے یوں دیوانوں کی طرح خود سے لپٹے دیکھ کر ذائشہ خان ہوش میں آتی بے ساختہ اس کے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت باندھ گئی، اسے پورے مہینے بعد اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کے وہ بے خود ہوئی تھی۔ ارزم اسکی گردن میں منہ چھپائے اپنی گرم سانسیں چھوڑنے لگا۔ اسکی سانسوں کی اتنی تپش محسوس کرتی ذی نے پریشانی سے فورا اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہی ذائشہ خان کو معلوم چلا تھا کہ وہ بخار میں تپ رہا ہے۔

ارزم آپ کی طبعیت تو ٹھیک ہے؟ اپ کو تو بہت تیز بخار لگ رہا ہے؟ آپ کشمیر کب آئے اور اتنی بارش میں باہر کیوں گھوم رہے تھے؟۔۔۔ ذی پریشانی سے اسکے ماتھے سے ہاتھ ہٹاتی سوال پہ سوال کرنے لگی۔ وہ اسکی طبیعت خرابی پہ پریشان ہوئی تھی جبکہ ارزم شاہ اپنی آنکھیں موندے اس وقت صرف اپنی ذی کی مہک کو محسوس کر رہا تھا جو اسے تیس دنوں بعد نصیب ہوئی تھی۔ اسے یوں ہی خاموشی سے خود کے ساتھ لپٹا دیکھ کے زی نے اسے کندھوں سے تھام کے نرمی سے خود سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ارزم شاہ پیچھے ہٹنے کی بجائے پھر سے اسکے سینے سے لپٹ گیا۔

ارزم پیچھے تو ہٹیں!! ایک دفعہ مجھے دیکھنے تو دیں۔۔۔ ذائشہ اسکا خوبصورت چہرہ دیکھنا چاہتی تھی جو ارزم اسکی گردن میں چھپائے کھڑا تھا۔ از کے لہجے میں فکرمندی محسوس کرتے ارزم شاہ نے آہستہ سے اسکی گردن پہ بائٹ کرتے ہوئے اپنا چہرہ باہر نکالا تھا۔ اس کی شہد رنگ آنکھیں اس وقت بخار کی شدت سے بے حد لال ہو رہی تھی۔ ہاتھ ٹھنڈے یخ تھے جبکہ عنابی ہونٹ سردی کی وجہ سے نیلے ہوئے پڑے تھے۔ سردی کی وجہ سے اسکا بدن ہولے سے کپکپا رہا تھا۔۔ ذائشہ خان اسکی ملگجی سی حالت دیکھتی تکلیف سے آنکھیں میچ کے کھولتی اسے احتیاط سے بیڈ پہ بٹھاتی سب سے پہلے اسکی گیلی جیکٹ اتار رہی تھی اور پھر پاس صوفے پہ پڑے اپنے ٹاول کو اٹھا کے اس کے سر کے بال اچھت سے خشک کرتے ہوئے اس کے جوتوں کی طرف ہاتھ بڑھا گئی، ارزم شاہ جو پیاسی نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا اسے اپنے جوتوں کی طرف جھکتے دیکھ کے تیزی سے اپنے پیر اس سے دور کر گیا۔

میں خود اتار سکتا ہوں!!۔۔۔وہ نکاہت زدہ آواز میں آنکھیں چھوٹی کر کے بولتا اپنے جوتے اتار کے دور پھینک گیا۔ ذائشہ خان اسے کندھے سے تھام کے بیڈ پہ لٹانے کے بعد جلدی سے اسکے اوپر کمبل دیتی ہیٹر آن کیلئے مڑی ہی تھی جب ارزم شاہ تیزی سے اسکی کلائی تھام گیا۔۔

ارزم میں آرہی ہوں!! ہیٹر آن کرنے دیں!!۔۔۔ذی نرمی سے جواب دیتی اپنا ہاتھ چھڑوانے ہی والی تھی جب ارزم شاہ ایک جست میں اسے اپنی طرف کھینچتا اپنے چٹانی سینے پہ گرا گیا۔۔اسے ذرا سا موقع دیئے بغیر وہ کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنی مضبوط بانہوں کی گرفت میں قید کر گیا۔

مجھ اس وقت کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے!! صرف تمہارے جسم کی حرارت چاہئیے۔مجھے خود کے ساتھ لپیٹ لو ۔۔۔۔ارزم اپنی بھاری ہوتی آواز کے ساتھ ذائشہ خان کے سینے پہ چہرہ رکھ کے اسے اپنے قریب رہنے کی درخواست کرنے لگا،ذائشہ خان جو پہلے ہی بنا دوپٹے کے تھی۔یوں اسکے ساتھ ٹکرانے اور اپنے سراپے پہ اسکی گرم سانسیں محسوس کرتی لال سرخ پڑی تھی۔

ارزم میں آپ کے پاس ہی ہوں بس مجھے کچن سے آپ کیلئے کچھ کھانے کا لانے دیں تاکہ پھر میں آپ کو فیور کی میڈیسن دوں! آپ کو کافی تیز بخار ہے۔۔۔ذائشہ خان اس ضدی انسان کو سمجھاتے ہوئے اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی لیکن ارزم اسے نکلنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ذائشہ خان جو ایک طرف یہ ڈر بھی تھا حازق خان یا میرال شاہ سے کوئی اسکے کمرے کا چکر نہ لگا کے ورنہ وہ دونوں کیا سوچتے؟

زائشہ خان کی بارہا درخواست پہ ارزم شاہ اس کے سینے سے اپنا سر ہٹاتا پیچھے تکیے پہ رکھ گیا۔ذائشہ خان اسے پیچھے ہٹتے دیکھ کے شکر کرتی تیزی سے اٹھ کے اپنا دوپٹہ لیتی کچن کی طرف بڑھی تھی۔تاکہ اس کیلئے کچھ کھانے کو لا سکے۔ہمیشہ وہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتا تھا آج ذائشہ خان کو رکھنا تھا۔۔

تقریبا بیس منٹ کے بعد ذائشہ خان واپس کمرے میں آئی تھی اسکے ہاتھ میں چکن سوپ کا باؤل پانی اور کچھ میڈیسنز تھیں۔۔ان سب چیزوں کو وہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی ارزم کی سائیڈ بیٹھتی اسے اٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔

مجھے کچھ نہیں کھانا ذی!! میرا اس وقت کچھ بھی کھانے کو دل نہیں ہے!!۔۔۔۔ارزم نے صاف صاف اٹھنے سے انکار کرتے تکیے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا،اسکا جسم اس وقت بخار کی شدت سے ٹوٹ رہا تھا،اسے اس وقت صرف ذائشہ

خان اپنی پناہوں میں چاہیئے تھی۔ اسے انکار کرتے دیکھ ذی اپنا پورا زور لگا کر اسکی گردن کے پیچھے سے ہاتھ ڈال کر اس کے دھیو یکل وجود کو ذرا سا اٹھانے کی کوشش کرنے لگی لیکن ناکام ٹھہری۔ اسے اوپر اٹھانے کے چکروں میں ذائشہ میڈیم کی سانس پھول چکی تھی لیکن ارزم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ اپنی ذی کو یوں ہلکان ہوتے دیکھ کر ارزم اپنی ہنسی دباتا خود ہی تھوڑا اوپر اٹھتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔

اسے بیٹھتا دیکھ کر ذی نے جلدی سے سوپ کا باؤل اٹھا کر اس میں سے چھوٹے چھوٹے چمچ بھرتے ہوئے ارزم کے عنابی لبوں کے پاس لے جا کے اسے پلانے لگی۔ تھوڑا سا ہی سوپ پی کر ارزم نے باؤل پیچھے کر دیا تھا۔ ذائشہ اس ضدی انسان کے ساتھ زبردستی کرنے کی بجائے باؤل سائیڈ پہ رکھتی میڈیسن نکال کے ارزم شاہ کی ہتھیلی پہ رکھ رہی تھی جب اسکی نظر اس کے رومال سے بندھے ہوئے ہاتھ کی طرف اٹھی تھی۔

یہاں کیا ہوا ہے؟۔۔۔۔ ذائشہ اس کے ہاتھ کی طرف دیکھتی فکرمندی سے ارزم شاہ سے سوال کرنے لگی۔

کچھ نہیں ہوا بس چھوٹی سی چوٹ لگ گی ہے میرے سالے کی مہربانی کی وجہ سے!!۔۔۔۔۔ ارزم سنجیدہ چہرہ لئے سر جھٹک کے گویا ہوا تھا۔۔

کیا مطلب؟ لالا نے آپ کو مارا ہے؟ وہ آپ کی یہاں موجودگی کے متعلق جانتے ہیں؟۔۔۔ زائشہ خان نے اپنے چھوٹے سے دماغ کا استعمال کرتے ہمیشہ کی طرف بیوقوف سوال کئے تھے۔

اگر میرا سالا میری موجودگی کے متعلق جانتا تو اس وقت میں تمہارے سامنے نہیں بلکہ حویلی کے گیسٹ روم کے بیڈ پہ کروٹیں بدل رہا ہوتا!! دیوار پھلانگتے ہوئے تار لگ گئی تھی!!۔۔۔ ارزم شاہ نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔

تو کس نے کہا تھا بندروں کی طرح دیوار پھلانگ کے آئیں؟ سیدھے راستے سے بھی تو اسکتے تھے نا؟۔۔۔۔ ذائشہ خان اسکے منہ اپنے لالا کے لئے "سالاء" سن کر ماتھے پہ ننھے سے بل ڈال کے بولتی اسکے ہاتھ سے رومال اتارنے لگی۔ اسکی پٹر پٹر زبان پہ ارزم شاہ نے آنکھیں چندھیا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

رومال اتارنے کے بعد نیچے زخم سے رستا خون دیکھتے ذائشہ خان تکلیف سے اپنا لب دانتوں میں دباتی میڈیسن والا باکس اٹھا کے لائی تھی اور اس میں سے بینڈج نکالا کر اس کے ہاتھ پہ کرنے لگی۔ بینڈج کرنے کے بعد وہ نرمی سے اس کا ہاتھ اپنی نازک ہاتھوں میں دبا کر رب کرنے لگی۔۔ ارزم جو کب سے میڈیسن ہاتھ میں لئے اپنی ذی کا اتنا خیال رکھنا

نوٹ کر رہا تھا۔ ذی کا اسکا ہاتھ چومنے کی بجائے صرف پکڑ کے بیٹھنا دیکھ کر وہ بد مزہ ہوتا میڈیسن اپنی زبان پہ رکھ کے تھوڑا سا پانی پیتا انہیں اپنے حلق میں اتار گیا تھا۔ وہ میڈیسن لیتے وقت پیاسوں کی طرح ذی کے ہونٹوں کو فوکس میں لئے ہوا تھا۔ اس لگ رہا تھا شاید ذائشہ خان اپنے ہونٹوں سے اسکے مرض کا علاج کرے گی لیکن وہ تو غیروں کی طرح اسے پین کلرز پکڑا گی تھی۔ ارزم کو خود کی طرف گھورتا پا کے زی اسے لیٹانے کی کوشش کرنے لگی جس پر ارزم لیٹنے کی بجائے الٹا اسکے سراپے کو قہر برساتی نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

کیا بول رہی تھی تم بندروں کی طرح دیوار پھلانگ کے کیوں آیا ہوں؟ ابھی تمہیں بتاؤں بندر اپنی بندریوں کے ساتھ کس طرح سے پیش آتے ہیں!۔۔۔۔ ارزم شاہ اسے بازو سے پکڑ کے خود کے قریب کرتا خفگی سے اسکی پچھلی بات کا جواب دے رہا تھا، ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے تیزی سے نفی میں سر ہلاتے اسکے زخمی ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں مزید رب کیا تھا۔

کتنی ظالم ہو تم زی بے بی! تمہارا شوہر درد سے تڑپ رہا ہے۔ اور تم اسے اسکی اصل دوا سے محروم رکھ کے یہ گندی اور کڑوی دوائیں کھلا رہی ہو؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ ارزم اپنی آنکھوں میں ذائشہ خان کے لبوں کا جام پینے کی خواہش لئے تڑپ کے بولا تھا۔ زی اسکی نظروں کی تپش اور اسکی بات کا مطلب اچھے سے سمجھ چکی تھی کہ وہ کس دوا کی بات کر رہا ہے اتنے عرصے میں زی اتنا تو ارزم کو جان چکی تھی کہ اس کو کس وقت کیا چاہیے؟ اس کی آنکھوں میں طلب اور اس پہ تضاد اسکے بخار سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے ذی اس کے پاس کھسکتی ہوئی اپنی انگلیاں مروڑتے اپنے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اس کے دونوں گالوں پہ ہاتھ جما گئی۔ ارزم شاہ کا دل دھڑکا تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائیں اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ زائشہ خان اپنی آنکھیں بند کرتے دھڑکتے دل کے ساتھ ارزم کے سردی کی وجہ سے نیلے پڑتے ہونٹوں سے اپنے نرم و گرم گلابی ہونٹ جوڑ گی۔ وہ آہستہ آہستہ انہیں پیار سے چومتی اپنے لمس سے گرم کرنے لگی جبکہ ارزم شاہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے فتح مندی سے مسکرایا تھا۔۔ اسکی یہ پیش قدمی دل کو کافی بھائی تھی، سوچا نہیں تھا اسکی شرمیلی منکوحہ اسے خود سے یہ دوا دینے پہ راضی ہو گی۔ ارزم شاہ اسکے لبوں کا میٹھا ذائقہ اپنے منہ میں گھلتا محسوس کرنے لگا جبکہ زائشہ اسکی لبوں سے لپٹتی مدہوش ہوتے ہوئے اپنی حرکت کو بڑھا گی۔۔ ذائشہ خان پہ اچانک سے مدہوشی طاری ہوئی تھی، وہ کتنے دنوں سے اسکے لمس کے لئے تڑپ رہی تھی۔۔ وہ بے تابی سے اٹھ کے

اسکی گود میں بیٹھتی ایک ہاتھ اسکی گردن میں موجود چین پر جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے بالوں میں پھنسائے ایک مہینے کی کی پیاس مٹانے لگی۔ وہ کبھی ارزم شاہ کے بالائی لب کو اپنے ہونٹوں میں نرمی سے دباتی تو کبھی اسکے نچلے لب کو سک۔ کر نے لگتی۔۔ ارزم شاہ اسکے انداز پہ آنکھوں میں حیرانگی لئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ آج پہلی دفعہ اسے اس قدر مدہوش ہوتے دیکھا تھا۔ وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اس خود پہ مزید گراتا اس کا ساتھ دینے لگا۔ ارزم کو یوں شدت سے اپنے لبوں پہ قابض ہوتا دیکھ کے ذائشہ اسکی بلیو شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ گی۔ ارزم شاہ جو اسکی پیش قدمی پہ پاگل ہوا تھا بے چین ہوتے اسکے لبوں کو سک کرتا اپنی گرم سانسیں اس میں انڈھیلنے لگا۔۔ ارزم شاہ کا بخار اب شدید ہو گیا تھا۔ اس کا جسم بخار سے اس وقت تندور کی مانند دہک رہا تھا۔ جب ذائشہ خان کے لبوں سے تشنگی مٹائے نہ مٹی تو وہ جھنجھلاتے ہوئے ذائشہ کو اپنے نیچے کرتا اسکی قمیض کی زپ کھول کے اسے کندھوں سے کھسکا گیا تھا۔ زائشہ کے خوبصورت نرم ونازک سراپے کی رعنائیاں دیکھ کے وہ بے صبری سے ان پہ جھکتا اپنے ہونٹوں کے گرم لمس پہ ذائشہ خان کو سسکنے پر مجبور کر گیا۔۔ ارزم اب اپنے ہونٹوں کی گستاخی تیز کرتا اسکی دھڑکنوں کو دانتوں سے کاٹنے کے ساتھ ساتھ اپنے لبوں سے سک کرتے ہوئے سرخ کر رہا تھا۔ ذائشہ خان اسکے بالوں انگلیاں پھنسائے سسکتی ہوئی بنا کسی مزاحمت کے اس کا لمس برداشت کرنے لگی کیونکہ اتنے عرصے میں زائشہ کو ارزم کا لمس برداشت کرنے کی عادت ہو چکی تھی۔ اب تو وہ کافی حد تک اس کا ساتھ بھی دیتی تھی۔ ارزم اب زائشہ کے اوپر سایہ فگن ہوتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں اور دانتوں میں دبانے کے ساتھ ان کی نازکی اپنی ہاتھوں سے محسوس کر رہا تھا۔ ارزم کافی دیر تک اسکی دھڑکنوں پہ شدت دیکھانے کے بعد اب ان پر اپنی بیئر ڈر گڑتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپاتا اپنا پورا وزن اس پہ ڈالے اپنے جسم کی حرارت اس کے جسم میں منتقل کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں ذائشہ خان کو اپنے سینے پہ ارزم شاہ کی بھاری ہوتی سانسیں محسوس ہوئی تھیں، وہ شاید نہیں یقیناً میڈیسن کی وجہ سے سو چکا تھا۔ وہ ارزم کی کمر میں ہاتھ ڈالے مزید اسے خود میں بھینچتی اسکی سانسوں کا شور اپنے دل کے مقام پہ محسوس کرتی ارزم کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتی خود پہ اور اس پہ کمبل دیتی آنکھیں موندھ گی۔ مسافت زدہ ارزم اپنی منزل یعنی کہ اپنی محبوبہ کی بانہوں میں سکون کی آخری حد کو چھوتا کب سے نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔ باہر ہر طرف دھند چھائی ہوئی تھی۔ اور ہلکی ہلکی بارش موسم کو پر سوز بنائے ہوئی تھی۔ زائشہ خان سے اسکے دیو ہیکل وجود کا وزن برداشت نہیں ہو رہا تھا

لیکن وہ پہلے ہی مشکل سے سویا تھا وہ اسکی نیند ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لئے یونہی سو گئی۔۔ آج ایک مہینے بعد یہ ملاقات دونوں کے دلوں کو سکون دے چکی تھی۔۔

شاہ جی!!!۔۔۔۔۔رات کے اس وقت سب لاؤنج میں موجود باتوں میں مصروف تھے جب ایزل شاہ کی پریشانی میں ڈوبی آواز سب کے کانوں میں گونجی تھی، کاظم شاہ جو اپنے باپ کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا جلدی سے رخ موڑ کے ایزل شاہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا جبکہ رنگ سفید پڑ رہا تھا۔۔

کیا ہوا اووزی؟؟۔۔۔۔۔سب نے پریشانی سے سوال کیا تھا، کاظم شاہ صوفے سے اٹھتا تیزی سے اسکی طرف بڑھ گیا جو اتنی پریشان تھی کہ اپنے سر سے ڈھلکتے دوپٹے کی بھی پروا نہیں تھی۔

ش۔۔شاہ۔۔جی۔۔و۔۔وہ۔۔از۔۔ازمیر۔۔نہیں۔۔مل۔۔رہا!!۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ روتے ہوئے بولتی اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔ایزل کی بات سنتے ہی سب کی نگاہیں کچھ دور کالین پہ کھیلتے دو سالہ تین ماہ یاور اور یسریٰ کی طرف اٹھی تھیں جن کے بالکل ساتھ زیان شاہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ تینوں اپنے کھلونوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہاتھ پہ تالیاں مارتے ہوئے کھکھلا رہے تھے۔۔ازمیر وہاں پہ نہیں تھا، وہ اچانک سے کہاں گیا تھا؟سب پریشان ہوئے تھے۔۔

یہی پہ ہو گا!! پریشان مت ہو! میں دیکھتا ہوں!!۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے سر پہ دوپٹا درست کرتے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے تسلی دی تھی جبکہ دل خود بھی کسی انہونی کا خیال کرتے دھڑکا تھا، اسے وہ واقعی یاد آیا تھا جب دو سال پہلے مظہر شاہ نے ایزل اور ازمیر کو اغواہ کیا تھا۔۔

ہاں! ابھی کچھ دیر پہلے تو یہی پہ کھیل رہا تھا۔۔۔باقی سب بھی پریشانی سے اپنی اپنی رائے دیتے صوفوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔۔سب نے اپنے اپنے طور پہ ازمیر شاہ کو ہر طرف ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نچلے پورشن میں کہیں بھی نہیں تھا، ملازموں کے ساتھ ساتھ زوریز شاہ بذاتِ خود باہر کار پورچ اور پورا لان دیکھ چکا تھا لیکن ازمیر شاہ وہاں بھی نہیں تھا۔۔کاظم شاہ دھڑکتے دل سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر کی طرف بھاگا تھا جبکہ احان شاہ نے روتی ہوئی بہن کو سینے سے لگایا تھا جو اپنا حشر بگاڑ رہی تھی۔۔ان کی ایک تسلی بھی اسکے کام نہیں آ رہی تھی۔کاظم شاہ اوپر

والے سارے پورشن میں دیکھ چکا تھا لیکن ازمیر یہاں بھی نہیں تھا، اس نے ایک ایک جگہ چھان ماری تھی، ازمیر کو کہیں بھی نہ پا کے اسکی سانسیں سینے میں اٹک رہی تھیں۔ ابھی کچھ گھنٹے پہلے تو وہ اسکے سینے سے لپٹا اسے اپنی فیورٹ پوئم سنا رہا تھا، پھر یسریٰ لوگوں کے ساتھ کھیلنے لگا، اس دوران وہ یوں آسانی سے غائب کیسے ہو سکتا تھا؟؟ کاظم شاہ پاگل ہوتے ہوئے سوچتا اپنے گھنے بال ہاتھوں سے نوچ رہا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 138 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

شہسوار بالکل ابھی اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا تھا جب وہ لاؤنج میں بیٹھی شبنم بیگم کو دیکھتے ہی انکی طرف بڑھ گیا۔

السلام علیکم اپھو جان!!! کیسی طبعیت ہے آپ کی؟ اور کیسا گزرا آج کا دن؟۔۔۔۔ شہسوار صوفے پہ بیٹھتا شبنم بیگم سے انکی طبعیت اور آج کے گزرے دن سے متعلق استفسار کرنے لگا۔۔

میں بلکل ٹھیک ہوں بیٹا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے!! اور بس کرو اب ڈیوٹی پہ جانا ایک ہفتہ رہ گیا ہے تمہاری شادی میں ۔سب انتظامات تمہیں ہی دیکھنے ہیں اب میری اور تمہارے باپ کی بوڑھی ہڈیوں میں تو اتنی جان نہیں ہے کہ شادی کی ساری زمہ داریاں سنبھال سکیں۔ شادیوں میں سو طرح کی چیزیں دیکھنی پڑتی ہیں، ہال کی بکنگ، مہمانوں کو مدعو کرنا اور اچھے کھانے کا انتظام یہ سب کچھ تم نے خود دیکھنا ہے بیٹا!! اسلئے چھٹیاں لے لو۔۔۔۔ شبنم بیگم فکر مندی سے شادی کی تیاریوں سے متعلق شہسوار کو آگاہ کرتی کل سے ڈیوٹی پہ نہ جانے کی ہدایت کرنے لگیں۔ جبکہ شہسوار شبنم بیگم کی بات سننے کی بجائے اپنی گردن لمبی کر کے ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتا ائرہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنے لگا۔

میری بات سمجھ رہے ہو؟۔۔۔ شبنم بیگم نے اسکی بے دھیانی محسوس کرتے ہوئے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔۔

جی میں سمجھ گیا ہوں اپھو!! ۔۔۔ شہسوار مسلسل ائرہ کو ڈھونڈھتا جواب دے رہا تھا۔۔

کیا سمجھے ہو تم؟؟۔۔۔ شبنم بیگم نے اب کی بار اپنا سوال بدلا تھا۔

جی میں سمجھ گیا ہوں اپھو!!۔۔۔ شہسوار نے جواب شبنم بیگم کی توقع کے عین مطابق دیا تھا۔

تمہاری اور ایرہ کی شادی مزید دو سال کیلئے کینسل!! اب میری بات سمجھ میں آئی تمہاری۔۔۔۔ شبنم بیگم اپنی ہنسی دباتے ہوئے شہسوار شاہ کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ گئی کہ شاید اب کی بار وہ توجہ دے۔۔

جی میں سمجھ گیا اپھو!!۔۔ شہسوار نے جواب اسی تیزی اور بے دھیانی سے دیا تھا۔ اور اس کا جواب سن کے شبنم بیگم کی بے ساختہ ہنسی نکلی تھی۔ شبنم بیگم کو یوں ہنستا دیکھ کر شہسوار کو بے ساختہ شبنم بیگم کی پچھلی کہی گی بات یاد آئی تھی۔

کیوں اپھو دو سال اور لیٹ کیوں؟؟۔۔۔ شہسوار اب کہ بار ہوش ناخن لیتا کسی صدمے کی کیفیت میں بولتا حیرانگی سے شبنم بیگم کی طرف دیکھنے لگا۔

پہلے مجھے لگتا تھا میری بیٹی باؤلی ہے اسلئے شادی دو سال لیٹ کی تا کہ اسے گھر اور اسکی زمہ داری اٹھانے کی سمجھ آسکے ۔ لیکن اب مجھے لگتا ہے تمہیں بھی سمجھدار ہونے کیلے دو سال چاہئیے۔ کوئی نہیں تم آرام سے اپنا ٹائم لے لو!! آئرہ یہی ہے ہم دو سال بعد شادی کر لیں گے۔۔۔ شبنم بیگم نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے شہسوار کو مزید تنگ کرنا فرض سمجھا تھا۔

نہیں!!! نہیں!!! اپھو میں سمجھدار ہوں اور گھر کی زمہ داری بہت اچھے سے اٹھا سکتا ہوں (یہاں تک کہ آپکی بیٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھا کے پورا اسلامباد گھوم سکتا ہوں!)۔۔۔۔۔ شہسوار اٹھتا ہوا شبنم بیگم کے پاس آیا اور ان کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھتا دل میں شادی کینسل ہونے کا ڈر لئے انہی اپنے زمہ دار ہونے کا یقین دلانے لگا۔ اس کی شادی چھ ماہ پہلے ہو جاتی اگر جو ارزم شاہ اسکے باپ کو اپنی مٹھی میں نہ کرتا تو!! ارزم شاہ کا کہنا تھا وہ اور شہسوار شاہ اکھٹے گھوڑی چڑھیں گے تو ایک ساتھ دو شادیاں انجوائے کرتے زیادہ مزہ آئے گا! خوب رونق لگے گی!

ہاہاہا!! مجھے پتہ ہے تم سمجھدار ہو اس لئے تو تمہیں اپنی بیٹی سونپی ہے۔ اور فکر نہیں کرو نہیں ہوتی تمہاری شادی کینسل!! شادی اپنے طے شدہ وقت پہ ہو گی۔ اب جاؤ اوپر جا کے یونیفارم بدل کے آؤ۔۔۔۔ شبنم بیگم آہستہ سے اسکے سر پہ چیت لگاتی ہنستے ہوئے شہسوار کے چہرے کے اڑتے رنگ دیکھ کے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگی جس پر شہسوار ان کا نرمی سے ہاتھ چومتا اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اوپر کی جانب بڑھا تھا اور اللہ کا شکر ادا کیا تھا شادی وقت پہ ہونے پر ورنہ اسکی اپھو نے تو آج اسکی جان ہی نکال دی تھی۔ اپھو میرے لئے اچھی سی چائے بنوائیں میں ابھی چینج کر کے آیا پھر ساتھ میں بیٹھ کے پیتے ہیں۔ شہسوار سیڑھیاں چڑھتا ہوا شبنم بیگم کو چائے بنوانے کا

کہنا لگا۔جی اچھا بیٹا میں بنواتی ہوں۔ شبنم بیگم نے شہسوار کی بات کا جواب دیتے ملازم کو اچھی سی سب کے لئے چائے بنانے کا حکم دیا تھا۔

شہسوار سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کے پاس پہنچا ہی تھا جب اسے سامنے سے آئرہ میڈیم مٹکتی ہوئی دوپٹہ لہراتی اور کچھ گنگناتی اس کی طرف آتی دیکھائی دی تھی لیکن اس کی توجہ شہسوار کی طرف نہیں تھی۔ شہسوار تیزی سے اپنے کمرے کے دروازے کی اوٹ میں ہوتا اس کے یہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ آئرہ اپنی دھن میں گنگناتی ہوئی اس کے دروازے کے پاس سے گزر ہی رہی تھی جب شہسوار شاہ نے اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے اندر کمرے میں کیا تھا،وہ اسے دروازے کے ساتھ لگاتے ہی اندھا دھند اسکی گردن پہ قابض ہو گیا تھا جبکہ آئرہ شاہ اسکی پہلی حرکت پہ ابھی ٹھیک سے پریشان بھی نہیں ہوئی تھی جب شہسوار نے اس کی گردن پہ اپنے دانت گاڑھ کے اسے کراہنے پہ مجبور کر گیا۔۔

یہ کیا حرکت ہے ؟انسانوں والی تو مجھے نہیں لگتی ؟۔۔۔ائرہ شاہ اسکے کندھوں پہ دباو ڈالتی اسے خود سے دور کرتی غصے سے اس کی طرف دیکھنے لگی جو آتے ہی اسکی گردن کا دشمن بن گیا تھا۔ شہسوار کا روز کا یہی معمول تھا وہ یوں ہی آئرہ پہ اپنا حق جتاتا تھا جس پہ آئرہ اسے غصے میں آکر اسے پیچھے دھکیل دیا کرتی تھی۔ پھر اسکے جھٹکنے پہ شہسوار شاہ جب اسے اپنا اصل لمس محسوس کرواتا تو آئرہ میڈیم اپنی بدتمیزی کے بعد اسکی شدتوں کے آگے معافی تلافی پہ آجاتی تھی۔ دو سال میں آئرہ کی پرسنیلٹی میں کافی بدلاؤ آچکا تھا اب وہ چوبیس سال کی بھرپور جوان لڑکی تھی،ہاں چلبلی ابھی بھی تھی اور ان دو سالوں میں وہ عالم شاہ کے کہنے پہ گریجویشن کمپلیٹ کر چکی تھی۔ اسکے جسم کے نمایاں ہوتے خدوخال اسے مزید خوبصورت اور دل کش بناتے تھے۔ان دو سال میں شہسوار اسے اپنے لمس کا اچھا خاصہ عادی کر چکا تھا جس پر وہ اسکی حد سے زیادہ جسارتوں پر اسے بھرپور جواب دیتی تھی اسکی زبان پہ دانت گاڑھ کے اور اسکی کمر پہ چٹکیاں کاٹ کے۔۔۔یہی دو اسکی عادتیں شہسوار کو پیچھے ہٹنے اور کراہنے پہ مجبور کر دیتی تھی۔۔

ہاں انسانوں والی حرکت نہیں ہے!!عاشقوں والی ہے!۔۔۔۔۔شہسوار شاہ اسکے خوبصورت سراپے کو اپنی نگاہوں کے فوکس میں لئے آئرہ شاہ کی بات کا جواب دیتا اسکے بالوں میں انگلیاں الجھائے ایک دم سے اسکے نرم و نازک ہونٹوں پہ جھکا تھا،وہ اس کے ہونٹوں کو شدت سے چومتا ہوا آئرہ شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اوپر کی طرف اٹھا کے

بیڈ پہ لایا تھا کیونکہ کھڑے ہوتے ہوئے وہ اس کے قابو میں نہیں آتی تھی۔ جہاں وہ ہاتھ نہیں چلا سکتی تھی وہاں پہ اپنی ٹانگوں کا استعمال کر کے شہسوار کو کرا ہنے پہ مجبور کر دیتی تھی۔ آخر کار وہ بھی ایرہ شاہ تھی اس نام کے ایس ایس پی کا کتنا اور احترام کرتی۔۔ اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی عادت تھی۔ ہاں لیکن وہ ہمیشہ اسکی بے باک جسارتوں پہ شرما جایا کرتی تھی، لڑکی ذات تھی، اور اس کا یہی ایک ویک پوائنٹ شہسوار کو معلوم تھا۔ اسی لئے اسے قابو کرنے کیلے شہسوار شاہ اس کا یہی ویک پوائنٹ استعمال کرتا تھا۔ شہسوار آئرہ کو بیڈ پہ لا کے اسے اپنے نیچے لیٹاتا اسکی ٹانگوں کو اچھی طرح اپنی ٹانگوں میں لاک کرتا اسکے لبوں کو اپنے لبوں میں لئے ان پر ظلم ڈھانے لگا۔ وہ آئرہ شاہ کے ہونٹوں کو بے دردی سے کاٹتے ہوئے اسکے نشیب و فراز پہ باکی سے اپنا ہاتھ پھیرنے لگا۔ اسکی بے باک حرکت پر آئرہ شاہ سسکتی ہوئی اسکے یونیفارم کے کالر کو مضبوطی سے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی میں بھینچ گی جبکہ اکس دوسرا ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے کی ناکام کوشش کرنے لگی لیکن شہسوار بے خود ہوتا ان پر مزید اپنے ہاتھوں کا دباؤ بڑھا گیا۔۔ وہ اپنے دانتوں میں اسکی زبان جکڑے اسکی نمی سک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئرہ شاہ کی زبان کو اپنے دانتوں سے آزادی بخشتا اسے اپنے لبوں میں دبا کر سک کرنے لگا اور یہی وہ وقت تھا جب آئرہ شاہ نے چالاکی سے اسکی زبان اپنے دانتوں تلے زور سے دبا کے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اپنی دھڑکنوں سے ہاتھ ہٹانے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ بھی شہسوار تھا وہ اسکے بالوں میں الجھا اپنا دائیاں ہاتھ نکال کر دونوں ہاتھوں سے اسکی دھڑکنوں پہ بے رحمی سے اپنا لمس چھوڑنے لگا جس پہ آئرہ شاہ نے تڑپتے ہوئے فورا اسکی زبان اپنے دانتوں سے آزاد کی تھی۔ اپنی زبان کو آزادی ملتے ہی شہسوار شاہ اس پر سے تھوڑا سا اوپر اٹھتا اسکی قمیض کندھوں سے نیچے کھسکائے اسکی دھڑکنوں پہ آنکھوں میں خمار کی سرخی لیے جھکنے ہی ڈالا تھا جب عالم شاہ کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ اوپر اسکے کمرے میں ہی آرہے تھے اسے چائے پہ بلانے کیلئے جو چائے کا کہہ کر پانچ منٹ میں آنے کا بولتا ابھی تک نہیں آیا تھا اب تو بیس منٹ گزر چکے تھے۔ شہسوار عالم شاہ کو اپنے کمرے کی طرف آتا دیکھ کے بدمزہ ہوتا آئرہ کو تیزی سے اسی حالت میں بیڈ سے اٹھاتا پردے کے پیچھے لے کے چھپا تھا۔ اپنی زبان زخمی کروانے کے بعد اتنی مشکل سے تو آئرہ نامی آفت اس کے قابو میں آئی تھی اور عالم شاہ نے غلط وقت پہ آواز لگا کے سارا مزہ خراب کر دیا تھا۔۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے شہسوار شاہ اپنے حصار میں قید ائرہ شاہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا جبکہ کے ایرہ کو پکڑنے

جانے کا ڈر کھائے جا رہا تھا۔ وہ اپنی آواز روکنے کیلے اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھ گئی۔ کمرے کا دروازہ صرف یونہی بند تھا لاک نہیں تھا۔ اس لئے عالم شاہ ایک دفعہ ناک کرنے کے بعد سیدھا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے شہسوار شاہ کو آواز دینے لگے۔ شہسوار ان کی بات کا جواب کیسے دیتا، وہ تو پردے کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ عالم شاہ، شہسوار کو دو تین آوازیں لگانے کے بعد کمرے سے نکلنے ہی والے تھے جب ان کی نظریں پردے کے پیچھے کھڑے شہسوار شاہ کے بھاری بوٹوں کی طرف اٹھی تھیں۔ ان کو ایک پل نہیں لگا تھا سارا معاملہ سمجھنے میں کہ وہ پردے کے پیچھے کیا کر رہا ہے۔۔ آئرہ کے پاوں نظر نہیں آ رہے تھے کیونکہ وہ اب کھڑکی کے ساتھ بنی ہوئی تھوڑی سی جگہ پہ بیٹھی تھی۔ جبکہ شہسوار اسکے ساتھ کھڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ سب کو صبر دے!! صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے!!۔۔۔۔۔ عالم شاہ فقط یہ کہتے ہی اپنا سرخ چہرہ لیے تیزی سے شہسوار کے کمرے سے نکلے تھے اور نکلتے ہوئے دروازہ اچھے سے بند کرنا نہیں بھولے تھے۔ عالم شاہ کے باپ کی بھی تو یہ آئندہ وہ شہسوار شاہ کے بولے بغیر اس کے کمرے میں داخل ہو جائیں جبکہ عالم انکل کی بات سن کے شہسوار شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا، دروازہ بند ہونے کی آواز پر آئرہ تیزی سے اسکے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

اتنی جلدی کہاں؟ ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک سے محسوس بھی نہیں کیا؟۔۔۔۔۔ شہسوار اسے آنکھیں دیکھا کے بولتا ایک دم اسکی قمیض نیچے کئے اسکی دھڑکنوں پہ جھکتا زور سے اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑنے لگا۔ آئرہ شاہ نے سسکتے ہوئے اسکے لمس پہ اسے زور سے تھاما تھا، اس دوران شہسوار شاہ نے اسکی ٹانگوں کو اپنے ایک ہاتھ میں جکڑا رکھا تھا۔ تاکہ وہ اس پہ کوئی جان لیوا اٹیک نہ کر دے۔۔ جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی قمیض میں آہستگی سے سرکاتے اسکی دھڑکنوں کو براہ راست اپنے ہاتھ سے چھونے کی کوشش کرنے لگا۔۔ وہ نامحسوس انداز میں شاید اسکی پیمائش کر رہا تھا

۔

یہ کیا گندی حرکت ہے؟؟۔۔۔۔ آئرہ شاہ آنکھوں میں شرم اور غصے کی سرخی لیے شہسوار کی حرکت پر اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھتی اسکا ہاتھ اور چہرہ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

کیا مطلب ہے کیسی حرکت ہے؟ میں صرف تمہارا سائز جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ شادی پہ کتنی فٹنگ والا بلاؤز تمہارے لئے اچھا رہے گا جس میں تمہاری دھڑکنیں ٹھیک سے قید ہو سکیں!۔۔۔ شہسوار بے باکی سے جواب دیتا پھر سے اپنے ہاتھوں کی حرکت دہرا رہا تھا جس پہ آئرہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔ اسے مزید بے باک ہوتا دیکھ کے آئرہ شاہ زور سے اسکی کمر پہ باریک چٹکی کاٹ گئی جس پہ شہسوار شاہ کرنٹ کھا کے جھٹکے سے کراہتے ہوا اسکی دھڑکنوں کو ہر لحاظ سے آزادی بخشتا پیچھے ہوا تھا۔۔۔

چڑیل!!! شہسوار دور جا کے اپنی کمر کو مسلتے ہوئے درد سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بولا تھا۔۔ اچھی خاصی باڈی تھی لیکن وہ ہمیشہ اتنی زور کی چٹکی کاٹتی تھی کہ شہسوار شاہ ہر دفعہ اپنی اور اسکی صحت میں فرق کرنے پہ مجبور ہو جاتا۔۔

""لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے""۔۔۔ آئرہ ایک ادا سے آپنے بڑھے ہوئے ناخنوں پہ پھونک مارتی کھڑکی سے نیچے اتر کے اپنی حالت درست کرتی کمرے سے نکلنے ہی والی تھی جب شہسوار نے پھر سے اسے دبوچا تھا۔ اسکے لبوں کو اپنے بھیگے ہونٹوں سے کاٹتے ہوئے اسے الٹے کیے اسکی قمیض کمر سے اوپر کر کے زور سے اسی جگہ پہ دانت گاڑھے تھے جہاں ایرہ نے اس کی پشت پہ اسے چٹکی کاٹی تھی، اسے یوں اپنی کمر پہ دانت گاڑھتے دیکھ کر آئرہ شاہ نے ہمیشہ کی طرح معافی تلافی کا راستہ اپنایا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کرتا اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھا گیا، خیر آئرہ شاہ بھی صرف ایک بار معافی مانگتی تھی دوسری بار وار کرتی تھی۔ شہسوار کو پیچھے نہ ہٹتے دیکھ کر آئرہ شاہ اپنا چہرہ تھوڑا سا پیچھے موڑتی زور سے اسکے کان پہ دانت گاڑھ گئی جس پر شہسوار فوراً اسکی کمر کو چھوڑ گیا ورنہ ایرہ کا کوئی بھروسہ نہیں تھا اس کا کان کاٹ کے کھا جاتی۔ اسے یوں پیچھے ہٹتے دیکھ کر آئرہ شاہ فتح مندی سے مسکرائی تھی۔ وہ ہمیشہ شہسوار کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کرتی تھی۔۔

تمہارا ہر بات پہ مجھ سے بدلہ لینا ضروری ہوتا ہے؟؟۔۔۔ اسے یوں بدلہ پہ بدلہ اتارتے دیکھ کر شہسوار غصے سے پردے کے پیچھے سے نکل کے صوفے پہ پڑا کشن اٹھا کے زمین پہ پھینکتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

ہاں ضروری ہوتا ہے۔۔۔ آئرہ سے پنگا از ناٹ آچنگا!! دس جماعتیں پاس ایس ایس پی!!!!۔۔۔ ایرہ آنکھوں میں شرارت اور طنز لیے شہسوار شاہ پہ رعب جھاڑتی تیزی سے بیڈ سے اٹھ کے باہر کی طرف بھاگی تھی۔۔

دس جماعتیں پاس ایس ایس پی تمہیں ڈائریکٹ پی ایچ ڈی کروائے گا! صرف ایک ہفتہ گزر لینے دو پھر دیکھو رخصتی والی رات تمہارا کیا حال کرتا ہوں!! اور یہ جو تمہارے زہریلے ناخن ہیں انہیں میں پہلی فرصت میں کاٹو گا۔۔ چڑیل!۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار اونچی آواز میں چلاتا اپنی کمر اور کان مسلتے ہوئے باتھروم میں بند ہوا تھا، البتہ وہ اسکی دس جماعتیں پاس والی بات پہ حیران ہوا تھا، اچھا خاصا پڑھا لکھا تھا، لیکن وہ میڈیم گرنہیجویشن کر کے خود کو پتا نہیں کیا سمجھے بیٹھی تھی۔

اپپو (اپھو)۔۔۔۔۔۔۔ ذائشہ خان جو پہلے ہی کھڑکی سے آتی سنہری صبح کی روشنی سے ڈسٹرب ہوتی بار بار کسمسا رہی تھی، حسان خان کی آواز پہ جلدی سے نیند سے بیدار ہوئی تھی، حسان خان کی معصوم سی آواز پہ تضاد ارزم شاہ کو خود پہ گہری نیند میں سوئے دیکھ کے ذائشہ خان نے پینک ہوتے اسے جلدی سے خود سے دور دھکیلا تھا۔۔ وہ تیزی سے بیڈ سے کھڑی ہوتی صوفے کی طرف بڑھتے اپنا دوپٹا اٹھا کے خود پہ اوڑھتی اپنے کمرے کے تھوڑے سے کھلے دروازے کی طرف دیکھنے لگی جسے حسان خان اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پیروں سے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ دروازے کو لاک نہ لگے دیکھ کے زائشہ خان کو اپنی بے احتیاطی پہ غصہ آیا تھا، وہ جب رات کو سوپ اور میڈیسن لئے کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ دروازہ بند کرنا بھول چکی تھی۔۔ حسان خان سے ہوتے ہوئے ذائشہ کی نگاہیں ناچاہ کے بھی ایک دفعہ پھر ارزم شاہ کی طرف اٹھی تھیں جو چھوٹی سی آہٹ کی آواز پہ اٹھ جایا کرتا تھا لیکن اس کے دور دھکیلنے پہ وہ اب تک نہیں جاگا تھا، جاگنا تو دور ہلا تک نہیں تھا، کچھ دیر پہلے اس نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑا ہوا تھا اسی لئے ذائشہ خان اسے آسانی سے خود سے دور کر گئی تھی۔ ذائشہ خان جو اپنے قدم حسان خان کی طرف بڑھانے والی تھی، بے اختیاری میں ارزم شاہ کی طرف بڑھ گئی۔۔

ا۔ ارزم۔۔۔۔ ذائشہ خان نے اسکے تندور کی مانند دہکتے گال پہ ہاتھ رکھتے اسے پکارا تھا، ارزم شاہ کا چہرہ اس وقت بے حد سرخ ہو رہا تھا، ارزم شاہ کو اسکی پکار پہ ہوش نہیں آیا تھا، ذائشہ خان بے ساختہ پریشان ہوتی اسے بار بار پکارنے لگی۔۔

اپپو (اپھو)۔۔۔۔۔ حسان خان دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا وقفے وقفے سے بار بار ذائشہ کو پکار رہا تھا۔۔

اپھو سو رہی ہیں حسان! یہاں آ کے ناشتہ کرو!!۔۔۔میر ال شاہ جو حسان کا ناشتہ تیار کرنے کے بعد ٹیبل پہ رکھ رہی تھی، اسے رینگ کے ذائشہ خان کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے بلند آواز میں پکارتی اسکی طرف بڑھ گئی، اسکا ایک سال کا بیٹا پورا دن اسے تگنی کا ناچ نچاتا تھا، ایک جگہ پہ سکون ہی نہیں تھا۔۔ حسان کے بعد میر ال شاہ کی آواز سنتے ذائشہ خان کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا، وہ ارزم شاہ کو یہاں اسکے بیڈ پہ لیٹے دیکھ کے نجانے کیا سوچیں گی؟ ذائشہ خان روہانسی ہوتی ایک دفعہ پھر سے ارزم شاہ کو جگانے لگی، ارزم شاہ جو رات میں نیند کی گولی کھانے کی وجہ سے گہری نیند میں تھا، ذائشہ خان کی روہانسی آواز سنتا بے ساختہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔۔

مولے اپھو (مورے اپھو)۔۔۔۔۔ماں کو اپنی طرف آتے دیکھ کے حسان خان کھکھلا کے بولتا پھر سے ذائشہ خان کے کمرے کا دروازہ دکھیل رہا تھا، وہ ہر روز ناشتہ کرتے ہوئے ماں کو یونہی تنگ کرتا ذائشہ خان کے کمرے کی راہ پکڑ لیا کرتا تھا، حسان خان کی اتنی کوششوں پہ فائنلی ذائشہ خان کے کمرے کا دروازہ کھل چکا تھا۔۔ حسان حازق خان شکل وصورت میں بالکل اپنے باپ کے جیسا تھا جبکہ اس کی بھوری کانچ سی آنکھیں میر ال جیسی تھی باقی اس کے چہرے کے سارے معصوم خوبصورت نقوش حازق خان جیسے تھے، وہ شرارتی تھا یا معصوم۔۔ اسکے ماں باپ آج تک اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔۔

ارزم بھابھی یہی پہ آ رہی ہیں! لالا بھی باہر ہی ہوں گے! آپ کو یہاں پہ دیکھ کے وہ کیا سوچیں گے! اٹھیں جلدی! ۔۔حسان کو کمرے کا پورا دروازہ کھولتے دیکھ کے ذائشہ خان میر ال کے پیروں کی آہٹ سنتی پریشانی سے ایک ہی سانس میں پوری بات کرتی ارزم شاہ کو ہوش کروا رہی تھی، جو تھوڑی سی آنکھیں کھول کے پھر سے بند کر چکا تھا۔۔ ابھی ارزم شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا جب میر ال شاہ کو اپنے کمرے کے دروازے پہ کھڑے دیکھ کے ذائشہ خان کرنٹ کھاتی ارزم سے دور ہوئی۔۔

تاتو (چاچو)۔۔۔۔۔۔حسان خان جو ماں کو تنگ کرنے کے لئے رینگتے ہوئے ذائشہ خان کی ٹانگوں میں چھپنے والا تھا، بیڈ پہ لیٹے ارزم شاہ کو دیکھتے وہ خوشی سے پاگل ہوتے ایک ہاتھ اٹھا کے اسے آواز دیتا بیڈ کی طرف رینگنے لگا، رینگنے کی سپیڈ ایک دم سے تیز ہوئی تھی، میر ال شاہ اسے لاکھ سیکھاتی تھی کہ وہ اسکا ماموں ہے لیکن یاور، یسریٰ، زیان اور

ازمیر کو دیکھ کے وہ بھی ارزم شاہ کو چاچو ہی بولتا تھا، حرام تھا جو اس نے باپ کی طرح کبھی ماں کے کہے پہ فرمانبرداری سے اثر کیا ہو۔۔ میرال اسے جو سیکھاتی تھی وہ الٹا کرتا تھا اور بعد میں حازق خان کی طرح اپنی معصومیت کا سہارا لیتا تھا۔۔ میرال شاہ جو ارزم شاہ کو یہاں دیکھ کے بے ساختہ حیران ہوئی تھی، آئیبرو اٹھاتے ہوئے ذائشہ خان سے ارزم شاہ کی آمد کے متعلق استفسار کرتے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔ ذائشہ خان روہانسے ہوتے میرال شاہ کو مدھم آواش میں سارا سچ بتانے لگا۔۔ میرال شاہ اسکی طبیعت خرابی کے متعلق سن کے پریشان ہوتی ارزم شاہ کی طرف بڑھی ، اسکے ماتھے پہ ہاتھ رکھتے ہی میرال شاہ کو لگا اس نے کسی گرم آگ توے کو چھو لیا ہو۔۔

ذی اسے اتنا تیز بخار ہے!! تمہیں ہمیں رات کو ہی جگا دینا چاہئیے تھا! میڈیسن دی تھی اسے ؟؟۔۔۔ میرال شاہ پریشانی سے ذائشہ خان سے سوال کرتی ارزم شاہ کا گال تھپتھپاتے ہوئے اسے جگا رہی تھی، ارزم شاہ جس پہ بار بار غنودگی طاری ہو رہی تھی ان کی باتوں کی آواز پہ تضاد میرال شاہ کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے گال پہ محسوس کرتے جلدی سے آنکھیں کھولی تھیں، اسکی شہد رنگ آنکھیں ہنوز سرخ تھیں۔۔

جی بھابھی! میڈیسن دی تھی اور آپ کو اور لالا کو اس لئے نہیں جگایا کیونکہ آپ دونوں آپنے کمرے میں سو رہے تھے!۔۔۔۔ ذائشہ خان نیچے زمین پہ رینگتے حسان خان کو اپنے بازوؤں میں اٹھاتی نچلا لب کاٹتے ہوئے میرال کو جواب دے رہی تھی۔

یہاں کشمیر میں کیا کر رہے ہو؟ کیا حالت بنائی ہوئی ہے اپنی؟ بخار میں دہک رہے ہو! حویلی میں سب کو معلوم ہے کہ تم اسلامباد سے غائب ہو؟۔۔۔ ارزم شاہ کو آنکھیں کھولتے دیکھ کے میرال شاہ اسکے بکھرے شہد رنگ بال اپنے ہاتھ سے سنوارتی ایک ساتھ کتنے سوال کر گئی۔۔

تاتو (چاچو)۔۔۔۔۔۔ حسان خان نے بانہیں پھیلاتے پھر سے بلند آواز میں ارزم شاہ کو پکارتے زائشہ خان کے بازوؤں سے نکل کے اسکی طرف جانا چاہا تھا، وہ اپنے فیورٹ چاچو سے ملنے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔۔

چاچو کی جان! یہاں آؤ!؟۔۔۔ حازق خان نے میرال کو جواب دینے کی بجائے تکیے سے سر اٹھا کے بیڈ کراؤن کے ساتھ لگاتے پیار سے مسکرا کے حسان خان کو اپنی طرف بلایا تھا جو اس تک پہنچنے کی بھرپور تگ و دو کر رہا تھا، ذائشہ خان اسکی پھیلی بانہیں دیکھ کے بیڈ کی طرف بڑھتی حسان خان کو ارزم شاہ کے بازوؤں میں تھما گئی، ذائشہ خان کو گہری

نگاہوں سے دیکھنے کے بعد ارزم شاہ اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچتا اپنے دہکتے ہونٹ اسکے پھولے سفید گالوں پہ رکھ رہا تھا، حسان جتنا شاہ حویلی والوں سے کم ملتا تھا اتنا ہی ان کے دل کے قریب تھا۔۔

تاتومے مش تیا(چاچو میں نے مس کیا)۔۔۔۔ حسان خان اپنا چھوٹا سا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھتا اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں میں بے حد معصومیت لئے ارزم شاہ کو بتا رہا تھا کہ اس نے اسے کتنا مس کیا ہے۔۔

میں نے بھی آپکو بہت مس کیا میری جان!!۔۔ ارزم شاہ ہنستے ہوئے اسے نکاہت زدہ آواز میں جواب دیتا میر ال شاہ کی گھوریوں کو خود پہ محسوس کرتا اب اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

دوستوں کے ساتھ گھومنے آیا تھا!! سردی کی وجہ سے بخار ہو گیا تو انہوں نے یہاں چھوڑ دیا! بول رہے تھے سسرال کا چکر لگا کے اچھے اچھوں کی طبیعت درست ہو جاتی ہے تو بھی ٹرائے مار لے!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے لب دبا کے ذائشہ خان کے پریشان چہرے کو دیکھتے میر ال شاہ کو جواب دیا تھا، میر ال شاہ نفی میں سر ہلاتی اسے افسوس سے دیکھنے لگی جسے اتنے تیز بخار میں بھی مذاق سوجھ رہا تھا۔۔

حسان!!! حسان!!۔۔۔۔ ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا جب حازق خان کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ ذائشہ خان کے طوطے اڑے تھے۔۔

بھابھی!!! لالا آ گئے! انہیں چھپائیں! ۔۔۔۔ ذائشہ خان پینک ہوتے ہوئے میر ال کو مدد کے لئے مخاطب کرتی جلدی سے کمبل اٹھا کے ارزم شاہ پہ پھینک گئی، ذائشہ خان کو دیا ہوا کمبل اب ارزم شاہ اور حسان خان کو مکمل طور پہ چھپا چکا تھا جبکہ میر ال شاہ اس اچانک افتاد پہ کبھی دروازے کی طرف آتے حازق خان کو دیکھ رہی تھی تو کبھی پینک ہوتی ذائشہ خان کو۔۔۔

حسان یہاں۔۔۔۔ حازق خان جو ذائشہ کے کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھ کے اسی طرف آیا تھا ذائشہ خان کے فق ہوتے چہرے کو دیکھ کے اپنا سوال روک کے بیڈ پہ بیٹھی میر ال شاہ کو دیکھنے لگا جس کے ساتھ ہی کمبل میں چھپا ایک لمبا چوڑا سا صاف واضح ہو رہا تھا۔ حسان خان اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے خود پر سے یہ بھاری کمبل اتارنے کی بھرپور تگ و دو کر رہا تھا۔

میزر مزے نتالو(میجر مجھے نکالو!)۔۔۔۔۔ناکامی کا سامنا کرتے حسان خان نے ہمیشہ کی طرح باپ کو مدد کے لئے آواز لگائی تھی کیونکہ وہ اسکی آواز سن چکا تھا، اسکا باپ اسے ہی ڈھونڈ رہا تھا، ارزم شاہ کا دل چاہ رہا تھا پیٹ پکڑ کے قہقہے لگائے کیونکہ بیچاری ذی بے بی کا بانڈا تو چھوٹا سا حسان خان پھوڑ چکا تھا، وہ اپنے شوہر کو اپنے لالا سے بچانے میں ناکام ہو چکی تھی۔۔حازق خان نے نا سمجھی سے آگے بھرتے ہوئے میر ال شاہ کے پاس پڑا کمبل ہٹانا چاہ تھا جب وہ ذائشہ خان کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے جلدی سے اسکی چوڑی مضبوط کلائی اپنے ہاتھ میں تھام گئی۔

تم ٹیبل پہ چلو میں ناشتہ لگا رہی ہوں!!۔۔۔۔۔میر ال شاہ نے حازق خان کا دھیان موڑنا چاہا تھا لیکن معصوم سے حسان خان کی آواز پھر سے ان سب کے کانوں کے ساتھ ٹکراتی اسکی کوشش ناکام بنا گئی۔۔

میزر(میجر)۔۔۔۔۔۔۔حسان خان غصے سے تلملایا تھا کیونکہ اسکا باپ اسے ابھی تک اس بھاری کمبل کے بوجھ سے آزاد نہیں کروایا تھا، ارزم شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھنے کی زحمت نہیں کی تھی بلکہ وہ تو مسکراتا ہوا بار ہا اسکے گال چوم رہا تھا۔وہ اپنے باپ کو بابا بولنے کی بجائے میر ال کی طرح میجر بولتا تھا، حازق خان کی صرف خواہش ہی رہ چکی تھی کہ وہ اسے باقی بچوں کی طرح کبھی پیار سے " بابا" بولے گا۔۔حازق خان کو اپنے بیٹے کی اس حرکت پہ چڑتے دیکھ کے ارزم شاہ کو اسے چھیڑنے کا مزید ایک موقع مل جاتا تھا۔۔

ذی تم جاؤ ٹیبل پہ جا کے کھانا لگاؤ!میں آ رہی ہوں!۔۔ذائشہ خان کے ماتھے پہ اتنی سردی میں بھی پسینے کی بوندیں دیکھتے میر ال شاہ نے اسے جلدی سے منظر سے آؤٹ کروایا تھا، جب تک ذائشہ جان چھڑواتی کمرے سے بھاگی تھی تب تک حازق خان کمبل الٹ چکا تھا، حسان خان کو ارزم شاہ کے سینے کے ساتھ لپٹے دیکھ کے حازق خان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں! وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ وہ کب آیا تھا؟۔۔حازق خان نے حیرانگی سے سوچتے سوالیہ نگاہوں سے میر ال شاہ کی طرف دیکھا تھا۔۔

میزر! تاتو(میجر! چاچو)۔۔۔۔۔۔۔حسان خان نے کھکھلاتے ہوئے حازق خان کو انگلی کے اشارے سے ارزم شاہ کی طرف متوجہ کرواتے ارزم کے سینے پہ بیٹھتے اسکے گال پہ اپنے ہونٹ ثبت کئے تھے، ارزم شاہ کو اپنے ننھے سے بھانجے کی ہر ادا پہ پیار آ رہا تھا۔۔

یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟؟۔۔۔حازق خان نے دانت پیستے میر ال شاہ سے سوال کیا۔

ابھی آیا ہے!! طبیعت خراب ہے اسکی!!۔۔۔میر ال شاہ نے بات کور کرنے کے لئے جھوٹ بولتے خفگی سے میجر خان کو دیکھا تھا جو یوں ریکٹ کر رہا تھا جیسے اسکے چھوٹے بھائی کا اس حویلی میں آنا حرام ہو۔۔۔

سلام سالے صاحب!!۔۔۔ارزم شاہ نے ماتھے پہ دو انگلیاں ٹکا کے اسے سلیوٹ کرتے کمینی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے سلام کیا تھا۔۔

تام تالے تاب (سلام سالے صاحب)۔۔۔حسان خان نے سیم ارزم شاہ والی حرکت دہراتے اپنے ماتھے پہ اپنی چھوٹی چھوٹی دو انگلیاں ٹکاتے باپ کو آج اپنا سالا بھی بناڈالا تھا، حسان خان کی معصومیت پہ ارزم شاہ اور میر ال شاہ کا بیک وقت قہقہ کمرے میں بلند ہوا تھا جس پہ حسان خان بھی اپنے چھوٹے چھوٹے سفید موتیوں سے دانت دیکھاتا کھکھلانے لگا۔حازق خان نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنے بیٹے اور اسکے انوکھے چاچو کو دیکھا تھا جس کی رنگت لال سرخ جبکہ آنکھوں میں شدید لالی تھی۔وہ شکل سے ہی بیمار لگ رہا تھا۔۔

طبیعت خراب تھی تو یہاں آنے کی بجائے اسپتال جاتا!!۔۔۔۔حازق خان نے سر جھٹکتے ہوئے ارزم شاہ پہ طنز کا تیر چھوڑا تھا ابھی کہ دل اسکی طبیعت خرابی کا سن کے فکر مند ہوا تھا۔۔

سید ارزم شاہ کے ہر مرض کی دوا صرف ذائشہ خان ہے! اسکا کمرہ میرا اسپتال ہے! وہ میری ڈاکٹر اور میں اسکا مریضِ عشق ہوں!۔۔۔۔ارزم شاہ نے آنکھ ونک کرتے ہوئے آواز کو گھمبیر بناتے حازق خان کو جواب دیا تھا۔۔حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

میزر (میجر!)۔۔۔حسان خان جو غور سے ارزم شاہ کو سن رہا تھا اسکی طرح فر فر اتنے سارے الفاظ تو دہرا نہیں سکتا تھا لیکن اسے آنکھ ونک کرتے دیکھ کے باپ کو اپنی طرف متوجہ کرتے خود بھی اپنی آنکھ ونک کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کیونکہ blink کرنے لگا۔۔ارزم شاہ نے ایک آنکھ ونک کی تھی جبکہ حسان خان اپنی دونوں آنکھیں بار بار اسے ٹھیک سے آنکھ ونک کرنی نہیں آرہی تھی۔۔میر ال شاہ اور ارزم شاہ کی ہنسی اسکی کیوٹ سی حرکت پہ پھر سے چھوٹی تھی، حازق خان نے اپنے بیٹے کی اتنی پیاری حرکتوں پہ دل میں ماشاءاللہ بولتے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ایک وہی تھا جو اپنی حرکتوں سے ہمیشہ حازق خان اور ارزم شاہ کی اس طنزیہ کنورزیشن کو کامیڈی بنا دیتا تھا۔۔

کیا چاہتے ہو میں تمہاری ان فضول حرکتوں کی وجہ سے رخصتی کی تاریخ مزید ایک سال آگے لے جاؤں؟۔۔۔حازق خان نے ناک چڑھاتے ہوئے ارزم شاہ پہ روعب جھاڑا تھا۔۔

نہیں! میں صرف یہ چاہتا ہوں آپ رخصتی کی تاریخ مزید پیچھے لے آئیں تاکہ جلد از جلد حسان خانزادہ کی ایک کاپی میرے پاس بھی آجائے جو ہر وقت میری بانہوں میں رہے اور مجھے اس سے ملنے کے لئے اتنی دور سفر کر کے یہاں کشمیر نہ آنا پڑے!!۔۔۔ارزم شاہ زو معنی انداز میں بے باکی سے جواب دیتا حسان خان کے گال دیوانوں کی طرح چومنے لگا۔میرال شاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی جبکہ حازق خان نے ان دونوں بہن کو بھائیوں کو آگ اگلتی نگاہوں سے گھورا تھا۔حازق خان کی آنکھوں میں خود کے لئے وارننگ محسوس کرتے میرال شاہ اپنی ہنسی روک گئی کیونکہ بعد میں اس جنونی میجر کو برداشت اس نے اکیلے کرنا تھا۔۔

تاتو تیاوااے؟(چاچو کیا ہوا ہے؟)۔۔۔۔میجر خان ابھی کوئی جواب دیتا جب حسان خان کی نگاہیں اچانک سے ارزم شاہ کے زخمی ہاتھ کی طرف اٹھی تھیں جس پہ سفید بینڈیج تھی۔چھوٹا سا حسان خان اسکے ہاتھ پہ سفید پٹی دیکھ کے پریشان ہوا تھا۔۔میرال اور حازق خان بھی بے ساختہ ارزم شاہ کے ہاتھ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔

کچھ نہیں ہوا میری جان!!۔۔۔ارزم شاہ نے حسان سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تھا جب وہ جھک کے اسکی بینڈیج پہ اپنے چھوٹے چھوٹے لب رکھ گیا۔۔ارزم شاہ کو ٹوٹ کے اس پہ پیار آیا تھا۔

کیا ہوا ہے چھوٹے شاہ؟۔۔۔میرال نے فکرمندی سے پوچھا۔۔

کچھ نہیں آپی! بس چھوٹی سی چوٹ ہے!!۔۔۔ارزم شاہ نے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔۔

میزر نے مالا؟(میجر نے مارا؟)۔۔۔۔حسان اسکا ہاتھ چومنے کے بعد سر اٹھا کے منہ کے ڈیزائن بناتا ارزم شاہ سے سوال کرتے خفگی سے باپ کی طرف دیکھنے لگا اسے لگ رہا تھا اسکے چاچو کو چوٹ اسکے باپ نے پہنچائی ہے کیونکہ ایک حازق خان ہی تو ہر وقت اسکے چاچو سے لڑتا رہتا تھا۔۔ارزم شاہ نے اپنے اتنے سمجھدار بھانجے کی بات پہ ہنسی دباتے زور زور سے ہاں میں سر ہلاتے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجائی تھی۔

میزر!!(میجر!!!)۔۔۔۔۔۔حسان خان نے اپنی ناک پہ غصہ چھڑہاتے حازق خان کو بلند آواز میں پکارا تھا۔وہ اس وقت غصے سے اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں گھما رہا تھا۔میرال شاہ اور ارزم شاہ سے ہنسی روکنا محال رہا تھا جبکہ حازق

خان نے لب کاٹتے ہوئے اپنے پیس کو دیکھا تھا جو چاچو کی گود میں جاتے ہی صرف اسکا بن کے رہ گیا تھا۔۔باپ تو جیسے اسکا سوتیلا تھا۔۔

کیا ہے میرے باپ؟۔۔۔حازق خان نے دانت پیستے ہوئے حازق خان کو جواب دیا۔۔

تاتو تو تیو مالا؟(چاچو کو کیوں مارا؟)۔۔۔۔خفگی سے منہ پھولاتے ہوئے استفسار کیا گیا۔۔

اچھا بس! چلو سب ناشتہ کریں! اور تم میجر ایسا کرو ناشتے کے بعد چھوٹے شاہ کو ہاسپٹل لے کے جاؤ! اسے کافی تیز بخار ہے!۔۔۔۔۔ارزم اور حازق کے بعد اب بیٹے اور باپ کو میدانِ جنگ سٹارٹ کرتے دیکھ کے میر ال نے جلدی سے انہیں ٹوکا تھا۔حازق خان نے اثبات میں سر ہلاتے ارزم شاہ کا بخار چیک کیا تھا۔۔

کیا ضرورت تھی اتنی سردی میں یوں لاپرواہی سے گھومنے کی؟حرکتیں ہیں تمہاری شادی کروانے والی؟خود کو سنبھال نہیں سکتا میری بہن کو خاک سنبھالے گا؟؟۔۔اسکے دہکتے وجود کو محسوس کرتے حازق خان نے اسے غصے سے ڈپٹا تھا۔

بے فکر رہیں! آپ کی بہن کے بچوں کو بھی صرف سید ارزم شاہ ہی سنبھالے گا!!۔۔۔ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے حازق خان کو پھر سے آگ لگائی تھی جس پہ حازق خان نے نفی میں سر ہلاتے خود پہ اوڑھی اپنی گرم بادامی اجرک اسکے منہ پہ پھینکی تھی تاکہ وہ اسے اوڑھ لے۔۔ارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے خود پہ اس کی اجرک اوڑھتے حسان خان کو بھی اس میں چھپایا تھا جس پہ وہ کھکھلانے لگا۔۔

اسکا اور میرا ناشتہ ادھر ہی لے آؤ!!۔۔۔حازق خان نے میر ال کو اپنی طرف متوجہ کرتے بیڈ پہ ارزم شاہ کے ساتھ جگہ سنبھالی تھی،میر ال شاہ ہاں میں سر ہلاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔صد شکر تھا وہ دونوں سلوک سے ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ارزم شاہ کے سینے میں اجرک کے پیچھے چھپا حسان خان بار بار اپنا چہرہ تھوڑا سا اجرک سے نکال کے باپ کی طرف شرارتی نگاہوں سے دیکھتا پھر سے ارزم شاہ میں چھپتا ان دونوں کو مسکرانے پہ مجبور کر رہا تھا،حازق خان اب ارزم شاہ سے شاہ حویلی کے مکینوں کا حال احوال دریافت کر رہا تھا۔۔

بابا!!!!۔۔۔۔کاظم شاہ جو کب سے ازمیر کو ڈھونڈتے ہوئے آواز لگا رہا تھا ازمیر شاہ کی دل دہلاتی بلند آواز سنتا تیزی سے اوپر والے فلور کی طرف بھاگا تھا کیونکہ آواز نہ نیچے والے فلور سے آئی تھی اور نہ ہی اس فلور سے جہاں کاظم اسے فلحال ڈھونڈ رہا تھا بلکہ اس سے بھی اوپر والے فلور سے ازمیر شاہ کی آواز آئی تھی، کٹی جو کب سے کاظم کے ساتھ اوپر والے پورشن پہ ازمیر کو ڈھونڈ رہی تھی اپنے منگیتر کی آواز سنتے ہی میاؤں میاؤں کرتی کاظم شاہ کے ساتھ اوپر کی طرف بھاگی۔۔

میر کہاں ہو بابا کی جان؟؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اوپر والے فلور تک آتے ازمیر شاہ کو پھر سے پکارا تھا، اسکی آواز یہی کہہ سے آئی تھی۔

بابا۔۔۔بابا!!۔۔۔۔۔ازمیر شاہ کی آوازیں پھر سے اوپر والے پورشن میں گونجی تھیں، کاظم شاہ کا دل اچھل کے حلق میں آیا تھا، آواز جم والی سائیڈ سے آ رہی تھی، کاظم شاہ بھاگنے کے انداز میں جم کی طرف بھاگا تھا، اتنی دیر میں زوریز شاہ بھی اوپر آ چکا تھا، جبکہ باقی سب دوسرے بچوں سے ازمیر کے متعلق پوچھ رہے تھے لیکن انہیں بھی معلوم نہیں تھا وہ اچانک سے کہاں پہ گیا ہے۔۔زوریز شاہ جو ابھی اوپر آیا تھا، ازمیر کی آواز پہ کاظم شاہ کو جم روم میں اینٹر ہوتے دیکھ کے جلدی سے اسکے پیچھے بھاگا۔۔

بابا!! میلا آتھ بائی نئ آرا (بابا! میرا ہاتھ باہر نہیں آ رہا)۔۔۔۔کاظم شاہ کی طرف دیکھتے ہی ازمیر شاہ اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لئے روتا ہوا کاظم شاہ کو مخاطب کرنے لگا جو دروازے پہ ساکت کھڑا تھا۔کاظم شاہ کو ساکت کھڑے دیکھ کے زوریز شاہ جلدی سے اندر داخل ہوا تھا، ازمیر شاہ چیخ چیخ کے رو رہا تھا، کاظم شاہ کو لگا جیسے اسکا دل کوئی زور سے مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔۔وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا۔۔

میر آپ یہاں پہ کیا کر رہے ہو؟۔۔۔زوریز شاہ پریشانی سے اس سے سوال کرتا اسکے ہاتھ کی طرف دیکھ رہا تھا جو ویٹ لفٹنگ مشین میں پھنس چکا تھا اور وہ ایک ہی جگہ پہ سٹل کھڑا روئے جا رہا تھا۔۔

نئ! ماموآپ دورتے ترودے! بابا نتالیں دے تو مزے درد نئ اوگا (نہیں! ماموں آپ زور سے کروگے! بابا نکالیں گے تو مجھے درد نہیں ہوگا!)۔۔۔زوریز شاہ نے اسکے ہاتھ کو ہاتھ لگانا چاہا تھا جس پہ ازمیر شاہ ڈرتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ سے اسے روکتا مزید رونے لگا۔یہ بچوں کی فطرت ہے انہیں جب بھی تکلیف ہوتی ہے وہ سب سے

زیادہ کمفرٹیبل اور سکون صرف اپنے ماں باپ کے پاس محسوس کرتے ہیں، اسی طرح ازمیر شاہ بھی اس وقت اپنا ہاتھ نکلوانے کا رزک صرف اپنے باپ پہ بھروسہ کر کے لے سکتا تھا۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے کاظم شاہ کو دیکھا تھا، جس میں اپنے بیٹے کا ہاتھ دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کیونکہ ازمیر شاہ کے ہاتھ سے خون رس رہا تھا۔۔ کاظم شاہ نے میر سے بنا کوئی سوال کئے اسکے گھٹنوں کے پاس بیٹھتے ہوئے ویٹ لفٹنگ مشین اور ازمیر کے ہاتھ کا جائزہ لیا تھا۔۔

یہ کیا کیا میر؟۔۔۔۔۔ کاظم شاہ افسوس اور بے بسی سے بولتا بھرپور احتیاط برتتے اسکا ہاتھ ویٹ لفٹنگ مشین سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

بابا ذان اودای اودیا (بابا جان خود ہی ہو گیا)۔۔۔۔۔ ازمیر شاہ نے روتے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ سے اسکی قمیض زور سے پکڑتے ہمیشہ کی طرح الٹا کام کرنے کے بعد یہی ایک واحد جواب دیا تھا۔۔

یار یہ نہیں نکل رہا ریز تم اس کیبنیٹ سے اوزار لے کے آؤ!!۔۔ کاظم شاہ نے کافی دفعہ کوشش کرنے کے بعد بے حد پریشانی سے زوریز شاہ کو مخاطب کیا تھا جو اسے ریلکس کرتا جلدی سے کیبنیٹ کی طرف بھاگتے اوزار نکالنے لگا۔۔ وہ جیسے ہی اوزار لے کے کاظم شاہ کے پاس آیا میر نے مزید زور زور سے رونا شروع کیا تھا۔۔ اتنی دیر میں باقی سب بھی اوپر کی طرف ہی آ رہے تھے کیونکہ ازمیر کی چیخیں اور کٹی کا نیچے جا کے پریشانی سے اچھلنا سب سمجھ کے اوپر کی طرف بھاگے تھے۔۔

بابا ذان مزے نت نارنا (بابا جان مجھے مت مارنا)۔۔۔۔۔ ازمیر شاہ ان اوزاروں کو دیکھ کے روتا ہوا کاظم شاہ کے سینے میں چھپ گیا، اسے لگ رہا تھا آج کاظم شاہ اسکی انہی اوزاروں کے ساتھ درگت بنا دے گا کیونکہ جتنا ازمیر شاہ نے کاظم شاہ کے ناک میں دم کیا تھا اسی کے باپ کا حوصلہ تھا اسے ہمیشہ مارنے یا ڈانٹنے کی بجائے کے اپنے سینے میں چھپا لیتا تھا۔ ازمیر کے یوں رونے پہ کاظم شاہ کے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ جلدی سے اوزار پکڑ کے ویٹس کو سکیرو اور چند ایک دوسرے اوزار کی مدد سے ڈھیلا کرنے لگا، اسکی ذرا سی کوشش پہ ویٹس ڈھیلے ہوئے تھے اور ازمیر شاہ کے ہاتھ کو آزادی ملی تھی لیکن اسکا ہاتھ پورا خون سے لتھڑ چکا تھا۔۔

باباذان (باباجان)۔۔۔۔۔۔ازمیر شاہ اپناخون وخون ہاتھ دیکھتے روتاہوااپنے باپ کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگا ،کاظم شاہ نے اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچتے اسکازخمی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں دباتے اسکاخون روکا تھا،زوریز شاہ جو فرسٹ ایڈ باکس پکڑنے والا تھاسب کو تیزی سے جم میں داخل ہوتے دیکھ کے گہری سانس بھرتا پھر سے کیبنیٹ کی طرف بڑھ گیا۔۔

کیاہوامیرے بیٹے کو؟۔۔۔ایزل شاہ تڑپتی ہوئی جلدی سے کاظم شاہ کی طرف بھاگی۔

ازمیر جم میں کیاکررہاہے؟؟۔۔۔۔باقی سب نے بیک وقت پریشانی سے سوال کرتے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔ازمیر شاہ کاخون سے رنگاہاتھ دیکھتے ایزل شاہ بلند آواز میں چیختی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے اسکے پاس بیٹھی تھی۔۔

مرحااسے بینڈیج کرو!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ فرسٹ ایڈ باکس مرحاشاہ کی طرف بڑھاکے اسکے بازوؤں سے زیان شاہ کو پکڑ چکا تھاجو نیچے اترنے کی کوشش کررہاتھا،گل اور احان کے بازوؤں میں موجود یسریٰ اوریاور نے بھی جم میں اتنی جدید مشینری دیکھ کے نیچے اترناچاہاتھالیکن ان کے ماں باپ ان کی یہ کوشش ناکام بناچکے تھے۔۔

آپ یہاں پہ کیاکررہے تھے میر؟۔۔۔۔احان شاہ نے اسکازخمی ہاتھ دیکھتے نرمی اور فکرمندی سے اس سے سوال کیا تھا۔۔چھوٹے سے میر کوتکلیف میں دیکھ کرسب کوتکلیف ہورہی تھی۔۔

م۔مے ایشر شائز ترنے آیاتا! شیٹ آرٹ مزے بھالوتہتی اے مزے اتانئ لدتا(میں ایکسر سائز کرنے آیاتھا! سویٹ ہارٹ مجھے بھالو کہتی ہے! مجھے اچھانہیں لگتا!)۔۔۔۔۔۔میرنے کاظم شاہ کے سینے سے چہرہ نکالتے احان شاہ کی بانہوں میں موجود پریشان سی یسریٰ کو دیکھتے روتے ہوئے اپناجواب مکمل کیا۔وہ باقی بچوں کی نسبت پھولاہواگول گپا تھا،گول مٹول سا،اسی لئے جب بھی یسریٰ اسکی حرکتوں سے تنگ آتی تھی اسے بھالوبول دیاکرتی تھی اور یہ بات ہمارے چھوٹے سے میر کے دل میں ٹھاکر کے لگتی تھی اسی لئے وہ آج ہر چیز پس پشت ڈالتاخود کو پتلا کرنے کے چکروں میں دومنزلہ سیڑھیاں چڑھتااس جم میں آکے ایکسر سائز کرنے کاعہد بناچکا تھالیکن اسکاپروگرام تووڑ گیا تھا۔۔وہ یسریٰ کوسویٹ ہارٹ بولتا تھاکیونکہ اس نے کاظم شاہ کو بہت دفعہ ایزل کوسویٹ ہارٹ کہتے سناتھااسی لئے یہ اسکی ایک عادت بن چکی تھی۔ازمیر شاہ کے جواب پہ سب کامنہ کھلا تھا۔

میں نے کتنی دفعہ بولا ہے جب بھی جم سے نکلتے ہو لاک کر کے نکلا کرو! بچے چھوٹے ہیں لیکن نہیں تم لوگوں کی عقل پہ پردہ پڑا ہوا ہے! تم لوگوں کے بچے دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہیں، یہ تم لوگوں سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں!۔۔۔ھارون شاہ غصے سے غرائے تھے، احان شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا کیونکہ غلطی اسکی تھی وہ جم لاک کرنا بھول چکا تھا، زہرہ مام ایزل کو کول ڈاؤن کر رہی تھیں جبکہ مرحا شاہ چھوٹے سے میر کی بینڈیج کر رہی تھی۔۔

باباذان مے اپ تی طراویٹ لدارا تالیتن اش دندی شمین نے میلا آتھ تھالیا(باباجان میں آپ کی طرح ویٹ لگا رہا تھا لیکن اس گندی مشین نے میرا ہاتھ کھالیا!)۔۔۔۔۔۔بینڈیج ڈن ہونے کے بعد ازمیر شاہ نے روتے ہوئے معصومیت سے کاظم شاہ کو اپنی کاروائی سنائی تھی جس پہ دریاب شاہ نے غصے سے اپنے بیٹوں کو گھورا تھا جو جم کے دوران کئی دفعہ اپنے بیٹوں کو اوپر لے آتے تھے اسی لئے آج ازمیر یہ حرکتیں کرتا پھر رہا تھا۔کاظم شاہ نے ازمیر کا ہاتھ چومتے اسکے آنسو صاف کرتا اسے ایزل کی طرف کیا تھا جو رو رو کے پاگل ہو رہی تھی۔۔

باباذان میر تو تیاوا اے ؟(باباجان میر کو کیا ہوا ہے ؟) ۔۔۔یسریٰ اور ازمیر نے بیک وقت احان شاہ سے فکر مندی سے استفسار کیا تھا۔

بابا۔۔ میل لالا(میر لالا!)۔۔۔۔۔زیان شاہ نے بھی اپنی ہری آنکھوں میں آنسو لئے زوریز شاہ کا رخ ازمیر کی طرف کروایا تھا۔۔

پیلے بالو تہتی او فر تو شتی او میر تو تیاوا اے ؟(پہلے بھالو کہتی ہو پھر پوچھتی ہو میر کو کیا ہوا ہے ؟)۔۔۔۔یسریٰ کے پوچھنے پہ ازمیر شاہ اپنی ماں کے سینے سے چہرہ نکالتے ہچکی بھرتا غصے سے یسریٰ کو جواب دے رہا تھا، ازمیر شاہ کے جواب پہ سب کو سمجھ نہ آئی اسکے زخمی ہاتھ پہ روئیں یا اسکی باتوں پہ ہنسیں۔۔بحر حال وہ خاموش رہے۔۔

بابا!! جے بھالو تد میدی تر تا اے !!(بابا! یہ بھالو بدتمیزی کرتا ہے!)۔۔۔ازمیر کی بلند آواز پہ یسریٰ شاہ روتی ہوئی معصومیت سے اپنے باپ کو اسکی شکایت لگانے لگی۔۔

بالو تپ تر و!(بھالو چپ کرو!)۔۔۔۔اپنی بہن کو ازمیر کی وجہ سے روتے دیکھ کے یاور نے اپنی نیلی آنکھوں میں غصے لئے ازمیر کو ڈانٹا تھا۔

شیٹ آرٹ شوری! لومت(سویٹ ہارٹ سوری! رومت!)۔۔ازمیر اس وقت یاور کی طرف متوجہ نہیں تھا اسے تو یسریٰ کے رونے کی فکر کھائے جارہی تھی اسی لئے اپنے ایک ہاتھ سے کان پکڑ کے اسے اپنی بدتمیزی کی وجہ سے سوری کہنے لگا، یسریٰ کسی کی اونچی آواز برداشت نہیں کرتی تھی کیونکہ اسکا باپ اسے شہزادیوں کی طرح رکھتا تھا لیکن ازمیر ہمیشہ غصے میں اونچا بول کے بعد میں اسکے رونے پہ یونہی سوری کر دیتا تھا۔۔اپنے بیٹے کی حرکتوں پہ روتی ہوئی ایزل ہنس دی جبکہ باقی سب نے ان بچوں کی طرف دیکھتے تاصف سے سر ہلایا تھا جو ہر روز یونہی ان کی جان ہلکان کرتے تھے۔۔

لالا کو ایسے نہیں بولتے ڈول! !۔۔۔احان شاہ نے بیٹی کے آنسو صاف کرتے اسکے گال چومتے اسے سمجھایا تھا تاکہ وہ آئیندہ سے کبھی بھی میر کو بھالو نہ بولے۔۔۔

لالا نئ اوں مے !(لالا نہیں ہوں میں!)۔۔۔۔احان شاہ کی بات سنتے ازمیر شاہ نے زمین پہ بیٹھ کے ایڑھیاں رگڑتے رونا شروع کیا تھا۔ازمیر کے جواب پہ تضاد اسکے یوں رونے پہ سب بھوکھلائے تھے۔۔

آں لالا نئ اے جے شالا اے !(ہاں لالا نہیں ہے یہ سالا ہے!)۔۔۔یاور شاہ نے سر جھٹکتے ہوئے سنجیدگی سے ازمیر شاہ کے جواب پہ اپنی رائے پیش کی تھی جس پہ سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔

تم شالے (تم سالے!)۔۔۔ازمیر شاہ رونا بند کرتے ہوئے ازمیر شاہ کا جواب سنتا ہاتھ اوپر کو اٹھاتے غرایا تھا، گولڈن بال بے ترتیب ہوئے تھے۔۔باقی سب ان ڈھائی سالہ بچوں کی اس لڑائی پہ حیران پریشان تھے۔۔انہیں ایک دوسرے کو سالا بولتے دیکھ کے گلا لئ اور ایزل منہ کھلا تھا۔

یاور!! ازمیر!!۔۔۔۔احان شاہ اور کاظم شاہ نے بیک وقت سخت لہجے میں اپنے بیٹوں کی زبان کو بریک لگوائی تھی، اتنی چھوٹی سی عمر میں اگر کوئی باہر کا بندہ ان کے منہ سے اتنے شاندار الفاظ سنتا تو عش عش کر اٹھتا۔۔

آپ کا چھوٹا بیٹا ہمارے بیٹے خراب کر رہا ہے!! میں جان لے لوں گا اسکی!!۔۔۔کاظم شاہ نے اپنا رخ دریاب شاہ کی طرف موڑتے انہیں خفگی سے ارزم شاہ کی شکایت لگائی تھی جو ان کے بچوں کو فل بگاڑ چکا تھا۔

تم دونوں کی زبان بھی بہت شاندار ہے!! سنی ہوئی ہم نے!!۔۔دریاب شاہ نے احان شاہ اور کاظم شاہ کو بیک وقت غصے سے لتاڑا تھا جس پہ وہ دونوں ہونٹ کاٹ کے رہ گئے۔۔

جیسے باپ ویسی نافرمان اولاد! بچے جیسا سنتے ہیں ویسا اپناتے ہیں!!۔۔۔ہارون شاہ نے بھی اپنا حصہ ڈالنا فرض سمجھا تھا۔وہ سب جتنا ان بچوں سے پیار کرتے تھے اتنا ہی ان کی افلاطون حرکتوں سے پاگل ہوئے تھے! ان چھوٹے چھوٹے بچوں نے پوری حویلی کو انگلیوں پہ نچا کے رکھ دیا تھا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط 139 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔علیشے خان

بابا زان مذے دڈاوری اے (بابا جان مجھے درد ہو رہی ہے!)۔۔۔۔۔۔۔از میر شاہ اپنے چھوٹے سے زخمی ہاتھ کو باپ کے سامنے کرتا اپنے سرخ ہونٹوں کو مروڑتے ہوئے رونے کی تیاری پکڑ رہا تھا۔۔

نہیں ہو رہی!" میر " میر اسٹرانگ بیٹا ہے نا؟ اسے درد نہیں ہوتی!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے ہاتھ پہ پھونک مارتا بے حد پیار سے بولتے اسکے پھولے سرخ و سفید گال چوم رہا تھا،وہ اسکا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ از میر کا دھیان کل سے صرف اسکے زخمی ہاتھ پہ تھا۔۔لڑکیاں اس وقت کچن میں ملازمین کے ساتھ رات کے کھانے کا انتظام کرتی ساتھ ساتھ باتوں میں مصروف تھیں جبکہ تقریباً باقی سب لاؤنج میں موجود تھے سوائے یسریٰ اور احان شاہ کے کیونکہ یسریٰ ڈول حویلی میں نہیں تھی بلکہ باہر اپنے بابا جان کے ساتھ سیر سپاٹوں پہ نکلی ہوئی تھی۔یاور نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا،وہ سب میں زیادہ گھلتا ملتا نہیں تھا،اسکی شخصیت میں ایک سنجیدگی سی تھی لیکن ہاں از میر شاہ سے لڑتے وقت وہ اپنی سنجیدہ سائیڈ ایک طرف رکھ کے باپ کی طرح جنونی انداز میں لڑتا تھا۔۔لڑائی میں وہ سب ایک دوسرے سے بڑھ کے تھے۔۔ایسا نہیں تھا کہ یاور ہر وقت سنجیدہ رہتا تھا؟ ہاں وہ شرارتیں بھی کرتا تھا لیکن ایک حد تک۔۔اسکی ماں اسے جو چیز سیکھاتی تھی وہ بہت جلدی پک کر جاتا تھا۔وہ اس وقت خاموشی سے شاہ بی بی کے پاس بیٹھا ان کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے، جس طرح سے احان شاہ اپنی شاہ بی بی کے قریب رہا تھا اسی طرح سے یاور شاہ بھی سب بچوں سے زیادہ ان کے قریب رہتا تھا۔۔وہ اب پہلے سے زیادہ ضعیف ہو چکی تھیں، داجی کی طبیعت بھی اب زیادہ تر خراب رہتی تھی وہ دونوں زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتے تھے لیکن باقی سب انہیں باتوں میں انوالو کرنے کے لئے انہیں لاؤنج میں اپنے ساتھ لاؤنج میں بیٹھایا کرتے تھے تاکہ وہ عمر کے اس حصے میں خود کو اکیلا محسوس نہ

کریں۔۔ازمیر کو کل جب جم میں چوٹ لگ گئی تھی انہیں آج صبح ہی پتا چلا تھا جس پہ وہ دونوں کافی پریشان ہوئے تھے، شاہ بی بی نے اپنے چاند سے پوتے کی نظر اتاری تھی جبکہ عادل شاہ نے اس کا صدقہ دیا تھا۔۔

شیٹ آرٹ تب ائے دی بابا ذان ؟(سویٹ ہارٹ کب آئے گی بابا جان ؟)۔۔۔۔۔ازمیر شاہ نے اپنا دھیان اپنے زخمی ہاتھ سے ہٹاتے کاظم شاہ سے یسریٰ کے متعلق سوال کیا تھا جو پچھلے ایک گھنٹے سے اسکی نگاہوں سے اوجھل تھی ۔۔یسریٰ تھوڑی دیر کے لئے بھی اسے نہیں ملتی تھی تو وہ پاگل ہو جاتا تھا، ابھی یہ گھنٹہ بھی اسکا کانٹوں پہ گزر رہا تھا۔

بہنہ بولتے ہیں میری جان!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اسے ہمیشہ کی طرح ٹوکا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا وہ بڑے ہونے تک یسریٰ کو سویٹ ہارٹ پکارتا رہے اور باقی سب لوگ فضول باتیں بنائیں۔کاظم شاہ فیوچر کو لے کے سوچتا تھا لیکن اسکا بیٹا رہا صدا کا لاپرواہ۔۔

نئی بابا! شیٹ آرٹ بوتے اے !(نہیں بابا! سویٹ ہارٹ بولتے ہیں!)۔۔۔۔۔۔ازمیر شاہ نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ افف کے انداز میں کاظم شاہ کی کشادہ پیشانی پہ ہولے سے مارا تھا جیسے اسکی عقل پہ افسوس کر رہا ہو۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔وہ لاڈلا اور اکلوتا تھا، کاظم شاہ چاہ کے بھی کسی چیز کو لے کے اس پہ سختی نہیں کر پاتا تھا۔اس نے اور ایزل نے اسے بے حد پیار سے پالا تھا۔۔

بابا! تاتو(بابا! چاچو)۔۔۔۔۔زوریز شاہ کی گود میں بیٹھے چھوٹے سے زیان شاہ نے یہاں وہاں کئی بھی ارزم شاہ کو نہ پاتے ہر روز کی طرح ہاتھ اٹھاتے اسکی غیر موجودگی کے متعلق استفسار کیا تھا، وہ سب اسے کافی مس کر رہے تھے۔۔

چاچو کو صبح کال کی تھی میرا بچہ! وہ ابھی تھوڑی دیر تک آجائیں گے !۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنے بیٹے کے بھورے بال سنوارتے ہوئے اسے پیار سے جواب دیا تھا ساتھ ہی جھک کے اسکی آنکھ کی کمان کا تل چوما تھا جس پہ ہر وقت مرحا شاہ کے لبوں کا لمس چھپا رہتا تھا۔۔

بابا ذان!مے اب تاتو شے بات نئی تروں دا!(بابا جان! میں اب چاچو سے بات نہیں کروں گا!)۔۔۔۔ازمیر شاہ نے اپنی گولڈن آنکھوں میں نمی لئے باپ کو اعلانیہ انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تھا، اسکے ہاتھ پہ کل سے چوٹ لگی تھی آج دوسرا دن گزرنے والا تھا اور ارزم شاہ ابھی تک حویلی واپس نہیں آیا تھا؟ کیا ازمیر شاہ کو ناراض ہونا نہیں بنتا تھا؟ بالکل بنتا تھا!!

تیوں؟میری زان مزشے بات تیو نئ ترے دی؟(کیوں میری جان مجھ سے بات کیوں نہیں کرے گی؟)۔۔۔۔ابھی کاظم شاہ جواب دینے ہی والا تھا جب ارزم شاہ کی آواز ان سب کے کانوں سے ٹکرائی تھی،وہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہنستا ہوا ازمیر شاہ کے انداز میں ہی اسکی بات کا جواب دے رہا تھا۔۔اسے دیکھ کے سب کے چہرے خوشی سے کھلے تھے،زیان شاہ نے باپ کی گود میں خوشی سے اچھلنا شروع کیا تھا،سنجیدہ سے یاور کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ پھیلی تھی اس نے بھی اپنے چاچو کو کافی یاد کیا تھا جبکہ ازمیر شاہ ایکسائیٹمنٹ میں کاظم شاہ کی گود سے اترنے والا تھا جب اپنا ہاتھ دیکھ کے یاد آیا کہ وہ ارزم شاہ سے ناراض ہے ساتھ ہی نروٹھے پن سے رخ موڑتا کاظم شاہ کے کندھے کے ساتھ ٹیک لگا گیا۔۔ارزم شاہ سب سے ملنے کے بعد اسے منانے کا ارادہ رکھتا تھا،اسے صبح ہی ازمیر کے ہاتھ کی چوٹ کا پتا چلا تھا،اور اس پہ تضاد سب بچوں کا اسے ہر روز یاد کرنا۔۔یہ سب سن کے اس سے مزید وہاں رہا نہیں گیا تھا،وہ خود بھی بچوں کو کافی یاد کر رہا تھا اسی لئے مزید کسی بھی جگہ جانے کی بجائے دوستوں کے ساتھ آج ہی حویلی واپس آ گیا۔حازق خان نے اسے ڈیڑھ دن اپنی حویلی میں ہی رکھا تھا،اور اسی بہانے ذائشہ سے بھی سکون سے ملاقات ہوتی رہی تھی،حازق،میرال،ذائشہ اور حسان پرسو کشمیر سے اسلامباد خان مینشن آنے والے تھے تاکہ یہی سب کے ساتھ شادی انجوائے کی جاسکے ورنہ ہر روز سفر کرتے تو انسان ویسے ہی تھک جاتا ہے۔۔ارزم شاہ یاور، زیان اور باقی سب سے ملنے کے بعد کاظم شاہ سے ملتا اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو زبردستی اٹھا کے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔یاور بھی شاہ بی بی کے پاس سے اٹھ کے ارزم شاہ کے قریب آ کے بیٹھ چکا تھا جسے ارزم شاہ نے اپنے بازو میں حصار میں لیا ہوا تھا۔وہ مدھم آواز میں ازمیر کے کان میں سرگوشیاں کرتا اسے کافی دیر تک مناتا رہا تھا لیکن اس نے اسکی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا البتہ اسکی گود سے بھی وہ نہیں نکلا تھا۔۔

مل گئ فرصت حویلی آنے کی؟ہو گئ آوارہ گردی؟۔۔۔دریاب شاہ نے طنزیہ انداز میں ارزم شاہ کو مخاطب کیا تھا

۔

جی اسی بہانے آپ کی بہو سے ملاقات بھی ہو گئ! اسی لئے تو اتنا فریش اور خوبصورت نظر آ رہا ہوں!۔۔ارزم شاہ نے مسکراہٹ دباتے انہیں آنکھ ونک کرتے ہوئے جواب دیا تھا جس پہ وہ دانت پیس کے رہ گئے،وہ آگے کی چیز تھا صرف ناران کاغان کا بول کے کشمیر بھی پہنچ گیا تھا۔۔

خان اور باقی سب کو بھی ساتھ لے آتے!!۔۔۔کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔
وہ سب پر سو آئیں گے!!احان لالا کہاں ہیں؟۔۔ارزم شاہ نے اسکی بات کا جواب دیتے احان شاہ کی غیر موجودگی کے متعلق سوال کیا تھا۔۔

شیٹ آرٹ تے شاتھ بائی گئے ایں! فون تر واپ!!(سویٹ ہارٹ کے ساتھ باہر گئے ہیں! فون کرو آپ!!)۔۔۔۔
جواب ازمیر شاہ کی طرف سے آیا تھا،وہ جو کب سے اس سے ناراضگی کا ڈرامہ کر رہا تھا احان شاہ کے ذکر پہ اسے اپنی شیٹ آرٹ یاد آئی تھی جس پہ جلدی سے ارزم شاہ کے سینے سے چہرہ باہر نکال کے اسے جواب دیتا احان شاہ کو فون کرنے کی ہدایت دینے لگا کیونکہ وہ اب اپنی شیٹ آرٹ کو کافی مس کر رہا تھا۔۔ازمیر کے جواب پہ سب کے ہونٹوں پہ ہنسی بکھری تھی۔

آاااا!! اب کہاں گئی ناراضگی؟اور یہ ہاتھ پہ چوٹ کیسے لگوالی؟اتنی سی عمر میں تجھے باڈی بنانے کا شوق چڑھ گیا ہے؟۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے فوراً جواب پہ اسے چھیڑتے ہوئے اسکے چھوٹے سے ہاتھ پہ اپنے لب رکھے تھے۔ارزم شاہ خود اپنے ہاتھ سے بینڈیج اتار چکا تھا اور انہیں اپنے شدید بخار کا بھی نہیں بتایا تھا تاکہ وہ سب پریشان مت ہوں،میرال اور حازق خان نے اسکی کافی کیئر کی تھی،اسکا بخار اب پہلے سے کم تھا۔

تمہاری طبیعت خراب ہے؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ جو کافی دیر سے اسے اپنی چیل سے نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اسکے ضرورت سے زیادہ سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے بالآخر اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

آپ کو حازق لالا نے شکایت لگائی ہے؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے اتنے اچھے اندازے پہ آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھنے لگا۔نہیں تمہاری شکل بتا رہی ہے اس آوارہ گردی کے نتیجے میں کافی بیمار رہے ہو؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ سر جھٹکتے ہوئے بولا تھا،کتنا منع کیا تھا اسے کہ اتنی سردی میں گھومنے پھرنے نہ جائے لیکن اس نے اپنی منوائی تھی۔باقی سب بھی اب ارزم شاہ کی طبیعت خرابی کے متعلق جاننے کے بعد اسکی اچھی خاصی کلاس رہے تھے۔

شیٹ آرٹ(سویٹ ہارٹ!)۔۔۔۔سامنے لاؤنج میں داخل ہوتے احان شاہ کی بانہوں میں لائٹ پنک گرم ڈریس میں ملبوس یسریٰ شاہ کو دیکھتے ازمیر شاہ نے اسے خوشی سے بلند آواز میں پکارا تھا جس پہ باقی سب ارزم شاہ کی جان خلاصی کرتے ازمیر کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے لگے۔۔ارزم شاہ ازمیر کو اپنی گود سے ہٹا کے صوفے پہ بٹھاتا

احان شاہ کی طرف بڑھتا اسکے گلے سے لگا تھا، ساتھ ہی یسری کا پھولا گلابی گال چوما تھا جو اس وقت آئسکریم کھانے میں محو تھی۔۔

بابا! آئکریم (بابا! آئسکریم!)۔۔۔۔۔۔۔زیان یسریٰ کے ہاتھ میں آئس کریم دیکھتے ہی مچل اٹھا تھا یعنی اسے بھی آئسکریم کھانی تھی۔۔

ڈول یہ زیان کو دے دو!!۔۔۔۔۔۔۔زیان کو مچلتے دیکھ کے احان شاہ نے یسریٰ کے ہاتھ سے آئس کریم لینی چاہی تھی جس پہ وہ معصومیت سے اپنے ہونٹ مڑوڑتی رونے کی تیاری پکڑ رہی تھی۔

نئ شیٹ آرٹ شرف مذے دے گی اور تسی تو نئ! یاں اجو شیٹ آرٹ!!(نہیں سویٹ ہارٹ صرف مجھے دے گی اور کسی کو نہیں! یہاں آجاؤ سویٹ ہارٹ!)۔۔۔۔۔۔۔۔ازمیر کو احان شاہ کی بات پسند نہیں آئی تھی جس پہ بلند آواز میں ضدی انداز میں بولتا ہاتھ کے اشارے سے یسریٰ کو اپنے پاس بلانے لگا۔۔

نئ تشی تو نئ دوں گی! میلے بابا نے لے تے دی اے! تم اپنے بابا تو بولو بھالو!(نہیں کسی کو نہیں دوں گی! میرے بابا نے لے کے دی ہے! تم اپنے بابا کو بولو بھالو!)۔۔۔۔۔یسریٰ شاہ نے معصومیت سے منہ پھولاتے ازمیر شاہ کو ٹکا کے جواب دیا تھا جس پہ ارزم شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔بچوں میں اب تک وہ خاندان کی اکلوتی لڑکی تھی اس لئے سب یسریٰ کو ہر بات میں فیور دیتے تھے۔اسکے جواب پہ ازمیر شاہ نے غصے سے ناک پھلاتے ایڑھیاں رگڑی تھیں۔۔

ڈول شرف لالا تو دے دی اے نا؟(ڈول صرف لالا کو دے گی! ہے نا؟)۔۔۔یاور شاہ نے صوفے سے اتر کے ان کی طرف قدم بڑھاتے یسریٰ کو بے حد پیار اور لالچ سے مخاطب کیا تھا کیونکہ آئسکریم ان سب کی فیورٹ تھی اس پہ کوئی بھی کامپرومائز نہیں چلتا تھا۔

بابا! آئکریم (آئسکریم)!!۔۔۔۔یسریٰ کو ابھی تک اکیلے آئس کریم کھاتے دیکھ کے زیان شاہ نے اپنی ہری آنکھوں میں آنسو لئے رونا شروع کیا تھا۔۔

امم! لالا تو ایت چک دو دی بش (ہمم! لالا کو ایک چک دوں گی بس!)۔۔۔یسریٰ نے یاور کی ہاں میں ہاں ملاتے احان شاہ کی بانہوں سے نیچے اترنا چاہا تھا، احان شاہ گہری سانس بھرتا اسے نیچے کالین پہ کھڑا کر گیا، یسریٰ جو کسی کو آئس کریم نہیں دیتی تھی یاور شاہ کے منہ میں اپنی آئس کریم کا چمچ ڈالتے ازمیر شاہ کے تن بدن میں آگ لگائی تھی۔۔

امم! یم!!۔۔۔۔یسریٰ سے آئس کریم کھانے کے بعد یاور شاہ نے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجا کے ازمیر شاہ کی طرف دیکھا تھا گویا اسے ذرا سا جلانے کی کوشش کی تھی، باقی سب اپنی مسکراہٹ روکتے ان کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔۔

بابا ایت دیپ اشے شالا بول دو؟(بابا ایک دفعہ اسے سالا بول دوں؟)۔۔۔ازمیر شاہ کو یاور کی اس حرکت پہ اس قدر غصہ آیا تھا کہ وہ رخ موڑ کے اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے بے حد معصومیت اور بے تابی سے باپ سے اجازت مانگنے لگا کہ آیا اسے سالا بول کے اپنا غصہ اتار لے یا نہیں؟ اجازت اس لئے مانگ رہا تھا تاکہ باپ کو پریس کر لے کیونکہ اسے ازمیر کے منہ سے ایسے لفظ پسند نہیں تھے یہ بات ازمیر بھی جانتا تھا۔۔

ہائے ماں صدقے! سو دفعہ بول!!۔۔۔۔اسکی اتنی فرمانبرداری پہ ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے ازمیر شاہ کو شے دی تھی جس پہ سب نے گھور کے ارزم کو دیکھا تھا۔

نہیں میر! بھائی کو ایسے نہیں بولتے!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے نرمی سے ازمیر کو ڈپٹا تھا جس پہ وہ ناک چڑھا کے یسریٰ کی طرف بڑھ گیا۔

گل!! سب بچوں کے لئے آئسکریم لے کے آؤ!!۔۔۔۔زیان کو آئس کریم کے لئے روتے دیکھ کے احان شاہ نے اسکی طرف قدم بڑھاتے بلند آواز میں گلالئ کو آواز لگائی تھی جسے وہ ابھی کچھ دیر پہلے کچن میں بیکری سے لائی ساری چیزیں تھما کے آیا تھا۔وہ اب زیان کو زوریز کی گود سے اٹھا کے اسکے گال چوم رہا تھا۔۔

مزے بی ایت چک دو شیٹ آرٹ؟(مجھے بھی ایک چک دو سویٹ ہارٹ؟)۔۔۔۔ازمیر شاہ یسریٰ کے پاس کھڑے یاور کو اپنے ہاتھ سے پیچھے ہٹاتے معصومیت اور پیار سے اس سے مخاطب ہوتا آئس کریم کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔یاور نے غصے سے ازمیر کی طرف دیکھا تھا جو اسے اپنے بھاری ہاتھ سے ایک ہی جھٹکے میں دور دھکیل چکا تھا۔

ارزم شاہ ان کے پاس ہی کھڑا اس منظر کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

نئ ڈول شرف اپے لالا تو دیتی اے!(نہیں! ڈول صرف اپنے لالا کو دیتی ہے!)۔۔۔یاور شاہ اترا کے بولتا ازمیر شاہ کو جواب دے رہا تھا۔

شت اپ(شٹ اپ!)۔۔۔۔یسریٰ کے آئس کریم نہ دینے پہ تضاد یاور کے آگ لگانے پہ ازمیر شاہ اپنا رخ اسکی طرف موڑ تا غصے سے چیخا تھا۔وہ اپنی توتلی زبان میں شٹ اپ بولتے ہوئے بے حد کیوٹ لگا تھا۔یسریٰ اسکی بلند آواز

پہ ہمیشہ کی طرح سہمی تھی، کرسٹل گرین آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے تھے، باقی سب کے صرف سر پکڑنے کی کسر باقی رہتی تھی۔۔

ذہ ماڑ اخ دے ورک شہ (اپنا چہرہ لے کے دفعہ ہو جاؤ)۔۔۔۔یاور بھی اپنی توتلی زبان میں پشتو میں جواب دیتا چیخا تھا۔ اسکی پشتو سمجھنے کے لئے بھی سب کو گل یا حازق خان جیسا ٹرانسلیٹر چاہئیے تھا۔ احان شاہ کو خود پہ افسوس ہوتا تھا وہ اپنی بیوی کے ساتھ اتنے سال گزار کے پشتو نہیں سیکھ پایا تھا اور اسکے بچے ایکسپرٹ ہو چکے تھے، ہاں اسے پشتو کے الفاظ حفظ تھے جو گل اسے کہا کرتی تھی لیکن ٹرانسلیشن کے لئے ہمیشہ حازق خان کی ضرورت پڑتی تھی، کبھی کبھار تو حازق خان کے نخرے دیکھانے پہ وہ اپنی ڈول کو آئسکریم دلا کے اسی سے ٹرانسلیشن کروالیا کرتا تھا۔

تم شالے (تم سالے)۔۔۔یاور نے پشتو میں کیا بولا تھا ازمیر کے سر کے اوپر سے گزرا تھا۔ اسے یہی لگا تھا اس نے اسے گالی دی ہے اسی لئے وہ جواباً اپنے ازلی انداز میں اپنا غصہ نکالتا یسریٰ کو آنکھیں دیکھا رہا تھا جس نے ابھی تک اسے آئس کریم نہیں کھلائی تھی۔۔

ازمیر!!!۔۔۔کاظم شاہ نے سختی سے ازمیر کو ٹوکنے کے ساتھ ساتھ ارزم شاہ کو آنکھیں دیکھائی تھی جو اپنے بھتیجے کی اتنی پیاری زبان پہ ہنس رہا تھا۔۔

باباش نے مذے پیلے تپسوے دالی دی تی (بابا اس نے مجھے پہلے پشتو میں گالی دی تھی!)۔۔ازمیر پھر سے رخ موڑے بغیر سنجیدگی سے باپ کو جواب دیتا یسریٰ کو آگ اگلتی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

بلے بابامے نے نئ دی!(بڑے بابا میں نے نہیں دی!)۔۔۔ازمیر کی وجہ غلط بیانی پہ یاور نے کاظم شاہ کو اپنی صفائی دی تھی جس پہ وہ سر ہلانے کی بجائے اور کیا کر سکتا تھا؟ کیونکہ سمجھ تو اسے بھی نہیں آئی تھی یاور نے پشتو میں کیا کہا تھا۔ باقی سب دم سادھے ہمیشہ کی طرح خاموشی سے لڑائی کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔۔

شیٹ آرٹ؟(سویٹ ہارٹ؟)۔۔۔۔یسریٰ کو اپنی جگہ سے ہلے بغیر معصومیت سے آئسکریم کھاتے دیکھ کے ازمیر نے اسے سختی سے پکارا تھا جس پہ اس نے روہانسی شکل بناتے باقی سب کو دیکھا تھا۔۔

ڈول ایک چک دے دولالا کو!۔۔۔احان شاہ ازمیر کی ضدی طبیعت کے متعلق جانتا تھا اسی لئے بیٹی کو پیار سے سمجھانے لگا کہ اپنی تھوڑی سی آئسکریم اسے بھی دے دے۔۔زیان اب مزے سے وہ آئسکریم انجوائے کر رہا تھا جو بالکل ابھی گل نے حلیمہ کے ہاتھ سب کے لئے لاؤنج میں بھجوائی تھی۔

نئ لالا تواش نے دے دیا اے! اب میر تو دے دی!(نہیں لالا کو اس نے دے دیا ہے! اب میر کو دے گی!)۔۔۔ازمیر کو ہمیشہ کی طرح احان کا خود کو لالا کہنا اچھا نہیں لگا تھا اسی لئے ہاتھ جھلاتے ہوئے اسکی بات کے معنی تبدیل کرتا اسے منہ کھولنے پہ مجبور کر گیا، باقی سب نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔۔

جے لو شاری تم تھالو بالو!(یہ لو! ساری تم کھالو بھالو!)۔۔۔یسریٰ جو اپنی معصومیت دیکھاتی ساری آئسکریم کھانے کے بعد اب کپ کو انگلی سے چاٹنے والی تھی باپ کے حکم پہ وہ کپ ازمیر شاہ کی طرف پھینکتی تیزی سے زوریز شاہ کی طرف بھاگ گئ تا کہ وہ اسے اس بھالو سے بچا سکے۔زوریز شاہ نے پیار سے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا تھا۔اس خالی کپ کو دیکھتے جہاں ازمیر شاہ کو صدمہ ہو رہا تھا وہی پہ یاور شاہ کھکھلاتا ہوا سب کو ہنسنے پہ مجبور کر گیا۔۔ان سب کو ہنستے دیکھ کے ازمیر غصے سے اپنے ہاتھ میں پکڑا خالی کپ نیچے پھینکتا کچن میں اپنی ماں کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اب ایک وہی تھی جو اسکی دکھی داستان سن سکتی تھی۔۔ارزم شاہ ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتا صوفے پہ گرتے سینٹرل ٹیبل پہ پڑی آئس کریم خود کھانے کے ساتھ ساتھ یاور کو بھی کھلا رہا تھا۔زیان شاہ کا پورا چہرہ آئس کریم سے بھرتا اسے مزید کیوٹ دیکھا رہا تھا۔۔

امم مذے دال(یم مزے دار)۔۔۔زیان شاہ ہر چمچ کھانے کے بعد ایسی کیوٹ سی آوازیں نکالتا سب کو مسکرانے پہ مجبور کر دیتا۔۔

پانچ دن بعد:

پچھلے پانچ دنوں سے شاہ حویلی، خان مینشن اور شاہ پیلس میں ڈھولکیاں چل رہی تھیں، ارزم شاہ کے دوستوں نے شاہ حویلی کو دلہن کی طرح سجایا تھا، ان کے جگری دوست کی شادی تھی، کوئی عام بات نہیں تھی۔پورے اسلامباد میں ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے شہروں میں سید ارزم شاہ اور ایس ایس شہسوار شاہ کی شادی کی خبر پھیل چکی تھی کیونکہ ان

کے دوستوں نے ان کی شادی سے پہلے جو جو تیاریاں کی تھی تمام تصاویر کی صورت میں سوشل میڈیا پہ اپلوڈ کی تھیں، اس وقت سوشل میڈیا پہ صرف انہی کی ڈھولکیوں کی تصاویر وائرل تھیں جن میں ارزم شاہ اور شہسوار شاہ ہر تصویر کھل کے مسکرا رہے تھے، آخر اتنی منتوں کے بعد شادی نصیب ہونے والی تھی مسکرانا کیا کھکھلانا بھی بنتا تھا۔۔ آج قوالی نائٹ تھی لیکن عین وقت بارش ہونے کی وجہ سے قوالی نائٹ کا پروگرام وڑ چکا تھا جو باہر لان میں پلین کیا گیا تھا، طوفانی بارش کی وجہ ساری ڈیکوریشن کی ایسی کی تیسی ہو چکی تھی اور اس پہ تضاد جو قوال دور سے بلوائے گئے تھے وہ بھی موسم کی خرابی کی وجہ سے آ نہیں پائے تھے۔۔ اس صورتحال میں مہمانوں کو واپس بھیجنا بھی ٹھیک نہیں تھا، اسی لئے کاظم شاہ اور احان شاہ نے بھروقت زہرہ مام کو بول کے تمام لڑکیوں اور عورتوں کو حویلی کے اوپر والے پورشن میں شفٹ کروایا تھا تاکہ نیچے والے پورشن میں سب مرد اپنی محفل لگا سکیں اور کوئی بے پردگی بھی نہ ہو۔۔ حویلی کی بیک سائیڈ پہ صرف کمرے نسب تھے، ایسے میں وہ سب ایک ساتھ ٹھیک سے نہ بیٹھ پاتے، نیچے حویلی کا بڑا سا لاؤنج، گیسٹ روم، ڈرائنگ روم، اور باقی سب رومز مردوں کی وجہ سے فل ہو چکے تھے۔ ایسے میں وہ سب ایک دوسرے کو باآسانی دیکھ اور سن سکتے تھے۔۔ سب بالکل ابھی کھانے سے فارغ ہوئے تھے۔۔

دیکھ لو! اب ہم کچھ نہیں کہہ رہے! موسم بھی تم دونوں کی شادی کے حق میں نہیں ہے!!۔۔۔ رایان خان نے ہنستے ہوئے صوفے پہ زوریز شاہ کے ساتھ جگہ سنبھالتے ارزم شاہ اور شہسوار شاہ کو چھیڑا تھا، وہ آج صبح ہی ان کے بھرپور اصرار پہ ہر چیز کو پس پشت ڈال کے آیا تھا کیونکہ دو دو شادیاں تھیں۔ وہ انہیں مس کر کے ان سب کی لعن تن وصول نہیں کر سکتا تھا۔۔ رایان خان کے چھیڑنے پہ جہاں ارزم اور شہسوار نے منہ بنایا تھا وہی پہ بڑے سے لاؤنج میں ہنسی کا طوفان اٹھا تھا۔ وہ سب اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس تھے کیونکہ ہمیشہ کی طرح قوالی نائٹ کا تھیم بلیک رکھا گیا تھا۔ بچے سیاہ شلوار قمیض میں چاند کا ٹکڑا دیکھائی دے رہے تھے۔ یسریٰ فلحال اوپر اپنی مورے اور آنی کے پاس تھی جبکہ یاور، حسان، زیان اور ازمیر نیچے مردوں کی محفل میں موجود ہر کسی سے پیار بٹور رہے تھے۔۔

جتنی رخصتی کی گرمی چڑھی ہوئی تھی موسم بھی بول رہا ہے بیٹا جون جولائی تک کا انتظار کر! تاکہ ٹھیک سے پسینے نکلیں!!۔۔۔۔ زوریز شاہ نے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے زومعنی انداز میں ٹکر لگاتے ان سب کو لب

کاٹنے پہ مجبور کیا تھا۔ ارزم شاہ فلحال ان سب کی سنتا اپنی سیاہ اجرک جھٹک رہا تھا جبکہ شہسوار شاہ کا موڈ ان دونوں کی زو معنی باتوں کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا۔

تو اور کیا؟ دسمبر ان کے حق میں بول اٹھے تو ان دونوں جیسی ترسی ہوئی روحیں پورا دن کمبل سے ہی نہ نکلیں!!۔۔۔۔ رایان خان اترا کے بولتا تکیہ زوریز شاہ کی گود میں پھینک کے اس پہ سر رکھتا صوفے پہ نیم دراز ہو چکا تھا۔

شریکِ حیات کے ہوتے ہوئے کون کافر اس سردی میں کمبل کا سہارا لے گا؟۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کے بے باک جواب نے سب سے پہلے حازق خان کا چہرہ سرخ کیا تھا جس پہ اسکے سب دوستوں کا چھت پھاڑ قہقہہ لاؤنج کی زینت بنا تھا، اوپر سیڑھیوں پہ سب لڑکیوں کے ساتھ چھپ کے ان کی باتیں سنتی ذائشہ خان کانوں تک سرخ پڑی تھی۔

صفر تجربہ!۔۔ رایان خان ہنستے ہوئے زوریز شاہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے اسے پھر سے (withبڑی بڑی بھڑکیں وود(چھیڑتا سب کے چہروں پہ مسکراہٹ بکھیر رہا تھا۔۔

تاریخ نوٹ کریں! آج تیرہ دسمبر ہے! وعدہ رہا اللہ کے حکم سے اگلی تیرہ دسمبر کو سوات کی خان حویلی میں پورے تجربے کے ساتھ قدم رکھتے آپ کا منہ میٹھا کروا کے آپ کو چاچو بننے کی مبارکباد پیش کروں گا! جائیں کیا یاد کریں گے بیکری بھی آپ کی پسند ہو گی۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنی شہد رنگ بیئر ڈپہ ہاتھ پھیرا کے رایان خان کو آنکھ ونک کر کے جواب دیتے سب کا چہرہ سرخ کیا تھا۔ احان شاہ نے ہنستے ہوئے حازق خان کے لال سرخ گال اور تنے نقوش پہ نظر دوڑائی تھی۔ وہ آج بھی ان سب کی ایسی باتوں پہ یونہی سرخ ہوتا تھا۔ رایان خان نے ارزم شاہ کے جواب پہ ایمپریس ہوتے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتے مسکراہٹ دبائی تھی، اسکے نچلے ہونٹ کا تل آج بھی چمکتا تھا۔۔

سیڑھیوں پہ بیٹھی ذائشہ خان شرم سے لال ہوتی میرال شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو دبی دبی آواز میں ہنس رہی تھی، وہ جانتی تھی لڑکے جب ایک ساتھ بیٹھ جائیں پھر ان کی کوشش ہوتی ہے ایک دوسرے کو یونہی باتوں میں ہرائے۔ سب لڑکیاں ریلینگ کی سائیڈ پہ چھپی ہوئی تھیں، انہیں نیچے سے کوئی بھی مرد نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن وہ سب لاؤنج کا منظر واضح طور پہ دیکھ سکتی تھیں۔۔

ایس ایس پی تو بول؟ تیری کونسی تاریخ نوٹ کروں؟۔۔۔۔رایان خان نے تکیے پہ کہنی رکھ کے کروٹ اب شہسوار شاہ کی طرف موڑی تھی جو اپنے فون میں مصروف خاموشی سے انہیں سن رہے تھے۔رایان خان کے سوال پہ شہسوار شاہ کی نگاہوں کے سامنے ائرہ شاہ گھومی تھی جو اسے ہر وقت سیخ پا کر کے رکھ دیتی تھی پتا نہیں اس نے اسے گولڈن نائٹ پہ رومانس بھی سکون سے کرنے دینا تھا یا نہیں؟

جانان! تو کیا چاہتا ہے تجھے اس کونے والے کمرے میں اپنے ساتھ قید کر کے اپنی مردانگی کا ثبوت دوں؟۔۔۔۔۔۔۔

شہسوار شاہ نے فون سائیڈ پہ رکھ کے اپنی سیاہ اجرک ٹھیک کرتے رایان خان کو اطمینان سے جواب دیا تھا،اس کے بے باک جواب پہ لاؤنج میں قہقہوں کا شور اٹھا تھا۔ائرہ شاہ کے گال لال ٹماٹر ہوئے تھے وہ خفگی سے شہسوار شاہ کو دیکھنے لگی۔

بچے یہی پہ ہیں؟شرم وحیا فوت ہو چکی ہے تو ادھار لے لو کسی سے؟۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے سنجیدگی سے ان سب کو ڈپٹا تھا جو بے باک باتوں پہ اتر آئے تھے،سب کی نگاہیں بیک وقت بچوں کی طرف اٹھی تھیں،یاور اور ازمیر کسی بات پہ ایک دوسرے کے ساتھ آرگیو کرنے میں مصروف تھے جبکہ زیان شاہ اور حسان خان ان سب کو غور سے سنتے سب کے ساتھ کھکھلا رہے تھے جیسے ساری باتیں سمجھ رہیں ہو۔۔

ان پہ اپنے الفاظ مت ضائع کریں!! جینون بیغیرتوں کو نہ شرم آتی ہے اور نہ ہی انہیں کوئی ادھار دینے کی غلطی کرتا ہے!!۔۔۔۔کاظم شاہ کے بولنے کے بعد حازق خان نے بھی ان سب پہ اپنی رائے دینا فرض سمجھا تھا،اپنے پٹھانی ایسنٹ میں غصے سے ان سب کو ایک ساتھ لتاڑتے ہاتھ سے لعنت بھیجی تھی۔اسکے سرخ گال دیکھتے ایک دفعہ پھر سب ہنس دیئے۔۔۔

قوالی نائٹ تو کینسل ہو گئی ہے! تو اس لئے ہم سوچ رہے ہیں ہم یہاں اپنی "سنگیت نائٹ" کا نٹینیو کر لیتے ہیں! کیا کہتے ہیں آپ سب؟ آج سب گانا گنگنائیں گے جو شرمائے گا وہ شاہ کی رخصتی کا سارا خرچہ خود اٹھائے گا!!۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ کے دوست نوفل نے ٹیبل بجاتے ہوئے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جس پہ سب ہی متفق نظر آرہے تھے۔

گانے ڈھنگ کے ہونے چاہئیے!!۔۔۔۔۔حازق خان نے ناک سکوڑتے ہوئے اعلان کیا تھا کیونکہ وہ ارزم شاہ کی بیہودہ گانوں سے محبت کے متعلق بخوبی جانتا تھا۔

جی جی کیوں نہیں!!۔۔۔ارزم شاہ نے گلہ کھنکھارتے ہوئے شرافت سے حازق خان کو جواب دیتے اپنے گانے کے پہلے بول سے ہی اسے سرخ کیا تھا۔۔

"سردی کی راتوں میں

ہم سوئے رہے ایک چادر میں"

ارزم شاہ کے گانے کی چوائس پہ سب سے پہلا قہقہ احان شاہ کا چھوٹا تھا، وہ جانتا تھا وہ اتنی جلدی اپنے سالے کا فرمانبردار نہیں بن سکتا تھا جبکہ حازق خان نے ان دونوں کو گھور کے دیکھا تھا۔۔

"ہم دونوں تنہا ہوں

نہ کوئی بھی رہے اس گھر میں

زرہ زرہ بہکتا ہے، مہکتا ہے

آج تو میرا تن بدن۔۔میں پیاسا ہوں

مجھے بھر لے اپنی بانہوں میں"

ارزم شاہ کی سریلی آواز حویلی کے نچلے پورشن میں گونجتی سب کے کانوں کو جہاں راحت پہنچا رہی تھی وہی اسکے گانے کے بول سب کے جذبات بھڑکانے کا کام کر رہے تھے۔بچوں نے کالین پہ کھڑے ہوتے ڈانس کرنا شروع کیا تھا، حسان اور زیان بار بار کھڑے ہو کے ازمیر اور یاور کی طرح ڈانس کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن پھر ناکامی کا سامنا کرتے نیچے بیٹھ کے تالیاں بجاتے کیوٹ سی آوازیں نکال رہے تھے جیسے خود گنگنانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ بچوں کے ریکشن پہ سب کی ہنسی چھوٹی تھی، وہ تو شاید ان لیرکس کا مطلب بھی ٹھیک سے نہیں جانتے تھے، ارزم شاہ کے گنگناتے لہجے میں تپش محسوس کرتے ذائشہ خان کی ہتھیلیاں بھیگ رہی تھیں۔۔سب لڑکیاں اسے چھیڑنے کی غرض سے زومعنی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔۔

اب رایان لالا کی باری!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کا گانا مکمل ہونے کے بعد نوفل کی آواز پہ سب کی نگاہوں کا رخ رایان کی طرف ہوا تھا۔۔

کون سا گاؤ؟۔۔۔۔۔رایان خان نے آئیبرو اٹھا کے زوریز شاہ سے مشورہ مانگا تھا۔

"لبوں کو"۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے اپنے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھے حازق خان کو آنکھ ونک کرتے رایان خان کو اپنا فیورٹ سانگ بتایا تھا، مقصد حازق خان کو تنگ کرنا تھا اور وہ چڑا تھا اسکی ان کی حرکتوں پہ۔۔۔وہ جانتا تھا وہ اسے رایان خان کے قریب دیکھ کے جیلس ہوتا ہے لیکن جان بوجھ کے ایسی حرکتیں کرتا تھا۔

"آآ۔۔آآ۔۔۔آآ

لبوں کو لبوں پہ سجاؤں

کیا ہو تم مجھے اب بتاؤ

توڑ دو خود کو تم

بانہوں میں میری"

رایان خان نے گانا گنگنانے کی شروعات کرتے اپنی آنکھیں موندتے اپنی بیوی کی قربت میں گزارے تمام لمحات یاد کئے تھے۔

یہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ سنگل ہے؟۔۔۔۔میرال شاہ کی دوست کبری جس کی نگاہیں کب سے بار بار رایان خان کی طرف اٹھ رہی تھیں بالآخر اس سے ایک ساتھ سارے سوال کر بیٹھی۔۔

ہاہاہا۔۔ریز کا دوست ہے!! سوات کا پٹھان ہے اور شادی کو تقریباً چار سے پانچ سال ہو چکے ہیں! اب تو شاید بچے بھی ہوں گے!! کسی اور کو پٹانے کا سوچ!!۔۔۔۔جواب مرحاشاہ کی طرف سے ہنستے ہوئے آیا تھا جس پہ کبری منہ پھولا کے رہ گئی۔۔

"تیرے احساسوں میں بھیگے لمحاتوں میں

مجھ کو ڈوبا تشنگی سی ہے

تیری اداؤں سے دلکش خطاؤں سے

ان لمحوں میں زندگی سی ہے

حیا کو ذرا بھول جاؤ

میری ہی طرح پیش آؤ"

رایان خان کی خوبصورت آواز ہر کسی کے دل پہ اثر انداز کر رہی تھی، زوریز شاہ نے اپنے فون پہ اس گانے کا بیک گراؤنڈ میوزک بلوٹوتھ کے ساتھ کنیکٹ کیا تھا تاکہ ماحول مزید رومانٹک بنایا جاسکے۔۔بچوں کا ڈانس ابھی تک جاری تھا۔۔رایان خان کے بعد سب کا رخ حازق خان کی طرف تھا، پہلے اچھی اچھی آوازیں سنی جارہی تھیں، ان سب میں سب سے سریلی آوازیں ارزم شاہ، رایان خان اور حازق خان کی ہی تھیں۔

"زما خکولے جانانہ

زہ زار شمہ لہ تانہ

مہ مشڑہ لہ زاننہ

قربان دے شمہ

اسلام۔۔۔اسلام۔۔۔اسلام"

حازق خان نے ان کی طرح بے باک گانے گنگنانے کی بجائے پشتو زبان میں خوبصورت سا گانا گنگنایا تھا، اسکے گانے کے پہلے بول پہ میرال شاہ کا دل دھڑکا تھا، وہ ہمیشہ اسے "زما خکولے جانانہ" بولا کرتا تھا۔۔اسکے گانے کے بول سنتے میرال شاہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر رہی تھی۔نیچے مردوں میں صرف پٹھانوں کو حازق خان کے گانے کی سمجھ آ رہی تھی باقی سب کے سر کے اوپر سے گزر رہا تھا لیکن خیر اس گانے کی وائب ہی الگ تھی، سب کافی انجوائے کر رہے تھے۔۔یاور اپنی توتلی زبان میں اپنے ماموں کے ساتھ یہ پشتو گانا گنگنانے کی بھرپور کوشش کرتا بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔حسان کو اس وقت احان شاہ اٹھا چکا تھا جو کب سے تالیاں بجا کے کھکھلاتا جا رہا تھا، احان شاہ نے پیار سے اسکے گال چومے تھے۔۔

یہ گانا جو میں اب گنگناؤں گا وہ سب میرے ساتھ مل کے گنگنائیں گے ! مجھے اسکی ویڈیو اپنے اکاؤنٹ پہ اپلوڈ کرنی ہے !
سب فالوورز نے کافی فرمائش کی تھی !!۔۔۔۔۔حازق خان کا گانا مکمل ہونے کے بعد ارزم شاہ نے سب کو ہدایت دیتے اپنے اگلے گانے کا بیک گراؤنڈ میوزک سیٹ کیا تھا۔

"پہلے پہل تجھے، دیکھا تو دل میرا

دھڑکا ہائے دھڑکا، دھڑکا ہائے

جل جل اٹھا جو میں، شعلہ جو پیار کا

بھڑکا ہائے بھڑکا، بھڑکا ہائے

نیندوں میں گل گئے ہیں، سپنے جو تیرے

بدلے سے لگ رہے ہیں، انداز میرے

بدلے سے لگ رہے ہیں، انداز میرے"

ارزم شاہ کے کہنے پہ سب لڑکوں نے یہ گانا جب مل کے گنگنایا تو ان سب کی آوازیں ماحول کو مزید دلکش اور پر فسوں بنانے لگیں، یہاں تک کے ڈرائینگ روم، اور گیسٹ روم میں بیٹھے سب مرد بھی دم سادھے انہیں سننے لگے، ان سب کی آوازوں نے ماحول کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ارزم شاہ کے دوست ان سب کی ایچ۔ڈی ویڈیو شوٹ کر رہے تھے ۔۔وہ سب سیاہ شلوار قمیض پہ سیاہ اجرک لئے " دل میرا دھڑکا، ہائے دھڑکا" والے بول پہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے گنگناتے بے حد دلکش دیکھائی دے رہے تھے، مرد تو مرد اوپر لڑکیاں بھی مکمل خاموشی اور توجہ سے گالوں پہ ہاتھ رکھتی انہیں سننے پہ مجبور ہو رہی تھیں۔۔

تم لوگوں نے صرف اپنے شوہروں کو دیکھنا ہے تو ہمیں کیوں بلایا ہے ؟؟خود کچھ نہیں کرنا کمینیوں ؟؟۔۔۔۔۔۔ان سب کو اپنے شوہروں کی باتوں اور گانوں پہ سرخ پڑتے دیکھ کے نوال دانت پیس کے بولی تھی، وہ سب کب سے سردی میں ساڑھی کو کیری کئے یہاں سیڑھیوں پہ ان کے ساتھ کھڑی مردوں کی سنگیت نائٹ انجوائے کر رہی تھیں۔۔

ہاہاہا۔۔سالی آہستہ بول!! ۔۔۔۔میرال شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔۔

چلو لڑکیوں اوپر چل کے ہم سب بھی اپنی سنگیت نائٹ انجوائے کرتے ہیں! ہم سے اچھے تو لڑکے ہیں جو ہر حال میں انجوائے کرنا جانتے ہیں!!۔۔۔ میرال شاہ نے افسوس سے بولتے ان سب کو ہوش دلاتے اوپر کی راہ پکڑی تھی۔ وہ سب اسے فالو کرتی اب اوپر بھاگ کے اپنی نائٹ انجوائے کرنے کا سوچ رہی تھیں۔ ان سب کا آج اپنے شوہروں کے ہاتھ آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ سب یہ رات ایک دوسرے کے ساتھ گزارنے والی تھیں کیونکہ بارش ہو رہی تھی زیادہ تر مہمانوں کی واپسی ممکن نہیں تھی۔۔

جان تمنا۔۔۔ قسط 139 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

پوز دینا شروع s_e_x_y اچھا سب کا فوٹو شوٹ ہو گیا! اب بس آئرہ اور ذی بے بی رہ گئی ہیں! آجاؤ سامنے اور کرو!!۔۔۔۔۔۔ میرال شاہ سب کی تصاویر لینے کے بعد اب آئرہ اور ذائشہ کو ایک سائیڈ پہ کر رہی تھی جن کی سیاہ ساڑھیاں ان سب سے ذرا ہیوی اور ایمبرائیڈڈ تھیں باقی سب نے سلک کی سمپل سی سیاہ ساڑھی پہن رکھی تھیں، سردی پیک پہ تھی لیکن لڑکیاں فیشن کے لئے کچھ بھی کر سکتی تھی اور ویسے بھی پوری حویلی کو ہیٹرز نے اچھا خاصا گرم کر رکھا تھا۔ سب بھرپور انداز میں فنکشن کے ساتھ ساتھ کھڑکیوں پہ پڑتی بارش کی بوندیں بھی انجوائے کر رہے تھے۔۔

بھابھی یار مجھے نہیں بنانی تصاویر!!۔۔۔ ذائشہ خان نے شرماتے ہوئے انکار کیا تھا، اسے سب کے سامنے تصاویر بنانے میں شرم محسوس ہوتی تھی۔

تم ہٹو مجھے بنوانے دو! بھئی میری ایک ہی شادی ہونی ہے میں تو ٹھیک سے انجوائے کروں گی چاہے کوئی میری خوشی سے جل جل کے مر جائے!!۔۔۔۔ ذائشہ کو شرماتے دیکھ کے آئرہ شاہ اترا کے ایک ادا سے بولتی اسے ایک سائیڈ پہ کر کے اپنے بال جھٹک رہی تھی، اس کی ان سب کے ساتھ تھوڑے سے وقت میں ہی کافی اچھی بانڈنگ بن چکی تھی، انہیں آہستہ آہستہ معلوم ہوتا تھا ائرہ میڈیم بے باک باتیں بھی کر لیتی ہیں صرف ویسے بھی شکل و صورت سے معصوم لگتی ہیں۔۔

یہ ہوئی نہ بات میری جان!!۔۔۔ میرال شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے کانفیڈینس کو داد پیش کی تھی۔ آئرہ شاہ نے اپنی ساڑھی کے پلو یہاں وہاں گھما کے خوبصورت سے پوز دیتے سب کو حیران کیا تھا، کبھی وہ اپنے بال جھٹک رہی تھی تو کبھی ہونٹوں کا پاؤٹ بناتی بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ میرال شاہ اپنی مسکراہٹ دباتی ایک ایک کر کے ایزل، گل، مرحا، اور ائرہ کی تصاویر لے چکی تھی، وہ سب یہ نہیں جانتی تھیں وہ ان کی تصاویر کو کتنی اچھی جگہ پہنچانے والی ہے۔۔ اب صرف ذی بے بی باقی تھی جو تصاویر کھنچواتے ہوئے نخرے کر رہی تھی۔ یسریٰ نے بھی اپنی مورے کی طرح کی سیاہ ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی، وہ بے حد پیاری لگتی نظر لگوا چکی تھی اسی لئے گلالئی کے سینے سے لگی آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ گلالئی ہولے سے اسکا سر دباتی اس پہ آیات پڑھ کے پھونکیں مارتی اسکی نظر اتارنے میں مصروف تھی۔ ازمیر کافی دفعہ اوپر سیڑھیاں چڑھ کے اپنی شیٹ آرٹ کو بلانے آیا تھا لیکن اس نے نیچے جانے سے انکار کر دیا تھا۔

مورے مے بابا زان تے پاش ذاری اوں! (مورے میں بابا جان کے پاس جا رہی ہوں!)۔۔۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد یسریٰ جب یہاں بھی بور ہونے لگی تو ماں کے سینے سے چہرہ اٹھا کے اسے آگاہ کرتی نیچے کی طرف بڑھ گئی۔۔ اتنے میں میرال بھی زبردستی ذائشہ خان کو کھڑا کر کے اسکی تصاویر لے چکی تھی۔ ان سب کی تصاویر لینے کے بعد میرال شاہ نے شرارت سے ان سب کے شوہروں کے نمبرز پہ ان کی سیپریٹ پکچرز شئیر کرتے صوفے پہ جگہ سنبھالی تھی، صرف شاہ برادرز کو نہیں وہ اپنے شوہر کو بھی اپنی تصاویر بھیج چکی تھی تاکہ وہ بھی آج کی پوری رات اس سے ملنے کے لئے تڑپے۔۔ میرال شاہ نے نوٹ کیا تھا جیسے ہی اس نے ان سب کے شوہروں کو تصاویر بھیجی تھیں ان کی بیویوں کو تقریباً ایک ساتھ میسجز موصول ہوئے تھے۔

کیا ہوا ڈول؟۔۔۔۔۔۔ یسریٰ کو آتے ہی اپنے سینے سے لگتے دیکھ کے احان شاہ نے پیار اور فکرمندی سے اسکے اترے ہوئے چہرے کو دیکھتے اسکی نڈھال طبیعت کی وجہ معلوم کی تھی۔ اسے اپنی بیٹی آج چاند کا ٹکڑا لگ رہی تھی، ازمیر جو کب سے یاور کے ساتھ ڈانس کرنے میں مصروف تھا یسریٰ کو احان کے پاس دیکھ کے ڈانس چھوڑتا جلدی سے اس کی طرف بھاگ گیا۔

مے شرمے دڈاوری اے بابازان (میرے سر میں درد ہو رہی ہے بابا جان!)۔۔۔ یسریٰ نے باپ کے سینے سے سر ٹکاتے معصومیت سے اسے جواب دیا تھا۔

تیو دڈاوری اے شیٹ آرٹ؟ (کیوں درد ہو رہی ہے سویٹ ہارٹ؟)۔۔۔۔۔ جواب احان شاہ کی طرف سے نہیں بلکہ پریشان سے ازمیر شاہ کی طرف سے آیا تھا اس نے احان کو بولنے یا مزید کچھ پوچھنے کا موقع کب دیا تھا۔

ائش تریم تھاؤں دی تو ٹھیت او جاؤ دی! (آئس کریم کھاؤں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی!)۔۔۔ یسریٰ نے ازمیر کے سوال پہ بے حد معصومیت سے اپنی کرسٹل گرین آنکھیں ٹپٹپاتے اسے بالکل الٹ جواب دیا تھا یا شاید وہ اپنے باپ کو سنانا چاہ رہی تھی کہ اسے اس وقت آئس کریم کی شدید کریونگ ہو رہی ہے۔

"پپ تروشب!!" (چپ کرو سب!)۔۔۔ یسریٰ کا جواب سنتے ہی ازمیر شاہ صوفے سے نیچے اتر کے سینٹرل ٹیبل پہ پڑا چمچ اٹھا کے ٹیبل پہ بجاتا سب کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگا۔۔

"ہیں جو ارادے بتادوں تم کو شرما ہی جاؤ گی تم
دھڑکنیں جو سنادوں تم کو گھبرا ہی جاؤ گی تم
ہم کو آتا نہیں ہے چھپانا ہونا ہے تجھ میں فنا
چاند سفارش جو کرتا ہماری دیتا ہوں تم کو بتا
شرم وحیا کے پردے گرا۔۔۔"

رایان خان اور ارزم شاہ جو دونوں ایک ساتھ مل کے "چاند سفارش" گانا گنگناتے ماحول مزید زعفران بنا رہے تھے ازمیر شاہ کی آواز پہ تضاد اسکے ہاتھ میں پکڑے چمچ کی وجہ سے پیدا ہوتی ٹھک ٹھک پہ بے ساختہ خاموش ہو کے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگے۔

"شب پپ تر جائے! شیٹ آرٹ تے شرمے دڈاوری اے!" (سب چپ کر جائیں! سویٹ ہارٹ کے سر میں درد ہو رہی ہے")۔۔۔۔ سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ازمیر شاہ نے ہاتھ اٹھاتے گویا ان سب کو آرڈ دیا تھا، رایان خان نے منہ کھولتے اس ٹڈے کی طرف دیکھا جو اسے درام خان کی کاپی لگتا تھا یا اس سے بھی آگے کی چیز۔۔۔

کیا ہوا ہے ڈول کو؟۔۔۔۔ زوریز شاہ نے فکر مندی سے استفسار کرتے یسریٰ پہ نگاہیں دوڑائی تھیں۔

شرمے دڈاے! (سر پہ درد ہے!)۔۔۔جواب پھر سے ازمیر نے دیا تھا، احان شاہ تاصف سے سر ہلاتا کاظم شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جس کا اکلوتا وارث کبھی جو اسکی بیٹی کی جان چھوڑ دے۔۔

پپ تروشب!(چپ کرو سب)۔۔۔حسان خان جو کب سے کالین پہ بیٹھ کے زیان شاہ کے ساتھ کھیل رہا تھا اچانک سے زمین پہ ہاتھ مار کے ازمیر کی نقل کرتا سب کو ایک دم سے کھکھلانے پہ مجبور کر گیا۔۔

تم بی پپ ترو(تم بھی چپ کرو!)۔۔۔ساتھ بیٹھے زیان شاہ نے معصومیت سے اسکے سرخ و سفید گال پہ چانٹا مارتے حسان شاہ کو بھی خاموش کروایا تھا جو ازمیر شاہ کے آرڈر کی خلاف ورزی کر رہا تھا، حسان شاہ نے اپنے سرخ ہونٹ مڑوڑتے زور زور سے رونا شروع کیا تھا، زوریز شاہ نے تیزی سے رایان خان کا سر اپنی گود سے ہٹاتے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا تھا جو کب پیار سے کھیلتے تھے اور کب ایک دوسرے سے لڑتے تھے پتا ہی نہیں چلتا تھا، بیٹے کو روتے دیکھ کے حاذق خان جلدی سے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے سینے میں بھینچا تھا۔۔

میزر زان نے ماا(میجر زیان نے مارا)۔۔۔۔۔حسان خان نے اپنے گال پہ ہاتھ رکھ کے اسے معصومیت سے روتے ہوئے پکارتے زیان خان کی شکایت لگاتے آنکھوں میں غصہ لئے اسکی طرف اشارہ کیا تھا جو اب تالیاں بجاتے ہوئے کھکھلا رہا تھا جیسے بہت بڑا کام انجام دیا ہو۔۔حاذق خان جواباً کیا کہہ سکتا تھا؟ بیٹے کے شکوے پہ وہ اسکا سرخ پھولا گال زور سے چومتا اسے پیار سے پچکار کے خاموش کروانے لگا جبکہ حسان کے منہ سے "میزر (میجر)" سنتے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔

زیان ایسے نہیں کرتے میری جان! بابا کا پنچ یاد ہے نا؟۔۔۔زوریز شاہ نے سنجیدگی سے زیان کو سمجھاتے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کے صوفے پہ بٹھایا تھا جو باپ کی دھمکی پہ ناک سکوڑ کے رایان خان کے سینے پہ چڑھ گیا، رایان خان نے ہنستے ہوئے اسے شدت سے چومتے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔

ڈول تو تیا وا اے بابا ذان؟(ڈول کو کیا ہوا ہے بابا جان؟)۔۔یاور اپنے باپ کے پاس آتا سنجیدگی سے یسریٰ کی طبیعت کے متعلق پوچھنے لگا کیونکہ ازمیر شاہ کے شوشہ چھوڑنے کے بعد سے وہ بہن کو لے کے پریشان ہوا تھا۔

آئس کریم کھانی ہے اسی لئے سر میں درد ہو رہی ہے!۔۔۔احان شاہ نے ہولے سے مسکرا کے یاور کو اسکی بہن کی سکیم بتائی تھی۔یہ جھوٹ نہیں تھا کہ یسریٰ کے سر میں درد نہیں ہو رہی تھی،اسے واقعی ہی درد ہو رہی تھی لیکن اسکے ہر درد کا علاج یسریٰ کے مطابق صرف آئس کریم تھی اسی لئے احان شاہ نے اسے چھیڑنا مناسب سمجھا۔۔

بابا!! مذے دڈاوری اے!(بابا! مجھے درد ہو رہی ہے!)۔۔۔باپ کی غلط بیانی پہ یسریٰ چڑتے ہوئے معصومیت سے بولی جس پہ وہ اپنا کان پکڑ کے سوری کرتا اسکا سر دبانے لگا،یاور بھی اب انہی کے پاس بیٹھ چکا تھا۔ان سب کو پھر سے آپس میں مصروف ہوتے دیکھ کے ازمیر شاہ نے دوبارہ سے ٹیبل پہ چمچ بجاتے انہیں خاموش کروایا تھا۔کاظم شاہ صوفے کے بازو پہ کہنی ٹکا کے اپنے ہونٹوں پہ انگلیاں جماتا اپنے بیٹے کی طرف دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔۔

تاتو! اٹے شیٹ آرٹ تلئے آئش تریم لنے تلیں،اش تے شرمے دڈاوری اے!!(چاچو! اٹھیں سویٹ ہارٹ کیلئے آئس کریم لینے چلیں،اس کے سر میں درد ہو رہی ہے!)۔۔۔سب کے خاموش ہونے کے بعد ازمیر شاہ پیر پٹک کے ارزم شاہ کی طرف بڑھتا بے حد سنجیدگی اور فکر مندی سے اسے مخاطب کر رہا تھا،سب نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔باہر تیز طوفانی بارش ہو رہی تھی اور اس ٹڈے کو اپنی شیٹ آرٹ کے لئے آئس کریم لینے جانا تھا۔۔

تاتکلیٹ فلیبر لے تے آنامیر ر(چاکلیٹ فلیور لے کے آنامیر)۔۔۔یسریٰ شاہ اپنے باپ کے سینے سے سر ٹکا کے نازو انداز سے ازمیر شاہ کو حکم دے رہی تھی،آج بھالو بولنے کی بجائے میر بولا تھا کیونکہ وہ اسکے لئے آئس کریم لانے کی جدوجہد بھی تو کر رہا تھا؟ایسے میں بھالو بول کے آئس کریم سے ہاتھ کیوں دھوتی ہماری یسریٰ ڈول؟؟یسریٰ کی معصومیت بھری آواز پہ اب کی بار کاظم شاہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے احان شاہ کو دیکھا تھا،جیسا کہہ رہا ہو تمہاری بیٹی بھی کم نہیں ہے،ہمیشہ قصور میرے بیٹے کا نہیں ہوتا۔۔احان شاہ اپنی مسکراہٹ روکنے کی غرض سے نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔

اوتے شیٹ آرٹ(اوکے سویٹ ہارٹ!)۔۔۔یسریٰ شاہ کے حکم پہ ازمیر شاہ نے کسی غلام کیطرح سر کو خم دیتے اسکی جی حضوری کی تھی،چہرہ خوشی سے کھلا تھا کہ اس نے اسے "بھالو" بولنے کی بجائے "میر" بولا ہے،اس دفعہ کوئی بھی اپنا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔

مبارک ہو شاہ خاندان کا پہلا وارث زن مریدی کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھ چکا ہے!!۔۔۔۔ رایان خان نے قہقہہ لگاتے ہوئے ازمیر کے متعلق اپنی رائے پیش کی تھی جو ضد کرتے ہوئے ارزم شاہ کو اسکی جگہ سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

مجھے تو ڈر ہے میری سہاگ رات سے پہلے ہی آخری سیڑھی تک نہ پہنچ جائے یہ سالا!!۔۔۔۔ ارزم شاہ دانت پیس کے بولتا صوفے سے کھڑے ہوتے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا، لاؤنج میں ہر کوئی ہنس رہا تھا۔ حازق خان نے اسے گھوری سے نوازا تھا جو ہر بات میں گولڈن نائٹ کا ذکر چھیڑ دیتا تھا۔۔

بابا زان! تا تو نے شالا بولا اے (بابا جان! چاچو نے سالا بولا ہے!)۔۔ ازمیر شاہ اسکا جواب سنتے ہی ناک چڑھا کے اپنا رخ باپ کی طرف موڑتا اسے ارزم شاہ کی شکایت لگانے لگا جس پہ وہ منہ کھول کے اسکی طرف دیکھنے لگا جبکہ کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے اپنے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔ یاور اس وقت سنجیدگی سے اپنی بہن کا سر دبا رہا تھا۔

باہر بارش ہو رہی ہے میر! ہم ڈول کے لئے کل آئس کریم لے آئیں گے!!۔۔۔۔۔ کاظم شاہ نے نرمی سے اسکی بات کا رخ موڑا تھا۔۔

نئی بابا ذان! شیٹ آرٹ تے شرمے تو آز دڈاوری اے نا! (نہیں بابا جان! سویٹ ہارٹ کے سر میں تو آج درد ہو رہی ہے نا!)۔۔۔ ازمیر شاہ نے اپنے سر پہ ہاتھ مارتے کاظم شاہ کو لاجک پیش کیا تھا کہ یسریٰ کے سر میں تو آج درد ہو رہی ہے تو پھر وہ آج کی بجائے کل آئس کریم کیوں لائے گا؟ اسکی بھلا سے بارش پورا سال ہوتی رہے اسے کیا فرق پڑنا تھا؟

باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے! میں دوپہر میں ڈول کے لئے آئس کریم لے کے آیا تھا! فریج میں رکھی ہے وہی لے آؤ!۔۔۔ ارزم شاہ کو ٹیبل سے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے دیکھ کے زوریز شاہ نے ارزم شاہ کو ٹوکا تھا جو سر کو خم دیتا کچن کی طرف بڑھ گیا تا کہ اپنے انوکھے بھتیجے کی شیٹ آرٹ کے لئے آئس کریم لا سکے۔۔

پھینک یو تا تو (تھینک یو چاچو!)۔۔۔۔۔ یسریٰ شاہ نے خوبصورتی سے مسکراتے ہوئے زوریز شاہ کا شکریہ ادا کیا تھا، ابھی وہ کچھ بولتا جب تمام برادرز، حازق خان اور شہسوار شاہ کے فون پہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی میسجز کی بیپ سنائی دی تھی۔ سب نے نوٹیفکیشنز چیک کرتے فوراً سے فوٹوز اوپن کی تھیں، اپنی بیویوں کو اس سیاہ ساڑھی میں دیکھتے ان سب کے دل کے جذبات میں طغیانی مچی تھی۔۔ ان تصاویر کو دیکھتے سب نے احتیاط برتی تھی ان کے علاوہ کسی کی نگاہ

بھی ان کی بیوی کی تصویر پہ نہ پڑے۔۔دل کانوں میں دھڑک رہا تھا، انہیں فون میں اس قدر محو ہوتے دیکھ کے زیان شاہ کو چومتار ایان خان آئیبرو اچکا کے غور سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔۔

"ہمیں بھی تو دیکھنے کا موقع ملنا چاہئیے کہ نہیں؟"۔۔۔رایان خان نہیں جانتا تھا وہ سب اس وقت اپنی بیویوں کو دیکھنے میں مصروف ہیں ورنہ وہ یہ سوال کبھی نہ کرتا، انہیں فون میں اس طرح محو دیکھ کے اس نے ناک سکوڑتے ہوئے اپنی کا جملہ دہراتے Daya Jethalal کی (tmkoc اچھی خاصی بھاری مردانہ آواز کو زنانہ بنانے کی کوشش کرتے(زوریز شاہ کا فون پکڑنا چاہا تھا۔

"ارے ادھر کیا مداری کا کھیل ہو رہا ہے جو ہمیں بھی تو دیکھنے کا موقع ملنا چاہئیے؟نان سینس!!"۔۔۔۔زوریز شاہ نے اور Daya کا جملہ دہرایا تھا۔۔ان دونوں کو Jethalal جواباً اسکا ہاتھ دور کر کے اسکے سینے پہ مکا جھڑتے بنتے دیکھ کے سب کے قہقہے بے ساختہ تھے، یہاں تک کہ بچے بھی ہنس دیئے کیونکہ بچے آج کل یہی اولڈ Jethalal شو کی ایپسوڈز دیکھ کے ہنستے رہتے تھے چاہے کچھ سمجھ نہ بھی آ رہا ہو۔ tmkoc

اسکے نان سینس بولنے پہ رایان خان نے اسکے کندھے پہ اپنی پوری قوت سے مکا جڑا تھا جو اپنی مسکراہٹ دبا کے فون جیب میں ڈال چکا تھا۔اب اسے کیا بتاتا کہ فون پہ تیری بھابھی کو تار رہا تھا؟باپ کو پنچ پڑتے دیکھ کے زیان زوریز شاہ کی خوشی دیکھنے لائق تھی، وہ تالیاں مار کے کھکھلاتا ہوا رایان خان کو داد پیش کرنے لگا۔۔

ہاہاہا۔۔۔میسج سین پہ چھوڑ دو! ضرور ملنے کی فرمائش کر رہے ہوں گے تم سب کے شوہر؟۔۔۔ان سب کو میسجز پڑھ کے شرماتے دیکھ کے میرال شاہ نے ہنستے ہوئے آئیبرو اٹھایا تھا جس پہ سب سٹپٹا کے اسکی طرف دیکھنے لگیں جیسے چوری پکڑی گئی ہو، وہ سب حیران ہوئی تھی اسے کیسے معلوم کہ ان کے شوہروں نے میسج میں کیا لکھا ہے؟؟

آ۔آپ۔۔کو۔۔کیسے۔۔معلوم؟۔۔۔۔ایزل شاہ بھوکھلا کے پوچھنے لگی جس پہ میرال شاہ نے ہنستے ہوئے انہیں اپنی حرکت بتاتے آنکھ ونک کی تھی، وہ سب سرخ پڑتی ہونٹ کاٹ ہے رہ گئی۔۔

کیا بات ہے؟تم تو پوری ماڈل نکلی! جس دن میرے سامنے اتنی ماڈلنگ کرو گی واللہ تمہارے پور پور کو اپنے دانتوں لگنے کا حق نہیں ہے s_e_x_y سے سرخ کر کے تمہارا کچومر بنا دوں گا!میرے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے اتنی

تمہیں!۔۔۔۔اصل موئے موئے تو ائرہ شاہ کا ہوا تھا جس نے اتنی دیدہ دلیری سے پوز دیئے تھے لیکن اب شہسوار شاہ کا میسج پڑتی وہ گردن تک سرخ پڑتے ہوئے میرال شاہ کو برا بھلا بول رہی تھی، وہ میرال سے چھوٹی تھی لیکن اس کے ہاں آپی کہنے کا کوئی رواج نہیں تھا، میرال اور آئرہ شاہ کی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔ میرال شاہ اس سے اسکا فون چھینتی شہسوار شاہ کا میسج پڑتے ہوئے سب لڑکیوں کو سناتی آئرہ کو مزید لال کر رہی تھی۔۔

صرف میں ہی کیوں؟ سب اپنا فون چیک کرواؤں کمینیوں!!۔۔۔۔ان سب کے ہنسنے پہ آئرہ شاہ پیر پٹکتی ہوئی اب سب پہ حملہ کرتی ان سے ان کے فون چھین رہی تھی۔۔ وہ ایک ساتھ ایزل، ذائشہ، مرحا، گل اور میرال کا فون چھین چکی تھی، سب کے رنگ اڑے تھے سوائے میرال شاہ کے جو سکون سے ہنستی ہوئی سینٹرل ٹیبل پہ اپنی ٹانگیں کراس کر کے رکھتی ان سب کے روہانسے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ وہ سب جب سے سیاہ ساڑھی میں تیار ہوئی تھیں ان کے شوہروں نے انہیں براہ راست ابھی تک نہیں دیکھا تھا سوائے میرال کی بھیجی گئی تصاویر کے۔۔

جی تو پہلے آجائیں اگر ہم مرحا میڈیم کی طرف تو ان کے شوہر فرما رہے ہیں!! "کیوں ہمیشہ اتنی خوبصورت بن کے میرے صبر کا امتحان لیتی ہو بے بی؟ جانتی ہو نا اگر میں امتحان لینے پہ آیا تو سسک کے رہ جاؤ گی تم! لیکن میں رحم نہیں کروں گا! شعر عرض کیا ہے:

"میری روز کی گستاخیوں سے تنگ آکر وہ پوچھنے لگی کیا چاہیئے تجھے اے غلام
ہم نے بھی شرافت کو سائیڈ رکھا اور ادب سے کہا تین چار گھونٹ آپ کے لبوں کا جام"

(از قلم۔۔ علیشے خان)

زوریز شاہ کا شاعرانہ اور بے باک میسج اونچی آواز میں سناتے آئرہ شاہ شرارتیں نگاہوں سے مرحا کو دیکھنے لگی جو نچلا لب کاٹتی اسے آنکھیں دیکھا رہی تھیں، یہاں وہ صرف فیملی فرینڈز موجود تھیں اسی کئے اچھے سے شغل میلا لگایا جا رہا تھا۔۔ سب دوستوں نے زوریز شاہ کے شعر پہ واہ واہ کہتے مرحا شاہ کو چھیڑتے اسے سرخ کیا تھا۔

دیدہ ان کا میسج مت پڑھیئے گا! غلطی سے بھیج دیا ہو گا!۔۔۔۔مرحا جیسی بولڈ لڑکی کو سرخ پڑتے دیکھ کے گلائی نے آئرہ شاہ سے التجاء کی تھی جس پہ سب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

سب نے غلطی سے ہی بھیجے ہیں جانان!!۔۔۔میر ال شاہ اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے قہقہ لگا کے بولی جس پہ گلالئ نروٹھے پن سے انہیں دیکھنے لگی۔۔

اچھا تو احان لالا بول رہے ہیں! "میں نے سوچا تھا اس شادی پہ تمہاری تھکاوٹ کا لحاظ کر کے تمہیں بخش دوں گا! تنگ نہیں کروں گا! لیکن اب میں نے خود سے عہد کر لیا ہے تم جب جب اتنی خوبصورت بن کے میرے سامنے آؤ گی میں تب تب تمہاری تھکاوٹ کا لحاظ کئے بغیر تمہارے وجود کی گہرائیوں میں گھل کے تمہیں خود میں شامل کر لوں گا!!"۔۔۔احان شاہ کا میسج پڑھتی آئرہ شاہ خود بھی سرخ پڑتی کانوں کو ہاتھ لگا کے پیٹ پکڑ کے ہنسنے لگی، سب کے قہقہے چھوٹے رہے تھے جبکہ گلالئ کو چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

ویسے آپس کی بات ہے! ابھی مزید بچوں کا پلین ہے؟ میں نے تو سنا تھا "بچے دو ہی اچھے؟" لیکن احان کے عنوان کچھ اور ہی نظر آرہے ہیں!!۔۔۔گلالئ کو شرما کے ذائشہ میں چھپتے دیکھ کے میر ال شاہ نے اسے بے باکی سے مزید چھیڑا تھا۔۔

بھابھیییی!!!۔۔۔گلالئ روہانسی ہوتی اپنے سرخ چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ گئی جس پہ سب کی پھر سے ہنسی چھوٹی تھی۔۔

ہاہاہا اب آتی ہے اووزی کے شاہ جی کی باری!!۔۔۔آئرہ شاہ کے اعلانیہ انداز پہ ایزل شاہ نے اٹھ کے اس سے اپنا فون لینا چاہا تھا لیکن آئرہ شاہ ان سب کی پہنچ سے دور جا چکی تھی۔

"قربان! باخدا قربان! تم یہ تصاویر مجھے اپنے نمبر سے بھی بھیج سکتی تھی سویٹ ہارٹ ضروری نہیں ہے ہمیشہ میر ال کا سہارا لیا جائے!"

"ازمیر آج کب سے سب کے سامنے بہن کی ضد کرتا مجھے شرمندہ کروا رہا ہے! میر ا ابھی ایک سال تک کوئی ارادہ تو نہیں تھا لیکن تمہارا یہ روپ میر ا ارادہ ترک کر چکا ہے! اب تمہیں میری شدتوں کے قہر سے کوئی نہیں بچا سکتا اووزی ڈارلنگ!"۔۔۔۔۔کاظم شاہ کا میسج سب کے سامنے ائرہ کی آواز میں سنتے ایزل شاہ کا دل کیا وہ اس زمین میں ہی کہیں غائب ہو جائے۔۔اس قدر بے باک میسج پہ سب کی زو معنی نگاہیں اسے شرم سے پاگل کر چکی تھیں۔۔

ہاہاہا۔۔مانو یا نہ مانو کاظم اور احان نے ایک ساتھ خفیہ بے بی پلاننگ کر رکھی ہے! دونوں کا ایک ساتھ موڈ بنتا ہے!!۔۔۔۔۔میرال شاہ نے پھر سے ٹکرا لگاتے ماحول مزید زعفران بنایا تھا، سب ہنس ہنس کے ایک دوسرے پہ لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں سوائے ذائشہ خان اور ایزل شاہ کے کیونکہ اب ایزل کے بعد زی بے بی کی باری تھی۔۔ جی تو ناظرین! اب دیکھتے ہیں چھوٹے شاہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں اور مزے کی بات مجھے ان کا میسج پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے انہوں نے میری مشکل حل کرتے اسپیشل وائس میسج بھیجا ہے!!۔۔۔ آئرہ شاہ اب ذائشہ کا فون اپنے سامنے کرتی رپورٹنگ کرنے والے انداز میں گویا ہوئی تھی۔ ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

"آنکھوں میں تیری عجب سی عجب سی ادائیں ہیں(2)

دل کو بنا دیں جو پتنگ، سانسیں یہ تیری وہ ہوائیں ہیں!"

مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم چاہ رہی ہو مجھے تمہارے اس قیامت ڈھاتے روپ کو دیکھ کے اپنی ویڈنگ نائٹ کی بجائے آج ہی تمہاری گہرائیوں میں اتر کے رخصتی کر لینی چاہئیے؟ اگر تو تم واقعی ہی ایسا سوچ رہی ہو تو مجھے تم پہ فخر ہے جانِ تمنا! ارزم شاہ کی بیوی ہوتے ہوئے تمہیں ایسا ہی سوچنا چاہئیے! آئی لائک یور سپیرٹ!! واللہ اس دسمبر کی سردی میں تمہارے پسینے نہ نکلوائے تو کہنا سید ارزم شاہ تم اپنے باپ کے نہیں!!"۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے وائس میسج کے سٹارٹ میں ہولے سے گانا گنگناتے سب سے پہلے اسکی ہیزل رنگ آنکھوں کی تعریف کرنا خود پہ فرض سمجھا تھا جن سے اسے پہلی نظر میں عشق ہوا تھا، اس کی سریلی آواز سب نے کافی انجوائے کی تھی، وہ اس قدر شدت پسندی اور بے باکی سے باقی کے تمام الفاظ بول رہا تھا کہ اس کے میسج سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا وہ ذائشہ خان کو پانے کے لئے کس قدر تڑپ رہا تھا، ارزم شاہ کی گھمبیر آواز میں یہ میسج سنتے ذائشہ خان کا چہرہ تندور کی مانند دہک رہا تھا، ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، باقی سب ہوٹنگ کرتی اسے تنگ کر رہی تھیں۔ یہ وائس میسج ارزم شاہ نے کچن میں کیا تھا جب وہ "بھالو کی شیٹ آرٹ" کے لئے آئس کریم نکال رہا تھا۔

ہاہاہا۔۔اس پہ مجھے ایک گانا یاد آ رہا ہے! ذی بے بی اپنی سہاگ رات کے بعد ہمیں کچھ ایسے بول گنگناتی ہوئی نظر آئے گی:

"ترس نہیں آیا تجھ کو

ترس نہیں آیا،

سمجھ نہیں آیا مجھ کو

ترس نہیں آیا تجھ کو"

میر ال شاہ نے اس دفعہ باقاعدہ ایک سانگ کو ٹوسٹ کر کے زو معنی انداز میں اپنی سریلی آواز میں گنگناتے ذائشہ خان کی چودہ طبق روشن کئے تھے، لاؤنج میں قہقہوں کا شور اٹھا تھا۔

اہم اہم! جی تو اب آتے ہیں ہم حاذق لالا کی طرف!۔۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ اعلانیہ انداز میں بولتی اب میر ال شاہ کا ریکشن نوٹ کر رہی تھی جو خود اسکے بولنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس نے اپنے میجر کے میسجز ابھی تک خود نہیں پڑے تھے۔۔

"زما خکولے جانانہ (میری پیاری جانان) جانتی ہو تمہیں اس سیاہ ساڑھی میں دیکھ کے میں مجھے ہماری پہاڑوں میں گزاری گئی وہ حسین رات یاد آرہی ہے جو تم نے سرخ ساڑھی میں میری پناہوں میں گزاری تھی جس کے رزلٹ میں ہمیں "حسان خان" کی آمد کی نوید سنائی گئی تھی! ! اگر تم نہیں چاہتی میں تم پہ قہر بن کے ٹوٹ پڑوں اور میری بے احتیاطی کے رزلٹ میں حسان کے دو سال کے ہونے سے پہلے ہی تمہیں اگلے نو ماہ میں مزید ایک بچہ سنبھالنا پڑے تو تمہاری خیر اسی میں ہے اس سیاہ ساڑھی میں میرے قریب بھی مت پھٹکنا ورنہ جہاں تمہیں اسے ذیب تن کرنے میں گھنٹہ لگا ہے مجھے اتارتے ہوئے دو سیکنڈ بھی نہیں لگنے میرو جان!"۔۔۔۔۔۔۔ حاذق خان کا میسج سنتے ہوئے جہاں میر ال شاہ منہ کھولتی اپنی جگہ پہ سیدھی ہو کے بیٹھی تھی وہی پہ باقی سب ہنس ہنس کے پاگل ہوتی ایک دوسرے کے اوپر گر رہی تھیں، میر ال شاہ کے گال تپ کے انگارہ ہوئے تھے، ایسا نہیں تھا کہ حاذق خان نے کبھی میر ال کو بے باک میسج نہیں کئے تھے بلکہ میر ال تو اسکے ارادے جان کے لال ہو رہی تھی، اس سے اسکا ایک بیٹا نہیں سنبھالا جا رہا تھا اور وہ نقلی میجر کیا کیا پلاننگ کر کے بیٹھا تھا۔۔

ہاں تو یاروں اب بولو:

"ترس نہیں آیا تجھ کو

سمجھ نہیں آیا مجھ کو"

میر ال شاہ کو حیران اور بیک وقت لال ہوتے دیکھ کے ائرہ شاہ ہنستے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھا کے تھوڑا سا ڈانس کا سٹیپ لیتی بلند آواز میں گنگنانے لگی جس پہ اب کی دفعہ سب لڑکیوں نے مل کے اسکے ساتھ یہ بول "ترس نہیں آیا تجھ کو" گنگنا کے میر ال کو ڈیڈیکیٹ کئے تھے جس نے انہیں چھیڑنے کے لئے یہ ساری گیم شروع کی تھی۔ میر ال شاہ ناک سکوڑ کے آئرہ کو آنکھیں دیکھانے لگی جس نے اس سے پیروں پہ سب کا بدلہ ایک ساتھ لیا تھا۔

آج ارزم شاہ اور شہسوار شاہ کی گرینڈ مہندی تھی، سنگیت نائٹ کے بعد ایک مہندی اور ڈھولکی شہسوار شاہ کے شاہ پیلس میں ہو چکی تھی۔ اب ان کی شادی کے صرف تین میں فنکشن رہ چکے تھے۔ حویلی کے چھوٹے شاہ اور عالم شاہ کے اکلوتے بیٹے ایس ایس پی شہسوار شاہ کی شادی تھی، ان دونوں شادیوں کے بعد انہیں ایسے فنکشن سالوں بعد اپنی اگلی نسل کے نصیب ہونے تھے اسی لئے سب بھرپور انداز میں یہ ایونٹس انجوائے کر رہے تھے۔۔ حویلی مہمانوں سے بھری پڑی تھی۔ رات کے ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے، سب اپنے اپنے کمروں میں افراتفری کے عالم میں تیار ہو رہے تھے۔ لڑکوں کے دور سے آئے دوست خود تو حویلی کی بیک سائیڈ پہ جور کے تھے باقی سب کو بھی پوری رات اپنے ساتھ بٹھائے رکھتے تاکہ اس سردی کے موسم میں اگر وہ اپنی بیویوں سے دور ہیں تو یہ سب بھی ان کے ساتھ سزا کاٹیں۔۔

میجر! وقت دیکھو کیا ہو رہا ہے اور تمہیں ابھی تک فون سے فرصت نہیں مل رہی؟ سب مہمان آ چکے ہیں! اٹھ کے تیار ہو!!۔۔۔ حاذق خان جو اس وقت میر ال شاہ کے کمرے میں موجود بیڈ کراؤن کے ساتھ لگائے اپنے فون میں غرق تھا اسکے افسوس ناک لہجے میں موبائل سے نگاہیں ہٹا کے اسکی طرف دیکھنے لگا جو اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی حسان خان کو فیڈ کروا رہی تھی۔ اس نے ابھی صرف لائٹ سا میک اپ کیا تھا، وہ آج کے ایونٹ کا لباس پہننے کی والی تھی جب حاذق خان نے بھوک سے روتے ہوئے حسان خان کو اسکے کمرے میں لاتے اسکی بانہوں میں تھمایا تھا، اس نے کپڑے تبدیل کرنے سے پہلے حسان خان کا پیٹ بھرنا لازمی سمجھا تھا۔

تم وقت کی پروا کرنے کی بجائے میری پروا کرو میرو جان!! بہت دنوں سے مجھے تڑپا رہی ہو آج جب تک تمہارے وجود سے اپنی تڑپ ختم نہیں کروں گا کسی صورت تمہیں اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گا۔۔حازق خان اسکے قریب ہوتا گھمبیر آواز میں بولتے اسکے ہونٹوں کی طرف دیکھنے لگا جو نیو ڈلپ اسٹک سے سجائے گئے تھے۔

تمہاری یہ تڑپ ساری زندگی ختم نہیں ہو سکتی میجر!! ایک تو میری آدھی انرجی تمہارا یہ بیٹا لے لیتا ہے اور باقی کی تم اپنی تڑپ مٹانے کے چکروں میں ختم کر دیتے ہو لیکن پھر بھی تمہیں مجھ پہ کبھی رحم نہیں آسکتا!!۔۔۔۔میر ال شاہ دبے دبے غصے سے بولتی اسکا چہرہ خود سے دور کر رہی تھی کیونکہ وہ اسکی نگاہوں کا فوکس اپنے لبوں پہ محسوس کر چکی تھی۔۔

اگر تو تمہیں لگ رہا ہے میں تمہاری اس ایموشنل بلیک میلنگ میں آجاؤں گا تو یہ تمہاری بھول ہے خکولے جانانہ (پیاری جانان)! کیونکہ مجھے اس وقت شدت سے تمہاری طلب محسوس ہو رہی ہے!!۔۔حازق خان اسکی کمر پہ اپنا ہاتھ جماتا گھمبیر آواز میں بولتے اب حسان خان کی طرف دیکھ رہا تھا جو اپنی ضرورت پوری کرتے انہی دونوں کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا۔۔

میزر (میجر)۔۔۔۔حازق خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کے حسان خان نے کچھ دیر کے لئے میر ال شاہ سے الگ ہوتے اسے بے حد معصومیت سے اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں بلینک کرتے ہوئے پکارا تھا۔

تو سو کیوں نہیں جاتا میجر کے باپ!!۔۔۔۔حازق خان نے جواباً دانت پیستے ہوئے اسکی پکار کا جواب دیا تھا جو ان دونوں میں کباب میں ہڈی کا کام کر رہا تھا۔میر ال شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

میزر (میجر) آپ کی مورے کو تنگ کر رہا ہے حسان! اسے بولو تیار ہو جا کے!!۔۔۔۔میر ال شاہ نے اپنے ننھے سے بیٹے کو شوہر کی شکایت لگائی تھی جس پہ حازق خان نے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت بے حد سخت کرتے اسے وارننگ دی تھی اپنے بیٹے کا سہارا مت لے۔۔

میزر تارا و! (میجر تیار ہو)۔۔۔حسان خان اگلے ہی پل ماں کی بات پہ عمل کر کے باپ کو حکم دیتا پھر سے اپنی ضرورت پوری کرنے لگا۔میر ال شاہ کو ٹوٹ کے اپنے بیٹے پہ پیار آیا تھا جو اپنے باپ پہ روعب ایسے جھاڑ رہا تھا جیسے وہ میزر (میجر) کا باپ ہو۔

تم جتنا مرضی اپنے اس ٹڈے کا سہارا لے لو! میری ایک بات لکھ کے رکھ لو میں آج تمہیں تب تک اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گا جب تک تمہاری چیخیں میرے کانوں کو راحت نہیں پہنچائیں گی!!۔۔۔حازق خان اسکے کان میں بے باک سرگوشی کرتا اسکی کان کی لوں زور سے اپنے دانتوں تلے دبا گیا، میر ال شاہ نے اپنی سسکی ضبط کرتے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں، اسکی آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھتی وہ جلدی سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی، وہ واقعی ہی اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔

ہم لیٹ ہو جائیں گے! باہر سب مہمان آچکے ہیں!!۔۔۔میر ال شاہ نے دانت پیس کے بولتے اسے ہوش دلائی تھی۔

اٹس ٹو ٹلی اوکے! باہر مہمانوں کو ریسیو کرنے کے لئے میرے بہت سے سالے موجود ہیں! تم صرف میری فکر کرو!۔۔۔حازق خان اسکی کمر پہ انگلیاں پھیرتے اسے آنکھ ونک کرتے گویا ہوا تھا، آنکھ ونک کرنے کے بعد اس نے حسان خان کا ریکشن نوٹ کرنا چاہا تھا لیکن وہ پر سکون نیند سو چکا تھا ورنہ کیوٹ انداز میں اسے آئیز بلنک کر کے دیکھاتا۔ حازق خان نے اسے میر ال شاہ سے الگ کرتے احتیاط سے بیڈ کی دوسری طرف لٹاتے اسکی بائیں سائیڈ پہ تکیہ رکھا تھا، میر ال شاہ کو تیزی سے بیڈ سے اٹھتے دیکھ کے وہ اسے کہنی سے پکڑ کے تکیے پہ پٹکتا اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ میر ال شاہ اسے پھر سے وقت کی ہوش دلانے والی تھی جب وہ اپنی پوری قوت سے اسکے ہونٹوں پہ جھک گیا۔ میر ال شاہ نے پہلے کچھ دیر تو اسے آنکھیں دیکھائی تھیں لیکن پھر اسے اپنی نازک پنکھڑیوں پہ ظلم ڈھاتے دیکھ کے جلدی سے اسکی گردن کے گرد اپنی بانہوں کا حصار باندھتی اسکا ساتھ دینے لگی۔ حازق خان کافی دیر تک اسکے ہونٹوں کے ساتھ لپٹا اسکی زبان سک کرتا رہا تھا۔ جب تک میر ال شاہ کی سانسیں سینے میں نہیں اٹکی تھیں اس نے ان لبوں کو آزادی نہیں بخشی تھی۔ اسکی بکھری سانسوں کو محسوس کرتا وہ اسکے لب آزاد کرتا اسکی شفاف گردن پہ جھکتا اپنا لمس بکھیرنے لگا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ ہاتھ آئی تھی ورنہ اپنے بھائی کی شادی کے چکروں میں تو جیسے اسے بھلائے بیٹھی تھی۔۔ میر ال شاہ نے گہری گہری سانسیں بھرتے اپنی گردن پہ اسکے لبوں کی شدتیں برداشت کی تھی۔ وہ اسکی گردن پہ اپنی زبان پہ پھیرتا چہرہ اٹھا کے اسکے جبڑے کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتا اسکے ہونٹ وا کرتے ایک دفعہ پھر سے اسکی زبان اپنے ہونٹوں میں دبا کے سک کرنے لگا، میر ال شاہ نے اسکی بلیک ٹی شرٹ سینے سے اپنی مٹھیوں

میں جکڑتے اسکا ساتھ دیا تھا، کافی دیر تک اپنی منمانی کرنے کے بعد وہ اس سے زرا سا الگ ہو کے اپنی بلیک ٹی شرٹ اتار کے دور اچھالتا اسکے بکھرے سراپے پہ بے باکی سے نگاہیں جما گیا۔ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے حازق خان نے اسکی گردن پہ اپنا ہاتھ سہلاتے اسکے گالوں پہ اپنے دانت گاڑتے اسکے بھیگے ہونٹوں پہ اپنی مونچھیں رگڑی تھیں، میرال شاہ پہ ایک مدہوشی سی طاری ہوئی، بھوری آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھی، حسان خان کی انکی طرف سے کروٹ تھی وہ چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا سکون سے سو رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کی سرخی دیکھتے حازق خان مسکراتا ہوا اسکے نچلے ہونٹ کو زور سے دانتوں تلے دباتا پھر سے اسکے سراپے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بے قابو ہوتا اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا گھٹنوں کے بل ہوتے میرال شاہ کی روح میں شدت سے داخل ہو چکا تھا۔ میرال شاہ کی چیخ حازق خان نے اپنے ہاتھ سے روکتے کمرے کی لائٹس ریموٹ سے آف کی تھیں۔ میرال شاہ نے اسکے جنونی انداز پہ مچلتے ہوئے اسکی پشت میں زور سے اپنے ناخن گاڑے تھے۔۔ حازق خان اسکے لبوں سے ہاتھ ہٹا کے اسکی دھڑکنوں پہ اپنا لمس بکھیرتا اسکے پیٹ تک آتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے بیڈ سے اوپر کی طرف اٹھاتے مزید شدت سے اس پہ قابض ہوا تھا۔ میرال شاہ کی سسکیاں بے ساختہ تھیں، آج بھی وہ اسکی جنونی شدتوں کو برداشت کرتی نڈھال ہو جاتی تھی۔ حازق خان بھرپور انداز میں اسکے بدن کی گہرائیوں میں سفر کرتا اسکی دھڑکنوں کو بے رحمی سے اپنے ہاتھوں سے چھوتا اسکی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔ حسان خان کو کسمساتے دیکھ کے حازق خان احتیاط سے میرال شاہ کو اپنی بانہوں میں اٹھاتا صوفے کی طرف بڑھ گیا تاکہ اسکی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔۔ صوفے پہ آ کے میرال شاہ کو خود کے نیچے کرتا وہ اس پہ قابض ہوتے پھر سے اسکی روح میں سرایت کرتا اسے بلند آواز میں سسکنے پہ مجبور کر رہا تھا، میرال شاہ نے اسکے سینے پہ زور سے اپنے دانت گاڑتے اسکی پشت پہ اپنے ہاتھوں کا حصار بنایا تھا۔ اس وقت ان دونوں کی دھونکنی کی مانند سانسیں کمرے میں گونجتی ماحول پر فسوں بنا رہی تھیں۔۔ میرال شاہ نے اسکی شدتوں پہ لرزتے ہوئے اپنے سوکھتے ہونٹ اسکے عنابی ہونٹوں کے ساتھ جوڑتے اس سے سانسیں کھینچی تھیں۔۔ حازق خان اسکے بالوں میں اپنا ہاتھ پھنساتے اسکے لبوں میں اپنی تمام تر سانسیں انڈھیلنے کے بعد اسکی دھڑکنوں پہ جھک گیا۔ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹوں اور دانتوں کا لمس چھوڑتے وہ اسکی تھائیز پہ انگلیاں پھیرتا میرال شاہ میں مزید شدت سے سرایت کر رہا تھا۔

جان تمنا۔۔۔قسط140(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

شاہ صاحب! جلدی باہر چلیں! سب مہمان آپ کا پوچھ رہے ہیں! ۔۔۔دریاب شاہ کو ابھی تک آئینے کے سامنے کھڑے اپنے بال بناتے دیکھ کے زہرہ شاہ کمرے میں داخل ہوتی تاصف سے بولی تھیں۔باہر لاؤنج میں تمام قریبی رشتہ دار کتنی دفعہ دریاب شاہ کا پوچھ چکے تھے جبکہ باقی تمام مہمان باہر لان میں موجود تھے جنہیں حویلی کے باقی مرد ریسیو کر رہے تھے۔زہرہ شاہ کی آواز پہ انہوں نے ہیئر برش ٹیبل پہ رکھتے آئینے میں ان کا عکس دیکھا تھا جو منہ میں خفگی سے کچھ بڑبڑاتی انہی کی طرف چلتی آ رہی تھیں۔۔

تو انہیں بتا دیں نا کہ ہم لیٹ ہو جائیں گے!!۔۔۔دریاب شاہ ان کی طرف قدم بڑھاتے انہیں گہری نگاہوں سے دیکھتے مسکرا کے بولے تھے۔۔

لیٹ کیوں ہوں گے؟اب کون سی تیاری رہ گئی ہے آپ کی؟جیسے لاپرواہ آپ ویسا ہی آپ کا بیٹا! وہ بھی ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے! پہلے رخصتی کا شور مچایا ہوا تھا اور ابھی تیار ہونے کی بجائے رف ٹریک سوٹ میں بچوں کو اٹھا کے پوری حویلی کا چکر لگا رہا ہے!اسکی حالت دیکھ کے لوگ مجھے روک روک کے پوچھ رہے ہیں! "زہرہ تمہارے اسی چھوٹے سپوت کی ہی شادی ہے نا؟"۔۔۔۔زہرہ شاہ غصے اور خفگی کے ملے جلے تاثرات سے بولتی دریاب شاہ کو ڈپٹنے کے ساتھ انہیں ان کے بیٹے کی شکایت لگاتی اپنا لائٹ پرپل دوپٹا ٹھیک کر رہی تھیں۔زہرہ شاہ اس وقت پیروں تک آتی لائٹ پرپل ایمبرائیڈڈ قمیض اور سمپل سی کیپری پہنے سر پہ اچھے سے دوپٹا سجائے لائٹ سا میک اپ اور گولڈ کی خاندانی جیولری پہنے پیروں پہ چھوڑی سی بلاک ہیل پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں۔وہ بالکل ابھی ارزم شاہ کی کلاس لینے کے بعد اسے کمرے میں تیار ہونے کی غرض سے بھیجتی دریاب شاہ کی طرف آئی تھیں۔۔ان کے خفا چہرے کو دیکھتے دریاب شاہ انہیں بازو سے پکڑ کے اپنے قریب کر گئے،زہرہ شاہ نے اپنا دوپٹا چھوڑتے نظریں اٹھا کے ان کی طرف دیکھا تھا جو انہیں تپش زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔۔وہ ناک سکوڑتی ان سے فاصلے پہ ہونے لگی جب وہ جھک کے ان کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ ثبت کر گئے۔۔

لوگ آپ سے ایسے سوال اس لئے کر رہے ہیں کیونکہ انہیں آپ کی جوانی دیکھ کے آج بھی یقین نہیں آرہا کہ آپ کے نالائق بیٹے آپ سے لمبے اور شادی کے لائق ہو چکے ہیں!۔۔۔۔ دریاب شاہ شوخ لہجے میں بولتے انہیں خود کے قریب کر گئے، وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پہ بادامی اجرک لئے اپنی روعب دار شخصیت اور پر کشش نقوش کے ساتھ آج بھی کافی ہینڈسم اور سمارٹ لگتے تھے۔ صرف بال سفید ہوئے تھے ورنہ اپنے جسم اور ڈائٹ کو خیال وہ آج بھی رکھتے تھے۔ سفید بال بھی ان کی پرسنیلٹی پہ بخوبی جچتے تھے۔۔ دریاب شاہ کی تعریف پہ زہرہ شاہ کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔

اب کیسی جوانی؟ اب تو میں اپنے پوتوں کی دادی بن چکی ہوں!!۔۔۔ وہ جواباً شرمیلا سا مسکرا کے صرف اتنا ہی بولی پائی۔

چاہے ہمارے پوتوں کے بچے بھی آجائیں آپ مجھے ہمیشہ یونہی جوان اور خوبصورت لگیں گی جس طرح پہلے لگتی تھیں! خود کو میری نظروں سے دیکھیں گی تو آپ کو معلوم ہو گا آپ آج بھی میرے لئے کیا معنی رکھتی ہیں بیگم!!۔۔۔۔ وہ ان کی دونوں ہاتھوں کی پشت پہ اپنے لب رکھ کے پیار سے بولتے انہیں اپنے سینے سے لگ گئے۔۔ ان کا پیار ان کے لئے کبھی کم نہیں ہوا تھا۔

میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں شاہ صاحب! آپ نے مجھے عمر کے کسی حصے میں اکیلا نہیں چھوڑا! کبھی یہ احساس نہیں دلایا کہ میں عمر کے ساتھ بوڑھی ہو رہی ہوں! میرے چہرے پہ جھڑیاں آرہی ہیں یا اب میں پہلے جتنی خوبصورت نہیں رہی! مجھے جوانی میں لگتا تھا بڑھاپا نجانے کتنا مشکل ہو گا؟ شاید آپ اور آپ کے بیٹے ایک ٹیم بنا کے مجھ سے دوری اختیار کر لیں! لیکن نہیں آپ باقی سب روایتی مردوں سے الگ نکلے!۔۔۔ زہرہ مام نم آنکھوں سے ہنستے ہوئے ان کے سینے پہ سر ٹکائے ہوئے تھیں۔

ہاہاہا اور یہاں مجھے لگتا تھا جب آپ کے بیٹے مجھ سے طاقتور ہو جائیں گے تو آپ ہمارے بڑھاپے میں ان کے بلبوتے پہ مجھ سے جنگ کیا کریں گی! لیکن آپ نے میری سوچ کو غلط ثابت کیا! کبھی بیٹوں کو میرے سامنے کھڑا نہیں ہونے دیا!! وہ الگ بات ہے آپ کا چھوٹا بیٹا بیغیرت ہے اسے باپ کا بھی لحاظ نہیں رہتا!!۔۔۔ دریاب شاہ ہولے سے ہنس

کے بولتے ان کی گردن پہ جھکے تھے۔۔ان کے ہونٹوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتی زہرہ شاہ ان کی اجرک اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

کیا کر رہے ہیں! میں نے دروازہ لاک نہیں کیا! سب باہر سب انتظار کر رہے ہیں! کوئی ہمیں بلانے آ گیا تو کیا سوچے گا!۔۔۔دریاب شاہ کے لبوں کی بڑھتی گستاخیوں پہ زہرہ شاہ نے شرم سے لال ہوتے انہیں ہوش دلائی تھی۔وہ ہمیشہ کی طرح سنی ان سنی کئے ان کی گردن پہ جھکتے اپنے پیار کی مہریں ثبت کر رہے تھے لیکن کچھ اس طرح سے کہ وہ نظر نہ ائیں۔

یہی سوچے گا کہ انسان عمر کے کسی بھی حصے میں چلا جائے اسے اپنی بیوی پہ حق جتانا کبھی نہیں چھوڑنا چاہئیے!!۔۔۔دریاب شاہ اپنی منمانی کرتے ان کی گردن سے چہرہ اٹھا کے ان کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتے گھمبیر آواز میں بولے۔زہرہ شاہ نگاہیں جھکا گئی۔

تاریخ گواہ ہے! آپ عمر کے ہر حصے میں ٹھرکی ثابت ہوئے ہیں شاہ صاحب!۔۔زہرہ شاہ اپنی شرم وحیا کا اثر زائل کرتی انہیں تنگ کرنے کی غرض سے مسکراہٹ ضبط کر کے بولتی فاصلے پہ ہونے والی تھی جب وہ آئیبرو آچکا کے ان کی کمر پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتا انہیں خود کے مزید نزدیک کر گئے۔۔

اگر اتنا ہی ٹھرکی ثابت ہوتا تو ہمارے دو نہیں دس بیٹے ہوتے! لیکن اب چونکہ آپ مجھ پہ یہ الزام لگا ہی چکی ہیں تو ٹھرکی بننے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں! کیونکہ مجھے نہیں لگتا اپنے نکاح میں موجود عورت سے کسی بھی عمر میں ٹھرک یا رومانس کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے؟بیوی اپنی ہو تو دنیا کی پروا کئے بغیر عمر کے ہر حصے میں رومانس کرنا چاہئیے انسان خوش رہتا ہے۔۔۔دریاب شاہ مدھم آواز اور شریر انداز میں ان کی بات کا تفصیلی جواب دیتے ان کے لائٹ پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ جھک گئے۔زہرہ شاہ نے ان کی اجرک پہ اپنی گرفت مزید سخت کرتے انہیں آنکھیں دیکھائی تھیں جنہیں جوان بیٹے کی شادی پہ بھی سکون نہیں تھا۔

تاتازان (دادا جان) ۔۔۔۔۔وہ ابھی ان کے لبوں کو نرمی اور پیار سے چومتے انہیں پیار بھری نگاہوں سے دیکھ ہی رہے تھے جب ازمیر شاہ کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ازمیر جو بالکل ابھی ان کے کمرے میں داخل ہوتا

انہیں آواز لگا رہا تھا سامنے کا منظر دیکھتے جلدی سے اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھ گیا۔وہ تو صرف ھارون شاہ کے کہنے پہ انہیں بلانے آیا تھا لیکن ان کے کمرے میں آتے ہی اس ننھے سے بچے کو یہ کیا کیا دیکھنے کو مل رہ تھا؟ شیم شیم۔۔۔۔۔ازمیر شاہ اپنی دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھے بے حد کیوٹ انداز میں دادا کو شرم دلاتا انہیں بھوکھلانے پہ مجبور کر چکا تھا، دریاب شاہ جلدی سے زہرہ شاہ سے الگ ہوئے تھے۔

میر!!!۔۔۔۔ازمیر کو باہر بھاگتے دیکھ کے دریاب شاہ نے اپنا نچلا لب کاٹتے اسے جلدی سے پکارا تھا لیکن تب تک وہ بھاگ کے جا چکا تھا، زہرہ مام سٹل کھڑی کبھی دروازے کی طرف دیکھتی تو کبھی خفگی سے دریاب شاہ کو۔۔۔

بولا بھی تھا دروازہ لاک نہیں ہے! اب آپ کا یہ پوتا باہر جا کے اعلان کرے گا!!۔۔۔۔۔وہ خفگی سے غراتی ان کے سینے پہ مکا جڑ گئی۔۔

اسے ٹھیک سے نظر نہیں آیا ہو گا! آپ کی اسکی طرف سے پشت تھی!۔۔دریاب شاہ نے مسکراہٹ روکتے ہوئے انہیں ریلیکس کیا تھا لیکن وہ برا مناتی ان سے دور ہوتے ہوئے خفگی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔دریاب شاہ بدمزہ ہو کے گہری سانس بھرتے انہی کے ساتھ قدم ملانے لگیں، انہیں باہر جا کے جلدی سے اپنے پوتے کو تلاشنا تھا تاکہ وہ ہر طرف یہ بریکنگ نیوز نہ پھیلا دے۔۔

یہ کیا بلا ہے اب؟۔۔۔۔۔۔حازق خان کو اپنے بازو اور انگلی پہ کچھ باندھتے دیکھ کے ارزم شاہ ناسمجھی سے منہ کے زاویے بگاڑتا استفسار کرنے لگا۔۔

یہ دسمال ہے!۔۔۔حازق خان نے سادگی سے جواب دیتے اپنا کام جاری رکھا تھا۔۔

"دسمال" واٹ؟۔۔۔۔۔۔رایان خان کے علاوہ باقی سب حیرانگی سے پوچھنے لگے، وہ اس رسم کا نام شاید پہلی دفعہ سن رہے تھے۔۔

دسمال پٹھانوں کی ایک رسم ہے! کیا تم لوگ نہیں جانتے؟۔۔۔۔رایان خان نے آنکھوں کو چندھیا کر کے انہیں جواب دیتے حازق خان کے قریب ٹیبل پہ پڑی دوسری دسمال اٹھائی تھی۔۔باقی سب دلچسپی سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

نہیں!!۔۔۔سب کا سر نفی میں ہلا تھا۔

بس یہی ایک وجہ ہے کہ میں تھوڑی دیر کے لئے اپنی ٹیم چینج کر رہا ہوں!! پٹھانوں کے دوست ہوتے تم لوگوں کو اس رسم کا علم نہیں ہے؟ناک کٹوا کے رکھ دی ہے ماڑا!!۔۔۔رایان خان ڈرامائک انداز میں انہیں جواب دیتا اب دوسری دسمال شہسوار شاہ کے بازو پہ سیٹ کرتا آخری کونا انگلی کے ساتھ باندھ رہا تھا۔سب نے منہ کھول کے رایان خان کو ٹیم بدلتے دیکھا تھا جبکہ حازق خان اس چالاک انسان کو گھور کے رہ گیا جس نے اس کے حصے کے پیسے ہڑپنے کے لئے اس رسم میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔۔

تمہارا اس رسم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے! یہ رسم صرف میں کروں گا! اٹھ یہاں سے!۔۔۔اسے ایس ایس پی کے پاس بیٹھے دیکھ کے حازق خان چڑ کے بولا تھا۔

اچھا؟یہ رسم تو اب میں ہی تجھے کر کے دیکھاؤں گا! مجھے اٹھا کے دیکھا یہاں سے!!۔۔۔رایان خان ضدی انداز میں بھول کے اسے آنکھیں دیکھاتا ایس ایس پی شہسوار شاہ کی سب سے چھوٹی انگلی پکڑ چکا تھا۔ایس ایس پی شہسوار اور ارزم شاہ کبھی حازق خان کو دیکھتے تو کبھی رایان خان کو۔۔۔شہسوار شاہ اور ارزم شاہ نے ایک جیسی ڈریسنگ کر رکھی تھی۔۔وہ دونوں ڈارک گرین ڈیزائنرز شلوار قمیض پہ کڑھائی والی گرین ہی ویسکوٹ پہنے بالوں کو ٹھیک سے جیل سے سیٹ کئے تراشیدہ مونچھوں اور بیرڈ کے ساتھ شہزادے معلوم ہو رہے تھے۔دونوں کے چہروں پہ خوشی کے تاثرات واضح تھے جبکہ باقی سب لڑکوں نے ایپل گرین شلوار قمیض پہ آف وائٹ اجرک لے رکھی تھی۔وہ سب اپنی روعب دار شخصیت اور طلسماتی نقوش سے ہر کسی کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے تھے،لان کو بے حد خوبصورتی اور یونیک انداز کے ساتھ سجایا گیا تھا،یہ ساری سجاوٹ ارزم شاہ کے دوستوں کی بدولت تھی،حویلی میں ابھی تک اونچی آواز میں فائرنگ جاری تھی۔شاہ برادرز اس وقت سٹیج پہ موجود تھے،فائرنگ والے کام اس وقت ان سب کے دوست انجام دے رہے تھے۔۔پوری حویلی میں جشن کا سماں تھا۔۔ڈھولوں کی تھاپ ہر سو سنائی دے رہی تھی۔۔لڑکیوں نے اپنی رسومات اندر کرنے کا سوچا تھا کیونکہ ان کا لڑکوں کو آج بھی تڑپانے کا فل پلین تھا،وہ مہندی کی رسم الگ کرنے والی تھیں تاکہ ارزم شاہ اور شہسوار شاہ کو اپنی دلہنوں سے ملنے کا زرا بھی موقع نہ مل سکے،اس وقت سب لڑکیاں دوسری طرف عورتوں کے ساتھ موجود ایک سائیڈ پہ کھڑی لڑکوں کا یہ سارا شغل دیکھ رہی تھیں۔۔لان کے

درمیان میں ہمیشہ کی طرح پردہ سیٹ تھا لیکن جس طرف وہ سب کھڑی تھیں وہاں سے کسی بھی مرد کی نگاہ عورتوں کی طرف نہیں اٹھ سکتی تھی۔ لڑکوں اور لڑکیوں نے مہندی کے لئے اپنا ایک ہی تھیم سیٹ کیا تھا، تمام لڑکیاں ایپل گرین غرارے اور شارٹ سی سادہ کرتی میں ملبوس ہیوی دوپٹے خود پہ اوڑھے ہوئے تھیں جبکہ ذائشہ خان اور آئرہ شاہ ڈارک گرین ایمبرائیڈڈ لہنگے پہنے چہرے پہ بالکل ہلکا سا میک اپ کئے پھولوں کے زیورات سے سجی چاند کا ٹکڑا دیکھائی دے رہی تھی، ہر کوئی انہیں دیکھ کے ماشاءاللہ بول رہا تھا، آئرہ شاہ جب میرال لوگوں کے ساتھ کھڑی ہو کے لڑکوں کا شغل میلا انجوائے کرنے لگی تو مجبوراً ذائشہ کو بھی وہی پہ کھڑا ہونا پڑا، ورنہ اس بھاری جوڑے کو کیری کئے وہ تھوڑی ہی دیر میں تھک چکی تھی۔

دیدہ اتنی آگے نہیں جاتے! وہاں سے کسی کی بھی نگاہ ہماری طرف اٹھ سکتی ہے!۔۔۔انہیں آہستہ آہستہ کر کے تھوڑا آگے جا کے کھڑے ہوتے دیکھ کے گلالئی نے انہیں ہوش دلائی تھی، اسٹیج پہ اب رش ہو چکا تھا اس لئے لڑکیوں کو لڑکوں کی یہ رسم دیکھتے ہوئے مشکل درپیش ہو رہی تھی جس پہ وہ سب میرال اور آئرہ کو دیکھا دیکھی آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔

نہیں یار! وہ سب آپس میں مصروف ہیں! کسی کی بھی نگاہ یہاں پہ نہیں پڑے گی!۔۔۔میرال شاہ نے اسے ریلکس کرتے پھر سے نگاہیں سٹیج کی طرف گھمائی تھیں۔ تیز میوزک، فائرنگ اور ڈھولوں کی آواز کی وجہ سے انہیں اپنا سپیکر اونچا کر کے ایک دوسرے کو مخاطب کرنا پڑ رہا تھا۔

اچھا ہو گئی رسم؟ تصویر بھی بن گئی اب اتاریں یہ ڈسمل! میرے ڈریس کی ساری لک خراب کر رہی ہے!!۔۔۔ارزم شاہ اپنے بازو پہ بندھی دسمال دیکھ کے ناک چڑھا کے بولا تھا، اسے ابھی تک اس رسم کا مقصد سمجھ نہیں آیا تھا۔۔

ڈسمل نہیں جاہل اسے دسمال بولتے ہیں!۔۔۔حازق خان دانت کچکچا کے خفگی سے بولا۔

سالے تو تو میری انگلی چھوڑ! ! جڑ سے اکھیڑے گا!؟۔۔رایان خان کو ہنوز اپنی انگلی پکڑے دیکھ کے ایس ایس پی دبے دبے غصے سے بولا تھا کیونکہ رایان خان جان بوجھ کے بار بار اسکی انگلی پہ اپنے انگوٹھے کا زور بڑھائے جا رہا تھا۔۔

جانی میں انگلی آپ کو تب تک دوں گا آئی مین تب تک تیری انگلی پکڑ کے رکھوں گا جب تک تو بھاری رقم نکال کے میرے ہاتھ میں نہیں تھما دیتا!!۔۔۔۔رایان خان جو فلو میں بے باکی سے کچھ بولنے والا تھا زوریز شاہ کے کھانسنے پہ تضاد سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے جلدی سے اپنی بات کا مطلب تبدیل کر گیا۔

تو محبوب بن کے میرے قدموں میں بھی بیٹھ جائے نا میں تب بھی اپنی حلال کی کمائی سے تجھے ایک پھوٹی کوڑی نہ دوں .بیغیرت انسان!!۔۔۔رایان خان کے پیسوں کی ڈیمانڈ پہ شہسوار شاہ تلملا اٹھا، انہیں اب سمجھ آئی تھی یہ نام کی رسم صرف پیسے بٹورنے کے لئے تھی اور رایان خان نے ٹیم بھی اصل میں اسی وجہ سے تبدیل کی تھی۔

ہاں اسے دینے بنتے بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے لڑکے والوں کی طرف تھا! یہ رسم صرف لڑکی والے کر سکتے ہیں!!۔۔۔حازق خان نے اپنے حق کے لئے آواز اٹھاتے رایان خان کو یہاں سے اٹھانا چاہا تھا جو چوڑا ہو کے ایس ایس پی کے ساتھ بیٹھا اس کے حق پہ ڈھاکا ڈال رہا تھا۔۔

میری جان میں تو ہمیشہ سے تیرے ساتھ ہوں! دونوں ففٹی ففٹی کریں گے!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی مسکراہٹ دباتا جلدی سے حازق خان کے قریب آ کے بیٹھا مصنوعی معصومیت سے بولا، حازق خان نے آئیبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھتے اسکے کندھے پہ مکا جڑا تھا جو پرسوں سے رایان خان کے ساتھ مل کے اسے جیلس ک رہا تھا اور اب پیسوں کی باری آئی تھی تو حازق خان اسکی جان بن چکا تھا؟

ہاتھ مت لگا مجھے!۔۔۔زوریز شاہ کو اپنے کندھوں پہ ہاتھ پھیلاتے دیکھ کے حازق خان اسے آنکھیں دیکھا کے بولا، زوریز شاہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی، وہ جانتا تھا وہ اسے پرسوں سے کافی جیلس کر چکا ہے۔

منہ لگا لوں؟۔۔۔۔زوریز شاہ اپنی بادامی اجرک جھٹکتے اسی معصومیت سے زو معنی انداز میں بولتا حازق خان کے مزید قریب ہوا تو میجر خان کے سرخ ہوتے گال دیکھتے اسٹیج پہ موجود سب لڑکوں کا چھت پھاڑ قہقہہ ہوا کی زینت بنا تھا۔

شعر عرض کیا ہے!۔۔۔حازق خان کو تنگ کرنے کی غرض سے زوریز شاہ نے گلہ کھنکھارتے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

ارشاد!!۔۔ارشاد۔۔۔باقی سب نے اس کے شعر کا انتظار کیا تھا ان سب کے دوست بھی اپنی فائرنگ آتش بازی کے شوق پورے کرتے اسٹیج پہ آ چکے تھے، سب جانتے تھے وہ کوئی نہ کوئی بیغرتی ضرور کرے گا۔

"وہ مخملی لہجہ، تیکھی ناک، جادوئی نین، بھیگے لب، قاتل ادا،،
یہ سب باتیں ہیں بعد کی، میں تو ہوں اسکے سینے کے تل پہ فدا"

(از قلم۔۔علیشے خان)

زوریز شاہ نے بوجھل گھمبیر آواز میں شعر کہتے ہوئے جب اچانک سے حازق خان کے سینے پہ اپنی انگلی ٹھوکی تو سب کا جاندار قہقہ ایک دفعہ پھر سے محفل کی زینت بنا تھا۔۔

لالا آپ دونوں بند کمروں میں یہ سب کرتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ ڈرامائک انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔

ہاں شادی سے پہلے جب بھی ہماری پوسٹنگ ہوتی تھی! میں تو چل نکاح شدہ تھا لیکن اس بیچارے کی منگنی بھی نہیں ہوئی تھی! تنہائی سے تنگ آ کے کئی دفعہ مجھے خوش کرتا رہا ہے! اب بتاتے ہوئے شرما رہا ہے!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ کی بے حد بے باک اور زو معنی بات پہ حازق خان کا منہ کھلا تھا جبکہ باقی سب ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

استغفار!! حرام حرام!! بکواس بند کر کمینے، خ۔ب۔یس۔۔انسان! میرے سینے پہ کوئی تل نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کبھی تنہائی سے تنگ آ کے تجھ جیسے بے شرم انسان کا سہارا لیا ہے!!۔۔۔۔حازق خان سرخ چہرے سے غراتا زوریز شاہ کو پھر سے مکا جڑ اگیا۔

کوئی بات نہیں! سب یہاں اپنے ہیں! اتنا کیوں شرما رہا ہے؟۔۔۔زوریز شاہ نے اسے تنگ کرنا جاری رکھا تھا۔

چچ چچ!؟ تجھے شرم نہیں آئی تھی میرے بھائی کے ساتھ یہ رنگ رنگلیاں مناتے ہوئے؟۔۔۔احان شاہ نے ان کے مذاق میں حصہ ڈالتے افسوس سے حازق خان کی طرف دیکھا تھا۔

جھوٹ بول رہا ہے سالا! میں تو اس سے دس فٹ کے فاصلے پہ سوتا تھا!!۔۔حازق خان نے احان شاہ کا سنجیدہ چہرہ دیکھتے اسے اپنی صفائی دی تھی، اسے لگ رہا تھا وہ اور کاظم واقعی ہی زوریز شاہ کے بے شرم مذاق کو سیریس لے رہے ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں تھا۔

لالا اسکی قمیض اتروائیں!! اس کے سینے پہ تل نہ ہوا خدا کی قسم پورے میڈیا کے سامنے اپنے سر پہ سو جوتے کھاؤں گا!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی گردن کی ہڈی کے ہاتھ رکھ کے قسم کھاتا ہنسی دبا کے حازق خان کو دیکھنے لگا جو قہر برساتی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔انہیں کئی دفعہ گولیاں لگنے پہ اپنی بینڈ یج کروانے کے لئے شرٹس اتارنی پڑتی تھی اس کمینے نے شاید کبھی اسی وقت اسکے سینے کا تل نوٹ کیا ہو اور آج موقعے کا فائدہ اٹھاتے وہ اسی بات پہ اسے چھیڑ رہا تھا ورنہ حازق خان تو بلا فضول میں کسی کے سامنے شرٹ نہیں اتارتا تھا۔

ہاہاہا۔۔اب تو ہمیں بھی آپ کے سینے کا تل دیکھنا ہے ڈارلنگ!۔۔۔ارزم شاہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے حازق خان کا سرخ گال کھینچا تھا۔

نہیں ایسے نظارے یہ صرف مجھے کرواتا ہے!!۔۔۔زوریز شاہ سنجیدگی سے بولنے کی کوشش کرتا ناچاہ کے بھی ہنس پڑا۔

لعنت ہے تم سب کی اتنی پڑھائی پہ!!۔۔۔ہارون شاہ جو اسٹیج کے پاس کھڑے اپنے دوستوں سے مل رہے تھے ان کی مسلسل بے باک بکواس سن کے وہ اسٹیج پہ چڑھتے ان سب کو اکھٹی لعنت پیش کرنے لگے۔سب لڑکے جلدی سے الرٹ ہو کے بیٹھتے اپنی ہنسی روک گئے،اس دفعہ قہقہہ لگانے کی بھاری لڑکیوں کی تھی،انہیں ان کی باتوں کی آواز تو نہیں آرہی تھی لیکن ان کے ایکسپریشنز ان سب لڑکیوں کو مزہ دے رہے تھے۔

اتنے لال کیوں ہو رہے ہیں؟کسی آنٹی نے چھیڑ تو نہیں دیا آپ کو؟۔۔۔زوریز شاہ نے اپنے باپ کو بھی نہیں چھوڑا تھا ،ان کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھ کے وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگا،سب نے اپنی ہنسی حلق میں روکی تھی،وہ سب نچلا ہونٹ دبا کے اپنی ہنسی روکنے لگے۔

بتائیں مجھے کون ہے وہ آنٹی جس نے میری مرحوم والدہ کی حق تلفی کرتے آپ کو اتنے پروفیشنل انداز میں چھیڑا ہے کہ آپ بلش کر رہے ہیں؟۔۔۔۔ہارون شاہ کا غصے سے تنفس تیز دیکھ کے احان شاہ نے بھی انہیں چھیڑنے میں زوریز شاہ کا ساتھ دیا تھا۔وہ سنجیدگی سے بولا تھا،کاظم شاہ مزید اپنا قہقہہ روک نہ پایا،کاظم شاہ کے ہنسنے پہ سب نے اپنی رکی ہوئی ہنسی بحال کی تھی۔ہارون شاہ جو اپنے بیٹوں کو شدید غصے سے دیکھ رہے تھے کاظم شاہ کے ہنسنے پہ اسے افسوس سے دیکھنے لگے جو اگلے ہی پل سنجیدہ ہوتا اپنی گولڈن بیرڈ پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

گندی اولاد۔۔۔۔۔ھارون شاہ نے شدید غصے سے اپنا ازلی ڈائیلاگ بولے تھے۔۔

نہ مزہ نہ سواد!!۔۔۔انکل آپ کا یہ بیٹا "ونڈرفل بیغیرت" ہے! یہ سب اس نے شروع کیا ہے ورنہ ہم تو تمیز سے رسم کرنے والے تھے!!۔۔۔رایان خان نے ان کا جملہ مکمل کرتے اپنی انگلی سے زوریز شاہ کی طرف اشارہ کرتے سنجیدگی سے ھارون شاہ کو اسکی شکایت لگائی، اس کی غداری پہ زوریز شاہ نے اپنی ہری آنکھیں پھیلاتے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔

بابا شیم شیم! شیم شیم!!۔۔۔۔ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتی جب ایپل گرین شلوار قمیض میں ملبوس ازمیر شاہ اسٹیج پہ چڑھتا مسلسل یہی الفاظ دہرانے لگا، سب اپنی مستیاں چھوڑ کے اب اسکی طرف دیکھ رہے تھے، یسریٰ اور یاور اس وقت عورتوں والی سائیڈ اپنی مورے کے پاس تھے جبکہ زیان شاہ اور حسان خان سو رہے تھے۔ازمیر کو اسٹیج پہ دیکھ کے یاور جو یسری کو گلالئی کے پاس چھوڑنے آیا تھا پھر سے مردوں والی سائیڈ کی طرف بڑھ گیا، سب بچوں نے بھی ایپل گرین ڈریسنگ کر رکھی تھی۔۔ازمیر اور یاور جتنا لڑتے تھے اتنا ہی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتے تھے۔

بابا۔۔۔شیم شیم۔۔۔۔ازمیر جس کا اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھ کے سانس پھول چکا تھا کاظم شاہ کے پاس آتا پھولتی سانسوں کے درمیان بولا۔۔اسکے شیم شیم بولنے پہ کاظم شاہ کو بے ساختہ رات والا منظر یاد آیا تھا جب وہ ایزل کے قریب ہی ہوا تھا اور اس نے "شیم شیم" کی رٹ لگا دی تھی ابھی کہ کاظم شاہ نے کوئی جسارت بھی نہیں کی تھی، وہ بیٹے کی مداخلت پہ بدمزہ ہوتے پیچھے ہٹ گیا۔۔

شش!!۔۔۔کاظم شاہ نے اسکے ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے خاموش کروایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ ضرور کچھ الٹا سیدھا بولا گے۔۔

بابا زان، دادا زان (بابا جان، دادا جان) شیم شیم۔۔۔ازمیر اپنے ہونٹوں پہ موجود کاظم شاہ کی انگلی کا اثر لئے بنا اپنے جملے میں اس دفعہ دادا کا زکر کرتا سب کو شش و پنج میں مبتلا کر رہا تھا۔۔

دادا جان کہاں ہیں میر؟ میں نے تمہیں انہیں بلانے کے لئے بھیجا تھا۔۔۔ھارون شاہ اب بیٹوں سے دھیان ہٹا کے نواسے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ازمیر شاہ نے باپ سے نگاہیں ہٹا کے نانا کی طرف دیکھا تو پھر سے منہ میں ہاتھ رکھ کے "شیم شیم" بولنے لگا۔۔

جان بوجھ کے تنگ کر رہا ہے! آپ خود دیکھ لیں جا کے!!۔۔۔کاظم شاہ نے ان کا دھیان ازمیر سے ہٹانے کی غرض سے لاپرواہی سے بولتے ازمیر کو اٹھا کے اپنی گود میں بیٹھایا تھا۔ھارون شاہ سر کو خم دیتے وہاں سے جا چکے تھے۔۔

بابازان(باباجان)۔۔۔ازمیر شاہ نے باپ کی گود میں بیٹھتے اسے سرگوشی نما آواز میں پکارتے اشارے سے کان اپنی طرف کرنے کا اشارہ کیا تھا،کاظم شاہ اگلے ہی پل اپنا کان اسکے ہونٹوں کے قریب کر گیا۔۔

دادازان نے دادو تو یا پہ تش تیا۔۔شیم شیم(داداجان نے دادو کو یہاں پہ کس کیا۔۔شیم شیم)۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتا سرگوشی نما آواز میں اپنے ایک ہی جملے سے کاظم شاہ کے ہوش اڑا چکا تھا،کاظم شاہ کے ساتھ ساتھ اسکے قریب بیٹھے احان شاہ کو بھی ازمیر کی بات سنتے اچانک سے کھانسی کا دوڑا پڑا تھا،صرف وہ دونوں ازمیر کی بات سن پائے تھے باقی سب ان سے فاصلے پہ ہونے کی وجہ سے سن نہیں پائے تھے۔

شش!! ایسے نہیں بولتے میر!!۔۔۔کاظم شاہ نے اسے ٹوکتے ہوئے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا،اسے آج پہلی دفعہ سمجھ نہیں آرہی تھی اپنے ٹڈے کی بات پہ کیا ریکشن دے۔۔اسے آج ایزل کی یہ عادت شدت سے اچھی لگ رہی تھی کہ جب بھی ازمیر ان کے پاس ہوتا تھا وہ اس کے بچپن سے ہی کاظم کو خود کے قریب نہیں آنے دیتی تھی،صد شکر تھا ایزل کی اس عادت کی وجہ سے وہ بچا ہوا تھا ورنہ اسکے بیٹے نے تو ان کی پرائیویسی کو بھی پبلک میں انویڈ کرتے ہر طرف بے شرمی کے جھنڈے گاڑنے تھے۔

میر اب چاچو سے باتیں چھپاؤ گے؟۔۔۔ازمیر کو کھسر پھسر کرتے دیکھ کے ارزم شاہ نروٹھے پن سے بولا،وہ سب کتنی دیر سے ازمیر کی طرف متوجہ تھے جو سسپنس پہ سسپنس پھیلائے جا رہا تھا۔

تم لوگ رسم کرو یہ تو ایسے ہی ڈرامے کرتا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ ہلکے پھلکے انداز میں بولتا ان کا دھیان ازمیر سے ہٹانے لگا ساتھ ہی ازمیر کو سرگوشی نما آواز میں پھر سے خاموش رہنے کی تلقین کی۔۔

تاتو! دادازان نے دادو تو۔۔۔(چاچو!! داداجان نے دادو کو۔۔۔) ابھی ازمیر شاہ باپ کی سنے بغیر کھکھلاتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کرتا جب کاظم شاہ غصے سے اسکی بات کاٹ گیا کیونکہ اس نے باپ کے منع کرنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا

-

شٹ اپ ازمیر !!!!!۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ کی آواز غصے سے آج پہلی دفعہ ازمیر کے سامنے بلند ہوئی تھی جس پہ وہ بے ساختہ سہم کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔ لڑکیاں جو کب سے انجوائے کر رہی تھیں، کاظم شاہ کے چہرے کے غصیلے جبکہ ازمیر کے سہمے تاثرات دیکھتی دم سادھ گئی، ایزل شاہ نے پریشانی سے ان کی طرف دیکھا تھا، وہ اسکے بیٹے کو کیوں ڈانٹ رہا تھا؟ وہ تو ایزل کو اسکے سامنے آواز بلند کرنے نہیں دیتا تھا، ایزل کو یاد تھا اس نے ازمیر کے بچپن میں اسے ایک دفعہ ڈانٹا تھا جب کاظم شاہ نے اسے آئندہ ازمیر کو ڈانٹنے سے سختی سے منع کیا تھا۔۔

لالا۔۔۔سب یک زبان ہو کے بولتے حیرانگی سے کاظم شاہ کو دیکھنے لگے۔

کیوں ڈانٹ رہے ہو اسے ؟؟۔۔۔احان شاہ جو کب سے مسکراہٹ دبا رہا تھا کاظم کے سخت لہجے پہ غصے سے بولتا جلدی سے اسکے بازوؤں سے ازمیر کو پکڑ کے اپنے سینے کے ساتھ لگا گیا جو تھوک نگلتے ہوئے کاظم شاہ کی سرخ ہوتی گولڈن آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، ازمیر شاہ کی گولڈن آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے تھے۔۔

دن بدن ولگر اور بد تمیز ہوتا جا رہا ہے !!۔۔۔کاظم شاہ غصے سے بولتا اسکی طرف سے اپنا رخ موڑ گیا، اگر ان کے دوستوں میں سے کوئی اسکی پوری بات سن لیتا تو کیا سوچتا؟ کاظم شاہ کو سوچ سوچ کے اب اپنے باپ پہ بھی غصہ آ رہا تھا جنہوں نے دروازہ لاک کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے آپ کو لالا ؟؟ ایسا کیا بول دیا اس نے ؟؟۔۔۔ارزم شاہ درشتی سے بولتا اپنی انگلی حازق خان سے چھڑوا کے کھڑا ہوتا ازمیر کی طرف آیا تھا جس کا کھکھلاتا چہرہ ایک دم سے بجھ گیا تھا۔ باقی سب خاموش سے پوری صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کچھ بھی نہیں ہوا! تم سب رسم کرو!!۔۔۔۔ماحول کو ایک دم اینٹیس ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ ہولے سے زبردستی ہنس کے بولتا ازمیر کو احان سے تھامنے لگا جب وہ اسکے پاس آنے کی بجائے ارزم شاہ کی قمیض تھام گیا۔ ارزم شاہ نے اسے سینے سے لگاتے زور سے اسکے گال چومتے اسکے آنسو صاف کئے تھے جو وہ بے آواز بہا رہا تھا۔۔

میرا شہزادہ چاچو کی جان اب بابا سے کٹی کر دوں !!۔۔۔ارزم شاہ کو کاظم کا ازمیر کو ڈانٹنا پسند نہیں آیا تھا اسی لئے نروٹھے پن سے کاظم کو دیکھ کے بولتا اپنی جگہ پہ جا کے بیٹھ گیا۔ ازمیر شاہ نے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپاتے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کی تھی۔۔

چل ایس ایس پی پیسے نکال!!۔۔۔۔۔۔ رایان خان نے ماحول کا تناؤ کم کرنے کی غرض سے چٹکی بجاتے ہوئے پھر سے تکیہ کلام دسمال کی رسم سے جوڑا تھا۔ وہ اس خاموشی سے ازمیر کو مزید انسلٹ فیل نہیں کروانا چاہتا تھا۔۔ یاور سٹیج کی سیڑھیاں چڑھتا سنجیدگی سے اپنے باپ کے پاس جا کے بیٹھ گیا، احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پہ بکھرے بھورے بال اپنے ہاتھ سے درست کئے تھے، کاظم شاہ اپنی پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرتا ازمیر کی طرف دیکھ رہا تھا جو ارزم شاہ کی گود میں خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھوں میں آنسو ابھی بھی تھے لیکن وہ سب سے چھپا رہا تھا۔ کاظم شاہ کو ایک دم سے اپنے ہائپر ہونے پہ افسوس ہوا تھا، اسے سب کے سامنے ازمیر سے بلند آواز میں بات نہیں کرنی چاہئیے تھی، وہ ضرور اپنی انسلٹ فیل کر رہا ہو گا۔۔

کوئی پیسے نہیں ہیں میرے پاس اور جہاں تک مجھے یاد ہے!! پٹھانوں میں یہ رسم دلہے کی سالیاں کرتی ہے اور صد شکر میری کوئی سالی صاحبہ نہیں ہیں! ! اسلئیے ایس ایس پی کو چونا لگانے کا ڈرامہ تم دونوں کا فلاپ ہو چکا ہے!!۔۔۔ شہسوار شاہ اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اترا کے بولتے سر جھٹک گیا۔

اووہاں!! میں تیرے لئے دسمال خریدنے سے پہلے بھول چکا تھا کہ تو ایک ایس ایس پی ہے! تیرا تعلق پولیس سے ہے تو صرف رشوت لینا جانتا ہے!! چچ چچ! کنجوس مکھی چوس!!۔۔۔۔۔۔۔ حازق خان اسکے جواب پہ ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔۔

آپ ایس ایس پی کو چھوڑیں اور میری طرف آئیں! میں آپ دونوں کو اس رسم کی منہ مانگی قیمت۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ نے اپنا جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا جب رایان خان اسکی بات کاٹ گیا۔

شہزادہ لگا ہے! اسے کہتے ہیں شاہ دل ہو کے شاہوں کی لاج رکھنا ایس ایس پی! سیکھ کچھ ہمارے چھوٹے شاہ!۔۔۔ رایان خان نے شہسوار شاہ کی انگلی چھوڑتے نفی میں سر ہلا کے ارزم شاہ کو مزید بڑھاوا دیا تھا تاکہ وہ شوخا ہو کے انہیں بھاری رقم دے لیکن وہ اوپر کی چیز تھا۔۔

میں آپ دونوں کو اس رسم کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پہ!۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اطمینان سے بولتے ہونٹوں پہ کمینی سی مسکراہٹ سجا کے بولا تھا۔ سب اسکے مزید بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

تیرے سالے کو تیری ہر شرط منظور ہے میری جان تو صرف اس پہ آرڈر کر!!۔۔۔۔۔۔ شرط کے ذکر پہ رایان خان نے بڑی چالاکی سے اسکا رخ حازق خان کی طرف کیا تھا تاکہ ساری شرط وہ پوری کرے اور پیسے وہ سب آپس میں بانٹ لیں۔ ایسا نہیں تھا ان کے پاس پیسوں کی کمی تھی، وہ سب ویل سیٹلڈ تھے لیکن ان موقعوں پہ دوستوں سے حق سے پیسا لینے کا مزہ ہی الگ تھا۔۔ رایان خان کے منہ سے "سالے" کا لفظ سنتے کاظم شاہ کو لگا تھا ازمیر اسے ہمیشہ کی طرح کیوٹ انداز میں شکایت لگائے گا لیکن اس نے شکایت لگانا تو دور اسکی طرف نگاہ اٹھا کے نہیں دیکھا تھا، وہ ارزم شاہ کی گود میں بیٹھا اسکے بازو پہ بندھی دسمال پہ ہولے سے اپنی انگلیاں پھیرتا بالکل خاموش تھا۔۔

جیسا کہ ہمیں ایس ایس پی صاحب نے بتایا کہ یہ رسم دلہے کی سالیاں کرتی ہیں لیکن چونکہ یہاں آپ دونوں یہ رسم کر رہے ہیں! مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے! شرط صرف اتنی ہے کہ آپ دونوں کو اپنی اجرک گلے سے نکال کے سر پہ اوڑھتے ان تمام کیمروں کے سامنے خود کو میری "سالی یعنی آدھی گھر والی" ڈیکلیئر کرنا ہے! جو شرط پوری کرے گا رقم صرف اسکے ہینڈ اوور کی جائے گی!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے اچھی خاصی تمہید باندھتے بے حد پر سکون انداز میں انہیں اپنی شرط سنائی تھی، حازق خان اور رایان خان کے علاوہ سب کا قہقہہ گونجا تھا جن میں سب سے بلند شہسوار شاہ کا تھا۔

شٹ اپ! مجھے میرے سارے پیسے ڈبل کر کے واپس کر جو تو نے مجھ سے میری شادی پہ رسموں کے نام پہ لوٹے تھے!!۔۔۔ حازق خان اسکی شرط کو بھاڑ میں جھونکتا دانت کچکچا کے بولتے اسکے کندھے پہ مکا جڑ گیا۔۔

کون سے پیسے میجر صاحب! وہ حق تھا میرا!!۔۔۔ ارزم شاہ مسکراہٹ دباتا حیرانگی سے آنکھیں پھیلا کے بولا۔۔

ہاں تیرا مانگنا حق تھا اور سالا تیرا فقیر ہے نا؟ کشمیر اور اسلام آباد کی گلیوں میں مانگنا جیسے اسکا پروفیشنل کام ہے جو تو اسے اسکا حق بھی یوں بے عزت کروا کے بھیک کی صورت میں دے گا؟۔۔۔۔۔۔ رایان خان نفی میں سر ہلا کے تاسف سے ڈرامائک انداز میں بولتا حازق خان کو مزید غصہ دلا رہا تھا۔ شہسوار شاہ کا قہقہہ پھر سے چھوٹا تھا جبکہ باقی سب حازق خان کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے اپنی ہنسی دبائے ہوئے تھے۔ حازق خان نے ارزم شاہ کی گود سے ازمیر کو اٹھا کے پیار سے اسکے گال چومتے اسے زوریز شاہ کی گود میں بٹھایا تھا۔ رایان خان کو اشارہ کرتے وہ تیزی سے ارزم شاہ پہ جھپٹتا اسکی گردن کے گرد ہاتھ لپیٹ کے اسے اپنے قابو میں کرتا اسکی قمیض کی دونوں جیبوں سے سارے پیسے نکالنے لگا

جبکہ یہی عمل رایان خان نے شہسوار شاہ کے ساتھ دہرایا تھا، ان دونوں نے بھرپور کوشش کرتے ان دونوں کی مضبوط گرفت سے نکلنا چاہا تھا لیکن چونکہ وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ حازق خان اور رایان خان کھڑے تھے اس لئے ان کی طاقت فلحال کرسی پہ بیٹھے ان دلہوں سے زیادہ تھا، ان دونوں نے چالاکی سے انہیں قابو کیا تھا۔ اس منظر کو دیکھتے لان میں پر طرف ہنسی کا شور اٹھا تھا، صرف ایک ازمیر تھا جس کا موڈ آف ہو چکا تھا، وہ ہنس نہیں رہا تھا۔۔

لالا بچائیں!!۔۔۔۔ حازق خان کو اپنی جیبیں خالی کرتے دیکھ کے ارزم شاہ نے چڑتے ہوئے باقیوں سے مدد مانگی تھی لیکن وہ سب اس وقت ہنسنے میں مصروف تھے، کوئی بھی مدد کے لئے نہیں اٹھا تھا۔۔

مے تاتو تو تھوڑو!(میرے چاچو کو چھوڑو)۔۔۔ صرف ازمیر شاہ تھا جو زوریز شاہ کی گود سے نکل کے حازق خان کی ٹانگ زور سے پکڑ کے بولتا اپنے چاچو کو بچانے آیا تھا۔ سب کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی یہاں تک کہ حاذق خان اور رایان خان سے بھی اپنی مسکراہٹ چھپائی نہیں گئی تھی۔ ارزم شاہ کو ٹوٹ کے اپنے بھتیجے پہ پیار آیا تھا جو اسے کبھی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یاور ابھی تک یونہی سنجیدگی سے باپ کے پاس بیٹھا رہا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے ماموں کی طرف ہوتا تھا۔ اسے اس وقت حازق خان حق پہ لگ رہا تھا۔۔

ہم پٹھانوں کو اگر ہمارا حق نہ ملے تو ہم چھین لیتے ہیں حرامی انسان! مائنڈ اٹ فار دا نیکسٹ ٹائم!!۔۔۔۔ حازق خان اسکی دونوں جیبیں خالی کرنے کے بعد اترا کے بولتا اپنی ٹانگ کے پاس کھڑے ازمیر شاہ کا سفید پھولا گال پیار سے کھینچ گیا۔ ارزم شاہ نے اپنی ویسکوٹ درست کرتے ازمیر شاہ کو اٹھا کے اپنی گود میں بٹھاتے اسکے گالوں کو شدت سے چوما تھا۔

لٹ جانے پہ چیخیں تو ایسے مار رہا تھا جیسے میں اسے کونے میں لے جا کے اسکے ساتھ زبردستی کر کے پیسے نہیں اسکی عزت لوٹ رہا تھا! سالے کی جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں ہے!! دل کر رہا ہے پورے میڈیا کے سامنے اسکے یہ مہنگے کپڑے اتروا کے اسے ننگا کر دوں!!۔۔۔ رایان خان کو جب شہسوار شاہ کی جیبوں سے پانچ سو ہزار ہی ملا تو دانت پیس کے غراتا اسکے سینے پہ مکا جڑ گیا، اسنے کتنی فورس لگا کے اس ایس ایس پی کو قابو کیا تھا اور ایس ایس پی نکلا صدا کا کنجوس۔ رایان خان کے سلگنے پہ ایس ایس پی شہسوار شاہ اترا کے اپنی کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا جبکہ باقی سب کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔ ایس ایس پی شہسوار شاہ جانتا تھا یہ سب آج اس سے پیسے نکلوانے کی بھرپور کوشش

کریں گے اسی لئے انہیں تنگ کرنے کے لئے اپنی جیب میں صرف ڈیڑھ ہزار ہی رکھا تھا۔ رایان خان کو اتنی مشقت کے بعد صرف پندرہ سو ملے تھے جبکہ حازق خان کے ہاتھوں میں اچھے خاصے پیسے تھے۔

چاچو کے سارے پیسے لے لئے اس میجر نے!!۔۔۔ ارزم شاہ نے چہرے پہ معصومیت طاری کرتے ازمیر شاہ کو حازق خان کی شکایت لگائی تھی۔

باب۔۔۔ ازمیر شاہ جو چاچو کی دکھی داستان سنتے باپ کی طرف دیکھتا اسے فلو میں میجر کی شکایت لگانے والا تھا، اپنی تھوڑی دیر پہلے والی انسلٹ پہ جلدی سے زبان کو بریک لگاتے کاظم سے نگاہیں ہٹا کے یاور کی طرف دیکھنے لگا۔ کاظم شاہ نے شدت سے اسکی یہ حرکت نوٹ کرتے نچلے ہونٹ پہ دانتوں کا زور بڑھایا تھا۔

اپے ماموتو بولو مے تاتوتے پیشے واپش تریں (اپنے ماموں کو بولو میرے چاچو کے پیسے واپس کریں)۔۔۔ ازمیر شاہ منہ پھولاتے ہوئے یاور سے مخاطب ہوتا ارزم شاہ کے سینے پہ سر ٹکائے ہوئے تھا۔ حازق خان اس چاچو کے چمچے کو مصنوعی آنکھیں دیکھاتا اپنی جگہ پہ بیٹھا تھا۔۔

ویلدن (ویلڈن) ماموا!!۔۔۔۔۔۔۔ یاور شاہ نے ازمیر کو چڑانے کے لئے اسکی بات ماننے کی بجائے اپنے ماموں کو داد پیش کی تھی جس نے اسکے چاچو کی جیب خالی کرتے اتنا اچھا کام انجام دیا تھا۔۔

ایک سالا (حازق خان) تو چلو میرے ساس سسر کی غلطی تھی لیکن لالا یہ سالا (یاور شاہ) آپ کی غلطی ہے جو مجھے فری کا جہیز میں ملا ہے! ۔۔۔ یاور کو ماموں کی سائیڈ لیتے دیکھ کے ارزم شاہ اسے آنکھیں دیکھا کے مصنوعی خفگی سے احان شاہ کو اس کی شکایت لگا رہا تھا، احان شاہ اسکی زو معنی بات پہ اسے گھور کے دیکھتا اب حازق خان کی طرف دیکھ رہا تھا جو ہنستے ہوئے یاور کے پاس بیٹھ کے اسکے گال چومتا سارے پیسے اسکی گود میں رکھ رہا تھا۔ باقی سب ہنستے ہوئے ارزم شاہ کو دیکھ رہے تھے جو خالی ہاتھ ہو چکا تھا اور اسکا واحد سپورٹر اس وقت صرف ازمیر شاہ تھا۔

یہ سات لاکھ ہے! باقی کا تیرہ لاکھ تجھ پہ ادھار رہا!!۔۔۔ حازق خان یاور کی گود میں پڑی نوٹوں کی گڈیاں دیکھتا ہنسی ضبط کرتے ارزم شاہ کو حکم دینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

میرا بس چلے تو میں یہ سات بھی آپ سے چھین کے اپنے دوستوں میں بانٹ دوں جن کے حق پہ آپ نے ڈھاکہ ڈالا ہے!!۔۔۔ ارزم شاہ چڑ کے بولتا اپنے دوستوں کی لٹکی ہوئی شکلیں دیکھ رہا تھا، جن کا دھیان حازق خان کے پیسوں کی

طرف تھا۔ ارزم شاہ نے یہ پیسے اپنی جیب میں صرف دوستوں کی رسموں کے لئے رکھے تھے اسے کیا معلوم تھا اسکا سالا ایک ہی دفعہ میں سارے پیسے ہڑپ لے گا۔۔

چل تو نے تو پھر جیب میں سات لاکھ رکھا تھا ایس ایس پی نے تو سات ہزار بھی پورا نہیں رکھا! قسم سے تیری دلہا بننے والی شکل نہیں ہے ایس ایس پی!!۔۔۔۔ رایان خان جو ابھی تک اپنے ہاتھ میں ڈیڑھ ہزار پکڑ کے بیٹھا تھا ناک چڑھا کے ارزم شاہ کو داد پیش کرتا ایس ایس پی شہسوار شاہ کو بے عزت کرنے لگا جو اس ساری صورتحال کے مزے لیتا اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہنس رہا تھا۔

کل جب یہ مینشن برات لے کے آئے گا سب سے پہلے اسکی جیبیں چیک ہوں گی اگر تو تو کل بھی خالی ہاتھ آیا تو قسم ہے میں تجھے خالی ہاتھ ہی واپس بھیجوں گا ایس ایس پی!!۔۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ کو ہنستے دیکھ کے حازق خان نے اسے روعب سے دھمکی لگائی تھی جس پہ وہ آنکھیں گھما کے رہ گیا۔

"طلب ہے تو، تو ہے نشہ

غلام ہے دل یہ تیرا

کھل کے ذرا جی لوں تجھے

آجا میری سانسوں میں آ(2)"

کچھ دیر بعد دوستوں کی فرمائش پہ ارزم شاہ نے میکائیل سے مائیک پکڑتے گلہ کھنکھارتے ہوئے گانا گنگنانا شروع کیا تھا، اسکے گنگنانے پہ پورے لان میں خاموشی چھا چکی تھی، سب پوری توجہ سے اسکی سریلی آواز سے اپنے دل کو راحت پہنچا رہے تھے، ذائشہ خان کا دل زوروں سے دھڑکا تھا، وہ تپتے گالوں سے اسکے لیرکس سن رہی تھی۔ باقی سب لڑکیاں شرارت سے اسے دیکھتی چھیڑ رہی تھیں۔

"مریض عشق ہوں میں کر دے دوا

ہاتھ رکھ دے تو دل پہ ذرا"(2)

ارزم شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ کے یہ دو سطریں مزید گنگناتے مائیک اپنی گود میں بیٹھے ازمیر شاہ کے ہونٹوں کے قریب کیا تھا۔

ہاتھ رتھ دے یو دل پہ جرا(ہاتھ رکھ تو دل پہ ذرا)۔۔۔ازمیر شاہ نے اپنی توتلی زبان میں دل پہ ہاتھ رکھتے ارزم شاہ کی آخری بولی گئی لائن گنگناتے سب کو ہنسنے پہ مجبور کیا تھا،وہ بے حد کیوٹ لگا تھا،ارزم شاہ اسے ہنس کے چومتا ہوا اب اپنا گانا مکمل کر رہا تھا،زاویار شاہ اسٹیج تک آتے حسان خان اور زیان شاہ کو ان کے باپ کے حوالے کر رہے تھے جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے اور اسٹیج پہ جانے کی ضد شروع کر دی تھی۔دونوں نے بیٹوں کو اٹھاتے پیار سے سینے سے لگایا تھا،ان دونوں کی نیند شاید ٹھیک سے پوری نہیں ہوئی تھی، آنکھیں ہلکی سی سرخ تھیں۔۔

میزر! پیشے(میجر! پیسے)۔۔۔۔حسان خان نے میجر خان کی گود میں بیٹھتے یاور کی گود میں پڑے پیسوں کی طرف اشارہ کرتے پانچ ہزار کے نوٹوں کی گڈی چھین چکا تھا،اسکی اتنی جلدی پہ سب منہ کھول کے اسکی طرف دیکھنے لگے جو اب پیسے اپنے منہ میں ڈال رہا تھا،حازق خان نے جلدی سے اسکے منہ سے پیسے نکالے تھے،اسے سخت ناپسند تھی اسکی منہ میں ہر چیز ڈالنے والی حرکت۔۔پہلے بیوی کی منہ میں ناخن ڈالنے والی عادت اتنی مشکل سے چھڑوائی تھی اور اب ویسی ہی ملتی جلتی عادتیں اسکے بیٹے میں پائی جاتی تھی۔زیان شاہ جسے پھر سے نیند آ رہی تھی زوریز شاہ کی انگلی اپنے دانتوں تلے دبا کے پھر سے نیند کی آغوش میں جانے لگا،اگر وہ اس وقت ہوش میں ہوتا تو باپ کے گال یا کانوں کا اپنے دانتوں سے حشر نشر کر رہا ہوتا لیکن فلحال اسے سونا تھا اسی لئے اسکی انگلی سے کام چلا رہا تھا،زوریز شاہ اسکے موتیوں سے دانتوں کا دباؤ اپنی انگلی پہ محسوس کرتے مسکراتا ہوا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

لڑکوں کی رسم ختم ہو گئی ہے! چلو ہم چل کے اپنی رسمیں کرتے ہیں! ابھی تو ڈانس بھی کرنا ہے!!۔۔۔دسمال کی رسم کے بعد ارزم شاہ کا گانا بھی ختم ہوتے دیکھ کے میرال شاہ ان سب کی طرف دیکھتی افراتفری کے عالم میں بولی تھی،وہ سب ہاں میں سر ہلاتی اسکے ساتھ ہی قدم اٹھانے لگیں،یسریٰ ان کے ساتھ جانے کی بجائے باپ کی طرف جا رہی تھی جبکہ گلالئی جس نے ابھی ایک قدم ہی اٹھایا تھا جب اسکی گردن کو پیچھے سے کھینچ لگی تھیں۔گلالئی نے جھنجھلاتے ہوئے مڑ کے دیکھا تھا،اسکا دوپٹا کرسی میں پھنس چکا تھا،وہ گہری سانس بھرتی جھک کے اس کرسی سے اپنا دوپٹا نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایپل گرین غرارے اور شارٹ سی کرتی پہ چھوٹی سی چنری لئے یسریٰ کو اسٹیج پہ چڑھتے دیکھ کے احان شاہ مسکراتا ہوا جلدی سے صوفے سے کھڑا ہوتا اسکی طرف بڑھ گیا،وہ اپنی چھوٹی سی بیٹی کو اٹھائے پیار سے چوم رہا تھا جب نگاہیں

پردے کے اس پار اٹھی تھیں، اس پار کا منظر دیکھتے احان شاہ کی ہری آنکھیں ایک پل میں سرخ ہوئی تھی، خون میں غصے کے باعث آگ کے شعلے بھڑکے تھے، وہ اپنے بازوؤں میں موجود یسریٰ کو کاظم شاہ کے حوالے کرتا تیزی سے اسٹیج کی سیڑھیاں اترتے دوسری طرف بڑھا تھا، باقی سب ابھی تک ایک دوسرے کو چھیڑنے میں مصروف تھا کسی نے بھی احان شاہ کے یوں غصے سے یہاں سے جانے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

میرا بچہ بہت پیار الگ رہا ہے!!۔۔۔کاظم شاہ نے پیار سے یسریٰ کے گال چوم کے اسکی تعریف کرتے اسے خود کے ساتھ لگایا تھا۔۔

چینک یو بلے بابا(تھینک یو بڑے بابا)۔۔۔وہ کھکھلا کے معصومیت سے جواباً گویا ہوتی باقی سب کی طرف دیکھنے لگی۔

ازمیر شاہ کی نگاہیں اپنے باپ کی گود میں بیٹھی یسریٰ کی طرف اٹھی تھیں جس پہ وہ سنجیدگی سے ارزم شاہ کی گود سے اتر گیا۔۔سب کو لگ رہا تھا وہ اپنی شیٹ آرٹ کے پاس جا رہا ہے، اسکی باپ سے ناراضگی صرف اتنی ہی تھی جبکہ ایسا نہیں ہوا تھا، ازمیر اسکے پاس جانے کی بجائے اسٹیج کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

کہاں جا رہا ہے میرا شہزادہ؟۔۔۔اسے نیچے اترتے دیکھا کے ارزم شاہ نے اسے بلند آواز لگائی تھی۔

مورے تے پاش! مذے نینی آدی اے تاتو(مورے کے پاس!! مجھے نیند آگئی ہے چاچو!)۔۔۔وہ سیڑھیاں اترتا مصروف انداز میں جواب دے رہا تھا۔

ہائے!! اس کا مطلب میرا اپنے چاچو کی شادی پہ ڈانس نہیں کرے گا؟ تھوڑی دیر بعد سو جانا میر! ابھی سب ڈانس کریں گے!!۔۔۔ارزم شاہ نے اسے ڈانس کا لالچ دے کے روکنا چاہا تھا۔

نئ تاتو تل ترودا(نہیں چاچو! کل کروں گا!)۔۔۔۔ازمیر شاہ ہاتھ جھلا کے مصنوعی جمائی لے کے بولا تھا یوں جیسے ظاہر کر رہا ہو اسے واقعی ہی نیند آ رہی ہے ابھی کہ اسکی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھیں، ارزم شاہ نے خفگی سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اسکے ہنستے کھیلتے بھتیجے کا موڈ آف کروا چکا تھا۔

میر!!!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے ازمیر کو آواز دے کے روکنا چاہا تھا لیکن تب تک وہ گول گپا یہاں سے بھاگ چکا تھا۔

میر تو تیاوا بلے بابا(میر کو کیا ہوا بڑے بابا؟)۔۔۔۔ازمیر کے جانے پہ یسریٰ اور یاور نے ایک ساتھ کاظم شاہ سے اسکے جانے کی وجہ پوچھی تھی، ان دونوں کو ہی ازمیر کے خراب موڈ کا خدشہ ہوا تھا جو ابا کاظم شاہ بات کا رخ موڑ کے ان کا دھیان بٹانے لگا۔۔

گلالئ جو اپنا دوپٹا نکالنے میں مصروف تھی اپنی کہنی پہ کسی سخت ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتے اس نے جلدی سے نگاہیں اٹھائی تھیں، وہ چونکتے ہوئے احان شاہ کو دیکھنے لگی جس کی آنکھوں میں شدید غصے کی سرخی واضح ہو رہی تھی۔

یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟؟۔۔۔۔۔وہ غصے سے پھولی سانسوں کے درمیان بولتا اسے اپنے بے حد نزدیک کر گیا۔

احان شاہ کی سخت غصیلی آواز پہ گلالئ نے تھوک نگلتے یہاں وہاں دیکھا تھا، باقی سب لڑکیاں اندر کی طرف بڑھ چکی تھی، اب وہ اسے کیا جواب دیتی یہاں کیا کر رہی تھی؟

کچھ پوچھا ہے میں نے!! یہاں کیا کر رہی ہو گل؟۔۔۔۔اسے یہاں وہاں نگاہیں گھماتے دیکھ کے احان شاہ اسکے کان کے پاس دبی دبی آواز میں غرایا تھا، گلالئ کو احساس ہوا تھا وہ سب رسم دیکھنے کے چکروں میں کافی آگے آچکی تھیں یوں کہ مردوں والی طرف سے کسی بھی مرد کی یہاں نظر پڑ سکتی تھی، عورتوں والی طرف یہ جگہ خالی چھوڑی گئی تھی، یہ جگہ صرف چھوٹے کے بیٹھنے کے لئے تھی تاکہ سب عورتیں پیچھے بیٹھیں اور کوئی بے پردگی نہ ہو لیکن وہ سب انجوائے کرنے کے چکروں میں پردے کی حدود نظر انداز کر گئی تھیں۔۔

کیا ہو گیا ہے؟۔۔۔۔غصے سے اسکا پھولا تنفس دیکھتی وہ آہستگی سے بولتی اس سے اپنی کہنی چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی، تمام عورتیں ان سے دور تھیں اس لئے وہ ان دونوں کے تاثرات ٹھیک سے نہیں دیکھ پا رہی تھیں، احان شاہ جس طرح سے اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا، وہ اسکے چوڑے وجود کے سامنے مکمل چھپ چکی تھی اب کسی بھی غیر مرد کی نگاہ اسکی طرف نہیں اٹھ سکتی تھی۔

اپنے دوپٹے کی ہوش ہے تمہیں؟ کیا وہ جگہ تم لڑکیوں کے بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی تھی؟ نیچے جھک کے کیا تلاش کر رہی تھی تم؟؟۔۔۔۔وہ اسے کلائی سے پکڑ کے دائیں طرف بڑھ کے اس نینٹ سے نکلتا ان سب کی نگاہوں سے غائب کر چکا تھا، غصے سے اسکا شدید برا حال ہو رہا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا اسے کسی کے سامنے اپنے غصے کا نشانہ بنائے، نینٹ سے

نکلتے ہی احان شاہ نے اسے پودوں کے پاس دیوار کے ساتھ لگاتے غصے سے دھاڑتے ہوئے سوال ایک ساتھ کتنے ہی سوال کئے تھے۔۔گلالئ نے اسکی دھاڑ سے لرزتے ہوئے اسکی اجرک اپنی مٹھیوں میں جکڑی تھی۔۔وہ آج سالوں بعد اسکا ایسا غصہ دیکھ رہی تھی، آج اسکی سرخی چھلکتی آنکھوں سے شادی سے پہلے والے احان شاہ کی جھلک دیکھائی دے رہی تھی۔

م۔میرا۔۔دوپٹا۔۔کرسی۔۔میں۔۔اٹک۔۔گیا۔۔تھا۔۔گلالئ نے لڑکھڑاتے لہجے میں جواب دیا تھا۔۔

کیا تمہیں بالکل سامنے کھڑے مردوں کی کثیر تعداد نظر نہیں آئی تھی!؟پہلا سوال یہ اٹھتا ہے تم میرے منع کرنے کے باوجود اس جگہ پہ کیوں کھڑی تھی! جب میں نے منع کیا تھا کوئی بھی لڑکی آگے کی دو لائنوں میں نہیں بیٹھے گی تو تم وہاں کیا کرنے آئی تھی؟؟۔۔۔احان شاہ دیوار پہ اپنے ہاتھ کا مکا مارتا شدید غصے سے بولتے اسکے بدن پہ نگاہیں دوڑا رہا تھا، گلالئ سہمتے ہوئے اپنی آنکھیں میچ گئی، اسکے بدن پہ نگاہیں دوڑاتے ہی وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ جھک کے کرسی سے اپنا دوپٹا نکال رہی تھی، اسکے جھکنے کی وجہ سے اسکے ڈیپ گلے سے نظر آتے خوبصورت بدن کے نشیب و فراز کی رعنائیاں واضح ہوئی تھی، سامنے اتنے مرد تھے کیا کسی ایک کی بھی نگاہ اسکے بدن کی طرف نہیں اٹھی ہو گی؟؟

میں کچھ بکواس کر رہا ہوں؟؟۔۔۔اسکی خاموشی پہ احان شاہ پھر سے غرایا تھا، پودوں اور درختوں کے ارد گرد رنگ برنگی لائٹوں میں جگمگاتا اسکا وجود احان شاہ کو بار بار اپنی طرف اٹریکٹ کر رہا تھا لیکن اس وجود پہ ابھی کچھ دیر پہلے کسی غیر مرد نگاہیں اٹھی ہوں گی۔۔سوچ سوچ کے احان شاہ کے خون میں ابال اٹھ رہے تھے۔۔آس پاس مکمل خاموشی تھی، یہاں سوائے درختوں اور پودوں کے کچھ نہیں تھا ان سے کچھ فاصلے پہ ٹینٹ کے ذریعے پورے لان کو کور کیا گیا تھا، سائیڈوں کی جگہ خالی چھوڑی گئی تھیں۔۔گلالئ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے کیا جواب دے، اگر باقی سب لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کی رسم دیکھنے کا بتا دیتی تو کیا بعید وہ سب پہ غصہ ہوتا اسی لئے نچلا لب دانتوں کے دبائے کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

کیا ہو گیا ہے؟ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں!!۔۔۔وہ خفگی سے بولتی اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو چھوٹی سی بات پہ اتنا غصہ کر رہا تھا، ہاں اسکی غلطی سے اسے وہاں کھڑا نہیں ہونا چاہئیے تھا، لیکن ایسا کون سا گناہ کر دیا تھا اس نے؟؟گلالئ نہیں جانتی تھی احان شاہ کو اس قدر غصہ کیوں آ رہا ہے۔وہ اسکے نرم لہجے کی عادی ہو چکی تھی۔۔

جس وقت تم نیچے جھکی تھی میں اسٹیج پہ کھڑا ایک نظر میں تمہارے وجود کے ایک ایک انچ کا جائزہ لے چکا تھا تو کیا کسی دوسرے مرد کی تمہاری طرف نظریں نہیں اٹھی ہوں گی؟ کیا کسی دوسرے مرد نے میری پراپرٹی کو اپنی پراپرٹی سمجھ کے نہیں دیکھا ہو گا؟؟ کس دنیا میں جی رہی ہو گلالئ احان شاہ؟ آج کل کے مرد ایک پردے میں موجود عورت کے وجود کا ایکسرا کرنے سے باز نہیں آتے اور تم یوں بنو سنور کے وہاں کھڑی اتنے مردوں کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی! کیا تمہیں اس بات پہ کوئی افسوس نہیں ہے؟؟۔۔۔وہ اسکی کہنی پیچھے اسکی کمر کی طرف موڑتا اسکے چہرے پہ پھنکارا تھا، اسکی بلند آواز پہ گلالئ کی سانسیں اٹکی تھیں، ایک ساتھ کتنی گولیوں کی آواز کی تھرتھراہٹ پھر سے بلند ہوئی تھی جس پہ گلالئ مزید زور سے اسکی اجرک تھام گئی، مردوں کی طرف سے پھر سے فائرنگ اور آتش بازی شروع کی جا چکی تھی۔۔۔اپنی کہنی اور جبڑے پہ اسکے ہاتھ کی مضبوط گرفت دیکھتے گلالئ سسکی تھی۔وہ اسکے سرخ چہرے اور گرم تپش زدہ لمس سے اندازہ لگا سکتی تھی وہ اس وقت غصے سے پاگل ہو رہا ہے اور جب وہ غصے سے پاگل ہوتا تھا اس کا دماغ مفلوج ہوتا تھا۔احان شاہ کو غصہ جب بھی آتا تھا وہ جلدی کنٹرول نہیں کر پاتا تھا اسی لئے وہ اس دوران حویلی سے نکل جاتا تھا تاکہ سارا غصہ اپنی بیوی پہ نہ نکال دے لیکن آج وہ سالوں بعد اسکے غصے کا نشانہ بن گئی تھی۔۔

میں وہاں دسمال کی رسم دیکھنے آئی تھی، دوپٹا کرسی میں اٹک گیا۔۔۔گلالئ نے باقی سب کا نام لینے کی بجائے اپنا اعترافِ جرم کرتے نگاہیں جھکائی تھیں۔

پچھلے بیس منٹ سے دسمال کی رسم چل رہی تھی تو کیا تم بیس منٹ سے وہاں کھڑی تھی گل؟؟ آر یو میڈ؟؟۔۔۔احان شاہ دھاڑا تھا۔۔گلالئ کے اثبات میں سر ہلانے پہ احان شاہ اسکی بات سنتے جیسے جلتے توے پہ بیٹھے تھا، اس سے تو وہ ایک منٹ کے لئے وہاں برداشت نہیں ہوئی تھی اور وہ بیس منٹ سے وہاں موجود تھی؟؟ احان شاہ کو دل کیا ہر چیز کو آگ لگا دے۔

اپنی کرتی کا گلہ دیکھا ہے تم نے؟؟ اپنے دوپٹے پہ نگاہ دوڑائی ہے؟ اس قدر باریک ہے تمہارا پورا وجود ظاہر ہو رہا ہے! میں نے تمہیں یہ لباس صرف اس لئے عورتوں کے سامنے پہننے کی اجازت دی تھی تاکہ تم یہ محسوس نہ کرو میں تم پہ بلا فضول میں پابندیاں لگاتا ہوں! میرے دل سے پوچھو تو مجھے یہ تک گوارہ نہیں ہے تمہارے اس روپ پہ میرے

علاوہ کسی عورت کی بھی نگاہ پڑے لیکن تم وہاں اس لباس میں مردوں کے سامنے تھی گل! اور ایک منٹ سے نہیں بیس منٹ سے تھی! مجھے بتاؤ میں کیسے برداشت کروں یہ سب؟ کیا تم دو سال پہلے کا واقع بول چکی ہو؟ جس کسی مرد نے سڑک پہ تمہاری چادر چھیننے کی کوشش کی تھی! کیا تماشا لگایا تھا میں نے وہاں؟ ان دونوں کو چلنے پھرنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا اب مجھے بتاؤ کیا ان تمام مردوں کی جا کے آنکھیں نکال دوں جن کے سامنے میری بیوی ابھی کچھ دیر پہلے بن سنور کے کھڑی رسم دیکھ رہی تھی یہ سوچے بغیر کے وہ بے پردہ ہے!!!۔۔۔۔ احان شاہ اسکے وجود سے یہ نام کا دوپٹا کھینچ اتارتا اسکے کان کے پاس اپنی پوری قوت سے دھاڑتے اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔۔ گلالئ کو اپنی روح پرواز ہوتی محسوس ہو رہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی سب کے ساتھ کھڑے ہو کے رسم دیکھنا اسکے لئے گناہ بن جائے گا، اسے بے ساختہ رونا آیا تھا۔۔ احان شاہ کے دانت اسے اپنے پھولے گال میں دھنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، اسکے سسکنے پہ وہ بے رحمی سے اسکے لبوں پہ جھکتا ان نازک پنکھڑیوں کو اپنے دانتوں تلے کچل گیا۔ وہ چاہ کے بھی اپنا غصہ کنٹرول نہیں کر پا رہا تھا۔۔ گلالئ اسکی قمیض سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی اسے ہوش دلا رہی تھی، یہاں کوئی بھی آ سکتا تھا، لیکن دسمبر کی سردی کی وجہ سے ہر سو دھند چھائی ہوئی تھی، کوئی بھی انہیں دور سے نہیں سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں گلالئ کے وجود کے آر پار ہو رہی تھیں، ٹینٹ میں الیکٹرک ہیٹرز لگائے گئے تھے تاکہ لڑکیاں اپنے فیشن کے چکروں میں یہ باریک کپڑے ذیب تن کئے سردی سے مر نہ جائیں اس لئے گل کو وہاں سردی محسوس نہیں ہوئی تھی لیکن یہاں تو ہر سو تیز چلتی ہوا اسکے بدن میں دھنس رہی تھی اور اس پہ تضاد احان شاہ اسے جس دیوار کے ساتھ لگائے ہوئے تھا وہ ٹھنڈی برف تھی۔۔ گلالئ کی اکھڑتی سانسوں کو محسوس کرتے وہ ان ہونٹوں کو آزادی بخشتا پھر سے اسکے سراپے کی طرف دیکھنے لگا جو بغیر دوپٹے کے قیامت ڈھا رہا تھا۔ اپنے سلم سمارٹ اور نازک سراپے سے وہ کہیں سے بھی دو بچوں کی ماں نہیں لگتی تھی۔۔

کیا تمہیں ہدایت نہیں دی تھی کہ عورتوں میں بھی دوپٹا اپنے سینے سے سرکنے مت دینا؟۔۔۔ وہ اسکے سینے سے یہ کرتی اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچتا غصے سے بولا تھا، گلالئ نے پھولتی سانسوں کے درمیان سہمتے ہوئے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

تو پھر کیوں سر کا تمہارے بدن سے یہ دوپٹا؟؟۔۔۔وہ اسکے نازک کندھے پہ زور سے اپنا مضبوط ہاتھ جماتے حلق کے بل چلایا۔ تیز میوزک، فائرنگ اور آتش بازی ابھی تک جاری تھا اس لئے احان شاہ کی آواز گلالئی کے علاوہ کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ اسکا جواب سنے بغیر وہ اس کے سینے پہ جھکتا اسکی کرتی کے اوپر سے ہی اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں اور دانتوں کا حق جتانے لگا۔ اسکے شدت بھرے بے رحم لمس پہ وہ مچل اٹھی تھی، اسکے مچلنے پہ احان شاہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتا مزید بے رحمی دیکھاتے اپنا غصہ اتارنے لگا۔۔

آہہ۔۔شا۔۔شاہ۔۔سائیں۔۔۔گلالئی اسکی بے رحمی پہ سسکیوں کے درمیان اسے پکارتی اسکا چہرہ اپنی دھڑکنوں سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

شش!! مجھے مزید بے رحم بننے پہ مجبور مت کرو!! آج سالوں بعد تم پہ اس قدر شدید غصہ آیا ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے تمہارے بدن کے ان خوبصورت خدوخال کو اپنی شدتوں سے نیلا کر دوں! میری شدتیں سہتے ہوئے تمہیں اتنا درد نہیں ہو گا جتنا مجھے اس وقت تمہیں بے پردہ ہوتے دیکھ کے ہو رہا تھا!!۔۔۔۔۔۔گلالئی کے مچلنے پہ وہ اپنے دانت اسکی دھڑکنوں سے ہٹا کے گردن پہ گاڑ گیا، ہاتھ ابھی تک اسکے دل کے مقام پہ حق جتا رہے تھے۔

قتل کر دیں اب میرا!! غلطی ہو گئی جو وہاں کھڑی ہو گئی تھی کل سے میں کسی ایونٹ میں شامل نہیں ہوں گی! خوش ہو جائیں آپ!!۔۔۔وہ اپنی پوری قوت لگا کے اسکے دیو ہیکل وجود کو خود سے دور دھکیلتی نم آنکھوں سے غرائی تھی، احان شاہ کو گہری سانسیں بھر کے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کرتے دیکھ کے وہ اسے مزید کوئی بھی موقع فراہم کئے بغیر جھک کے زمین سے اپنا دوپٹا اٹھاتی خود پہ اچھی طرح سے اوڑھ کے اندر کی طرف بھاگ گئی، احان شاہ نے چیختے ہوئے دیوار پہ زور سے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے مارا تھا۔ دل کر رہا تھا اپنا دماغ بھی دیوار کے ساتھ ٹھوک دے جو غصے میں کام کرنا بھول جاتا تھا۔

"رنگ برنگی شام دیکھائے سات سروں کا جلوہ

چھیڑ چھاڑ نی گیت ہے چھیڑیں، بلے بلے شاوا۔"

لڑکیاں لاؤنج میں آتے ہی "ناچے رے" گانا بلند آواز میں بلوٹوتھ پہ سیٹ کرتی اپنے غرارے گھماتے ہوئے خوبصورتی سے گھومنے لگیں۔۔

"ہو۔۔ آج وار نظروں کا خالی جائے نا

تیر لوٹ کر نظروں والا آئے نا"

دوسری طرف ارزم شاہ کے دوست بھی لان میں اسی گانے پہ ڈانس شروع کر چکے تھے، اسٹیج پہ بیٹھا ارزم شاہ ہنستے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"آج کنگنا بھی ناچے،

ناچے جھمکا بھی ناچے ناچے

ٹھمکا لگا لگا کے ناچے رے

آج شہنائی باجے باجے

بانسریاں باجے باجے

ڈھولک دھمک دھم باجے رے"

ذائشہ شرماتے ہوئے ڈانس کرنے کی بجائے یوں ہی کھڑی تھی جبکہ ائرہ شاہ باقی سب لڑکیوں کے ساتھ ٹھمکے لگاتے ہوئے کھکھلا رہی تھی، لاؤنج میں لڑکیوں اور ان کی دوستوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا، گلالئی کو اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی ابھی لاؤنج میں آئی تھی گہری سانس بھر کے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پہ سجاتی ان کی طرف بڑھ گئی، وہ اپنی وجہ سے کسی دوسرے کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہم تو ہم ہیں ہواؤں کے سپاہی

آسماں پہ بلندیوں کے راہی"

ارزم شاہ کے دوست سٹیج کی طرف بڑھتے اب دونوں دلہوں کو زبردستی اٹھا کے سپاٹ لائٹ کی طرف لے جا کے اپنے ساتھ ڈانس کرنے پہ مجبور کرنے لگے۔۔

"اوو ہم تو ہم ہیں سنو ہوا کے راہی

بات ہو گی وہی جو ہم نے چاہی"

میر ال شاہ نے شر میلی سی ذائشہ خان کی کلائی پکڑتے ہوئے اسے گھما کے اپنے بازوؤں میں بھرا تھا جس پہ سب کھکھلا اٹھیں۔۔

"لاکھ دیکھیں ہمیں اور مسکرائیں

یار ہم پہ چلیں نا یہ ادائیں"

ارزم شاہ کے دوست اب باقی سب شاہ برادرز، حازق خان اور رایان خان کو بھی اپنے ساتھ لا کے کھڑا کرتے ہنستے ہوئے ڈانس کرنے کی فرمائش کرنے لگے جو صرف تالیاں بجانے پہ اکتفاء کر رہے تھے۔۔

"بھول جاؤنہ پنجرے میں پنچھی آئے نا

ہوشیار رہتا ہے دھوکا کھائے نا"

میر ال شاہ اور ائرہ شاہ نے اب گلالئی اور ایزل کو گھول گھول گھماتے مرحا شاہ کے ایک ایک گال پہ کس کی تھی۔وہ اپنی تمام دوستوں کے ساتھ انجوائے کرتی بے حد خوش نظر آ رہی تھیں۔۔

"آج کنگنا بھی ناچے،

ناچے جھمکا بھی ناچے ناچے

ٹھمکا لگا لگا کے ناچے رے

آج شہنائی باجے باجے

بانسریاں باجے باجے

ڈھولک دھمک دھم باجے رے"

لڑکیاں قطعی نہیں جانتی تھی لڑکے بھی لان میں اسی گانے پہ ڈانس کر رہے ہیں! لان میں ہر کوئی ہوٹنگ کرتے ہوئے لڑکوں کی پرفارمینس کو داد پیش کر رہا تھا، ان سب نے آخری بولوں پہ اپنے ہاتھ ہولے سے ہلاتے کافی خوبصورت انداز میں ڈانس کیا تھا، شروع شروع میں تھوڑی ہچکچاہٹ ہوئی تھی پھر دلہے (ارزم شاہ) کو خود ناچتے دیکھ کے ایک تو سٹیپ انہوں نے بھی کرتے اپنے باپ دادا کو ہنسنے پہ مجبور کیا تھا۔۔

جان تمنا۔۔۔قسط140(پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

تھک گیا ہے میرا بیٹا؟۔۔۔۔۔وہ اسکے گولڈن بالوں میں ہاتھ پھیرتی پیار سے سوال کرتی اسے اپنے سینے سے لگا رہی تھی۔وہ اور ازمیر بالکل دس منٹ پہلے کمرے میں آئے تھے،ازمیر کی ضد پہ ایزل اسے اپنے کمرے میں لے جانے کی بجائے اسے اسی کے کمرے میں لے کے آئی تھی،ازمیر پہلے اپنے باپ کو تنگ کرنے کے لئے جان بوجھ کے رات کے وقت اسکے کمرے میں سوتا شیطانیاں کرتا تھا،کاظم شاہ اسکے سونے تک خود پہ جبر کرتا تھا،جیسے ہی وہ سوتا تھا وہ اسے اسکے کمرے میں سلا دیا کرتا تھا لیکن آج ازمیر نے ان کے کمرے میں جانے سے انکار کیا تھا،ایزل تھوڑا حیران ہوئی تھی لیکن پھر اسکی خاموشی کی وجہ سے بنا کچھ کہے اسے اسکے کمرے کی طرف لے آئی جو ان کے کمرے کے بالکل تھا۔اسکے کمرے کو ایزل اور کاظم دونوں نے aesthetic ساتھ تھا،ازمیر شاہ کا چھوٹا سا کمرہ بے حد خوبصورت اور بے حد پیار سے سجایا تھا۔

ایزل نے کمرے میں آتے ہی ازمیر شاہ کا لباس تبدیل کروا کے اسے ہلکا پھلکا سا نائٹ سوٹ پہنایا تھا،وہ کافی دیر تک نیچے اسکے ساتھ ہی چپک کے خاموشی سے بیٹھا رہا تھا،ایزل نے کافی دفعہ اسے ہنسانے کی کوشش کی تھی لیکن ازمیر کا موڈ ٹھیک نہیں ہوا تھا،نہ تو واپس سے باہر لان میں گیا تھا اور نہ ہی اس نے ٹھیک سے کچھ کھایا تھا،ایزل اسکے لئے پریشان ہو رہی تھی۔وہ جانتی تھی کاظم شاہ کی ڈانٹ کی وجہ سے اسکا موڈ آف ہے لیکن وہ خود سے اس بات کا ذکر نہیں کر رہی تھی،وہ چاہتی تھی ازمیر خود اسے پوری بات بتائے۔

ہمم۔۔۔ماں کے سوال پہ ازمیر شاہ نے ہنکارا بھرتے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا تھا۔

آج میرے ساتھ کوئی پک بھی نہیں بنوائی؟۔۔۔۔۔ایزل شاہ اسکے بالوں میں اپنے ہونٹ رکھتی بات کو طول دینے لگی۔

تل باؤ دا مورے زان(کل بناؤں گا مورے جان)۔۔۔۔اس نے اسکی طرف دیکھے بغیر مدھم آواز میں جواب دیا تھا۔یسریٰ اور یاور اپنی ماں کو مورے جان بولتے تھے اسی لئے ازمیر بھی دیکھا دیکھی ایزل کو مورے جان بول دیتا تھا

،اسکے ایزل کو پکارنے کے کافی طریقے تھے،وہ کبھی اسے "مما" بولتا تھا کبھی "مورے جان" تو کبھی " مام " یا "ماں ڈارلنگ" ۔۔

کیا ہوا ہے؟موڈ کیوں آف ہے میرے پیارے بیٹے کا؟۔۔۔۔ایزل شاہ نے بالآخر خود ہی اسکے خراب موڈ کی وجہ جاننا ضروری سمجھا تھا۔

مما آپ تے دریش شینج تیوں نئ تیا؟(مما آپ نے ڈریس چینج کیوں نہیں کیا؟)۔۔ازمیر شاہ اسکے سینے سے چہرہ باہر نکالتا بات بدل گیا۔ایزل شاہ نے اسکے سوال پہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا اب اسے کیا بتاتی تمہارے باپ کی فرمائش پہ ابھی تک یہ لباس پہنے ہوئے ہوں؟رات کو بھی اس کے کمرے میں آنے سے پہلے کپڑے چینج کر لئے تھے جس پہ کاظم شاہ نے اسے سختی سے ہدایت کی تھی وہ اسکے کمرے میں آنے سے پہلے اپنی لک ذرا سی بھی خراب نہیں کرے گی،وہ اسے فرصت سے دیکھنا چاہتا تھا۔

کیوں آپ کو دوپٹا چھب رہا ہے میر؟۔۔۔ایزل اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنے وجود پہ موجود ہیوی ایمبرائیڈ دوپٹے کو دیکھتی سوال کرنے لگی جس پہ ازمیر شاہ نے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔ایزل خود کو اس بھاری دوپٹے کے بوجھ سے آزاد کرتی ازمیر کا سر پھر سے اپنے کندھے پہ رکھ گئی۔

مورے۔۔۔۔۔۔وہ اپنی پھولوں سے سجی چوٹی پیچھے تکیے پہ پھینک رہی تھی جب ازمیر شاہ کی معصوم سی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

جی میری جان!!۔۔۔۔ایزل نے اسکے سرخ و سفید گال پہ ہاتھ رکھتے پیار سے جواب دیا تھا۔

بابا زان تومے اشانئ لد تا؟(بابا جان کو میں اچھا نہیں لگتا؟)۔۔۔وہ اپنی گولڈن آنکھوں میں آنسو لئے بے حد معصومیت سے سوال کر رہا تھا،آج کاظم شاہ نے اسے پہلی دفعہ یوں ڈانٹا تھا اسی لئے وہ شاید انسیکورٹی کا شکار ہوا تھا۔

ازمیر کیا ہو گیا میرا بچہ؟ایسا کب بولا بابا نے؟؟۔۔۔ایزل اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کے تڑپتی ہوئی اس سے سوال کر رہی تھی۔وہ خاموش رہا،حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹکا تھا اسی لئے کچھ بھی بولنا مشکل ہو رہا تھا۔

کیا ہوا ہے میر؟۔۔۔۔ایزل نے اسکی خاموشی پہ پریشانی سے سوال کرتے اسکی آنکھیں چومی تھیں۔ازمیر بنا جواب دیئے اسکے سینے سے لپٹتا بے آواز آنسو بہانے لگا۔

ازمیر !!!۔۔۔۔۔۔اپنی کرتی کو ازمیر کے آنسوؤں سے بھیگتا محسوس کر کے ایزل شاہ نے اسکی پشت پہ اپنا ہاتھ سہلاتے اسے پھر سے پکارا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔۔اتنی دیر سے جو آنسو روکے ہوئے تھے وہ سارے ماں کی آغوش میں آتے ہی بہنا شروع ہو چکے تھے۔کاظم شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے خالی کمرے کو دیکھتا ازمیر کے کمرے میں آیا تھا، ازمیر کی آواز پہ باہر ہی رک کے انکی باتیں سننے لگا، اسے لگ رہا تھا ازمیر اب تک اپنی ماں کو بڑھا چڑھا کے اسکی شکایت لگا چکا ہو گا لیکن اس نے نہیں لگائی تھی، اسکے بھیگے اور معصوم لہجے کو محسوس کرتے کاظم شاہ کا دل مٹھی میں بھینچا گیا تھا، وہ بنا آہٹ کے قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا، ایزل کی نگاہیں ازمیر سے ہوتے بے ساختہ کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھیں، جو اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھتا اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا، وہ ازمیر کو مزید سننا چاہتا تھا۔۔

مے بابا زان تو بتایا دادا زان نے دادو تویاں پہ تش تی اے! (میں نے بابا جان کو بتایا دادا جان نے دادو کو یہاں پہ کس کی ہے!)۔۔۔ازمیر شاہ اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ ایزل کے مقابل کرتا اسکے پنک لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنی چھوٹی سی انگلی رکھ کے بولتا ایزل کا چہرہ سرخ لال کر چکا تھا، ایزل شاہ کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں جبکہ کاظم شاہ نے گہری سانس بھرتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

آپ کو یہ سب کس نے بتایا ازمیر ؟۔۔۔ایزل نے بھوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

مے خود دیتا (میں نے خود دیکھا!)۔۔۔وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کے بولتا اب ہچکی لے رہا تھا۔ایزل شاہ سٹپٹائی تھی، اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا جواب دے اسی لئے اس کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

مے بابا زان تو بتایا تو تہتے ایں شت اپ!!(میں نے بابا جان کو بتایا تو کہتے ہیں شٹ اپ!)۔۔۔وہ ماں کی خاموشی پہ مزید بولتا آخر میں انگلی اٹھا کے "شت اپ" کہتا آنسو بہاتے ہوئے پھر سے معصومیت سے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گیا۔ ہچکیاں ابھی تک جاری تھیں۔اس نے ابھی تک اپنے کمرے میں داخل ہوتے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ازمیر کے یوں رونے پہ ایزل شاہ نے شکوے سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جو نچلا ہونٹ کاٹتا اپنی گھنی گولڈن بیرڈ پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

میری جان! میں نے آپ کو کتنی دفعہ سمجھایا ہے سب کے روم میں ناک کر کے جاتے ہیں! اور بابا سے یا کسی بھی دوسرے کے ساتھ ایسی باتیں نہیں کرتے! !۔۔۔ ایزل اسکی پشت تھپتپاتی اس پہ اور خود پہ کمبل اوڑھ کے نرمی سے اسے سمجھانے لگی۔

تیو نئ ترتے ؟اپ اود تو تہتی ہے ہر بات مزے یابابا تو دتانی اے (کیوں نہیں کرتے؟ آپ خود تو کہتی ہیں ہر بات مجھے یابابا کو بتانی ہے؟)۔۔۔ازمیر شاہ ہچکیوں کے درمیان بولا تھا۔ایزل شاہ لاجواب ہوئی تھی، بچوں کے ہر سوال کا جواب دینا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے نا؟؟

میر آپ ابھی چھوٹے ہو! ہر بات سب کے سامنے نہیں کرتے! آپ نے بابا کو یہ بات سب کے سامنے بتائی ہو گی اس لئے انہیں غصہ آیا ہو گا!!۔۔۔وہ اسے رسان سے سمجھانے لگی۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتا اب ازمیر کے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

وہ تہتے ایں! میر بذمیز اے !(وہ کہتے ہیں! میر بد تمیز ہے!)۔۔۔ازمیر کو پھر سے وہ منظر یاد آیا تھا جب اس کے باپ نے اسے جھاڑ پلائی تھی وہ بھیگے لہجے میں بولا۔ازمیر کی بات پہ ایزل نے خفگی سے کاظم شاہ کو دیکھا تھا جو بیڈ کی دوسری طرف بیٹھ کے کمبل میں چھپے ازمیر کو دیکھ اور سن رہا تھا۔

ہائے!! میر تو میری جان ہے! میں آپ کے بابا سے پوچھوں گی! کیوں میرے بیٹے کو بد تمیز بولا؟!۔۔۔۔۔ازمیر کو اس قدر انسیکیور ہوتے دیکھ کے ایزل شاہ نے اب کی بار اسکی سائیڈ لیتے اسے شانت کرنے کی کوشش کی تھی۔۔

میر !!۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے اس پر سے کمبل ہٹاتے اسے پیار سے پکارتے بازو سے پکڑنا چاہا تھا جب وہ اسکی آواز سن کے مڑے بغیر مزید اپنی ماں کے ساتھ چپک گیا، وہ ایزل کی کرتی زور سے اپنی مٹھی میں جکڑ چکا تھا۔

مورے مذے نینی آدئی ہے !(مورے مجھے نیند آگئی ہے!)۔۔۔۔۔ازمیر باپ کی پکار کا جواب دینے کی بجائے ایزل کو سنجیدگی سے جواب دیتا اپنی آنکھیں موند گیا۔۔کاظم شاہ نے مدد کے لئے ایزل کو دیکھا تھا، وہ اپنے چھوٹے سے بیٹے کی ناراضگی کے متعلق بخوبی جانتا تھا، وہ اس سے اکثر اوقات تب ناراض ہوتا تھا جب وہ بزنس ڈیل کے لئے کچھ دن بیرون ملک چلا جایا کرتا تھا، اسکے جانے پہ ازمیر شاہ جتنا لاپرواہ بنتا تھا، اسکے جانے کے بعد اتنا ہی روتا تھا اور جب وہ واپس آتا تھا تو ڈبل دن اس سے ناراض رہ کے اسے ناک وچنے چبواتا تھا، اس سے ناراضگی کے دوران وہ سب سے

بات کرتا سوائے اس کے۔۔۔کاظم شاہ نہیں چاہتا تھا وہ اتنی چھوٹی سی بات پہ اس پوری شادی میں اس سے ناراض رہے اسی لئے ایزل کو اشارہ کیا کہ اپنے بیٹے سے اسکی سفارش کرے۔

اوکے سو جانا لیکن پہلے بابا کی بات سن لو!!۔۔۔کاظم شاہ کے چہرے پہ فکر مندی دیکھتے ایزل شاہ نے ازمیر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسکے باپ کی سفارش لگائی تھی۔

شن رااوں (سن رہا ہوں)۔۔۔۔ماں کی التجاء پہ ازمیر شاہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تھا، چہرہ ابھی تک اسکے سینے میں چھپایا ہوا تھا، وہ باپ کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہا تھا۔

ناراض ہو میر؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے نرمی اور محبت سے پوچھتے اسے پھر سے ایزل شاہ سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی ماں کی کرتی پہ گرفت مضبوط کر گیا۔

نئ! بذ میر اوں (نہیں! بد تمیز ہوں)۔۔۔۔ازمیر شاہ نے سنجیدگی سے کاظم شاہ کو جواب دیتے پھر سے آنکھیں موندے تھی، اس کے جواب پہ وہ بے ساختہ مسکرا دیا، اسکے بیٹے کو الفاظ لٹانا خوب آتے تھے۔۔ایزل اس دوران خاموشی سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

نہیں میر ابیٹا بد تمیز نہیں ہے! یہاں میرے پاس آؤ!!۔۔۔کاظم شاہ اسکے کان کے پاس جھکتا سرگوشی نما آواز میں بولتے اسے نرمی سے اپنی طرف کرنا چاہ رہا تھا لیکن مقابل صدا کا ضدی تھی کیونکہ اسے اپنے ضدی ماموں کی گھٹی تھی۔کاظم شاہ چاہتا تو ازمیر کو ایک سیکنڈ میں اپنی طرف کھینچ لیتا لیکن اس نے اسے زبردستی نہیں کھینچا تھا کیونکہ وہ کبھی بھی ایزل یا ازمیر کو زبردستی نہیں مناتا تھا وہ کوشش کرتا تھا پہلے دونوں کو وقت دے کے ان کا موڈ اچھا کرے۔

میر و گر اے! میر بذ میز اے! (میر و لگر ہے! میر بد تمیز ہے!)۔۔۔ازمیر شاہ نے اسکے پاس جانے کی بجائے غصے سے باپ کو اسکے الفاظ یاد کروائے تھے لیکن آواز بلند نہیں کی تھی، ایزل شاہ نے شکوے اور خفگی سے کاظم شاہ کو دیکھا تھا جس نے اسکے بیٹے کا دل اتنی بری طرح سے دکھایا تھا کہ وہ ان الفاظ کو اپنے دل پہ نقش کر بیٹھا تھا۔

نہیں!" میر "میر اپیارا بیٹا ہے!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے نچلا لب دانتوں میں دبائے بے بسی سے اسے جواب دیا تھا۔

اپ تو شرف شیٹ آرٹ پاری لدتی اے! مے پارا نئ او (آپ کو صرف سویٹ ہارٹ پیاری لگتی ہے!! میں پیارا نہیں ہوں)۔۔۔۔وہ مڑے بغیر بھیگی آواز میں بولا تھا، آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرایا تھا جب اسکے باپ نے یسریٰ کو

پیار کرتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی، چاہے اسے اپنی شیٹ آرٹ جتنی مرضی پسند تھی لیکن اپنے باپ کے منہ سے اپنے علاوہ یسریٰ کی تعریف بری طرح جلا گئی تھی وہ بھی اس وقت جب اسکے باپ نے اسے سب کے سامنے ڈانٹا ہو۔۔

اور ایسا کس نے کہہ دیا آپ مجھے پیارے نہیں لگتے؟؟۔۔۔کاظم شاہ ناسمجھی سے جواب دے رہا تھا اسے اسکے جملے میں موجود شکوے کی ٹھیک سے سمجھ نہیں آئی تھی۔۔وہ جواباً خاموش رہا۔ازمیر شاہ نے اب کی دفعہ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ازمیر کے جواب نہ دینے پہ کاظم شاہ نے اپنے دماغ میں لان کا سارا منظر ریوائنڈ کیا تھا، جب اگلے ہی پل اسکے دماغ میں جھماکا سا ہوا تھا، اسے یاد آیا تھا اس نے یسریٰ کو اپنی گود میں بٹھا کے چومتے ہوئے اسکی تعریف کی تھی اور ازمیر اسی وقت ارزم شاہ کی گود سے نکل کے وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا، تو کیا وہ اسکے اس چھوٹے سے عمل سے جیلس ہوا تھا؟ کاظم شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کس طرح سے ریکٹ کرے۔۔اسے اسکے شکوے پہ ہنسی آ رہی تھی، صد شکر تھا اس نے اس وقت یاور کی تعریف نہیں کی تھی ورنہ کوئی بعید نہیں تھی اسکا بیٹا وہی پہ یاور سے ہاتھا پائی شروع کر دیتا۔۔

آپ بہت پیارے لگ رہے تھے میر!!۔۔۔کاظم شاہ نے تقریباً تین سے چار منٹ کی خاموشی کے بعد اسکے کان کی لوں پہ اپنے ہونٹ رکھتے اسکی تعریف کی تھی لیکن جواب ندارد۔۔

میرا بیٹا سو گیا ہے!!۔۔۔اپنے سینے پہ ازمیر کی چھوٹی چھوٹی سانسوں کو بھاری ہوتے محسوس کر کے ایزل خفگی سے آنکھیں گھما کے کاظم شاہ کو جواب دے رہی تھی۔۔کاظم شاہ نے بے بسی سے سوئے ہوئے ازمیر شاہ کی پشت دیکھتے ایزل شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے بیٹے کی خفگی کی وجہ سے اس سے خفا ہو رہی تھی۔

میں اسے صبح منالوں گا، تم موڈ مت آف کرو!!۔۔۔اسکی خفگی پہ کاظم شاہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا کے بولتا ازمیر شاہ کے بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا۔ازمیر شاہ کی نیند خراب نہ ہو جائے اس لئے ایزل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ کچھ دیر بعد ازمیر شاہ کے کمبل سے اٹھتی کاظم شاہ کے نیچے سے اپنا دوپٹا پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس نے اسکے آنے سے پہلے تکیے پہ رکھا تھا، کاظم شاہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا اپنے نیچے سے اسکا دوپٹا نکال کے اسے تھما گیا۔ایزل شاہ کی کرتی اسکے بیٹے کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی، وہ نگاہیں چرا گیا، اسکے بیٹے نے اسکی وجہ سے اتنے

آنسو بہائے تھے ؟کاظم شاہ کو ایک دفعہ پھر سے خود پہ غصہ آیا تھا جس پہ وہ سوئے ہوئے ازمیر شاہ کا رخ اپنی طرف موڑتا اسکی بھیگی پلکوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، کاظم شاہ اپنے سوئے ہوئے بیٹا کو دیوانا وار چوم رہا تھا جب اسکے کسمسانے پہ جلدی سے اسے تھپک کے اپنا چہرہ اس سے دور کر گیا، وہ نہیں چاہتا تھا اسکی نیند ڈسٹرب ہونے پہ مزید ایک مخاظ کھڑا ہو جائے۔۔ایزل شاہ ان دونوں کو آسودہ سی مسکراہٹ سے دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دوستوں کے ساتھ ہلا گلا کرتے ارزم شاہ کافی لیٹ کمرے میں داخل ہوا تھا، ذائشہ خان اپنے لالا کے ساتھ کب کی جا چکی تھی، ارزم شاہ نے میرال کو کافی میسج کرتے اس سے اپنی ملاقات ارینج کروانے کی ریکوسٹ کی تھی لیکن آج میرال شاہ نے اسکی کسی بھی ریکویسٹ پہ کوئی ریسپانس نہیں دیا تھا بلکہ اسکی منتوں پہ جواباً اسے ذائشہ خان کی خوبصورت تصاویر سینڈ کرتے مزید پاگل کیا تھا۔وہ پہلے اپنے دوستوں کے ساتھ تھا اسی لئے اس وقت ان تصاویر کو ٹھیک سے نہیں دیکھا تھا البتہ ایک نظر ہی دیکھ کے دل میں بے چینی سی اٹھی تھی، شہسوار شاہ بھی اسی کی طرح بے چین نظر آرہا تھا شاید میرال شاہ نے اسکے ساتھ بھی یہی سیم حرکت دہرائی تھی۔ارزم شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی گرین ویسکوٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتے قمیض کی جیب سے فون نکالا تھا، بیڈ کی طرف قدم بڑھاتے وہ اوندھے منہ میٹرس پہ گرتا دیوانا وار ذائشہ خان کی تصاویر دیکھنے لگا۔وہ سرخ و سفید رنگت والی پٹھانی ماتھا پٹی اور پھولوں کا سارا زیور پہنے اس ڈارک گرین لہنگے میں بے حد خوبصورت لگتی ارزم شاہ کا دل بری طرح سے دھڑکا گئی تھی۔۔ارزم شاہ اسکی تصاویر زوم کرتا اسے ہر اینگل سے دیکھ رہا تھا، کچھ تصاویر میں اسکا دوپٹا فرنٹ سے ہٹا ہوا تھا جسکی وجہ سے اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال میں اس تصویر میں بھی واضح طور پہ دیکھ سکتا تھا۔کافی دیر تک اسکی تصاویر دیکھنے کے بعد اسے خیال آیا تھا وہ کیوں نہ اپنی بیوی کو میسج کر کے اسکے جلدی واپس مینشن جانے پہ کلاس لگائے ؟

ذی بے بی!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسے چھوٹا سا ٹیکسٹ کرتے معلوم کرنا چاہا تھا کیا وہ جاگ رہی ہے یا گھوڑے بیچ کے سو رہی ہے ؟ذائشہ خان کا انٹرنیٹ شاید آف تھا، ارزم شاہ کی طرف سے میسج بھیج دیا گیا تھا لیکن ذائشہ کو ابھی تک ریسیو نہیں ہوا تھا، اسکا لاسٹ سین ارزم شاہ کا منہ چڑھا رہا تھا جو کہ دوپہر تین بجے کا تھا۔اور اس وقت رات کے دو

بج رہے تھے۔ میڈیم تھک ہار کے شاید نہیں یقیناً سو چکی ہو گی۔ ارزم شاہ نے بد مزہ ہو کے سوچتے ہوئے پھر سے اسکی تصاویر دیکھی تھیں، تصاویر دیکھتے وہ پھر سے ذائشہ خان کی چیٹ میں آتا اسے وائس میسج کرنے کا سوچ رہا تھا تاکہ جب وہ صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے اسکی آواز سنے۔

"تیرا جانا سینے تیر وانگوں وج دا

تیرا جانا سینے تیر وانگوں وج دا

محلے وچوں کوچ نہ کریں

تینوں تکیاں بنا نہیں دل رج دا

محلے وچوں کوچ نہ کریں"

تم نے مجھ سے ملاقات کئے بنا میری حویلی سے کوچ کر کے اچھا نہیں کیا ذی بے بی! اس پورے ہفتے میرے ساتھ چھپن چھپائی کا کھیل کھیلتے تم نے مجھے جس قدر تڑپایا ہے سارے بدلے ساری تڑپ کل ایک ساتھ تمہارے وجود سے مٹاؤں گا اور تم جانتی ہو مجھے بدلے لینی کی کتنی گندی عادت ہے! کل رات تمہاری خیر نہیں ہونے والی ذی بے بی! کل اپنی نزاکت کو ایک سائیڈ پہ رکھ کے سید ارزم شاہ کی سیج سجانا! صرف ایک دفعہ پرمنٹ طور پہ میری بانہوں میں قید ہو جاؤ تمہیں کبھی اس حصار سے آزاد نہیں ہونے دوں گا!"۔۔ اسکے حویلی سے جلدی کوچ کرنے پہ ارزم شاہ شروع میں ایک پنجابی گانا گنگناتا ساتھ ساتھ بیڈ کراؤن پہ اپنی انگلیاں بجاتے ہوئے بیک گراؤنڈ بیٹ بنا رہا تھا۔ اسے جان بوجھ کے کل سے متعلق دھمکیاں دیتا وہ ہونٹوں پہ کمینی سے مسکراہٹ سجاتے اسے میسج سینڈ کر گیا، میسج سینڈ کرنے کے بعد وہ ایک دفعہ پھر سے ذائشہ خان کی تصاویر کھولتا ان پہ اپنے لب رکھتا اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا جس نے اسکے نصیب میں اسکی محبت لکھی تھی، بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن پہ خدا مہربان ہو کے ان کی محبت کو ان کی شریکِ حیات کے روپ میں عطا کر دیتا ہے۔۔ محبت کی منزل اگر نکاح ہو تو خدا راستے خود بخود آسان کر دیتا ہے۔۔ (اب فرصت سے اپنی وائفی کی تصاویر دیکھتے وائف بوائے کو یہ رات کانٹوں پہ گزارنی تھی، کیونکہ نیند آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی)

وہ کاظم شاہ کے منہ سے اپنے بیٹے کی ڈیٹیل سٹوری سنتی بے ساختہ ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتی ہنس دی۔ ازمیر شاہ نے اسے صرف اتنی بات بتائی تھی جہاں وہ معصوم اور مظلوم لگ رہا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ باپ کو بتانے کے بعد سب کو اعلانیہ انداز میں اپنے دادا اور دادی کی کس کے بارے میں بتانے والا تھا جس پہ کاظم نے اسے ڈانٹا تھا۔

بہر حال جو بھی ہے! آپ کا پھر بھی میرے بیٹے کو ڈانٹنا نہیں بنتا تھا! آپ اسے وہاں سے لے کر منظرِ عام سے غائب بھی ہو سکتے تھے! اسے اکیلے جا کے سمجھا دیتے تو وہ آئندہ ایسا بلنڈر نہ کرتا!!۔۔۔۔کاظم شاہ کو مصنوعی معصومیت سے اپنی طرف دیکھتا پا کے ایزل نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسے اسکی غلطی گنوائی تھی ساتھ ہی ناک چڑھاتے ہوئے اسے ہدایت دینا بھی خود پہ فرض سمجھا تھا۔

کیا تم نے ایک بات نوٹ کی ہے؟۔۔۔کاظم شاہ اپنا ایک ہاتھ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد لپیٹتا اسکے کانوں میں موجود جھمکیاں اپنے ہاتھ سے چھیڑتے اسکا اور اپنا مکمل عکس آئینے میں دیکھتا بھاری آواز میں سرگوشی کر رہا تھا۔

کیا بات؟۔۔۔۔ایزل شاہ آئیبرو اٹھا کے تجسس سے بولی، وہ دونوں اس وقت اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے تھے، کاظم شاہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ازمیر کے کمرے سے اپنے کمرے میں آیا تھا۔

یہی کہ تم کبھی کبھار مجھ سے زیادہ سمجھداری کی باتیں کرتی ہو؟۔۔۔وہ اسکے کان کی لو پہ ہونٹ رکھتا گھمبیر آواز میں بولا۔

میں ہمیشہ سے سمجھداری کی باتیں کرتی ہوں!!۔۔۔۔ایزل کھکھلا کے بولتی اترا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔ کاظم شاہ پیار سے اسے دیکھتا اسکا رخ اپنی طرف موڑتے جھک کے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ ثبت کر گیا۔

جانتی ہو اس ہفتے میں نے اپنی فیملی بڑھانے کے متعلق سوچا تھا! لیکن ابھی کچھ دیر پہلے ازمیر کی باتیں سوچ کے میں کنفیوز ہوں!!۔۔۔وہ اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں ہاتھ باندھ کے اسے اپنے مزید قریب کرتا سرد سانس کھینچتے ہوئے بولا تھا، وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

کنفیوز کیوں؟۔۔۔۔ایزل شاہ کا چونکنا بے ساختہ تھا۔

اووزی تم جانتی ہو ازمیر یسریٰ سے کتنا اٹیچ ہے؟ لیکن پھر بھی اس سے میرے منہ سے یسریٰ کی تعریف برداشت نہیں ہوئی! مجھے ایسا لگتا ہے وہ ہمیں لے کے بہت پوزیسو ہے! وہ ہمیشہ یہی چاہتا ہے ہم دونوں اسے زیادہ امپورٹینس

دیں! ابھی کچھ دیر پہلے اسکے شکوے سن کے میں اس بات کو سوچنے پہ مجبور ہوا ہوں اگر اسے میر ایسری ٰ کو اس سے زیادہ امپورٹینس دینا اچھا نہیں لگا تو کیا وہ ہماری دوسری اولاد ایکسیپٹ کر لے گا یا یونہی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ انسیکیورٹی کا شکار ہو گا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ فکر مند سا نظر آ رہا تھا، وہ اپنے ڈھائی سال کے بیٹے کی پوزز یسویس اور انسیکیورٹیز پہ پریشان تھا۔

کیوں نہیں ایکسیپٹ کرے گا شاہ جی؟ وہ ابھی چھوٹا ہے! اسے سب چیزیں آہستہ آہستہ سمجھ آئیں گی! وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے سیکھے گا! ہم چاہتے ہیں ہمارا بچہ چھوٹی سی عمر میں ہی اتنا میچور ہو جائے کہ سب کو انڈر سٹینڈ کرنے لگے تو یہ غلط بات ہے! بابا بتاتے ہیں احان لالا بھی بچپن میں ایسے ہی تھے لیکن جب ریز لالا اور میں پیدا ہوئے تو وہ خود ہی باقی سب سے زیادہ ہماری کیئر کرتے تھے! اگر ازمیر پوزیسو ہے تو ہم اسے اسکی یہ نیچر بتا کے زیادہ بڑھاوا نہیں دیں گے! ہم نارملی چیزوں کو خود سٹارٹ آؤٹ کریں گے! ہم اپنے بچوں کی تربیت ایسی نہیں کریں گے کہ وہ ایک دوسرے سے جیلس ہوں بلکہ انہیں معلوم ہونا چاہئیے انہیں ایک دوسرے کو جوڑ کے رکھنا ہے!! ہم اپنے بچوں کو ایکولی ٹریٹ کر کے انہیں رشتوں کو جوڑنا سیکھائیں گے تو پھر وہ کسی بھی انسیکیوریٹی کا شکار کیوں ہوں گے؟ آج ازمیر کو غصہ تھا اس لئے انسیکیور ہو کے وہ شکوہ کر دیا لیکن ہم باقی ماں باپ کی طرح اس انسیکیوریٹی کو اگنور کرنے کی بجائے اسکی یہ انسیکیوریٹی اپنے الفاظ اور رویے سے ختم کر دیں گے تو یہی پہ فل سٹاپ لگ جائے گا! وہ اپنی اہمیت جاننے کے بعد آئیندہ ایسا شکوہ نہیں کرے گا! کم از کم ہم ایسے ماں باپ نہیں ہیں جو اپنے بچوں کی انسیکیورٹی محسوس کر کے اسے دور نہ کر پائیں! وہ بچہ ہے اور بچے اتنی سی عمر میں ایسا ہی کرتے ہیں! ہم اسے پیار سے ٹریٹ کریں گے تو وہ سب سمجھ جائے گا!!۔۔۔۔ایزل شاہ نے اسکا مدعا سننے کے بعد اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق اسکی کنفیوژن دور کرنے کی کوشش کی تھی جو اتنا میچور ہو کے بھی اس وقت اپنے بیٹے کی اتنی چھوٹی سی بات پہ اوور تھنک کر رہا تھا۔ اسکے تفصیلی جواب پہ کاظم شاہ اسے پیار سے دیکھتا رہا، وہ جب بھی اسکی بات کا اتنے خوبصورت انداز میں جواب دیتی تھی کاظم شاہ کو شک ہوتا تھا جیسے اس میں اس سے زیادہ عقل ہے لیکن وہ اس کے سامنے اپنی اس عقل کا استعمال کبھی کبھار ہی کرتی ہے۔۔

ہمم!! تم میرے ساتھ رہ رہ کے سمجھدار ہو گئی ہو اور تمہاری باتوں سے محسوس ہو رہا ہے تم ہمارے اگلے بچے کے لئے مینٹلی اور فزیکلی تیار ہو؟۔۔۔وہ شوخ انداز میں بولتا آئیبرو اچکاتے ہوئے اسکے گالوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، ایزل شاہ شرم سے اپنی نگاہیں جھکا کے اسکی آف وائٹ اجرک اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔۔

تمہاری خاموشی کو میں تمہاری رضامندی کے طور پہ ایکسیپٹ کر رہا ہوں سویٹ ہارٹ!!۔۔۔۔ایزل کے گال سرخ ہوتے دیکھ کے وہ اسکے نازک سراپے کو دوپٹے کے بوجھ سے آزاد کرتا اسے نرمی سے گلے سے لگاتا اسکے کان میں بولا، ایزل کچھ نہ بولی، وہ شرماتے ہوئے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ کاظم شاہ نے اسکے گرد اپنے ہاتھوں کی گرفت بے حد مضبوط کرتے اسکی دھڑکنوں کی نزاکت اپنے سینے پہ محسوس کی تھی۔ ایزل شاہ اس میں سمٹتی ہوئی اسکے ہاتھوں کی بے باکیاں برداشت کرنے لگی۔ وہ دونوں اس وقت خاموشی سے ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے۔۔کچھ دیر بعد کاظم شاہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتا اسے زمین سے اٹھا کے اپنے مقابل کرتا اسکے گلابی ہونٹوں کی طرف دیکھنے لگا۔۔

دروازہ لاک ہے نا؟ یہ نا ہو تمہارا بیٹا یہاں بھی چھاپا مار کے پوری حویلی میں "شیم شیم" کا ڈھنڈورا پیٹتا اس دفعہ ہماری واٹ لگا دے۔۔۔کاظم شاہ جس نے ابھی کچھ دیر پہلے خود دروازہ لاک کیا تھا کوئی بھی جسارت کرنے سے پہلے ایزل شاہ سے کنفرم کرنا چاہا، ایزل شاہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی گردن پیچھے پھینک کے ہنسنے لگی۔ اسے کھلکھلاتے دیکھ کے وہ خود بھی ہنستا ہوا اسکے گلابی ہونٹوں کو قید کر گیا۔۔نرم لمس نے ایک دم سے شدت پکڑی تھی، وہ اسکے بالوں میں اپنا ہاتھ الجھا کے اسکا چہرہ اپنے بے حد قریب کرتا اسکی سانسیں چھین رہا تھا۔ ایزل شاہ کو اسکے شدت بھرے لمس کی عادت تھی اسی لئے بنا کسی مزاحمت کے اسکی گردن کے گرد اپنے ہاتھ ڈال کے اسکے لمس میں سکون محسوس کرتی آنکھیں موند گئی۔ وہ اسکی اس ادا پہ فدا ہوتا اسکی زبان اپنی گرفت میں لئے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کرتا بیڈ کے ساتھ موجود درمیانے سائز کے دیوان کی طرف بڑھ گیا۔ اسکے ہونٹوں کو شدت سے سک کرتا وہ ان پہ شدت بھرا بوسا دیتا اسے دیوان پہ احتیاط سے لٹاتے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ ایزل شاہ نے خفگی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو اتنا بڑا بیڈ چھوڑ کے اسے اس دیوان پہ لٹا کے قابو کر رہا تھا جس پہ کاظم شاہ کا لمبا چوڑا وجود ٹھیک سے پورا بھی نہیں آ رہا تھا۔

بیڈ پہ بھی جائیں گے بے بی! پہلے یہاں ٹرائے کرتے ہیں!۔۔۔وہ اسکی آنکھوں میں موجود خفگی کے تاثرات پڑتا اسے آنکھ ونک کر کے بولتا اپنے گلے سے اجرک نکال کے دور اچھال گیا۔ایزل شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے دیو ہیکل وجود کی طرف دیکھا تھا جسے آج وہ ڈیڑھ ہفتے بعد برداشت کرنے والی تھی کیونکہ کاظم شاہ اپنے کام میں بزی ہونے کی وجہ سے راتوں کو فارن پارٹیز کے ساتھ اپنی میٹنگز کرتا رہا تھا، اسے صرف ہلکے پھلکے رومانس کا ٹائم ملتا تھا لیکن آج چونکہ اس کے پاس وقت ہی وقت تھا اور بیٹا بھی شریف بن کے اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا تو اس صورت میں کاظم شاہ اسے بخشنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ایزل شاہ کو ایک جھٹکے سے اسکی کرتی اور غرارے سے آزاد کرنے کے بعد وہ خود بھی اسی کی حالت میں آتا اسکی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں کے ساتھ الجھاتے اسکی گردن پہ شدت سے جھک گیا۔ایزل شاہ نے اپنے ہونٹوں کو تر کرتے ہوئے اسکا جنونی لمس اپنی گردن پہ محسوس کیا تھا، کافی دیر تک اسکے چہرے، گردن اور اسکی دھڑکنوں پہ لمس بکھیرنے کے بعد وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے تھوڑا سا اوپر کو اٹھاتا نرمی سے اس میں سماتے اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی سسکیاں دبانے لگا۔۔وہ جتنی نرمی سے اس میں سمایا تھا کچھ پل گزرنے کے بعد اپنی ڈبل شدت دیکھاتے ایزل شاہ کو پاگل کیا تھا، دیوان اور بیڈ بالکل ایک ساتھ تھے، یوں کے دور سے دیکھنے والوں کو دونوں چیزیں اٹیچ لگیں، وہ میٹرس پہ موجود بیڈ شیٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی میں جکڑتی اسکی جان لیوا شدت برداشت کرنے لگی۔وہ اسکے ہاتھ سے بیڈ شیٹ آزاد کرواتا اسکی دونوں ہتھیلیوں کو چومتے اپنی ایک ٹانگ دیوان سے ہٹا کے زمین کے سہارا لیتے پہلے سے زیادہ شدت سے اس کے وجود میں گھل گیا!۔۔۔۔ایزل شاہ کی سسکیاں پہلے سے زیادہ بلند ہوئی تھی، وہ بھاری ہوتی سانسوں سے اسکے دونوں کندھے تھامتی اسے خود کی گہرائیوں میں سفر کرتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔۔

جب تم اتنی فرمانبرداری سے خود کو میرے حوالے کرتی ہو واللہ تم پہ قربان ہونے کا دل کرتا ہے!!۔۔۔ایزل شاہ کو آنکھیں موند کے اپنی شدتیں برداشت کرتے دیکھ کے وہ اسکے کان میں پیار بھری سرگوشی کرتا مسکراتے ہوئے اسکے ہونٹ چوم گیا، ایزل شاہ نے اپنی نیلی آنکھیں وا کرتے جواباً اسے ذرا سی خفگی سے دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اسے کوئی رعایت نہیں دے رہا تھا۔

یقین کرو اس وقت نرمی دیکھا رہا ہوں ورنہ اسلامباد کے تمام ہوٹلز میں جو روپ میں نے تمہیں اپنا دیکھایا ہے یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے! ڈیڑھ ہفتہ ریلیکس منٹ کیا دی ہے میڈیم شادی سے پہلے والی نزاکت میں لوٹ آئی ہیں؟۔۔۔۔وہ اسکی خفگی پہ مسکراہٹ دبا کے بے باکی سے سرگوشی کرتا اسے لال بھبھوکا کرتے پھر سے اس میں سمانے والا تھا جب وہ اس سے بچنے کی خاطر اس کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی، کاظم شاہ نے اسے ہنستے ہوئے دیکھا تھا، اسے اپنے نیچے سے نکلنے کی ناکام کوشش کرتے دیکھ کے وہ اسے اپنے کندھے پہ اٹھا کے بیڈ پہ پٹکتا پھر سے اس پہ سایہ کرتے اسکی دھڑکنوں پہ قابض ہوتا شدت سے اس میں سرایت کرنے لگا، ایزل شاہ کو جب محسوس ہوا وہ اپنی منمانی کئے بغیر آج اسے نہیں چھوڑے گا، جائے فرار کا کوئی راستہ نہ پاتی ایک دفعہ پھر خود کو اسکے حوالے کر گئی۔

رات کے اڑھائی بجے شہسوار شاہ نے شاہ پیلس کے پورچ میں آتے اپنی گاڑی کو بریک لگائی تھی، اپنا فون اور والٹ ڈیش بورڈ سے پکڑتا وہ گاڑی کو لاک کرتے ہوئے ہاتھ میں چابیاں گھماتا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ڈائریکٹ آئرہ شاہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اسے کافی دیر سے تصاویر میں دیکھ رہا تھا اب براہ راست اپنے مقابل کھڑا کر کے دیکھنا چاہتا تھا، وہ مسکراتے ہوئے پورے استحقاق سے آئرہ شاہ کے کمرے کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا جب کمرے کو خالی دیکھتے اس نے آئیبرو اٹھایا تھا، آگے بڑھتے ہوئے وہ اسکے کمرے کا ڈریسنگ روم اور باتھروم تک دیکھ چکا تھا وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ شہسوار شاہ نے دانت پیستے ہوئے اپنی گرین ویسکوٹ اتار کے صوفے پہ پھینکتے اپنے قدم شبنم بیگم کے کمرے کی طرف بڑھائے تھے، کیا وہ آج مہندی والے روز بھی اسے تنگ کرنے کی غرض سے اپنی ماں کے پاس سو چکی تھی جس طرح سے پچھلے دو دنوں سے سو رہی تھی؟ شہسوار شاہ کو سوچ کے ہی غصہ آیا تھا۔ وہ تن فن کرتا شبنم بیگم کے کمرے میں داخل ہو چکا تھا، کمرے میں صرف زیرو بلب کی روشنی تھی، باقی تمام لائٹس آف تھیں، وہ جو پچھلے دو دنوں سے ان کے کمرے سے مڑ کے واپس چلا جاتا تھا آج واپس جانے کی بجائے بنا آہٹ کے شبنم بیگم کے بیڈ کی طرف قدم بڑھانے لگا، وہ بیڈ کی دائیں طرف خود پہ اچھی طرح سے کمبل اوڑھے سو رہی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اسکے بالکل قریب آ چکا تھا، شبنم بیگم کا رخ اس وقت آئرہ شاہ کی طرف تھا لیکن وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ شہسوار شاہ نے یونہی کھڑے کھڑے آئرہ شاہ پہ جھکتے

ہوئے اسکے تکیے پہ اپنے ہاتھ جمائے تھے۔وہ اسے تڑپتا چھوڑ کے میک اپ سے پاک چہرہ لئے چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتی یہاں چھپ کے سو رہی تھی، کیا فائدہ تھا ان دونوں کا ایک چھت تلے رہتے ہوئے! اگر وہ ان موقعوں پہ خفیہ ملاقات بھی نہ کر سکیں؟ شہسوار شاہ نے دانت کچکچا کے سوچتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے بے حد قریب کیا تھا، اپنی گرم سانسیں اسکے ہونٹوں پہ چھوڑتا وہ اسکے ایک ایک نقش کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ آئرہ شاہ جو کب سے اپنے ارد گرد کسی کی موجودگی محسوس کر رہی تھی، ہونٹوں پہ گرم تپش زدہ سانسیں محسوس کرتی وہ جلدی سے اپنی آنکھیں کھول گئی، خود پہ کسی کو جھکے دیکھ کے وہ نیند میں ہی چیخ مارنے والی تھی جب شہسوار شاہ نے اگلے ہی پل اسکے لبوں کو اپنی سخت گرفت میں لیتے اسکی چیخ اپنے عنابی ہونٹوں میں دباتے ایک نظر شبنم بیگم کی طرف دیکھا تھا جو ذرا سا کسمسائی تھیں لیکن ان کی آنکھیں بند تھی، انہیں ہنوز سوئے دیکھ کے شہسوار شاہ نے دل میں شکر ادا کیا تھا، وہ شبنم بیگم سے نگاہیں ہٹا کے آئرہ شاہ کی لائٹ گرین پھیلی آنکھوں میں دیکھتا اسکے لبوں پہ اپنی گرفت مزید مضبوط کرتا انہیں شدت سے سک کرنے لگا۔ آئرہ شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے کرتے کو کالر سے اپنی مٹھیوں میں دبوچتے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا لیکن وہ بجائے دور ہونے کے مزید اسکے نزدیک ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ تکیے سے کمبل میں سرکاتے وہ اسکی گردن اور گردن کی گہرائیوں پہ پھیرتا آئرہ شاہ کو مچلنے پہ مجبور کر رہا تھا، اپنی ماں کے کمرے میں اسکی ان حرکتوں پہ آئرہ شاہ کا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے اسے پھر سے خود سے دور کرنا چاہا تھا جب وہ اسکے نچلے ہونٹ کو سک کرتا اسکی زبان اپنے دانتوں میں دبا گیا، اسکی مونچھوں کی چبھن محسوس کرتی آئرہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی، اسکے شدت بھرے لمس پہ اسکی سانسیں بکھر رہی تھیں۔۔ ائرہ شاہ نے تنگ آتے ہوئے اسکی گردن پہ زور سے اپنے ناخن گاڑتے اسکی زبان پہ اپنے دانت گاڑے تھے جس پہ وہ اپنی کراہ روکتا جلدی سے اسکی سانسوں کو آزادی بخش گیا۔

پاگل۔۔ ہو۔۔ گئے۔۔ ہیں۔۔ آپ؟۔۔۔ وہ ایک نظر اپنی ماں کو دیکھتی سرگوشی نما آواز میں پھولی سانسوں کے درمیان شہسوار شاہ کو ڈپٹتی اسے گھور رہی تھی جس نے رات کے اس وقت اسکی نیند بری طرح سے اڑا کے رکھ دی تھی۔۔

اٹھ کے اپنے کمرے میں چلو ورنہ اپنے ساتھ تمہیں بھی پاگل کر کے رکھ دوں گا!! بولا تھا ناڈریس چینج مت کرنا! میرا انتظار کرنا؟؟۔۔۔وہ اسکے کان کے پاس جھک کے غصے سے سرگوشی نما آواز میں بولتا اپنے ہاتھوں سے اسکے نشیب و فراز چھو رہا تھا۔ آئرہ شاہ نے سرخ پڑتے ہوئے جلدی سے اسکے ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے ہٹائے تھے جس پہ وہ اپنا ایک گھنٹہ اسکے قریب بیڈ کے پاس رکھ کے اسکے گال پہ جھک کے دانت گاڑتا پھر سے اپنے ہاتھ اسکے دل کے مقام پہ جماتا اسکے ہوش اڑا رہا تھا، آئرہ شاہ بار بار رخ ترچھا کر کے اپنی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی، اسکا دل اس وقت کانوں میں دھڑک رہا تھا اگر شبنم بیگم آٹھ جاتی تو انہیں ایک دوسرے کے اتنا قریب دیکھ کے کیا سوچتی؟

دور ہٹیں! امی جاگ جائیں گی!!۔۔۔وہ روہانسی ہوئی تھی کیونکہ وہ اسے ہر طرح سے قابو کر چکا تھا اسکے لب اسکے گالوں سے اسکی گردن تک سرکے تھے۔

اچھی بات ہے! تمہاری امی کو بھی پتا چلنا چاہئیے ایسے موقعوں پہ نکاح شدہ بیٹیوں کو اپنے پاس نہیں سلاتے ورنہ اتاولے داماد ہر حد سے گزر جاتے ہیں!!۔۔۔وہ سرگوشی میں جواب دیتا اسکی گردن پہ دانت گاڑ رہا تھا، آئرہ شاہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے اپنی سسکی روکتی اسے خود پہ جھکے دیکھ رہی تھی۔۔

شہ۔۔ شہسوار۔۔۔۔اسے اپنے وجود سے کمبل سرکاتے دیکھ کے وہ روہانسی آواز میں بولتی جلدی سے اس سے دور کھسک کے اپنی امی کے قریب ہوئی تھی، شہسوار شاہ نے دانت پیستے غصے سے اس کے قریب ہونا چاہا تھا جب شبنم بیگم پھر سے کسمسائی تھیں۔ آئرہ شاہ اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے شہسوار شاہ کی وارننگ دیتی آنکھوں کو اگنور کرتی اپنی ماں کے ساتھ چپک کے لیٹ گئی، مقابل اسکی اس حرکت پہ غصے سے پاگل ہوتا اسے گھورتے اپنی انگلی اور آنکھوں سے اشارے کرتا اپنے قریب بلا رہا تھا جس پہ وہ اسے زبان دیکھا کے چڑانے لگی۔

Just wait until tomorrow night, I will f**k you, until you can't walk

وہ بیڈ پہ چڑھ کے اسکے قریب ہوتا اسکے کان میں غصے سے سرگوشی کرتا اس کو گردن تک سرخ کر گیا۔۔ شبنم بیگم کا خیال کرتے مزید کوئی بھی جسارت کئے بغیر اس سے دور ہٹ گیا، اب سارے حساب کتاب کل لینے تھے، اسکی بے باک سرگوشی پہ آئرہ شاہ گردن تک سرخ پڑی تھی، اس میں نظریں اٹھانے کی ہمت نہیں بچی تھی۔ وہ اسے آگ اگلتی نگاہوں سے دیکھتا اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہاں سے جا چکا تھا، آئرہ شاہ نے چہرے تک کمبل لیتے اپنے

تپتے گالوں پہ ہاتھ رکھتے بے ساختہ آنے والے کل کے متعلق سوچنا شروع کیا تھا، شہسوار شاہ کے جانے کے بعد ائرہ کو کمبل میں چھپتے دیکھ کے شبنم بیگم جن کی نیند کب سے اکھڑ چکی تھی اپنی آنکھیں کھول گئی، آنکھیں کھولتے ہی نگاہ کمرے کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں، شہسوار شاہ غصے سے پیر پٹکتا ہوا اپنے راستے میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مار رہا تھا، شبنم بیگم کو اپنے بھتیجے پہ ترس آرہا تھا جس کے پلے انکی شیطان بیٹی پڑ چکی تھی جو اسے ہر پل سلگانا خود پہ فرض سمجھتی تھی، انہوں نے صرف ان دونوں کی سرگوشی نما گفتگو سنی تھی، آنکھیں کھولنے کی غلطی نہیں کی تھی، کیونکہ ائرہ شاہ کی سرگوشیوں سے وہ اتنا تو سمجھ چکی تھیں کہ ان کا بھتیجا کوئی نیک کام نہیں کر رہا ہو گا۔۔وہ مسکراہٹ ضبط کرتی دونوں کی ہدایت کے لئے دعا مانگنے لگیں۔

کہاں ہیں سب؟ بارات لے کے کب نکلنا ہے؟؟۔۔۔پورچ میں صرف کاظم شاہ کو گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کے احان شاہ برہمی سے استفسار کر رہا تھا، رات کے ساڑھے سات ہو رہے تھے، بارات کا ٹائم ہو چکا تھا اور یہاں کسی کو ہوش نہیں تھی۔۔

جن دونوں کی بارات ہے جب ان دونوں کو لیٹ ہونے پہ کوئی فرق نہیں پڑ رہا تو تو کیوں تڑپ رہا ہے؟؟۔۔۔۔

کاظم شاہ گاڑی سٹارٹ کر لینے کے بعد اس کے مقابل کھڑا ہوتا آبیبر واٹھا کے شرارت سے بولا تھا۔

رہا نہیں جاتا! تڑپ ہی کچھ ایسی ہے نا!!۔۔۔جواب احان شاہ کی طرف سے نہیں بلکہ زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا جو بالکل ابھی باپ، دادا اور چاچو کے ساتھ پورچ میں داخل ہوا تھا۔ اسکے جواب پہ کاظم شاہ نے ہنستے ہوئے احان شاہ کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تھا، وہ کل رات سے یونہی تپا ہوا تھا، حتیٰ کہ رات کو اتنی سردی میں اپنے کمرے کے ٹیرس پہ شرٹ لیس کھڑا ناکام عاشقوں کی طرح سیگریٹ پھونک رہا تھا کیونکہ اسکی بیوی رات کو ہی یاور اور یسریٰ کو لئے اپنے بھائی بھابھی کے ساتھ خان مینشن روانہ ہو چکی تھی۔ عادل شاہ، ھارون شاہ، اور دریاب شاہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھے جبکہ زوریز شاہ، احان شاہ اور کاظم شاہ نے میرون شلوار قمیض پہ وائٹ اجرک لے رکھی تھی۔۔وہ تینوں تقریباً ایک جتنے قد کاٹھ اور چوڑی جسامت لئے اپنے طلسماتی نقوش کے ساتھ ہمیشہ کی طرح کافی ہینڈسم لگ رہے تھے۔۔

بکواس کرنے کی بجائے شہسوار کو فون ملا کے پوچھو اب تک حویلی کیوں نہیں پہنچا؟ ابھی راستے سے سب لڑکیوں کو پارلر سے لینا ہے! سات بجے کا ٹائم دے کے دس بجے وہاں پہنچو گے تو میرا سالا بارات اندر نہیں جانے دے گا! پھر بے عزت ہو کے خالی ہاتھ واپس آنا!!۔۔۔ احان شاہ نے ان دونوں کے ہنسنے پہ دانت پیستے ہوئے انہیں وقت کی کمی کا احساس دلایا تھا جس پہ سب بڑے متفق ہوئے تھے۔۔ کاظم شاہ نے اثبات میں سر ہلاتے شہسوار شاہ کو فون ملایا تھا جبکہ زوریز شاہ نے حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھتے اپنے تمام دوستوں کی تیاری کے حالات جاننے چاہے تھے۔۔ آہستہ آہستہ کر کے زہرہ مام، شاہ بی بی بھی پورچ میں آچکی تھیں، صرف ارزم شاہ اور ازمیر شاہ تھے جو ابھی تک نیچے نہیں آئے تھے، باقی سب لڑکیاں پارلر تھیں، زیان شاہ بھی مرحا کے پاس تھا کیونکہ اسے کسی بھی وقت فیڈ کرنا ہوتا تھا، مرحا اسے ملازموں کے سہارے چھوڑ کے نہیں جا سکتی تھی کیونکہ زوریز شاہ بھی فری نہیں تھا۔ شادی والا گھر تھا، سو کام نکل آتے تھے۔۔

ہاں جلدی پہنچو! ہم سب تیار ہیں!!۔۔۔۔ کاظم شاہ فون پہ شہسوار شاہ سے مخاطب اسکی کسی بات کا جواب دے رہا تھا جب اسے سامنے سے ارزم شاہ لمبے لمبے قدم اٹھاتے اپنی طرف آتا دیکھائی دیا تھا، وہ اس وقت بلیک خوبصورت سی شیروانی میں ملبوس شہد رنگ بالوں کو اچھے سے سیٹ کئے پیروں میں چمچماتے سیاہ شوز پہنے مسکرا کے ازمیر شاہ کو چوم رہا تھا، ازمیر شاہ کی ڈریسنگ بھی اپنے چاچو سے ملتی جلتی تھی، وہ صبح سے آج اپنے چاچو کے پاس رہا تھا، ایک منٹ کے لئے بھی کاظم شاہ کے ہاتھ نہیں آیا تھا، ایزل نے اسے اپنے ساتھ پارلر لے کے جانا چاہا تھا لیکن وہ یہ کہہ کے انکار کر گیا کہ اسے چاچو کے پاس رہنا ہے۔

ہو گئی ہماری دلہن تیار؟ یا ابھی بھی کوئی تیاری رہتی ہے؟۔۔۔ کاظم شاہ فون بند کر کے جیب میں ڈالتا ارزم شاہ کی طرف بڑھتے طنزیہ لہجے میں استفسار کرتے اسکے بازوؤں سے ازمیر شاہ کو لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اسکے پاس جانے کی بجائے ارزم کے ساتھ چپکتا اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔

آپ کے بیٹے نے تیار ہوتے وقت لگایا ہے!! کب سے گیم کھیلنے کی ضد کر رہا تھا!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے ناک چڑھاتے ہوئے اسے اسکے بیٹے کی شکایت لگائی تھی، اسکے شکایت لگانے پہ ازمیر شاہ اسکی گردن سے چہرہ باہر نکال کے اسے نروٹھے پن سے دیکھتا اپنے ہاتھ احان شاہ کی طرف پھیلا گیا، مطلب صاف تھا اسے ارزم شاہ کا اسکے باپ کو یوں

شکایت لگانا پسند نہیں آیا تھا، احان شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے بھانجے کو ارزم شاہ سے پکڑتے پیار سے چوما تھا جبکہ ارزم شاہ منہ کھول کے کاظم کی طرف دیکھنے لگا جس کا بیٹا صبح سے اسکے ساتھ چپکا ہوا تھا اور اب اسکی ذرا سی غلطی پہ ایک منٹ میں فلپ مار چکا تھا۔۔ کاظم شاہ نے مسکراہٹ روکنے کی غرض سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔ تمام بڑے بارات لے کے نکلنے سے پہلے ارزم شاہ کا صدقہ دے رہے تھے تاکہ ہر پریشانی اور آفت ٹلی رہے۔ تھوڑی ہی دیر میں شہسوار شاہ اور عالم شاہ کی گاڑی بھی شاہ حویلی میں پہنچ چکی تھی۔۔ شہسوار شاہ اور ارزم شاہ دونوں کی ڈریسنگ بالکل سیم تھی۔ وہ اس سیاہ شیروانی میں کسی ریاست کے شہزادے معلوم ہو رہے تھے۔

میر آجاؤ بابا کے پاس؟۔۔۔۔ سب حویلی سے نکلنے کے لئے اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ رہے تھے جب ازمیر کو ابھی تک احان شاہ کے ساتھ چپکے دیکھ کے کاظم نے اسے پیار سے اپنے پاس بلایا، وہ سپاٹ چہرے سے اسکی طرف دیکھتا نفی میں سر ہلاتے احان شاہ کے کندھے کے ساتھ سر ٹکا گیا۔ کاظم پہ ہنسنے کی باری اب احان کی تھی۔۔ احان شاہ ہنستا ہوا اترا کے کاظم شاہ کو دیکھتا ازمیر کو لئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا، سب جانتے تھے ازمیر کل رات سے اپنے باپ سے ناراض ہے۔ کاظم شاہ کو اسکی اتنی ناراضگی پہ بے چینی سی ہوئی تھی، ازمیر شاہ کی گولڈن آنکھیں رات کو زیادہ دیر تک رونے کی وجہ سے سرخ تھیں۔۔ وہ گہری سانس بھرتے اپنی گاڑی میں سوار ہوا تھا۔ مزید چند منٹوں کے بعد شاہ حویلی سے ایک ساتھ ان سب کی گاڑیوں کے پیچھے ان کے دوستوں اور گارڈز کی گاڑیوں کی بھاری تعداد نکلی تھی۔۔ وہ سب ایک ساتھ خان مینشن کی طرف روانہ ہو چکے تھے، رات کے اس وقت تمام گاڑیاں آگے پیچھے تیزی سے سڑک پہ چلتی ایک خوبصورت سا منظر پیش کر رہی تھیں، تمام گاڑیوں کی سائیڈز پہ فائر ورکس سیٹ کئے گئے تھے جبکہ فائرنگ بھی ساتھ ساتھ جاری تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 141 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

یاور! یہاں آؤ!!۔۔۔۔۔یاور شاہ جو بالکل ابھی مردوں والی طرف آیا تھا احان شاہ نے اسے دیکھتے ہی بلند آواز میں اپنے پاس بلایا تھا، یاور اپنے باپ کی پکار پہ مسکراتا ہوا سر کو خم دیتے اسکی طرف بڑھ گیا، وہ اپنے باپ سے ہی ملنے آرہا تھا کیونکہ کل رات کو بھی وہ باپ کو ملے بغیر باہر لان سے ہی اپنی مورے اور ماموں کے ساتھ مینشن چلا آیا تھا۔

جی بابا زان (جی بابا جان)۔۔۔۔۔یاور نے اسکے قریب آتے فرمانبرداری سے اسکی پکار کا جواب دیا۔

مورے کہاں ہیں؟۔۔۔۔۔احان شاہ اسے اٹھا کے اپنی گود میں بٹھاتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں استفسار کرنے لگا، راستے سے جب ان سب نے پارلر سے لڑکیوں کو پک کیا تھا، وہاں صرف احان شاہ کو یسریٰ ملی تھی جو میرال اور ذائشہ خان کے ساتھ زبردستی پارلر آئی تھی لیکن باپ کی گاڑی کی آواز سنتے اور ازمیر کو دیکھتے ہی وہ اپنی آنی کو آگاہ کرتی انہی کے ساتھ مینشن چلی آئی تھی، احان شاہ نے جب اپنی بیٹی سے گلالئی کے متعلق پوچھا تو اسے معلوم ہوا تھا گل کے علاوہ تقریباً سب پارلر آئے تھے، احان شاہ کو گلالئی کی کل کی کہی گئی باتیں یاد آئی تھیں جب اس نے غصے سے اگلا کوئی بھی فنکشن اٹینڈ کرنے سے منع کیا تھا۔ خیر وہ اپنی بیٹی کے سامنے اس وقت اپنے تاثرات چھپاتا پیار سے اسکے گال چوم رہا تھا جو میرون ویلوٹ ایمبرائیڈڈ فراک پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، اپنی شیٹ آرٹ کو اپنے ساتھ گاڑی میں دیکھتے ازمیر شاہ کو تو جیسے عید ہوئی تھی، وہ احان کے فون پہ گیم کھیلتا ساتھ ساتھ یسریٰ شاہ کو بھی کسی استاد کی طرح سیکھا رہا تھا، احان شاہ جو گل کی خفگی کی فکر میں پاگل ہو رہا تھا گاڑی میں ان دونوں کی نوک جھوک سنتے مسکراتا رہا، لیکن مینشن آتے ہی وہ پھر سے اسکی فکر ستانے لگی، وہ ابھی تک اندر نہیں جا پایا تھا کیونکہ اندر دوسری خواتین کی موجودگی بھی ممکن ہو سکتی تھی۔

(مورے مذے تار ترنے تے بعد اپے تمرے مے شابر لے ری ایں!) مورے مجھے تیار کرنے کے بعد اپنے روم میں شاور لے رہی ہیں!۔۔۔یاور نے باقی سب کی مردوں کی موجودگی محسوس کرتے احان شاہ کو اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں جواب دیا تھا۔

کیا وہاں کوئی اور بھی ہے؟۔۔۔۔احان شاہ نے پھر سے سرگوشی نما آواز میں سوال کرتے اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا جو سیٹ کرنے کے باوجود ہمیشہ ماتھے پہ بکھرے رہتے تھے۔۔

امم۔۔میرو آنی وئی ایں!مورے پالر نئی دئی نا اش لئے اب میرو آنی انے اود تار ترنے آئی ایں!(ہمم۔۔۔۔میرو آنی وہیں ہیں! مورے پارلر نہیں گئی نا اس لئے اب میرو آنی انہیں خود تیار کریں گے!)۔۔۔۔۔یاور شاہ نے سمجھداری سے باپ کی جواب کا تفصیلی جواب دیا تھا، آواز آہستہ رکھی تھی تاکہ کوئی دوسرا سن کی پرائیویٹ ڈسکشن نہ سن سکے۔ میرال شاہ کی وہاں موجودگی کا سن کے احان شاہ نے گہری سانس بھری تھی، اگر وہ اکیلی ہوتی تو وہ ابھی وہاں جا کے اسے منالیتا۔۔

کیا بول رہی تھی مورے؟۔۔۔۔احان شاہ اس وقت شاید صرف گلالئی کے متعلق بات کرنا چاہتا تھا اسی لئے مزید سوال داغا۔۔

بول رہ تی تے بابا ذان تو تہنا امارے ملیمے تے تپڑے کشی تے آتھ شیخ یا بزوادے تیوں تے ام آزبی یئی رہے دیں!(بول رہی تھیں کہ بابا جان کو کہنا ہمارے ولیمے کے کپڑے کسی کے ہاتھ یہاں صبح بجھوادیں کیونکہ ہم آج یہی رہے گے!)۔۔۔یاور شاہ نے کسی طوطے کی طرح احان شاہ کو ماں کا پیغام فر فر سنایا تھا۔یاور شاہ کی بات سنتے احان شاہ نے نچلا ہونٹ زور سے دانتوں تلے دبایا تھا، اسکی بیوی کے ماننے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے یعنی دوسری طرف سے ناراضگی شدید تھی۔۔

آپ نے مورے کو سمجھایا نہیں کہ بابا ہمیں مس کریں گے ہمیں مزید یہاں نہیں رکنا چاہئیے!!۔۔۔۔۔احان شاہ اسکی گہری نیلی آنکھیں چومتا اسے آئیندہ کے لئے سمجھا رہا تھا تاکہ اسکی ماں اب جب بھی یہاں رہنے کی ضد کرے وہ اسکی بات ماننے کی بجائے اسے اپنے طور پہ ضرور سمجھائے۔

رات تو ذب ڈول اپ تے پاش آنے تے لئے رورہ تی تو مے نے مورے تو شمجھایا تا امم شیخ شلے ذائیں دے لیتن مورے تہتی ایں امم نئی ذائیں دے بش اش باپ تی چچی تو آپ تے شاتھ واپش بیز دے دیں(رات کو جب ڈول آپ کے پاس آنے کے لئے رو رہی تھی تو میں نے مورے کو سمجھایا تھا ہم صبح چلیں جائیں گے لیکن مورے کہتی ہیں ہم نہیں جائیں گے بس اس باپ کی چچی کو آپ کے ساتھ واپس بھیج دیں گے!)۔۔۔۔۔یاور شاہ نے بے حد معصومیت سے اپنی نیلی آنکھیں ٹپٹپاتے ایک نظر ازمیر کے پاس بیٹھی یسریٰ شاہ کو دیکھتے احان شاہ کو جواب دیتے

آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کیا تھا، اپنی بیوی کی گوہر افشانیاں سنتا وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے یاور کے گالوں پہ ہونٹ رکھنے لگا۔

اور بابا کے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں؟۔۔۔احان شاہ نے لگے ہاتھ مزید ایک سوال کیا۔بیٹا کبھی کبھی ہی ماں کی ساری باتیں اسے بتاتا تھا ورنہ وہ زیادہ تر گلالئ کی ہی سائیڈ لیا کرتا تھا اسی لئے احان شاہ اس موقعے کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔

کش بی نئ (کچھ بھی نہیں)۔۔۔یاور نے سنجیدگی سے جواب دیتے کندھے اچکائے تھے۔

یاور! ادھر چاچو کے پاس آؤ میری جان!!۔۔۔احان ابھی کچھ بولتا جب ارزم شاہ نے بے حد پیار سے اسے اپنے پاس بلایا تھا، میٹھے لہجے کی وجہ ایک کام تھا ورنہ اسے رات سے اپنے اس دوسرے سالے پہ کافی غصہ تھا جو اسکی بجائے اپنے ماموں کی سائیڈ لیتا تھا، وہ سب اس وقت اسٹیج پہ بیٹھنے کی بجائے لان کے کونے والے ٹیبل پہ موجود تھے کیونکہ اب کھانا پیش کیا جا رہا تھا اور اسٹیج پہ بیٹھ کے کھانا ان سب کو کافی مشکل لگتا تھا اسی لئے اس بڑے سے ٹیبل کی طرف چلے آئے تاکہ سب بچے اور فیملی فرینڈز سکون سے ان کے ساتھ بیٹھ کے کھا سکیں۔ارزم شاہ کی پکار پہ یاور نے پہلے تو اسے آنکھیں چندھیا کر کے دیکھا تھا پھر باپ کے سر کو خم دینے پہ اسکی گود سے اترتا ارزم کی طرف بڑھ گیا۔۔

شیٹ آرٹ آپ تیا تھاؤ دی؟(سویٹ ہارٹ آپ کو کیا کھاؤ گی؟)۔۔۔۔ازمیر شاہ جس نے بے حد سمجھداری اور سلیقے سے زیان شاہ اور حسان خان کو ان کی پسند کے مطابق الگ الگ پلیٹ میں کھانا نکال کے دیتے بڑے بھائی کا فرض نبھایا تھا اب نرمی سے یسریٰ شاہ سے استفسار کرنے لگا۔۔

آئسکریم (آئس کریم!)۔۔۔۔۔یسریٰ نے تالی بجاتے چہکتے ہوئے ازمیر شاہ کو جواب دیا تھا، باقی سب مسکراتے ہوئے ان بچوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔اس پوری شادی میں آئس کریم خصوصی طور پہ کھانے کے مینیو میں شامل کی گئ تھی کیونکہ آئس کریم اس پورے خاندان کی لاڈلی یسریٰ شاہ کو بے حد پسند تھی۔وہ سردی میں بھی آئس کریم کھانے سے باز نہیں آتی تھی اور مزے کی بات یہ تھی وہ اتنی آئس کریم کھانے کے بعد بیمار بھی نہیں ہوتی تھی۔

یسریٰ کی فرمائش پہ ارزم شاہ نے اب ٹیبل پہ آئس کریم کے لئے نگاہیں دوڑائی تھیں جو کاظم شاہ کے بائیں بازو کی طرف پڑی تھی، وہ کاظم شاہ سے دو کرسیوں کے فاصلے پہ بیٹھا تھا۔وہ اس سے ناراض تھا اب ازمیر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ یہ آئس کریم کو طرح سے پکڑے۔۔

تاتو! شیٹ آرٹ تے لئے ایش ترین ڈال تے دو(چاچو سویٹ ہارٹ کے لئے آئس کریم ڈال کے دو!)۔۔۔بالآخر باپ کو ابھی بھی بلانے کا ارادہ ترک کرتے ازمیر شاہ نے ہمیشہ کی طرح ارزم شاہ کو آواز لگائی تھی جو اسکی ہر مشکل کا حل تھا، کاظم شاہ کو ازمیر کا خود سے نگاہیں پھیرنا اچھا نہیں لگا تھا، اسکا ایک ہی بیٹا تھا اور اسے لے کے بے حد سینسٹو اور پوزیسو تھا، کاظم شاہ کو جہاں بے چینی ہوئی تھی وہی پہ غصہ بھی عود آرہا تھا۔ارزم جو یاور کے کان میں سرگوشی نما آواز میں کچھ بول رہا تھا اپنے عاشق بھتیجے کی پکار پہ گہری سانس بھر کے کرسی سے اٹھتا چھوٹی سی پلیٹ میں آئسکریم نکال کے اسکی طرف بڑھا گیا، تو ثابت ہوا تھا وہ چاہے دلہا چھوڑ کے وزیر اعظم بن جائے ازمیر شاہ نے ہمیشہ اپنے کاموں کروانے کے لئے اسے ہی مخاطب کرنا تھا، ازمیر شاہ مسکرا کے یہ پلیٹ پکڑتا اپنی شیٹ آرٹ کی طرف بڑھا گیا۔۔

تھینک یو میر!!(تھینک یو میر)۔۔۔جب بات آئس کریم پہ آتی تھی تب معصوم سی یسریٰ سمجھداری سے کام لیتی تھی اسی لئے ازمیر کو بھالو بولنے کی بجائے مسکرا کے "میر" بولتی اسکے ہاتھ سے آئس کریم تھام گئی۔ازمیر شاہ کا چہرہ خوشی سے سرشار ہوا تھا۔۔

آرام سے بول نہ جانی! مجھے ٹھیک سے سمجھ نہیں آرہی!!۔۔۔۔۔یاور کے فر فر پشتو بولنے پہ ارزم شاہ مصنوعی معصومیت سے اسکے کان میں بولا تھا جس پہ یاور شاہ کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے جو تقریباً تین دفعہ اپنی لائن سرگوشی نما آواز میں اسکے کان میں دہرا چکا تھا۔۔

"ستہ۔۔سترگے۔۔ڈیرے۔۔خوا۔۔گے۔۔دی"۔۔۔۔یاور شاہ اب کی بار ایک ایک لفظ توڑ توڑ کے سمجھانے والے انداز میں اسکے کان میں توتلی آواز میں بولا تھا جس پہ ازمیر شاہ نے سمجھنے کے انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

اچھا اب مجھ سے سن!۔۔۔ارزم شاہ اپنے بھتیجے سے یوں مخاطب تھا جیسے وہ اسکا استاد ہو۔یاور نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے اپنا کان پھر سے اسکے پاس کیا تھا۔

"ستہ سترگے ڈیرے خوا گے دی"۔۔۔ارزم شاہ نے کسی سٹوڈنٹ کی طرح اسکے کان میں اپنا سبق سنایا تھا جس پہ یاور شاہ نے کھکھلاتے ہوئے ہاں میں سر ہلاتے اسے مطمئن کیا تھا کہ وہ ٹھیک بول رہا ہے۔ارزم شاہ نے شکر ادا کرتے مصروف سے انداز میں اپنے پاس پڑی ڈرنک اٹھا کے ہونٹوں سے لگائی تھی لیکن دو گھونٹ بھرتے ہی جب منہ کا

ٹیسٹ عجیب ہوا تو واپس سے ٹیبل پہ رکھتا کچھ میٹھا کھانے کو ڈھونڈنے لگا۔۔وہ اپنے ساتھ ساتھ یاور کو بھی کھلا رہا تھا جس نے آج پہلی دفعہ بنا اسے ستائے اسکی مدد کی تھی۔کاظم شاہ کے علاوہ باقی سب ہلکا پھلکا سا کھانے میں مصروف تھے،وہ صرف پلیٹ میں چمچ گھماتا اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہا تھا جو کسی بات پہ کھکھلا کے زیان شاہ اور حسان خان کے پھولے سفید گال چوم رہا تھا۔۔ازمیر شاہ کی نگاہ اچانک سے پھر سے کاظم شاہ کی طرف اٹھی تھی جو اسی کو دیکھ رہا تھا، اسے اچانک سے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نے مسکرا کے اسے آنکھوں سے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ اگنور کرتا چاول کھانے میں مصروف ہو گیا۔اسکی اگنورینس پہ کاظم شاہ نے خود پر سے قابو ہوتے غصے سے اپنے پاس پڑے کولڈ رنک کے گلاس پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی،گلاس اگلے ہی پل چکنا چور ہوتا اسکا ہاتھ زخمی کر گیا۔۔

لالا!!!!۔۔۔۔۔کچھ ٹوٹنے کی آواز پہ سب کی نگاہ اسکی طرف اٹھی تھی،سب نے بھوکھلاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

کچھ بھی نہیں ہوا!! بیٹھے رہو! ۔۔۔وہ سب اپنی جگہوں سے اٹھنے والے تھے جب کاظم شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکتے ہوئے اپنا سر جھٹکا تھا،بیٹے کی ناراضگی اسکا دماغ تک مفلوج کر چکی تھی،وہ بھول چکا تھا وہ اس وقت ان سب کے درمیان میں بیٹھا ہے۔۔ارزم شاہ اور شہسوار شاہ اپنی جگہ سے پھر سے اٹھنے والے تھے لیکن کاظم شاہ نے انہیں زبردستی وہی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا تھا۔۔

بابا!!!۔۔۔۔اس منظر کو دیکھتے ازمیر شاہ جلدی سے اپنا کھانا چھوڑتا کرسی سے اترتے ہوئے اپنے باپ کی طرف بھاگا تھا،باقی سب بھی پریشانی سے کاظم کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن اس کے منع کرنے کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے تاکہ باقی سب لوگ بھی پریشانی سے یہاں معجمہ نہ لگا دیں اور یہ ایک بریکنگ نیوز بن جائے۔۔ازمیر شاہ کی آواز پہ کاظم شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو آنکھوں میں آنسو لئے اسکا ہاتھ تھامنے کی کوشش کر رہا تھا جس پہ اسکی دائیں طرف بیٹھا زوریز شاہ اب چھ ساتھ ٹشو نکال کے اس کے ہاتھ پہ رکھتے اسکا خون روک رہا تھا۔حازق خان نے ملازم کو آواز لگا کے اپنے پاس بلاتے مدھم آواز میں فوری طور پہ بینڈیج لانے کا حکم دیا تھا۔

بابا زان(بابا جان)!!۔۔۔۔۔۔اسکے زخمی ہاتھ کو دیکھ کے ازمیر شاہ روتے ہوئے اسکی گود میں چڑھنے کی کوشش کرنے لگا،ان سب کو پریشان ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ ہولے سے ہنس کے انہیں ریلکس کرتا ازمیر کو ایک ہاتھ سے

اٹھا کے اپنی گود میں بیٹھا گیا، اس نے جان بوجھ کے یہ گلاس نہیں توڑا تھا، یہ سب غصے کی شدت کو کنٹرول کرتے ہوئے تھا، ورنہ وہ ان سب کے ساتھ بیٹھ کے ایسی حرکت انٹینشلی کبھی نہ کرتا جس سے سب پریشان ہو جاتے۔۔

بابازان! آپ تو ڈاوری اے؟(بابا جان آپ کو درد ہو رہی ہے؟)۔۔۔۔ازمیر شاہ آنسوؤں سے تر چہرے کو اسکے مقابل کرتا اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے پیار سے پوچھنے لگا۔۔کاظم شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکا ماتھا پیار سے چومتے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ایک سکون کاظم شاہ کو اپنے رگ وپے میں محسوس ہوا تھا، وہ رات سے اسے پیار کرنے کے لئے تڑپ رہا تھا بالآخر اسے اپنے باپ پہ رحم آگیا تھا۔۔بینڈیج آچکی تھی، کاظم شاہ کی دائیں طرف بیٹھے احان شاہ نے بینڈیج پکڑتے اسکے ہاتھ پہ باندھتے ہوئے اسے غصے سے آنکھیں دیکھائی تھیں، وہ جیسے سمجھ چکا تھا اس سے کے پیچھے وجہ اسکے بیٹے کی اگنورینس تھی۔۔

میر میں ٹھیک ہوں میری جان!!۔۔۔ازمیر کو اپنے سینے میں چہرہ چھپا کے ہچکیوں سے روتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسکی پشت سہلاتے اسے خاموش کروانے کی کوشش کی تھی، باقی سب مسکرا کے اس منظر کو دیکھ رہے تھے، کہاں وہ پہلے باپ کو رکھ رکھ کے اگنور مار رہا تھا اور اب اسکی چھوٹی سی چوٹ پہ اسکی ساری ناراضگی ہوا ہوئی تھی، وہ دیوانوں کی طرح روتے ہوئے اسکی گردن کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھے ہوئے تھا۔باقی سب بچے پریشانی سے ازمیر کی طرف دیکھتے اپنے اپنے باپ سے اس سب کی وجہ پوچھ رہے تھے۔۔

ازمیر شاہ نے کاظم کے سینے سے چہرہ باہر نکال کے اپنے آنسو رگڑ کے صاف کرتے اسکے سفید بینڈیج والے ہاتھ پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔کاظم شاہ کو اپنا سارا درد غائب ہوتا محسوس ہوا تھا۔وہ اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچتا دیوانوں کی طرح اسکا چہرہ چومتے اسکے گالوں پہ اپنی بیئرڈ رگڑتا اسے روتے روتے ہنسانے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

آئی ایم سوری میری جان!۔۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں اپنے کل کے سخت رویے کی معافی مانگ رہا تھا۔۔

اب بدمیزی نئ تروں دا بابا ذان(اب بدتمیزی نہیں کروں گا بابا جان!)۔۔۔ازمیر شاہ خشک ہچکی بھرتا اسکے گالوں پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھ کے معصومیت سے بھیگی آواز میں بولتا اسکی گولڈن بیئرڈ پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔کاظم شاہ نے ہنستے ہوئے اسکے گرد اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔

میرا بیٹا بہت پیارا لگ رہا ہے بالکل کسی شہزادے کی طرح!!۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسکے منہ میں چاولوں کا چمچ ڈالتا کھلے دل سے اسکی تعریف کر رہا تھا کیونکہ وہ اپنے بیٹے کا شکوہ یاد رکھے ہوئے تھا۔

اں شیٹ آرٹ بی بول ری تی مے پار الدر رااوں (ہاں سویٹ ہارٹ بھی بول رہی تھی میں پیارا لگ رہا ہوں)۔۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے باپ کو جواب دیتا اسے پھر سے ہنسنے پہ مجبور کر گیا اب بیچارے ازمیر کو کون بتاتا معصوم سی یسریٰ نے اسکی تعریف صرف اپنی فیورٹ آئس کریم ہتھیانے کے لئے لی تھی۔۔

آئرہ شاہ اس وقت پورے استحقاق سے شہسوار شاہ کے روم میں بیٹھی اس کے آنے کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی تاکہ وہ جلدی سے اپنی منہ دیکھائی لے کے چینج کر کے سو سکے۔ اسے زیادہ دیر تک جاگنے کی عادت نہیں تھی۔ لیکن پچھلے چار پانچ دنوں سے وہ جتنا جاگ رہی تھی اتنا تو وہ زندگی میں نہیں جاگی تھی۔ نیند سے بار بار اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھی۔۔ پیلس آتے ساتھ ہی شہسوار شاہ نے سب سے پہلے اوپر کھانا آئرہ شاہ کیلئے بھجوایا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا اس نے تقریب میں کچھ بھی نہیں کھایا ہوا گا۔ آئرہ کیسے کھانا کھانے کے بعد اب صرف گھڑی کی طرف بار بار دیکھے جا رہی تھی۔ آئرہ شاہ اس وقت ریڈ بلڈ کلر کے مائیکرو ویلوٹ لہنگے میں ملبوس تھی۔ پورے لہنگے پہ نکشی دبکی کورا کا کام نہایت ہی نفاست سے کیا گیا تھا۔ پورا لہنگا کڑھائی سے مزین تھا۔ جبکہ بلاؤز کا گلا آگے پیچھے سے کافی ڈیپ تھا۔ اس لئے آئرہ شاہ کی شفاف کمر اور پیٹ کو چھپانے کیلئے ایک ویلوٹ کا دوپٹہ اچھے سے پن کیا گیا تھا۔ اس کے بالوں کی درمیان سے مانگ نکال کر ٹکہ اور سائیڈ پہ جھومر سیٹ کیا گیا تھا جبکہ آگے سے تھوڑے سے بالوں کی دونوں سائیڈ سے لٹیں نکال کے باقی بالوں کا برائیڈل بن بنا کر اس پہ سفید چھوٹے چھوٹے پھول لگائے تھے۔ اور پھر اس پہ لہنگے کا ہیوی کام دار دوپٹہ پنز کی مدد سے فکس کیا گیا تھا۔۔ گولڈ کی جیولری کے ساتھ چہرے پہ لائٹ سا میک اپ کیا گیا تھا۔ گلابی ہونٹ اس وقت ریڈ لپ اسٹک سے سجے ہوئے تھے جبکہ ائرہ کے سفید مخملی ہاتھوں میں خاندانی کڑوں اور چوڑیوں کے ساتھ فریش گلاب کے پھولوں کے گجرے بھی پہن رکھتے تھے جو اسکے مہندی سے رنگے ہاتھوں کو اور بھی خوبصورت بنا رہے تھے۔۔ آئرہ شاہ کی چھوٹی سی ناک میں نہایت ہی نفیس سی گولڈ کی نوز پن سجی ہوئی تھی۔۔ بے شک وہ ہری آنکھوں والی نازک سی لڑکی آسمان سے اتری ہوئی پری لگی رہی تھی۔۔ آئرہ شاہ کا لہنگا شہسوار شاہ کی

پسند کا تھا۔۔ آج شہسوار کی پسند کی دلہن اسکی کے پسندیدہ جوڑے میں ملبوس اس پہ قیامت ڈھانے والی تھی۔۔
شہسوار شاہ نے خود آئرہ شاہ کیلئے ویلوٹ کا لہنگا پسند کیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا اسکی نازک سی دولہن اس سردی میں بیمار پڑ جائے۔۔ پورے کمرے میں رومینٹک سی لائٹ کے ساتھ کینڈلز جلائی گی تھی۔ بیڈ کے درمیان میں گلاب کی پتیوں کو ہارٹ شیپ کی صورت میں سجایا گیا تھا۔ جبکہ درمیان میں پڑے ٹیبل پہ بھی کینڈلز اور پھول رکھے گئے تھے۔
سارا کمرہ گلاب کی پتیوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ آئرہ شاہ اس وقت بیڈ پہ بیٹھی شہسوار کے انتظار میں اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف ہی دیکھ رہی تھی جب کلک کی آواز سے دروازہ کھلا اور شہسوار اندر داخل ہوا تھا۔ پہلی نظر میں ہی ائرہ کے روپ کو دیکھ کر اس کا دل ایک لمحے کیلئے سینے کے مقام سے ہٹا تھا۔ وہ اس کے لئے اب تک جاگ رہی تھی، شہسوار شاہ کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی؟
کہاں تھے آپ؟ اتنی دیر لگادی!! ٹائم دیکھیں کیا ہو رہا ہے مجھے یہاں پہرے دار کی طرح بیٹھا کے خود باہر سیر سپاٹے کر رہے تھے؟۔۔۔۔ آئرہ شاہ شہسوار کے لیٹ آنے پہ ناک سکوڑتے ہوئے بنا سانس لئے سوال پہ سوال کرتی خفگی سے بولی تھی۔
آج معافی دے دوں آئندہ یہ گستاخی نہیں ہو گی۔ انفیکٹ آئندہ تم خود میری شدتوں کے ڈر سے مجھے کمرے میں لیٹ آنے کی ہدایت دو گی۔۔۔۔ شہسوار کمرے کا دروازہ لاک کرتا اپنی بلیک شیروانی کے اوپری بٹن کھولتا زومعنی انداز میں آئرہ کو جواب دیتا بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ آج دلہن بن کے بھی اسکی زبان بند نہیں ہو رہی تھی ورنہ اسے تو لگا تھا وہ نکاح والے روز کی طرح آج بھی شرمانے لجھانے کے ریکارڈ توڑے گی۔ لیکن ہائے اسکی دس گز کی زبان۔۔۔ قصور بیوی کا نہیں بلکہ اسکی لمبی زبان کا تھا۔ شہسوار کتنی مشکل سے اپنے دوستوں سے جان چھڑوا کے ایا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔
شہسوار جلدی سے میری منہ دیکھائی دیں نا مجھے چینج کر کے سونا ہے! بہت نیند آ رہی ہے۔۔۔ آئرہ شہسوار کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اپنے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ بات کا رخ بدلتی اپنی منہ دیکھائی مانگنے لگی۔۔

اوونو!! تمہاری منہ دیکھائی تو میں لینا ہی بھول گیا۔ اتنے کام کرنے والے تھے! میں اکیلا کیا کیا یاد رکھتا؟ غلطی ہو گئی بے بی تمہارے لئے کچھ لینا یاد ہی نہیں تھا۔۔۔۔ شہسوار افسوس کے ساتھ سر جھٹک کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے آئرہ شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔

کیا مطلب آپ لینا بھول گئے؟ مطلب آپ نے میری منہ دیکھائی کے لئے کوئی ایک چیز بھی نہیں خریدی؟ کیا اتنی غیر ضروری ہوں میں آپ کیلئے؟۔۔۔۔ آئرہ حیرانگی سے شہسوار کی طرف دیکھنے لگی جو اس کیلئے گفٹ تک لانا بھول چکا تھا۔ سوری!! مجھے یاد ہی نہیں رہا۔۔۔۔ شہسوار شاہ اب چہرے پہ معصومیت لئے آئرہ شاہ کو مزید چھیڑنے لگا۔ وہ دراصل اسکا ری ایکشن دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ شہسوار کو اب آئرہ کا ہر روپ دیکھنا پسند تھا۔

میری منہ دیکھائی آپ لائے نہیں ہیں! آپ کو یاد نہیں رہا؟ تو پھر اپنے کمرے میں آنا کیسے یاد رہا؟؟ دھر میرے پاس بیڈ پہ کس خوشی میں بیٹھ رہے ہیں؟ ہمم!!! ہٹ جائیں آپ ادھر سے!! میرا اتنا انتظار کرنا ہی فضول تھا۔۔۔۔ آئرہ شاہ اپنی ہری آنکھوں میں غصے کی سرخی لئے شہسوار کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کو بیڈ سے ہٹنے کی ہدایت دینے لگی۔

ارے نہیں نہیں رکو یار!! خود سے دور تو مت کرو۔ اور تمہاری منہ دیکھائی میں لایا ہوں۔ ایسا بھلا ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں بھول جاؤں؟؟ تم سے زیادہ ضروری میرے لئے کوئی نہیں ہے میری دلہن!!!۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ کا بدلتا موڈ دیکھ کر شہسوار تیزی سے لائن پہ آیا تھا ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ منہ دیکھائی نہ لانے پر آئرہ شاہ اسے اٹھا کے کمرے سے باہر پھینک دیتی۔۔ شہسوار شاہ کے جواب پہ آئرہ شاہ کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔۔ شہسوار بیڈ سے اٹھ کے الماری کی طرف بڑھتا اس کے پٹ کھولے ایک بڑا جبکہ دو چھوٹے کیس پکڑتا آئرہ کے پاس واپس آیا تھا۔ وہ ایرہ کے بلکل قریب بیٹھتا اسے بڑا کیس پکڑا گیا۔

کھول کے دیکھو اور بتاؤ کیسی لگی تمہیں میری پسند؟ شہسوار آئرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کیس کو کھولنے کا اشارہ کرنے لگا۔

آپ نے پہلے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کہ میری منہ دیکھائی لانا بھول گے؟۔۔۔۔۔ ایرہ کیس کھولتے ہوئے حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لیئے تجسس سے کیس کھولنے لگی جبکہ شہسوار اسکے چہرے پہ کھلی خوشی کے صدقے

واری جارہا تھا۔ اس کے اتنے خوبصورت روپ سے شہسوار کیلئے نظریں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ آہستہ سے آئرہ شاہ کے مزید قریب ہوتا اسکے ہاتھوں پہ جھک کے مہندی کی خوشبو اپنے اندر اتارنے کے ساتھ ساتھ اسکے مخملی ہاتھوں پہ نرمی سے اپنے لب رکھ گیا۔۔

اوو!! واؤ شہسوار یہ کتنا خوبصورت ہے۔ آپ نے میرے لئے خود خریدا ہے کیا؟۔۔۔۔ آئرہ کیس کھولتے ہی اس میں موجود ڈائمنڈ نیکلس کو دیکھتی خوشی سے چہکتی ہوئی شہسوار کی طرف دیکھنے لگی جبکہ اسکے لبوں کا لمس اپنے ہاتھ پہ محسوس کرتے ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔

ہاں تمہارے لئے خریدا ہے۔۔ تم سے زیادہ کوئی خاص نہیں ہے میری زندگی میں۔۔ اور یہ نیکلس تم سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تمہارے حسن کے آگے اس کی خوبصورتی پھیکی ہے۔ میری ہری آنکھوں والی دلہن!!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے مزید قریب ہوتا پیار سے آئرہ کی لائٹ گرین آنکھوں پہ اپنے لب رکھتا اسکے وجود کو اپنے لئیے خاص اور اہم ہونے کا احساس دلانے لگا۔

شکریہ!! مجھے یہ بہت اچھا لگا آپ کی چوائس بہت اچھی ہے۔ ان دونوں میں کیا ہے؟۔۔۔ آئرہ شاہ شہسوار کا شکریہ ادا کرتی پاس پڑے دو چھوٹے چھوٹے کیس کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

ان دونوں میں بھی تمہارے لئے کچھ ہے لیکن یہ بعد میں ملے گا!! ابھی نہیں۔۔ لاؤ یہ مجھے دو میں تمہیں پہنا دوں۔۔۔ شہسوار شاہ آئرہ کو جواب دیتا اسکے ہاتھ سے نیکلس پکڑ کر اسے پہنانے لگا۔ اسکے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتی ائرہ بے ساختہ کچھ فاصلے پہ ہوئی تھی۔

کیسا لگ رہا ہے؟؟۔۔۔۔ آئرہ نیکلس پہ ہاتھ رکھتی اپنی خوبصورتی سے متعلق رائے جاننے لگی لیکن شہسوار اسے کیا جواب دیتا وہ تو ہمیشہ کی طرح اس کے ہونٹوں سے نظریں ہٹانا ہی بھول چکا تھا جن کے قریب ہوتے ہی دل نے انہیں قید کرنا چاہا تھا اور وہ کیوں نہ کرتا آج سے آئرہ شاہ جسمانی روحانی ہر لحاظ سے اسکی ملکیت تھی۔ وہ اس پہ اور اسکے وجود کے پور پور پہ پورا حق رکھتا تھا۔۔ شہسوار شاہ اسے خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا آئرہ کے سرخ لپ اسٹک سے سجے لبوں پہ جھکنے ہی والا تھا جب آئرہ اسکی یہ حرکت نوٹ کرتے ہوئے جان بوجھ کے اپنا لہنگا سنبھالتی تیزی سے بیڈ سے نیچے

اترتی آئینے کے سامنے بڑھ گئی، دھڑکنوں کی سپیڈ تیز ہوئی تھی۔ شہسوار اسکے یوں اچانک سے بھاگنے پہ بدمزہ ہوتا اپنے لب کاٹتا اسکے پیچھے آئینے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

کیسی لگ رہی ہوں ؟۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے شہسوار کو پھر سے اپنے قریب آتے دیکھ کے مسکراہٹ دبا کے سوال پوچھا تھا۔ شہسوار جو بالکل آئرہ کے پیچھے سینے پہ ہاتھ باندھ کے کھڑا اسکی حرکتیں نوٹ کر رہا تھا۔ آئرہ کے یوں اچانک سوال کرنے پر وہ اس کے قریب ہوتا اسکو پیچھے سے تھامتے ہوئے اسکے پیٹ کے گرد اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کر گیا تاکہ اس بار وہ کہیں اور نہ بھاگ پائے۔۔

میری کل کائنات ہو تم۔ ایک خوبصورت جہان ہو تم جس کی تخلیق کا تصور میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بس اللہ پہ اور اپنی پاکیزہ محبت پہ بھروسہ تھا۔ جب ارادے نکاح کے ہو تو پھر دعا تقدیر سے بھی لڑ جاتی ہے۔ میری کسی نیکی کا خوبصورت صلہ ہو تم جو اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے گنہگار بندے کی قسمت میں تم جیسی انمول لڑکی لکھ دی ہے۔ تمہیں پا کر میں خود کو دنیا کا خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں۔ میں نے معجزوں کے بارے میں سنا تھا لیکن معجزے اتنے حسین ہوتے ہیں یہ آج تمہیں اپنے حصار میں مکمل حق کے ساتھ لے کر پتہ چلا ہے۔۔ آئرہ تمہاری خوبصورتی کو لفظوں میں بیان کرنا میرے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔۔ تمہاری تعریف کیلئے الفاظ بھی کم پڑ جائیں گے۔ تمہاری آنکھیں نور کی طرح روشن ہیں۔ تمہارا چہرہ چودھویں کے چاند جیسا دمکتا ہے۔ تمہارے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے رسیلے ہیں۔ تمہاری چھوٹی سی ناک بہت پیاری ہے تمہارے ہاتھ اور پاؤں روئی کے جیسے نرم و ملائم ہیں۔ تمہارا جسم میرے لئے سکون کا باعث ہے۔۔ تم میرے جسم میں روح کی جیسی ہو۔۔۔۔ شہسوار آہستہ سے آئرہ کا بھاری کام دار دوپٹہ احتیاط سے پنز سے نکالتا اسکے سر سے اتار کے پیچھے بیڈ پہ پھینکتا ائرہ کی گردن پہ جھکتا اسکی سکن سک کرتے ہوئے اپنی محبت کی تکمیل اور اسکی تعریف میں چند جملے کہنے لگا۔

آئرہ تم میری زندگی میں قوس قزح کی طرح ہو تمہارے وجود نے میری بے رنگ زندگی کو خوبصورت رنگوں سے بھر دیا ہے۔ تم میری آنکھوں کی بینائی بن گی ہو۔۔ تم ایک پل کیلئے نظر نہ آؤ تو میرا سارا وجود اندھیرے میں ڈوبا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ تمہارے بغیر میں بے جان ہوں۔ میری پیاری دلہن!!۔۔۔۔ شہسوار اپنی آنکھیں موندے مسلسل آئرہ کی گردن سک کرتے ہوئے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔۔ ائرہ اس کے منہ سے اپنے لئے اور اپنی محبت کیلئے اتنے

خوبصورت الفاظ سن کے حیران ہوئی تھی۔ کیونکہ شہسوار ہمیشہ اظہار کے معاملے میں پیچھے تھا۔ نکاح کے دو سالوں میں بھی اس نے آئرہ سے کئی بار اظہار محبت کیا تھا۔ لیکن آج اس کے الفاظ نے آئرہ کو الگ ہی سکون دیا تھا۔ آج آئرہ شاہ بھی کسی کی متاعِ جاں بن گی تھی۔ آج آئرہ کو اپنا آپ اور بھی خاص لگنے لگا تھا۔۔ وہ تو بس آئینے میں نظر آتے اسکی عکس کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھنے لگی جو اسکی گردن پہ اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑتا اسے سسکنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔

تم کچھ نہیں کہو گی؟۔۔۔۔ شہسوار اسکی اتنی خاموشی پر اسکی گردن سے منہ نکال کے آنکھوں میں خمار کی سرخی لیئے آئینے میں نظر آتے آئرہ شاہ کے عکس سے مخاطب ہوا تھا۔ شہسوار بھی اپنے لیئے دو چار محبت بھرے الفاظ آئرہ کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

میں کیا بولوں اپنی محبت کا اظہار تو چار سال پہلے ہی کر چکی ہوں!! آپ کو ہر لمحہ اپنی محبت کا یقین دلایا ہے۔۔ میری اردو کمزور ہے اب میرے پاس الفاظ ختم ہو گے ہیں سارے تو میں نے آپ سے اظہار محبت میں استعمال کر دیئے تھے۔ اور اگر تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے حسن کی تعریف کروں تو سوری ٹو سے!!! آپ مجھ سے زیادہ پیارے نہیں لگ رہے۔ بس ٹھیک لگ رہے ہیں۔ شیروانی پہن کے نارمل انسان لگ رہے ہیں ورنہ یونیفارم میں تو ہر وقت اکڑو کھڑوس اور جلاد ہی لگتے ہیں۔۔ آئرہ آنکھوں میں شرارت لئے شہسوار کو تپانے کیلے معصومیت سے گویا ہوئی تھی حالانکہ شہسوار کے چہرے کے خوبصورت نقوش آئرہ شاہ کو گھائل کر گئے تھے۔۔ اور وہ دل ہی دل میں اسکی نظر اتار رہی تھی۔۔ ائرہ شاہ اس ایس پی کو کوئی سیدھا جواب دے یہ ناممکن تھا۔ اب تو شہسوار کی ناک میں دم کرنا آئرہ کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا تھا۔۔ عورت جب مکمل طور پر کسی مرد کو پا لیتی ہے تو پھر اس سے اپنی محبت کا اظہار کم کر دیتی ہے کیونکہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اب اسکی دسترس میں ہے۔ لیکن محبت انتہا کی کرتی ہے۔ اور مرد اسکے منہ سے محبت بھرے الفاظ سننے کیلئے محبت کی آخری حد تک چلا جاتا ہے۔۔

کیا مطلب اتنی تیاری کے باوجود بھی تمہیں نارمل لگ رہا ہوں؟ اکڑو اور کھڑوس کسے بول رہی ہو؟؟ بتاؤ مجھے ذرا!!۔۔۔ شہسوار دانت پیس کے بولتا ائرہ کا رخ اپنی طرف کرتا حیرانگی سے اسکی طرف دیکھنے لگا جس نے اسکی اتنی ہینڈسم لک کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دی تھی۔

میں باہر نکلوں تو لڑکیوں کی لائن لگ جاتی ہے۔ میری ایک جھلک کیلئے مرتی ہیں۔ جلاد بولا نا تم نے مجھے ؟ آج میں تمہیں جلاد بن کے ریکھاؤں گا! تم دیکھو کیسے تمہاری گہرائیوں میں اتر کے تمہیں آہیں اور سسکیاں بھرنے پہ مجبور کروں گا۔ تم میری شدتوں سے نڈھال ہوتے میری ہی بانہوں میں پناہ لو گی۔ تب پتہ چلے گا تمہیں آئرہ میڈیم شوہر کو جلاد کہنا بیویوں پہ کتنا بھاری پڑتا ہے !!!۔۔۔۔۔ شہسوار بھی اسے ٹکر کا جواب دیتا اپنی لک پہ لڑکیوں کا ذکر کرتا اور زو معنی انداز میں جلاد کا صحیح مطلب سمجھاتا آئرہ کو ایک پل میں غصے اور شرم سے سرخ کر گیا۔۔ شہسوار اسکے چہرے کے مزید قریب ہوتا آئرہ کے بولنے سے پہلے ہی اسکے ریڈ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر شدت سے قابض ہوا تھا جنہیں وہ کب سے فوکس میں لئے ہوا تھا۔ شہسوار شاہ، آئرہ کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اپنے چہرے کے برابر اس کا چہرہ کئے بے خود ہوتا اس کے لبوں کو چومنے اور سک کرنے لگا۔ شہسوار اسکے لبوں کے ساتھ لپٹا اسکی ریڈ لپ اسٹک منٹوں میں اپنی زبان اور لبوں سے چن چکا تھا۔ وہ ائرہ کے دونوں لبوں کو اپنے منہ میں لئے انکا رس نچوڑنے لگا۔ شہسوار آہستہ سے اسکے لبوں کو اپنے دانتوں سے چبانے اور کاٹنے لگا جس پر آئرہ شاہ نے سسکی بھرتے ہوئے اس کے کندھوں پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے تھے۔۔ شہسوار نے اسکی طرف سے کوئی بھی پیش قدمی نہ پاتے زور سے اسکے بالائی لب کو دانتوں میں دبایا تھا اور آنکھوں سے ساتھ دینے کا اشارہ کرنے لگا لیکن ائرہ بنا ریسپانس دیئے اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی جس پر شہسوار مایوس ہوتا اسکے لبوں پہ مزید بے رحمی دیکھانے لگا۔ وہ ایک ہاتھ سے اسکے گال پہ رکھتا اپنے دانتوں اور لبوں سے اسکی زبان کو قید کر گیا۔ شہسوار اسکی زبان پر اپنے دانت رب کرتا اپنے لبوں سے اسکی زبان کی نمی پینے لگا۔ اس کے بے باک لمس پہ آئرہ شاہ نیچے اترنے کی تگ و دو کرنے لگی۔ اسے یوں مزاحمت کرتے دیکھ کر شہسوار اس کی زبان پہ مزید قابض ہوا تھا۔ کچھ منٹوں میں ہی دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی۔ آئرہ شاہ کا حلق خشک ہو گیا تھا کیونکہ شہسوار اسکی زبان اور ہونٹوں کی ساری نمی اپنے لبوں سے چرا چکا تھا۔ اسکی یوں پھولتی سانسیں اور خشک ہوتا حلق محسوس کر کے شہسوار اسکی زبان کو آزادی بخشتا اسکے لبوں کو چومتے ہوئے ان پر اپنی زبان ب پھیرتے ہوئے انہیں تر کرنے لگا۔ شہسوار اس کا جبڑا پکڑ کر ہونٹوں کو وا کئے اپنی زبان اسکی زبان کے ساتھ الجھاتا اسکی ساری نمی اپنے حلق میں اتارنے لگا۔ آئرہ کب سے پھولتی سانسوں کے ساتھ

اسکے پیچھے ہٹنے کا خاموشی سے انتظار کر رہی تھی لیکن شہسوار پیچھے ہٹنے کی بجائے اسکی سانسیں روکے مزید بے باک ہوا تھا۔ اسے ڈھیٹ بنتے دیکھ کر آئرہ نے ہمیشہ والا وار استعمال کرتے ہوئے اسکی پچھلی گردن پر زور سے چٹکی کاٹی تھی۔

اہہہ!!! ۔۔۔۔۔ اسکے باریک سی چٹکی کاٹنے پہ شہسوار کراہتے ہوئے اسکے نچلے لب کو چوم کر باہر کی جانب کھینچتے ہوئے فوراً سے آزادی بخش گیا۔ لبوں کو آزادی ملتے ہی ایرہ ایک لمبی سانس لیتی اسکے کندھے پہ سر ٹکا کے اپنی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے لگی۔

بہت ظالم ہو تم!! ۔۔۔۔ شہسوار اپنی گردن پہ جلن محسوس کرتا آئرہ کے یوں اپنے کندھے پہ سر رکھنے پہ اسکی کمر سہلاتا دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا تھا۔۔

مجھے نیچے اتاریں! چینج کرنا ہے۔ نیند آ رہی ہے مجھے سونا بھی ہے۔۔۔۔۔ ایرہ اپنا چہرہ اسکے سامنے کرتی اسے یوں اپنی کمر سہلاتے دیکھ کر اسکے بانہوں سے نیچے اترنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ نیند کا رونا رونے لگی۔ اسے اس بے باک انسان سے خوف آ رہا تھا۔

چینج میں خود کرو والوں گا اور سونے والا کام تو تم بھول ہی جاؤ ڈارلنگ!!۔۔۔۔۔ شہسوار اسکی ٹھوڑی کو پیار سے چومتا اس کو لیکر بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔۔ وہ اسے اپنی بانہوں سے اتار کے بیڈ پہ بیٹھاتا اب اسکی جیولری اتارنے لگا۔ شہسوار اسکی ساری جیولری اتارتا اسکے بن کو بھی کھول گیا جس سے آئرہ کے سیاہ سلکی لمبے بال کسی آبشار کی طرح نیچے گرے تھے۔ وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتا اسکے ہاتھوں سے کڑے اور چوڑیاں اتارنے لگا۔

میرا نام کہاں لکھوایا ہے؟۔۔۔۔۔۔ شہسوار کڑے اور چوڑیاں اتارنے کے بعد اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو نرمی سے پکڑے مہندی میں چھپا اپنا نام ڈھونڈھنے لگا۔

خود ڈھونڈھ لیں۔۔۔۔ آئرہ اپنی ہنسی دباتی شہسوار کو نام ڈھونڈھنے کا اشارہ کرنے لگی۔۔

کھڑوس شاہ!!! ۔۔۔۔ شہسوار اسکی ہتھیلی پہ نام پڑھتے ہی حیرانگی اور افسوس سے گویا تھا۔ آئرہ نے شرارت سے اپنے ایک ہاتھ پہ "کھڑوس شاہ" جبکہ دوسرے ہاتھ پہ مہندی میں چھپا کے "شہسوار کی دولہن" لکھوایا تھا۔ شہسوار دونوں نام دیکھ چکا تھا۔ وہ صرف ایرہ کی ہنسی اور کھکھلاہٹ کو دیکھنے کیلے افسردہ تاثرات چہرے پہ لے آیا تھا۔

ہاہاہا!!!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ اس کا لٹکا منہ دیکھ کر اپنا پیٹ پکڑ کے

ہنستی پیچھے بیڈ پہ گری تھی۔ شہسوار اسکی ہنسی کی آواز اپنے کانوں میں سنتا خوشی سے سرشار ہوتا اس پہ جھکا تھا۔۔

جو بھی ہوں اب سے تمہارا ہوں میری دلہن!!۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے دونوں ہاتھوں کو چومتا اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اسکا ویلوٹ کا دوپٹہ جو کہ کمر اور پیٹ کو چھپائے ہوا تھا۔ ایک پل میں اتار کے دور پھینکتا خمار آلود آواز میں بولا تھا۔۔

آج پہلی دفعہ شہسوار نے آئرہ شاہ کا سفید پیٹ دیکھا تھا وہ اسکے بیلی بٹن کو دیکھتا بے خود ہوتا اس پہ جھکنے ہی والا تھا جب آئرہ اسکی بھرتی اسے پیچھے دھکیل گی۔

اہہہ!! ۔۔۔ آئرہ کے سسکنے کی وجہ اسکی پشت پہ لگے بلاؤز کے ٹولز تھے کیونکہ شہسوار اس پہ اچھا خاصا وزن ڈالے ہوئے تھا۔

کیا ہوا ہے؟؟۔۔۔ شہسوار اس کے کراہنے اور پیچھے دھکیلنے پہ پریشانی سے اس سے سوال کرنے لگا۔

و۔۔وہ۔۔مجھے۔۔ پیچھے ٹسلز چبھ رہے ہیں۔۔۔ آئرہ اپنے ہاتھوں سے پیٹ کو چھپاتی نظریں چرا کے بولی تھی۔

کوئی بات نہیں میں ان ٹسلز کو اتار کے پھینک دیتا ہوں شہسوار شاہ نے اس کو اوپر طرف اٹھاتے اسکی بلاؤز کی ڈوری کی طرف ہاتھ بڑھائے ہی تھے جب آئرہ اسکے ہاتھوں کا لمس اپنی کمر پہ محسوس کرتی سرخ پڑتی ایک دفعہ پھر سے شہسوار کو پیچھے دھکیلتی اپنا لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اٹھ کے باتھروم کی طرف بھاگ گئی لیکن باتھروم اور ڈریسنگ روم دونوں لاکڈ تھے جو شہسوار نے خود کئے تھے۔ وہ آئرہ کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ وہ اسکے ساتھ کیا کیا کر سکتی تھی؟؟ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی پہلی رات تڑپتے ہوئے گزارے اسلئے احتیاط کے طور پر دروازے پہلے لاکڈ کر دیئے تھے۔

اہہہ!! ۔۔۔ آئرہ کے ایک دفعہ پھر سے پیچھے دھکیلنے پر شہسوار کا سر زور سے بیڈ کروان کے ساتھ جا لگا تھا۔ شہسوار اپنا سر مسلتا بیڈ سے اٹھ کے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ایک کمینی سی مسکراہٹ لئے آئرہ کی طرف بڑھا تھا جو جھنجھلاتے ہوئے بار بار دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی اور ساتھ میں اسے اپنے وار پر شہسوار کو سر مسلتے دیکھ کر ہنسی بھی آ رہی تھی۔

دیکھیں شہسوار! میں کہتی ہوں رک جائیں!!۔۔۔ وہ شہسوار کو اپنی طرف آتا دیکھ کر ڈرامائک انداز مین بولتی تیزی سے صوفے طرف بھاگی تھی۔ شہسوار دانت پیستے ہوئے اسکے پیچھے صوفے کی طرف بڑھا تھا۔ آئرہ اپنا ہیوی لہنگا

سنبھالتی صوفے کے ارد گرد چکر لگاتی روہانسی ہوتی شہسوار سے بچنے کی کوشش کرنے لگی۔ شہسوار اسے یوں ہیوی لہنگے کے ساتھ بھاگتا دیکھ کر ایک جست میں آگے بھرتا اسے اپنی مضبوط بانہوں میں بھرے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ آج تمہاری مجھ سے اور میری شدتوں سے بچنے کی ساری کوششیں ناکام ہیں میری چالاک دولہن!! تم دووار کر چکی ہو اب میرا وار سہنے کیلیے تیار ہو جاؤ۔۔۔ شہسوار اسکی کان کی لو کو اپنے لبوں میں دباتا سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے بیڈ پہ لیٹائے اپنی شیروانی اتار کے دور اچھالتا آئرہ پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ اسکی بات سن کے آئرہ شاہ کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔ وہ اس پہ جھکتا اسکے لبوں کو قید میں لیتا اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکے فٹ بلاؤز کی ڈوری میں ہاتھ الجھائے ایک جست میں اسکے تن سے جدا کر گیا۔ شہسوار اسکے لبوں کو آزادی بخشتا اپنا چہرہ اوپر کئے اسکی ریڈ سٹریپ میں اپنی انگلیاں الجھاتا اسکی دھڑکنوں کو ایک پل میں ہر پردے سے آزاد کر گیا۔ شہسوار آنکھوں میں اسکے سراپے کو اپنے لبوں سے ماپنے کی طلب لئے اپنی خمار آلود نگاہیں اسکے سراپے پہ جما گیا۔ آئرہ اسکی نگاہوں کی تپش اپنے سراپے پہ محسوس کرتی کانوں تک سرخ پڑی تھی۔ وہ اسکی پر تپش نگاہوں سے بچنے کیلیے بے ساختہ اسکے چوڑے سینے سے لگ کے خود کو اس میں چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

مجھے سے کیسا پردہ جانم!!! تمہارے وجود کے ہر حصے پہ میرا حق ہے۔ اور میں اپنے حق سے کبھی دستبردار نہیں ہوتا ۔۔۔ شہسوار اسکے سراپے کی نرماہٹ اپنے سینے پہ محسوس کرتا بے چین ہوتا آئرہ کی کمر کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتا اسے اپنے سینے سے نکال کر شدت سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا۔۔ شہسوار اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں اور دانتوں سے بے رحمی سے کاٹنے لگا۔

شہسوار!!۔۔۔۔ آئرہ کی دھڑکنوں کو آج پہلی دفعہ براہ راست طریقے سے اسکے محرم نے اتنی بے دردی سے چھوا تھا کہ ائرہ سسکتی ہوئی اسکے کندھوں سے تھامتی روکنے کی کوشش کرنے لگی لیکن شہسوار رکنے کی بجائے مزید شدت سے اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں اور دانتوں سے سرخ کرنے لگا۔۔ شہسوار اپنا چہرہ اسکی دھڑکنوں کے قریب کرتا ان پہ اپنی گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے آئرہ کی جان لبوں پہ لے آیا تھا۔ جگہ جگہ ایرہ کی دھڑکنوں پہ اپنے لبوں اور دانتوں کی مہریں ثبت کرنے کے بعد انہیں سرخ ہوتا دیکھ کر نرمی سے اپنے لبوں میں لیتا وہ ان کی سرخی زائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔۔ آئرہ اسکے نرم لمس کو پاتی اسکے کندھوں پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی کر گئی جبکہ اپنی

دھڑکنوں پہ جلن اور درد محسوس کر کے موٹے موٹے آنسو اسکی لائٹ گرین آنکھوں سے بہنے لگے جنہیں دیکھتے ہی شہسوار شاہ اسکی دھڑکنوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں سے سہلاتا اسکی آنکھوں سے نکلے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے صاف کرنے لگا۔ ائرہ شاہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک دم اسکی گردن پہ حملہ آور ہوئی تھی۔۔ وہ اپنے باریک دانتوں سے اسکی گردن پہ کاٹتی کچھ ہی دیر میں ایس ایس پی صاحب کی گردن زخمی کر چکی تھی جبکہ شہسوار لب بھینچے اسکے دیئے گئے درد کو برداشت کرنے لگا۔۔ اپنے منہ میں خون گھلتا دیکھ کے آئرہ اسکی گردن کو اپنے دانتوں سے آزاد کرتی اپنے لبوں پہ لگی خون کی بوندیں صاف کرنے لگی جبکہ شہسوار اپنی گردن پہ اسکے دانتوں کے دیئے گے زخم سے خون نکلتا محسوس کر کے حیرانگی سے ائرہ کی طرف دیکھنے لگا جس نے بروقت اپنا بدلہ اتارنا فرض سمجھا تھا۔۔ ابھی تو شہسوار نے صرف اسکی دھڑکنوں پہ اپنا حق جتایا تھا تو ائرہ میڈیم اسکی گردن زخمی کر چکی تھی۔ جب شہسوار نے اسکی روح میں اترنا تھا تو پھر یقیناً اس نے اسکے ہاتھوں قتل ہی ہو جانا تھا۔۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے شہسوار اس کے معصوم اور خفا چہرے کی طرف دیکھنے لگے جو اسے اگلا قدم اٹھانے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنے پہ مجبور کر گی تھی۔۔

چڑیل!!! ادھر دانت دیکھاؤ مجھے اپنے!! کیا خاص مجھے کاٹنے کیلے تیز کروائے ہیں۔ تمہارے کن کن ہتھیاروں سے ہوشیار رہوں؟ پہلے تمہارے ناخن اور ٹانگیں ہر وقت تیار رہتی تھیں اب دانتوں سے بھی مجھے کاٹ کھاؤ گی ؟۔۔۔۔ شہسوار مسلسل اپنی گردن رب کرتا دانت کچکچا کے آئرہ شاہ سے مخاطب ہوا تھا جبکہ ائرہ اسے کوئی بھی جواب دیئے بغیر اپنی بکھری حالت کو دیکھتی تیزی سے شرماتی ہوئی کروٹ بدل گی۔۔ آئرہ کے یوں کروٹ بدلنے پر اسکی برہنہ شفاف کمر شہسوار کی آنکھوں کے سامنے آئی تھی جسے دیکھتے ہی وہ اس پر سے بال ہٹاتا اسکی کمر کو اپنے ہاتھوں اور لبوں سے چھونے لگا۔ آئرہ شاہ کا وجود کپکپایا تھا۔ وہ اسکی پوری کمر کو اپنے لبوں سے چھونے کے بعد اسکی پچھلی گردن پہ دانت گاڑھتا اسے سیدھا کرتا ائرہ کے پیٹ پہ جھکا تھا۔ وہ اسکی بیلی بٹن میں اپنی گیلی زبان پھیرتا آئرہ کو سمٹنے پر مجبور کر گیا۔ شہسوار شاہ اسکے پیٹ کی سکن کو دانتوں میں دبانے کے ساتھ بے قرار ہوتا اپنے ہاتھ نیچے لے جاتے ہوئے اسکے لہنگے کو اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔

شہسوار!! نہیں پلیز مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے!!۔۔۔ آئرہ اپنے لہنگے پہ اسکے ہاتھوں کی گرفت دیکھ کر بوکھلاتی ہوئی اپنی حالت کی پرواہ کئے بغیر اوپر کو اٹھتی شہسوار کے ہاتھ تھام گی۔۔

کچھ نہیں کر رہا ہے ریلیکس رہو!! پیچھے لیٹو آرام سے!! اب ہم ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ میں تمہارا محرم ہوں۔ تم پہ تمہارے وجود پہ پورا حق رکھتا ہوں۔۔۔۔ شہسوار اس کو سمجھاتے ہوئے اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اسے پیچھے لیٹاتا ایک جھٹکے سے اس کا لہنگا اتارتا اسے ہر پردے سے بے نیاز کر گیا۔۔ شہسوار پر تپش نگاہوں سے آئرہ کے کندن جیسے دہکتے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ ائرہ کے بدن کو دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں خمار کی سرخی چھائی تھی۔ آئرہ کا پورا وجود کانپ رہا تھا وہ شہسوار کی نظروں کا مرکز بنے اپنے وجود کو دیکھتی شرم وحیا سے دوہری ہوتی پاس پڑا کمبل اٹھا کے خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ اپنی حالت کے بارے میں سوچ کے اسکے جسم کا سارا خون سمٹ کے اسکے چہرے پہ آیا تھا۔ اسکے چادر لینے پہ شہسوار شاہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا اسکے وجود سے چادر اتار گیا۔ اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑے دو چھوٹے کیس میں سے ایک کیس اٹھاتا اسے کھولتے ہوئے اس میں سے ایک عدد سونے کی پائل نکالتا آئرہ کے پاوں کی طرف بیٹھتا اس کے پیر میں پائل پہنا گیا۔ شہسوار اسکے پائل میں سجے پیر پر اپنے لب رکھتا اسکی برہنہ ٹانگوں کو سہلاتے ہوئے اوپر کی جانب آیا تھا۔ ائرہ شاہ اس دوران کنفیوز سی اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرتی انہیں تر کر رہی تھی، شہسوار شاہ اس سے کچھ فاصلے پہ ہوتا خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا ریموٹ سے کمرے کی لائٹ آف کر گیا۔ پورے کمرے میں اب مدہم سی رومینٹک لائٹ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس مدہم روشنی میں بھی شہسوار کے وجود کو دیکھ کر آئرہ کا ننھا سا دل لرزہ تھا۔ شہسوار شاہ نے ائرہ کی ٹانگوں کے پاس بیٹھتے اسکی رانوں پہ ہاتھ رکھا ہی تھا۔ جب خوف اور ڈر سے کپکپاتی ایرہ نے غیر ارادی طور پر اپنی ٹانگوں کو حرکت دے کے اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی ۔ لیکن شہسوار کونے پہ بیٹھا ہونے کیوجہ سے ان بیلینس ہوتا دھڑام سے کمر کے بل بیڈ نیچے جا گرا تھا۔۔

آہہ!! آئرہ میں جان لے لوں گا تمہاری! مجھے ہاسپٹل پہچانا ہے؟ کبھی ناخن سے وار کرتی ہو۔ کبھی میرا سر دے مارتی ہو۔ کبھی دانتوں سے کاٹ کھاتی ہو۔ اور اب یہ بیڈ سے ہی اٹھا کے نیچے پھینک دیا۔ ک۔یا ہے یہ سب کچھ؟؟ میں شاید پہلا انسان ہوں جو اپنی سہاگ رات پہ صرف مار ہی کھا رہا ہے۔۔۔ شہسوار حیرانگی اور افسوس سے بولتا اپنی کمر پہ ہاتھ رکھے پھر سے بیڈ پہ ائرہ کے پاس آیا تھا۔ اب تو اسکے قریب ہوتے بھی شہسوار کو ڈر لگ رہا تھا۔ جبکہ ایرہ اسکے یوں نیچے

گرنے پر ہنسنا چاہتی تھی لیکن خوف کی وجہ سے وہ ہنس نہیں پائی تھی بلکہ اب تو اسے شہسوار کی فکر ستائی تھی۔ جو بیچارا اتنی زور سے نیچے گرا تھا۔

آئرہ میری جان کیا ہوا ہے؟ میں کچھ نہیں کر رہا تم پینک مت ہو۔۔۔۔ آئرہ کو ہنسنے کی بجائے یوں کانپتے دیکھ کر شہسوار اسکے قریب ہوتا اسے بے حد نرمی سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا اسے نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ اتنا تو وہ جان گیا تھا وہ جتنی چل بن رہی تھی اندر سے اتنی ہی خوف میں مبتلاء ہے۔

آپ ٹھیک ہیں؟ زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟۔۔۔ تھوڑی دیر تک نارمل ہونے کے بعد ائرہ شاہ پریشانی سے اسکے گرنے پر اس کا حال پوچھنے لگی۔۔

مجھے کچھ بھی نہیں ہوا میں بالکل ٹھیک ہو۔۔۔ شہسوار اسکی اتنی فکر پر خوش ہوتا اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اسکے اوپر آتے ہوئے پیار سے اسکے لبوں کو چومتا اسکی گردن پہ جھکا تھا۔ شہسوار کبھی بھی ائرہ کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ اسکے ساتھ کوئی جسمانی تعلق قائم کرنے سے پہلے اس نارمل کرنا اور عتماد میں لینا ضروری تھا۔ ائرہ اب کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔ وہ اب اسکی جسارتوں پہ مزاحمت نہیں کر رہی تھی۔ شہسوار اسکی گردن سے دھڑکنوں پہ آتا انہیں اپنے عنابی سلگتے لبوں سے مہکاتا آئرہ کے پیٹ پہ جھکا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایرہ کے پیٹ پہ زبان پھیرتا اسے سسکنے پہ مجبور کرنے لگا جبکہ شہسوار کے ہاتھوں کی من مانیاں اپنی گہرائیوں پہ محسوس کر کے آئرہ شاہ مچلی تھی وہ بے اختیار شہسوار کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے مدہوش ہوتی اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی۔ آئرہ کی طرف سے پیش قدمی شہسوار کے جذبات میں طغیانی مچا گئی تھی۔ وہ مزید آئرہ پہ جھکتا اپنے لبوں کا لمس پیٹ سے نیچے چھوڑتا اسکی اپر تھائیز کو سہلاتا ان پر اپنے دانت گاڑھنے لگا۔۔ اسکی اتنی بے باک جسارت پہ مچلتی ہوئی اپنے کمر اوپر اٹھائے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کو مدہوشی میں پیچھے ہٹتے دیکھ کر شہسوار اسکی دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر اپنے دائیں بائیں کرتا اسکی نرم و ملائم تھائیز کو اپنی رانوں میں ایڈجسٹ کرتا اس کے تھوڑا نزدیک ہوا تھا۔ نزدیک ہونے سے شہسوار کا جسم آئرہ شاہ کے جسم سے مس ہوا تھا جسے محسوس کرتی ائرہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گئی۔ شہسوار اسے پینک ہوتا دیکھ کے

اسکی پسینے سے بھیگی ہتھیلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائے اسکے چہرے کے ایک ایک نقش پہ اپنے لب رکھتا ائرہ کی ہری آنکھوں میں دیکھتا اسکے ماتھے پہ آئی پسینے کی ننھی ننھی بوندیں صاف کرنے لگا۔۔

آئرہ ادھر میری طرف دیکھوں ڈرو مت!! کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔ شہسوار اس کو پھر سے کانپتا دیکھ کے اسکی کمر سہلاتے ہوئے اپنے اگلے عمل کیلئے تیار کرنے لگا۔ آئرہ شاہ تھوک نگلتے ہوئے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ گئی۔

کیا مجھے اپنی ہری آنکھوں والی خوبصورت سی دلہن کی روح میں اترنے کی اجازت ہے ؟۔۔۔ شہسوار اس کی کمر سہلاتے ہوئے اسکے گلابی گالوں پہ مسرور انداز میں اپنی مونچھیں رب کرتے ہوئے اپنی اور ایرہ کی جان ایک کرنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔۔ اسکی بات سن کے ائرہ کا حلق خشک ہوا تھا جبکہ پورے چہرے پہ ڈر کی ایک لہر دوڑی تھی۔۔

جاناں اجازت دو!! کیوں اتنا تڑپا رہی ہو ؟۔۔۔ آئرہ کو یوں خاموشی سے نظریں چراتا دیکھ کے شہسوار شاہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا پھر سے نرمی سے اپنا سوال دہرا گیا۔ آئرہ شاہ اسکی آنکھوں میں ملن کی تڑپ دیکھتی ہمت کر کے اپنے لرزتے دل کے ساتھ شہسوار کی گردن کے زخم پہ اپنے نرم گلابی لب رکھتی اسے آنکھوں سے اپنی روح میں اترنے کی اجازت دے گی۔ شہسوار اسکے اتنے پیارے اجازت دینے کے انداز پہ فتح مندی سے مسکراتا اسکے گالوں پہ اپنے لب رکھتا اسکے پورے جسم کے پہ ہاتھ پھیرتا پھر سے اسکی تھائیز کو اپنی رانوں میں ایڈجسٹ کرنے لگا۔

پوری کوشش کروں گا تمہیں کم سے کم تکلیف دوں! اور جب تکلیف زیادہ ہو تم میرے سینے پہ اپنے دانت گاڑھ کے حساب برابر کر لینا!۔۔۔۔۔۔ شہسوار اس کی آنکھوں میں دیکھ کے پیار سے بولتا اسکی تھائیز سے پکڑ کر خود کے قریب کرتا بے حد نرمی سے آئرہ کی گہرائیوں میں اپنا وجود گھول گیا۔

آہہہ !!۔۔ شہسوار !! ۔۔۔۔ اسکی اتنی نرمی پر بھی آئرہ شاہ کی دلخراش چیخ پورے کمرے میں گونجی تھی۔ درد سے آنسو ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گرے تھے۔ شہسوار آگے کی طرف ہوتا اسکے آنسو اپنے لبوں سے چنتا اسکی مزید چیخوں کو روکنے کیلئے اسکے گلابی لبوں کو اپنے عنابی لبوں کی قید میں لے گیا۔ وہ آہستہ آہستہ پیار سے اسکے اندر سفر کرتا مدہوش ہوتا چلا گیا۔۔ اسکی طرف سے مزید نرمی پہ آئرہ بھی اپنی چیخیں روکتی چھوٹی چھوٹی سسکیاں بھرتی اسکے ساتھ مدہوش ہوتی چلی گی۔۔ ائرہ کی برداشت اور اسے مدہوشی میں اپنی کمر اوپر اٹھاتے دیکھ کر شہسوار پیچھے ہوتا اسکی کمر کو

اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لئے تھوڑا سا اوپر کی طرف اٹھاتا ایک جھٹکے سے اس میں آخری حد تک سمایا تھا۔۔ وہ بے تاب ہوتا اپنے عمل میں تیزی لا رہا تھا جبکہ ائرہ شاہ اسکے عمل میں تیزی پر بوکھلاتی ہوئی اسکے سینے کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی۔ شہسوار جنونی ہوتا اپنے عمل میں مزید شدت پسندی اختیار کر گیا۔ آئرہ کا ننھا سا وجود اسکے دہیو یکل وجود کی قوت سے لرز کے رہ گیا تھا۔۔ وہ اپنے لرزتے وجود پر قابو پانے کے لیے اسکے سینے کے بالوں کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ گی۔۔ ائرہ کی آہوں اور سسکیوں کی آواز پھر سے کمرے میں گونجنے لگی۔۔ ائرہ کی مدہوش سسکیوں کی آواز شہسوار کے کانوں کو سکون پہنچانے کا باعث بن رہی تھی۔۔ وہ اپنا آپ اس میں آخری حد تک سماتا اپنی شدتوں میں مزید تیزی لا گیا۔ وہ ائرہ کے وجود میں سرائیت کرتا سکون کے ایک الگ جہان میں پہنچ چکا تھا۔ جبکہ ائرہ کے لئے اس کا اتنا شدت بھرا لمس برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔۔

شہسوار!!۔۔۔۔۔۔ آئرہ لرزتے وجود کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اسکے سینے کے بال نوچتی اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگی لیکن شہسوار پہ اسکی کسی پکار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ائرہ شہسوار کی شدتیں سہتی مکمل طور پر پسینے سے بھیگے چکی تھی۔ شہسوار اسکو اٹھائے تھوڑا اوپر کی طرف کرتا مسلسل اپنی شدتیں بڑھاتا ہی چلا گیا۔۔ وہ ائرہ کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکانے کے ساتھ ساتھ جنونی ہوتا ان پہ دانت بھی گاڑھنے لگا۔

شہسوار!!۔۔۔ شہسوار!!۔۔۔ ائرہ نے اپنی لرزتی آواز میں شہسوار کو ایک دفعہ پھر سے پکارا تھا۔

یس مائی ہرٹ بیٹ!!۔۔۔۔۔ شہسوار اپنی پھولی سانسوں کے درمیان گھمبیر آواز میں محبت سے اسکی پکار کا جواب دے رہا تھا۔

بس کریں رک جائیں!! میں مر جاؤ گی!!۔۔۔ آئرہ اپنے بھیگے چہرے اور نڈھال ہوتے وجود کے ساتھ اس سے پیچھے ہٹنے کی فریاد کرنے لگی۔۔ شہسوار اسکی پکار سنتا فورا پیچھے ہٹا تھا۔۔ وہ ائرہ کے چہرے کی طرف آتا شدت سے اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اسکی گردن پہ پسینے کی وجہ سے چپکے بالوں کو پیچھے کرنے لگا۔۔ اتنی سردی میں بھی ائرہ شاہ پسینے میں نہا چکی تھی، وہ چادر سے اسکا پسینہ میں بھیگا جسم صاف کرنا لگا۔۔

تم بے حد خوبصورت ہو یار میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ تم میری ہو صرف میری! صرف سید شہسوار شاہ کی ہو تم! یہ احساس ہی اتنا خوبصورت ہے!۔۔ شہسوار اس کا پسینہ صاف کرتے ہوئے اسکے جسم کی خوبصورتی دیکھتا بہکے ہوئے

انداز میں بولتا اسکے گجرے سے سجے ہاتھوں کو پکڑ کر چومنے لگے۔ آئرہ اسکی طرف سے مہلت ملنے پر اور شہسوار کے دیوانوں کی طرح پیار کرنے پر وہ پر سکون ہوتی اسکی سیاہ گھنی بئیر ڈپہ اپنے لب رکھتی تیزی سے اسکے سینے میں چھپی تھی۔ آئرہ کی یہ پہلی جان لیوا جسارت شہسوار کے جوان جذبات میں آگ بھڑکا گئی تھی۔ آئرہ کے لبوں کا میٹھا لمس محسوس کرتے ہوئے شہسوار خوشی سے سرشار ہوا تھا۔ صرف عورتوں کو ہی نہیں شوہروں کو بھی اپنی بیویوں کے لمس کی چاہ ہوتی ہے۔ شہسوار شاہ کی سیاہ آنکھیں پل میں سرخ پڑی تھی۔۔ وہ آئرہ شاہ کو اپنے سینے سے نکالتا پھر سے اس کے اوپر آتا اس کی ٹانگوں پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا ایک دفعہ پھر سے اس میں شدت سے سمایا تھا۔۔ آئرہ نے اسکی بے رحم شدتوں کے آگے ایک دفعہ پھر سے مزاحمت شروع کی تھی۔۔ ائرہ اسکی کمر کو ہاتھوں سے جکڑے اپنے لرزتے وجود پہ قابو پانے لگی۔۔ وہ اس کی کمر اپنے ناخنوں سے زخمی کرتی اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی ۔ شہسوار اسکی روح کی وادیوں میں گم ہوتا ائرہ پر اپنی شدتوں کے پہاڑ توڑنے لگا۔۔ اسکی طوفانی شدتوں سے ائرہ شاہ کی جان حلق میں اٹکی تھی۔۔۔

پلیز بس کر دیں!! میں ماموں جان کو بتاؤ گی۔ آپ نے مجھے مارا ہے!! آپ بہت ظالم ہیں۔۔۔ آئرہ شاہ اب باقاعدہ بچوں کی طرح روتے ہوئے معصومیت سے اپنی لرزتی آواز میں شہسوار کو دھمکی لگانے لگی۔۔

ہاہاہا!!۔۔۔ تمہارے ماموں جان مجھے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ خوش ہونگے کیونکہ وہ بہت جلد اپنے پوتا پوتی کی کلکاریوں کی آواز اس گھر میں سننا چاہتے ہیں۔ اور میں نے تمہیں کب مارا؟؟ میں تو بس اپنا پیار تم پہ لوٹا رہا تھا۔۔ مارا تو تم نے ہے مجھے میری ظالم دلہن!! اتنا زخمی کر دیا ہے میرا سارا جسم۔۔ صبح میں ڈیڈ کو دیکھاؤں گا اپنے زخم کہ یہ دیکھیں آپ کی بہو نے کیا کیا میرے ساتھ؟؟۔۔۔۔ شہسوار قہقہ لگا کر ہنستا اپنی پھولی سانسوں کے درمیان بولتا ائرہ کی دھمکی اسے واپس کرتا اس کی زبان تالوں سے چپکا گیا۔۔

آپ سچ میں ماموں جان کو دیکھائیں گے ؟؟۔۔ ائرہ پریشانی سے اس سوال کرنے لگی۔ شہسوار کو اسکی اتنی معصوم بات پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔۔

اتنا بھی بے شرم نہیں ہوں!!۔۔ جتنا تم سمجھ رہی ہو۔۔۔۔ شہسوار اسے مصروف انداز میں جواب دیتا اسکی گردن کو سک کرنے لگا۔ آئرہ جو پہلے ہی اسکی شدتوں سے تنگ آئی پڑی تھی اپنی گردن پہ جلن محسوس کرتی وہ زور سے شہسوار کے سینے پہ دانت گاڑھ گی۔

آہہہ!!!!۔۔۔ ایک تو تم میرا ساتھ نہیں دے رہی ہو۔ اور دوسرا تمہاری بار بار کی مزاحمت میرا سارا مزہ خراب کر رہی ہے۔۔۔۔ آئرہ کے دانت گاڑھنے پہ شہسوار کی کراہ بے ساختہ تھی۔ وہ اس کی بار بار کی مزاحمت پہ جھنجھلاتا ہوا اسے اپنی بانہوں میں بھرتے بیڈ سے لیکر اٹھا تھا۔ وہ اسے خود کے ساتھ لپیٹے ڈریسنگ ٹیبل پہ بیٹھاتا اسکے بکھرے ہوئے بالوں کو پیچھے کی طرف سمیٹنے لگا جبکہ آئرہ نے ایک لمبی گہری سانس لیتے ہوئے شکر ادا کیا تھا کہ وہ اسکے دھیو یکل وجود کے نیچے سے تو نکلی تھی۔ اسکو پر سکون ہوتا دیکھ کر شہسوار شاہ پیار سے اسکی چھوٹی سی ناک لبوں میں دباتا اس کی ٹانگوں کو اپنی کمر کے گرد لپیٹتا ائرہ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر اپنا وجود اس میں منتقل کرتا اپنی حرکت میں تیزی لا گیا۔۔ جبکہ ائرہ اس کو کندھوں سے تھامے بنا کوئی مزاحمت کئے اپنا آپ سونپ گی۔ شہسوار اسکی اتنی فرمانبرداری پر حیران ہوتا اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں کی سے چھونے لگا۔ شہسوار آہستہ آہستہ اس کی دھڑکنوں پہ اپنی گیلی زبان پھیرتا ائرہ کو مدہوش کر گیا۔۔ آئرہ شاہ بے تابی سے اسکے کندھوں کو چھوڑ کر اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں پھنسائے مدہوشی میں گردن پیچھے پھینکے لب کاٹتی سسکیاں بھرنے لگی۔۔ ائرہ کو یوں اپنے لب کاٹتے دیکھ کر شہسوار تیزی سے چہرہ اسکے مقابل کرتا انہیں آئرہ کے دانتوں سے آزاد کروا کے اپنے لبوں کی قید میں لیا گیا۔ آئرہ بھی جواباً مدہوش سی ہوتی پیاسوں کی طرح اسکی مونچھوں تلے عنابی لبوں کو سک کرنے کے ساتھ اپنے باریک دانتوں سے کترتے ہوئے اس کا ساتھ دینے لگی۔۔ شہسوار اس کے لبوں کو کاٹتے ہوئے اپنے عمل میں مزید شدت لا رہا تھا جس سے آئرہ کی کمر مرر سے ٹکرانے لگی۔ لیکن ائرہ اس وقت پینک نہیں ہو رہی تھی کیونکہ شہسوار کے وجود کو اپنی گہرائیوں میں محسوس کرتی وہ لذت کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی کینڈلز اور گلاب کے پھول پل میں زمین پہ گرے تھے۔۔ پورے کمرے میں انکے ملن کی آواز کے ساتھ ائرہ کی آہیں سسکیاں، دونوں کی سانسوں کا شور، پسینے میں بھیگے وجود اور شہسوار کا دیوار پہ رقص کرتا سایہ کمرے کے ماحول کو آتش دان بنائے ہوئے تھا۔ جبکہ باہر کا ماحول سرد تھا ہر طرف دھند ہی دھند چھائی تھی۔ پھولوں پہ پڑے شبنم کے قطرے سردی سے منجمد ہوئے پڑے تھے۔ باہر کا سارا منظر

دھندلا دھندلا سا تھا۔ اس کے برعکس اندر کا ماحول بھٹی کی مانند دھک رہا تھا۔ اس کی تپش سے دو وجود پگھل کر ایک دوسرے میں گھلتے جا رہے تھے۔ رات گزرتی جا رہی تھی لیکن ان کے ملن کی طلب پوری نہیں ہو رہی تھی۔ آئرہ ہنوز شہسوار کے لبوں سے لپٹی تھی۔ وہ وقفے وقفے سے اسکے لبوں کو چومتی اور کاٹتے ہوئے شہسوار کو مزید پاگل کر رہی تھی۔۔ شہسوار اس کو پھر سے بانہوں میں اٹھا کے ڈریسنگ ٹیبل سے بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ اسے بیڈ پہ پٹک کے اسکے ساتھ لپٹتا وہ خود پہ اور اس پہ کمبل لیتا ایک دفعہ پھر آئرہ شاہ میں شدت سے سرائیت کرتا اسے اپنی پناہوں میں قید کر چکا تھا، رہائی اس نے اسے اپنی من مرضی سے دینی تھیں کیونکہ وہ کافی انتظار کے بعد اسکی پناہوں میں آئی تھی، یہ رات ان دونوں کو کبھی نہیں بھولنے والی تھی۔

جانِ تمنا۔۔۔ قسط 141 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ذی بے بی! چپ ہو جاؤ یار!۔۔۔ وہ تیز رفتار میں ڈرائیو کرتا بار بار وقفے وقفے سے نرمی سے یہی ایک فقرہ دہراتے ذائشہ خان کو خاموش کروانے کی کوشش کر رہا تھا جو کب سے نگاہیں جھکائے سوں سوں کرتے ہوئے ہو رہی تھی، وہ رخصتی کے وقت اپنے لالا کے سینے سے لگتی بھی کتنی دہر روتی رہی تھی ابھی بھی اسکے رونے میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا، اسکے چہرے پہ گھونگھٹ کی صورت میں ایک جالی دار دوپٹا دیا گیا تھا جو اس وقت اسکا حسین چہرہ چھپانے میں کامیاب ہو رہا تھا۔ ارزم شاہ کے سر میں اس وقت شدید درد تھی، دماغ بار بار چکرا رہا تھا لیکن وہ اپنے حواسوں پہ قابو پائے سٹیرنگ پہ اپنی گرفت مضبوط جمائے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔۔ باقی سب حویلی والوں کی گاڑیاں اسکے آگے پیچھے تیزی سے شاہ حویلی کی طرف رواں دواں تھیں، دوستوں اور گارڈز کی گاڑیاں بھی اسکے سر پہ منڈلا رہی تھیں، وہ کسی ایک جگہ پہ بریک لگا کے ذائشہ خان کو اپنے طریقے سے خاموش بھی نہیں کروا سکتا تھا ورنہ باقی سب بھی شش و پنج میں اپنی گاڑیاں روک لیتے۔۔۔ ارزم شاہ نے لب دبا کے اپنے ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد روتی ہوئی ذائشہ خان کو بازو سے پکڑتے اپنے قریب کیا تھا۔ وہ کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح زور سے اسکے چٹانی سینے کے ساتھ آ ٹکرائی۔

چپ ہو جاؤ بے بی ورنہ اپنے آگے پیچھے سب کی گاڑیوں کا لحاظ کئے بغیر سڑک کے بیچوں بیچ بریک لگا کے پہلے تمہارے آنسو اور ہچکیاں خشک کروں گا پھر حویلی کی طرف بڑھوں گا! اب تم خود سوچ لو کیا چاہتی ہو؟۔۔۔ ارزم شاہ اپنی آنکھیں ونڈ سکرین پہ جمائے اسکے کان کے پاس جھک کے گھمبیر آواز میں بولا تھا، لہجہ مضبوط تھا، اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتے ذائشہ خان کی پچھلی گردن کے بال کھڑے ہوئے تھے، ذائشہ خان اس جالی دار گھونگھٹ کے پیچھے سے بھی اسکی آنکھوں کی بے تحاشہ سرخی با آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔ ذائشہ خان گہرے سانس بھرتی اپنے آنسوؤں اور ہچکیوں پہ قابو پانے کی کوشش کرتی چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی تا کہ اسکا بے تاب شوہر گاڑی میں ہی اسکا گھونگھٹ نہ پلٹ دے کیونکہ اپنی کمر پہ اسکی رینگتی انگلیوں کے لمس میں بے حد تپش محسوس کرتی وہ اتنا تو جان چکی تھی وہ اسکے لئے کس حد تک بے چین ہے! بے ساختہ اسکے ان دنوں میں بیتھے گئے تمام میسج دماغ میں لہرائے تھے جب وہ اسے بے باک دھمکیاں لگاتا اس سے دور ہوتے ہوئے بھی کانوں کی لوں تک سرخ کر دیتا تھا۔ ذائشہ خان کی چھوٹی چھوٹی سانسوں پہ تضاد اسکے نشیب و فراز کی ناز کی اپنے سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ کے جذبات میں طغیانی سی مچی تھی، دل چاہ رہا تھا ابھی اسکا گھونگھٹ الٹ کے اسکے حسین چہرے کا طواف شروع کر دے لیکن اگر وہ اسکا گھونگھٹ پلٹ کے اتنے دن بعد براہِ راست اسکا خوبصورت چہرہ دیکھ لیتا تو یقیناً ایکسیڈنٹ کروا بیٹھتا۔۔ اسی لئے اپنے آمڈتے جذبات پہ قابو پاتا سٹیرنگ پہ گرفت مزید مضبوط کر گیا جو بار بار چکراتے سر کے ساتھ ڈھیلی پڑ رہی تھی، ارزم شاہ نے وزنی ہوتے سر کو محسوس کرتے گاڑی کی رفتار کچھ آہستہ کی تھی، سٹیرنگ ایک دم سے ہاتھ سے چھوٹا تھا جس سے گاڑی تھوڑی سی ڈسبیلنس ہوئی تھی، ذائشہ خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔

ریلکس! کچھ نہیں ہوا! تم رو رہی ہو اسی لئے بار بار میری اٹینشن ڈائیورٹ ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ ارزم شاہ جلدی سے سٹیرنگ سنبھالتا گاڑی کو پھر سے ناک کی سیدھ میں کرتے اپنی ڈرپوک سی بیوی کو ریلکس کیا تھا۔ دماغ خود کا چکرا رہا تھا لیکن اس نے جان بوجھ کے ذائشہ کے آنسوؤں کو قصوروار ٹھہرایا تھا تا کہ وہ مزید آنسو بہا کے اپنی خوبصورت آنکھوں کا حشر مت کرے۔۔ ارزم شاہ کو اس وقت اپنا گاڑی ڈرائیو کرنے کا فیصلہ غلط لگ رہا تھا، اسکے دوستوں نے اسے کافی دفعہ گاڑی خود ڈرائیو کرنے سے منع کیا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کرتا اپنی مرضی کر گیا۔

دھیان۔۔سے۔۔ڈرائیو۔۔کریں نا!میں۔۔نہیں۔۔رو۔۔رہی۔۔۔۔۔ذائشہ خان اسکے سینے میں چہرہ چھپائے آنسو ضبط کرتی فکرمندی اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوئی۔ارزم شاہ نے مدھم سا مسکراتے ہوئے اسکے چادر سے چھپے سر پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے جب اسکا فون رنگ ہوا تھا۔

میں نے منع بھی کیا تھا تم لوگوں کو!! اس کی گاڑی دوسری دفعہ ڈسبیلنس ہوئی ہے خدانخواستہ اگر کوئی بڑا نقصان ہو گیا تو اسکے لالا تم لوگوں کو چھوڑیں گے نہیں!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کی گاڑی سے کچھ فاصلے پہ اسکے دوستوں کی گاڑی تھی جس میں پیسنجر سیٹ پہ بیٹھا میکائیل اسکی گاڑی ڈسبیلنس ہونے پہ غراتا ہوا ان سب کو ڈپٹنے لگا۔

ڈرامت سالے!! اس نے اس ڈرنک کے صرف دو گھونٹ لگائے تھے! دو گھونٹ لگانے سے اس پہ کیا اثر ہونا تھا؟ یقیناً گاڑی کے ڈسبیلنس ہونے کے پیچھے وجہ کوئی اور ہے! ظاہر ہے جب بیوی پورے حق کے ساتھ آپ کے پہلو میں ہو تو کس پاگل سے گھر جانے تک کا انتظار ہوتا ہے؟۔۔۔ڈرائیو کرتا نوفل زومعنی انداز میں شرارت سے بولا تھا ،میکائیل کے علاوہ سب کی ہنسی گاڑی کی زینت بنی تھی،ابھی میکائیل انہیں ڈپٹتا جب نوفل مسکراتے اب ارزم شاہ کو کال ملا گیا۔کال دوسری بیل پہ اٹھایا گیا تھا۔

بھونکیے؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسپیکر سے ارزم شاہ کی بے زار سی آواز گونجی تھی جس پہ سب نے اپنی مسکراہٹ روکی تھی، وہ یقیناً اس وقت دوستوں کے ٹانگ اڑانے پہ بدمزہ ہوا تھا۔

دھیان سے ڈرائیو کر شاہ! باقی کے تقاضے حویلی چل کے بھی پورے ہو سکتے ہیں اتاولے انسان!!۔۔۔حمزہ بلند آواز میں بولتا زومعنی سے ارزم شاہ کو چھیڑنے لگا۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے گاڑی میں سب دوستوں کی ہنسی گونجی تھی۔

شکر منا اس وقت میرے پاس میری پسٹل نہیں ہے ورنہ اسی وقت تم لوگوں کی گاڑی کے چاروں ٹائیرز پہ فائر کر کے انہیں بیکار کر دیتا پھر فقیروں کی طرح ہر کسی سے لفٹ مانگ کے کم از کم صبح تک حویلی پہنچتے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے فون کان سے لگائے دانت پیس کے انہیں جواب دیتے سائیڈ مرر سے اپنے پیچھے آتی ان کی گاڑی پہ ایک نظر دوڑائی تھی۔

نہیں میری جان اتنی جلدی تیرا پیچھا نہیں چھوڑنے والے! حویلی پہنچ کے عزت سے بیک سائیڈ والے رومز کی طرف آجانا! ورنہ مجھے یقین ہے میجر شاہ صاحب پہلے سے ہماری ٹیم میں ہوں گے جن کی سہاگ رات کا آدھا وقت تو نے

اپنی مستیوں سے ضائع کروایا تھا! وہ تجھے گھسیٹ کے وہاں لائیں گے ہمیں قطعی اچھا نہیں لگے گا! آج بہت سے حساب بے باک ہوں گے! جتنا تو نے ہم سب کو ہماری شادیوں پہ تنگ کیا ہے وہ قطعی بھولنے لائق نہیں ہے!!۔۔۔اس دفعہ جواب میکائیل کی طرف سے آیا تھا، اس کی آواز میں کوئی بھی لڑکھڑاہٹ ناپاتے میکائیل نے مطمئن ہوتے لگے ہاتھ اسے چھیڑا تھا۔۔

تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے اسی وقت اپنے گھروں کی راہ پکڑو شاباش اور صبح ولیمے میں آنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں کھانا پیک کر کے بجھوادوں گا! مجھے اب کم از کم ایک سال تک کوئی ڈسٹر بینس نہیں چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ روعب دار لہجے میں انہیں لتاڑتا کھٹاک سے فون رکھ گیا، اسکے جواب پہ وہ سب منہ کھول کے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے، کتنا غدار تھا وہ؟؟ اسکے سارے دوست کتنے دن سے اسکی شادی کی تیاریوں میں پاگل ہو رہے تھے اور اس نے آخر میں انہیں جھاڑ پلادی تھی؟؟ اسکے دوست صدمے سے سوچتے خفگی سے اسکی گاڑی پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھے، پھر اسے ایک دم سے اپنی گاڑی کی سپیڈ جہاز کی طرح بڑھاتے دیکھ کے ان سب کا قہقہہ گاڑی کی زینت بنا تھا، وہ یقیناً ان سب سے بچنے کے لئے گاڑی کی رفتار تیز کر گیا تھا تاکہ کسی کے ہاتھ نہ آسکے اور ان کے حویلی داخل ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو چکا ہو لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ارزم شاہ کے گاڑی کی سپیڈ بڑھانے پہ اس کے سب دوستوں کے ساتھ ساتھ رایان خان اور زوریز شاہ نے بیک وقت اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تھی۔ آج کوئی بھی اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

مرحا تم ذائشہ بچے کو اوپر لے کے جاؤ! مجھے چھوٹے شاہ سے ایک ضروری کام ہے!!۔۔۔۔ارزم شاہ کو گاڑی سے باہر نکلتے دیکھ کے زوریز شاہ جس کی گاڑی اسکے بالکل پیچھے حویلی میں داخل ہوئی تھی، اپنی طرف کا دروازہ کھول کے ساتھ بیٹھی مرحا کو تیزی سے حکم دیتا تیزی سے ارزم شاہ کی طرف بڑھ گیا۔ ان کے دوستوں کی گاڑیاں حویلی کی بیک سائیڈ سے اینٹر ہونی تھیں کیونکہ مین گیٹ سے پورچ میں داخل ہونے والی گاڑیوں میں حویلی کی خواتین موجود تھیں جن کا ان سب سے پردہ تھا۔ ایک سے دو منٹ تک باقی سب کی گاڑیاں بھی حویلی کے پورچ میں داخل ہو چکی تھیں۔

کیا کر رہے ہیں یار لالا!! ذی کو اندر تک تو لے جانے دیں اسکا لہنگا وزنی ہے!!۔۔۔۔زوریز شاہ کا بازو اپنے کندھوں کے گرد محسوس کرتے ارزم شاہ دل میں دانت پیستا جبکہ چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجائے اسکے حصار سے نکلنے کی کر رہا تھا لیکن مقابل میجر شاہ تھا۔۔

میری جان تجھے اسکے لہنگے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے! پیچھے دیکھ پوری پلٹون آچکی ہے سب تیری بیوی کا لہنگا مل کے اٹھائیں گے تو ذرا وہاں کونے میں آ کے میری بات سن!!۔۔زوریز شاہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھ گیا جہاں ان سب کے دوست تھے، اس منظر کو دیکھتے گاڑی سے نکلتے احان شاہ اور کاظم شاہ کا فلک شگاف قہقہ ہوا کی زینت بنا تھا۔زنک ویلوٹ کی پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس مرحا شاہ اور ایزل شاہ نے آگے بڑھتے ہوئے ذائشہ خان کا لہنگا سنبھالتے اسے گاڑی سے نکلنے میں مدد دی تھی۔

ہٹو سب! میری جان کو سونے کے لئے جگہ دو! وقت کافی ہو گیا ہے!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے بیک سائیڈ والے کمرے میں داخل ہوتے ہی اعلانیہ انداز میں سب کو مخاطب کرتے ارزم شاہ کو بیڈ پہ اوندھے منہ گرایا تھا۔

ہاہاہا۔۔مان گئے جناب! میجر شاہ کے ہاتھوں سے بچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے!!۔۔۔صوفے پہ بیٹھے رایان خان نے ہنستے ہوئے سیگریٹ کا گہرہ کش لگاتے زوریز شاہ کو داد پیش کی تھی۔ارزم شاہ نے رخ موڑتے انہیں اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے خفگی سے گھورا تھا۔۔

لالا ایک گانا ہو جائے؟۔۔۔۔۔۔۔کمرے میں ہیٹر آن کرتے نوفل نے اپنے سردی سے کپکپاتے ہاتھ رب کرتے رایان خان کو آنکھ مارتے ہوئے فرمائش کی تھی۔ارزم شاہ کی گھوریوں کا رخ اب اسکی طرف تھا۔

"پی لوں تیرے نیلے نیلے نینوں سے شبنم
پی لوں تیرے گیلے گیلے ہونٹوں کی سرگم
پی لوں۔۔ہے پینے کا موسم"

رایان خان کا گانا فٹ سے حاضر ہوا تھا، اس کی گنگناتی آواز میں یہ گانا سنتے ارزم شاہ نے پہلو بدلا تھا، دل اپنی ذی بے بی کے پاس جانے کو بے چین ہو رہا تھا، جذبات امڈتے ہوئے منہ زور ہو رہے تھے، وہ گاڑی میں اسکے کس قدر نزدیک

تھی اور وہ کتنا پاگل تھا ایک دفعہ بھی اسکے لبوں کا جام نہیں پی سکا تھا، وہ کیوں بھول چکا تھا یہ سب اسے اتنی آسانی سے آزادی نہیں بخشیں گے۔ اسکی نرم و نازک پنکھڑیوں کا ذرا سا جام پی لیا ہوتا تو اب تک تھوڑا بہت گزارا ہو جاتا۔

"تیرے سنگ عشق طاری ہے

تیرے سنگ اک ہماری ہے

تیرے سنگ چین بھی مجھ کو

تیرے سنگ بے قراری ہے"

کمرے میں داخل ہوتے احان شاہ اور کاظم شاہ نے رایان خان کی آواز میں ہولے سے اپنی آواز بھی شامل کی تھی، وہ دونوں کچھ دیر کے لئے ارزم شاہ کی بنتی درگت کا مزہ لینے آئے تھے کیونکہ ایسے موقعے ہمیشہ نہیں ملنے تھے۔۔

کیا ہوا نیند آ رہی ہے بے بی کو؟ ریز کی شادی پہ تو سب کا "سویا ہوا جسم جگایا جا رہا تھا" رائٹ؟؟ تو پھر آج اتنی سستی کیوں۔۔۔ احان شاہ بیڈ پہ نیم دراز لیٹے ارزم شاہ کی آنکھوں کی بے حد سرخی دیکھتے پہلے تو کچھ پریشان بھی ہوا تھا لیکن پھر اسے خمار کی سرخی سمجھتا زوریز شاہ کی ویڈنگ نائٹ کا حوالہ دیتے اسے زومعنی انداز میں چھیڑنے لگا۔ کتنا تنگ کیا تھا اس رات زوریز شاہ کو اس نے اور رایان خان نے مل کے۔۔ احان شاہ کے طنز پہ سب کی ہنسی چھوٹی تھی، ارزم شاہ نے خفگی سے احان کو گھورا تھا جو اسکی سائیڈ لینے کی بجائے ان سب کی سائیڈ لے رہا تھا۔

ہٹیں یار! نیند سے میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں! اور یہ نیند میں صرف اپنے کمرے میں جا کے لے سکتا ہوں! آپ سب جانتے تو ہیں مجھے اپنے کمرے کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی۔۔۔۔۔ ارزم شاہ چہرے پہ سنجیدہ تاثرات طاری کر کے ان سب سے مخاطب ہوتا بیڈ سے اٹھا ہی تھا، جب اگلے ہی پل اپنے گھٹنے پہ پڑتی زوریز شاہ کی لات پہ دھڑام سے واپس پیچھے بیڈ پہ اوندھے منہ گر گیا۔ ارزم شاہ کا دماغ پھر سے چکرایا تھا، آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا سا آ رہا تھا لیکن وہ پھر سے سر جھٹک گیا۔

ہم ہیں نہ تجھے سلانے کے لئے! فکر کیوں کرتا ہے میری جان؟۔۔۔۔ زوریز شاہ اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپاتا رایان خان کے ہاتھ سے سیگریٹ چھین کے اپنے لبوں میں دباتا اسی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

لالا!!۔۔۔۔ارزم شاہ چڑتا ہوا زوریز شاہ کو مخاطب کرتا بیڈ سے تکیہ اٹھا کے نوفل کے منہ پہ مار گیا جو کب سے بتیسی نکال کے ہنستا جا رہا تھا۔ارزم شاہ کی حالت پہ احان شاہ اور کاظم شاہ کو بے ساختہ ترس آیا تھا، اسکی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی وہ کافی مشکل سے اپنے جذبات پہ قابو پا رہا ہے، ایک تو بیچارے کی ترس ترس کے رخصتی ہوئی تھی اور اس پہ تضاد ان سب کا یوں تنگ کرنا۔۔

اچھا میری جان اب ایسا کر کوئی سلو گانا گنگنا جس سے ہمارے شہزادے کو جلدی اور سکون کی نیند آ سکے! سمجھ رہا ہے نا؟ سلیپنگ میوزک ٹائپ؟؟۔۔۔۔زوریز شاہ نے سیگریٹ کا گہرا کش بھرتے رایان خان کو آنکھ کرتے اگلا گانا گنگنانے کا حکم پیش کیا تھا جس پہ وہ تائیدی سے سر ہلاتا اپنی ہنسی دبانے لگا۔۔

"قطرہ قطرہ میں۔۔۔۔ابھی رایان خان نے اپنا گانا شروع بھی نہیں کیا تھا جب ارزم شاہ کو نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے بے تابی اور مصنوعی لاپرواہی سے اپنی شیروانی کے اوپری بٹن کھولتے دیکھ کے سب کا قہقہ گونجا تھا۔

"قطرہ قطرہ میں گروں

جسم پہ تیرے ٹھہروں

قطرہ قطرہ میں گروں

تجھ میں ہی کہیں رہ لوں"

رایان خان نے جب اپنی ہنسی دباتے آواز کو گھمبیر اور بوجھل بناتے یہ لیرکس گنگنائے تو صرف ارزم شاہ ہی نہیں بلکہ سب لڑکوں کے جذبات میں طغیانی سی مچی تھی۔

اگلے لیرکس تو اور میں مل کے گنگناتے ہیں؟۔۔۔۔رایان خان نے گانے کو ادھورا چھوڑتے ارزم شاہ کی سرخی چھلکتی آنکھوں میں دیکھ کے استفسار کرتے اسے مزید آگ لگائی تھی۔

نہیں کریں یار لالا!!!۔۔۔۔ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں بے چینی سے ہاتھ پھیر کے جواب دیتا ایک دفعہ پھر سب کو ہنسنے پہ مجبور کر گیا، اسکا جذبات سے سرخ ہوتا چہرہ اس وقت دیکھنے لائق تھا۔

استغفار! ہم کہاں کچھ کر رہے ہیں؟ اتنی دور سے کیا ہوتا ہے؟۔۔۔۔ رایان خان نے ڈرامائک انداز میں منہ کھولتے اسے زو معنی سے جواب دیا تھا جس پہ وہ کلستا ہوا ناک سکوڑ کے رہ گیا۔ جتنی وہ سب اسکے جذبات میں آگ بھڑکا رہے تھے، ارزم شاہ کو اپنے ان جذبات سے ڈر لگ رہا تھا کہیں وہ بہک کے اپنی ذی بے بی کو ہرٹ نہ کر دے؟

"دریا تو خالی کر دے

مجھ میں سارا تو بھر دے

تجھ کو آ میں پی جاؤں

پیاس بجھا دوں"

اس کے چڑنے پہ بھی رایان خان نے گانا گنگنانا بند نہیں کی تھا، اسکی گھمبیر بوجھل آواز پورے کمرے میں گونجتی ماحول کو رومانٹک بنا رہی تھی۔

گلالئی کے خان مینشن سے واپس آنے کے کوئی ارادے نہیں تھے۔ لیکن بچوں کی ضد کی وجہ سے اسے بارات کے ساتھ ہی واپس حویلی آنا پڑا تھا۔ یاور سے زیادہ یسری نے اپنے بابا کے پاس جانے کی ضد کی تھی یسری زیادہ دیر تک اپنے باپ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔۔ سب بچے اس وقت سو چکے تھے۔ ذائشہ کو کمرے میں بیٹھانے کے بعد گل تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھی تھی۔۔ پھر وقت دیکھتی سوئے ہوئے اپنے بچوں کو اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں آتے ہی وہ احتیاط سے ان دونوں کے کپڑے چینج کروا رہی تھی تاکہ وہ جاگ کے رونا نہ شروع کر دیں۔

احان شاہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد احان شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔۔ اسکی گلِ جاناں اس سے سخت ناراض ہو چکی تھی۔ واپسی پر بھی گل سارے راستے خاموش رہی تھی۔ اس نے ایک دفعہ بھی احان شاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ خان مینشن میں بھی احان شاہ کو اچھا خاصا اگنور کیا تھا۔ اس کی اسی اگنورینس کی وجہ سے احان نے بچوں کو پٹی پڑھائی تھی آج ہی حویلی واپس جانے کی۔ تبھی بچوں نے حویلی واپس جانے کی رٹ لگائی ہوئی

تھی کیونکہ وہ اب زیادہ دیر تک گل کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور گل کو منانے کیلے اس کا حویلی ہونا ضروری تھا۔ خان مینشن میں وہ اپنے سالے کی وجہ سے کوئی ڈسٹر بینس نہیں چاہتا تھا۔۔

گلالئ بچوں کے کپڑے چینج کرنے میں مصروف تھی جب احان دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی احان شاہ دھیرے سے کمرے کا دروازہ بند کرتا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ گلالئ جو بچوں کے ساتھ مصروف تھی اس نے احان کے کمرے میں داخل ہونے پر ذرا بھی نوٹس نہیں لیا تھا بلکہ وہ سنجیدہ چہرے لئے یسری کے کپڑے بدلنے کے بعد اس کو احتیاط سے اٹھائے بے بی کاٹ میں لیٹا گئی۔ یسری اور یاور کا علیحدہ کمرہ تھا لیکن گل رات کو انہیں اکیلے سلانے سے ڈرتی تھی۔ اسلئے دونوں بچے ان کے کمرے میں ہی بے بی کاٹ میں سوتے تھے۔۔

سو گئے ہیں دونوں ؟؟۔۔۔۔۔ احان گل کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتا نرمی سے سوال کرنے لگا۔۔ گلالئ بنا اس کی کوئی بات کا جواب دئے اب یاور کو اٹھا کے یسری کے ساتھ لیٹانے لگی۔۔ احان شاہ اسکے جواب نہ دینے پہ اپنے لب کاٹتے ہوئے اپنے جوتے اور اجرک اتارتا اسکے حسین روپ کی طرف دیکھنے لگا جو اس وقت غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ گلالئ اس وقت میرون ویلوٹ کی فراک میں ملبوس تھی پوری فراک پہ تلے کا کام نہایت ہی خوبصورتی سے کیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے اس پہ لگے پرلز اسکی چمک میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ میچنگ جیولری کے ساتھ، چہرے پر ہلکا سا میک اپ اور بالوں کو کرلز دے کر پیچھے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ گل پارلر نہیں گئی تھی۔ اس کو میرال نے گھر پہ تیار کیا تھا ۔ اور اتنی سی تیاری میں بھی گل بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔ اس کے روپ کو دیکھ کے احان اپنے جذبات کو کیسے کنٹرول کیئے ہوئے تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔

ابھی تک ناراض ہو ؟؟۔۔۔۔۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے سوال کرنے لگا لیکن جواب ندارد۔۔۔

میری طرف دیکھو گی نہیں ؟۔۔۔۔۔ اسے بنا کچھ بولے خاموشی سے آئینے کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ ناک سکوڑ کے بولتا اسکے پیچھے قدم اٹھانے لگا، وہ بنا کچھ بولے مصروف انداز میں اپنی جیولری اتار رہی تھی۔

نہیں اتارو! پیاری لگ رہی ہو!!۔۔۔۔۔احان شاہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اسے پیار سے روکنا چاہا تھا جب وہ اسے غصے سے دیکھتی اپنا ہاتھ آزاد کروا کے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اسکی شدید گھوری پہ احان شاہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے آئینے میں نظر آتے اسکے عکس کی طرف دیکھا تھا، گلالئی کی چھوٹی سی ناک پہ بیٹھا غصہ واضح تھا۔

کل رات اور آج کا تمہارے بنا گزرا دن بہت برا تھا! بہت مس کیا تمہیں!۔۔وہ اسکی خاموشی پہ ڈھیٹوں کی طرح مزید بولتا رہا۔۔گلالئی نے خود پہ جواب دینا تو جیسے حرام کر رکھا تھا۔۔

سنو تو!! کتنی دیر تک ناراض رہو گی؟ رات کو میری کوئی کال بھی نہیں اٹھائی۔۔۔گل کو خاموشی سے باتھروم کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ تیزی اسکے قریب آتے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی جانب کرتا مدھم آواز میں سوال کرنے لگا

۔۔

چھوڑیں مجھے بہت تھک گئی ہوں۔ فلحال آپ کے کسی بھی سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔۔۔گل اسکے ہاتھوں سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتی شدید خفگی سے بولی تھی۔

آئی ایم سوری!! مجھے اس وقت بہت غصہ آگیا تھا۔ تم جانتی تو ہو میں غصے کا کتنا برا ہوں۔ جو میرا ہے اس پہ میں کسی کی نظر تو دور سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔احان گل کی کلائی پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا نرمی سے اپنے کئے کی وجہ بتانے لگا۔

میں وہاں اپنی نمائش کروانے کے لئے شوق سے نہیں گئی تھی یا دوپٹہ جان بوجھ کے اپنے سینے سے نہیں سرکایا تھا۔ وہ سب غیر ارادی طور پر ہوا تھا۔۔اور آپ کو اتنا ہی غصہ آتا ہے تو ایک دفعہ ہی میرا گلہ دبا کے کام ختم کریں پھر نہ میں ہوں گی نہ میری غلطیاں جنم لیں گی اور نہ ہی آپ کو غصہ آئے گا۔۔ آپ کا جب دل چاہتا ہے مجھے اپنے غصے کا نشانہ بنا دیتے ہیں بنام ہے یہ بیری بات سنے اور سمجھے۔۔۔۔گلالئی اس کی بات پہ غصے سے بھڑکی تھی۔

گل میری بات سنو!! تم کیوں نہیں سمجھتی تم کیا ہو میرے لیے تمہارے وجود کے کسی بھی حصے کو کوئی اور دیکھے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ہے۔۔ تمہارے ایک بال کی جھلک بھی میں کسی کو نہ دیکھنے دوں۔ تم نہیں جانتی زمانے والوں کی گندی نظروں کو۔۔کیسے گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔۔اگر میں اپنی شرٹ اتار کے چار لڑکیوں کے سامنے کھڑا ہو جاؤں تو تمہیں کچھ نہیں ہو گا؟؟ میرے وجود کو دیکھنے کا حق صرف تمہارا ہے۔ اگر تمہارے حق پہ ڈاکا ڈلے گا تم

بدلے میں کچھ نہیں کرو گی؟؟چپ چاپ میرے وجود کو کسی کو دیکھنے دو گی؟نہیں دیکھنے دو گی۔تم ان لڑکیوں کا سر پھاڑنے کے ساتھ ساتھ میرا بھی گلہ دبا دو گی۔تم عورت ہو کے میرا وجود کسی کو نہیں دیکھا سکتی تو پھر سوچو میں مرد ہوں میں یہ سب کیسے برداشت کر لیتا؟؟۔۔۔احان شاہ چہرے پہ اذیت کے تاثرات لئے گلالئی کو اپنے دل کی بات بتانے لگا۔۔گلالئی احان کی باتیں غور سے سنتی بنا کوئی مزاحمت کئے خاموش کھڑی تھی۔۔

جس طرح چاند ایک ہے، سورج ایک ہے، آسمان ایک ہے بلکل اس طرح میں بھی وہ ایک ہی ہوں جو تمہارے وجود کو دیکھ سکتا ہوں۔تمہیں صرف میرے لئے بنایا گیا ہے۔جب بھی تم پہ کسی غیر کی نظر پڑے گی میرے بدن میں آٹومیٹکلی آگ لگے گی۔۔میں مانتا ہوں اس سب میں تمہاری غلطی نہیں تھی وہ سب کچھ حادثاتی طور پر ہوا تھا لیکن خود کی حفاظت کرنا تم پہ فرض تھا۔تمہارا وجود تمہارے پاس میری امانت ہے۔۔یہ تمہارا بگڑا ہوا سید زادہ تمہارے لئے بہت جنونی اور پاگل ہے۔۔یہ تمہیں زمانے کی گندی نظروں سے اپنے سینے میں چھپا کے رکھنا چاہتا ہے۔میں تم پہ غصہ نہیں کرنا چاہتا تھا وہ سب ان ایٹینشلی ہوا تھا، تم جانتی ہو پچھلے تین سالوں میں یہ پہلی اور آخری بار تھا جو میں نے خود پر سے قابو کھوتے تم پہ اتنا شدید غصہ ظاہر کر دیا۔۔وہ اپنے چہرے پہ غصے کے اثرات زائل کرتی اپنے شاہ کی طرف دیکھنے لگی لیکن پہلے کی طرح جواب ابھی تک نہیں دیا تھا۔وہ اس کیلئے اس قدر پوزیسسو تھا۔وہ سب سے بچا کے اسے اپنے سینے میں چھپا کے رکھنا چاہتا تھا۔

تم پہ اتنا حق تو رکھتا ہوں کہ تمہیں کچھ کہہ سکوں؟؟اس دن میں نے تمہیں اپنے لمس اور سخت لہجے سے تکلیف دی تھی اس کیلئے مجھے معاف کر دو جاناں!!چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لو۔لیکن ایک دفعہ معاف کر دو۔۔وہ آنکھوں میں درد کی جھلک لئے اپنے کئے کی ایک دفعہ پھر سے معافی مانگنے لگا۔۔اسکے پھر سے معافی مانگنے پہ مقابل کے دل کو کچھ ہوا تھا لیکن اس نے اسکی معافی کا جواب نہیں دیا تھا۔۔وہ کیوں ہر بار غصے میں بنا سوچے سمجھے ہر کسی پہ چڑھ دوڑتا تھا؟؟۔اس غصیلے سید زادے کو سبق سیکھانا تو بنتا تھا تاکہ وہ آئندہ جوش سے نہیں ہوش سے کام لے کے اگلے کی بات کو بھی سمجھے۔۔

اچھا چاہے تو میرے سینے پہ دانت گاڑھ لو مجھے مار لو۔لیکن ناراضگی ختم کرو۔میں تمہاری ناراضگی نہیں برداشت کر سکتا۔میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ غصے میں تمہیں تکلیف نہیں دوں گا۔اب جب بھی غصہ آئے گا دیواروں پہ نکال

لوں گا خود کو اذیت دوں گا لیکن تمہیں اس کا نشانہ نہیں بناؤ گا۔۔بس ایک آخری مرتبہ معاف کر دو۔۔۔۔احان شاہ کی مسلسل خاموشی پہ وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے شرمندگی سے پھر سے معافی کی التجا کرنے لگا۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔لیکن آپ وعدہ کریں آئندہ سے میری پوری بات دھیان سے سنیں گے اور سمجھیں گے پھر کوئی ری ایکشن دیا کریں گے۔اور میں اب سے مزید احتیاط کروں گی کہ میرے وجود اور آپ کے حق پہ کسی کی گندی نظر نہ پڑے۔۔وہ اسکو بار بار معافی مانگتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔وہ اسکے شرمندہ چہرے کی طرف دیکھتی ایک پل میں اپنا دل نرم کرتی اسے معاف کر گئی۔۔اور وہ اسے کیوں نہ معاف کرتی اس نے جتنی بھی باتیں کہیں تھی سب سچ تھیں۔جن لوگوں پہ ہمارا حق ہوتا ہے انکی طرف کوئی نظر اٹھا کے بھی تو ہم اسکی آنکھیں ہی نکال کے رکھ دیتے ہیں۔۔وہ کتنی خوش نصیب تھی کہ اس کا شوہر اس سے اتنا عشق کرتا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل سے اسکے وجود کو اپنے لئے خاص ہونے کا احساس دلاتا رہتا ہے۔۔وہ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اس کے سرخ و سفید ہاتھوں پہ اپنی انگلیوں پھیرتے ہوئے انہیں اپنے ہاتھوں میں قید کر گی۔۔

سچ میں تم اب ناراض نہیں ہو؟؟میں وعدہ کرتا ہوں اب تمہیں سنے اور سمجھے بغیر تم پہ غصہ نہیں کرو گا۔۔۔۔۔وہ اسکے معاف کرنے پہ وعدہ کرتا خوشی سے سرشار ہوتا زور سے اس کو اپنے سینے میں بھینچ گیا۔۔اسکے سینے سے لگتے ہی مقابل نے اپنے باریک دانتوں کا جلوہ دیکھاتے ہوئے زور سے کاٹا تھا۔اس نے خود کہا تھا کہ وہ اسکے سینے پہ دانت پہ گاڑھ کے بدلہ اتار سکتی ہے۔۔کتنی بے دردی سے کل اسکے شوہر نے اسکی دھڑکنوں پہ اپنا لمس بکھیرا تھا۔۔سب کچھ سوچتے ہوئے اس نازک سی لڑکی نے بھی اپنا بدلہ پورا کرنا فرض سمجھا تھا۔

اہہہ!! یہ کیا تھا؟۔۔۔وہ بے ساختہ کراہتے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔اسے اپنی بیوی کے نرم لمس کی عادت تھی لیکن آج اس نے بہت زور سے کاٹا تھا۔جس پر وہ کراہتے ہوئے فورا پیچھے ہٹا۔

بدلہ!!! ۔۔۔۔۔۔وہ آنکھوں میں شرارت لئے بولتی بھاگنے ہی والی تھی۔جب وہ اسے آگے بڑھتے ہوئے پکڑ کر اپنی مضبوط بانہوں میں بھر گیا۔

چھوڑیں مجھے چینج کرنا ہے!!!۔۔۔وہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

تم نے بدلہ لے لیا اب میری باری!!اور چینج میں خود کروالوں گا۔۔وہ اسے جواب دیتا اسکے نازک گلابی لبوں پہ ٹوٹ پڑا تھا۔۔وہ اس کے لبوں کو چومتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا تاکہ ان کے بچوں کی نیند انکی ماں کی سسکیوں کی وجہ سے ڈسٹرب نہ ہو۔۔

بالآخر ان سب نے کاظم شاہ کی سفارش پہ تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹے تک شغل لگانے کے بعد اسکی جان چھوڑی تھی، ان سب کا تو اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ تھا لیکن کاظم شاہ کی سفارش کام آگئی تھی، وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بار بار اپنا چکراتا ہوا سر جھٹک رہا تھا، وہ نہیں جانتا تھا اسکے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کیوں اتنی دیر سے اسکا دماغ اپنی جگہ پہ نہیں ہے۔وہ ان سب سوچوں کو جھٹکتا ہوا تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے اسکا استقبال کیا تھا۔ نگاہوں نے فوراً سے ذائشہ خان کو تلاش کرنا شروع کیا تھا جو شاید بیڈ پہ موجود سرخ و سفید جالی کے پیچھے اسکا انتظار کر رہی تھی؟ وہ خود سے ہی سوچتا کمرے کا دروازہ لاک کرتے اپنی شیروانی کے تمام بٹن کھولتے بیڈ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔وہ جو مسکراتے ہوئے یہ سوچتا بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا اسکی بیوی اسکے انتظار میں پاگل ہو رہی ہو گی اسے بیڈ کراؤں کے ساتھ ٹیک لگا کے سوئے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنے عنابی ہونٹ بھینچے تھے۔۔وہ کم از کم آج اس سے سونے کی توقع نہیں کر رہا تھا، نجانے کیوں ارزم شاہ کے وجود میں ایک دم سے غصے سے ابال اٹھے تھے، وہ اتنی سی بات پہ اپنے اس قدر غصے کی وجہ سمجھ نہیں پایا تھا، خیر وہ اپنا غصہ کنٹرول کرتا چوڑی کلائی سے واچ اتار کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا اس کے بے حد قریب بیٹھا تھا۔۔وہ ڈارک میرون ویلوٹ کے ہیوی برائیڈل میٹیلک لہنگے میں ملبوس اس پھولوں سے سجی چادر پہ نیم دراز کوئی نازک سی پری معلوم ہو رہی تھی، آدھے چہرے سے گھونگھٹ ہٹا ہوا تھا جبکہ آدھا چہرہ ہنوز ڈھکا ہوا تھا، تھوڑے سے ہٹے گھونگھٹ کے باعث وہ اسکے میرون لپ اسٹک سے سجے ہونٹ با آسانی دیکھ سکتا تھا، اسکے یاقوتی ہونٹ دیکھتے ہی دل نے انہیں قید کرنے کی ضد پکڑی تھی لیکن وہ فلحال خود پہ قابو پاتا گہری نگاہوں سے اسے اوپر سے نیچے تک فرصت سے دیکھ رہا تھا، اسکا فرنٹ دوپٹے سے اچھی طرح سے کور کیا گیا تھا، جبکہ لہنگے کا وزن اس نازک سی جان سے کئی زیادہ لگ رہا تھا، وہ بغیر کمبل کے سو رہی تھی کیونکہ کمرے میں ہیٹر پہلے سے آن تھا۔ ارزم شاہ نے اسکے مہندی سے سجے نرم

ونازک ہاتھ پیار سے تھامتے ان پہ اپنا انگوٹھا نرمی سے پھیرا تھا۔ گجروں اور چوڑیوں سے سجے اسکے ہاتھ کافی بھلے سے لگے تھے۔ وہ اسکی ہتھیلیاں اپنے سامنے کئے ان میں اپنا نام تلاشنے لگا۔ دونوں ہتھیلیوں پہ لگی ٹکیوں کے درمیان کوئی تحریر درج کروائی گئی تھی، غور سے دیکھنے پہ معلوم ہوا تھا ایک ہتھیلی پہ "شاہ کی دلہن" تو دوسری ہتھیلی پہ "ارزم کی دلہن" لکھوایا گیا تھا، وہ نرمی سے اسکی دونوں ہتھیلیوں پہ اپنے لب رکھتا وہ اس نرم روئی سے گوشت پہ اپنے دانت گاڑ گیا جس پہ اگلے ہی پل ذائشہ خان ہولے سے سسکتی ہوئی اپنی ہیزل رنگ آنکھیں وا کر گئی، ذائشہ خان کے جسم میں حرکت محسوس کرتے ارزم شاہ نے اسکی ہتھیلیوں سے دانت ہٹاتے اپنی سرخی چھلکتی نگاہیں اوپر اٹھائی تھیں۔ ذائشہ خان ان نگاہوں کی سرخی کی تاب نہ لاتی جلدی سے ٹیک چھوڑ کے بیٹھتی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں موڑنے لگی، وہ اسکا انتظار کرتے ہوئے ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی سوئی تھی۔ گھونگھٹ پھر سے پورے چہرے پہ آ چکا تھا۔ وہ پورے استحقاق سے اسکے کمرے میں موجود اسکے بیڈ پہ بیٹھی ارزم شاہ کے دل کو اندر تک سرشار کر گئی تھی، کتنی منتوں کے بعد جا کے یہ خوبصورت لمحات نصیب ہوئے تھے۔۔

مجھے لگ رہا تھا تم جی جان سے میرا انتظار کر رہی ہو گی لیکن یہاں تو نیند پوری کی جا رہی تھی؟ واہ۔ کیا بات ہے!۔۔۔۔۔ وہ اسکے مزید قریب ہوتا اسکی کلائی پھر سے اپنی گرفت میں لے کے ناک کے قریب کرتا سرخ گلاب کے گجرے کی خوشبو اپنے اندر اتارتا بوجھل گھمبیر آواز میں نجانے شکوہ کر رہا تھا یا اسے چھیڑ رہا تھا وہ سمجھ نہ پائی۔ وہ تھوک نگلتے کچھ بولنا چاہ رہی تھی لیکن جواب نہ دے پائی، آج اسکے سامنے زبان کہاں کھلنی تھی؟ وہ تو جیسے تالو سے چپک چکی تھی، اسکے بے باک میسج ایک دفعہ پھر سے آنکھوں کے پردوں میں لہرائے تھے۔ آج وہ نجانے کس حد سے گزرنے والا تھا۔ یہی سوچ ذائشہ خان کا دل کانوں میں دھڑکانے کا باعث بن رہی تھی۔

پورا ہفتہ مجھ سے چھپتی رہی ہو! کیا کسی ایک منٹ کے لئے بھی تمہیں مجھ پہ ترس نہیں آیا؟ کیا تمہیں میری محبت پہ رحم نہیں آیا تھا؟ بندہ ایک آدھی ملاقات ہی کر لیتا ہے! بہت ان رومانٹک ہو تم!!۔۔۔۔۔ وہ اسکی کلائی چھوڑ کے آہستہ سے اسکا گھونگھٹ پلٹتا بوجھل آواز میں شکوے کر رہا تھا۔ وہ واقعی ہی اسکے لیول کی رومانٹک نہیں تھی لیکن پھر بھی معصوم سی ذائشہ خان کو خود کے لئے "ان رومانٹک" کا لفظ اچھا نہیں لگا تھا۔۔ وہ کہنا کیا چاہ رہا تھا کہ ذائشہ خان بورنگ ہے؟؟ اس نے کلستے دل سے سوچا تھا لیکن بولی کچھ نہیں۔۔ اسکا گھونگھٹ پلٹتے ہی ارزم شاہ جو مزید شکوے کرنا چاہ رہا

تھا اسی پل زبان کو بریک لگی تھی۔ نگاہیں اسکے خوبصورت چہرے کا دیوانوں کی طرح طواف کرنے لگیں۔۔ معصوم پٹھانی نقوش کو برائیڈل میک اپ سے نکھار کے مزید خوبصورت بنایا گیا تھا، نرم و نازک گلاب کی پنکھڑیاں ڈارک میرون لپ اسٹک سے سجی ارزم شاہ کی تشنگی میں کئی گناہ زیادہ اضافہ کر گئی تھیں۔ ماتھا پٹی پہنے وہ ناک میں باریک اور خوبصورت سی نتھ پہنے ہوئے تھے جس پہ کافی جچ رہی تھی۔ کانوں میں بڑے بڑے آویزے جبکہ گلے میں شاہوں کی روایتی دلہنوں کی طرز کی جیولری پہنے وہ پہلے سے کافی ڈفرنٹ اور دلکش لگ رہی تھی۔ ارزم شاہ اسکے ایک ایک نقش کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جبکہ ذائشہ خان اسے کن اکھیوں سے دیکھتی نگاہیں جھکا گئی تھی۔

سیج سجانے کا بولا تھا تم تو دل کی دھڑکنیں بھگا رہی ہو یار!۔۔۔۔۔ وہ اسکی کلائی اپنی گرفت میں لیتا اسکی ہتھیلی اپنے زوروں سے دھڑکتے دل پہ رکھتا ستائش سے بولا تھا، ذائشہ خان کے گلابی گال سرخ پڑے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ کے نیچے اسکا زوروں سے دھڑکتا دل با آسانی محسوس کر سکتی تھی۔ ارزم شاہ نے اپنی آنکھوں کے آگے آتا اندھیرا پھر سے جھٹکا تھا، منہ زور ہوتے جذبات کو قابو کرتے اسکی جسم اس وقت کسی بھٹی کی مانند سلگ رہا تھا، وہ خود پہ قابو پاتا اسکی کلائی پہ اپنے ہاتھ کی گرفت خطرناک حد تک مضبوط کر گیا۔ ذائشہ خان جو نگاہیں جھکائے ہوئے تھی اپنی نازک کلائی پہ اسکی بڑھتی گرفت محسوس کرتی نزاکت سے کراہی تھی۔ اسے ارزم شاہ کی آنکھوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا جن میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر واضح دیکھائی دے رہا تھا۔

میرے قریب آؤ!!۔۔۔۔ وہ بہکتے ہوئے ذائشہ خان کو حکم دے رہا تھا، ذائشہ خان نے خود کے اور اسکے درمیان فاصلہ ماپنے کی کوشش کی تھی جو انگلی برابر بھی نا تھا، وہ پہلے ہی اسکے اتنا قریب بیٹھا تھا، وہ مزید کتنا قریب ہو سکتی تھی؟ ذائشہ خان نے کنفیوز ہوتے ہوئے دل میں سوچا تھا۔۔

قریب آؤ!!۔۔۔۔۔ اسے اپنی جگہ پہ جمے دیکھ کے ارزم شاہ نے خمار آلود آواز میں پھر سے سرگوشی کی تھی، وہ تھوک نگلتی اسکے ذرا سا قریب ہوئی تھی، نگاہیں ابھی تک جھکائی ہوئی تھی، ہاتھ ارزم شاہ کے سینے پہ اسکے گرم ہاتھ کے نیچے تھا۔۔

میری گود میں بیٹھو!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ کے اگلے حکم پہ ذائشہ خان کے جسم کا خون سمٹ کے اسکے چہرے پہ آیا تھا، وہ بنا ریسپانس دیئے یونہی بیٹھی رہی۔۔

میری گود میں بیٹھو ذی بے بی! مجھے تمہیں مزید قریب سے دیکھنا ہے!!۔۔ارزم شاہ اپنی بند ہوتی آنکھوں کو ٹھیک سے کھولتا مزید بہکے لہجے میں بولا تھا، اسکی بھاری آواز کو مزید بھاری ہوتے دیکھ کے ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔وہ اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی اور وہ اسے اپنی گود میں بیٹھنے کا حکم دے رہا تھا، ہاں پہلے کی بات اور تھی لیکن اب وہ اسکے جسم کے ہر حصے پہ رسائی حاصل کرنے کا حق رکھتا تھا، ذائشہ خان پہلے ہی اس رات کو لے کے کافی ڈری ہوئی تھی۔

سنا نہیں تم نے!!!۔۔۔وہ دبی دبی آواز میں سختی سے بولا تھا جس پہ ذائشہ خان سہمتی ہوئی اگلے ہی پل اسکی گود میں بیٹھتی اسکے سینے میں سمٹنے لگی۔

جانتی ہو میں نے سوچا تھا! مائیوں والے روز تمہیں چوری چھپے اپٹن لگانے آؤں گا، اور مہندی والے روز تمہارے ہاتھوں کی مہندی کی خوشبو سونگھنے کے بہانے تمہارے دل کے مقام پہ شدت سے جسارت کروں گا تاکہ تمہیں اگلے کئی روز میک اپ لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑے! تمہارا چہرہ میری اس جسارت کے عوض گلاب کی طرح مہکتا رہے! تمہیں ڈھیروں میسج کر ڈالے تھے لیکن تم ظالم بنی رہی! تم نے میرے سارے پلانز کی ایسی کی تیسی کر کے خود سب کے ساتھ انجوائے کیا لیکن میرا نہیں سوچا! تم نے اپنے شوہر کے متعلق بالکل نہیں سوچا ذائشہ خان کہ وہ جو تمہاری ایک جھلک براہِ راست دیکھنے کو بے تاب ہے وہ راتوں کو کس طرح سے سوئے گا؟ الٹا تم رات کو نیٹ آف کر کے سو جاتی تھی تاکہ میری کال نہ اٹھانی پڑے؟ پہلے ظالم سماج نے ظلم ڈھائے اور شادی پہ رہی سہی کسر تم نے پوری کر دی؟ کیا تمہیں میری بڑھتی شدتوں سے ذرا خوف محسوس نہیں ہوا تھا؟ کیا تم نے نہیں سوچا تھا اگر میں اپنے شوہر کے پلانز برباد کر کے اسے تڑپاؤں گی تو وہ بدلے میں اپنی گولڈن نائٹ پہ وہ تمہیں خود میں شدت سے گھولتا ہوا پاگل کر دے گا ؟۔۔۔وہ ایک ہاتھ اسکی گردن پہ سہلاتا جبکہ دوسری اسکی کمر کے گرد باندھتے بھاری بہکتے لہجے میں اتنے دنوں سے جمع کئے شکوے کرنے لگا، وہ بھی تو اپنی دفعہ شکوے کرتی تھی نا؟ پھر ارزم شاہ کیوں پیچھے رہتا؟ اسکے بے باک الفاظ پہ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی۔۔

بہت تڑپایا ہے تم نے اس ایک ہفتے میں ذی ڈارلنگ! آج رات مجھے جھیلنے کے لئے ہر لحاظ سے تیار ہو جاؤ کیونکہ تمہیں ذرا سی مہلت بھی نہیں ملنے والی!!۔۔۔وہ اسکی گردن پہ جھک کے اپنی گرم تپش زدہ سانسیں چھوڑتا شدت پسند

لہجے میں بولا تھا۔ ذائشہ خان نے اپنی آنکھیں میچتے گہری سانس خارج کی تھی، اسکے الفاظ میں موجود شدت برداشت نہیں ہو رہی تھی تو جب اس نے اپنی باتوں پہ عمل کرنا تھا تب تو ذائشہ خان کی سات نسلوں نے یاد کرنا تھا۔۔ وہ روہانسی ہوتی ابھی یہی سوچ رہی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی گردن سے چہرہ نکالتے پھر سے اسکے خوبصورت چہرے پہ نگاہیں جمائی تھیں۔

"ستہ ستر گے ڈیرے خواگے دی" (تمہاری آنکھیں بہت پیاری ہیں!)۔۔ وہ گھمبیر آواز میں پشتو زبان میں اسکی آنکھوں کی تعریف کرتا ذائشہ خان کو حیرانگی سے ان ہیزل آنکھوں کو پھیلانے پہ مجبور کر گیا، وہ حیران در حیران اسکی طرف دیکھنے لگی، آج پہلی دفعہ اسکے منہ سے پشتو کے الفاظ سن رہی تھی اسکا حیران ہونا بنتا تھا۔ وہ مسکراہٹ دباتا اسکی حیرانگی سے پھیلی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا انہیں گالوں پہ سجدہ ریز کر گیا۔ ابھی تو اسے اپنی ذی بے بی کو مزید حیران کرنا تھا۔

"ډیر خپه ام تانه خوستا داخیسته توب مالاهم ٥شه سه ویلقابلنپریدي!! واللہ دمره خیسته لگے چي زه ز٥ه زآن ٥اپه ٥لیونی کئ!! سته ٥ همځ اګه هر نقش نن مالانور لیوني جور کوو! پهلاذه سته داستر ګوں نه مالامنه شویوا! اور نن زه ٥اسوچ کولو منتے مجبور هکیم چ٥ سه ٥ستر ٥٥٥ یره خیسته ٥٥، سه ٥آو ٥اور کي پوزه، پرسیه ٥لي ٥الونه، ٥ا٥ه سره شوه ٥ي؟ خو نتیجه وي چي تو ٥زم شاه ٥اي؟"

("بہت ناراض تھا تم سے لیکن تمہاری یہ خوبصورتی ہمیشہ کی طرح مجھے چاروں شانے چت کر گئی ہے! واللہ اتنی خوبصورت لگ رہی ہو میری دھڑکنیں سرپٹ دوڑتی مجھے پاگل کر رہی ہیں!! تمہارے چہرے کا ایک ایک نقش آج مجھے مزید اپنا دیوانہ بنا چکا ہے! پہلی بار تمہاری آنکھوں سے محبت ہوئی تھی! آج میں یہ سوچنے پہ مجبور ہو رہا ہوں تمہاری آنکھیں زیادہ پیاری ہیں چھوٹی سی ناک، پھولے گال، یا پھر یہ یاقوتی ہونٹ؟ نتیجہ کہہ رہا ہے تم سر تا پاؤں خوبصورت ہو اور صرف سید ارزم شاہ کی ہو")۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اسکے چہرے کا ایک ایک نقش اپنی انگلی کی پوروں سے چھوتا اسے سختی سے خود میں بھینچے محبت سے ایک ایک لفظ بول رہا تھا، نگاہیں بار بار بھٹکتی ان ہونٹوں سے ٹکرانے کی خواہش مند تھیں۔۔ وہ اسکے الفاظ اور نگاہوں کی تپش پہ ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجاتی نظریں جھکا گئی۔

"ډیره خه لګے کله چے منے نه ډک ستر ګونه ° انته ګورے! نوو °° ینښم ډیر خه لګے کلاے ذما ° ه ستر ° و تودوخه منتے شرمنه زآن وار اي!!اور ټول ° ه زیات اله به خه لګے کله چے ننشپھذماشه ° تونتابه سترے ماکے بامنډیګے!! یوذله بیابه مالا زان نبه مینه کولو منتے مجبور به کے کله چ ° ته به خپلا ° شو; °° زما په و ° و ګ ° د; ° د ° والي په عزت ګ ° واچوي!! ° و مره چ ° د ° نن شپه سید ارزم شاه ا ° و; ° ګ °، هو مره به د ° ا ° و; ° ګ ° ي چ ° بل ° ل به ماخپل ګ ° ي. حسن او په خپلو وژونکو عملونو به دلیونی کیدونه محکا ° سل ° له فکر کو ° !!"

(بہت اچھی لگتی ہو جب محبت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھتی ہو!اس سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہو جب میری نظروں کی تپش پہ شرما کے رخ بدلتی ہو!اور سب سے زیادہ اچھی اس وقت لگو گی جب آج رات میری شدتوں سے نڈھال ہو کے میری بانہوں میں بکھر کے سمٹو گی! ایک دفعہ پھر سے خود سے عشق کرنے پہ مجبور کر دو گی جب قربتِ سکون کے اعزاز میں میری تھوڑی پہ اپنے ہونٹ رکھو گی!!!تم نے سید ارزم شاہ کو جتنا پاگل کیا ہے آج رات وہ تمہیں اتنا پاگل کرے گا کہ اگلی بار تم مجھے اپنے حسن اور اپنی قاتلانہ اداؤں سے پاگل کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچو گی!!)۔۔۔۔۔۔۔اسکی بار بار اٹھتی اور جھکتی پلکوں کا رقص، گالوں پہ پھوٹتی سرخی جبکہ ہونٹوں پہ امڈتی شرمیلی سی مسکراہٹ دیکھتے وہ مزید گویا ہوتا ذائشہ خان کا دل پہلو میں دھڑکا رہا تھا، ذائشہ خان کے سینے میں چلتی تیز دھڑکنیں وہ با آسانی اپنے دل کے مقام پہ محسوس کر رہا تھا۔وہ اسکے الفاظ کے بعد خود کو سپیچ لیس محسوس کر رہی تھی، اسکے الفاظ میں موجود بے باکی کا تاثر ہتھیلیوں کو پسینے سے بھگونے کا باعث بن رہا تھا۔پیار اروہ آج اس سے زیادہ لگ رہا تھا لیکن ذائشہ خان کو اپنے الفاظ چھنتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی جواباً اسکی تعریف کس طرح سے کرے اسی لئے نگاہیں جھکائے اسے سنتی اپنے دل کی سرپٹ دوڑتی دھڑکنوں کی آواز سننے لگی۔ارزم شاہ اسکی تعریف کرنے کے دوران اسے جیولری کے بھاری بوجھ سے آزاد کر چکا تھا، گھونگھٹ والا دوپٹا بھی وہ پہلے ہی اتار گیا تھا، اب صرف سر اپے پہ ایک ویلوٹ کا بھاری ایمبرائیڈڈ سا دوپٹا موجود تھا جو ذائشہ خان کے جسم کو چھپانے کا کام بخوبی انجام دے رہا تھا۔ارزم شاہ کو اس دوپٹے سے حسد محسوس ہوا تھا جو اسکی ذی کو اس سے چھپا لینا چاہتا تھا۔۔ذائشہ خان جو لب کاٹتی سوچ رہی تھی اس نے اتنی پشتو کس سے سیکھی ہو گی ارزم شاہ کو ایک دم سے اپنی سانسوں پہ قابض ہوتے دیکھ کے چونکی تھی، وہ ذائشہ خان کی گردن اور ٹھوری کے درمیان میں اپنے ہاتھ دونوں ہاتھ جمائے اسکا چہرہ خود کے

مزید نزدیک کرتا زائشہ خان کو پیچھے تکیے پہ پٹکتا اس پہ مزید جھکتا اس کی ایک ایک سانس چرانے لگا۔ ارزم شاہ اس کے بالائی لب کو اپنے دانتوں تلے مسلتے ہوئے شدت سے سک کرتا اسکی میرون لپ اسٹک چرا رہا تھا۔ ذرا سی جسارت کی دیر تھی جب ارزم شاہ سے خود پہ مزید کنٹرول کرنا محال ہوا تھا۔ وہ جنونی ہوتا اسکی زبان پہ اپنے دانت گاڑتے اسے باہر کی جانب کھینچ کے اس میں سے نکلتی نمی کو اپنے لبوں سے سک کر کے اپنے اندر اتارنے لگا۔۔ وہ بار بار یہی عمل دہراتا ذائشہ خان کی خوشبودار سانسوں اور زبان کے میٹھے لمس سے اپنے خشک حلق کو تر کرنے لگا۔۔ اس کی اتنی بے باک جسارت پہ ذائشہ خان سرخ پڑتی اسکا کالر اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ ارزم شاہ اسکی بکھرتی سانسوں کی پروا کئے بغیر ان نازک پنکھڑیوں کے ساتھ مزید لپٹتا اسکے نازک سراپے کو اس بھاری بڑے دوپٹے سے آزاد کرتا اسکے بالوں میں ہاتھ الجھائے اسکا جوڑا بھی کھول چکا تھا، ارزم شاہ کے کروٹ بدل کے خود نیچے ہونے پہ ذائشہ خان کے سلکی ڈارک براؤن بال بکھرتے ہوئے ان دونوں کے چہرے پہ گر رہے تھے، وہ اسے اپنے چٹانی سینے پہ لٹاتا اسکے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسائے ذائشہ خان کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں جیسے ہمیشہ کے لئے پیوست کر لینا چاہتا تھا، ذائشہ خان کی سانسیں بری طرح سے بکھر رہی تھیں لیکن ارزم شاہ کو اس وقت کوئی ہوش نہیں تھی، اسکا سر پھر سے چکرا رہا تھا، آنکھوں کے آگے پھر سے اندھیرا چھانے پہ وہ جھنجھلاتا ہوا اسکے نچلے ہونٹ پہ زور سے دانت گاڑ گیا۔ ذائشہ خان سسکی تھی لیکن ارزم شاہ بنا کوئی اثر لئے اپنے کام میں مصروف رہا۔ وہ اس کے لبوں سے لپٹا اپنے ہاتھوں کی گستاخیاں اسکی دھڑکنوں اور پیٹ سے نیچے تک کرتا اسے مچلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ اس کے بے باک ہاتھوں کی گستاخیاں اپنی دھڑکنوں اور پیٹ سے نیچے محسوس کر کے ذائشہ خان شرم وحیا سے دوہری ہوتی اس پر سے اٹھنے کی کی کوشش کرنے لگی لیکن ارزم شاہ ہنوز اسکے لبوں میں اپنے لب الجھائے اس کی سانسیں روکے ہوئے تھے۔ سانس روکنے کی وجہ سے ذائشہ خان کی آنکھوں سے پانی آنا شروع ہو چکا تھا۔ اسکی آنکھوں میں پانی دیکھتے ہی ارزم شاہ اسکے نچلے لب پہ زور سے دانت گاڑھتا ہوا ان نازک پنکھڑیوں کو آزادی بخش گیا۔ ذائشہ خان نے ابھی ٹھیک سے سانس نہیں لی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی گردن کے گرد ہاتھ ڈالتے تکیے سے اوپر کو اٹھتے ہوئے اسکی شفاف گردن پہ شدت سے اپنے دانت ثبت کئے تھے، وہ پھولی سانسوں کے درمیان سسکتی ہوئی اسکی سلور چین میں اپنی انگلیاں الجھا گئی، جیسے جیسے وہ اسکی گردن پہ اپنے دانتوں کا زور بڑھا رہا تھا بالکل اسی طرح وہ اسکی چین پہ اپنی انگلیوں کا زور بڑھاتی

گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔۔ارزم شاہ کا ایک ہاتھ اسکی گردن کے گرد ریپ تھا جبکہ دوسرا ہاتھ اسکی گردن سے نیچے سفر کر رہا تھا، وہ بے باکی سے اسے خود کے ساتھ لپٹائے اسکے وجود کو اس بھاری دوپٹے سے آزاد کرتے اس کے اوپر آیا تھا۔ اسے خود کے نیچے کرتا وہ اپنے وجود سے سیاہ شیروانی اتار کے دور اچھالتے تکیے کے گرد اپنے ہاتھ رکھتا اسکے بھیگے لبوں کے گھونٹ بھرتا شدت سے ان کا رس نچوڑ رہا تھا، اسکے لمس کی شدت زائشہ خان کے لئے ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی، آج ارزم شاہ کا انداز پہلے سے بہت الگ تھا، آج تو وہ اسکی بکھرتی سانسوں پہ اسے مہلت بھی نہیں دے رہا تھا، اسکی ذرا سی مزاحمت پہ وہ جنونی ہوتا دانتوں کا استعمال کرنے لگتا۔ زائشہ خان کی آنکھوں میں خوف اور ڈر دیکھتے وہ اسکے بالوں میں نرمی سے اپنی انگلیاں پھیرتا ان لبوں پہ اپنی شہد رنگ گھنی مونچھیں رگڑنے لگا، ارزم شاہ ذرا سا اس سے الگ ہوتا تھا اسکا دماغ چکرانے لگتا تھا، ذرا سا اس سے ٹکراتا تھا جذبات ڈبل ہو رہے تھے، وہ خود کو سمجھنے میں ناکام ہوتا اس کے لبوں پہ گہری سانسیں چھوڑنے کے بعد اسکے سراپے کی طرف دیکھنے لگا۔ میرون میٹیلک لہنگے پہ بمشکل پیٹ کو ڈھانپتا فٹ اور ڈیپ گلے بلاؤز میں اسکا قیامت ڈھاتا سراپا ارزم شاہ کی آنکھوں کو مزید مخمور کر گیا تھا۔

م۔میں۔۔ت۔ تھک۔۔گئی۔۔ہوں۔۔ڈریس۔۔ چینج۔۔ کرنا۔۔ہے!۔۔وہ اسکی بے باک نگاہوں کی تپش اپنے ڈیپ گلے پہ محسوس کرتی لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی کہنیوں کے بل اوپر کو اٹھتی بھاگنے کی تیاری پکڑنے والی تھی جب ارزم شاہ نے اسکی اٹھتی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے مزید نزدیک کرتے جھک کے اسکے ڈیپ گلے پہ اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے تھے، زائشہ خان سسکتی ہوئی اپنی کمر مزید اٹھا گئی جس سے اس کے نشیب و فراز کی رعنائیاں مزید چھلکتی ہوئی ارزم شاہ کو بے تاب کر رہی تھیں۔۔ اپنی جسارتوں کے اس عوض اسکی بکھرتی حالت دیکھتا وہ اسکے ڈیپ گلے پہ نظر آتی گہرائیوں پہ اپنی زبان پھیر رہا تھا، زائشہ خان کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے۔ ارزم شاہ کے لمس کی شدت سے اسے پاگل کر رہی تھی، وہ جان بوجھ کے یہاں اپنی زبان پھیرتا اسے بھی اپنی طرح بے تاب کر رہا تھا۔۔

یقین مانو میں بھی تھک گیا ہوں، مجھے بھی اس ڈریس سے چھٹکارا پا کے تمہارے وجود میں گھلنے کی بہت جلدی ہو رہی ہے ذی بے بی تاکہ اپنی تھکاوٹ تمہارے وجود میں اتار کے تمہیں خود میں جذب کر لوں!۔۔۔۔۔کافی دیر تک اپنی

منمانی کرنے کے بعد اس نے چہرہ اٹھا کے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے اسکی بات کا جواب دیا تھا، ذائشہ خان گردن تک سرخ پڑی تھی۔۔

"°ہ سترے سترے شپہ ستہ قربتا°ہ بوي غوا°ي!زہ °نفس لا بوي کول لاچتواي؟"(یہ تھکی تھکی سی رات تمہاری قربت کی خوشبو مانگ رہی ہے! میری سانسیں مہکنے کے لئے تمہاری جسم کی خوشبو کی طلب گار ہیں! کیا تم میری سانسوں کو مہکانے کے لئے تیار ہو؟)۔۔۔۔ذائشہ خان کی آنکھوں کو ہلکا سا سرخ ہوتے دیکھ کے وہ پھر سے پشتو میں اس سے مخاطب ہوا تھا، اسکی زو معنی بے باک باتوں کا مطلب سمجھتے ذائشہ خان روہانسی ہوتی اسے معصومیت سے دیکھنے لگی تا کہ وہ اس پہ ترس کھا کے اپنا ارادہ بدل لے لیکن مقابل پہلے ہی اپنے مضبوط اعصاب کو کنٹرول کرتے پاگل ہو رہا تھا، اسکے اسے بخشنے کے کوئی ارادے نہیں تھے۔۔ ارزم شاہ نے اپنے وزنی ہوتے سر کو جھٹکتے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔وہ ذائشہ خان کے روہانسے تاثرات اگنور کرتا اس پر سے ذرا سا اٹھ کے اپنی سیاہ قمیض اتار کے دور اچھالتے پھر سے اس پہ جھک گیا، ذائشہ خان نے اسکے سفید چٹانی سینے سے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا۔انے والے لمحات کو سوچتے ہوئے اسکا حلق تک خشک ہو رہا تھا۔ارزم شاہ جو اسکے وجود سے اس بلاؤز کو کھینچ کے اتارنے والا تھا اچانک سے دماغ پہ زور ڈالتے وہ اپنا ہاتھ اسکے بلاؤز سے ہٹاتے اسکے دائیں گال پہ رکھ گیا۔

"°ي°زہ °ھا خپلمنیا ظھا°مي کا°ي دي!نن شپہ تہ پہ خوالو°ہ نہ °کہ یونوي انداز کا°اظھار کول غوا°م!وبہ اجازت °یے؟"("بہت دفعہ الفاظ سے اپنی محبت کا اظہار کر چکا ہوں! آج رات تمہیں پسینے میں بھگو کے ایک الگ اور نئے انداز میں اظہار کرنا چاہتا ہوں! بولو اجازت ہے؟")۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا پشتو میں اپنے اگلے عمل کی اجازت مانگتا سر تا پاؤں سرخ کر گیا تھا۔

ا۔ارزم۔۔۔وہ اسے روہانسی آواز میں پکارتی اسکے کندھے میں چہرہ چھپانے لگی۔

(بولو اجازت ہے؟)۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے بلاؤز کی بیک ڈوری کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا اپنا جملہ دہرا رہا تھا۔۔اسکی خاموشی ارزم شاہ کو عجیب سی چرچراہٹ دلا رہی تھی جو اس کا یا ارزم شاہ کا قصور نہیں تھا بلکہ یہ سب ارزم شاہ کے دوستوں کا کمال تھا۔

ا۔۔ارز۔۔ارزم!۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے اسکے روہانسے تاثرات کی پرواکئے بغیر جھٹکے سے اسکے بدن سے بلاؤز جدا کیا تھا،وہ اس کی دھڑکنوں کو ہر پردے سے بے نیاز کرتا ان پہ شدت سے جھکا تھا۔۔

ا۔ارزم!!۔۔آہہ۔۔۔اسکی دھڑکنوں پہ جھکتے ساتھ ہی ارزم شاہ نے ان پہ اپنے دانتوں کا لمس چھوڑا تھا جس پہ ذائشہ خان نے زور سے سسکی بھرتے ہوئے اسے کندھوں سے تھاما تھا۔ارزم شاہ اسکی پچھلی گردن پہ ہاتھ رکھتا اسکی دھڑکنوں کو قریب کئے بے رحمی سے اپنا لمس بکھیرنے لگا۔۔کمرے کی لائٹ ہنوز روشن تھی،ذائشہ خان کے گال لال سرخ ہو رہے تھے،اس کے بے باک شوہر نے لائٹ آف کرنا تو دور اسکے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔۔درد محسوس کرتے ہوئے ذائشہ خان نے زور سے اسکے کندھوں پہ اپنے ناخن گاڑھتے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا تھا ۔۔ارزم شاہ بنا درد کا اثر لئے اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں اور دانتوں سے کاٹتا ہوا پل میں سرخ کر گیا۔اسکی آنکھوں میں شکوے کی تحریر پڑھنے پہ تضاد اسکی سرخ ہوتی دھڑکنوں کو دیکھ کر ارزم شاہ نرمی سے انہیں اپنے لبوں میں لیتا سک کرنا لگا۔وہ انہیں سک کرنے کے بعد اسکے پیٹ کی طرف آتا اس پہ اپنی زبان پھیرتے ہوئے ذائشہ کو مچلنے پہ مجبور کر گیا تھا۔اس کے ہاتھوں کی من مرضیاں اپنے وجود کے ہر حصے پہ محسوس کرتی ذائشہ خان اپنی گردن پہ ہاتھ پھیرتی مزید مچلی تھی کیونکہ ارزم شاہ کے ہاتھ اب اسکے لہنگے کے اوپر سے ہی اسکے پیٹ سے نیچے کی طرف سختی سے اپنا حق جتا رہے تھے۔۔

میں نے تمہیں اس پورے ہفتے میں اپنے قریب آنے کے لئے مینٹلی تیار کیا ہے ذائشہ خان!! تم اس رات مجھے اجازت دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پہ لاک لگا کے میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو!!۔۔۔ذائشہ خان کی خاموشی اور آنکھوں میں شکوے کی لکیر دیکھتا وہ اس سے فاصلے پہ ہوتا لائٹس آف کرتے غرایا تھا،وہ محسوس کر چکا تھا وہ بار بار شرم سے دہری ہوتی اپنے سینے کو بازوؤں سے ڈھلنے کی کوشش کر رہی تھی اسی لئے لائٹس آف کر گیا۔۔اب کمرے میں ڈم سی رومانٹک رنگ برنگی لائٹس جل رہی تھیں۔ڈریسنگ ٹیبل اور صوفے کے پاس موجود سینٹرل ٹیبل پہ کینڈلز کی روشنی منور ہو رہی تھی۔ارزم شاہ کو جھنجھلاہٹ سے اپنے سر اور گھنی شہد رنگ بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتے دیکھ کے ذائشہ خان نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا،وہ اسکے بار بار سر جھٹکنے کی وجہ سمجھ نہیں پا رہی تھی نہ ہی اس سے پوچھنے کی ہمت تھی۔

آ۔۔ آپ۔ ٹھیک۔۔ ہیں؟۔۔۔ مدھم سی روشنی میں نظر آتے ارزم شاہ کے سائے کو دیکھتی وہ تفکر سے بولی تھی۔

اس رات بھی مجھے خود سے دور رکھو گی تو کیسے ٹھیک رہوں گا؟ ترس ترس کے میری پناہوں میں پورے استحقاق اور سب کی رضامندی سے آئی ہو کچھ رحم کرو اپنے عاشق پہ!! مزید ایک لمحہ تم سے دوری میری سانسیں روک سکتی ہے!!۔۔۔ وہ خفگی اور محبت کے ملے جلے تاثرات سے بولتا پھر سے اسکے نزدیک ہوا تھا۔

آ۔۔ آپ۔۔ اپنے۔۔۔ لمس۔۔۔ سے۔۔ مجھے۔۔ ڈرا۔۔ رہے۔۔ ہیں!!۔۔ ذائشہ خان روہانسی ہوتی بے ساختہ دل کی زبان ہونٹوں پہ لے آئی۔ وہ اسکی لمس میں موجود جنونیت سے ڈرتی ہوئی اسے اجازت نہیں دے رہی تھی۔

شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو! میں زیادہ جنونی ہو رہا ہوں؟ میں اپنے جذبات کو سمجھ نہیں پا رہا! تمہیں چھوتے ہی میرے جذبات آگ کی مانند بھڑک رہے ہیں جنہیں کنٹرول کرنا میرے خود کے بس میں نہیں ہے!! میں تمہیں ہرٹ کر دوں گا! جاؤ ڈریس چینج کر کے سو جاؤ!!۔۔۔ ارزم شاہ گہری سانس بھرتا بھاری بوجھل آواز میں اسے جواب دیتا بیڈ سے کھڑا ہوتا اسکا بلاؤز اس پہ اچھال گیا، اسے پیچھے ہٹتے دیکھ کے ذائشہ خان کی آنکھوں میں بے یقینی در آئی۔ وہ جانتی تھی اس نے اس رات کا کتنا انتظار کیا ہے، وہ صرف اسکے ڈر کو مدِ نظر رکھتا پیچھے ہٹ گیا تھا، ذائشہ خان کو بے ساختہ اس پہ پیار آیا تھا، وہ جلدی سے اسکی مضبوط کلائی اپنے نازک ہاتھ میں تھام گئی، دل اپنی پیش قدمی پہ کانوں میں دھڑک رہا تھا لیکن وہ اس رات اسے ناراض یا تشنہ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔ ارزم شاہ جو اپنی حالت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا ذائشہ خان کا نرم لمس اپنے ہاتھ پہ محسوس کرتے رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

خفا ہو رہے ہیں؟۔۔۔۔۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ معصومیت اور شرم کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوئی تھی۔

نہیں! اگر تمہارے قریب آیا تو مجھے برداشت کرنے کے چکروں میں تم خفا ہو جاؤ گی! اور میں تمہاری خفگی مول نہیں لینا چاہتا!۔۔۔ وہ اسکے ہاتھ کو نرمی سے اپنے ہاتھ میں دباتا محبت سے سچے دل سے بولا تھا۔۔

م۔ے۔۔۔نے۔۔ کب۔۔ کہا۔۔ خفا۔۔ ہو۔۔ جاؤں۔۔ گی۔۔۔ ذائشہ خان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے کس طرح سے اجازت دے اسی لئے نگاہیں جھکا کے منہ پھولا کے جواب دینے لگی۔۔

تمہاری آنکھوں کا ڈر مجھے آگے بڑھنے سے روک رہا ہے! مجھے تمہاری آنکھوں میں اپنی محبت کے دیپ جلے دیکھنے ہیں نا کہ یہ ڈر و خوف!!۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ مخمور ہوا تھا۔

محبت کے دیپ تو تب جلیں گے نا جب آپ محبت سے چھوئیں گے! اگر ضرورت سے زیادہ جنونی بنیں گے تو میں خود بخود ڈر و گی نا!!۔۔۔وہ اسکے ہاتھ پہ اپنی گرفت مضبوط کرتی معصومیت سے اسے جواب دیتی کھل کے مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

مان جاؤ تم بھی آج کی رات میری پناہوں سے دور نہیں جانا چاہتی؟۔۔۔وہ بوجھل آواز میں گویا ہوتا ذائشہ خان کو پیچھے تکیے پہ دھکا دیتا پھر سے اس پہ جھکا تھا، وہ جان گیا تھا وہ اسکے جنونی لمس سے ڈر رہی ہے اور اسے ڈرنا بھی چاہئیے جتنا اس نے ارزم شاہ کو تنگ کیا تھا۔

کوئی بھی محبت کرنے والی بیوی دور جانا چاہے گی؟۔۔۔وہ جواباً اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے بنا لڑکھڑائے اسے جواب دے رہی تھی، اسکا جواب ارزم شاہ کو کافی بھلا لگا تھا۔۔

قریب آجاؤں پھر تمہارے؟ تمہاری سانسوں سے بھی زیادہ قریب؟؟۔۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں ایک دفعہ پھر سے اجازت لیتا اسکی دھڑکنوں پہ ہاتھ پھیرتے اسکے بدن کی نزاکت محسوس کرنے لگا۔۔

کیا نہیں آنا چاہئیے؟۔۔۔۔ذائشہ خان نے جواب دینے کی بجائے اپنی شرم و حیا ایک سائیڈ پہ رکھتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ارزم شاہ ایمپریس ہوتے اپنا آبیرو آچکا کے اسے داد دینے لگا۔۔

میں گارنٹی دیتا ہوں ابھی دو منٹ بعد تم اپنے جواب سے فلپ مارو گی لیکن ان لمحات کی قید میں میں تمہاری مزاحمت نظر انداز کر جاؤں گا!! سید ارزم شاہ کو جھیلنے کے لئے بڑے دل جگرے کی ضرورت ہے!!۔۔۔وہ شوخ ہوا تھا۔

دل جگرے کی بات کس کے سامنے کر رہے ہیں؟ پٹھان ہوں میں! کیا میرا یہ حوالہ کافی نہیں ہے؟۔۔۔ذائشہ خان کے تو مانو سر پہ لگی اور تلوں پہ بجھی تھی، وہ خفگی سے ناک چڑھا کے بولی تھی۔

بالکل کافی ہے!! کوئی شک؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنی معصوم سی بیوی کے اتنے دبنگ جواب پہ ہنستے ہوئے ایک جھٹکے میں اسکا لہنگا اسکے بدن سے جدا کر گیا، ذائشہ خان کی ساری ہمت ہوا کی نظر ہوئی تھی، زبان پھر سے تالو کے ساتھ چپک چکی تھی۔ارزم شاہ کو خود بھی اپنی حالت میں آتے دیکھ کے وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔کمرے میں مدھم سی

روشنی میں وہ ایک دوسرے کو ٹھیک سے نہیں دیکھ سکتے تھے، اس اندھیرے میں بھی ذائشہ خان کو شرم محسوس ہو رہی تھی۔

آ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ پشتو۔۔ کس۔۔۔سے۔۔ سیکھی؟۔۔۔۔ارزم شاہ کے بھاری وجود کا وزن خوف پہ محسوس کرتی ذائشہ خان تھوک نگلتے ہوئے اسکا دھیان بٹانے کی غرض سے سوال کرنے لگی۔ اسکے لڑکھڑاتے لہجے میں وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

یاور سے!!۔۔۔۔وہ اسکی گردن پہ جھکتا خمار آلود لہجے میں بولا تھا۔

واٹ؟؟۔۔۔۔ذائشہ خان کرنٹ کھاتی اسکا چہرہ اپنی گردن سے دور ہٹا کے حیرانگی سے پوچھنے لگی، کیا اس نے اتنے بے باک الفاظ چھوٹے سے یاور شاہ سے ٹرانسلیٹ کروائے تھے؟؟

صاف صاف پشتو یاور سے اور جو گندی باتیں ہیں وہ لالا سے!!۔۔وہ اسکی بے یقین آنکھوں کو دیکھ کے صاف گوئی سے بولتا اسکے گال پہ اپنے دانت گاڑ گیا۔

کس لالا سے؟؟۔۔۔۔ذائشہ خان دھک رہ گئی، گالوں نے گلابیاں پھوٹی تھیں۔۔وہ کس لالا کی بات کر رہا تھا؟ کیا وہ حازق خان کی بات کر رہا تھا۔

الفاظ میرے اپنے تھے! میں نے صرف رایان لالا سے ٹرانسلیٹ کروائے تھے! اب تمہارے اگلے سوال کا بھی جواب دے دیتا ہوں! رایان لالا ہمارے بہت اچھے دوست ہیں! وہ ہماری پرائیویٹ باتیں کسی دوسرے سے شئیر نہیں کرتے! میں کبھی بھی ان سے ٹرانسلیشن نہ پوچھتا اگر جو مجھ پہ پشتو میں تمہاری تعریف کرنے کا بھوت سوار نہ ہوتا! تمہارے لالا نے تو صاف ہری جھنڈی دیکھائی تھی پھر میرے پاس رایان لالا سے بہتر آپشن کوئی نہیں تھا! اب بالکل خاموش!! مجھے کوئی ڈسٹربینس نہیں چاہئیے!!۔۔۔۔۔۔۔اسے بار بار حیرانگی سے سوال کرتے دیکھ کے وہ اسکے مزید سوالات کا ایک ہی دفعہ تفصیل سے جواب دیتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی انگلی سے قفل لگاتا اسے شرم سے لال سرخ چھوڑتا اسکی گردن، کندھوں اور دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکاتا اسکے بیلی بٹن پہ زبان پھیرنے لگا، ذائشہ خان گہری گہری سانسیں بھرتی اپنی کمر اوپر اٹھانے لگی۔ وہ کافی دیر سے اسے اپنے جنونی لمس سے مہکا رہا تھا۔

اس کے یوں مچلنے پہ ارزم شاہ اسکی ٹانگوں میں جگہ بناتے ہوئے ذائشہ خان کو پنڈلیوں سے پکڑ کر اپنے بے حد نزدیک کرتا اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسکی کلائیاں اپنی گرفت میں لیتا بے قراری سے اس میں سمایا تھا۔ ذائشہ خان کی دلخراش چیخ کمرے کی زینت بنی تھی۔ وہ بری طرح سے روتی ہوئی اسکی سلور چین اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام گئی، ارزم شاہ اسکے ہونٹوں پہ اپنے لبوں سے قفل لگاتا آہستہ آہستہ اپنی شدتوں میں اضافہ کر رہا تھا، ذائشہ خان کے وجود میں گھلتے ہی جنونیت اسکے سر پہ سوار ہو رہی تھی۔۔ وہ اسکے ہونٹوں کی نمی چننے کے بعد اسکی ہیزل رنگ آنکھوں سے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنتا اسے آنکھوں سے ریلکس کر رہا تھا۔

ا۔ ارزم۔۔۔ب۔ بس۔۔ کریں!۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں کی بے تحاشہ سرخی دیکھتی روتے ہوئے اسے رکنے کا بول رہی تھی، ارزم شاہ کے کہے کے مطابق وہ اپنی بات سے فلپ مار گئی تھی لیکن اسکے اتنے نزدیک آ کے وہ دور نہیں ہو سکتا تھا۔ ارزم شاہ اپنی سلور چین میں الجھی اسکی انگلیاں نکال کے اپنے ہونٹوں سے لگاتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرنے لگا۔۔ ذائشہ خان کی سسکیاں بے ساختہ تھیں۔ وہ جنونی انداز میں میں اس میں سماتا ذائشہ خان کی بلند سسکیوں کا باعث بن رہا تھا۔ ذائشہ خان کا ننھا سا وجود اسکے دیو یکل وجود کی شدتوں کے آگے لرز کے رہ گیا تھا۔۔ ذائشہ خان سسکیاں بھرتے ہوئے اپنے لرزتے وجود پر قابو پانے کے لیے اسے بازوؤں سے تھام گی۔ ارزم شاہ اسکی پنڈلیوں کو چھوڑتا اسکی کمر کو جکڑ کر اوپر کی طرف اٹھاتا مزید شدت پسند ہوا تھا۔ تیزی سے حرکت کرنے سے دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی اور جسم پسینے سے بھیگ چکے تھے۔۔ ارزم شاہ آگے کی طرف ہوتا ذائشہ خان کی ہیزل رنگ آنکھوں پہ لب رکھتا اسکے گلابی گال پہ شدت سے دانت گاڑھ گیا۔

ا۔۔ ارزم۔۔۔!!۔۔۔ ارزم شاہ کو اپنے وجود پہ بے رحمی سے کافی دیر تک قابض دیکھ کے ذائشہ خان اپنی لرزتی آواز میں اسے سسکیوں کے درمیان پکار اٹھی تھی۔

مجھے خود میں گھلتے ہوئے محسوس کرو ذی بے بی! میرا ساتھ دو ورنہ روتی رہو!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ پھولتی سانسوں کے درمیان مدھم گھمبیر آواز میں سخت لہجے میں جواب دیتا اپنا ایک ہاتھ ذائشہ خان کی گردن پہ جبکہ دوسرا ہاتھ پیچھے بیڈ کراؤن پہ جمائے اس میں آخری حد تک شامل ہوا تھا۔ اسکی جنونیت پہ جہاں ذائشہ خان ایک دفعہ زور سے چیخی تھیں وہی پہ کڑک کی آواز سے کچھ ٹوٹنے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی، پھولوں اور سرخ و سفید جالی سے سجا بیڈ

ایک دم سے ڈسبیلنس ہوا تھا، بیڈ ٹوٹنے کی آواز پہ ذائشہ خان نے ڈرتے ہوئے زور سے ارزم شاہ کو تھاما تھا جبکہ ارزم شاہ اس ساری سیچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ اپنے بیڈ پہ اچھل اچھل کے لیٹا کرتا تھا وہ تب کبھی نہیں ٹوٹا تھا پھر آج ہی کیوں؟ وہ دونوں پسینے میں نہلا چکے تھے، ذائشہ خان کو روتے دیکھ کے وہ اسے خود سے الگ کرتا اس ساری صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، بیڈ کراؤن سلامت تھا، صرف میٹرس کے نیچے والی جگہ ڈسبیلنس ہوئی تھی، میٹرس بھی نیچے زمین میں دھنسنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

نوفل اور حمزہ کا اسے پیار سے ڈرنک پیش کرنا۔۔ ارزم شاہ کا کولڈ ڈرنک کے دو گھونٹ بھر کے اسے واپس سے رکھ دینا کیونکہ کولڈ ڈرنک کا ٹیسٹ چینج تھا۔۔ ارزم شاہ کا سر بھاری ہونا۔۔ آنکھوں کا تپ کے سرخ ہو جانا۔۔ بار بار چکر آنا۔۔ راستے میں گاڑی ڈسبیلنس ہونا۔۔ فضول میں چڑچڑاہٹ۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ غصہ۔۔ ذائشہ خان کے ساتھ حد سے زیادہ جنونی رویہ، تھوڑا سا سخت لہجہ۔۔ اور پھر اچانک سے بیڈ کا ٹوٹ جانا۔۔۔ کڑی سے کڑی ملاتے ارزم شاہ نے غصے سے بیڈ کراؤن پہ ہاتھ مارتے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا تھا۔ یہ سب اسکے دوستوں کی شرارت تھی، یقیناً اسکی کولڈ ڈرنک میں کچھ ملایا گیا تھا، اور اسکا کمرہ بھی تو اس کے پیارے دوستوں نے ہی تیار کروایا تھا، ضرور اسکے بیڈ کے ساتھ شرارت بھی اسکے حرامی دوستوں نے کی تھی۔ اس نے غصے سے انہیں گروپ کال ملائی تھی لیکن جواب موصول نہیں ہوا تھا، ارزم شاہ کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا، اسے اب سمجھ آ رہی تھی اسکے دوستوں کے دانت کیوں نہیں بند ہو رہے تھے، آنکھوں ہی آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کیوں کئے جا رہے تھے؟ اور اسکے بیک سائیڈ والے روم سے نکلتے ہی ان کا قہقہ کیوں گونجا تھا۔

مجھے انڈر سسٹیمیٹ کریں گے سالے؟؟ میں نے صبح تم سب کو ویٹر کے عہدے پہ فائز نہ کیا میرا نام بھی سید ارزم شاہ نہیں!! کمینے دوستوں کے ہونے سے بہتر ہے بندہ کتے پال لے!!۔۔۔۔ وہ فون سائیڈ ٹیبل پہ پٹکتا ہوا شدید غصے سے غرایا تھا، غراتے ہوئے نگاہیں اچانک سے ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھیں، جو اسے شکوے سے دیکھتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔ وہ یقیناً بیڈ ٹوٹنے پہ پریشان تھی، وہ یہی سوچ رہی تھی کہ صبح حویلی والوں کو فیس کیسے کرے گی؟ وہ ایک منٹ میں اسکی آنکھیں پڑ گیا تھا، ارزم شاہ بیڈ سے اٹھتا واشروم کی طرف بڑھا تھا، ہاتھ دھونے کے بعد وہ چھوٹی سی روم فریج کی طرف بڑھا تھا، روم فریج سے اچار کا چھوٹا سا جار نکالتے اس نے تھوڑا سا اچار اپنی زبان کی رکھتے آہستہ

سے چبایا تھا تاکہ جو ٹیبلیٹ انہوں نے ڈرنک کے اندر ملائی تھی اسکا اثر کم ہو، صد شکر تھا اس نے ڈرنک کا پورا گلاس نہیں پیا تھا ورنہ اسکی نازک سی بیوی تو اسکے طاقتور وجود تلے ہی مر جاتی۔۔ وہ دل میں شکر کرتا جار سائیڈ پہ رکھتے اپنے دوستوں کو مزہ چھکانے کا عہد دل میں کرتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا، روتی ہوئی ذائشہ خان پہ جھک کے اسے بے حد پیار سے اپنی بانہوں میں بھرتے اسکا چہرہ شدت سے چومتا وہ اب صوفے کی طرف بڑھ رہا تھا، وہ اسکی بانہوں میں مچلتی اسکے سینے پہ مکے جھڑتی اپنا غصہ نکالنے لگی جس نے اپنی شدتوں سے اسے مارنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

شش!! پریشان مت ہو! میں صبح ہونے سے پہلے بیڈ واپس سے ٹھیک کر دوں گا!! تم سے کوئی بھی سوال نہیں کرے گا بے بی!!۔۔۔ وہ اسے صوفے پہ لٹاتا اس پہ جھک کے نرمی اور پیار سے بولتا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا، لہجے سے پہلے والا غصہ اور حد سے زیادہ بھاری پن کچھ غائب تھا۔۔

آپ۔۔۔ بہت۔۔۔ بد۔۔ تمیز۔۔ ہیں!۔۔ سب۔۔ کیا۔۔ سوچیں۔۔ گے!!۔۔۔۔۔ وہ شکوے اور غصے سے بولتی اپنے تباہ شدہ بیڈ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بولا نا صبح تک سب ٹھیک کر دوں گا بے بی!! آئی ایم سوری میں تھوڑی دیر پہلے آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا تھا! میں نے غلطی سے غلط ڈرنک پی لیا تھا اسی لئے میرا اپنے حواسوں پہ قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔ وہ اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے نرمی سے بولتا اسے اپنے دوستوں کی آدھی ادھوری کرتوتیں بتاتا اسکے آنسو صاف کر رہا تھا۔ وہ اسکے نرم لہجے پہ کچھ سنبھلی تھی، ارزم شاہ اسکی تھائیز پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا اسے سکون پہنچاتے ہوئے اسکی گردن پہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ اسے کچھ دیر تک یونہی نارمل کرنے کے بعد وہ اس پہ سایہ فگن ہوا تھا، اسکے دوستوں نے اسکی ویڈنگ نائٹ بھاڑ میں جھونکنے کی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن وہ ارزم شاہ تھا، وہ ہر حالات کا سامنا کرنا جانتا تھا اسی لئے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں اپنے بیڈ کی حالت ایک نظر دیکھنے کے بعد ذائشہ خان پہ ایڈجسٹ ہوتا اسکی بھیگی پلکوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

جیسے خود ویسے آپکے دوست بد تمیز!!۔۔۔ وہ معصومیت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولتی اسکی سلور چین زور سے کھینچ گئی۔

جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں! اب سے میری ساری بد تمیزی پہ صرف تمہارا حق ہے!!۔۔۔ارزم شاہ ہولے سے ہنس کے زو معنی انداز میں بولتا نرمی سے اسکے وجود کی گہرائیوں میں اترا تھا۔۔ذائشہ خان زور سے آنکھیں میچتی اسکے کندھوں میں اپنے ناخن گاڑ گئی، کچھ ہی دیر میں اپنے عمل میں تیزی لانے کی وجہ سے ارزم شاہ پوری طرح سے بھیگ چکا تھا۔اسکے پسینے کی بوندیں ذائشہ خان کی دھڑکنوں پہ گرنے لگی تھی۔وہ اپنا ہاتھ ذائشہ خان کی گردن سے ہٹاتا اسکی دھڑکنوں پہ رکھتا اپنی شدتیں بڑھاتے ہوئے انہیں بے رحمی سے چھونے لگا۔اس کے جنونی انداز پہ ذائشہ کی سسکیوں کی آواز پورے روم میں گونجنے لگی تھی۔ارزم شاہ آگے جھک کر اسکے خشک لبوں پہ زبان پھیرتا انہیں اپنے لبوں کی دسترس میں لے گیا۔۔ارزم شاہ پیاسوں کی طرح اسکے لبوں کی نمی کو سک کرتے ہوئے انہیں اپنے دانتوں سے کاٹنے لگا۔ذائشہ آہستہ سے ارزم شاہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اسے مزید بے چین کر رہی تھی۔اس صوفے پہ ارزم شاہ ان کمفرٹیبل ہو رہا تھا، وہ جھنجھلاتے ہوئے اسے اپنے نیچے سے نکال کر اپنی گود میں بیٹھاتا اسکی ٹانگوں کو اپنے دائیں بائیں کرتا اس کو کمر سے پکڑ کر اس میں سرائیت کرتا خود کو سکون پہنچانے لگا۔ذایشہ خان شرم سے لال ہوئی تھی، ارزم شاہ اسکی دھڑکنوں اور گردن پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑتا اسے پوری رات کیلے اپنے تنگ حصار میں قید کر رہا تھا۔۔

کچھ دیر اس پہ اپنی شدتیں لٹانے کے بعد ارزم شاہ صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کے شرارت سے ذائشہ خان کو اگلے عمل کیلئے اشارہ کرنے لگا۔۔ذائشہ خان کی ہیزل رنگ آنکھیں اس وقت سرخ تھی۔وہ کچھ کچھ مدہوش تھی لیکن ارزم شاہ کی بات سنتے ہی سرخ پڑتی اسکے سینے میں چھپ کے اسکے اوپر سے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

خانی!! شرماؤ مت جہاں اتنا برداشت کیا ہے وہاں تھوڑا سا ساتھ دے کے مجھے سکون بھی پہنچا سکتی ہو!!۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے یوں شرمانے پر جان بوجھ کے اس سے ساتھ دینے کی سفارش کرنے لگا۔۔

نہیں میں یہ نہیں کر سکتی!!!!۔۔۔ذائشہ خان نے روہانسی آواز میں معصومیت سے جواب دیتے اس معاملے میں اس کا ساتھ دینے سے صاف انکار کیا تھا۔

ٹھیک ہے پھر مت کہنا ارزم رک جائیں! میں مر جاؤں گی!!۔۔۔ارزم شاہ اسکا انکار سنتے ہی اسے جواب دیتا ایک دم اسے نیچے کئے کشن پہ پٹکتا اسکے اوپر آتا اپنی ایک ٹانگ زمین پہ رکھتا جبکہ دوسرا گھٹنہ فولڈ کرتا اپنے دونوں ہاتھ بیڈ کی

پشت پہ جماتا پوری قوت سے ذائشہ خان کے وجود میں سماتا اس کے جسم سے خود کو اپنے طریقے سے سکون پہنچانے لگا ۔ذائشہ خان کا جسم تو اب اسکی شدتوں سے چور ہو چکا تھا۔۔اس میں اب مزاحمت کرنے کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی۔وہ آنکھیں موندے سسکیاں بھرتی ہوئی اسے برداشت کرنے لگی۔۔ارزم شاہ کافی دیر تک اپنی طلب پوری کرتا رہا تھا۔ذائشہ خان کو بے حس و حرکت اور نڈھال ہوتا دیکھ کر وہ تیزی سے خود کو اس سے الگ کر گیا۔۔

ذی میری جان تم ٹھیک ہو؟؟۔۔۔۔۔ارزم شاہ فکر مندی سے ذائشہ خان کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے اس سے سوال کرنے لگا۔

آپ بہت گندے، بے شرم اور بد تمیز ہیں۔۔۔۔ذائشہ خان اسکے سینے پہ مکے جھڑتی ارزم شاہ کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی جو اتنا سب کچھ کرنے کے بعد اس کا حال پوچھ رہا تھا۔۔

ہاہاہا!!! پہلے کہاں تمہاری میرے سامنے زبان نہیں کھل رہی تھی اور اب ایک سانس میں اتنے خطاب دے دیئے۔۔ اچھا اب کچھ نہیں کرتا پرومس!!۔۔۔ارزم شاہ اسکے دیئے گے ناموں پر قہقہ لگاتا اپنا پسینہ صاف کرتے ہوئے اب کچھ بھی نہ کرنے کا وعدہ کرتا صوفے سے اٹھتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھتا کمبل اٹھا کے پھر سے اسکی طرف آگیا تاکہ اسے سردی نہ لگ جائے۔۔وہ اسے اپنے بازوؤں میں قید کر کے صوفے پہ لیٹتا اس کو اپنے اوپر لیٹا گیا۔وہ اسکی کمر سے بال ہٹاتا اس پر اپنی انگلیاں ٹریس کرنے لگا جبکہ ذائشہ خان سکون پاتی اسکے سینے کے بالوں کی چبھن اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتی کسمسا رہی تھی۔

پھر کیسی لگی میری پرفارمینس!!کوئی کمی تو نہیں تھی؟؟۔۔۔ارزم شاہ بے باکی سے بولتا ذائشہ خان سے اپنی پرفارمینس کے بارے میں سوال کرنے لگا۔۔ذائشہ خان اسکی بات سنتی زور سے اسکی چین کھینچتی اسکے سینے پہ دانت گاڑھتی غصے سے اسکی سکن کو کھینچنے لگی۔

ہاہاہا اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو؟ جانتا ہوں ابھی بہت کمی رہتی ہے! صرف تمہاری نزاکت کا خیال کیا ہے! آج جو مہلت دی ہے کل سود سمیت اپنا وقت اور حق اصولوں گا۔۔۔۔ارزم شاہ اسکے دئے گئے میٹھے سے درد کو محسوس کرتا قہقہ لگاتے ہوئے بے باکی سے گویا تھا۔لیکن ذائشہ خان نے اس دفعہ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ اسکی شدتوں سہتے ہوئے کافی تھک چکی تھی کچھ ہی منٹوں میں وہ اس کے سینے پہ سر رکھ کے چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتی نیند کی آغوش میں چلی

گئی تھی۔۔ارزم شاہ اسکی سانسوں کی تپش اپنے سینے پہ محسوس کرتا ذائشہ خان کو مزید اپنے سینے میں بھینچے اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگاتا آنکھیں موندھ گیا البتہ دل میں دوستوں کو گالیاں دینا جاری تھیں۔۔

جان تمنا۔۔قسط142(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

وہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد شاور لے کے باتھروم سے نکلی تھی، اسے ابھی تک بیڈ پہ اوندھے منہ گر کے سوئے دیکھ کے ائرہ شاہ نے دانت کچکچائے تھے، ایک تو پہلے ہی ائرہ شاہ کی آنکھ آج دس بجے کھلی تھی اور اس پہ تضاد ایس ایس پی کا یوں گھوڑے بیچ کے سونا اسے غصہ دلا رہا تھا، وہ اتنا نہیں سوتا تھا اسے سو کام ہوتے تھے، صبح جلدی اٹھ کے وہ پیلس سے نکل جایا کرتا تھا لیکن شادی کروانے کے بعد تو ایس ایس پی صاحب چوڑے ہی ہو گئے تھے، نیند اکھڑنے کا نام نہیں لے رہی تھی، ائرہ شاہ نے باتھ روم جانے سے پہلے اسے اچھی طرح سے ہلا کے اٹھایا تھا وہ بجائے اٹھنے کے اسے بھی اپنے پاس کھینچ کے پھر سے سونے والا تھا جب وہ مشکل سے اپنی جان چھڑواتی باتھ روم میں بھاگ گئی، اسے لگ رہا تھا اسکے واپس آنے تک وہ جاگ جائے گا لیکن وہ ایس ایس پی تھا! ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ!!۔۔۔ آئرہ شاہ دل میں کلس کے سوچتی گھڑی کی طرف دیکھنے لگی، گیارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ تھے، افف! آئرہ کبھی اتنی دیر تک سونے کی عادی نہیں تھی! وہ نیچے لیٹ جا کے اپنے ماموں جان کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی، ہاں اسکی ماں نے تو البتہ خوش ہونا تھا، ان کا کہنا تھا وہ اب سے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے شوہر کو دے گی اور ساری شرارتیں اور بے وقوفیاں ایک سائیڈ پہ رکھ دے گی لیکن سامنے بھی آئرہ شاہ تھی، ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال کے اپنی مرضی کرنے والی!!۔۔وہ جو ڈریسنگ روم میں جانے والی تھی، وقت دیکھ کے وہاں جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔۔دل تو کر رہا تھا سائیڈ ٹیبل پہ پڑا پانی کا جگ اٹھا کے اپنے نئے نویلے شوہر کے حسین چہرے پہ گرا دے لیکن پھر سردی کی وجہ سے اسکا خیال کر گئی۔۔

شہسوار!!۔۔۔۔۔۔اسکے برہنہ کندھے پہ ہاتھ رکھتے مخملی لہجے میں اسے پیار سے جگایا گیا تھا لیکن جواب ندارد۔۔آخر اس ایس ایس پی نے ایسا کان سا انوکھا کام انجام دیا تھا؟ اصولاً تو آئرہ شاہ کو لیٹ جاگنا چاہئیے تھا کیونکہ اس کے دیو ہیکل

وجود کو تو اس نازک سی گڑیا نے برداشت کیا تھا؟ لیکن ایس ایس پی یوں سو رہا تھا جیسے ساری رات اس نے ائرہ پہ نہیں بلکہ خدانخواستہ ائرہ شاہ نے اس پہ اپنی شدتیں لٹائی ہوں۔۔

شہسوار!!!۔۔۔۔ ائرہ شاہ نے ضبط کرتے ہوئے جبراً مسکرا کے سوئے ہوئے شہسوار شاہ کی سیاہ گھنی بیرڈ پہ ہاتھ رکھتے اسے مزید ایک دفعہ نرمی سے جگایا تھا۔۔ وہ بجائے آنکھیں کھولنے کے اسکے ٹھنڈے ہاتھ کو اپنے گال پہ محسوس کرتا اس پہ اپنا گرم ہاتھ رکھ گیا تاکہ اسکا ہاتھ بھی گرم ہو جائے، وہ اسے نیند میں ہی خود پہ کھینچنے والا تھا جب وہ نا محسوس انداز میں اس سے فاصلے پہ ہو گئی، مطلب یہ انسان نیند میں اس قدر غرق تھا کہ اسے اپنی ایک دن کی دلہن کے نئے نئے شاور کی خوشبو بھی نہیں جگا سکی تھی؟ فلموں میں تو ایسے نہیں ہوتا تھا؟ فلموں میں تو شوہر بیوی کے پکارے بغیر ان کی خوشبو محسوس کر کے ہی اٹھ جایا کرتے تھے، پھر یہ ڈھیٹ ایس ایس پی کس پہ گیا تھا؟ آئرہ شاہ مٹھیاں بھینچ کے سوچتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی، ملازموں کی مدد سے اسکا سارا ضروری سامان شادی سے کچھ دن پہلے ہی شہسوار شاہ کے کمرے میں شفٹ کروا دیا گیا تھا، ائرہ شاہ کو آج صبح صبح ہی اپنے سامان کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی تھی صد شکر تھا اس نے عقل مندی سے اپنی تمام چیزیں اس کمرے میں موو کروا دی تھیں، ائرہ شاہ بچوں کی طرح خوش ہوتی دراز کھول کے اندر سے اپنی مطلوبہ چیز کا انتخاب کرنے لگی، اپنا مطلوبہ ڈبہ پکڑتے ہی ہونٹوں پہ خوبصورت اور شرارتی سی مسکان پھیلی تھی۔ ایک پل کے لئے دل میں اس کے غصے کا خیال بھی آیا تھا، وہ چاہے اس سے جتنی بھی محبت کرتا تھا لیکن غصے کا وہ کافی تیز تھا، جب اسے غصہ آتا تھا تب وہ پر چیز کی تباہی کرتا تھا یہ نہ ہو اسکا بھی کچومر بنا دے۔۔ آئرہ شاہ نے روہانسے ہوتے سوچا تھا لیکن اگلے ہی پل اپنا خیال جھٹکتی بیڈ کی طرف چھوٹے چھوٹے قدم بڑھانے لگی۔ اس کی ٹانگوں سے کمبل ہٹانے کے بعد وہ بے حد ہوشیاری سے اسکا بلیک ٹراؤزر ذرا سا پنڈلیوں سے اوپر کو کھسکا رہی تھی، ایس ایس پی کی بیوی تھی، اپنی طرف سے کام کافی چالاکی سے کیا تھا تاکہ اسے بھنک بھی نہ پڑ سکے۔۔ اسکی سرخ و سفید پنڈلیوں پہ بڑے بڑے سیاہ بال دیکھتے اپنے شوہر پہ تھوڑا بہت ترس تو آیا تھا اسے ان کے کھینچنے پہ کافی درد ہونے والی تھی لیکن ائرہ شاہ بھی کیا کرتی؟ عادت کے ہاتھوں مجبور تھی، اسکے شوہر کی جرآت کیسے ہوئی تھی اسکی ایک آواز پہ اٹھ کے نہ بیٹھنے کی؟ آئرہ شاہ جو پہلے ترحم سے سوچ رہی تھی اچانک سے دانت پیس کے سوچتی اس ڈبے سے ایک لمبی سی سفید پٹی نکال کے اس کے اوپر چپکا کاغذ اتار کے دور اچھالتی

اسکی موٹی سرخ و سفید پنڈلی پہ وہ پٹی چپکانے لگی، وہ پٹی چپکانے ہوئے اوپر ہولے سے اپنا ہاتھ پریس کر رہی تھی تا کہ وہ اچھی طرح سے اسکی جلد کے ساتھ چپک جائے۔۔ شہسوار شاہ جو کب سے بند آنکھوں سے اسکے سلگتے تاثرات دل میں انجوائے کر رہا تھا، اسے اپنی پنڈلی پہ کچھ چپکاتے دیکھ کے اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجی تھیں، آنکھ تو اسکی پہلی پکار پہ کھل چکی تھی لیکن بیوی کو پہلی ہی صبح تنگ کرنا اس نے خود پہ فرض سمجھا تھا یہ سوچے بغیر کہ اسکی بیوی جب بدلے میں تنگ کرنے پہ آتی تھی تو اگلا بندہ ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتا تھا، وہ تو میر ال شاہ جیسی بندی کو ٹکر دے جاتی تھی تو یہاں تو پھر مقابل اسکی محبت میں پاگل ایک سیدھا سادہ سا ایس ایس پی تھا۔ ابھی ایس ایس پی شہسوار شاہ اپنے دماغ میں یہی سب سوچتے تانے بانے بنا رہا تھا جب اگلے ہی پل آئرہ شاہ اپنی لائٹ گرین آنکھوں میں چمک لئے ہونٹوں پہ زبان پھیر کے اپنا ہاتھ لمبا کرتی اسکی پنڈلی پہ چپکائی گئی ویکس کی یہ سفید پٹی بڑے مزے سے پورا زور لگا کے کھینچ گئی، اسکے کھینچنے کی دیر تھی جب شہسوار شاہ کی دلخراش چیخ پورے کمرے میں گونجی تھی۔۔

گڈ مارننگ ڈیئر ہبی!!۔۔۔۔۔ اسے چیخ کے فوراً سے کمبل ہٹا کے آٹھ کے بیٹھتے دیکھ کے آئرہ شاہ نے بے حد معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے اپنے شوہر کو ایک نئی حسین اور چمکتی صبح کی مبارکباد پیش کی تھی، شہسوار شاہ منہ کھولے کبھی اپنی لال سرخ ہوتی پنڈلی کی طرف دیکھتا جس پر سے بالکل درمیان سے سیاہ بال اتار دیئے گئے تھے تو کبھی اپنی نئی نویلی دلہن کی طرف جو اسکی ٹانگوں کے پاس کھڑی اسے مسکراتے ہوئے اس روشن صبح کی مبارکباد دے رہی تھی، وہ اس وقت پنڈلیوں تک آتے سفید باتھ روب پہنے لمبے سیاہ بالوں کو سفید ٹاول سے ریپ کئے ہوئے تھی، ٹاول سے ٹپکتی کچھ پانی کی بوندیں اسکے ماتھے سے ہوتے ہوئے شفاف چہرے پہ گر رہی تھیں، شہسوار شاہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ صبح صبح اسکی اس ظالم شرارت پہ کیسا ریکشن دے؟ وہ تو جیسے کچھ بولنے لائق رہا ہی نہیں تھا، ٹانگ پہ جہاں سے اس کی ظالم دلہن نے اتنی زور سے بال کھینچ کے جڑ سے اکھاڑے تھے، اسے ابھی تک جلن محسوس ہو رہی تھی۔

شہسوار شاہ کو صدمے کی کیفیت میں اپنی طرف دیکھتا پا کے آئرہ شاہ قہقہہ روکنے کے چکروں میں سرخ پڑتی ڈریسنگ روم کی طرف اپنا رخ موڑ گئی۔۔

تمہاری تو!! میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں!!۔۔۔ اسے رخ موڑ کے یہاں سے بھاگنے کی تیاری کرتے دیکھ کے وہ تیزی سے بیڈ سے چھلانگ لگا کے اتر تا دانت پیس کے غراتا ایک جست میں اس تک پہنچا تھا، وہ جو ہنستی ہوئی ڈریسنگ روم

کے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی، شہسوار شاہ کا بازو کسی سانپ کی مانند اپنی کمر کے گرد لپٹتے دیکھ کے ساری ہنسی ایک پل میں ہوا ہوئی تھی، وہ رخ موڑ کے معصومیت سے اسکی طرف دیکھنے لگی جس کا چہرہ غصہ ضبط کرنے کے چکروں میں سرخ تھا جبکہ سیاہ گہری آنکھوں میں نیند کی سرخی واضح تھی۔

چھوڑیں مجھے شہسوار! ہم پہلے ہی اتنا لیٹ ہو گئے ہیں! مجھے تیار ہونا ہے!!۔۔۔وہ اسکا ہاتھ اپنے پیٹ سے ہٹانے کی کوشش کرتی معصومیت اور افراتفری کے عالم میں گویا ہوئی تھی، اسے اتنی ظالم حرکت کرنے کے بعد یوں اچانک سے معصوم بنتے دیکھ کے شہسوار شاہ کے تو مانو سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی تھی۔ وہ اسے ایک جست میں اپنے کندھے پہ اٹھاتا منہ میں خفگی سے مسلسل بڑبڑاتے اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔

شہسوار!!!۔۔۔۔اسے بیڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ مسلسل اسکے کندھوں پہ مکے جڑتی روہانسی آواز میں اسے پکار ے جا رہی تھی لیکن وہ سنی ان سنی کرتا اسے کسی ریسلر کی طرح بیڈ پہ پٹک گیا۔ آئرہ شاہ کو اس نرم گدے پہ گرتے ہوئے ذرا سی چوٹ نہیں پہنچی تھی لیکن اسکے یوں پٹکنے پہ ڈرامائک انداز میں منہ سے بلند چیخ نکالنا اس نے خود پہ فرض سمجھا تھا۔

ہیں یار! ایک ہی چیخ سے موڈ بنا دیا میرا!! عموماً بیویاں اپنے شوہر کے لئے کچھ اچھا seducing تمہاری چیخیں تو کافی پہن کے، سو کلو کا میک اپ منہ پہ تھوپ کے ان کے موڈ بناتی ہیں لیکن میری بیوی تو سب سے الگ نکلی، اسے شوہر کا موڈ بنانے کے لئے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اسکے لئے اسکی چیخوں کی پاور ہی کافی ہے!! آئی ایم پراوڈ آف یو مائے بے بی! !۔۔۔وہ اسے صبح صبح ڈرامے بازیاں کرتے دیکھ کے تادیبی نظروں سے دیکھتا اسکی دونوں ٹانگیں پکڑ کے اسے خود کی طرف کھینچتا اس پہ جھکتے ہوئے ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے داد دینے والے انداز میں بولا تھا، لہجہ زو معنی تھا، آئرہ شاہ کے پھولے گال سرخ ہوئے تھے۔ اسے نگاہیں جھکاتے دیکھے وہ اس پہ سایہ فگن ہوتا اسکے دائیں پھولے سرخ گال پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گیا۔

شہسوار!!۔۔۔۔اپنے گالوں پہ اسکے دانتوں کا بڑھتا دباؤ محسوس کرتے وہ سسکی تھی۔

جانِ شہسوار!! کیا آپ کو شرم نہیں آئی تھی صبح صبح اتنے ظالم طریقے سے شوہر کی جان نکالتے ہوئے؟۔۔۔۔اسکے سسکنے پہ وہ اسکے گال سے دانت ہٹا کے اسکی لائٹ گرین شرارتی آنکھوں میں دیکھتا خفگی سے دانت کچکچاتے ہوئے استفسار کرنے لگا، اشارہ اسکی ویکس والی حرکت کی طرف تھا جو اس نے اسکی پنڈلی پہ دیدہ دلیری سے انجام دی تھی۔

دیکھیں شہسوار!! سیدھی بات نو بکواس! میں نے کتنی دفعہ پیار سے جگایا تھا لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی آنکھ کھولنا تو دور پلکیں جھپکنا بھی ضروری نہیں سمجھا تو بس پھر ٹھیک ہے جب ائرہ شاہ کی بات کوئی پیار سے نہیں سنتا اسے اپنے لیول پہ آ کے اپنے طریقے سے اپنی بات منوانی پڑتی ہے! میرے ساتھ رہتے ہوئے اگر کوئی میری بات یا میرے رولز کی خلاف ورزی کرے مجھے بالکل منظور نہیں ہے! غلطی آپکی ہے آپ کو اپنی بیوی کی پکار سے پہلے ہی اٹھ کے بیٹھ جانا چاہئیے تھا! بیوی کی ایک آواز نہ سننا مینرز کے خلاف ہے!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے بے حد معصومیت اور پیار سے اپنے ساتھ رہنے کے رولز بتا رہی تھی، وہ منہ کھولے اپنی انوکھی بیوی کو کسی صدمے کی کیفیت میں دیکھ رہا تھا جس نے صبح صبح اسے گھما کے رکھ دیا تھا اور آخر میں اپنی غلطی ماننے کی بجائے اسے ہی مینرز سیکھا رہی تھی؟؟

تمہارے رولز کی ایسی کی تیسی!! کیا شادی کی پہلی صبح شوہر پہ اتنا ظلم ڈھانا مینرز کے خلاف نہیں ہے؟؟ جلن سے میری جان نکل رہی ہے میری اسٹوپڈ دلہن!!۔۔وہ اس پہ اپنا چہرہ جھکاتا مصنوعی غصے سے پھنکارا تھا، آنکھوں میں خفگی واضح تھی۔

رکو! میں ابھی تمہاری پنڈلی پہ یہی عمل دہراتا ہوں تاکہ تمہیں اپنے شوہر کی تکلیف کا احساس ہو!!۔۔وہ اسکی سنے بغیر دانت پیس کے مزید گویا ہوتا اس پر سے اٹھ کے بیڈ کی مخالف سمت پڑی ویکس اٹھانے ہی والا تھا جب ائرہ شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے جلدی سے اسکا بازو تھاما تھا۔۔

ٹھیک ہے میں آپ کو اسٹوپڈ لگتی ہوں؟؟ رات کو یہی دلہن آپ کو پیاری لگ رہی تھی؟ رائٹ؟ لیکن صبح کا اجالا ہوتے ہی میں اسٹوپڈ دلہن کے عہدے پہ فائز ہو چکی ہوں؟؟ تو سنیں ایس ایس پی صاحب یقیناً میرے ساتھ ایک سے کم نہیں ہو گا! میں آج ہی اپنے کمرے میں واپس شفٹ ہو جاؤں گی تاکہ stupidity کمرے میں رہنا بھی کسی آپ کو میری اسٹوپڈ حرکتیں مزید برداشت نہ کرنی پڑیں! دور ہٹیں مجھ پر سے!!۔۔۔۔۔وہ اسکا بازو تھامے چہرے

کو جان بوجھ کے سنجیدہ بنا کے سپاٹ لہجے میں بولتی اس کے نیچے سے نکلنے کی بھرپور کوشش کرنے لگی، اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کے وہ جلدی سے اسکے گال پہ ہاتھ رکھ گیا۔۔

مذاق کر رہا ہوں مائی ہرٹ بیٹ! تم نے سوچا بھی کیسے تمہیں ذرا سی بھی تکلیف دوں گا؟ اور رہی تمہاری اپنے کمرے میں واپس شفٹ ہونے کی دھمکی کی بات تو ڈارلنگ تم یہ کیوں بھول جاتی ہو تمہاری امی تمہاری اس پیاری سی حرکت پہ تمہاری چھوٹی چھوٹی ہڈیاں کا کچومر بنا دیں گی!! اسی لئے ایک ایس ایس پی کو ایسی دھمکیاں دینا آپ کو ذیب نہیں دیتا جو آپ کی مہندی والی رات آپکی امی کے کمرے میں پہنچ کے آپکے ساتھ رومانس کر سکتا ہے وہ آپ کے کمرے میں بھی آپکی چیخیں نکلوا سکتا ہے میری نازک سی دلہن!!۔۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی جبکہ آنکھوں میں وہی شرارت محسوس کر چکا تھا اسی لئے اسکے دونوں گالوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے پیار سے بچوں کی طرح پچکارتا اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھ گیا، ائرہ شاہ کو سمجھ نہ آئی وہ اس سے پیار جتا رہا ہے یا اسکی دھمکی اسے واپس لٹاتا اسکی بے عزتی کر رہا ہے؟ وہ دانت پیس کے اس چالاک انسان کی طرف دیکھنے لگی۔۔

آ۔۔ آپ۔۔ مجھے دھمکی لگا رہے ہیں؟؟ بیوی کو دھمکی لگانا مینرز کے خلاف ہے!! آئرہ شاہ کو کوئی دھمکی نہیں لگا سکتا! آپ میرے رولز کی مسلسل خلاف ورزی کر رہے ہیں!!۔۔۔۔ وہ اسکے برہنہ کندھے پہ مکا جڑتی نروٹھے پن سے گویا ہوئی۔

آئرہ شاہ کا شوہر ہوں! اسے دھمکی لگا کے اس پہ عمل بھی کر سکتا ہوں! !رولز کی خلاف ورزی تو کیا وہ مجھے سات خون بھی معاف کر دے اسی لئے میڈیم آپ صبح صبح میری استانی بننے کی بجائے اپنی چونچ بند رکھیں!!۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے لبوں کے قریب اپنے عنابی ہونٹ لاتا اترا کے بولتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتا اسکے گلابی ہونٹ پہ جھک گیا، ائرہ شاہ اسکے جواب پہ مبہوت سی اسکی طرف دیکھنے لگی، نجانے کیوں اسکا جواب سیدھا دل کو لگا تھا، اسکے لہجے میں موجود آئرہ شاہ کا شوہر ہونے کا مان اسے معتبر کر گیا تھا۔ وہ مسکراتی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جب شہسوار شاہ نے اسکے بالوں سے سفید ٹاول نکال کے دور پھینکتے اسکی گیلی زلفوں میں اپنا دائیاں ہاتھ الجھاتے ان نازک گلابی پنکھڑیوں پہ مزید شدت دیکھاتے اسکی سانسیں اکھیڑی تھیں۔۔ شہسوار شاہ کا دوسرا ہاتھ اپنے باتھ روم کی ڈوری میں الجھتا محسوس کر کے وہ اسکے کندھے زور سے تھامتے آنکھوں سے نفی کا اشارہ کرتی اسے وقت کا احساس

دلانے لگی، وہ اسکا اشارہ نظر انداز کرتا اسکے ہونٹوں کو مزید شدت سے سک کرتے اسکے گیلے بالوں میں ہاتھ چلاتا آنکھوں سے اپنا ساتھ دینے کا اشارہ کرنے لگی، آئرہ شاہ نے نرمی سے دو سے تین دفعہ اس کے ہونٹوں کو چھوتے اپنی نظریں جھکائی تھیں،، شہسوار شاہ اپنی منمانی کرتا اسکی سانسوں کو اچھی طرح سے بکھیر کے ان بھیگے لبوں کو آزادی بخشتا اپنے گیلے ہونٹوں سے اسکی گردن پہ مہریں لگانے لگا۔

ش۔ شہسوار!! ٹا۔۔ٹائم۔۔۔۔۔ائرہ شاہ نے پھولی سانسوں کے درمیان ذرا سی مزاحمت کی تھی جب شہسوار شاہ نے ایک جھٹکے سے اسے باتھ روب سے آزاد کرتے اسکا چہرہ شرم سے لال بھبوکا کیا تھا، وہ شرم سے لال ہوتی اسکے سینے میں پناہ لیتی اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپاتے ہی دانت گاڑ گئی جسے وقت کا کوئی خیال نہیں تھا۔

اپنے دانتوں سے شوہر کی کھال اتار دینا مینرز کے خلاف نہیں ہے؟ لیکن شوہر کا ذرا سا حق اور پیار جتانا مینرز کے خلاف ہے؟ میں صدقے جاؤں تمہاری ان ڈرامے بازیوں کے!!۔۔۔۔۔اپنی گردن پہ اسکے باریک دانتوں کا بڑھتا دباؤ محسوس کرتے وہ تاصف سے بولا تھا۔ کیا کرمنل مائنڈڈ بیوی ملی تھی اسے۔۔اسکی گردن پہ دانت گاڑتی ائرہ شاہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ناک چڑھائی تھی۔

ٹھیک ہے آپ تب تک میرے صدقے واری جالیں! میں ذرا تیار ہو کے آتی ہوں!!۔۔۔۔۔ائرہ شاہ اپنا چہرہ اسکی گردن سے نکال کے بے حد معصومیت سے بولتی ہاتھ بڑھا کے اپنا باتھ روب پکڑنے والی تھی جب شہسوار شاہ اسکی بات پہ عش عش کرتے ہوئے باتھ روب اسکی پہنچ سے دور کر گیا۔

تمہیں تیار بھی خود اپنے لمس کی شدت سے کروں گا اور صدقہ بھی بذاتِ خود تمہارا نکالوں گا! اس کے لئے تمہیں صرف اپنے ہونٹوں پہ ذپ لگانی ہے میری پیاری دلہن!! ڈونٹ ڈسٹرب می!!۔۔۔۔۔شہسوار شاہ ضبط سے اسے جبراً مسکرا کے جواب دیتا اسکے بدن پہ اپنے بے باک ہاتھ پھیرتا اسکی روح میں اترتے ہوئے اسکے جسم کا حصہ بن گیا، اسے اپنی منمانی کرتے دیکھ کے ائرہ شاہ نے سسکتے ہوئے اسکے کندھوں پہ زوردار مکے برسائے تھے، وہ مسکراتا ہوا اسکی دھڑکنوں میں چہرہ چھپائے اپنی سیاہ بئیرڈ رگڑتا اسے بھی خود کے ساتھ مدہوش کرتا اس میں گم ہو گیا۔

ارزم شاہ جو کب سے اپنے سینے پہ گہری نیند میں سوئی ذائشہ خان کے ایک ایک نقش کو اپنی آنکھوں کے زریعے دل میں اتار رہا تھا، اسکے چہرے پہ آتے بالوں کو اسکے کان کے پیچھے کرتے ایک نظر گھڑی پہ دوڑائی جو ساڑھے دس بجا رہی تھی، ارزم شاہ جلدی جاگ چکا تھا، پہلی بات تو اسے صوفے پہ سونے کی عادت نہیں تھی، دوسری بات اسکی متاعِ جاں آج پورے حق سے اسکی بانہوں میں قید اسکے سینے پہ سر رکھے سو رہی تھی، تیسری اور آخری بات اسے اپنے دوستوں کو ان کی رات والی شرارتوں کا اچھا خاصا مزہ چھکانا تھا ایسے میں اسے نیند کیسے آسکتی تھی؟ وہ جو رات سے بیڈ کی تباہی کی وجہ سے اس سے خفا تھی یقیناً لیٹ جاگ کے شرمندہ ہونے کا الزام بھی اسی کے سر ڈالنا تھا اسی لیے وہ اسے جگانے کا سوچنے لگا تاکہ وہ نیچے لیٹ جا کے شرمندہ نہ ہو۔۔ اسے سکون سے اپنے سینے پہ سوئے دیکھ کے جگانے کا تو بالکل دل نہیں تھا لیکن جگانا ضروری تھا، ورنہ وہ مزید خفا ہو جاتی۔

"پوچھے یہ تو کہ تجھ میں۔۔ میں کیا دیکھتا ہوں
جب چاروں طرف۔۔ کتنے ہی سارے نظارے ہیں
جانے نا تو۔۔۔ خود کو یوں نا جانے کیوں؟
نظروں سے میری یہاں۔۔ دیکھو نا خود کو ذرا"

ارزم شاہ اسکے گرد اپنی بانہوں کا حصار مضبوط کرتا اسکے کان میں اپنی میٹھی آواز کا رس گھولتے اسکے کانوں میں دھیرے سے اپنی انگلیاں الجھانے لگا۔ ذائشہ خان کسمساتی ہوئی دھیرے سے آنکھیں کھولتی اسکی آواز میں سکون محسوس کرتے ہوئے پھر سے آنکھیں موند گئی۔ اسکے کسمسانے پہ اسکے ڈارک براؤن بال پھر سے اسکے چہرے پہ آچکے تھے۔

"دیکھو نا دیکھو نا۔۔ زلفوں سے
کیسے زلفوں سے۔۔
تیری چھپتی پیاری پیاری سی
مسکان ہے۔۔"

وہ اسکے بال پھر سے اسکے چہرے سے ہٹاتا اسکے ہونٹوں پہ پھیلی خوبصورت سی مسکراہٹ اپنی انگلی سی چھوتا بے حد پیار سے گنگنا رہا تھا، اسکی انگلی اپنے ہونٹوں پہ محسوس کرتے ذائشہ خان نے بے ساختہ اپنی آنکھیں وا کرتے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسے محبت سے لبریز نگاہوں سے والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا۔۔

"اور! نظریں جھکی

اور! نظریں اٹھیں

تو میں کیا ہی کروں؟ برباد میں"

وہ اسکی جھکتی اٹھتی پلکوں کا رقص دیکھتا انہیں دھیرے سے اپنی انگلی سے چھو رہا تھا، اس کے جگانے کے اس انداز پہ ذائشہ خان جھینپی تھی۔

"تیرے ہونٹوں کو۔۔۔ تیرے ہونٹوں کو

جن سے رکھتی میرے پیارے پیارے نام ہیں"

یہ لیرکس گنگناتے ہوئے ارزم شاہ کو بے ساختہ وہ لقب یاد آئے تھے جب وہ رات کو اسکی شدتوں پہ تھکتی ہوئی روہانسی ہوتی اسے غصے سے نئے نئے ناموں سے پکار رہی تھی، وہ اسکی گھائل کرتی ادائیں یاد کرتا مسکرایا۔۔

"اور دل کا تیرے۔۔۔ اور دل کا تیرے

اب میں کیا ہی کہوں

کیا بات ہے!!"

اسے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں سے ایک دم سے اپنی انگلی اسکے دل کے مقام پہ سرکا کے بے باکی سے گھماتا گنگناتے ہوئے اسے آنکھ ونک کر گیا، اس چمکیلی سی صبح میں ذائشہ خان کا شفاف چہرہ اسکے اس انداز سے شرم سے مزید چمکنے لگا، وہ شرماتے ہوئے اپنی نگاہوں کا زاویہ موڑ رہی تھی جب نظریں اپنے بیڈ کی طرف اٹھیں، بیڈ کو دیکھتے ہی گزری رات کے پل اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے، جس پہ وہ پھر سے ایک دم سے خفا ہوتی اس پر سے ہٹنے کی کوشش کرنے لگی، وہ اسکے تاثرات پڑھتے ہنستا ہوا اسے زور سے اپنی بانہوں میں قید کرتا خود کے نیچے کر گیا۔

دور ہٹیں! ابھی بھی رات کی طرح غصہ کریں!!۔۔۔اسے ہنستے دیکھ کے ذائشہ خان کو شے ملی تھی جس پہ وہ اسکے کندھے پہ مکا جڑتی غصے سے گویا ہوئی۔ آہستہ آہستہ اسکا رات کا ہر انداز یاد آرہا تھا۔

ہاہاہا۔۔غصہ کب کیا؟۔۔۔وہ ہنس کے استفسار کرتا اسکی چھوٹی سی سرخ ہوتی ناک پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

ہاں میں جانتی ہوں ہمیشہ کی طرح غصہ کر کے منکر جائیں گے! لیکن آج آپ کے غصے کا ثبوت وہ ٹوٹا ہوا بیڈ ہے! آپ نے اس مضبوط وزنی بیڈ کو توڑ دیا ارزم تو سوچیں میرا کیا حال ہوا ہو گا!!۔۔۔وہ شکوہ کناں انداز میں شدید خفگی سے بولتی اسکا رخ اسکے بیڈ کی طرف کروا رہی تھی۔

غصے میں نہیں تھا بے بی صرف شدت پسند ہو رہا تھا! میرے جذبات بھڑک اٹھے تھے کیونکہ۔۔۔۔۔۔ابھی وہ مزید بولتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔

آپ نے ڈرنک کیا تھا؟۔۔۔۔وہ اسے روک کے سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

تمہیں لگتا ہے میں کبھی ڈرنک کروں گا؟؟۔۔۔۔وہ اسکے سوال پہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا اسے جواب دینے کی بجائے سوال کرنے لگا۔

رات کو آپ بول رہے تھے آپ نے غلط ڈرنک پی لی! تو۔۔تو مجھے لگا شاید آپ اپنے ہوش میں نہیں تھے! شاید آپ نے نشے میں مجھے اپنی قربت۔۔۔ذائشہ خان اپنے دل میں موجود خدشات معصومیت سے زبان پہ لا رہی تھی جب وہ جلدی سے اسکے ہونٹوں پہ انگلی رکھ گیا۔۔

وہ الکوحلک ڈرنک نہیں تھی ذی! وہ صرف میرے دوستوں کی شرارت تھی! انہوں نے میری کولڈ ڈرنک میں ضرور کوئی ٹیبلٹ ڈالی تھی، صد شکر تھا میں نے صرف دو گھونٹ پیئے تھے، وہ صرف میرے جذبات کی واٹ لگانے کے لئے ایک میڈیسن تھی، اور جہاں تک رہی میری قربت بخشنے کی بات،، واللہ میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا، صرف سر چکرا رہا تھا لیکن مجھے ابھی تک یاد ہے میں نے تمہیں کس کس جگہ کس انداز سے چھوا تھا!!۔۔۔۔۔۔۔

ارزم شاہ اپنی آنکھیں میچ کے کھولتا سنجیدگی سے اسکے تمام خدشات دور کرنے لگا، اسے اپنے دوستوں پہ اس وقت پہلے سے کئی گنا زیادہ غصہ آیا تھا۔

آئی ایم سوری تم ضرور میرے انداز کی وجہ سے ہرٹ ہوئی ہو گی؟! آئی سوئیر میں نے اپنے بھڑکتے جذبات کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کی تھی ذی! پلیز ابھی بھی اگر تمہارے دل میں کوئی بات ہے تو بول دو؟۔۔۔۔ارزم شاہ کافی فکر مندی نظر آرہا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا وہ اپنے دل میں مزید کوئی بات رکھے۔۔اسکا رومانٹک موڈ اچانک سے سنجیدگی اور فکر مندی میں بدلتے دیکھ کے ذائشہ خان کا دل کیا اپنی عقل کو ہاتھ مارے، جب وہ رات کو اسے سب کچھ بتا چکا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی یہ سب پھر سے کھولنے کی۔۔۔وہ جانتی تھی اسکے دوست کتنے شرارتی تھے، یونیورسٹی میں ان کی شرارتوں سے اچھی طرح سے واقف تھی، ایسی حرکتیں ان سے ہی ایکسپیکٹ کی جاسکتی تھیں۔

نہیں آپ سوری مت بولیں! غلطی آپ کے دوستوں کی تھی نا! اور میں ہرٹ نہیں ہوئی! صرف تھوڑا سا غصہ آیا تھا۔۔۔وہ لب کاٹتی ہوئی صرف اتنا ہی بول پائی، اسے شرمندگی ہو رہی تھی اس نے ارزم شاہ سے یہ سوال پھر سے کیوں پوچھ لئے۔۔وہ جانتی تھی اس نے رات کو پر لحاظ سے کوشش کی تھی اسے ہرٹ بالکل نہ کرے۔۔۔وہ مدہوش ہوتے ہوئے بھی اس کی کیئر کر رہا تھا، ذائشہ خان کو اسکے کیئرنگ انداز نے مزید خود کا دیوانا بنایا تھا لیکن صبح صبح اپنا خفگی کا ذرا بھرم دیکھانا اس نے ضروری سمجھا تھا۔۔

اور ان کی اس غلطی کی سزا میں انہیں دے کے رہوں گا بے بی!! تم پریشان مت ہو! بیڈ صحیح سلامت ہے! صرف سکیرو ڈھیلے کئے گئے تھے، اسی لئے وہ اکھڑ کے نیچے گر گیا۔ میں اسے ابھی کچھ دیر میں واپس سے جوڑ دوں گا اور کچھ ہی دنوں تک اسے ریپلیس بھی کروا دوں گا! ڈونٹ وری!!۔۔۔۔وہ اسکے گالوں پہ نرمی سے ہونٹ رکھتا اسکے دل میں موجود آخری خدشے کو دور کر رہا تھا۔ اسے ذائشہ کے سوالات نے غصہ نہیں دلایا تھا، اسے اچھا لگا تھا اس نے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں دل میں رکھنے کی بجائے اس سے ڈسکس کی ہیں۔ وہ سمجھ سکتا تھا پہلی رات ہر لڑکی ڈر و خوف کا شکار ہوتی ہے ایسے میں اگر ایسی صورتحال پیش آجائے تو ایسے خدشات دل میں آنا نارمل تھے۔۔اس کی اور ذائشہ کی کیمسٹری کافی اچھی ہو چکی تھی۔ ذائشہ تو پھر بیوقوفیاں کر لیا کرتی تھی لیکن ارزم شاہ اسے ہر لحاظ سے سمجھ کے سمجھاتا تھا۔

آپ۔۔جب۔۔بیڈ۔۔ریپلیس کروائیے گے تو سب کیا سوچیں گے!!۔۔۔ذائشہ خان معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے پریشانی سے بولی، اسے فیوچر کی ٹینشن ہوئی تھی۔

آج تھوڑی ریپلیس کروا رہا ہوں؟ میں ہر مہینے اپنا فرنیچر چینج کرواتا ہوں! کوئی کچھ بھی فضول نہیں سوچے گا! تم اپنا دھیان بیڈ سے ہٹا کے میری طرف لگاؤ! !۔۔۔ ارزم شاہ مسکرا کے بولتا اسکے ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے نرمی سے چھیڑنے لگا، وہ اسکے آخری جملے پہ نگاہیں جھکا گئی۔

کیا تمہیں واقعی ہی لگا میں تمہیں نشے میں اپنی قربت بخش رہا تھا؟ کیا میں نے کسی وحشی کی طرح بیہو کیا تھا ذی؟ کیا تمہیں کہیں پہ درد ہو رہا ہے؟ پلیز ریلکس ہو کے بتاؤ؟۔۔ اسے نگاہیں جھکاتے دیکھ کے ارزم شاہ فکر مندی سے اسکا چہرہ ٹھوری سے پکڑ کے اوپر کو اٹھاتا ایک ساتھ کتنے سوال کر گیا، اسکا دل بے چین ہو رہا تھا، دوستوں پہ غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ارزم شاہ کے اتنا فکر مند ہونے پہ وہ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

آ۔۔ آپ۔۔ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ میں تو صرف مذاق میں ناراض ہو رہی تھی! اگر آپ نے کسی وحشی یا روایتی مرد کی طرح بیہو کیا ہوتا تو میں اس وقت آپ کی بانہوں میں قطعی نہیں ہوتی! فضول کیوں سوچے جا رہے ہیں؟۔۔ ذائشہ خان نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے جواب دیتے آخر میں خفگی سے ڈپٹا تھا جس پہ ہنس دیا۔

اور تمہاری اس مصنوعی خفگی نے جان نکال دی تھی میری! اپنی محبت اور قربت کو لے کے مجھے تمہارے دل میں ایک چھوٹا سا خدشہ بھی منظور نہیں ہے! ایک چھوٹی سی ٹیبلیٹ تمہارے شوہر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی! ویسی دس ٹیبلیٹ بھی کھالوں پھر بھی تمہیں ناجائز تکلیف نہ پہنچاؤں!۔۔۔ وہ اسکے چہرے پہ دیوانا وار اپنے ہونٹ رکھتا محبت اور دیوانگی کے عالم میں گویا ہوا۔۔ ذائشہ خان جانتی تھی وہ کتنا حساس ہے، ایک چھوٹی سی بات کو لے کے بھی وہ کافی سوچتا تھا۔ وہ جو اسے پاگلوں کی طرح اپنے چہرے پہ محبت بھرا لمس بکھیرتے دیکھ کے مسکرا رہی تھی، اچانک سے وقت دیکھتے جلدی سے اسکا کندھا ہلانے لگی۔۔

ارزم۔۔۔ ٹائم۔۔ دیکھیں۔۔ کتنا ہو گیا ہے! سب کیا سوچیں گے!۔۔۔ وہ اسکا رخ وقت کی طرف کرواتی پریشان اور کنفیوز نظر آ رہی تھی۔

آج ناشتہ لیٹ لگے گا یار چھوٹی چھوٹی باتوں پہ پریشان مت ہوا کرو! شادی والا گھر ہے سب لیٹ اٹھیں گے!!۔۔۔ ارزم شاہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا کے نرمی سے ڈپٹتا اسکی گردن پہ جھک گیا، وہ اسکی بلیک ٹی شرٹ میں بکھری حالت میں ملبوس اپنی الجھی زلفوں سے بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ اسکے ہونٹوں کا نرم لمس اپنی گردن پہ محسوس

کرتے ذائشہ خان کے ہونٹ خود بخود مسکراہٹ میں ڈلے تھے، وہ جتنا ہو سکے اس وقت اپنا نرم لمس اس پہ نچھاوڑ کر رہا تھا تاکہ رات میں اگر اس سے کچھ سختی ہو گئی تھی تو اسکا اثر زائل ہو جائے۔۔ ارزم شاہ کی ٹی شرٹ کا گلہ ذائشہ خان کو کافی بڑا تھا، وہ اسکی گردن سے اپنے ہونٹ سرکانے کے ساتھ اس ٹی شرٹ کو سرکاتا اسکی دھڑکنوں پہ بے حد نرمی سے اپنے لبوں کی مرحم رکھ رہا تھا۔۔ ذائشہ خان کے دل میں گدگدی سی ہوئی تھی، وہ اسکی چین میں اپنی انگلیاں پھنساتی اپنی مدہوش سسکیاں دبانے لگی۔

ذی!! ۔۔۔۔۔ کچھ یاد آنے پہ ارزم شاہ جلدی سے اسکی دھڑکنوں سے چہرہ ہٹا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسے پکارنے لگا۔۔ ذائشہ خان نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

میں نے تمہیں ابھی تک منہ دیکھائی نہیں دی اور تم نے ڈیمانڈ بھی نہیں کی؟ کیوں؟ ناراض ہونا تو اس بات پہ بنتا تھا میری بیوقوف بیوی!۔۔۔ وہ چونک کے سوال کرتا آخر میں اس کے ماتھے پہ ہولے سے چیت لگا گیا، وہ ہنس دی۔۔

آپ کو کیا لگتا ہے صرف آپ ہی مجھے اپنی زندگی میں آیا ہوا سب سے انمول تحفہ سمجھتے ہیں ارزم؟ کیا مجھے آپ کے علاوہ کسی دوسری معمولی سی چیز کی خواہش ہو گی؟ بالکل نہیں! مجھے اپنی منہ دیکھائی میں آپ مل گئے میرے لئے اس سے بڑا تحفہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا!!۔۔۔۔ ذائشہ خان معصومیت اور پیار سے گویا ہوئی، وہ جانتی تھی ارزم شاہ اسکے محبت بڑے الفاظ سننے کے لئے ہمیشہ سے بے تاب ہوتا ہے اسی لئے اکثر اب اکثر اپنے الفاظ سے محبت جتا دیا کرتی تھی۔۔

ارزم شاہ اسکے جواب پہ اسے زور سے گلے سے لگاتا اسکی ہیزل رنگ آنکھیں پیار سے چوم گیا۔۔ کچھ دیر یونہی اسے گلے سے لگانے کے بعد وہ بیڈ سے اٹھتا اسے بھی اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔ ارزم شاہ کی شرٹ اسکے گھٹنوں تک آ رہی تھی۔ اپنی برہنہ پنڈلیوں کو دیکھتے وہ شرم سے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتی اسکے برہنہ کندھوں پہ ہاتھ رکھ گئی، ارزم شاہ اس وقت گرے ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔۔ ڈریسنگ ٹیبل تک آتے ارزم شاہ نے اسے احتیاط سے اس پہ بٹھایا تھا، اسے اپنی نگاہوں میں بسائے وہ ایک ہاتھ سے دراز کھولتا تین سرخ کیس نکال رہا تھا۔ ذائشہ خان غور سے اسکے ہاتھوں کی حرکت دیکھ رہی تھی، پہلے سرخ کیس کو کھولتے اس نے کرٹیئر کا روز گولڈ لو نیکلس نکالتے مصروف انداز میں اسکی گردن کی زینت بناتے آئینے میں اسکی بیک دیکھتے ہوئے چھوٹی سی ہک بند کی تھی۔ اس نیکلس پہ دو چھوٹے سے ہیرے جڑے ہوئے تھے جن پہ ذائشہ خان نے ستائش سے ہاتھ پھیرا تھا، نیکلس اپنی قیمت اپنے منہ بتا رہا تھا۔۔ اس دوران

دونوں میں خاموشی تھی، اسے نیکلس پہنانے کے بعد وہ اسکی نازک سی کلائی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتا دوسرا کیس کھولتے ہوئے اسے کرٹیئر کی بیلو گولڈ لو بریسلیٹ پہنا رہا تھا جس پہ بالکل چھوٹے چھوٹے سے دس ہیرے جڑے اس بریسلیٹ کو چمکانے کا باعث بن رہے تھے، ذائشہ خان مبہوت سی اس نیکلس کے بعد اب اس بریسلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔

ا۔ارزم! یہ بہت خوبصورت ہیں!۔۔۔وہ خوشی سے چہکتی ہوئی ان تحفوں کی تعریف کرنے لگی۔۔ تمہارے سامنے مجھے ہر چیز کی خوبصورتی کم لگتی ہے! یہ دیکھو! اس انگوٹھی کا ڈیزائن دیکھو!۔۔۔۔وہ مصروف انداز میں محبت سے بولتا اب اسکی دھیان اسکی انگلی کی طرف کرواتے اسے ایک ڈیسنٹ سی رنگ پہنا رہا تھا۔

۔۔۔ذائشہ خان اس رنگ کو دیکھ کے اس پہ بنے ڈیزائن کو پہچانتی پر جوش انداز میں بولی۔ Infinity سائن ہے!! انفینٹی کا مطلب "لامحدود" یعنی جس کی کوئی حد نہ ہو!!۔۔۔مجھے تم سے اتنی محبت infinity ہم! یہ رنگ خریدنی چاہئیے جو ہر infinity ہے ذی جس کی بالکل کوئی حد نہیں ہے! اسی لئے مجھے لگا مجھے تمہارے لئے یہ وقت تمہاری انگلی میں موجود تمہیں اپنی قدر و قیمت کا احساس دلاتی رہے! ارزم شاہ تمہیں ہمیشہ اس انفینٹی سائن کی طرح بے حد اور لامحدود چاہے گا!!۔۔۔وہ اسے رنگ پہنانے کے بعد نرمی سے اس پہ ہونٹ رکھتا اسکی آنکھوں میں دیکھتے سچے دل سے مضبوط انداز میں بولا تھا، ذائشہ خان کو خود پہ رشک ہوا تھا جسے اتنا چاہنے والا جیون ساتھی ملا تھا۔

تھینک یو ارزم!!۔۔۔۔۔وہ اسکے کندھے پہ سر ٹکاتی نم آنکھوں سے اس کا شکریہ ادا کرنے لگی، اسکی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھ کے ارزم شاہ نے اگلے ہی پل اسکی شرٹ اوپر کو سرکاتے اسکی اپر تھائیز پہ انگلیاں پھیرتے اسے شرارت سے دیکھا تھا جس پہ وہ کرنٹ کھاتی اس سے فاصلے پہ ہوئی۔۔اسکے بھوکھلانے پہ ارزم شاہ کا دلکش قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔اسکے بے باک قہقے پہ وہ شرماتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل سے اترنے والی تھی جب وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا گیا۔۔

اہمم! اس وقت تمہیں تھکانے کا موڈ نہیں ہو رہا! یہ سب رات کو دیکھیں گے! ابھی فلحال شاور لیتے ہیں! نیچے تمہارے لالا آچکے ہوں گے!!۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اسے خود کے ساتھ لپٹاتا سرگوشی نما آواز میں بولتے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔

نہیں! میں خود شاور لے لوں گی!!۔۔۔۔اسکی اتنی شرافت پہ ذائشہ خان پہلے تو حیران ہوئی پھر اگلے ہی پل احتجاج کر اٹھی، کیا وہ واقعی ہی اتنا شریف تھا کہ بانہوں میں بیوی دیکھ کے اس پہ اپنا حق نہ جتائے۔۔

نہیں بے بی! اکیلے تمہیں سردی لگے گی! میں ساتھ ہوں گا تو ماحول گرم رہے گا!!۔۔۔۔۔وہ بے باکی سے اسے آنکھ ونک کر کے بولتا باتھروم میں داخل ہو چکا تھا، ذائشہ خان روہانسی ہوتی سرخ چہرہ لئے اسکے بازوؤں سے نیچے اترنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔

پرامس ابھی رات والا پراسیس نہیں کروں گا! صرف چھوٹی موٹی جسارتیں تو چلیں گی نا؟؟ ریلیکس!!۔۔۔۔۔اسے پینک ہوتے دیکھ کے وہ کھکھلا کے پیار سے اسکے کان میں سرگوشی کرتا باتھروم کا دروازہ زور سے بند کر گیا۔ اسکے پرامس کرنے پہ وہ کچھ مطمئن ہوئی تھی لیکن پھر بھی اسکے ساتھ شاور لینے کا سوچ کے شرم محسوس ہو رہی تھی۔ وہ شرماتی ہوئی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی جبکہ وہ مسکراتا ہوا اسے یونہی اٹھائے شاور کی طرف بڑھ چکا تھا۔ وقت کم تھا ان دونوں کو جلد از جلد نیچے جانا تھا، اسلئے ارزم شاہ نے رات والا پراسیس ابھی دہرانے کی بجائے اسے آج رات کے لئے پینڈنگ چھوڑ دیا تھا۔۔

شاہ حویلی کے تمام مکین اس وقت لاؤنج میں موجود حازق خان، حسان خان اور میرال شاہ سے مل رہے تھے جو بالکل ابھی ناشتہ لے کے آئے تھے۔ اس تکلف کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی لیکن ان دونوں نے سوچا اسی بہانے سب کے ساتھ اچھا وقت گزر جائے گا۔۔ یہاں پہ کہیں بھی ذائشہ اور ارزم کو نہ دیکھتے دونوں نے ہی ان کی غیر موجودگی کا سوال نہیں کیا تھا، کیونکہ وہ دونوں ہی جانتے تھے ذائشہ خان جس ترسے ہوئے انسان کی پناہوں میں جا چکی ہے جو اپنی مرضی سے سونے اور جاگنے کا مالک تھا۔ ارزم شاہ عام روٹین میں بھی کافی لیٹ جاگتا تھا کیونکہ کوئی کام دھندا تو اس سے ہوتا نہیں تھا، سارا دن صرف باپ کے پیسے پہ عیاشی ہوتی تھی۔۔

کہاں جا رہے ہو میر!!۔۔۔۔ازمیر شاہ کو سیڑھیوں کی طرف بھاگتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے بلند آواز میں پکارتے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

تاتوتو ٹھانے ذارااوو بابازان !(چاچو کو اٹھانے جارہاہوں بابا جان)۔۔وہ مصروف انداز میں جواب دیتا پہلی سیڑھی پہ قدم رکھ گیا، ازمیر کے جواب پہ سب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا، حازق خان اپنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیر تا بظاہر یاور شاہ کے ساتھ مصروف ہو گیا لیکن کان اسکے سب کی طرف تھے۔

وہ آجائے گا میر ! آپ یہاں میرے پاس آؤ! دیکھو حسان آپ کو بلا رہا ہے!۔۔احان شاہ کے بازوؤں سے حسان خان کو پکڑتے کاظم شاہ نے ازمیر کو پھر سے اپنی طرف بلایا تھا۔

مے تاتو پاش ذارااوں! بعد کے آؤں داحشان پاش(میں چاچو پاس جارہاہوں! بعد میں آؤں گا حسان پاس)۔۔۔۔ازمیر شاہ ہاتھ جھلاتے ہوئے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں گویا ہوا تھا جس پہ ابھی کاظم کچھ بولتا جب سیڑھیوں سے اترتے ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے اپنے شہزادے کا جواب سنتے جھک کے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتے بے حد پیار سے چوما تھا، وہ اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس سیاہ اجرک گلے کے گرد لٹکائے تازہ شاور لئے کافی نکھرہ نکھرہ سا لگ رہا تھا۔ذائشہ خان بھی بالکل اس کے ساتھ ہی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی سامنے اپنے لالا کو دیکھتے اس کے قدموں میں تیزی آئی تھی۔ذائشہ خان اس وقت ویلوٹ کی ریڈ پٹھانی فراک میں ملبوس سر پہ اچھی طرح سے دوپٹا اوڑھے ہونٹوں پہ لائٹ سا گلوز لگائے جیولری کے نام پہ صرف ارزم شاہ کے تحفے پہنے کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔وہ سب کو سلام کرتی حازق خان کے سینے سے لگی تھی، حازق خان اسکے ماتھے پہ عقیدت سے بوسا دیتا اسکا گال تھپتھپا رہا تھا کیونکہ وہ ایموشنل ہو رہی تھی۔حازق خان سے ملنے کے بعد وہ میرال شاہ اور حسان خان سے خوشدلی سے ملتی انہی سب کے پاس بیٹھ گئی۔ارزم شاہ یونہی اپنے بازوؤں میں ازمیر کو اٹھائے حازق خان کی طرف بڑھتا اسکے بغلگیر ہوتے میرال کو اپنے کندھے سے لگا کے اسکا حال پوچھتا اب باقی سب کو سلام کر رہا تھا جو اسکے چہرے پہ خوشی سے بھرپور مسکراہٹ دیکھتے دل میں اسکی نظر اتار رہے تھے۔کچھ دیر یہاں ان سب کے ساتھ خوش گپیاں کرنے کے بعد وہ سب ناشتے کے لئے ڈائینگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

شکر ہے کچھ عقل آئی ہے تم میں! ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا ہر روز کی طرح آج بھی تمہاری بے عزتی کر کے تمہیں جگانا پڑے گا!!۔۔۔۔ڈائینگ روم کی طرف بڑھتے دریاب شاہ نے مدھم سرگوشی میں اللہ جانے ارزم شاہ کی تعریف کی تھی یا بے عزتی۔۔وہ سمجھ نہ پایا۔

آپ کی بہو کافی نازک ثابت ہوئی ہے ورنہ رات ولیمے کے فنکشن سے پہلے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا میر اڈیئر بابا جان!!۔۔۔وہ ان کے کان کے پاس جھک کے بے باکی سے جواب دیتا ان کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے انہیں آنکھ ونک کرتا ڈائینگ روم میں داخل ہو گیا، دریاب شاہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے اسکے پیچھے ہی اندر داخل ہوئے تھے۔کچھ دیر تک سب نے ہلکی پھلکی باتوں کے دوران ناشتہ مکمل کیا تھا۔ناشتے کے بعد سب لڑکیوں نے ایک رسم کرنے کا سوچا ہوا تھا۔

رسم نہیں کرنی کیا؟ کھیر کہاں ہے ؟۔۔۔۔ڈائینگ ٹیبل پہ کھیر نہ دیکھتے میر ال شاہ نے مدھم آواز میں اپنے پاس بیٹھی گلالئی سے استفسار کیا تھا۔

کیا مطلب ابھی بھی کوئی رسم رہتی ہے ؟؟۔۔۔ارزم شاہ جو کل ان سب کو کافی پیسے بانٹ چکا تھا مزید ایک رسم کا سن کے آنکھیں پھیلا گیا۔

رات میں ذائشہ کے حویلی آنے کے بعد کونسی رسم کی ہے ہم نے لالا؟ ابھی تو آپ کو ہماری نیگ بھی دینی ہے!!۔۔۔مرحاشاہ منہ پھولا کے بولتی زیان کے منہ میں چھوٹا سا بریڈ کا ٹکڑا ڈال رہی تھی۔۔

اب پیسے دینے کی باری آپ تینوں کی ہے! بھئی میں تو غریب بندہ ہوں مجھ سے ان رسومات کا مزید بوجھ نہیں اٹھایا جاتا!!۔۔۔ارزم شاہ صاف صاف بول کے اپنے ہاتھ اٹھاتا اب کاظم، زوریز اور احان شاہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا جنہوں نے آئیبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھا تھا۔

میں ابھی کھیر لے کے آتی ہوں!!۔۔۔۔۔۔گلالئی مدھم آواز میں میر ال کو جواب دیتی کچن کی طرف بڑھ گئی، کھیر آج گلالئی نے خود اپنی مرضی سے بنائی تھی ورنہ زہرہ مام نے تو کہا تھا حلیمہ بنالے گی۔

رسومات کا بوجھ اٹھایا نہیں جاتا اور رخصتی کا شور مچایا ہوا تھا۔۔۔حازق خان نے لگے ہاتھ اس پہ طنز کیا تھا۔۔

بس بہت ہو گئی ہیں اس کی عیاشیاں!! اب اپنے لالا کے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹائے گا تا کہ سب کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو سکے!!۔۔۔دریاب شاہ نے بھی لگے ہاتھ اس طنز میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔

فکر کیوں کر رہے ہیں ہنی مون پہ آپ دونوں کے پیسوں سے نہیں جاؤں گا! ہنی مون کے خرچے سے لے کے کم از کم بچے کی ڈیلیوری تک کا سارا خرچہ میں نے خود اٹھانے کا سوچا ہوا ہے! اتنے پیسے میرے بنک بیلنس میں موجود ہیں!

صبح صبح گرم کیوں ہو رہے ہیں آپ دونوں؟؟۔۔۔ارزم شاہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھا کے ٹیبل پہ رکھتا مطمئن انداز میں بے باکی سے دریاب شاہ اور حازق خان کو جواب دیتا ان کے چہرے سرخ کر گیا ۔۔شادی کے پہلے ہی دن اسکے منہ سے بچے کا ذکر سنتے ذائشہ خان کو کھانسی کا دوڑا پڑا تھا، ایزل شاہ نے اسکی کمر نرمی سے سہلاتے مسکراہٹ دبا کے اسکے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھمایا۔۔احان شاہ اور زوریز شاہ نے اپنی ہنسی دبائی تھی جبکہ کاظم شاہ نے اسے گھوری سے نوازتے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔۔

بکواس بند کر کے ناشتہ مکمل کرو!!۔۔۔۔دریاب شاہ اسے مصنوعی غصے سے ڈپٹتے اپنی پلیٹ پہ جھک گئے۔

نہیں نہیں ناشتہ کیوں کرنا ہے؟ ابھی بھی میری ساس بن کے مجھ پہ شادی کی پہلی ہی صبح ساری زمہ داریاں تھوپ دیں! ناشتہ تو ہوتا رہے گا! جب تک آپ دونوں میری ساس کا رول پلے نہیں کریں گے آپ کا ناشتہ کیسے ہضم ہو گا؟؟۔۔۔حازق خان اور دریاب شاہ کو پلیٹ پہ جھکتے دیکھ کے ارزم شاہ دانت پیس کے بولا تھا، اسکا سالا کم تھا جو اسکا باپ بھی صبح صبح اسکا موڈ بگاڑ رہا تھا؟ حاذق خان اور دریاب شاہ کے علاوہ باقی سب اپنی ہنسی ضبط کرنے لگے، وہ دونوں اسے گھور کے دیکھتے ابھی کوئی جواب دیتے جب گلالئ کھیر کا باؤل پکڑے ڈائنگ روم میں داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی سب لڑکیاں اپنی جگہ سے اٹھ کے ذائشہ خان کی طرف آچکی تھیں، یسریٰ شاہ نے بھی احان کی گود سے نکلنے کی کوشش کرتے ان سب لڑکیوں کی طرف جانے کی ضد کی تھی جس پہ وہ اسے احتیاط سے زمین پہ کھڑا کر گیا۔۔وہ سب لڑکیاں اس وقت مدھم آواز میں ایک دوسرے سے کچھ بولتی ذائشہ خان کے سر پہ کھڑی تھیں، سب دلچسپی سے انہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔گلالئ اب ذائشہ خان کے ہاتھ پہ کھیر کے دو چھوٹے سے چمچ ڈال رہی تھی، کھیر نہ زیادہ گرم تو نہ زیادہ ٹھنڈی۔۔۔

یہ "کھیر چٹائی" کی رسم ہے!! تمہیں اپنی دلہن کے ہاتھ سے یہ کھیر ہر صورت کھانی ہے!!۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ کی آنکھوں میں سوال دیکھتے میرال شاہ نے اسے اس رسم کی تھوڑی سی تفصیل بتائی تھی، ذائشہ خان سرخ ہوتے گالوں سے نگاہیں جھکا گئی۔۔

بس اتنی سی بات؟؟۔۔۔۔ارزم شاہ ہنستے ہوئے ریلکس انداز میں بولتا ذائشہ خان کا یہی ہاتھ تھامنے والا تھا جب سب لڑکیاں ذائشہ کا نازک ہاتھ اور بازو اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔

ہاں بس اتنی سی بات!! کھا کے دیکھائیں اب!!۔۔۔ ایزل شاہ نے کھکھلا کے جواب دیتے باقی سب لڑکیوں کی مدد سے ذائشہ خان کا ہاتھ ارزم شاہ کے ہونٹوں کے قریب کیا تھا، ارزم شاہ جو جھک کے شرماتی ہوئی ذائشہ خان کے ہاتھ سے کھیر کھانے ہی والا تھا سب لڑکیاں ہنستی ہوئی ذائشہ خان کا ہاتھ پھر سے اس سے دور کر گئی، تھوڑی سی کھیر ارزم شاہ کے دائیں گال پہ لگ چکی تھی۔۔

ارے ایک جگہ پہ رکھو نا!!۔۔۔۔۔ انہیں بار بار ذائشہ کا ہاتھ پیچھے کرتے دیکھ کے ارزم شاہ خفگی سے بولا تھا۔۔

یہی تو رسم ہے لالا!!۔۔۔۔ گلائی چہکتے ہوئے بولی تھی، یسریٰ بھی ان سب کے ساتھ کھڑی رسم میں اپنا حصہ ڈال رہی تھی۔

(اچھی رسم ہے! رسم کے چکروں میں خود سے کتوں والی فیلنگ آ رہی ہے!)۔۔۔ ارزم شاہ دل میں کلس کے بولتا پھر سے اپنا چہرہ ذائشہ خان کے ہاتھ کے قریب کرنے والا تھا جب سب لڑکیاں پھر سے ذائشہ کا ہاتھ کھینچ گئی، اب کی بار تھوڑی سی کھیر ارزم شاہ کے نچلے ہونٹ پہ لگی تھی، باقی سب ہنستے ہوئے اسکے چہرے پہ لگی کھیر دیکھ رہے تھے۔۔

مزید دو سے تین دفعہ یہی عمل دہرایا گیا تھا، ارزم شاہ کافی حد تک کھیر کھا چکا تھا، صرف تھوڑی سی ہی بچی تھی۔ کھیر اب اسکے ناک، گال، بیرڈ اور مونچھوں پہ ہلکی ہلکی لگ چکی تھی، زوریز شاہ ہنستے ہوئے اسکی ویڈیو بنا رہا تھا، جبکہ حازق خان مسکراہٹ دبائے ہوئے تھا، یہی رسم اسکی شادی پہ سب لڑکیوں نے اس کے ساتھ بھی کرنا چاہی تھی لیکن وہ اپنے انٹرورٹ ہونے کی وجہ سے انکار کرتا سب لڑکیوں کو نیگ دے چکا تھا۔۔ ارزم شاہ نے ذائشہ خان کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا جب سب لڑکیاں ہنستی ہوئی نفی میں سر ہلا کے دور کر گئی۔۔

ہاتھ کا استعمال نہیں!!۔۔۔۔ میرال شاہ نے ہنستے ہوئے اسے رول یاد کروایا تھا، باقی سب بچے بھی اس رسم کو دیکھ کے کھکھلا رہے تھے۔۔ ارزم شاہ کا کھیر سے بھرا چہرہ سب کو کافی مزہ دے رہا تھا۔ ارزم شاہ نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے سر کو خم دیتے ایک دفعہ پھر سے اپنا چہرہ ذائشہ خان کی طرف بڑھایا تھا، اس دفعہ سب نے زور لگا کے ذائشہ کا ہاتھ پیچھے کرنا چاہا تھا لیکن وہ نامحسوس انداز میں ذائشہ خان کی ہتھیلی پہ دانت گاڑ کے ساری کھیر چاٹ گیا۔ ذائشہ خان نے اپنی سسکی دباتے ہوئے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تھا جب وہ ساری کھیر ختم کرتا گہری سانس بھرتے اسکے ہاتھ سے اپنے دانت ہٹا گیا۔۔

لالا آپ نے چیٹنگ کی ہے!!۔۔۔۔۔ مرحاشاہ جو اسکا ذائشہ کے ہاتھ پہ دانت گاڑنا محسوس کر چکی تھی خفگی سے بولی جس پہ وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کے ٹشو اٹھا کے اپنا چہرہ صاف کرنے لگا۔ ذائشہ خان سے اپنے لالا کے سامنے نگاہیں اٹھانا مشکل ہو رہا تھا، وہ سب تو اس رسم پہ ہنس رہے تھے لیکن اندر ہی اندر ذائشہ خان کا شرم سے برا حال چکا تھا، اب باقی سب لڑکیاں ارزم شاہ سے بحث کرتے ہوئے فری میں نیگ وصولنے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

کچھ دیر مزید باتیں کرنے کے بعد سب لڑکیاں اوپر ذائشہ اور ارزم کے کمرے میں جا چکی تھیں تا کہ ذائشہ خان کو الگ سے چھیڑ سکیں جبکہ ارزم شاہ صبح صبح اپنے دوستوں کی کلاس لگانے حویلی کے بیک سائیڈ والے رومز کی طرف بڑھ چکا تھا، ذائشہ خان نے سب لڑکیوں کو بیڈ پہ بٹھانے کی بجائے صوفے پہ بٹھایا تھا۔ کمرے سے نکلنے سے پہلے ارزم شاہ نے اپنے بیڈ کے سارے سکیر وٹھیک کرتے اسے پھر سے بظاہر پہلے جیسا کر دیا تھا، وہ ہر سکیر واچھے سے جوڑ چکا تھا لیکن ذائشہ خان ابھی بھی ٹھیک سے مطمئن نہیں ہوئی تھی اسی لئے سب کو لے کے صوفے پہ ہی بیٹھ گئی تا کہ رات والا بانڈا نہ پھوٹ جائے۔۔

جان تمنا۔۔ قسط 142 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔۔ علیشے خان

وہ دراز قد چوڑے شانوں والا وجیہہ نوجوان راہداری سے ہوتے ہوئے تیز تیز قدم بڑھاتا حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھتا اپنی سیاہ اجرک جھٹک رہا تھا، اسکا رخ اس کمرے کی طرف تھا جہاں اسکے دوست قیام پذیر تھے۔ کچھ ہی دیر میں وہ اپنے مطلوبہ کمرے کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنے چہرے کے خوشگوار تاثرات کو سنجیدہ کرتا گہری سانس بھرتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا، اندر داخل ہوتے ہی نگاہیں ان سب لڑکوں کی طرف اٹھی تھیں جو بیڈ، اور صوفوں پہ ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے سو رہے تھے اور کچھ تو نیچے زمین پہ میٹرس بچھائے خود پہ گرم کمبل اوڑھے نیند پوری کرنے میں مصروف تھے۔۔ کمرے کا ماحول کافی گرم تھا، صرف ارزم کے ہی نہیں باقی سب کے بھی کافی دوست اسی کمرے میں سو رہے تھے، صبح کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے لیکن مجال تھی جو کسی نے بھی نیند سے جاگنے کی زحمت کی ہو، شاید وہ سب رات کافی دیر تک شغل لگاتے رہے تھے۔ ارزم شاہ ان سب کو شور

کر کے اٹھانے کی بجائے اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا پر سوچ نگاہوں سے اپنے دوستوں کی طرف دیکھ رہا تھا جنہوں نے اسکی ویڈنگ نائٹ کا کباڑہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔ کچھ منٹ انہیں دیکھنے کے بعد وہ اپنی سیاہ اجرک گلے سے نکال کے صوفے پہ پھینکتا اپنی آستینیں کہنیوں تک چڑھانے لگا۔۔ وہ دبے پاؤں بیڈ کی طرف بڑھا تھا، احتیاط سے کمبل اتارتے وہ گہری نیند میں سوئے دراز قد نوفل کے منہ پہ ایک ہاتھ جما کے اس کو اپنی پوری قوت سے اپنے کندھے پہ اٹھاتا کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھا گیا، نوفل ابھی تک یونہی سوئے اپنے خوابوں میں شاید ہواؤں کی سیر کر رہا تھا، ہوش تو تب آیا تھا جب ارزم شاہ نے اسے گھماتے ہوئے رومز سے کچھ فاصلے پہ موجود سوئمنگ پول میں اپنی پوری طاقت سے پھینکا تھا، اگلے ہی پل وہ ہربراتے ہوئے نیند سے جاگتا اس ٹھنڈے یخ پانی میں چیخ اٹھا تھا، ارزم شاہ اسکی چیخ نظر انداز کرتا اب اپنے اگلے شکار کی طرف بڑھا تھا، بالکل اسی طرح وہ دبے پاؤں احتیاط سے ولی کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے باہر کی طرف بڑھتا نوفل کی طرح اسے سوئمنگ پول کی زینت بنا گیا، وہ دونوں اس ٹھنڈے برف پانی میں چیختے ہوئے ارزم شاہ کو آوازیں لگاتے تیراکی کرتے ہوئے خود کو ڈوبنے سے بچا رہے تھے، پانی زیادہ گہرا نہیں تھا لیکن اس ٹھنڈی ٹھنڈی صبح میں اس برف پانی میں انہیں اپنا پورا جسم فریز ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا ۔۔ ارزم شاہ اسی طرح میکائیل، حمزہ اور اسکے بعد اپنے تمام دوستوں کو اٹھا اٹھا کے باہر سوئمنگ پول میں پٹک چکا تھا، ان کے لمبے چوڑے وجود اٹھاتے وہ سردی میں بھی پسینے سے بھیگ چکا تھا، سانسیں پھول چکی تھیں لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی، اسے ان سب کو سزا دینی تھی۔۔

شاہ تیرا دماغ درست ہے؟؟۔۔۔ اس کے تمام دوست پانی میں ہاتھ پیر مارتے چیختے ہوئے سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ ان کی چیخ و پکار سنتے رایان خان اور باقی سب کی جاگ بھی کھل چکی تھی جس پہ وہ سب تیزی سے باہر کو بھاگے تھے، باہر کا منظر دیکھتے ان سب کا جاندار قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔

اندر واپس!!!!۔۔۔۔ ارزم شاہ نے سائیڈ سے ایک ہنٹر نما سٹک اٹھاتے نوفل کے کندھے پہ جڑی تھی جو اوور سمارٹ بنتا ہوا پول سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، اسکے سٹک مارنے پہ وہ کراہتا اور چیختا ہوا واپس سے پول میں گر چکا تھا، ارزم شاہ کے ہاتھ میں چھڑی دیکھتے نوفل کے بعد کسی نے جرآت نہیں کی تھی پول کے کنارے کو عبور کرنے کی۔۔۔ کیونکہ اتنی سردی میں وہ اس ہنٹر سے مار نہیں کھا سکتے تھے، رایان خان اور باقی سب شاہ برادرز کے دوستوں

کا ہنس ہنس کے برا حال ہو رہا تھا، ارزم شاہ کے ہاتھ میں کافی لمبی چھڑی تھی، وہ دور کھڑا ہو کے بھی سب کا نشانہ آسانی سے لے سکتا تھا۔ رایان خان اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہنستے ہوئے دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا، وہ جان چکا تھا ارزم شاہ نے انہیں صبح صبح اس پول کی زینت کیوں بنایا ہے کیونکہ ارزم شاہ کے دوست اسے رات میں ہی اپنی کاروائی سنا کے سوئے تھے جس پہ اس نے ان سب کو ڈپٹنا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔

میرے ڈرنک میں ٹیبلیٹ کس نے ملائی تھی؟؟۔۔۔ ارزم شاہ ان سب کی چیخ و پکار پہ کان نہ دھرتا غصے سے غراتے ہوئے پول کے کنارے پہ زور سے اسٹک مار رہا تھا۔۔

ا۔۔اس۔۔۔نے!!۔۔۔ اس نے ملائی تھی۔۔ ابے میں نے کب؟۔۔۔ تو نے ملائی تھی!۔۔۔ بکواس بند کر میں شاہ کے ڈرنک میں کوئی بھی ٹیبلٹ کیوں ملاؤں گا؟۔۔۔! سالے میں بول رہا ہوں نا تو نے ملائی تھی!!۔۔۔ وہ سب ارزم شاہ کو جواب دینے کی بجائے اس سوئمنگ پول میں ہاتھ پیر مارتے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا شروع ہو چکے تھے، ابھی یہی سب چل رہا تھا جب زوریز شاہ، احان شاہ، کاظم شاہ اور حازق خان اسی طرف چل کے آتے دیکھائے دیئے تھے۔۔ ان سب کو پول میں چیختے دیکھ کے وہ سب شش و پنج کا شکار ہوتے ان کی طرف بڑھے تھے جبکہ پول کے قریب ارزم شاہ کو چھڑی پکڑے جبکہ کچھ فاصلے پہ کھڑے اپنے دوستوں کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کے وہ سب حیران ہوئے تھے۔۔

شاہ! مجھے تیری قسم میں نے ان سب کو تیرے ڈرنک میں وہ ٹیبلیٹ ملانے سے منع کیا تھا!!۔۔۔ میکائیل نے روہانسے ہوتے بلند آواز میں اسے اپنی صفائی دی تھی۔

شٹ اپ!! تو مجھے وہ ڈرنک پینے سے منع بھی کر سکتا تھا! میرا دل چاہ رہا ہے تم سب کی کھال ادھیڑ کے رکھ دوں! میرے بیڈ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کس نے کی تھی؟!۔۔ ارزم شاہ ایک گھنٹہ فولڈ کر کے سر سبز گھاس پہ رکھتا ان سب کو گھورتے ہوئے دھاڑا تھا۔

کیا مطلب رات میں تیرے بیڈ کا انتقال ہو گیا تھا؟ اسی لئے اس بات کا غصہ ہم پہ نکال رہا ہے؟؟۔۔۔ ولی جو کب سے ٹھنڈے پانی میں چیخ رہا تھا ایک دم سے ہنسی روکتے ہوئے بے حد معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے سوال کرنے لگے۔

اسکے سوال پہ ارزم شاہ کا چہرہ غصے سے مزید سرخ ہوا تھا۔۔

صبح صبح کیا ہو رہا ہے یہاں پہ؟؟۔۔۔۔کاظم شاہ نے سنجیدگی سے اس ساری صورتحال کی وجہ دریافت کی تھی، زوریز، احان اور حازق خان کی نظروں میں بھی یہی سوال تھا۔

لالا! ہمیں باہر نکالیں! یہاں لوگ سہاگ رات کی خوشی میں پاگل ہو کے بیڈ خود توڑ دیتے ہیں اور پھر صبح شرمندگی سے بچنے کے لئے نشانہ اپنے معصوم دوستوں کو بنایا جاتا ہے!!۔۔۔۔۔نوفل اپنا رخ کاظم شاہ کی طرف موڑ کے شکوہ کناں انداز میں بولتا کن اکھیوں سے ارزم شاہ کو دیکھ رہا تھا جس نے اگلے ہی پل اپنے ہاتھ میں پکڑی اسٹک کا نشانہ اس پہ باندھا تھا لیکن وہ بروقت ڈبکی لگاتا ہوا اپنی ہنسی ضبط کرنے لگا۔ اسکے جواب پہ حازق خان کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

کیا مطلب؟ تو نے رات میں اپنا بیڈ توڑ دیا؟ لائک سیسر ئیسلی؟۔۔۔زوریز شاہ نے ایک دم سے قہقہ لگاتے ہوئے حیرت سے ارزم شاہ سے سوال کیا تھا جس کا غصے سے تنفس پھولا ہوا تھا۔ زوریز شاہ کے سوال پہ حازق خان کا مزید لال ہوتا چہرہ دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے گھورا تھا جبکہ احان شاہ کا چہرہ بھی سنجیدہ تھا۔

یہ ساری بدتمیزی ان حرامیوں نے کی تھی!!۔۔۔ارزم شاہ نے چڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔

بیڈ ہی تو ٹوٹا ہے شاہ!! کیوں اتنا رو رہا ہے؟ فرنیچر تو آنے جانے والی چیز ہے لیکن سہاگ رات پھر سے نہیں آنی تھی! اچھا کیا جو کوئی کمی نہیں چھوڑی!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ کے چڑنے پہ میکائیل نے بے باکی سے آنکھ ونک کرتے زومعنی انداز میں اسے چھیڑا تھا، ساتھ ہی احتیاط سے پانی میں ڈبکی لگائی تھی تاکہ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی اس سٹک سے اسکا سر گنجا نہ کر دے۔۔

بکواس بند کرو!! میرے بیڈ کے نٹ کس نے ڈھیلے کئے تھے؟۔۔۔۔۔وہ غرایا تھا۔

ایسی صورتحال میں نٹ ڈھیلے ہو ہی جاتے ہیں! ہاتھ ہولا رکھنا تھا نا تم نے!!۔۔۔۔دروازے کے پاس سینے پہ بازو لپیٹ کے کھڑا رایان خان زومعنی انداز میں سنجیدگی سے گویا ہوا تھا جس پہ زوریز شاہ سمیت سب دوستوں کا قہقہ اس ٹھنڈی ہوا میں گونجا تھا جبکہ حازق خان کا چہرہ کسی تندور کی مانند دہک کے لال ہوا تھا۔ کاظم شاہ اور احان شاہ نے تاسف سے ان سب کی طرف دیکھا تھا۔

لالا آپ بھی!!!!!۔۔۔۔ارزم شاہ رخ موڑ کے رایان خان کی طرف دیکھتا افسوس سے چڑ کے بولا تھا جس پہ وہ مسکراہٹ دبانے کی غرض سے نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔

بھئی ہمیں کس چیز کی سزا ہے؟ بیڈ توڑ رومانس تو کرے اور اس ٹھنڈے پانی میں غسل ہم کریں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔۔۔ حمزہ نے اس ٹھنڈے پانی میں کپکپاتے ہوئے بلند آواز میں دہائی دی تھی۔ اسکی دہائی پہ ایک دفعہ پھر سب کا مشترکہ قہقہ بے ساختہ تھا، اس دفعہ تو احان شاہ نے بھی بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔ حازق خان کا بس نہیں تھا ارزم شاہ کو اسکے دوستوں سمیت اس سوئمنگ پول میں پھینک کے پانی کا پریشر اتنا تیز کر دے کہ وہ سب ڈبکیاں لگا لگا کے پاگل ہو جائیں اور ایک وقت آئے جب ان کی لاشیں اس ٹھنڈے پانی پہ تیر رہی ہوں، وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچتا ہوا نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔ ارزم شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے حمزہ کے کندھے کا نشانہ لیتے اپنے ہاتھ میں پکڑی چھڑی گھمائی تھی جس پہ وہ اگلے ہی پل کراہتے ہوئے اپنے کندھے پہ ہاتھ رکھتا درد سے چیخ اٹھا۔

اچھا بس!! یہ تماشا بند کرو! بچے یہی پہ آ رہے ہیں! اور اپنی اپنی حرکتیں درست کرو! بچے نہیں ہو تم لوگ! شرارتوں کی ایک لمٹ ہوتی ہے!۔۔۔ ان کی دہائیوں کو سنتے ہوئے کاظم شاہ نے سنجیدگی اور رعب سے ان سب کو جھاڑ پلائی تھی جس پہ اگلے پل سب اپنی ہنسی کا گلہ گھونٹ گئے۔

قد اونٹ جتنے ہیں اور عقل گھٹنوں میں ہے۔۔۔۔ حازق خان نے سر جھٹکتے ہوئے کاظم شاہ کی بات میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا تھا، وہ اپنی بات کہہ کے ان کی مزید بے باک باتیں سنے بغیر الٹے پیر واپس ہو چکا تھا، اسکے غصے سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کے سب سے ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا لیکن بمشکل ضبط کر گئے۔

ڈرو اس وقت سے جب تم لوگوں کی اولاد تمہارے پیروں پہ پیر رکھ کے تمہیں کراس کر جائے گی!!۔۔۔ احان شاہ بھی پیچھے نہیں رہا تھا، اس نے بھی بڑے ہونے کا فرض نبھاتے انہیں سنجیدگی سے شرم دلائی تھی۔۔

لالا! مجھے تو نکالیں یار! آج رات بیوی کے پاس جانا ہے اس ٹھنڈے پانی میں بیمار ہو گیا تو پاس نہیں پھٹکنے دے گی!!۔۔۔ اب کی بار دہائی دینے کی باری میکائیل کی تھی۔ ان سب کو آج رات ایونٹ سے فارغ ہوتے ہی بیویوں کے پاس جانا تھا اور ارزم شاہ نے انہیں دن میں تارے دیکھا دیئے تھے۔

تم لوگ رات تک اس پول سے نہیں نکلو گے!! جس نے ایک قدم بھی باہر نکالا ٹانگیں دھڑ سے الگ کر دوں گا!۔۔۔ ارزم شاہ کو کسی صورت ان کی دہائیوں پہ ترس نہیں آ رہا تھا۔ وہ مسلسل ان پہ غصے سے غرا رہا تھا۔

خدا کو مان! پانی برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے شاہ!! اس دفعہ معاف کر دے نا پلیز!!!۔۔۔۔نوفل نے چھینکتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے التجاء کی تھی۔

انہیں باہر نکالو! بیمار پڑ گئے تو تمہیں دس دن مزید انہیں حویلی میں جھیلنا پڑے گا!!۔۔۔ان کو پول میں سردی سے کپکپاتے دیکھ کے کاظم شاہ نے ارزم کو نتائج سے آگاہ کیا تھا جس پہ وہ اندر ہی اندر خبردار ہو چکا تھا، ان کمینے دوستوں کو مزید دس دن تو کیا وہ ایک دن بھی مزید اس حویلی میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

ایک شرط پہ!! تم سب مجھے رات ولیمے کے فنکشن میں ویٹرز کے یونیفارم میں سب کو کھانا سرو کرتے ہوئے چاہئیے ہو!! ورنہ دوسری صورتحال میں تم سب کی شادی سے پہلے کی تمام گرل فرینڈز کے ریکارڈ نکلوا کے تم لوگوں کی بیویوں تک پہنچا دوں گا! اور باخدا میں ایسا کر گزروں گا! تم سب مجھے جانتے ہو جب تک میں تم سب کی رات والی چھچھوڑی حرکتوں کا ڈبل بدلہ نہیں لوں گا مجھے سکون کا سانس نہیں آئے گا!!۔۔۔۔ارزم شاہ سنجیدگی سے انہیں اپنا فیصلہ ختمی انداز میں سناتا چھڑی سائیڈ پہ پھینکتے کمرے کی طرف بڑھ چکا تھا، اسکی شرط پہ اسکے سب دوستوں کو سانپ سونگھ چکا تھا، وہ سب یوں ساکت ہوئے تھے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔مارو تو جان نہیں۔۔انہیں ایک ہی جگہ فریز دیکھ کے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔ان سب نے پول سے نکلتے ہوئے مدد کے لئے کاظم شاہ اور احان شاہ کو دیکھا تھا جس پہ وہ دونوں مسکراتے ہوئے کندھے آچکا گئے۔۔ان دوستوں کے ایسے معاملات میں وہ کم ہی ٹانگ آڑاتے تھے کیونکہ یہ سب ایک جیسے تھے۔

آج رات شہسوار شاہ اور ارزم شاہ کے ولیمے کی تقریب شاہ پیلس کے بڑے سے لان میں منعقد کی تھی۔بڑی تعداد میں انوائیٹڈ مہمان تشریف لا چکے تھے جنہیں شاہ برادرز، شہسوار شاہ، داجی، زاویار شاہ، ھارون شاہ، عالم شاہ اور دریاب شاہ خوشدلی سے ریسو کر رہے تھے۔ارزم شاہ اور شہسوار شاہ دونوں کی بیویاں ابھی فلوقت تیار ہو رہی تھی اسی لئے وہ دونوں اس وقت مردوں کی طرف موجود تھے۔مردوں اور عورتوں کے درمیان ہمیشہ کی طرح پردہ حائل تھا، اسٹیج دونوں طرف موجود تھا لیکن کپلز کی اکھٹے انٹری عورتوں والی طرف سے ہونی تھی، شہسوار شاہ اور ارزم شاہ

اس وقت لائٹ گرے فور پیس میں ملبوس بالوں کو اچھے سے جیل سے سیٹ کئے اپنی سرخ و سفید رنگت کے ساتھ چمکتے دمکتے دیکھائی دے رہے تھے۔ باقی سب لڑکوں نے آف وائٹ شلوار قمیض پہ میرون اجرک لے رکھی تھی۔

ایکسکوزمی! سوفٹ ڈرنک پلیز!!۔۔۔ ارزم شاہ نے کچھ فاصلے پہ ایک ٹیبل کے پاس کھڑے نوفل کو ہاتھ سے اشارہ کرتے بلند آواز میں سوفٹ ڈرنک لانے کا اشارہ کیا تھا جو پہلے سے سب کو سوفٹ ڈرنک سرو کرنے کا کام انجام دے رہا تھا۔ ارزم شاہ کے یوں پکارنے پہ وہ دانت پیستا ہوا اسکی طرف بڑھا تھا، ایک دل چاہا کل کی طرح پھر سے اس کے ڈرنک میں وہ ٹیبلیٹ شامل کر دے لیکن اگلے ہی پل دماغ نے نفی کرتے ہوئے اسے جھاڑ پلائی تھی، پہلے تھوڑی سزا کاٹ رہے تھے وہ سب دوست؟

تیرے چہرے پہ ماسک کیا کر رہا ہے؟ کہاں اور کس کے ساتھ منہ کالا کیا ہے جو اس بدصورت چہرے کو چھپائے پھر رہا ہے؟؟۔۔۔۔ ارزم شاہ نوفل کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سے سوفٹ ڈرنک اٹھاتا دانت پیس کے بولتے ہوئے اسکے چہرے پہ موجود ماسک کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے ان کو ماسک پہننے کی اجازت بالکل نہیں دی تھی لیکن خود کو اس دنیا سے بچانے کے لئے اسکے تمام دوست چہروں پہ ماسک چڑھائے ہوئے تھے، کوئی اور انہیں پہچانے یا نہ پہچانے ارزم شاہ کی یونیورسٹی سے آئے تمام لڑکے انہیں پہچانتے کب سے ان کے ناک میں دم کر رہے تھے۔

فلو لگا ہوا ہے مجھے سالے! اب تیرے منہ کے اوپر چھنک کے تجھے یقین دلاؤں!!۔۔۔ وہ بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ اسے جواب دیتا اب یہاں کھڑے باقی سب لڑکوں کو سوفٹ ڈرنک کی خدمات فراہم کر رہا تھا، زوریز شاہ اور رایان خان ہنس ہنس کے پاگل ہوتے ایک دوسرے کے کندھے پہ گرتے ان کا مذاق اڑانے میں مصروف تھے جبکہ حازق خان انہیں قہر برساتی نظروں سے گھور رہا تھا۔

نہیں میں ڈرنک نہیں پیوں گا! ہم دونوں چائے پئے گے!!۔۔۔ نوفل نے منہ بگاڑتے ہوئے ٹرے زوریز شاہ کی طرف بڑھائی تھی جب وہ اپنی اور رایان خان کی طرف سے انکار کرتا اپنے پاس کھڑے رایان کے کان کے پاس جھک کے کچھ بولنے لگا۔ رایان خان نے اسکی سرگوشی پہ ہنستے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"کاکا دو چائے"۔۔۔۔۔۔۔۔ اگلے ہی لمحے زوریز شاہ اور رایان خان نے بلند آواز میں حمزہ کو آواز لگاتے ہاتھ اوپر اٹھا کے انگلیوں سے دو کا اشارہ کیا تھا، وہ چائے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔۔ زوریز شاہ اور رایان خان کی

آواز پہ جہاں حمزہ تذبذب کا شکار ہو تا ضبط سے ان کی طرف بڑھا تھا، وہی پہ ارزم شاہ سمیت اسکے تمام یونی فیلوز کا مشترکہ قہقہہ ہوا میں گونجا تھا، ان سب کے ایک دم سے یوں زور سے ہنسنے پہ باقی سب خواشگوار حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ ارزم شاہ کی یونیورسٹی والی "کاکا دو چائے" والی وائرل ویڈیو سے کون تھا جو واقف نہیں تھا، رایان اور زوریز شاہ نے ایک دم سے اس لمحے کی یاد تازہ کروائی تھی جس پہ ارزم شاہ نے دل میں عاشر لکھانی کو جہنم میں اعلیٰ مقام پہ فائز ہونے کی دعا دیتے مسکرا کے سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ بھرا تھا، جس کا ٹیسٹ آج کل کی طرح کڑوا بالکل نہیں تھا۔ اسے اپنے دوست ویٹرز کے یونیفارم میں سب کو سرو کرتے ہوئے کافی بھلے دیکھائی دے رہے تھے، وہ اب خواب میں بھی کبھی اس سے پنگا لینے کا نہیں سوچیں گے۔۔

تاتا دو تائے!(کاکا دو چائے)۔۔۔۔۔۔۔۔ان کے پاس کھڑے آف وائٹ شلوار قمیض اور چھوٹی سی میرون اجرک گلے میں لٹکائے یاور شاہ اور ازمیر شاہ نے بھی ہنستے ہوئے اپنی دو انگلیاں اوپر اٹھا کے رایان اور زوریز شاہ کی نقل کی تھی جس پہ سب پھر سے ہنس دیئے جبکہ حمزہ دانت پیس کے جبراً مسکراتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اب یہ نوبت آ گئی تھی بچوں نے بھی انہیں ذلیل کرنا تھا؟۔۔وہ کلس کے سوچ رہا تھا۔

ہر وقت کیوں منہ بنا کے رکھتا ہے! اتنا جلتا ہے ایک دن جل جل کے تیرے یہ سرخ سیبی گال کالے ہو جانے ہیں میری جان!!۔۔۔حازق خان کو بے نیازی سے فون میں مصروف دیکھ کے زوریز شاہ نے اسکے گال کھینچ کے اپنی جھوٹی چائے اسکے ہونٹوں سے لگاتے اسے چھیڑا تھا۔ وہ رایان خان کے ساتھ مل کے اسے کافی دیر سے تنگ کر رہا تھا اب اسے پریس کرنا ضروری سمجھا تھا ورنہ وہ بچوں کی طرح ناراض ہو جاتا۔

فری ہونے کی نہیں ہو رہی!! دور ہٹ جا شاہ ورنہ یہی چائے تیرے چہرے پہ الٹ دوں گا!!۔۔۔۔حازق خان دانت پیستے ہوئے دبی دبی آواز میں غصے سے بولا تھا، اسکے انداز میں معصومیت تھی جس پہ زوریز شاہ مسکراہٹ دبا کے اسکے کان کے پاس جھکتا ہمیشہ کی طرح بے باک سرگوشیاں کرنے لگا۔

"آسماں ستاروں سے چھلکنے لگا

چاند سا تو مجھ میں چمکنے لگا

رہوں تیرے یوں پاس میں

بنوں تیرا احساس میں

یار جی لوں آ تیری ہر سانس میں"

سپاٹ لائٹ کی روشنی ایک دم سے ان دونوں خوبصورت سے کپلز پہ آ کے رکی تھی، ان کے ساتھ کھڑے ہونے کی دیر تھی جب پورا شاہ پیلس روشنیوں سے چمک اٹھا تھا ایک دم سے فضا میں آتش بازی اور فائر کریکس کا شور پیدا ہوا تھا، ذائشہ خان نے سہمتے ہوئے ارزم شاہ کے ہاتھ پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی، اسے آتش بازی سے ہمیشہ سے ڈر لگتا تھا جبکہ آئرہ شاہ بناڈرے مسکراتی ہوئی شہسوار شاہ کے پہلو میں کھڑی تھی جو مدھم آواز میں اسکے کان میں شاید کوئی بے باک سرگوشی کر رہا تھا جس پہ وہ شرماتی ہوئی نگاہیں جھکا گئی۔ دونوں کپلز کی انٹری عورتوں والی طرف سے ہوئی تھی انہیں کوئی بھی غیر مرد نہیں دیکھ سکتا تھا، البتہ شاہ حویلی کے مرد اور عالم شاہ یہی انٹریس پہ ایک سائیڈ پہ کھڑے ان دونوں خوبصورت سی جوڑیوں کو دیکھتے مسکرا رہے تھے۔ آئرہ شاہ اور ذائشہ خان ایک جیسی پیروں کو چھوتی سفید فیری ٹیلز میں ملبوس سر کو حجاب سے میچنگ حجاب سے کور کئے ان کے ساتھ کراؤن سیٹ کئے ہوئے تھیں، لائٹ سے میک اپ مین وہ دونوں ان فراکس میں آسمان سے اتری ہوئی پریاں معلوم ہو رہی تھیں، ذائشہ خان تو ہمیشہ سے حجاب کرتی تھی، آئرہ نے آج پہلی دفعہ یوں حجاب کیا تھا جو اسکے بیضوی چہرے پہ بخوبی جچ رہا تھا۔

"شام سا تو ڈھلتا

تو صبح سا ہے نکلتا

تیرے سائے میں چلتا

میں ہوں ساتھ تیرے

میں ہوں ساتھ تیرے"

پھولوں سے سجی روش پہ اپنے ہمسفر کے ساتھ چلتے وہ دونوں کپلز بے حد دلکش دیکھائی دے رہے تھے۔۔ بیک گراؤنڈ میوزک کی آواز ماحول کو پر فسوں بنا رہی تھی، پوری راہداری پھولوں سے سجی ہوئی تھی جبکہ سائیڈ پہ پڑے

درمیانے سائز کے مٹکوں سے نکلتی ڈرائے آئس اس منظر کو مزید خوبصورت دیکھا رہی تھی۔ دونوں کپلز دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتے اسٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"ہے یہی ارادہ

تجھے چاہوں خود سے زیادہ

دل سے ہے یہ وعدہ

میں ہوں ساتھ تیرے

میں ہوں ساتھ تیرے"

ارزم شاہ نے اسٹیج پہ چڑھتے ہوئے ہولے سے ذائشہ خان کے کان میں یہ لریکس خود گنگنائے تھے جس پہ وہ نگاہیں نیچی کئے مسکرادی۔

ہاہاہااب دیکھنا یہ ہے کون سا کپل پہلے رنگ ڈھونڈ کے اپنے شریکِ حیات کو پہناتا ہے! یور ٹائم سٹارٹس ناؤ!!۔۔۔۔۔۔

ان دونوں کپلز کے سامنے دودھ اور پھولوں سے بھرے دو باؤلز رکھتے میر ال شاہ ان چاروں کو پوری گیم سمجھانے کے بعد انگلی اٹھا کے تھری ٹو ون کرتی گیم سٹارٹ کر گئی، حویلی کی سب لڑکیوں نے آج پیور نیٹ کی ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی لیکن اب وہ خود کو خوبصورت اور سٹائلش سی چادروں سے ڈھکے ہوئے تھیں کیونکہ ان کے اس روپ کو دیکھنے کا حق صرف ان کے شوہروں کو تھا، شہسوار شاہ اور میر ال کا جب سے پاکستان میں سامنا ہوا تھا وہ اکثر اوقات اس سے ملنے حویلی آتا تھا، حویلی والوں کے لئے وہ بیٹوں کی طرح تھا، وہ سب اسکی پاکیزہ نظروں اور نیت سے واقف تھے۔۔ ایک باؤل شہسوار اور ائرہ کے سامنے تھا جبکہ دوسرا باؤل ذائشہ خان اور ارزم شاہ کے سامنے تھا۔ بیک گراؤنڈ میوزک ہنوز چل رہا تھا۔۔ مقابلہ دونوں کپلز میں جاری تھا۔ دودھ اور پھولوں سے ڈھکے باؤل میں موجود ذائشہ خان کا ہاتھ بار بار ارزم شاہ کی گرفت میں آرہا تھا۔۔ وہ جان بوجھ اسے تنگ کرنے کے لئے اسکا ہاتھ اپنے انگوٹھے میں دبا کے باقی انگلیوں سے رنگ تلاشنے لگتا۔ وہ دونوں کپلز اس وقت "رنگ فشنگ گیم" کھیل رہے تھے۔۔ دونوں باؤلز میں ایک ایک رنگ تھی، جو پہلے وہ رنگ ڈھونڈے گا وہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کے اس گیم کو جیت جائے گا۔ دوسری طرف آئرہ

شاہ اور شہسوار شاہ میں اس رنگ کو لے کے مسلسل نوک جھوک جاری تھی، رنگ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں آتی لیکن دوسرا چھیننے کی کوشش میں سارا کام خراب کر دیتا، رنگ پھر سے دودھ اور پھولوں میں گم جاتی، ائرہ شاہ نے غصے سے شہسوار کی ہتھیلی پہ چٹکی جاتی تھی جس پہ وہ سب کے سامنے اپنی کراہ روکتا ضبط کر گیا۔ وہ دونوں ابھی اسی خاموش سی لڑائی میں مصروف تھے جب ارزم شاہ نے رنگ ڈھونڈتے ہی باؤل سے اپنا ہاتھ نکالتے مسکرا کے اوپر لہرایا تھا جس پہ سب لڑکیوں نے ہوٹنگ کرتے ہوئے اسے داد پیش کی تھی، ذائشہ خان مسکراتی ہوئی باؤل سے ہاتھ نکال کے ٹشو کے ساتھ صاف کرنے لگی۔ ارزم کے ہاتھ میں رنگ دیکھ کے آئرہ نے نروٹھی نظروں سے شہسوار شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اگلے ہی پل اپنے ہاتھ میں پکڑی رنگ نامحسوس انداز میں اسکے ہاتھ میں تھما گیا۔ آئرہ شاہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے اپنا ہاتھ باہر نکال کے لہرایا تھا جس پہ سب نے ہنستے ہوئے ایک دفعہ پھر سے ہوٹنگ کی تھی۔۔

ایک طرف ونر "ارزم شاہ" تھا تو دوسری طرف "ائرہ شاہ"۔۔

چلو اب جس جس نے رنگز نکالی ہیں وہ اپنے شریکِ حیات کے ہاتھ میں پہنائے گا!۔۔۔۔۔ میرال شاہ نے مسکراتے ہوئے انہیں اگلے سٹیپ سے آگاہ کیا تھا، شہسوار شاہ اس وقت اپنا اور آئرہ کا ہاتھ ٹشو سے صاف کرنے میں مصروف تھا۔

ارزم شاہ نے مسکرا کے ذائشہ خان کا ہاتھ تھامتے انفینٹی رنگ کے ساتھ ہی یہ رنگ بھی پہناتے اسکے ہاتھ کی پشت پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے جس پہ گلالئی مسکراتی ہوئی دل ہی دل میں اپنی بہن کو خوش رہنے کی دعا دے رہی تھی۔

یہ تو بچوں والی گیمز ہیں! اپنی بھابی کو بولو کوئی بڑی گیم لے آئے! جیسے لپ کس، گردن پہ لو بائٹ، دھڑکنوں پہ شدت بھری جسارتیں، روح کی گہرائیوں۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ سرگوشی نما آواز میں ذائشہ خان کے کان میں بولتا مزید بے باک ہوتا جب وہ سرخ پڑتی جلدی سے اس سے فاصلے پہ ہو گئی، ارزم شاہ مسکراتا ہوا اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیرتے جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔۔

شاہ بی بی، زہرہ مام، زرتاج اماں اور شبنم بیگم ان چاروں کو خوش رہنے کی دعائیں دیتی مسکرا رہی تھیں۔ آئرہ شاہ اس وقت شہسوار کی انگلی میں یہ رنگ پہنانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کی موٹی سی انگلی میں یہ رنگ اٹک کے نہیں

دے رہی تھی کیونکہ دونوں رنگز لڑکیوں کے سائز کی تھیں۔ اسکے منہ پھولانے پہ شہسوار شاہ نے ہنستے ہوئے اسے اپنے کندھے کے ساتھ لگاتے وہ رنگ اسکے ہاتھ سے تھام کے
اسکی انگلی میں پہنادی۔ جس جس کی نظر ان جوڑیوں کی طرف اٹھ رہی تھی ان سب کو ان پہ رشک پہ آرہا تھا۔ وہ جوڑیاں صرف ایک دوسرے کے لئے بنائی گئی تھیں۔

ریز یہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ حویلی کا راستہ تو دوسری طرف ہے۔۔۔۔ زوریز شاہ کو گاڑی حویلی کی بجائے کسی اور راستے پہ موڑتے دیکھ کے مرحا شاہ فکرمندی سے استفسار کرنے لگی، وہ رات کے اس وقت حویلی جانے کی بجائے اپنی بیوی اور چھوٹے سے بیٹے کو کہاں لے کے جارہا تھا۔۔
مجھے معلوم ہے میری شاہزادی۔ یہ راستہ حویلی کی طرف نہیں جاتا اور ہم آج حویلی جا بھی نہیں رہے کیونکہ آج رات مجھے اپنی تھکن اور پیاس فرصت سے مٹانی ہے جو دن بدن بڑھتی جارہی ہے!!۔۔۔۔ زوریز شاہ آنکھوں میں خمار کی سرخی لئے گھمبیر آواز میں اسے اپنے نیک ارادوں کے متعلق آگاہ کرنے لگا۔۔
کیا مطلب ہم آج رات حویلی نہیں جارہے؟؟۔۔۔ مرحا شاہ جان بوجھ کے چہرے پہ ناسمجھ تاثرات سجاتی ریز شاہ سے سوال کرنے لگی حالانکہ وہ اسکی آنکھوں میں خمار کی سرخی دیکھ کر سب کچھ سمجھ چکی تھی کہ وہ کس تھکن اور پیاس کی بات کررہا تھا۔
بس ایک دفعہ ہوٹل پہنچنے دو پھر اچھے سے میرا مطلب پتہ چل جائے گا!! میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ ریز شاہ اس کے سراپے پہ نظریں جمائے آنکھ ونک کرکے شوخ لہجے میں بولتا اسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔۔
چسکے تو تمہارے آج بھی ایسے ہیں جیسے پہلے دن کے دولہے ہو؟ اب تو تھوڑی سی شرم کرلو؟ ایک بچے کے باپ ہو تم!!۔۔۔۔ مرحا شاہ ہوٹل کے ذکر پہ سرخ پڑتی اسے شرم دلانے لگی۔ وہ آہستہ سے سوئے ہوئے زیان شاہ کے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتی خفگی سے سر جھٹک رہی تھی کیونکہ مرحا کیلئے اس کا حویلی سے باہر رومینٹک موڈ برداشت کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔۔ جو زوریز شاہ نے اس کے ساتھ ہاسپٹل میں کیا تھا، اسکے بعد تو مرحا نے اسکے ساتھ رات کے وقت حویلی سے نکلنا ہی کم کردیا تھا۔۔

ہاہاہا!!تم مجھ سے ڈر رہی ہو؟؟ کیونکہ تم جانتی ہو میں آج بھی تم میں پہلی رات کی طرح شدت اور جنون سے اترتا ہوں ۔اور رہی بات شرم کی تو ابھی مجھے اسکے جیسے چار پانچ اور پروڈکٹ لاونچ کرنے ہیں۔۔۔ریز شاہ قہقہ لگا کر ہنستا جھک کر زیان شاہ کے چھوٹے سے ہاتھ پہ لب رکھتا مرحا شاہ کو بے باکی سے جواب دے رہا تھا۔۔

اچھا اور تمہیں یہ چار پانچ مزید لاونچ کون کرنے دے گا؟؟؟۔۔۔مرحا آنکھیں چندھیا کئے سوالیہ نظروں سے ریز شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔

مجھے چیلنج مت کرو!! کہیں ایسا نہ ہو میں تمہاری روح کی گہرائیوں میں اتر کر ان چار پانچ کافار مولا آج رات اکھٹا ہی تیار کر دوں ڈاکٹر صاحبہ!! پھر تمہاری ساری ڈاکٹری میرے تیار شدہ فارمولے کے آگے دھری کی دھری رہ جائے گی۔۔۔۔۔ریز شاہ مرحا کے سوال پہ اپنا کالر درست کرتا فخریہ انداز میں بولتا مرحا کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا

۔۔

شرم تو تمہارے پاس سے ہو کے بھی نہیں گزری ہے۔۔۔مرحا زور سے زور یز شاہ کے سینے پہ مکا جھڑتی اپنا رخ بدل کے زیان کی طرف دیکھنے لگی۔۔جو چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتا پر سکون نیند سو رہا تھا۔۔ریز شاہ سے بے باکی میں مقابلہ کرنا مرحا کیلئے مشکل تھا۔۔زور یز شاہ مرحا کو ناک سکوڑتے ہوئے دیکھ کر ہنسی دباتا اپنی توجہ ڈرائیونگ پہ مرکوز کرتا اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا گیا۔ولیمے کی تقریب ختم ہونے کے بعد زور یز سب کے نکلنے سے پہلے ہی مرحا کو لئے ہوٹل کی طرف نکل آیا تھا جو اس نے پہلے سے ہی بک کروایا رکھا تھا۔۔ارزم شاہ اور شہسوار شاہ کی شادی کے چکروں میں وہ مرحا کو ٹھیک سے ٹائم نہیں دے پایا تھا۔۔اسلئے اپنی آج کی رات خاص بنانے کے لیے مرحا کو خاص جگہ پہ لے آیا تھا ۔۔تقریبا پچیس منٹ کے بعد وہ اسلام آباد کے سب سے لگژری ہوٹل میں پہنچ چکے تھے۔ریز شاہ بیسمنٹ میں گاڑی پارک کرتا اپنی سائیڈ کا دروازے کھول کے باہر نکلتے مرحا کی سائیڈ آتا اسکی کی گود سے سوئے ہوئے زیان شاہ کو تھام گیا۔وہ اپنا دوسرا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے مرحا کو گاڑی سے نیچے اتارنے کے ساتھ اس پہ گرم سیاہ شال اچھے سے فکس کرنے لگا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا اس روپ میں اسکی بیوی پہ کسی کی بھی نظر پڑے۔۔بیسمنٹ سے نکلتے ہی وہ قریبی لفٹ کی طرف بڑھے تھے جو روم زور یز شاہ نے بک کروایا تھا وہ فورتھ فلور پہ تھا۔۔کچھ ہی منٹوں میں وہ اپنے بک کئے گے روم میں پہنچ چکے تھے۔روم میں انٹر ہوتے ہی مرحا کے پیروں کو گلاب کی پتیوں نے سلامی دی تھی۔

پورا کمرے اس وقت سرخ اور سفید پھولوں سے سجا ہوا تھا۔۔بیڈ تک جانے کا سارا راستہ گلاب کی پتیوں سے بنایا گیا تھا ۔اور انکے سائیڈ پہ جلتی چھوٹی چھوٹی کینڈلز اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔دونوں سائیڈ ٹیبلز اور درمیان میں پڑے ٹیبل پہ بڑے بڑے پھولوں کے گلدستے رکھے گئے تھے۔بیڈ پہ وائٹ سلک کی بیڈ شیٹ اور اس پہ ریڈ ہارٹ شیپ کے چھوٹے بڑے کشن سیٹ کئے گے تھے۔رومینٹک سی لائٹ کے ساتھ پورا کمرا خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔۔ کمرے کا ماحول ہیٹر چلنے کی وجہ سے کافی گرم تھا۔۔زوریز شاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ لاک کرتا صوفہ کی طرف بڑھا تھا وہ احتیاط سے زیان شاہ کو لیٹاتا اس پہ بے بی بلینکٹ دیتا اسکے ارد گرد کشن سیٹ کرتا پاس پڑے ٹیبل کو احتیاطاً صوفے کے ساتھ جوڑ گیا تاکہ اگر زیان شاہ نیند میں کروٹ بھی بدلے تو وہ نیچے نہ گر جائے۔۔سوئے ہوئے زیان شاہ کے ماتھے پہ محبت سے لب رکھتا وہ مرحا کی طرف بڑھا تھا جو ساکت کھڑی روم کا جائزہ لے رہی تھی۔

کیسا لگ پھر میرا سرپرائز؟؟۔۔۔زوریز شاہ اسکے قریب آتا اس پشت سے لپٹ کر اپنے دیئے گے سرپرائز کے بارے میں استفسار کرنے لگا۔

ریز یہ سب کچھ تم نے میرے لئے کیا ہے؟؟۔۔۔۔مرحا حیرانگی سے اپنی گردن موڑے زوریز شاہ کے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کرتی نرمی سے گویا ہوئی تھی۔

افکورس تمہارے لئے ہی سب کچھ کیا ہے۔۔تمہارے علاوہ ہے میری زندگی میں کوئی خاص؟؟کیوں تمہیں یقین نہیں آرہا؟؟یا تمہیں میرا سرپرائز دینا اچھا نہیں لگا؟۔۔۔۔۔زوریز شاہ مرحا کے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتارتا سوال پہ سوال کرنے لگا۔۔

نہیں نہیں!! مجھے تمہارا کا سرپرائز بہت اچھا لگا۔۔اور اچھا کیوں نہیں لگے گا؟؟میں تو بس ویسے ہی کہہ رہی تھی ایک بچے کی ماں ہونے کے بعد بھی تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو۔تمہاری محبت میں ایک دن بھی کمی نہیں آئی بلکہ وہ میرے لئے دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔میں اس دنیا کی شاید سب سے خوش نصیب لڑکی ہوں جس کا شوہر اسے اتنا چاہتا ہے۔۔ریز تم مجھے اتنا کیوں چاہتے ہیں؟؟۔۔۔۔مرحا اپنی آنکھوں میں خوشی کی نمی لئے ریز سے اسکے بے انتہا چاہنے پہ سوال کرنے لگی۔وہ واقعی ہی اسے بہت چاہتا تھا، جس دن مرحا شاہ کی ڈیلیوری ہوئی تھی اور اس نے زوریز شاہ کو بیٹے جیسا خوبصورت تحفہ دیا تھا وہ کتنی دیر اسکے سینے پہ سر رکھے آنسو بہاتا رہا تھا، اس دن اسے سمجھ میں آیا تھا

جب اسے ایک گولی چھو کے بھی گزرتی ہے تو مرحا شاہ تکلیف کے کن مراحل سے گزرتی ہے، اس دن سے وہ اسے پہلے سے زیادہ ضروری ہو گئی تھی۔

تم سے زیادہ کوئی خاص نہیں ہے میری زندگی میں۔۔ تم سب سے اول ہو باقی سب بعد میں آتے ہیں۔ تم پہ اور زیان پہ میری ساری کائنات ختم ہو جاتی ہے۔ اور وقت جتنا مرضی گزر جائے تم میری محبت میں ذرا برابر بھی کمی نہیں پاؤ گی ۔۔ کیونکہ تمہارا یہ بے باک سید زادہ تمہیں بے حد، بے پناہ چاہتا ہے۔ تم خود ہی تو کہتی ہو میں تمہارے جسم میں روح کی طرح ہو۔ پھر بتاؤ مجھے ایسی کونسی سی روح ہے جس کو جسم سے محبت نہ ہو۔ تمہارے جسم سے دور جاؤ گا تو فنا ہو جاؤں گا میری شاہ زادی!!۔۔۔۔ زوریز شاہ مرحا کی گردن پہ اپنے لب رکھتا مرحا کے سارے سوالات کا جواب دیتے اس کا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔ وہ اسکے تن سے بلیک گرم شال اتار کے ٹیبل پہ رکھ گیا تھا۔۔ شال اترتے ہی مرحا کا قیامت ڈھاتا روپ زوریز شاہ کی آنکھوں کے سامنے تھا۔۔ مرحا اس وقت کافی پنک کلر ڈیپ ورنیٹ کی ساڑھی میں ملبوس تھی۔ پوری ساڑھی پہ باریک موتی اور ستارے کا کام کیا گیا تھا۔ جبکہ اس ساڑھی کا فٹ بلاؤز پورا موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔۔ میچنگ جیولری اور لائٹ سے میک اپ کے ساتھ مرحا بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ جبکہ ریز شاہ اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض کے ساتھ کندھوں پر میرون شال لئے کافی جچ رہا تھا۔ زوریز شاہ اپنی جیب سے ڈھیروں پیسے نکال کے ہمیشہ کی طرح مرحا کا صدقہ اتارنے لگا کیونکہ آج اسکی بیوی جتنی خوبصورت لگ رہی تھی ریز شاہ کو ڈر تھا اسے آج اس کی پیار کی نظر بھی لگ سکتی تھی۔۔ زوریز شاہ اسکے چمکتے سفید بازوؤں اور پیٹ پہ ہاتھ پھیرتا اسکے لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ شدت سے جھک گیا۔ وہ اسکے رسیلے لبوں میں اپنے لب پیوست کئے سکون سے آنکھیں موندے اسکے لبوں کا جام اپنے اندر اتارنے لگا۔ وہ اس کے ہونٹ سک کرتے ہوئے ان پر اپنے دانت گاڑھنے لگا جس پر مرحا نے بھی جواباً اسکے نچلے لب پہ دانت گاڑھ کے حساب برابر کیا تھا۔۔ وہ اسکے لبوں سے لپٹا اسکی سانس روکنے کا باعث بن رہا تھا۔ مرحا کی پھولتی سانسوں کو دیکھ کر ریز شاہ ایک دم سے مرحا کو اپنی بانہوں میں بھرے بیڈ پہ لے آیا تھا۔ زوریز شاہ اپنی شال اور قمیض ایک جست میں اتار کے دور اچھال گیا۔ زوریز شاہ نیچے کو جھکتا مرحا کی ساڑھی کا موتیوں سے بھرا پلو نیچے گراتا اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔۔ وہ پھر سے مرحا کے لبوں کو قید کرتا انہیں چومنے لگا۔۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دیئے اس کی فٹ بلاؤز اور ریڈ سٹریپ میں قید دھڑکنوں کو آزاد

کرتا ان پہ شدت سے جھکا تھا۔ وہ انہیں اپنے لبوں اور دانتوں کے لمس سے روشناس کرواتا اسکے پیٹ پہ جھکا تھا۔ وہ اسکے پیٹ پہ گیلا لمس چھوڑتا مرحا شاہ کو سسکنے پہ مجبور کر گیا۔ زوریز شاہ ریموٹ سے کمرے کی لائٹ آف کرتا خود کو اور مرحا کو کرپردے سے آزاد کرتا خود کو مرحا کی ٹانگوں کے درمیان لاتا ایک دم سے اسکی روح کی گہرائیوں میں اترا تھا۔۔

آہہہ!! ریز آرام سے۔۔۔!!۔۔ زوریز شاہ کے یوں شدت سے خود میں سمانے پر مرحا اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی نرمی کی ہدایت دینے لگی۔

اور رہو مجھ سے اتنے دن دور۔۔ تم اور تمہارا جسم میری قربت کو بہت جلد بھول جاتا ہے۔ اسلئے تو کہتا ہوں روز مجھ خود میں سمانے دیا کرو پھر میرے شدت بھرے لمس سے تمہیں یوں تکلیف نہیں ہو گی۔۔۔ زوریز شاہ گھمبیر آواز میں مرحا کو جواب دیتا اپنا ایک ہاتھ مرحا کی گردن پہ رکھتا اس کے لبوں سے نکلنے والی سسکیوں کو دبانے لگا۔۔ وہ ایک دم سے اپنے عمل میں شدت لاتا مرحا شاہ کا پورا وجود لرزا کے رکھ گیا تھا۔ مرحا شاہ اسکے سینے پہ ہاتھ جمائے اسے خود میں لمحہ بالمحہ شدت سے سرائیت کرتا محسوس کر کے اسکے غیر ساکت چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ جو اس کے عمل میں شدت کی وجہ سے بار بار آگے پیچھے ہو رہا تھا۔۔ اسے خود کی طرف دیکھتا پا کر زوریز جھک کر اسکے ماتھے پہ شدت سے لب رکھ گیا۔۔ اسکے دہکتے لبوں کے لمس پہ مرحا بے خود ہوتی اسکی گردن میں ہاتھ ڈالے اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ لب رکھتی اس کے بھیگے عنابی لبوں سے لپٹ گی تھی۔ مرحا شاہ اسکے لبوں کو آہستہ آہستہ چومتی زوریز شاہ کو مزید شے دے گئی تھی۔ وہ اسکی پیش قدمی پہ سرشار ہوتا اسکی کمر سے جکڑ کر اوپر کی طرف اٹھاتا شدت سے اس کے جسم کا حصہ بن رہا تھا۔ اسکے یوں شدت سے سمانے پہ مرحا شاہ سسکتی ہوئی اسے برداشت کرنے لگی۔ اس وقت مزاحمت کرنا فضول تھا کیونکہ زوریز شاہ کی قربت سے اسے رہائی فجر کے بعد ہی ملنی تھی۔۔ زوریز شاہ خود پہ اور مرحا پہ کمبل اوڑھتا اپنی اور اسکی جان ایک کئے سکون کی وادیوں میں کھو گیا۔

آئرہ میری بچی تم اپنے کمرے میں جا کے آرام کرو! شہسوار آئے گا تو وہ کیا سوچے گا؟۔۔۔ شبنم بیگم آئرہ کو مسلسل سمجھاتے ہوئے اسے اپنے کمرے میں جا کے سونے کی ہدایت دے رہی تھیں لیکن وہ تھی کہ ہمیشہ بات ٹال جاتی۔۔

امی وہ کمرے میں نہیں ہے اور مجھے وہاں اکیلے ڈر لگتا ہے۔ اسلئے آج رات میں آپ کے ساتھ سوؤں گی۔۔۔۔ آئرہ شاہ ماں کی بات کا جواب دیتی بیڈ پہ چڑھتی انکے ساتھ چپک کے لیٹ گئی۔۔ شبنم بیگم اسکی ضد پہ مزید کچھ کہے بنا اسکے ماتھے پہ پیار سے لب رکھتی اسے اپنے سینے میں زور سے بھینچ گئی۔۔ آئرہ شاہ شبنم بیگم کو بے حد عزیز تھی۔ ان کیلئے اس دنیا میں سب سے قیمتی رشتہ آئرہ کا ہی تھا۔۔ آئرہ ولیمے کی تقریب ختم ہونے کے بعد اپنا ڈریس چینج کرتی سیدھا شبنم بیگم کے کمرے میں ہی آئی تھی۔ کچھ اسے یونہی اکیلے کمرے میں ڈر لگ رہا تھا اور کچھ وہ شہسوار کو تڑپانے کیلے بھی یہ حرکت سرانجام دے گئی تھی۔

رات کے دو بج رہے تھے جب شہسوار اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی نظریں ائرہ شاہ کو ڈھونڈھنے کے لیے دوڑائی تھی۔

ائرہ کہاں ہو؟۔۔۔۔۔ شہسوار اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ائرہ کو آواز لگاتا باتھروم کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن باتھروم کا دروازہ کھولتے ساتھ ہی اس پہ انکشاف ہوا تھا کہ ائرہ میڈیم باتھروم میں نہیں ہے۔ باتھروم چیک کرنے کے بعد شہسوار ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا لیکن ایرہ کا کمرے میں کہیں نام ونشان نہیں تھا۔۔ تو اس کا مطلب کیا تھا. آج رات وہ سچ میں اپنی ماں کے پاس سونے والی تھی؟۔۔ کیا وہ اپنی ضد کی اتنی پکی تھی؟؟ اس کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ اپنی مرضی کر گئی تھی؟؟ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے شہسوار نے غصے میں زور سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھی ۔۔ دراصل آئرہ اور شہسوار کی صبح ہی اس ٹاپک پہ بات ہو چکی تھی۔ جب ائرہ نے رات کو شبنم بیگم کے پاس سونے کا بولا تو شہسوار نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے صاف منع کیا تھا۔ آئرہ شاہ کا کہنا تھا آج اسکا ولیمہ ہے تو جس طرح باقی لڑکیاں اپنے ولیمے پہ میکے جاتی ہیں وہ میکے تو جانے سے رہہ اسی لئے وہ اپنی ماں کے کمرے میں سوئے گی۔ اس کے لاجک پہ وہ عش عش کر اٹھا تھا۔ ولیمے کی تقریب میں بھی وہ مسلسل اسے اپنے کمرے میں رکنے اور اسکے واپس آنے تک ڈریس نہ چینج کرنے کی ہدایت کرتا رہا تھا لیکن ائرہ نے اس کی باتوں کو ناک پر سے مکھی کے جیسے اڑا دیا تھا ۔ شہسوار کو ولیمے کی تقریب کے بعد کسی ضروری کیس کے سلسلے میں پولیس اسٹیشن جانا پڑا تھا۔ اس کا جانا ضروری تھا ورنہ وہ کبھی بھی اپنے ولیمے والے دن آفس نہ جاتا۔۔ وہ اپنا کام جلدی سے نبٹاتا واپس گھر آیا تھا تاکہ اس کی نئی نویلی دلہن کو زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنے پڑا لیکن اسکی نئی نویلی دلہن نے تو اسے ہر قدم پہ تنگ کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا۔

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے شہسوار اپنے جوتے اتارنے کے بعد صوفے پہ پڑے کشنز کو اٹھا کے غصے سے زمین پہ پٹکتا تیز قدم اٹھاتا نیچے شبنم بیگم کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔۔

آج تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا آئرہ میڈیم!!۔۔۔ شہسوار اپنے لب کاٹتا آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا۔ ۔دروازہ اتنی احتیاط سے کھولا تھا کہ شبنم بیگم اور آئرہ کو ذرا سی بھنک بھی نہ لگے۔۔ شہسوار دبے پاؤں بیڈ کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے میں نیم اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ شبنم بیگم کی دائیں طرف آئرہ چھوٹی چھوٹی سانسیں بھرتی مزے سے نیند پوری کر رہی تھی۔۔

میری نیندیں حرام کر کے خود یہاں کتنے مزے سے سو رہی ہے یہ چڑیل۔۔۔۔۔ شہسوار دل میں کڑھ کے سوچتے ہوئے ایک دم سے آئرہ پہ جھکتا اسکے گلابی گال پہ آہستہ سے دانت گاڑھ گیا، ساتھ احتیاط کے طور پر اسکے منہ پہ ہاتھ رکھنے ہی والا تھا جب آئرہ کسمساتے ہوئے کروٹ بدل گی۔ ائرہ نے شہسوار کے دانت گاڑھنے کا زرا بھی اثر نہیں لیا تھا اور نہ ڈر سے چیخ ماری تھی۔ کیا وہ اتنی گہری نیند سو رہی تھی کہ شہسوار کے لمس کا اثر بھی نہیں ہوا تھا؟ شہسوار بیڈ پہ ایک گھٹنہ رکھتا ایک نظر شبنم بیگم پہ ڈالے آئرہ کو انکے پاس سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن جیسے ہی شہسوار نے آئرہ کی کمر میں ہاتھ ڈالا تھا، ائرہ بے اختیار اپنی ماں کی طرف کھسکی تھی وہ شبنم بیگم کے گرد اپنا بازو لپیٹے انکے ساتھ مزید چپک گی تھی۔ اسکے یوں شبنم بیگم سے چپکنے پہ شہسوار اتنا تو سمجھ چکا تھا کہ وہ سو نہیں رہی ہے بلکہ سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔۔ اور واقعی میں ہی ایرہ ابھی سوئی نہیں تھی وہ شہسوار کو دیکھ کے جان بوجھ سوتی بنی رہی کیونکہ اس کو معلوم تھا اگر وہ آنکھیں کھولے گی تو شہسوار کی شدتوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔۔ اسکے یوں شبنم بیگم سے بار بار لپٹنے پہ شہسوار زور سے اسکی کمر اپنی مٹھی میں جکڑ کے دبانے لگا جس پہ آئرہ بے ساختہ اپنی جگہ سے کھسکی تھی۔۔ شہسوار اسکے ہاتھوں کو پکڑ کے شبنم بیگم سے ہٹاتا ایک جست میں اپنی بانہوں میں بھر گیا تھا۔ وہ اسے اپنی بانہوں میں اٹھائے بیڈ سے نیچے لے کے اترنے ہی والا تھا جب آئرہ کے ہاتھوں میں پہنے ہوئے کڑے شبنم بیگم کے دوپٹے سے الجھے تھے ۔ شبنم بیگم جو اپنے دونوں ہاتھ گال کے نیچے رکھے سکون سے سو رہی تھی۔ دوپٹہ انکے سر کے نیچے تھا۔۔ دوپٹہ کھنچنے سے وہ فورا اٹھ کے بیٹھتی بیڈ پہ آئرہ کی طرف ہاتھ بڑھانے لگیں لیکن سامنے کھڑے لمبے چوڑے سائے کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔۔

کون!! کون ہے ؟۔۔۔۔۔ شبنم بیگم اس سائے کو دیکھتی ڈرتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ شبنم بیگم کے یوں اچانک اٹھنے اور اس سے سوال کرنے پر شہسوار کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھی جبکہ شہسوار کے اس طرح پکڑے جانے پر آئرہ اسکے سینے میں آنکھیں موندے اپنی ہنسی ضبط کرنے لگی،، دل تو کر رہا تھا چھت پھاڑ قہقہ لگائے لیکن پھر اپنی شامت کا سوچتی ہنسی دبانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

میں پوچھ رہی ہوں کون ہو تم ؟؟ اور رات کے اس وقت ہمارے کمرے میں کیا کر رہے ہو ؟؟ کوئی ہے باہر سیکیورٹی!۔۔۔۔ سامنے والی کی طرف سے جواب نہ پا کے شبنم بیگم خوف سے لرزتی آواز میں اس سامنے کھڑے شخص سے دوبارہ مخاطب ہوتی اونچی آواز میں باہر سے سکیورٹی کو بلانے کی کوشش کرنے لگی۔۔ شہسوار انکی سہمی ہوئی آواز سنتا تیزی سے اپنا رخ بدل کے آئرہ کو اپنی بانہوں میں لئے روم سے نکلنے ہی والا تھا جب شبنم بیگم نے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے سائیڈ لیمپ آن کیا تھا۔

شہسوار بیٹا آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ اور ائرہ کو کیا ہوا ہے ؟؟ کیوں اسے اٹھایا ہوا ہے ؟۔۔۔۔ شبنم بیگم لیمپ کی روشنی میں شہسوار کو دیکھتی پہچان چکی تھی۔ وہ شہسوار کو دیکھتی ایک لمبی سانس بھرتی پریشانی سے اس کی بانہوں میں موجود سوئی ہوئی آئرہ کو دیکھتی گویائی تھی۔

نہیں اپھو جان! آئرہ کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ یہ بلکل ٹھیک ہے۔۔ شہسوار نچلا لب دانتوں تلے دبا کے بیڈ کی طرف بڑھتا نہایت ہی تابعداری سے ائرہ کو شبنم بیگم کے پاس واپس لیٹاتا پیچھے ہٹا تھا۔

وہ دراصل اپھو میرے سر میں درد ہو رہا تھا تو میں نے سوچا ائرہ کو لے آتا ہوں وہ چائے بنا دے گی۔ ملازم کو چائے کا کہہ دیتا لیکن وہ تو ابھی اس وقت اپنے کوارٹر میں آرام کر رہے ہیں۔۔۔ شہسوار شرمندگی سے نگاہیں چرا کے بولا تھا جبکہ شبنم بیگم اسکا شرمندگی سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر ساری بات سمجھ چکی تھی۔۔ آئرہ میڈیم جو کب سے آنکھیں بند کئے یہ ساری کاروائی کانوں سے سن رہی تھی۔ وہ شہسوار کا شرمندہ ہوتا چہرہ امیجن کرتی اپنی ہنسی مشکل سے روکے ہوئی تھی۔۔ شہسوار شبنم بیگم کے چہرے کے تاثرات دیکھتا ان کے اگلے سوال یا جواب سے پہلے ہی لب کاٹتا پچھلی گردن پہ ہاتھ پھیرے تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ شہسوار کو آئرہ پہ شدید غصہ آرہا تھا جس نے آج اسے اپنی اپھو جان کے سامنے شرم سے پانی پانی کر دیا تھا۔۔ بیوی بھی ہاتھ نہیں لگی تھی اور عزت کا بھی جنازہ نکل گیا

تھا۔۔ کیا سوچتی ہوں گی اپھو جان میرے بارے میں؟ شہسوار نے یہی سب کچھ سوچتا اپنا مکا زور سے دیوار پہ دے مارا تھا۔ آئرہ نے آج کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ایس ایس پی صاحب کو شرمندہ کروانے میں۔۔۔

ایرہ میری بچی اٹھو!! شہسوار کے سر میں درد ہے اسے چائے بنادو جلدی اٹھو۔۔۔ شبنم بیگم آہستہ سے ائرہ کے بازوں پہ ہاتھ رکھتی اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔۔

امی ابھی مجھ سے چائے نہیں بنتی مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔ ائرہ مزید خود پہ کمبل لپیٹتی اپنا منہ تکیے میں دیئے نیند سے بھاری ہوتی آواز میں بولی تھی۔ ایرہ کو شہسوار کے پاس جانے سے ڈر لگ رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی رات کے اس وقت چائے ایک بہانہ ہے اصل میں اسے کچھ اور چاہیے تھا۔۔ اس لئے ایرہ اب باہر جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

نہیں آئرہ اٹھو!! ابھی اس وقت!! وہ تمہارا شوہر ہے اس کا خیال رکھنا تم پہ فرض ہے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بولا تھا اپنے کمرے میں جاکے سو جاؤ لیکن تم ہمیشہ کی ضدی لڑکی۔۔۔ شبنم بیگم اس پر سے کمبل ہٹاتی حکمیہ انداز میں گویا ہوئی تھی ان کا لہجہ سخت تھا۔ شبنم بیگسارا معاملہ سمجھ چکی تھیں، وہ نہیں چاہتی تھی شہسوار شاہ ساری رات غصے اور ناراضگی میں گزار دے اسی لئے آئرہ کو اسکے پاس بھیجنا ضروری سمجھا۔۔

امی آپ بھی نہ بہت بے رحم ہیں۔ دیکھ بھی رہی ہیں میں سو رہی ہوں لیکن پھر بھی بھتیجے کا سر درد مجھے سے زیادہ پیارا ہے۔۔۔ آئرہ اپنا دوپٹہ اٹھا کے بیڈ سے اترتی شبنم بیگم کی کوئی بھی اور بات سنے بناناک سکوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی تھی۔۔ آئرہ کے نکلنے کے بعد شبنم بیگم کے چہرے پہ ایک شرمیلی سی مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ سائیڈ لیمپ آف کرتی ایرہ اور شہسوار کو ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دیتی پیچھے لیٹتی آنکھیں موندھ گی۔

باہر نکلتے ہی ایرہ کی نظر شہسوار پہ پڑی تھی جو اس وقت ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے شاید اسکے باہر آنے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔

وہ میں آپ کیلئے چائے بنا کے لاتی ہوں۔۔۔۔ آئرہ اسکے تپے ہوئے چہرے کو اپنی طرف دیکھتا پا کے کھسیانی ہنستی کچن کی طرف بڑھی ہی تھی جب شہسوار تیزی سے آگے بڑھتا ہوا آئرہ کو اٹھا کے اپنے کندھوں پہ ڈالتا اوپر اپنے کمرے کی جانب لے کے بڑھ گیا۔۔ کمرے میں آتے ساتھ وہ دروازہ اچھے سے لاک کرتا آئرہ کو بیڈ کی طرف لاتا اسے بیڈ پہ

پٹکتے ہوئے آئرہ کے دونوں ہاتھوں کو اوپر پن کرتا خود بھی بیڈ پہ چڑھتے اس کے چہرے کے سامنے اپنا چہرہ کیے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

جب میں نے منع کیا تھا تم اپھو جان کے پاس نہیں سوو گی اور میرے آنے تک ڈریس چینج نہیں کرو گی تو پھر تم نے کیوں کیا؟؟۔۔۔ شہسوار آنکھوں میں غصے اور خمار کی سرخی لیئے آئرہ کے چہرے پہ اپنی گرم سانسیں چھوڑتا دھاڑا تھا۔وہ اسکے معصوم نظر آنے والے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جو اصل میں بے حد شیطانی تھا۔۔

وہ!! وہ!۔۔مجھے اکیلے کمرے میں ڈر لگ رہا تھا اسلئے ابھی آپ کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے امی کے کمرے میں گی تھی۔۔۔ ائرہ اسکی دھاڑ پہ سہمتی ہوئی آنکھوں میں نمی لئے اسے جواب دینے لگی۔وہ اسکی آنکھوں میں غصے اور خمار سرخی دیکھ کے اتنا تو سمجھ چکی تھی کہ آج اسکی شامت پکی ہے۔اسلئے آنکھوں میں نمی لئے شہسوار کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

چپ بلکل چپ!! تمہاری آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکلے ورنہ اس قدر تم پہ ٹوٹ کے برسو گا کہ تمہارا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ جائے گا اور تمہارا پورا جسم میری شدتوں سے چور ہو جائے گا لیکن میں رحم نہیں کروں گا۔۔اور آج تو تم مجھ سے ہر قسم کے رحم کی امید چھوڑ دو۔کیونکہ مجھے تڑپانے اور اپھو جان کے سامنے شرمندہ کروانے والی تمہاری حرکت ناقابل معافی ہے۔۔۔ شہسوار اسکی آنکھوں میں نمی دیکھتے اسے غصے سے ڈپٹتا اسکے گلابی لبوں کو اپنے ایک ہاتھ کی انگلی اور انگوٹھے سے مسلنے لگا۔۔

نہیں! میں نے آپ کا بہت انتظار کیا تھا لیکن آپ نہیں آئے مجھے اس کمرے میں ڈر لگنے لگا تو امی کے پاس چلی گی۔۔۔ ائرہ شاہ شہسوار کی بات سنتی تھوک نگلتے ہوئے اسے اپنی صفائی دینے کی کوشش کرنے لگی۔

تمہیں کسی چیز سے ڈر نہیں لگ سکتا بلکہ چڑیلیں تم سے پناہ مانگتی ہو نگی۔۔۔۔ شہسوار اسکی جھوٹی صفائیاں دینے پہ دانت پیس کے جواب دیتا آئرہ کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر ایک دم سے اسکے گلابی لبوں پر جھکا تھا۔وہ اسکے دونوں لبوں کو اپنے دانتوں سے کاٹتے ہوئے غصے سے سک کرنے لگا۔ شہسوار اس پہ اپنا سارا وزن ڈالے اسکے نازک پنکھڑیوں کا رس نچوڑنے لگا۔ شہسوار غصہ سے پاگل ہوتا اسکے لبوں کو اپنے دانتوں کی قید میں لئے ہوئے تھا جس پر آئرہ نے اپنا سر زور سے ادھر ادھر پٹکتے ہوئے مزاحمت شروع کی تھی۔کیونکہ اسکے ہاتھ شہسوار کے مضبوط ہاتھوں

کی گرفت میں تھے۔۔ شہسوار مسلسل اس کے لبوں سے لپٹا انکی نمی سک کرتے ہوئے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔ ائرہ کی اب سانسیں پھول چکی تھیں، سانس رکنے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور اوپر سے شہسوار کا سارا وزن اپنی دھڑکنوں پہ محسوس کرتی وہ اپنی ٹانگوں کا استعمال کرتے ہوئے شہسوار کو پیچھے ہٹانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ اسکی بار بار ٹانگوں کی حرکت اور سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر شہسوار زور سے اسکے نچلے لب پہ دانت گاڑھتا آزادی بخش گیا۔ لبوں کو آزادی ملتے ہی ایرہ نے ایک لمبی سانس لی تھی۔۔ ابھی آئرہ نے اپنی سانسیں ہموار بھی نہیں کی تھیں جب شہسوار اپنے ہاتھ تیزی سے چلاتے ہوئے اسکی سیاہ قمیض اتارتا آئرہ کی دھڑکنوں کو ہر پردے سے آزاد کرتا ان پر شدت سے جھکا تھا، اس اچانک اتفادیہ پر آئرہ بوکھلاتی ہوئی اسے کندھوں سے تھام کے بنا چوچرا کے اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی۔۔ شہسوار اسکی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں قید کرتا زور سے سک کرنے لگا۔۔ اسکے شدت بھرے انداز پر ائرہ سسکتی ہوئی اسکے بالوں میں انگلیاں الجھائے اسکے لبوں کو اپنی دھڑکنوں سے دور کرنے لگی ۔۔ شہسوار اسکی ہر کوشش کو ناکام بنا رہا تھا۔۔ آئرہ اب کوئی مزاحمت نہیں کر رہی تھی کیونکہ وہ جب بھی مزاحمت کرتی تھی شہسوار مزید اسکی دھڑکنوں پہ ظلم ڈھاتا تھا۔۔ آئرہ کی خاموشی اور اسکی سرخ ہوتی دھڑکنوں کو دیکھ کر شہسوار اپنا نچلہ لب دانتوں تلے دبا گیا۔ اسکی دھڑکنوں پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے اپنے لبوں کے لمس کا مرہم رکھنے لگا۔ شہسوار کی رحم دلی پر ائرہ سکھ کا سانس لیتی آنکھیں موندے اسکے لبوں کے نرم لمس کو اپنی دھڑکنوں پر رینگتا ہوا محسوس کرنے لگی۔

آئی ایم سوری! میں کبھی بھی تمہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا لیکن جب تم جان بوجھ کے خود کو مجھ سے دور کرتی ہو تو مجھے غصہ آتا ہے کیونکہ تمہارا دور جانا میری جان لے لیتا ہے۔۔ تم جب جب مجھ سے دور جاؤ گی مجھے ایسا ہی بے رحم پاؤ گی۔۔۔ اسلئے گزارش ہے خود کو مجھے سے دور مت رکھا کرو پھر اس طرح تم میرے بے رحم لمس سے بچ سکتی ہو ڈارلنگ!!۔۔۔۔۔۔۔ شہسوار اس کی ہری آنکھیں چومتا اسکے چہرے پہ درد دیکھتا اپنے بے رحم ہونے کی وجہ بتانے لگا ۔۔ آئرہ اپنی آنکھیں کھولتی اسکی گردن کے گرد اپنے بانہوں کا حصار باندھ گئی، اسکے ایک دم سے نرم ہونے پہ وہ اپنی اہمیت اور خاص ہونا اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں صاف دیکھ چکی تھی۔

اب مجھ سے دور جاؤ گی؟؟ مجھے تڑپاو گی؟۔۔۔۔ شہسوار اسکے گالوں پہ اپنی بیرڈ رگڑتا آئرہ سے بوجھل آواز میں سوال کرنے لگا۔

امم!!۔۔ میں تو نہیں جاتی لیکن یہ میرا شیطانی دماغ لے کے جاتا ہے۔۔۔ آئرہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے معصومیت سے گویا ہوئی تھی۔

چلو ٹھیک ہے آج اس دماغ کو بھی سیٹ کر لیتے ہیں۔۔۔ شہسوار یہ کہتے ہی جھک کے اسکی گردن پہ دانت گاڑھتا اسکے پیٹ پہ جھکا تھا۔ شہسوار اسکے پیٹ کی سکن کو دانتوں میں دباتا اپنے ہاتھ چلاتے ہوئے آئرہ کو ہر پردے سے آزاد کر گیا۔۔ وہ اسکے پیٹ سے نیچے اپنے گیلے لبوں کا لمس چھوڑتا آئرہ کو مچلنے پہ مجبور کر گیا تھا۔ اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بڑھتی گستاخیاں دیکھ کر آئرہ شاہ نے زور سے اسکے بال کھینچے تھے جو خود مدہوش ہونے کے ساتھ ساتھ ائرہ کو بھی مدہوش کر گیا تھا لیکن ایرہ پھر بھی اسے روکنے کی بھرپور کوشش کرنے لگی۔۔ شہسوار تھوڑا سا پیچھا ہٹتا خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا ایرہ کو پنڈلیوں سے پکڑ کر اپنی رانوں میں فکس کرنے لگا۔

شہسوار!!!۔۔۔ آج نہیں پلیز!!۔۔ میرا ابھی تک پہلے والا درد ٹھیک نہیں ہوا۔۔۔ ایرہ اپنے خشک حلق تر کرتی شرم و حیا سے دوہری ہوتی شہسوار کو روکنے کی کوشش کرنے لگی۔۔

بے بی!! جب روز تم میں سماؤں گا تبھی تو میرے لمس کی عادت پڑے گی۔ پھر درد نہیں ہو گا۔۔۔۔ شہسوار ائرہ کے چہرے پہ جھکتا اس کا درد سمجھتے ہوئے اسکے لبوں کو پیار سے چومتا اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائے ائرہ کو جواب دیتا بے حد نرمی سے اپنا آپ اس میں منتقل کر گیا تھا۔

اہہہ شہسوار!!۔۔۔ آئرہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔

جی جانِ شہسوار!! بس اب ہو گیا۔ اب کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔ شہسوار عقیدت سے آئرہ کے ماتھے پر لب رکھتا اسکے آنسو اپنے لبوں سے چنتا اپنے عمل میں تیزی لانے لگا۔۔ آئرہ اسکی تیزی پر اپنی انگلیاں اسکے ہاتھوں سے چھڑوا کر اسکے سینے کے بالوں میں الجھائے اسکے لمس کو برداشت کرنے لگی۔۔ شہسوار اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتا کافی دیر تک اس میں سرائیت کرتا خود کو اور اسے سکون پہنچاتا رہا تھا۔ دونوں کی سانسیں اب پھول چکی تھی جبکہ جسم پسینے سے بھیگ چکے تھے۔۔ شہسوار اس کو پسینے سے بھیگا دیکھ کر پیچھے ہٹا تھا۔ وہ جا بجا ائرہ کے حسین چہرہ پہ

اپنے لبوں کا لمس چھوڑتا اس خود کے ساتھ لگا کے نارمل کرنے لگا۔۔اسکی طرف سے اتنی محبت پر آئرہ بے اختیار اسکی ٹھوڑی پہ لب رکھ گی تھی۔۔۔اس کی جان لیوا ادا پہ شہسوار بے قرار ہوتا ایرہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے اوپر کی طرف کرتا اسکے سر کے نیچے تکیہ رکھتا پھر سے اسکی ٹانگوں کے درمیان آ گیا۔۔

بس آخری دفعہ اس کے بعد نہیں کرو گا پکا!!۔۔۔۔ شہسوار اس کی نظروں میں شکوہ دیکھتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتا ایک دفعہ پھر سے ایرہ میں شدت سے سمایا تھا۔ شہسوار اسکی کمر سے جکڑ کر اپنے اپنا وجود اس میں آخری حد گھولتا اپنے عمل میں شدت اختیار کر گیا تھا۔۔وہ آہستہ آہستہ ایرہ کی روح میں سفر کرتا اسکے دونوں ہاتھ پیچھے بیڈ کروان کے ساتھ لگاتا ایک دم سے اپنے عمل میں جنونی ہو گیا تھا شہسوار کا اتنا جنون بھرا لمس آئرہ کی نازک جان کیلئے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ آئرہ کی آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو چکا تھا۔۔ شہسوار کی ہر دفعہ کی بے رحم حرکت ائرہ جان لبوں پہ لے آتی تھی۔ائرہ زور سے اسکی کمر اور سینے پہ ناخن گاڑھتی اپنے لرزتے وجود پر قابو پاتے ہوئے اسے برداشت کرنے لگی۔۔کافی دیر بعد آئرہ کو نڈھال ہوتا دیکھ کر شہسوار نہ چاہتے ہوئے اپنا آپ آئرہ سے الگ کرتا اسکے چہرے کی طرف آیا تھا۔۔اسکی طلب ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی لیکن پھر وہ آئرہ کی بے حال ہوتی حالت دیکھ کر اپنے جزبات کو لگام ڈال گیا۔ آئرہ کا پورا جسم اس وقت اسکی شدتوں کی وجہ سے درد سے چور ہو رہا تھا۔۔ آج شہسوار نے اسے صحیح طریقے سے اپنی شدتوں سے روشناس کروایا تھا۔۔ شہسوار ایرہ کے لب اور آنکھیں پیار سے چومتا اسے اپنے سینے سے لگائے نرمی سے اسکی کمر سہلانے لگا۔

زیادہ درد ہو رہا ہے؟؟۔۔۔۔ آئرہ کو یوں ہی خاموشی سے آنکھیں موندے دیکھ کر شہسوار اسکے ہاتھوں پہ اپنے لب رکھتا سوال کرنے لگا۔۔۔

اب اگر ایک ہفتے سے پہلے آپ میرے نزدیک آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔میں آپ کا سر پھاڑ دوں گی، گنجا کر دوں گی!!! اسلئے اب محتاط رہنا دسویں فیل ایس ایس پی!!!۔۔۔۔ آئرہ اس کا سوال سن کر تپے ہوئے لہجے میں دھمکی دیتی زور سے اسکے سینے پہ دانت گاڑھ گی۔

ہاہاہا!! دھمکی وہ بھی ایس ایس پی صاحب کو!! دسویں جماعت فیل نہیں ہوں میں۔۔اور یہ بات میں ایک دفعہ پھر سے تمہارے منہ سے سننے کے نتیجے میں میں تمہاری گہرائیوں میں اتر کے تمہیں ٹھیک سے سمجھا سکتا ہوں۔ میرے

سمجھانے سے پھر تمہاری ہی جان حلق میں اٹکے گی میری نازک دولہن!اسی لئے اپنی چونچ بند رکھا کرو!۔۔۔ شہسوار قہقہ لگا کے ہنستا بے باکی سے گویا ہوتا ائرہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا۔۔ آئرہ اسکی بات سنتی اسے بنا جواب دیئے تھکے ہوئے انداز میں اسے کے سینے پہ سر رکھتی آنکھیں موندھ گی تھی۔ شہسوار اس کے نازک وجود کو اپنے سینے سے لپیٹائے کمبل اوڑھتا اسکے ساتھ سکون کی وادیوں میں کھو گیا تھا۔

جان تمنا۔۔ قسط 143 (پارٹ ون)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

ولیمے کا فنکشن ختم ہو چکا تھا، حازق خان نے ولیمے پہ اپنی بہن کو ساتھ لے جانا چاہا تھا لیکن ارزم شاہ نے اسے بروقت اسکے ولیمے کا روز یاد کروایا تھا، جب حازق خان نے اپنی خاندانی رسم کے متعلق بتاتے یہ یاد دہانی کروائی تھی کہ ان کے ہاں لڑکی ایک ہفتے کے بعد میکے جاتی ہے۔ اسکی یاد دہانی پہ جہاں حازق خان نے مٹھیاں بھینچی تھیں وہی پہ احان شاہ نے ہنستے ہوئے ارزم شاہ کا ساتھ دیا تھا خیر اپنا ولیمہ یاد کرنے کے بعد حازق خان نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں سمجھی تھی، کیونکہ اس وقت ارزم شاہ نے میرال کو اپنی حویلی میں زبردستی رکھنے کا کوئی شوشا نہیں چھوڑا تھا۔ سب مہمان انہیں سی آف کر کے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے تھے، رایان خان بھی ابھی کچھ دیر پہلے ان سے مل کے سوات سے نکلا تھا، زوریز شاہ نے ان سب کے ساتھ اپنے گارڈز بھجوائے تھے تاکہ وہ سب بحفاظت اپنے گھروں تک پہنچیں۔ ان سب کے ساتھ کچھ وقت مزید گزار کے ان کو "فی امان اللہ" کہنے کے بعد وہ سب اپنے کمروں کی طرف بڑھ چکے تھے۔ ارزم شاہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے، انہوں نے اپنے دوستوں کو زیادہ دیر روکنا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ دور کا سفر تھا وہ جتنی جلدی نکلتے اتنا ہی سیف تھا۔ ارزم شاہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا۔ ذائشہ خان کو کمرے میں نہ پا کے وہ ٹھٹھکا تھا۔

ذی!!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارزم شاہ شش و پنج سے اسے پکارتا ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھانے ہی والا تھا جب اسے ذائشہ خان کے کھکھلانے کی آواز آئی تھی، آواز ٹیرس سے آئی تھی، وہ اسکی کھکھلاہٹ کی آواز سنتا ڈریسنگ روم

میں جانے کی بجائے مسکراتا ہوا کمرے کے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا، ٹیرس پہ آتے ہی وہ سامنے کا منظر دیکھتے مبہوت ہوا تھا، وہ اس ٹھنڈی ہوا میں اپنی سفید فراک کو گول گول گھماتی بانہیں پھیلا کے سر اوپر کئے کھکھلاتی جا رہی تھی۔ اسکی ہنسی کی جلترنگ ارزم شاہ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری کر گئی، وہ وہی پہ سٹل کھڑا دیوانوں کی طرح اسکی بچوں سی حرکت دیکھ رہا تھا، وہ یوں گھومتے ہوئے پریوں سا گمان دے رہی تھی۔ اس نے اپنا سر پیچھے کی طرف پھینکا ہوا تھا اسی لئے وہ ابھی تک ارزم شاہ کو دیکھ نہیں پائی تھی۔ ارزم شاہ جو اسے بے حد محبت سے دیکھتا نجانے کہاں گم ہو چکا تھا، ٹھنڈی ہواؤں کا جھونکے محسوس کرتا ہوش کی دنیا میں لوٹتے ہوئے جلدی سے اسکی طرف بڑھتا اسے نرمی سے بازو سے پکڑ تا خود کی طرف کھینچ گیا، وہ اسکے ذرا سے جھٹکے پہ اسکے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔ وہ اپنی ہیزل رنگ آنکھوں کو پھیلائے چونک کے اسکی طرف دیکھنے لگی، وہ کب آیا تھا؟

یہاں اتنی سردی میں کیا کر رہی ہو؟۔۔۔۔ ارزم شاہ جھک کے اسکی ہیزل آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا نرمی سے پوچھنے لگا۔

دیکھیں نا کتنی پیاری ہوا چل رہی ہے! آپ کو معلوم ہے مجھے ایسی فراکس پہن کے ہوا میں یوں گھومنے کا اتنا شوق تھا! مجھے خود سے فیری والی فیلنگز آ رہی ہیں! ہاہاہا! مجھے گھومنے دیں!۔۔ وہ معصومیت سے اسے تفصیلی جواب دیتی اس سے الگ ہوتے ہوئے پھر سے بانہیں پھیلا کے گھومنے لگی، ارزم شاہ کو یہ نظارہ کافی بھلا لگ رہا تھا، تیز ہوا کی وجہ سے بار بار اسکا سکارف اڑتا ہوا سینے سے سرک رہا تھا، فراک کا اگلا گلہ کافی ڈیپ تھا جسے حجاب سے چھپایا گیا تھا لیکن اتنی تیز چلتی ہوا میں اسے گھومتے دیکھ کے وہ اسکے بدن کے ایک ایک انچ کا جائزہ با آسانی لے سکتا تھا۔

تم مجھے پہلے بتا دیتی تو میں تمہاری پوری وارڈروب ایسی فراکس سے بھر دیتا میری جان! ابھی یہاں میری پناہوں میں آ جاؤ! اتنی سردی ہے بیمار پڑ جاؤ گی!۔۔۔ وہ محبت اور فکر مندی کے ملے جلے تاثرات سے بولا۔

نہیں! مجھے ایسی اور فراکس نہیں چاہئیے!۔۔۔۔ ذائشہ خان نے اسکے پاس آنے کی بجائے ہنوز گول گول گھومتے ہوئے جواب دیا تھا۔

اچھا وہ کیوں؟۔۔۔۔ ارزم شاہ سینے پہ ہاتھ باندھتے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ وجہ پوچھنے لگا۔

کیونکہ ایسے میرا دل بھر جائے گا!! مجھے لگتا ہے جو چیز ہمیں ضرورت سے زیادہ میسر ہو جائے پھر وہ ہماری خواہش کی لسٹ سے نکل جاتی ہے!وہ چیز اپنی قدر و قیمت کھونے لگتی ہے!۔۔ذائشہ خان سادگی اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات سے اسے جواب دے رہی تھی، ہوا کا دوش بڑھا تو سکارف اسکے سر سے کھلتا ہوا یہاں وہاں اڑنے لگا، ارزم شاہ نے اپنا لمبا سا ہاتھ ہوا میں لہراتے اسکا سکارف تھاما تھا کیونکہ وہ اسی کی طرف آرہا تھا۔ کراؤن وہ کمرے میں ہی سر سے اتار چکی تھی۔

مطلب اگر میں تمہیں ضرورت سے زیادہ میسر ہو گیا تو کیا تمہارا دل مجھ سے بھی بھر جائے گا ذی؟۔۔۔۔ارزم شاہ کا لہجہ ایک دم سے سنجیدہ ہوا تھا اور بیک وقت اداس بھی۔۔۔وہ اسکے سوال پہ ایک دم سے رک کے اسکی طرف دیکھنے لگی، ارزم شاہ نے دو قدم اسکی طرف بڑھاتے اسکے جوڑے میں قید بال آزاد کئے تھے، اگلے ہی لمحے ذائشہ خان کے ڈارک براؤن لمبے سلکی بال اڑتے ہوئے ان دونوں کے چہروں پہ بکھر رہے تھے۔۔یہ منظر کافی خوبصورت تھا۔

آپ خواہش تو نہیں ہیں ارزم!! آپ تو محبت ہیں یا شاید عشق! آپ میرے لئے کوئی بے جان چیز نہیں ہیں جسے حاصل کرنے اور کچھ دیر استعمال کرنے کے بعد دل بھر جائے! آپ تو محبوب ہیں! اور محبوب کو ہمیشہ صرف پاگل دیوانوں کی طرح چاہا جاتا ہے! جس نے سچی محبت کی ہو اسکی محبوب سے چاہت کبھی ختم نہیں ہو سکتی! آپ سے دل کیوں بھرے گا؟ آپ تو ہر گزرتے دن کے ساتھ میرے دل پہ مزید حکومت کریں گے کیونکہ آپ میرے دل کی سلطنت کے حاکم ہیں! آپ نے سوچ بھی کیسے لیا ذائشہ خان کا دل آپ سے بھر سکتا ہے؟۔۔۔ذائشہ خان اسکے قریب آتی اسکے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دلفریب انداز میں اسکے سوال کا تفصیلی جواب دیتی اسکے تمام خدشات دور کر رہی تھی اور اچھا ہمسفر وہی ہے جو اپنے شریکِ حیات کے دل کے تمام خدشات اپنے الفاظ سے مٹا کے اسے معتبر کر دے جس طرح سے ذائشہ خان نے اپنے محبوب کو معتبر کیا تھا، وہ اسکے الفاظ کے چناؤ پہ اپنی آنکھوں میں بے حد محبت لئے اسکی طرف دیکھنے لگا، ذائشہ خان کے بال ہوا کے دوش سے اڑتے ہوئے ان دونوں کے چہرے کے ارد گرد اڑ رہے تھے، ارزم شاہ نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے جھک کے اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

جب اپنے الفاظ سے مجھے یوں معتبر کرتی ہو تو بہت اچھی لگتی ہے!۔۔۔وہ اسکے بال اسکے کان کے پیچھے اڑستا گھمبیر آواز میں بولا۔ اسکی گرم تپش زدہ سانسیں اپنے لبوں پہ محسوس کرتی ذائشہ خان چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ

سجائے اسکی اگلی جسارت سے پہلے ہی شرارت سے اس سے الگ ہو کے کچھ فاصلے پہ ہوتی پھر سے بانہیں پھیلا کے گول گھومنے لگی، وہ جو خمار آلود نگاہوں سے اسکے لبوں کو فوکس میں لئے ہوئے تھا، اسکی چالاکی پہ آنکھوں کو چندھیا کئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اسکا قیامت خیز سراپا ارزم شاہ کے جواں جذبات جگاتا اسے پاگل کر رہا تھا، ذائشہ خان کو اس وقت اپنے دوپٹے کے بغیر سراپے کی بالکل ہوش نہیں تھی، وہ شاید نہیں جانتی تھی اسکے جسم کے نشیب و فراز ارزم شاہ کے دل میں کس طرح سے طغیانی مچا رہے ہیں۔ وہ شرارت سے کھکھلاتی ہوئی گھومے جا رہی تھی جب اچانک سے اسکی سفید فراک اسکے پیروں میں اٹکی تھی، وہ ابھی منہ کے بل گر جاتی اگر جو ارزم شاہ بروقت اسکے نزدیک ہوتا اسکی کمر کے گرد اپنا ہاتھ لپیٹ کے اسے اپنے سینے میں کسی متاعِ جاں کی طرح نہ چھپاتا۔۔۔

ابھی گر جاتی!!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ فکر مندی سے بولتا اسے خود میں زور سے بھینچ گیا۔

ارزم۔۔ذمین۔۔کیوں۔۔گھوم۔۔رہی۔۔ہے؟۔۔۔وہ اسکے گرے کوٹ کو زور سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی روہانسی ہوتے سوال کرنے لگی، اسکا سر اس وقت بری طرح سے چکرا رہا تھا۔۔

زمین نہیں گھوم رہی میڈیم آپ کا دماغ گھوم رہا ہے کیونکہ یہ چکر تمہارے دماغ پہ چڑھ چکے ہیں! کب سے بول رہا تھا بس کر دو!۔۔۔ارزم شاہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا کے پیار سے ڈپٹتا اسکی پشت نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلانے لگا۔

آہہ میرا سر!!۔۔۔۔۔وہ سردی سے کپکپاتی ہوئی اسکے سینے سے لپٹتے اپنے سر پہ ہاتھ رکھ گئی۔۔اسکے کانپتے بدن کو محسوس کرتے ارزم شاہ نے اپنا گرے کوٹ اتارتے اسکے کندھوں کے گرد رکھتے اسے اپنے گرم سینے میں چھپایا تھا، وہ نرمی سے اسکے بال سہلاتا بارہا ان پہ اپنے ہونٹ رکھنے لگا، وہ کافی دیر سے گول گول گھوم رہی تھی اسی لئے اسے کچھ منٹ کے لئے چکر چڑھ چکے تھے، ارزم شاہ سمجھ گیا تھا۔۔

ارزم۔۔میرا۔۔۔سر۔۔وا۔۔۔۔۔ابھی ذائشہ خان معصومیت سے بھیگی آواز میں اپنا جملہ مکمل کرتی جب ارزم شاہ اسکے بالوں میں انگلیاں دھنساتے جھک کے نرمی سے اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتا پیار سے چومنے لگا، ذائشہ خان نے چونک کے چکراتے سر سے اسکی طرف دیکھا تھا، وہ اسکی ہیزل رنگ آنکھوں میں جھانکتا اپنی نرمی میں شدت پیدا کرنے لگا، اسے کمر سے مضبوطی سے جکڑ کے خود سے لپٹائے ارزم شاہ کا ہاتھ اسکے سر سے اسکی گردن پہ سرکا تھا،

ذائشہ خان کے بال ان دونوں پہ سایہ کئے ہوئے تھے، وہ اسکی گردن اور کمر کے گرد ہاتھ لپیٹے اسے خود میں سختی سے بھینچے اسکے لبوں کو کبھی نرمی سے چومتا تو کبھی شدت سے اپنے لبوں میں پیوست کرتا اسکی زبان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگتا، ذائشہ خان کے سارے چکر ایک پل میں ٹھیک ہوتے تھے وہ اسکی بڑھتی شدت پہ اسکی گردن میں چمکتی اس سلور چین کو اپنی انگلیوں میں دبوچ گئی۔ ارزم شاہ نے مدہوش ہوتے اسکے نچلے ہونٹ کو نرمی سے دانتوں میں دبائے باہر کی طرف کھینچا تھا اور یہ عمل اس نے ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں کافی دفعہ دہرایا تھا، وہ شرم سے آنکھیں موندے اسکی شدت اپنے لبوں پہ محسوس کرنے لگی، ارزم شاہ اسکے نچلے لب کو آزادی بخشتا یہی عمل اسکے بالائی لب پہ دہراتا اب اسکے دونوں ہونٹوں پہ اپنی شہد رنگ مونچھیں رگڑ رہا تھا، وہ اسکی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن پہ کسمساتی ہوئی اس میں سمٹنے لگی، ارزم شاہ اسکا جبڑا اپنے ہاتھ کی گرفت میں لئے اسکے ہونٹ وا کرتا ایک دم سے اسکی زبان پہ شدت سے قابض ہوا تھا، ذائشہ خان کو اپنی سانسیں اکھڑتی محسوس ہو رہی تھی، وہ اسکی زبان کی نمی پیتا اسکی کمر کے نیچے بے باکی سے ہاتھ پھیرنے لگا، ذائشہ خان نے اسکے ہاتھوں اور لبوں کی بے باکیوں پہ اسکی سلور چین ہولے سے کھینچی تھی جس پہ وہ نرمی سے اسکی زبان کو آزاد بخشتا اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکا گیا، دونوں کا سانس پھول چکا تھا۔

کیا زمین ابھی بھی گھوم رہی ہے؟۔۔۔ ارزم شاہ نے پھولی سانسوں کے درمیان شرارت سے پوچھا تھا جس پہ وہ اسے خفگی سے دیکھنے لگی جس نے اسکے ہونٹوں پہ شدت ڈھاتے اسکی سانسیں روکتے ہوئے انوکھے انداز میں اسکے دماغ کے چکر اتارے تھے۔ وہ اسکی آنکھوں میں مصنوعی خفگی دیکھتا ہنستے ہوئے اسکے گالوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی چھوٹی سی ناک پہ اپنے لب رکھ گیا، ذائشہ خان کی سانسیں ابھی تک پھولی ہوئی تھیں، وہ گہرے سانس بھرتی اسکا محبت بھرا لمس اپنے پورے چہرے پہ محسوس کرنے لگی۔ ہوا ایک دم سے پہلے سے تیز اور ٹھنڈی چلنا شروع ہو چکی تھی جس پہ ذائشہ خان کپکپاتی ہوئی مزید اسکے ساتھ چپکنے لگی، ذائشہ خان کی دھڑکنیں اپنے سینے پہ محسوس کرتے ارزم شاہ نے اسکی کمر اپنی مٹھی میں جکڑتے مزید جھک کے اسکی گردن پہ اپنے دانت گاڑے تھے، وہ شدت پسند ہو رہا تھا، اپنے سینے پہ اسکی دھڑکنوں کی نزاکت اسکا دل تیزی سے دھڑکا رہی تھی۔

سردی لگ رہی ہے؟۔۔۔۔ اسکے سسکنے پہ وہ اسکی گردن سے دانت ہٹاتا اسکی آنکھوں میں دیکھتے خمار آلود آواز میں استفسار کرنے لگا۔ ذائشہ خان نے ٹھنڈ سے کانپتے ہوئے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا، ارزم شاہ اسے اگلے ہی

پل اپنے بازوؤں میں اٹھاتا کمرے کی جانب بھر گیا، ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی اسکی گردن کے گرد اپنے بازو ڈال گئی، ارزم شاہ نے اسکی سفید فراک کے ڈیپ گلے سے نظر آتی گہرائیوں پہ دانت گاڑتے اسے اپنی بانہوں میں مچلنے پہ مجبور کیا تھا۔ وہ شرم سے لال ہوتی اسکے بازوؤں سے اترنے والی تھی جب وہ اسکی کمر اور پیٹ کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتا ٹیرس کا دروازہ بند کرتے اپنے کمرے میں آچکا تھا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے ہیٹر کی سپیڈ بڑھاتے ذائشہ خان کو زمین پہ کھڑا کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنی گرے ویسکوٹ اتار کے دور صوفے پہ پھینکتا اب اپنی سفید شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔

ا۔ ارز۔۔ ارزم۔۔ مجھے۔۔ نیند۔۔۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں خمار کی اس قدر سرخی دیکھتی اسکی گزری رات کی شدت یاد کرتے تھوک نگلتی وہاں سے بھاگنے کی تیاری پکڑ رہی تھی جب ارزم شاہ نے اپنی شرٹ ایک جھٹکے سے اتارتے دور اچھالی تھی، اسے بازو سے پکڑتے وہ اپنا کوٹ اسکے گرد سے اتار کے دور اچھالتا اسے دیوار کے ساتھ لگاتا اسکی گردن پہ اپنی پوری شدت سے جھک گیا۔ ذائشہ خان سسکیاں بھرتی اسکے برہنہ کندھے زور سے تھام گئی۔

سردی لگ رہی تھی بے بی کو؟ اب بالکل سردی نہیں لگے گی! میں ہوں نا تمہیں اس ہیٹر کی طرف دھکانے کے لئے!!۔۔۔۔۔ وہ ذائشہ خان کی گردن پہ سرخ نشان چھوڑتا سر اٹھا کے اسکی آنکھوں میں دیکھتے بے باکی سے بولتا ایک نظر دور پڑے ہیٹر کی طرف اشارہ کر رہا تھا، وہ اسکی زو معنی بات کا مطلب سمجھتی تھوک نگل کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

ن۔ نہی۔۔ سر۔۔ سردی۔۔ نہیں۔۔ لگ۔۔ رہی!۔۔ نیند۔۔ آئی۔۔ ہے!۔۔ وہ روہانسی ہوتی جلدی سے اپنا مؤقف بدل گئی۔

بس اتنی سی بات؟ ابھی اڑا دیتا ہوں میری جان!!۔۔۔۔۔ ارزم شاہ اپنا بیلٹ اتار کے دور شرٹ کے پاس پھینکتا بوجھل گھمبیر لہجے میں بولتے ذائشہ خان کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسکی فراک کی ذپ کھسکا گیا۔ ذائشہ خان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ لرزتی ہوئی اسکی طرف دیکھنے لگی جس کی آنکھیں اس وقت لہو ٹپک رہی تھیں، ان میں طلب واضح تھی۔۔

نو ڈاؤٹ! اس فیری فراک میں تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو لیکن میں کیا کروں بے بی! میں تمہارا شوہر نامدار ہوں ، تمہارے بدن پہ یہ خوبصورت فراک مزید ایک منٹ کے لئے بھی ٹکنے نہیں دے سکتا کیونکہ یہ جراثیم ہر شوہر میں پائے جاتے ہیں جب وہ اپنی بیوی کو ایسے خوبصورت لباس میں قیامت ڈھاتے دیکھ لیتے ہیں تو پھر ان کے جسم کے پور پور پہ شدت ڈھانا خود پہ فرض کر لیتے ہیں! تمہاری نیند ابھی دو منٹوں میں نہ اڑائی پھر کہنا!۔۔۔۔۔۔وہ اسکی ذپ ڈاؤن کرتا اسکی فراک کندھوں سے کھسکاتے بہکتے لہجے میں گویا ہوتا اسکے چہرے پہ بکھرے قوسِ قزح کے رنگ دیکھتے اگلے ہی لمحے اسے اس فراک کی قید سے آزاد کر گیا۔ اپنے پیروں میں گری فراک دیکھتے ذائشہ خان شرم سے پاگل ہوتی اسکے سینے میں چھپنے لگی، ارزم شاہ اسے نرمی سے اپنے سینے سے الگ کر کے دیوار کے ساتھ رخ موڑ کے لگاتا اسکی پشت سے بال آگے کی طرف پھینک گیا، اسے دیوار کے ساتھ لگائے وہ اسکے کندھے پہ مضبوطی سے ہاتھ جماتا اسکی پچھلی گردن پہ اپنی شدتوں کی چھاپ چھوڑنے لگا، ذائشہ خان کا دل زوروں سے کانوں میں دھڑک رہا تھا، وہ اسکی پچھلی گردن لال سرخ کرتا اسکی کمر پہ جھکا تھا، اپنے سر کا جھکاؤ نیچے کی طرف کرتا وہ اسکی کمر پہ شدت سے اپنے دانت گاڑتا اسکے پیٹ پہ موجود ایک ہاتھ اوپر کی طرف لے جاتا اسکی دھڑکنیں بے رحمی سے اپنے ہاتھ سے چھونے لگا۔۔ آہہ۔۔۔۔۔ذائشہ خان کی سسکی بے ساختہ تھی۔ کمرے کی تیز روشنی میں اسے خود کے ساتھ یوں چپکے دیکھ کے وہ اپنی حالت پہ لال سرخ پڑتی ہولے سے لرز رہی تھی، اسکے لرزتے بدن کو محسوس کرتے ارزم شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اسکی دھڑکنوں پہ حق جتاتے بائیں ہاتھ کو دیوار پہ لگے بورڈ پہ مارتے کمرے کی لائٹس آف کر کے ڈم لائٹس آن کی تھیں، وہ اسکی کمر پہ اپنے دانتوں سے لو بائٹس بنانے لگا، ذائشہ خان کی سسکیاں بے ساختہ تھیں۔۔ ار۔۔ارزم۔۔۔۔وہ اسے سسکیوں کے درمیان پکارنے لگی، ارزم شاہ اسکی کمر سے دانت ہٹاتا اسکی سٹریپس کھولتے ہوئے اسے اس آخری پردے سے آزاد کرتا اسکا رخ اپنی طرف موڑ گیا، ڈم لائٹس میں اسکے بدن کے نشیب و فراز کی رعنائیاں ارزم شاہ کو پاگل کر رہی تھیں۔

شش!! صبح سے تمہیں کافی مہلت دے چکا ہوں! جانتی ہو نا صبح شاور لیتے ہوئے بھی تمہیں تنگ نہیں کیا تھا اسی لئے اب تم بھی اچھی بیویوں کی طرح مجھے تنگ نہیں کرو گی!۔۔۔ذائشہ خان کو لب وا کرتے دیکھ کے وہ اسکے ہونٹوں پہ انگلی دھرتا مخمور لہجے میں گویا ہوتا خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا ذائشہ خان کی حالت میں آ چکا تھا، ذائشہ خان کی

ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی، وہ جواباً بنا کوئی مزاحمت کئے خاموشی سے تھوک نگلتی رہی، ارزم شاہ اسے پھر سے دیوار کے ساتھ لگائے اسکے نازک کندھوں پہ دونوں ہاتھ جماتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکا تھا، ذائشہ خان سسک کے رہ گئی۔

ا۔ارزم!!۔۔۔۔۔وہ اسکے شدت بھرے لمس پہ سسکتی ہوئی اسکے سینے پہ دونوں ہاتھ جما گئی، ارزم شاہ نے اسکی پینک ہوتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کرتے ایک ہاتھ اسکی کندھے سے نیچے کی طرف سرکایا تھا، وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹوں اور دانتوں کا لمس چھوڑتا ہاتھ اسکے پیٹ سے نیچے تھائیز پہ سرکاتا نرمی سے سہلانے لگا، ذائشہ خان بن آب مچھلی کی طرح مچلی تھی، اسکی سانسیں بھاری ہو چکی تھی، ارزم شاہ مدہوش سا اسکی تھائیز پہ مسلسل ہاتھ سہلاتے دوسرا ہاتھ اسکی کمر میں ڈال کے اسے اوپر کی طرف اٹھاتا اسکے پیٹ پہ جھکا تھا، وہ اسے کافی اوپر اٹھائے ایک بازو اسکی کمر پہ تو دوسرا بازو اسکے گھٹنوں کے گرد لپیٹے اسکے بیلی بٹن پہ دانت گاڑنے لگا۔

آہہہ۔۔۔ذائشہ خان سر پیچھے کی طرف پھینکتی مچلتے ہوئے سسکیاں بھرنے لگی، ارزم شاہ اسکی مدہوش کن سسکیاں سنتا اسکے بیلی بٹن کے ارد گرد زبان پھیرتے اسکی کمر لحہ بالحہ زور سے اپنی مٹھی میں جکڑ رہا تھا۔۔ذائشہ خان کو مدہوش ہوتے دیکھ کے وہ اسے زمین پہ اتار کے دیوار کے ساتھ چپکاتا اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری گرفت میں لئے ایک ہاتھ اسکی تھائیز پہ جماتا شدت سے اپنا آپ اس میں منتقل کر گیا، ذائشہ خان کی چیخ اسکے ہونٹوں میں دبی تھی، اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے وہ اگلے ہی پل نرم ہوتا اسکے بالوں میں اپنی انگلیاں سہلاتے نرمی سے اسکے لب چومنے لگا۔

ذائشہ خان زور سے اسے کندھوں سے پکڑے آنکھوں میں آنسو کئے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

شش!! کچھ نہیں ہوتا!!۔۔۔۔وہ اسکے ہونٹ چھوڑ کے اسکی آنکھوں کے کناروں پہ موجود آنسو نرمی سے چنتا مدھم آواز میں گویا ہوتے اسکا گال نرمی سے سہلانے لگا، وہ اپنی شدتوں میں بے حد نرمی لا چکا تھا، ذائشہ خان اسکی نرمی پہ ریلکس ہوتی گہرے سانس بھر رہی تھی، اسے کچھ دیر یونہی ریلکس کرنے کے بعد وہ اسکی بانہیں اپنی گردن کے گرد ڈالے دھیرے سے اپنی شدت بڑھانے لگا۔ذائشہ خان نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے اسکی سلور چین اپنے لبوں میں دبائی تھی، وہ اسے زمین سے تھوڑا سا اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اسکی سانسوں کی تپش اپنی گردن پہ محسوس کرتے ارزم شاہ ایک دم سے شدت سے اس میں سماتا اسے خود میں سمیٹنے لگا، ذائشہ خان کی سسکیاں بے ساختہ تھیں،

وہ اسکی کمر کے گرد ہاتھ جما کے اسے خود سے لپٹائے اپنی پاگل شدتوں سے روشناس کروانے لگا۔ وہ نڈھال ہوتی اسکی گردن میں منہ دیئے کوئی بھی مزاحمت نہیں کر رہی تھی، ذائشہ خان کی سسکیوں کے ساتھ ارزم شاہ کی پھولی سانسوں کی آواز کمرے میں گونجتی ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

ا۔ا۔ارزم!!۔۔۔۔وہ نڈھال ہوتی اسے پکارنے لگی، ارزم شاہ اسے تھوڑا سا مزید اوپر اٹھاتے اسکی ٹانگیں اپنے گرد ریپ کرتا اس میں مزید سماتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔

ن۔نہیں!۔۔بیڈ۔۔نہیں!!۔۔۔۔ذائشہ خان کو کل کی رات یاد آئی تھی جب بیڈ اسکی شدتوں سے پناہ مانگتا نیچے گر چکا تھا اسی لئے اسکے کندھوں پہ ہاتھ مارتی روہانسی آواز میں گویا ہوئی۔

کل صوفے پہ انکمفرٹیبل پوزیشن کی وجہ سے جسم اکڑ رہا تھا بے بی اسی لئے آج صوفے پہ تو بالکل سویا نہیں جائے گا! میں نے بیڈ ٹھیک سے جوڑ دیا تھا اب کچھ بھی نہیں ہو گا!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے گال پہ نرمی سے لب رکھتا خمار آلود آواز میں اسے سمجھانے لگا کیونکہ اسے بیڈ پہ سونے کی عادت تھا، ذائشہ خان نے معصومیت سے سر نفی میں ہلاتے انکار کیا تھا، اسے ابھی بھی اس بیڈ پہ بھروسہ نہیں تھا۔ ارزم شاہ مزید بحث کرنے کی بجائے گہری سانس بھرتا اسے نرمی سے خود سے الگ کر کے نیچے زمین پہ اتارتا بیڈ پہ پڑے تکیے اور بیڈ شیٹ اتار کے دور اچھالتا اپنی پوری قوت سے اس بھاری میٹرس کو اٹھا کے زمین پہ گرا گیا، ذائشہ خان آنکھیں پھیلائے اسکی طرف دیکھنے لگی، وہ تو اس میٹرس کو بیڈ پہ زرا سا نہیں کھسکا سکتی تھی اور وہ زمین بوس کر گیا تھا؟، ذائشہ خان نے اسکے باڈی بلڈر وجود کو دیکھتے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے اپنی اور اسکی طاقت کا موازنہ کیا تھا۔

چلو اب تمہارے مجھ سے بچنے کے سارے بہانے فلاپ ہوتے ہیں! اگر ابھی بھی تمہیں میٹرس پہ سونے سے ڈر لگ رہا ہے تو بے بی مجھے کھل کے بتاؤ! ہم آج کی رات باتھ روم میں موجود باتھ ٹب میں گزار لیں گے!!۔۔۔۔وہ اسکی طرف رخ موڑ کے اسکی گردن میں معدوم ہوتی گلٹی پہ اپنے ہونٹ رکھتا سر اٹھا کے بے باکی سے گویا ہوتا اسے آنکھ ونک کر گیا، وہ باتھ ٹب کے ذکر پہ شرم سے لال سرخ ہوتی جلدی سے نفی میں سر ہلا کے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی، وہ ہنستا ہوا اسے خود کے ساتھ لپٹائے زمین پہ پڑے میٹرس پہ گرا تھا، وہ اس کے اوپر آتا اسکی گردن میں چہرہ چھپائے اسکے بدن کی خوشبو محسوس کرنے لگا۔ ارزم شاہ نے کچھ ہی منٹوں میں کمرے کی حالت بگاڑ ہے رکھ دی تھی، بیڈ شیٹ

اور تکیے زمین پہ گرے تھے، ان دونوں کے لباس دور دیوار کے پاس گرے ہوئے تھے جبکہ میٹرس بھی زمین بوس تھا، ذائشہ خان نے تاصف سے کمرے کی بکھری حالت دیکھی تھی۔ ابھی وہ کمرے کی حالت کا اندازہ لگا رہی تھی جب ارزم شاہ نے خود کو اسکی ٹانگوں میں ایڈجسٹ کیا تھا، ذائشہ خان کا دل لرزا تھا، اس نے نجانے کب اسے رہائی دینی تھی، وہ روہانسی ہوتی ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب وہ اسکے بالوں میں ایک ہاتھ پھنسائے دوسرا اسکے کندھے پہ جماتا ایک دفعہ پھر سے اسکی روح میں سرائیت کر گیا۔۔ ذائشہ خان سسکی تھی، وہ اسکی ٹانگیں خود کے گرد فولڈ کرتا آخری حد تک اس میں شامل ہوتا خود کو اور اسے لذت کی انتہاء پہ پہنچا رہا تھا، ذائشہ خان کی مدہوش کن سسکیاں اسے پاگل کر رہی تھیں، وہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے ہونٹوں کا لمس بکھیرتا اپنی شدتوں میں اضافہ کئے اس میں خود کو گھولتا ہوا اپنے ساتھ مدہوش کر گیا۔

مورے! مذے اپا بٹا دیں! امم نے پیچر پیچر تھیلنا ہے!(مورے! مجھے اپنا دوپٹا دیں! ہم نے ٹیچر ٹیچر کھیلنا ہے!)۔۔۔ گلالئ کی گود میں بیٹھی یسریٰ شاہ اسکا دوپٹا ہولے سے کھینچتے ہوئے معصومیت سے بولی، وہ زیان، ازمیر اور یاور کی ٹیچر بننے والی تھی جس کے لئے یسریٰ کے مطابق اسکے سر پہ دوپٹا ہونا ضروری تھا۔۔ ارزم شاہ اور ذائشہ خان کے علاوہ وہ سب اس وقت لاؤنج میں موجود تھے، سب لیٹ اٹھے تھے، شادی نے تھکا کے رکھ دیا تھا اسی لئے لیٹ آنکھ کھلی تھی، ناشتہ بھی لیٹ کیا تھا، زوریز شاہ بالکل ابھی حویلی سے اپنے کسی ضروری کام کے سلسلے میں نکلا تھا جبکہ احان شاہ اور کاظم شاہ بھی آفس جانے کا سوچ رہے تھے، احان شاہ کو آج کافی کام کرنے تھے، وہ وزیرِ دفاع تھا اسکے کندھوں پہ اس وقت کافی بوجھ تھا، اتنے دنوں کا کام سکیجول پڑا ہوا تھا۔

مورے سب کے پاس بیٹھی ہیں ڈول! آپ روم سے جا کے دوسرا سٹالر لے لو!۔۔۔۔۔ احان سب کو اللہ حافظ کہہ کے اٹھنے ہی والا تھا جب یسریٰ کو گل کا دوپٹا کھینچتے دیکھ کے وہ اٹھنے کی بجائے وہی پہ بیٹھ کے یسریٰ کے گال پہ ہاتھ رکھتا اسے مدھم آواز میں سمجھاتے ہوئے اسکے ہاتھ سے گل کا دوپٹا آزاد کروانے لگا کیونکہ یسریٰ اس وقت گل کی کوئی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔۔

نئ بابا زان مذے مورے تا بٹالینا اے (نہیں بابا جان مجھے مورے کا دوپٹا لینا ہے!)۔۔۔۔ یسریٰ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بولی، یاور جو ان کے پاس کھڑا ازمیر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا ان کی گفتگو سنتا اوپر بھاگ گیا، اسکا رخ یسریٰ کے روم کی طرف تھا، گلالئ نے اسکے لئے کافی سٹالر خرید رکھے تھے کیونکہ یسریٰ کو ہمیشہ خود سے بڑا دوپٹا لے کے ٹیچر ٹیچر کھیلنا ہوتا تھا۔

نو ڈول!! ایسے مورے کو تنگ نہیں کرتے! ہم آپ کے روم سے کوئی سٹالر لے لیتے ہیں۔۔۔ احان شاہ اسے گلالئ کی گود سے نکالتا پیار سے سمجھاتے اسکے گال پہ ہونٹ رکھ رہا تھا، یسریٰ ابھی کچھ بولتی جب یاور شاہ درمیانے سائز کا لائٹ پنک سٹالر پکڑے پھولتی سانسوں کے درمیان لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

جے لے لو ڈول! مورے تو رنگ نئ ترو! ایشے وہ تیا لے دی (یہ لے لو ڈول! مورے کو تنگ نہیں کرو! ایسے وہ کیا لیں گی؟)۔۔۔ وہ ان کے قریب آتا سنجیدگی سے یسریٰ کی طرف اسکا سٹالر بڑھاتا کافی سمجھدار دیکھائی دے رہا تھا، احان شاہ اپنے بیٹے کی اتنی سمجھداری پہ مسکراتا ہوا اسکا گال پیار سے کھینچ کے جھکتا ہوا اسکی نیلی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ یاور شاہ کی اچھی تربیت اسکے ہر انداز سے چھلکتی تھی، گلالئ اور باقی سب مسکراتے ہوئے ان کی باتیں سن رہے تھے جب ازمیر شاہ اپنے ہاتھ میں کاپیاں اور سٹیشنری کی ساری چیزیں پکڑے ہانپتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ وہ سب بچے کافی دیر سے کھیلنے کا پلان بنا رہے تھے، کھیلنے کا سامان اکھٹا کرنا ازمیر کی زمہ داری تھی جبکہ ان سب بچوں کو اکھٹا کرنا یاور کی۔۔

دو منٹ تے انڈر شارے یاں آو! دو لیٹ آئے دو وہ نئ تھیلے دو! (دو منٹ کے اندر سارے یہاں آؤ! جو لیٹ آئے گا وہ نہیں کھیلے گا!)۔۔۔ انہیں ابھی تک وہی پہ کھڑے دیکھ کے ازمیر شاہ ان سب سے کچھ فاصلے پہ موجود کالین پہ اپنے ہاتھ میں پکڑا سارا سامان پھینکتا ہاتھ سے چٹکی بجانے کی ناکام کوشش کرتا حکمیہ انداز میں بولا تھا، اسکے حکمیہ انداز پہ کاظم شاہ نے اپنے لبوں پہ انگلیاں جماتے مسکراہٹ ضبط کی تھی، زیان شاہ ماں کی گود سے نکلتا دو قدم چل کے رینگتا ہوا کھکھلاتے ہوئے ازمیر کی طرف بڑھ گیا۔ اسے بھی ان کے ساتھ ٹیچر سٹوڈنٹ کھیلنا تھا۔۔

مے تولیٹ آودی نامیر تیوں تے مے شب تی پیچر او(میں تولیٹ آؤں گی نامیر کیونکہ میں سب کی ٹیچر ہوں!)۔۔۔۔یسریٰ شاہ ہونٹ سکوڑتے ہوئے اترا کے بولی تھی، انداز میں معصومیت تھی، احان شاہ اس وقت اسکے سر پہ سٹالر دیتا اسکی مرضی سے اسے دوپٹا دے رہا تھا جس سٹائل میں وہ لینا چاہ رہی تھی۔۔

اوتے شیٹ آرٹ!!(اوکے سویٹ ہارٹ!)۔۔۔ازمیر شاہ کے لیے یسریٰ شاہ کی بات جیسے حرفِ آخر تھی، وہ بنا بحث کئے ہاں میں سر ہلا کے جواب دیتا اب سب کی کاپی کھولتے ان پہ پینسل اور ریزر رکھ رہا تھا۔

مے وی لیٹ آودا تیوں تے مے پیچر تالالا اوں! (میں بھی لیٹ آؤں گا کیونکہ میں ٹیچر کا لالا ہوں!)۔۔۔یاور شاہ نے وہی باپ کے پاس کھڑے کھڑے ہاتھ اٹھا کے ازمیر کو سنجیدگی سے جواب دیا تھا، اسکے جواب پہ ازمیر شاہ نے اپنے ہاتھ میں پڑی چیزیں پٹکتے ہوئے چہرہ اٹھا کے اسے گھورا تھا۔

شت اپ!لالا نئ تاتا او! تم نئ تھیلو دے! تم اکل امزہ تی طرا تائے والے تاتا بنو دے!(شٹ اپ! لالا نہیں کاکا ہو! تم نہیں کھیلو گے! تم انکل حمزہ کی طرح چائے والے کاکا بنو گے!)۔۔۔۔۔یاور کو یسریٰ کے دم پہ اتراتے دیکھ کے ازمیر شاہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے دبے دبے غصے سے بولا تھا، اسے اسکا اترانا اچھا نہیں لگا تھا، کل پورا دن ولیمے کے فنکشن پہ ارزم شاہ کا دوست حمزہ چائے کی ٹرے پکڑ کے گھومتا رہا تھا جس پہ سب اسے "کاکا دو چائے" بول کے تنگ کر رہے تھے، اصل میں اس وقت ازمیر بھی یہی چاہ رہا تھا یاور آج سٹوڈنٹ بننے کی بجائے کاکا بنے تاکہ وہ بار بار دو چائے مانگ کے اسے تنگ کر سکے۔۔ازمیر شاہ کی بات پہ یاور شاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا جبکہ احان شاہ اور کاظم شاہ نے بمشکل ہنسی دبائی تھی، گلالئ اور مرحا انہیں حیرانگی سے دیکھ رہی تھی، ایزل اس وقت کچن میں چائے تیار کر رہی تھی۔۔سب بڑے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے بچوں کی نوک جھوک سن رہے تھے۔

ڈول! ام میر تے شات نئ تھیلے دیں۔۔جے بذمیزی تر تا اے!(ڈول! ہم میر کے ساتھ نہیں کھیلیں گے! یہ بدتمیزی کرتا ہے!)۔۔۔یاور شاہ نے ازمیر کو جواب دینے کی بجائے بلند آواز میں یسریٰ کو مخاطب کرتے ازمیر شاہ کی دہکتی رگ پہ پیر رکھا تھا، وہ اسے جواب دینے میں اکثر اوقات سیاست سے کام لیتا تھا، سیاست اسے باپ سے وراثت میں ملی تھی۔یاور کے جواب پہ ازمیر نے فوراً سے یسریٰ کی طرف دیکھا تھا جیسے اسکے جواب کا منتظر ہو۔

میر تم لالا تے شاتھ بذمیزی ترتے او! امم تمارے شاتھ نئ تھیلیں دے!(میر تم لالا کے ساتھ بد تمیزی کرتے ہو! ہم تمہارے ساتھ نہیں کھیلیں گے!)۔۔۔یسریٰ شاہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے لالا کی سائیڈ لیتی جس پہ یاور اترا کے ازمیر کی طرف دیکھنے لگا۔۔

شیٹ آرٹ مے مدات ترراتا! توئی وی تاتانئ بنے دا(سویٹ ہارٹ میں مذاق کر رہا تھا! کوئی بھی کاکا نہیں بنے گا!)۔۔۔ازمیر شاہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے اپنی جگہ سے اٹھا کے ان دونوں کے پاس آتا اپنی گولڈن بڑی بڑی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے معصومیت سے بولتا یاور کے گال پہ ضبط سے اپنے ہونٹ رکھ گیا تا کہ یسریٰ کھیلنے سے انکار نہ کرے۔۔اسکے فلپ مارنے پہ کاظم شاہ کا دل چاہا بلند قہقہ لگائے لیکن ضبط کر گیا۔اسے خود کے ساتھ چپکتے دیکھ کے یاور شاہ نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

لالا تھیل لیں؟(لالا کھیل لیں؟)۔۔۔۔ازمیر کو اپنے لالا پہ پیار جتاتے دیکھ کے یسریٰ نے معصومیت سے یاور سے اجازت لی تھی، یاور جو نان میں سر ہلانے والا تھا احان شاہ کے ہاں میں سر ہلانے پہ ضبط سے اثبات میں سر ہلا کے ازمیر کو خود سے دور کرتا یسریٰ کے ساتھ کالین تک آ گیا۔یاور کے اِسٹیٹوڈ پہ ازمیر ضبط سے اپنی چھوٹی چھوٹی مٹھیاں بھینچتا ان کے ساتھ چل دیا، اسے اس وقت یسریٰ کے ساتھ کھیلنے سے مقصد تھا۔

بیٹھ جا! چائے پی کے اکھٹے نکلتے ہیں!!۔۔۔احان شاہ کو صوفے سے اٹھتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے جانے سے روک لیا تھا، وہ اس وقت ایزل کے ہاتھ کی چائے پینا چاہتا تھا اور ساتھ ہی بچوں کا تھوڑا سا کھیل دیکھ کے احان کے ساتھ ہی نکلنا چاہ رہا تھا، احان سر کو خم دیتا اپنے موبائل میں مصروف ہو گیا، وہ دونوں اکثر اوقات صبح ایک ساتھ ہی نکلا کرتے تھے۔ایزل شاہ کچھ ہی دیر میں سب کے لئے چائے اپنے ہاتھوں سے بنا کے لائی تھی، وہ چائے کافی اچھی بناتی تھی کیونکہ اسے ہمیشہ سے کاظم شاہ کے لئے آدھی رات کو چائے بنانے کی عادت تھی، وہ چائے کی ٹرے سینٹرل ٹیبل پہ رکھتی ایک چائے کا کپ اٹھا کے کاظم شاہ کے پاس بیٹھتی اسکی طرف بڑھانے لگی، وہ جو بچوں کو کھیلتا دیکھ کے غائب دماغی سے بائیں ہاتھ سے چائے پکڑنے والا تھا، ایزل نے اسے مدھم آواز میں مخاطب کرتے دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ اسکا بائیاں ہاتھ بارات والے دن سے زخمی تھا، زخم گہرا تھا جسے دیکھ کے ایزل اس دن کافی روئی تھی

اور ساتھ اسکے زخم کی احتیاط بھی کافی کی تھی، ایزل کی اتنی احتیاط اور فکر پہ وہ مسکراتا ہوا دائیں ہاتھ سے چائے پکڑ کے ہونٹوں سے لگا گیا۔

بہت اچھی بنی ہے! لیکن اس میں چینی کم ہے!!۔۔۔سب کو چائے پینے میں مصروف دیکھ کے کاظم شاہ مدھم آواز میں ایزل کے کان میں گویا ہوا تھا جس پہ اس نے آئیبرو آچکا کے اس کی طرف دیکھا تھا۔

لیکن میں نے تو چینی ٹھیک سے ڈالی تھی!۔۔۔وہ منہ پھولا کے مدھم آواز میں بولی، باقی سب چائے پیتے ہوئے مسکرا کے بچوں کو کھیلتے دیکھ رہے تھے۔

اہمم! ! کم ہے! خود چیک کر لو!!۔۔۔کاظم شاہ اپنے ہونٹوں سے چائے ہٹا کے مدھم آواز میں بولتا ایزل کے لبوں کے قریب کر گیا، ایزل نے ایک نظر سب کو دیکھا، پھر سب کو مصروف دیکھتا پا کے اسکی جھوٹی چائے کا چھوٹا سا گھونٹ بھر گئی۔۔

ٹھیک تو ہے شاہ جی! آپ اتنی ہی چینی والی چائے پیتے ہیں!۔۔۔وہ ایک گھونٹ بھرنے کے بعد اسے یقین دلانے والے انداز میں گویا ہوئی تھی جس پہ کاظم شاہ اپنی مسکراہٹ روکتا چائے کا کپ پھر سے اپنے ہونٹوں سے لگا گیا ٹھیک اسی جگہ سے جس جگہ سے ایزل نے گھونٹ بھرا تھا۔

ہمم! اب پرفیکٹ ہے! تمہارے رسیلے ہونٹوں کی مٹھاس نے کمال کیا ہے ورنہ مانو یا نہ مانو پہلے چینی کم تھی!۔۔۔کاظم شاہ اسکے کان کے پاس جھک کے مدھم آواز میں سرگوشی کرتا اسے سرخ کر گیا، ایزل نے اسے معصومیت سے گھور کے دیکھا تھا وہ سارا ماجرہ سمجھ گئی تھی کہ اس نے کیوں چائے کا کپ اسکے ہونٹوں سے لگوایا تھا۔۔

تلو شارے لتھوائے فال پیپل (چلو سارے لکھوائے فار اپیل)۔۔۔۔۔۔یسریٰ کی معصوم سی آواز پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی، وہ کالین پہ بیٹھے ازمیر، یاور اور زیان شاہ کے گرد چکر لگاتی ہاتھ پہ ریڈ پین بجاتے ہوئے مسلسل ان کو ٹیچ کر رہی تھی، اسکا سٹالر بار بار اس کے سر سے سرک رہا تھا جس پہ وہ سرخ و سفید رنگت والی شہزادی اپنی کرسٹل گرین آنکھوں میں جھنجھلاہٹ لئے اسے بار بار سر پہ درست کرتی۔۔

بی فال بال (بی فار بال)۔۔۔یسریٰ کی معصوم سی آواز پھر سے گونجی تھی جس پہ یاور اور ازمیر تو ٹھیک سے لکھنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے جبکہ زیان شاہ پورے پیج پہ صرف آڑھی ترچھی لکیریں مار رہا تھا۔وہ ابھی چھوٹا تھا اسی

لئے ٹھیک سے پینسل نہیں پکڑنی آتی تھی لیکن ان کے ساتھ ہر کھیل میں شامل ہونے کی کوشش کرتا تھا جس پہ ازمیر اور یاور اس کا بھرپور خیال رکھتے۔ یسریٰ یونہی تھوڑا سا مزید بولتی انہیں لیڈ کرتی رہی تھی۔

مے شب تا تام تیک ترنے لدی اوو!(میں سب کا کام چیک کرنے لگیں!)۔۔۔۔۔انہیں کافی دیر تک کام کروانے کے بعد وہ اپنے چھوٹے چھوٹے گلابی ہونٹ مڑوڑتی معصومیت سے بولتی اپنا دوپٹا سنبھال رہی تھی۔۔

پیچر میلا تام اودیا!(ٹیچر میرا کام ہو گیا!)۔۔۔۔۔سب سے پہلے ازمیر نے ہاتھ اٹھاتے یسریٰ کو مخاطب کیا تھا۔۔

پیچر میلابی(ٹیچر میرا بھی!)۔۔۔۔یاور بھی ساتھ ہی بولا۔ یسریٰ ان دونوں کو پرسوچ نگاہوں سے دیکھتی پہلے یاور کی کاپی پکڑ کے چیک کرنے لگی، ریڈ پین کے ساتھ بمشکل چھوٹا سا ٹک لگاتی وہ" سٹار" بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یاور کو سٹار دینے کے بعد اس نے ازمیر کی کاپی پکڑتے اسکے کام پہ صرف چھوٹا سا ٹک لگایا تھا، اس نے اسے جان بوجھ کے تنگ کرنے کے لئے سٹار نہیں دیا تھا۔۔وہ باہر جتنی معصوم تھی اندر سے اتنی ہی شرارتی تھی۔ ابھی کہ سب سے اچھا کام ازمیر نے کیا تھا لیکن اس نے اس کی بجائے یاور اور زیان دونوں کو سٹار دیا تھا۔ ازمیر شاہ نے غصے سے زیان اور یاور کی کاپی پہ سٹار دیکھا تھا۔۔

شیٹ آرٹ! مذے دوشٹار دو(سویٹ ہارٹ! مجھے دو سٹار دو)۔۔ازمیر شاہ ضبط سے مسکرا کے یسریٰ شاہ سے مخاطب ہوا تھا، اس نے اسے ایک سٹار نہیں دیا تھا اور وہ دو مانگ رہا تھا تاکہ یاور اور زیان شاہ سے بھی زیادہ اچھا سٹوڈنٹ صرف ازمیر شاہ ہو۔۔

نئ! تم نے شئ تام نئ تیابالو!(نہیں! تم نے صحیح کام نہیں کیا بھالو!)۔۔۔۔۔یسریٰ نے نفی میں سر ہلانے کے ساتھ اپنا ریڈ پین ہلاتے ازمیر کو جواب دیا تھا۔ یاور شاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی جسے دیکھ کے زیان بھی یونہی کھکھلانے لگا، ازمیر کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔۔

مے نے ٹھیت لتھا اے! مذے تین شٹار دو(میں نے ٹھیک لکھا ہے! مجھے تین سٹار دو!)۔۔۔ازمیر شاہ اسکے ہاتھ میں اپنی کاپی تھماتا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا تھا۔۔

نئ دو دی بالو!(نہیں دوں گی بھالو!)۔۔۔وہ ضدی انداز میں شرارت سے بولی تھی۔ اسے ازمیر کو تنگ کرنے میں الگ ہی مزہ آتا تھا۔ ازمیر شاہ نے شدید غصے سے یاور اور زیان کی کاپی باری باری پھاڑتے دور پھینکی تھی۔

بھالو جے تیار یا!!(بھالو یہ کیا کیا؟)۔۔۔۔یاور اپنی پھٹی ہوئی کاپی دیکھ کے غصے سے بولا تھا، باقی سب اس سیریس ہوتی صورتحال کو دیکھ کے سر پکڑ رہے تھے۔۔

میر!!!۔۔۔۔۔ازمیر کو غصے میں دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے نرمی سے مخاطب کیا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کر تا فلحال یسریٰ کے ساتھ مصروف تھا۔۔

مذے تین شٹار دو(مجھے تین سٹار دو)۔۔۔۔۔۔۔ازمیر شاہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے یاور کو جواب دینے کی بجائے یسریٰ سے مخاطب تھا، اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کے یسریٰ نے کچھ سہمتے ہوئے اسکی کاپی پہ ایک چھوٹا سا سٹار بنایا تھا۔

بش ایت ای دوں دی(بس ایک ہی دوں گی!)۔۔۔۔وہ ایک سٹار بنانے کے بعد ناز و انداز سے بولی تھی۔

مذے تین تہائیے(مجھے تین چاہئیے!)۔۔۔۔ازمیر شاہ بضد تھا۔

نئ دو دی(نہیں دوں گی!)۔۔۔۔۔یسریٰ بھی ضدی باپ کی بیٹی تھی۔

تلولالا امم روم مے تل تے ٹوائز تے شات تھیلے!(چلو لالا! ہم روم میں چل کے ٹوائز کے ساتھ کھیلیں!)۔۔۔۔۔۔۔ازمیر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی یسریٰ نے یاور کو مخاطب کیا تھا جس پہ ازمیر نے اسکا ہاتھ پکڑ کے زور سے اپنی کاپی پہ رکھا تھا۔

تین شٹار دو(تین سٹار دو!)۔۔۔۔وہ اپنی اگنورینس پہ غصے سے غرایا تھا، کاظم شاہ اور احان شاہ بیک وقت صوفے سے اٹھتے ہوئے ان کی طرف بڑھے تھے۔

میر ذمیز شے بات ترو(میر تمیز سے بات کرو!)۔۔۔۔یاور نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے غصے سے ازمیر کو مخاطب کیا تھا۔ وہ اسے جواب دینے کی بجائے یسریٰ سے اپنی کاپی پہ تین سٹار بنوا رہا تھا، یسریٰ سہمتی ہوئی آنکھوں میں آنسو لئے سٹار بنانے کے بعد اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی۔۔ازمیر نے کافی زور سے اسکا ہاتھ دبایا تھا۔

بابا زان! بھالو نے مالا سے(بابا جان! بھالو نے مارا ہے!)۔۔۔۔احان شاہ کو اپنے قریب آتے دیکھ کے یسریٰ ان کے پاس سے اٹھتی باپ کی طرف بھاگتے ہوئے اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ مڑوڑتی معصومیت سے ازمیر کی شکایت لگانے

لگی، دوپٹا اب زمین کو سلامی دے رہا تھا، احان شاہ نے گہری سانس بھرتے جھک کے یسریٰ کو اٹھا کے اپنے سینے میں بھینچتے شکوے سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جس کا بیٹا ہمیشہ اپنی پوزیسونیس کی وجہ سے اسکی بیٹی کو رلا دیتا تھا۔

میر! میں نے کتنا دفعہ بولا ہے پیار سے کھیلتے ہیں میری جان! رلا دیا ناڈول کو!!۔۔۔کاظم شاہ گھٹنوں کے بل ازمیر کے پاس بیٹھتا اسے پیار سے سمجھانے لگا۔۔

مذے شٹار نئ دے ری تی بابازان!(مجھے سٹار نہیں دے رہی تھی بابا جان)۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتا اب اپنی کاپی بند کر کے جیومیٹری بھی مصروف انداز میں بند کر رہا تھا، یاور کا بس نہیں تھا یہی جیومیٹری پکڑ کے اسکے سر پہ مار دے لیکن وہ ضبط کرتا زیان شاہ کے ہاتھ سے پینسل پکڑنے لگا کیونکہ وہ اپنے منہ میں ڈال رہا تھا۔۔

نئ دودی بھالو! نئ تھیلوں دی تمارے شات(نہیں دوں گی بھالو! نہیں کھیلوں گی تمہارے ساتھ)۔۔۔۔یسریٰ باپ کی بانہوں میں آتے ہی شیرنی بنتی معصومیت اور غصے سے صفائی تھی ساتھ ہی دائیاں ہاتھ باپ کے ہونٹوں سے لگایا تھا جو ازمیر نے زور سے دبا کے سرخ کر دیا تھا، احان شاہ نے اسکی ہیرے کی بریسلیٹ سے سجی کلائی پکڑتے پیار سے اسکے ہاتھ کی پشت پہ ہونٹ رکھتے اسکے معصوم چہرے سے آنسو صاف کئے تھے، یہ بریسلیٹ اسے احان شاہ نے ہی ابھی کچھ دن پہلے پہنائی تھی، باقی سب ہر روز کی طرح تاصف اور دلچسپی سے یہ ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔

سوری کروڈول کو!!۔۔۔۔کاظم شاہ نے نرمی سے ازمیر کے کان میں سرگوشی کی تھی جو سر اٹھا کے احان کے بازوؤں میں موجود یسریٰ کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے تڑپا تھا۔

خودی شیٹ آرٹ(سوری سویٹ ہارٹ!)۔۔۔وہ اپنے دونوں کانوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے معصومیت سے سوری بولتا بے حد کیوٹ لگا تھا، سب کی ہنسی چھوٹی تھی سوائے یسریٰ کے جس نے ہونہہ کر کے زور سے سر جھٹکا تھا۔

بابازان ائکریم(بابا جان! آئسکریم!)۔۔۔۔۔۔وہ ازمیر کو اگنور کر کے باپ کی طرف دیکھتی معصومیت سے بولی۔ اسکا ارادہ باہر جانے کا تھا۔

نہیں میری جان گلہ خراب ہو جائے گا!۔۔۔احان شاہ نے اسے پیار سے ٹوکا تھا، اتنی سردی تھی لیکن اسکی بیٹی کی آئسکریم سے محبت ختم نہیں ہوتی تھی۔۔

شیٹ آرٹ میلے پاش آزو نے نے آپے بابا تے شات لے دا تا او! دو آئسٹریم لے تے دو دا!(سویٹ ہارٹ میرے پاس آجاؤ میں تمہیں اپنے بابا کے ساتھ لے جاتا ہوں! دو آئسکریم لے کے دوں گا!)۔۔۔یسریٰ کی اگنورینس پہ ازمیر نے اسے لالچ دیتے اسکی ناراضی دور کرنا چاہی تھی جس پہ یسریٰ نے پر سوچ نگاہوں سے کاظم شاہ کی طرف دیکھا تھا جیسے جاننا چاہ رہی ہو آپ واقعی مجھے دو آئس کریم لے دیں گے ؟۔۔کاظم شاہ اسکی نگاہوں کا مطلب سمجھتا ازمیر کے پاس سے کھڑا ہوتا احان کے قریب آیا تھا۔۔

میں بچوں کو کچھ دیر باہر لے جاتا ہوں! تو اپنے ضروری کام نپٹا لے!!۔۔۔وہ اسکے بازوؤں سے یسریٰ کو پکڑتے ہوئے گہری سانس بھرتے ہوئے بولا تھا کیونکہ اب بچوں کی ایک دوسرے سے صلح باہر لے جا کے انہیں گھوما پھرا کے ہی ختم کروائی جا سکتی تھی، باہر جانے کے ذکر پہ سب بچوں کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی، زیان شاہ کھکھلایا تھا، یاور نے اسکے گال پہ پیار سے لب رکھے، کاظم کی بات پہ احان شاہ سر کو خم دیتا یسریٰ کا گال پیار سے چومتے وہاں سے جا چکا تھا کیونکہ آج اسکی کافی امپورٹینٹ میٹنگز تھیں۔

جان تمنا۔۔قسط 143 (پارٹ ٹو)

از قلم۔۔۔علیشے خان

پچھلے ایک ہفتے سے ائرہ شاہ اور شہسوار ہنزہ ویلی میں اپنے ہنی مون کے حسین لمحات گزار رہے تھے۔۔آج ان کا یہاں آخری دن تھا۔۔کل صبح ہی انہیں اسلام آباد کیلئے نکلنا تھا کیونکہ شہسوار کو اب پھر سے اپنی ڈیوٹی جوائن کرنی تھی۔۔اسکی چھٹیاں ختم ہونے والی تھی۔۔پچھلے ایک ہفتے میں شہسوار نے اپنا ایک ایک پل ائرہ شاہ کے نام کیا تھا۔وہ پوری ہنزہ ویلی گھوم چکے تھے۔۔اس وقت شام کا وقت ہو رہا تھا جب آئرہ اور شہسوار جھیل کے کنارے بیٹھے محبت بھری باتوں میں محو تھے۔۔پہاڑ۔ جھیل کا شور مچاتا پانی اور ڈھلتا سورج اس منظر کو کافی پر کشش بنائے ہوئے تھا ۔شہسوار نے اپنی پرائیویسی کا خیال کرتے ہوئے پورا ایک چھوٹا سا پرائیویٹ ریسورٹ بک کروایا تھا۔۔جو کہ ایک روم، کچن، باتھروم پر مشتمل تھا۔۔روم کاٹیرس لکڑی سے بنا ہوا تھا جو زمین سے اونچا تھا۔۔اوپر روم تک آنے کیلئے لکڑی کی سیڑھیاں بنائی گئی تھی۔۔سامنے نیلے پانی والی بہتی جھیل، جھیل کے گرد پھیلے اونچے پہاڑ، ہر طرف پھیلا سبزہ

اس جگہ کی دلکشی بیان کر رہے تھے۔۔ یہ جگہ بہت خوبصورت تھی دیکھنے والی آنکھ کو جنت کا گمان دیتی تھی۔ ائرہ اس وقت شہسوار کے کندھے پہ سر ٹکائے ڈوبتے سورج کے منظر کو اپنی آنکھوں میں قید کر رہی تھی۔ ٹھنڈی یخ ہوا ہر طرف چل رہی تھی۔ شہسوار اپنے اور آئرہ شاہ کے گرد اپنی سیاہ اجرک اوڑھے آئرہ شاہ کو ٹھنڈ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ دونوں اس وقت گرم کپڑوں میں ملبوس تھے۔۔

آئرہ خیریت تو ہے؟ تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہے نا؟۔۔۔۔ شہسوار ائرہ شاہ اس کی کمر کے گرد اپنا بازو حائل کرتا آنکھوں میں شرارت لئے گویا تھا۔

ہاں میں بلکل ٹھیک ہوں۔ کیوں کیا ہوا؟۔۔۔ آئرہ شہسوار کے کندھے سے سر ہٹاتی آنکھوں میں حیرانگی لئے شہسوار کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔۔

نہیں تم ٹھیک نہیں ہو۔۔ اگر تم ٹھیک ہوتی تو کوئی نہ کوئی شرارت ضرور کرتی لیکن پچھلے ایک ہفتے میں تم نے ایک بھی شرارت نہیں کی ورنہ تو تمہارا تو فیورٹ کام ہے میری ناک میں دم کرنا۔۔ مجھے ذلیل کروانا۔۔۔ شہسوار مشکوک نگاہوں سے اپنا ہنسی دباتا اسکے کارنامے یاد کروانے لگا جو اس نے یہاں آ کے ایک دفعہ بھی سرانجام نہیں دیئے تھے۔۔ شہسوار پر سوچ نگاہوں سے آئرہ کے معصوم چہرے کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر ہر زاویے سے دیکھنے لگا۔

جی نہیں!! میں بالکل ٹھیک ہوں الحمدللہ!! میری شرارتیں کیا آپ کو اچھی لگتی ہیں؟ مجھے تو لگتا ہے میری زیادہ تر شرارتیں آپ کو غصہ دلاتی ہیں۔۔ میں چاہتی ہوں کہ کبھی بھی اب آپ کا موڈ میری وجہ سے خراب نہ ہو یا آپ کو غصہ نہ آئے۔۔ میری اکثر شرارتیں آپ کو آزمائش میں ڈالتی ہیں۔۔ میں جب بھی شرارت میں خود سے آپ کو دور کرتی ہوں تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے نا؟ لیکن میں آپ کو کبھی بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔۔ کیونکہ میں آپ سے بے انتہا محبت کرتی ہوں آپ کا میرے لئے تڑپنا مجھ سے بلکل بھی برداشت نہیں ہوتا۔۔ آپ کا میرے بغیر اداس ہونا، چہرے کی خوشی چھن جانا میں بھلا کیسے سہہ سکتی ہوں؟ شہسوار آپ میرے لئیے بہت خاص ہے۔۔ میں نے اپنی قسمت سے جنگ کر کے آپ کو کسی سلطنت کی طرح جیتا ہے۔ اور اس سلطنت کو جیت کے آپ کے وجود کو وہاں کا بادشاہ بنایا ہے۔۔ سانسوں کے جیسے ضروری ہیں آپ میرے لئیے۔۔ آپ کا ساتھ پا کے میں مکمل ہو گئی ہوں۔۔ میری طلب، میری خواہش، میری خوشی سب آپ ہیں شہسوار!! آئرہ شاہ اپنی آخری سانس تک سید شہسوار شاہ کے

ساتھ جڑی رہنا چاہتی ہے۔۔ آئرہ اس کا ہاتھ پکڑے اپنی شرارت نہ کرنے کی وجہ ان حسین الفاظ میں بیان کرنے لگی

۔۔

جس طرح پھولوں سے خوشبو علیحدہ نہیں کی جاسکتی، آسمان سے ستارے الگ نہیں ہوسکتے بالکل ایسے ہی اب آئرہ شاہ بھی شہسوار سے جدا نہیں ہوسکتی۔۔ آپ میرے حصے میں لکھ دیئے گئے ہیں۔۔ اور اللہ تعالیٰ کے اتنے کرم پہ یہ خوبصورت حصہ جو آپ کے ساتھ کی صورت میں ملا ہے۔۔ اب مجھے کسی چیز کی کمی نہیں رہی۔۔۔ ہاں آپ کے بغیر میں نامکمل تھی لیکن اب سر سے لیکر پاؤں تک پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہوں۔۔ آئرہ شہسوار کی بیئر ڈپہ اپنا نازک ہاتھ جمائے مسلسل اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی جب ائرہ نے جان بوجھ کے شہسوار کو تڑپانے کے لئے شبنم بیگم کے روم میں سونے والی حرکت سرانجام دی تھی۔ وہ اس رات کو شہسوار کی آنکھوں میں درد اور تکلیف دیکھتی آئندہ شہسوار سے خود کو دور رکھنے سے باز آگئی تھی۔۔ اسکے بغیر شہسوار کی سانسیں چلنا بند ہو جاتی تھی۔۔ ائرہ شاہ کبھی بھی شہسوار کیلئے گھٹن کا باعث نہیں بن سکتی تھی۔۔ ہاں وہ شرارت کرتی تھی لیکن ایسی شرارت جن سے شہسوار کو تکلیف نہ ہو ۔۔ شہسوار ائرہ شاہ کی باتیں سنتا حیران در حیران ہوا تھا۔۔ وہ اسکے معصوم اور شیطانی چہرے کی طرف دیکھنے لگا جس پر ہر وقت شرارت کی ہنسی چھائی رہتی تھی۔۔ اور اس کا شیطانی دماغ اتنی سمجھداری کی باتیں کیسے کر سکتا تھا؟ شہسوار اسکے چہرے پہ نظریں جمائے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

قسم سے سچ بول رہی ہوں۔ مزاق نہیں کر رہی۔۔۔ آئرہ شہسوار کی سوالیہ نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتی باقاعدہ قسم کھا کے اپنی کہی گی باتوں کا یقین دلانے لگا۔ آئرہ کو لگا تھا شہسوار اس کے اتنے تفصیلی اظہار کو بھی کوئی نئی شرارت سمجھ رہا تھا اسلیئے تیزی سے شہسوار کو یقین دہانی کاروائی تھی۔۔

میری جان! مجھے تمہارے ایک ایک لفظ پہ یقین ہے۔ تمہارا ہر لفظ سچا اور کھرا ہے۔۔ مجھے تو اس لیے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم صرف میری تڑپ اور تکلیف کو دیکھتے ہوئے شرارتیں کرنا چھوڑ چکی ہو؟ تم جانتی ہو ائرہ تمہاری شرارتیں مجھے تمہارے اظہارِ محبت سے زیادہ اچھی لگتی ہیں ہے۔۔ تم مجھے تڑپاتی ہوئی اچھی لگتی ہو۔۔۔ میں جتنی بار بھی تمہارے لیئے تڑپتا ہوں مجھے علم ہوتا ہے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تمہاری ہر بار کی شرارت مجھے تم سے نئے سرے سے عشق کروا دیتی ہے۔۔ اور میں تمہیں پہلے سے زیادہ شدت سے چاہنے لگتا ہوں۔۔ تم شرارتیں کیا کرو میری

دولہن!! تمہاری شرارتیں اور ہنسی دیکھ ہی تو میں جیتا ہوں۔۔۔ شہسوار اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے زمین سے اٹھا کے اپنی گود میں بیٹھاتا اب اپنا نقطہ نظر بیان کرنے لگا۔۔

آئرہ میں تمہارا ہوں، تم بلا جھجھک مجھے تنگ کیا کرو، تڑپایا کرو، مجھے بلکل بھی برا نہیں لگتا بلکہ تمہاری ان حرکتوں سے میں پر سکون ہوتا ہوں۔ مجھے ہنسنے کی وجہ مل جاتی ہے۔ جب میرے پاس مسکراہٹ کی پوری شاپ موجود ہے تو تم کیسے اس ہنسی کی شاپ کو بند کر کے میری خوشی کی ایسی کی تیسی کر سکتی ہو؟ محبوب پہ تو سارے حق ہوتے ہیں اسے حق سے ستایا جاتا ہے۔ سید شہسوار اپنی محبوبہ کی ہر قاتلانہ ادا پہ گھائل ہے۔۔۔ شہسوار اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا اسکی شرارتوں کو خود کیلئے سکون قرار کا نام دیتا آئرہ کے ہر روپ کو اپنا پسندیدہ قرار دے گیا تھا۔

تو کیا آپ کو میری شرارتیں کرنا پسند ہیں؟ جب میں شرارت کرتی ہوں تو آپ کا دل نہیں کرتا میرا سر پھاڑنے یا گلہ دبانے کو؟۔۔۔ آئرہ اس کے جواب پہ مطمئن ہونے کے ساتھ حیران ہوئی تھی۔ وہ اسکے اتنے تنگ کرنے کے باوجود بھی کیسے خوش اخلاقی سے اس سے پیش آسکتا تھا؟

نہیں تو تمہارا سر پھاڑنے یا گلہ دبانے کا بالکل دل نہیں کرتا بلکہ بدلے میں تمہیں اپنی شدتوں سے چور کرنے میں جو مزہ ہے وہ بھلا ان سب میں کہاں؟۔۔۔ شہسوار اپنی ہنسی دباتا آنکھوں میں شرارت لیئے گویا تھا۔

اوو!! اب سمجھی میں ساری بات!! اتنی دیر سے شرارت کرنے کی رام لیلا کیوں الاپ رہے تھے۔۔ کیونکہ میری شرارتوں کے بدلے میں آپ مزے جو لیتے ہیں۔ ایسا ہی ہے نہ؟ آپ مزے لینے کیلئے مجھے شرارتیں کرنے کا بول رہے ہیں نا؟ مجھے تو لگا تھا آپ کو واقعی میں ہی میرا ہر روپ پسند ہے۔۔۔۔ ائرہ اس کے سینے سے چہرہ نکالتی اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کے بار بار شہسوار کی طرف کرتی آنکھوں میں خفگی لیئے افسوس سے گویائی تھی۔

ہاہاہا!! نہیں نہیں ایسا نہیں ہے! مجھے سچ میں تمہارا ہر روپ پسند ہے وہ بھی بنا مطلب کے۔۔ اگر ایسا ہوتا تو پچھلے ایک ہفتے سے تو تم نے کوئی شرارت بھی نہیں کی لیکن پھر بھی میں نے پورے مزے لئے ہیں۔ اب بتاؤ مجھے میری نیت میں کھوٹ کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔۔ شہسوار اسکی گردن پہ موجود اپنی شدتوں کے نشانات پہ انگلی پھیرتا اسکی بار بار آگے آتی انگلی کو اپنے لبوں میں دباتا اپنی بات کو سچا ثابت کرنے لگا جبکہ آئرہ شاہ اس کے ساتھ گزاری ساری راتیں یاد

کرتی اسکے لبوں سے اپنی انگلی آزاد کرتی سرخ پڑی تھی۔۔ ائرہ کو اسکے الفاظ پہ اعتبار تھا لیکن اسکی اتنی بے باک بات پہ ائرہ اسکے سینے پہ مکا جھڑتی اسکی گود سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

آپ بہت زیادہ بے شرم ہے!! آپکی بے شرم باتیں سن کے جھیل کا پانی شرم کے مارے پیچھے کی طرف بہنے لگ جائے، پہاڑ نیچے زمین میں دھنس جائے اور!!۔۔ اور!!۔۔ یہ گھاس سوکھ جائے۔۔۔۔ آئرہ بڑے سے پتھر کے اوپر کھڑی ہو کے نیچے بیٹھے شہسوار کو شکواں کنا نظروں سے دیکھتی آس پاس کی چیزوں کی طرف اشارہ کرتی اسکی بے شرمی کا لیول بتانے لگی۔۔

ہاہاہا!! بے بی ادھر ہی رکو میری بات سنو!!۔۔۔ شہسوار اپنا ایک ہاتھ زمین پہ ٹکا کے ایک جست میں اٹھتا ائرہ کی طرف آیا تھا جو آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

ویسے ایک بات تو ہے یہ سب چیزیں میری بے شرمی پہ منہ چھپا لیتی ہے لیکن تم وہ واحد ہو جو میری بے شرمی پہ سرخ پڑتی مجھے مزید بے شرم بننے پر اکساتی ہو۔۔۔۔ شہسوار تیزی سے اسکے قریب پہنچتا اسکے کندھوں پہ ہاتھ جما کے اسکے سر کے ساتھ اپنا سر ٹکاتا زو معنی انداز میں بولا تھا۔

استغفار!!! میں نے کب اکسایا آپ کو؟۔۔۔ وہ شہسوار کی بات کا مطلب سمجھتی غصے سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ گویائی تھی جو اپنی کبھی نہ مٹنے والی طلب کو اس کے سر تھوپ کے سارا الزام اسے دے رہا تھا۔۔

اچھا کوئی شرارت تو کر کے دیکھاؤ میں بور ہو رہا ہوں۔۔۔۔۔ شہسوار مسکراہٹ دبا کے اسکے گلابی گال زور سے پکڑ کے کھینچتا آئرہ کا غصہ سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے بات پلٹ گیا۔

اب تو میں کبھی بھی نہیں کرو گی شرارت۔ آپکے کے نیک ارادے جو پتہ چل گے ہیں۔۔۔۔ ایرہ نے لاپرواہی اور خفگی کے ملے جلے تاثرات سے جواب دیا تھا۔

پلیز ایک دفعہ کر دو نہ!!!۔۔۔ شہسوار پھر سے اسکا گال کھینچ کے التجا کرنے لگا۔۔

نہیں مطلب نہیں!!۔۔۔۔ ایرہ بھی ضد کی پکی تھی۔ اس نے پھر سے انکار کر دیا تھا۔۔ شہسوار مسلسل اسے اپنا سوال دہرا کے چھیڑنے لگا تھا۔۔ اب کی بار شہسوار نے اسکے گال پہ زور سے دانت گاڑھ کے گزارش کی تھی۔۔ آئرہ شاہ اپنے گال پہ درد محسوس کرتی اس اتاولے ایس ایس پی کو زور سے دھکا دیتی جھیل کے ٹھنڈے یخ پانی میں دھکیل گی

تھی۔ شہسوار اور آئرہ جھیل کے بالکل کنارے پہ چل رہے تھے اور شہسوار تھا بھی کنارے کی سائیڈ۔ آئرہ شاہ کیلئے شہسوار کے اتنے دہیو یکل وجود کو دھکیلنا آسان نہیں تھا لیکن وہ اسے چھیڑنے میں مگن تھا۔ اسلیئے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اور چھپک سے پانی میں جا گرا۔۔ ائرہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

اب سکون ہے؟ شرارت کرو!! شرارت کرو!!۔۔۔ ائرہ منہ چڑھاتے ہوئے اسے سردی کی وجہ سے اس ٹھنڈے یخ پانی میں فریز دیکھ کے جواب دیتی ہنستے ہوئے یہاں سے بھاگی تھی۔

اہہہ!! یہ کیا کیا تم نے ظالم لڑکی!! آج تم دیکھو! میں کتنی سخت سزا دیتا ہوں!۔۔۔ شہسوار اس اچانک افتاد پر بوکھلاتا ہوا دانت پیس کے جواب دیتا پانی سے باہر نکلا تھا۔ وہ سر سے لے کے پاوں تک پانی میں بھیگ چکا تھا، اسکے گرم موٹے کپڑے گیلے ہونے کی وجہ سے وزنی ہو چکے تھے، عنابی لب سردی کی وجہ سے نیلے پڑ رہے تھے۔ شہسوار خفگی سے غراتا ہوا تیزی سے ائرہ کے پیچھے بھاگا تھا۔۔ وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ائرہ کو اپروچ کرتا ایک پل میں اسے گھاس پہ گراتا خود اسکے اوپر گرا تھا۔۔

بتاؤ مجھے کیوں پھینکا پانی میں؟ ترس نہیں آیا تمہیں مجھ پر اتنی سردی میں اٹھا کے پانی میں پھینک دیا ہمم!!۔۔۔ شہسوار اسکے چہرے پہ اپنے بالوں سے نکلنے والا پانی گراتا اسکے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لئے مصنوعی غصے سے گویا تھا حالانکہ اس ہفتے میں اس نے آئرہ کو اتنا کھلکھلا کے ہنستے ہوئے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ دل میں اسکی ہنسی کے صدقے واری جا رہا تھا۔

آہہہ!! شہسوار پیچھے ہٹ جائیں! میرے کپڑے گیلے ہو رہے ہیں۔ اور آپ نے خود ہی تو کہا تھا شرارت کرو۔ میں تو پچھلے ایک ہفتے سے شریف بنی ہوئی تھی۔ آپ کے جزبات کی قدر کی، آپ کو عزت دی۔۔ لیکن آپ کو عزت راس نہیں آئی تو اس میں میں کیا کر سکتی ہوں؟۔۔۔ آئرہ اپنے گیلے ہوتے کپڑوں کی وجہ سے ٹھنڈ محسوس کرتی معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے بولی تھی۔

چلو کوئی بات نہیں! اب مجھے پھر سے گرم کرنے کی زمہ داری تمہاری!!۔۔۔ شہسوار اسکی گردن پہ دانت گاڑھتا اسے ٹھنڈ سے کانپتے دیکھ کے اسکے اوپر سے اٹھتا ائرہ کو ہاتھوں سے پکڑ کے اپنا پورا زور لگا کے پیچھے اپنی پشت پہ پھینکتا اندر کی طرف لے کے بڑھا تھا۔۔ کیونکہ باہر بہت زیادہ سردی تھی شہسوار کے گیلے کپڑے آئرہ کے کپڑوں کو بھی

گیلا کر گئے تھے۔ ائرہ کو سردی لگ رہی تھی شہسوار نہیں چاہتا تھا کہ وہ سردی سے بیمار پڑ جائے۔ باہر سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ آسمان پہ چھائی سرخی اور اس پر سکون جگہ کی خوبصورتی ایک الگ ہی منظر پیش کر رہی تھی۔۔۔

شہسوار اندر آتے ساتھ ہی آئرہ کو لیکر باتھروم کی طرف گیا تھا تاکہ وہ اسکے اور اپنے گیلے کپڑے چینج کر سکے۔۔

نہیں نیچے اتاریں مجھے!! میں چینج کر لوں گی۔۔۔ اسے باتھروم میں گھستے دیکھ کے آئرہ شاہ نے مزاحمت کی تھی۔

بلکل بھی نہیں تم اپنا کام کر چکی ہو! اب چپ چاپ میرا کام مجھے کرنے دو۔۔۔۔ یہ کہتے ہی شہسوار اسے نیچے اتارتا تیزی سے اپنے ہاتھ چلاتے ہوئے اسکے تن سے گیلے کپڑے جدا کر گیا تھا۔۔ جس پر ائرہ اپنی حالت کو دیکھتی شرم وحیا سے سرخ پڑتی شہسوار کے سینے میں چھپنے کی کوشش کرنے لگی تھی، کچھ دیر بعد وہ دونوں وائٹ باتھ روب پہن میں ملبوس تھے۔۔ شہسوار شاہ اپنے گیلے بال خشک کرتا ائرہ کو اپنی بانہوں میں اٹھائے بیڈ پہ لیٹاتا پیچھے ہٹا تھا، ساری کھڑکیاں بند کرتا پردے نیچے گراتا اور کمرے کا ہیٹر آن کرتا وہ پھر سے ائرہ کے پاس واپس آ گیا۔۔ وہ ائرہ کو اپنے سینے میں بھینچے اوپر کمبل لے چکا تھا، وہ ایک دوسرے کے جسموں کی حرارت سے خود کو گرم کرنے کی کوشش کرنے لگے ۔۔ ائرہ نرمی سے اسکے ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کے گرم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ ٹھنڈے پانی میں بھیگنے کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد شہسوار کو چھینکیں آنا شروع ہو گئی تھی۔

آپ ادھر ہی لیٹے رہیں میں آپ کیلئے چائے بنا کے لاتی ہوں۔ آپ کو تو سردی لگ گئی ہے۔۔۔ شہسوار کو چھینکتے دیکھ کے آئرہ شاہ فکر مندی سے بولی تھی۔۔

نہیں تم ادھر ہی رکو میں بلکل ٹھیک ہوں۔ تمہارے جسم کی حرارت سے میری سردی اتر جائے گی۔۔۔ ائرہ شاہ کو اٹھتا دیکھ کے شہسوار اس کا ہاتھ پکڑ کے منع کر گیا تھا۔

نہیں شہسوار آپ کو سردی لگ گئی ہے آپ بیمار پڑ جائیں گے۔ میں بس ابھی پانچ منٹ میں چائے بنا کے واپس آپ کے پاس آئی۔۔۔ ائرہ اسکے بالوں کو پیار سے ماتھے سے پیچھے ہٹاتی سمجھانے والے انداز میں بولتے ہوئے بیڈ سے اٹھتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔ شہسوار کو آئرہ کی اتنی فکر مندی اور اپنے بال ماتھے سے پیچھے ہٹانے پر ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔۔ اس لئے وہ ائرہ کو اپنے حصار سے نکلنے کی آسانی سے اجازت دے گیا تھا۔۔ ائرہ دس منٹ میں چائے اور ساتھ میں کچھ کھانے کا سامان لے کے کمرے میں واپس آئی تھیں۔

شہسوار اٹھیں کچھ کھالیں اور چائے پی لیں!!۔۔ آئرہ ٹرے ہاتھ میں پکڑے بیڈ پہ چڑھتی شہسوار کو اٹھنے کا بولنے لگی جو آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔ ائرہ کی پکار سن کے شہسوار اگلے ہی پل اٹھا تھا۔۔ وہ اسکے ہاتھ سے گرم گرم چائے کا کپ پکڑ کے اپنے لبوں سے لگا گیا تھا۔۔ شہسوار کو چائے بہت زیادہ پسند تھی اور پھر ائرہ کے ہاتھ کی پینے کا الگ ہی مزہ تھا۔

مجھے روز صبح شام ایسے ہی چائے پینی ہے۔۔۔ شہسوار چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتا ائرہ سے فرمائشی انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

ٹھیک ہے!!روز ملے گی۔۔۔۔۔ آئرہ اسکی بات کا جواب دیتی اسکے ساتھ ہی کمبل میں گھسی تھی کیونکہ باہر اسے بھی سردی لگ رہی تھی۔ شہسوار چائے ختم کر کے کپ سائیڈ پہ رکھتا پیچھے لیٹتے ہوئے آئرہ کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کر گیا۔۔

صرف چائے ملے گی ساتھ میں اور کچھ نہیں ملے گا؟۔۔۔۔۔ شہسوار اس کے گلابی ہونٹوں کو فوکس میں لیے بہکے ہوئے انداز میں بولا تھا۔۔

نہیں اور کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے پیچھے ہٹیں اور بنا چوں چرا کے سو جائیں۔۔۔۔ آئرہ اسکے ارادے بھانپتی سختی سے انکار کرتی کروٹ بدل گی تھی۔

ٹھیک ہے نہ دو میں خود لے لوں گا!!۔۔۔۔ شہسوار اس کا رخ اپنی طرف موڑتا اسکی پچھلی گردن میں ہاتھ ڈالے اسکے گرم گلابی لبوں کو اپنے ٹھنڈے نیلے پڑتے لبوں کی قید میں لے گیا۔۔ وہ انہیں بے حد نرمی سے چومتا آئرہ کی گرم سانسیں اپنے اندر اتارنے لگا۔۔ شہسوار پیار سے اسکے لبوں سے لپٹا اپنی پیاس بجھانے لگا۔۔ وہ کافی دیر تک دھیرے دھیرے اسکے لبوں کو سک کرتا رہا تھا۔

ائرہ تم بہت میٹھی ہو!! شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہو! دل کرتا ہے تمہارے لبوں کا میٹھا رس پیتا رہوں!!جب سے تمہارے رسیلے اور شہد سے میٹھے لبوں کا جام پیا ہے باقی سب چیزیں اب کڑوی اور بد ذائقہ لگتی ہے۔۔۔ شہسوار گھمبیر آواز میں بولتا اسکے لبوں پر اپنی زبان پھیر کے انکی نمی چرانے لگا جبکہ ائرہ اسکے میٹھے لمس پہ پر سکون ہوتی اسکی گردن کے گرد اپنی بانہوں کا ہار ڈال گی تھی۔ شہسوار اب اسکے گال چومتا اور سک کرتا اسکی آنکھوں پہ لب رکھتے ہوئے

اسکی گردن پہ جھکا تھا۔۔وہ اسکی گردن پہ ہلکے سے دانت گاڑھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اس کے باتھ روب میں سرکاتے اسکی دھڑکنوں کو بے باکی سے چھونے لگا۔ شہسوار باتھ روب کو رکاوٹ بنتا دیکھ کے اسکی ڈوری کھولتا آئرہ کی دھڑکنوں سے ہٹاتا بے خود ہوتا ان پہ جھکا تھا۔۔وہ نرمی سے انہیں اپنے لبوں اور دانتوں میں لیتا آئرہ کو سسکنے پہ مجبور کر گیا تھا۔۔ شہسوار اسکی دھڑکنوں پر اپنی شدت کی مہریں ثبت کرتا انہیں سرخ کر گیا تھا۔۔ائرہ کی دھڑکنوں کو سرخ ہوتا دیکھ کر شہسوار اسکے شفاف پیٹ اور پیٹ سے نیچے جھکتا لبوں اور ہاتھوں کی گستاخی کرتا ائرہ کو مدہوش کرنے لگا۔۔ آئرہ اس کے لمس کے آگے بے بس ہوتی اسکے بالوں میں انگلیاں الجھا گئی۔ائرہ کو مدہوش ہوتا دیکھ کے شہسوار خود کو اور آئرہ کو ہر پردے سے آزاد کرتا اسکی ٹانگوں کو سہلاتے ہوئے اپنی برہنہ کمر پہ باندھتا اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک جھٹکے سے اپنا وجود اس میں منتقل کر گیا تھا۔۔

اہہہہ!! شہسوار!!!۔۔۔۔ آئرہ اس کے بے رحم لمس پہ چیختی ہوئی اسے پکار اٹھی تھی۔

جانِ شہسوار!!۔۔۔۔۔ شہسوار اس کی پکار کا جواب محبت سے بھرے لہجے میں دیتا اسکے ماتھے پہ لب رکھتا اس کے کندھوں کو جکڑے اپنے عمل میں شدت لا گیا تھا۔۔ائرہ اسکی بڑھتی شدت پر اس کو کمر سے جکڑے اپنے لرزتے ہوئے وجود پہ قابو پانے لگی۔۔وہ اسکے بے رحم لمس کے آگے سسکتی ہوئی زور سے اپنے ناخنوں سے اسکی کمر زخمی کرنے لگی تھی۔۔اپنی کمر پہ جلن محسوس ہونے کے باوجود بھی شہسوار جنونی ہوتا اپنی شدتوں میں بے انتہا اضافہ کر گیا تھا۔۔ پچھلے ایک ہفتے سے آئرہ لگاتار اسکی شدتوں کو برداشت کر رہی تھی۔۔اب تو وہ نڈھال ہو چکی تھی۔۔اپنا جسم اسکی شدتوں سے چور ہوتا دیکھ کر پسینے سے بھیگی ائرہ شاہ نے مزاحمت شروع کی تھی جسے دیکھ کر شہسوار خود کو اس میں آخری حد تک سماتا مدہوش ہو رہا تھا۔۔ شہسوار اس دوران نرم رہنے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن ائرہ کے وجود میں اترتے ہی وہ بے تاب ہوتا نا چاہتے ہوئے بھی شدت پسند ہو جاتا تھا۔۔

آئرہ میری جان!! بس تھوڑی دیر اور برداشت کر لو! پھر نہیں کرو گا پرومس۔۔۔ آئرہ کو بار بار اپنے نیچے سے کھسکتے دیکھ کے شہسوار اسکی کمر کو پکڑ کر اوپر کی طرف اٹھاتا اس میں سرائیت کرتا پھولی سانسوں کے درمیان بولا تھا، دونوں کی سانسوں کا شور ائرہ کی آہیں اور سسکیاں کمرے کی خاموشی کو توڑ رہی تھیں۔۔کافی دیر بعد شہسوار اس کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر اسکی جان کی بخشی کر گیا تھا۔ شہسوار پاس ہی پڑا باتھ روب اٹھا کے ائرہ کے جسم سے پسینہ صاف

کرتے ہوئے اپنے لبوں کا لمس سارے جسم پہ چھوڑتا ائرہ کے چہرے کی طرف آیا تھا۔ شہسوار ائرہ کے ماتھے پہ لب رکھتا اسکی چھوٹی سی ناک کو اپنے لبوں میں دبائے ائرہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا تھا۔ ائرہ اسکے اتنے پیارے انداز پہ بے اختیار ہوتی شہسوار کے گال پہ ہاتھ رکھتی زور سے اس کے عنابی لبوں کو چومتی شرماتی ہوئی اسکے چوڑے سینے میں چھپی تھی۔۔

ہاہاہا!! ڈارلنگ مجھے بہکاو مت ورنہ تمہیں پھر سے مجھے ساری رات برداشت کرنا پڑے گا۔۔۔ شہسوار اسکی قاتل ادا پہ قہقہ لگا کے ہنستا بے باکی سے بولتے ہوئے آئرہ شاہ کے پھر سے طوطے اڑا گیا تھا۔۔ آئرہ اسکو پھر سے اوور ہوتا دیکھ کے اسکے سینے پہ دانت گاڑھنے کے ساتھ ساتھ گردن پہ چٹکی کاٹتی شہسوار کو کراہنے پہ مجبور کر گی تھی۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے!! کچھ نہیں کر رہا میری ظالم دلہن۔۔۔ شہسوار پھر سے آئرہ کا غصیلہ موڈ آن ہوتے دیکھ کر لائن پہ آیا تھا۔۔ شہسوار اس کو اپنے سینے پہ منتقل کرتا اچھے سے کمبل اوڑھتے کچھ ہی دیر میں آئرہ کے ساتھ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

یہ کس کے لئے لے کے جا رہی ہیں آپ ؟۔۔۔ حلیمہ کو سوپ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے کچن سے نکلتے دیکھ کے سیڑھیوں سے اترتی گلالئ نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔

شاہ بی بی کے لئے بیٹا! ان کی طبیعت کافی خراب ہے! انہوں نے رات میں کچھ بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا اسی لئے ان کے لئے سوپ تیار کیا ہے!۔۔۔۔ حلیمہ نے اپنے بڑھتے قدم روکتے ہوئے تفصیلی جواب دیا تھا۔

یہ مجھے دے دیں! اور شاہ سائیں جب حویلی میں آئیں تو انہیں شاہ بی بی کے کمرے میں بھیج دیجئیے گا!۔۔ گلالئ چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ سجا کے ان سے سوپ کا باؤل پکڑتی مصروف انداز میں بولی تھی۔

جی ٹھیک ہے! میں آپ کا پیغام دے دوں گی بیٹی!!۔۔۔۔ حلیمہ شفقت سے جواب دیتی واپس سے کچن کی طرف جا چکی تھی۔۔ گلالئ بے تاثر چہرہ لئے شاہ بی بی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔ اسے دروازہ ناک کرنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ وہ پہلے سے کھلا پڑا تھا، سامنے ہی شاہ بی بی کے بیڈ پہ ایک طرف ازمیر شاہ تو دوسری طرف یاور

شاہ لیٹے شاید ان سے کوئی کہانی سن رہے تھے۔۔وہ مدھم سا مسکراتی کمرے کے کھلے دروازے پہ ہلکی سی دستک دیتی اندر کی طرف بڑھ گئی، دستک کی آواز پہ شاہ بی بی کے ساتھ ساتھ ازمیر اور یاور بھی متوجہ ہوئے تھے۔

مانی! شیٹ ارٹی تہاں اے؟(ممانی! سویٹ ہارٹ کہاں ہے؟)۔۔۔۔۔ازمیر شاہ نے گلالئی کو دیکھتے ہی جھٹ سے اپنی سویٹ ہارٹ کے بارے میں سوال کیا تھا، جو کچھ دیر پہلے فیڈر پینے گئی تھی لیکن اب تک واپس نہیں آئی تھی۔

وہ سو گئی ہے میری جان! آپ بھی جا کے سو جاؤ، آپکی مورے بلا رہی ہیں! اور یاور آپ بھی اٹھو، رات کافی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلالئی نے اپنے ہاتھ میں پکڑا سوپ کا باؤل سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے ازمیر اور یاور دونوں کو سونے کی ہدایت دی تھی۔۔

مورے مے باباذان تاویٹ ترراوں!(مورے میں بابا جان کا ویٹ کر رہا ہوں!)۔۔۔۔یاور منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دے رہا تھا۔وہ اور یسریٰ رات میں سونے سے پہلے احان شاہ کے ساتھ کچھ وقت ضرور گزارتے تھے لیکن آج یسریٰ سو چکی تھی۔

شیٹ آرٹ شو دئی اے تاتوذان! مے مورے تے پاش ذاراوں! سبِ خیر (سویٹ ہارٹ سو گئی ہے دادو جان! میں مورے کے پاس جا رہا ہوں! شبِ خیر!)۔۔۔یسریٰ کے سونے کا سن کے ازمیر جمائی لیتا ہوا شاپ بی بی کو مخاطب کرتا انہیں شبِ خیر بولتے ان کے ہاتھ کی پشت پہ ہونٹ رکھ گیا، وہ پیار سے اسکا ماتھا چومتی اسے بیڈ سے نیچے اترنے میں مدد دے رہی تھیں۔۔

بابا شاید لیٹ ہو جائیں یاور! آپ اپنے روم میں چلو میں ارہی ہوں!!۔۔۔۔۔۔ازمیر کو چپل پہنتے دیکھ کے گلالئی نے یاور کو پیار سے جواب دیتے بیڈ سے نیچے اتارا تھا، وہ سر کو خم دیتا اپنا جوتا پہنتے ہوئے ازمیر کے ساتھ ہی باہر کی جانب بڑھ گیا، دروازے کی طرف جاتے ہوئے ازمیر نے شرارت سے اپنا کندھا یاور شاہ کے کندھے کے ساتھ ٹکرایا تھا، وہ جو اس اچانک افتاد کے لئے تیار نہیں تھا، ازمیر شاہ کے اس حملے پہ اگلے ہی پل زمین بوس ہوتا چیخ اٹھا۔

دیان شے تلونا اندے او؟(دھیان سے چلونا!! اندھے ہو؟)۔۔۔۔۔۔ازمیر شاہ اپنی شرارتی مسکراہٹ کا اثر زائل کرتا افسوس سے بولتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کے اسے معصومیت سے زمین سے اٹھانے لگا۔

اچھابس! کوئی جھگڑا نہیں!!۔۔۔یاور کو کچھ بولنے کے لئے اپنے لب وا کرتے دیکھ کے گلالئی نے انہیں پیار سے ڈپٹا تھا جس پہ یاور ضبط سے ازمیر شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑوا کے زمین سے اٹھتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ ازمیر بھی اسکے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھا تھا جب سامنے سیڑھیوں سے اترتے ارزم شاہ کو دیکھ کے دونوں اسکی طرف بھاگ گئے، چاچو کو دیکھنے کے بعد ان کا ارادہ سونے کا نہیں تھا بلکہ پلاننگ سے باہر گھومنے پھرنے کا لگ رہا تھا، وہ ان کا ارادہ سمجھ چکا تھا اسی لئے مسکراہٹ دبا کے زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھتا اپنے بازو وا کر گیا، وہ دونوں کھکھلاتے ہوئے اسکی بانہوں میں سما گئے۔۔

حلیمہ بتا رہی تھی آپ نے رات کا کھانا نہیں کھایا؟۔۔۔شاہ بی بی کو محبت سے اپنی طرف دیکھتا پا کے گلالئی ان کے پاس جگہ بنا کے بیٹھتی نرمی سے استفسار کرتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے سوپ کا باؤل اٹھا رہی تھی۔

ہمم! بھوک نہیں لگتی اب! ! ۔۔۔۔وہ آنکھوں میں اداسی لئے گویا ہوئی تھیں، گلالئی نے خاموشی سے سوپ کا چمچ ان کے ہونٹوں کی طرف بڑھایا تھا، وہ ہمیشہ کی طرح ان کی آنکھوں میں موجود التجاء اور شرمندگی کا تاثر نوٹ کر چکی تھی۔۔گلالئی کو اپنے ساتھ اتنے پیار سے پیش آتے دیکھ کے وہ مدھم سا مسکرا کے ہونٹ وا کرتی اسکے ہاتھوں سے سوپ پی رہی تھیں۔

شاہ اور تم میں سب ٹھیک ہے نا؟۔۔۔۔۔گلالئی کی خاموشی پہ انہوں نے ہمیشہ کی طرح فکرمندی سے اپنا سوال دہرایا تھا۔وہ کوشش کرتی تھیں احسن اور گل ایک ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں، جب احان شاہ حویلی آجاتا تھا، اکثر اوقات شاہ بی بی ان کے بچوں کو اپنے پاس بٹھا لیتی تھیں تاکہ وہ دونوں ماں باپ کو زیادہ ڈسٹرب نہ کریں اور گلالئی اس بات سے واقف تھی، وہ اپنی سب بہوؤں سے زیادہ گلالئی سے محبت کرنے لگیں تھیں، اسکے کھانے پینے کے لئے فکرمند رہتی تھیں۔گلالئی کا رویہ ان کے ساتھ نارمل تھا لیکن آج ان کی پہلے سے زیادہ طبیعت خراب دیکھ کے وہ خود کو ان کے پاس بیٹھ کے اپنا وقت دینے سے روک نہیں پائی تھی۔

جی سب ٹھیک ہے! آجکل الیکشن سر پہ ہیں! بس اسی لئے مصروفیات بڑھی ہوئی ہیں ان کی!!۔۔۔گلالئی نے مصروف انداز میں جواب دیتے پھر سے سوپ کا چمچ ان کی طرف بڑھایا تھا۔

جانتی ہو! وہ شروع سے سیاست سے دور بھاگتا تھا! ہمیشہ اس موضوع پہ اپنے داجی کے ساتھ جھڑپ چلتی رہتی تھی، اسے کبھی بھی سیاست میں آنے کا شوق نہیں تھا لیکن جب سے تم اسکی زندگی میں آئی ہو، وہ اپنی زمہ داریاں سمجھنے لگا ہے! اس نے سیاست کو سیریس لینا شروع کر دیا ہے! تمہارے داجی بتاتے ہیں وہ جب بھی کبھی مخالف پارٹی کے ساتھ گفتگو کرتا ہے، اسکی بات میں اتنا وزن ہوتا ہے کہ مقابل اسے جواب دینے سے پہلے سو دفعہ سوچتا ہے!! تم اسکے لئے خوش بختی کی علامت ہو! ان شاءاللہ ایک دن وہ بہت آگے جائے گا!!۔۔۔ وہ پیار سے بولتی آنکھوں میں نمی لئے گلالئی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

وہ سیاست چھوڑ دینا چاہتے تھے شاید اس لئے کیونکہ میں ہمیشہ سے سیاستدانوں کے خلاف رہی ہوں! لیکن ایک روز مجھے یونہی خیال آیا اگر شاہ سائیں اپنی سیٹ چھوڑ دیں گے تو کوئی اور سنبھال لے گا؟ دنیا میں لوگوں کی کمی تھوڑی ہے؟ لیکن اگر شاہ سائیں ایمانداری سے اپنا ہر کام انجام دے رہے ہیں تو میں کیوں ہی انہیں ان کی سیٹ سے ہٹنے دوں؟ سیاست گندی تو نہیں ہے! اسے تو حکمرانوں نے گندا کیا ہے تو پھر دوسروں کی ان حرکات کو دیکھ کے خود اپنے عہدے سے کیوں ہٹا جائے؟ شاید شاہ سائیں کی کوششوں کی وجہ سے پورے پاکستان کے نہیں تو کچھ علاقوں کے حالات بہتر ہو جائیں؟ شاید جو شاہ سائیں کے بعد ان کی سیٹ سنبھالے گا وہ ملک کے حالات مزید بگاڑنے کا باعث بنے؟ اسی لئے میں اپنی سیاستدانوں سے ساری نفرت اور کشیدگی کو پس پشت ڈال گئی اور انہیں ایمانداری سے ان کا کام کرنے دیا! کیونکہ میں نے ان کی کافی پریس کانفرنس سنی تھیں، مجھے لگتا تھا ان میں سیاست دانوں والے سارے گٹس موجود ہیں! اللہ انہیں مزید کامیاب کرے آمین!۔۔۔۔ گلالئی کے پاس کچھ بولنے کو نہیں تھا لیکن شاہ بی بی کے بات شروع کرنے پہ وہ خود بھی مدھم آواز میں بولتی مسکراتے ہوئے ان کی بات کا تفصیلی جواب دینے لگی۔ شاہ بی بی اب اس سے زبان سے معافی نہیں مانگتی تھیں، وہ صرف اپنے رویے سے اس پہ ظاہر کرتی تھیں وہ اپنے کئے پہ کتنی شرمندہ ہیں، اور اب معافی چاہتی ہیں۔

مجھے تمہاری سمجھ بہت لیٹ آئی ہے گل! ! تم مجھے بہت عزیز ہو گئی ہو، میں رہوں یا نہ رہوں، ہمیشہ شاہ کے ساتھ رہنا، وہ تم سے کس حد تک عشق کرتا ہے اسکا اندازہ حویلی کے ایک ایک ملازم کو ہے! وہ تمہارے لئے بہت رویا ہے، اس نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا، اس نے ہمیشہ میری ہر بات مانی، میں جانتی تھی وہ جذباتی ہے اسی لئے اسے ہمیشہ استعمال

۔۔۔۔ابھی وہ نم آنکھوں سے اپنا جملہ مکمل کرتی جب وہ ان کے ہونٹوں پہ اپنی انگلی رکھ گئی، وہ پرانی باتیں پھر سے ریپیٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

جو ہو چکا اسے بھول جائیں!! مجھے لگتا ہے ہمیں ماضی سے نکل کے اپنے آج اور کل کی فکر کرنی چاہیے!! جو ہونا تھا وہ شاید ہم سب کی قسمت میں لکھا تھا، شاید وہ سب نہ ہوتا تو آپ اور میں آج ایک دوسرے کے اتنے قریب نہ ہوتے؟ ہمیشہ دل میں رنجشیں رہتی؟ مجھے آپ سے کوئی معافی نہیں چاہئیے! آپ ہماری بڑی ہیں، بار بار معذرت کرتی اچھی نہیں لگتی، آج میرا شوہر اگر مجھ سے عشق کرتا ہے تو میں اس بات کا فائدہ اٹھا کے اسے آپ سے دور نہیں کروں گی! میں نے کبھی نہیں چاہا آپ سے یا کسی دوسرے سے زیادہ طاقتور بن جاؤں! میں چاہتی ہوں ہم سب ایک خاندان کی طرح رہیں! ۔۔۔۔۔گلالئ سمجھداری سے بولتی ان کے جڑیوں ذدہ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئی، ان کا جسم اب ہولے سے لرزتا رہتا تھا شاید عمر کا تقاضا تھا اسلیئے۔۔۔وہ گلالئ کی باتیں سنتی رو پڑی، کوئی لڑکی اتنے بڑے دل کی مالک کیسے ہو سکتی ہے؟ اپنے ساتھ ہوئی سب زیادتیوں کو بھول جائے؟

تم بہت اچھی ہو گل!! مجھے تو آج بھی اپنا آپ معافی کے لائق نہیں لگتا، میں جب بھی تمہارے پاس بیٹھتی ہوں، شرمندگی سے منہ سے الفاظ نکالنا محال لگتا ہے، شاید یہی میری سزا ہے میں جب جب تمہیں یا شاہ کو دیکھوں، شرمندگی سے زمین میں دھنسنے کی دعا مانگوں!!۔۔وہ اب سوپ نہیں پی رہی تھیں، وہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھیں، گلالئ سوپ کا باؤل سائیڈ پہ رکھتی انہیں اپنے ساتھ لگا گئی، زیادتیاں بولنا بہت مشکل تھا، حد سے زیادہ مشکل۔۔۔لیکن اسکا شوہر اس عورت سے آج بھی حد سے زیادہ محبت کرتا تھا کیونکہ شاہ بی بی نے بچپن سے اس سے سب بچوں سے زیادہ محبت کی تھی۔ وہ اس عورت کو مزید غم میں نڈھال یا شرمندگی کے بوجھ تلے نہیں دیکھ سکتی تھی جس سے اسکا شوہر اتنی عقیدت رکھتا تھا۔۔

میں نے آپ کو معاف کیا!! آپ تمام پرانی باتیں بھول کے ان لمحات کو پورے دل سے محسوس کریں! جب دل چاہے اپنے پورے اور پوتیوں کے ساتھ وقت گزارا کریں! ۔۔۔گلالئ اپنے حلق سے آنسوؤں کا گولہ نیچے اتارتی آنکھیں میچتے ہوئے انہیں معاف کر گئی۔ اس نے آج پہلی دفعہ انہیں اپنی زبان سے معاف کیا تھا ورنہ ہمیشہ لہجہ اور رویہ نارمل یا سپاٹ ہوتا تھا۔ شاہ بی بی اسے اپنے سینے میں بھینچتی ابھی تک رو رہی تھیں، دروازے پہ کھڑا احان شاہ جو

کب سے ان کی باتیں سن رہا تھا، ان دونوں کو روتے دیکھ کے گہری سانس بھرتا دروازے پہ دستک دینے لگا، وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی آیا تھا جب حلیمہ سے گلالئ کا پیغام موصول ہوتے ہی شاہ بی بی کے کمرے کی طرف آ گیا۔۔ دستک کی آواز پہ گل نے جلدی سے اپنے اور شاہ بی بی کے آنسو صاف کرتا چہرہ موڑا تھا۔ احان شاہ دھیرے دھیرے سے قدم اٹھاتا ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

کیا باتیں چل رہی ہیں دونوں ساس بہو میں ؟۔۔۔۔۔وہ کرسی گھسیٹ کے شاہ بی بی کے قریب کرتا ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے شوخ لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

وہ ہماری پرسنل باتیں ہیں!! میں نے سوچا کافی دن ہو گئے ہیں آپ اور میں شاہ بی بی کے پاس نہیں بیٹھے تو کچھ دیر ان کے ساتھ وقت گزار لیتے ہیں ؟۔۔۔۔۔۔گلالئ اپنی بھیگی آواز پہ قابو پاتی معصومیت سے چہکنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

اہمم!! داجی کہاں ہیں ؟۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے گل کی بات پہ سر کو خم دیتے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کمرے میں داجی کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے سوال کیا۔ آج احان شاہ کو گلالئ پہلے سے زیادہ پیاری ہو گئی تھی۔۔ ڈرائینگ روم میں ان کے کچھ دوست آئے ہیں! ان کو وقت دے رہیں ہیں! ۔۔۔جواب شاہ بی بی کی طرف سے آیا تھا، وہ سنبھل چکی تھیں۔۔ احان شاہ مسکراتا ہوا ان کی ہتھیلی کی پشت پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، کبھی کبھی الفاظ سے زیادہ ایسے چھوٹے چھوٹے سے عمل بہت کچھ کہہ جاتے ہیں، احان شاہ کا رویہ یاور اور یسریٰ کے بعد سے شاہ بی بی جے بعد درست رہا تھا، دل میں جو تھوڑی بہت رنجش تھی وہ آج گلالئ کے ان کو یوں کھلے دل سے معاف کرنے سے مٹ چکی تھی۔

میری بہو کو وقت دیا کرو! ہر وقت کاموں میں مصروف رہتے ہو!!۔۔۔شاہ بی بی نے نم آنکھوں سے اسے پیار سے ڈپٹتے گلالئ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا تھا۔ شاہ بی بی کی بات پہ احان شاہ نے آئیبرو اٹھا کے سوالیہ نگاہوں سے گلالئ کو دیکھا تھا جو لب دبا کے مسکراہٹ ضبط کرتی نگاہیں جھکا گئی۔

یہی بات اسے بھی سمجھائیں کہ اب دو بچے ہو چکے ہیں مجھ سے بھاگنا چھوڑ دے!!۔۔۔وہ صاف گوئی سے بولتا اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا، گلالئی اسکی زو معنی بات پہ سٹپٹائی تھی جبکہ شاہ بی بی بے ساختہ ہنستی ہوئی احان شاہ کے سر پہ چپت لگا گئی، وہ تینوں اب ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔۔

جانِ تمنا۔۔۔قسط144(پارٹ ون)

از قلم۔۔۔۔علیشے خان

ایک ہفتے بعد:

ارزم شاہ اور زائشہ خان یونان ائیر پورٹ پہنچتے ہی اپنے سارے ڈاکومنٹس اور سامان کلئیرینس کے بعد ٹیکسی لیئے سیدھا ٹرین سٹیشن پہنچے تھے۔۔جو جگہ ارزم شاہ نے اپنے ہنی مون کیلئے سلیکٹ کی تھی وہ پورے یونان میں تو کیا بلکہ پوری دنیا میں ہنی مون کیلے بیسٹ پلیس تصور کی جاتی ہے۔۔ارزم شاہ، ذائشہ خان کو لئے اپنے مطلوبہ سامان کے ساتھ ٹرین پہ سوار ہوتا اپنی طہ شدہ منزل کی جانب گامزن ہوا تھا۔۔تقریباً آدھا گھنٹہ ٹرین کا سفر کرنے کے بعد ارزم پہنچ چکے تھے۔ارزم شاہ نے ہوٹل میں رکنے کی بجائے اپنے لئے ایک خو Santorini island شاہ اور ذائشہ خان بصورت ساویلا بک کروایا تھا جو دو رومز، کچن، باتھروم اور ایک روم کے کافی کھلے ٹیرس پہ مشتمل تھا۔۔ٹیرس پہ دو عدد چیئرز ایک ٹیبل جبکہ دوسرے کونے میں لارج سائز کا ہاٹ ٹب۔۔اور ٹب کے ساتھ ہی باہر کی جانب ایک عدد چھوٹا میٹرس بچھا ہوا تھا۔۔جس پہ چھوٹے بڑے کشنز بکھرے پڑے تھے۔۔یہ جگہ اس جزیرے کے سب سے ٹاپ پہ پورا Santorini island تھی۔۔یہاں سے پورے جزیرے کا خوبصورت نظارہ آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ پہاڑوں پہ آباد تھا۔گھروں کے ساتھ جڑ گھر چھوٹی بل کھاتی گلیاں اور سامنے سمندر کا نظارہ اس جگہ کی خوبصورتی کو اپنے منہ آپ بیان کرتا ہے۔۔یہاں پہ سارے گھر سفید ہی پینٹ ہیں۔۔جس کی وجہ سے یہ جزیرہ وائٹ واش کے نام سے بھی مشہور ہے۔۔ایسا لگتا ہے جیسے پہاڑوں نے سفید چادر اوڑھ رکھی ہو۔۔اس جزیرے پہ بلیو ڈوم والے چرچز پورے جزیرے میں انہیں منفرد ثابت کرتے ہیں۔۔

santorini is a place of

"romance & relaxation"

اس جزیرے پہ ہنی مون منانے والے کپلز کے علاوہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سیاح بھی آتے ہیں۔۔ یہاں پہ دن اور رات کے دونوں منظر خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔۔ ارزم شاہ ٹرین اسٹیشن سے ویلا ٹیکسی کے ذریعے پہنچا تھا۔ وہ دونوں بل کھاتی گلیوں سے گزرتے کافی سیڑھیاں چڑھتے ہانپتے ہوئے اپنے ویلا تک آئے تھے۔ ارزم جلدی سے چابی نکال کے دروازہ کھولتا ذی کو لئے اندر داخل ہوا تھا۔۔ اندر آتے ہی دونوں ایک ساتھ صوفے پہ گرے تھے

--

کس نے کہا تھا اتنی اونچائی پہ جگہ بک کروائیں ؟۔۔۔۔ ذائشہ خان اپنے چہرے سے وائٹ ماسک ہٹا کے ٹیبل پہ رکھتی اپنی پھولتی سانسوں کے درمیان بولتی ارزم کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے لگی جس نے آسمان سے باتیں کرتا ویلا بک کروایا تھا۔

اتنی اونچائی پہ اسلئے لیا ہے تاکہ ہمیں کسی بھی جگہ کوئی رومینس کرتے ہوئے دیکھ نہ پائے۔۔۔۔۔ اسکے شکوے پہ ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ دباتا اتنی اونچائی پہ ویلا بک کروانے کی لاجک بتا گیا تھا، اسکی بات سنتی ذائشہ خان تاصف سے سر جھٹکتی پیچھے صوفے پہ نیم دراز ہوئی تھی۔ وہ اتنے لمبے اور اس خطرناک سفر کے بعد تھک چکی تھی۔ وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی تھی تاکہ فریش ہو کے اس جگہ اور اسکی خوبصورتی کو دیکھ سکے۔۔ ذائشہ خان پورے سفر میں خوف زدہ رہی تھی۔۔ اس نے ایک بار بھی ارزم کے سینے سے ڈر کے مارے منہ نہیں نکالا تھا۔۔ اس کو لگتا تھا اگر وہ آنکھیں کھولے گی تو نیچے گر جائے گی۔۔ ارزم نے بھی اس کا ڈر سمجھتے ہوئے پورا ٹائم اسے اپنے سینے میں بھینچے رکھا تھا۔۔

چلو آؤ روم میں چل کے آرام کرتے ہیں۔۔۔۔ ارزم شاہ اس کی تھکی ہوئی حالت دیکھتا اسے اپنے بازوؤں میں اٹھائے روم کی جانب بڑھا تھا تاکہ کچھ دیر آرام کر سکیں۔۔ ارزم شاہ نے اپنے پلان میں بہت سی جگہ پہ جانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ جن میں ایک ریڈ بیچ تھی۔۔ وہ باری باری یونان کے سب جزیروں پہ جانا تھا۔۔ وہ اپنی معصوم ذی کو سب دیکھانا چاہتا تھا۔۔ اور ان حسین پلوں کو اسکے ساتھ جینا چاہتا تھا۔ کمرے میں آتے ہی ارزم شاہ نے ذائشہ خان کو بیڈ پہ بٹھاتے ہیٹر آن کیا تھا، سپیڈ نارمل ہی رکھی تھی۔ کمرہ کافی پرسکون اور خوبصورت تھا، ہر چیز سے آراستہ لکڑی کے فرنیچر سے مزین یہ کمرہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا، وال گلاس سے نظر آتا باہر کا دلکش نظارہ آنکھوں کو حیراں کر دینے

والا تھا، کمرے میں ہر طرح کی سہولت موجود تھی، ذائشہ خان نے ستائش سے اس کمرے کی ایک ایک چیز پہ نگاہیں دوڑائی تھیں۔۔ ارزم شاہ جو ہیٹر آن کر کے ابھی مڑا ہی تھا اسے دلچسپی سے اس کمرے کا جائزہ لیتے دیکھ کے مسکراتا ہوا اپنی بلیک جیکٹ اتار کے صوفے پہ پھینک گیا۔۔

اتنا صاف کمرہ ہے اور آپ نے آتے ہی گند ڈالنا شروع کر دیا ہے؟۔۔۔۔۔ اسے اس صاف ستھرے کمرے میں اپنی جیکٹ کے بعد شوز اور جرابیں بے ترتیبی سے یہاں وہاں لاپرواہی سے اتار کے پھینکتے دیکھ کے وہ خفگی سے گویا ہوئی تھی، مجال تھی جو یہ انسان کچھ دیر کے لئے کمرہ صاف ستھرا رہنے دے، وہ شاہ حویلی میں بھی ایسے ہی کرتا تھا، اسے چیزوں کو بے ترتیبی اور لاپرواہی سے رکھنے کی عادت تھی جنہیں ترتیب دیتے ہوئے ذائشہ خان ہمیشہ چڑتی تھی۔

ہاہاہا۔۔ ابھی تو صرف اپنی جیکٹ اتاری ہے اور تم شروع ہو گئی ہو! جب تمہارا لباس اتار کے یہاں وہاں اچھالو گا تب تو ہنگامہ مچا دو گی ڈارلنگ!۔۔۔ جواب ہمیشہ کی طرح بے باک تھا۔ ذائشہ خان جھینپ کے سرخ پڑتی اسے جواب دیئے بنا سونے کے لئے جلدی سے تکیے پہ اوندھے منہ گر گئی۔ وہ اپنے شہد رنگ بالوں میں ہاتھ پھیر کے مسکراتا ہوا بیڈ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

یا اللہ!!! ارزم جان نکال دیتے ہیں!!۔۔۔ اسے جان بوجھ کے چھلانگ لگا کے بیڈ پہ چڑھتے دیکھ کے وہ جلدی سے آنکھیں کھول کے سینے پہ ہاتھ رکھتی دہل کے بولی تھی، وہ قہقہہ لگا کے ہنس دیا کیونکہ اپنی ان چھوٹی چھوٹی حرکتوں سے ذائشہ خان کو تنگ کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ وہ خفگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی جو اسے تنگ کرنے کے بعد یونہی ہنستا تھا۔ وہ مسکراہٹ دبا کے اسکے قریب ہوتے اسکا سکارف اور لانگ کوٹ ایک جھٹکے سے اتار کے گھماتا ہوا دور صوفے پہ اچھال گیا۔

ا۔۔ ارزم۔۔ م۔ مجھے۔۔ سونا۔۔ ہے!!۔۔۔ کوٹ کے بعد ارزم شاہ کا ہاتھ اپنی لانگ فراک پہ پھسلتا محسوس کرتے وہ جلدی سے بھوکھلا کے بولی لیکن لہجہ لڑکھڑا گیا۔ ارزم شاہ مسکرایا، اس نے جان بوجھ کے اسے تنگ کرنے کے لئے اسکی گردن سے اپنی انگلی نیچے اسکی فراک کے گلے میں سرکانا شروع کی تھی، وہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے اسکی انگلی کو اپنے ہاتھ میں پکڑتی کنٹرول کرنے لگی، کیونکہ اس وقت اسے واقعی نیند آ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں نیند کی سرخی

دیکھتے وہ اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتا پیچھے تکیے پہ گراتے ہوئے اپنی شرٹ اتار کے پہلے کی طرح لاپرواہی سے صوفے پہ پھینکتا اسکے تکیے پہ اپنا سر رکھ کے لیٹ گیا۔۔

شش! ابھی کچھ نہیں کر رہا! جو کروں گا نیند سے جاگ کے کروں گا!!۔۔۔ذائشہ خان کو معصومیت سے پیچھے کی طرف کھسکتے دیکھ کے وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے بے حد نزدیک کرتا اس کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، پھر خود پہ اور اس پہ کمبل اوڑھتے گھمبیر آواز میں گویا ہوتا اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔ذائشہ خان جو اسے اپنے بالوں میں چہرہ چھپاتے دیکھ کے مسکراتی ہوئی آنکھیں موندے چکی تھی، اگلے ہی پل اسکے لبوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کرتی آنکھیں وا کر کے تاصف سے اسکی طرف دیکھنے لگی، ارزم شاہ کی مونچھوں کی چبھن پہ وہ کسمساتی ہوئی اسکے برہنہ کندھے پہ ہاتھ رکھ گئی۔

ارزم!!۔۔۔۔ذائشہ خان نے خفگی سے اسے پکارا تھا جس کا نہ خود کا سونے کا ارادہ لگ رہا تھا اور نہ ہی اسے سونے دے رہا تھا۔۔ارزم شاہ نے اگلے ہی پل اسکی گردن زور سے سک کرنا شروع کی تھی۔اسکے شدت بھرے لمس پہ ذائشہ خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہو رہی تھی، وہ روہانسی ہوتی اسکے کندھے کو زور سے تھام گئی، ارزم شاہ اپنی منمانی کرتا اسکی گردن پہ لال سرخ گہرا نشان چھوڑ کے اس پہ انگلی پھیرتا چہرہ اٹھا کے ذائشہ خان کی خفا آنکھوں میں دیکھتے اسے آنکھ ونک کر گیا۔

قسم لے لو میرا ارادہ سونے کا تھا لیکن تمہاری قربت ہمیشہ کی طرح میری نیت خراب کر رہی ہے!!۔۔۔وہ اسکا گال نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلاتا خمار آلود آواز میں گویا ہوا تھا۔

ٹھیک ہے پھر آپ بیڈ کی دوسری سائیڈ پہ جا کے سو جائیں! اس طرح سے نہ تو آپ کی نیت خراب ہو گی اور نہ ہی میری نیند!!۔۔وہ دانت پیستے ہوئے ہنوز خفگی کے عالم میں بولی لیکن پھر جواباً اس ڈھیٹ انسان کو مسکراتے دیکھ کے وہ خود ہی اس سے دور کھسک کے دوسری طرف جانے لگی جب ارزم شاہ نے اسے کمر سے پکڑتے پھر سے اپنے قریب کیا تھا۔۔

شش!! پورے چوبیس گھنٹوں کے لئے اوپر سو جاؤں گا تمہارے! اگر خود کو مجھ سے دور کرنے کا سوچا بھی تو!! ۔۔۔وہ روعب سے دھمکی دینے والے انداز میں بولتا اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔اسکی دھمکی پہ ذائشہ خان کی مجال

تھی جو وہ ذرا بھی اپنی جگہ سے ہلی ہو، وہ اس کے دیو ہیکل وجود کا وزن ایک منٹ کے لئے خود پہ محسوس کرتی ہلکان ہو جاتی تھی اور وہ چوبیس گھنٹوں کی بات کر رہا تھا؟؟ ذائشہ خان اسکے چوڑے چٹانی سینے پہ ہاتھ رکھتی روہانسی ہوئی تھی۔

اچھا بس لاسٹ کس کرنے دو! پھر پکا پرامس سو جاتے ہیں!۔۔ اسے بھیگی بلی بن کے اپنے سینے میں چھپتے دیکھ کے وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکا چہرہ خود کے مقابل کرتے ہوئے محبت سے التجاء کر رہا تھا۔ ذائشہ خان نے جواب میں بنا کچھ بولے مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنا گال اسکے لبوں کے قریب کیا تھا، وہ اسکی چالاکی پہ آئیبرو اچکا کے کہنی کے بل ہوتا ایک ہاتھ تکیے پہ جبکہ دوسرے ہاتھ سے نرمی سے اسکا جبڑا اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے گال کی بجائے اسکے ہونٹوں پہ شدت سے جھکتا اسے اپنے انداز سے بتا رہا تھا کہ وہ کون سی والی کس کی بات کر رہا ہے۔ وہ اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتی اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ گئی، سچ تو یہ تھا اسے خود بھی ارزم شاہ کی ایسی شرارت بھری جسارتوں سے محبت تھی، وہ جانتی تھی وہ اسے جان بوجھ کے ذچ کر رہا ہے اور ذائشہ خان کو اسکے ہر انداز سے محبت تھی، وہ دل میں اپنے اتنے پیار کرنے والے ہمسفر پہ اللہ کی بے حد شکر گزار تھی۔ ارزم شاہ اسکی آنکھوں میں خود کے لئے محبت کی تحریر پڑھتا مزید شدت سے اسکے لبوں کو اپنے عنابی ہونٹوں میں پیوست کرتے زور سے سک کرنے لگا۔ ذائشہ خان کی سانسیں اسکے حلق میں اٹک رہی تھیں، لمحہ بالمحہ اسے شدت پسند ہوتے دیکھ کے وہ اسکی گردن میں موجود سلور چین ہمیشہ کی طرح اپنی انگلیوں میں پھنساتی اسکا شدت سے بھرپور لمس اپنے لبوں پہ برداشت کرنے لگی۔۔ ارزم شاہ کا ہاتھ تکیے سے اسکے بالوں تک سفر کرتا ان میں الجھا تھا، وہ اس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے اسکے نچلے لب کو دانتوں میں دبائے اسکی زبان سک کرنے لگا، کس کے بڑھتے دورانیے کی وجہ سے ذائشہ خان کی بکھرتی سانسوں کو محسوس کرتا ارزم شاہ ان نازک پنکھڑیوں کو اپنی قید سے آزادی دیتے تکیے پہ گرتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے خود کے اوپر گرا گیا۔ وہ ریموٹ سے رومز کی لائٹس آف کرتا اسے اپنے حصار میں قید کئے آنکھیں موندے چکا تھا، اپنی جان بخشی پہ ذائشہ خان تشکر کی سانس بھرتی اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی، اس نے اسکے حصار میں مزاحمت نہیں کی تھی، جانتی جو تھی مزاحمت بیکار جانی تھی اسی لئے اپنی طاقت کا استعمال کئے بغیر اسکے اوپر ہی سو گئی۔ تھکاوٹ شدید تھی اسی لئے وہ دونوں کچھ ہی دیر میں نیند کی وادیوں میں جا چکے تھے۔

میجر!! حسان کا دھیان رکھنا، میں تم دونوں کے لئے آج اپنے ہاتھ سے لنچ تیار کروں گی!!۔۔۔۔لائٹ براؤن ویلوٹ کی سادہ سی پٹھانی فراک میں ملبوس میرال شاہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کا بن بناتے ہوئے مصروف انداز میں میجر خان کو مخاطب کر رہی تھی جو کب سے صوفے پہ بیٹھا لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔وہ شاید کوئی حد سے زیادہ ضروری کام کر رہا تھا اسی لئے اسے یا حسان کو ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا، میرال کو اپنا یا حسان کا اگنور ہونا اچھا نہیں لگا تھا اسی لئے اپنی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھا لیکن جواب نہ پا کے وہ نظریں تر بھی کرتی اسے چھبتی نگاہوں سے دیکھنے لگی جو لیپ ٹاپ پہ نظریں جمائے اب اپنے فون پہ کچھ ٹائپ کرنے کے بعد وائس نوٹ بھیج رہا تھا۔

میجر میں تم سے مخاطب ہوں! میں لنچ بنانے جا رہی ہوں! حسان کا دھیان رکھنا!!۔۔۔وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولی تھی۔

شش! میں وائس کر رہا تھا میرو! ابھی تمہاری آواز اندر چلی جاتی یار! کتنی دفعہ بولا ہے جب میں کال یا کسی آن لائن میٹنگ میں ہوتا ہوں تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہئیے!! کوئی دوسرا مرد میرے گھر کی عورت کی آواز سنے گا تو افکورس مجھے اچھا نہیں لگے گا!!۔۔۔حازق خان وائس نوٹ جلدی سے ڈیلیٹ کرتا نارمل انداز میں میرال شاہ سے مخاطب اسے ہدایت دیتا ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا، انداز اکھڑ بالکل نہیں تھا نہ ہی لہجہ سخت تھا لیکن میرال شاہ کو پھر بھی اس وقت اسکا ٹوکنا اچھا نہیں لگا تھا کیونکہ اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ پہ کر کے اپنی خوبصورت بیوی کو ایک نظر نہیں دیکھا تھا۔۔

واٹ ایور!! میں کچن میں جا رہی ہوں، حسان کا دھیان رکھنا۔۔وہ رکھائی سے بولتی سر جھٹکتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی، کام میں مصروف حازق خان نے اسکی بات پہ سر کو خم تو دیا تھا لیکن اس کے لہجے میں موجود خفگی نوٹ نہیں کی تھی۔وہ اس وقت اپنے کسی مشن کے متعلق خاص انفارمیشن کلیکٹ کرتا ساتھ ساتھ دوسرے آفیسرز سے بھی رابطے میں تھا۔وہ اپنے کام کو لے کے کافی پروفیشنل تھا، ہاں اپنا کام مکمل کرنے کے بعد اسکا سارا وقت میرال اور حسان خان کے لئے ہوتا تھا۔

میزر (میجر)!۔۔۔۔۔۔بیڈ پہ اپنے کھلونے سے کھیلتے حسان خان نے منہ میں ایک کھلونا ڈالتے عادتاً حازق خان کو آواز لگائی تھی۔

یس بے بی؟۔۔۔۔۔۔حازق خان نے سکرین پہ نظریں جمائے مصروف انداز میں اسکی پکار کا جواب دیا تھا۔۔
مولے پاش ذانا(مورے پاس جانا!)۔۔۔۔۔وہ ہاتھوں اور پیروں سے قلقاریاں مارتا کھکھلا کے معصومیت سے بولا تھا، مقصد صرف باپ کو تنگ کرنا تھا ورنہ اگر اسے میرال کے ساتھ جانا تھا تو ابھی کچھ دیر پہلے اسکے ساتھ چپک کے کمرے سے بھی نکل سکتا تھا۔۔

نو بے بی!! شش! مورے کچن میں ہیں! مجھے کام کرنے دو!!۔۔۔۔۔۔جواب پھر سے مصروف انداز میں دیا گیا تھا، حسان اسکے انکار پہ اسے کافی دفعہ "میزر(میجر!)" بول کے چھیڑا تھا لیکن ایک سے دو دفعہ مزید جواب دینے کے بعد حازق خان نے اسکی شرارت کا جواب نہیں دیا تھا، وہ پھر سے کال سننے میں مصروف اپنی گھنی ڈارک براؤن پہ ہاتھ پھیرتا لب دباتے ہوئے سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

میزر(میجر!)۔۔۔۔۔۔میجر خان کی طرف سے کب سے کوئی جواب نہ پا کے حسان خان نے اب کی دفعہ اسے غصے سے پکارتے ہوئے ناک پھولائی تھی لیکن اسکے باپ کو تو جیسے اسکے غصے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا، حسان خان کھلونے چھوڑ کے ایک ہاتھ بیڈ کراؤن پہ جبکہ دوسرا سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا احتیاط سے بیڈ سے اترنے کی کوشش کرنے لگا، اسے اب اپنے باپ کے پاس جا کے اسکا کام خراب کرنا تھا۔ وہ کافی احتیاط سے بیڈ سے اترنے کے اخری مراحل میں تھا جب اگلے ہی لمحے غلط جگہ پیر رکھنے پہ پٹک سے اوندھے منہ زمین بوس ہو گیا۔۔ حسان خان کے چیخ چیخ کے رونے کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی، کال میں مصروف حازق خان جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ اور فون صوفے پہ پھینکتا بیڈ کی دوسری جانب بھاگا تھا جہاں سے حسان کے رونے کی آواز آ رہا تھا، وہ جس طرح سے پٹک کی آواز کے ساتھ گرا تھا حازق خان کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔ فون کال کٹ چکی تھی۔

حسان میری جان!!۔۔۔۔۔اسے زمین پہ اوندھے منہ گر کے روتے دیکھ کے حازق خان اسکے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتا تڑپتے ہوئے اسے پکار رہا تھا، ان آوازوں کا شور سنتی میرال شاہ تیزی سے کمرے کی طرف دوڑی تھی، کمرے میں آتے ہی نگاہیں حسان خان کی طرف اٹھی تو وہ بے ساختہ چیخ اٹھی۔ حازق خان کے بازوؤں میں موجود حسان خان کے ہونٹوں سے ہونٹ نکلتا ہوا اسکی ٹھوری پہ ٹپک رہا تھا، وہ حازق خان کے بازوؤں میں بری طرح سے رو رہا تھا۔

حسانن!!!!!!۔۔۔۔۔۔حسان کے بلند آواز میں رونے پہ میر ال شاہ ہوش کی دنیا میں لوٹتی روتے ہوئے حسان کی طرف بڑھی تھی۔

شش! کچھ بھی نہیں ہوا میرو! رونا بند کرو! ابھی ٹھیک ہو جائے گا!!۔۔۔۔۔۔حازق خان نے سائیڈ ٹیبل سے تین چار ٹشو اکھٹے اٹھا کے جلدی سے حسان خان کے ہونٹوں پہ رکھتے اس پہ لگا خون نرمی سے صاف کرتے میر ال شاہ کو حوصلہ دیا تھا جو اپنے بیٹے کی چوٹ پہ بچوں کی طرح رونا شروع کر چکی تھی۔

کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟ کتنا خون نکل رہا ہے میرے بیٹے کا!! چھوڑو اسے!! مجھے میرا بیٹا پکڑاؤ! ۔۔۔۔۔وہ ہذیانی انداز میں روتے ہوئے بولتی اسکے بازوؤں سے حسان خان کو چھین رہی تھی۔

میرو مجھے اسے کلی کروانے دو!! اوندھے منہ گرنے کی وجہ سے اسکے ہونٹوں پہ چوٹ آئی ہے! ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا میری جان یہاں پہ بیٹھو!!۔۔۔۔۔وہ نرمی سے میر ال شاہ کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار باندھتا اسے بیڈ پہ بٹھا کے ریلکس کرنا چاہ رہا تھا لیکن وہ اپنی پوری قوت سے اس سے الگ ہوتی اسکے بازوؤں سے حسان خان کو چھین گئی۔

کوئی ضرورت نہیں ہے میرے بیٹے کو پکڑنے کی!! میں خود اسکا دھیان رکھ سکتی ہوں تم جاؤ جا کے اپنا کام کرو کہیں کچھ ادھورا نہ رہ جائے! بیٹے کی حفاظت ہوتی نہیں ہے اور ملک کی حفاظت کرنی ہے!!۔۔۔وہ شدید غصے سے بھیگی آواز میں غراتی ہوئی اسکے صوفے پہ پڑے لیپ ٹاپ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتی روتے ہوئے حسان خان کو اپنے سینے میں بھینچتی باتھروم کی طرف بھاگ گئی۔حازق خان نے اپنے نچلے لب کا کنارہ دانتوں تلے دباتے اسکے پیچھے ہی باتھروم کی طرف قدم بڑھائے تھے،وہ حسان کی چوٹ کو لے کے خود بھی کافی پریشان تھا لیکن میر ال کے یوں پینک ہونے کی وجہ سے اپنا انداز ریلکس رکھا، غلطی اسکی تھی اسلئے خاموشی سے اسکا غصہ برداشت کرنے کے باوجود اسکے کندھے کے پاس آ کے کھڑا ہو گیا۔وہ حسان کے ہونٹوں سے خون آلود ٹشو دور پھینکتی آنسو بہاتے ہوئے اسکا چہرہ پانی سے صاف کر رہی تھی۔۔

مولے (مورے)۔۔۔۔میر ال کو اپنے چہرے پہ پانی کے چھینٹے پھینکتے دیکھ کے حسان خان نے ہچکیوں سے روتے ہوئے اسکی فراک سینے سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتے اسے تکلیف سے پکارا تھا۔حازق خان کو اپنی ہتھیلیاں بھیگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی،چوٹ زیادہ نہیں تھی،یہ عام سی چوٹ تھی جو اکثر اوقات گرنے کی وجہ سے بچوں کو لگ جایا کرتی

تھی لیکن اپنی اولاد کو ذرا سی تکلیف میں دیکھنا ماں باپ کا دل چیر جاتا ہے چاہے وہ کتنے ہی مضبوط دل کے مالک کیوں نہ ہوں۔۔

مورے کی جان!!۔۔۔۔وہ حسان کو دیوانا وار چومتی روتے ہوئے اسے اپنے سینے میں پھر سے بھینچ گئی۔

یار 'میرو' وہ بچہ ہے اس لئے رو رہا ہے! تم تو رونا بند کرو! مجھے دیکھاؤ میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں!!۔۔۔حازق خان نے مدافعانہ لہجے میں بولتے اسکے ہاتھوں سے پھر سے حسان کو پکڑنا چاہا تھا جب وہ اپنی سرخ ہوتی بھوری آنکھوں سے اسے کسی شیرنی کی طرح کھا جانے والی نظروں سے گھورتی باتھروم سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔وہ حسان کا چہرہ دلا چکی تھی، خون رک چکا تھا لیکن حسان خان کا چھوٹا سا بالائی لب سوجھ چکا تھا، وہ ابھی تک تکلیف سے ہچکیوں سے روتا میرال کو بھی اپنے ساتھ رلا رہا تھا۔میرال اس وقت کافی غصے میں تھی، حازق خان کو خود پہ شدید غصہ آرہا تھا جو اپنے کام کے دوران بیوی اور بیٹے سے اتنا غافل ہو گیا تھا، اس نے غصے سے سلیب پہ مکا مارتے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے باتھروم سے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے، وہ اب حسان کو لے کے بیڈ پہ بیٹھ رہی تھی، اسکے ہاتھ میں حسان کا دوسرا لباس تھا، شاید وہ اسے چینج کروانے والی تھی کیونکہ پہلے والا لباس خون آلود اور گیلا ہو چکا تھا۔

حسان!! یہاں۔۔۔۔۔ابھی حاذق خان ان کے قریب ہوتے ہوئے اپنے منہ سے الفاظ نکالتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔

حسان کو میرے پاس رہنا ہے!! بولا نہ اپنا کام کرو جا کے!! کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں بیوی اور بیٹے پہ آج کے بعد پیار جتانے کی!! تمہیں صرف اپنے کام سے محبت ہے! تمہارا بیٹا تمہارے سامنے نیچے گر گیا اور بڑے بڑے مشنز کو ہینڈل کرنے والا میجر اسکی حفاظت نہ کر سکا؟ تف ہے تم پہ!!۔۔۔۔وہ دھاڑی تھی، میرال کے دھاڑنے پہ حسان خان رونا بند کر کے اسکا چہرہ دیکھنے لگا، وہ اب خشک ہچکیاں بھر رہا تھا اسی لئے اسکا چھوٹا سا وجود وقفے وقفے سے لرز رہا تھا۔

تم اوور ریکٹ کر رہی ہو میرو! جتنی تکلیف تمہیں اسکی چوٹ پہ ہوئی ہے اتنی ہی مجھے بھی ہو رہی ہے!! ریلیکس ہو جاؤ، وہ اب بالکل ٹھیک ہے!!۔۔۔۔حازق خان کا لہجہ سنجیدہ ہوا تھا، میرال شاہ کی آواز کافی بلند تھی لیکن اس وقت وہ غصے میں تھی اسی لئے حازق خان نے بجائے غصے سے کام لینے کے تحمل سے کام لیا تھا۔

ہاں میں اوور ایکٹر ہوں!! مجھے اوور ریکٹ کرنے دو! تم اپنا کام کرو!!۔۔۔وہ بدلحاظی سے بولتی اسے سرے سے نظر انداز کئے حسان خان کو اپنے سامنے لٹاتی اسکے کپڑے چینج کروانے لگی، حازق خان یونہی اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا ان دونوں کو دیکھتا رہا، میرال شاہ تو دور حسان خان نے بھی ایک دفعہ نظر اٹھا کے اسے نہیں دیکھا تھا اور یہی بات حازق خان کو تکلیف دے رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں میچ کے کھولتے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، وہ کام میں اس قدر محو تھا کہ اپنی اولاد کو بھول گیا؟؟ حازق خان کا غصہ خود پہ بڑھتا جا رہا تھا۔۔

تم جیسے باپ ہوتے ہیں جو بچپن میں اپنی اولاد کو وقت نہیں دے پاتے اور بچے جب بڑے ہو کے خود ترسی کا شکار ہو کے سب سے علیحدگی قائم کر لیتے ہیں تو پھر تم جیسے والد حضرات واویلا کر کے خود وکٹم بنتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمیں وقت نہیں دیتی!!۔۔۔۔۔میرال شاہ کو اس وقت شدید غصہ تھا اسی لئے ناراضگی اور غصے سے بلند آواز میں بڑبڑاتی حسان خان کے ہونٹ نرمی سے اپنی انگلی سے چھوتی اسے اپنی گود میں بیٹھا کے سلانے کی کوشش کرنے لگی۔

کیا وہ واقعی ہی ایک برا باپ تھا؟؟۔۔۔۔میرال شاہ کے الفاظ حازق خان کے دل میں کسی تیر کی طرح چبھے تھے جس پہ وہ یہ بات سوچنے پہ مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے تو کبھی حسان کو خود سے دور نہیں کیا تھا، وہ ہمیشہ ان دونوں کو ان کا وقت دیتا تھا پھر میرال اس طرح سے کیوں بول رہی تھی؟

آئی ایم سوری میں کال پہ تھا یار اسی لئے اس سے دھیان بٹ گیا! لیکن تم یوں اتنا ناراض تو نہیں ہو، مجھے ایک دفعہ حسان کو اٹھانے دو!۔۔وہ اسکے قریب بیٹھتا التجائیہ انداز میں بولتے اپنی غلطی مان رہا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کرتی خشک ہچکیاں بھرتے ہوئے حسان کو فیڈ کروانے میں مصروف اسکے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی، پاس بیٹھے حازق خان پہ نگاہِ غلط ڈالنا بھی ضروری نہیں سمجھی تھی، حازق خان جو اس دوران ہمیشہ فیڈنگ چھوڑ کے حازق خان کو معصومیت سے اپنی آنکھیں بلنک کر کے دیکھاتا تھا، آج اس نے یہ حرکت نہیں کی تھی جسے حازق خان نے شدت سے نوٹ کیا تھا، وہ دونوں ماں بیٹا شاید اس سے شدید ناراض ہو چکے تھے۔ حازق خان اب مزید کچھ بھی بولنے کی بجائے یہی پہ بیٹھا میرال کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ارزم!! کب تک جاگیں گے آپ!!۔۔۔۔۔۔۔وہ بیڈ پہ اسکے قریب بیٹھتی خفگی سے اسے جگا رہی تھی، آج میں ان کا دوسرا دن تھا، کل پورا دن ان کا نیند پوری کرنے اور آئس لینڈ گھومنے میں لگ گیا تھا، وہ Santorini دونوں گھومنے پھرنے کے بعد رات کو کافی لیٹ واپس آئے تھے، ذائشہ خان کافی تھکی ہوئی تھی اس لئے ارزم شاہ نے بھی اسکی تھکاوٹ کا خیال کرتے مزید تنگ نہیں کیا تھا، وہ چھوٹی موٹی جسارتیں کرتا اسے اپنے سینے میں بھینچے سو گیا، رات دیر سے سونے کی وجہ سے وہ ابھی تک نہیں جاگ رہا تھا لیکن ذائشہ خان بالکل فریش نظر آ رہی تھی کیونکہ رات کو ارزم شاہ نے سوتے ہوئے اسے بتایا تھا کہ وہ دونوں آج ریڈ بیچ جائیں گے اسی لئے ذائشہ خان کب سے تیار ہو کے بیٹھی اس کے جاگنے کے انتظار میں آدھی ہو رہی تھی، اسے یہ آئس لینڈ کافی پسند آیا تھا، وہ آج پھر سے گھومنے کے لئے کافی ایکسائیٹڈ نظر آ رہی تھی۔ ذائشہ خان کی خفا آواز پہ ارزم شاہ نے تھوڑی سی آنکھیں کھولتے ہوئے اسکی طرف نظریں دوڑائی تھیں جو فلورل بیج فراک میں ملبوس سر پہ اچھی طرف سے سکارف لئے ہاتھوں پہ اسکی دی گئی بریسلیٹ اور رنگ پہنے اتنی سادگی میں بھی بے حد پیاری لگ رہی تھی،، وہ مدھم سی مسکراہٹ سے اسکی طرف دیکھتا تکیے سے سر اٹھا کے اسکی گود میں رکھتا اسکے گرد ہاتھ باندھ گیا۔ اس اچانک افتاد پہ ذائشہ خان نے منہ کھولتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

ارزم!! آپ کا باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے نا؟ مجھے صاف صاف بتائیں تاکہ میں اپنا ڈریس چینج کر لوں! دو گھنٹوں سے آپ کو جگا رہی ہوں لیکن آپ کی نیند ہی پوری ہو کے نہیں دے رہی! میں پورے ہفتے میں اتنا سوتی ہوں جتنی آپ ایک دن میں سوتے ہیں!!۔۔۔ اسے اپنے پہلو میں چہرہ چھپا کے پھر سے سوتے دیکھ کے وہ ناک سکوڑتے ہوئے بولتی چلی گئی۔

تمہیں نہیں لگتا شادی کے بعد تم ایک سخت گیر بیوی بن رہی ہو جسے میرے سونے اور جاگنے سے ہر وقت اعتراض ہے!! سونے کے اتنے طعنے تو میرے بابا جان نے مجھے کبھی نہیں دیئے جتنے تم دیتی ہو میری ظالم بیوی!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے پہلو پہ اپنے دانت گاڑتا گھمبیر آواز میں گویا ہوا تھا، ذائشہ خان سٹپٹاتی ہوئی اسے خود سے دور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، وہ اس سے دور ہونے کی بجائے اسکا نازک ہاتھ اپنے بالوں میں الجھا گیا۔

تمہیں یہ جگہ کیسی لگی؟۔۔۔۔۔۔۔۔اسے خاموش ہوتے دیکھ کے وہ اپنی آنکھیں وا کرتا اسکا دوسرا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتا محبت سے پوچھنے لگا۔

بہت خوبصورت!! میرا تو دل ہی نہیں چاہ رہا یہاں سے جانے کا!!۔۔۔۔وہ چہک کے بولتی گلاس وال سے نظر آتے کے خوبصورت سے ویو پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی، اسے اس قدر خوش دیکھ کے ارزم شاہ اندر تک Santorini سرشار ہوا تھا۔

تو ٹھیک ہے بس! جب تک تمہارا دل نہیں چاہے گا ہم یہاں سے نہیں جائیں گے! ویسے بھی حویلی میں تم ہاتھ نہیں آتی تھی، ہر کسی کے کمرے میں چھپتی پھرتی تھی، یہاں کم از کم تم 24/7 میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہو! میں جب چاہو جیسے چاہو وہ سب کر سکتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکے چہکنے پہ مسکراہٹ دبا کے اسے شرارت سے جواب دیتا آخر میں بے باک ہوا تھا، وہ اسکی معنی خیز بات کا مطلب سمجھتی جھینپی تھی۔

نہیں! میرا مطلب تھا! ہم بہت جلد یہ ساری جگہ گھوم کے واپس سب کے پاس جائیں گے!!۔۔۔۔۔۔۔وہ مدھم آواز میں بولتی چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ لئے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔۔

نہیں میری جان جب تک میں تمہیں پریگننٹ نہیں کروں گا تب تک ہم پاکستان میں قدم بھی نہیں رکھیں گے!!۔۔۔۔۔وہ اسکے چہرے پہ انگلیاں پھیرتا اپنے ایک ہی جملے سے اسکا چہرہ لال سرخ کر گیا، وہ لالا بھبھو کا چہرہ لئے اسکی طرف دیکھنے لگی، ارزم شاہ قہقہہ لگا کے ہنستا اسے آنکھ ونک کر گیا۔

جلدی حویلی جانے کے لئے تمہیں فٹافٹ پریگننٹ ہونا پڑے گا اور یہ کام صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا جب تم زیادہ سے زیادہ وقت میری پناہوں میں گزارو گی تاکہ بہت جلد میں باپ بننے کی خبر پاکستان۔۔۔۔ابھی وہ بے باکی سے ہنستا ہوا اپنا بے باکی سے بھرپور جملہ مکمل کرتا جب وہ مزید سننے کی تاب نہ لاتی اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ گئی، وہ روہانسی ہوتی اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے اس بے باک انسان کی نیند خراب کی تھی۔

ارزم! آ۔۔آپ۔۔کو۔۔شرم۔۔نہیں۔۔آتی!!۔۔۔۔وہ خفگی سے صرف اتنا ہی بھول پائی، وہ ہمیشہ اسکی بے شرم باتوں پہ رونے والی ہو جاتی تھی۔

یہ جملہ بولتی ہوئی تم اس وقت اچھی لگتی جب میں باہر جانے کا ارادہ ترک کر کے واقعی ہی تمہیں پریگننٹ کرنے کا لائحہ عمل۔۔۔۔۔ارزم شاہ کی بات جو پریگنینسی سے شروع ہو کے اسے بھی ختم ہونی تھی ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی پھر سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ گئی۔وہ دیوانوں کی طرح ہنستا ہوا اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتا اسکی گود سے سر ہٹا کے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا،ذائشہ خان کے چہرے پہ بکھرے قوسِ قزح کے رنگ دیکھتے اسے اپنی معصوم بیوی پہ ترس آیا تھا جس کا دل اس وقت یقیناً کانوں میں دھڑک رہا ہو گا۔۔

مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ کہیں پہ بھی!!۔۔۔اسے ہنستے دیکھ کے وہ شرم وحیا اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولتی خفگی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔

سوچ لو پھر رات تک میری بانہوں میں قید رہنا پڑے گا،میرا ارادہ تو پہلے ہی آج تمہارے ساتھ ہاٹ ٹب میں باتھ لینے کا ہو رہا ہے بے بی!!۔۔۔۔وہ اپنی ہنسی روکتا اسکا شرم سے لال سرخ گال کھینچتا بے شرمی سے بولا تھا۔۔

یا اللہ!!!۔۔۔۔ذائشہ خان اب اسکے منہ پہ ہاتھ رکھنے کی بجائے روہانسی ہوتی اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ گئی۔

اچھا سوری! اب تنگ نہیں کرتا!! میرا ڈریس کہاں ہے؟؟۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اسے پیار سے گلے سے لگاتا اسکے ماتھے پہ شدت سے لب رکھتا مین بات پہ آیا تھا کجا کہ اسکی بیوی واقعی ہی ناراض ہو کے نہ بیٹھ جائے۔

وہ رہا!!۔۔۔وہ اسکے محبت بھرے انداز پہ ایک دم سے چہکتی ہوئی صوفے پہ پڑے اس کے ڈریس کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

چلو میں تیار ہو کے آتا ہوں تم تب بچوں سے بات کرو! میں پانچ منٹ میں باتھ لے کے آتا ہوں وہ ضرور مجھے مس کر رہے ہوں گے!!۔۔۔ارزم شاہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا فون اٹھا کے حویلی کا نمبر ملاتا ذائشہ خان کو ہدایت دیتے اپنا لباس اٹھا کے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔اسکے جانے کے بعد ذائشہ خان سکھ کی سانس لیتی فون میں مصروف ہو گئی۔

افف ارزم!! آپ اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھیں! یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے!!۔۔۔ذائشہ خان غصے سے بولتی ہوئی ارزم شاہ کی آنکھوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھ گئی،وہ دونوں اس وقت ریڈ بیچ کے کنارے پہ موجود بیچ چیئرز پہ بیٹھے تھے۔

ارے لیکن ہوا کیا ہے میری جان؟؟۔۔۔ارزم شاہ نے سب جانتے بوجھتے اپنی ہنسی دباتے ہوئے معصومیت سے وجہ دریافت کی تھی۔

آپ کو مجھے گھمانے کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ملی تھی!!۔۔۔وہ اسکی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے بغیر دبے دبے غصے سے بولی تھی۔

یار اتنی پیاری تو ہے یہ جگہ! ہاتھ تو ہٹاؤ بے بی! مجھے اس خوبصورت جگہ کے نظارے اپنی آنکھوں میں قید کرنے دو!!۔۔۔وہ اپنی آنکھوں پہ موجود اسکے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتا گھمبیر آواز میں بولا۔۔

نہیں!! میں نے بولا نا آپ اپنی آنکھیں نہیں کھولیں گے!! یا اللہ ان لڑکیوں کی ڈریسنگ تو دیکھیں! ایسے لگ رہا ہے چوہوں کے کترے ہوئے لباس پہنے ہوں! افف غضب خدا کا!!۔۔۔۔۔۔ذائشہ خان بیچ پہ موجود ان تمام گوریوں کے تن پہ بکنی جیسے چھوٹے چھوٹے لباس دیکھتی افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے بولتی جا رہی تھی، نازیبا لباس میں ان سب لڑکیوں کا پورا بدن واضح ہو رہا تھا۔

تو یار میرا قصور تھوڑی ہے؟ ہم تو اپنا انجوائے کرنے آئے ہیں! تم ان لڑکیوں کو چھوڑ کے کچھ ایسا کرو نا جس سے میرا دھیان تم پر سے ہٹ ہی نہ پائے!!۔۔۔وہ زو معنی انداز میں بولتا اپنی آنکھوں سے اسکے ہاتھ ہٹا گیا، اس کی نگاہیں اس وقت ذائشہ خان کی جیلسی سے سرخ ہوتی آنکھوں پہ جمی تھیں، وہ اپنا چہرہ فلورل ماسک سے چھپائے ہوئے تھی، وہ دونوں جب سے یہاں آئے تھے وہ یونہی سب لڑکیوں کی ڈریسنگ پہ تبصرے کرتی کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھی، مجال تھی جو ارزم شاہ نے غلطی سے بھی کسی لڑکی کو نظر بھر کے دیکھا ہو، ہاں اگر کوئی خود سامنے سے گزر جائے تو وہ اپنی آنکھیں نکال کے ہتھیلی پہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

کیا مطلب میں بھی یہاں موجود کپلز کی طرح بے شرم بن جاؤں؟ افف دیکھیں ارزم وہ کیسے سر عام کس کر رہے ہیں!!۔۔۔ذائشہ خان یہاں کے حالات دیکھتی شرم سے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی، کل جب وہ دونوں آئس لینڈ گھوم رہے تھے تب باہر اتنے لوگ نہیں تھے اسی لئے ذائشہ خان ایسے نظارے آج ہی دیکھ رہی تھی جبکہ ارزم شاہ یہ سب دیکھنے کا عادی تھا، شادی سے پہلے وہ کافی دفعہ کاظم، احان اور زوریز کے ساتھ تمام ملک گھوم چکا تھا۔ اسے ان لڑکیوں کی ایسی ڈریسنگ سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن آج بیوی کی جیلسی بے حد مزہ دے رہی تھی۔

ہاہاہا۔۔۔بے بی یہاں سر عام وہ سب بھی ہوتا ہے جو ہم رات کو روم میں کرتے ہیں!!۔۔وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے کان میں بے باکی سے گویا ہوا تھا۔ذائشہ خان کو لگ رہا تھا آج وہ بات بات پہ سرخ پڑ کے تندور کی طرح تپ جائے گی۔ اسکے گال لال انگارہ ہو رہے تھے۔وہ ارزم شاہ کے کندھے میں مزید اپنا چہرہ چھپا گئی۔وہ اپنی زندگی میں پہلی دفعہ کسی بیرونِ ملک آئی تھی،یہ سب اسکے لئے نیا تھا۔

ہیے ہینڈسم!! یو فرام؟؟۔۔۔۔ابھی ارزم شاہ اسے مزید چھیڑتا جب ان کے پاس سے گزرتی لڑکیوں کے گروپ میں سے ایک نے رک کے اشارے سے ارزم شاہ کو مخاطب کرتے مسکراتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا،ارزم شاہ اور ذائشہ خان کی نظریں بے ساختہ ان کی طرف اٹھیں،ان لڑکیوں کو بیکنی میں دیکھ کے ذائشہ خان کا غصہ انتہاؤں کو پہنچ رہا تھا،ان کی جرآت کیسے ہوئی تھی اسکے شوہر کو یوں ہینڈسم بول کے مخاطب کرنے کی؟؟

فرام پاکستان!!۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ نے نگاہیں ملائے بغیر سنجیدگی سے جواب دیتے ذائشہ خان پہ نگاہیں دوڑائی تھیں جو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔ارزم شاہ اس وقت فلورل شرٹ اور سویٹ پینٹ میں ملبوس سر پہ ہیٹ پہنتے کافی دلکش لگ رہا تھا،اسکی سلور چین ہمیشہ کی طرح گردن میں آب و تاب سے چمک رہی تھی۔

گریٹ!! اذ شی یور گرل فرینڈ؟۔۔۔۔۔اگلا سوال کسی دوسری لڑکی کی طرف سے آیا تھا،ذائشہ خان کی خونخوار نگاہیں خود پہ محسوس کرتے ارزم شاہ نے ان لڑکیوں کو دوسری نظر دیکھنے سے توبہ کی تھی،جواب خاک دیتا؟

آئی ایم ہر وائف!!!۔۔۔۔ذائشہ خان ان لڑکیوں کو دیکھ کے ایک ایک لفظ چبا کے جواب دیتا چیئر سے کھڑی ہوئی تھی،ذائشہ کو غصے سے کھڑے ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ بھی اگلے ہی پل بھوکھلاتا ہوا چیئر سے کھڑا ہو چکا تھا۔وہ ان لڑکیوں کی سنے بغیر غصے سے پیر پٹکتی اپنے قدم آگے بڑھا رہی تھی

واؤ بیوٹیفل کپل۔۔۔۔۔۔وہ سب لڑکیاں ستائش سے بولی تھیں،ارزم شاہ سنی ان سنی کرتا جلدی سے ذائشہ خان کی طرف بھاگا تھا جس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

یار خانی!! ناراض کیوں ہو رہی ہو؟میری کیا غلطی تھی اس میں؟۔۔۔اسے غصے سے پیر پٹکتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کے وہ معصومیت سے بولتا اسے منا رہا تھا جو پورا راستہ خفا رہی تھی،وہ لوگ دوپہر کو لیٹ ویلا سے نکلے

تھے، اسی لئے واپسی پہ شام کا وقت ہونے کے قریب تھا، آجکا دن وہ ٹھیک سے انجوائے نہیں کر پائے تھے کیونکہ ذائشہ خان کا موڈ آف ہو چکا تھا۔

آپکی غلطی یہی ہے کہ آپ نے وہ گھٹیا جگہ جان بوجھ کے چوز کی تھی!! مجھے یہاں رہنا ہی نہیں ہے! مجھے واپس پاکستان جانا ہے! یہاں سب بہت گندے ہیں!۔۔۔۔وہ اپنے سر سے سکارف اور ماسک نوچ کے اتارتی صوفے پہ پھینکتے ہوئے غصے سے بولی، سمجھ نہیں آرہی تھی اتنا غصہ ان لڑکیوں کی ڈریسنگ پہ آرہا تھا یا وہاں موجود ہر دوسری لڑکی کا ارزم شاہ کی طرف متوجہ ہونے پہ؟

یار غصہ کیوں کر رہی ہو؟ ابھی صبح تک تو تمہیں یہ جگہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ واپس جانے کا دل نہیں کر رہا تھا میڈیم کا اور اب یہ سب؟ وجہ کیا ہے؟ ہوا کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔وہ جاتے بوجھتے انجان بنتا اسکے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھ کے اپنی مسکراہٹ دباتا اپنی ہیٹ اتار کے اس کے سر پہ رکھ گیا۔ ذائشہ خان پہ یہ ہیٹ کافی اچھی لگ رہی تھی۔

اتنے انجان مت بنیں!! کتنا مزہ آرہا تھا نا وہاں آپ کو ان لڑکیوں کو آدھے لباس میں دیکھ کے؟ ان کے منہ سے اپنی تعریفیں سن کے؟۔۔۔وہ شہادت والی انگلی اٹھاتی جیلسی سے بھرپور انداز میں بولی تھی، ارزم شاہ مسکراہٹ ضبط کرنے کی چکروں پہ جھک کے اسکی یہی انگلی اپنے لبوں میں دبا گیا۔

بھئی جو مزہ اپنی بیوی کو دیکھنے میں آتا ہے وہ کسی دوسرے کی بیوی یا گرل فرینڈ کو دیکھنے میں تھوڑی آئے گا؟ تمہیں غصہ کس بات پہ آرہا ہے ڈارلنگ! پوائنٹ پہ آؤ۔۔۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی انگلی پہ ہولے سے دانت گاڑتا اسے پیچھے دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولتا اسکے دائیں بائیں دیوار پہ اپنے ہاتھ جما گیا۔ وہ خفگی سے بنا کچھ بولے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

اگر تو تمہیں ان لڑکوں کی ویسٹرن ڈریسنگ پہ غصہ آرہا تو بے بی ابھی آتے ہوئے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا یہاں قدم قدم پہ تمہیں ایسی لڑکیاں ملیں گی کیونکہ ہم کسی کو روک نہیں سکتے! سب کی پہننے اوڑھنے کی اپنی مرضی ہے! تو کیا یہ ہنی مون اسی روم میں گزارنے کا ارادہ ہے؟ اب تمہارا شوہر اتنا ہینڈسم ہے تو اگر کوئی لڑکی غلطی سے مجھے دیکھ ہی لیتی ہے تو کیا ہر روز یوں منہ بنا کے بیٹھو گی؟؟۔۔وہ اسے پیار سے چھیڑتا اسکے گلابی گال پہ جھک کے بیئر ڈر گڑنے لگا۔

غلطی سے کیوں آپ فرصت سے جا کے ان کے سامنے بیٹھیں اور انہیں اپنا دیدار نصیب کروائیں!! ابھی ہٹیں میرے راستے سے!!۔۔۔وہ جو اسے غور سے سن رہی تھی اسکے آخری جملے پہ جلتے دل سے غراتی ہوئی اسکے سینے پہ مکا جڑ گئی۔

کیا تمہیں ایک منٹ کے لئے بھی لگا کہ میں میری آنکھیں تمہارے علاوہ کسی دوسری لڑکی کو تارنے میں مصروف ہیں؟ کیا کسی ایک منٹ کے لئے بھی میں نے تمہیں اگنور کیا؟ نہیں نا؟ میں جانتا ہوں میری جان تم جیلس ہو رہی ہو کیونکہ تم سے زیادہ توجہ مجھے دوسری لڑکیاں دے رہی تھیں! اسی لئے صاف صاف بولو نا ایسی باتیں دل میں نہیں رکھتے!!۔۔۔۔ارزم شاہ اب اسکے دوسرے گال پہ اپنی بیرڈ رگڑتا اسکی کان کی لوں دانتوں تلے دباتا ہنسی ضبط کرتے آخری جملے ادا کر رہا تھا، وہ جو اسکے شروع کے جملوں پہ پگھلنے لگتی تھی اسے آخر میں کوئی نہ کوئی دل جلانے والی بات کرتے دیکھ کے غصے سے پاگل ہوتی اسے خود سے دور کر گئی۔

صحیح ہے نا! اگر آپ کو ان کی توجہ زیادہ بھلی لگ رہی تھی تو پھر انہی کے پاس جائیں، میرے پاس کیا کر رہے ہیں؟۔۔۔وہ چڑ کے بولتی ہوئی اسکا پورا مفہوم تبدیل کر گئی۔ارزم شاہ ان اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے قہقہہ ضبط کرنے لگا۔۔

ایسا تو نہیں بولا میں نے ڈارلنگ! مجھے بیچ پہ تمہاری طرف سے کسی رومانٹک جسارت کی پیش قدمی کا انتظار تھا! لیکن تم نے تو سارا وقت شرمانے اور جیلس ہونے میں ہی گزار دیا!! وہاں دیکھا تھا کپلز کو کیسے رومانس کرتے ہوئے پرفیکٹ کپل لگ رہے تھے اور ہم ان رومانٹک اور بورنگ کپل کی وائب دے رہے تھے!!۔۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا افسوس سے بولا تھا۔ان رومانٹک اور بورنگ کپل جیسے الفاظ پہ ذائشہ خان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، وہ اپنا نچلا ہونٹ موڑتی اپنے گال سے اسکے ہاتھ جھٹکتی اگلے پل اپنے چہرے پہ دونوں ہاتھ رکھتی بچوں کی طرح رونے لگی۔

ذی!!! میری جان!! ذی!!۔۔۔۔۔۔۔اسے یوں ایک دم سے روتے دیکھ کے ارزم شاہ کی ساری شرارت ہوا ہوئی تھی وہ بھوکھلاتا ہوا اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ جوش و خروش سے روئے جا رہی تھی۔

میں ان رومانٹک اور بورنگ ہونا تو ایسا کریں یہاں سے کوئی رومانٹک گوری پسند کر لیں جو آپ کے ساتھ ایک پرفیکٹ کپل کی وائب دے!!!۔۔۔وہ اپنے چہرے سے کچھ دیر کے لئے ہاتھ ہٹا کے روتے ہوئے بولتی پھر سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ گئی۔

ذی یار!! میں نے ایسا کب بولا!!۔۔۔معاملے کو سیریس ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے اپنی شرارتوں پہ لعنت بھیجتے اسے پیار سے خود کے ساتھ لگانا چاہا تھا جب وہ اپنے سر پہ پہنی ہیٹ اتار کے دور پھینکتی ارزم شاہ سے فاصلے پہ ہوتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھ گئی، سوں سوں ابھی تک جاری تھی۔

ذی میری جان! تم غلط سمجھ رہی ہو یار!!۔۔۔۔اسکے یوں رونے پہ وہ پریشان ہوا تھا اسی لئے تیزی سے اسکی طرف قدم بڑھانے لگا جو بیڈ پہ اوندھے منہ گری تکیے میں چہرہ چھپا کے رو رہی تھی۔

نہیں میں ان رومانٹک ہوں! میں جیلس ہوں! میں بورنگ ہوں! صحیح کہا آپ نے!! مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں!!۔۔۔وہ ہنوز تکیے میں چہرہ چھپائے ہچکیوں کے درمیان بولی تھی۔

بے بی میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا، تم میرے لئے لاکھوں میں ایک ہو خانی!! تمہارا ہر روپ میرا پسندیدہ ہے یار!!۔۔۔۔وہ اپنا چہرہ اسکے کان کے پاس جھکا کے بے حد پیار سے بولا تھا، وہ ایک دم سے اپنا چہرہ تکیے سے نکالتی اسکے عنابی ہونٹوں پہ زور سے اپنے دانت گاڑتی سر اٹھاتے ہوئے انہیں زور سے سک کرنے لگی، ارزم شاہ دم بخود ہوتا اسکی طرف دیکھنے لگا، جو اسے گریبان سے پکڑ کے مزید خود کی طرف کھینچتی اسے شدت سے کس کر رہی تھی، وہ اپنی بیوقوف بیوی کی پوزیسونس پہ دل ہی دل میں مسکراتا ہوا اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتے اسکا ساتھ دینے لگا لیکن اس وقت وہ شاید اسکا ساتھ نہیں چاہتی تھی اس لئے اب کی بار اسکے نچلے لب کو دانتوں تلے کچل گئی۔ ارزم شاہ اسکے کندھے پہ دباؤ ڈال کے اسے تکیے پہ گراتا خود مزید اس پہ جھکتے ہوئے اسکے لئے آسانی پیدا کرتا اپنے ہونٹ اسکے حوالے کر گیا جنہیں وہ اپنے موتیوں سے دانتوں سے زخمی کرتی اسکا دل گدگدانے کا باعث بن رہی تھی۔۔ارزم شاہ پیار بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتا اسکی گردن پہ اپنا انگوٹھے سے سہلانے لگا۔ ذائشہ خان کو جب اپنی سانسیں پھولتی ہوئی محسوس ہوئی اسکے بالائی ہونٹ پہ دانت گاڑتی جلدی سے ان ہونٹوں کو آزادی بخش گئی۔

ابھی بھی بولیں میں ان رومانٹک ہوں! بورنگ ہوں!! ملے گی آپ کو مجھ جیسی رومانٹک لڑکی؟؟ ہمم بولیں ذرا؟؟۔۔۔ ذائشہ خان شہادت والی انگلی اٹھا کے غصے سے استفسار کرنے لگی، اسکی گھائل کرتی اداؤں پہ ارزم شاہ اسے دیوانوں کی طرح دیکھتا اسکی غصے سے سرخ ہوتی ناک پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا، وہ بری طرح سے جیلس ہو رہی تھی، جیلسی اسکے انگ انگ سے واضح ہو رہی تھی۔

کہیں نہیں ملے گی افکورس! میری بیوی دنیا کی سب سے رومانٹک بیوی ہے!!۔۔۔ وہ اسکے گال بے حد پیار سے چومتا مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس طرح سے بولا تھا جیسے واقعی ہی اسے یقین دلا رہا ہو وہ دنیا کی رومانٹک بیوی ہے۔

ہونہہ!!۔۔۔ وہ زور سے ہونہہ کرتی سر جھٹک گئی البتہ اسکے جواب پہ دل مطمئن بھی ہوا تھا۔

ہاں اور بورنگ بھی نہیں ہوں؟۔۔۔ وہ اسکی سلور چین میں انگلی پھنساتی ایٹیٹوڈ سے آئیبرو اچکا کے پوچھنے لگی، پہلے اسکا بچوں سا انداز اور اب ایک دم سے اسے ایٹیٹوڈ کوئین بنتے دیکھ کے وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

افکورس بالکل بھی نہیں ہو!!۔۔۔ وہ کندھے اچکا کے بولتا اسکی رائے سے متفق تھا۔

اور وہ بیچ والی سب لڑکیاں بالکل پیاری نہیں تھیں!!۔۔۔ ذائشہ خان اسکی سلور چین میں اپنی انگلی گول گول گھماتی معصومیت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے بولی۔

تم سے پیارا ہو سکتا ہے کوئی؟۔۔۔ وہ اسکی بھیگی پلکیں پیار سے چومتا محبت سے بولا۔

اور میں جیلس نہیں ہو رہی تھی! ۔۔۔ ذائشہ خان ناک سکوڑتے ہوئے اس پہ بھی اسکی متفق رائے چاہ رہی تھی۔

بالکل نہیں ہو رہی تھی (اللہ جھوٹ نہ بلوائے)۔۔۔ وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکے پھولے گلابی گالوں پہ ٹکے آنسو صاف کرتے اسے اسکی مرضی کے جواب دے رہا تھا۔

ویسے میں جیلس ہو رہی تھی کیونکہ میں آپ پہ کسی بھی لڑکی کی نظر برداشت نہیں کر سکتی! اور ہاں آپ نے ٹھیک کہا ہم دوسرے لوگوں کی وجہ سے انجوائے کرنا تو نہیں چھوڑ سکتے نا؟ اسی لئے کل سے آپ بھی میرے ساتھ ماسک پہن کے باہر نکلیں گے تاکہ نہ مجھے کوئی دیکھے اور نہ آپ کو دیکھ کے دوسری لڑکیاں فری ہوں! کوئی اگر آپ سے پوچھے کہ ماسک کیوں پہنا ہے تو آپ نے صاف صاف بولنا ہے مجھے اپنی بیوی کے سوا باقی سب لڑکیوں سے الرجی ہے!!۔۔ وہ

اپنی مرضی کے تمام جواب پانے کے بعد بے حد معصومیت سے صاف گوئی سے بولی تھی،۔اسکے آخری جملے پہ ارزم شاہ کا فلک شگاف قہقہ کمرے کی زینت بنا تھا۔

اوکے ڈیل دن!! اور کچھ ؟۔۔۔۔اسے ذائشہ خان کا یہ پوزیسو انداز اچھا لگا تھا اسی لئے ہنستا ہوا اسکے پاس ہی بیڈ پہ گرتا محبت سے بولتے اسکے گرد اپنے ہاتھ کا حصار باندھ گیا۔وہ جواباً خاموشی سے اپنی شرمیلی مسکراہٹ ضبط کرتی اپنا کچھ دیر پہلے والا رویہ سوچ کے خود کو کوسنے لگی لیکن وہ اسکی مسکراہٹ نوٹ کر چکا تھا اسی لئے نیٹشن فری ہوتا ایک جست میں اس پہ سایہ فگن ہو گیا، صد شکر تھا اسکی بیوی کی اداسی اور جیلسی تو دور ہوئی تھی۔۔

مجھے سات جنم بھی گزارنے کے لئے ملیں نا ذائشہ خان تو ارزم شاہ کا انتخاب صرف تم ہو گی! بلاشبہ تم میرا بہترین انتخاب ہو! اللہ کی طرف سے دیا گیا ایک خوبصورت تحفہ ہو! ہزار لڑکیاں بھی برہنہ ہو کے میرے سامنے آجائیں تو یہ دل اس وقت بھی صرف تمہارا رہے گا! یہ بات یاد رکھنا!!۔۔۔وہ گھمبیر بوجھل آواز میں پیار سے بولتا اسکے ہونٹوں پہ اپنی پوری شدت سے جھکتا اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے تھوڑا سا اوپر اٹھا رہا تھا۔۔زائشہ خان اسکے معتبر الفاظ پہ اسے جواباً اسی کی طرح محبت سے دیکھتی اسکے گلے کے گرد دونوں بازو ڈال گئی۔وہ شدت پسندی سے اسکے ہونٹ سک کرتا اسکی فراک کی ذپ کھسکا رہا تھا۔ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے اسکے ہاتھوں کی بے باکیاں اپنے سراپے پہ محسوس کی تھی، وہ کافی دیر بعد اسکے لبوں کو آزادی بخشتا تھوڑا سا اوپر اٹھتے ہوئے اپنی شرٹ ایک جھٹکے میں خود سے الگ کرتا دور پھینک گیا۔

تمہارا رومانس میں نے بغیر کسی مزاحمت کے برداشت کیا تھا بے بی اسی لئے مجھے اپنے رومانس میں ڈسٹربینس کی بجائے تمہارا ساتھ چاہئیے ورنہ تم مجھے جانتی ہو تمہیں مدہوش کرنا میرے فیورٹ کاموں میں سے ایک ہے!!۔۔۔ذائشہ خان کو بھیگی بلی بن کے اپنی جگہ سے کھسکتے دیکھ کے ارزم شاہ نفی میں سر ہلا کے مخمور لہجے میں بولتا اسکی گردن پہ جھکتا زور سے دانت گاڑتے ہوئے اسکے نشیب و فراز پہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑنے لگا، ذائشہ خان خاموشی سے بنا کسی مزاحمت کے اسکا لمس برداشت کرنے لگی، اسکی پوری گردن پہ اپنی شدتوں کی سوغاتیں چھوڑتا وہ اسکی فراک ایک جھٹکے میں اسکے وجود سے الگ کرتے اسکی دھڑکنوں پہ جھکا تھا، ذائشہ خان اسکے لبوں اور دانتوں کے رحم لمس پہ سسکتی ہوئی اسکے کندھے زور سے اپنے ہاتھوں سے دبوچ گئی۔ارزم شاہ اسکی کمر اپنی مٹھیوں میں جکڑتا اسکی دھڑکنوں کو جگہ جگہ

سے سرخ کرتا اسکے پیٹ پہ جھکا تھا، اسکی بیلی بٹن پہ زبان پھیرنے کی دیر تھی جب ذائشہ خان مدہوش ہوتی سسکیاں بھرتے ہوئے اپنی کمر اٹھانے لگی۔ ارزم شاہ اسکی ناف پہ زور سے اپنے دانت گاڑ کے مونچھیں رگڑتا ہوا اسے مزید تنگ کرنے لگا۔ اسکی مونچھوں کی چبھن محسوس کرتے ذائشہ خان کی حالت غیر ہو رہی تھی، وہ اسکے کندھوں پہ اپنے ناخن گاڑتی مچلنے لگی۔ ارزم شاہ اسکے پورے جسم پہ اپنے ہاتھوں اور لبوں کی مہریں ثبت کرتا اسے مسلسل مدہوش کر رہا تھا، ذائشہ خان کو بار بار کمر اٹھاتے اور مدہوش کن سسکیاں بھرتے دیکھ کے وہ خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا پھر سے اس پہ جھک گیا۔۔ ارزم شاہ نے اسکی اپر تھائیز پہ ہاتھ پھیرتے اسکی دھڑکنوں پہ پھر سے اپنا بھیگا لمس چھوڑنا شروع کیا تھا۔

آہہہ۔۔ ارزم!۔۔۔ وہ سسکتی ہوئی بن آب مچھلی کی طرح تڑپی تھی۔ ارزم شاہ اسے مزید تڑپانے کا ارادہ ترک کرتا اسکے نازک کندھے اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑتا شدت سے اس میں سماتے ہوئے اسکی چیخ اپنے ہونٹوں میں قید کر گیا۔ وہ اسکی کپکپاتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کئے اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا اسکی پھولتی سانسوں میں اپنی سانسیں شامل کرنے لگا۔۔ ذائشہ خان اور ارزم شاہ کی معنی خیز سانسوں کا شور کمرے میں دھونکنی کی مانند چل رہا تھا، ذائشہ خان کا وجود اسکے دیو ہیکل وجود کے نیچے بری طرح سے لرز رہا تھا، وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتا اسکے ماتھے پہ چمکتا پسینہ صاف کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے اس میں سماتا تھا، اسکی جنونیت برداشت کرنا ذائشہ خان کے لئے ہمیشہ کی طرح مشکل تھا، وہ سسکتی ہوئی نڈھال ہو چکی تھی، ارزم شاہ اسکے پھولوں سے نازک وجود کو اٹھا کے اپنی گود میں شفٹ کرتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا گیا، ذائشہ خان شرم سے لال ہوتی اسکی گردن میں چہرہ چھپائے اسکا شدت سے بھرپور انداز برداشت کر رہی تھی، ذائشہ خان کی سسکیاں ارزم شاہ کو مزید شے دے رہی تھی، وہ مکمل طور پہ اس میں گم ہوتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ ذائشہ خان نے اپنے سوکھے پڑتے کپکپاتے ہونٹ اسکے لبوں کے ساتھ جوڑے تھے، ارزم شاہ اسکی زبان کو اپنے ہونٹوں میں جکڑتا ٹانگوں سے چادر خود کے قریب کرتے خود پہ اور ذائشہ خان پہ اوٹھتا اسے کس کرتے ہوئے بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔ اسکا ارادہ ٹیرس کے ہاٹ ٹب کی طرف جانے کا تھا، باہر ہلکا ہلکا اندھیرا چھا رہا تھا، ان کا ویلا سب سے اوپر تھا، انہیں کوئی بھی ذی روح دیکھنے سے قاصر تھی، ارزم شاہ پر سکون ہوتا ہاٹ ٹب کی طرف بڑھ گیا، ذائشہ خان نے پھولتی سانسوں کے درمیان اس سے اپنے ہونٹ چھڑواتے

کا یہ نظارہ آنکھوں کو پر سکون کر دینے والا تھا، وہ ہمیشہ کی طرح مبہوت Santorini یہاں وہاں کا نظارہ دیکھا تھا، ہوتی یہاں وہاں دیکھنے لگی، ہوش تو اس وقت آئی تھی جب ارزم شاہ اسے لیے ہاٹ ٹب میں داخل ہوتا خود پہ اور اس پہ اوڑھی گئی سفید چادر دور پھینک گیا، ذائشہ سٹپٹاتی ہوئی اسکی طرف دیکھنے لگی جو پانی کا لیول ٹھیک کرنے کے ساتھ ساتھ شرارت سے اسکے بدن پہ ہاتھ پھیر رہا تھا، ارزم شاہ کی آنکھیں اس وقت خمار کی سرخی سے لبریز تھیں۔ پانی کا لیول درست کرنے کے بعد اس نے کوئی لیکوئیڈ سا اس نیم گرم پانی میں ایڈ کیا تھا جس پہ اگلے ہی پل پانی میں بلبلز بننا شروع ہو چکے تھے، کچھ ہی دیر میں پورا ہاٹ ٹب سفید بلبلز سے بھر چکا تھا، ذائشہ خان اور ارزم شاہ کا جسم ان سفید بلبلز سے چھپ رہا تھا، ارزم شاہ اسے آنکھ ونک کرتا بے باکی سے اسکے سراپے پہ ہاتھ پھیرتے یہ بلبلز ہٹانے کی کوشش کرتا ذائشہ خان کو دیکھنا چاہ رہا تھا جس پہ وہ شرماتی ہوئی اس میں سمٹنے لگا۔ اسے کچھ دیر ریلکس کرنے کے بعد وہ ایک دم سے اسکے اوپر آیا تھا، ذائشہ خان بھوکھلاتی ہوئی اسکی طرف دیکھنے لگی، اسکے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے

--

یس بے بی! تم ٹھیک سوچ رہی ہو! ہم اندر والا پراسیس یہاں ریپیٹ کرنے والے ہیں!!۔۔۔۔ وہ اسکی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے زو معنی انداز میں بولتا نرمی سے اسکی رخ میں سرائیت کر گیا، وہ آنکھیں میچتی اسے اپنے جسم کا حصہ بنتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔ ارزم شاہ اسکی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا اسکی کمر اوپر کی طرف اٹھاتا شدت سے اس میں آخری حد تک داخل ہوتا ایک دفعہ پھر سے اپنے جنونی انداز سے روشناس کروانے لگا، ذائشہ خان لرزتی ہوئی ہاٹ ٹب کو دونوں اطراف سے اپنی مٹھیوں میں جکڑتی سسکنے لگی، ارزم شاہ کے بے باک ہاتھ اسکے سراپے کے ہر حصے پہ رینگ رہے تھے۔ ارزم شاہ اسکے ہاتھ اور ٹانگیں خود کے گرد لپیٹے ہوئے اسکے چہرے پہ دیوانا وار اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑتا وقفے وقفے سے پہلے سے زیادہ شدت سے اس میں سماتا خود کو اور اسے لذت کی آخری حد پہ پہنچاتا چلا گیا۔

جانِ تمنا۔۔۔ تھرڈ لاسٹ ایپسوڈ (1)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

وہ تینوں اس وقت ڈائینگ ٹیبل پہ موجود خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے، حسان وقفے وقفے سے اپنی مورے کی طرف دیکھ کے کھکھلاتا اور پھر سے کھانے لگتا، البتہ باپ کو اس نے کل سے کوئی لفٹ نہیں کروائی تھی۔ ابھی کچھ دیر ہی ملازمہ نے ناشتہ لگایا تھا، میرال اور حسان پہلے سے ڈائینگ ٹیبل پہ موجود تھے، میرال نے خود اسے جگانے کی زحمت نہیں کی تھی بلکہ حازق خان کو ملازمہ کے ہاتھوں ناشتے کا پیغام بھیجا گیا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ان کے پاس آ کے بیٹھا تھا، وہ ناشتہ کرنے کی بجائے فرصت سے کہنی ٹیبل پہ ٹکائے گال تلے ہتھیلی رکھتا ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کل پورا دن اور رات حازق خان نے وقفے وقفے سے میرال کو منانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ غصے سے بھری ہوئی تھی، اس نے ایک دفعہ بھی اسے سیدھے منہ جواب نہیں دیا تھا۔ حسان کا بالائی لب ابھی تک سوجھا ہوا تھا، حازق خان کو میرال شاہ اور حسان خان کی یہ لاتعلقی تکلیف دے رہی تھی۔۔

حسان!!۔۔۔۔ان دونوں کو کافی دیر تک خود کی طرف متوجہ نہ پا کے حازق خان نے ناشتے کی پلیٹ خود سے دور کرتے نرمی سے اپنے بیٹے کو پکارا تھا۔ حسان خان نے اسکی آواز پہ ایک نظر پلیٹ پہ جھکی ماں کو دیکھنے کے بعد دوسری خاموش نظر حازق خان پہ ڈالی تھی۔

امم؟(ہمم)۔۔۔۔۔۔وہ سوالیہ انداز میں چھوٹا سا ہنکارا بھرتا ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔ میرال شاہ نے ابھی تک پلیٹ سے سر نہیں اٹھایا تھا، وہ اس وقت کھلے سے لائٹ پنک گرم ٹریک سوٹ میں ملبوس سنہری بالوں کی اونچی پونی بنائے میک اپ سے شفاف چہرہ لئے سنجیدگی سے ناشتہ کر رہی تھی، ان کی حویلی کی اندرونی طرف کوئی بھی غیر مرد ملازم نہیں ہوتا تھا، اسی لئے میرال کا جو دل چاہتا تھا، وہ پہن لیتی تھی، خود حازق خان نے بھی اسے حویلی میں کچھ بھی پہننے یا اوڑھنے سے منع نہیں کیا تھا، اس نے آج تک میرال پہ فضول پابندیاں نہیں لگائی تھیں، کیونکہ اسکے نکاح میں آتے ہی میرال شاہ نے خود کو کافی حد تک چینج کرنا شروع کر دیا تھا، وہ اپنی مرضی سے ولاگنگ چھوڑ چکی تھی، وہ اپنی مرضی سے باہر جاتے ہوئے چادر لیتی تھی، چہرہ ڈھکتی تھی، ہر وہ کام کرتی تھی جو حازق خان کو پسند ہو۔۔اور حازق خان اسکی ان سب تبدیلیوں کی وجہ سے ہمیشہ سے اسکا بہت شکر گزار رہتا تھا، وہ خود کو خوش قسمت سمجھتا تھا۔ وہ میرال شاہ کے متعلق انٹرنیٹ پہ موجود ایک ایک تصویر اور تمام ویڈیوز ڈیلیٹ کر چکا تھا۔

اب یہاں پہ درد تو نہیں ہو رہا؟۔۔۔ حسان کے ہنکارا بھرنے پہ حازق خان نے اسکے ہونٹوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے پیار سے سوال کیا تھا جس پہ حسان نے کچھ بولنے کی بجائے محض نفی میں سر ہلا دیا۔ حازق خان اس وقت ٹیبل کے اس پار بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں سے مخالف سمت تھا۔

یہاں بابا کے پاس آؤ!!۔۔۔۔ حازق خان نے اب کی بار لہجے کو پہلے سے زیادہ نرم بنایا تھا، وہ ابھی حازق خان کی بات کے جواب میں کرسی سے اترنے کی کوشش کر رہا تھا جب میر ال شاہ نگاہیں اٹھاتی حسان کو نیچے اترنے میں مدد دینے کی بجائے واپس سے کرسی پہ بیٹھ گئی۔

وہ ناشتہ کر رہا ہے! وہ اپنی مدد آپ کے تحت بیڈ اور چیئرز سے اترنے کے لئے ابھی بہت چھوٹا ہے! (خود اپنی ٹانگوں کا استعمال کر کے یہاں آجاؤ) ۔۔۔۔ وہ دانت پیستے ہوئے حازق خان کو جواب دیتی پھر سے ناشتہ کرنے لگی، البتہ آخری جملہ اس نے دل میں کہا تھا۔

کب تک چلے گا ایسا؟ کل سے منا رہا ہوں تمہیں! کب تک موڈ ٹھیک کرو گی؟۔۔۔۔ حازق خان اپنی کرسی سے اٹھ کے مخالف سمت حسان خان کے پاس آ کے بیٹھتا نظریں ترچھی کرتے ہوئے میر ال سے مخاطب تھا، وہ جواباً خاموش رہی، یوں جیسے اسکی بات سنی ہی نہ ہو۔

باہر چلیں حسان؟۔۔۔۔۔۔ میر ال کی خاموشی پہ وہ نرمی سے حسان کے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا پیار سے پوچھنے لگا جس پہ حسان نے نفی میں سر ہلا دیا۔ حازق خان اسکے انکار پہ حیران ہوا تھا، وہ کب باہر جانے سے کبھی منع کرتا تھا؟

سوری حسان میں نے کل آپ کی بات نہیں سنی تھی! آپ بابا سے ناراض ہو کیا؟۔۔۔ وہ اسکے پھولے گال پہ ہاتھ رکھتا اعترافِ جرم کرنے لگا۔

چلو حسان ناشتہ ہو گیا ہے! آجاؤ ڈریس چینج کرواؤں! ۔۔۔۔ حسان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی میر ال شاہ اپنی کرسی سے اٹھ کے اس سے مخاطب ہوتی اگلے ہی پل حازق کا ہاتھ اسکے گال سے ہٹا کے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا گئی، حاذق خان کی بات سنتے اسے نئے سرے سے غصہ آیا تھا، کیا اس نے اسکے بیٹے کی کوئی پکار نہیں سنی تھی؟ اسی لئے وہ دھڑام سے نیچے جا گرا تھا؟ میر ال شاہ کی اس قدر بے رخی پہ حازق خان کا صبح صبح موڈ آف ہوا تھا۔ وہ غصے سے ٹیبل پہ ہاتھ مار

کے اٹھتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، الماری سے حسان کا لباس نکالتی میر ال کو مکمل طور پہ اگنور کئے وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھاتا ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے تیزی سے بگڑتے موڈ کے ساتھ کمرے سے نکلا تھا، اسے لگ رہا تھا میر ال نہیں تو حسان کی اسے پیچھے سے "میزر (میجر)" پکار کے روک لے گا لیکن نہیں وہ دونوں ماں بیٹا تو شاید اسے سولی چڑھانے کے حق میں تھے۔۔ اسے غصے سے جاتے دیکھ کے میر ال شاہ ناک سکوڑتی ہوئی حسان کو لئے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

بابا اب بلائیں گے تو انہیں یہاں (گال) پہ کس کر دینا! ۔۔۔ وہ حسان کو بیڈ پہ لٹا کے اسکے کپڑے تبدیل کرواتی مصروف انداز میں بولتی اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے اسے پیار سے سمجھانے لگی۔ حسان خان اپنی بھوری کانچ سی آنکھوں کو پھیلائے غور سے ماں کو سنتا ہاں میں سر ہلاتے ہوئے کھکھلانے لگا۔

حسان میری جان کبھی اپنے بابا سے ناراض نہیں ہو گا نا؟ ہم صرف بابا کو تنگ کر رہے تھے! بابا آپ سے بہت پیار کرتے ہیں!۔۔۔ میر ال شاہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی مدھم آواز میں سمجھانے لگی، اسے اس وقت حازق خان پہ جتنا بھی غصہ سہی لیکن وہ اکیلے میں حسان کو ساتھ ساتھ سمجھاتی ضرور تھی جس پہ کھکھلا کے اپنی آئیز معصومیت سے بلنک کرنے لگتا جس کا مطلب یہی ہوتا تھا وہ اسکی باتیں سمجھ رہا ہے۔۔ میر ال شاہ انگلی سے اسکا سوجھا ہونٹ چھوتی جھک کے اسکے گالوں پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھ گئی۔

حازق خان صبح کا حویلی سے نکلا ابھی تک واپس نہیں آیا تھا، میر ال کو اب صحیح معنوں میں پریشانی ہو رہی تھی، اسے خود پہ شدید غصہ آرہا تھا جس نے کل سے حازق خان کو کتنی باتیں سنا ڈالی تھیں، وہ بظاہر تو بیڈ پہ بیٹھی حسان خان کے ساتھ کھیل رہی تھی لیکن اس کا دھیان حاذق خان کی طرف لگا تھا، وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتی اسے کال ملانے ہی والی تھی جب کانوں میں حازق خان کی گاڑی کے ہارن کی تیز آواز ٹکرائی، صد شکر وہ آچکا تھا۔ میر ال شاہ نے سینے پہ ہاتھ رکھتے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ کچھ دیر بعد کمرے کے نزدیک اسکے بھاری قدموں کی آواز سنتی میر ال شاہ خود کو اس سے لاپرواہ ظاہر کروانے کی غرض سے کھکھلاتی ہوئی حسان خان کے پیٹ میں گدگدی کرنے لگی جس پہ حسان خان کی کھکھلاہٹ اور قلقلاریوں کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی، کمرے میں داخل ہوتا حازق خان ایک نظر ان

دونوں کو ایک دوسرے میں مگن دیکھ کے حسان کے پاس کچھ فاصلے پہ اسکے کھلونوں کا بیگ رکھتا بیڈ سے تکیہ اٹھاتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ اسکا چہرہ اس وقت بالکل سپاٹ تھا جبکہ نیلی آنکھیں شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔ اسے صوفے پہ لیٹتے دیکھ کے میرال شاہ نے آبرو اٹھایا تھا یعنی اب ناراضگی کا اعلان حازق خان کی طرف سے تھا؟ ان دونوں کی ناراضگی ہمیشہ یونہی ٹوم اینڈ جیری والی ہوتی تھی، ایک ناراض ہوتا تھا تو دوسرا بھی ناراض ہو کے بیٹھ جاتا تھا۔

لائٹس آف کرو!!۔۔۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بلند آواز میں میرال سے مخاطب اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھ گیا۔

مجھے میرے بیٹے کے ساتھ کھیلنا ہے! ابھی لائٹس بند نہیں ہوں گی!۔۔۔۔وہ اسکا حکم ماننے کی بجائے اٹیٹیوڈ سے جواب دیتی اسکے لائے گئے نئے کھلونے نکال کے حسان خان کو دیکھانے لگی جس پہ وہ تالیاں مارتے ہوئے کھکھلانے لگا۔ اسے یہ کھلونے کافی پسند آرہے تھے۔۔ میرال کے دوٹوک جواب پہ وہ ضبط سے مزید کچھ بھی بولے بنا یونہی لیٹا رہا۔ حسان بار بار رخ ترچھا کر کے حازق خان کو دیکھ رہا تھا، وہ شاید اسکے پاس جانا چاہ رہا تھا۔

جاؤ بابا کو ہگ کر کے آؤ!!۔۔۔۔حسان کو باپ کی طرف دیکھتا پا کے میرال شاہ نے اس سے کھلونے دور کرتے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسے احتیاط سے بیڈ سے نیچے اتارا تھا۔ اسکا غصہ حازق خان پہ اسی وقت ختم ہو چکا تھا جب وہ صبح غصے سے حویلی سے نکلا تھا، وہ پورا دن اپنا کل اور گ صبح کا رویہ سوچتی رہی تھی جو کافی تلخ تھا۔ وہ دونوں ایسے ہی تھے ایک غصے میں ہوتا تھا تو دوسرا خود ہی خاموشی اختیار کر لیتا تھا، ہاں میرال کبھی کبھار غصے میں کچھ زیادہ بول جاتی تھی لیکن حازق خان اپنا غصہ اس پہ اتارنے سے ہمیشہ سے پرہیز کرتا تھا۔ حسان خان کالین پہ رینگتے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ رہا تھا جس پہ لیٹا حازق خان سونے کی ایکٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔ حسان خان کافی مشقت کے بعد احتیاط سے صوفے پہ چڑھتا حازق خان کے سینے پہ لیٹ گیا، خود پہ پھولوں سے نازک وجود کا وزن محسوس کرتے حازق خان نے اپنی آنکھوں سے کہنی ہٹائی تھی، اپنے سینے سے لپٹے حسان خان کو کھکھلا کے اپنی طرف دیکھتا پا کے اسکے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگی تھی، وہ کل سے ابھی اسکے پاس آیا تھا، ورنہ وہ اسے اپنے سینے میں بھینچنے کے لئے تڑپ رہا تھا لیکن اسکی ماں ظالم بنی ہوئی تھی۔

میزر (میجر)۔۔۔۔۔حسان خان نے اپنی آئیز بلنک کرتے کھکھلاتے ہوئے حازق خان کو معصومیت سے پکارتے اسکے گال پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

میزر کی جان!!۔۔۔۔۔حازق خان خوشی سے مسرور لہجے میں بولتا اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچتے شدت سے اسکا پورا چہرہ چومنے لگا۔میر ال شاہ ان دونوں کو ایک دوسرے میں مگن دیکھ کے مسکراتی ہوئی حسان کے سارے کھلونے سمیٹتی سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ریڈ لپ اسٹک نکال کے اپنے ہونٹوں میں لگاتی سامنے مرر سے نظر آتا اپنا عکس دیکھ رہی تھی، حازق خان اس وقت اسکی طرف دیکھنے کی بجائے حسان خان میں مصروف تھا۔میر ال شاہ کھلے سے بلیک گرم ٹراؤزر پہ بلیک ہی چھوٹی سی سٹائلش ٹاپ پہنے ہوئے تھی، کندھے سے کچھ نیچے تک آتے بال اونچی پونی میں مقید تھے، جبکہ ہونٹوں پہ سرخ لپ اسٹک لگاتے انہیں مزید بھرا بھرا بنایا گیا تھا، حازق خان نے ابھی تک اسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔وہ اپنا سر یہاں وہاں ہلا کے اونچی پونی لہراتی نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا کے حازق خان کی طرف دیکھنے لگی۔

درد ہو رہی ہے میرے بیٹے کو؟۔۔۔۔وہ حسان خان کے زخمی ہونٹ پہ نرمی سے اپنی انگلی پھیرتا پیار سے پھر سے صبح والا سوال پوچھ رہا تھا حسان خان نے زور سے نفی میں سر ہلاتے اسکے گال کے ساتھ اپنا سر ٹکایا تھا۔

کل پورا دن بابا سے بات نہیں کی؟۔۔۔۔حازق خان نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شکوہ کیا تھا۔

میزر تو بایا تا (میجر۔۔کو۔۔بلایا۔۔تھا)۔۔۔۔۔وہ۔ہمیشہ کی طرف لفظ توڑ توڑ کے اپنے ہونٹوں سے ادا کر رہا تھا، معصومیت سے پھر سے اسکے گال پہ ہونٹ رکھے تھے۔حازق خان مسکراتا ہوا اسکا چہرہ اپنی جیکٹ میں چھپا گیا۔اسے جمائی لیتے دیکھ کے حازق خان سمجھ چکا تھا اسے نیند آ رہی ہے، اسی لئے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکے کان میں سونے سے پہلے کی آیات اور چاروں قل پڑھ کے اس پہ پھونکتا اسکی کمر کی تھپکنے لگا۔کچھ ہی دیر میں حسان خان نیند کی وادیوں میں گم ہو چکا تھا، حازق خان کافی دیر سے خود پہ میر ال کی نظروں کی تپش محسوس کر رہا تھا لیکن اگنور کئے حسان خان کو سلانے کے بعد اپنی آنکھوں پہ پھر سے کہنی رکھ گیا، حسان ابھی تک اسکے سینے سے لپٹ کے سو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد میر ال شاہ ناک چڑھا کے بیڈ سے اٹھتی صوفے کی طرف بڑھ گئی، سوئے ہوئے حسان خان کو اسکے سینے سے اٹھاتی وہ اب بیڈ پہ لیٹا کے اس پہ اچھے سے کمبل دے رہی تھی، حازق خان نے ابھی تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں، وہ

آنکھیں بند کئے اسکی اس حرکت سے واقف ہو چکا تھا۔وہ کمرے کی لائٹس بالکل ڈم کرتی پھر سے حازق خان کی طرف بڑھ گئی۔

کہاں تھے صبح سے ؟۔۔۔۔۔وہ اسکے دیو ہیکل وجود کو تھوڑا سا آگے کی طرف کھسکاتی اسکے قریب بیٹھتے ہوئے مدھم آواز میں استفسار کرنے لگی لیکن جواب ندارد،حازق خان خود ہی نامحسوس انداز میں آگے کی طرف ہو چکا تھا تاکہ اسے زیادہ زور نہ لگانا پڑے لیکن کہنی ابھی تک آنکھوں پہ تھی۔

تم سے پوچھ رہی ہوں! کہاں تھے ؟۔۔۔اسکے جواب نہ دینے وہ اسکی بلیک جیکٹ کی پ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے اپنا سوال دہرا رہی تھی۔

تمہاری نظروں سے دور!!۔۔۔حازق خان کی طرف سے مختصر سا جواب آیا تھا، آنکھیں ابھی تک نہیں کھولی تھی، میرال شاہ اسکے جواب پہ اپنی مسکراہٹ دبانے لگی،وہ اسکے کل والے الفاظ اسے واپس لٹا رہا تھا، کل میرال اسے غصے میں بول جو چکی تھی "میری نظروں سے دور ہو جاؤ میجر"

کھانا کھا کے آئے ہو؟۔۔۔۔۔میرال شاہ نے اسکی آنکھوں سے کہنی ہٹاتے ہوئے اگلا سوال مدھم آواز میں پوچھا تھا،حازق خان جواب دینے کی بجائے پھر سے اپنی آنکھوں پہ کہنی رکھ گیا،اسکے بچوں سے انداز پہ وہ مسکراہٹ دباتی پھر سے اسکی بند آنکھوں سے کہنی ہٹا گئی،وہ پھر سے واپس رکھ گیا،وہ دونوں تقریباً پانچ منٹ تک خاموشی سے اسی کام میں مصروف رہے تھے،وہ اسکی آنکھوں سے کہنی ہٹا رہی تھی اور وہ واپس رکھ رہا تھا،میرال شاہ نے ایک دم سے اسکی کہنی اپنی پوری قوت سے جکڑ کے پیچھے صوفے کے بازو کے ساتھ لگاتے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے عنابی ہونٹوں پہ اپنی سانسیں چھوڑی تھیں،حازق خان اپنے ہونٹوں پہ اسکی سانسوں کی تپش محسوس کرتا اگلے ہی پل اپنی آنکھیں وا کر گیا،کمرے میں بالکل ڈم سی روشنی تھی لیکن وہ پھر بھی اسے ہر اینگل سے ٹھیک سے دیکھ سکتا تھا۔اسکی نیلی آنکھیں اس وقت سرخی مائل تھیں، آنکھیں کھولتے ہی نگاہیں خود پہ جھکی میرال شاہ کے ہونٹوں کی طرف اٹھی تھیں جنہیں اس نے نجانے کس وقت سرخ لپ اسٹک سے سجایا تھا؟ کیونکہ جس وقت اس نے کمرے میں داخل ہوتے اس پہ نگاہ ڈالی تھی تب ان لبوں پہ یہ تیز رنگ نہیں تھا۔

یہاں پہ کیوں سو رہے ہو؟۔۔۔وہ مزید اسکی پہ جھکتی آبرو اٹھا کے روعب سے پوچھنے لگی۔

تا کہ تم بیڈ پہ سکون سے پھیل کے لیٹ سکو!!۔۔۔وہ خفگی سے دانت پیس کے بولتا اس سے اپنا بازو آزاد کروا رہا تھا جو وہ پیچھے صوفے کے بازو کے ساتھ لگائے اوپر اپنی کہنی کا وزن ڈالے ہوئے تھی۔اسکے جواب پہ میرال شاہ کے ہونٹوں کے کناروں پہ پھر سے مسکراہٹ پھیلی تھی جسے وہ بروقت چھپا گئی، جانتی تھی اس نے یہ جواب کیوں دیا ہے کیونکہ کل پوری رات وہ جان بوجھ کے بیڈ پہ زیادہ جگہ لے کے پھیل کے لیٹی رہی تھی، حسان کو بھی آڑھا ترچھا کر کے لیٹایا تھا تا کہ حازق خان کے سونے کے لئے جگہ کم سے کم بچے، وہ تنگ ہوتا رہے، ناراضگی میں اس نے حازق خان کو خود کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا اسی لئے وہ بھی زبردستی اسے چھونے کی بجائے اسکی چھوڑی گئی تھوڑی سی جگہ پہ سویا تھا جس کی وجہ سے پوری رات کروٹ تک نہیں بدل سکا تھا۔

ہمم! اسکا مطلب تم آج کے بعد سے اسی صوفے پہ سویا کرو گے؟۔۔۔وہ اسکی ڈارک براؤن گھنی بیرڈ پہ ہولے سے ہاتھ پھیرتی دلفریب انداز میں پوچھتی اپنی بھوری کانچ سی آنکھیں ٹپٹپانے لگی۔حازق خان نے جواب دینے کی بجائے نگاہیں اس کے سرخ ہونٹوں سے پھیرتے خفگی سے یہاں وہاں گھمائی تھیں۔

فاریور کائینڈ انفارمیشن! ناراض میں تھی تم سے!!۔۔۔اسے ناراضی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے دیکھ کے وہ اسکی جیکٹ اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتی اس پہ جھکتے ہوئے دبے دبے غصے سے بولی تھی۔

اینڈ فاریور کائینڈ انفارمیشن میڈیم کل سے منا رہا تھا تمہیں لیکن تم نے مجھے جواباً ذلیل کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا! ابھی بھی ناراض رہو، میرے پاس کیا کر رہی ہو؟۔۔وہ بھی اسی کے انداز میں اسکی بلیک ٹاپ سینے سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچ کے خود پہ مزید جھکاتے ہوئے شدید ناراضگی سے بولی تھا۔

کل حسان تمہاری وجہ سے گرا تھا!!۔۔۔وہ غصے سے بولی۔

کیا میں نے اپنی غلطی ماننے سے انکار کیا تھا؟۔۔۔وہ سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا۔

وہ غلطی نہیں تھی! تم لاپرواہ ہوئے تھے!!۔۔۔وہ آنکھیں گھماتے ہوئے گویا ہوئی۔

میں ایک امپورٹنٹ کام کر رہا تھا! جب تمہیں معلوم تھا میں کام میں مصروف ہوں تو تمہیں کچن میں نہیں جانا چاہیئے تھا! حویلی میں سو ملازم تھے کوئی بھی لنچ بنا لیتا، حسان تمہارے لئے لنچ سے زیادہ ضروری ہونا چاہیئے تھا! غلطی صرف میری نہیں تھی!۔۔۔وہ جتانے والے انداز میں اسے اسکی غلطی کا احساس دلا رہا تھا۔

تم دونوں کے لئے بنا رہی تھی کیونکہ میرا دل کر رہا تھا خود کو کنگ کرنے کو! ساری غلطی تمہاری تھی، بات مت پلٹاؤ!۔۔۔وہ دانت کچکچا کے بولتی اسکے گال پہ جھک کے زور سے دانت گاڑ گئی۔ وہ اسکے موتیوں سے دانتوں کی چبھن اپنے گال پہ محسوس کرتا خاموش رہا، اسے خود سے دور نہیں جھٹکا تھا جس طرح سے وہ کل اسے خود سے دور جھٹک رہی تھی۔

یہ چوٹ اسکی قسمت میں لکھی تھی! ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے! میں نے تم دونوں کا صدقہ نکال دیا تھا!۔۔۔۔اسے اپنے گال سے دانت ہٹاتے دیکھ کے حازق خان سنجیدگی سے بولا تھا۔

منہ کے ڈیزائن تو ایسے بنا رہے ہو جیسے رات کو میری نیند کا فائدہ اٹھا کے مجھے منہ نہیں لگایا تھا؟ ہونہہ!۔۔۔اسے پھر سے خفگی سے اپنے ہونٹوں سے نگاہیں پھیرتے دیکھ کے وہ اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتی آبرو اٹھا کے طنزیہ انداز میں بولتی اسکے سر پہ دھماکہ کر گئی، وہ حیرانگی سے اپنی چالاک بیوی کی طرف دیکھنے لگا جو نیند میں بھی دماغ حاضر رکھتی تھی۔

صاف صاف بولو تم چاہ رہی ہو میں تمہیں منہ لگا کے تمہارے ہونٹوں سے یہ لپ اسٹک اپنے انداز میں غائب کروں؟ لیکن وہ کیا ہے نا کہ ابھی میں تم سے سخت ناراض ہوں اسلئے میرا یہ کام کرنے کا موڈ نہیں ہے!۔۔۔وہ بات بدلتا ہوا اسے مصنوعی غصے اور ناراضی سے آنکھیں دیکھا کے بولا تھا۔

ہمم! موڈ نہیں ہے؟ پکا؟۔۔۔۔۔وہ اسکے جواب پہ آبرو اٹکاتی ہوئی کنفرم کرنے والے انداز میں بولی تھی جس پہ زور زور سے اثبات میں سر ہلا گیا۔

گریٹ! اچھی بات ہے! اب اپنی بات پہ قائم رہنا۔۔۔۔وہ اسکے سر ہلانے پہ محضوظ ہوتی اسکی بلیک جیکٹ کے نیچے پہنی سفید پلین شرٹ پہ جھکتی سینے کے مقام پہ زور سے اپنے دانت گاڑ گئی، حازق خان کی وائٹ شرٹ پہ اسکا لپ اسٹک مارک چھپ چکا تھا۔ وہ اپنے دھڑکتے دل پہ قابو پاتا خاموش نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، میرال شاہ اسکے سینے سے کافی دیر بعد دانت ہٹاتی اسکی گھنی مونچھوں پہ اپنے ہونٹوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی، اس نے اسکے لبوں کو چھوا تک نہیں تھا، وہ صرف اسکی مونچھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتی اسے بے چین کر رہی تھی، حازق خان نے اسکی کمر زور سے اپنی مٹھی میں جکڑتے اسے نامحسوس انداز سے اپنے ہونٹوں پہ جھکانا چاہا تھا لیکن وہ اسکی یہ حرکت محسوس کر

کے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی ایک دم سے اسکی گلے کی ہڈی پہ اپنا جھکاؤ کرتی دانت گاڑ گئی۔ حازق خان نے آنکھیں زور سے میچتے ہوئے اپنی کراہ روکی تھی۔ میرال شاہ اپنے دیئے گئے نشان پہ انگلی پھیرتی کچھ دیر اسکی خمار سے سرخ آنکھوں میں دیکھتی اسکی طرف سے پیش قدمی کا انتظار کرنے لگی لیکن وہ ڈھیٹ بنا ہوا تھا، اگر جو وہ ڈھیٹ تھا تو پھر سامنے بھی میرال شاہ تھی جو اسے لائن پہ لانا جانتی تھی، بات اب ناراضگی سے نکل کے ضد پہ آچکی تھی۔

افف کمرے میں کافی گرمی ہو رہی ہے!!۔۔۔ میرال شاہ ایک دم سے خود کو اپنے ہاتھ سے ہوا دیتی نزاکت سے بولتے ہوئے اپنی بلیک ٹاپ ایک جھٹکے سے اتار کے حازق خان کے چہرے پہ پھینک گئی، اسکی اس جان لیوا ادا پہ حازق خان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا، میرال شاہ اسکے دل کی پروا کئے بغیر یونہی اسکے پاس بیٹھی اپنے بالوں کو پونی کی قید سے آزاد کرتی ایک سٹائل سے بائیں طرف جھٹک گئی۔ حازق خان اس دوران اپنے چہرے سے اسکی ٹاپ ہٹا کے مخمور نگاہوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، وہ اس وقت بمشکل پیٹ تک آتی باریک سی سلیولیس میرون سکوپ نیک ٹینک ٹاپ میں ملبوس حازق خان کو پاگل کر رہی تھی، اسے پاگل کرنے کی تیاری شاید اس نے پہلے سے کر رکھی تھی، اس ٹھنڈے برفیلے موسم میں وہ اپنی ہاٹنیس سے کمرے کا ماحول واقعی ہی گرم بنا چکی تھی۔ اس میرون باریک سی ٹاپ میں میرال شاہ کا انگ انگ واضح ہو رہا تھا۔

کیا تمہیں بھی گرمی لگ رہی ہے؟ ہیٹر کی سپیڈ تم نے بڑھائی تھی؟۔۔ حازق خان کو مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کے وہ دل میں مسکراتی ہوئی ایک دم سے اس پہ جھکتی بیڈ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھیں ٹپٹپا کے یونہی پوچھنے لگی۔ حازق خان کی خمار سے سرخ آنکھیں اسے مزہ دے رہی تھیں۔

مجھے کمرے کا ماحول گرم کرنے کے لئے ہیٹر کی ضرورت نہیں ہے! اتنی ہی گرمی لگ رہی ہے تو جا کے فریج میں بیٹھ کے خود کو بند کر لو!!۔۔۔ وہ دانت پیس کے بولا تھا، وہ سمجھ گیا تھا، وہ جان بوجھ کے اس طرح کر رہی ہے۔ اس کے جواب پہ میرال شاہ نے اپنے سرخ ہونٹوں کے کنارے کو دانتوں تلے دباتے دلفریب انداز میں آبرو اٹھایا تھا۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن تمہارے دل کے دھڑکنے کی آواز میرے کانوں تک کیوں آ رہی ہے؟ سب ٹھیک ہے نا؟۔۔۔۔ وہ مصنوعی فکرمندی سے بولتی اسکے سینے پہ اپنی کان ٹکا کے اسکی تیز دھڑکنوں کی آواز سنتی اپنی ہنسی روکنے لگی۔۔

سب ٹھیک ہے! مجھے کیا ہونا ہے!!۔۔۔۔وہ اپنے امڈتے جذبات کو قابو کرتا دانت کچکچاتے ہوئے ضبط سے بولا تھا، ورنہ دل تو کر رہا تھا ابھی اپنی چالاک بیوی کو سبق سیکھا دے۔

یہ تو اور بھی اچھی بات ہے!!۔۔۔۔۔۔میرال شاہ اسے داد دینے والے انداز میں دیکھ کے جواب دیتی اپنی میرون ٹاپ بھی ایک ہی جست میں اتار کے حازق خان کے چہرہ پہ پھینکتی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی، حازق خان نے اسکی خوشبو اپنے اندر تک اتارتے یہ میرون ٹاپ بھی چہرے سے ہٹاتے پھر سے اسکی طرف دیکھا تھا، جو اب پیٹ سے اپکچھ اوپر تک بلڈ ریڈ ٹائٹ ٹاپ میں ملبوس تھی، اب تو بازوؤں کو سہارا دینے کے لئے کوئی سٹریپ بھی نہیں تھی، اسکی شفاف گردن اور بازو اور طرح کے پردے سے آزاد تھے، اسکا سراپا اس وقت حازق خان پہ قیامت ڈھا رہا تھا۔

تمہیں شاید نیند آ رہی ہے!! سو جاؤ! گڈ نائٹ!!۔۔۔۔۔حازق خان کی گردن میں گلٹی بھر کے معدوم ہوتے دیکھ کے وہ قہقہہ روکنے کے چکروں میں سرخ پڑتی پھر سے اس پہ جھک کے اسکی مونچھوں پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھتی مصنوعی سنجیدگی سے بولتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھی تھی، اس نے ابھی ایک قدم بھی نہیں اٹھایا تھا، جب حازق خان نے اپنی ٹانگیں اسکی ٹانگوں میں ریپ کرتے اسے ایک جست میں اپنے چٹانی وجود پہ گرایا تھا، وہ اسے سوچنے سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر اسکے بالوں میں ہاتھ دھنساتا اپنی پوری شدت سے اسکے سرخ ہونٹوں سے لپٹتا اسکی کمر کو اپنی مٹھی میں زور سے جکڑ گیا۔ میرال شاہ دل میں بھرپور انداز میں مسکراتی ہوئی اسکی پاگل شدت اپنے لبوں پہ برداشت کرنے لگی، وہ اسکے ہونٹوں کو اپنے دانتوں میں دباتا اسکی نیم برہنہ کمر اور پیٹ پہ سختی سے اپنے ہاتھ پھیرنے لگا۔

میرال شاہ کی سانسیں بکھری تھیں، وہ بدلے میں اسکے نچلے ہونٹ پہ اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھانے لگی، حازق خان اسکی سانسوں کو بری طرح سے بکھیرتا اسے ایک جھٹکے میں پاس پڑے سینٹرل ٹیبل پہ احتیاط سے پٹکتا صوفے سے کھڑا ہوتا اپنی جیکٹ ایک جست میں اتار کے دور اچھال گیا، اپنی پلین وائٹ ٹی شرٹ اتارتے اس نے میرال کے انداز میں اسکے چہرے پہ پھینکی تھی، وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہولے سے ہنس دی لیکن اس کے چہرے پہ موجود حازق خان کی شرٹ اسکی ہنسی چھپانے میں کامیاب ہوئی تھی، میرال شاہ نے ہنسی ضبط کرتے اپنے چہرے سے اسکی شرٹ دور کرتے پاس پڑے صوفے پہ اچھالی تھی، حازق خان ایک گھٹنہ فولڈ کر کے سینٹرل ٹیبل پہ رکھتا اسکے دائیں بائیں ہاتھ رکھتے مخمور نگاہوں سے اسے سر تا پاؤں دیکھنے لگا، میرال شاہ کی نگاہیں اسکی سرخی مائل آنکھوں سے ہوتی اسکے چٹانی وجود کی

طرف اٹھی تھیں۔وہ اسکے گالوں پہ ہاتھ جمائے ایک دفعہ پھر سے شدت سے اسکے لبوں سے لپٹ گیا،اسکی سانسوں پہ قبضہ جمائے اسکے ہاتھ اسکی گالوں سے سرکتے ہوئے اسکے پیٹ تک آئے تھے،وہ اسکے برہنہ پیٹ پہ ہاتھ پھیرتا اپنی انگلیاں اسکی ٹائٹ ٹاپ میں دھنستاتے اسکاوجود بے باکی سے چھونے لگا،میر ال شاہ مچلتی ہوئی اسکی گردن پہ اپنے ناخن گاڑ گئی،حازق خان نے اسکی زبان اپنی گرفت میں لیتے اسکے بدن کے خوبصورت خدوحال پہ اپنے ہاتھوں سے بے رحمی دیکھائی تھی،میر ال شاہ کی سسکیاں اسکے ہونٹوں میں دب کے رہ گئی۔۔

چچ چچ! ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں اور میری خطرناک بیوی کو ابھی سے گرمی لگنا شروع ہو چکی ہے؟ویسے گرمی لگنی بھی چاہئیے آخر کو اتنے ہاٹ شوہر سے پالا جو پڑا ہے تمہارا!!۔۔۔۔۔وہ کافی دیر بعد اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتا اسکے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکائے پھولی سانسوں کے درمیان اترا کے بولا تھا،میر ال شاہ نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے کھا جانے والے انداز میں گھورا تھا۔

تمہارا موڈ نہیں تھا! اپنی زبان سے پلٹو مت میجر! مسلمان کی ایک زبان ہوتی ہے!!۔۔۔۔وہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتی پھولی سانسوں کے درمیان اسی کے انداز میں بولی تھی،لہجہ طنزیہ تھا۔

جب بیوی اتنے پیار سے موڈ بنانے والی ہو گی تو کون کافر ہو گا جس کا موڈ نہیں بنے گا مائی ہاٹ لیڈی؟۔۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کر کے جواب دیتا اسکی شفاف گردن پہ جھکتے لو بائٹس بنانے لگا،جبکہ ہاتھ ابھی تک بے باکی سے اسکی دھڑکنوں پہ سفر کر رہے تھے۔

ہونہہ!! خوش فہمیاں!۔۔۔وہ لاجواب ہو کے آنکھیں گھماتی ہوئی ناک چڑھا کے بولی،حازق خان اسے جواب دینے کی بجائے اسکی گردن پہ مصروف انداز میں اپنی شدت کی سوغاتیں چھوڑ رہا تھا۔

آہہہ۔۔۔حازق خان کو بے رحمی سے اپنی دھڑکنوں پہ جھکتے دیکھ کے وہ سسکی تھی،کمرے کی ڈم لائٹس میں وہ بے حد قریب ہوتے ایک دوسرے کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے،حازق خان منٹوں میں اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتا ایک گھنٹہ پھر سے ٹیبل پہ اسکی ٹانگ پہ فولڈ کر کے جماتا اس پہ جھکا تھا۔

پاگل ہو! شیشے کا ٹیبل ہے! ٹوٹ گیا تو میں مر جاؤں گی!!۔۔اسکے اگلے عمل کا اندازہ لگاتے میر ال شاہ نے اسے غصے سے ڈپٹا تھا۔

شش!! میں میجر خان ہوں! مجھے ہر طرح کے حالات میں اپنے مشن مکمل کرنے کی عادت ہے! ایک غازی تمہیں اتنی آسانی سے شہید نہیں ہونے دے گا!۔۔۔وہ اسکے کان میں معنی خیز سرگوشی کرتا اسکے ہونٹوں پہ جھکتا ہوا میر ال شاہ کی روح میں شدت سے سرائیت کر چکا تھا، میر ال شاہ بن آب مچھلی کی طرح مچلتی ہوئی سینٹرل ٹیبل کو کناروں سے پکڑتی سہارا لینے لگی، حازق خان اسکے ہاتھ اپنی گردن کے گرد ڈالتا اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے پھر سے اسکی دھڑکنوں پہ جھکتا میر ال شاہ کو اپنی شدتوں سے روشناس کروانے لگا۔ میر ال شاہ نے مدہوش ہوتے ہوئے سسکیاں بھرتے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا جس پہ حازق خان مزید شدت پسند ہوتا اسکے پسینے سے بھیگے چہرے کو صاف کرنے لگا۔۔وہ میر ال شاہ کے بیلی بٹن پہ دانت گاڑتا پھر سے اس میں سماتے ہوئے اسے بلند آواز میں سسکنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ میر ال شاہ تھوڑا سا سر اٹھا کے اسکے لبوں کو قید کرتی اپنے وجود پہ اسکی دیوانی شدتیں برداشت کرنے لگی۔

وہ اسکے کھکھلانے پہ ہنستا ہوا اسکے گالوں پہ مزید زور سے اپنی بیرڈ رگڑ رہا تھا جب نگاہیں ایک دم سے سٹڈی کی طرف اٹھی تھیں۔

میر!! اگر آپ کو کبھی بابا ڈانٹیں گے تو آپ کیا کرو گے؟۔۔۔وہ ایک دم سے اپنی ہنسی کا اثر زائل کرتا سنجیدگی سے ازمیر کے گال پہ ہاتھ رکھ کے استفسار کرنے لگا۔

رازاوذاوُدا! دیشے تاتوتی شادی پہ واتا (ناراض ہو جاؤ گا! جیسے چاچو کی شادی پہ ہوا تھا)۔۔۔۔باپ کا سنجیدہ چہرے دیکھ کے وہ بھی سنجیدہ ہوتا کندھے اچکا کے صاف گوئی سے بولا۔

اور اگر میں آپ سے کہوں مجھ سے ہمیشہ کے لئے دور چلے جاؤ پھر؟۔۔۔۔وہ سٹڈی پہ اپنی نگاہیں جمائے نجانے کیوں ازمیر سے یہ سوال کر گیا تھا۔

باباذان!!(باباجان)۔۔۔۔ازمیر شاہ اسکے سوال پہ تڑپ کے اسے پکارتا اسکے گال پہ ہاتھ رکھ گیا۔

بولو میر! آپ کیا کرو گے؟۔۔۔۔کاظم شاہ اسکا جواب سننے کے لئے بے چین ہوا تھا، وہ پتا نہیں اپنے ڈھائی سالہ بیٹے سے ایسے سوالات کیوں کر رہا تھا، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

مے آپ تو شورتے نئ ذاؤدا باباذان! مے آپ تی ڈودنے بیٹ ذاؤں دا!(میں آپ کو چھوڑ کے نہیں جاؤ گا بابا جان! میں آپ کی گود میں بیٹھ جاؤں گا)۔۔۔۔وہ ایک سانس میں بولتا معصومیت سے اسکے گالوں پہ ہاتھ رکھ کے اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ازمیر شاہ نے اسکی بات شاید کچھ زیادہ سیریس لے لی تھی۔

(آپ چاہتے ہیں میں آسٹریلیا چلا جاؤں؟وہاں جا کے آپ کے ان پیسوں سے بزنس سٹارٹ کروں تو کاظم شاہ بھوکا مر جائے گا لیکن آپ کی مزید ایک پائی بھی خود پہ خرچ نہیں کرے گا!! آپ چاہتے ہیں میں دو بجے آپ کی اس ہویلی کو چھوڑتے ہوئے آسٹریلیا کی فلائٹ پکڑوں؟؟اگر میں اگلے دو گھنٹوں میں پاکستان سے آوٹ نہ ہوا تو مجھے کاظم دریاب شاہ نہیں کہیئے گا!) ازمیر شاہ کے جواب پہ کاظم شاہ کو بے ساختہ دریاب شاہ کو اپنا ساڑھے تین سال پہلے دیا گیا جواب یاد آیا تھا جب اسکے باپ نے اسے آسٹریلیا جانے کا حکم دیا تھا،وہ ازمیر شاہ کے جواب پہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر مسکراتے ہوئے اسکی نم آنکھیں چومی۔ازمیر شاہ کو پریشان ہوتے دیکھ کے ہنستا ہوا پیار سے اسکے گال چومنے لگا۔

آپ میر تو اودشے دور بیزودے باب ذان؟(آپ میر کو خود سے دور بھیجو گے بابا جان؟)۔۔۔ازمیر شاہ روہانسا ہوا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔بابا قربان اپنے میر پہ! میں مذاق کر رہا تھا!بابا آپ کو کبھی خود سے دور نہیں کریں گے! بابا آپ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔۔۔۔۔۔وہ دیوانا وار اسکا چہرہ چومتے ہوئے اسے یقین دلانے والے انداز میں بولتا ہولے سے ہنستے ہوئے اسکا موڈ چل کر رہا تھا۔کھیل کا ذکر سن کے ازمیر اگلے ہی پل ریلکس ہوتا اسکے گالوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے دانت گاڑتے ہنسنے لگا۔

آپ اوپر اپنی مما کے پاس جاؤ! میں آپ کے دادا سے ایک بات کر کے آتا ہوں! ٹھیک؟۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ اسے نیچے سیڑھیاں پہ کھڑا کر تا نرمی سے بولتے اسکے ہاتھ میں اسکی چیزیں پکڑا رہا تھا جو وہ خود کے لئے اور باقی سب بچوں کے لئے ہر روز کی طرح سٹور سے خرید کے لایا تھا،ان میں یسریٰ کی آئس کریم مسٹ تھی۔ازمیر شاہ سر ہلاتے ہوئے اسکے ہاتھ سے بڑا سا شاپر پکڑ تا سیڑھیاں چڑھنے لگا جبکہ کاظم شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے سٹڈی کی طرف بڑھ گیا۔وہ اس وقت سفید شکن زدہ شلوار قمیض میں ملبوس کندھے پہ سیاہ اجرک لئے ہوئے تھا،گولڈن بال ماتھے پہ بکھرے

پڑے تھے۔ سٹڈی کا دروازہ آدھ کھلا تھا، اس وقت دریاب شاہ اکثر اوقات سٹڈی میں ہی ہوتے تھے، وہ اس آدھ کھلے دروازے پہ ہولے سے دستک دیتا اپنے گولڈن گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔۔

آجائیں!!۔۔۔۔۔۔ دریاب شاہ کی بھاری رعب دار آواز پہ وہ ساڑھے تین سال پہلے والے تمام خیال جھٹکتا اندر کی جانب بڑھ گیا، اس میں اور دریاب شاہ میں سب سیٹ تھا، وہ اکثر اوقات ساتھ ہنستے مسکراتے تھے لیکن سٹڈی کے اس کمرے کو دیکھ کے کاظم شاہ جب جب پرانے لمحات یاد کرتا تھا دل میں ایک خلش سی رہتی تھی۔ وہ اس چھوٹی سی خلش کو آج ہی دور کر دینا چاہتا تھا، تاکہ دل ہمیشہ کے لئے صاف ہو جائیں۔

تم! آؤ بیٹھو!!۔۔۔۔ کاظم شاہ کی پرفیوم کی مخصوص مہک محسوس کرتے دریاب شاہ نے فائل سے نگاہیں ہٹاتے آنے والی ہستی کو دیکھے تھے، کاظم شاہ کو سٹڈی میں دیکھتے وہ خوشگوار حیرت سے اسے ٹیبل کے اس پار کرسی کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کر رہے تھے، وہ آج ساڑھے تقریباً تین سال بعد ان کی سٹڈی میں آیا تھا۔ کاظم شاہ اس کرسی پہ بیٹھنے کی بجائے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتا ان کی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔

بابا جان!!۔۔۔۔۔۔ وہ ان کی کرسی کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھتا ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے انہیں نظریں جھکا کے پکار رہا تھا۔

یہاں کیوں بیٹھ رہے ہو؟ کیا ہوا؟۔۔۔۔ دریاب شاہ اس کے اس ایکٹ پہ پریشانی سے گویا ہوئے۔۔

بابا جان! آئی ایم سوری! ۔۔۔۔۔۔ وہ ان کے ہاتھوں کی پشت پہ اپنے ہونٹ رکھتا ندامت سے بولا۔

لیکن کس لئے میری جان؟ کیا ہوا ہے؟ کچھ تو بتاؤ؟؟۔۔۔۔ وہ اپنے اتنے مضبوط اور جوان بیٹے کو یوں اپنے گھٹنوں میں بیٹھے دیکھ کے پریشانی سے ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر گئے۔ وہ اسکی معافی کی وجہ سمجھ نہیں پائے تھے۔۔

آپ نے تقریباً ساڑھے تین سال پہلے مجھے آسٹریلیا جانے کا حکم دیا تھا جس پہ میں نے اس سٹڈی میں آپ سے بہت بد تمیزی کی تھی! میں جب بھی آپ کی سٹڈی کے پاس سے گزرتا ہوں! اپنی وہ بد تمیزی یاد کرتے کبھی کبھار ازمیر کو اپنے سامنے رکھ کے وہ لمحات سوچتا ہوں! اگر کبھی ازمیر مجھ سے لمبا قد نکالنے کے بعد میرے مقابل کھڑا ہو کے مجھ سے بد تمیزی کرے گا تو میرا تو سارا غرور خاک میں مل جائے گا! مجھے اس دل میں (سینے پہ ہاتھ رکھا) بہت تکلیف ہو گی کہ جس اولاد کو میں نے بچپن سے گرم ہوا نہیں لگنے دی وہ آج میرے مقابل کھڑی ہو کے مجھ سے ہی بد تمیزی کر

رہی ہے؟میری زندگی کے اتنے سالوں میں گزرا وہ واحد فیز تھا جب میری آواز آپ کے سامنے حد سے زیادہ بلند ہوئی تھی! اس فیز میں میں کافی بد تمیزی کر گیا! میں کبھی نہیں چاہتا تھا آپ سے بد تمیزی سے پیش آؤں کیونکہ مام نے مجھے یا چھوٹے شاہ کو کبھی آپ کے مقابل کھڑے ہونا نہیں سیکھایا لیکن۔۔۔۔ابھی کاظم شاہ نگاہیں جھکائے اپنی بھاری آواز میں مزید گویا ہوتا جب وہ نم آنکھوں سے اسکی بات کاٹ گئے۔۔

ساری غلطی خود پہ ڈالو گے شاہ؟ کہاں سے لاتے ہو اتنا بڑا دل؟ تم اور میں ہم سب واقف ہیں ساڑھے تین سال پہلے کیا ہوا تھا! وہ وقت تم پہ اعتبار دیکھانے کا تھا لیکن اس وقت سب سے زیادہ بے اعتباری تمہارے والدین نے دیکھائی تھی جس کے لئے میں خود کو آج تک معاف نہیں کر پا رہا! تم جیسی اولاد قسمت والوں کو ملتی ہے! میں کبھی اگر اپنے اس دن والے سفاک الفاظ یاد کروں تو خود پہ غصہ آنے لگتا ہے! کبھی کبھار تو تم سے سامنا کرنا بھی مشکل ہوتا ہے! مجھے معاف کر دو میں اس وقت ایک اچھا باپ نہیں بن پایا تھا شاہ! میں نے بچپن میں تمہارا ہر لاڈ اٹھایا لیکن جس وقت تمہیں میری سب سے زیادہ ضرورت تھی اس وقت میں نے تمہیں اکیلا چھوڑ دیا! اپنے باپ کو معا۔۔۔۔دریاب شاہ بھیگی آواز میں گویا ہوتے ابھی پھر سے اس سے معافی مانگتے جب وہ ان کے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھتا نفی میں سر ہلانے لگا۔۔

نہیں بابا! آپ معافی مت مانگیں! جب سے میری اپنی اولاد ہوئی ہے تب معلوم ہوتا ہے ماں باپ کا رتبہ کس قدر بلند ہے! اولاد کی تکلیف پہ سب سے زیادہ ماں باپ تڑپتے ہیں لیکن ماں باپ کی تکلیف پہ شاید اولاد اس لیول کا نہیں تڑپ سکتی! حالات چاہے جیسے بھی ہوتے کاظم شاہ کی آواز آپ کے سامنے کبھی بلند نہیں ہونی چاہئیے تھی! وہ کیسے آپ کی بچپن سے جوانی تک دی گئی تمام تر سہولیات اور پیار فراموش کرتا آپ کے مقابل کھڑا ہو سکتا تھا؟ اگر ازمیر ایسا کرے گا تو میں کیسے۔۔۔۔کاظم شاہ ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں سے ابھی مزید بولتا جب وہ پھر سے اسکی بات کاٹ گئے۔۔

تم میرے جیسے باپ نہیں ہو شاہ!! تم بہت الگ ہو! میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں تم کبھی اپنی اولاد کو اس کے مشکل حالات میں اکیلا نہیں چھوڑو گے! لیکن اس وقت میں نے چھوڑ دیا تھا! ہمیشہ غلطی اولاد کی نہیں ہوتی! ماں باپ بھی کبھی کبھار غلطیاں کر جاتے ہیں اور اتنی بڑی کر جاتے ہیں کہ اولاد کا دل کرچیوں میں ٹوٹتا ہے جس طرح سے

تمہارا ٹوٹا تھا!!۔۔۔۔وہ اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے کاظم شاہ کے بازوؤں پہ اپنے ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے اسے زمین سے اٹھانا چاہ رہے تھے، وہ زمین سے کھڑا ہو تا زور سے ان کے سینے سے لپٹے تھا بالکل بچپن کی طرح۔۔۔وہ جب بھی ان کے سینے سے لگتا تھا ان کی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھ کے سر ان کے کندھے سے بھی نیچے جھکا کیا کرتا تھا تا کہ اسکے باپ کو کبھی یہ محسوس نہ ہو وہ ان سے لمبا یا طاقتور ہو گیا ہے۔۔وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسکے بالوں پہ اپنے لب رکھ گئے۔۔

آپ کی غلطی نہیں تھی بابا! کبھی کبھار حالات غلط پیدا ہو جاتے ہیں جس میں انسان خود کو مجبور سمجھتا ہے اور غلطی سے اس سے کچھ غلط ہو جاتا ہے! آپ مجھے خود سے دور جانے کا بول رہے تھے لیکن اس وقت مجھے لگا میں خود کو سنبھال سکتا ہوں اور میں آپ کے ایک دفعہ کہنے پہ دور ہو گیا! لیکن آج میں نے اپنے ڈھائی سال کے بیٹے سے یہی سوال پوچھا کہ اگر میں تمہیں خود سے دور کروں گا تو کیا مجھ سے دور ہو جاؤ گے؟ وہ کہتا ہے نہیں بابا جان میں آپ کی گود میں بیٹھ جاؤں گا! اس کے جواب پہ میرا دل خون کے آنسو رو دیا! ایک دفعہ آپ نے بھی بچپن میں مجھ سے ایسا ہی سوال کیا تھا اور میرا جواب بھی از میر والا تھا کیونکہ اس وقت میں بچہ تھا، میں خود کو اکیلے سنبھال نہیں سکتا تھا، اس وقت میں جانتا تھا مجھے سنبھالنے کے لئے میرے ماں باپ کا ہو گا ضروری ہے لیکن جب میں جوان اور مضبوط بن گیا تو اپنا وہ جواب بھی بھول گیا! آپ مجھے لاکھ خود سے دور کرتے لیکن مجھے آپ کے سینے سے لپٹ جانا چاہئیے تھا، آپ سے دور نہیں جانا چاہئیے تھا!!۔۔۔وہ ان کے سینے میں چہرے چھپائے نم آواز میں بولا تھا، اسکے آنسو دریاب شاہ کی قمیض میں جذب ہو رہے تھے۔

تم مجھ سے میرے الفاظ چھین رہے ہو! تمہارے جتنا بڑا دل کسی کا نہیں ہو سکتا شاہ اور تم دیکھنا تمہاری یہی فرمانبرداری تمہیں ہمیشہ سب کی نظروں میں معتبر کرے گی! اپنی کچھ عقل اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ادھار دے دو جس نے مجھے ہمیشہ ہر محفل میں اپنی بے شرمی سے شرمندہ کروایا ہے!۔۔۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولے تھے، ان کے آخری جملے پہ وہ ہنستا ہوا نرمی سے ان سے الگ ہو گیا، اسکی گھنی مڑی ہوئی پلکیں بھیگی ہوئی تھی، آنسو وہ ان کی قمیض سے رگڑ چکا تھا۔ دریاب شاہ کی آنکھیں بھی اسی کی طرح نم تھیں، اسے ہنستے دیکھ کے وہ بھی ہنس دیئے جب کسی کے بھاری قدموں کی آواز پہ نگاہیں سٹڈی کے دروازے کی طرف اٹھی تھیں،

سیاہ جینز شرٹ پہ براؤن جیکٹ پہنے احان شاہ کو آبرو اٹھا کے اپنی طرف دیکھتا پا کے کاظم شاہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گیا، تو یہ سالا کب سے ان کی گفتگو سن رہا تھا؟ احان شاہ ان دونوں کو کھڑا دیکھ کے کرسی گھسیٹ کے اس پہ بیٹھتا ٹانگ پہ ٹانگ جما گیا۔۔

ہمم!! آپ دونوں کا سین کافی ایموشنل تھا! اتنا ایموشنل کہ ایک پل کو تو میرا بھی دل گیا اعترافِ جرم کر کے آپ کے اس سپوت سے معافی مانگ لوں (دریاب شاہ کو مخاطب کرتے کاظم کی طرف انگلی سے اشارہ کیا)! لیکن پھر مجھے یاد آیا میں سید احان شاہ ہوں! میرا حق ہے تجھ سے لڑنا! میرا جب دل چاہے گا میں تیری گردن اور سینے کا نشانہ اپنی بندوق سے لوں گا اور تو مجھے نہیں روکے گا! میرا حق ہے تیرے چہرے پہ مکے جڑنا! اسی لئے میں ہماری دوستی میں "سوری" کا لفظ لا کے تجھے مزید چوڑ نہیں کر سکتا! میں نے اگر تیرے سینے پہ بندوق رکھی تھی تو تو نے بھی مجھے آسٹریلیا کی سڑکوں پہ خود کے پیچھے کم خوار نہیں کروایا تھا! اور اس پہ تضاد گل کی دفعہ تو ہر آئے روز میرے زخم بھرنے کی بجائے ہجر کے ان دنوں میں میری تکلیف کے مزے لیتا رہا تھا! تو نے میری بجائے ہمیشہ میرے سالے کا ساتھ دیا! سو حساب برابر! لیکن اگر پھر بھی تجھے میری کبھی کوئی بات بری لگی ہے "تو تو مجھ سے سوری کر سکتا ہے، میں یہی پہ بیٹھا ہوں"۔۔ احان شاہ اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں ٹیبل پہ کہنی جما کے لبوں پہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بنا کے رکھتا کاظم شاہ سے کندھے آچکا کے مخاطب ہوا تھا، وہ جواباً دانت پیستے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا جس نے کبھی جو اس سے تمیز سے کسی بات پہ معافی مانگنے یا شکریہ کہنے کی زحمت کی ہو! احان کے روعب دار اور لاپرواہ انداز پہ دریاب شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے تاصف سے سر ہلایا تھا۔

سوری اور تجھ سے؟؟ مائے فٹ!!۔۔۔ کاظم شاہ اسی کی طرح آبرو اٹھا کے ایٹیٹوڈ سے بولتا اپنا پشاوری چپل میں مقید پیر اسے دیکھا رہا تھا۔

بچوں والے ہو چکے ہو اب تو عقل کر لو دونوں!!۔۔۔ دریاب شاہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے ان دونوں کو شرم دلائی تھی جن کی یہ نوک جوک کبھی ختم نہیں ہوتی تھی۔

آپ بھی پوتی اور پوتوں والے ہو چکے ہیں چاچو جان! کمرے کا دروازہ لاک کر کے رومانس کیا کریں!!۔۔۔احان شاہ نے بروقت انہیں بے باکی سے زو معنی لہجے میں جواب دیا تھا جس پہ وہ سرخ چہرہ لئے آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھنے لگے، کاظم شاہ چاہ کے بھی اپنا قہقہ ضبط نہیں کر پایا تھا۔

شرم چھو کے گزری ہے تم سب بھائیوں کو؟ کیا بکواس ہے؟۔۔۔وہ سرخ چہرے سے دانت پیس کے بولتے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

چھوٹے شاہ کی مہندی والے روز ازمیر ہی آپ کے متعلق کچھ اعلان کرنے والا تھا اگر اپنے باپ سے ڈانٹ نہ کھاتا تو پورے ایونٹ میں آپ کے رومانس کی نیوز بریک کر چکا ہوتا! اسی لئے بول رہا ہوں آئندہ سے احتیاط کیجیئے گا! !۔۔۔

ان کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے احان شاہ سیٹ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتا مسکرا کے بولتے ہوئے انہیں چھیڑنے لگا بالکل اسی طرح جس طرح اس روز اسٹیج پہ اپنے باپ کو چھیڑا تھا۔ کاظم شاہ ہنسی روکنے کی غرض سے نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا گیا۔

مجھے لگ رہا تھا میرا چھوٹا سپوت حویلی نہیں ہے تو دو چار ہفتے سکون سے گزریں گے لیکن میں بھول گیا تھا تم سب ایک سے بڑھ کے ایک بیغیرت ہو!۔۔۔دریاب شاہ سرخ چہرہ لئے مصنوعی غصے سے غراتے سٹڈی سے واک آؤٹ کر گئے۔۔

دروازہ تو ٹھیک سے لاک کریں یار! ابھی میر رپورٹنگ کرنے آجائے گا!۔۔دریاب شاہ جو دروازے پہ کھڑے زوریز شاہ کا نوٹس لئے بغیر سٹڈی کے بالکل ساتھ موجود اپنے کمرے میں داخل ہو رہے تھے، ابھی انہوں نے ٹھیک سے پیر بھی اپنے کمرے میں نہیں رکھا تھا جب زوریز شاہ کے زو معنی مشورے پہ ضبط سے آنکھیں میچ کے کھولتے رخ موڑ کے اسے گھورنے لگا، وہ بلیو گرم ٹریک سوٹ میں ملبوس اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔ کاظم اور احان بھی اب سٹڈی سے نکل چکے تھے۔

دفعہ دور ہو جاؤ تینوں میری نظروں سے! اللہ ہدایت دے آج کل کی بے شرم اولاد کو!۔۔۔وہ ان تینوں کو دیکھ کے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی زور سے دروازہ ان کے منہ پہ بند کر گئے۔ ان کے

تپے ہوئے انداز پہ زوریز شاہ، کاظم شاہ اور احان شاہ کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ تینوں اس وقت ارزم شاہ کو کافی مس کر رہے تھے۔

ان دونوں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی شاور لیا تھا، کچھ دیر میں فجر ہونے والی تھی اور دونوں نے ہی فجر پڑھ کے سونے کا سوچا تھا جس پہ حازق خان کمرے میں موجود ہیٹر کی سپیڈ بڑھا کے اسے یہی رکنے کا بولتا خود کچن میں کافی بنانے جا چکا تھا۔ وہ اکثر رات کے اس وقت خود کے لئے اور میر ال شاہ کے لئے عادتاً کافی بنایا تھا۔

یہ لیں میڈیم آپکی گرما گرم کافی!!۔۔۔۔ میر ال شاہ جو مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی برفباری دیکھنے میں مصروف تھی، اپنے کان کے قریب حازق خان کی سرگوشی نما آواز سنتی مسکراتے ہوئے اپنا کافی کپ تھام گئی۔

تھینک یو!!۔۔۔ وہ مسکرا کے کافی کے لئے شکریہ کہتی اپنی پشت اسکے سینے کے ساتھ ٹکا گئی، حازق خان نے جواباً مسکرا کے کافی کا گھونٹ بھرتی اسکے پیٹ کے گرد اپنا ہاتھ ریپ کیا تھا۔

ملے گا تمہیں کہیں سے اتنا خوبصورت، معصوم اور ہر کام لحاظ سے پرفیکٹ شوہر؟۔۔۔ وہ اترا کے بولتا میر ال شاہ کی پشت زور سے خود میں بھینچ رہا تھا۔

ڈرامے باز کا لفظ شامل کرنا تو بھول گئے تم؟ تم واقعی ہی کبھی کبھی مجھے حسان کی طرح بچے لگتے ہو میجر، جب ناراض میں ہوتی ہوں اور منہ پھولا کے خود بیٹھ جاتے ہو!!۔۔۔ وہ اپنا سر تڑچھا کر کے اسے مصنوعی غصے سے دیکھتی خفگی سے بولی۔

اور تم کبھی کبھی مجھے لیڈی ڈون لگتی ہو جب غصے میں میری سننے کی بجائے شیرنی کی طرح غراتی رہتی ہو! بھئی ہو گئی تھی تمہارے معصوم شوہر سے غلطی لیکن نہیں مجھے تو لگ رہا تھا میڈیم نے جب تک میرا گلہ نہیں دبانا تھا میری جان بخشی نہیں ہونی تھی!۔۔ وہ معصومیت اور خفگی کے ملے جلے تاثرات چہرے پہ سجا کے جواب دیتا کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

جب کل تم مجھے دیکھنے کی بجائے اپنے اس دو ٹکے کے محبوب لیپ ٹاپ کو دیکھ رہے تھے دل تو یہی کر رہا تھا وہ لیپ ٹاپ اٹھا کے تمہارے سر میں مار دوں!!۔۔۔وہ مسکراہٹ ضبط کرتی کافی کا گھونٹ بھرنے کے بعد ناک سکوڑ کے شکوہ کر رہی تھی۔

اوو! تو بات یہ تھی؟ میڈیم سے میری ڈیوائیڈ ہوتی اٹینشن برداشت نہیں ہوتی؟۔۔وہ لب سکوڑتے ہوئے آبرو اٹھا کے اسے چھیڑنے لگا۔

فار رئیل!! ۔۔۔۔۔وہ کندھے آچکا کے لاپرواہی سے اسکی بات سے متفق نظر آرہی تھی۔

ہاہاہا۔۔کیا چاہتی ہو تمہارا شوہر جو پہلے ہی تمہارے عشق میں پاگل ہے! مکمل طور پہ ناکارہ ہو کے میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے دے؟؟۔۔۔۔وہ قہقہہ لگا کے بولتا اسکے گال پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

جو کرنا ہے کرو لیکن مجھے اپنی اور حسان کی اگنورینس آئندہ کبھی بھی برداشت نہیں ہے!!۔۔۔۔۔وہ لاڈ سے بولی تھی۔

کیا واقعی میں تمہیں ایک اچھا باپ نہیں لگتا؟۔۔۔۔۔میجر خان اسکی کل والی بات یاد کرتا ایک دم سے اداس نظر آرہا تھا۔

فار گاڈ سیک میجر! تم جانتے تو ہو غصے میں فضول بولتی ہوں! تم ایک اچھے شوہر، ایک اچھے بھائی اور ایک اچھے باپ ہو اسی لئے تو میر ال شاہ کے ہو!!۔۔۔وہ اپنا کافی کا کپ کچھ فاصلے پہ پڑے ٹیبل پہ رکھتی اسکے گال پہ ہاتھ رکھ کے پیار سے بولتی اسکا پھولا سرخ گال کھینچ گئی۔وہ جانتی تھی وہ کافی سینسٹو ہے۔۔

اور تم ایک اچھی بیوی بالکل بھی نہیں ہو! تم ظالم ہو! لیڈی ڈون ہو!۔۔وہ اسی کی طرح اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے مسکراہٹ دباتا بے حد معصومیت سے اپنی بات کہتے میر ال شاہ کے کلیجے میں آگ لگا گیا۔

ارے میجر!! وہ دیکھو حسان۔۔۔۔۔میر ال شاہ ضبط کرتی ایک دم سے اپنے چہرے پہ ہر براتے تاثرات سجاتی حسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ گئی، حازق خان نے تیزی سے دھڑکتے دل سے حسان کی طرف دیکھا تھا جب میر ال شاہ اسے قہر برساتی نگاہوں سے گھورتی بنا دیر لگائی کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کے اپنی ہتھیلی میں برف جمع کرتی اسکی شرٹ کے اندر ہاتھ ڈال کے اسکے سینے پہ زور سے ہاتھ پھیرنے لگی جیسے برف چپکانا چاہ رہی ہو، وہ

جونا سمجھی سے سوئے ہوئے حسان کو دیکھ رہا تھا اپنے سینے پہ کچھ ٹھنڈا یخ محسوس کرتے کرنٹ کھاتے ہوئے میرال شاہ کی طرف چہرہ موڑ گیا، جو اسے شرارت سے دیکھ کے ہنستی ہوئی اسکے حصار سے نکلی تھی۔

اب تم مجھے ظالم بول سکتے ہو! نو پرابلم!۔۔۔وہ ہنستی ہوئی آبرو اٹھا کے اسے چڑانے والے انداز میں بولتی بیڈ کی دوسری طرف بھاگ گئی۔

میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں! جان نکال دی تھی میری!!۔۔۔حازق خان کافی کا کپ ٹیبل پہ رکھتا اپنی شرٹ کو تیزی سے جھاڑ کے برف باہر نکالتا دانت پیستے ہوئے اپنی ظالم لیڈی ڈان کے پیچھے بھاگا تھا جو پورے کمرے میں بھاگتی اسے خود کے پیچھے بھگا رہی تھی۔

کچھ ہی دیر میں یونہی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے کے بعد وہ دونوں تھک ہار کے ہنستے ہوئے ایک ساتھ بیڈ پہ گرے تھے، جہاں وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے کھکھلا کے ہنسے تھے وہی پہ حسان خان نے نیند کی خرابی کے باعث زور زور سے رونا شروع کیا تھا، وہ دونوں ہنسنا چھوڑ کے بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف لپک گئے۔

جانِ تمنا۔۔۔تھرڈ لاسٹ ایپسوڈ (ٹو)

از قلم۔۔۔علیشے خان

تقریباً ایک ماہ بعد:

ارزم یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے!! اتنی جلدی تھی آپ کو؟ میں حویلی جا کے کیسے سب کا سامنا کروں گی؟ مجھے بہت شرم آرہی ہے!! سب کیا سوچیں گے میرے بارے میں؟۔۔۔ذائشہ خان مسلسل اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے پریشانی اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات سے ارزم کی طرف دیکھتی گویا ئی تھی۔

ذی میں نے تمہیں بولا تھا نا جب تک تمہیں پریگنٹ نہیں کروں گا پاکستان قدم نہیں رکھوں گا! سید ارزم شاہ کوئی بات کرے اور وہ پوری نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور تم پریشان مت ہو ہم نے کوئی انوکھا یا غلط کام نہیں کیا ہے جس پر تمہیں شرمندہ ہونا پڑے! شادی کے بعد بچے سب کے پیدا ہوتے ہیں، یہ ایک قدرتی چیز ہے۔۔ارزم شاہ اپنے چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی سجائے ذائشہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتا سمجھانے والے انداز میں بولا تھا لیکن اندر

سے ذی کا پریشانی اور شرم سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے ہنسی آرہی تھی۔۔ابھی تو پریگننسی کا فرسٹ منتھ تھا ذائشہ خان ابھی سے سب کے سامنے جانے سے گھبرا رہی تھی جب ساتواں یا آٹھواں مہینہ ہونا تھا پھر تو معصوم سی ذی نے کمرے سے نکلنا ہی نہیں تھا وہی منہ چھپا کے بیٹھے رہنا تھا۔۔ارزم کو ذائشہ کی حالت تصور کرتے ہوئے ہی ہنسی آرہی تھی۔

پھر بھی اتنی جلدی کوئی نہیں کرتا جتنی جلدی آپ کو تھی۔۔ذائشہ خان ارزم کے سمجھانے پہ شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی اپنا رخ موڑ گی تھی۔

ہاں تو سب میری طرح اعلیٰ سوچ کے مالک جوان مرد تھوڑی ہوتے ہیں جو اپنی بیویوں کو اتنی جلدی ماں کے عہدے پہ فائز کر سکیں؟ایسے نیک کام صرف ارزم شاہ ہی کر سکتا ہے۔اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ پہ اتنی جلدی یہ کرم نوازی کی۔لوگ اولاد جیسی نعمت کو سالوں ترستے رہتے ہیں اور کسی کو تو یہ نصیب بھی نہیں ہوتی۔۔ہم خوش نصیب ہیں زی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس نعمت سے نوازا ہے اور بہت جلد یہ نعمت ہمارے ہاتھوں میں کھکھلا رہی ہو گی۔سب کتنا خوش ہوں گے جب ان کو پتہ چلا گا حویلی میں ایک اور شہزادہ یا شہزادی آرہی ہے۔۔ارزم اس کا رخ اپنی طرف کرتا اسکے خوبصورت چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لئے اپنی بے باک باتوں کے بعد اولاد جیسی نعمت پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا نرمی سے گویا تھا۔دونوں آج ہی پاکستان آئے تھے،وہ دونوں اس وقت گاڑی میں تھے اور ائیر پورٹ سے حویلی جا رہے تھے،اور وہ جانتا تھا اسی لئے ذائشہ خان اس خوشخبری کو لے کے شرما گھبرا رہی ہے۔۔۔ذائشہ خان کی پریگننسی کی خبر ان دونوں کو اسی ہفتے ملی تھی۔۔یہ خبر سنتے ہی خوشی سے ارزم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے وہ بار بار زائشہ کے چہرے پہ لب رکھتا خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔۔

نہیں ارزم حویلی میں جا کے آپ ابھی کسی کو نہیں بتائیں گے بعد میں بے شک بتا دینا لیکن ابھی جاتے ساتھ نہیں۔۔۔ارزم کی حویلی میں سب کو پریگننسی والی بات بتانے پہ ذی جھٹ سے اپنی انگلی اٹھاتی اسے یہ خبر ابھی نہ بتانے کی تنبیہ کرنے لگی۔

ہاہاہا میں تو بتاؤں گا اتنی محنت سے کیا ہے میں نے یہ سب۔میں اپنے خون پسینے سے تیار شدہ پروڈکٹ کی ریلیز ڈیٹ سب کے سامنے پیش کر کے داد ضرور وصول کروں گا۔محنت کر کے چھپائی نہیں جاتی ذی بے بی!! اور میری محنت

ویسے یہ کچھ ماہ بعد چیخ چیخ کے شور مچائے گی تو اس لیئے سب سے چھپانے والی بات تو تم بھول ہی جاؤ! میں چاہتا ہماری خوشی میں سب شریک ہوں! سب کا حق ہے اس خبر کو سننا۔۔۔ارزم شاہ اترا کے بے باکی سے بولتا زور سے ذائشہ خان کے گال پہ دانت گاڑھتا اسے آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گیا تھا۔۔

ارزم آپ کبھی نہیں سدھر سکتے!! جائیں میں آپ سے بات نہیں کرتی۔۔۔۔ذائشہ خان ناک سکوڑتے ہوئے ارزم شاہ سے تھوڑی دوری بنا گئی کیونکہ ارزم اور اسکی بے باکی کا مقابلہ کرنا معصوم ذی کے بس کی بات نہیں تھی۔وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتے اسے تسلی آمیز نگاہوں سے دیکھتا ریلکس کر رہا تھا جو فضول میں شرماتی گھبراتی جا رہی تھی۔

السلام علیکم!!۔۔۔۔سب ڈائینگ ٹیبل پہ موجود ناشتے کرنے میں مصروف تھے جب ارزم شاہ کی بھاری آواز انکے کانوں سے ٹکرائی تھی سب نے فوراً سے ناشتہ چھوڑتے ہی پیچھے مڑ کے دیکھا تھا۔۔وہ سب ارزم شاہ اور ذائشہ خان کو صبح صبح حویلی دیکھ کے حیران ہوئے تھے،ان دونوں نے انہیں اپنی واپسی کی کنفرم ڈیٹ نہیں بتائی تھی،ارزم شاہ ان سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا، صبح گاڑی پہ اس نے جس ڈرائیور سے منگوائی تھی اسے سختی سے تاکید کی تھی حویلی میں کسی بھی اسکی واپسی کی خبر نہ دے۔۔ان دونوں کو دیکھ کے حویلی کے تمام مکینوں کے چہرے پہ خوشی کے رنگ کھلے تھے۔۔

وعلیکم السلام!!۔۔۔۔سب نے خوشی سے چہکتے ہوئے بیک وقت سلام کا جواب دیا تھا۔۔

تاتو!!(چاچو) ۔۔۔۔۔ازمیر،یاور،یسری ارزم کو دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگے تھے۔جبکہ زیان ابھی ٹھیک سے چل نہیں پاتا تھا اسی لئے وہی نیچے کارپٹ پہ بیٹھا خوشی سے اچھلنے لگا۔

چاچو کی جانز!۔۔۔۔۔۔سب بچوں کو بھاگ کے اپنی آتا دیکھ کے ارزم نیچے بیٹھتا اپنی دونوں بانہوں میں تین بچوں کو اکٹھا بھرتا ان کی آنکھوں اور گلابی پھولے گالوں کو پیار سے چومنے لگا۔

تاتو مے نے اپ تو بوت مش تیا۔(چاچو میں نے آپ کو بہت مس کیا)۔۔۔ازمیر شاہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ارزم کے چہرے پہ رکھتا افسردگی سے گویا تھا۔۔

چاچو نے بھی آپ سب کو بہت مس کیا جان!!۔۔۔۔ارزم شاہ ازمیر کو جواب دیتا مزید اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔۔ارزم شاہ ان تینوں سے ملنے کے بعد زیان شاہ کی طرف بڑھا تھا جو کب سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوا اسے اپنی طرف متوجہ کروا رہا تھا جبکہ باقی سب خوشی سے ذائشہ سے ملنے میں مصروف تھے، اسکا چمکتا دمکتا چہرہ دیکھتی شاہ بی بی اور زہرہ مام اسے پیار سے دعائیں دے رہی تھیں۔۔ارزم شاہ زیان شاہ کے پاس پہنچتے ہی اسے کارپٹ سے اٹھاتا ایک دم ہوا میں اچھالتا اسکی ہری آنکھوں پہ پیار سے اپنے لب رکھ گیا تھا جبکہ یوں اوپر ہوا میں اچھالنے پر زیان کی کلکاریوں کی آواز پورے لاؤنج اور ڈائنگ روم میں گونجی تھی۔۔سب زیان شاہ کی کلکاریوں کی آواز پہ اسکی دل ہی دل میں نظر اتار رہے تھے، خاص کر مرحا اور زوریز شاہ جن کو ہمیشہ زیان کی کلکاریاں سکون دیتی تھی۔

ہم سے ملنے کے بھی ارادے ہیں کے نہیں جناب کے؟ یا ہم سوتیلے ہیں؟۔۔۔۔ارزم شاہ کو کافی دیر تک بچوں میں مصروف دیکھ کے زہرہ شاہ نے خفگی سے شکوہ کیا تھا، وہ اپنے بیٹے کو سینے سے لگانے کے لئے بے چین ہو رہی تھیں۔

ہاہاہا نہیں ڈارلنگ آپ کو بھول سکتا ہوں میں؟! آپ تو سب سے خاص ہیں میرے لئے۔۔۔۔زہرہ مام کا شکوہ سنتے ہی ارزم اپنے بازوؤں میں موجود زیان شاہ کو زائشہ کے حوالے کرتا انکی طرف بڑھتا انہیں اپنے سینے سے لگا گیا۔زہرہ مام مسکراتی ہوئی اسکے گال کو تھپتھپا رہی تھیں۔وہ زہرہ مام کے ماتھے اور ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھتا اب باقی سب سے باری باری مل رہا تھا، سب لاؤنج کی طرف بڑھ چکے تھے کیونکہ سب نے ناشتہ مکمل کر لیا تھا اور ارزم شاہ اور ذائشہ نے ناشتے کرنے سے انکار کیا تھا کیونکہ ان دونوں نے راستے میں ہی ناشتہ کر لیا تھا۔

اور بتاؤ پھر کیسا رہا سفر کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی وہاں رہنے میں؟۔۔۔۔کاظم شاہ صوفے پہ جگہ سنبھالتا سنجیدگی سے ارزم شاہ سے سفر کے متعلق استفسار کرنے لگا۔

جی لالہ!! سب بہت اچھا تھا۔۔۔۔ارزم شاہ، ذائشہ سے زیان شاہ کو پکڑتا اپنی گود میں لے کاظم شاہ کو جواب دے رہا تھا جبکہ ازمیر اور یاور اسکے دونوں طرف چپک کے بیٹھے تھے۔یسری ارزم سے ملنے کے بعد سیدھی اپنے باپ کی گود میں جا کے بیٹھ چکی تھی۔ذائشہ خان اپنی انگلیاں مروڑتی بار بار اپنی شال آگے کی طرف کھینچتی خود میں سمٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

دیدہ سب خیریت ہے ؟۔۔۔۔گلالئ یوں ذائشہ کو انکمفرٹیبل ہوتا دیکھ کر اسکے پاس آ کے بیٹھتی سرگوشی نما آواز میں بولی تھی۔ذائشہ کے چہرے کے آتے جاتے رنگ دیکھ کر گلالئ آدھی بات تو سمجھ چکی تھی بس اب کنفرم کرنا باقی تھی، ذائشہ خان کافی شرمائی اور گھبرائی سی لگ رہی تھی۔

ہاں میں بلکل ٹھیک ہوں! تم بتاؤ کیسی ہو ؟۔۔۔ذائشہ اس کا ہاتھ تھامتی نرمی اور پیار سے جواب دیتے ہوئے اسکا حال پوچھنے لگی۔اب وہ دونوں بہنیں مدھم آواز میں باتوں میں مصروف ہو چکی تھیں۔

اور بتا بھئی کتنے مزے کئے اور نظارے کیسے لگے وہاں کے ؟۔۔۔زوریز شاہ اپنی بھوری بیرڈ پہ پھیر تا زو معنی انداز میں گویا تھا۔

ہاہاہالالہ!! مزے تو بہت کئے لیکن افسوس کوئی ایسا ویسا نظارہ دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ خیر سے میں شادی شدہ ہوں! بیوی میری خانزادی ہے اور سالا میرا ٹھہرا میجر!! ایسے میں یہاں وہاں دیکھنے کو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔ارزم شاہ افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے اسکے زو معنی سوال کا زو معنی انداز میں ہی جواب دے رہا تھا۔مصنوعی افسوس سے سر اس لئے ہلا رہا تھا کیونکہ وہاں کے نظارے اسے زی بے بی نے دیکھنے ہی نہیں دیئے تھے۔ارزم شاہ کے جواب پہ زوریز شاہ نے ہولے سے قہقہ لگایا تھا۔شاہ بی بی، عادل شاہ، دریاب شاہ، ہارون شاہ اور زاویار شاہ انکے خیر خیریت سے گھر واپس آنے پہ کافی مطمئن تھے۔

آپ سب کیلئے میرے پاس ایک خوشخبری ہے۔۔۔وہ سب اسکے سفر کے متعلق سوالات کرنے میں مصروف تھے جب ارزم شاہ اپنی گود میں بیٹھے زیان شاہ کے گلابی گال کو چومتا آنکھوں میں چمک لئے اچانک سے سب کو اپنی طرف خصوصی طور پہ متوجہ کرنے کے لئے بلند آواز میں بولا۔

کیا خوشخبری ہے جلدی بتا؟۔۔۔۔سب سے پہلے ریز شاہ نے اتاولے ہوتے پوچھا تھا جبکہ ارزم شاہ کی خوشخبری والی بات پہ باقی سب بھی سیدھے ہوتے اسکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

منہ سے پھوٹ، ایکٹنگ بند کر اور خوشخبری سنا!!۔۔۔ارزم کو کب سے یوں بار بار شرماتی ہوئی ذی کی طرف دیکھنے اور چہرے کے پوز بنانے پر احان شاہ تپ کے بولا تھا۔ارزم شاہ جان بوجھ کے کبھی اپنی ناک انگوٹھے سے رگڑتا تو کبھی سر کھجا کے ان سب کے بے تاب تاثرات کے مزے لیتا ماحول میں مزید سسپینس پیدا کرتا۔۔

وہ۔۔وہ مام آپ اور ڈیڈ دادا، دادی بننے والے ہیں۔۔۔احان شاہ کے تپنے پہ ارزم شاہ زہرہ مام کی طرف دیکھتا چہرے پہ خوشی کی لہر لئے فرضی کالر اچکاتے ہوئے بالآخر بول اٹھا۔۔پہلے تو ارزم کی بات سن کے سب ایک دم ساکت ہوئے تھے۔پھر بات پہ غور کرتے ہوئے سب بے حد خوشی سے اسے مبارک باد دینے لگے۔

بہت بہت مبارک ہو میرے بچے تمہیں!! اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ خوشی نصیب کرے۔۔۔زہرہ مام خوشی سے صوفے سے اٹھ کے ارزم کو سینے سے لگا کے اسے مبارک دیتی ذائشہ کی طرف بڑھتی اسکے ماتھے پہ لب رکھ گئی جبکہ ذائشہ خان اپنے شوہر کے یوں سب کے سامنے سرعام دھماکہ کرنے پر شرم سے دوہری ہو رہی تھی۔

مبارک ہو بھئی!! ویسے تھوڑی جلدی نہیں کر دی تو نے اس معاملے میں؟۔۔۔زوریز شاہ اس کے گلے ملتے ہی اسکے کان میں شرارت سے سرگوشی کر گیا۔۔

ارزم شاہ ہوں!! ارزم شاہ کو ہمیشہ سے سب کے ریکارڈ توڑنا پسند رہا ہے۔۔۔ارزم اپنا کالر آچکا کے اتراتے ہوئے بولا تھا۔۔

بتاتے وقت شرما تو ایسے رہا تھا جیسے خدانخواستہ خود پریگنٹ ہو گیا ہو۔۔۔۔احان شاہ اب ارزم کو مبارک دیتا اسکے سینے پہ مکا جھڑتے ہوئے مدھم آواز گویا تھا۔۔

تو تو سپیڈ آف لائٹ سے بھی تیز نکلا! بحر حال مبارک ہو لیکن تجھے اترانے کی ضرورت نہیں ہے، یقیناً ازمیر کی خبر بھی تم سب کو اتنی ہی جلدی سنائی گئی ہو گی!!۔۔۔ارزم شاہ کے چہرے پہ شوخ تاثرات دیکھتے کاظم شاہ ناک سکوڑتے ہوئے مدھم آواز میں بولتا اسے مبارک دینے لگا، ارزم شاہ جواباً اسکے کان کے پاس جھک کے ہنستے ہوئے کچھ باک جواب دے رہا تھا۔کاظم شاہ کے بعد باقی سب بڑوں نے بھی انہیں مبارک باد کے ساتھ خوش رہنے کی دعائیں دی تھی، شاہ بی بی ان دونوں کے لئے کافی خوش نظر آرہی تھی۔سب نے ان دونوں کا صدقہ نکالنا اولین فرض سمجھا تھا۔کاظم شاہ کی نگاہیں بار بار ایزل شاہ پہ پھسل رہی تھی کیوں پھسل رہی تھی یہ تو وہی بہتر جانتا تھا جبکہ ایزل شاہ اپنے شاہ جی کی گہری نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی سرخ ضرور ہو رہی تھی۔

دیدہ آپ کو بہت بہت مبارک ہو!!۔۔۔۔گلالئی نے بھی ذائشہ کے شرمیلے چہرے کی طرف دیکھ کے اسے زور سے گلے سے لگاتے ہوئے مبارک باد دی تھی۔۔گلالئی کے بعد ایزل، مرحانے بھی اسے اپنے گلے لگا تھا،وہ سب اسکے لئے کافی خوش تھیں۔

ذائشہ بچے اب آپ اپنی صحت اور کھانے پینے کا بہت خیال رکھنا ہے!! مرحا فکرمندی سے ذائشہ کے کان میں مخاطب ہوئی تھی،اس کی اور ذائشہ کی عمر ایک جتنی تھی لیکن ذائشہ اور مرحا کی میچورٹی میں کافی فرق تھا اسی لئے وہ اسے ہمیشہ اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔ذائشہ خان کے کہنے پہ وہ سب لڑکیاں اسکا شرم سے تپتا چہرہ دیکھتی مسکراہٹ دباتے ہوئے اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔۔

ایسے ہی سوکھی سوکھی مبارک باد وصول کرلی؟؟اس خوشی میں کچھ کھلا بھی دے کنجوس آدمی!بندہ راستے سے منہ میٹھا کروانے کے لئے کچھ لے ہی آتا ہے!۔۔۔زوریز شاہ دانت پیس کے بولا تھا۔ارزم شاہ نے مبارکباد تو سب سے لے لی تھی لیکن کسی کا منہ میٹھا کروانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔

میں کیوں کھلاؤں؟کھلانا آپ سب کا بنتا ہے بھئی آپ سب کی پروموشن کی ہے میں نے!! پتہ بھی ہے کتنا مشکل کام ہے! کتنی محنت لگتی ہے۔محنت بھی میں کرو اور میٹھائیاں بھی ہی کھلاؤں واہ جی واہ!!۔۔۔۔ارزم شاہ چہرے پہ کمینی سی مسکراہٹ لئے مصنوعی افسوس سے سر ہلاتا بے باکی سے گویا ہوا تھا۔اسکی بات سن کے لاؤنج میں موجود تمام افراد کے چہرے شرم سے سرخ ہوئے تھے اب ان کو صحیح معنوں میں معلوم ہو رہا تھا کہ بے شرم سپوت حویلی میں واپس آگیا ہے۔ان سب کے چہرے پچھلے ایک ماہ سے پھیکے پڑے تھے لیکن اب ارزم واپس آگیا تھا اب ان بڑوں کے چہرے رنگین ہی رہنے تھے۔۔صد شکر تھا ذائشہ خان اوپر جا چکی تھی ورنہ اپنے شوہر کی سب کے سامنے ایسی بے شرم باتوں پہ اس نے شرمندہ ہی ہونا تھا۔۔

بیٹا جی ہم سب تجھ سے سینئر ہیں اسلئے ہمیں مت بتا کتنی محنت لگتی ہمیں پتہ ہے تو بس جلدی سے جیب ڈھیلی کر۔۔۔زوریز شاہ چٹکی بجا کے زومعنی انداز میں بولتا ارزم سے میٹھائی کی ڈیمانڈ کرنے لگا جبکہ کاظم شاہ نے ان دونوں کو آنکھیں دیکھاتے بچوں کی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔۔دریاب شاہ اور ہارون شاہ بس تاصف سے ان دونوں کی

طرف دیکھ رہے تھے۔۔ یہاں پہ کسی کو بھی سمجھانا فضول تھا البتہ داجی ہمیشہ کی طرح بلند آواز میں "لاحول ولا قوۃ" بولتے یہاں سے واک آوٹ کر چکے تھے۔۔

تاتواپ مے لے دفت نئ لئے ؟(چاچو آپ میرے گفٹ نہیں لائے ؟) ۔۔۔ازمیر جو کب سے ارزم کی گود سے نکل کر باقی بچوں کے ساتھ نیچے کارپٹ پہ بکھرے کھلونوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو چکا تھا۔گفت کا خیال آتے ہی وہ ارزم کی طرف بھاگتا اس سے اپنے گفٹ کی ڈیمانڈ کرنے لگا۔۔

جی میری جان میں سب کیلئے گفٹ لایا ہوں۔۔۔ازمیر کی بات سنتے ہی ارزم شاہ خود سے کچھ فاصلے پہ پڑا بیگ اپنی طرف گھسیٹ کے کھولتا سارے کھلونے باہر نکالنے لگا۔۔وہ ان میں سے ایک بڑا سا ریموٹ کنٹرول والا ایروپلین نکالتا ازمیر کو پکڑا گیا تھا۔

ایلو پین !(ایروپلین) ۔۔۔۔ازمیر چہکتے ہوئے تالی بجاتا ایروپلین کو پکڑ کر الٹ پلٹ کے دیکھنے لگا۔۔اتنے نئے کھلونے دیکھتے ہی یاور، یسری اور زیان بھی کرول کرتا ہوا ارزم شاہ کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ارزم تین چار بڑی سی ڈولز نکال کر یسری گڑیا کو تھماتا اسکے پھولے گال پہ لب رکھ گیا۔۔

پھینک یو تاتو(تھینک یو چاچو)۔۔۔یسریٰ ارزم سے گفٹ لینے کے بعد شکریہ ادا کرتی چہکتے ہوئے احان شاہ کی طرف بڑھی تھی۔ارزم شاہ اب زیان شاہ کو اسکے گفٹس دینے لگا۔

تاتومے لے تش نئ اے !؟(چاچو میرے لئے کچھ نہیں ہے)۔۔۔۔۔سب کو تمام گفٹس پہ قبضہ کرتے دیکھ کے یاور شاہ نے آنکھوں میں نمی لیئے دکھی انداز میں خفگی سے پوچھا تھا۔

جی میری جان آپ کیلئے بھی لایا ہوں۔۔۔ارزم شاہ یاور کو جواب دینے کے بعد اس کا گفٹ ڈھونڈھنے لگا۔۔

تاتواش تو ایلو پین نئ اینا۔وامے شرف میرا لے دا!جے مین پہ لے دا(چاچو اس کو ایروپلین نہیں دینا، ہوا میں صرف میرا اڑے گا یہ زمین پہ رہے گا)۔۔۔یاور کو ایروپلین پکڑتے دیکھ کر ازمیر تیزی سے منہ کے ڈیزائن بناتے ہوئے بولا۔ازمیر کی بات پہ سب نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

مے تمالا ایلو پین آپے لاتت شے الادوں دا(میں تمہارا ایروپلین اپنے راکٹ سے اڑا دوں گا)۔۔۔۔ازمیر کی بات سنتے ہی یاور مٹھیاں بھینچ کر غصے سے دھمکی دینے والے انداز میں بولا تھا۔

مے تمے الادوں دا پادل (میں تمہیں اڑادوں گا پاگل)!۔۔۔ازمیر شاہ بھی جواباغصے سے بولا تھا،،وہ اب باپ کے ڈر کی وجہ سے اسے سالا بولنے کی بجائے "پاگل" بول دیتا تھا۔۔

مے لالا تو نئ الا شتے تیوں تے تم بالو او (میرے لالہ کو نہیں اڑا سکتے کیونکہ تم بھالو ہو) ۔۔۔۔یسریٰ ازمیر کی بات پہ اپنے ننھے سے ماتھے سے بال پیچھے ہٹاتی بے حد معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔۔یسری کی بات پہ سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔یاور اپنی آنکھوں میں شرارت لئے اپنی بہن کا ساتھ ملنے پر ازمیر کو مزید جلانے لگا ۔۔ازمیر آج ایک دفعہ پھر سے "شیٹ آرٹ" (سویٹ ہارٹ) کو اپنے لالہ کی سائیڈ لیتے دیکھ کر آگ بگولہ ہوا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ کا مکا بنائے یاور کی طرف بڑھا ہی تھا جب ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے اسے تیزی سے پکڑ گیا تھا۔یونہی کچھ وقت ساتھ گزارنے کے تھوڑی دیر بعد مرحا اور زوریز ڈیوٹی کیلے نکل گئے تھے۔مرحا کی غیر موجودگی میں زیان شاہ زہرہ مام یا شاہ بی بی کے پاس ہوتا تھا۔۔احان شاہ یسری کو پیار کرنے کے بعد زرتاج اماں کو پکڑاتا اپنی گاڑی سٹارٹ کرتے حویلی سے نکل چکا تھا کیونکہ اسے ہمیشہ کی طرح جلدی تھی جبکہ کاظم شاہ باہر راہداری میں کھڑا فون پہ بار بار دیکھتے اوزی کے نیچے آنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ اس نے کب سے اوزی کو نیچے آنے کا میسج کیا ہوا تھا۔لاؤنج سے نکلتے ہی اوزی آگے پیچھے دیکھتی تھوڑی دیر میں باہر آچکی تھی۔کاظم شاہ اسے اپنے قریب آتا دیکھ کر ایک دم اسے بازوؤں سے پکڑ کر پلر کے پیچھے کر گیا۔

بولیں کیا ہوا ہے ؟ کیوں بلایا؟۔۔۔۔اوزی اسکے یوں ایک دم سے پلر کے ساتھ لگانے پر حیران ہوتی باہر بلانے کی وجہ پوچھنے لگی۔

مجھے ا ایک اور بچہ چاہئے !میرا دل کر رہا ہے۔۔۔کاظم آفس سے لیٹ ہو رہا تھا اس لئے بنا وقت ضائع کئے اوزی کے گلابی ہونٹوں پر نظریں جمائے ٹو دا پوائنٹ بات پہ آیا تھا۔

بچہ ہے تو سہی ہمارا!۔۔۔ پچھلے دنوں سے اسکی ایک ہی رٹ سن سن کے ایزل شاہ بھوکھلاتی ہوئی بولی،وہ بچے کی فرمائش تو ایسے کر رہا تھا جیسے اسے ہاتھ نہ لگاتا ہو۔ہر وقت تو اسکی جان عذاب میں ڈالی ہوتی تھی اور یہ بے باک انسان کیا چاہتا تھا؟

ہاں مجھے معلوم ہے لیکن اب مجھے یسریٰ جیسی ایک ڈول چاہئیے! بالکل چھوٹی اور نئی!۔۔۔۔کاظم شاہ اس کے ارد گرد اپنی بانہوں کا حصار باندھتا اسکی ناک کو اپنے لبوں میں دباتا بے باکی اور شرارت سے گویا تھا۔ اسے نیچے بلانے کا مقصد ہمیشہ کی طرح آفس سے پہلے سی آف کرنا تھا لیکن لگے ہاتھ کاظم نے اسے تنگ کرنا بھی ضروری سمجھا۔۔

نئی سے کیا مطلب ہے آپکا؟ حویلی کے باقی بچے کیا پرانے ہو گئے ہیں؟۔۔۔اوزی اسکے جواب پہ اپنی شرم وحیا چھپاتی مصنوعی حیرانگی کا مظاہرہ کرنے لگی۔

پرانے تو نہیں ہوئے لیکن میرا دل جو کر رہا ہے نیا بچہ کرنے کو! تو اب میں اس دل کو کیسے سمجھاؤں؟ ویسے بھی چھوٹے شاہ کی مہندی پہ تمہاری آنکھیں صاف کہہ رہی تھیں تمہیں بھی نیا بچہ چاہئیے اس لئے شرماؤ مت، اقرار کرو!!۔۔۔۔وہ اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولتا اسے تنگ کرنے کا لگا، یہ اسکا روز کا تھا اور آج تو ویسے بھی ارزم نے باپ بننے کی خبر دے دی تھی ایسے میں اسے بھی تو سینئر شاہ کے ٹائٹل پہ پورا اترنا تھا؟

نہیں ابھی ازمیر چھوٹا ہے جب وہ سکول جانے لگ جائے پھر دوسرے بچے کے بارے میں سوچیں گے۔۔۔ایزل شاہ نے اسے اسکی مرضی کا جواب دینے کی بجائے نیا بچہ کرنے سے صاف صاف انکار کیا تھا۔ اگر وہ اسے چھیڑتا تھا تو جواباً وہ بھی اسے چھیڑنا فرض سمجھتی تھی۔

بے بی تمہیں بہت جلد پتہ چلے گا جب میں ساری احتیاط بھاڑ میں جھونک کے تمہاری روح میں اتر کے چٹکی بجاتے ہوئے اپنا کام کروں گا اور تم صرف سسکیاں اور آہیں بھرتی رہ جاؤ گی۔۔ آبرو اٹھا کے بے باکی سے جواب دیتے کاظم شاہ نے ایزل کے گلابی ہونٹوں کو اپنے عنابی ہونٹوں کی گرفت میں لیا تھا، وہ دونوں اس وقت پلر کے پیچھے تھے انہیں کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، وہ اسکے بالوں میں انگلیاں الجھائے بے باکی سے اسکی دھڑکنوں کو چھوتا اسکے لبوں کی نمی پیتے اسکی سانسیں اکھیڑنے لگا۔ ایزل کا سرخ چہرہ اور اکھڑتی سانسیں دیکھ کر وہ اسکے لبوں کو زور سے چومتا انہیں آزادی بخش گیا۔

اب بتاؤ دوسرا بچہ چاہئیے کہ نہیں؟۔۔۔کاظم شاہ اسے پھولی سانسیں بھرتے دیکھ کر اسکے لبوں پہ زبان پھیرتا اپنا سوال پھر سے دوہرا گیا جبکہ اوزی اسے شکوہ کناں نظروں سے خفگی سے دیکھنے لگی جو جگہ کا لحاظ کئے بغیر کہیں بھی اس سے لپٹ جاتا تھا۔۔وہ روہانسی ہوتی اسکے چٹانی سینے کو پیچھے دھکیلتی اندر کی طرف بھاگی تھی کیونکہ کاظم شاہ کے

ارادے خطرناک لگ رہے تھے جبکہ کاظم شاہ اسے اپنے حصار سے نکل کر بھاگتا دیکھ کے مدھم سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجاتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گاڑی میں سوار ہوا تھا۔ اسکا رخ اپنے آفس کی طرف تھا۔

مرحا۔۔۔۔۔۔پکارا گیا لیکن جواب ندارد

کیا ہوا؟ خاموش کیوں ہو؟۔۔۔۔۔۔ڈرائیو کرتا زوریز شاہ جو کب سے گاہے بگاہے خاموش سی مرحا شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اسے اپنی پکار کا جواب دیئے بغیر خاموشی اور اداسی سے باہر ونڈو کی طرف دیکھتا پا کے بلند آواز میں استفسار کرتا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

ن۔ نہیں! کچھ نہیں۔۔۔۔۔مرحا شاہ کے ارد گرد سے سوچوں کا بلبلہ جھٹا تو جلدی سے نفی میں سر ہلاتی زبردستی مسکرانے لگی۔

کیا تمہیں ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ بات یاد کروانے کی ضرورت ہے کہ تم ایک میجر کی بیوی ہو جو تمہارے چہرے کے تاثرات پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمہارے دل کے تہہ خانوں میں جھانکنے کا فن بھی رکھتا ہے!!۔۔۔۔۔۔وہ اسکا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبا کے اسے خود کی طرف کھینچتا سنجیدگی سے بولا تھا۔

کچھ بھی نہیں ہوا! صرف یہی سوچ رہی ہوں، ہماری زندگیاں کتنی مصروف ہیں نا؟ ہر گزرتے دن کے ساتھ ہم پہلے سے زیادہ مصروف ہوتے جا رہے ہیں! ۔۔۔۔وہ اسکے سینے سے سر ٹکائے اداسی سے بولی تھی۔

کیا تمہیں میری طرف سے وقت کم مل رہا ہے مرحا؟ کیا میں تمہارا پہلے کی طرح خیال نہیں رکھ پا رہا جو تم یوں اداس ہو رہی ہو؟۔۔۔۔زوریز شاہ کو اسکی فکر ہوئی تھی جس پہ وہ پیار اور فکرمندی کے عالم میں پوچھتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے ریز! میں چاہتی ہوں جیسے باقی سب کپلز کچھ دن کے لئے اپنا پروفیشن ایک سائیڈ پہ کرتے ہیں اور کچھ ہالیڈیز اپنے بچوں کے ساتھ انجوائے کرتے ہیں ویسے ہی ہمیں بھی کچھ پلین کرنا چاہیئے! جب سے زیان پیدا ہوا ہے ہم نے ایک ساتھ گھومنا پھرنا بہت کم کر دیا ہے! آئی نو ہم دونوں ہر روز ایک ساتھ اپنی جاب پہ جاتے اور واپس آتے ہیں! لیکن میں کوالٹی ٹائم کی بات کر رہی ہوں، لائک ہم نے کب سے ایک ساتھ ایسا وقت نہیں گزارا جب

ہمارے سر پہ اپنے پروفیشن سے ریلیٹڈ کوئی زمہ داری نہ لٹک رہی ہو۔۔۔۔۔مرحاشاہ اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکاتی گہری سانس بھرتے ہوئے بولی۔

اچھاتو بس اتنی چھوٹی سی بات پہ میری بیوی نے اتنی اداس شکل بنائی ہوئی ہے؟۔۔۔۔وہ جو گاڑی کی سپیڈ سلو کئے مرحا شاہ کا ایک ایک لفظ غور سے سن رہا تھا، اسکی بات مکمل ہوتے ہی گاڑی کی سپیڈ ایک دم سے بڑھاتا اسکے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے مسکرا کے بولا۔

یہ اتنی سی بات ہے؟۔۔۔۔۔وہ منہ پھولا کے بولتی اسکے سینے پہ ٹھوری ٹکا کے اسکی آنکھوں میں خفگی سے دیکھنے لگی۔

نہیں بات تو کافی بڑی ہے!! چھوٹی بالکل بھی نہیں ہے! اسی لئے میں سوچ رہا ہوں کیوں نا ہم اپنا ایک اور ہنی مون پلین کر لیں؟ ایک ہنی مون تو ہم نے زیان کے آنے سے پہلے پلین کیا تھا، اب چونکہ زیان کی مما اسکے بہن بھائی اس مجھ جیسے فرمانبردار شوہر پہ ہنی مون پلین کرنا فرض obviously دنیا میں لانے کے لئے بے تاب ہو رہی ہیں تو ہے!!۔۔۔۔وہ مسکراہٹ دبا کے زو معنی انداز میں بولتا جھک کے اسکی آنکھوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا پھر سے ونڈ سکرین پہ نظریں جما گیا۔

کتنے تم بے شرم ہو! میں بات کوئی کرتی ہوں اور تمہاری بات گھما پھرا کے صرف تمہارے مقصد پہ ختم ہوتی ہے! تف ہے تم پہ ریز شاہ!!۔۔۔۔۔وہ افسوس سے سر جھٹک کے بولتی اسکی آرمی شرٹ کے اوپر سے ہی اسکے سینے کے مقام پہ اپنے دانت گاڑ گئی۔

ہاہاہا۔۔۔مزہ نہیں آیا یار! بٹن کھول کے لو بائٹ بناؤ! تم جانتی ہو جب میں ڈیوٹی کے دوران تم سے دور ہوتا ہوں تو تمہاری میرے سینے پہ بنائی گئی لو بائٹس مجھے ہر پل یہ احساس دلاتی ہیں تم مجھ سے دور ہو کے بھی میرے پاس ہو! میرے وجود کا حصہ ہو! ۔۔۔۔وہ ہنستا ہوا اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے ایک دم سے اپنا لہجہ گھمبیر بنا گیا، مرحاشاہ اسکے الفاظ پہ مسکراتی ہوئی اسکے دودھیا سفید مردانہ سینے پہ نگاہیں جما گئی جس پہ اسکی پہلے سے بنائی گئی لو بائٹس آب و تاب سے چمک رہی تھیں۔ مرحاشاہ نے شرمیلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے اپنے تیز موتیوں سے دانت اس کے سینے پہ گاڑتے اسکی فرمائش پوری کی تھی۔

"پیر محی الدین رحمۃ اللہ" کی ایک واحد غزل ہے! جو میں نے تمہیں کئی دفعہ ریپیٹ پہ سینڈ کی ہے! کیا تمہیں وہ غزل یاد ہے؟۔۔۔۔وہ اسکی کمر پہ اپنی انگلیاں بجاتا مدھم سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے مرحاشاہ کا امتحان لے رہا تھا،وہ جو اس کے سینے پہ دانت گاڑنے میں مصروف تھی، اپنے دانت ہٹاتی آبرو اٹھا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

نہیں تو! میں نے کبھی تمہاری بھیجی گئی غزلیں اتنے غور سے نہیں پڑیں!۔۔۔وہ اسے تنگ کرنے کے لئے جان بوجھ کے جھوٹ بولتی اپنی مسکراہٹ دبانے لگی۔

میں مان ہی نہیں سکتا تم میرا بھیجا گیا کوئی بھی میسج غور سے نہ پڑو! تمہیں کیا لگتا ہے میں نہیں جانتا تم اپنی ڈیوٹی کے دوران بھی میرے پرانے میسجز پڑھنے کے لئے وقت نکالتی ہو! اور پھر بار بار وہ میسج پڑھ کے مسکراتی ہو!۔۔۔۔وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کے پورے وثوق سے بول رہا تھا۔

واٹ!! تمہیں کیسے پتا چلا! دیکھو ریز شاہ جاسوس ہو گے تم اپنے گھر میں، بیوی کا جاسوس بننے کی ضرورت نہیں ہے! مجھے صاف صاف بتاؤ تمہیں میری چھوٹی سے چھوٹی بات کی انفارمیشن کیسے ہوتی ہے؟؟۔۔۔وہ آنکھیں پھیلا کے بولتی روہانسی ہوئی تھی۔

ہاہاہا پہلے مجھے وہ غزل سناؤ جو میں تمہیں کئی دفعہ ریپیٹ پہ بھیج چکا ہوں! پھر بتاتا ہوں مجھے تمہاری چھوٹی سے چھوٹی بات کے متعلق علم کیسے ہوتا ہے!!۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کے پھر سے سٹیرنگ سنبھالتا اسے چھیڑ رہا تھا۔وہ کچھ دیر اسے مصنوعی غصے سے گھورتی رہی پھر اسکے سینے پہ سر ٹکا کے اپنی خوبصورت آواز میں وہ غزل پڑھنے لگی۔۔

"مجبور ہوں، لاچار ہوں اے جانِ تمنا

میں جینے سے لاچار ہوں اے جانِ تمنا

مدت ہوئی ہے جو میں نے تجھے دیکھا نہیں

میں تشنۂ دیدار ہوں اے جانِ تمنا

آنکھوں پہ بٹھاوں کہ کلیجے سے لگاؤں

میں تیرا پرستار ہوں اے جانِ تمنا

مجھ مجرم الفت کو جو چاہے وہ سزا دو

میں حاضر دربار ہوں اے جانِ تمنا

دنیا میں حسین ایک سے ہیں حسین تر

میں تیرا طلبگار ہوں اے جانِ تمنا

نادر و مفلس ہوں مگر جاں بھی دے کر

میں تیرا خریدار ہوں اے جانِ تمنا"

وہ ٹھہرے انداز میں ایک ایک جملہ خوبصورتی سے بولتی زوریز شاہ کے کانوں میں رس گھول رہی تھی، وہ یہ غزل اسے کئی دفعہ بھیج چکا تھا اور اسکی بیوی کو یہ غزل خرف بہ خرف یاد تھی، وہ کھلے دل سے مسکراتا ہوا اسکے بالوں پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔

جانتی ہو یہ غزل میں تمہیں اس وقت بھیجتا ہوں جب کام کی وجہ سے کئی روز تمہارا دیدار نصیب نہیں ہو پاتا! تم میرے دل میں ہوتی ہو لیکن میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتی، مجھے اس وقت سمجھ نہیں آتا تمہیں اپنے بے چین دل کا حال کیسے سناؤں پھر میں تمہیں یہ خوبصورت سی غزل بھیج دیتا ہوں! یوں لگتا ہے جیسے تم اس غزل کو پڑھ کے میرے دل کے بے تاب حالات جان جاؤ گی!۔۔۔وہ مسکراتے ہوئے اسے اس غزل کے بھیجنے کا مقصد تفصیلاً بتا رہا تھا، وہ اسے غور سے سنتی اسکا ایک ایک لفظ اپنے دل میں اتار رہی تھی۔

اور میں سمجھ جاتی ہوں!۔۔۔وہ سادگی سے مسکرا کے بولتی اسکے سینے پہ دیئے گئے اپنے نشان پہ نرمی سے انگلی پھیرنے لگی۔

"وہ نازک مزاج لڑکی جب میرے اشارے سمجھ جاتی ہے تو دل لگتی ہے

وہ جب محبت بھری نگاہ سے میری طرف دیکھتی ہے تو جان لگتی ہے

وہ جب میری نظروں کی تپش پہ شرما کے رخ بدلتی ہے تو عشق لگتی ہے

وہ رات کو میری شدتوں سے نڈھال میری بانہوں میں بکھر کر جب سمٹتی ہے تو متاعِ جاں لگتی ہے

وہ جب قربت سکوں کے اعزاز میں میرے سینے پہ دانت گاڑتی ہے تو زندگی لگتی ہے

وہ جو میرے نکاح میں ہے، کچھ بھی کرتی ہے تو مجھے جانِ تمنا لگتی ہے"

(از قلم۔۔۔۔علیشے خان)

زوریز شاہ نے اسکا جواب سنتے ہی گھمبیر آواز میں چند دل کو چھو لینے والی سطریں پڑھتے مرحاشاہ کی آنکھوں کو نم کیا تھا، وہ ایک دم سے ایمو شنل ہوتی اسکی آنکھ کی کمان کے تل پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھ گئی۔

"جب وہ مجھے اپنے خوبصورت الفاظ سے معتبر کرتا ہے تو کل کائنات لگتا ہے"۔۔۔وہ اسکے الفاظ میں تھوڑا سا ہیر پھر کرتی گیلی سانس اندر کو کھینچتے ہوئے محبت سے بولی تھی۔زوریز شاہ اسکے گال پہ زور سے اپنے ہونٹ رکھتا ہولے سے دانتوں تلے دبا گیا۔

بتاؤ نا تمہیں کیسے پتہ چلتا ہے میں ڈیوٹی کے دوران تمہارے پرانے میسجز بار بار پڑتی ہوں؟۔۔۔وہ اسکی کچھ دیر پہلے بولی گئی بات یاد کرتی ایک دم سے ایکسائیٹڈ انداز میں پوچھنے لگی۔

ہاہاہا۔۔اسکا ایک سادہ سا جواب یہ ہے کہ مجھے تم سے کبھی نہ ختم ہونے والا عشق ہے اسلئے مجھے تمہارے متعلق ہر بات کا علم ہوتا ہے!۔۔۔وہ ہنستے ہوئے اترا کے بولا تھا۔

لیکن۔۔۔اسکے جواب گول کرنے پہ مرحاشاہ منہ پھولاتے ہوئے ابھی کچھ بولتی جب نگاہیں سامنے سڑک کی طرف اٹھی تھیں۔

یہ راستہ میرے ہاسپٹل کی طرف تو نہیں جاتا، پھر ہم کہاں جا رہے ہیں ریز؟۔۔۔وہ سڑک سے نگاہیں ہٹا کے زوریز شاہ کی طرف دیکھتی آبرو آچکا کے پوچھنے لگی۔

ہنی مون پہ اگلے ہفتے جائیں گے ڈارلنگ!فلحال تو ہم کچھ دیر کے لئے کوالٹی ٹائم سپینڈ کرنے جا رہے ہیں!

۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اپنی پینٹ کی جیب سے سیل فون نکالا کے مرحاشاہ کے ہاتھ پہ رکھتا اسے آنکھ ونک کرتے ہوئے بولا تھا، وہ اپنے ہاتھ میں اسکا فون دیکھ کے آبرو اٹھا کے زوریز شاہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

میرا اور اپنا فون آف کر دو! آج ہم دونوں ہر طرح کی زمہ داری ایک سائیڈ پہ رکھ کے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزاریں گے! ڈھیروں باتیں کریں گے! اسلامباد کی پر سکون جگہوں کو وزٹ کریں گے!!۔۔۔۔۔۔زوریز شاہ اسکی سوالیہ نظروں کا جواب دیتا گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔

لیکن ریز تمہیں تو آج ضروری کام کر۔۔۔۔۔مرحاشاہ نے ابھی اپنا جملہ بھی مکمل نہیں کیا تھا جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔

وہ کام تم سے زیادہ ضروری نہیں تھے ڈارلنگ!

Remember! you are my first Priority

وہ لہجے میں مٹھاس لئے گویا ہوتا مرحاشاہ کو کہنی سے پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچتا ایک دم سے اپنی گود میں بیٹھا گیا، وہ دونوں اس وقت ایک خالی اور صاف ستھری سڑک پہ موجود تھے، مرحاشاہ نے کھل کے مسکراتے ہوئے اسکا اور اپنا فون آف کرتے پیسنجر سیٹ پہ پھینکا تھا، وہ اسکی گردن میں ہاتھ ڈالتے اسکے گال کے ساتھ اپنا گال ٹکا کے سامنے سڑک کی طرف دیکھنے لگی۔ زوریز شاہ نے بے حد محبت سے اسکی کمر پہ اپنے ہاتھ کا دباؤ ڈالتے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے اپنے لبوں میں دبایا تھا۔ وہ سرخ پڑی تھی۔

دھیان سے ڈرائیو کرو ریز!!۔۔۔۔مرحاشاہ اسکی نرم گرفت سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتی اسے مصنوعی آنکھیں دیکھا کے ڈپٹنے لگی۔

اوکے پھر پیچھے سٹیرنگ کے ساتھ سر ٹکالو تاکہ مجھے فوکس کرنے میں آسانی ہو!!۔۔۔۔۔۔۔وہ مسکراہٹ روکتا کندھے اچکا کے معنی خیزی سے بولا تھا۔

نو تھینکس! میں اپنی جگہ پہ چلی جاتی ہوں تاکہ تمہیں " ڈرائیونگ " پہ فوکس کرنے کے لئے زیادہ مشکل پیش نہ آئے!!۔۔۔۔۔وہ خفگی سے ناک سکوڑ کے بولتی اسکی گود سے اٹھنے ہی والی تھی جب وہ اسکی دونوں ٹانگیں اپنے دائیں بائیں کرتا اسکا سر پیچھے سٹیرنگ پہ ٹکا گیا، مرحاشاہ اس اچانک افتاد پہ ہربرا کے اٹھنے ہی والی تھی جب وہ ایک دم سے اس پہ جھکتا اسکے ہونٹوں کو اپنی شدت بھری قید میں لیتا گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا، مرحاشاہ کا دل لرزا تھا، اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسکے کندھے پہ مکا جڑتے اسے ہوش دلائی تھی، زوریز شاہ کی نظریں ونڈ سکرین کے ساتھ ساتھ اسکے چہرے پہ بھی مرکوز تھیں، کچھ دیر بعد اسکے ہونٹوں کو آزادی بخشتے وہ اسکے بھیگے ہونٹوں اپنی انگلیوں سے چھوتے ہوئے انکی نرمی محسوس کرنے لگا، وہ مرحاشاہ کو اپنی گود سے ہلنے کا موقع تک نہیں دے رہا تھا، وہ دانت پیستے ہوئے اس بے باک انسان کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے ابھی کچھ دیر پہلے پیار جتا کے اس نے اپنی جان مشکل بنائی

تھی، وہ مسکراتے ہوئے گاڑی میں کوئی رومانٹک سا گانا لگائے بار بار اسکے ہونٹوں کو فوکس میں لئے انہیں اپنے لبوں سے گیلا کر رہا تھا۔

کچھ شرم کر لو!! ۔۔۔۔۔۔۔ اسے پھر سے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے دیکھ کے وہ دانت پیس کے بولی تھی، زوریز شاہ قہقہ لگاتا ہوا ان نازک پنکھڑیوں پہ اپنی بھوری مونچھیں رگڑتا اسے مزید تنگ کرنے لگا۔

کب سے شرم ہی کر رہا ہوں اگر ابھی بے شرمی پہ اتر گیا نا تو تن پہ ایک چھوٹا سا پردہ بھی نہیں چھوڑوں گا!!۔۔۔۔۔۔

اس نے پھر سے اس کے ہونٹ چومتے اسے خمار آلود نگاہوں سے دیکھتے بے باک دھمکی دی تھی، مرحاشاہ سرخ چہرہ لئے اسکے سینے پہ مکا جڑ گئی، وہ ہنستا ہوا اپنی گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا، اسکی منزل کوئی پر سکون سی جگہ تھیں، جہاں وہ دونو ں مل بیٹھ کے اپنے دل کی تمام باتیں کر لیں۔

وہ دونوں صبح کے حویلی سے نکلے اسلامباد کی بہت سی جگہیں گھومنے پھرنے کے بعد رات کو حویلی واپس آئے تھے، آج مرحاشاہ کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی، آتے ہی زوریز شاہ نے اسے ڈھیر سی شاپنگ کروائی تھی، وہ چہکتے ہوئے اسکی کہنی میں ہاتھ ڈالے حویلی کے لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی۔

تم اوپر جاؤ ڈارلنگ! میں زیان کو لے کے آتا ہوں!!۔۔۔۔ اسے خوشی سے چہکتے دیکھ کے وہ اسکے گال پہ ہولے سے لب رکھتا نرمی سے بولا تھا، لاؤنج خالی تھا، اس وقت شاید سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، کیونکہ رات کے دس بج رہے تھے، یہ وقت سب کے آرام کرنے کا تھا۔ مرحاشاہ مسکرا کے ہاں میں سر ہلاتی اوپر کی طرف بڑھ گئی جبکہ زوریز شاہ کے قدموں کا رخ دریاب شاہ کے کمرے کی طرف تھا۔ ان کے کمرے کے دروازے تک پہنچتے ہی زوریز شاہ نے ہولے سے دستک دیتے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالا تھا، دروازہ دریاب شاہ نے کھولا تھا۔

زیان کہاں ہے؟ زیادہ تنگ تو نہیں کیا اس نے؟۔۔۔۔ دریاب شاہ کو دیکھتے ہی زوریز شاہ نے اپنے بیٹے کے متعلق سوال کیا تھا۔

اسے ابھی کچھ دیر پہلے بھائی صاحب اپنے کمرے میں لے کے گئے ہیں! تم لیٹ ہو گئے آج؟۔۔۔۔۔۔ وہ اسکے سوال کا جواب دیتے سرسری طور پہ ساتھ ہی سوال کر رہے تھے۔

چچ چچ! کیا میرا بیٹا آپ کا رومانس ڈسٹرب کر رہا تھا جو آنے اسے اٹھا کے بابا جان کے کمرے میں پٹک دیا؟۔۔۔۔وہ ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے مصنوعی افسوس سے سر ہلاتا خفگی سے بولا تھا۔

ایسی بات نہیں ہے! وہ صبح سے ہمارے پاس تھا! بالکل ابھی۔۔۔۔دریاب شاہ اسے گھورتے ہوئے ابھی اپنی کوئی صفائی دیتے جب وہ ان کی بات کاٹ گیا۔۔

دیکھیں کورمت کریں چاچو جان! !میں سب جانتا ہوں یہ وقت آپکے رومانس کا ہوتا ہے اسی لئے آپ سے میرا ایک بلی جتنا بچہ بھی اپنے کمرے میں برداشت نہیں ہوا!!۔۔۔وہ نروٹھے پن سے بولتا دریاب شاہ کے چہرے کا سرخ رنگ دیکھتے محضوظ ہو رہا تھا۔

جب سب خود ہی جانتے ہو تو پھر میرے کمرے کے دروازے پہ کیا کر رہے ہو؟ آوٹ! آئی ایم بزی!!۔۔۔۔۔۔

دریاب شاہ جانتے تھے وہ جب تک اسے اپنی صفائی دیں گے یہ بے شرم انسان انہیں یونہی تنگ کرے گا اسی لئے ایک دم سے اسکے کالر کی نادیدہ گرد اپنے ہاتھ سے جھاڑ کے اسے مصنوعی روعب سے آنکھیں دیکھا کے بولتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ اسکے منہ پہ بند کر گئے۔۔زوریز شاہ ہکا بکا ہوتے اپنی آنکھیں پھیلا گیا۔اسکا موڈ ابھی انہیں مزید تنگ کرنے کا تھا تاکہ باپ کی طرح ان کے سرخ ہوتے چہرے کا فرصت سے مزہ لے سکے لیکن وہ تو اسٹیڈیم سے باہر بال پھینک کے جا چکے تھے۔۔وہ پیر پٹکتا ہوا اپنے باپ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تاکہ زیان کو اپنی بانہوں میں بڑھ سکے جسے آج پورا دن اس نے اور مرحانے کافی مس کیا تھا،وہ دونوں کل اسے اپنے ساتھ باہر لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

وہ اپنی آرمی کیپ اپنے سر سے ہٹا کے زیان شاہ کے چھوٹے سے سر پہ ٹکاتا اسے کھکھلاتے دیکھ کے دیوانوں کی طرح اسے چومتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتا وہ بیڈ پہ اپنی ساری شاپنگ کو پھیلا کے بیٹھی مرحا شاہ جو تاصف سے دیکھ رہا تھا،وہ جب بھی شاپنگ کرتی تھی یونہی ایکسٹرا ایکسائیٹڈ ہو کے اپنا خریدا گیا ہر لباس ٹرائے کرتی تھی۔

زیان! مما کی جان! ۔۔۔۔۔۔کلک کی آواز پہ مرحا شاہ نے سر اٹھا کے زوریز شاہ نے بازوؤں میں موجود اپنا بیٹا دیکھتے اپنے بازو وا کرتے اسے پیار سے پکارا تھا، جس پہ وہ کھکھلا کے اپنی بانہیں ماں کی طرف پھیلانے لگا، زوریز شاہ آنکھوں میں چمک لئے مرحا شاہ کی طرف بڑھتا اسکے ہاتھوں میں زیان کو دینے کی بجائے اسکی پھیلائی گئی بازوؤں میں خود سما گیا، جس پہ وہ ایک دم سے بھوکھلا گئی۔

ریز!!!!!!۔۔۔۔۔۔وہ زیان شاہ کے سامنے اسکی اس حرکت پہ چڑی تھی جس پہ وہ قہقہ لگاتے ہوئے اسکی کمر کے نیچے بے باکی سے اپنا ہاتھ پھیرتا زیان شاہ اسکے حوالے کرتے اس سے الگ ہو گیا۔۔

میرا پیارا بچہ !!۔۔۔۔زیان کو اپنے بازوؤں میں آتے ہی کھکھلاتے دیکھ کے مرحا شاہ اسکے سر سے پھسلتی کیپ درست کرتی پیار سے گال چوم رہی تھی۔ زوریز شاہ اسے اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے اسکی شاپنگ کو آگے کی طرف کھسکاتا اسکے پاس ہی آڑھا ترچھا ہو کے لیٹتا اب ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسکی شاپنگ دیکھ رہا تھا۔

اوئے!! نہیں! یہ بیگ مت پکڑو!!۔۔۔۔زوریز شاہ کو ایک درمیانے سائز کا ریڈ بیگ پکڑتے دیکھ کے مرحا شاہ بھوکھلاتی ہوئی اسکا بازو ہلا کے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے لگی لیکن وہ ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ اسکی بات سنی ان سنی کرتا آنکھوں میں چمک لئے اس بیگ میں جھانکنے لگا۔

واؤ! کول! تم نے تو ہنی مون کی شاپنگ ابھی سے سٹارٹ کر دی ہے بے بی؟۔۔۔زوریز شاہ اس بیگ میں موجود مرحا شاہ کی پرسنل چیزوں پہ بے باک سا تبصرہ کرتے اسے آنکھ ونک کر گیا۔

میں نے بولا نا میری شاپنگ نہیں دیکھو ریز شاہ!! اپنے پیچھے سے زیان کے کھلونوں والا بیگ پکڑاو!۔۔۔۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھاتی اسکے ہاتھ سے یہ ریڈ بیگ کھینچ کے اپنے پیچھے چھپاتی دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

جو حکم ملکہ !!۔۔۔۔وہ کسی غلام کی طرح سر کو جنبش دیتے اسکے حکم کی تعمیل کرتا اسے زیان کے کھلونوں والا بیگ پکڑا رہا تھا۔

یہ دیکھو زیان بابا نے آپ کے لئے اتنے سارے کھلونے لئے ہیں میری جان!!۔۔مرحق کے کچھ بولنے سے پہلے ہی زوریز شاہ اپنی ہری آنکھوں کو ٹپٹپاتے ہوئے زیان شاہ سے مخاطب ہوا تھا۔ مقصد مرحا کو چھیڑنا تھا۔

جھوٹ نہیں بھولو کریک شاہ! یہ سب کھلونے میں نے اپنے بیٹے کے لئے خریدے تھے!!۔۔۔۔مرحا شاہ اسکے جھوٹ پہ منہ کھولتی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے غصے سے بولی،وہ زیان کو بتانا چاہ رہی تھی یہ سب کھلونے اسکی ماں اسکے لئے خرید کے لائی ہے اور وہ کتنا تیز تھا،اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی اپنا نام لگا چکا تھا۔

لیکن پیمنٹ میرے کریڈٹ کارڈ سے ہوئی ہے بے بی!!۔۔۔زوریز شاہ اپنی جیب سے ایک لمبے سے بل کی پرچی نکال کے مرحا شاہ کی آنکھوں کے سامنے لہراتا ٹھوس ثبوت پیش کر رہا تھا۔

ہاں تو؟ یہ فرض ہے تمہارا! زیادہ اتراؤ مت!!۔۔۔وہ اسے خود سے دور کھسکانے کی ناکام کوشش کرتی دانت کچکچا کے بولی۔زیان شاہ کبھی سر گھما کے زوریز کو دیکھتا تو کبھی مرحا کو۔وہ جیسے ان دونوں کے ہر روز کے اس ڈرامے کا عادی لگتا تھا اسی لئے توجہ ائی لیتے ہوئے انہیں بنا بولے اپنے ریووز پیش کر رہا تھا کہ وہ ان کی اس روز روز کی چھیڑ چھاڑ سے بور ہو چکا ہے۔

یہ دیکھو زیان!! آپ کو کون سا والا زیادہ پسند آیا ہے؟۔۔۔مرحا شاہ اپنے ہاتھ میں ایک آرمی کے اور ایک ڈاکٹر کے لئے مسکراتے ہوئے اس سے کھلونوں کے متعلق ریووز جاننا چاہ رہی تھی۔زیان شاہ نے کھکھلاتے ہوئے آرمی کٹ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامتے اسے منہ سے کھولنے کی کوشش کی تھی۔مرحا شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی آرمی کٹ اداسی سے دیکھتی اسے سائیڈ پہ رک کے زیان شاہ کی پسند کی گئی کٹ کھولنے لگی۔زوریز شاہ نے مرحا کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔زیان شاہ اب کھکھلاتے ہوئے اس کے سے چھوٹے چھوٹے آرمی میں اور نقلی پسٹل نکال رہا تھا۔۔

ڈیشوم۔۔۔ڈیشوم۔۔۔وہ اپنی نقلی پسٹل کو باپ کی طرف کرتا کھکھلاتے ہوئے منہ سے ایسی کیوٹ سی آوازیں نکالنے لگا۔مرحا شاہ نے اسکے کھلونوں والے بیگ سے ایک چھوٹا سا آرمی مین اور ڈاکٹر کا پتلا نکالتے اپنے سامنے کیا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے ریز! زیان بڑا ہو کے ڈاکٹر بنے گا یا آرمی جوائن کرے گا؟۔۔۔وہ جو ڈاکٹر اور آرمی مین کے اس چھوٹے سے پتلے پہ نظریں جمائے سوچوں میں گم تھی اچانک سے اپنے قریب لیٹے زوریز شاہ کو مخاطب کر گیا۔

کم آن مرحا! اس سب کے لئے ابھی کافی وقت ہے! زیان اپنا پروفیشن خود چوز کرے گا!!۔۔۔۔۔زوریز شاہ نے نرمی سے جواب دیتے اسے ریلکس کیا تھا، وہ جان چکا تھا وہ دل میں کیا سوچ رہی ہے۔ زیان شاہ کی "ڈیشوم" ڈیشوم" ابھی تک جاری تھی، اس چھوٹے سے سرخ و سفید بچے کے سر پہ بے ترتیب سی پڑی آرمی کیپ کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔

ہمم! ۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ ہنکارا ابھرتی زیان کی طرف دیکھنے لگی۔

زیان!! یہ دیکھو مما کے ہاتھوں میں کیا ہے!

Let's play choose between two

مرحاشاہ کچھ دیر کے بعد زیان کے سامنے اپنی دونوں مٹھیاں بند کرتی چہکتے ہوئے بولی تھی، وک جیسے اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے یہ گیم کھیلنے والی تھی۔ زیان شاہ اپنے ہاتھ میں پکڑی پسٹل چھوڑ کے اسکی دائیں مٹھی کھولنے کی کوشش کرتا کھکھلانے لگا۔ اس نے ان دونوں بند مٹھیوں میں سے رائٹ والی کو چوز کیا تھا، مرحاشاہ اگلے ہی پل سنجیدگی سے اس مٹھی کو کھول گئی اس میں چھوٹا سا آرمی مین کا وہی پتلا تھا جو وہ کچھ دیر پہلے زوریز کو دیکھا رہی تھی جبکہ دوسری بند مٹھی میں چھوٹا سا ڈاکٹر تھا لیکن زیان شاہ نے وہ مٹھی چوز نہیں کی تھی۔ زوریز شاہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی آنکھیں میچی تھی۔

Haha, okay again Zayan

مرحاشاہ زبردستی ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ پیچھے کمر کی طرف باندھتی ان پتلوں کو دونوں مٹھیوں میں چینج کرتی پھر سے زیان کے سامنے کر گئی، زیان نے اب کی دفعہ کھکھلاتے ہوئے اسکی بائیں مٹھی کو کھولنے کی کوشش کی تھی، اسے بھی اس گیم کو کھیلنے میں مزہ آرہا تھا۔ مرحاشاہ نے جب زیان کے کہنے پہ بائیں مٹھی کھولی تو اس میں پھر سے آرمی میں دیکھتے اسکی مسکراہٹ مکمل طور پہ غائب ہو چکی تھی۔

مرحا کم آن! اٹس جسٹ آ گیم!! یہ گیم یہ بات ثابت نہیں کر سکتی کہ وہ بڑا ہو کے آرمی جوائن کرے گا!!۔۔۔۔۔۔۔

زوریز شاہ اسکے چہرے کے تاثرات پڑھتا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اسے نرمی سے سمجھانے لگا۔ وہ اسے نم آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اب زیان کو دیکھ رہی تھی جو پھر سے وہ نقلی پسٹل پکڑ چکا تھا۔

ریز میں یہ نہیں چاہتی کہ میں اس پہ زبردستی کروں! میں۔۔میں صرف اتنا چاہتی ہوں وہ اپنے پروفیشن کے معاملے میں تمہارے نقشِ قدم پہ نہ چلے! میں تمہاری کامیابیوں پہ بہت خوش ہوتی ہوں لیکن تم سے دوری مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تو سوچو اگر زیان بھی آرمی جوائن کر کے مجھ سے دور۔۔۔۔۔۔مرحاشاہ ابھی اپنی بھیگی آواز میں مزید گویا ہوتی جب زوریز شاہ اسکی بات کاٹ گیا۔

زیان کو سلاؤ! اسے نیند آرہی ہے! ۔۔۔۔۔۔۔زیان کو بار بار جمائی لیتے دیکھ کے زوریز شاہ سنجیدگی سے بولتا اسکے پاس پڑے کھلونے سمیٹنے لگا، مرحاشاہ گیلی سانس اندر کی طرف کھینچتی اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے زیان شاہ کو فیڈ کروانے لگی۔ زوریز شاہ اسکے سارے کھلونے واپس سے بیگ میں پیک کر کے فاصلے پہ رکھ چکا تھا۔

میں چینج کر کے آتا ہوں!!۔۔۔۔۔۔وہ زیان کے سر سے اپنی آرمی کیپ اتارتا مرحاشاہ کو سرسری سا بتاتے باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔ مرحاشاہ نے دور پڑے زیان کے کھلونوں کے بیگ کو دیکھنے کے بعد نم نگاہوں سے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

تقریباً دس سے پندرہ منٹ بعد زوریز شاہ شاور لینے کے بعد بلیک ٹراؤزر میں ملبوس باتھروم سے باہر نکلا تھا، نگاہیں مرحا کی طرف اٹھی تھیں، وہ زیان کو سلا چکی تھی، اب اپنے خریدے گئے لباس پہن کے ٹرائے کرنے کی بجائے وہ انہیں سمیٹ رہی تھی۔ زوریز شاہ دبے پاؤں اسکی طرف بڑھتا اسکی کمر کے گرد ہاتھ ڈالتے اسکی پشت اپنے سینے سے لگا گیا۔

میں تم سے وعدہ کرتا ہوں زیان کو کبھی آرمی جوائن کرنے نہیں دوں گا! !۔۔۔وہ پیار سے اسکے ماتھے کے ساتھ اپنا ٹکاتا اسکے کان میں محبت سے سرگوشی کرنے لگا۔

وعدہ نہیں کرو ریز!! حالات اور قسمت ہمیں وعدہ توڑنے پہ بھی مجبور کر دیتی ہے جس طرح سے تمہیں مجبور کیا تھا اور ناچاہتے ہوئے بھی تم میرے ساتھ کیا گیا وہ وعدہ توڑ گئے تھے۔۔وہ اپنا رخ اسکی طرف موڑتی سادگی سے جواب دے رہی تھی، اسکے لہجے میں طنز نہیں تھا صرف بے چینی تھی۔

مجھ پہ بھروسہ کرو! جب تک میں زندہ ہوں میں ایسے حالات ہی پیدا نہیں ہونے دوں گا کہ زیان آرمی کے ہیڈ کوارٹر میں قدم بھی رکھے! ہم آج کے بعد کبھی بھی اسکے لئے آرمی سے ریلیٹڈ کھلونے نہیں خریدیں گے تاکہ اس میں کبھی آرمی کا انٹرسٹ پیدا ہی نہ ہو!!۔۔وہ محبت سے اسکا گال چومتا اسکی انسیکورٹی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زوریز

شاہ کو آرمی سے بے حد محبت تھی لیکن اپنی بیوی کے خلاف جا کے وہ اپنے بیٹے کو بھی اس راستے پہ نہیں چلانا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا محبوب سے دوری کتنی تکلیف دیتی ہے۔

ہمم! لیکن اگر اس نے ضد۔۔۔۔۔۔ مرحا ابھی مزید بولتی جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔

باپ کے سامنے ضد کرے گا تو دوکان کے نیچے رکھ کے دوں گا! وہ میرا باپ ہے میں اس کا باپ نہیں! ۔۔۔۔۔ زوریز شاہ فرضی کالر اچکاتے ہوئے اترا کے بولتا سوئے ہوئے زیان کی طرف دیکھنے لگا، مرحا جو اسے آبرو اٹھا کے اسے دیکھ رہی تھی اسکے آخری جملے پہ بے ساختہ کھکھلا کے ہنسنے لگی۔

ہاہاہا۔۔۔ تو تم مان گئے میرا بیٹا تمہارا باپ ہے ؟۔۔۔۔ وہ خوبصورتی سے ہنستے ہوئے زوریز شاہ کو اسکے آخری جملے کا احساس دلا رہا تھا جس پہ وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا، وہ غلطی سے جملہ الٹ کر گیا تھا۔

آئی مین میں اسکا باپ ہوں! وہ میرا باپ نہیں! !۔۔۔۔۔ زوریز شاہ اسکے کھکھلانے پہ اندر تک سرشار ہوتا ناک سکوڑ کے بولتے اسکی آنکھیں چوم گیا۔۔

ہاہاہا۔۔ نہیں پلٹو مت! پہلی زبان دوسرا بے ایمان!!۔۔۔ وہ ہنستے ہوئے اپنی شہادت والی انگلی اٹھاتی مصنوعی معصومیت سے اپنا بچپن ولا اڈائیلاگ دہرا رہی تھی، جس پہ وہ دونوں کھکھلا کے ہنس دیئے، زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے اسکی گردن پہ اپنا چہرہ جھکاتے زور سے دانت گاڑے تھے۔

ریز!!۔۔۔۔ اسے ایک دم سے شدت بڑھاتے دیکھ کے وہ سسکتے ہوئے اسے پکار اٹھی۔

صبح سے کوالٹی ٹائم سپینڈ کر رہے ہیں! اب ہمارے گولڈن ٹائم کا وقت ہوا چاہتا ہے! اسی لئے بنا چوں چراں کئے وہ ریڈ شاپنگ بیگ پکڑ کے ڈریسنگ روم میں چلتی بنوں! وہاں پہ ٹھیک سے تمہاری سسکیاں نکلواتا ہوں!!۔۔۔۔۔ وہ اسکی گردن سے دانت ہٹاتا اسکے کان میں بے باکی سے بولتا اسے سرخ کر گیا۔

کوئی نہیں! اب سونے کا وقت ہوا چاہتا ہے!! ۔۔۔۔ مرحا شاہ جان بوجھ کے اسے ستانے لگی۔

رئیلی ؟؟۔۔۔۔۔۔ زوریز شاہ آبرو اٹھا کے چیلنجنگ انداز میں پوچھتا اسے ایک دم سے اپنے بازوؤں میں اٹھائے بیڈ پہ پڑا شاپنگ بیگ پکڑتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔

ریز!!!۔۔۔وہ مرحاشاہ کے احتجاج پہ اپنی پوری شدت سے اسکی دھڑکنوں پہ اپنے دانت گاڑ گیا، مرحاشاہ کی سسکی بے ساختہ تھی، وہ اسے زو معنی انداز میں مسکرا کے دیکھتا ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کر گیا۔

ریز!! بے شرم انسان!!

جان لے لوں گی تمہاری!!

ہٹو میں خود چینج کروں گی!

بے شرموں کا ایک ٹولا مرا ہو گا تو تم نے جنم لیا ہو گا ریز شاہ!!۔۔۔۔کچھ ہی دیر بعد زوریز شاہ کی بے باکیوں سے خائف ہوتی مرحاشاہ کی کچھ ایسی روہانسی آوازیں ڈریسنگ روم میں گونج رہی تھی جبکہ زوریز شاہ کے قہقہوں اور پھولی سانسوں کی آواز ماحول کو پرفسوں بنائے ہوئے تھا، وہ کچھ ہی دیر میں مرحاشاہ کو قابو کرتا خود میں شدت سے مکمل طور پہ سماتا ہوا مدہوش کرتا چلا گیا۔

جانِ تمنا۔۔۔علیشے خان

سیکنڈ لاسٹ ایپسوڈ (پارٹ ون)

خود کو مکمل تیار کرنے کے بعد وہ آئینے میں اپنی فائنل لک دیکھتی چہرے پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجا گئی۔ وہ خود کو اچھی لگ رہی تھی اور اسکو تو ویسے ہی وہ رف سی حالت میں بھی خوبصورت لگتی تھی، آج اسے خود کے لئے یوں تیار دیکھ کے اسکا دل یقیناً ہتھیلی پہ دھڑکنے والا تھا۔ وہ اترا کے سوچتی ہوئی گردن موڑ کے گھڑی پہ نگاہیں دوڑانے لگی، وہ رات کے ساڑھے آٹھ بجے تیار ہونا شروع ہوئی تھی اور اس وقت دس بج رہے تھے، وہ تیار ہوتے ہوتے ڈیڑھ گھنٹہ لگا چکی تھی؟ اس نے تاسف سے سوچتے ہوئے گردن نفی میں ہلائی تھی۔ دس بج رہے تھے اور وہ ابھی تک پیلس نہیں آیا تھا؟ ائرہ شاہ پریشان سی ہوتی اپنا فون اٹھانے کی غرض سے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ ان دونوں کی صبح کال پہ بات ہوئی تھی جب شہسوار شاہ نے ان سب کو اطلاع دی تھی وہ آج رات تک آجائے گا لیکن اس کے بعد سے اسکی کوئی کال، کوئی میسج نہیں آیا تھا، آئرہ شاہ نے بھی اسکی مصروفیت کے باعث اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا لیکن اب کافی رات ہو رہی تھی، وہ پیلس میں اکیلی تھی، اسے ایک دم سے خالی کمرے سے خوف آنے لگا۔ اس نے نچلا لب دانتوں تلے

دباتے جلدی سے شہسوار شاہ کو کال ملائی تھی۔ بیل جارہی تھی لیکن کال ریسیو نہیں کی گئی تھی۔ آئرہ شاہ نے کمرے میں یہاں وہاں چکر لگاتے ہوئے پھر سے شہسوار شاہ کو کال ملاڈالی لیکن اب کی بار اسکی کال کاٹ دی گئی تھی۔ آئرہ شاہ نے منہ کھولتے ہوئے اپنے فون کی طرف دیکھا تھا جہاں شہسوار شاہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔

"مائی ہارٹ! میں ابھی بزی ہوں اسی لئے کال ریسیو نہیں کر سکتا! کل رات جب پیلس واپس آؤں گا تو شہسوار شاہ کا سارا وقت تمہارے نام ہو گا!"۔۔۔۔ شہسوار شاہ کا میسج پڑھتے ہی آئرہ شاہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا مطلب وہ آج نہیں کل آرہا تھا؟

لیکن شہسوار آپ نے تو بولا تھا، آپ آج رات واپس آجائیں گے!۔۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے ایک نظر اپنے خالی کمرے پہ دوڑاتے تیزی سے اسے ٹیکسٹ کیا تھا، ٹیکسٹ سین ہو چکا تھا، لیکن شہسوار نے ریپلائے نہیں کیا تھا، شاید وہ واقعی بزی تھا؟

نہیں تو نہ سہی! اب جب واپس آئیں گے، میں بھی بات نہیں کروں گی۔۔۔ آئرہ شاہ نے آنکھوں میں نمی لئے اداسی سے سوچتے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پہ نگاہ ڈالی تھی۔ وہ اسکے لئے کتنے دل سے تیار ہوئی تھی اور وہ کتنے آرام سے اس پہ اپنی مصروفیت ظاہر چکا تھا، وہ اتنا مصروف تھا کہ اسکے پاس اپنی بیوی کی پوری بات سننا تو دور اسکے ایک میسج کا ریپلائے دینے کا بھی وقت نہیں تھا؟ اسے بنا ریپلائے دیئے آف لائن ہوتے دیکھ کے آئرہ شاہ اداسی سے سوچتی غصے سے فون سائیڈ ٹیبل پہ پٹک گئی۔ وہ غصے سے بیڈ سے اٹھتی ہوئی لباس تبدیل کرنے کی غرض سے ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھا رہی تھی جب اسے اچانک سے ایک دفعہ پھر سے اس احساس نے آن گھیرا تھا کہ وہ پیلس میں اکیلی ہے۔ خوف کے احساس سے اسکا بدن کپکپایا تھا، آج عالم شاہ اور شبنم بیگم کو اپنے پرانے رشتہ داروں کی طرف سے شادی کا انوٹیشن آیا تھا، عالم شاہ اور شبنم بیگم نے وہ انوٹیشن کھلے دل سے ایکسیپٹ کیا تھا تاکہ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ سابقہ خراب تعلقات خوشگوار ہو جائیں، ان دونوں نے اپنے ساتھ آئرہ کو بھی لے جانا چاہا تھا لیکن اس کے پلانز کچھ اور تھے اس لئے وہ ان کے ساتھ جانے کے لئے انکار کر گئی تھی لیکن اب اسے اپنا فیصلہ غلط لگ رہا تھا کیونکہ اس نے جس کی وجہ سے ان کے ساتھ جانے کے لئے انکار کیا تھا اسکے لئے تو شاید آئرہ شاہ سے بھی زیادہ ضروری اپنا کام تھا، شہسوار نے صبح کال پہ بولا تھا وہ رات نو سے ساڑھے نو بجے کے درمیان واپس آجائے گا اسی لئے عالم شاہ اور

شبنم بیگم بھی مطمئن ہوتے آٹھ بجے پیلس سے جا چکے تھے۔وہ اپنے قدم ڈریسنگ روم کی طرف بڑھانے کی بجائے پھر سے سائیڈ ٹیبل کی طرف مڑ گئی، اپنا فون اٹھا کے وہ تیزی سے عالم شاہ کو کال ملا رہی تھی، کال دوسری بیل پہ اٹھائی گئی تھی۔

جی ماموں سب ٹھیک ہے! ۔۔۔۔دوسری طرف سے عالم شاہ کی آواز سنتے ہی وہ اپنی پریشان آواز کو ریلیکس کرتی نرمی سے بولی۔

وہ میں نے یہی پوچھنے کے لئے کال کی تھی آپ اور امی آئے نہیں ابھی تک؟ کب تک آجائیں گے؟۔۔۔۔وہ سنبھلتے ہوئے دریافت کرنے لگی۔

کل؟ مطلب آپ کل کا فنکشن اٹینڈ کر کے آئیں گے؟۔۔وہ عالم شاہ کا جواب سننے کے بعد تھوک نگلتے ہوئے بولی تھی، وہ اس وقت فل رونے والی ہو چکی تھی۔

ہاں بیٹا ان شاءاللہ! کل ولیمے کا فنکشن اٹینڈ کرتے ہی واپس آجائیں گے! سب ٹھیک ہے. اور شہسوار واپس آ گیا؟۔۔وہ کال بند کرنے والی تھی جب اسپیکر سے عالم شاہ کی فکر مند آواز گونجی تھی، پیچھے ڈھولوں کی تھاپ کا کافی شور سنائی دے رہا تھا۔

ج۔جی۔۔ماموں سب ٹھیک ہے!۔۔۔ آئرہ شاہ مختصر سا جواب دیتے ساتھ ہی کال کاٹ گئی، وہ انہیں شہسوار کی غیر موجودگی کا بتا کے ان کا فنکشن خراب نہیں کرنا چاہتی تھی، ورنہ وہ اور شبنم بیگم اسی وقت واپس پیلس آجاتے، وہ دونوں کافی دور فنکشن اٹینڈ کرنے گئے تھے، وہ نہیں چاہتی تھی رات کے اس وقت وہ دونوں اکیلے اتنا لمبا سفر تہہ کریں۔

آہہہ۔۔۔۔ایک دم سے ہوا کے باعث کھڑکیوں نے جب کمرے میں شور پیدا کیا تو آئرہ شاہ ایک دم سے خوف سے لرزتے ہوئے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ گئی، اس نے جلدی سے کمرے کی واحد کھلی کھڑکی کو بند کرتے پردے برابر کئے تھے۔۔سب ملازم ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی اپنے کوارٹرز میں گئے تھے، وہ اتنے بڑے پیلس میں اس وقت بالکل اکیلی تھی، وہ چاہے جتنی مرضی بہادر بنتی تھی لیکن اندر سے وہ اتنی ہی ڈرپوک تھی، وہ خود پہ خوف اتنا ہیوی کر چکی تھی کہ اس نے پورچ میں داخل ہوتی گاڑی کے ٹائرز کے چرچرانے کا بھی ٹھیک سے نوٹس نہیں لیا تھا۔وہ ڈر سے کانپتی ہوئی

اپنی انا کو ایک سائیڈ پہ کرتی پھر سے شہسوار شاہ کا نمبر ملا گئی، لیکن اب کی دفعہ نمبر بند جا رہا تھا، آئرہ شاہ کو ایک دم سے بری طرح سے رونا آیا تھا، آنسو اسکی پلکوں کی بھاڑ توڑتے عارضوں پہ گر رہے تھے، وہ جو بھیگی آنکھوں سے اپنے فون کو ہاتھ میں لئے گھور رہی تھی ایک دم سے اسے کسی کے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی تھی، آئرہ شاہ کا نازک سا دل اس کے کانوں میں دھڑکنے لگا۔ اس وقت کون ہو سکتا تھا؟ اس نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا لیمپ اپنے ہاتھ میں اٹھاتے ایک دفعہ پھر سے شہسوار شاہ کا نمبر ملایا تھا، آئرہ شاہ فون کان کو لگاتے جلدی سے اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بھاگنے لگی۔ وہ اپنے بند دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھتی اسے لاک کرنے ہی والی تھی جب کسی نے باہر سے دروازے کا ہینڈل گھمایا تھا، آئرہ شاہ کا جسم اتنی سردی میں پسینے سے بھیگے لگا، وہ منہ میں آیت الکرسی پڑھتی اپنا پورا زور لگا کے دروازہ لاک کرنا چاہ رہی تھی لیکن مقابل کا زور اس سے زیادہ تھا۔ وہ لاک لگانے میں ناکام ہوئی تھی اور وہ دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔

دیکھو! دور رہو مجھ سے!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ نے خوف کی کیفیت میں سامنے کھڑے وجود کو غور سے دیکھے یا محسوس کئے بغیر اپنے ہاتھ میں پکڑا لیمپ اندھا دھند ہوا میں لہرایا دیا، لیمپ کو اڑ کے اپنی طرف آتے دیکھ کے مقابل بروقت بائیں طرف کو ہوتا اپنا بچاؤ کر چکا تھا۔ خوف کے زیرِ اثر آئرہ شاہ نے باہر کھڑے مرد کی شکل ٹھیک سے نہیں دیکھی تھی، آخر کون تھا جو اتنے ملازموں کی ڈیوٹی میں سینہ تان کے پیلس میں قدم رکھ سکتا تھا؟

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں قدم بھی رکھنے کی؟ میں ایس ایس پی کی بیوی ہوں! جان لے لوں گی تمہاری!!۔۔۔۔ آئرہ شاہ خوف سے جلدی سے کمرے کا دروازہ لاک کرتی کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ غراتی ہوئی اپنی الماری کی طرف بڑھ کے شہسوار شاہ کی گن نکالنے لگی، وہ اپنی ایک ایکسٹرا گن الماری میں رکھتا تھا اور ائرہ شاہ اس بات سے واقف تھی۔ وہ مسلسل روتے ہوئے شہسوار شاہ کو فون ملا رہی تھی لیکن جواب ندارد۔۔ وہ اسکی الماری سے گن نکال کے اپنے دونوں کپکپاتے ہاتھوں میں تھام چکی تھی، اگر باہر موجود شخص نے دروازہ توڑ کے اندر آنے کی کوشش کی تو وہ اسے آن دا سپاٹ شوٹ کر دے گی!! آئرہ شاہ نے زوروں سے دھڑکتے دل سے سوچتے اپنے پانی کی طرح بہتے آنسوؤں کو رگڑ کے صاف کیا تھا۔

آئرہ!! دروازہ کھولو! کیاہوامیری جان؟ائرہ۔۔ائرہ۔۔۔۔آئرہ شاہ جو ایک ہاتھ میں بندوق پکڑے دوسرے ہاتھ سے شہسوار شاہ کو کال ملانے میں بار بار ناکام ہو رہی تھی، اچانک سے دماغ میں عالم شاہ کلک ہوئے تھے، دروازے پہ دستک لحہ بالحہ تیز ہوتی جارہی تھی۔۔وہ ہر چیز پس پشت ڈالتی عالم شاہ کو کال ملانے ہی والی تھی جب اس نے دروازے پہ ہوتی دستک کے ساتھ اپنے نام کی پکار سنی تھی، عالم شاہ کا نمبر ملاتی آئرہ شاہ کے ہاتھ تھم گئے۔پورے وجود میں جیسے ایک دفعہ پھر سے جان آئی تھی۔

ائرہ۔۔آئرہ میری جان!!۔۔۔۔۔یہ آواز، یہ لہجہ، یہ پکارنے کا انداز۔۔یہ سب شہسوار کا ہی تو تھا؟وہ اپنا فون زمین پہ پھینکتی روتے ہوئے کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی تھی۔دروازہ کھولتے ہی وہ سامنے ششدر کھڑے شہسوار شاہ کے چٹانی سینے میں سمائی تھی۔اسے اس وقت کوئی ناراضی یاد نہیں تھی، اسے صرف اتنا یاد تھا ایک یہی شخص ہے جو اسے دنیا کی سرد و گرم ہوا سے بچا سکتا تھا۔

شہسوار۔۔آپ۔۔آ۔۔گئے!۔۔میں

۔۔آپ۔۔کو۔۔کب۔۔سے۔۔فون۔۔کر۔ر۔رہی۔۔تھی۔۔شہسوار۔۔یہاں۔۔کوئی۔۔تھا

۔۔ابھی۔۔آپ۔۔کے۔۔آنے۔۔سے۔۔پہلے۔۔یہاں۔۔کوئی۔۔۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے خوف سے اپنا جملہ بھی ٹھیک سے مکمل نہیں کر پا رہی تھی، شہسوار شاہ نے شدید پریشانی کے عالم میں اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچے نرمی سے اسکی کمر اپنے ہاتھ سے سہلائی تھی۔

یہاں کوئی بھی نہیں میری جان!! رونا بند کرو! کیاہوا ہے؟کیوں اتنی خوفزدہ ہو رہی ہو؟۔۔۔۔۔اسے بچوں کی طرح اپنے سینے میں چہرہ چھپا کے روتے دیکھ کے شہسوار شاہ بے حد پریشانی سے گویا ہوتا اسے ریلکس کر رہا تھا، لیکن وہ ریلکس ہونے کی بجائے مزید پینک ہو رہی تھی۔

یہاں۔۔کوئی۔۔تھا۔۔شہسوار!۔۔یہ۔۔دیکھیں۔۔میں۔۔نے۔۔اسکی۔۔طرف۔۔لیمپ۔۔پھینکا۔۔تھا۔۔لیکن

۔۔وہ۔۔شاید۔۔آپ۔۔کو۔۔دیکھ۔۔کے۔۔چھپ۔۔گیا۔۔ہے۔۔وہ

۔۔وہاں۔۔گیا۔۔ہو۔۔گا۔۔وہاں۔۔چھپ۔۔گیا۔۔ہو۔۔گا!۔۔ائرہ شاہ اسے یقین دلانے والے انداز میں بولتی زمین پہ ٹوٹے ہوئے لیمپ کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

جس کا ویلکم آپ نے اس لیمپ سے کیا ہے وہ میں تھا میری جان! !Calm down شش! یہاں کوئی بھی نہیں ہے! ہوش میں آؤ! کیا میری شکل اس ایک ہفتے میں اتنی بدل گئی ہے جو تم مجھے دیکھ کے بھی پہچان نہیں پائی؟۔۔۔۔ شہسوار شاہ اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتا اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولتا اسکے آنسو پیار سے صاف کرنے لگا، وہ آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

ن۔ نہیں!۔۔ آ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ بولا۔۔ تھا۔۔ آپ۔۔ کل۔۔ آئیں۔۔گے!۔۔ آئرہ شاہ نا سمجھی سے لڑکھڑاتے لہجے میں بولتی نفی میں سر ہلائے جا رہی تھی۔ اسکی آنکھوں سے کاجل پھیلتا ہوا آنسوؤں کی صورت میں عارضوں پہ سفر کر رہا تھا۔

شش!! وہ صرف ایک مذاق تھا میری جان! ڈیڈ اور اپھو جان کہاں۔۔۔ شہسوار اپنا جملہ مکمل کرنے ہی والا تھا جب آئرہ شاہ نے شکوہ کناں انداز میں اسکی طرف دیکھتے اپنے ہاتھ میں پکڑی گن سے غصے سے اسکے سینے پہ ضرب لگائی تھی۔ شہسوار شاہ نے کراہتے ہوئے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا، وہ صدمے کی کیفیت میں اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں اس وقت طیش سے لال سرخ تھیں۔۔

میں مزاق ہوں آپ کے لئے؟ جانتے ہیں میں نے آپ کو ان دس سے پندرہ منٹوں میں کتنی کالز کر ڈالی ہیں لیکن آپ نے میری ایک کال میرے ایک میسج کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا!

آ۔۔ آپ۔۔۔نے۔۔ واقعی۔۔ ہی۔۔ میرے۔۔ ساتھ۔۔ اتنا۔۔ بھیانک۔۔ مذاق۔۔ کیا۔۔ ہے؟۔۔۔۔ وہ روتے ہوئے غرائی تھی، دل کر رہا تھا ہاتھ میں پکڑی بندوق کی گولیاں اسکے سینے میں اتار دے جسے بیوی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

میری جان میں نے وہ میسج مذاق میں صرف تمہارا ریکشن چیک کرنے کے لئے کیا تھا! میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا لیکن میرے فون کی بیٹری آن دا سپاٹ ڈیڈ ہو گئی۔۔۔ وہ اپنی صفائی دیتا اسے بازو سے پکڑنے والا تھا جب وہ روتے ہوئے اس سے فاصلے پہ ہو گئی، آئرہ شاہ اسکی مزید ایک بھی سنے بغیر اپنے ہاتھ میں پکڑی گن پوری قوت سے سامنے دیوار پہ مارتی اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ آنکھیں میچ کے کھولتا اپنا نچلا لب کاٹتے ہوئے جلدی سے اسکے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوا، اگر اسے معلوم ہوتا اسکا چھوٹا سا مذاق اتنا سنگین روپ اختیار کر لے گا تو وہ مر کے بھی ایسا مذاق

نہ کرتا۔ آئرہ شاہ کی آنکھوں سے گرتے آنسو اسے بے چین کر رہے تھے، وہ کچھ دیر پہلے اگر خوف سے کانپ رہی تھی تو اس وقت غصے سے کپکپا رہی تھی۔ رونے کی وجہ سے لرزتے وجود کے ساتھ آئینے کی طرف بڑھتی وہ اپنے کانوں سے نوچنے کے انداز میں جھمکیاں اتارنے لگی، شہسوار شاہ جو کسی خواب کی کیفیت میں اپنے خوبصورتی سے سکے کمرے کی طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا ائرہ شاہ کی اس حرکت پہ تڑپ کے تیزی سے اسکے قریب آتے اسکے ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔

خود کو تکلیف کیوں دے رہی ہو مائی لو؟ جتنی تکلیف دینی ہے مجھے دے لو لیکن ایک منٹ سے پہلے رونا بند کرو!!۔۔۔۔ وہ اسکے مزاحمت کرتے ہاتھوں کو پیچھے اسکی کمر کے ساتھ باندھتا بے حد محبت اور نرمی سے بولتے اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ وہ پیروں تک آتی بلیک ویلوٹ فراک میں سراپا قیامت لگ رہی تھی، سیاہ سلکی بال کھلے چھوڑے گئے تھے جبکہ لائٹ سا میک اپ رونے کی وجہ سے پھیل چکا تھا۔

میرا دل خوف سے باہر آرہا تھا۔۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وجود سے کوئی جان نکال رہا ہو لیکن آپ میرے احساسات محسوس نہیں کر سکتے کیونکہ آپ میری جگہ پہ نہیں تھے۔۔۔ وہ اذیت اور ہچکیوں سے روتی ہوئی اس سے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، شہسوار شاہ نے آج پہلی دفعہ اسے اتنے خوف میں دیکھا تھا، وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔

آئی ایم سوری یار مجھے لٹرلی علم نہیں تھا میری بیٹری یوں اچانک سے ڈیڈ ہو جائے گی ورنہ قسم سے میں تمہارے ساتھ وہ مذاق نہیں کرتا! ڈیڈ اور اپھو جان کہاں ہیں؟ اگر تمہیں ڈر لگ رہا تھا تو اپھو جان کے کمرے میں چلی جاتی!!۔۔۔۔ وہ اسکے یوں رونے پہ بے چین ہوتا اسے اپنے ساتھ لگا کے پھر سے اپنی صفائی دے رہا تھا۔

میں پیلس میں اکیلی تھی! وہ دونوں صائم بھائی (کزن) کی شادی پہ گئے ہیں! ابھی پچھلے ہفتے ہی تو کارڈ آیا تھا! بھول گئے آپ؟۔۔۔ وہ غصے سے بولتی اسکے سینے پہ مکے جڑنے لگی ٹھیک اسی جگہ پہ جہاں اس نے اسکی گن کی الٹی سائیڈ کے ساتھ ظلم ڈھایا تھا، وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کے اپنی کراہ روکتا گہری سانس بھرتے ہوئے اسکے آنسو اپنے ہاتھ کی پوروں سے صاف کرنے لگا۔

شش!! سوری فار ایوری تھنگ! آئی سوئیر میں کافی بزی تھا! ابھی ایک ضروری کام جلدی میں نپٹا کے آرہا ہوں ورنہ بہت ممکن تھا کل صبح تمہیں اپنا چہرہ دیکھاتا لیکن چونکہ میرا تمہارے بغیر مزید دل نہیں لگ رہا تھا اسی لئے اپنی بیوی کے پاس دوڑا چلا آیا جس نے لیمپ اور بندوق سے میرا بھرپور سواگت کیا ہے! یہ شاندار ویلکم میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا!۔۔۔۔۔۔۔وہ اسکے بال کان کے پیچھے کرتا مدھم آواز میں ٹھہر ٹھہر کے بولتے آئرہ شاہ کا گال نرمی سے تھپتھپا رہا تھا تاکہ اسکا غصہ جلدی اتارنے میں کامیاب ہو سکے۔۔

ہٹیں! مجھے چینج کرنا ہے!۔۔۔وہ سوں سوں کر کے بولتی اسکا ہاتھ اپنے گال سے ہٹانے لگی، اب لہجے میں غصے کی بجائے خفگی تھی۔

ڈیڈ کو تمہیں یوں اکیلے پیلس چھوڑ کے نہیں جانا چاہئیے تھا اگر خدانخواستہ میں کسی وجہ سے آج نہ پہنچ پاتا تو تم تو رو رو کے اپنا حشر کر لیتی!۔۔۔ شہسوار شاہ کا لہجہ سنجیدہ ہوا تھا، وہ اسکی بھیگی پلکوں پہ ٹکے آنسو جھک کے اپنے لبوں سے چننے لگا۔

وہ۔۔ نہیں۔۔ جا۔۔رہے۔۔تھے! انہیں آپ سے زیادہ میری فکر تھی لیکن میں نے انہیں زبردستی بھیج دیا کیونکہ مجھ لگ رہا تھا آپ ٹائم سے آجائیں گے لیکن نہیں آپ کے لئے تو بیوی کے علاوہ باقی سب کام ضروری ہیں!۔۔۔وہ خشک ہچکیوں پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کرتی بھیگی آواز میں بولی۔ وہ واقعی ہی کافی ڈر گئی تھی اسی لئے تو اپنے کھڑے شہسوار کو غور سے دیکھے بغیر اندھا دھند ہوا میں لیمپ چھوڑ گئی تھی۔

آئندہ سے جب میں گھر پہ نہیں ہوں گا تم کبھی ایسی بیوقوفی نہیں کرو گی! راستے میں گاڑی کے سو مسئلے ہو سکتے ہیں یار۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتا اسے آنکھیں دیکھا رہا تھا جس نے پیلس میں اکیلے رہنے کو ترجیح دیتے عالم شاہ اور شبنم بیگم کو فنکشن پہ بھیج دیا تھا۔ باہر کافی سیکورٹی تھی لیکن پھر بھی شہسوار شاہ کو یہ لاپرواہی اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ جواب دیئے بنا خاموش رہی، اس سے کچھ فاصلے پہ ہونا چاہا جب وہ اسکی کمر کے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت مضبوط کرتا اسکے ماتھے پہ شدت سے اپنے ہونٹ رکھ گیا، وہ آج پورے ہفتے بعد اسے اپنی بانہوں میں بھر رہا تھا ورنہ صرف کال پہ گزارا ہو رہا تھا کیونکہ شہسوار شاہ کو ضروری کام کے لئے ارجنٹ شہر سے باہر جانا پڑا تھا۔

آئی رئیلی مسڈ یو!۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے گلے سے لگاتا شدت پسندی سے بولا تھا، اس نے کافی زور سے اسے خود میں بھینچا ہوا تھا یوں کہ آئرہ شاہ کو لگ رہا تھا اسکے مضبوط حصار میں اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔۔

میں نے تو نہیں مس کیا۔۔۔وہ شدید ناراضی سے بولی۔

اچھا؟وہ تو تمہاری اور کمرے کی تیاری دیکھ کے مجھے نظر آرہا ہے میری چالاک دلہن!۔۔وہ اسکے جھوٹ پہ دانت پیس کے اسکے کان میں مدھم سرگوشی کرتا شدت سے خود کے ساتھ لپٹا رہا تھا۔

میں آپ کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی۔۔۔وہ اسکے پولیس یونیفارم کی شرٹ کے بٹنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی صاف منکر گئی۔ شہسوار شاہ اسے نرمی سے خود سے تھوڑا سا الگ کرتا سر تا پاؤں گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا،وہ اس وقت پیروں کو چھوتی سیاہ ویلوٹ کی ایمبرائیڈڈ فراک میں ملبوس لائٹ سی جیولری اور پھیلے ہوئے میک اپ میں اپنی سیاہ زلفیں کھولے شہسوار شاہ کا دل دھڑکا گئی تھی،اسکی ہری آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھی،جبکہ یہاں وہاں بھاگنے کی وجہ سے دوپٹا دور بیڈ کے پاس ہی گر چکا تھا۔ شہسوار شاہ کی بے باک نظروں کو خود کا جائزہ لیتے دیکھ کے وہ اپنے پشت پہ بکھرے بال آگے کی طرف پھیلانے لگی،وہ زیرِ لب مسکراتا اب پورے کمرے میں اپنی نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ ننھی منی رنگ برنگی لائٹس، کینڈلز اور گلاب کے پھولوں کے ساتھ کمرے کو ہر جگہ سے تھوڑا بہت سجایا گیا تھا، جیسے سینٹرل ٹیبل،ڈریسنگ ٹیبل،بیڈ شیٹ،سائیڈ ٹیبلز،سب پہ گلاب کے پھولوں کے ساتھ چھوٹے سا ہارٹ بنا کے درمیان میں ایک کینڈل رکھی گئی تھی،وہ شاید اسے اسپیشل فیل کروانا چاہ رہی تھی اسی لئے یہ تھوڑی بہت تیاری کر رکھی تھی۔۔

یہ سب بہت خوبصورت ہے مائی ہارٹ! کیا تمہیں میری اتنی یاد آرہی تھی جو اپنے نازک ہاتھوں کو شرف بخش کے میرے لئے اتنی محنت کر ڈالی؟۔۔۔وہ اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کے پیار سے چومتا شوخ لہجے میں آبرو آچکا کے بولا۔

بولا نا مجھے آپ کی یاد نہیں آرہی تھی! یہ سب میں نے صرف خود کے لئے کیا تھا،میرا دل کر رہا تھا خود کو اور اپنے کمرے کو سجانے کا!۔۔۔وہ منہ پھولا کے آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔ شہسوار شاہ اسے ایک جست میں اپنے بازوؤں میں اٹھا کے بیڈ کی طرف بڑھ گیا، آئرہ شاہ نے اس اچانک افتاد پہ بھوکھلاتے ہوئے سینے سے اسکی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچی تھی۔

جانتی ہو ایک جھوٹ پہ کتنے گناہ ملتے ہیں؟ تمہاری شرارتیں دن بدن جھوٹ میں بدل رہی ہیں۔ اور مجھے تمہارے جھوٹوں کو لگام ڈالنی آتی ہے۔۔۔۔ وہ اسے اپنے بازوؤں میں قید کئے یونہی بیڈ پہ گرتا دانت کچکچا کے اس کے ہونٹوں کو فوکس میں لئے زومعنی انداز میں بولتا اسکی گردن میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔

ہاں یہی ایک الزام رہ گیا تھا یہ بھی لگالیں مجھ پہ۔۔۔ خود ایس ایس پی ہو کے پورا دن رشوت لیتے رہتے ہیں تب تو آپ کو گناہ اور ثواب یاد نہیں آتا!۔۔ وہ کلس کے بولتی اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسا کے اسکا چہرہ اپنی گردن سے دور کرنا چاہ رہی تھی، اسکے ڈرامائک انداز پہ وہ دور ہونے کی بجائے شرارت سے اسکی شفاف گردن پہ دانت گاڑتا مسکراہٹ دبانے لگا۔

کی بیٹی کا شوہر ہوتا جنہوں IGP یا AIG اگر تمہارا ایس ایس پی واقعی ہی رشوت خور ہوتا تو آج تمہاری بجائے اپنے نے ہمیشہ اس کام کے بدلے مجھے کافی ساری آفرز پیش کی تھیں لیکن چونکہ سید شہسوار شاہ اپنی پاگل سی دلہن کے عشق میں خود بھی پاگل تھا اسی لئے ان تمام آفرز کو ٹھکراتا چلا گیا۔۔ وہ اسکی گردن سے چہرہ اٹھا کے اسکی ہری آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتا جتا کے بولا تھا۔ اسکے جواب پہ آئرہ شاہ کی آنکھوں میں غصہ واضح ہوا تھا۔

کی بیٹیاں جو میرے ایس ایس پی پہ ڈورے ڈالتی رہتی تھیں، زرا مجھے بتائیں تو سہی تاکہ IGP اور AIG کون تھیں یہ میں ان کا دماغ درست کر سکوں۔۔۔ وہ ایک دم سے غصے میں آتی شہسوار شاہ کا کالر اپنے ہاتھ کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

ہاہاہا۔۔ ان بیچاریوں کا کوئی قصور نہیں ہے انہیں تو شاید اپنے باپ کے ان کارناموں کی خبر بھی نہ ہو۔ یہاں۔۔۔۔ ابھی شہسوار شاہ ہولے سے ہنستا ہوا اپنی بات جاری رکھتا جب وہ اسکی بات کاٹ گئی۔

وہ دونوں میسنیاں جو اپنے باپ کے ہاتھوں آپ کے لئے رشتے بھیجتی رہی ہیں وہ آپکی نظر میں بیچاریاں ہیں اور آئرہ شاہ آپ کے لئے صرف ایک چالاک، چڑیل اور پاگل دلہن سے زیادہ کچھ نہیں ہے؟۔۔۔۔ وہ غصے سے دانت پہ دانت جما کے ایک ایک لفظ زور دیتے ہوئے غرائی تھی۔ شہسوار شاہ مسکراتے ہوئے اسکے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھتا اسکے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا گیا۔

تم میرے لئے کیا ہو، یہ تمہیں اسی روز معلوم ہو جانا چاہئیے تھا جس روز تمہارا سید شہسوار شاہ سے نکاح ہوا تھا، پوری دنیا کی لڑکیوں کو چھوڑ کے تمہیں چنا ہے، تم میں کچھ تو ایسا ہے جو تم میری شریکِ حیات ہو۔ تم بہت خاص ہو، سب سے

الگ تھلگ ہو۔۔وہ اسکے کان میں محبت بھری سرگوشی کرتا اپنے ایک ہاتھ سے اسکا گال نرمی سے سہلا رہا تھا۔ آئرہ شاہ کے چہرے کے جیلس تاثرات اس کے چند جملوں سے ذائل ہو چکے تھے، ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکان نمودار ہوئی تھی جسے وہ بروقت چھپا گئی۔

آج سات دنوں بعد تمہیں اپنے حصار میں لے کے جو سکون ملا ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، ورنہ تم سے دوری میری جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ کا باعث بن رہی تھی، تمہیں سوچنے کے علاوہ اور کچھ کرنے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ تم اس ایس ایس پی کو ناکارہ بنا کے چھوڑو گی بے بی!۔۔۔ شہسوار شاہ اسکے بالوں میں خوشبو خود میں اتارتا اسکی کمر کے گرد لحہ بالحہ گرفت مضبوط کر رہا تھا، اسکا وزن خود پہ محسوس کرتی آئرہ شاہ کی سانسیں سینے میں اٹک رہی تھیں۔

سارا وزن مجھ پہ ڈال کے اپنی ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کا بدلہ مجھ سے کیوں لے رہے ہیں؟ سانس بند ہو رہی ہے میری! آپ کا وزن پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔۔۔وہ اسکے کندھے پہ ہاتھ مارتی ڈرامائک انداز میں بول رہی تھی۔

ہاہاہا۔۔۔وہ اسکے معصوم شکووں پہ قہقہ لگا کے ہنستے کروٹ بدلتے ہوئے آئرہ شاہ جو خود پہ گرا گیا۔

کتنے دنوں سے اپنا پسندیدہ کھانا چھوڑ کے باہر کا کھانا کھا رہا ہوں، ویٹ تو خود بہ خود گین ہونا تھا۔ وہ اسے اوپر سے نیچے تک گہری زو معنی نگاہوں سے دیکھتا گھمبیر آواز میں بولا، وہ اسکی بات کا معنی خیز مطلب سمجھتی سرخ پڑی تھی۔

میں نے آپ کے لئے کھانا بنایا ہے۔۔۔اسکی نگاہوں کو اپنے سراپے پہ مرکوز دیکھتے وہ تیزی سے بولی۔

ہمم وہ تو نظر آرہا ہے! آج میرا کھانا کافی پیار سے تیار کیا گیا ہے! سب سے پہلے یہاں سے کھانا شروع کرتا ہوں!۔۔۔ وہ اسے خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا اسکے ہونٹوں پہ انگوٹھا پھیرتے اگلے ہی پل خود پہ مزید جھکاتا تھوڑا سا سر اوپر کو اٹھاتے ان نازک گلاب کی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں کی قید میں لے گیا۔ ائرہ شاہ اپنی سادہ سی بات کا بے باک جواب سنتی بھوکھلا گئی۔ وہ اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چومتا ایک دم سے شدت پسند ہوا تھا، آج اتنے دنوں بعد وہ سانسوں سے زیادہ قریب محسوس ہوئی تھی، شہسوار شاہ اسکے بالوں میں ہاتھ الجھائے اسکی ایک ایک سانس خود میں اتارتا اپنی تشنگی مٹانے لگا۔ آئرہ شاہ جو خود کافی دنوں سے اسے مس کر رہی تھی، آج خود کے اتنی قریب دیکھ کے بے خود ہوتی اسکا ساتھ دینے لگی۔ وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے مزید شے دے گئی تھی، شہسوار شاہ کی گرفت اسکے لبوں پہ مضبوط ہوئی تھی۔ اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں پیوست کئے وہ کافی دیر تک اسکی تمام تر سانسیں خود میں انڈھیلتا

رہا تھا، ہوش تو تب آئی تھی جب آئرہ شاہ نے اسکے نچلے ہونٹ پہ زور سے دانت گاڑے تھے، وہ اپنی مدہوشی میں اسکی پھولتی سانسوں کی پرواہ تک نہیں کر رہا تھا اسی لئے آئرہ شاہ نے اپنے انداز میں اسکی مدہوشی اتارنا فرض سمجھا تھا، وہ اسکے اس عمل پہ مسکرا کے اسکے بالائی لب کو ہولے سے دانتوں سے کاٹتا انہیں اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔ دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی، آئرہ شاہ نے اسکے سینے کے ساتھ سر ٹکائے اپنی سانسیں درست کرنے لگی۔

اتنی جلدی سانسیں اکھڑ گئی؟ ابھی تو مجھے تمہیں فرصت سے کھانا ہے! یہ تو میرا ایک نوالہ بھی نہیں تھا۔۔۔ وہ بے باک سرگوشی کرتا اسکی کمر کے گرد گرفت مضبوط کر رہا تھا۔

شہسوار۔۔۔۔ وہ روہانسی ہوتی اسکے سینے پہ مکا جڑ گئی۔

جی جانِ شہسوار۔۔۔ پکار کا جواب ہمیشہ کی طرح محبت سے دیا گیا تھا۔

مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔ وہ اسکی خمار آلود آواز محسوس کرتی تھوک نگلتے ہوئے اسکی توجہ فلحال خود ہر سے ہٹانا چاہ رہی تھی کیونکہ اسے واقعی ہی بہت بھوک لگ رہی تھی۔

مجھے بھی لگ رہی ہے بے بی! تم مجھے کھالو میں تمہیں کھالیتا ہوں، ایسے دونوں کی بھوک، اور اتنے دنوں کی پیاس ایک ساتھ مٹ جائے گا!۔۔۔ وہ اسکی ہر بات کا بے باک مطلب نکال رہا تھا۔ آئرہ شاہ سرخ پڑتی اسکے سینے پہ چٹکی کاٹ گئی، شہسوار شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی، اسے کافی زور سے چٹکی کاٹی تھی، شہسوار شاہ اسے نرمی سے خود سے الگ کرتا اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

افف ظالم عورت یہ دیکھو! اگر ایسے نشان بیویوں کو شوہروں کی طرف سے ملیں تو وہ اپنا حق استعمال کرتی ڈومیسٹک وائلنس کا کیس کر دیتی ہیں، کیا مجھے بھی ثبوت کے طور پہ اس نشان کی تصویر لے کے تم پہ ڈومیسٹک وائلنس کا کیس کر دینا چاہئیے؟ یہ حق صرف عورتیں ہی کیوں استعمال کریں؟ میں اس دنیا کے تمام شوہروں کو بتانا چاہتا ہوں وہ ڈومیسٹک وائلنس کے خلاف آواز اٹھائیں جس طرح سے بیویاں مظلوم بن کے اٹھاتی ہیں تاکہ مرد اور عورت دونوں کو برابر قصوروار ٹھہرایا جائے۔۔۔ اپنے سفید سینے پہ سرخ بڑا سا نشان دیکھتے شہسوار شاہ دانت پیس کے ائرہ شاہ سے مخاطب ہوا تھا، وہ کب سے یہاں پہ اٹھتی درد اگنور کر رہا تھا لیکن اس کے چٹکی کاٹنے پہ وہ پھر سے اس درد کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

ہاااا۔۔یہ میں نے کب کیا؟میں نے تو صرف پیار سے چٹکی کاٹی تھی۔۔۔آئرہ شاہ پریشانی سے اس کے قریب آتی اس سرخ نشان پہ اپنی نرم انگلیاں پھیرتی معصومیت سے بولی تھی۔

اور ابھی جو کچھ دیر پہلے غصے سے بندوق رکھ کے ماری تھی،وہ بھول گئی کیا؟تو ثابت ہوتا ہے عورت خود تو ظلم کر کے بھول جاتی ہے لیکن کسی کا خود پہ کیا گیا ظلم کبھی نہیں بھول سکتی۔۔۔وہ اسے مصنوعی غصے سے آنکھیں دیکھاتے ہوئے خفگی سے بولا۔

آئی ایم سوری شہسوار! مجھے واقعی ہی غصے میں پتہ نہیں چلا تھا۔یہ جگہ کتنی ریڈ ہو رہی ہے، آپ کو درد تو نہیں ہو رہا؟۔۔۔۔وہ بے حد فکر مندی سے بولتی اسکے سینے پہ پیار اور نرمی سے اپنے ہونٹوں کا مرحم رکھنے لگی، شہسوار شاہ کے ہونٹوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

نہیں! اب بالکل درد نہیں ہو رہا، صد شکر ہے اس لیمپ سے بچت ہو گئی تھی ورنہ تم نے میری قبر بنانے کا فل پروف پلین بنایا ہوا تھا۔۔وہ اسکے بالوں میں انگلیاں دھنساتا گہری سانس بھرتے ہوئے افسوس سے بولا تھا۔

اللہ نہ کرے شہسوار! کیسی باتیں کر رہے ہیں، مجھے واقعی ہی معلوم نہیں تھا سامنے آپ کھڑے ہیں۔۔۔وہ اسکے سینے سے لب ہٹاتی برا مناتے ہوئے بولی۔وہ جواباً مسکراتے ہوئے اسکے دونوں گال چوم گیا۔

چلو کھانا کھانے چلتے ہیں! کیا بنایا ہے؟۔۔۔۔وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے آبرو اٹھا کے سوال کرنے لگا۔

شرٹ تو پہن لیں! سردی ہے۔۔۔۔وہ اسکے سینے کے اس سرخ نشان پہ انگلی پھیرتی اسے آنکھیں دیکھا کے بولی جو یونہی شرٹ لیس باہر جا رہا تھا۔

فائدہ شرٹ پہننے کا؟جب تھوڑی بعد پھر سے اتارنی تھی؟۔۔۔وہ نچلے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا کے زو معنی انداز میں گویا ہوتا کمرے سے باہر نکلتے اب سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا، حویلی کے اندر ماحول ہیٹرز کی وجہ سے گرم تھا لیکن پھر بھی سردی بدن کو چھو رہی تھی۔ شہسوار شاہ اس سردی کی پروا کیے بغیر اپنے سینے میں چہرہ چھپاتی آئرہ شاہ کو لئے سیڑھیوں سے اترتا کچن کی طرف بڑھ گیا، آئرہ شاہ اس دوران بھی اسکے سینے پہ اپنے ہونٹ رکھتی اپنی کچھ دیر پہلے غصے میں کی گئی غلطی پہ خود کو کوس رہی تھی۔

پریشان مت ہو مائی ہارٹ! مجھے ان چھوٹی موٹی چوٹوں کی عادت ہے!۔۔۔وہ اسکے نرم لمس پہ اندر تک شرشار ہوتا مسکراتے ہوئے اس کی فکرمندی دور کر رہا تھا جب نگاہیں سامنے کچن میں موجود ٹیبل کی طرف اٹھی تھیں۔ ٹیبل پہ کھانا پہلے سے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، جبکہ درمیان میں پھولوں اور کینڈلز کے ساتھ پیاری سی ڈیکوریشن کی گئی تھی، شہسوار شاہ ایمپریس ہوتا داد اپیش کرنے والے انداز میں آئرط شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

تھینک یو بے بی! مجھے آج اپنا آپ بہت خاص محسوس ہو رہا ہے!۔۔۔ شہسوار شاہ محبت سے اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھتا ٹیبل کی طرف بڑھا تھا۔

آپ ہمیشہ میرے لئے یونہی خاص رہیں گے۔۔۔وہ ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجاتی نگاہیں جھکا کے بولی۔

I am honoured

وہ سینے پہ ہاتھ رکھتا بے حد محبت سے بولتے اسکے ہونٹ چومتا ہوا کرسی گھسیٹ کے اس پہ بیٹھنے لگا، آئرہ شاہ نے اسکی گود سے نکلنا چاہا تھا لیکن وہ اسکی یہ کوشش ناکام بناتا اسکی کمر پہ گرفت مضبوط کرتے نفی میں سر ہلا گیا۔

یہ سب تم نے بنایا ہے؟۔۔۔وہ ٹیبل پہ اتنی ساری ڈشز دیکھ کے فکرمندی سے بولا۔

ہمم! کیوں آپ کو اچھا نہیں لگا؟۔۔۔۔وہ منہ پھولا کے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

اچھا کیوں نہیں لگے گا میری جان؟ لیکن تمہیں اتنا سب اکیلے نہیں بنانا چاہئیے تھا، کسی ملازم کی ہیلپ لے لیتی، میں نے تم سے شادی تمہیں پیار کرنے کے لئے کی ہے نا کہ تم سے کام کروانے کے لئے۔۔۔وہ اسکے دونوں ہاتھ پیار سے چومتا اسکی چھوٹی سی ناک پہ لب رکھتے اسے سمجھا رہا تھا۔

ٹھیک ہے آپ نہ کھائیں! آپ صبح ملازمہ کے ہاتھ کا کھائیے گا، یہ سب میں کھاؤں گی!۔۔۔وہ اسکے لہجے میں محبت محسوس کرنے کے باوجود شرارت سے ناک سکوڑتے ہوئے بولی۔

نہیں میری ظالم دلہن اتنی ظالم نہیں ہو سکتی!۔۔۔وہ دہائی دے کے بولتا پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا کیونکہ اتنا لذیز کھانا دیکھتے ہی بھوک جاگ چکی تھی۔

گرم تو کرنے دیں! کب سے رکھا۔۔۔ آئرہ شاہ ابھی مزید بولتی جب وہ نفی میں سر ہلاتا اسکے منہ میں چھوٹا سا نوالہ ڈال گیا۔ کھانا نیم گرم تھا، اسے مزید گرم کرنے میں وقت لگاتے تو بھوک مر جاتی۔

اپ تافیورٹ تون تاباباذان؟(آپ کافیورٹ کون تھابابا جان؟)۔۔۔وہ باپ کے کندھے پہ سر ٹکائے دلچسپی سے پوچھ رہا تھا،وہ دونوں شاید کافی دیر سے اسی ایک ٹاپک پہ بات کر رہے تھے۔

امم! میں ریسلنگ اتنے شوق سے نہیں دیکھتا تھا لیکن ہاں جون سینہ مجھے اچھا لگتا ہے۔۔وہ حویلی میں داخل ہوتے نرمی سے یاور کو جواب دے رہا تھا،وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا جب یاور نے باہر جانے کی ضد کی تھی،یسریٰ کے حوالے اسکی آئس کریم کر کے وہ کچھ دیر کے لئے یاور کو حویلی سے باہر کا چکر لگوانے کے لئے نکلا ابھی چالیس منٹ بعد واپس آیا تھا۔وہ پورا راستہ ریسلنگ کی باتیں کرتے رہے تھے کیونکہ یاور شاہ شوق سے ڈبلیو ڈبلیو ای،دیکھتا تھا۔

آتا فر بتائے،دون شینہ تیشے آپی شٹ تار تا اے؟(اچھا پھر بتائیں جون سینہ کیسے اپنی شرٹ اتارتا ہے؟)۔۔۔وہ ناک سکوڑتے ہوئے احان شاہ سے سوال کر رہا تھا۔

یاور! آپ کو ڈبلیو ڈبلیو ای سے زیادہ پولیٹکس میں انٹرسٹ رکھنا چاہئیے!۔۔چونکہ احان شاہ کو اسکے سوال کا جواب نہیں آتا تھا اسی لئے مسکراہٹ دباتے ہوئے بات گھما گیا۔

باباذان اب اپ میلے شات پالیٹش تھیل رے اے!!(بابا جان اب آپ میرے ساتھ پالیٹکس گیم کھیل رہے ہیں!)۔۔اسکے بات بدلنے پہ سمجھدار سا یاور شاہ بات کی تہہ تک پہنچتے نیلی آنکھیں گھما کے بولا،وہ سمجھ چکا تھا اسکے باپ کو اسکے سوال کا جواب معلوم نہیں ہے،احان شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

Hahah okay I give up

احان شاہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے اپنے بیٹے کے سامنے ہار مان گیا۔

Dut Ur fabrt dohn Shena shys, nebr div up

But your favourite John Cena)

(says, never give up

یاور شاہ اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے توتلی زبان میں باپ کو انگریزی میں جواب دے رہا تھا۔

کم آن یاور! آپ کے بابا سب کے فیورٹ ہیں! جون سینہ میرا فیورٹ نہیں تھا لیکن چونکہ میرے بیٹے کو وہ پسند ہے تو لوگے ؟۔۔۔۔وہ اسکے بھورے quiz اسی لئے میں نے تھوڑی دیر کے لئے اسے اپنا فیورٹ بنالیا! اب تم بابا کا ایسے بالوں میں ہاتھ پھیر کے ماتھے سے پیچھے کرتا مسکراتے ہوئے بولا، وہ دونوں اب پورچ کی طرف جارہے تھے۔

مے آپ تو سیتا تا اوں دون شینہ تیشے شٹ تار تا اے (میں آپ کو سیکھاتا ہوں، جون سینہ کیسے شرٹ اتارتا ہے)۔۔۔یاور شاہ باپ کی باتوں کے جواب میں کسی استاد کی طرح بولتے اپنی بلیک لیدر جیکٹ اتار کے باپ کو پکڑاتا اب اپنی وائٹ ٹی شرٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یاور سردی لگ جائے گی میری جان!!۔۔۔احان شاہ اسکے جیکٹ اتارنے پہ پریشان سا ہوتا اسے پھر سے پہنانے والا تھا جب یاور نے ایک جست میں اپنا دائیاں ہاتھ وائٹ ہالف سلیوٹی شرٹ کے بائیں سلیو کی طرف بڑھاتے اس میں اپنی انگلیاں الجھاتے ہوئے اس سلیو کو بازو سے نکال کے ایک جست میں اپنی گردن کے راستے سے شرٹ اتارتے ہوا میں اچھالی تھی، احان شاہ منہ کھولے اسکی طرف دیکھ کے رہ گیا، جس نے اسے پلک جھپکنے کا موقع دیئے بغیر اتنے پروفیشنل انداز میں اپنے فیورٹ جون سینہ کے سٹائل کی نقل اتاری تھی وہ ابھی حیران ہونے میں مصروف تھا جب ارزم شاہ کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں پٹک گئی۔

جون سینہ کی اولاد پہلے اسکا نام لینے تو سیکھ لے پھر اسکے جیسے سٹائل بھی مار لینا! کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے تجھے اور تیرے اس ماموں (میجر خان) کو " ٹریپل ایچ " اور " انڈر ٹیکر " (ریسلرز) کے آگے ڈال آؤں تاکہ وہ تم دونوں کا قیمہ بنا کے رکھ دیں! سکون نہیں ہے تجھے جو ہر وقت ایک ہی کرتب دیکھاتا رہتا ہے ؟۔۔۔ہوا کے جھونکے سے اپنے منہ پہ کسی تھپڑ کی طرف گرتی شرٹ کو اپنے ہاتھ میں دبوچتا ارزم شاہ دانت پیستے ہوئے مصنوعی غصے سے بولا، یاور کو جون سینہ کا یہ سٹائل اکثر اوقات دیکھانے کی عادت تھی اور ہمیشہ جب بھی وہ اپنا سٹائل دیکھاتا تھا ارزم شاہ کہیں سے نمودار ہو جاتا تھا اور یاور کی ہوا میں اچھالی گئی شرٹ اسکے چہرے کی زینت بنتی تھی، جس پہ وہ کلس کے رہ جاتا جیسے اس وقت کلس رہا تھا کیونکہ ہوا کے تیز پریشر کی وجہ س شرٹ زور سے اسکے چہرے سے ٹکرائی تھی وہ الگ بات ہے اسے درد بالکل نہیں ہوئی تھی جتنے وہ ڈرامے کر رہا تھا، اسکے جواب پہ احان شاہ اور یاور کا قہقہہ بے ساختہ تھا کیونکہ ارزم شاہ کے منہ کے ساتھ جس پرفیکٹ انداز میں شرٹ لپٹی تھی وہ منظر کافی مزہ دینے والا تھا۔ یاور کو اتنی

سردی میں شرٹ لیس دیکھتے احان شاہ نے جلدی سے آگے بڑھتے ارزم شاہ سے اسکی شرٹ پکڑ کے اسے پہنائی تھی۔

کہاں جارہے ہو؟۔۔۔اسکے ہاتھ میں گاڑی کی چابیاں دیکھتے یاور کو جیکٹ پہناتا احان شاہ آئیبرو اچکا کے ارزم شاہ سے سوال کر رہا تھا۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں میرا بچہ بہت جلد اس دنیا میں آنے والا ہے تو بس ذی بے بی کے ساتھ اپنے بے بی کی ڈھیر ساری شاپنگ کرنے جارہا ہوں۔۔۔ارزم شاہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے فرضی کالر اچکا کے جواب دیا تھا۔یاور کی جیکٹ کی ذپ بند کرتے احان شاہ نے چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا جو ابھی کل انہیں اپنے باپ بننے کی خبر دے رہا تھا اور آج وہ اپنے بچے کی شاپنگ کرنے جارہا تھا جیسے وہ نو ماہ بعد نہیں کل ہی اس دنیا میں آرہا ہو۔وہ یاور کو اپنے بازوؤں سے اتار کے اس کے ہاتھ میں اسکی لائی گئی چیزیں پکڑاتا اسے اندر جانے کا اشارہ کر رہا تھا جسے سمجھتے ہی یاور راہداری کی طرف بھاگ گیا۔

اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ابھی کافی وقت پڑا ہے۔احان شاہ نے اپنی حیرانگی سنبھالتے ہوئے اسے عقل دلائی تھی۔

جب ہر نیک کام میں جلدی کی ہے تو پھر اس نیک کام میں دیری کیسی؟آپ جانتے تو ہیں مجھے ایسے ثواب کمانے کا کتنا شوق ہے، کسی سیانے نے شاید آپ کو آج تک یہ نہ بتایا ہو لیکن چلیں میں بتا دیتا ہوں!۔۔۔ارزم شاہ زو معنی انداز میں جواب دیتا ایک دم سے اسکے کندھے پہ اپنا بازو رکھتا دائیاں ہاتھ ہوا میں اٹھائے ہوئے تھا، احان شاہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا تھا جو خود کو کسی سیانے سے تشبیہ دے رہا تھا۔

ارزم شاہ کا ماننا ہے، پریگنینسی کی حالت میں بیویوں کو زیادہ سے زیادہ وقت دے کے خوش رکھنا چاہئیے تاکہ ایک بچہ دنیا میں آتے ہی آپ کی بیوی پھر سے پریگننٹ ہونے کے خواب دیکھنے لگے کیونکہ بیویوں کے لئے شوہر کی کیئر سب سے زیادہ میٹر کرتی ہے، یہ بیوی کو ایک کے بعد ایک پریگنینسی کے لئے مینٹلی پریپر کرنے کا ایک فن ہے جو آپکو ارزم شاہ کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا!۔۔ارزم شاہ اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے ہاتھ ہوا میں لہراتا اسکے کان میں سرگوشی نما آواز میں کسی استاد کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔

مجھے نہیں پتا تھا تجھ میں حویلی کی پھوپھو سے زیادہ "دائی" والے جراثیم پائے جاتے ہیں؟۔۔۔۔۔احان شاہ تاصف سے سرنفی میں ہلا کے افسوس سے بولا، اسکے جواب پہ ارزم شاہ خفگی سے اسکی طرف دیکھتا اسکے کندھے سے ہاتھ ہٹا گیا۔

وہ کہتے ہیں نا "گھر کی مرغی دال برابر" یہاں بھی یہی حساب ہے فری میں کنسلٹنٹ مشورے دے رہا ہے لیکن نہیں آپ تو ٹھہرے "وزیرِ دفاع" صاحب، آپ کو تو بھاری رقم دے کے کنسلٹنٹ ہائیر کرنے کی عادت ہے، اس لئے آپ میری کیوں ہی سنیں گے؟ ویسے بھی ارزم شاہ کی باتیں۔۔۔۔وہ بھی مزید بولتا جب احان شاہ اسکا جملہ اچک گیا۔

صرف اسی کی طرح کے بے شرم اور الٹرا پرو میکس بیغیرتوں کی سمجھ میں ہی آتی ہیں؟۔۔۔احان شاہ ہونٹوں پہ کمینی سی مسکراہٹ سجا کے آئیبرو آچکاتا ہوا اسکا جملہ اپنے انداز میں مکمل کر گیا۔ارزم شاہ خفگی سے کچھ بولنے ہی والا تھا جب اسکی نظر راہداری سے پورچ میں داخل ہوتی ذائشہ خان کی طرف اٹھی تھی، وہ سیاہ عبایئے میں ملبوس تھی۔

دھیان سے جاؤ، خیریت سے واپس آنا، میرا فون آن ہے خدانخواستہ کوئی بھی مسئلہ ہو کال کر لینا۔۔۔ذائشہ کو پورچ میں آتے دیکھ کے احان شاہ نے ارزم شاہ کو ہمیشہ والی ہدایات دی تھیں جس پہ وہ سر کو خم دے گیا۔اسکی شادی ہو چکی تھی، وہ باپ بننے والا تھا لیکن اسکے لالا اسے آج بھی بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔۔احان شاہ مسکرا کے ذائشہ کے سر پہ ہاتھ رکھتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

آپ نے لالا کو کیا بتایا ہم کہاں جا رہے ہیں؟۔۔۔احان کے جاتے ہی ذائشہ خان نے فوراً سے ارزم شاہ سے سوال کیا تھا کیونکہ وہ اپنے شوہر کی رگ رگ سے واقف ہو چکی تھی۔

یہی بتایا ہے کہ ہم اپنے بچے کی شاپنگ پہ جا رہے ہیں۔۔۔وہ آنکھیں ٹپٹپا کے بولتا ذائشہ کو اپنی گاڑی! Obviously کی پیسنجر سیٹ پہ بیٹھاتے کندھے آچکا گیا۔

واٹ؟ ارزم وہ کیا سوچ رہے ہوں گے؟ اتنی جلدی شاپنگ۔۔۔اپنے شک پہ یقین کی مہر لگتے دیکھ کے ذائشہ خان روہانسی ہوئی تھی، مجال تھی کبھی جو یہ بندہ اسے شرمندہ نہ ہونے دے۔

پوری کر لینی چاہئیے تا کہ وہ بھی بھابھی کے ساتھ ہم Hatrick یہی سوچ رہے ہوں گے کہ انہیں بھی جلد ہی اپنی دونوں کی طرح اپنے نئے بچے کی شاپنگ پہ جا سکیں۔۔۔۔ارزم شاہ اسکی طرف کا دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آتا مطمئن بے شرمی سے بولتا گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔

ارزم! آپ کیوں کرتے ہیں اس طرح۔۔۔۔۔ذائشہ خان رونے والی ہوئی تھی، وہ احان کے سامنے باہر جانے کا کوئی اور بہانہ بھی تو بنا سکتا تھا؟

بے بی میں سب کے لئے ایک انسپائریشن بننا چاہتا ہوں! مجھے کرنا پڑتا ہے اس طرح۔۔اور تم ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ سوچنا چھوڑ کے صرف ہمارے بچے پہ فوکس کرو، اسے دنیا میں آنے سے پہلے ہی "بابا" بولنا سیکھاؤ فٹافٹ!

شاباش۔۔۔۔۔ارزم شاہ حویلی کے گیٹ سے گاڑی باہر نکالتا اپنی ہنسی دباتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے بولتا اسکے پیٹ کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا جب وہ غصے سے اسکے ہاتھ پہ ہولے سے تھپڑ مار گئی جو جان بوجھ کے اسے تنگ کرنے کے لئے اسکے سلم سمارٹ پیٹ پہ انگلیاں پھیر تا رہتا تھا جب سے اسے باپ بننے کی خبر ملی تھی۔

اچھا ناراض تو نہیں ہو یار۔۔ابھی تو مجھے سب کو اپنے بچے کی شاپنگ بھی دیکھائی ہے۔۔۔ارزم شاہ اپنی ناک انگوٹھے سے رب کرتا مصنوعی معصومیت سے بولا تھا۔ذائشہ خان نے کرنٹ کھاتے ہوئے اسکی طرف رخ موڑا تھا۔

آپ ایسا نہیں کریں گے ارزم سب مذاق اڑائیں گے! سب کپلز آخری مہینوں میں اپنے بچے کی شاپنگ کرتے ہیں، ابھی تو ہم بے بی کا جینڈر بھی نہیں جانتے تو پھر شاپنگ کیسے کر سکتے ہیں؟۔۔۔بیوقوف سی ذی آج پہلی دفعہ سمجھداری والی باتیں کر رہی تھی۔

ہم باقی کپلز سے کچھ الگ کریں گے میری جان! ہم بے بی گرل اور بے بی بوائے دونوں کی شاپنگ کریں گے! تمہیں پتہ ہے میں نے اپنے کمرے کے لئے اپنے بچپن کی بہت سی پورٹریٹ تیار کروائیں ہیں، میرے کمرے کی ہر دیوار پہ صرف میری تصویریں ہو گی، میں چاہتا ہوں میرے بچے مجھ سے چار ہاتھ آگے جا کے ان سب حویلی والوں کی اور تمہارے لالا کی ناک میں دم کریں جنہوں نے ہماری رخصتی لیٹ کروائی تھی۔۔۔ارزم شاہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ایکسائیٹڈ انداز میں ذائشہ خان کو اپنے دل کی باتیں بتا رہا تھا۔اسکا رخصتی کا شکوہ شاید ساری زندگی ختم نہیں ہو سکتا تھا۔

کیوں میں آپکو پسند نہیں ہوں؟ کیا آپ نہیں چاہتے ہمارا بے بی مجھ پہ جائے؟۔۔۔ذائشہ خان بے ساختہ شکوہ کر گئی۔
نہیں میری جان میں نہیں چاہتا میرا ایک بھی بچہ تمہارے نقوش چرائے کیونکہ تم صرف ارزم شاہ کے لئے بنائی گئی ہو، اور مجھے تمہارے ان نقوش پہ محبت جتانے کے لئے بنایا گیا ہے، اگر میرے بچے تمہارے نقوش چرائیں گے پھر تو کوئی بھی آسانی سے ان کے تم سے چرائے نقوش پہ محبت جتا سکتا ہے؟۔۔وہ اسکے چہرے سے نقاب ہٹاتا اسکے گالوں پہ انگلیاں پھیرتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولا تھا، گاڑی کے مرر بلیک تھے اس لئے ذائشہ خان کا گاڑی میں چہرہ چھپانا بیکار تھا۔ذائشہ خان نگاہیں جھکا گئی، اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ مزید کیا بولے کیونکہ باتوں میں وہ اس انسان سے نہیں جیت سکتی تھی، ذائشہ خان نے محسوس کیا تھا وہ ہمیشہ تیز رفتار میں گاڑی بھگانے والا آج سلو سپیڈ میں ڈرائیو کر رہا تھا، افف اسکی حد سے زیادہ احتیاط ذائشہ خان کے گال سرخ کر رہی تھی۔

وہ دونوں کھانا کھا چکے تھے، شہسوار شاہ نے اوپر جانے کی بجائے کچن سے نکلتے ہی اپنے قدم لاؤنج کی طرف بڑھائے تھے، وہ لاؤنج کی تمام لائٹس آف کرتا ایل سی ڈی کی طرف بڑھا تھا۔
لائٹس کیوں آف کی ہیں شہسوار؟۔۔۔اسکے بازوؤں میں موجود آئرہ شاہ ہر سوں اندھیرا دیکھتی سہم کے پوچھنے لگی۔
تاکہ ہم ٹھیک سے مووی انجوائے کر سکیں!۔۔۔وہ اسکے کان میں گھمبیر آواز میں جواب دیتا کوئی بے باک سی مووی پلے کر رہا تھا۔ذائشہ خان اسکے سٹارٹنگ سینز دیکھتی سرخ پڑتے ہوئے شہسوار شاہ کی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتا اسکا چہرہ اپنی گردن سے نکال کے اسکے ہونٹوں سے لپٹتا صوفے کی طرف بڑھ گیا، مووی تو صرف ایک بہانہ تھی اصل میں اسے آج لاؤنج میں اپنی بیوی کے ساتھ رومانس کرنا تھا کیونکہ اس وقت پیلس میں ان دونوں کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔
لیکن یہاں سردی ہے شہسوار! روم میں مووی انجوائے کر لیں گے!۔۔۔ہونٹوں کو آزادی ملنے پہ وہ پھولی سانسوں کے درمیان بولی، شہسوار شاہ سنی ان سنی کرتا اسے صوفے پہ پٹکتے ہوئے خوف اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔
ابھی گرمی بھی لگے گی میری جان!۔۔۔وہ اسے آنکھ ونک کر کے بے باکی سے جواب دیتا اسکی گردن پہ شدت سے جھک گیا، اس وقت لاؤنج میں صرف سکرین کی روشنی منور تھی۔

سس۔۔۔اپنی گردن پہ اسکے دانتوں کا بڑھتا دباؤ محسوس کرتے آئرہ شاہ نے سسکی لی تھی۔وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے اسے تھوڑا اوپر کی طرف اٹھاتا اسکی فراک کی ذپ کھسکانے لگا۔

ہ۔۔ہم۔۔مووی۔۔دیکھنے۔۔آئے۔۔تھے۔۔یہاں۔۔۔ائرہ شاہ نے تھوک نگلتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔

نومائی ہارٹ! ہم یہاں اپنی مووی پلے کرنے آئے ہیں!۔۔۔وہ بھاری ہوتی آواز میں جواب دیتا اسکی فراک اسکے کندھے سے کھسکاتے جگہ جگہ اپنے ہونٹوں کی مہریں ثبت کرنے لگا۔وہ کافی دنوں بعد اسے چھو رہا تھا،اسکے انداز میں شدت تھی۔اسکی فراک ایک جھٹکے میں اسکے تن سے جدا کرتا وہ اسکی دھڑکنوں پہ جھکتے شدت سے اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا،آئرہ شاہ نے سسکتے ہوئے اسکے بالوں میں اپنے ہاتھ الجھائے تھے۔شہسوار شاہ کافی دیر تک اسکے وجود پہ اپنے ہاتھوں اور لبوں سے بے باکیاں دیکھانے کے بعد اس پر سے تھوڑا سا اٹھتا خوف کو اور آئرہ شاہ کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کرتا اسے بھی خوف کے ساتھ مدہوش کر رہا تھا۔وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بننے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے،شہسوار شاہ اپنے بالوں میں الجھے آئرہ شاہ کے نرم ہاتھوں کا لمس محسوس کرتا اسکی ٹانگوں میں اپنی ٹانگیں الجھاتے اس میں اپنا آپ منتقل کر گیا،آئرہ شاہ کی سسکیاں پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔وہ اسے خود میں بھینچے اپنی شدتوں میں اضافہ کرتے ہوئے اسکے گالوں پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا۔آئرہ شاہ اسکی شدتوں میں اسکا مکمل ساتھ دے رہی تھی۔وہ دونوں ایک دوسرے میں گم ایل ای ڈی پہ چلتی مووی کو بالکل فراموش کر چکے تھے،گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ جوں جوں شہسوار شاہ کی شدتوں میں اضافہ ہو رہا تھا بالکل ایسے ہی آئرہ شاہ کی آہیں اور سسکیوں کی گونج بھی بلند ہوتی چلی گئی۔

ارزم! بس کر دیں! پوری دکان خریدیں گے کیا؟۔۔ارزم شاہ کو یکے بعد دیگرے ہر آوٹ فٹ اٹھاتے دیکھ کے ذائشہ خان دانت پیستے ہوئے مدھم آواز میں بولی تھی،وہ دونوں اس وقت شاپنگ مال میں بچوں کی کسی شاپ میں موجود تھے،جن کا شاید ارزم شاہ نے سارا سامان خریدنے کا پلان بنایا ہوا تھا۔

شش! بے بی! مجھے میرا کام کرنے دو!۔۔۔۔وہ سرگوشی نما آواز میں اسے خاموش کرواتا اپنے کام میں مصروف رہا۔

یہ دیکھو ذی! یہ کتنے کیوٹ اور پیارے سے شوز ہیں۔۔۔وہ ایک کے بعد ایک چیز ٹوکری میں پھینکتا چھوٹے سے شوز ہاتھ میں لیتے ذائشہ خان کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگا جو روہانسی ہوتی اس بڑی سی ٹوکری کو دیکھے جا رہی تھی لیکن پھر اپنی پکار سنتی ارزم شاہ کی طرف متوجہ ہو گئی، اسکے چہرے پہ کھلی ڈھیر ساری خوشی ذائشہ خان کو دلی سکون دے رہی تھی، اس نے مسکراتی آنکھوں سے ہاں میں سر ہلاتے ارزم شاہ کی تائید کی تھی، وہ شوز واقعی ہی بہت پیارے تھے۔

بھوک لگ رہی ہے تمہیں؟۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد اچانک سے اپنی چوڑی کلائی پہ پہنی گھڑی پہ وقت دیکھتے ارزم شاہ نے آبرو اٹھا کے ذائشہ سے سوال کیا تھا جس نے معصومیت سے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا تاکہ وہ اسکی بھوک کا سن کے جلدی سے شاپنگ اینڈ کرے، اور ایسا ہی ہوا تھا وہ سر کو خم دے کے اب اپنی ساری شاپنگ پیک کروا رہا تھا۔

ذائشہ خان نے شکر کی سانس بھری تھی۔

ارزم! میں فل ہو چکی ہوں۔۔۔وہ ارزم شاہ کے ہاتھ سے مزید نوالے کھانے کی بجائے جھنجھلاتے ہوئے ہاتھ اٹھا کے بولی، کیونکہ وہ کب سے اسکے منہ میں نوالے ٹھونستا جا رہا تھا۔

لیکن تم نے ابھی صرف تھوڑا سا کھایا ہے میری جان۔۔ بھولو مت اب تمہارے ساتھ ایک اور جان بھی جڑ چکی ہے تمہیں میرے حصے کا بھی کھانا چاہئیے۔۔وہ محبت اور فکر سے بولتا پھر سے نوالہ اسکی طرف بڑھا رہا تھا۔

آپ مجھے بھولنے دیں گے تو میں اس جان کو بھولو گی نا؟ فلحال میں باہر کا کھانا زیادہ نہیں کھا سکتی، مرحا آپی نے باہر کا کھانے سے منع کیا ہے۔۔۔وہ اسکے سامنے بالآخر ہاتھ جوڑ کے بولتی روہانسی ہوئی تھی۔

اوو! یہ بات تمہیں مجھے پہلے بتانی چاہئیے تھی ذی تاکہ ہم باہر کھانے کی بجائے حویلی جا کے کھانا کھاتے یار!۔۔۔وہ اسکے جڑے ہوئے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا اسے پیار بھرے غصے سے ڈپٹنے لگا۔

آپ میری سن کب رہے تھے؟ ہر بات میں صرف اپنی منوائے جاتے ہیں۔۔۔ذائشہ خان شکوہ کناں انداز میں بولی، مجال تھی جو یہ بندہ اسکی ایک بھی سن لے۔

اچھانا ناراض کیوں ہوتی ہو؟ اب سے تمہاری ساری باتیں (بالکل نہیں) مانوں گا۔۔۔ وہ باقی کا کھانا پیک کر کے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ رکھتا بے حد معصومیت اور پیار سے بولتا اسے خود کے ساتھ لگا گیا۔ وہ اسکے اتنے پیار پہ لاڈ سے اسکے سینے پہ سر رکھ گئی۔ ارزم شاہ جو ڈیش بورڈ سے ٹشو اٹھا کے اسکا چہرہ صاف کرنے والا تھا ایک دم سے ٹشو دور پھینکتا اسکے لبوں پہ جھک کے ارد گرد لگے چاول اپنے ہونٹوں سے چننے لگا۔ ذائشہ خان سرخ پڑتی اسکی براؤن جیکٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

ابھی تو تمہارے لئے بھی کچھ نہیں خریدا تھا؟ پھر سے شاپنگ کرنے چلیں؟۔۔۔ وہ اسکے لبوں کا شدت بھرا بوسا لئے ان نازک پنکھڑیوں کو آزادی بخشتا انر جیٹک انداز میں بولا تھا۔

آپ کو خدا کا واسطہ ہے ارزم، حویلی چلیں! مجھے نیند آ رہی ہے!۔۔۔ ذائشہ خان التجائیہ انداز میں بولی تھی، وہ تھک گئی تھی، اسے آرام کرنا تھا۔

ٹھیک ہے حویلی چل لیتے ہیں، مجھے کیوں لگ رہا ہے تم ہمارا بیڈ ٹائم مس کر رہی ہو کیونکہ تم جانتی ہو اتنی جلدی سونے تو میں تمہیں کسی صورت نہیں دوں گا!۔۔۔ وہ ایک ہاتھ سے گاڑی سٹارٹ کرتا دوسرا بازو اسکی کمر کے گرد باندھتے زو معنی انداز سے بولتا اسے سرخ کر گیا، وہ اس بے باک انسان کو جواب دیئے بغیر اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"کیسے بتائیں، کیسے جتائیں

صبح تک تجھ میں جینا چاہیں"

ارزم شاہ نے گاڑی سڑک پہ دوڑاتے ہوئے اپنی خوبصورت آواز میں گنگنانا شروع کیا تھا، وہ جو اسکے سینے پہ سر رکھے سکون سے اسکی گنگناتی آواز سن رہی تھی، اچانک سے ارزم شاہ کو اپنے پیٹ پہ گدگدی کرتے دیکھ کے کھلکھلا اٹھی۔

"بھیگے لبوں کی، گیلی ہنسی کو

پینے کا موسم ہے پینا چاہیں"

اسے ہنستے دیکھ کے وہ ایک دم سے اسکے بھیگے لبوں کی ہنسی چنتا یہ لیرکس گنگنانے لگا، ذائشہ خان کانوں تک سرخ پڑ رہی تھی۔

"اک بات کہوں کیا اجازت ہے

تیرے عشق کی مجھ کو عادت ہے

اک بات کہوں کیا اجازت ہے

تیرے عشق کی مجھ کو

عادت ہے۔۔اوو۔۔۔عادت ہے(2)

ارزم شاہ اب اپنا فوکس ڈرائیونگ کی طرف کرتا مدھم آواز میں گانے کے اگلے لیرکس گنگناتا ذائشہ خان کے کانوں میں رس گھولنے لگا۔

جانِ تمنا۔۔۔علیشے خان

سیکنڈ لاسٹ ایپسوڈ(پارٹ ٹو)

رات کے نو بج رہے تھے۔سب کھانا کھا کر ایک دوسرے کے ساتھ ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے جب احان شاہ ایکسائٹڈ سا ہوتا لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

بابا زان(بابا جان)۔۔۔۔یسری اپنے باپ کو دیکھتے ہی تیزی سے اپنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی احان کی طرف بھاگی۔

بابا کی ڈول!۔۔۔۔۔احان ایک ہاتھ سے یسری کو اپنے بازو پہ اٹھاتا پیار سے اسکے گلابی گال چومتے اسکی پکار کا جواب دے رہا تھا۔

بابا زان!میلی آئ کریم اپ اے تے ائے او(بابا جان میری آئس کریم آپ لے کے آئے ہو؟)۔۔۔یسری بار بار احان کے دوسرے ہاتھ میں موجود بیکری بیگ کی طرف دیکھتی کرسٹل گرین آنکھوں میں چمک لئے سوال کرنے لگی

۔

جی میری ڈول! بابا آپ کیلئے آئس کریم لانا کیسے بھول سکتے ہیں؟۔۔احان شاہ لاؤنج میں موجود سب بڑوں کو سلام کرتا یسریٰ کے ماتھے پہ لب رکھتا اسے پیار سے جواب دیتا کچن کی طرف لے کے بڑھا تھا تاکہ وہ اس کو آئس کریم نکال کے دے سکے۔احان احتیاط سے یسریٰ کو سلیب پہ بیٹھاتا ایک چھوٹے سے باؤل میں آئس کریم نکالتا یسریٰ کو پکڑا گیا

تھا جبکہ باقی کی آئس کریم باقی بچوں کیلئے فریج میں رکھ دی تھی کیونکہ لاؤنج میں اس وقت صرف یسریٰ تھی۔ازمیر اور زیان اپنے اپنے کمروں تھے جبکہ یاور سوچکا تھا جس کو لے کر گلالئی ابھی اپنے کمرے میں گئی تھی۔

یاور لالا کہاں ہیں؟۔۔۔احان نے آئس کریم کھاتی یسریٰ کے گال پہ لگی کریم کو ٹیشو سے صاف کرتے پیار سے سوال کیا تھا۔

لالا شودے ایں(لالا سوگے ہیں) ۔۔۔یسریٰ اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیر کے آئس کریم صاف کرتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دے رہی تھی۔

اچھا ڈول میری بات سنو! میں اور مورے تھوڑی دیر کیلئے باہر جا رہے ہیں تو آپ کو اور یاور لالا کو آج رات نانو (زرتاج اماں) کے پاس سونا پڑے گا۔ آپ سو جاؤ گے نا؟ہم جلدی واپس آجائیں گے۔۔احان یسریٰ کو اپنی طرف متوجہ کرواتا اپنا آج رات کا باہر جانے کا پروگرام بتانے لگا۔یاور اور یسریٰ کا کمرہ احان شاہ کے کمرے کے بالکل ساتھ اٹیچ تھا،اسے آگاہ کرنا اس لئے ضروری تھا کیونکہ یسریٰ کبھی کبھار رات کو اٹھ کے گلالئی کو ڈھونڈنے کی عادت تھی اسی لئے وہ اسے پہلے ہی اطلاع دے رہا تھا۔

اپ او مولے مے لئے دھیر شاری آش تیم لاو دے نا(آپ اور مورے میرے لئے ڈھیر ساری آئس کریم لاؤ گے نا؟) یسری احان کی بات سنتی آئس کریم کا باؤل سائیڈ پہ رکھتی آنکھوں میں چمک لئے اپنے دونوں بازوں پھیلا کے بولی تھی۔اس وقت باپ سے ڈیل کرنے کا ٹائم تھا اور وہ یہ چانس قطعی ضائع نہیں کر رہی تھی۔

ہاہاہا!یس میں اپنی ڈول کے لئے ڈھیر ساری آئس کریم لاؤں گا۔۔احان شاہ اسکے اتنے کیوٹ انداز پہ قہقہ لگا کے ہنستا یسری کو ایک ہاتھ سے سلیب سے اٹھاتا دوسرے ہاتھ میں آئس کریم کا باؤل پکڑے لاؤنج میں واپس آیا تھا۔احان شاہ جب بھی گلالئی کو بچوں کے بغیر باہر لے کے جاتا تھا۔وہ بچوں کو پہلے ضرور آگاہ کر دیتا تھا تاکہ بعد میں وہ انکی غیر موجودگی میں روتے نہ رہیں۔وہ یسریٰ کی ہر روز آئسکریم کھانے کی عادت بالکل ختم کروانا چاہتا تھا کیونکہ ہر روز ایک بچے کے لئے آئسکریم کھانا نقصان دہ ہوتا ہے لیکن وہ یسریٰ کی یہ عادت ایک ساتھ ختم نہیں کروا سکتا تھا اسی لیے وہ یسریٰ کے لئے آئس کریم کی مقدار پہلے سے کافی کم سیٹ کر چکا تھا،وہ جہاں پہلے روز آئسکریم کھاتی تھی اب احان

اسے اپنی باتوں میں پچکاری کے تین سے چار دن بعد لا کے دیا کرتا تھا، وہ اسے آئسکریم کی بجائے، ہیلتھی خوراک دینا چاہتا تھا۔

لالہ خیریت تو ہے!! آج آپ بڑے خوش نظر آرہے ہیں کہیں میں پھر سے چاچو تو نہیں بننے والا؟؟۔۔۔ احان شاہ کے چہرے کی خوشی سب نے محسوس کی تھی۔ لیکن سوال صرف ارزم شاہ نے کیا تھا وہ بھی بے باکی سے۔۔

تیری دنیا صرف اسی ایک پوائینٹ کے ارد گرد کیوں گھومتی ہے؟ کیا تیرے ہاں صاف ستھری باتیں کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے؟ اگر اچھی بات نہیں کر سکتا تو اپنا منہ بند رکھ۔ سب بڑوں کی موجودگی میں ارزم کے بے باک سوال پر اسے آنکھیں دیکھاتا ہوا خاموش رہنے کی ہدایت دینے لگا۔۔ ارزم کے بے باک سوال پر سب بڑوں نے اسے شدید گھوریوں سے نوازا تھا۔

دیکھیں لالا صرف میری ہی نہیں ہم سب کی زندگی صرف ایک اسی پوائینٹ کے ارد گرد گھومتی ہیں کیونکہ اگر یہ پوائینٹ ایگزیسٹ نہ کرتا تو ہم اس وقت اس دنیا میں نہ ہوتے! اگر آپ ایک کامیاب بیٹے، شوہر اور باپ بننا چاہتے ہیں تو اس پوائینٹ کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے، جتنے بچے آئیں گے اتنا ہی ہمارے ماں باپ ہم پہ فخر کریں گے، بیوی کسی بھی محفل میں آسانی سے پہچانی جاسکے گی، وہ کسی بھی محفل میں خود کو اگنور فیل نہیں کرے گی اسکا کوئی لیول ہو گا، سب اسے اسکے بچوں کی تعداد سے یاد رکھیں گے، "ارے یہ بھابھی وہی ہیں جن کے درجن بچے ہیں؟" بیوی اپنے اتنے خوبصورت تعارف کو سن کے پوری محفل میں شرماتی پھرے گی! ہو گی کوئی س محفل میں جس کا شوہر اس سے اتنا پیار کرتا ہو؟ مجھے لگتا ہے آج کل کے ماڈرن دور میں کوئی بھی ہمارے بچوں کی تعداد سے اندازہ لگا سکتا ہے میاں بیوی میں کتنی انڈرسٹینڈنگ اور پیار ہے اسی لئے دنیا والوں کو کوئی بھی غلط بات کرنے کا موقع دینے کی بجائے ہمارا مقصد صرف یہی ایک پوائنٹ بار بار اچیو کرنا ہونا چاہیے، اور جہاں تک رہی بچوں کی بات تو وہ ہمارے الگ شکر گزار ہوں گے کیونکہ ہم ہی تو انہیں اس دنیا میں لانے کا وسیلہ بنیں گے اور اس پہ تضاد اپنے اتنے سارے بہن بھائی دیکھ کے کون بچہ خوش نہیں ہوتا؟ وہ ساری زندگی ہمارے احسان مند رہیں گے، پی سی بی کو الگ فائدہ ہوتا رہے گا جب ایک پوری کرکٹ ٹیم ہماری حویلی سے نکلے گی، میں نے آپ سب کو سو دفعہ بتایا ہے، ہر بات کا منفی اور مثبت مطلب ہوتا ہے، میں نے صرف ایک سادہ سا سوال کیا تھا جسے خواہ مخواہ میں گندہ کیا جارہا تھا، اسی لئے میں نے اپنے مثبت

سوال کی یہ تفصیل دیناضروری سمجھا! ہون سکون اے ؟۔۔۔ارزم شاہ ہونٹوں پہ کمینی سی مسکراہٹ سجائے ایک دفعہ پھر سے احان کو بے باکی سے جواب دیتاسب کے چہرے سرخ کر گیا تھا۔ اسکا ایک ایک جملہ زو معنی تھا جسے سنتے دریاب شاہ اور داجی کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ ارزم کی اس قدر مثبت (بے شرم) باتوں پہ زوریز شاہ کو زوریز شاہ دل میں تاصف "I hate my dirty mind" اچانک اپنی کی گئی گندی حرکتیں اور باتیں یاد آئی تھی۔" سے سوچتا ایک کمینی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی ساری کاروائیاں یاد کرنے لگا۔

شرم کرلے بچی یہاں موجود ہے۔۔۔اسکے اس قدر تفصیلی جواب کو سن کے کاظم شاہ نے دانت پیستے ہوئے زور سے ارزم کے منہ پہ کشن اٹھا کے دے مارا تھا۔ زوریز شاہ جو کب سے قہقہ روکنے کے چکروں میں کھانس رہا تھا، خود پر سے قابو کھاتے ہوئے بالآخر اسکا فلگ شگاف قہقہ لاؤنج کی زینت بنا تھا۔

سوری بات کچھ زیادہ ہی مثبت تھی، مجھ سے ہضم نہیں ہو رہی۔۔۔سب کو اپنی طرف گھورتا پا کے زوریز شاہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے مدافعانہ لہجے میں بولتا اپنی ہنسی ضبط کر گیا۔

اگر ہر انسان اس جتنا پازیٹو اور مثبت ہونے لگے تو پاکستان کی پاپولیشن گئی تیل لینے۔۔۔احان شاہ افسوس سے ارزم شاہ کی طرف کے طنزیہ انداز میں جواب دیتا سنجیدہ چہرے لئے یسریٰ کے ہاتھ اور منہ ٹشو سے صاف کرنے لگا کیونکہ یسریٰ اب اپنی آئس کریم ختم کر چکی تھی۔

(وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے تمہیں اس دنیا میں لانے کا سوچا تھا)۔ دریاب شاہ اپنے چھوٹے سپوت کو دیکھتے کلس کے دل میں سوچ رہے تھے، زبان سے نہیں بولا تھا کیونکہ داجی کا چہرہ پہلے ہی غصے سے سرخ تھا، وہ خود پہ ضبط کئے بیٹھے تھے۔

لالا یہ دیکھیں داجی کا چہرہ حازق لالا کی طرح کیسے لشکارے مار رہا ہے! کہیں یہ بھی ان کی طرح اندر ہی اندر سے ڈیپ تو نہیں سوچ رہے ؟۔۔۔ارزم شاہ جو ان سب کے تاثرات نوٹ کرتا صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا، داجی کا سرخ لال چہرہ دیکھتے ہی ہنستے ہوئے کاظم، احان اور زوریز شاہ سے ایک ساتھ مخاطب ہوا تھا، جنہوں نے داجی کا چہرہ دیکھتے بمشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔ وہ واقعی ہی حازق خان کی طرح لال سرخ پڑ رہے تھے۔۔

اللہ کا شکر ہے تمہاری طرح کا گندا ذہن اور گندی زبان اللہ نے مجھے عطا نہیں کی، تم جیسے بے عزتی پروف بندے کے لئے میرے منہ سے صرف یہی دعا نکلتی ہے اللہ تمہیں ہدایت دے!۔۔۔۔ داجی بے حد افسوس سے سر ہلاتے کافی ضبط سے بول رہے تھے، ورنہ دل تو ان کا دھاڑنے کو کر رہا تھا لیکن یسریٰ کب سے باپ کے سینے سے لگی سو چکی تھی اسی لئے انہوں نے اسکا نیند کا خیال کرتے آواز مدھم رکھی تھی۔

آمین! ویسے داجی آپس کی بات ہے بچے کنگن پہنانے سے پہلے آتے ہیں یا بعد میں؟۔۔۔۔۔ ارزم شاہ ان کی دعا پہ سنجیدگی سے آمین کہتا آبرو اٹھا کے سوال کرتے داجی کو سٹپٹانے پہ مجبور کر گیا، داجی کو سٹپٹاتے دیکھ کے ارزم شاہ سے قہقہہ روکنا محال ہو رہا تھا جبکہ داجی اس گھڑی کو کوس رہے تھے جس دن انہوں نے اپنا دروازہ لاک کئے بغیر شاہ بی بی کو کنگن پہناتے ہوئے دو چار پیار بھرے جملے کہے تھے، اب یہ بے باک انسان انکا ہی اس روز کا جملہ گھما پھرا کے انہیں واپس کر رہا تھا۔ ارزم شاہ اور داجی کے علاوہ سب کے چہرے پہ ناسمجھ تاثرات تھے، وہ ارزم شاہ کی بات نہیں سمجھے تھے۔۔

کیا بکواس ہے!! دریاب سنبھالو اپنے بیٹے کو۔۔۔۔ داجی اپنی بھوکھلاہٹ پہ قابو پا کے دریاب شاہ کو روعب سے مخاطب کرتے اپنی چھڑی پہ وزن ڈالتے صوفے سے کھڑے ہوئے تھے۔ دریاب شاہ تذبذب کا شکار ہوئے تھے۔

ارے برا کیوں مان رہے ہیں داجی؟ میرا مطلب تھا مرغی پہلے آئی تھی یا انڈہ؟۔۔ داجی کو یہاں سے رفو چکر ہونے کی تیاری پکڑتے دیکھ کے ارزم شاہ ہنستے ہوئے اپنا سوال درست کر گیا لیکن وہ سنی ان سنی کرتے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

"فکر نہ کریں وہ کنگن والا آپ کا اور میرا سیکریٹ ہے! کسی کو نہیں بتاؤں گا آپکی قسم"۔۔۔۔ ارزم شاہ تیزی سے صوفے سے اٹھ کے داجی کی طرف بڑھتا ان کے کان میں بے حد معصومیت سے سرگوشی کر رہا تھا۔ داجی بنا کچھ بولے اس پہ لعنت بھیجتے وہاں سے جا چکے تھے۔

مجھے تمہاری مثبت بات سے کچھ اختلاف ہے۔۔۔ داجی کے جانے کے بعد ابھی کوئی کچھ بولتا جب ہارون شاہ گلہ کھنکھارتے ہوئے ارزم شاہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

ہو سکتا ہے، بالکل ہو سکتا ہے! تنقید میرے لسنرز (سننے والے) کا حق ہے، آپ سوال کیجیئے!۔۔ارزم شاہ گردن اکڑا کے کسی سکالر کی طرح جواب دیتا پھر سے صوفہ سنبھال چکا تھا، سب کا رخ اب ھارون شاہ کی طرف تھا۔

تمہارا ایک جملہ تھا" جہاں تک رہی بچوں کی بات تو وہ ہمارے الگ شکر گزار ہوں گے کیونکہ ہم ہی تو انہیں اس دنیا میں لانے کا وسیلہ بنیں گے "۔۔تو یہ بات تم چاروں پہ لاگو کیوں نہیں ہوتی؟ تم چاروں نے کبھی سوچا نہیں ہمارے کتنے احسان ہیں تم لوگوں پہ؟ اگر ہم بقول تمہارے اس پوائینٹ پہ فوکس نہ کرتے تو تم چاروں آج اس دنیا میں نہ ہوتے!۔۔۔۔ھارون شاہ بے حد سنجیدگی سے ہونٹوں پہ ہاتھ کی مٹھی بنا کے رکھتے ان چاروں نوجوانوں سے مخاطب تھے، ھارون شاہ کے سوال پہ دریاب شاہ اور زاویار شاہ نے آنکھیں پھیلائی تھیں جو اس بے شرم انسان کی باتیں اتنے غور سے سننے کے بعد اب انہیں دہراتے ہوئے سوال کر رہے تھے۔۔

کیا آپ نے یا بابا جان نے درجن بچے پیدا کئے تھے۔۔۔۔جواب فٹ سے ارزم شاہ کی طرف سے آیا تھا وہ آبرو اٹھا کے سنجیدگی سے ھارون شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا جس پہ زوریز شاہ کا قہقہ بلند ہوا تھا کیونکہ وہ ارزم شاہ کی بات کا کانسیپٹ سمجھ چکا تھا جبکہ کاظم شاہ اور احان شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔ھارون شاہ لاجواب ہوتے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گئے۔دریاب شاہ اور زاویار شاہ نے انہیں افسوس سے دیکھا تھا جنہوں نے "آ بیل مجھے مار" والا کام کر ڈالا تھا۔

تم جیسے نمونے کو دیکھنے کے بعد میرے اندر مزید بچوں کی خواہش مردہ ہو چکی تھی! تم ایک ہی دو درجنوں کے برابر تھے۔۔۔۔دریاب شاہ نے بالآخر دل کی بات منہ پہ لاتے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے ارزم شاہ کو جواب دیا تھا جس نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے کو سر کو خم دیتے ہنستے ہوئے انہیں مزید تپایا تھا۔باقی سب بھی اپنی ہنسی روک نہیں پائے تھے۔لاؤنج میں سب کا مشترکہ قہقہ گونجا تھا۔

سب کے ساتھ نوک جھوک اور باتیں کرنے کے بعد احان گھڑی پہ وقت دیکھتا سوئی ہوئی یسری کو اپنے سینے سے لگاتا اوپر اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا، یسریٰ کو اس کے بیڈ پہ لٹا کے اچھے سے گلابی کمبل دیتے وہ یاور شاہ کی طرف آیا تھا جس پر سے اسکا کمبل تھوڑا کھسکا ہوا تھا، اسکے ماتھے پہ پیار سے ہونٹ رکھتا وہ اس پر کمبل درست کرتے ہوئے ان

کے کمرے کا دروازہ بند کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ احان اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی بیڈ کی طرف بڑھا تھا وہ اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا گلالئ کو کن اکھیوں سے دیکھتا اپنا سر پیچھے بیڈ کروان کے ساتھ ٹکائے اپنی جیب سے موبائل نکالتا تیزی سے کچھ میسجز ٹائپ کر کے کسی کو سینڈ کر رہا تھا۔

آپ کو کل کہیں جانا ہے؟۔۔۔ اسے آتے ساتھ ہی موبائل میں مگن ہوتا دیکھ کر گلالئ نے دانت پیستے ہوئے سوال کیا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بھی گل کی طرف نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی مخاطب کیا تھا۔ وہ آج صبح سے حویلی سے غائب ابھی کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا لیکن پھر بھی اسے اگنور کیا تھا۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے گلالئ کا چہرہ اب غصے سے سرخ ہو رہا تھا لیکن اسے لگا شاید وہ اپنے کام کے سلسلے میں آوٹ آف سیٹی جانے کی پلاننگ کر رہا ہے کیونکہ آج کل اجلاس وغیرہ بھی تھے جن میں احان شاہ کی شرکت لازم ہو سکتی تھی۔

نہیں صبح تو نہیں لیکن ابھی کہیں جانا ہے۔۔۔ احان پھر سے گلالئ کی طرف دیکھے بنا مصروف انداز میں موبائل پہ ٹک ٹک کرتا اسے جواب دے رہا تھا۔۔

تو پھر کمرے میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کام ختم کر کے ہی آتے۔۔ گلالئ اسے ناک سکوڑ کے جواب دیتی اپنا رخ موڑ گی۔ اسے بار بار اپنا نظر انداز ہونا بالکل بھی پسند نہیں آ رہا تھا۔

میں اکیلا کہیں نہیں جا رہا بلکہ آج تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔۔ میسجز کا جواب موصول ہوتے ہی احان موبائل سائیڈ پہ پھینکتا بیڈ سے اٹھ کے الماری کی طرف بڑھ گیا، وہ الماری میں سے گلالئ کیلئے اپنی پسند کی وائٹ فراک نکالتا اس کی طرف واپس آیا تھا۔ احان شاہ گلالئ کا غصہ سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ چکا تھا اور یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ غصہ اسکی پٹھانی کو کس بات پہ آ رہا ہے۔

یہ لو پکڑو اور جلدی سے پہن کے آؤ۔ پھر ہمیں وقت پہ واپس بھی لوٹنا ہے۔۔۔ احان شاہ ٹائم دیکھتا جلدی سے گلالئ کو ڈریس چینج کرنے کا بولنے لگا۔

کیا مطلب؟ رات کے اس وقت ہم نے کہاں جانا ہے؟ میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟ اور بچوں کو ہم اس سردی میں فلحال رات کے وقت کہیں نہیں لے جا سکتے اور ویسے بھی آپ کا کام ہے آپ خود جا کے نپٹائیں، میں کسی

بھی ہوٹل میں اکیلی نہیں رہوں گی۔ گلالئی احان کی اسے باہر لے جانے والی بات پہ حیران ہوتی سوال پہ سوال کرنے کے ساتھ خود ہی جوابات بھی دے رہی تھی۔

میں اپنے کام کے سلسلے میں نہیں جارہا بلکہ تمہارے لئے جارہا ہوں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ اسلئے کوئی بہانہ نہیں! جلدی سے اٹھ کے تیار ہو جاؤ ورنہ میں خود تمہیں اپنے ہاتھوں سے تیار کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔۔ احان شاہ آنکھوں میں چمک لیئے گلالئی کو جواب دیتا اپنے کپڑے الماری سے نکالے باتھروم کی طرف بڑھا تھا۔

اچھا لیکن اگر بچے جاگ گئے تو ہمیں کہیں بھی نا تلاش کر کے روئیں گے ؟ ان کو بھی ساتھ لے جانا ہے ؟۔۔۔۔ احان کو وارننگ پہ گلالئی نے منہ پھولاتے ہوئے بچوں کے متعلق استفسار کیا تھا۔

نہیں بچے ادھر ہی رہیں گے ! وہ دونوں سو رہے ہیں، زرتاج اماں ان کے پاس رہیں گی، ہم جلدی واپس آجائیں گے تم بچوں کی فکر نہیں کرو میں نے ان سے بات کر لی تھی۔ انھوں نے بچوں کے پاس رہنے کی حامی بھر لی تھی۔۔ احان شاہ اسے نرمی سے تفصیلی جواب دیتا بچوں کی طرف سے بے فکر کر گیا تھا۔ گلالئی اس کی بات سن کے کچھ مطمئن ہوئی تھی لیکن پھر بھی رات کے اس وقت اپنے بچوں کو حویلی چھوڑ کر جانا بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے شاہ سائیں کی خوشی کے آگے کچھ بھی کر سکتی تھی۔

ہم حویلی میں بھی تو ساتھ وقت گزار سکتے ہیں نا؟ رات کے اس وقت حویلی سے نکلنا ضروری ہے کیا؟۔۔۔۔ باتھروم کی طرف بڑھتے احان شاہ کو دیکھ کے گلالئی نے اسے سمجھانے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی جس پہ وہ رخ موڑتا آبرو اٹھا کے جارحانہ انداز میں اسکی طرف بڑھنے ہی والا تھا جب وہ اسکی کچھ دیر پہلے والی وارننگ یاد کرتے بھاگتے ہوئے ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی۔ اسکی سپیڈ پہ احان شاہ مسکراتا ہوا باتھروم میں غائب ہو چکا تھا۔

تقریبا پندرہ منٹ میں ہی احان شاہ باتھروم سے باہر نکلا تھا۔ اس نے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرے نگاہیں اٹھائی ہی تھیں جب آئینے کے سامنے کھڑی گلالئی اپنے بال سنوارتی اسکا دل دھڑکا گی تھی۔ گلالئی اس وقت وائٹ راسلک کی پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس تھی، پوری راسلک کی فراک سیمپل تھی۔ یہ فراک سلیولیس تھی اس کا بیک گلہ کافی ڈیپ تھا۔ پیچھے وائٹ ڈوری کے ساتھ جڑے خوبصورت ٹسلز اسے مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔ جبکہ دوپٹے پہ ہیوی ڈائمنڈ ورک کیا گیا تھا سیمپل فراک پہ یہ ایمبرائیڈری دوپٹہ گلالئی کے روپ کو چار چاند لگا گیا تھا۔۔ گلالئی نے اپنے

سامنے کے بالوں کو رول کر کے باقی کے بالوں کو پیچھے کھلا چھوڑ دیا تھا۔ میچنگ جیولری اور لائٹ سے میک اپ کے ساتھ گلالئی بالکل تیار ہو چکی تھی۔ وہ خود پہ احان کی پسند کی خوشبو کا چھڑکاؤ کرتی آخری بار خود کو آئینے میں دیکھنے لگی جب احان شاہ اسکی بلیک ویلوٹ کی شال اٹھائے اس کی طرف آیا تھا، آئینے میں اس کا عکس دیکھتی گلالئی اسے نظر بھر کے دیکھنے کے بعد نگاہیں جھکا گئی، وہ گل کی پشت اپنے سینے سے لگاتے اسکے برہنہ سفید بازوں پہ اپنے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس چھوڑ تا زور سے اسکے دائیں گال پہ لب رکھ گیا۔۔ گلالئی وائٹ فراک میں کوئی پری معلوم ہو رہی تھی۔ اسکے گلابی ہونٹوں کو دیکھ کر احان کا دل کیا سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر ابھی انہیں اپنی دسترس میں لے لے، پھر وہ گلالئی کے سرپرائز کے بارے میں سوچتا اپنا ارادہ بدل گیا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہوں۔ پھول سے نکلتی نازک حسین کلی لگ رہی ہو۔ صبح کی پہلی نکلتی پر نور کرن لگ رہی ہو۔۔ ڈھلتی شام کی سحر انگیز سرخی لگ رہی ہو، رات کو پھولوں پہ پڑتی شبنم لگ رہی ہو۔ ہزاروں تاروں کے درمیان چمکتا میرا چاند لگ رہی ہو۔ پھولوں کے باغ سے اٹھتی مہک لگ رہی ہو۔۔ سید احان شاہ کا کل جہان لگ رہی ہو۔ اپنے شاہ سائیں کی نس نس میں خون کی طرح دوڑتی اس کا سکون لگ رہی ہو"۔۔۔ احان شاہ آئینے میں نظر آتے گلالئی کے عکس پہ نظریں جمائے اسکی سفید چوڑیوں سے بھری کلائیوں کو پکڑ تا مسلسل اپنے خوبصورت اور منفرد انداز میں اپنی محبت اور گلالئی کی خوبصورتی کو لفظوں میں بیان کرنے لگا۔۔ گلالئی احان کے اتنے پیارے اظہار محبت پہ حیران ہوتی اپنی چہرے پہ ایک شرمیلی سی مسکراہٹ سجائے اپنے سید زادے کی طرف دیکھنے لگی جو اس سے بے انتہا عشق کرتا تھا۔ وہ اپنی قسمت اور نصیب پہ رشک کرتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہمیشہ کیلئے دل ہی دل میں احان شاہ کا ساتھ مانگنے لگی تھی۔۔ گلالئی کو سوچوں میں گم ہوتا دیکھ کر احان اس کا رخ اپنی طرف موڑ کر اسے کے جادوئی روپ کو بلیک ویلوٹ شال میں ڈھک گیا۔ احان شاہ گلالئی کے ماتھے پہ شدت سے لب رکھتا پاس پڑے گلالئی کے جوتے اٹھا کے اسکے نرم و ملائم دودھیا سفید پیروں میں پہنانے لگا، گلالئی نے اپنے پیر پیچھے کرنے چاہے تھے لیکن وہ اسکی پنڈلی مضبوطی سے تھامے اپنے کام میں مصروف رہا، گلالئی نے نم نگاہوں سے اپنے پیروں میں جھکے احان شاہ کی طرف دیکھا تھا، وہ سفید شلوار قمیض پہ سیاہ اجرک لئے پیروں میں سیاہ ہی پشاوری چپل پہنے ہوئے تھے، اسکے بال گیلے تھے، پانی کی چند بوندیں احان شاہ کے چہرے کے ساتھ ساتھ اسکے جھکے سر کی وجہ سے گلالئی کے پیروں پہ گر رہی تھیں، وہ اسکے

جوتے پہنانے کے بعد سیدھا کھڑا ہوتا گلالئ کی بے خود نظریں خوف پہ محسوس کرتا مسکراتے ہوئے گیلے بالوں میں برش کرنے لگا، گلالئ دل ہی دل میں اسکی نظر اتار رہی تھی جب وہ اسکا بائیاں گال شدت سے چوم کے اسے ہوش کی دنیا میں لاتا اسکا ہاتھ تھام گیا، گلالئ بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے نظروں کا زاویہ بدل گئ، احان شاہ اپنا موبائل، والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھاتا مسکرا کے گلالئ کو اپنے بازو کے ہالے میں لئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس وقت لاؤنج میں کوئی بھی موجود نہیں تھا سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے جا چکے تھے۔ پورچ میں آتے ہی گلالئ کو اپنی گاڑی کی پیسنجر سیٹ پہ بٹھاتا وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی ذن سے حویلی سے بھگاتا اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔

شاہ سائیں ہم کس جگہ پہ جا رہے ہیں؟۔۔۔ احان شاہ کو مسلسل ایک گھنٹہ ڈرائیو کرتے دیکھ کے گلالئ بور سی ہوتی منہ پھولا کے بولی۔

بس اب آدھا سفر مزید رہ گیا۔۔۔ احان شاہ اسکی بوریت محسوس کر کے میوزک آن کرتا اسکے نازک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام گیا تھا۔ ہاتھ کو تھامتے ہی احان شاہ کو گجرے یاد آئے تھے۔ اسکے ہاتھ گجروں کے بغیر نامکمل لگتے تھے۔

ابھی بھی آدھا رہتا ہے؟۔۔۔ گلالئ تھکے ہوئے انداز میں جواب دیتی پیچھے سیٹ کے ساتھ سر ٹکا گئ تھی۔

ہم جلدی پہنچ جائیں گے! یہ سفر چٹکیوں میں گزرے گا!۔۔۔ وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتا گلالئ کے خالی ہاتھوں کیلئے اگلے ہی سگنل پہ گاڑی روکتا ایک گجرے فروش بچے سے گجرے خرید کے گلالئ کی نازک کلائیوں میں پہنا گیا تھا۔۔ احان شاہ باقی کے پورے راستے گلالئ کے گجرے سے سجے ہاتھوں کو وقفے وقفے سے چومتا گلالئ کو بارہا شرمانے پہ مجبور کرتا رہا تھا۔۔ تقریباً دو گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد احان شاہ گلالئ کو لئے اپنی مطلوبہ جگہ پہ پہنچ چکا تھا۔

یہ جگہ اونچے لمبے درختوں سے گھیری ہوئی تھی۔ پہاڑ برف کی سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی پڑتی برفباری کے ساتھ برف پہ سجی چھوٹی چھوٹی لائٹس جلتی بجھتی اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ اوپر پہاڑی تک جانے کا راستہ سارا لائٹس سے سجا ہوا تھا۔ گلالئ اس جگہ کی خوبصورتی کو دیکھتی حیرت زدہ تھی۔۔ احان شاہ گلالئ کا ہاتھ تھامتا روشنی سے سجے راستے پہ چلتا اوپر پہاڑ کی چوٹی پہ آیا تھا۔۔ اوپر آتے ہی احان شاہ نے گلالئ کی آنکھوں پہ اپنے ہاتھ رکھ لئے تھے۔

شاہ سائیں چھوڑیں! مجھے کچھ نظر نہیں آرہا، میں گر جاؤ گی۔۔۔گلالئ روہانسی ہوتی اپنی آنکھوں سے احان شاہ کے ہاتھ ہٹانے لگی۔۔

میں اپنی گلِ جاناں کو کبھی گرنے دے سکتا ہوں؟۔۔۔احان شاہ اسے گھمبیر آواز میں جواب دیتا احتیاط سے اسے تھامے آگے کی طرف بڑھا تھا۔بارہ بجنے میں کچھ سیکنڈ تھے۔

تھری!ٹو! ون!۔۔۔ہیپی برتھڈے ٹو یو!!. ہیپی برتھڈے ٹو یو!!..ہیپی برتھڈے مائی ڈیئر جاناں!!۔۔۔بارہ بجتے ہی احان شاہ گلالئ کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتا تالیاں بجانے کی بجائے اسکے مقابل آتا نرمی سے اسکے گال تھپتھپاتے ہوئے اسے بے حد پیار اور مٹھاس بھرے لہجے میں اسکا سالگرہ وش کر رہا تھا۔۔سامنے ایک عدد چھوٹے سے ٹیبل پہ کیک، گفٹس اور ڈھیروں بلونزر کھے گئے تھے۔۔یہ سب کچھ احان شاہ نے پہلے سے آرڈر پہ تیار کروایا تھا،ویٹرز سب کچھ سیٹ کرنے کے بعد یہاں سے جا چکے تھے۔۔یہ جگہ اسلام آباد سے دو گھنٹے دور مری کے پہاڑوں کے بیچوں بیچ تھی جبکہ گلالئ آنکھیں کھولتی یہ سب حیرانگی سے دیکھتی ساری صورتحال سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔۔اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آج اس کی سالگرہ ہے اور احان اسے اتنا اچھا سرپرائز دے گا۔

آپ کو یاد تھا؟۔۔۔۔گلالئ اپنی آنکھوں میں نمی لئے سوالیہ نظروں سے احان شاہ کی طرف دیکھنے لگی۔

تمہارا اتنا خاص دن کیسے بھول سکتا ہوں؟ آج کے دن ہی تو تمہیں میرے لیے بنایا گیا تھا۔احان شاہ اس کی آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے بے حد پیار سے گویا ہوا تھا اور پاس ہی پڑی چھوٹی سی چھری جس کے گرد لال ربن بندھا ہوا تھا ،گلالئ کے ہاتھ میں تھماتا اس پہ اپنا ایک ہاتھ رکھتا کیک کٹ کرنے کا اشارہ کرنے لگا۔۔گلالئ خاص ہونے کے احساس کے ساتھ چہکتے ہوئے کیک پہ جلتی کینڈلز کو بچوں کی طرح اپنی پھونک سے بجھاتی کیک کاٹ گی تھی۔وہ اب ایک چھوٹا سا کیک کا پیس اٹھا کے احان شاہ کے عنابی لبوں کی طرف بڑھا رہی تھی، احان شاہ اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑے کیک کا تھوڑا سا بائٹ لیتا باقی واپس گلالئ کے منہ میں ڈال گیا تھا۔۔باہر خون کو جما دینے والی سردی تھی مسلسل ہوتی برفباری کی وجہ احان اور گلالئ کے بال برف سے سفید ہو گے تھے۔

ہاہاہا!! شاہ سائیں آپ تو اسلام آباد سے مری آنے تک بوڑھے ہو گئے ہیں۔۔ گلالئ اسکے سر کے بھورے بالوں ، بھوری بیرڈ اور مونچھوں پہ گرتی برف دیکھ کے اپنے منہ ہاتھ رکھتی کھکھلا کے ہنسی تھی۔ ابھی کہ وہ اسکے اپنے بال بھی برف کی وجہ سے سفید ہو رہے تھے لیکن اس نے احان کو تنگ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

اچھا پھر آجاؤ آج چیک کر لیتے ہیں! میں جوان ہوں یا بوڑھا؟۔۔۔ احان شاہ گلالئ کو یوں کھکھلاتا دیکھ کے خوشی سے سرشار ہوتا اسے کھینچ کے اپنے سینے سے لگاتا اسکے کان میں بے باک سرگوشی کر گیا۔۔ گلالئ اسکی بات کا مطلب سمجھتی آنکھیں چراتی بھوکھلاتے ہوئے اسکے سر کے بالوں اور بئیرڈ پہ اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے برف ہٹا گئی تھی۔۔ شاید وہ ایسے کرنے سے احان شاہ کو جوان مردی کا مظاہرہ کرنے سے روکنا چاہتی تھی لیکن معصوم گلالئ کو یہ نہیں پتہ تھا اس کا یہ عمل مقابل کے مزید جزبات بھڑکا گیا ہے۔

گفٹس ہم حویلی جا کے ان ریپ کریں گے۔ ابھی میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر تمہارے وجود میں سمانا چاہتا ہوں ۔گلالئ کی انگلیوں کا لمس اپنے چہرے اور بالوں میں محسوس کرتے احان شاہ ایک دم سے اسکا نازک وجود اپنی بانہوں میں بھر کے پاس ہی سیٹ شیشے سے بنے ٹرانسپیرنٹ ایگلو ٹینٹ میں لے آیا تھا۔۔ یہ پورا شیشے سے بنا ہوا تھا، یہ سائز میں چھوٹا تھا اس کے اندر صرف ایک بیڈ اور دو چیئرز اور ٹیبل تھا۔۔ بیڈ پہ ریڈ کلر کی بیڈ شیٹ بچھی تھی جس پہ سفید گلاب کے پھولوں کی پتیاں بکھری پڑی تھی۔ درمیان میں سرخ پھولوں سے " گلِ جاناں " لکھا ہوا تھا۔ پورا ٹینٹ سفید پھولوں سے بھرا پڑا تھا۔۔ ٹینٹ کی چھت پہ لگا لائٹنگ والا فانوس اسکی ٹینٹ کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔۔ مری میں اس طرح کے کافی ٹینٹ آرڈر پہ نیولی ویڈ کپلز کیلے تیار کئے جاتے ہیں، احان شاہ نے آج صبح ہی یہ سب کچھ گلالئ کو سرپرائز کرنے بک کروایا تھا۔۔ احان شاہ ٹینٹ میں داخل ہوتے ہی گلالئ کو اپنی بانہوں سے نیچے اتارتا ٹینٹ کے اندر لگے سارے سرخ پردے نیچے گرا گیا۔۔ جبکہ اوپر چھت سے تاروں سے بھرا آسمان صاف دیکھائی دے رہا تھا۔۔ احان شاہ سارے پردے اچھے سے درست کرتا اپنی اجرک اتار کے ٹیبل پہ رکھتا واپس سے حیران سی گلالئ کے پاس آیا تھا جو آنکھوں میں خوشی اور چمک لئے ہ خوبصورت سی جگہ خوب سی کیفیت میں دیکھے جا رہی تھی۔۔ احان اس کا رخ اپنی طرف موڑتا اسکا چاند سے چہرہ اپنے ہاتھوں میں لئے بے صبرا سا ہوتا اسکے گلابی بھرے بھرے لبوں پہ جھک گیا۔۔ وہ تیزی سے اسکے لبوں میں اپنے لب الجھائے انکی نمی پینے لگا۔۔ وہ اسکے نچلے

ہونٹ کو اپنے دانتوں میں دباتا زور سے کاٹتے ہوئے گلالئ کو سسکنے پر مجبور کر گیا گلالئ اسکی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑتی اسکے عنابی لبوں کو پیار سے چومتی اسکا ساتھ دینے کی کوشش کرنے لگی۔۔ اسکے ساتھ پر احان شاہ فتح مندی سے مسکراتا اسکی زبان کے ساتھ اپنی زبان الجھاتا اسکی سانسیں چرانے لگا۔ پورا راستہ اس نے اپنے جذبات پہ قابو پایا تھا لیکن اب وہ مزید اس سے دور رہ کے اپنا امتحان نہیں کے سکتا تھا۔ وہ گلالئ کی خوشبودار سانسیں چراتا اسکی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کے اوپر کی طرف اٹھاتا بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔۔ وہ گلالئ کو بیڈ پہ لیٹاتا ہنوز اسکے لبوں سے لپٹا اسکے اوپر سایہ فگن ہوا تھا۔ دونوں کی سانسیں اب پھول چکی تھی۔ گلالئ کا سانسیں رکنے کی وجہ سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ اسکے گلابی لبوں کو زور سے چومتا آزادی بخش گیا۔ احان اس کو تھوڑا اوپر کرتا اسکی فراک کی ڈوری کھولتا ایک پل میں اسکے تن سے آزاد کر گیا۔۔ احان زور سے گلالئ کی گردن پہ دانت گاڑھتا اسکی بلیک سٹریپس میں قید دھڑکنوں کو آزاد کرتا ان پہ جھکا تھا۔ وہ اسکی دھڑکنوں پہ جگہ جگہ اپنے لبوں اور دانتوں کا لمس چھوڑتا پل میں انہیں سرخ کر گیا تھا ۔گلالئ اس کو کندھوں سے پکڑے اس کا لمس برداشت کرنے لگی۔۔ احان اسکی دھڑکنوں پہ حق جتانے کے بعد اسکے پیٹ اور پیٹ پہ شدت سے لمس چھوڑتا گلالئ کو مچلنے پہ مجبور کر رہا تھا۔۔ گلالئ اپنی آنکھیں موندھے لب کاٹتی اپنی گردن پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔۔ گلالئ کو بن آب مچھلی کی طرح مچلتے دیکھ کر احان نے اپنے لبوں اور ہاتھوں کی من مانیاں اور تیز کی تھی۔۔ تھوڑی دیر تک وہ گلالئ کے پور پور پہ اپنا لمس چھوڑتا اس سے تھوڑا فاصلے پہ ہوتا خود کو اور گلالئ کو ہر پردے سے آزاد کرتا لائٹ آف کئے گلالئ کو تھائیز سے پکڑ کے اسکے چہرے کی طرف خمار آلود نگاہوں سے دیکھتا ایک جھٹکے سے اسکی روح کی گہرائیوں میں ڈوبا تھا۔

اہہہہ!! شاہ سائیں!۔۔۔ اسکے شدت سے خود میں سمانے پر گلالئ چیخ بے ساختہ تھی جسے احان شاہ سنتا پر سکون ہوا تھا۔ اسکے وجود کا حصہ بنتے ہی نس نس میں سکون کی لہر دوری تھی۔ وہ مزید اسے خود میں بھینچتا اس میں آخری حد تک سمانے کی کوشش کرنے لگا۔ گلالئ اسکے سینے کے بالوں میں انگلیاں الجھائے اسکے وجود کی طاقت کو برداشت کرنے لگی ۔۔ احان شاہ گلالئ کی کلائیوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتا اپنے عمل کی شدت کو بڑھا گیا۔ وہ اپنے غیر ساکت وجود کے ساتھ گلالئ کے ماتھے اور آنکھوں پہ لب رکھتا اسکی دھڑکنوں پہ اپنی بیرڈ رگڑتا خود کو اور گلالئ کو ہر طرح سے سکون پہنچانے لگا۔۔ وہ گلالئ کو جکڑے مسلسل اسکی روح میں سفر کرتا چلا گیا تھا۔۔ گلالئ کی میٹھی میٹھی

آہیں اور سسکیاں پورے ٹینٹ میں گونج رہی تھی۔۔ جو اسکے کانوں کو راحت پہنچاتی احان شاہ کو پاگل کر رہی تھی۔۔ اسکے مضبوط ہاتھوں کی پکڑ کی وجہ سے گلالئ کی چوڑیاں اور گجرے ٹوٹ کے بیڈ پہ بکھر رہے تھے۔۔ کافی دیر تک اپنی طلب پوری کرنے کے بعد احان شاہ پھولی سانسوں اور پسینے سے بھیگے جسم کے ساتھ جھنجھلاتے ہوئے گلالئ کو خود کے نیچے سے نکالتا اپنے اوپر کرتا ایک دفعہ پھر سے اس میں سمایا تھا۔۔ وہ گلالئ کی کمر کو اپنی دونوں مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھا جبکہ گلالئ اسکی بے باک حرکت پر سرخ پڑتی اسکے سینے پہ زور سے اپنے باریک دانت گاڑ گئی۔۔ احان اس میٹھے سے درد پہ مسکراتا ہوا اسکی دھڑکنوں پہ نرم لمس چھوڑتا اسکے وجود میں لمحہ بہ لمحہ گھلتا سکون حاصل کرنے لگا۔۔

میری ایک بات لکھ کے رکھ لو گلِ جاناں! احان شاہ چاہے عمر میں بوڑھا ہو جائے لیکن اس کا جنون ہمیشہ تمہارے لئے جوان رہے گا! میں تمہارے لئے جتنا جنونی آج ہوں، ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ جنون صرف بڑھتا رہے گا، میں اس جنون میں کمی نہیں آنے دوں گا!۔۔۔ تقریباً تین گھنٹوں کے بعد احان شاہ نے گلالئ کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر اسے اپنے حصار سے رہائی دیتے اسکے کان میں بے باکی سے سرگوشی کی تھی، وہ شرم سے لال بھبھو کا چہرہ لئے نگاہیں جھکا گئی، وہ اسے بوڑھا کہہ کے پچھتا رہی تھی۔ وہ تھکاوٹ سے ٹوٹتی اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

گل میری جان سونا نہیں ہے۔ ہمیں واپس جانا ہے۔۔ گلالئ کو اپنے سینے پہ تھکن کی وجہ سے سر ٹکائے دیکھ کر وہ محبت سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

تھک گی ہو؟۔۔۔ خاموش سی گلالئ کو سست ہوتا دیکھ کر وہ پیار سے اسکے لب چومتا اسکی کمر سہلاتے ہوئے اس سے سوال کرنے لگا۔

ہمم بہت زیادہ!۔۔۔ گلالئ نے تھکاوٹ سے چور نیند سے بھری آنکھوں کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔

اچھا چلو اٹھو حویلی چلتے ہیں، تم گاڑی میں آرام کر لینا۔۔ احان شاہ اسکے بکھرے بال سمیٹ کے اسے نرمی سے جواب دیتا بیڈ سے اٹھتا اپنی اور گلالئ کی حالت درست کرتا اسے کے گرد اچھے سے بلیک ویلوٹ کی شال لپیٹتا ٹینٹ سے نکل کر گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔۔ گلالئ کو گاڑی میں بیٹھانے کے بعد وہ پھر سے واپس ٹینٹ کی طرف آتا گلالئ کے سارے گفٹ اٹھاتا انہیں گاڑی میں رکھنے کے بعد خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ اسکی گاڑی اب حویلی کی طرف گامزن تھی۔۔ گلالئ اسکے کندھے کے ساتھ سر ٹکائے آنکھیں موندھ گی۔۔ وہ گلالئ کا ہاتھ پکڑے سارے راستے

اسکے گردن اور لبوں پہ اپنی شدتوں کے نشان دیکھتا مسکراتے ہوئے دو گھنٹوں میں ہی گلالئ کو لئے حویلی واپس پہنچ چکا تھا۔

آتے ساتھ ہی دونوں نے شاور لے کے تہجد کی نماز اکھٹے ہی پڑھی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد احان دونوں بچوں کو دیکھنے کے بعد واپس سے اپنے کمرے میں آگیا، وہ دونوں سوئے ہوئے تھے۔ زرتاج اماں جاگ رہی تھی کیونکہ وہ تہجد پڑھتی تھیں۔ کمرے میں واپس آتے ہی نگاہیں گلالئ کی طرف اٹھی تھیں جو ڈریس چینج کرنے کی بجائے یونہی شال سمیت بیڈ پہ آنکھیں موندے سو رہی تھی، وہ گلالئ کی طرف بڑھتا اس پر سے شال اتار کے دور پھینکتا اس پہ اور خود پہ اچھے سے کمبل ڈال رہا تھا، وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کے خود کی طرف کھینچتا اسکے سینے پہ سر رکھتا پر سکون نیند سو گیا کیونکہ وہ بھی صبح سے گن چکر بنا کافی تھک چکا تھا، احان شاہ کا سر اپنے سینے پہ محسوس کرتی گلالئ بھی اسکے گرد اپنے بازو حائل کرتی تھوڑا سا سر جھکا کے اسکی بھوری بئیر ڈ پہ نامحسوس انداز میں لب رکھتی آنکھیں موندھ گئی، صد شکر احان نیند میں کھو گیا تھا ورنہ گلالئ کی اس جان لیوا جسارت پہ پھر سے اسکی شامت پکی تھی۔

شام کا وقت کا ہو رہا تھا شاہ حویلی کا لان اس وقت روشنیوں سے جگمگا رہا تھا پورے لان میں برتھ ڈے تھیم کی ڈیکوریشن کی گی تھی۔ لان میں ہر طرف بلونز بکھرے پڑے تھے۔ پیچھے دیوار کے ساتھ گولڈن اور وائٹ بلونز کو جوڑ کے ان کا پیارا سا رنگ بنا ہوا تھا۔ اور پھر اسکے آگے ایک ٹیبل لگا ہوا تھا جس پہ چار لئیر زوالا ریڈ ویلوٹ کیک رکھا گیا تھا اور کیک پہ گلالئ کا نام درج تھا۔۔ پورا ٹیبل مختلف قسم کی چاکلیٹس اور پیسٹریز سے بھرا ہوا تھا۔۔ باہر لان میں سب مرد سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس اوپر بادامی اجرک اوڑھے ہوئے تھے کیونکہ باہر سردی تھی۔۔ اندر لاؤنج میں جگہ کم تھی احان نے گلالئ کی سالگرہ دھوم دھام سے سیلیبریٹ کرنی تھی۔ اسی لئیے اتنی سردی میں بھی سب کچھ باہر ہی سیٹ کروایا تھا۔ زوریز شاہ کب سے ٹہلتا ہوا حازق خان کو کال پہ کال کر رہا تھا لیکن مجال تھی حازق نے ایک بھی کال اٹھائی ہو شاید حازق خان کا موبائل سائیلنٹ پہ تھا۔۔ حازق خان اس وقت راستے میں تھا وہ اسلام آباد کی طرف ہی آرہا تھا۔ حسان خان سوچکا تھا اسی بات کا حازق خان فائدہ اٹھاتا میر ال شاہ کو بار بار چھیڑ رہا تھا۔

گلالئ اس وقت گوٹا پٹی کے کام والی گرم پٹھانی فراک میں ملبوس باہر لان کی طرف بڑھی تھی۔گلالئ نے سر پہ اچھے سے دوپٹہ لیا ہوا تھا اور چہرے پہ لائٹ سا میک اپ تھا۔۔گلالئ کے ساتھ ایزل، مرحا اور ذائشہ کی بھی سیم گوٹا پٹی کے کام والی فراکس تھی۔جبکہ یسریٰ بھی چھوٹی سی پٹھانی فراک میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ازمیر اس وقت ارزم شاہ کی بانہوں میں تھا اور زیان شاہ زوریز کے پاس تھا جس کو وہ اچھے سے اپنی اجرک میں چھپائے ہوئے تھا۔۔سب کی اپنی اپنی بیویوں کو پٹھانی فراکس میں دیکھ کے نیت خراب ہوئی تھی۔۔کاظم شاہ معنی خیز نظروں سے ایزل کو سر سے لیکر پاؤں تک دیکھنے لگا تھا۔آج کل اس کی نظروں سے ایزل شاہ کو خوف آنے لگا تھا ۔۔کاظم شاہ کو یوں اپنی طرف گھورتا پا کے ایزل تیزی سے مرحا کے پیچھے چھپی تھی۔۔سالگرہ پہ حویلی کے افراد کے علاوہ حازق اور شہسوار کو انوائیٹ کیا گیا تھا۔۔لیکن شہسوار نے آنے سے معزرت کر لی تھی کیونکہ وہ اپنے کام کے سلسلے میں آج پھر آوٹ آف سٹی جانا پڑا تھا،اس نے اگلی دفعہ ان سب کی دعوت اٹینڈ کرنے کا خصوصی طور پہ وعدہ کیا تھا۔شہسوار یہاں نہیں تھا لیکن آئرہ، شبنم بیگم اور عالم انکل نے شرکت کرنی تھی، کیونکہ وہ سب ایک فیملی بن چکے تھے۔برتھڈے پہ صرف فیملی کے لوگ انوائیٹڈ تھے،سب اس وقت حازق خان اور عالم انکل کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ جلدی سے کیک کٹ کیا جا سکے سب کی نظریں گیٹ کی طرف ہی تھی جب گیٹ کھلا تھا اور آگے پیچھے حازق خان اور عالم انکل کی گاڑی پورچ میں داخل ہوئی تھی۔۔میرال گاڑی سے نکلتی سیدھا گلالئ کی طرف بڑھتی اسکے گلے سے لگتے ہوئے اسے سالگرہ وش کر رہی تھی۔حازق خان سوئے ہوئے حسان خان کو اٹھاتا عالم انکل، شبنم بیگم اور آئرہ سے ملتا ان کے ساتھ ہی آگے بڑھا تھا۔۔میرال گلالئ کو مبارک باد دیتی سب بڑوں سے ملنے کے بعد ایک کمینی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ لئے ذائشہ خان کی طرف قدم بڑھا گئی۔

اور سنائیں جناب کیا حال ہیں آپ کے ؟سنا ہے بہت بے شرمی کی ہے کسی نے آپ کے ساتھ ؟۔۔۔میرال ذائشہ کے گلے لگتے ہی سرگوشی نما آواز میں بولی تھی۔اسے زائشہ کے ماں بننے کی خبر جب ارزم نے دی تھی وہ اور حازق خان بہت خوش ہوئے تھے۔

نہیں تنگ کریں نا!!۔۔۔ذائشہ خان ناک سکوڑتے ہوئے روہانسی ہوتی میرال کو روکنے لگی۔

ہاہاہا! آپ سب کچھ باہر سے کر کے پاکستان آجائیں اور ہم مزاق بھی نہ کریں۔۔میرال شاہ ہنستے ہوئے مزید بے باکی سے گویاہوتی اب مرحاشاہ اور ایزل کو زور سے خود کے ساتھ لگارہی تھی جبکہ ذائشہ خفگی سے میرال کو دیکھ رہی تھی۔

اسلام علیکم! کیسی ہیں میری دونوں گڑیا؟!۔۔۔سب سے ملنے کے بعد حازق خان اپنی بہنوں کی طرف بڑھا تھا۔

واعلیکم السلام!! لالہ میں بلکل ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟۔۔گلالئ اور ذائشہ خان یک زبان ہوتے مسکرا کے جواب دیتی باری باری اسکے سینے سے لگی تھیں۔۔ذائشہ اسکے ہاتھوں سے سوئے ہوئے حسان خان کو پکڑتی اسے دیوانوں کی طرح چومنے لگی تھی جبکہ حازق خان ذائشہ کے بعد گلالئ کو گلے لگائے اس کے سر پہ بوسا دیتا باقی سب لڑکیوں کے سروں پہ ہاتھ رکھ رہا تھا۔

ماموں زان (ماموں جان)!!۔یاور حازق کو دیکھتے ہی اس کی طرف دوڑا تھا۔

ماموں کا بچہ!!۔۔۔حازق خان نیچے جھک کر یاور شاہ کو اٹھاتا اسکے گال پیار سے چومتا گلالئ کو سالگرہ کی مبارک باد دیتا اسے ڈھیروں دعائیں دینے لگا جس پہ گلالئ نے اپنے لالہ کا شکریہ ادا کیا تھا۔یاور کو اٹھائے حازق خان اب یسریٰ، ازمیر اور زیان کو باری باری پیار کر رہا تھا۔

سب کے اکٹھا ہونے کے بعد کیک کٹ کرنے کیلئے گلالئ احان شاہ کے ساتھ کھڑی تھی یسریٰ احان شاہ کی بانہوں میں تھی جبکہ یاور اپنے ماموں کے پاس تھا،سب بچوں نے سر پہ برتھ ڈے کیپ پہن رکھی سوائے حسان خان کے کیونکہ وہ سو رہا تھا۔

ہیپی برتھڈے ٹو یو!! ہیپی برتھ ڈے ڈیئر گلالئ!!۔۔۔سب کی تالیوں کی گونج میں گلالئ نے کیک کٹ کیا تھا پر اب کی بار گلالئ نے کیک کا پیس سب سے پہلے اپنے لالہ کی طرف کیا تھا کیونکہ احان کو کیک اور اسکا حق وہ رات کو اچھے سے دے چکی تھی،حازق کو کیک کھلانے کے بعد وہ مسکراہٹ ضبط کرتی احان شاہ کو تھوڑا سا کیک کھلا رہی تھی جس پہ احان شاہ نے حازق خان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔حازق خان بے نیازی سے کندھے اچکا گیا۔

بابا زان مزے تیت تھانا اے (بابا جان مجھے کیک کھانا ہے)۔۔۔ازمیر اپنے بازوؤں کو پھیلائے ارزم کے حصار سے نکل کر کاظم شاہ کے پاس آتا کیک کی ڈیمانڈ کرنے لگا۔

نئ زے می مولے تاا ے مے تشی تو نئ دو دا (نہیں یہ میری مورے کا ہے کسی کو نہیں دوں گا)۔۔۔ازمیر کی بات سنتے ہی یاور شاہ نے اپنی نیلی آنکھیں گھوماتے کیک دینے سے انکار کیا تھا۔

یاور ایسے نہیں کرتے وہ آپ کے لالہ ہیں سب کے ساتھ شئیر کر کے کھاتے ہیں۔۔یاور کے انکار کرنے پر حازق خان اسے نرمی سے سمجھانے لگا جبکہ ازمیر نے گھور کے یاور کو دیکھا تھا۔

تنجوش، متھی خوش (کنجوس! مکھی چوس)۔۔۔ازمیر ایٹیٹوڈ سے بلند آواز میں بڑبڑا کے یاور کو جواب دیتا اپنے باپ کے کندھے کے ساتھ سر ٹکا گیا جو اسکے لئے پلیٹ میں تھوڑا سا کیک نکال رہا تھا۔

بابازان میلی ائش تیم (باباجان میری ائس کریم)۔۔۔یسری کی نگاہیں کب سے آئس کریم ڈھونڈھنے میں لگی ہوئی تھی آئس کریم کو کہیں نہ پا کر یسری اپنے ہونٹ مروڑتے ہوئے احان شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔۔یسری کی فرمائش سنتے ہی احان شاہ رنگ اڑے تھے کیونکہ رات کو جو آئس کریم آئی تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔۔اور احان نے مری سے واپسی پہ اور لی بھی نہیں تھی۔اب اس کو ڈر تھا کہیں یسری اسکا کل رات باہر جانے والا پلین سب کے سامنے دہرا کے بھانڈا نہ پھوڑ دے۔

ڈول وہ تو آپ نے کھالی تھی۔باباجب باہر جائیں گے آپکے لئے پھر سے لے آئیں گے۔۔احان شاہ پیار سے یسریٰ کو بہلانے لگا تھا۔

نئ بابازان تو اپ مولے شاتھ لات تو لے تے اے تے او تھانی اے (نہیں باباجان جو آپ رات کو مورے ساتھ لے کے آئے تھے وہ کھانی ہے)۔۔۔یسری بہت ذہین بچی تھی وہ کچھ بھی اتنی جلدی نہیں بھولتی تھی۔احان کے بہلانے پہ وہ فورا اسے رات کا منظر یاد دلا گئی۔۔یسری کی بات سب سن چکے تھے۔سب کی سوالیہ نگاہیں خود پہ محسوس کرتے احان شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔۔جبکہ گلائی بھی نظریں چرانے لگی تھی۔

ایک منٹ لالہ! رات کو آپ کہاں تھے؟ کیا یار!! ہم سے چھپ کے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہمیں بتا دیتے ہم نے کون سا آپ کو روک لینا تھا؟۔۔ارزم شاہ سب کو پیچھے کی طرف کرتا آگے ہوتے ہی زو معنی انداز میں افسوس سے آنکھیں گھما کے گویا تھا۔بات اتنی بڑی نہیں تھی لیکن احان کو تذبذب کا شکار ہوتے دیکھ کے سب کو اسے تنگ کرنے کا جیسے موقع ملا تھا۔

شٹ اپ!۔۔احان شاہ دانت پیستے ہوئے بلند آواز میں ارزم شاہ کو خاموش کرواتا اسے آنکھیں دیکھانے لگا۔

لالہ آپ شکل سے تو بہت شریف لگتے ہیں لیکن آپ دو بچوں کے بعد اتنے رنگین مزاج نکلیں گے مجھے معلوم نہیں تھا۔۔۔۔زوریز شاہ افسردگی سے بولتا احان شاہ کو بھری محفل میں ایک دفعہ پھر سے شرمندہ کر گیا تھا جبکہ احان شاہ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کے سب اپنی اپنی ہنسی دبانے لگے سوائے حازق خان وہ سنجیدہ چہرہ لئے بس ان بے شرموں کی بکواس بند ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

تو نے بھی کچھ کہنا ہے ؟۔۔۔احان شاہ مٹھیاں بھینچے اب کاظم شاہ سے مخاطب تھا جو نچلے لب کا کونا دانتوں تلے دبائے اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

میں کیا بولوں تم نے کچھ کہنے کے قابل ہی چھوڑا۔۔۔کاظم۔شاہ زو معنی انداز میں بولتا احان شاہ کو مزید پانی پانی کر گیا تھا۔

مرو تم سب یہی !میں ہی چلا جاتا ہوں !۔۔۔۔احان شاہ ان سب کی بے تکی باتیں سنتا پیر پٹکتے ہوئے یسری کو لئیے اندر بڑھا تھا جس پہ سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔سب خواتینبھی اب بچوں کو لئیے اندر کی جانب بڑھی تھی کیونکہ باہر سردی تھی جو بچوں کیلئے بالکل بھی ٹھیک نہیں تھی۔۔احان شاہ اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس نے یسری کو اپنا رات والا پلان بتایا تھا۔

اور بھئی آپ سنائیں ایک دفعہ پھر ماموں بننے کی خوشی میں مٹھائی کیوں نہیں لائے آپ۔۔۔ارزم شاہ آبرو اٹھا کے بولا،اس کا نشانہ اب کی بار حازق خان تھا۔۔آج اپنی باتوں سے کافی ٹائم بعد ارزم شاہ اسکا سرخ چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔

اسپیشل زہر آرڈر کیا ہے تیرے لئے !ابرو ڈسے آئے گا،بہت ممکن ہے ایک ہی ڈوز سے تیرا کام تمام ہو جائے دوسری کی ضرورت ہی نہ پڑے۔۔۔حازق خان نے اپنے ڈارک براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے کلس کے جوف دیا تھا۔

ہوتا ہے صدمہ ہوتا ہے !جب اتنی جلدی ماموں بننے کی خبر مل جائے تو کبھی کبھار خوشی ماموں کے دماغ پہ بھی چڑھ جاتی ہے ! ماموں کو سمجھ نہیں آتی وہ کیسے ریکٹ کرے لیکن میں ایک اچھا بہنوئی ہونے کے ناطے صرف اتنا کہوں گا جتنا ہو سکتا ہے ماموں اپنے بھڑکتے جذبات پہ کنٹرول رکھیں،چند ماہ میں ہی ماموں میرے چھوٹے سے بچے کی نوزی بھی صاف کر رہے ہوں گے ان شاء اللہ !!۔۔۔ارزم شاہ اپنے چہرے پہ مصنوعی سنجیدگی سجاتا حازق خان کا کندھا

تھپتھپا کے حوصلہ دینے لگا، ماموں کا لفظ جان بوجھ کے بار بار استعمال کیا گیا تھا، حازق خان نے ضبط سے اسکی طرف دیکھا تھا ورنہ بس نہیں تھا جبڑے پہ مکا جڑ دے۔۔ زوریز شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے تیرا قتلِ عام کر کے اپنی بہن کو بیوہ کر دوں۔۔ حازق خان اپنے کندھے سے اسکا ہاتھ ہٹاتا سرخ چہرہ لئے دانت پیس کے ایک ایک لفظ پہ زور دے کے غرایا۔ ارزم شاہ کو ہنستے ہوئے پھر سے لب وا کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے گھوریوں سے نوازا تھا۔

اچھا بس باقی لڑائی بعد کے لئے بچا کے رکھو! اندر چل کے کھانا کھاتے ہیں! کھانا لگ چکا ہو گا۔۔ کاظم شاہ ان دونوں کی بحث ختم کروا کے سنجیدگی اور رعب سے بولتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ سب نے لاونج میں اکھٹے کھانا کھایا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد تمام خواتین نے اوپر گلالئی کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

ہاں بھئی اب اگلی لڑکی کون ہے جس کے پاؤں بھاری ہونے والے ؟۔۔۔ میرال گل کے بیڈ پہ جگہ بنا کے بیٹھتی ہوئی سب لڑکیوں سے مصروف انداز میں سوال کر رہی تھی باقی سب لڑکیاں بھی میرال کے گرد اپنی اپنی جگہ بنا کے بیٹھ چکی تھی۔ ہیٹر کے باوجود وہ سب سردی سے ٹھٹھر رہی تھیں اسی لئے کمبل میں اپنی برف ٹانگیں چھپا گئی۔

مجھے تو لگتا ہے اب ہماری گل کے پاؤں پھر سے بھاری ہونے والے ہیں کیونکہ اتنی سردی میں کلہیی چوری چھپے اپنے شوہر کے ساتھ باہر نکلی تھی۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ ذرا کہاں گئے تھے تم لوگ کل رات کو۔۔۔ جواب مرحا شاہ کی طرف سے آیا تھا، وہ اپنی بہن کا سرے دیتی شرارت سے گل کو چھیڑنے لگی۔

استغفار! آپی ابھی تو یاور اور یسریٰ بہت چھوٹے ہیں، دو بچے پیدا کرنے کے بعد اب میں مزید اتنی جلدی کوئی بچہ پیدا نہیں کر سکتی۔۔۔ مرحا کی بات سننے کے بعد گلالئی سرخ پڑتی تیزی سے جواب دینے لگی لیکن اپنی کل رات کی کاروائی کسی کو نہیں بتائی تھی۔

ہاہاہا تو پھر ایزل اب تمہارے پاؤں بھاری ہوں گے! ازمیر اب کافی بڑا ہو چکا ہے۔ میں، مرحا تو ابھی نہیں کر سکتی ہمارے بچے بہت چھوٹے تم اب فری ہو اور ذائشہ تو بے بی پہلے ہی بک ہو چکی ہے۔۔ میرال شاہ کا رخ اب ایزل کی

طرف تھا، نگاہیں ائرہ کی طرف بھی اٹھی تھیں جو انکی باتوں سے بے نیاز مسکراہٹ دبا کے یقیناً اپنے ایس ایس کو میسج کرنے میں مصروف تھی۔

نہیں آپی بلکل بھی نہیں جب تک ازمیر سکول نہیں جاتا دوسرا بچہ نہیں آسکتا۔۔ ایزل نے جواب اترا کے دیا تھا البتہ کاظم شاہ جی باتیں اور گہری نگاہیں یاد کرتی وہ سرخ ہوئی تھی۔

بیٹا یہ پاور اپنے شوہر کے سامنے دیکھاؤ تو میں مانوں ؟۔۔۔ میرال شاہ جواباً آبرو اٹھا کے چیلنجنگ انداز میں بولی تھی جس پر کاظم شاہ کی شدتوں کو سوچتے ہوئے ایزل شاہ نے تھوک نگلا تھا۔ مرحا اور میرال نے نگاہوں کا تبادلہ کرتے آئرہ شاہ کی طرف دیکھا تھا جو مسکراہٹ دبانے کی غرض سے نچلا لب دباتی موبائل سکرین کہ طرف دیکھ رہی تھی۔

چھوڑوں تم لوگ تو ہو ہی بور!! میری ائرہ اب اپنے پاؤں بھاری کر کے دیکھائے گی۔۔۔۔ میرال شاہ اچانک سے خود سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی آئرہ شاہ کا فون چھینتی ہنستے ہوئے اسے آنکھ ونک کر گئی۔ آئرہ شاہ نے بھوکھلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

تجھے حازق لالا کی قسم ہے تو اونچی آواز میں کچھ نہیں پڑھے گی میرال شاہ ورنہ میں تیرا خون پی جاؤں گی !۔۔۔ آئرہ شاہ نے دانت کچکچاتے ہوئے اس بے شرم عورت کو روکا تھا جو شہسوار شاہ کے میسج پڑھنے کے لئے لب وا کرنے ہی والی تھی جب اپنے شوہر کی قسم پہ منہ بناتی اسے گھورنے لگی۔ باقی سب لڑکیاں ہنستے ہوئے آئرہ شاہ کے اڑتے رنگوں کا مزہ لے رہی تھیں۔۔

اچھا نہیں پڑھتی ! کیا یاد کرے گی معاف کیا تجھے !! اب بتا کب کر رہی ہے سسرال میں پیر بھاری ؟۔۔۔۔ میرال شاہ اسکی بات مان کے منہ پھولا کے سوال کرتی شرارت سے اسکا جواب ریکارڈ کرنے کے لئے نامحسوس انداز میں وائس ریکارڈنگ آن کر گئی۔

تم لوگوں کو کیا لگتا ہے ؟ اتنی آسانی سے ایس ایس پی صاحب کی نسل بڑھاؤں گی ؟ میں آئرہ شاہ ہوں !! میری مرضی کے بغیر کچھ کر کے تو دیکھائیں ؟ میں نے انہیں نہ پریگنٹ کر دیا پھر کہنا !! ویسے بھی ابھی وہ میرے وار سے بچتے پھرتے ہیں، میرے ناخنوں کے ایک وار سے اتنا ڈرتے ہیں کہ کچھ اور کرنا تو دور پاس آنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔۔۔ آئرہ اپنے ناخنوں پہ پھونک مارتی جھوٹ اور سچ کی ملاوٹ کرتے ہوئے اپنے کارنامے فخریہ انداز میں سب

کو بتانے لگی۔ سب آنکھیں پھاڑے حیرانگی سے اتنی باہمت آئرہ شاہ کی طرف دیکھنے لگی جس نے اپنے ناخنوں کی پاور سے شوہر کو قابو کر رہا تھا؟

ہاہاہا!! شہسوار بڑے افسوس کی بات ہے! مجرموں کو سینہ تان کے ہتھکڑیاں لگانے والا ایس ایس پی سید شہسوار شاہ اپنی بیوی کے ناخنوں سے ڈرتا ہے؟ چچ چچ۔۔۔ آئرہ شاہ کی یہ باتیں ریکارڈ کرنے کے بعد میرال شاہ بلند قہقہ لگاتی تاصف سے آخر میں شہسوار شاہ پہ افسوس کا اظہار کرتی اسے میسج سینڈ کر گئی، آئرہ شاہ نے فق ہوتے چہرے کے ساتھ اسکے ہاتھ سے اپنا فون جھپٹا تھا، اسی جھپٹا جھپٹی میں شہسوار شاہ میسج سن چکا تھا، وہ اسے ڈیلیٹ فار ایوری ون بھی نہیں کر سکتی تھی، میرال شاہ ہنس ہنس کے پیٹ پہ ہاتھ رکھتی مرحا کی گود میں گر گئی جبکہ میرال کا کارنامہ دیکھ کے باقی سب لڑکیوں کو بھی ہنسی کے دورے پڑے تھے۔۔ انکی ہنسی کی آوازیں پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔۔

میں تیری جان لے لوں گی سالی!! تیری قبر میں کیڑے پڑیں!!۔۔۔ شہسوار شاہ کو اب میسج کی بجائے ڈائریکٹ کال کرتے دیکھ کے آئرہ شاہ روہانسی ہوتی میرال شاہ سے بعد میں بدلہ لینے کا سوچتے اسکی طرف کشن پھینکتے ہوئے کمرے سے بھاگی تھی، اب ان کے سامنے اسکی کال تھوڑی سن سکتی تھی یہ جانتے بوجھتے بھی کہ اب وہ اسکے کانوں سے دھواں نکالنے والا ہے۔

آئی بڑی ناخنوں کی پاور دیکھانے والی! اب یہی پہ رک، بھاگ کہاں رہی ہے؟۔۔۔ میرال شاہ نے ہنستے ہوئے ہانک لگائی تھی لیکن تب تک وہ جا چکی تھی۔

بری ہوئی بیچاری آئرہ آپی کے ساتھ!۔۔۔ ایزل شاہ ہنستے ہوئے افسوس سے بولی۔

ابھی تمہارے ساتھ بھی ہو گی بے بی کیونکہ آپ کے مجازی خدا کی نظریں ابھی کچھ دیر پہلے آپ کا ایکسرا کرنے میں ہی مصروف تھیں!۔۔۔ مرحا شاہ اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے کھکھلا کے بولی تھی، جس پہ جہاں ایزل شاہ خفگی سے منہ پھولا گئی وہی پہ سب کی ہنسی پھر سے چھوٹی تھی۔۔

جانِ تمنا۔۔۔ علیشے خان

لاسٹ ایپسوڈ (پارٹ ون)

عالم انکل، شبنم بیگم اور ائرہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی روانہ ہوئے تھے۔۔شاہ بی بی اور عادل شاہ تو کھانا کھانے کے بعد ہی اپنے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے تھے۔وہ دونوں اب کافی ضعیف ہو چکے تھے۔اس لیئے زیادہ دیر تک جاگ نہیں سکتے تھے۔اس وقت لاؤنج میں سب مرد موجود تھے سوائے ہارون شاہ اور دریاب شاہ کے کیونکہ وہ بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اٹھ کے اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے۔ازمیر اور یسریٰ لاؤنج میں ہی کھلونے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔یاور حازق خان کی گود میں سو چکا تھا۔۔سب آپس میں ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے۔سب کو مصروف دیکھ کے ازمیر یسری کی طرف بڑھا تھا۔۔

شیٹ آرٹ اداومیلے لوم میے تل تے تھیلتے ایں پرمے اپ توائش تیم بی دودا(سویٹ ہارٹ آجاؤ میرے روم میں چل کے کھیلتے ہیں پھر میں آپ کو ائس کریم بھی دوں گا)۔۔۔ازمیر یسریٰ کا چھوٹا سا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف متوجہ کرواتا معصوم سی شکل بنائے التجا کرنے لگا تھا۔۔ازمیر کو یسری پٹھانی فراک میں ملبوس کافی پیاری لگ رہی تھی۔ اسلیئے شاید وہ اس کے ساتھ کھیل کے وقت گزارنا چاہتا تھا کیونکہ جب بھی ازمیر اور یسری کھیلتے تھے یاور ہمیشہ کسی نہ کسی بات پہ جھگڑا کر کے یسریٰ کو اپنے ساتھ لیئے رفوچکر ہو جاتا تھا۔آج یاور بھی سو رہا تھا۔تو ایسے میں ازمیر یسریٰ کو آئس کریم کا لالچ دے کر آسانی سے اپنے ساتھ کھیلا سکتا تھا۔

تھیت اے میر تلو(ٹھیک ہے میر چلو) ۔۔۔یسری نے آئس کریم کا نام سنتے ہی اپنے گلابی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے فوراً ازمیر کے ساتھ جانے کی حامی بھری تھی جبکہ ازمیر سوئے ہوئے یاور کی طرف دیکھتا ایک ادا سے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا یسریٰ کا ہاتھ پکڑ کے اوپر کی جانب بڑھا تھا جیسے کہہ رہا ہو "اب روک کے دیکھا مجھے"۔کاظم شاہ اور احان شاہ کی نظریں بے ساختہ ازمیر اور یسریٰ کی طرف اٹھی تھیں جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اب سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔

لالہ آپ کی ناک کے نیچے سے ازمیر آپ کی ڈول کو لے اڑا اور آپ کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی؟۔۔۔کاظم شاہ اور احان شاہ کو سیڑھیوں کی طرف دیکھتا پا کے ارزم شاہ نے بھی نظریں انہی کے تعاقب میں دوڑائی تھی جہاں ازمیر اور یسریٰ اب ان کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے شاید وہ دونوں روم کی طرف بڑھے تھے۔یوں ازمیر کو اپنے

مقصد میں کامیاب ہوتا دیکھ کے ارزم شاہ نے احان شاہ کو اس سے متعلق آگاہ کر کے انہیں سلگانا اپنا فرض سمجھا تھا جس پر احان شاہ نے اسے گھوریوں سے نوازا تھا۔

شٹ اپ!! میں دیکھتا ہوں بچوں کو!!۔۔۔۔ارزم شاہ کی بات سنتے ہی کاظم شاہ صوفے سے اٹھ کے کھڑا ہوتا دانت پیس کے ارزم کو اپنی بکواس بند کرنے کا حکم دیتا سکون کی سانس لیتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا، اسکا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا جہاں میں اس وقت ازمیر اور یسری موجود تھے۔ارزم شاہ جو اسکی تڑپ کب سے بخوبی نوٹ کر رہا تھا اسے بہانے سے اٹھتے دیکھ کے زومعنی انداز میں اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھتا مسکرایا، اس نے اس وقت کوئی بے باک جملہ نہیں کسا تھا کیونکہ احان اور زوریز اس صورتحال میں اسکا ساتھ کبھی نہیں دیتے تھے، چونکہ یہاں معاملہ بہن کا تھا، زوریز شاہ اپنے فون میں مصروف تھا جبکہ احان شاہ سنجیدگی سے حازق خان سے محو گفتگو تھا۔کاظم شاہ تو کب سے یہاں سے نکلنے کے موقع کی تلاش میں تھا لیکن سب کے وہاں بیٹھنے پہ اسے بھی مجبوراً ان سب کو وقت دینا پڑتا ورنہ جتنا اس کا دل اپنی بیوی کے لئے مچل رہا تھا وہ کب کا یہاں سے اٹھ کے جا چکا ہوتا اگر جو حازق خان کو وقت دینا ضروری نہ ہوتا۔۔اسکی متلاشی نگاہیں جب سے ایزل کو ڈھونڈ رہی تھیں کیونکہ اس کی بیوی اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی، جو شام میں اسے ایک بار پٹھانی فراک میں جھلک دیکھا کے غائب ہو چکی تھی۔لاؤنج میں بیٹھ کے کاظم شاہ نے کافی دیر اپنی نظروں کو آگے پیچھے، دائیں بائیں نامحسوس انداز میں ہلاتے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی لیکن ایزل شاہ اسے کہیں نہیں ملی تھی اور یوں سب کے درمیان میں سے اٹھ کے ایزل شاہ کو ڈھونڈنا اسے مناسب نہیں لگا تھا لیکن اب جب اسے یسریٰ اور ازمیر کی خاطر یہ موقع مل ہی چکا تھا تو پھر وہ پاگل ہوتا جو اسے یونہی ضائع کر دیتا۔اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی کاظم شاہ کی نگاہیں بچوں کی طرف اٹھی تھیں، ازمیر اپنے سارے کھلونے کارپٹ پہ بکھیرتا ایک ایک کر کے اٹھاتا یسریٰ کو دیکھا رہا تھا۔

کیا کر رہے ہیں میرے بچے؟۔۔۔کاظم شاہ کمرے کا دروازہ بند کرتا اپنی اجرک اتار کے صوفے پہ رکھتا نیچے کارپٹ پہ بیٹھتے ہوئے ازمیر اور یسریٰ سے مخاطب ہوا تھا۔

بابا زان ام تھیل اے ایں (بابا جان ہم کھیل رہے ہیں) ۔۔۔جواب ازمیر شاہ نے مصروف انداز میں دیا تھا جبکہ یسریٰ اس سے سارے کھلونے پکڑ پکڑ کے سائیڈ پہ رکھتی جا رہی تھی جیسے اسے ان کھلونوں میں کوئی دلچسپی نہ ہو اور

واقعی میں ایسا ہی تھا، وہ تو بس باسکٹ سے کھلونے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔ تاکہ ازمیر کا یہ کھیل بھی ختم ہو اور پھر وہ اپنی آئس کریم لیتی یہاں سے چھو منتر ہو جائے۔۔ کاظم شاہ یسریٰ کا بے حد معصوم چہرہ دیکھتا اسے اٹھا کے اپنی گود میں بیٹھاتا نرمی سے اس کے گلابی گالوں کو چومنے لگا۔

ہاہاہا! بلے بابا مزے دو دی اولی اے (بڑے بابا مجھے گدگدی ہو رہی ہے)۔۔ کاظم شاہ کی مونچھوں کی چبھن اپنی گالوں پہ محسوس کرتی یسریٰ تھوڑا سا پیچھے ہٹتی کھکھلاتے ہوئے کاظم شاہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

اچھا بابا کی جان کو گدگدی ہو رہی؟۔۔۔ یسریٰ کو کھکھلاتے دیکھ کر کاظم شاہ پھر سے اسکے چہرے پہ جھک کے اسکے پھولے گلابی گالوں کو چومنے لگا۔

بابا زان بش تریں شیت آرٹ لو ای اے (بابا جان بس کریں سویٹ ہارٹ رو رہی ہے)۔۔۔ ازمیر شاہ بھی انکے ساتھ ہنستے ہوئے اچانک سے یسریٰ کی آنکھوں میں پانی دیکھ کر پریشان ہوتا کاظم شاہ کو کندھے سے تھام کر روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

میر! میری جان ڈول رو نہیں رہی ہے، یہ ہنسنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں پانی آرہا ہے۔۔۔ ازمیر کو پریشان ہوتا دیکھ کے کاظم شاہ نے اسے مسکراہٹ دباتے ہوئے تسلی دی تھی۔

شیت آرٹ اپ لو نئ ای او؟ (سویٹ ہارٹ آپ رو نہیں رہی ہو؟)۔۔ ازمیر نے باپ کی بات کو سائیڈ کرتے ایک دفعہ یسریٰ سے کنفرم کرنا لازمی سمجھا تھا، وہ واقعی ہی اسکی آنکھوں میں پانی دیکھ کے پریشان ہوا تھا۔

نئ بالو مے نئ لو ای (نہیں بھالو میں نہیں رو رہی)!۔۔۔ ازمیر کے سوال پہ یسریٰ اپنی آنکھوں میں شرارت لئے اسے مجر کی بجائے بھالو بولتی جواب دے گئی تھی۔

اب ہو گیا یقین میرے بھالو کو؟۔۔۔ کاظم شاہ بھی اپنی ہنسی دباتا یسریٰ کا ساتھ دیتے ہوئے ازمیر کو چھیڑنے لگا جس کو باپ کی کہی ہوئی بات پہ یقین ہی نہیں تھا۔ شاید ازمیر کو بھالو کا نام سن کے ہی یقین آنا تھا۔

بابا زان!!۔۔ ازمیر اپنی ناک سکوڑتے ہوئے کاظم شاہ کو خفا نظروں سے دیکھنے لگا جو اسکی شیٹ آرٹ کے سامنے اسے بھالو بول کے یسریٰ کو اور شے دے رہا تھا۔

اچھا اچھا سوری میری جان!!. میر امیر تو بہت ہینڈسم اینڈ گڈ لکنگ ہے۔۔۔ازمیر کا موڈ خراب ہوتا دیکھ کے کاظم شاہ نے تیزی سے اپنے کہے گے لفظوں کا اثر زائل کرنا چاہا۔

بابا زان شیت آرٹ تا ڈریش تنتا پارا اے (بابا جان سویٹ ہارٹ کا ڈریس کتنا پیارا ہے)۔۔۔۔ازمیر کاظم کی بات سنتا یسریٰ کی فراک کی طرف اشارہ کرتے اپنی گولڈن آنکھیں ٹپٹپاتا اسکی خوبصورتی سے متعلق کاظم شاہ کو آگاہ کرنے لگا۔۔

ہاں ڈریس تو پیارا ہو گا نہ کیونکہ میری ڈول خود جو بہت پیاری ہے۔۔یسریٰ پٹھانی فراک میں ملبوس باپ بیٹے کو بہت اٹریکٹو لگ رہی تھی۔کاظم شاہ پیار سے یسریٰ کے چہرے پہ نظریں جمائے ازمیر کو جواب دیتا اپنی جیب سے فون نکال گیا تھا۔

میلی زے فاک میلے بابا زان لاے تے (میری یہ فراک میرے بابا جان لائے تھے)۔۔۔۔یسریٰ ان دونوں کے منہ سے اپنی اور اپنی فراک کی تعریف سنتی دونوں ہاتھوں سے اپنے ماتھے پہ آئے بھورے بال پیچھے کرتی خوشی سے اپنے باپ کی چوائس کا بتانے لگی تھی۔

آئی نو ڈول آپ کے بابا کی چوائس بہت اچھی ہے جس طرح وہ آپ جیسی پیاری ڈول کو اس دنیا میں لانے کا وسیلے بنے اسی طرح وہ آپ کی فراک بھی پیاری لے آئے۔ازمیر !!مجھے بھی ایسی ہی ڈول چاہیے!!۔۔۔یسریٰ کاظم شاہ کی بات کو نا سمجھتے ہوئے جمائی لیتی ازمیر کے ساتھ کھلونوں میں مصروف ہو گئی تھی جبکہ کاظم شاہ اپنی بیوی کو اپنے دماغ میں سوچتا ٹرانس کی کیفیت میں نہ جانے کیا کیا بولے جا رہا تھا۔شکر تھا ازمیر نے کھلونوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف اسکی بات پہ غور نہیں کیا تھا ورنہ کاظم شاہ کو اپنے بہکے ہوئے انداز میں کہی گئی بات کی ازمیر کو لمبی چوڑی وضاحتیں دینا پڑتی کیونکہ ازمیر شاہ کو سوال پوچھنے کی بہت عادت تھی۔۔دونوں بچوں کو کھیل میں مصروف دیکھ کر کاظم شاہ اپنے موبائل پہ تیزی سے میسج ٹائپ کرتا ایزل شاہ کو سینڈ کر گیا۔بیچاری اوزی ابھی تک ائرہ کی حالت سوچ سوچ کے پریشان ہو رہی تھی جب اچانک سے اسکے فون پہ میسج کی بیپ بجی تھی۔۔اپنے خیالوں میں گم اوزی اس سے پہلے کہ اپنا فون اٹھاتی مرحا اس پہ اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر چکی تھی۔

اووہو!!شاہ جی!!۔۔۔۔مرحا سکرین پہ چمکتا نام پڑھتی ایک کمینی سی مسکراہٹ لئے اونچی آواز میں بولی تھی۔مرحا کی "اوو" پہ سب اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جبکہ شاہ جی کا نام سنتے ہی اوزی کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھی۔

نہیں آپی پلیز نہیں!! ۔۔۔۔ایزل تیزی سے آگے بڑھتی مرحا سے اپنا فون لینے کی کوشش کرتی ساتھ میں معصومیت سے اس کی منتیں کر رہی تھی۔۔اوزی کو یوں فون چھینتے دیکھ کے مرحا نے ہنستے ہوئے فون ہوا میں اچھال کے میرال کو پاس کیا تھا۔

آپی کسی کے میسجز پڑھنا بہت گندی بات ہوتی ہے یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے۔۔میرال کے پاس فون دیکھتے ہی ایزل شاہ بوکھلاتے ہوئے اپنی انگلی اٹھائے معصومیت سے اس کو اخلاق کا بھاشن دینے لگی تھی۔

ہاہاہا! ہم نے اخلاقیات کا چیپٹر چوائس پہ سکپ کر دیا تھا۔اسلئے ہمیں یہ بھاشن نہ ہی دو تو اچھا ہے چلو اب تمہارے شاہ جی کے میسجز پڑھنے کی تیاری کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے سلیبس کا مین پارٹ ہیں!۔۔۔۔میرال ہنستے ہوئے ایزل شاہ کی اخلاقیات والی بات پہ اترا کے جواب دیتی شاہ جی کی طرف سے موصول ہوئے میسجز کھول گئی۔

سویٹ ہارٹ کہاں ہو؟ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہو؟ اتنا مت تڑپاو ڈارلنگ! فوراً سے پہلے کمرے میں آؤ!۔۔۔۔شاہ جی کی طرف سے موصول ہوا میسج میرال فر فر پڑھتی ایزل شاہ کو آنکھیں پھیلانے پہ مجبور کر گی تھی۔ایزل نے خود پہ لعنت بھیجی تھی جس نے کبھی فون کو لاک لگانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

آہہہ! سویٹ ہارٹ جلدی آؤ اتنا مت تڑپاؤ! ۔۔۔۔میرال شاہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتی دلفریب انداز میں پیچھے گرتی شاہ جی کے میسج کی نقل اترنے لگی تھی جبکہ میرال کے ڈرامائک انداز میں پیچھے کی طرف گرنے پہ سب کی ہنسی چھوٹی تھی سوائے اوزی شاہ کے جو سرخ چہرہ لیئے انکے ہنستے ہوئے چہروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

دس منٹ گزر چکے تھے ایزل شاہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر کاظم شاہ نے چار پانچ میسجز اور سینڈ کیے تھے کیونکہ ایزل نے میسج سین کر لئے تھے لیکن جواب نہیں دیا تھا جس پہ کاظم شاہ مزید بے تاب ہوا تھا۔

اوئے چپ کرو اور میسجز آئے ہیں۔۔۔۔پھر سے میسجز کی بیپ سن کے میرال سب کو خاموش کرواتی نئے آئے میسجز کو کھولنے لگی۔

آپی حد ہے ویسے! شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے آپ لوگوں میں! بہت بے شرم ہو آپ سب!۔۔۔ ایزل پھر سے میرال سے فون چھیننے کی کوشش کرتی شرم اور غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

ہاہاہا! ہٹو بے بی ہم نے شرم پروف جیکٹس پہن رکھی ہیں۔۔۔ میرال بیڈ سے کھڑی ہو کے اوپر کی طرف موبائل کرتی قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے ایزل کو جواب دیتی پھر سے میسجز پڑھنے لگی تھیں۔

"سویٹ ہارٹ کمرے میں آؤ! کیوں ہماری نئی پروڈکٹ کو اتنا ویٹ کروا رہی ہو؟ جتنا تم لیٹ کرو گی اتنا ہی مجھے شدت سے بھرپور پاؤ گی اسلئے تڑپانا بند کرو!"

" اوزی اگلے نو ماہ میں ہماری ڈول اس دنیا میں نہ آئی نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا کیونکہ پھر اس کے بعد صرف ایک ڈول نہیں بلکہ ایک ساتھ دو ڈولز آئیں گی اسلئے میرے صبر اور میری مردانگی کا امتحان مت لو اور چپ چاپ اپنے کمرے کا راستہ ناپو"۔۔۔۔۔ میرال ایک ہی سانس میں شاہ جی کی طرف سے موصول ہوئے میسجز تیزی سے کسی سبق کی طرح سنا گئی۔ شاہ جی کے بے باک باتیں اور خیالات سن کے جہاں سب کی آنکھیں پھیلی تھی وہاں معصوم اوزی کی شکل دیکھ کے ہنسی بھی چھوٹی تھی۔۔ ایزل شاہ کا شرم سے چہرہ لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔ اپنے شاہ جی کے نیک خیالات سن کے اب اسے شرم کے ساتھ خوف بھی آ رہا تھا۔۔ ایزل کی شرمندہ حالت دیکھ کے میرال بھی باقیوں کے ساتھ ہنس ہنس کے پاگل ہو رہی تھی۔

اوزی میرا بچہ جلدی جاؤ اپنے سر تاج کے پاس! کہیں ایسا نہ تمہارے لیٹ جانے پہ لالہ اپنی پروڈکٹ کی مقدار بڑھا دیں اور ایک کی بجائے واقعی دو کافار مولا تیار کر دیں۔۔۔ مرحا پیار اور کمینگی سے اوزی کا گال کھینچتی اسے بچوں کی طرح پچکار کے وقت سے کمرے میں جانے کا مشورہ دینے لگی۔

ابے! جتنا اس کے شاہ جی تڑپا ہوئے ہیں! وہ دو نہیں ڈائریکٹ تین کافار مولا تیار کریں گے۔۔۔ میرال شاہ فون واپس ایزل کو پکڑاتی مرحا کی بات کی تصحیح کر رہی تھی جبکہ ذائشہ اور گل کھسیانی سی ہنسی ہنس رہی تھیں۔

آپ دونوں کو میں بہت معصوم اور شریف سمجھتی تھی لیکن آپ لوگ سب ایک جیسے ہو بے شرم اور بہت بے شرم ۔۔۔۔۔ گلالئی اور ذائشہ کو مسلسل دانت نکالتے دیکھ کر ایزل شاہ دانت پیستے ہوئے کلس کے بولی تھی جبکہ اوزی کی توپوں کا رخ اپنی طرف ہوتا دیکھ گلالئی اور ذائشہ تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔

استغفر اللہ! ان دونوں کو کوئی معصوم اور شریف نہ بولے۔۔ایک نے پہلی ہی دفعہ دو بچے پیدا کر کے ریکارڈ قائم کیا اور دوسری چھپی رستم ہمیں کوئی اشارہ دیئے بغیر تقریباً رخصتی کرواتے ساتھ ہی پریگننٹ ہو گئی۔اسلئے مہربانی فرما کے ان کو معصوم اور شریف کے لقب سے نہ نوازا جائے پلیز!!۔۔۔اوزی کی بات پہ میرال نے دہائی دی تھی جبکہ گلالئی اور ذائشہ منہ کھولے میرال کی طرف دیکھنے لگی جو اپنے بھائیوں کے اتاولے پن کا ملبہ ان پہ ڈال گی تھی۔۔مرحا نے بھی میرال کی بات کی تائید کرتے گلالئی ذائشہ کو سر سے لیکر پاؤں تک زو معنی نظروں سے دیکھا تھا۔

ایسا کچھ نہیں ہے! آپ کے ہی لالہ بے صبرے تھے۔۔۔سب کی باتیں اور نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی گلالئی اور ذائشہ تیزی سے یک زبان ہو کے بولتی منہ پھولا کے اپنی صفائی دینے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ان دونوں کے یوں صفائی دینے کے انداز پہ پھر سے میرال اور مرحا کی ہنسی چھوٹی تھی۔۔

آپ بھی اپنی خیر منالیں کیونکہ جتنا میں نے حازق لالہ کے بارے میں جج کیا ہے ناوہ آپ کو دو پروڈکٹس کی اماں ایک ساتھ ہی بنائیں گے لکھ کے رکھ لیں میری بات۔اور آپ مرحا آپی،بڑی ہنسی کی آوازیں گونج رہی ہیں نا ایسے ہی ان شاءاللہ بہت جلد آپ کی سسکیوں کی آوازیں بھی گونجنے والی ہیں۔۔۔آج پہلی دفعہ اوزی شاہ دھڑلے سے ان بے باک اور بے شرم لڑکیوں کو جواب دیتی پیر پٹکتے ہوئے سرخ چہرے کے ساتھ ہوا کی تیزی سے کمرے سے نکلی تھی ۔آج اوزی کے شاہ جی نے اسے سب کے سامنے ذلیل کر رکھ دیا تھا۔ایزل کے دوٹوک جواب پہ میرال اور مرحا کی آنکھیں کھلی تھیں جبکہ گل اور ذائشہ کو پھر سے ہنسنے کا موقع ملا تھا۔

کتنی تیز ہو گئی ہے یہ!ابھی ہمیں اخلاقیات سیکھا رہی تھی۔۔میرال شاہ حیرانی سے ہنستے ہوئے گویا ہوئی جس پہ مرحا بھی ناک سکوڑ کے ہنس پڑی۔

اچھا چھوڑیں مجھے یہ بتائیں دو بیٹیاں پیدا کریں گی یا بیٹے؟بلکہ نہیں بیٹے نہیں بیٹیاں ٹھیک ہیں کیونکہ ' یاور" اور میرا "زیان" ابھی تک شیت آرٹ جیسی نعمت سے محروم ہیں۔۔۔مرحا ہنسنا چھوڑ کے ایک دم سے میرال کو بے باکی دو بیٹیاں پیدا کرنے کے مفید مشورے دینے لگی تھیں۔

اور میرا احسان کدھر جائے گا؟تم بھی اٹھو شاباش میرے حسان کی شیت آرٹ کو دنیا میں لانے کا بندوبست کرو۔۔۔ میرال اس کا مشورہ واپس لپیٹ کر اسے ہی دیتی آنکھ ونک کر کے بولی تھی۔

میں کیوں آپی؟ ذائشہ اور گل بھی تو ہے۔۔ مرحا میرال کے مشورے سے غیر متفق ہوتی ذائشہ اور گلالئی کا حوالہ دینے لگی تھی۔ خود پہ آتے دیکھ کے ذائشہ اور گل جلدی سے نگاہوں کا زاویہ بدلنے لگیں، ایزل جا چکی تھی اب ان دونوں کی توپوں کا رخ ان کی طرف ہی ہونا تھا۔۔

تم سب پھس ہو! میری ائرہ بے بی ہی میرا نام روشن کرے گی!۔۔ میرال ناک چڑھا کے بولتی آئرہ شاہ کو مس کرنے لگی جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنے پیلس روانہ ہوئی تھی۔

ویسی واقعی بری ہوئی ہے بیچاری کے ساتھ! اس کا رنگ دیکھا تھا آپ نے کیسے لال ٹماٹر بنی ہوئی تھی ایس ایس پی کی کال سننے کے بعد۔۔۔ ائرہ کے ذکر پہ مرحا شاہ ہنستے ہوئے کمینگی سے بولی جس پہ سب آئرہ کی روہانسی شکل یاد کرتی ایک دفعہ پھر سے ہنس دیں۔ انکے ہنسی کی آوازوں کی وجہ سے زیان شاہ اٹھ چکا تھا جو کب سے گلالئی کے بیڈ پہ سو رہا تھا جبکہ ساتھ سوئے حسان خان کے کانوں پہ جوں بھی نہیں رینگی تھی وہ شاید نیند کا بہت پکا تھا۔ زیان کو اٹھتے دیکھ کر مرحا مسکراتے ہوئے اسے اٹھا کے اپنی گود میں بیٹھاتی اسکے بھورے بال سنوارنے لگی، وہ ہمیشہ کی طرح جھک کے اسکی آنکھ کے کمان کے تل پہ اپنے ہونٹ رکھ رہی تھی، ممتا کا لمس محسوس کرتے زیان شاہ کھکھلایا۔

زیان میری جان! دیکھو آنی آپ کو شیٹ آرٹ لا کے دیں گی۔۔۔ مرحا اپنی گود میں موجود زیان شاہ سے مخاطب ہوئی جو اپنی ہری آنکھوں کو مسلتے ہوئے اسکے سینے پہ سر ٹکائے ہوئے تھا۔ شیٹ آرٹ کا نام سنتے ہی وہ کھکھلا کے ہنستا ہوا میرال کی طرف بڑھ گیا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر میرال نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔

زیان شاہ میرال کے پاس پہنچتے ہی اپنے ننھے سے گلابی ہونٹ میرال شاہ گال پہ رکھ کے بار بار چومنے لگا۔

آنی شیٹ آرٹ!۔۔۔ زیان شاہ خوشی سے اپنی ہری آنکھیں ٹپٹپاتا کھکھلاتے ہوئے میرال شاہ کو بوسے دیئے جا رہا تھا جبکہ زیان شاہ کی اس کیوٹ سی حرکت پہ مرحا، گلالئی اور ذائشہ کی ہنسی بے ساختہ تھی، وہ اپنی شیٹ آرٹ کو پانے کیلے اپنی ساسوں ماں کو مکھن لگانے لگا رہا تھا جو ابھی اس دنیا میں آئی ہی نہیں تھی۔

بابا زان مزے ابی شیٹ آرٹ تے شات تھیلنا تا (بابا جان مجھے ابھی سویٹ ہارٹ کے ساتھ کھیلنا تھا) از میر شاہ اپنے سارے کھیلونے سائیڈ کرتا کاظم شاہ کی گود میں آ کے بیٹھتا افسردگی سے گویا تھا۔ یسری کو ابھی احان شاہ اٹھا کے لے

گیا تھا کیونکہ اس کے سونے کا وقت ہو چکا تھا۔ ابھی رات کے گیارہ ہو رہے تھے بچوں کو زیادہ دیر تک کوئی جاگنے نہیں دیتا تھا۔۔ سب بچوں کو ہمیشہ وقت پر ہی سلا دیتے تھے۔۔ یسری بھی بار بار نیند کی وجہ اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی ۔۔ اسی لئے ازمیر کے آئس کریم کھلانے کے وعدہ پہ فلحال اسے ڈھیل دیتی اپنے بھالو سے صبح آئس کریم لینے کا ارادہ رکھتی اپنے باپ کے ساتھ سونے کیلے چلی گئی تھی۔۔

میر! میری جان!!۔۔۔۔ڈول کو نیند آ رہی تھی اس لئے وہ سونے کیلے چلی گئی۔ چلو اب تم بھی چینج کر کے سو جاؤ ٹائم کافی ہو گیا ہے۔ ڈول کے ساتھ صبح کھیل لینا۔۔۔ ازمیر کے منہ پھولانے پہ کاظم شاہ اس کے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسے نرمی سے سمجھانے لگا تھا۔۔

نئ بابازان مزے نئ شونا مزے نینی نئ ای اب ای مے نے تھلینا تا۔ میر تے شات توئی نئ تھلیتا شب مزے بالو بوتے (نہیں بابا جان مجھے نہیں سونا مجھے نیند نہیں آئی ہے ابھی مجھے کھیلنا تھا، میر کے ساتھ کوئی نہیں کھیلتا سب مجھے بھالو بولتے)۔۔۔ ازمیر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ مروڑتا نظریں نیچے جھکائیں بظاہر دکھی انداز میں بولتے ہوئے شاید باپ کو ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہائے بابا جان صدقے اپنے میر پہ!! میں خود اپنے بیٹے کے ساتھ کھیلوں گا۔ کون بولتا میرے بیٹے کو بھالو؟ میر ابیٹا تو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ چلو اب بتاؤ کیا کھیلنا ہے؟۔۔۔۔ کاظم شاہ اپنے ڈرامے باز بیٹے کا افسردہ چہرہ دیکھ کے فوراً سے اسکے ساتھ کھیلنے کی حامی بھرتا ازمیر کے ماتھا پہ لب رکھ گیا تھا، کہاں برداشت ہوتی تھی اس سے اسکی اداسی۔۔۔۔

بابازان ہارش ہارش تھلیتے ایں (بابا جان ہارس ہارس کھیلتے ہیں)۔۔۔ کاظم شاہ کی کھیلنے والی بات سن کے ازمیر شاہ کھکھلاتا ہوا اس کی گود سے نکلتا اچھلنے لگا تھا۔

وہ تو ٹھیک ہے میر لیکن ہارس کون بنے گا؟ کاظم شاہ ازمیر کے کھکھلانے پہ سرشار ہوتا اس سے سوالیہ انداز میں مخاطب ہوا تھا۔ وہ دراصل کنفرم کرنا چاہ رہا تھا کہ کہیں اس کا بیٹا اسے گھوڑا بنانے کا تو نہیں سوچ رہا تھا؟

بابازان اپ ہارش بنو دے تو تے مے تو ابی شوٹا عونا (بابا جان آپ ہارس بنو گے، کیونکہ میں تو ابھی چھوٹا ہوں نہ)۔۔۔۔ ازمیر افسوس سے سر جھٹکتا اپنے چھوٹے ہونے کا بتاتا کاظم شاہ کو اپنی چھوٹی سی انگلی اٹھا کے ہارس بننے کا حکم دے گیا تھا۔

میر!! تم واقعی میں ہی اپنے باپ کو ہارس بناؤ گے ؟۔۔۔۔ازمیر کی حکمیہ انداز پہ کاظم شاہ آنکھوں میں حیرانگی لئے ازمیر سے سوال کرنے لگا تھا۔

دی بابازان دلدی تریں(جی بابا جان جلدی کریں)۔۔۔۔۔ازمیر ایکسائیٹڈ سا ہوتا اپنی کہی گئی بات پہ پھر سے مہر لگاتا کاظم شاہ کی ساری امیدوں پہ پانی پھیر گیا تھا۔

ہاامیر!! بابا کو ہارس کون بناتا ہے میری جان؟ آپ کے بابا ہارس بنتے ہوئے کتنے گندے لگیں گے ! کچھ اور کھیلتے ہیں۔۔۔۔کاظم شاہ کا فلحال گھوڑا بننے کا کوئی موڈ نہیں تھا اسی لئے وہ ازمیر کو بچوں کی طرح پچکارنے لگا۔

نئ بابا ذان مذے یہی تھیلنا اے (نہیں بابا جان مجھے یہی کھیلنا ہے)۔۔۔۔وہ ضدی انداز میں بولا۔

نو! ہم بلاکس یا پزل گیم کھیلیں گے۔۔۔۔۔کاظم شاہ نے پیار سے اسکا دھیان بٹانا چاہا تھا۔

نئ مے تاتوتے شاتھ ہارش ہارش تھیلنے ذارااوں! وہ روج میلے شاتھ ہارش بن تے ذم مے تھیلتے ایں (نہیں میں چاچو کے ساتھ ہارس ہارس کھیلنے جارہا ہوں! وہ روز میرے ساتھ ہارس بن کے جم میں کھیلتے ہیں)۔۔وہ اسکے انکار پہ سنجیدگی سے اپنے کھلونے سمیٹتا خفگی سے بول رہا تھا، ارزم ہر روز جم میں پش اپس کرتے ہوئے اسے اوریاور کو باری باری اپنی پشت پہ بٹھا دیتا تھا جس پہ وہ دونوں اسے ہارس سمجھ کے اس پہ جھولا لیتے ہوئے کھکھلاتے رہتے، ایسی ساری عادتیں اسی نے بچوں کو ڈال کے انہیں بگاڑا تھا۔

اچھا ناراض تو نہیں ہونا میری جان! آجاؤ ہم ہارس ہارس کھیلتے ہیں! ۔۔ازمیر کے ناراض ہونے پہ کاظم شاہ ایموشنل بلیک میل ہوتا بازو اوپر اٹھا کے اپنی بلیک ہڈی اتارنے لگا، اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی سیاہ شلوار قمیض تبدیل کر کے گرم ٹریک سوٹ پہنا تھا۔کاظم شاہ اپنے بیٹے کی خوشی کیلے کچھ بھی کر سکتا تھا تو پھر گھوڑا بننا کونسی بڑی بات تھی۔۔

شچی بابا ذان؟(سچی بابا جان؟)۔۔۔اسکے مان جانے پہ ازمیر شاہ بے یقینی سے کھکھلاتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔

مچی بابا کی جان کے عذاب!۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی ہڈی اتار کے صوفے پہ پھینکتا اسے پیار سے جواب دینے کے بعد اپنا موبائل اٹھائے واٹس ایپ کھول کے دیکھنے لگا کہ شاید اوزی کا کوئی میسج آیا ہو لیکن اوزی کی طرف سارے میسجز سین ہونے کے باوجود بھی کوئی ریپلائے نہیں آیا تھا۔۔

تمہاری آج خیر نہیں ہے!! میرے قہر سے آج تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا جیری!۔۔۔کاظم شاہ اوزی کا کوئی بھی ریپلائے نہ پا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے اپنے خیالات میں دھمکی انگیز لہجے میں گویا ہوا تھا۔

بابازان ہارش بنے نامزے شیٹ آرٹ تے لے ائش تیم لے نے دانا اے(باباجان ہارس بنیں نہ مجھے سویٹ ہارٹ کیلئے آئس کریم لینے جانا ہے)۔۔۔کاظم شاہ کو پھر سے فون میں مصروف ہوتا دیکھ کے ازمیر نے اسے آواز لگاتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کروایا تھا۔

بس میں آگیا! چلو آؤ بیٹھو میرے اوپر۔۔۔۔۔۔کاظم شاہ گہری سانس بھرتا نیچے زمین پر بیٹھ کے گھٹنوں کے بل ہوتا اپنے ہاتھ زمین پہ جمائے ہارس بنتا ازمیر کو اپنے اوپر سوار ہونے کا اشارہ کرنے لگا تھا۔دنیا کا مشہور بزنس ٹائیکون جس کے روعب و دبدبے سے ہر کوئی واقف تھا، آج اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر اسکے لئے گھوڑا بنا ہوا تھا۔ازمیر اپنے ہاتھ اسکے برہنہ کندھوں پہ جماتا اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

بابازان مذشے بیتا نئ ذارا(باباجان مجھ سے بیٹھا نہیں جارہا) ۔۔۔بار بار کوشش کرنے کے بعد سوار ہونے میں ناکامی دیکھ کے ازمیر جھنجھلاتے ہوئے بولا تھا۔۔ازمیر کافی صحت مند تھا۔اور اوپر سے گرم موٹے کپڑے پہننے کی وجہ سے وہ اپنا ایک پاؤں بھی اوپر نہیں اٹھا پا رہا تھا کاظم شاہ کی پشت پہ سوار ہونا تو پھر دور کی بات کی تھی۔۔ازمیر کو یوں جھنجھلاتے دیکھ کر کاظم شاہ مزید نیچے ہوتا اپنا ایک ہاتھ پیچھے کی طرف لے جا کے ازمیر کو سہارا دے کے اپنی پشت پہ بیٹھا گیا تھا۔اسکے اوپر بیٹھتے ہی ازمیر کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔۔وہ کاظم کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔۔ازمیر کی مضبوط گرفت دیکھ کے کاظم شاہ نے اب آگے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا تھا۔۔وہ بہت احتیاط برت رہا تھا کہیں ازمیر نیچے گر نہ جائے۔۔کاظم شاہ کے پورے کارپٹ پہ گول گول چکر لگانے پہ ازمیر شاہ کی کھکھلاہٹ کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔۔کٹی جو کب سے بیڈ پہ اوندھے منہ پڑی آرام فرما رہی تھی ازمیر کی کھکھلاہٹ کی آوز سن کے اٹھتی فوراً سے بیڈ سے نیچے اتری۔۔تھوڑی دیر ساری صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد وہ کاظم شاہ کے چہرے کی طرف بڑھتی اپنی دم اسکے منہ پہ پھیرتے ہوئے اس کے سامنے سے گزری تھی جبکہ اس کی اس حرکت پہ کاظم شاہ نے اسے گھوریوں سے نوازا تھا۔۔کٹی پھر سے واپس آتی اس کے چہرے پہ دوبارہ اپنی دم پھیرتی دائیں جانب

کو گزت گئی، کاظم شاہ اسے کافی ضبط سے گھورتا ہوا چکر لگا رہا تھا۔ کٹی بار بار میاؤں میاؤں کرتی اپنا یہی عمل بار بار دہرانے لگی تھی۔۔

یو بلڈی کٹی!! دور رہو مجھ سے اور اپنی یہ جراثیم زدہ دم پڑے کرو نہیں تو میں اسے کاٹ کے رکھ دوں گا۔۔۔ کٹی کو بار بار یہ حرکت دہراتے دیکھ کے کاظم شاہ بھڑکتے ہوئے بولا تھا۔۔ وہ کٹی کو ہٹانے کیلئے اپنے ہاتھوں کا استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا تو ازمیر نیچے گر جاتا، کاظم شاہ کے ہاتھ اس وقت کچھ بھی کرنے سے قاصر تھے۔ اسی بات کا چالاک کٹی فائدہ اٹھا رہی تھی۔۔ کٹی اپنی دم کیلئے جراثیم زدہ کا لفظ سنتی پھر سے میاؤں میاؤں کرتی اسکے چہرے کی طرف بڑھی تھی۔ کاظم شاہ کے چہرے کے قریب ہوتی اپنی زبان سے اسکے چہرے کو لک کرنے کے ساتھ اپنے پنجے بھی بھی اسکی بیئرڈ میں الجھا گی تھی۔ کٹی چند منٹوں میں ہی اس کا پورا چہرہ چاٹ کے گیلا کر چکی تھی۔۔

فسادن کٹی میں تمہارا خون پی جاؤ گا۔ اپنی گندی زبان پیچھے کرو۔۔۔ کٹی کو یوں اپنا چہرہ لک کرتے دیکھ کے کاظم شاہ آگ بگولہ ہوا تھا۔ کاظم شاہ اپنی آنکھوں میں غصے کی سرخی لئے کٹی کو وارن کرنے لگا تھا لیکن کٹی اس کی سب وارننگز کو نظر انداز کرتی بالکل بیویوں کی طرح اسکے چہرے کا ایک ایک نقوش چاٹ کے پیچھے ہٹی تھی۔۔ شاید کٹی کو بھی آج ہی اتنے سالوں کا بدلہ اتارنے کا موقع ملا تھا۔

(کتنے ظلم کئے تھے اس آدمی نے مجھ پر، اسکی ہمت کیسے ہوئی میری دم کو جراثیم زدہ بولنے کی؟) کٹی آج اپنے سارے اگلے پچھلے حساب برابر کرتی کاظم شاہ کو غصے سے سرخ کر گئی تھی۔۔ میاؤں میاؤں (اب آیا نہ اونٹ پہاڑ کے نیچے) کرتی کٹی نیچے کارپٹ پہ خوشی سے لیٹیاں لینے لگی تھی۔ ازمیر کٹی کی حرکتوں پہ ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔۔ ازمیر کی قلقاریاں کمرے سے باہر جا رہی تھی جسے سنتی ایزل کچھ پر سکون ہوئی تھی مطلب کہ شاہ جی کا موڈ اچھا تھا۔ ایزل دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی لیکن کاظم شاہ اسے اسکی خوشبو سے پہچان چکا تھا، سامنے کارپٹ پہ ہارس بنے کاظم شاہ کو دیکھ کے ایزل کی صدمے سے آنکھیں پھیلی تھیں۔۔

اووزی میرے اوپر سے میر کو ہٹاؤ، مجھے اس کٹی کا دماغ درست کرنا ہے جو میرے ساتھ فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔ کاظم شاہ اوزی کی طرف بنا دیکھے حکم صادر کر گیا تھا۔

نئ بابا زان ابی مزے دو چتر اور ای نے ایں (نہیں بابا جان ابھی مجھے دو چکر اور لینے ہیں) ۔۔ ازمیر نے تیزی سے اترنے سے انکار کیا تھا۔۔

مما اپ بی اداؤ بوت مجا آلا (مما آپ بھی آجاو بہت مزہ آرہا ہے)۔۔۔ اوزی دونوں باپ بیٹے کی بات پہ کنفیوز سی ہوتی ادھر ادھر نظریں گھما کے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی کیونکہ اسے اپنے شاہ جی کو گھوڑے کے روپ میں دیکھ کے ہنسی آرہی تھی لیکن اس وقت کاظم شاہ اسکی طرف ہی دیکھ رہا تھا اسی لئے وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدل رہی تھی۔

آجاؤ بیٹھو میرے اوپر تمہیں بھی دو چکر لگا کے جھولے دے دیتا ہوں! کیا یاد کرو گی کیسا محبت کرنے والا شوہر ملا ہے تمہیں۔۔۔ ازمیر کے مشورے پہ کاظم شاہ اترا کے ایزل شاہ کی طرف دیکھتا اسے اپنے قریب بلانا چاہ رہا تھا، اوزید دونوں باپ بیٹے کی آفر کو فوراً قبول کرتی اپنا اٹڈ تاقہقہ دباتے ہوئے کاظم کی پشت پہ ازمیر کے پیچھے سوار ہو گئی۔ کاظم شاہ کیلئے دونوں کا وزن برداشت کرنا بہت آسان تھا کیونکہ ان سے زیادہ وزن وہ جم میں اٹھاتا رہتا تھا۔

Remember my sweetheart!! You will pay for this enjoyable ride

کاظم شاہ اوزی کو ازمیر کے ساتھ کھکھلاتا دیکھ کے زو معنی انداز میں ایزل شاہ سے مخاطب ہوا تھا جو مزے سے اسکی پشت پہ سوار جھولا لے رہی تھی لیکن اسے نے اپنی اس رائیڈ کا ٹکٹ تو خریدا ہی نہیں تھا، خیر تھی کیونکہ بعد میں کاظم شاہ اپنے طریقے سے حساب برابر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اوزی شاہ کاظم شاہ کہ بات سنی ان سنی کرتی اس نئے طرز کے گھوڑے کی سواری انجوائے کرنے لگی تھی۔۔ کاظم شاہ کو پھر سے گول گول کارپٹ پہ گھومتے ہوئے مصروف دیکھ کے کٹی ایک دفعہ پھر اپنی دم ہلاتی اس کی پاس آئی تھی۔ وہ اسکی منہ پہ دم مارتی ایک ادا سے اسکی طرف دیکھتی ایک جست میں اسکی پشت پہ ازمیر کے آگے بیٹھتی سوار ہوئی تھی ۔۔ کٹی اب کافی موٹی ہو چکی تھی۔ فارغ بیٹھ بیٹھ کے اس کا وزن دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔ کاظم شاہ اس وقت کٹی کی حرکتوں کو ضبط سے برداشت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اوزی اپنی آنکھوں میں شرارت لئے سرگوشی نما آواز میں ازمیر کے کان میں کچھ کہتی پیچھے ہٹی تھی۔۔ جس کا اگلے ہی پل ازمیر نے ڈھنڈھورا پیٹا تھا۔۔

تل میلے دھوڑے تک تک (چل میرے گھوڑے ٹک ٹک ٹک)(2)۔۔۔ازمیر کے یوں اچانک سے نظم پڑھنے پہ کاظم شاہ کی آنکھیں پھیلی تھی جبکہ اوزی کو ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔۔شاید یہ پہلا سید زادہ تھا جو اپنے بیٹے، بیوی یہاں تک کہ اپنی سوتن (کٹی) کیلئے بھی گھوڑا بنا ہوا تھا۔اور ان تینوں کو اپنی پشت پہ بٹھائے گھڑ سواری کا مزہ دے رہا تھا۔۔

اوزی شاہ اور کٹی کی آج سیم فیلنگز تھی، آج زندگی میں پہلی بار شاہ جی اوزی کے قابو میں آئے تھے، ہمیشہ سے کاظم شاہ اس پہ اپنا سارا وزن ڈالتا اس کا سانس روک دیتا تھا لیکن آج اوزی کی باری تھی۔یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اوزی ناک سکوڑ کے اپنی دونوں ٹانگیں فولڈ کرتی انہیں بھی کاظم کی پشت پہ رکھ کے مزید وزن ڈالنے کی کوشش کرتی شرارت سے کاظم کا سرخ چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

ظالم ہو تم لوگ گھوڑے پہ کوئی اتنا ظلم کرتا ہے کیا؟ اتنا وزن ہے تم لوگوں کا کم کھایا کرو۔۔۔کاظم شاہ کب سے گول گول چکر کاٹتا اب تھک چکا تھا وہ تھکے ہوئے انداز میں بولتا خود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے دھڑام سے نیچے گرا تھا جس کی وجہ سے اوزی، ازمیر اور کٹی میڈیم بھی زمین پہ اوندھے منہ سلامی دینے لگیں۔نیچے موٹا اور گرم کالین ہونے کی وجہ سے کسی کو چوٹ نہیں آئی تھی۔اوزی اور ازمیر ہنس ہنس کے پاگل ہو رہے تھے جبکہ کٹی کاظم شاہ کو پھر سے ایک ثابت انسان کے روپ میں دیکھ کے تیزی سے گرتی پڑتی کاظم شاہ کے حملے کرنے سے پہلے ہی کمرے سے باہر بھاگی کی جانب بھاگی تھی، اسے تو لگ رہا تھا یہ انسان ہمیشہ کے لئے اللہ کی طرف سے سزا پاتا گھوڑا بن چکا ہے کیونکہ اس نے اس کٹی پہ تھوڑے ظلم نہیں کئے تھے۔کٹی کا فرار ہونا لازم تھا کیونکہ کٹی رائیڈ کے وقت اسکی گردن پہ بھی اچھے خاصے وقفے وقفے پنجے گاڑتی رہی تھی۔اور کٹی کو معلوم تھا اگر وہ ایک منٹ بھی یہاں اور رکی تو اس کی موت کاظم شاہ کے ہاتھوں پکی تھی۔۔آج کٹی نے کاظم شاہ سے اپنے اگلے پچھلے سارے بدلے لے لئے تھے، اب وہ سکون سے مر سکتی تھی۔

تمہاری یہ کٹی آئندہ کے بعد مجھے اپنے روم میں نظر نہ آئے ورنہ یہ میرے ہاتھوں ضائع ہو جائیے گی۔یہ اب بالغ ہو چکی ہے اس کی شادی کرو کیونکہ میں اس ترسی ہوئی روح کا کنوارہ پن مزید برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔اوزی کو کھکھلا کے ہنستے ہوئے دیکھ کر کاظم شاہ اسے اپنی طرف متوجہ کرواتا جلد از جلد کٹی کی شادی کروانے کا حکم دینے لگا، دل میں وہ ازمیر اور ایزل کو اپنی وجہ سے کھکھلاتے دیکھ کے اندر تک سرشار ہو رہا تھا۔

لیکن آپ تو کہتے تھے کہ کٹی کی شادی نہیں ہو گی وہ کنواری ہی مرے گی تو اس لئے میں نے بھی کٹی کو ہمیشہ کیلے اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔اوزی معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپا کے بولتی اسکی کہی گی بات یاد دلانے لگی تھی۔۔ کٹی جو باہر ہی کھڑی تھی اوزی کی بات سنتی تھوڑا سا منہ نکال کر میاؤں میاؤں کرتی ہوئی اپنی دم ہلانے لگی تھی جیسے کہہ رہی ہو شاہ جی میں کہیں نہیں جاؤ گی! ساری زندگی آپ کے سینے پہ مونگ دلوں گی۔۔ کٹی کو اس طرح خود کو چڑاتے دیکھ کاظم شاہ نے غصے سے ازمیر کا کھلونا کٹی کی طرف پھینکا تھا لیکن کٹی اپنا بچاؤ کرتی یہاں سے بھاگ چکی تھی۔۔

پہلے کہتا تھا لیکن اب میں اس کو ایک منٹ بھی مزید اپنی حویلی میں برداشت نہیں کر سکتا۔کاظم شاہ کالین سے اٹھ کے اوزی کو گھور کے دیکھتا غصے سے بولتے ہوئے باتھروم میں گھسا تھا۔وہ شاید شاور لینے گیا تھا کیونکہ کٹی اسکی پیٹھ اور چہرے پہ اپنی محبت کی مہریں ثبت کر چکی تھی جنہیں صاف کرنا اس نفاست پسند شخص کے لئے بہت ضروری تھا جبکہ اوزی کو اپنے شاہ جی حالت دیکھ دیکھ کے ہنسی آ رہی تھی۔وہ اپنی ہنسی ضبط کرتی ازمیر کو اپنی گود میں لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ازمیر کی آنکھیں اب نیند کی وجہ سے بند ہو رہی تھی اس لئے اوزی اس کو سیدھا اس کے روم میں لے گئی تھی ۔۔ تقریباً پندرہ منٹوں میں ہی اوزی ازمیر کو سلانے کے بعد واپس سے اپنے روم آئی تھی۔وہ ازمیر کے سارے کھلونے سمیٹ کے باسکٹ میں ڈالتی باسکٹ ایک سائیڈ پہ رکھتی آئینے کی طرف بڑھتی اپنے جیولری اتارنے لگی تھی۔

کیا کر رہی ہو یہ ؟ہمم!! ۔یہ سب پہنا تم نے اپنی مرضی سے تھا لیکن اترے گا میری مرضی سے بلکہ میں خود اپنے ہاتھوں سے اتاروں گا۔۔۔کاظم شاہ جو ابھی باتھروم سے نکلا تھا اوزی کو جیولری اتارتا دیکھ کے اسکی طرف بڑھتا اس کے ہاتھوں کو روک گیا تھا۔وہ اس وقت صرف بلیک ٹروازر میں ملبوس تھا۔اسکے بال گیلے تھے جبکہ چٹانی سینے اور کندھوں پہ بھی پانی کی بوندیں بکھری ہوئی تھیں۔

شام کو اپنے روپ کی ایک جھلک دیکھا کے کہاں غائب ہو گئی تھی ؟؟۔۔اوزی کو خاموش کھڑا دیکھ کے کاظم شاہ اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگاتا اسکی گردن پہ جھک کے بائٹ کرتا نروٹھے پن سے بولا۔

وہ میں گل کے کمرے تھی۔باقی سب لڑکیاں بھی وہی تھیں۔۔اوزی نے سمٹتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

اتنی خوبصورت فراک ذیب تن کرنے کے بعد مجھے خود سے اتنی دیر دور رکھ کے اوزی تم نے مجھے جو تڑپایا ہے نا باخدا ایک ایک لمحے کا حساب لوں گا۔۔بنا رحم کیے تمہارے جسم کے پور پور پہ اپنی تڑپ دیکھاؤ کے اپنی شدتوں کی مہریں

ثبت کروں گا اور پھر میں بری طرح تمہاری اور اپنی جان کو ایک کر کے تمہیں سسکنے پہ مجبور کروں گا کیونکہ تمہارے لئے میرے جذبات کے ساتھ کھیلنے کی یہی سزا ہے۔ تمہیں جانتی ہو تمہارا اتنا حسین روپ دیکھ کے کیسے میں نے اپنے جزبات پہ کنٹرول کیا تھا؟ نہیں تم نہیں جانتی، صرف میں ہی جانتا ہوں۔ بیوی ہوتے ہوئے بھی بندہ اس کے دیدار کو ترس کے رہ گیا ہے۔ تم ایسی تو نہیں تھی اوزی!! پچھلے کئی دنوں سے میں تم سے ایک فرمائش کر رہا ہوں۔ تم وہ پوری کرنے کی بجائے مجھے ٹال رہی ہو۔ کیا میں تمہیں اب اچھا نہیں لگتا؟ یا میرا پیار کرنا اچھا نہیں لگتا جو تم ہر وقت مجھ سے دور بھاگتی رہتی ہو۔۔۔ کاظم شاہ اوزی کے پیٹ پہ اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتا مسلسل اسکی گردن سک کرتے ہوئے اپنی تڑپ اور خیالات کا اظہار کر رہا تھا، وہ اب بیٹے والی حرکات اپناتا اسے ایمو شنل بلیک میل کر رہا تھا۔۔

نہیں شاہ جی ایسا بلکل بھی نہیں ہے!! بھلا آپ مجھے کیسے برے لگ سکتے ہیں؟ آپ کوئی چیز تھوڑی ہیں جو وقت کے ساتھ اچھی یا بری لگتی ہے؟ آپ تو میری جان ہے اور جان جسم کیلئے لازم و ملزوم ہوتی ہے اچھے یا برے کی بات ہی نہیں ہوتی۔ جب کوئی انسان آپ کی جان بن جائے پھر اگر وہ آپ کے جسم سے نکل جائے تو جسم ناکارہ ہو جاتا ہے بلکل اس طرح آپ کی اوزی بھی آپ کے بنا ناکارہ ہے شاہ جی! اور جہاں تک رہی فرمائش پوری کرنے کی بات تو میں نے پہلے کبھی آپ کو اپنے قریب آنے سے منع کیا ہے جو اب کروں گی۔۔ آپ کا حق ہے میرے جسم پر! آپ جس طرح چاہیں اپنا حق لے سکتے ہیں میں افف تک نہیں کروں گی۔۔ اوزی شاہ پہلے تو کاظم شاہ کی جنونی باتوں پہ گھبرا گئی تھی پھر بعد میں اسکی اچھا نہ لگنے والی بات پہ تڑپ اٹھی، وہ کاظم کے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتی اسے نرمی سے صفائی دینے کے ساتھ ساتھ اسکی فرمائش کی تکمیل کا بھی اشارہ دے گئی تھی۔ اسکے خوبصورت الفاظ پہ کاظم شاہ جہاں مبہوت ہوا تھا وہی پہ اسکے اتنی جلدی ایمو شنل ہوے پہ اسکی ہنسی چھوٹی تھی۔۔

ہاہاہا!! سوچ لو مجھے برداشت کر لو گی؟ کیونکہ میں تب تک پیچھے نہیں ہٹوں گا جب تک میں اپنی نئی پروڈکٹ کا بندوبست نہیں کر لوں گا!۔۔۔ کاظم شاہ ہنستے ہوئے آبرو اٹھا کے گھمبیر آواز میں استفسار کرتا اسکی ہمت جج کرنا چاہ رہا تھا جو اسے برداشت کرنے کی حامی بھر گئی تھی۔۔

شاہ جی!۔۔۔ ایزل اپنا رخ واپس موڑتی اسکے سینے پہ مکا جھڑتی اسے میں شرم سے چھپی تھی۔

چلو پیچھے تو ہٹو مجھے اپنی فراک دیکھاؤ!!۔۔۔کاظم شاہ نرمی سے اسے اپنے سینے سے الگ کرتا سر سے پاؤں تک دیکھنا لگا۔اوزی کے سراپے کو دوپٹے میں چھپا دیکھ کے وہ ایک ہاتھ سے اس کا دوپٹہ اتار گیا تھا۔۔

چلو اب مجھے گول گول گھوم کے دیکھاؤ جس طرح تم ماں بیٹے نے آج مجھے گھوڑا بنا کے گھمایا ہے۔۔کاظم شاہ اوزی کا دوپٹہ سائیڈ پہ رکھتا اس کا ایک ہاتھ پکڑ کے اوپر کی طرف کرتا اوزی کو گول گول گھومانے لگا تھا۔۔گھومنے کی وجہ سے اسکی پٹھانی فراک مزید اسے خوبصورت بنا رہی تھی۔اوزی پہلے بھی اکثر اوقات فراک پہنتی تھی لیکن اس نے آج پہلی دفعہ پٹھانی فراک پہنی تھی جس کو دیکھتے ہی اس کا شوہر بے ایمان ہوا تھا۔گول گول گھومتے ہوئے ہنستی ہوئی ایزل شاہ کاظم شاہ کے دل پہ بجلیاں گرا گئی تھی۔۔کاظم شاہ ایک دم اس کا ہاتھ چھوڑتا نیچے جھک کر اسے ٹانگوں سے پکڑ کر اوپر کی طرف اٹھاتا اپنے چہرے کے قریب اس کا چہرہ کرتا پیاسوں کی طرح اسکے گلابی لبوں کو اپنی حراست میں لے گیا۔کاظم شاہ بے باکی سے اسکے ہونٹوں کو سک کرتا ان کی ساری نمی پینے لگا جبکہ ایزل شاہ اس اچانک انقادیہ پر بوکھلاتی ہوئی اسکی گردن کے گرد بازو ہائل کرتی نرمی سے اسکے لبوں چومتے ہوئے اس کا ساتھ دینے کی کوشش کرنے لگی تھی جس پر کاظم شاہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے اپنے لمس میں شدت لانے کا اشارہ کیا تھا۔ایزل شاہ اگلے ہی پل اسکے اشارے پہ عمل کرتی اسکی طرح اس کے لبوں کو اپنے دانتوں سے کترنے لگی جس پر کاظم شاہ فتح مندی سے مسکراتا ہوا اس لیئے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔۔ایزل کو بیڈ پہ لٹا کے کاظم شاہ اسکے لبوں سے لپٹا ایک ہاتھ سے اسکی ساری جیولری اتار کے اسکے بال کھول گیا تھا۔وہ کبھی اوزی کے نچلے لب کو اپنے دانتوں میں دباتا تو کبھی بالائی لب پہ اپنی جنونیت دیکھانے لگتا،بنا سانس لئے مسلسل اوزی کے لبوں کو سک کرنے سے اب دونوں کی سانسیں پھول چکی تھی۔اوزی کی سانسیں بند ہوتے دیکھ کے کاظم شاہ اسکی زبان کو سک کرتا پیچھے انہیں نرمی سے آزادی بخش گیا۔۔اسے پیچھے ہٹتے دیکھ کے اوزی نے شکر ادا کیا تھا۔کاظم شاہ اسے سانسیں ہموار کرنے کا موقع فراہم کرتا اسکے تن سے پٹھانی فراک ریموو کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دھڑکنوں کو بھی ہر پردے سے آزاد کر گیا۔ایزل شاہ اسکی نظروں کی تپش خود پہ محسوس کرتی سرخ پڑی تھی۔۔کاظم شاہ اسکی دھڑکنوں پہ ہاتھوں کا لمس چھوڑتا ان پہ جھکا تھا۔وہ اپنے لبوں اور دانتوں کا ظالمانہ لمس ان پہ چھوڑتا اسکے پیٹ پہ گیلے لبوں کا لمس اور سانسوں کی تپش سے اوزی کو مچلنے پر

مجبور کر گیا تھا۔ اسکے مچلنے پہ کاظم شاہ مزید بے چین ہوتا اپنے ہاتھوں اور لبوں کی مزید بے باکیاں دیکھائے اسے بن آب مچھلی کی طرح تڑپا رہا تھا۔۔

شاہ جی!!۔۔۔ اسکے ہاتھوں کی من مانیوں پہ اوزی نے بے ساختہ مدہوشی میں اسے پکارا تھا۔

Ok sweet heart!!! Can you handle me?

کاظم شاہ اسکی پکار کا مطلب سمجھتا اپنی خمار آلود نگاہوں سے اس سے سوال کر گیا تھا جس پر اوزی نے اسکے بالوں میں انگلیاں الجھاتے بنا کچھ بولے جواب دے گئی۔۔ کاظم شاہ اس سے تھوڑا فاصلہ پہ ہوتا خود اور اوزی کو ہر پردے سے آزاد کرتا ریموٹ سے کمرے کی لائٹ آف کرتا واپس سے اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔ وہ نرمی سے اسکی تھائیز پہ ہاتھ پھیرتا اوزی کو آگے کر کے فکس کرتا اسکے کندھے پہ ایک ہاتھ جمائے ایک جھٹکے سے اسکی روح میں اترا تھا۔۔

شاہ جی!۔۔۔ اس کے یوں شدت سے اپنی روح میں اترنے پر ایزل شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔

شاہ جی قربان!!۔۔۔ ہمیشہ کی طرح محبت سے لبریز لہجے میں اسکی پکار کا جواب دیتا کاظم شاہ اس کے ماتھے پہ لب رکھتا اس کو دونوں کندھوں سے تھامے اپنے عمل میں شدت شامل کرنے لگا جبکہ اوزی اسے کمر سے جکڑے اپنے لرزتے وجود پر قابو پانے لگی تھی۔۔ کاظم شاہ لمحہ بہ لمحہ پگھلتا اس کے وجود میں گھلتا جا رہا تھا۔۔ کمرے میں ہیٹر آن تھا اور اس پہ تضاد کاظم شاہ کی شدتوں کہ وجہ سے اوزی اب مکمل طور پر پسینے سے بھیگ چکی تھی۔۔ کاظم شاہ اسکی حالت دیکھتا تھوڑی دیر کیلے پیچھا ہٹا تھا۔۔ وہ اس کا پسینہ صاف کرتا اسکی نیلی آنکھوں پہ لب رکھ گیا۔۔

اوزی تمہاری انکھیں کتنی پیاری ہیں! اپنی آنکھیں مجھے دے دو!!۔۔۔ وہ اپنی پھولتی ہوئی سانسوں کے ساتھ بولا تھا۔۔ کاظم شاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا انکی خوبصورتی پر بے خود ہوتا انہیں مانگنے لگا تھا۔

نہیں یہ میں کسی کو نہیں دوں گی کیونکہ ان آنکھوں میں آپ کا عکس بستا ہے جو میں کسی کو ادھار بھی نہیں دے سکتی ۔۔۔ اوزی نے فوراً سے صاف انکار کیا تھا۔۔

مجھے بھی نہیں؟۔۔۔ اسکے محبت بھرے جواب پہ کاظم شاہ پھر سے اسکی آنکھوں پہ لب رکھتے ہوئے گویا تھا۔

نہیں آپ کو بھی نہیں۔۔۔ اوزی نے بھی اپنا وہی مؤقف اختیار کیا تھا۔

ٹھیک ہے نہ دو! میں بالکل سیم ایسی آنکھوں والی اپنی ڈول خدا سے مانگ لوں گا۔۔کاظم شاہ اسے ناک سکوڑ کے جواب دیتا ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک چھوٹی سی ڈبی نکالتا اس میں سے ایک عدد گرین ڈائمنڈ رنگ نکال کے اوزی کے نازک ہاتھ کو پکڑ کر اسکی درمیانی انگلی میں پہنا گیا تھا۔

تمہاری اس رنگ میں میری ڈول کی رنگ بھی چھپی ہے جب وہ اس دنیا میں آئے گی تو اس وقت میں اسے اس سے الگ کر کے اپنی ڈول کی انگلی میں پہنا دوں گا۔۔۔کاظم شاہ اس کی انگوٹھی سے سجی انگلی پہ لب رکھتا آنکھوں میں نمی لئے گویا تھا، بیٹی کے لئے اسکی خواہش دن بدن بڑھتی جا رہی تھی جبکہ اوزی اس قدر خوبصورت تحفے پہ اپنے شاہ جی کا شکریہ ادا کرتی اسکی بیئر ڈپہ لب رکھ گی۔اوزی کی انگوٹھی سکیور شیپ کے ڈائمنڈ والی تھی جس کے درمیان میں ایک چھوٹے سے ہارٹ شیپ کی ایک اور انگوٹھی کندہ تھی، دیکھنے سے وہ اس کا حصہ معلوم ہوتی تھی، لیکن الگ کرنے پر وہ اس سے الگ ہو جاتی تھی۔۔

کاظم شاہ اوزی کی جان لیوا ادا پہ اس کی گردن پہ دانت گاڑھتا ایک دفعہ پھر سے اسے کمر سے جکڑے اس میں شدت سے سمایا تھا۔ایزل کے سسکنے پہ کاظم شاہ اپنا آپ اس میں آخری حد تک شامل کرتا اپنے عمل میں جنونیت اختیار کر گیا تھا۔اسکے جنونی انداز پہ ایزل شاہ کی سسکیوں اور آہیں پورے کمرے میں گونج رہی تھی جبکہ کاظم شاہ اسکی سسکیوں پہ پر سکون ہوتا اس پہ بنا رحم کیے اس کے وجود میں سماتا جا رہا تھا۔۔کافی دیر تک وہ اس میں سرائیت کرتا خود کو سکون پہنچاتا رہا تھا جبکہ ایزل کی اس کے دیو ہیکل وجود کے نیچے دبنے سے حالت غیر ہو رہی تھی جس پر ایزل نے مزاحمت کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تھی۔اپنے کام میں اوزی شاہ کو خلل ڈالتے دیکھ کے کاظم شاہ بدمزہ ہوتا اوزی کو اسی حالت میں اٹھائے صوفے کی طرف بڑھا تھا وہ احتیاط سے اوزی کو صوفے کی بیک پہ بیٹھا گیا تھا۔۔

شاہ جی بس کریں میں تھک گی ہوں!!۔۔۔اوزی نے نڈھال ہوتے اس کی شدتوں کے آگے ہار مانی تھی۔

Come on, sweetheart! Bear with me for just a few more minutes. Feel my body inside you and let's enjoy this moment

کاظم شاہ گھمبیر آواز میں بولتا اوزی کو خود میں سمانے لگا تھا۔۔ کاظم شاہ اسکی دھڑکنوں پہ اپنے لبوں کا لمس چھوڑتا اپنی شدتوں میں اضافہ کرتا چلا گیا تھا۔ جبکہ اوزی اپنے نڈھال ہوتے وجود کے ساتھ اسے کندھوں سے تھامے برداشت کرنے لگی تھی۔۔

تقریباً دو ہفتہ بعد:

وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں سکون سے خواب و خرگوش کے مزے لے رہے تھے جب ایزل شاہ کی اچانک سے کسی عجیب سے احساس کے تحت آنکھ کھلی تھی، اسے ایک دم سے اپنا دل خراب ہوتا محسوس ہوا تھا، ایزل نے کاظم شاہ کے مضبوط حصار سے آزاد ہونا چاہا تھا لیکن وہ کمزوری کے باعث اسکے وزنی بازو اور ٹانگ کو خود پر سے ہٹا نہیں پائی تھی، وہ اسے سختی سے اپنے حصار میں لئے گہری نیند میں تھا، ایزل شاہ نے خود میں طاقت جمع کرتے کاظم شاہ کو خود سے دور کرنا چاہا تھا لیکن ناکام ٹھہری۔ صبح ہی صبح نقاہت کے باعث اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

اہمم! سو جاؤ۔۔ بہت تھکا ہوا ہوں آج آفس لیٹ جاؤں گا!۔۔۔ ایزل کی مزاحمت پہ کاظم شاہ آنکھیں وا کئے بغیر اسکے گرد اپنا حصار مزید تنگ کرتا نیند میں ڈوبی آواز میں گویا ہوا تھا۔

ش۔شاہ۔۔جی۔۔۔ ایزل گھٹی گھٹی آواز میں بولتی کاظم شاہ کو اپنی پوری قوت قوت سے خود سے جھٹکتی ہوئی بیڈ سے اٹھی تھی، اسکے یوں جھٹکنے پہ کاظم شاہ ایک دم سے اپنی سرخی چھلکتی گولڈن آنکھیں وا کر گیا، ایزل کو منہ پہ ہاتھ رکھ کے اندھا دھند باتھروم کی طرف بھاگتے دیکھ کے کاظم شاہ کی نیند بھک سے اڑی تھی۔

اووزی!!۔۔۔۔ وہ اسے پریشانی سے پکارتا تیزی سے بیڈ سے اترتے ہوئے باتھروم کی طرف بھاگا تھا جہاں وہ سنک پہ چہرہ جھکائے وامٹنگ کر رہی تھی۔

اووزی!۔۔۔ وہ اسکے قریب آ کے اسکے بکھرے بال فولڈ کر کے پیچھے کی طرف کرتا اسکی کمر سہلاتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا، وہ اسے یوں وامٹ کرتے دیکھ کے پریشان ہوا تھا، انہوں نے تو رات میں کچھ بھی الٹا سیدھا نہیں کیا تھا پھر ایزل کو یوں اچانک سے کیا ہوا تھا۔ ایزل شاہ وامٹنگ کرتے نڈھال سی ہو چکی تھی، اگر کاظم شاہ نے اسے تھام نہ رکھا ہوتا تو شاید وہ اب تک زمین بوس ہو جاتی، کاظم شاہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھ سے دھلاتا اسکے کانپتے بدن کو

مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا، ایزل کی آنکھوں سے آنسو خود بخود عارضوں پہ پھسلتے پانی کے ساتھ مکس ہو رہے تھے، اسکا چہرہ واش کرواتا کاظم شاہ پانی اور اسکے آنسوؤں میں فرق پہچان گیا تھا۔

ریلکس اووزی! کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔ وہ ٹیپ بند کر کے اسے اپنے سینے سے لگا کے اسکے ماتھے پہ پیار سے ہونٹ رکھتا اسے نرمی سے تسلی دینے لگا، ایزل کے وجود کی کپکپاہٹ اب کم ہو رہی تھی، وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے نڈھال سی اسکے برہنہ سینے سے چپکی ہوئی تھی، وہ اس وقت صرف گرے ٹراوزر میں ملبوس تھا۔ کاظم شاہ اسے ایک جست میں اپنے بازوؤں میں اٹھاتا باتھروم سے نکل کے کمرے میں آتا صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

کیا کھایا تھا رات میں؟۔۔۔ اسے صوفے پہ بیٹھا کے وہ ہیٹر کی سپیڈ بڑھاتا پھر سے واپس اس کے پاس آ کے پنجوں کے بل اسکے گھٹنوں کے پاس بیٹھتا فکر مندی سے دریافت کرتے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رب کر رہا تھا۔

آپ کے ساتھ ہی تو گھر کا کھانا کھایا تھا۔۔۔ وہ نقاہت سے بولی، اسکا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔

وہ تو تم نے صرف تھوڑا سا ٹیسٹ کیا تھا، اس سے پہلے کیا کھایا تھا؟۔۔۔ کاظم شاہ کا انداز تفتیشی تھی۔

کچھ بھی کھانے کا دل نہیں تھا، صرف منہ کا ٹیسٹ چینج کرنے کے لئے چاکلیٹ کھائی تھی۔۔۔ وہ کمزور آواز میں بولتی پیچھے صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔

اسکا مطلب تمہاری کل سے طبیعت خراب ہے؟۔۔۔ وہ سنجیدگی سے بولا، وہ جواباً خاموش رہی۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟ کب سے طبیعت خراب ہے؟۔۔۔ اسکی خاموشی پہ کاظم شاہ نے لہجے کو تھوڑا سخت کیا تھا۔

ک۔ کل سے۔۔ وامٹ۔۔ اسکے سخت ہوتے لہجے پہ وہ روہانسی آواز میں بولتی بولتی خاموش ہو گئی کیونکہ کاظم شاہ کی گولڈن آنکھوں میں اب غصہ صاف چھلک رہا تھا۔

پھر جب میں تمہاری لاپرواہی پہ تھوڑا سا ڈانٹ دوں تو میڈیم کے آنسو دریا بہانے لگتے ہیں! میں نے کل کتنی دفعہ تمہاری طبیعت کے متعلق کیا پوچھا تھا؟ کیا تم نے ایک دفعہ بھی مجھے سچ بتایا؟۔۔۔ وہ خفگی سے بولتا اسکے بازو پہ دباؤ ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچ گئی، ایزل جو صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اسکے کھینچنے کی وجہ سے ایک دم سے اسکے نزدیک ہوئی، اسکے خفا لہجے میں وہ نظریں چرا گئی، کاظم شاہ نے واقعی ہی کل اس سے سو دفعہ اسکی طبیعت کے متعلق استفسار کیا تھا لیکن ایزل اسے لاپرواہی سے جواب دیتی بار بار مطمئن کر دیتی۔ مرحا بھی حویلی میں نہیں تھی

ورنہ وہ اس سے ہی خود میں آئی تبدیلیوں کے متعلق ڈسکس کر لیتی، مرحا، ریز اور زیان ابھی پچھلے ہفتے ہی بیرونِ ملک گھومنے پھرنے گئے تھے، ان دونوں نے کافی وقت بعد اپنے کام سے چھٹی لی تھی تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ کچھ وقت گزار سکیں۔

میں ٹھیک ہوں شاہ جی! صرف وامٹ ہی تو آئی ہے۔۔شاید غلطی سے کچھ الٹا سیدھا کھا لیا ہو۔۔ایزل نے معصومیت سے بولتے ہوئے اسکی فکر دور کرنے کے ساتھ اپنی بھی جان خلاصی کروانا چاہی تھی۔

ہاں نظر آرہا ہے کتنی ٹھیک ہو! اٹھو فوراً، ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔۔وہ اسے آنکھیں دیکھا کے بولتا خود کھڑے ہوتے اسے بھی صوفے سے اٹھا رہا تھا۔

م۔۔میں۔۔ٹھیک۔۔۔ایزل نے احتجاج کرنا چاہا تھا جب وہ اسکے ہونٹوں پہ انگلی رکھ گیا۔

نو مور آرگیومینٹس! میں نے بولا نا ہم ڈاکٹر کے پاس چل رہے ہیں!۔۔وہ ختمی لہجے میں بولتا اسے لئے الماری کی طرف بڑھتا اب اپنا اور اسکا ڈریس نکال رہا تھا، ایزل اب جو ابا ضد کرنے کی بجائے منہ پھولاتی اسکے حکم کی تعمیل کرنے لگی۔

ازمیر کو تو بتا دیں، پھر ہمیں تلاش کرتا رہے گا!۔۔۔کاظم کو کمرے سے نکلتے ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کے ایزل نے ازمیر کے متعلق اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا جس پہ سر کو خم دیتا گہری سانس بھرتے ہوئے ایزل کے ساتھ ازمیر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، ازمیر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی دونوں کی نظریں اسکے بیڈ کی طرف اٹھی تھیں، وہ بیڈ پہ اوندھے منہ گہری نیند سو رہا تھا جبکہ کٹی اسکے ساتھ ہی کمبل میں گھسے اس سے کچھ فاصلے پہ سوئی ہوئی تھی۔

یہ سو رہا ہے، نیچے مام کو انفارم کر دیتے ہیں۔۔۔کاظم شاہ اس کے ماتھے پہ ہولے سے لب رکھنے کے بعد اس پہ کمبل درست کرتا ازمیر کو جگانے کی بجائے مدھم آواز میں ایزل سے مخاطب ہوتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا، وہ دونوں اسکے روم کا دروازہ بند کرتے نیچے کی طرف بڑھ گئے، جہاں ناشتے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، ملازم ڈائینگ روم میں ناشتہ لگا رہے تھے، جبکہ ھارون شاہ اور دریاب شاہ لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے، زہرہ مام ٹیبل پہ چائے کی ٹرے رکھ رہی تھیں جبکہ باقی سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔۔

السلام علیکم !۔۔۔لاؤنج میں آتے ہی کاظم شاہ اور ایزل نے ان تینوں کو سلام جھاڑا تھا، ایزل ہمیشہ کی طرح اپنے باپ کے سینے سے لگتی انہیں صبح بخیر کہہ رہی تھی۔

وعلیکم السلام! صبح صبح کہاں کی تیاری ہے؟۔۔۔دریاب شاہ نے چائے کا کپ پکڑتے سرسری طور پہ کاظم شاہ سے سوال کیا تھا۔

اووزی کی طبیعت کچھ خراب ہے، میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کے جارہا ہوں، مام اوپر میر سو رہا ہے وہ جاگتے ہی ہمیں ڈھونڈے گا اسے سنبھال لیجئیے گا!۔۔کاظم نے باپ کو جواب دیتے ساتھ ہی زہرہ مام کو بھی مخاطب کیا تھا۔

کیا ہوا ایزل؟۔۔۔زہرہ مام، دریاب شاہ اور ھارون شاہ نے یک زبانی سے ایزل کی طبیعت کے متعلق پوچھا تھا۔

کچھ نہیں ہوا، بس ذرا سے چکر آئے ہیں اور انہوں نے صبح صبح ڈاکٹر کے پاس جانے کی رٹ لگالی ہے۔۔۔کاظم کو منہ کھولتے دیکھ کے ایزل فوراً سے بات گول کرتی سب کو مطمئن کرنے لگی، زہرہ مام نے بغور ایزل کی زرد رنگت دیکھی تھی۔اسکی آواز میں نقاہت یہاں سب محسوس کر چکے تھے۔

اچھی بات ہے ناڈاکٹر کے پاس جاؤ لیکن پہلے ناشتہ کرتی جاؤ، ناشتہ لگ چکا ہے۔۔زہرہ مام فکر مندی سے بولی۔

نہیں مام! میرا صبح صبح کچھ کھانے کا دل نہیں ہے۔۔۔وہ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے گویا ہوئی، ھارون شاہ نے فکر مندی سے اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھتے ہمیشہ صحت مند اور خوش رہنے کی دعا دی تھی، وہ آج بھی اپنے بچوں کو لے کے ویسے ہی پریشان ہوتے تھے جیسے بچپن میں ان کی ذرا سی چوٹ پہ بے چین ہو جایا کرتے تھے۔۔

ناشتہ پیک کر دیں مام، ڈاکٹر کے آنے میں ٹائم لگ سکتا ہے، میں اسے گاڑی میں ناشتہ کروادوں گا! ۔۔۔۔کاظم شاہ اپنی چوڑی کلائی پہ بندھی واچ پہ وقت دیکھتا مصروف انداز میں بولا تھا، وہ ایزل کو زبردستی کچھ نہیں کھلانا چاہتا تھا ورنہ وہ پھر سے وامٹ کر دیتی، زہرہ مام سر کو خم دیتی اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے جلدی سے کچن کی طرف بڑھ گئی، وہ سمجھ چکی تھی انکی بہو کی طبیعت کیوں خراب ہو رہی ہے۔ایزل اب اپنے باپ سے پیار بٹورنے کے بعد دریاب شاہ سے بھی پیار بٹور رہی تھی جبکہ کاظم شاہ کے چہرے پہ اسکے لئے فکر مند تاثرات تھے، وہ اپنے فون پہ اپنے کسی دوست کو ٹیکسٹ کرتا فوراً سے کسی لیڈی ڈاکٹر کا اپائنٹمنٹ بک کروا رہا تھا۔ھارون شاہ کو ہمیشہ سے اپنی بیٹی کے نصیب پہ رشک آتا تھا جسے اللہ نے ہر لحاظ سے پرفیکٹ لائف پارٹنر عطا کیا تھا۔

Your pregnancy Test is Positive, You're, having a baby, Huge Congrats

ڈاکٹر اپنے سامنے کھلی فائنل بند کرتی مسکراتے ہوئے ایزل سے مخاطب اسے مبارکباد دینے لگی، ڈاکٹر کی نیوز نے کاظم اور ایزل کو اپنی جگہ منجمد کیا تھا، وہ دونوں آنکھیں پھیلائے ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگے جیسے پہلی دفعہ ماں باپ بن رہے ہوں۔

??What

کاظم شاہ شاید یہ خبر دوبارہ سے سننا چاہ رہا تھا، اسی لئے بے تابی سے ایکسائیٹڈ انداز میں ڈاکٹر سے یک لفظی سوال کر گیا۔

Haha yes Mr Shah! You're going to be parents! I've confirmed the pregnancy

اسکی بے تابی پہ ہنس مکھ سے ڈاکٹر ہولے سے ہنس کے ان دونوں کو دیکھتی پھر سے اپنی بات دہرا رہی تھی۔ کاظم شاہ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایزل کو اپنے کندھے کے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پہ ہونٹ رکھے تھے، ایزل شاہ ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ لئے نگاہیں جھکا گئی، جبکہ ڈاکٹر اس دوران پرچے پہ کچھ سپلیمنٹس اور وٹامنز کے نام گھسیٹنے پہ مصروف ہو چکی تھی۔ ایزل شاہ میں اتنی ہمت نہیں تھی کاظم شاہ کی جذبے لٹاتی گہری آنکھوں میں دیکھ سکے۔

افف اووزی! اووزی!! میں اتنا خوش ہوں بتا نہیں سکتا!۔۔۔ گاڑی میں بیٹھنے کی دیر تھی جب کاظم شاہ نے زور سے ایزل شاہ کو گلے سے لگاتے اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

ہاہاہا۔۔ دروازہ تو ٹھیک سے بند کرنے دیں۔۔ ایزل اسکی خوشی پہ بے ساختہ کھلکھلا کے بولتی اسکے گرد اپنے بازو باندھ گئی، کاظم شاہ نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پیسنجر سیٹ کا دروازہ بند کرتے ایزل شاہ کو اپنے مزید قریب کرتے خود میں بھینچا تھا۔ دونوں میں کافی دیر تک خاموشی رہی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کے حصار میں ایک دوسرے کی دھڑکنیں سننے میں مصروف دل میں اللہ کے شکر گزار تھے جس نے انہیں دوسری دفعہ اتنی بڑی خوشخبری دی تھی، پہلی خوشخبری کے دوران وہ دونوں ایک ساتھ نہیں تھی لیکن اس دفعہ وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں تھے، یہ

خوشخبری پہلے والی سے زیادہ انمول لگنے لگی تھی۔کاظم شاہ کو اتنا خوش دیکھ کے ایزل کی آنکھیں نم ہوئی تھی، اسے نا چاہ کے بھی اپنی پہلی پریگنینسی کا وقت یاد آ گیا جب وہ اسکے پاس نہیں تھا۔

میں۔۔اب۔۔آپ۔۔کو۔۔کبھی۔۔کہیں۔۔جانے۔۔نہیں۔۔دوں۔گی۔۔وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا کے ایک دم سے روتے ہوئے بولی۔اسکے یوں رونے پہ کاظم شاہ کی خود کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں، سارے پرانے غم یاد آئے تھے، غموں نے پیچھا کہاں چھوڑا تھا؟ وہ تو کبھی بھی یاد آ جاتے تھے۔ہاں ان غموں نے بہت کچھ سیکھایا تھا، آگے بڑھتے رہنا سیکھا دیا تھا۔

شش! میں کہیں نہیں جاؤں گا! ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گا! تمہیں اپنے سینے میں چھپا کے رکھوں گا۔۔وہ اسکے چہرے سے چادر ہٹاتا والہانہ محبت سے بولتا جھک کے اسکے گال چومنے لگا۔

بزنس ٹور پہ بھی نہیں جائیں گے!۔۔۔وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولتی اسکی وائٹ ہڈی پہ اپنی گرفت مضبوط کر گئی۔

نہیں جاؤں گا! ہم جہاں جائیں گے ساتھ جائیں گے۔۔۔وہ اسے نرمی سے اسکی مرضی کا جواب دے کے مطمئن کرتا اسکے پورے چہرے پہ دیوانا وار ہونٹ رکھتے اسکے آنسو اپنے لبوں سے چننے لگا۔

پچھلی دفعہ آپ میرے پاس نہیں تھے، تب میں بہت روئی تھی۔۔وہ جو ہمیشہ پرانی باتیں ڈسکس کرنے سے کتراتی تھی، آج خود پہ مزید جبر نہ رکھتی اسکی گردن میں چہرہ چھپائے نم آواز میں بولتی دل کی بات زبان پہ لے آئی۔

اس دفعہ میں ہر پل تمہارے ساتھ رہوں گا! روئیں گے میری اووزی کے دشمن! ہم دونوں تو صرف مل کے ہنسیں گے!۔۔۔وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتا اسکی نازک کمر میں ہاتھ ڈالتے اپنی گود میں بیٹھا گیا۔

رات کو اکیلا پن محسوس ہوتا تھا، اندھیرے سے وحشت ہوتی تھی۔۔۔وہ اسی طرح اسکی گردن میں چہرہ چھپا کے مزید بولنا چاہ رہی تھی۔

وعدہ کرتا ہوں ہر پل میری بانہوں میں سکون محسوس کرو گی، اتنا سکون کہ تمہیں اس اندھیرے سے بھی محبت ہو جائے گی۔۔۔وہ اسکے شکووں کا محبت سے جواب دینے لگا، وہ سالوں بعد اس سے پرانے شکوے دہرا رہی تھی، کاظم شاہ کو وہ اچھی لگ رہی تھی، دل کے بہت قریب۔۔

رات کو سانس نہیں آتی تھی۔۔۔۔وہ ہچکی لیتے ہوئے بولی۔

قسم کھاتا ہوا جب جب تمہاری سانس اٹکے گی، آکسیجن کی طرح تمہارے لبوں سے لپٹ کے تمہارے سینے میں اپنی ایک ایک سانس تاروں گا!۔۔۔وہ شدت پسندی سے بولتا اسکی کمر سہلانے لگا۔

رات کو الٹا سیدھا کھانے کی کریونگ ہوتی تھی۔۔۔روتے ہوئے مزید ایک شکوہ گیا، یہ شکوہ معصومیت سے لبریز تھا۔ وہ دل کھول کے مسکرایا۔

سب کھلاؤں گا! یہاں تک کہ میرے ہونٹوں کو کھانے کی ڈیمانڈ کرو گی تو وہ بھی فرائی کر کے کھلانے سے گریز نہیں کروں گا۔۔۔اب کی بار اسکا لہجہ شوخ ہوا تھا، وہ اسکا چہرہ اپنی گردن سے باہر نکال کے اپنے چہرے کے مقابل کرتا اسکے سٹپٹاتے تاثرات دیکھتے محضوظ ہو رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اسکے چہرے سے آنسو صاف کرتا اسکی چھوٹی سی سرخ ہوتی ناک چوم رہا تھا۔

آئی سوئیر تمہاری یہ پریگننینسی تمہارے لئے اتنی یادگار بنادوں گا کہ تمہارے دل میں جتنے بھی شکوے ہیں وہ سب میں اپنے پیار سے دور کر کے تمہیں اپنی محبت کا قرض دار بنادوں گا! پھر جب ہمارے ہاتھوں میں ہماری ڈول آئے گی تم مجھے ڈبل پیار کر کے اپنا قرض اتارنے پہ مجبور ہو جاؤ گی۔۔۔وہ اسکے نرم گلابی ہوتے گالوں کو اپنے ہاتھ سے سہلا کے جھک کے اسکے ہونٹ پیار سے چومتا مضبوط لہجے میں گویا ہوا تھا۔

آ۔۔آپ۔۔کوئی۔۔شکوہ۔۔نہیں۔۔کریں۔۔گے؟۔۔۔وہ نظریں جھکاتے ہوئے بولی۔

کس منہ سے شکوہ کروں؟ تم نے مجھے شکوہ کرنے کے قابل چھوڑا ہے؟ پہلے مجھے ازمیر کی صورت میں اتنا پیارا تحفہ دے دیا اور اب مجھے ایک ڈول تحفے میں دینے جا رہی ہو، کیا میرا ابھی بھی شکوہ کرنا بنتا ہے سویٹ ہارٹ؟ میں تمہارا احسان مند ہوں مجھے تم سے اچھی لائف پارٹنر کبھی نہیں مل سکتی تھی! میری زندگی میں آنے کے لئے شکریہ اووزی شاہ!۔۔۔وہ صاف گوئی سے بولتا اسکے دونوں گال پیار سے تھپک رہا تھا۔

آپ مجھے کبھی احساس کیوں نہیں دلاتے کہ میں غلط طریقے سے آپ کی زندگی میں آئی تھی۔۔۔ایزل نجانے کیوں آج پرانی باتیں دہرا رہی تھیں۔

تم نے مجھے کبھی احساس کیوں نہیں دلایا میں نے پہلی دفعہ تمہاری محبت کے اظہار میں تمہارے اس نازک گال پہ تھپڑ جڑ کے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی؟۔۔وہ اسکا دائیاں نازک گال بے حد پیار سے سہلاتا کھوئے ہوئے انداز میں بولا،

وہ دونوں کبھی اس پرانے ٹاپک پہ بات نہیں کرتے تھے لیکن آج کر رہے تھے۔وہ جواباً خاموش رہی،وہ اسے سننا چاہتی تھی۔

محبت تو کسی کو بھی ہو جاتی ہے اووزی؟محبت پہ کبھی کسی کا اختیار ہوا ہے؟تمہیں مجھ سے محبت بہت پہلے سے تھی اصل میں تم خود بھی نہیں جانتی،میں اس وقت تمہارا جنون بن چکا تھا،اس روز تم پہ مجھے پانے کا جنون سوار تھا،جب ہمیں کسی کو پانے کا جنون ہوتا ہے تو ہمیں اپنا ہر فیصلہ درست لگتا ہے۔میں نہیں چاہتا ہم اپنی پرانی غلطیوں پہ پھر سے رو کے اپنا آج خراب کریں،اگر ہم وہ پرانی غلطیاں نہ کرتے تو آج ایک دوسرے کی بانہوں میں نہ ہوتے،اصولاً ہمیں ان غلطیوں کا شکر گزار ہونا چاہئیے۔میں تمہاری "تمنا" تھا،تم میری " جان" ہو اور ہمیشہ جان رہو گی،اور میں اس انمول جان پہ سو ہزار دفعہ قربان ہو سکتا ہوں۔۔۔وہ ہونٹوں پہ خوبصورت اور مطمئن مسکراہٹ سجائے ایزل شاہ کو سمجھا رہا تھا،وہ دونوں آج آخری دفعہ یہ ٹاپک ڈسکس کر رہے تھے۔۔

اور جب یہ جان اور تمنا مل جائیں تو "جانِ تمنا" کی تکمیل پوری ہو جاتی ہے۔ایزل شاہ نے اسکے گال پہ ہولے سے اپنے ہونٹ رکھتے ایک ہی جملے میں اس بات کو مکمل کیا تھا،وہ اس خوبصورت جملے پہ مسکراتا ہوا اسکا گال شدت سے چومتے اسے خود میں پھر سے بھینچ گیا۔۔

جانِ تمنا۔۔۔علیشے خان

لاسٹ ایپسوڈ۔۔لاسٹ پارٹ

(تقریباً دو سال دس ماہ بعد)

بابا جان! اٹھ جائیں۔آپ نے رات میں پرامس کیا تھا آپ صبح جلدی اٹھیں گے!۔۔۔یاور شاہ صبح کے آٹھ بجے اپنے باپ کے سرہانے بیٹھا سنجیدگی سے اسے جگا رہا تھا۔اسکا ایک ہاتھ احان شاہ کے گال پہ تھا،اس وقت کمرے میں صرف احان اور یاور تھے۔

میری جان یہاں میرے پاس آ کے سو جاؤ! ہم تھوڑی بعد کیک لینے جائیں گے۔۔۔تھکا ہارا احان شاہ آنکھیں وا کئے بغیر اپنا ایک بازو وا کرتے ہوئے نیند میں ڈوبی آواز میں گویا ہوتا یاور کو اپنے ساتھ سونے کی آفر پیش کر رہا تھا۔

نو بابا! مجھے نیند نہیں آرہی! آج ہم سب نے منت کی وجہ سے سکول سے چھٹی کی ہے، ہم سب کو صبح صبح اس کی برتھڈے سیلبریٹ کرنی ہے اور آپ سو رہے ہیں!۔۔۔ یاور شاہ نے برا منایا تھا، وہ تقریباً پانچ سال کا ہو چکا تھا، اسکی زبان بولنے میں بالکل صاف ہو چکی تھی۔

یاور صبح صبح کوئی بیکری اوپن نہیں ہو گی! جاؤ مورے کو بولے وہ کیک بنا دیں گی! صبح صبح نیند خراب کر رہے ہو یار!۔۔۔ احان شاہ جھنجھلاتے ہوئے مدھم آواز میں گویا ہوتا اپنا چہرہ تکیے میں چھپا گیا۔ وہ رات کو لیٹ سویا تھا اسی لئے صبح صبح اپنی نیند خراب ہوتے دیکھ کے اسے بے ساختہ چڑچڑاہٹ ہو رہی تھی لیکن اس نے یاور پہ اپنا غصہ ظاہر کرنے کی بجائے صرف جھنجھلاہٹ واضح کی تھی۔

اوکے! آپ سو جائیں۔۔۔ یاور شاہ اسکے لہجے میں بے ذاری محسوس کرتا بے تاثر لہجے میں جواب دیتے فوراً سے اسکے پاس سے اٹھ گیا۔ اسے بنا بحث کئے اپنے پاس سے اٹھتے دیکھ کے احان شاہ نے تکیے سے چہرہ باہر نکالتے اسکی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس وقت بلیک پینٹ پہ وائٹ شرٹ پہنے سلیوز کہنیوں تک فولڈ کئے اپنے بھورے بالوں کو اچھے سے سنوارے اپنی نیلی سمندری آنکھوں اور سرخ و سفید رنگت کے ایک ساتھ ایک سنجیدہ اور خوبرو سا بچہ لگ رہا تھا۔ یاور شاہ ہر کسی سے بحث کرنے سے گریز کرتا تھا، وہ دوٹوک جواب دے کے چپ ہو جانے کا عادی تھی، صرف ایک ازمیر شاہ تھا جس کے ساتھ وہ آرگیومینٹ جیتنے کے لئے بحث کر لیتا تھا۔

اچھا تھوڑی دیر میں چلتے ہیں! میں فریش ہو کے آتا ہوں!۔۔۔ اسے رخ موڑ کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے احان شاہ نے نرمی سے اسے مخاطب کیا تھا۔

نو!! میں مورے کو بول دیتا ہوں! میری وجہ سے آپ کی نیند ڈسٹرب ہو رہی تھی، آپ سو جائیں!۔۔ وہ اسکی طرف رخ مورے بغیر جتا کے بولتا ہوا تیزی سے اسکے کمرے سے نکل گیا۔ اسکے شکوے پہ احان شاہ نے آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے اسکی پشت کو گھورا تھا۔ وہ گہری سانس بھرتے بستر چھوڑ کے اٹھ بیٹھتا اپنی گردن دائیں بائیں موو کرتے ہوئے اپنے بکھرے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ گلالئ کمرے میں نہیں تھی جسے دیکھتے احان شاہ کا موڈ خراب ہوا تھا، وہ تیزی سے بیڈ سے اترتا الماری کی طرف بڑھ گیا۔

مما!!۔۔۔۔۔ایزل کی گود میں بیٹھی گلابی گالوں والی سرخ وسفید خوبصورت سی بچی نے سر اٹھاتے ہوئے اسے بے حد معصومیت سے پکارا تھا۔

جی میرا بچہ ؟۔۔۔۔۔۔ایزل شاہ نے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے پیار سے اسے جواب دیا تھا۔

بابا زان اول لالا تب جادے دے ؟(بابا جان اور لالا کب جا گیں گے ؟)۔۔۔۔وہ اپنی انگلیاں موڑتے ہوئے معصومیت سے استفسار کرنے لگی، ابھی ایزل کوئی جواب دیتی جب یاور شاہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے لاؤنج کی طرف آتا دیکھائی دی تھی۔

ہیپی برتھڈے منت !۔۔۔یاور شاہ جس کا موڈ باپ کے وقت پہ نہ جاگنے پہ خراب ہو چکا تھا، لاؤنج میں بیٹھی منت کو دیکھتے خود بخود اسکے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی، وہ اس کے قریب جاتا نرمی سے اسکا گال تھپتھپاتا اسے سالگرہ وش کرنے لگا جس پہ منت کے گلابی ہونٹوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

تھینک یو شاہ !(تھینک یو شاہ)۔۔۔۔منت نے چہکتے ہوئے معصومیت سے اسکا شکریہ ادا کیا تھا، اسے بچوں میں سب سے پہلے یاور نے برتھڈے وش کی تھی۔ آج منت کی برتھڈے تھی اسی لئے وہ صبح سے اٹھ کے بیٹھی باقی سب کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھی، منت کو برتھڈے وش کرنے کے بعد یاور ہمیشہ کی طرح زہرہ مام، دریاب شاہ اور ھارون شاہ کی طرف بڑھتا انہیں سلام کرتے ہوئے ان کے سینے سے لگا تھا، یہ سب بچوں کی عادت تھی۔ داجی اور شاہ بی بی کا انتقال تقریباً دو سال پہلے ہو چکا تھا، جبکہ زرتاج اماں کی ڈیتھ برین ٹیومر کی وجہ سے ہوئی تھی کیونکہ جب ان کا سالوں پہلے ایکسیڈنٹ ہوا تھا، ان کے دماغ پہ گہری چوٹ آئی تھی، وہ چوٹ ٹیومر کی شکل اختیار کر چکی تھی، شاہ بی بی کے انتقال کے کچھ ہی وقت بعد وہ بھی خالقِ حقیقی سے جا ملیں، ان تینوں کی ڈیتھ نے حویلی میں سب کو گہرا صدمہ دیا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ سب اپنی زندگیوں میں واپس آتے رہے، ان کے موو آن کی اصل وجہ حویلی کے بچے تھے جو ہر وقت رونق لگائے رکھتے تھے۔ ویسے بھی موت تو برحق ہے، کسی کے چلے جانے سے وقت رکتا تھوڑی ہے ؟ انسان کو خود کو سنبھالنا ہوتا ہے۔۔

شاہ میلا تفٹ تہاں اے ؟(شاہ میر ا گفٹ کہاں ہے ؟)۔۔منت جو کب سے اپنے گفٹ کے انتظار میں تھی، یاور کے ہاتھ میں کوئی بھی گفٹ نہ دیکھ کے بالآخر منہ پھولاتے ہوئے اس سے اپنے گفٹ کے متعلق سوال کر اٹھی، ایزل نے سر پیٹتے ہوئے اپنی بیٹی کی طرف دیکھی تھی جس نے صبح سے صرف اپنی سالگرہ اور گفٹس کی رٹ لگا رہی تھی۔

ہاہاہا۔۔وہ میں آپکو رات کو دوں گا!۔۔ھارون شاہ سے نرمی سے الگ ہوتے یاور شاہ نے ہولے سے ہنستے ہوئے منت کو جواب دیا تھا جس پہ منت معصومیت سے ناک سکوڑ گئی۔

اوتے ! تفٹ مے تیا اے ؟(اوکے ! گفٹ میں کیا ہے ؟)۔۔۔وہ کریوسٹی سے پوچھنے لگی۔

یہ ابھی تھوڑی بتاؤں گا؟۔۔۔یاور سمجھداری سے نفی میں سر ہلا کے بولتا یہاں وہاں گلالئ کو تلاش کرنے لگا، اسکے نہ بتانے پہ منت منہ پھولا گئی۔

مورے کہاں ہیں ؟۔۔۔۔لاؤنج میں گلالئ کو نہ دیکھ کے یاور نے سنجیدگی سے ماں کی غیر موجودگی کے متعلق سوال کیا تھا۔

وہ کچن میں منت کے لئے کیک بنا رہی ہے۔۔۔۔جواب ایزل شاہ نے نرمی سے مسکرا کے دیا تھا، یاور شاہ سر کو خم دیئے منت کا پھولا گال عادتاً اپنے ہاتھ سے کھینچتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا، منت چڑنے کی بجائے کھکھلا اٹھی، اسکی اور یاور کی کافی بنتی تھی، وہ کافی ایکسائیٹڈ لگ رہی تھی، اسکا دھیان کبھی سیڑھیوں کی طرف جا رہا تھا تو کبھی کچن کی طرف۔۔وہ اپنے باپ اور لالا کے جاگنے کے ساتھ اپنے کیک کا انتظار بھی کر رہی تھی۔

بابا زان ! لالا(بابا جان ! لالا)۔۔۔۔سیڑھوں سے اترتے کاظم شاہ اور ازمیر شاہ کو دیکھتے ہی منت شاہ انہیں بلند آواز میں پکارتی تیزی سے ایزل کی گود سے اتری تھی۔وہ بھاگتے ہوئے کاظم شاہ کی طرف بڑھ رہی تھی، کاظم شاہ نے مسکراتے ہوئے ازمیر شاہ کو اپنے بازوؤں سے نیچے اتارتے منت کی طرف قدم بڑھائے تھے، وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتا اپنی بانہیں وا کر گیا جن میں منت اگلے ہی پل سماتی کھکھلانے لگی۔

ہیپی برتھڈے مائی پرنسس ! اللہ میری بیٹی کے نصیب اچھے کرے ! آمین۔۔۔کاظم شاہ اسے بے حد پیار سے اپنے سینے میں بھینچے اسکے پورے چہرے پہ اپنے لب رکھتے برتھڈے وش کرنے کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی دے رہا تھا، ازمیر اپنے بلیک ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے مسکرا کے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔منت کا نام کاظم شاہ نے آج سے

دو سال پہلے رکھا تھا کیونکہ اس نے اپنی ڈول کو کافی منتوں سے مانگا تھا اور۔ ایزل کی پریگننسی کے دوران اسکی کیئر یوں کی تھی کہ وہ واقعی ہی خود کو کاظم شاہ کی محبت کا قرض دار محسوس کرنے لگی۔

تھینک یو بابا! میلا تفٹ؟ (تھینک یو بابا! میرا گفٹ؟)۔۔۔۔۔ منت اسکی گردن میں اپنی بانہیں ڈالے فوراً سے اپنے گفٹ کی ڈیمانڈ کرنے لگی، اسے ان کی وشز سے زیادہ اپنے گفٹ دیکھنے کی جلدی تھی۔

ہاہاہا۔۔ وہ تو ہم سب آپ کو رات کی برتھڈے پارٹی پہ دیں گے میری جان!۔۔ اسکی اتنی ایکسائیٹمنٹ پہ کاظم شاہ نے اسے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ اسکی نیلی سمندری آنکھوں پہ پیار سے اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا۔ اس نے رات کو بارہ بجے اپنی بیٹی کو برتھڈے وش کی تھی لیکن وہ سو چکی تھی اسی لئے کاظم شاہ کو آج جلدی جاگنا پڑا تھا۔ اسے جلدی جگانے کے پیچھے ازمیر شاہ کا ہاتھ تھا۔

اب بس کر دیں! مجھے بھی اپنی پرنسس کو برتھڈے وش کرنی ہے!۔۔۔ کاظم کو منت کے ساتھ چپکے دیکھ کے اسکے پاس کھڑا ازمیر شاہ اپنی گولڈن آنکھیں گھماتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔ وہ کب سے منت کو برتھڈے وش کرنا چاہ رہا تھا لیکن کاظم کے لاڈ ہی ختم نہیں ہو رہے تھے، باقی سب مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ ازمیر کے ٹوکنے پہ کاظم اسے مصنوعی آنکھیں دیکھاتا منت کو نرمی سے خود سے الگ کر گیا۔

ہیپی برتھڈے پرنسس! آپ ہمیشہ میرے پاس رہنا۔۔ ازمیر نے بہن کو نرمی سے اپنے سینے سے لگاتے ہمیشہ والا فقرہ دہرایا تھا، وہ اس سے ہمیشہ ایک ہی التجاء کرتا تھا، ہمیشہ میرے پاس رہنا اور اسکی اس التجاء کا مطلب صرف کاظم شاہ سمجھ پاتا تھا۔

پر اپ مزے میشہ تفٹ دو دے؟ (پھر آپ مجھے ہمیشہ گفٹ دو گے؟)۔۔۔ منت جو اسکے جملے کا مقصد نہیں سمجھ پائی تھی کھکھلاتے ہوئے ڈیل کرنے والے انداز میں بولا جس پہ ازمیر شاہ کھکھلا کے ہنس دیا۔

Obviously!۔۔۔۔۔ وہ ہنستا ہوا اسکے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ رہا تھا جبکہ کچن سے اپنی ماں کے ساتھ نکلتے یاور شاہ نے یہ منظر جلتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

منت آجاؤ! ہم کیک کٹ کریں! مورے نے کیک بنالیا ہے!۔۔۔ یاور شاہ اعلانیہ انداز میں منت کو مخاطب کرتا ازمیر پر سے نگاہیں پھیرتا سینٹرل ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ گلائی کے ہاتھ اپنا چاکلیٹ کیک دیکھتے منت چہکی تھی۔

او گریٹ! ورنہ میں اور بابا صبح صبح بیکری سے اپنی پرنسس کے لئے کیک لینے جا رہے تھے۔۔ازمیر شاہ کا انداز جتانے والا تھا، اسے یاور کا اپنی بہن سے فری ہونا اچھا نہیں لگتا تھا اسی لئے ہمیشہ کی طرح اپنی ٹانگ اڑائی جبکہ کاظم شاہ نفی میں سر ہلاتا لاؤنج کے صوفوں کی طرف بڑھتے سب کو سلام کرنے کے بعد ایزل کے پاس بیٹھ گیا۔

یوز یور مائینڈ (اپنے دماغ کا استعمال کرو) صبح صبح بیکری سے فریش کیک نہیں ملتے۔۔۔یاور شاہ نے اپنے دماغ پہ انگلی بجاتے ہوئے ازمیر کو طنزیہ انداز میں جواب دیا تھا اور یہ انفارمیشن بھی کچھ دیر پہلے ہی اسے اپنے باپ سے ملی تھی۔

Use money, Money can buy everything

ازمیر شاہ آبرو آچکا کے یاور شاہ کو سنجیدگی سے جواب دیتا سر جھٹک گیا۔وہ اب بھالو کی طرح موٹا نہیں رہا تھا، جوں جوں وہ بڑا ہو رہا تھا اسکا فگر یاور شاہ جیسا ہو چکا تھا مناسب سا۔۔

Okay stop arguing! Come here

ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بحث شروع کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے حکمیہ انداز میں ازمیر کو اپنی طرف بلایا تھا، ازمیر اپنی بہن کا ہاتھ تھامے صوفے کی طرف بڑھ رہا تھا، جبکہ یاور بگڑتے تاثرات کے ساتھ منہ میں کچھ بڑبڑاتا سینٹرل ٹیبل پہ پڑے کیک پہ کینڈل لگا رہا تھا۔

آنی کو تھینک یو بولو!۔۔۔منت کو کھکھلاتے ہوئے کیک کے سامنے کھڑے ہوتے دیکھ کے ایزل نے اسکے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پیار سے مدھم آواز میں سمجھایا تھا۔

پھینک یو آنی (تھینک یو آنی)۔۔۔منت مسکراتے ہوئے گلالئ کا شکریہ ادا کرنے لگی جو کب سے اسکے لئے کیک بنا رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی احان شاہ صبح اٹھنے میں نخرے کرے گا اور اگر اسکے بیٹے کی بیسٹ فرینڈ کا کیک صبح تیار نہ ہوا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔۔

سویٹ ہارٹ کہاں ہے آنی جان؟۔۔۔۔یسریٰ کو یہاں وہاں کہیں بھی نا پا کے ازمیر نے بے ساختہ گلالئ سے سوال کیا تھا۔

وہ سو رہی ہے میرا بچہ۔۔۔۔گلالئی نے پیار سے جواب دیتے زہرہ مام کے ساتھ جگہ سنبھالی تھی جبکہ یاور شاہ نے اسکے سوال پہ ضبط کرتے ہوئے کینڈل پہ آگ لگانی چاہی تھی لیکن کاظم احتیاطاً اسکے ہاتھ سے لائٹر خود تھام چکا تھا تاکہ وہ اپنا ہاتھ نہ جلا ڈالے۔۔

پپی برت ڈے نمت (ہیپی برتھڈے منت)۔۔۔۔منت جو کھکھلاتے ہوئے اپنی کینڈل پہ جھک کے پھونک مارنے والی تھی اس سے پہلے ہی عرشمان شاہ بھاگ کے اسکی طرف آتا پھونک مار کے کینڈل بجاتا اب اپنی آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اسے سالگرہ وش کر رہا تھا جس پہ منت نے رونے کی تیاری پکڑی تھی کیونکہ اپنے کیک کی کینڈل وہ خود بجانا چاہتی تھی۔

بابازان!(باباجان)۔۔۔۔وہ عرشمان کی اس حرکت پہ چڑتی ہوئی غصے سے باپ کو پکارنے لگی، جبکہ دریاب شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے مسکراہٹ دبا کے اپنے پوتے کی طرف دیکھا تھا جو ہمیشہ عین ٹائم پہ اپنی اینٹری مار کے ہر کسی کو تپانے کا فن رکھتا تھا۔

اذاؤر ہے تاٹیں نمت (آجاؤ کیک کاٹیں منت)۔۔۔۔منت کے چڑنے کی پروا کئے بغیر عرشمان شاہ نے معصومیت سے اس کو مخاطب کرتے اسکے ساتھ کھڑے ہونے کی جگہ بنائی تھی، یاور شاہ کی سلگتی نظروں کا مرکز اس وقت عرشمان شاہ تھا جبکہ ازمیر شاہ ان سب سے بے نیاز سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ یسریٰ کو اٹھا سکے۔۔

عرشمان نہیں کرو! یہ کیک منت کا ہے، وہ اپنا کیک خود کاٹے گی!۔۔۔یاور سختی سے بولتا عرشمان کو منت سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اسکی بات ان سنی کرتا کیک میں انگلی مارنے ہی والا تھا جب ذائشہ خان نے اسے تیزی سے پکڑ کے اپنی طرف کیا تھا کیونکہ کوئی بعید نہیں تھی اپنا کیک خراب ہوتے دیکھ کے منت اگلے ہی پل چیخ چیخ کے رونا شروع کر دیتی۔

کوئی بات نہیں یاور! سب مل کے کیک کاٹ لیتے ہیں!۔۔کاظم شاہ پیار سے یاور کو سمجھاتے عرشمان کو اشارے سے اپنے پاس بلایا تھا جو یاور کو زبان دیکھا کے چڑاتا ہوا کاظم شاہ کی طرف بڑھ گیا جبکہ ذائشہ دریاب شاہ کی بات سننے کے بعد اوپر ارزم شاہ کو جگانے جا چکی تھی۔کچھ ہی دیر میں ازمیر اپنی سویٹ ہارٹ کو بھی نیند سے جگا کے نیچے لے آیا تھا، یسریٰ نے پیار سے منت کو برتھڈے وش کی تھی جبکہ نیند سے اسکا برا حال ہو رہا تھا لیکن ازمیر نے اسے ایموشنل بلیک

میل کرتے ہوئے جگایا تھا، ازمیر کا کہنا تھا اگر وہ اسکے ساتھ ابھی آٹھ کے نیچے نہیں جائے گی تو وہ کلاس میں اسکے اور یاور کے ساتھ نہیں بیٹھے گا جس پہ یسریٰ کو مجبوراً اٹھنا پڑا تھا کیونکہ اسے کلاس ازمیر اور یاور کے درمیان میں بیٹھنے کی عادت تھی، وہ اپنے کسی دوسرے بچے کو نہیں بٹھا سکتی تھی۔۔

آئی ایم مسنگ زیان اینڈ حسان۔۔۔۔۔سب بچوں کے ساتھ مل کے کیک کاٹتے ازمیر شاہ نے زیان اور حسان کو یاد کیا تھا۔

می ٹو!۔۔۔یاور اور یسریٰ نے اداسی سے اسکی بات کا جواب دیا تھا کیونکہ زیان اور حسان کے ساتھ زیادہ وقت انہی تینوں نے گزارا تھا جبکہ منت کھکھلاتے ہوئے اب چھوٹا سا کیک کا ٹکڑا اپنے باپ کو کھلانے کے بعد باقی سب کو کھلا رہی تھی، ان کے اداس ہونے پہ ابھی کاظم شاہ انہیں زوریز اور حازق خان کی فیملی کے رات میں آنے کی خبر دیتا جب عرشمان کی بے نیازسی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔۔

میلا اول میلے بابا تا حشہ دے دو، مے اوپل جارا آؤں (میرا اور میرے بابا کا حصہ دے دو! میں اوپر جارہا ہوں!)۔۔۔

عرشمان شاہ نے کیک کی طرف اشارہ کرتے بے حد معصومیت سے ایزل شاہ کو مخاطب کیا تھا، جو اگلے ہی پل ہنستے ہوئے ایک پلیٹ میں اسکے لئے کیک نکالنے لگی جبکہ باقی سب نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا تھا وہ سب جو زیان اور حسان کو یاد کر کے افسردہ ہو رہے تھے عرشمان شاہ بے نیازی سے ماحول بدل چکا تھا۔ اسکا پورا فوکس اس وقت صرف کیک کی طرف تھا جبکہ اسے اپنے کیک پہ نظر رکھتے دیکھ کے منت روہانسے تاثرات سے اپنے بیسٹ فرینڈ (یاور) کی طرف دیکھنے لگی جس نے اسے آنکھوں سے حوصلہ دیتے افسوس سے عرشمان کی طرف دیکھا تھا جس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ پورا کیک ایک ساتھ منہ میں ڈیل لے، اپنا اور اپنے باپ کا حصہ لینے کے بعد بھی عرشمان شاہ کی ندیدہ نظریں کیک پہ مرکوز تھیں۔

ارزم آٹھ جائیں۔۔۔۔۔اب کی دفعہ ذائشہ خان دانت پیستے ہوئے غصے سے بولی تھی، اسے کب سے جگا رہی تھی لیکن اس کی نیند اکھڑنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اسے اپنے بابا کا آفس جوائن کئے ایک سال ہونے کو آیا تھا لیکن ذائشہ خان اسے ہر روز یونہی جگاتی تھی جیسے اسکا پہلا روز ہو، باقی سب ہفتے میں ایک چھٹی کرتے تھے جبکہ ارزم شاہ

تین چھٹیاں کرتا تھا، اسکا کہنا تھا وہ ایمپائر کے سی ای او کا بیٹا ہے، اگر وہ اپنے باپ سے فائدہ نہیں اٹھائے گا تو کون اٹھائے گا؟

ذی بے بی آج میری چھٹی ہے! تمہیں کتنی دفعہ سمجھانا پڑے گا سوئے ہوئے شوہر کو نہیں جگاتے ورنہ اگر اسکے اندر کا سویا ہوا شیر جاگ جائے تو ہرنی (بیوی) کو اس کے چنگل سے کوئی نہیں بچا سکتا!۔۔۔وہ تکیے میں منہ دیئے نیند میں ڈوبی آواز میں بڑبڑا رہا تھا، البتہ آنکھیں ابھی تک نہیں کھولی تھیں، اسکی بربراہٹ سنتے ذائشہ خان جو اس کے سر پہ کھڑی تھی بھوکھلاتی ہوئی جلدی سے اس سے فاصلے پہ ہوئی۔

کتنی چھٹیاں کریں گے ارزم؟ اس ہفتے کی تینوں چھٹیاں آپ ہفتے کے شروع میں ہی کر چکے تھے! بابا جان نے مجھے آپ کو جگانے کے لیے بھیجا ہے کیونکہ بقول ان کے آج آپ کی ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے جو آپ نے خود ہی سکیجول کروائی تھی۔۔۔وہ کمرے سے جانے کی بجائے فاصلے پہ ہوتی رسک لیتے ہوئے اسے پھر سے جگانے کی کوشش کرنے لگی۔ اب کی دفعہ دریاب شاہ کا حوالہ بھی دیا تھا لیکن ارزم شاہ کے سر پہ جوں تک نہیں رینگی تھی۔

وہ میٹنگ تو میں نے ایسے ہی شغل کے لئے سکیجول کی تھی!۔۔۔ارزم شاہ نے اپنی سکیجول کی ہوئی میٹنگ دماغ میں دہراتے لاپرواہی سے جواب دیا تھا۔

لیکن ارزم یہ "ان پروفیشنلزم" میں آتا ہے! آپ یونی میں تو اتنا" ان پروفیشنل "بیہو نہیں کرتے تھے۔۔ذائشہ خان نے اسکے لاپرواہ انداز پہ اسے سمجھانا ضروری سمجھا تھا۔ اسکے سمجھانے پہ ارزم شاہ تکیے سے چہرہ باہر نکال کے اپنی دائیں آنکھ وا کرتا آئیبرو اچکا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

یونی میں تو میں ہر روز بلاناغہ صرف تمہارے ساتھ رومانس کرنے جاتا تھا، لیکن آفس میں تم مجھے میسر نہیں ہوتی بے بی! وہاں میرا دل نہیں لگتا۔۔وہ مصنوعی معصومیت سے زو معنی انداز اور گھمبیر لہجے میں بولتا ذائشہ خان کو سرخ کر گیا، کیا کیا یاد نہیں آیا تھا۔

ٹھیک ہے نہ جائیں آفس! میں ہی پاگل ہوں جو ہر روز آپکو جگانے بیٹھ جاتی ہوں!۔۔۔وہ کلس کے بولتی اسکی مزید زو معنی باتوں سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ ہی رہی تھی جب ارزم شاہ نے تیزی سے بیڈ سے کھڑے ہوتے اسے

بازو سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچتے ایک جست میں بانہوں میں اٹھا کے بیڈ پہ پھینکا تھا، اس اچانک افتاد پہ ذائشہ خان کا دماغ چکرا رہا تھا، وہ ایک منٹ میں اسے الٹ پلٹ کے رکھ چکا تھا۔

ارزم دیکھیں میٹنگ میں کسی کو ویٹ کروانا آپ جیسے اچھے بزنس مین (استغفار) کو سوٹ نہیں کرتا، یہ ان پروفیشنل لوگوں کے کام۔۔۔ ذائشہ خان سنبھل کے بولتی کہنیوں کا سہارا لیتے ابھی مزید پیچھے کھسکتی جب وہ اسے بازو سے پکڑ کے خود کے بے حد نزدیک کرتا اس پہ سایہ فگن ہو گیا، دروازہ بند تھا لیکن لاک نہیں تھا۔

کیا کر رہے ہیں! عرشمان آجائے گا!۔۔۔ اسے صبح صبح موڈ میں آتے دیکھ کے ذائشہ خان بند دروازے کو دیکھتی بھوکھلا کے جلدی سے بات بدل گئی۔

ہمم! تو میری پروفیشنل بیوی مجھے ان پروفیشنلزم کی تعریف سمجھا رہی تھی؟ کیا مجھ سے زیادہ بزنس جانتی ہو تم؟۔۔۔ وہ اسے روعب سے آنکھیں دیکھاتا دانت پیس کے بولتے اپنا چہرہ اسکے بے حد نزدیک کر گیا، ذائشہ خان نے تھوک نگلتے ہوئے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا، آخر ذائشہ خان کو کس پاگل نے بولا تھا صبح صبح اسکے اندر کا سویا ہوا شیر جگائے؟

میں پچھلے ہفتے اس بندے کے آفس میٹنگ کے سلسلے میں گیا تھا، میں پورے وقت پہ نو بجے پہنچا اور وہ پورے پندرہ منٹ دس سیکنڈ لیٹ آ کے اپنے بتیس دانت نکالتے ہوئے مجھے سلام جھاڑ رہا تھا! میں نے اسے اسکی کاہلی کا احساس دلایا تو بولتا ہے " دیر سویر تو ہوتی رہتی ہے شاہ صاحب! آپ کام کی بات کریں!" اس روز تو میں نے جبراً مسکرا کے وہ میٹنگ اٹینڈ کر لی تھی لیکن اسکے ساتھ ڈیل ڈن نہیں کی تھی، کیونکہ جس بندے کو وقت کی قدر نہ ہو وہ ارزم شاہ کے کاغذوں میں فیل ہے! اسے آج میٹنگ کا جھانسا دینے کا مطلب یہی تھا کہ اسے معلوم ہو اگر ایسے کاموں میں دیر سویر ہونے لگے تو ارزم شاہ کام کی بات کرنے کی بجائے آپ کو آپ کی اوقات یاد دلاتا ہے! میرا سیکرٹری آج اس سالے کو بتا دے گا مجھے یہ ڈیل منظور نہیں ہے! ۔۔ اب تم بتاؤ کیا یہ "ان پروفیشنلزم" میں آتا ہے؟۔۔۔۔ وہ اسے کچھ دن پہلے کی ساری کہانی مختصر انداز میں بتانے کے بعد آخر میں آنکھیں نکالتے ہوئے اسکی رائے جاننا چاہ رہا تھا، وہ اس وقت ذائشہ خان کی تائید چاہتا تھا اور یہ بات ذائشہ جانتی تھی اسی لئے زور سے نفی میں سر ہلانے لگی کیونکہ اپنے شوہر کے خلاف جا کے اسے اس انسان سے اپنی گردن نہیں تڑوانی تھی۔ نجانے اس دفعہ کون ارزم شاہ کے ہتھے چڑھا تھا جس

بیچارے کو وہ میٹنگ میں بلا کے ڈیل ڈن کرنے کا جھانسا دے کے یوں اپنا ویٹ کروا کے ذلیل کروا رہا تھا۔۔ ذائشہ خان نے افسوس سے سوچا تھا۔۔

منہ سے بولو۔۔۔۔ اسے گنگ ہو کے سر ہلاتے دیکھ کے وہ اس پہ جھوٹا رعب ڈالتا ہوا اسے جھٹکنے لگا۔

ن۔ نہیں۔۔ بالکل بھی ان پروفیشنلزم میں نہیں آتا (یا اللہ مجھے اس جھوٹ کے لئے معاف کر دیجئیے گا)۔۔۔ ذائشہ خان ایک اچھی بیوی کی مثال قائم کرتی مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا کے جھوٹ بولتی اپنے شوہر کی سائیڈ لینے لگی، وہ اسے اسکی مرضی کا جواب دے رہی تھی۔

جاؤ اپنے سسر سے جا کے پوچھو "کر سکتا ہے کوئی تمہارے شوہر سے اچھا بزنس؟" ایک سال کے اندر اندر ان کے ایمپائر کو کہاں سے کہاں لا کے کھڑا کر دیا ہے۔۔۔ وہ اترا کے بولتا ذائشہ خان کو اپنی کامیابیاں گنوا رہا تھا، اور یہ بات سچ تھی چاہے وہ ایک سال میں سب سے زیادہ چھٹیاں کرتا تھا لیکن اسکی وجہ سے دریاب شاہ کا بزنس پہلے سے ڈبل ترقی کر چکا تھا، وہ جس روز بھی آفس جاتا تھا، سب تیر کی طرح سیدھے ہو کے کام کرتے تھے، اور وہ خود بھی پورا دن ایمانداری سے کام میں مشغول رہتا تھا لیکن جس دن اسکی چھٹی ہوتی تھی وہ اعلانیہ طور پہ سینہ تان کے چھٹی کرتا تھا۔

جی! میں ابھی جا کے بابا جان سے پوچھتی ہوں! آپ مجھ پر سے ہٹیں تو۔۔۔ ذائشہ خان اگلے ہی پل فرمانبرداری سے اسکی بات پہ عمل کرتی اسکے چنگل سے نکلنے کی ترکیب آزمانے لگی۔

کیا مطلب تمہیں ابھی بھی یہ سوال بابا جان سے پوچھنے کی ضرورت ہے؟ کیا تمہیں اپنے شوہر کی دن رات کی محنت نظر نہیں آتی؟۔۔۔ ارزم شاہ اسکے جبڑے کو نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبوچتا افسوس سے برا منا کے بولتے اسے گھورنے لگا۔

ن۔ نہیں! بالکل۔۔ ضرورت نہیں ہے!۔۔۔ ذائشہ خان نے اپنی عقل کو ہاتھ مارتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے ارزم شاہ کو اسکی پسند کا جواب دیا تھا۔ اسکے شوہر کو اکثر صبح صبح آفس جانے سے پہلے اس پہ جھوٹا رعب ڈالنے کی عادت تھی اور ذائشہ خان اس کی ان نوٹنکیوں کی عادی ہو چکی تھی، اسی لئے ہمیشہ کی طرح اسکی ہاں میں ہاں ملانے لگی۔

ہمم! اب آئی ہے پروفیشنلزم کی سمجھ؟ پہلے تم نے غلط ڈیفینیشن سمجھ رکھی تھی۔۔۔ ارزم شاہ آبرو آچکا کے بولتا اسکا جواب سننے سے پہلے ہی زور سے اسکے ہونٹ اپنے لبوں میں دبا کے چومنے لگا، وہ جب اسکی ہاں میں ہاں ملاتی تھی اسے

اتنی پیاری لگتی تھی کہ وہ اسے پیار سے خود کو روک نہیں پاتا تھا۔ سانسیں رکنے پہ ذائشہ خان نے اسکی سلور چین میں ہاتھ گھماتے دیوار پہ لگی گھڑی کی طرف اشارہ کیا تھا جس پہ وہ آنکھیں گھماتا ہوا اسکے نچلے ہونٹ پہ ہولے سے دانت گاڑ کے اسکے لبوں کو آزادی بخش گیا۔ ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا جب عرشمان شاہ کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

ارزم دروازہ ٹھیک سے بند نہیں ہے! دور ہٹیں! عرشمان آرہا ہے۔۔۔ عرشمان کی آواز سنتے ہی ذائشہ خان بھوکھلاتے ہوئے پھولی سانسوں کے درمیان بولتی اسکے کندھے پہ ہاتھ مارتی اسے خود کے اوپر سے اٹھانا چاہ رہی تھی۔

آ گیا میرا سالا۔۔۔ ارزم شاہ نے اپنا ازلی جملہ دانت پیس کے دہراتے ہوئے تیزی سے ذائشہ خان سے فاصلہ بنایا تھا جبکہ ذائشہ خان دل میں شکر کی سانس بھرتی اسی تیز کے ساتھ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی، اسے اپنے بیٹے پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا جو ہمیشہ انجانے میں انٹری مار کے اپنی ماں کو اپنے اس بے باک باپ سے بچا لیا کرتا تھا۔

بابا ذان مے آذو؟ (بابا جان میں آجاؤں؟)۔۔۔ دروازے پہ اپنے دونوں چھوٹے چھوٹے سرخ و سفید ہاتھوں سے دستک دیتے معصومیت سے شہد رنگ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اندر آنے کی اجازت طلب کی گئی تھی۔

یس بابا کی جان آجاؤ میرا چاند!۔۔۔ ارزم شاہ جو اپنے بیٹے کی آمد پہ غصے سے دانت پیس رہا تھا اسکے اتنے معصومانہ انداز سے اجازت مانگنے پہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں اسے اندر آنے کی اجازت دے ڈالی اور یہی اس کی غلطی تھی۔ اجازت ملنے پہ عرشمان شاہ گہری سانس بھر کے نیچے جھکتا زمین پہ پڑی اپنی کیک کی پلیٹ اٹھائے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"امے تم شے مبت اوئی اے

اووذانِ من زوجونو"

(ہمیں تم سے محبت ہوئی ہے

اووجانِ من ڈویونو)

وہ کیک کی پلیٹ دونوں ہاتھوں میں تھامے اپنے ہی دھیان توتلی زبان میں گنگناتا ہوا بیڈ کی طرف بڑھنے لگے، وہ اس وقت اوور سائز گرے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس باپ کی طرح گلے میں سلور چین ڈالے ہوئے تھا جو اسکی شرٹ کے

اوپر ہی چمکتی دمکتی دیکھائی دے رہی تھی۔ اسے اپنی توتلی زبان میں گانے کی ایسی کی تیسی کرتے دیکھ کے ارزم شاہ نے مسکراہٹ دبائی تھی جبکہ ذائشہ خان نے اپنا سر پیٹا تھا، عرشمان شاہ کو یونہی ہر وقت گنگنانے کی عادت اپنے باپ سے پڑی تھی۔ وہ ابھی ایک ماہ پہلے ہی پورے دو سال کا ہوا تھا، ارزم شاہ کی اپنے کمرے میں لگائی گئی تصاویر رنگ لے آئی تھیں، اسکا بیٹا اسکی ڈٹو کاپی تھا، اسکے پیدا ہوتے ہی ارزم شاہ نے بے تابی سے اسکے آنکھیں کھولنے کا انتظار کیا تھا، صد شکر تھا اسکی آنکھیں یاور کی طرح اسکے ماموں پہ نہیں گئی تھی ورنہ ارزم شاہ نجانے کیا کر بیٹھتا۔۔ اسے اپنے بیٹے کے ایک ایک نقش سے محبت تھی کیونکہ وہ سیم ٹو سیم اس پہ تھا لیکن ہاں اسکی شرارتوں سے وہ بہت تنگ تھا، عرشمان شاہ جب تک باپ کو تپا نہیں لیتا تھا اسے سکون نہیں ملتا تھا، اور جب وہ اسکی شرارتوں سے چڑتا تھا پوری حویلی کو ارزم شاہ پہ ہنسنے کا موقع ملتا تھا کیونکہ اسکا بیٹا واقعی ہی اس سے چار ہاتھ آگے تھا، وہ حویلی والوں سے اور اپنے ماموں سے اپنے باپ کی لیٹ رخصتی کا بدلے لے یا نہ لے اپنے باپ کو ایک دفعہ نہیں بلکہ بارہا یہ احساس ضرور دلاتا تھا کہ اسے کیا سوجھی تھی اتنی جلدی عرشمان شاہ کو اس دنیا میں لانے کی؟ کیا اسے اپنی ٹینشن فری زندگی پیاری نہیں تھی؟ عرشمان کے بعد مجال تھی جو ارزم شاہ نے ابھی تک دوسرے بچے کا سوچا بھی ہو، وہ اسے سنبھال لیتا یہی بڑی بات تھی، اور کچھ وہ اپنی ذی بے بی کو اتنی جلدی دوبارہ سے پریگنینسی کی تکلیف سے نہیں گزارنا چاہتا تھا۔۔

باباذان (باباجان)۔۔۔ بیڈ کے قریب آتے ہی عرشمان شاہ نے ایک ہاتھ سے پلیٹ تھامے دوسرا ہاتھ واکئے بیڈ کے اوپر چڑھنے میں ارزم شاہ سے مدد مانگی تھی۔

باباکا چاند۔۔۔۔۔ اسکے سرخ و سفید چہرے پہ چھائی بے حد معصومیت دیکھ کے ارزم شاہ اسے پیار سے جواب دیتا اپنے ہی ہاتھ سے اسے تھام کے بیڈ پہ بٹھا چکا تھا، اسکے چہرے پہ چھائی معصومیت ہمیشہ ارزم شاہ کو دھوکا دیتی تھی۔

یہ کیک صبح صبح کس نے بنایا ہے؟۔۔۔ اسکے ہاتھ میں کیک دیکھ کے ارزم شاہ نے سرسری طور پہ سوال کیا تھا۔

آج منت کی برتھڈے ہے! یاور کے کہنے پہ گل نے بنایا ہے۔۔۔۔ جواب ذائشہ خان کی طرف سے آیا تھا، وہ ان دونوں کے قریب آتی عرشمان شاہ کے ماتھے پہ بکھرے اسکے شہد رنگ بال اپنے ہاتھ سے سنوارنے لگی۔

باباذان اپ تھاؤ دے؟ (باباجان آپ کھاؤ گے؟)۔۔۔ عرشمان نے باپ کی طرف دیکھتے معصومیت سے اسے کیک کھانے کی صلح ماری تھی۔۔

نہیں عرش! ابھی میں نے برش نہیں کیا۔۔۔ ارزم شاہ نے نرمی سے جواب دیا، وہ جب جب اسے پیار اور معصومیت سے پکارتا تھا ارزم شاہ کا لہجہ خود بخود مٹھاس سے بھرپور ہو جاتا تھا۔ ارزم شاہ اسے پیار سے "عرش" بولتا تھا جسے دیکھا دیکھی سب نے اسے عرش پکارنا شروع کر دیا تھا۔

تو ابی ترلے نا! مولے بابا ذان تا توتھ بلش لے تے آئے (تو ابھی کر لیں نا! مولے بابا جان کا ٹوتھ برش لے کے آئیں!)۔۔۔ عرشمان افسوس سے اپنے ماتھے پہ اپنا چھوٹا سا ہاتھ مار کے ارزم شاہ کو جواب دینے کے بعد اب ذائشہ کو اسکا برش لانے کا حکم دے رہا تھا۔ بیٹے کے حکم پہ ذائشہ خان تیر کی تیزی سے باتھروم سے ارزم شاہ کا برش لینے کے لئے بھاگی۔ ذائشہ خان سے زیادہ اسکے شرارتی بیٹے کو بھلا کون سمجھ سکتا تھا؟ ارزم شاہ کو تنگ کرنا ماں بیٹے کا فیورٹ کام تھا۔ وہ اتنی تیزی سے باتھروم میں بھاگی تھی کہ ارزم شاہ اسے روک بھی نہ پایا۔ ذائشہ خان اگلے ہی لمحے ٹوتھ پیسٹ اور برش لئے عرشمان شاہ کے سامنے حاضر ہوئی تھی۔

میں یہاں برش کیسے کروں گا ذی؟ عقل کو ہاتھ مارو۔۔۔ اسے اتنی جلدی عرشمان کے حکم کی تعمیل کرتے دیکھ کے ارزم شاہ تاصف سے بولتا اسکے ہاتھ سے برش اور پیسٹ پکڑ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھنے کی والا تھا جب انگلی سے کیک کھاتے عرشمان شاہ نے تیزی سے باپ کے ہاتھ سے اسکا ٹوتھ برش اور پیسٹ چھینی تھی۔

اذ علش آپ تو بلش ترائے ذا بابا ذان! (آج عرش آپ کو برش کروائے گا بابا جان)۔۔ عرش معصومیت سے کسی ماہر ڈینٹیسٹ کی طرح بولتا پیسٹ کا ڈھکن کھولنے لگا۔

او کے میری جان باتھروم میں چلتے ہیں پھر آپ بابا کو برش کروا لینا!۔۔۔ اپنے بیٹے کی معصوم سی ضد پہ ارزم شاہ اگلے ہی پل اسکی بات مان کے اسکے گال چوم گیا۔

نی مے شوٹا اوں وا تیشے ترا ودا! آپ اپے آتھ پیشے باندو (نہیں میں چھوٹا ہوں وہاں کیسے کرواؤں گا؟ آپ اپنے ہاتھ پیچھے باندھو)۔۔۔ عرشمان شاہ نے معصومیت سے ارزم شاہ کو اپنے چھوٹے ہونے کا احساس دلایا تھا، وہ باتھروم میں کھڑا ہو کے اسے برش نہیں کروا سکتا تھا لیکن یہاں اسکی گود میں بیٹھ کے آسانہ سے کروا سکتا تھا، اسکے لاجک پہ ارزم شاہ نے سر کو خم دیتے پیچھے ہاتھ باندھے تھے، وہ اپنے بیٹے کا اچھا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مولے آپ بابا تے آتھ باندو (مورے آپ بابا کے ہاتھ باندھو)۔۔۔ عرشمان شاہ نے اگلا حکم ماں کو پیش کیا تھا۔

لیکن میں آلریڈی ہاتھ باندھ چکا ہوں عرش۔۔ ارزم شاہ نے اسکا دھیان اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں میں مبذول کروانا چاہا تھا۔

نئ آپ شیٹنگ ترے تھول لو دے!(نہیں آپ چیٹنگ کر کے کھول لو گے)۔۔۔ عرشمان شاہ نے معصومیت سے نفی میں سر ہلا کے بولا۔

میں چیٹنگ نہیں۔۔۔۔۔ ابھی ارزم شاہ کچھ بولتا جب عرشمان اسکی بات کاٹ گیا۔۔

مولے بابا تے اتھ باندے ونہ مے ذار اوں!(مورے بابا کے ہاتھ باندھیں ورنہ میں جا رہا ہوں!)۔۔ وہ ناراضی سے بولتا پاس پڑی ارزم شاہ کی شرٹ اٹھا کے ذائشہ خان کو تھما گیا، اسے ناراض ہوتے دیکھ کے ارزم شاہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی البتہ ذائشہ کو اشارہ ضرور کیا تھا کہ اسکے ہاتھ زور سے نہ باندھے لیکن ذائشہ خان اسکے اشارے کو سیریس لئے بغیر اپنی پوری قوت سے اسکی پشت پہ بندھے ہاتھوں پہ اسکی شرٹ باندھ کے تین سے چار گرہیں لگا رہی تھی جس پہ ارزم شاہ نے اسے شدید گھوری سے نوازہ تھا لیکن یہاں گھوری کا اثر کسے ہوا تھا؟ باپ کے بندھے ہاتھ دیکھ کے عرشمان شاہ پرسکون ہوتا برش پہ پیسٹ لگانے لگا، اس نے صرف یہی پہ بس نہیں کیا تھا، بلکہ پیسٹ لگانے کے بعد اب وہ اپنے کیک کے پیس سے تھوڑا سا ٹکڑا اتار کے اسکے برش پہ لگی پیسٹ پہ رکھتا کھکھلانے لگا جبکہ ارزم شاہ صدمے سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، اسے اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دی تھی۔

میں بعد میں برش کر لوں گا عرش! آپ کیک کھاؤ اور تم ذی میرے ہاتھ کھولو۔۔۔ ٹوتھ پیسٹ پہ کیک کا پیس دیکھ کے ارزم شاہ نے عرشمان کو بچوں کی طرح پچکارتے ذائشہ خان کو اپنے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا تھا۔

نئ بابا ذان اپ ابی بلش ترے دیں! (نہیں بابا جان! آپ ابھی برش کریں گے!)۔۔ وہ ضدی انداز میں بولتا اسکی گود میں بیٹھ گیا۔ چہرے پہ نروٹھے تاثرات سجا لئے تھے، ارزم شاہ نے مدد کے لئے ذائشہ خان کو دیکھا تھا لیکن وہ مسکراہٹ دبائے بے نیازی سے کھڑی رہی۔۔

اوکے میں ابھی برش کر لیتا ہوں! آپ پہلے پیسٹ کے اوپر سے کیک ہٹاؤ!۔۔۔ عرشمان شاہ کے چہرے پہ پھر سے نروٹھے تاثرات دیکھ کے وہ دانت پیستے ہوئے جبراً مسکرا کے بولا۔

اشی تا تو مجا اے بابا ذان!(اسی کا تو مزہ ہے بابا جان)۔۔۔ عرشمان شاہ نے چہکتے ہوئے اپنے باپ کی انفارمیشن میں اضافہ کرتے اسے پتے کی بات بتائی تھی۔

موتھولے(منہ کھولیں!)۔۔۔۔۔وہ ارزم شاہ کو کچھ بھی بولنے کا موقع دیئے بغیر اسکے گال پہ ہاتھ رکھتا معصومیت سے بولا، اسکی معصومیت پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنا منہ کھول گیا، یہ سوچ کر کہ اسکا بیٹا کونسا اسکے ساتھ کچھ غلط کرے گا؟ وہ تو صرف اس کے دانت برش کروانے والا تھا، عرشمان شاہ نے اسکی سوچوں پہ پانی پھیرتے اسے برش کروانے کی بجائے اسکے اوپر لگی کیک اور پیسٹ ایک ساتھ اپنی انگلی سے اتار کے ارزم شاہ کے کھلے منہ میں ڈالتے اسکے لبوں پہ زور سے ہاتھ رکھ دیا۔۔

بش بش! ٹھیت او ذاو دے! تا کلیٹ شمذتے تھالے بابا!(بس بس! ٹھیک ہو جاؤ گے! چاکلیٹ سمجھ کے کھالیں بابا)۔۔ارزم شاہ کی پھیلتی آنکھیں دیکھ کے عرشمان شاہ اسکے لبوں پہ ہاتھ جمائے دوسرے ہاتھ سے اسکا برہنہ کندھا تھپتھپاتے اسے ٹوتھ پیسٹ کھانے کا حوصلہ دینے لگا، بالکل اسی طرح جس طرح کچھ روز پہلے عرشمان کی طبیعت خرابی پہ ارزم شاہ نے اسے زبردستی میڈیسن کھلائی تھی، آج ہی تو عرشمان کو اس بات کا بدلے اتارنے کا موقع ملا تھا وہ کیونکر ہاتھ سے جانے دیتا۔ اپنے منہ میں کیک اور پیسٹ ایک ساتھ دیکھ کے ارزم شاہ کا دل خراب ہوا تھا، اس سے کچھ بولا بھی نہیں جا رہا تھا جبکہ ذائشہ خان بے ساختہ ہنسنے لگی، ارزم شاہ نے آنکھ کے اشارے سے اسے عرشمان کو خود پر سے ہٹانے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کئے ہنسی جا رہی تھی۔

ذلدی فنش ترے بابا ذان، فر بلش بی ترنا اے!(جلدی فنش کریں بابا جان، پھر برش بھی کرنا ہے!)۔۔۔ارزم شاہ کو اپنی جگہ پہ ساکت دیکھ کے عرشمان شاہ نے اپنا اگلا حکم صادر کیا تھا جس پہ ارزم شاہ نے مزید آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھا تھا، مطلب اسکے بعد بھی برش کرنے کی کسر رہتی تھی؟ ارزم شاہ اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس نے اپنے شیطان بیٹے کو اپنے برش نہ کرنے کے متعلق بتایا تھا، وہ اپنی ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے اسے اپنی گود سے نکالنا چاہ رہا تھا کیونکہ ہاتھ تو پیچھے بندھے تھے لیکن وہ اسکے کندھے پہ زور سے ہاتھ جمائے دوسرا ابھی تک اسکے ہونٹوں پہ رکھے اسکے ساتھ مزید چپکتا جا رہا تھا۔ ارزم شاہ اپنی ٹانگوں کو زور سے جھٹکا دے کے اپنے افلاطون بیٹے کو بے دردی سے زمین پہ نہیں گرا سکتا تھا اور نہ ہی وہ اپنے منہ میں رکھی یہ انوکھی پیسٹ چاکلیٹ سمجھ کے کھا سکتا تھا۔

آپ تب تت تا ٹکلیٹ تھاؤ بابا، مے اپی برت ڈے تر تا او جیشے پیلے تی تی (آپ تب تک چاکلیٹ کھاؤ بابا! میں اپنی برتھڈے کرتا ہوں جیسے پہلے کی تھی!)۔۔باپ کے منہ سے ہاتھ ہٹائے بغیر عرشمان شاہ پیار سے اسے ہدایت دیتا اسکے کندھے سے ہاتھ ہٹا کے اپنی گود میں پڑی چاکلیٹ کی پلیٹ سے کیک اٹھانے لگا، آج منت کی برتھڈے تھی جبکہ عرشمان کی برتھڈے ایک ماہ پہلے ہو چکی تھی لیکن وہ اپنی برتھڈے کی یاد اس وقت پھر سے تازہ کرنا چاہ رہا تھا جس پہ ارزم شاہ نے زور زور سے نفی میں سر ہلاتے اپنے منہ سے عرشمان کا ہاتھ جھٹکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنا ہاتھ مزید زور سے جما گیا، ارزم شاہ کا دل چاہا اس چالاک انسان کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پہ زور سے دانت گاڑ دے لیکن وہ اسکا خون تھا، اسکے رونے پہ تکلیف اسے ہی ہونی تھی اسی لئے ضبط کی آخری حدوں کو چھونے لگا، وہ کیسے اپنے بیٹے کے ہاتھوں ہمیشہ بیوقوف بن جاتا تھا؟ شاید اس لئے کیونکہ جس طرح ذائشہ کی معصومیت اور بے وقوفیاں ارزم شاہ کی کمزوریاں تھیں اسی طرح عرشمان شاہ کا معصوم اور محبت سے لبریز لہجہ بھی اسکی کمزوری تھا اور یہ لہجہ عرشمان اسی وقت اپناتا تھا جب اسے پیار سے اپنے باپ کو تپانا ہوتا تھا یا کسی چیز کی ڈیمانڈ کرنی ہوتی تھی۔۔

پپی برت ڈے تو یو۔۔۔پپی برت ڈے تو یو۔۔پپی برت ڈے ڈیر عشمان۔۔پپی برت ڈے تو یو (ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔ہیپی برتھ ڈے ڈئیر عرشمان۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو)۔ عرشمان نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے ہاتھ میں کیک بھر بھر کے باپ کے پورے چہرے پہ رگڑتا معصومیت سے خود کو سالگرہ وش کرنے لگا، اس وقت ارزم شاہ کے منہ میں پیسٹ تھی، وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں بول پا رہا تھا جبکہ ذائشہ خان ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتی صوفے پہ گر چکی تھی۔ وہ آج تک اس انسان کو قابو نہیں کر پائی تھی جسے اسکا بیٹا ایک منٹ میں اپنی معصومیت سے قابو کر لیتا تھا۔ شاید ایک معصومیت ہی تھی جو وہ کچھ دیر کے لئے اپنی ماں یا ماموں سے ادھار لے لیتا تھا ورنہ اسکی ایک ایک حرکت ارزم شاہ پہ تھی۔

ہیپی برت ڈے تو یو (ہیپی برتھ دے ٹو یو)۔۔۔۔ عرشمان شاہ باقی کا بچہ سارا کیک اسکی شہد رنگ بیرڈ پہ رگڑنے کے بعد تالیاں بجاتے ہوئے پھر سے کھکھلا اٹھا۔

ع۔ع۔رشم۔۔عرشمان۔۔منہ میں پیسٹ ہونے کی وجہ سے ارزم شاہ گھٹی گھٹی آواز میں چلایا تھا، وہ مزید بول نہ سکا کیونکہ ٹوتھ پیسٹ کا ذائقہ اب اسکے حلق تک سفر کر رہا تھا، ان دونوں ماں بیٹے کو کھکھلاتے دیکھ کے ارزم شاہ کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔ اس نے غصے سے ٹوتھ پیسٹ زمین پہ تھوکی تھی۔

بلش آپ اود ترلے نا بابا ذان اور نائیاں بی ترلینا (برش آپ خود کر لینا بابا جان اور نائیاں (نہانا) بھی کر لینا)۔۔۔۔اسکے ٹوتھ پیسٹ تھوکنے پہ عرشمان شاہ فٹافٹ اسکی گود سے نکلتے ہوئے بیڈ سے اترتا دروازے کی طرف دور لگاتا کھکھلاتے ہوئے ارزم شاہ کو مشورہ دیتا وہاں سے بھاگ گیا۔۔صرف عرشمان نے نہیں بلکہ ذائشہ نے بھی کمرے سے دور لگائی تھی کیونکہ ارزم شاہ کو تپانے میں صرف عرشمان کا ہی نہیں بلکہ ذائشہ خان کا بھی برابر کا ہاتھ تھا۔

میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں عرشمان!! تم اپنی خیر مناؤ! ۔۔۔۔ارزم شاہ دانت پیستے ہوئے بیڈ سے اٹھتا کمرے کے دروازے کی طرف بھاگا تھا، جب اسے احساس ہوا وہ اس وقت شرٹ لیس ہے اور اسکے ہاتھ پیچھے اسکی کمر پہ اسی کی شرٹ کے ساتھ باندھے گئے ہیں، وہ دانت کچکچاتے ہوئے دل میں اپنی ذی بے بی سے بدلہ لینے کا تہیہ کرتا اپنے ہاتھوں کو موو کرتے ہوئے یہ گرہیں کھولنے کی تگ و دو کرنے لگا۔

تاتا زان بشاو (دادا جان بچاؤ)۔۔۔۔۔۔عرشمان شاہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا بلند آواز میں مدد کے لئے دریاب شاہ کی طرف بھاگنے لگا، سب جو لاؤنج میں بیٹھے منت کی برتھڈے کا کیک کھا رہے تھے عرشمان شاہ کی روہانسی آواز پہ پریشانی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اسکے دونوں ہاتھ اس وقت کیک سے بھرے ہوئے تھے جبکہ گرے شرٹ پہ بھی کیک لگا ہوا تھا۔

کیا ہوا عرش؟۔۔۔۔احان شاہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی فریش ہو کے نیچے آیا تھا پریشانی سے عرشمان شاہ سے سوال کیا۔

بشاو! شارے بشاو! بابا تو پتا نئی تیا اود یا اے (بچاؤ! سارے بچاؤ! بابا کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے!)۔۔وہ معصومیت سے انجان بنتا ہاتھ اٹھا کے ان سب سے مدد مانگتا دریاب شاہ کے سینے میں چھپ گیا، سب کی نظروں کا مرکز اب ذائشہ خان بنی تھی جو ہنستے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی لیکن پھر سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے جلدی سے سیریس ہوتی اپنے قدموں میں آہستگی لاتے جبکہ چہرے پہ عرشمان کی طرح معصومیت سجائے سب کے پاس آ کے کھڑی ہو گئی، سب

اب ارزم شاہ کے منتظر تھے جس کے غرانے کی آواز ان سب کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی، دریاب شاہ نے ہنستے ہوئے عرشمان شاہ کے ہاتھ ٹشو سے صاف کئے تھے کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے ان کا پوتا ضرور کوئی انوکھی شرارت کر کے آرہا ہے۔

میں آج تم دونوں ماں بیٹے کا کچومر بنا کے رکھ دوں گا! عرشمان آج تم زندہ نہیں بچو گے !!۔۔۔ارزم شاہ جس نے مشکل سے اپنے ہاتھوں پہ بندھی شرٹ کی گرھیں کھولی تھیں، شرٹ پہن کے بٹن بند کرتا ہوا سیڑھیاں اترتے ہوئے ذائشہ خان اور عرشمان شاہ کو گھورتے ہوئے غرایا۔ اسکی غراہٹ پہ جہاں ذائشہ خان سہمی تھی وہی پہ ارزم شاہ کا کیک سے لتھڑا چہرہ دیکھتے سب کا مشترکہ قہقہہ لاؤنج کی زینت بنا تھا، بڑے تو کیا بچے بھی ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتے کبھی ارزم شاہ کو دیکھتے تو کبھی دریاب شاہ میں چھپے عرشمان شاہ کو جس نے یہ سارا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ارزم شاہ کی بیرڈ پہ تضاد اسکے آئیبروز پہ بھی کیک رگڑ رگڑ کے لگایا گیا تھا۔ ان سب کے یوں ہنسنے پہ ارزم شاہ نے خفگی سے انہیں دیکھا تھا جو عرشمان کو مزید شے دے رہے تھے۔۔

او گاڈ!! ۔۔۔۔۔۔احان شاہ نے ہنستے ہوئے اسکی تصویر اپنے فون میں کلک کرتے تیزی سے زوریز شاہ اور حازق خان کو سینڈ کی تھی۔

عرشمان یہ تم نے کیا کیا میرے چاچو کے ساتھ !۔۔۔ارزم کو خفا ہوتے دیکھ کے ازمیر شاہ تیزی سے اپنی ہنسی ضبط کرتا۔ دو چار ٹشو اکھٹے نکالتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے ارزم شاہ کی طرف بڑھ گیا، یہ وقت عرشمان سے زیادہ نمبر بڑھانے کا تھا اسی لئے ازمیر شاہ ہمیشہ کی طرح عرشمان کی شرارت پہ تھوڑا سا ہنسنے کے بعد چاچو کی سائیڈ لینے لگا۔

لالا مے تو پیپی برت ڈے ترا تا! بابا تو بولا بی تا تیت تھا لو تہتے ایں مے نے بلش نئی تیا تو فرمے نے۔۔۔(لالا میں تو پیپی برتھڈے کر رہا تھا! بابا کو بولا بھی تھا کیک کھالو، کہتے ہیں میں نے برش نہیں کیا تو پھر میں نے۔۔) عرشمان شاہ نے دریاب شاہ کے سینے سے چہرہ باہر نکالتے ازمیر شاہ کو معصومیت سے جواب دیتے ارزم شاہ کو گھوریوں پہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کے پھر سے دادا کے سینے میں چہرہ چھپایا تھا۔ ارزم شاہ نے عرشمان کو سالم نگاہوں سے گھورتے ازمیر کے ہاتھ سے ٹیشو پکڑتے اپنا چہرہ رگڑ رگڑ کے صاف کیا تھا۔

نہیں صاف کرو! ایسے زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہو!۔۔۔اسے منہ صاف کرتے دیکھ کے کاظم شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ٹکڑا لگایا تھا جس پہ پھر سے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔

تاتازان! بابادشہ ترے ایں(دادا جان! بابا غصہ کر رہے ہیں)۔۔۔باپ کی سالم نگاہیں خود پہ محسوس کرتے عرشمان شاہ نے معصومیت سے دریاب شاہ کو شکایت لگائی تھی۔

غصہ؟سیریئسلی صرف غصہ؟عرشمان میں تمہاری چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کا کچومر بنادوں گا بدتمیز اولاد!!۔۔وہ دانت پہ دانت جما کے غراتا ہوا دریاب شاہ کی طرف بڑھا تھا تاکہ ان کے حصار سے اپنی بدتمیز اولاد کو لے کے اسکا دماغ ٹھکانے لگا سکے لیکن دریاب شاہ ہنستے ہوئے اسے مزید خود میں چھپا چکے تھے۔

یہ سب تمہارے باپ کی بددعاؤں کا نتیجہ ہے جسے تم نے ہمیشہ ہر محفل میں اپنی شیطانیوں سے شرمندہ کروایا ہے!۔۔۔ھارون شاہ نے ہنستے ہوئے اپنی ٹانگ آگے کرتا ارزم شاہ کا دریاب شاہ تک جانے کا راستہ روکتے افسوس کا اظہار کیا تھا۔ھارون شاہ کی بات پہ دریاب شاہ نے جتاتے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا۔زاویار شاہ ہنستے ہوئے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے انہیں بے ساختہ اپنے نواسے نواسیاں یاد آئی تھیں۔

یقین مانیں میں اتنا بیغیرت نہیں تھا! اسکا تو بس نہیں چلتا میری شکل ہی کسی طریقے نئی ڈاؤن لوڈ کر دے! کیا تمہیں بابا کا اتنا پیار افیس اچھا نہیں لگتا عرش؟۔۔۔ارزم شاہ نے دانت پیس کے ھارون شاہ کو جواب دیتے افسوس سے عرشمان سے سوال کیا تھا جو ہمیشہ اسکے چہرے کا دشمن بنا رہتا تھا۔ارزم شاہ کے افسردہ لہجے پہ پھر سے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔

بابا مذے بائی شاہئیے فرام دونوں مل تے اپ تو پارترین دے!(بابا مجھے بھائی چاہئیے! پھر ہم دونوں مل کے آپ کو پیار کریں گے!)۔۔۔عرشمان شاہ نے باپ کے اتنے افسردہ سوال کا بے حد معصومیت سے جواب دیتے اپنا نچلا ہونٹ موڑتے ہوئے مصنوعی رونے کی تیاری پکڑی تھی جیسے وہ باپ کی بات پہ کافی ایموشنل ہوا ہو، یا وریا ازمیر کم ہی اسکی شرارتوں میں مدد دیتے تھے اسی لئے عرشمان کو اپنا ایک ذاتی بھائی درکار تھا۔سوال گندم اور جواب چنا پہ ذائشہ خان سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے نگاہیں جھکا گئی۔

بھائی؟میرے منہ پہ پاگل لکھا ہے جو اپنے ہاتھوں سے خود کے لئے ایک اور مصیبت کا ویلکم کروں؟۔۔سب کے سامنے عرشمان کی فرمائش پہ ذائشہ کو سٹپٹاتے دیکھ کے ارزم شاہ جس کے لبوں کے کناروں پہ مسکراہٹ پھیلی تھی، فوراً سے سنبھل کے دانت پیستے ہوئے عرشمان کو سلگتے ہوئے جواب دیتا اب منت کو اٹھا رہا تھا جو کب سے اسے ٹکر ٹکر دیکھتی جا رہی تھی کیونکہ اسکے چاچو نے اسے ابھی تک برتھڈے وش نہیں کی تھی۔ارزم شاہ کے جواب پہ سب کے چہروں پہ دبی دبی ہنسی نمودار ہوئی تھی جبکہ خود کے لئے مصیبت کا لفظ سنتے عرشمان شاہ نے شہد رنگ آنکھوں میں جھوٹے آنسو لئے باپ کی طرف دیکھا تھا جو منت کے گال چومتے ہوئے اسے سالگرہ وش کر رہا تھا، عرشمان شاہ اگلے ہی پل دریاب شاہ کے سینے میں چہرہ چھپائے زور زور سے رونے لگا، سب نے پریشانی سے عرشمان کی طرف دیکھا تھا۔

تمہیں تمیز نہیں ہے میرے پوتے سے بات کرنے کی؟۔۔۔عرشمان شاہ کے رونے پہ دریاب شاہ نے غراتے ہوئے ارزم شاہ کی کلاس لی تھی جو خود عرشمان کے ایک دم سے رونے پہ پریشان ہوا تھا، زہرہ مام بھی پریشانی سے اپنے چھوٹے سے پوتے کی طرف دیکھ رہی تھیں جو ہر وقت حویلی میں رونق لگائے رکھتا تھا۔

عرش!!۔۔۔۔ارزم شاہ نے پیار سے عرشمان کو پکارتے منت کو کاظم شاہ کے حوالے کیا تھا۔عرشمان شاہ نے اسکی پکار اگنور کرتے اپنے رونے میں تیزی لائی تھی۔

عرش! میرا چاند میں اپنے بیٹے کو بھائی لا کے دوں گا! رونا بند کرو میری جان!۔۔۔اسکی اگنورینس پہ ارزم شاہ بے حد فکرمندی سے دریاب شاہ کے قریب جاتا ان کے حصار سے عرشمان شاہ کو پکڑتے اسے پیار سے پچکارتا اپنے سینے سے لگا گیا، ارزم شاہ کی بات پہ جہاں ذائشہ خان کا چہرہ لال سرخ ہوا تھا وہی پہ ایزل اور گلالئی نے اسکی حالت کا مزہ لیتے مسکراہٹ دبائی تھی، جبکہ کاظم شاہ اسکی بات اگنور کرتے منت میں مصروف رہا۔احان شاہ اپنی گود میں یسریٰ کو بٹھائے یاور کے کان میں سرگوشی نما آواز میں اسے منا رہا تھا جو اسکے صبح صبح بیکری سے کیک نہ لا کے دینے پہ ابھی تک ناراض ناراض سا بیٹھا تھا۔اب وہ اپنے باپ سے منت کی رات کی سیلبریشن کی ڈیل ڈن کروا رہا تھا۔

شچی؟(سچی؟)۔۔۔۔ارزم شاہ کے خامی بھرنے پہ عرشمان شاہ اسے رونے کی وجہ سے سرخ ہوتی شہد رنگ آنکھوں سے دیکھتا معصومیت سے کنفرم کرنے لگا۔

مچی میری جان!۔۔۔وہ اسکی آنکھیں چومتا کن اکھیوں سے ذائشہ خان کے لال ہوتے چہرے کی طرف دیکھتا پیار سے عرشمان شاہ کو جواب دینے لگا، ذائشہ خان کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے پہلے صرف باپ شرمندہ کرتا تھا اور آج بیٹے نے نئے بھائی کا ذکر چھیڑتے اسے سب کے سامنے شرمندہ ہونے پہ مجبور کر دیا تھا۔

تب لے تے اودے؟(کب لے کے آؤ گے؟)۔۔۔عرشمان شاہ بھول چکا تھا اسکے باپ نے بالکل ابھی اسے مصیبت کا لقب دیا ہے اسی لئے رونا بھول کے ایکسائیٹڈ انداز میں تالیاں بجاتے ہوئے نیا سوال داغا۔اسکے اس سوال پہ ذائشہ خان نے جلدی سے وہاں سے راستہ ناپا تھا، اب تو زمین کو واقعی ہی پھٹ جانا چاہئیے تھا۔

بہت جلد!۔۔۔ذائشہ خان کو یہاں سے رفو چکر ہوتے دیکھ کے وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا پیار سے اپنے بیٹے کو جواب دیتا احان شاہ کی معنی خیز نظریں خود پہ محسوس کرتا اپنے شہد رنگ بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا جب کہ ایزل اور گل بھی یہاں سے اٹھ کے ذائشہ کے پیچھے جا چکی تھیں تاکہ اسے تنگ کر سکیں۔۔

آج رات خان اور ریز سوات سے واپس آ رہے ہیں!۔۔۔اس سے پہلے عرشمان مزید کوئی سوال پوچھتا جب کاظم شاہ نے ان سب کو زوریز شاہ اور حازق خان کی واپسی کا بتایا تھا جس سے ارزم اور احان پہلے سے واقف تھے۔

یاہووو!!۔۔۔سب بچوں نے مل کے ایکسائیٹڈ انداز میں نعرہ لگایا تھا، جبکہ ھارون شاہ، دریاب شاہ اور زہرہ مام نے ان کی خیریت کی دعا کی تھی۔

جاہووو۔۔جان آری اے؟(یاہووو۔۔۔جان آ رہی ہے؟)۔۔۔عرشمان شاہ نے بھی سب بچوں کی طرح نعرہ لگاتے ہوئے کھکھلا کے باپ سے سوال کیا تھا۔اسکے سوال پہ ارزم شاہ کھل کے مسکرایا تھا۔

"جینان" بولتے ہیں میرا چاند ورنہ تمہارا ماموں تمہاری ہڈیاں واقعی ہی توڑ دے گا اور مجھے ان ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پہ پلستر لگوانے کا موقع بھی نہیں دے گا!۔۔۔ارزم شاہ نے ہنستے ہوئے اسکی تصیح کی تھی جس پہ باقی سب بھی ہنس دیئے جبکہ عرشمان شاہ نے اسکی نصیحت کو اگنور کیا تھا۔۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے، منت کی سالگرہ سیلبریٹ کرنے کے لئے پورے فارم ہاؤس کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور یہ ساری فیری ٹیل کے طرز کی سجاوٹ یاور شاہ نے اپنے باپ کو بول کے کروائی تھی۔کاظم شاہ کو کچھ کروانے کی

ضرورت ہی نہیں پڑی تھی یہ بر تھڈے پارٹی یاور شاہ کی طرف سے تھی لیکن پیسے ڈیفینس منسٹر صاحب کے لگے تھے، کاظم شاہ نے زوریز شاہ، حازق خان اور شہسوار شاہ کو یہی فارم ہاؤس پہ بلوالیا تھا تاکہ ان کا حویلی چکر نہ لگے۔ وہ سب ابھی ایک ساتھ تصاویر بنوانے میں مصروف تھے جب اچانک فارم ہاؤس کی پارکنگ میں زوریز شاہ، حازق خان اور شہسوار شاہ کی گاڑیاں آگے پیچھے داخل ہوئی تھیں۔ سب بچے بھاگتے ہوئے پارکنگ کی طرف بڑھے تھے جبکہ باقی سب مسکراتے ہوئے انکے اپنی طرف آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اپنی دونوں بیٹیوں کو کب پکڑو گے جنہوں نے پورا راستہ میری جان عذاب کی ہے!۔۔۔ حازق خان کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کے میر ال شاہ دانت پیستے ہوئے دبی دبی آواز میں غصے سے بولی جس پہ حازق خان نے زبان دانتوں تلے دباتے پھر سے اپنا سر اندر گاڑی میں کیا تھا، اسمارہ اور جینان کو میر ال کی گود میں چپک کے بیٹھتے دیکھ کے وہ مسکرایا۔ وہ جان بوجھ کے اسکی گود میں پورا راستہ بیٹھی رہی تھیں تاکہ میر ال کو کسی طریقے تنگ کر سکیں جبکہ حسان خان انہیں آپس میں لڑتے دیکھ کے پچھلی سیٹ سے نکلتا ہوا اپنے سب کزنز سے بے حد خوشی سے مل رہا تھا۔

زماخکولے جانانہ (میری پیاری جانان) میری معصوم بیٹیاں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو ہر وقت ان پہ غصہ کرتی ہو۔۔۔۔ وہ پیار سے بولتا اسکے بازوؤں سے اپنی بیٹیاں پکڑنے لگا جو کچھ ہی ماہ میں دو سال کی ہونے والی تھی۔

ہاں جتنے تم معصوم ہو اس سے کئی زیادہ تمہاری بیٹیاں معصوم ہیں! سب معصومیت کے نام پہ دھبہ ہو سوائے میرے بیٹے کے!۔۔۔ اپنی ٹانگوں کو سن ہوتا محسوس کرتے میر ال شاہ چڑتے ہوئے حازق خان کو جواب دیتی گاڑی سے باہر نکلنے لگی۔۔ حازق خان مسکراتا ہوا اب اپنی دونوں جڑواں بیٹیوں کو سینے سے لگائے پیر سے گاڑی کا دروازہ بند کرتا میر ال شاہ کے ہمقدم ہوا تھا جو آئرہ سے مل رہی تھی جبکہ شہسوار شاہ میجر خان سے ملتا اسکی دونوں بیٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پیار سے چوم رہا تھا۔

زیان آپ جا کے سب سے ملو! میں مما کو لے کے آتا ہوں!۔۔ زوریز شاہ گاڑی سے باہر نکل کے بیک سیٹ کا دروازہ کھولتے زیان کو باہر نکلنے کا اشارہ کرتا پیسنجر سیٹ کی طرف بڑھ گیا، پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولتے اس نے محبت سے مرحا شاہ کی طرف دیکھا تھا جو اپنے وجود کو بڑی سی سیاہ چادر میں چھپائے ہوئے تھی جبکہ زیان شاہ اب حسان خان کے ساتھ آگے بڑھتے یاور، ازمیر اور عرشمان سے خوشدلی سے مل رہا تھا۔

پاگل ہو! یہ ہمارا سوات والا گھر نہیں ہے! یہاں پوری فیملی موجود ہے! میں خود چل لوں گی۔۔۔زوریز شاہ کو جھک کے اپنا وجود بانہوں میں بڑھتے دیکھ کے مرحا شاہ نے اسکے سینے پہ ہاتھ مارتے اسکا دھیان باقی سب کی طرف کروایا تھا، پارکنگ میں اتنی روشنی نہیں تھی اسی لئے کسی کا بھی دھیان ان دونوں کی طرف نہیں اٹھا تھا۔

اوو! اچھا پھر ایسا کرو میرا ہاتھ زور سے تھام لو۔ گر نہ جانا۔۔وہ ایک نظر باقی سب کی طرف گھما کے اسے اپنی بانہوں سے اتار کے نیچے زمین پہ کھڑا کرتا فکر مندی سے بولتا اسکا ہاتھ زور سے اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام گیا، یہ مرحا شاہ کی پریگنینسی کا چھٹا مہینہ چل رہا تھا اور زوریز شاہ اسکی پوری پریگنینسی کے دوران اسکا خیال یوں رکھ رہا تھا جیسے وہ موم کی گڑیا ہو۔۔مرحا شاہ سر کو خم دیتی اسے زور سے تھامتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے لگی۔وہ دونوں ائرہ، شہسوار شاہ اور انکی چھوٹی سی ڈول سے ملنے کے بعد اب باقی سب بچوں سے ملنے کے بعد سامنے کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں حویلی کے تمام مکین موجود تھے۔۔ آج پورے دو سال بعد حازق خان اور زوریز شاہ کی اسلامباد میں واپسی ہوئی تھی ورنہ پچھلے دو سال سے وہ سوات میں ٹھہرے ہوئے تھے کیونکہ ان کی پوسٹنگ وہاں کر دی گئی تھی۔۔سب خوشدلی سے ان سب سے ملتے اپنے دلوں کو سکون پہنچا رہے تھے، آج کافی وقت بعد وہ سب یوں اکھٹے ہوئے تھے۔وہ سب اب مسکراتے ہوئے ایک دوسرے سے ملنے کے بعد منت کی سالگرہ کا کیک کاٹ رہے تھے، منت سب سے تحفے پکڑتے ہوئے بے حد ایکسائیٹڈ دیکھائی دے رہی تھی۔

میر! یہ گفٹس ہالف میرے ہوں گے اور ہالف منت کے۔۔۔منت کے پاس اتنے سارے گفٹس دیکھ کے کٹی کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتی یسریٰ شاہ تمیز سے ازمیر شاہ کو بھالو کی بجائے "میر" پکارتی ناک سکوڑتے ہوئے معصومیت سے فرمائش کرنے لگی۔

ہاہاہا۔۔اوکے سویٹ ہارٹ۔۔اپنی ڈارک براؤن جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ازمیر شاہ نے ہمیشہ کی طرح ہنستے ہوئے اسکی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

نئ! مے اپے تفٹ ڈیڈہ تو نئ دوں دی (نہیں میں اپنے گفٹ دیدہ کو نہیں دوں گی!)۔۔۔ھارون شاہ کی گود میں بیٹھ کے کیک کھاتی منت جو انکی باتیں سن چکی تھی منہ پھولا کے بولی، اتنی مشکل سے تو اسے اتنے سارے گفٹ اکھٹے ہوئے تھے۔۔

ہاہاہا۔۔اوکے پرنسز! آپ ہمیشہ میرے پاس رہنا۔۔۔ازمیر شاہ اب ہنستے ہوئے اپنی بہن کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا، وہ ان دونوں لڑکیوں کو ایک ساتھ خوش نہیں کر سکتا تھا۔ دونوں کسی ایک نا ایک بات پہ روٹھ جاتی تھیں۔

"ہمیشہ میرے پاس رہنا مطلب لالا؟"۔۔۔۔تقریباً چار سالہ زیان شاہ جو زاویار شاہ کی گود میں بیٹھا غور سے ان کی باتیں سنتا کیک کھا رہا تھا، آبرو اٹھا کے سمجھداری سے ازمیر شاہ سے اسکی بات کا مطلب استفسار کیا۔۔باقی سب مسکراتے ہوئے بچوں کی نوک جھوک دیکھ رہے تھے۔۔

بہنیں بڑی ہو کے بھائیوں سے دور چلی جاتی ہیں لیکن میں منت کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ازمیر شاہ نے میرون فراک میں ملبوس منت کی طرف دیکھتا بے حد پیار سے جواب دیا تھا، اسکے جواب پہ سب دم سادھے اسکی طرف دیکھنے لگے، وہ سب اب ٹیبل کے ارد گرد کرسیوں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔۔

اوو آئی گاٹ اٹ! ۔۔۔۔۔زیان شاہ اسکی بات سمجھتے ہوئے آسودگی سے مسکرایا جبکہ یاور شاہ نے بھی اسکی بات پہ غور کرتے ہوئے اپنی بہن کو دیکھا تھا جسے وہ کبھی خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ سب ایک دوسری سے بہت زیادہ اٹیچ تھے۔۔ سمجھداری میں وہ سب ایک سے بڑھ کے تھے۔ ازمیر کے جواب پہ سب لڑکیوں کی آنکھیں نم ہوئی تھیں، ایزل شاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بڑھی تھیں جبکہ میرال نے ایموشنل ہوتے ارزم شاہ کی گود میں بیٹھی اپنی دونوں بیٹیوں کے پھولے سیبی گال پیار سے چوم ڈالے، نیلی آنکھوں والی سرخ و سفید رنگت کی ایک جیسی بچیوں نے صدمے سے اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا جو ایک دم سے ان پہ پیار نچھاوڑ کرنا شروع ہو چکی تھی جبکہ یسریٰ اور منت مدھم آواز میں گفٹس پہ تبصرے کر رہی تھیں۔ وہ سب جو ازمیر کی بات پہ ابھی تک چہروں پہ معنوم سی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھے عرشمان شاہ کی آواز انہیں ہوش میں لے کے آئی تھی۔

جان آپ اتی پاری اودئی اوو (جان آپ اتنی پیاری ہو گئی ہو!)۔۔باپ کے پاس کھڑا عرشمان شاہ اسکے دائیں گھٹنے پہ بیٹھی جینان کے پھولے گلابی گال پہ ہاتھ رکھتا مسمرائز ہوتے ہوئے گویا ہوا۔۔اپنی تعریف پہ جینان نے معصومیت سے حازق خان کی طرف رخ موڑا تھا۔ اسے عرشمان کا چھچھوڑا انداز پسند نہیں آیا تھا شاید۔۔

جینان۔۔۔۔حازق خان کی گھوریوں پہ ارزم شاہ نے مسکراہٹ دبا کے سنجیدگی سے عرشمان شاہ کی تصحیح کی تھی جبکہ باقی سب سے اپنی ہنسی دبانا مشکل ہو رہا تھا۔۔

نئ! جان بوتے ایں(نہیں! جان بولتے ہیں!)۔۔۔ عرشمان شاہ نے اگلے ہی پل باپ کی بات کی نفی کرتے جینان کا گال چومنا چاہا تھا جب حازق خان نے جلدی سے اپنی معصوم سی بیٹی کو کنفیوز ہوتے دیکھ کے اپنے حصار میں لیتے اپنے ٹھر کی بھتیجے سے دور کیا تھا جو پہلے دن سے اسکی بیٹی کے پیچھے لٹو تھا، اسمارہ اور جینان دونوں شکل وصورت میں بالکل ایک سی تھیں، صرف دونوں کی ناک میں تھوڑا سا فرق تھا جہاں جینان کی ناک معصوم اور چھوٹی سی تھی وہی پہ اسمارہ کی ناک تیکھی سی تھی، دونوں کے نقوش تقریباً ماں پہ تھے جبکہ خوبصورت سی آنکھیں اور ہر وقت سرخ سیبی گال باپ پہ تھے۔۔

ماموے جان توٹھاوں؟(ماموں میں جان کو اٹھالوں؟)۔۔۔۔ جینان کو اب حازق خان کی گود میں دیکھتے عرشمان شاہ نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اس سے اجازت مانگی تھی۔۔

نہیں ابھی آپ چھوٹے ہو ماموں کی جان یہ آپ کے ہاتھوں سے گر جائے گی!۔۔۔ حازق خان نے اسے بظاہر مسکرا کے جواب دیتے دانت پیستے ہوئے ارزم شاہ کی طرف دیکھا تھا جسکا بیٹا ہمیشہ کی طرح آج بھی ٹھر کی ثابت ہو رہا تھا۔

عرشمان یہاں آجاؤ میرا چاند! ہم آپ کی نئ بہن کے آئیں گے۔۔ حازق خان کی گھوریوں پہ ارزم شاہ مسکراہٹ دباتے ہوئے سنجیدگی سے عرشمان کو اپنے پاس بلانے لگا۔ ارزم شاہ کے شوشے پہ حازق خان کے ساتھ ساتھ ذائشہ خان کا چہرہ بھی سرخ پڑا تھا جبکہ عرشمان کھکھلاتے ہوئے باپ کی طرف بڑھ گیا۔

میجر بابا! یہ دیکھیں یہ کتنی پیاری ڈول ہے!۔۔۔ مزید کسی کے کچھ بھی بولنے سے پہلے حسان خان پیار سے لیزا کے گال پہ ہاتھ رکھتا معصومیت سے باپ کو مخاطب کرنے لگا، حسان خان کی بلند آواز پہ سب کی نگاہیں ائرہ کی گود میں بیٹھی اسکی پیاری سی سرخ وسفید بیٹی کی طرف اٹھی تھیں جو اپنی ماں کی کاپی تھی، ہری آنکھوں میں شرارت کا تاثر واضح تھا، حسان کی بات پہ ارزم شاہ نے جتاتی نظروں سے حازق خان کی طرف دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو صرف میرا ہی نہیں آپکا بیٹا بھی ٹھر کی پروڈیکس ہے۔۔

ہاں بہت پیاری بہنا ہے آپکی!۔۔۔ شہسوار شاہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے حسان کا جواب دیا تھا جبکہ حازق خان کو سمجھ نہ آئی وہ اپنے بیٹے کی بات پہ کیسا ریکشن دے۔۔

یس جینان اینڈ اسمارہ آر کیوٹ! بٹ لیزے از سو پر کیوٹ!۔۔ حسان خان مسکراتے ہوئے شہسوار شاہ کی بات سے متفق تھا جب اگلے ہی پل لیزا نے شرارتی سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اپنے گال پہ رکھے حسان خان کے ہاتھ پہ زور سے اپنے دانت گاڑے تھے۔۔

آہہہ۔۔۔ اگلے ہی پل حسان خان نے بلبلاتے ہوئے اپنا ہاتھ لیزا کی گال پہ ہٹایا تھا، جہاں سب کا قہقہ بلند ہوا تھا وہی پہ میرال نے دہلتے ہوئے اپنے بیٹے کا ہاتھ تھاما تھا۔

کتنی تیز ہے تیری بیٹی! ہاتھ کھا گئی میرے بیٹے کا!۔۔۔ حسان کے ہاتھوں پہ لیزا کے دانتوں کا نشان دیکھتے میرال شاہ خفگی سے آئرہ شاہ سے مخاطب ہوئی جو کھکھلاتی ہوئی لیزا کے منہ پہ ہاتھ رکھتی اسے مدھم آواز میں ڈپٹ رہی تھی جبکہ شہسوار شاہ نے ہنستے ہوئے آبرو اٹھا کے حسان کی طرف دیکھا تھا جو آنکھیں پھاڑے لیزے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

او گاڈ! میجر باباشی از سو وائلڈ!۔۔۔ حسان خان نے باپ کو مخاطب کرتے اگلے ہی پل لیزے کے متعلق اپنا موقف بدلا تھا جس پہ پھر سے سب کی ہنسی چھوٹی تھی۔

اب تو باپ کو میجر کہنا چھوڑ دے حسان! اب تو اسکی لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پہ پروموشن ہو گئی جس کی اس کنجوس نے ابھی تک ٹریٹ نہیں دی!۔۔۔ احان شاہ نے مسکراتے ہوئے حسان کو ٹوکا تھا۔۔

تمہارے بھائی کی بھی ہوئی ہے۔۔۔ حسان خان نے اگلے ہی پل اسکا دھیان زوریز شاہ کی طرف موڑا تھا جو مسکراتے ہوئے یسریٰ کے گال چوم رہا تھا۔

دونوں رج کے کنجوس ہو! ۔۔۔ اب کی دفعہ کاظم شاہ نے ناک سکوڑتے ہوئے اپنی بھڑاس نکالی تھی، وہ دونوں میجر سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پہ فائز ہو چکے تھے لیکن مجال تھی جو دونوں میں سے کسی ایک نے بھی ٹریٹ دینے کی زحمت کی ہو۔۔

ہاہاہا۔۔ آج کی آئس کریم میری طرف سے۔۔۔ زوریز شاہ نے ہنستے ہوئے ہانک لگاتے یسریٰ کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھے تھے، یسریٰ کو آئس کریم پسند تھی اسی لئے اس نے سب کو آئس کریم کھلانے کی ڈیل دن کی تھی جس پہ سب سے پہلے یسریٰ شاہ کھکھلائی تھی۔۔

اور آئس کریم کے لئے استعمال ہونے والی پلیٹیں اور چمچ میری طرف سے۔۔۔حازق خان نے ہنستے ہوئے زوریز شاہ کی بات کو طول دیا تھا جس پہ سب کا قہقہ ہوا میں گونجا تھا۔

دھیان سے اسما! گر جاؤ گی۔۔۔اسمارہ خان کو ارزم کی گود سے نکل کے تھوڑا دور برتھڈے کی ڈیکوریشن کی طرف جاتے دیکھ کے زیان شاہ فکر مندی سے اسکے پیچھے بھاگا تھا، اسمارہ اور جینان دونوں ہی تین ماہ بعد دو سال کی ہونے والی تھیں، وہ دونوں جتنی معصوم تھیں اتنا ہی ماں کے ناک میں دم کیا ہوا تھا۔۔

یہ سب کیا ہے؟۔۔۔ہر بچے کو کسی نہ کسی بچی کی فکر میں پاگل دیکھ کے شہسوار شاہ بالآخر صدمے سے بول اٹھا، وہ ان نکے نکے لڑکوں کی حرکتوں پہ حیران در حیران ہو رہا تھا۔

یہ حلال بیغیرتی ہے میری جان جو یہ بچے ماں باپ کے سامنے کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے!۔۔۔۔جواب زوریز شاہ کی طرف سے آیا تھا جس پہ سب پھر سے ہنس دیئے۔

فائنلی! آج کافی ٹائم بعد ہماری فیملی پھر سے کمپلیٹ ہو چکی ہے۔۔۔سب کو ایک ساتھ دیکھ کے ارزم شاہ مسکراتے ہوئے بولا جبکہ باقی سب بچے اب آپس میں کھیلنا شروع ہو چکے تھے، ارزم شاہ دل میں داجی کو آج بھی مس کر رہا تھا جنہیں وہ ہمیشہ تنگ کرتا رہتا تھا۔

اسی خوشی میں آج سب اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی بتائیں گے!۔۔۔زوریز شاہ کے پہلو میں بیٹھی مرحا شاہ مسکرا کے بولی جس پہ سب متفق ہوئے تھے۔۔

اوکے احان لالا آپ سے شروع کرتے ہیں۔۔سب کو متفق ہوتے دیکھ کے مرحا شاہ ایکسائیٹڈ انداز میں احان کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

امم! ویسے تو بہت ساری ہیں لیکن آئی تھنک وہ معجزہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھا جب میں نے اپنی تہجد میں مانگی گئی دعاؤں کے عوض کسی کو کھو کے ہوئے کو پھر سے پایا تھا۔۔احان شاہ اپنی بغل میں بیٹھی گلالئی کو بے حد محبت اور پیار سے دیکھتا آسودگی سے مسکرا کے بولا۔گلالئی جو غور سے اسکا جواب سن رہی تھی، اسکی۔بات کا مطلب سمجھتے مسکرا دی، اب باقی سب باری باری اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی بتا رہے تھے۔۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب سید احان شاہ نے پوری دنیا کے سامنے مجھے اپنا نام دیا تھا۔۔گلالئی اپنی باری آنے پہ ہونٹوں پہ شرمیلی سی مسکراہٹ سجا کے بولی، احان شاہ کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی پوتے دل سے مسکرا دیئے۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب آپ سب نے مجھے منی ہرٹ اٹیک دینے کے بعد میرا رشتہ اپروو کیا تھا۔۔حازق خان کے جل کے بولنے پہ سب کا قہقہ ہوا میں بلند ہوا تھا، میرال شاہ ہنستے ہوئے اسکے کندھے پہ نامحسوس انداز میں مکا جڑ گئی۔

میں اپنی زندگی کی خوشی کی بجائے سب سے بڑا دکھ بیان کرنا چاہتی ہوں۔۔میرال شاہ کے ایک دم سے سنجیدگی سے بولنے پہ سب دلچسپی سے اسکی طرف دیکھتے اسکے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

میری زندگی کا سب سے بڑا دکھ وہ تھا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ لیفٹیننٹ کرنل حازق خانزادہ اتنا معصوم نہیں ہے جتنا اسے سب سمجھتے ہیں بلکہ یہ معصومیت کی توہین ہے!۔۔میرال شاہ ناک چڑھاتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے بولتی حازق خان کو گھورنے لگی، سب کے سامنے اپنا پول کھلنے پہ حازق خان نے اسے وارننگ دیتی نظروں سے گھورا تھا جبکہ باقی سب کا مشترکہ قہقہ بے ساختہ تھا۔میرال شاہ کہنا چاہتی تھی اسکی زندگی کا سب سے بڑا دکھ وہ تھا جب اسے حازق خانزادہ کی شہادت کی جھوٹی خبر دی گئی تھی لیکن وہ کہہ نہ سکی کیونکہ وہ ماحول کو ایموشنل نہیں بنانا چاہتی تھی۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب میں نے اپنے باپ کے فرشتوں کو بھنک لگائے بغیر ذائشہ خان سے چھپ کے نکاح کیا تھا۔۔ارزم شاہ اپنے فرضی کالر اچکاتے ہوئے اپنے باپ کو آنکھ ونک کرتے ہوئے جواب دیا تھا جس پہ دریاب شاہ کے سوا باقی سب ہنس دیئے۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب ارزم نے مجھے زمانے کی ہر سرد و گرم ہوا سے بچاتے مجھے اپنا نام دیتے ہوئے تحفظ کا احساس دلایا تھا۔۔ذائشہ خان صاف گوئی سے بولتی ارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگی جو پہلے سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا لیکن پھر اسکی نظروں میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ کے نگاہیں جھکا گئی۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب میرے پوتے عرشمان شاہ نے جنم لیا تھا تاکہ وہ اپنے باپ پہ میرے حصے کے سارے ادھار بدلے اپنے طریقے سے اتار سکے۔۔۔دریاب شاہ اپنے چھوٹے سپوت کو دیکھ کے بولتے دل

جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے جو ناک سکوڑتا ہوا اب دور اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہا تھا جو جنیان کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا، دریاب شاہ کے جواب پہ سب کا قہقہ بلند ہوا تھا۔۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہم سب کا ساتھ ہے! میں چاہتی ہوں میرے سب بچے ہمیشہ ایک ساتھ یونہی جڑے رہیں۔۔۔ زہرہ مام پیار سے بولیں۔۔

آمین۔۔۔۔ ان کی دعا پہ سب نے آمین کی صدا بلند کی تھی۔۔

جب جب مجھے اپنے سب بچوں کو کامیابی کی اونچی سیڑھی پہ قدم رکھتے محسوس کرتا ہوں! وہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی بن جاتی ہے۔۔ سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے ھارون شاہ مسکراتے ہوئے بولے جس پہ باقی سب کے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ صرف ایزل، احان یا زوریز کی بات نہیں کر رہے تھے وہ یہاں بیٹھے اپنے سب بچوں کی بات کر رہے تھے۔۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ میری دونوں بیٹیاں اپنے گھروں میں خوش باش ہیں! میرے دونوں دامادوں نے کبھی مجھے شکایت کا موقع نہیں دیا۔۔۔ زاویار شاہ مسکرا کے بولے جس پہ حازق خان اور زوریز شاہ نے اترا کے اپنی اپنی بیویوں کو دیکھا تھا جو ناچاہ کے بھی مسکرا دیں، وہ سچ ہی تو بول رہے تھے۔۔

میں ابھی تک کنفیوز ہوں میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی کیا ہے؟ لیکن آئی تھنک میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ بن جاتی ہے جب "میر" بابا کی گود میں ہوتا ہے، "منت" مام کے پاس ہوتی ہے اور میں اور اووزی انہیں شرارتیں کرتے دیکھ کے مسکرا رہے ہوتے ہیں۔۔ مجھے اس منظر کے آگے باقی سب خوبصورت مناظر بھی پھیلے لگتے ہیں۔۔۔ کاظم شاہ نے کنفیوز انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے الفاظ کو ترتیب دیا تھا، اسکے جواب پہ سب کھل کے مسکرائے تھے، ایزل مسکراتی ہوئی اسکی بات سے متفق نظر آ رہی تھی۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی میرا اس دنیا میں قدم رکھنا تھا! کیونکہ اگر میں اس دنیا میں نہ آتی تو آپ سب اتنے خوش کیسے ہوتے؟۔۔۔۔ اپنی باری پہ ایزل شاہ مسکراتے ہوئے بچوں سے انداز میں بولی تھی جس پہ سب باقاعدہ تالیاں بجاتے ہوئے قہقہ لگا اٹھے۔۔ کاظم شاہ جو اسکے منہ سے اپنی تعریف سننے کا خواہشمند تھا خفگی سے کھکھلا اٹھا۔ زوریز شاہ اور احان شاہ کو اپنی بہن پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا جس نے اتنا اچھا شارٹ مارا تھا۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب میرے باپ نے میری شادی کے لئے قسطوں میں ہاں کی تھی۔۔۔
شہسوار شاہ ہنستے ہوئے بولا، جس پہ باقی سب بھی ہنستے ہوئے متفق نظر آرہے تھے، عالم شاہ اور شبنم بیگم عمرے پہ گئے تھے اسی لئے وہ یہاں اس محفل میں موجود نہیں تھے۔

اور میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی میرا نکاح تھا، مجھے بچپن سے ہی شادی کا بہت شوق تھا اور پھر جب نکاح میں پسندیدہ مرد مل گیا تو میری تو لاٹری ہی لگنی تھی؟۔۔۔ آئرہ شاہ پہلے ایک نظر سب کو معصومیت سے دیکھنے کے بعد اپنی شرم ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اپنے ازلی شرارتی انداز میں بولی تھی جس پہ سب کا ہنس ہنس کے برا حال ہوا تھا جبکہ شہسوار شاہ نے سب کے سامنے آسکے اتنے بڑے اظہار پہ اسے محبت بڑی نگاہوں سے دیکھا تھا، وہ اپنی عورت کا پسندیدہ مرد تھا، یہ بات چھوٹی نہیں تھی۔

میری زندگی کی ہر خوشی سید زوریز شاہ سے شروع ہو کے سید زیان شاہ پہ ختم ہوتی ہے! شاید اگر یہ دونوں میری زندگی میں نہ ہوتے تو میری زندگی بہت بے رنگ اور پھیکی سی ہوتی!۔۔۔ مرحا شاہ اپنے پہلو میں بیٹھے زوریز شاہ کو دیکھتی محبت سے بولی، جو اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

میری زندگی کی سب سے بڑی خوش اقسمتی مرحا شاہ ہے! کیونکہ یہ میری جانِ تمنا ہے! اگر یہ میری زندگی میں نہ ہوتی تو آج میں زیان شاہ جیسے خوبصورت تحفے سے محروم ہوتا۔۔۔ وہ لہجے میں محبت کی چاشنی لئے وارفتگی سے بولا تھا، زوریز شاہ کے اس قدر خوبصورت اظہار پہ مرحا شاہ کی آنکھیں نم ہوئی تھی، باقی سب نے مسکراتے ہوئے چہرے پہ خوبصورت سی مسکراہٹ سجاتے دور اپنے بچوں کو کھیلتے دیکھ کے جانِ تمنا کے اس خوبصورت سفر کو الوداع کیا تھا۔

)ختم شد(